مقصد تھا۔ بعد ازاں ہم نے انگریزی خواں لوگ لئے مگر ہم اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ انگریزی تعلیم نے دین و مذہب کے اصولوں اور عقائد کو ان کے دلوں سے مسخ اور محو کر دیا تھا۔ اس لئے ہم ان کے قلوب میں ایمان و یقین اور غلبہ دین کا کوئی جذبہ و ولولہ پیدا نہ کر سکے۔ لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ قادیان میں اعلیٰ سے اعلیٰ انگریزی خواں تعلیم یافتہ لوگ چلے گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ دین و مذہب پر فریفتہ ہو گئے۔ ایک طرف حضرت مرزا صاحب کی تعلیم و صحبت سے ان میں غلبہ اسلام پر حتمی یقین و ایمان پیدا ہو گیا اور ان کے قلوب ایثار کے جذبہ سے سرشار ہو گئے یہاں تک کہ وہ اپنے دنیاوی مقاصد کو چھوڑ چھاڑ کر ہمہ تن تبلیغ دین کے لئے وقف ہو گئے۔ تو دوسری طرف انہوں نے نہایت کامیابی سے اشاعت اسلام کے ذریعہ ایک عالم میں اسلام کی تائید کے لئے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ نمایاں فرق ہے جو حضرت اقدس نے اپنے پیروؤں کے دلوں میں ایمان کی پختگی اور جذبہ ایثار کے ساتھ پیدا کیا۔

دوسری صفت جو حضرت اقدس نے اپنی قوم کے اندر پیدا کی وہ ایثار و قربانی کی صفت ہے۔ یہ جماعت اس صفت میں اپنی نظیر آپ ہے اس جماعت کے ایثار و قربانی کی مثال آج کہاں مل سکتی ہے جبکہ آج لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ ان کے نزدیک روپیہ پیسہ ہی سب کچھ ہے حصول دولت کی دوڑ میں یوں گم ہیں کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں۔ اور زر کے سوا اور کسی بات کی ان کو سوچنے کی فرصت نہیں اور اگر ان کی توجہ کسی طرف نہیں تو وہ دینِ اسلام کی طرف نہیں کہ اس کی اشاعت و غلبہ کے لئے بھی ہمیں کچھ کرنا چاہیئے۔ ؎

ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست

والا معاملہ ہو رہا ہے۔

اسلام کی اشاعت و غلبہ کا جذبہ صرف خدا کے فضل سے جماعتِ احمدیہ میں ہی ہے جس کا اعتراف دوست و دشمن دونوں کو یکساں ہے جن کے قلوب ایمان کے نور اور ایقان کی دولت سے معمور ہیں اور وہ اپنا حلال اور گاڑھے پسینے سے کمایا ہوا روپیہ اس مال و دولت کی حرص کے زمانہ میں خدمت اسلام میں صرف کرتے ہیں۔ (جلسہ سالانہ ۸۳ء میں سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر دس لاکھ کے قریب روپیہ جمع ہوا)

مگر افسوس ہوتا ہے مسلمان بھائیوں کے طرز عمل پر کہ اگر وہ خدا کی راہ میں اسلام کی خدمت کا عزم کرتے ہیں تو جو اس سلسلہ میں رنگ اختیار کیا جا رہا ہے وہ تعمیری نہیں تخریبی ہے۔ اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی طرح جماعتِ احمدیہ کو ختم کر دیا جائے اور جس جگہ یہ کام کر رہی ہے وہ ہم اپنا لیں۔ حالانکہ تبلیغ اسلام کے لئے وسیع میدان پڑا ہے۔ اگر خدمت دین کا کام تعمیری راہوں سے کیا جائے تو کیا ہی اچھی بات ہے مگر اس بات پر انتہائی افسوس کرنا پڑتا ہے کہ تبلیغ بھی کرنے کی راہ اختیار کی جاتی ہے تو تخریبی اقدامات کو اختیار کیا جاتا ہے۔

قبولیت کیلئے تقویٰ اوّل شرط ہے۔ خداتعالےٰ کے ہاں تو وہی کام قبول ہوتے ہیں جن کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔ اگر تقویٰ نہیں ہے تو کام بظاہر کتنا بھی خوبصورت و نیک و اعلیٰ نظر آئے وہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ جیسے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لمسجد اسس على التقوى من اوّل يوم احق ان تقوم فيه

جس کام کی بنیاد تقویٰ پر ہو اسی میں خدا کی رضا ہے جسے قبولیت ہوتی ہے اور اسی میں آپ کو شمولیت اختیار کرنا چاہیئے۔

جو لوگ اشاعتِ اسلام دنیا میں کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے اندر وہ پیدا کریں جو اس مقصد کی مقتضی ہیں۔ یعنی قرآن کے اصولوں کی صداقت پر حتمی اور مکمل یقین ہو اس کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اپنے اندر ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اور پھر اس زمانہ کے جو خاص مسائل ہیں ان پر گہری نظر اور ان کے نتائج و اثرات ان کے سامنے ہوں۔ یاد رہے کہ ان مسائل میں جب تک مسلمانوں کا نکتہ نظر وہ نہیں ہو جاتا جو حضرت اقدس نے پیدا کیا تب تک اشاعتِ دین میں وہ کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مثلاً مغرب میں حیاتِ مسیح کا عقیدہ ہے کہ تحریکِ اشاعتِ اسلام کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ یہ کہ خدا زندہ ہستی ہے اور وہ انسانوں سے ہمکلام ہوتی ہے دین کا یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر کوئی شخص یا مسلمان گروہ اس بات کا قائل نہیں کہ اب بھی خدا کا مکالمہ مخاطبہ اپنے بندوں کے ساتھ جاری ہے تو وہ کیسے اسلام کی اشاعت دنیا میں کر سکتا ہے؟ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو قرآن کی تفسیر کی ہے وہ عین زمانہ کی ضرورت کے مطابق کی ہے اس زمانہ کی ضروریات کو سامنے رکھا۔ اس تفسیر کے بغیر کہیں بھی اسلام کی تبلیغ کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یا گروہ آج دنیا میں تبلیغ اسلام کرنا چاہتا ہے تو انہیں چاہیئے کہ ان اصولوں کو اپنائیں جو احمدیت نے پیش کئے ہیں۔ اور وہ صفات اپنے اندر پیدا کر دکھلائیں۔

* * *

پیغام صلح ——— مورخہ یکم جنوری ۱۹۵۵ء

ہمارا سالانہ اجتماع

اخلاص اور ایثار کے قابل قدر نظارے

اللہ تبارک و تعالیٰ کے افضال بے پایاں سے ہمارا سالانہ اجتماع ۲۴، ۲۵، ۲۶ دسمبر منعقد ہو کر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

اس اجتماع میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کے روح پرور نظارے دیکھ کر ہمارے سر آستانۂ الٰہیہ پر جھک جاتے ہیں۔ اور ہمارے قلوب اس کی حمد و ثنا سے لبریز ہو جاتے ہیں فللّٰہ الحمد رب السمٰوات ورب الارض ورب العالمین (جاثیہ)

جن احباب کو اس مبارک اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی وہ ان برکات کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکے جو اس اجتماع کی شان خصوصی کی مظہر ہیں۔

سب سے زیادہ قابل احترام اور قابل قدر اتحاد اور اتفاق کا وہ عظیم الشان مظاہرہ ہے جس نے قوم کے قلوب میں زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی اور ایسی فضا پیدا کر دی جس سے ایسا محسوس ہوتا تھا ...... کہ گویا مدت سے بچھڑے ہوئے سگے بھائی آپس میں مل گئے ہیں۔ کیا ہشاش بشاش چہرے ہیں۔ اور کیا محبت بھرے دل۔ ہر دل غل و غش سے پاک، ہر دل خلوص و محبت کے پاکیزہ جذبات سے مملو انما المومنون اخوۃ کی عملی تفسیر پیش کر رہا ہے۔ سب گلے اور شکوے ھباءً منثوراً ہو جاتے ہیں، گویا کبھی تھے ہی نہیں ہر جانب سے صبر اور عفو کا منظر بیّن طور پر نظر آ رہا ہے اور خدا کے مامور کی جماعت کی شان کا تقاضا یہی ہونا چاہیئے تھا ولمن صبر وغفر ان ذالک من عزم الامور (شوریٰ) میں وہ عجیب و غریب منظر بھولا نہیں جا سکتا جب .... ایک مشہور و معروف بزرگ نماز جمعہ کے بعد محراب مسجد میں آ کر بکمال شوق و محبت حضرت امیر سے لپٹ جاتے ہیں اور اس انداز اور قلبی کیفیت سے لپٹتے ہیں کہ گویا ؏

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کے لئے کہا گیا ہے۔ ایسی مثالیں ایک دو نہیں متعدد ہیں۔ اس کے علاوہ الحاج جناب محمد صاحب سلمہ اللہ کو جلسہ میں لانے کے لئے حضرت امیر اور بعض دوسرے اصحاب کا ذاتی طور پر ان کی جلسہ میں شرکت جماعتی اتحاد کا ایک اور خوشگوار پہلو تھا۔ جس کو سب نہایت خوشی سے سراہا۔ کئی ایک اصحاب نے اپنی تقاریر میں وہ دل سے ساتھ اتحاد بات پر اظہار خیالات فرمایا اور کہا کہ ہمیں بنیان مرصوص بن کر اپنا ...سے فرائض اور ہماری ذمہ داریاں بہت اہم اور عظیم الشان ہیں، ان سے عہدہ برآ ہونے ... باحسن ... اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک طرف ... کا نمونہ تھے اور دوسری طرف بلند کار قوم کی نصائح سے ... کے قلوب میں محبت ... پیدا ہونا چاہیئے کہ ایمان و ایقان کے انوار چمک اٹھے۔ اور تمام جلسہ سکون اور اطمینان کی ... تصویر بن گیا۔ اور تمام کارروائی کامل سکون اور اطمینان سے عمل میں آئی اور ... ہر پہلو سے کامیاب رہا فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک ــــ اتحاد و اتفاق کا یہ منظر احمدیت کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے اقبال کا ایک نیا باب کھلتا ہے۔ یہ ایک نشان ہے جو خدا نے اپنے مامور کی ... پایا۔ اور اس میں عقلمندوں کے لئے کئی ایک سبق ہیں ھذا بصائر وھدًی ورحمة لقوم یوقنون (جاثیہ) ہم خدا کے اس ... ادب و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس کے لئے اس کے حضور ... بجا لاتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ متحد و متفق رکھے اور ہم سب اپنی متفقہ کوششوں سے خدمت اسلام کا کام سرانجام دیتے رہیں۔

منجملہ دیگر برکات کے جو جلسہ کی کامیابی کا موجب ہوئیں وہ علمی اور روحانی دولت ہے جس سے ہم ان دنوں متمتع ہوئے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا پُر از معارف درس قرآن اور خطبہ جمعہ اور آپ کی بصیرت افروز تقاریر جو آپ نے اپنے مخصوص انداز فصاحت و بلاغت سے ارشاد فرمائیں۔ روحانیت سے مملو تھیں جو قلب و روح کے لئے تسکین و طمانیت کا سامان بہم پہنچاتی رہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مواعظ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے اور ہم روحانیت کے بلند مقام پر فائز ہوں اور ہمارا ہر قول و فعل قال اللہ و قال الرسول کے مطابق ہو۔ ایسا ہی جماعت کے دوسرے ذی علم حضرات نے قومی اور ملی نکتہ نگاہ سے اہم موضوعوں پر تقاریر فرمائیں جو نہایت مفید اور گرانقدر معلومات پر مشتمل تھیں۔ اور جن میں موجودہ زمانہ کے اہم مسائل پر تبصرہ کیا گیا اور مسلمان قوم کی صحیح رہنمائی کی گئی، ان تمام پر از معلومات اور عالمانہ تقاریر سے قوم کے علم اور اس کی معرفت میں معتدبہ اضافہ ایک یقینی امر ہے۔ ان تقاریر میں سے بعض کا خلاصہ اسی پرچہ میں دوسری جگہ دیا گیا ہے، اور بعض کا آئندہ اشاعتوں میں درج ہوتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

جلسہ کی کامیابی کا تیسرا اہم پہلو وہ ایثار اور قربانی ہے جو اس قلیل اور غریب جماعت کا طغرائے امتیاز رہا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک مختصر مگر پُر اثر تحریک پر احباب نے صدائے لبیک بلند کرتے ہوئے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق بلکہ بعض صورتوں میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر مالی قربانی میں حصہ لیا۔ اور اس طرح سے کم و بیش ایک لاکھ کی گرانقدر رقم کا نقد اور وعدوں کی صورت میں انتظام ہو جانا اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے افضال کی دلیل ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ خدا کے دین کے لئے مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا قوم کی زندگی پر دلالت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جنہوں نے ایثار سے خدا کے دین کے لئے اپنے اموال پیش کئے اجر عظیم عطا فرمائے اور انہیں دینی و دنیوی حسنات سے متمتع فرمائے۔

خدا کے فضل سے احمدی جماعت ایک زندہ جماعت ہے۔ اور وہ ہمیشہ زندہ ہی رہے گی۔ خدا نے اس جماعت کو ایثار اور قربانی کا جذبہ عطا فرمایا ہے۔ جس جماعت میں یہ جذبہ ہو وہ کبھی مٹ نہیں سکتی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت میں یہ جذبہ قائم رکھے اور اسے بیش از بیش خدمت اسلام کی توفیق بخشے کہ جماعت کا اصل مقصد یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول پر ایمان رکھنے والے اپنے اپنے اموال سے خدا کے رستہ میں جہاد کرنے والے خدا کے حضور بہت بلند مقام رکھتے ہیں اور وہی خدا کے نزدیک سچے اور صادق بندے ہیں۔ انما المومنون الذین اٰمنوا باللّٰہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ اولٰئک ھم الصادقون، پھر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صادقوں میں سے بنائے اور ہمیں ہمیشہ اپنے مالوں جانوں سے جہاد کی توفیق عنایت فرمائے۔

ہم بار بار اس کے حضور سجدات شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے ہمارے قومی اجتماع کو متمر بثمرات حسنہ بنایا، اتحاد کی روح پھونکی اور ہمیں پھر ایک بنا کر خدمت دین کے رستہ پر گامزن ہونے کی توفیق عنایت کی۔

۲۴ر دسمبر کے دن نماز جمعہ سے قبل خواتین کا جلسہ بھی منعقد ہوا۔ دستکاری کی نمائش تو کچھ وسیع پیمانہ پر نہ ہو سکی، مگر سلسلہ کی قابل خواتین نے اپنی پر از معلومات تقاریر سے حاضرات کو مستفید فرمایا۔ چندہ بھی جمع کیا اور آئندہ کے لئے دستکاری کا پروگرام بھی مرتب کیا۔ خواتین کے جلسہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی ایک مختصر تقریر فرمائی جو قیمتی نصائح پر مشتمل تھی، اللہ تعالیٰ ان سب خواتین کو جنہوں نے اس جلسہ میں حصہ لیا جزائے خیر دے اور ان کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے۔

آخیر میں ہم تمام قوم کی طرف سے ان تمام احباب کا اور بالخصوص مہتمم جلسہ سالانہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور ان کے رفقائے کار کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جنہوں نے جلسہ کے انتظامات بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے اور مہمانوں کے آرام و آسائش کے لئے ہر ممکن کوشش سے کام لیا۔

فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء

منحصر ہے وحدتِ ملت پہ ملت کی بقا

(حسن)

(یہ نظم جلسہ سالانہ پر پڑھی گئی)

واہ وا! کیا روح پرور ہے نوید اتحاد
ہر تنِ بے جاں کو گویا مل گئی اک تازہ جاں
مرحبا! صد مرحبا! اے قومِ احمدؐ مرحبا
تو نے کی اسلاف کی تازہ جہاں میں داستاں
گردنیں دینا جھکا حکمِ خدا کے سامنے
ہے یہ شانِ مومناں نشانِ صادقاں
تفرقہ سے ہو رہی تھی قوم کی حالت زبوں
تھے تڑپتے اہلِ دل مانندِ مرغِ نیم جاں
مضطرب جو کر رہی تھی قوم کے افراد کو
برقِ مضطر ہیں بھی وہ دیکھی نہیں بے تابیاں
متحد ہم کو خدا کے فضل نے پھر کر دیا
کوندتی ہیں اب محبت کی دلوں میں بجلیاں
گامزن راہِ عمل پر آج پھر ہم ہو گئے
پھر ہوئے ہیں منزلِ مقصود کی جانب رواں
روح پرور کسقدر ہے اس مسیحا کا پیام
جس کی سچائی پہ ہیں شاہد زمین و آسماں
تفرقہ جس قوم میں ہو وہ پنپ سکتی نہیں
تفرقہ میں ہیں نہاں اقوام کی بربادیاں
تفرقہ سے قوم ہو جاتی ہے دنیا میں ذلیل
تفرقہ سے قوم کے مٹ جاتے ہیں نام و نشاں
حیف ہے خود ہم اگر ہوں اس مرض میں مبتلا
یہ مرض ہے سخت مہلک الاماں صد الاماں
ہوشیار اے قومِ احمد! اک مہم درپیش ہے
اپنے ایماں کا تجھے دینا پڑے گا امتحاں
منحصر ہے وحدتِ ملت پہ ملت کی بقا
ہاں اسی وحدت میں ہے مرکوز اسکی عز و شاں
قوم کیا ہے گر نہیں ہے اس میں رنگِ اتحاد
قوم کیا ہے گر نہیں اس میں اخوت کے نشاں
کام سب مل کر کریں ہم متحد ہو کر رہیں
حکم ہم کو دے گئے ہیں مہدیٔ آخر زماں

قومی تحریک میں سب دوست حصہ لیں

ذیل کی چٹھی جنرل سکرٹری صاحب کی طرف سے تمام ان دوستوں کو بھیجی گئی ہے جو جلسہ سالانہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل میں حصہ نہیں لے سکے امید ہے احباب اس طرف خاص توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

اخویم مکرم معظم سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جلسہ سالانہ پر حضرت امیر قوم کی اپیل پر بیشتر احباب کا لبیک کہنا، اور حسب گنجائش حصہ لینے کا روح پرور نظارہ حاضرین جلسہ نے دیکھا یہی فعال قوموں کی خصوصیت ہے۔

کسی بھی جماعتی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس جماعت کا ہر فرد ہر تحریک میں شامل ہو، خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے ضروری قرار دیا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد ہے کہ وہ دوست جو کسی وجہ سے اس تحریک میں جلسہ کے موقعہ پر حصہ نہیں لے سکے، اب انہیں توجہ دلائی جائے اور اس خیر و برکت میں شامل کیا جائے جو اجتماعی حرکت پر خدا نازل فرماتا ہے۔

امید ہے آپ ارشادِ امیر پر لبیک کہتے ہوئے دامے درمے اس تحریک میں حصہ لے کر جماعت کی تقویت کا موجب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام۔

خاکسار۔ (ڈاکٹر) اللہ بخش۔ آنریری جنرل سکرٹری
مؤرخہ یکم جنوری ۱۹۵۵ء

بیان القرآن جلد اوّل

کی طباعت کا اہتمام شروع کر دیا گیا ہے، اگرچہ انجمن نے اس کی طباعت کی منظوری عرصہ ہوا دیدی تھی مگر کاغذ کے سبب یہ کام شروع نہ ہو سکا۔ اب یہ کام شروع کر دیا گیا امید ہے یہ کام دو ماہ میں ختم ہو جائے گا اور ہم آپ کو یہ جلد مہیا کر سکیں گے۔

مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

خدمتِ دین کیلئے اپنے مال اور ذہین بچے وقف کیجئے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور امام وقت کا احساسِ ذمہ داری اور عظمتِ قرآن

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۴ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب بر موقعہ جلسہ سالانہ منعقدہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

(انّ فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب .... انک لاتخلف المیعاد)

حضرت عائشہ حضرت نبی کریم صلعم کی یاد میں

ان آیات کو جو میں نے پڑھی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پڑھا اور وہ ان کو پڑھتے ہوئے رو پڑے اس کا ذکر اور ان آیات کو پڑھنے کا ذکر حدیث شریف میں اور تفسیروں میں لکھا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو اپنے باپ کی طرح حضرت پر فدا تھے، اور ان کے نقش قدم پر چلتے اور تفصیل کے ساتھ آپ کی ایک ایک بات پر عمل کرتے تھے انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک دن حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا عائشۃ اخبرینی بالعجب مارایت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اے عائشہ مجھے کوئی عجیب بات بتایئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے دیکھی ہو، فبکت وہ رو پڑیں قالت کل امرہ کا عجب فرمایا آپ کا ہر کام عجیب تھا، فبکت داطالت وہ روئیں اور دیر تک روتی رہیں۔ یہ امت کی بزرگ ترین خاتون تھیں، حضرت عائشہ بہت بلند پایہ، بڑی قرآن دان، بڑے اخلاق کی مالک تھیں، کانت عالمۃ فقیھۃ زاھدۃ بڑی عالمہ بڑی فقیہہ، دین کے مسائل کو سمجھنے والیں، بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں، آپ بڑی قانع تھیں، مال کے ساتھ قطعاً محبت نہ رکھتی تھیں، جو کچھ بھی آیا خدا کی راہ میں دے دیا۔ ہزاروں روپے آپ کے پاس آئے اور آپ نے اسی وقت بانٹ دیئے ایک کوڑی اپنے پاس نہ رکھی،

حضرت نبی کریم کی تہذیب اور عبادت الٰہی کا شوق

یہ وہ خاتون تھیں جن سے عبداللہ بن عمرؓ نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات بتائیں، آپ رو پڑیں اور کہا کہ آپ کی سب ہی باتیں عجیب تھیں، پھر فرمایا اتانی فی لیلتی، ایک رات جب میری باری تھی، آپ میرے پاس آئے اور میرے ساتھ بستر میں لیٹ گئے۔ حتیٰ کہ آپ کا جسم میرے جسم سے مل گیا وقال یا عائشۃ ھل لک ان تاذنینی اللیلۃ فی عبادۃ ربی اے عائشہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ آج کی رات میں اللہ تعالےٰ کی عبادت میں گذاروں؟ یہ بادشاہ وقت ہے، یہ دو جہان کا بادشاہ ہے اور کس قدر مہذب ہے کہ بیوی سے اجازت طلب کرتا ہے ھل لک ان تاذنینی اللیلۃ فی عبادۃ ربی کیا یہ آپ سے ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دے دیں کہ آج کی رات اپنے رب کی عبادت میں گذاروں؟ اور وہ کیا جواب دیتی ہیں قلت انی لاحب قربک یا رسول اللہ ولکن لاحب مرادک، یا رسول اللہ آپ کا قرب تو مجھے نہایت ہی پیارا ہے لیکن جس چیز کی خواہش آپ کو ہو، وہ مجھے زیادہ پیاری ہے، فاذنت لک اس لئے میں آپ کو اجازت دیتی ہوں کہ آپ اپنی خواہش پوری کریں اور عبادت الٰہی میں رات بسر کریں۔

کیا اس تہذیب کا نقشہ آپ کے گھروں میں ہے؟ کیا آپ کے دل میں خواتین کی وہ عزت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھی؟ کیا سرور کائنات کے دل میں جو عبادت الٰہی کا جذبہ ہے وہ کبھی کسی دوسری شخصیت میں مل سکتا ہے۔ وہ اس جذبہ پر تمام دوسرے جذبات محبت کو .... قربان کر دیتے ہیں۔

نبی کریم صلعم کا وضو

فقام الیٰ قربۃ من ماءٍ فی البیت معلق اُٹھے اور ایک مشکیزہ پانی کا پڑا تھا۔ اس میں سے پانی لیا، کوئی آج کا آدمی نفل پڑھنے کے لئے اُٹھے تو مشکیزہ کو ٹھوکر مار کر کہے گا بیوی کو اتنی بھی توفیق نہیں کہ اس میں سے پانی نکال کر وضو کرا دے، فتوضاء آپ نے وضو کیا لیکن بہت پانی استعمال نہیں کیا۔

عبادت الٰہی میں رات بسر کر دی

فقام یصلی وجعل یبکی، پھر کیا دیکھتی ہوں کہ آپ نفل پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور لگے رونے۔ آپ روتے جاتے تھے، ثم رفع یدیہ الی السماء وجعل یبکی حتی رایت دموعہ قد بلت الارض پھر آپ نے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا اور رونے لگے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی، پھر آپ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے اور روتے تھے، یہ بادشاہ وقت ہے، اس کی رات اس طرح گذرتی ہے، کہ آپ فرماتی ہیں کبھی آپ اُٹھتے کبھی آپ بیٹھتے۔ اسی طرح تمام رات رونے میں بسر کر دی۔

جناب الٰہی میں شکر گذاری اور مخلوق خدا کے لئے درد

حتی اتی بلال فراٰہ یبکی یہاں تک کہ صبح ہو گئی، اور بلال آ گئے انہوں نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا وقال یا رسول اللہ انت تبکی وقد غفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ روتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش چکا ہے تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا یا بلال افلا اکون عبداً شکوراً کیا میں اللہ تعالےٰ کا شکر گذار بندہ نہ ہوں؟ وکیف لا ابکی وقد انزل اللہ ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیات لاولی الالباب۔ میں کس طرح نہ روؤں جب کہ یہ آیات مجھ پر اتری ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ حضرت پر قرآن اترتا ہے اور حضرت پر یہ اثر ہے کہ آپ راتوں کو اُٹھتے اور جناب الٰہی میں دعائیں کرتے ہیں یہ شخص ہے جو دنیا کو پاک کر سکتا ہے اس کے اپنے اندر ایمان ہے مخلوق خدا کے لئے درد رکھتا ہے۔

حضرت نبی کریمؐ کو اپنی ذمہ داری کا احساس

اسی طرح ایک دن حضورؐ نے ابو مسعودؓ سے کہا یا ابا مسعود اقرأ علی القراٰن اے ابا مسعود مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، انہوں نے کہا یا رسول اللہ اقراء علیک وقد انزل علیک کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپ پر تو قرآن اترا ہے، فرمایا انی احب ان اسمعہ من غیری، مجھے دوسرے سے سننا زیادہ پسند ہے، انہوں نے قرآن سنانا شروع کیا اور جب اس آیت پر پہنچے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علیٰ ھؤلاء شھیدا وہ حشر کا مقام تمہیں یاد ہے جب ہر ایک قوم کا نبی بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا کام کیا اور تیری تبلیغ کا کیا اثر ہوا اور آپ کو بھی بلایا جائے گا اور ان لوگوں پر بطور گواہ پیش کیا جائے گا جب ابو مسعود اس آیت پر پہنچے تو آپ نے بلند آواز سے کہا حسبک الاٰن بس کیجئے اور ابو مسعود کہتے ہیں جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو حضرت زار و قطار رو رہے

تھے۔ یہ ہے حضرت کو اپنی ذمہ داری کا احساس۔

حضرت امام اور آپ کے رفقاء کو ذمہ داری کا احساس

اس سے سبق سیکھنا چاہیئے کہ ذمہ داری کس حد تک ادا کرنی چاہیئے۔ اس ذمہ داری کے احساس کو ہم نے قادیان میں دیکھا؛ اس ذمہ داری کا احساس حضرت امام وقت کو تھا، حضرت مولنٰا نورالدین رح کو اس ذمہ داری کا احساس تھا، مولانا عبدالکریم صاحب کو اس ذمہ داری کا احساس تھا، قرآن عمل کے لئے ہے اور ان لوگوں نے قرآن کی ایک ایک آیت پر غور اور عمل کر کے دکھایا،

صحابہ کی نظروں میں قرآن کا ادب

ایک دن حضرت عمر رض کے زمانہ میں دربار لگا ہوا تھا، ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا ابن الخطاب لا تحکم بالعدل ولا تعطینا بالجزل اے خطاب کے بیٹے! تمہاری کچہری میں کوئی عدل اور انصاف نہیں اور نہ ہمیں کچھ مال دیا جاتا ہے، دربار لگا ہوا ہو، عمر رض جیسا پُر جبروت بادشاہ ہو اور اسکے بھرے دربار میں ایسا کہا جائے، وہ تو بڑے ہی عادل انسان تھے ایسا عادل کون ہو گا حضرت عمر رض کے چہرہ پر تغیر نمودار ہوا، ایک شخص نے یہ دیکھ کر کہا آپ کو پتہ ہے کہ اللہ کے رسول کو یہ حکم ہوا تھا خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین وھذا من الجاھلین عفو سے کام لو، نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں سے درگذر کرو، اس آیت کا پڑھنا تھا کہ حضرت عمر کے چہرے سے خفگی کے آثار ختم ہو گئے فما جاوزھا حین قراءھا وہیں ٹھہر گئے وکان وقافا عند کتاب اللہ اور کیوں نہ ٹھہر جاتے وہ کتاب الٰہی کے سامنے جھکنے والے تھے۔ یہ رعب تھا قرآن کا، قرآن نے ان کے اندر پاک تبدیلی پیدا کر دی تھی، ان کے قلوب میں قرآن کی عزت اور درد تھا، ایک شخص آیا اور کہا کہ میرے بھائی کے پیٹ میں درد ہے۔ کہا اسکو شہد پلاؤ، اس نے پھر آ کر کہا کہ اس کو شہد پلایا ہے۔ لیکن آرام نہیں آیا فرمایا کذب بطن اخیک تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے* جو شہد کھا کر بھی درد محسوس کرتا ہے۔ پھر پلاؤ، اس نے پھر شہد پلایا تو اس کے بھائی کا درد جاتا رہا۔

* خدا فرماتا ہے فیہ شفاء للناس یعنی (شہد میں) لوگوں کے لئے (شفا ہے) ... تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد تازہ کیجئے

تو میرا مقصد یہ ہے کہ یہ قوم تھی جس کا خدا کے کلام پر ایمان تھا، ہم نے بھی امام وقت کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ اقرار کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا، اس قوم نے اس عہد کو پورا کر کے دکھا دیا، میں اس قوم کے جذبات سے واقف ہوں، انکی غربت ایک طرف اور ان کا ایمان اور ان[illegible]رت، اس قوم نے اپنی غربت کے باوجود یورپ کے اندر اسلام کا ڈنکا بجایا [illegible] آپ کے اتفاق و اتحاد اور قربانیوں کا نتیجہ ہے، خدا کا بڑا فضل ہے کہ آج پھر آپ متفق ہو کر بھائیوں کی طرح مل گئے، یہ اس امام کی دعاؤں اثر ہے اس کی قوت قدسی [illegible] آپ کو پھر ملا دیا، آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کیا آپ کو مبارک ہو دعا کریں کہ [illegible] پختہ رہیں، اور آج جب نئے سرے سے ایک جماعت کا رنگ اختیار کر لیا ہے، اس عہد کو پھر تازہ کرو، آج پھر ضرورت ہے کہ خدا کے رستہ میں اپنے [illegible]رچ کر دیجئے، اپنی املاک کے کچھ حصے اشاعت اسلام کے لئے وقف کیجئے۔

ایک دوست کا اخلاص اور قربانی

یہاں ایک دوست بیٹھے ہیں، مہر خان محمدؐ، بڑے صاف گو آدمی ہیں۔ انہوں نے باہمی اختلافات کے دوران میں بڑے ٹیڑھے خطوط مجھے لکھے، اور میں بھی انہیں جواب دیتا رہا کہ گھبرائیے نہیں سب معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ کل جو مجھے ملے، تو لپٹ گئے، اور بڑے اخلاص کے ساتھ خوشبو لگایا اور کہا میں بہت خوش ہوں، اور دوران اختلافات میں جو چندے نہیں دیئے تو طرح طرح کے جرمانے اپنے آپ پر ڈالے ہیں، ہر بدمیں جو رقم نہیں دی تو اس کے بدلہ میں جرمانہ ادا کروں گا اور زیادہ شدت کے ساتھ اشاعت اسلام میں حصہ لوں گا۔

جماعت کے وقار کو قائم رکھیں

میں سب دوستوں کو کہتا ہوں کہ اس طرف توجہ کریں، ہم سب ہی خدا کے حضور اپنی تقصیروں کو پیش کرتے ہیں۔ اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو معاف فرمائے، آپ سب دوست جو خدا کا عہد ہے خدا کو پیش نظر رکھ کر اسے پورا کریں، اور جماعت کے وقار کو قائم رکھیں،

حضرت عمر رض کے جذبات

حضرت عمر رض نے ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ حضور فتح خیبر کے بعد مجھے ایک زمین ملی ہے، نہایت قیمتی زمین ہے، میں اس کو کہاں خرچ کروں، یہ جذبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں کام کرتا تھا، زمین ملی ہے تو اب خواہش ہے کہ خدا کی راہ میں دے دی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی راہ میں وقف کر دو، یہ جذبہ اور یہ قربانیاں تھیں جنہوں نے حضرت عمر رض کو ایسے بلند مقام پر پہنچایا، یہ مقام عالی یونہی حاصل نہیں ہو جاتا، ایک دن حضرت عمر رض آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے، کہنے لگے حضور مجھے اپنے نفس کے سوائے ہر چیز سے بڑھ کر آپ سے محبت ہے، حضور نے اس کو پسند نہ کیا کہ اپنے نفس کو آپ کی محبت میں حائل کیا جائے۔ اس پر انہوں نے کہا حضور میں اپنے نفس سے بھی بڑھ کر آپ سے محبت کروں گا، یہ ہے وہ جذبہ جو اسلام چاہتا ہے، ....

...... وہ مقام عالی جو صحابہ کو میسر آئے وہ ان کی زبردست قربانیوں کی وجہ سے انہیں ملے۔

خدمت دین کے لئے مال اور ذہین بچے دیجئے

آپ لوگوں نے بھی قربانیوں کا سبق حضرت امام وقت سے پڑھا ہے اس پر عمل کا آج بہتر موقع ہے، اس سال اپنا بہترین بچہ خدمت دین کے لئے وقف کیجئے، خدمت دین کے لئے جہاں مال کی ضرورت ہے وہاں قابل انسانوں کی بھی ضرورت ہے اس لئے اپنے ذہین بچے بھی اس راہ میں دیں جنہیں اس کام کے لئے تیار کیا جا سکے، اور مال بھی دیں، امام وقت کو ماننے کا ثبوت اپنے عمل سے دیجئے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون، نیکی نہ نماز پڑھنے سے نہیں ملتی، نہ روزہ رکھ کر بھوکا مرنے سے نیکی حاصل نہیں ہو سکتی، آج آپ نے ارادہ کرنا ہے کہ ہم اپنا پیارا اور ذہین بچہ خدا کی راہ میں وقف کریں گے، اور آج فیصلہ کرنا ہے کہ مسیح موعود کی وصیت کو پورا کرنے کے لئے اپنے اموال جائدادیں سے دسویں حصہ کی وصیت کریں گے، اس کے بغیر کس طرح اس پیغام کو آپ دنیا میں پہنچا سکتے ہیں، جو امام وقت لے کر آیا، عزم بڑا زبردست عزم اور ہمت واستقلال جو اسلام سکھلاتا ہے اس کے لئے اپنے آپ کو مخصوص کر لو، حضرت امام نے جو جماعت بنائی اس کا مقصد یہی تھا کہ خدمت دین کا کام مل کر پورے عزم و استقلال کے ساتھ کیا جائے جماعت کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا، جماعت کے اندر اتحاد کا ہونا ضروری ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تختلفوا باہم تفرقہ نہ کرو،

اے مسیح موعودؑ کی قوم

ان دو تین دنوں کو دعاؤں میں لگا دو اور اللہ تعالےٰ کے حضور اپنی تقصیروں کی معافی چاہتے ہوئے اس سے دعا کرو کہ ہمیں یہ توفیق ملے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت امام وقت نے جو جماعت بنائی ہمارا وجود اس کی زیادتی اور بلند آہنگی کا موجب ہو، ہماری زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکلے جس سے اس جماعت کی مضبوطی اور اتحاد و اتفاق میں فرق آجائے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا الجماعۃ۔ الجماعۃ۔ آپ نے فرمایا ید اللہ

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مختصر روئداد

جلسہ خواتین

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا اکتالیسواں سالانہ جلسہ حسب اعلان سابق ۲۴ دسمبر کو شروع ہوا تاریخ مذکور کو سب سے پہلے مستورات کا جلسہ ہوا جس کی صدر محترمہ سید بیگم صاحبہ تھیں، جنہوں نے حاضرات کو مخاطب کرتے ہوئے بڑے درد دل سے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ اس جلسہ میں دستکاری کی نمائش ہر سال بڑے اعلےٰ پیمانہ پر ہوا کرتی تھی لیکن اب خواتین کی عدم توجہ کی وجہ سے نہیں ہو سکی، آیندہ اس طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔

اس جلسہ میں محترمہ امۃ اللہ مصری کی تقریر نہایت بلند پایہ اور اسلامی تعلیمات کا مرقع تھی آپ کی تقریر کا عنوان تھا والدین کے حقوق و فرائض اسلام کی روشنی میں آپ نے قرآن کریم اور احادیث سے تربیت اولاد اور والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کے احکام نہایت دلآویز پیرایہ میں سنائے اور اس ضمن میں انگلستان کے طریقہ تعلیم پر بھی روشنی ڈالی جس میں بچوں کی علمی قابلیت کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت کا بھی سامان کیا جاتا ہے، یہ تقریر امید ہے کہ کسی آیندہ اشاعت میں مفصل شائع کی جا سکے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

ان کے بعد محترمہ بیگم ملک کرم الہیٰ صاحب نے "اتفاق اور دستکاری" کے موضوع پر تقریر کی اور پھر محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ نے سورۃ فاتحہ کے معانی اور تفسیر بیان کرتے ہوئے ان عظیم الشان دینی کاموں کا ذکر کیا جو حضرت امیر مرحوم نے سرانجام دیئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ حضرت مرحوم آج ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کی روح ابھی تک ہم میں کام کر رہی ہے، ان کے بعد بیگم خواجہ جلال الدین مرحوم کی طرف سے محترمہ امۃ الحی (مصری) صاحبہ نے دستکاری کی درد بھری کہانی پڑھ کر سنائی، جس میں نہایت دلچسپ انداز میں خود دستکاری کی زبانی یہ بتایا گیا تھا کہ کس طرح گذشتہ سالوں میں دستکاری کی نمائش بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوا کرتی تھی جو فی الحقیقت اس جلسہ کی جان تھی لیکن آہستہ آہستہ یہ روح اس میں سے نکل گئی حتیٰ کہ آج وہ مردہ ہو چکی ہے، ضرورت ہے کہ تمام خواتین اس طرف خاص توجہ فرمائیں اور آیندہ سال کے لئے ابھی سے کام کرنا شروع کر دیں اور کم از کم ہر ہفتہ میں ایک دو گھنٹہ اس کے لئے ضرور وقت دیں۔ تاکہ آیندہ جلسہ سالانہ پر نہایت شاندار نمائش پیش کی جا سکے، عزیزہ مبارکہ بیگم بنت مولنا آفتاب الدین احمد صاحب اور نعمت بنت سید مصطفےٰ شاہ صاحب مرحوم نے نہایت اچھی نظمیں پڑھیں اور بچی قیصرہ خانم بنت مولانا مرتضےٰ خاں صاحب نے بھی نہایت پرجوش تقریر کی، اور عزیز ہمایوں رشید عمر ۹ سال نبیرہ خواجہ جلال الدین صاحب مرحوم نے قرآن کریم اس خوش الحانی کے ساتھ پڑھا کہ وجد آگیا، اس بچہ نے حضرت عمرؓ کے کارناموں کے متعلق ایک مختصر انگریزی تقریر بھی سنائی،

سب سے آخر حضرت امیر ایدہ اللہ سٹیج پر تشریف لائے اور آپ نے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الخ کی آیت کریمہ تلاوت فرما کر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کی ہجرت اور خانہ کعبہ کے پاس لق و دق صحرا میں دلسوز واقعہ بیان کرتے ہوئے ان انعامات کا ذکر کیا جو اللہ تعالےٰ نے ان کی اس قربانی پر عطا فرمائے اور قیامت تک ان کی یادگاریں قائم کر دیں، آپ نے بتایا کہ یہ ایک بہت بڑا امتحان تھا جو اللہ تعالےٰ نے ان سے لیا، اور جس کے نتیجہ میں ۔۔۔۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی قومیں ان کی عزت و وقار قائم کر دیا، اللہ تعالےٰ کے ہاں ایسی قربانیوں کا بہت بڑا درجہ ہے، اور آج بھی کوئی ماں اور بچہ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرے تو وہ بلند ترین انعامات کا وارث ہو سکتا ہے۔

چونکہ نماز جمعہ کا وقت قریب ہو رہا تھا۔۔۔ اس لئے آپ نے مختصر تقریر پر اکتفا کرتے ہوئے خواتین کو حضرت ہاجرہ کی قربانی سے سبق لینے اور اپنے اموال کی قربانی پیش کرنے کی تلقین کی، چنانچہ اس موقعہ پر خواتین نے دل کھول کر چندے دیئے،

جلسہ کے پنڈال کے ساتھ ہی منتظمات نے کھانے پینے کی بعض اشیاء کی دوکانیں بھی لگا رکھی تھیں جن کی آمدنی خدمت دین کے لئے انجمن کو ہی پیش کرنا مقصود تھی، اس میں بھی خاطر خواہ کامیابی ہوئی فالحمد للہ۔ خواتین کے اس جلسہ کا انتظام زیادہ تر بیگم خواجہ جلال الدین مرحوم اور بیگم صاحبہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے سپرد تھا، اور ان دونوں محترمات نے نہایت مایوس کن حالات میں اس بوجھ کو اٹھایا اور خدا کے فضل سے نہایت کامیابی کے ساتھ اس کو نبھایا فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

اس کے بعد نماز جمعہ کا وقت تھا جو مسجد احمدیہ بلڈنگس میں پڑھی گئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے۔

جنرل کونسل

نماز جمعہ کے بعد انجمن کی جنرل کونسل کا اجلاس بند کمرے میں ہوا جس میں سب سے پہلے حضرت امیر ایدہ اللہ نے دعا فرمائی، اور ایک مختصر تقریر میں فرمایا:۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہماری یہ مجلس حسب معمول تہذیب اور اخوت کا مظاہرہ دکھائے کسی طرح کسی حرکت سے یہ ظاہر نہ ہو کہ کوئی پارٹی بازی ہم میں ہے، کوئی گروہ بندی کا خیال ہماری کارروائیوں میں نہ ہونا چاہیئے، ہم ایک جماعت ہیں، ہم سب بھائی ہیں، سب کی ایک دوسرے کے دل میں عزت ہے اس لئے پارٹی کے خیال سے الگ ہو کر ہر معاملہ پر غور کیا جائے۔ انتخابات میں بھی کسی اختلاف کا اظہار نہیں ہونا چاہیئے اور باہمی اتفاق سے اپنے عہدیدار منتخب کر لئے جائیں دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا ایک بھائی کسی امر کے متعلق کچھ بیان کرے تو یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ اس میں اس کا کوئی خاص مقصد ہے، ایک دوسرے پر بدظنی نہیں کرنی چاہیئے، بدظنی سے مخالفت کے پہاڑ بن جاتے ہیں، بدظنی ہم کیوں کریں، وہ جو ہماری تہذیب کا طغرائے امتیاز ہے کہ بدظنی ہم کر سکتے ہی نہیں وہ کیوں ظاہر نہ ہو،

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے سارے فیصلے اتفاق سے ہوں، اگر سب دوست یہ ارادہ کر لیں کہ اتفاق کی فضا کو قوت دی جائے اور ہر طرز اور ہر رنگ میں اتفاق کی فضا کو قوت پہنچائی جائے تو یہ بہت مفید ہوگا اور ہماری قوم کی عزت و وقار کو بڑھانے کا موجب ہوگا۔"

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس تقریر کے بعد محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ نے اس بات کو واضح کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس انجمن کی بنیاد رکھتے ہوئے جنرل کونسل کے جو چودہ ممبر ظاہر کئے تھے، اور آیندہ ممبری کے لئے جو شرائط الوصیت میں بیان کی ہیں، ان میں سب سے پہلے تقوےٰ پھر علم دین سے واقفیت، پھر ذاتی عزت و وجاہت، اصابت رائے اور مالی قربانیوں کو ضروری قرار دیا ہے

اس کے بعد صدارت کے لئے مولنا محمد یعقوب خان صاحب (ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور) کا نام تجویز ہوا اور سب نے متفقہ طور پر نہ صرف اس کو منظور کیا بلکہ جب خانصاحب ممدوح نے اپنی معذوریوں کا اظہار کرتے ہوئے اس سے معافی چاہی تو تمام اراکین نے زور دیکر اس خدمت دین کے کام کو سنبھالنے کی درخواست آپ سے کی، جو آپ کو قبول کرنی پڑی۔

اس کے بعد اراکین مجلس منتظمہ اور دیگر عہدیداروں کے انتخاب کا معاملہ تھا جس کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ صاحب صدر کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی کیبنٹ خود منتخب کریں، اس کو آپ نے دوسرے دن پر ملتوی رکھا، چنانچہ دوسرے دن کی مجلس میں آپ نے مجلس منتظمہ کے لئے حسب ذیل ناموں کا اعلان کیا:۔

۱۔ حضرت امیر مولنا صدر الدین صاحب ۔ ۔ ۔ لاہور
۲۔ جناب مولانا محمد یعقوب خان صاحب ۔ ۔ ۔ "
۳۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب ۔ ۔ ۔ "
۴۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ۔ ۔ ۔ "
۵۔ الحاج خواجہ نذیر احمد صاحب ۔ ۔ ۔ "
۶۔ کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب ۔ ۔ ۔

۷۔ میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی .. .. .. لاہور
۸۔ میاں غلام حیدر صاحب .. .. .. "
۹۔ میاں محمد احمد صاحب .. .. .. "
۱۰۔ میاں سعید احمد صاحب .. .. .. "
۱۱۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری .. .. "
۱۲۔ خانبہادر غلام ربانی خانصاحب .. .. مانسہرہ
۱۳۔ ڈاکٹر وزیر احمد قریشی صاحب .. .. وزیر آباد
۱۴۔ شیخ نثار احمد صاحب .. .. "
۱۵۔ میاں عزیز احمد صاحب .. .. لائل پور
۱۶۔ ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب .. .. منٹگمری
۱۷۔ چوہدری امجد خاں صاحب .. .. کراچی
۱۸۔ حافظ محمد حسن صاحب چیمہ .. .. گجرات
۱۹۔ خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب .. .. ڈاڈر
۲۰۔ شیخ اللہ بخش صاحب .. .. پشاور

انجمن کے مختلف عہدوں کیلئے آپنے حسب ذیل اسماء گرامی کا اعلان کیا۔
وائس پریذیڈنٹ و محاسب:۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔
جنرل سیکرٹری:۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔
مشیر قانونی:۔ قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ۔ مانسہرہ
جائنٹ سیکرٹری کا انتخاب جنرل سیکرٹری صاحب کی اقتصادی رائے پر چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ بعد میں انہوں نے صاحب صدر کے مشورہ سے پروفیسر عنایت علی خاں صاحب کو جائنٹ سیکرٹری کے عہدہ پر ممتاز فرمایا۔

اس کے بعد کئی دوسرے معاملات پیش ہو کر ان پر غور و بحث ہوتی رہی۔ سال آیندہ کا بجٹ بھی پیش ہوا اور گذشتہ خسارہ کو پورا کرنے کے لئے مختلف تجاویز پر غور کیا گیا، اور خدا کے فضل سے دو دن تک تمام معاملات نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام پاتے،

درس قرآن

دوسرے دن ۲۵ر دسمبر کو نماز فجر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے قرآن کریم کا درس دیا جس میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہ کی قربانیوں اور خانہ کعبہ کی بے آب و گیاہ سرزمین میں ان کی ہجرت کا ذکر فرماتے ہوئے آپ پر اور تمام حاضرین پر رقت طاری ہو گئی، آپ نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے افضال اور انعامات نہیں اترتے جب تک کہ اس کے لئے خاص قربانیاں نہ کی جائیں اسی لئے بڑے بڑے پیغمبروں اور خدا رسیدہ لوگوں کو بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑیں اور سخت ترین امتحانات میں سے گذرنا پڑا۔

احمدیہ کانفرنس

اس کے بعد احمدیہ کانفرنس کا اجلاس شروع ہوا، جس میں کئی احباب نے مختلف تجاویز اعلا ئے کلمۃ اللہ اور قوم کی ترقی اور بہبودی کے لئے پیش کیں مثلاً:۔

(۱) ماسٹر مولا بخش صاحب اوکاڑہ نے آیندہ نسلوں کو سدھارنے اور بہترین جانشین پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی جس پر خان بہادر غلام ربانی خانصاحب نے ایک ریزیڈنشل سکول قائم کرنے کی تجویز کی، اور پروفیسر عنایت علی خاں صاحب نے اس کے لئے کم از کم ایک لاکھ فراہم کرنے پر زور دیا۔

(۲) چوہدری سید احمد صاحب (بدوملہی) آنحضرت مسیح موعود کے فرمان کے مطابق وصیتیں کرنے اور اپنی زندگی میں ادا کرنے کی تحریک کی اور بتایا کہ میں نے اس سے قبل جو وصیت کی تھی، اس کی بہت سی رقم بالاقساط ادا کر چکا ہوں، بہت تھوڑی سی باقی ہے، لیکن میں پوری ادائیگی کے بعد بھی ان اقساط کو مرتے دم تک جاری رکھوں گا۔

(۳) خانبہادر غلام ربانی خانصاحب نے فرمایا کہ انہوں نے جو وصیت کی تھی، اس میں سے چار ہزار روپیہ کی ادائیگی باقی تھی لیکن باہمی تنازع کی وجہ سے نفاذ وصیت کو میں نے منسوخ کر دیا تھا مگر اس کے بعد ہی پوری ہو گئی اور چار ہزار روپیہ کے زیورات وغیرہ جو میری ملکیت تھے چلے گئے، اب میں پھر اپنی پوری جائداد کا اندازہ قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ سے لگواؤں گا (کیونکہ وصیت کے لئے اپنا اندازہ شاید صحیح نہیں ہوتا دوسرے سے لگوانا چاہیئے) اور پھر اس کے مطابق دسویں حصہ کی وصیت کروں گا۔

اس پر دوسرے اصحاب نے بھی وصیتوں کا اعلان کیا جن میں سے حبیب الرحمٰن ...... صادق صاحب موضع چھتر (ہزارہ) غلام قادر صاحب جھنگ، چوہدری غضنفر علی صاحب (بدوملہی) جو اپنے بھائی چوہدری سید احمد صاحب کی طرح پہلے ایک دفعہ وصیت کر کے ادا کر چکے ہیں اور اب پھر دوبارہ ادائگی شروع کر دیں گے) پروفیسر سعد اختر صاحب (ڈیرہ غازی خاں) مہر خان محمد صاحب (سیال ضلع جھنگ)

(۴) مہر خان محمد صاحب نے تجویز کی کہ وصیتوں کے روپیہ سے غیر ممالک کے لئے مبلغ تیار کئے جائیں اور جن لوگوں نے اپنے گذشتہ سالوں کے چندے روک رکھے ہیں وہ مع جرمانہ ادا کریں، مہر صاحب نے بتایا کہ میں نے بھی چندہ روکا ہوا تھا جو اب مع جرمانہ ادا کروں گا۔

۵۔ مستری یعقوب علی صاحب (جہلم) نے تحریک کی کہ وصیتیں صرف صاحب جائداد لوگ ہی نہ کریں بلکہ غریب آدمی بھی اپنی آمدنی میں سے حصہ کی وصیت کریں اور اسے ادا کرتے رہیں ان کی یہ قربانی صاحب حیثیت لوگوں سے زیادہ قابل قدر ہوگی،

(۶) مولوی عبدالاحد صاحب (مانسہرہ) نے کہا کہ مرکز سے باہر کی جماعتوں میں وفد جانے چاہئیں، اور مرکز میں ایسے آدمی ہونے چاہئیں جو باہر کے لوگوں کے لئے نمونہ کا کام دیں، اور مستورات کو اس قابل بنانا چاہیئے کہ وہ جماعتی کاموں میں دلچسپی لیں اور اپنی اولاد کی صحیح تربیت کر سکیں۔

(۷) خان بہادر غلام ربانی خانصاحب نے تحریک کی کہ باہر کے معمر اور نیک لوگوں کو وقتاً وقتاً مرکز میں آکر یہاں کی کمزوریوں کو دور کرنا چاہیئے، عورتوں کے لئے ایک ماہوار رسالہ جاری کرنا چاہیئے۔

جلسۂ عام

اسی دن (۲۵ر دسمبر) کو بوقت دس بجے صبح جلسۂ عام شروع ہوا، اس جلسہ کی صدارت کے لئے محترم شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد کا اسم گرامی پروگرام میں درج تھا لیکن وہ بوجہ پیرانہ سالی تشریف نہ لاسکے اور ان کی جگہ سید بادشاہ صاحب سابق والئے سوات کو صدر بنایا گیا۔

سب سے پہلے حافظ محمد بوستان خان صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی، اور پھر بچوں نے نعتیں پڑھیں، اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات آپ کی الوصیت سے پڑھ کر سنائے گئے۔ جس کے بعد چوہدری سید احمد صاحب رئیس بدوملہی نے جماعت کے اتفاق و اتحاد پر ایک نظم پڑھی اور پھر حافظ محمد حسن صاحب چیمہ نے اسی موضوع پر تقریر شروع کی، انہوں نے بتایا کہ میں کئی سال اس سٹیج پر جماعت کی خدمات کا پرچار کر رہا ہوں۔ لیکن آج کسی خدمت کا ذکر کرنے کے بجائے خدا کی جناب میں آپ کی زبان بن کر فریادی ہوں گا کہ ربنا انا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین

آپ نے فرمایا کہ گذشتہ دو تین سال ہم نے باہم لڑائی، جھگڑے پر ضائع کئے، اس سے پہلے بیرونی دشمنوں کی طرف سے ایک ابتلا ہم پر آیا، جس میں تمام جماعتیں، تمام فرقے تمام علماء اور لیڈر، ہماری تباہی کے درپے ہو گئے، اس وقت خدا تعالےٰ اپنی فوجیں لے کر ہماری نصرت کے لئے آیا اور اس مصیبت سے ہمیں بال بال بچا لیا، اس کے بعد اندرونی ابتلا آیا، اور چند دن کے لئے مسیح موعود کی روح ہم میں سے نکل گئی اور ہم باہم لڑنے لگ گئے، پھر خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کی فوجیں ہم پر نازل کیں اور اس کے فضل و کرم سے آج ہم پھر اکٹھے ہو گئے وجوہ یومئذ ناعمة

آپ نے فرمایا کہ ان دونوں واقعات سے ہمیں سبق لینا چاہیئے کہ اللہ کے نام پر جو جماعت کھڑی ہو، وہ قلت تعداد کی وجہ سے ناکام نہیں ہو سکتی، اور نیک نیتی اور اور خلوص اگر ہو تو اللہ تعالےٰ اسے ضائع نہیں ہونے دیتا آپ نے خدمت دین کے کاموں کی طرف جماعت کو متوجہ کرتے ہوئے اس بات کا ذکر کیا کہ اس وقت ایک تحریک ہمارے سامنے کراچی کے رسالہ طلوع اسلام کے ذریعہ چلائی جا رہی ہے، جس میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ ریاست کی بنیاد سنت پر نہ ہونی چاہیئے، صرف قرآن پر اس کی بنیاد ہو، اس تحریک کے ذریعہ سنت اور احادیث کو مٹانا مقصود ہے ان لوگوں نے آئمہ دین کو زندیق اور ملحد قرار دیدیا، اور قرآن کے متعلق بھی یہ لکھدیا کہ قرآن کے اصول صرف دور حکومت سے تعلق رکھتے ہیں، ایک وقت آئے گا نہ زکوٰۃ کی ضرورت رہے گی اور نہ عدالتوں کے جھگڑے باقی رہ جائیں گے غرض اس طرح سے یہ لوگ قرآن و حدیث کو مٹانے اور اپنا اقتدار جمانے کے درپے ہیں اس کے ساتھ ہی آپ نے مودودی تحریک کی طرف بھی توجہ دلائی اور بتایا کہ ان لوگوں کا اصول ہے کہ پہلے حکومت حاصل ہونی چاہیئے اس کے بعد دین کا نفاذ ہونا چاہیئے اور اسلام کی تعبیر وہ ہوگی جس کو لوگوں کی اکثریت تسلیم کرے چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک اگر کوئی شخص اسلام سے نکل جائے تو وہ واجب القتل ہے، حالانکہ مذہب وہ ہونا چاہیئے جو دلائل سے لوگوں کو اپنا قائل بنائے، اور جبر سے کسی کو اپنے اندر نہ رکھے۔ آپ نے ان دونوں تحریکات کا ذکر کرنے کے بعد بتایا کہ

یہاں ہمیں علم کا ایک مرکز بنانا چاہیئے جو ایسی تمام تحریکات کا مطالعہ کرے اور ان کی خلافِ اسلام باتوں کا جواب دے آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں صرف ایک ہی انسان ایسا ہوا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو اپنے تجربہ سے منوایا اور یہ بتایا کہ وہ آج بھی اپنے پاک بندوں سے اسی طرح بولتا ہے جس طرح پہلے کلام کیا کرتا تھا یہ اس دور کے ملحدوں کو ایک چیلنج ہے، آپ نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ نے اللہ تعالیٰ کو پالیا یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تمام طاقتیں مل کر بھی اس کو مٹا نہ سکیں۔ اب اس جماعت کے کام کرنے کا وقت ہے۔ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ سے نظر آتا ہے کہ ہمارے اور قادیانی جماعت کے اختلاف نے کس قدر نقصان پہنچایا ہے، نبوت اور کفر و اسلام کے متعلق ایک رسالہ اور ایک پمفلٹ کو مخالفین نے پیش کیا، اس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج کوئی قادیانی کھلے میدان میں مسیح موعود کو نبی کے طور پر پیش نہیں کرسکتا نہ وہ بہرے مسلمانوں کو کافر قرار دے سکتا ہے اس لئے اب میدان ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہمارا کوئی عقیدہ خلاف قرآن نہیں اور ہم بحیثیت جماعت دنیا کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہیں اور اسلام کا جھنڈا بلند کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد شیخ محمد یوسف صاحب گرنمی نے "مذہب اور سیاست" کے عنوان سے تقریر کی جو کسی آیندہ اشاعت میں درج کی جائے گی۔

شیخ صاحب کے بعد ایک نوجوان محمد فاضل رمضان جو ایام الجلسہ ہی میں ڈچ گیانا سے تعلیم دین حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں، سٹیج پر آئے اور مولٰنا یعقوب خانصاحب نے ان کا تعارف کرایا، نوجوان نے بتایا کہ ڈچ گیانا میں ہندوستانی مسلمانوں کی تعداد بائیس ہزار ہے جن میں سے اٹھارہ ہزار جماعت احمدیہ میں داخل ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے والد محمد یعقوب صاحب کو ہماری جماعت کی کوئی کتاب کہیں سے مل گئی جس کے پڑھنے سے ان کو اسلام کی صحیح تصویر نظر آگئی اور انہوں نے اور لٹریچر منگوایا اور ان کے توسط سے دوسرے لوگوں نے بھی پڑھا اور وہ سب جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے، مجھے بھی اپنے والد کے جوش و خروش کو دیکھتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوا کہ میں ان کا صحیح فرزند بن کو علم دین حاصل کروں اسی غرض سے یہاں آیا ہوں، اور میری ماں کی نصیحت ہے کہ اس مقصد کے لئے خواہ کتنا بھی دکھ اٹھانا پڑے اس کو برداشت کیا جائے اور کسی امر میں صداقت کو ہاتھ سے نہ دوں ہمیشہ سچ بولوں، آپ دعا کریں کہ میں اس مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔

ان کے بعد میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی نے تقریر کی آپ نے فرمایا کہ جس طرح کسی چیز کا سہ آتشہ عرق اس کو زیادہ تیز اور موثر بنا دیتا ہے، اسی طرح احمدیہ جماعت بھی اسلام کا سہ آتشہ عرق ہے کہ پہلے قرآن اور حضرت نبی کریم صلعم کے ذریعہ اسلام کو پایا، پھر حضرت مسیح موعود کے ذریعہ اس کی اصل روح ہمارے اندر پیدا ہوئی اور پھر حضرت امیر مرحوم کے ذریعہ خدمت دین کا جذبہ لے کر ہم اُٹھے اور دنیا پر پھیل گئے، آپ نے فرمایا کہ ایک احمدی کی ذمہ داریاں بہت ہیں، اس کا کیرکٹر نہایت مضبوط ہونا چاہیئے۔ اور ہر احمدی کو مبلغ ہونا چاہیئے، آپ نے لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ کرنے کی طرف توجہ دلائی، اور جماعت کو تحریک کی کہ تصنیف و تالیف کے سلسلہ کو ترقی دینی چاہیئے، آپ نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود نے یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لئے تجاویز سوچنا اس جلسہ کی خاص اغراض میں سے قرار دیا ہے، اس سے ان دونوں براعظموں میں ہمارے مشن جاری رہنے چاہئیں اور ان کے لئے ہر قسم کی قربانی کر کے اخراجات بہم پہنچانے چاہئیں۔

ان کے بعد ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "لاہور میں ہمارے پاک ممبر" کے عنوان سے ایک ایمان افروز تقریر کی۔ جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود کے اس الہام پر ہے:۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں انکو اطلاع دی جاوے نظیف مٹی کے ہیں، وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی"

ڈاکٹر صاحب نے اس الہام اور بعض دوسرے الہامات کو پیش کرتے ہوئے جماعت کے گذشتہ نزاعات اور باہمی مصالحت پر انہیں منطبق کیا، یہ تقریر اس قابل ہے کہ اس کو پورے طور پر قلمبند کر کے اخبار میں درج کیا جائے۔ امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب ممدوح جلد از جلد اسے قلمبند فرما کر قارئین کے لئے۔

ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد حضرت امیرایدہ اللہ نے سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات پڑھ کر نہایت ایمان افروز تقریر فرمائی جو کسی آیندہ اشاعت میں درج کی جائے گی، اس تقریر کے دوران میں آپ نے جماعت کو مالی قربانیوں کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا اور اسی وقت چاروں طرف سے سیم و زر کی بارش شروع ہو گئی اور کئی بیشقرار رقوم کے وعدے کئے گئے جن کی تفصیل بعد میں دی جائے گی، اس جگہ صرف اتنا ذکر کر دینا کافی ہے کہ کم و بیش پون لاکھ روپیہ نقد اور وعدوں کی صورت میں جمع ہو گیا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کے بعد آج کا اجلاس ختم ہوا اور شام کے چھ بجے احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا جس کی رپورٹ دوسری جگہ درج ہے۔

دوسرا دن

۲۷ دسمبر کو صبح دس بجے حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کے زیر صدارت دوسرا اجلاس شروع ہوا، تلاوت قرآن کریم کے بعد مولٰنا مرتضیٰ خان صاحب حسن کی ایک نظم صلح و اتحاد پر پڑھی گئی جو دوسری جگہ درج ہے، سب سے پہلے شیخ نثار احمد صاحب رئیس وزیر آباد کا لیکچر بعنوان "ماموریں کے آنے کی غرض اور ان کے پیرو" شروع ہوا آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلاحی کارناموں اور صحابہ کرامؓ کے پاکیزہ نمونوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی اور آپ کے بعد اصلاح خلق کے لئے مجددین کا سلسلہ شروع ہوا اور انہوں نے قرآن کریم کی تعلیمات کو عملی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا اس ضمن میں انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے واقعات بیان لئے جن سے آپ کی صداقت اور راستبازی کا کھلا ثبوت ملتا ہے، اسی سلسلہ میں آپ نے کشتی نوح سے حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات بیان کیں جن میں آپ نے جماعت کو تقویٰ و راستبازی اور ہر قسم کی اخلاقی بلندی کی تعلیم دی ہے۔

ان کے بعد مولانا یعقوب خان صاحب کی تقریر شروع ہوئی جس کا عنوان تھا "کیا حکومت کے بغیر مذہب کا قیام ناممکن ہے"۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت یہ سوال ایک معرکۃ الآرا ایشو بن رہا ہے، جبکہ ہر اسلامی حکومت کا دار و مدار ہے، تمام اسلامی ممالک میں ایسی جماعتیں پیدا ہو چکی ہیں، کہ مذہب کا قیام حکومت کے بغیر ناممکن ہے مصر میں اخوان المسلمون، ایران میں فدایان اسلام اور پاکستان میں جماعت اسلامی اسی نظریہ کو لے کر کھڑی ہیں، اور اپنی اپنی حکومتوں کے خلاف اقتدار کی جنگ لڑ رہی ہیں، آپ نے بتایا کہ انہی حالات کو دیکھ کر انگلستان کا چوٹی کا اخبار "لندن ٹائمز" لکھتا ہے کہ وہ جو ہم سنا کرتے تھے کہ اسلام مختلف اجزا کو جوڑنے والی طاقت ہے، وہ کہاں ہے، اس نے مذکورہ بالا مختلف جماعتوں کا نام لے کر لکھا ہے کہ یہ وہ بکھرے ہوئے اجزا ہیں جو اسلامی حکومتوں میں انتشار پیدا کر رہے ہیں اور اسلام کا نام ان ممالک میں اتحاد پیدا کرنے کا موجب نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ اسلام اس وقت امریکہ اور روس کے بعد دنیا کی تیسری طاقت کی حیثیت سے ابھر رہا ہے، اور ایک طرف امریکہ اس سے دوستی لگانا چاہتا ہے اور دوسری طرف روس اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے، آپ نے بتایا کہ ٹائمز کا ایک جواب تو یہ ہے کہ وہ یہاں آکر دیکھ لے (حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کی طرف اشارہ کر کے) کہ یہ شخص جو سالہا سال مجھ سے لڑتا رہا اب وہ صدر ہے اور میں اس کی صدارت میں لیکچر دے رہا ہوں، آپ نے جماعت اسلامی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس جماعت کے لوگ صحیح اسلامی جذبہ رکھتے ہیں لیکن غلطی خوردہ ہیں آپ نے علامہ اقبال کے بعض اشعار سے یہ ثابت کیا کہ سیاست اور مذہب کے باہمی رشتہ کے متعلق ان کا خیال مختلف رہا ہے ان کا یہ خیال تھا کہ حکومت دین کی محافظ اور دین حکومت کا محافظ ہے اور قرآن اور تلوار ساتھ ساتھ چلتے ہیں، اس سے عیسائیوں کا وہ الزام صحیح ثابت ہوتا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے خلاف جب تلوار اٹھائی گئی تو اس کے جواب میں...... اسلام نے مجبوراً تلوار اٹھائی۔

اسی سلسلہ میں آپ نے احمدیہ تحریک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تحریک غلبۂ اسلام کا جذبہ لے کر اٹھی، اس کا عقیدہ ہے کہ اسلام کو تلوار یا سیاست کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کے اپنے اندر ایسی طاقت موجود ہے کہ وہ بغیر تلوار کے اپنی معقولیت سے غلبہ حاصل کر سکتا ہے، قرآن کریم کی کھلی آیات موجود ہیں جن میں جبر و اکراہ سے منع کیا گیا ہے، لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ لست علیھم بمصیطر۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ لیکن باوجود ان کھلی آیات کے جبر و اکراہ کا خیال دماغوں میں سے نکلنے میں نہیں آتا اور جماعت اسلامی اور دوسری جماعتیں یہی عقیدہ رکھتی ہیں کہ حکومت کے بل بوتہ پر ہی اسلام زندہ رہ سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ احمدیہ تحریک غلبۂ اسلام کا تخیل اور جذبہ اس وقت لے کر اُٹھی جب اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا، اور مسلمان فروعی مسائل کے جھگڑوں میں مبتلا تھے، اس وقت حضرت مسیح موعود .... نے للکار کر کہا ؎

بکوشید اے جواناں بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

اور فرمایا ؎

دراقصار نبی بنگر کہ چوں شد کار تادانی
کہ از تائید دیں سرچشمۂ دولت شود پیدا

آپ نے اسی بات پہ زور دیا کہ دین پہلے ہے اور دین کے غلبہ سے ہی حکومت ملتی ہے، چنانچہ فرمایا ؎

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بیاید ہم ازیں رہ بالیقین

آپ نے مامور ہونے کے بعد سب سے پہلی کتاب جو لکھی اس کا نام "فتح اسلام" ہے، یہ اسلام کی فتح کی بشارت آپ نے اس وقت دی جب مسلمانوں کا وہم بھی اس طرف نہ جا سکتا تھا، گویا احمدیہ تحریک کا بنیادی جذبہ وہی ہے جو دوسرے مسلمانوں کو عزیز ہے صرف اس جذبہ کے پورا ہونے کی راہ مختلف بتائی ہے۔

آپ نے بتایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت حکومت ملتی تھی جب اسلام سخت ترین خطرات میں مبتلا تھا، لیکن آپ نے اس سے انکار کر دیا، اس سے ظاہر ہے کہ آپ حکومت کو دین کے لئے ضروری نہ سمجھتے تھے۔ پاکستان کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ آج سے سات سال پہلے ہم سمجھتے تھے کہ اسلام خطرہ میں ہے مگر آج حکومت مل جانے کے بعد کی حالت ہے، فی الحقیقت غور سے دیکھا جائے تو ہندوستان میں مسلمان خطرہ میں ہے اور پاکستان میں اسلام خطرہ میں ہے، پاکستان کے کسی بھی سرکاری محکمہ میں جا کر دیکھ لیجئے اسلام کا کوئی نمونہ نظر نہیں آتا، آپ نے فرمایا کہ اس سے ظاہر ہے کہ حکومت کسی کو مسلمان نہیں بنا سکتی، خدا ہی دلوں کو پھیرتا ہے، سات سات سال کی حکومت میں ہم نے دیکھا ہے کہ پاکستان کی زندگی اسلام سے دور چلی گئی، آپ نے بتایا کہ ان علماء سے جو اسلامی دستور پر بہت زور دیتے ہیں جب کہا گیا کہ نظام اسلام کا خاکہ بنا دو تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ تم حکومت کی کرسیوں کو خالی کر دو، پھر ہم خود نظام بنا لیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام اسلام کا تو ایک بہانہ ہے اصل غرض اقتدار حاصل کرنا ہے۔

آپ نے بتایا کہ احمدیت نے ایک انقلابی تصور پیش کیا ہے کہ مذہب اول ہے اور حکومت بعد میں، مذہب حکومت کے بل بوتے پر نہیں .... بلکہ اپنے اصولوں کی صداقت اور معقولیت کی وجہ سے غالب آتا ہے، اسی ضمن میں آپ نے بتایا کہ ہماری جماعت کا نام احمدیہ تحریک کیوں رکھا گیا؟ فی الحقیقت اسلام کے دو دور قرآن کریم میں نظر آتے ہیں، ایک جلالی یا محمدی نام کا دور جب مخالفین اسلام کی سرکوبی تلوار کے ذریعہ کرنی پڑی کیونکہ وہ تلوار کے ذریعہ سے اسلام کو مٹانے کے درپے تھے، لیکن آج اسلام کا جمال دکھانے کا زمانہ ہے، آج احمدیت کا دور ہے جب اس کی پاکیزہ تعلیمات اور اس کی معقولیت کا سکہ دلائل و براہین سے دلوں پر بٹھایا جا سکتا ہے اور احمدیت نے اس رنگ میں اسلام کو غالب کر کے دکھا دیا ہے۔

جہاد کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ احمدیت پہ الزام ہے کہ اس نے جنگ و جدال سے منع کیا لیکن آج کوئی ایسا ملک نہیں جو یہ نہ کہتا ہو کہ "جنگ کو بند کر دو"۔ یہی یونائیٹڈ نیشنز کا مقصد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یونائیٹڈ نیشنز کیا ہے؟ انسانیت کا خلاصہ، انسانی دماغ کا نچوڑ اس کا ڈھانچہ فی الحقیقت اسلام کا خلاصہ ہے، لیکن بے روح ہے، اس کی جان اسلام کے پاس ہے، زندہ خدا پر ایمان اس کی جان ہے، اسلام کوئی قصہ یا کہانی بیان نہیں کرتا وہ ایک زندہ خدا کو پیش کرتا ہے جو اب بھی بولتا ہے اور مخلوق خدا کی اسی طرح رہبری کرتا ہے جیسے پہلے کرتا تھا۔ یہ بانی تحریک احمدیت کا دعویٰ تھا، اور آپ نے بار بار لوگوں کو دعوت دی کہ میرے پاس آؤ اور اب بھی آزما کر دیکھو کہ اسلام کا خدا زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، آپ نے فرمایا کہ اب زمانہ بدل چکا ہے اسلام کے جمال کو لوگ دیکھنے کے خواہشمند ہیں اس کے پیش کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ سیاست دین کی خادم ہے مقصود بالذات نہیں، اسلام ایک ہمہ گیر تخیل ہے اسلام ہی بتا سکتا ہے کہ مذہب کا نظریہ کیا ہونا چاہیئے۔

روس کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اس نے دوسری چیزوں کی طرح عورت کو بھی نیشنلائز کر دیا، نیز روس کا زمیندار ایک غلام ہے، جبری مزدوری کرتا ہے، اسے زمین پر مالکانہ حق حاصل نہیں آپ نے بتایا کہ اکثر کچھ عرصہ حال ہی میں روس گئے تھے ان کا بیان ہے کہ جس کوٹ کی قیمت یہاں ڈیڑھ دو سو روپیہ ہے وہاں چھ سو روپیہ میں ملتا ہے ایک قمیص کی قیمت دو سو روپیہ ہے اور بوٹ کی قیمت ساٹھ روپیہ سے کم نہیں۔

آخر میں آپ نے بتایا کہ اس زمانہ میں جمہوری دنیا بھی حکومت کو دین پر مقدم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، مودودی کا نظریہ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے گاڑی کو گھوڑے کے آگے لگا دیا جائے۔ اقبال کے نظریہ کے مطابق گھوڑے کو گاڑی کے پیچھے کے ساتھ باندھ کر چلایا جائے۔ لیکن احمدیت تحریک صحیح رنگ میں گھوڑے کو گاڑی کے آگے رکھتی ہے اس کے نزدیک دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ضروری ہے ان حالات میں نتائج کا جواب صاف ہے کہ جہاں حصول اقتدار کی جنگ ہے وہاں انتشار ہے اور جہاں اصل مقصود اسلام ہے وہاں اتفاق ہی اتفاق ہے۔

مولانا یعقوب خاں صاحب کے بعد ٹرینیڈاڈ کے نوجوان محمد فاضل رمضان صاحب نے اپنے ملک کے کچھ حالات بیان کئے اور بتایا کہ وہاں احمدیوں کی تعداد اٹھارہ ہزار ہے اور وہاں احمدی قوم کا بچہ بچہ مبلغ ہے، یہاں تک کہ ہماری مستورات بھی مبلغ ہیں ہمارے ہاں کوئی الگ مبلغ نہیں ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو اسلام کا داعی اور مبلغ سمجھتا ہے اور اسی جذبہ کو لئے ہوئے میں یہاں آیا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کا پورا علم حاصل کر کے اپنے ملک کے لوگوں کو پہنچاؤں۔

ان کے بعد محترم شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے تقریر فرمائی جس کا عنوان تھا "حضرت مسیح موعود کا مقام محمدیہ میں اور ان کے انکار کے نتائج" یہ تقریر اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے اور چونکہ مصری صاحب کا ارادہ ہے کہ اسے خود قلمبند کر کے اخبار میں دیں اس لئے اس کا خلاصہ درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

بعد ازاں خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب کا وقت تھا لیکن انہوں نے اپنا وقت مولانا عبدالحق صاحب کو دیدیا جو پہلے دن نہ آسکے تھے، مولانا نے اپنی تقریر میں جس کا عنوان تھا "تحریک احمدیت کے اثرات عالم اسلام پر" یہ بتایا ...... کہ احمدیت ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا پانی ہے جس پر مخالفت کی جھاگ وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی ہے لیکن آخر کار بیٹھ جاتی ہے اور وہ پانی ہی دنیا کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے مذاہب غیر بالخصوص آریہ سماج اور عیسائیت کے ساتھ اپنے بحث و مناظرات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح دوسرے مسلمان مناظرین کی موجودگی میں ہر جگہ احمدی مناظر کو ہمیشہ نمایاں کامیابی حاصل ہوتی اور اس طرح احمدیت کے نمایاں اثرات دنیا پر ظاہر ہوتے۔

مولانا کے بعد قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ مانسہرہ نے تقریر کی اور بتایا کہ اسلام کا تصور ملت بلا امتیاز رنگ و نسل اخوت پر قائم ہے، جب تک یہ نظریہ قائم رہا مسلمان ایک متحدہ طاقت بن کر چھائے رہے، لیکن آج دوسری اقوام کی طرح مسلمان حکومتوں میں بھی وطنیت کا جذبہ کارفرما ہے۔

آپ نے اس حقیقت کی طرف بھی توجہ دلائی، کہ اس زمانہ میں لوگوں کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلایا جا سکتا، اور اس کا ذریعہ وہی ہے جو مجدد وقت نے تجویز کیا یعنی دلائل و براہین، مسلمان تلوار کے ذریعہ اپنی آئیڈیالوجی کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔

قاضی صاحب کے بعد مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے "ہمارا مقصد اور اس کا طریق حصول" کے عنوان سے تقریر کی اور بتایا کہ مسیح موعودؑ نے اسی لئے ہم سے یہ عہد لیا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان احمدیت کا اصل الاصول ہے۔ اس ایمان کے ہوتے ہوئے موجودہ تہذیب جو جاہلیت کا دوسرا نام ہے اہمیت حاصل نہیں کر سکتی، آپ نے فرمایا دنیا و [illegible] نہیں سکتی لیکن دنیا سے ایک بیزاری اور سچی خدا کی طلب دلوں میں پیدا ہونی چاہیئے، یہی پیغام احمدیت ہے اس تہذیب کو قبول نہیں کرنا اس سے بے رغبتی رکھیں جیسے پھر سے انسان کو خدا نظر آئے۔

ان کے بعد الحاج شیخ میاں محمد صاحب (جو مولانا یعقوب خاں صاحب کے لیکچر کے دوران میں تشریف لے آئے تھے اور حافظ محمد حسن صاحب چیمہ نے کرسی صدارت ان کے لئے خالی کر دی تھی) تقریر کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا کہ قریباً ایک سال کے بعد میں حاضر ہوا ہوں۔ مولانا یعقوب خاں صاحب کی تقریر کو سننے سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ کے سامنے کتنا وسیع میدان موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ احمدی قوم مسلمانوں میں سے خدا کے مامور نے کھڑی کی جس کا مقصد ... دوسرے فرقوں سے نرالا ہے، تمام دوسرے مسلمان بدلن کی جماعتیں اور اسلام دیکھے

(باقی صفحہ ۱۳ کالم اوّل پر)

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس

۲۵ر دسمبر ۱۹۵۴ء شام کے چھ بجے احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کا ایک خاص جلسہ زیر صدارت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب منعقد ہوا۔ اس موقع پر سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ چرچ کے پادری ہیمل صاحب کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ "مسیح کی آمد کی نشانیاں" پر اپنے مذہبی نقطہ نگاہ سے تقریر کریں ۔۔۔ قرآن کی تلاوت کے ۔۔۔ بعد صدر مجلس نے تمہیدی تقریر کی اور پادری ہیمل صاحب کا تعارف کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کا دن جبکہ پادری صاحب ہماری مسجد میں اپنے مذہبی خیالات پیش کرنے کیلئے ہمارے درمیان موجود ہیں اس پُرلطف زمانے کی یاد کو تازہ کرتا ہے جبکہ ہمارے رسولِ اکرم نے ایک مسیحی وفد کو اپنی مقدس مسجد کے اندر نہ صرف شرفِ ملاقات بخشا بلکہ مسجد میں ہی ان کی رہائش کا بھی انتظام کیا گیا۔ آج کا دن اس مذہبی رواداری کی غمازی کر رہا ہے۔ اور اسلامی تاریخ کے ایک دوسرے واقعہ کی حقیقت کو آشکارا کر رہا ہے جبکہ حضور صلعم کی خدمت میں شاہ حبش کا ایک مسیحی وفد مسجد میں آکر ٹھہرا ۔۔۔ اور آپ نے خود ان کی خدمت کی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ رواداری بہت دیر تک قائم نہ رہ سکی دنیا اس بلند معیار کو اپنانے کے لئے ابھی تیار نہ تھی اور محبت بھری یہ فضا مسیحیت اور اسلام کے درمیان کے صلیبی جنگوں کے شعلوں میں جل کر خاک ہو گئی اور یہ آگ صدیوں تک جاری رہی، مرورِ زمانہ اور انسانی کوششوں کی پے در پے ناکامیوں نے دنیا کی بصیرت کسی قدر روشن کر دی ہے، اور ایک دفعہ پھر دنیا اس رواداری کو دیکھنے کے لئے بیقرار ہے، موجودہ زمانے کے حالات میں ہم ایک امید افزا تبدیلی پاتے ہیں اور آج کی تقریب اسی تبدیلی کی ایک جھلک ہے۔ مجھے خود قیام انگلستان کے دوران میں بعض مسیحی فرقوں کی طرف سے ان کے گرجوں میں تقریر کرنے کی دعوت ۔۔۔ ملی اور آج خود ہماری مسجد میں ایک مسیحی پادری اپنے مذہبی معتقدات کو ہمارے سامنے پیش کر رہے ہیں آپ نے بتایا کہ پادری ہیمل صاحب اس باہمت فرقہ کے ایک فرد ہیں جو سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ چرچ کے نام سے مشہور ہے اس فرقہ کی ہمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مغرب کے سارے ملکی دستور کے خلاف ہفتہ وار تہوار کو ہفتہ کا دن قرار دیتے ہیں اس دن وہ کوئی کام نہیں کرتے اور اتوار کے دن جبکہ ساری عیسائی دنیا اپنے کاروبار بند کر کے مذہبی تہوار مناتی ہے ۔۔۔ اس دن اس فرقہ کے لوگ کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں اور باوجود اہم اختلاف عمل کے یہ فرقہ نہ صرف مغرب میں جوانمردی سے قائم ہے بلکہ تمام مشرقی ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں ان کے گرجے اور مشن کام کر رہے ہیں"

اس کے بعد پادری ہیمل صاحب نے اپنی تقریر شروع کی۔ اپنی تقریر کو زیادہ دلچسپ اور واضح کرنے کے لئے انہوں نے فلم سلائڈ بھی دکھائیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ یقین رکھتے ہیں جیسے علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور ان کے آنے پر دنیا میں قیامت برپا ہو گی۔ اور چونکہ وہ پیشگوئیاں جو حضرت مسیح نے بائیبل میں کی ہیں اب پوری ہو رہی ہیں اس لئے قیامت نزدیک ہے۔ جیسے کہ بائیبل میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں دولت سے انتہا ہو گی، دنیا میں حیرت انگیز ترقی ہو گی۔ سرمایہ دار اور مزدور کی باہم کشمکش اور سیاسی جھگڑے، طوفان، زلزلے۔ ستاروں کا ٹوٹنا۔ چاند اور سورج گرہن وغیرہ دنیا میں خطرناک نتائج برپا کریں گے۔ اور دنیا میں بالکل ایسے ہی واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ لوگ ایسی جگہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں کہ جہاں انہیں امن و امان اور سکونِ قلب نصیب ہو، لیکن یہ چیزیں انہیں مذہب کی آغوش کے علاوہ اور کہیں نہیں مل سکتیں، اس لئے ہمیں خدا کے بتائے ہوئے طریقِ زندگی کو اختیار کرنا چاہیئے تاکہ ہمیں اس روحانی سکونِ قلب نصیب ہو جو انسانی زندگی کا ماحاصل ہے، اور یہ حضرت مسیح کی آمد پر نصیب ہو گا۔

بعد ازاں صدر مجلس نے پادری صاحب کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس زمانے کے غیر معمولی اور تشویشناک حالات کے متعلق پیشگوئیاں نہ صرف عہدِ عتیق اور عہدِ جدید میں موجود ہیں بلکہ جیسا کہ پادری صاحب موصوف نے بتایا بلکہ بانئ اسلام رسول کریم صلعم نے بھی اسی زمانے سے متعلق بے شمار پیشگوئیاں کی ہیں، اور پیشگوئیوں کا ذکر قرآن کریم اور حدیثوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں ہمارے مسیحی بھائی ان علامات کے ساتھ مسیح کی آمد ثانی کے متعلق یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ پہلی آمد سے لے کر آج تک اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر بیٹھے ہیں اور اسی جسم کے ساتھ اور ان بیان کردہ پیشگوئیوں کی معیت میں دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آمد ثانی کے متعلق پیشگوئیاں جسمانی رنگ میں پوری نہیں ہوا کرتیں بلکہ روحانی رنگ میں ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ اگر حضرت الیاس علیہ السلام کی آمد کے متعلق زیرِ دست پیشگوئی جو کہ یہودیوں کی کتاب مقدس میں موجود تھی مطالعہ کی جائے تو ہم ا۔۔۔ جب حضرت مسیح سے پوچھا گیا کہ آپ کے آنے سے پہلے حضرت الیاس کی آمد ثانی کی پیشگوئی پوری ہونی چاہیئے تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو روحانی رنگ میں پوری ہو چکی تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی آمد سے وہ پیشگوئی پوری ہو چکی اسی طرح سے ہم مسیح کی آمد ثانی کے متعلق جو پیشگوئیاں ایک مدت سے چلی آ رہی ہیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی آمد میں پوری ہوتے پاتے ہیں۔ کسی شخص کی آمد سے متعلق جو علامات پیش از وقت بتائی جاتی ہیں ان میں سے بعض ایسی ہوتی ہیں جن کا انکار کسی کے لئے ممکن نہیں ہوتا مثلاً مسیح کی آمد ثانی کے متعلق اکثر پیشگوئیاں ایسی ہیں جو تاویل یا تشریح طلب ہیں، مگر ان میں سے ایک پیشگوئی ایسی ہے جو لفظ بلفظ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی آمد پر پوری ہوئی اور یہ پیشگوئی ہماری حدیثوں میں صاف لفظوں میں موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسیح کی آمد ثانی پر چاند اور سورج دونوں کو رمضان کے مہینہ میں گرہن لگے گا اور یہ واقعہ ابتدائے دنیا سے کبھی وقوع میں نہیں آیا۔

باقی رہا یہ خیال کہ جب مسیح ان علامات کے ساتھ نمودار ہو گا تو دنیا ختم ہو جائے گی ایک بحث طلب امر ہے مذہب کی شروع سے لے کر آخر تک تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ ۔۔۔ کو اس میں ایک ہی خدائی قانون نظر آئے گا اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر زمانے میں مصلح بھیجتا رہتا ہے جس کے ذریعہ مردہ دلوں میں از سرِ نو زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اور اسلام میں یہ اصول مجددین کی بعثت کی شکل میں سرگرمِ عمل ہے۔ اس لئے اگر اتنے بڑے مصلح کے آنے پر دنیا ہی ختم ہو جائے گی تو اس کے آنے کا مقصد کیا ہو گا خدائی قانون۔۔ یہی ہے اور عقل بھی اس کو اسی طرح تسلیم کرتی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب کبھی ایسے مصلح دنیا میں آئے انہوں نے دنیا کی تہذیب و تمدن اس کے اقدار و اطوار بدل ڈالے اور اس کو حضرت مسیح نے ایک نئی دنیا کی بنیاد سے موسوم کیا ہے چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام نے اس موجودہ دور کو نشأۃ ثانیہ کہکر حضرت مسیح ناصری کی اس پیشگوئی کو بھی پورا کر دکھایا۔

ان اختلافات کے باوجود ہم ان مسیحی بھائیوں کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتے ہیں کیونکہ یہ بھی ہماری طرح موجودہ معاشرتی، معاشی اور سیاسی خرابیوں کا حل روحانی علاج کو ٹھہراتے ہیں، دہریت اور تشکک کے اس دور میں جبکہ انسانی دماغ ان کے حملوں سے پریشان خاطر ہے ان کا روحانی فلاح کو امن و سکون اور سکونِ قلب کا پیغامبر یقین کرنا ایک ایسی بات ہے جو ہمارے اور مسیحیوں کے درمیان رابطہ و اتحاد پیدا کر سکتی ہے ۔۔۔ صاحب صدر کی تقریر کے بعد سلطان محمد صاحب نے جماعتی تقاضے پر ایک مقالہ پڑھا اور بتایا کہ نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے ۔۔۔ پہچانیں اور مرکز کو مضبوط بنانے کی کوشش کریں کیونکہ جس ۔۔۔ درخت کا تنا مضبوط ہو تو اس کی شاخیں خوشگوار پھلوں ۔۔۔ سے لد جاتی ہیں اسی طرح اگر مرکز کے نوجوان جماعتی تنظیم میں سرگرم نظر آئیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسری جماعتیں ۔۔۔ ایک زندگی نظر نہ آئے۔

آخر میں محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "جماعت احمدیہ ۔۔۔ دورِ حاضرہ" پر ایک مدلل تقریر فرمائی اور اس بات پر زور ۔۔۔ مذہبی جماعتوں کی کامیابی اسی میں مضمر ہے کہ وہ اپنے اندر روحانی بلندی اور پائیداری پیدا کرنے کی کوشش ۔۔۔ اور تاریخ ہماری تائید کرتی ہے انہوں نے اس نظریہ کی بڑی شدت سے مذمت کی کہ مذہب بغیر حکومت کے پروان نہیں چڑھ سکتے۔ انہوں نے کہا کہ کیا لوگ اسلام اس واسطے قبول کرنا شروع کر دیں گے کہ اب تو ان کو حکومت مل گئی ہے، اگر ایسا ہوتا تو عیسائیت اب تک دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکی ہوتی، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اپنے اندر ایک روحانی بلندی پیدا کرنی چاہیئے کہ اسی کے ذریعہ سکونِ قلب مل سکتا ہے اور اسی میں اسلام کا ۔۔۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۴۳
تار کا پتہ "تبلیغ لاہور"
فون نمبر ۳۷۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ اخبار

پیغام صلح

۸ / جنوری ۱۹۵۵ء

احمدیت ہی بنے گی رونقِ بزمِ جہاں

(حسن)

میرزا ہی ہے امامِ مہدی و عیسیٰ وقت
منکشف دنیا پہ یہ رازِ نہاں ہو جائے گا
آسماں سے عیسیٰ مریم نہ اتریں گے کبھی
خود غلط ثابت گمانِ ناکساں ہو جائے گا
احمدیت ہی بنے گی رونقِ بزمِ جہاں
عاشقِ احمد ہر اک پیر و جواں ہو جائے گا
نام پر اس کے کرینگے مال و جاں قربان سب
کعبۂ مقصود اس کا آستاں ہو جائے گا
گلستانِ احمدی میں آئے گی فصلِ بہار
اور چمن اغیار کا وقفِ خزاں ہو جائے گا
کیا ہوا اگر آج ہم ہیں عرضۂ تیغ جفا
کل مگر کچھ اور ہی رنگِ جہاں ہو جائے گا
کامیاب و کامراں ہم ہونگے اور دشمن ذلیل
دیکھ لینا ہیں جو کہتا ہو عیاں ہو جائے گا

امریکہ میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

مختلف مقامات پر لیکچر ـــــ ایک امریکن کا قبولِ اسلام

... [illegible] اپنا لٹریچر پیش کیا۔ میرے دریافت کرنے پر ان کے پادری صاحب نے مجھے بتلایا کہ ان کے "چرچ" نے یہودیوں کو سؤر کا گوشت کھانے کی اجازت دیدی ہے اور عبادتگاہ میں آنے والوں کے لئے ننگے سر آنا لازمی ہے۔

سیکرمینٹو میں میلاد النبیؐ

چھ نومبر کو حکومت پاکستان کی طرف سے پاکستان قونصل نے سیکرمینٹو مسجد میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ میں بھی شریک ہوا، کھانے کے بعد ڈیڑھ بجے تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا، صدر جلسہ کی درخواست پر میں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اسی شب کو ساڑھے سات بجے ہمارا اپنا جلسہ بھی سان فرانسسکو میں تھا اس لئے جلسہ کے اختتام تک میں وہاں نہ ٹھہر سکا بلکہ اپنی تقریر ختم ہونے کے ساتھ ہی واپس چلا آیا۔

ہمارا جلسہ میلاد النبیؐ

ہمارا جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب تھا، حاضرین کی تعداد پچاس سے کچھ اوپر تھی ڈاکٹر نظام شفیق شامی نے قرآن مجید کی تلاوت کی، جعفر حسین نے خواجہ الطاف حسین حالی کی مشہور و معروف نعت "وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا" نہایت خوش الحانی سے پڑھی۔ کریم ملیکن اور صوفی مراد لوئیس نے اپنی انگریزی میں لکھی ہوئی نعتیں سنائیں، جمیل لیٹانگ (عمر آٹھ برس) نے اپنا باجا سنایا اور سید الطاف حسین، جعفر حسین اور میری تقریریں ہوئیں۔ اس دفعہ ہم نے کھانے کی بجائے ریفریشمنٹ کا انتظام کیا ہوا تھا مسٹر اور مسز بشر کافی کیک اور تلے ہوئے آلو لائے تھے۔ مسز لیٹانگ سینڈوچ بنا لائی تھیں، مسٹر اور مسز ولی محمد قریشی نے دال نوالے تیار کی تھیں۔ اکرم بینوویچ اور رخاڑنہ صاحبہ نے میکڈونی سیلڈ اور بعض دوسری اشیاء کا اضافہ کر دیا تھا۔ الغرض ہمارا یہ جلسہ تعاون کا بہترین نمونہ تھا۔

کیلیفورنیا یونیورسٹی میں لیکچر

۹-۱۰ اور ۱۶ نومبر کو کیلیفورنیا یونیورسٹی برکلے کی یوتھ کلب کی دعوت پر میری دو تقریریں ہوئیں، مسٹر Dick Roe اس کے چیئرمین ہیں، اٹھارہ نومبر کو سان فرانسسکو سٹیٹ کالج کی وائی ایم سی اے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ....
The Destruction of the Home
میرا مضمون تھا۔

پانچ پاکستانیوں کا دورہ

۲۵ نومبر کو پاکستان سے پانچ اصحاب سان فرانسسکو تشریف لائے۔ وہ امریکہ کے تمام ایسے شہروں کا دورہ کر رہے تھے جہاں مسلمان کافی تعداد میں آباد ہیں اور انہیں تلقین کرتے تھے کہ وہ نماز باقاعدگی سے پڑھیں، ان کے خیال میں مسلمانوں کی ذلت کا باعث محض یہی ہے کہ وہ نماز سے غافل ہوگئے ہیں، ان میں سے تین تو سرکاری ملازم ہیں، ایک تاجر اور ایک زمیندار، ان کے امیر خواجہ عبد القادر تھے جو سرگودھا کے رہنے والے ہیں، میں ان سے دو بار ملا اور اپنا کچھ لٹریچر بھی انہیں دیا۔ افسوس ہے کہ کفر بازی کی بلا سے یہ لوگ بھی محفوظ نہیں رہ سکے، دوسرے مولویوں کی طرح تحریک احمدیت کے سخت مخالف ہیں، بہرحال میں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور انہیں ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی کہ کسی کلمہ گو کو کافر کہنا دراصل اسلام سے دشمنی ہے اور اس کے نتائج تباہ کن ہیں ـــ یہ لوگ ۶ دسمبر کو نیویارک کی طرف روانہ ہوگئے۔

(باقی صفحہ ۳ پر)

سہ روزہ پیغام صلح ——— مورخہ ۸ر جنوری ۱۹۵۵ء

جلسہ سالانہ کی ۲ ضروری تحریکات

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے گذشتہ سالانہ جلسہ پر دو ضروری تحریکات قوم کے سامنے رکھیں ۔ ایک تو یہ کہ سلسلہ کے ذی مقدرت اصحاب اپنی جائدادوں کا ایک حصہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وصیت کریں ، اور دوسری یہ کہ قوم کے کچھ ہونہار بچے خدمت دین کے لئے زندگیاں وقف کریں ۔

ان ہر دو تحریکات کی اہمیت روز روشن کی طرح ظاہر ہے ۔ اعلائے کلمۃ اللہ یا اشاعت اسلام کا کام جو کسی جماعت کا نصب العین ہے اس قدر وسیع اور عظیم ہے کہ اس کے لئے ہزاروں نہیں لاکھوں اور کروڑوں روپے کی ضرورت ہے ۔ اس مہتم بالشان کام کے لئے جس قدر سرمایہ زیادہ ہوگا اسی قدر یہ کام زیادہ وسیع پیمانہ اور زیادہ مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر ہو سکے گا ۔ اور اس کے نتائج زیادہ ٹھوس زیادہ اہم اور زیادہ حوصلہ افزا ہوں گے ۔

بالبداہت اشاعت اسلام کا کام کوئی ایک دو دن کا کام نہیں یہ مسلسل اور مستقل مساعی کو چاہتا ہے ۔ گذشتہ چند صدیوں سے اگرچہ اسلام اپنے ذاتی محاسن اور بعض بزرگ نفوس کی مساعی جمیلہ سے ترقی کرتا چلا گیا ، مگر ترقی کی رفتار عام طور پر دھیمی رہی اور دنیا کا ایک حصہ دولت اسلام سے بالکل محروم رہا ۔ فیج اعوج کے زمانہ میں اغیار نے جو تصویر اسلام کی کھینچی وہ اس قدر گھنونی اور بھیانک تھی کہ اس نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کو اسلام سے متنفر کر دیا اور اگرچہ اب حالات بہت کچھ بدل چکے ہیں تاہم دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ گمراہی کے گڑھے میں گرا ہوا ہے ظاہر ہے کہ صدیوں کے کفر و شرک کی بیخکنی کوئی ایسا سہل کام نہیں کہ چند سالوں میں سرانجام دیا جا سکے بالخصوص جبکہ ذرائع مختصر اور محدود ہوں ۔ اور یہ ایک قابل افسوس امر ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو من حیث القوم اس اہم کام کی طرف وہ توجہ نہیں جو اس کے لئے درکار ہے ۔ احمدیت کو وجود میں آئے کم و بیش ساٹھ سال گذر گئے ۔ بانی تحریک علیہ السلام کی آواز پر اگر ساری کی ساری قوم متحدہ طور پر صدائے لبیک بلند کرتے ہوئے میدان عمل میں گامزن ہو جاتی اور ہمہ تن اشاعت اسلام کے کام میں لگ جاتی تو نتائج کس قدر شاندار برآمد ہوتے مگر مقام افسوس ہے کہ قوم نے سوئے ظن سے کام لیا اور دوست کو دشمن سمجھا اور متحدہ سعی سے اشاعت دین کا کام سرانجام دینے کی بجائے خود جماعت کی بیخکنی کی ٹھان لی جو خدا کے مامور نے بڑی کاوش اور محنت سے تیار کی تھی ۔ اندریں حالات علاوہ اشاعت اسلام کے کام کے جماعت کو اپنے تحفظ اور بقا کی طرف بھی توجہ دینی پڑی اور اس غرض کے لئے کافی وقت اور روپیہ صرف کرنا پڑا ۔ مقام شکر ہے کہ اس جماعت نے اپنے نصب العین کو کبھی ترک نہ کیا اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بانی جماعت کے اخلاص اور صداقت کی ایک دلیل ہے کہ جماعت باہمی تنازعوں میں بھی آنچ نہ آنے دی بلکہ اس کے وجود میں آنے کی جو غرض تھی اس کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا ۔ اور یہی وجہ تھی کہ دفاع اسلام اور تحفظ اسلام کے سلسلہ میں جہاں ایک طرف قیمتی سے قیمتی لٹریچر پیدا ہو گیا وہاں دوسری طرف مختلف ممالک میں تبلیغی مشن بھی قائم ہو گئے جو مثمر بہ ثمرات حسنہ ہو رہے ہیں ۔ لیکن ابھی کام کا میدان بہت وسیع ہے ۔ ہم نے نہ صرف ان موجودہ مشنوں کو زیادہ مستحکم ، مضبوط اور مفید بنانا ہے بلکہ حسب ضرورت مزید مشن کھولنے ہیں اور تبلیغ کے کام کو زیادہ وسعت دینا ہے ، کہ دنیا کا کوئی کونہ خدا اور خدا کے رسول کے نام سے بیگانہ اور ناآشنا نہ رہ جائے ۔ اس کے لئے فنڈز کی ضرورت ہے ایسی حالت میں کہ دوسروں کی امداد کا امکان ہی نہیں اور نہ کوئی سلطنت ہماری پشت و پناہ پر ہے ۔ یہ تمام بار اور ذمہ داری اسی غریب جماعت کے کندھوں پر ہے جو ابتداء سے قربانیوں کی خوگر ہے اور جس کی علو ہمتی نے ایک قلیل عرصہ کے اندر اسلام کے متعلق مغرب کے نقطہ نگاہ کو بدل کر رکھ دیا ۔ ہمارے حضرت مسیح موعودؑ اس بات کو خوب سمجھتے تھے کہ اس زمانہ میں اشاعت اسلام کے لئے مالی قربانیوں کی بہت بڑی ضرورت ہوگی ، اس لئے آپ نے ایک طرف تو ماہوار چندوں کو جماعت کے لئے لازمی قرار دیا اور دوسری طرف اموال اور جائدادوں میں سے دسویں حصہ کی وصیت کے لئے بھی ارشاد فرمایا ۔ اسی حکم کی تعمیل میں حضرت امیر مرحوم ہمیشہ وصیتوں پر زور دیتے رہے اور کئی لوگوں نے ان کی تحریک پر وصیتیں کیں ۔ اسی تحریک کو ہمارے موجودہ امیر قوم سلمہ اللہ تعالے نے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر پھر زندہ کیا اور دوران تقریر میں احباب جماعت سے اپیل کی کہ وہ حضرت مسیح موعود کے مقدس ارشاد کی تعمیل میں اپنی جائدادوں کا ایک حصہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف کریں ۔ یہ مقام مسرت ہے کہ ایثار پیشہ جماعت نے اس پر صدائے لبیک بلند کی اور بطیب خاطر وعدہ کیا کہ وہ اس حکم کی تعمیل کریں گے ۔ حضرت امیر نے اطمینان اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جس جماعت کے اندر ایثار اور قربانی کی یہ روح کام کرتی ہو اس کی کامیابی میں کیا شک ہو سکتا ہے اور یہ بالکل درست ہے کہ اگر علاوہ ماہوار چندوں کے ہمارے احباب اپنی جائداد کا ایک حصہ .... اشاعت اسلام کے لئے وقف کر دیں تو نہ صرف موجودہ مالی مشکلات ہی حل ہو جائیں بلکہ آیندہ کام کرنے کے رستے کھل جائیں ۔ بنا بریں جماعت کے تمام مخیر اور صاحب دل احباب سے توقع ہے کہ جو وعدہ انہوں نے دوران جلسہ میں کیا ہے وہ اسکو ایفا کرنے کا اہتمام کر کے اپنی حمیت دینی کا ثبوت دیں گے والکریم اِذَا وَعَدَ وَفیٰ ۔

دوسری تحریک یہ تھی کہ کچھ نوجوان دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں ۔ اس تحریک کی اہمیت بھی احباب سلسلہ پر مخفی نہیں ، بالبداہت جو کام ہمارے سامنے ہے یہ یوں کہنا چاہئے کہ جس جہاد میں ہم مصروف ہیں اسکو جاری رکھنے کے لئے مجاہدین کی ضرورت ہے جو علم و عمل کے اسلحہ سے مسلح اور زیور اخلاق سے مزین ہوں ۔ اور ایک کڑی اور مشکل شرط یہ ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہوں ۔ کیونکہ جہاد کی اولین شرط خدا کے لئے دنیا پر لات مار دینا ہے ، جماعت میں جب تک ایسے پاکیزہ نفوس پیدا نہیں ہوں گے اشاعت اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا ۔ سلسلہ کی تاریخ ہمارے سامنے ہے ۔ ہمارے جو بزرگ اس مقصد عالیہ میں کامیاب ہوئے ان کی کامیابی کا اصل راز اسی میں مضمر تھا کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ۔ اللہ تعالے نے ان کے ایثار اور قربانی کا بہترین اجر دیا ، وہ ذرۂ بے مقدار تھے انہیں آفتاب عالمتاب بنا دیا ۔ انہیں عزت اور شہرت سے سرفراز فرمایا ۔ اور انہیں تاریخی شہزادے بنا دیا ۔ ان افضال کے مقابلہ میں دنیا کی دولت کیا حقیقت رکھتی ہے اللہ تعالے کے رستہ میں ایثار کرنے والے اللہ تعالے کے رستہ میں قربانی کرنے والے اور اللہ تعالے کے رستہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے کبھی محروم نہیں رہتے ۔ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں کی دولت سے ممتاز فرماتا ہے ۔ اس لئے یہ خیال دل سے نکال دینا چاہئے کہ اگر ہم خدا کا کام کریں گے تو محروم رہیں گے خدا آپ کو کبھی محروم نہیں رکھے گا یہ اس کا وعدہ ہے اور یہ وعدہ ہر احمدی کے دل و دماغ پر کالنقش فی الحجر ہونا چاہئے جو اللہ تعالے نے اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض سرانجام دینے والوں کو دیا ہے کہ :-

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون
بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک
ھم المفلحون ۔

عربی زبان میں کامیابی کے لئے خواہ دین کی ہو یا دنیا کی فلاح سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں پس یہ خدا کا وعدہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے اس دنیا میں بھی کامیاب ہوں گے اور عاقبت میں بھی ۔ یہ سودا بڑا سودمند اور منفعت بخش ہے اس سے محروم نہیں رہنا چاہیئے ۔

ایک عاشق اسلام ایک عاشق قرآن جماعت سے کچھ بعید نہیں کہ اس کے چند مفید نفوس دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر کے حسب ہدایات انجمن دینی تعلیم میں لگ جائیں ۔ خود نور علم و ایمان سے منور ہوں اور دوسروں کو بھی منور کریں اور اپنے مرشد و ہادی حضرت امام وقت کی دلی تڑپ کو پورا کریں جو جوانان کو مخاطب کر کے فرما گئے ہیں ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

گذرے ہوئے زمانہ سے سبق حاصل کرو اور اپنی زندگیوں کو کامیاب بناؤ

مسلمانوں کے ماضی کو درخشندہ بنانے والے مینار

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۴ء فرمودہ حضرت امیر مولٰنا صدرالدین ایدہ اللہ تعالیٰ۔ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت۔ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (سورۃ العصر)

العصر کے معنے

والعصر۔ گذر جانے والے زمانہ کی طرف توجہ کرو اور غور کرو، عصر کے معنوں اور دہر کے معنوں میں فرق ہے، کبھی کبھی عصر کا لفظ دہر کے معنوں میں استعمال ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اس بات کا اظہار مقصود کہ زمانہ گذر رہا ہے تو عصر کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اور صلوٰۃ العصر بھی اسی وجہ سے بولتے ہیں کہ دن کا بہت بڑا حصہ گذرنے کے بعد نماز عصر کا وقت آتا ہے، سورج اس وقت ڈھل جاتا ہے، دن کا بہت بڑا حصہ گذر جاتا ہے اور اور تمام دنیا کو احساس ہوتا ہے کہ اب دن گذرنے والا ہے، کالج اور سکول بند ہو جاتے ہیں اور بازاروں میں بڑی گہما گہمی ہوتی ہے، مزدور اور دوسرے لوگ جن کو معلوم ہے کہ رات کو بال بچہ کے لئے روٹی نہیں وہ کھانے پینے کا سامان بہم پہنچانے میں لگ جاتے ہیں، اور دوکاندار کو بھی اس وقت اپنا بچا ہوا مال جلد فروخت کرنے کی فکر ہوتی ہے، اور کبھی کبھی بہت سستے داموں چیزیں فروخت ہوتی ہیں کہ خواہ سارا نے کل کیا ہوگا۔

زمانہ گذشتہ میں غور و فکر کے سامان

تو العصر کے معنے ہیں گذرنے والا زمانہ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے مکان و زمان میں اسباق رکھے ہیں ھوالذی جعل الیل والنھار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا اور گذرنے والے زمانہ میں تو بہت سے غور و فکر کے سامان ہیں، اس سے احساس ہوتا ہے کہ اتنا وقت گذر گیا اور کام پورا نہ ہو سکا، کبھی کسی انجنیئر کو دیکھو، جب وہ شام کے قریب اپنی کام کا معائنہ کرنے کے لئے آتا ہے تو کاریگر کس تیزی سے کام کو سرانجام دینے لگتے ہیں، ایک کالج کے طالب علم کو بھی احساس ہوتا ہے کہ دن بھر اس نے کیا پڑھا اور کیا پڑھنا باقی ہے، یا امتحان قریب آگیا ہے اور اس نے گذرے ہوئے زمانہ میں پوری محنت کہاں تک کی، تو یہ گذرے ہوئے زمانہ پر غور و فکر ہمارے ہی نفع کے لئے ہے۔

وقت کی قدر نہ کرنے والا نقصان میں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم کس قدر نفع یا نقصان میں ہیں ان الانسان لفی خسر اس سے سمجھ آجاتا ہے کہ وہ شخص نقصان میں رہا جس کا وقت گذر گیا اور اس نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ امریکہ کے لوگوں کا وقت کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وقت ہی دولت اور روپیہ ہے، جتنا وقت سے فائدہ اُٹھایا جا سکے اتنا ہی روپیہ پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالےٰ بھی کہتا ہے کہ وقت کی قدر نہ کرنا نقصان کا موجب ہے، ایک عارف نے لکھا ہے تعلمتُ معنی ھذہ السورۃ من بائع الثلج۔ برف کی فروخت کرنے والے سے میں نے اس سورۃ کے معنے سیکھے۔ برف تو پگھلنے والی چیز ہے، جب شام ہونے والی ہو تو ایک برف فروخت کرنے والا برف سستی کر دیتا ہے کیونکہ اسے نظر آتا ہے کہ اگر شام تک نہ بکی تو رات کو پگھل کر ختم ہو جائے گی۔ تو وہ عارف کہتا ہے کہ میں نے اس سورت کا مطلب برف فروش سے سیکھا پس ہر شخص کو گذرے ہوئے زمانہ پر غور کرنے سے اپنے نقصان کا اندازہ ہو جاتا ہے ایک ایک دن جو گذرتا ہے تو اس کی عمر کم ہوتی جاتی ہے اور موت قریب آتی جاتی ہے اسے چاہیئے کہ اس کے مقابلہ میں دیکھے کہ اس گذرے ہوئے دن میں کیا کمایا، ان الانسان لفی خسر، یہ بڑی پختہ بات ہے کہ اگر کسی شخص نے عمر گنوا دی اور اپنے اندر صفات محمودہ پیدا کئے اور نہ ہی خدا کے دین کی خدمت کی اور نہ ہی اس کی مخلوق کی تو اسے نقصان ہی نقصان ہے وہ گھاٹے کے اندر پڑا ہوا ہے یعنی وہ ایسے رستہ میں پھنس گیا جس میں گھاٹے کے سوائے کچھ نہیں۔

کون لوگ نقصان میں نہیں

الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات۔ ہاں وہ لوگ گھاٹے میں نہیں ہیں جن کے دل منور ہیں، ان کے اندر خوف الٰہی ہے۔ خوف الٰہی کی وجہ سے انکے اعمال میں صلاحیت پائی جاتی ہے، ان کے لین دین میں، ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرنے میں، کھانے پینے پہننے میں خوف الٰہی نظر آتا ہے اس آدمی کو کوئی گھاٹا نہیں، یہ دور اندیش ہے، عاقبت اندیش ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خدا کی ہر صنعت پر خدا کا نام لکھا ہوا ہے، اسی کا نام عالم ہے کہ اس سے خدا کا علم حاصل ہوتا ہے، یہ پرندے یہ چرندے یہ درخت اور کھیت، ندی نالے، اور خود انسان اور ستارے اور سیارے اور زمین اور پہاڑ سب کی سب چیزیں جو اس کائنات میں نظر آتی ہیں اپنے پیدا کرنے والے کا پتہ دیتی ہیں، تو مومن وہ ہے جو حق کو مانتا اور حق کا پرستار ہو۔ وتواصوا بالحق اور حق کی تلقین کرتا ہو، حق کیا ہے؟ سب سے بڑا حق خدا ہے۔ ان اللہ ھوالحق المبین۔ خدا ہی حق مبین ہے وہی واضح صداقت ہے، وہ مخفی در مخفی بھی ہے اور کھلی ہوئی سچائی بھی ہے۔ جب ہم بادشاہی مسجد میں جاتے ہیں تو خدا بڑا اونچا نظر آتا ہے، اور جس نے یہ مسجد بنائی اس کا بھی دل اور دماغ وہ تو بہت بڑے دکھائی دیتے ہیں، دل بہت بڑا ہے کہ بے دریغ خرچ کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے اور دماغ بہت بڑا ہے کہ جتنی روپیہ اس نے ضائع نہیں کیا بلکہ نہایت با موقع خرچ کیا اور اعلےٰ درجہ کی مسجد بنائی، اسی طرح جہانگیر کے مقبرہ میں، لال قلعہ میں، تاج محل میں ایک مسلمان بادشاہ کے دل اور دماغ کا نقشہ نظر آتا ہے۔ ایسا ہی بلکہ اس سے بڑھ کر کائنات کی وسعت اور تدبیر عالم کو دیکھ کر خدا کی عظمت و کبریائی نظر آتی ہے پھر جب مومن اپنے تئیں مہذب بنا لیتا ہے تو وہ دوسروں کی تکمیل کی طرف توجہ کرتا ہے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

کامیاب قوم

اس میں قوم کو مخاطب فرمایا ہے کہ تم حق کے پرستار ہو اور حق کو دنیا میں پھیلاؤ اور یہ بھی ہے کہ ہم ایک قوم چاہتے ہیں جو حق کو نہ صرف مانتی ہو بلکہ اسے دوسروں کو پہنچاتی ہو، وہ قوم جس کے اندر بحیثیت قوم خوف الٰہی پیدا ہو گیا، خدا خوفی اور نیک عمل کی زندگی پیدا ہو گئی، وہ بڑی کامیاب قوم ہے اس لئے وتواصوا بالحق اس حق کو لوگوں تک پہنچاؤ، وتواصوا بالصبر اور وہ اپنی قوم کو یہ بھی کہتے ہیں کہ حق کے پہنچانے میں جو دکھ اور مصائب آئیں انہیں خوشی سے برداشت کریں اور صبر سے کام لیں۔

نیکی پر دوام اور امر حق پر التزام کا نام صبر ہے

صبر کا ایک ترجمہ تو یہ ہے کہ مصائب پر واویلا نہ کیا جائے اور خوشی سے برداشت کر لیا جائے۔ لیکن یہ بھی فرمایا ہے کہ ان احب الاعمال عند اللہ ادومھا خدا کو وہ اعمال سب سے زیادہ پسند ہیں جن میں دوام ہو، یہ نہیں کہ آج ایک نیک عمل کیا اور کل نہیں، آج قرآن پڑھ لیا اور کل چھوڑ دیا۔ بلکہ ہمیشہ جو نیکی کی جائے وہ خدا کو زیادہ پسند ہے

تو ایک نیک کام جب شروع کرو تو اسے التزام کے ساتھ کرتے چلے جاؤ، التزام اور استقامت کے ساتھ نیکی کا کام کرتے چلے جانا یہ صبر ہے، دوسری بات یہ کہ جن کاموں سے منع کیا ہے ان کے قریب نہیں جاتا اسکو بھی صبر کہتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا وامر اهلك بالصلوٰة واصطبر علیها خدا کی عبادت کے لئے ہمت بکار ہے، عزم اور استقامت بکار ہے، اور فرمایا قوا انفسکم واهلیکم نارا وہ کام جو جہنم کے قریب لے جاتے ہیں ان سے اپنی قوم کو اور اپنے اہل و عیال کو بچاؤ، خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے اہل و اقارب، اپنے دوستوں سے بھی خیر خواہی کرو، اور ان کو آگ سے بچاؤ۔

تعلیم قرآن کا نچوڑ

خدا تعالےٰ نے قرآن کریم کی تعلیم کا نچوڑ چند لفظوں میں بیان کر دیا ہے کہ یہ اس بادشاہ کی طرف سے ہے جو حق ہے، یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ خدا تمام سچائیوں تمام حکمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے اس کی عبادت کرنا، نیک اعمال بجالانا، اور لوگوں کو اس حق کی طرف بلانا اور استقامت کے ساتھ اس پر قائم رہنا ہی کامیابی کی سبیل ہے۔

ہماری جماعت کا مقصد

ہماری جماعت کا مقصد قرآن و حدیث پر چلنا ہے، ہمارے امام نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی نئے احکام نہیں، میرے آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن و حدیث پر چلاؤں، تقوے اللہ دلوں کے اندر پیدا کروں، اگر یہ نہ ہو تو میرا آنا عبث ہے تو معلوم ہوا کہ خدا اور رسول صلعم کا مقصد یہی تھا کہ تقوے اللہ دلوں کے اندر پیدا ہو اور لوگوں کو قرآن کی طرف بلایا جائے، اسی کے اندر کامیابی کا راز ہے۔

جس قوم کا ماضی درخشندہ ہو

سورۃ العصر کے اندر ایک اور بات یہ ہے کہ جس قوم کا ماضی درخشندہ ہو وہ بڑی مبارک قوم ہے، وہ اپنے ماضی کو دیکھ کر ہدایت حاصل کر سکتی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم میرے صحابی ستارے ہیں۔ جس طرح ستاروں کی روشنی سے لوگ رستہ پا لیتے ہیں اسی طرح جس صحابی کے پیچھے تم چلو گے ہدایت یاب ہو گے۔ تو ہمارا پیغمبر بھی روشن، اس کے ماننے والے بھی روشن وہ آفتاب ہے جس سے دلوں کو روشنی پہنچتی ہے اور ان سے دوسرے لوگ نور حاصل کرتے ہیں، ان لوگوں کی زندگیاں روشن ہیں جنہوں نے اس آفتاب سے روشنی پائی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص

سعد بن ابی وقاص ایک بہت بڑے انسان تھے، انہوں نے ایران فتح کیا، عراق اور مصر فتح کیا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب فتح مکہ کے وقت مکہ پہنچے، تو بیمار ہو گئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر عیادت کے لئے گئے، انہوں نے عرض کی، حضور درد تو بڑی شدت کا ہے لیکن طبیعت اس وجہ سے مضمحل ہے کہ دو غم ہیں جو مجھے کھائے جا رہے ہیں ایک غم تو یہ ہے کہ اگر میں مکہ میں مرگیا تو لوگ کہیں گے کہ یہ کہاں کا مہاجر ہے کہ اپنے وطن میں جا مرا میری ہجرت داغدار ہو جائے گی، یہ کیا لوگ تھے، کیا ولولے ان کے دل میں تھے، مکہ میں مرنا تو ثواب کا موجب ہے، لیکن انہیں اپنی ہجرت کا غم ہے کہ کہیں وہ نیکی ضائع نہ ہو جائے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں تم نہیں مرو گے، انہوں نے ایک اور موقعہ پہ بیان کیا کہ میں مکہ میں اسلام لانے والوں میں پانچواں یا ساتواں مسلمان تھا اور ایک وقت ہم پہ ایسا آیا کہ ہم بھوک کی وجہ سے درختوں کے پتوں پہ لڑتے تھے، اور یہی ہماری غذا تھے، اور بکریوں کی مینگنیوں کی طرح ہمارا پاخانہ ہوتا تھا، ایک یہ وقت تھا اور پھر وہ وقت بھی دیکھا کہ مصر اور ایران کے فاتح بنے۔۔۔۔۔ دوسرا غم انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا کہ میرا مال اور جائداد بہت ہے اور صرف ایک لڑکی وارث ہے، میری خواہش ہے کہ سارا مال خدا کی راہ میں دے دوں، آپ نے فرمایا نہیں یہ بہت زیادہ ہے، عرض کی نصف لے لیں، فرمایا یہ بھی زیادہ ہے۔ پھر عرض کی کہ ایک تہائی تو ضرور لے لیں، فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے، کس قدر دل کے نور اور قربانی کا جذبہ ہے۔

حضرت عمر رضؓ

یہ مینار ہیں جن کو دیکھ کر انسان راستہ پاتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ عرض کی یا رسول اللہ خیبر سے مجھے ایک زمین ملی ہے جو بہت قیمتی ہے، میں چاہتا ہوں خدا کی راہ میں دے دوں، آپ نے اجازت دی کہ فی سبیل اللہ وقف کر دی جائے۔

حضرت عائشہ رضؓ

اور حضرت عائشہ رضؓ کے متعلق لکھا ہے کانت عالمة، فقیهة، زاهدة وہ بڑی عالمہ، فقیہہ، اور زاہدہ تھیں، ان کا دستور تھا کہ جو کچھ گھر میں ہو خدا کی راہ میں دے دیتی تھیں۔ بڑا بڑا روپیہ انہیں آیا اور انہوں نے اسی وقت بانٹ دیا اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔ حضرت زبیر رضؓ ان کے خالہ زاد تھے، انہوں نے کہا کہ میں کسی طرح ان کے پاس رہ کر ان کے ہاتھوں کو بند کروں گا آپ نے سنا تو کہا کہ تم مجھے اس نیک کام سے روکو گے؟ میں تمہارے ساتھ تمام عمر کلام نہ کروں گی، یہ عورتوں کے لئے بہت بڑا مینار ہیں، ان کو دیکھ کر عورتیں بڑا سبق حاصل کر سکتی ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضؓ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور بیوی ام سلمہ تھیں ان کو خدا نے علم و فہم و دانشمندی سے وافر حصہ عطا کر رکھا تھا۔ نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد ایک دن حضرت ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ ان کے ہاں گئے۔ وہ رو پڑیں اور بہت روئیں، ان کو تعجب ہوا کہ ہم تو کچھ سیکھنے آئے تھے اور انہوں نے رونا شروع کر دیا، انہوں نے کہا میں نبی کریم صلعم کی وفات کی وجہ سے نہیں روئی وہ تو خدا کے قرب و زیارت سے مالا مال ہیں، میں اس وجہ سے روئی ہوں کہ قد انقطع الوحی اب وحی کا وہ سلسلہ جو دلوں کو سیراب کیا کرتا تھا، بند ہو گیا ہے۔

مسلمانوں کے ماضی کو درخشندہ بنانے والے مینار

تو والعصر گذرا ہوا زمانہ بہت سبق سکھاتا ہے، اور وہ قوم بھی بڑی خوش قسمت ہے جس کا ماضی درخشندہ ہو، اور مسلمانوں کا ماضی کتنا درخشندہ ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے صحابہ سے لوگ رہبری حاصل کر سکتے ہیں، اور فی الحقیقت ان کی زندگیاں آج بھی رہبری کر رہی ہیں اور پھر بہت بڑا مقام ان اولیاء اللہ کا ہے جو اس امت میں چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ ایک بزرگ نے سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ قسطنطنیہ تمہارے ہاتھ پر فتح ہوگا، انہوں نے کہا بہت اچھا اور لشکر لے کر چل پڑے اور اس بزرگ کو بھی ساتھ لے لیا، بادشاہ اور فوج تو لڑائی میں مشغول ہو گئی اور یہ بزرگ ایک خیمہ کے اندر دعا میں لگ گئے، جب مسلمان فوج کو شکست ہوتی نظر آئی تو سلطان نے ایک سپاہی کو بھیجا کہ بزرگ سے کہے کہ ہم شکست کھا رہے ہیں، سپاہی جب پہنچا تو وہ سجدہ میں تھے، سر اٹھایا اور کہا الحمد للہ قسطنطنیہ فتح ہو گیا، سپاہی حیران ہوا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں وہاں تو حالت کچھ اور ہے، انہوں نے کہا جاؤ فتح ہو چکی ہے، وہ گیا تو دیکھا کہ فوج شہر میں داخل ہو رہی ہے۔ اسی طرح کے اور کئی بزرگ اس امت میں ہوئے ہیں، جن کے پاک نمونوں اور دعوت الی الحق نے ہزارہا انسانوں کو حق پرستی سکھائی، یہ ستارے ہر جگہ اسلامی تاریخ میں موجود ہیں، دنیا کا کوئی ایسا خطہ نہیں جہاں کوئی ولی سویا ہوا نہیں، یہ لوگ باخدا تھے، مصیبتوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ یہ داتا گنج بخش جو لاہور میں ہیں، اور خواجہ معین الدین چشتی جو اجمیر میں سوئے پڑے ہیں، انہی لوگوں میں سے ہیں، ایک اور بزرگ میں نے سنا ہے کہ آسٹریا میں سوئے پڑے ہیں، میرے پاس دو شاہزادے برلن میں آئے، اور انہوں نے بتایا کہ آسٹریا میں ایک مسلمان بزرگ کی قبر ہے جہاں سے لوگ فیض حاصل کرتے ہیں، یہ بزرگ اسلامی تہذیب کا نشان تھے، اور اس وقت ان کی قبر مرجع خلائق ہے، ایسے لوگ آسٹریا یا سپین یا مصر جہاں گئے انہوں نے نیکی کو پھیلایا، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ان کا نام آج تک زندہ ہے۔

ہماری قوم کا فرض

ہر شخص گذرے ہوئے زمانہ کو دیکھ کر اپنی میزان لگا سکتا ہے کہ اس نے کیا کیا اور کس قدر نقصان یا نفع حاصل کیا، ہماری قوم کا بھی فرض ہے کہ وہ بحیثیت قوم اپنے ماضی پر نظر ڈالے اور آئندہ کے لئے اپنے عزم اور ارادے پختہ کرے اور ضرور ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اس تعلیم پر عمل درآمد کرنے سے کامیابی نصیب ہوگی

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں تاریخ سلسلہ کا ایک ورق

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے جلسہ سالانہ پر جو لیکچر دیا تھا اس کو ہماری درخواست پر خود قلمبند کر کے دیا ہے جو شکریہ کے ساتھ درج ذیل ہے:-

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"
"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں"

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

۱۹۰۰ء اور ۱۹۰۲ء میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحبؑ کو یہ دو الہام ہوتے ہیں:-

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں، ان کو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے ہیں مٹی رہے گی وسوسہ نہیں رہے گا"

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں، وسوسہ پڑ گیا ہے پر مٹی نظیف ہے، مٹی رہیگی مگر وسوسہ نہیں رہے گا"

آیئے سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کی روشنی میں ذرا ان الہامات کو دیکھیں۔ ۱۹۱۴ء میں جماعت میں ایک ایسا اختلاف رونما ہوا کہ جس کے باعث ایک گروہ کا مرکز قادیان رہا اور دوسرے نے اپنے مرکزی نظام کے لئے لاہور کو پسند کیا۔ چنانچہ اگر آج کسی ایسے شخص کو جو سلسلہ سے کچھ واقفیت رکھتا ہے یہ کہا جائے کہ فلاں صاحب احمدی ہیں تو اس کا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ وہ لاہوری احمدی ہے یا قادیانی؟ پھر جماعت لاہور کے اوّل امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم مغفور کے بے نظیر ترجمۃ القرآن یا دیگر لٹریچر کا جب حوالہ دیا جاتا ہے تو عام طور یہی کہا یا لکھا جاتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے یوں کیا ہے، گویا جماعت احمدیہ کے ایک حصہ کو لاہور سے نسبت دینا زبان زد خلائق بن چکا ہے۔ اور یہی بات ان الہامات میں سب سے پہلے جملہ میں فرمائی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ لاہور میں ہمارے پاک ممبر یا پاک محب ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ کلام الٰہی کی جملہ خصوصیات میں سے ایک یہ بات ہوتی ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جو حالات پر عین منطبق ہوتے ہیں، اور جن سے بہتر الفاظ تجویز نہیں کئے جا سکتے نیز یہ کہ کوئی لفظ فضول یا زائد استعمال نہیں کیا جاتا۔ سوال یہ ہے کہ جملہ "ان کو اطلاع دی جائے" کیوں لایا گیا؟ حالانکہ اس کے بغیر بھی وہی مفہوم ادا ہو سکتا تھا۔ یہ جملہ ایسے موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں کسی کو خاص طور پر خبردار کرنا ہو یا کوئی ایسا امر پیش آنے والا ہو جس میں کچھ خوف و خطر لاحق ہو یا شک و شبہ ڈالا گیا تو اس کی تردید منظور ہو چنانچہ جیسا کہ اگلے جملے "نظیف مٹی کے ہیں" اور "وسوسہ نہیں رہے گا" سے ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور پر بعض ایسے حالات واقع ہونے والے تھے جن میں کچھ خوف و خطر لاحق تھا، بعض وساوس پھیلائے جاتے تھے، شکوک شبہات پیدا ہوتے تھے، ان تمام وسوسوں اور شکوک کا زبردست ازالہ کرنے کی غرض سے نیز جب یہ جماعت ایسے مرحلوں سے گذر رہی ہو اس کے ممبروں کو تسلی دلانے کے لئے ان کی توجہ خاص طور پر منعطف کرنے کے لئے یہ الفاظ لائے گئے ہیں کہ "انکو اطلاع دی جائے" گویا مطلب کہنے سے یہ ہے کہ لاہور کی جماعت احمدیہ کے ممبر ہمارے سلسلہ کے پاک ممبر تو ہیں مگر کسی وقت ان کی بابت اگر کوئی وسوسے پھیلائے جائیں یا ان کی نیت و اعراض کی نسبت کسی کو کچھ بدگمانی پیدا ہو جائے یا انہیں خود یہ خوف و خطر ہو کہ اب کیا بنے گا تو پھر یہ ملا انہیں خبر کر دی جائے کہ وہ واقعی عمدہ فطرت کے مالک ہیں اور اس قطعاً کچھ بھی کلام کی گنجائش ہرگز نہیں، اور اگر یہ سوال ہو کہ وساوس و شکوک اور خطرات خوف کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تو پھر انہیں یہ اطلاع ہو کہ یہ تمام باتیں آخر کار مٹ جائیں گی اور ان کی فطرتی نظافت کے پہلو ہی باقی رہ جائیں گے والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثوابا وخیر املا۔ یہ تو ان الہامات کے الفاظ کا اصل مفہوم ہوا۔ اب واقعات حقہ کو لیجئے کہ کس طرح الہامی جملوں کی صداقتیں روز روشن کی مانند ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۹۱۴ء میں اختلاف سلسلہ اور لاہور کے پاک ممبروں کے پاک اغراض و مقاصد

۱۹۱۴ء وہ زمانہ ہے جب مسلمانوں میں عام طور پر تحریک احمدیہ مقبول ہو چکی تھی چنانچہ خود علامہ اقبال نے ۱۹۱۳ء میں علیگڈھ کے مقام پر اس سلسلہ کی ہر دلعزیزی اور اس کے اغراض و مقاصد کو اس طرح بیان کیا:-

"اگر اس زمانہ میں ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ دیکھنا ہو تو وہ آپ کو پنجاب میں اس فرقہ میں نظر آئے گا جو احمدیہ کے نام سے موسوم ہے"

مسلمان دنیا اس وقت تسلیم کر چکی تھی کہ احمدیہ جماعت کے قیام کی غرض و غایت بجز ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کے احیاء و قیام کے اور کچھ نہیں، لیکن عین اس عروج و شباب کے وقت زبردست اختلاف واقع ہو گیا اور تحریک احمدیہ کی بڑھتی ہوئی قبولیت کا دروازہ بند ہو گیا جیسے کہ حضرت اقدس کا ایک شعر اغلباً اسی طرف اشارہ کر رہا ہے:

آ گیا وقت خزاں اس باغ میں اسکے پھل لانے کے دن

ایسے ترقی پذیر حالات کو اختلاف کے باعث ناقابل تلافی نقصان پہنچا بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ تحریک کی ترقی صدیوں بعد جا پڑی تو بالکل بجا ہوگا۔ پس یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی ذمہ داری کن پر عاید ہوتی ہے۔ بظاہر یہ معلوم دیتا ہے کہ وہ اصحاب جو قادیان کے مرکز سے الگ ہو کر لاہور میں چلے آئے اس بات کے ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ بار بار یہ اعتراض بطور طعن کیا گیا کہ دیکھو ان لوگوں نے حضرت اقدسؑ کے مرکز کو مولد کو چھوڑ دیا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہاں تک بھی کہہ دیا گیا کہ حضرت کا الہام اخرج منه الیزید یون لاہوریوں پر صادق آتا ہے۔ پس سب سے مقدم طور پر جس وسوسہ کا ازالہ الہام "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" اور "نظیف مٹی کے ہیں وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہیگی" سے منظور ہے وہ یہی ہے کہ اختلاف اور اس کے بد نتائج کی ذمہ داری جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کی جانب منسوب کرنا بالکل غلط ہے اس لئے کہ وہ ذاتی اغراض سے پاک اور ان کے فطرتی جوہر فتنہ و فساد برپا کرنے کے سراسر خلاف ہیں، خواہ واقعات بھی اسی امر کو ثابت کرتے ہیں کہ اختلاف کا حقیقی باعث یہ امر ہوا کہ جماعت کا وہ حصہ جو شخصی نظام کو مسلط کرنا چاہتا تھا اس کا تہیہ یہ ہی تھا کہ وہ اصحاب جو بموجب الوصیّت جمہوری نظام کو رائج کرنا چاہتے ہیں جماعت میں سے الگ کر دیئے جائیں تا من مانی کارروائیاں بلا روک ٹوک ہو سکیں۔ اگر یہ شبہ ہو کہ یہ تو محض خوش فہمی ہے کہ لاہور کے ممبر تو حقیقی طور پر احیاء دین کے مقصد پر قائم رہے مگر دوسری طرف دین اسلام کی اشاعت اصل غرض نہ رہی تو اسکی وضاحت ایک اور الہام سے ہوتی ہے جو یہ ہے:-

"ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں"

یہاں الفاظ مکہ اور مدینہ بطور استعارہ استعمال ہوئے ہیں یعنی مکہ سے مراد حضرت اقدسؑ کا مولد و مسکن قادیان ہے، اور مدینہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے عالمگیر رنگ میں اشاعت اسلام کا مقصد فروغ پائے گا۔ اگر حضرت اقدسؑ کی وفات قادیان میں ہوتی تو پھر اس مقام کا تعین جہاں سے اشاعت و تبلیغ کا کام عالمگیر پیمانہ پر شروع ہونا تھا مشتبہ رہتا لیکن حکمت خداوندی نے اسے شک میں نہیں رہنے دیا۔ حضرت اقدسؑ کی وفات لاہور میں اور پھر احمدیہ بلڈنگس میں ہوتی ہے۔ کیا اس ایک واقعہ نے اس امر پر مہر صداقت ثبت نہیں کر دی کہ مدینۃ المسیح احمدیہ بلڈنگس لاہور ہی ہے؟ اور پھر بعد کے واقعات نے کیا ذرہ بھر شبہ کی گنجائش باقی رہنے دی کہ فی الواقع احمدیہ بلڈنگس لاہور ہی وہ مقام ہے جہاں سے تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے اعلیٰ مقاصد عالمگیر پیمانہ پر جاری کئے گئے۔

اسلام وفرقان کی عالمگیر اشاعت کا مرکز

کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ اس زمانہ میں ووکنگ مشن وہ پہلا اسلامی مشن ہے جہاں سے منظم و باقاعدہ طور پر اشاعت اسلام کا کام ہوا اور اس نے ایسی عالمگیر شہرت حاصل کی کہ کسی دوسرے مشن کو وہ بات آج تک نصیب نہیں ہوئی؟ پھر کیا یہ امر تاریخی حیثیت و حقیقت نہیں رکھتا کہ اشاعت فرقان حمید کی عالمگیر شہرہ آفاق تحریک کا آغاز حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے انگریزی ترجمہ و تفسیر سے ہوا؟ اشاعت اسلام و اشاعت قرآن کی یہی دو زبردست لہریں ہیں جن کے باعث اس زمانہ میں دنیا میں عام طور پر اور مسلمانوں میں خاص طور پر ان پاک مقاصد کو فروغ حاصل ہوا۔ پس ایک طرف حضرت اقدس کے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں وفات پا جانے کے واقعہ نے اور دوسری طرف ۱۹۱۴ء میں اختلاف کے بعد احمدیہ بلڈنگس لاہور کے اشاعت اسلام و اشاعت فرقان کے عالمگیر مرکز بن جانے نے کیا اس بات میں کوئی ادنےٰ دقیقہ شک و شبہ کا باقی رہنے دیا کہ حضرت اقدس کے الہامات "داغ ہجرت" اور "ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں" سے مراد یہ ہے کہ جب اختلاف کے باعث حضرت اقدس کی جائے ولادت و سکونت قادیان میں اشاعت دین کا مقصد رک جائے گا تو پھر وہی عالی و پاک مقصد احمدیہ بلڈنگس لاہور سے جہاں آپ نے وفات پائی عالمگیر رنگ میں جاری ہوگا؟ اس امر کا اعتراف کہ احمدیہ بلڈنگس لاہور دنیا بھر میں اشاعت اسلام کا واحد مرکز ہے غیروں نے بھی کیا ہے اور ایک ہی انجمن اس وقت ایسی ہے جو ایک طرف احمدیہ کہلانے کے باعث حضرت اقدسؑ سے منسوب ہے اور دوسری اشاعت اسلام کے پاک و عالی مقاصد کو اپنائے ہوئے ہے۔ اب دیکھو کہ ان دو جملوں میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے یعنی "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" اور "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"۔ پہلے جملہ سے جماعت احمدیہ لاہور مشہور و معروف ہے اس میں پہلا لفظ احمدیہ ہے جو دوسرے جملہ کے لفظ "ہمارے" کے مترادف ہے۔ دوسرا لفظ "انجمن" ہے جس کی بجائے الہام میں لفظ "ممبر" لکھا گیا ہے۔ پھر "لاہور" کا لفظ دونوں جگہ مشترک ہے جو مرکزیت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ الفاظ "اشاعت اسلام" اس انجمن کے حقیقی مقصد کو ظاہر کر رہے ہیں، الہام الٰہی میں ان اصحاب کو پاک کہدیا گیا ہے کیونکہ اس زمانہ میں جو جماعت حقیقی طور پر ان مقاصد کو اپنائی ہو وہ نہ صرف حضرت اقدس کے نقش قدم پر قائم ہے، بلکہ وہ پاک مقاصد کو لئے ہوئے ہے۔ کیا ہی عجیب حکمت الٰہی ہے کہ وہ نام جو ۱۹۱۴ء میں قادیان سے الگ ہونیوالے اصحاب نے اپنے ادارہ کا رکھا تھا اور جن کی نسبت یہ بدگمانی پھیلائی جاتی تھی کہ انہوں نے تو حضرت اقدس کا مرکز چھوڑ دینے کے باعث آپ کے مقاصد سے نعوذ باللہ علیحدگی اختیار کر لی ہے الہام الٰہی نے اس وسوسہ کی زبردست تردید پندرہ برس پہلے سے ہی کر کے رکھ دی اور بتلا دیا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بابت کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں"

اگر ایک الہام میں لاہوری جماعت احمدیہ کے اصحاب کے لئے لفظ "پاک ممبر" استعمال کر کے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان کا طریق کار جمہوری اور انجمن کا ہے تو دوسرے الہام میں ممبر کی بجائے لفظ "محب" کیوں لایا گیا ہے؟

جیسے کہ پہلے عرض کیا گیا الزامات اور وسوسوں کی تردید منظور ہے جماعت احمدیہ کے اصحاب جو ۱۹۱۴ء میں قادیان کی مرکزیت سے الگ ہو کر لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی صورت میں مجتمع ہوئے ان کی نسبت ایک بڑا وسوسہ تو یہ پھیلایا گیا کہ یہ لوگ نعوذ باللہ حضرت اقدس کے مقاصد عالیہ سے منحرف ہو گئے ہیں کیونکہ آپ کے مرکز سے جدا ہو گئے۔ اس کی تردید الفاظ "پاک" اور "لطیف مٹی" سے کی گئی ہے۔ مگر ایک اور زبردست وسوسہ یہ ڈالا گیا کہ حضرت اقدسؑ کے مرکز و خاندان سے علیحدگی کے باعث ان اصحاب کو نعوذ باللہ خود حضرت اقدس کی ذات سے محبت نہیں رہی۔ اس کی تردید کے لئے لفظ "محب" دوسرے الہام میں لایا گیا ہے یعنی یہ بتلانا مقصود ہے کہ قادیان و خاندان سے علیحدگی کے باعث یہ نتیجہ نکالنا کہ انہیں حضرت اقدس کی ذات سے محبت نہیں رہی بالکل غلط ہے بلکہ الہام الٰہی نے لفظ محب استعمال کر کے یقین دلانا چاہا ہے کہ ان اصحاب کو حضرت اقدس کی ذات سے سچی عقیدت و محبت موجود ہے۔ ہاں ان میں غالیانہ جذبات اگر نہیں تو کچھ حرج کی بات نہیں۔ اب دیکھو کہ واقعات حقہ نے کس طرح اس الہامی لفظ "محب" کی صداقت پر مہر ثبت کر دی کہ انتہائی مصائب جیسے کہ ۱۹۵۳ء کے المناک واقعات تھے وارد ہونے پر بھی جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت اقدسؑ کے دامن کو نہ چھوڑا اور جیسے کہ سچی محبت کا تقاضہ ہے ابتداء سے اب تک حضرت اقدسؑ کو مجدد زمان و امام وقت اور مسیح موعود مانتی رہی۔ نہ اس مرتبہ و مقام کو کبھی بڑھایا اور نہ کم کیا اور نہ ہی کبھی غلو کر کے اور پھر حالات سے مجبور ہو کر غلو کو ترک کیا۔

"موجود ہیں"

الہام الٰہی میں الفاظ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" لائے گئے ہیں۔ یہ فقرہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں تو پھر لفظ "موجود" کے لانے میں کیا حکمت ہے؟ خدا کے الہام میں کوئی لفظ فضول اور زاید نہیں لایا جاتا اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ لفظ "موجود" یونہی لایا گیا ہے۔ بلکہ اس کے استعمال میں ایک بھاری راز ہے۔ بتلانا دراصل یہ مقصود ہے کہ اگر کسی وقت حضرت کے مسکن و مولد میں اشاعت دین کے پاک مقاصد پائے نہ جائیں تو اس وقت دیکھنے والے کے لئے گھبرانے اور پریشان ہونے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ وہ عالی مقاصد لاہور کی احمدیہ شاخ میں موجود ہیں گویا اگر احیاء دین و اشاعت حق کا پاک مقصد ایک جگہ ختم ہو گیا ہے تو دوسری جگہ تو موجود ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔ حضرت اقدس کی بعثت دین اسلام کے حقیقی احیاء کے لئے ہی ہوئی نہ کسی اور رسالت کے لئے........

........کسی اور نبوت یا نئے دین کا اجراء ہرگز مراد نہیں جیسے کہ جماعت قادیان کے غالیانہ عقاید سے شک پڑنے کا احتمال ہے بلکہ عقیدۂ اسلامی تہذیب اور اسلامی عقاید کا پول بالا منظور ہے۔ تو اگر ان مقاصد و اغراض کے بارہ میں جماعت قادیان کے اقدامات سے دیکھنے والے کو شک شبہ پڑ جاتا ہے تو اسے جماعت احمدیہ لاہور سے رجوع کرنا لازم ہے جہاں وہی اصل اغراض و مقاصد کارفرما موجود پائے گا پس اس لفظ "موجود" کے استعمال کی اصل غرض یہ بتلانا ہے کہ اگر دینی اغراض اور اسلام کے احیاء کی بابت ایک جگہ شک ہے تو جاؤ لاہور کے مرکز میں وہاں پاک اغراض و مقاصد تم کارفرما موجود پاؤ گے۔

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۵۴ء)

قرآن کی موجودگی میں حدیث کا مقام

قرآن مجید کی بہت سی آیات کا مطلب بھی روایات کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا

پھر اس بات پر بھی دھیان دینا چاہیئے کہ اگر قرآن پاک کے علاوہ اور کوئی مستند ذریعہ معلومات نہ ہو اور احادیث و آثار و روایات کو قابل اعتبار نہ سمجھا جائے تو خود قرآن پاک کی بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب مبہم اور بڑی حد تک تشنہ رہ جائے گا - مثلاً قرآن پاک میں ہے :-

فلما قضٰی زید منھا وطراً زوّجنٰکھا - (احزاب ع-۵)

پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض - ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی -

کیا روایات کو یکسر نظر انداز کر دینے کے بعد قرآن مجید کے صرف ان الفاظ سے اس واقعہ کو پوری طرح سمجھا جا سکتا ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اور کیا صرف قرآن سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ زید کون تھے اور ان کی بی بی کون تھیں، اور قصہ کیا پیش آیا تھا - یا مثلاً ارشاد ہے :-

عبس وتولّٰی ان جاءہ الاعمٰی وما یدریک لعلّہ یزکّٰی (عبس)

تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس پر کہ آیا اس کے پاس نابینا اور تجھ کو کیا خبر کہ شاید وہ سنورتا اور پاک صاف ہوتا -

بتایا جائے کیا صرف قرآن سے یہ پتہ چلایا جا سکتا ہے کہ یہ آنے والے الاعمٰی کون تھے اور وہ کون لوگ تھے جن کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آنے کے وقت متوجہ تھے ؟

اسی طرح غزوۂ احزاب وحنین وغیرہ کے جن واقعات کا ذکر قرآن پاک میں ہے بتایئے کہ روایات کے سارے ذخیرہ کو غیر معتبر قرار دے کر ان واقعات کی ضروری تفصیل بھی کہاں سے معلوم کی جائے ؟

یا مثلاً قرآن پاک میں ہے :-

واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انّھا لکم - (انفال ع-۱)

اور اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے قبضہ میں آئے گی -

کیا کوئی صرف قرآن سے یہ بتلا سکتا ہے کہ یہ دو جماعتیں کون تھیں؟ اور اللہ جس وعدہ کو یہاں یاد دلا رہا ہے وہ وعدہ قرآن میں کہاں ہے ؟ اگر قرآن میں نہیں ہے تو ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسری قسم کی وحی بھی آنحضرت صلعم پر آتی تھی -

یا مثلاً قرآن پاک میں ہے :-

اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصوٰی والرّکب اسفل منکم - (انفال ع۵)

جس وقت تم تھے ورے کے ناکے اور وہ پرے کے ناکے اور قافلہ نیچے اتر گیا تم سے -

کوئی مدعی صرف قرآن سے بتائے کہ یہ کہاں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور کس جگہ کے قریب و دور کے ناکے مراد ہیں ؟ اور کس قافلہ کا نیچے اترنا بیان ہوا ہے ؟

اسی طرح قرآن پاک میں ہے :-

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ (توبہ ع-۴)

مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری بہت سے میدانوں میں -

کیا روایات کا انکار کرنے کے بعد ان "بہت سے میدانوں" کی تفصیل کہیں سے معلوم ہو سکتی ہے ؟

اسی طرح قرآن پاک میں ہے :-

الّا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الّذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہٖ لا تحزن انّ اللہ معنا (توبہ ع-۶)

اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت نکالا اس کو کافروں نے دو جان سے - جب وہ دونوں تھے غار میں - جب کہنے لگا اپنے رفیق کو تو غم کھا - اللہ ہمارے ساتھ ہے -

آنحضرتؐ کہاں سے نکالے گئے - یہ دوسرا رفیق آپؐ کا کون تھا ؟ اور کس غار میں آپ اپنے رفیق کے ساتھ روپوش تھے ؟ کیا صرف قرآن سے ان سوالات کا جواب مل سکتا ہے؟ کیا روایات کی طرف رجوع کے سوا کوئی دوسری صورت بھی ان باتوں کو معلوم کرنے کی ہے ؟

علیٰ ہذا قرآن پاک میں ہے :-

لمسجد اسّس علی التقوٰی من اوّل یوم احقّ ان تقوم فیہ فیہ رجال یحبّون ان یتطھّروا - (توبہ ع-۱۳)

جس مسجد کی بنیاد دھری پرہیزگاری پر پہلے دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں اس میں وہ مرد ہیں جن کو چاہت ہے پاک رہنے کی

یہ کس مسجد کا ذکر ہے ؟ اور وہ کون لوگ ہیں جن کی اس آیت میں مدح ہو رہی ہے ؟ اور ان کی طہارت پسندی کا کیا خاص معیار تھا، جس کو اس آیت میں سراہا گیا ہے ؟

کیا ان باتوں کا جواب صرف قرآن سے مل سکتا ہے ؟

اسی طرح قرآن پاک میں ہے :-

وعلی الثّلٰثۃ الّذین خلّفوا (توبہ - ع ۱۴)

اور (اللہ کی مہربانی ہوئی) ان تین شخصوں پر جن کے معاملہ کو ملتوی رکھا گیا -

یہ کون تین شخص ہیں اور ان کا کیا قصہ تھا - اور کیوں ان کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ؟ کیا روایات کے بغیر یہ باتیں حل ہو سکتی ہیں ؟

اسی طرح قرآن پاک میں ہے :-

وانزل الّذین ظاھروھم من اھل الکتٰب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرّعب فریقاً تقتلون وتاسرون فریقاً واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضاً لّم تطؤھا - (احزاب، رکوع - ۳)

اور اتار دیا ان کو جو ان کے رفیق ہوئے تھے اہل کتاب میں سے ان کی گڑھیوں میں سے اور ڈالا ان کے دلوں میں رعب - کتنوں کو تم مارنے لگے اور کتنوں کو قید کیا - اور وارث کیا تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا اور ایک زمین جس پر نہیں ڈالے تم نے قدم !

یہ مظاہرین کون تھے ؟ اور ان کی زمین و جائداد کہاں تھی ؟ نیز وہ دوسری زمین جہاں مسلمانوں کے قدم نہیں پہنچے تھے مگر اس کے وارث بنائے گئے تھے - کونسی تھی ؟ کیا روایات سے قطع نظر کرکے ان باتوں کا جواب دیا جا سکتا ہے ؟

یہ صرف چند مثالیں بلا قصد استیعاب بیان کی گئی ہیں - اس طرح کی ابھی بہت سی مثالیں ذکر کی جا سکتی ہیں - مقصود یہ ہے کہ روایات کا انکار کر دینے کے بعد قرآن کی مذکورہ بالا آیات کا واضح اور متعین مفہوم سمجھنا اور سمجھانا قریباً ناممکن ہے،

الغرض جو شخص قرآن پاک کو اللہ کی کتاب مانے اور اس کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہر زمانہ کے اہل ایمان کے لئے ضروری سمجھے اس کو احادیث و سیر کے اس ذخیرہ کو بھی ماننا پڑے گا جس کو پوری طرح جانچ پڑکھ کے آئمہ محدثین و اہل سیر نے محفوظ کیا ہے - اور جس کے بہت بڑے حصے کی حیثیت یقیناً قرآن کے ضروری توضیحی ضمیمہ کی ہے -

---

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کی کرکٹ ٹیم نے مندرجہ ذیل سکولوں کے مقابلہ میں شاندار کامیابی حاصل کی :- گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ - مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور - مسلم ماڈل ہائی سکول لاہور - (کوارٹر فائنل) رنگ محل مشن ہائی سکول لاہور (سیمی فائنل) اس کامیابی کا سہرا چوہدری عبد المجید صاحب ہیڈ ماسٹر کے سر ہے جو بچوں کی دینی دنیوی اور اخلاقی تعلیمات کے ساتھ ساتھ

سان فرانسسکو (امریکہ) کی مجوزہ مسجد کے لئے

ساٹھ ہزار روپیہ کی ضرورت

برٹش گیانا - ڈچ گیانا اور ٹرینیڈاڈ کے احباب سے اپیل

از ماسٹر محمد عبداللہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم سکول نصوری (فیجی)

سان فرانسسکو شمالی امریکہ میں مسجد کی تعمیر کی ضرورت اور اہمیت کو پیغام صلح کے کسی گذشتہ پرچے میں واضح کیا گیا ہے امریکہ میں اشاعت و تبلیغ اسلام کی جو تڑپ حضرت مجدد وقت کے دل میں تھی، اس کا اندازہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی تصنیف و تالیف مجدد اعظم کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ معلوم نہیں کہ سرزمین امریکہ میں مشن کھولنے میں کونسی رکاوٹیں تھیں جن کی بناء پر اس قدر التوا کے بعد ایک مشن کھولا گیا۔ بہرحال اب جبکہ ہمارا اسلامی مشن سات برس سے کام کر رہا ہے ضرورت ہے کہ اس کے استحکام کے لئے مسجد کی تعمیر کے لئے ایک اور قدم بڑھایا جائے۔ ووکنگ کی بربادی کے بعد ہمارا تبلیغی کام بند ہو جاتا، اگر وہاں مسجد نہ بنائی جاتی۔

ہمارا ارادہ فیجی سے بیس ہزار روپیہ جمع کرنا تھا لیکن مولانا بشیر احمد منٹو صاحب نے اپنے تازہ خط میں ہم سے ساٹھ ہزار روپے کی توقع رکھی ہے، اور تحریر فرمایا ہے کہ اس رقم کے ملنے پر احباب فیجی کو حق ہوگا کہ وہ مسجد کا نام تجویز کریں۔ مسجد کا نام تو ہم نے تجویز کر لیا ہے، لیکن چندہ کی فراہمی سے پیشتر اس نام کی تشہیر کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ ہماری قربانی خدا اور اس کے رسول کے لئے ہونی چاہیئے نہ کہ کسی اور خاص شخصیت کے لئے۔

اب اس حالت میں جبکہ چالیس ہزار روپیہ کا بوجھ مزید ہم پر ڈال دیا گیا ہے، ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس بوجھ کو ہلکا کرنے میں ہم ڈچ گیانا، برٹش گیانا، ٹرینیڈاڈ، عراق اور برما کے مخیر احباب کو شامل کریں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ اس میں ہمارا ہاتھ بٹائیں، اور جس آواز کی ابتدا بحرالکاہل جنوبی کے ایک گمنام جزیرہ سے شروع ہوئی ہے۔ اس کے ہمنوا ہوں اور جہاں تک ہو سکے مرکزی جماعت کے بوجھ کو ہلکا کریں۔ رقوم انجمن کی معرفت امریکہ بھیجی جا سکتی ہیں، رسید بکیں ہم سے منگوائی جا سکتی ہیں۔ ہمارا طریق عمل یہ ہے کہ جو شخص ۲۵۰ روپیہ یا اس سے زاید چندہ دیتا ہے، اس کو رسید جس پر مسجد کا مجوزہ فوٹو ہے۔ فریم کر کے دیتے ہیں۔ تاکہ وہ گھر کی زینت کا باعث ہو اور آیندہ نسل خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ حاصل کرے

اس موقع پر میں یہ جتنا دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ جس قدر برکات سان فرانسسکو مسجد فنڈ کے فراہم کرنے میں میں نے ذاتی طور پر محسوس کی ہیں اس کی مثال میری زندگی کی گزشتہ تحریکات میں نہیں ملتی۔ ایسے ایسے مقامات سے مجھے امداد حاصل ہوئی ہے جہاں سے کچھ توقع نہیں تھی۔ تمام مسلمانوں نے بغیر کسی امتیاز کے اس اپیل پر لبیک کہی، غیر مسلم دوستوں نے بھی اس نیک کام میں حصہ لینا مناسب سمجھا ہے، ۹ ہزار روپیہ کے قریب رقوم وعدہ اور نقدی کی صورت میں وصول ہو چکی ہیں۔ ابھی کام تندہی سے نہیں کیا گیا۔ ۱۴ دسمبر سے دو ماہ کے لئے ہمارا سکول بند ہو جائے گا۔ امید کی جاتی ہے کہ باقی گیارہ ہزار روپیہ کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔ میں نے اگست میں اس تحریک کی ابتدا اپنے ۵۰۰ روپیہ سے کی تھی ابھی اس کام کو کرتے ہوئے دو ماہ بھی نہیں ہوئے تھے، کہ خداوند کریم نے اپنے فضل و کرم سے ایک کام کی وجہ سے جو مجھے اتفاقاً مل گیا۔ میری امداد ۱۲۰۰ روپے سے کی اور میں اس قابل ہو گیا کہ اپنے تیسرے لڑکے بشارت احمد کو بغرض تعلیم امریکہ بھیج سکوں (عزیزی بشارت احمد ۹ ردسمبر کو انشاءاللہ سان فرانسسکو پہنچ جائے گا) حضرت مسیح موعودؑ نے صحیح فرمایا ہے

زدیل مال در راہش کسے مفلس نے گردد

خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

اب میں اُن احباب کے نام مع رقوم عطیہ جات شائع کرتا ہوں جنھوں نے اس نیک تحریک میں حصہ لیا ہے ایک ہندو دوست نے اپنی بیماری کی حالت میں ایک سو روپیہ سے امداد کی۔ اور مزید امداد دینے کا وعدہ کیا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ جس خلوص دل سے اس نے یہ چندہ دیا اس کا اثر میرے دل پر ایسا ہوا ہے کہ میرے دل کی گہرائیوں سے اس کی تندرستی کے لئے دعائیں نکل رہی ہیں۔ احباب بزرگان سلسلہ سے درخواست ہے کہ اس نیک دل غیر مسلم کی تندرستی کے لئے خلوص دل سے دعا فرمادیں۔

گذشتہ سے پیوستہ — ۲۵۰۰

(۱) جناب محبوب خان مارو — ۵۰۰
۲- جنابہ سائرہ اعظم ہمشیر سید لطیف مرحوم — ۲۵۰
۳- جے بی سنگھ صووا — ۲۵۰
۴- شری دھر مہاراج صووا — ۲۵۰
۵- خدا بخش بنا پا تو صووا — ۲۵۰
۶- کمال امام الدین صووا — [illegible]
۷- ڈاکٹر محمد حنیف صووا — [illegible]
۸- محمد خلیل نصوری — [illegible]
۹- احمد خان مارو — [illegible]
۱۰- عبدالغفور مارو — [illegible]
۱۱- خوشی محمد پنجابی مارو — ۵۰۰
۱۲- محمد قاسم مارو — ۲۵۰
۱۳- محمد جبار خان مارو — ۲۵۰
۱۴- محمد رمضان خان نادی — ۵۰۰
۱۵- الحاج مولوی قادر حسین نادی — ۲۵۰
۱۶- عبدالعزیز خان صاحبزادہ محمد طیب خان صاحب مرحوم نادی — ۲۵۰
۱۷- محمد رضا نادی — ۲۵۰
۱۸- فیروز خان نادی — ۲۵۰
۱۹- ٹام ین سو (چائنی) — ۲۵۰
۲۰- محمد صدیق خان لتوکا — ۲۵۰
۲۱- محمد حنیف لتوکا — ۲۵۰
۲۲- باوہ وجیت سنگھ — ۱۰۰
۲۳- محمد اسمٰعیل سیوانی — ۱۰۰
۲۴- امجد علی دکاندار نادی — ۱۰۰
۲۵- ماسٹر رسول بخش — ۵۰
۲۶- مولوی حیدر بخش — ۵۰
۲۷- بابو محمد عاقل نصوری — ۵۰
۲۸- عبدالمطلب نصوری — ۵۰
۲۹- کپاڈیہ اینڈ کمپنی صووا — ۲۵

مکتوب امریکہ (بقیہ صفحہ اول)

وہاں سے پاکستان کا رُخ کریں گے۔

عارفہ صاحبہ پر نمونیہ کا حملہ

۳۰ رنومبر کو عارفہ صاحبہ پر نمونیہ کا حملہ ہوا ٹمپریچر ۱۰۴ درجے پر پہنچ گیا۔ سانس دقت سے لیتی تھیں اور جو چیز کھاتی تھیں تے کر دیتی تھیں۔ آخر ۵ ردسمبر کی صبح کو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق انہیں ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ اب ان کی اللہ کے فضل سے حالت بہت بہتر ہے اور امید ہے کہ ایک دو روز تک واپس گھر آجائیں گی۔

وائی - ایم - سی اے میں لیکچر

دو دسمبر کو سان فرانسسکو سٹیٹ کالج کی وائی ایم سی اے میں میری دوسری تقریر ہوئی۔ وائی ایم سی اے کے ممبروں نے خواہش ظاہر کی کہ کرسمس کے بعد میں دو دین اور لیکچر ان کے ہاں دوں۔

ایک امریکی نوجوان کا قبول اسلام

مسٹر بل روڈولف جیپسن Mr. Bill Radolph Jepson سولہ نومبر کو مشرف باسلام ہوئے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں بھی داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کا وجود ہمارے لئے مفید بنائے۔ ان کی عمر ۲۲ برس ہے اور ایک کارخانے میں [illegible] کا کام کرتے ہیں۔

P.O. Jhang

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ تار کا پتہ: تبلیغ لاہور فون نمبر ۳۷۴۳

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بر وشد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ اخبار

پیغام صلح

ادارۂ تحریر
مرتضےٰ خان حسن بی اے
دوست محمد

جلد ۴۲ | یوم شنبہ مورخہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۷۴ھ - ۱۵ جنوری ۱۹۵۵ء | نمبر ۳

جواہر ریزے

صدقات و خیرات

یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض اے لوگو جو ایمان لائے ہو اچھی چیزوں سے خرچ کرو جو تم کماتے ہو اور اس سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے۔ (قرآن کریم)

ہر ایک مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔

عن ابی موسیٰ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال علی کل مسلم صدقۃ فقالوا یا نبی اللہ فمن لم یجد فقال یعمل بیدہ فینفع نفسہ ویتصدق قالوا فان لم یجد قال یعین ذا الحاجۃ الملھوف قالوا فان لم یجد قال فلیعمل بالمعروف و لیمسک عن الشر فانھا لہ صدقۃ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

ابو موسیٰ سے روایت ہے نبی صلعم نے فرمایا ہر ایک مسلمان پر صدقہ واجب ہے لوگوں نے عرض کیا یا نبی اللہ جسے نہ ملے فرمایا اپنے ہاتھ سے مزدوری کرے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے انہوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ ملے فرمایا حاجت مند مصیبت زدہ کی امداد کرے انہوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ ہو سکے فرمایا نیک کام کرے برائی سے بچا رہے یہی اس کے لئے صدقہ ہے۔

خاوند کے مال میں سے صدقہ دینے کا ثواب

عن عائشۃ قالت قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا انفقت المرأۃ من طعام بیتھا غیر مفسدۃ کان لھا اجرھا بما انفقت ولزوجھا اجرہ بما کسب وللخازن مثل ذالک لا ینقص بعضھم اجر بعض شیئا (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

(نوٹ از فضل الباری) زن و شوہر کا تعلق تو ظاہر ہے خاوند مال کماتا ہے اور پھر اس کے خرچ کو عورت پر چھوڑتا ہے اسی لئے فرمایا کہ جب تک عورت اس مال کو (غیر مفسدۃ) تو اسے اختیار ہے کہ کچھ اس میں سے خیرات بھی کرے خازن یا داروغہ کو بھی اسی کی مثل رکھا ہے۔ مگر وہ بحیثیت امین محض ہونے کے اور ملازم ہونے کے بغیر حکم یا اجازت کے نہیں دے سکتا۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں بغیر نقصان کے خرچ کرے تو اسے خرچ کرنے کا اجر ملیگا اور اسکے شوہر کو اسکے کمانے کا اجر ملیگا اور داروغہ کیلئے بھی اسی کی مثل ہو ایک دوسرے کے اجر سے کچھ کم نہیں کرے گا۔

غفلت اور نفسانی ظلمتوں سے بچنے کا طریق

فرمودہ حضرت امام الزمان علیہ السلام

بابو محمد افضل صاحب نے ہندوستان سے افریقہ کی طرف روانگی کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود سے عرض کی۔ کہ بعض غفلت کے مقامات سے وہ شکوک و شبہات اور نفسانی ظلمتوں کا ایک دریا ہمراہ لائے تھے اور اب پھر انہیں مقامات کو جانا ہے۔ اس لئے دعا کی جائے۔ حضرت مسیح موعود نے ایسی مشکلات سے نکلنے کے لئے یہ علاج بتایا:- اول قرآن شریف کی تلاوت باقاعدہ ہر روز کرتے رہنا۔ (۲) موت کو ہر وقت یاد رکھنا (۳) سفر کے حالات قلمبند کرتے رہنا (۴) اگر ممکن ہو تو ہر روز ایک کارڈ لکھتے رہنا۔ (الحکم جلد ۲ مث)

حضرت مسیح موعودؑ کے دعائیہ کلمات

"اے رب العالمین۔ تیرے احسانوں کا میں شکر نہیں کر سکتا تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے۔ اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں میرے گناہ بخش۔ تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال۔ تا مجھے زندگی حاصل ہو۔ اور میری پردہ پوشی فرما۔ اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں۔ کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما۔ اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا۔ کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین۔ (الحکم جلد ۲ مد)

غلبۂ قرآن

مصنفہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب

اہل یورپ نے یہ غلط پروپیگنڈا کر رکھا ہے کہ قرآن کریم کوئی الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ پیغمبر اسلام صلعم نے خود مرتب کیا ہے اور اس کو تقدس کا رنگ دینے کے لئے توراۃ اور انجیل کی تعلیمات کا سرقہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں مشرکین عرب کو ساتھ ملانے کی غرض سے ان رسومات کو بھی اپنی تعلیمات میں شامل کر لیا ہے۔

عیسائی اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف یہ نہایت خطرناک حربہ استعمال کر رہے ہیں اور اب پادری لوگ ہمارے ملک کے نوجوانوں میں اس زہر کو پھیلانے کے لئے کالجوں میں لیکچر دینے لگے ہیں۔ اس پروپیگنڈا کرنے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظمت اور والہانہ محبت کو کم کیا جائے جو مسلمانوں کے دلوں میں جاگزین ہے۔

اپنی قوم کو بچانے اور بالخصوص نوجوانوں کے دلوں سے اس خطرناک پروپیگنڈا کا زہر دور کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی گئی ہے جس میں قرآن کریم کی تعلیمات کے مقابلہ میں تورات و انجیل کی تعلیمات کو پیش کر کے دکھایا

مسودہ پیغام صلح ۱۵ جنوری ۱۹۵۵ء

مسلمان عورت کی آزادی
اور
عزت و وقار

کچھ عرصہ سے مغربی ممالک کی عورتوں کی بے راہ آزادی کو دیکھ کر مسلمان خواتین کو زینت محفل بننے کا شوق دن بدن بڑھتا جا رہا ہے اور وہ اس کوشش میں سرگرم ہیں کہ مغربی عورتوں کی طرح ہر قسم کے تمدنی اور سیاسی حقوق حاصل کر کے مردوں کے دوش بدوش سیاسی اور سماجی ہنگامہ آرائیوں میں حصہ لیں، اس خواہش اور کوشش کے جواز میں سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اسلام نے عورت کو مرد کے مساوی حقوق دیئے ہیں، جن کو روکنا اسلامی احکام کی خلاف ورزی میں داخل ہے۔ ان حقوق کی سب سے بڑی علمبردار ایک مصری خاتون مادام درّیہ شفیق ہیں جنہوں نے "بنات النیل" کے نام سے ایک نسوانی تحریک قاہرہ میں قائم کر رکھی ہے یہ خاتون حال ہی میں امریکہ، جاپان، لنکا اور ہندوستان کا دورہ کرنے کے بعد دو دن ہوئے پاکستان آئی ہیں، انہوں نے مصر میں عورتوں کو سیاسی حقوق دلانے کے لئے کافی جدوجہد کی ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو سماجی حقوق دیئے ہیں، جن سے بہرہ ور ہونے کے لئے سیاسی حقوق کا حصول ضروری ہے۔ وہ تعدد ازدواج اور آسان طلاق کے خلاف بھی جدوجہد کر رہی ہیں۔ اگرچہ مصر کے ۹۷ فی صدی مردوں کے ہاں صرف ایک ایک بیوی ہی ہے۔

اسی قسم کی ایک کوشش بیگم سلمیٰ تصدق حسین اور ان کی ہمنوا خواتین نے بھی شروع کر رکھی ہے اور تعدد ازدواج کو قانوناً روکنے کے لئے ایک مسودہ قانون کا نوٹس پنجاب اسمبلی کو دے رکھا ہے ہمیں افسوس ہے کہ اس قسم کے بیانات اور ان کوششوں کا تجزیہ اسلامی نقطہ نظر سے کرنے کے بجائے عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ خواتین جو کچھ کر رہی ہیں یہ ان کا جائز حق ہے اور اسلام نے فی الواقعہ عورت کو ہر شعبۂ زندگی میں مرد کے مساوی حقوق عطا فرمائے ہیں حالانکہ جہاں تک قرآن کریم کو مطالعہ کرنے اور قرون اولےٰ کی مسلمان عورتوں کی زندگیوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اسلام عورت کو بہت سے تمدنی و معاشرتی حقوق دینے کے باوجود اس بات کا ہرگز حامی نظر نہیں آتا کہ وہ گھر سے نکل کر زینت محفل بنتی پھرے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں، وہ اب تک مغربی عورتوں کو حاصل نہیں ہوئے، عورت کی اپنی مستقل حیثیت جو خاوند اور والدین کی جائداد میں حصہ دار اور اس کی وارث ہونے سے اسے حاصل ہو سکتی ہے کسی دوسری قوم یا ملک میں اسے حاصل نہیں، یہ اسلام ہی ہے جس نے اسے اتنی بلند حیثیت دے کر اس کا وقار دنیا میں قائم کیا ہے۔ اسلام ہی ہے جس نے عورت کو زیور علم سے آراستہ کرنے کا حکم دیا اور اخلاقی و روحانی منازل سلوک کے طے کرنے میں اسے کلی آزادی دی ہے، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلام میں جہاں مردوں کو ولایت کا درجہ نصیب ہوا وہاں عورتیں بھی اس سے محروم نہ رہیں، جہاں مردوں نے علم و ادب کے پھیلانے میں شہرت و ناموری حاصل کی وہاں عورتوں کو بھی حسب استعداد اس شرف سے حصہ ملا، حالانکہ دوسرے مذاہب نے اس پہلو میں عورت کو آگے بڑھنے ..... بلکہ اس وادی میں قدم رکھنے کی بھی قطعاً اجازت نہیں دی اور آج جو ترقی انہوں نے اس بارہ میں کی ہے وہ اپنی مذہبی ہدایات کو چھوڑ کر کی ہے۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود اسلام نے اس بات کو کبھی روا نہیں رکھا کہ عورتوں کو مردانہ محفلوں میں زیب و زینت کر کے خلط ملط ہونے کی اجازت دی جائے۔ قرآن کا صاف و صریح حکم موجود ہے کہ [illegible] فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، اور جاہلانہ بناؤ سنگار نہ کرتی پھرو، یہ حکم ابتداءً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں [illegible] امت کی مائیں ہیں، کیا ان ماؤں کی بیٹیاں آج اس حکم کی پابند نہیں ؟ کیا موجودہ زمانہ کا بناؤ سنگار جو ہر محفل میں نظر آتا ہے اور جس کی نمائش بڑے فخر و ابتہاج سے کی جاتی ہے تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ نہیں ؟ قرآن نے صاف اور صریح لفظوں میں فرمایا تھا کہ اپنی زینتوں کو گھروں کے اندر خاوندوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے لیکن آج مسلمان عورت گھر کے اندر تو جس حال میں رہے رہے، باہر نہیں نکل سکتی جب تک بناؤ سنگار اور زیب و زینت کے تمام لوازمات کو پورا نہ کر لے اور تمام غیر محرم لوگوں کی نظروں کی کشش کا موجب نہ بن جائے، یہاں تک کہ مادام درّیہ شفیق جیسی خیر خواہ نسواں خاتون بھی اپنے حسن و جمال کی وجہ سے قاہرہ یونیورسٹی میں ملازمت حاصل نہ کر سکیں کیونکہ یونیورسٹی کے حکام نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ نوجوان ان کی تدریس سے زیادہ ان کے حسن و جمال سے متاثر ہوں گے۔ کیا یہ کوئی قابل فخر بات ہے ؟ کیا یہ بناؤ سنگار اور اظہار زینت عورت کی عزت و وقار کو بڑھانے کا موجب ہے ؟ کیا گھروں میں بیٹھی ہوئی خواتین جو اپنے نیک کردار اور اعلیٰ قابلیت سے خانگی زندگی کو سدھارنے اور بچوں کی اچھی تربیت کرنے میں مصروف ہیں ان کا وقار زینت محفل بننے والی خواتین سے زیادہ بلند نہیں ؟ کیا عورت کی عزت اسی میں ہے کہ ہر بوالہوس اس کی تصویر کو اپنے کمرہ کی زینت بنائے، ہر رسالہ اور کتاب کا سرورق کسی نہ کسی عورت کی تصویر سے مزین ہو، تاکہ اس کی خوبصورتی اور حسن و جمال اس رسالہ یا کتاب کی زیادہ فروخت کا موجب ہو، غور کیجئے یہ کہاں تک قابل ستائش ہے اور اسلام کا حکم کہ گھروں میں بیٹھ کر اصلاح خلق کا فرض سر انجام دو اور جاہلانہ زیب و زینت کا اظہار نہ کرتی پھرو کس قدر مبنی بر حکمت ہے، آج جس قدر جنسی جرائم دنیا میں پھیل رہے ہیں کیا وہ اسی حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ نہیں ؟

افسوس ہے کہ آج مسلمان خواتین "بنات النیل" یا "بنات پاکستان" تو بن گئیں لیکن کوئی ان میں سے "بنات اسلام" نہ بن سکیں جو کھلے [illegible] اپنی بہنوں سے کہتیں کہ تمہیں جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں وہ مردانہ محفلوں میں نہیں بلکہ گھر کی چاردیواری کے اندر محفوظ ہیں اگر دنیا میں حقیقی عزت و وقار حاصل کرنا چاہتی ہو اور اسلام کی نامور بیٹیاں بن کر اسلام کا نام زندہ کرنا چاہتی ہو تو قرآن کے ان احکام پر عمل کرو، جن پر عمل کر کے محمد رسول اللہ صلعم کی بیویاں امت کی مائیں بن گئیں اور دنیا و دین کی وہ دولت انہیں ملی جو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی عورت کو حاصل نہیں مل سکی، ان قرآنی احکام نے اسماء جیسی عورتیں پیدا کیں جنہوں نے راہ خدا میں قربان ہونے والے بچے پیدا کئے اور ان کی قربانیوں کو دیکھ کر وہ ایسی خوش ہوئیں گویا دنیا کی تمام دولت کو پا لیا، رابعہ بصری جیسی عورتیں پیدا کیں جنہوں نے علم روحانیت [illegible] جلا کر سینکڑوں مردوں اور عورتوں کے قلوب کو منور کیا، یہ وہ خواتین ہیں جن کی عزت و وقار اور شہرت و ناموری آج بھی دنیا میں قائم ہے اور ان کا نام سنتے ہی بادشاہوں کی گردنیں بھی جھک جاتی ہیں۔ اگر مسلمان خواتین آج بھی عزت و ناموری حاصل کرنا چاہتی ہیں تو ان نام نہاد حقوق کے پیچھے دوڑنے کی بجائے جن کو اسلام نے کبھی تسلیم نہیں کیا ان پاکباز خواتین کے اسوہ کی پیروی اور قرآن کے احکام پر عمل کریں، کہ اس کے بغیر وہ کردار ان کے اندر پیدا نہیں ہو سکتا جو دلوں کے اندر ان کی عزت و وقار کو بڑھانے کا موجب ہو ؟

نقد و نظر

القرآن

اس نام سے ایک ماہوار رسالہ خوبصورت ٹائیٹل اور دیدہ زیب لکھائی چھپائی کے ساتھ ادارہ تبلیغ القرآن کے زیر اہتمام کراچی سے شائع ہو رہا ہے، جس کا ۱۹۵۴ء کا گیارھواں بارھواں شمارہ اور تیسرے سال کا پہلا شمارہ (بابت جنوری ۱۹۵۵ء) اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اول الذکر شمارہ عید میلاد النبی نمبر پر مشتمل ہے، اور اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت سے بلند پایہ مضامین اور کچھ ایک نظمیں اور نعتیں درج ہیں جن کے پڑھنے سے روح ایمان میں تازگی پیدا ہوتی اور حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھتا ہے، جنوری ۱۹۵۵ء کا پرچہ بھی خاصہ دلچسپ ہے، اگر علوم قرآنی پر مضامین کی طرف خاص توجہ کی جائے تو رسالہ اسم بامسمیٰ ہوگا۔

بہرحال یہ دونوں رسالے اپنی خوبصورتی اور مضامین کے لحاظ سے اس قابل ہیں کہ ان کے مرتب مظہر صدیقی صاحب اور سرپرست پروفیسر غیوز الدین صاحب دوحی کو مبارکباد دی جائے۔ شرح چندہ سالانہ چار روپے۔ ادارہ تبلیغ القرآن ۱۱۸ کوٹی مار کراچی سے مل سکتا ہے ؟

ایک ضروری تصحیح

(۱) پیغام صلح ۸ جنوری کے پرچہ میں صفحہ ۲ پر جو نظم شائع ہوئی ہے اس کے تیسرے شعر کا دوسرا مصرعہ اس طرح پڑھنا چاہیئے :— ہے یہ شانِ مومناں یہ ہے نشانِ صادقاں

(۲) اسی اشاعت کے آخری صفحہ پر جو نظم "ہماری صلح اور جنگ" کے عنوان سے چھپی ہے اس میں بھی غلطیاں رہ گئی...

اخبار و افکار

تعدد ازدواج

کراچی کی خبر ہے کہ :-

"مصر کی خاتون لیڈر بیگم درّیہ شفیق نے یہاں بیان کیا کہ تعدد ازدواج اسلامی احکام کی روح کے خلاف ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ اسے قانوناً روک دیا جائے وہ کراچی یونیورسٹی کے طلباء کو مخاطب کر رہی تھیں انہوں نے اپنے دعوے کی تائید میں متعدد دلائل پیش کئے اور کہا کہ اب ہر ملک میں ایسے قوانین وضع ہونے چاہئیں جن کے ذریعہ کثرت ازدواج اور عورتوں کو معمولی وجوہ پر طلاق دے دینے کی روک تھام کی جا سکے"

یہ ایک مسلمان خاتون کے ارشادات ہیں گویا اب قرآن میں خدا کے دیئے ہوئے قوانین فرسودہ ہو چکے ہیں اور نئے قوانین انسان کو خود بنانے چاہئیں، جو ہماری بیگمات کے مزاج کے موافق ہوں، بیگم درّیہ شفیق کا یہ ارشاد ہے کہ تعدد ازدواج اسلامی احکام کی روح کے خلاف ہے کونسے اسلامی احکام؟ کیا وہ جو قرآن میں درج ہیں یا جن کو بیگم شفیق کے دماغ نے اختراع کیا ہے۔ قرآن نے جو احکام دیئے ہیں، ان میں تو کثرت ازدواج کی کھلی اجازت موجود ہے، معلوم نہیں ان کی روح کونسی ہے جو اس اجازت کے منافی ہے، کاش بیگم شفیق کے پیش کردہ "متعدد دلائل" بھی اس خبر میں بتا دیئے جاتے تاکہ ان کی مزعومہ اسلامی احکام کی "روح" کا کچھ تو پتہ لگ جاتا اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ معمولی وجوہ پر طلاق دینے کا رواج مغربی ممالک کے علاوہ کونسے اسلامی ملک میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کو ابغض الحلال کہکر سب سے زیادہ مبغوض بنا دیا ہے اور کثرت ازدواج پر ایسی قیدیں لگا دی ہیں جن کی وجہ سے اس پر عمل درآمد بہت ہی مشکل ہے، اور یہ امر واقعہ ہے کہ کثرت ازدواج کی اجازت کے باوجود اس سے بہت ہی کم فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اس کے خلاف ان ممالک میں جہاں اس کی اجازت نہیں، خفیہ طور پر کثرت ازدواج بہت زیادہ ہے، کیونکہ انسانی فطرت اس کی متقاضی ہے۔ کیا بیگم درّیہ شفیق اس فطری تقاضا کو قانوناً ممنوع ٹھہرا کر اسلامی معاشرہ کو بھی اسی خفیہ رواج سے ناپاک کرنا چاہتی ہیں!

ہندو خواتین کا مطالبہ

بھارتی وزیر داخلہ نے ہندوستانی پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا ہے :-

"مجھے ہر ہفتہ عورتوں کی طرف سے ایسی درخواستیں موصول ہوتی رہتی ہیں جن میں کہا جاتا ہے کہ خوشگوار زندگی بنانے کے لئے ان کے شوہروں کو دوسری شادی کی اجازت دی جائے"

اسی پارلیمنٹ میں نائب وزیر خارجہ نے بتایا کہ :-

"میں نے دیکھا ہے کہ بہت سی جگہ خود بیوی نے اپنے شوہر کی دوسری شادی کے انتظامات کئے ہیں"

کیا بیگم درّیہ شفیق اور ان کی ہمنوا مسلمان خواتین نے ان بیانات کو پڑھا ہے؟ یہ ہے فطرت کی وہ آواز جو آخر کار بہت سے تلخ تجربات کے بعد ہندو عورت کے منہ سے نکلی، کیا ہماری مسلم خواتین بھی کثرت ازدواج کو قانوناً بند کرا کر ایسے ہی تلخ تجربات سے گذرنا چاہتی ہیں؟

مسلم نوجوانوں کا اجتماع

کراچی میں پچھلے دنوں مسلم نوجوانوں کا ایک بے نظیر تاریخی اجتماع ہوا جس میں عالم اسلام کے ہر حصہ کے مسلمان نوجوان اس غرض سے شریک ہوئے کہ اسلامی دولت مشترکہ کے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

اس اجتماع میں مسٹر محمد علی وزیر اعظم پاکستان نے روح اسلام سے بھری ہوئی افتتاحی تقریر کی، جس میں نوجوانوں کی اس بیداری کو تمام دنیا کے مسلمانوں میں ایک نیا اسلامی جذبہ کا ثبوت قرار دیتے ہوئے بتایا کہ "سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد تمام مسلمانوں میں بےحسی اور جمود پھیل گیا اور ان کے تنزل کی بڑی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے روزمرہ زندگی کے مسائل میں اسلام کے شاندار اور لازوال اصولوں کا اطلاق کرنے سے غفلت برتی"

مسٹر محمد علی نے یہ بھی بتایا کہ :-

"اس اتحاد کی بنیاد جو مسلم ممالک کو ایک عظیم دولت مشترکہ میں متحد کر سکتا ہے رسول مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اسلام کے بے مثل اصول ہی ہو سکتے ہیں"

اس کے ساتھ ہی انہوں نے سرمایہ داری اور کمیونزم کے متضاد نظریات کا ذکر کرتے ہوئے نوجوانوں کو بتایا کہ "ان دو متضاد نظریات کی وجہ سے دنیا دو کیمپوں میں بٹی ہوئی ہے جبکہ ایک تیسرا کیمپ خلا میں زندگی گذار رہا ہے اور حیران و پریشان ہے دنیا میں ایک سنسنی اور کشیدگی پھیلی ہوئی ہے"

انہوں نے نوجوانوں کو متنبہ کیا کہ "اگر یہ حریف برسرپیکار ہو گئے تو نتیجہ بہت تباہ کن ہو گا اور پورا امکان ہے کہ یہ بربادی عالمگیر نوعیت کی ہو اور نوع انسانی مکمل طور پر صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے، لہذا انسان سخت بےچارگی کی حالت میں کسی حل کے لئے آواز دے رہا ہے وہ ایک درمیانی راستہ کا متمنی ہے جو ہمیں اس قابل بنا سکے کہ ہم امن کے ساتھ زندگی گذاریں اور ترقی کریں"

انہوں نے نوجوانوں کو اس حل کے تلاش کرنے کی ------ دعوت دیتے ہوئے آخر میں بتایا کہ "اسلامی شریعت آزادانہ انفرادی سرگرمیوں کی اجازت دیتی ہے لیکن نیز ایسی پابندیاں بھی عائد کرتی ہے جو دولتمندوں کو اور زیادہ دولتمند اور غریبوں کو اور زیادہ غریب بننے کی زد سے روکتی ہیں"

انہوں نے فرمایا کہ "اگر... ہمیں کامیاب ہونا ہے تو ہمارا نصب العین یہ ہونا چاہیئے کہ تمام مسلمان قوموں میں فکر اور مقصد کا اتحاد پیدا کریں صرف اسی وقت ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ دو متضاد معاشرتی اور سیاسی تصورات کے درمیان ہم آہنگی اور توازن پیدا کرنے میں اہم حصہ لیں"

مسٹر محمد علی کی اس تقریر میں نوجوانوں کو اسلامی تصورات پر غور و فکر کرنے اور اپنانے کی جو دعوت دی گئی ہے، وہ ہر طرح قابل ستائش ہے، لیکن یہ دعوت اس ایمانی روح کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی جس سے ان اسلامی نظریات کے منجانب اللہ ہونے کا یقین دلوں کے اندر جاگزین ہو کاش یہ ایمانی روح ہمارے بڑوں اور نوجوانوں سب کے اندر پیدا ہو سکے،

نوجوانوں کی گہری کشمکش

معاصر "نوائے وقت" کے کراچی کے مکتوب نگار نے نوجوانان اسلام کی اس عالمی کانفرنس پر رائے زنی کرتے ہوئے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ :-

"اسلام کے نوجوان بالعموم ایک گہری کشمکش میں ہیں وہ روایتی مسلمان ہیں لیکن روایتی اسلام ان کے نزدیک رجعت پسندی کا نمونہ بن کے رہ گیا ہے اس اسلام سے ان کی زندگی کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا، اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کا ایک طبقہ ملا کو سخت سست کہکر خاموش ہو جاتا ہے اور دوسرا مذہب سے بےگانہ ہو کر عہد حاضر کی غیر مذہبی تحریکات میں بہتا جا رہا ہے اور مشکل ... اندر ..... مشکل یہ کہ کوئی صاحب فکر ان کی دلجمعی کا کوئی سامان نہیں کرتا"

ان الفاظ نے اندر اس تحریک کو ایک کھلا ہوا چیلنج ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ مذہب و روحانیت کے ذریعہ دنیا کی دلجمعی کا سامان لیکر کھڑی ہوئی ہے، کیا نوجوانان عالم کی اس گہری کشمکش کو دور کرنا اور وہ ایمان ان کے اندر پیدا کرنا جو اسلام کے ساتھ ان کی دلی وابستگی کا موجب ہو، احمدیت کا سب سے ضروری اور سب سے پہلا فرض نہیں؟ اس لئے ضروری ہے کہ حضرت مجدد وقت کی تصنیفات اور ملفوظات کو اردو انگریزی اور دیگر مختلف زبانوں میں نوجوانوں کے اندر کثرت سے پھیلایا جائے ان ملفوظات میں جو ایمانی روح بھری ہوئی ہے، وہ یقیناً نوجوانوں کے دلوں کو منور کرنے اور انہیں اسی اسلام کا والہ و شیدا بنانے کا موجب ہو گی جس کے متعلق آج ان کا خیال ہے کہ وہ ان کی زندگی کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکتا کیا ہمارا قومی ادارہ اس طرف!

نوجوانانِ اسلام کے قابلِ فخر کارنامے

تاریخِ اسلام کا ہر باب مسلمانوں کی قربانیوں سے بھرا پڑا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمان جوانوں، اور بوڑھوں نے جس بہادری اور دلیری سے ہر مصیبت کا مقابلہ کیا۔ اور اسلام کے پودے کی ابتدائی حالت میں جس رنگ میں حفاظت کی اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس زمانہ کے ننھے ننھے اور چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی ہر مصیبت میں اپنے بزرگوں کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اور اپنی اپنی استعداد اور طاقت سے بڑھ چڑھ کر کارنامے دکھائے جنگِ بدر میں کفارِ مکہ کے سردار ابوجہل کا قتل دو مسلمان بچوں کی بہادری اور شجاعت کی ایک نہایت شاندار مثال ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جو جنگ بدر میں شامل ہونے والے چند ایک مسلمان جرنیلوں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ جب میں گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ بدر میں حصہ لینے کے لئے میدان جنگ میں جا رہا تھا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج مجھ پر بڑی ذمہ داری عاید ہوتی ہے کیونکہ دشمن ہم سے زیادہ طاقتور ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس خیال کے آنے پر جب میں نے دائیں بائیں دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے دونوں طرف مدینہ کے دو لڑکے ہیں۔ تب میرا دل بیٹھ گیا۔ اور میں نے سوچا کہ بہادر جرنیل میدان جنگ میں اپنے جوہر دکھانے کے لئے اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ اس کا دایاں اور بایاں بازو مضبوط ہو تاکہ وہ بے خوف ہو کر دشمن کی صفوں میں گھس سکے۔ لیکن میرے دائیں بائیں تو مدینہ کے ناتجربہ کار اور جنگی فنون سے ناواقف لڑکے ہیں۔ جنہیں لڑائی کی کوئی مہارت نہیں۔ میں آج اس حالت میں اپنے فن کا مظاہرہ کیونکر کرسکوں گا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ابھی یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ میرے ایک پہلو میں کھڑے بچے نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے میری پسلی میں کہنی ماری۔ اور جب میں نے اس کی طرف توجہ کی تو اس نے میرے کان میں آہستہ سے یہ کہا:۔

> "اے چچا ہم نے سنا ہے کہ ابوجہل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ستایا کرتا تھا اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ میں آج اس کا مقابلہ کروں اور اس سے ان تکالیف دینے کا بدلہ لوں اور اپنے دل کا غبار نکالوں۔ آپ مجھے بتائیں کہ وہ کون ہے"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ ابھی میں نے اس کی اس بات کا جواب نہ دیا تھا کہ میرے دوسرے پہلو میں کھڑے دوسرے بچے نے اسی طرح کہنی ماری۔ اور جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے بھی میرے کان میں آہستہ سے یہی سوال کیا۔ ان کا بیان ہے کہ میں ان کی جرأت اور بہادری کو دیکھ کر محوِ حیرت رہ گیا۔ کیونکہ باوجود ایک جنگی فنون کا ماہر اور تجربہ کار ہونے کے اور کئی لڑائیوں میں حصہ لینے کے میرے دل میں بھی اس قسم کا خیال پیدا نہیں ہو سکتا تھا کہ میں کفار کے لشکر کے کمانڈر پر اکیلا حملہ کر سکتا ہوں۔ اور اس طرح اس سے لڑ سکتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے دریافت کرنے پر میں نے انگلی اٹھائی اور اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ:۔

> "وہ شخص جو سر سے پاؤں تک مسلح ہے اور دشمن کی صفوں کے پیچھے کھڑا ہے۔ اور اس کے آگے تجربہ کار اور جنگی فنون کے ماہر دو جرنیل ننگی تلواریں لئے کھڑے پہرہ دے رہے ہیں وہی مکہ کا سردار ابوجہل ہے۔ جس نے آنحضرت کو دکھ دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا"

وہ کہتے ہیں کہ ابھی میری انگلی نیچے نہیں گری تھی کہ وہ دونوں لڑکے جس طرح عقاب چڑیوں پر جھپٹ کر حملہ کرتا ہے اسی طرح نعرہ لگاتے ہوئے کفار کی صفوں میں جا گھسے ان کا یہ حملہ ایسا اچانک اور خلاف توقع تھا کہ کوئی بھی شخص ان کے خلاف تلوار نہ اٹھا سکا۔ اور سب دیکھتے ہی رہ گئے۔ وہ دونوں لڑکے تیر کی سی تیزی کے ساتھ کفارِ مکہ کے سردار ابوجہل تک جا پہنچے۔ اور اس کے پہریدار یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور انہوں نے گھبراہٹ میں ہی ان دونوں پر وار کئے۔ لیکن ایک کا وار تو بالکل خالی گیا اور دوسرے کے وار سے ایک لڑکے کا ہاتھ کٹ گیا۔ ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی ان کی کوئی پروا نہ کی اور وہ صرف ابوجہل پر لپکے اور اس پر اس زور کا حملہ کیا کہ وہ تاب نہ لا سکا اور زمین پر گر پڑا۔ پھر ان دونوں بچوں نے اسے شدید طور پر زخمی کر دیا۔ چونکہ وہ جنگی فنون سے واقف نہ تھے اس لئے اسے فوراً قتل نہ کر سکے۔ ان بچوں کی یہ بہادری تاریخِ اسلام میں سنہری الفاظ میں لکھی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں مسلمان بچے بالکل بے پروا ہو کر شیروں کے بچوں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ اور جان پر کھیل کر ان کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ موت ان کے لئے ایک کھیل تھی،

اس کے علاوہ اور دوسرے مواقع پر بھی مسلمان بچوں نے اسلام کی خدمت میں اپنے بزرگوں کا پورا پورا ساتھ دیا۔ جنگِ خندق تاریخِ اسلام میں ایک بہت بڑی اور اہم جنگ سمجھی گئی ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضؓ کے مشورہ سے مدینہ کی حفاظت کے لئے ایک خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ تو اس وقت بھی مدینہ کے تمام چھوٹے بڑے بچے رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سب نے بہ شوق و خوشی اس خدمت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسلام کے یہ نونہال اور ننھے ننھے سپاہی کہیں چھوٹی چھوٹی کدالوں گینتیوں سے زمین کھود رہے تھے اور کہیں چھوٹی چھوٹی ٹوکریوں اور چھوٹے چھوٹے برتنوں میں مٹی ڈال کر اٹھا رہے تھے۔ اور باہر پھینک رہے تھے کہیں اپنے بزرگوں کو پانی پلانے میں مصروف تھے۔ الغرض ہر وہ بچہ جو کام کر سکتا تھا پورے انہماک اور شوق سے کر رہا ہے۔

جب خندق تیار ہو گئی۔ اور دشمن نے آکر جنگ کا آغاز کر دیا۔ تو رسول اکرمؐ نے تمام بچوں سے فرمایا کہ:۔

> "جن کی عمریں پندرہ سال سے کم ہیں وہ اب پیچھے ہٹ جائیں۔ اور جن کی عمریں پندرہ سال کی ہو چکی ہیں وہ اپنی مرضی سے ٹھہر سکتے ہیں ہماری طرف سے ان کو بھی اجازت ہے وہ اگر جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں"

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ کے ارشاد کے باوجود پندرہ سال کی عمر کے کسی بچے نے یہ نہ پسند کیا کہ وہ حضور کی طرف سے دی گئی اس رعایت سے فائدہ اٹھا کر پیچھے ہٹ جائے اور اس طرح خود کو لڑائی میں شامل ہونے سے بچا لے۔ اور جن بچوں کی عمریں پندرہ سال سے کچھ کم تھیں ان میں سے بھی اکثر نے اس بات پر اصرار کیا کہ انہیں اس لڑائی میں شامل ہو کر اپنے بزرگوں کے شانہ بشانہ لڑنے کا موقعہ دیا جائے۔

تاریخ اسلام کے ان ننھے مجاہدوں کے ایسے متعدد واقعات بھی ملتے ہیں کہ بعض اوقات جب رسول کریمؐ نے چھوٹے بچوں کو اس بناء پر جنگوں میں شامل ہونے سے روکنا چاہا کہ ان کے قد ابھی چھوٹے ہیں سردست وہ پیچھے ہٹ جائیں۔ تو اکثر مسلمان بچے خود کو بڑا ظاہر کرنے کے لئے اپنی ایڑیاں اٹھا لیتے۔ اور پاؤں کی انگلیوں کے بل پر کھڑے ہو کر کہتے کہ حضور ملاحظہ فرمائیں ہمارے قد چھوٹے نہیں پورے ہیں۔ اس لئے ہمیں جنگوں میں شامل ہونے کا موقع دیا جائے۔ ہم اپنے بزرگوں سے الگ رہنا پسند نہیں کریں گے۔"

رسول کریمؐ ان ننھے مجاہدوں کا جوش اور شوق دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اسلام کے مستقبل کے لئے اسے نیک فال سمجھے۔

الغرض اسلام کی تاریخ کا یہ باب نہایت ہی شاندار ہے۔ اور مسلمان بچوں کی بہادری اور شجاعت قابلِ رشک ہے۔ یہ آنحضرتؐ کی قوتِ قدسی اور اعلیٰ تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اسلام کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے میں ایک لذت محسوس کرتے تھے۔ وہ شیروں کے بچوں کی طرح صفوں میں جا گھستے تھے اور اپنے سے کہیں طاقتور لوگوں سے لڑتے تھے۔

(قندیل)

ہماری جماعت کیلئے ضروری ہے کہ اُن کی زندگیاں قرآن و حدیث کا عملی نمونہ پیش کریں

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۷ر جنوری ۱۹۵۵ء - فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اتل ما اوحی الیک من الکتاب اقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر و لذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون...... ان فی ذالک لرحمۃ و ذکریٰ لقوم یؤمنون...... (العنکبوت رکوع ۵)

نبی کریم صلعم کو احکام قرآن کی اتباع کا حکم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دو جہان کے بادشاہ ہیں ان کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا واتبع ما یوحیٰ الیک ہم نے جو احکام تیری طرف نازل کئے ہیں ان کی پیروی کیجئے، اور فرمایا وہ احکام قرآن کے اندر درج ہیں، اس لئے اتل ما اوحی الیک من الکتاب احکام الٰہی کا علم حاصل کرنے کے لئے قرآن کو پڑھنا چاہیئے واقم الصلوٰۃ اور احکام الٰہی کی بنیادی یا اساسی چیز نماز ہے اس کو قائم کیجئے۔

نماز قرب الٰہی کا ذریعہ

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر - نماز قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے اور قرب الٰہی متقاضی ہے کہ انسان معصیت کی آلودگی سے بچتا رہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا الصلوٰۃ معراج المؤمن وہ جو خدا سے تعلق لگاتا ہے وہ روحانیت کی بلند منازل پر پہنچ جاتا ہے وہ جانتا ہے کہ خدا قدوس ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے واللہ یحب المطھرین - پس اگر قرب الٰہی چاہتے ہو تو اپنے اندر طہارت اور پاکیزگی پیدا کرو اور تمام ان چیزوں سے جو منکر ہیں پرہیز کرنا سیکھو۔ ولذکر اللہ اکبر نماز ذکر الٰہی ہے اور دنیا جہان کی تمام چیزوں سے بڑا درجہ رکھتی ہے اور بار بار نمازوں میں اللہ اکبر کا کلمہ دہرایا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر رنگ میں تمام مخلوق سے بڑھکر ہے اس لئے فرمایا کہ نماز جو خدا کے قرب کا ذریعہ ہے تمام مصروفیتوں سے بڑھ کر ہے۔

نماز کا مقصد

اور فرمایا کہ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ نماز تمہارے اندر تبدیلی پیدا کرے واللہ یعلم ما تصنعون تمہارے اندر اگر نماز آگئی، تو وہ حقیقی نماز ہے، نماز پڑھنا اور خدا کے احکام کی نافرمانی کرنا اس سے نماز کا مقصد پورا نہیں ہوتا واللہ یعلم ما تصنعون، ہر شخص جس کے اندر اخلاص ہے اس کے لئے بڑی خوشخبری ہے، کہ خدا اس کے اندرونہ اور اس کے اعمال کو دیکھتا ہے واللہ یعلم ما تصنعون، اور ہر اس شخص کے لئے ڈر کا مقام ہے جو کلمہ پڑھتا ہے لیکن عمل سے نظر نہیں آتا کہ وہ کلمہ کا قائل ہے واللہ یعلم ما تصنعون۔

قرآن کا ایجاز و اختصار

اس ایک آیت کے اندر کتنا مضمون جمع کر دیا ہے یہ ایجاز اور اختصار جو قرآن میں ہے دوسری کسی کتاب میں نظر نہیں آتا۔ حضور صلعم نے فرمایا اعطیت جوامع الکلم مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے وہ کلمات جو مختصر ہیں اور ان کے اندر کئی مضامین آگئے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھایا کہ نماز تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے اس پر آپ کا شدت کے ساتھ عمل ہے۔

اہل کتاب کو تبلیغ حق کا طریق

آگے کچھ اہل کتاب کا ذکر ہے کہ ان کے اندر خدا کے پیغام کو پہنچانا ہے، اس کی تیاری تقویٰ طہارت پر ہو، ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن، احسن طریق سے ان سے بات کرو، نمونہ اچھا ہو کہ تمہیں دیکھ کر اسلام کی عظمت اُن کے دل پر بیٹھ جائے، ہندو اور سکھ اتنی مدت ہم میں رہے لیکن اپنے نمونہ سے ہم ان کو قائل نہ کر سکے، ضروری ہے کہ مسلمان سے مثال بولتے ہوں، اہل کتاب کے اندر اسلام پہنچانے کے لئے پہلے اپنے آپ کو اور قوم کو مہذب بناؤ، اس کے بعد اہل کتاب کو مخاطب کرو یا مشرکین کو مخاطب کرو، نہایت احسن طریق سے انہیں اسلام کی طرف بلاؤ۔

نبی امی صلعم کے بلند نظریئے

یہ اس شخص کی تعلیم ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا وما کنت تتلوا من قبلہ من کتب ولا تخطہ بیمینک اذاً لارتاب المبطلون۔ امی ہو اور اتنی جامع تعلیم ہو، اتنے بلند نظریئے جن کے لئے لائبریریاں چاہئیں، عرب کے ریگستان میں کہاں تھیں، اور ایک امی شخص کو کہاں میسر آسکتی تھیں، لیکن باوجود اس کے اصول دین جو اس نے دنیا کو دیئے اتنے بلند ہیں کہ ان کی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں، یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کی تعلیم ہے۔ آج کوئی شخص عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنے کے لئے آواز بلند کرے تو کوئی عجیب بات نہیں۔ لیکن آج سے چودہ سو سال پیشتر ایسے ملک میں ......، جو پانی سے گھرا ہوا ہے ریگستان ہے، دنیا سے بالکل منقطع ہے ایک امی انسان ایسے نظریئے بیان کرتا ہے جو عالمگیر مذہب کی حقیقی بنیاد ہو سکتے ہیں۔

قرآن کی باتیں اہل علم کے سینوں میں

اور ایک بڑی پتہ کی بات کہی بل ھو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم یہ تو وہ باتیں ہیں کہ جوں جوں علم بڑھے گا ضروری ہے کہ لوگ اس قرآن کے آگے سر جھکائیں کیونکہ کوئی اہل علم ان باتوں کو جھٹلا نہیں سکتا علم سے ان کی صداقت ثابت ہوتی ہے یہ بڑے واضح اور بیّن احکام ہیں فی صدور الذین اوتوا العلم اہل علم کے دلوں میں ان علوم کی ہم نے بنیاد رکھدی دوسرے کئی موقعوں پر اس کو الذکر بھی کہا ہے، یعنے یہ انسان کے فطرتی تقاضوں کو یاد دلاتا ہے، اگر فطرت کے اندر کوئی چیز نہ ہو تو انسان اس کو دھکے دیتا ہے لیکن قرآن ان اصولوں کی تعلیم دیتا ہے جن کی بنا انسان کے دل اور دماغ کے اندر ہے اسی لئے فرمایا بل ھو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم اہل علم کے سینوں میں یہ باتیں رکھدی گئی ہیں وما یجحد باٰیٰتنا الا الظٰلمون، لیکن ظالم طبع انسان اس کو رد کر دیتا ہے۔ اس کی فطرت انہی باتوں کو مانتی ہے لیکن قرآن میں جب اس کو سنائی جاتی ہیں تو رد کر دیتا ہے۔

ہماری جماعت کا فرض

ہماری یہ قوم جس نے تبلیغ کا علم بلند کیا ہے، ضروری ہے کہ قرآن کے ان احکام پر عملدرآمد کرے قرآن کو پڑھے اور اس نیت سے پڑھے کہ اس پر عمل کیا جائے ہمارے قرآن پڑھنے کا مقصد یہی ہونا چاہیئے، اس کے احکام پر عمل کریں۔ قرآن کا جاننا اور اس پر عمل کرنا تبلیغ کے لئے ضروری ہے۔ عمل میں بہت بڑی تاثیر ہے۔ عمل بہت بڑا ذریعہ تبلیغ کا ہے ہماری جماعت کے لئے لازم ہے کہ ان کی زندگیاں قرآن اور حدیث کے احکام کا عملی نمونہ پیش کریں۔ تاکہ لوگ ان کے نمونہ سے فائدہ اُٹھائیں۔

درخواستہائے دُعا

(۱) بنارس سے محترمہ ام داؤد لکھتی ہیں کہ "میں رامپور سے ۲۰ر دسمبر ۱۹۵۴ء کو بنارس آگئی، عزیز داؤد فی الحال رامپور میں ہے تمام بہن بھائیوں سے میری التجا ہے کہ وہ میری بچی قدسیہ رحمٰن کی بی اے میں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں عزیزہ بہار یونیورسٹی سے بی اے کا پرائیویٹ امتحان دے رہی ہیں جو ۱۵ر فروری سے شروع ہوگا، عزیزہ زرینہ جون میں امتحان دیں گی، دونوں بچیاں سکول میں ٹیچرس ہیں، عزیزہ فریدہ میٹرک میں کامیاب ہوگئی ہے، عزیز داؤد الرحمٰن کے لئے بھی جو فی الحال رامپور ہے دعا کی ضرورت ہے۔

(۲) گوجرہ ضلع لائل پور سے محمد ظفریاب صاحب لکھتے ہیں کہ میری والدہ عرصہ دراز سے بیمار ہیں چند دن سے ان کی حالت بہت کمزور ہو گئی ہے احباب سے استدعا ہے کہ ان کی صحتیابی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

نکاح ثانی کا مسئلہ

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی

کراچی کی خبر ہے کہ روشن خیال خواتین کا ایک جلسہ چودھری محمد علی وزیر خزانہ کی کوٹھی پر منعقد ہوا۔ اور اس نے یہ طے کیا۔ کہ مردوں کے تعدد ازدواج کے خلاف ایک منظم و پر زور باقاعدہ مہم شروع کی جائے۔ اور حکومت کے پاس وفد لے جا کر اور قانونی ذرائع اختیار کر کے اس اجازت کو آئینی طور پر ختم کرا دیا جائے ـــــ گویا اس کے بعد سے مرد کے لئے دوسری شادی کرنا (BIGAMY) انگریزی ملکوں کی طرح ایک جرم قرار پا جائیگی اور اس کا مرتکب سزا کا موجب ہوگا۔

روایت اگر صحیح یا تقریباً بھی صحیح ہے۔ تو یہ قانون شریعت سے ایک کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ مردوں کو اس کی اجازت دینے میں شریعت الٰہی سے ایک چوک یا فرو گذاشت ہو گئی تھی۔ اور اب اس بڑی کمی کو انسانی دماغ کے بنائے ہوئے قانون سے پورا کیا جا رہا ہے! ـــــ فرنگی تہذیب و تمدن اور جاہلی نظام معاشرت سے مرعوبیت اور تاثر کی افسوسناک مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے! "جاہلی" کا لفظ فقرہ میں قصداً استعمال ہوا ہے۔ اس لئے کہ دنیا کی بعض اور موجودہ تہذیبیں بھی بجائے توحید کے شرک یا الحاد پرستی پر بنا ہیں، اس باب میں فرنگیت کی ہم آواز ہیں۔

مطالبہ کی بنیاد، ذرا غور اور تامل کر کے دیکھئے۔ تو آخر میں جا کر کہاں پر ٹھہرتی ہے؟ اس پھیلے ہوئے نظریئے پر اس دعویٰ بلا دلیل پر، کہ **مرد و زن ہر حیثیت سے مساوی ہیں۔ اور اس لئے جو چیز عورت کے لئے ناجائز ہے۔ اس کا مرد کے لئے بھی ممنوع ہونا لازم ہے۔** لیکن خود اس دعوئے مساوات کامل پر کیا دلیل ہے؟

کیا مشاہدہ؟ ـــــ سو کیا مرد عورت کی جسمانی ساخت کا فرق کھلا ہوا اور بیّن نہیں؟ کیا یہ بھی کوئی اختلافی مسئلہ ہے؟ کیا یہ فرق بہت دقیق اور خفی ہے؟ ٹھیک پیدائش کے وقت سے کیا لڑکی لڑکے سے ممتاز نہیں ہوتی؟ کیا یہ امتیاز کبر سنی کی آخری منزلوں تک یوں ہی قائم نہیں رہتا؟

کیا تجربہ؟ ـــــ ساخت سے قطع نظر کیا عمل و فعلیت (Function) کے لحاظ سے بھی یہ فرق واضح و نمایاں نہیں؟ عورت کے معمول ماہواری میں کیا کوئی مرد بھی شریک ہے؟ لڑکے کے بلوغ کی علامتوں میں کسی لڑکی کا بھی کوئی حصہ ہے؟ حصول اولاد کے لئے مرد و عورت کا جو طریق متعارف و معروف ہے، اور اس وقت سے لے کر بچہ کے بننے، پیدا ہونے، زچگی اور رضاعت کی طویل و مسلسل منزلوں میں کیا ماں اور باپ کا پارٹ یکساں یا تقریباً بھی یکساں رہتا ہے؟

کیا تاریخ؟ ـــــ تاریخ انسانی کم سے کم دو ہزار سال کی تو سب کے سامنے کھلی ہوئی ہے قدیم و جدید ہر دور کی قوموں کی سرگذشت پیش نظر رکھ کر بتایا جائے کہ کس کس ملک کے کس کس دور میں مردانہ اور زنانہ زندگیاں یکساں رہی ہے؟ اس بیسویں صدی کے وسط میں جو کہنا چاہیئے کہ زنانہ پیشقدمیوں کی صدی ہے کتنی زنانہ فوجی پلٹنیں ملک کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک میں ہیں؟ جنگ عظیم میں کتنے نامور فوجی کمانڈر، روس کے، جرمنی کے، برطانیہ کے، فرانس کے، جاپان کے، امریکہ کے طبقہ خواتین نے پیدا کئے؟

کیا سائنس؟ ـــــ بیالوجی (حیاتیات) اور اینتھراپالوجی (انسانیات) کے کن کن ماہرین نے یہ کہا ہے کہ مرد و زن جسمی حیثیت سے یا فعلی حیثیت سے ایک ہیں؟ انسان کو چھوڑیئے حیوانات میں نر و مادہ کے یکساں بالکل ہم سطح ہونے کا کون مدعی ہوا؟ اور کمال حیرت ہے کہ جو طبقہ انسان کے اور سارے مسائل پر حیوانوں کے حال و عمل سے استدلال کرتا ہے وہ اس خاص موقع پر آ کر عالم حیوانیات میں نر و مادہ کے اختلافات کو سرے سے قابل اعتبار ہی نہیں سمجھتا!

پھر کیا مذہب؟ ـــــ کیا قرآن؟ وہی قرآن جس میں عورتوں کے حقوق کی وکالت کے ساتھ یہ صراحتیں موجود ہیں، کہ:-

(۱) مردوں کو عورت پر ایک فضیلت حاصل ہے (للرجال علیهن درجة)

(۲) مرد عورتوں کے ناظم امور ہیں۔ (الرجال قوامون على النساء)

(۳) بیویاں شوہروں کے تحت میں ہوتی ہیں۔ (کانتا تحت عبادنا صالحین)

(۴) شوہر ہی کے ہاتھ میں نکاح کی ڈور ہوتی ہے (الذی بیده عقدة النکاح)

(۵) شوہر تادیب کے لئے بیوی کو ہاتھ لگا سکتا ہے (فاضربوهن)

(۶) مرد کا حصہ ترکہ میں دو عورتوں کے برابر ہو (للذکر مثل حظ الانثیین)۔

(۷) شہادت میں دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں (فرجل و امرأتان)

(۸) عورت کے لئے عدت طلاق پر بھی ہے اور بیوگی پر بھی۔ مرد کے لئے اس قسم کی کوئی پابندی نہیں، وغیرہا۔

کیا حدیث؟ جس میں صراحتیں اس سے بھی بڑھ کر ہیں؟ کیا یہود کی، کیا نصاریٰ کی، کیا ہندوؤں کی مقدس کتابیں جو فرق و امتیاز میں ہیں، تفصیل کی ضرورت میں قرآن و حدیث سے بھی آگے ہیں، اور سارے قوائے عقلی، دماغی و جسمانی اور مراتب روحانی و فضائل اخلاقی کی بحثوں کو چھوڑ دیجئے، کہ وہ گوشے اور زاویے بہر حال دور کے ہیں۔ یہاں تو شادی کے مسئلہ میں بحث براہ راست دونوں کے جنسی تقاضوں اور شہوانی ضروریات کی ہے۔ اور اس حیثیت سے دونوں صنفوں میں یکسانی کیسی؟ فرق اور بہت زیادہ فرق ہے۔

اقدام، پیش قدمی، طلب کرنے اور آگے بڑھنے کی ساری قوت مردوں ہی کو دی گئی ہے۔ عورت میں صلاحیت صرف قبول کرنے اور طلب کا جواب دینے کی رکھی گئی ہے۔ مرد کی حیثیت یکسر فاعلی ہے۔ عورت کی تمامتر انفعالی ـــــ عورت کو طبعی طور پر اپنی جنسی زندگی میں متعدد معذوریاں پیش آتی رہتی ہیں، مرد کو ان میں سے کوئی بھی نہیں ـــــ نتیجہ ان تمام علمی و طبعی امتیازات کا یہ ہے کہ **مرد فطرتاً یک زوجی نہیں۔ چند زوجی ہے۔ عورت فطرتاً یک شوہری۔**

اب جو کوئی اس حقیقت الحقائق کو جھٹلاتا ہے، وہ فطرت سے لڑتا ہے اور عقل و نقل دونوں سے جنگ کرتا ہے۔

عورت کے غصہ کی ساری بنیاد یہ ہے کہ ناقص تعلیم و تربیت سے وہ مرد کی کئی کئی شادیوں کو اپنی کسر شان سمجھنے لگی ہے، اس میں اسکو اپنی توہین نظر آنے لگی ہے، حالانکہ **اس میں توہین و استخفاف کا قطعاً کوئی سوال نہیں یہ تمام تر ایک فطری حل ہے بلکہ خود عورت کے تحفظ صحت، کا بھی اس قانون میں کافی لحاظ رکھ لیا گیا ہے۔**

مرد نے تاریخ کے کس دور میں دنیا کے کس ملک میں یک زوجگی پر قناعت کی ہے؟ کب اور کہاں اس نے ایک بیوی کو کافی سمجھا ہے؟ ـــــ ذکر عوام ہی کا نہیں خواص اور خواص میں بھی اخص الخواص کا ہے، رسول اکرمؐ کے متعدد ازواج مطہرات سے کون واقف نہیں؟ اکابر صحابہ، اہل خاندان۔ ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ حسنؓ۔ حسینؓ وغیرہم میں کس کے صرف ایک زوجہ محترمہ تھیں! عرب کو چھوڑ کر عراق، شام، فلسطین کے جن جن انبیاء کرام کے معتبر حالات تاریخ نے ہم تک پہنچائے ہیں، حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت موسےٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان وغیرہم۔ ان میں سے کس کا ایک حرم ایک ہی زوجہ محترمہ پر محدود رہا ہے؟ ـــــ ہندو آج جو کچھ چاہیں کہہ لیں۔ لیکن اپنے ہاں کی مقدس ہستیوں، مثلاً کرشن جی، اور بزرگ راجاؤں، مثلاً راجا دسرتھ کے حرم کے متعلق کیا کہیں گے؟

شریعت نے فطرت بشری کی خصوصیات کو پیش نظر رکھ کر مرد کے لئے گنجائش بالکل صحیح طور پر ایک سے

(باقی ص ۹)

قرآن کی موجودگی میں حدیث کا مقام

حدیث وسنت کے مثبت احکام ہونے پر ایک اور قرآنی دلیل

(حبیب الرحمٰن الاعظمی)

یہاں پہنچکر حدیث وسنت کے مثبتِ احکام ہونے پر ایک اور قرآنی دلیل ذہن میں آگئی اس کو بھی یہیں عرض کرتا ہوں :۔

جو حضرات واقعتاً کسی علمی مغالطہ ہی کی وجہ سے یہ بات کہتے ہیں کہ دینی حجت بس قرآن ہی ہے اور قرآن کے سوا کسی اور ذریعہ سے شریعت کا کوئی حکم اور کوئی دینی مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا اور رسول کا کام بس، قرآن پہنچا ہی تھا۔ وہ اگر ایک طالب حق اور جویائے ہدایت کی طرح قرآن مجید ہی کو غور سے دیکھیں تو اس میں ان کو اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ بطور حکایت اور واقعہ کے یا کسی اور سلسلہ میں کسی دینی عمل کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل زمانہ نزول قرآن میں ایک دینی عمل کی حیثیت سے ہوتا تھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں کہیں اس عمل کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم ان کو سنت کے ذریعہ دیا گیا ——— یہاں اس کی صرف دو تین مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

قرآن میں حکم ثابت بالسنۃ کے ذکر کی چند مثالیں

سورہ توبہ میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے جنازوں کی نماز پڑھنے سے ان لفظوں میں منع فرمایا گیا ہے :۔

ولا تصل علی احد منھم مات ابداً (توبہ ع ۱۱)

(ان میں سے جو کوئی مرے آپ کبھی اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں)

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے نزول سے پہلے نماز جنازہ مشروع ہو چکی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اموات کے جنازوں پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں اس سے پہلے نازل ہونے والی کوئی آیت ایسی نہیں بتلائی جاسکتی۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو جنازہ کی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لئے ماننا پڑیگا کہ نماز جنازہ کا حکم سنت کے ذریعہ دیا گیا تھا۔

اسی طرح سورۃ جمعہ کی آیت واذا راوا تجارۃ او لھوا ن انفضوا الیھا وترکوک قائما (جمعہ ع ۲) میں ایک حکایت اور شکایت کے ضمن میں جمعہ کے خطبہ کا ذکر فرمایا گیا ہے اور قطع نظر اس سے ہمارا خیال ہے، کہ حدیث وسنت کے جو منکرین ہمارے مخاطب ہیں وہ غالباً اس کا انکار نہ کر سکیں گے کہ خطبہ جمعہ ایک شرعی حکم اور دینی عمل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود دیا کرتے تھے اور امت میں اب تک اسی طرح متوارث ہے۔ لیکن کوئی قرآنی آیت نہیں بتلائی جاسکتی جس میں اس خطبہ کا حکم دیا گیا ہو۔ پس لازماً یہی ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم سنت کے ذریعہ ملا تھا۔

علیٰ ہذا اپنے کو مسلمان کہنے والا کوئی آدمی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ نماز سے پہلے جو اذان دیجاتی ہے یہ ایک دینی عمل ہے اور عہد نبوت سے لے کر اب تک اسی طرح متوارث ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی واقعہ کی حکایت کے طور پر ایک جگہ اس اذان کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ مائدہ میں حق کے دشمن کافروں کی اس جہالت اور شرارت کا ذکر فرمایا گیا ہے، کہ وہ "اذان کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کی نقل کرکے منہ چڑاتے ہیں" اذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزواً ولعباً ذالک بانھم قوم لا یعقلون (مائدہ ع ۹) اسی طرح سورہ جمعہ میں بھی ایک دوسرے حکم کے بیان کے سلسلہ میں جمعہ کی اذان کا ضمنی ذکر آیا ہے۔ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع۔ (جمعہ ع ۲) بہرحال ان آیات سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ عہد نبوی میں ان آیات کے نازل ہونے سے بھی پہلے سے اذان ایک دینی عمل کی حیثیت سے مروج تھی۔ اور قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں بتائی جا سکتی، جس کے ذریعہ اذان کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اذان کا حکم قرآن کے ذریعہ نہیں۔ بلکہ سنت کے ذریعہ ملا تھا۔

اس کی مثالیں قرآن مجید سے اور بھی بہت سی پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن اس مقالہ کے محدود صفحات میں اس سے زیادہ گنجائش نہیں ہے!

حدیث وسنت کے حجت دینی اور واجب الاتباع ہونے پر یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے الحمد للہ ایک طالب حق ہدایت کے لئے وہ بھی بالکل کافی ہے لیکن آخر میں ایک اصولی بات عرض کرکے سلسلۂ کلام ختم کیا جاتا ہے۔

رسُول کا صحیح مقام

ہمارے خیال میں حدیث وسنت کے منکرین کی اصل غلطی یہ ہے کہ انھوں نے رسول کی اصل حیثیت اور اس کے صحیح مقام کو نہیں سمجھا ہے۔ اگر وہ مقام نبوت کو سمجھنے اور رسول کی معرفت حاصل کرنے کے لئے صرف قرآن ہی میں تدبر کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیثیت صرف ایک پیغامبر اور پیغام رساں ہی کی نہیں ہے۔ بلکہ آپ مطاع۔ متبوع، امام، ہادی، قاضی، حاکم، حکم وغیرہ وغیرہ بھی ہیں :۔ اور قرآن ہی نے آپ کی ان حیثیتوں کو بھی بیان کیا ہے۔

(۱) رسول مطاع ہے اور اس کی اطاعت اہل ایمان پر فرض ہے۔

قرآن مجید میں جا بجا اہل ایمان کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے :۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

اس حکم میں "اطیعوا الرسول" کو "اطیعوا اللہ" سے الگ مستقل جملہ کی شکل میں قرآن مجید میں جس طرح مختلف مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ہر وہ شخص جس کو عربی زبان کا کچھ بھی ذوق ہو۔ یہی سمجھے گا کہ اللہ کی اطاعت کی طرح اہل ایمان پر رسول کی اطاعت بھی مستقلاً فرض ہے۔ یعنی اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کتاب رسول لائے ہیں اس کو مانا جائے اور اس کے حکموں پر چلا جائے۔ کیونکہ اگر صرف اتنی ہی بات کہنی ہوتی تو یہ تو "اطیعوا اللہ" میں کہی جا چکی تھی، پھر امر اطاعت کے مستقل اعادہ کے ساتھ "اطیعوا الرسول" کے اضافہ کی کیا ضرورت تھی۔

علاوہ ازیں خود قرآن مجید کی بعض دوسری آیات سے بھی یہ بات اور زیادہ صاف اور واضح ہوجاتی ہے۔

سورۂ نساء کے پانچویں رکوع کے آخر میں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد ان منافقین کی مذمت کی گئی ہے جو اپنی غرض پرستی اور منافقت کی وجہ سے اللہ و رسول کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے۔ اسی سلسلہ بیان میں ان کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

واذا قیل لھم تعالوا الیٰ ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنٰفقین یصدون عنک صدوداً ۝

(نساء - ع - ۹)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو اے رسول تو دیکھے گا ان منافقوں کو کہ اعراض اور روگردانی کرتے ہیں۔

اس آیت میں "ما انزل اللہ" (یعنی کتاب اللہ) کی طرف بلانے کے ساتھ "رسول" کی طرف بلانے کا جس طرح ذکر کیا گیا ہے وہ اس بات کی نہایت روشن دلیل ہے کہ اوپر کی آیتوں میں اطاعت رسول کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے اس پر نازل ہونے والی کتاب کی اطاعت کرو بلکہ رسول کی اطاعت اس سے الگ اور مستقل چیز ہے!

اور اسی سورۃ کے اسی رکوع میں دو ہی آیتوں کے بعد ہر کسی کی طرف سے آنے والے ہر رسول کے متعلق فرمایا گیا ہے :۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (نساء ع ۹)

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس واسطے کہ اس کے حکم پر چلا جائے اللہ کے فرمان سے

(۲) رسول من جانب اللہ ہادی اور امام ہوتے ہیں ارشاد ہے:-

وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا (انبیاء - ع - ۵)

اور ہم نے بنایا ان کو امام و پیشوا۔ وہ ہدایت و رہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم سے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منجانب اللہ حاکم اور حَکَم بھی قرار دیئے گئے تھے۔ اور ہر اختلاف و تنازع میں آپ کو حکم بنانا اور آپ کا فیصلہ دل و جان سے ماننا تمام اہل ایمان کے لئے فرض بلکہ شرط ایمان قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ نساء کی یہ آیت جو پہلے بھی ایک جگہ درج ہو چکی ہے پھر پڑھیئے:-

فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما ○

(النساء - ع - ۹)

اے پیغمبر قسم تیرے پروردگار کی یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ تجھ کو نہ بنائیں تجھے اپنے نزاعی معاملات میں پھر (جب تو اپنا فیصلہ دے دے تو) کوئی تنگی اور ناگواری نہ پائیں اپنے دلوں میں تیرے فیصلے سے اور تسلیم کر لیں اس کو پوری طرح مان کر۔

اسی طرح سورۂ احزاب کی آیت:-

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکونوا لھم الخیرۃ من امرھم -

(احزاب - ع - ۵)

اور کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کی یہ شان نہیں کہ جب حکم دیدے اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا تو رہے ان کا کچھ اختیار اپنے معاملہ میں۔

اور سورۂ نور کی آیت:-

انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا و اطعنا ۔

(نور - ع ۷)

ایمان والوں کو جب بلایا جائے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف تاکہ وہ فیصلہ دیں ان کے درمیان تو ان کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ کہیں "سمعنا و اطعنا" یعنی ہم نے سُن لیا اور مان لیا۔

الغرض یہ سب آیتیں اس باب میں نص صریح ہیں کہ مسلمانوں کے جس معاملہ میں رسول جو فیصلہ کریں وہ واجب التسلیم ہے اور کسی مسلمان کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) کسی شخص کی کامیابی اور فوز و فلاح کے لئے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے اسی طرح رسول کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ اور جس طرح اللہ کی نافرمانی گمراہی اور بدبختی ہے اسی طرح رسول کی نافرمانی بھی موجب ضلالت و شقاوت ہے:-

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما (احزاب، ع ۸)

جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اس نے بڑی مراد پائی۔

ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا - (احزاب -ع ۵)

اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ بڑی کھلی گمراہی میں جا پڑا۔

نیز قرآن ہی میں بتایا گیا ہے کہ کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح خدا کی نافرمانی کرنے پر کف افسوس ملیں گے اور اپنا ماتم کریں گے اسی طرح رسول کی نافرمانی پر بھی افسوس کریں گے

ویوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون یلیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسول -

(احزاب - ع ۸)

جس دن اوندھے ڈالے جائیں گے ان کے منہ آگ میں کہیں گے کاش ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور کہا مانا ہوتا رسول کا۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:-

یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوی بھم الارض -

(النساء - ع - ۶)

اس دن آرزو کریں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور رسول کی نافرمانی کی کہ برابر کر دیئے جائیں زمین کے (یعنی خاک ہو کر زمین کا جزو بن جائیں اور عذاب سے بچ جائیں)

نیز مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ رسول کی نافرمانی کی کوئی بات بھی آپس میں نہ کریں۔

یا ایھا الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان و معصیت الرسول

(مجادلہ - ع - ۲)

اے ایمان والو جب تم چپکے چپکے آپس میں باتیں کرو تو گناہ اور ظلم اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کرو۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دیں اس کو قبول کرنا اور جس چیز سے روکیں اس سے رُک جانا واجب ہے۔

ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا -

(حشر - ع ۱۰)

جو تم کو رسول دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اُس سے رُک جاؤ۔

اگر اس آیت کا تعلق صرف اموال سے بھی مانا جائے تب بھی ہمارے مدعا کے لئے مضر نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی اتنی بات تو آیت سے ثابت ہی ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صوابدید سے جو تقسیم کریں وہ اہل ایمان کے لئے واجب التسلیم ہے۔ اور کسی کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے۔

(۶) ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے زیادہ اس کی جان پر نبی کا حق ہے۔

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم (احزاب -۱)

نبی زیادہ حقدار ہے مومنوں کا ان کی جانوں سے

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اسی آیت پر جو دو سطریں لکھی ہیں۔ اُن کے نقل کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے:-

"نبی نائب ہے اللہ کا۔ اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا۔ اپنی جان دہکتی ہوئی آگ میں ڈالنی روا نہیں اور نبی حکم کرے تو فرض ہے۔"

(۷) اللہ کے ساتھ اس کے رسول کو بھی راضی کرنا ضروری اور شرط ایمان ہے:-

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین (توبہ - ع ۸)

اور اللہ کو اور اس کے رسول کو راضی کرنا ان کے لئے بہت زیادہ ضروری ہے اگر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

(۸) اللہ کی طرح اس کے رسول کو بھی دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب رکھنا ضروری ہے، جو ایسا نہ کریں وہ فاسقین اور اللہ کی ہدایت سے محروم رہنے والے ہیں۔

قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین ○

(توبہ - ع ۳)

اے پیغمبر (مسلمانوں کو) کہدے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور تمہارا کمایا ہوا مال اور تمہاری تجارت جس کے بند ہو جانے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے رہنے کے مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ ساری چیزیں) تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جد و جہد کرنے سے تو انتظار کرو

یہاں تک کہ کر دے اللہ اپنا فیصلہ اور (یاد رکھو) کہ اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسق لوگوں کو۔

(۹) اللہ کے رسول جب کسی کام کے لئے دعوت دیں اور پکاریں تو اس پر لبیک کہنا ہر مومن پر فرض ہے۔

یٰایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للّٰہ والرسول اذا دعاکم لما یحییکم

(انفال - ع - ۳)

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا جب بلاوے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری حیات ہو۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کے لئے لوگوں کو بلائیں تو بلا اجازت اٹھ کر چلے جانا کسی مومن کے لئے جائز نہیں اور جو ایسا کریں، ان کے لئے "عذاب الیم" کا اندیشہ ہے

انما المومنون الذین اٰمنوا باللّٰہ ورسولہ واذا کانوا معہ علیٰ امر جامع لم یذھبوا حتیٰ یستاذنوہ۔

(النور - ع - ۹)

ایمان والے وہی ہیں جنہوں نے مانا ہے اللہ کو اور اس کے رسول کو (اور جن کا طریقہ یہ ہے کہ) جب وہ کسی اجتماعی کام میں اس کے رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہیں نہیں جاتے تا وقتیکہ اس سے اجازت نہ لے لیں۔

آگے اسی سلسلہ میں ان لوگوں کے بارے میں جو بلا اجازت چپکے سے سرک جاتے تھے فرمایا گیا ہے:۔

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم

(النور - ع - ۹)

پس ڈرنا چاہیئے ان لوگوں کو جو خلاف چلتے ہیں اس کے حکم سے۔ اس بات سے کہ مبتلا ہوں کسی سخت فتنہ میں یا پہنچے ان کو دردناک عذاب!

رسول کے مقام و منصب کا بیان ایک مستقل موضوع ہے ...، اور اگر اس پر شرح و بسط سے لکھا جائے تو جتنا کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس سے بہت زیادہ لکھا جا سکتا ہے اور بلا مبالغہ سینکڑوں آیتیں اس سلسلہ میں ... پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہاں اس وقت انہی اشارات پر ...... اکتفا کر کے میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب قرآن مجید سے آپ کا مطاع، متبوع، امام و ہادی، آمر و ناہی، حاکم و حَکَم وغیرہ ہونا ثابت ہو گیا تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دین کے سلسلہ کا آپ کا ہر امر و نہی، ہر حکم و فیصلہ اور ہر قول و عمل واجب التسلیم اور لازم القبول ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اس دنیا میں رونق افروز رہے۔ امت نے آپ کی اور آپ کے ارشادات اور اسوۂ حسنہ کی یہی حیثیت سمجھی اور آپ کے ارشادات کو بلاواسطہ سننے والے اور آپ کے اعمال و افعال کو بچشم خود دیکھنے والے صحابہ کرام نے علم و ہدایت کے اس پورے خزانہ کی غیر معمولی اہتمام اور شغف کے ساتھ حفاظت کی اور پوری امانت کے ساتھ بعد والوں کو پہنچایا۔ پھر بعد کے قرنوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے بہترین افراد کو احادیث و سنن کے اس بے پایاں دفتر کی تدوین و ترتیب، تحقیق و تنقید، تفہیم و تعلیم، ترجمہ و تشریح، حفظ و اشاعت اور اس سے متعلق بہت سے مستقل علوم و فنون کی ایجاد اور پھر ہر فن میں بہتر سے بہتر تالیف و تصنیف وغیرہ وغیرہ سینکڑوں قسم کی خدمات کی ایسی توفیق دی جو کبھی کسی قوم اور کسی امت کو نہیں ملی۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اگرچہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے گئے ساڑھے تیرہ سو سال سے زیادہ مدت گذر چکی۔ لیکن آپ کے ارشادات اور اسوۂ حسنہ کی روشنی ہر راہرو کے لئے آج بھی ایسی ہی موجود ہے جیسی کہ قرن اول میں تھی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ سلسلہ نبوت ختم کر دیئے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی حفاظت کا یہ انتظام ہونا بھی ضروری تھا جبکہ آپ کے بعد کوئی نیا پیغمبر اب قیامت تک آنے والا نہیں ہے اور آپ ہی اس دنیا کی آخری نسل تک کے لئے جب نبی ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کی تعلیمات و ہدایات اور آپ کا اسوۂ حسنہ اس دنیا کے آخری دن تک محفوظ رہے۔ تاکہ ہر زمانے کے طالبانِ ہدایت اس سے وہ روشنی اور وہ نور حاصل کر سکیں جو آپ کے زمانہ میں آپ پر ایمان لانے والے خوش نصیب آپ کی مقدس اور منورہ ہستی سے حاصل کیا کرتے تھے۔

آج کوئی دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ پچھلی ساڑھے تیرہ صدیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل یہ انتظام رہا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ آئندہ بھی یہ خداوندی انتظام یوں ہی رہے گا۔ اور اس مقصد کے لئے جب جس خدمت کی ضرورت ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بندوں کو اس کی توفیق ملتی رہے گی ——![1]

[1] (مقدمہ معارف الحدیث)

نکاح ثانی کا مسئلہ

(بقیہ صفحہ ۶)

زیادتی کی رکھی ہے۔ لیکن دوسری طرف اس اجازت سے متعدد مفسدے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ ان مفاسد کے سدباب کے لئے اس اجازت پر متعدد قیدیں لگا دیں۔ اور اس کا ذمہ دار **شوہر کو قرار دے دیا۔** اہم ترین قید عدل کی ہے۔ اب جو شوہر عدل نہ کرے گا۔ خود گنہگار ہوگا۔ کسی اور کی مداخلت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جیسا کہ تعدد ازدواج کی صورت میں ہی نہیں۔ خود **ایک ہی بیوی کی شکل میں اگر شوہر ادائے حقوق نہ کرے گا تو خود ہی ماخوذ و مجرم ہوگا۔** اس کی ذمہ داری......

......اس حیثیت سے جس طرح تعدد کی صورت میں ہے وحدت کی صورت میں بھی ہے۔ اور یہ مطالبہ کرنا کہ وہ دوسری شادی کے وقت اپنی خوشحالی وغیرہ کا ثبوت دے **ٹھیک اسی درجہ کا مطالبہ ہے کہ اس کی پہلی شادی پر بھی یہی قیدیں اور شرطیں لگا دی جائیں۔ کہ وہ نفس ازدواج کی ضرورت اپنے لئے ثابت کرے۔ اپنی کافی خوشحالی کا سرٹیفکیٹ پیش کرے۔ وقس علیٰ ہذا۔**

جن ملکوں میں آج یک زوجی کا قانون نافذ ہے جہاں دوسری شادی کرنا مرد کے لئے جرم ہے۔ وہاں کی اخلاقی حالت کا کیا ریکارڈ ہے! دنیا کے جس ملک کا بھی جی چاہے مشاہدہ کر لیجئے۔ بدچلنی، حرامکاری کچھ گھٹی ہے۔ یا نہیں زیادہ بڑھ گئی ہے؟ خانگی زندگیوں میں سکون و اطمینان کچھ بڑھا ہے۔ یا اور رخصت ہو گیا ہے؟ بیویوں کی حالت کچھ بہتر ہوئی ہے۔ یا طلاق و علیحدگی کے لئے عدالتوں کے دروازے اور زیادہ کھٹکھٹائے جاتے ہیں؟ جنسی اور شہوانی انارکی (طوفان بے تمیزی) کہاں برپا ہے یک زوجی ملکوں میں یا چند زوجی ملکوں میں؟

قرآن نے جس عدل کو لازمی ٹھہرایا ہے۔ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ ہر بیوی سے اس کے مناسب حال برتاؤ کیا جائے اور اس پر ظلم نہ ہونے دیا جائے۔ اور یہ تھوڑی سی کوشش و مجاہدہ کے بعد شوہر کر سکتا ہے "عدل" بمعنی مساوات کامل، تو وہ انسان کی نہ صرف قدرت سے باہر ہے۔ بلکہ عقلاً بھی سرتاسر غیر مطلوب ہے۔ ۵۰ سال والی بیوی سے توقعات ۱۸ سال والی بیوی کے قائم کرنا افریقی بیوی سے عادات و خصائل کو چینی بیوی پر قیاس کرنا، نامعقول ہی نہیں مضحکہ خیز بھی ہے۔

عورت کو جائز شکایت اگر مرد سے ہو سکتی ہے تو صرف اس کے برتاؤ کی۔ اور شریعت نے اس کا انتظام پہلے ہی کر رکھا ہے۔ بیوی پر ظلم، بیوی کی تحقیر، بیوی کی حق تلفی ہر صورت میں مرد کے لئے ممنوع و حرام ہے ——— شریعت الٰہی صرف حقائق کو پیش نظر رکھتی ہے۔ چلتے ہوئے فقروں اور نعروں (SLOGANS) کے پیچھے نہیں دوڑتی۔ اس نے غلامی کو سرے سے حرام نہیں قرار دیا (کہ معاشرہ

نکاح ثانی کا مسئلہ (بقیہ کالم ۱)

کے بعض حالات میں یہ ناگزیر ہے) لیکن آقاؤں پر شرطیں اور قیدیں ایسی لگا دیں اور ماحول ایسا تیار کر دیا کہ اس کے بعد صرف نام ہی غلامی کا باقی رہ گیا۔ سانپ کے زہریلے دانت الگ کر کے سانپ کو ایک دلچسپ کھلونے کی طرح زندہ و آزاد رہنے دیا۔

بعینہ یہی صورت تعدد ازدواج کے معاملہ میں اس نے اختیار کی ہے مردوں سے مخاطب ہو کر اس نے کہہ دیا ہے کہ اگر ضرورت سمجھو تو ایک سے زاید بیویاں کر سکتے ہو (اور اس ضرورت کا فیصلہ ہر انسان خود ہی کر سکتا ہے نہ کہ باہر والے) لیکن ایک معین تعداد کے اندر۔ اور ہر حال میں اپنی ذمہ داریاں پوری طرح محسوس کر کے **اور مرد میں یہ احساس ذمہ داری صرف اسلامی ماحول اور خوف خدا سے پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ قید و جرمانہ کے زور سے۔** باقی "ضرورت" کا فیصلہ اگر دوسروں پر چھوڑا گیا تو اس سے وہ مفسدے پیدا ہوں گے۔ جن کے آگے موجودہ مفاسد بالکل گرد ہو جائیں گے۔ ص

مکتوب بغداد

مغرب میں تبلیغ اسلام - اخوان المسلمون اور جہاد اسلامی - احمدیت اور جہاد

(سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد)

مغرب میں تبلیغ اسلام اور حضرت مجدد وقت

۲۲ ربیع الاول ۱۹ نومبر بروز جمعہ - بحری ڈاک سے کل اردو زبان کا معیاری مجلہ الشرق (جو کراچی سے پندرہ روزہ شائع ہوتا ہے) شمارہ نمبر ۱۷-۱۸ جلد ۳ - ۱۵ ستمبر و یکم اکتوبر - ملا تعجب ہو رہا تھا کہ یہ مؤقر رسالہ کس صاحب نے اور کس غرض سے خاکسار کے نام ارسال فرمایا - ورق گردانی پر اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ مہربانی مولانا فضل الرحمن صاحب انصاری ایڈیٹر دی وائس آف اسلام نے فرمائی ہے - مجھے اس سے بڑی مسرت ہوئی - سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے مارچ میں مولانا نے موصوف کی خدمت میں رسالہ انگریزی "مرزا غلام احمد آف قادیان اینڈ ہز مشن" بھجوایا تھا، وجہ یہ ہوئی تھی کہ ان دنوں جمعیۃ الفلاح کا ایک مبلغ جو بغرض تبلیغ لندن بھیجا گیا تھا واپسی پر بغداد سے گزرا جمعیۃ الپاکستانیہ نے ان کے اعزاز میں ایک عصرانہ دیا گیا مبلغ صاحب نے اپنی تبلیغی کارروائی لندن پر روشنی ڈالی اور ایک پرچہ صدر جمعیۃ حافظ شریف حسین صاحب موصوف کو "وائس آف اسلام" کا دیا - میں ان دنوں بیمار تھا۔ حافظ صاحب گھر تشریف لائے اور پرچہ مذکور مجھے بتلایا اس میں مولانا عبدالعلیم صدیقی مرحوم کے افریقہ کے رسالہ مسلم ڈائجسٹ سے ایک مقالہ شائع کیا گیا تھا نیز کچھ اپنے تبلیغی کارہائے نمایاں کا ذکر تھا مجلہ کا نام تو "وائس آف اسلام" لیکن وہ "ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد" کی آواز سے خالی - یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا کے مختلف ممالک میں اس الٰہی آواز پر لبیک کہنے والے ان پہلوانانِ اسلام کا ذکر تک نہیں جنہوں نے اسلام کا علم کفرستانوں میں جا گاڑا - اور تو اور دوکنگ مشن کی تبلیغی خدمات آفتاب نصف النہار کی طرح چمک رہی ہیں وہ بھی اس "وائس آف اسلام" کو دکھائی نہیں دیتیں۔ میں نے خیال کیا ممکن ہے کہ ان وائس آف اسلام مجدد اعظم اور اس کی حقانی جماعت حرکۃ الاحمدیہ اور اس کی خدمات عالیہ سے واقف نہ ہوں مندرجہ بالا رسالہ بھجوایا تھا اور ساتھ ہی آیت شریفہ ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی کی طرف بھی توجہ دلائی تھی۔ انصاری صاحب نے اس کا جواب تو کوئی نہ دیا اور بہت ممکن ہے کہ مذکورہ بالا مجلہ ارسال فرمایا اس رسالہ کے ارسال کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایڈیٹر الشرق علامہ احمد عبداللہ المدرس کا ایک مضمون صفحہ ۱۰-۱۶ پر مولانا عبدالعلیم صدیقی مرحوم کی یاد میں سپرد قلم کیا گیا ہے اور اس میں مرحوم کی خدمات اور تبلیغی کارناموں کا تفصیلی ذکر کیا ہے - اور بے حد تعریف فرمائی کیونکہ "مرزا غلام احمد صاحب آف قادیان" کو بھجوایا - مولانا عبدالعلیم مرحوم فضل الرحمن صاحب انصاری کے خسر ہیں تا انکے عشر کی خدمات دینیہ" سے نفیر واقف ہو - مرحوم سے ۴۷-۴۸ء میں بغداد میں ملاقات ہوئی تھی - جمعیۃ الپاکستانیہ میں خاکسار کی صدارت میں مرحوم نے تقریر بھی کی تھی - مرحوم زمانہ شناس واقع ہوئے تھے - تحریک احمدیت کے مخالفین میں سے ایک تھے یورپ میں تبلیغ اسلام زمانہ کے امام علیہ السلام کے منہاج اور اس کے دامن سے وابستہ ہوئے بغیر کرنے کی آرزو تھی لیکن یہ تمنا پوری نہ ہوئی اس کی تھوڑی سی جھلک المشرق کے مذکورہ مضمون میں بھی ان الفاظ میں آرہی ہے المدرسی صاحب لکھتے ہیں :-

"بہر حال مولانا نے مرحوم کے قیام کراچی کے زمانہ میں ان سے متعدد مرتبہ گفتگو کے نتیجہ میں جو نمایاں تاثر مجھ پر ہوا وہ یہی ہے کہ مغربی ممالک میں اسلام کی تبلیغ پر بہت زور دیتے تھے ان کے نزدیک عیسائی اقوام میں اسلام کی تبلیغ کا کام مقدم تھا (کیا یہ ساٹھ سالہ پرانی آواز مجدد کی صدائے بازگشت نہیں؟ ناقل) جس کی طرف سے عام سُنی مسلمان بالکل غافل تھے۔ وہ اسلام کے نام سے مغربی ممالک اور دنیا میں جو کوششیں ہو رہی ہیں ان سے غیر مطمئن تھے بلکہ ایک حد تک ان کے مخالف بھی تھے"

یہ اشارہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششوں کی طرف ہے (تا) بہر آئے بسا آرزو کہ خاک شدہ "مرحوم کی تمنا پوری نہ ہونے کا رونا المدرسی صاحب کے الفاظ میں سن لیجئے فرماتے ہیں:-

"وسائل کی کمی کے باعث جس میں انسانی وسائل مقدم اور اہم ترین ہیں وہ اپنے اس مشن کو منظم نہ کر سکے"

تعجب ہے کہ ایک طرف اسی مضمون میں المدرسی صاحب ان کے وسائل کی وسعت معتقدین کی کثرت علم و معرفت کی ندرت ان الفاظ میں صفحۂ قرطاس پر لاتے ہیں :-

"سلسلہ عالیہ قادریہ کے وہ پیر بھی تھے جن کے لاکھوں مرید ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ ایشیا اور افریقہ کے متعدد ممالک میں پائے جاتے ہیں اس لئے ان کی تقاریر اور مواعظ میں ایک مخصوص قسم کا روحانی رنگ جھلکتا تھا ....

ہندوستان کے علماء میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں اسلام کے پیام کو دنیا کے دور دراز حصوں میں پہنچایا - انڈونیشیا، ملایا - برما - ٹرانسوال - فجی - ماریشس افریقہ کے علاوہ یورپ اور امریکہ میں بھی وہ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے جنوب مشرقی ایشیا اور افریقہ میں انہوں نے اپنے ارادتمندوں کے تعاون سے تبلیغی مرکز اور اشاعت گھر قائم کئے جہاں سے مقامی اور انگریزی زبان میں اسلام کا تبلیغی لٹریچر شائع ہوتا ہے اور باضابطہ رسالے نکلتے ہیں"

یہ سمجھ سے بالاتر امر ہے کہ المدرسی صاحب کی تحریر کے مطابق اتنی بڑی عظیم الشان شخصیت اپنے مشن کو "وسائل کی کمی" کے باعث منظم نہ کر سکی العجب ثم العجب

میرے خیال میں مولانا عبدالعلیم صدیقی مرحوم کی شخصیت بھی مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے سینکڑوں نشانوں میں سے ایک نشان ہے وہ اس طرح کہ باوجود اتنی عظیم شخصیت کے مجدد وقت کے دامن سے وابستہ نہ ہونے کی وجہ سے "وہ اپنے دینی مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے" ورنہ جس شخص کے پاس وہ تمام سہولتیں جن کا ذکر المدرسی صاحب کے الفاظ میں اوپر ہو چکا ہے مہیا ہوں اور اس کا اللہ سے تعلق ہو وہ کیسے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ صاحبِ بصیرت اور سعید روحوں کے لئے عبدالعلیم صدیقی مرحوم کی تاریخ حیات اور ان کی تگ و دو کی ناکامی تحریک احمدیت کو سمجھنے کا ایک بہترین آئینہ ہے آج بغیر مجدد وقت کے دامن سے وابستہ ہونے کے کامیابی ناممکن ہے ؎

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

مولانا فضل الرحمن صاحب انصاری کی خدمت میں شیر بیشہ اسلام مجدد زمان کے روحانی فرزند کی خدمات دینیہ جلیلہ کا مختصر ذکر بشکل ذکر میں مولانا محمد علی رحمہ اللہ ڈاک سے بھجوا رہا ہوں تا "مرزا غلام احمد صاحب آف قادیان" کے بعد اس کے روحانی فرزند کے دینی کاموں کا تذکرہ انصاری صاحب کے لئے رہبری کا کام دے -

اخوان المسلمون اور جہادِ اسلامی

شام کو بیمار پرسی کے لئے جناب عبدالقادر ڈلہن، (ز لم) و جناب مرزا محمد خاں صاحب (یکے از احباب ربوہ) تشریف لائے۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب مختلف باتیں رہیں دوران گفتگو میں مصر کے اخوان المسلمون کا ذکر آگیا جو آج کل حکومت مصر کے خلاف عصابۃ الارھاب بنی ہوئی ہے اور اپنی اس روش کو عین اسلامی روش تصور کرتی ہے اور اپنی حرکات کو اسلامی جہاد قرار دیتی ہے بالمقابل حکومت مصر نے اسے لٹیروں کی ایک جماعت قرار دیا ہے جو مذہب کے نام پر اپنی ہوا و ہوس اور اغراض کو پورا کرنے کے لئے تجارت کر رہی ہے - جامعۃ الازہر کے علماء نے پرسوں اس بدنام کنندہ اسلام جماعت کے خلاف خروج علی تعلیم الاسلام کا فتویٰ صادر کرتے ہوئے مسلمانان عالم کو عموماً، اور اہل مغرب کو خصوصاً ان سے اجتناب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے:-

احمدیت اور جہاد

اس پر میں نے عرض کیا کہ یہی وہ نام نہاد "جہاد اسلامی" ہے جس کو حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مجدد وقت نے منسوخ قرار دیا تھا اور جس پر چیخ و پکار ہو رہی تھی اب الازہری علماء

(باقی صلہ پر)

رفتارِ عالم

—— پشاور۔ ۱۱ر جنوری۔ پنجاب کے گورنر اور مغربی پاکستان کی انتظامی کونسل کے چیئرمین مسٹر مشتاق احمد گورمانی نے آج یہاں کہا کہ پاکستان میں ایک بنیادی تغیر رونما ہو رہا ہے۔ ابھی تک اس کے نظام حکومت کا اہم ترین مسئلہ امن و قانون کا قیام تھا، اور پاکستان ایک ایسے نظام حکومت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جس میں عوام کی فلاح و بہبود اور خوشحالی کا پورا انتظام ہوگا۔

—— کراچی۔ ۱۱ر جنوری۔ یہ سال پاکستان کی صنعتی ترقی کے لحاظ سے اس کی تاریخ میں بہت اہم شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ اس سال داؤد خیل میں پاکستان کا عظیم ترین کھاد بنانے کا کارخانہ کام شروع کر دے گا اور اس سے ملک کی تمام ضروریات پوری ہو جائینگی

معلوم ہوا ہے کہ پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کے زیر غور ابھی ۱۱ منصوبے ہیں جن پر ۵۹ کروڑ روپے صرف ہوں گے۔

—— لاہور۔ ۱۱ر جنوری۔ پاکستان کے وزیر قانون مسٹر حسین شہید سہروردی نے کہا ہے کہ مغربی پاکستان کے ایک یونٹ کی تشکیل کے بعد ایک سال کے اندر اندر ملک میں نئے انتخابات ہو جائیں گے۔ مسٹر سہروردی لاہور میں تین روز قیام کے بعد آج صوبہ سرحد کے دورے کے لئے پشاور روانہ ہو گئے۔

—— نئی دہلی ۱۱ر جنوری۔ آج یہاں جو اطلاعات شائع ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوا ہے کہ جمعیۃ العلمائے ہند کے زیر اہتمام دو روزہ آل انڈیا دینی و تعلیمی کنونشن کے اجلاس میں متعدد قراردادیں پاس کی گئیں۔ جن میں مسلمانوں کو بہتر مذہبی تعلیم پر زور دیا گیا۔

—— پشاور۔ ۱۱ر جنوری۔ مغربی پاکستان کی انتظامی کونسل نے فیصلہ کیا ہے کہ مغربی پاکستان کے نئے صوبہ میں گیارہ انتظامی حلقے ہوں گے۔ جن میں سے ایک حصہ کراچی ہوگا اور ہر حصہ ایک کمشنر کے ماتحت ہوگا۔ اس کا انکشاف آج کونسل کے ایک اعلامیہ میں کیا گیا۔

—— کراچی ۱۱ر جنوری۔ پاکستان کی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن ملک میں شکر کے دس کارخانے لگا رہی ہے۔ یہ کارخانے آئندہ تین سال کے اندر مکمل ہو جائیں گے۔ خیال ہے کہ ان کارخانوں سے پاکستان کی شکر کی تمام ضروریات پوری ہو جائیں گی۔ ان کارخانوں سے سالانہ ایک لاکھ بیس ہزار ٹن شکر تیار ہوگی۔ یہ کارخانے ملک کے دونوں حصوں میں لگائے جائیں گے۔ ان کارخانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کارپوریشن نے زیرین سندھ اور تھل کے علاقے میں گنے کی کاشت شروع کر دی ہے۔

اس کارپوریشن کو معرض وجود میں آئے پورے تین سال ہو جائیں گے۔ اس عرصے میں کارپوریشن نے ملک کی صنعتی ترقی کے لئے کل تیس کارخانوں کا [illegible] بنایا۔ جن میں سے انیس کارخانے ابھی زیر تعمیر ہیں۔ زیر تعمیر کارخانوں پر [illegible] کروڑ روپے مزید صرف ہوں گے۔ اور چالیس کروڑ روپے سالانہ زر مبادلہ کی بچت ہوگی۔

—— کراچی۔ ۱۱ر جنوری۔ پاکستان اور امریکہ نے آج یہاں ایک سمجھوتے پر دستخط کر دیئے۔ جس کے تحت پاکستان کو چھ کروڑ ڈالر کی اقتصادی امداد ملے گی۔ یہ تین سمجھوتوں میں سے پہلا سمجھوتہ ہے باقی دو پر بعد میں دستخط ہوں گے۔ جن کے تحت پاکستان کو تقریباً گیارہ کروڑ ڈالر کی امداد ملے گی۔

—— نئی دہلی۔ ۱۲ر جنوری۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وزرائے اعظم ہند و پاکستان کی ملاقات غالباً مارچ کے تیسرے ہفتے میں ہوگی اور وزیر اعظم ہند پنڈت نہرو مسٹر محمد علی کو نئی دہلی آنے کی دعوت دیں گے۔ کیونکہ وہ تو ان دنوں پارلیمنٹ کے بجٹ سیشن کے سلسلہ میں مصروف ہوں گے جو کہ ۲۱ر فروری سے ۲۹ر اپریل تک منعقد ہو رہا ہے۔

—— لاہور۔ ۱۲ر جنوری۔ آج لاہور میں مغربی پاکستان کے تمام صوبوں کے محکمہ ہائے انسداد رشوت ستانی کے عملہ کو ملانے سے متعلقہ سب کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ انسپکٹر جنرل سپیشل میاں انور علی نے صدارت کی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سب کمیٹی نے آج متعدد تجاویز پر غور کیا اور بعض امور کے متعلق فیصلے بھی کئے۔ خیال ہے کہ یہ سب کمیٹی چند دن تک اپنی رپورٹ مکمل کر لے گی۔

خفیہ پولیس اور وائرلیس کے عملہ کو ملانے سے متعلقہ سب کمیٹیوں کے اجلاس کل اور پرسوں ہوں گے۔

—— کراچی۔ ۱۲ر جنوری۔ آسٹریلیا کے وزیر اعظم مسٹر رابرٹ جی مینزیز ۲۴ر جنوری کو گورنر جنرل مسٹر غلام محمد اور حکومت پاکستان کی دعوت پر کراچی آ رہے ہیں۔ آپ کے ہمراہ آسٹریلیا کے محکمہ خارجیہ کے مسٹر اے ایچ ٹانگے بھی ہوں گے۔

—— کراچی ۱۲ر جنوری۔ مرکزی وزیر سردار ممتاز علی خان کو اطلاعات و نشریات کا محکمہ دیا گیا ہے۔ آپ کو گذشتہ ماہ مرکزی کابینہ میں شامل کیا گیا تھا۔

—— پشاور۔ ۱۲ر جنوری۔ سات صوبائی مسلم لیگوں کی مجالس عاملہ کے مشترکہ اجلاس میں آج یہاں ایک قرارداد منظور کی گئی ہے جس کی رو سے مغربی پاکستان کی مسلم لیگ کے چیئرمین کو وزارت، گورنروں، مملکت کی سربراہی یا کسی اور سرکاری عہدہ قبول کرنے سے محروم کر دیا ہے۔ مغربی پاکستان کی مسلم لیگ کا چیئرمین صوبائی صوبائی یا مرکزی اسمبلیوں کے لئے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر اپنے عہدہ کے دوران میں اور اس کی مدت ختم ہو جانے کے دو سال بعد تک انتخابات بھی نہیں لڑ سکے گا۔ مشترکہ اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا ہے کہ مغربی پاکستان مسلم لیگ کے صدر کو چیئرمین کہا جائے گا۔

یہ قرارداد بڑی گرم بحث کے بعد ۲۴ ووٹوں کے مقابلہ میں ۴۴ ووٹوں سے پاس ہوئی قرارداد میں ساتوں صوبائی مجالس عاملہ سے کہا گیا ہے کہ وہ اس بحث کی روشنی میں جو ایوان میں ہوئی ہے۔ یہ قرارداد اپنی اپنی کونسلوں سے بھی منظور کرائیں۔

—— پشاور۔ ۱۲ر جنوری۔ وزیر قانون پاکستان۔ مسٹر حسین شہید سہروردی نے آج تیسرے پہر بکنگھم پارک میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں ایک ایسا پارلیمانی نظام حکومت قائم رکھنے کے لئے جس کی بنیاد آزادانہ انتخاب پر ہو۔ ملک میں سیاسی پارٹیوں کا وجود ضروری ہے۔ جلسہ کی صدارت پیر صاحب مانکی شریف کر رہے تھے۔

—— نیویارک ۱۲ر جنوری۔ کمیونسٹ سفارتی حلقوں نے کنایتاً بتایا ہے کہ امریکی ہوا بازوں کی نظربندی کے متعلق اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر ڈاگ ہمرشول کی مسٹر چو این لائی سے ملاقات نتیجہ خیز ثابت ہوگی، اور حکومت چین امریکی ہوا بازوں کو رہا کر دے گی۔

—— قاہرہ ۱۱ر جنوری۔ مصر کی انقلابی کونسل نے گذشتہ شب اخوان المسلمون کے ان تین کارکنوں کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا ہے، جنہیں اتوار کے روز فوجی عدالت نے سزائے موت کا حکم دیا تھا۔ اب تک ۲۰ افراد کو سزائے موت کا حکم دیا جا چکا ہے۔ لیکن صرف چھ کو سزائے موت دی گئی ہے۔

—— لاہور ۱۲ر جنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ ڈسٹرکٹ بورڈز چیئرمین ایسوسی ایشن کا ایک وفد چند دنوں تک پنجاب کے ملک فیروز خان نون سے ملاقات کر کے ان سے درخواست کرے گا کہ پرائمری و مڈل تعلیم کی تمام ذمہ داری صوبائی حکومت نہ سنبھالے۔

کراچی۔ ۱۲ر جنوری۔ پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کی طرف سے ۱۹ ملیں قائم کی گئی ہیں۔ ان میں شکر، کاغذ کا گتہ و سیمنٹ وغیرہ تیار ہو رہا ہے۔ سال رواں میں ان ملوں میں پٹ سن کی اشیاء اور اونی چیزیں بھی تیار ہونے لگیں گی۔

—— کراچی ۱۳ر جنوری۔ درآمد و برآمد کے چیف کنٹرولر مسٹر آئی اے خان آج یہاں وعدہ کیا کہ اس ششماہی میں درسی کتابیں، دوائیں، طبی سامان اور آلات جراحی زیادہ مقدار میں درآمد کئے جائیں گے انہوں نے کہا کہ تیس اشیاء کے درآمدی لائسنس جاری کئے جا چکے ہیں ان میں اشد ضروری اشیا بھی شامل ہیں۔

—— کراچی ۱۳ر جنوری۔ آج سندھ چیف کورٹ میں گورنر جنرل کے خلاف مولوی تمیز الدین کی درخواست کے سلسلہ میں ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے جوابی دلائل ختم کر دیئے انہوں نے کہا کہ گورنر جنرل نے عوام سے وعدے کے مطابق دستور ساز اسمبلی کو توڑا ہے اور اسے عوام اور ارکان دونوں کی حمایت حاصل ہے۔

—— کراچی ۱۳ر جنوری۔ سندھ مسلم کالج کے ۹ سو سے زاید طلباء نے کالج کے حکام کی طرف سے لڑکیوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے کے خلاف احتجاجی ہڑتال کر دی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ کالج فنڈ سے لڑکیوں کو غیر متوازن حصہ دیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کو کالج فنڈ سے تفریحات کے لئے رقم دی جاتی ہے لیکن اس میں لڑکوں کو شامل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ بتایا گیا ہے کہ لڑکے اس وقت تک کلاسوں سے باہر رہیں گے جب تک کہ ان کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کیا جائیگا۔

مکتوب بغداد (بقیہ صـ۱)

کے فتوے نے بعد ان کے ہم عقیدہ علماء کرام دیکھیں کیا کہتے ہیں حضرت مرزا صاحب کی فرمائی ہوئی مبنی بر حقیقت باتیں آج واقعات اور حوادث کے ذریعہ سچائی کا اظہار کر رہی ہیں کاش مسلمان اب بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ محترمی عبدالقادر ڈاہن (نومسلم) سے مخالفین احمدیت اکثر جہاد پر گفتگو کرتے رہے ہیں ان کے مطلع میں یہ چیز بٹھائی گئی تھی کہ مرزائی جہاد اسلامی کو منسوخ قرار دیتے ہیں اس لئے کافر ہیں موصوف نے میری باتیں نہایت غور سے سنیں اور ہدایت ملے ؛

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں۔ تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا نمبر خریداری تو شامل نہیں اگر ہو تو خواہ مخواہ وی پی سے صرف ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بھی بنا دیا گیا ہے۔

نمبر	چندہ	نمبر	چندہ	نمبر	چندہ	نمبر	چندہ
۳	6/-/-	۸۹	6/-/-	۱۷۷	16/-/-	۱۷۸	30/-/-
۸	6/-/-	۹۳	49/-/-	(رعایتی)			
۱۹	6/-/-	۹۴	18/-/-	۷۶۸	3/-/-	۸۲۱	15/-/-
۲۳	6/-/-	۹۹	12/-/-	۷۶۲	9/-/-	۸۲۲	15/-/-
۲۵	6/-/-	۱۰۰	6/-/-	۷۷۸	15/-/-	۸۲۹	12/-/-
۲۸	6/-/-	۱۰۳	6/-/-	۷۷۹	16/-/-	۸۲۷	18/-/-
۳۱	6/-/-	۱۰۸	18/-/-	۷۸۴	30/-/-	۸۳۸	6/-/-
۳۴	6/-/-	۱۱۷	36/-/-	۷۸۵	18/-/-	۸۴۰	12/-/-
۳۸	12/-/-	۱۲۳	12/-/-	۷۸۷	15/-/-	۸۴۱	18/-/-
۴۰	6/-/-	۱۲۸	12/-/-	۷۸۹	12/-/-	۸۵۰	24/-/-
۴۹	6/-/-	۱۳۲	78/-/-	۷۹۱	9/-/-	۸۵۷	24/-/-
۴۷	12/-/-	۱۳۵	6/-/-	۷۹۷	9/-/-	۸۵۸	16/-/-
۵۱	18/-/-	۱۳۷	12/-/-	۸۰۰	20/-/-	۸۵۹	5/-/-
۵۹	6/-/-	۱۴۱	18/-/-	۸۰۱	4/-/-	۸۶۱	8/-/-
۶۲	12/-/-	۱۴۲	21/-/-	۸۰۶	9/-/-	۸۶۶	20/-/-
۶۳	12/-/-	۱۵۰	6/-/-	۸۰۸	7/-/-	۸۶۹	24/-/-
۷۰	18/-/-	۱۵۲	12/-/-	۸۱۰	36/-/-	۸۷۱	32/-/-
۷۵	6/-/-	۱۵۴	12/-/-	۸۱۳	12/-/-	۸۷۲	12/-/-
۷۷	6/-/-	۱۵۶	6/-/-	۸۱۶	15/-/-	۸۷۷	4/-/-
۸۲	12/-/-	۱۶۰	10/-/-	۸۱۹	3/-/-	۸۶۹	18/-/-
		۱۶۲	16/-/-				
۸۷	32/-/-	۱۶۶	24/-/-	۸۲۰	24/-/-		

پیغام صلح مورخہ ۱۵ جنوری ... شمارہ نمبر ۳

واشنگٹن میں اسلامی مرکز

اگر آپ کو کبھی واشنگٹن جانے کا اتفاق ہو تو آپ بلمونٹ روڈ سے گزرتے ہوئے اسلامی طرز تعمیر کی ایک خوبصورت عمارت دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے۔ یہ عمارت ایک مسجد اور اسلامی مرکز کی ہے، جو بارہ مسلم ممالک، افغانستان، مصر، انڈونیشیا، ایران، عراق، اردن، پاکستان، سعودی عرب، شام، ترکی، یمن کی حکومتیں مل کر بنا رہی ہیں، عمارت کا نقشہ وغیرہ مصر کی مذہبی امور کی وزارت نے تیار کیا ہے۔ تعمیر...... کی نگرانی کا کام ایک امریکی مسلمان معمار مسٹر ... کے سپرد ... دی جایا کرے گی۔

عمارت کا ڈھانچہ تیار ہو چکا ہے، لیکن اندرونی حصوں کی تعمیر ابھی باقی ہے۔ فی الحال اخراجات کا تخمینہ ۴ ساڑھے بارہ لاکھ ڈالر کئے گئے ہیں۔ مسجد کے صحن میں نماز جمعہ کی ادائیگی شروع کر دی گئی ہے۔ مرکز کی ثقافتی سرگرمیوں کی نگرانی ڈاکٹر محمود حب اللہ کر رہے ہیں وہ جامع ازہر میں اخلاقیات اور نفسیات کے پروفیسر ہیں جو دنیا کی سب سے پرانی یونیورسٹی شمار کی جاتی ہے۔ ان کی خدمات حکومت مصر سے مستعار لی گئی ہیں۔ اس مرکز سے اسلامی نظریات کی اشاعت کے لئے پمفلٹ اور رسائل شائع کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ لیکچروں کا بندوبست بھی کیا جا رہا ہے۔

اس مرکز کی مسجد میں پانچسو نمازیوں کے لئے جگہ ہوگی۔ جو مقامی مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس طرح جہاں یہ مرکز امریکی عوام کو اسلامی نظریات سے متعارف کرائے گا۔ وہاں یہ مشرق و مغرب کے اتحاد کا موجب ... اور تعلقات ... استحکام کا باعث ہوگا، واشنگٹن جیسے شہر میں مسجد کا سربلند مینار صلیب ... بلند ... جائیگا۔

اسلام اپنے پیروؤں کو خدا کی وحدت، اس کے فرشتوں، کتابوں، پیغمبروں اور روز قیامت پر ایمان لانے کی تلقین کرتا ہے۔ عملی جانب وہ اپنے ماننے والوں کو نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا حکم دیتا ہے، الغرض اسلامی نظریات صحیح جمہوریت پر مبنی ہیں اور وہ اخوت، انصاف، بھائی چارے اور خیرات کے سب سے بڑے مبلغ ہیں۔

سعید احمد میموریل ٹرسٹ ڈاڈر

ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاڈر سینی ٹوریم کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کی خدمات اظہر من الشمس ہیں ڈاکٹر صاحب ممدوح اکتوبر ۱۹۵۵ء میں اپنی ملازمت کی مدت پوری کر کے اپنے عہدہ سے سبکدوش ہو رہے ہیں۔ اس لئے انجمن مریضان ڈاڈر سینی ٹوریم نے ان کے اسم گرامی پر سعید احمد میموریل ٹرسٹ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ ٹرسٹ روپیہ فراہم کر کے ایک "کلاس کاٹیج" قائم کرے گا جس کی آمدنی سے غریب اور مستحق مریضوں کی ادویات اور ضروریات زندگی پوری کی جائیں گی۔

... صاحبان سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ متوجہ ہوں اور اس کار خیر میں دل کھول کر حصہ لیں۔ تاکہ یہ نیک کام جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔

تمام رقوم بنام سیکرٹری ڈاکٹر سعید احمد میموریل فنڈ ڈاڈر سینی ٹوریم ضلع ہزارہ کے نام آنی چاہئیں

★ سیکرٹری انجمن مریضان ڈاڈر سینی ٹوریم ★

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور
فون نمبر ۳۷۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ اخبار

پیغامِ صلح

ادارۂ تحریر
مرتضیٰ خاں حسن بی اے
دوست محمد

جلد ۴۲ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۷۴ھ ۱۹ جنوری ۱۹۵۵ء | نمبر ۴

عہدیدارانِ انجمن

قبل ازیں جلسہ سالانہ کی روئداد میں انجمن کے نئے عہدیداروں کے اسمائے گرامی درج ہو چکے ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے بعض احباب کی نظروں سے وہ نہیں گذرے اس لئے تمام احباب کی اطلاع کیلئے سب عہدیداروں کے نام دوبارہ درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ صدر ——— مولنا یعقوب خان صاحب
۲۔ نائب صدر ——— ڈاکٹر غلام محمد صاحب
۳۔ نائب صدر (۲) ——— خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب
۴۔ جنرل سکرٹری ——— ڈاکٹر اللہ بخش صاحب
۵۔ جائنٹ سکرٹری ——— پروفیسر عنایت علی خان صاحب
۶۔ محاسب ——— ڈاکٹر غلام محمد صاحب
۷۔ نائب محاسب ——— چوہدری عبد المجید صاحب
۸۔ امین ——— شیخ محمد حسین صاحب
۹۔ مشیر قانونی ——— قاضی عبد الرشید صاحب ایڈووکیٹ مانسہرہ
۱۰۔ آڈیٹر ——— محمد لطیف علوی صاحب

نوٹ: یہ امر خاص طور پر نوٹ کرنیکے قابل ہے کہ سوائے اس کے کہ کسی عہدیدار سے کسی خاص امر کے متعلق خط و کتابت کرنی ضروری ہو، عام دفتری خط و کتابت جنرل سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ سے (بغیر نام کے) ہونی چاہیئے، اور جملہ رقوم منی آرڈر، چیک وغیرہ محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ سے (بغیر نام) آنی چاہئیں۔

انجمن کا تار کا پتہ:۔ احباب کی اطلاع کے لئے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ انجمن کا تار کا پتہ "تبلیغ" ہے۔ اس لئے جب کبھی کسی دوست کو انجمن کے نام کوئی تار دینے کی ضرورت پیش آئے تو پورا نام اور پتہ لکھنے کی بجائے صرف "**تبلیغ لاہور**" لکھدینا کافی ہوگا۔

ایسا ہی انجمن کا ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷ ہے۔

مومن بڑا بلند ہمت ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاداتِ عالیہ

فرمایا:۔ "ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ ہمت اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ اور مومن بڑا بلند ہمت ہوتا ہے۔ اور اسے ہر وقت خدا تعالےٰ کے دین کی نصرت اور تائید کے لئے طیار رہنا چاہیئے اور کبھی بزدلی ظاہر نہیں کرنی چاہیئے۔ بزدلی منافق کا نشان ہے۔ مومن دلیر اور شجاع ہوتا ہے۔ مگر شجاعت سے یہ مراد نہیں ہے۔ کہ اس میں موقع شناسی نہ ہو۔ موقع شناسی کے بغیر جو فعل کیا جاتا ہے وہ تہوّر ہوتا ہے۔ مومن میں شتابکاری نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ نہایت ہوشیاری اور تحمل کے ساتھ نصرتِ دین کے لئے تیار رہتا ہے اور بزدل نہیں ہوتا۔ انسان سے بعض وقت کوئی ایسا فعل سرزد ہو جاتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کو ناراض کر دیتا ہے۔ اور وہ اسے ناپسند کرتا ہے مثلاً اگر کسی سائل کو دھکا دیا۔ تو وہ سختی کا موجب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کو ناراض کرنے والا فعل ہوتا ہے اس لئے اسے توفیق نہ ملے گی کہ وہ اسے کچھ دے سکے۔ لیکن اگر اس سے نرمی اور اخلاق سے پیش آئے گا تو خواہ اسے پیالہ پانی کا ہی دے دے۔ تو وہ بھی ازالہ قبض کا موجب ہو جائے گا۔

قبض اور بسط

انسان پر قبض اور بسط کی حالت آتی رہتی ہے۔ بسط کی حالت میں ذوق و شوق بڑھ جاتا ہے اور قلب میں ایک انشراح پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے نمازوں میں لذت اور سرور پیدا ہوتا ہے لیکن بعض وقت ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذوق اور شوق جاتا رہتا ہے اور دل میں ایک تنگی کی سی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب ایسی حالت ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور پھر درود شریف بہت پڑھے۔ نماز بھی بار بار پڑھیں قبض کے دور ہونے کا یہی علاج ہے ؂

غلبۂ قرآن

مصنفہ حضرت امیر قوم مولنا صدر الدین صاحب

اہلِ یورپ نے یہ غلط پراپیگنڈہ کر رکھا ہے کہ قرآن کریم کوئی الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ اسے پیغمبر اسلام نے خود مرتب کیا ہے اور اس کو تقدس کا رنگ دینے کے لئے توراۃ اور انجیل کی تعلیمات کا سرقہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں مشرکین عرب کو ساتھ ملانے کی غرض سے ان رسومات کو بھی اپنی تعلیمات میں شامل کر لیا ہے۔

عیسائی اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف یہ نہایت خطرناک حربہ استعمال کر رہے ہیں اور اب پادری لوگ ہمارے ملک کے نوجوانوں میں اس زہر کو پھیلانے کے لئے کالجوں میں لیکچر دینے لگے ہیں۔ اس پروپیگنڈا کرنے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظمت اور والہانہ محبت کو کم کیا جائے جو مسلمانوں کے دلوں میں جاگزین ہے۔

اپنی قوم کو بچانے اور بالخصوص نوجوانوں کے دلوں سے اس خطرناک پروپیگنڈا کا زہر دور کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی گئی ہے جس میں قرآن کریم کی تعلیمات کے مقابلہ میں قدیمت انجیل کی تعلیمات کو پیش کر کے یہ دکھایا گیا ہے کہ مؤخر الذکر کی کوئی حیثیت قرآن کریم کے مقابلہ میں نہیں اور نہ قرآن کریم نے ان سے کچھ سرقہ کیا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ آپ کے ایمان میں زیادتی کا موجب ہوگا۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ ضخامت ۲۷×۱۷ ۴۰۰ صفحات۔ قیمت مجلد چار روپے (۴/۰/۰) محصولڈاک بارہ آنے (۰/۱۲/۰)

پتہ:۔ دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار و افکار

نسلی امتیاز

جنوبی افریقہ میں گوری نسل کے عیسائیوں نے ہندوستانیوں اور دیسی افریقی باشندوں کے خلاف نسلی امتیاز کی جو جنگ چھیڑ رکھی ہے وہ سفید اقوام کے ماتھے پر ایک خطرناک کلنک کا ٹیکہ ہے۔ اور تو اور دیسی عیسائی بھی باوجود عیسائی ہونے کے نسلی امتیاز کا شکار ہیں اور گوری نسل کے لوگ انہیں اپنے گرجوں دفتروں، سکولوں، ہوٹلوں اور آبادیوں کے قریب نہیں پھٹکنے دیتے ایک اسی قسم کی شکایت لبکر جوہنسبرگ کے بشپ ریچرڈ ریوز لندن پہنچے ہیں ان کا بیان ہے کہ حکومت جنوبی افریقہ نے کلیسائی مدارس کو بھی اپنے اہتمام میں لینے کا فیصلہ کیا ہے، جس ... کے بعد نسلی امتیاز کے خلاف جدوجہد کرنے والوں کو آخری سہارے سے بھی محروم کر دیا گیا ہے، انہوں نے افریقی کنبوں کے لئے الگ سکول جاری کرنے کے لئے امداد کی اپیل کی ہے جس کے لئے چرچ آف انگلینڈ سوسائٹی نے ساٹھ ہزار روپے دیئے ہیں یہ اس مذہب کا حال ہے جس کو عالمگیر اور دنیا کا نجات دہندہ سمجھا جاتا ہے، جو قوم اپنے ہم مذہب بھائیوں کو محض اختلاف نسل کی وجہ سے راندہ درگاہ الٰہی سمجھتی ہے اور انہیں انسانیت کے حقوق دینا نہیں چاہتی اس کی تہذیب اور اس کا مذہب علم وعقل کے کس معیار پر ہے اس کا فیصلہ وہ لوگ بخوبی کر سکتے ہیں جو عیسائیت کے بلند بانگ دعاوی کو واقعات کی روشنی میں پرکھ سکیں، چرچ آف انگلینڈ سوسائٹی نے ساٹھ ہزار روپے افریقی کنبوں کے لئے الگ سکول کھولنے کی غرض سے تو دے دیئے لیکن نسلی امتیاز کو دور کرنے کے لئے اسے کبھی آواز اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی، اور کیسے ہو جبکہ اس کے حلقۂ اثر میں بھی دیسی اور ولایتی، گورے اور کالے کا امتیاز خود گرجوں کے اندر موجود ہے، کیا عالمگیر مذہب کے یہی نشانات ہوا کرتے ہیں؟

اسلام کا چیلنج

اس مقام پر جہاں نسلی امتیاز نے عیسائیت کو مشکلات میں مبتلا کر رکھا ہے، ایک اور مشکل اسے اسلام کے مقابلہ میں پیش آ رہی ہے، چنانچہ جنوبی افریقہ کے پوپ پادری نے عیسائی پادریوں کے اجتماع میں جو جوہانسبرگ میں ہوا تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ:-

"مسیحی کلیسا کو نہ صرف جنوبی افریقہ میں بلکہ ہر جگہ اسلام کے چیلنج کا مقابلہ کرنے میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی میرا خیال ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس چیلنج کو کافی سنجیدگی کے ساتھ محسوس نہیں کر رہا کیپ ٹاؤن میں مسیحی کلیسا کو کافروں اور مشرکوں سے اتنا شدید مقابلہ درپیش نہیں جتنا کہ بڑھتی ہوئی اور جارحانہ اقدام کرتی ہوئی مسلم جمعیت کا مقابلہ درپیش ہے"

قابل غور بات ہے، اس بے سروسامانی کی حالت میں جو آج اسلام کو درپیش ہے، اس کا قدم آگے ہی آگے بڑھنا اور نہ صرف افریقہ کے سادہ لوح انسانوں بلکہ یورپ اور امریکہ کے تہذیب یافتہ اور روشن خیال لوگوں کے دلوں میں گھر کرتے چلے جانا، اور عیسائیت کا ہر قسم کے ساز وسامان کے ہوتے ہوئے ناکامی کا منہ دیکھنا کس قدر عبرتناک منظر ہے۔ وہ لوگ جو کل تک تلوار کو اسلام کی اشاعت کا موجب سمجھتے تھے آج معترف ہیں کہ وہ اپنے سادہ اصولوں اور عالمگیر اخوت کی وجہ سے دلوں میں جو مقام حاصل کر رہا ہے عیسائیت اس کو وہ حاصل نہیں ہو سکا، کیا یہ واقعات اسلام کی عظمت و صداقت کا ثبوت نہیں؟

بچوں کیلئے بنیادی اسلامی تعلیم

حال ہی میں جمعیۃ العلمائے ہند کے زیر اہتمام بمبئی میں ایک کنونشن منعقد ہوئی جس میں ہندوستان میں مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے متعلق یہ خطرہ ظاہر کیا گیا کہ وہ اسلام سے بہرہ ور نہ ہونے کی وجہ سے اپنے مذہب پر قائم نہ رہ سکیں گے اس خطرہ کے پیش نظر یہ تجویز کی گئی کہ ایک ایسی سکیم تیار کی جائے۔ جس کے مطابق کم سے کم عرصہ میں بچوں کو اسلام کے بنیادی اور دائمی اصولوں سے روشناس کیا جا سکے۔ اور اسلام کے صرف ایسے بنیادی اصول ان کو سکھائے جائیں جن سے اسلام کی حقیقت ان پر واضح ہو جائے، اور اسلامی مساوات اتحاد باہمی، اور ہمدردی اور خدمت خلق کے جذبات ان کے دلوں میں ابھریں اور وہ بڑے ہو کر دنیا میں اسلام کی حقیقی روح کا نمونہ پیش کریں۔

تجویز بڑی معقول ہے بشرطیکہ اس سکیم کے بنانے اور اس پر عمل کرانے والے خود بھی اسلام کی حقیقی روح سے سرشار ہوں اور ان کی اپنی زندگیوں میں اس کا عملی نمونہ نظر آئے اس جگہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ہندوستان سے بڑھکر پاکستان میں ایسی سکیم کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ہندوستان میں، ہندوؤں کے مقابلہ کی وجہ سے مسلمانوں میں عصبیت اور اسلام کے لئے غیرت پھر بھی باقی ہے جو ان کے اندر اسلام سے دلچسپی اور واقفیت پیدا کرنے کا موجب ہو سکتی ہے اور ہو رہی ہے لیکن پاکستان میں کوئی مقابلہ نہ ہونے کی وجہ سے عصبیت و غیرت بھی فنا ہوتی جا رہی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ یہاں بھی بچوں اور نوجوانوں میں اسلامی زندگی پیدا کرنے کے لئے انہیں تعلیمات اسلام سے پورے طور پر واقف کرنے کا اہتمام کیا جائے اور اسلام کی حقیقی روح ان میں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ مسلمانوں کے لئے بہترین قیادت کا کام دے سکتی ہے بشرطیکہ ہمارے ارباب اقتدار کسی منظم سکیم کے ماتحت اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔

اُردو اور ہندی

بھارتی وزیراعظم پنڈت نہرو نے احمد آباد کے ایک جلسہ میں اردو اور ہندی کی بحث کا ذکر کرتے ہوئے یہ ایک دلچسپ بات بیان کی کہ:-

"دہلی میں سب سے زیادہ پڑھے جانے والے کثیر الاشاعت چھ اخبار اُردو میں شائع ہوتے ہیں یہ اخبار ہندو ہی شائع کرتے اور ہندو ہی انہیں پڑھتے ہیں، حتیٰ کہ ہندو مہاسبھا کے لیڈر جو اُردو کے بڑے دشمن ہیں وہی ان اخبارات کے ایڈیٹر ہیں"

انہوں نے یہ بھی کہا کہ:-

"مشرقی پنجاب میں ہندی اور گورمکھی کا جھگڑا بھی اردو میں لڑا جاتا ہے ہندی اور گورمکھی کے حامی اپنی حمایت میں جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ اُردو ہی میں پیش کرتے ہیں"

اسی سلسلہ میں جالندھر کے اخبار "آریہ ویر" کا یہ بیان بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ:-

"مجھے دکھ سے لکھنا پڑتا ہے کہ مجھے ہندی ہندی کی رٹ لگانیوالوں کے ہندی پریم کا نہایت تلخ تجربہ ہوا ہے ایک ہزار گراہکوں کی شرط میں نے رکھی تھی لیکن ایک ہزار تو کیا ایک گراہک کا چندہ بھی "آریہ ویر" کے کاریالیہ میں نہیں پہنچا حالانکہ کتنے ہی سجن تھے ... جو کہتے تھے ہم پچاس گراہک دیں گے، چالیس دیں گے، بیس دیں گے آپ ہندی ایڈیشن نکالیں"

سن لیا آپ نے؟ کیا اس سے ثابت نہیں کہ اردو کی مخالفت اور ہندی کے لئے چیخ وپکار محض مسلمانوں کی دشمنی کی وجہ سے ہے، حالانکہ اُردو محض مسلمانوں ہی کی زبان نہیں، ہندوستان کا چپہ چپہ اردو بولنے اور لکھنے والوں سے بھرا پڑا ہے، اور اُردو کی مخالفت کے لئے انہیں اردو ہی کو اظہار خیال کا ذریعہ بنانا پڑتا ہے۔

ایک شرمناک سانحہ

گزشتہ دنوں گجرات میں ایک نہایت شرمناک سانحہ وقوع پذیر ہوا، کہا جاتا ہے کہ سکھر سے ایک عورت چھ ماہ کی بچی کیساتھ اپنے بھائی کے پاس کھاریاں جا رہی تھی، جب وہ گجرات پہنچی تو کھاریاں کی لاری نکل چکی تھی، وہ گجرات بس سروس کے انتظار خانہ میں ٹھہر گئی، رات کو اسکے پاس چند آدمی آئے جن کا تعلق گجرات بس سروس سے بتایا جاتا ہے وہ اسے رات بسر کرنے کے لئے آرام کی جگہ لے جانے کے بہانے کسی نامعلوم مقام پر لے گئے اور وہاں رسی رات تک رکھا جس کے بعد وہ ننگے بدن اپنی بچی انتظار خانہ میں چھوڑ کر بھاگ نکلی آئی اور وہاں سے بدمستی کے عالم میں ریلوے اسٹیشن کی طرف بھاگی، جہاں اس کی موت ہو گئی، بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی نعش کو ایک ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ لینے کے بعد دفنا دیا گیا اور پوسٹ مارٹم نہیں کرایا گیا۔

اس واقعہ کی جرائمی نوعیت کے لحاظ سے نہایت شرمناک اور بیحد افسوسناک ہے پنجاب سی آئی ڈی نے ایک انسپکٹر کے ذریعہ تفتیش کرائی ہے لیکن ابھی کوئی نتیجہ ابھی برآمد نہیں ہوا کہا جاتا ہے کہ مجرموں میں بعض سربرآوردہ

(باقی صفحہ ... پر)

دین کے لئے قابل نوجوانوں اور اموال کی قربانی کی ضرورت

صحابہ کی بےنظیر قربانیوں نے انہیں بلند ترین مقامات عطا کئے

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۱۴ر جنوری ۱۹۵۵ء - فرمودہ حضرت امیر مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وما تکون فی شان وما تتلوا منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الّا کنّا شھوداً .... وان ھم الا یخرصون

(یونس - آیات ۶۱ تا ۶۶)

حضرت نبی کریم اور صحابہ کے مصائب اللہ تعالیٰ کی نظر میں

ان آیات میں ہماری قوم کے لئے ایک سبق ہے اور بہت مشکل سبق ہے اس سبق کی طرف توجّہ دینی چاہیئے، حضرت نبی کریم صلعم نے بہت مشکلات برداشت کیں، اور بہت اذیت رسانی برداشت کی، اور کفار کے منصوبے اس قدر خطرناک تھے کہ دن رات حضرت کو چین نہ لینے دیتے تھے، حضرت کو اور حضرت کے ساتھیوں کو انتہا درجہ کی تکالیف پہنچائی گئیں - اللہ تعالیٰ نے حضرت کی اور آپ کے ساتھیوں کی تسلّی کے لئے فرمایا وما تکون من شان جس مصیبت میں آپ ہوں جو معاملہ بھی آپ کو پیش آئے اور جس قسم کے ہم و غم کے بادل آپ پر چھائے ہوئے ہوں، وما تتلوا منہ من قرآن اور جو کچھ قرآن میں سے آپ اپنا غم دور کرنے یا تسلّی حاصل کرنے کے لئے پڑھتے ہیں وہ سب ہمارے سامنے ہے اور ہم اسے دیکھ رہے ہیں ولا تعملون من عمل اور حضرت اور آپ کے ساتھی جو کچھ بھی دین کو پھیلانے کے لئے قدم اُٹھائیں اور پیش آمدہ مصائب کے اندر جو بھی عمل ان سے صادر ہو، وہ سب ہماری آنکھوں کے سامنے ہے الّا کنّا شھوداً ہم اسے دیکھتے ہیں، ہمیں اس کا پورا علم ہے اذ تفیضون فیہ جب کفار کے مقابلہ میں کود پڑتے ہو- اور مصائب کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے - تمہارے ان اعمال اور مصائب کا نقشہ ہمارے سامنے ہے، تمہاری جناب الٰہی میں دہائی اور تمہاری دعائیں ہم سنتے ہیں وما یعزب عن ربک مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء اور یہ بھی ہماری شان ہے کہ وہ خدا جس نے تیری قوم کی ربوبیت کے لئے قرآن بھیجا اور جس کے لئے تم یہ تمام اذیتیں اور تکالیف برداشت کر رہے ہو، اس کی نظر سے کوئی چیز زمین میں ہو یا آسمان میں چھپی ہوئی نہیں، ہماری آنکھ سے کوئی چیز دُور نہیں - ولا اصغر من ذالک ولا اکبر کوئی چیز ایک ذرہ بمقدار سے کتنی بھی چھوٹی ہو یا بڑی وہ سب ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، اور ایک بڑی بات یہ ہے الّا فی کتاب مبین ۰ ۰ تمام مصائب اور ان کے مقابل آپ کی جدوجہد اور قربانیاں، ہمارے پاس نوٹ کی ہوئی ہیں -

تین چیزیں

یہاں تین چیزیں اپنی ذات کے متعلق بیان فرمائیں اوّل یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حالت اور کوئی معاملہ، اور آپ کا قرآن پڑھنا خدا تعالےٰ کی نظر سے اوجھل نہیں اور آپ کے ساتھیوں کی جدوجہد کو بھی خدا تعالےٰ دیکھتا ہے اور دوسرے فرمایا کہ زمین آسمان کی چھوٹی بڑی چیز ہماری نگاہ سے چھپی ہوئی نہیں اور تیسری بات یہ فرمائی کہ ہم ہر چیز اور ہر عمل کو نوٹ کر لیتے ہیں - یعنی زمین و آسمان کا بادشاہ تمہاری تکالیف اور قربانیوں سے آگاہ ہے اس کی جناب سے انعامات کی بارش کی توقع رکھو وہ ان تمام معاملات کو دیکھتا اور نوٹ کر لیتا ہے -

اولیاء اللہ کی صفات

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون جس قوم نے ہماری دوستی کے لئے سعی کی اور ہمارے لئے قربانیاں کیں، اپنے مال صرف کئے جانیں دیں، یہ ہمارے دوست ہیں، انہوں نے زمین و آسمان کے بادشاہ سے دوستی لگانے کے لئے سب کچھ کر دکھایا ہم ان کے دوست ہیں، ان کی دوستی کے علامات یہ ہیں کہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون وہ مشکل سے مشکل کام کرنے کے لئے کود پڑتے ہیں اور ذرا ڈرتے نہیں، ولا یحزنون - پچھلی قربانیوں پر وہ رُوں رُوں بھی نہیں کرتے اور نہ لب شکایت کھولتے ہیں، ذرا افسوس اور شکایت ان کو نہیں، یہ دو باتیں ان کی دوستی کا ثبوت ہیں، جان دیتے ہوئے ڈرتے نہیں، مال خرچ کرتے ہوئے دریغ نہیں کرتے، اور جو کچھ دے چکے اس پر افسوس بھی نہیں کرتے کہ ہم نے یہ دیا وہ دیا،

صحابہ کی بےنظیر قربانیاں

ایک صحابی نے شمالی افریقہ کو فتح کرتے کرتے جب سمندر آ گیا تو اس میں گھوڑا ڈال دیا اور کہا کہ اے اللہ میاں تیری زمین تو ختم ہو گئی - اب تیرا کلمہ پہنچانے کے لئے سمندر میں گھوڑا ڈالتا ہوں، اسی طرح طارق (جو صحابی نہ تھے لیکن قرون اولیٰ کے جوانمرد مسلمانوں میں سے تھے) اور ان کے ساتھیوں نے جب سپین کی سرزمین پر لنگر ڈالے تو کہا جہازوں کو جلا دو، لوگوں نے کہا یہ کیوں؟ تو کہا ہم واپس جانے کے لئے نہیں آئے، اسی سرزمین پر اسلام کا جھنڈا کھڑا کریں گے یا مر جائیں گے - اللہ اللہ کیا ارادہ ہے کیا عزم اور ایمان ہے کیا استقلال ہے کیا ہمت ہے، اسی طرح احد کی لڑائی میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سعد سے یہ کہا کہ اے سعد مجھے احد کی جانب سے جنّت کی خوشبو آ رہی ہے تو انہوں نے تلوار سونت لی اور دشمنوں کے اندر گھس گئے اور کہا کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا کر دکھاؤں گا، دیکھا کہ انکے جسم پر اسّی زخم تھے، تو یہ لوگ جانیں دیتے ہوئے ڈرتے نہیں تھے، اور نہ تکالیف اور مصائب پیش آنے پر روتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی اپنی تکلیف کو لے کر آیا تو ایک دو منٹ میں آپ نے اس کی تکلیف کو دُور کر دیا اور وہ ہنستا ہوا گیا - ایک عورت تھی خنسا نام، اس کا ایک بھائی تھا اس کا نام صخر تھا، گبھرو نوجوان اور چٹان کی طرح مضبوط تھا، وہ مر گیا، تو وہ رات دن اس کا مرثیہ پڑھتی تھی، جو مرثیہ اس نے لکھا اس میں کہتی ہے ؎

یذکرنی طلوع الشمس صخراً
واذکرہ بکل غروب الشمس

جب سورج طلوع ہوتا ہے تو مجھے صخر یاد دلاتا ہے، اور جب سورج غروب ہوتا ہے، تو میں اسے یاد کرتی ہوں - یہی عورت جب مسلمان ہو گئی تو اس کی حالت میں ایسی تبدیلی ہوئی، کہ ایک جنگ میں اس کے تین بیٹے شہید ہو گئے - بجائے اس کے کہ وہ روتی پیٹتی، اس نے کہا الحمد للہ الذی اکرمنی بشھادتھم اس اللہ کی تعریف ہو جس نے ان بچّوں کی شہادت سے میری عزّت افزائی کی -

اولیاء اللہ کی قوّتِ نظری اور قوّتِ عملی

ان لوگوں کے متعلق فرمایا الذین امنوا وکانوا یتقون ان کی ایک شان یہ بھی ہے .... کہ ان کی قوّتِ نظری اور قوّتِ عملی دونوں کمال کو پہنچی ہوئی ہوتی ہیں یعنی ان کے دلوں میں نورِ معرفت ہے - اور اس ایمان کے موافق ان کے اعمال ہوتے ہیں - کامیابی حاصل کرنے کے لئے دو باتیں ضروری ہوتی ہیں، ایک تو اصول اچھے اور صحیح ہونے چاہئیں اور پھر ان اصول پر پورے طور پر عمل ہونا چاہیئے - اصول صحیح ہوں اور عمل نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں، اور اگر اصول ہی غلط ہوں تو ان کے لئے جدوجہد کرنا بھی کسی طرح مفید نہیں ہوتا، تو فرمایا الذین امنوا ان لوگوں کے اصول صحیح ہیں - اور ان کی صحت پر ان کا ایمان بڑا پکا اور مضبوط ہے و کانوا یتقون

شریعت میں تقوےٰ ان احکام کو بجا لانے کا نام ہے جو خدا نے دیئے ہیں اور ان امور سے پرہیز کرنا ہے جن سے منع کر دیا گیا ہے تو فرمایا الذین اٰمنوا وہ لوگ جن کی قوت نظری بہت زبردست ہے، جن کا ایمان بڑا بلند ہے، وکانوا یتقون، وہ اس ایمان کو اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں اور احکام الٰہی کو پورے طور پر بجا لاتے ہیں خدا کی راہ میں جانیں دینے سے ذرا نہیں ڈرتے، اپنا مال، اپنے عزیزوں کا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے ذرا دریغ نہیں کرتے۔

وہ لوگ جن پر انبیا اور شہدا رشک کرتے ہیں

لھم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ایسے لوگ دنیا میں بھی عزت پائیں گے اور آخرت میں بھی سرخرو اور نیک نام ہوں گے۔ ان کے لئے یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں آتی ہیں، اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے افضال اکرام ان پر نازل ہوں گے، لا تبدیل لکلمٰت اللّٰہ اللہ تعالیٰ کے وعدے میں تخلف نہیں ہو سکتا ذالک ھو الفوز العظیم یہ بہت بڑی کامیابی ہے جو انہیں حاصل ہوتی ہے، صحابہ نے اس موقعہ پر سوال کیا من ھم یا رسول اللّٰہ، یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں، جن کی اتنی بڑی تعریف آئی ہے، اس موقعہ پر دو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں ایک تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں سمعت رسول اللّٰہ یقول ان من عباد اللّٰہ عبادا ماھم بانبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یعنی وہ لوگ ہیں کہ نبی تو نہیں ہوتے مگر انبیاء اور شہداء ان پر رشک کرتے ہیں۔

محبت فی اللہ اور خواہشات نفسانی

اور دوسرے یہ بھی فرمایا الذین تحابوا فی اللّٰہ یہ لوگ محض خدا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں علیٰ غیر ارحامھم ولا اموال یتعاطونھا کسی رشتہ داری کیلئے محبت نہیں لگاتے نہ کسی سے مال لینا ان کا مقصد ہوتا ہے، محض خدا کے لئے وہ محبت کرتے ہیں اور فرمایا حجبت النار بالشھوات، اس مقام تک پہنچنے کے لئے کیا کیا چیزیں ان کے رستہ میں حائل ہوتی ہیں طرح طرح کی خواہشات سامنے ہوتی ہیں، ایک نقشہ دماغ کے اندر ہوتا ہے یہ بھی ہو جائے وہ بھی ہو جائے، ایک کارخانہ ہے دو ہو جائیں، دو سے تین ہو جائیں، ایک کوٹھی ہے دو اور ہو جائیں، ایک باغ ہے ایک اور لگا لیں، اسی طرح خواہشات بڑھتی جاتی ہیں، ان کے پیچھے دوزخ ہوتا ہے بہت مدت ہوئی سہارنپور کے ایک وکیل میرے پاس آیا کرتے تھے، بڑے کامیاب وکیل تھے، بوڑھے ہو گئے تھے ایک دفعہ وہ کہنے لگے کہ میں سوچتا ہوں کہ میں نے کیا کیا، یہ بنا لو وہ بنا لو، کوٹھیاں، باغ باغیچے، اب میرے بڑھاپے نے اس سارے کھیل کو ختم کر دیا اور افسوس کرتا ہوں کہ کیوں یہ سب کچھ بنایا یہ ہے حجبت النار بالشھوات کا نقشہ، خواہشات کے پیچھے جہنم ہوتا ہے۔

بلند مقام کے حصول کا ذریعہ

اور مصائب اور خواہشات کا مقابلہ کئے بغیر اعلیٰ مقام حاصل نہیں ہو سکتا، محنت اور مشقت اور قربانیوں ہی سے انسان بلند مقام حاصل کر سکتا ہے یہ گر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو سکھائے اور فرمایا لھم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے لوگوں کے لئے اعزاز و اکرام اور بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی، ایک اور جگہ فرمایا سیجعل لھم الرحمٰن ودا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی محبت لوگوں میں پیدا کر دے گا۔

صالحین کے لئے رؤیا و کشوف

لھم البشرٰی کے متعلق جب حضور صلعم سے پوچھا گیا کہ اس سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا میری امت کے صالحین کو رؤیا اور کشوف سے حصہ ملے گا یہ امت بامراد ہوگی، خاتم النبیین کے بعد نبی تو نہیں آ سکتے لیکن اولیاء ہوتے رہیں گے جن کو اللہ تعالیٰ سے الہامات و کشوف حاصل ہوں گے۔

رضائے الٰہی کے حصول کی راہ

ان آیات میں بڑی بشارتیں ہیں ان اعمال کے لئے جو رسول اللہ صلعم نے صحابہ بجا لائے۔ یہ اصول جو آپ نے تلقین کئے، قیامت تک کام آئیں گے۔ جو قوم ان پر عمل کریگی وہ دنیا میں بڑی ہو جائے گی۔ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ جان دینے کی ضرورت ہے، قربانیوں کی ضرورت ہے، استقلال اور ہمت کی ضرورت ہے، عزم و بلند ہمتی کی ضرورت ہے، ان صفات اور ان اعمال سے خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

امام وقت کے ہاتھ پر ہمارا عہد

ہماری اس قوم نے بھی ایک امام کو دیکھا ہے اور اس کے ہاتھ پر عہد کیا ہے کہ میں "دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" یہ صدی ایسی ہے کہ دنیا کا مال کمانے کے لئے سب مستغرق ہیں، اس بیماری سے بچنے کے لئے ایک طبیب نے نسخہ بتایا کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد باندھو اب ہر ایک شخص سوچے کہ کیا اس نے مردوں کی طرح یہ عہد کیا تھا اور کیا اس عہد کو پورا کرنے کا عزم موجود ہے، اپنے عہد کو ہر وقت سامنے رکھو، کیا خدا کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہو؟ مال دینے کے لئے تیار ہو؟

دین کے لئے قابل نوجوانوں کی ضرورت

اگر تیار ہو تو خدا کے دین کے لئے اپنی اولاد پیش کرو، تاکہ معلوم ہو کہ اپنے عہد کو آپ نے یاد رکھا، تاکہ معلوم ہو کہ خدا کے دین کی عظمت آپ کے دلوں میں ہے، حضرت امام نے فرمایا تھا کہ وصیتیں کریں، ان کے سامنے بھی لوگوں نے وصیتیں کیں، اب بھی اپنے عہد کو مدنظر رکھتے ہوئے وصیتیں کرنے کی ضرورت ہے اس عہد کو تازہ کرو اور اپنے ذہین بچے خدا کی راہ میں دو، کھاتے پیتے اور آسودہ حال لوگ اپنے قابل اور ذہین بچے دیں، اس شخص کی طرح نہ ہو جاؤ، جس پر ہنسی آتی ہے، کہ کسی نے پوچھا چودھری! تمہارے بیٹے کیا کرتے ہیں، تو اس نے کہا ایک تو بی اے پاس کر چکا ہے وہ تحصیلدار ہو جائے گا اور دوسرا ذرا کند ذہن ہے اس کو قرآن پڑھنے میں لگا دیا ہے، تو گویا قرآن و حدیث ان کے لئے ہے جو کند ذہن اور نالائق ہوں۔ جن کی کوئی بنیاد نہ ہو، نہیں قرآن و حدیث ان کے لئے ہے جو اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتے ہوں بڑے سمجھدار اور ہوشیار ہوں، ایسے نوجوانوں کا دین کی خدمت کے لئے نکلنا ضروری ہے اور ان کے لئے اموال جمع کرنا بھی ضروری ہے تحابوا فی اللّٰہ علیٰ غیر ارحامھم ولا اموال یتعاطونھا .... اللہ کے لئے اپنے دلوں میں محبت پیدا کرو بغیر کسی رشتہ داری کے اور نہ آپس کی یہ دوستی مال کے طمع پر مبنی ہو، جب تک یہ نہ ہو کامیابی کیسے حاصل ہو سکتی ہے آپ لوگوں نے یورپ میں مشن قائم کر رکھے ہیں، ان کے لئے قابل نوجوانوں کی ضرورت ہے جو دیندار ہوں، اور ایسی قابلیت رکھتے ہوں کہ لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہوں تو لوگ احترام کے ساتھ ان کی باتیں سنیں، وہ خالص اللہ کے دین کے لئے خدمت دین کے کام میں لگ جائیں اپنے نفس درمیان میں نہ ہوں۔

دین کے لئے اموال کی ضرورت

اور ایسے لوگوں کے لئے ساری قوم وصیتیں کرے، اپنی جائدادیں خدا کے رستہ میں دے، یہ کام جو امام وقت نے تمہارے سپرد کیا ہے اور اس کے لئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا، خدا کو سامنے رکھ کر اس امام کی فرمانبرداری کرو تاکہ خدا آپ سے راضی ہو۔

آریہ سماج کا فتنہ

(بقیہ صفحہ ۲)

آریہ سماجی فتنہ کا مقابلہ نہایت کامیابی کے ساتھ کیا اور ہماری جماعت کے مبلغ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی سنسکرت دانی اور ویدوں سے واقفیت نے آریہ سماجی پراپیگنڈا کو بہت حد تک ناکام بنا دیا اور متحدہ ہندوستان کے ہر شہر اور قریہ میں آریہ سماجی مناظرین کے مقابلہ میں جماعت احمدیہ کے مبلغ کی دھاک بیٹھ گئی۔

تقسیم ملک کے بعد اس فتنہ نے پھر کروٹ بدلی ہے، اور ضرورت ہے کہ اس کا مقابلہ پھر اسی جوش و خروش سے کیا جائے، امید ہے مولانا عبدالحق صاحب پھر اس طرف توجہ فرمائیں گے اور ہندوستان کی سرزمین میں آریہ سماجی فتنہ کا مقابلہ کر کے پرانی روایات کو پھر سے تازہ کر دیں گے، اس وقت ہندوستان میں اعلائے کلمۃ اللہ کی ضرورت سب سے بڑھ کر ہے اور آریہ سماج کی طرف سے کلمہ حق کو دبانے اور اسلام کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا کر سادہ لوح مسلمانوں کو شدھ کرنے کی جو مہم جاری ہے، اس کا سدباب ہمارا سب سے پہلا فرض ہے ..... امید ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اس فرض کی سرانجام دہی کے لئے قدم اٹھانے میں دریغ نہ کریں گے۔

بہرحال جہاں تک جماعت مبلی کی تجویز اور احباب جماعت سے اپیل کا تعلق ہے، ہم اس کی پرزور تائید کرتے ہیں، جو دوست اس بارہ میں جماعت مبلی کی مدد کرنا چاہیں وہ مرکزی انجمن کے ذریعہ سے رقوم بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

حضرت اقدس علیہ السلام کے الہامات میں

تاریخ سلسلہ کا ایک ورق

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

(۲)

"مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ"
(رؤیا حضرت مسیح موعودؑ)

"میں نے کہا کہ میں نے یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے کہا مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب کو دیدوں گا۔" (رؤیا مسیح موعودؑ)

بموجب ارشاد خداوندی فلا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم ۱۹۱۴ء کے اختلاف سے جماعت احمدیہ کی ہوا جاتی رہی اس کی روز افزوں ترقی صدیوں بعد جا پڑی اس اختلاف میں بظاہر یہ معلوم دیتا ہے کہ اکابرین جماعت لاہور نے مرکز سے علیحدگی اختیار کر کے الگ کام شروع کر دیا دوسرے لفظوں میں یہ مفہوم ذہن میں آتا ہے کہ اختلاف کا سبب یہ لوگ بنے اور اس لئے ان پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی وسوسہ پھیلایا جاتا رہا ہے۔ پس یہ ایک بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس عظیم تفرقہ کے ذمہ دار کون ہیں؟ اس تفرقہ کے نیچے ان کے کیا ارادے مخفی تھے؟ کیا درحقیقت کوئی ذاتی اغراض پنہاں تھیں؟

کسی قدر ذکر پہلی قسط میں کر چکا ہوں کہ علوم دین کے جو چشمے اس زمانہ میں حضرت اقدسؑ نے قادیان میں جاری کئے تھے وہ ۱۹۱۴ء کے بعد وہاں خشک ہو گئے لیکن اس کی بجائے لاہور میں بہتے رہے ہیں۔ اس امر کا علانیہ اعتراف غیروں نے کیا ہے چنانچہ سید عبدالقادر صاحب سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کا مشہور بیان ہے جس میں انہوں نے اسی قسم کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ مشہور نومسلم انگریز مسٹر پکتھال نے بھی جیسے کہ پہلے بیان ہوا کتاب "دی ریلیجن آف اسلام" کے شائع ہونے پر حضرت امیر مرحوم کو موجودہ زمانہ میں سب سے طویل اور قابل قدر خدمت (دوبارہ تجدید و احیاء اسلام) کرنے والی ہستی قرار دیا۔ پھر خود حضرت مسیح موعودؑ کی دلی تمنا اور پیشگوئی تھی کہ انگریزی ترجمہ و تفسیر کا کام جس طرح آپ سے ہو سکے گا ہرگز کسی دوسرے سے ایسا نہ ہوگا یا اس سے جو آپ کی شاخ ہے اور اس لئے آپ میں داخل ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کو آخری ایام میں اسی ترجمہ کی مقبولیت کا الہام ہوا:-

"خلیفۃ المسیح کو ترجمۃ القرآن مبارک ہو اس کا انکار نہ کیجیو"

گذشتہ چالیس برس کے واقعات نے اس شہرہ آفاق ترجمہ کی قبولیت پر مہر ثبت کر دی ہے کہ یہی وہ قرآنی تفسیر تھی جس کی تڑپ حضرت مسیح موعودؑ کے سینہ میں موجزن تھی کیونکہ نہ صرف اس تصنیف کی شہرت و قبولیت ہی ہوئی بلکہ اس کے ذریعہ حضرت اقدس کی بعثت کی غرض بھی بہت حد تک پوری ہوئی۔ یہ اعتراف غیروں نے کیا ہے کہ موجودہ زمانہ میں نور ایمان جو مسلمانوں کے قلوب میں سے مفقود ہو چکا تھا دوبارہ اسی ترجمہ کے مطالعہ سے سینوں میں چمک اٹھا۔ حدیث شریف میں حضرت مسیح کی آمد ثانی کی بابت جو یہ لکھا ہے کہ ثریا پر ... گیا ہوا ایمان واپس لے آئے گا تو اس میں کیا شک ہے کہ دہریت و الحاد کے اس زمانہ میں خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ میں اگر اسلام کی صداقت پر کچھ ایمان دوبارہ قائم ہوا تو اس میں سب سے بڑا حصہ حضرت امیر مرحوم کے اس ترجمہ و تفسیر ہی کا ہے۔ مولوی عبدالماجد صاحب ایڈیٹر صدق جدید نے علی الاعلان یہ اعتراف کیا ہے کہ جب وہ دہریت کی وادیوں میں بھٹک رہے تھے تو اس وقت اسی ترجمہ کی برکت سے نور ایمان انہیں نصیب ہوا۔ یہ تو صرف ایک اعتراف ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ لاکھوں قلوب میں اس تصنیف نے اثر پیدا کیا۔ کیا ایسی مخلص احیاء دین کی خدمت کسی ایسے شخص کو نصیب ہو سکتی ہے جو آسمانی تحریک میں پھوٹ ڈالنے والا ہو؟ قرآن کریم نے تو خود ارشاد فرمایا ہے لا یمسہ الا المطھرون یعنی اس پاک کتاب کی حقیقی خدمت صرف انہی کو نصیب ہوگی جو خود مطہر ہوں۔ اکابرین جماعت لاہور کی نسبت منجملہ اور وساوس کے ایک بڑا وسوسہ یہ پھیلایا گیا کہ اختلاف سلسلہ کا باعث یہ لوگ ہیں اور اس کی تہ میں ان کی ذاتی اغراض پنہاں ہیں چنانچہ حضرت اقدسؑ کے بعض الہامات کشوف میں اسی وسوسہ کی تردید کی گئی ہے۔ خود جماعت احمدیہ لاہور کے قائد اوّل حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی نسبت تو ان کا نام لے کر اس وسوسہ کا ازالہ کیا گیا ہے جیسے کہ مندرجہ بالا حضرت اقدسؑ کا الہامی اندازہ آپ کی شخصیت کے بارہ میں کر کے فرمایا گیا: "مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ" یہ الہامی الفاظ قرآن مجید کی اس آیت کی بطور تفسیر ہیں جہاں نبیوں، صدیقوں شہیدوں اور صالحین کی آخرۃ میں رفاقت نصیب ہونے کا ذکر کیا ہے فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا حضرت اقدسؑ کا رؤیا میں حضرت امیر مرحوم کی بابت یہ فرمانا کہ آپ صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے اور اپنی رفاقت یا معیت پیش فرمانا اس وسوسہ کے قلع قمع کرنے کے لئے کافی ہے جس کی بنا یہ ہے کہ حضرت امیر مرحوم اور آپ کے رفقاء کار قادیان سے الگ اس لئے ہوئے کہ ان اصحاب کی اس میں ذاتی اغراض پنہاں تھیں۔ لیکن ایک اور کشف حضرت اقدس کا ہے جس میں اختلاف کی نوعیت اور اس میں جو کردار حضرت امیر مرحوم نے ادا کرنا تھا اس کی اصلیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ دس نومبر ۱۹۰۷ء کا کشف ہے جس وقت حضرت اقدسؑ کو اپنی وفات کے بارہ میں پورا علم دیا جا چکا تھا:-

"رؤیا دیکھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور کسی طرف جا رہا ہوں۔ جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہو گئی تو میں واپس آ گیا۔ اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں۔ واپس آتے ہوئے بھی راستہ میں گرد و غبار کے سبب تاریکی ہو گئی اور گھوڑے کی باگ ڈور کو میں نے ٹٹول کر ہاتھ میں پکڑا ہے چند قدم چل کر روشنی ہو گئی۔ آگے دیکھا کہ ایک بڑا چبوترہ ہے۔ اس پر اتر پڑا۔ وہاں چند ایک لڑکے ہیں انہوں نے شور مچایا کہ مولوی عبدالکریم آ گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم مرحوم آ رہے ہیں ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا اور السلام علیکم کہا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر بطور تحفہ مجھے دی۔ اور کہا لشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے۔ وہ چیز اس طرح ہے جیسا کہ خرگوش ہوتا ہے بادامی رنگ۔ اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی کے آگے قلم لگا ہوا ہے اس نالی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے جس سے وہ قلم بغیر محنت کے بآسانی چلنے لگتا ہے میں نے کہا کہ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا۔ میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب کو دے دوں گا۔ اس کے بعد بیداری ہو گئی۔"

اس کشف کے امور کو واقعات پر منطبق کیجئے تو سب سے مقدم و اہم بات یہ معلوم ہوگی کہ جیسے خود حضرت اقدسؑ نے اس رؤیا کی تعبیر میں لکھا ہے آپ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا قلم اشاعت قرآن و احیاء علوم دینیہ کی تائید میں جس تیزی و سرعت اور کثرت و ندرت سے چلا وہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ جو بجز تائید ربی کسی دوسرے کو میسر نہیں آ سکتا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عجیب توارد ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی وفات پر جو تعزیتی مقالہ اخبار ڈان میں شائع ہوا اس میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ جس طرح مشنری لوگوں کو عیسائی مذہب کو انواع و اقسام کے طریقوں سے بیان کرنے پر قدرت حاصل ہوتی ہے اسی قسم کا کمال حضرت مولانا مرحوم کو دین اسلام کے پیش کرنے میں حاصل تھا۔ ڈان سے یہ اقتباس میں نے اس موقعہ پر اسی وقت قارئین پیغام صلح کی خدمت میں پیش کیا تھا

"بہ حیثیت ایک مبلغ کے مولوی محمد علی
صاحب نے یورپی طریق اشاعت
کی تکنیک کا نہایت سود مندانہ مطالعہ
کیا ہوا تھا۔ ان کی بلند پایہ کتب
میں اس بات کی جھلک نظر آتی ہے
کہ وہ اپنے مخصوص قارئین کے ہر
طبقہ سے الگ الگ کس طرح خطاب
کریں۔ ان کے اندر بے پناہ قوت
تھی جو وہ اپنے کام کے لئے
بروئے کار لائے"

غور طلب امر ہے کہ جس طرح الٰہی علم غیب نے حضرت اقدسؑ کے مکاشفہ میں یہ نظارہ دکھلایا تھا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے مولٰنا کے لئے ایک ایسی چیز بطور تحفہ دی ہے جس کی نسبت یہ کہا کہ یشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے بعینہٖ اسی کے مطابق ایک ایسے شخص کی طرف سے یہ بات لکھی جاتی ہے جو حضرت اقدس کے رؤیا و کشوف سے کچھ بھی واقفیت نہیں رکھتا یعنی یہ کہ حضرت مولانا کو دین اسلام کے پیش کرنے میں وہ کمال حاصل تھا جو مغربی مصنفوں یا مشنریوں کو عیسویت کے پیش کرنے میں ہوتا ہے۔ پھر حضرت مولٰنا مرحوم کا قلم تائید و تجدید اسلام میں اس سرعت و آسانی کے ساتھ چلا کہ آپ نے کم و بیش دس ہزار صفحات انگریزی و اُردو زبانوں میں لکھ ڈالے۔

مقاصدِ عالیہ پر اندھیرا چھا جانا اور حضرت مولانا محمد علی کے قلم سے روشنی کا نمودار ہونا

اس صادق کشف میں حکمت الٰہیہ نے جس علم غیب کا اظہار کیا ہے غور سے پڑھنے پر معلوم ہوگا کہ در اصل اس جگہ محض حضرت مولٰنا کی عظیم الشان علمی خدمات دینی ہی کی طرف اشارہ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر مقصد **اس اختلاف کی نوعیت کو بتلانا اور جس میں جو کردار حضرت مولانا کے لئے مقدر تھا اس کا بتلانا منظور** ہے۔ اولاً رؤیا کے یہ الفاظ کہ:۔

"مَیں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے
فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا
ہوگا میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب
کو دے دوں گا"

صاف صاف دلالت کرتے ہیں کہ یہ امور جن کا ذکر کشف میں ہے خود حضرت اقدس کی اپنی زندگی میں واقع ہونے والے نہ تھے بلکہ آپ کی وفات کے بعد ظاہر ہونے والے تھے۔ اب اگر اس کشف کو شروع سے مطالعہ کیا جائے تو حضرت اقدسؑ نے دیکھا کہ گھوڑے پر سوار کسی طرف جا رہے ہیں گھوڑے پر سواری سے مراد جماعت کی امامت ہوتی ہے اور حضرت اقدسؑ کا کسی طرف جانا اپنے اصل مقصد یعنی احیاء دین کی منزل کی جانب چلنا ہے لیکن اس منزل کی راہ میں اندھیرا چھا جانا ہے چنانچہ آپ کو واپس آنا پڑتا ہے ......

...... اور آپ کے ساتھ عورتیں بھی ہیں اور لڑکے بھی شور مچا رہے ہیں۔ اب غور کرو کہ کیا یہ واقعات صادقہ نہیں کہ حضرت اقدس کی وفات کے بعد آپ کی اصل منزل راہ یا مقصد پر جماعت کے اس حصہ کی طرف سے جو اپنے جذباتی توازن کو قائم نہ رکھ سکا اندھیرا چھا گیا؟ توہم پرستی، خوش عقیدگی، زود اعتقادی، اور جلد تر جذباتیت کا شکار ہو جانا عورتوں کا خاصہ بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہوا کرتا ہے اور جو لوگ اصول و علم کی پختگی سے کورے ہوں، وہ طفل ہی ہوتے ہیں۔ اب جائے غور ہے کہ حضرت اقدسؑ کے ذریعہ یقینِ معرفت، اصول و علم کی پختگی کی کتنی لہریں قادیان کے خط سے اُٹھی تھیں اگر ۱۹۱۴ء کے بعد ان کی جھلک دیکھنی ہو تو کیا وہاں یہ دکھلائی دیتی ہیں؟ کیا یہ واقعات صادقہ نہیں کہ حضرت اقدسؑ کے بعد اگر آپ کے شاگردوں میں سے کسی نے معقولیت علم کے ذریعہ دین اسلام کی بابت نورِ یقین کو بڑھایا تو اس کی سعادت ان اصحاب کے حصہ میں آئی جو جماعت احمدیہ لاہور کی صورت میں پھر جمع ہو گئے۔ مگر ان اصحاب کے مقابل جو لوگ کھڑے ہوئے ان کی اساس توہم پرستانہ و خوش عقیدگی کے جذبات پر قائم تھی اور اسی سبب حضرت اقدسؑ کی منزل راہ پر اندھیرا چھا گیا۔ اس رؤیا صادقہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا آنا اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کے لئے قلم دینا اس امر کو ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت امیر مرحوم بڑی جرأت و جوانمردی کے ساتھ علم و دلائل کے ذریعہ ان تمام توہمات اور اعتقادات باطلہ کو رد کریں گے جن کا شکار جماعت کا ایک حصہ ہو جائیگا کیونکہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جماعت میں اپنی شجاعت و جوانمردی کی صفات کے لئے نمایاں شان رکھتے تھے۔ واقعات کو دیکھو اگر کسی نے یہ معلوم کرنا ہو کہ احمدیہ تحریک کی اصل منزلِ راہ خالصتاً احیاءِ دین اسلام ہے اور اس احیاء و تجدید کا ذریعہ آج کے زمانہ میں صحیح علوم دینیہ کی اشاعت و ترویج ہے تو اس کی جھلک اسے جماعت کے کس فریق میں نظر آئے گی؟ تجدید اشاعت علوم دینیہ اور اشاعت اسلام کی لہریں کس مرکز سے اُٹھتی ہوئی نظر آئیں گی؟ پس یہ کشف حقیقتاً اختلاف سلسلہ کے لئے بطور ایک پیشگوئی کے ہے جس میں حضرت اقدس کو صاف صاف یہ نظارہ دکھلا دیا گیا ہے کہ جب آپ کا اصل مقصد مشکوک و مشتبہ ہو کر دنیا کی نگاہ میں اس پر اندھیرا چھا جانے کا جو جہاں سے کہ جماعت کا ایک حصہ جذبات کا شکار ہو کر مذہب کو بازیچۂ اطفال بنا دے گا تو اس وقت حضرت امیر قوم اصول اور علم دین کی بناء پر اس کا دفاع کرکے حضرت اقدس کے مشن کو دوبارہ روشنی میں لائیں گے۔ کیا اس میں شک کرنے کی گنجائش ہے، یہی کچھ واقعات حقہ میں رونما ہوا، اور کیا...... اسی کے عین مطابق حضرت اقدسؑ کو دکھلایا نہیں گیا تھا؟ اس سے بڑھ کر علمِ غیب کی

مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ کسی شخص کے مامور من اللہ ہونے پر اس سے بیّن اور کونسا نشان پیش کیا جاسکتا ہے!

(باقی آیندہ)

مسلمان کی تعریف اور احمدی

مولانا محی الدین صاحب لکھوی (ایک اہلحدیث عالم) کے دَورہ کی رپورٹ اہلحدیث اخبار "الاعتصام" میں شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مولانا نے ایک تقریر میں فرمایا:۔

"ہر وہ شخص جو پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے مسلمان ہے خواہ وہ کوئی بھی عقیدہ رکھتا ہو۔ مولانا نے کہا کہ تحقیقاتی عدالت میں کسی عالم دین کو مسلمان کی تعریف کرنا نہیں آئی حالانکہ حدیث کی رو سے مسلمان وہ ہے جو حدیث من صلّٰی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا پر قائل ہے۔ اس موقعہ پر انہوں نے تمام علماء کو جاہل قرار دیا۔ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ قادیانیوں کے بارے میں جناب کا کیا خیال ہے جب کہ وہ اس حدیث پر بھی قائل ہیں؟ مولانا نے فوراً جواب دیا کہ وہ مسلمان ہیں"

(الاعتصام ۲۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

مولانا لکھوی کا یہ جرأت مندانہ اظہار حق ہر طرح قابل تحسین اور لائق داد ہے، کیا "الاعتصام" اور اس کے ہمنوا اپنے ایک عالم دین کے اس قول حق سے سبق حاصل کریں گے؟

شرمناک سانحہ (بقیہ صہ۳)

لوگ شامل ہیں جن کو چند ارکان اسمبلی کی پشت پناہی حاصل ہے، اور وہ اصل مجرم کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان حالات میں گجرات کے علاوہ لاہور کے اخبارات نے بھی گورنر پنجاب نواب مشتاق احمد گورمانی اور وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خاں نون سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بنفس نفیس تحقیقات کے لئے گجرات پہنچیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس واقعہ کی تحقیقات پورے طور پر ہونی چاہیئے اور اگر کوئی مجرم اس کی تہ میں ہوں تو ان کو قرار واقعی سزا ملنی چاہیئے، ورنہ اگر اسکو یونہی چھوڑ دیا گیا تو ملک کا امن و امان خطرہ میں پڑ جائے گا اور آیندہ اکیلی دکیلی عورت کا سفر کرنا دشوار ہو جائے گا۔

رفتار عالم

★ اٹل پور - ۱۶ر جنوری - مسٹر سہروردی نے پشاور سے کراچی جاتے ہوئے ٹرین میں نمائندہ نوائے وقت سے ملاقات کے دوران میں بتایا کہ میں جناح لیگ کے عہدے سے مستعفی نہیں ہوں گا۔ آپ نے کہا کہ اگر میری صحت بحال نہ ہوئی تو میں لندن نہ جاسکوں گا۔ آپ نے اس خبر کو بے بنیاد قرار دیا۔ کہ مرکزی حکومت نے انہیں حالیہ تقریروں کے بعد محتاط رہنے کی ہدایت کی ہے۔ دورۂ ان کے دورے کی تنسیخ کا باعث یہ ہدایت ہے۔

★ بیروت ۱۶ر جنوری - ترکیہ کے وزیر اعظم مسٹر عدنان منڈیریز نے لبنان کو عراق اور ترکیہ کے مجوزہ دفاعی معاہدہ میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ حکومت لبنان کے ایک ترجمان نے بتایا کہ جب تک لبنان عرب ممالک سے مشورہ نہ کر لے وہ اپنے رویہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا وزیر اعظم عدنان منڈیریز نے کل لبنان کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ سے ملاقات کر کے انہیں مجوزہ معاہدہ کی تفصیلات بتائی تھیں۔

★ لعنا الجدید - ۱۶ر جنوری - آج پاکستان اور ہندوستان کے درمیان دوسرے ٹیسٹ میچ کا دوسرا روز تھا۔ ہندوستان نے پہلی اننگ میں ۲۲۵ رنز بنائیں، جواب میں پاکستان نے کھیل ختم ہونے تک ۹۱ رنز بنائیں اور اس کا کوئی کھلاڑی آؤٹ نہیں ہوا۔ آج بھارتی ٹیم کے آخری کھلاڑیوں رام چند اور تمہا نے اپنی ٹیم کی لاج رکھ لی اور بھارت کے سکور کو آبرومندانہ درجہ تک لے گئے۔

★ واشنگٹن ۱۶ر جنوری - کوسٹاریکا کے سفارتخانہ نے اعلان کیا ہے کہ نامعلوم ہوائی جہازوں اور ٹینکوں نے سرحد عبور کر کے حملہ اور فوج کی طرف سے لائبیریا پر حملہ کر کے کئی اشخاص کو ہلاک کر دیا ہے اور متعدد مکانوں کو آگ بھی لگ گئی ہے۔

★ واشنگٹن - ۱۶ر جنوری - صدر آئزن ہاور نے آج یہاں اعلان کیا ہے کہ امریکی حکومت آئندہ مالی سال میں سرکاری اخراجات میں ایک ارب دس کروڑ ڈالر کی کمی کرنا چاہتی ہے۔ لیکن بیرونی امداد میں مزید چالیس کروڑ ڈالر کا اضافہ کر دیا جائے گا اس لحاظ سے فوجی اور غیر فوجی دونوں قسم کی بیرونی امداد پر چار ارب ۰۰، کروڑ ڈالر خرچ کئے جائیں گے۔ صدر آئزن ہاور نے ایشیا کے لئے امدادی رقوم کی مقدار نہیں بتائی۔

★ گجرات ۱۶ر جنوری - نارتھ ویسٹرن ریلوے کے حکام نے تاجروں کی سہولت کے لئے لاہور اور پشاور کے درمیان ایک نئی تیز رفتار مال گاڑی (گڈز ٹرین) چلانے کے انتظامات تقریباً مکمل کر لئے ہیں۔ یہ مال گاڑی لاہور سے چل کر صرف ۲۴ گھنٹوں میں پشاور پہنچا کرے گی۔

★ نیویارک ۱۶ر جنوری - کمیونسٹ ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اشتراکی چین گیارہ امریکی ہوا بازوں کو بہت جلد رہا کر دیگا ان خبروں سے یہ توقعات پیدا ہوگئی ہیں کہ اقوام متحدہ کے سکرٹری جنرل مسٹر ڈاگ ہمرشول کا مشن کامیاب ثابت ہوگا۔ اشتراکی بلاک کے ایک سفیر نے بتایا ہے۔ کہ امریکی نظربند ہوا باز دو گروپوں میں رہا کر دیئے جائیں گے۔

★ نئی دہلی - ۱۷ر جنوری - معلوم ہوا ہے کہ حکومت ہند ا

اب تک ۳۸ ہزار سے زاید بے خانماں لوگوں کو مسلمانوں کی جائیداد نیلام کر کے معاوضہ ادا کر چکی ہے۔ مسلمانوں کی چھوڑی ہوئی دو لاکھ ایکڑ زمین بھی تقسیم کی جاچکی ہے۔

★ کراچی - ۱۶ر جنوری - وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی نے کل رات پاکستان چیمبرز آف کامرس کے سالانہ ڈنر میں تقریر کرتے ہوئے ملک کی خوشگوار اقتصادی حالت کی نشاندہی کی۔ اور کہا کہ ہم نے ملک کے اقتصادی و معاشی استحکام کے لئے جو سعی و جد و جہد کی تھی وہ کامیاب رہی ہے۔ اور ہم "بحرانی" مقام سے گزر چکے ہیں۔

★ لاہور ۱۶ر جنوری - پنجاب یونیورسٹی جرنلسٹس ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام آج شام یہاں ایک مباحثہ منعقد ہوا۔ جس میں متعدد مقررین نے پاکستان میں شادی بیاہ کے قوانین میں اصلاح کرنا ضروری قرار دیا۔ مباحثہ کے صدر ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین تھے مصر کے پروفیسر امین نے مختصر تقریر میں حکومت مصر سے بھی مطالبہ کیا۔ کہ وہ مسلمانوں کے بیاہ شادی کے قوانین کو موجودہ عہد کی ضروریات کے مطابق بنائے۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین اور مولوی علاؤالدین صدیقی اس نکتہ پر متفق تھے کہ اسلام نے ایک سے زاید شادیوں کی اجازت بڑے غیر معمولی حالات میں دی ہے۔ اور اگرچہ ایک سے زاید بیویاں رکھنے کی اجازت خاص حالات میں دی گئی ہے۔ پھر بھی اگر پاکستان میں اسلامی قانون نافذ کیا جائے تو ایک سے زاید بیویاں رکھنے کو غیر قانونی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ شوہروں پر یہ پابندی عاید کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسری شادی کرنے سے قبل یہ ثابت کر دیں کہ وہ دوسری شادی کرنے میں حق بجانب ہیں۔

خلیفہ حکیم الدین نے اپنی تقریر میں کہا کہ موجودہ عدالتیں عورتوں کو انصاف نہیں دے سکتیں۔ ان کے لئے علیحدہ عدالتیں قائم ہونی چاہئیں۔ جہاں مطلقہ عورتیں اپنے حقوق حاصل کر سکیں۔ بیگم سلمیٰ تصدق حسین نے جنہوں نے پنجاب اسمبلی میں اس مضمون کا ایک سرکاری مسودہ قانون پیش کر رکھا ہے۔ کہ ایک سے زاید بیویاں رکھنے کو جرم قرار دیا جائے۔ کہا کہ اس بارے میں بھی ایک قانون بننا چاہیئے۔ کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے سے قبل اپنی ان وجوہ کے معقول ہونے کا جواز عدالت سے حاصل کرے۔ جن کی بناء پر وہ طلاق دینا چاہتا ہے اور اسے اس وقت تک طلاق کی ڈگری نہیں ملنی چاہیئے۔ جب تک کہ وہ بیوی کا مہر ادا نہ کر دے اور ان بچوں کی جو اپنی ماں کے پاس رہنا چاہتے ہوں کفالت کا معقول انتظام نہ کر دے۔

★ لاہور - ۱۶ر جنوری - پنجاب کے وزیر زراعت سردار عبدالحمید خاں دستی نے آج محکمہ زراعت کے حکام اور زمینداروں کو تلقین کی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ پھل اور سبزیاں "اگاؤ" کی مہم کو تیز کر دیں تاکہ پاکستان اس سلسلہ میں خود مکتفی ہو جائے اور سبزیوں کی درآمد پر غیر ملکی کرنسی خرچ نہ ہو۔

★ ملتان ۱۶ر جنوری - ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز ملتان ڈویژن کے صدر میاں [illegible] نے کل یہاں ایوان کے چوتھے سالانہ اجلاس میں

حکومت سے اپیل کی کہ وہ ایسے حالات پیدا کرے جن میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ افراد کے ہاتھ میں جمع ہو سکے جو ملک کی صنعتی ترقی کے لئے اشد ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں رائج ٹیکس اس مقصد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ میاں فاروق احمد نے کپڑے کے کنٹرول پر بھی شدید نکتہ چینی کی۔

★ ہانگ کانگ - ۱۶ر جنوری - کمیونسٹ چین کی خبر رساں ایجنسی نے اطلاع دی ہے کہ مرکزی چین نئے سال کے اوائل میں دس روز تک برف باری کا نشانہ بنا رہا ہے اور اس دوران میں درجہ حرارت ۱۴ درجہ سے بھی گر گیا تھا گزشتہ ۷۰ برس میں اتنی سردی کبھی نہیں دیکھی گئی۔ حکومت نے سردی کی شدت کے پیش نظر علاقہ کے عوام میں رضائیاں اور گرم کپڑے تقسیم کر دیتے ہیں۔

★ پشاور - ۱۶ر جنوری - اگرچہ یہاں دو روز تک مسلم لیگ مجلس عاملہ کے اجلاس میں مسلم لیگ کو حیات نو بخشنے کے مسئلہ پر خوب گرما گرم بحث ہوتی رہی۔ لیکن سرحد مسلم لیگ ان حلقوں نے جو مسلم لیگ کو صحیح معنوں میں ایک جمہوری ادارہ دیکھنے کے خواہشمند ہیں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ مسلم لیگ مجلس عاملہ کے دو روزہ اجلاس کا نتیجہ حقیقت میں نشستند و گفتند و برخاستند کے سوا اور کچھ بھی برآمد نہیں ہوا۔

★ لاہور - ۱۷ر جنوری - پاکستان کے وزیر دفاع و کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خاں [illegible] پاکستانی عوام کو تلقین کی کہ وہ اندرون [illegible] پیدا نہ کریں جن سے ملک کی بقا کو خطرہ لا[illegible] اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ [illegible] بعض ایسے ممالک سے ملتی ہیں جن سے ہمارے تعلقات دوستانہ نہیں ہیں۔

★ لاہور - ۱۷ر جنوری - باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت پنجاب نے راولپنڈی یونیورسٹی قائم کرنے کے سلسلہ میں آخری فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ یونیورسٹی راولپنڈی سے ۱۵ میل جنوب میں سہالہ کے مقام پر قائم کی جائے گی۔

★ لندن ۱۶ر جنوری - اس ماہ کے آخر میں لندن میں دولت مشترکہ کے وزراء اعظم کی جو کانفرنس منعقد ہونے والی ہے اس میں وزیر اعظم برطانیہ سر ونسٹن چرچل کے قول کے مطابق کوئی بات بھی ایسی نہیں ہوگی جسے خارج از بحث کہا جائے کیونکہ اس کانفرنس کے لئے کبھی کوئی ایجنڈا مرتب نہیں کیا جاتا اور اس میں ہر مسئلہ پر بحث و تمحیص ممکن ہو سکتی ہے خیال کیا جاتا ہے کہ اس کانفرنس کا اصل موضوع عالمی مسائل ہوں گے جن میں وزراء اعظم کی گزشتہ کانفرنس کے ...

سہ روزہ پیغام صلح - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۰ شمارہ نمبر ۴

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
تار کا پتہ: "پیغامِ صلح" لاہور
فون نمبر ۳۷۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا سہ روزہ اخبار

ادارۂ تحریر
مرتضٰی خاں حسن بی اے
دوست محمد

جلد ۴۴ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۹ جمادی الاوّل ۱۳۷۴ھ - ۲۲ جنوری ۱۹۵۵ء | نمبر ۵

دارم امید

—(حسن)—

تکیہ بر رحمِ تو دارم فضلہا دارم امید
وز گناہم چشم پوشی اے خدا دارم امید

من فقیرِ بے نوا و بے کس و بے چارہ ام
از تو اے شاہِ شہاں جود و سخا دارم امید

قطعِ پیماں کردہ ام بشکستہ ام عہدِ وفا
اے سر و جانم فدا از تو وفا دارم امید

کارِ من کفران و عصیاں کارِ تو عفو و کرم
من خطاہا کردہ ام از تو عطا دارم امید

زندگانی چیست بے لطفِ تو اے کانِ کرم
زاں سبب ہر لحظہ از تو لطفہا دارم امید

آتشِ فرقت بسوزد مغزِ جانم روز و شب
روز و شب اے مہ لقا از تو لقا دارم امید

گشتہ ام بیمار و مضطر خستہ جان و دلفگار
اے طبیبِ دردِ من! از تو شفا دارم امید

از رہِ لطف و کرم لَا تَقْنَطُوا فرمودۂ
حسبِ فرمانِ تو از تو رحمہا دارم امید

نیک میدانی ہر آں چیزیکہ ہست اندر دلم
باز میپرسی کہ من از تو چہا دارم امید

ما غریباں را خدایا ملجا و ماوی توئی
گر ز تو نومید گشتم از کجا دارم امید؟

استغفار سے بڑھ کر کوئی تعویذ و حرز اور کوئی احتیاط و دوا نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

۲۰ جون ۱۸۹۹ء کی درمیانی رات۔ امراض وبائیہ کا حضرت مسیح موعود کی مجلس میں ذکر ہوا اس پر آپ نے ارشاد فرمایا یہ ایام برسات کے معمولاً خطرناک ہوا کرتے ہیں، ہند کے طبیب کہتے ہیں کہ ان تین مہینوں میں جو بچ رہے وہ گویا نئے سر سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ جاڑا بھی خوفناک ہی نظر آتا ہے۔ اطبا بڑے بڑے پرہیزوں اور حفظ ماتقدم کے لئے احتیاطیں بتاتے ہیں۔ اگرچہ سلسلہ اسباب کا اور انکی رعایت درست ہے مگر میں کہتا ہوں محدود العلم ضعیف انسان کہاں تک بچا ربچا کر غذا اور پانی کا استعمال کیا کرے میرے نزدیک تو استغفار سے بڑھ کر کوئی تعویذ و حرز اور کوئی احتیاط و دوا نہیں۔ میں تو اپنے دوستوں کو کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے صلح کرو، محبت پیدا کرو اور دعاؤں میں مصروف رہو۔ میں تو یہی آرزو رکھتا ہوں اور دعائیں کرتا ہوں کہ میرے دوستوں کی عمریں لمبی ہوں تاکہ اس حدیث کی تعبیر پوری ہو جائے جس میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چالیس برس موت دنیا سے اٹھ جائے گی۔ جس کا مطلب . تو نہیں ہو سکتا کہ تمام جانداروں سے اس عرصہ میں موت کا پیالہ ٹل جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں جو نافع الناس اور کام کے آدمی ہونگے اللہ تعالیٰ انکی زندگی میں برکت بخشے گا (خط مولوی عبدالکریم صاحب یکم جولائی ۱۸۹۹ء)

غلبۂ قرآن نہ صرف غیر مذاہب کے معترضین کو قائل کر دیگا بلکہ مسلم نوجوانوں کو اپنے مذہب کی خوبیاں سمجھنے میں مدد دے گا

حضرت امیر کی کتاب "غلبۂ قرآن" کے متعلق ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب کی رائے

ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب سپیکر پنجاب اسمبلی نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتاب "غلبۂ قرآن" کے متعلق ذیل کا خط حضرت ممدوح کی خدمت میں ارسال کیا ہے:۔

"سپیکر ہاؤس لاہور۔ ۱۷ جنوری ۱۹۵۵ء

مکرم و محترم بندہ زاد لطفہٗ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کی تازہ ترین تصنیف "غلبۂ قرآن" کی ایک جلد دو تین روز ہوئے ملی، اس قابل قدر تحفہ کے لئے میرا دلی شکریہ قبول فرمائیے۔

میں ابھی کتاب کا مطالعہ تو نہیں کر سکا۔ لیکن دیباچہ پڑھنے سے ہی موضوع کی اہمیت واضح ہو گئی ہے۔ فی الحقیقت اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ علمائے مغرب کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا جائے۔ از منہ وسطیٰ کے عیسائیوں کا تو کیا ذکر اٹھارہویں اور انیسویں بلکہ بیسویں صدی کے عیسائی علماء بھی اسی تعصب اور تنگ نظری کا شکار ہیں اور ابتک رسول اللہ صلعم اور قرآن شریف پر ایسے اعتراضات کرتے ہیں جو بالکل بے بنیاد ہونے کے باوجود ہمارے مغرب زدہ طبقے کو گمراہ کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں جب میں موتمر ثقافت اسلامی میں شرکت کے لئے پرنسٹن (امریکہ) گیا تو وہاں بھی اسی سپرٹ کا مظاہرہ دیکھا۔ ایک بہت بڑے پادری صاحب نے جنہیں اس بات پر بڑا فخر تھا کہ انہوں نے کئی سال عربستان میں گذارے ہیں، ایک دن جبکہ تاریخ اسلامی زیر بحث تھی، مسلم سکالرز سے پُر زور اپیل کی کہ وہ بعد از تحقیق و تدقیق قرآن شریف کا صحیح متن معین کریں، کیونکہ ان کے خیال کے مطابق، اس باب میں بہت اختلاف تھا۔ مجھے اس لغویت کا جواب دینا پڑا۔

یہ امر باعث طمانیت ہے کہ آپ نے تعلیمات قرآنی کو ایک ایسے انداز میں پیش کیا ہے جو نہ صرف غیر مذاہب کے معترضین قرآن کو قائل کر دے گا بلکہ مسلم نوجوانوں کو بھی اپنے مذہب کی خوبیاں سمجھنے میں مدد دیگا۔ جزاک اللہ خیر الجزاء۔

والسلام۔ شجاع الدین

سہ روزہ پیغام صلح لاہور ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲ جنوری ۱۹۵۵ء

انکارِ الہام کا فتنہ

موجودہ زمانہ کے افسوسناک رجحانات میں سے ایک نہایت تکلیف دہ رجحان جو مادیت و الحاد کے غلبہ نے پیدا کیا ہے یہ ہے کہ خود ذات باری تعالےٰ کے متعلق لوگوں کے دلوں میں ایسے شکوک و شبہات پیدا ہو چکے ہیں جو اس کی ہستی پر ایمان کو متزلزل کرنے والے ہیں، اور تو اور خود ان اسلامی تحریکات میں بھی جو دین کی سب سے بڑی پشت پناہ ہونے کی مدعی ہیں اللہ تعالےٰ کی ہستی کے متعلق وہ یقین و ایمان موجود نہیں جو ایک صحیح الاعتقاد مسلمان کا خاصا ہونا چاہیئے بطور مثال جماعت اسلامی کے امیر مولوی مودودی صاحب کے اس بیان کو پڑھ لیجئے جو ہستی باری تعالےٰ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں رسالہ "ترجمان القرآن" میں شائع ہو چکا ہے:

"خدا کی ہستی کے متعلق زیادہ سے زیادہ جو کچھ آدمی کے امکان میں ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ آثار کائنات پر غور کر کے ایک نتیجہ اخذ کر سکے کہ خدا ہے اور اس کے کام شہادت دیتے ہیں کہ اس کے اندر یہ اور یہ صفات ہونی چاہئیں۔ یہ نتیجہ بھی "علم" کی نوعیت نہیں رکھتا بلکہ صرف ایک عقلی قیاس اور گمان غالب کی نوعیت رکھتا ہے اس قیاس اور گمان کو جو چیز پختہ کرتی ہے وہ یقین اور ایمان ہے لیکن کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے جو اس کو علم کی حد تک پہنچا سکے ......
آپ خود سوچ لیجئے کہ جب ہم خدا کی ہستی کے بارہ میں بھی یہ دعوےٰ نہیں کر سکتے کہ ہم کو اس کے ہونے کا علم حاصل ہے تو آخر اس کی حقیقت کا تفصیلی علم کیونکر ممکن ہے"۔

(ترجمان القرآن جلد ۴۳ عدد ۶ صفحہ ۲۵۴ - ۲۵۵)

کیا اس تحریر کا لفظ لفظ اس حقیقت کا شاہد نہیں کہ مودودی صاحب جو جماعت اسلامی کے بانی مبانی اور اس کے امیر بنے بیٹھے ہیں اور رات دن حکومت الٰہیہ کے خواب دیکھ رہے ہیں خود اللہ تعالےٰ کی ہستی کے متعلق ان کا ایمان "قیاس اور گمان" کے ریتلے ٹیلے پر قائم ہے، اور کوئی ذریعہ ان کے پاس نہیں جو اسے علم کی پختہ چٹان پر پہنچا سکے، نہ ہی وہ یہ دعوےٰ کر سکتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالےٰ کے ہونے کا علم ہے"!

فرمایئے ایسا شخص جو اللہ تعالےٰ کی ہستی پر پختہ ایمان ہی نہیں رکھتا وہ دوسروں کو کس طرح اس کا قائل کر سکتا ہے اور اس کی جماعت کا ایمان بھی قیاس و گمان سے آگے کس طرح جا سکتا ہے۔

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ ساری مصیبت انکارِ الہام کے فتنہ سے پیدا ہوئی ہے، جو اس زمانہ میں محض حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کے لئے کھڑا کیا گیا ہے حالانکہ اس سے پہلے تمام امت تیرہ سو برس تک اس بات کو مانتی چلی آئی، کہ اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندوں کے ساتھ اب بھی ویسے ہی کلام کرتا ہے جیسا کہ پہلے اپنے کلام ہی کے ذریعہ سے اپنی ہستی کا ثبوت دیتا چلا آیا ہے تیرہ سو برس تک اس امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جن کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لیکر جنہیں خود رسول اللہ صلعم نے رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء میں شامل کیا ...... تمام مجددین اور اولیائے امت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو کر اللہ تعالےٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت دیتے چلے آئے، حضرت شیخ محی الدین ابن عربی، حضرت امام غزالی، حضرت سید عبدالقادر جیلانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی سرہندی اور ازیں قبیل ہزاروں ایسے اولیاء اللہ گذرے ہیں جن کے الہامات و کشوف آج تک ان کی کتابوں اور ملفوظات میں مندرج ہیں، لیکن آج محض حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کے لئے اس مسلمہ عقیدہ اور تمام امت کے تجربہ کا انکار کیا جا رہا ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ خود ہستی باری تعالیٰ ہی پر ایمان "قیاس و گمان" کی حد پر آ کر ٹھہر گیا جس کا کھوکھلا پن خود مولوی مودودی کے الفاظ سے ظاہر ہے اور یہ مولوی مودودی تک ہی محدود نہیں ایک دوسری تحریک "طلوع اسلام" کے نام سے کراچی کے افق سے طلوع ہوئی ہے وہ بھی علی الاعلان بڑے زور سے انکارِ الہام کو اپنا مسلک قرار دیکر ہستی باری تعالےٰ پر تشکک کا سامان پیدا کر رہی ہے، اس بارہ میں "طلوع اسلام" کے بیانات کو آیندہ اشاعت میں ہم تفصیل کے ساتھ پیش کر کے ان کا جائزہ لیں گے، یہاں ہم صرف اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں، کہ جہاں مودودی صاحب کو ہستی باری تعالےٰ کے متعلق "قیاس و گمان" سے آگے بڑھنے اور یقین و ایمان یا علم و عرفان کی سرحد تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ملتا، جہاں "طلوع اسلام" کو امت محمدیہ میں الہام کے اجرا سے انکار ہے جو ہستی باری تعالیٰ پر شکوک و شبہات پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے، وہاں حضرت مرزا صاحب کو دیکھئے کہ ہستی باری تعالےٰ کے متعلق یقین و ایمان اور علم و عرفان کی کس زبردست چٹان پر کھڑے ہیں، اور دنیا کو پکار کر کہتے ہیں، کہ میرا خدا یقیناً موجود ہے، جس کا ثبوت صرف "آثار کائنات" ہی نہیں جو تو ہونا چاہیئے" کے قیاس و گمان سے آگے نہیں لے جاتے بلکہ اس کا وہ پاک کلام ہے جو اس کے پاک بندوں سے آج بھی ویسے ہی ہوتا رہتا ہے جیسے پہلے ہمیشہ ہوتا چلا آیا ہے آج بھی اس کی انا الموجود کی آواز ویسے ہی سنائی دیتی ہے جیسے پہلے ہمیشہ سننے میں آتی رہی، یہی آواز ہے جو اس کی ہستی کا زندہ ثبوت ہے اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے اس کے پاس اس کی ہستی کو ثابت کرنے اور یقین و ایمان اور علم و عرفان کی بلند منزل پر پہنچنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں،

یہ وہ علم و عرفان ہے جس سے حضرت مرزا صاحب کی کتابیں اور ملفوظات بھرے پڑے ہیں، اور اسی علم و عرفان کی بنا پر آپ بڑے زور سے لوگوں کو دعوت دیتے رہے کہ آؤ اور میرے پاس آ کر زندہ خدا کی آواز کو سنو، اور فی الواقعہ لوگوں نے آپ کے ذریعہ سے اس آواز کو سنا، نہ صرف آپ کے ذریعہ سے بلکہ آپ کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالےٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنے تئیں لگا کر سینکڑوں انسانوں نے شرف مکالمہ الٰہیہ حاصل کیا اور آج بھی ایسے لوگ اس جماعت میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالےٰ اس شرف سے مشرف ہو کر اس کی ہستی پر زندہ گواہ ہیں،

کیا جماعت احمدیہ کا یہ تجربہ منکرین الہام کے لئے ایک کھلا سبق نہیں؟ کیا پرویز صاحب اور جماعت اسلامی اس سبق سے فائدہ اٹھا کر اس ذریعہ (الہام) پر ایمان لائیں گے جو "قیاس و گمان" کی دلدلوں سے انہیں نکال کر علم و عرفان کی بلند منزل پر پہنچانے کا موجب ہوگا؟

نفسیات کی روشنی میں

شکاگو - ۲۸ دسمبر ڈاکٹر گورڈن سے جو نفسیات کے مشہور ماہر ہیں۔ کل ماہرین نفسیات نسواں کے چھٹے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ امریکی خاتونوں کی خاصی ایک بڑی تعداد جنسی ہسٹریا کے مرض میں گرفتار ہے اور اس کے اسباب امریکہ کے فحش و عریاں رسالے اور ہالی وڈ کے نت نئے فیشن ہیں۔ چنانچہ پچھلے پندرہ سال میں ناجائز بچوں کی پیدائش کی شرح امریکہ میں دوگنی ہو گئی ہے ...... کم سن لڑکیوں کی ایک معقول تعداد اپنے بلوغ سے قبل ہی مصنوعی سینے اپنے لگا لیتی ہیں۔ کچھ عورتیں سن کے دورہ کی مریض اس لئے بھی بنتی ہیں، کہ یا تو ان کے سینہ خراب ہیں یا انہیں اس کا وہم ہو گیا ہے ...... امریکہ میں ڈاکٹروں کا بیشتر وقت عورتوں کی ان بیماریوں کے علاج میں صرف ہو جاتا ہے۔ جن کا باعث ہالی وڈ فلموں کی پیدا کی ہوئی قبل از وقت جنسی جذبات کی بیداری ہے۔" (خبر)

خدا جانے ایسی خبریں مصر، ہندوستان، پاکستان کی روشن خیال بیگمات کی نظر سے گذرتی ہیں یا نہیں؟

بلا تبصرہ

ہمعصر الجمعیۃ کے ایک اداریہ سے:-

"جہاں تک شدھی کی تحریک اور عیسائیت اور اسلام پر حملوں اور ان کی توہین اور دل آزاری کا تعلق ہے ہمیں اعتراف کرنا چاہیئے کہ ہم نے دفاعی پوزیشن اختیار کر کے اپنی پوزیشن کو خود خطرہ میں ڈال دیا ہے ورن کے مقابلہ میں صرف اپنا دفاع کرتے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارا محاذ بہت کمزور ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ شدھی کی تحریک دوسری طرف سے جاری ہو، دل آزاری اور توہین کا فتنہ دوسری ہی کی طرف سے اٹھے اسلام اور مسیحیت پر حملوں کا سلسلہ بھی یکطرفہ ہو اور ہم ان کی کمال سمجھیں کہ اپنا دفاع کر رہے ہیں! ور ایک سیکولر حکومت میں ہمیں اپنے دفاع کی پوری آزادی حاصل ہے۔ اگر یہ صورت حال قائم رہی تو ہم ساری عمر اپنا دفاع ....

آپ کے خطوط

کرناٹک میں تبلیغِ اسلام

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۸ر دسمبر ۱۹۵۴ء کو مولوی محمد بڈھن صاحب بردور کی صاحبزادی کی شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے میں اور جناب محی الدین صاحب کولار، ہبلی سے گدگ گئے۔ مولوی صاحب نے اپنی دخترِ نیک اختر کی شادی کی خوشی میں تقریب نکاح پر پانچ روپیہ اور نوشہ والوں نے ایک روپیہ بطور عطیات برائے تبلیغ اسلام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو دیئے۔ میں نے عام مجلس میں اس کا اعلان کرتے ہوئے انجمن کی جانب سے شکریہ ادا کیا۔

دوسرے دن رخصتانہ کے موقعہ پر مولوی بڈھن صاحب ایک قرآن کریم لئے ہوئے میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ میں اپنی لڑکی کے جہیز میں دینا چاہتا ہوں۔ میں نے اس قرآن کریم کو مولوی صاحب کے ہاتھ سے لیکر تمام بہنوں اور بھائیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اکثر ماں باپ اپنی لڑکیوں کی شادی کے موقعہ پر جہیز میں کچھ نہ کچھ سامان و اسباب، یہاں تک کہ بڑی بڑی جائداد بھی دے دیتے ہیں، آخر یہ سب کتنے دن کام آئیں گے؟ — آج ہمیں یہ بھی دیکھنا نصیب ہوا ہے کہ ہمارے مولوی صاحب نے جہاں اپنی حیثیت کے مطابق کچھ تھوڑا بہت دنیوی سامان اپنی صاحبزادی کے جہیز میں دیا ہے وہاں آپ وہ عظیم الشان کتاب بھی عنایت کر رہے ہیں جس کے مقابلہ میں بڑے بڑے قیمتی جواہر گوہر اور دنیا کے سب خزانے ہیچ ہیں۔ اس کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا خزانہ مخفی ہے جو اس پر عمل کرنے سے ہاتھ آتا ہے وہ خزانہ نہ چوری ہو سکتا ہے۔ نہ ڈوب سکتا ہے اور نہ جل سکتا ہے، خوش نصیب ہیں وہ جو ایسی عظیم الشان نعمت پاتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ اس پاک کتاب پر دولہا اور دلہن دونوں عمل کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے حق دار بن جائیں گے جو اس پر عمل کرنے والوں کو ملتی ہے۔ یہ کہتے ہوئے میں نے اس صحیفہ پاک کو ایک بڑھیا کے ہاتھوں میں دے دیا جو دلہن کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔

اسی روز مولوی صاحب نے ہبلی سے آئے ہوئے اپنے مہمانوں کا مجھ سے تعارف کرایا۔ ان لوگوں نے اسلام کی حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ۱۹۲۲ء میں لنگایت دھرم قبول کر کے گلے میں لنگ باندھ لئے تھے[1]۔ مولوی بردور صاحب کبھی کبھی اس گاؤں میں پہنچکر اسلام کی خوبیاں انہیں بتاتے رہتے ان کے وعظ سے وہ لوگ جو لنگایت ہو گئے تھے ۱۹۵۰ء میں پھر اسلام میں واپس آ گئے ان کے اسمِ گرامی یہ ہیں:-

(۱) عبدالغنی صاحب جالیہال
(۲) حسین صاحب جالیہال
(۳) عبدالکریم صاحب۔ اکوجی
(۴) عبدالرحمٰن صاحب ملاں
(۵) راجے صاحب جنور و
(۶) نبی صاحب جنور و

تعارف ہونے پر میں نے ان لوگوں سے گفتگو شروع کی۔ وہ لوگ بار بار کہتے تھے کہ مولوی بردور صاحب کا رسالہ شانتی سندیش سے ہمیں اسلام کے متعلق مزید معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ جب سے یہ رسالہ بند ہوا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ علاقہ کرناٹک کے دیہات میں رہنے والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا نہیں چاہتا ہوگا اس لئے یہ روشنی بھی اللہ تعالیٰ نے ہم سے چھین لی ہے۔ اب ہم کیا کریں؟— میں نے انہیں کہا کہ وہ رسالہ شانتی سندیش تو تو بند ہوتا تھا سو ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری اور تمہاری ہدایت کے لئے قرآن کریم کو محفوظ رکھا ہے اس سے زیادہ ہمیں اور کیا چاہیئے، قرآن کریم کے پارۂ عم کی ۱۹ سورتوں کی تفسیر جو مولوی بردور صاحب کی کنڑی زبان میں لکھی ہوئی آپ کے پاس ہے کیا یہ کافی نہیں؟ — پہلے اس کو پڑھئے اور ہماری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی کے پاس بہت ساری کتب کنڑی زبان میں ہیں کیا ان سب کتب کا آپ لوگوں نے مطالعہ کیا ہے؟ یہ بھی میں نے ان سے کہا کہ آپ تمام سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بیعت کنندہ احباب ہیں آپ اپنے گاؤں میں ایک انجمن بنا لیں، اور ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ قرآن کریم کا درس کیا کریں جن جن کتب کی آپ حضرات کو ضرورت ہو گی وہ ہمیں اطلاع دیں۔ ہم انجمن کے لئے مفت دیں گے اور مولوی بردور صاحب کو بھی آپ کی انجمن پر نگرانی کے لئے مہینے میں ایک دفعہ بھیجتے رہیں گے۔ پہلے آپ حضرات اپنے گاؤں والوں سے مشورہ کر کے ہمیں ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ اطلاع دیجئے۔ میں آپ کی انجمن بنانے اور درس قرآن کا طریقہ بتانے کے لئے اپنی انجمن کے نائب صدر صاحب کے ہمراہ آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

انہوں نے اس موقعہ پر وعدہ کیا کہ ہم اسی موسم میں فصل کٹ جانے کے بعد بلائیں گے اس سے بڑی خوشی ہوئی اور میں نے اسی وقت ایک کیمرہ میرے پاس تھا جس سے بردور صاحب سمیت ان سب کا فوٹو لے لیا۔ اور وہ رخصت ہو گئے

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو استقامت بخشے اور اسلام کا وہ نقشہ جو احمدیت نے پیش کیا ہے اس علاقہ میں سب کے دلوں میں گھر کر جائے۔ والسلام

نقل۔ خاکسار
شیخ عبدالستار ہبلی
26/12/54

[1] لنگایت دھرم...... ہندوؤں میں ایک فرقہ ہے جو اپنے گلے میں چاندی کی ڈبیہ ڈال لیتے ہیں۔

خدمتِ دین کا تھوڑا سا کام

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدمتِ دین کا تھوڑا سا کام کر کے اس کا اخبار کے ذریعہ تشہیر دینا اور سستی شہرت حاصل کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔ لیکن بعض اوقات احباب سلسلہ اور بالخصوص نوجوانانِ قوم کی دلچسپی اور ترغیب کے لئے ایسا کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی مقصد کو سامنے رکھ کر ہر سطور میں سلسلے کی خدمت کا مختصر سا خاکہ ہے۔ اخبار کے ذریعہ احباب سلسلہ تک پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں شاید کسی دوست کے لئے ...... ترغیب کا باعث ہو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ خدمتِ دین ایک مشکل کام ہے۔ اور خاصکر ایسی حالت میں جبکہ انسان کے بازوؤں میں کما حقہ طاقت بھی نہ ہو۔ مگر اس کا احساس اس وقت تک انسان کو نہیں ہوتا جب تک عملاً اس کی ذمہ داری اس پر عائد نہ ہو جائے۔ بزرگانِ سلسلہ کی خدمات دینی اور اس کے لئے عظیم قربانیوں کو دیکھ کر ہم لوگ خوش ہوتے تھے۔ اور خیال کرتے تھے کہ یہ تو ایک سہل کام ہے۔ جب یہ ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی۔ ہم اسے باحسن وجوہ سرانجام دیں گے مگر ہمارا ایسا خیال کرنا ناتجربہ کاری پر مبنی تھا۔ ورنہ یہ راستہ اس قدر آسان نہیں۔ کیونکہ آج ہم ذاتی تجربہ کی بنا پر دیکھ رہے ہیں۔ کہ خدمات دینی اور اس کے لئے قربانی کے لحاظ سے ہم نوجوان اس معیار پر پورے نہیں اترتے۔ جو بزرگانِ سلسلہ نے قائم کیا ہے۔

شاید اس کے کئی اور وجوہ بھی ہوں لیکن میرے خیال میں دو وجوہ نہایت اہم ہیں۔ ایک یہ کہ ہم لوگ حضرت اقدس کے عہدِ سعید سے دور ہو گئے۔ اور اس طرح وہ پاک جذبہ ہم میں کم ہو رہا ہے جو ہمارے بزرگوں کے دلوں میں مامور من اللہ کے انفاس قدسی سے پیدا ہوا دوم یہ کہ آج تک نہ تو ہمارا کوئی اپنا ماحول ہے اور نہ ہی قوم کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا کوئی سامان ہم نے کیا ہے۔ ایسے حالات میں نوجوانانِ قوم کے اندر خدمتِ دین کے پاک مقصد کے لئے اجتماعی بیداری کا فقدان لازمی ہے۔ جس کا ہمیں ذکر کرنا چاہیئے۔

لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ جب تک ہماری ایک اچھی تربیت گاہ نہ ہو ہم خدمتِ دین کا کوئی کام ہی نہیں کر سکتے۔ اللہ پاک کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ابھی تک ہمارے اندر وہ قیمتی ہستیاں موجود ہیں جو اپنے روح پرور علوم، بلند کردار اور عظیم قربانیوں کے ذریعہ ہماری تربیت کر رہی ہیں جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہمارے بہت سے دوست خدمتِ دین کے کام میں مصروف ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارے کئی دوست ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جو بجا طور پر اس وراثت کو جسے ان کے عظیم باپ ان کے سپرد کر گئے سنبھالے ہوئے ہیں۔ مجھے ان کے نام لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ انگشت نمائی کے محتاج نہیں ہیں۔

لہٰذا مایوسی کی کوئی بات نہیں۔ ایک متحرک ایمان کی ضرورت ہے "خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا" اگر ہمارے نوجوان اجتماعی طور پر خدمتِ دین کے کام کو استقامت کے ساتھ اپنے ذمہ لیں تو بہت کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم لوگ ایک ایسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنی خدماتِ دینیہ، علمی خصوصیات اور فرقہ پرستی کی قائل نہ ہونے کی وجہ سے چار دانگ عالم میں مشہور ہے۔ سنجیدہ طبقہ ہماری ان خصوصیات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے لہٰذا ہمارے سامنے میدان بہت وسیع ہے

اس ضمن میں میں بھی اپنی حقیر خدمات پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ نوجوانان جماعت کے لئے اس کا تذکرہ دلچسپی کا باعث ہوگا۔

میں نے اپنے دیگر مشاغل کے علاوہ خدمت دین کا کام ۱۹۴۹ء سے باقاعدہ طور پر شروع کیا۔ اس سے پیشتر میں بزرگان سلسلہ کے قیمتی لٹریچر سے استفادہ کرتا رہا۔ بہت تھوڑے عرصہ میں میں نے کئی دوستوں کے شکوک کو ... فری لٹریچر۔ زبانی تبادلۂ خیالات اور اخبارات و رسائل سلسلہ اور دیگر کتب کے ذریعہ دُور کرنے میں کامیابی حاصل کرلی جس کے نتیجہ میں بہت سارے دوست ہماری خدمات دینیہ کے معترف اور معاون ...... ہوگئے ہیں۔ اس عرصہ میں پیغام صلح کے ۲ پرچے، لائٹ کے ۳ پرچے اسلامک ریویو کے پانچ پرچے اور رسالہ اشاعت اسلام کے دو پرچے مختلف دوستوں کے نام جاری کرائے۔ جن میں سے کئی ایک مستقل خریدار بن چکے ہیں۔ اور اس طرح روشنی حاصل کر رہے ہیں۔

کئی دوستوں نے ہمارا قیمتی لٹریچر مثلاً تفسیر بیان القرآن۔ انگریزی ترجمۃ القرآن فضل الباری۔ سیرت خیر البشر۔ خلافت راشدہ وغیرہ قیمتاً منگوا کر ان سے فائدہ اُٹھایا اور اُٹھا رہے ہیں۔ اس وقت تقریباً دس بارہ دوست صرف ہماری تفسیر سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں لسان الملک جناب متین اللہ خان واثق جیسے بزرگ جو اپنے خاندان کے ہماری جماعت میں داخل ہو گئے، اور ایک اور قیمتی نوجوان جنہوں نے ابھی تک بیعت ......

نہیں کی ہے۔ انشاء اللہ ہماری جماعت میں شمولیت کے خواہشمند ہیں، دوستوں سے اس کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔

سلسلہ عالیہ کے جو دوست یہاں بنوں میں رہ چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہاں مقامی طور پر ہماری کوئی جماعت نہیں۔ صرف مضافات میں ہمارے دوست رہتے ہیں، مثلاً سرائے نورنگ، عظیم کلی وغیرہ۔ لیکن اس کے باوجود اس عرصہ میں متفرق طور پر تقریباً دو ہزار روپیہ ... چھوٹی چھوٹی رقوم کی شکل میں وصول کرکے داخل خزانہ انجمن کر چکا ہوں جس کی تفصیل یہ ہے:—

(۱) اخبارات و رسائل	228/-/-
(۲) چندہ عام	656/-/-
(۳) زکوٰۃ	294/-/-
(۴) برلن مشن	92/-/-
(۵) ووکنگ مشن	36/-/-
(۶) تحریک خاص	136/-/-
(۷) فطرانہ وغیرہ	37/-/-
(۸) جلسہ سالانہ فنڈ	85/-/-
(۹) فری لٹریچر ممالک غیر	96/-/-
(۱۰) خسارہ بجٹ	103/-/-

یہ وہ مختصر خاکہ ہے، جو میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ اللہ پاک ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ اس کے دین کی خدمت کر سکیں۔

والسلام

آپ کا نوجوان دوست

از بنوں

اسلامک ریویو

مولانا عبدالماجد دریابادی اپنے اخبار صدق جدید (۱۴ر جنوری) میں لکھتے ہیں:—

"ماہنامہ اسلامک ریویو، ووکنگ سرے انگلستان نے اپیل شائع کی ہے کہ پرچہ کئی ہزار سالانہ کے مالی نقصان کے ساتھ نکل رہا ہے۔ اور اگر خریداروں میں فوری معقول اضافہ نہ ہوا، یا معقول مالی امداد نہ حاصل ہوئی تو پرچہ یا تو سرے سے بند ہی کر دینا ہوگا ورنہ کم سے کم اس کی ظاہری شان و شوکت اور صفحات کی ضخامت میں تو بہت ہی کمی کرنا ہوگی۔

"یہ اعلان حسرت انگیز جتنا بھی ہو۔ حیرت انگیز ذرا بھی نہیں۔ ہر اسلامی پرچہ کا یہی حال کم و بیش ہے۔ اور کیوں نہ ہو وہی مسلمان جو سینما کی سرپرستی میں سب سے آگے نظر آتا ہے وہی جو ناچ رنگ کی محفل میں سب سے پیش پیش رہتا ہے، اور وہی جو ہر تقریب کے موقع پر آتشبازی میں روپیہ پھونکنے میں ذرا دریغ نہیں محسوس کرتے، کسی دینی علمی کام کا نام آتے ہی معاً اپنے کو مفلس و قلاش محسوس کرنے لگتا ہے! — اسلامک ریویو (ابتداءً جس پارٹی کا بھی ہو) انگریزی میں بڑی مفید تبلیغی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اور تفریق و تخریب سے اپنا دامن بچاتے ہوئے برطانیہ۔ امریکہ۔ کناڈا۔ آسٹریلیا۔ غرض دنیا کے جس ملک میں بھی انگریزی کا چلن ہے، اللہ کے نام اور رسول کے پیام کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ہے۔ اس کی مدد کرنا اپنی مدد آپ کرنا ہے۔

سالانہ قیمت ۲۵ شلنگ (ایک پونڈ ۵ شلنگ) ہے۔ اور ووکنگ کے صدر دفتر کے علاوہ اس کی شاخیں فرانس، امریکہ، [illegible] عراق، مصر، جرمنی، ٹرکی، برما وغیرہ بکثرت ملکوں میں کھلی ہوئی ہیں [illegible] سالانہ قیمت ۱۶/۱۲ ہے، اور پتہ۔ عثمانیہ بک ڈپو ... [illegible] سکہ میں ۱۲ ہے اور پتہ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ہے۔

ایک غلط فہمی

محترمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار پیغام صلح مورخہ 5/1/55، ایڈیٹوریل میں وصیتیں کرنے کی تحریک میں خاکسار کے متعلق لکھا ہے۔ کہ چوہدری غضنفر علی یدوتھی جو اپنے بھائی چوہدری سید احمد صاحب کی طرح پہلے ایک دفعہ وصیت کرکے ادا کر چکے ہیں ... دوبارہ ... کردیں گے، یہ خط وحلاتی والے الفاظ میں نے نہیں کہے یہ غلط فہمی کی وجہ سے درج ہوئے ہیں، ویسے خدا توفیق دے گا۔ تو ہر ایک تحریک میں بخوشی حصہ لوں گا مہربانی فرما کر اخبار میں درستی فرما دیں زیادہ خیریت۔ خاکسار۔ غضنفر علی از یدوتھی۔

درخواستہائے دعا

(۱) ہمارے مخلص کرم فرما حاجی محمد عظیم صاحب بعارضہ ورم معدہ جناح ہسپتال کراچی میں اپریشن کرا کر زیر علاج ہیں۔ ان کی صحت عاجلہ کے لئے احباب سے التماس ہے کہ درد دل سے دعا فرمائیں۔

(۲) احقر کی اہلیہ کی طبیعت بہت کمزور ہے۔ اور ابھی تک مرض کا قلع قمع پوری طرح نہیں ہوا۔ احباب سے گذارش ہے کہ مریضہ کی صحت کے لئے دعا فرماویں۔ والسلام

احقر۔ حافظ عبدالرشید

نواب شاہ سندھ

ضرورت ہے

ایک یونانی دواخانہ میں ایک دایہ کی ضرورت ہے نیز ایک احمدی عقیدہ کے خاندان کی مستحق جاہرہ معمر اور ... دیوہ کو علاوہ خوراک رہائش کے مفت انتظام کے معقول مشاہرہ بھی دیا جائے گا (۲) ایک اوسط درجہ خاندان کی کم سن بچوں کی تربیت کے لئے دینیات سے واقف غریب شریف خاندان کی خاتون کی خدمات درکار ہیں۔ پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں۔ ایجنسی۔ معرفت سب پوسٹ ماسٹر پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ

P.O. Jhang

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸ — تار کا پتہ تبلیغ لاہور — فون نمبر ۳۷۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ادارہ تحریر
مرتضیٰ خان حسن - بی اے
دوست محمدؐ

جلد ۴۲ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۳ ربیع جمادی الاول ۱۳۷۴ھ - ۲۶ جنوری ۱۹۵۵ء | نمبر ۶

جواہر ریزے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ

رات کے آخری حصہ میں دعا اور نماز:-

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل ربنا تبارک و تعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر یقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسالنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفرلہ۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہمارا رب برکتوں والا اور بلند ہر رات کو قریب کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے۔ جب رات کی آخری تہائی رہ جاتی ہے فرماتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اسے قبول کروں کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں، کون مجھ سے بخشش مانگتا ہے کہ میں اسے بخشوں۔

نوٹ۔ از فضل الباری:- ابن اثیر میں نزل کے نیچے اس حدیث کو لا کر لکھا ہے کہ نزول اور صعود اور حرکت اور سکون جسم کی صفات ہیں۔ اور اللہ اس سے بلند اور پاک ہے۔ اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانیاں ہیں اور بندوں سے ان کا قریب ہونا۔ اور حدیث نے اللہ تعالیٰ کے نزول سے جو مراد ہے اسے خود بتا دیا جب یہ فرمایا کہ اس وقت کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور سوال کرنے والے کو دیا جاتا ہے اور بخشش مانگنے والے کو بخشا جاتا ہے۔ گویا انسان کے قلب کی حالت ایسی ہوتی ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس لئے اس وقت کی دعائیں بھی زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔

اگلی رات سونا اور پچھلی رات اٹھنا:-

عن الاسود قال سالت عائشۃ کیف کان صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل قالت کان ینام اولہ ویقوم آخرہ فیصلی ثم یرجع الی فراشہ فاذا اذن المؤذن وثب فان کان بہ حاجۃ اغتسل والا توضأ وخرج۔

اسودؓ سے روایت ہے کہا میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا نبی صلعم کی نماز رات کو کیسی تھی کہا پہلی رات سو رہتے اور پچھلی رات اٹھتے اور نماز پڑھتے پھر اپنے بچھونے پر آ جاتے جب مؤذن اذان دیتا اٹھ کھڑے ہوتے اور اگر آپ کو ضرورت ہوتی تو غسل کر لیتے ورنہ وضو کر کے نکلتے۔

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمدؐ صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

"استغفار بہت پڑھا کرو"

حضرت مسیح موعودؑ کا بتایا ہوا وظیفہ

ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ سے دریافت کیا کہ وہ کونسا وظیفہ پڑھا کرے۔ آپ نے فرمایا:- "استغفار بہت پڑھا کرو۔ نیک انسان کی دو ہی خواہشیں ہیں۔ یا تو وہ گناہ نہ کرے اور یا اللہ تعالیٰ کئے ہوئے گناہ کے بد انجام سے اس کو بچا لے۔ سو استغفار پڑھنے کے وقت دونوں معنوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ سے گذشتہ گناہوں کی پردہ پوشی چاہیئے۔ اور دوسرا یہ کہ خدا تعالیٰ سے توفیق چاہے کہ آئندہ گناہوں سے بچا لے۔ مگر استغفار صرف زبان سے پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے لئے دل چاہیئے۔ نماز میں اپنی زبان میں بھی دعا مانگو۔ یہ ضروری ہے"۔

"تقویٰ اختیار کرو تقویٰ ہی ہر نیکی کی جڑ ہے۔ تقوے کے معنے ہیں ہر ایک باریک در باریک رگ گناہ سے بچنا۔ تقویٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا بھی شبہ ہو، اس سے بھی کنارہ کرے"۔

"دل کی مثال ایک بڑی نہر کی مانند ہے۔ جس میں سے اور چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں جن کو ہماری زبان میں سوآ یا راجباہ کہتے ہیں۔ دل کی نہر میں سے بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں۔ مثلاً زبان وغیرہ۔ اگر چھوٹی نہر یا سوئے کا پانی خراب اور گندہ اور میلا ہو تو قیاس کیا جاتا ہے کہ بڑی نہر کا پانی ضرور خراب ہے۔ پس اگر کسی شخص کو دیکھو کہ اس کی زبان یا ہاتھ پاؤں وغیرہ میں سے کوئی عضو ناپاک ہے تو سمجھ لو کہ اس کا دل بھی ایسا ہی ناپاک ہوگا"۔

(منظور الٰہی صفحہ ۲۷۴)

برٹش گیانا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

برٹش گیانا اور ڈچ گیانا جنوبی امریکہ کے دو بڑے حصے ہیں جہاں ہندوستانی مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے، ان لوگوں میں احمدیت کا اثر روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور جماعت احمدیہ لاہور کے معتقدات اور تبلیغی کارناموں نے یہاں تک اثر کیا ہے کہ بے شمار لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر خدمات اسلام میں عملی حصہ لے رہے ہیں۔ ڈچ گیانا کے متعلق تو اگلے دن وہاں سے آئے ہوئے ایک نوجوان کی زبانی آپ سن چکے ہیں کہ وہاں کے ۲۰ ہزار مسلمانوں میں سے ۱۸ ہزار احمدی ہیں جو ایک باقاعدہ انجمن کی صورت میں اپنا تبلیغی نظام قائم کر چکے ہیں۔ یہی حال برٹش گیانا کا ہے جہاں ایک ماہوار انگریزی رسالہ "دی مسلم ٹائمز" اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس رسالہ کے دوسرے شمارہ میں "دی برٹش گیانا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام" کے عنوان سے ایک مقالہ شائع ہوا ہے، جس کا ترجمہ ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے:-

"برٹش گیانا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام" ایک بین الاقوامی ادارہ کا حصہ ہے یہ ادارہ آج سے پچاس سال پہلے اس ملک میں قائم ہوا تھا جو اب پاکستان کے نام سے موسوم ہے اس کی غرض غیر اسلامی دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانا اور مسلمانوں میں سے ان غلط رسوم و معتقدات کا قلع قمع کرنا ہے جو مرور زمانہ سے اسلام میں داخل ہو گئے"۔

گذشتہ پچاس سال میں بین الاقوامی ادارہ ——— احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پاکستان ——— دنیا کے تمام حصص میں مشنوں کے قیام اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم پر حملوں کے جواب میں مفت اسلامی لٹریچر کی تقسیم، قرآن کریم اور احادیث کے تراجم اور دنیا کی بہت سی زبانوں میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت اور ممالک غیر میں مبلغین بھیج کر اور حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے ایسے ادارے قائم کر کے جن کی مثال اسلامی روایات میں نظر نہیں آتی، بہت محنت و مشقت سے کام کرتا رہا ہے برٹش گیانا میں اسلام اور اسلامی زندگی کی جو حالت ہے اس کو دیکھ کر سخت خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ ان غیر مسلموں کو تو الگ رہنے دیجئے جنہیں ہمارے پاکیزہ مذہب کا علم ہی نہیں ہے۔

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

انکار الہام کا فتنہ

(۲)

گذشتہ اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت نے بڑے بڑے علماء کی ایمانی حالت کو یہاں تک خراب کر دیا ہے کہ امت محمدیہ کے اس شرف سے بھی انہوں نے انکار کر دیا جو سلسلہ مکالمات الٰہیہ کی صورت میں اسے حاصل رہا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا واحد ثبوت اور اس پر دلی اور یقینی ایمان کا واحد ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ مولوی مودودی جیسے عالم نے ہستی باری تعالیٰ کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے صاف لکھدیا کہ آثار کائنات پر غور کرنے سے یہ نتیجہ تو اخذ کیا جا سکتا ہے کہ خدا ہے لیکن یہ صرف عقلی قیاس اور گمان غالب کی نوعیت رکھتا ہے، علم کی نوعیت نہیں رکھتا۔

وہ علم جو اس عقلی قیاس اور گمان غالب کو یقین و ایمان میں بدل سکے کیسے حاصل ہو سکتا ہے اس کا ذریعہ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بتایا ہے سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ہستی کا ثبوت اپنے پاک کلام اور الہام کے ذریعہ دے یہی وہ پاک کلام اور الہام ہے جو تیرہ سو برس تک امت محمدیہ کے نیک افراد اور اولیاء اللہ پر نازل ہوتا رہا ہے اور ان کا پاک نمونہ اور روحانی تصرفات و نشانات جو الہام الٰہی نے ان کے وجود میں پیدا کئے دنیا کو ایمان و ایقان کی بلند منازل پر کھڑا کرتا رہا ہے۔ آج بھی حضرت مسیح موعود کے وجود میں ہم نے سینکڑوں نشانات دیکھے جو الہام الٰہی کے ذریعہ آپ کو دیئے گئے اور ان کے ذریعہ علم و عرفان کا وہ شربت آپ کے ساتھیوں کو پلایا گیا جو ہستی باری تعالیٰ کے متعلق ان کے دلوں کو یقین و ایمان کو بھر دینے کا موجب تھا۔ آج بھی اس جماعت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو کم و بیش الہام الٰہی سے مشرف ہیں اور اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک زندہ گواہ کا کام دے سکتے ہیں۔ لیکن آہ! اسکو کیا کیجئے کہ دہریت اور الحاد کی دلدلوں اور مامور من اللہ کی مخالفت نے بڑے بڑے مدعیان علم کے پاؤں پھسلا دیئے اور وہ الہام الٰہی سے انکار کر کے ہستی باری تعالیٰ کے متعلق اس پختہ اور محکم دلیل کا انکار کر بیٹھے کہ وہ خدا بولتا اور اپنے بندوں کو اپنی ہستی کا خود ثبوت دیتا ہے۔

اسی انکار کرنے والوں میں ایک "طلوع اسلام" کے مدیر شہیر مولینا غلام احمد پرویز بھی ہیں جنہوں نے بڑے طمطراق سے یہ لکھا ہے کہ:-

"قرآن نے مومنین کی صفات اور خصوصیات کا متعدد مقامات پر تفصیلی ذکر کیا ہے ان میں کسی ایک جگہ بھی یہ نہیں لکھا کہ ان میں سے ایسے ہوں گے جن کی طرف ہم وحی یا الہام بھیجا کریں گے"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جس شخص کی قرآن دانی کا یہ حال ہو کہ اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ قرآن نے مومنین کے وحی یا الہام سے مشرف ہونے کا بار بار ذکر کیا ہے اور کئی مقامات پر بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ملائکہ نازل کرتا ہے اور اپنی بشارتیں ان کو دیتا ہے اسکے متعلق سوائے اسکے کیا کہا جا سکتا ہے کہ یا تو وہ جان بوجھ کر ان قرآنی بیانات کو چھپاتا اور ان سے اغماض کرتا ہے اور یا اس نے قرآن کو پڑھا تک نہیں، خواہ کتنا ہی "مفسر" اور "مصنف معارف القرآن" کی طرف منسوب نہیں..... اور صرف اسی قدر کہہ سکتے ہیں کہ مامور الٰہی کے ساتھ بغض و تعصب نے قرآن کے کھلے کھلے ارشادات کو بھی چھپانے اور ان سے انکار کرنے کی جرأت ان میں پیدا کر دی ہے ورنہ کیا یہ آیات ان کی نظر سے نہیں گذریں؟:-

(۱) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیٰؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ولکم فیہا ما تشتھی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون نزلا من غفور الرحیم (حٰم السجدۃ آیات ۳۰ تا ۳۲) وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے، اور پھر اس پر مضبوطی کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم خوف نہ کھاؤ اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشخبری سنو جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جو تم مانگو، یہ مہربانی بخشنے والے اور رحم کرنے والے اللہ کی طرف سے ہے۔

فرمایئے اس آیت میں فرشتوں کی خوشخبریاں کن کی طرف ہیں، اور کن لوگوں کی رفاقت دنیا کی زندگی میں بھی کرنے کی وہ بشارت دیتے ہیں، اگر مومنوں کو الہام و کلام الٰہی نصیب نہیں تو ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کے مصداق کون ہیں جن پر یہ الہام نازل ہوتے ہیں؟

(۲) اور سنئے:- الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون لہم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ (یونس ۶۲-۶۴) دیکھو اولیاء اللہ پر کوئی خوف اور حزن وارد نہیں ہوتا یہ وہ لوگ ہیں جو صدق دل سے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے اس دنیا میں بھی بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی۔

کونسی بشارتیں ان کے لئے اس دنیا میں ہیں جہاں تو وہ بظاہر سخت ترین مصائب اٹھاتے ہوئے گذر جاتے ہیں، بشارتیں ان کے لئے وہی ہیں جو الہام و کلام الٰہی سے ان پر نازل ہوتی ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں، صحابہؓ نے پوچھا ما المبشرات یا رسول اللہ، یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں فرمایا ستۃ و اربعین جزء من اجزاء النبوۃ یعنی نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتا ہے یہاں نبوت کا حصہ کہکر بتا دیا کہ یہ مبشرات الہام و کلام الٰہی سے تعلق رکھتے ہیں پرویز صاحب اس کو مانیں یا نہ مانیں لیکن ایک طرف قرآن کریم کا ارشاد کہ مومنوں کو مبشرات ملتے ہیں اور دوسری طرف حدیث کا بیان کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مبشرات نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں جو انقطاع نبوت کے بعد مومنوں کے لئے باقی رہ گئے ہیں جہاں اس بات کا ثبوت ہے کہ الہام و کلام الٰہی اس امت میں جاری ہے وہاں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا حدیث فی الواقع رسول اللہ صلعم کا کلام ہے جس کو رد کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

(۳) اسی سلسلہ میں ایک اور آیت بھی قابل غور ہے یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق، اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو اپنے امر سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نازل کرتا ہے تاکہ وہ یوم ملاقات (قیامت) سے ڈرائے۔

اس آیت میں استمرار تجددی بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا الہام و کلام اپنے بندوں پر ہمیشہ نازل ہوتا رہتا ہے اور اسی کے پیش نظر روح المعانی نے حدیث مجدد نقل کر کے بتایا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ ہوتے رہیں گے جو الہام الٰہی سے مشرف ہو کر تجدید دین کرتے رہیں گے۔

اور کئی آیات بھی ہیں جو اس سلسلہ میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن فی الحال ان تینوں ہی پر اکتفا کرتے ہوئے ہم پرویز صاحب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر قرآن نے مومنوں کی صفات و خصوصیات بیان کرتے ہوئے ایک جگہ بھی یہ نہیں لکھا کہ "ان میں سے ایسے بھی ہوں گے جن کی طرف ہم وحی یا الہام بھیجا کریں گے" تو ان آیات میں کن لوگوں کا ذکر ہے اور لہم البشریٰ سے کیا مراد..... اور یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ کا کیا مطلب ہے؟

اس سلسلہ میں بعض اور باتیں بھی قابل غور ہیں جن پر ہم آئندہ اشاعت میں غور کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

"پیغام صلح" پھر ہفت روزہ ہوگیا۔ پیغام صلح کو پورا ایک سال سہ روزہ شائع کرنے کے بعد انجمن نے بعض مجبوریوں کے ماتحت پھر ہفت روزہ کر دیا ہے، اس سے صفحات میں کوئی کمی تو ہوگی، سہ روزہ کی حالت میں جس قدر صفحات ہفتہ کی دونوں اشاعتوں میں نکلتے تھے اتنے ہی ہفت روزہ میں ہوں گے یعنے بارہ صفحات، ان صفحات میں اخبار کی دلچسپی کو بڑھانے اور اس کی معنوی خوبیوں میں اضافہ کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی، اور اگر ممکن ہوا تو کاغذ کا کوٹا زیادہ مل جانے پر صفحات بڑھانے کا بھی اہتمام کیا جائے گا بشرطیکہ اخبار کی توسیع اشاعت کی صورت پیدا ہو سکے۔ اس بارہ میں ہم چند تجاویز عنقریب قارئین کرام کی خدمت میں پیش کریں گے، اسی سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا مرتضیٰ خاں صاحب کو فی الحال اخبار کے بجائے تصنیفات کے کام پر لگایا گیا۔

اخبار و افکار

شدھی کی رفتار

"آریہ ویر" جالندھر کا ایک نامہ نگار بھارت میں شدھی کی رفتار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"اگرچہ آج شدھی کا کھلا ورودھ کرنے والے ہندو سماج کے کسی کونے میں ہی ہوں گے مگر تو بھی شدھی کے کام میں وہ تیزی اور رفتار نہیں آ رہی جو اس خطرہ کو (کہ ہندو مسلمانوں اور عیسائیوں کی گود میں چلے جائیں گے ناقل) دور کرنے کے لئے آنی چاہیئے تھی کروڑوں مسلمانوں اور عیسائیوں کو پھر ہندو سماج کا حصہ بنانے کے لئے بھاری آدشیکتا ہے"

یہ سطور اس قوم کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے جو اسلام کی اشاعت و حفاظت کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتی ہے ، اس وقت بھارت کے تمام ہندو شدھی کے مسئلہ پر متفق ہو چکے ہیں حالانکہ اس سے پہلے صرف آریہ سماج شدھی کی حامی تھی اور سناتنی ہندو دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنا ناجائز سمجھتے تھے ۔ مگر اب بھارت سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کے لئے اس مسئلہ پر بھی سب ہندو متفق ہو چکے ہیں اور جیسا کہ سابقہ خبروں سے معلوم ہو چکا ہے کہ جنوبی ہند میں کئی ہزار مسلمان شدھ کئے جا چکے ہیں اس کی مدافعت کا کیا سامان ہماری طرف سے کیا گیا ہے ، کیا ہمارے وہ دوست جو تقسیم ملک سے پہلے آریہ سماج کے مقابلہ میں اسلام کی مدافعت کے لئے کمربستہ رہتے تھے ، بھارتی مسلمانوں کی اس نازک صورت حالات پر غور کریں گے ؟

عظیم الشان مناظرہ

مسیحی اخبار "اخوت" رقمطراز ہے :-

"آریہ سماجی مناظر پنڈت رامچندر دہلوی اور پادری عبدالحق مشہور مسیحی مناظر کے مابین مسیحی مذہب کے عقائد اور ویدوں کی ازلیت پر امرت سر میں کرسمس سے ایک ہفتہ پہلے نہایت شاندار اور پُرامن مناظرہ ہوا ....

.... دوران مناظرہ میں سامعین کی تعداد روزانہ چار اور پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی"

یہ خبر ان لوگوں کے لئے قابل غور ہے ، جو بھارت میں تبلیغ اسلام کو جان جوکھوں کا کام سمجھتے اور خیال کرتے ہیں کہ آریہ سماج کے مقابلہ میں وہاں کام کرنا اپنی جان کا خطرہ مول لینا ہے ۔

مسیحیت کی تعلیم کیلئے

نیو یارک کی ایک خبر :-

"امریکہ کے مشہور صنعت کار جان ڈی راک فیلر نے ایک فنڈ میں دو کروڑ ڈالر کا چندہ دیا ہے یہ رقم امریکہ میں مسیحی دینیات کی تعلیم پر خرچ کی جائے گی ۔

یہ بھی اس خبر میں بتایا گیا ہے کہ :-

"امریکہ کی تاریخ میں غالباً یہ پہلا موقع ہے کہ مذہبی تعلیم کے لئے ایک شخص نے اتنی بڑی رقم دی ہے مسٹر راک فیلر اس سے پہلے انسانی ہمدردی کے مختلف کاموں پر ۲۵ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر خرچ کر چکے ہیں جن میں سے ۳ کروڑ ڈالر مذہبی مقاصد کے لئے خرچ کئے گئے تھے "

کیا حامیان اسلام نے اس خبر کو پڑھا ہے ؟ کیا اسلام کو دنیا میں پھیلانے اور دینیات کی تعلیم دینے کے لئے انہوں نے دو کروڑ ڈالر نہیں دو کروڑ روپیہ ہی بحیثیت قوم جمع کرنے کا کبھی تہیہ کیا ہے ؟ راک فیلر کی مثال اس وجہ سے قابل غور ہے کہ اس دہریت و الحاد کے زمانہ میں بھی اس سے اس کی حمیت دینی کا ثبوت ملتا ہے ۔

راک فیلر کی مثال کو تو چھوڑ دیجئے ، احمدیوں کی غریب قوم کی مالی قربانیوں کا عشر عشیر ہی اسلام کی تبلیغ کے لئے دینے کا کبھی کسی بڑے سے بڑے مسلمان کو حوصلہ ہوا ہوتا تو ہم اسے مسلمانوں کی حمیت دینی کا بہت بڑا مظاہرہ سمجھتے ۔

قابلِ یادداشت

جو امر احباب کرام کے خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ سوائے اس کے کہ انجمن کے کسی عہدیدار سے کسی خاص امر کے متعلق خط و کتابت کرنی ضروری ہو ، عام دفتری خط و کتابت جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ سے (بغیر نام کے) ہونی چاہیئے ، اور تمام رقوم منی آرڈر چیک وغیرہ محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ سے (بغیر نام کے) آنی چاہئیں ۔

انجمن کا تار کا پتہ :-

احباب کی اطلاع کے لئے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ انجمن کا تار کا پتہ "تبلیغ" ہے اس لئے جب کبھی کسی دوست کو انجمن کے نام تار دینے کی ضرورت پیش آئے تو پورا نام اور پتہ لکھنے کی بجائے صرف "تبلیغ لاہور" لکھدینا کافی ہوگا ۔

(سیکرٹری)

انجمن کا قدم ترقی کی طرف

ذیل میں ان احباب کے نام دیئے جاتے ہیں جن کی طرف سے موعودہ چندے انجمن کو موصول ہو رہے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ جماعت کا قدم خدا کے فضل سے اب ترقی کی طرف اُٹھنے لگا ہے اور سلسلہ کا نظام بہترین ہاتھوں میں آگیا ہے امید ہے تمام دوست جو اس مالی جہاد میں کسی ایک یا دوسری وجہ سے رُکے ہوئے ہوں ، خدمت دین کے کام میں پہلے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی کوشش کریں گے اس سے بڑھ کر اور کوئی کار ثواب نہیں ۔

موعودہ چندہ بھیجنے والے اصحاب

۱- چوہدری سید احمد صاحب بدوملہی
۲- میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی - لاہور
۳- خواجہ عبدالحمید صاحب امرتسری - لاہور
۴- خواجہ اصغر حمید صاحب - لاہور
۵- میاں غلام حیدر صاحب تمیم - لاہور
۶- خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب ڈاڈر
۷- خانصاحب قاضی سمیع اللہ صاحب لاہور
۸- میاں غلام شبیر صاحب - لاہور
۹- میاں نصیر احمد صاحب فاروقی - کراچی
۱۰- میاں عبدالرؤف صاحب - منڈی بہاؤالدین
۱۱- چوہدری فضل داد صاحب گجرات
۱۲- پروفیسر سعد اختر صاحب - ڈیرہ غازیخان
۱۳- خان عبدالرحیم خان صاحب چانڈیہ - ڈیرہ غازی خان -
۱۴- ملک عبدالرحمٰن صاحب غوری - کوئٹہ
۱۵- [illegible] صاحب گجرات
۱۶ چوہدری فتح محمد صاحب عزیز - گجرات
۱۷ مہر خان محمد صاحب احمد پور سیال
۱۸- شیخ عبیداللہ صاحب ، وزیرآباد
۱۹- ملک فضل الٰہی صاحب - جہلم
۲۰- چوہدری احمد دین صاحب چک ۸۱ جنوبی
۲۱- چوہدری احمد خاں صاحب دوکاندار - چک ۸۱ جنوبی
۲۲- چوہدری علی محمد صاحب دوکاندار - چک ۸۱ جنوبی
۲۳- ماسٹر سلطان احمد صاحب ، چک ۸۱ جنوبی
۲۴- خواجہ محمد عبداللہ صاحب راولپنڈی
۲۵- مستری محمد دین صاحب - بوڑے والا منڈی
۲۶- حافظ محمد بخش صاحب - اوکاڑہ
۲۷- شیخ اللہ بخش صاحب - بدوملہی
۲۸ شیخ غلام مصطفےٰ صاحب - بدوملہی ۔

ٹیلیفون نمبر :-

ہماری انجمن کا ٹیلیفون نمبر

۳۷۳۷

ہے - احباب نوٹ کرلیں ۔

مکتوب بغداد

مذہب اور سیاست ـ بٹالوی اور حضرت مسیح موعود ـ خالد بن ولید کی زندگی سے سبق ـ حضرت امیر مرحوم کی یاد

(سید تصدق حسین صاحب قادری)

مذہب اور سیاست

پاکستان کے وزیر داخلہ عزت مآب میجر جنرل سکندر مرزا نے پاکستان میں امن وسلامتی کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے ایک بیان میں دوسری بہت سی مفید باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا اور بالکل بجا فرمایا کہ جب تک پاکستان میں مذہب اور سیاست کے درمیان حد فاصل قائم نہ کی گئی ملک انتشار اور بدنظمی کا شکار رہے گا'' اس حق و صداقت کے بیان نے باطل کے ان پرانے مریضوں کے دل و دماغ پر عمل جراحی کا کام دیا اور وہ چیخ اُٹھے جو مذہب کے نام پر میدانِ سیاست کے شہسوار بن کر عوام الناس کے جذبات سے کھیلتے رہے ہیں اور ان کے اس خود غرضانہ کھیل نے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچایا ہے پاکستان کی اس ہفت سالہ عمر میں مذہب کے ان سیاست نواز علمائے کرام نے احراری لیڈروں و دیگر مطلب پرست حکام سے مل کر اس کے خلاف جو جو سازشیں کیں وہ پوشیدہ نہیں۔ تحقیقاتی عدالتی کمیٹی کی رپورٹ ثبوت میں کافی ہوگی۔ مذہب کے یہ واحد ٹھیکیدار جناب مرزا کے اس سبق آموز بیان سے عبرت حاصل کرتے۔ اُلٹے خلاف ہی بیان دے رہے ہیں چنانچہ کراچی کے مؤقر جریدہ امروز ۲۴ر نومبر میں جناب طفیل محمد صاحب قیم جنرل سکرٹری جماعت اسلامی پاکستان نے سیخ پا ہوکر ایک اخباری بیان خلاف میں دے ہی دیا۔ اس میں ناصحانہ انداز میں سکندر مرزا صاحب کے پیش کردہ نظریہ کو ہندومت وعیسائی مذہب کا نظریہ بتلاتے ہوئے اسے خلاف اسلام نظریہ قرار دیا ہے۔ کاش مولانا طفیل محمد صاحب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھتے۔ اور اپنی سابقہ حرکات اور ریشہ دوانیوں کو سامنے رکھتے اور سینہ پہ ہاتھ رکھ کر بتلاتے کہ کیا یہ اسلامی سیاست تھی جو انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے ظہور میں آئی کیا یہ ویسی ہی سیاست نہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں نے اختیار کی کیا یہ وہی چیز تو نہیں جسے خوارج کی تحریک پیش کر رہی ہے تم سکندر مرزا سے کہہ رہے ہو کہ "قوت کے ذریعہ نظریات نہیں بدل سکتے" لیکن تم خود اس نظریہ کے حامل ہو اسے صالح جماعت کے معتمد العام ہوکر لم تقولون ما لا تفعلون کے مصداق نہ ہو۔ تم جس "سیاست" کے حامی ہو اور اسے عمل میں لانا چاہتے ہو وہ اسلامی سیاست نہیں قرآن کریم اس ناپاک "سیاست" کو دھکے دیتا ہے۔ فخر موجودات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ حیات میں اس کا نام و نشان نہیں ہاں اس سیاست کو تخریب اسلام کرنے والی تحریکات نے ضرور اپنا لیا اس کی مثالیں ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک ہر زمانہ میں ملیں گی اللہ پاکستان کو ان شر انگیز لوگوں سے محفوظ رکھے اور دینی و دنیوی ترقیات عطا فرمائے۔

بٹالوی اور حضرت مسیح موعودؑ

حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے آج باتوں باتوں میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کا قصہ چھڑ گیا۔ ابتداء میں بٹالوی صاحب کی حضرت اقدس سے گہری عقیدت۔ کتاب براہین احمدیہ پر رہتی دنیا تک رہنے والا زبردست ریویو، حضور علیہ السلام کے دعوے کے بعد معًا سخت ترین مخالفت اور یہ بڑا بول کہ "میں نے ہی مرزا صاحب کو بلند کیا تھا اب میں ہی اس کو گراؤں گا"۔ سارے ہندوستان بھر میں پھر کر علماء و سجادہ نشینوں سے کفر کا فتوے لینا مقامات مقدسہ اور حرمین الشریفین کے علماء سے کفر کا فتوے منگوانا غرض یہ کہ خدا کے شیر کے مقابلہ میں جسے یہ فرمایا کہ ؎

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پہ نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا لیکن آخر نتیجہ میں زبردست ہزیمت اور ناکامی ہوئی مرنے سے قبل شملہ میں یہ کہنا کہ "نورالدین کی کیا بیعت کروں اگر مرزا صاحب زندہ ہوتے تو ان کی بیعت کر لیتا" وغیرہ وغیرہ۔ چشم بصیرت رکھنے والوں کے لئے اس عظیم الشان واقعہ ہی میں مامور وقت کی صداقت ظاہر ہو جانی چاہیئے۔

ایک دیرینہ دوست سے ملاقات

میرے ایک نہایت دیرینہ دوست جناب مستجاب الدین صاحب بغرض دریافت صحت گھر تشریف لائے ۳۵ سالہ دوست ہیں نہایت نیک آدمی ہیں۔ سلسلہ کا لٹریچر زیر مطالعہ رہا ہے تقسیم ہند سے قبل لاہور بھی گئے ہیں، حضرت سیدنا مولانا محمد علی رح کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ہیں، نماز جمعہ بھی ساتھ پڑھی ہے مولانا مرحوم سے خاص عقیدت ہے اس وقت جمعیۃ الپاکستانیہ کے حارس ہیں خدمت خلق کا اور وہ بھی بے لوث جذبہ ہے۔ بوڑھے ہیں پچھتر سے اوپر ہی عمر ہوگی۔ اپنی جگہ سے بہت کم نکلتے ہیں ویسے ہمیشہ دوستوں کے ذریعہ میری صحت دریافت کرتے رہتے ہیں لیکن آج ایک اور وجہ بھی آنے کی ہوئی وہ یہ کہ اخویم عبدالصمد صاحب بوق جانیہ نے ان کی معرفت مجھے خط اور سلطان علی صاحب کی جانب سے مبلغ پانچ دینار بھجوائے۔

حضرت خالد بن ولید کی زندگی سے سبق

جناب صوفی محمد طیب صاحب۔ حسب معمول گھر تشریف لائے دوران گفتگو میں اللہ کی تلوار حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ چھڑ گیا۔ اسلام لانے سے قبل آپ کی انتہائی مخالفت غزوۂ احد میں مسلمانوں کی فتح کی شکست میں تبدیلی آغوش اسلام میں آنے کے بعد سیف اللہ کا لقب، روم و شام و ایران میں خالد کی تلوار کی دھاک خلیفہ دوم کے وقت میں قیادت سے معزولی، شہنشاہ روم کی لالچ کا وہ تاریخی جواب جو رہتی دنیا تک اپنوں اور غیروں کے لئے اپنے اندر ایک عظیم الشان سبق رکھتا ہے اور اس سبق میں دینی و دنیوی ترقی کا راز مضمر ہے۔ خود غرضی اور انانیت کو چھوڑ کر آپس کے اتحاد و اتفاق کے شیرازہ کو قائم رکھنے کا بہترین درس دے رہا ہے۔ دینی کام کرنے والی جماعتوں خصوصًا ہماری حزب اللہ یعنی جماعت احمدیہ لاہور کے لئے یہ تاریخی جواب کا آئینہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہنا چاہیئے اللہ ہماری مدد کرے اور ہدایت دے۔ صوفی صاحب امروز کے پرچے لے گئے اور وہ پرچے مدینہ کے دیئے۔ آج بھی طبیعت قدرے بہتر ہے۔ الحمد للہ۔

حضرت امیر مرحوم کی یاد

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب سویرے گھر تشریف لائے۔ زیادہ تر گفتگو کا رُخ حضرت مجاہد اعظم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی پچاس سالہ دینی خدمات اور اس کے لئے پوری جدوجہد پر رہا۔ ضروریات زمانہ کے پیش نظر عصر حاضرہ میں اسلامیات کی کوئی بھی شاخ تشنہ نہ رہنے دی ایسی ہستیاں بہت کم دنیا میں آیا کرتی ہیں اور جب آتی ہیں تو اپنے ساتھ ایک انقلاب لاتی ہیں۔ مسیح موعود علیہ السلام کے اس روحانی فرزند نے اپنے روحانی باپ کی دی ہوئی روحانی قلم سے اسی روحانی انقلاب کو نزدیک تر کر دیا جس کی آج بنی نوع انسان کو اشد ضرورت ہے۔ دنیا میں امن و سلامتی کے قیام کی اس مرد مجاہد کی تحریرات ضامن ہیں، دنیا کی توجہ کی ضرورت ہے۔ اس رجل عظیم کی تالیفات و تصنیفات سے اپنے اور غیر یکساں مستفید ہو رہے ہیں، عرب کے بڑے بڑے اساتذہ اس مرد خدا کے علم و معرفت کا لوہا مانے ہوئے ہیں، ہم نے محمد علی رح کو پورے طور پر نہیں پہچانا ہماری آنکھوں نے اس کی پوری شناخت نہ کی اس کی قدر و منزلت اس کے اپنے وطن سے باہر ہو رہی ہے ہاں ہماری آیندہ نسلیں اس کا مقدس نام نہایت ہی تعظیم و تکریم سے لیں گی اور اپنے آقا محمد رسول اللہ صلعم اور اس کے سچے متبعین پر جہاں درود و سلام بھیجتے ہیں وہاں اس پاک ہستی کو بھی شامل کر لیں گی۔

قومی زندگی کا راز —— دین کی خدمت کے لئے مالی اور جانی قربانیوں کی ضرورت

قابل نوجوان خدمت دین کے لئے باہر نکلیں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کریں

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم .... واللہ لا یھدی القوم الفسقین
یا ایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم .... فاصبحوا ظاھرین (سورۃ الصف)

صفیں باندھ کر جہاد کرنے والے

اس سورت میں بہت بڑے امتحان کا ذکر ہے۔ اس سے پہلی سورۃ میں فرمایا تھا ان کنتم خرجتم جھادا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی تو اس سورۃ میں فرمایا ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص یعنی اللہ تعالےٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے رستہ میں جنگ کرتے ہیں صفیں باندھ کر کانھم بنیان مرصوص ایسی صفیں جن کے اندر کوئی رخنہ اور خلل نہ ہو، وہ اپنی کمزوری کو دور کرنے کے لئے ایسے مل جاتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، اسی قسم کے انسانوں کو ہم محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

عہد کر کے عمل نہ کرنا خدا کی ناراضی کا موجب ہے

اس کے لئے تمہید باندھی یا ایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ہمارے دوستو! ہمارے ماننے والو! ہمارا کلمہ پڑھنے والو، کوئی اقرار اور عہد کرو تو کیا اس لئے کرتے ہو کہ اس پر عمل نہ کرو گے؟ کیا یہ دوستی ہے؟ کیا ایمان لانے اور کلمہ پڑھنے کے یہ معنے ہیں کہ اس پر عمل نہ کرو؟ تم سے توقع نہیں کہ تم قول و قرار کے پختہ نہ نکلو کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون یہ ایسا کرنا خدا کے نزدیک بہت ہی ناراضی کی بات ہے کہ اقرار کرو اور اس پر عمل نہ کرو، اور اس سے پیشتر تمہیداً کہا سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم اگر قوم کو ایسا سبق دینا چاہتے ہو جس میں زندگی کا راز ہے تو یاد رکھو اللہ تعالےٰ کا سارا نظام ایک قانون کے ماتحت چل رہا ہے جس سے آسمان و زمین وابستہ ہیں، یہ قانون کے ساتھ وابستگی بتاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ پاک ہے، کوئی عیب اس کی ذات کے اندر نہیں وھو العزیز الحکیم، وہ محمد رسول اللہ صلعم کو ضرور غلبہ دے گا کیونکہ آپ غالب خدا کی طرف سے ہیں، الحکیم اس کے سارے احکام میں حکمت ہے، اور یقین جانو کہ قومی زندگی کے استحکام کے لئے یہ احکام بہت مفید اور حکمت سے بھرے ہوئے ہیں تم ہمارا کلمہ پڑھتے ہو اور ہمارے احکام پر عمل نہیں کرتے رہو، ہم اس سے ناراض ہیں، شدید دشمنی ہمیں اس بات سے ہے کہ منہ سے ایمان کا دعوےٰ کرنا اور عمل اس کے خلاف کرنا

قوم کی یکجہتی اور ہم آہنگی کے بغیر کامیابی ممکن نہیں

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ ہمارے محبوب وہ ہیں، جو اپنے عزیز وطن کو ترک کر کے ہماری راہ میں جہاد کے لئے نکلتے ہیں، اور ایک سبق اس میں یہ دیا گیا ہے صفا کانھم بنیان مرصوص جب تک یکجہتی نہ دکھاؤ جیسے سنگ تاتی دیواریں ہوتی ہیں اس وقت تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، کوئی برکت تم نہیں پا سکتے جب تک کہ خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی نہ کی جائے اور یہ عزم صمیم کو چاہتا ہے یہ قوم کی یکجہتی اور ہم آہنگی کے بغیر نہیں ہو سکتا، یہ کام بغیر صبر و استقلال و ہمت کے سرانجام نہیں پا سکتا۔

رسول کی فرمانبرداری کا حکم

فرمایا موسےٰ کی قوم کی طرح نہ ہو جاؤ واذ قال موسےٰ لقومہ یقوم لم تؤذوننی انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم مجھے کیوں دکھ دیتے ہو وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم تم جانتے ہو کہ میں خدا کی طرف سے رسول ہوں، اور میری کسی بات میں ٹیڑھا پن نہیں بلکہ میں تمہیں ٹیڑھے پن سے نکالنے آیا ہوں مجھ ایسے شخص کا ادب چاہیئے، لیکن تم مجھے دکھ دیتے ہو، یہ محمد رسول اللہ صلعم کی قوم کو سبق دیا کہ تم سے کوئی خلاف ورزی نہ ہو بلکہ وتعزروہ وتوقروہ تم پر لازم ہے کہ ان کی مدد کرو اور ان کی عزت اور وقار کو ملحوظ رکھو، ان کی اطاعت کرو۔

قومی زندگی کا راز

یہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالےٰ لوگوں کو مال اور جان دینے کے لئے ابھارتا ہے، کیا وہ خود آسمان سے کافروں کو شکست نہیں دے سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ قوم نہیں بن سکتی جب تک عزم نہ ہو اور خدا کی راہ میں مال اور جان نہ دی جائے، جب تک قوم کے اندر ایسی روح پیدا نہ ہو کہ اسے جان اور مال خرچ کرنے سے دریغ نہ ہو، اس وقت تک قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر ایسے صاحب پیغمبروں کو تم اتنا ہی سمجھتے ہو کہ وہ وعظ کر دیتے تھے نہیں ان کے ساتھ ہو کر علمائے کرام نے میدان جنگ میں داد شجاعت دی فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ انہیں اللہ کے رستہ میں جو مصائب اٹھانے پڑے ان کی وجہ سے وہ ذرا غمگین نہ ہوئے وما ضعفوا وما استکانوا نہ انہیں کمزوری لاحق ہوئی اور نہ وہ تھک ہار کر بیٹھ گئے، یہ ہے جانبازوں کا کام، جانباز بن جاؤ، جانبازی کے بغیر کام سرانجام نہیں پا سکتے۔

صحابہ کرام کی جانبازیاں

احد کی جنگ میں مصعب بن عمیرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا ہے، انہوں نے اپنی گردن آگے کر کے کٹوالی اور اسی طرح دشمن کا وار رسول اللہ صلعم پر روکنے کے لئے طلحہ نے اپنا ہاتھ کٹوا لیا۔ دشمن کی طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی، ابو دجانہ نے حضورؐ کے بچاؤ کے لئے اپنی پیٹھ دشمن کی طرف کر دی اور اپنی پیٹھ پر تیروں کی بارش برداشت کی۔ وہ تیر نکال کر دوسرے کو تیر چلانے کے لئے دے دیتے تھے، یہ ہے جانبازی، اس جانبازی سے خدا کے فضل و کرم کی بارشیں نازل ہوتی ہیں۔ حضرت تو گر گئے تھے اور یہ لوگ پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع تھے۔ اور دشمن کے تیروں کا جواب اپنی تیر اندازی سے دے رہے تھے حضرت اسی حالت میں فرماتے تھے یا سعد ارم فداک ابی وامی اے سعد میرے ماں باپ تم پر قربان تیر چلاتا جا لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے فداک ابی وامی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اور آپ نے سعد سے کہا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ حضورؐ بہت قدردان تھے،

امام وقت کے ہاتھ پر عہد

ہماری اس قوم نے بھی ایک امام کے ہاتھ پر عہد کیا کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے کیا اس عہد کی پابندی تم نے کی؟ لم تقولون ما لا تفعلون، امام مہدی کی انتظار مدت سے مسلمانوں میں چلی آتی تھی اور عام خیال یہ تھا کہ سوا لاکھ آدمی (مُتہرین لاٹھیاں) لئے ہوئے ان کے ساتھ ہوں گے، اور جہاں تک پہنچ ہو گی کافر ہلاک ہوتے جائیں گے۔

اس میں کونسی جانبازی ہے۔ حضرت موسیٰ نے بھی کہا یٰقوم لم تؤذوننی کیا دکھ ان کو قوم نے دیا، حضرت موسیٰ نے ان کو فرعون جیسے جبار بادشاہ سے نجات دلائی۔ اب وہ جنگلوں میں پڑے ہوئے تھے، ان کو حکم ہوا کہ ارض مقدس میں داخل ہو تمہیں کامیابی ہوگی۔ انہوں نے جواب دیا کیا پیشگوئی آپ لئے پھرتے ہیں فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔ جائیے آپ اور آپ کا رب جاکر جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ آخر ایسی بزدل قوم جنگلوں میں ہی بھٹکتی رہی، بغیر جانبازی کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ کیا امام مہدی آئے گا کہ اس کے دم سے دشمنوں کی صفیں فنا ہوتی جائیں گی، یہ تو قرآن کی تعلیم نہیں، قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی حمایت میں جانیں فدا کر دی جائیں، امام وقت نے بھی اسی غرض سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا، آپ کا اپنا نفع کوئی نہ تھا، قرآن کی حمایت، اسلام کی حمایت۔ محمد رسول اللہ صلعم کی عزت و عظمت ہی آپ کے مدنظر تھی آپ سے جو عہد کیا گیا ہے اس کو پورا کرنا ہم پر لازم ہے عہد کرکے اس پر عمل نہ کرنا خدا کی ناراضی مول لینا ہے کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون، خدا بہت ناپسند کرتا ہے کہ جو کچھ منہ سے کہتے ہو اس پر عمل نہ کیا جائے خدا کو اس سے شدت کی ناراضی ہوتی ہے، وہ انہی سے خوش ہوتا ہے جو اس کے رستہ میں جان اور مال خرچ کرتے ہیں۔

ایک نفع بخش تجارت

یایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم۔ ہمارے ماننے والو! ہم ایک تجارت تمہیں بتاتے ہیں وہ تجارت جو تمہیں ہر ایک دکھ اور عذاب سے بچا لے گی، لوگ بڑی بڑی تجارتیں کرتے اور اس سے بڑا بڑا مال کماتے ہیں، تکلیفیں اور دکھ اٹھا کر بڑے بڑے لمبے سفر کرتے ہیں، کئی کئی سال اپنے عزیزوں سے جدا رہتے ہیں۔ فرمایا اس سے بڑھ کر تجارت ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون باموالکم وانفسکم اللہ اور رسول پر سچے دل سے ایمان لاؤ، اور خدا کے رستہ میں اپنے مال خرچ کرو اور جانیں دو ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون اگر تمہیں کچھ بھی واقفیت ہے تو یہ تمہارے لئے بہتر رستہ ہے یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار۔ تمہارے گناہوں کو اللہ تعالےٰ بخش دے گا اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا ومسٰکن طیبۃ اور بے نظیر مکان تمہیں دیگا۔

مسلمانوں کی قربانیوں کا ثمرہ دنیا اور آخرت میں

واخریٰ تحبونھا نصر من اللہ وفتح قریب اور ہم صرف دوسری دنیا ہی کے وعدے نہیں دیتے بلکہ یہاں بھی تمہیں اللہ کی مدد اور فتح حاصل ہوگی۔ یہ فتح مکہ ہے، وہ فتح جس میں نبی کریم صلعم کو مکہ پر تسلط حاصل ہوگیا، وہ مکہ جہاں سے آپ کو نکالا گیا، جہاں آپ کو عمرہ سے روکا گیا، اس مکہ میں آپ جب داخل ہوئے تو حضور نے بلال کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ بلال رض کی اذان نے لوگوں کو یقین دلا دیا کہ آج دین اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی فتح ہوگئی، جس شخص کی بربادی چاہتے تھے جس دین کو تباہ کرنے کے درپے تھے آج ایک کالا کلوٹا خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اس کی تبلیغ کرتا ہے۔ اس سے تمام مکہ کی وادی گونج اٹھی یہ ایک عظیم الشان معجزہ تھا جس کو اہل مکہ نے مشاہدہ کیا واخریٰ تحبونھا نصر من اللہ وفتح قریب تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں صرف فتح مکہ ہی نہیں، بلکہ شام، ایران اور مصر کی فتوحات بھی شامل ہیں، یہ کامیابیاں جو مسلمانوں کو نصیب ہوئیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ آخرت میں بھی انکو کامیابی ہوگی، یہ کامیابیاں انہیں اپنی جانیں اور مال قربان کرنے سے ملیں، کسی وظیفہ کے پڑھنے سے یہ کامیابیاں نصیب نہیں ہوئیں۔

قابل نوجوان خدمت دین کے لئے نکلیں

میں پھر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی بیماری کا علاج کرنے کے لئے یہ نسخہ امام وقت نے تجویز کیا کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے۔ اس بات کا عہد آپ نے اس شخص کے ہاتھ پر کیا جو کوئی معمولی انسان نہیں صدیوں سے ہزاروں اولیاء اللہ اس کی انتظار کرتے چلے آئے وتعزروہ وتوقروہ اس کے کہنے کی عزت کرو اور اسلام کے دفاع کے لئے اپنے مال پیش کرو، خدا تمہارے...... مالوں کا محتاج نہیں یہ قربانیاں تمہارے اپنے فائدہ کے لئے ہیں، قوم میں جو قابل نوجوان ہیں انہیں چاہیئے کہ خود چھلانگ مار کر نکلیں کہ ہم اس کام کو کریں گے۔ میں ان کے ماں باپ کو کہتا ہوں کہ دین کی خدمت سب سے بڑی دولت ہے جس میں دنیا کی بھی عزت ہے اور آخرت کی بھی، اس کے لئے اپنی اولاد کو پیش کرو۔

امام وقت کے ہاتھ پر کئے ہوئے عہد کو پورا کرو

کیا تم نے امام وقت ... کے ہاتھ پر عہد اس لئے باندھا تھا، کہ اس پر عمل نہ کروگے تو یاد رکھو لادین لمن لا عھد لہ جو شخص اپنے عہد کی پابندی نہیں کرتا، اس کا کوئی دین نہیں۔ دین کی خدمت کے لئے پکا اور مضبوط ارادہ کرو اور اس کام کو کر دکھاؤ۔ قوموں کی زندگی کا انحصار بلند ہمتی، عزم راسخ اور قربانی پر ہے۔ اس کو مدنظر رکھو تاکہ تم اپنے مقصد کو پورا کر سکو۔

برٹش گیانا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (بقیہ صفحہ اوّل)

تو مسلمانوں کے اندر جہالت اور توہم پرستی گھر کر چکی ہے۔ اس لئے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ لاہور کی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرز پر ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو ان علاقوں میں اس انجمن کی سرگرمیوں کو توسیع دے تاکہ اس نو آبادی کے رہنے والوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اسلام کی صحیح تعلیم کو پھیلایا جا سکے۔ اس غرض کے پیش نظر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام برٹش گیانا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مرکزی انجمن کی سرگرمیوں کو ان علاقوں میں وسعت دینے کے لئے ایسے ادارہ کی شکل میں اپنے آپ کو مستحکم کیا جائے جو پوری کالونی پر محیط ہو۔ اس کی اطلاع لاہور ہیڈ کوارٹرز کو بھیجی گئی اور وہاں سے اجازت ملنے پر ۲۰ جولائی ۱۹۵۴ء کو ۸ بجے شام مرحوم مولوی محمد علی صاحب کے مکان واقعہ ۳۲ جیمس سٹریٹ جارج ٹاؤن ۱۵ پر ایک مجلس منعقد ہوئی۔ اس اجلاس میں برٹش گیانا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تشکیل عمل میں آئی، جس کا ہیڈ کوارٹر ۴۲ براڈ سٹریٹ جارج ٹاؤن میں قائم کیا گیا، اس انجمن کے عہدیدار اور لیڈر ان لوگوں میں سے منتخب کئے گئے جو اپنے اخلاص، وفاداری اور فدائیت اسلام کی وجہ سے نمایاں شہرت رکھتے ہیں اور جو اپنی قابلیت اور تجربہ کی وجہ سے اس کام کے بہترین اہل ہیں جو انہوں نے اپنے ذمہ لیا ہے، اور سب سے بڑھکر یہ کہ وہ اپنی روزانہ زندگیوں میں اسلام کے شاندار اور بلند ترین اصولوں کو اپنے عملی نمونہ میں پیش کرتے ہیں۔

اس ادارہ کے سب سے بڑے لیڈر ڈاکٹر ایم۔ ایچ واحت ہیں، جو اس علاقہ میں تحریک احمدیت کے اوّلین ممبر ہیں اور ۱۸ سال سے خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔ ان کی معیت میں ذیل کے پُرجوش اصحاب نے اس خدمت کو اپنے ذمہ لیا ہے:۔

(۱) مسٹر اے عزیز پریذیڈنٹ ... سوسائٹی

(۲) مسٹر شریف بخش آف بلیرہوٹ

(۳) مسٹر ابراھیم ڈراپال

(۴) محمد دین آف ... کنام

(۵) مسٹر ابوالحسن علی آف ... ڈرارہ

(۶) مسٹر مجید علی اور (۷) ایڈیٹر مسلم ٹائمز

ان قابل اصحاب کا وجود انجمن کی کامیابی کی بہترین ضمانت ہے۔

گذشتہ چند ماہ میں یہ ادارہ نہایت خاموشی سے اپنی وسیع سرگرمیوں کا پروگرام مرتب کرتا رہا ہے، جس کا دائرہ تمام کالونی پر محیط ہوگا، اس وسیع پروگرام کی تفاصیل تمام ممبروں کو غور و فکر اور منظوری کے لئے بھیجی جا رہی ہیں تاکہ ہماری آل گیانا کانفرنس میں جو اگست میں منعقد ہو رہی ہے ان کو پاس کیا جائے۔

ہمارے سامنے بہت بڑا کام ہے فی الحقیقت فصل زرخیز ہے اس لئے ہمارا یہ ادارہ اپنے بھائیوں کو دعوت دیتا ہے کہ اس کام میں جو ہم نے خدا کے رستہ میں شروع کیا ہے ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں، بحیثیت مسلمان ہمارا فرض ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون پھر فرماتا ہے۔ ... مع الصادقین۔

اس ادارہ میں شرکت کے لئے کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا ہاں صرف (باقی برصفحہ ۸ کالم ۲)

اپنے خطوط

طلوعِ اسلام کی نکتہ چینی

شیخ محمد طفیل صاحب از ہالینڈ

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجلہ طلوع اسلام دسمبر ۱۹۶۴ء اشوع باب المراسلات میں مسئلہ وفات مسیح اور چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے جواب کا ذکر آیا جس پر آپ ۴ر دسمبر کے پیغام صلح میں تبصرہ کر چکے ہیں۔ طلوع اسلام کے مرتب سعید احمد صاحب نے جس انداز میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور مولنا محمد علی صاحب کا ذکر کیا ہے وہ قابل افسوس ہے۔

وفاتِ مسیح کو جس طرح حضرت اقدس نے بدلائل ثابت کیا ہے اس کی مثال اس سے قبل اسلامی لٹریچر میں نہیں ملتی، لیکن اس سے اگر کوئی صاحب نبوت کی دلیل پکڑتے ہیں تو وہ درست نہیں ہم کب کہتے ہیں کہ حضرت صاحب سے قبل لوگ وفاتِ مسیح کے قائل نہیں تھے۔ لیکن اچھا ہوا طلوع اسلام نے اس حقیقت کا بھی انکشاف کر دیا۔

"پھر یہ بھی کون کہتا ہے کہ تمام امت میں سب سے پہلے مرزا صاحب نے وفاتِ مسیح کی حقیقت کو بے نقاب کیا۔ ایسے لوگ پہلے ہو گذرے ہیں جو وفات مسیح کے قائل تھے ان میں امام مالک خاص طور پر قابل ذکر ہیں"
(ص ۵۸)

کیا طلوع اسلام اس امر پر روشنی ڈالیگا کہ امام مالک نے جو اس سلسلہ میں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں اس مسئلہ کی حقیقت کو کس طرح بے نقاب کیا؟ ایک قول ہی سب ناچران کی طرف منسوب کیا جاتا ہے قال المالک مات کہ امام مالک نے کہا کہ حضرت عیسٰی فوت ہو گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اور کونسے دلائل دے کر اس مسئلہ کو واضح کیا ہے۔

غلام احمد صاحب پرویز نے اپنی تصنیف "معارف القرآن" میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ذکر میں وفات مسیح کی حقیقت کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ اور قریباً سب وہی دلائل ہیں جو اس شخص کی (یا اس کے شاگردوں کی) تصانیف میں پائے جاتے ہیں جنہیں پڑھنا مرتب طلوع اسلام کے نزدیک ذہنی عذاب سے کم نہیں، اور جہاں انہوں نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کوئی نئی دلیل دی ہے وہیں ان کی تحقیق کا کھوکھلا پن نمایاں ہو گیا ہے۔

آج کل طلوع اسلام والوں کو اس کا بڑا شوق ہے کہ مجدد، مہدی اور مسیح کے عقائد کو عیسائیوں اور عجمی سازشوں کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ اپنے باب المراسلات میں بھی انہوں نے اس بات کو دوہرایا ہے۔

آپ انہی دو تین عقائد پر بس کیوں کرتے ہیں آمد مسیح کا عقیدہ تو محض ایک پیشگوئی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مستشرقین تو صوم و صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ وحی بلکہ قرآن کی تمام تعلیم کو موسی تورات پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ چلو قصہ ختم ہوا۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
جو جل رہا ہے گھر وہ کہیں تیرا گھر نہ ہو

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے بیان القرآن کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:۔

"کیا بلحاظ معنی اور کیا باعتبار انداز بیان ایسی پھسپھسی کتاب شاید ہی کہیں ملے یہی حال اُن کی اور تصنیفات کا ہے"

شاید ہی ملے[1] استغفراللہ اسے کہتے ہیں شاعرانہ مبالغہ۔ واقعی کہیں نہیں مل سکتی، نہ جانے کیوں اس قسم کی "پھسپھسی" کتاب غلام احمد صاحب پرویز درس قرآن دیتے وقت ہمیشہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اور نہ جانے علامہ اقبال نے ان کی ایک اور "پھسپھسی" تصنیف "ریلیجن آف اسلام" کے متعلق یہ کیوں لکھا دیا تھا کہ اسلام کے طالب علم کے لئے یہ ایک ......
"INDESPENSIBLE"
(ضروری اور لازمی) کتاب ہے۔ علامہ اقبال کی رائے کا میں نے اس لئے ذکر کر دیا ہے کہ طلوع اسلام علامہ اقبال ہی کی یادگار میں جاری ہوا تھا اور بہت عرصہ تک اس کے سرورق پر ان کی تصویر چھپتی رہی۔ ورنہ مولانا کی تصانیف کا جو شہرہ یورپ، امریکہ اور اسلامی ممالک میں ہے اس سے لاعلمی مرتب "طلوع اسلام" جیسے بے خبر انسان ہی کو ہو سکتی ہے، اور یا اس قسم کی ذہنیت محض ضد تعصب اور ناساز طبیعت کا نتیجہ ہے۔

بات طلوع اسلام اور اس کے ہم خیال لوگوں کی چل نکلی ہے تو غلام احمد صاحب پرویز کے اُستاد حافظ محمد اسلم جیراجپوری، اور اس مکتب فکر کے ایک چوٹی کے فرد کی تصانیف کا حال سنئے:۔

"انہوں نے ایک کتاب تاریخ نجد اور دوسری کتاب تاریخ الامت (غالباً چھ جلدوں میں) لکھی ہے۔ یہ دونوں کتابیں جیراجپوری صاحب کی اپنی تالیفات نہیں ہیں بلکہ ان میں سے پہلی محمود شکری آلوسی کی تاریخ نجد کا ترجمہ ہے اور دوسری شیخ محمد بک الخضری کی محاضرات الامم الاسلامیہ کا ترجمہ ہے دنیائے علم و تصنیف کا یہ ایک مسلم اخلاقی ضابطہ ہے کہ کوئی مصنف اگر اپنے کسی پیشرو یا ہم عصر کی کتاب سے ترجمہ، تلخیص، اقتباس یا استفادہ بھی کرتا ہے تو وہ ہمیشہ اس کی نشان دہی کر دیتا ہے۔ اس قاعدے کی خلاف ورزی کو اہل علم بدترین سرقہ قرار دیتے ہیں چنانچہ انگریزی میں ایک مثل ہے کہ مضمون چرانا کفن چرانے سے بدتر ہے۔ لیکن یہاں تقریباً تصنیف کا ترجمہ کر کے اسے ذاتی کاوش کی حیثیت سے پیش کر دیا گیا ہے۔ پھر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ ایک طرف یہ علامہ نا روزگار اپنے ماحول دیگر نے نبوت کے دعویدار ہیں اور علمائے امت کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہیں اور دوسری طرف انہی ملاؤں کے علمی افادات چرا کر بیچ رہے ہیں انہیں ذرہ برابر باک نہیں"
(چراغ راہ کراچی۔ نومبر ۱۹۶۵ء)

والسلام
مخلص۔ محمد طفیل

[1] ہالینڈ روانہ ہونے سے قبل مجھے کراچی میں تین چار روز ٹھہرنا پڑا۔ ایک اتوار کی صبح کو غلام احمد پرویز کے درس قرآن میں شریک ہونیکا اتفاق ہوا ان کے ہاتھ میں جو قرآن کی تفسیر تھی وہ بیان القرآن کی ایک جلد تھی۔ پہلے تو مجھے شک ہی رہا لیکن بعد میں ایک صاحب سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی حضرت مولانا ہی کی تصنیف ہے اور ہمیشہ ان کے پاس یہی تفسیر ہوتی ہے۔

آئندہ پرچہ
۲ر فروری کو شائع ہوگا۔

تبلیغی دورہ

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے نائب صدر جناب محمد یوسف صاحب سیمو گا اور میں ۲۵ر اکتوبر کو ہبلی سے بذریعہ ریل۔ ہاویری شہر پہنچے جو ہبلی سے ۴۷ میل کے فاصلہ پر ہے یہاں ایک نوجوان مسمی نظیر احمد کو جو تعلیم یافتہ اور تجارت پیشہ ہے کچھ مختصر دین کے احکام سمجھا کر رسالہ "نماز اور ترقی کی تین راہیں" دیا پھر یہاں سے نکل کر گھوڑا گاڑی سے اگڑی دیہات میں پہنچے یہاں مسجد میں بعد نماز مغرب اور بعد نماز عشاء کے دو وقت ہم دونوں کی تقریریں ہوئیں، ہمارے نائب صدر صاحب نے پہلے ہمارے عقائد اور ہمارا کام بتائے پھر سورت فاتحہ کی تلاوت کی اور بتایا کہ آریہ پنڈتوں کو کس طرح جواب دیا جا سکے۔ میرے مضمون کا موضوع یہ تھا کہ آج کل مسجدیں کیوں خالی ہیں میں نے بتایا کہ مسلمان فضول اور جھوٹی رسوں پر اپنا سرمایہ برباد کر دیتے ہیں اس لئے ہماری اولاد دین و دنیا کے علم سے کوسوں دور رہتی ہے کیونکہ ان کو محتاجی ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ میں نے اسی بات پر زور دیا کہ جو لوگ شادی بیاہ کے موقعہ پر باپ دادا کی رسوم کے مطابق فضول خرچی کرتے ہیں اس سے توبہ کریں، اور وہی سرمایہ جو فضول خرچ ہوتا ہے، خدا اور رسول کے حکم کے مطابق صحیح استعمال میں لائیں جس سے تمہاری اولاد نیک ہوگی اور یہ مسجدیں جو آج خالی نظر آتی ہیں ایک دن بھر جائیں گی، یہ تقریریں اُردو اور کنڑی زبان میں رات کے گیارہ بجے تک ہوئیں لوگوں پر بڑا اچھا اثر ہوا اور بہت خوش ہوئے یہاں کے ایک زمیندار حضرت صاحب نامی نے کھانے کی دعوت دی ایک رات یہاں مقیم رہنے کے بعد صبح تین میل کا پیدل سفر کر کے کرجگی دیہات میں پہنچے وہاں بھی مسجد میں بعد نماز عشاء ہم دونو کی تقریریں ہوئیں لوگ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمیں اُردو نہیں آتا اس لئے ہمیں جو آپ کے یہاں دین کے احکام جاننے کے لئے کنڑی میں کتابیں چھپی ہیں ایک درجن روانہ کریں ہم نے اپنی مجبوری ظاہر کی کہ فی الحال ہمارے پاس کنڑی کتابیں سب ختم ہو چکی ہیں۔ چھپنے پر آپ کو ضرور روانہ کی جائیں گی۔ یہاں بھی ایک رات قیام کرنے کے بعد دوسرے دن واپس ہبلی پہنچے۔ والسلام

محمد حسین کرگلی۔ آنریری سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی (انڈیا)

سالِ رفتہ

● لاہور ۲۱ جنوری - ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کی اطلاع کے مطابق وزیراعلےٰ پنجاب ملک فیروز خان نون نے گجرات میں ایک خاتون کی پُراسرار موت کے متعلق حکومت کی طرف سے اس شخص کو پانچہزار روپے انعام دینے کا اعلان کیا ہے۔ جو ملزمان کا پتہ بتائے گا۔ اس کے علاوہ حکومت گجرات کے شہریوں پر ایک لاکھ روپے تعزیری جرمانہ عاید کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ پنجاب پولیس کے اعلیٰ حکام کے حکم کے مطابق سٹی گجرات کے سب انسپکٹر محمد اصغر کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ حکام کی رائے میں اس تھانیدار نے برہنہ خاتون کے واقعہ کی تفتیش کرنے میں مبینہ کوتاہی کی ہے۔

● کراچی ۲۱ جنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ وزارت داخلہ ایک ایسے مجوزہ قانون کو آخری شکل دے رہی ہے۔ جس کے ذریعہ حکومت کو نظم ونسق سے رشوت ستانی اور بدعنوانیاں دور کرنے کے لئے مزید سہولتیں حاصل ہو جائیں گی، اس قانون کے تحت پاکستان اسپیشل پولیس اسٹیبلشمنٹ اور انسداد رشوت ستانی کے دوسرے اداروں کو مشتبہ افراد کی تلاشیوں، ان سے پوچھ گچھ اور تحقیقات کے سلسلہ میں مزید اختیارات حاصل ہو جائیں گے۔ اس قانون کے ذریعے وہ دقتیں بھی دور کر دی جائیں گی جو انسداد بدعنوانی کے دوسرے قوانین کو زیرعمل لانے کے میں پیش آتی ہیں البتہ سرکاری حکام اور ملازمین کو صفائی پیش کرنے کا جو بنیادی حق حاصل ہے اس میں یہ قانون مداخلت نہیں کرے گا۔

● لندن ۲۱ جنوری توقع ہے کہ دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی جو کانفرنس ۳۱ جنوری کو یہاں برطانوی وزیراعظم مسٹر چرچل کی صدارت میں شروع ہو رہی ہے اس میں پنڈت نہرو کی مخالفت کے باوجود مسئلہ کشمیر زیر بحث آ جائے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لنکا نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ پاکستان اور بھارت کو جلد سے جلد یہ جھگڑا طے کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے نہ صرف دولت مشترکہ کے دو ارکین میں کشیدگی پائی جاتی ہے، بلکہ ایشیا کا امن بھی خطرے میں ہے۔

● لاہور - ۲۲ جنوری - معلوم ہوا ہے کہ سانحہ گجرات کی مزید تفتیش کے سلسلہ میں اعلیٰ پولیس حکام کی حسب ہدایت آج جوان سال برہنہ عورت کی لاش کو قبر سے نکال لیا گیا ہے اور کیمیکل ملاحظہ کے لئے اس لاش کے بعض حصوں کو لاہور لایا گیا ہے۔ لاش کی برآمدگی سول سرجن سیالکوٹ کی نگرانی میں ہوئی ہے۔ یہ سول سرجن صاحب آج سیالکوٹ سے خاص طور پر گجرات پہنچے تھے سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی چوہدری محمد حسین (انوار) صبح تفتیش کے سلسلہ میں گجرات جا رہے ہیں۔ تاحال گجرات پنجاب بس کے اڈے کے چوکیدار کے علاوہ کسی اور ملزم کی گرفتاری عمل میں نہیں آ سکی۔ تاہم اُمید کی جاتی ہے کہ دو ایک دن میں ملزمان کا سراغ مل جائیگا

● کراچی ۲۲ جنوری - بیرونی امداد کی [illegible] کمیٹی کے اجلاس میں آج یہاں انکشاف کیا گیا ہے کہ پاکستان کو ۱۹۵۴-۵۵ء میں بیرونی ممالک سے ۹۰ کروڑ روپے کی امداد ملے گی۔ کمیٹی کا اجلاس بیرونی ممالک سے پاکستان کو ملنے والی مالی امداد کا جائزہ لینے منعقد ہوا تھا، امداد دینے والے ممالک اور اداروں میں امریکہ برطانیہ آسٹریلیا، کناڈا فورڈ فاؤنڈیشن عالمی بنک اور اقوام متحدہ شامل ہیں۔

● قاہرہ ۲۲ دسمبر۔ آج قاہرہ میں مصر، سعودی عرب، اردن، لبنان اور شام کے وزرائے اعظم کا اجلاس شروع ہو رہا ہے، جس میں عراق اور ترکیہ کے مجوزہ معاہدے پر غور کیا جائے گا۔ کل تمام دن مصر اور عراق میں مفاہمت کرانے اور کانفرنس کو ملتوی کرانے کی کوششیں جاری رہیں۔

● واشنگٹن ۲۲ جنوری - امریکہ کے دفتر مردم شماری کی ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت امریکہ کے سکولوں اور کالجوں میں ۳ کروڑ ۹۰ لاکھ ۸۳ ہزار طلباء زیر تعلیم ہیں۔ امریکہ کی تاریخ میں اس سے پہلے اتنے طلباء کبھی زیر تعلیم نہیں رہے تھے۔ اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ سال میں امریکہ میں سکولوں اور کالجوں میں نام درج کرانے والے طلباء کی تعداد میں ۱۰ لاکھ کا اضافہ ہوا ہے۔

● نئی دہلی ۲۲ جنوری - ماسٹر تارا سنگھ نے کل مشرقی پنجاب کے وزیراعلیٰ مسٹر سچر سے ملاقات کی اور سکھ ریاست کا مطالبہ کیا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ماسٹر تارا سنگھ نے مسٹر سچر کو بتایا کہ وہ سکھوں کے لئے صرف پنجابی بولنے والی ریاست سے مطمئن نہیں ہو سکتے بلکہ وہ سکھوں کے لئے آزادی چاہتے ہیں۔ اعلان میں بتایا گیا ہے کہ وزیراعلیٰ نے ماسٹر تارا سنگھ کے مطالبہ پر مایوسی اور حیرت ظاہر کی ہے۔

● لاہور - ۲۲ جنوری - نارتھ ویسٹرن ریلوے نے پنجاب یونیورسٹی کے ۱۹۵۵ء کے میٹرک کے امتحان میں شریک ہونے والے پرائیویٹ امیدواروں کو کرایہ کی رعایت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان امیدواروں سے انفرادی یا جماعتی طور پر سفر کرنے پر آدھا کرایہ لیا جائے گا۔ کرایہ کی رعایت حاصل کرنے کے لئے امیدواروں کو ریلوے افسروں کو یونیورسٹی کا رول نمبر اور اپنی تصویر پیش کرنی ہوگی۔ میل ٹرینوں میں رعایت نہیں دی جائیگی۔

● کراچی ۲۲ جنوری۔ پاکستان میں امریکہ کے بیرونی کاموں کی نظامت کے مشن کے ڈائرکٹر مسٹر ریلیف اودل نے آج یہاں بتایا کہ امریکہ کے ساتھ ۹ کروڑ ڈالر کی ضروری اشیا کی بہم رسانی کے لئے جو معاہدے طے پائے ہیں۔ ان کے تحت یہ اشیا بہت جلد پاکستان پہنچنا شروع ہو جائیں گی۔

● لاہور ۲۳ جنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ چوہدری محمد حسین سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی نے آج سانحہ گجرات کی تفتیش کے سلسلہ میں گجرات ریلوے سٹیشن کے ایک ادنےٰ ملازم مسمی ہاشم کے گھر کی تلاشی لی ہے۔

● لاہور ۲۳ جنوری - پنجاب کے وزیراعلیٰ پنجاب ملک فیروز خان نون نے آج اپنی حکومت کی دو سالہ کارگذاریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس امر پر اظہار مسرت کیا کہ موجودہ حکومت کی مسلسل [illegible] کوششوں کی بنا پر صوبہ میں اناج و کپڑا سستا ہو گیا اور لوگوں کی آمدنی [illegible] پہلے سے کافی اضافہ ہوا ہے۔ ملک صاحب نے بتایا کہ ہندوستان [illegible] راوی بیاس اور ستلج کی نہروں کا پانی یکدم بند نہیں کرے گا۔ البتہ ہندوستان پانی میں بتدریج کمی کرے گا۔ اور ہم در یں اثنا متبادل انتظام کر لیں گے۔

برٹش گیانا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

(بقیہ صـــ ۶)

ذیل کا اقرار بصورت بیعت کرنا پڑتا ہے:۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ آج میں جماعت احمدیہ میں داخل ہو کر صدق دل سے ان تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں گرفتار تھا میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میں تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا نماز قائم کروں گا، اور روزے رکھوں گا بشرط استطاعت زکوٰۃ دوں گا اور خانہ کعبہ کا حج کروں گا، میں اسلام کی اشاعت اور تحریک احمدیہ کی توسیع کے لئے جس طرح احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہدایت دے گی کوشش کرتا رہوں گا۔

استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، میرے گناہ بخش کر تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں،

ایک لفظ میں اور اپنے مسلمان بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں آج مختلف مذاہب اور مختلف ثقافتیں تمام دنیا پہ غلبہ حاصل کرنے کے لئے مصروف جدوجہد ہیں، ہر جگہ مسلمان نیند سے بیدار ہو رہے ہیں اور اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں بھی جو برٹش گیانا میں سکونت پذیر ہیں دوسروں سے پیچھے نہیں رہنا چاہیئے اور مذہب کے بارہ میں دوسروں سے کم جوش نہیں دکھانا چاہیئے۔

برٹش گیانا احمدیہ انجمن نے مسلمان قوم کے سامنے خدمت اسلام کا ایک شاندار موقع پیدا کر دیا ہے۔ اب یہ ان کا کام ہے کہ اسلام کو ایسے بلند مقام پر کھڑا کر دیں، جو پہلے اسکو حاصل نہ ہوا ہو اور اس کا جھنڈا ملک کے ہر حصہ میں گاڑ دیں"۔

از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور ۲۶۳

بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی۔
اہلمد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر
جھنگ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ | تار کا پتہ، تبلیغ لاہور | فون نمبر ۳۷۳۷
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ اخبار

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۲ | یوم چہارشنبہ مورخہ رجمادی الثانی سنہ ۱۳۷۴ھ ۲ رفروری سنہ ۱۹۵۵ء | نمبر ۷

گرد — (و) — پیش

پاکستان اور ہندوستان کے کرکٹ میچ دونوں ملکوں کے عوام کے باہمی میل جول اور خوشگوار تعلقات کا بہت بڑا ذریعہ بن رہے ہیں ـــ آخری ٹیسٹ میچ میں جو ۲۹ رجنوری سے مسلسل چار دن لاہور میں ہوتا رہا، ہندوستان سے ہزارہا ہندو اور سکھ لاہور آئے اور اس شہر میں جو کسی وقت دونوں قوموں میں سخت فساد اور قتل و خونریزی کا مرکز بنا ہوا تھا، اور جہاں سکھ کا نام سننا بھی گوارا نہیں کیا جاتا تھا آج ہندو اور سکھ کھلے بندوں بازاروں میں پھرتے اور مسلمان ان سے اس طرح ملتے اور اپنا مہمان بناتے ہیں جیسے بچھڑے ہوئے بھائی ایک دوسرے سے ملتے ہیں، کیا عجب ہے مسلمانوں کی یہ مہمان نوازی اور عوام الناس کا میل جول دونوں ملکوں کے تعلقات کو زیادہ بہتر بنانے اور باہمی تنازعات کو حل کرنے کا موجب ہو۔

ایک خاتون بیگم سیف اللہ خاں نے اپنی ہم جنس خواتین کو نصیحت کی ہے :۔

"یہ خیال خام دل سے نکال پھینکو کہ تم آزادی حاصل کر رہی ہو، شوہر کے ساتھ سنیما چلے جانا، بے پردہ بازار گھوم آنا، مخلوط محفلوں میں جانا آزادی نہیں ...... وہ قیمتی گھڑیاں جو ہمیں اپنے گھروں کو رشک جنت بنانے میں صرف کرنی چاہئیں وہ ہم بے دردی سے ضائع کر دیتی ہیں اگر آپ اپنے ملک کو اقتصادی، اخلاقی اور ثقافتی حیثیت سے کامیاب دیکھنا چاہتی ہیں تو حضرت فاطمہؓ اور امام حسینؓ کی مثال پیش نظر رکھئے، تقلید مغرب میں ناموس اسلامی اور وقار خاندانی برباد نہ کریں ...... قوم کو ہونہار سپوت بخشیں، عورت کی آغوش بہادر سپاہیوں کا ٹریننگ سکول ہے .... عورت تیغ و تفنگ سے کھیلنے کے لئے نہیں بلکہ زخمیوں کو مرہم پٹی لگانے کے لئے پیدا کی گئی ہے ...... یورپ اور امریکہ نے جو ستم ظریفی عورت سے برتی ہے اس کی سزا وہ بھگت رہے ہیں کیونکہ ان کی گھریلو زندگی تباہ ہو کر رہ گئی ہے اور حقیقی سکون سلب ہو گیا ہے ...... آپ جو ترقی دائرہ مذہب میں کریں گی وہ دائمی اور ابدی اور لازوال ہوگی، پھر نہ مرد ہم پر طعنہ زن ہوں گے اور نہ ہی ہمیں اپنی آزادی سلب ہونے کا خدشہ رہے گا۔"

کس قدر پاکیزہ خیالات ہیں، کاش نام نہاد اور تباہ کن آزادی کی رَو میں بہہ جانے والی خواتین ان کلمات کو گوش دل سے سن کر ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

کراچی کے کریانہ بیوپاریوں کے صدر مسٹر محمد علی زنگون والا نے تاجروں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا کچھ حصہ سماجی اور خیراتی کاموں کے لئے وقف کر دیں۔ قوم کے دوسرے طبقوں کے صاحب ثروت افراد کی مثال پیش کرتے ہوئے مسٹر زنگون والا نے تاجروں سے کہا کہ وہ بھی قوم کے ضرورت مند افراد کی امداد کریں انہوں نے کہا کہ بعض تاجر زیادہ سے زیادہ نفع کمانا تو پسند کرتے ہیں لیکن قوم اور ملک کی طرف سے جو فرائض ان پر عائد ہوتے ہیں وہ ان کو پورا نہیں کرتے انہیں اپنے نقطۂ نظر کو تبدیل کرنا چاہیئے۔ اگر تاجر حضرات مسٹر زنگون والا کی اس نصیحت پر عمل کریں اور نہ صرف کریانہ کے تاجر بلکہ دوسرے بڑے بڑے کارخانہ دار بھی کم از کم زکوٰۃ کی ادائیگی میں پس و پیش نہ کریں، تو قوم کے وارے نیارے ہو جائیں ؛

اخبارِ احمدیہ

ـــ حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں۔

ـــ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سندھ گورنمنٹ میں کیمیکل اگزامینر کے عہدہ پر تعینات ہو کر ۳۰ رجنوری کو پاکستان میل سے کراچی تشریف لے گئے، ان کی مشایعت کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ اور چند اور دوست سٹیشن پر تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کو دو دن پہلے جماعت لاہور کی طرف سے شاندار عصرانہ دیا گیا جس کی مفصل رپورٹ دوسری جگہ درج ہے۔ انجمن کی مجلس منتظمہ نے انکی جگہ پروفیسر عنایت علیخان صاحب کو جنرل سیکرٹری کا عہدہ تفویض کیا ہے۔

شیخ یوسف احمد صاحب کی کامیابی

ووکنگ (انگلستان) سے ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب لکھتے ہیں :۔

"برادرم عزیز مکرم شیخ یوسف احمد صاحب خلف الرشید جناب ڈاکٹر محمد یوسف صاحب مرحوم وزیرآبادی جو بغرض تعلیم انگلستان تشریف لائے ہوئے تھے پی ایچ ڈی P.H.D کے امتحان میں بفضلہ کامیاب ہو گئے ہیں الحمد للہ علیٰ ذالک ثم الحمد للہ۔ ڈاکٹر یوسف احمد صاحب نے تقریباً ۳ سال کا عرصہ یہاں گذارا ہے جو ہر لحاظ سے قابل رشک ہے۔ وہ لائق ذہین اور محنتی ہونے کے علاوہ نہایت شریف متین اور نیک ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے ان کو یہاں کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھا۔ وہ اس ۳ سال کے عرصہ میں نماز جمعہ جس باقاعدگی سے ادا کرتے رہے ہیں وہ بہت ہی کم نوجوانوں کے حصہ میں آتی ہے۔ اسی طرح اپنے وظیفہ سے باقاعدگی کے ساتھ ماہانہ چندہ ادا کرتے رہے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کا وجود وطن، مذہب اور بنی نوع انسان کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو۔ وہ ۱۰ رفروری کو عازم کراچی ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین و دنیا کی نعمتوں سے ان کو مالا مال کرے۔ آمین ؛ پیغام صلح : ہم اپنے عزیز بھائی یوسف احمد صاحب اور انکی ہمشیر بیگم ڈاکٹر عبداللہ اور خود ڈاکٹر صاحب ممدوح کو اس کامیابی پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

غلبۂ قرآن پڑھ کر
میری اس جماعت سے دشمنی محبت میں تبدیل ہو گئی

مری سے ایک غیر از جماعت مسلمان دوست کا خط

مری سے ایک صاحب جن کا نام لکھنا مناسب نہیں حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں :۔

"جناب امیر مولانا صدر الدین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام عرض ہے کہ میں نے آپکے غلبۂ قرآن کو پڑھا اور میرے دل میں اس کا اس قدر اثر پیدا ہوا کہ جس کا میں بیان نہیں کر سکتا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی جماعت کو جزائے خیر دے اور باقی مسلمانوں کو ہدایت دے جو کہ اس جماعت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ جناب امیر قوم! میں مری کے اس طبقہ سے تعلق رکھتا ہوں جو کہ اس جماعت کے دشمن علماء میں شمار ہوتا ہے تو میرے والدین اس جماعت کی دشمنی میں بڑھ کر ہیں ان کی بھی اس جماعت سے دشمنی میری محبت و دلچسپی میں تبدیل ہوئی جناب امیر قوم میری آیندہ کے لئے ہمدردی جانی و مالی قربانی اس جماعت کے لئے وقف ہے۔ لیکن ابھی مجھے اس میں اعلان عام کرنے میں کچھ دشواری محسوس ہوتی ہے۔ جس کے باعث میں سخت پریشانی میں مبتلا ہوں۔ کیونکہ یہاں پر اس قوم میں اپنے آپ کو واحد شخص سمجھتا ہوں جو کہ اس جماعت میں شامل ہونے کی تمنّا رکھتا ہے۔ مجھے واضح طور پر اس جماعت میں شامل ہونے کے لئے پوری قوم بلکہ اپنے والدین کا بھی مقابلہ کرنا پڑیگا جن کی اس جماعت سے دشمنی مسلم ہے۔" پیغام صلح :۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے ؛

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— یکم فروری ۱۹۵۵ء

انکار الہام کا فتنہ

(۳)

اجرائے الہام کے متعلق دوسرا اعتراض "طلوع اسلام" کو یہ ہے کہ:-

"ام موسٰے اور حضرت مسیح کے حواریوں کی وحی کے متعلق تو ہم نے اس لئے مان لیا کہ ہمیں خود خدا نے (قرآن میں) یہ بتا دیا کہ ان کی طرف یہ وحی ہوتی تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص ایسا دعوے کرے تو اس کے متعلق کون بتائے گا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے"

غور کیجئے یہ اعتراض کسی حق پرست اور دانشمند انسان کی طرف سے ہو سکتا ہے؟ کیا قرآن سے پہلے جو وحی انبیا اور دوسرے لوگوں کو ہوتی تھی، اس کے متعلق طلوع اسلام بتائے گا کہ کس کی سند پر اس کو وحی یا الہام تسلیم کیا جاتا تھا، مسیح کے حواریوں کی وحی کو کس طرح اس وقت کے لوگ وحی یقین کرتے تھے، اور خود مسیح، موسٰے، داؤد، سلیمان وغیرہ انبیاء علیہم السلام کی وحی کو کس سند پر ان کے پیرو مانتے اور یہ یقین کرتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اور تو اور خود قرآن کی وحی کو کس طرح وحی یقین کیا گیا، آخر حضرت ابوبکر رضہ کے پاس کونسی سند تھی جس کی بناء پر انہوں نے یہ سنتے ہی کہ محمد رسول اللہ صلعم نے ملہم من اللہ اور رسول اللہ ہونے کا دعوے کیا ہے یہ تسلیم کر لیا کہ فی الواقعہ انہیں خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے اور وہ فی الواقعہ رسول ہیں، جو معیار ابوبکر کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے من جانب اللہ ہونے کا یقین دلانے کا موجب ہوا جو معیار موسٰے علیہ اور دیگر انبیاء کے الہامات کے من جانب اللہ ہونے کا یقین ان کے پیروؤں کے دلوں میں پیدا کرتا تھا وہی معیار امت محمدیہ کے ملہمین کے الہامات کو منجانب اللہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے، انبیاء ہوں یا غیر انبیاء الہام و وحی کے منجانب اللہ ہونے کا منہاج دونوں میں مشترک ہے جب قرآن نے بتا دیا کہ اولیاء اللہ پر وحی و الہام اس امت میں نازل ہوتا رہے گا جب خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضہ اور دیگر محدثین کو رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء میں سے قرار دیا، جب امت کا تیرہ سو سال کا تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندوں پر الہام نازل کرتا ہے اور اولیاء اللہ کے ملفوظات ایسے الہامات سے بھرے پڑے ہیں جو ان پر نازل ہوئے تو طلوع اسلام کا امت محمدیہ میں اجرائے الہام سے انکار کرنا اور یہ سوال کرنا کہاں تک حق بجانب ہے کہ ایسے الہامات کے منجانب اللہ ہونے کی کون شہادت دے گا، شہادت وہی دے گا جس نے ابوبکر رضہ اور دیگر صحابہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے منجانب اللہ ہونے کی شہادت دی، وہی دے گا جس نے دیگر انبیاء علیہم السلام کے من جانب اللہ ہونے کی شہادت ان کے پیروؤں کو دی۔

"طلوع اسلام" کا انکار فی الحقیقت منہاج نبوت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے، ایک شخص کا صادق و راستباز ہونا اور اس کے سابقہ حالات زندگی، اس کے کردار کی بلندی کا لوگوں کی نظروں میں ممیز و ممتاز ہونا خاص اہمیت رکھتا ہے اور یہی چیز اس کے الہامات کے منجانب اللہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے، کیا حضرت نبی کریم صلعم نے مشرکین مکہ کے سامنے اپنے منجانب اللہ ہونے کی یہ دلیل پیش نہ کی تھی کہ لقد لبثت فیکم عمراً افلا تعقلون، غور تو کرو میں نے ایک عمر تم میں بسر کی ہے اور تم جانتے ہو کہ میرا کردار کس قدر پاکیزہ اور بلند ہے، پھر کیا جس شخص کا کردار تمہیں اس قدر بلند نظر آتا ہے کہ اس کے پایہ کا کوئی دوسرا انسان تم میں نہیں، جس شخص کا راستباز ہونا خود تمہیں بھی مسلم ہے کیا وہ خدا پر جھوٹ بول سکتا ہے، کیا اس کے کاموں سے، اس کے نشانات اور پیشگوئیوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس پر منجانب اللہ کلام الٰہی نازل ہوتا ہے؟ یہی حال دیگر اولیاء اللہ کا ہے ان کی زندگی کا پاکیزہ ہونا، ان کا اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر آئندہ کی باتیں ایسے وقت سنانا جب ان کا کوئی وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا اور ان کا عین وقت پر پورا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کا الہام منجانب اللہ ہے۔ ان لوگوں کا وجود ہی اس بات کا زندہ گواہ ہوتا ہے کہ جس الہام کا وہ دعوےٰ کرتے ہیں وہ فی الواقعہ خدا کی طرف سے ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ایسے الہامات جو امت محمدیہ میں اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں کوئی شریعت اپنے اندر نہیں رکھتے، اور نہ وہ کوئی نیا حکم لے کر آتے ہیں، شریعت قرآن کریم پر ختم ہوگئی اور اسی لئے اب کوئی نبی بھی نہیں آسکتا جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے:-

"وللہ مکالمات است و مخاطبات باولیائے خود دریں امت وایشاں را رنگ انبیاء دادہ میشود واینا درحقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ"

(مواہب الرحمٰن صہ ۶۶)

پس وہ مکالمات و مخاطبات جو لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا کے مصداق ہیں، فی الواقعہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتے ہیں، اور ہستی باری تعالےٰ کا ایک زندہ اور کامل ثبوت پیش کرتے ہیں۔

اس زمانہ میں بھی ہم نے ایک شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس پر خدا تعالےٰ کا زندہ کلام اترتا تھا، جس میں آیندہ کی خبریں اور پیشگوئیاں ہوتی تھیں جن میں سے کئی ایک ہم نے خود پوری ہوتی دیکھیں، لیکھرام کا قتل، آتھم کا انجام، ڈوئی کا ناکامی اور ذلت کی موت مرنا، ترکی کی شکست اور پھر دوبارہ غلبہ، طاعون و زلازل کا آنا، جنگ عظیم کے واقعات اس کی سینکڑوں اہم ترین پیشگوئیوں کی جو اس نے خدا سے علم پاکر اس وقت کیں جب ان کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا، صداقت پر گواہ ہیں، اور اس بات کی شہادت دے رہی ہیں کہ وہ فی الواقعہ ملہم من اللہ اور راستباز انسان تھا جس کے الہامات اور پیشگوئیوں نے خدا پر زندہ ایمان پیدا کر دیا۔ افسوس طلوع اسلام اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے اس کا انکار کر کے اور یہ کہکر کہ امت محمدیہ میں الہام کا نازل ہونا اور خدا تعالےٰ کا کسی سے کلام کرنا بند ہو چکا ہے خود ذات باری تعالےٰ کی ہستی پر شکوک و شبہات کا پردہ ڈال دیا، اور اتنا نہ سوچا کہ خدا تعالےٰ تو خود قرآن کریم میں بتوں کے پجاریوں کو ملزم ٹھہراتا ہے کہ اولم یروا انہ لا یکلمھم ولا یھدیھم سبیلا، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس کو انہوں نے معبود بنا رکھا ہے وہ نہ ان سے کلام کرتا ہے اور نہ کوئی ہدایت کا رستہ بتاتا ہے۔"

پھر اگر خدا تعالےٰ کے متعلق بھی یہی کہا جائے کہ وہ اپنے بندوں سے کلام نہیں کرتا تو کیا اس آیہ کریمہ کے رو سے یہ دلیل اس کی خدائی کے حق میں ہوگی یا مخالف؟ اس آیت میں خدا تعالےٰ بتا رہا ہے کہ جو معبود اپنے پرستاروں سے بات بھی نہیں کر سکتا وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے پھر اگر خود خدا ہی اپنے بندوں سے کلام کرنا چھوڑ دے اور ہزاروں سال سے وہ کسی کے ساتھ بات نہ کرے تو کیا وہی دلیل اسکی اپنی خدائی کے خلاف نہ جائے گی؟

کیا ہم امید کریں کہ "طلوع اسلام" اور اس کے حامی ان حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے اپنے مسلک پر نظر ثانی کریں گے؟

درخواست دعا

بندہ آج کل کچھ ذہنی تکالیف میں مبتلا ہے۔ سب احباب سے دعا کی درخواست ہے تاکہ سکون نصیب ہو۔

سید نصیر احمد ڈسپنسر۔ سول ڈسپنسری آدھوول

اخبار و افکار

حقوقِ نسواں

پنجاب کی حقوق نسواں کمیٹی نے بیگم جی اے خان کی صدارت میں شادی و طلاق کے سلسلہ میں ذیل کی سفارشات حکومت کو بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے :-

"(۱) حکومت اس امر کی نگرانی کرنے کے سلسلہ میں فوری اقدامات کرے کہ شادی اور طلاق کا باقاعدہ اندراج ہوتا ہے یا نہیں۔

(۲) ملک بھر میں ایکسا ہی نکاح نامہ جس کا مسودہ مناسب طور پر ترتیب دیا گیا ہو رائج کیا جائے۔

(۳) ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنے کے لئے عدالت سے اجازت حاصل کرنا ضروری قرار دیا جائے۔

(۴) نکاح صرف عدالت کے ذریعہ ہی فسخ کیا جا سکے۔

(۵) ان عدالتوں میں طلاق کے لئے درخواست دینے کے سلسلہ میں عورتوں کو بھی وہی حق حاصل ہو جو مردوں کو ہو۔

(۶) بیوی اور بچہ کے لئے مناسب گذارا جس کا فیصلہ عدالت کرے دلایا جائے۔

(۷) طلاق اور علیحدگی کی صورت میں چھوٹے بچوں کو ماؤں کی نگرانی میں دیا جائے۔

(۸) شادیوں اور طلاقوں کے معاملات کے لئے علیحدہ عدالتیں قائم کی جائیں جو ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت میجسٹریٹ پر مشتمل ہوں۔"

یہ سفارشات اس قابل ہیں کہ حکومت ان پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرے ان میں سے بہت سی ایسی ہیں جو ہر طرح قابل عمل و درآمد ہیں اور کئی فتنوں کا سدباب ان سے ہو سکتا ہے، سوائے شق نمبر ۶ و ۷ کے جن میں طلاق کی صورت میں بیوی اور بچہ کے گذارا اور چھوٹے بچوں کو ماؤں کی تحویل میں دینے کا مطالبہ ہے۔ ان میں شق نمبر ۶ کا تعلق ہے طلاق کے بعد عدت تک تو مرد گذارا دینے کا پابند ہے لیکن عدت کے بعد بیوی کے گذارا کی کوئی پابندی قرآن نے اس پر نہیں رکھی، ایسا ہی بچوں کے لئے قرآن نے ماں کے بجائے باپ کو ہی حقدار ٹھیرایا ہے کہ وہ ان کی تحویل میں رہیں، سوائے اس کے کہ باپ کسی وجہ سے اس کا اہل نہ ہو، اور یہ عدالت کے اقتضائے رائے پر منحصر ہے کہ وہ باپ کو اس کا اہل سمجھتی ہے یا نہیں، بہرحال یہ سفارشات کافی غور و خوض اور حکومت کی خاص توجہ کے قابل ہیں، اور امید ہے کہ ان کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بروئے کار لانے کی کوشش کی جائے گی۔

مودودی پارٹی کا خاکہ

روزنامہ نوائے وقت ۷ر جنوری میں مولانا راغب احسن صاحب ایم اے نے ایک مبسوط مضمون میں مودودی پارٹی کا خاکہ مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے :-

"مودودیت روحانیت اور طریقت کی مخالف ہے اور اسلام کو ایک سیاسی پارٹی خیال کرتی ہے اور مودودی جماعت بھی در اصل ایک پارٹی ہی ہے اور بس۔

مودودی پارٹی خوارج کی طرح حکومت الٰہیہ (تھیاکراسی) کی قائل اور حاکمیت الٰہی (خدائی ساورنٹی) کی داعی ہے اور کسی انسان کے لئے حق حکومت اور حق تعین تسلیم نہیں کرتی، اللہ کو ایک قہرمان حاکم کے سوا معبود و مطلق و محبوب کل۔ رب العالمین نہیں مانتی۔

مودودی پارٹی زیادہ تر ایک ادبی اور فلسفیانہ سوفسطائی تحریک ہے جس کا بڑا کام ایک خاص قسم کا لٹریچر پیدا کرنا اور بیچنا ہے یہ پارٹی عوام اور عمل سے کم واسطہ رکھتی ہے۔

مودودیت تمام تر "دماغ" کی پیداوار معلوم ہوتی ہے، جس میں سوزِ دروں اور دردِ دل کا ایک ذرہ بھی محسوس نہیں ہوتا، مودودی پارٹی نے اپنے پیشرو خوارج کی طرح کبھی جہاد و قتال نہیں کیا بلکہ ان کا سارا زور مسلمانوں کے خلاف صرف ہو رہا ہے۔

مودودی پارٹی سے چوٹی کے علماء، محققین، فضلاء مجتہدین اور یونیورسٹی، جامعات کے اعلیٰ ذہین طبقات الگ ہیں۔

مودودی پارٹی عموماً ملوک و سلاطین، جاگیرداروں، زمینداروں اور سرمایہ داروں کی حامی رہی ہے اور تمام انواع کی جمہوریت اور سوشل ازم کی مخالفت کرتی ہے اور ملحدانہ کمیونزم اور صالحانہ و معتدل سوشلزم میں کچھ بھی فرق نہیں مانتی، قومی تملیک کی ہر قسم کو ہر حال میں حرام بتاتی ہے۔

مودودی پارٹی بہت قدامت پسند، تنگ خیال اور جامد ہے اور ایسے امور میں بھی تشدد اور غلو کرتی ہے جہاں شریعت نے آسانی اور آزادی کو راہ دی ہے۔

مودودی پارٹی کا اصل سرمایہ یورپین طریقہ پر پروپاگنڈا اشتہار بازی، ریا و نمائش ہے۔"

مودودیت کا یہ خاکہ جو کسی احمدی کے قلم سے نہیں بلکہ ایک غیر از جماعت مبصر کے غور و فکر کا نتیجہ ہے ان لوگوں کی توجہ کے قابل ہے جو اس پارٹی کو مسلمانوں کی نجات دہندہ سمجھتے اور اندھا دھند اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، کیا ایسی جماعت جو اسلام کو ایک سیاسی مذہب سمجھ کر اس کے پردہ میں اپنا اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے اور بقول مولانا راغب احسن "دماغ" کے علاوہ "سوزِ دروں اور دردِ دل" (یعنی روحانیت) سے کوئی تعلق نہیں خدائی جماعت کہلا سکتی ہے؟

روسی انسائیکلوپیڈیا اور اسلام

بعض اخبارات نے روسی انسائیکلوپیڈیا کے چند بیانات نقل کئے ہیں جن میں اسلام اور قرآن پر تبصرہ کیا گیا ہے، ان بیانات میں ذیل کی تین باتیں بالخصوص قابل توجہ ہیں :-

(۱) "دوسرے مذاہب کی طرح اسلام نے بھی ہمیشہ رجعت پسندانہ کردار ادا کیا ہے یہ لوٹ مار کرنیوالے طبقوں کے ہاتھ میں محنت کش عوام کے خلاف ... روحانی جبر کا ایک حربہ رہا ہے"

(۲) "قرآن ہر طریقہ سے کافروں (غیر مسلموں) کے خلاف جہاد کی تلقین و تائید کرتا ہے جس کا مقصد تبلیغ اسلام ہے"

(۳) "قرآن پوری شدت کے ساتھ غلامی استحصال ملکیت اور سماجی نابرابری کا تحفظ کرتا ہے اور اسے مبنی بر جواز ٹھیراتا ہے اس کے خیال میں یہ اللہ کا قائم کردہ نظام ہے"

یہ تینوں بیانات روسی انسائیکلوپیڈیا کے مصنف کے بغض و تعصب کا آئینہ ہیں، اس علمی روشنی کے زمانہ میں اس قسم کے بیانات کسی سنجیدہ اور دیانتدار انسان کے قلم سے نہیں نکل سکتے وہ مذہب جس نے محنت کش طبقہ کو بڑی سے بڑی مراعات کا حقدار ٹھیرایا، جس کے بانی نے مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کو مزدوری دینے کا حکم دیا، اور یہ بھی حکم دیا کہ اپنے کارندوں پر ان کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالیں، اور اگر زیادہ محنت کا کام ہو تو خود ان کا ہاتھ بٹائیں، پھر یہ بھی حکم دیا کہ اپنے نوکروں اور غلاموں کو اپنے جیسا کھلاؤ اور اپنے جیسا پہناؤ اس کو لوٹ مار کرنے والے طبقہ کے ہاتھ میں محنت کشوں کے خلاف روحانی جبر کا حربہ قرار دینا کتنا بڑا ظلم ہے اور اس سے بڑھکر ظلم یہ ہے کہ جہاد کو جو محض دشمن سے حفاظت کے لئے اسلام نے ضروری قرار دیا تبلیغ اسلام کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، وہ لوگ جن کو اسلامی تاریخ کے پڑھنے اور قرآنی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا ہے، خوب جانتے ہیں کہ جہاد کسی زمانہ میں بھی تبلیغ اسلام کے مقصد سے نہیں کیا گیا نہ قرآن نے اس کا حکم دیا ہے، اسلام ہمیشہ اپنی پاکیزہ تعلیمات اور خوبیوں کی وجہ سے پھیلا ہے اور آج بھی کئی یوروپین دل و دماغ کسی جہادی تلوار کے بغیر اس کی خوبیوں کے قائل اور حلقہ بگوش ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں، حیرت ہے کہ روسی انسائیکلوپیڈیا نویس کو ایسے کھلے واقعات جو انگلستان و امریکہ میں آئے دن ظہور پذیر ہوتے ہیں کیوں نظر نہیں آتے۔

رہا یہ کہ اسلام نے استحصال ملکیت اور سماجی نابرابری کا تحفظ کیا ہے اس میں شک نہیں کہ اسلام نے انفرادی ملکیت کو تسلیم کیا ہے، اور ہر شخص کی کمائی کو اس کا جائز حق قرار دیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اخوت و مساوات کا جو سبق پڑھایا ہے، وہ روسی مساوات سے جو محض روٹی کی برائے نام تقسیم تک محدود ہے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے، اسلام نے محنت کش طبقہ کو اس جبر و تشدد کا تختۂ مشق نہیں بنایا جو روس میں جائز رکھا گیا ہے تعجب ہے روسی انسائیکلوپیڈیا نویس کو اپنے گھر کا شہتیر کیوں نظر نہیں آیا کہ اسلام جیسا حریت پسند اور انسانیت دوست مذہب اس کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹک رہا ہے، خدا اسکو عقل اور سمجھ عطا کرے۔

جواہر ریزے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

عبادت مشقت کا نام نہیں

عن انس بن مالکؓ قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا حبلٌ ممدودٌ بین الساریتین فقال ما ھذا الحبل قالوا ھذا حبلٌ لزینب فاذا فترت تعلقت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا حلّوہ لیصلّ احدکم نشاطہٗ فاذا فتر فلیقعد

انس بن مالک سے روایت ہے کہا نبی صلعم آئے تو دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان .... رسّی تنی ہوئی ہے فرمایا یہ رسّی کیسی ہے لوگوں نے کہا یہ زینب کی رسّی ہے جب تھک جاتی ہیں تو اس سے لگ جاتی ہیں تو نبی صلعم نے فرمایا ایسا نہ ہونا چاہیئے اسے کھول دو تم میں سے کوئی جب تک دل لگے نماز پڑھا کرے جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

نوٹ :۔ عبادت کا جو مفہوم آپ سے پہلے لیا جاتا تھا۔ آپ نے اسے بدل دیا اور بتا دیا کہ عبادت مشقت کا نام نہیں۔ بلکہ یہ رُوح کی ترقی کا سامان ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رُوح کی ترقی کا موجب وہی عبادت ہو سکتی ہے جس سے دل میں لذت پیدا ہو اور اپنے مالک حقیقی سے تعلق بڑھے تسبیحات یا نوافل کی کسی گنتی کو پورا کر لینا عبادت کی اصل غرض کو پورا نہیں کرتا۔ اور بیٹھ جانے سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انسان کھڑا کھڑا تھک جائے تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔ اور یہ نوافل کے متعلق ہے۔

رات کا اُٹھنا چھوڑا نہ جائے

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد اللہ لا تکن مثل فلانٍ کان یقوم من اللیل فترک قیام اللیل۔

عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہا مجھے رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے عبد اللہ فلاں کی طرح نہ ہونا وہ رات کو اُٹھا کرتا تھا پھر رات کا اُٹھنا چھوڑ دیا۔

ساری رات عبادت اور دن بھر روزہ جائز نہیں

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الم اُخبر انک تقوم اللیل وتصوم النھار قلت انی افعل ذٰلک قال فانک اذا فعلت ذالک ھجمت عینک ونفھت نفسک وان لنفسک حقا ولاھلک حقا فصم وافطر وقم ونَمْ۔

عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم صلعم نے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تو ساری رات کھڑا رہتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے میں نے عرض کیا میں ایسا ہی کرتا ہوں فرمایا تو ایسا کرے گا تو تیری آنکھیں بیٹھ جائیں گی اور تیری جان کمزور ہو جائے گی اور تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے روزہ بھی رکھ اور افطار بھی کر عبادت (بھی) کر اور سو (بھی) جایا کر۔

رات کی دُعا

عن عبادۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعارّ من اللیل فقال لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہٗ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر الحمد للہ وسبحان اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ثم قال اللّٰھم اغفرلی او دعا استجیب لہ فان توضأ قبلت صلوٰتہ

عبادہ نے نبی کریم صلعم سے روایت کی ہے کہ فرمایا جو رات کو جاگ اُٹھے اور کہے کوئی پرستش کے لائق نہیں مگر اللہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ پاک ہے۔ اور اللہ بڑا ہے بچنا اور قوت پانا صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے پھر کہے اے اللہ میری حفاظت فرما یا دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوگی اور اگر وضو کیا (اور نماز پڑھی) تو اس کی نماز مقبول ہوگی۔

(بخاری کتاب التہجد)

محبت الٰہیہ کا حقیقی نشان

مکالمہ الٰہیہ اور دعاؤں کی قبولیت ہے

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یہ تو ہر ایک قوم کا دعوےٰ ہے۔ کہ بہتیرے ہم میں سے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالےٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے یا نہیں اور خدا تعالےٰ کی محبت یہ ہے۔ کہ پہلے تو ان دلوں سے پردہ اُٹھا دے جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا اور ایک دھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اس کے وجود کا قائل ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے۔ اور یہ پردہ اُٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت سے میسر نہیں آسکتا۔ پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا تعالےٰ اس کو مخاطب کرکے انا الموجود کی خود بشارت دیتا ہے۔ تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلہ یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی بلکہ خدا تعالےٰ سے ایسا قرب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالےٰ پر کامل ایمان اسی دن اس کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلشانہٗ اپنے وجود سے اس کو خبر دیتا ہے۔

محبت الٰہی کی دوسری علامت دعاؤں کی قبولیت

اور پھر دوسری علامت خدا تعالےٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر ان پر ظاہر کرتا ہے اور وہ اس طرح پر کہ ان کی دعائیں جو ظاہری امیدوں سے بڑھکر ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دیتا ہے۔ تب ان کے دل تسلی پکڑ جاتے ہیں۔ کہ یہ قادر خدا ہے جو ہماری دعائیں سنتا ہے اور ہم کو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات دیتا ہے۔ اسی روز نجات کا مسئلہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے اور خدا تعالےٰ کے وجود کا بھی پتہ لگتا ہے۔ اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے مگر اس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگ اور ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربوں سے ہی ہوتا ہے اور جب مقرب انسان دعا کرتا ہے تو خدا تعالےٰ اپنی خدائی کے جلال کے ساتھ اس پر تجلی فرماتا ہے اور اپنی رُوح اس پر نازل کرتا ہے۔ اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اس کو قبولیت دعا کی بشارت دیتا ہے اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے اس کو نبی یا محدث کہتے ہیں۔

سچے مذہب کی نشانی

اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے ہیں جو محدث کے درجہ تک پہنچ جاویں جن سے خدا تعالےٰ آمنے سامنے کلام کرے۔ سو اسلام کی حقیقت اور حقانیت کی اوّل نشانی یہی ہے کہ اس میں ہمیشہ ایسے راستباز جن سے خدا تعالےٰ ہمکلام ہو پیدا ہوتے ہیں تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا (سورۃ حٰم سجدہ ع) یہی معیار حقیقی سچے اور زندہ اور مقبول مذہب کا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ نور صرف اسلام میں ہے دوسرے مذاہب اس روشنی سے بے نصیب ہیں۔ اور ان مذاہب کے بطلان کے لئے یہی دلیل ہزار دلائل سے بڑھ کر ہے۔ کہ مردہ ہرگز زندہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہ اندھا سوجاکھے کے ساتھ پورا اتر سکتا ہے۔

(الحکم جلد ۵ سنہ ۱۹)

خدا کے رستہ میں خرچ کرنے سے اموال کی زیادتی

دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے امامِ وقت کی وصیت پر عمل کرو

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا .... ویھدیھم الی صراط مستقیم (المائدہ رکوع ۳)

تربیت نفس اور اطاعت رسول

اس رکوع میں اللہ تعالےٰ نے اپنا ایک قانون بیان فرمایا ہے، فرمایا ہم نے تمام رسولوں کو بھیجکر دو باتوں کی تلقین انہیں کی۔ ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو، اپنے اخلاق کو درست کرو، اور عام طور پر مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرو۔ ایک اور بات جو پیغمبروں کے مشن کو سرسبز کرنے کے لئے فرمائی وہ یہ ہے کہ لئن اقمتم الصلوٰۃ اگر تم نماز قائم کرو۔ و اٰمنتم برسلی اور ہمارے رسولوں پر ایمان لاؤ وعزرتموھم اور میرے یہ سفیر جو پیغام لے کر آتے ہیں ان کی بات کو مانو اور اپنے مال، اپنی طاقت و وجاہت اور اپنے علم سے میرے رسولوں کی قوت کو بڑھاؤ، ایک تو اپنے نفس کی تربیت ہے جو عبادت الٰہی سے میسر آتی ہے۔ دوسرے اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کرو، اور ایک اور بات یہ ہے کہ میرے رسولوں کی بات کو مانو ان کا ادب اور احترام کرتے ہوئے انکی قوت کو بڑھاؤ۔

صحابہؓ کی اطاعت رسول

یہ عہد بنی اسرائیل سے لیا، لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو یہ تلقین نہیں فرمائی کہ رسول اللہ صلعم پر ایمان لاؤ اور آپؐ کی مدد کرو، بلکہ فرمایا وہ ایسا کرتے ہی ہیں چنانچہ فرمایا فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول کو مان لیا اور اس کا ادب و احترام ملحوظ رکھا اور اس کی مدد کی اور اس نور کے پیچھے چلے جو اس کے ساتھ اتارا گیا یہی لوگ کامیاب ہیں۔

پیغمبروں کی کامیابی کا انحصار قوم پر

معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبروں کی کامیابی کا انحصار ان کی قوم پر ہے اور قوم کے اس احساس پر ہے کہ ہم نے ان کے ساتھ جو عہد باندھا ہے اس کے بعد کس حد تک ان کی عزت و توقیر کی اور کہاں تک ان کی امداد کے لئے ہاتھ بڑھایا، جس حد تک قوم کی ایمانی قوت اور عملی جدوجہد اور قربانی ہوتی ہے اسی قدر تائید خداوندی ان پر نازل ہوتی ہے،

حضرت عیسےٰؑ کے ساتھ ان کی قوم کا سلوک

حضرت عیسےٰ علیہ السلام بہت بڑے پیغمبر ہوئے ہیں، ہم ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے ہیں لیکن ان کو قوم اچھی نہیں ملی۔ بہت ادنےٰ درجہ کے لوگ تھے، وہ حضرت عیسیٰ کی بات ہی کو نہیں سمجھتے تھے، انہی لوگوں نے انجیلیں لکھی ہیں اور ان کی تعلیم کو خراب کر دیا۔ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی کوئی مدد نہیں کی، جب حضرت عیسےٰؑ پر مقدمہ بنا تو وہ بہت منت کے ساتھ ان سے کہتے تھے، کہ ذرا میرے ساتھ جاگو اور دعا کرو، لیکن جب وہ ذرا اٹھکر باہر جاتے تو وہ پھر سو جاتے، انہی لوگوں میں سے ایک نے تیس درہم لے کر ان کو پکڑوا دیا اور ایک نے تو انکار ہی کر دیا، اور باقی بھاگ گئے،

صحابہ کی فہم و فراست اور مردانگی

تو معلوم ہوا پیغمبروں کی تعلیم کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ساتھی زبردست نہ ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بہت زبردست اور پاکیزہ انسان تھے، وہ بڑے بہادر، صاحب تلوار اور دانشمند تھے، حضرت عمرؓ تو تلوار لے کر نبی کریم صلعم کو قتل کرنے کے لئے آئے لیکن ان کے فہم و فراست نے پہچان لیا کہ آپ صادق انسان ہیں، یہ بڑے شیر تھے۔ اسی طرح سعد بن معاذ سعد بن عبادہ اور دوسرے صحابی بڑی قوت اور عقل و دانش کے مالک تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ کے ایمان لانے سے آسمان پر خوشیاں منائی گئیں، حضرت ابوبکرؓ کے کس قدر کمالات ہیں کہ جتنا روپیہ ان کے پاس آتا اس کو غلاموں کو چھڑانے غریبوں کی امداد کرنے اور اسلام کے رستہ میں خرچ کر دیتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ جان دینے کو تیار رہتے، جب ہجرت کا موقعہ آیا تو دو اونٹنیاں تیار کھڑی رہتی تھیں، کہ جب حکم ہو فوراً نکل پڑیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے کلیجہ اور دل گردہ کے مالک تھے، آپ سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ اور مصیبت کے وقت اس کپتان کی طرح جو ڈوبتے ہوئے جہاز پر سے ایک ایک کو اتارتا اور خود آخر وقت تک وہاں سے نہیں ہلتا، آپ نے آہستہ آہستہ سب ساتھیوں کو روانہ کر دیا اور خود پیچھے رہ گئے، جب حضرت ابوبکرؓ آکر کہتے حضور اجازت ہے؟ تو آپ کہتے ابھی نہیں، آخر کار اذن الٰہی پر آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلا دیا اور خود حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر نکل پڑے، اور مکہ سے باہر ایک غار میں جا کر پناہ لی، دشمن آپ کے پیچھے اسی غار پر پہنچا ہے اور حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ اگر وہ ذرا اپنے قدموں کی طرف دیکھتے تو ہم کو غار میں دیکھ لیتے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا سخت فکر لاحق ہوا، کیا وفا ہے اور کس قدر غم کھا رہا ہے۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ غم نہ کھاؤ ہم دو ہی نہیں ہمارے ساتھ ایک تیسرا بھی ہے جو سب سے زبردست ہے یعنی اللہ تعالےٰ۔ اس سے حضرت ابوبکرؓ کا ایمان کس قدر بڑھا ہوگا، کہ کس کا ساتھ دے رہا ہوں۔

قرآن میں صحابہ کی قربانیوں کا اعتراف

بتائیے ایسے آدمی کہاں ملتے ہیں، ایک ایک آدمی نے تلواروں کے اندر گھس کر اپنے ایمان کا ثبوت دیا۔ سعد بن معاذ سعد بن ربیع، سعد بن عبادہ اور سعد بن ابی وقاص اور طلحہؓ زبیرؓ و عبدالرحمٰن بن عوف اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنی جانوں کی پرواہ نہ کی اور اسلام کی مدد میں اپنا سب کچھ کھو دیا، ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا فالذین اٰمنوا بہ انہوں نے اس رسول کے حکم کو مانا وعزروہ اور اس کی عظمت و توقیر کو ملحوظ رکھا ونصروہ اور اس کی امداد کی، اللہ تعالےٰ ان لوگوں کی قدر کرتے ہوئے فرماتا ہے ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین اللہ نے اپنی طرف سے بھی نصرت بھیجی اور مومنوں نے بھی تیری امداد کی، اس چیز نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی عطا فرمائی، حضرت عیسیٰ کو قوم اچھی نہ ملی، وہ کامیاب نہ ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت اعلےٰ پایہ کے انسان ملے اور آپ کو کامیابی بھی بے نظیر حاصل ہوئی۔

حضرت موسےٰؑ کی قوم

حضرت موسیٰؑ کو بھی قوم اچھی نہیں ملی، اس لئے کہ جب انہوں نے قوم سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے ارض مقدس تمہیں دینے کا وعدہ کیا ہے اٹھو اور چل کر فتح کرو، تو انہوں نے کہا کہ جی ہمیں مروانے کی فکر ہے اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون جائیے آپ اور آپ کا رب اور جا کر لڑائی کیجئے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، یہ دو پیغمبروں کی ناکامی کا ذکر تو قرآن میں موجود ہے، اور ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہے کہ انہوں

نے وہ سب کچھ کر دکھایا جو ایک رسول کے لئے ضروری ہے، اس کے لئے آپ کو جو قوم ملی، وہ ہر قسم کی قربانی کرنے والے اور بڑے دلیر اور شجاع تھے، اور اپنی قربانیوں اور نصرت رسول کی وجہ سے ان کو بھی بے نظیر کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

امام وقت کے ساتھی

ہمارے اس زمانہ کے امام کو بھی اللہ تعالےٰ نے بڑے بڑے آدمی دیئے، جن لوگوں نے اس زمانہ کا قادیان دیکھا ہے، جب حضرت صاحب زندہ تھے وہ جانتے ہیں کہ اس وقت ایک ایک آدمی اپنی فضیلت اپنے اخلاق اور اپنے جذب و کشش کی وجہ سے یکتا تھا اور انہوں نے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔

ہماری قربانیاں اور فتوحات

ان کے بعد آپ لوگوں کو بھی اللہ تعالےٰ نے قربانی کرنے کی توفیق دی، اور ساری کی ساری قوم نے قربانیاں کیں ورنہ وہ فتوحات حاصل نہ ہوتیں جو آج اسلام کو ہوئی ہیں، آج یورپ میں آپ کی قربانی سے اسلام کے جھنڈے گاڑے گئے، اور ان ٹوپی پوشوں کے علاوہ تمام عرب ممالک اور ساری اسلامی دنیا میں یہ ایمان پیدا ہو گیا کہ اسلام ابھی زندہ ہے اور وہ آج بھی لوگوں کے دلوں میں گھر کر سکتا ہے، اسلام کی تائید و حمایت میں ایک بہت بڑا جذبہ اسلامی دنیا میں پیدا ہو گیا، ان کامیابیوں اور رسالہ جات کو دیکھ کر جو ہماری طرف سے شائع ہوئے عرب، مصر، ترکی، شام، عراق، افغانستان، ایران اور پاکستان اور انڈونیشیا وغیرہ میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی اور سب تسلیم کرتے ہیں کہ اس جماعت نے بہت بڑا کام کیا ہے، ان جھنڈوں کو کھڑا دیکھئے جو آپ کے امام کی وجہ سے قائم ہوئے سوائے امام وقت کا ساتھ دینے کے میں نہیں مانتا کہ کوئی شخص اتنی بڑی کامیابی حاصل کر سکتا ہے، یہ خان بہادر غلام ربانی صاحب بیٹھے ہیں، وہ اور میں دو چار دن کے لئے باہر گئے تھے ہم نے دیکھا کہ قوم کے اندر کس قدر قربانی کا جذبہ ہے۔ ان کے دلوں میں ولولہ ہے کہ ہم نے اشاعت اسلام کے کام کو ترقی دینا ہے۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کرو

میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ آپ اپنی قربانیوں سے اس ولولہ کو تازہ کریں اور اشاعت اسلام کے کام کو پوری قوت کے ساتھ سرانجام دیں، حضرت امام نے ہمیں وصیت کی تھی کہ ہر ایک شخص اپنی جان و مال کی وصیت کرے ان کی اس وصیت کو مدنظر رکھو اور یاد رکھو کہ جب تک جہاد نہ کریں قوم زندہ نہیں رہ سکتی، اس عہد کو پورا کرو جو تم نے امام وقت کے ہاتھ پر کیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا، جب تک عہد کو پورا نہ کیا جائے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی الٰہی آیات میں آگے فرمایا ہے فبما نقضهم ميثاقهم لعنّهم وجعلنا قلوبهم قٰسية بنی اسرائیل کے عہد کو توڑ دینے سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ اللہ سے دعا کریں کہ ہم ان میں سے نہ ہوں، دین کو دنیا پر مقدم کرو یہ خدا سے عہد ہے اور امام وقت کی وصیت ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے اپنے مالوں کی وصیت کرو، اور جو ایسا نہ کرے اور اپنے عہد کو توڑ دے خدا فرماتا ہے کہ لعنّهم وجعلنا قلوبهم قٰسية ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت ہو گئے ان سے توفیق چھن گئی۔

خدا کے رستہ میں مال دینے سے بڑھتا ہے

اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ اپنے عہد کو پورا کر سکیں، مبارک ہے وہ جس کا مال خدا کے رستہ میں خرچ ہو، جس کا مال خدا کے دین کی نصرت پر خرچ ہو، وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی عزت بڑھ گئی، اس کے دل کو راحت اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس کا مال بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما نقص مال من صدقة۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی فرمایا ہے ؎

زبذل مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

جو شخص اس صادق مصدوق کے ارشاد پر ایمان رکھتے ہوئے مال کی قربانی کرے گا اس کا مال ضرور بڑھے گا۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کو الوداعی عصرانہ

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل اگزامینر پنجاب کے عہدہ سے ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۴ء کو سبکدوش ہوئے، جس کے بعد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ان کی جماعتی خدمات خلوص دینی اور انتظامی قابلیتوں کے پیش نظر جنرل سیکرٹری کا عہدہ ان کی خدمت میں پیش کیا جس کو انہوں نے اس شرط پر قبول کیا کہ اگر سندھ گورنمنٹ کی طرف سے انہیں آفر آ گئی جس کی انہیں امید تھی تو وہ اس خدمت کو ترک کرنے پر مجبور ہوں گے ڈاکٹر صاحب ممدوح کو اس عہدہ پر فائز ہوئے ابھی پورا ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا کہ حکومت سندھ کی طرف سے متوقع آفر آ گئی اور انہیں کیمیکل اگزامینر سندھ کے عہدہ پر فائز ہو کر کراچی جانا پڑا۔ ان کی روانگی سے دو دن پہلے جماعت لاہور کی طرف سے ۲۸ر جنوری ۱۹۵۵ء کو مسلم ہائی سکول میں ایک شاندار الوداعی عصرانہ دیا گیا جس کی مختصر روئداد حسب ذیل ہے

سب سے پہلے حافظ قاری دبستان خانصاحب نے ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا الخ۔ کی آیات کریمہ نہایت خوش الحانی سے تلاوت کیں، اس کے بعد مولنا محمد یعقوب خان صاحب صدر انجمن نے ایک مختصر تقریر میں ڈاکٹر صاحب کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کام کرنے والے آدمی ہیں، انہیں کسی اعتراف کی ضرورت نہیں، وہ ساری عمر خدمت کرتے رہے ہیں۔ ان کی خدمات کا اعتراف نہ بھی کیا جائے تب بھی وہ اسی ہمت، اسی خلوص اور اسی جوش کے ساتھ کام کرتے رہیں گے، یہ تین خصوصیات ان کی زندگی کا نمایاں حصہ ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مذہبی اداروں میں کسی شخص کے کام کو دیکھنے کے بجائے زیادہ تر تقدس کا خیال کیا جاتا ہے حالانکہ کسی شخص کے کام کو دیکھنا اور اس کا اعتراف ہونا چاہیئے

آپ نے فرمایا کہ جتنے الوداعی جلسے ہوتے ہیں ان میں عموماً رسم کو زیادہ دخل ہوتا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کے متعلق سب اعتراف کرتے ہیں کہ وہ واقعی اس کے مستحق ہیں، آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب پنجاب سے سبکدوش ہو کر سندھ گورنمنٹ میں جا رہے ہیں یہ انجمن کی خدمات کا معاوضہ خدا نے انہیں دیا ہے میں اپنی طرف سے اور اپنے دوستوں کی طرف سے ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ نے انجمن کی خدمت میں اپنا جو وقت صرف کیا ہے وہ قابل مبارکباد ہے ہم میں ایسے ہی کام کرنے والے ہونے چاہئیں جو تعریف کے بھوکے نہ ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ امید ہے جب آپ کراچی جائیں گے تو وہاں کی جماعت کو بھی خدمت اسلام کا وہی جذبہ دیں گے جو آپ کو خود لاحق ہے۔

اس کے بعد حضرت امیرایدہ اللہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا کہ یہ محکمہ جس سے تبدیل ہو کر وہ سندھ گورنمنٹ میں کراچی جا رہے ہیں اس میں انجمن کے ارکان نے یکے بعد دیگرے فائز ہو کر اس کو رشوت ستانی سے پاک کر دیا، سب سے پہلے حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کیمیکل اگزامینر کے عہدہ پر فائز ہوئے اور نہایت دینداری اور دیانتداری اور محنت و مشقت کے ساتھ کام کیا، ان کے بعد ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب اس عہدہ پر تعینات ہوئے اور انہوں نے بھی پوری دیانت کا ثبوت دیا۔ لوگوں نے لاکھوں روپے اس جگہ سے کمائے لیکن انہوں نے دیانت کو ہاتھ سے نہ دیا، ان کے بعد کرنل سید بشیر حسین صاحب فائز ہوئے اور ویسا ہی نمونہ دکھایا۔ ان کے بعد ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اس عہدہ پر فائز ہوئے اور ان کو پھسلانے کے لئے لوگوں نے بڑی بڑی رشوتیں پیش کیں لیکن اس مرد خدا نے ہمیشہ ان پر لات ماری اور اپنی دیانت کا پورا ثبوت دیا اب ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ان کے جانشین ہوئے ہیں میں نے ان سے کہا ہے کہ یہ محکمہ تو آپ کے سپرد ہو گیا اور انشاء اللہ آپ بھی اس کے ایسے اہل ثابت ہوں گے جیسے آپ کے پیشرو تھے۔ لیکن وہ حصہ جو ڈاکٹر اللہ بخش صاحب جماعتی کاموں میں لیا کرتے تھے اور تحریر سے اور تقریر اور مال سے اس جماعت کی خدمت کرتے تھے آپ بھی کریں میں اب بھی بڑے زور کے ساتھ پبلک میں ان سے کہوں گا کہ وہ اس رنگ میں جماعتی کاموں میں بھی حصہ لیں۔

میں نے ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سے کہا کہ آپ جا رہے ہیں مجھے اس کا صدمہ ہے جیسے میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اس سے بڑھ کر مراتب عطا کرے لیکن آپ کا جانا ہمارے لئے قومی نقصان کا موجب ہے آپ کا وجود انجمن کے لئے بہت بڑے فوائد کا موجب ہے، تاہم یہ بھی ہمارے لئے فخر کی بات ہے کہ ان کی قابلیت اور دیانتداری کی وجہ سے سندھ گورنمنٹ نے انہیں بلا لیا، دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں کامیاب کرے اور وہاں بھی ان سے وہ

(باقی صفحہ ۷ کالم اول پر)

مکتوب ووکنگ

اسلام انگلستان میں

دو تباہ کن بُرائیاں

۴ر دسمبر ۱۹۵۴ء بروز ہفتہ ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب۔ امام شاہجہان مسجد، ووکنگ نے قرآن کریم اور حدیث کا درس دیا جس میں انہوں نے موجودہ معاشرہ کی دو برائیاں یعنی شراب خوری اور جوا کے متعلق بعض آیات قرآنی اور احادیث بیان کیں۔ انہوں نے فرمایا کہ موجودہ دور میں یہ دونوں برائیاں مغربی ممالک میں کم و بیش اسی حالت میں پائی جاتی ہیں جس طرح عرب میں آج سے چودہ سو سال پہلے پائی جاتی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان برائیوں کے متعلق بعض اعداد و شمار بھی بیان کئے جن کے بیان کرنے سے ان کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ برائیاں ہمارے معاشرہ کو بڑے افسوسناک طریق پر تباہ کر رہی ہیں۔ اور ہمیں جسمانی، ذہنی، سماجی اور معاشی طور پر مفلوج کر رہی ہیں جس کے نتیجہ میں یورپ کی گھریلو زندگی بھی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

پاکستان کی صنعتی ترقیات پر لیکچر

۱۱ر دسمبر ۱۹۵۴ء بروز ہفتہ لندن پریئر ہوٹس میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں لیکچر لے لئے خان صاحب کمرشل سکرٹری۔ پاکستان ہائی کمیشن برائے لندن نے ......
DEVELOPMENTS & ACHIEVEMENTS OF PAKISTAN SINCE PARTITION
کے موضوع پر تقریر کی۔ پہلے مسٹر عزم سائرک صاحب نے تلاوت قرآن کریم فرمائی۔ اس کے بعد قابل مقرر نے تفصیل کے ساتھ ان مشکلات کا ذکر کیا جو پاکستان کو شروع میں پیش آئیں اور کس طرح پاکستان نے ان مصائب کو خدا کے فضل سے عبور کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ سوئی گیس کے دریافت ہو جانے سے پاکستان کی صنعتی حالت بہت بہتر ہو جائے گی۔ اس کی وجہ سے بے روزگاری کا مسئلہ حل ہو جائے گا اور عوام کا معیار زندگی بھی بلند ہو جائے گا۔ لیکچر کے بعد حسب معمول سوال و جواب کی صورت میں گفتگو جاری رہی۔ آخر پر صاحب صدر نے لوگوں کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی کہ لیکچر کا موضوع ایسا تھا کہ اعداد و شمار بیان کرنے ضروری تھے تاکہ سامعین کو حالات کا اندازہ صحیح طور پر ہو سکے۔ لیکن اعداد و شمار کے بیان کرنے سے خطرہ اس امر کا تھا کہ لیکچر میں سامعین کی دلچسپی جاتی رہتی۔ قابل مقرر نے بڑی خوبی کے ساتھ تقریر کو اس انداز سے ادا کیا کہ سامعین کو پاکستان کی صنعتی ترقیات کے متعلق صحیح علم بھی ہو گیا اور تقریر میں ان کی دلچسپی بھی برقرار رہی۔ اس جلسہ کی صدارت ڈاکٹر عیسیٰ صمد صاحب نے کی۔

مسلمان بچوں کا یوم الاطفال

نئے سال کے آغاز کے ساتھ از سر نو اس امر کے لئے کوشش کی گئی کہ انگلستان میں جو مسلمان بچے مقیم ہیں ان کے لئے ایسے مواقع فراہم کئے جائیں جبکہ وہ اپنے مذہب کے متعلق سیکھ سکیں۔ چنانچہ اس ارادے کے ماتحت لندن پریئر ہاؤس میں یکم جنوری ۱۹۵۵ء کو "یوم الاطفال" منایا گیا۔ اس دن شام کو بچوں نے تقریریں کیں۔ خالد عبد اللہ فرزند ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے جلسہ کی صدارت کی سامعین کی تعداد ۳۰ کے قریب تھی۔ جس میں زیادہ تر بڑی عمر کے لوگ بچوں کی حوصلہ افزائی کی خاطر شامل ہوئے حسن اتفاق سے عزت مآب مفتی صاحب آف سائپرس بھی اس میٹنگ میں موجود تھے۔ مسٹر عزم سائرک صاحب نے نہایت خوش الحانی سے تلاوت قرآن کریم کی پھر صدارتی تقریر کے بعد ذیل کے بچوں نے تقریریں کیں:-

(۱) طارق عبد اللہ عمر ۷ سال
(۲) حاتم سوتروالا - عمر ۱۳ سال)
(۳) فاروق عبد اللہ - عمر ۱۰ سال)
(۴) سکینہ جیٹھا (عمر ۱۱ سال)
(۵) زاہرہ بخاریا (عمر ۱۶ سال)

بچوں نے اپنی تقریروں میں رسول اکرم صلعم کی زندگی اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگیوں سے واقعات سنائے خلاف توقع یہ جلسہ بہت کامیاب رہا۔

صدر نے اپنی تقریر میں کہا کہ آج کے مقررین کا ارادہ آپ لوگوں کو مستفید کرنا نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات اور رسول اکرمؐ کی زندگی کے حالات بیان کر کے خود استفادہ حاصل کرنا ان کا مقصد ہے۔ لیکن جلسہ کے اختتام پر حاضرین اس حد تک متاثر ہوئے کہ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ اگر بچوں کی رہنمائی کی جائے اور ہر ممکن مدد انہیں دی جائے تو یہ اسلام کے بڑے مفید اور قیمتی اجزا بن سکتے ہیں۔

بچوں کی تقاریر کے بعد بیگم صاحبہ ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے بچوں میں انعامات تقسیم کئے، بچوں نے اس موقعہ پر بہت عمدہ مظاہرہ کیا اور سامعین کی طرح بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب بہت متاثر ہوئیں، چنانچہ آخر پر انہوں نے ہاتھ بلند کئے اور رقت آمیز لہجہ میں حاضرین سے درخواست کی کہ وہ بچوں کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان پر اپنی رحمت بھیجے اور انہیں اسلام کا صحیح خادم بنائے۔

ہمارے نئے اسلامی بھائی اور بہنیں

مندرجہ ذیل اصحاب نے گذشتہ دو ماہ میں کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلامی برادری میں شمولیت اختیار کی:-

۱- مسز رقیہ نصر اللہ - لندن
۲- مسٹر ولسن - ایف - ڈیوک - امریکہ
۳- مسٹر چارلس جی چم - امریکہ
۴- مسٹر جان جیکسن - امریکہ
۵- مس ایوان لیفیکو لندن۔
۶- مسٹر فریڈ ایلیس گوڈون - انگلستان
۷- سی - وت - لندن
۸- مسٹر بی - آر - بیٹلی
۹- مسٹر طاہر کمال - مڈل سیکس - انگلستان -
۱۰- مسٹر ہنری جرارڈ - لندن

نوٹ:- سوائے ۷ کے باقی سب عیسائی تھے ۷ ہندو سے مسلمان ہوئے ہیں -

مسجد ووکنگ کے معزز مہمان

ماہ دسمبر ۱۹۵۴ء میں حسب ذیل معززین نے مسجد ووکنگ کو مہمانی کا شرف بخشا۔

(۱) ڈاکٹر امیر محمد خان صاحب - میڈیکل سپرنٹنڈنٹ سائلی سینٹوریم - پاکستان
(۲) لیفٹنٹ ایس ایم زبیر معہ بیگم زبیر جو مدیہ ڈان کراچی مسٹر الطاف حسین کی دختر ہیں۔
(۳) عزت مآب محمد دانس - مفتی سائپرس

جنازے

گذشتہ چند ماہ میں حسب ذیل اموات ہوئیں جن کے جنازے ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ نے پڑھائے:-

(۱) مسز اقبال النساء حسین - عمر ۵۶ سال - پاکستانی۔ بروک وڈ میں مدفون ہوئیں - قبر ۲۱۶۳۵۸ -
تاریخ وفات ۲۲ ۱۰/۵۴

(۲) مسٹر سایبوا دولاتیجی - عمر ۴۴ سال - نائجیرین - بروک وڈ میں مدفون ہوئے - قبر ۲۱۶۳۸۰ - تاریخ وفات ۳۰ ۱۰/۵۴ -

(۳) مسٹر سیلڈیوک میہمت - عمر ۲۱ سال - ترک - بروک وڈ میں مدفون ہوئے - قبر نمبر ۲۱۶۳۹۴ - تاریخ وفات ۱۴ ۱۱/۵۴ -

کتاب کی ضرورت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی کتاب

ہمارے سٹاک میں ختم ہو چکی ہے۔ لائبریری میں بھی یہ کتاب موجود نہیں مرحوم کی ساری تصنیفات کو دوبارہ شائع کرنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں اگر کسی دوست کے پاس کتاب مذکور کی کاپی موجود ہو تو برائے مہربانی ہمیں بھیجدیں - نئی کتابیں شائع ہونے پر شکریہ کے ساتھ اس کتاب کی ایک کاپی واپس کر دی جائے گی -

آفتاب الدین احمد - سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور

مکتوبِ بغداد

محمد علی سالمین بمبئی - ایک احمدی دوست کے جذبات - وابستگان امام الزمان کا تبلیغی جنون - گذشتہ اور نیا سال

(سید تصدق حسین صاحب قادری)

محمد علی صاحب سالمین بمبئی

بمبئی سے جناب محمد علی الحاج سالمین صاحب کے سکرٹری نے جناب محمد علی صاحب کی جانب سے بحری ڈاک سے ۱۱ر دسمبر کو ایک خط میرے نام لکھا جو آج ملا۔ محمد علی صاحب سے ۱۹۲۵ء یا ۱۹۲۶ء سے غائبانہ تعارف ہے ان کے انگریزی کے استاد میرے عزیز دوست مسٹر ایم اے رحمان مرحوم (ڈیلیگ) کے ذریعہ تعارف ہوا تھا۔ جب مرحوم بغداد آتے تھے۔ محمد علی صاحب بغداد کے باشندہ ہیں بجانب کرخ آپ کے خویش و اقرباء کی رہائش ہے۔ مسٹر رحمان صاحب کے ساتھ ایک دو مرتبہ ان کے اقربا سے ملاقات کرنے کا موقعہ بھی ملا ہے۔ محمد علی صاحب سے خط و کتابت بھی رہی۔ کچھ عرصہ موصوف کا جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق بھی رہا۔ سالانہ جلسہ لاہور میں بھی ایک دو مرتبہ شامل ہوئے ہیں ۳۲-۱۹۳۱ء میں جب احرار وغیرہ جماعتوں کی جانب سے جماعت احمدیہ کی مخالفت شروع ہوئی، محمد علی صاحب بھی اسی بہاؤ میں بہہ گئے اس زمانہ میں بھی خط و کتابت رہی۔ اب پھر کچھ عرصہ سے لائٹ اور اسلامک ریویو میں ان کے مضامین آ رہے ہیں خدا کرے حق و صداقت کے آغوش میں پھر آ جائیں پیغام صلح میں میری علالت کی خبریں سن کر بغرض استفسار صحت خط لکھا ہے۔ جس کا شکریہ۔ موصوف کے سیکرٹری کے خط سے ایک دو اقتباسات درج ذیل ہیں جو دلچسپی سے پڑھے جاویں گے۔ تحریر فرماتے ہیں:-

"اخبار پیغام صلح میں آپ کے پیہم بیماری کی خبر سن کر مجھ کہا بھئی ایک خط سے ان کی خیریت دریافت کر لو۔ امید ہے آپ بواپسی ڈاک اپنی خیریت سے حضرت مولانا سالمین صاحب کو مطلع فرماویں گے"

"حضرت امیر مرحوم نے (یہ اشارہ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب معلوم ہوتا ہے۔ ناقل) اپنے آخری ایام میں حضرت الحاج سالمین صاحب کی خدمت میں ایک طویل خط ارسال کیا تھا اگر آپ اس کو پڑھنا چاہیں تو اس کی ایک نقل آپ کو روانہ کر دی جاسکے"

"فرماتے ہیں کہ تبلیغ کا شوق اور دیوانگی لاہوری جماعت سے انہیں نے سیکھا ہے اور اس بارہ میں وہ انکے ممنون ہیں۔

ایک احمدی دوست کے جذبات

حبانیہ سے اخویم عبدالصمد صاحب برقی کا خط ۲۶ر دسمبر کا میرے اس خط کے جواب میں ملا جو میں نے انہیں ۱۲ر دسمبر کو لکھا تھا جس میں انہیں اطلاع دی تھی کہ ۴ر دسمبر کے خط از لاہور سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ہر دو فریق میں مصالحت ہو گئی، آپ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "جماعت کے ہر دو فریق میں صلح ہونے کا حال۔ کیا بتاؤں کتنی خوشی ہوئی خدا کرے کامل صلح ہو"

پھر ایک جگہ پیغام صلح بمبئی کے اخبار الانباء کے نامہ نگار کے مضمون کے ترجمہ پر لکھتے ہیں کہ "اخبار کے خصوصی نامہ نگار کے مضمون کا ترجمہ نہایت خوب ہے اور ایسے ہی دو چار مضامین کی اور ضرورت ہے تا صحافی حضرات اچھی طرح پبلک کے سامنے آ جائیں خدا آپ کی کوششوں کو قبول فرما کر احمدیت کے حق و صداقت کا آفتاب ساری دنیا پر ظاہر کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر اور ہم اپنی زندگیوں میں ہی تیری نصرت اور کامیابی کے نظارہ کو دیکھ لیں اور خوشی خوشی موت کو لبیک کہکر تیرے حضور حاضر ہو جائیں"

وابستگان امام الزمان کا تبلیغی جنون

۳۰ر دسمبر بروز جمعرات جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے۔ جناب محمد علی الحاج سالمین بمبئی کے سکرٹری کے خط کا ذکر آ گیا۔ اول سے آخر تک انہیں تفصیلاً بتایا۔ خط کے اس فقرہ کو خاص توجہ سے سنا "تبلیغ کا شوق اور دیوانگی لاہوری جماعت سے انہوں نے سیکھا ہے اور اس بارہ میں وہ ان کے ممنون ہیں"۔ اس فقرہ پر میں نے صوفی صاحب کو بتلایا کہ یہ احسان عظیم بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کا ہے کہ جو بھی ان کے مقدس دامن سے وابستہ ہوا اس کے سر و دماغ میں دیوانگی محیط ہو جاتی ہے حضور فرماتے ہیں ؎

تا نہ دیوانہ شدم ہوش نہ آمد بسرم
اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی

یہی دیوانگی کا اثر ہے کہ اس مٹھی بھر جماعت نے دنیائے جدید و قدیم میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

محمد امان ہوبہم کی تقریر

اخبار مدینہ بجنور مجریہ ۹ر دسمبر ۱۹۵۴ء پر "اسلام اور مغرب" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے یہ ہمارے نوجوان جرمن نومسلم ایم ہوبہم (جیسے عنوان لکھا ہے کی کراچی کی تقریر ہے۔ بہت اچھی طرح روشنی ڈالی ہوئی ہے۔ اگر مدینہ کو یہ معلوم ہوتا کہ اس جرمن نوجوان نے احمدیت کو بھی قبول کیا ہے تو وہ یہ تقریر ہرگز شائع نہ کرتا، تعصب کا برا ہو اللہ مجھ شفا فرما دے۔

سال گذشتہ کی خجالت اور نئے سال کی امیدیں

یکم جنوری ۱۹۵۵ء۔ عام جدید رات کے بارہ بجے ۱۹۵۴ء اپنے پچھلے ساتھیوں کے ساتھ جا ملا۔ اب اس کا شمار ماضی میں ہو گا۔ ادھر بارہ بجے وہ گیا اور ۱۹۵۵ء پیدا ہوا۔ پیدا ہوتے ہی زمانہ پہ مسلط ہو گیا۔ اب ایک سال تک دور دورہ ہے۔ سیاسی زمانے دنیا کو بڑے بڑے پیغام دیے ۱۹۵۴ء کا جائزہ یا ۱۹۵۵ء کے منہاج کو پیش کیا۔ یہ بغدادی فقیر بھی اپنے دامن کو دیکھتے ہوئے اپنی اس چھوٹی سی جماعت (جس نے پچھلے چند سالوں میں دنیائے جدید و قدیم میں ایک عظیم الشان روحانی انقلاب پیدا کر دیا) کے سال گذشتہ کے افسوسناک طریق اور رویہ کا جائزہ لیتے ہوئے خجالت سے سر جھکا لیتا ہے۔ لیکن ان کے پھر ایک ہو جاؤ" "سب مل کر کام کرو" کی طرف دیوانہ وار آنے اور اپنی پچھلے سال کی غلطیوں کی تلافی کے لئے بے قراری پھر سر بلند کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ انشاء اللہ یہ سال نو جماعت حقہ کی خدمات دینی کے لئے خیر و برکت کا باعث ہو گا۔ پچھلے سال کو ہم بھول جاویں گے۔ آئندہ سال پیار و محبت کے ساتھ اپنی سابقہ روایات کے شایان شان فی سبیل اللہ کاموں کو مزید بڑھاویں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ پھر اس نے تم کو ایک کر دیا ورنہ ڈر تو یہ تھا کہ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم کا کہیں مصداق نہ بن جائیں ع

رسید بود بلائے و لے بخیر گذشت

ایک بوہرہ سیٹھ کی احمدیت نوازی

سیٹھ فدا علی صاحب۔ تاجر عطورات (از قوم بوہرہ) برائے استفسار صحت گھر تشریف لائے، سیٹھ صاحب کو بھی ان کی قوم کے لوگوں نے احمدی نوازوں میں شمار کیا ہوا ہے کئی ایک انہیں "قادیانی نفشی گیو چھ" یعنی قادیانی ہو گیا ہے کہا کرتے ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں بغداد میں ہماری شدید مخالفت ہوئی کئی ایک پاکستانی اور نیم پاکستانی حضرات نے عربوں کو بھی بھڑکایا اس وقت سیٹھ صاحب کی ہمدردی اور حمایت ہمارے ساتھ رہی۔ آدمی معقول ہیں، تفرقہ کے بدنتائج سے خوب واقف ہیں اتفاق اور اتحاد کے لئے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کافی سمجھتے ہیں۔

صحت کا حال

قلب پر شدید حملہ کو آج پورا ایک سال ہوا۔ اب تک کامل صحت نہیں۔ پھر بھی خدا کے فضل و کرم سے بہت کچھ بہتر ہوں۔ لمبا عرصہ گھر پہ گزرا اب بھی ڈاکٹری ہدایت کے تحت چالیس روز سے زیادہ ہو رہے ہیں مکان سے باہر نہیں نکلا علاج بھی جاری ہے۔ سردیوں کی وجہ سے کبھی کبھی تکلیف بڑھ جاتی ہے بزرگان سلسلہ اور احباب کی دعاؤں کی ضرورت ہے خواہش ہے کہ بقایا ایام زندگی اپنے مولا کے دین کی خدمت میں صرف ہو جائیں۔ آمین

اسرائیل پر اسلامک ریویو کا مضمون الیقظہ میں

اخبار الیقظہ مسائیہ میں آج تین روز سے ایک مضمون از اسلامک ریویو بر فلسطین اور یہود کے ارادے کا ترجمہ بااقساط شائع ہو رہا ہے اس مضمون کی اشاعت عربی دنیا میں بہتر ہو گی انہیں یہ معلوم ہو گا کہ اسلامک ریویو ہی ایک واحد مجلہ ہے جو دنیائے جدید و قدیم میں انگریزی دان اہل علم طبقہ کو عربوں کے حقوق .... بتلا رہا ہے۔ اس کا اثر امریکہ اور یورپ کے غیر یہودی طبقہ پر ضرور پڑے گا۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مسئلہ طلاق پر ایک نظر

—— مریم لودھی ۔ راولپنڈی ——

حضرت عمرؓ کا رجوع الی الحق

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ منبر رسول پر چڑھ کر فرمایا :-

" اے لوگو! تم اپنی عورتوں کے مہر کو کتنا بڑھاتے ہو اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے درمیان مہر چارسو درم یا اس سے کم ہی ہوتے تھے، اور اگر مہر میں زیادتی اللہ کے نزدیک تقوے اور عزت کا موجب ہوتی تو تم ان سے اس بارہ میں سبقت نہ لے جاتے اس لئے میں چارسو درم سے زیادہ مہر کو تسلیم نہ کروں گا"

جب آپ منبر سے اترے تو قریش میں سے ایک عورت نے للکار کر کہا :-

" اے خطاب کے بیٹے اللہ ہمیں دیتا ہے اور تو ہمیں روکتا ہے ۔ اور یہ آیت پڑھی وآتیتم احداھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً اتاخذونہ بھتاناً واثماً مبیناً ٥ یعنی اور تم نے سونے کا ڈھیر دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ نہ لو کیا تم اسے بہتان سے اور کھلے گناہ سے واپس لوگے ؟ "

تب حضرت عمرؓ پھر منبر پہ چڑھے اور فرمایا :-

" نساء المدینۃ افقہ من عمر ۔ یعنی مدینہ کی عورتیں عمر سے زیادہ سمجھدار ہیں، اور پھر فرمایا اے لوگو تم کو میں اس بات سے روکتا تھا کہ چارسو درم سے زیادہ مہر نہ دو لیکن جو کوئی تم میں سے اپنے مال سے جس قدر چاہے دے سکتا ہے "

موجودہ مسلمانوں میں اعتراف حق کا فقدان

یہ روایت مسلم ہے ۔ اور صاف بتاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کس طرح قرآن حکیم سامنے گردنیں جھکاتے تھے حضرت عمرؓ نے الفاظ کی صراحت کے مقابل اپنی تاویل سے کام نہیں لیا جیسا کہ بعض مفسرین نے یہ تاویل کر لی ہے کہ یہ بطور فرض ہے بلکہ انہوں نے بھرے مجمع میں اپنی بات سے رجوع فرمایا ۔ نعوذ باللہ ہمارا آج کا عالم ومفتی حضرت عمرؓ سے کچھ زیادہ ہی علم رکھنے کا گھمنڈ رکھتا ہے ـــ آج اسلام کو سب سے بڑی ضرورت یہی ہے ۔ کہ اس کے پیرو اور اس کے علماء اور مشائخ ارشادات الٰہیہ کے سامنے سر تسلیم خم کردیں ۔ علاوہ ازیں ہم لوگوں میں بھی یہ جرأت پیدا ہو کہ ہم اپنے پیروں اور مفتیوں کو جب وہ خلاف قرآن وحدیث کوئی بات کہیں تو انہیں ٹوک سکیں اور پھر ان پیروں اور مفتیوں میں بھی یہ تقوے ہو کہ اللہ اور رسول مقبول صلعم کے احکام کو اپنی ہٹ دھرمی سے رجوع کریں ۔

زندگی کے مسائل کو قرآن مجید میں تلاش کرو

آجکل ہماری مسلمان عورتیں بالخصوص اور مسلمان مرد بالعموم حق مہر اور طلاق کے مسئلہ کو یا تو سمجھتے ہی نہیں یا کبھی اسیا دردِ سر مول لینے کی کوشش ہی نہیں کرتے، کیونکہ یہ ایک ایسی گتھی ہے جسے ہمارے نیم ملا نے اپنے فرضی اور من گھڑت مسائل کے چکر میں اتنا الجھا دکھا ہے کہ الامان والحفیظ ! یقین کیجئے اس میں اتنا الجھاؤ ہرگز نہیں ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ بہتیرے مسلمان گھروں میں ہمارا قرآن خوبصورت اور ریشمی غلافوں میں لپٹا تو ضرور پڑا رہتا ہے مگر اکثر برسوں کے گرد وغبار سے مزین ہوتا ہے ۔ کاش وہ کبھی قرآن کو کھول کر پڑھتے اس کے معانی سمجھنے کی کوشش کرتے تو انہیں اپنی زندگی کے بہت سے مسائل خود حل کرنے کا موقع ملتا ۔

طلاق کے متعلق موجودہ نظریہ

آج ہمارے سامنے محض دو ہنستی کھیلتی زندگیوں کے اجڑنے کا ہی مسئلہ درپیش نہیں بلکہ کروڑوں میاں بیوی اور ان کے معصوم بچے بھی زندہ درگور نظر آتے ہیں ۔ حتیٰ کہ آج بھی لاکھوں بہنیں جسم فروشی کی نذر ہو کر رہ گئی ہیں ۔ کوئی نہیں سوچتا کہ آخر یہ لعنت کس بدعت اور رسم بد کی مرہون منت ہے ۔ میرے معزز اور ذی علم بھائیوں اور بہنوں کو یقین کرنا ہی پڑے گا کہ بے جا طلاق اور حلالہ جیسی لعنتی رسوم کے ہی سارے یہ شاخسانے ہیں ۔

مفتی کا سب سے بڑا فتوےٰ یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی سانس میں کہی ہوئی تین طلاقیں ۔ یعنی "طلاق طلاق طلاق" کہہ دینے سے طلاق قطعی قرار پا جاتی ہے ۔

احکام الٰہی سے استہزا

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کے ارشادات کے ساتھ یہ ایک کھلا استہزا ہے، اور صرف استہزا ہی نہیں افتراء بھی ہے ۔ حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ خواہ ہزار بار کوئی مرد طلاق طلاق کی گردان کر کے سنا دے ایک وقت میں ایک ہی طلاق متصور ہوگی اور اس کے بعد عدت شروع ہو جائیگی

عدت کی مدت

عدت کے لئے اللہ تبارک وتعالےٰ نے دنوں اور مہینوں کی معیاد نہیں رکھی بلکہ تین حیض کی مدت مقرر کی ہے اس میں نوع انسانی کی بھلائی کے لئے ایک بہت ہی لطیف اور معنی خیز اشارہ ہے، جو آگے چل کر واضح کرنے کی کوشش کروں گی ۔

حقیقت یہ ہے کہ طلاق کی عدت قرآن نے ثلٰثۃ قروء قرار دی ہے لفظ قروء ہی اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ ما سوائے عورت کے حاملہ ہونے کے ہر صورت میں طلاق کی عدت تین حیض تک شمار میں آتی ہے ۔ اور اس عدت کے دوران میں میاں بیوی کو رجوع کی اجازت ہے ۔ اور وہ اس دوران میں اپنی بگڑتی ہوئی زندگیوں کو پھر سنوار سکتے ہیں ۔

تین طلاق کا نظریہ اور حلالہ

لیکن نہیں ہمارا مفتی "تین طلاق بیک وقت" کی تلوار ان دونوں کے درمیان ڈالے بیٹھا ہے ۔ یہاں تک کہ یا تو وہ عدت جبراً و قہراً فیصلے کی نظر ہو کر ختم ہو جاتی ہے ۔ یا پھر حلالہ جیسی صریح حرامکاری کا سوانگ بھرا جاتا ہے ۔ اور طرہ یہ کہ وہ حلالہ بھی قرآنی احکام کے غلط مفہوم کا مرہون منت ہوتا ہے ۔ ارشادات الٰہیہ کے مطابق ضروری ہے ۔ کہ نکاح ساری عمر اکٹھے رہنے کے تصور سے ہو ۔ یہ نہیں کہ ایک دن یا ایک سال یا کسی مدت معینہ کا خیال دل میں رکھکر کیا جائے اور اس کے بعد پہلے ہی سے طلاق دے دینے کا ارادہ ہو اس کا نام حلالہ ہے اور اللہ اور رسول نے حلالہ کرانے اور کرنے والے دونوں پہ لعنت کی ہے ۔

طلاق پر پہلی پابندی

ذیل کی آیات سے طلاق کے مسئلہ کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے :-

(۱) والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء (ترجمہ) "اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں" طلاق دینے کی سب سے پہلی شرط ہے کہ حالت طہر میں ہی طلاق دی جائے کیونکہ عدت شروع ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ حالت طہر موجود ہو (یہاں بیوہ کی عدت کا استثنا ہوگا کیونکہ اس کی عدت دنوں اور مہینوں کی گنتی سے ہوتی ہے) حدیث صحیح میں بھی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حالت حیض میں طلاق دی تھی تو حضور پُر نور نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا ۔ اور رجوع کا حکم فرمایا تھا ۔ یہ شرط طلاق پر ایک روک ہے ۔ کیونکہ حالت حیض میں تو میاں بیوی الگ الگ ہوتے ہیں ۔ اس وقت طلاق کا دینا سہل ہوتا ہے ۔ مگر حالت طہر میں صورت دوسری ہوتی ہے ۔ آپس کے تعلقات محبت قائم ہونے کے کافی امکانات ہوتے ہیں ۔

دوسری پابندی

دوسری حدبندی جو انہی الفاظ میں ہے وہ مدت یا زمانۂ انتظار ہے ۔ اس کی سب سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ اس چھوٹی سی علیحدگی میں ایک دوسرے کی قدر معلوم ہو جائے اور اگر دونوں میں محبت کا تھوڑا سا بھی جذبہ ہوگا تو وہ اسی دوران میں کارفرما ہو سکے گا ۔

عدت کی دوسری غرض

(۲) ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن .... واللہ عزیز حکیم ٥ (ترجمہ ۔ اور ان کے لئے جائز نہیں کہ اسے چھپائیں جو اللہ تعالےٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا اگر وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتی ہیں اور اس اثنا میں ان کے خاوند ان کو واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں ۔ اگر وہ اصلاح چاہیں، اور ان کے لئے پسندیدہ طور پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر (مردوں کے) حقوق ہیں اور مردوں کو ان پر ایک فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے"۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کو الوداعی عصرانہ (بسلسلہ صفحہ)

کام سے جو بیان کرتے تھے، وہاں بھی جماعت کے اندر خدمت دین کا وہ جذبہ پیدا کریں جو ان کے اپنے دل میں موجزن ہے۔

آخر میں ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جن خیالات کا اظہار مولانا یعقوب خان صاحب اور حضرت امیر نے فرمایا ہے میں نہیں سمجھتا کہ میں ان کا استحقاق رکھتا ہوں، یہ ان کی حسن ظنی ہے، اور آپ کی بھی (حاضرین سے مخاطب ہو کر) حسن ظنی ہے کہ مجھے الوداع کہنے کے لئے یہاں جمع ہوئے، ایک دو باتیں میں ضرور عرض کروں گا جو واقعات سے تعلق رکھتی ہیں اور میں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ ممکن ہے ان سے آپ کو فائدہ ہو، آپ نے فرمایا کہ ویسے تو میری کمزوریاں آپ سے مخفی نہیں ہیں لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ میں احمدی گھرانے میں پیدا ہوا اور احمدی فضا میں پرورش پائی، اس کی وجہ سے ایک بات میرے دل میں مرکوز ہو گئی اور اسی ایک بات کی وجہ سے وہ خدمات مجھ سے صادر ہوئیں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ میری کسی لیاقت اور قابلیت کا نتیجہ نہیں بلکہ اس جذبہ کا نتیجہ ہیں جو میرے دل میں مرکوز ہے کہ یہ جماعت خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے اور یہ باتیں جو امام وقت نے کہیں اور اس جماعت نے ان کا بیڑا اٹھایا ضرور ہو کر رہیں گی خواہ ابتلا بھی آجائیں، اور جماعت میں انتشار بھی پیدا ہو لیکن یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی، دوسری بات یہ ہے کہ میں نے کسی جذبہ کا اگر اظہار کیا جس کو آپ میرا کام سمجھتے ہیں تو اس کی تہ میں یہ خیال کام کرتا ہے کہ اس جماعت کی بہبودی ہو، اسی خیال سے میں نے ہر ایک چیز کو نظر انداز کر دیا خواہ میرا کوئی عزیز ہو یا قریبی سے قریبی رشتہ دار، میں نے حق بات کو محض جماعت کی بہبودی کی خاطر برملا کہا اور اس کے لئے دکھ بھی اٹھایا لیکن دیانتداری سے، جماعت کی بہبودی کے لئے جو حق بات سمجھی اس کو علی الاعلان کہا اس کو میری کمزوری کہہ لیجئے لیکن جو کچھ میں نے کیا اپنے نزدیک دیانتداری سے کیا۔

آپ نے فرمایا حافظ صاحب نے جو آیات پڑھی ہیں ان کو میں اکثر پڑھا کرتا ہوں اور مجھے معاف کیا جائے اگر میں اس مجلس میں یہ اظہار کر دوں کہ ان آیات کا مضمون مجھ پر وارد ہو چکا ہے جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

میں بھی عرض کرتا ہوں کہ میں نے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کو تجربہ کرکے دیکھا ہے اور اگر کوئی چاہے تو آج تجربہ کرکے دیکھ لے یہ کوئی خیالی باتیں نہیں آپ پر ملائکہ نازل ہوں گے یہ لفظی باتیں نہیں ہیں میں اس کا زندہ شاہد ہوں، مجھ پر یہ باتیں وارد ہوئی ہیں میں آپ کو ایک دو واقعات سناتا ہوں۔ شروع میں جب میں اس ملازمت کے لئے یہاں آیا تو میں نے دعا کی یا الٰہی میں تیرے دین کی خدمت کے لئے یہاں لاہور میں رہنا چاہتا ہوں، لیکن میری تبدیلی ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ہو گئی۔ میں اس وقت آنچی سے جا کر ملا۔ لیکن بعد میں میں نے سوچا کہ تم کس لئے یہاں رہنا چاہتے ہو، خدمت دین کا کام اگر اللہ تعالیٰ کو لینا منظور ہے تو وہاں بھی ہو جائے گا، یہ سوچ کر میں بلا تردد چلا گیا، یہ دسمبر کا واقعہ ہے، اس کے بعد اپریل میں جب کیمیکل اگزامینر کے عہدہ پر کسی کی تعیناتی ہونی تھی تو لاہور سے حضرت امیر مرحوم کا خط مجھے ملا کہ تمہارے لئے اب کوئی چانس نہیں، اس کے خلاف ایک خواب مجھے آیا اور میں حیران تھا کہ لاہور میں سب کی کوششیں ناکام ہیں اور میں یہ خواب دیکھ رہا ہوں، تین چار دن کے بعد ایک تار محکمہ کی طرف سے ملا، جس میں میری تعیناتی اس عہدہ پر کی گئی تھی، میں حیران ہو گیا یہ قدرت الٰہی کے کرشمے ہیں، آپ یقین کیجئے کہ خدا ایک قادر ہستی موجود ہے میں ایک کمزور ترین انسان ہوں لیکن خدا تعالیٰ اپنے کمزور بندوں پر اپنا فضل نازل کرتا رہتا ہے، حضرت امیر نے فرمایا ہے کہ انہیں میرے جانے کا صدمہ ہے، مجھے خود صدمہ ہے لیکن یقین کیجئے کہ میں نے اس بارہ میں دعا کی کہ الٰہی میرا معاملہ تیرے ہی ہاتھ میں ہے میں خود کچھ نہیں کروں گا جس طرح تیری مرضی ہو مجھے قبول ہے اس دعا کے نتیجہ میں جو کچھ آیا اس کو قبول کیا آپ نے بتایا کہ ایک میرے بڑے مخلص دوست ہیں انہوں نے اس وقت جب کراچی جانے کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا مجھے بتایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ آپ کو ایک قیدی کی حیثیت میں قیدیوں کی گاڑی میں سٹیشن پر سے جایا جا رہا ہے اور وہاں خلاف مرضی ریل میں دھکیل دیا گیا ہے میں نے ان سے کہا یہ تو میرے دل کا آئینہ ہے، خدا شاہد ہے اگر وہاں جاؤں گا تو اپنی مرضی کے خلاف ہی جاؤں گا اور اپنے آپ کو قیدی ہی سمجھوں گا الدنیا سجن للمؤمن۔

مکرم خاں صاحب نے فرمایا ہے کہ میرے وہاں جانے سے شاید جماعت کا کوئی کام وہاں بھی مجھ سے ہو جائے اس بارہ میں عرض کرتا ہوں کہ گذشتہ چند ماہ میں قرآن کی تفسیر جو میری سمجھ میں آئی ہے اس کو میں قلمبند کرنا چاہتا ہوں، آپ سے ایک ہی استدعا ہے کہ دعا کریں کہ ایسی فرصت کی گھڑیاں مجھے میسر آجائیں اور ایسا ماحول پیدا ہو جائے کہ کوئی علمی خدمت کر سکوں، عمر تو شاید تھوڑی ہی رہ گئی ہے

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

اگر کوئی ایسا موقعہ مجھے کبھی میسر آجائے تو اپنے آپ کو خوش قسمت کہوں گا۔ اس الوداعی پارٹی میں حیران ہوں کہ الوداع کیسی؟ کہ میں تو جماعت ہی کا ہوں اور ہر وقت آپ کے ساتھ ہوں، میرے لئے بس دعا کریں، کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت مجھ سے لے،

ڈاکٹر صاحب کی اس تقریر کے بعد حاضرین کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی ٭

مسجد نبویؐ کی تعمیر نو

مشہور فرانسیسی مؤرخ اور محقق موسیو گا بیام رقمطراز ہے: "جب مسیحی دنیا پر ادبار و تنزل کی گھٹائیں مسلط تھیں۔ اور انسانیت پر مایوسی اور نا امیدی کی سیاہ گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اس وقت افق عالم پر ایک حیرت انگیز طریقے پر آفتاب اسلام کی شعاعیں طلوع ہوئیں یہ ایک واشگاف حقیقت ہے کہ اسلام اس شان سے آیا کہ اس نے دنیا کی تمام تہذیبوں اور نسلوں کی کایا پلٹ دی۔ ایک نیا مذہب۔ نئی تہذیب، نئی روحانیت اور زندگی کا نظام منصۂ شہود پر آ گیا۔ اسلام کا سب سے بڑا تمدنی کارنامہ یہ تھا کہ اس نے عمرانی ترقی کا ایک نہایت عمیق باب کھول دیا اور متمدن دنیا کی رہنمائی کے لئے ایک نیا انداز تعمیر پیش کیا۔ چین اور ہندوستان کے طرز تعمیر میں یا تو گہرائی تھی یا بلندی کی کارفرما تھی، رومی تعمیرات کو قدامت کی چادر نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور یورپ کی شہری زندگی رومی تعمیرات سے دل برداشتہ ہو چکی تھی معماروں اور ماہرین تعمیرات نے اپنے فن کے نمونوں میں دوامی پختگی اور بنیادوں کے استحکام پر سارا زور صرف کرکے اپنی فنکاری کے افسانے ختم کر دیئے تھے۔

قرون وسطےٰ کے فرنگی معمار اس بات سے قطعاً بے خبر تھے کہ لندن، پیرس، برلن اور نیویارک جیسے شہر بھی تعمیر کئے جا سکتے ہیں۔ مگر یہ اسلام تھا اور اسلام کے معماروں کا فیض جس نے کچی اینٹوں اور کھجور کے بتوں سے عمارت سازی کا فن شروع کیا اور اسے ترقی دے کر خوبصورتی، بلندی، وسیع النظری راحت رسانی اور عمرانی عظمت کا ایک نمونہ بنا دیا۔ جس کی کوئی مثال پیش نہ کی جا سکے مسلمان انجنیئروں اور حکمرانوں نے مل کر قرطبہ، قاہرہ، قیروان ایا صوفیہ قسطنطنیہ، بغداد، دمشق، شاہجہان آباد، دہلی، فتحپور سیکری جیسے شہروں کی بنیاد رکھی اور انہیں ترقی دی گئی، انہوں نے تاج محل کا حسن قطب مینار کی بلندی گول گنبد۔۔۔ کی بڑائی اور شاہراہ اعظم کی لمبائی کی تخلیق میں حصہ لے کر ساری متمدن دنیا کو خراج تحسین ادا کرنے پر مجبور کر دیا۔ جب مسلمان تعمیر نو میں حصہ لے رہے تھے تو ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ان کا ہر اقدام ایک اور صرف ایک خدا کے لئے ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جب جامع قرطبہ، جامع ایا صوفیہ، جامع سلطان احمد، جامع شاہجہانی، موتی مسجد، لال قلعہ دہلی، جامع جونپور، مسجد اقصیٰ، بیت المقدس، ایسی لازوال مسجدیں تعمیر کرکے اپنی عظمت و ذوق جمال کا سکہ لوگوں کے دل و دماغ پر بٹھا دیا۔ مسلمانوں کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ ملت ابراہیمی کی اولین مسجد مکہ معظمہ کے حرم شریف اور مسجد نبوی کی تعمیر میں اپنے ذوق ایمانی کا ثبوت نہ دیتے۔ حرمین شریفین کے مینار، حرم مکہ کے در و دیوار کی وسعتیں اور حرم مدینہ کے مواجہ شریف النقش و نگار اور آب و رنگ ان مسلمانوں کی یاد تازہ کرتے ہیں جو اپنی حکومت اور عزت و عظمت کے زمانہ میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوئے۔

بارے تاریخ نے ایک بار پھر حرمین شریفین کی تعمیر کا داعیہ پیدا کیا۔ آج حرم محترم کا صحن صبح صادق کے ابھرتے ہوئے اجالے کی طرح جگمگا رہا ہے۔ حرم نبوی اور مسجد نبوی مدینہ منورہ میں تعمیر، توسیع اور ترقی کا ایک ایسا منصوبہ بروئے کار آ رہا ہے جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

سلاطین عثمانیہ کے بعد حرمین کی خدمت کا موقعہ خاندان سعودیہ کو ملا۔ سلطان سعود نے حرم نبوی کی تعمیر کے لئے اپنے خزانے کے تمام دروازے کھول دیئے۔ ایک عام اندازے کے مطابق حرم مدینہ کی توسیع پر پانچ کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ ابھی کروڑوں روپیہ اور صرف ہوگا صرف ایک ہی سال کا اتنا خرچ ہے کہ اس سے ایک نیا متمدن شہر آباد کیا جا سکتا ہے۔ مدینہ منورہ میں باب الرحمۃ کا جو حصہ گرایا گیا تھا اور جس کے متعلق اسلامی ممالک میں بہت سی افواہیں گشت کر رہی تھیں حرم نبوی میں تعمیری کام کو دیکھ کر خود ہی ان افواہوں کی تردید ہو جاتی ہے اگر پورا حصہ تقریباً دو سال میں مکمل ہو جائے تو یہ کہا جائیگا کہ یہ کام بہت جلد ہو گیا۔ حرم کی بیرونی دیوار مدینہ منورہ ہی کے سرخ پتھر کی بنائی جا رہی ہے رقبہ پہلے سے تقریباً تین گنا زیادہ ہو جائے گا۔ حرم مکہ میں جہاں جہاں سیاہ پتھر تھے ان سب پر سنگ مرمر بچھا دیا گیا ہے۔ اب مسجد حرام کا ایک خوبصورت نقشہ آراستہ ہو گیا۔ سفید مرمر اور درمیان میں سرخی مائل کی پٹیاں اس کو اور خوشنما بنا رہی ہیں البتہ کنکریوں والی جگہ اب تک قائم رکھی گئی ہے۔ اس میں اونچے اونچے

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳ پر)

بچوں کا صفحہ

(از جناب حسن)

گولیوں کی بوچھاڑ میں نماز پڑھنے والا بادشاہ

بچو! تم نے تاریخ کی کتابوں میں اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کا حال پڑھا ہوگا وہ بڑی خوبیوں کا مالک تھا - یہاں ہم تمہیں اس بادشاہ کا ایک قصہ سناتے ہیں - جس سے تم کو اس کی ایک بہت بڑی خوبی کا حال معلوم ہوگا - جن دنوں وہ شہزادہ تھا - اور دکن میں گورنری کے عہدہ پر مقرر تھا - اس کے باپ شاہجہان بادشاہ کو پٹھانوں پر لشکر کشی کی ضرورت پڑی - داراشکوہ جو شاہ جہان کی اولاد میں سے سب سے بڑا تھا ولی عہد بنا ہوا تھا - وہ چھوٹے بھائیوں اور خاص کر اورنگ زیب کا دشمن تھا - پٹھانوں سے لڑائی کرنے کی ضرورت پڑی تو اس نے سوچا کہ اورنگ زیب کو اُن سے بھڑوا کر مروا دیا جائے - بادشاہ کو صلاح دی کہ اورنگ زیب کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجنا چاہیئے -

بادشاہ نے اورنگ زیب کو پٹھانوں پر فوج کشی کا حکم دے دیا اورنگ زیب داراشکوہ کی اس چال کو سمجھ گیا لیکن خدا پر بھروسہ کرکے اس نے فوج کی کمان سنبھال لی اور پٹھانوں کے مقابل میں میدان میں جا ڈٹا - لڑائی شروع ہوئی تم جانتے ہو پٹھان بلا کے جنگجو ہوتے ہیں - بڑے زور کا معرکہ ہوا - اتفاق کی بات عین لڑائی میں نماز کا وقت آ گیا - عالمگیر بڑا پابند نماز تھا - فوراً میدان جنگ میں ہی مصلے بچھا کر نماز ادا کرنے کھڑا ہو گیا - ذرا غور کرو میدان جنگ گرم ہے دونوں طرف سے تلوار چل رہی ہے - گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے - مگر اورنگ زیب ہے کہ بلا خدشہ خدا کی عبادت میں مصروف ہے - اس نے ذرا پرواہ نہ کی کہ دشمن موقعہ پا کر اس کو گولی سے اڑا دے گا - وہ خدا کا عاشق تھا - اس کو نماز اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی -

جب پٹھانوں کے کمانڈر نے یہ دیکھا تو اس نے اپنی فوج کو جنگ سے فوراً روک لیا اور کہا کہ جس انسان کا اپنے خدا سے اس قدر تعلق ہے کہ وہ نماز کے لئے گولیوں کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور جس کے دل میں اس قدر جرأت اور شجاعت ہے اس سے لڑائی جیتنی ناممکن ہے - بہتر ہے کہ ہم اس سے صلح کر لیں - نتیجہ یہ ہوا کہ بغیر مزید کشت و خون کے پٹھان مطیع ہو گئے اور عالمگیر کو خدا نے اس مہم میں کامیابی عطا فرمائی -

پیارے بچو! تم کو بھی اپنے خدا سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے - نماز کا پابند ہونا چاہیئے اور خدا کے تمام حکموں کو جان و دل سے بجا لانا چاہیئے کہ اس میں تمہاری بہتری ہے ٭

باپ بیٹے کی مجلس ——— بقیہ کالم نمبر ۲

نہیں دے سکتا - وہ سب جگہ حاضر اور ناظر ہے - اس کی آنکھیں نہیں مگر وہ دیکھتا سب کو ہے - اس کے کان نہیں مگر وہ سنتا سب کچھ ہے - وہ چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے - اور ہمارے دلوں کے اندر جو خیالات ہیں ان کو بھی جانتا ہے خدا کسی کا محتاج نہیں اور ہم سب اس کے محتاج ہیں اس کا نہ کوئی باپ ہے نہ ماں - نہ بیٹا ہے نہ بیٹی - وہ ان باتوں سے پاک ہے وہ شروع سے ہے اور اخیر تک رہے گا - سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں مگر اس کو فنا نہیں - وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا - سب کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہے - وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے - وہ جب کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو کُن کہتا ہے اور وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے "

رشید:- جی ہاں! یہ تو میں نے اپنی کتاب میں بھی پڑھا ہے -

کُن کے کہنے سے کیا عالم بپا ٭ اور جب چاہے اسے کر دے فنا

باپ بیٹے کی مجلس

رشید:- (دس سال کا بچہ) "ابا جان! آج میں بھی جمعہ میں گیا تھا - خطبہ بھی سنا اور نماز بھی پڑھی "

باپ:- شاباش - بہت اچھا کیا - ہمیشہ جمعہ میں جایا کرو - اور خطبہ بھی غور سے سنا کرو - اس میں قیمتی نصیحتیں ہوتی ہیں - اس سے تمہارے علم میں زیادتی ہوگی - تمہارے اخلاق و عادات پر بھی بہت اچھا اثر پڑے گا - اور تمہاری زندگی سنور جائے گی - اچھا یہ تو بتاؤ مولوی صاحب نے خطبے میں کیا بیان کیا تھا؟

رشید:- ساری باتیں تو مجھے یاد نہیں البتہ اس قدر یاد ہے کہ مولوی صاحب بار بار یہ فرماتے تھے کہ ہم لوگ اسلام پر نہیں چلتے اور ہمارے ایمان کمزور ہیں - ابا جان اسلام کے کیا معنے ہیں اور ایمان کیا چیز ہے؟ اکثر لوگ ایمان کی قسم کھاتے ہیں اور میں بھی ان کی دیکھا دیکھی ایمان کی قسم کھایا کرتا ہوں -

باپ:- تم نے بہت اچھا سوال کیا ہے - شاباش - اب سنو! اسلام کے معنے ہیں خدا کے آگے جھکنا - خدا کے حکموں کو ماننا - اور خدا کے بندوں کے ساتھ صلح و صفائی سے رہنا - ان سے نیک سلوک کرنا یہ ہے اسلام - اسلام ہمارے مذہب کا نام ہے - یہ کیسا پیارا نام ہے - اور ہم مسلم ہیں یعنے اسلام کے ماننے والے - خدا کے آگے جھکنے والے - خدا کے حکموں کو ماننے والے اور خدا کے بندوں سے نیک سلوک کرنے والے - اور ایمان کہتے ہیں دل سے ایک بات کو سچا مان لینا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا "

رشید:- بہت خوب! اب میں سمجھ گیا - اسلام ہمارے مذہب کا نام ہے - اس کے معنے ہیں خدا کا حکم ماننا اور خدا کے بندوں سے اچھا سلوک کرنا اور ایمان کے معنے ہیں دل سے ایک بات پر یقین رکھنا اور زبان سے بھی اس کا اقرار کرنا "

باپ:- بالکل ٹھیک - ماشاء اللہ تم بہت جلد ہی سمجھ گئے - اب تمہیں یہ سوال کرنا چاہیئے کہ وہ کونسی باتیں ہیں جن پر ہمیں ایمان لانا چاہیئے "

رشید:- جی ہاں! یہ تو میں پوچھنے ہی والا تھا "

باپ:- سنو! سب سے پہلے جس بات پر ہم کو ایمان لانا چاہیئے وہ یہ ہے کہ "خدا ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں - کوئی اس جیسا نہیں - کوئی اس کے برابر نہیں "

رشید:- "جی ہاں! یہ تو مجھے معلوم ہے کہ خدا ایک ہے - اس جیسا کوئی دوسرا نہیں پہلے بھی آپ نے اور اماں جان نے کئی دفعہ بتایا ہے -

باپ:- پھر سنو! خدا ایک ہے - اس کا کوئی شریک یا ساجھی نہیں - اس کو ہمارے مذہب میں توحید کہتے ہیں - یہ **توحید** ہمارے مذہب کی بنیادی اینٹ ہے - پس خدا کو ایک مانو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ - اس کی پرستش کرو - اسی سے مرادیں مانگو - وہ خدا سب کا خالق یعنے پیدا کرنے والا ہے - سب کا رازق یعنے رزق دینے والا ہے اسی نے زمین اور آسمان بنائے - اسی نے سورج - چاند - ستارے بنائے وہی مینہ برساتا ہے اور زمین سے درخت بیل بوٹے اور سبزیاں اُگاتا ہے - مزیدار پھل اور خوبصورت پھول اسی نے پیدا کئے - وہ جو چاہے کر سکتا ہے - اس کے حکم کو کوئی روک نہیں سکتا - کوئی اس کے کاموں میں دخل

(باقی کالم اوّل کے نیچے)

"مسئلہ طلاق پر ایک نظر" (بقیہ صفحہ ۹)

یہاں عدت کی ایک دوسری غرض کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ وہ یہ کہ اگر عورت حاملہ ہوگی تو اس میعاد میں اس کا حمل بھی ظاہر ہو جائیگا چونکہ میاں بیوی کے تعلقات محبت میں اولاد ایک بڑا ذریعہ ہوتی ہے اس لئے اس طرف دھیان دلایا ہے کہ ممکن ہے یہی ان کے رشتہ ازدواج کو پختہ کرنے کا کام دے۔

طلاق پر تیسری پابندی

(ب) "طلاق دی ہوئی عورتوں کے خاوند ان کو واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں" اس سے طلاق پر تیسری پابندی عائد ہوتی ہے یعنی اس وقفہ عدت کے اندر اگر میاں بیوی "اصلاح چاہیں" تو خاوند اس بات کا حقدار ہے کہ بیوی کو اس کی طرف لوٹا دیا جاوے۔ اس میں ہر قسم کی جلد بازی کا جو طلاق کے معاملہ میں ہمارے "ظالم مفتی" کے باعث اختیار کی جاتی ہے علاج مقصود ہے "ثلثة قروء" کے عرصہ میں انسان کو خوب سوچنے اور سمجھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور عارضی رنجشیں جو اکثر وقوع پذیر ہوا کرتی ہیں دور ہو کر انسان کو ٹھنڈے دل سے غور کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ یہاں اصلاح کا ذکر اور "احق" کا لفظ لاکر نوع انسانی کو بتا دیا گیا ہے کہ جہاں تک امکان ہو پہلے تعلق کو قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

جلد بازی کا نتیجہ

یہ مسئلہ طلاق کی اہم ترکڑی ہے جسے "ہمارا فتوےٰ باز مولوی" نظر انداز کر دیتا ہے۔ اور بچانوے فی صدی طلاقیں ایسی ہی قسم کی جلد بازیوں کی رہین منت ہیں کروڑوں زندگیاں تڑپ تڑپ کر اپنے دن گذار دیتی ہیں۔ اس ظلم عظیم کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیے

مرد و عورت کے حقوق

(ج) عورتوں اور مردوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں قرآن کریم نے ان دو مشکلات کو بھی کمال صراحت کے ساتھ حل کیا ہے۔ یعنی اول تو اس اصول کو قائم کیا کہ جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر بھی ہیں۔ یہاں عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی تسلیم کئے ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ یہ حقیقت کسی دوسرے مذہب میں ڈھونڈھے سے نہ ملے گی۔ لیکن اس میں حقوق کا مساوی ہونا مراد نہیں کہ یہ فطرت کے خلاف ہے اسی لئے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر ایک فوقیت بھی ہے۔ اگر نری مساوات ہوتی تو خانہ داری تباہ ہو جاتی یہ ایک توازن ہے جس کے بغیر نظام خانہ داری پھسپھسا اور ناقابل عمل ہو کر رہ جاتا ہے۔

طلاق پر چوتھی پابندی

طلاق کے مسئلہ میں عورتوں کے حقوق کی طرف توجہ دلانا اس لئے بھی مقصود ہے کہ مرد یہ نہ سمجھ لیں کہ چونکہ طلاق کا دینا انہی کے اختیار میں ہے۔ اور وہ جیسے بھی چاہیں اپنی عورتوں کو بے زبان جانوروں کی طرح درمیان میں لٹکائے رکھیں۔ اس طرح طلاق پر یہ چوتھی پابندی عائد ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکی ہوں کہ "الرجال قوامون علی النساء" کے معنی مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں کی بجائے مرد عورتوں کے حاکم ہیں کئے جائیں تو عورتوں کے حقوق پر یہ ایک چھاپہ ہے۔ اس کے علاوہ "قوامون" کو "حاکم" کے الفاظ میں پیش کرنے والے مرد اپنی ذمہ داریوں سے منہ چھپانے کی بزدلی کے مرتکب ہوتے نظر آتے ہیں۔

مکتوب بغداد

(بسلسلہ صفحہ ۷)

مضمون مکمل شائع ہونے پر لاہور ووکنگ بصرہ اور برما میں بھجواؤں گا۔ طبیعت قدرے بہتر ہے۔ انجکشن جاری ہیں۔

مصالحت کے ترانہ سے دل باغ باغ ہوگیا

مغرب کی نماز سے قبل پنسلین کا انجکشن لے کر بستر پر بیٹھا تھا کہ فرزند ابراہیم بحری ڈاک لے کر آ گئے۔ لاہور سے پیغام صلح نمبر ۸۱ و ۸۲ و ۸۳۔ لائٹ مجریہ ۱۹ دسمبر، یمن سے لایان کے پرچے ملے ایک پرچہ پیغام نمبر ۹۷ ہوائی ڈاک سے بھی ملا۔ حسب عادت پیغام صلح کے اول الذکر پرچے کھولے۔ صلح مصالحت ایک ہوجاؤ پر لبیک باوجود درد کی تکلیف اور کرب کے پڑھ ڈالے نغمہ صلح کے ترانہ نے دل باغ باغ کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے پروردگار اس چھوٹی سی جماعت سے ابھی اور مزید کام لینا چاہتا ہے۔ کسی اہل دل کا درد کام کر گیا۔ اب جنوری ۱۹۵۵ء کے پرچوں کا انتظار ہے کہ دیکھیں قومی اجتماع پہ ہماری اس فعال مجاہدین کی جماعت نے کیا کچھ کیا۔ امید تو یہ ہے کہ سال گذشتہ کی تلافی کر دی گئی ہوگی ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ہماری خطاؤں کو معاف فرما اور ہمیں دین متین کی خدمت کی مزید توفیق بخش۔ رات بھر طبیعت خراب رہی اللہ تعالےٰ اپنا فضل و کرم کرے۔ اخبار الیقظہ میں اسلامک ریویو کے مضمون سے فلسطین اور یہود پر چوتھی قسط تتمہ شائع ہوئی ہے۔

حضرت امیر قابل صد تحسین و مبارکباد

لاہور سے .... کا خط مرقومہ ۵ جنوری ملا۔ سالانہ جلسہ کے کچھ حالات معلوم ہو کر قلب مضطر کو تھوڑی سی تسکین اور مسرت ہوئی۔ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ کا مع احباب لائلپور جاکر محترمی الحاج میاں محمد صاحب کو لاہور لانا نہایت بہتر ہوا۔ اس کا گہرا نقش ہر دو فریق کے احباب پر پڑا ہوگا۔ ورنہ مٹنے والا تقاضت گیا نفیعت منی رہ گئی۔ محترمی امیر ایدہ اللہ قابل صد تحسین و مبارکباد ہیں یہ سب خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوا ہے وہ ہم سے مزید کام لینا چاہتا ہے۔"

دستوریہ پاکستان پر ایک مضمون

جنگ کراچی مجریہ ۲۰ دسمبر صفحہ ۳ و ۸ پر ایک سبق آموز و عبرت انگیز مضمون بعنوان "پاکستان کے لئے دستور اسلامیہ" شریعت و سیاست کا انقطاع یا اجتماع از قلم جناب آغا محمد سلطان مرزا شائع ہوا ہے۔ جناب آغا صاحب محترم نے جس انداز سے حقیقت کا اظہار فرما کر سچی بات ایک احسن طریق پر پیش فرمائی ہے وہ پاکستان کے بہی خواہان اور ملت کا درد رکھنے والوں کے لئے "دستوریہ" کے سلسلہ میں روشنی کا کام دے گی۔ جزاہم اللہ خیرا

مسجد نبوی کی تعمیر نو (بقیہ صفحہ ۱۰)

ستون اور چھتری تمام روشنی لگا دی گئی ہے۔ اس نورانی نظارہ کی دلکشی اور خوبصورتی قابل بیان ہے۔ دالان میں ہلکے زرد رنگ کے بڑے لائٹ لگائے گئے ہیں، جس میں تین بڑے بڑے ٹیوب لگے ہیں۔ ان پر اللہ کا نام ہرے رنگ سے نقش کیا گیا ہے جس پر بجلی کی روشنی اس نام کو اور بلند کرتی ہے بجلی کے پنکھے چوبیس گھنٹے جاری رہتے ہیں۔ بہترین قالین دالان میں ڈالے گئے ہیں جو نمازیوں کی راحت کا سامان بنے ہوئے ہیں۔ جنت البقیع میں دور تک سیمنٹ کا پختہ راستہ بنا دیا گیا ہے، یہ حصہ بارش کے زمانہ میں بیٹھ گیا تھا۔ روایت ہے کہ اس حصہ کے مالک دو یتیم بچے تھے یہ دو تو سعد بن زرارہ کی کفالت میں تھے فرش زمین کے اس حصہ پر عرش عظیم کا سایہ پڑ چکا تھا۔ یہی جگہ مسجد نبویؐ کے لئے مخصوص ہو چکی تھی۔ یتیموں نے چاہا کہ حضورؐ اسی زمین کو بطور مسجد قبول فرمالیں۔ مگر یتیموں کا مال تھا اس لئے حضورؐ نے قیمت پر اصرار فرمایا اور دس مرتبہ دینار دے کر زمین خرید لی گئی۔ مسجد نبوی کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ انتہائی سادگی کے ساتھ مسجد کا نقشہ تیار ہوا۔ دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی گئیں۔ چھت کھجور کے پتوں سے اور فرش ریت کا حضورؐ اپنے شانۂ اقدس اور کمر مبارک پر سامان ڈھو رہے تھے۔ انصار و مہاجر مزدوروں کی طرح تعمیری کاموں میں مصروف تھے۔ مسجد کا طول ۱۰۵ فٹ عرض ۱۰ فٹ بلندی ۱۰ فٹ اور دیواروں کی موٹائی ڈیڑھ اینٹ کی تھی۔ مشرقی گوشہ میں ایک چبوترا بنایا گیا تھا۔ جس پر چھپر کا سائبان تھا۔ یہاں ستر سے سو تک صحابی رہتے تھے فتح خیبر کے بعد مسجد کی لمبائی میں ۴۵ فٹ اور چوڑائی میں ۴۰ فٹ کی توسیع ہوئی اور اب طول ۱۵۰ فٹ اور عرض ۱۵۰ فٹ ہوگیا۔ ۱۷ھ میں حضرت فاروق اعظم نے مسجد نبوی کو مزید توسیع دی۔ اب مسجد کی لمبائی ۲۱۰ اور چوڑائی ۱۸۰ فٹ ہوگئی مگر مسجد کی سادگی باقی رہی ۲۹ھ میں حضرت عثمان نے پتھر کی دیواریں اور پتھر کے ستون بنوائے۔ گارے کی جگہ چونا اور سیسہ لگایا گیا نقش و نگار سے کام لیا گیا اور چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی گئی۔ مسجد کو مزید وسیع کیا گیا اور ایک محراب بنی جو حضرت عثمان کے نام سے موسوم ہے حضرت عثمان تعمیر کے زمانہ میں مشغول رہتے دن کو روزہ رکھتے اور دن بھر مزدوروں کے ساتھ کام میں حصہ لیتے۔ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسینؓ کے عہد میں مدینہ کی جگہ کوفہ دار الخلافہ رہا اس لئے مسجد نبوی میں کوئی توسیع نہیں ہوئی ۸۸ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے ولید کے عہد میں مسجد کی وسعت میں اضافہ فرمایا۔ اب مسجد کی لمبائی تین سو فٹ اور چوڑائی ۲۵۰ فٹ ہوگئی۔ سنگ مرمر کے ستون بنائے گئے۔ چھت میں اور مسجد کے چاروں گوشوں میں سونے کی نقاشی کی گئی چار مینار بنائے گئے اور پانچواں مینار سلیمان بن عبد الملک نے بنایا اس کے بعد مسجد نبوی سات سو سال تک اپنی حالت پر قائم رہی اور سلطنت عثمانیہ کے عہد میں موجودہ عمارت کی تعمیر ہوئی۔

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ۔ تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور ۔ فون نمبر ۳۷۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام

ایڈیٹر محمد دوست

جلد ۴۲ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ ۔ ۹ فروری ۱۹۵۵ء | نمبر ۸

گرد و پیش

ایک خبر ہے کہ یونان میں کوئی لڑکی خواہ کتنی بھی حسین اور پڑھی لکھی اور امور خانہ داری کی ماہر ہو اور وہ غیر ملکی زبانیں بھی جانتی ہو لیکن اگر اس کا والد جہیز میں کافی رقم دینے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس لڑکی کی کبھی شادی نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے مرکزی یونان کی ہزاروں نوجوان لڑکیاں گھر بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں، اسی وجہ سے کچھ عرصہ ہوا وسطی یونان کے بعض اضلاع کی نوجوان لڑکیوں نے ملکہ فریڈریکا سے درخواست کی تھی کہ انہیں جہیز کی لعنت سے نجات دلوانے کے لئے کوئی ٹھوس اقدامات کئے جائیں لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ ملکہ کے بس کی بات نہیں یونان میں شادیوں کے قوانین و ضوابط مذہبی اصولوں کے ۔۔۔ ہیں اور مذہب کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص معقول جہیز دیئے بغیر اپنی لڑکی کی شادی نہیں کر سکتا، اسی قسم کا رواج ہندوؤں میں بھی ہے، لیکن اسلام نے ایسی کوئی بھی پابندی نہیں رکھی باوجود اس کے مسلمان خود بھی جہیز کی لعنت میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔

راولپنڈی کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک پارچہ فروش کو کپڑا بلیک کرنے کے الزام میں سزا دینے کے ساتھ اس امر کا پابند کیا ہے کہ اسے اپنی دوکان پر اس نوعیت کا بورڈ آویزاں کرنا ہوگا کہ:۔

"میں نے کپڑا بلیک میں فروخت کیا تھا جس کی بنا پر مجھے اتنی سزا ملی"

یہ سزا اپنی نوعیت کے لحاظ سے گو عجیب ہو مگر حالات کے پیش نظر بالکل بجا اور درست ہے، اس قسم کے معاشی جرائم میں عام قانونی سزائیں زیادہ کارگر نہیں رہیں، ممکن ہے ملامت کا یہ حربہ ہی کوئی اصلاح کی صورت پیدا کر سکے، اگر اشیائے خوردنی میں ملاوٹیں کرنے والوں کے لئے بھی کوئی ایسی ہی عبرتناک سزائیں تجویز کی جائیں تو زیادہ موثر ثابت ہوں گی۔

وزیر تعلیم پنجاب چودھری علی اکبر صاحب نے ۳ فروری کو مسلم ہائی سکول ملتان میں سائنس بلاک کا افتتاح کرتے ہوئے، اس امر پر روشنی ڈالی کہ سال رواں میں سکولوں کو ۱۲ لاکھ روپیہ کی مالیت کا سائنس کا سامان بہم پہنچایا گیا ہے۔ آپ نے کہا:۔

"مسلمانوں نے سائنس کے علوم کی ترویج و ترقی میں گرانقدر حصہ لیا ہے اور ہمارے اسلاف کی تحقیقات کو مغربی ملکوں میں بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے یہ امر باعث مسرت ہے کہ قیام پاکستان کے بعد سائنس کی تعلیم کا شوق پھر بڑھتا جا رہا ہے اور اب سکولوں میں ۵۰ فیصدی طلباء سائنس کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں حکومت اس مضمون کی تعلیم کے لئے ہر ممکن سہولت بہم پہنچا رہی ہے اور اس مقصد کے پیش نظر ہر ڈویژن میں سائنس کی تعلیم کے لئے ایک علیحدہ ڈپٹی انسپکٹر متعین کیا گیا ہے اور محکمہ کے صدر دفتر میں سائنس کی ترقی و نگہداشت کے لئے خاص افسر مقرر کر دیئے گئے ہیں اور سکولوں کو اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ یونین فنڈ کا ۲۵ فیصدی سائنس کا

(باقی صفحہ پر)

غلبۂ قرآن کا انگریزی ترجمہ

ایک ہزار روپیہ کا وعدہ

پشاور سے محترم عبد الغنی خاں صاحب "غلبۂ قرآن" کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھتے ہیں:۔

محترم و مکرم حضرت امیر قوم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حضور کی تالیف غلبۂ قرآن کا کچھ حصہ تو لاہور سے پشاور آتے ہوئے گاڑی میں پڑھ لیا اور باقی کا یہاں پہنچنے پر ختم کیا۔ آپ نے حق ادا کیا۔ میرے خیال میں اگر اس کا ترجمہ انگریزی میں ہو جائے تو یورپ کے گم کردہ راہوں کے لئے یقیناً موجب ہدایت ہوگا۔ اگر اس کا انتظام ہو جائے تو میں ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔

والسلام۔ حضور کا خادم

عبد الغنی اسسٹنٹ انجنیئر

ریڈیو پاکستان پشاور

"غلبۂ قرآن" اسلام کی بیش بہا خدمت ہے

اس کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا جائے

ڈیرہ غازی خاں سے محترم عبد الرحیم صاحب چانڈیہ رقمطراز ہیں:۔

قبلہ محترم والاشان حضرت مولانا امیر قوم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میں نے آپ کی کتاب "غلبۂ قرآن" کا بیشتر حصہ پڑھا ہے۔ کتاب اس قدر دلچسپ پُر معنی و مدلل پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ کہ شروع کرنے کے بعد جب تک اس کو ختم نہ کر لیا جائے کتاب کو نامکمل صورت میں چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

آپ نے حضرت رسول کریم کی زندگی کے حالات۔ ان کا پاکیزہ مشن۔ عیسائیت کے اسلام پر بے بنیاد و بے ہودہ الزامات کے جوابات جس احسن و خوبصورت طریقہ پر اظہار فرمائے ہیں۔ اس کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ کہ میں تنقید کر سکوں۔ آپ نے بڑی محنت و محبت سے یہ کتاب لکھ کر اسلام کی بیش بہا خدمت کی ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالےٰ آپ کو بہت بہت جزائے خیر دے۔ اور آپ کی عمر بہت ہی لمبی ہو تاکہ اس قسم کی تصانیف آپ کے قلم سے اور بھی نکلیں اور اسلام کا بول بالا ہو۔

میں چاہتا ہوں۔ کہ اس کتاب کا انگریزی میں بھی ترجمہ کرایا جاوے۔ اور اس انگریزی ایڈیشن کو ہزاروں کی تعداد میں یورپ کے ممالک میں مفت تقسیم کیا جاوے۔ تاکہ یورپ کے انگریزی خوانندہ۔ صحیح دل و دماغ رکھنے والے اس کتاب سے مستفید ہو سکیں۔ اور مجھے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ وہ لوگ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد بھی اسلام کو قبول نہ کریں۔ مجھے پوری امید ہے۔ کہ آپ کی یہ کتاب بہت سے یورپ کے لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کا باعث بنے گی۔ اگر میری تجویز سے حضور کو اتفاق ہو اور انگریزی کے ترجمہ کا کام شروع کر دیا جاوے تو مجھے بھی مطلع فرمایا جاوے۔ تاکہ میں اس کام کے لئے کچھ امداد کا باعث بن سکوں۔

والسلام۔ آپ کا نیازمند

عبد الرحیم چانڈیہ

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔۔۔۔۔۔۔ ۹ فروری ۱۹۵۵ء

داعی الی اللہ کا مقام

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے متعدد خطبات میں جماعت کے قابل نوجوانوں کو خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنے کی دعوت دی ہے اور ان کے والدین کو بھی جو اپنے بچوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلاکر اعزاز و اکرام کے اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب پر فائز دیکھنے کے متمنی ہیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ ان کو خدمت دین کے لئے وقف کرکے دنیا و آخرت کا اعزاز و اکرام حاصل کریں۔

حضرت امیر کی یہ آواز جماعت کے ان حلقوں میں خاص توجہ سے سنی جائے گی جن کے سینوں میں مامور الٰہی کی سلگائی ہوئی آگ کی حرارت ابھی باقی ہے اور جو اس حقیقت سے پورے طور پر واقف ہیں کہ داعی الی اللہ کا مقام دنیا و آخرت میں کتنا بلند اور کس قدر اعزاز و اکرام اپنے اندر رکھتا ہے، دنیا میں اعزاز و اکرام کا بلند سے بلند منصب جو کسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے وہ کسی قوم و ملک کی بادشاہت کے سوائے اور کیا ہے لیکن کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے حالات پر غور کرکے دیکھ لیجئے اس کا اعزاز و اکرام بلکہ اس کے نام کی یادداشت بھی اسی وقت تک باقی رہتی ہے جب تک وہ خود اس دنیا میں زندہ رہتا ہے، اس کے مرنے کے بعد تاریخ کے اوراق کے سوائے کون اس کو یاد رکھتا ہے۔ ہاں بعض بادشاہوں کے نام ان کے پاکیزہ کردار اور نیکیوں کی وجہ سے دیر تک زندہ رہتے ہیں جیسے نوشیرواں عادل کا نام اس کے عدل و انصاف کی وجہ سے ...... زندہ ہے، لیکن یہ زندگی بادشاہوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، نیکی اور اخلاق جس میں بھی پائے جائیں وہ علیٰ قدر مراتب اس کے نام کو زندہ رکھنے کا موجب ہوتے ہیں جیسے حاتم طائی کا نام اس کی سخاوت کی وجہ سے زندہ ہے۔

لیکن وہ زندگی جو داعی الی اللہ کو حاصل ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کو کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ غور کرکے دیکھ لیجئے نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ موسےٰؑ۔ عیسےٰؑ۔ رامچندرؑ۔ کرشنؑ۔ اور بودھؑ وغیرہم کو ہزارہا سال گذر جانے کے باوجود جو بلند مقام آج بھی حاصل ہے (وہ قوموں کی قومیں عزت و عقیدت کے ساتھ ان کے نام لیتیں اور ان پر سلام بھیجتی ہیں اور تا قیامت بھیجتی رہیں گی) یہ مقام کسی بادشاہ یا بڑے سے بڑے دنیوی منصب پر فائز ہونیوالے شخص کو کبھی حاصل نہیں ہوا اور سب سے بڑھ کر ہمارے ہادی و رہبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقام حاصل ہوا وہ کس کے نصیبوں میں ہو سکتا ہے خود اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیجتا ہے، اور مومنوں کو حکم دیتا ہے کہ ان پر درود اور سلام بھیجا کرو، چنانچہ چودہ سو سال سے دنیا کے مشرق و مغرب میں کروڑ ہا انسان دن میں کم از کم ۶۳ مرتبہ لازماً آپ پر درود بھیجتے ہیں، اور اس سے زیادہ کا کوئی شمار ہی نہیں، اور صرف درود ہی نہیں دنیا کے چاروں کونوں میں دن رات کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا جب اشہد ان محمد رسول اللہ کا اعلان بلند آواز سے نہ کیا جاتا ہو، کیا یہ اعزاز، یہ بلند مقام دنیا کے کسی بڑے سے بڑے شخص کو کبھی نصیب ہوا؟

کیوں یہ اعزاز آپ کو ملا؟ کیوں انبیائے کرام کا نام آج تک زندہ ہے اور ہمیشہ ان کا نام آتے ہی لوگوں کی گردنیں عقیدت کے ساتھ جھک جاتی ہیں اور نہ صرف انبیائے کرام بلکہ ان پاک لوگوں کے نام بھی کیوں آج تک زندہ ہیں جنہوں نے خدمت دین میں زندگیاں گذاریں اور اپنے پاک نمونہ اور وعظ و تلقین سے دعوت الی الحق دی۔ صحابہ کرام سے لیکر امت محمدیہ کے تمام اولیائے کرام اور مجددین کے نام کیا اب تک ہماری عزت و اکرام کے مستوجب نہیں؟ حضرت سید عبدالقادر جیلانی، محی الدین ابن عربی، امام غزالی، معین الدین چشتی، شاہ ولی اللہ دہلوی، مجدد الف ثانی سرہندی، حضرت داتا گنج بخش اور بیشمار دوسرے بزرگانِ امت ہیں جو اپنے اپنے وقت میں داعی الی اللہ کا کام کرتے رہے اور اس کام کے لئے بڑی بڑی مشقتیں انہوں نے اٹھائیں، سختیاں دیں، مخالفتیں سہیں، دکھ برداشت کئے۔ خود ہمارے ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر تکالیف برداشت کیں لیکن دعوت الی اللہ کا کام انہوں نے نہ چھوڑا اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج دنیا کی نظروں میں وہ بلند ترین مقام انہیں حاصل ہے جو کسی بڑے سے بڑے جاہ و منصب رکھنے والے کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ دور نہ جایئے اپنے امام حضرت مسیح موعود کو دیکھ لیجئے کیوں ان کی عزت ہماری نظروں میں اتنی بلند ہے کہ کسی دوسرے صاحب منزلت کی اتنی عزت ہماری نگاہوں میں نہیں، اور وہ تو خیر مامور من اللہ تھے، حضرت مولنا نورالدین، حضرت مولنا محمد علی، حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہم کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے کیوں مولنا صدرالدین صاحب کی عزت و مرتبت کو ہم اتنا بلند سمجھتے ہیں کہ کسی بڑے دنیادار کو وہ مقام نہیں دیتے، یہ محض دعوت الی اللہ کا کام ہے جس نے ان لوگوں کو اس قدر اعزاز و اکرام کا مستحق ٹھہرایا اور اس زندگی میں ہی نہیں آنے والی نسلوں میں بھی ان کا اعزاز و اکرام باقی رہے گا۔

(باقی کالم ۲ کے نیچے) ۴۴

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں آپ حسب معمول ہر روز بعد نماز فجر قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔

—— محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب اگرچہ نمازوں میں باقاعدہ شامل ہوتے اور سلسلہ کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں لیکن ان کی صحت ابھی پورے طور پر بحال نہیں ہوئی اس لئے احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کاملہ کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

—— محترم خواجہ نذیر احمد صاحب چند دن سے بیمار ہیں...... احباب کرام ان کے لئے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

—— **بغداد** سے محترم سید تصدق حسین صاحب قادری حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں:-

"اخویم مکرم سید عابد علی صاحب خانقین سے کام سے علیحدہ ہوکر چار ماہ ہوئے بغداد آگئے ہیں ان دنوں بہت سخت علیل ہیں پرسوں انہوں نے خبر بھیجی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں استدعا کروں کہ آپ خصوصاً اور دیگر بزرگان سلسلہ عموماً ان کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ خداوند کریم اخویم مکرم کو جلد شفا عطا فرمائے بڑے کام کا انسان ہے۔ اسلام اور سلسلہ کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔"

—— قادری صاحب اپنے اسی خط میں یہ بھی لکھتے ہیں:-

"خاکسار کی بیماری کو آج ایک سال اور ۲۲ روز ہو گئے ہیں، علاج معالجہ ہوتا رہا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بزرگوں اور دوستوں کی دعاؤں پر زندہ ہوں اب اس وقت دو ماہ سے اوپر گذر رہے ہیں گھر سے باہر نہیں نکلا۔ ضعف بہت زیادہ ہے۔ ایک ہفتہ قبل تو لکھنا پڑھنا بھی بہت کم ہو سکتا تھا دماغ بھی کمزور ہو گیا ہے علاج جاری ہے دعا فرماتے رہیں اللہ کے آگے سر تسلیم خم ہے"

امید ہے احباب کرام ہر دو بزرگوں کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں گے۔

—— **نواب شاہ** (سندھ) سے حافظ عبدالرشید صاحب اطلاع دیتے ہیں:-

(۱)۔ الحمدللہ کہ ہمارے مخلص کرم فرما حاجی محمد عظیم صاحب زمیندار نواب شاہ احباب کی مخلصانہ دعاؤں سے تقریباً صحت یاب ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے بطور شکرانہ باری تعالیٰ تبلیغ اسلام کے لئے دس روپیہ عنایت فرمائے ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ

(۲)۔ بندہ کی اہلیہ بفضلہ تعالیٰ صحت یاب ہو گئی ہے۔ اس الطاف الٰہی پر احقر دو روپیہ تبلیغ اسلام کے لئے پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(۳) ماہ جنوری میں ایک صاحب عبدالحق ساکن سندھ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوا ہے ان کی استقامت کے لئے احباب سے دعاؤں کی اپیل ہے۔

کوئٹہ سے ماسٹر نورحسین صاحب لکھتے ہیں:-

"عرصہ ڈیڑھ سال سے زاید ہو گیا ہے کہ میں فالج کی مرض میں مبتلا ہوں اور کافی عرصہ زیادہ علاج معالجہ کے بعد بھی کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ میری علالت کا اشتہار ہفتہ وار پیغام صلح میں بھی چھپا تھا۔ میرے پاس جناب حضرت مسیح موعود علیہ السلام، جناب مولانا محمد علی صاحب اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی کچھ کتب موجود ہیں جو کہ بالکل اچھی خاصی حالت میں ہیں آپ براہ مہربانی اگر فروخت کر سکیں تو ان کا بندوبست کر دیں، اس کار خیر کے لئے آپ کا ممنون ہوں گا۔"

پتہ:- ماسٹر نور حسن ٹیلر۔ مکان نمبر $\frac{4-25}{52}$ نزد راحت ٹاکیز پرنس روڈ، کوئٹہ (بلوچستان)

پیغام صلح - اگر کوئی دوست ان کتب کو خرید کر ماسٹر صاحب کی مدد کر سکیں تو موجب ثواب ہوگا۔

---

۴۴ یہ وہ حقیقت ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں بیان فرمایا ہے ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین اس شخص سے بڑھکر کس کا قول اچھا ہو سکتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا اور نیک عمل بجا لاتا اور (زبانِ حال سے) کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں دیکھئے یہ خود اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے کہ دعوت الی اللہ سے بڑھکر بہترین کام کوئی نہیں اور یہ قولی شہادت کے ساتھ وہ فعلی شہادت بھی ہے، جو دعوت الی اللہ کا کام کرنیوالوں کی زندگیوں میں ہمیں نظر آتی ہے اور جس کی تفصیل ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

کیا اس بہترین کام اور اعزاز و اکرام کے مقام کو حاصل کرنا ہمارے نوجوانوں اور بوڑھے بڈھوں کی سب سے بڑی تمنا نہیں ہونی چاہیئے کیا آپ کی خواہش نہیں کہ اپنی اس دنیوی زندگی میں عزت و اکرام حاصل

اخبار و افکار

ہمارے تبلیغی مشن

قادیانی اور لاہوری تبلیغی مشنوں کے متعلق جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا ایک بیان اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے، ہمیں خوشی ہے کہ میاں صاحب ممدوح نے اس بیان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی ہمت اور قربانی کا جو انہوں نے یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے کی کھلے الفاظ میں اعتراف کیا ہے اس کے ساتھ ہی انہوں نے کسی انگریز مستشرق کی مثال دیتے ہوئے جو یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ ان کے تبلیغی مشنوں کو بھی لاہوری جماعت کے مشن سمجھتے ہیں ممکن ہے۔۔۔۔۔ ایک حد تک صحیح ہو لیکن ان کا یہ خیال کہ یہ محض خواجہ صاحب مرحوم کے میل ملاپ کا نتیجہ ہے صحیح نہیں۔ فی الحقیقت جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے تبلیغی مشنوں کے ذریعہ سے اسلامی لٹریچر کی وسیع اشاعت اور انگریزی ترجمۃ القرآن کی تقسیم کا جو کام کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی "اسلامک ریویو" نے مغربی ممالک میں جو اثر پیدا کیا ہے اور حضرت خواجہ صاحب مرحوم اور جماعت احمدیہ لاہور کو تبلیغی مشنوں کے قیام میں جو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ یورپ کے تمام تبلیغی مشنوں کو جماعت احمدیہ لاہور کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ہمیں خوشی ہے کہ میاں صاحب نے بھی یورپ کے مختلف ممالک میں اپنے مشن قائم کر لئے ہیں اور قرآن کریم کے تراجم بھی مختلف زبانوں میں شائع کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں جن میں سے کچھ شائع بھی ہو چکے ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ابتدا جماعت لاہور نے ہی کی، اور اسی وجہ سے اس کا نام زیادہ مشہور ہے،

اس کے علاوہ میاں صاحب نے اپنے بیان میں جو یہ کہا ہے کہ:-

"لاہور والوں کا اس وقت کوئی مشن نہیں انگلینڈ کا مشن آزاد ہے جرمن میں ایک مشن تھا لیکن وہاں کے مشنری نے استعفا دے دیا ہے، امریکہ میں ایک مشن قائم ہوا ہے لیکن مجھے پتہ نہیں کہ آزاد ہے یا نہیں مشن ہمارے ہیں"

یہ قطعاً۔۔۔۔۔ صحیح نہیں، انگلینڈ کا مشن گو ایک ٹرسٹ کے ماتحت ہے لیکن اس ٹرسٹ کے سب ممبر احمدی ہیں اور یہ مشن کا الحاق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ہو چکا ہوا ہے، امریکہ مشن بھی انجمن ہی کا ہے، آزاد نہیں، رہا جرمن مشن وہ مشنری کے استعفا دے دینے سے ختم نہیں ہو گیا اور ان شاء اللہ جلد ہی زیادہ سرگرمی سے کام کرے گا۔

بہرحال میاں صاحب کا یہ بیان جماعت احمدیہ لاہور کے لئے ایک تازیانہ ہے وہ شرف جو اس جماعت کو یورپ میں تبلیغی مشنوں کے قیام کے متعلق حاصل ہے، ہمیں ڈر ہے کہ انجمن کی مالی کمزوری کی وجہ سے زائل نہ ہو جائے۔ اس بارہ میں جماعت کی طرف سے زیادہ سے زیادہ قربانیوں اور ایثار کی ضرورت ہے — نہ صرف مالی ایثار کی بلکہ ایسے قابل نوجوانوں کی خدمات کی بھی ضرورت ہے جو دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے تبلیغ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں کیا ہمارے ذی مقدرت اور ذی لیاقت اصحاب اس طرف توجہ فرمائیں گے؟

اسلام کا اثر

مشہور برطانوی مفکر مسٹر آرنلڈ ٹوئن بی نے اپنی کتاب "سویلیزیشن آن ٹرائل" میں اسلام کی دو بڑی خوبیوں —— یعنی شراب اور نسلی امتیاز کے فقدان —— کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان دو خوبیوں کی وجہ سے اسلام کا مغربی تہذیب پر اثر انداز ہونا لازمی ہے اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۷ پر وہ لکھتے ہیں:-

"انتہائی مدبرانہ قسم کی انسدادی تدابیر جو خارجی جبر اور دباؤ کی مدد سے کسی قوم پر ٹھونسی جاتی ہیں وہ اس قسم کو سماجی برائیوں سے اس وقت تک نجات نہیں دلا سکتیں جب تک اس قوم کے دلوں میں ان برائیوں سے نجات پانے کی خواہش اور اس خواہش کو از خود بروئے کار لانے کا جذبہ پیدا نہ کر دیا جائے۔۔۔۔ روح کو منقلب کرنا ایک ایسا کام ہے جس کی توقع اہل مغرب کی اہلیت سے نہیں کی جا سکتی! یہی وہ مرحلہ ہے جہاں اسلام آڑے آ کر مستقبل میں ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے"

مسٹر ٹوئن بی کے یہ الفاظ ہماری اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ اسلام کی خوبیاں مغربی فضلاء کے دلوں میں گھر کرتی چلی جا رہی ہیں وہاں اس امر کا بھی اعلان کر رہے ہیں کہ جو سماجی برائیاں اس وقت مہذب ملکوں میں پائی جاتی ہیں اور جن کے انسداد کے لئے مشرق و مغرب کے مدبر سر بگر بیان ہیں ان کا قلع قمع صرف اسلام ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے، یہ خیال مسٹر ٹوئن بی کو کہاں سے پیدا ہوا؟ کیا یہ جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی سرگرمیوں کا نتیجہ نہیں؟

خوفِ خدا پیدا کرنیوالی جماعت

روزنامہ "جنگ" (۲۶ جنوری) میں ایک صاحب حکیم بشیر احمد جمالی لکھنوی لکھتے ہیں:-

"اگر فلموں کا زور اسی طرح بڑھتا رہا، تو چوری، اغوا اور زنا اس قدر عام ہوں گے کہ ملک میں کسی کا مال اور عزت سلامت رہنا ناممکن ہو جائے گا، آپ کو معلوم ہو جانا چاہیئے لوگوں کو پاکباز بنانا پولیس کے بس کا کام ہے نہ تعلیم کے کنٹرول میں ہے صرف ایک چیز ہی ہے یعنی یہ کہ خدا کا خوف قوم کے دل میں پیدا ہو جائے پھر ستھا دیاں نظر آئینگے، اور پولیس والے دن رات پیر پھیلا کر سوئیں گے"

بات بالکل صحیح ہے لیکن خدا کا خوف کس طرح پیدا ہو؟ خدا کا خوف دلانے والے جو مسندِ رسول کے دعویدار ہیں خود تو خوفِ خدا کو جواب دے چکے ہیں اور اخلاقی اصلاح اور اشاعت دین کے کام کو چھوڑ کر سیاسی دلدلوں میں جا پھنسے ہیں۔ خدا کا خوف پیدا کرنے والی ایک ہی جماعت ہے جو امام وقت کے نفوس قدسیہ سے فیض یاب ہو کر اعلائے کلمۃ اللہ کر رہی ہے آؤ تم بھی اس کے ساتھ ہو کر اس خوفِ خدا پیدا کرنے والے کام میں لگ جاؤ۔

بھارتی علم وتہذیب

جمہوریہ ہند کے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد نے بھوپال کے دو روزہ دورہ میں سانچی اور بھوج پور کی سیر کرتے ہوئے مؤخر الذکر شہر کے قدیم تاریخی مندر میں لنگ پوجا کی، سات پنڈتوں نے پوجا کرائی۔ موصوف نے پنڈتوں کو سو دو پیہ دیئے بھوج پور شیو کا یہ ناتمام مندر تبیوا ندی کے کنارے واقع ہے اندر ایک سنگی چبوترہ پر لنگ رکھا ہوا ہے اس کا طول ۷½ فٹ اور عرض ۱۷½ فٹ ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس علم وتہذیب کے زمانہ میں بھی جس قوم کے پڑھے لکھے اصحاب اور اتنی بڑی سلطنت کے سب سے بڑے حاکم کا جو بذات خود ایک بہت بڑا صاحب علم انسان ہے یہ حال ہے کہ لنگ کی پوجا کو وہ ضروری سمجھتا ہے اس کے علم وتہذیب کو کیا کہا جائے؟

کتاب کی ضرورت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور کی کتاب The Secret of Existence ہمارے سٹاک میں ختم ہو چکی ہے۔ لائبریری میں بھی یہ کتاب موجود نہیں۔ مرحوم کی ساری تصنیفات کو دوبارہ شائع کرنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں اگر کسی دوست کے پاس کتاب مذکور کی کاپی موجود ہو تو براہ مہربانی ہمیں بھیج دیں۔ نئی کتابیں شائع ہونے پر شکریہ کے ساتھ اس کتاب کی ایک کاپی واپس کر دی جائے گی۔

آفتاب الدین احمد

سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

مکتوب بغداد

تہران سے ایک خط۔ طبیعت کی خرابی۔ اسلامی دنیا کا دھڑکتا ہوا دل۔ واقعہ صلیب اور وفاتِ مسیح۔ مقامِ حدیث اور ایک عالم دین کی تعلّی۔ مسٹر ویب اور مولٰنا حسن علی مرحوم۔ حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی قوت کا اثر۔ ہمارے عقائد کی صحت اور فتح عظیم ——— ہمارے خطبات جمعہ آئمہ مساجد کو

السیّد تصدق حسین صاحب قادری

تہران سے ایک خط

تہران سے مسٹر پرویز محمود اشقیا نے کا خط ایک لمبی مدت کے بعد آیا اس شخص کو دو سال قبل سلسلہ کا انگریزی لٹریچر بھجوایا تھا مسٹر زبیری صاحب سفارت خانہ پاکستانیہ تہران نے تعارف کروایا تھا۔

طبیعت کی خرابی

آج رات آٹھ بجے اچانک طبیعت بگڑ گئی تنفس کا زور بڑھ گیا۔ ڈاکٹر کو بلوا کر انجکشن لگانے پر طبیعت میں سکون پیدا ہوا۔ رات پھر طبیعت بے چین رہی جو اللہ کو منظور رہے۔

اسلامی دنیا کا دھڑکتا ہوا دل

اخبار مدینہ بجنور ۹۲ تا ۹۳ مجریہ ۲۵-۲۸ دسمبر میں مکتوب مصر از محمد اقبال انصاری ایم اے شائع ہوا ہے۔ عنوان ہے "اسلامی دنیا کا دل صد پارہ ——— قاہرہ غیرت اسلامی کے آئینہ میں" سبق آموز اور عبرتناک نقشہ الفاظ میں پیش کیا ہے۔ اخلاق و مذہب کے اعتبار سے تو قاہرہ جیسے منقول صاحب مکتوب نے لکھا کہ لیکن میں اسلامی دنیا کے اس دھڑکتے ہوئے دل سے کچھ اور ہی توقع لیکر آیا تھا مگر ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بہت ہی گرا ہوا ہے

انصاری صاحب کے اس قیمہ مکتوب سے اگر دوسرے فائدہ نہ اُٹھائیں تو کم ازکم انصاری صاحب ہی اسلامی دنیا کے دھڑکتے ہوئے دل کی تلاش میں لگ جائیں، ہر راہ رو کے ساتھ تھوڑی تھوڑی دور جا کر دیکھ لیں، رہبر کی پہچان میں امید ہے دیر نہ لگے گی۔ چودہویں ہجری میں مجدّد کی شکل میں خدا نے تمہیں رہبر حقیقی عطا فرمایا لیکن تم نے ٹھکرا دیا۔ اب بھی وقت نہیں گیا اس کے دامن میں پناہ لو۔

واقعہ صلیب اور وفاتِ مسیح

امروز کراچی ۱۹۷ مجریہ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۴ء خاص قائد اعظم نمبر کے صفحہ ۴ پر جناب بختیار نامی نامہ نگار کا ایک مضمون بعنوان "ابن مریم" نظر سے گزرا بڑے شوق سے اوّل سے آخر تک مطالعہ کیا۔ مضمون نگار نے بڑی محنت سے اور کئی ایک کتب کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوتا ہے یہ مضمون سپرد قلم فرمایا ہے۔ کتب تاریخ و آسمانی کتب کی چھان بین کا نتیجہ بتلایا ہے لیکن میرے ناچیز خیال میں پوری تحقیق سے کام نہیں لیا ورنہ وہ اسی نتیجہ پر پہنچتے جہاں ایک احمدی پہنچا ہوا ہے جستجوئے حق کی اگر دل میں تڑپ ہوگی تو ضرور صحیح نتیجہ پر پہنچکر رہیں گے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہیں احمدیہ لٹریچر ضرور پڑھنا چاہیئے۔ مضمون نگار وفات مسیح کے قائل معلوم ہوتے ہیں ایک جگہ آپ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"یہاں یہ صرف یہ کہنا کافی ہے کہ جدید تحقیق کے مطابق حضرت عیسٰیؑ کا مصلوب ہونا ہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ اوّل تو یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جسے اس زمانہ کے مورخین نے بلاتفریق مذہب و تعصب لکھا ہے دوئم یہ کہ ایسا واقعہ اسلام کی مذہبی روح کے عین مطابق ہے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور آج قرآن کے مفسرین کا یہی خیال ہے کہ واقعی حضرت عیسٰیؑ کو صلیب دی گئی"

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت عیسٰیؑ صلیب پر بالکل خاموش لٹکے ہوئے تھے تیسرے پہر جب آخری وقت آ گیا تو آپ نے "ایلی ایلی لما سبقتنی" کہہ کر دم توڑ دیا علاوہ انجیل کے تاریخ کی دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہے کہ دوپہر کے وقت تمام ملک میں اندھیرا چھا گیا اور اس وقت تک سورج نہیں نکلا جب تک آپ صلیب پر بقید حیات رہے"

مضمون ہذا بڑا لمبا ہے قابل دید ہے لیکن عام جمہور مسلمانوں کے عقاید کے بالکل خلاف یہ تو ناممکن ہے کہ یہ پرچہ کراچی کے علمائے کرام مثلاً مولٰنا احتشام الحق۔ مولٰنا محمد شفیع صاحب، مولانا عبدالحامد بدایونی وغیرہم کی نظر سے نہ گذرا ہو، یا ان کے معتقدین حضرات میں سے کسی نے انہیں نہ بتلایا ہو، دیکھنا یہ ہے کہ یہ جلیل القدر ہستیاں اس پر اپنا خیال ظاہر کرتی ہیں یا خاموش رہنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ خیر ان مولاناؤں کو چھوڑیئے اس سے یہ بات ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ اہل قلم اہل علم غیر احمدی حضرات اب اس حیاتِ مسیح کے فرسودہ عقیدہ سے بیزار ہو کر وفات مسیح پر اپنے اپنے طور پر اظہار خیال کر رہے ہیں۔ ہم ان میں کھلکر اس لئے دور ہیں کہ ہم نے ...... اپنے قریب آنے کا دعوت نامہ ان تک نہیں پہنچایا اس کی اشد ضرورت ہے سلسلہ کا ہر فرد اپنی خصوصی ذمہ داریوں میں اسے شامل کرلے۔ تو پھر فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر جائیگا۔

مقام حدیث اور ایک عالم دین کی تعلّی

اخبار جنگ کراچی مجریہ ۱۳ دسمبر میں مولٰنا فضل احمد صاحب عثمانی صدر جمعیۃ العلماء پاکستان (فضل منزل حیدر آباد سندھ) کا ایک مضمون "حدیث یقیناً وحی ہے اور حجت دین ہے" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ مولٰنا نے ابتدائی سطروں میں تحریر فرمایا ہے کہ اس اہم مسئلہ کو سمجھنے والے اور اس پر اظہار خیال کرنے والے ایک تو مودودی صاحب تھے جو جیل کی سلاخوں کے اندر بند پڑے ہوئے ہیں اور دوسرے خود مولٰنا موصوف، باقی علماء کرام اس کے اہل نہیں۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو مولوی فضل احمد صاحب کے محیط جید علماء کا گروہ اور اہل علم حضرات ہیں وہ اسی قسم کے واقع ہوئے ہیں۔ لیکن اگر مولانا کی نظروں سے احمدیت کا لٹریچر گذرا ہوتا، تو غالباً اس تعلّی کی جرأت نہ کرتے، سلطان القلم مجدّد اعظم کی کتب میں اس موضوع پر سیر کن بحث آگئی ہے۔ اس کے روحانی فرزند امیر مرحوم نے اپنے روحانی باپ کی تحریرات کی روشنی میں مزید وضاحت فرمائی "مقام حدیث" کتاب لکھ کر منکران حدیث کا ہمیشہ کے لئے منہ بند کر دیا۔ سلسلہ کے اخبارات میں اکثر مضامین آیا کرتے ہیں۔ ابھی ابھی پچھلے ماہ ہی میں "پیغام صلح" میں مسلسل مضمون اسی موضوع پر بعنوان:۔ "قرآن کی موجودگی میں حدیث کا مقام" چلا آرہا ہے ......

...... میں نے مناسب سمجھا کہ مولانا کی غلط فہمی کو دور کرنے یا مغالطہ دہی کے رفع کے لئے تین عدد پیغام صلح جن میں عنوان مذکور پر بحث کی گئی ہے بھجواؤں نیز خیال آیا کہ حضرت مجدّد اعظم کی کتاب ضرورت الامام سے ملخص "امام زمان اور اس کی علامت" پیش کروں شاید ہدایت کا باعث ہو لہذا ایک مختصر کلمہ کے ساتھ رسالہ مذکورہ مع تین عدد پیغام صلح بھجوا رہا ہوں تاکہ وہ سمجھ لیں کہ اس میدان کے شہسوار اور بھی ہیں ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار ...... ہدایت کا دینا اللہ میاں کا اپنا کام ہے۔ دعا اور سعی و کوشش بموجب حکم خداوندی بندہ کا کام ہے۔

مسٹر ویب اور مولٰنا حسن علی

اخبار مدینہ بجنور مجریہ یکم جنوری ۱۹۵۵ء کے دوسرے صفحہ پر ایک پر از معلومات قیمتی مضمون بعنوان "امریکہ میں نور اسلام کی ضیا پاشیاں" "مبلغ اسلام کا قابل قدر نمونہ" شائع ہوا ہے اصل میں یہ مضمون جناب نذیر القدسی صاحب نے انگریزی میں دکن "تالمز" میں لکھا اور اردو جامہ اسے جناب سردار جلیل صاحب نے پہنایا۔ ابھی یہ پہلی قسط ہے۔ اس مضمون میں امریکہ کے پہلے نو مسلم محمد الگزینڈر ویب کا "پہلا نو مسلم" کے عنوان سے ذکر آیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتلایا ہے کہ امریکہ کا یہ پہلا پکا دیندار مسلمان کیسے مسلمان ہوا۔ کس کی تحریرات سے آغوش اسلام میں لا ڈالا، دوسرے ایک اسلامی مبلغ مولوی حسن علی مرحوم کا تذکرہ بھی کیا ہے یہاں بھی یہ بات پوشیدہ رکھی کہ یہ بزرگ کون تھے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ اس اہم مقالہ پر ایک ادیب قلم اُٹھائے اور وہ بھی معلومات عامہ کے لئے پھر اس میں خاص اہم باتیں اسے معلوم نہ ہوں (۱) یہ امریکہ کا پہلا نو مسلم حضرت اقدس امام الزمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریرات سے متاثر ہو کر اسلام کے قدموں میں آ گرا۔ دوسرے حضرت مولوی حسن علی صاحب مرحوم اسلامی مبلغ حضرت اقدس کے مریدوں میں سے تھے۔ مرحوم نے ۲ر جنوری ۱۸۹۴ء کو بیعت کی تھی۔ مولوی صاحب مرحوم نرے خشک مولوی ہی نہ تھے ایک باخدا انسان تھے روحانیت کے مالک بزرگ آپ کے ہاتھ پر صدا اس میں سینکڑوں ہندو مسلمان ہوئے غالباً یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام پر انگریزی میں تقاریر کیں یہ تمام حالات مولانا نے مرحوم نے اپنی تالیف کتاب "تائید حق" میں مفصل بیان فرمائے ہیں، نیز ہمارے حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور عالم کتاب مجدّد اعظم حصہ اوّل میں صفحہ ۱۷۱ سے ۸۷ تک ان بزرگ حضرات کے حالات قلمبند فرمائے ہیں۔ کاش نذیر صاحب ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی ۰ کو سامنے رکھتے اور حقیقت کو

(باقی صفحہ ۸ کالم ۲ پر)

قرآن کریم کے بلند نظریے اور بین الاقوامی اتحاد کی بنیاد

دوسرے مذاہب اور فرقوں کی خوبیوں سے انکار کرنا جہالت ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۴ فروری ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصارٰی ...... فاللہ یحکم بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون (البقرۃ آیات ۱۱۱ تا ۱۱۳)

تمام قوموں کا ایک خدا، ایک رسول اور ایک کتاب

قرآن شریف نے اعلان فرمایا ہے اور ہم اس اعلان کو ہر روز پڑھتے ہیں کہ تمام قوموں کا رب ایک ہے اور اعلان کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کے رسول ہیں، اور قرآن شریف کے متعلق اعلان ہے کہ وہ تمام قوموں کے لئے نصیحت ہے۔ اس قسم کا اعلان کسی دوسری مذہبی کتاب میں نہیں ملتا۔

حضرت نبی کریم صلعم کی بلند شخصیت اور مشکل ترین کام

یہ اعلانات بتاتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت بڑی بلند پایہ شخصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے چنا کہ تمام کی تمام قوموں کی اصلاح کا کام آپ کے سپرد کیا گیا یہ اعلان جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو بلند قرار دیتے ہیں وہیں یہ بھی ان سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلعم کا کام بڑا مشکل ہے، کیونکہ آپ صرف عرب کی اصلاح کے لئے نہیں آئے جیسا کہ پہلے نبی اپنی اپنی قوموں کی اصلاح کے لئے آیا کرتے تھے بلکہ آپ نے فرمایا بعثت الی الناس عامۃ میں کل انسانیت کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس شخص کا دائرہ عمل ایک ملک یا ایک قوم تک محدود نہ ہو بلکہ تمام مشرق و مغرب اس کے دائرہ عمل میں ہو، اس کے کام کی مشکلات کس قدر ہوں گی اور اس کے کام کی اہمیت کتنی بڑی ہوگی۔

قوموں کا تنگ نظریہ

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں، ان میں ایک سبق ہے۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ ہر قوم نے یقین کر لیا کہ ہم ہی خدا کے پیارے ہیں اور دوسری تمام قومیں جہنمی ہیں، یہ بہت ہی رنجدہ اور نقصان دہ عقیدہ ہے، یہ دنیا میں فساد کو بڑھانے اور ایک آگ کو بھڑکانے والا خیال ہے فرمایا وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصارٰی۔ یہودی کا خیال ہے کہ سوائے یہودی کے کوئی جنت میں نہیں جائے گا اور نصرانی کا خیال ہے کہ نصرانی کے سوائے کوئی دوسرا جنت میں نہیں جائے گا، پھر فرمایا یہ اعتقاد صرف یہودیوں کا ہی نہیں کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم یہودی اور نصرانی تو اہل کتاب ہیں اور باوجود اس کے یہ ایسی جہالت بکتے ہیں، پھر باقی لوگ بھی جن کو علم میسر نہیں ...... وہ اس قسم کی جاہلانہ باتیں کیوں نہ کریں ان قوموں کے نظریئے تنگ ہیں اور یہ نظریئے ان کے دلوں میں تعصب و تنگی پیدا کرنے کا موجب ہیں، اگر یہودی نے یہ کہا کہ موسوی شریعت کے بغیر نجات نہیں تو نصرانی نے بھی یہی خیال کیا، کہ سوائے کفارہ پر ایمان لانے کے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت عیسیٰ کا کنعانی عورت کے ساتھ سلوک

خود حضرت عیسیٰ کا بھی یہی خیال تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک کنعانی عورت آئی اور اس نے ان سے برکت مانگی تو انہوں نے کہا: کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈال دوں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے آئے ہیں، اور بنی اسرائیل ان کے بچے ہیں اور دوسرے لوگ کتے ہیں محض اسلئے کہ وہ بنی اسرائیل نہیں، کس قدر درد انگیز واقعہ ہے، یہ ایسا خیال ہے، کہ جس کو کوئی شخص بھی گوارا نہیں کر سکتا، ایک دفعہ ڈارلنگ صاحب انگریز کمشنر جو بڑے صاحب علم سمجھے جاتے تھے، ان کے ساتھ میں کھانا کھا رہا تھا، تو باتوں باتوں میں یہی ذکر آ گیا کہ حضرت عیسیٰ نے کنعانی عورت سے ایسا کہا کہ میں بچوں کی روٹی کتوں کو نہیں ڈال سکتا، تو اس انگریز نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، میں نے کہا انجیل لاؤ میں ابھی نکال دیتا ہوں، لیکن ان کے گھر میں انجیل نہ نکلی یہ لوگ اپنی مذہبی کتاب کو پڑھتے بھی تو نہیں۔ مگر اس کے لڑکے نے جو کالج میں پڑھتا تھا اور ہمارے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، باپ سے کہا کہ انجیل میں ایسا لکھا ہے، تو پھر وہ خاموش ہو گیا تو معلوم ہوا کہ یہ ایسی خطرناک بات ہے کہ انسان کی طبیعت مان ہی نہیں سکتی، اور یہ اعتقاد پڑھے لکھے انسان کے لئے شرمندگی کا موجب ہے۔

جھوٹی اور بے دلیل تمنائیں

صرف نصرانی اور یہودی ہی نہیں، ہندو بھی یہی کہتا ہے، کہ یہ برہماورتی ہے، خدا کی زمین ہے۔ اس سے باہر کے بسنے والے لوگ ملیچھ ہیں، کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم ہر بے علم ایسی ہی بات کہتا ہے، تو حضرت نبی کریم صلعم نے، جن کا دائرہ عمل ساری دنیا تھی، دنیا کو یہ سنایا کہ قالت الیھود لیست النصارٰی علیٰ شیءٍ وقالت النصارٰی لیست الیھود علیٰ شیءٍ، یہودی کہتا ہے کہ یہودیوں کے سوائے کوئی جنت میں نہیں جائے گا اور نصرانی کہتا ہے کہ نصرانیوں کے سوائے کوئی جنت میں نہیں جائیگا۔ تلک امانیھم یہ تو ان کی تمنائیں ہیں آرزوئیں ہیں، جھوٹی خواہش ہے قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ان سے کہو کہ کوئی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو،

جنت میں جانے کے لئے ایک عالمگیر قانون

پھر فرمایا دیکھو ہم ایک قانون بیان کرتے ہیں جو تمام کی تمام قوموں پر حاوی ہے اور وہ یہ ہے بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون، ساری قوموں کے لئے جو قانون ہے وہ یہی ہے کہ جو خدا کا فرمانبردار ہو گیا اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا اور اس کے حکموں کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، اپنی ساری کی ساری توجہ، ساری کی ساری دولت اور سارا کا سارا وقت خدا کی راہ میں دے دیا وھو محسن اور وہ خدا کی مخلوق کی ہمدردی کرتا ہے، وہی جنتی ہے، خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو اور کسی وطن کا باشندہ ہو۔ اور جو مسلمان ہو کر خدا کے حکموں کو بجا نہیں لاتا اور مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی نہیں کرتا تو وہ اس قانون کے رو سے جنت میں نہیں جا سکے گا۔

اقوام عالم کے سامنے دو اعلان

کوئی قوموں کا اجلاس ہو تو اس میں جاؤ اور جا کر کہو کہ ہم دو تین اعلان کرتے ہیں اور پوچھنا چاہتے ہیں کہ ان میں سے کس کو پسند کرتے ہو، ساری قوموں کا اجلاس لندن میں بلایا جا سکتا ہے، واشنگٹن میں مدعو کیا جا سکتا ہے، کراچی میں مدعو کیا جا سکتا ہے، اس میں یہ دو نوں اعلان پیش کئے جائیں اور کہا جائے کہ فرمایئے کس بات کو پسند کرتے ہو، ایک تو یہ ہے کہ کوئی کسی قوم کا ہو، خدا کے احکام کی پابندی کرتا ہو اور جہاں کہیں کوئی مصیبت زدہ ملے اس کے ساتھ ہمدردی اور شفقت سے پیش آتا ہو تو وہی نجات پائے گا، کوئی یہودی یا نصرانی کی تخصیص نہیں، جو کوئی پورے طور پر خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کرے وہی اس سے فائدہ اٹھائے گا کیا دنیا اس اعلان کو قبول کرے گی یا اس کو کہ نجات صرف یہودی یا نصرانی یا ہندو کے لئے ہے اور باقی تمام قومیں راندۂ درگاہ الٰہی ہیں۔

صرف اسلام کا اعلان ہی قبولیت کے لائق ہے

ہر شخص جو ان اعلانوں کو سنے گا یہی کہے گا کہ اسلام کا یہ اعلان کہ بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون بہت ہی خوبصورت اعلان ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہر طبیب ہیں، آپ بہت بڑے حکیم، نہایت سمجھدار معالج ہیں جو دنیا کی تمام بیماریوں کا علاج کرنے آئے ہیں، اور آپکے نظریئے عالمگیر ہیں اور وہ ایسے معقول و مفید ہیں کہ ضرور ان کی مقبولیت ہوگی۔

افراد کے لئے نبی کریم صلعم کا اعلان

یہ تو قوموں کے لئے اعلان ہے، لیکن حضور نے افراد کے لئے بھی اعلان کیا کہ ان اولی الناس بی المتقون وہ شخص جو سب سے زیادہ میرے قریب ہو سکتا ہے جو متقی ہے، من کانوا وہ کوئی بھی ہو، کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو حیث کانوا کسی بھی وطن کا ہو، عرب کی خصوصیت نہیں، ہندوستان، چین، یورپ یا دنیا کے کسی ملک کا رہنے والا ہو جو بھی تقوے اختیار کرے وہ میرے قرب میں ہے۔

قرآن ماڈرن کتاب ہے

یہ اصول تو تمام دنیا میں تسلیم کئے جا سکتے ہیں اور تنگ ظرفی اور تنگ نظریئے آج ماڈرن دنیا میں تسلیم نہیں کئے جا سکتے، اس سے پتہ لگتا ہے کہ قرآن ایک ماڈرن کتاب ہے، جس کے نظریئے موجودہ زمانہ میں بھی تسلیم کئے جاتے ہیں۔

تمام قوموں کی طرف خدا کی ہدایت

پھر ایک اور بات فرمائی قالت الیہود لیست النصاریٰ علیٰ شیءٍ و قالت النصاریٰ لیست الیہود علیٰ شیءٍ یہ بھی مذہبی آدمی کا کام ہے کہ دوسروں کو کوئی چیز نہیں سمجھتا، اور تعجب کی بات یہ ہے کہ وھم یتلون الکتاب یہودی اور نصرانی دونوں نبیوں کو ماننے والے دونوں آسمانی کتابوں کے پڑھنے والے ہیں، یہ بھی مذہبی دیوانگی ہے، کہ اپنے مذہب کے سوائے دوسروں کو برا سمجھا جائے، قرآن فرماتا ہے کہ خدا نے ساری قوموں کے لئے بارش بھیجی، ساری قوموں کی طرف اس کی ہدایت آئی، اس لئے کوئی مسلمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا، خدا نے ساری قوموں کو نوازا ہے، یہ دلوں کو وسیع کرنیوالی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، اور واقعی اس سے نظر آتا ہے کہ آپ سب دنیا کے لئے رسول ہو کر آئے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے سرزنش

لیکن اس کے ساتھ ہی اس میں ہمارے لئے بھی ایک سرزنش ہے اور بہت بڑی سرزنش ہے۔ اگر یہودی اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ نجات اُن کے سوائے اور کسی کے لئے نہیں تو مسلمان بھی کتاب پڑھتے ہوئے کہتا ہے کہ صرف میرا ہی فرقہ ناجی ہے، اور باقی سب مسلمان دوزخی ہیں، یہ کتاب مسلمانوں کو سکھانے کے لئے آتری کہ دوسروں میں جو تنگ نظریاں ہیں، انکی اصلاح ہو، لیکن خود مسلمانوں میں وہی بیماری پیدا ہو گئی حالانکہ ان کو فرمایا تھا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم بہترین امت ہو جس کو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا، پھر فرمایا کذالک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس تمہیں اعلیٰ درجہ کی قوم بنایا گیا تاکہ لوگوں کے رہبر بنو، افسوس کی بات ہے کہ جس قوم کو رہبر بننے کے لئے پیدا کیا گیا اور جس قوم کو بتایا گیا کہ دوسروں کو راندۂ درگاہ الٰہی قرار دینا جاہلانہ باتیں ہیں، جس کو کہا گیا کہ دوسرے مذاہب کو یہ کہنا کہ ان میں کوئی خوبی ہی نہیں، نہایت تنگ ظرفی ہے وھم یتلون الکتاب وہ خود کتاب کو پڑھتے ہوئے ایسی تنگ ظرفی سے کام لیتے ہیں، یہ ہمارے لئے بڑی سرزنش ہے۔

مسلمان یہود کے قدم پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کا یہ نظارہ دکھایا گیا اور آپ نے فرمایا کہ میری امت بھی یہودی ہو جائے گی، الفاظ کی پرستش کریں گے اور حقیقت کو چھوڑ دیں گے۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون، خدا حقیقت کو چاہتا ہے۔ ایک شخص نماز پڑھتا ہے لیکن اگر اس کی نماز سے حقیقت پیدا نہیں ہوتی تو خدا ایسی نماز سے خوش نہیں ہوتا، مسلمان کو ایک بنانے کے لئے قرآن بھیجا گیا، لیکن آج مسلمان کے اندر تفرقہ ہے، ہر ایک سمجھتا ہے کہ میری ہی مسجد میں اسلام ہے، اور دوسری مساجد کفر سے بھری ہوئی ہیں، یہ مسلمان کا شیوہ نہیں۔

متقی بننے کی ضرورت ہے

ہمارے امام نے بھی فرمایا ہے کہ میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ قوم متقی بن جائے ہم نے اسلام پر کتابیں لکھیں، مناظرے کئے اور دلائل سے فتح حاصل کی لیکن اگر متقی نہ بنے تو میرے آنے کی غرض پوری نہ ہوئی، نبی کریم صلعم نے بھی فرمایا ان اولی الناس بی المتقون، متقی ہی میرے قریبی ہیں، وہ مدینہ میں ہوں یا مصر میں رہتے ہوں، یا واشنگٹن میں، جہاں کہیں بھی ہوں، جو بھی متقی ہے میرا قریبی ہے، حقیقت پرستی نبی کریم صلعم نے سکھائی ہے، قرآن نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حقیقت کو اپنے اندر پیدا کرو، لیکن مسلمان بھی حقیقت کو چھوڑ کر الفاظ پرست بن گیا ہے اور لفظی جھگڑوں کی وجہ سے تعصب کا شکار ہو جاتا ہے کبھی کسی محبت کی وجہ سے گمراہ ہوتا ہے اور کبھی حق کی دشمنی میں عذاب مول لیتا ہے۔

قوموں میں اتحاد و اتفاق کی بنیاد

ان تمام چیزوں کو دور کرنے کے لئے نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ کسی کو یہ نہ کہو کہ اس کے اندر خوبی کوئی نہیں، بلکہ سب مذاہب کے پیشواؤں اور تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا، یہ قوموں میں محبت اور اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اگر آج ہم یہ اعلان کریں کہ ہم موسےؑ اور عیسےؑ کو مانتے ہیں تو ضرور ہے کہ یہودی اور عیسائی ہم سے محبت کرنے لگیں جب اس قسم کے اعلان باہر ہمارے مشنوں کے ذریعہ ہوتے ہیں تو لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ مسلمان تنگ دل نہیں، یہ حقیقت ہے کہ مسلمان تمام انبیاء کا وارث ہے، تمام آسمانی کتابوں کا وارث ہے۔

حبشہ میں مسلمانوں کا اعلان

یہ اعلان یورپ میں تو ہم کرتے ہی ہیں، جس پر وہ لوگ ہمارے قریب آ جاتے ہیں لیکن میں آپ کو سناؤں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تو وہاں مشرکین مکہ ان کے پیچھے پہنچے اور وہاں کے بادشاہ سے کہا کہ یہ ہمارے بھگوڑے ہیں۔ ان کو ہمارے حوالہ کیا جائے۔ بادشاہ نے دربار منعقد کیا اور مسلمانوں کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ حضرت جعفرؓ نے کھڑے ہو کر کہا اے بادشاہ ہم وہ قوم تھے کہ بت پرستی میں مبتلا تھے، شراب ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، جُوا اور زنا ہمارے روزمرہ کے مشاغل تھے۔ ہم میں ایک نیک انسان پیدا ہوا جس نے ان تمام باتوں سے ہمیں منع کیا اور نیکی کا رستہ دکھایا۔ نجاشی نے پوچھا فماذا یامرکم وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے .... حضرت جعفرؓ نے کہا کہ وہ ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ہم خدا کے سوائے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں ویامرنا بالصلوٰۃ والصدق والعفاف والصلۃ اور وہ ہمیں نماز کا حکم دیتا ہے، سچائی کی تعلیم دیتا، عفت اور صلہ رحمی سکھاتا ہے، نجاشی پر اس کا بڑا اثر ہوا، مکہ والوں نے جب دیکھا کہ بادشاہ متاثر ہو رہا ہے تو انہوں نے اعتراض کیا اور اس کو بھڑکانے کے لئے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کو نہیں مانتے، بادشاہ نے پوچھا، تو حضرت جعفرؓ نے بتایا کہ ہم حضرت عیسےٰؑ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں اور ان کو خدائی کا مرتبہ نہیں دیتے۔ نجاشی نے یہ سن کر ایک تنکا اُٹھایا اور کہا کہ خدا کی قسم عیسیٰ کا مرتبہ اس سے ایک تنکا بھر بھی زیادہ نہیں۔

نبی کریم صلعم کی تعلیم میں قوموں کی کشش کا سامان

تو آپ لوگوں کے پاس ایک نسخہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم میں قوموں کی کشش کا سامان ہے، مسلمان قوم کے لئے جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ اس میں ایک سبق ہے اگر سمجھ لیں کہ ہم لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اور ان کی اصلاح کرنا ہمارے فرائض میں سے ہے تو مسلمان قوم کا بڑا درجہ ہے، آپ لوگوں کو چاہیئے کہ اس طریق کو اختیار کریں۔ اپنے اندر وسعت قلب پیدا کریں اور دوسروں کی بھلائی کے کام میں لگ جائیں کہ اسی میں کامیابی اور نجات ہے۔

گرد و پیش

(بقیہ صفحہ اوّل)

(بقیہ صفحہ اوّل)

کا سامان خریدنے پر صرف کر سکتے ہیں۔"

وزیر تعلیم نے یہ بھی بتایا کہ پنجاب پاکستان میں پہلا صوبہ ہے جہاں سمعی اور بصری امداد کو تعلیمی مقاصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے، صوبہ کے تینوں ڈویژنوں میں ایک سمعی اور بصری مرکز قائم کر دیا گیا ہے جہاں تعلیمی فلمیں وغیرہ تیار ہوتی ہیں۔

الہام الٰہی کا اجرا امتِ محمدیہ میں

مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن

اکابر ملت کا مذہب

کچھ عرصہ سے ملت اسلامیہ کے بعض طبقات میں ایک غلط نظریہ اشاعت پا رہا ہے اور وہ یہ کہ انبیائے کرام کے علاوہ دوسروں پر خواہ وہ جناب باری میں کیسی اعلیٰ شان رکھتے ہوں کلام الٰہی کا دروازہ قطعاً بند ہے۔ حالانکہ اکابر ملت کا یہ متفقہ مذہب رہا ہے کہ وحی انبیاء کو ہی نہیں بلکہ غیر انبیاء کو بھی ہوتی ہے چنانچہ امام راغب علیہ الرحمت ایسے مستند امام نے وحی کی جو تعریف کی ہے وہ یہی ہے کہ وحی خدا کا وہ کلام ہے جو انبیاء اور اولیاء پر اترتا ہے۔ اس تعریف میں انبیاء کے ساتھ اولیاء کو بھی شامل کیا ہے جس سے بیّن طور پر واضح ہوتا ہے کہ وحی محض انبیاء سے ہی مخصوص نہیں ہوتی بلکہ اولیاء اللہ پر بھی اس کا دروازہ کھلا ہے۔ چنانچہ امام صاحب موصوف کے اصل الفاظ یہ ہیں

کلمۃ اللّٰہی تلقی الی انبیاءہ و اولیاءہ وحیٌ (مفردات راغب)

سابقہ امتوں میں غیر انبیاء پر الہام

اور اس سے انکار بھی کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ خود قرآن مجید میں غیر انبیاء کی طرف وحی آنے کا ذکر بعبارات تمام موجود ہے چنانچہ جناب امّ موسیٰؑ۔ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی طرف وحی آئی، حالانکہ یہ سب غیر نبی ہی تھے۔ امّ موسیٰ کی طرف وحی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین۔ (سورۃ القصص آیت ۷)

"ہم نے موسیٰ کی ماں کی وحی کی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔ اور جب تجھے اس کے متعلق خوف پیدا ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا اور کچھ خوف اور غم نہ کر کیونکہ ہم اس کو تیری طرف لوٹا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے بنائیں گے"

یہ کس قدر بیّن اور یقینی وحی تھی جس کی بناء پر ایک ماں جو نبی بھی نہیں اپنے لختِ جگر کو دریا کی موجوں کے سپرد کر دیتی ہے اور وہ مطمئن ہے کہ اس کا بچہ صحیح سلامت رہے گا اور اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ وحی کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ نبی ہی نہیں غیر نبی پر بھی بیّن اور مصفیٰ قطعی اور یقینی وحی نازل ہوتی ہے جس میں شک و ریب کا خفیف سا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی طرف بھی وحی آنے کا ذکر نہایت بیّن الفاظ میں موجود ہے:۔

واذ اوحیت الی الحواریین ان اٰمنوا بی وبرسولی (المائدہ آیت ۱۱۱)

"اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ"

آیات بالا سے اظہر من الشمس ہے کہ انبیاء کے علاوہ دوسرے برگزیدگانِ الٰہی کی طرف بھی وحی آتی رہی ہے نہ صرف مردوں کی طرف بلکہ عورتوں کی طرف بھی۔ اور ان کی وحی بھی قطعی اور یقینی اور شک و شبہ سے پاک و صاف وحی تھی۔

اولیائے امت سے الہام و کلام کیوں نہیں؟

اب یہ امر بدیہی ہے کہ جس صورت میں ازمنہ قدیمہ میں اللہ تعالیٰ انبیاء کے علاوہ اپنے برگزیدہ بندوں سے کلام کرتا رہا ہے تو کیا اس نے آئندہ کے لئے کوئی ایسا تعہد کر لیا ہے کہ اب وہ اپنے برگزیدوں کے ساتھ کلام نہیں کرے گا؟ اور کیا اب اس کی تکلم کی صفت ..... ہمیشہ کے لئے مفقود اور معطل ہو چکی ہے؟ یا کیا امتِ محمدیہ ہی ایسی گئی گزری ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہرگز نہیں، نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات میں جو ازلی ابدی ہیں کبھی تعطل واقع ہو سکتا ہے جس طرح سننا اور دیکھنا اس کی ازلی ابدی صفات ہیں اسی طرح کلام کرنا بھی اس کی ازلی ابدی صفت ہے۔ جو کبھی زائل نہیں ہو سکتی۔ اس کو زائل قرار دینا اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ مستقلہ میں نقص تسلیم کرنے کے مترادف ہوگا اور نہ ہی امتِ محمدیہ ہی ایسی گئی گزری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام نہ ہو بلکہ اس امت کا درجہ تمام امتوں سے بلند ہے اور اس کے اولیاء اللہ کا مرتبہ دوسری امتوں کے اولیاء سے بڑھا ہوا ہے .... پس جب ازمنہ ماضیہ میں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ اور صالح بندوں سے جو نبی نہیں تھے کلام کرتا رہا ہے تو اب کونسا امر مانع پیدا ہو گیا ہے۔ کیا اب صالحین کا وجود صفحۂ ہستی سے ناپید ہو گیا ہے اور کیا اب کوئی خدا کا برگزیدہ صالح انسان پیدا نہیں ہوگا؟ اس کا جواب نفی میں تو نہیں ہو سکتا، اثبات میں ہی ہو سکتا ہے۔ اور جبکہ صالحین ہر زمانہ میں الیٰ یوم القیامہ پیدا ہوتے رہیں گے تو کیا وجہ ہے کہ ازمنہ ماضیہ کے صالحین سے تو خدا کلام کرے اور بعد میں آنے والے صالحین پر یہ دروازے بند کر دے، یہ تو صریح بے انصافی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات سے بعید ہے اور بالبداہت عقل کے بھی خلاف ہے۔

ختم نبوت مانع الہام نہیں

کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے اس لئے سلسلہ وحی و الہام بھی ختم ہو چکا ہے۔ یہ دلیل ایک پرِ کاہ کے برابر حیثیت نہیں رکھتی۔ ختم نبوت سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ خدا کی کلام کا دروازہ جو پہلے غیر انبیاء پر کھلا تھا اب بند ہو گیا ہے۔ سلسلہ نبوت بے شک ختم ہو گیا ہے مگر خدا کی کلام کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ ان دونوں کو لازم و ملزوم قرار دینا ایک فاش غلطی ہے۔

قرآن مجید میں وحی الہام کی متفاوت صورتیں

یہ غلطی غالباً اس وجہ سے لگی ہے کہ کلام الٰہی کی متفاوت صورتوں پر جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں غور نہیں کیا گیا۔ جو ذیل میں ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن مجید میں بے جان چیزوں مثلاً زمین اور آسمان اور چھوٹے چھوٹے جانداروں مثلاً شہد کی مکھی کے متعلق جو ذکر آیا ہے وہ انسانوں کی وحی سے ایک الگ چیز ہے زیر بحث وہ وحی ہے جو انسانوں کو ہوتی ہے اور حسب تصریح قرآن کریم تین اقسام پر مشتمل ہے۔ چنانچہ سورۃ الشوریٰ آیت ۵۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء"

یعنی کسی بشر کے لئے میسر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا رسول بھیجے پس اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے"

اس آیت شریفہ میں کلام کی پہلی صورت وحی دوسری من وراء حجاب اور تیسری ارسال رسول بیان فرمائی گئی ہے۔

وحی خفی یا کلام الٰہی کی پہلی صورت

الفاظ آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ پہلی صورت میں لفظ وحی اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنے ہیں اشارۃ سریعۃ یعنے کسی امر کا قلب انسانی میں ڈالا جانا۔ بایں صورت کہ اس کے ساتھ الفاظ نہیں ہوتے۔ اسی کو القاء الروع کہتے ہیں اگرچہ یہ قلب انسانی میں کسی امر کے ڈالے جانے کا نام ہے، مگر اس کو انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام قرار دیا گیا ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ یہ امر اپنی قدرت کاملہ اور تصرف تامہ سے قلب انسانی میں نفخ کرتا ہے۔ اور نفس انسانی کا اس میں دخل نہیں ہوتا اسی کو اصطلاح میں وحی خفی کہتے ہیں، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ جوامع امور دینیہ سے متعلق ہیں اسی سرچشمہ سے نکلی ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت نبی کریم صلعم کے یہ الفاظ آتے ہیں کہ روح القدس نے یہ بات میرے دل میں ڈالی (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر۔ ابن اثیر) وحی کی یہ صورت انبیاء اور غیر انبیاء دونوں میں مشترک ہے۔

کلام الٰہی کا دوسرا طریق۔ اولیاء اللہ کا الہام

کلام الٰہی کا دوسرا طریق من وراء حجاب ہے یعنے پردہ کے پیچھے سے۔ جس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ مہبطِ وحی حالتِ ربودگی میں جو بین النوم والیقظہ ہوتی ہے حواس باطن سے غیب کی آوازیں سنتا ہے۔ ان میں شوکت اور جلال پایا جاتا ہے اور یہ ایک مصفیٰ کلام ہوتا ہے جس میں کسی شک و ریب کو دخل نہیں ہوتا اسی کو الہام کہتے ہیں جو اولیاء اللہ پر نازل ہوتا ہے۔ اس کلام کی دوسری صورت رؤیا اور کشوف ہیں جو استعارات

جواہر ریزے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

رات کو حضرت نبی کریم صلعم کی عبادت

عن الہیثم بن ابی سنان انہ سمع ابا ھریرۃ وھو یقص فی قصصہ وھو یذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخاً لکم لا یقول الرفث یعنی بذالک عبد اللہ بن رواحۃ۔

ہیثم بن ابی سنان سے روایت ہے کہ اس نے ابوہریرہ سے سنا وہ اپنے وعظ میں بیان کرتے تھے اور وہ رسول اللہ صلعم کا ذکر کرتے ہوئے کہتے تھے تمہارے بھائی نے کوئی بیہودہ بات نہیں کہی اور یہ اشارہ عبداللہ بن رواحہ کی طرف تھا (جنہوں نے یہ شعر کہے ہیں[1])

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ ۔ اذا انشق معروف من الفجر ساطع
اور ہم میں اللہ کا رسول ہے جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے ۔ جب روشن صبح صادق پھیٹ جاتی ہے

ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا ۔ بہ موقنات ان ما قال واقع
ہمیں گمراہی کے بعد راستہ دکھایا تو ہمارے دل ۔ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ جو فرمایا ہو کر رہے گا

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ ۔ اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع
رات کو اپنا کروٹ بچھونے سے دور رکھتا ہے ۔ جب مشرکوں کی خوابگاہیں بوجھل ہوتی ہیں[2]

نوٹ [1] ابوہریرہ وعظ کر رہے تھے اس میں نبی کریم صلعم کی عبادت الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ عبداللہ بن رواحہ نے جو یہ شعر کہے ہیں تو یونہی نہیں کہے۔ بلکہ ٹھیک طور سے نبی کریم صلعم کی عبادت کا ذکر کیا ہے۔
[2] یعنے مشرک اس وقت نہیں اٹھ سکتے۔ رات کی نیند کو وہی شخص ترک کر سکتا ہے جسے اللہ تعالےٰ کے ذکر میں کمال درجہ کی لذت آتی ہو کہ اس لذت پر وہ ہر ایک چیز قربان کرنے کو تیار ہو، صحابہ کے دلوں میں نبی کریم صلعم کی صداقت کا اثر ان باتوں سے اور بھی زیادہ ہوتا تھا۔ جب وہ دیکھتے تھے کہ کس طرح آپ ذکر الٰہی میں راتیں گذار دیتے ہیں۔ حالانکہ دن کو بھی سوتیں رہتے بلکہ ساری دنیا کے کام آپ کو کرنے پڑتے ہیں ایک عشرتی یا طالب عیش سے یہ ناممکن ہے کہ وہ اس طرح اپنی راتوں کو عبادت الٰہی میں گذار دے۔ قرآن کریم اگر نعوذ باللہ آپ کا افترا ہوتا تو اس کی تلاوت میں آپ کو اس قدر حظ نہ آ سکتا تھا کہ پاؤں سوج جائیں اور کھڑے پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ (فضل الباری)

تین باتوں کی وصیت

عن ابی ھریرۃ قال اوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم بثلاث لا ادعھن حتی اموت صوم ثلثۃ ایام من کل شھر و صلوۃ الضحی و نوم علی وتر۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھے میرے دوست صلعم نے تین باتوں کی وصیت کی انہیں میں نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں۔ ہر مہینے میں تین دن کے روزے اور چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سو جانا۔

عورت کا سفر

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسافر المرأۃ ثلاثۃ ایام الا مع ذی محرم۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا عورت تین دن سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ اس کا محرم رشتہ دار ہو۔

عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاخر ان تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ لیس معھا حرمۃ

ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتی ہے یہ جائز نہیں کہ شبانہ روز چلنے کا سفر اس حالت میں کرے کہ اس کے ساتھ ذی محرم نہ ہو۔

مکتوب بغداد} نہ چھپاتے وسعت قلبی سے کام لیتے۔ اور خدا کے اجر کے مستحق ہوتے۔
بقیہ صفحہ} یورپ اور امریکہ نے اسلام قبول کرنا ہے۔ یہ کام امام وقت کے فدائیوں کا ہے دوسروں سے ہرگز نہ ہوگا، حضور نے فرمایا ہے ؎

دوائے ما بنہ بر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

میرا دعویٰ جو مسیح موعود ہونے کا ہے

اس کی بنا قرآن شریف پر ہے

گورداسپور کے ایک تحصیلدار سے حضرت مسیح موعودؑ کا مکالمہ

۱۶/مئی سنہ ۱۹۰۱ء کو گورداسپور میں جہاں حضرت مسیح موعود ایک مقدمہ میں شہادت دینے کے لئے تشریف لے گئے تھے مہدی حسن صاحب تحصیلدار آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے ان کے شبہات کو دور کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعاوی پر تقریر فرمائی جس کے ضمن میں وفات مسیح اور لفظ توفی پر بھی روشنی ڈالی، اس پر مہدی حسن صاحب نے کہا کہ وہ آپ کو تکلیف دینے یا تقریر سننے کے لئے نہیں آئے، بلکہ کچھ سوال کرنے کیلئے آئے ہیں، اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا "بہت اچھا میں تو ہر طرح تیار ہوں آپ سوال کریں میں اس کا جواب دوں گا مگر کیا اچھا ہوتا کہ آپ میرا سارا بیان سن لیتے اور اس کے بعد جو شبہ آپ کو رہ جاتا اس کو پیش کرتے"

اس موقعہ پر مہدی حسن صاحب کے ساتھ آپ کا حسب ذیل مکالمہ ہوا۔

مہدی حسن صاحب: توفی کی بحث صرف نحو کے بغیر نہیں آتی اور ہم یہ صرف نحو نہیں جانتے۔

حضرت مسیح موعود: اگر صرف و نحو نہیں آتی تو کیا یہ میرا قصور ہے۔ یہ تو تمہارا ہی قصور ہے۔ اس کے علاوہ میں قرآن کو پوتھی بنانا نہیں چاہتا۔ قرآن شریف امیوں کے لئے امی پر نازل ہوا۔ اگر قرآن شریف سے استدلال نہ کریں تو کیا کسی شاستر سے کریں مسلمانوں کو عربی سے ایک خاص تعلق ہے اور یہ ان کی بدقسمتی ہے جو وہ اس پر توجہ نہیں کرتے ہیں۔ مگر یہ مسئلہ تو ایسا صاف ہے کہ اس میں کسی بڑے صرف نحو کی ضرورت نہیں۔ عام آدمی بھی جانتے ہیں کہ متوفی کے کیا معنے ہوتے ہیں۔

مہدی حسن صاحب: کلام اللہ میں جب مسیح کی نسبت توفی آ گیا تو مثیل مسیح کی آمد کس بناء پر؟

حضرت مسیح موعود: قرآن شریف کی بناء پر

مہدی حسن صاحب: اس معاملہ میں جو احادیث ہیں ان کو جناب صحیح جانتے ہیں یا موضوع ٹھہراتے ہیں؟

حضرت مسیح موعودؑ: ہمارا اصول یہ ہے کہ جو احادیث صحیحہ قرآن کریم کی نصوص صریحہ بینہ کے موافق ہوں ان کو ہم مانتے ہیں، لیکن جو احادیث قرآن کریم کے اصول کے خلاف ہوں ان کے ہم ایسے معنے کرنے کی کوشش کریں گے جو کتاب اللہ کی نص بین کے موافق اور مطابق ہوں۔ اور اگر ہم کوئی حدیث ایسی پائیں گے جو مخالف نص قرآن کریم ہوگی اور کسی صورت سے ہم اس کی تاویل کرنے پر قادر نہیں ہو سکیں گے تو ایسی حدیث کو ہم موضوع قرار دیں گے اور قول مردود سمجھ کر چھوڑ دیں گے کیونکہ حدیث کا پایہ قرآن کریم کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔

مہدی حسن صاحب: بیشک یہ صحیح اصول ہے مگر جو احادیث ابن مریم کے متعلق خاص ہیں ان کو جناب نے منظور رکھا یا ساقط کر دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ: میں نے کہدیا ہے کہ میرا اصول احادیث کے متعلق یہی ہے کہ اگر وہ قرآن کریم کی نصوص بینہ کے صریح مخالف ہیں تو میں ان کو کبھی تسلیم نہیں کرتا۔ پس اسی اصول کے مطابق اگر کسی حدیث میں یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ ابن مریمؑ اسرائیلی نبی جو ناصرہ میں پیدا ہوا تھا اور جس کو آج انیس سو برس کے قریب گذر گئے ہیں وہی آئے گا اور وہ اپنی نبوت کے منصب سے معزول بھی نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ نبی ہی ہوگا۔ اور ہمارے نبی کریم خاتم النبیین نہیں رہیں گے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ وہ خاتم النبیین ہیں تو ایسی حدیث کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنیوالی ہوگی ہرگز ہرگز نہیں مان سکتا۔ اس کو بیشک موضوع کہوں گا۔ اور اگر احادیث میں یہ نہیں لکھا گیا کہ وہ اسرائیلی نبی ہوگا۔ بلکہ اسرائیلی مسیح اور محمدی مسیح کا حلیہ بھی الگ الگ بیان کیا گیا ہے اور اس کی آمد کو قرآن شریف کے خلاف نہیں ٹھہرایا گیا۔ تو بیشک ایسی حدیثیں ماننے کے قابل ہیں۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، کہ میرا دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا ہے۔ اس کی بنا قرآن شریف پر ہے۔ اگرچہ یہ بالکل سچ ہے کہ صحیح حدیثیں جو قرآن شریف کے کبھی مخالف نہیں ہوتی ہیں، میرے اس دعوے کی مصدق ہیں۔ مگر میں اپنے دعوے کو قرآن شریف سے ثابت کرتا ہوں۔ میرے آنے کی خبر قرآن شریف میں موجود ہے۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ احادیث میں بھی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے۔

(الحکم جلد ۵ صفحہ ۳۲ منقول از الحکم صفحہ ۲۵۴)

یورپ کا ایک مذبح

شیخ محمد طفیل صاحب۔ ایمسٹرڈم (ہالینڈ)

محترم مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے ایک مضمون "شریعت اسلامی کے احکام۔ یورپ کے خاص حالات کی روشنی میں" پیغام صلح ۷ جولائی ۱۹۵۴ء کے ایک حصہ پر میں نے ۲۴ نومبر ۱۹۵۴ء کے "پیغام صلح" میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جس پر مولانا موصوف نے ۴ دسمبر ۱۹۵۴ء کے اخبار میں "ذبیحہ اہل کتاب کے متعلق قرآن کا حکم" کے عنوان سے ایک مضمون قلمبند کیا، اس مضمون پر تبصرہ سے پیشتر میں چاہتا ہوں کہ قارئین پیغام صلح ذیل کا مضمون پڑھ لیں۔ اس میں درج شدہ بعض حقائق کا تعلق ان غلط فہمیوں سے ہے جو مولانا صاحب مکرم کے مضمون میں پائی جاتی ہیں اور جن کا ذکر اجمالی طور پر میرے تبصرہ میں آ جائے گا۔ امید ہے کہ اس مضمون کے دیگر پہلو بھی قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ (محمد طفیل)

ایمسٹرڈم کے مذبح میں

چونکہ فاصلہ کا مجھے صحیح اندازہ نہیں تھا اس لئے میں ٹریم ۱۰ پر سوار ہو کر وقت سے کافی پہلے جا واسکواٹر پہنچ گیا۔ وہاں سے مذبح صرف پانچ منٹ کا راستہ تھا۔ نہر کا پل پار کیا تھا کہ دائیں جانب سے ایک گائے کے زور سے بلبلانے کی آواز آئی۔ بس یہیں ایمسٹرڈم کا مذبح تھا۔ جسے ہیٹ ائر ABOTTOIR کہتے تھے۔ یہ لفظ ڈچ زبان میں فرانسیسی سے آیا ہے۔ مذبح کے ڈائرکٹر سے مجھے دس بجے ملنا تھا اور ابھی دس بجنے میں پچیس منٹ باقی تھے۔ میں نے سوچا جلو اس عرصہ میں عمارت کے گرد و پیش پر ایک نظر ڈالی جائے۔

جانوروں کی منڈی

بڑے گیٹ کے سامنے جانوروں کی خرید و فروخت کی منڈی تھی جہاں قریبی دیہات سے لوگ جانوروں کو لاتے تھے ذرا آگے جاکر دائیں طرف کو مڑیئے تو مذبح کا ایک چھوٹا سا گیٹ تھا۔

اس کے سامنے ابھی ابھی ایک لاری آ کر رکی تھی۔ اور ایک شخص سؤروں کو دھکیل کر اس میں سے نکال رہا تھا، کچھ جانور تو آسانی سے خود بخود اتر آئے لیکن بعض شاید آنیوالے انجام کے پیش نظر وہیں اڑے کھڑے رہے اور جب ان کے مالک یا مالک کے ملازم نے انہیں ڈنڈے مار مار کر باہر نکالا تو وہ بے اختیار ہو کر چنگھاڑنے لگے۔ جیسے کسی نے ان کے حلق میں خنجر بھونک دیا ہو۔ لاری سے اترنے کے بعد انہوں نے اپنے نتھنوں سے زمین کو اور اپنے ساتھیوں کو سونگھا تو ان کی طبیعتوں میں ایک سکون پیدا ہو گیا۔

طبی معائنہ

گیٹ کے قریب ڈاکٹر حیوانات کھڑا تھا جو ہر حیوان پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتا تھا اور اسے اندر جانے کی اجازت دے دیتا۔ یہ جانوروں کا پہلا طبی معائنہ تھا۔ اگر کسی جانور کی ظاہری حالت اطمینان بخش نہ ہوتی تو اس پر نشان لگا کر اس کے متعلق وہ ایک نوٹ لکھ دیتا تاکہ ذبح کرنے کے بعد اس کے گوشت کا بغور معائنہ کیا جائے اور اگر اس کے جسم کا کوئی عضو بیمار ہو تو اسے کاٹ کر علیحدہ پھینک دیا جائے۔ اگر سارا گوشت ناقابل استعمال ہو تو اسے کلی طور پر ضائع کر دیا جائے۔

ذبح ہونے والی گائیں

گھڑی دیکھ کر میں پھر بڑے گیٹ کی طرف آ گیا۔ دس بجنے میں دس منٹ رہ گئے تھے۔ گیٹ کے قریب ہی گائیں ایک قطار میں کھڑی تھیں، کچھ سہمی ہوئی اور خاموش، اور بعض مناسب وقفہ کے بعد ایک طویل آواز نکالتیں جیسے اپنی عمر رفتہ کو آواز دے رہی ہوں۔ قریب سے چھکڑے اور ٹرک گوشت سے لدے ہوئے گذرتے تھے۔ ڈچ قصاب لکڑی کے جوتے پہنے آتے جاتے دکھائی دیتے تھے۔ مالک قریب کھڑے ڈائرکٹر سے ان جانوروں کا معائنہ کرا رہے تھے۔ باطن کا حال تو ان کے مرنے کے بعد ہی کھلے گا دیکھتے دیکھتے ہی ایک سر ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ایک گائے رسی تڑا کر سرپٹ بھاگی شاید اسے اپنے قریب کھڑے لوگوں کے خونین ارادوں کا احساس ہو گیا تھا۔ ایک طرف بھاگی تو موٹروں اور لاریوں سے دبک کر پیچھے ہٹی، دوسری طرف کا رخ کیا تو سامنے گوشت کے لمبے لمبے دھڑ لٹکے ہوئے نظر آئے۔ جنہیں قصاب صاف کر رہے تھے۔ وہاں جا کر وہ کیا کرتی۔ لوگوں نے چاروں طرف سے اسے ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا تھا۔

اس کا خیال تھا کہ میں شاید چھلانگ مار کر انہی زمینوں میں پہنچ جاؤں گی جہاں سے اس کا مالک اسے صبح صبح گھسیٹ لایا تھا۔ لیکن جب اس کی پشت پر ایک اجنبی نے تھپکی دی تو جیسے اس کے جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے ہوں۔ وہ بدک کر بھاگی۔ لیکن ہر طرف پہرے لگے ہوئے تھے۔ اور اب وہ آہستہ آہستہ اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آ گئی جہاں سے تھوڑا عرصہ قبل اس نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔

ڈائرکٹر مذبح سے مکالمہ

دس بج گئے تو میں نے مسٹر فین سٹرا (VEENSTRA) ڈائرکٹر مذبح ہذا کے دفتر کی گھنٹی بجائی۔ مجھے ایک دو منٹ کے بعد ایک ادھیڑ عمر کے شخص کی خدمت میں حاضر کر دیا گیا۔ مسٹر فین سٹرا میرا انتظار ہی کر رہے تھے۔

رسمی حال و احوال کے بعد گفتگو ان کے مذبح کے متعلق شروع ہوئی۔ مسٹر فین سٹرا نے بتایا کہ ہالینڈ میں سب سے قدیمی مذبح روٹرڈم کا ہے، جس کی بنیاد ۱۸۸۴ء میں رکھی گئی تھی اور یہ ایسٹرڈم کا مذبح ۱۸۸۷ء میں بنایا گیا تھا۔ روٹرڈم کا بوچڑخانہ اتنا پرانا نہیں تھا لیکن گذشتہ جنگ عظیم کے بعد اس میں کافی تبدیلیاں کی گئی ہیں، اور انتظامات کو اپ ٹو ڈیٹ کر دیا گیا ہے۔

"اچھا صاحب یہ تو بتائیے کہ آپ کے ہاں کون کون سے جانور ذبح ہوتے ہیں" میں نے پوچھا۔

"گائیں۔ بچھڑے۔ بھیڑیں، بکریاں، سؤر، اور گھوڑے"

"یہاں کے لوگ کونسا گوشت زیادہ استعمال کرتے ہیں؟"

"گائے اور سؤر کا۔ بکریوں کا سب سے کم۔ کچھ لوگ بھیڑ اور گھوڑوں کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ گھوڑے کا گوشت سب سے سستا ہوتا ہے۔"

"آپ کو کچھ علم ہے کہ ان جانوروں میں کس قسم کی بیماریاں پائی جاتی ہیں اور آپ نے ان کی روک تھام کا کیا انتظام کر رکھا ہے"

"ہر قسم کی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ گائے اور بکری زیادہ تر ٹی بی کا شکار ہوتی ہیں۔ سب سے کم بیماریاں بھیڑوں میں پائی جاتی ہیں۔ خنزیر میں ٹی بی۔ بلک ورم۔ آنتوں کی بیماریاں وغیرہ ملتی ہیں۔ ہم جانوروں کے گوشت کی ہر ممکن طریق پر نگرانی کرتے ہیں کہ بیمار جانور کا گوشت مارکیٹ میں نہ جانے پائے سب سے پہلے جانوروں کا گیٹ پر معائنہ ہوتا ہے۔"

"ہاں مجھے صبح دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا"

"اس کے بعد جب اسے کاٹتے ہیں تو ڈاکٹر جانور کے تمام ضروری اعضاء جہاں بیماری کا امکان ہو سکتا ہے انہیں دیکھتا ہے۔ دل پھیپھڑے تلی گردے وغیرہ۔ آپ میرے ساتھ چلیں گے تو آپ کو سب معلوم ہو جائے گا ویسے ہم جانوروں کو ٹی بی کے لئے ٹیکہ لگا کر بھی بیماری کا قبل از وقت پتہ لگا لیتے ہیں"

بیمار جانوروں کے متعلق

"اچھا یہ تو فرمائیے کہ اگر ایک جانور بیمار ہو اور آپ اس کا تمام گوشت ناقابل استعمال سمجھیں تو پھر آپ کیا کرتے ہیں؟"

"اگر وہ سٹریلائز (Sterilize) کر کے استعمال کے قابل ہو سکے تو ہم سٹریلائز کر دیتے ہیں۔ اور جو اعضا زیادہ خراب ہوں انہیں ضائع کر دیتے ہیں۔ چربی کو ہم کھانے کے مصرف میں نہیں لاتے۔ بلکہ کھانے کے سوا اسے اور کئی چیزوں کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے بیمار جانور کے گوشت کے متعلق بہرحال ہم ہر طرح سے احتیاط کرتے ہیں، کہ یہ مارکیٹ میں فروخت نہ ہونے پائے۔ طبی معائنہ کے بعد ہر جانور کے گوشت پر مہریں لگ جاتی ہیں نیز اس پر ذبح کرنے کی تاریخ بھی درج ہوتی ہے۔ جن ٹرکوں اور لاریوں میں لاد کر گوشت لے جاتے ہیں ان کو راستے میں چیک کرنے کے لئے بھی ہمارے آدمی موجود ہوتے ہیں کہ کہیں کوئی ایسا گوشت تو نہیں جس کا ڈائرکٹر نے معائنہ نہ کیا ہو۔ اور وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جس لاری یا ٹرک میں گوشت دکان تک پہنچایا جا رہا ہے وہ صاف ستھری ہے یا نہیں۔ اور پھر دکان پر بھی ہر وقت چیکنگ ہو سکتی ہے کہ دکان میں کسی قسم کی گندگی تو نہیں، جو گوشت کو خراب کرے۔"

"جو جما ہوا گوشت ہم باہر سے منگواتے ہیں اسے بھی معائنہ کے بغیر مارکیٹ میں نہیں جانے دیتے۔ ویسے جرمنی، ہالینڈ، ڈنمارک میں گوشت کے متعلق بڑی احتیاط برتی جاتی ہے۔ یورپ کے دوسرے ممالک میں سسٹم اتنا اچھا نہیں۔ امریکہ کے متعلق مجھے ذاتی طور پر کچھ علم نہیں۔"

(باقی بر صفحہ ۱۲)

مسئلہ طلاق پر ایک نظر

(۲)

(مریم لودھی ــــــ راولپنڈی)

طلاق پر پانچویں حد بندی

(۳) الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ط

ترجمہ :- "طلاق دو دفعہ ہے ۔ پھر پسندیدہ طور سے (بیوی کو) رکھنا یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کرنا ہے"

اس بارے میں مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے وہ طلاق مراد ہے جس کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے ، جس کی عدت میں خاوند رجوع کر سکتا ہے ۔ اور اسے اصطلاحاً طلاق رجعی کہا جاتا ہے ۔ مگر حق بات تو یہ ہے کہ قرآن حکیم نے دوسری کسی طلاق کا ذکر ہی نہیں کیا ۔ اور نہ اس میں اور نہ حدیث صحیح میں کہیں یہ حکم نظر آتا ہے کہ طلاق کے لئے تین دفعہ طلاق کہنا ضروری ہے ۔ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت ان تکالیف کو دُور کرنے کے لئے نازل ہوئی جو عورتوں کو بار بار طلاق دے کر اور پھر عدت کے اندر رجوع کر کے پہنچائی جاتی تھیں ، اس کا علاج قرآن کریم نے یہی کیا کہ طلاق اور پھر عدت کے اندر بار بار رجوع نہیں ہو سکتا بلکہ صرف دو دفعہ ہو سکتا ہے اس کے بعد اگر تیسری دفعہ طلاق دے تو پھر عدت کے اندر رجوع کا اختیار نہیں اور طلاق پر یہ پانچویں کڑی حد بندی ہے ۔

طلاق بدعی

"الطلاق مرتٰن" میں عرب کی اس بیماری کا علاج بتایا ہے ۔ لیکن اس سے نام نہاد مفتی نے طلاق رجعی اور طلاق بائن کی تفریق کر ڈالی ۔ وہ اس طرح کہ قرآن شریف جو دو مرتبہ طلاق کے بعد رجوع کی اجازت دیتا ہے ۔ تو اسے باطل کرنے کے لئے لوگ عورت پر تین طلاق اکٹھی کہہ دیتے ہیں ۔ جیسا کہ میں ابتدا میں کہہ آئی ہوں ، ہمارے ایک گروہ نے ایسی طلاق کو طریق اسلامی کے خلاف شمار کیا ہے اور اس کا نام طلاق بدعی رکھا ہے ۔ مگر افسوس صد افسوس ! اس بدعت کو دُور کرنے کی کوشش کسی نے نہ کی ۔ بلکہ ہم اسے تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں ۔ ابو داؤد ترمذی و ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ رکانہ نبی کریم صلعم کے پاس آئے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی ہے ۔ تو آپ نے فرمایا تیرا ارادہ کیا تھا ۔ تو عرض کیا میرا ارادہ ایک ہی طلاق دینے کا تھا جس پر رحمت للعالمین نے رجوع کی اجازت فرمائی ۔

بیک وقت تین طلاق پر رسول کریمؐ کی ناراضی

نسائی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلعم کو کسی شخص کے بارے میں خبر ہوئی کہ اس نے اپنی زوجہ کو تین مرتبہ اکٹھی طلاق دی ہے فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عزّ و جلّ و انا بین اظھرکم (مشکوٰۃ)

یعنی آپ سخت ناراض ہو کر اٹھے اور فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ ہنسی کی جاتی ہے اور میں تمہارے درمیان ہوں"۔

مگر آج یہ حالت ہے کہ بلا لفظ ہی تین طلاق ہو جاتا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس الزام کے نیچے ہمارے علماء نہیں ہیں ۔ وہ عوام کو اس سے آگاہ نہیں کرتے کہ یہ طریق طلاق وہ ہے جسے حضور سرور کائنات نے کتاب اللہ کے ساتھ استہزا قرار دیا ہے ۔

صحیح طریق طلاق

دراصل صحیح طلاق وہی ہے جسے طلاق احسن کہا جاتا ہے یعنی یہ کہ مرد عورت کو طہر میں بغیر اس کے کہ اس کے پاس گیا ہو طلاق دے یعنی ایک ہی مرتبہ اور یہی وہ طلاق ہے جو قرآن حکیم کی آیات سے صاف معلوم ہوتی ہے ۔ اور اسی کو اختیار کرنا چاہیئے ۔ دوسرے طریقے اختیار کر کے مسلمانوں کو جو ذلتیں اٹھانی پڑتی ہیں وہ قابل بیان نہیں اور ان کا نتیجہ ہی وہ حیوانیت کا طریق ہے جسے حلالہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ طلاق ایک ہی ہے خواہ سو دفعہ کہی ہو یا تین دفعہ اور خواہ اسے ہر روز کہتا رہے یا ہر ماہ میں ایک دفعہ کہے ۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا ۔ ہاں جب پہلی بار طلاق کا لفظ منہ سے نکالا ہے تو اس وقت سے عدت شروع ہو جاتی ہے ۔ بشرطیکہ عورت کی حالت طہر میں ایسا کہا ہو ، اور اگر طہر کی حالت میں نہیں کہا تو حضرت عمرؓ کے واقعہ کی روشنی میں رجوع کرنا پڑے گا ۔

علاوہ ازیں فامساک بمعروف نہایت پاکیزہ اور اعلےٰ درجہ کا قانون ہے اور حدیث بھی ہے خیرکم خیرکم لاھلہٖ اور پھر اس کے ساتھ تسریح باحسان بھی ضروری ہے یعنی عورت پر احسان کر کے ہی رخصت کرنا چاہیئے ۔

(۴) ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اٰتیتموھن شیئًا الّا ان یخافا الّا یقیما حدود اللہ ۔

(ترجمہ) اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اس (مال) سے کچھ لے لو جو تم نے انہیں دیا ہے ۔ سوائے اس کے کہ دونوں کو ڈر ہو کہ اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے"

چھٹی حد بندی ــــــ حق مہر

یہاں مما اٰتیتموھن سے مراد حق مہر ہے قرآن کریم نے جہاں کہیں مہر کا ذکر کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہر کی رقم عورت کو ادا کر دی جاتی تھی اور آج کل کی طرح فرضی رقم نہ تھی ، البتہ بحالت مجبوری یہ جائز ہے کہ فوری ادائیگی نہ ہو سکے تو بطور قرضہ اسے اپنے ذمہ لے لے اور جس قدر جلد ممکن ہو ادا کرے ۔ یہ طلاق پر چھٹی حد بندی ہے ۔ آجکل جو ہمارے علماء نے ایک فرضی شرعی مہر بتیس روپے تجویز کیا ہوا ہے ۔ اس سے جو قباحتیں پیدا ہو رہی ہیں ہر ایک کو معلوم ہے ۔ اس سے مرد عورتوں کو جس طرح چاہتے ہیں تکلیف دیتے ہیں ۔ مہر کا کوئی حصہ واپس لینے کی صرف دو صورتیں ہیں جن میں سے ایک کا ذکر تو آیات ۲۲۹ تا ۲۳۰ میں آگے آتا ہے اور دوسری کا ذکر سورۃ النساء میں ہے "الّا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ" ۔

خلع کی صورت

(۵) فان خفتم الّا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہٖ ط

ترجمہ :- اسے شرع کی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں یعنی اس صورت میں عورت خود طلاق حاصل کرنا چاہتی ہے ۔ مگر الفاظ یہ ہیں کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے ۔ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ جب عورت خود خواہاں ہو گی تو یہ خطرہ ہے کہ مرد اس پر دباؤ ڈالنے کی زیادہ کوشش کرے گا ۔ بخلاف پہلی صورت کے جہاں زیادتی صرف مرد کی طرف سے ہے یا خواہش طلاق اسی کی طرف سے ہے ۔ فان خفتم میں حکام مراد ہیں ۔ یعنی قاضی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ۔ اور اگر دیکھے کہ خلع ہونا چاہیئے تو خلع کرا دے ۔

صحیح احادیث میں جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی اور اس کے خاوند ثابت بن قیس بن شماس کا ذکر ہے ۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ عورت کو طلاق حاصل کرنے کا اسی طرح حق ہے جس طرح مرد کو طلاق دینے کا حق ہے ۔ لیکن میری بہنوں کو یہ بھی خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ابو داؤد و ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے کہ جو عورت اپنے خاوند سے بلا کسی تکلیف کے طلاق مانگتی ہے ۔ اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے ۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نامو افقت طبع خود ایک تکلیف ہے جو سوہان روح بن کر رہ جاتی ہے ۔

عورتوں پر ظلم

(ب) تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ... فاولٰئک ھم الظٰلمون ۝

ترجمہ :- یہ اللہ کی حدیں ہیں ۔ پس ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں"

مسلمان علماء ان الفاظ پر غور کریں کہ اللہ تعالےٰ ان فتووں کے لحاظ سے انہیں کس گروہ میں شامل کرتا ہے ۔ طلاق کے مسئلہ میں ایک بہت بڑا ظلم مسلمان عورتوں پر ٹوٹ رہا ہے وہ یہ ہے کہ عورت کا حق طلاق حاصل کرنے کا سوائے بہت ہی محدود صورتوں کے تسلیم نہیں کیا جاتا ۔ عورتوں کو اصل حقوق سے محروم کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہزاروں نہیں دلہن عورتیں ایسی ملیں گی جنہیں ان کے خاوند نہ تو بساتے ہیں نہ چھوڑتے ہیں ۔ پھر وہ مجبور ہو کر اپنے خاوندوں کے رویوں کو ہی شرعی تادیب سمجھ کر عیسائی اور ہندو بن جاتی رہی ہیں ۔ محض اس لئے کہ خاوند کے ظلم سے نجات حاصل ہو) اور ہزاروں بہو بیٹیاں تو آج بھی عصمت فروشی کی نذر ہو کر رہ گئی ہیں ۔ مگر ہمارے علماء اور پیروں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور مسلمان ماؤں بہنوں اور بھائیوں کو اپنی آنکھوں سے تباہ ہوتا دیکھ رہے ہیں ۔ دیکھئے اور غور کیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے کس قدر زجر کے

الفاظ فرماتے ہیں۔

ساتویں حد بندی

(۶) فان طلقها فلا تحل له من ـــ تا ـــ یبینها لقوم یعلمون ٥

ترجمہ:۔ "پھر اگر وہ اسے (تیسری بار) طلاق دے دے تو وہ عورت اس کے بعد اس پر حلال نہیں یہاں تک کہ وہ اس کے سوائے کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ پھر اگر وہ اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ اگر وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں اگر ان کو یقین ہو کہ اللہ کی حدود کو قائم رکھیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں وہ انہیں ان لوگوں کیلئے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں"

یہ طلاق پر ساتویں پابندی ہے۔ اصل میں پہلی دو طلاقیں عارضی علیحدگی تھیں۔ کیونکہ ان کے بعد میاں بیوی پھر پہلی صورت میں رہ سکتے ہیں۔ لیکن اس کا فائدہ محض دو دفعہ دیا ہے۔ اور اس لئے فرمایا کہ تیسری مرتبہ طلاق کا لفظ انسان خوب سوچ کر سمجھ کر منہ سے نکالے۔ کیونکہ اس کے بعد دوبارہ تعلقات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے ماسوائے ایک صورت کے کہ وہ مطلقہ بیوی کسی اور خاوند سے نکاح کر لے پھر وہ خاوند بھی اسے طلاق دے دے۔

حلالہ ایک بدکاری ہے

ان الفاظ سے مسئلہ حلالہ اخذ کیا گیا ہے۔ یہ مسلمانوں کی جہالت کی وجہ سے اسلام کے ماتھے پر ایک بدنامی کا ٹیکہ لگا ہوا ہے۔ عام رواج یہ پڑا ہوا ہے کہ جہاں ذرا سی ناچاقی ہوئی خاوند نے جھٹ تین طلاق داغ دیں۔ بعد میں پچھتایا تو ملا صاحب نے "حلالہ" پیش خدمت کر دیا۔ یعنی ایک رات کے لئے کسی دوسرے شخص سے ایک فرضی نکاح ہو جائے، اور صبح کو وہ طلاق دے دے۔ یہ ایک اتنی بڑی لعنت ہے جو مسلمانوں کے گلے پڑی ہوئی ہے کہ عفت مآب عورتوں کو عصمت فروشی کی راہ پر ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ـــ حلالہ کی رسم بھی درحقیقت جاہلیت کی رسم تھی اور حدیث شریف میں صاف ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے لعنت کی ہے (مشکوٰۃ) اور حضرت عمرؓ سے بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس حلالہ کرنے اور کرانے والا لایا جائے گا تو میں دونوں کو سنگسار کر دوں گا۔ اور حضرت عثمانؓ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ غرضیکہ آیت مذکورہ بالا کے اصل معنی یہی ہیں کہ وہ عورت پہلے خاوند کے پاس نہیں جا سکتی جب تک کہ خوشی سے نکاح نہ کرے اور اس نکاح میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو۔ تو یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ جس لعنت کو رسول اللہ اور صحابہ نے دور کیا تھا وہ آج مسلمانوں کے گلے پڑی ہوئی ہے اور یہ علماء اسے اتارنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ بھی خیال کرے کہ قرآن شریف کے الفاظ سے اس مسئلہ حلالہ کی تائید ہوتی ہے تو یقیناً وہ اصول قرآنی سے بے خبر ہے۔ قرآن شریف نے کہاں ایک رات یا کسی مقررہ وقت کے نکاح کو جائز رکھا ہے۔ نکاح تو قرآن حکیم کی اصطلاح میں وہی ہو سکتا ہے جو زندگی بھر کے لئے ہو، پھر مرد و عورت کی رضامندی بھی نکاح کے لئے ضروری ہے۔ وہ حلالہ جیسے لعنتی طریق، جو کہا پائی جاتی، یہ صریح زناکاری ہے، جو ہمارے اکثر مفتیوں کے ایماء پر ہوا کرتی ہے ـــ

معلقہ چھوڑنے کی رسم

(۷) واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن ـــ تا ـــ واعلموا ان اللہ بکل شیء علیم (ع)

(ترجمہ):۔ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پھر وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو (یا) انہیں اچھی طرح سے رکھو یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دو اور ان کو دکھ دینے کے لئے نہ روک رکھو اور نہ تم زیادتی کرو۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اللہ کی باتوں سے ہنسی نہ کرو ـــ تا ـــ الخ۔" یہاں سے بھی واضح ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک طلاق ایک ہی ہے کیونکہ اس میں رجوع کا اختیار باقی ہے۔ ورنہ عدت گذرنے کو ہو تو بیوی کو روک رکھنا بے معنی سا رہ جاتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ عورت کو محض ایذا دینے کی خاطر روکے رکھنا ناجائز ہے۔ پس ایسے تمام حالات میں قاضی طلاق دلوا سکتا ہے ہمیں کثرت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں خاوند یہ کہکر عورتوں کو معلقہ چھوڑ دیتے ہیں کہ ہم نہ تو تمہیں طلاق دیں گے، اور آباد کریں گے۔ یہ قرآن شریف کے ساتھ ایک ٹھٹھا ہے۔

عدت کے بعد نکاح

(۸) واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ـــ تا ـــ وانتم لا تعلمون ٥

ترجمہ:۔ یعنی اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور پھر وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو انہیں (اس بات) سے مت روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کر لیں جب آپس میں پسندیدہ طور پر راضی ہوں،...... ...... اور تم نہیں جانتے۔"

جس طرح طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح عدت گذر جانے پر پھر اس خاوند اور بیوی کا نکاح بھی جائز ہے۔ چنانچہ یہی معنی حضرت ابن عباس سے مروی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو اپنی بیوی کو ایک یا دو بار طلاق دے چکا ہے۔ پھر اس کی عدت گذر جائے تب وہ یہ چاہے کہ پھر اس سے نکاح کرے صحیح بخاری میں معقل بن یسار کا واقعہ بھی اسی کی وضاحت کرتا ہے معقل کی ہمشیرہ کو اُن کے خاوند نے طلاق دے دی جب اس کی عدت گذر گئی تو پھر دوبارہ اس سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ معقل نے انکار کیا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی، تو معقل نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح پہلے خاوند سے کر دیا۔ ان کی ہمشیرہ رضامند تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اکٹھی تین طلاقیں ناجائز ہیں۔ کیونکہ آیت مندرجہ بالا سے جو اجازت ملتی ہے وہ اکٹھی تین طلاقوں سے باطل ہو جاتی ہے، اور لطیف اشارہ اس میں یہ بھی ہے کہ ازکیٰ اور اطھر جو کہا تو یہ حلالہ جیسی گندی رسم کی تردید ہے۔

آخر میں مجبوراً مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے مفتیان نے قرآن کریم اور احادیث کے ان کھلے احکام کو نظر انداز کر کے جو طریق اختیار کر رکھا ہے اس کی اصلاح کی طرف پاکستان کی اسلامی حکومت کو خاص توجہ کرنی چاہیئے تاکہ اسلام کے نام پر طلاق کے غلط استعمال سے جو دھبہ آتا ہے اور اس کے ضمن میں جو

الہام الٰہی کا اجراء امتِ محمدیہ میں (بقیہ صفحہ)

میں ملفوف ہونے کی وجہ سے من وراء حجاب کے مصداق ہیں اور قابل تعبیر ہوتے ہیں، کلام کی اس قسم میں انبیاء اور غیر انبیاء دونوں شریک ہیں، اس کی ادنےٰ اور اضعف صورت خوابیں ہیں جو سب انسان بلا لحاظ مذہب و ملت دیکھتے ہیں۔ خود قرآن مجید میں ایک بادشاہ کی خواب کا ذکر ہے جو بظاہر ایمان نہیں رکھتا تھا لیکن اس کی خواب بڑی پر معنیٰ اور واقعات آئندہ پر مشتمل تھی (دیکھو سورۃ یوسف آیت ۴۲) اس سے ظاہر ہے کہ وحی کی ادنےٰ صورت تمام بنی نوع انسان کا ایک عالمگیر تجربہ ہے اور [illegible] تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے یہ استعداد یا ملکہ تمام انسانوں میں اس لئے رکھا ہوا ہے کہ سلسلۂ نبوت پر دلیل قائم ہو جائے۔

کلام الٰہی کا تیسرا طریق یا وحی نبوت

کلام الٰہی کا تیسرا طریق ارسال رسول ہے یعنے جبریل امین کا خدا کے انبیاء پر وحی لے کر آنا۔ یہ وحی کی سب سے اعلےٰ افضل اتم اور اکمل صورت ہے۔ اور قرآن مجید حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی وحی کی صورت میں نازل ہوا ہے

وانہ لتنزیل رب العالمین ٥ نزل بہ الروح الامین ٥ علےٰ قلبک لتکون من المنذرین ٥

(الشعرا آیت ۱۹۳-۱۹۴)

اور اسی صورت میں تمام انبیائے کرام حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیم اور حضرت موسےٰؑ اور دوسرے تمام انبیاء پر وحی نازل ہوئی انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیین من بعدہ (النساء ۱۶۳) اور جو کتب ان پر نازل ہوئیں وہ اسی قسم کی وحی کی حامل ہیں یہ وحی محض انبیائے کرام سے ہی مخصوص اور مختص ہے اس کو وحی نبوت یا وحی متلو کہتے ہیں۔ یعنے وہ وحی جو الفاظ میں پڑھی جاتی ہے۔ اور یہی وہ وحی ہے جو بعد حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو چکی ہے اور الیٰ یوم القیامۃ منقطع رہے گی، اور اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین یعنے آخری نبی ہیں۔

وحی متلو و غیر متلو

حاصل کلام اللہ تعالیٰ نے جو قانون اپنے کلام کے متعلق بیان فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ انبیاء کے ساتھ کلام کا ایک حصہ تو وہ ہے جو ان کی وحی متلو کہلاتا ہے اور جبریل صورت معینہ میں پہنچاتا ہے اور دوسرا وہ جو بذریعہ رؤیا یا کشف ان پر وارد ہوتا ہے یا جو کلام بغیر کلام کرنے والے کے دیکھنے کے کیا جاتا ہے جو اولیاء اللہ میں الہام کہلاتا ہے اور تیسرا وہ جو بذریعہ وحی خفی ان کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ جس پر بعض اوقات الہام کا لفظ بھی بول دیا جاتا ہے یہ وحی غیر متلو ہے۔ صورت اول یرسل رسولاً الی وحی متلو ہی اور یہ انبیاء سے مخصوص ہے اسی لئے اب بعد خاتم النبیین جبریل کا وحی نبوت لے کر آنا ممتنع ہے، وہ مومنوں کی تائیدات کے لئے آتا ہے اور دوسری صورت من وراء حجاب ہے اور تیسری وحیاً۔

وحی نبوت بند۔ وحی ولایت تا قیامت جاری ہے

ان پچھلی دونوں ... صورتوں میں اولیا اور انبیاء دونوں شامل ہیں، اور اس میں حضرت موسیٰ کی والدہ، حضرت مریم علیہما السلام

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳ پر)

خواجہ صاحب نے بڑی ہمت اور قربانی سے کام کیا ہے

جناب میاں محمود احمد صاحب کا ایک بیان خطبہ جمعہ میں!

ایک دوست نے ہمیں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۵۴ء کی طرف توجہ دلائی ہے، جس میں انہوں نے اس بات کی شکایت کرتے ہوئے کہ ایک انگریز مستشرق نے قادیانی جماعت کے تمام مشن لاہور والوں کی طرف منسوب کر دیئے" قادیانی اور لاہوری مشنوں کی تفصیل اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے طریق کار اور قربانیوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :-

"میں افسوس سے کہتا ہوں کہ ایک کام میں ہم ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے مبلغین کی سستی کی وجہ سے ہے۔ لاہور والوں کا اس وقت کوئی مشن نہیں۔ انگلینڈ کا مشن آزاد ہے۔ جرمن میں ایک مشن تھا لیکن وہاں کے مشنری نے استعفیٰ دیدیا ہے۔ امریکہ میں ایک مشن قائم ہوا ہے۔ لیکن مجھے پتہ نہیں کہ آزاد ہے یا نہیں مشن ہمارے ہیں لیکن ہر کتاب کا مصنف جو ان مشنوں کا ذکر کرتا ہے سمجھتا ہے کہ احمدیوں سے مراد لاہوری جماعت کے لوگ ہیں۔ ابھی تک اس کا ازالہ نہیں کر سکے۔ ہمارے مبلغ بعد میں ان کے پاس جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک انگریز اورینٹلسٹ نے ہمارے سارے مشن لاہور والوں کی طرف منسوب کر دیئے۔ ہمارے مبلغ نے اسے توجہ دلائی تو اس نے کہا مجھے علم نہیں تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے انہیں غلط طور پر ایک اور جماعت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اگلے ایڈیشن میں میں اس کی اصلاح کر دوں گا لیکن چھپڑ لگ گیا تو بعد میں کڑ سلے کا کیا فائدہ۔ کوشش تو یہ ہونی چاہیئے کہ چھپڑ لگے ہی نہیں۔

"خواجہ کمال الدین صاحب کے اندر میل ملاقات کا شوق پایا جاتا تھا۔ ہمارے مبلغین میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ سب میں نے انہیں جبراً اس طرف لگایا ہے۔ وہ صرف مسجد میں بیٹھے رہتے تھے ان کی مثال ایک مکھی کی سی تھی جو اپنے چھتے پر بیٹھی رہتی ہے۔ خواجہ صاحب میں میل ملاقات کرنے سوشل تعلقات قائم کرنے اور دوسرے لوگوں کی خاطر مدارات کرنے کا شوق تھا اور موجودہ شہرت ان کی کوششوں ہی کا نتیجہ ہے۔ انگلستان اب بھی مستشرقین کا سردار ہے۔ دنیا کے دوسرے مستشرق بھی انگلستان کے ذریعہ ہی ترقی کرتے ہیں، جرمن کے مشہور مستشرق نولڈ کا نام بھی انگلستان کے ذریعہ ہی مشہور ہوا اسی طرح فرانس کے مستشرقین ہیں انہیں بھی جو ترقی نصیب ہوئی۔ انگریزی زبان کے ذریعہ ہوئی۔ اور اس کی یہ وجہ ہے کہ سلطنت برطانیہ دنیا کے ایک وسیع حصہ میں پھیلی ہوئی ہے، اور پھر امریکہ میں بھی انگریزی بولی جاتی ہے۔ اس لئے انگریزی لٹریچر صرف انگریزوں کے ذریعہ ہی نہیں بلکہ امریکنوں کے ذریعہ بھی باہر جاتا ہے گویا انگریزی زبان کو دوہری طاقت حاصل ہے۔ امریکہ کی قوت اور طاقت اور برطانیہ کی وسیع سلطنت کی امداد اسے حاصل ہے جو کسی اور زبان کو حاصل نہیں۔ ان مستشرقین سے خواجہ صاحب نے تعلقات پیدا کئے اور ان کے تعلقات اور کوششوں کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ وہ لوگ احمدیت اور خواجہ صاحب میں فرق نہیں کرتے۔ جیسے پہلے امریکنوں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ پاکستان اور انڈیا الگ الگ ممالک ہیں۔ وہ پاکستان انڈیا لکھ دیتے تھے۔ گویا پاکستان انڈیا کا ایک حصہ ہے اسی طرح مستشرقین یہی سمجھتے ہیں .... کہ خواجہ صاحب اور احمدیت ایک ہی چیز ہیں انہیں الگ الگ نہیں کیا جا سکتا پھر خواجہ صاحب نے بڑی ہمت اور قربانی سے کام کیا ہے انہوں نے متعدد ممالک کا دورہ کیا۔ اب ہمارے مبلغ ان لوگوں سے ملتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم خواجہ صاحب سے ملے تھے تم بھی انہی سے تعلق رکھتے ہو بیشک خواجہ صاحب کو اس کام کیلئے ایک ذریعہ مل گیا تھا لیکن انہوں نے اس کیلئے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑا اپنے وطن کو چھوڑا۔ اگر تم بھی باہر نکل جاؤ اور خواجہ صاحب جیسا کام کرو تو لوگ تمہاری بھی قدر کرنے لگ جائیں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنا مطالعہ وسیع کرو۔"

(الفضل مورخہ یکم دسمبر ۱۹۵۴ء)

پیغام صلح :- میاں صاحب کے اس بیان پر ہمارا تبصرہ آج کے اخبار "واقعات" میں ملاحظہ کیجئے ؛

ضرورت رشتہ

(۱) ایک معزز پٹھان خاندان کے لئے جو ایف اے پاس اور تجارتی کاروبار کرتا ہے اور جس کی ماہوار آمد کم از کم دو سو روپیہ ہے پٹھان خاندان کی لڑکی کی ضرورت ہے جو انٹرنس پاس ہو، مزید حالات کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں:-

ح۔ج۔ معرفت دفتر اخبار پیغام صلح۔
احمدیہ بلڈنگس لاہور

(۲) دو لڑکوں کے لئے جن میں سے ایک میٹرک پاس ہے اور دو سو روپیہ ماہوار پر ایک مل میں فرد کا کام کرتا ہے، عمر ۲۰ سال۔

دوسرا حافظ قرآن ہے تھوڑا لکھ پڑھ سکتا ہے، ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر ایک مل میں ملازم ہے۔

لڑکی کے لئے تعلیمیافتہ ہونے کی کوئی شرط نہیں غریب گھر ہو تو کوئی حرج نہیں۔

یورپ کا ایک مذبح ـــ (بقیہ صـ ۹)

ہمارے ملک کے متعلق سوال

"آپ کے ملک میں کیا انتظام ہے" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"میرے ملک میں ؟ میں نے چونک کر کہا کیونکہ میں اس سوال کے لئے تیار نہ تھا۔ پھر سوچ کر بولا۔ ہمارے ملک میں بھی ڈاکٹر گوشت کا معائنہ کرتا ہے۔ لیکن آپ جیسی احتیاط نہیں برتتے۔ کچھ عرصہ بعد امید ہے انتظام بہتر ہو جائے گا۔ ہاں دیہات میں تو لوگ جانور کو چیر پھاڑ کر بیچ دیتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا کہ جانور تندرست تھا یا بیمار بس قصاب پر منحصر ہے۔

"لیکن اس طرح گوشت کا استعمال کرنا تو بہت مضر ہے۔ آپ ہماری لیبارٹری میں چلیں تو میں آپ کو دکھاؤں گا کہ جانوروں میں کیسی کیسی خوفناک بیماریاں پوشیدہ ہوتی ہیں"

"بات یہ ہے مسٹر فین سٹرا ہم آپ کی طرح گوشت استعمال نہیں کرتے۔ اور جیسے اپنی ڈیفنس میں ایک بات یاد آگئی۔ ہم گوشت کو خوب پکاتے ہیں۔ اچھی طرح سے بھونتے ہیں۔ میرا خیال ہے اس طرح تمام جراثیم مر جاتے ہیں۔ ہم آپ کی طرح آدھ پکا گوشت نہیں کھاتے۔"

"ٹھیک ہے" مسٹر فین سٹرا نے سر ہلایا۔ "کیا اس طرح پکا کر کھانا آپ [illegible] بھی حکم ہے"

"نہیں [illegible] حکم تو نہیں کوسٹر ہے"

"لیکن اس [illegible] سے گوشت کی غذائیت بھی تو کم ہو [illegible] ہے"

"ہاں یہ تو [illegible] ہے لیکن بیماری کا خدشہ بھی تو کم ہو جاتا ہے" اور پھر میں نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔"

الہام الٰہی کا اجراء امت محمدیہ میں (بقیہ کالم ۳)

یا کبھی [illegible] میں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، اور یہ دونوں صورتیں اب بھی جاری و ساری ہیں اور الی یوم القیامۃ جاری رہیں گی اللہ تعالیٰ کے مقرب اور اس کے اولیاء ان دونوں قسم کی وحی سے متمتع ہوتے رہیں گے۔ جس وحی کا دروازہ بند ہوا ہے وہ وحی نبوت ہے نہ کہ وحی ولایت جو بالاتفاق الرؤیا۔ الہامات کشوف اور رویائے صادقہ پر مشتمل ہے وحی نبوت کی بندش کے ساتھ وحی ولایت کی بندش کو قیاس کر لینا ہی صریحاً غلط نظریہ ہے ؛

تعلیمی پرنٹنگ پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳ۃ
تار کا پتہ "تبلیغ" - لاہور
فون نمبر ۳۷۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — ہست او خیر الرسل خیر الانام
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا — ہر نبوت را بروشد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ اخبار

پیغامِ صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۳ | چہار شنبہ مورخہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ - مطابق ۱۶ فروری ۱۹۵۵ء | نمبر ۷/۹

گرد و پیش

نیویارک میں "امریکن فرینڈز آف دی مڈل ایسٹ" کے زیر اہتمام ایک اہم کانفرنس حال ہی میں منعقد ہوئی جس میں اس سوال کے جواب میں کہ امریکہ اسلامی ممالک ...... ممالک میں کیوں گہری دلچسپی لینے پر مجبور ہے، امریکی مصنف ٹل نے بتایا کہ سب سے پہلے مشرق وسطےٰ موجودہ نظریاتی جد و جہد کے لئے بڑا اہم میدان ہے دوسری وجہ تیل ہے امریکہ سال میں ۳۵۰ کھرب پیپے پیدا کرتا ہے جس کے برعکس مشرق وسطےٰ میں صرف ایک ملک یعنی سعودی عرب کی پیداوار ۴۰۰ کھرب پیپے ہے، امریکہ میں تقریباً پانچ لاکھ تیل کے کنوئیں ہیں جن کی اوسط پیداوار ۱۳ پیپے فی یوم ہے لیکن مشرق وسطےٰ کے صرف پانچ سو کنوؤں سے دن میں ۵۰۰۰ ہزار پیپے بھرے جاتے ہیں، تیسری وجہ یہ ہے کہ امریکی نجی سرمایہ مشرق وسطےٰ کی زراعت اور صنعت کو ترقی دے سکتا ہے، اور اس طرح امریکی مال کی فروخت کے لئے ایک ایسا بازار پیدا ہو سکتا ہے جس کی گنجائش لامحدود ہے۔

اسی کانفرنس میں کئی شرکت کرنے والوں کا پیغام یہ تھا کہ الحاد اور لادینیت کے خلاف اسلام اور مسیحیت آپس میں متحد ہو جائیں اس کی تائید واشنگٹن کے اسلامی سنٹر کے صدر ڈاکٹر ڈاکٹر محمود حب اللہ (مصری) نے کی انہوں نے کہا کہ:- اسلام اور مسیحیت کے درمیان مفاہمت کی بنیاد خود قرآن حکیم میں ڈالی گئی ہے۔ کئی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے ثابت کیا کہ اسلام مسلمانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھیں۔ اسلام تنازعہ پسند مذہب نہیں ہے اور نہ جبر و اکراہ کا قائل ہے۔ مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان جو مخاصمت پیدا ہوئی اس کے وجوہ تاریخی طور پر صرف سیاسی تھے۔ اب وقت آیا ہے کہ ان دو ادیان میں جو باتیں متفق ہیں ان کو زیادہ اجاگر کیا جاسکے"

مصری عالم کے اس پیغام کی تائید پادری ڈاکٹر اسی ایم ہارسنے کی جو واشنگٹن کے مشہور پریس ٹاؤن گرجا کے پادری ہیں۔ جہاں صدر آئزن ہاور اتوار کو عبادت کے لئے جاتے ہیں ڈاکٹر موصوف نے یہ رائے ظاہر کی کہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان دوستانہ اور ہمدردانہ تعلقات صرف بناء پر استوار کئے جا سکتے ہیں کہ ان کے مذاہب کو ملمع نہ دیا جاسکے اور نہ یہ کوشش کی جاسکے کہ ان کے مذہبی اعتقادات میں جو اختلاف ہے وہ فراموش ہو جائے۔ بہانوں کا مطلب مخالفی نہیں۔

غلبۂ قرآن پر معاصر سفینہ کا ریویو — بقیہ کالم نمبر ۲

کتاب نہ صرف کالجوں اور سکولوں کے طلباء کے لئے نہایت ضروری اور مفید ہے بلکہ ہر مسلمان کے لئے اس میں علم و عرفان اور معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے ۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ تعالےٰ بخیر و عافیت ہیں۔

—— خواجہ نذیر احمد صاحب تا حال بیمار ہیں ان کے لئے خاص طور پر دعاؤں کی ضرورت ہے۔

—— محترم شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری اطلاع دیتے ہیں کہ مرحوم ڈاکٹر محمد دین صاحب (کھاریاں) کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر فضل دین صاحب افریقہ میں ایک موٹر کے حادثہ کا شکار ہو کر ہسپتال میں زیر علاج ہیں، ان کی پسلیوں میں شدید ضربات آئی ہیں، ان کی صحت کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

ایک احمدی بچے کا جذبہ

چودھری غضنفر علی صاحب (بد وملہی) کے صاحبزادہ چوہدری غفور احمد صاحب کی اہلیہ چند ماہ ہوئے فوت ہو گئی تھیں، ان کا عقد ثانی حال ہی میں ہوا ہے، ان کے دس بارہ سالہ بچہ محمود اختر نے نئی والدہ کی آمد پر دس روپیہ اپنے والد (چوہدری غفور احمد صاحب) کو دیئے کہ انجمن میں دے دیئے جائیں، جب دریافت کیا گیا کہ کس غرض سے دیئے جائیں تو اس نے جواب دیا کہ میری والدہ کے آنے کی خوشی میں۔

یہ جذبہ بہت ہی قابل قدر اور احمدی بچوں کے لئے لائق تقلید ہے، اللہ تعالےٰ عزیز ممدوح کو عمر طویل عطا کرے اور خادم دین بنائے۔

—— خواجہ محمد عبد اللہ صاحب سیکرٹری جماعت راولپنڈی اطلاع دیتے ہیں کہ:-

"مورخہ ۴ / فروری ۱۹۵۵ء بعد نماز جمعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کا ایک اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب ایم بی بی ایس منعقد ہوا جس میں سال رواں کے لئے عہدہ داران کا انتخاب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تمام عہدہ داران کا انتخاب متفقہ طور پر ہوا اور تمام احباب بھی اس کے لئے لائق صد مبارکباد ہیں۔ مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب ہوئے۔

صدر:- ملک فضل کریم صاحب ٹھیکیدار و منیجر جناح گرلز ہائی سکول راولپنڈی
نائب صدر:- ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب - ایم بی بی ایس
جنرل سکرٹری:- خواجہ محمد عبد اللہ (خاکسار راقم الحروف)
جائنٹ سیکرٹری:- شیخ غلام حسین صاحب

(باقی صفحہ ۹ کالم نمبر ۳ پر)

غلبۂ قرآن پر معاصر سفینہ کا ریویو

روزنامہ "سفینہ" لاہور نے اپنی ۱۵ / جنوری ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتاب "غلبۂ قرآن" پر حسب ذیل ریویو کیا ہے :-

مصنف:- مولانا صدر الدین صاحب - ناشر:- دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ سائز $\frac{20 \times 17}{8}$ ۔ ضخامت ۴۰۴ صفحات - خوبصورت جلد جس پر کتاب اور مصنف کا نام سنہری چھپا ہوا ہے۔ کتاب اردو ٹائپ پر نہایت خوبصورت چھاپی گئی ہے۔ قیمت -/-/4

اس کتاب کی افادی حیثیت کا اندازہ مولانا صدر الدین صاحب کے نام نامی ہی سے ہو جاتا ہے۔ مولانا ایک کہنہ مشق مبلغ اسلام ہیں۔ جو سالہا سال ...... یورپ میں تبلیغ اسلام کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں۔ آپ نے جرمنی میں بھی مدتوں خدمت اسلام کی ہے اور جرمن زبان میں تفسیر و ترجمہ قرآن کا اہم کام بھی مولانا کی کاوشوں کا نتیجہ تھا۔

زیر تبصرہ کتاب "غلبۂ قرآن" مولانا ہی کے زور فکر کا نتیجہ ہے جس میں اہل یورپ کے اس زہریلے پروپیگنڈے کے اثرات کو دور کرنے کی پوری پوری سعی کی گئی ہے۔ جو ان کے پادری نہ صرف مغرب میں بلکہ مشرق میں بھی پھیلا رہے ہیں کہ یہ کتاب (قرآن مجید) اساطیر الاولین سے سرقہ ہے اور خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام نے اسے خود ہی ادھر ادھر سے اکٹھا کر کے (نعوذ باللہ) خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اس پروپیگنڈا کا اثر یہ ہے کہ حاملان کلیسا کے نزدیک ہماری کوئی وقعت نہیں ہے، اور مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اسلامی تعلیم سے مطمئن نہیں ہے۔ مولانا نے نہایت دلکش پیرایہ میں اور نہایت ہی سادہ اور سلیس زبان میں دلائل، براہین، واقعات اور مشاہدات سے اہل یورپ کے اس غلط نظریے کو واشگاف کیا ہے اور جا بجا مثالیں پیش کر کے تعلیم قرآن کی وسعت اور ہمہ گیری کو واضح کیا ہے۔ جس کی نظیر پرانی کتب مقدسہ میں نہیں ملتی، کتاب میں جہاں جہاں آیات قرآنی ہیں وہاں سہولت کے لئے شروع میں اعراب لگائے گئے ہیں۔ آخر پر یہ اعراب نہیں لگے حالانکہ یہ بہت ضروری تھے (باقی کالم اول کے نیچے)

یہ معجزہ مسیح کا مشہور ہوگیا

(از جناب حسنؔ)

ہمارے محترم بھائی مولانا مرتضےٰ خاں صاحب حسنؔ نے ذیل کے اشعار میں حضرت مسیح موعود کے ایک اعجازی کارنامہ کو جو حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے نہایت دلآویز پیرایہ میں نظم کیا ہے جس کے لئے ہم اُن کے تہ دل سے ممنون ہیں، ہمیں امید ہے کہ مولانا ممدوح اس قسم کے اور بھی واقعات جن سے حضرت مسیح موعودؑ زندگی بھری پڑی ہے نظم کرکے قارئین پیغام صلح کی ضیافت طبع اور ازدیاد ایمان کا سامان بہم پہنچائیں گے۔

اک واقعہ عجیب بتاتا ہوں میں تمہیں　　اک معجزہ ہی یہ جو سناتا ہوں میں تمہیں

مشہور ہے جہاں میں محمد علی کا نام　　اس محرمِ رموزِ خفی و جلی کا نام

تھا جو عمل میں علم میں یکتائے روزگار　　جسکو خدا نے خوبیاں بخشی تھیں بیشمار

بے مثل و بے نظیر مفسر قرآن کا　　ممتاز اک مرید مسیح الزّماں کا

اک دن تپ شدید سے وہ مردِ باخدا　　بیمار سخت ہوگیا - اللہ کی رضا

پھیلی ہوئی تھی ان دنوں طاعون کی وبا　　طاعون کیا تھی؟ گویا اجل کا پیام تھا

سمجھا کہ ہو رہا ہوں میں طاعون کا شکار　　بچنے کی اب نہیں کوئی اُمید زینہار

بیتاب دل تھا کرب تھا اور اضطراب تھا　　رگ رگ میں اسکی گویا تھا نشتر چبھا ہوا

جب زندگی سے اپنی وہ مایوس ہوگیا　　بلوا کے دوستوں کو وصیت بھی دی لکھا

جا کر کسی نے حضرتِ اقدسؑ کو دی خبر　　اے حسرتا! اب ہے حالتِ بیمار خستہ تر

چہرہ پہ اسکے یاس کے آثار ہیں عیاں　　گویا وہ ہونیوالا ہی سوئے عدم رواں

نزدِ مریض جلد مسیحِ زماں گئے　　اور یوں لسانِ صدق سے گوہر فشاں ہوئے

میرے حبیب! کیوں تجھے اتنی ہے بے کلی؟　　طاعون تجھکو چھو سکے ممکن نہیں کبھی

محفوظ ہے جو دار میں میرے مقیم ہے[1]　　ایسا ہی مجھ سے وعدۂ ربِّ رحیم ہے

طاعون ہو اگر تجھے اے مردِ نیک نام　　جھوٹا ہی میرا سلسلہ جھوٹا مرا کلام

کہکر یہ ہاتھ نبض پہ رکھا امام نے　　اس مردِ برگزیدہ علیہ السّلام نے

رکھتے ہی ہاتھ نبض پہ تپ دُور ہوگیا
یہ معجزہ مسیح کا مشہور ہوگیا

[1] حضرت کا الہام تھا انی احافظ کل من فی الدار یعنی حضور کے دار میں رہنے والے طاعون سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا بیان

جناب حسنؔ نے حضرت مسیح موعودؑ کے جس اعجازی کارنامہ کو اپنی نظم میں بیان کیا ہے، اس کے متعلق حضرت مسیح موعود کا اپنا حسب ذیل ہے:-

"ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان میں بھی طاعون تھی مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو سخت بخار ہوگیا اور ان کو ظن غالب ہوگیا کہ یہ طاعون ہے اور انہوں نے مرنے والوں کی طرح وصیت کردی اور مفتی محمد صادق صاحب کو سب کچھ سمجھا دیا اور وہ میرے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے جس گھر کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ الہام ہے انی احافظ کل من فی الدار تب میں انکی عیادت کے لئے گیا اور ان کو پریشان اور گھبراہٹ میں پاکر میں نے اُن کو کہا کہ اگر آپ کو طاعون ہوگئی ہے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعوےٰ الہام غلط ہے یہ کہکر میں نے اُن کی نبض پر ہاتھ لگایا یہ عجیب نمونہ قدرتِ الٰہی دیکھا کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد پایا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا۔"

حقیقۃ الوحی صـ۲۵۳
نشان نمبر ۱۰۳

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— ۱۶ر فروری ۱۹۵۵ء

ندائے فتح نمایاں

"قرآن میں حضرت عیسٰی کے زندہ آسمانوں پر چلے جانے اور دوبارہ آنے کا کوئی ذکر نہیں حضرت عیسٰی یہودیوں کی سازشانہ تدبیروں سے بچ کر کسی اور طرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے جہاں انہوں نے عمر کا باقی حصہ گذارا یعنی وہ وہاں کہلاً کی عمر تک پہنچ گئے تھے، کسی آنے والے کا تصور ——— وہ کوئی پرانا نبی ہو یا نیا، مسیح ہو یا مہدی، قرآن کی کھلی تعلیم کے خلاف اور ختم نبوت کے نقیض ہے تھے، حضور صلعم آخری نبی اور قرآن آخری کتاب ہے، رسول اللہ صلعم کے بعد امت مسلمہ کو اس کتاب کا وارث بنایا گیا ہے اور اس امت کے قرآنی نظام کو اس کتاب کو عملاً نافذ کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے، مسلمانوں کی توجہ کو ملت اور نظام کے تصور سے ہٹا کر افراد کی طرف منتقل کر دینا عجم کی انہی سازشوں میں سے ایک تھی جس کے ذریعے انہوں نے اس امت کو صراط مستقیم سے ہٹا کر دوسری راہوں پر ڈال دیا، ان کا دوبارہ صراط مستقیم پر آنا اپنے ہاں قرآنی نظام رائج کرنے سے ہوگا نہ کہ کسی مزعومہ آنے والے کے ہاتھوں، آنے والوں کا دور رسول اللہ پر ختم ہو گیا"

ہفتہ وار "طلوع اسلام" مؤرخہ ۱۲ر فروری ۱۹۵۴ء

"طلوع اسلام" کے اس بیان کے پہلے فقرات اس فتح نمایاں کا ایک کھلا ثبوت ہیں جو حضرت مجدد وقت کو اللہ تعالیٰ نے مسئلہ حیات و وفات مسیح کے بارہ میں عطا کی، آج سے نصف صدی پہلے کون اس بات کو ماننے کے لئے تیار تھا، کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر نہیں گئے اور اسی دنیا میں اپنی طبعی عمر پا کر فوت ہو گئے، کون اس بات کا قائل ہو سکتا تھا کہ وہ یہودیوں کی سازشانہ تدبیروں سے بچکر کسی اور طرف ہجرت کر کے چلے گئے" یہ انکشاف سب سے پہلے کس نے کیا تھا کہ "قرآن میں حضرت عیسٰی کے زندہ آسمانوں پر جانے اور دوبارہ آنے کا کوئی ذکر نہیں" بلکہ اس سے بڑھ کر قرآن ہی سے کس نے یہ ثابت کیا تھا کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح اور تمام دوسرے انبیاء کی مانند اس دنیا میں فوت ہو چکے ہیں، کیا یہ حضرت مرزا صاحب ہی نہ تھے جنہوں نے سب سے پہلے اس حقیقت کو دنیا پر واضح کیا، آپ نے اس کو ایک معمولی مسئلہ کہکر ٹال دیں گے، لیکن خیال کیجئے کہ جب اس کا انکشاف کیا گیا اس وقت کیا فتنے اطراف عالم سے حضرت مرزا صاحب پر لگایا گیا، جو طوفان مخالفت اس وقت اس پر بپا ہوا کیا کوئی کہہ سکتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کو اس کے مقابلہ میں کوئی کامیابی نصیب ہوگی، لیکن آج انکے اشد ترین مخالف بھی اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ "قرآن میں حضرت عیسٰی کے زندہ آسمان پر چلے جانے اور دوبارہ آنے کا کوئی ذکر نہیں" اور کہ وہ "یہودیوں کی سازشانہ تدبیروں سے بچکر کسی اور طرف ہجرت کر کے چلے گئے" اور وہاں کہلاً کی عمر تک پہنچکر فوت ہو گئے، یہ وہ فتح نمایاں ہے، جس کا وہم بھی آج سے چند سال پہلے نہ ہو سکتا تھا اور یہی درحقیقت حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے، کیونکہ اس وقت جب آپ نے یہ آواز اٹھائی ایک طرف عیسائیت کا زور تھا جو اسی حیات مسیح کے عقیدہ کو مسیح کی خدائی کا ثبوت قرار دیتے تھے اور حضرت سرور کائنات صلعم پر زبان طعن دراز کرتے ہوئے (کہ وہ اس فضیلت کو نہ پا سکے) مسلمانوں کو دھڑا دھڑ عیسائی بنا رہے تھے اور دوسری طرف مسلمان علماء کی طرف سے ایک شور قیامت بپا تھا کہ مرزا کشتنی و گردن زدنی ہے کیونکہ مسیح کے رفع جسمانی کا وہ قائل نہیں اور اسے فوت شدہ قرار دیتا ہے، انہی حالات میں اس مرد خدا نے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا مرثیہ پڑھتے ہوئے دل درد و گداز سے یہ صدا بلند کی ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند ✣ مگر مدفون یثرب را نداد ندایں فضیلت را

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند ✣ دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

اور اس نے کمال دلیری کے ساتھ وفات مسیح کے مسئلہ کو قرآن اور کتب تاریخ سے ثابت کر کے ایک طرف عیسائیت کو شکست فاش دی اور دوسری طرف اپنے دگو پن کے شور و غوغا کا مقابلہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ؎

کجا خو غائے شاں برخاطرمن وحشتے آرد ✣ کہ صادق بر نہ دلے شور محشر گر بلند قیامت ہا

کیا یہ عزم و ہمت، حق و صداقت کے لئے یہ بہادرانہ اقدام اور تمام قسم کی مخالفتوں کا دلیرانہ مقابلہ اس مرد خدا کی صداقت کا کھلا ثبوت نہیں؟

نہ صرف وفات مسیح بلکہ ختم نبوت کو بھی اس کی اصلی صورت میں قائم کرنے والا یہی مرد خدا تھا، جس نے سب سے پہلے یہ صدا بلند کی کہ نبی کریم صلعم کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آ سکتا، اور جو لوگ مسیح ناصری کے دوبارہ نزول کے قائل ہیں وہ اپنے اس عقیدہ سے ختم نبوت کو عملاً توڑتے ہیں، کیا یہ مرزا ہی کی تحریرات نہیں، جن سے متاثر ہو کر آج طلوع اسلام وفات مسیح کا اعلان کرتا اور کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کو ختم نبوت کے منافی قرار دے رہا ہے تعجب ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی انہی تحریروں کو وہ آج ذہنی کوفت کا موجب قرار دیتا ہے، اسے غور کرنا چاہیئے کہ یہ انہی تحریرات کا نتیجہ ہے کہ نہ صرف وہ خود وفات مسیح کی حقیقت کو سمجھنے کے قابل ہوا بلکہ انہی باطل شکن تحریرات نے پرستاران صلیب کا وہ زور و شور ختم کر دیا جو امت مسلمہ کو تثلیث کی آغوش میں لئے چلا جا رہا تھا، گویا یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب نے کسر صلیب کا وہ کام عملاً کر دکھایا جو حدیثوں میں مسیح موعود کا کام قرار دیا گیا ہے، اس کام میں جو نمایاں فتح حضرت مرزا صاحب کو حاصل ہوئی، اور آج آپ کے نام لیواؤں کو یورپ اور امریکہ میں حاصل ہو رہی ہے، وہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ آپ فی الواقعہ اس صدی کے مجدد اور مسیح اور مہدی تھے، اور اسی سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مسیح اور مہدی کی آمد کا خیال کوئی عجمی سازش کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے جو اپنے وقت پر پوری ہو کر آپ کی صداقت اور اسلام کی عظمت کا موجب ثابت ہوئی، اس کو عجمی سازش کا نتیجہ قرار دینا نہ صرف اپنی عقل و فہم کا ماتم کرنا، اور واقعات کو جھٹلانا ہے، بلکہ آنحضرت صلعم کی اس پیشگوئی کا انکار کرنا ہے جو آج ہمارے اور تمام دنیا کے سامنے پوری ہو کر ازدیاد ایمان کا موجب ہو رہی ہے۔

رہا "طلوع اسلام" کا یہ خیال کہ امت کا "دوبارہ صراط مستقیم پر آنا اپنے ہاں قرآنی نظام رائج کرنے سے ہوگا نہ کہ کسی مزعومہ آنے والے کے ہاتھوں، آنے والوں کا دور ختم ہو گیا" یہ بجائے خود ایک مستقل صحبت کا طالب ہے، اور آئندہ اشاعت میں ہم اس پر غور کریں گے۔

دہوکہ سے بچیں!

ایک شخص چوہدری احمد علی نام جو اپنے آپ کو چک نمبر $\frac{56}{22}$ اوکاڑہ ضلع منٹگمری کا باشندہ ظاہر کرتا ہے، ہماری جماعت کے مختلف احباب کے پاس جا کر طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے روپیہ ٹھگتا پھرتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ دسمبر ۱۹۵۴ء میں قاضی سید احمد شاہ صاحب بھیری سکنہ گوبند پورہ منڈی بھلوال ضلع سرگودھا کے پاس گیا، اور ان سے یہ کہکر بیس پچیس روپیہ حاصل کئے کہ کوئی مہاجر لڑکا جو اوکاڑہ میں اس کی دوکان پر کام کرتا تھا ساڑھے سات سو روپیہ لیکر بھاگ گیا ہے اسکی تلاش میں آیا تھا، لیکن جیب میں جو کچھ تھا خرچ ہو گیا، اس نے یہ بھی ظاہر کیا کہ جماعت احمدیہ لاہور سے میرا تعلق ہے اور جلسہ سالانہ پر میں آؤں گا اور وہاں یہ رقم واپس کر دوں گا۔ اس کے بعد یہی شخص قاضی سید احمد صاحب کا ایک فرضی رقعہ لیکر چوہدری فضل داد صاحب منڈی للہ موسیٰ کے پاس انکے گاؤں ٹبہ بولے شاہ میں گیا، اور ان سے تیس روپیہ حاصل کئے۔

قاضی سید احمد صاحب جلسہ سالانہ پر اس شخص کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ نہ ملا، اوکاڑہ کے احباب سے اسکے متعلق دریافت کیا تو سب نے اس سے عدم واقفیت ظاہر کی، اب چوہدری فضل داد صاحب بھی اسکی تلاش میں ہیں، معلوم نہیں اور بھی کوئی دوست ایسے ہوں جن سے اس نے ٹھگی کی ہو۔ اس لئے

اخبار و افکار

روس میں دہریت و الحاد

مسٹر سی ایم لطیف نے جو پاکستانی اقتصادی وفد کے ہمراہ روس گئے تھے بٹالہ انجینئرنگ کمپنی کے مزدوروں کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے بتایا:۔

"روس کی نئی نسل بہت تیزی سے مذہب سے بیگانہ ہوتی جا رہی ہے اس وقت روس میں صرف پانچ فیصدی اشخاص ایسے ہونگے جو عبادت گاہوں میں جانا پسند کرتے ہیں"۔

ایک اور سیاح گیانی گورکھ سنگھ مسافر حال ہی میں روس کے دورہ سے واپس آئے ہیں، انھوں نے اپنے تاثرات بھارتی اخبار "ملاپ" میں شائع کئے ہیں جن میں روسی مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:۔

(۱) ہم تاشقند کی جامع مسجد دیکھنے گئے، نماز کا وقت ہونے پر ۲۰-۲۵ آدمی موجود تھے اور وہ بھی سب کے سب بوڑھے کوئی بھی نوجوان نہیں تھا ازبکستان کے مفتی اعظم بابا خان کے فرزند قاضی ضیاء الدین ہمارے ہمراہ تھے۔ ہم لوگ مسجد کے اندر جوتے اتار کر داخل ہوئے۔ لیکن قاضی ضیاء الدین جوتوں کے ہمراہ ہی مسجد میں داخل ہوئے کسی بھی جگہ انھوں نے جوتا نہیں اتارا۔

(۲) پردے کا رواج قریباً ختم ہو چکا ہے

(۳) ترکمانیہ کے علاقہ میں پہنچتے ہی ہم نے محسوس کیا کہ لباسوں میں چستی نہیں اور لوگوں کے چہروں پر رونق نہیں ہے، ہر طرف ایک بھدا پن، غربت اور پسماندگی نظر آتی تھی۔

(۴) تاشقند کے چیف انجنیئر مسٹر مولاؤ حت سے ہم نے پوچھا آپ کا مذہب کیا ہے؟ وہ بولے:۔

"میرے والدین پکے مسلمان تھے اور ہم پکے دہریہ ہیں"

یہ ہے روس، جس کا دعوےٰ ہے کہ اس نے اپنے اشتراکی لائحہ عمل کے ذریعہ تمام ملک کو مفلسی اور قلاشی سے نکال کر نہایت خوشحال ۔ ۔ ۔ بنا دیا ہے، مندرجہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ اقتصادی حالت درست ہونے کے بجائے مفلسی زیادہ ترقی کر رہی ہے، ہاں دہریت و الحاد پھیلانے اور لوگوں کو مذہب سے دور لے جانے میں روس کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان مسلم زادوں کے حال پر رحم فرمائے جن کے باپ دادا "پکے مسلمان" تھے اور وہ "پکے دہریئے" بن چکے ہیں۔

اسلام اور مسیحیت

نوائے وقت ... [illegible] نامہ نگار نے اس کانفرنس کا حال لکھتے ہوئے جو "امریکن فرینڈز آف دی مڈل ایسٹ" کے زیر اہتمام منعقد ہوئی بتایا ہے کہ اس کانفرنس میں الحاد و لادینیت کے مقابلہ کے لئے اسلام اور مسیحیت کے اتحاد پر زور دیا گیا، اور مصری عالم محمود حب اللہ اور مسیحی پادری ڈاکٹر ای ایم ہاورز نے اس کی تائید میں تقاریر کیں ان کی تقریروں کے خلاصے اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہیں، اس میں شک نہیں کہ اسلام اور مسیحیت کا اتحاد دونو مذاہب کے پیرووں کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور باہمی غلط فہمیوں کو رفع کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہو سکتا ہے، اور جیسا کہ پادری ہاورز نے تجویز کیا ہے اگر دونو مذاہب اپنے اپنے مذہبی اعتقادات کو قائم رکھتے ہوئے باہم دوستانہ اور ہمدردانہ تعلقات پیدا کریں اور دونو مذاہب مل کر خدائے واحد پر ایمان لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کریں تو الحاد و لادینیت کا یہ ایک موثر علاج ہوگا، قرآن کریم نے بھی ایسے اتحاد کی طرف اہل کتاب کو دعوت دی ہے یا اهل الكتاب تعالوا الیٰ كلمة سواء بيننا و بينكم الا نعبد الا الله ولا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات پر کھڑے ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوائے کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اور نہ ہمارے بعض لوگ بعض لوگوں کو اپنا رب بنالیں۔

اگر ہمارے مسیحی دوست اس کلمہ سواء پر آ جائیں جس کی دعوت قرآن کریم آج سے چودہ سو برس پہلے سے دے چکا ہوا ہے تو دہریت والحاد کا مقابلہ تو ہوگا ہی دونو مذاہب کے بہت سے اختلافات بھی ختم ہو جائیں گے اور دنیا دیکھ لے گی کہ اسلام ہی کی تعلیم سب سے زیادہ معقول اور مذہب کا حقیقی تسلط دلوں میں بٹھانے کا موجب ہے۔

یہود کے نقش قدم پر

"مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام المسلمین دروازہ شیرانوالہ لاہور" کا ایک خطبہ معاصر "نوائے پاکستان" (۲۱ر جنوری) میں شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی ہے:۔

لتتبعن سنن من قبلكم شبراً بشبر و ذراعاً بذراع

ترجمہ:۔ تم ضرور پہلوں (یہود و نصاریٰ) کے طریقوں پر چلو گے بالشت بھر بالشت، ہاتھ بھر ہاتھ (ناپ میں پورا اترو گے)

مولانا کو آج معلوم ہوا، جماعت احمدیہ تو مدت سے پکار رہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی آج حرف بحرف پوری ہو چکی ہے اور امت محمدیہ کے علماء اور ان کے پیرو یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چل رہے ہیں الفاظ پرستی اور حقیقت سے اغماض، مامور من اللہ کا انکار، اور پیر پرستی میں حد سے زیادہ غلو آج ہمارے علماء اور عوام کا شیوہ ہو چکا ہے جو یہود و نصاریٰ کی نمایاں خصوصیات ہیں، اور تفصیلات میں اگر جائیں تو شبراً بشبر و ذراعاً بذراع کا نقشہ ہو بہو نظر آئے گا الا ماشاء اللہ۔

کیا مولوی احمد علی صاحب ان حقائق پر غور کر کے بتائیں گے کہ جب امت میں یہود و نصاریٰ کے خصائل پیدا ہو چکے ہیں تو ان کی اصلاح کے لئے کسی مسیح و مہدی کی ضرورت نہیں؟

سیکولر حکومت میں مذہبی تعصب

بھارت کی حکومت سیکولر نظام پر مبنی ہے یعنے کسی مذہب کے ساتھ اس کا تعلق نہیں تاہم آئے دن خود حکومت کی طرف سے ایسے احکام صادر ہوتے رہتے ہیں جن میں مذہبی تعصب کا رنگ نمایاں ہوتا ہے اس کی ایک تازہ مثال یو-پی کے گورنر مسٹر کے ایم منشی کا ایک سرکاری اعلان ہے جس میں صوبہ یوپی کے اندر ذبیحہ گاؤ کو جرم قرار دیا گیا ہے خبر میں بتایا گیا ہے کہ جس وقت گورنر کا یہ اعلان صوبائی اسمبلی اور صوبائی کونسل کے اجلاس میں پڑھ کر سنایا جا رہا تھا اس وقت کئی ہزار گئو بھگت اسمبلی ہال کے باہر گئو ماتا کی جے کے نعرے لگا رہے تھے۔

مسٹر کے ایم منشی کا یہ اعلان بھارت کے سیکولر نظام کے کہاں تک مطابق ہے، کیا یہ خالص ہندوانہ ذہنیت کی پیداوار نہیں؟ کیا اس میں ہندو مذہب کے عقیدہ کی کھلی حمایت نہیں؟ کیا اس میں اسی ملک کی دو بڑی اقلیتوں (مسلمان اور عیسائی) کے جائز حقوق کا کھلے بندوں قلع قمع نہیں کیا گیا؟

پاکستان پر تو یہ الزام ہے کہ وہ مذہبی نظام حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اور اس نے اپنے آپ کو اسلامی سلطنت قرار دیا ہے، لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ اس اسلامی سلطنت میں کسی بھی اقلیت کے حقوق کو کسی رنگ میں پامال کیا گیا؟ بھارت میں تو صرف ذبیحہ گاؤ کی بندش کے احکام صادر ہو رہے ہیں اور "گئو ماتا کی جے" کے نعرے لگ رہے ہیں بلکہ دوسرے مذاہب کو تبلیغ سے بھی روکا جا رہا ہے، چنانچہ حال ہی میں عیسائیوں کو تبلیغ مذہب سے منع کر دیا گیا ہے اس کے خلاف پاکستان میں عیسائی کھلے بندوں تبلیغ کرتے ہیں اور کوئی رکاوٹ ان پر نہیں۔

حیرت ہے کہ اس کھلے مذہبی تعصب کے ہوتے ہوئے بھارت سیکولر نظام حکومت کا دعویٰ کس منہ سے کر رہا ہے۔

اگر وہ جاں طلب کرتے ہیں تو جاں ہی سہی
بلا سے کچھ تو نپٹ جائے فیصلہ دل کا
اگر ہزار بلا ہو تو دل نہیں ڈرتا
ذرا تو دیکھئے کیسا ہے حوصلہ دل کا
(مسیح موعود)

حکومت کی بنیاد احسان و کرم اور عدل و انصاف پر ہونی چاہیئے

حضرت نبی کریم صلعم اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا طرزِ حکومت

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

"حکومت وہ پسندیدہ ہے جو موجب برکات ہو، باوجود اقتدار و اختیار اور قدرت کے حکومت کی اساس احسان و کرم پر رکھی جائے اور عدل و انصاف کے اندر بھی اصلاح و ہمدردی کار فرما ہو اور اہل حکومت کے دلوں میں جذبۂ انتقام کارفرما نہ ہو جیسا کہ فرمایا وسعت رحمتی کل شئی اس قسم کی حکومت حضور نبی کریم صلعم نے کرکے دکھائی اسی قسم کی حکومت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے کرکے دکھائی"

سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا:۔

تعلیمات قرآن کا نچوڑ

یہ سورت جس کو ہم روزانہ بار بار اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں، اس کے اندر قرآن کریم کی تعلیمات کا نچوڑ ہے قرآن کی تعلیمات کا نچوڑ یہ بھی ہے کہ خدا کی عبادت کی جائے اس کے احکام کی تعمیل کی جائے، اس کی تعلیم پر عمل کیا جائے اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی کی جائے۔ ان کی تکالیف کو دور کرنے کے لئے زور لگایا جائے، اور اسلام کی تعلیم یہ بھی ہے کہ مسلمان محض نماز پڑھنے کے لئے نہیں محض روزہ رکھنے کیلئے نہیں، حج کرنا ہی اس کے لئے ضروری نہیں بلکہ وہ اپنے ہر قول و فعل میں دنیا کے لئے نمونہ ہونا چاہیئے، اس کی گھریلو زندگی اس کا لین دین، اس کی تجارت اس کی طرز حکومت تمام دنیا کی قوموں کے لئے نمونہ ہونی چاہیئے

سورۃ فاتحہ میں حکومت کرنے کا اصول

چنانچہ اس سورۃ میں مسلمان کو حکومت کا طریق بھی سکھایا ہے۔ فرمایا صفت مالک یوم الدین سے پیشتر صاحب حکومت میں چار صفات ہوں جیسا کہ اللہ و رب و رحمٰن و رحیم کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں وہ صاحب کمال و صاحب احسان ہو وہ رحمانیت و رحیمیت کے رنگ میں رنگین ہو۔ ان صفات سے متصف ہو کر عدل و انصاف کی کرسی پر بیٹھے تو اس کی حکومت بابرکت ہوگی۔ تبارک الذی بیدہ الملک وھو علےٰ کل شئی قدیر۔ حکومت وہ پسندیدہ ہے جو موجب برکات ہو باوجود اقتدار و اختیار و قدرت کے، الغرض حکومت کی اساس احسان و کرم پر رکھی جائے اور عدل و انصاف کے اندر بھی اصلاح اور ہمدردی کار فرما ہو اور اہل حکومت کے دلوں میں جذبۂ انتقام کار فرما نہ ہو جیسا کہ فرمایا وسعت رحمتی کل شئی۔ اس قسم کی حکومت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرکے دکھائی اور اسی قسم کی حکومت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے کرکے دکھائی۔

اس لئے ہر ایک شخص جو سکول یا کالج کا افسر ہے، ضلع کا ڈپٹی کمشنر ہے یا کسی دفتر کا افسر ہے، یا کسی صوبہ یا مرکز کا وزیر ہے، اس کے عدل کی اساس رحمت اور فضل پر ہونی چاہیئے، حکومت ایسی ہو جو برکات کا سرچشمہ نظر آئے۔

خدا تعالیٰ مطلق العنان بادشاہ کی طرح نہ ظالم ہے نہ قانون کو توڑتا ہے

اللہ تعالےٰ علیٰ کل شئی قدیر ہے، حالانکہ اسے سب چیزوں پر قدرت حاصل ہے، تاہم وہ ایک مطلق العنان بادشاہ کی طرح نہیں، بلکہ جو قانون اس نے بنایا ہے اس کے مطابق رحمت اور فضل بھی کرتا ہے اور عدل و انصاف بھی ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید، ہماری بات ٹھکانہ کی ہے، ہمارا قانون بدلتا نہیں، ہم ایک قانون بنا کر کسی وجہ سے اسے توڑتے نہیں، نہ کسی کی دوستی اور پیار کی وجہ سے اور نہ کسی کی دشمنی اور مخالفت کی وجہ سے وما انا بظلام للعبید یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کسی قوم کا فرد اگر ہماری زد میں آجائے تو اس کو خواہ مخواہ تکلیف پہنچائیں، یہ بھی نہیں کہ کسی کی رعایت کرنے پر آئیں تو قانون کو توڑ دیا جائے۔

خدا کی حکومت میں میزان و عدل

پھر یہ بھی فرمایا والسماء رفعھا ووضع المیزان۔ تم نے ہماری حکومت دیکھی؟ آسمانوں کو بلند کیا، کوئی ستون نظر نہیں آتے جن پر وہ کھڑے ہوں، ووضع المیزان ان کے اندر ایک تناسب ہے، ایک میزان ہے یہ ہماری حکومت اسی قسم کے میزان اور عدل و انصاف پر مبنی ہے الذی خلق فسوّٰی اس نے ہر ایک چیز کو پیدا کرکے پھر اسے کمال تک پہنچایا الذی قدر فھدیٰ ہر ایک چیز کا اندازہ اس نے مقرر کیا اور پھر اسے صحیح رستہ پر چلایا جس طرح اجرام کے حجم مقرر کرنے میں اندازہ ہے ان کی رفتاروں کا بھی اندازہ ہے، ان کے فاصلوں کا اندازہ ہے، یہ توازن و عدل ہے جس کی وجہ سے یہ تمام اجرام سماویہ اپنے مفوضہ کام سرانجام دے رہے ہیں، اور دنیا کے لئے برکات کا سرچشمہ بنے ہوئے ہیں یہ اسی میزان یا عدل کی وجہ سے ہے جو خدا کی حکومت میں نظر آتا ہے۔

انسانی خلقت میں تناسب

اسی طرح انسان کے اندر بھی ایک تناسب رکھا گیا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ہم نے انسان کو بہترین تقویم عطا کی ہے اس کے اندر عقل اور فہم رکھا۔ قوت ارادی اسے دی اس کو ضمیر یعنی نفس لوامہ سے مسلح کیا اور عدل و انصاف کا مادہ اسے دیا، اس کی جسمانی خلقت کی طرح روحانی خلقت میں بھی ایک تناسب ہے، تم نے دیکھا اگر اس کے جسم کے اندر تناسب نہ رہے تو وہ بیمار ہو جاتا ہے، ڈاکٹر کہتے ہیں جسم میں لوہا کم ہو گیا، کیلسیم کی کمی ہو گئی ہے، وٹامن کی کمی ہے، اس کے ٹیکے لگنے چاہئیں، وٹامن بی کے ٹیکے لگنے چاہئیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تناسب خدا نے اس کے جسم میں رکھا تھا وہ بل جاتا ہے تو وہ بیمار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی اس کے اندر غصیلہ پن زیادہ ہو جاتا ہے اس کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے گویا اس کے اخلاق کا بھی ایک تناسب مقرر ہے۔ جس کے بگڑنے سے بہت نقصان ہوتا ہے

اخلاق میں تناسب کے کم ہونے پر سزا

تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا جس طرح آسمانوں کے اندر تناسب ہے، جس طرح سورج چاند اور باقی اجرام سماوی ایک تناسب اپنے اندر رکھتے ہیں، اسی طرح انسان کے جسم اور اس کے اخلاق کے اندر بھی ایک تناسب ہے، اگر اخلاق کا تناسب کم ہو جائے تو اس کے لئے سزا ہے، لیکن فرمایا کہ ہم یونہی سزا نہیں دے دیتے، پہلے اپنی ربوبیت سے کام لیتے ہیں، رحمانیت کا برتاؤ کرتے ہیں، رحیمیت دکھاتے ہیں، اس کے بعد اگر وہ قانون سے ہٹ جائے اور غلط رستہ پر ہی اصرار کرے تو پھر اسے سزا دیتے ہیں، ہم مالک یوم الدین ہیں۔ عدل کے قائم کرنے کے لئے سزا بھی نہایت ضروری ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا عمل

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن سکھایا تو اس پر خود عمل کرکے دکھایا اسکو اپنے عمل سے قائم کیا اور فرمایا انا اول المسلمین میں سب سے پہلے سزا کا مستحق ہوں، اگر اس پر عمل نہ کروں، اپنی ازواج مطہرات کو حکم دیا لستن کاحد من النساء تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو، تم پر سب سے بڑی ذمہ واری ہے، اگر تم ایسا ویسا کام کرو تو تم دگنی سزا کی مستحق ہو گی، اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تمہارا بھروسہ اس پر نہ ہو کہ پیغمبر کی بیٹی ہو۔ میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا، عمل کرو یہی تمہارے کام آئیں گے اور فرمایا انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم اگر میں احکام کو توڑوں تو میرے لئے بھی سزا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا طرزِ حکومت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی انسان دنیا میں نظر نہیں آتا۔ تاریخ عالم میں کوئی ایسا انسان نہیں پایا جاتا وہ رحیم و کریم بھی ہے، لیکن عدل و انصاف میں بھی کمال کے درجہ پر ہے، ایک دفعہ ایک قریشی عورت چوری کے الزام میں پکڑی گئی، لوگوں نے بہت منت سماجت کی کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ اگر اسے سزا دی گئی تو قوم بدنام ہو جائے گی۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم تمام دنیا کو معاف کر سکتے ہیں، مگر چوری کرنے والے کو معاف نہیں کر سکتے۔ آپؐ نے فرمایا هلك من كان قبلكم اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد والذی نفسی بیدہ لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدها۔ تم سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہو گئیں کہ ان کے غریب آدمی اگر جرم کرتے تو انہیں سزا دی جاتی اور اگر امیر آدمی مجرم ہوتے تو انہیں چھوڑ دیا جاتا تھا[1] یہ قوم کو ہلاک کرنے والی باتیں ہیں۔ کہ بڑے آدمیوں کا لحاظ کیا جائے۔ کبھی کسی کی ڈپٹی کمشنری کا لحاظ ہے، کسی کی امیری اور وجاہت انصاف سے روک دیتی ہے، کبھی کبھی یہ لحاظ ہوتا ہے کہ ہر دلعزیزی میں فرق نہ آئے، یاد رکھو وہ خدا کا پرستار نہیں، جو عدل اور انصاف کرنے میں کسی کے رعب یا امارت کا خیال کرتا ہے یا اپنی ہر دلعزیزی کو قائم رکھنے کے لئے انصاف نہیں کرتا۔ محمد رسول اللہ صلعم جیسا رحیم و کریم انسان جس نے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ اس نے دوسروں کے جرائم کو کبھی نہیں بخشا خواہ وہ کتنا ہی قریبی یا بڑے سے بڑا انسان ہو، اس نے قوموں کے اندر عدل و انصاف کو قائم کیا ہے۔ ایک یہودی اور مسلمان کا مقدمہ آپ کے سامنے پیش ہوا بڑے بڑے آدمی اس کی سفارش کے لئے آئے کہ مسلمان کو اگر سزا ہو گئی تو بدنامی ہو جائے گی لیکن یہ بدنامی کا خیال تو انگریز کو ہوتا تھا اخذته العزة بالاثم عزت و وقار کا خیال اس سے نا انصافی کراتا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم کا عمل کیا ہے مسلمان کو سزا ہو گئی اور یہودی چھوٹ گیا، اسکو عدل و انصاف کہتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا طرزِ حکومت

حضرت ابوبکرؓ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا نقشہ نظر آتا ہے۔ بہت رحیم و کریم انسان تھے۔ لیکن جب ان کے سامنے لوگوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے، تو ان کے خلاف لشکر کشی کا حکم دے دیا۔ حضرت عمرؓ جیسے جابر انسان نے بھی ان سے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی جائز نہیں مسلمان کا قتل ناجائز ہے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نہیں مانتے، ان کا فہم ان کی فراست، ان کی عقلمندی کا تقاضا یہی تھا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں کو باغیوں میں شمار کیا جائے۔ انہوں نے کہا یفرقون بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق پیدا کرنا[؟] ایک پر عمل کرنا اور دوسرے کو چھوڑ دینا کہاں جائز ہے؟ اس پر بڑی بحث ہوئی، آخر اس بحث میں حضرت عمرؓ کو بھی سمجھ آ گئی، اور انہوں نے کہا اب میں سمجھ گیا ہوں، آپ جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے باوجود اپنی حلیمی اور بردباری کے یہاں تک فرمایا کہ خدا کی قسم اگر کوئی طاقتور کسی ضعیف کا حق چھین لے تو وہ میرے نزدیک کمزور ترین ہے جب تک اس ضعیف کا حق اسے واپس نہ دلا دوں، اور ایک یہ بھی بات فرمائی جو سب سے بڑی بات ہے فرمایا ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا قلت لکتاب اللہ ما لیس لی به علم اے ابوبکر اگر تو اپنے نفس کی خاطر کتاب اللہ کی طرف وہ بات منسوب کرے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو کونسا آسمان تجھ پر سایہ ڈالے گا اور کونسی زمین تجھے برداشت کرے گی، کیا ایمان ہے، کیا تقویٰ ہے، کس قدر خوف الٰہی ہے اپنے احکام کے متعلق فرمایا اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہٗ جب تک خدا اور اس کے رسول کے احکام کا اتباع کروں اس وقت تک میری اطاعت کرو اور جب اُن سے ادھر ادھر ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کرو، یہ ہے ابوبکرؓ اور یہ ہے ان کا مقام۔

حضرت عمرؓ کا طرزِ حکومت

اور حضرت عمرؓ نے تو کمال ہی کر دیا کہ اپنے بیٹے کو پبلک میں سزا دی، عمرو بن عاص کے بیٹے کو جب اس نے ایک قبطی کو مارا مصر سے بلا کر پبلک میں سزا دی، عدل و انصاف کی کرسی بڑی مشکل ہے، انسان کی ہر دلعزیزی میں فرق آتا ہے، دشمنیاں مول لینی پڑتی ہیں۔ فوت ہونے لگے تو اپنے جانشین کو غیر مسلم رعیت کے متعلق ذیل کے الفاظ میں وصیت فرمائی اوصیہ بذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم وان لا یکلفوا الا طاقتھم میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی پناہ میں آ گئے ہیں ان کے حقوق کو محفوظ رکھے ان کی عزت اور مال و جان کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کو جنگ کرنی پڑے تو اس سے دریغ نہ کیا جائے وان لا یکلفوا فوق طاقتھم ان کی طاقت سے بڑھ کر ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے، ان سے خدمت نہ لی جائے۔

حکومت میں عدل و انصاف ضروری ہے

اس کو کہتے ہیں فرض شناسی اور اس کو کہتے ہیں عدل و انصاف۔ اگر انصاف سے کام نہ لیا جائے تو دنیا میں فساد عظیم برپا ہو جائے گا، ایک کمزور ڈاکٹر کی ہمت نہیں پڑتی کہ وہ اس عضو کو کاٹ ڈالے جس میں زہر پیدا ہو گیا ہو، اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ تمام جسم میں زہر پھیل جاتا ہے، اسی طرح اگر ایک جج عدل و انصاف سے کام نہ لے تو یہ فساد کا موجب ہو گا هلك من كان قبلكم۔ اس سے قومیں ہلاک ہو جاتی ہیں۔

نبی کریم صلعم اور آپ کے ساتھیوں پر قرآن کی حکومت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اور دماغ پر خدا کی اور خدا کے قرآن کی حکومت ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا سر قرآن کے آگے جھکا ہوا ہے، حضرت عمر بڑا بارعب انسان ہے، لیکن قرآن کے سامنے مجال نہیں کہ دم مار سکیں، ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے احرام کی حالت میں ایک ہرنی کو مارا ہے بتلائیے مجھے کیا کرنا چاہیئے، فرمایا عبدالرحمٰن بن عوف کو بلاؤ، جب وہ آ گئے تو دونوں نے مل کر فیصلہ دیا۔ اس پر سائل نے کہا کہ میں تو آپ کے پاس آیا تھا کہ آپ امیرالمومنین ہیں، لیکن آپ نے خلیفہ وقت ہو کر عبدالرحمٰن بن عوف سے مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا یہی قرآن کا حکم ہے یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم الخ اس میں دو آدمیوں کو اس مسئلہ کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے جب تک دو آدمیوں کا پنچ نہ قائم ہو میں کس طرح فیصلہ دے سکتا تھا، کیا قرآن دانی ہے اور کیا سر جھکا ہوا قرآن کے آگے، ایک دفعہ ایک اعرابی آیا اور کہا اے عمرؓ ہم نے تیرا انصاف کبھی نہیں دیکھا اور نہ کبھی تیری سخاوت دیکھی ہے انت لا تحکم بالعدل ولا تعطینا بالجزل، بھلا حضرت عمر سے بڑھ کر انصاف کرنے والا کون ہو سکتا ہے، آپ کے چہرہ پر خفگی کے آثار نمودار ہوئے تو ایک صاحب نے کہا، قرآن میں رسول اللہ صلعم کو حکم ہوا ہے خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین وھذا من الجاھلین، معافی دو، نیک بات کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو اور یہ شخص جاہلوں میں سے ہی ہے یہ آیت سننا تھا کہ آپ کا غصہ فرو ہو گیا فما تجاوز عمر لانہ کان وقافا لحدٖ کتاب اللہ اور وہیں گردن جھکا دی، آپ کی صفت بیان کی گئی ہے کان وقافا عند کتاب اللہ کتاب اللہ کے سامنے آپ ٹھہر جاتے تھے، یہ تھا اسلام اور یہ تھیں اس کی برکات اسی وجہ سے اسلام بڑھا اور پھیلا اور پھولا۔

پاکستان کے تمام اداروں میں فرض شناسی کی ضرورت

اب مسلمان اسی پر فخر کرتا ہے کہ ہم کنتم خیر امۃ کے مصداق ہیں، لیکن اگر تمہارے لین دین، نماز روزہ میں یہ اثر نہیں آتا تو اس کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ پاکستان کے ہر ایک ادارہ کو اس کے تمام افسروں کو،[2] سول اور فوج میں کام کرنے والوں کو، ریلوں میں کام کرنے والوں کو فرض شناسی اور عدل و انصاف کی توفیق دے، اگر فرض شناسی نہ ہو، عدل اور انصاف نہ ہو تو کوئی ملک اور کوئی حکومت اور کوئی ادارہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرض شناسی سکھائے اور توفیق دے کہ اپنے معاملات کو کتاب اللہ کے مطابق عدل و انصاف کے ساتھ چلائیں۔

[2] اس کے ڈپٹی کمشنروں کو، اس کے ججوں کو، اس کے وزیروں کو

یورپ کا ایک مذبح

(از شیخ محمد طفیل صاحب۔ ایمسٹرڈم (ہالینڈ))

((۲))

ذبح سے پہلے بے حس کرنیکا طریقہ

"اچھا آپ جو ذبح کرنے سے پہلے جانور کو پستول مار کر سٹن (بے حس) کرتے ہیں تو اس کا کیا فائدہ ہوتا ہے"

"تاکہ اس کو کم سے کم تکلیف ہو" مسٹر فین سٹرا نے کہا۔ "لیکن ہمارے ذبح قانون میں یہودی بغیر سٹن کئے ہوئے جانور کاٹ سکتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ پسند نہیں۔ سٹن کرنے سے جانور ایک دم زمین پر گر پڑتا ہے اور اسے ذبح کرنا آسان بھی ہوتا ہے اور جانور کے لئے کم تکلیف دہ اس لئے کہ سٹننگ کے بعد فوراً اس پر غشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے یہودی جانور کی ٹانگوں میں رسی باندھ کر اسے گراتے ہیں پھر ذبح کرتے ہیں"۔

"جب آپ جانور کو سٹن کرتے ہیں تو کیا اس کا امکان نہیں کہ وہ صدمہ سے مر جائے"

"ہاں اگر اسے کافی عرصہ کے لئے ویسے ہی چھوڑ دیا دیں تو بالآخر وہ مر ہی جائے گا لیکن ہم تو فوراً اس کے گلے پر چھری پھیر دیتے ہیں"

"تو کیا آپ ہر جانور کو علیحدہ علیحدہ ذبح کرتے ہیں میرا خیال تھا کہ آپ کے پاس گلوٹین کی طرح آری کی مشین ہوتی ہے جس کے نیچے بہت سارے جانوروں کو کھڑا کر کے ایک دم ان کی گردنیں علیحدہ کر دی جاتی ہیں"

"نہیں نہیں ہمارے ہاں یہ دستور نہیں۔ اور جہاں تک مجھے علم ہے یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی نہیں۔ ہاں امریکہ میں کہیں کہیں اس قسم کی مشینوں سے کام لیا جاتا ہے لیکن مجھے چونکہ اس قسم کی مشین دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اس لئے میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا"

"سٹننگ کا رواج امریکہ میں بھی ہے" مسٹر فین سٹرا نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ان کا طریق ذرا مختلف ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں دو طرح سے بے حس کرتے ہیں۔ ایک پستول سے اور دوسرا بجلی کی کرنٹ سے۔ سوروں کو ہم بجلی کی کرنٹ سے بے حس کرتے ہیں ایک آلہ ہوتا ہے جیسے ڈاکٹروں کے پاس سٹیتھسکوپ ہوتی ہے۔ اس سے جانور کے کانوں کو گردن کے پیچھے سے جکڑ لیتے ہیں۔ اس کا دوسرا سرا قینچی کے ہینڈل کی طرح ہوتا ہے جسے سٹن کرنے والا شخص تھامتا ہے۔ کرنٹ پاس کرتے ہی جانور آنکھیں بند کر کے زمین پر گر پڑتا ہے۔ جب اس کے جسم سے اعصابی تشنج ختم ہو جاتا ہے تو وہ آخری بار اپنے جسم کو اکڑاتا ہے اس وقت اس کی شہ رگ میں چاقو گھونپ دیتے ہیں۔ یورپ کے بعض ممالک میں سور کو ذبح کرنے کا ایک اور طریق بھی ہے۔ سٹننگ کرنے کے بعد اسے پچھلی ٹانگوں سے اونچا لٹکا دیتے ہیں اور گردن میں چاقو سے سوراخ کر کے اس کا خون ایک برتن میں جمع کر لیتے ہیں ایمسٹرڈم میں یہاں سے تھوڑی دور بجلی کے ذریعہ اس طریق سے خون چوس کر نکال لیتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے لوہے کی ایک مضبوط نوکدار نلکی سے اس کی گردن میں پنکچر کر دیتے ہیں۔ یہ دیکھئے میرے پاس جرمن رسالہ میں اس کی تصویر ہے"

اور انہوں نے ایک رسالہ میری طرف بڑھایا میں نے اشتیاق سے اس کے اوراق الٹے تو ایک ذبح خانہ کی تصویر پر نظر پڑی جس میں دو گائیں زمین پر کٹی پڑی تھیں۔

"یہ کونسی جگہ ہے؟"

"یہ کوپن ہیگن کی تصویر ہے وہاں بھی جانور کو اسی طرح ذبح کرتے ہیں جس طرح ہمارے ہاں۔ پچھلے دنوں مجھے جنوبی فرانس کا ایک پرائیویٹ فلم دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں لوہے کا ہتھوڑا سر پر مار کر جانور کو بے ہوش کر دیتے تھے یہ طریق سخت ظالمانہ ہے۔ اور مجھے انتہائی ناپسند"

مذبح کے اندر

"اچھا چلئے اب میں آپ کو اس جگہ لے چلوں جہاں جانور کٹتے ہیں۔ امید ہے آپ کی طبیعت اس منظر کو برداشت کر سکے گی"

"امید تو ہے" میں نے کہا۔ "ویسے میرے آنے کی غرض بھی یہی تھی کہ آپ کے ذبیحہ کے طریق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں"

یہ کہکر ہم مذبح کے اندر چلے گئے۔ سامنے گائیوں کی لائن لگی ہوئی تھی اور ڈاکٹر پاس کھڑا ایک ایک کر کے جانوروں کو دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دور جا کر بائیں طرف گوشت کے دھڑ چھت سے لٹکے ہوئے ایک بڑے ہال سے نکل رہے تھے۔ کنڈوں کے اوپر پہیئے جڑے ہوئے تھے، اور ان پہیوں کے لئے چھت میں نصب شدہ گارڈوں میں چلنے کا راستہ بنا ہوا تھا۔ اوپر کی طرف دیکھا تو ان پہیوں کے چلنے کے لئے بہت سی راہیں سیدھی۔ خم کھاتی ہوئی اور پُر پیچ نظر آئیں۔ دو راہے، سہ راہے، چوراہے اور بعض مقامات پر آٹھ آٹھ اور نو نو راستے مختلف سمتوں کو نکلتے تھے۔ جب جانوروں کے دھڑ صاف ہو چکتے ہیں تو ڈاکٹر معائنہ کر کے "ٹھیک ہے" کی مہر لگا دیتا ہے اس وقت گوشت کو اس طریق سے نکال کر یا تو کولڈ روم میں پہنچا دیتے ہیں یا ایک دوسرے بڑے ہال میں جہاں سے لدکر یہ شہر کی مختلف دکانوں میں تقسیم کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ کولڈ روم میں گوشت بہت دنوں تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ یہاں گوشت رکھنے کے لئے کچھ کرایہ لیا جاتا ہے۔ ان جگہوں تک پہنچانے کے لئے چھت پر جو پٹڑیاں بنی ہوئی ہیں کام دیتی ہیں۔

جب ہم ہال کے قریب پہنچے تو اس قسم کا ٹریفک جاری تھا اور اندر جانا مشکل ہو رہا تھا۔ مذبح کے ڈائرکٹر کو قریب کھڑے دیکھ کر ایک ملازم نے اشارہ کیا اور یہ ٹریفک فوراً بند ہو گیا۔

مذبح ہال میں

ہال میں داخل ہوئے تو ہر طرف جانوروں کے جسموں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، کہیں کھال اتاری جا رہی تھی کہیں گرم پانی سے گوشت کو دھویا جا رہا تھا۔ ساتھ ساتھ فرش کی صفائی کا انتظام بھی موجود تھا۔ ایک دروازے سے کچھ جانور اندر گھسیٹ کر لائے جا رہے تھے تمام ہال بخارات سے بھرا پڑا تھا۔ آٹھ دس گز تک نظر کام کرتی تھی اس کے بعد ہر شے دھندلے سائے حرکت کرتے نظر آتے تھے۔ ایک عجیب ہنگامہ بپا تھا، ہٹو بچو کا شور، انسانوں کی آوازیں، جانوروں کی آوازیں۔ چھت پر ریل کے پہیوں کی آوازیں۔ فرش دھونے والے پائپوں کی آوازیں۔ فرش پر جانوروں کے پاؤں رگڑنے کی آوازیں اور جیسے ہمارے قریب فرش پر گرے ہوئے جانوروں کی ٹانگوں میں پھر سے جان پڑ گئی ہو، اور ہم سنبھل کر ذرا پیچھے ہٹ گئے تاکہ خون کی چھینٹیں ہمارے کپڑوں پر نہ پڑیں۔

"ابھی تک اس میں جان باقی ہے" میں نے فین سٹرا سے کہا۔

"ہاں کچھ کچھ زندگی کے نشان ہیں"

اور ایک منشی قسم کے انسان نے قریب آ کر اس جانور کے کان کے ایک حصہ کو چاقو سے کاٹ کر اس پر ایک نشان لگایا اور اسے ایک تار میں پرو دیا اور اپنی نوٹ بک میں یادداشت لکھ لی۔

"جب تک جانور میں زندگی کے کچھ آثار قائم رہیں اسے اس طرح کان نہیں کاٹنا چاہیئے تھا۔ لیکن شاید اسے جلدی ہے"

جب اس شخص نے ڈائرکٹر کو اپنے قریب کھڑے دیکھا تو فوراً جھینپ گیا اور سلام کر کے ایک طرف کو ہٹ گیا۔ لیکن فین سٹرا اسکو کچھ کہنے کی بجائے مجھے لے کر آگے بڑھ گئے۔

خون سے لتھڑے ہوئے فرش پر چلنا مشکل ہو رہا تھا۔ چونکہ اس طرف تازہ تازہ جانور کٹے تھے اور ابھی تک فرش کی صفائی نہیں ہوئی تھی اس لئے ہم ذرا بچ بچ کر چل رہے تھے۔

سٹن کرنے کا طریق

پستول چلنے کی آواز نے مجھے چونکا دیا ذرا فاصلے پر ایک جانور دھڑام سے زمین پر گر گیا۔ اور ایک دوسرے شخص نے اس کے گلے پر ایک ہی بار چھری چلا کر اسے چھوڑ دیا جانور کی گردن سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔

جس شخص نے پستول چلائی تھی مسٹر فین سٹرا نے اسے اشارے سے اپنے پاس بلایا اور اپنا پستول دکھانے کے لئے کہا۔ پستول میں سے گولی نکلنے کی بجائے لوہے کی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

جواہر ریزے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ

مسلمان کون ہے؟

عن عبداللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلم وہ ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اسے ترک کر دے جس سے اللہ نے روکا ہے۔

افضل اسلام

عن ابی موسیٰ قال قالوا یا رسول اللہ ای الاسلام افضل قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

ابو موسیٰ سے روایت ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کونسا اسلام افضل ہے فرمایا (اس کا) جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

نوٹ:- افسوس ہے کہ آج مسلمان ہی مسلمانوں کے ہاتھ اور زبان سے ایذا پا رہے ہیں۔

ایمان کی حلاوت تین باتوں میں

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار۔

انس سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی حلاوت کو پا لیا۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوائے اسے سب سے بڑھ کر محبوب ہوں اور یہ کہ ایک شخص سے محبت کرے تو فقط اللہ کے لئے محبت کرے اور یہ کہ کفر کی طرف لوٹ آنا اسے ایسا ناگوار ہو کہ جیسے اسے آگ میں ڈالا جائے۔

نوٹ:- حلاوۃ الایمان سے مراد ہے اطاعت میں لذت کا پیدا ہونا اور دین کے بارے میں مشقتوں کا برداشت کرنا اور دنیا پر دین کو مقدم رکھنا۔ اور اللہ اور رسول کو ایک ہی حکم میں رکھا ہے کیونکہ یہاں ذکر احسان اور اطاعت کا ہے اور خدا کا احسان ہم پر خصوصیت سے بذریعہ رسول ہی معلوم ہوتے ہیں۔

طاقت کے مطابق عمل کرنے کا حکم

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امرھم امرھم من الاعمال بما یطیقون قالوا انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ ان اللہ قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فیغضب حتی یعرف الغضب فی وجہہ ثم یقول ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب انہیں کوئی حکم دیتے تو ایسے عملوں کا حکم دیتے جن کو وہ کر سکتے (صحابہ) نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کی طرح نہیں اللہ تعالےٰ نے آپ کی حفاظت کر دی ہے اس سے جو پہلے آپ کی کمزوریوں سے گذر چکا اور جو پیچھے رہا تو آپ ناراض ہوتے یہاں تک کہ ناراضگی آپکے چہرہ پر دیکھی جاتی پھر فرماتے کہ تم میں سب سے زیادہ تقویٰ کرنے والا اور سب سے بڑھ کر اللہ کو جاننے والا میں ہوں۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم صلعم صحابہ کو اعمال شاقہ نہیں بتاتے تھے، بلکہ سہل اعمال کی ہدایت کرتے تھے بعض کے دل میں یہ خیال گذرا کہ ہم کو نبی کریم صلعم سے زیادہ شاقہ اعمال بجا لانے کی ضرورت ہے کیونکہ آپ کے تو کل ذنوب پہلے اور پچھلے اللہ تعالیٰ نے ڈھانک دیئے اور ہم گنہگار ہیں اس لئے اس کا کفارہ زیادہ اعمال شاقہ سے ہونا چاہیئے اس پر نبی صلعم ناراض ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے غفر کا یہ منشاء نہیں کہ اعمال شاقہ کر کے گناہ *

حدیث میں مسیح موعود کے لئے ابن مریم کے بجائے مثیل مسیح کے لفظ کیوں استعمال نہ کئے گئے

گورداسپور کے تحصیلدار سے حضرت مسیح موعود کا مکالمہ

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

مہدی حسن صاحب۔ میں صرف یہ پوچھتا ہوں کہ جب احادیث میں مسیح ابن مریم کا لفظ آیا ہے۔ اور یہ علم ہے۔ پھر اس کی تاویل آپ کیوں کرتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود:- یہ تاویل ہم نے خود نہیں کی ہے بلکہ قرآن شریف نے اس کی حقیقت بتلائی ہے۔ جہاں یہ لکھا ہے ضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا الخ و مریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا (سورہ تحریم) اس آیت میں صاف طور پر اللہ تعالےٰ نے ایک مسیح ابن مریم کے اس امت میں پیدا ہونے کی خبر دے دی ہے۔ اور یوں تو ایسا ہر مومن جو کتب اور کلمات اللہ کی تصدیق کرے اور قانتین اور عابدین میں سے ہو۔ اور اپنے فرج کو محفوظ رکھے۔ مریم کہلاتا ہے اور اس میں نفخ روح ہو کر وہ خود عیسےٰ ابن مریم بن جاتا ہے کیونکہ مریم کو تو بوجہ عورت ہونے کے نفخ روح سے حمل ہو گیا لیکن مردوں کو تو حمل نہیں ہوتا اس لئے مردوں میں اس نفخ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود مسیح ہو جاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے ان آیات میں دو قسم کے آدمیوں کی مثال بیان کی ہے۔ ایک تو وہ ہیں جو دفع شر کی درخواست کرتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اپنی نیکیوں کو کمال تک پہنچایا ہے اول الذکر وہ لوگ ہیں جو نفس لوامہ کے ماتحت ہیں اور احصنت فرجھا والے دوسرے ہیں۔ اب سوچکر بتاؤ۔ کہ خدا تعالےٰ نے جو یہ کہا کہ ہم اس میں اپنی روح پھونک دیتے ہیں۔ کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ بھی مریم کی طرح حاملہ ہو جاتے ہیں۔ سچ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں جیسے ابن مریم کی مثال دے کر بتا دیا ہے کہ اس امت محمدیہ میں جو مسیح موعود آنے والا ہے۔ وہ اسی رنگ پر آئے گا۔ اور احادیث میں اماماکم منکم کہکر صاف کر دیا ہے اور یہاں فنفخنا فیہ من روحنا رکھ دیا۔ اس لئے مجھے ایک دفعہ مریم کا الہام ہوا۔ یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ۔

مہدی حسن صاحب:- رسول اللہ صلعم نے ان الفاظ میں کیوں کہا۔ یہ کیوں نہ کہدیا کہ مثیل مسیح آئے گا؟

حضرت مسیح موعود:- یہ اعتراض آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں نہ مجھ پر۔ اور پھر یہ اعتراض بھی اپنی ناواقفی سے کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صاف طور پر کھول کر بیان فرما دیا کہ اماماکم منکم۔ اور قرآن شریف کے مطابق آپ نے فرمایا کہ وہ ۱۲۰ برس کی عمر پا کر فوت ہو گئے۔ اور آپ نے معراج کی رات ان کو مردوں میں دیکھا۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگاتے ہیں۔ کہ آپ نے قرآن شریف کے خلاف فرمایا۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ اپنا اعتبار رکھتے ہیں۔ آپ جو بار بار کہتے ہیں۔ کہ میں نے کتابیں پڑھی ہیں۔ یہ مسئلہ آپ نے کس کتاب میں دیکھا ہے۔

مہدی حسن صاحب:- میں آپ کو رنج دلانے کے لئے نہیں آیا۔

حضرت مسیح موعود:- رنج کیا۔ مجھے تو رنج آ ہی نہیں سکتا۔ میرا تو یہ کام ہے کہ خدا تعالےٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دوں۔ اور ہر پوچھنے والے کو جواب دوں۔ مجھے رنج نہیں آتا آپ پر رحم آتا ہے کہ آپ دانستہ ایک امر کو چھوڑتے ہیں۔ میں اپنے دعوے کو قرآن شریف کی بناء پر بیان کرتا ہوں...... مقدم قرآن شریف ہی ہے مگر آپ حدیث کے ایک لفظ پر (باقی صفحہ ۱۲ پر)

احمدی نوجوانوں کے نام ـــــــ!

مسعود اختر صاحب

احمدی جماعت کا ایمانی جوش اور قربانیاں

میرے نوجوان عزیزو! آپ اس جماعت کے فرد ہیں جو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنے کا موجب ہوئی۔ اگر آپ احمدیت کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ چند ہزار نفوس کی ایک چھوٹی سی جماعت نے دنیا میں کتنا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ انقلابی جماعتیں اور بھی ہیں اور واقعی وہ انقلاب کا باعث ہوئیں۔ لیکن ان کے پیدا کئے ہوئے انقلاب اور ہمارے پیدا کردہ انقلاب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دوسری انقلابی جماعتوں کی پشت پر یا تو بڑی بڑی حکومتیں تھیں یا انہوں نے جو انقلاب پیدا کئے وہ کشت و خون کے مرہون منت ہیں۔ لیکن یہ اللہ کے بندوں کی چھوٹی سی جماعت نہ تو کسی حکومت کا آلۂ کار تھی نہ ہی اس نے کشت و خون اور غنڈہ گردی کا سہارا لیا۔ البتہ اس کا سہارا ایک عقیدہ اور ایک ایمان تھا اور وہ تھا زندہ خدا کے زندہ نبی کا زندہ مذہب۔ ہم نے یہ انقلاب اپنی ذاتی قربانیوں سے پیدا کیا۔ ہمارے بزرگوں نے اپنی جان و مال اس ایمان پر نچھاور کر دیئے۔ انہوں نے راتوں کی نیندیں حرام کیں دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا۔ اور دیوانہ وار اپنی دھن میں لگے رہے۔ وہ ایمان جو مسیح موعود نے ان کے دلوں میں پیدا کیا۔ ان کے دلوں میں ان کی روحوں میں ایک ایسی برقی رو پیدا کر گیا کہ وہ مستانہ وار اپنی دنیاوی اغراض سے بالاتر ہو کر اس مشن کو پورا کرنے کے لئے مستعد ہو گئے جو مسیح موعود کی بعثت کا مقصد تھا۔

اسلام کا دورِ انحطاط

اگر ہم قبل احمدیت کے زمانہ پر نظر ڈالیں تو حیران ہو جائیں گے کہ اس وقت اسلام کس مظلومیت کی حالت میں تھا عیسائی اور آریہ اسے ختم کر چکے تھے۔ مغرب کے مشنری دنیا کے کونے کونے میں دندناتے پھرتے تھے اور ببانگِ دہل کہتے تھے کہ ہم نے اسلام کو مار لیا۔ وہ اسلام اور بانئے اسلام پر نت نئے حملے کرتے تھے۔ لیکن اسلام کے جو نام لیوا تھے شاید چپ سادھنے میں ہی ان کو اپنی خیریت نظر آتی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا پیدا کردہ انقلاب

ایسے انحطاط کے دور میں نہیں اسلام کی اس مظلومیت کے زمانہ میں خداوند تعالےٰ نے اپنے ایک بندے کو پیدا کیا۔ اس کے دل کو عشقِ خدا، عشقِ اسلام اور عشقِ رسولؐ سے معمور کیا۔ اور وہ ان تمام حملوں کے سامنے ایک مضبوط چٹان بن کر کھڑا ہو گیا۔ مخالفت کے طوفان آتے اور اس چٹان سے ٹکرا کر پلٹ جاتے۔ اسلام کی یہ ڈھال ہر حملے کو پسپا کر دیتی۔ یہاں تک کہ دیکھتے ہی دیکھتے حالات نے ایک زبردست پلٹا کھایا۔ اور وہی مظلوم اسلام پھر سربلند ہو گیا۔ حملہ آور پادری اور پنڈت پناہ گاہیں ڈھونڈھنے لگے۔ یورپ کے وہ مشنری جو نئے فلسفہ اور نئے علوم سے لیس ہو کر اسلام پر حملہ آور ہوئے تھے اب بجائے حملہ کرنے کے اپنے مذہب کا بچاؤ کرنے لگے ہیں انہیں اپنے مذہب کو اسلام کے حملوں سے بچانا مشکل ہو گیا۔ اس بطل جلیل نے ثابت کر دیا کہ اسلام تمام مذاہب سے بہتر مذہب ہے اور اسلام کا نبی تمام انسانوں سے بہتر انسان ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ دوسروں کے باطل عقاید کی اس طرح دھجیاں اڑائیں کہ وہ دم بخود ہو گئے۔ خدا نے اپنے اس بندے کی مدد کے لئے نیک لوگوں کی ایک جماعت بنانے کا سامان کر دیا اور وہ اس کے روحانی نور سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے اور اپنے وعظ و تبلیغ اور عملی نمونہ سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ اسلام ایک عظیم ترین طاقت ہے۔ یہ اتنی زبردست فتح تھی جس کی نظیر گذشتہ صدیوں میں نہیں ملتی۔

کیا یہ انقلاب کافروں کا پیدا کردہ ہے

آج یورپ تو یورپ دنیا کا ہر انسان یہ مانتا ہے کہ حضرت محمد صلعم اللہ کے رسول تھے۔ بلکہ ایک بہت بڑی اکثریت تو آپ کی دوسرے رسولوں پر برتری کی بھی قائل ہو چکی ہے۔ یہ سب کام کس کا کیا ہوا ہے کوئی ہے جو یہ دعوےٰ کرے کہ یہ اس نے کیا۔ لوگ کہہ تو دیتے ہیں کہ احمدیت نے کیا کیا۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اگر یہ کام احمدیت نے نہیں کیا تو خدا کے لئے بتاؤ کہ یہ ذہنی انقلاب کس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ مجھے رحم آتا ہے ان لوگوں کی حالت پر کہ کچھ کیا دھرا تو ہے نہیں اور کام کرنے والوں کو کافر بنانے کے درپے ہیں۔ کاش اب بھی عقل سے کام لیں اور حق کی مخالفت میں بالکل اندھے نہ ہو جائیں۔ ہمارے لئے یہ کفرسازی کی مشین کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ ہر امام کے خلاف ہر خدا پرست کے خلاف اس مشین سے کفر کے فتوے ڈھالے گئے۔ لیکن نہ آج وہ فتوے باقی ہیں اور نہ وہ فتوے دینے والے البتہ اللہ کے بندوں کا نام قائم ہے اور رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

قوم کے آئندہ معمار

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہم اس شخص کی جماعت کے نوجوان ہیں جس کے سر اسلام کی روحانی فتح کا سہرا ہے کسی قوم کے نوجوان اس قوم کے آئندہ معمار ہوتے ہیں۔ ہمارے بہت سے بزرگ جنہوں نے جوانی کے عالم میں اس پودہ کو سینچنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ آج ایک عظیم الشان درخت بن چکا ہے اس عالم فانی سے گزر گئے۔ جو چند ہیں وہ بھی چند دن کے مہمان ہیں۔ ویسے میری دعا ہے کہ خدا انہیں اسلام کی خدمت کے لئے ایک لمبی عمر عطا فرمائے لیکن موت تو ہر ایک کو آنی ہے۔ یہ ذمہ داریاں آہستہ آہستہ ہمارے کندھوں پر آ رہی ہیں اور آنے والی ہیں۔ تو میں پوچھتا ہوں کیا ہمارے نوجوان اس کے لئے تیار ہیں؟ حق تو یہ ہے کہ ہم میں صلاحیت موجود ہے لیکن مجھے معاف کیا جائے اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے نوجوان اس سے بالکل لاپرواہ ہو گئے ہیں۔ زبانی دعوے سے کبھی بھی آپ فتح و کامرانی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔ کسی بھی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انتھک کوشش اور ایمان کامل کی ضرورت ہے لیکن ہمارے نوجوان انتھک تو کیا معمولی کوشش بھی کرتے نظر نہیں آتے ایک زمانہ تھا کسی مسلمان کا صحیح عمل پیش کرنے کے لئے احمدیوں کو تلاش کر کے دکھایا جاتا تھا۔ لیکن اب وہ زمانہ ہے کہ احمدیوں کو دیکھ کر نہیں بلکہ خود اپنے آپ کو دیکھ کر گردن شرم سے جھک جاتی ہے۔ کیا ہوئے ہمارے وہ اعمال اور کہاں گئے ہمارے وہ خدمت اسلام کے ولولے اور کدھر گئیں ہماری وہ نمازیں اور ہماری وہ قربانیاں؟ کیا ہم مردہ ہو گئے ہیں؟ کیا ہم نے یہ سوچ لیا ہے کہ اس جماعت میں اب اور کمال الدین اور محمد علی پیدا نہیں ہونے چاہئیں؟ اگر ایسا ہے تو اتار دو احمدیت کے لبادے کو خدا کے مامور کی جماعت کو بدنام مت کرو۔ اور اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں تو پھر یہ جمود کیسا اور کس لئے؟

یہ وقت ہے زیادہ مستعدی سے کام کرنے کا ہمیں اب حالات کو زیادہ بہتر بنانے کے لئے کوشاں ہونا چاہیئے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر ہم صدق دل سے یہ تہیہ کر لیں کہ ہمیں جماعت کو سربلند کرنا ہے تو خدا یقیناً ہمیں نصرت و کامرانی سے فیضیاب کرے گا۔ ضرورت ہے تو صرف تنظیم اور عمل کی۔

اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہر شہر اور قریہ میں احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشنز قائم کی جائیں جن میں ہمارے نوجوان تحریر و تقریر کے ذریعہ سے اپنے اندر ایسی صلاحیت پیدا کریں، کہ ضرورت پیش آنے پر خدمت دین کا کام مستعدی کے ساتھ کر سکیں، نہ صرف تحریر و تقریر بلکہ خدمت خلق کا کام بھی اپنے ذمہ لیں، تاکہ عملی طور پر محنت و جدوجہد اور ایثار و قربانی کی روح نوجوانوں میں پیدا ہو اور وہ قوم کے بہترین معمار بن سکیں۔

اخبار احمدیہ ـــــ بقیہ صفحہ اوّل

سکھوں میں تقسیم لٹریچر

پاکستان اور ہندوستان کے کرکٹ ٹیسٹ میچ کے موقعہ پر لاہور میں جو سکھ صاحبان تشریف لائے، ان میں انجمن کا شائع کردہ گورمکھی اور انگریزی لٹریچر کثرت سے تقسیم کیا گیا۔ گورمکھی ٹریکٹ میں رسول اللہ صلعم کے سوانح حیات اور انگریزی میں سکھ مسلم تعلقات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ یہ لٹریچر سکھوں نے بڑی خوشی سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ تقسیم کرنے والے نوجوان میر مدثر شاہ، ممتاز احمد اور مقصود حسین شاہ صاحب تھے، اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے اور ان کی کوششوں کو بار آور فرمائے۔

مکتوب بغداد

حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی قوت کا اثر۔ جماعت لاہور کے لٹریچر کا اثر۔ ہمارے عقائد کی صحت اور فتح عظیم

(سید تصدق حسین صاحب قادری)

حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی قوت کا اثر

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے مدینہ اخبار کا مضمون "امریکہ میں اسلام کی ضیا باریاں" دلچسپی کا باعث رہا۔ الیگزینڈر ویب مرحوم اور مولوی حسن علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سنائے۔ مدیر القدسی صاحب کا ہمیں ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے دکن ٹائمز میں امریکہ کے مسلمانوں پر مضمون لکھ کر "گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را" کو یاد دلا دیا۔ اس مضمون سے بہت سے لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ امریکہ کا پہلا نومسلم بھی زمانہ کے امام مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی قوت کی کشش کا سبب ہوا۔ اہل بصیرت حضرات کے سوچنے اور حقیقت کو سمجھنے کے لئے کیا یہ ایک واقعہ ہی کافی نہیں کہ یہ کام سلطان القلم مسیح دوران یا اس کے متبعین کے سوا کسی اور سے نہیں ہوسکتا، دوسرے مولوی حسن علی صاحب جن کی روحانی قوت کی برکت سے سینکڑوں ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں وہ بھی مسیح وقت کے خدام میں سے ایک ہیں۔ ذالک فضل اللہ۔

جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا ذکر کیوں نہیں؟

صوفی صاحب سے مدینہ کا ایک پرچہ ملا جس میں "امریکہ میں نور اسلام کی ضیا باریاں" کی دوسری قسط چھپی ہے۔ خیال تھا کہ دوسری قسط میں جماعت احمدیہ کے ہر دو فریق کی امریکہ میں تبلیغی خدمات اور ان کے مراکز کا مخالفانہ رنگ میں ہی صحیح ذکر آجائے گا لیکن مجال ہے نام تک آیا ہو۔ دنیا بھر کا رطب و یابس لکھ دیا ہے لیکن ان کافروں نے دین کیلئے "تدبیر جہاد" کے لئے ایک لفظ بھی صفحہ قرطاس پر نہیں آیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جماعت لاہور کے لٹریچر کا اثر

مکرم و محترم جناب میاں صاحب خلیفہ جماعت قادیان کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ دسمبر مقام ربوہ نظر سے گذرا۔ محترم میاں صاحب موصوف نے تحریک جدید کے سلسلہ میں اظہار خیال فرمایا ہے اس میں لٹریچر کی ضرورت پر بھی وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ حضرت میاں صاحب محترم آج اس اہم چیز کی ضرورت کو بہت شدت سے محسوس فرما رہے ہیں جسے مسیح وقت کے روحانی فرزند محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت افروز نگاہ نے برسوں پہلے بھانپ لیا تھا اور اس کو عملی جامہ پہنا سکے۔ لئے لاہور کے پاک ممبروں کو ساتھ لے کر اس قائد عظیم نے اس کثرت سے وہ قیمتی لٹریچر پیدا کیا جس نے یورپ اور امریکہ کے بہت بڑے علمی حلقہ کا نقطہ نگاہ اسلام کے متعلق بدل دیا۔ عربی دنیا میں اسی کی تحریرات کے تراجم نے علمی مذاق بدل دیا ہے اساتذہ عرب کی تحریرات بشکل کتب یا مقالات اٹھا کر دیکھو تو اس میں احمدیت کا پیش کردہ علم کلام پاؤ گے۔ وابستگان سلسلہ حقہ جماعت لاہور کے لئے غور کا مقام ہے۔ لٹریچر دنیا کی ذہنیت کو بدلنے کا مؤثر ذریعہ ہے خدا ہم سب کو توفیق دے کہ اس نافع الناس کام کو پوری قوت کے ساتھ ترقی دیں۔

ہمارے عقاید کی صحت اور فتح عظیم

روزنامہ الفضل مجریہ ۱۲ جنوری پیش نظر ہے اس کے صفحہ ۵ پر مولانا ابو العطا صاحب فاضل کے مقالہ کو نہایت غور سے دیکھ رہا ہوں۔ "مولانا محی الدین صاحب لکھوی مشہور اہل حدیث عالم کا اعلان حق" "احمدیوں کو حدیث کی تعریف کے رو سے مسلمان ماننا ضروری ہے" کے عنوانات سے مزین مقالہ ہے الاعتصام لاہور ۲۶ نومبر ۱۹۵۴ء کا ایک اہم اقتباس حدیث من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا پر درج ہے اخیر پر مولانا ابو العطاء صاحب نے لکھا ہے:- "اس بیان سے ظاہر ہے کہ جہاں خدا ترس لوگ حدیث نبوی کے مطابق احمدیوں کے مسلمان ہونے کا برملا اور فوراً اعلان کر رہے ہیں وہاں پر یہ بھی ثابت ہے کہ حدیث نبوی کی بیان کردہ تعریف کو قبول کرنے سے علماء محض اس لئے گریز کرتے ہیں کہ اس کے مطابق انہیں احمدیوں کو مسلمان ماننا پڑتا ہے۔ قارئین غور فرماویں کہ تقوے کا کونسا طریق ہے؟ ای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون ابتدائے مضمون میں مولانا نے فرمایا کہ "ہمارا یہ دعوے حقیقت پر مبنی ہے کہ قرآن و سنت کی رو سے مسلمان کی تعریف کے مطابق جماعت احمدیہ کو مسلمان ماننے بغیر چارہ نہیں ہے مختلف فرقے ہم سے ہزار اختلاف کریں۔ ہمیں جتنا چاہیں برا بھلا کہہ لیں لیکن ان کے دل مانتے ہیں کہ مسلمان کی حقیقی تعریف کی رو سے احمدی یقیناً مسلمان ہیں"

مولانا سے موصوف سے ربع القرن (پچیس سال) پہلے بغداد میں ملاقات ہوئی ہے اس وقت کے خیالات اور آج کے خیالات میں بہت بڑا فرق دیکھ رہا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ مولانا اور ان کے رفقاء آج وہیں پہنچ رہے ہیں جہاں خدا کے برگزیدہ مسیح کا روحانی فرزند اور اس کے رفقاء کار پہنچے ہوئے تھے اور چالیس سال سے اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن ہر ایک چیز کے لئے وقت مقرر ہے ۱۹۵۳ء کا پنجاب کا ہنگامہ اور تحقیقاتی عدالت کا فیصلہ خیالات میں تبدیلی کا سبب ہونا مقدر تھا۔ اے وابستگان سلسلہ حقہ (جماعت لاہور) یہ ایک ہی بات تمہارے عقائد کی صحت اور حق پر ہونے کے لئے کافی ہے اور یہ ایک فتح عظیم ہے۔

امریکہ میں نور اسلام کی ضیا باریاں

مسٹر ویب کا قبول اسلام حضرت مسیح موعود کی روحانی کشش کا نتیجہ تھا

سید تصدق حسین صاحب قادری کا خط ایڈیٹر اخبار "مدینہ" کے نام

مکرم معظم مولانا محمد مجید حسن صاحب مالک جریدہ "مدینہ" سلمہ الرحمن۔ از بغداد ۲۹ جنوری ۱۹۵۵ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

موقر جریدہ کی یکم جنوری و ۵ جنوری ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں ایک بلند پایہ تاریخی مضمون بعنوان "امریکہ میں نور اسلام کی ضیا باریاں" مبلغین اسلام کا قابل قدر کارنامہ" شائع ہوا ہے۔ پڑھ کر طبیعت بے حد مسرور ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مضمون نگار کو جزائے خیر دے۔ یہ فاضلانہ مضمون نہایت ہی تفصیل سے ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ لیکن دو ایک ایسے اہم اور سچے واقعات جو مضمون کی جان تھے، تحریر میں آنے سے رہ گئے جن کا نہایت ہی گہرا تعلق اس مضمون سے ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اختصاراً ان اہم واقعات کا ذکر کردوں۔ مثلاً ایک تو یہی کہ جس "پہلا نومسلم" امریکی کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے وہاں یہ بات نہیں بتلائی گئی کہ اس امریکی کے قبول اسلام کا محرک کیا چیز ہوئی۔ یہ ایک نہایت ہی ضروری بات تھی۔ کیونکہ امریکہ میں اس سنگ بنیاد "پہلا نومسلم" پر ایک مضبوط و مستحکم اسلامی عمارت تعمیر ہو رہی ہے اور آئندہ کا مؤرخ ہاں غیر متعصب مؤرخ جب امریکہ میں اسلام کی تاریخ پر قلم اٹھائے گا تو اسے یقیناً اس کی تلاش ہوگی کہ "پہلا نومسلم" کس طرح صداقت اسلام کا قائل ہوا۔ اس اہم واقعہ کو حضرت مولانا حسن علی صاحب مرحوم نے (اس بزرگ کا مختصر حال بھی مدینہ کے اسی مضمون میں درج ہے) اپنے رسالہ "تائید حق" میں نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ لکھا ہے کہ یہ "پہلا نومسلم" محمد الیگزینڈر ویب قادیان کے ایک گوشہ نشین درویش حضرت مرزا غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ کی روحانی کشش کا نتیجہ ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا ایک انگریزی اشتہار اتفاقاً مسٹر ویب کو کہیں سے مل گیا۔ اس سے متاثر ہوکر اس نے خط و کتابت شروع کی اور بعد رفع شکوک و شبہات و حصول اطمینان قلب آغوش اسلام میں آگیا اور بقول مضمون نگار آخری لمحوں تک ایک پکا دیندار مسلمان رہا"

کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ اہم واقعہ بغرض مزید معلومات مضمون میں آکر قارئین کے لئے زیادہ سے زیادہ حظ و لطف اٹھانے اور اپنے قلوب میں تبلیغ اسلام کی تڑپ پیدا کرنے کا باعث ہوتا۔ نیز یہ نہیں یہ معلوم کرکے کتنی خوشی ہوگی کہ آج سے پون صدی قبل بھی تبلیغ اسلام کا جذبہ ہندوستانی مسلمانوں کے سینوں میں جوش زن تھا اور ایک گمنام گاؤں قادیان کا فقیر حضرت احمد صلعم کا حقیقی معنوں میں غلام بلاد امریکہ کے باشندوں کو نور اسلام سے منور کرنے کا باعث ہوا اور یہ "پہلا نومسلم" سرزمین امریکہ میں پہلے بیج کی طرح بو دیا گیا جو آج ایک درخت کی

(باقی بر صفحہ ۱۲)

باپ بیٹے کی مجلس!

★ حسن

(۲)

باپ:۔ بالکل ٹھیک ہے خدا نے یہ زمین آسمان کن کے کہنے سے بنا ڈالے اور اگر وہ چاہے تو ایک آن میں سب کو فنا کر دے ۔ وہ نیکی سے خوش ہوتا ہے اور بدی سے ناراض ۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم ایسے کام کریں جن سے وہ خوش ہو اور ایسے کاموں سے پرہیز کریں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔"

رشید:۔ "ٹھیک ہے ابا جان! مجھے یاد آیا یہی تو کل مولوی صاحب فرما رہے تھے ۔ کہ ہمیں ایسے کاموں کے قریب بھی پھٹکنا نہیں چاہیئے جن سے خدا ناراض ہوتا ہے۔"

باپ:۔ "ہاں ایسا ہی ہونا چاہیئے ۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا ایمان خدا پر پورا پورا ہو ۔ خدا پر ایمان کے بعد ہم کو خدا کے فرشتوں پر ایمان لانے کا حکم ہے ۔ فرشتوں کو عربی میں ملائکہ کہتے ہیں۔"

رشید:۔ ہاں ابا جان! مجھے پہلے بھی کئی دفعہ خیال آتا رہا ہے کہ میں آپ سے پوچھوں کہ فرشتے کیا ہیں ۔ "ہماری دادی حضور بعض وقت آپ کی نسبت کہا کرتی ہیں کہ میرا بیٹا تو فرشتہ ہے ۔ کیا آپ فرشتہ ہیں؟"

باپ:۔ میں تمہیں بتاتا ہوں ۔ فرشتے نوری ہستیاں ہیں ۔........ یہ دن رات خدا کی عبادت میں لگے رہتے ہیں اور خدا جو حکم دیتا ہے فوراً اس پر عمل کرتے ہیں ۔ ان کو ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں ۔ خدا نے ...... ان کے ذمے مختلف کام کر رکھے ہیں اور وہ ان کاموں میں لگے رہتے ہیں ۔ یہ خدا کی فرمانبردار ہستیاں ہیں ۔ بعض وقت نیک آدمی کو بھی فرشتہ کہہ دیتے ہیں ۔ وہ در اصل فرشتہ نہیں ہوتا بلکہ اس کو اس لئے فرشتہ کہدیتے ہیں کہ وہ نیک اور شریف ہے ۔ کسی سے بدی نہیں کرتا ۔ اور خدا کے حکموں پر چلتا ہے ۔

فرشتے ہمارے دلوں کے اندر نیک تحریکیں پیدا کرتے ہیں ۔ مثلاً جب تم کسی غریب کو دیکھتے ہو تو تمہارے دل میں خیال آتا ہے کہ تم اس کی مدد کرو ۔ اس کو کچھ کھانے کو دو ۔ یہ فرشتہ کی تحریک ہے ۔ اس پر عمل کرنا چاہیئے ۔ یہی در اصل فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب ہے ۔ ان فرشتوں میں سے ایک کا نام جبرائیل ہے ایک کا میکائیل ایک کا عزرائیل اور ایک کا اسرافیل ۔ اور اور بھی ہیں ۔

رشید:۔ "اور ابا جی! یہ شیطان کیا چیز ہے؟ امی جان اکثر مجھے کہا کرتی ہیں چل شیطان کہیں کا!"

باپ:۔ ہاں اب شیطان کی کیفیت بھی سن لو ۔ شیطان وہ ہستی ہے جو خدا کی نافرمانی کرتی ہے ۔ فرشتے تو خدا کے فرمانبردار ہیں اور یہ شیطان نامراد خدا کا نافرمان ہے ۔ اس لئے اس کو شیطان لعین کہتے ہیں یعنے وہ شیطان جس پر خدا کی لعنت ہے ۔ شروع میں جب خدا نے حضرت آدمؑ کو بنایا تو اس نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں ۔ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی مگر جب شیطان کو حکم دیا ۔ تو اس نے انکار کر دیا اور تکبر سے بولا کہ میں تو آگ سے بنا ہوں اور آدم مٹی سے پھر میں آدم کے سامنے کیوں جھکوں ۔ ...... اس نے تکبر کیا بڑا بنا اور خدا کا حکم نہ مانا ۔ اس لئے اس پر خدا کی لعنت ہوئی اور اب اس کا کام ہی یہ ہے کہ لوگوں کو بُرے کاموں پر آمادہ کرتا رہتا ہے ۔ یہ جو بعض وقت بچوں کے دل میں بیٹھے بیٹھے بُرے خیال آ جاتے ہیں اور بیٹھے بیٹھے کوئی شرارت سوجھ جاتی ہے یہ سب شیطان کی تحریکیں ہیں ۔ شیطان بُرے بُرے خیالات دل کے اندر ڈالتا ہے اور بُرے بُرے کام کرواتا ہے اس کا کہنا نہیں ماننا چاہیئے ۔ اگر کوئی بُرا خیال دل میں آئے ۔ مثلاً یہ کہ فلاں لڑکے کی کتاب چُرا لیں ۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ شیطان ہے جو اس قسم کے بُرے خیالات دل میں ڈال رہا ہے ۔ فوراً اس خیال کو دل سے نکال دینا چاہیئے ۔ شیطان کے گمراہ کرنیکی کئی راہیں ہیں ۔ کئی طریقوں سے وہ انسان کو برائی میں دھکیل دیتا ہے ۔ اس لئے ہشیار رہنا چاہیئے کہ کہیں ہم شیطان کے شکنجے میں نہ پھنس جائیں ۔ اور خدا سے حفاظت مانگنی چاہیئے کہ وہ شیطان لعین کے مکروں سے ہم کو بچائے رکھے ۔ یہ نماز روزہ اور قرآن مجید کا پڑھنا اس لئے ضروری ہے کہ انسان شیطان کے مکروں سے محفوظ رہے ۔ بُرے لڑکے بھی شیطان کے بھائی ہوتے ہیں ۔ ان کی صحبت سے بچ کر رہنا چاہیئے ۔ بُری صحبت میں بیٹھ کر انسان بُرے بُرے کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ اور ایسی ایسی بُری عادتیں پڑ جاتی ہیں کہ ساری عمر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے بُرے آدمیوں اور بُرے لڑکوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے ۔ یہ بھی ایک طرح کے شیطان ہی ہوتے ہیں ۔ خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم شیطان کا کہا نہ مانیں بلکہ خدا کا حکم مانیں ۔ جو لوگ شیطان کا کہا مانتے ہیں اور بُرے کام کرتے ہیں خدا ان سے ناراض ہو جاتا ہے اور ان کو سزا دیتا ہے ۔ خداوند تعالےٰ ہم سب کو شیطان مردود سے بچائے رکھے۔"

باقی باتیں پھر بتائیں گے ؛

علامت المقربین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پہ نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(مسیح موعودؑ)

یورپ کا ایک مذبح ——— (بقیہ ص)

ایک نلکی نکلتی تھی، جو کوئی اڑھائی تین انچ لمبی ہو گی اندر سے کھوکھلی تھی اور اس کے سرے بڑے تیز تھے۔ قطر عام پنسل سے ذرا چھوٹا تھا۔ جب پستول چلایا جاتا تو یہ ایک لحظہ میں جانور کے ماتھے کی ہڈی کو توڑ کر اس کے دماغ کو ماؤف کر کے واپس آ جاتی اور جانور دھڑام سے زمین پر آ رہتا۔

اب ایک اور جانور کو گولی مارنے کے لئے قریب لے آئے تھے۔

میں نے ماتھے کی طرف غور سے دیکھا تو وہاں سے بھی کچھ خون نکل رہا تھا اور ہڈی میں پنسل کی موٹائی کے برابر سوراخ ہو گیا تھا۔

سٹن ہو جانے کے بعد جانور نے زمین پر گر کر فرش پر ٹانگیں رگڑنا شروع کیں تو میں نے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سٹن کرنے کے باوجود جانور بالکل بے ہوش نہیں ہوا اور اسے تکلیف ہو رہی ہے۔"

مسٹر فین سٹرا کہنے لگے۔ یہ صرف اعصاب کا کھچاؤ ہے۔ چونکہ دماغ ماؤف ہو چکا ہے اس لئے اس تکلیف کا جانور کو کچھ احساس نہیں ہوتا۔

طریق ذبح

جب اس جانور کے گلے پر چھری چلائی گئی تو قصاب نے اس بار ایک اور طریق اختیار کیا تھا۔ اس طرح نہیں جس طرح یہودی یا مسلمان عام جانور ذبح کرتے ہیں بلکہ نیچے سے اوپر کی طرف چھری کو چلا کر چھوڑ دیا مسٹر فین سٹرا نے بتایا کہ اس طرح کھال کی شکل زیادہ بہتر رہتی ہے اور اس کے زیادہ دام ملتے ہیں بہر حال یہ مالک پر منحصر ہے کہ کس طرح چھری چلوانا چاہتا ہے۔ (عرب اونٹ کو ذبح کرتے وقت اسے کھڑا کر کے اس کے حلقوم پر نیزہ مارتے ہیں شاید یہ طریق اس کے مشابہ تھا) جہاں تک خون بہنے کا تعلق ہے اس میں بظاہر کوئی کمی نظر نہیں آئی۔

پستول چلنے کی پھر آواز آئی اور ایک شخص چھرا لے کر آگے بڑھا۔ مجھے اب اس منظر کے دیکھنے میں کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔

سؤروں کو کاٹنے کا طریق

مسٹر فین سٹرا نے بتایا کہ "سٹن" کرنے والے ملازم ہمارے ہیں۔ بچھڑوں، بکریوں، بھیڑوں کے لئے پستول چھوٹا ہوتا ہے۔ چلئے آپ کو اس ہال میں لے چلوں اور اس کے پہلو میں سؤروں کو کاٹنے کا انتظام بھی ہے۔

خنزیر کو کاٹتے اور اس کا خون ایک بالٹی میں جمع کرنے کے بعد اسے فوراً ایک چھوٹے کرین کی مدد سے اٹھا کر گرم پانی کے حوض میں ڈال دیتے تھے جس کا درجہ حرارت ۶۵ ڈگری ہوتا تھا۔ پانی میں ڈال کر جلدی ان کے بال اتارتے تھے۔

سؤر کے بال برش بنانے کے کام آتے ہیں

بالوں کے فیکٹری میں جا کر برش بنتے ہیں۔ دانت صاف کرنے کے اعلیٰ قسم کے برش سؤر کے بالوں ہی کے ہوتے ہیں اور ان کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے بعض اوقات ان پر لکھا ہوتا ہے PURE BRISTLE (سؤر کے خالص بالوں سے تیار شدہ)

سؤر کی عجیب عادت

فین سٹرا کہنے لگے "سؤر میں ایک عجیب عادت ہے اگر خون کی بالٹی اس کے قریب پڑی رہے تو یہ اسے پی جاتا ہے"

خراب گوشت

قریب ہی ویٹرنری ڈاکٹر ہر جانور کا علیحدہ علیحدہ معائنہ کرنے میں مصروف تھے۔ جو خراب ٹکڑا گوشت کا نظر آتا اسے کاٹ کر علیحدہ کر دیتے۔

لیبارٹری میں

کولڈ روم اور سٹاک رکھنے کے دوسرے ہال کو دیکھ کر ہم لیبارٹری میں چلے گئے۔ جہاں ایک چھوٹا سا میوزیم بھی بنا ہوا ہے۔ شیشے کی نلکیوں میں جراثیم کو کلچر کیا جا رہا تھا، دو الماریوں میں شیشے کے فریموں میں بند کئے ہوئے گوشت کے مختلف ٹکڑے رکھے تھے۔ پھیپھڑے۔ دل گردے۔ زبان۔ پاؤں۔ آنتیں۔ بھیجا جو ٹی۔بی۔ کینسر اور دوسری بیماریوں سے ماؤف ہو کر گھناؤنی شکل اختیار کر گئے تھے۔

"اس جانور کے بھیجے میں ٹی۔بی۔ اتر گئی تھی۔ اور چلتے وقت بھی یہ لڑکھڑاتا تھا۔" ڈاکٹر کرٹ نے ایک فریم اٹھا کر دکھایا۔

اور ایک دوسرے فریم کو اٹھا کر کہنے لگے "اس گائے کے بلیڈر سے اتنے پتھر نکلے تھے"——

"اور اس کی زبان کینسر کا شکار ہو گئی تھی"——

"اور اس کے پاؤں میں ٹی۔بی۔ کے جراثیم نے زخم ڈال رکھے تھے——"

"اور یہ ایک بکری کے پیٹ سے بچہ نکلا تھا۔ جس کے ماتھے پر ایک ہی آنکھ تھی"——

"اور یہ دو سروں والا بچھڑا تھا——"

مذبح کے فوٹو

ہم میوزیم سے فارغ ہو کر پھر دفتر میں آ گئے اور مسٹر فین سٹرا مجھے اپنے مذبح کے فوٹو دکھانے لگے جس میں ہر شعبے کے متعلق تصاویر تھیں میں نے کہا کہ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو کچھ تصاویر میں اپنے ساتھ لے جانا چاہوں گا۔ کہنے لگے کیوں آپ کو نیگیٹو...... NEGATIVE تلاش کر کے دے دوں گا۔ آپ ان سے تصاویر بنوا لیں۔

میں نے ڈاکٹر موصوف کا شکریہ ادا کر اجازت لے کر ان سے رخصت ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا مکالمہ

(بقیہ از صفہ)

اڑتے ہیں۔ جس کے معنے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیئے ہیں امامکم منکم۔ پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا حدیثوں میں اختلاف نہیں۔ شیعوں اور سنیوں کی جدا جدا حدیثیں نہیں ہیں۔ اور مقلدوں اور غیر مقلدوں کی حدیثیں الگ الگ نہیں ہیں۔ پھر آپ حدیث کے رُو سے کیا فیصلہ کر سکیں گے۔ قرآن شریف کو نہ چھوڑو۔ اسے مقدم کرو۔ میرے دعاوی کا ثبوت قرآن شریف میں موجود ہے اگر اسے چھوڑ کر آپ اور طرف جانا چاہیں، آپ کا اختیار ہے۔ حدیث صحیح سے بھی میرا دعوے ثابت ہوتا ہے۔ آپ کو تو وہاں بھی کچھ نہیں مل سکتا۔

امریکہ میں نورِ اسلام کی ضیا باریاں

(بقیہ صفحہ ۱)

شکل میں ہمارے سامنے بڑھتا جا رہا ہے۔ جو انشاءاللہ ایک روز ساری نئی دنیا پر چھا جاوے گا۔ اس درخت کی آبیاری اس مردِ خدا کے غلاموں کے ہاتھوں ہو رہی ہے (اُن کا ذکر بھی مضمون نگار صاحب چھوڑ گئے ہیں) سان فرانسسکو، نیویارک، واشنگٹن وغیرہ مقامات پر تبلیغی مشن قائم ہیں۔ ان کے ذریعہ سینکڑوں نفوس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور ہو رہے ہیں ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ازراہ کرم یہ چند سطور مدینہ میں بغرض اضافہ معلومات شائع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ والسلام۔

خاکسار۔ تصدق حسین القادری

بیرونی جماعتوں کے عہدیداروں کا انتخاب

تمام بیرونی جماعتوں سے التماس ہے کہ سال رواں کے لئے حسب ذیل عہدوں کے لئے انتخاب کر کے جلد از جلد مرکز میں اطلاع بھجوا دیں:-

"صدر۔ سیکرٹری۔ محاسب۔ امین (خزانچی)

نوٹ:- جس جگہ ممبران کی تعداد ناکافی ہے وہاں دو ہی عہدیدار (صدر۔ سیکرٹری) کافی ہوں گے جو باقی عہدیداروں کا کام بھی کریں گے۔

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۶ شمارہ نمبر

تعلیمی پریس بیرون مزنگ روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل ۳۸

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور — فون نمبر ۳۷۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بر او شد اختتام

پیغامِ صلح

جلد ۴۲ — یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ — ۲۳ فروری ۱۹۵۵ء — نمبر ۱۰

گرد (و) پیش

چند دن ہوئے رُوسی وزیر خارجہ نے اعلان کیا تھا کہ ہائیڈروجن بم کی تکمیل و ترقی میں امریکہ اس سے بہت پیچھے ہے، رُوس کے اس دعوے کو امریکہ نے پہلے تو جھٹلانے کی کوئی سعی نہ کی بلکہ امریکی افواج کے اسسٹنٹ چیف آف سٹاف نے یہ تسلیم کر لیا کہ اسلحہ کے بارہ میں رُوس کو امریکہ سے پیچھے سمجھنا پرلے درجہ کی بیوقوفی ہے لیکن اس کے بعد ہی امریکہ کے وزیر دفاع نے یہ اعلان کر دیا کہ ہائیڈروجن بم کے میدان میں امریکہ رُوس سے بہت آگے ہے، گویا دو تو ملک موت و ہلاکت کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں ساعی و سرگرم ہیں۔

ایک ہائیڈروجن بم کا حلقہ ہلاکت کس قدر وسیع ہے اس کا حال بھی خود انہی لوگوں کی زبانی سے سن لیجئے امریکی ایٹمک انرجی کمیشن کا کہنا ہے کہ ہائیڈروجن بم کا جو تجربہ انہوں نے بحر الکاہل میں کیا تھا اس نے سات ہزار مربع میل کو اس کے ہلاکت آفرین اثرات سے آلودہ کر دیا۔ ایک امریکی ایٹمک سائنس دان ڈاکٹر رالف ای لاپ کا اندازہ ہے کہ ایک ہائیڈروجن بم .... دس ہزار مربع میل پر موت و ہلاکت کو پھیلا سکتا ہے! ۔۔ ایسے بم امریکہ کے وکزی حصہ میں جس کی آبادی پانچ کروڑ نفوس پر مشتمل ہے انسانی زندگی کو ختم کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ اس سے بھی بڑھکر ہولناک تصویر ایک نوبل پرائز حاصل کرنے والے جرمن پروفیسر آٹوہن نے کھینچی ہے، اس کا بیان ہے کہ دس ہائیڈروجن بم جو Cobalt میں لپٹ کر دنیا کے کسی حصہ میں بھی پھینکے جائیں تمام نسل انسانی کو ہلاک کر دینے کے لئے کافی ہیں اور اس کوبالٹ سے جو راکھ پیدا ہوگی وہ دس سال بلکہ اس سے زیادہ عرصہ تک ضرر رساں رہے گی، بعض سائنس دانوں کا یہ بھی خیال ہے کہ اس سلسلہ میں جو تجربات ہو رہے ہیں اگر احتیاط کے ساتھ ان پر کنٹرول نہ کیا گیا تو ہائیڈروجن بم کے تجرباتی دھماکے دنیا کے بہت بڑے حصہ میں انسانی زندگی کے لئے خطرہ کا موجب ہو سکتے ہیں۔

یہ ہے وہ تہذیب جو آج یورپ و امریکہ کے سائنس دانوں نے پیدا کی ہے، اپنے ملک کے استیلاء اور غلبہ کے لئے دنیا کی موت و ہلاکت کا سامان کرنا یہ نئی روشنی کا مقصد دعا ہے، اور اپنے مخالف کو ہلاک کرنے کے لئے سامان وہ کیا گیا ہے، جس سے نہ صرف ساری دنیا ہی فنا ہو جائے گی بلکہ اپنا بھی کچھ باقی نہ رہے گا۔

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ جمعرات (۱۷ فروری) کو وزیر آباد تشریف لے گئے، اور جمعہ کے دن وہیں نماز جمعہ پڑھائی۔ لاہور میں آپ کے ارشاد کے مطابق مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے جمعہ پڑھایا، ان کا خطبہ اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔

—— محترم خواجہ نذیر احمد صاحب کو پہلے سے افاقہ ہے۔ آپ ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت ساحل سمندر پر تبدیل آب و ہوا کے لئے جا رہے ہیں، احباب ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

—— چوہدری فضل داد صاحب محصل انجمن مطلع فرماتے ہیں کہ جماعت چک ۹۸ کا کوئی فرد چندہ کی ادائیگی میں جماعت سے علیحدہ نہیں رہا، چوہدری محمد حسین صاحب سے چالیس روپیہ، چوہدری احمد دین صاحب سے بیس روپیہ، چوہدری اللہ داد صاحب سے سات روپیہ، چوہدری علی محمد صاحب سے پانچ روپیہ، اور مسمات عزیز بیگم سے تین روپیہ وصول ہو چکے ہیں، مہر فیض احمد صاحب کی کپاس ابھی فروخت نہیں ہوئی۔ اگلے ماہ ان کا چندہ بھی وصول ہو جائے گا۔

—— حضرت مولانا عزیز بخش صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے صاحبزادہ خانصاحب میاں رحیم بخش صاحب ایم اے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کلکٹر سنٹرل ایکسائز اینڈ لینڈ ریونیو کے عہدہ جلیلہ پر ترقی یاب ہوئے ہیں اور تنخواہ میں اضافہ ہوا ہے۔

پیغام صلح:- اللّٰھم زد فزد خانصاحب ممدوح کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

—— حیدر آباد دکن سے شیخ انعام الحق صاحب لکھتے ہیں کہ ضلع کولھاپور (بمبئی) ایک مخلص معاون نے خواہش کی ہے کہ ان کے بچے (ادریس احمد) کے لئے جو دیانند اینگلو ویدک کالج شولاپور میں انٹر سائنس کے امتحان میں شریک ہو رہا ہے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب کرے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

—— نوشہرہ سے مرزا بشیر احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے محترم بزرگ میاں لعل الدین احمد صاحب چند دنوں سے سخت بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔

—— بنارس سے محترمہ امام داد صاحبہ لکھتی ہیں کہ میری لڑکی عزیزہ طاہرہ رضیہ جو ڈبرو گڑھ (آسام) میں ہیں ان کے شوہر ڈاکٹر حبیب الرحمٰن موٹر کے حادثہ میں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے ہسپتال میں پلاسٹر لگایا گیا ہے، ۱۵ مارچ کو کھلیگا، خدا کا شکر ہے کہ اب وہ لکڑی کے سہارے چل پھر لیتے ہیں۔ ان کے لئے دعا فرمائی جائے اور عزیزہ طاہرہ رضیہ کے لئے بھی جو حمل میں کمی خون کی وجہ سے ہسپتال میں داخل ہیں، دیگر بچوں کی بھی صحت و عافیت اور امتحانات میں کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔

"پیغامِ صلح" اور "لائٹ" کے "مسیح موعود نمبر"

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال (۲۶ مئی) کو پیغام صلح اور انگریزی اخبار لائٹ کے خاص نمبر (مسیح موعود نمبر یا مجدد نمبر کے نام سے) تقریباً ہر سال نکلتے رہتے ہیں، اس سال بھی دونوں اخبارات خاص نمبر شائع کرنے کا فیصلہ انجمن نے کیا ہے، جو امید ہے تیس یا چالیس صفحات کی ضخامت سے کم نہ ہوں گے۔ ان دونوں نمبروں میں حضرت مسیح موعودؑ کی سوانح حیات اور سیرت کے علاوہ سلسلہ کی تاریخ اور مسائل خصوصی پر بلند پایہ مضامین درج کئے جائیں گے، جو ٹھوس حقائق پر مشتمل ہونگے اور مخالفین کے اعتراضات کے بھی جواب دیئے جائیں گے۔

ان نمبروں کی اشاعت میں اگرچہ ابھی تین ماہ کا عرصہ باقی ہے، لیکن انہیں اعلیٰ درجہ کے معیاری پرچے بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم جماعت کے اہل قلم حضرات سے ابھی سے یہ درخواست کریں کہ وہ جس موضوع پر پسند کریں ابھی سے مضمون لکھنے کی تیاری شروع کر دیں، اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ معلومات اور ٹھوس حقائق فراہم کرنے کے لئے قلم اٹھائیں اور زیادہ سے زیادہ اپریل کے آخر تک اپنے مضامین مکمل کر کے بھیجدیں۔ ان مضامین کی جانچ پڑتال ایک بورڈ کے ذمہ ہوگی، جو گھٹیا قسم کے سرسری مضامین کی اشاعت کی اجازت نہیں دیگا۔ امید ہے ہماری جماعت کے اہل قلم حضرات ابھی سے اس طرف توجہ فرمائیں گے جس موضوع پر کوئی دوست لکھنا چاہیں وہ اس سے اطلاع دیکر ممنون فرمائیں۔ لائٹ کیلئے لکھنے والے ایڈیٹر صاحب لائٹ اور پیغام صلح کے ......

ہماری تبلیغی سرگرمیاں

پروفیسر عنایت علی خاں صاحب

پیغام صلح مورخہ ۹ فروری ۱۹۵۵ء میں جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ جماعت ربوہ حال ربوہ کا خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۵۴ء کا کچھ حصہ چھپا ہے جس میں یہ الفاظ درج ہیں:-

"لاہور والوں کا اس وقت کوئی مشن نہیں۔ انگلینڈ کا مشن آزاد ہے۔ جرمن میں ایک مشن تھا۔ لیکن وہاں کے مشنری نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ امریکہ میں ایک مشن قائم ہوا ہے۔ لیکن مجھے پتہ نہیں کہ آزاد ہے یا نہیں۔ مشن ہمارے ہیں لیکن ہر کتاب کا مصنف جوان مشنوں کا ذکر کرتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ احمدیوں سے مراد لاہور جماعت کے لوگ ہیں۔"

اس بیان سے ایک غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے میرا یہ فرض ہے کہ میں صحیح حالات بیان کر دوں۔ ووکنگ کا مشن حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور نے ۱۹۱۲ء میں انگلستان میں قائم کیا۔ اس مشن کی بنیاد حضرت مسیح موعود کا وہ الہام تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں بلاد یورپ میں سفید پرندے پکڑ رہا ہوں۔ خواجہ کمال الدین احمدیت کا درخشندہ ستارہ تھا وہ اعلیٰ درجہ کا مفکر، صوفی منش، اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرت مسیح موعود کا محبوب ترین مرید اور جماعت کے اکابر کی زبان میں حضرت مسیح موعود کا لاڈلا مرید تھا جس نے اللہ تعالیٰ سے تحفیٰ بیان کا خطاب حضرت صاحب کے الہامات میں پایا۔ خواجہ صاحب کی کامیابی کا راز انکی زبان اور ان کا قلم نہ تھا بلکہ وہ عشق تھا جو آپ کو اسلام سے تھا۔ یہی عشق خواجہ صاحب کو حضرت مسیح موعود کے حلقۂ اثر میں لے آیا۔ اسی عشق کی وجہ سے آپ نے اپنی ذاتی وکالت کو خیرباد کہا۔ اور انگلستان جاکر اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ خواجہ صاحب کی کامیابی میں ان کی "ہمت اور قربانی" کو ہرزہ دخل ہے۔ لیکن حقیقت میں ان کی کامیابی کا راز حضرت مسیح موعود سے وہ محبت تھی جس کا اظہار خواجہ صاحب نے کو دا سپور کے مقدمہ میں کیا۔ آپ نے اپنی عملی زندگی سے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا زندہ ثبوت پیش کیا حضرت مسیح موعود نے آپ کے لئے دعائیں کیں جس کا جواب وہ الہام ہے جس میں خواجہ صاحب کو مسیحی نیشن کا خطاب ملا۔

ووکنگ مسلم مشن کو چلانے کے لئے خواجہ صاحب نے اپنی وفات سے پیشتر ایک ٹرسٹ قائم کیا۔ جس کی ایک مجلس معتمدین ہے اور ایک مجلس منتظمہ اور یہ دونوں انجمنیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دو شعبے ہیں اور ان کے فیصلے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی منظوری کے بغیر عمل میں نہیں آسکتے۔ ووکنگ مشن کے پورے نظام پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا کنٹرول ہے اس کے کارکن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے خزانہ سے تنخواہ حاصل کرتے ہیں۔

اسلامک ریویو جو ووکنگ انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی پالیسی خالص اسلامی پالیسی ہے۔ یہ وہ مشن ہے جس کے قیام نے حضرت مسیح موعود کے الہام کو پورا کیا۔ جو انگلستان سے توحید الٰہی کا پیغام ۴۲ سال سے دنیا میں پہنچا رہا ہے اور قرآن شریف کو یورپ و امریکہ میں پھیلانے میں اس نے نمایاں حصہ لیا ہے۔

خواجہ صاحب کے وجود نے احمدیت کو مغربی دنیا کے سامنے اسلام کا زندہ وجود پیش کیا۔ آپ نے یورپ کے علاوہ افریقہ سنگاپور اور دیگر جزائر میں اور ہندوستان کے کونہ کونہ میں پھر کر اسلام کی اشاعت کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خواجہ صاحب اور احمدیت ایک ہی چیز بن گئیں۔ اور ووکنگ مشن جس کو خواجہ صاحب کے دیگر رفقائے کار مولانا صدر الدین، مولانا یعقوب خان، مولانا عبدالمجید، مولانا آفتاب الدین اور ڈاکٹر عبداللہ نے پروان چڑھایا۔ یہ سب اسلام کے مایۂ ناز فرزند ہیں جنہوں نے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے انگریزی ترجمۂ قرآن کو ووکنگ سے تمام دنیا کے سامنے پیش کیا اور اس ذریعہ سے لکھوکھہا روحیں سچے اسلام کی طرف کھینچی گئیں خواجہ صاحب احمدیہ جماعت کے مجاہد اعظم تھے جنہوں نے انگلستان میں سب سے پہلے اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ مولانا صدر الدین صاحب نے اپنے بزرگ دوست خواجہ صاحب کے نقش قدم پر چل کر انگلستان اور برلن سے صدائے توحید بلند کی۔ یہ درست ہے کہ برلن مسجد کا جرمن امام استعفیٰ دے چکا ہے لیکن آج بھی اس مسجد کے دروازے کھلے ہیں۔ اور ایک اور جرمن نوجوان امامت کے فرائض ادا کر رہا ہے۔ اور ایک ترک نوجوان اس کام کو سنبھالنے اور پوری طرح سرانجام دینے کے لئے آمادہ ہے۔ انجمن ایک مستقل امام کو مقرر کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔ امریکہ میں بشیر احمد منٹو صاحب انجمن کی طرف سے اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔

اعلیٰ پایہ کے مستشرقین جن کو مذہب سے دلچسپی ہے اس امر سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ احمدیوں کے نام سے دو جماعتیں مختلف مقامات سے کام کر رہی ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مختلف شاخیں مختلف ممالک میں گزشتہ ۴۲ سال سے کام کر رہی ہیں، اور قرآن شریف، حدیث نبوی سیرت خیر البشر، ٹیچنگ آف اسلام کے علاوہ مختلف قسم کے پمفلٹ اور رسالے لاکھوں کی تعداد میں اس وقت اسی انجمن کی طرف سے تقسیم ہو چکے ہیں۔ انڈونیشیا میں ہمارے مشن نے جو کام کیا ہے۔ اس کی قدر و قیمت انڈونیشیا کے لوگ ہی جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ ٹرینیڈاڈ ڈچ گیانا اور مغربی امریکہ کے دوسرے علاقوں میں ہمارے نوجوان جوش و ہمت سے کام کر رہے ہیں۔

اگر کوئی شخص مشرق وسطیٰ میں گذر جائے تو اسے ہر مقام پر اسلام کے متعلق اسی انجمن کی کتب ملیں گی۔ مشرق وسطیٰ میں ہمارے بھائی یا

باقی صفحہ ۳ پر

ووکنگ مسلم مشن کا اثر اور اس کی شہرت

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کا مکتوب

مکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اخبار پیغام صلح مجریہ ۹ فروری کا پرچہ ابھی ملا جس کے صفحہ ۱۲ پر جناب میاں محمود احمد صاحب کا ایک بیان شائع ہوا ہے اور جس پر آپ نے ایک تبصرہ بھی کیا ہے۔ جناب میاں صاحب نے حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور کی ہمت اور قربانی کی جو تعریف کی ہے اس کا شکریہ ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کو تمام عالم اسلامی میں جو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے وہ کسی اسلامی مشن کو دنیا بھر میں نصیب نہیں ہوئی۔ ووکنگ کا قصبہ محض اس مشن کی بدولت نہ صرف تمام انگلستان میں معروف ہو چکا ہے بلکہ تمام دنیا یا کم از کم اسلامی دنیا میں مشہور ہو چکا ہے۔ تمام اطراف عالم سے اس مشن کے ساتھ خط و کتابت ہے۔ تمام مسلمانان عالم مذہبی مسائل اور دیگر ضروری امور میں ہمیشہ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حال ہی میں ایک واقعہ پیش آیا جو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ اس قسم کے کئی واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں گو وہ مختلف نوعیت رکھتے ہوں۔

"۱۳ فروری کو اتوار تھا۔ ہم حسب معمول مع چند ایک مہمانوں کے دوپہر کے کھانے سے فارغ ہونے والے تھے کہ ایک کار مسجد سے ملحقہ مکان کے سامنے آن کھڑی ہوئی معلوم ہوا کہ دو مسلمان مشرقی افریقہ کے رہنے والے امام مسجد کو ملنے کی خاطر آئے ہیں، اسلامی دستور کے مطابق ان کو کھانے کی دعوت دی گئی اور جو ما حضر تھا ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اسی اثنا میں ان حضرات نے ذکر کیا کہ ان کا ایک بھائی ہسپتال میں بیمار ہے اور اس کا اپریشن ہوا ہے اور وہ خاص دعا کے لئے درخواست کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ ابھی نماز ظہر میں انشاء اللہ دعا کی جائے گی۔ ... اس کے بعد مشن کے اخراجات کا ذکر ہوا کہ ان کا کون کفیل ہے انکو بتایا گیا کہ اگرچہ ووکنگ مسلم مشن کا ایک ٹرسٹ ہے لیکن یہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ملحق ہے اور وہی اخراجات کی ذمہ دار ہے۔ اس کے بعد حسن ناصر صاحب نے (جن کا بھائی بیمار ہے) فوراً ایک صد پونڈ (تقریباً ایک ہزار روپیہ) کا چیک لکھ کر دیا اور دوبارہ دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ نماز ظہر اور اس کے بعد بھی ان کے بیمار بھائی کے لئے دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کامل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔"

اس واقعہ سے عیاں ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔ اور مسلمانان عالم کی نظریں کس طرح اس کی طرف اٹھتی ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

خاکسار۔ عبداللہ

ہفت روزہ پیغام صلح ——— ۲۳ر فروری ۱۹۵۵ء

"یہ عجمی سازشیں" اور "یہ صراطِ مستقیم"

اس کھلے اعتراف کے بعد کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کی سازشانہ تدبیروں سے بچ کر کسی اور طرف ہجرت کر گئے تھے جہاں انہوں نے عمر کا باقی حصہ گذارا اور فوت ہو گئے اور اب کوئی پرانا یا نیا نبی نہیں آسکتا "طلوع اسلام" نے مسیح و مہدی کی آمد سے بھی انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ:-

"مسلمانوں کی توجہ کو ملت اور نظام کے تصور سے ہٹا کر افراد کی طرف منتقل کر دینا عجم کی انہی سازشوں میں سے ایک سازش تھی، جس کی رُو سے انہوں نے امت کو صراط مستقیم سے ہٹا کر دوسری راہوں پہ ڈال دیا۔ ان کا دوبارہ صراط مستقیم پر آنا اپنے ہاں قرآنی نظام کو رائج کرنے سے ہوگا، نہ کسی مزعومہ آنے والے کے ہاتھوں، آنے والوں کا دَور رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گیا۔"

اس میں شک نہیں کہ جہاں تک سلسلہ نبوت کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں آنے والوں کا دَور فی الحقیقت رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گیا، لیکن اس سے یہ کس طرح ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی ایسا بھی خدا کا بندہ پیدا نہیں ہو سکتا جو اگرچہ منصب نبوت پر فائز نہ ہو لیکن اتباع رسول کی وجہ سے انوار نبوت کو اپنے اندر لے کر امت کی اصلاح و تجدید کا کام کرے۔ آخر اس امت پر جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر امۃ کا لقب دیا ہے یہ اندھیر کیوں آگیا کہ اس کا کوئی بھی فرد نہ اللہ تعالیٰ سے الہام پا سکتا ہے اور نہ انوار نبوت کو اپنے اندر لے کر اصلاح و تجدید کے منصب پر کھڑا ہو سکتا ہے، پہلی امتوں میں عورتوں تک نے اللہ تعالیٰ سے الہام پایا اور پے در پے مصلحین ان میں آتے رہے، لیکن یہ امت اتنی گذری ہو گئی کہ نہ اس کے کسی فرد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کبھی کلام ہی کرتا ہے، خواہ اس کے آستانہ اُلوہیت پر کوئی شخص رات دن ٹکریں مارتا رہے، وہ بولتا تک نہیں اور نہ کسی کو یہ شرف حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ قرآنی نظام کو قائم کرنے کے لئے دعوت الی الحق دنیا کو دے اور اپنے نفوس قدسیہ اور منصب ہدایت پر کھڑے ہونے کی وجہ سے مسیح و مہدی کا لقب پا سکے۔ یہ تمام خیالات "طلوع اسلام" کے نزدیک عجمی سازشوں کا نتیجہ ہیں، کونسی سازشیں؟ کیا یہ کہ اس امت میں مجدد آتے رہیں گے؟ اور آخری زمانہ میں کسر صلیب اور مسلمانوں کی ہدایت کے لئے مسیح و مہدی آئیں گے؟ اور ان سازشوں کے کرنے والے کون تھے؟ امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد وغیرہم؟ کیا یہی وہ عجمی لوگ ہیں جن پر اس امت کو "صراط مستقیم" سے ہٹا کر دوسری راہوں پر ڈال دینے کا الزام ہے؟ اور پرویز صاحب خود کیا ہیں؟ کیا وہ خود بھی عجمی نہیں؟ کیا خود ان کے متعلق نہیں کہا جا سکتا، کہ وہ اس امت کو صراط مستقیم سے ہٹا کر ایک ایسی راہ پر ڈال رہے ہیں، جو قرآن و حدیث اور اس امت کے تیرہ سو سالہ تعامل کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن تو کہتا ہے یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ، وہ فرماتا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الخ وہ یہ بھی خوشخبری سناتا ہے، کہ اس امت میں جہاں ایسے لوگ ہوں گے جو فرعونیت کے جبر و استبداد میں پھنسے رہیں گے اور اس سے نجات کے لئے دعائیں کریں گے وہاں وہ عالی مقام لوگ بھی ہوں گے، جو مریم بنت عمران کی طرح عصمت کے اس بلند مقام پر پہنچ جائیں گے کہ ان پر باوجود نبی نہ ہونے کے کلام الٰہی نازل ہوگا اور وہ خدائی نفخ روح سے عیسیٰ بن کر مخلوق الٰہی کی اصلاح کا کام کریں گے، یہ ایک تصوف کا گہرا مسئلہ ہے جس کو پرویز صاحب شاید نہ سمجھ سکیں۔ لیکن جن لوگوں نے سورہ مریم کی آخری آیات کو غور سے پڑھا ہے وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ امت محمدیہ کے مریم صفت لوگ کلام الٰہی سے عیسیٰ صفت بن سکتے ہیں، یہی وہ بات ہے جس نے حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے کہلوایا ہے

دمبدم روح القدس اندر معینے مے دمد
من نمے دانم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

اور یہی وہ چیز ہے جس نے اس آخری زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیحیت کے منصب پر فائز کیا، حدیث میں آنیوالے مسیح کا کام کسر صلیب بتایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی عیسائی ایسی حدیث جو اس کے اپنے مذہب کے قلع قمع کی خبر دیتی ہو، خود بنا کر مسلمانوں کی کتابوں میں داخل نہیں کر سکتا، اور امام بخاری اور امام مسلم جیسے اعلیٰ پایہ کے محدثین کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ عجمی سازشوں کا شکار ہو گئے، یا خود انہوں نے کوئی ایسی سازش کر کے ایسی حدیثیں وضع کر لیں۔ خود اپنی عقل کا ماتم کرنا ہے، اگر ایسی بات تھی تو کیا اس زمانہ کے جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے بالکل ملحق تھا تمام جلیل القدر علماء ایسے ہی اندھے ہو گئے تھے، یا ان کی زبانیں گنگ تھیں کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی ایسی سازشوں کے خلاف ایک حرف تک نہ کہا، بلکہ ایسی احادیث کو صحیح اور سچا سمجھ کر نہ صرف ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا تسلیم کیا بلکہ آخری زمانہ کے لئے ایک مسیح و مہدی کا آنا بھی ضروری خیال کیا اور یہیں تک بس نہیں۔ یہ تیرہ چودہ سو سال کا زمانہ جو اس امت پر گذرا ہے اس میں ایسے ایسے اعلیٰ پایہ کے بزرگ پیدا ہوئے، جن کی روحانیت اور ولایت پر تمام امت کو اتفاق ہے اور ہمارا خیال ہے کہ پرویز صاحب بھی اس سے منکر نہ ہوں گے کہ حضرت امام غزالیؒ، حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت شیخ احمد سرہندیؒ وغیرہم بڑے صاحب روحانیت اور بلند مرتبہ اولیاء اللہ میں سے تھے، ان سب بزرگوں نے کھلے الفاظ میں مجددیت کے دعوے کئے۔ اپنے دعووں کی بنا ابوداؤد کی اس حدیث پر رکھی جس میں ہر سو سال کے بعد اصلاح امت کے لئے ایک مجدد کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے انہوں نے الہام الٰہی سے منصب مجددیت پر فائز ہونے کا اعلان کیا ہے۔ کیا یہ سب کے سب بزرگ پرویز صاحب کی بیان کردہ عجمی سازشوں کا شکار ہو گئے تھے؟ اور ان کے الہام بھی انہی سازشوں کے اثر سے خود بخود ان کے دماغوں میں پیدا ہو گئے تھے؟ اگر یہ صحیح ہے اور پرویز صاحب کے خیال کے مطابق یہ امت تیرہ سو سال تک انہی عجمی سازشوں میں پھنس کر صراط مستقیم سے بھٹکی رہی تو اللہ تعالیٰ نے خیر امۃ کا خطاب معلوم نہیں اس کو کس بنا پر دے دیا، اور سب سے بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تمام اولیاء اور بزرگوں کو تو ان سازشوں کا پتہ نہ لگا، لیکن آج ساڑھے تیرہ سو سال بعد پرویز صاحب کو سمجھ آ گئی، کہ یہ امت تو عجمی سازشوں کا شکار ہو کر تیرہ صدیوں تک صراط مستقیم سے بھٹکی رہی ہے، اس کو صراط مستقیم پر لانے کا راستہ یہ ہے کہ حدیثوں کو رستہ سے ہٹایا جائے اور اس بات سے انکار کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ آج بھی اپنے نیک اور پاک بندوں سے اسی طرح کلام کرتا ہے جیسے پہلی امتوں کے اولیاء اور ام موسیٰ اور مریم سے کلام کرتا تھا، اور اس خیال کو رد کر دیا جائے کہ امت کے اندر اصلاح خلق اور قرآنی نظام کو قائم کرنے کے لئے کوئی مجدد بھی آسکتا ہے۔ اور مسیح و مہدی کا لقب بھی اپنے کاموں کی وجہ سے کوئی شخص پا سکتا ہے، گویا یہ اُمت کامل طور پر الہام الٰہی سے محروم اور رُوحانی رہبروں کے پاک نمونوں سے مہجور رہے۔

یہ ہے وہ "صراطِ مستقیم" جس کو لے کر آج پرویز صاحب کھڑے ہوئے ہیں، اور یہ ہے وہ قرآنی نظام جس کو وہ دنیا میں رائج کرنا چاہتے ہیں، کیا ان کا یہ طریق مزعومہ عجمی سازشوں سے بڑھ کر خطرناک نہیں؟

ہماری تبلیغی سرگرمیاں ——— (بقیہ صفحہ ۲)

اعلیٰ پایہ کے عالم مسلمان ہماری کتابوں کا ترجمہ اپنی اپنی زبانوں میں شائع کرتے رہتے ہیں۔ ابھی تین چار روز ہوئے طہران کا ایک تاجر دو ہزار روپیہ کی کتب خرید کر لے گیا ہے، اور درخواست دی ہے کہ مشرق وسطیٰ میں اس انجمن کی کتب کی فروخت کا حق صرف اس اکیلے آدمی کو دیا جائے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر بیرونی دنیا کے لوگ احمدیت سے مراد "لاہور والوں" کو ہی لیتے ہیں تو وہ بہت حد تک حق بجانب ہیں۔ ہماری کوششیں خاموش کوششیں ہیں اس وقت بیرونی دنیا میں ہر جگہ ہماری خط و کتابت ہے۔ اسلامک ریویو اسلامی ممالک میں جاتا ہے۔ جس کے پہلے صفحہ پر لکھا ہوتا ہے Founded by Kh. Kamal-ud-Din یہی وجہ ہے کہ لوگ احمدی جماعت سے مراد لاہوری جماعت لیتے ہیں اس کے علاوہ جب کوئی کسی مسلمان کا کسی غیر مسلم سے تصادم ہوتا ہے تو وہ ہمارا لٹریچر ہی استعمال کرتا ہے۔ ہمارا نصب العین اشاعت اسلام اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہے اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہماری یہ کوششیں کچھ حقیقت رکھتی ہیں۔ تو یہ ہماری جماعت کی خوش قسمتی

امریکہ میں حضرت مسیح موعود کے روحانی تصرفات کا پہلا اثر

مسٹر الیگزینڈر رسل ویب پہلے امریکی نومسلم کے قبولِ اسلام کی داستان

محترم سید تصدق حسین صاحب قادری کے "مکتوب بغداد" میں جو گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے ایک مضمون کا ذکر آیا ہے جو "امریکہ میں نورِ اسلام کی ضیا باریاں" کے عنوان سے اخبار "مدینہ" بجنور میں شائع ہوا ہے، اور اس میں پہلے امریکی نومسلم مسٹر الیگزینڈر رسل ویب اور مولانا حسن علی مرحوم کا بھی ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس بات کا ذکر نہیں آیا کہ یہ دونوں حضرات کس کی روحانی کشش کے ثمرات میں سے تھے، ذیل میں ہم آپ کو مسٹر ویب کے قبول اسلام کی داستان سناتے ہیں، جس میں مولانا حسن علی صاحب کا ذکر اور ان کا اپنا بیان بھی شامل ہے یہ داستان جو "مجدد اعظم" حصہ اول سے لی گئی ہے امید ہے قارئین کرام کے ازدیاد ایمان کا موجب ہو گی۔

مسٹر ویب کے ابتدائی حالات

ملک امریکہ کے شہر ہڈسن علاقہ نیویارک میں ۱۸۴۶ء میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام الیگزینڈر رسل ویب تھا۔ اس شخص کا باپ ایک نامی و مشہور اخبار کا ایڈیٹر تھا۔ ویب صاحب نے کالج میں پوری تعلیم پائی، طبیعت میں مذہبی رجحان بہت تھا اس لئے ابتدا میں سینٹ لوئیس مسوری شہر کے ایک گرجے کے امام کے فرائض ادا کرتے رہے۔ طبیعت معقول پسند تھی۔ آخر مسیحیت کی خلاف عقل و نقل تعلیم سے بیزار ہو کر ۱۸۷۰ء میں دین عیسوی کو ترک کر دیا۔ اور ساتھ ہی گرجے کی امامت کو خیرباد کہکر اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک ہفتہ وار اخبار جاری کیا جس سے ویب صاحب کی لیاقت علمی اور قابلیت کا شہرہ دور دور ہو گیا اور ان کو ایک بہت پایہ کے روزانہ اخبار سینٹ جوزف مسوری ڈیلی گزٹ کی ایڈیٹری کے معزز عہدہ پر دعوت دی گئی۔ پھر اس کے بعد کئی اخباروں کی ایڈیٹری کا کام ویب صاحب کے سپرد ہوتا رہا۔

حضرت اقدس سے خط و کتابت

کئی برس تک ویب صاحب کا کوئی مذہب نہیں تھا۔ دل میں خیال آیا کہ دنیا کے کل مذاہب کی تحقیقات کرنی چاہیئے، بدھ مذہب و برہمن مت کا خوب مطالعہ کیا جاتے مگر دل کو تسلی نہ ہوئی، کسی قدر تعلیمات زرتشت کنفیوشش کا بھی مطالعہ کیا مگر وہ بھی دل کو تسکین نہ دے سکیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی نسبت بھی کچھ مطالعہ کیا مگر بہت کم۔ اسنے میں حضرت اقدس مرزا صاحب کا براہین احمدیہ کا انگریزی اشتہار جس میں قرآن کریم کی حقانیت اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت پر تین سو دلائل دینے کا وعدہ تھا جن کے توڑنے پر دس ہزار روپے انعام کا بھی وعدہ تھا .... ویب صاحب کی نظر سے گذرا جس سے وہ بیحد متاثر ہوئے اور حضرت اقدس مرزا صاحب سے خط و کتابت شروع کر دی۔ چنانچہ اس کا پہلا خط ۱۸۸۶ء میں موصول ہوا جس کا حضرت صاحب نے نہایت مناسب جواب لکھ کر بھیجا اور اسلام کی طرف دعوت دی۔ اس کے بعد ان کا دوسرا خط یکم اپریل ۱۸۸۷ء کو وصول ہوا۔ انہوں نے انگریزی میں لٹریچر اسلام مانگا تھا اور خود ہی یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اگر اسلام کے متعلق میری پوری تسلی ہو گئی تو میں نہ صرف خود اسلام قبول کر لوں گا بلکہ اپنے اس ملک میں اسلام کی اشاعت بھی کروں گا۔ حضرت صاحب نے لکھا کہ انگریزی لٹریچر اسلام پر ابھی موجود نہیں۔ البتہ ہم اسلام پر رسالے لکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں، جنہیں انگریزی میں ترجمہ کرا کے آپ کو بھیجیں گے۔ ویب صاحب کے دونوں خطوط شحنۂ حق میں طبع شدہ موجود ہیں۔

مسٹر ویب کا قبولِ اسلام

قصہ مختصر یہ کہ اس خط و کتابت کے ذریعہ اسلام ان کے دل میں گھر کر گیا۔ جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ویب صاحب نے جزائر فلیپائن کے پایۂ تخت منیلا میں آکر اسلام قبول کر لیا۔ منیلا میں ویب صاحب اس طرح آئے کہ اخباروں کی ایڈیٹری سے ان کی قابلیت اور علمیت کا شہرہ بہت ہو گیا تھا۔ امریکہ کے اعلےٰ پایہ کے اخباروں کی ایڈیٹری کرنا معمولی دل و دماغ کے لوگوں کا کام نہیں ہوتا۔ وہاں کے ایڈیٹروں کی قلم کے آگے حکومت کی گردن جھکتی ہے۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ ویب صاحب کی قابلیت سے متاثر ہو صوبجات متحدہ امریکہ کے پریزیڈنٹ نے انہیں سفارت کے عہدہ پر منیلا جزائر فلیپائن میں بھیجدیا۔ وہاں جا کر یہ مسلمان ہو گئے۔

مولوی حسن علی مرحوم

مولوی حسن علی مرحوم شہر بھاگلپور صوبہ بہار کے ایک بہت بڑے عالم اور متقی اور باخدا انسان تھے، اور ایک زبردست روحانیت کے مالک تھے، ہندوستان میں غالبًا وہ پہلے آدمی ہوں گے جنہوں نے انگریزی میں اسلام پر بڑے کامیاب لکچر دیئے۔ مدراس میں اسلام پر ان کے انگریزی لیکچروں میں خود گورنر مدراس شامل ہوتا رہا۔ طبیعت نہایت معقول اور زبان میں بڑا اثر تھا۔ وجہ یہ کہ ان کا اپنا دل اسلام کے درد سے گداز تھا۔ نتیجہ یہ کہ کئی سو اہل ہنود نے ان کے ہاتھ پر توبہ کر کے اسلام قبول کیا۔ اور دو ہزار سے زیادہ طالب علم ہوں گے جو مغربی تعلیم و فلسفہ کے بداثر سے دہریہ گمراہ اور بدعقیدہ ہو چکے تھے۔ وہ ان کے انگریزی لیکچروں کو سن کر اسلام پر پختہ ہو گئے۔ انہوں نے مجدد وقت کو کس طرح تلاش کیا اور حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کی وہ ایک دلچسپ داستان ہے، جسے انہوں نے اپنی ایک نہایت قابل قدر تصنیف "تائید حق" میں مفصل لکھا ہے۔ اس وقت مولوی حسن علی صاحب ابھی مجدد زمانہ کی تلاش میں تھے اور حضرت صاحب کے دعاوی کو نہ مانتے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

حاجی عبداللہ عرب

"حاجی عبداللہ عرب ایک میمن تاجر تھے جو کلکتہ میں تجارت کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے لاکھ دو لاکھ کی پونجی کا ان کو سامان کر دیا تو ہجرت کر کے مدینہ میں جا بسے، وہاں باغوں کے بنانے میں بہت کچھ صرف کیا۔ بہت عمدہ عمدہ باغ تو تیار ہو گئے۔ لیکن عرب کے بدوؤں کے آگے پھل ملنا مشکل۔ آخر بیچارے پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ جدہ میں آکر ایک مختصر پونجی سے تجارت شروع کر دی۔ بمبئی میں تجارتی تعلق ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں بھی کبھی کبھی آجاتے ہیں، یہ بزرگ ایک نہایت اعلےٰ درجہ کا مومن ہے۔ اللہ نے اس شخص کو مادر زاد ولی بنایا ہے۔ اس کمال و خوبی کا مسلمان میری نظروں سے بہت ہی کم گذرا۔ مثل بچوں کے دل لگی ہوا سے پاک و صاف۔ خدا پر بہت ہی بڑا توکل ہمت نہایت بلند۔ مسلمانوں کی خیرخواہی کا وہ جوش کہ صحابہ یاد پڑ جائیں ....

مجھ کو عبداللہ عرب کے ساتھ رہنے کا شرف تک میسر ہوا ہے اگر میں ان کی روحانی خوبیوں کو لکھوں تو بہت طول ہو جائے گا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس آخری زمانہ میں بھی اس قسم کے مسلمان موجود ہیں۔ مکہ معظمہ میں نہر زبیدہ کی اصلاح کے لئے قریبًا چار لاکھ روپیہ چندہ ایک عبداللہ عرب صاحب کی کوشش سے جمع ہوا تھا۔

مسٹر ویب سے عبداللہ عرب کی خط و کتابت

بمبئی میں عبداللہ عرب صاحب نے الیگزینڈر رسل ویب سفیر امریکہ کے مسلمان ہونے کا حال سنا فورًا انگریزی میں خط لکھوا کر ویب صاحب کے پاس روانہ کیا، ویب صاحب نے بھی ایسے ہی گرمجوشی کے ساتھ جواب دیا۔ اور خواہش ظاہر کی کہ اگر آپ کسی منیلا آسکتے تو امریکہ میں اشاعت اسلام کے کام میں کچھ صلاح مشورہ کیا جاتا۔

پیر اشہد الدین کا استخارہ

حاجی عبداللہ عرب صاحب کو حضرت پیر سید اشہد الدین جھنڈے والے[1] سے بیعت ہے۔ شاہ صاحب کی بڑی عظمت عبداللہ عرب صاحب کے دل میں ہے۔ مجھ سے اس قدر

(باقی ص۱۱ پر)

[1] یہ پیر صاحب ضلع حیدرآباد سندھ تحصیل ہالہ میں رہتے تھے، ان کے لاکھوں لاکھ مرید تھے۔ اور علاقہ سندھ کے لوگ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ان کی کرامات اور بزرگی کے سب قائل تھے۔ اب فوت ہو چکے ہیں۔
(ناقل)

مشرقی اور مغربی پاکستان کا اختلاف اسلامی دل پیدا کرنے سے مٹ سکتا ہے

مذہب میں عقل اور جذبہ کا امتزاج ضروری ہے

اپنے اندر نور قلب پیدا کرو اور اپنے لیڈروں پر تنقید کے ساتھ ان کا احترام کرنا سیکھو

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۸ فروری ۱۹۵۵ء فرمودہ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام مسجد ووکنگ (انگلستان) بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد:-

میں حکم کی تعمیل میں آپ لوگوں کے سامنے کھڑا ہوں۔ ورنہ میں اپنے آپ کو اس منبر پر کھڑا ہونے کا اہل نہیں سمجھتا۔ .... اس منبر سے جو جلیل القدر بزرگ جماعت کو خطاب کرتے رہے ہیں ان کی تاریخ سے بخوبی واقف ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مسجد اور اس کے منبر کی طرف اسلام کے دوست اور دشمن ہر ایک کی نظر ہے۔ ایک دفعہ دنیا کے ایک بڑے مشہور پادری نے لاہور میں تقریر کی اور شروع ہی میں یہ الفاظ کہے تھے:-

"میں اس شخص کی ذمہ داری کو خوب سمجھتا ہوں جو لاہور کے شہر میں کھڑا ہو کر کسی مذہبی موضوع پر تقریر کرنا چاہتا ہو"

ظاہر ہے کہ پادری صاحب کا اشارہ اسی مسجد کی طرف تھا جس سے کہ وہ خائف تھے۔

دوسری وجہ میرے پس و پیش کرنے کی یہ ہے کہ میں وعظ کرنے سے ڈرتا ہوں۔ اس لئے بجائے اس کے کہ میں آپ کو کسی بات کی تلقین کروں میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس موقعہ پر کچھ اپنے حالات آپ کو سناؤں۔ اس میں بھی ایک مقصد ہے۔

مشرقی اور مغربی پاکستان کی کشمکش کی وجہ

میں اس برِ اعظم ہند و پاکستان کے اس حصہ کا رہنے والا ہوں جس سے یہاں کے رہنے والوں کو اب پاکستان بننے کے بعد سابقہ پڑا ہے۔ یعنی بنگال۔ ان چند سالوں میں پاکستان کے ان دو حصوں میں جو کشمکش رونما ہوئی ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ اس کشمکش کے مختلف وجوہات بیان کئے گئے ہیں مگر جو صحیح وجہ ہے وہ ہے اختلاف طبائع۔ میں یہ بات آپ کو اپنے تجربہ کی بناء پر کہہ رہا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ منجملہ ان وجوہات کے جن کی بناء پر میاں بیوی میں طلاق ہو سکتی ہے ان میں سے ایک وجہ اختلاف طبائع بھی ہے۔ یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ نہ کوئی نقص بیوی میں ہو اور نہ ہی خاوند میں مگر طبیعتیں اس قدر مختلف ہوتی ہیں کہ وہ آپس میں مل کر زندگی نہیں گزار سکتیں۔ اس کی مثال حدیث نبویؐ سے ملتی ہے۔ یہی حال مشرقی اور مغربی پاکستان کے جھگڑوں کا ہے۔ دونوں مقامات کے لوگوں کی طبائع ایک دوسری سے نہیں مل سکتیں۔ اس کا ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے اسلامی دل پیدا کرنا۔ مگر وہ بدقسمتی سے ہم میں نہیں ہے۔ میں آپ کو سچ کہتا ہوں کہ یہاں کے لوگ جب وہاں جاتے ہیں تو وہ اسلامی دل لے کر نہیں جاتے۔ سیاسی اور دنیادار لوگوں کا تو کیا کہنا ہمارے مبلغین بھی اس قسم کا دل لے کر بیرونی ممالک میں نہیں جاتے۔ الا ماشاء اللہ۔

پنجاب یا بنگال سے میرا لگاؤ

میں نے اس اختلاف طبائع کے ہوتے ہوئے یہاں گزارا کر لیا۔ میرے عزیز و اقارب مجھے کہتے ہیں آپ نے بنگال سے محبت قطع کر کے اپنے کو پنجابی بنا لیا ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اگر بنگال سے مجھے کوئی محبت نہیں ہے تو پنجاب سے بھی مجھے خاص دلچسپی نہیں ہے۔ میں نوجوان آیا تھا اور اب بڑھاپے کو پہنچنے لگا ہوں۔ جس خیال سے جوانی میں وطن ترک کیا تھا اسی میں وقت گزر گیا ہے۔

میرا نظریہ زندگی اور اسلام کا حقیقی پیغام

ایک دفعہ ووکنگ روٹری کلب نے مجھے تقریر کرنے کی دعوت دی۔ میں نے تقریر کے شروع میں ان سے یہ کہا "میں کوئی ڈیڑھ گھنٹہ ہوا آپ کے ہاں اکیلا بیٹھا ہوا ہوں اور آپ اپنے کاروبار میں مصروف رہے ہیں۔ میں کئی دفعہ کوشش کرتا رہا کہ یہ محسوس کروں کہ میں ایک دور کا پردیسی آدمی ایک غیر قوم کے اندر بیٹھا ہوا ہوں۔ مگر ایسا احساس پیدا نہ کر سکا میرا احساس یہی ہے کہ میں اپنے جیسی خدا کی مخلوق اور اس کے بندوں کے درمیان بیٹھا ہوا ہوں اور یہی اسلام کا پیغام ہے جو میں آپ کو دینا چاہتا ہوں"۔ یہ باتیں میرے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی تھیں دل پر جا کر لگیں۔ میرا نظریہ زندگی کچھ ایسا ہی رہا اور یہ خدا کا بہت فضل ہے۔

میں یہاں کس طرح آیا؟

اب میں آپ کو بتاؤں کہ میرا یہاں آنا کس طرح ہوا؟ شروع سے ہی مجھے اپنے ماحول پر اور اپنے نفس پر غور کرنے کی عادت تھی میری یادداشت مجھے اپنی زندگی کے پانچویں یا چھٹے سال تک ساتھ دیتی ہے۔ اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ یہ جو میں سو جاتا ہوں یہ نیند کیا چیز ہے۔ غور و فکر کا یہ مادہ جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا میرے اندر بڑھتا گیا۔ مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کو میں اکثر محسوس کرتا ہوں۔ اور مقابلہ کیا تو نظر آیا کہ عیسائی ہندو وغیرہ دوسری اقوام کی نسبت مسلمان ہر لحاظ سے گرا ہوا ہے۔ اس کا مجھے بڑا صدمہ ہوا۔ خلافت تحریک نے اس احساس کو بڑا نمایاں کر دیا۔ قوم کی زبوں حالی سے مذہب اسلام کی طرف خیال گیا کہ دیکھوں اس کا کیا حال ہے؟ یہی خیال مجھے عربی سیکھنے کے لئے دیوبند لایا۔ اس کے ڈیڑھ سال کے بعد میں اسی خیال کو لیکر لاہور آ گیا۔

میرا تبلیغی کام

خطیب ہونا تو ایک طرف میں نے اپنے آپ کو کبھی مبلغ ہونے کا بھی اہل نہیں سمجھا۔ میں دینی علم سیکھنے کے لئے آیا تھا مگر وہ بھی صرف اپنی تسلی کے لئے۔ مبلغ بننے کا خیال میرے ذہن میں بھی نہیں تھا۔ جب پہلی مرتبہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے یہ تجویز میرے سامنے پیش کی تو مجھے کچھ حیرانی ہوئی اور خیال کیا کہ تبلیغ جیسا بڑا کام مجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے۔ چند سالوں کے بعد جب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے مجھے ووکنگ بھیجنے کی تجویز پیش کی تو اور زیادہ حیرانی مجھے ہوئی کہ انگریزوں میں تبلیغ اور اسلامک ریویو جیسے بلند پایہ رسالے کی ادارت مجھ سے کس طرح ہو سکے گی۔ بعد کو جب ۱۹۳۴ء میں مسجد ووکنگ کے امام کی حیثیت سے میں نے چارج لیا اور وہاں پہنچنے کے ساتھ ہی ایڈنبرا یونیورسٹی کی طرف سے تقریر کرنے کی دعوت آئی تو میں بڑا پریشان ہوا اور مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہوا کہ اسلام کا پیغام ایسے بڑے ملک میں وہاں کے اونچے طبقہ میں لے جانے کے لئے مجھ جیسے کمزور اور بے بس آدمی سے کوئی بہتر آدمی نہ مل سکا اسلام کی اس خدمت کے لئے زیادہ بہتر اور قابل آدمی ہونا چاہیئے تھا۔ بہرحال گزارہ کرتا تھا۔ پانچ سال کا عرصہ جوں توں کر کے گزار ہی لیا۔ مگر یہ جو ماحول پر غور کرنے کی عادت مجھ میں تھی یہ برابر میرے ساتھ سفر کرتی رہی اور اپنی یہ احمدیہ تحریک بھی زیر مطالعہ رہی۔

عقل پرستی تنقید اور وجدان

میں آپ کو اپنے اس مطالعہ کا نچوڑ چند لفظوں میں سنانا چاہتا ہوں۔ اور اس کے پیش کرنے میں میرے سامنے سورۃ فاتحہ کے آخری الفاظ پر سارا زور ہوگا غیر المغضوب ......

..... کی تشریح میں ہمارے نبی کریم صلعم نے مثال کے طور پر یہودی قوم کو پیش کیا ہے اور ضالین کی مصداق عیسائی قوم کو ٹھہرایا ہے۔ ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو زیادہ واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ عقل پرستی اور تنقید کا حد سے بڑھ جانا انسان کو مغضوبیت کی طرف لے جاتا ہے۔ اور جذبات کا حد سے گذر جانا ضلالت کی طرف لے جاتا ہے۔ میں نے جذبات کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کے لئے موزوں لفظ وجدان ہے اور ڈاکٹر اقبال نے اس کے لئے لفظ عشق استعمال کیا ہے۔ حقیقت ایک ہی ہے اور اس کا تعلق دل سے ہے۔ اور اس کے بالمقابل عقل کا تعلق دماغ سے ہے۔

مذہب میں عقل اور جذبہ کا امتزاج

بات یہ ہے کہ مذہب ایک بہت ہی نازک امتزاج ہے عقل اور جذبہ کا۔ مذہب سے اگر جذبہ کو علیحدہ کر دیا جائے تو وہ فلسفہ بن جاتا ہے اور فلسفہ کی انتہا، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا دہریت ہے۔ ہمارے اس زمانے میں عقل کو مغرب میں بہت ارتقاء حاصل ہوا اور اس کا سب سے بڑا فلاسفر نٹشے دہریہ ہو کر پاگل خانے میں مرا۔ دوسری طرف مذہب سے اگر عقل کو علیحدہ کر دیا جائے تو توہم پرستی باقی رہ جاتی ہے ہندو قوم کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے کہ کس طرح بے پناہ بھگتی کے ساتھ اپنے بتوں کے سامنے ماتھا رگڑتے ہیں۔ اس بھگتی کو دیکھ کر ہمارے فارسی شاعر امیر خسرو نے دعا مانگی تھی کہ اے خدا میرے دل میں تو اپنے لئے وہ اعتقاد پیدا کر دے جو ایک برہمن کے دل میں اپنے بت کے لئے ہے۔

یہودیوں کی بے لگام عقل کی انتہا

اسی محبت کے غلو کے نتیجہ میں عیسائی مذہب پیدا ہوا۔ جسکے پیروؤں نے ایک بیکس آدمی کو خدا بنا لیا۔ بالمقابل اس کے یہودی قوم کے اندر کتنے اولوالعزم انبیاء پیدا ہوئے۔ مگر ان کی خشک منطق اور عقلی تجزیہ نے کسی بڑے سے بڑے نبی کے اندر بھی کوئی خوبی نہ دیکھی۔ موسے علیہ السلام جیسے فاتح اور کامیاب پیغمبر بھی ان کو پسند نہ آئے اور ان پر ہمیشہ اعتراض ہی کرتے رہے۔ ان کے بعد دوسرے پیغمبروں سے بھی یہی سلوک کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو سنگدلی کا سلوک کیا گیا تاریخ اس کی شاہد ہے۔ یہ سب کچھ بے لگام عقل کا کرشمہ ہے جس کا منتہا یعنی دشوار پسندی ہے۔ اس بے لگام عقل کا رکھنے والا کسی بڑی سے بڑی ہستی میں بھی کوئی خوبی نہیں دیکھ سکتا۔

عقل و تنقید کا غلو کسی میں کوئی خوبی نہیں دیکھنے دیتا

آج پاکستان بھی اسی بیماری کا شکار ہے۔ یہاں کے عوام کو کوئی لیڈر پسند نہیں آتا۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ دنیا کے کامل ترین انسان محمد رسول اللہ صلعم تھے جن سے بڑھ کر کوئی انسان ایسے کمالات اور خوبیوں کا مالک، نہیں ہو سکتا۔ مگر ان کو بھی پسند نہ کرنے والے لوگ ان کے اپنے خاندان میں موجود تھے۔ ابوجہل کوئی بھدے دماغ کا مالک اور کند ذہن آدمی نہ تھا۔ ممکن ہے کہ ہماری طرح پڑھا لکھا بھی ہو، مگر اس کو کیوں محمد رسول اللہ صلعم میں کوئی خوبی نظر نہ آسکی۔ یہ وہی عقل و تنقید کا غلو ہے۔ انسان جب اس غلو میں پڑ جاتا ہے تو کسی انسان میں کوئی خوبی دیکھتے ہوئے بھی اپنے دل میں اس کے متعلق کوئی نیک خیال نہیں پاتا۔ ایسے ہی لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کیا ..... میں تم لوگوں کے لئے کوئی فرشتہ لے آؤں؟

لیڈر عیوب سے پاک نہیں ہو سکتا

ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی بھی لیڈر ہو، خواہ ہمارا وزیر اعظم ہو یا گورنر جنرل ہماری اپنی جماعت کا امیر ہو یا صدر محمد رسول اللہ صلعم سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ ہم لیڈر کو لیڈر اس لئے نہیں مانتے کہ وہ عیوب سے پاک ہے۔ کوئی بھی لیڈر ہو اس میں بے شمار عیوب ہوں گے تاہم اس کو لیڈر اس لئے مانتے ہیں کہ وہ ہماری تمام قومی ضروریات کے پیش نظر بحیثیت مجموعی ہم سب سے نسبتاً بہتر ہے۔ یہ اسلام کا زرین اصول ہے جسے مسلمانوں نے بھلا دیا ہے اور اسی وجہ سے وہ آج ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

تنقیدی پہلو رکھتے ہوئے صحابہ کا نبی کریم صلعم سے عشق و محبت

صحابہ کرام حضرت نبی کریم صلعم سے عشق اور محبت کا انتہائی جذبہ رکھنے کے باوجود اندھی تقلید کے قائل نہ تھے۔ وہ آپ کے اعمال کے بارہ میں آزادی سے سوال کرتے تھے مگر ساتھ ہی اس کے ان کے دلوں میں آنحضرت صلعم کے متعلق بے حد محبت بھی تھی، اور اعتقاد بھی تھا۔

انگریزوں کا اصول

آج ایک کافر قوم نے اس اصول پر عمل کر کے دنیا میں بہت سربلندی حاصل کی ہے۔ میرا مقصد انگریز قوم سے ہے۔ یہ اس قوم کی بڑی خوبی ہے کہ اپنے لیڈروں پر بے پناہ تنقیدی نگاہ رکھتے ہوئے ان کی پوری اطاعت اور احترام کا بے مثال نمونہ قائم کیا ہے۔ اپنے بادشاہ کے نام سے ان کا جذبہ اعتقاد اُبل پڑتا ہے۔ مگر جب تنقیدی نظر سے دیکھتے ہیں تو بادشاہ کا تجزیہ بھی اسی بے باکی کے ساتھ کرتے ہیں۔

اپنے اندر نور قلب پیدا کرو اور اپنے لیڈروں کا احترام کرو

میں نے یہ باتیں اس لئے کہی ہیں کہ ہماری جماعت نے مذہب کے عقلی اور علمی پہلو پر بہت زور دیا ہے اور یہی ہمارا امتیازی نشان ہے۔ ہمیں بعض باتوں سے بڑی احتیاط کرنی چاہیئے۔ مجھے بعض نوجوان دوست کہتے ہیں کہ ہمارا کوئی لیڈر نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں جس قسم کا لیڈر آپ چاہتے ہیں کہ اس کے اندر خوبیاں ہی خوبیاں ہوں اور کمزوری کوئی نہ ہو۔ وہ تو آپ کو ملنے سے رہا۔ مامور من اللہ تو گاہے گاہے ہی آیا کرتے ہیں، اور جب آتے ہیں تو ان کے ساتھ بھی جو سلوک ہوتا ہے وہ آپ سب کو معلوم ہے۔ اصل لیڈر کی شناخت کے لئے بھی اپنے اندر نور قلب ہونا چاہیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلعم کے دعوے سے پہلے ہی ایسے مقام پر پہنچے ہوئے تھے کہ دعوے کی خبر سنتے ہی آپ کو تسلیم کر لیا گیا۔ یہی ان کا نور قلب تھا۔ اسی طرح حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی کتاب براہین احمدیہ کا اشتہار پڑھکر ہی آپ کے مقام کو پہچان لیا۔ یہ ان کا نور قلب تھا۔ یہی نورِ قلب ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے۔ ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں، تا کہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا نمبر خریداری تو شامل نہیں، اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ مارچ ۱۹۵۵ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ مارچ تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ رقم وصول ہوئی، تو مجبوراً ۶ مارچ کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کیا جائے گا۔ جن کو چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ ان کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر
30/-/-	۲۶۱	12/-/-	۲۰۳	30/-/-	۲۳۵	6/-/-	۱۵
20/-/-	۲۷۵	60/-/-	۲۰۵	6/-/-	۲۳۶	6/-/-	۱۸
24/-/-	۲۷۱	6/-/-	۲۰۶	6/-/-	۲۳۷	6/-/-	۲۱
12/-/-	۲۷۶	12/-/-	۲۱۲	6/-/-	۲۳۹	6/-/-	۳۹
6/-/-	۲۷۸	12/-/-	۲۱۴	24/-/-	۲۴۰	6/-/-	۱۵۱
30/-/-	۲۸۰	6/-/-	۲۲۰	6/-/-	۲۴۱	9/-/-	۱۶۰
30/-/-	۲۸۶	6/-/-	۲۲۹	6/-/-	۲۴۲	6/-/-	۱۷۵
19/-/-	۲۸۹	6/-/-	۲۳۲	18/-/-	۲۴۴	18/-/-	۱۸۰
6/-/-	۲۹۱	24/-/-	۲۳۳	6/-/-	۲۴۶	24/-/-	۱۹۱
[illegible]	۳۱۱	24/-/-	۲۹۰	6/-/-	۲۴۷	24/-/-	۱۹۹
42/-/-	۳۱۵	18/-/-	۲۹۵	6/-/-	۲۵۵	12/-/-	۲۰۰

اسلامی اور عیسائی طریق ذبح

چیف ویٹرنری آفیسر لندن کا مراسلہ "ویٹرنری ریکارڈ" لندن کے نام اور مولٰنا آفتاب الدین کا مکتوب

یورپ میں طریق ذبح کے متعلق شیخ محمد طفیل صاحب کا ایک مضمون سابقہ دو اشاعتوں میں درج ہو چکا ہے، اسی سلسلہ میں ذیل کی خط و کتابت بھی شائع کی جاتی ہے۔ جو کچھ عرصہ ہوا لندن کے ایک رسالہ "ویٹرنری ریکارڈ" میں شائع ہوئی تھی۔ اس خط و کتابت میں پہلا مراسلہ مسٹر ایچ ای بائی واٹر چیف ویٹرنری آفیسر مغربی ہمسٹڈ لندن کا ہے، جو ۲۴ اپریل ۱۹۴۸ء کے "ویٹرنری ریکارڈ" میں شائع ہوا، اور دوسرا مولٰنا آفتاب الدین احمد صاحب ایڈیٹر "لائٹ" کا ہے جو ۱۷ جولائی ۱۹۴۸ء کے پرچہ میں درج ہوا۔ امید ہے یہ دونوں خطوط قارئین کرام کے فائدہ اور دلچسپی کا موجب ہوں گے۔

اسی سلسلہ میں دو مراسلے اور بھی ہیں جو آئندہ اشاعت میں درج ہوں گے۔

چیف ویٹرنری آفیسر کا مراسلہ

جناب عالی - اس خط سے میری قطعاً یہ منشاء نہیں ہے کہ میں لوگوں کے جذبات سے اپیل کروں۔ بلکہ میری یہ اپیل کسی تبصرہ یا حاشیہ آرائی کے بغیر چند ٹھوس اور منطقیانہ حقائق پر مبنی ہے۔ اس سے میرا مدعا یہ ہے کہ یہودیوں اور مسلمانوں کے طریق ذبح سے متعلق بیرحمی اور بیدردی کو اجاگر کیا جائے۔ وہ بے رحمی اور بیدردی جو ہر روز مذہبی ضروریات کے نام سے ہزاروں بے بس جانوروں کے ساتھ روا رکھی جاتی ہے۔

یہودی طریق ذبح میں یہ ضروری ہے کہ جانور کا خون اچھی طرح بہہ جانا چاہیئے۔ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے جانور کے گلے اور شریانوں کو ایک تیز چھری سے کاٹ دیا جاتا ہے، اور جانور کا خون بہنے دیا جاتا ہے تاآنکہ وہ جان بحق ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس کی ہوش کی حالت میں کیا جاتا ہے۔ عام طور پر یہودی طریق ذبح کے تین مراحل ہیں۔

جانور کا گلا کاٹنے سے پہلے اس کو زمین پر گرایا جاتا ہے۔ یہ عمل جس طریق سے آج کیا جاتا ہے وہ موجودہ زمانے میں چنداں ضروری نہیں۔ اس طریق کو عمل میں لانے کے لئے مزاحمت کرتے ہوئے خوف زدہ جانور کو زنجیروں کے ذریعہ مذبح کی ایک دیوار کے پاس کھینچ کر لایا جاتا ہے۔ اور پھر وہاں اس کے سر کو زمین کے قریب ایک پھندے میں کھینچ کر پھنسایا جاتا ہے پھر اس کی ٹانگوں کو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے۔ پھر ان زنجیروں کو ایک آنکڑی سے باندھ کر دیوار کے اوپر لگی ہوئی چرخڑی میں سے گذارا جاتا ہے۔ ذبح کرنے والے چرخڑی سے گذاری ہوئی زنجیر کو زور سے کھینچتے ہیں جس کی وجہ سے جانور سے بندھی ہوئی زنجیروں پر دباؤ پڑتا ہے اور جانور اپنا توازن قائم نہ رکھتے ہوئے زور سے زمین پر گر پڑتا ہے۔ یہ سارا عمل حد درجہ کے ظلم پر مبنی ہے۔ جانور کے جسم پر اکثر اوقات گرنے کی وجہ سے چوٹیں آتی ہیں اور بعض دفعہ تو اس کی ہڈیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔ اس طریق میں چند منٹ ہی لگتے ہیں لیکن یہ طریق بہت تکلیف دہ اور موجب اذیت ہے اور اس عمل کے ... مذبح میں جانور کے ... [illegible] کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

جانور کو گرانے کے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ اس کے سر کو ایسی پوزیشن میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس کا گلا سامنے آجائے تاکہ اس پر چھری چلائی جا سکے جانور جو ابھی تک ہوش میں ہوتا ہے زمین پر گٹھڑی کی طرح پڑا ہوتا ہے اور اس کی ٹانگیں زنجیروں سے جکڑی ہوئی اس کے جسم سے ذرا اونچی دیوار پر لگی ہوئی چرخڑی کی طرف اٹھی ہوئی ہوتی ہیں۔ تب ایک زنجیر یا رسی اس کے منہ میں سے نچلے جبڑے کے گرد گھوما کر گذاری جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ ایک پھندا سا بن جاتا ہے۔ اور پھر دوسرا آدمی بیل جیسے لوہے کی ایک سلاخ کو اس پھندے میں سے گذارتا ہے اور فرش سے ٹیک لگاتے ہوئے اس سلاخ کے ذریعہ گردن کو گھمایا جاتا ہے جس سے اس کا گلا اوپر کی طرف آجاتا ہے۔ گردن کو اس طرح گھمانے میں جانور کی گردن کے مضبوط پٹھوں کو قابو میں لانا ہوتا ہے۔ اس طریق سے انسان اور حیوان کے مابین ایک بے رحمانہ کشمکش ...... ہوتی ہے اور عموماً اس میں تھوڑا سا وقت خرچ ہوتا ہے لیکن اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ اس حالت میں جانور کو جسمانی اور دماغی دونوں قسم کی اذیت اٹھانی پڑتی ہے۔

جب مندرجہ بالا عمل پورا ہو چکتا ہے تمام حالت میں ان ابتدائی عوامل میں چند منٹ لگتے ہیں تب Shochet یا مقررہ بوچڑ تیز چھری سے اس کا گلا کاٹنے کے لئے آگے آتا ہے۔ وہ بڑی پھرتی سے بہت تیز چھری کے ساتھ جانور کی گردن کی شریانوں اور سانس کی نالی کو کاٹ دیتا ہے۔ اس سے خون بہت بہنا شروع ہو جاتا ہے اور آخر کار تھوڑے سے وقفے کی ہوش کے بعد جانور جان بحق ہو جاتا ہے۔ اس ہوش و حواس کے وقفہ کی وسعت کو تفصیل کے ساتھ اور محتاط طور پر مشاہدہ کیا جاتا رہا ہے۔

سر مائیکل فوسٹر۔ ایف۔ آر۔ ایس آنجہانی اور پروفیسر سٹارلنگ۔ ایف آر۔ ایس آنجہانی ایڈمیرلٹی کمیٹی کی طرف سے اس مسئلہ پر اپنی تحقیقات میں جانور کو گرانے اور سر کو صحیح پوزیشن میں لانے کے ابتدائی مراحل کی سخت ... کی ہے اور انہوں نے بتایا ہے کہ یہ عوامل کشمکش حیات کی بڑی ظاہری چوٹوں" اور "خوف و دہشت سے بھری ہوئی کرب اذیت" کو پیدا کرتے ہیں۔ اور جہاں تک ذبح کرنے کا تعلق ہے انہوں نے معلوم کیا ہے کہ جانور کے گلا کٹنے کے بعد ۵ سے لے کر ۲۰ سیکنڈ تک اسکے ہوش و حواس قائم رہتے ہیں۔ ان ماہرین کی تحقیق کی بناء پر ایڈمیرلٹی کمیٹی نے اس بات کی سفارش کی کہ ...... کسی ایسے مذبح میں جو حکومت کے کنٹرول میں ہو یہودیوں کو ذبح کرنے کی اجازت نہ دی جائے ... یہودیوں کی مستند کتابوں کی تحقیقات اس بات کو ثابت نہیں کرتی کہ موجودہ طریق ذبح پر کوئی مذہبی پابندیاں عائد ہیں۔ موسوی شریعت میں ایسے رسوم و رواج کی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی بظاہر یہ تالمود کے بعض فقرات پر مبنی ہے اور صرف ایک رسمی چیز ہے ایسی حالت میں یہ حیرانی کی بات ہے کہ یہودی اس طریق پر عمل پیرا ہونے پر مصر ہیں جو ان کے ہم وطنوں کے احساسات کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ عیسائیوں کے ظالمانہ رواجات کو جو کہ روشن خیالی پر مبنی قانون سازی نے مٹا کر رکھ دیا ہے لیکن یہودیوں کے ذبیحہ کے متعلق اصلاحات میں ضرورت سے زیادہ دیر ہو چکی ہے۔

اگر کوئی دوسرا ایسا طریق ممکن ہی نہ ہوتا جس کے ذریعہ ایسا گوشت حاصل کیا جا سکے جس میں سے ذبح کرتے وقت اچھی طرح خون بہہ چکا ہو جیسے کہ یہود کی خواہش ہے تو ہماری مخالفانہ تنقید کمزور رہ جاتی۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ آر۔ ایس۔ پی۔ سی۔ اے کی طرف سے تجزیہ کرنے پر جو تجربات حاصل ہوتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بیہوش کئے ہوئے جانور کو ذبح کرنے سے بھی اتنا ہی خون بہتا ہے جتنا کہ باہوش جانور کو ذبح کرنے سے اس لئے اگر جانور کو یہودی طریق سے ذبح کرنے سے پہلے مروجہ ہمدردانہ طریق سے بے ہوش کر دیا جائے جیسا کہ تمام عیسائی مذبحوں میں کیا جاتا ہے تو یہودی طریق ذبح پر کوئی ٹھوس اعتراض وارد نہیں کیا جا سکتا۔

بہت سے اعتراضات جو یہودیوں کے موجودہ طریق ذبح پر کئے جاتے ہیں دفع ہو سکتے ہیں اگر یہودیوں کے با اختیار لوگ جانور کو گرانے میں موجودہ مروجہ یافتہ طریقوں سے فائدہ اٹھائیں۔ ایسی ایجادات ہو چکی ہیں جو قابل عمل پائی گئی ہیں۔ لیکن ان کا استعمال بہت ہی محدود ہے۔ ان میں سے ایک قابل ذکر ایجاد WEINBER DEN کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ایک مشینی طریق ہے جس کے ذریعہ بیل کو بغیر کسی کشمکش کے پیٹھ کے بل لٹایا جا سکتا ہے۔ ایسے گڑھے بھی ایجاد کئے گئے ہیں جن پر جانور کو گرایا جا سکتا ہے اور اس سے ہڈی ٹوٹنے اور چوٹ لگنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ لیکن بدقسمتی سے ایسے تمام طریقوں کو بہت کم استعمال میں لایا جاتا ہے اور فی الحقیقت یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ سالہا سال کی التجاؤں کے باوجود یہودیوں کی اکثریت اپنے آپ کو بدلنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوئی۔

اسلامی طریق ذبح کے لوازم بھی یہودی طریق سے ملتے جلتے ہیں جس میں جانور کو گرانے کا ابتدائی مرحلہ بھی شامل ہے مسلمانوں کے بارہ میں انصاف سے کام لیتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ ان میں سے کئی لوگوں نے ایسے آلات سے کام لینے کی خواہش ظاہر کی ہے جن سے جانور کو گلا کاٹنے سے پہلے بیہوش کیا جا سکے۔ لیکن اس کھلی رضامندی کے باوجود یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان بوچڑ ایسے ہمدردانہ آلات کو بہت کم استعمال میں لاتے ہیں۔

یہودی رواج جانور کے صرف اگلے حصوں کا گوشت کھانے کی اجازت دیتا ہے جس کو جانور کے ذبح کرنے کے چند مذہبی طریق کے مطابق پاس کیا جاتا ہے اور یہ "کوشر" کہلاتا ہے۔ کوشر کے پچھلے حصوں کا گوشت اور وہ تمام گوشت جو پبلک ہیلتھ ایکٹ کی رو سے لوگوں کے کھانے کے لائق سمجھا جائے اور جس کو یہودی اپنے رواج کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کر دیتے ہیں غیر یہودیوں کے کھانے

بیچ دیا جاتا ہے۔ ایسے گوشت کے خریدار کو یہ علم نہیں ہوتا کہ یہ گوشت یہودی طریق سے ذبح کئے ہوئے جانور کا ہے کیونکہ ایسے گوشت پر کوئی خاص نشان نہیں ہوتا، اور نہ پبلک میں کوئی ایسا اعلان اب تک ہوا ہے۔

لہٰذا غیر یہودیوں کے لئے کوئی ایسا موقعہ نہیں کہ وہ ایسے گوشت کو جو ان کے احساسات کے مخالف طریقوں سے حاصل کیا گیا ہے پہچان کر اس کے لینے سے انکار کر دیں۔

قانون ذبیحہ حیوانات بابت ۱۹۲۳ء کی رو سے غیر یہودیوں کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ کاٹے کے گوشت کو اس کے طریق ذبح میں شک کئے بغیر کھا لیں۔ یہ ایک بے ربط سی بات ہے۔ اسی قانون کی وجہ سے غیر یہودی لوگ بلا سوچے سمجھے ایسے گوشت کو کھا لیتے ہیں جو ایسے ظالمانہ طریقوں سے حاصل کیا جاتا ہے جن کا حوالہ اس خط میں دیا گیا ہے۔

قانون ذبیحہ حیوانات ۱۹۳۳ء جہاں ذبح کرنے والوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایسے جانوروں کو جن کا گوشت اس سرزمین میں رہنے والی اکثریت کی خوراک کے لئے استعمال ہوتا ہے ذبح کرنے میں ہمدردانہ آلات سے کام لیں وہیں ایسے بدقسمت جانوروں کو بکلی مستثنیٰ قرار دیتا ہے جن کے گوشت کا ایک حصہ ایک چھوٹی سی قلیت کے کام آتا ہے۔

اب ۱۹۴۸ء کا مبارک سال ہے۔ ان مستثنیات پر نظرثانی کی اشد ضرورت ہے۔

خاکسار۔ ایچ۔ ای سیائی واٹر
چیف ویٹرنری آفیسر

مولانا آفتاب الدین احمد کا جواب

محترمی۔

آپ کے موقر جریدہ کا ۱۷ر اپریل کا اشوع مجھے میرے ایک ... انگریز دوست نے بھیجا ہے۔ یہ دوست آپ کے جریدہ کے مستقل خریدار ہیں۔ میں نے اس میں مسٹر ایچ۔ ای بائی واٹر چیف ویٹرنری آفیسر ویسٹ ہام (لندن) کا خط خاص دلچسپی سے پڑھا۔ میں اس سے بہت متاثر ہوا کیونکہ انہوں نے اپنے اس خط میں اپنے ساتھی مذاہب یہودیت اور اسلام کے متعلق دوستانہ اور ہمدردانہ رویہ کا اظہار کیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایک سائنسدان کا مرتبہ رکھتے ہیں۔

جو کچھ فاضل مقالہ نویس نے یہودی طریق ذبح میں جانور کو گرانے اور اس کو صحیح پوزیشن میں لانے کے متعلق لکھا ہے ہمیں اس سے گہری دلچسپی ہے۔ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں جانور کو ذبح کرنے کے لئے گرانے کا یہودی طریق مشرقی مسلمانوں کے سادہ طریق کی نسبت بہت زیادہ پیچیدہ ہے۔

مسلمانوں کے ہاں جانور کو ذبح کرنے کے لئے گرانے کا کام وہ لوگ کرتے ہیں جو اس کام کے ماہر ہیں اس کام میں صرف جانور کو مناسب طریق سے قابو میں لانے کی ضرورت ہوتی ہے جس سے اس کو گرانے اور صحیح پوزیشن میں لانے کا کام ایک دو منٹ میں ہو جاتا ہے اور جانور کے جسم پر کسی قسم کی سخت چوٹ یا خراش بھی نہیں آتی۔

اس سلسلہ میں یہ بات قابل یادداشت ہے کہ مشرق ...... میں ان بیلوں کو بھی جنہیں گاڑیاں کھینچنے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ نعل لگاتے وقت ...... گرایا جاتا ہے اور کسی بھی صورت میں جانور کو اس طرح گرانے میں اس کے جسم پر کسی قسم کا زخم یا خراش نہیں آتی۔ فاضل مقالہ نویس نے یہ صحیح کہا ہے کہ ہم مسلمان ہمیشہ سے اس چیز کے خواہشمند رہے ہیں کہ ہر اس ہمدردانہ طریق کو اپنائیں جو وقتاً فوقتاً ذبح کے تمام مختلف مراحل کے لئے ایجاد ہو لیکن پھر بھی ہم اتنی دور نہیں جا سکتے کہ مسٹر بائی واٹر کی خواہش کے مطابق جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بے حس کر لیا کریں۔ ایسا کہتے ہوئے ہم مغرب کے ہمدردانہ طریق ذبح کے حامیوں کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس خواہش میں ایک انچ بھی ان سے پیچھے نہیں کہ خوراک کے لئے جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے ان سے نرم دلی اور رحم دلی کا برتاؤ کیا جائے۔ ہمارے عیسائی دوستوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بانئے مذہب اسلام ہی وہ واحد مذہبی قانون ساز ہیں جنہوں نے ان جانوروں کے لئے جو باربرداری کے کام میں لائے جائیں یا خوراک کے نہایت مفصل ہدایات ہمیں دی ہیں۔ آپ نے ایک عورت کو جس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا بہشت کی خوشخبری سنائی، اور ایک دوسری عورت کو جس نے ایک بلی کو بھوکا مار دیا دوزخ کی خبر دی۔ باربرداری کے جانوروں کے متعلق آپ نے جو احکام اپنے پیروؤں کو دیئے ہیں وہ ضرب الامثال بن چکے ہیں۔ ذبح کئے جانے والے جانوروں کے متعلق آپ نے فرمایا:۔

"تم میں سے جو کوئی ذبح کرنا چاہے اپنی چھری کو تیز کر لے اور اپنے قربانی کے جانور کو سہولت اور آرام پہنچائے" (مسلم)

نبی اکرم صلعم کی اس عام ہدایت میں وہ تمام طریق آ جاتے ہیں جو ذبح کے مختلف مراحل میں طریق ذبح کو ہمدردانہ بنانے کے لئے کام میں لائے جائیں۔ رسول اکرم صلعم تو اس معاملے میں اس حد تک چلے گئے ہیں جو ان سب سے زیادہ نرم دلی برتنے والے لوگوں کے لئے قابل رشک ہے جو جانوروں سے محبت کرتے اور پھر ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔

"ابن عمرؓ ...... روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ لوگوں کو چوپاؤں یا دوسرے جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے انتظار میں رکھنے سے منع فرماتے تھے"

لیکن ان سب باتوں کے باوجود ہم مسلمان ابھی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اسے بے حس کرنے کا مغربی طریق منطقیانہ یا حفظان صحت کے نقطہ نگاہ سے قابل قبول ہے یا نہیں، یہاں ہم مقالہ نگار کے الفاظ نقل کرنا چاہتے ہیں:۔

"آر۔ ایس۔ پی۔ سی۔ اے کی طرف سے تجزیہ کرنے پر جو تجربات حاصل ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بے ہوش کئے ہوئے جانور کو ذبح کرنے سے بھی اتنا ہی خون بہہ جاتا ہے جتنا کہ باہوش جانور کو ذبح کرنے سے"

تاہم ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ سٹننگ Stunning (بے حس کرنے) کے طریق سے ذبح کے وقت خون کے اخراج پر اتنا اثر ضرور پڑتا ہے کہ جانور کو بے ہوش کرنے والی ضرب سے اس کے تمام اعصاب شل ہو جاتے ہیں، اور دل بھی تو اعصاب رکھتا ہے پس یہ کوئی غیر معقول خیال نہیں کہ دل کے اعصاب کا صحیح حالت میں کام نہ کر سکنا دوران کا خون پر ضرور زبردست اثر ڈالتا ہے اور اس طرح یہ ناممکن ہے کہ ایسا گوشت اس سے مل سکے جس سے خون اچھی طرح بہہ چکا ہو جو یہودی اور اسلامی طریق ذبح کا اصل مقصد ہے۔ اس بارہ میں تشریح الابدان کی ایک حقیقت اس مسئلہ کو زیادہ صفائی سے سمجھنے میں مدد دے گی۔ طبی طور پر یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ جسم کے بعض اندرونی اعضا مثلاً گردہ کے ٹھیک طور پر کام کرنے کا معائنہ کرنے کے لئے ...... مریض کو پوری ہوش میں رکھا جائے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا غیر معقول نہیں کہ جانور کو بے حس کر دینے سے دل کے کام میں کم و بیش کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی خیال آتا ہے کہ سٹننگ کی ضرب سے جانور کے فوراً مر جانے کا بھی امکان ہے، یہ ان اقوام کے لئے ایک بھاری غور و فکر کی بات ہے جو ایسا گوشت نہیں کھاتے جس میں سے کافی خون نہ بہہ چکا ہو۔

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ آپ کے معزز مقالہ نگار نے اپنے مضمون کو شروع تو ان الفاظ سے کیا ہے کہ "اس خط میں جذبات سے اپیل کرنا میری قطعاً منشا نہیں بلکہ میری اپیل ٹھوس حقائق اور منطقیانہ دلائل پر مبنی ہے"، لیکن حقیقت میں ان کا سارا مضمون درپردہ باریک جذبات سے بھرا ہوا ہے۔ ہمیں اس بات کو نہ بھولنا چاہیئے کہ بے حس کئے ہوئے جانور کو مرنے میں اتنی ہی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے جتنی کہ ہوش والے جانور کو۔ اس لئے صرف اتنی ہی بات قابل غور ہونی چاہیئے کہ جانور کو موت کے آخری درجہ تک پہنچانے کے لئے کتنا وقت خرچ ہوتا ہے ہمیں اب تک یہ یقینی نہیں کہ جانور کو پہلے بے حس کرنے اور پھر اس کو ذبح کرنے کا دوہرا عمل اس کی موت کی تکلیف کو کچھ اس سے کم کرنے کا موجب ہے جتنی تکلیف ہوش و حواس والے جانور کا اس کا گلا کٹنے کے اکہرے عمل سے ہوتی ہے۔

وہ زبردست ضرب جو جانور کی قوت حس کو ماؤف کرنے کا موجب ہوتی ہے بظاہر درد کو موقوف کرنے کا موجب سمجھی جا سکتی ہے لیکن یہ ایک مشکوک بات ہے کہ فی الحقیقت ایسا ہوتا بھی ہے یا نہیں، ہو سکتا ہے کہ یہ طریق ہوش و حواس کی حالت میں فوراً گلا کاٹ دینے کے طریق کی نسبت زیادہ ظالمانہ ہو، پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جانور بے ہوشی کی حالت میں ذبح کی تکلیف کو واضح طور پر محسوس نہ کر سکتا ہو یا قوت احساسہ ہونے کی وجہ سے اس درد کا اظہار نہ کر سکتا ہو لیکن عقل یہ گواہی دیتی ہے کہ درد اس کے اندر ویسی ہی موجود ہوتی ہے۔ پس آخرکار یہ محض ایک جذباتی سوال رہ جاتا ہے جس میں جانور کو بے ہوش کر کے ذبح کرنے میں بظاہر ہمدردی نظر آتی ہے اور اگر یہ منطق صحیح ہے (اگر اسے فی الحقیقت منطق کہا جا سکتا ہے) تو خود یہ فعل ہی قابل نفرت ہو جاتا ہے کہ گوشت کھانے کی لذت حاصل کرنے کے لئے جانوروں کو ذبح کیا جائے۔

ہمارے رسول پاک صلعم نے ہمیں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ بلاضرورت کسی کی جان نہ لی جائے اور نہ کسی زندہ مخلوق کو کوئی ایسی تکلیف پہنچائی جائے جسے کسی نہ کسی طرح روکا جا سکتا ہو، حضرت رسول کریم صلعم تو اس بارہ میں اتنی دور چلے گئے کہ ان سانپوں کے مارنے سے بھی آپ نے منع فرمایا جن کے اندر کوئی زہر نہ ہو اس سپرٹ کے ماتحت ان جانوروں کو جو گوشت حاصل کرنے کی غرض سے ذبح کئے جائیں ہر قسم کی غیر ضروری تکلیف سے بچانے کے لئے ہم تیار ہیں۔ لیکن ہر وہ طریق جو ہمدردانہ طرز ذبح کا دعویدار ہو اس کی بناء ...

ذبیحہ اہل یورپ

شیخ محمد طفیل صاحب۔ از ایمسٹرڈم (ہالینڈ)

اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت و حرمت کے متعلق شیخ محمد طفیل صاحب کے مضمون کی یہ آخری قسط ہی جس پر بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس مسئلہ میں جیسا کہ شیخ صاحب نے اپنے مضمون میں واضح کیا ہے کہ فقہاء کا اختلاف چلا آیا ہے۔ لیکن جہاں تک حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے ہمیں شیخ صاحب کے اس بیان سے اختلاف ہے کہ حضرت مولنا مرحوم کا مسلک بھی یہی تھا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو کھا لینا جائز ہے یہ بھی غلط ہے کہ پہلے ان کی رائے اس کے خلاف تھی اور بعد میں تبدیل کرلی، اس کی وضاحت کے لئے دوسری جگہ حضرت مولنا مرحوم کی تحریرات کے چند حوالے نقل کئے گئے ہیں، جو امید ہے ان کے جواب کے لئے کافی ہوں گے:

میرے واجب الاحترام بزرگ اور کرم فرما مولنا آفتاب الدین احمد صاحب نے از راہ کرم پھر ایک مضمون لکھ کر ذبیحہ اہل کتاب کو ناجائز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے (ملاحظہ ہو پیغام صلح ۸ دسمبر ۱۹۵۴ء جلد ۴۲، ۴۸ بعنوان ذبیحہ اہل کتاب کے متعلق قرآن کا حکم) اگر انہوں نے پیغام صلح مؤرخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۵۴ء جلد ۴۲ ۴۵ میں میرے مضمون ذبیحہ اہل کتاب کو بغور پڑھا ہوتا تو ان کی بہت سی باتوں کا جواب انہیں وہیں مل جاتا۔ اس مسئلہ کے متعلق مولنا کے ذہن میں جو الجھنیں، غلط فہمیاں اور شبہات ہیں میں آج کی محفل میں ان پر بحث کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ چونکہ یہاں ہالینڈ میں پیغام صلح مجھے بحری ڈاک سے ملتا ہے اس لئے جواب میں تاخیر غیر متوقع نہیں، افسوس ہے کہ بعض امور کے لئے حوالہ جات نہیں دے سکا۔ بدقسمتی سے یہاں میرے پاس ایک بھی کتاب نہیں جسے اس مقصد کے لئے کام میں لاسکوں لیکن امید ہے کہ ذرا سی تلاش سے موضوع بیان کردہ پہ حوالہ جات مل جائیں گے۔

آغاز بحث

بحث جس مضمون سے شروع ہوئی تھی وہ ۱۷ر جولائی ۱۹۵۴ء جلد ۴۲ ۲۸ کے پیغام صلح میں شائع ہوا تھا۔ عنوان تھا "شریعت اسلامی کے احکام یورپ کے خاص حالات کی روشنی میں"

اول تو ذبیحہ کا مسئلہ ایسا نہیں جو یورپ کے خاص حالات حاضرہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، یا مسلمان مغربی تہذیب سے مرعوب ہو کر اس ذبیحہ کو جائز قرار دینے لگ گئے ہوں یا ہمارے بعض علماء نے مغرب میں تبلیغ اسلام کرتے وقت اس "شکست خوردہ ذہنیت" کا ثبوت دیا ہو۔ کہ "غیروں کو خوش کرنے کے لئے اپنی کتاب کی عبارت کو غلط طریقہ سے پیش کرنے کے عادی ہونے لگے ہوں" اس مسئلہ میں تو ابتدا ہی سے مسلمانوں کے دو گروہ چلے آتے ہیں۔ خود رسول کریم صلعم کی زندگی میں یہ سوال اٹھا۔ میں نے موطا امام مالک سے ایک حوالہ درج کیا تھا کہ:۔

"عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بدو لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے بسم اللہ کہی تھی یا نہیں، ذبح کے وقت آپ نے فرمایا تم بسم اللہ کہہ کر اسے کھالو"

مالک نے کہا یہ حدیث ابتدائے اسلام کی ہے۔ یعنی جب تک یہ آیت نہیں اتری تھی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ ...... مگر یہ توجیہ ضعیف ہے کیونکہ یہ آیت مکہ میں اتری تھی اور یہ حدیث آپ نے مدینہ میں ارشاد فرمائی تھی"
(موطا امام مالک ص۱۹۰ مطبوعہ کراچی)

اس کے علاوہ میں نے امام شافعی کے مسلک کو بھی پیش کیا تھا۔

یہ مسئلہ کوئی نیا نہیں

کہاں امام مالک اور امام شافعی اور کہاں مغربی تہذیب سے مرعوبیت جب اس تہذیب سے مرعوبیت کا سوال تو کجا کوئی اسے قابل اعتنا بھی نہیں سمجھتا تھا۔

شافعیہ تو ابتدا ہی سے اس مسلک پر قائم رہے ہیں کہ تسمیہ مسنون ہے اس لئے تسمیہ کے بغیر بھی ذبیحہ حلال ہے بدیں وجہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔

مالکیہ کے نزدیک اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہے۔ چاہے وہ خدا کا نام لیں یا نہ لیں۔

حنفیہ اس حد تک اس مسلک کے ساتھ متفق ہیں کہ عدم علم کی صورت میں چھان بین کی ضرورت نہیں امام ابو حنیفہ نے تسمیہ کو واجب قرار دیا ہے۔

چاروں آئمہ کا اس پر اجماع ہے کہ جس جانور کے ذبح کے وقت غیراللہ کا نام نہ لیا جائے اس ذبیحہ کا کھانا فسق نہیں۔ (ملاحظہ ہو کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد ۱ ص۲۲-۲۳ مطبوعہ مصر، نیز المبسوط۔ فقہ شافعی ص۴۲۱ مؤلفہ احمد جنگ مطبوعہ انتخاب پریس حیدرآباد دکن، ہند۔ اصل حوالہ جات میں ۲۴ر نومبر ۱۹۵۴ء کے پیغام صلح میں درج کر چکا ہوں ان کا اعادہ یہاں طوالت کا باعث ہوگا)۔

حضرت امیر مرحوم مولنا محمد علی صاحب کے مسلک کے متعلق میں نے جو اشارہ کیا تھا، اس کے بارہ میں مولنا آفتاب الدین احمد صاحب مکرم نے مکمل خاموشی اختیار کی ہے چونکہ انہیں معلوم ہے کہ "مغربی تہذیب سے مرعوبیت" نے ان کے خیالات میں بھی ایک تبدیلی پیدا کر دی تھی۔

فقہاء کا مسلک

مولنا اپنے مضمون میں فرماتے ہیں:۔

"اگر فقہ کی طرف جانے کی ضرورت بھی پیش آئے تو حضرت مسیح موعودؑ نے فقہ حنفی کو ترجیح دی ہے اور امام ابو حنیفہ کے مسلک پر چلنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ خود میرے عزیز دوست نے فقہا کا حوالہ دیتے ہوئے صاف طور پر لکھا ہے کہ:۔

"ہاں حنفیہ کے نزدیک اصول حکم یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت مسلمانوں کی طرح اہل کتاب کے لئے بھی اللہ تعالےٰ کا نام لینا ضروری ہے"۔

پس اب کونسی کسر باقی رہ گئی ہے؟ (ص۴ کالم ۲)

اچھا مولنا اگر آپ فقہ حنفی کو ہی ترجیح دیتے ہیں تو پھر آپ نے میرے مضمون سے وہ حوالہ کیوں درج نہیں کیا جس میں لکھا تھا:۔

"چاروں آئمہ کا اجماع اس پر ہے کہ جس جانور کے ذبح کے وقت غیراللہ کا نام نہ لیا جائے یا کوئی نام ہی نہ لیا جائے اس ذبیحہ کا کھانا فسق نہیں"

لیکن فسق کو تو چھوڑیئے آپ تو اس مسئلہ کو کفر و اسلام کا مسئلہ بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آپ اپنے مضمون کے آخر میں من صلی صلوتنا والی حدیث درج کر کے مجھ سے پوچھتے ہیں کیا ایسے ذبیحہ کا کھانیوالا جذالک المسلم کا مصداق ہو سکتا ہے؟

مولنا اتنا غضب تو نہ فرمایئے اور اپنے مسلک میں وہ شدت نہ اختیار کیجئے جس سے آپ بحث کی جائز اور نارمل حدود سے باہر نکل جائیں۔ اور عام مولویوں کی طرح اختلاف تفسیر اور اختلاف رائے کو کفر و ایمان کا مسئلہ بنا دیں۔ اس حدیث سے آپ نے جو انوکھا استدلال کیا ہے اس کے متعلق میں اپنے مضمون کے آخر میں اظہار خیال کروں گا۔ یہ ایک معمولی سا فقہی مسئلہ ہی اور اس پر اسی حیثیت سے ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ فقہی مسائل میں امام ابو حنیفہ کے مسلک کو ترجیح دینے کا مطلب یہ نہیں کہ اختلاف زمان و مکان کے باوجود اگر کسی اور امام کا مسلک قرآن و سنت کے زیادہ قریب نظر آئے تو اسے تسلیم نہ کیا جائے۔ یہ تو آپ جانتے ہوں گے کہ حنفیوں میں نوبت سے مسائل متنازعہ فیہ ہیں۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ کی کوئی ایسی تصنیف نہیں جو ہم تک محفوظ حالت میں پہنچی ہو۔ حضرت اقدس نے اپنے تمدن اور حالات کے پیش نظر اس مسلک کو ترجیح دی تھی۔ لیکن نہ امام ابو حنیفہ کا اور نہ ہی حضرت صاحب کا یہ منشا تھا کہ زمانہ اور ماحول کی تبدیلیوں کے باوجود فقہ حنفی کو قطعی سمجھ لیا جائے۔ بحث طویل ہو جائے گی اگر میں یہ گننے لگوں کہ نکاح۔ طلاق۔ وراثت اور بہت سے فقہی مسائل میں ہمارے اور قادیانی جماعت کے علماء نے کہاں کہاں حنفی مسلک کے خلاف امام مالک۔ امام شافعی اور امام حنبل کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ اس موضوع کے لئے ایک علیحدہ مقالہ کی ضرورت ہے اس لئے میں اس بحث کو یہیں چھوڑتا ہوں۔

آیت لاتاکلوا...... کا مطلب

میں نے اپنے گذشتہ مضمون میں عرض کیا تھا کہ آیۃ شریفہ لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کی تفسیر کے وقت یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ عرب اپنے رواج کے پیش نظر ذبیحہ کے وقت کسی نہ کسی معبود کا ضرور نام لیتے تھے بلکہ ایسے ذبیحہ کو حرام سمجھنے لگے تھے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

اس پر اللہ تعالےٰ نے ایک طرف تو ایسے کفار کو سرزنش فرمائی اور دوسری طرف

آیت کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مراد صرف بتوں کے ذبائح ہیں۔ اور مطلب یہی ہے کہ اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا بلکہ کسی معبود کا نام لیا گیا ہے اور یوں اس طرح اس آیت قرآنی کی البقرہ آیت ۱۷۳، اور المائدہ آیت ۳ سے تطبیق بھی ہو جاتی ہے اگر ایک ہی مفہوم کو مختلف الفاظ میں ادا کیا گیا ہے تو اس کی مثالیں قرآن میں اور بہت سی جگہ پائی جاتی ہیں۔ اور جو حدیث میں ابتدائے مضمون میں درج کر چکا ہوں وہ بھی انہی معنوں کی تائید کرتی ہے۔ لیکن اس آیت کا جو مفہوم مولنا کے ذہن میں ہے اور جس شدت سے وہ اس مفہوم کے منوانے پر اصرار کر رہے ہیں وہ

مالکیہ - شافعیہ
حنبلیہ - حنفیہ

کسی کے نزدیک بھی درست نہیں۔ مولنا فرماتے ہیں ایسے معنے کرنا کس لغت اور قاعدہ کی رو سے جائز ہیں۔ حالانکہ ثابت تو انہیں یہ کرنا چاہیئے تھا کہ فلاں قاعدہ اور فلاں لغت کی رُو سے ایسے معنی کرنا ناجائز ہیں۔ سنئے میرے محترم و مکرم بزرگ

آیت کے سیاق و سباق
آیت کے شان نزول
حدیث نبوی
فقہا اور مفسرین کے اقوال

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور جماعت کے دوسرے علماء کے مسلک کو سامنے رکھ کر میں نے یہ معنے کئے ہیں۔ آپ اگر ان معنوں سے متفق نہیں یا کچھ اور معنی کرتے ہیں تو آپ کی خوشی لیکن جنہیں ان معنوں سے اختلاف ہو ان پر کفر کا فتوے عاید کرنے کی کوشش تو نہ فرمائیں، کیا آپ واقعی سمجھنے لگ گئے ہیں کہ جو ایسا ذبیحہ استعمال کرتا ہے وہ فذالك المسلم کا مصداق نہیں رہتا ہے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

مولنا آفتاب الدین احمد صاحب کی ذہنی الجھن

لیکن مولنا کے ذہن میں خود اس مسئلہ کے متعلق ایک الجھن موجود ہے۔ ایک طرف تو وہ ایسے ذبیحہ کو "قطعاً جائز اور حلال نہیں" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ایسے ذبیحہ کے کھانے کو مسلمان کی تعریف میں بھی شامل نہیں سمجھتے، لیکن دوسری طرف فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح ضرورت اور تنگی یا مجبوری کے حالات میں اہل کتاب کا ذبیحہ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا باکراہ کھا لینا جائز تو ہے لیکن عام حالات میں اسے حلال قرار دینا....... (درست نہیں") الخ

اور اسی لئے قادیانی جماعت کے فتوے کو بھی "ضرورت اور تنگی کے حالات" میں درست تسلیم فرمایا ہے۔ بلکہ اسے اپنے حق میں ایک دلیل سمجھا ہے، فرماتے ہیں:۔

"رہ گیا قادیانی جماعت کا فتوے سو اول تو وہ ہم پر حجت نہیں۔ دوسرے اس فتوے کے شروع میں صاف لکھا ہے کہ ضرورت اور تنگی کے حالات میں ایسے ذبیحہ کے استعمال میں بطریق اولی کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے .... جنہوں نے جواز کا پہلو اختیار کیا ہے ان کے مدنظر ضرورت اور مجبوری کے حالات تھے۔"

مولنا کو اپنی ان تحریروں میں شاید کوئی تضاد اور الجھن نظر نہ آسکے اس لئے کہ وہ "ضرورت، تنگی یا مجبوری کی حالت" کو "اضطراری کیفیت" سمجھ رہے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ قادیانی جماعت نے یہ فتوے اسی اضطراری حالت کو مدنظر رکھ کر دیا ہے جس میں جان کو بچانے کی خاطر سُؤر کا گوشت بھی حلال ہو جاتا ہے۔ حالانکہ نہ سائل نے اس قسم کا استفتا کیا نہ مفتی نے اپنے جواب میں کہیں اشارہ۔ لیکن مولنا کس سادگی سے فرماتے ہیں:۔

لیکن ضرورت اور تنگی یا مجبوری کی حالت میں تو قرآن نے سُؤر کا گوشت بھی کھا لینے کی اجازت دی ہے۔ اس سے سُؤر کا گوشت حلال تو نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح ضرورت اور تنگی یا مجبوری کے حالات میں اہل کتاب کا ذبیحہ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا باکراہ کھا لینا جائز تو ہے لیکن عام حالات میں اسے حلال قرار دینا اور قرآنی آیت کی ایسی تاویل کرنا جس کے متحمل اس کے الفاظ نہیں ہو سکتے احمدی کی شان سے بعید ہے"

ان کے اس حصہ تحریر سے تو مجھے ایک دفعہ چونکا دیا۔ کہ میں یہ کیا لکھ رہے ہیں مولنا صاحب، کہاں اضطراری کیفیت کہ جان کے لالے پڑے ہوں، اور کہاں محض ضرورت تنگی یا مجبوری جب کھانے کے لئے سب اشیاء مل سکتی ہوں لیکن کسی مسلمان کے ہاتھ کا ذبیحہ دستیاب نہ ہو سکے۔

اہل یورپ کا ذبیحہ

اہل مغرب کے ذبیحہ کے متعلق بھی مولنا ایک غلط فہمی میں مبتلا معلوم ہوتے ہیں فرماتے ہیں:۔

"یہاں میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اہل یورپ کے ذبیحہ کا موجودہ طریق سکھوں کے اس جھٹکہ کے تقریباً مشابہ ہے جسے کسی مسلمان نے کبھی جائز قرار نہیں دیا اور سینکڑوں سالوں تک سکھوں اور ہندوؤں کے ساتھ رہتے ہوئے نہ صرف جھٹکہ کو حرام ہی سمجھتے رہے بلکہ ایسے گوشت کی کھلے بازار میں فروخت فساد کا موجب ہوتی رہی۔ آج یورپ میں جس طریق پر ذبح کیا جاتا ہے وہ یہ کہ جانور کی گردن مشین کی آری کے نیچے لانے سے پہلے اس کے سر پر شدید ضرب لگا کر اسے بے ہوش کر دیا جاتا ہے، جو اسلامی طریق کے صریح خلاف اور جھٹکے کے عین مشابہ ہے (تقریباً مشابہ۔ سے اب عین مشابہ بن گیا ناقل) گویا نہ صرف اللہ کا نام ہی اس پر نہیں لیا جاتا بلکہ مسلمانوں کے طریق ذبح کے خلاف بالکل جھٹکے کا طریق اختیار کیا جاتا ہے جو از روئے اسلام قطعاً جائز اور حلال نہیں"

(پیغام صلح ۲۹ دسمبر ۱۹۵۴ء صہ کالم ۲)

مولنا سوال یہاں جھٹکے کا نہیں تھا۔ بلکہ قادیانی جماعت سے جو استفسار کیا گیا تھا وہ یہ تھا:۔

"کہ بعض یورپین ممالک میں عیسائی جانور کو اس طرح ذبح کرتے ہیں جس طرح مسلمان کرتے ہیں ...... الخ"

اور آپ بڑے وثوق سے فرما رہے ہیں کہ یہ طریق عین جھٹکہ کے مشابہ ہے۔ مولنا کیا میں یہ پوچھنے کی گستاخی کر سکتا ہوں کہ اس سلسلہ میں آپ کے ذرائع معلومات کیا ہیں؟

مجھے لنڈن کا مذبح دیکھنے کا اتفاق تو نہیں ہوا لیکن ووکنگ کے انگریز قصائیوں کو جانور ذبح کرتے ضرور دیکھا ہے وہ تو جانور کو اسی طرح لٹا کر ذبح کرتے تھے جس طرح مسلمان کرتے ہیں۔ میں نے ان سے ایک بار دریافت کیا تھا انہوں نے بھی وہی طریق بتایا تھا جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں، چونکہ اس وقت اس مسئلہ کی خاص تحقیق میرے مدنظر نہ تھی اس لئے میں نے زیادہ چھان بین کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

جرمنی۔ فرانس۔ ڈنمارک۔ بیلجیئم۔ ہالینڈ میں بھی جھٹکا نہیں ہوتا۔ ہالینڈ کے ایک مذبح کا آنکھوں دیکھا حال میں نے اپنے ایک مضمون "یورپ کا ایک مذبح" میں بتفصیل بیان کیا ہے امید ہے آپ نے اسے بغور مطالعہ فرمایا ہوگا آپ جو سالہا سال سے اس جھٹکے والے نظریے کے قائل تھے اس کا علم آپ کو کہاں سے ہوا تھا۔ یا یورپ کے ممالک میں آپ کو ایسے بوچڑ ہاؤس کہاں دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا، ورنہ محض سنی سُنائی باتوں پر یقین کر کے ہم سے آپ ناراض کیوں ہو رہے ہیں۔

جانور کو بے حس کرنا

سٹن (بے حس) کرنے کا ذکر تو مولنا نے اپنے نوٹ میں کیا ہے۔ لیکن وضاحت سے کچھ نہیں لکھا کہ وہ اسے بھی ناجائز سمجھتے ہیں یا نہیں، جس طرح اپریشن سے قبل مریض کو بے ہوش کر دیتے ہیں تاکہ اسے سرجن کے نشتر کی چبھن کا احساس نہ ہو اسی طرح جانور کو ذبح کرنے سے پیشتر پستول کی گولی سے بے حس کر دیتے ہیں تاکہ اسے قصائی کے خنجر سے اذیت کا احساس نہ ہو، فرق صرف یہ ہے کہ مریض کو اپریشن کرنے کے بعد ہوش میں لے آتے ہیں لیکن جانور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سو جاتا ہے چونکہ اسے دوبارہ ہوش میں لانا مقصود نہیں ہوتا اس لئے بے حس کرنے کا طریقہ مریض کے بے ہوش کرنے سے مختلف ہے لیکن مدعا دونوں کا ایک ہی ہے کہ ذہنی اور جسمانی تکلیف کے احساس میں کمی ہو جائے۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ ذبح بھی کرو تو احسن طریق پر تاکہ جانور کو کم سے کم تکلیف پہنچے۔ اپنی چھری کو خوب تیز کر لو۔ اگر سٹن کر دینے سے جانور کی زندگی کے آخری لمحات کم تکلیف دہ ثابت ہو سکتے ہیں تو یہ امر بھی رسول اللہ صلعم کے فرمودہ کی سپرٹ کے مطابق ہے۔ بلکہ اس تکلیف میں کمی کی غرض سے کوئی اور بہتر طریق ایجاد کیا جا سکے تو اس پر عمل کرنا بھی قابل اعتراض نہیں ٹھہر سکتا۔

مسئلہ ذبیحہ کے دو پہلو

اس مسئلہ کو اگر ہم ایک اور پہلو سے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ذبیحہ کا تعلق دو امور سے ہے:۔

(۱) جسمانی، اور
(۲) روحانی

(۱) جانور تندرست ہو۔ اس کا گوشت صحت انسانی کے لئے مضر نہ ہو۔ اسی غرض سے شارع نے خون بہنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اگر شہ رگ کو چھری سے کاٹنا مشکل

(باقی صلا پر)

مسٹر الیگزینڈر ویب (بقیہ صفحہ)

تعریف ان کی بیان کی ہے کہ مجھ کو بھی مشتاق بنا دیا ہے کہ ایک بار حضرت پیر سید اشہد الدین کی ملاقات ضرور کروں۔ جب کوئی اہم کام پیش ہوتا ہے تو حاجی عبداللہ عرب صاحب اپنے پیر و مرشد سے صلاح ضرور ہی لیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مرشد سے منیلا جانے کے بارے میں استفسار کیا استخارہ کیا گیا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ ضرور جاؤ اس سفر میں کچھ خیر ہے۔

عبداللہ عرب کی ویب سے ملاقات

عبداللہ عرب صاحب نے مجھ کو لکھا کہ تو بھی منیلا چل میں انگریزی نہیں جانتا اور وب صاحب اردو نہیں جانتے ایک مترجم ضروری ہے، اور ایک نومسلم سے ملنا ہے نہ معلوم اس بیچارہ کو دین اسلام کے بارے میں کیا پوچھنے کی حاجت ہو۔ میں اس زمانہ میں کٹک میں تھا۔ کلکتہ میں حاجی صاحب میرا بہت انتظار کرتے رہے مسلمانان کٹک نے مجھ کو جلد رخصت نہ دی۔ آخر وہ ایک پوریشین نومسلم کو لے کر منیلا چلے گئے۔ اس سفر میں حاجی صاحب کا ہزار روپے سے بالا خرچ ہوا۔ وب صاحب سے ملاقات ہوئی یہ بات طے پائی کہ وب صاحب سفارت کے عہدہ سے استعفاء داخل کریں اور اشاعت اسلام کے لئے حاجی عبداللہ عرب صاحب چندہ جمع کریں۔

ویب صاحب ہندوستان میں

حاجی صاحب نے ہندوستان آ کر مجھ سے ملاقات کی اور میرے ذریعہ سے ایک جلسہ حیدرآباد میں قائم ہوا جس میں چھ ہزار روپیہ چندہ جمع ہوا۔ لیکن میں نے حاجی صاحب سے کہدیا کہ ابھی وب صاحب کو عہدہ سے علیحدہ ہونے کو نہ لکھو جب تک چندہ پورا جمع نہ ہو لے۔ حاجی صاحب نے اپنے جوش میں میری نہ سنی اور بمبئی سے تار دیا کہ سب ٹھیک ہے تم نوکری سے استعفا داخل کردو۔ چنانچہ ویب صاحب نے ویسا ہی کیا۔ اور ہندوستان آ گئے۔ میں بمبئی سے ساتھ ہوا۔ پونا۔ حیدرآباد۔ مدراس میں ساتھ رہا۔ حیدرآباد میں وب صاحب نے مجھ سے کہا کہ **جناب مرزا غلام احمد صاحب کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ انہی کی وجہ سے میں مشرف بہ اسلام ہوا ہوں** میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔

حضرت مرزا صاحب سے خط و کتابت

مرزا صاحب کی بدنامی وغیرہ کا جو قصہ (یعنی دعویٰ مسیحیت و مہدویت کا قصہ۔ ناقل) میں نے سنا تھا ان کو سنایا۔ وب صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو ایک خط لکھوایا جس کا جواب آٹھ صفحے کا حضرت نے لکھ کر بھیجا اور مجھ کو لکھا کہ لفظ بہ لفظ ترجمہ کر کے وب صاحب کو سنا دینا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ وب صاحب نہایت شوق و ادب کے ساتھ حضرت اقدس کا خط سنتے رہے، خط میں حضرت اقدس نے اپنے اس دعوے کو معہ دلیل کے لکھا تھا۔ پنجاب کے علماء کی مخالفت اور عوام میں شورش کا تذکرہ تھا۔ حضرت نے یہ بھی لکھا تھا کہ مجھ کو بھی تم سے (یعنی وب صاحب سے) ملنے کی بڑی خواہش ہے۔

حضرت مرزا صاحب سے ملاقات کرنے سے اعراض

وب صاحب۔ حاجی عبداللہ عرب۔ اور میری ایک کمیٹی ہوئی کہ کیا کرنا چاہیئے۔ رائے یہی ہوئی کہ مصلحت نہیں ہے کہ ایسے وقت میں کہ ہندوستان میں چندہ جمع کرنا ہے ایک ایسے بدنام شخص سے ملاقات کر کے اشاعت اسلام کے کام میں نقصان پہنچایا جائے۔ اب اس بدفیصلہ پر افسوس آتا ہے وب صاحب لاہور گئے تو اسی خیال سے قادیان نہ گئے۔ لیکن بہت بڑے افسوس کی یہ بات ہوئی کہ ایک شخص نے وب صاحب سے پوچھا کہ آپ قادیان حضرت مرزا صاحب کے پاس کیوں نہیں جاتے تو انہوں نے یہ گستاخانہ جواب دیا کہ قادیان میں کیا رکھا ہوا ہے۔ لوگوں نے وب صاحب کے اس نامعقول جواب کو حضرت اقدس تک پہنچا بھی دیا۔

امریکہ میں اشاعت اسلام کی ابتدا

غرض ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیر کر کے وب صاحب تو امریکہ جا کر اشاعت اسلام کے کام میں سرگرم ہو گئے۔ دو ماہ تک میں وب صاحب کے ساتھ رہا۔ وب صاحب حقیقت میں آدمی معقول ہے اور اسلام کی سچی محبت اس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکا اس کی معلومات بڑھانے۔ خیالات کج کو درست کرنے اور مسائل ضروریہ کی تعلیم میں کوشش کی اور شیخ محمد میرا ہی رکھا ہوا نام ہے۔

چندوں کی وصولی میں ناکامی

جیسا میں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے چندہ کا وعدہ تو کیا لیکن وصول ہوتا کہیں سے نظر نہ آتا تھا۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے، لیکن نرود میج آہنی در سنگ۔ لاکھوں روپیہ خلاف شرع خرچ کرنے میں مسلمان مستعد و سرگرم رہتے ہیں، مگر اس بہت بڑے کام میں کچھ بھی نہ دیا۔ صرف رنگون اور حیدرآباد دکن سے تو کچھ کیا گیا۔ کل روپے جو میرے خیال میں بھیجے گئے وہ تیس ہزار ہوں گے، جس میں حاجی عبداللہ صاحب عرب کا اپنا سولہ ہزار روپیہ ہوگا۔ بیچارہ غریب حاجی اس کام میں پس گیا۔

پیر اشہد الدین کا استخارہ اور انکشافات

جب حاجی عبداللہ عرب صاحب چندے فراہم نہ ہونے سے سخت بے چینی میں مبتلا ہوئے تو اپنے پیر کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت سید اشہد الدین صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ حضرت پیر صاحب نے استخارہ کیا۔ معلوم ہوا کہ **انگلستان اور امریکہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے روحانی تصرفات کی وجہ سے اشاعت ہو رہی ہے**، ان سے دعا منگوانے سے کام ٹھیک ہوگا۔ دوسرے دن حاجی صاحب کو پیر صاحب نے خبر دی۔ اس پر حاجی صاحب نے بیان کیا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی علماء پنجاب و ہند نے تکفیر کی ہے ان سے کیونکر اس بارے میں کہا جائے۔ اس بات کو سن کر شاہ صاحب نے بہت تعجب کیا اور دوبارہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور استخارہ کیا۔ خواب میں **حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا اور حضور نے فرمایا کہ مرزا غلام احمد اس زمانہ میں میرا نائب ہے وہ جو کہے وہ کرو۔**

صبح کو اٹھ کر شاہ صاحب نے کہا کہ اب میری حالت یہ ہے کہ میں خود مرزا صاحب کے پاس چلوں گا۔ اور اگر وہ مجھ کو امریکہ جانے کو کہیں تو میں جاؤں گا جبکہ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے اور دوسرے صاحبوں نے خواب کا حال سنا اور پیر صاحب کے ارادہ سے واقف ہوئے تو مناسب نہ سمجھا کہ پیر صاحب خود قادیان جائیں۔ سب نے عرض کیا آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ آپ کی طرف سے کوئی دوسرے صاحب حضرت مرزا صاحب کے پاس جا سکتے ہیں۔ چنانچہ پیر صاحب کے خلیفہ عبداللطیف صاحب اور حاجی عبداللہ عرب صاحب قادیان گئے اور سارا قصہ بیان کر کے خواستگار ہوئے کہ حضرت اقدس اس طرف متوجہ ہوں تاکہ اشاعت اسلام کا کام امریکہ میں عمدگی سے چلنے لگے۔ بیان مذکورہ بالا میں نے خود حاجی عبداللہ عرب صاحب سے سنا ہے۔ اور جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں حاجی صاحب کو میں ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا با خدا انسان سمجھتا ہوں۔ اس لئے اس خبر کو جھوٹ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جس حالت میں مرزا صاحب ایک بدنام شخص ہو رہے ہیں۔ اور جھنڈے والے پیر صاحب ایک نامی آدمی ہیں، عبداللہ عرب صاحب کو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اپنے مرشد کے بارے میں ایسا قصہ تصنیف کریں جس سے ظاہراً ان کا نقصان ہی نقصان ہے۔

حاجی عبداللہ عرب صاحب سے مجھ کو ایک اور عجیب بات معلوم ہوئی کہ قسطنطنیہ میں سید فضل صاحب ایک باکمال بزرگ رہتے ہیں جن کو سلطان روم بہت پیار کرتے ہیں۔ سید فضل کے بزرگوں میں ایک شیخ گذرے ہیں جو صاحب کشف و کرامات تھے، وہ اپنے ملفوظات میں لکھ گئے ہیں کہ آخری زمانہ میں مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے تو مغربی ملکوں میں ایک بہت بڑی قوم گورے رنگ والی حضرت علیہ السلام کی معین اور

ویب صاحب کے مزید حالات

یاد رہے کہ کتاب تائید حق ۱۸۹۷ء میں مولوی حسن علی کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ۱۸۹۵ء یا ۱۸۹۶ء کی تصنیف ہے۔ مرحوم نے مارچ جون ۱۸۹۴ء کو حضرت اقدس کی بیعت کی تھی اس لئے معلوم ہوا کہ مسٹر الیگزینڈر ویب ۱۸۹۱ء کے بعد اور ۱۸۹۴ء سے قبل کے زمانہ میں ہندوستان میں آئے جبکہ ابھی مولوی حسن علی مرحوم حضرت اقدس کی بیعت سے مشرف نہ ہوئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دعوے مسیحیت و مہدیت کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب کی سخت مخالفت ہو رہی تھی۔ اور اسی وجہ سے ویب صاحب قادیان آکر حضرت صاحب سے نہ ملے۔ اور اس کا انہیں تمام عمر افسوس رہا۔ ہندوستان سے جا کر انہوں نے بڑی آب و تاب سے ایک اخبار مسلم ورلڈ کے نام سے نکالا اور اس کے ذریعہ اسلام کی اشاعت شروع کی۔ لیکن کچھ عرصہ وہ اخبار نکل کر روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے بند ہو گیا۔ جیسا کہ مولوی حسن علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے وعدے توڑے گئے۔ مگر ان وعدوں کو پورا نہ کیا اور روپیہ نہ ملنے کی وجہ سے ویب صاحب بیدست و پا ہو کر رہ گئے اور ساری تحریک خاک میں مل گئی۔

حضرت مسیح موعود سے نہ ملنے کا افسوس

۱۹۰۲ء میں خاکسار مؤلف قادیان میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت مسٹر الیگزینڈر ویب کا ایک تازہ آیا ہوا خط حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا بہت لمبا خط تھا۔ اس میں سے ایک دو باتیں مجھے یاد ہیں۔ ویب صاحب نے اس میں سخت افسوس اور قلق کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا کہ افسوس میں ہندوستان آیا اور آپ کی زیارت نہ کر سکا حالانکہ آپ کے ذریعہ مجھے ہدایت ملی تھی جن لوگوں کو خوش کرنے کی خاطر اور جس چندہ کے لئے میں آپ سے نہ ملا انہی لوگوں نے وعدہ وفا نہ کیا، اور کوئی چندہ نہ دیا۔ اب مجھے کس قدر افسوس آتا ہے کہ کن لوگوں کے لئے کس باخدا بزرگ کی زیارت سے محروم رہ گیا اب مغرب کی نظریں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ کیونکہ اسلام کے متن کی شرح جیسی آپ کرتے ہیں وہ اہل مغرب کے دلوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ غرضیکہ بہت کچھ عقیدت اور ارادت کا اظہار اس میں کیا گیا تھا۔ اس کے بعد بھی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔

امریکہ میں تبلیغ کے متعلق ویب کا مشورہ

ایک مرتبہ ان سے امریکہ میں اشاعت اسلام کی نسبت مشورہ طلب کیا گیا تو انہوں نے لکھا کہ ضروری ہے کہ یہاں کوئی ایسا آدمی آئے جو اسلام کا اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہو کیونکہ نمونہ کے بغیر مذہب اسلام اہل مغرب کی سمجھ میں نہیں آسکتا جن کی معلومات اسلام کے بارے میں قطعاً کوئی نہیں وہ نمونہ کے بغیر اسلام کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ یہاں جو مسلمان رہتے ہیں چونکہ وہ خود اسلام سے بیگانہ ہیں، اس لئے ان کا نمونہ اسلام کا نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اور ان کا نمونہ بجائے مفید ہونے کے اسلام کے لئے باعث ہتک ہے۔ چاہیئے کہ ہندوستان سے جو مبلغ آوے وہ اپنے اندر پورا پورا اسلامی نمونہ رکھتا ہو تب امریکہ کے لوگوں پر بہت اچھا

ذبیحہ اہل یورپ

(بسلسلہ صفحہ ۱۰)

ہو لہٰذا بوقت ضرورت جانور کے جسم کے کسی حصہ کو بھی زخمی کر کے خون نکال دیا جائے تو یہ شرط پوری ہو جائے گی۔

(۲) جانور کو ذبح کرتے وقت شرک کا کوئی پہلو اختیار نہ کیا جائے اسی لئے معبودوں اور بتوں کے ذبائح حرام قرار پائے۔

اہل کتاب کا ذبیحہ اس لحاظ سے ان تمام شرائط کو پورا کر دیتا ہے جن کا تعلق امر اول سے ہے۔ اور اس لئے کہ وہ ذبح کرتے وقت کسی کا نام بھی نہیں لیتے اس لئے اس میں کوئی شرک کا پہلو بھی نہیں پایا جاتا۔ ہاں جب مسلمان استعمال کریں تو انہیں چاہیئے کہ بسم اللہ پڑھ لیا کریں میری رائے میں اہل کتاب کے لئے ذبیحہ کے وقت اللہ تعالےٰ کا نام لینا ضروری نہیں اگر آپ کو اس رائے سے اختلاف ہو تو آپ کی مرضی، مجھے یہ مسئلہ جس طرح سمجھ میں آیا ہے اسی طرح آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ باقی آپ کی خوشی حضور مانیئے یا نہ مانیئے۔

ذبیحہ اہل کتاب کے متعلق

حضرت امیر مرحوم کا فتوےٰ

محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے اپنے مضمون میں جو دوسری جگہ درج ہے حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ انکے نزدیک اہل کتاب کا ذبیحہ جس پر اللہ تعالےٰ کا نام نہ لیا گیا ہو کھا لینا جائز ہے اور کہ پہلے ان کا مسلک اس کے خلاف تھا اور بعد میں انہوں نے تبدیل کر لیا۔

ذیل میں حضرت مولینا مرحوم کے تراجم قرآن اور ریلیجن آف اسلام میں سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں، جن سے آپ کا اصل مسلک جو شروع سے آخر تک رہا بخوبی واضح ہو جائیگا

(۱) بیان القرآن ص ۵۹۷/۵۹۸ زیر آیت الیوم احل لکم الطیبٰت و طعام الذین اوتوا الکتٰب حلّ لکم و طعامکم حل لھم۔ نوٹ ۷۹۰ :-

ابن عباس سے روایت ہے کہ یہاں طعام سے مراد صرف ذبیحہ ہے کیونکہ اسی میں اختلاف ہو سکتا ہے بہرحال ذبیحہ اس میں شامل ہے، اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہوا کہ اگر اہل کتاب اللہ کے نام پر ذبح کریں تو اس کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر اہل کتاب اللہ کے نام پر ذبح نہ کریں تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں، اکثر مسلمان طرف گئے ہیں کہ وہ جائز ہے

حضرت ابن عمر کے نزدیک جائز نہیں، قرآن کریم کے صریح الفاظ ابن عمرؓ کے قول کے موید ہیں ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ (الانعام - ۱۲۲) اور اس سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، جس کی تاویل گروہ اول نے یوں کی ہے کہ اس سے مراد صرف بتوں کے ذبائح ہیں، اصل مذہب پہلا ہے، مگر حق یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو سب سے زیادہ ضرورت پیش آتی ہے وہ عیسائیوں کے مارے ہوئے جانوروں کے متعلق ہے، سو یہ لوگ نہ ذبح کرتے ہیں نہ اللہ کا نام لیتے ہیں اس لئے حالت اضطرار کے سوائے ان کا کھانا جائز معلوم نہیں ہوتا کوئی چیز جو اصولاً اسلام نے حرام قرار دی ہے وہ اہل کتاب کا طعام ہونے سے حلال نہیں ہو سکتی مراد صرف یہ ہے کہ چیز پاک ہو، تو اہل کتاب کے ہاتھ لگانے سے ناپاک نہیں ہو جاتی۔

(۲) بیان القرآن ص ۷۵۳ زیر آیت ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق۔ نوٹ نمبر ۱۰۰۹ :-

"یہ آیت اس بات کو بالصراحت بیان کرتی ہے کہ جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کا کھانا جائز نہیں۔ پس ذبیحہ اہل کتاب اسی حد تک جائز ہے کہ وہ اس پر اللہ کا نام لیں"

(۳) ریلیجن آف اسلام ص ۴۳۲ ترجمہ انگریزی :-

(...) یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جب کسی جانور کو ذبح کیا جائے تو ضروری ہے کہ اس پر اللہ کا نام لیا جائے۔ قرآن کریم نے صاف طور پر فرمایا کہ ولا تاکلو مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اور یہ فسق ہے (۶ - ۱۲۲) اس لئے یہ ضروری ہے کہ جب نور کو ذبح کرتے وقت ذیل کے الفاظ کہے جائیں۔ بسم اللہ۔ اللہ اکبر۔ اس عمل کا ثبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ملتا ہے، اگر ذبح کرنے والا یہ الفاظ کہنا بھول جائے تو اس حالت میں جانور کا گوشت کھا لینا جائز ہے (بخاری ۷۲ - ۱۴) لیکن اگر وہ جان بوجھ کر یہ الفاظ نہ کہے تو اس بارہ میں اختلاف آراء ہے امام شافعی اس حالت میں بھی کھا لینا جائز قرار دیتے ہیں بخلاف حنفی مذہب کے"

(۴) انگریزی ترجمۃ القرآن فورتھ ایڈیشن (جو حضرت مولنا کے فوت ہونے کے بعد شائع ہوئی اور جس کے پروف آپ نے اپنی مرض الموت میں خود دیکھے) زیر آیت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم الخ ص ۲۴۲ نوٹ ۶۶۶ ترجمہ انگریزی :-

"یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان لوگوں کا کھانا جن کو کتاب دی گئی اس حالت میں بھی جائز ہے جب اس کھانے میں ایسی چیز شامل ہو جس کو قرآن کریم نے صریحاً ناجائز قرار دیا ہے اس سوال کا جواب ضروری ہے کہ نفی میں دیا جائے ایک ایسی چیز جس سے کھلے طور پر منع کیا گیا ہے اس لئے جائز نہیں ہو سکتی کہ اس کو یہودی یا عیسائی کی طرف سے پیش کیا گیا ہے، عبداللہ

اثر پڑے گا اور اسلام یہاں انشاء اللہ بہت ترقی کرے گا اس کے بعد ویب صاحب کے تعلقات مرزا صاحب اور آپ کی جماعت سے آخیر وقت تک نہایت ارادتمندانہ اور برادرانہ رہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرد و پیش

پاکستان کی ایک مسیحی انجمن کے صدر کا بیان بہ سلسلہ امتناع شراب نوشی :-

"اقلیتی فرقہ اس قدر شراب نوشی نہیں کرتا جس قدر خفیہ اور ظاہری طور پر ہمارے مسلمان بھائی کر رہے ہیں .... میرے پاس اعداد و شمار موجود ہیں۔ تمام پرمٹ اقلیتی فرقہ کے لوگوں کے نام ہیں۔ لیکن آپ بلا کسی ہچکچاہٹ کے روزانہ لاہور کے شراب فروشوں سے بلا پرمٹ کے سینکڑوں بوتل خرید سکتے ہیں۔ شراب فروشی کے بادشاہ عجیب و غریب طریقوں سے کام لے رہے ہیں۔ ایکسائز والوں کو خوش کر کے سب کام ہو سکتے ہیں .... اقلیتی فرقہ محض "شراب حرام ہے" کا لیبل لگا کر دھوکا دینا نہیں چاہتا ...... حکومت اپنے حالات سے مجبور ہو کر شراب جاری رکھے۔ لیکن جہاں تک اقلیتی فرقہ کا تعلق ہے تو ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ شراب کی دوکانوں کو فوراً نذر آتش کر دیا جائے قربانی تو اسے کہتے ہیں جو اس کو پینا اپنا مذہبی فریضہ خیال کرے۔ درحقیقت اقلیتوں کی آڑ میں عادی اور پیدائشی پینے والوں کے مزے ہیں۔"

یہ بیان ایک لاہوری روزنامہ سے نقل کرتے ہوئے معاصر "صدق جدید" نے لکھا ہے :-

"غیرت اگر ہو تو ڈوب مرنے کے لئے مسیحیوں کے چلو کا یہ پانی کافی ہے! واقعات حقائق اگر یہی ہیں۔ مسلمان آبادی کہیں کی بھی ہو اس کے لئے یہ پورا تازیانۂ عبرت ہے۔ چہ جائیکہ ایسے ملک کی آبادی کے لئے جسے مسلم اپنا ہی ملک کہتے اور سمجھتے ہیں!"

فی الواقعہ یہ بہت ہی شرمناک بات ہے کہ مسلمان جن کے متعلق بڑے بڑے مسیحی پادریوں کو یہ اعتراف کرنا پڑتا تھا کہ جہاں جہاں وہ اسلام کی تعلیم لے کر گئے وہاں سے شراب نوشی کا استیصال ہو گیا، آج ان کے متعلق مسیحیوں ہی کو یہ شکایت ہے کہ وہی سب سے بڑھ کر شراب کے دلدادہ ہیں، کیا حکومت پنجاب مسیحی صدر کے اس بیان کی طرف توجہ کرے گی؟

پاکستان سٹیٹ بنک کے گورنر مسٹر عبدالقادر نے تاجروں کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے یہ افسوسناک انکشاف کیا ہے کہ بہت سے پاکستانی تاجروں نے غیر ممالک سے درآمدی لائسنسوں کے تحت کروڑوں روپیہ زرمبادلہ غیر ممالک کو بھیجدیا اور حکومت کو دھوکہ دینے کے لئے انھوں نے غیر ممالک کی فرموں سے بڑی بڑی پیٹیوں میں پتھر اور شیشے کی بوتلوں میں لال رنگ کا پانی درآمد کیا۔ مسٹر عبدالقادر نے ایسے فریب کار تاجروں کے خلاف سخت کارروائی کی دھمکی دی ہے۔ مسلمان تاجروں کی ان فریب کاریوں پر سوائے اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

تعلیمی پرنٹنگ پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں۔

— گذشتہ جمعرات (۲۴ فروری) کو مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کی نویں جماعت کے طلباء نے میٹرک کے امتحان میں شریک ہونے والے دسویں کے طلباء کو الوداعی پارٹی دی، جس میں حضرت امیر، حضرت صاحب صدر اور جماعت کے دیگر بزرگ شامل تھے۔ تلاوت قرآن کے بعد نویں جماعت کے ایک طالب علم نے الوداعی تقریر کی، جس کا جواب دسویں کے ایک طالب علم نے دیا، اور اس کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب اور مولانا یعقوب خاں صاحب نے جو افسر تعلیم بھی ہیں طلباء کو چند نصائح کیں، اور اس کے بعد حاضرین کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔

— ہبلی (کرناٹک) سے محمد حسین صاحب کرمگی سیکرٹری جماعت لکھتے ہیں کہ یہاں انجمن کا کام خدا کے فضل سے چل رہا ہے، مولانا بروور صاحب اور دیگر احباب دیہات میں تبلیغی دورہ کرتے رہتے ہیں صرف کنڑی لٹریچر کی کمی ہے، حالانکہ اس وقت اس کی بہت ضرورت ہے یہاں ہر طرف بیداری ہو رہی ہے۔ کرناٹک امن کا علاقہ ہے یہاں ہندو مسلمان بھائی بھائی کی طرح رہتے ہیں، کبھی ہندو مسلم فساد یہاں نہیں ہوا، اکثریت رکھنے والے ہمارے دوست ہیں اور اسلام کے بہت قریب ہیں .... گورنمنٹ بھی ہماری حفاظت کرتی ہے یہاں میدان بڑا وسیع ہے اور کام کرنیوالوں کی ضرورت ہے ہم مزدور طبقہ کے لوگ ہیں تاہم فرصت ملنے پر کام کرتے ہیں، بروور صاحب بھی باوجود ضعیفی کے خوب کام کر رہے ہیں۔ کسی مبلغ کا یہاں آنا ضروری ہے، مولانا بروور صاحب "آئینہ حق نما" بجواب ستیارتھ پرکاش، کا کنڑی ترجمہ کر رہے ہیں جو اکٹھا شائع کرنے کے بجائے تیس تیس صفحات کی کتابوں کی شکل میں شائع کرنے کی تجویز ہے اور شروع مارچ سے حضرت امیر کے خطبات بھی ایک ایک کر کے اشتہار کی صورت میں شائع کئے جائیں گے۔

— ایک احمدی خاتون نے (جنھوں نے اپنا نام نہیں لکھا) اپنی تکالیف اور مصائب کا دردبھرا حال لکھا ہے، ان کے سوال کا جواب تو آیندہ اشاعت میں دیا جائے گا فی الحال احباب سے درخواست ہے کہ ان کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے اپنے فضل و کرم سے ان کی مصائب کو دور فرمائے۔

— مولوی احمد یار صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ چوہدری فضل داد صاحب اور چوہدری فتح محمد صاحب علویہ کی والدہ ماجدہ کئی دنوں سے بیمار ہیں، ہر دو بھائیوں کی درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔

— کراچی میں ہمارے ایک بھائی فیروز الدین روحی کئی دنوں سے بیمار ہیں، اور احباب سے صحت کے لئے دعا کے خواستگار ہیں۔

اسلام کے دوسرے رکن زکوٰۃ کی طرف توجہ کی ضرورت

زکوٰۃ انجمن کے بیت المال میں آنی چاہیئے

(سیکرٹری صاحب)

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے، اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنت نبوی سے پتہ لگتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دے دے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو، اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ دے کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی، یہ طریق صحیح نہیں۔ اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے۔ زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی۔ قرون اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے، یہی سنت نبوی ہے، یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے، اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی و ملی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہو سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔

(باقی صفحہ ۶ پر)

ہماری تبلیغی سرگرمیاں!

امام وکنگ کے نام خط

[illegible] متاثر ہوا تھا اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی مساعی کو استحقاق سے بڑھ کر کامیابیاں عطا فرمائے۔ ئیں ووکنگ کی زیارت سے بہت لطف اندوز ہوا اور آپ کے فیاضانہ سلوک کا میں بیحد شکرگذار ہوں۔

آپ کا مخلص۔ حسن میرکیہ

ایک متلاشی حق کی درخواست

پنز۔ مڈل سیکس - ۹ر جنوری ۱۹۵۵ء

جناب عالی - آپ سے مشورہ اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے یہ خط لکھ رہی ہوں، میں ایک انگریز عیسائی ہوں، میری عمر ۴۲ سال ہے، کئی سالوں سے مجھے اپنے مذہب پر کوئی اعتبار نہیں رہا، کیونکہ اس میں کئی ایسی باتیں ہیں جن کو میں قابل یقین نہیں سمجھتی اور اس وجہ سے میرے دل میں بڑی الجھنیں پیدا ہوئی ہیں۔

بہت تھوڑا عرصہ ہوا ایک شریف آدمی میرے ہاں آکر ٹھہرا تھا وہ ایک مسلم خاندان سے تعلق رکھتا ہے ہم دونوں اس بارہ میں غور و بحث کرتے رہے، اس نے مجھے اسلام کے بارہ میں بتایا اور قرآن اور دیگر مذہبی کتابوں کے کچھ تراجم سنائے۔ مجھے یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ اسلام کے متعلق مجھے کچھ اور پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ اتنے لمبے عرصہ سے خدا سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا میں گمگردہ راہ ہوں، میں محسوس کرتی ہوں کہ آخر کار یہی ایک مذہب ہے جس پر میں ایمان لا سکتی ہوں، مجھے ضرور خدا کی طرف واپس جانا چاہیئے اور میرا یقین ہے کہ اس کے لئے یہی ایک رستہ ہے۔ میں شادی شدہ ہوں اور میرے دو بچے ہیں گذشتہ تین سال سے اپنے خاوند سے الگ کر دی گئی ہوں، میری خواہش ہے کہ میرے بچے بھی اسی مذہب کو قبول کریں جو میرا مذہب ہو یعنے اسلام، اس لئے مہربانی فرما کر مجھے ہدایت فرمائیں کہ اس معاملہ میں مجھے کیا کرنا چاہیئے اور کیا میرا شادی شدہ ہونا اور خاوند سے الگ کر دیا جانا میرے مسلمان ہونے کی خواہش کو پورا نہ ہونے دے گا؟

آپ کی مخلص ایم چارڈ

پہلی مسلمان ہونیوالی خاتون کے فرزند نرینہ کی ولادت (بقیہ کالم ۲)

مسز ممتاز رحیم سب سے پہلی خاتون ہیں جو امریکہ میں میرے ذریعہ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئی تھیں۔ ان کی چار لڑکیاں تھیں لڑکا کوئی نہ تھا اور اس کے لئے وہ بڑی آرزو رکھتی تھیں خود بھی دعائیں کرتی تھیں اور دوسروں سے بھی دعا کرتے رہنے کی التجائیں کرتی تھیں ان کی تمنا آخر برآئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹا عطا فرمایا۔ ان کی بڑی لڑکی نذیرہ نے یہ خوش خبری مجھے فون پر سنائی اور جلد یوباسٹی (یہ شہر فرانسسکو سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے) پہنچنے کی درخواست کی تاکہ میں اذان دینے کی رسم ادا کروں، بارہ فروری کو صبح سات بجے بذریعہ کار روانہ ہوا اور ساڑھے بارہ بجے یوباسٹی پہنچ گیا۔ لڑکے کا نام حسن رکھا گیا ہم سب نے مل کر بچے اور اہل خانہ کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی برکات نازل فرمائے اسی شب کو میں سان فرانسسکو واپس پہنچ گیا۔

(خاکسار۔ بشیر احمد منٹو)

امریکہ میں دو معزز خواتین کا قبول اسلام

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا مکتوب سان فرانسسکو سے

مجھے اس خبر سے کتنی خوشی ہوئی اور کس قدر میرا شرم سے جھکا ہوا سر فخر سے بلند ہوگیا۔ جن بزرگوں اور دوستوں نے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچالیا وہ یقین جانیں کہ ان کے اس اقدام سے ان کی قدر و منزلت ہمارے دلوں میں بہت زیادہ بڑھ گئی اور دشمنوں پر ترسیب طاری ہوگئی۔ اور انہوں نے جان لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے، وہ تباہ نہیں ہوگی بلکہ ترقی کرے گی کیونکہ دین کی جس خدمت پر وہ مامور کی گئی ہے اس کے کئی مرحلے ابھی باقی ہیں۔

دو معزز خواتین کا قبول اسلام

جنوری ۱۹۵۵ء کے دو مہینے میں دو معزز عورتیں مشرف باسلام ہوئیں ان میں سے ایک مسز ایلس بٹس ہیں جو ہوپ ویل، ریاست ورجینیا کے ایک گورنمنٹ سکول میں معلمہ ہیں، ان کے شوہر ڈاکٹر آف میڈیسن ہیں ۱۹۵۴ء کی گرمیوں میں وہ سان فرانسسکو تشریف لائیں۔ اور چرچ ڈائرکٹری میں مسلم سوسائٹی کا نام دیکھ کر انہیں خیال ہوا کہ وہ مجھ سے مل کر اسکی کیفیت معلوم کریں۔ چنانچہ ۱۲ مئی کو پہلی بار ہمارے ہفتہ واری جلسہ میں شریک ہوئیں اور اسکے بعد بڑی باقاعدگی سے ہمارے ہاں آنا شروع کر دیا۔ ان کا یہ شوق اتنا ترقی کر گیا کہ اپنے مکان پر بھی ہفتہ میں ایک بار میرا لیکچر کروائیں، اکتوبر میں وہ اپنے وطن واپس چلی گئیں اور بذریعہ خط و کتابت تبادلہ خیالات ہوتا رہا، آخر جنوری ۱۹۵۵ء میں انہوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا۔

دوسری معزز خاتون مسز لیٹانگ ہیں، ان کے شوہر امریکن نیوی میں انجنیئر ہیں ان کے دو بچے ہیں جمیل عمر آٹھ سال اور بیلے عمر چھ سال۔ اگرچہ قبولیت اسلام کا اعلان انہوں نے حال ہی میں کیا لیکن اس کی محبت ان کے دل میں ایک مدت سے جاگزین تھی اور اس کا اظہار وہ اکثر کرتی رہتی تھیں۔ مسز بٹس کی حالت بالکل الگ تھی، وہ مذہباً بڑی پرجوش عیسائی تھیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ بھی کرتی تھیں۔ ابتدا میں جب وہ ہمارے ہاں آئیں تو اپنا بہت سا لٹریچر بھی اپنے ہمراہ لائیں، اور میرے پاس پڑھنے کے لئے چھوڑ گئیں۔ بحث میں بھی وہ اپنے مذہب کی پرزور حمایت کرتی تھیں، کچھ عرصہ کے بعد ان کے خیالات میں تبدیلی آنی شروع ہوئی اور یہ تبدیلی اس حد تک پہنچ گئی کہ انہوں نے بغیر کسی ترغیب کے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ مسز لیٹانگ کا دل مجھ سے ملنے سے پہلے ہی مسلمان تھا اور مسز بٹس کے لئے میں ایک ذریعہ بن گیا، حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے کرشمے ہیں، وہ جس کا دل چاہے ایمان سے بھر دے۔

ایک مسلمان کی وفات

سلطان علی میرے ایک عزیز دوست تھے۔ امریکہ میں ۴۵ برس سے مقیم تھے۔ سیکرمنٹو سے پچاس میل کے فاصلہ پر ان کی زمین تھی جہاں وہ چاول کی کاشت کرتے تھے، ایک مدت سے وہ دل کے عارضہ میں مبتلا تھے اور ان کی زندگی ان کے لئے ایک مصیبت ہوگئی تھی۔ آخر یکم فروری کو اللہ تعالیٰ نے انہیں قید حیات سے آزاد کر کے تمام غموں سے نجات دے دی، ۴ر فروری کو وہ قبر کی آغوش میں دے دیئے گئے۔ اس موقع پر مسلمانوں کا کافی اجتماع تھا، میں نے اس موقعہ پر فسادات پنجاب کی تحقیقاتی رپورٹ میں سے چند اقتباسات پڑھ کر سنائے تاکہ ان لوگوں پر اپنے علماء اور لیڈروں کی دینی اور اخلاقی حالت واضح ہو جائے اور وہ فتنہ سے بچیں۔ اور حق و صواب کی راہ اختیار کریں۔

(باقی کالم اوّل کے نیچے)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۲ مارچ ۱۹۵۵ء

سنتِ نبوی اور مسلمان

"طلوع اسلام" کا پھیلایا ہوا فتنہ بعض ایسے حلقوں میں بھی پہنچ چکا ہے جو تعلیمیافتہ ہونے کے باوجود اسلام سے پوری واقفیت نہیں رکھتے اور ملاؤں کی تنگ خیالیوں اور چیرہ دستیوں سے بیزار ہو کر اپنی پناہ گاہ ڈھونڈنا چاہتے ہیں، جہاں مغربیت کے رنگ میں رنگا ہوا اسلام انہیں مل جائے یہ لوگ "طلوع اسلام" کے پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ملاؤں کے پیدا کئے ہوئے فتنے اس چیز کو ... نتیجہ ہیں جس کو سنتِ نبوی کا نام دیا جاتا ہے اور فی الحقیقت اسلام سنتِ نبوی سے الگ کوئی اور چیز ہے۔

اس قسم کی ایک آواز "پاکستان سٹینڈرڈ" نے بلند کی ہے، جو آل پاکستان مسلم لیگ کا آفیشل آرگن ہے، اس اخبار کی عنانِ ادارت اس شخص کے ہاتھ میں ہے جو اس سے قبل سول اینڈ ملٹری گزٹ کراچی کا ایڈیٹر تھا اور اس زمانہ میں اس نے اس خیال کا بھی اظہار کیا تھا کہ قرآن نے شراب کو حرام قرار نہیں دیا اور خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں شرابنوشی ممنوع نہ تھی، اس وقت اس آواز کے اٹھنے پر مسلمانوں کی طرف سے شدید احتجاج کیا گیا، جس پر اسے سول سے الگ ہونا پڑا۔ آج کل صاحب "پاکستان سٹینڈرڈ" کی عنانِ ادارت سنبھالے ہوتے ہیں، اور بجائے اس کے کہ وہ اسلام کا از خود مطالعہ کر کے صحیح رستہ اختیار کرتے ادھر ادھر کی باتیں سن کر اور "طلوع اسلام" کے غلط پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر انہوں نے سنتِ نبوی پر خطرناک حملہ کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ قرارداد مقاصد میں قرآن کے ساتھ "سنت" کا لفظ شامل کیا گیا تو اس سے ملا راج کی ابتدا ہو گئی، اور "یہ تجدد پسندوں کے لئے موت کا پیغام تھا" پھر وہ لکھتے ہیں کہ:-

"یہ سنت ہی تھی جس نے اسلام کے ابتدائی جمہوری مزاج میں بگاڑ پیدا کیا، یہ سنت ہی تھی جس نے مسلمانوں کو متعدد فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کی وحدت کو پارہ پارہ کیا، یہ سنت ہی تھی جس نے بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد میں مذہبی لوگوں کو غیر معمولی اہمیت دلائی، یہ سنت ہی تھی جس نے دولتِ عثمانیہ کو ناقابل علاج (مریضوں) کی آماجگاہ بنا دیا، کوئی دو ماہر رسول صلعم کی روایات کی تعبیر کے بارہ میں متفق نہ ہو سکتے۔"

ان فقرات میں سنتِ نبوی کی کس قدر تضحیک و توہین کی گئی ہے، حالانکہ لکھنے والے کا منشا وہ روایات ہیں، جو احادیث میں اسلام کے ابتدائی جمہوری مزاج کے خلاف راہ پا گئی ہیں، افسوس کہ آج مسلمانوں سے اکثر تعلیمیافتہ حدیث اور سنت میں کوئی فرق نہیں سمجھتے اور انہیں معلوم نہیں کہ سنت ان اعمال و افعال کا نام ہے، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے امت کے لئے بطور نمونہ چھوڑے اور ساڑھے تیرہ سو برس سے علی التواتر امت میں ان پر عمل ہوتا چلا آ رہا ہے، مثلاً نماز پڑھنے کا طریق، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا مفہوم اور اس پر عمل یا اور ایسے اعمال جو تواتر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک پہنچتے ہیں، ان کا نام سنت ہے، ظاہر ہے کہ ان اعمال میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والی ہو، سوائے ان فروعی باتوں کے جن میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے، رفع یدین کرنے، آمین بالجہر کہنے میں اختلاف پایا جاتا ہے اس قسم کی فروعی باتیں بے شک بڑے بڑے فتنوں کا موجب بھی ہوئی ہیں، لیکن یہ محض ملاؤں کی تنگ نظری کا نتیجہ ہے کہ ایک طریق کو اختیار کر کے دوسرے کو ناجائز اور موجب کفر قرار دے دیا، سنت نے ان میں سے کسی کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا اور یہ تمام افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہیں، ملاؤں کی تنگ خیالیوں اور چیرہ دستیوں کا ذمہ دار سنت کو ٹھہرانا اور یہ کہنا کہ سنت سے فتنہ و فساد پیدا ہوا ہے اور اس کو ترک کر دینا چاہیئے کسی طرح جائز قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ اس سے دین کا کچھ باقی رہ جاتا ہے۔ ہاں سنت کے علاوہ احادیث کا وہ حصہ جو اخبار یا پیشگوئیوں سے تعلق رکھتا ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر مشتمل ہے، ان میں بے شک ایسی بھی باتیں پائی جاتی ہیں جو قابل تسلیم نہیں سمجھی جا سکتیں اور بعض حالات میں وہ فتنہ کا موجب بھی ثابت ہوئی ہیں، یا ان کو فتنہ کا موجب ٹھہرا لیا گیا ہے لیکن ایسی باتوں سے تمام احادیث پر پانی پھیر دینا یا ان کو سنت کا نام دے کر یہ کہنا کہ سنت مسلمانوں میں تشتت و افتراق کا موجب ثابت ہوئی ہے کہاں کی دانشمندی ہے۔

مسلمانوں میں بے شک بڑے بڑے فتنے نمودار ہوئے، متعدد فرقے اور فرقے در فرقے بھی ان میں بنے، اور مذہبی لوگوں نے غیر معمولی اہمیت حاصل کر کے امت میں فتنہ و فساد کو فروغ بھی دیا، لیکن ان فتنوں کی اصلاح کسی نے بھی اس رنگ میں نہیں کی کہ احادیث یا سنت کو موجب فتن ٹھہرا کر ان سے دستبرداری حاصل کر لی جائے۔ بہت سے ربانی لوگ اس امت میں گزرے ہیں، جنہوں نے ایسے فتنوں کی اصلاح کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، اور بڑے بڑے دکھ اور تکالیف برداشت کر کے ان کی اصلاح کی کوشش کی، لیکن ان میں سے کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ ان تمام فتنوں کی جڑ احادیث یا سنت ہے اور اس لئے اس کو ترک کر دینا چاہیئے، سنت کو تو وہ ان فتنوں سے بالا ہی سمجھتے تھے، لیکن حدیث کے متعلق انہوں نے یہ اصول بنا دیا کہ اس کا حقیقی معیار قرآن کریم ہے، جو حدیث تمہیں قرآن کے مطابق نظر نہ آئے، کوشش کرو کہ اس کی تاویل قرآن کے مطابق ہو سکے تو کر لی جائے، اور اگر یہ ناممکن ہو تو اسے قول رسول نہ سمجھتے ہوئے ترک کر دو، یہ وہ معیار تھا جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر آئمہ نے امت کو فتن سے بچانے کے لئے تجویز کیا، بلکہ اپنے متعلق انہوں نے یہ کہا کہ اگر ہمارا کوئی قول یا فتوے تمہیں قرآن اور صحیح حدیث کے مطابق نظر نہ آئے تو اسے دیوار کے ساتھ مارو، ان لوگوں اور حدیث کی جانچ پڑتال کرنے والے دیگر آئمہ نے امت کو تفرقہ اور فتنہ و فساد سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ ملاں کی تنگ خیالی ہی نہیں، جاہ پرستوں کی ہوس رانیوں نے بھی کلام اللہ اور کلام رسول کی غلط تاویلات سے فتنہ و فساد کو ہوا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، یہ خیال کہ سنت نے اسلام کے ابتدائی جمہوری مزاج کو بگاڑا قطعاً صحیح نہیں، سنت یا احادیث ہی نہیں، فتنہ پردازوں نے خود کلام اللہ سے ایسے ایسے استدلال کئے اور ان کی بنا پر امت کے اندر فرقہ بندیاں قائم کر کے وہ وہ فتنہ و فساد برپا کئے کہ عقل حیران ہوتی ہے، پھر کیا یہ کہا جائے کہ چونکہ قرآن پر ان فتنوں کی بنیاد رکھی گئی اس لئے کتاب اللہ ہی کو چھوڑ دینا چاہیئے؟ غور کیجئے اس قسم کا طریق اختیار کرنے سے اسلام کا کیا باقی رہ جائے گا، کیا طلوع اسلام کی تحریک خود فتنہ کا موجب نہیں، پھر کیوں نہ اسی کو ختم کر دیا جائے۔

امت کو فتنہ و فساد سے بچانے کی ایک ہی راہ ہے، جو حضرت امام وقت نے تجویز کی، وہ یہ ہے کہ ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے خواہ وہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو، اس کو مسلمان سمجھا جائے اور اس کی تکفیر ہرگز نہ کی جائے، **فتنہ و فساد کی اصل جڑ فتنہ تکفیر ہے، اس کو جب تک ختم نہ کیا جائے گا اس وقت تک مسلمانوں میں امن اور اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا،** حکومت کو چاہیئے کہ اپنے دستور میں اس کو شامل کرے اور **مسلمانوں کی تکفیر کو قابل تعزیر جرم قرار دے اور ایسے لوگوں کو جو سنت** اور حدیث کو موجب فتنہ ٹھہرا کر اسلام کی تباہی کے درپے ہیں ایسے خیالات کی اشاعت سے روک دے کہ یہ سب سے بڑا فتنہ ہے جو آج مسلمانوں میں برپا کیا جا رہا ہے۔

ایک تردید

میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے اپنی جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں اس زمانہ کے "الفضل" کی جب وہ خود ایڈیٹر تھے مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:-

"انہی دنوں کی بات ہے مولانا ابوالکلام آزاد جیل میں تھے حکومت نے انہیں صرف ایک اخبار منگوانے کی اجازت دی اور ان سے پوچھا کہ کونسا اخبار آپ منگانا چاہتے ہیں انہوں نے باقی سب اخبارات پر "الفضل" کو ترجیح دی اور کہا کہ میرے لئے "الفضل" منگوانے کا انتظام کیا جائے۔"

میاں صاحب کا یہ بیان معاصر "صدق جدید" نے شائع کر کے اس پر حیرت کا اظہار کیا، اس پر مولانا کے پرائیویٹ سکرٹری محمد اجمل خاں صاحب کا حسب ذیل مکتوب "صدق جدید" کو موصول ہوا ہے:-

"یہ پڑھ کر میں نے مولانا سے حقیقت حال دریافت کی انہوں نے فرمایا کہ عمر بھر میں کبھی میں ایسے اخبار کا جس کا نام الفضل ہو پڑھنے والا نہیں رہا ہوں اور یہ واقعہ بھی سرے سے غلط ہے کہ جیل میں مجھے صرف ایک اخبار کے منگوانے کی اجازت دی گئی۔ جب میں رانچی میں قید تھا تو پانچ چھ انگریزی روزانہ اخبار میرے پاس آتے تھے، علی پور سنٹرل جیل کلکتہ

(باقی صفحہ پر)

اخبار و افکار

یاجوج ماجوج کی جنگ

گذشتہ اشاعت میں ایٹمی ہتھیاروں کے متعلق روس اور امریکہ کے بلند بانگ دعاوی کا ذکر کیا گیا تھا جن میں دونوں ملکوں نے ان اسلحہ کی تیاری میں ایک دوسرے سے مسابقت کا دعوےٰ کیا ہے، اور یہ بھی بتایا ہے کہ ان کے تیار کردہ ہائیڈروجن بم کرۂ ارض کی تمام مخلوقات کو ...... ہلاک کرنے میں اس قدر مؤثر اور نتیجہ خیز ہیں کہ دس ہائیڈروجن بم تمام نسلِ انسانی کو ہلاک کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ تہذیب جدید کی یہ ہلاکت آفرینیاں ان پیشگوئیوں کی یاد دلاتی ہیں جو کتبِ مقدسہ میں یاجوج ماجوج کی باہمی آویزش کے متعلق پائی جاتی ہیں اور جن میں روس کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس پر تباہی وارد ہونے کی خبر دی گئی ہے۔

قرآن کریم نے نہایت مختصر الفاظ میں یاجوج ماجوج کی باہمی آویزش اور تباہی خیز سامانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ حتیٰ اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون وہ وقت بھی آ جائے گا جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے، اور وہ اپنی ہلاکت آفرینیوں اور ہر قسم کے تباہی خیز سامانوں کی تیاری میں حد درجہ کی بلندی پر پہنچ جائیں گے، اور یہ بھی فرمایا ویموج یومئذ بعضھم فی بعض اور ان میں باہم جنگ ہوگی اور ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے یاجوج ماجوج کی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان دونوں قوموں سے مراد روس اور انگریز ہیں جو تمام دوسری طاقتوں کو مغلوب کر کے پھر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کریں گے، امریکہ بھی انگریزوں ہی کی ایک شاخ ہے اور اس لئے اسے ماجوج کی قوم سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

دونوں قوموں کے حالات اور ایک دوسرے کے خلاف خطرناک ترین اسلحہ کی تیاریاں اور ہلاکت خیز سامانوں میں مسابقت کے دعوے بتا رہے ہیں کہ ان کی باہمی آویزش قریب آ رہی ہے جو بہت ہی تباہی خیز ثابت ہوگی، اللہ تعالےٰ رحم کرے اور اپنی عاجز مخلوق کو ان کی ہولناک دستبرد سے بچا لے۔

صدر ترکی کا ورود

افسوس ہے کہ "پیغام صلح" کا یہ پرچہ اس وقت شائع ہوگا جب ترکی کے نامور صدر جلال بایار پاکستان کے مختصر دورہ کے بعد واپس جا چکے ہوں گے۔ تاہم ان کے ورود سے پاکستان اور ترکی کے رشتۂ اخوت میں جو استواری پیدا ہوئی ہے، اس پر ہم خوشی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے، یوں تو اس برصغیر کے مسلمانوں کو ترکی کے ساتھ ہمیشہ برادرانہ وابستگی رہی ہے اور ہر ایسے موقعہ پر جب ترکوں کو کسی مصیبت کا سامنا ہوا اس ملک کے مسلمانوں نے ان کی امداد میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ لیکن پاکستان کے قیام کے بعد دونوں مملکتوں کا رشتہ اور زیادہ مضبوط ہو گیا ہے۔ ایسے موقعہ پر دونوں ملکوں کے حکمرانوں کا ایک دوسرے کے ہاں جانا اور باہمی معاہدات سے ایک دوسرے کے شامل حال لینے کا عزم بہت ہی مبارک اور لائق تحسین ہے اور ہمیں امید ہے کہ صدر جلال بایار کی آمد دونوں ملکوں کے لئے بہت سے فوائد و برکات کا موجب ثابت ہوگی۔

ترکی کی موجودہ حکومت جماعت احمدیہ کے نزدیک ایک اور لحاظ سے بھی قابل قدر ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ سلطنت حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے، اس وقت جب سابقہ ترکی حکومت کو اس کی کمزوریوں کی وجہ سے یورپ کی بڑی بڑی سلطنتوں نے "مردِ بیمار" کا خطاب دے رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کی اس پیشگوئی کو جو پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک اور رنگ میں پوری ہو چکی تھی۔ دوبارہ آپ کی زبان پر دہرایا غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون رومی سلطنت (یعنے ترکی) قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئی اور وہ اس مغلوبیت کے بعد دوبارہ غالب ہوگی، اس پیشگوئی کا نظارہ پہلی جنگ عظیم میں ہم نے دیکھا ترکی کا "مردِ بیمار" انگریزوں اور یونانیوں کی شدید گولہ باریوں سے مغلوب ہو کر ختم ہی ہونے والا تھا کہ وہ مردِ آہن اچانک میدان جنگ میں آ دھمکا، جس کے دلیرانہ اقدام اور شجاعانہ تدابیر نے جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا جس کے نتیجہ میں من بعد غلبھم سیغلبون کا نظارہ دنیا نے دیکھ لیا، یہ مردِ آہن مصطفےٰ کمال پاشا تھا جس نے ترکی کو دوبارہ زندہ کر کے دنیا کی قوی ترین سلطنتوں کے دوش بدوش لا کھڑا کیا، اسی کا جانشین یعنے سلطنت ترکی کا موجودہ صدر جلال بایار آج پاکستان سے دوستی اور رشتۂ اخوت کو استوار کرنے کے لئے ہم میں آیا ہے، اس کا ورود جہاں اور بہت سے فوائد و برکات کا موجب ہے وہاں ہمیں مامور الٰہی کے اس زندہ نشان کی جو موجودہ ترکی سلطنت کے وجود میں پایا جاتا ہے یاد دلا کر ہمارے ایمانوں میں تازگی پیدا کرتا ہے، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سلطنت کو تا ابد زندہ و سلامت رکھے، زیادہ سے زیادہ مضبوط کر دے اور اس کے وجود کو اسلام کی زندگی اور تابانی کا ذریعہ بنائے۔

شدھی کے محاذ پر

ایک ماہوار ادبی رسالہ "نقوش" نے اپنے ایک خاص نمبر میں (جو "شخصیات نمبر" کے نام سے شائع ہوا ہے) لکھا ہے کہ:-

"ایک زمانہ میں ہندوستان میں شدھی اور سنگھٹن کا زور ہوا، اسلام جہاں بھی نرغہ میں گھرا ہوا نظر آتا تھا، مولانا ابوالکلام آزاد، خواجہ حسن نظامی، اور دیگر مسلمان رہنماؤں نے تبلیغ اسلام کے لئے شدھی محاذ کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا اور آغا حشر کو بھی اپنی جماعت کے ساتھ شرکت کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ انہوں نے نہایت خلوص اور انہماک سے اس طرف رجوع کیا اور تمام اکابر دین کی صف میں ان کے ہم پلہ بن کر تبلیغ اسلام کا کام کرنے لگے"

"نقوش" کا یہ بیان کس قدر غلط بیانیوں پر مشتمل ہے، اس کے لئے معاصر "نوائے وقت" (۱۸ فروری) کے "حرف و حکایت" کو پڑھئے جس میں "نقوش" کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"شدھی اور سنگھٹن کی تحریک نے ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء میں زور پکڑا، ان دنوں آغا حشر کلکتہ میں ڈرامے لکھ رہے تھے، کچھ عرصہ بعد وہ چوکھاری چلے گئے اور ۱۹۲۷ء میں واپس آ گئے ...... تو اس زمانہ میں کسی نے ان سے تبلیغ اسلام کے نیک کام میں حصہ لینے کے لئے کہا نہ انہوں نے حصہ لیا اور مولانا ابوالکلام آزاد تو کانگریس سے وابستہ تھے وہ اس قسم کی کسی تحریک میں کیونکر حصہ لے سکتے تھے، البتہ ڈاکٹر کچلو نے ان دنوں تنظیم کی تحریک ضرور شروع کی تھی، خواجہ حسن نظامی نے بھی اشتہاروں، اور پمفلٹوں کے ذریعہ تبلیغ کے کام میں ضرور حصہ لیا تھا"

یہ بالکل صحیح ہے، لیکن ہمیں حیرت ہے، کہ "نقوش" تو نیر پہلے ہی غلط فہمیوں کے چکر میں پھنسا ہوا تھا، لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ سند باز جہازی نے بھی تبلیغ کے کام کو سنبھالنے والی اس جماعت کا ذکر ضروری نہ سمجھا جس نے شدھی کے خلاف کامل جدوجہد اور پوری سرگرمی کے ساتھ کام کیا، اور جس کے مبلغین نے شدھی کے محاذ پر جا کر لکھوکھا فرزندانِ توحید کو ارتداد سے بچایا اور آریہ سماجی مبلغین کو ایسی زک پہنچائی کہ آج تک انہیں سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی، یہ جماعت احمدیہ ہی تھی جس نے اس میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اب بھی جبکہ شدھی کا غلغلہ ہندوستان میں از سر نو بلند ہو رہا ہے وہ مناسب طریق سے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ افسوس ہے کہ اس جماعت کے ساتھ دشمنی نے ہمارے آزاد منش صحافیوں میں بھی ایسے کھلے واقعات کے اعتراف کی جرأت باقی نہیں رہنے دی؟

ایک تردید — (بقیہ صفحہ ۳)

میں گورنمنٹ کی طرف سے اسٹیٹسمین مجھے ملتا تھا۔ اور امرت بازار پتر کا اور سرونٹ میں منگاتا تھا۔ احمد نگر قلعہ میں ابتداء میں ...... بندش رہی، اس کے بعد جب بندش دور ہو گئی تو جتنے اخبار ہم چاہتے تھے وہ برابر ہمارے پاس آتے تھے۔ علاوہ بریں جیل میں مطالعہ کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ روزانہ اخبارات کا مطالعہ کیا جائے۔ وہاں اردو کے ایک ہفتہ وار یا ماہوار مذہبی پرچہ کے منگانے کا وہم و گمان بھی کسی کو نہیں ہو سکتا اور وہ بھی قادیان کا"......

افسوس ہے کہ ایک صاحب جو اپنے آپ کو اپنی جماعت کا امیر قرار دیتے ہیں۔ ایسی غلط اور بے بنیاد بات اپنی

سب قوموں اور تمام رسولوں پر ایک ہی ہدایت خدا نے نازل کی!

"حلال اور طیب روٹی کھاؤ اور نیک اعمال بجا لاؤ"

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ر فروری ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم ...... ولدینا کتب ینطق بالحق وھم لا یظلمون۔ (المؤمنون رکوع ۴)

حضرت نبی کریم صلعم کے منصب کی مشکلات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوےٰ کرکے کہ میں تمام قوموں کے لئے پیغام لایا ہوں ایسے منصب کا اعلان کیا جس میں بہت بڑی مشکلات ہیں، عرب میں جو قریباً تمام دنیا سے منقطع شدہ ملک ہے ...... بیٹھ کر ایک شخص یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ میں تمام دنیا کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں اور سب قوموں کی مشکلات کا حل میرے پاس ہے، یہ بہت بڑا دعوےٰ ہے، جس کو پورا کرنا معمولی بات نہیں، قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت میں آپ نے یہ اعلان کردیا کہ الحمد للہ رب العالمین ہم اس خدا کی پرستش کرتے ہیں جو ساری قوموں کی پرورش کرتا ہے، اس نے سب قوموں کی طرف رسول بھیجے اور اب دنیا جہان کے لئے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

قوموں کا دینی اختلاف

تمام قوموں کی طرف پیغام لانے کا جب آپ نے دعویٰ کیا تو قومیں پوچھ سکتی ہیں، کہ جب تمام مذاہب ایک ہی خدا کی طرف سے ہیں، سب کی طرف خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی ہدایات آئیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ سب قوموں کے اندر مذہبی اختلاف پایا جاتا ہے، ہندو کا دین اور ہے عیسائی کا دین اور، یہودی کا اور، ایک خدا کی طرف سے ایک ہی ہدایت سب قوموں کی طرف آنی چاہیئے تھی، ایسی پیش آنے والی مشکلات کے متعلق فرمایا ولا یاتونک بمثل الا جئنک بالحق واحسن تفسیرا کوئی ایسا اہم سوال وہ پیش نہیں کر سکتے جس کا جواب ہم نے سچائی کے ساتھ نہ دیا ہو، اور اس کی وضاحت نہ کردی ہو۔

سب قوموں کی طرف ایک ہی ہدایت آئی

تو یہ سوال کہ سب قوموں کی ہدایت میں اختلاف کیوں ہے اس کا جواب اس آیت میں ملتا ہے یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا، ہر پیغمبر کو ہم نے ایک ہی حکم دیا، سب کی طرف ایک ہی ہدایت نازل ہوئی، کہ حلال اور طیب روٹی کھاؤ اور نیک اعمال بجا لاؤ، یہی حکم یہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ اے ہمارے پیغمبرو! حلال اور طیب کھانا کھاؤ اور نیک اعمال بجا لاؤ، یہاں سب پیغمبروں کو مخاطب کیا حالانکہ محمد رسول اللہ صلعم کے سامنے تو سب پیغمبر نہیں، مطلب یہ ہے کہ ہر ایک پیغمبر کو اس کے وقت میں ہم نے یہ حکم بھیجا تھا۔

حلال روزی تکمیل اخلاق کا ذریعہ ہے

نہ صرف امت کے لئے یہ حکم بھیجا گیا بلکہ رسول کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ کلوا من الطیبات واعملوا صالحا حلال طیب روٹی کھاؤ اور نیک اعمال بجا لاؤ، یہی تکمیل اخلاق اور ترقی کا حقیقی ذریعہ ہے، جس قوم سے حلال روزی گئی، وہ ہلاک ہوگئی، روحانیت اور اخلاق کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ تمہارے پیٹ میں حلال روزی جائے۔ بغیر اس کے نیک اعمال کی توفیق نہیں ملتی، نہ اخلاق درست ہو سکتے ہیں، فرمایا انی بما تعملون علیم جو کچھ تم کر رہے ہو میں اسکو جانتا ہوں، ہم سے تمہارے اعمال چھپے ہوئے نہیں انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے اعمال سے خبردار ہے اور انہیں دیکھتا ہے۔

تمام انبیاء کا دین ایک ہے

وان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون اے رسولو! تم سب ایک ہی قوم ہو اور میں تمہارا رب ہوں فاتقون ہمارے حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا، ہم سے ڈر کر رہنا، تم سب کو یہ سمجھنا چاہئے کہ خدا ایک ہے اور اس کی تعلیم بھی ایک ہی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الانبیاء اخوۃ من علات امھاتھم شتی ودینھم واحد انبیاء ایک دوسرے کے بھائی ہیں کیونکہ خدا انکا باپ ہے اس لئے وہ ایک ہی تعلیم لاتے ہیں امھاتھم شتی، کی مائیں مختلف ہیں ودینھم واحد لیکن دین ایک ہے، اسی ایک دین رکھنے کی وجہ سے وہ بھائی ہیں کیونکہ وہ ایک ہی سرچشمہ سے حاصل کرتے ہیں۔

قوموں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ادیان بنا دیا

فتقطعوا امرھم بینھم زبرا لیکن ان کی قوموں نے جن کی طرف وہ آئے تھے اپنے دین کو ادیان بنا لیا اور قوم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، اللہ کی توحید کا مقصد تو یہ تھا کہ قوموں میں وحدت پیدا ہو، لیکن اس کھلی ہدایت کے باوجود انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، فتقطعوا کا لفظ شدت و مبالغہ کے لئے ہے، حالانکہ قطع کافی تھا، لیکن ایسا باب استعمال کیا جس میں شدت پائی جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ انہوں نے بے شمار ٹکڑے کر دیئے دین کو ادیان بنا دیا اور اس طرح قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

ہر قوم اپنے دین پر نازاں ہے

کل حزب بما لدیھم فرحون ہر ایک ٹکڑا نازاں ہے کہ ہمارا ہی اعتقاد اچھا ہے اور ہم ہی خدا کے پیارے ہیں، عیسائی کہتے ہیں کہ ہمارے اس دائرہ سے باہر جو بھی اعتقاد رکھتا ہے وہ جہنمی ہے اور صرف ہم ہی بہشت کے مالک ہیں، ہم ہی نجات یافتہ ہیں، یہودی کہتے ہیں خدا کے پیارے ہم ہیں اور ہم کو دوزخ کی آگ چھو نہیں سکتی، اور دوسرے دینوں کی تو کوئی بنیاد ہی نہیں، ہندو کہتا ہے میری زمین برہماورتی ہے، اسی دھرتی پر خدا نازل ہوا ہے اور باقی تمام دنیا خدا سے دور ہے۔

سب رسولوں کو توحید باری کی تعلیم

ان حالات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب بہت مشکلات سے گھرا ہوا ہے کہ سب قوموں کا خدا اگر ایک ہے تو سب کے اعتقاد اور ہدایات کیوں مختلف ہیں آپ نے اس کا یہی حل بتایا کہ مختلف قوموں میں جو رسول آئے ان سب کی تعلیم ایک تھی چنانچہ فرمایا وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا ھو لیکن اختلفوا ما جاءتھم البینات علم حاصل کرنے کے بعد ان کی قوموں نے اختلاف کا رستہ پیدا کر لیا۔

امت محمدیہ کا تفرقہ

اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھی یہ سبق دیا کہ وہ دین میں تفرقہ نہ کریں، فرمایا ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیء جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور ٹولے بنا لئے لست منھم فی شیء تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں، یہ مسلمانوں کو متحد رکھنے کے لئے ہدایت دی آگر غیر قوموں کی مشکلات کو حل فرمایا اور ان کو ایک دین پر آنے کے لئے کہا تو اپنی قوم کو بھی ہدایت دی کہ مسلمان تفرقہ نہ کرے، اور جو شخص دین میں تفرقہ ڈالے لست منھم فی شیء آپ کا ان سے کوئی سروکار نہیں ہے، لیکن باوجود اس کے مسلمانوں نے بھی اپنے دین میں تفرقہ ڈالا، ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور کل حزب بما لدیھم فرحون ان میں بھی ہر ایک گروہ اپنے ہی خیالات پر نازاں ہے اور دوسروں کو گمراہی میں سمجھتا ہے غیر قوموں کو سبق دینے کے لئے یہ قوم آئی تھی، آج خود اس کی اپنی وہی حالت ہے وہ بھی غیروں کے نقش قدم پر چل کر مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئے۔

تفرقہ کا نتیجہ

فذرھم فی غمرتھم حتی حین ان کو ان کی گمراہی میں ایک وقت تک چھوڑ

وہ غمرہ کہتے ہیں اس پانی کو جو انسان کے سر کے اوپر تک پہنچ جائے، جس سے اس کے ڈوبنے کی نوبت آجاتی ہے، تو فرمایا اسی گمراہی میں جو انکو آخر لے ڈوبے گی انہیں چھوڑ دیا جائے، یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ خدا کے دین کو ماننے کے بعد وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور پھر اس پر نازاں ہیں۔

مال اور جتھہ کسی کی سچائی کا ثبوت نہیں ہوسکتا

ایحسبون انما نمدھم بہ من مال وبنین ایسے لوگوں کے لئے ہمارا ایک قانون ہے کہ ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں اور زمین آسمان کی برکات سے انہیں متمتع کرتے ہیں، وہ کوشش کریں تو اس سے فائدہ اٹھا کر گمراہی سے نکل سکتے ہیں، لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس دولت ہے، جتھہ ہے، اس لئے ہمارا اعتقاد بھی صحیح ہے، اگر اعتقاد صحیح نہ ہوتا تو دولت اللہ تعالےٰ کیسے دیتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ہم نے امہال کا قانون جاری کر رکھا ہے۔ لیکن وہ سمجھتے ہیں نسارع لھم فی الخیرات کہ ہم ان کو بھلائی پہنچانے میں گرمجوشی سے کام لے رہے ہیں۔ یہ ان کے فہم کی غلطی ہے۔ انہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ خدا کی رضا کا ثبوت نہیں بل لا یشعرون افسوس ہے ان کو شعور نہیں ہے۔ ورنہ وہ ایسے غلط خیال کو دل میں جگہ نہ دیتے۔

خدا سے ڈرنے والے

ان الذین ھم من خشیۃ ربھم مشفقون، خدا کو ماننے والے تو ڈرتے رہتے ہیں کہ مال کی زیادتی، اولاد اور جتھہ کی زیادتی انہیں زمین پر نہ گرا دے اموال سے غفلت ضرور پیدا ہوتی ہے لیکن خدا کے بندوں کو یہ چیزیں اس کی عبادت سے نہیں روکتیں، عام طور پر مال اور جتھہ اور اولاد خدا سے غافل کر دیتی ہے وہ تکبر پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمارا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

جس شخص نے حرام کی روزی کھائی اس کے اعمال کبھی اچھے نہیں ہوسکتے اس سے واعملوا صالحًا کی توفیق چھن جاتی ہے۔ انسان خیال کرتا ہے کہ کون پوچھنے والا ہے، تو فرمایا کہ مال اور جتھہ اور اولاد تمہیں غفلت میں نہ ڈال دے، جو لوگ خدا کو حاضر و ناظر یقین کرتے ہیں اور اس کی بازپرس سے ڈرتے ہیں، ان کو مال اور جتھہ غافل نہیں کرسکتا بلکہ وہ جناب الٰہی سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں۔

خدا کے رستہ میں خرچ کرنے والے

والذین ھم بربھم لا یشرکون وہ ایمان رکھتے ہیں، کہ خدا ایک ہی ہے اسی کے آگے جھکنا چاہیئے، کوئی مال اور جتھہ انہیں مشرک نہیں بنا سکتا والذین یؤتون ما آتوا وقلوبھم وجلۃ انھم الی ربھم راجعون جو کچھ بھی بن پڑے وہ خرچ کرتے ہیں اور پھر ڈرتے رہتے ہیں کہ جس قدر کرنا چاہیئے اس قدر خرچ نہ کیا اور وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ ملت کی امداد کے لئے دینے، وطن کی ضروریات پر صرف کرتے اور دین کی اشاعت میں لٹاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہم نے اپنے رب کی طرف جانا ہے اس خدا کے ساتھ ہمارا معاملہ ہوگا جس نے یہ مال دیا، کیا ہم نے اتنا خرچ کیا ہے یا نہیں جتنا کرنا چاہیئے تھا، جتنا مال اس نے دیا، کیا اسی نسبت سے ہم نے خرچ کیا؟ بجائے اس کے کہ دس کوڑیاں خرچ کرکے وہ ڈھنڈورا پیٹیں کہ ہم نے اتنا کچھ دیا ہے وہ سوچتے ہیں کہ جو کچھ خدا نے ہمیں دیا ہے وہ اس کی نوازش تھی ہم نے اس کے رستہ میں کم دیا، کس منہ سے اس کے سامنے جائیں گے اولئک یسارعون فی الخیرات وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کس نے کیا دیا بلکہ نیک کاموں میں آگے بڑھ کر دیتے ہیں اور اس میں دیر نہیں کرتے وھم لھا سابقون بلکہ وہ ان کاموں میں سبقت لے گئے ہیں۔

صحابہ نے اس سبق پر پورا عمل کیا

یہ وہ سبق ہے جو اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا اور ان کی قوم نے اس پر عمل کیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے بہت بڑھ چڑھ کر دین کے رستہ میں دیا، دو ہی چیزیں ہیں جو خدا نے انسان کو دی ہیں جان، اور مال، یہ دونوں چیزیں انہوں نے خدا کی راہ میں بلا تکلف دے دیں کلوا من الطیبات واعملوا صالحًا پر انہوں نے پورا عمل کیا وہ جانتے تھے کہ پاک روزی کھانے سے نیک عمل کی توفیق ملتی ہے اور جو حرام کھاتا ہے وہ خدا سے دور جا پڑا، خدا بھی اس سے ناراض ہوتا اور مخلوق بھی اس کو .... اچھا نہیں سمجھتی۔

اسلام کے احکام فطرت انسانی ہیں

ولا نکلف نفسًا الا وسعھا ہم کسی کے لئے اس کی استعداد اور طاقت سے بڑھ کر احکام نہیں دیتے اسلام کے احکام انسان کی فطرت میں ودیعت کر دیئے گئے ہیں اور انسان کے قوےٰ اور اس کی استعدادوں کے عین مطابق ہیں اس لئے ان پر عملدرآمد ہوتا رہا اور اسی لئے اللہ کے دین کے برحق ہونے کا یقین پیدا ہوتا رہا۔

فالحمد للہ رب العالمین۔

زکوٰۃ انجمن کے بیت المال میں آنی چاہیئے بسلسلہ صفحہ اول

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں، آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہوسکتا جب تک عام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں، بلکہ جہاد کے حکم میں ہے، اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں، اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے، دونوں اپنی اپنی جگہ پہ ضروری ہیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ، تجارتی مال، زیورات، اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کرکے اور جو کچھ واجب ہو اسے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بہبود اور سرخروئی ہے ہاں انجمن کے اس فیصلہ کے مطابق جو حدیث نبوی پر مبنی ہے۔ یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی رقم اگر چاہیں تو اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے خود مناسب جگہ پر تقسیم کر دیں۔ لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے، امید ہے آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے، اور ایسی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا کر اور مجھے بھی اس سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار۔ سیکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج واندوہ سے سنی جائے گی کہ مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ہماری جماعت کے ایک پرانے بزرگ مولانا عبدالغنی صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء میں سے تھے اس دار فانی سے رحلت فرما کر عالم جاودانی ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں ان کے صاحبزادہ عبدالحکیم خانصاحب عرائض نویس ایبٹ آباد اور قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ ایبٹ آباد اور مولوی عبدالاحد صاحب اپیل نویس مانسہرہ اور دیگر اعزہ و اقارب سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے احباب کرام سے استدعا ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ

مولنا آفتاب الدین احمد صاحب آجکل صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ کر رہے ہیں، جس کے ساتھ مختصر تشریحی نوٹ بھی ہیں، یہ ترجمہ اور نوٹ ہر اخبار "لائٹ" میں مسلسل شائع ہو رہے ہیں، صحیح بخاری کے تین پاروں تک پہنچ چکے ہیں امید ہے کہ جلد کچھ اور ترجمہ ہو جانے کے بعد ان کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے گا اور اس کے بعد بقیہ حصہ بھی جوں جوں تیار ہوتا جائے گا کتابی شکل میں شائع ہوتا رہے گا۔

جماعتِ احمدیہ کے تبلیغی مشن یورپ میں

حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ کی بلند پایہ شخصیت اور آپکا تبلیغی کردار

خان بہادر غلام ربانی صاحب ایبٹ آباد

اخبار پیغام صلح مورخہ ۹ر فروری ۱۹۵۵ء میں جناب میاں محمود احمد صاحب سرگروہ جماعت قادیان حال ربوہ کے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ر نومبر ۱۹۵۴ء کا اقتباس میری نظر سے گذرا - پریسیڈنٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی جماعت کی رہنمائی کے لئے انہیں پند و نصائح کرے اور اس کی کمزوریوں کی طرف توجہ دلائے مگر اخلاقاً کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسری جماعت پر ایسی تنقید کرے جو غلط اور ایک حد تک کیچڑ اچھالنے کے مترادف ہو اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یورپ سے واپس آکر یہ مناسب نہ سمجھا کہ قادیان کے مغربی ممالک کے نام نہاد مشنوں کے متعلق کچھ اپنے تاثرات لکھتا مگر اب چونکہ میاں محمود احمد صاحب نے اس کی ابتداء کی ہے اور نہ صرف خطبہ ہی ارشاد فرمایا بلکہ اخبار "الفضل" مورخہ یکم دسمبر ۱۹۵۴ء میں اس کو شائع بھی کرا دیا - اس لئے اب شرعاً و قانوناً حق حاصل ہو جاتا ہے کہ میں بھی اس موضوع پر کچھ کھری کھری باتیں لکھ دوں -

حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ

سب سے پہلے میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - جناب میاں صاحب نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ :-

"اُن کے اندر میل ملاقات کا شوق پایا جاتا تھا"

"مستشرقین سے خواجہ صاحب نے تعلقات پیدا کئے اور ان کے تعلقات اور کوششوں کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ وہ لوگ احمدیت اور خواجہ صاحب میں فرق نہیں کرتے"

"خواجہ صاحب نے بڑی ہمت اور قربانی سے کام کیا ہے انہوں نے متعدد ملکوں کا دورہ کیا ہے"

"بیشک خواجہ صاحب کو اس کام کے لئے ایک ذریعہ مل گیا تھا لیکن انہوں نے اس کے لئے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑا اپنے وطن کو چھوڑا"

ان فقرات میں میاں محمود احمد صاحب نے خواجہ کمال الدین صاحبؒ کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس میں انہوں نے بڑی احتیاط سے کام لیتے ہوئے یہ کوشش فرمائی ہے کہ خواجہ صاحب کا تقویٰ، علم، انکا حسن بیان ان کا اچھا متکلم ہونا اور صاحبِ قلم ہونا کہیں ظاہر نہ ہو جائے ان کے خیال میں خواجہ صاحب کی کامیابی صرف میل ملاقات کے شوق کا نتیجہ تھی، اس تعریفیہ جملہ میں انہوں نے اس بلند پایہ شخصیت اور مایۂ ناز ہستی کی ایک گونہ ہجو ملیح کی ہے، میاں صاحب نے جس عینک سے حضرت خواجہ صاحب کو دیکھا اس میں ان کو حضرت مرزا صاحب کے شاگرد رشید خواجہ کمال الدینؒ کے ہاتھوں کسرِ صلیب کا منظر نظر نہ آیا اور اس بات کی طرف انہوں نے توجہ نہ کی کہ ایک ایسے زمانہ میں جب انگریز حاکم تھا اور ہندوستانی ایمپائر میں پادری عروج پر تھا اور اسلام پر اعتراضات سے بھرا ہوا لاتعداد لٹریچر چاروں طرف پھیلایا جا چکا تھا اور مذہب اسلام کے متعلق تعصب اور غلط فہمی کا سیاہ پردہ حائل تھا اس مبلغ اعظم نے اپنے مرشد ربانی کے اثر کے ماتحت پادریوں کے ساتھ کامیاب مناظرے اور مباحثے کئے اور انگلستان کے طول و عرض میں ایسے بلند پایہ لیکچر دیئے جن کی وجہ سے بڑے بڑے امراء اور صاحب علم لوگوں کے دلوں میں اسلام گھر کر گیا - صرف لیکچر ہی نہیں آپ نے ایسا عمدہ لٹریچر پیدا کیا جس نے دلوں کو موہ لیا آپنے اسلام کے پاکیزہ موتیوں کی بارش برطانیہ عظمیٰ کی سرزمین پر برسا دی، آپ کی تصانیف کی تعداد پچاس سے کچھ زیادہ ہے جو اب بھی کلیسائی قلعوں کو فتح کرنے کے لئے ایک موثر میگزین کا کام دیتی ہیں۔ جو چاہے آزما کر دیکھ لے - اس کے علاوہ ایک ماہوار رسالہ اسلامک ریویو ISLAMIC REVIEW آپ نے جاری کیا جو اب بھی مغربی ممالک اور اسلامی دنیا میں اسلام کا واحد علمبردار ہے - خواجہ کمال الدین صاحب کو حضرت مسیح موعود کی طرف سے "حسن بیان" کا الہامی خطاب ملا تھا، اور آپ نے انگلستان جا کر حضرت مسیح موعودؑ کے اس کشف کو پورا کیا جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ :-

"میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں، بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا" (ازالہ اوہام ص ۵۱۶)

حضرت مسیح موعود نے یہ بھی فرمایا تھا کہ :-

"اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے دکن اس گورنمنٹ کے دن بدن توحید کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں اور ان کے دل ان عقائدِ باطلہ سے نفرت کر گئے ہیں ...... اور میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کے اندر ہیں اور عنقریب ان میں سے اس ملت کے نیچے پیدا ہوں گے اور ان کے منہ دین اسلام کی طرف پھیرے جائیں گے"

نور الحق حصہ اوّل ص ۳۴

حضرت مسیح موعودؑ کا مندرجہ بالا بیان اور آپ کا کشف خواجہ کمال الدین صاحب کے وجود سے حرف بحرف پورا ہو گیا، آپ نے حضرت مسیح موعود کی نیابت میں انگلستان کے منبر پر چڑھ کر اسلام پر ایسی مدلل انگریزی تقریریں کیں کہ کئی سفید پرندے (انگریز) آپ نے پکڑے - لارڈ ہیڈلے فاروق - سر آرچیبالڈ ہملٹن لارڈ آف ایڈمیرلٹی، مسٹر ...... اور کئی دیگر انگریز امراء، مارماڈیوک پکتھال، بشیر پکرڈ، اور ڈاکٹر لیون، اور ڈڈلے رائٹ جیسے بڑے بڑے ادیب اور مصنفین آپ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے چونکہ یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود کی طفیل اور آپ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا اس لئے خواجہ صاحب اور احمدیت ایک ہی چیز سمجھی گئی، اور مستشرقین یورپ نے مغرب میں تبلیغ اسلام کے کام کو بجا طور پر خواجہ صاحب کی طرف منسوب کیا۔

افسوس ہے کہ میاں محمود احمد صاحب نے خواجہ صاحب کے ان کمالات کی طرف سے آنکھ بند کر کے انکی کامیابیوں کو میل ملاقات کے شوق کا نتیجہ قرار دیا اور اپنے مبلغین کو بھی یہی شوق پیدا کرنے کی رغبت دلائی اور کہا ہے کہ اُن کے مبلغین میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ میل ملاقات میں قادیانی مبلغ صاحبان بہت پیش پیش ہیں، لیکن ان کی ملاقات کا دائرہ ان کے ذہنی و تعلیمی درجہ تک ہی محدود رہ سکتا ہے۔ اس لئے خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ان کو کیا نسبت حاصل ہو سکتی ہے۔

یورپ میں مبلغ اسلام کا منصب

یورپ میں مبلغ اسلام ایک سفیر اسلام کا منصب رکھتا ہے اور اس منصب پر کام کرنے کے لئے معتبر تجربہ کار، عالم دین - علوم دینی سے مزین، صفائی پسند - جہان نواز اور خوش کلام انسان کا ہونا ضروری ہے - انٹرنس پاس یا فیل نوجوان لڑکوں کو منتشر کر کے ان کو دنیا کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا اور چند ماہ کے بعد ان کے وظائف بھی بند کر کے انہیں روزی کمانے اور پیٹ پالنے کی فکر میں لگا دینے کا نام مشن قائم کرنا نہیں، ہے بلکہ ایک گونہ تبلیغ اسلام کو مضحکہ خیز بنانا ہے - یورپ میں سفر و حضر کے لئے جب تک سرمایہ نہ ہو انسان ایک قدم نہیں چل سکتا، بھیک مانگنے والے کو تو قید کر دیا جاتا ہے اس لئے مشن کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ اس کے حسب حیثیت اور اس کی ضروریات کے مطابق موزوں سرمایہ سالانہ خرچ کیا جاوے اور نہایت موثر لٹریچر وہاں پھیلایا جائے -

قادیانی مشن

میاں صاحب کا خیال ہے کہ ان کے مشنوں کی شہرت کا نہ ہونا ان کے مبلغین کی سستی کا نتیجہ ہے لیکن

یہ ان کے مبلّغین کی سستی نہیں بلکہ فی الحقیقت انکے نظام تبلیغی میں ایسے نقائص ہیں جو اس شہرت کے مانع ہیں۔ یورپ میں تبلیغی مشن کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ

(۱) مشنری ایک بلند پایہ عالم دین ہو جو علوم مروجہ سے بھی خوب واقف ہو۔

(۲) مشنوں کے قیام کے لئے سالانہ مصارف کا باقاعدہ انتظام ہو۔

(۳) مغربی طبائع کو مائل اسلام کرنے والا لٹریچر موجود ہو۔

(۴) مشنری اسلام کے متعلق صحیح عقائد رکھتا ہو۔

(۵) اور اس کا اپنا نمونہ نہایت پاکیزہ اور اسلام کے مطابق ہو۔

میں اسجگہ قادیانی مبلغین کی علمی قابلیت سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ لٹریچر بھی ان کے پاس نہیں اور نہ ہی وہ پیدا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ محض قرآن مجید کا لفظی ترجمہ چند زبانوں میں کرنے سے اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ہر ایک ضروری مضمون پر رسائل اور مؤثر کتب کا ذخیرہ موجود نہ ہو اور انہیں کثرت سے پھیلایا نہ جائے۔ عقیدہ کے متعلق یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یورپ میں ان کا Master Prophet (استاد نبی) اور Pupil Prophet (شاگرد نبی) کا گورکھ دھندہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یورپ کے لوگ محقق ہیں اور وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم Ideal Prophet اعلےٰ ترین نبی Ideal Teacher اعلےٰ ترین معلم Ideal Law giver اعلےٰ ترین مقنن اور Ideal Example اعلےٰ ترین نمونہ تھے اس لئے جب وہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق پوچھتے ہیں کہ کیا وہ کوئی نیا قانون لائے ہیں، کوئی تعلیم انہوں نے دی ہے کوئی نئی مثال انہوں نے قائم کی ہے تو جواب نفی میں پا کر کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو ...... Master Prophet یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے ساتھ ہی وابستہ ہونا پسند کرتے ہیں اور Pupil Prophet کے ساتھ تعلقات اخوت رکھنا چاہتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ عالمگیر اخوت اسلامی میں داخل ہونا چاہتے ہیں، اور ایسے تنگ دائرہ میں جس کی رو سے باقی کلمہ گو خارج از اسلام ہوں وہ ہرگز داخل نہیں ہونا چاہتے، وہ تو عیسائیت کے فرقوں اور رسمی اعتقادات (dogmas) سے پہلے ہی تنگ آئے ہوتے ہیں، اور فرقوں اور dogmas سے نفرت کرتے ہیں۔

خواجہ صاحب اور احمدیت

جناب میاں صاحب فرماتے ہیں کہ مستشرقین احمدیت اور خواجہ صاحب میں فرق نہیں کرتے، حالانکہ اس سے قبل وہ متعدد بار فرما چکے ہیں کہ خواجہ صاحب یورپ میں احمدیت کے ذکر کو سم قاتل تصور کرتے تھے اگر میاں صاحب کی پہلی بات درست تھی تو پھر مستشرقین کا احمدیت اور خواجہ صاحب میں فرق نہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

ایک خلاف واقعہ بات

جناب میاں صاحب کا یہ فرمانا کہ ان کے مشنوں کو غلطی سے لاہور کی جماعت کے مشن تصور کیا جاتا ہے امر واقعہ کے خلاف ہے، اوّل تو مشن کے معنی چند برائے نام مبلغین کا بھیجنا نہیں ہے، اور دوسرے مشن تب مشن کہلانے کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کی تبلیغ مؤثر ہو، ان کا ایک مشہور مرکز ہو، ان کے ذریعہ شہرہ آفاق لٹریچر کی اشاعت ہو، اور مبلغ کی شخصیت بلند پایہ اور مؤثر ہو، اس معیار کے مطابق آپ اپنے مشنوں کا جائزہ لیں۔ مجھے یہ بات معیوب نظر آتی ہے، کہ میں آپ کے برائے نام مشنوں کے متعلق کچھ لکھوں، یہ آپ کا اپنا کام ہے، کہ اصلاحی قدم اٹھائیں۔ میں نے تبلیغ اسلام کے مؤثر ہونے کے متعلق چند الفاظ درج کر دیئے ہیں جو میری سمجھ اور تجربہ میں آئے۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ آپ کے بعض مشنری ہمارا لٹریچر اور اسلامک ریویو منگواتے اور تقسیم کرتے ہیں جو اچھی بات ہے، اور بعض تقیہ سے کام لے کر ووکنگ مسلم مشن کی شہرت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہمارے مشن کو بعض اوقات آپ کے غلط عقائد سے نقصان پہنچتا ہے، اس لئے آپ یہ غم نہ کریں، کہ ہمارے مشن آپ کی مساعی کے محتاج ہیں۔ خداوند تعالےٰ کے فضل سے ہمارے مشنوں کو وہ قبولیت حاصل ہے کہ جب تک ہمارے مشن سے نومسلمین تعلق نہ پیدا کر لیں انہیں اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر زویمر جیسا باخبر انسان ہماری جماعت لاہور کے متعلق لکھتا ہے کہ:-

"لاہور کی جماعت اگرچہ تعداد میں کم ہے
مگر ان کے کام کی وجہ سے ان کو بڑی مقبولیت
حاصل ہے"

ووکنگ مشن کی آزادی

رہا یہ سوال کہ ووکنگ آزاد ہے یہ درست ہے کہ ووکنگ قید نہیں ہے، بلکہ نہایت عمدگی اور آزادی سے تبلیغ اسلام کر رہا ہے جس میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے بعد حضرت مولنا صدرالدین صاحب۔ مولنا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو، مولنا آفتاب الدین صاحب کام کرتے رہے اور اب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب وہاں امام ہیں، یہ سب حضرت مجدد وقت کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ میاں صاحب کو اس کا پورا علم ہے سالانہ بجٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کم از کم ایک لاکھ روپیہ سالانہ انجمن مذکور کا اس مشن پر خرچ ہوتا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تبلیغ کا یہ طریق نہیں ہے کہ ہر کس وناکس کو مبلغ بنا کر بھیجدیا جائے اور وہ بے چارہ اجنبی ممالک میں عطر بیچ کر یا جرمنی سکہ فرینک اور زعفران کی بلیک مارکیٹ سے اوقات بسر کریں۔

ہم پیری مریدی میں مقید نہیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نظام کے ماتحت افراد جماعت کو Mental emancipation (دماغی آزادی) حاصل ہے۔ جہاں جہاں جماعت ہو وہاں خطیب ایک عمدہ اور موثر خطبہ حالات حاضرہ اور اپنے افکار کے نتیجہ کے مطابق دیتا ہے نہ کہ امیر کا خطبہ جمعہ کے دن اخبار سے پڑھ کر علمی و دماغی نشوونما کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ پیری مریدی کا سلسلہ جو میاں صاحب نے قائم کر رکھا ہے کبھی بلند پایہ انسان پیدا نہیں کر سکتا۔

برمحل غصہ

علیگڈھ ۲۱ فروری یہاں کی مشہور نمائش کے موقعہ پر کوئی پچاس عورتوں نے بڑے غصہ سے کہا کہ فلاں فلاں دوکانداروں نے اپنے ہاں بے ہودہ تصویریں نہ ہٹائیں تو ہم کو مجبوراً ستیہ گرہ کرنا پڑے گی۔ علاوہ ازیں ایک جلسہ میں ایک ریزولیوشن پاس ہوا جس میں سختی کے ساتھ زنانہ جسم کی تقریباً برہنہ نمائش پر احتجاج کیا گیا۔ اور اسے اوباش مردوں کی پست تاجرانہ ذہنیت کا نتیجہ بتایا گیا۔"

(پی۔ٹی۔آئی)

غنیمت ہے پڑھی لکھی عورت کو کبھی تو برمحل غصہ آیا۔ اس کی بے حجابی بلکہ بے ستری تک کی جو تجارت اس ڈھٹائی اور بیباکی کے ساتھ۔ کہنا چاہیئے، کہ ہر اخبار، ہر فلم ہر تصویر کے ذریعہ سے دن کے اجالے اور رات کے اندھیرے میں یکساں ہوتی رہتی ہے۔ کبھی جاری رہ ہی نہیں سکتی اگر عورت ذرا بھی خودداری اور غیرت مندی سے کام لینا شروع کر دے فحاشی کا جو طوفان مرد کی خباثت نے برپا کر رکھا ہے اس کی زندگی تو قائم اسی سے ہے کہ عورت اس سے چشم پوشی ہی نہیں کر رہی ہے، بلکہ اس کی خباثت میں پوری طرح اس کا ساتھ دے رہی ہے۔ اور اس سے معاونت کر رہی ہے۔ (صدق جدید)

بلاتبصرہ

معاصر پیام وطن (دہلی) سے:-

پاکستان کے گورنر جنرل مسٹر غلام محمد کسی زمانہ میں حیدرآباد کے وزیر مالیات تھے ...... ناندیڑ کے مسلمانوں نے ان سے درخواست کی کہ ایک مسجد کے قریب ایک مندر ہے، جو زمین پر ناجائز قبضہ کر کے بنایا گیا ہے اس لئے مندر منہدم کر دیا جائے۔ مجلس اتحاد المسلمین کا اس زمانہ میں زور تھا۔ اور خود مسٹر غلام محمد زوردار آدمی تھے۔ اس لئے مسلمانوں کا خیال تھا کہ ان کی درخواست فوراً منظور ہو جائے گی مسٹر غلام محمد نے اس درخواست کا جواب یہ دیا کہ "آپ لوگوں نے میرے اختیارات کا بہت غلط اندازہ لگایا ہے۔ مندر اور مسجد کا معاملہ خدا کا معاملہ ہے۔ اور میں خدا کا عاجز بندہ ہوں۔ میرا کام مسجدوں اور مندروں کا ڈھانا نہیں۔ بلکہ ان کی حفاظت کرنا ہے۔ اگر مندر کسی زمین پر ناجائز قبضہ کر کے بنا ہے تو عدالت کا دروازہ آپ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ میں صرف

ایک سو سالہ پیر جوان ہمت کی داستان حمیت

حاجی شیخ اللہ دین صاحب کی تبلیغی سرگرمیاں

حاجی شیخ اللہ دین صاحب اور حضرت مولانا عزیز بخش صاحب ہماری جماعت کے ان جوان ہمت بزرگوں میں سے ہیں جن کی حرارت ایمانی اور جوش تبلیغ کو ضعف پیری بھی کم نہیں کر سکا، خدا جانے وہ کیا ذرج تھی، جو امام زمانہ نے ان لوگوں کے اندر پھونک دی کہ جوں جوں ان کی عمر بڑھتی اور بڑھاپے کے اثرات ان کے جسم کو ضعیف و ناتواں بناتے چلے جاتے ہیں ان کی ایمانی قوت زیادہ سے زیادہ بڑھتی جاتی ہیں ایمانی اور ہمت کو تیز تر کرتی چلی جا رہی ہے۔

شیخ اللہ دین صاحب اس وقت سو سال کی عمر کو پہنچ چکے ہیں، آنکھوں کا نور بہت حد تک کم ہو چکا ہے، ہاتھوں میں رعشہ ہے، ٹانگیں چلنے سے معذور کمر جھکی ہوئی ہے، لیکن تبلیغ کا شوق اب بھی انہیں کبھی ضلع کچہری لے جاتا ہے اور کبھی ڈاک خانہ اور دوسرے دفاتر میں، ایک ہاتھ میں عصا ہے اور دوسرے میں ایک تھیلا جس میں انجمن کا مفت لٹریچر اور اخبار "پیغام صلح" اور "لائٹ" کے کچھ پرچے بھرے ہوئے ہیں، اور آپ آہستہ آہستہ پیدل چلے جا رہے ہیں، کہ ان پرچوں اور پمفلٹوں کو ان لوگوں تک پہنچا آئیں جو احمدیہ جماعت کے کاموں سے ناواقف ہیں یا اس کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، شیخ صاحب کی تمام زندگی ضروری دنیوی مشاغل کے علاوہ اسی قسم کے دینی کاموں میں گذری، اور ان کا نمونہ ہم سب کے لئے بہت ہی قابل رشک اور لائق تقلید ہے، انہوں نے ہماری خواہش پر اپنے حالات زندگی لکھوا کر دیئے ہیں جو ہدیہ قارئین کرام ہیں، اسی سلسلہ میں مولانا عزیز بخش صاحب اور دوسرے بزرگوں کے حالات ہم وقتاً فوقتاً درج کرتے رہیں گے۔

ابتدائی حالات

میری پیدائش ۱۸۵۷ء میں ہوئی۔ سن ہجری کے لحاظ سے میں اب سو سال کو پہنچ چکا ہوں۔ ابتدائے عمر سے مجھے دین و مذہب کا بہت شوق رہا ہے۔ ۱۸۷۵ء یعنے ۱۸ سال کی عمر میں مجھے شملہ میں گورنمنٹ آف انڈیا پریس کی ملازمت بحیثیت کمپازیٹر مل گئی اور وہاں ۱۹۳۶ء تک قیام رہا۔ جس کے بعد پنشن پر اپنے آبائی وطن لاہور آگیا۔

انجمن نصرت الاسلام شملہ کی بنیاد اور خدمت اسلام

شملہ کے گرد و نواح میں لوگوں کی دینی حالت کو سدھارنے کی غرض سے میں نے ایک انجمن نصرت الاسلام کی بنیاد رکھی اور بہت سے نیک مسلمانوں کو اس میں شمولیت کی دعوت دی مسلسل ۲۲ سال سے شملہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں خود پیدل چل کر پہاڑی مسلمانوں کو اسلام پر قائم رہنے کی شب و روز تلقین کی۔ ان پہاڑی علاقوں کے مسلمانوں میں دین سے غفلت بوجہ تعلیم سے دور ہونے کے بہت زیادہ تھی اس لئے شملے کے مسلمانوں سے چندہ فراہم کر کے خاص شملہ اور دور دراز کے پہاڑی علاقوں میں اسلامی مدارس جاری کئے گئے آریہ سماج کی کوشش یہ تھی کہ تمام پہاڑی مسلمانوں کو مرتد کر لیا جائے، الحمد للہ اس عاجز اور دوسرے بھائیوں کی تبلیغی کوششوں سے تمام پہاڑی علاقوں میں آریہ سماج کو ناکامی ہوئی۔

اعتراف خدمات اور لوگوں کی عقیدت

۱۸۸۳ء میں لاہور اور دہلی سے شائع ہونے والے مسلمان اخباروں نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ شیخ اللہ دین ایک دیندار نوجوان ہے اور ان کی انجمن شملہ کے پہاڑی مسلمانوں کے دین و ایمان کو آریہ سماج کے حملوں سے بچانے کے لئے نہایت مفید کام کر رہی ہے۔

اس دینی خدمت کی وجہ سے اس وقت تمام مسلمانان شملہ کو مجھ سے بہت عقیدت تھی۔

حضرت مسیح موعود کی بیعت اور جنون تبلیغ

اسی دوران میں مجھے براہین احمدیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا، اور حضرت مسیح موعود سے ایک غائبانہ عقیدت پیدا ہو گئی، یہی عقیدت مجھے ۱۸۸۸ء میں لدھیانہ لے گئی جہاں آپ ان دنوں مقیم تھے، اور وہیں میں نے آپ کی بیعت کر لی، اس کے بعد حضرت صاحب کے دعویٰ مسیحیت اور میری شمولیت سلسلہ کی وجہ سے وہ احترام اور عقیدت جو مسلمانان شملہ کو مجھ سے تھی شدید عداوت میں تبدیل ہو گئی۔ تاہم میں اللہ کے فضل و کرم سے متواتر چالیس سال تک کوہ شملہ میں دامے درمے قدمے سخنے تبلیغ کا فرض ادا کرتا رہا۔ مرشد کامل کی صحبت اور فیض سے میرا جذبۂ تبلیغ جنون کی صورت اختیار کر گیا۔ سرکاری ملازمت کی مصروفیت اور شملہ کے دیوبندی علماء کی شرارت اور مخالفت کے باوجود میں تبلیغ کے کام پر لگا رہا۔

شدید مخالفت

ان علماء نے مجھ پر فتوے کفر لگانے کے علاوہ میرے خلاف تمام مسلمانان شملہ کو بھڑکایا اور سر بازار گالی سے مجھے یاد کیا گیا۔ حتیٰ کہ کوئی مسلم دوکاندار مجھے سودا دینے کا روادار نہ تھا، سقہ، دھوبی، حجام، خاکروب سے بھی میرا بائیکاٹ کرا دیا گیا۔ میں نے تبلیغ حق کے مقدس کام کی خاطر یہ سب تکلیفیں نہایت صبر و شکر اور خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔

ہر مذہب کے لوگوں کو تبلیغ

شملہ گورنمنٹ آف انڈیا کا صدر مقام تھا وہاں بڑے بڑے گورنروں، وائسرائے صاحبان۔ کمانڈر انچیف۔ پرنس آف ویلز۔ ملکہ وکٹوریہ۔ شاہ جارج آنجہانی اور شملہ میں آنے والے ہر مذہب کے سیاحوں، ہر خیال کے علماء، ہندو، مسلم، سکھ، آریہ، برہمو سماج، انگریزوں، دہریوں، بنگالیوں، سندھیوں میں بذریعہ لٹریچر اسلام اور سلسلہ کی تبلیغ کما حقہ کی گئی۔ آج تک شملہ اور لاہور میں لاکھوں کی تعداد میں سلسلہ کا لٹریچر دستی طور پر یا بذریعہ ڈاک تقسیم کر چکا ہوں۔

تقسیم لٹریچر کے لئے دور دراز کے سفر

اسی پاک لٹریچر کی تقسیم کے لئے عالم شباب میں دور دراز کے سفر بھی کئے ۱۹۲۵ء میں طول و عرض کشمیر میں پیدل چل کر لوگوں کو سلسلہ کی تبلیغ کی اور لٹریچر کی بوریاں بھر بھر کر تقسیم کیں۔

ایک واقعہ

کوہستان شملہ میں غالباً ۱۸۹۹ء میں رات کے وقت جبکہ جنوری کا مہینہ تھا اور سخت برفباری ہو رہی تھی پیدل چل کر بالوگنج بغرض تبلیغ جا رہا تھا کہ رات کی تاریکی میں ایک خونخوار درندے نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اللہ کریم نے جان بچائی۔ اور اس وقت کی تبلیغ کو مولا کریم نے شرف قبولیت بخشا کہ منشی احمد علی صاحب مرحوم ہیڈ کنسٹیبل تھانہ بالوگنج سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

جماعت شملہ کے بزرگ

چالیس سال تک بندہ نے شملہ کے گرم اور سرد موسم میں سلسلہ کے لئے چندہ فراہم کرنے کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ بعد میں حق تعالیٰ نے اپنی کرم نوازی سے شملہ میں ایک بہت بڑی احمدی جماعت قائم فرما دی جن میں داروغہ نبی بخش صاحب مرحوم، حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب جالندھری مرحوم۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی مرحوم، بابو عبداللطیف صاحب ناظر اسلام، شیخ عبدالحق صاحب دہلوی۔ شیخ محمد لطیف صاحب، مولوی عبدالعزیز صاحب۔ بابو امیر علی صاحب۔ مخدوم محمد اشرف صاحب۔ شیخ اسلام الدین مرحوم۔ مولوی خدا بخش صاحب مرحوم، صوفی شمس الدین صاحب مرحوم کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور، اور مولانا عصمت اللہ صاحب مرحوم، مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی بھی وقتاً فوقتاً شملے پہنچتے رہے، ان حضرات کی تشریف آوری جماعت کے استحکام کا موجب بنی۔

مخالفین کو دعوت حق

پنڈت لیکھرام۔ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ سعد اللہ لدھیانوی۔ رسل بابا۔ مولوی جبار غزنوی مرزا حیرت دہلوی، پیر گولڑوی۔ پادری عبداللہ آتھم و دیگر امرتسری مکذب ٹولہ کو بھی براہ راست پر آنے کے لئے بذریعہ لٹریچر دعوت دی گئی۔

شملہ میں کئی سعید الفطرت لوگ میری تبلیغ سے سلسلہ میں داخل ہو کر جماعت شملہ کی تقویت کا موجب ہوئے۔

بزرگان سلسلہ سے محبت و عقیدت

مولانا عبدالرحمن صاحب جالندھری۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ حکیم مرزا خدا بخش صاحب، خانصاحب بابو منظور الٰہی۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ خانبہادر میاں غلام رسول صاحب۔

مولانا عصمت اللہ صاحب، حکیم محمد حسین مرہم عیسےٰ صاحب۔ اور حضرت میر قاسم علی رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے عشق تھا۔ ایسے بزرگ اب کہاں ؟

آریوں کی شرارت اور انگریز کی حمایت

لیکھرام کے قتل ہونے پر شملہ کے آریہ سماجی بھڑک اُٹھے اور میرے مکان کی تلاشی کرانے کی کوشش کی مگر انگریز انصاف پسند پولیس آفیسر نے جواب دیا کہ اس کو ہم جانتے ہیں۔ نیک ہے نمازی ہے ہم اس کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اس وقت مخالف مولوی اور دیگر غیر احمدی بھی میرے خلاف آریوں سے مل کر سازش کر رہے تھے میں نے تمام واقعات سے حضرت امام علیہ السلام کو بذریعہ خط اطلاع دی اور دعا کے لئے عرض کیا۔ آخر یہ سب نامراد اشرار روسیاہ ہو کر شرمندہ ہو گئے۔

مخالفین کا امین اور انکی امداد و اعانت

تمام مسلمانان شملہ میرے شدید مخالف اور درپے آزار تھے مگر کمال یہ ہے کہ اپنی اپنی نقدی صرف میرے پاس ہی بطور امانت رکھتے تھے۔ گویا کہ میں ان کے لئے ایک محفوظ بنک یا ڈاک خانہ تھا۔ اور اپنے دکھ درد اور بیماری کے وقت مجھ سے دعا کرنے کی درخواست کرتے تھے۔ علاوہ دعا کے میں ان کے کام کاج کر دیتا تھا مثلاً ہسپتال سے دوا لا کر دینا بازار سے سودا سلف لا دینا۔

مہمان نوازی کا شرف

شملہ میں میرا مکان نماز جمعہ اور تبلیغ احمدیت کے لئے ایک واحد مرکز ہونیکے علاوہ مہمان خانہ بھی تھا الحمد للہ مجھے سلسلہ عالیہ کے تمام نامور علماء کرام اور مبلغین حضرات کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوتا رہا

حج کے موقعہ پر تقسیم لٹریچر

سنہ ۱۹۳۵ء میں دوران حج میں جدہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور طائف شریف و دیگر مقامات عربیہ میں بذریعہ لٹریچر احمدیت کا پیغام پہنچایا۔

لاہور میں تقسیم لٹریچر

اب عرصہ دراز سے تبلیغ احمدیت کے مقدس کام میں لاہور میں مصروف ہوں، سرکاری دفاتر۔ سکولوں، کالجوں کارخانوں۔ ڈاک خانوں۔ یونیورسٹی۔ ہسپتالوں۔ بنکوں۔ تجارتی مرکزوں۔ لائبریریوں کے علاوہ عام مسلم پبلک کو خود لٹریچر تقسیم کرتا ہوں۔ اخبار پیغام صلح تمام عمر میری جیب میں رہا۔ مجھے اس سے بے پناہ عشق ہے۔ تبلیغ کے میدان میں یہ میرے لئے ہمیشہ مؤثر ہتھیار ثابت ہوا ہے۔ حضرت امام وقت کی جماعت کے پرانے اور تجربہ کار فاضل ادیب مولانا دوست محمد صاحب نے اس اخبار کے ذریعہ سلسلہ کی آج تک جو عدیم النظیر خدمات سرانجام دی ہیں اس کا اعتراف کرنا ہر احمدی کا اولین فرض ہے۔

مخالفین کی شرارتیں

لاہور میں بھی بعض اشرار نے مجھے بے عزت کرنے کی کوشش کی جسے میں نے صبر و شکر سے برداشت کیا اور اپنے اصل کام کو جاری رکھا۔ ختم نبوت کے جھوٹے نعرے لگانے والے احراری و دیگر فسادیوں نے گزشتہ شرمناک ایجی ٹیشن میں میری جائیداد کو آگ لگانے اور مجھے قتل کرنے کی از حد کوشش کی مگر اللہ کریم نے ان کو ناکام رکھا اور جنرل محمد اعظم خان کی بہادر فوج کی آمد کی خبر سن کر یہ سب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

بیعت "مجدد وقت" سمجھ کر کی

میں نے حضرت امام کی بیعت صرف مجدد وقت سمجھ کر کی تھی، اور آپ کا بھی میرے سامنے صرف یہی دعوےٰ تھا۔ حضرت مجدد وقت کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنیوالوں کو اللہ کریم عقل دے تا کہ وہ سمجھیں کہ ان کی یہ حرکت کس قدر ناواجب ہے۔ میں حق تعالےٰ کی قسم کھا کر جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ان نادان دوستوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں، کہ حضرت امام وقت نے صرف مجددیت اور مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا تھا۔ اگر دعوےٰ نبوت ہوتا تو میں ان کی بیعت ہرگز نہ کرتا۔ خاتم النبیین کے بعد اپنے اصل حقیقی معنوں میں کسی نبی کا آنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ؟۔

باہم مل کر کام کرو

ہماری جماعت لاہور میں جو اختلاف گزشتہ دنوں ہوا اس سے مجھے سخت صدمہ ہوا تھا۔ اللہ کریم نے میری دعا کو سنا اور اتحاد و اتفاق کا راستہ پھر جماعت کو دکھا دیا۔ ملکر کام کرنے میں برکت ہے۔ باہم لڑنا جھگڑنا تبلیغی جماعت کے لئے باعث تباہی ہے۔ میری نصیحت یہ ہے کہ ایک دوسرے کو معاف کردو اور دل میں میل نہ رکھو اور مل کر اسلام اور احمدیت کا پیغام دنیا کے دور دراز گوشوں میں پہنچا دو۔ یہی ہمارا نصب العین ہے۔

میری وصیت اور احباب کو تحریک

اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۲ر اپریل سنہ ۱۹۴۰ء میں میری وصیت جائیداد کے بارہ میں شائع ہو چکی ہے دوسرے تمام افراد جماعت بھی اس طرف توجہ دیں اور اپنی جائیدادوں کی وصیت کریں۔ بغیر مال کے تبلیغ کا کام چلنا دشوار ہے۔

بچوں کو مسجد میں لاؤ

اپنے بچوں کو نماز جمعہ میں لاؤ تاکہ وہ شروع سے احمدیت کے رنگ میں رنگے جاویں۔ میں خود اس عمر بھی نماز جمعہ کے لئے مسجد میں پیدل آجاتا ہوں۔ یہ مسجد ہماری دینی اور تبلیغی یونیورسٹی ہے۔ جب میں جوان تھا تو حضرت امام وقت کی زیارت کے لئے میں شملہ سے بٹالہ بذریعہ ریل پہنچتا تھا اور بٹالہ سے قادیان ہمیشہ پیدل حاضر ہوتا تھا تاکہ ثواب زیادہ حاصل ہو۔

نوجوانان جماعت سے

میں تمام عمر اپنی جماعت کے نوجوانوں کو اسلام اور سلسلہ کا فدائی بننے کی تلقین کرتا رہا ہوں۔ کئی نوجوانوں کو شملہ سے قادیان میں تعلیم کے لئے بھجواتا رہا ہوں۔ چنانچہ برادر محترم داروغہ نبی بخش صاحب مرحوم و مغفور کو تاکید کر کے عزیزم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کو قادیان روانہ کرایا تھا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو مجھے خطرہ تھا میرا یہ عزیز دہریہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس بات کا اقرار ڈاکٹر صاحب نے اخبار پیغام صلح کے سلور جوبلی نمبر بابت دسمبر ۱۹۳۹ء میں شکریہ کے ساتھ واضح الفاظ میں کیا ہے۔ اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ سلسلہ کے نوجوان آگے بڑھیں اور تبلیغ اسلام اور تبلیغ سلسلہ کے مقدس کام کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام لیں۔ ہمارے بہت سے بزرگ اپنے اپنے کام کو نہایت محنت سے سرانجام دے کر اپنے مولا سے جا ملے ہیں، باقی بھی تیار ہیں۔ علم دین حاصل کرنے کے لئے اپنے تبلیغی مرکز سے رجوع کرو۔ تبلیغ دین یا تبلیغ احمدیت ایک ہی چیز ہے۔ احمدیت عین اسلام ہے اسلام کا یہ خوبصورت چہرہ دنیا کو دکھانے کے لئے علم و عمل، صبر و استقلال اور بردباری کی ضرورت ہے۔ مخالف اس راہ میں ہزار دکھ اور تکلیفیں دیں گے مگر ہمارے مبلغ کو ان کی پرواہ نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ شخص سلسلہ کا مبلغ نہیں ہو سکتا جو مخالفت یا دکھ اور تکلیف سے ہمت ہار دے۔ مبلغ اسلام اور مبلغ احمدیت سے بڑھ کر ہمارے نوجوانوں کے لئے اور کونسی سعادت ہو سکتی ہے۔ تمام دنیا اسلام اور امام وقت کی مقدس تعلیم کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو سکتی ہے اگر ہمارے نوجوان اپنے تبلیغی مرکز سے وابستہ ہو کر علوم اسلامی سے مالا مال ہو جائیں۔ ہمارا مرکز ایک عظیم الشان روحانی شجر ہے ہمارے نوجوانوں کو اپنے شجر سے وابستہ رہ کر اسلام کی بہار کی امید رکھنی چاہیئے ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را

والسلام

آپ کا دعاگو۔ خاکسار۔ حاجی شیخ الدین

۲۱ر فروری سنہ ۱۹۵۵ء

جماعت اسلامی اور مسلمان کی تعریف

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

از شمعون طاہر

گذشتہ دنوں مجھے ایک کام کے سلسلہ میں ضلع سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ دوران سفر میں ضلع کے امیر جماعت اسلامی اور دو معتقد اراکین جماعت اسلامی سے ملاقات ہوئی۔ یہ اراکین ایک انتخاب کے سلسلہ میں ایک حلقۂ انتخاب میں آئے ہوئے تھے، اور ان کا ایک رکن اس حلقہ سے انتخاب لڑ رہا تھا۔

اراکین جماعت اسلامی سے ایک سوال

جماعت اسلامی کے ان اراکین کی ملاقات ایک خوشگوار تبادلۂ خیالات کی صورت اختیار کر گئی۔ جہاں چند آدمی جمع ہو جائیں تو بات سے بات کا نکل آنا ایک طبعی امر ہوتا ہے۔ چنانچہ سنت رسول موضوع گفتگو بن گیا۔ میں نے عرض کیا کہ سنت رسول صلعم نماز کی ادائیگی کے طریق میں اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین اختلاف کیوں ہے۔ جب نماز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی تھی تو ظاہر ہے کہ وہی طریق انہوں نے دیگر مسلمانوں کو بھی دکھایا ہوگا۔ جس طرح حضور نے خود نماز پڑھی اور پڑھائی وہ تو ایک ہی طریق ہوگا پھر اہل سنت اور اہل تشیع میں اختلاف کیوں ہے؟

جماعت اسلامی کے نزدیک اہل تشیع کی حیثیت

جماعت اسلامی کے معزز دوستوں نے کہا کہ دراصل شیعہ سنی اختلاف کوئی خالص دینی یا فقہی اختلاف ہی نہیں یہ صرف ایک سیاسی گروہ بندی اور مخصوص مفادات کا اختلاف تھا۔ بعد میں اپنے دوام کے لئے اعتقادات کا لبادہ اوڑھ لیا۔ اہل تشیع ایک سیاسی جمعیت تھی۔

سیاست اور مذہب کی تفریق

میں نے کہا کہ آپ تو خود اس امر کے قائل ہیں کہ دین میں سیاست اور مذہب کی تفریق ہی نہیں اور کہ اپنا سیاسی انقلاب ہی سکے سلئے آتے ہیں اور زمین پر اپنے مخصوص نظام ہی کو غالب دیکھنے کے لئے دنیاوی اقتدار سے ٹکرا کر اپنا اقتدار قائم کرنے کی سعی کرتے ہیں پھر اہل تشیع کے لئے "سیاست" کا لفظ کن معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور اگر وہ کوئی سیاسی جمعیت ہے بھی تو اس سے نفس مضمون میں کیا فرق پڑتا ہے۔ آخر مسلمان تو دونوں ہی ہیں، پھر ادائیگی نماز کی صورتیں مختلف کیوں ہیں؟

مسلمان ہونے کی شرط

انہوں نے کہا کہ سیاسی جمعیت کو اپنے قیام اور دوام کے لئے آخر ایک عقیدہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس میں ابتداد وقت کے ساتھ بعض غلط باتوں کا جمع ہو جانا یہ بھی کوئی محال بات نہیں۔ اب چاہے اہل تشیع، اہل سنت سے مختلف طریق پر نماز ادا کرتے ہیں لیکن وہ دونوں اپنے طریقوں کے ثبوت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور سند پیش کرتے ہیں اور یہ بہت ہی مبارک امر ہے کیونکہ جو بھی کتاب اللہ اور سنت رسول کو بطور سند پیش کرے اور اس کا اپنے لئے تمام امور میں حجت ہونا تسلیم کر لے وہ چاہے کتنا ہی اختلاف کرے وہ مسلمان ہوگا۔

ایک درست اصول اور کلمہ جامع

میں نے کہا کیا آپ اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں اور کیا یہ درست اصول ہے کہ خدا کی کتاب اور نبی کا عمل ہر مسلمان کے لئے آخری حجت ہے۔ وہ اس کی تشریح و تفسیر میں اختلاف کر سکتا ہے اور یہی درست اصول ہے یہی کلمۂ جامع ہے۔

قادیانی احمدیوں کے متعلق سوال

اس پر میں نے عرض کیا کہ اگر آپ حضرات اہل تشیع اور اہل سنت کے لئے اس اصول کی سچائی کو تسلیم کرتے ہیں تو یہ کوئی مخصوص حالات کا اصول تو نہیں جو صرف ایک دو اسلامی فرقوں کے لئے ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر اسلامی فرقہ اس اصول کو تسلیم کرتا ہے اور جماعت اسلامی کا مسلک یہی ہے۔ میں نے کہا اگر یہ درست ہے تو قادیانی احمدی جو کتاب اللہ قرآن اور سنت رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرتے ہیں، ان کے اسلام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

درست اصول اور کلمہ جامع کی مخالفت

میرا یہ کہنا تھا کہ ان کا طریق استدلال گویا منسوخ ہو کر جھنجھلا اٹھا اور انہوں نے اپنے اصول کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کا معاملہ دیگر اسلامی فرقوں سے قطعی مختلف ہے وہ اسلامی فرقہ ہے ہی نہیں وہ تو اسلام سے ہی باہر ہیں اس لئے ان کے اسلام کا فیصلہ اس اصول پر نہیں ہو سکتا۔

امر مابہ النزاع اور قادیانیوں کا اسلام

میں نے کہا کہ یہی تو مابہ النزاع ہے کہ وہ اسلام کے اندر ہیں یا نہیں۔ آپ نے تو یک طرفہ ہی فیصلہ کر دیا آخر اس کی کونسی سند آپ کے پاس ہے۔ میں نے مکرر کہا کہ ان کا دعوٰے دو ہی باتوں سے متحقق ہو سکتا ہے، ان کی قولی شہادت سے اور ان کی عملی شہادت سے۔ یہی کلمہ طیبہ کا مفہوم ہے جب لا الٰہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو اس کا صاف مطلب، خدا تعالےٰ کی توحید کا اعلان ہے اور اسے ہر معاملۂ زندگی میں سند اولیٰ تسلیم کرنے کا اقرار کیا جاتا ہے اور جب محمد رسول اللہ کہا جاتا ہے کہ ان ضابطہ کو سند ثانی تسلیم کرنے کا اقرار کیا جاتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالےٰ نے نازل کیا اور محمد صلعم کے عمل کو حجت مانا جاتا ہے۔ اب قادیانی احمدیوں کی قولی شہادت ہے کہ وہ خدا کو ایک مانتے ہیں، محمد صلعم کو رسول مانتے ہیں اور قرآن کو خدا کی کتاب مانتے ہیں لیکن یہ اقرار ایسا نہیں جیسا کہ مسلمان انجیل اور مسیح کے بارے میں رکھتے ہیں، یہاں قادیانی احمدیوں کی عملی شہادت پیش ہوتی ہے کہ وہ خدا کو اس طرح ایک مانتے ہیں جس طرح قرآن نے کہا۔ وہ محمد صلعم کو قیامت تک کے لئے شریعت لانے والا مطاع رسول مانتے ہیں اور اپنے تمام تنازعات زیست میں محمد صلعم کو قاضی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ وہ پانچ وقت کی نماز، ایک مہینے کے روزے نصاب زکوٰۃ اور قبلۂ بیت اللہ سبھی باتیں اسلام کے مسلمہ اصول و احکامات کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ اس طرح قادیانی احمدیوں کے دعوے اسلام کی تصدیق ان کی قولی اور عملی شہادت سے ہوتی ہے۔

جماعت اسلامی کا ادعا احمدیوں کے بارہ میں

جماعت اسلامی کے بزرگ دوستوں نے کہا کہ قادیانیوں کا یہ دعوٰئ اسلام صرف ایک دعویٰ ہی دعوٰی ہے جو وہ محض دکھاوے کے لئے کرتے ہیں اور ان کی شہادت دل سے نہیں۔ میں نے کہا کہ اس کا بار ثبوت بھی آپ ہی پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب قادیانی احمدی ایک جدید نبوت کو تسلیم کرتے ہیں تو فی الحقیقت وہ مسلمان نہیں کیونکہ نبوت ہی معیار تفریق ہے۔ جب بھی ایک نبی برپا ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے مخاطبوں کو ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں بانٹ دیتا ہے۔ اب اگر وہ نبی سچا ہے تو اس کے ماننے والے عرف عام میں مسلمان ہوں گے اور نہ ماننے والے کافر، لیکن اگر وہ نبی جھوٹا ہے تو وہ اور اس کے پیرو دونوں کافر ہوں گے۔ چونکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ناقل) مدعی نبوت تھے اس لئے وہ اور ان کے پیرو دونوں اقسام میں سے کسی ایک میں ضرور ہیں۔ اب چونکہ قرآن پاک نبوت کو ختم کرتا ہے لازماً نئی نبوت اسلام پر ایک ایسا اضافہ ہے جس کی سند اسلام میں نہیں لہٰذا کفر ہے۔

قادیانی استدلال گمراہ کن ہے موجب خروج از اسلام نہیں

میں نے کہا کہ آپ کا یہ اصول درست نہیں۔ قادیانی احمدی نبوت جدیدہ پر قرآن پاک ہی کی آیات سے استدلال کرتے ہیں اور اس طرح آخری سند اس باب میں بھی وہ قرآن پاک اور سنت رسول ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس استدلال پر بنیاد رکھ کر وہ ایک جدید نبی کا برپا ہونا بیان کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا استدلال ہے جو قرآن اور سنت کی تنسیخ پر نہیں بلکہ اسی کے assertion پر اٹھایا گیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ استدلال غلط ہو۔ لیکن وہ قرآن اور سنت ہی سے کیا گیا ہے۔ اس لئے ایسا استدلال کرنے والا یقیناً مسلمان ہے چاہے گمراہ ہی سہی۔ اور یہ تو آپ بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ جو بھی قرآن اور سنت کو اپنی روزمرہ زندگی

میں بطور حجت قبول کرلے وہ چاہے اس کی تشریح میں کتنا بھی اختلاف کرے وہ مسلمان ہی رہتا ہے۔

ایک مثال

دیکھئے آپ اس کو ایک مثال سے سمجھ لیں گے۔ اشتراکی یعنی کمیونسٹ ذاتی ملکیت کے قائل نہیں۔ اور اجتماعی ملکیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ غلام احمد پرویز "طلوع اسلام" والے بھی ذاتی ملکیت کے قائل نہیں، اور اجتماعی ملکیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ چونکہ اشتراکی قرآن پاک کو اس دعوے کے اثبات میں بطور سند نہیں مانتے اور نہ ہی کسی الہاتی ضابطہ کو تسلیم کرتے ہیں اس لئے وہ مسلمان نہیں کہلائیں گے اس کے برعکس غلام احمد پرویز قرآن پاک کو اس دعوے کے اثبات میں بطور سند تسلیم کرتے ہیں، اس لئے وہ چاہے غلط استدلال ہی کرتے ہوں مسلمان ہی رہیں گے۔

قادیانی اور بہائی

یہی کیفیت کم و بیش بہائیوں اور قادیانیوں کی ہے بہائی چونکہ قرآن کو سند اور حجت نہیں مانتے بلکہ حسین علی نوری کو آخری حجت تسلیم کرتے ہیں اس لئے وہ مسلمان نہیں لیکن قادیانی احمدی قرآن کو آخری حجت مانتے ہیں اس لئے وہ مسلمان ہی رہیں گے۔ خواہ غلط رستہ پر ہوں۔

دکھاوے کا ادعا

پھر یہ کہنا کہ احمدیوں کا دعوے اسلام صرف دکھاوے کا ہے، اس کی بھی کوئی دلیل آپ کے پاس نہیں۔ اگر یہ دعویٰ صرف دکھاوا ہوتا تو یقیناً منافقت کا اظہار اس میں پایا جاتا لیکن گذشتہ ۷۵ سال اس پر گواہ ہیں کہ احمدیوں کی کوئی خفیہ تحریر بھی اس دعوے کے خلاف پیش نہیں کی جا سکی کہ وہ فی الحقیقت قرآن اور سنت کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔ اس کے برعکس انہوں نے قرآن کی اشاعت کی ہے اور اس کے تراجم کئی ایک زبانوں میں کئے ہیں اور ان کا شائع کردہ قرآن اہل اسلام کے قرآن سے مختلف نہیں۔ ان کی مساجد کے قبلے بھی مکہ مکرمہ ہی کی طرف ہیں۔ ان کی نمازیں بھی اہل سنت یا اہل تشیع ہی کی نمازوں کے مشابہ ہیں۔ اس لئے دکھاوے کا ادعا قطعی زیادتی اور بہتان ہے۔

حضرت مسیح موعود پر غلط الزامات

انہوں نے کہا کہ میں نے شاید قادیانیوں کی کتابیں نہیں پڑھیں ہیں۔ ان میں کئی ایک خلاف اسلام باتیں درج ہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے کہا ہے کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور خاتم النبیین سے افضل ہیں۔ میں نے کہا میں نے احمدیوں کی کتب پڑھی ہیں اور جماعت اسلامی کی کتب بھی زیر مطالعہ رہی اور رہتی ہیں۔ مومن کا طریق ہے کہ وہ سنی سنائی باتوں کو بلا تحقیق نہیں کہہ دیتا۔ آپ نے یہ کہا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم النبیین یا خاتم النبیین سے افضل کہا ہے یہ بیان اولاً تو بہتان محض ہے، اور اگر آپ کی بات باور بھی کر لی جائے تو یہ بذات خود ایک دوسرے کی تردید کرتی ہے۔ اگر مرزا صاحب اپنے آپ کو خاتم النبیین کہتے ہیں تو پھر وہ کس خاتم النبیین سے افضل ہیں اور اگر وہ کسی خاتم النبیین سے افضل ہیں تو پھر وہ کس کا خاتم النبیین ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ قادیانی احمدی تو کسی نبی کے قائل ہیں پھر وہ مرزا صاحب کو حضرت خاتم الانبیاءؐ سے افضل کس طرح مان سکتے ہیں۔

کلمہ طیبہ ہی مسلمان کی جائے پناہ ہے

یہاں تک پہنچ کر گفتگو ختم ہو گئی کیونکہ میں جس کام کو سرانجام دیتا تھا اس کے لئے علیحدہ ہونا پڑا۔ میں نے انہیں آخری مرتبہ کہا کہ اصول ہمیشہ ایسا ہونا چاہیئے جو ہر امتحان پر پورا اُترے۔ اب جو اصول آپ نے کسی کے مسلمان ہونے کا وضع کیا ہے اگر وہ درست ہے تو پھر قادیانی احمدی مسلمان ہیں، اور اگر قادیانی احمدی مسلمان ہیں تو پھر آپ کو اس اصول کو تبدیل کر دینا چاہیئے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے آپ انہیں کافر نہیں کہہ سکتے لیکن آپ یہ اصول تبدیل نہیں کر سکتے کیونکہ یہ اصول کلمہ طیبہ اور کلمہ جامع لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے مستنبط کیا گیا ہے۔ اور جب تک کلمہ میں تحریف نہ کی جائے کوئی جائے پناہ آپ کے لئے نہیں۔ اور کلمہ کی تحریف اسلام کا کچھ بھی باقی نہ رہنے دے گی۔ اور جب اسلام ہی نہ رہے گا تو جماعت اسلامی کیسی ✽

(بقیہ کالم ۳)

بھی سرسری مطالعہ کر رہا ہوں، اسی کا فیض ہے کہ مجھے اسلام کے صحیح خدوخال نظر آ گئے۔ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ مگر جو کچھ بھی ہوں سب نہیں تو بیشتر اسی کا فیض ہے۔ عمل کی توفیق نہیں لیکن نظری طور پر اسلام کا شیدائی ہوں۔ اگر مجھے کسی کتاب سے دلچسپی ہو سکتی ہے تو اس کا موضوع اسلامیات ہونا ضروری ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ مجھے اپنے طور پر بھی ہدایت فرمائیں اور مشورہ دیتے رہیں کہ میں کن کن کتب کا مطالعہ کرتا رہوں۔ میں پیسہ کا بہترین مصرف کتابوں کی خریداری سمجھتا ہوں۔"

ضرورت رشتہ

دو لڑکوں کے لئے جن میں سے ایک میٹرک پاس ہے اور وہ دو سو روپیہ ماہوار پر ایک مل میں فرڈ کا کام کرتا ہے عمر ۲۰ سال۔

دوسرا حافظ قرآن ہے تھوڑا لکھ پڑھ سکتا ہے، ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر ایک مل میں ملازم ہے۔

لڑکی کے لئے تعلیمیافتہ ہونے کی کوئی شرط نہیں۔

پتہ:- ح ع معرفت دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

پیغام صلح مورخہ ۲ مارچ ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۱

خواجہ کمال الدین صاحب کی بلند مرتبہ شخصیت

گونڈہ (یو-پی-انڈیا) سے ایک صاحب سید محمد آفاق اسسٹنٹ ماسٹر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے متعلق اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:-

"خواجہ صاحب رح وغیرہ دیگر حضرات کی کتب کا تحفہ میرے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ بالخصوص خواجہ صاحب کے انگریزی انداز تحریر کا میں انتہائی شیدائی ہوں وہ جس مفکرانہ انداز سے لکھتے ہیں انہیں کا حق ہے، میں نے ایسا انداز نگارش کسی انگریز مفکر میں بھی نہیں دیکھا، ان کا ایک مخصوص انداز ہے جس میں ایک شاندار شکوہ نظر آتا ہے۔ میں نے بارہ تیرہ سال کی عمر میں ان کی ایک تقریر بھی سنی تھی، یہ جلسہ نعیم پور کھیری میں ۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۴ء میں منعقد ہوا تھا۔ مجھے چونکہ بچپن سے مذہب سے دلچسپی ہے میں سیتاپور سے شرکت جلسہ کی غرض سے گیا تھا۔ اس جلسہ میں ہندوستان بھر کے ہر مکتب خیال کے علماء جمع ہوئے تھے۔ ان کی شخصیت بھی بڑی جاذب تھی کہ ہزاروں کے جلسہ میں وہ لوگوں کے مرکز نظر بن جائیں۔ کچھ عرصہ قبل ایک مسلمان نے تحریک خلافت سے متاثر ہو کر وہاں کے انگریز ڈپٹی کمشنر کو قتل کر دیا تھا، جس کی وجہ سے انگریز مسلمانوں سے سخت متنفر [illegible] کی تقریر سننے کے لئے جو انگریز [illegible] جلسہ سے معذرت کر کے انہوں نے انگریزوں [illegible] انگریزی میں تقریر فرمائی تھی، ان کے انداز خطابت میں غیر معمولی خود اعتمادی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان پر الہام ہو رہا ہے۔ میرے چھوٹے ماموں جان سید رئیس احمد جعفری (مؤلف سیرۃ محمد علی حیات محمد علی جناح وغیرہم) نے کسی مقام پر لکھا ہے کہ وہ ندوہ کے طالب علم تھے، وہاں ایک جلسہ ہوا جس میں خواجہ صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کے متعلق متضاد باتیں سنتے سنتے طبیعت میں کچھ بدگمانی سی تھی۔ طالب علمی کا زمانہ اس کمرہ کے دروازہ کو آہستہ سے کھولا جس میں خواجہ صاحب تشریف فرما تھے محض یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ خداوند کریم کے حضور میں وہ بڑے الحاح و زاری کے ساتھ سربسجود ہیں۔ چنانچہ ان کے شکوک اس منظر سے از خود رفع ہو گئے اور دل میں ان کی عظمت جاگزین ہو گئی۔

واقعہ یہ ہے کہ ابھی تک لوگ اُن کے مرتبہ بلند کا صحیح اندازہ نہ کر سکے۔ ان کا شمار تو اکابرین اسلام میں ہونا چاہیئے۔

کیا آپ ان کی سیرت و حالات کے متعلق کوئی رسالہ فراہم کر سکتے ہیں۔ میں ان کے تفصیلی حالات جاننے کا بے حد متمنی ہوں۔"

جماعت احمدیہ کے متعلق

صاحب موصوف آگے چل کر اسی خط میں جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"جماعت احمدیہ کا میں تقریباً بیس سال سے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ تارکا پتہ: تبلیغ لاہور فون نمبر ۳۷۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۳ رجب ۱۳۷۴ھ - ۹ مارچ ۱۹۵۵ء | نمبر ۱۲

گرد و پیش

کرکٹ میچ کے موقع پر جو ہندو اور سکھ لاہور میں آئے، ان کا استقبال مسلمانوں نے جس خلوص اور دریا دلی کے ساتھ کیا، اس کی بہت سی مثالیں اخباروں میں آچکی ہیں لیکن ایک نہایت اعلیٰ مثال ذیل کے واقعہ سے ملتی ہے جو لاہور کے ایک مسلمان نے اخبار "تعمیر" راولپنڈی میں شائع کرایا ہے :-

"راقم الحروف قلعہ گوجر سنگھ گوبند اسٹریٹ کے ایک نوجوان ملک سید الحق کے ہمراہ چوک قلعہ گوجر سنگھ میں کھڑا تھا۔ چوک میں ایسی رونق تھی جیسے ہندو سکھ اور مسلمانوں کا کوئی مشترکہ تہوار ہو۔ اسی رونق میں دیکھا کہ ایک سکھ اور مسلمان کی آنکھیں چار ہوئیں اور دونوں بت بن کر ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ مسلمان نے آگے چل کر سکھ کو سینے سے لگا لیا۔ سکھ دھاڑیں مار مار کر رو رہا ہے۔ اور مسلمان کہہ رہا ہے لہنا سنگھ مت رو میں نے تجھے معاف کر دیا میں نے تجھے معاف کر دیا مت رو۔ سکھ ہے کہ اس کے آنسو تھمتے ہی میں نہیں آتے۔ راقم الحروف نے آگے بڑھکر سکھ کے رونے اور مسلمان کے معافی دینے کی وجہ پوچھی تو مسلمان نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔ اور صرف اتنا کہا کہ "میں مسلمان ہوں اور لہنا سنگھ میرا مہمان ہے۔" لہنا سنگھ نے آنسو بہاتے ہوئے کہا کہ میں نے غلام محمدؐ کی والدہ کو جو میری والدہ تھی اور غلام محمدؐ کی ہمشیرہ کو جو میری ہمشیرہ تھی فسادات میں شہید کر دیا تھا اور آج میں محسوس کرتا ہوں کہ ایک مسلمان میرے ساتھ ......" اس کے بعد لہنا سنگھ خاموش ہو گیا اور غلام محمدؐ کے پاؤں میں بیٹھ گیا۔ غلام محمدؐ نے اٹھا کر اسے سینے سے لگا لیا کہ "میں مسلمان ہوں تم میرے مہمان ہو سب کچھ کسی تیسرے کی شرارت سے ہوا کہ ہم آپس میں دشمن بن گئے۔"

الحمد للہ کہ اس زمانہ میں بھی ایسے مسلمان موجود ہیں جو مہمان نوازی کا حق ادا کرنے میں ایسا فراخ دل رکھتے ہیں۔

لیڈن (ہالینڈ) سے ڈاکٹر مختار الدین آرزو بہاری ایم اے پی ایچ ڈی "صدق جدید" میں لکھتے ہیں :-

"میں اپنے کام کے سلسلہ میں چار ماہ سے لیڈن میں مقیم ہوں اب یہاں کا کام تقریباً ختم کر لیا ہے۔ کیا کتابیں دیکھیں اور کن کن بزرگوں کی تحریرات کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اس کے بیان کے لئے دفتر چاہیئے۔ علامہ ذہبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تاریخ اسلام کا ایک حصہ دیکھا یہ ان کا مسودہ ہے اور جہاں اضافے کی ضرورت ہوئی ہے، وہیں انہوں نے کاغذ کا پرزہ چسپاں کر دیا ہے۔ خط اس قدر خوبصورت پختہ اور روشن کہ آنکھوں سے لگانے کے قابل۔ تقی الدین مقریزی کی طبقات کی تین جلدیں ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہیں۔ یہ بھی مسودہ ان کا ہے اس کی چوتھی جلد پریس میں ہے، ان چار جلدوں میں صرف احمدوں اور محمدوں کا ذکر ہے تبرکاً انہوں نے ان اسماء سے کتاب شروع کی ہے اگر یہ کتاب مکمل ہوئی ہوتی تو ابن عساکر کی طرح ۸۰ جلدوں سے یہ کم میں تمام نہ ہوتی۔ معلوم نہیں ان کو مکمل کرنیکا موقع ملا یا نہیں اگر کتاب مکمل ہوئی تھی تو اب کیا ہے فنا ہے اصلاح المنطق ابن السکیت کا کیا اعلیٰ نسخہ ہے بیان نہیں کر سکتا مکمل طور پر ابن الخشاب کے ہاتھ کا لکھا ہوا، اس پر البیقی اور تبریزی کی تحریریں ہیں مجمل اللغۃ لابن فارس پر ابن الخشاب ابن میمون اور بہت ابن اسامہ کی تحریریں دیکھیں صحیح مسلم کے ایک نسخہ پر ابن حجر عسقلانی رحمہ کی اجازت دیکھی، ابو الفدا کی تقویم البلدان پر مصنف کی تحریرات و ترمیمات دیکھیں، یہاں شیخ النجد محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے متعدد رسالے ابن تیمیہ کے اور بعض خود انکے اپنے دیکھے۔ مجھے کہیں اور شیخ کے ہاتھ کی تحریروں کے وجود کی اطلاع نہیں تھی۔"

غلبۂ قرآن پر

ایک حیدر آبادی عالم کا تبصرہ

ادارہ علمیہ حیدر آباد دکن سے میر ولایت علی صاحب مصنف اسلامی تعلیمات وغیرہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کی کتاب غلبۂ قرآں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

غلبۂ قرآن - شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور - کاغذ سفید چکنا صفحات (۴۰۴) مجلد قیمت ندارد - مصنفہ محترم صدر الدین امیر جماعت۔

کتاب متعصب عیسائیوں کے اس اعتراض کے جواب میں ہے کہ "قرآن مجید کے احکام سابقہ کتب الہامیہ سے سرقہ کئے ہوئے ہیں۔"

قابل احترام مصنف نے اس اعتراض کے جواب میں سابقہ کتب کے مندرجات کا مقابلہ قرآن مجید کے احکام سے اس عمدگی کے ساتھ کیا ہے کہ کوئی سمجھدار عیسائی اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ نئے عقائد کو ماننا دوسرے درجہ کی بات ہے۔ اولاً پچھلے عقائد کا ڈھیلے ہو جانا بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ پیرایہ بیان کی دلکشی اور سلجھے ہوئے انداز تفہیم کی بدولت قابل مصنف اس میں کافی کامیاب ہیں۔

نفس مذہب کو سمجھنے میں میرا مطالعہ کافی وسیع رہا ہے۔ اسلام کی ہمہ گیر شریعت جو سمجھدار طبقہ کو مطمئن کر سکتی ہے وہ اس میں بدرجہ اتم موجود ہے اور خود مسلمانوں کو دعوت فکر دیتی ہے کہ مسلمان کہلانے والے غور کریں کہ وہ اس کے مصداق کہاں تک ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد حق پرستی کی جزا کے عنوان سے غیر قوموں کو نیکیوں پر اجر ملنے کی کشادہ دلی کا جو یقین قرآن دلاتا ہے اسکو نہایت واضح دلنشین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ عنوان عام علماء کی تنگ نظری سے بہت بلند اور مخالفت کو قریب تر کرنے میں کافی موثر ہے جزاکم اللہ ـــــ محکمات و متشابہات کی بحث واضح و مبہم کے عام تخیل کے موجب کی گئی ہے۔ یہ میرے نزدیک اس لئے محل نظر ہے کہ اس کا تعلق اصول و فروع سے ہے۔ اس کی نظرثانی ہونی چاہیئے ـــــ صفحہ (۲۲۳) پر ابن مریم کہنے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے وہ میرے لئے موجب انشراح ہوئی ـــــ پرستش کعبۃ اللہ و حجر اسود کے اعتراضات کی تردید کرتے ہوئے عیسائی بت پرستانہ عقائد کی قلعی کامیابی سے کھول گئی اور اچھا ثبوت فراہم کیا گیا ہے ـــــ آخر میں ختم نبوت کی بحث بھی بڑے خوبصورت انداز میں کی گئی ہے واقعی اجرائے نبوت کو مانا جائے تو اس میں تشریعی و غیر تشریعی کی تحدید ناقابل فہم انسانی ہے اگر اس طرح فراخ دلی سے اجرائے نبوت کو نہیں مانا جا سکتا تو پھر ظلی و بروزی - غیر تشریعی وغیرہ کے سارے چور دروازے بند ہو جانے چاہئیں جو فرقہ بندی میں اضافہ اور آپس کی چپقلش کا موجب ہوتے ہیں تقاضائے وقت تو یہ ہے کہ ایک جماعت گروہ بندانہ تصورات سے بالاتر ہو کر اس مستعدی کے ساتھ کھڑی ہو جائے کہ قرآن مجید کے نور کے اطراف تو در ضمانہ - غلط فہمیانہ اور انسان پرستانہ دھوئیں کے جتنے بادل چھائے ہوئے ہیں اول سب کو ہمت و عزم دہی سے ہٹایا جائے۔ اور کان الناس امۃ واحدۃ کا نقشہ جمایا جائے۔"

میر ولایت علی مصنف اسلامی تعلیمات وغیرہ

پیغام صلح :- فاضل تبصرہ نگار نے آخری فقرات میں ظلی و بروزی، غیر تشریعی کے چور دروازوں کا جو ذکر کیا ہے، اس کے متعلق گذارش ہے کہ ان الفاظ میں نبوت حقیقی کے مفہوم کا کوئی شائبہ بھی اگر ہوتا تو فی الواقعہ ان پر چور دروازوں کا لفظ ہی صادق آتا، لیکن سابق بزرگان امت کی تحریرات میں بھی اور پیشوائے سلسلۂ احمدیہ کے ملفوظات میں بھی اس کو ولایت سے بڑھ کر کوئی مفہوم نہیں دیا گیا، اس لئے ان الفاظ کو چور دروازے کہنا صحیح نہیں ٭

آگے یہی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"پروفیسر کرمر کی بیوی سے ملا تھا۔ آج کل قرآن پاک کا ڈچ ترجمہ شائع کر رہی ہیں۔ کہنے لگیں جنگ کا زمانہ تھا، شہر میں جرمن بھرے ہوئے تھے، باہر نکلنا خطرناک تھا۔ میرے شوہر کو لائبریری جانا مشکل تھا۔ انہوں نے سوچا اس جبری قید میں کوئی مفید کام کیوں نہ کر لیا جائے اور انہوں نے دوسرے ہی دن ترجمہ قرآن کا کام شروع کر دیا۔"

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا ٭

جواہر ریزے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

انصاری کی پیشکش اور مہاجر کا طریق عمل

عن عبد الرحمن بن عوف رض لما قدمنا المدینۃ اٰخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینی وبین سعد بن الربیع فقال سعد بن الربیع انی اکثر الانصار مالًا فاقسم لک نصف مالی وانظر ای زوجتی ھویت نزلتُ لک عنہا فاذا حلّت تزوّجتہا قال فقال عبد الرحمن لاحاجۃ لی فی ذالک ھل من سوقٍ فیہ تجارۃٌ قال سوقُ قینقاع قال فغدا الیہ عبد الرحمن فاتی باقط وسمنٍ قال ثم تابع الغدوّ فما لبث ان جاء عبد الرحمن علیہ اثر صفرۃٍ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوّجت قال نعم قال ومن قال امراۃٌ من الانصار قال کم سقت، قال زنۃ نواۃٍ من ذھب او نواۃً من ذھب فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَولم ولو بشاۃٍ -

عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلعم نے میرے اور سعد بن الربیع کے درمیان اخوت قائم کی۔ سعد بن الربیع نے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ تمہیں اپنے مال کا نصف دے دیتا ہوں، اور دیکھو میری دو بیویوں میں سے جو تمہیں پسند ہو میں تمہارے لئے اسے چھوڑ دیتا ہوں، جب اس کی عدت گذر جائے اس سے نکاح کر لینا تو عبدالرحمٰن نے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں کیا کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہو، کہا قینقاع کا بازار ہے، کہا تو عبدالرحمٰن صبح [illegible] چلے گئے اور پنیر اور گھی لے آئے کہا پھر روز صبح کو جانے لگے اور تھوڑا ہی [illegible] گذرا کہ عبدالرحمٰن آئے اور ان پر زردی کا نشان تھا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا (کیا) نکاح [illegible] ہے عرض کیا ہاں فرمایا کس سے؟ عرض کیا انصار کی ایک عورت سے، فرمایا مہر کتنا دیا ہے عرض کیا گٹھلی برابر سونا یا سونے کی ایک گٹھلی، نبی صلعم نے انہیں فرمایا ولیمہ کرو گو ایک بکری ہی ہو۔

نوٹ:- ایک طرف ایثار کا سچا نمونہ نظر آتا ہے کہ اپنے دینی بھائی کو آدھی دولت دینے کو تیار ہیں تو دوسری طرف خودداری اور محنت کا نمونہ نظر آتا ہے کہ دوسرے کی دولت پر زندگی بسر کرنے کو عار سمجھا اور بازار کا رستہ دریافت کیا تاکہ وہاں جا کر اور تجارت کر کے کچھ کما لائیں ؎

سونے چاندی وغیرہ کا تبادلہ

عن ابی ھریرۃ رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یاتی علی الناس زمانٌ لایبالی المرءُ ما اٰخذ منہ امن الحلال ام من الحرام

ابوہریرہ نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آ جائے گا کہ آدمی کچھ پرواہ نہ کرے گا کہ جو وہ مال لیتا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔

رشتہ داروں سے سلوک فراخی رزق اور زیادتی عمر کا موجب ہے

عن انس بن مالک قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سرّہٗ ان یبسط لہٗ رزقہٗ او ینسأ لہٗ فی اثرہٖ فلیصل رحمہٗ -

انس بن مالک سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا، فرمایا جسے اچھا لگے کہ اس کا رزق فراخ کر دیا جائے یا اس کی عمر بڑی ہو تو رشتہ داروں سے سلوک کرے۔

نوٹ:- انسان کی فیاضی کی ابتدا رشتہ داروں سے حسن سلوک سے شروع ہوتی ہے اور پہلے مستحق بھی وہی ہوتے ہیں یہیں سے انسان کے اخلاق میں وسعت پیدا ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق کو نفع پہنچانے کی طرف قدم بڑھائے۔ قرآن کریم بھی اسی تعلیم سے بھرا پڑا ہے۔

(فضل آبادی)

سختی اور نرمی موقع اور محل کے مطابق ہونی چاہیئے

حضرت امام الزمان کا ارشاد

کسی دوست نے مجلس میں ذکر کیا کہ ایک شخص اعتراض کرتا تھا۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی تحریر میں سختی ہوتی ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:-

"ہر ایک امر کے لئے موقع ہوتا ہے۔ ایک مولوی کو عین مسجد میں کوئی شخص کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھے تو دیکھنے والا ضرور کہے گا کہ یہ بدذات ہے دین کی بے عزتی کرتا ہے۔ مگر جو شخص نہیں جانتا۔ کہ محل اور موقع کونسا ہے وہ دھوکا کھاتا ہے۔ ایک شخص خواہ مخواہ افترا کرتا ہے، بہتان باندھتا ہے۔ گالیاں دیتا ہے۔ ایک نہ دو نہ تین۔ بلکہ بیسیوں تک نوبت پہنچاتا ہے اسکی نسبت خواہ مخواہ کہا جائے گا کہ یہ بے حیا ہے۔ جو شخص قرآن شریف کے لئے غیرت نہیں رکھتا۔ وہ کیا ہے۔ ہم غصہ کو اللہ تعالےٰ نے بے جا نہیں بنایا۔ بلکہ اس کا خراب استعمال بے جا ہے۔ کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کفر کی حالت میں تم بڑے غصہ والے تھے۔ اب غصہ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا غصہ تو اب بھی وہی ہے۔ مگر پہلے اس کا استعمال بے جا تھا۔ اب ٹھکانا پر لگ گیا ہے۔ یہ اعتراض تو صانع پر ہوتا ہے۔ کہ اس نے غصہ کی قوت کیوں بنائی۔ بات اصل میں یہ ہے۔ کہ کوئی بھی قوت بُری نہیں بلکہ اس کی بد استعمالی بُری ہے۔ قرآن شریف عین انجیل کی طرح یہ حکم نہیں دیتا کہ خواہ مخواہ مار کھاتے رہو، بلکہ ہماری شریعت کا یہ حکم ہے کہ موقع اور محل دیکھو، اگر نرمی کی ضرورت ہے تو خاک میں مل جاؤ، اگر سختی کی ضرورت ہے۔ تو سختی کرو۔ اور جہاں عفو سے صلاحیت پیدا ہوتی ہے وہاں عفو سے کام لو۔ نیک اور باحیا خدمتگار اگر قصور کرے تو بخش دو۔ مگر لوگ ایسے خیرہ طبع ہوتے ہیں کہ ایک دن بخشو تو دوسرے دن دگنا بگاڑ کرتے ہیں۔ وہاں سزا ضروری ہے۔ انجیل میں بھی عملی طور پر سختی دکھائی گئی ہے۔ جہاں حضرت مسیح نے اپنے مخالفین کو بے ایمان، اور سانپ اور سانپوں کے بچے کہا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بھی قرآن شریف میں جھوٹے پر لعنت کی ہے۔ اور بھی دیگر اس قسم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔" (منظور الٰہی (ملفوظات احمدیہ جلد دوم) صہ ۲۶۲)

دو کتابیں

اعجاز احمدی - راز حقیقت - ہمیں ایک خریدار کے لئے درکار ہیں، اگر کسی دوست کے پاس ہوں اور وہ دینا چاہیں تو پتہ ذیل پر بھجوا دیں قیمت مقررہ ادا کر دی جائے گی - پتہ:- منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہفت روزہ "پیغام صلح" لاہور مؤرخہ ۹ر مارچ ۱۹۵۵ء

حضرت مجدد وقت کا عظیم الشان کارنامہ

سابقہ شیوع میں "طلوع اسلام" کا جواب دیتے ہوئے ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت مجدد وقت نے وفاتِ مسیح پر زور دیا اور قرآن اور کتب تاریخ سے یہ ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے بچ کر آسمان پر نہیں گئے بلکہ صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد زندہ اتارے گئے اور فلسطین سے ہجرت کرکے بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں کشمیر چلے گئے جہاں بردِ حدیث ۱۲۰ سال کی عمر پاکر فوت ہوگئے۔ ان کی قبر آج تک محلہ خانیار میں موجود ہے، جس کو یوزآسف نبی کی قبر کہا جاتا ہے۔ یہ وہ کارنامہ ہے جو اسلام کی تاریخ میں رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔

آج کہا جاتا ہے کہ وفاتِ مسیح ایک معمولی مسئلہ ہے جس کو اسلام اور ایمانیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، لیکن اس وقت کے حالات کو دیکھئے جب اس "معمولی مسئلہ" کو نہ ماننے اور مسیح علیہ السلام کو دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ ماننے کی وجہ سے مسلمانوں کو دھڑا دھڑ عیسائی بنایا جا رہا تھا اور اسلام ایک ایسے نرغہ میں آچکا تھا جس سے باہر نکلنے کا کوئی رستہ مسلمانوں کے پاس نہ تھا۔ عیسائیت جس کی بنا ہی حیاتِ مسیح کے مسئلہ پر رکھی گئی ہے، مسلمانوں کو پکار رہی تھی کہ تم بھی ہمارے ہم عقیدہ ہو، جس پیغمبر کو تم مانتے ہو وہ تو زمین کے نیچے دفن ہے، اور ہمارا عیسیٰ مسیح تمہارے اپنے عقیدہ کے مطابق دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ موجود ہے، اور اتنے لمبے عرصہ سے کوئی تغیر اس کے جسم پر وارد نہیں ہوا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدائی صفات سے متصف ہے، اور تم یہ بھی مانتے ہو کہ وہ آخری زمانہ میں اصلاح عالم کے لئے دوبارہ دنیا میں آئے گا پھر بتاؤ وہ افضل ہے یا تمہارا پیغمبر جس کو یہ مرتبہ (معاذ اللہ) نصیب نہیں ہوا؟ اس کا کوئی جواب مسلمانوں کے پاس نہیں تھا، اور کئی سید، کئی مغل، اور پٹھان اور بعض بڑے بڑے مولوی بھی عیسائیت کے اس حملہ کی تاب نہ لاکر توحید سے نکل کر تثلیث کے حلقہ بگوش ہوگئے، معلوم نہیں یہ فتنہ کہاں تک طول پکڑتا کہ اسی وقت میں قادیان جیسی گمنام بستی سے ایک شخص اٹھا اور اس نے للکار کر دنیا کو متنبہ کیا کہ عیسیٰ مسیح کی حیات کا مسئلہ اسلام کا کوئی عقیدہ نہیں اور نہ قرآن سے ثابت ہے، بلکہ اس کے خلاف قرآن کی تیس آیات کھلے لفظوں میں اس کی موت کا اعلان کر رہی ہیں، اس نے خود اناجیل کے بیانات اور معتبر کتب تاریخ سے مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے وہاں سے زندہ اتارے جانے اور پھر کشمیر کی طرف ہجرت کرنے اور وہاں طبعی عمر پاکر وفات پاجانے کے ثبوت فراہم کئے اور اس بات کو بھی ثابت کیا کہ یوزآسف کی قبر فی الحقیقت مسیح ہی کی قبر ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا یہ اعلان اگرچہ اس وقت کے مولویوں کو اچنبھا معلوم ہوا لیکن عیسائیت کی عمارت کو اس سے ایسا زبردست نقصان پہنچا کہ وہ اس اعلانِ حق کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہ رہی، اور جہاں کہیں کوئی مسلمان کسی عیسائی مناظر کے سامنے وفاتِ مسیح کا ذکر کرتا وہ یہ کہتے ہوئے بھاگ جاتا کہ تم "مرزائی" ہو ہم تم سے بات نہیں کرتے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے وفاتِ مسیح کے اعلان سے درحقیقت عیسائیت کی نبض کو پہچان کر اس کی شہ رگ کو کاٹ ڈالا اور مسیح کی موت کا اعلان کرکے عیسائیت کی موت اور اسلام کی زندگی کا سامان بہم پہنچا دیا، یہی فی الحقیقت آپ کی مجددیت کا ثبوت ہے، ایک مجدد کا کام یہی ہے کہ زمانہ کے فتن کی تہ کو پہنچ کر اس کی اصل بناء کو معلوم کرے اور اس کو اکھیڑنے کا سامان بہم پہنچائے، حضرت مرزا صاحب نے عیسائیت کی اصل بناء پر تبر رکھ کر نہ صرف اس کی عمارت کو شدید نقصان پہنچایا بلکہ اسلام کو اس کے خطرناک حملہ سے بچا لیا اور اپنے اس عظیم الشان کارنامہ سے یہ ثابت کر دیا کہ وہی فی الحقیقت اس صدی کے مجدد اور اس زمانہ کے مسیح ہیں جو عیسائیت کی اصلاح اور اسلام کی حفاظت کے لئے مامور ہوئے ہیں۔

یہ امر کہ حیاتِ مسیح ہی فی الحقیقت وہ بنا ہے جس پر عیسائیت کی عمارت کھڑی ہے اور حضرت مرزا صاحب نے اس بناء کو اپنے خداداد علم سے معلوم کر لیا، اس کا اعتراف مسیحی اخبار "اپی فینی" نے اپنے ایک ادارتی مضمون میں کیا ہے جو اس نے حال ہی میں ایک نامہ نگار کے جواب میں لکھا ہے ملاحظہ ہو اس کے حسب ذیل الفاظ:-

"انیسویں صدی میں جب مسیحی مشنریوں کو پنجاب میں نہایت شاندار کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں، مسیحی مذہب کا ایک نہایت خطرناک دشمن مرزا غلام احمد کی شکل میں کھڑا ہوگیا، اس نے ایک عیسائی مشنری سے مسیح کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر لی تھیں اور اس ظاہری بناء کو معلوم کر لیا تھا، جس پر اس مذہب کی عمارت کھڑی کی گئی تھی، اس نے سمجھ لیا کہ اگر وہ اس بات کو ثابت کر سکے کہ مسیح فوت ہو چکا ہے اور دوبارہ زندہ نہیں ہوا تو مسیحیت کی تمام عمارت دھڑام سے زمین پر آگرے گی"

دیکھا آپ نے؟ یہ ہے حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کا ثبوت، جس کا اعتراف عیسائیوں کے اس اخبار نے کھلے الفاظ میں کیا ہے کہ انہوں نے عیسائیت کی اصل بناء کو پہچان لیا اور یہ سمجھ لیا کہ اس بناء کو اگر گرا دیا جائے تو عیسائیت کی تمام عمارت گر جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کے اس اعلان نے (کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور وہ اب دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے) مسیحی کیمپ میں ایک ایسی کھلبلی پیدا کر دی اور عیسائیت کی عمارت کو ایسی شدید ضرب پہنچائی کہ وہ دوبارہ پنجاب بلکہ تمام اسلامی دنیا میں سر اٹھانے کے قابل نہ رہی، افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس مجدد زمان کو نہ پہچانا اور اس کے احسان عظیم کا اعتراف کرنے کے بجائے اس کو کافر ٹھہرایا اور اس کے درپے آزار ہو گئے، لیکن وہ مانیں یا نہ مانیں حقائق کبھی زائل نہیں ہو سکتے، واقعات شاہد ہیں کہ مرزا نے مسیح کی وفات ثابت کرکے اسلام کی جو خدمت اس زمانہ میں سر انجام دی ہے اور اس طریق سے عیسائیت کو شکست دے کر اسلام کی زندگی اور مسلمانوں کی حفاظت کا جو سامان بہم پہنچایا ہے، وہ تاریخ اسلام کا ایک بے نظیر کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور آنے والی نسلیں محض اسی کارنامہ کی وجہ سے اس مجدد زمانہ پر درود اور سلام بھیجا کریں گی۔

چھ مارچ

۶ر مارچ کا دن تاریخ احمدیت میں وہ قابل یادگار دن ہے جب اسلام کا ایک بدترین دشمن جس نے دلائل و براہین کو چھوڑ کر حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا اپنا پیشہ ٹھہرا لیا تھا۔ حضرت مامور ربانی کی پرسوز دعاؤں اور خدا تعالے کی طرف سے پیش از وقت دی ہوئی خبر کے مطابق کسی نامعلوم شخصیت کے خنجر سے گھائل ہو کر فی النار والسقر ہوگیا،

لیکھرام جسکو آریہ سماجی ذہنیت کا نمائندہ کہنا چاہیئے اسلام کے خلاف جو گند ..... اچھالا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب و شتم کیا اور آپ کے خلاف گندے سے گندہ مواد فراہم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، اس سے مسلمانوں کے دل بری طرح مجروح ہوگئے ---) اگر دلائل و براہین اس کے پاس ہوتے تو شاید اس کے قتل کا واقعہ پیش نہ آتا، چنانچہ ایک مسیحی کی کتاب "امہات المومنین" کے خلاف جب مسلمانوں نے احتجاج کیا اور اس کو ضبط کرانا چاہا تو حضرت مسیح موعود نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ عیسائی مصنف کے اعتراضات صحیح ہیں۔ اور مسلمانوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اس لئے کتاب کو ضبط کرانے کے بجائے اس کا جواب دلائل سے دینا چاہیئے، لیکن لیکھرام کا معاملہ اس سے مختلف تھا، اس نے دلائل کے بجائے گندہ دہانی سے کام لیا اور حضرت مرزا صاحب سے اپنے حق میں بددعا کرنے اور اپنی قضا و قدر کی نسبت پیشگوئی شائع کرنیکی خود درخواست کی، جس کے جواب میں آپ نے اللہ تعالے سے علم پاکر یہ اعلان کیا کہ وہ چھ سال کے اندر اندر عید کے قریب ہلاک ہو جائیگا، آپ کو کشف میں ایک خونی فرشتہ بھی دکھایا گیا، جو آپ سے پوچھتا تھا کہ لیکھرام کہاں ہے چنانچہ اس پیشگوئی کے پانچویں سال عید کے دوسرے روز لاہور کے ایک بڑے آباد محلہ میں کسی نامعلوم غیبی ہاتھ نے جو یقیناً ایک فرشتہ ہی کا ہاتھ تھا اس کے پیٹ کو چاک کرکے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یہ وہ عظیم الشان نشان ہے جو نہ صرف حضرت مجدد وقت کی صداقت پر زندہ گواہ ہے بلکہ اسلام کی عظمت اور صداقت کا بھی ایک زندہ ثبوت ہے کہ اس کے کامل متبعین کی دعاؤں کو اللہ تعالے سنتا اور ان کی قبولیت سے مطلع کرتے ہوئے آنے والے واقعات کی پیش از وقت خبر دیتا ہے جو بروقت پوری ہوتی ہیں، پس یہ دوسرا نشان جو ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء کو دنیا نے دیکھا، اسلام اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا کھلا اور روشن نشان ہے جو اہل بصیرت کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بر چشم نشانیست کبیر

اخبار و آراء

حدیث من صلّی صلوٰتنا کی نئی توجیہ

وہابی اخبار "الاعتصام" نے حدیث من صلّی صلوٰتنا کی تشریح کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جماعت احمدیہ پر یہ حدیث صادق نہیں آتی اور اس حدیث کے رو سے ان کو مسلمان قرار دینا صحیح نہیں، اس کا بیان ہے کہ:-

۱- "اس حدیث میں مسلمان کی کوئی منطقی تعریف نہیں کی گئی نہ ہی کوئی کلیہ بیان کیا گیا ہے۔"

۲- "سیدھے سادھے الفاظ میں ان کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو ان اوصاف کا حامل ہونا چاہیئے۔"

۳- "یہودیوں یا مشرکین و منکرین میں سے بعض لوگ مسلمانوں کی سی مراعات حاصل کرنے کے لئے یا جزیہ کی ادائیگی سے بچنے کے لئے یا مسلمانوں کے اندرونی معاملات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے ازراہ نفاق مسلمانوں میں شامل ہو گئے تھے اور مذکورہ تین چیزوں پر عامل تھے تو مسلمان مجبور تھے کہ انکو مسلمان سمجھیں اور وہ مراعات دیں جو مسلمانوں کے لئے مختص ہیں، عبداللہ بن ابی کو ـــــ جس کے کفر کے بارہ میں خود قرآن ناطق ہے ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سمجھا کیونکہ وہ اسلام کے ظواہر پر عامل تھا۔"

۴- "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو متخالف و متضاد معاشرے تھے ایک مسلمانوں کا اور دوسرا یہودیوں اور مشرکین کا یہ لوگ نہ بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے نہ مسلمانوں کی طرح نماز ادا کرتے تھے اور نہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے تھے مگر مراعات وہی چاہتے تھے، جو مسلمانوں کے لئے مختص ہیں اس لئے انتظامی مصالح کی بنا پر ضروری تھا کہ ایسے چند علائم ذکر کئے جائیں جو مسلمانوں کو ان سے ممیز کرتے ہوں، اور جن سے ان دو معاشروں کے درمیان خطِ امتیاز کھنچتا ہو، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ صدر الفاظ ارشاد فرمائے۔"

۵- "آنحضرت کے سامنے کوئی ایسا معاشرہ موجود نہ تھا جس میں ایسے برائے نام مسلمان بھی داخل ہوں کہ جو مسلمات دین کا انکار کرتے ہوں اور نبوت و رسالت کا زرین تاج ایسے آدمی کے سر پر رکھتے ہوں جو قطعی جھوٹا ہو ـــــ اگر اس انداز کا معاشرہ آپ کے سامنے موجود ہوتا تو پھر آنحضرت ان الفاظ میں مسلمان کی تعریف ارشاد فرماتے تو یقیناً اس میں ہمارے مرزائی دوست شامل ہوتے۔"

ان پنجگانہ نکات پر غور کرتے ہوئے ہم حیران ہیں کہ ان کو کس عقل و فہم کا نتیجہ قرار دیں، ایک طرف کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں مسلمانوں کی منطقی تعریف نہیں کی گئی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "ہر مسلمان کو ان اوصاف کا حامل ہونا چاہیئے" دوسری طرف جو لوگ ان اوصاف کے حامل ہوں بلکہ ان سے بڑھ کر اسلام کی ہر ایک علامت ان میں پائی جائے ان کو مسلمان قرار دینے سے انکار ہے پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہودیوں یا مشرکین منکرین میں سے بعض لوگ ازراہ نفاق مذکورہ تین چیزوں پر عامل تھے اس لئے مسلمان مجبور تھے کہ انہیں مسلمان سمجھیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم نے عبداللہ بن ابی تک کو مسلمان سمجھا لیکن ہمارے وہابی معاصر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے بڑھ کر اختیار حاصل ہے کہ وہ ان لوگوں کو بھی جو سچے دل سے ان تین چیزوں پر عامل ہیں، دائرہ اسلام میں سمجھنے کے لئے تیار نہیں، اور پھر حیرت ہے کہ اس کے ساتھ ہی آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "یہود اور مشرکین" (جن کے متعلق پہلے کہہ چکے ہیں کہ وہ "ان تینوں چیزوں پر عامل تھے") "نہ بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے، نہ مسلمانوں کی طرح نماز ادا کرتے تھے اور نہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے تھے۔"

یہ متضاد بیانات مقالہ نگار کی اس دماغی الجھن کا پتہ دیتے ہیں، جو اس حدیث کی تحریفانہ تاویل میں اسے پیش آ رہی ہے، نہ صرف یہی بلکہ اس کے ساتھ ہی فرمایا گیا ہے کہ:-

"انتظامی مصالح کی بنا پر نہایت ضروری تھا کہ ایسے چند علائم ذکر کئے جائیں جو مسلمانوں کو ان (یہود و مشرکین) سے ممیز کرتے ہوں"

لیکن اگر فقرہ ۳ صحیح ہے جس میں بتایا گیا ہے یہود و مشرکین پہلے ہی ازراہ نفاق ان تین چیزوں پر عامل تھے، تو انہی تین چیزوں کو مسلمانوں کے علائم قرار دینا جن سے وہ دوسروں سے ممیز ہو سکیں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور اگر فقرہ ۴ کے مطابق یہود و مشرکین میں یہ علائم موجود نہ تھیں اور اسی لئے مسلمانوں کو ان علائم کے ذریعہ ان سے ممیز کیا گیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہی علائم آج احمدیوں کو کفار سے ممیز کر کے مسلمانوں میں شامل نہیں کر سکتیں؟

"مسلمات دین"

کہا گیا ہے کہ احمدی "مسلمات دین" کے انکاری ہیں "ضروریات دین کی محرفانہ تاویل" کرتے ہیں اور "نبوت و رسالت کا زرین تاج اس شخص کے سر پر رکھتے ہیں جو (معاذ اللہ) جھوٹا ہے"

بہتر ہوتا کہ "مسلمات دین" اور "ضروریات دین" کی تشریح بھی فرما دی جاتی تاکہ یہ معلوم ہو سکتا کہ مسلمانوں کا کون کونسا فرقہ ان "مسلمات دین" کا معتقد ہے اور کون کون ہمارے وہابی معاصر کی مزعومہ "ضروریات دین کی محرفانہ تاویل" نہیں کرتا، ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا حدیثوں کو ماننا "مسلمات دین" میں سے ہے یا نہیں اور جو لوگ حدیثوں کا انکار کریں وہ "مسلمات دین" کے منکر سمجھے جائیں گے یا نہیں، کیا رفع یدین، آمین بالجہر، فاتحہ خلف امام بھی "مسلمات دین" میں سے ہیں یا نہیں؟ پھر کیا قبروں سے مرادیں مانگنے والے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ کا ورد کرنے والے، رسول اللہ صلعم کو عالم الغیب سمجھنے والے "مسلمات دین" کے منکر نہ کہلائیں گے؟ پھر یہ بھی بتایا جائے کہ لا الٰہ الا اللہ علی وصی اللہ کا کلمہ پڑھنے والے، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کے منکر بلکہ انہیں گالیاں دینے والے کون کونسے "مسلمات دین" کے قائل ہیں، امید ہے کہ ہمارا قابل ان باتوں کی وضاحت کر کے یہ بتائے گا کہ مسلمانوں کا کون کونسا فرقہ مسلمات دین کا منکر نہیں، اور کون کون ان کی مزعومہ "ضروریات دین کی محرفانہ تاویل" نہیں کرتا، اس کے ساتھ ہی ان "مسلمات دین" کو بھی واضح کر دیجئے جن سے احمدی انکاری ہیں اور یہ بھی بتا دیجئے کہ کن کن "ضروریات دین" کی کیا کیا محرفانہ تاویل ہم کرتے ہیں۔

رہا "نبوت و رسالت کا زرین تاج" اس کو اس شخص نے تو اپنے سر پر نہیں رکھا جس کی صداقت روشن دلائل اور نشانات ارضی و سماوی سے ثابت ہو چکی ہے، وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا تاج اپنے سر پر رکھنے والے کو لعنتی قرار دیتا ہے، ہاں آپ ہی لوگ ہیں جو حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک ایسے شخص کو پھر دنیا میں لانا چاہتے ہیں جو پہلے سے نبوت و رسالت کا زرین تاج پہنے ہوئے ہے پس اگر ختم نبوت مسلمات دین میں سے ہے تو ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ عیسیٰ نبی اللہ کو پھر دنیا میں لانے والے کہاں تک اس اہم دینی مسئلہ کے قائل ہیں؟ کیا وہ اپنے اس عقیدہ سے ختم نبوت کی ضروریات دینیہ کی محرفانہ تاویل نہیں کرتے؟

ان سب باتوں کے باوجود من صلّی صلوٰتنا کا ارشاد نبوی اپنی جگہ پر بدستور قائم ہے۔ آپ اسے مسلمان کے اوصاف قرار دیں یا ایسے علائم جن سے مسلمان یہود و مشرکین وغیرہم سے ممیز ہو سکیں، یا اور جو معنی چاہے اس کی توجیہ و تاویل کریں، جماعت احمدیہ کو آپ کسی طرح ان علائم سے علیحدہ نہیں کر سکتے نہ کسی محرفانہ یا معنوی تاویل سے آپ انہیں فذالک المسلم کے مفہوم سے خارج کر سکتے ہیں، پس یاد رکھئے کہ دوسرے تمام مسلمانوں کی طرح ہم بھی الہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ کے وعدے میں شامل ہیں، فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ اس اللہ کی لی ہوئی ذمہ داری کی توہین نہ کیجئے اور جن لوگوں کو خدا و رسول نے مسلمان قرار دیا ہے انہیں کافر ٹھہرا کر خدا اور رسول کی نافرمانی سے باز آ جائیں۔

میاں محمود احمد صاحب

قادیانی جماعت کے خلیفہ میاں محمود احمد صاحب کے متعلق کئی دن سے خبریں آ رہی ہیں کہ بلڈ پریشر کی زیادتی کی وجہ سے ان پر فالج کا حملہ ہو گیا ہے، اس سے پہلے کئی دن پیٹ پر پھوڑا ہو جانے اور گردن کے زخم کی وجہ سے وہ تکلیف میں رہے اب فالج نے اور زیادہ تکلیف پیدا کر دی ہے گو پہلے سے آرام ہے اور لکھا ہے کہ:-

"حس اور طاقت میں قدرے افاقہ معلوم ہوتا ہے
مگر یہ ترقی بہت آہستہ آہستہ ہو رہی ہے"
(الفضل ۸ مارچ)

بہر حال میاں صاحب کی اس تکلیف میں ہمیں ان سے ہمدردی ہے، عقائد کا اختلاف کتنا بھی شدید ہو، عام انسانی ہمدردی اور مسیح موعود کی فرزندیت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

مسلمانوں کے اجتماع اور تنظیم کی بنیاد سورۂ جمعہ میں

اقوام عالم کے متقی انسان اور مسیح موعود کی قوم آخرین منہم میں داخل ہیں

جماعت احمدیہ کی خصوصیت

... الملک القدوس العزیز الحکیم ... الیٰ آخر السورۃ الجمعہ .

جمعہ کی فضیلت و اہمیت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے عدیل تنظیم قائم کی اور اس تنظیم کی اساس خدا کی عبادت قرار دی ہے۔ یہ سورہ جو میں نے تلاوت کی ہے اس سورۃ کا نام جمعہ ہے اللہ تعالےٰ نے جمعہ کی نماز اور جمعہ کے اجتماع کو اہمیت دینے کے لئے اس سورۃ کا نام جمعہ رکھا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن پر اللہ کا کلام اترا تھا وہ خدا کے کلام کا مطلب خوب سمجھتے تھے اور اس کی غرض و غایت سے بڑے واقف تھے، انہوں نے بھی جمعہ کی نماز اور اجتماع کو بڑی اہمیت بخشی ہے یہ جو احادیث ہم پڑھتے ہیں، ان میں بے شمار احادیث میں قرآن کریم کی آیات کی تفسیر ہوتی ہے، خدا تعالےٰ نے چونکہ جمعہ کے اجتماع کو اہمیت دی ہے حضور نبی کریم نے بھی اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے چنانچہ فرمایا خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ سورج کے چڑھنے سے دن پیدا ہوتے ہیں لیکن وہ دن بہترین ہے جب جمعہ کے دن سورج چڑھتا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس دن کو بہت اہمیت دیتے تھے اس وقت گھروں میں شہروں میں، محلوں میں نظر آتا تھا کہ یہ کوئی خاص دن ہے، اس دن لوگ غسل کرتے، صاف کپڑے پہنتے، خوشبو لگاتے اور جمعہ کی نماز سے پہلے پہلے مسجد میں آموجود ہوتے کو باعث اجر عظیم یقین کرتے تھے۔

متابعت قرآن کا ولولہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا اول المسلمین سب سے پہلے تو میں خدا کے احکام کی فرمانبرداری کرتا ہوں، وہ ولولہ جو حضرت نبی کریم صلعم کے دل میں تھا، وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں موجزن تھا، اور تمام جماعت کی جماعت احکام الٰہی کے متابعت میں لگی رہتی تھی۔ حضرت صلعم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انہ لذکر لک ولقومک اس قرآن پر عمل کرنا تیرے لئے بزرگی کا موجب ہے اور تیری قوم کے لئے بھی، حضرت کا ایمان تھا کہ ان تعلیمات پر عمل کرنا آپ کو اور ساری قوم کو معزز بنا دے گا۔

جمعہ میں تنظیم اور اجتماع کی بنیاد

جمعہ کی نماز میں تنظیم اور اجتماع کی بنیاد رکھی گئی ہے کیونکہ یہ قوم کے شرف کا موجب ہیں، اس کی عظمت کے پیش نظر فرمایا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ و ذروا البیع، جمعہ کے دن جب پکارا جائے کہ نماز کے لئے آؤ قرآن سننے کے لئے جمع ہو جاؤ تو تمہیں چاہیئے کہ تمام اشغال کی زنجیریں توڑ کر آ جاؤ اس وقت بیع و شرے، تجارت، دکانداری کی جو روکیں ہو سکتی ہیں، ان سب کو توڑ کر خطبہ سننے اور نماز پڑھنے کے لئے جمع ہو جاؤ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجتماع جو جمعہ کے دن مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے یہ ان کی قوت کو بڑھانے اور ان کے شرف کا باعث ہے۔ اجتماع اور تنظیم میں بڑی برکت ہے، جب مسلمان اکھٹے ہو کر خدا کا ذکر کرتے ہیں تو یہ ان کے دلوں میں اللہ تعالےٰ ایمان کو بڑھاتا اور قوت پیدا کرتا ہے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ان کی قوت ایمانی بڑھ جاتی ہے۔ اس اجتماع کی بنیاد عبادت الٰہی پر رکھی گئی ہے اور یہ مسلمانوں کی جماعت کی خصوصیت ہے، اس پر برکات سماویہ اترتی ہیں اسی وجہ سے جمعہ کی نماز کو اہمیت دی گئی ہے۔

جمعہ کی نماز رسم نہیں

اس سورت میں بتایا ہے کہ جمعہ کی نماز کوئی رسم نہیں بلکہ فرائض منصبی کا ایک حصہ ہے، اگر مسلمان حقیقی مسلمان نہ ہوں اور اگر ان کے معاملات، ان کے لین دین میں خدا نظر نہیں آتا، تو نرا رسمی طور پر نماز پڑھ لینے کا کوئی فائدہ نہیں، اسی لئے شروع میں فرمایا مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا تم سے پہلے ایک قوم تھی، اس کو ہم نے توریت کی تعلیم کا پابند کیا ثم لم یحملوھا انہوں نے رسمی طور پر تو اس کو مانا لیکن عملاً اس کی متابعت نہ کی، وہ گدھے کی طرح ہیں جس پر بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔ اس تاریخی واقعہ کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلا کر بتایا کہ جمعہ کی نماز کوئی رسمی چیز نہیں، بلکہ مسلمان کو اس کے فرائض یاد دلانے کے لئے ہے۔ یہودیوں کو تورات دی گئی لیکن، انہوں نے اس پر عمل درآمد چھوڑ دیا، وہ صرف الفاظ پرست اور ظاہری رسوم کے پابند ہو کر رہ گئے بئس مثل القوم الذین کذبوا بایٰت اللہ یہ بہت بری مثال ہے اس قوم کی جس کو خدا نے نوازا لیکن انہوں نے اس کے احکام کی پروا نہ کی، اگر کسی گدھے کے اوپر توریت، انجیل اور قرآن لاد دیا جائے تو بھلا اس گدھے کی اس سے شان بڑھ جاتی ہے؟ پس وہ قوم جو رسماً ایک چیز کو مانتی ہو، لیکن اس پر عملاً کاربند نہ ہو اس کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بوجھ لدا ہوا ہو،

امت محمدیہ کا تزکیہ

اور بالخصوص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم جس کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس کو رسول قرآن پڑھ کر سناتا ہے، یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم اور ان کا تزکیہ بھی کرتا ہے، جس قدر بد عادات ان میں تھیں شراب نوشی، حسد، بغض، زناکاری، قمار بازی لڑائی جھگڑے، بت پرستی، توہم پرستی وغیرہ، ان سب چیزوں سے انہیں چھڑا دیا، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رسم کے طور پر قرآن نہیں پڑھایا بلکہ لوگوں کو فی الواقع پاک کر دیا، اس پاک قوم کے مقابلہ میں فرمایا مثل الذین حملوا التورات ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا یہودیوں نے اپنی کتاب سے فائدہ نہ اٹھایا تو ان کی مثال گدھے سے دی گئی۔

آیات الٰہی کی تکذیب

پھر فرمایا بئس مثل القوم الذین کذبوا بایات اللہ یہاں کذبوا کا لفظ قابل غور ہے، خدا کے کلام کی تکذیب دو طرح پر ہوتی ہے۔ ایک تو وہ قوم ہے جو اس کا انکار کر دیتی ہے اور دوسری وہ قوم ہے، جو کتاب اللہ کو مانتی ہے، لیکن اس کو اپنے عمل سے جھٹلاتی ہے، اس لئے کذبوا بایات اللہ کے الفاظ کو مدنظر رکھ کر مسلمان کو احکام الٰہی کی تعمیل کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہیئے ورنہ وہ عملاً تکذیب کرنیوالوں میں شمار کئے جائیں گے مسلمان کو ڈرنا چاہیئے کہ نماز پڑھتے ہیں قرآن پڑھتے ہیں، ہر تراویح میں قرآن دوہرایا جاتا ہے اس کو بھی سنتے ہیں لیکن عمل اس پر نہیں، ان کا لین دین اور معاملات اس کے مطابق نہیں نہایت ہی بدنصیب ہے وہ قوم جس کے پاس ایسی عظیم الشان کتاب، ایسا عظیم الشان پیغمبر آیا اور اس نے اس کی تعلیم سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا واللہ لا یھدی القوم الظالمین، یہ ظالم قوم ہے خدا اس کو کبھی کامیاب نہیں کرے گا، معلوم ہوا کہ جمعہ کا اجتماع جہاں مسلمان کے دل کو منور کرنے کے لئے ہوتا ہے وہاں ان کے اندر احکام الٰہی کی پابندی کا احساس پیدا کرنے کے لئے ہے، اللہ تعالےٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنی پاک کتاب سے ہماری رہبری کی، اپنا پاک پیغمبر ہم میں بھیجا، جس کے نمونہ سے ہم ہدایت پا سکتے ہیں، لیکن افسوس ہوگا اگر ہم اپنے

عمل سے یہ بتا دکھائیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور اس کے رسول کی سنت پر کاربند ہیں۔

تمام اشتغال کو چھوڑ کر جمعہ کے لئے سعی کی جائے

یہاں دو تین باتیں اور بھی قابل غور ہیں، اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ یعنی جب تم کو اجتماع کی نماز کے لئے بلایا جائے تو جو مشکلات نماز جمعہ میں حائل ہوں ان کا مقابلہ کر کے اور ان پر قابو پانے کے لئے زور لگا کر خطبہ اور نماز کے لئے موجود ہونا چاہیئے، ساتھ ہی فرمایا وذروا البیع جمعہ کے اجتماع میں آنے سے جو چیزیں روکتی ہیں، ان میں سے چوٹی کی چیز کا ذکر کر دیا، چوٹی کا شغل جو انسان کو بہت محبوب ہے، تجارت ہی ہے، اسی کا یہاں ذکر کیا ہے، کہ اس وقت اس محبوب ترین چیز کو چھوڑ کر نماز کے لئے چلے آؤ، اس کے لئے سعی کر کے آؤ، اور اپنے عمل سے دکھاؤ، کہ خدا کے حکم کو اپنے تمام دوسرے مفاد پر ترجیح دیتے ہو، ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون نماز کے لئے آنا یہ تو تمہاری ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے تا کہ سیکھو کہ جب خدا کا حکم آجائے تو سب دوسری چیزوں حتیٰ کہ اپنی محبوب ترین چیز کو بھی چھوڑ کر تم اس حکم کی تعمیل کے لئے اُٹھ دوڑتے ہو، ہاں فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض۔ ہم اجازت دیتے ہیں کہ جب نماز ختم ہو جائے تو پھر واپس چلے جاؤ وابتغوا من فضل اللہ اور اللہ کا فضل تلاش کرو یعنی معیشت کے سامان کماؤ۔

نماز جمعہ کا وقت

نماز کو دوپہر کے وقت رکھنا بڑی حکمت پر مبنی ہے، دوپہر تک انسان اپنے کاروبار کے بڑے حصے سے فارغ ہو جاتا اور کھانے پینے اور آرام کے لئے کام کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس وقت نماز جمعہ رکھدی گئی ہے،

دست در کار دل با یار

پھر فرمایا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون، واپس جاؤ تو جہاں تجارت میں یا اور کسی کام میں مشغول ہو وہاں دل خدا کے ساتھ ہو، خدا کی یاد اپنے اشغال کے اندر بھی نہ بھولے، دوسری جگہ فرمایا رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ہم تمہیں ایسی قوم بنانا چاہتے ہیں جو رجال ہوں، رجل کہتے ہیں بڑے مرد آدمی کو جو مردانہ عزم کے ساتھ کام کرے، تو فرمایا اگر ایک طرف خدا اور ایک طرف دنیا ہو تو مسلمان وہ صاحب عزم لوگ ہیں کہ وہ خدا کو چھوڑ کر دنیا کی طرف نہیں جھکتے، خدا کے مقابلہ میں انہیں دنیا محبوب نہیں ہوتی، بلکہ ان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بڑے بڑے دنیوی اشغال کے اندر بھی خدا کو نہیں بھولتے اور کسی حالت میں بھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے، ان کی تجارتیں ان کو خدا کے ذکر سے نہیں روک سکتیں، اسی لئے فرمایا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ خدا کو نہ بھلاؤ، اگر خدا کو یاد رکھو گے تو حرام خوری سے بچو گے اور پاک کمائی حاصل کرو گے، اور اموال تجارت تم پر غفلت مسلط نہ کر سکیں گے،

آخرین منھم کی تفسیر

اس کے علاوہ اس سورۃ میں ایک اور سبق بھی ہے فرمایا ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم ہم نے ان عربوں میں سے رسول ان کے لئے بھیجا یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ یہ رسول انہیں اللہ کی آیات سناتا اور انہیں پاک کرتا اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ لیکن اس کی یہ تعلیم صرف عربوں تک محدود نہیں۔ فرمایا وآخرین منھم لما یلحقوا بھم عربوں کے علاوہ اور بھی قومیں ہیں، جن کے لئے وہ رسول ہو کر آئے ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ان اللہ زوٰی لی الارض فاریت مشارقھا ومغاربھا وسیبلغ امتی ھٰذہ ما زوی لی من الارض اللہ نے مجھے روئے زمین کا نقشہ دکھایا، اور میں نے اس کے مشرق بھی دیکھے اور مغرب بھی، اور میری امت کے لوگ ان سب مقامات تک پہنچ جائیں گے، حضرت ابن عباس نے بھی آخرین منھم کی یہی تفسیر کی ہے کہ عربوں کے علاوہ جس قدر دوسری قومیں ہیں، ان کے استاد بھی محمد رسول اللہ صلعم ہی ہیں یہاں پر لفظ آخَرین ہے جو خا کی زبر سے ہے جس کے معنے عربوں کے علاوہ دوسری قومیں ہیں، یہ لفظ خا کی زیر سے نہیں ہے جس کے معنے آخری ہوتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے مفہوم میں فرق ہے، تو بتایا کہ عربوں کے علاوہ دوسری قومیں بھی منھم میں شامل ہیں ان کو بھی امیوں میں شامل کر دیا اگر عرب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کرتے ہیں تو دوسری قومیں بھی آپ ہی سے تعلیم حاصل کریں گی اور آپ ہی کی صحبت یافتہ قوم میں شمار ہونگی جیسا کہ آخرین منھم میں منھم کا لفظ ظاہر کرتا ہے۔

نبی کریم صلعم کے قریبی کون ہیں؟

حدیث میں آتا ہے ان اولی الناس بی المتقون من کانوا حیث کانوا عرف متقی لوگ ہی میرے قریبی ہیں جو کوئی بھی ہوں یعنی کسی قوم کے ہوں اور جہاں کہیں بھی ہوں یعنی کسی وطن میں ہوں، یہ اعلان کس قدر خوشگوار ہے کہ مدینہ گئے بغیر ہر انسان جو افریقہ میں رہتا ہے یا مصر اور یورپ میں، امریکہ میں ہو یا چین اور جاپان یا کسی اور ملک میں رہتا ہو، جو ان میں سے متقی ہیں، وہ سب میرے قریبی ہیں، قرآن نے ان کے لئے منھم کا لفظ رکھا ہے یعنی وہ محمد رسول اللہ صلعم ہی کی قوم اور آپ کے صحابی ہونگے۔

مسیح موعودؑ کی قوم آخرین منھم میں

تفسیروں میں یہ بھی ہے کہ صحابہ نے اس آیت کے نزول کے وقت پوچھا من ھم یا رسول اللہ، یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کو آخرین منھم کہا گیا ہے تو آپ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء الفارس اگر ایمان ثریا پر بھی پہنچ جائے گا تو ان فارسی النسل لوگوں میں سے ایک مرد باخدا اسے اتار لائے گا۔

حضرت مرزا صاحب بڑے باخدا اور پاک نفس انسان تھے، ان کا اپنا نفس ان کے سامنے نہ تھا، اس آیت کے معنے کرتے وقت انہوں نے کمال بے نفسی کا ثبوت دیا ہے فرماتے ہیں کہ میری قوم کا ذکر تو اس میں ہے، لیکن میرا ذکر کوئی نہیں، اس لئے میں کالمعدوم ہوں، اور محمد رسول اللہ صلعم ہی کی تعلیم ہے جو ان کو ملے گی۔

جماعت احمدیہ کی خصوصیات

ان لوگوں نے جنہیں حضرت صاحب کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، جو نقشہ قادیان میں دیکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شک وہ شخص محمد رسول اللہ صلعم کے قدم بقدم چلتا تھا اور اس کے دل کا آئینہ آنحضرت صلعم کے پاک انوار سے روشن تھا، اسی طرح وہ لوگ جو آپ کی صحبت میں بیٹھے، ان کو بھی ان انوار سے حصہ ملا، قرآن اور حدیث کی تعلیمات ان کے انفاس طیبہ پر وارد ہو گئیں، ان کو دیکھ کر ان کی زندگیوں کا ملاحظہ کر کے پنجاب کے لوگوں نے اعتراف کیا کہ ہزار انہیں کافر کہو پر جو نمازیں وہ پڑھتے ہیں وہ بہت اعلیٰ درجہ کی ہیں، قرآن کو وہ خوب سمجھتے اور اس پر عمل کرتے ہیں، لین دین میں، عدالتوں اور کچہریوں میں، وہ راستباز نظر آتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کی ممتاز ہستیاں

ان میں ایسی ممتاز ہستیاں ہو گزری ہیں جن کی مثال دنیا میں کم ملتی ہے جیسے حضرت مولانا نور الدین صاحب حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب، حضرت مولانا عبد الکریم صاحب، اسی طرح لاہور میں سید محمد حسین شاہ صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب بہت بزرگ انسان تھے، جن کی بے مثال نیکی کا اثر اہل لاہور پر تھا۔ ان میں حضرت کمال الدین صاحب بھی تھے انہوں نے وہ عظیم الشان کام کیا، جس کی نظیر اس زمانہ میں نہیں ملتی، ان کی قربانی اور ان کے مشن کی وجہ سے اس قوم کی عزت بڑھ گئی، مشرق و مغرب میں اس کا نام عزت سے لیا جاتا ہے، اسی طرح حضرت مولانا محمد علی صاحب کی خدمات اس قدر ٹھوس ہیں، کہ ان کی تصنیفات بے نظیر ہونے کے باعث شہرۂ آفاق ہیں۔ اور ان کا نام تمام ممالک اسلامیہ میں نہایت عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے ان کی مثال ملنی مشکل ہے، پھر صوبہ سرحد میں حضرت مولانا غلام حسن خاں صاحب بہت بڑے بزرگ انسان تھے، ان کے تقوے، نیکی، راستبازی اور معاملہ فہمی کا تمام صوبہ سرحد میں شہرہ تھا اور بہت سے لوگوں نے آپ سے ہدایت حاصل کی،

جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں

تو جہاں حضرت مرزا صاحب نے یہ فرمایا کہ آخرین منھم میں میرا ذکر نہیں میری قوم کا ذکر ہے، وہاں آپ کے اس ارشاد سے ان لوگوں کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئیں، اگر اس قوم کے اخلاق اور اعمال کے اندر قرآن نہیں آیا تو وہ آخرین منھم میں شامل نہیں ہو سکتے قرآن تو فرماتا ہے مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا، توریت کے حاملین بھی اگر اس پر عمل نہیں کرتے تو ان کی مثال بوجھ لدے ہوئے گدھوں کی سی ہے، حضرت مرزا صاحب کو مجدد اور مسیح موعود مان کر آپ نے اقرار کر لیا کہ قرآن اور سنت کی پابندی اختیار کریں گے اور ہم اسلام کو دنیا میں پھیلائیں گے۔ اب قرآن اور اسلام کو پھیلانا آپ کا فرض ہے اور دوسروں تک پہنچانے سے پہلے خود اس پر عامل ہونا ضروری ہے اس ذمہ داری کو جب تک پورا نہ کیا جائے کس طرح آخرین منھم کے خطاب کے آپ مستحق ہو سکتے ہیں؟ تو یہ سورۃ بہت بڑے سبق اپنے اندر رکھتی ہے اسکی طرف ہم سب کی توجہ ضرور ہے اس پر عمل کرنے سے بیشمار فوائد و منافع حاصل ہوتے ہیں اس سے تنظیم و اجتماع کی برکات سے متمتع ہونے کا موقع ملتا ہے اور حقیقت شناسی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش!

عبد الرؤف لودھی۔ راولپنڈی

بیجا نہ ہوگا اگر تمہیدی طور پر کچھ عرض کر دوں کہ یہ موضوع کچھ ایسی نوعیت کا ہے کہ بہتوں کے دلوں میں لامحالہ ایک خلجان سا پیدا ہو جائے گا۔ مخالف رائے رکھنے والوں کی تعداد کثرت میں ہی ملے گی۔ جن میں سے بعض احمدی احباب کا بھی امکان ہے۔ لیکن ایک اختلافی مسئلہ کو بھی اگر علمی رنگ میں پیش کیا جائے تو اختلاف رائے کے باوجود اس کو سننا اور اس کے دلائل پر غور کرنا ایک حق پسند آدمی کا شیوہ ہونا چاہیئے۔ مجھے اس بات کا کھلے بندوں اعتراف ہے کہ اس موضوع کے تحت آپ کو جتنا کچھ بھی ملے گا اس کا بیشتر حصہ سلسلہ احمدیہ کے امیر مرحوم مغفور حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر "بیان القرآن" سے ہی پیش کیا گیا ہے۔ یہاں یہ جتا دینا بھی بے موقع نہ ہوگا کہ پرویز جیسے لوگوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو عقائد سرقہ کر کے اپنے "طلوع اسلام" کی زینت بنائے ہیں وہ سب حضرت مولانا مرحوم و مغفور کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ کمال دیدہ دلیری کے ساتھ حضرت مولانا مرحوم و مغفور کی تفسیر کو "پھسپھسی" قرار دے رہے ہیں۔ حیرت ہے کہ ایسا سفید جھوٹ بول کر وہ اپنی جبین سے پسینہ بھی نہیں پونچھتے۔

حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے یا با باپ فی الحقیقت یہ مسئلہ کوئی ایسی بنیادی اہمیت نہیں رکھتا کہ مسلمانوں کے ایمان یا عقیدہ میں داخل ہو۔ اور اس کے بغیر کسی کا ایمان نامکمل ہو لیکن غور طلب تو یہ بات ہے کہ اگر فی الواقعہ حضرت عیسیٰ ع کے با باپ پیدا ہونے کے کھلے کھلے ثبوت موجود ہوں تو عیسائیت کی بیخ ہی اکھڑ کر رہ جاتی ہے۔ کیونکہ اسی عقیدہ کے پیش نظر مسیحی حضرات ہمارے اچھے سے اچھے اور جغادری ملاؤں کا قافیہ تنگ کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے تھے تو ان کے خدا کا بیٹا ہونے پر کوئی شک و شبہ کیوں ہو سکتا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے مواقع دیکھے ہیں کہ ہمارا وہ پیر برادری بلا اس سوال پر اکثر بغلیں جھانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یا تو لیت و لعل کر کے اپنا پیچھا چھڑاتا ہے یا پھر کوئی بندۂ خدا احمدی اس کے لئے باعث رحمت ثابت ہوتا ہے یہ کتنے قلق کی بات ہے کہ جبکہ اللہ تعالےٰ نے پیدائش انسان کے لئے ٹھوس اور محکم احکام دیئے ہوئے ہوں اور پھر محض اپنی پیچ رکھنے کی خاطر ہم ایسے کھوکھلے عقائد کا سہارا لیں کہ بغیر بھاگے کچھ بن ہی نہ پڑے۔ ذرا سوچئے تو ــــ! اگر قرآن حکیم میں دیئے ہوئے قوانین اور ارشادات الٰہیہ کے مطابق حضرت عیسیٰ با باپ ثابت ہو رہے ہوں تو پھر یہ راہ کتنی صاف اور سیدھی ہو جاتی ہے کہ نہ تو حضرت مریم روح القدس سے حاملہ ہوئیں نہ عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی الوہیت باقی رہی اور نہ کفارہ ہی درست رہ سکا۔ سچ جانئے کہ حضرت عیسیٰ کا با باپ پیدا ہونا ــــ یقیناً عیسائیت کے بنیادی عقائد کے لئے ایک مرگ ناگہانی ہے۔ مگر ــــ اسلام کا اس سے کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ بلکہ ایک ایسی گتھی سلجھ جاتی ہے جو خواہ مخواہ ہمارے ملاؤں نے الجھا رکھی ہے۔

قانون پیدائش

سورۃ السجدہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ۝ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ۝

پھر اس کی نسل ایک خلاصہ سے ٹھہرائی (جو) کمزور پانی میں (آجاتا ہے) پھر اسے ٹھیک بنایا اور اپنی روح سے اس میں پھونکا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (صد افسوس) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو (بلکہ تم ایسے انسانوں کو خدا تک بنا دیتے ہو)

یاد رہے کہ اس قانون کے تحت ہر انسان کی پیدائش وقوع پذیر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں اپنی روح پھونکتا ہے۔ خواہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا کوئی اور! یہاں مسیحی حضرات قرآن آیات کو اپنے لئے حجت نہ سمجھیں گے۔ مگر کمال حیرت ہے کہ کھایا ہوا مسلمان بھی یہ کہکر حقیقت سے گریز کی کوشش کرتا ہے کہ اجی یہ تو سب یہودیوں کو منوانے کے لئے کرامت تھی معجزہ تھا۔ استغفراللہ یہ نہیں سوچتے کہ معجزہ کے لئے لازم ہوتا ہے کہ کوئی اس کا شاہد ہو مگر اس کی شہادت کون دے سکتا ہے؟ عیسائی حضرات بھی آج تک پیش نہ کر سکے!

قرآن کریم نے اسی قانون الٰہی کو ایک اور پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ سورہ الدہر میں ہے:-

"إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ

ہم انسان کو مرد و عورت کے ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کرتے ہیں"

اس بارے میں حضرت امیر مرحوم و مغفور بیان القرآن میں فرماتے ہیں:-

"جب تک اللہ تعالےٰ بالتصریح یہ نہ فرما دے کہ عیسیٰ کو ہم نے اپنے اس قانون کے خلاف یا الگ رنگ میں پیدا کیا تھا اس وقت تک یہی ماننا ہوگا کہ وہ اسباب جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کئے وہ اس رنگ کے تھے یہاں اللہ تعالےٰ کی قدرت پر کوئی سوال نہیں کہ اس کو ایسا کرنے کی کوئی قدرت ہے یا نہیں۔ اس کو بغیر باپ چھوڑ کر ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا کرنے کی قدرت ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ کیا قرآن شریف سے یا حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا؟ اور جب وہ خود ایک قانون بناتا ہے تو جب تک خود ہی نہ فرمائے کہ فلاں معاملہ میں اس نے اس قانون کے خلاف قدرت کا نمونہ دکھایا اس وقت تک خود بخود ہمارا کسی امر کو اس قانون کے خلاف سمجھ لینا جائز نہیں پس اگر کوئی شخص قرآن حکیم کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ تو وہ ایسا مانے۔ میرے نزدیک یہ نتیجہ الفاظ قرآنی سے نہیں نکلتا ــــ"

اناجیل کیا کہتی ہیں!

آگے چل کر امیر مرحوم نے اناجیل کی تاریخی شہادتیں پیش کر کے لکھا ہے کہ:-

"اب اناجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مریم کے ساتھ یوسف کا تعلق زوجیت تھا۔ اور اسی تعلق سے آپ کے ہاں بہت سی اولاد بھی ہوئی۔ ذیل کی عبارتیں قابل غور ہیں:-

"پس یوسف اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا اور اس کو نہ جانا جب تک وہ بیٹا نہ جنی"

(متی ۱: ۲۴، ۲۵)

"جب وہ بھیڑ سے کہہ رہا تھا تو دیکھو اس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے باتیں کرنی چاہتے تھے کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے باتیں کرنی چاہتے ہیں۔"

(متی ۱۲: ۴۶، ۴۷)

"کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ اور کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟"

(متی ۱۳: ۵۵)

بعض مفسرین نے اسکو یوں ٹالنا چاہا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ یوسف کی پہلی بیوی کی اولاد تھی اور حضرت مریم ان کی دوسری بیوی تھیں، مگر ایک طرف تعلق زوجیت کا حضرت مریم اور یوسف میں موجود ہونا خود اناجیل سے ظاہر ہے، دوسری طرف ماں کے ساتھ بھائیوں کا آنا صاف بتاتا ہے کہ یہ اسی ماں کی اولاد تھے۔ سوتیلے بھائی ہوتے تو مریم سے ان کا کیا تعلق تھا۔ تیسرے کہیں بھی سوتیلے بھائی کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ــــ الخ"

اس سے ظاہر ہے کہ مسیحی حضرات کے لئے تو یہ مسئلہ نہایت ہی سادہ الفاظ میں وضاحت پا چکا ہے۔ اور راہ فرار نظر نہیں آتی۔

عصمت کا احصان

البتہ مسلمان دوستوں کو یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ "والتی احصنت فرجہا" والی آیت کے پیش نظر عصمت کا ... پھر کیوں اور کیسا ہے؟ تو اس کی وضاحت بھی حدیث شریف میں بہت کھلے الفاظ (کتاب النکاح) میں ہے:-

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج لانہ اغض للبصر و احصن للفرج وھل یتزوج من لا ارب لہ فی النکاح

جو تم میں نکاح کر سکتا ہے اسے نکاح کرنا چاہیئے کیونکہ وہ نظروں کو جھکا رکھتا ہے اور عصمتوں کے لئے (احصان) یعنی حفاظت کا کام دیتا ہے۔ اور کیا ایسا شخص نکاح کرے جسے نکاح کی حاجت نہیں"؟

لیجئے! اس سے زیادہ وضاحت کیا چاہیئے۔ اب تو یہ ثابت ہے

عصمت کی حفاظت سے ماسوائے نکاح کے اور کچھ بھی مراد نہیں اب جبکہ قرآن حکیم کی رُو سے حضرت مریم نے اپنی عصمت کا "احصان" کیا تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ انہوں نے نکاح کیا اور اپنی عصمت کو بہترین و اعلیٰ طریق سے محفوظ رکھا۔

نفخ رُوح

رہا یہ سوال کہ "فنفخنا فیھا من روحنا یعنی ہم نے اپنی رُوح اس میں پھونکی" کا کیا مطلب ہے تو میں شروع ہی سے آیت قرآنی پیش کر چکا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کی پیدائش کے وقت اللہ تعالےٰ اس میں اپنی رُوح پھونکتا ہے۔ تو پھر حضرت عیسیٰ کے بن باپ ہونے کا یہ کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔

ابنِ مریم کیوں؟

البتہ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں "عیسیٰ ابن مریم" کہکر کیوں پکارا ہے؟ اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے کہ دراصل عیسائی دوستوں کے اس لایعنی گھمنڈ کو ہمیشہ دنیا تک کے لئے توڑ کر رکھدیا جائے کہ جسے وہ باپ بیٹا روح القدس کی مثلث طاقت خیال کرتے ہیں اسے تو ایک عورت نے ہی جنا۔ اور عورت کی قدر و قیمت بھی انہی کی زبانی سنئے (ایوب ۲۵۔۴) میں لکھا ہے:۔

"اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیونکر پاک ٹھہرے"

اس پر طرہ یہ کہ ان کے خیال کے مطابق گناہ کی بنیاد عورت ہی سے پڑی کیونکہ حوا نے ہی آدم کو ممنوعہ پھل کھانے کے لئے ورغلایا تھا۔ القصہ مختصر ابن مریم کہنے سے اصل غرض تو یہی ہے کہ دیکھو! جب مسیح ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا تو تم کس طرح اس کو دوسرے انبیاء سے ممیز کرتے ہو بلکہ ظلم یہ ہے کہ اسے خدا کا بیٹا جاننے لگے ہو۔ علاوہ ازیں ماں کے نام سے کسی کا مشہور ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے فی الحقیقت حضرت مریم اپنی پاکیزگی اور شہرت کے لحاظ سے بہت بلند حیثیت رکھتی تھیں اور حضرت عیسیٰ کے والد یوسف نجار کی حیثیت اتنی بلند نہ تھی۔

ویسے مثال کے طور پر جناب سرورِ کائنات کے معاملہ کو لیجئے۔ عبداللہ کا لال کوئی بھی نہیں کہتا۔ البتہ آمنہ کا لال سبھی کہتے ہیں۔ اور پھر حضرت فاطمۃ الزہرا کی فضیلت کے باعث بنی فاطمہ کی ہی تشہیر ہوگئی۔ دُور کیوں جایئے آج بھی آپ کو ایسی زندہ مثالیں ملیں گی سینکڑوں نہیں ہزاروں کہ بعض لوگ اپنی ماں کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

حضرت زکریا کی دعا اور مریم

سورہ مریم کو شروع سے لے کر دوسرے رکوع کے الفاظ" اذا قضی امراً فانما یقول لہ کن فیکون" تک تلاوت کر کے اگر غور سے دیکھیں جائے تو سعید روحیں یقیناً جان لیں گی کہ حضرت زکریا کو اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کے باعث آرزو ہوئی کہ ان کا بھی کوئی ایسا وارث ہو جو آل یعقوب کا بھی ورثہ لے تو اللہ تعالےٰ نے انہیں یحییٰ کی خوشخبری دی۔ اس پر انہیں بھی حضرت مریم کی طرح حیرت ہوئی کہ بیوی کے بانجھ پن اور اپنے بڑھاپے کی حالت میں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا تو جواب ملا "کذٰلک" یعنی ایسا ہی ہوگا۔ اور پھر اللہ تعالےٰ نے کیا خوب وضاحت بھی فرما دی تھی کہ "ھو علی ھین و قد خلقتک من قبل ولم تک شیئاً" (ترجمہ: یہ مجھ پر آسان ہے اور پہلے میں نے تجھے

(بھی تو ایسے ہی) پیدا کیا اور تو (بھی تو) کچھ چیز نہ تھا" یہ دراصل "کذٰلک" کی وضاحت ہے۔ بہرکیف حضرت یحییٰ پیدا ہوئے اس کے ساتھ ہی حضرت مریم کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی جب وہ اپنے لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک شرقی مکان میں چلی گئیں تو وہاں صحیح سالم انسان کی شکل میں حضرت جبریل نے ایک پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دی۔ (یہاں لفظ پاکیزہ سے بھی بن باپ کی پیدائش تصور کی جائے تو بڑی لایعنی سی بات ہو گی کیونکہ ہزاروں نہیں لاکھوں انبیاء ماں باپ ہوتے ہوئے پاکیزہ تھے) بہرکیف ہوبہو حضرت مریم کو حضرت زکریا کی طرح حیرت ہوئی کہ "مجھے کسی انسان نے چھوا نہیں تو ایسا کیونکر ہوگا؟" تو وہاں بھی تقریباً ایسا ہی جواب ملا۔ "کذٰلک" یعنی ایسا ہی ہوگا یعنے تجھے تیرا خاوند چھوئے گا تو لڑکا بھی ہو ہی جائے گا۔ سورۃ آل عمران میں "ولم یمسسنی بشر" سے کیا یہی نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے؟ نہیں! یہاں تو گذشتہ کا ذکر ہے آیندہ چھونے کا کوئی ذکر نہیں۔

لم یمسسنی کیوں کہا؟

البتہ اس سوال کا بھی امکان ہے کہ حضرت مریم کو ایسا کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ بات دراصل یہ ہے کہ حضرت مریم ہیکل میں رہتی تھیں اور انہیں اس کا خواب و خیال بھی نہ تھا کہ وہ کسی کے ساتھ منکوحہ ہو جائیں گی۔ کیونکہ ہیکل کی نذر کی ہوئی عورتیں نکاح نہیں کر سکتی تھیں تو حضرت جبریل کی خوشخبری پر حضرت مریم کا حیران ہو جانا ایک فطری امر تھا کہ مس بشر تو ناممکن ہے۔ مگر ہیکل کی اس رسم کو اللہ تعالےٰ نے اپنے احکام سے توڑ کر رکھ دیا۔ اس موقع کے لئے موجودہ اور تحریف شدہ انجیل بھی گواہ ہے کہ اس وقت آپ کی منگنی یوسف نجار سے ہو چکی تھی۔ لوقا کے باب ۱ میں آیات ۲۶ سے لے کر ۳۸ تک خوب بتاتی ہیں کہ یوسف نجار ہی ان کے ہونے والے خاوند تھے۔ تو اس روشنی میں بھی "ھو علی ھین" کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ کہ اس روک کا دور ہو جانا محال نہیں۔

حمل اور دردِ زہ

محض یہیں تک محدود نہیں ساتھ ہی اللہ تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ پھر مریم نے اسے حمل میں لیا اور اس کے ساتھ الگ ہو کر دور جگہ چلی گئی۔ پھر دردِ زہ کے عین موقعہ پر خداوند یسوع مسیح" کی والدہ نے کھجور کے تنے کا سہارا لیا۔ درد و کرب کے عالم میں یہاں تک کہنے لگیں "یا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیاً منسیاً" یعنی اے کاش میں اس سے پہلے (ہی) مرجاتی اور بھولی بسری ہوتی!" غور فرمایئے دردِ زہ کا ذکر کر کے اللہ تعالےٰ نے یہ بھی جتا دیا کہ دنیا کی کوئی اتم سے اتم عورت بھی ایسے نازک مرحلے سے نہیں بچتی اور خاص طور پر پہلوٹھی کا بچہ جنتے وقت ایسی کیفیت کا پیدا ہو جانا نہایت ہی فطری چیز ہے۔ اس میں حضرت مریم کی شان میں ہرگز کسی قسم کی سبکی نہیں کیونکہ نہ تو وہ خود خدا تھیں اور نہ ہی وہ کسی "خدا" کی ماں۔

حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور بے بسی کا عالم

اس کے علاوہ لوقا کے باب ۲ میں آیات ۶، ۷ اور ۸ بھی صاف بیان ہے کہ اس پاکیزہ عورت نے پہلوٹھا بیٹا جنا اور اسکو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا کیونکہ ان (ماں بیٹا) کے لئے سرائے میں جگہ نہ تھی۔ اس بے بسی کا عالم ملاحظہ ہو! مگر ہمارے کرم گستر اہل عیسائیت اس پر دھیان دیتے

ہوئے تو بھی بے بس سے نظر آنے لگتے ہیں۔ اور بسا اوقات الجھتے ہوئے ہم سے قطع کلامی تک اختیار کر لیتے ہیں لفظ "مزرایت" سے وقتی طور پر فائدہ اُٹھانے کی کوشش بیکار کرتے ہیں کیونکہ ایسی باتوں پر غور کرنے سے ان کے ابن اللہ ...... میں ایک عاجز اور بے بس انسان کے سوا اور کوئی تصویر نظر نہیں آتی۔

قوم سے سوال و جواب

ذرا اس سے بھی آگے چلیے تو بیان ہوتا ہے کہ حضرت مریم ان کو سوار کئے ہوئے قوم کی طرف آئیں۔ لوگ کہنے لگے کہ "اے مریم! یہ تو کیا بناوٹ بنا لائی ہے" یعنی یہ کل کا چھوکرا آج ہم بزرگوں اور جہاندیدہ لوگوں کو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ اور مزید انہوں نے کہا ایسی "چھوٹی" قسم کی اور بری باتیں نہ تیرے باپ نے کیں اور نہ تیری ماں بدکار تھی (خیال رہے بدکار کا لفظ "بغی" کے معنوں میں آیا ہے) یہاں مجھے یاد ہے کہ ایک صاحب نے مجھ سے یہ سوال بھی کیا کہ لوگوں نے حضرت مریم کو ان کی ماں کے بدکار نہ ہونے کی یاد دہانی کیوں کرائی۔ سائل کا دراصل مطلب یہ تھا کہ لوگوں نے نبوت کے دعوے کے بارے میں اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے پر مشکوک فقرے کہتے تھے۔ تو میں نے جواب دیا تھا کہ اگر فی الواقع سائل کا شبہ درست ہو تو حضرت عیسیٰ کو محض نبوت اور اپنی صلوٰۃ و زکوٰۃ کے بارے میں کچھ جواب دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ حضرت عیسیٰ کا جواب ہی بذات خود وضاحت ہے کہ وہ ان کی نبوت کے دعوے پر مشکوک نظریں رکھتے تھے نہ کہ انکی پیدائش پر ورنہ وہ اپنی پیدائش کی وضاحت بیان کرتے ——

تو حضرت عیسیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ "وبراً بوالدتی" یعنی میں اپنی ماں سے نیکی کرنے والا ہوں۔ صرف والدہ کا لفظ آ جانے سے یہ اعتراض درست نہ ہوگا کہ اگر ان کا کوئی والد ہوتا تو ضرور اس کے ساتھ نیکی کرنے کا بھی ذکر ہوتا۔ اس ضمن میں حضرت مولانا امیر مرحوم و مغفور بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ باپ مر چکا ہو اس وقت۔ دوسرا یہ کہ حضرت عیسیٰ پر یہ اعتراض بھی تو تھا کہ یہ اپنی والدہ سے سختی کرتے ہیں اناجیل میں بھی لکھا ہے کہ حضرت مریم کو "اے عورت" کہکر پکارتے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ نبی پر سے ایسے الزام کو یوں دھویا ہے۔

حضرت مریم کی دو کفالتیں

سب سے ضروری نکتہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں ہے اسے آخر میں دے رہا ہوں، وہ یہ کہ سورہ آل عمران میں حضرت مریم کی کفالت پہلے تو "وکفلھا زکریا" سے ظاہر ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالےٰ نے حکم صادر فرمایا "یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین" یعنی اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کر اور سجدہ کر اور جھک جانے والوں کے ساتھ جھک جا۔" تو دیکھئے! کسی کمسن لڑکی کو سجدہ کرنے کی تلقین یا کوئی حکم بے معنی سا معلوم ہوتا ہے کیا یہ سمجھنا درست اور قرین قوانین الٰہی نہ ہوگا کہ سجدہ کے احکام ملنے کے وقت حضرت مریم صدیقہ یقیناً سن بلوغ کو پہنچ چکی تھیں جوان تھیں جس کے باعث ان کا ہیکل میں رہنا بھی محال تھا۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم ——— وما کنت لدیھم اذ یختصمون" (ترجمہ) تو انکے

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

احمدی تبلیغی مشن

اور

جناب خلیفہ صاحب قادیان

م۔ ع۔ صمد (کینیا)

حضرت جناب میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ جماعت قادیان کے ایک خطبہ سے جو الفضل مؤرخہ یکم دسمبر ۱۹۵۴ء میں چھپا ہے اور جس کا اقتباس "پیغام صلح" میں شائع ہوا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب موصوف کو اس بات کا قلق ہے کہ ولایت میں مستشرقین احمدیت کے اس کارنامہ کو جو اس نے تبلیغ اسلام کے لئے کیا ہے جماعت لاہور کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ خواجہ کمال الدینؒ کو غیر مسلم علماء سے میل ملاقات کا شوق تھا۔ اور اب جو کام قادیانی مبلغ کیا کرتے ہیں اس کو بھی خواجہ صاحب یا ان کے ہمخیال لوگوں کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے اور شاید غلط سمجھا جاتا ہے۔ اگر خلیفہ صاحب کو یہ معلوم ہو جائے، کہ ولایت ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان کے اندر بھی (اور ہر جگہ جہاں عیسائیت کے خلاف کوئی بھی محاذ قائم ہوتا ہے) اس کو لاہوری جماعت کا کام ہی سمجھا جاتا ہے۔ تو ان کے تعجب کی انتہا نہیں رہے گی۔ ان کی اور ناظرین پیغام صلح کی واقفیت کے لئے ہم حال ہی کا ایک واقعہ بتلاتے ہیں۔ کل یعنی ۱۲ر فروری کے "ایپی فینی" EPIPHANY میں جو کلکتہ کا ایک کثیر الاشاعت عیسائی انگریزی اخبار ہے ایک مضمون اداریہ میں عیسیٰ کی قبر کے متعلق چھپا ہے۔ جس میں اس نے عیسےٰؑ کے مرنے اور کشمیر میں ان کی قبر کے متعلق جو اس قدر چرچا ہے۔ اس کا خصوصیت کے ساتھ ذمہ وار حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو ٹھہرایا ہے۔ اور اس سلسلہ میں عیسائیت پر جو ضرب کاری لگ رہی ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:۔

" مرزا غلام احمد نے بہت سے شاگرد جمع کر لئے اور ان کی مومنٹ جس کو احمدیہ کہا جاتا ہے مسلمانوں کے فرقوں میں ایک بہت زبردست فرقہ بن گیا۔ اور یہ کام یہاں تک بڑھا ہے کہ اس نے انگلستان اور دوسرے یورپی ممالک میں مشن قائم کیا ہے۔ لیکن ان کی تعلیم مسلمانوں میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی اور پاکستان میں لوگ سختی سے ان کے خلاف ہیں جیسا کہ اخبارات میں ہم نے پڑھا ہے۔ ان کے (یعنی حضرت غلام احمد کے) ایک بہت ہی مشہور شاگرد محمد علی نے قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور کم از کم اس کے فٹ نوٹوں میں (اگر ترجمہ میں نہ بھی ہو) بڑے زوروں سے اپنے آقا کے نرالے خیالات کی وکالت کی ہے۔ یہ ترجمہ بہت زیادہ استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اور اکثر پیش کیا جاتا ہے "

اب آپ اسے خوش قسمتی سمجھیں یا بد قسمتی۔ جہاں بھی حضرت غلام احمد مسیح موعودؑ کی احمدیہ مومنٹ کا تذکرہ آتا ہے (خواہ ہندوستان میں ہو خواہ باہر) وہاں لاہوری کی جماعت کو احمدیت کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ مسیح موعود کی وہ پیشگوئی ہو کہ اس کام کو وہی کر سکتا ہے جو ان میں سے ہے یا ان کی شاخ ہے اور حقیقی معنوں میں لاہوری جماعت ہی مسیح موعود کی شاخ ہے۔ لیکن یہ سمجھنا غلطی ہوگی کہ ایڈیٹر "ایپی فینی" EPIPHANY جماعت قادیان کو نہیں جانتا ہے۔ فی الحقیقت وہ جماعت قادیان کو خوب جانتا ہے۔ اور اس سے قبل وہ برابر "قادیانی" کا لفظ استعمال کرتا رہا ہے جس سے اس کا مفہوم جماعت قادیان سے ہے۔ غالباً ہمارے مضامین لکھنے پر (جو ایپی فینی میں عیسائیت کے خلاف ہم نے لکھا اور اس نے چھاپ کر جواب دیا) ایڈیٹر نے ہم کو بھی قادیانی ہی سمجھا۔

میرے خیال میں اصل وجہ وہ نہیں ہے جو حضرت خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے۔ کیونکہ ملاقات اور اپنے مشتہر کرنے میں قادیانی مبلغ بہت ہی آگے ہیں۔ مثال کے طور پر قادیانی مسجد جو لندن میں بنائی گئی ہے۔ اس کے رسم افتتاح ہی کو لیجئے کہ کس قدر پروپیگنڈا ہوا۔ اور غیر قادیانی سے اس کا افتتاح کرایا گیا۔ اس بارہ میں آج بھی ایک بڑی ضخیم کتاب بنام "مسجد فضل لندن" باتصویر آپ دیکھ سکتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ لاہوری جماعت نے مسیح موعود کے سپرٹ (روح) کو اپنایا ہے اور اسی اصول پر اسلام کی تبلیغ کرتی ہے۔ نہ کہ قادیانیت کی۔ برخلاف اس کے قادیانی مبلغ ہندوستان میں

۴ م

۴ سے آگے

(اور باہر بھی) بجائے اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کے پہلے ہی مسیح موعود کو پیش کرنے لگتا ہے۔ اور اس کو غیر مسلم خصوصاً عیسائی اہمیت نہیں دیتا ہے۔ مگر جب مسیح موعود کے طریقہ پر صحیح اسلام پیش کیا جاتا ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے۔ اور مسیح موعود کو بھی اچھی طرح جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ کون نیا مسیح کھڑا ہو گیا جو اپنے آپ کو غلام احمد مجتبیٰ سمجھتا ہے، اور عیسائیت کے بت کے ٹوٹنے کے باعث کھلبلی مچ جاتی ہے کاش خلیفہ صاحب اپنے مبلغین کو ہندوستان میں نہیں تو کم از کم ہندوستان کے باہر اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کو پیش کرنے کی تلقین کریں اور اس بات پر زور دینا چھوڑ دیں کہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے۔

اسلام کے دوسرے رکن زکوٰۃ

کی طرف توجہ کی ضرورت

زکوٰۃ انجمن کے بیت المال میں آنی چاہیئے

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے، اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنت نبویؐ سے پتہ لگتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دے دے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ دے کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی، یہ طریق صحیح نہیں اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے۔ زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی۔ قرون اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے، یہی سنت نبویؐ ہے، یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے، اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام ملی و قومی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہو سکتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں، آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے، قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک عام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں بلکہ جہاد کے حکم میں ہے اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں، اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے، دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ، تجارتی مال، زیورات اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے۔ جو کچھ واجب ہوا سے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بہبود اور سرخروئی ہے، ہاں انجمن کے اس فیصلہ کے مطابق جو حدیث نبوی پر مبنی ہے یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی رقم اگر چاہیں تو اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے خود مناسب جگہ پر تقسیم کر دیں لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے، امید ہے آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے اور اسی تمام رقم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا کر اور مجھے بھی اس سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار۔ سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

خط و کتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

(مینیجر)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

غازی سراج الدین منیر اور احمدیت

غازی سراج الدین منیر اوکاڑہ پر حکومت پنجاب نے غالباً کچھ پابندیاں عائد کی ہوئی ہیں۔ ان پابندیوں کو دور کرنے اور تحریر و تقریر کی آزادی دینے کے متعلق ان کے ایک معتقد رانا غلام صابر خان صاحب ایم ایل اے اوکاڑہ نے "جنگ" مجریہ ۳۱ جنوری ۱۹۵۵ء میں ایک مضمون لکھا ہے اسے پڑھ کر غازی صاحب موصوف ...... کی یاد تازہ ہو گئی۔ غازی صاحب موصوف نے تین سال قبل فقیر کو سلسلہ احمدیہ حقہ سے علیحدہ ہونے کی دعوت دی تھی اور اس سلسلہ میں میری ان سے کچھ دیر تک خط و کتابت رہی۔ انہی ایام میں غازی صاحب نے میرے ایک خط سے ایک اقتباس کتر بیونت اور تحریف کے ساتھ اخبار زمیندار لاہور میں چھپوایا تھا۔ جس کا مجھ پر غازی صاحب کی "روحانیت" اور "تقوے" کا اچھا خاصا اثر یہ پڑا کہ معمولی معمولی باتوں میں یہ خضر صورت بزرگ جھوٹ بولنے اور افترا پردازی کرنے سے نہیں رکتے تو حق و صداقت کے کیسے علمبردار ہو سکتے ہیں بغیر بعد ازاں "تحریک ختم نبوت" کے سلسلہ میں اخبارات میں ان کا ذکر پڑھنے میں آتا رہا۔ عدالتی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے غازی صاحب موصوف کا تحریری بیان بھی پڑھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رانا صاحب موصوف کو بھی غازی صاحب نے اپنی پاک دامنی کے سراب سے نوازا ہے اس لئے میں نے بہتر سمجھا کہ اتمام حجت و ازالہ ہو ...... کے طور پر رانا صاحب کو "شان محمد المصطفےٰ" از کے تصنیفات پہلوان رب جلیل حضرت مسیح موعودؑ کی جھلک دکھلا کر "تحریک ختم نبوت" کا پردہ فاش کراؤں؛ لہٰذا ایک نسخہ اوکاڑہ کے پتہ پر رانا صاحب موصوف کی خدمت میں ارسال کیا خدا اپنے فضل و کرم سے ہدایت عطا فرمائے۔

راجہ صاحب محمود آباد سے ملاقات

آج دس پندرہ منٹ کے لئے دوکان پر گیا، دکان کے قریب جناب راجہ محمود آباد مقیم حال بغداد سے ملاقات ہوئی بڑی گرمجوشی اور محبت سے ...ے صحت دریافت کرتے رہے کہنے لگے قائم مقام سفیر پاکستان جناب میاں نسیم حسین صاحب بھی اکثر آپ کی صحت کا حال دریافت کرتے رہے میں نے راجہ صاحب موصوف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میاں صاحب موصوف کو سلام کہلایا۔

اشتراکیت اور اسلام

اشتراکیت کے علمبردار اسلامی ممالک میں دین اسلام کا لبادہ اوڑھ کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے دھوکہ دیتے ہیں حرب عالمیہ ثانیہ سے قبل اور ایام جنگ میں ایسے لوگوں سے اکثر سابقہ پڑا ہے۔ خدا بخشے مولانا حسرت موہانی مرحوم دوسری جنگ سے قبل اکثر حج کو بغداد سے ہوتے ہوئے جایا کرتے تھے۔ ان سے خوب مجلس رہا کرتی تھی علمی گفتگو خصوصاً اشتراکیت اکثر زیر بحث رہی، مرحوم پرویز تو نہیں تھے خدا کے کلام کے ساتھ اسوۂ رسولؐ اور احادیث رسولؐ کے ماننے والوں میں سے تھے، روحانیت و طریقت کے بھی قائل تھے، صرف اقتصادیات کے مسئلہ میں اشتراکیت کے اصولوں کو پسند کرتے تھے۔

اسلامی لٹریچر کا اثر

تھوڑی دیر کے لئے قہوہ خانہ جا بیٹھا۔ وہاں لفٹننٹ ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن البغدادی کی ملاقات ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب معسکر سعد یعقوبہ میں کام کرتے ہیں، ہفتہ دو ہفتہ میں ایک مرتبہ بغداد آتے ہیں۔ بڑی محبت سے ملے۔ انہیں اکثر انگریزی لٹریچر لائٹ و اسلامک ریویو بھیجتا رہا ہوں کہنے لگے کہ آپ کا ارسال کردہ لٹریچر اخبارات ہمارے معسکر کے قائد اور ان کی انگریز بیوی بڑے شوق سے پڑھنے لے جاتے ہیں۔

ایک معاند احمدیت کے کرتوت

اخبار جنگ کراچی۔ مجریہ ۲۴ فروری کی اشاعت میں صفحہ ۳ پر تحت عنوان "مراسلات" ایک قابل افسوس و غیر مراسلہ از اہلیہ صاحبہ مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الاسلام مرحوم شائع ہوا ہے، جس میں کراچی کے مفتی محمد شفیع صاحب صدر جمعیت الاسلام کراچی کے کارہائے نمایاں "دیانت و امانت" سے متعلقہ مجلس عاملہ جمعیت الاسلام کو توجہ دلائی گئی ہے اس مراسلہ سے ایک اقتباس احباب کی معلومات اور ازدیاد ایمان و صداقت سلسلہ حقہ کے لئے درج ذیل ہے:

"میں نے یہ تہیہ کیا کہ حضرت شیخ الاسلام کی یادگار کے سلسلے میں مفتی محمد شفیع جیسے مفاد پرست افراد نے جو بد دیانتیاں اور خود غرضانہ اقدامات کئے ہیں انکی تلافی و اصلاح کی جد و جہد کے لئے آپ سے درخواست کروں یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کے بعد موقع ملتے ہی مفتی محمد شفیع نے حضرت مرحوم کا نام استعمال کر کے اور قرابت و جانشینی کا ڈھونگ رچا کر نہ صرف یہ کہ ذاتی اغراض حاصل کئے بلکہ حضرت مرحوم کے ورثاء اور ان کی یادگاروں کو اچھی طرح نقصان پہنچانے کی تدبیریں کرتے رہے، جس کی بدترین مثال یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مرحوم کے مزار کی زمین اور یادگار دارالعلوم کے قیام کے سلسلہ میں ہمارے علم و اطلاع کے بغیر ہم سے چھپا کر ہماری درخواست کو میونسپل کارپوریشن میں ردی کی ٹوکری میں ڈلوا دیا۔ اور ہماری وکالت اور پیروی کے بجائے اپنے نام سے ایک جھوٹی سچی درخواست داخل کر کے وہ زمین اپنے نام سے حاصل کر لی اور اس طرح ہم لوگوں کو دھوکہ میں رکھ کر انہوں نے اس زمین کو ہم سے چھین کر اپنے لئے اور اپنے ذاتی اغراض و مفاد کے حصول کے لئے راستہ ہموار کر لیا۔ جس کی پوری تفصیل اجلاس جمعیت کے وقت ذریعے سے مولانا یحییٰ صدیقی سلمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے باخبر ارکان کی زبانی آپ کے علم میں لائی جائیں گی"

دیکھ لیا؟ یہ ہیں مفتیان این زماں۔ کیا یہ بے ایمانی اور بد دیانتی کی انتہا نہیں؟ ایسے ہی قماش کے لوگ سلسلہ حقہ احمدیہ کے منہ آتے اور ایسے ہی لوگوں کے وجود انی مھین من اراد اھانتک کے الہام الٰہی پر ایمان کو تازہ کرتے ہیں، پچھلے سالوں میں مفتی صاحب تحریک احمدیت اور حضرت اقدس علیہ السلام کی مخالفت میں پیش پیش رہے "تحریک ختم نبوت" کا ڈھونگ رچایا، احمدیوں کو اسلام سے خارج کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا، اپنی تقدسیت کا سکہ عام مسلمانوں پر جماتے اور اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے یہ ساری کوششیں تھیں، ان کے سامنے دنیا تھی دین نہ تھا، خدا کے فضل سے احمدیت کا تو کچھ بگاڑ نہ سکے، ہاں اپنے محسن پیشرو کے نام سے دنیوی فائدہ وہ بھی بقول اہلیہ محترمہ شبیر احمد صاحب مرحوم بد دیانتی اور جھوٹ سے حاصل کیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۹)

پاس نہ تھا جب وہ اپنی قلمیں ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون مریم کا کفیل ہے اور نہ تو ان کے پاس تھا جب وہ آپس میں جھگڑتے تھے۔ سب سے بڑا حل طلب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت زکریا نے جب ان کے بچپن کی کفالت اپنے سر لے لی تھی تو اب یہ دوسری کفالت آخر کس نے لی؟ کیا دوسری کفالت کے لئے بھی حضرت زکریا کو قیاس میں لانا ہوگا۔ بفرض محال یونہی سمجھ لیجئے تو پھر کفالت کے لئے جھگڑا کیسا؟ صاف صاف بات ہے کہ یہ کفالت ایسی تھی جو خاوندوں پر بعد از نکاح عاید ہوا کرتی ہے۔ اور جھگڑا اس لئے تھا کہ حضرت مریم جیسی نیک اور وحی پانے والی بی بی کو اپنی زوجیت میں لینے کا شرف حاصل کرنے کی آخر کسے خواہش نہ ہوگی ——

حضرت نبی کریم کی بحث وفد نجران سے

حدیث شریف میں وفد نجران کے ساتھ حضور سرور دوعالم کی جو بحث نقل ہوئی ہے۔ اس کی روشنی میں معاملہ اور صاف ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر یہ حدیث مسلمہ ہے اور ہر مسلمان کے لئے حجت!

" الستم تعلمون ان عیسیٰ حملته امرءة کما تحمل المرأة حضور نے وفد سے سوال فرمایا تھا کہ "کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰ کو اس کی ماں نے اسی طرح حمل میں لیا جس طرح (سب) عورتیں بچوں کو لیا کرتی ہیں" تو اس پر وفد نے سوال کیا تھا" وقالوا اللہ من ابوہ" یعنی اس کا باپ کون ہے؟ تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کا باپ کوئی نہیں بلکہ ارشاد ہوا، " الستم تعلمون انه لا یکون ولد الا وھو یشبه اباه" یعنی کیا

بچوں کا صفحہ

جناب حسن

ماں کی فرمانبرداری

بچو! تم نے حضرت عبدالقادر جیلانی کا نام سُنا ہوگا۔ یہ بہت بڑے ولی گذرے ہیں۔ اسلامی دنیا میں ان کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا ہے۔ ان کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابھی ان کی عمر چھوٹی ہی تھی کہ ان کو ایک سفر پیش آیا۔ ماں نے سفر خرچ کے طور پر چالیس درہم ان کے حوالے کئے اور نصیحت کی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ یہ سفر پر روانہ ہو گئے۔ ان دنوں میں ایک بہت بڑا ڈاکو تھا۔ جس کی ساری عمر ڈاکے ڈالنے میں گذری تھی۔ یہی ڈاکو حضرت عبدالقادر رح کو رستہ میں ملا۔ اور ان سے کہنے لگا "لڑکے تیرے پاس کیا ہے"؟ یہ ذرا نہ ڈرے نہ جھجکے اور بڑی جرأت سے کہا "میرے پاس چالیس درہم ہیں"۔ یہ سُن کر وہ ڈاکو حیران رہ گیا اور کہنے لگا "تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟" آپ نے جواب دیا "ہاں میں جانتا ہوں تو فلاں ڈاکو ہے"۔ اس نے کہا "پھر تو نے کس جرأت سے کہہ دیا کہ تیرے پاس چالیس درہم ہیں"۔ حضرت عبدالقادر نے جواب دیا "یہ میری ماں کا حکم ہے کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ اس لئے میں نے جو سچ تھا کہدیا۔ آپ کی اس بات سے ڈاکو کے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ روتا تھا اور کہتا تھا کہ ایک چھوٹی عمر کا لڑکا تو ماں کے حکم کا اس قدر پابند ہے۔ اور میری ساری عمر خدا کی نافرمانی میں گذر گئی۔ اس نے توبہ کی۔ خدا سے اپنے پچھلے گناہ بخشوائے۔ وہ نیک بن گیا۔ اور خدا کی عبادت میں لگ گیا۔ وہ راتوں کو جاگتا اور خدا کے حضور رو رو کر اپنی بخشش کے لئے دعائیں کرتا۔ وہ نماز پڑھتا، روزے رکھتا۔ حلال روزی کماتا۔ اور اپنی کمائی میں سے غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتا۔ اب وہ ڈاکو نہیں رہا تھا۔ وہ عابد زاہد بن گیا تھا۔ اس کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ خدا نے اس کی توبہ قبول فرمائی۔ اس کو بڑا مرتبہ دیا۔ اور وہ ہوتے ہوتے قطب یعنی خدا کا ولی بن گیا۔ اسی واقعہ کی وجہ سے حضرت عبدالقادر جیلانی رح کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کی توجہ سے چور قطب بن گیا۔

بچو! ہمیشہ سچ کو اپنا شعار بناؤ۔ سچا انسان ہمیشہ عزت پاتا ہے۔ سچا انسان معتبر سمجھا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ کوئی اس کا اعتبار نہیں کرتا۔

سانحۂ ارتحال

منشی بہاؤ الدین سے مولوی فضل الرحمٰن سامانوی اطلاع دیتے ہیں:۔

(۱) میرا بچہ عزیز نعیم الرحمٰن ۲۷ فروری کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے اچانک فوت ہوگیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون بزرگان سلسلہ کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔

(۲) میرا بڑا لڑکا عزیز لطیف الرحمٰن میٹرک کا امتحان دے رہا ہے محترم بزرگان و احباب جماعت کی خدمت میں التماس ہے کہ اس کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

پیغام صلح:۔ مولوی فضل الرحمٰن صاحب کے بچہ کی وفات پر ہمیں دلی افسوس ہے۔ دعا ہے اللہ تعالے انہیں صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔

ماں کی خدمت کا جذبہ

بچو! ہمارے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے۔ ماں کی عزت اور خدمت ہر ایک بچہ کے لئے فرض ہے۔ حضرت بایزید بسطامی ایک بہت بڑے ولی گذرے ہیں۔ ان کو یہ مرتبہ ماں کی خدمت کی وجہ سے خدا نے دیا تھا۔ وہ اپنی ماں کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کا حکم مانتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ ایک رات ان کی ماں نے پانی مانگا۔ پانی گھر میں موجود نہ تھا۔ یہ بھاگے بھاگے گئے اور نہر سے جو قریب ہی بہتی تھی پانی لے آئے۔ مگر جب آئے تو انکی ماں سو گئی تھی۔ یہ پانی کا پیالہ لئے کھڑے رہے اور انتظار کرتے رہے کہ کب ماں جاگے اور پانی پیش کر دیں۔ ماں دیر تک سوتی رہی۔ آخر جاگی اور پانی مانگا۔ بایزید نے جب پانی دینا چاہا تو معلوم ہوا کہ پانی سردی کی وجہ سے جم گیا ہے۔ ان کا ہاتھ ٹھٹھر کر پیالے کے دستے کے ساتھ چمٹ گیا ہے۔ ماں نے جب یہ حالت دیکھی تو کہنے لگی "بیٹا! تم نے پیالہ نیچے کیوں نہ رکھ دیا۔ ہاتھ میں پکڑ رکھنے کی کیا ضرورت تھی"۔ سعادتمند بچے نے جواب دیا کہ "مادر مہربان! میں نے زمین پر پیالہ اس خیال سے نہیں رکھا تھا کہ جب آپ پانی مانگیں گی مجھے دینے میں دیر لگے گی"۔ ماں بے انتہا خوش ہوئی کہ بیٹے کو اس قدر اس کا خیال ہے۔ اس نے دعائیں دیں اور خدا سے انکے لئے برکت مانگی۔ کہتے ہیں کہ اسی رات خدا نے بایزید بسطامی پر اپنے علم کے دروازے کھول دیئے۔ اور ان کو ولایت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ تمام دنیا حضرت بسطامی رح کی بے انتہا عزت کرتی ہے اور آپ کو بہت بڑا ولی مانتی ہے۔ یہ مرتبہ ان کو ماں کی خدمت کی وجہ سے ملا۔

ہمارے نبی صلعم کی ماں تو بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔ لیکن آپ کی رضاعی ماں جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا وہ زندہ تھیں۔ نبوت کے زمانہ میں جب وہ ایک دفعہ تشریف لائیں، آپ "میری ماں میری ماں" فرماتے ہوئے اس سے لپٹ گئے۔ اور ان کی بہت خاطر مدارات کی۔ صرف رضاعی ماں (یعنی وہ ماں جس کا دودھ آپ نے پیا) ہی نہیں بلکہ اپنے رضاعی بہن بھائیوں[1] سے بھی ہمارے نبی صلعم بڑی محبت کرتے تھے۔

بچو! اگر تم اپنے نبی کے سچے فرمانبردار ہو تو اپنی ماں کی خدمت اور فرمانبرداری کو اپنا فرض عین سمجھو۔ اس کی کبھی گستاخی نہ کرو۔ اس سے کبھی سختی سے بات نہ کرو۔ ماں کا دل دکھانے سے خدا ناراض ہو جاتا ہے۔ وہ بچہ بڑا ہی بد نصیب ہے جس کی ماں اس سے خوش نہیں۔ ہمیشہ اپنی ماں کی خوشنودی کو مدِ نظر رکھو۔ اور اس کی دعائیں لو۔ اس سے تمہاری دنیا بھی اچھی ہوگی اور اگلے جہان میں بھی تم عزت پاؤ گے۔

---

[1] دُودھ پلانے والی ماں کے بچے رضاعی بہن بھائی کہلاتے ہیں۔

مسجد سان فرانسسکو (امریکہ) کے لئے چندوں کی فراہمی

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب (فیجی) کا دورہ

گرمی کی رخصتوں کا پانچواں ہفتہ ہے۔ گھر سے ایک سو بیس (۱۲۰) میل کے فاصلہ پر مقام مارد ضلع نندرونگا کا دورہ کر رہا ہوں۔ مقصد سان فرانسسکو (شمالی امریکہ) کی مجوزہ مسجد کے لئے چندہ کی وصولی ہے۔

ایک زمیندار کا ایثار

مارد میں ایک مسلم سکول ہے۔ جو فیجی کی مایۂ ناز ہستی رحمت اللہ خاں مرحوم کی یادگار میں ان کی اولاد نے آج سے دس سال پیشتر بنوایا تھا۔ رحمت اللہ خاں مرحوم کی یادگار ان کے دو صاحبزادے جناب محمد محبوب خاں اور جناب محمد جبار خاں رہ گئے ہیں۔ جو یہاں زمینداری کا کام کرتے ہیں۔ محبوب خان صاحب نے سان فرانسسکو مسجد کے لئے سب سے پہلے اپنے صاحبزادے محمد یوسف خان کی شادی کے موقعہ پر پانسو روپے کا وعدہ کیا تھا۔ جواب انہوں نے ادا کر دیا ہے۔ محبوب خان صاحب کی صحت دو تین سال سے خراب رہتی ہے۔ جماعت کے بزرگوں اور دوستوں سے دعا کی درخواست ہے۔

حضرت امیر مرحوم کی یادگار

میں دو روز سے اخویم محمد جبار خان کا مہمان ہوں۔ ان کے ایک سادہ پھوس کے جھونپڑے کی دیوار کے کونے میں حضرت امیر مرحوم کا [illegible] فریم کیا ہوا لگا ہے۔ جو لاہور ریلوے اسٹیشن پر لیا گیا تھا۔ بظاہر میں احباب کے ساتھ گفتگو میں مصروف رہتا ہوں۔ لیکن توجہ اس فوٹو کی طرف لگی رہتی ہے۔ کہاں آپ کی [illegible] نیاں اور کہاں ہماری بے بضاعتی اس موقعہ پر مجھے وہ وقت بھی یاد آتا ہے۔ جب حضرت امیر [illegible] میری روانگی فیجی کے موقعہ پر رات کے وقت بغیر توقع لاہور اسٹیشن پر تشریف لا کر مجھے اکیلے میں [illegible] جب میں نے آخری مصافحہ کیا۔ تو لگاتار پانچ چھ منٹ میرا ہاتھ پکڑ کر کچھ کلام اللہ پڑھتے رہے۔ اس وقت میں ایسا محسوس کرتا تھا۔ کہ میرا ہاتھ بجلی کی ایک بیٹری میں ہے۔ اور اس بیٹری سے بجلی کی زبردست رَو نکل کر میرے تمام جسم میں سرایت کر رہی ہے۔ اس موقعہ کو میں عمر بھر نہیں بھول سکتا۔ ناساز حالات کے اندر رہتے ہوئے فیجی میں جو کامیابی مجھے حاصل ہوئی ہے وہ حضور کی اس وقت کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

مسجد سان فرانسسکو کا فوٹو

حضرت امیر مرحوم کے فوٹو کے بائیں طرف میں نے سان فرانسسکو مسجد فنڈ کی ایک رسید ۲۵۰ روپے کی فریم کرا کر لگوا دی ہے۔ جو اخویم محمد جبار خاں کے نام کی ہے۔ اس رسید پر مجوزہ مسجد کا فوٹو ہے۔ اور دیدہ زیب کاغذ پر چھپی ہے۔ جو شخص ۲۵۰ روپیہ یا اس سے زائد رقم چندہ کے لئے دیتا ہے۔ اس کو رسید فریم کرا کے دیتا ہوں۔ تاکہ یہ ایک یادگار ثابت ہو۔ اور آنے والی نسل والدین کی اس قربانی کو دیکھ کر سبق حاصل کرے اور والدین کی تقلید کرے۔ اس فریم شدہ رسید کو حضرت امیر مرحوم کے فوٹو کے ساتھ لگانے سے حضرت امیر مرحوم کے مشن کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

صدر سکول کمیٹی کا عطیہ

مارد کے احباب نے دل کھول کر مسجد فنڈ میں حصہ لیا۔ سکول کمیٹی کے صدر نے جو پنجاب کے باشندہ ہیں اور ہر اسلامی کام میں حصہ لیتے رہتے ہیں ۵۰۰ روپیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور اتوار کو میرے ساتھ چندہ جمع کرتے رہتے ہیں۔

متفرق چندے

میاں محمد قاسم ایک غریب اور خیالدار دوست ہیں۔ اس [illegible] کے باوجود بڑی خندہ پیشانی سے ۲۵۰ روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور اب انہوں نے ۱۰۰ روپیہ ادا بھی کر دیا ہے۔ اخویم عنایت حسین صاحب کچھ عرصہ سے ایک پاؤں سے لاچار ہو گئے ہیں۔ آپ نے پچاس روپیہ کی امداد کی ہے۔ ہمارے ایک نوجوان دوست احمد خاں نے جو کافی عرصہ تک ٹی۔ بی۔ ہسپتال میں مریض رہ چکے ہیں ۱۰۰ روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ سکول کے سکرٹری مولوی محمد ناظر اور ماسٹر محمد حسین نے پچاس پچاس روپے امداد کی ہے۔ اخویم محمد جبار خان نے وعدہ کیا ہے کہ وہ امریکہ جا کر مسجد کی تعمیر کے کام میں امداد دیں گے۔ ہمارے غیر مسلم دوستوں میں سے پنڈت بالکرن شرما اور پنڈت ہری چند مہاراج نے کافی امداد بہم پہنچائی۔

نادی اور دوستوں کے عطیات

نادی کے مسٹر محمد رمضان خان نے ۵۰۰ روپیہ کی رقم ادا کر دی ہے۔ محمد طیب خان مرحوم کے صاحبزادے عبدالعزیز خان نے اپنا وعدہ ۲۵۰ روپیہ ادا کر دیا ہے۔ مسٹر محمد رمضان خان کے بھائی عبداللطیف خان صاحب نے ایک سو روپیہ عطا کیا ہے اور ۱۵۰ روپے کا وعدہ کیا ہے۔ اور اخبار پیغام صلح کے لئے چندہ دیا ہے۔ الحاج مولوی قادر حسین صاحب نے گذشتہ سال حج بیت اللہ شریف کر کے آئے ہیں۔ اور جن کا وجود اُن مولویوں میں سے ہے جو مسلمانوں کی تکفیر کے خلاف ہیں ۲۵۰ روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ نادی کے محمد اسحاق خان صاحب کے صاحبزادے محمد جان خان اپنے والد مرحوم کی طرح جوشیلے مسلمان ہیں آپ نے ۵۰۰ روپیہ کی رقم ادا کر دی ہے اور اب ان کا ارادہ اپنے خرچ پر امریکہ جا کر مسجد کی تعمیر میں ہاتھ بٹانے کا ہے۔ آپ کو عمارات بنانے کا کافی تجربہ ہے۔

لتوکا میں فراہمی چندہ کا کام

لتوکا کے محمد صدیق خان نے جو جناب محمد طاہر خان مرحوم کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ۲۵۰ روپے کا وعدہ کیا تھا۔ اب انہوں نے نہ صرف یہ وعدہ ادا کیا ہے بلکہ ۲۵۰ روپیہ کی رقم اپنے والد مرحوم کی اسٹیٹ سے دلائی ہے۔ لتوکا میں ہمارے ایک پرجوش دوست محمد حنیف صاحب رہتے ہیں۔ جو ریڈیو کا کاروبار کرتے ہیں، انہوں نے مختلف احباب سے ایک سو پونڈ کے قریب رقم فراہم کر دی۔ لتوکا میں ابھی کام باقی ہے

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر کی کتاب "غلبۂ قرآن" کو اہل علم طبقہ میں جو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے، اس کے ثبوت میں اس سے قبل ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب سپیکر پنجاب اسمبلی کا خط اور دو تین اور رائیں شائع کی جا چکی ہیں آج کی اشاعت میں بھی حیدر آباد کے ایک عالم دین کا خط صفحہ اوّل پر درج ہے، ایک اور خط ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب ڈائرکٹر ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور کی طرف سے موصول ہوا ہے، جو آئندہ اشاعت میں درج ہو گا۔ اس کے علاوہ بعض لوگوں نے زبانی بھی کتاب کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے، جن میں چند قادیانی حضرات بھی شامل ہیں۔ بعض دوستوں کی تحریک پر اس کا انگریزی ترجمہ بھی ہو رہا ہے جو [illegible] آفتاب الدین احمد صاحب کر رہے ہیں۔

—— راولپنڈی سے مرزا معصوم بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ حسب فرمائش سیکرٹری صاحب انہوں نے براہین احمدیہ کا ترجمہ انگریزی زبان میں کرنا شروع کر دیا ہے انہوں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ ہر اتوار کو مختلف احباب کے مکان پر قرآن کریم کا درس شروع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ پہلا درس ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کے مکان پر ہوا۔ شیخ محبوب عالم نذیر اس سلسلہ میں اچھا کام کر رہے ہیں اور جمعہ کی نماز بھی وہی پڑھاتے ہیں۔

—— چوہدری فضل داد صاحب کی مخلصانہ تبلیغ سے ایک سیّد خاندان کے بزرگ شاہ میم صاحب سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے تھے، افسوس کہ وہ یکم مارچ کی شب کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب ان کا جنازہ غائبانہ پڑھیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں، نیز چوہدری فضل داد صاحب کی والدہ ماجدہ کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

—— نوشہرہ سے مکرم بابو معل دین صاحب کی صحت کے لئے سابقہ شیوع میں دعا کی درخواست کی جا چکی ہے۔ بابو صاحب ممدوح لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں کس بھائی کی دعا کی برکت سے بہ نسبت سابق مجھے آرام ہے، میں ان صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی دعا کے صدقہ میں پھر زندہ ہو گیا ہوں، یہ ہے دعا کی برکت، ہاں دعا کرنا بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں، حضرت مسیح موعود نے دعا کرنے کا طریق بتا کر احمدیوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

—— ایک غریب احمدی بہن جن کی تمام زندگی دکھوں اور آلام میں گذری ہے، احباب کی پُرسوز دعاؤں کی محتاج ہیں، امید ہے سب دوست ان کے لئے درد دل سے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

رجسٹرڈ ۲۶۳

از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور

بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی

اہل مد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر

جھنگ

P.O. Jhang

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — تار کا پتہ تبلیغ لاہور — فون نمبر ۳۷۲۷

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ۔ مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ اخبار

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۲ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۰ رجب ۱۳۷۴ھ — ۱۶ مارچ ۱۹۵۵ء — نمبر ۱۳

ادائیگی زکوٰۃ کا فرض

ہمارے دینی بھائی کون ہیں؟

فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین

"اگر وہ (یعنے کفار اپنے کفر سے) رجوع کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں (قرآن کریم سورہ توبہ)

"اگر ایک کافر ہمارا دینی بھائی قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ سے بنتا ہے تو ایک مسلمان بغیر اس کے کیونکر سلسلہ اخوت کا ممبر کہلا سکتا ہے پس یاد رکھو کہ اسلامی اخوت کا خاص امتیاز زمنہ سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار اور عملاً قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ ہے"۔ (ارشاد حضرت امیر مرحوم)

نوافل اور فرض:

"کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص نوافل کی ادائیگی سے فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے؟...... اسی طرح ہر کوئی چندہ، کوئی خدمت تم کو ادائیگی زکوٰۃ کے فرض سے مستغنی نہیں ٹھہرا سکتی" (۲)

زکوٰۃ انجمن کے بیت المال میں:

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک جماعت بنا کر موقعہ دیا ہے کہ ہم اپنے لئے ایک بیت المال قائم کر کے حسب منشاء قرآن کریم ادائیگی زکوٰۃ کے فرض سے سبکدوش ہوں"...... کم از کم نصف مال زکوٰۃ یا جتنی زیادہ خدا توفیق دے انجمن کے بیت المال میں بھیجدو" (۲)

حضرت ابوبکر صدیق کا ارشاد:

"رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اسکو گوارا نہ کیا اور فرمایا اتفرقون بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ کیا تم نماز میں اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہو حالانکہ ان دونوں کی ادائیگی فرض ہے فرمایا ایسے لوگوں کے خلاف لشکر کشی کروں گا جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں"۔ (خطبہ جمعہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب)

امراء سے خطاب:

ہماری جماعت کے جو امراء ہیں میں ان سے کہتا ہوں اتفرقون بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ، کیا آپ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق روا رکھتے ہیں، یہ جائز نہیں (۲)

"غلبہ قرآن" کے متعلق

ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم صاحب ڈائرکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور و مدیر رسالہ ثقافت کی رائے

۷ مارچ ۱۹۵۵ء ۔ ۲ کلب روڈ ۔ لاہور ۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ

بزرگ محترم ۔ مولوی صدر الدین صاحب ۔ السلام علیکم ۔ میں فلاسوفیکل کانگریس کے لئے کراچی چلا گیا تھا واپسی پر آپ کا نوازش نامہ ملا ۔ آپ نے "غلبہ قرآن" سے متعلق میری ناچیز رائے طلب کی ہے ۔ زبانی تو میں نے آپ سے عرض کر دیا تھا مجھے آپ کی کتاب بے حد پسند آئی آپ جس طرح خلوص اور صفائی کے ساتھ سوچتے ہیں اسی طرح بات کرتے ہیں خواہ تقریر ہو خواہ تحریر، آپ نے اسلام اور قرآن حکیم کی بہت والہانہ انداز سے خدمت کی ہے کاش کہ اس قسم کی کئی کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں دین کے متعلق آپ کے قلب میں بڑی وسعت ہے، اگرچہ ایک مخصوص جماعت کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے آپ کو قریب سے نہ جاننے والے تھوڑی بہت بدگمانی اپنے دلوں سے نہیں نکال سکتے ۔

کتاب غلبہ قرآن نہایت صاف سلیس اور مدلل ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس سے پڑھنے والوں کو بہت فائدہ پہنچے گا ۔ کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ ۔ اگر برا نہ منائیں تو میں عرض کر دوں کہ اپنی جماعت کے عقائد نبوت و مجددیت کے متعلق اس کتاب کے آخر میں کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی، یہ ٹکڑا آخر میں ایک پیوند سا معلوم ہوتا ہے جو کتاب کے موضوع سے براہ راست کچھ تعلق نہیں رکھتا اگر نامناسب نہ سمجھیں تو اس آخری ٹکڑے کو آئندہ ایڈیشن میں درج نہ فرمائیے ۔

میری خواہش ہے کہ آپ اپنی وسعت نظر سے اسلام کے اساسی اور انقلابی حقائق کے متعلق اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھتے رہیں ۔

نیاز طلب اخلاص کیش
بندہ عبد الحکیم

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ ۱۵ مارچ ۱۹۵۵ء کی شام کو کراچی تشریف لے جا رہے ہیں، محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب بھی ۱۶ مارچ کی شام کو کراچی تشریف لے جائیں گے، اور خان بہادر غلام ربانی خان صاحب بھی ۱۴ مارچ کو لاہور تشریف لائے تھے، ملتان اور اس کے بعد کراچی جائیں گے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کو ان کے پاک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے ۔

— قرآن کریم کا بنگالی ترجمہ عنقریب مکمل ہونے والا ہے، محترم مولوی عبد الصمد صاحب اس کام کو کر رہے ہیں چھبیس پارے مکمل ہو چکے ہیں، امید ہے جون میں ترجمہ ختم ہو جائے گا ۔

— مولانا آفتاب الدین احمد صاحب صحیح بخاری کے پہلے تین پاروں کا انگریزی ترجمہ مع حواشی مکمل کر چکے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ غلبہ قرآن کا ترجمہ بھی انگریزی زبان میں کر رہے ہیں ۔

— مولوی احمد یار صاحب حال ہی میں لائلپور، سرگودھا چک ۸۱ جنوبی، ملکیاں اور وزیر آباد وغیرہ مقامات کا دورہ کر کے واپس آئے ہیں، چک ۸۱ جنوبی سے کچھ چندہ بھی لائے ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

چوہدری محمد اکبر صاحب -/5 روپیہ ۔ چوہدری محمد حسین صاحب -/10 روپیہ ۔ مولوی محمد اکبر صاحب -/6 روپیہ ۔ چوہدری احمد دین صاحب -/5 روپیہ
چوہدری نیاز علی صاحب -/10 ۔ چوہدری اللہ داد صاحب -/5 ۔ چوہدری محمد الدین صاحب -/5 ۔ چوہدری رحمت خاں صاحب -/5
میاں سردار عالم صاحب -/2 ۔ چوہدری غلام احمد صاحب -/1 ۔ مہر فیض احمد صاحب -/29 ۔ چوہدری گنا خاں صاحب -/4
چوہدری محمد عالم صاحب -/2 ۔ غلام رسول صاحب زرگر -/3 ۔ چوہدری احمد خان صاحب منشی -/3 ۔ چوہدری احمد خان ولد محمود خان صاحب -/5
ماسٹر سلطان احمد صاحب -/3 ۔ چوہدری محمد اسلم صاحب -/2 ۔ چوہدری سردار خاں صاحب -/4 ۔ میزان :- -/139

زکوٰۃ کے بارے میں

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل مضمون اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ کا خطبہ اندر کے صفحات میں ملاحظہ کیجئے اور اس رجب کے مہینہ میں جو زکوٰۃ کا مہینہ کہلاتا ہے، اپنے اموال کا حساب کر کے اپنی زکوٰۃ انجمن کے بیت المال میں بھجوائیے ۔

جواہر ریزے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات

رسول اللہ صلعم کی معیشت حالت بادشاہت میں

عن انس رض انہ مشی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخبز شعیر واھالۃ سنخۃ ولقد رھن النبی صلی اللہ علیہ وسلم درعًا لہ بالمدینۃ .... عند یھودی واخذ منہ شعیرًا لاھلہ ولقد سمعتہ یقول ما امسیٰ عند آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاع برٍ ولا صاع حبٍ وان عندہ لتسع نسوۃ ۔

انس رض سے روایت ہے کہ وہ نبی صلعم کے پاس جو کی روٹی اور باسی چربی لے گئے اور نبی صلعم نے اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے پاس رہن رکھی اور اس سے اپنے گھر والوں کے لئے جو لئے اور میں نے آنحضرت صلعم کو سُنا فرماتے کہ محمد صلعم کے گھر والوں کے پاس گیہوں یا غلے کا ایک صاع شام تک نہیں رہا، اور آپ کے پاس ۹ بیویاں تھیں۔

نوٹ:۔ یہ حدیث بہت قابل [illegible] ہے۔ آنحضرت صلعم کے پاس گھر میں ایک صاع غلہ، یا گیہوں کا جمع نہ رہنا، اور آپ کا اپنے [illegible] گھر والوں کے گذارہ کے لئے زرہ رہن رکھ کر ایک یہودی سے قرضہ لینا اس زمانہ کی بات ہے جب آپ کے پاس نو بیویاں تھیں جیسا کہ حدیث میں صراحت موجود ہے اور یہ سنہ ۹ھ اور اس کے بعد کا زمانہ ہے جب آپ بادشاہ عرب تھے، جب آپ کے پاس دور دور سے خراج کی بڑی بڑی رقمیں آتی تھیں جب آپ کے جان نثار صحابہ تجارت کی وجہ سے مالدار تھے۔ اگر آپ کا اشارہ بھی ہوتا تو یہ لوگ اپنے مال و دولت آپ کی خدمت میں لا حاضر کرتے۔ مگر کس قدر دنیا سے بے [illegible] ہے اور کس قدر اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق ہے کہ اس حالت میں بھی اپنے گھر [illegible] غربت کی حالت کو قائم رکھا، بادشاہ ہو کر یہ نمونہ دکھاتا اعلےٰ سے اعلےٰ زہد کا مقام [illegible] دنیا سے کنارہ کش ہو جانے والے کے زہد کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں اور نو بیویاں گھر میں ہوتے ہوئے یہ حالت بتاتی ہے کہ آپ نے ان بیویوں سے اپنے حظ نفس کے لئے شادی نہیں کی بلکہ ان کی خبر گیری کے لحاظ سے یا اور وجوہ پر کی ۔

بہترین کھانا وہ ہے جو ہاتھ کی مشقت سے حاصل ہو

عن المقدام رضی اللہ رض عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اکل احدٌ طعامًا قط خیرًا من ان یاکل من عمل یدہٖ وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدہٖ

مقدام رض رسول اللہ صلعم سے روایت کرتا ہے، آپ نے فرمایا کوئی شخص اس سے بہتر کھانا نہیں کھاتا جو اپنے ہاتھ کی مشقت سے کھائے اور داؤد نبی اللہ علیہ السلام اپنے ہاتھ کی مشقت سے کھایا کرتے تھے۔

نوٹ:۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے محنت اور مزدوری اور ہر قسم کی مشقت کو کس قدر باعزت سمجھا [illegible]، جو لوگ دوسروں کی نذر و نیاز پر گذارہ کرتے ہیں ان کو یقینًا ایسا رزق کبھی میسر نہیں آتا۔ اپنے ہاتھ سے کمانے میں انسان میں خودداری پیدا ہوتی ہے اور وہ کلمہ حق کہہ سکتا ہے، لیکن جو شخص [illegible] دوسروں کا دست نگر ہے اس میں کبھی کوئی خوبی پیدا نہیں ہو سکتی۔ پیر اور ملاں اسی لئے اخلاقًا گر گئے ہیں اور اس قابل نہیں کہ عوام الناس کو کوئی ہدایت کر سکیں۔

خرید و فروخت اور تقاضا میں سیر چشمی موجب رحمت الٰہی ہے

عن جابر ابن عبد اللہ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ رجلًا سمحًا اذا باع واذا اشتریٰ واذا اقتضیٰ ۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو سیر چشم ہو جب خریدے اور جب بیچے اور جب تقاضا کرے ۔

انسان خدا تعالیٰ سے کبھی مایوس نہ ہو

اور اس وقت تک طلب میں لگا رہے جب تک کہ غرغرہ شروع ہو جائے

حضرت مسیح موعودؑ کے نصائح ایک طالب حق کو

یکم اگست ۱۹۰۱ء۔ شام۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا کہ یہ شخص بہت سی گدیوں میں پھرا ہے اور بہت سے پیروں اور مشائخ کے پاس ہو آیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔ اچھا کہو کیا کہتے ہو؟

شخص۔ حضور میں بہت سے پیروں کے پاس گیا ہوں۔ مجھ میں بعض عیب ہیں اوّل یہ جس بزرگ کے پاس جاتا ہوں تھوڑے ہی دن رہ کر واپس چلا آتا ہوں۔ اور طبیعت اس سے بد اعتقاد ہو جاتی ہے۔ دوم مجھ میں غیبت کرنے کا عیب ہے۔ سوم عبادت میں دل نہیں لگتا۔ اور بھی بہت سے عیب ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ:۔ میں نے سمجھ لیا اصل مرض تمہارا بے صبری کا ہے۔ باقی جو کچھ ہیں اس کے عوارض ہیں۔ دیکھو انسان دنیا کے معاملات میں جبکہ بے صبر نہیں ہوتا اور نہایت صبر و استقلال سے ان کے انجام کا انتظار کرتا ہے، پھر خدا کے حضور بے صبری لیکر کیوں جاتا ہے۔ کیا ایک زمیندار ایک ہی دن میں کھیت میں بیج ڈال کر اس کے پھل کاٹنے کی فکر میں ہو جاتا ہے، یا ایک بچہ کے پیدا ہوتے ہی کہتا ہے کہ یہ اسی وقت جوان ہو کر میری مدد کرے۔ خدا تعالےٰ کے قانون قدرت میں اس قسم کی عجلت اور جلد بازی کی نظیریں اور نمونے نہیں ہیں۔ وہ شخص سخت نادان ہے جو اس قسم کی جلد بازی سے کام لینا چاہتا ہے۔ اس شخص کو بھی اپنے آپ کو [illegible] سمجھنا چاہیئے جس کو اپنے عیب عیب کی شکل میں نظر آجاویں۔ ورنہ شیطان بدکاریوں اور بداعمالیوں کو خوش رنگ اور خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے۔ پس تم اپنی بے صبری کو چھوڑ کر صبر اور استقلال کے ساتھ خدا تعالےٰ سے توفیق چاہو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ بغیر اس کے کچھ نہیں ہے، جو شخص اہل اللہ کے پاس اس غرض سے آتا ہے کہ وہ پھونک مار کر اصلاح کر دیں، وہ خدا تعالےٰ پر حکومت کرنی چاہتا ہے۔ یہاں تو محکوم بن کر آنا چاہیئے۔ ساری عملداریوں کو جب تک انسان نہیں چھوڑتا تب تک کچھ بھی نہیں بنتا۔ جب ایک بیمار طبیب کے پاس جاتا ہے تو وہ اپنی بہت سی شکایتیں بیان کرتا ہے۔ مگر طبیب شناخت اور تشخیص کے بعد معلوم کر لیتا ہے کہ اصل میں فلاں مرض ہے، اور وہ اس کا علاج شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح سے تمہاری بیماری صرف بے صبری کی ہے اگر تم اس کا علاج کرو تو دوسری بیماریاں بھی خدا تعالیٰ چاہے تو دفع ہو جائیں گی۔ ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ انسان خدا تعالےٰ سے کبھی مایوس نہ ہو، اور اس وقت تک طلب میں لگا رہے جب تک کہ غرغرہ شروع ہو جائے۔ اور جب تک اپنی طلب اور صبر کو اس حد تک نہیں پہنچاتا انسان بامراد نہیں ہو سکتا۔ اور یوں تو خدا تعالیٰ قادر ہے۔ وہ چاہے تو ایک دم میں بامراد کر دے۔ مگر عاشق صادق کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ راہ طلب میں پویاں رہے۔ سعدیؒ نے کہا ہے ؎

گر نباید بدوست راہ بردن ٭ شرط عشق است در طلب کردن

[illegible] دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرض مستوی اور دوسرا مختلف۔ مرض مستوی وہ ہوتا ہے جس کا درد [illegible] محسوس نہیں ہوتا جیسے [illegible] اور مرض مختلف وہ ہے کہ جس کا درد وغیرہ محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے علاج کا تو انسان فکر کرتا ہے۔ لیکن مرض مستوی کی چنداں پرواہ نہیں کرتا اسی طرح سے بعض گناہ تو محسوس ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ان کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر وقت انسان خدا تعالےٰ سے استغفار کرتا رہے۔

قبروں پر جانے سے کیا فائدہ؟ خدا تعالےٰ نے تو اصلاح کے لئے قرآن شریف بھیجا ہے اگر پھونک مار کر اصلاح کر دینا خدا تعالےٰ کا قانون ہوتا۔ تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک مکہ میں کیوں تکلیفیں اٹھاتے ابو جہل وغیرہ پر اثر کیوں نہ ڈال دیتے۔ ابو جہل کو جانے دو ابو طالب کو تو آپ سے بھی محبت تھی۔ غرض بے صبری اچھی نہیں ہوتی۔ اس کا نتیجہ ہلاکت تک پہنچاتا ہے ۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۔ صفحہ ۲۹)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۵۵ء

دعا کے متعلق

اسی اشاعت میں دوسری جگہ ایک محترمہ احمدی بہن کا خط درج کیا گیا ہے جس میں انہوں نے اپنے مصائب کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ ان مصائب کے ازالہ کے لئے تمام عمر اللہ تعالےٰ سے دعائیں کرتی رہیں لیکن مصائب پے در پے آتے ہی چلے گئے اور کسی طرح ان سے چھٹکارا نہ ہوا، ان کا سوال ہے کہ ان کی دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں اور کیوں اللہ تعالےٰ ان کی طرف دیکھتا اور سنتا نہیں۔

یہ سوال بظاہر مشکل بہت ہے لیکن جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی تحریرات کو بغور پڑھا ہے وہ اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ دعا کا مسئلہ بہت سے پہلو اپنے اندر رکھتا ہے جن سے ناواقفیت کی وجہ سے بعض وقت انسان ٹھوکر کھا جاتا ہے، اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو ضرور سنتا ہے لیکن وہ اس بات پر مجبور نہیں کہ ہر حال میں سب دعاؤں کو قبول ہی کرتا چلا جائے، حضرت مسیح موعودؑ نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ اللہ تعالےٰ حاکم ہے اور کسی کا محکوم نہیں، حاکم کا کام یہی ہے کہ جو کچھ وہ چاہے اور جس طرح چاہے کسی امر کے متعلق حکم نافذ کرے، بندہ اپنی ایک خواہش کو پورا کرنے یا کسی حاجت اور مشکل کو حل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہے، یہ اب اللہ تعالےٰ کا کام ہے کہ اپنی حکمت اور مصلحت کے ماتحت جس طرح چاہے اسکو قبول کرے یا نہ کرے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک دعا کا ظاہری شکل میں قبول ہونا اللہ تعالےٰ کے نزدیک مفید نہیں ہوتا وہ کسی اور رنگ میں اس کا فائدہ اسے پہنچا دیتا ہے، یا اس کے لئے عالم آخرت میں کوئی خاص اجر مقرر کر دیتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعائیں اس دنیا میں قبول نہیں ہوتیں، ان کا اس قدر اجر عظیم دعا کرنیوالے کو عالم آخرت میں ملیگا کہ وہ تمنا کریگا اور پکار اٹھے گا کہ کاش میری کوئی بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی تاکہ ان کا بھی اتنا بڑا اجر مجھے آخرت میں ملتا۔ پھر بعض دعائیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا اسی صورت میں قبول ہونا فائدہ کے بجائے نقصان کا موجب ہو سکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی شفقت ہوتی ہے کہ انکو قبول نہیں کرتا۔ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اپنی مخلوق کے ساتھ محبت و شفقت ایک ماں کی محبت و شفقت سے بہت بڑھکر ہے، اگر ایک بچہ اپنی نادانی کی وجہ سے آگ کا دہکتا ہوا کوئلہ پکڑنا چاہے تو اس کی ماں ہرگز اسے پکڑنے نہ دے گی خواہ بچہ کتنا بھی روئے یا پیٹے، اسی طرح اللہ تعالےٰ کوئی ایسی بات بندہ کی قبول نہیں کرتا جو اس کے لئے مفید نہ ہو، بندہ کا کام یہ ہے کہ وہ دعا کرتا چلا جائے اور پورے دلی یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالےٰ اس کی دعاؤں کو سنتا اور قبول بھی کرتا ہے اس سے اپنی حاجات اور مشکلات کے حل کے لئے التجاء کرنے سے دریغ نہ کرے اور اس بات کو خدا پر چھوڑ دے کہ وہ کس طرح اور کس رنگ میں اس کی دعا کو کب قبول کرے گا، بعض خدا رسیدہ بزرگوں نے خود اپنی دعاؤں کے متعلق یہاں تک لکھا ہے کہ ان کی بعض دعائیں بیس بیس سال تک قبول نہیں ہوئیں اور اتنی لمبی مدت کے بعد جاکر قبولیت کا دروازہ ان کے لئے کھلا، اس سے بھی بڑھکر حضرت مسیح موعودؑ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ :-

"ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ انسان خدا تعالےٰ سے کبھی مایوس نہ ہو اور اس وقت تک طلب میں لگا رہے، جب تک کہ غرغرہ شروع ہو جائے جب تک اپنی طلب اور صبر کو اس حد تک نہیں پہنچاتا انسان بامراد نہیں ہو سکتا اور یوں تو خدا تعالےٰ قادر ہے وہ چاہے تو ایک دم میں بامراد کر دے، مگر عاشق صادق کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ راہ طلب میں پویاں رہے"

پس ہماری محترمہ بہن کو چاہیئے کہ وہ درگاہ الٰہی سے مایوس نہ ہوں اور یہ یقین اور ایمان رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالےٰ اس کی دعاؤں کو سنتا ہے اور وہ ضرور انہیں کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی رنگ میں قبول کرے گا، دلی تڑپ کے ساتھ اپنی دعاؤں کو جاری رکھے، اس میں شک نہیں کہ ان کے مصائب بہت ہی دردناک ہیں، لیکن اگر وہ صدق اور خلوص کے ساتھ دعا کرتی چلی جائیں گی تو یقیناً اللہ تعالےٰ ان کے لئے نیک نتائج مترتب کرے گا، اور ان کے مصائب سے بہت بڑھ کر انعامات انہیں دے گا یہ اس کا وعدہ ہے، اور صریح لفظوں میں اس نے فرمایا ہے کہ ہم اپنے بندوں کو خوف، بھوک، مالوں اور جانوں اور پھلوں وغیرہ کے نقصان سے آزماتے ہیں، اس وقت جو شخص [illegible]

اور ہر نقصان پر صدق دل سے یہ کہتا چلا جائے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر ہم نے جانا ہے، تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ انہیں خوشخبری دے دی جائے کہ اولٰئک علیہم صلوٰت من ربہم واولٰئک ہم المہتدون یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور رحمت اترتی ہے اور یہی لوگ ہدایت پانیوالے ہیں۔ آخر میں ہم اپنے قارئین اور جماعت کے بزرگوں سے بھی استدعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری اس محترمہ بہن کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں، ممکن ہے کسی بزرگ کی دعائے مستجاب ان کی مشکلات کو حل کرنے کا موجب ہو جائے۔

اصلاح کا طریق

آجکل بعض مصلح کہلانیوالی جماعتوں اور اخبارات کا یہ شیوہ ہوگیا ہے کہ وہ بعض ایسی برائیوں اور خرابیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو حکومت کے کسی شعبہ میں پائی جائیں، یا کسی مخالف جماعت یا فرد میں نظر آئیں، کوئی ایسا طریق اختیار کرنے کے بجائے جو اصلاح کی طرف لے جانیوالا ہو، طعن و تعریض کا دروازہ کھول دیتے اور ان برائیوں اور خرابیوں کا اعلان عام کرکے تشیع الفاحشۃ کے مرتکب ہوتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے نہایت واضح الفاظ میں اس سے روکا ہے اور متنبہ کیا ہے کہ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون۔ وہ لوگ جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے اندر بے حیائی کی باتیں پھیلیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں عذاب الیم ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، لیکن خدا تعالےٰ کے اس صریح حکم کے خلاف آج عام طور پر بے حیائی کی باتوں کو کھلے طور پر مشتہر کیا جاتا ہے اور بجائے اس کے کہ ہمدردانہ رنگ میں اصلاح کی کوئی تجویز کی جائے، ان لوگوں کو بدنام کرنے کے لئے جن کی طرف کوئی ایسی بات منسوب ہو طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر دی جاتی ہے، ہم اس سلسلہ میں کسی کا نام لینا نہیں چاہتے لیکن ہمارے سامنے ایسی مثالیں ہیں کہ بعض اخبارات نے جو خاص خاص جماعتوں کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے خاص مقاصد اپنے سامنے رکھتے ہیں حکومت کی ذرا ذرا کمزوریوں پر زبان طعن دراز کرکے عوام میں اسے بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اس کے علاوہ بھی اخبارات میں دوسروں اور اپنوں کی بری باتوں کی خوب تشہیر کی جاتی اور جلی عنوانات سے انہیں جاذب توجہ بنایا جاتا ہے، جو بجائے اس کے کہ اصلاح کا موجب ہو معاشرہ کو اور زیادہ ناپاک کرنے کا باعث ہے، صرف اخبارات پر ہی موقوف نہیں جنسی افسانے، گندے ناول اور عشقیہ خطوط جو بعض رسائل و کتب کی زینت اور کثرت فروخت کا موجب ہیں، نوجوان مردوں اور عورتوں کے اخلاق کو تباہ کرنے میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان رسائل اور کتب وغیرہ میں جو کچھ لکھا جاتا ہے اس میں جذبہ اصلاح ہی پیش نظر ہوتا ہے، اور یہی دعوےٰ بعض اوقات سنیماؤں کے حیا سوز مناظر کے متعلق کیا جاتا ہے، لیکن ان سے جو نتائج پیدا ہو رہے ہیں وہ اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ یہ چیزیں اصلاح کے بجائے اخلاق کو خراب اور معاشرہ کو گندہ کرنے کا موجب ہیں، اگر یہ اصلاح کا طریق ہوتا تو اللہ تعالیٰ تشیع الفاحشۃ سے نہ روکتا، اصلاح کا طریق نہ کسی پر زبان طعن دراز کرنے میں مضمر ہے اور نہ دوسروں کی بدیوں اور برائیوں یا گندے لٹریچر کی تشہیر سے کسی کی اصلاح ہو سکتی ہے، اس کا ایک ہی طریق ہے کہ بے حیائی کی باتوں اور گندے لٹریچر کی اشاعت قطعاً بند کر دی جائے اور اپنوں یا بیگانوں کی کمزوریوں کی تشہیر کرکے طعن و تشنیع کرنے کے بجائے کسی کا نام لئے بغیر دلی ہمدردی سے عام واعظانہ رنگ میں ایسی قباحتوں سے منع کیا جائے، اگر حکومت کے کسی محکمہ یا شعبہ میں ایسی باتیں نظر آئیں، تو ان کی اصلاح کے اور بھی طریق ہو سکتے ہیں، تشہیر اور طعن و تشنیع سے سوائے اس کے کہ اپنی ہی حکومت بدنام ہو اور باہم ضد اور تعصب بڑھے اور کیا نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے، خدا تعالےٰ کا حکم ہے :-

ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع
بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ
عداوۃ کانہ ولی حمیم (حٰم السجدہ آیت ۳۴)

نیکی اور بدی برابر نہیں، بدی کو اس طریق سے دور کرو جو بہت اچھا ہو پھر دیکھو وہ شخص کہ تمہارے اور اس کے درمیان عداوت ہے گہرا دوست بن جائے گا کاش پاکستان کے خیرخواہ اس طریق کو اختیار کرکے دلی خیرخواہی کا ثبوت دیں۔

ذکر و فکر

شیخ محمد طفیل صاحب (ہالینڈ)

سعودی عرب

بہت عرصہ نہیں گزرا کہ سعودی عرب، کویت، بحرین وغیرہ معاشی بدحالی کا شکار تھے اور خیال تھا کہ ان کی سلامتی و بقا کی ایک ہی راہ ہے کہ وہ ایک دوسرے میں مدغم ہو جائیں۔ لیکن یہ نظریہ دیرپا ثابت نہ ہوا۔ گذشتہ دس سال میں یہ ریاستیں ایک نئے انقلاب سے روشناس ہوئیں۔ اور اس انقلاب کا پیش خیمہ تیل کے وسیع ذخیروں کی دریافت تھی جو ان علاقوں میں پنہاں تھے، اپنے رقبہ کے لحاظ سے بحرین اور کویت دنیا کی امیر ترین مملکتیں ہیں۔ سعودی عرب میں تیل کی بدولت ایک نئی زندگی کی آمد آمد ہے اور یہ نئی زندگی اس زندگی سے مختلف نہیں جو مغربی تہذیب کا جزو خاص ہے۔ جان فلبی ..... (JOHN PHILBY) نے اپنی تازہ تصنیف "سعودی عرب" میں ان واقعات سے پردہ ہٹایا ہے جو عرب کی معاشری اور سماجی زندگی میں رونما ہو رہے ہیں۔

شراب ان جگہوں تک جا پہنچی ہے جہاں تمباکو پیتے دیکھ کر لوگوں کو جان سے مار دیتے تھے "فلبی (PHILBY) کو اعتراض شراب پینے اور پلانے یا اس قسم کی زندگی بسر کرنے پر نہیں۔ اسے تعجب تو اس بات کا ہے کہ یہ امور اس سلطنت میں پائے جاتے ہیں جہاں ایسی باتوں کو گناہ عظیم کا درجہ دیا جاتا تھا اور ابھی تک بھی بظاہر ایسا ہی سمجھا جاتا ہے، وہابی تحریک کی تاریخ میں یہ عبرت کا مقام ہے۔ شاہ عبدالعزیز ابن سعود نے ان حالات کو دیکھ کر کہا۔

"قصور دوسروں کا نہیں میرا اپنا ہے۔ اگر مجھے انتخاب کا اختیار ہوتا تو میں اس وقت کے لئے قیامت کو پسند کرتا۔"

مسلمان ہیں کہ بنو اسرائیل

مجلہ "چراغ راہ" جو کراچی سے نعیم صدیقی کی ادارت میں شائع ہوتا ہے جماعت اسلامی کی "قدروں کا علمبردار" ہے اس کے نومبر ۱۹۵۴ء کے شمارہ میں ایک افسانہ چھپا ہے جس کا عنوان ہے "مقدس زخم"۔ اس میں ایک مقام پر شیخ حسین کی طویل گفتگو نقل کی ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"شیخ حسین نے مجھے قرآن شریف کی ایک آیت سنائی جس کی رو سے بنو اسرائیل خدا کی ایک ایسی دھتکاری ہوئی قوم ثابت ہوتے ہیں جس کے لئے دنیا میں اللہ نے کوئی ایسی جگہ نہ چھوڑی تھی جسے وہ اپنا وطن کہہ کر پکار سکیں، اور مجھے بتایا کہ بنو اسرائیل سے صرف یہودی مراد نہیں ہیں بلکہ ہر وہ قوم بنو اسرائیل ہے جو جھوٹ بولتی ہو، اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہادیوں کو جھٹلاتی ہو، انہیں سولی پر چڑھا دیتی ہو، بادشاہوں اور راہبوں کے پیچھے چلتی ہو، تنظیم اور حسن تنظیم کو عاری ہو اچھی باتوں سے بھاگتی ہو، ہر اس چیز کو شعار بنا لیتی ہو جسے دنیا کا ہر مہذب آدمی برائی کہہ کر پکارتا ہے۔ شیخ حسین نے کہا کہ قرآن شریف میں بنو اسرائیل کا لفظ ہر جگہ ایک ایسی ہی قوم کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور اب اگر یہ خرابیاں مکہ و مدینہ کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے بنی اسرائیل کے معنی اور سزا نہیں بدلے گا۔ شیخ حسین نے بتایا کہ اس کے خیال سے یہودی آج بھی اتنے گنہگار نہیں جتنے پہلے تھے لیکن انہوں نے کم از کم ایک خوبی جو اللہ کے نزدیک بھی بہت مستحسن ہے اور جسے اللہ تعالیٰ مومن کی پہچان بتاتا ہے یعنی **تنظیم** اپنا لی ہے اور ان کی موجودہ کامیابیوں کا راز اسی تنظیم میں ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر واقعی اب مسلمانوں کو بنو اسرائیل کی صف میں گننا شروع کر دیا ہے تو پھر دنیا کے کسی حصے میں مسلمان آزادی کی سانس نہیں لے سکتے"

مکہ و مدینہ کے مسلمانوں کی حالت کا مطالعہ کرنا ہو تو جان فلبی کی کتاب شاید مفید ثابت ہو سکے۔ ویسے جو خصوصیات بنو اسرائیل کی اوپر گنوائی ہیں اگر حقائق کی پردہ پوشی مقصود نہ ہو تو وہ سب مسلمان قوم میں اس وقت پائی جاتی ہیں۔ ایک بات رہ گئی تھی مسیح کا انکار سو وہ بھی پورا ہو گیا، باقی آپ خود سوچ لیں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

لیکن ان تمام حالات کے باوجود جہاں رسول کریمؐ کے فرمودات میں مسلمان قوم کے یہودی صفت بن جانے کا ذکر ہے وہاں **شب تاریک کے بعد روشنی کی نئی جھلک** اور اسلام کے لئے نئی زندگی کی بشارت بھی تو ہے۔ لیکن اس نئی زندگی کے لئے ہمارا مرنا ضروری ہے۔

جہاد

اسی افسانہ میں ایک دوسری جگہ شیخ حسین کے لڑکے مقبل کی زبانی جہاد کے متعلق بھی ایک نظریہ پیش کیا ہے۔

"مقبل۔ اس نے پھر ایک قہقہہ لگایا۔ اسے گرفتار کر کے ہی تو ہمیں اس گاؤں کے بارے میں شک ہوا تھا۔ شرق اردن کی طرف جو ہماری آخری چوکی ہے اسکے پہریداروں نے اس سے پوچھا تم اپنا وطن چھوڑ کر کیوں بھاگ رہے ہو۔ جانتے ہو اس نے کیا جواب دیا؟ کہنے لگا جہاد کرنے کے لئے۔ ہمارا پہریدار بھی مسخرہ تھا کہنے لگا ہم کافر تو اس سرزمین میں رہے جاتے ہیں وہاں جہاد کس سے کرو گے تو پتہ ہے کیا کہنے لگا کہ یہاں تمہاری حکومت ہے اور یہاں تمہارے خلاف لڑائی لڑنا بغاوت ہے۔ جہاد نہیں، ہم یہاں سے نکل کر کسی دار الاسلام پہنچیں گے اور پھر اس طرف حملہ کریں گے۔"

لیجئے فلسطین کی صیہونی حکومت میں رہتے ہوئے اس سے لڑنا محض بغاوت ہے، وہ حکومت جو ہر لحاظ سے دین اسلام کی دشمن ہو اس کی مملکت میں رہتے ہوئے اس کے خلاف بغاوت جہاد نہیں صرف بغاوت ہے لیکن اگر کوئی صرف اتنا کہہ دے کہ اس زمانہ اور اس ملک میں جہاد بالسیف کی شرائط معدوم ہیں اور ایسی حکومت جو دین میں مداخلت سے جا نہیں کرتی اس کے خلاف لڑنا جہاد نہیں کہلا سکتا تو ایک طوفان کھڑا کر دیا جاتا ہے کہ لیجئے صاحب قرآن کا حکم جہاد بھی منسوخ کر دیا۔

شرائط جہاد

"حدیث دفاع" مؤلفہ میجر جنرل محمد اکبر خاں پر ریویو کرتے ہوئے "چراغ راہ" کے اسی شمارہ میں ایڈیٹر کی طرف سے جہاد کے متعلق..... ذیل کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے:۔

"کتاب کا مقصد اس کے خاتمہ کی چند سطور میں خوب نمایاں ہو جاتا ہے کہ "ہر آزاد مسلمان کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ جنگ و جہاد کا وقت آئیگا تو اسے میدان جہاد میں جا کر اس میں عملی حصہ لینا ہوگا" صـ ۳۲۹۔ بلاشبہ مسلمانوں میں جہاد کی یہ سپرٹ پیدا کی جانی چاہیئے۔ اور کتاب اس مقصد میں اچھا خاصا کام کرنیوالی ہے۔ لیکن اسلامی جہاد اور جہاد کا اسلامی فن کوئی مجرد شے نہیں کہ وہ بجائے خود ایک کل ہو، وہ ایک اسلامی نظام حیات کا فطری و طبعی وظیفہ ہے۔ ابتداء کلمۃ اللہ کی دعوت سے ہوتی ہے اور انتہاء جہاد بالسیف ہے، اگر سرے سے دعوت اسلامی ہی نمودار نہ ہو، اگر اسلامی نظام عدل ہی برسر عمل نہ ہو، اگر کتاب و سنت کا ادا کردہ فلسفہ معیشت ہی زندگی میں دخیل نہ ہو، اگر اسلامی سیاست ہی کارفرما نہ ہو، اگر اسلامی تعلیم ہی دینے کا انتظام موجود نہ ہو، بالفاظ دیگر اگر ریاست کا نظام اپنی مجموعی حیثیت میں اسلام کے تقاضوں پر نہ چل رہا ہو تو محض ایک جہاد ہی کے میدان میں اسلامی اصول و اسلوب عمل میں نہیں آ سکتے جہاد فی سبیل اللہ اگر محض جنگ کا نام نہیں بلکہ خاص خاص مقصد کے لئے ایک خاص اصول و اخلاق کے تحت لڑی جانیوالی جنگ ہے تو اس کے لئے کسی قوم کو تیار کرنے میں پہلا تقاضا یہ ہے کہ وہ دعوت الی الحق کے فریضہ کی علمبردار بنے اور اپنی اجتماعی زندگی اسلام کے حوالے کر دے۔"

اس بات کو چھوڑ کر کہ جہاد فی سبیل اللہ محض جہاد بالسیف یا جنگ ہی کا نام ہے اس اقتباس میں آخر وہ کونسی بات ہے جس سے ایک احمدی کو اختلاف ہو سکتا ہے، جب ہم کہیں کہ جہاد بالسیف کے لئے خاص حالات اور شرائط کی ضرورت ہوتی ہے، تنظیم، اتحاد نیکی، تقویٰ، عزم و حوصلہ درکار ہیں تو پھر ایک شور بپا ہو جاتا ہے کہ احمدیوں نے جہاد کو ہی منسوخ کر دیا، لیکن اگر مولوی کی زبان مبارک سے یہ باتیں نکلیں تو ہر لفظ حق اور کسی کو زبان کھولنے کی مجال نہ ہو۔

جب میں چلوں تو سایہ بھی میرا نہ ساتھ دے
جب تم چلو زمین چلے آسماں چلے

کامیاب اور بامراد زندگی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے

تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے لاویزا اصول

جماعت کے امراء زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف توجہ کریں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون .... اولٰئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون (سورۃ المؤمنون رکوع اوّل)

ایک دل خوش کن اعلان

یہ زمین و آسمان کے بادشاہ کی طرف سے اعلان ہے قد افلح المؤمنون...... ان صفات کے مسلمان یقیناً کامیاب ہیں، یہ اعلان بہت خوش کن ہے جو اللہ تعالےٰ نے اس سورۃ کے شروع میں کیا ہے، ایسا نہیں فرمایا کہ مومن کامیاب ہوں گے بلکہ فرمایا قد افلح المؤمنون مومن ضرور کامیاب ہو چکے، ان کے مقاصد، ان کی مرادیں، انہیں حاصل ہو گئیں، وہ زندگی کی اصل غرض پا گئے۔

ذات وصفات الٰہی پر پورا ایمان ویقین

ان کی صفات یہ ہیں المومنون ان کے دلوں میں ایمان بیٹھا ہوا ہے، اس کی ذات پر اس کی صفات پر ان کو پورا یقین ہے، خدا تعالےٰ کی عظمت اور جبروت کا سکہ ان کے دلوں پر جم چکا ہے، اور دل یقین کے ساتھ وہ اس کو حاضر و ناظر سمجھتے اور یقین کرتے ہیں کہ وہ ان کے اعمال اور حرکات و سکنات سے پورے طور پر واقف ہے ہر امر پر پوری قدرت رکھتا ہے

نماز میں خضوع وخشوع کی حالت

الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ان کا یہ ایمان اور یقین ان کی عبادت سے ظاہر ہوتا ہے، ایمان سے عمل کی توفیق ملتی ہے، علم اور ایمان سے عمل پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا ایمان ان کی عبادت میں ظاہر ہوتا ہے، اس کے جلال، اس کی کبریائی کو محسوس کرتے ہوئے اس کو زمین و آسمان کی پیدائش کا موجب یقین کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں، پھر نماز میں ان کی ایک حالت کا بھی ذکر کیا ہے الذین فی صلاتھم خاشعون ان کے دلوں میں خدا کے جلال اور اس کی کبریائی کی وجہ سے ان پر خضوع و خشوع کی حالت طاری ہوتی ہے اور وہ حالت ان کے جوارح و اعضا پر تاثیر رکھتی ہے۔ بجائے اس کے اللہ تعالیٰ کہہ لے یوں فرماتا کہ نماز پڑھا کرو اور نماز میں زمین و آسمان کے بادشاہ کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے خشوع کی حالت اختیار کرو، وہ فرماتا ہے ھم فی صلاتھم خاشعون ان کی تو حالت ہی یہ ہے کہ وہ نماز کے اندر خدا کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہیں، ایک بادشاہ کے دربار میں انسان کس طرح بیٹھتا اور اٹھتا ہے اس سے بڑھ کر اس بادشاہوں کے بادشاہ کے حضور میں ان کے اعضا کے ساتھ ان کے دل بھی جھکے رہتے ہیں وہ رکوع میں اس کی عظمت کا اظہار کرتے، سجدہ میں پیشانی رگڑتے ہیں۔

عبادت کا اثر مسلمان کے اخلاق واعمال پر

کیا خشیۃ اللہ اور خضوع و خشوع کا یہ نقشہ جو مسلمان ظاہر کرتا ہے اسلئے ہے کہ اپنے اس رنگ کو مسجد ہی میں چھوڑ جائے اور باہر جاکر اس کے معاملات اور لین دین میں خشیۃ اللہ کا رنگ نہ ہو؟ اس کی شکل و صورت میں خشیۃ اللہ کا کوئی اثر موجود نہ ہو، نہیں ایک مسلمان کا تو یہ نشان بتایا گیا ہے سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ مسلمان کے اندر حلم ہوتا ہے اس کے چہرے سے بزرگی نظر آتی ہے، اس کی شکل و صورت سے وقار ٹپکتا ہے، جو اسکی اندرونی بزرگی اور وقار کو ظاہر کرتا ہے، یہ دربار الٰہی میں حاضری کا اثر ہے، جو اس کے ظاہر و باطن میں پایا جاتا ہے، وہ لوگوں کے سامنے اینٹھتا نہیں، تکبر نہیں کرتا، ان کے حقوق کو تلف نہیں کرتا بلکہ وہ حلم و تواضع سے پیش آتا ہے اور یہ صرف انفرادی حالت نہیں یہاں تو فرمایا ہے قد افلح المؤمنون، مومنوں کی جماعت ان صفات کی مالک ہوتی ہے، ان کے اعمال و افعال میں جماعت کا رنگ اور جماعت کا ماحول پایا جاتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے احسان اور اس کی قدرت کے احساس کی وجہ سے اس کے حضور میں جھکتے ہیں اور اپنے نفس کی تہذیب کی فکر کرتے ہیں یعنی نماز انہیں مہذب بناتی ہے،

لغویات سے اعراض

والذین ھم عن اللغو معرضون لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں ایسے کام جو زندگی کے مقصد سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، اور خشیۃ اللہ کو زائل کرنے والے ہیں ان کے نزدیک بھی وہ نہیں پھٹکتے،

شفقت علیٰ خلق اللہ

والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون، اگر نماز خدا کے حقوق کو ادا کرتی ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ مخلوق خدا کی ہمدردی کی جائے، یہ مومنوں کی ایک اور صفت بیان کی ہے کہ خدا کے حقوق کی ادائیگی یا اس کی عظمت کے اعتراف کے ساتھ مخلوق خدا کی ہمدردی کا جذبہ بھی ان کے دلوں میں ہوتا ہے، اور وہ اپنے عمل سے اس ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، زکوٰۃ کا ذکر قرآن کے سوائے کسی دوسری کتاب میں نہیں، یہ قرآن ہی ہے جس نے جہاں یہ بتایا کہ تمہارا تعلق خدا کے ساتھ کیا ہو وہیں یہ بھی بتایا کہ خدا کی مخلوق کے ساتھ تمہارا کیا تعلق ہو، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا نچوڑ ہی یہ بتایا ہے التعظیم لامر اللہ و شفقۃ علیٰ خلق اللہ، جس قوم کے اندر یہ صفات پائی جاتی ہیں وہ بڑی مفید قوم بن گئی۔

زکوٰۃ کا نصاب

کسی پیغمبر نے اقتصادیات کی تعلیم اس رنگ میں نہیں دی جیسے قرآن اور حضرت نبی کریم صلعم نے دی ہے، زکوٰۃ میں اقتصادیات کا نہایت اعلےٰ اصول سکھایا گیا ہے، کسی شخص کے پاس سال بھر سے سو روپیہ بچا ہوا ہو تو وہ اس میں سے ۲½ روپے دیدے کہتے ہیں دنیا میں پچاس کروڑ مسلمان ہیں، اگر ان میں صاحب نصاب لوگ اپنی اپنی زکوٰۃ اپنے مالوں اور جائدادوں کا ٹھیک حساب کر کے نکالیں تو تمام قومی ضروریات اس سے پوری ہو سکتی ہیں، یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ قرآن نے قوم ساری کے لئے ایسے اعلےٰ اصول ہمیں دیئے۔

اکیلا پیغمبر جس نے پبلک ٹریژری قائم کی

زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ دلوں کے اندر پیدا ہو جائے اور پھر مقررہ نصاب کے مطابق اسکو ادا کرنا ضروری ہے، اس سے قوم کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، حضرت صلعم نے غرباء کی امداد کے لئے پبلک ٹریژری قائم کی، یہ پہلا پیغمبر نہیں یہ اکیلا پیغمبر ہے جس نے پبلک ٹریژری قائم کی اور مخلوق خدا کی امداد کے لئے قواعد بنائے، دوسرے لوگوں نے صرف عبادت الٰہی کے لئے چند احکام دیدیئے، محمد رسول اللہ صلعم نے عبادت کے لئے بھی قواعد بنائے اور مخلوق خدا کی ہمدردی اور خدمت کے لئے بھی قواعد وضع کئے، فرمایا ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء زمین والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے۔

زکوٰۃ کے علاوہ صدقات وخیرات

زکوٰۃ کے علاوہ رمضان میں بھی خیرات کرنا سکھایا، [illegible] اگر تمہارے پاس

کروڑ مسلمان فی کس ایک اٹھنی بھی دیں تو ڈھائی ہزار روپیہ سالانہ جمع ہو سکتا ہے، اسی طرح بڑی عید پر قربانی کا حکم دیا،

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کی لشکر کشی

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر قرآن کی تعلیم وارد تھی، ان کے ایک ایک عمل میں قرآن کا رنگ پایا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد جب بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اسکو گوارا نہ کیا اور فرمایا اتفرقون بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ کیا تم نماز میں اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہو، حالانکہ ان دونوں کی ادائیگی فرض ہے، فرمایا میں ایسے لوگوں کے خلاف لشکر کشی کروں گا جو زکوٰۃ دینے سے انکار کریں، آپ نے حکم دیا کہ جو مسلمان صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ نہیں دیتا اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے۔

حضرت عمرؓ نے غرباء کے مویشیوں کے لئے چراگاہ بنوائی

حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا اور ایک اور بات جو امتیازی رنگ میں ان کی حکومت میں پائی جاتی تھی، یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سرکاری چراگاہ میں صرف غرباء کے مویشی جا سکتے ہیں، عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف کے مویشی سرکاری چراگاہ میں نہیں جا سکتے کیونکہ وہ امیر آدمی ہیں اور اپنے جانوروں کی چرائی کا بندوبست خود کر سکتے ہیں، کتنا بڑا کمال ہے جو ہمارے ان بادشاہوں نے کیا، اور سب سے بڑی سرکار تو محمد رسول اللہ صلعم ہیں جن کی تعلیم کے یہ اثرات ہیں، خلفائے راشدین نے اپنے عمل کے ذریعہ سے آپ کی تعلیم کو واضح کیا، جو قوم کی مضبوطی کا موجب ہوئی۔

جماعت کے امراء سے خطاب

آج پاکستان میں اس تعلیم کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا، زکوٰۃ کی طرف کوئی توجہ نہیں اور ہماری جماعت کے جو امراء ہیں ان سے کہتا ہوں اتفرقون بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ، کیا آپ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق روا رکھتے ہیں؟ یہ جائز نہیں۔ جس طرح آپ نماز ضروری سمجھتے ہیں، ویسے ہی زکوٰۃ بھی ضروری ہے زکوٰۃ کہتے ہیں پاک کرنے کو، زکوٰۃ سے وہ میل جو اموال کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہے دور ہو جاتی ہے۔ کامیاب ہونے والے مومنوں کی صفات میں جہاں نماز کے اندر خشیۃ اللہ پیدا ہونے کا ذکر ہے، جہاں لغو سے اعراض ان کی صفت بیان کی گئی ہے وہیں یہ بھی ان کی صفت ہے جس کے بغیر وہ کامیاب نہیں ہو سکتے کہ وہ اپنے مالوں میں سے زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں، والذین ہم للزکوٰۃ فاعلون فاعلون کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور ایسا کرتے ہیں، اس میں ذرا بخل نہیں کرتے۔ علامہ زمخشری نے لکھا فعل کا لفظ ہر مقام پر استعمال ہوتا ہے اسی لئے زکوٰۃ کے ساتھ فاعلون کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی وہ ضرور بالضرور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا لا تخونوا اللہ و رسولہٗ اے ایمان والو خدا اور رسول کے معاملہ میں خیانت نہ کرو، یعنی خدا اور رسول کے احکام کی بجا آوری میں خیانت سے کام نہ لو و تخونوا اٰمٰنٰتکم، اور لوگوں کے اموال میں کسی قسم کی خیانت ہرگز نہ کرو۔

مسلمان کی عفت و پاکیزگی

اس کے بعد فرمایا والذین ہم لفروجہم حٰفظون، مسلمان معاشرہ کے اندر کسی قسم کی بے حیائی پیدا نہیں ہونے دیتے، اسلام متمدن معاشرہ کی زندگی سکھاتا ہے کہ مسلمان یہ نہ سمجھے کہ وہ صرف اپنے لئے زندہ ہے اسے سمجھنا چاہیئے کہ میں دوسروں کے لئے زندہ ہوں، متمدن زندگی میں نیکی اور عفت سے ہی معاشرہ پاک رہ سکتا ہے — بدکرداری سے، قوم کے اندر فساد پیدا ہوتا ہے، قتل و غارت کا بازار گرم ہو جاتا ہے نسل تباہ ہو جاتی ہے، تو فرمایا مسلمان وہ ہے جو عفت کی زندگی بسر کرتا ہے، الا علیٰ ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین ہاں گرہستی کی زندگی اختیار کرنا معاشرہ کو پاک کرتا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں، آزاد عورت کے ساتھ نکاح ہو یا قیدی کے ساتھ جس کو یہ گرہستی زندگی میسر ہے فانہم غیر ملومین وہ ہر اعتراض سے بچ جاتے ہیں۔ ....

فمن ابتغٰی غیر ذالک فاولٰئک ہم العٰدون۔ اس طریقہ کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ کوئی مرد و زن اختیار کرتے ہیں تو وہ حدود تہذیب کو برباد کرنے والے ہیں۔

امانتداری اور عہد کی پابندی

والذین ہم لاماناتہم و عہدہم راعون ہر مسلمان کی متمدن زندگی چاہتی ہے کہ وہ امانتدار اور عہد کا پختہ ہو، حدیث میں ہے لا ایمان لمن لا امانۃ لہ جو شخص امانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں ولا دین لمن لا عہد لہ اس شخص کا کوئی دین نہیں جو عہد کو پورا نہیں کرتا، مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ عہد کا پکا ہو، اسلامی تمدن اور معاشرہ کے اندر بے حیائی نہیں، اس تمدن اور معاشرہ میں بسنے والے عہد کے سچے اور دیانت و امانت کی صفات سے متصف ہوتے ہیں۔

نماز کی حفاظت

والذین ہم علٰی صلوٰتہم یحافظون، ایک ذکر تو نماز کا پہلے کیا تھا الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون اس میں تو مسلمان جو نماز میں کھڑا ہے اس کے قلب اور جوارح پر خشوع و خضوع کی حالت طاری ہوتی ہے اور وہ دائیں بائیں نہیں دیکھتا، ڈاڑھی کو نہیں کھجلاتا، اور اپنے رب کے حضور خشوع و خضوع سے کھڑا باتیں کرتا ہے المصلی یناجی ربہ یہ تو مومن کی حالت کا ذکر ہے جو اس پر نماز کے وقت طاری ہوتی ہے لیکن یہاں نماز کی حفاظت کا بیان ہے کہ مومن اپنی نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں، یہ حفاظت طہارت جسمانی سے بھی تعلق رکھتی ہے، اور پابندی وقت سے بھی، پھر ارکان نماز کی بھی حفاظت اس میں آ جاتی ہے کہ ان کو ٹھیک طور پر ادا کیا جائے، اور یہ بھی ہے کہ نماز پر دوام اختیار کیا جائے کوئی نماز پڑھ لی اور کوئی نہ پڑھی یہ حفاظت نہیں، پھر معنوی حفاظت کی بھی ضرورت ہے، ایک مسلمان دیکھتا ہے کہ اس کی نماز گرتی تو نہیں؟ اس بارہ میں اس کی حفاظت کرے اور دیکھے کہ نماز کا مقصد کیا ہے۔ اس مقصد کو سامنے رکھکر صحیح طور پر نماز پڑھے، اگر ظاہری ارکان کی حفاظت کرتا ہے تو معنوی حفاظت بھی کرنی چاہیئے تاکہ نماز کا مقصد فوت نہ ہو اور وہ گرے نہیں۔ ایسے نمازیوں کے متعلق جو اپنی نماز کی معنوی حفاظت نہیں کرتے فرمایا ہے فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون الذین ہم یراءون، نماز میں غفلت اور ریا ان کو برباد کر دیتا ہے،

راحت و آرام کی زندگی کا استحقاق

آخر میں فرمایا اولٰئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس ایسی جماعت جس کو کہا ہے قد افلح المومنون جن کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں وہ لغو باتیں نہیں کرتے، وہ نیکی اور پاکیزگی اختیار کرتے اور خدا کی مخلوق پر اپنے مال صرف کرتے ہیں، وہ متمدن زندگی میں پاک اور نیک معاشرہ پیدا کرتے اور گرہستی زندگی اختیار کرتے ہیں، امانتوں میں خیانت نہیں کرتے اور عہد کے پکے ہیں، اور اپنی نمازوں کی ہر رنگ میں حفاظت کرتے ہیں ایسے لوگوں کا استحقاق پیدا ہو گیا کہ انہیں راحت اور آرام حاصل ہو یوں بھی فرما سکتا تھا کہ ہم انہیں انعام دیں گے، نہیں بلکہ فرمایا کہ اس قسم کی زندگی راحت و آرام پیدا کرتی ہے ہر انسان اور ہر قوم راحت چاہتی ہے اپنی عزت کی اپنے مال کی حفاظت چاہتی ہے۔ فرمایا یہ اوصاف جو ہم نے مومنوں کے بیان کئے ہیں اپنے اندر پیدا کرو تو تمہیں راحت اور آرام کی زندگی میسر آئے گی

حضرت نبی کریم صلعم کا طرز عمل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کا نقشہ ہمیں نظر آتا ہے، آپ کے سامنے دشمنوں کا بہت بڑا جتھہ تھا جن کے یہ ارادے تھے کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقابلہ کے لئے لوگوں کو یہ نہیں کہتے کہ تم میرے ساتھ ہو جاؤ میں تمہیں مال دوں گا، یہ بھی نہیں کہتے کہ میں دشمنوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا، جو لوگ آپ کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑتے ہیں، ان کو آپ شراب نوشی کی اجازت دیتے ہیں نہ جوا بازی کی، اور نہ ہی لوٹ کھسوٹ کی اسلام اجازت دیتا ہے!

صحابہ میں دیانت و امانت کا مظاہرہ

ایک جنگ میں سعد کا بھائی مارا گیا سعد اسی وقت تلوار لے کر اٹھا اور دشمن کی صفوں میں جا گھسا اور اس شخص کو جس نے اس کے بھائی کو مارا تھا قتل کر کے اس کی تلوار لے آیا اور رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میرا بھائی مارا گیا اور میں نے دشمن

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مسلمان کے دو بڑے شعار ـــــ نماز اور زکوٰۃ

کوئی چندہ کوئی خدمت تم کو ادائگی زکوٰۃ کے فرض سے مستغنی نہیں ٹھہرا سکتی

کن کن چیزوں پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے اور اس کے مصارف کیا ہیں؟

ذیل کا مضمون جو حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں احباب کو مخاطب کرکے لکھا تھا، اس قابل ہے کہ احباب کرام اسے پھر ایک دفعہ غور کیساتھ مطالعہ کریں۔

حقیقی زندگی

برادران سلسلہ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

یہ تو ہم میں سے ہر ایک مانتا ہے کہ ہماری زندگی اس دنیا تک محدود نہیں نہ ہی ہمارے اعمال کی ذمہ داری ہماری اس زندگی کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے بلکہ ہماری حقیقی زندگی موت کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ کیا پاک اصول قرآن کریم نے سکھایا ہے۔ اور کس اعلیٰ مقام پر مسلمان کو کھڑا کرنا چاہتا ہے، کہ جس کو دوسرے لوگ موت سمجھتے ہیں اسے تم زندگی کا دروازہ سمجھو اور جس کی وقعت دوسروں کے دلوں میں کوئی نہیں اسے حقیقی زندگی سمجھو۔ انسان کی کوتاہ نظر نے بسا اوقات زندگی کو اس دنیا تک محدود سمجھ لیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیوں کو بھیجکر بار بار اسے یہ یاد دلایا ہے کہ جس زندگی پر وہ نازاں ہے جس آسائش اور آرام کو، جن شغلوں کو اپنی زندگی کا بلند اور اعلےٰ مقام سمجھتا ہے وہ بے حقیقت چیزیں ہیں اور اصل زندگی موت ہی سے ملتی ہے۔ وما ھذہ الحیٰوۃ الدنیا الا لھو و لعب و ان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون۔ یہ دنیا کی زندگی جس کو دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرمایا:- وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد۔ یعنی تمہاری زینت کے سامان جنہوں نے تم کو منہمک کر رکھا ہے اور ایک دوسرے پر بڑائی کرنا اور مال اور اولاد کی خواہش میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش میں لگے رہنا) یہ خدا سے غافل کرنے کے سامان ہیں اور بے نتیجہ شغل ہیں جن کا تمہاری اصلی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور دار آخرت یعنی موت کے بعد جو رہنے کا مقام ہے وہی تو حقیقی زندگی ہے۔ کاش کہ یہ لوگ جانتے۔

حقیقی زندگی کے سامانوں سے غفلت

آیت کے آخری الفاظ کس قدر دردناک ہیں۔ اکثر لوگ اپنی حقیقی زندگی کے سامانوں سے غافل ہیں۔ اس دنیا میں بڑا بننے کی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں لیکن اپنی زندگی میں کوئی ایسے اوقات الگ نہیں کرتے کہ ان اوقات میں اس حقیقی زندگی میں بڑا بننے کے سامانوں کی فکر کریں۔ یوم آخر پر ایمان ہر ایک مسلمان کی زبان پر ہے مگر عمل کہاں۔ آج لو کانوا یعلمون سب سے بڑھ کر مسلمانوں پر صادق آتا ہے جو شخص فی الواقع اس بات کو مانتا ہے کہ اس کی زندگی کہیں اور ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ اس کے دل میں کبھی اس کی تیاری کا خیال نہ آئے یا جس قدر فکر اس دنیا کی معاش اور سامانوں کی اسے لگی رہتی ہے کم از کم اسی قدر فکر اس حقیقی زندگی کے سامانوں کے لئے نہ ہو۔ پس جو لوگ منہ سے اقرار کرتے اور عمل سے انکار کرتے ہیں وہ فی الواقعہ یوم آخر پر ایمان نہیں لاتے۔ پس خوب یاد رکھو مومن وہی ہے جو دل سے یقین رکھتا ہے کہ اس کے لئے کوئی اور زندگی بھی ہے جو اس دنیا کی زندگی کے بعد شروع ہوتی ہے اور پھر اس زندگی کے متعلق کچھ فکر میں بھی لگا رہتا ہے۔

مسلمان کے دو بڑے شعار

میں اس وقت اپنے احباب کو ایک ضروری فرض کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ فرض ادائیگی زکوٰۃ کا ہے نماز اور زکوٰۃ مسلمان کے دو بڑے شعار ہیں، اور قرآن کریم نے بھی بار بار ان کا ذکر اسی لئے فرمایا ہے اور ان دو کو اسلام کے لئے بعد لا الٰہ الا اللہ کے بطور اصل الاصول قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ فرمایا فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین اگر وہ یعنی (کفار اپنے کفر سے) رجوع کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں گویا اسلام میں دینی بھائی ارشاد قرآنی کی رو سے وہی کہلا سکتے ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اگر ایک کا فرہمارا دینی بھائی قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ سے بنتا ہے تو ایک مسلمان بغیر اس کے کیونکر اس سلسلہ اخوت کا ممبر کہلا سکتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ اسلامی سلسلہ اخوت کا خاص امتیاز منہ سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار اور عملاً قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ان قوموں کے ساتھ جنگ کی جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اس ضروری فریضہ کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں۔

نوافل کی ادائیگی سے فرض ادا نہیں ہوجاتے

لیکن اس وقت میرا روئے سخن بالخصوص احباب سلسلہ سے ہے وہ خدا کے لئے غور کریں کہ وہ ان ہر دو فرائض کی ادائیگی میں کہاں تک دوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں منہ کے دعووں نے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اور خوب یاد رکھو کہ نرے زبانی دعووں سے کہ ہم یوں ہیں اور اس طرح ہیں کوئی قوم دنیا میں سرسبز نہیں ہوتی یہ جنتی کامیابی کے وعدے ہیں وہ الذین امنوا وعملوا الصلحت کے ساتھ ہی ہیں مسیح موعود کے مان لینے کو کفارہ نہ بناؤ آپ کے فرقہ کی غرض مسلمانوں کو اسلامی اصول پر قائم کرنا ہے۔ اگر تم ان اصول پر قائم ہو گئے ہو تو تم نے مسیح موعود کو مانا ہے۔ ورنہ نہیں، حضرت صاحب تو علاوہ فرائض کے نوافل کی ادائیگی بھی تم سے چاہی ہے۔ یہ چندے جو تمہارے لئے ضروری ٹھہرائے اس کی غرض کیا تھی کہ فرائض سے بڑھ کر تم نوافل بھی ادا کرو۔ لیکن کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص نوافل کی ادائیگی سے فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص ساری رات نوافل کی ادائیگی میں لگا رہتا ہے اور صبح کی نماز ترک کرتا ہے تو وہ اس کے نوافل اس کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتے، اسی طرح پر کوئی چندہ کوئی خدمت تم کو ادائیگی زکوٰۃ کے فرض سے مستغنی نہیں ٹھہرا سکتی

مصارف زکوٰۃ اور بیت المال

پھر جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں وہ اپنی طرف سے ہی کوئی اصول بنا کر اس ساری رقم کو خرچ کر دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل صاف بتاتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم بیت المال میں ادا ہونی چاہیئے اور وہاں سے تمام ضروریات قومی پر خرچ ہونی چاہیئے نہ یہ کہ جہاں کسی کا جی چاہا وہاں زکوٰۃ کی رقم کو خرچ کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں زکوٰۃ کے روپیہ کے لئے آٹھ مصرف قائم کئے ہیں۔ یعنی فقراء و مساکین، عاملین زکوٰۃ

کے ملازمین، مؤلفۃ القلوب، غلاموں کی آزادی، قرضدار، مسافر اور فی سبیل اللہ یعنی دینی جہاد اور اشاعت اسلام میں۔ اب بعض لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی کو اس حد تک سمجھا ہوا ہے کہ کسی غریب رشتہ دار کی مدد جو کی تو سمجھ لیا کہ چلو زکوٰۃ ادا ہوگئی ہوگی۔ حالانکہ زکوٰۃ سے علاوہ بھی قرآن کریم نے بار بار غربا اور مساکین اور محتاج رشتہ داروں کی امداد کے لئے نصیحت فرمائی ہے۔ لیکن بہرحال جب اللہ تعالےٰ نے آٹھ مصرف بتائے ہیں تو کسی کا کیا حق ہے کہ باقی سب کی طرف سے لاپروائی کرکے ساری رقم کو کسی غریب رشتہ دار پر خرچ کر دے۔ اگر ایک رشتہ دار محتاج ہے تو کیا اسلام کی حالت آج اس معاملہ میں اضطرار کی نہیں سب سے بڑھ کر تو خود اسلام کی اعانت کی ضرورت ہے۔ حفاظت اسلام اور اشاعت اسلام کا کام جس قدر مدد کا محتاج ہے کوئی فقیر اور غریب بھی اس قدر مدد کا محتاج نہیں۔ اور پھر اللہ تعالےٰ نے ہمیں ایک جماعت بنا کر موقعہ دیا ہے کہ ہم اپنے لئے ایک بیت المال قائم کرکے حسب منشا قرآن کریم ادائیگی زکوٰۃ کے فرض سے سبکدوش ہوں۔

نیک سنت قائم کرو

خوب یاد رکھو من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا۔ جو شخص ایک اچھی راہ قائم کر جاتا ہے اس کے لئے اس کا اجر اور اس اچھی راہ پر چلنے والوں کا اجر بھی اسکے لئے ہے ہمکو آج اللہ تعالےٰ نے ایک موقعہ دیا ہے کہ ہم ایک نیک سنت کو قائم کریں۔ اگر ہم نے اپنے اس فرض کو پورا کیا تو یہ مسلمانوں کی آئندہ بہتری کے لئے ایک ایسی راہ ہوگی کہ پیچھے آنے والی نسلیں اس راہ کے قائم کرنیوالوں کو ہمیشہ نیکی سے یاد کریں گی۔ اور اجر تو الگ رہا لیکن اگر آج ہم نے دنیا کے چند پیسوں سے محبت کرکے خدا کے اس حکم کو ٹال دیا تو یہ ہمارا مال بھی یہیں رہ جائے گا۔ اور ہم خدا کے حضور بھی منہ دکھانے کے قابل نہ ہوں گے اور پیچھے آنے والے لوگ بھی ہمیں برائی سے یاد کریں گے اور اس وقت ہمارا پچھتانا کوئی کام نہ دے گا۔

ابھی عمل کا موقعہ ہے

پس ابھی ہمارے ہاتھوں میں بات ہے، ہمیں موقعہ حاصل ہے۔ پھر وہ وقت آئے گا کہ یہ موقعہ باقی نہ رہے گا۔ اور افسوس یہ ہوگا کہ اس وقت وہ مال بھی باقی نہ رہیگا خدا نہ کرے کہ ہم فارجعنا نعمل صالحاً کہنے والوں میں سے ہوں کہ خدایا ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج کہ ہم اچھے عمل کریں رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت اے میرے رب مجھے لوٹا دو تاکہ جو چیزیں میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں اب اگر ان میں اعمال صالحہ بجالاؤں، اس کا جواب کیا ہے کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا یہ ایک بات ہے جس کو منہ سے کہہ دیا ہے۔ افسوس کہ ہماری اکثر باتیں بھی آج منہ کی باتیں ہیں۔ پس آؤ اور عمل کرکے دکھاؤ تاکہ تمہارے ناموں پر ابدالآباد تک خدا کی رحمت ہو، اور نیکی سے لوگ تم کو یاد کریں۔

قربانی کا طریق

چھوٹی چھوٹی قربانیاں ہیں وہ چند حقیر پیسے جو بہرحال ہمارے ہاتھ سے چلے جائیں گے آج خدا کے حکم کے ماتحت ان کو اپنے ہاتھ سے دیدو۔ مگر اس طریق پر جو طریق آئندہ مسلمانوں کی کامیابی کا باعث ہو اور جو جماعت احمدیہ کو دوسرے لوگوں کے لئے نمونہ بنانے والا ہو۔ یعنی اس رقم کو ایک جگہ جمع کرکے قومی کاموں پر لگاؤ۔ دین کی اشاعت پر لگاؤ۔ میں کہتا ہوں سر دست اتنا بھی کر دو کہ کم ازکم نصف مال زکوٰۃ بلکہ جس قدر زیادہ خدا توفیق دے انجمن کے بیت المال میں بھیجدو جو اسے اشاعت اسلام، مؤلفۃ القلوب پر اور دیگر نیک مصارف پر لگائے۔ اور باقی نصف کو اپنے حسب منشاء غربا اور مساکین پر خرچ کر دے تو کم ازکم ایک قدم تو ایک نیکی کے کام کی طرف اُٹھے اور بنیاد تو رکھی جائے۔

اس سال کو اور اس موقعہ کو نہ گنواؤ

پچھلا سال تو گذر گیا اور بہتیرے ہیں جنہوں نے خدا کے حکم کو ٹال دیا ہوگا۔ وہ کچھ غنی نہیں ہو گئے۔ بہتیرے ہیں جنہوں نے اس فرض کو خوشی سے ادا کیا وہ فقیر نہیں ہوگئے آج اگر طبیعت پر جبر کرکے بھی تم اس کام کی بنیاد رکھ دو تو کل کو اللہ تعالیٰ تم کو شرح صدر بھی دیدیگا بہرحال اس سال کو اور اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ گنواؤ۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ خدا کے سامنے سرخرو ہو کر جاؤ۔ اس حکم کو ٹالنے کی کوشش نہ کرو بلکہ اپنے دوستوں اپنے عزیزوں اپنے رشتہ داروں، اپنی بیویوں کو بھی اس طرف متوجہ کرو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی بیویوں کو اپنی بیٹیوں کو اپنی بہوؤں کو خدا کا یہ حکم کھول کر سناؤ، سمجھاؤ اور نصیحت کرو کہ وہ بھی اس حکم کو پورا کریں۔

اپنے مالوں کا حساب کرکے پوری زکوٰۃ دو۔

پھر یوں بھی نہ کرو کہ ایک شخص نے اپنے بہت سے مال سے ایک چیز نکال کر دیدی اور سمجھ لیا کہ چلو حکم ادا ہوگیا۔ کیا اگر تم نماز کو ادا کرتے وقت چار رکعت کی بجائے تین پڑھ لو یا رکوع کو چھوڑ دو یا تکبیروں کو چھوڑ دو یا نماز سے پہلے وضو نہ کرو تو تمہاری نماز ہو جائے گی؟ پس فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی یہ چاہتی ہے کہ اس مال کا خواہ وہ بشکل زیور ہو یا نقدی ہو حساب کرو۔ جو مال پھر تمہارے پاس جمع رہا ہے اگر اس میں اس طرح کمی بیشی ہوتی رہی ہے کہ کچھ آتا اور کچھ جاتا رہا ہے تو سال کی اوسط لگا لو اور اس پر زکوٰۃ ادا کرو، اور اسی طرح دیگر اشیاء میں بھی حساب کرکے جس قدر بروئے حساب زکوٰۃ بنتی ہو اسے ادا کر دو۔

باقی رہنے والا مال وہ ہے جو اللہ کی راہ میں دیا جائے

یہ جو کچھ دو گے درحقیقت یہی تمہارے حساب میں جمع ہوگی۔ لیکن یہ بات سوائے اللہ پر ایمان لانے کے اور آخرت پر ایمان لانے کے سمجھ نہیں آسکتی۔ تم سمجھتے ہو کہ جو مال تمہارے مکانوں اور صندوقوں میں پڑا ہے وہ تمہارا مال ہے۔ اور جو دیدیا وہ چلا گیا اور اسی قدر کم ہوگیا۔ خدا کی کتاب ہمیں کچھ اور تعلیم دیتی ہے ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق جو تمہارے پاس ہے یہ فنا ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہیگا۔ گویا وہ یوں فرماتا ہے کہ جو تمہارے مکانوں اور صندوقوں میں بند ہے وہ تمہارا نہیں، جو کچھ تم نے خدا کی راہ میں دے دیا ہے وہ تمہارے لئے باقی رہ گیا ہے پس اپنی خواہشات اور خیالات کو خدا کے کلام کے ماتحت کرو۔

کن کن چیزوں پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے

ذیل میں چند امور متعلقہ زکوٰۃ کی تشریح کر دی گئی ہے۔

نقدی } نصاب چاندی ۵۲ تولہ اور سونا ۷½ تولہ ہے۔ یعنی جس کے پاس اس قدر یا اس سے زیادہ مال ہو وہ چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرے۔

زیورات } ان کا حکم نقدی کی طرح ہے، جو زیور داشتنی ہو یعنی معمولی طور پر استعمال میں آتا ہو بلکہ کبھی کبھی پہنا جائے اس کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں یعنی اس میں زکوٰۃ ضروری ہے جو زیور عام طور پر استعمال میں آتا ہو اس کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے یعنی صحابہ سے ایسے زیور کی زکوٰۃ کا ادا کرنا ثابت ہے بعض سے ثابت ہے کہ وہ ادا نہ کرتے تھے۔ اس بارہ میں ام سلمہ کی حدیث صاف ہے ام سلمہ کچھ سونے کا زیور پہنے ہوئے تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو یہ کنز میں داخل نہیں اصل الفاظ روایت کے یوں ہیں عن ام سلمۃ قالت کنت لبس اوضاحاً من ذھب فقلت یا رسول اللہ اکنز ھو فقال ما بلغ ان تودی زکوتہ فزکی فلیس بکنز اس حدیث میں کنز سے اشارہ اس آیت کی طرف ہے والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم گویا جس جمع شدہ مال میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے اس پر وعید نہیں بلکہ وعید اس پر ہو جس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی تو اس حدیث کی رو سے پہنے ہوئے زیور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری قرار دی، امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ سب زیورات میں زکوٰۃ ہے اور ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنا عمل یہی بتایا ہے اس لحاظ سے سارے زیور پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔

مال تجارت } میں زکوٰۃ ہے۔ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ میں الگ الگ نصاب ہیں چونکہ ہمارے احباب میں اس کی ضرورت نہ ہوگی اس لئے اسکو چھوڑا جاتا ہے۔ دوسری قسم کے مال تجارت پر زکوٰۃ کے وجوب میں اکثر فقہا کا اتفاق ہے۔ حضرت مسیح موعود سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:- "تجارتی مال پر جو مکان میں رکھا ہے زکوٰۃ نہیں حضرت عمرؓ چھ ماہ کے بعد حساب کر لیا کرتے تھے اور روپیہ پر زکوٰۃ لگائی جاتی تھی۔"

پیداوار } چونکہ سرکاری لگان کے ماتحت ہے اور وہ لگان اکثر حالات میں زکوٰۃ کے بلحاظ ۱/۲۰ سے زیادہ ہے اس لئے اس پر زکوٰۃ نہیں۔

مکانات } کی آمد کرایہ پر زکوٰۃ ہے لیکن اگر ہوس ٹیکس کے ماتحت ہیں تو لگان والی اراضی کی طرح مستثنیٰ ہیں۔ پارچات پوشیدنی پر، سواری کے گھوڑے پر، رہنے کے مکان پر، گھر کے اسباب و سامان پر جو اپنی ضروریات کے لئے ہے تجارت کے لئے نہیں زمینداروں کے مویشیوں پر جو تجارت کے لئے نہیں ہیں، کاریگروں کے ہتھیاروں پر جن سے وہ کام چلاتے ہیں زکوٰۃ نہیں۔

میری دُعا کیوں نہیں سُنی جاتی

ایک دُکھیاری احمدی بہن کا استفسار

محترم جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"

السلام علیکم ۔

میں آپ کی طرف ایک مضمون لکھتی ہوں جو یہ ہے کہ قرآن شریف میں ہزار بار پڑھا، حدیثوں میں پڑھا، بزرگوں سے سُنا کہ دعا کو اللہ تعالےٰ سنتا ہے نماز میں دعا کرو، قرآن شریف پڑھو وہ بھی بلاناغہ اگر بیمار خاص نہ ہوں تو ہر روز پڑھتی ہوں نماز تہجد بھی اسی طرح اگر تندرست ہوں ۔ باقاعدہ دعا مانگنا میری عادت ہو چکی ہے اگر میرا دشمن بھی تکلیف میں ہو تو میں اس کے لئے بھی دعا کئے بغیر نہیں رہ سکتی میری والدہ بچپن میں فوت ہو گئی ہمارے پاس سوائے باپ کے کوئی نہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد سوتیلی ماں آگئیں، اب مصیبت کا دَور شروع ہوا کئی سال سوتیلی ماں کا سلوک دیکھ کر کے جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تو دعا شروع کی کہ یا اللہ اس عورت کو تو نے میرے لئے زحمت بنایا ہوا ہے اس کو میرے لئے رحمت بنا دے تجھ پر بڑا آسان ہے۔ لیکن میری دعا کوئی نہ سُنی گئی جب اس کی موت قریب آئی تو آٹھ دن پہلے میری شادی ہو گئی بھائی میرے بالکل چھوٹے چھوٹے رہ گئے ایک طرف تو باپ کا گھر برباد ہوا بہن بھائی اکیلے ان کا غم مجھے کھائے وہ تمام دن اکیلے کھیلا کرتے کوئی ان کا پرسانِ حال نہ ہوتا ادھر میری حالت جو خاوند ملا سخت مزاج نہ میری حالت دیکھے نہ سنے ساس سسر کے بیٹے پڑی بڑی بڑی دوائیں کیں بلکہ ہر وقت میرا کام ہی دعا تھا کہ یا اللہ میرے خاوند کو ٹھیک کر دے، کچھ کمائے بچوں کا بار تو اُٹھائے چاہے تھوڑا کمائے لیکن میں دوسرے کی محتاجی سے نجات پا جاؤں، نمازوں میں دعا، تہجدوں میں دعا کی مگر میرے حق میں کوئی کارگر نہ ہوئی نہ اس شخص نے کمایا نہ میں نے کھایا نہ میرے بچوں نے باپ کا کچھ دیکھا چھوٹے بھائیوں کے ساتھ وقت تو میرا گذر نہ گیا۔ مگر میری دعائیں کہاں گئیں لڑکی کی شادی کی توکل بخدا کیا وہ بھی میرا غلط ثابت ہوا جو لوگ میری بیٹی کے سسرال میں یا خاوند سب کے سب بے ایمان، جھوٹے دغا باز اور ظالم نکلے اس بیٹی کے لئے چار پانچ سال سے دعا کر رہی ہوں بجائے کہ وہ لوگ نیک بنتے روز بروز ظالم اور دغا باز ہوتے جا رہے ہیں میری کوئی دعا کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی لڑکا ہے جتنی کوشش کرتا ہے آگے بڑھے اتنا پیچھے ہٹتا ہے رات دن کی محنت سے بیمار بھی ہو جاتا ہے مگر کامیاب نہیں ہوتا۔ جس روزگار کے لئے کوشش کرتا ہے میں خوب دعاؤں میں لگتی ہوں مگر آخرکار کوئی دُعا سُنی نہیں جاتی یہ کیا وجہ ہے جب سخت دل کباب ہو جاتا ہے تو استغفار شروع کر دیتی ہوں کہیں منکر نہ ہو جاؤں میرا خیال ہے کہ میری دعائیں اللہ ردّی کی ٹوکری میں پھاڑ کر پھینکتا جاتا ہے ۔ مجھے کوئی راہ بتائیں کہ کیا طریق استعمال کروں جس کے ساتھ خدا سے یا میری توبہ قبول کرے۔

برائے مہربانی مجھے جواب بھی دیں اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالےٰ میری مشکل حل کرے میری مصیبتیں حل ہوں ۔

آپ مجھے اس کا جواب اخبار میں دیں ۔ یعنی دعا کے متعلق مضمون کوئی تحریر کر دیں میں سمجھ جاؤں گی کہ یہ میرے لئے ہے میں اخبار منگواتی ہوں آپ ضرور جواب لکھیں تاکید سے اللہ تعالےٰ آپ کو جزا دے میں بڑی سخت دکھی ہوں، ہر کام ہر کوشش اللہ تعالےٰ میری مرضی کے خلاف کرتا ہے ہر دعا میری اُلٹ ہوتی ہے ۔ بعض دفعہ نماز سے بھی دل پھر جاتا ہے ۔ خدا میری طرف نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے کیا کروں گی پڑھ کر مجھے تو اس نے کنوئیں میں پھینک رکھا ہے شاید میں سب دنیا سے زیادہ گناہگار ہوں گی اس لئے بھی ہر وقت استغفار پڑھتی ہوں ۔ والسلام جواب کی طالبہ

آپ کی احمدی بہن

پیغام صلح: اس استفسار کا جواب آج کے افتتاحیہ میں دیا گیا ہے جو امید ہے ہماری محترمہ بہن صاحبہ کی تسلی کا موجب ہو گا ۔ قارئین پیغام صلح میں سے بھی کوئی صاحب اس موضوع پر روشنی ڈال کر اس محترمہ بہن کی تسلی کا موجب ہو سکیں تو بہت بہتر ہو گا ۔

بزرگان و اکابرین سلسلہ کے حالات

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ اخبار "پیغام صلح" مؤرخہ ۲ مارچ ۱۹۵۵ء میں بزرگ سلسلہ حاجی الٰہ دین صاحب کی داستان احمدیت پڑھی، بہت دلچسپ اور سبق آموز آپ بیتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حاجی صاحب موصوف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور حاجی صاحب کو صحت اور تندرستی بخشے ۔ آمین ۔

مدت سے میری خواہش تھی کہ سلسلہ احمدیہ اور خصوصاً ہماری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بانی بزرگان اور دیگر اکابرین سلسلہ کے حالاتِ زندگی اور داستان احمدیت وغیرہ یکجا اکٹھے کر کے شائع کر دیئے جائیں، تاکہ ان لوگوں کی قربانیاں، مومنانہ اور بردبارانہ طرز زندگی اور خدمات دینیہ آئندہ نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں ۔

مدت ہوئی سننے میں آیا تھا کہ بابو منظور الٰہی صاحب مرحوم و مغفور اس قسم کے کوائف اکٹھے کر رہے ہیں ۔ پھر سننے میں آیا کہ شیخ محمد آصف صاحب ان حالات کو قلمبند کر رہے ہیں مگر سوائے کبھی کبھی اخبار پیغام صلح کے خصوصی نمبروں میں ان بزرگوں کے مختصر حالات زندگی کے مزید کوائف لوگوں کے سامنے ابھی تک نہیں آئے۔ اگرچہ اب بھی کافی دیر ہو گئی ہے مگر وقت بالکل ہاتھ سے نہیں نکلا ۔ ابھی تک ایسے احباب موجود ہیں جن کی زبانی بہت کچھ مواد اکٹھا کیا جا سکتا ہے ۔ اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح اس طرف فوری اور ضروری توجہ فرمائیں یا کسی اور اہل قلم صاحب کے یہ کام سپرد کریں، تاکہ جلد سے جلد کتابی صورت میں ان بزرگان سلسلہ کے حالات زندگی لوگوں تک پہنچ سکیں ؎

ہاں تصور پھیر دکھا ہم کو وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

خاکسار ۔ ممتاز احمد فاروقی

ممتاز احمد فاروقی صاحب کی تجویز کے متعلق جو اوپر درج ہے، اس بات کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ یہ تجویز جتنی اہم اور ضروری ہے اتنا ہی اس کا باقاعدہ انتظام بھی لازمی ہے۔ پیغام صلح کے دفتر یا دوسرے مرکزی دفاتر میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو سلسلہ کے حالات سے بخوبی واقف ہونے کے علاوہ مناسب وقت بھی دے سکے اور انجمن مالی مشکلات کے پیش نظر کوئی مزید اخراجات اُٹھانے کے واسطے تیار بھی نہیں ہے اس واسطے گذارش ہے کہ اگر کچھ احباب ماہوار کچھ رقوم عطا فرمائیں تو یہ کام پایۂ تکمیل ...

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

محترم ابراھیم سچوانی صاحب سے ملاقات

اخویم ابراھیم آدم صاحب سچوانی کل شام بذریعہ ہوائی جہاز بغداد آئے آج فرزند ابراھیم کے ساتھ عصر کے بعد گھر تشریف لائے۔ سات آٹھ ماہ کے بعد ملاقات ہوئی۔ بغلگیر ہوتے ہوئے دل بھر آیا آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تنفس نے زور پکڑا کوئی پانچ سات منٹ یہ حالت رہی۔ آدھا گھنٹہ بیٹھے۔ مرکز لاہور، ووکنگ وغیرہ کا ذکر رہا۔ میرے خاص حالات بھی زیر گفتگو آئے۔ کل سویرے ہوائی جہاز ہی سے بصرہ واپس تشریف لے جا رہے ہیں اللہ تعالےٰ حافظ و ناصر ہو اور دینی اور دنیوی ترقی عطا فرمائے۔ اخویم عزیز کمزور معلوم دیتے تھے صحت تندرست نہیں اس نافع الناس وجود کے لئے بزرگان سلسلہ سے دعا کے لئے درخواست ہے اللہ تعالےٰ عمر طویل دے اور خدمت دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک زیر تبلیغ سعید روح

کرنل ڈاکٹر السید وجیہ زین العابدین آمر المستوصف العسکری بغداد کو اسلامک ریویو مجریہ جنوری ڈاک سے بھجوایا۔ کرنل موصوف اس سے قبل　　کے عسکری تھے اب منتقل ہو کر بغداد آ گئے ہیں انہیں علالت سے قبل اسلامی و سلسلہ کا لٹریچر کافی دیا گیا ہے۔ اسلامک ریویو سے کئی ایک مضامین کا عربی ترجمہ کر کے موصل کے اخبارات میں شائع کیا ہے محترمی شیخ غلام قادر صاحب سے ان کی خط و کتابت بھی ہوئی ہے جماعت اسلامی یعنی مودودی لوگوں کا انگریزی اور عربی لٹریچر بھی دیکھ چکے ہیں اور ان سے بھی خط و کتابت رہی ہے۔ بغداد کا مشہور مخالف سلسلہ محمود المداح سے بھی بحث کر چکے ہیں مسئلہ جہاد کو پوری طرح

پر سمجھ نہیں سکے ہیں۔ طویل علالتیں، دو تین مرتبہ دکان پر آئے لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ سعید روح ہے درد اسلام اور اشاعت کی تڑپ سینہ میں موجزن ہے۔ ممکن ہے اپنے وقت پر (جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہو گا) سمجھ آ جائے اور امام وقت کے دامن سے وابستہ ہو کر خدا کے دین کی خدمت میں لگ جائیں۔ لاہور اور ووکنگ کا تیار شدہ لٹریچر عراق و دیگر ممالک عربیہ میں دنیا کے دیگر بلاد کی طرح اندر ہی اندر اپنا کام کئے جا رہا ہے۔ ہمارا کام پیغام پہنچانا ہے۔ ہدایت کا دینا خدا کا کام ہے۔ ہمیں والذین جاھدوا فینا کی تڑپ رکھنے والوں کی تلاش ہونی چاہیئے اس کا یہ وعدہ ہے کہ لنھدینھم سبلنا وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کریگا۔

سابق سیشن جج حیدرآباد سے ملاقات

۲۰ فروری ۱۹۵۵ء اتوار۔ دو گھنٹہ کے لئے دکان پر گیا دکان پر صرف دس منٹ ٹھہرا وہاں مسٹر ظہیر الدین صاحب حیدرآبادی کے ہمراہ جناب مولوی محمود عبد القدیر صاحب سابق سیشن جج حیدرآباد دکن تشریف لائے۔ مولوی صاحب موصوف بغرض زیارات مقامات مقدسہ پانچ روز ہوئے بغداد وارد ہوئے ہیں محترمی ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کے بنگلہ پر قیام ہے خاکسار کے متعلق ڈاکٹر صاحب موصوف نے ذکر کیا ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ مولوی صاحب کو لیکر قہوہ خانہ میں جا بیٹھا وہاں جناب الحاج عبد اللطیف صاحب کے از احباب ربوہ اور سیٹھ حبیب جمال بھی بغرض ملاقات آئے۔ مؤخر الذکر ہر دو احباب آدھ گھنٹہ بیٹھ کر رخصت ہو گئے مولوی صاحب سے تقریباً ایک گھنٹہ صحبت رہی۔ مولوی صاحب اپنے خاندانی حالات سناتے رہے۔ اٹھتے ہوئے مولوی صاحب موصوف کو رسالہ لمعات محمدیہ تالیف خواجہ کمال الدین مرحوم برائے مطالعہ دیا۔ آپ علاوہ اردو انگریزی کے فارسی اور عربی بھی جانتے ہیں۔ پھر ملنے کا وعدہ کر گئے۔ جناب نصیر الدین ہاشمی حیدرآباد دکن (جو طبقہ نسواں کی حمایت میں زمانہ حاضرہ میں راشد الخیری مرحوم سے کم نہیں) کو پیغام صلح ۸۱-۲۷ (ان میں صنف نازک پر سبق آموز مقالات ہیں) بھجوایا۔

مسیح موعود کا رنگ ایمان

۲۲ فروری بروز منگل۔ میرے ایک پرانے ملنے والے جناب محمد سرفراز خان صاحب ڈھائی ماہ سے زیادہ ہوا بصرہ سے بغداد آئے ہوئے تھے بغرض ملاقات دکان پر تشریف لائے دوران گفتگو میں یہ خواہش ظاہر کی کہ مشہور بدزبان پنڈت لیکھرام کے متعلق حضورؑ نے پیشگوئی فرماتے ہوئے جو فارسی میں اشعار نظم کئے ہیں ان کی ضرورت ہے میں نے وعدہ کر لیا تھا کہ انشاء اللہ درثمین کامل سے نقل کر کے بصرہ ارسال کر دوں گا۔ لیکن اس کے بعد ہی سخت بیمار ہو گیا اور ایفائے وعدہ سے قاصر رہا آج تنہا آیا اور درثمین سے اشعار نقل کر کے بصرہ بھیج رہا ہوں اشعار نقل کرتے ہوئے اس شعر پر ؎

بکار دین نہ ترسم از جہانے
کہ دارم رنگ ایمان محمدؐ

وجد کی حالت طاری ہوئی اس اہم و نازک ترین قول کو آپ نے عمل میں لا کر بتا دیا، دوسرے شعراء کی طرح انھم یقولون ما لا یفعلون کا مظاہرہ نہیں تھا حقیقت الکبرے کا اظہار قول و عمل سے کر دکھایا۔

بہائیت اور عیسائیت عرب ممالک میں

۲۳ فروری ۱۹۵۵ء۔ ظہر کے بعد گھر پر جناب محمد یوسف الدین خان صاحب آفریدی (یکے از احباب ربوہ) برائے استفسار صحت تشریف لائے۔ دو گھنٹہ تک مختلف گفتگو رہی۔ بہائیوں کی روحانی محفل کی سیر کا دلچسپ واقعہ سنایا ان سے دو ایسی کتابیں حاصل کیں جو مشکل ہی سے مل سکتی ہیں ان کتابوں کو برائے تحلیل ربوہ بھجوایا ہے۔ دوسرے بہائیوں کے مالدار طبقہ کا ایثار ان کی قربانیوں کا ذکر۔ اہل علم و اہل ثروت حضرات کے دور دراز ملکوں میں بہائیت کی تبلیغ کے لئے ہجرت کر جانے کا ذکر کیا ان میں بغداد کے ایک بریگیڈیئر کی ہجرت کا قصہ بیان کیا۔ یہ تحریک منظم طریقہ پر خاموشی سے اپنا کام کر رہی ہے اور پھیلتی جاتی ہے۔ عیسائیت کی تبلیغ کے متعلق موصوف نے کہا کہ ممالک عربیہ میں ان کے مشنریوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے، بڑے زور سے کام ہو رہا ہے، سینکڑوں کی تعداد میں امریکن اور یوروپین پادری بلاد عربیہ میں پھیلے ہوئے ہیں

جیسس ان ہیون آن ارتھ کے عربی ترجمہ کی ضرورت

اس طوفان کو روکنے کے لئے عربی میں لٹریچر کی اشد ضرورت ہے۔ "جیسس ان ہیون آن ارتھ" اس کا بہترین علاج ہے، فرمایا اس کتاب کے عربی ترجمہ کی اشد ضرورت ہے اگر ساری کتاب کا ترجمہ فی الوقت ممکن نہیں تو کم از کم انجیل مقدس اور حضرت مسیح کے متعلق جو تحقیقی مضامین اس کتاب میں شائع کئے گئے ہیں ان کے پمفلٹ عربی میں ترجمہ کر کے زیادہ سے زیادہ تعداد میں عربی ممالک میں تقسیم ہونا چاہیئے تاکہ عیسائیت کے وہ حربے جو آجکل مختلف محاذ سے ان ممالک میں ذی شعور طبقہ کو متاثر کرنے کے لئے کئے جا رہے ہیں ان کا دفاع کیا جا سکے۔ آفریدی صاحب اس کتاب کا ایک نسخہ کئی ماہ ہوئے مجھ سے لے گئے تھے جو پڑھ کر یوروپین اور عیسائی پادریوں کو پڑھنے کے لئے دیا اب اس وقت بھی ایک امریکن پادری کے زیر مطالعہ ہے۔ آفریدی صاحب فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو پڑھ کر پادری صاحبان مبہوت سے ہو جاتے ہیں۔

فلپائن میں اسلام کی حالتِ زار

مسلمان مبلغ کیلئے فلپائنی مسلمانوں کا مطالبہ

"پاکستان ٹائمز" (۲۹ر دسمبر ۱۹۵۴ء) میں محمد اظہر علی خاں سابق سیکرٹری مسلم ایسوسی ایشن فلپائن کا ایک مضمون بعنوان "مسلمانان فلپائن کی حالت زار" شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے وہاں کے مسلمانوں کے مذہبی و معاشرتی حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے پاکستانی مسلمانوں سے استدعا کی ہے کہ وہ اپنے دور افتادہ بھائیوں کو جو اسلام سے بہت دور جا رہے ہیں بچانے کی کوشش کریں اور کوئی داعی یا مبلغ وہاں بھیجکر ان کی اصلاح اور اسلام کی حفاظت و اشاعت کا بندوبست کریں۔ ذیل میں اس مضمون کا ترجمہ بشکریہ "الاعتصام" ہدیہ قارئین کرام ہے:

اسلام کی اشاعت

جزائر فلپائن میں اسلام نے سولھویں صدی میں قدم رکھا۔ مجمع الجزائر سُولُو اور منداناؤ میں اسلام کو خاص کامیابی ہوئی۔ دعوت و ارشاد کی اس مہم کی کامیابی کا سہرا دو مردانِ خدا کے سر ہے۔ ان کے نام شریف کابن سُوان "اور" راجہ باگواندا" ہیں۔

اشاعت میں رکاوٹ

ان جزائر میں اسلام اپنی غیر معمولی تیز رفتاری کے ساتھ بڑھ رہا تھا کہ ہسپانیہ والوں نے ان جزائر میں ڈیرے ڈالے انہوں نے جبر و قوت کے ساتھ اسلام کی اشاعت کو روکنے کی کوشش کی، مگر اسلام کے جانبازوں نے پوری پامردی اور استقلال کے ساتھ ہسپانیہ والوں کا مقابلہ کیا۔ ہسپانیہ والوں نے فوجی قوت سے مسلمانوں کو شمالی اور مرکزی جزیرے (؟) سے نکال دیا لیکن وہ مندرجہ بالا دو جزیروں کے مسلمانوں کو مسخر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ انہوں نے پورے تین سو سال تک ہسپانوی حکومت اور فوجوں کا نہایت پامردی سے مقابلہ کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر ہسپانوی حکومت اپنی فوجی قوت سے اسلام کی اشاعت کی راہ میں رکاوٹیں نہ پیدا کرتی تو فلپائن کی سنانوے فیصدی آبادی مسلمان ہو گئی ہوتی۔

امریکہ اور فلپائن

۱۸۹۸ء میں امریکہ بھی ان جزائر میں مع اپنے ساز و سامان اور اسلحہ کے آن دھمکا اور اس نے جزائر پر قبضہ جما لیا۔ وہاں کے مسلمانوں نے حسب عادت امریکی حکومت اور عساکر کا بھی نہایت سختی سے مقابلہ کیا مگر جب امریکہ نے انہیں یقین دلا دیا کہ وہ مسلمانوں کے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گا اور انہیں مذہب کے بارے میں پوری آزادی حاصل رہے گی، تو امریکی مقامی مسلمانوں کی اعانت سے وہاں حکومت قائم کرنے کے قابل ہو گئے۔ جولائی ۱۹۴۶ء تک یہی حالت قائم رہی اس وقت فلپائن نے آزادی حاصل کر لی۔

مور یا مورو

ہسپانیہ والوں کو چونکہ افریقہ میں "مورمن" سے سابقہ پڑا تھا۔ اس لئے انہوں نے یہاں کے مسلمانوں کو بھی "مور" یا "مورو" کہنا شروع کر دیا۔ اور یہ نام ان کا ابتک رائج ہے۔

مورو یا مسلمانوں کی آبادی

فلپائن کی موجودہ آبادی دو کروڑ نفوس پر مشتمل ہے جن میں ۱۴ لاکھ مسلمان ہیں۔ جن صوبوں میں یا علاقوں میں اس وقت مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ یہ ہیں:

سولو (آبادی ۳ لاکھ) لناؤ (تین لاکھ) کوٹاباٹو (دس لاکھ) ان کے علاوہ زمبوانگا اور دواؤ کے صوبوں میں بھی مسلمان خاصی تعداد میں موجود ہیں۔

مورو کا مسئلہ

موجودہ حکومت فلپائن مسلمانوں کو جبری عیسائی بنانے کا داعیہ ہرگز نہیں رکھتی۔ "مورو" کا مسئلہ اتنی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ فلپائن اسمبلی کے سپیکر نے تین مسلمان نمائندوں کو بلا کر کہا کہ وہ تمام مسلمان علاقوں کے حالات وغیرہ کا تفصیلی نقشہ تیار کریں تاکہ جنوری ۱۹۵۵ء میں ہونے والی فلپائنی کانگرس میں ان کے متعلق مناسب سفارشات پیش کی جا سکیں۔

مسلمانانِ فلپائن کی موجودہ حالت

اس وقت جزائر فلپائن میں بیس کے قریب یونیورسٹیاں ہیں۔ لیکن مسلمان صوبوں میں ایک بھی یونیورسٹی نہیں ہے۔ اس تعلیمی ادبار کی بنا پر وہ زراعت کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں، بلاشبہ اس پیشہ کے اختیار کرنے میں انہیں ایک قدرتی فائدہ یہ ضرور حاصل ہے کہ وہاں کی زمین نہایت زرخیز ہے۔ لیکن اس میں بھی چونکہ آلات کشاورزی کے طریق وہی قدیم اور فرسودہ ہیں اس لئے وہ قدرتی ذخائر سے پورا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے مواصلات کا غیر مکتفی اور عام صحتی حالات کا ناسازگار ہونا ان کی راہ میں دوسری بڑی رکاوٹیں ہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ کے بعد فلپائن میں جب جاپانی افواج کے خلاف گوریلا سرگرمیاں ختم ہو گئیں تو ملک میں اسلحہ کافی رہ گئے۔ جب جاپانی جزائر فلپائن سے نکال دیئے گئے تو یہی گوریلے شہری زندگی کی طرف لوٹ آئے پھر ان میں سے بعض اپنی قدیم رقابتوں اور عداوتوں کے نمٹانے میں مصروف ہو گئے۔ سولو۔ اور کوٹاباٹو میں یہ ڈاکے نہایت شدید صورت میں موجود ہیں اور اسلام کی تعلیم کی نشر و اشاعت کی راہ میں سنگ گراں ہیں۔

مذہب سے بے خبری

یہاں کے لوگوں کی مذہب سے شدید بے خبری کی ایک بڑی نمایاں مثال ان کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ حج کر لینے سے انسان کے تمام سابقہ گناہ محو ہو جاتے ہیں لہٰذا ان میں سے اکثر لوگ جب حج کی ٹھان لیتے ہیں تو وہ جی بھر کر مویشی وغیرہ چُراتے اور دوسرے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب سب جرائم اور گناہ حج کے بعد دھل جاتے ہیں تو کیوں نہ ایک مرتبہ دل کھول کر گناہ کر لئے جائیں۔

غیر محدود تعدد ازدواج

فلپائن کے مسلمانوں میں غیر محدود اور لاتعداد شادیاں کرنے کا رواج عام ہے۔ مثلاً لناؤ میں ایک شخص نے ۲۶ شادیاں کیں اور ایک دوسرے شخص کی بیس بیویوں میں سے ایک سو سے زائد بیٹے اور پوتے تھے۔

فلپائنی مسلمان تھوک نگلنے کو نہایت مکروہ اور غلیظ تصور کرتے ہیں۔ اس لئے اکثر لوگ اس قدر تھوکتے ہیں کہ دوسرے کو سخت گھن آتی ہے۔

سچ یہ ہے کہ جس اسلام کی نمائش فلپائنی مسلمان کرتے ہیں، دوسرے مذاہب کے لوگوں کی نگاہوں میں نہایت ہی مضحکہ خیز ہے۔

ایک مرتبہ میرے ایک دوست نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا سچ ہمارا مذہب ہفتے میں ایک دفعہ سے زیادہ غسل کرنے سے منع کرتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ نام کے مسلمان ہیں اور بہت سے لوگ تو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے شرماتے ہیں اور ان میں سے اکثر اپنے دو دو نام رکھتے ہیں۔ بہت زیادہ لوگ عیسائی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں اور ایسے لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔

اس کے وجوہ دو ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اکثر مسلم لڑکوں کو تعلیم کی غرض سے منیلا (دار الخلافہ) یا دوسرے کسی مرکز میں جانا پڑتا ہے، جب وہ ان تعلیم گاہوں میں پانچ یا اس سے بھی زیادہ سال گذار کر تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو وہ اس قدر مغرب زدہ ہو چکے ہوتے ہیں کہ وہ بجائے مسلمان لڑکیوں کے عیسائی لڑکیوں سے شادی کرنا پسند کرتے ہیں جو اُن کے ساتھ ناچ گانے اور شراب نوشی وغیرہ میں شریک ہو سکتی ہیں۔ یہ کام مسلمان لڑکیاں نہیں کر سکتیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ فلپائن میں مسلم شادیوں میں یہ قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ دولہا مہر عین نکاح کے وقت نقد بنقد ادا کرے پاکستان اور ہندوستان کی طرح بعد میں ادا نہیں ہو سکتا یہ ایک ایسی اقتصادی رکاوٹ ہے جو اکثر اوقات مسلمان لڑکوں کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ غیر مسلم لڑکیوں سے شادی کریں۔ غیر مسلم لڑکیوں سے شادیاں مسلمان نوجوانوں کو مذہب سے اور زیادہ بیگانہ اور دور کر دیتی ہیں، ان کی اولاد عیسائیت کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔

مسلم مبلغین اور دعاۃ کی ضرورت

فلپائن کے مسلمان تمام کے تمام اس امر پر متفق ہیں کہ ان کے تمام دکھوں کا علاج صرف اسلام کی صحیح تعلیم ہے۔ فلپائن میں اس وقت ہزاروں عیسائی مشنری عیسائیت کو پھیلانے میں مصروف ہیں۔ ان میں سے بہت سے مشنری مسلمان علاقوں میں بھی کام کر رہے ہیں۔

فلپائنی مسلمانوں کا مسلمہ راہنما (لیڈر) (الانوار ۱۹۵۵ء)

(باقی ص۱۲ پر)

خطبہ جمعہ

بسلسلہ صفحہ ۶

کے اندر جاکر اس کے قاتل کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور یہ اس کی تلوار علامت کے طور پر لے آیا ہوں، میری عرض ہے کہ یہ تلوار میرے پاس بطور یادگار رہنے دی جائے، ان کا یہ کہنا بتاتا ہے کہ کس قسم کی فوج رسول اللہ صلعم نے پیدا کی، جو بغیر اجازت کوئی چیز اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے اس بارہ میں ابھی تک کوئی اختیار نہیں دیا گیا، یہ کیسا بادشاہ ہے لوگ تو ادنےٰ ادنےٰ منصب پر ہو کر یہ کہنا موجب ہتک سمجھتے ہیں کہ مجھے فلاں اختیار نہیں ملا لیکن دو جہان کے بادشاہ بن کر بھی خدا کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے، سعد کہتے ہیں آپ کے اس جواب کو سن کر میرا ہی دل جانتا ہے اور اس حالت کو میں ہی جانتا ہوں کہ کس طرح میں نے وہ تلوار بیت المال میں رکھدی، اس کے بعد جب اللہ تعالےٰ نے مالِ غنیمت کی تقسیم کا اختیار رسول اللہ صلعم کو دیا تو آپ وہ تلوار لے کر سعد کے گھر گئے اور انہیں دے کر آئے۔

بد دیانتی کا نتیجہ

ایک جنگ میں ایک شخص کو تیر لگا اور وہ مر گیا، اس کو مرتے ہوئے خوش کرنے کے لئے مسلمانوں نے نعرہ مارا ھنیئاً لک شھادۃ یہ شہادت کی موت تمہیں مبارک ہو۔ یہ ولولہ بھی مسلمانوں میں پیدا کیا ہے کہ اپنے بھائی کے اچھے کارنامہ کو سراہا جائے اور اس کا دل خوش کیا جائے، لیکن اس شخص کے متعلق رسول اللہ صلعم نے فرمایا یہ کوئی شہادت نہیں ان الشملۃ التی اخذھا من مغانم خیبر لتشتعل علیہ نارا خیبر کی جنگ میں جو چادریں اس نے اٹھالی تھیں۔ آج وہ چادر دوزخ کی آگ بن کر اس کے بدن پر شعلہ زن ہو گئی ہے، کتنی ایمانداری کا سبق اس سے ملتا ہے، محمد رسول اللہ صلعم نے جنگ کے اندر بھی بڑا تقویٰ سکھایا ہے اور کسی قسم کی بے ایمانی اور بد دیانتی کی اجازت نہیں دی۔

اسلامی جنگ کا مقصد

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ نقاتل شجاعۃ وحمیۃ ورِیاء الناس، ہم بعض جگہ تو شجاعت دکھانے کے لئے لڑتے ہیں، بعض وقت ہماری غیرت ہمیں لڑائی پر آمادہ کرتی ہے اور بعض وقت لوگوں کے دکھاوے کے لئے جنگ کرتے ہیں، اسلامی جنگ میں ہمیں کیا مقصد پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ فرمایا لتکونوا کلمۃ اللہ ھی العلیا تم یہ بات ملحوظ رکھو کہ ہم خدا کے دین کو سربلند کرنے کے لئے لڑتے ہیں۔

اسلام نے لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیا

یہ شخص ہے جس کا مقصد سب سے زیادہ بلند ہے وہ لوگوں کو طمع نہیں دیتا کہ میرے پاس آکر دولت ملے گی وہ تو صاف کہتا ہے لا اقول عندی خزائن اللہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے تمام خزانے ہیں، وہ کوئی طمع نہیں دلاتا، وہ شراب نوشی کی جوئے کی اجازت نہیں دیتا جو عام طور فوجوں میں رائج ہوتا ہے، اس نے انسان کے خیالات میں انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا، اور مسلمانوں کی جماعت کو ایسا بنا دیا، اس نے مومنوں کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے کچھ اصول بتا دیئے اور فرمایا قد افلح المومنون ان قواعد اور اصولوں پہ چلنے والے مسلمان کامیاب ہو گئے کہ تمہیں اپنے خدا کو حاضر ناظر کر کے خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں پڑھنی ہوں گی، لغو کاموں سے پرہیز کرنا ہوگا۔ مخلوق خدا سے ہمدردی کا برتاؤ کرنا ہوگا، عام زندگی میں بھی اور جنگوں میں بھی عورت بازی نہیں کرنی ہوگی، حیا اور عفت کی زندگی گذارنی ہوگی، اور آزاد عورت نہ ملے تو قیدی عورت سے نکاح کرنا ہوگا، اس باحیا اور عفیف زندگی سے باہر نکل کر جو معاشرت اور مخالطت کرے گا وہ اچھی نظر سے نہیں دیکھا جائے گا۔ تمہیں امانتوں کی حفاظت اور عہدوں کی پابندی کرنی ہوگی، اور نماز کی حفاظت ہر رنگ میں کرنی ہوگی، اولٰئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون یہ لوگ ہیں جن کو راحت و آرام کی زندگی میسر ہوگی، اسی آرام کی حالت میں وہ زندگی بسر کریں گے۔

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے۔ ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں، تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا نمبر خریداری تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۳۱ مارچ ۱۹۵۵ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۳۱ مارچ تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ رقم وصول ہوئی تو مجبوراً یکم اپریل ۱۹۵۵ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کیا جائے گا۔ جس کو چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ ان کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم
۸	۶	۴۱۸	۲۴	۴۹۴	۶	۵۲۶	۶
۳۴۷	۲۴	۴۱۹	۱۲	۴۹۵	۱۸	۵۲۸	۱۸
۳۴۸	۳۰	۴۲۶	۱۸	۴۹۸	۱۸	۵۲۹	۲۴
۳۶۳	۲۴	۴۲۸	۳۰	۵۰۶	۱۸	۵۳۱	۲۴
۳۶۵	۶	۴۴۰	۲۴	۵۰۷	۱۲	۶۳۱	۶
۳۶۷	۳۰	۴۴۴	۶	۵۱۲	۱۸	۶۳۸	۶
۳۶۸	۳۶	۴۴۶	۱۸	۵۱۵	۲۴	۶۵۰	۶
۳۷۷	۶	۴۴۹	۳۶	۵۱۶	۲۴	۶۵۱	۶
۳۸۴	۶	[illegible]	[illegible]	۵۱۸	۲۴	۶۵۳	۱۲
۳۹۳	۳۰	[illegible]	۲۴	۵۲۵	۶	۶۵۶	۶
۳۹۹	۶	[illegible]	۱۲	۵۵۵	۶	۶۵۹	۶
۴۰۰	۶	[illegible]	[illegible]	۵۵۸	۶	۶۷۸	۶
۴۰۱	۶	۴۵۸	۱۲	۵۵۹	۱۸	۷۲۱	۱۲
۴۰۲	۳۶	۴۷۲	۳۰	۵۶۸	۶	۷۲۷	۶
۴۰۴	۶	۴۷۷	۳۰	۵۷۱	۶	۷۴۳	۶
۴۰۷	۲۴	۴۸۴	۲۴	۵۷۵	۱۲	۷۷۲	۱۸
۴۰۹	۶	۴۸۵	۶	۵۶۹	۶		
۴۱۰	۶	۴۸۹	۱۸	ریاستی			
۴۱۴	۳۶	۴۹۱	۶	۹۱۵	۲۰	۹۱۹	۴
۴۱۵	۶	۴۹۲	۶	۹۱۶	۱۸		

فلپائن میں اسلام کی حالتِ زار

بقیہ صفحہ ۱۱

تک سخت درجہ کا شرابی اور دوسرے کئی قسم کے معائب کا شکار تھا لیکن اسی سال مولانا ابو العالم صدیقی القادری کی آمد سے اور اس کے ہاں ایک ماہ تک قیام سے نہ صرف اس کی بالکل کایا پلٹ گئی بلکہ اور سینکڑوں دوسرے مسلمان بھی راہ راست پر آ گئے اور چند ایک عیسائیوں نے بھی ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

۴ مغربی تعلیم کا اجرا

فلپائن کے مسلمانوں میں مغربی تعلیم کے لئے بہت بڑی جد و جہد شروع ہو چکی ہے لیکن ایسی تعلیم جو اسلام سے بالکل ناآشنا ہو کیونکر یہاں کے مسلمانوں کی نجات کا باعث ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ اسلام سے اور دور کھنچ جائیں گے اور کھنچ رہے ہیں۔ میں بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کی بیخ کنی کا جو کام سہ صد سالہ ہسپانوی حکومت کا جبر و تشدد نہ کر سکا وہ اب چند ہی سالوں میں نہایت سہولت سے سرانجام پا جائے گا۔ اسلام کی بنیادیں فلپائن میں روز بروز کھوکھلی ہوتی جا رہی ہیں اور یہ غیر مسلم راہنماؤں کے لئے سوہان روح ہو رہی ہے یہی وجہ ہے کہ فلپائنی مسلمان مسلسل طور پر مسلم مبلغین اور دعاۃ ... اسلامی ممالک سے صحیح مذہبی کتابوں کا مطالبہ ... سولو، کوٹا باتو اور لناؤ (خاص کر لناؤ) کے ... مسلمانوں نے مجھ سے کہا کہ "جب تم فلپائن سے ... دوسری جگہ جاؤ تو ہمارے ہاں مسلمان مبلغ اور داعی بھجوانے کی کوشش ضرور کرنا ... تم ... [illegible]

۲۶۳
از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور
بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی
اہلمد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر
جھنگ
P.O. Jhang

تعلیمی پریس بیرون مزنگ روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ تار کا پتہ "تبلیغ" - لاہور فون نمبر ۳۷۴۷

ما مسلمانیم از فضلِ خدا مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را برو شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ اخبار

پیغامِ صلح

ایڈیٹر محمد دوست

جلد ۴۲ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۷ رجب ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء | نمبر ۱۴

گرد و پیش

یو کے الائنس - ۱۲ رکلیکسٹن سٹریٹ لندن - ایس - ڈبلیو - ۱ نے ایک رپورٹ شائع کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

برطانیہ میں ۱۳ سال سے لیکر ۱۹ سال تک کی لڑکیوں میں شراب نوشی کی لت زیادہ ہوتی جارہی ہے اسی نسبت سے اس عمر کی لڑکیاں کنواری مائیں بنتی جارہی ہیں۔

قرآن نے سچ فرمایا ہے رجسٌ من عمل الشیطٰن - فاجتنبوہ لعلکم تفلحون

ایک لاکھ پونڈ کے خرچ سے لندن میں بدھ مت کے ایک مندر کی تعمیر کا پروگرام تیار کیا جارہا ہے اس رقم میں پچیس پچیس ہزار پونڈ لنکا - برما - اور سیام ادا کریں گے - بقایا اخراجات انگلستان اور دوسرے ممالک کے بدھ مت کے پیرو ادا کریں گے - اس مندر میں مہاتما بدھ کا ایک بت ہوگا اور ایک مناسب ٹمپریچر والے گرم کمرے میں بڑ کا درخت بھی اُگایا جائے گا۔

(ٹائمز لندن کی ایک خبر)

انگلستان اور امریکہ میں ایسے ادارے ہیں جو ہندومت اور بدھ مت کا پرچار کرتے ہیں اور اس کے لئے کروڑوں روپیہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے، لیکن دنیائے اسلام کی طرف نظر دوڑاؤ تو تبلیغ اسلام سے جو بے توجہی نظر آتی ہے اسے دیکھ کر سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔

ہفت روزہ "چٹان" (۶ دسمبر ۱۹۵۴ء) میں میکسیکو کی کہانی کے عنوان سے ایک صاحب لکھتے ہیں :-

" حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جب مذہب کی طرف آتے ہیں تو روحانی ارتقاء کے لئے ایسی ہی راہیں تلاش کرتے ہیں - انگریزی یا دیگر زبانوں میں انہیں ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی جو اسلام کا نقطۂ نظر پیش کرسکے - پھر یہاں یوگی ازم کا بڑا چرچا ہے، اس پر بیشمار لٹریچر آسانی سے دستیاب ہو جاتا ہے - یہاں یوگی ازم کے پرچار کے لئے ایک سوسائٹی ہے - انسٹیٹیوٹ ہے - اور پھر مشہور و معروف تھیاسافیکل سوسائٹی ہے اور سب ادارے روحانی ارتقاء کے لئے ہندو اور بدھ مت کے بنائے ہوئے طریقوں کا پرچار کرتے ہیں اور سب سے عجیب بات جو میں نے یہاں سُنی وہ یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان بھی گئے تھے اور انہوں نے اپنے مذہب کا پرچار سرزمین ہند ہی سے کیا تھا۔" (صفحہ ۱۹ - ۲۰)

اسلام کا نقطۂ نظر پیش نہ کرنے میں قصور کس کا ہے، اور جس چھوٹی سی جماعت نے اپنے محدود ذرائع کے ساتھ اس سلسلہ میں کوئی قدم اُٹھایا ہے اسکو بیخ و بن سے اکھاڑنے کا تہیہ کون لوگ کئے بیٹھے ہیں۔

پھر آپ کو مسیح کا ہندوستان میں آنا عجیب معلوم ہو رہا ہے - اس کا چرچا میکسیکو میں ہی نہیں امریکہ کی دوسری ریاستوں میں بھی ہے اور کئی عیسائی فرقے تو اس بات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور ان فرقوں کے زیادہ پیرو امریکہ ہی میں ہیں، خیر کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزریگا کہ آپ کو پاکستان میں بھی یہ بات سُن کر کچھ تعجب نہیں ہوگا کہ کشمیر میں مسیح کے دفن کا مسئلہ کوئی ایسا واقعہ تو نہیں جسے تسلیم کرنا علمی اور تاریخی لحاظ سے ناممکن سمجھا جائے۔

اخبار احمدیہ

کراچی میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کا پُرجوش استقبال

مورخہ ۱۶ مارچ کو کراچی چھاؤنی کے سٹیشن پر احباب جماعت کراچی نے حضرت مولنا صدرالدین صاحب امیر قوم - ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہایت پُرخلوص اور پُرجوش استقبال کیا - اس موقعہ پر کثیر التعداد بزرگان جماعت اور نوجوان سبھی شامل تھے، جن میں میاں غلام عباس صاحب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب - شیخ عبدالعلی صاحب، شیخ محمد حیات صاحب شیخ نذیر احمد صاحب، شیخ مولنا عبدالحق صاحب، چوہدری امجد خاں صاحب، مرزا ولی احمد بیگ صاحب اور خواجہ عبدالغنی صاحب کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں - شیخ میاں نصیر احمد صاحب کسی ناگزیر مجبوری کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے - ان کے پرسنل اسسٹنٹ حضرت ممدوح کو لینے آئے تھے۔

حضرت مولنا صاحب ۹ بجے پاکستان ایکسپریس سے کراچی سٹیشن پر اُترے - ان کو دیکھ کر ہر چہرہ اپنے دل کی ترجمانی کرتے ہوئے مسرور نظر آتا تھا اور خوشی بھرے جذبات سے حضرت ممدوح سے مصافحہ، معانقہ کا سلسلہ ایک معقول وقت تک پلیٹ فارم پر جاری رہا - احباب جماعت کراچی اس لئے بھی مسرور تھے کہ حضرت امیر قوم ایک خاصے عرصہ کے بعد کراچی تشریف لائے - یہ موقعہ دیکھ کر احباب کے دلوں میں وہ یاد تازہ ہوگئی جبکہ وہ اسی طرح حضرت امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کیا کرتے تھے۔

حضرت ممدوح احباب کے جھگھٹے میں سٹیشن سے باہر تشریف لائے - ایک بار پھر احباب سے مصافحہ کیا اور کار میں تشریف فرما ہو کر ہمراہ احباب جماعت جناب شیخ محمد حیات صاحب کی کوٹھی واقعہ محمد علی روڈ پر تشریف لے گئے ان کے قیام کا انتظام کھلی، موزوں اور بہترین جگہ ہونے کے لحاظ سے وہیں پر کیا گیا ہے - کھانا وہیں کھانے کے بعد شیخ میاں نصیر احمد صاحب کے پی اے حضرت ممدوح کو شیخ صاحب کے مکان پر لے گئے - اور پھر وہاں سے واپس جائے قیام پر تشریف لے آئے۔

آئندہ ان کے پروگرام اور مشغولیت سے احباب کرام کو پیغام صلح کے ذریعہ باقاعدہ اطلاع دی جایا کرے گی۔

جماعت کراچی کا ارادہ ہے کہ ممدوح کے اعزاز میں کسی بڑے ہوٹل میں دعوت کا اہتمام کیا جائے جس میں غیر از جماعت احباب کو بھی مدعو کیا جاسکے گا - تاکہ ان کے لئے کچھ کہنے سننے کا موقعہ پیدا ہو سکے انشاء اللہ اس کے متعلق مفصل آئندہ لکھا جائے گا۔

والسلام - سلطان محمد
برائے سیکرٹری جماعت کراچی

درخواست دُعا

ــــ ملتان سے غلام حسین صاحب عاجز بٹالوی لکھتے ہیں کہ سخت بخار اور پیچش کی حالت میں بندہ انٹرمیڈیٹ فائنل کا امتحان دے رہا ہے، احباب جماعت سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ دردِ دل سے بندہ کی صحت اور اچھے نمبروں میں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

سانحۂ ارتحال

ــــ بمبئی سے عبدالرزاق صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ "میں کچھ دن ہوئے شولاپور گیا ہوا تھا کہ اچانک میرے والد بزرگوار کے انتقال کی خبر ملنے سے بمبئی آنا پڑا امید ہے سب بھائی مل کر دعائے مغفرت کریں گے، میرے والد صاحب کا نام محمد صاحب تھا۔

پیغامِ صلح :- عبدالرزاق صاحب نہایت مخلص نو احمدی ہیں، ہمیں ان کے والد صاحب کی وفات کے صدمہ میں ان سے دلی ہمدردی ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمارے محترم بھائی اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے - احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

(باقی صفحہ ۳ پر)

تبلیغی سرگرمیاں

احمدیہ لٹریچر کا اثر

بنگالی اخبار "احمدی" میں ایک صاحب لکھتے ہیں :-

" اسلامک ریویو اور ٹریکٹ ۲۲-۱۹۲۱ء سے میرے زیرِ مطالعہ رہتے ہیں، احمدیہ لٹریچر کسی دوسری زبان میں لوگوں پر اثر ڈالنے میں اتنا کامیاب نہیں ہوا جتنی کامیابی اسے انگریزی زبان میں ہوئی ہے، مسلمانانِ عالم کو اس پر فخر کرنا چاہیئے، کہ ان کے احمدی بھائی انگریزی زبان میں اسلام کی شاندار خدمات بجا لا رہے ہیں، احمدیوں کے قلم نے اس سے بہت زیادہ کامیابی حاصل کی ہے، جتنی تلوار سے ممکن تھی، ضروری کہ ایسا ہی موثر لٹریچر بنگالی زبان میں بھی پیدا کیا جائے، انگریزی لٹریچر کی کثرتِ اشاعت نے مغربی اقوام کے خیالات پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے، اب یہ ضروری ہے کہ بنگالی لٹریچر کی مدد سے پاک بنگال کی جہالت کو بھی دور کیا جائے مجھے خوشی ہوگی اگر احمدیہ جماعت کے اربابِ حل و عقد اپنی توجہ کو اس طرف منعطف کریں"

پیغامِ صلح :- بنگالی زبان میں لٹریچر پیدا کرنے کی فی الواقعہ بہت ضرورت ہے، اس ضرورت کو ہماری انجمن پہلے سے محسوس کر رہی ہے اور اس وقت تک ٹیچنگز آف اسلام کال آف اسلام اور بعض اور چھوٹے چھوٹے رسائل کا ترجمہ بنگالی زبان میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ اب قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ بھی جو چھبیس پارہ تک ہو گیا ہے عنقریب مکمل ہو کر شائع ہو جائے گا۔

آسٹریلیا کا فائدہ اسلام میں

نیو ساؤتھ ویلز (آسٹریلیا) سے مسٹر ولفرڈ مائکز لکھتے ہیں :-

" آسٹریلیا کے لوگ سب کے سب عیسائی ہیں تاہم زندگی بھر میں صرف دو مرتبہ وہ عبادتِ الٰہی کے لئے گرجا میں جاتے ہیں، میں نے اپنے بہت سے دوستوں کو اسلام کی کچھ باتیں بتائی ہیں اور قرآن کریم کی تعلیمات سے انہیں آگاہ کرتا رہتا ہوں، لیکن خدا اور مذہب کے بارہ میں کسی بات کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں، اب تک میں صرف ایک آدمی کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوا ہوں، لیکن میں کوشش میں لگا ہوا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اور لوگوں کو بھی متاثر کرے گا، یہاں کے لوگ عام طور پر شراب نوشی، گھوڑ دوڑ اور اسی قسم کے دوسرے مشاغل میں لگے رہتے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ یہی باتیں اس ملک کی تباہی کا موجب نہ ہو جائیں، آسٹریلیا اور اس کے رہنے والوں کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ اسلام کو اپنا مذہب بنا کر اس پر کاربند ہوں"

عرب ممالک میں اسلامی لٹریچر

بیروت (لبنان) سے ڈاکٹر مصطفےٰ خالدی لکھتے ہیں :-

"میں ہمیشہ تبلیغ اسلام کے کام میں دلچسپی لیتا رہا ہوں، اور قرآنی تعلیمات کو پھیلانے میں اپنی حقیر خدمات سے حصّہ لیتا رہا ہوں، اس کام میں لگے ہوئے مجھے ۲۰ سال ہو گئے ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ بہتر نتائج پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بہت زیادہ محنت اور اجتماعی جد و جہد سے کام لیا جائے، گذشتہ ستمبر میں مجھے لندن جانے کا اتفاق ہوا، اور مسجد ووکنگ بھی میں نے دیکھی اور مسلم سنٹر لندن میں لیکچر بھی دیا، مجھے دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں سے آئے ہوئے مسلمانوں کے ایک گروہ سے مل کر بہت خوشی حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم جیسے مفکرِ اسلام، فلاسفر اور بہت بڑے مسلم کا مجھے بہت بڑا احترام ہے اور میرا دل آپ کے تشکر و امتنان سے بھرا ہوا ہے - ان کی وفات ہمارے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے، میں نے ان کی بہت سی کتابیں ۴

۴ پڑھی ہیں اور ان کا انگریزی ترجمہ قرآن بھی مطالعہ کیا ہے جو اس صدی میں اسلام کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے، میں نے ان کی کتاب اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی (اسلام مذہب انسانیت) اور ڈائیوورس ان اسلام (اسلام میں طلاق) کے عربی تراجم شائع کئے ہیں، میری خواہش ہے کہ ان کی کچھ اور کتابیں بھی عربی میں ترجمہ کروں، مگر فی الحال ان کا ایک مضمون "محمد پرافٹ آف عریبیا" غیر مسلموں کے ہاتھوں میں پہنچانا چاہتا ہوں، میرا خیال ہے کہ اس کا بیرونی لوگوں پر اچھا اثر پڑیگا میں نے اسلام پر کچھ پمفلٹ مفت تقسیم کے لئے شائع کرنے شروع کئے ہیں کیونکہ لبنان بیرونی لوگوں کے تبادلہ خیالات کی جگہ اور مسیحی مشنری کاموں کا بہت بڑا مرکز ہے امدادِ الٰہی سے میں اسلام اور اسلامی اصولوں کی اشاعت کا کام جاری رکھوں گا، مجھے خوشی ہوگی اگر آپ اس بارہ میں کوئی مشورہ دے سکیں، .... اور کوئی ایسی چیزیں ہوں جن کو عربی بولنے والے لوگوں کے لئے عربی زبان میں شائع کرنا مفید ہو سکتا ہو، تو اس خدمت کو بجا لانا میرے لئے بہت بڑی مسرت کا موجب ہوگا"

ووکنگ مسلم مشن کی سرگرمیاں

ماہ فروری ۱۹۵۵ء کی رپورٹ

امام صاحب کے مشاغل

امام صاحب مسجد شاہجہان ووکنگ کے ذمہ نمازیں پڑھانے اور خطبہ دینے کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ہیں، جو بعض سوشل تقریبات سے تعلق رکھتے ہیں، لندن ایک ایسا شہر ہے جہاں دنیائے اسلام کے مختلف حصص سے مسلمان آتے رہتے ہیں، اسی وجہ سے بہت سی اجتماعی تقریبات کا یہ مرکز بن چکا ہے جن میں امام صاحب کی شمولیت ضروری ہوتی ہے ایک اسی قسم کی حالیہ تقریب میں جو ۴ر فروری کو دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کے اعزاز میں گلڈ ہال لندن میں منعقد ہوئی امام صاحب نے شمولیت اختیار کی۔

مجلس مباحثات

اس کے علاوہ ماہ فروری میں حسب معمول ہفتہ کے دن مجالس مباحثات منعقد ہوتی رہیں جن میں مختلف موضوعات پر سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا، یہ مجالس بہت بڑے فوائد کا موجب ہوتی ہیں اور ان میں دنیائے اسلام اور بالخصوص برطانیہ کے رہنے والے مسلمانوں کے بہت سے پیش آمدہ مشکل اور اُلجھے ہوئے مسائل حل ہو جاتے ہیں، اس کے علاوہ ان مجالس میں نئے دوستوں سے تعارف کا موقعہ ملتا اور پرانی دوستیاں تازہ ہو جاتی ہیں،

دنیائے اسلام کے واقعات پر تبصرہ

۱۲ر فروری ۱۹۵۵ء کو مولوی عبد المجید صاحب ایڈیٹر "اسلامک ریویو" نے ایک لیکچر میں ۱۹۵۴ء کے واقعات پر جو اسلامی دنیا میں رونما ہوئے تبصرہ کیا مسٹر انعام اللہ خاں چیئرمین آف دی کونسل آف ورلڈ مسلم افیئرز نے جو اتفاقاً انگلستان تشریف لائے ہوئے تھے صدارت فرمائی، مجلس کا افتتاح ایک یوگو سلاوی مسلمان نے تلاوت قرآن سے کیا، صاحب صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں انٹرنیشنل اسمبلی آف مسلم یوتھ (مسلم نوجوانوں کی بین الاقوامی مجلس) کی جو جنوری ۱۹۵۵ء میں کراچی میں منعقد ہوئی تھی مختصر روئداد سنائی۔

انگلستان کے تاثرات

۱۵ر فروری کو بروز منگل مسٹر بشیر احمد صاحب بی ایس کنزرویٹوز کی برانچ میں "تاثراتِ انگلستان" کے عنوان سے تقریر کی -

برٹش مسلم سوسائٹی کا انتخاب عہدیداران

۹ر فروری کو برٹش مسلم سوسائٹی آف گریٹ برٹین کا سالانہ اجلاس ریجنٹ لاج میں منعقد ہوا جس میں حسب ذیل اصحاب مجلس منتظمہ کے عہدیدار منتخب کئے گئے۔

(۱) لفٹنٹ کرنل عبداللہ بیلنز ہیوٹ پریذیڈنٹ (۳) ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ - خزانچی
(۲) میجر فاروق فارمر - چیئرمین (۴) اقبال احمد (فرزند مولانا آفتاب الدین احمد) سکریٹری

اس کے علاوہ حسب ذیل اصحاب کو ممبر بنایا گیا :- اے ایم ایگن، ایس ایم اقبال، حسن بی لے محمد، مس جے اے سکاٹ، آئی زیڈ ایازہ، ایم اے وزیب، آر لے فلپس، خواجہ ایم غوث، سید منور علی، اے آر سمیع،

ہفت روزہ پیغام صلح — لاہور — مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۵ء

مسئلہ آمد مسیح اور ڈاکٹر اقبال

دار المصنفین اعظم گڈھ کے رسالہ "معارف" میں ڈاکٹر اقبال مرحوم کے وہ مکاتیب سلسلہ وار درج ہو رہے ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں مولوی سید سلیمان مرحوم کو لکھے، ان مکاتیب میں بعض ایسے خطوط بھی ہیں، جن میں مسیح کی آمد ثانی کے متعلق بعض سوالات کئے گئے ہیں، یہ تو معلوم نہیں کہ ان سوالات کے جوابات مولوی سید سلیمان مرحوم نے کیا دیئے لیکن سوالات کی نوعیت بتا رہی ہے کہ ڈاکٹر اقبال اس مسئلہ اور اس کی متعلقہ احادیث کو کیا رنگ دینا چاہتے تھے، اس کے ساتھ ہی ایڈیٹر "معارف" نے بھی ڈاکٹر اقبال کے سوالات پر جابجا نشان دے کر فٹ نوٹوں میں ان کے جواب دیئے ہیں، جن سے نزول مسیح کے متعلق ندوہ کے "روشن خیال" علماء کا نظریہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر اقبال کے سوالات کو اگر غور سے پڑھا جائے تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ وہ آمد ثانی کی احادیث سے منکر نہیں لیکن ان کو ایسے معنے پہنانا چاہتے ہیں، جن سے آمد ثانی کے وقت مسیح کی کوئی حیثیت مسلمانوں میں نہ سمجھی جائے مثلاً انہوں نے یہ سوال کیا ہے:۔

"بخاری کی حدیث **وامامکم منکم** میں واؤ حالیہ ہے کیا؟ اگر حالیہ ہو تو اس حدیث کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے مسلمانوں کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ جس وقت وہ آئیں گے مسلمانوں کا امام خود مسلمانوں میں سے ہوگا"

اس پر ایڈیٹر معارف نے یہ نوٹ لکھا ہے:۔

"صحیح یہی ہے کہ واؤ حالیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عیسائیوں پر حجت ہوں گے اور مسلمانوں کی تائید فرمائیں گے، مسلمانوں کا امام الگ ہوگا حضرت عیسیٰ نہ ہوں گے"

دیکھا آپ نے؟ حضرت مرزا صاحب سے دشمنی اور تعصب کی وجہ سے بڑے بڑے "روشن خیال" لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے، وہ مسیح جس کی آمد ثانی کو حدیثوں میں بڑی عظمت کا مرتبہ دیا گیا ہے اور حضرت رسالتمآب صلعم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ اس اُمت کو کیا غم ہو سکتا ہے جس کا اول میں ہوں اور آخر مسیح، پھر ان مسلمانوں کو جو مسیح کے زمانہ کو پائیں یہ ہدایت فرمائی کہ اگر برف کے اوپر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے تو بھی مسیح کے پاس جائیں، اور یہ بھی فرمایا کہ جو مسلمان مسیح علیہ السلام سے ملیں وہ انہیں میرا (حضرت نبی کریم صلعم) کا سلام پہنچائیں اسی ما[illegible]ت شخصیت کے متعلق آج یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور مسلمانوں کا امام الگ ہوگا حضرت عیسیٰ نہ ہوں گے"

ہم پوچھتے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو مسلمانوں کو حضرت عیسیٰ کی آمد کی خبر دینے کے کیا معنے؟ جب مسلمانوں کا امام ہی الگ ہوگا اور ان کا کوئی تعلق ہی مسیح کے دوبارہ آنے سے نہ ہوگا تو کیوں ان کو مسیح کے دوبارہ آنے کی انتظار دلائی گئی؟ غور کیجئے اور **امامکم منکم** والی حدیث کو شروع سے پڑھئے:۔

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم

سب سے پہلے **کیف انتم** کے الفاظ پر غور کیجئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں مسلمانوں کی حالت کچھ ایسی ہو جائے گی کہ ان کی اصلاح کے لئے ابن مریم کا ...... آنا ضروری ہوگا یہ حالت اس دوسری حدیث سے واضح ہوتی ہے جس میں امت محمدیہ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ یہود کے نقش قدم پر چلے گی اور وہی اعمال و خصائص اختیار کر لے گی جو مسیح کی پہلی آمد کے وقت یہود کے اندر پائے جاتے تھے، اسی لئے حضور صلعم نے فرمایا **کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم** تمہاری حالت ایسی بگڑ جائے گی کہ ابن مریم کا نزول تمہارے لئے ضروری ہو جائے گا اور ساتھ ہی بتا دیا کہ وہ نزول کیسا ہوگا فرمایا **وامامکم منکم** وہ باہر سے نہیں آئے گا، نہ آسمان سے نازل ہوگا بلکہ یہ ابن مریم تمہارے اپنے اندر سے پیدا ہوگا اور تم ہی میں سے پیدا ہو کر تمہارا امام بنے گا بالفاظ دیگر ایک طرف امت محمدیہ کے یہود صفت بن جانے کی خبر دی اور دوسری طرف اسی امت میں سے اس کی اصلاح کے لئے ایک مسیح صفت انسان کے پیدا ہونے کی بشارت سنائی، اسی کیفیت کو حضرت مسیح موعودؑ نے اس شعر میں واضح کیا ہے:۔

> اُمتِ احمد نہاں دارد دو ضد اندر وجود
>
> مے تواند شد مسیحا مے تواند شد یہود

جب یہود اس اُمت میں پیدا ہو سکتے ہیں تو مسیح کیوں اس امت میں سے پیدا نہیں ہو سکتا اسی حقیقت کو **وامامکم منکم** سے واضح کیا ہے، اس میں واؤ کو حالیہ قرار دینا اور یہ کہنا کہ مسلمانوں کو مسیح کے دوبارہ آنے سے کوئی تعلق نہیں ان کا امام الگ ہوگا، حدیث کے سیاق وسباق اور دوسری کھلی روایات کے سراسر خلاف ہے۔

انہی سوالات میں ایک یہ بھی ہے کہ:۔

"کیا علمائے اسلام میں کوئی ایسے بزرگ بھی گذرے ہیں جو حیات و نزول مسیح کے منکر ہوں؟"

اس کا جواب ایڈیٹر معارف (شاہ معین الدین احمد ندوی) یہ دیتے ہیں:۔

"مجھے جہاں تک علم ہے نزول مسیح کا انکار کسی نے نہیں کیا، معتزلہ کی کتابیں نہیں ملتیں جو حال معلوم ہو البتہ ابن حزم وفات مسیح کے قائل تھے ساتھ ہی نزول کے بھی"

اس جواب سے ظاہر ہے کہ نزول مسیح تمام امت کا مسلمہ مسئلہ ہے، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی دوبارہ آئیں گے تو اس سلسلہ میں ان کی حیات کو ثابت کرنا اور پھر ختم نبوت کی حیثیت کو قائم کرنا ایسے دو مسائل ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہو جاتا ہے اسلئے یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ وہ اپنی طبعی موت سے وفات پا چکے اور ختم نبوت ان کی دوبارہ آمد کو روکتی ہے، لازماً حدیث **وامامکم منکم** کی روشنی میں یہی ماننا پڑے گا کہ وہ اسی امت کا ایک فرد ہوگا جیسا کہ امام وقت حضرت مرزا صاحب کے وجود سے ظاہر ہوا امام ابن حزم کا وفات مسیح کا قائل ہونا اور پھر نزول کو بھی ماننا ثابت کرتا ہے کہ امام ممدوح بھی حضرت مسیح موعودؑ ہی کے نظریہ کے قائل تھے۔

اخبار احمدیہ

(بقیہ صفحہ اوّل)

ادائیگی زکوٰۃ ایک خاتون نے جو اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتیں -/32/8 روپے انجمن کے بیت المال میں بمد زکوٰۃ دیئے ہیں، **فجزاہا اللہ**۔

شادی کی تقریب ۱۹ مارچ کو بروز ہفتہ کرنل سید بشیر حسین صاحب، انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات پنجاب (فرزند محترم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم) کی صاحبزادی عطیہ بیگم کی شادی سید الطاف حسین شاہ صاحب کے صاحبزادہ کیپٹن سید اشفاق علی شاہ سے ہوئی، اس تقریب میں مسٹر جسٹس منیر (چیف جسٹس فیڈرل کورٹ) مسٹر جسٹس رحمان، مسٹر عبد الحمید دستی وزیر صحت پنجاب، چوہدری علی اکبر خان وزیر تعلیم پنجاب، رانا عبد الحمید وزیر خوراک پنجاب، مسٹر جسٹس شریعت مسز جسٹس جان، مسز بیگم فدا حسن، میاں انور علی اور کئی اعلےٰ سول اور فوجی افسر اور جماعت احمدیہ کے بہت سے احباب شامل تھے۔

ایک بزرگ کو حادثہ منشی محمد رمضان صاحب ساکن تمرکھولا۔ مانسہرہ جماعت کے پرانے مخلص بزرگوں میں سے ہیں۔ ایک دن مانسہرہ سے واپسی پر گھر جاتے ہوئے راستہ میں ایک اونچی جگہ سے کھڈ میں گر گئے اور ساری رات وہاں پڑے رہے، سر اور بدن پر چوٹ آئی۔ خدا نے جان بچالی، ایک ہفتہ تک مانسہرہ میں جناب ڈاکٹر خان بہادر سعید احمد خان

غیروں کا احساس

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ایک ایسے سماج کے وجود میں آنے میں دشواریاں ہوتی ہیں جس میں تمام لوگوں کو مساوی حقوق، مساوی مواقع اور مساوی حیثیت حاصل ہوتی ہے"

یہ ہے غیروں کا احساس، لیکن مسلمان جن کا مذہب پہلے ہی ایسی تفریقوں کو مٹا چکا ہے، آج پھر نئے سرے سے بنگالی و غیر بنگالی، اور سندھی و پنجابی اور افغان و غیر افغان کی تفریقیں پیدا کر کے کہیں صوبائی و لسانی جھگڑے کھڑے کرنے کے درپے ہیں اور کہیں پختونستان کا ڈھونگ رچا کر پاکستان کی خداداد مملکت کو کمزور کرنے پر تلے ہوئے نظر آتے ہیں کاش وہ غیروں ہی کی باتیں سن کر اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

اخبار و افکار

خودکشی کی وبا

اسلام نے اللہ تعالےٰ پر ایمان اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہونے کا جو جذبہ ایک مسلمان کے قلب میں پیدا کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس بات پر زور دیا ہے کہ ہماری زندگی اسی دنیا تک محدود نہیں بلکہ موت کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے جس میں موجودہ زندگی کے اعمال و افعال کی جزا و سزا ملنے والی ہے، یہ وہ چیزیں ہیں، جو انسان کو کئی بلاؤں اور برائیوں سے محفوظ کرنیوالی ہیں، اور اگر آپ اسلام کی سابقہ تاریخ کو پڑھیں تو آپ کو نظر آ جائے گا کہ انہی ایمانیات کی وجہ سے اس مذہب کے ماننے والے کئی باتوں میں دوسری اقوام سے نمایاں امتیاز رکھتے چلے آئے، بالخصوص شراب نوشی، قمار بازی اور خودکشی کے واقعات پچھلے گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمانوں میں شاذ ہی رونما ہوتے تھے اور یہ وہ امتیاز تھا جس کا اعتراف بعض غیر مسلموں نے بھی کھلے الفاظ میں کیا ہے، ایک عیسائی مشنری نے جنوبی افریقہ میں اسلام اور مسیحیت کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حصہ ملک میں جہاں جہاں مسیحیت پہنچی شراب نوشی ترقی ہی کرتی چلی گئی لیکن جہاں اسلام کا قدم پہنچ گیا وہاں سے شراب نوشی کا نام و نشان مٹ گیا، یہ افریقہ ہی کا حال نہیں دوسرے ممالک میں بھی اسلام کا یہی اثر دیکھنے میں آتا رہا لیکن آج یہ حالت ہے کہ پاکستان کی اسلامی سلطنت میں عیسائی یہ شکایت کر رہے ہیں کہ پنجاب میں مسلمان ہی شراب نوشی کے سب سے زیادہ عادی بن چکے ہیں۔

ایسا ہی حال خودکشی کا ہے جس کے متعلق مغرب کا ایک مشہور مورخ ولیم لیڈ وڈ لیکی اپنی کتاب "ہسٹری آف یوروپین مورلز" جلد دوم میں لکھتا ہے کہ قرآن نے اسکو واضح طور پر بار بار منع کیا ہے اگرچہ بائیل میں واضح الفاظ میں اس کی مذمت نہیں کی گئی، پھر قرآن کے اس امتناع کا یہ اثر بتایا ہے کہ:-

> "اسلام کے زیر اثر بنی نوع انسان کے مہذب، باعمل اور ترقی پذیر حصہ میں خودکشی صدیوں مکمل طور پر ناپید رہی"

لیکن افسوس ہے کہ آج ہمارے ایمان کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ خودکشی ایک وبا کی طرح مسلمانوں میں پھیلتی جا رہی ہے، چنانچہ حال ہی میں پنجاب اسمبلی میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف ۱۹۵۴ء کے ایک ہی سال میں اور صرف ایک صوبہ پنجاب ہی میں خودکشی کے ۱۲۴ واقعات ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ تو صرف ایک صوبہ کا حال ہے معلوم نہیں سارے پاکستان میں کس قدر ایسے ارتکابات ہوئے ہونگے یہ اس بات کا نتیجہ ہے، کہ مصلحین قوم نے وعظ و تلقین کا منصب چھوڑ کر سیاست و اقتدار کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیا آج عوام کو کوئی یہ بتانے والا نہیں، کہ خودکشی اس یاس و قنوطیت کا نتیجہ ہے، جو اللہ تعالےٰ پر ایمان نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے، ایک مسلمان جو خدا تعالےٰ کو دلی یقین سے مانتا اور یہ ایمان رکھتا ہو، کہ اس کی رحمت اور فضل کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں بشرطیکہ دلی سوز و ایمان کے ساتھ اس سے دعا کی جائے، پھر جس کا یہ ایمان ہو کہ اس دنیا کے اعمال کی جزا و سزا دوسری زندگی میں یقیناً ملنے والی ہے، وہ کبھی خودکشی کا ارتکاب نہیں کر سکتا، اسلام نے اس کو حرام موت قرار دیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، لیکن آج اس کی پروا کوئی بھی نہیں کتنا نہ کوئی ایسی باتیں مسلمانوں کے کانوں میں ڈالتا ہے اور نہ ایسے جنازوں سے کوئی انہیں روکتا ہے، اگر آج ایسے لوگوں کے جنازے پڑھنے سے مسلمانوں کو منع کر دیا جائے تو لوگوں کی آنکھیں خود بخود کھل جائیں گی اور وہ آئندہ اس بارہ میں زیادہ احتیاط اور سوچ بچار سے کام لیں گے، سب سے زیادہ ضرورت لوگوں کے دلوں میں ایمان پیدا کرنے کی ہے، اگر یہ ایمان پیدا ہو جائے تو تمام خرابیاں یک قلم مٹ سکتی ہیں، جس کا نمونہ حضرت مجدد وقت کے ماننے والوں میں آج بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

بیٹے کی قربانی

فقدان ایمان کے علاوہ جہالت بھی آج مسلمانوں کا طغرائے امتیاز بن چکی ہے، جس کا ایک تازہ نمونہ ضلع لائل پور کے اس ہولناک واقعہ سے ملتا ہے، جس میں ایک دفتر کے چپراسی نے اپنے چار سالہ لخت جگر کو اس خیال سے ذبح کر ڈالا کہ اسے خواب میں بچے کی قربانی پیش کرنے کا حکم ملا ہے،

اس قوم کے اندر جو ہر سال عید اضحےٰ کے دن جانوروں کی قربانی کے ذریعہ سے ایک ایسے واقعہ کی یادگار مناتی ہے، جس میں خدا کے ایک فرمانبردار بندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرنے کا حکم ملا، اور اس خواب کی تعبیر میں جانور کی قربانی اس سے کرائی گئی، ایسے واقعات کا رونما ہونا اور ایسی خوابوں کی تعبیر میں انسانی قربانیوں کا دیا جانا حد درجہ جہالت کا نشان ہے انا للہ وانا الیہ راجعون یہ وہ قوم تھی، جس کا ایک ایک فرد علم و عرفان کا پتلا تھا، یا آج یہ حالت ہے کہ ایک طرف فقدان ایمان کی وجہ سے خودکشیوں پر اتر آتے ہیں اور دوسری طرف اندھا دھند اور جہالت آمیز ایمان کی وجہ سے معصوم بچوں کی قربانی کو حصول ثواب کا ذریعہ سمجھنے لگتے ہیں۔

کیا یہ واقعات ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں جو قومی اصلاح کے دعویدار ہونے کے باوجود اپنے اصل فرض کی ادائیگی سے غافل ہو کر سیاست کی دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں؟ ضرورت ہے کہ وہ اپنے اصل کام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی طرف توجہ کریں اور قوم سے جہالت کو دور کر کے صحیح اور سچا ایمان پیدا کرنے کی کوشش کریں لیکن یہ تو ان لوگوں کا کام ہے جو خود بھی ایمان و عرفان کی نعمت سے متمتع ہوں دین کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے دوڑنے والے دوسروں کی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں۔

شاہ اردن کا اعلان

حکومت پاکستان ممالک اسلامیہ کے فرمانرواؤں کو اپنے ہاں بلا کر باہمی رشتہ اتحاد کو مضبوط کرنے کی جو کوششیں کر رہی ہے وہ ہر طرح لائق تحسین اور قابل مبارکباد ہیں، گذشتہ دو تین سالوں میں ایران، عراق، سعودی عرب، ترکی کے والیان حکومت نے یہاں آ کر جس جذبۂ اخوت کا اظہار کیا اور باہم پیمان دوستی کو استوار کرنے کے لئے محبت کا ہاتھ بڑھایا وہ اسلام کے شاندار مستقبل کا پتہ دیتا ہے، حال ہی میں اسی سلسلہ میں اردن کے شاہ حسین نے بھی پاکستان کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز کیا، جو اسی زنجیر اتحاد کی کڑیوں میں ایک اور اضافہ کا موجب ہوا ہے، شاہ ممدوح نے اپنی ایک تقریر میں جو کراچی کے شہریوں کے سپاسنامہ کے جواب میں کی، یہ بجا فرمایا کہ

> "قرآن کریم کے روحانی اتحاد اور اسلام کی عظمت نے پاکستان اور اردن کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کر رکھا ہے۔"

یہ بالکل بجا ہے، فی الواقعہ قرآن کریم کا یہ کمال ہے کہ اس نے ہر ایک قومی و نسلی امتیاز کو نظر انداز کر کے ایک کلمہ توحید پر سب قوموں اور تمام اسلامی فرمانرواؤں کو باہم ایسا منسلک کیا ہے کہ یہ رشتہ کسی طرح ٹوٹ ہی نہیں سکتا، وہ جو سعدیؒ نے کہا ہے

> بنی آدم اعضائے یکدیگر اند
> کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

وہ تمام بنی آدم میں سے بنی اسلام پر زیادہ صادق آتا ہے اور اس کا یہ فرمانا کہ

> چو عضوے بدرد آورد روزگار
> دگر عضوہا را نماند قرار

سب سے بڑھ کر مسلمانوں کی قوم پر وارد ہو سکتا ہے۔

ہماری دلی دعا ہے کہ مسلمان فرمانرواؤں کا یہ رشتہ اتحاد دن بدن زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوتا چلا جائے اور جب موقعہ پیش آئے وہ فی الواقعہ اعضائے یکدیگر ہو کر ایک دوسرے کے دکھ درد میں عملاً برابر کے شریک ثابت ہوں اور یہی کیفیت پاکستان کی سیاسی جماعتوں اور مسلمانوں کے مولوی کہلانیوالے مذہبی طبقہ میں بھی پیدا ہو جائے،

غیروں کا احساس

اسلام کا نظریہ اتحاد جو نسلی و قومی امتیازات سے بہت بالا ہے اپنے اندر کتنی اہمیت رکھتا ہے اس کا پتہ ذیل کے الفاظ سے مل سکتا ہے جو پنڈت نہرو نے اپنی ناگپور کی تقریر میں حال ہی میں کہے ہیں، انہوں نے کہا کہ:-

"یہ تفریقیں جو نسل، مذہب اور جگہ کی بنائی جاتی ہیں ان سے

(باقی صفحہ پر)

ہماری کامیابیوں اور جدوجہد کے نتائج اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے فیضان ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۵۵ء فرمودہ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

سورۃ فاتحہ کی عظمت

سورۃ فاتحہ کی بڑی عظمت کا ذکر حدیثوں میں ہے، ویسے بھی اس کی بہت بڑی عظمت معلوم ہوتی ہے کیونکہ نمازوں میں اسکو بار بار پڑھنے کا حکم ہے اور یہ بھی ہمارا مذہب ہے کہ امام کے پیچھے بھی جب وہ سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہو مقتدی بھی اسے دوہراتے جائیں کیونکہ حدیث میں آتا ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتب کوئی نماز سورۃ فاتحہ کو پڑھے بغیر نہیں ہوتی، اس لئے ضروری ہے کہ امام قرأت بالجہر میں ٹھہر ٹھہر کر اس کی آیات پڑھے تاکہ مقتدی بھی درمیانی وقفہ میں دوہراتے جائیں، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس سورت کو بڑی عظمت حاصل ہے اس کو فاتحۃ الکتاب بھی کہا گیا ہے، اور ام الکتاب بھی، کیونکہ یہ سورت قرآن کو شروع بھی کرتی ہے اور اس کے مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ بھی اس میں ہے۔

رحمانیت میں منکر الوہیت کی ہدایت کا سامان

میں نے پچھلے خطبہ میں اس سورت کے آخری حصہ کے متعلق کچھ عرض کیا تھا، اب میں اس کے ابتدائی حصہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں، الحمد للہ رب العالمین اللہ تعالیٰ کو تمام عالمین کی ربوبیت کرنے والا بیان کرنے کے بعد فرمایا الرحمٰن الرحیم وہ رحمان بھی ہے اور رحیم بھی، صفت رحمان کا تقاضا ہے کہ انسان کی طلب کے بغیر اس کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ربوبیت کے سامان کرے، اس کو ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آسمان اور زمین پیدا کئے۔ پانی آگ ہوا وغیرہ پہلے سے مہیا کی گئی، یہ رحمانیت ہے اور ایک منکر الوہیت کے لئے بطور حجت اسے پیش کیا گیا ہے۔

انسانی انانیت میں رحیمیت کا انکار

یہ تو موٹی اور بدیہی بات ہے، لیکن ساری ٹھوکر صفت رحیمیت کو نہ سمجھنے سے لگتی ہے، جب انسان کو اللہ تعالیٰ نے تمام ضروری سامان مہیا کر دیا، اور اسے عقل بھی دی، کہ اس سامان سے حسب ضرورت کام لے، تو اب انسان کے استعمال اور محنت مشقت کے بعد جب اس سے صفت رحیمیت کے ماتحت اچھے نتائج پیدا ہوتے ہیں، تو اس کی انانیت سامنے آجاتی ہے، اور وہ بجائے اس کے کہ خدا کی طرف اسے منسوب کرے جس نے اس کے لئے سامان مہیا کئے اور محنت و مشقت کی توفیق دی سمجھنے لگتا ہے، کہ یہ اس کی اپنی عقل کا نتیجہ ہے کہ ایسے نتائج پیدا ہوئے، وہ کہنے لگتا ہے کہ میں ایسا ہوں، اور میرا علم اتنا بڑا ہے، اور میری عقل سے ایسا ہوا ہے یہی ٹھوکر قارون کو لگی قال انما اوتیتہ علیٰ علم اس نے کہا میرے علم کی وجہ سے یہ تمام خزانے میسر آئے، یہی ٹھوکر آج سائنس کی دنیا کو لگی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے کائنات کی اشیاء سے فائدہ اٹھانے کے لئے Laws of nature (قوانین قدرت) مقرر کر دیئے اور انسان کو عقل دے کر ہدایت کی کہ اسکو استعمال کر کے ان قوانین کو دریافت کرے اور اس کی پیدا کردہ چیزوں سے فائدہ اٹھائے، اب سائنسدان جب ان قوانین کے ماتحت کوئی چیز دریافت کرتا ہے، تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ اس کی عقل بہت بڑی ہے اور یہ جو کچھ دریافت ہوا ہے اس کے علم و عقل کا نتیجہ ہے، خدا کوئی نہیں یہ خودی انسان کو لے بیٹھی ہے، اور یہاں تک اس کے خیالات پہنچ گئے ہیں کہ کہتے ہیں کہ انسان موت و حیات پر بھی قابو پا لے گا۔

منکرین کا بالواسطہ اقرار الوہیت

ایک طرف اللہ تعالیٰ سے یہ بڑا زوردار انکار ہے اور دوسری طرف بعض ایسی باتیں انہی لوگوں کے مونہوں سے نکلتی ہیں جو خدا کی ہستی کو بالواسطہ ثابت کرتی ہیں، کارل مارکس کہتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے، تاریخی رجحانات کے سامنے انسان کی کچھ حقیقت نہیں، باوجودیکہ عقل سب چیزوں پر حاوی ہے، تاہم تاریخ کے رجحانات ایسے ہیں کہ انسان ان سے کسی طرح بچ نہیں سکتا۔ واقعات پر غور کرتے ہوئے انہی منکرین الوہیت کو آخر کار یہ تسلیم کرنا پڑا کہ انسان کوئی اختیار نہیں رکھتا، بالفاظ دیگر اس کے اختیارات کسی اور بالا تر ہستی کے ہاتھ میں ہیں۔

قوموں کا عروج و زوال

قرآن نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے، اور بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ گذشتہ زمانہ کے حالات پر غور کرو، قوموں کے عروج و زوال کو دیکھو، سیروا فی الارض زمین میں پھر کر دیکھو کہ کن حالات میں کوئی قوم بلند ہوئی اور کن وجوہات سے اس پر تباہی آئی، اللہ تعالیٰ کا قانون اس بارہ میں یہی ہے کہ جب کوئی قوم دوسروں پر زیادتی کرتی اور فسق و فجور میں بڑھ جاتی ہے، تو اسکو اللہ تعالیٰ پکڑتا اور جھنجھوڑتا ہے، ..... جس سے وہ رجوع الی اللہ کرتی ہے، تو اسے پھر چھوڑ دیتا ہے، اور وہ پھر خدا سے غافل ہو کر افعال میں زیادہ ترقی کرتی ہے، پھر اسے پکڑتا اور ختم کر دیتا ہے۔

مغربی اقوام کی ترقیات اور اسکے نتائج

ہمارے سامنے ایسے واقعات پیش آئے ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں اللہ تعالیٰ نے یوروپین اقوام کو پکڑا، جس سے کچھ خدا کی طرف توجہ ہوئی، پھر اسے ڈھیل دیگئی انہوں نے افعال بد میں خوب ترقی کی، جس کے بعد ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ شروع ہوئی، اور خدا کی گرفت پہلی سے زیادہ سخت تھی جس میں انگریز بھی ختم ہو گئے، اور جرمن اور روس اور امریکہ بھی ختم ہو گیا، مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین انسان بڑی بڑی تدبیریں اپنی بڑائی کی کرتا ہے لیکن خدا کی تدبیر سب پر غالب اور سب سے بہتر ہوتی ہے اس لئے انسان کو اپنے سارے کاموں اور ساری کامیابیوں کو خدا ہی کی طرف سے سمجھنا چاہیئے، اسے چاہیئے کہ ایک کام کر کے اسے خدا کے ہاتھ میں دے دے، کہ وہ سب نتائج مترتب کرنیوالا ہے، انسان کی سب کوششوں کے بعد وہی مالک یوم الدین ہے وہی تمام نتائج کی جزا و سزا دینے والا ہے۔ ہمارے سامنے جو حالات مغربی اقوام کو پیش آئے ہیں، ان سے انسان کی بے بسی ظاہر ہے اور اسی لئے اب ایٹم بم وغیرہ بنانے کے بعد بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ روحانیت ہی سے امن قائم ہو سکتا ہے، اور خدا اور روحانیت کی طرف ہی توجہ کرنی چاہیئے۔

رحمانیت و رحیمیت کا روحانی پہلو

یہ تو رحمانیت و رحیمیت کا جسمانی رنگ ہے، ان صفات کا ایک روحانی پہلو بھی ہے، رحمانیت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی ہدایت کا سامان اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے، چنانچہ فرمایا الرحمٰن علم القرآن، پھر فرمایا ان علینا للھدیٰ قرآن سکھانا یا ہدایت دینا رحمان کا کام ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کے سامان کرتا ہے آگے اس ہدایت سے کام لینا، اس پر چلنا، محنت و مشقت کرنا، خود اس پر کاربند ہونا، اور دوسروں تک پہنچانا یہ ہمارا کام ہے، اس کے نتائج اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے ماتحت انسان کو ملتے ہیں، کسی نیک کام میں کامیابی یا ہماری تبلیغی مساعی کے کامیاب نتائج پیدا کرنے والا خدا ہی ہے لیکن، جہاں ہمیں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم بھی کچھ ہیں یا ہم نے یہ کام کیا اور وہ کام کیا وہیں ہم ختم ہو گئے، یہ خودی اور انانیت انسانوں اور قوموں کو لے بیٹھتی ہے ہمارا کام کوشش اور جد و جہد کرنا ہے۔ آگے نتائج جو کچھ بھی ہوں، جتنے بھی اچھے ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت ہی کا نتیجہ ہیں اور اس کا فضل سمجھنا چاہیئے۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

جواہر ریزے

زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ اور اس کی سزا

قرآن کریم سے

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ الی قولہ تعالیٰ فذوقوا ما کنتم تکنزون۔

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے.....
...... تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ (بخاری باب اثم مانع الزکوٰۃ)

نوٹ:۔ از فضل الباری:۔ یہ سورۃ توبہ کی آیت ۳۴۔۳۵ ہے اور اس میں ذکر یہ ہے کہ جو لوگ مال جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو قیامت کے دن اسی مال سے ان کی پیشانیاں وغیرہ داغی جائیں گی۔ امام بخاری کا اس آیت کو یہاں لانے سے منشاء یہ ہے کہ حدیث میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سزا کا ذکر اسی رنگ میں ہے جیسے آیت میں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہر بدی کی سزا اس بدی کے مطابق ہوتی ہے اور اس سے کچھ مشابہت رکھتی ہے۔ مگر سزا چونکہ ایک روحانی امر ہے اس لئے محض تشابہ کو ظاہر کرنے کے لئے اس کا ذکر انہی الفاظ میں کر دیا جاتا ہے جن الفاظ میں بدی کو ظاہر کیا جاتا ہے، اور نہ کوئی شخص خدا کی سزا سے اس طرح بچ سکتا ہے کہ سونے چاندی کی جگہ نوٹ جمع کرلے یا نوٹ بھی نہ رکھے۔ اصل غرض یہ ظاہر کرنا ہے کہ جس مال کو اپنی نفسانی خواہشات اور وجاہت کے لئے جمع کرتا تھا وہی اس کی ذلت اور تکلیف کا موجب ہوگا۔ ابھی اگلی حدیث میں ذکر ہے کہ وہ مال سانپ کی شکل بن کر اس کے گلے کا طوق ہو جائے گا، جیسا کہ قرآن شریف میں سیطوقون آتا ہے۔ پس اصل غرض سزا ہے اور اس سزا کی کیفیت کو جو آخرت میں ہوگی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں سزا کا ذکر ملتے جلتے الفاظ میں ہے۔ قیامت کے دن نہ اونٹوں کا حشر ہوگا نہ بکریوں کا یہ ایک مثالی کیفیت ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے ارشادات:

عن ابی ھریرۃ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاتی الابل علی صاحبھا علی خیر ما کانت اذا ھو لم یعط فیھا حقھا تطأہ باخفافھا وتاتی الغنم علی صاحبھا علی خیر ما کانت اذا لم یعط فیھا حقھا تطأہ باظلافھا وتنطحہ بقرونھا قال ومن حقھا ان تحلب علی الماء قال ولا یاتی احدکم یوم القیامۃ بشاۃ یحملھا علی رقبتہ لھا یعار فیقول یا محمد فاقول لا املک لک شیئًا قد بلغت ولا یاتی ببعیر یحملہ علی رقبتہ لہ رغاء فیقول یا محمد فاقول لا املک لک شیئًا قد بلغت۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہا نبی صلعم نے فرمایا اونٹ موٹے تازے ہونے کی حالت میں اپنے مالک پر آئیں گے جب اس نے ان میں سے ان کا حق (زکوٰۃ) نہ دیا ہو اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے، اور بکریاں موٹی تازی ہونے کی حالت میں اپنے مالک پر آئیں گی جب ان میں سے ان کا حق نہ دیا ہو اسے اپنے کھروں سے ماریں گی اور سینگوں سے ماریں گی آپ نے فرمایا اور ان کے حقوق میں سے پانی پر ان کا دوہنا (بھی) ہے۔ اور فرمایا تم میں سے کوئی نہیں کہ قیامت کے دن اپنی گردن پر بکری کو اٹھائے ہوئے لائے وہ بول رہی ہو۔ پھر کہے اے محمد (بچالو) میں کہوں گا میں تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا میں نے بات پہنچا دی تھی اور اونٹ کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے لائے وہ بول رہا ہو پھر کہے اے محمد (بچالو) میں کہوں گا میں تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا میں نے بات پہنچا دی تھی ÷ نوٹ از فضل الباری:۔ بعض احادیث میں آتا ہے ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ یعنی مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں پانی کے پاس دوہنے میں شاید یہ غرض ہو کہ وہاں مسافر آرام کرتے ہیں انہیں فائدہ پہنچے آپ کے قلب میں ہر قسم کی انسانی تکلیف کو دور کرنیکا خیال کس قدر غالب تھا۔ جو لوگ اعمال کو چھوڑ کر صرف شفاعت کے بھروسہ پر بیٹھتے ہیں وہ غور کریں ÷

نماز میں لذّت اور قبولیتِ دعا کا وقت

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں لذت نہیں آتی مگر میں بتلاتا ہوں کہ بار بار پڑھے اور کثرت کیساتھ پڑھے تقویٰ کے ابتدائی درجہ میں قبض شروع ہو جاتی ہے۔ اس وقت یہ کرنا چاہیئے کہ خدا کے سامنے ایاک نعبد و ایاک نستعین کا تکرار کیا جائے شیطان کشفی حالت میں چور یا قزاق دکھایا جاتا ہے۔ اس کا استغاثہ جناب الٰہی میں کرے۔ کہ یہ قزاق لگا ہوا ہے۔ تیرے ہی دامن کو پنجہ مارتے ہیں۔ جو اس استغاثہ میں لگ جاتے ہیں اور تھکتے ہی نہیں، وہ ایک قوت اور طاقت پاتے ہیں جس سے شیطان ہلاک ہو جاتا ہے۔ مگر اس قوت کے حصول اور استغاثہ کے پیش کرنیکے واسطے ایک صدق اور سوز کی ضرورت ہے اور یہ چور کے تصور سے پیدا ہوگا جو ساتھ لگا ہوا ہے وہ گویا ننگا کرنا چاہتا ہے اور آدم والا ابتلا لانا چاہتا ہے اس تصور سے روح چلا کر بول اٹھے گی ایاک نعبد و ایاک نستعین غرض دل سے ایک نعرہ نکلنا چاہیئے جب تک اونچے اور درد دل سے فریاد نہ کرے ٹھیک نہیں ہے ایسی چیخیں ہوں جن کو سن کر اور دیکھ کر دوسرا جو دیکھتا اور سنتا ہے اس نتیجہ پر پہنچ جائے کہ اسکی چیخیں کس فراق سے نکلتی ہیں اس وقت نشان کے طور پر معاً ایک چیز دل پر ڈالی جاتی ہے جو مختلف قسم کے خیالات اور وساوس کو معدوم کر دیتی ہے اور دل میں ایک رقت اور سوز کی حالت پیدا کر دیتی ہے۔ اس وقت غیب کا ہاتھ دکھائی دیتا ہے جو شیطانی ذریت و وساوس اور شبہات کو بھسم کر جاتا ہے، جب یہ حالت انسان پر وارد ہو جائے تو اسکو ضائع نہ کرے کیونکہ یہی وقت ہے جس میں دعا کرنیسے خدا کی خوشنودی اور رضا حاصل ہوسکتی ہے اور دنیا کے لئے بھی دعائیں کریں تو قبولیت کا شرف انکو دیا جاتا ہے کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ جو لوگ دین کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں وہ دنیا کیلئے بھی اگر دعا کریں گے تو وہ دین ہی کے واسطے ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کیلئے بھی خدا ہی سے دعا کرنی چاہیئے، غرض جب تک رقت کا وقت پیدا نہ ہو تکرار کرتا چلا جائے۔ بعض وقت پاؤں کے بھاری ہونے اور بدن کے چور چور ہو جانیکی حالت بھی رقت پیدا کر دیتی ہے۔ خدا رحیم و کریم ہے کسی مقدمہ والے سے پوچھو کہ کیسی تاریخیں پڑتی ہیں کیسی کیسی پشیمانی اور مصیبت اٹھانی پڑتی ہے لیکن یہ ساری جبرائیاں اور سرگردانیاں اسکو تھکا نہیں دیتی ہیں، وہ تاوقتیکہ حکم نہ ملے پوری مستعدی اور تیاری سے حاضر ہوتا رہتا ہے، مگر یہاں یہ حال نہیں ہے۔ خدا تعالےٰ کے حضور جو دکھ اٹھا کر کھڑا ہوا اور جس نے اس کی راہ میں کچھ بھی کھویا اس نے اس سے کہیں زیادہ پالیا اور حاصل کیا، یہاں محرومی ہے ہی نہیں۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ÷

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں تاریخِ سلسلہ کا ایک ورق

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

(۳)

(۱) قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

(۲) کمترین کا بیڑا غرق ہو گیا۔

(۳) تیری دعا قبول کی گئی۔ (الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پہلی دو اقساط

اس مضمون کی پہلی دو قسطیں پیغام صلح مورخہ ۸ر جنوری ۱۹ر جنوری ۱۹۵۵ء میں احبابِ کرام کی نظروں سے گذر چکی ہیں مجھے چونکہ حال ہی میں کراچی آنا پڑا اس لئے مضمون کے تسلسل میں تعویق ہو گئی - پہلی دو اقساط میں میں نے حضرت اقدس علیہ السلام کے بعض الہامات وکشوف درج کر کے بتایا تھا کہ کس طرح بعد کے واقعات نے ان کی تصدیق کی، میں نے آپ کے دو مشہور الہامات پیش کئے تھے جو حسب ذیل ہیں :-

(۱) "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں ان کو اطلاع دی جاوے نظیف مٹی کے ہیں۔ مٹی رہے گی۔ وسوسہ نہیں رہے گا"

(۲) "لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ وسوسہ پڑ گیا ہے پر مٹی نظیف ہے، وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی"

ان الہامات کو پیش کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ ۱۹۱۴ء کے بعد کے واقعات جو سلسلہ احمدیہ میں رونما ہوئے ان الہامات کی صداقت کو عملی طور پر ظاہر کر رہے ہیں۔

اکابر جماعت لاہور کے متعلق وسوسے

اس کی تشریح کرتے ہوئے میں نے عرض کیا تھا کہ ۱۹۱۴ء میں جب بعض اکابر جماعت و خدامِ سلسلہ قادیان کے مرکز سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور کئے گئے تو انہوں نے لاہور میں جماعت احمدیہ لاہور کی شکل میں اشاعت اسلام کا کام جاری کیا۔ ان احباب کے بارہ میں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کیوں علیحدگی اختیار کی؟ کیا اس کا باعث یہ ہوا کہ نعوذ باللہ انہیں حضرت اقدس علیہ السلام کے مقاصد سے شغف نہ رہا؟ یا خود حضرت اقدسؑ کے ذات سے ان کی محبت وعقیدت زائل ہو گئی؟ یہی وہ دو بڑے وسوسے تھے جو ابتداء ہی میں پھیلائے گئے بلکہ یہ کہنا بھی بیجا نہ ہو گا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے اکابرین کے بارہ میں ان وسوسوں کو خوب مشتہر کیا گیا۔ پہلے تو یہ کہا گیا کہ بھلا یہ چند لوگ مرکز احمدیت سے الگ ہو کر کیا کر سکتے ہیں، اور انہیں خدمتِ دین کی توفیق کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ مگر جب چند برس گذرنے پر ایک جماعت اشاعت دین پر کمربستہ اور تیار ہو کر قائم ہو گئی تو یہ وہم پھیلایا گیا کہ عنقریب ان میں تفرقہ ہو جائے گا چنانچہ لیمزقنھم کا فقرہ بھی بہت مدت تک چسپت کیا جاتا رہا۔ لیکن جب ایک مدت گذر گئی اور جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ایسی بے مثل خدمت و احیاء دین کا مقصد انجام پا گیا کہ جس کی ایک دنیا معترف ہو گئی تو بالآخر اس طرح جھوٹی تسلی دلائی گئی کہ یہ جماعت حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے دم تک قائم ہے آپ کی آنکھیں بند ہوتے ہی یہ ختم ہو جائے گی۔

وساوس کا ازالہ الہام الٰہی میں

میں نے پہلی دو قسطوں میں یہ دکھلایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کلام اپنے مامور زمانہ پر نازل فرمایا اس میں پہلے ہی سے نہایت وضاحت اور صراحت کے ساتھ ان تمام شکوک و شبہات اور وساوس و توہمات کا ازالہ کر دیا گیا تھا جو جماعت احمدیہ لاہور کے بارہ میں پھیلائے جانے والے تھے یا جن کا قلوب میں آنا ممکن تھا چنانچہ یہ خدائی کلمات کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں ان کو اطلاع دی جاوے نظیف مٹی کے ہیں" صاف صاف دلالت کر رہے ہیں کہ قادیان سے علیحدگی کا باعث نہ تو مقاصد عالیہ سے ہٹ جانا ہے، نہ ہی کوئی ذاتی اغراض اس میں پنہاں ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بات اکابرین جماعت لاہور کی نیات میں چھپی ہوئی ہوتی تو خدا تعالیٰ ان اصحاب کے لئے ایسے الفاظ کبھی استعمال نہ فرماتا۔ مگر اس نے "پاک ممبر" اور "نظیف مٹی" کے جملے ارشاد فرما کر ہر قسم کے شکوک و دغدغہ کو مٹا دیا۔ اسی طرح "لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں" کا فقرہ اس وسوسہ کی تردید کے لئے استعمال کیا گیا جو قادیان سے الگ ہونے کے باعث دل میں پیدا ہونا ممکن تھا یعنی یہ کہ شاید حضرت اقدسؑ کی ذات سے لاہور والوں کو محبت و عقیدت کے اعلیٰ جذبات کے ساتھ وابستگی نہیں رہی۔ اس کے ازالہ کے لئے فرمایا کہ لاہور میں جو ہمارے ممبر موجود ہیں وہ یقیناً ہم سے سچی محبت رکھتے ہیں اور "ہمارے محب ہیں"۔

اندرونی نیات پر خدائی شہادت

پھر نہ صرف عام طور پر ساری جماعت احمدیہ لاہور کی نیات کی بلندی اور پاکیزگی کی گواہی دی ہے بلکہ اس جماعت کے قائد اول حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی بابت بھی خدا نے اپنے مامور و مجدد کو واضح طور پر بتلا دیا کہ ان کی نیات اور ارادوں میں کوئی فتنہ و فساد برپا کرنا ہرگز مد نظر نہ تھا، نہ ان کا منشاء جماعت میں افتراق و انشقاق پیدا کرنا تھا اور نہ ہی اپنے لئے امارت و لیڈری کی خواہش ان کے دل میں تھی جیسا کہ آپ پر الزام لگایا گیا یا بعض دلوں میں شک و شبہ گذرنے کا احتمال ہے۔ اس کے برخلاف حضرت اقدسؑ کا مشہور کشف ہے :-

"مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ"

قلبی نیات اور باطنی اغراض سے بجز عالم الغیب اور علیم بما فی الصدور ذات کے اور کوئی ہستی خبر نہیں رکھ سکتی ہو سکتا ہے کہ کسی شخص یا جماعت کے ظاہر افعال نیک نظر آئیں مگر اصل مقاصد خود غرضی پر مبنی ہوں - اس کے برخلاف بعض دفعہ یہ امر بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگرچہ نیت نیک اور ارادہ صالح ہوتا ہے مگر بعض وقت افراد یا جماعتوں سے نادانستہ غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں - پس کسی شخص یا جماعت کے اندرونی ارادوں کا پتہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی بشر دینے پر قادر نہیں اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی بات کا علم دے دیا جائے تو پھر وہ لوگ جو اسے خدا کا کلام یقین کرتے ہوں اس بات کے مجاز نہیں کہ وہ اپنے قیاسات و خیالات کو خدا کے دیئے ہوئے علم کے بالمقابل ترجیح دیں۔

۱۹۱۴ء میں جو جماعت مرکز قادیان سے علیحدہ ہوئی اور پھر حضرت اقدس کے دیئے ہوئے نام سے موسوم ہو کر لاہور میں قائم ہوئی اور جس شخص نے اس کی قیادت کی، ان کی اندرونی نیات اور اصل ارادوں پر کون بشر صحیح اطلاع پا سکتا ہے؟ ظاہر افعال ہی کچھ قیاس ہو سکتا ہے ایک طرف ان کی اعلیٰ ترین بے مثل خدمات اسلام کا کام ہے دوسری طرف یہ وہم بھی پھیلائے گئے کہ قادیان سے علیحدگی کا مقصد ذاتی اغراض یا لیڈر بننا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ ایسے نازک معاملہ میں جہاں مخفی نیتوں اور چھپے ہوئے ارادوں کا سوال آ جائے وہاں کوئی یقینی فیصلہ کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کی اپنی گواہی کی ضرورت پیش آئی جو اس نے پہلے سے ہی اپنے مامور پر نازل فرما دی تھی یعنی جماعت احمدیہ لاہور کی نسبت تو یہ بتا دیا تھا کہ اس کے ممبر بحیثیت ایک جماعت کے پاک مقاصد اور نیک ارادوں کے حامل ہیں اور ان کا خمیر یعنی فطرت نہایت عمدہ ہے، نیز ان کی نسبت جو بدگمانیاں پھیلائی جا رہی ہیں وہ سب دور ہو جائیں گی اور ان کے پاک مقاصد باقی رہ جائیں گے۔ ایسا ہی جماعت لاہور کے قائد اول جنہوں نے قادیان سے اشاعت کے مقصد کو الگ کر لیا ان کی نسبت بھی خدائی شہادت دے دی گئی کہ وہ بھی صالح ہیں اور علیحدگی کی وجہ یہ نہ سمجھنی چاہیئے کہ ان کے ارادوں میں خود غرضی پنہاں ہے یا فتنہ و فساد بپا کرنا مد نظر ہے بلکہ آپ کے ارادے بھی نیک یعنی خالصتاً خدمت دین کے ہیں اور آپ کی صالحیت اور خلوص نیت کے باعث ہی حضرت اقدس یہ فرماتے ہیں کہ آپ اس قابل ہیں کہ آپ کو ہماری دائمی رفاقت نصیب ہو جیسے کہ قرآن کریم میں مومنوں کی بابت ذکر آیا ہے فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم ان کی معیت یا رفاقت انبیاء، صدیق، شہداء نا سی ہو گی - حضرت اقدسؑ کی طرف سے "آؤ ہمارے

"پاس کھینچ جاؤ" - کا مخاطب حضرت مولانا مرحوم کو بعینہٖ اس رتبہ میں سے جیسے کہ قرآن مجید میں مومنوں کی انبیاء، صدیقوں، شہیدوں، صلحاء سے رفاقت کا ذکر آیا ہے۔

جماعت لاہور کا اندرونی اختلاف یا "کمترین کا بیڑا غرق"

سب سے زبردست اور آخری وسوسہ جماعت احمدیہ لاہور کی نسبت یہ پھیلایا جا رہا تھا کہ اس کی زندگی صرف حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی زندگی تک ہی قائم ہے۔ آپ کی وفات کے بعد اس کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ جب اکتوبر ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا مرحوم کی وفات ہوئی تو اس کے بعد تین سال تک جو واقعات اس جماعت کو پیش آئے۔ انہیں دیکھ کر نہ صرف غیر اور معاند اصحاب بلکہ خود جماعت کے خیرخواہ لوگ حضرات بھی یقین کر بیٹھے تھے کہ واقعی اس جماعت کے ختم ہونے کا وقت آپہنچا ہے۔ جماعتوں کے بارہ میں بیرونی مخالفت ہرگز اس قدر تباہ کن ثابت نہیں ہوتی جس قدر اندرونی تفرقہ اور خلفشار اس کے لئے مہلک ہوتا ہے۔ اور یہی بات یہاں پیدا ہو گئی تھی، مخالفوں کے گھر گھی کے چراغ جل رہے تھے اور اپنوں کی مایوسی و ناامیدی انتہا کو پہنچ چکی تھی، کوئی راستہ مخلصی کا نظر نہ آتا تھا۔ حضرت اقدس کے ہاتھ پر جن اصحاب نے بیعت کی تھی اور وہ ۵۴-۱۹۵۳ء تک زندہ تھے رات دن خدا کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرتے اور ان کی روحیں خشوع و خضوع سے آستانہ الٰہی پر گری ہوئی تھیں یا الٰہی اب کیا ہوگا اور تو کب اپنی نصرت و تائید نازل کرے گا۔ لیکن جہاں تک واقعات کا تعلق ہے نجات کا کوئی راستہ ہرگز دکھائی نہ دیتا تھا اور ہر کوشش جو اتفاق و اتحاد کے لئے کی جاتی تھی بے کار و بے سود ثابت ہوتی تھی گویا اگر ۱۹۱۴ء میں قادیان میں خالصتاً دینی مقاصد کا سلسلہ ختم ہو کر لاہور میں چل پڑا تھا تو اب ۱۹۵۴ء میں وہ سلسلہ لاہور میں بھی ختم ہوتا نظر آ رہا تھا۔ بعینہٖ واقعات میں وہ بات پیش آ رہی تھی جو ۱۹۰۵ء کے اس الہامی شعر میں بیان کی گئی ہے ؎

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

ایک جگہ (قادیان میں) اشاعت دین کا کام ۱۹۱۴ء میں ختم ہو گیا مگر محض قدرت خداوندی سے دوسری جگہ چل پڑا لیکن دوسرے مرکز میں بھی کچھ مدت کے بعد وہ ٹوٹتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ پس جب مامور من اللہ سے منسوب ہونے والے دونوں مرکزوں کا حشر اس طرح ہوا تو لازماً نتیجہ یہی کچھ ہونا تھا جو دوسرے الہام نے بتلایا یعنی :۔

"کمترین کا بیڑا غرق" ہو گیا

تینوں الہامات کا باہمی تعلق

قبل اس کے کہ میں تیسرے الہام "تیری دعا قبول ہو گئی" کا کچھ ذکر کروں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ یہ تینوں الہامات جو مضمون کے عنوان پر درج کئے گئے ہیں کب ہوئے اور ان کا باہمی تعلق کیا ہے۔

نومبر ۱۹۰۵ء کا ذکر ہے کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ تھا اور ستائیسویں کی رات اور یہ بھی خیال گزرا کہ یہ شب قدر کی رات ہے پس میں اُٹھا کہ دعا کر لوں زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، شاید پھر یہ رات ملنی نصیب ہو یا نہ۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ دعا کے بعد پے در پے یہ تین الہام ہوئے جو بمنزلہ تین پیشگوئیوں کے ہیں جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہوں گی۔

اب ظاہر ہے کہ ۱۹۰۵ء میں جب کہ حضرت اقدس کو اپنی وفات کے بارہ میں خدا تعالیٰ سے خبر دی جا چکی تھی تو آپ شب قدر کی رات کو کونسی دعا کے طالب ہوئے ہوں گے۔ یہی کہ الٰہی دینی اشاعت و تبلیغ کا جو خالص و پاک مقصد تو نے میرے سپرد کر کے مجھے مامور فرمایا ہے تو میری وفات کے بعد بھی ایسے سامان مہیا کیجیو کہ یہ سلسلہ حقیقتاً ہمیشہ جاری رہے۔ آپ کے اس مطالبہ کے جواب میں خدا تعالیٰ نے جو انکشاف فرمایا اور جو آپ کے اپنے بیان کے مطابق دراصل تین پیشگوئیاں ہیں جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہونی تھیں وہ سلسلہ احمدیہ کی مختصر تاریخ اپنے اندر رکھتی ہیں، اور وہ یہ ہیں یعنی پہلے الہام ہوا ۔ع

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

دوسرا الہام جو درحقیقت پہلے کا خلاصہ و نتیجہ ہے یہ ہوا کہ :۔

"کمترین کا بیڑا غرق ہو گیا"

مگر پھر آخر آپ کی دُعا کے جواب میں کہ اس برے اور مہلک نتیجہ سے نجات نصیب ہو یہ الہام ہوا :۔

"تیری دعا قبول کی گئی"

یعنی دوسرے مرکز مدینۃ المسیح لاہور میں جو اس قسم کے واقعات پیدا ہو جائیں گے کہ وہاں بھی کام ختم ہوتا نظر آنے لگا تو ہم اس کو بدل دینے اور جماعت احمدیہ لاہور کو متحد و متفق کر کے اسے قائم و دائم کرنے پر قادر ہیں اور ہم نے تمہاری دعا کو اس بارہ میں قبولیت کا شرف بخشا ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کے قیام و استحکام کی الہامی شہادت

غور کرو اور واقعات کو دیکھو۔ کیا تاریخ سلسلہ احمدیہ مختصراً یہی نہیں کہ ۱۹۱۴ء میں جب ایک جگہ اشاعت دین کا کام ٹوٹ گیا تو خدائی قدرت کے ماتحت مدینۃ المسیح لاہور میں وہ پھر سے جاری ہو گیا۔ لیکن جب ۵۴-۱۹۵۳ء میں لاہور میں بھی ٹوٹتا نظر آیا جس کے نتیجہ میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ حضرت اقدسؑ کی ساری جماعت کا حقیقتاً خاتمہ ہو گیا کیونکہ دینی مقاصد کے دونوں سلسلے ختم ہو گئے تو ایسے نازک وقت میں محض قدرت ربی کے ذریعہ وہ معجزہ اور کرشمہ ظہور پذیر ہوا جو وہم گمان میں نہ آ سکتا تھا مگر جو حضرت اقدسؑ کی شب قدر کی تضرعانہ دعاؤں اور اس کے الہامی جواب یعنی :۔ "تیری دعا قبول کی گئی" کے عین مطابق تھا۔

جماعت احمدیہ لاہور کے وہ احباب جو ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۴ء تک کے اندرونی واقعات سے واقف ہیں خوب جانتے ہیں کہ باہمی اتحاد و صلح کی تمام کوششیں اور تدبیریں کیونکر ناکام ہو کر رہ گئیں تھیں، اور اس امر سے بھی ایسے ہی اصحاب بخوبی واقف اور باخبر ہیں کہ کیونکر ۱۹۵۴ء کے آخر پر ایک ایسا امر وقوع میں آ گیا جس کا قطعاً کوئی وہم و گمان نہ ہو سکتا تھا۔ ۵ دسمبر ۱۹۵۴ء کو جب طرفین اپنی اپنی جگہ صلح کی نیت سے جمع ہوئے تو ان مجالس کے بعد بھی کوئی صورت اتفاق کی نظر نہ آتی تھی بلکہ ناامیدی مایوسی اور زیادہ بڑھ گئی تھی، اور وہی احباب جو ان مجالس کی تفصیلات سے واقف ہیں اس امر کی گواہی دے سکتے ہیں کہ کیونکر یکلخت حالات نے پلٹا کھایا اور بلا کسی تجویز و تدبیر کے یک بیک قلوب میں خدائی تصرف کے ماتحت ایک انقلاب پیدا ہو گیا بلکہ ایسی تجویز پر اتحاد ہو گیا کہ جس کے بارہ میں کبھی یقین نہ ہو سکتا تھا کہ یہ بھی قابل قبول ہو سکتی ہے۔ صرف ایسے ہی احباب جو ان تفصیلات سے کما حقہ واقفیت رکھتے ہیں پوری طرح اس لذت کو محسوس کر سکتے ہیں، کہ جس میں صاف صاف قدرت کاملہ کا ہاتھ کام کرتا دکھائی دیتا ہے۔ بھلا کہاں تین سال کی متواتر کوششیں اور مختلف تجویزیں جن میں سے کوئی بھی پروان نہ چڑھ سکی اور کہاں چند منٹ کے اندر اندر ایک معمولی سی تجویز پر طرفین کا مکمل اتفاق!! کیا اس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ کی گنجائش ہے کہ یقیناً یہ کرشمہ خدائی تصرفات کا نتیجہ اور ایک معجزہ تھا وہی معجزہ جس کا وعدہ حضرت اقدسؑ سے خداوند تعالیٰ نے نومبر ۱۹۰۵ء کو رمضان کی ستائیسویں رات آپ کی دعا کے جواب میں کیا تھا۔ کیا اس میں کوئی شبہ ہے کہ اگر حضرت اقدسؑ کی یہ دعا اس شب قدر کی رات کو نہ کی گئی ہوتی یا اسکی قبولیت کا وعدہ نہ دیا گیا ہوتا تو جماعت احمدیہ لاہور کی صف لپیٹی جا چکی تھی۔ کیا ہی خوب اقدس علیہ السلام نے فرمایا ہے :۔

تو یک قطرہ داری زعقل و خرد
مگر قدرتش بحر بے حد و رد
اگر بشنوی قصۂ صادقاں
مخنداں سر خود چو مستہزیاں

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے اقتباسات

مودودی صاحب کی طرف سے تشدد اور بدنظمی کی تلقین

۲۵ فروری بروز جمعہ۔ اخبار جنگ مجریہ ۱۶ فروری ۱۹۵۵ء کے مقالہ افتتاحیہ کے دوسرے کالم میں تحت عنوان "مولانا ابوالاعلیٰ مودودی" ایک طویل نوٹ دیکھنے میں آیا۔ یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ فیڈرل کورٹ نے مولانا مودودی کی میعاد سزا کم کر کے چودہ سال سے تین سال کر دی ہے اور اس نوٹ کے اس فقرہ سے بھی اتفاق ہے کہ "ان کی میعاد سزا کو یکسر ختم کر کے انہیں فوراً رہا کر دیا جائے"۔ لیکن صاحب تحریر اس معصومانہ غلطی پر جس کا اظہار موصوف نے اس جملہ میں فرمایا کہ "پھر ابھی تک ہماری نظر سے ان کی (یعنی مودودی کی ناقل) کوئی ایسی تحریر نہیں گذری جس میں تشدد کی تلقین یا بدنظمی کی تبلیغ ہو"، حیرت ہوئی العجب ثم العجب ویسے تو مولانا مودودی صاحب کی اکثر کتب و مضامین تشدد کی تلقین یا بدنظمی کی تبلیغ سے بھرے پڑے ہیں ہمیں اس کے ماننے میں کلام ہے کہ صاحب نوٹ کی نظر سے مولانا مودودی کی اس قسم کی تحریرات نہ گذری ہوں۔ یہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" والا معاملہ معلوم دیتا ہے۔ ۱۹۵۳ء کے پنجاب کے ہنگامہ کو تو اتنا عرصہ نہیں گذرا اور اس کے متعلق تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پچھلے ہی سال شائع ہوئی ہے اس رپورٹ کے صـ سے لیکر صـ ۲۸۷ تک تشدد کی تلقین و بدنظمی کی تبلیغ پر فاضل ججوں نے مولانا کے موصوف اور ان کے رفقاء کے بیانات کی روشنی میں جو واقعات پیش کئے ہیں کیا اس سے بھی مقالہ نگار بے خبر ہے!! اللہ تعالیٰ سچ بات کہنے اور حقیقت کے اظہار کی ہمیں توفیق دے ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا کا سنہری اصول ہمارے سامنے ہو۔ تا دنیا میں ترقی کریں اور آخرت میں بھی سرخرو ہو کر مالک حقیقی کے سامنے جائیں۔

مسجد سان فرانسسکو اور ووکنگ کیلئے عطیہ

عبدالحکیم صاحب سے معلوم ہوا کہ مسٹر صعدر علی صاحب نے مبلغ پچیس پاؤنڈ اخویم محمد شیر گل صاحب کو دیئے بیس پاؤنڈ کا عطیہ سان فرانسسکو (امریکہ) کی مجوزہ مسجد کے لئے اور پانچ پاؤنڈ ووکنگ مشن کے لئے۔ محمد شیر گل صاحب چونکہ عنقریب کاروباری سلسلہ کے لئے یورپ اور امریکہ جا رہے ہیں اس لئے وہ خود ووکنگ اور سان فرانسسکو پہنچا دیں گے۔ جزاہم اللہ

ذہن مستشرق کی ہرزہ سرائی اور اس کا صحیح علاج

۲۶ فروری ۱۹۵۵ء۔ اخبار جنگ مجریہ ۲۴ فروری کے صفحہ ملا پر پہلے کالم میں "یہ کراچی ہے" کے زیر عنوان "چودھویں صدی کے مصنف دانتے کی کتاب ضبط کرنے کا مطالبہ۔ کراچی میں احتجاجی جلسہ"۔ دل کو پارہ پارہ کر دینے والی ایک المناک خبر شائع ہوئی ہے۔ کراچی ۲۴ فروری کی خبر ہے کہ مولانا عبدالحامد بدایونی صدر جمعیۃ علمائے پاکستان کی تحریک پر جامع مسجد آرام باغ میں جمعہ کے دن ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مولانا ئے موصوف نے ناموس رسالت کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے جرمن مصنف کی کتاب "دی ان فرنو" (جس کا ترجمہ جان سی آرٹ نے کیا اور جسے یو امریکن لائبریری نے شائع کیا) کے مضمون پر شدت سے احتجاج کرتے ہوئے ذیل کی تجویز پیش فرمائی جو جوش و خروش کے ساتھ منظور ہوئی، "یہ جلسۂ عام جرمن مصنف دانتے کی کتاب "دی ان فرنو" کے دل آزار مضمون کو جو صفحہ ۱۳۵ پر درج ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کو جہنم میں مبتلائے عذاب دکھا کر مسلمانوں میں سخت اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ یہ جلسہ حکومت پاکستان سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ جلد از جلد اس کتاب کو ضبط کیا جائے اور ایک بورڈ بنایا جائے جس میں علماء اور وکلا کو شامل کیا جائے کہ کوئی بیرونی کتاب یا رسالہ اس وقت تک پاکستان میں فروخت نہ کیا جائے جب تک یہ بورڈ اپنی رائے نہ دیدے"۔ دل کے بہلانے اور دفع الوقتی کے لئے تو یہ تجویز اچھی ہے۔ اس سے پہلے ہزاروں مرتبہ علمائے کرام نے ایسی تجاویز جوش و خروش کے ہنگاموں میں منظور فرمائی ہیں جو شرمندہ عمل نہیں ہوئیں اور نہ ان کا نفع بخش نتیجہ نکلا۔ علماء کرام نہ خود اس مہلک مرض کے صحیح علاج کی طرف آتے ہیں اور نہ عام مسلمانوں کو آنے دیتے ہیں، جس سے یہ مرض بجائے کم ہونے کے بڑھتا جا رہا ہے اس کا صحیح ترین علاج حکیم حاذق عصر حاضرہ کے امام نے تجویز فرمایا وہ یہ کہ آقائے نامدار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قرآن پاک کی تعلیم کی صحیح تصویر مغربی دنیا کے سامنے پیش کی جائے یہ علاج قرآن کریم ہی سے تجویز کیا گیا ہے آیت شریفہ لا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ اس کا اٹل علاج ہے۔ دلوں کی تبدیلی ہونی ضروری ہے دل و دماغ کی تبدیلی کا اثر مخالفین کی اقلام پر اثر انداز ہوگا۔ جنگ احد کے خالد کی تلوار اسی سرمدی علاج کے استعمال کے بعد فاتح شام بن کر ولی حمیم کی صداقت پر مہر ثبت کر گئی۔ آج دانتے اور اسی قسم کے مغربی مشرقی کاتبوں کے زہر آلود افکار کا علاج اسوۂ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کو اس اسلوب سے پیش کرنے میں مضمر ہے جیسے وقت کے امام نے بتلایا، امام وقت نے اس علاج سے سینکڑوں قریب المرگ مریضوں کو شفایاب کیا آج تو کبھی کبھار "دانتے" اپنے چہروں کی جھلک دکھلا کر منہ چھپا لیا کرتے ہیں لیکن آج سے ساٹھ ستر سال قبل دانتے صاحبان ایک عظیم طوفان و سیلاب کی شکل میں نمودار ہو کر دنیا پر چھا گئے تھے، امام وقت کے نام لیوا انشاء اللہ آج کے دانتے حضرات کو بھی ادفع بالتی احسن کے جانپرور علاج سے شفایاب کر کے ان کے اقلام کو اسلام کی حمایت میں حرکت میں لانے کا موجب ہونگے، مبارک ہے وہ جو چودھویں صدی کے مجدد کے دامن سے وابستہ ہو کر اس نیک کام میں لگ جائے۔

چٹاگانگ کی ایک انجمن کو پیغام احمدیت

چٹاگانگ مشرقی پاکستان میں "انجمن مسلمانان مشرق و مغرب" نامی جماعت ایک پندرہ روزہ اخبار انگریزی میں نکال رہی ہے پچھلے ہفتہ اس کا ایک پرچہ نظر سے گذرا۔ اخبار کا نام "انجمن" رکھا ہے، موسس اخبار غلام محی الدین صاحب نامی شخص ہیں جو جماعت کے صدر بھی ہیں۔ دل نے چاہا کہ مشرق و مغرب کے اس اخبار کو وسط دنیا کے مدینہ بغداد سے پیغام احمدیت بھجوایا جائے جس کی عصر حاضرہ میں نئی اور پرانی ہر دو دنیا کے مشرق و مغرب کو ضرورت ہے بغیر اس کے احسن التقویم انسان ترقی کے منازل طے کر ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اس الٰہی تحریک کو سمجھنے کے لئے "وہٹ دی احمدیہ موومنٹ سٹینڈز فار" تابعت روحانی فرزند مسیح زمان ڈاک سے بھجوایا۔

حضرت امیر مرحوم کی تصنیفات کے متعلق علمائے عرب کے خیالات

۲۸ فروری ۱۹۵۵ء۔ آج بلبے ترجمہ کے بعد مجلات اور کتابوں کی الماری دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ الرسالہ مصریہ کے سابقہ مجلات پر نظر ڈالی اتفاقاً عدد ۹۷۲ مجریہ ۱۸ فروری ۱۹۵۲ء سامنے آ گیا۔ اس مشہور عالم دینی مجلہ میں مصر کے فاضل علامہ استاد محمد محمود زیتون کا کتاب "محمدؐ دی پرافٹ" کے ترجمہ "محمد رسول اللہ" پر وہ بے نظیر و لامثال تبصرہ درج ہے جس کی تعریف الفاظ میں کما حقہ بیان نہیں کی جا سکتی یہ کتاب "لجنہ نشر للجامعیین" نے شائع کی ترجمہ علامہ مصطفےٰ فہمی اور عبدالحمید جودۃ السحار نے کیا۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کی کئی اڈیشن چھاپی گئیں فضلائے عرب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم پر عربی میں بڑی بڑی ضخیم کتب لکھی گئی ہیں لیکن جو کشش مولانا محمد علی رح کی تحریر میں موجود ہے اور جو اسلوب انہوں نے اختیار کیا ہے وہ اپنی نظیر نہیں رکھتی، خیر میں نے تبصرہ پر پھر ایک نظر ڈالی تو مجھے اچانک "طلوع اسلام" مجریہ دسمبر ۱۹۵۴ء یاد آ گیا جس میں جناب سعید احمد صاحب نے حضرت سلطان اقلیم مجدد ازمان علیہ السلام اور ان کے روحانی فرزند مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہتک آمیز رنگ میں کیا ہے، جس کا مدلل و مسکت جواب پیغام صلح کے ایڈیٹر صاحب نے ۲۴ دسمبر ۱۹۵۴ء کے پرچہ میں اور عزیزم محمد طفیل صاحب نے ہالینڈ سے ۲۹ جنوری ۱۹۵۵ء کے پیغام صلح میں دیا ہے۔ اللہ اکبر ہمارے طلوع اسلام کے مناد علمائے کرام کو مجدد وقت اور اس کے خادموں کی تحریرات میں ذہنی عذاب کا سیاہ دیو دکھائی دے۔ اور ان کے اقلام سے نکلی ہوئی تحریرات قدسیہ پھسپھسی نظر آئیں اور اس کے برعکس بقول اقبال "نصاری اسلام کا دھڑکتا ہوا دل" مصر کے علمائے عظام کی بصیرت افروز نگاہوں میں وہی تحریرات بنی نوع انسان کو ہر قسم کی غلامی سے آزاد کرنے کا باعث سمجھی جائیں اور اسلام کے نشاۃ ثانیہ کے لئے سنگ بنیاد قرار دی جائیں جس پر آئندہ ایک خوبصورت اسلامی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ کیا یہ انصاف کا خون نہیں کیا یہ شیوہ مسلمانی ہے؟ مولانائے مرحوم کی کئی تصنیفات کا عربی ترجمہ لبنان اور مصر کے جلیل القدر اساتذہ نے شائع کیا، جامعہ ازہر کے علمائے کبار تک حضرت مولانا مرحوم

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

اسلامی اور عیسائی طریق ذبح

چیف ویٹرنری آفیسر لندن کا مراسلہ "ویٹرنری ریکارڈ" لندن کے نام اور مولانا آفتاب الدین احمد کا جواب

قبل ازیں ۲۳ر فروری ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں چیف ویٹرنری آفیسر کا پہلا مراسلہ اور مولانا آفتاب الدین احمد کا جواب شائع کیا جا چکا ہے ذیل میں اول الذکر کا جواب الجواب اور مولانا آفتاب الدین کا آخری جواب ہدیہ قارئین ہے۔

محترمی! مجھے آپ کے ۱۶ر دسمبر ۱۹۴۸ء کے جریدہ کی ایک کاپی بھجوائی گئی ہے، جس میں مذہبی طریق ذبح کے موضوع پر میرا ایک خط اور جناب آفتاب الدین احمد کا جواب درج ہے، جو ویٹرنری ریکارڈ مورخہ ۲۴ر اپریل و ۱۷ر جولائی ۱۹۴۸ء میں علی الترتیب شائع ہوئے تھے۔

بدقسمتی سے آپ نے میرا جواب الجواب اس میں سے حذف کر دیا ہے اور اس لئے آپ کے قارئین کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ میں نے آفتاب الدین صاحب کے نظریات کو تسلیم کر لیا ہے، آپ نے جو مراسلات درج کئے ہیں وہ میرا جواب (مندرجہ "ویٹرنری ریکارڈ" ۷ر اگست ۱۹۴۸ء) شائع ہوئے بغیر نامکمل رہ گئے، لہٰذا اس پرچہ کی ایک کاپی شامل ہذا ہے۔

(مسٹر بائی واٹر نے جس جواب کا اوپر حوالہ دیا ہے وہ حسب ذیل ہے:—)

"ایڈیٹر اسلامک ریویو (مولانا آفتاب الدین احمد) نے اپنے جواب میں جو باتیں پیش کی ہیں، جہاں تک آپ کے (ذبیحہ سے تعلق رکھنے والے) پیشہ ور قارئین کا تعلق ہے، ان کے لئے ان باتوں کے جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ فوراً سمجھ گئے ہوں گے کہ مسجد ووکنگ کے سابق امام کے خیالات غلط مفروضات پر مبنی ہیں، لیکن "ویٹرنری ریکارڈ" کے غیر پیشہ ور قارئین کے فائدہ کے لئے میں یہ عرض کر دوں گا کہ Captive bolt Pistol کی گولی سے جانور کو بے حس کر کے ذبح کرنا خون کے کافی اجرا کو بالکل نہیں روکتا، یہ کہنا صحیح نہیں کہ بے حس کرنے کا اثر تمام اعصاب پر پڑتا ہے جس سے وہ شل ہو جاتے ہیں فی الحقیقت (Captive bolt Pistol) سے بے حس کرنے کے بعد کچھ اعصابی حرکات زیادہ تیز ہو جاتی ہیں، جانور کے دل کی حرکت بڑھ جاتی ہے اور غیر شعوری حرکات رونما ہوتی ہیں، جانور اکثر حالات میں گولی سے بے حس کئے جانے کے فوراً بعد ہی نہیں مر جاتا۔ اس کے دل کی حرکت کچھ منٹ تک جاری رہتی ہے۔ تیس سال یا اس کے لگ بھگ عرصہ ہوا ہے کہ ایک توپچی رسالہ کے گھوڑوں کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا۔ ان کو گولی لگنے کے بعد میں ان کی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر پانچ منٹ سے زیادہ وقفہ تک ان کے دل کی حرکت صاف صاف محسوس کرتا رہا۔

یہ دلیل کہ جانور خواہ ہوش میں ہو یا بے ہوشی میں مرتے وقت اسے ایک ہی جیسی تکلیف ہوتی ہے، سائنس کے نقطہ نگاہ سے خلاف عقل ہے۔

مشرق میں چند سال رہ چکنے کی وجہ سے میں اس بات سے ناواقف نہیں کہ بار برداری کے بیلوں کو نعل لگانے کے لئے کس طرح گرایا جاتا ہے تاہم میں یہ کہوں گا کہ اس کا مقابلہ اس طریق سے نہیں ہو سکتا جو مذہبی رسوم کے مطابق ذبح کرتے وقت جانور کو گرانے اور صحیح پوزیشن میں لانے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔

مشرق میں جانوروں کے ساتھ رحمدلی کا برتاؤ کرنے میں پبلک کا رویہ اس قدر روشن خیالی پر مبنی نہیں جیسے اس ملک (انگلستان) میں ہے۔ اس ملک میں مسلمان اپنی مذہبی رسوم کے مطابق بہت کم ذبح کرتے ہیں، اور میرا تجربہ اس حد تک ہے کہ ہماری بندرگاہوں پر کسی جہاز کا عملہ کبھی کبھی کوئی بھیڑ یا بکری ذبح کر لیتا ہے، مسلمانوں کی مذہبی رسوم کے مطابق جو ذبیحہ کیا جاتا ہے وہ یہود کی مذہبی رسوم کے خلاف عملہ جہاز کا کوئی ایک مسلم ممبر کر سکتا ہے خواہ ذبح کرنے کا کوئی تجربہ یا لیاقت بھی اسے نہ ہو، وہ عموماً مذبح میں کسی چاقو یا چھری وغیرہ کے بغیر آتے ہیں اور بوچڑ سے چھری لے کر اپنا کام چلا لیتے ہیں اور بعض اچھے کارکن ایسے اجنبیوں کو اپنے بہترین ہتھیار مستعار دے دیتے ہیں۔"

آپ کا وفادار

بائی واٹر

مولانا آفتاب الدین صاحب کا جواب

جناب عالی۔ میں شروع ہی میں یہ ...... واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہیں کہ یہودی دوستوں کی مراسم کے خلاف ایک مسلمان کے لئے اس گوشت کا کھانا جائز ہے جو انگلستان میں "رحمدلانہ طریق ذبح" سے مہیا کیا جاتا ہے، لیکن ابھی تک ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جانور کو بے حس کر کے ذبح کرنے کا موجودہ انگریزی طریق حفظان صحت اور رحمدلی کے نقطہ نگاہ سے اسلام کے روایتی طریق ذبح سے کس طرح بہتر ہو سکتا ہے، "رحمدلی" کے ذبیحہ کے حامیوں کے پاس بھی کوئی ایسی فیصلہ کن چیز نہیں جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ جانور کو بے حس کر کے ذبح کرنے سے بھی اسی قدر خون بہتا ہے جس قدر بے حس کئے بغیر ذبح کرنے سے بہہ سکتا ہے، کیونکہ ابھی تک کوئی ایسا طریق ایجاد نہیں ہوا جس سے یہ بات بغیر کسی قسم کے شک و شبہ کے یقینی طور پر ..... ثابت ہو سکے، جہاں تک حقائق کا تعلق ہے، ہم یقینی طور پر یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ کسی جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اس کے جسم میں خون کی مقدار کس قدر ہوتی ہے تاکہ اس کا مقابلہ اس خون کی مقدار سے کیا جا سکے جو ذبح کرنے پر خارج ہوتا ہے نہ ہی ہم ذبح کے دونو طریق ایک ہی جانور پر برت سکتے ہیں، تاکہ دونو طریق سے بہنے والے خون کی مقداروں کا مقابلہ ہو سکے۔

مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ انگلستان میں سؤر کا گوشت محفوظ کرنے کے کارخانوں میں یہودی اور اسلامی طریقوں سے ہی سؤر کو ذبح کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جانور کو بے حس کر کے ذبح کرنے سے جو گوشت فراہم ہوتا ہے وہ اس گوشت کی نسبت جلد خراب ہو جاتا ہے جو یہودی اور اسلامی طریق سے ذبح کرنے سے حاصل ہوتا ہے، کیونکہ اوّل الذکر طریق میں جریان خون مقابلتاً کم ہوتا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ اس جانور میں سے جس کو بے حس کر کے ذبح کیا جائے، خون کے قدرتی اجرا کو ضرور صدمہ پہنچتا ہے، مجھے معاف کیا جائے اگر اس سلسلہ میں یہ عرض کر دوں کہ عیسائیوں پر اب یہودیوں اور مسلمانوں کے اعلیٰ کلچر کے دباؤ سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ خون انسانی خوراک ہونے کے لحاظ سے ایک ضرر رساں چیز ہے، ورنہ اب بھی ہمارے عیسائی دوست خون کو اتنا ہی پسند کرتے ہیں جتنی یہودیوں اور مسلمانوں کو اس سے نفرت ہے، توقع کی جا سکتی ہے کہ اس سلسلہ میں خیالات کے زیادہ بلند ہونے اور سائنس کے زیادہ ترقی کرنے پر ہمارے عیسائی دوست بے حس کرنے کے طریق کو بھی اسی طرح برا سمجھنے لگیں گے، جیسے اب وہ خون کو ضرر رساں سمجھنے لگے ہیں۔

اس کے علاوہ ابھی تک ہمیں جانور کو بے حس کر کے ذبح کرنے میں بھی کوئی "رحمدلی" نظر نہیں آتی، اگر اس طریق میں کوئی نرمی اور رحمدلی کا پہلو نظر آتا ہے تو کیوں پہلے اس کو ان انسانوں پر آزمایا نہیں جاتا جن کو سزائے موت دی جاتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس طریق کے حامی وجدانی طور پر اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ بے حس کرنے کے طریق میں خصوصیت سے "رحمدلی" کی کوئی بات نہیں یہ محض ایک جذباتی بات ہے جس میں غیر شعوری خون پرست پرستوں کی رسوم کا اثر پایا جاتا ہے۔

شاید ہمارے مسیحی دوستوں کے طریق غور و فکر میں کچھ نفسیاتی الجھن بھی پائی جاتی ہے، مثلاً ایک خاتون نے شمالی انگلستان سے ہمیں لکھا ہے کہ جانوروں کی.. Stunning (گولی مار کر بے حس کرنے) اور انسانی جسموں کو اپریشن سے پہلے دوائی سے بے حس کرنے کو ایک برابر سمجھا جائے، مگر صاحب مراسلہ کو یہ بات بھول گئی ہے کہ جانور کو ذبح کرتے ہیں تو اس پر موت وارد کرنا مقصود ہوتا ہے جس سے اس کا تمام درد و کرب ختم ہو جاتا ہے، لیکن انسانی جسم کا اپریشن اس کی زندگی کو لمبا کرنے کی غرض سے کیا جاتا ہے جس میں درد و کرب کا احساس موجود ہوتا ہے، اور سب سے بڑی حیرانی کی بات یہ ہے کہ انسان کو بے حس کرنے کے بے مزہ

(باقی صـ ۱۲ پر)

فلاح پانیوالی جماعت

مولوی احمد گل صاحب

قریباً ہر مذہب وملت میں ایسے اصول اور قوانین پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے انسان اپنی زندگی کو اس مقام تک پہنچا سکتا ہے جہاں حقیقی راحت اور دائمی سعادت پائی جاتی ہے۔ بانیان دین اور انبیاء کرام علیہم السلام نے انہی اصولوں کے ذریعہ سے مردہ اور پسماندہ قوموں میں انقلاب پیدا کیا۔ پھر اسی انقلاب نے قوموں کے اندر کانوا من قبل لفی ضلال مبین کا احساس پیدا ہوا۔ یہی لوگ اس سے پہلے گم گشتہ راہ ہو کر طرح طرح کی بد اخلاقیوں میں مبتلا تھے۔ اب وہی لوگ مزکی ومطہر ہو کر دوسروں کے لئے رشد وہدایت کے موجب ہوئے۔

قرآن مجید نے انسانی نجات اور فلاح کے ذرائع پر مختلف پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے۔ جا بجا پاکیزہ اخلاق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان ذرائع میں سے تزکیہ نفس کو بھی ایک ذریعہ قرار دے کر اس پر خاص زور دیا اور فرمایا قد افلح من تزکی۔ اس نے فلاح پالی جس نے تزکیہ حاصل کر لیا۔ ایک اور جگہ جہاں تزکیہ کو فلاح اور عدم تزکیہ کو خسران قرار دیا۔ فرمایا قد افلح من زکٰھا وقد خاب من دسّٰھا اس نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کی گندگیوں پر پردہ ڈالا۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ امر بالوضاحت ثابت ہے کہ تزکیہ نفس سے جس کا دوسرا نام معرفت نفس بھی ہے۔ اگر ایک طرف تمام سفلی خواہشات اور شہوات سے انسان کو نفرت ہو جاتی ہے تو دوسری طرف خدا تعالیٰ کی معرفت کا قرب حاصل ہو کر عبد اور معبود کے درمیان ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے حضرت نبی کریم صلعم نے اس امر کی توضیح ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:۔

من عرف نفسهٗ فقد عرف ربهٗ۔

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اس بیان اور وضاحت کے بعد ہر اس قوم یا فرد پر جسے مذہب کی چاشنی سے کچھ حصہ دیا گیا ہے۔ ضروری ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہوئے تزکیہ حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ وہ اپنے دین اور مذہب کی اشاعت میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن سکے۔ ایک ڈاکٹر یا حکیم جو خود دائم المریض ہو، دوسرے مریضوں کے لئے جاذب نظر نہیں ہو سکتا۔ تمام انبیاء اور صلحاء کی زندگیاں ہمارے لئے اس امر کی بین دلیل ہیں کہ ان کے قلوب خدا تعالیٰ کے نور سے کلیتہً منور تھے اور ان کے تزکیہ نفس کا یہ عالم تھا کہ خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اس کے حکم کو اپنی خواہش پر ہر حال میں مقدم سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں ماموریت اور امامت جیسا عظیم الشان مرتبہ عطا فرما کر قوموں کی راہنمائی کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں پوری ہوئی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا انا دعوۃ ابی ابراھیم۔ ...... میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں یعنے اس دعا کی قبولیت میرے ذریعہ ظاہر ہوئی۔ یہاں اس آیت میں رسول کے چار کام بیان فرمائے ہیں۔ جن میں سے آخری کام یزکیھم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ قوم کے لئے نمونہ بن کر اپنی قوت قدسی سے ان کو آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔

اب جبکہ ہم ایک طرف آپکی قوت قدسی اور تزکیہ نفس کے معترف ہیں اور دوسری طرف ان واقعات کو دیکھتے ہیں جو ابتدائے اسلام میں چند مسلمانوں کے ذریعہ ظہور پذیر ہوئے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی معیت میں یہ چند لوگ قلیل عرصہ میں تمام عرب پر چھا گئے اور ان کے تزکیہ نفس اور پاک نمونہ کی وجہ سے نہ صرف سارا عرب مسلمان ہو گیا بلکہ دوسرے ممالک میں بھی وہ اسی نمونہ کو لے کر گئے اور دنیا کے مزکی بن گئے قرآن مجید نے ان کے نمونہ اور اثر کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔ لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ یعنے رسول اللہ صلعم کی تعلیم اور تزکیہ کا یہ نتیجہ ہے کہ تم دنیا کے معلم اور مزکی بننے کے اہل ہو گئے اور اس لئے ہم نے تم کو دوسرے لوگوں کا پیشرو بنایا ہے۔

اسی مضمون کو ایک اور جگہ دہرا کر حضرت نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کے تزکیہ کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک اور گروہ کا بھی ذکر فرمایا ہے جو اپنے کمال ایمان اور کمال اخلاق اور کمال استقامت اور کمال معرفت کے رو سے صحابہ سے ہمرنگ ہوگا اور جیسے آنحضرتؐ نے صحابہ کرام کا تزکیہ کیا اور تربیت فرمائی ایسا ہی اس گروہ کی ہوگی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس حقیقت کو آئینہ کمالات اسلام میں اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

" اس خداوند قدیر نے جس نے ہر قوم اور ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے اس بشیر ونذیر کو مبعوث کیا تھا ہمیشہ کے لئے جاودانی برکتیں اس کے سچے تابعداران میں رکھدیں اور وعدہ کیا کہ وہ نور اور روح القدس جو اس کامل انسان کے صحابہ کو دیا گیا تھا آنے والے متبعین اور صادق الاخلاص لوگوں کو بھی ملے گا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ یعنے وہ رحیم خدا وہ ہے جس نے امیوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے اس سے صریح گمراہ تھے اور ایسا ہی وہ رسول جو انکی تربیت کر رہا ہے ایک دوسرے گروہ کی بھی تربیت کرے گا جو انہیں میں سے ہو جائیں گے اور انہیں کے کمالات پیدا کریں گے مگر ابھی وہ ان سے ملے نہیں اور خدا غالب ہے اور حکمت والا ہے۔"

مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ بیان کرنے کے بعد حضرت اقدس اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

" اس جگہ یہ نقطہ یاد رہے کہ آیت اٰخرین منھم میں آخرین کا لفظ مفعول کے محل پر واقع ہے گویا تمام آیت معہ اپنے الفاظ مقدرہ کے یوں ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویعلم الاٰخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنے ہمارے خالص اور کامل بندے بجز صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور بھی ہیں۔ جن کا گروہ کثیر آخری زمانہ میں پیدا ہوگا اور جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گروہ کی بھی باطنی طور پر تربیت فرمائیں گے۔ یعنے وہ لوگ ایسے زمانہ میں آئیں گے کہ جس زمانہ میں ظاہری افادہ اور استفادہ کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ اور مذہب اسلام بہت سی غلطیوں سے پُر ہو جائیگا، اور فقراء کے دلوں سے بھی باطنی روشنی جاتی رہیگی تب خدا تعالیٰ کسی نفس سعید کو بغیر وسیلہ ظاہری سلسلوں اور طریقوں کے صرف نبی کریم صلعم کی روحانیت کی تربیت سے کمال روحانی تک پہنچا دیگا اور اس کو ایک گروہ بنائے گا اور وہ گروہ صحابہ کے گروہ سے نہایت شدید مشابہت پیدا کرے گا کیونکہ وہ تمام وکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زراعت ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ان میں جاری وساری ہوگا اور صحابہ سے وہ ملیں گے یعنے اپنے کمالات کے رو سے ان کے مشابہ ہو جائیں گے جو صحابہ کو حاصل ہوئے تھے۔"

اس کے بعد شدائد اور آلام کے لحاظ سے اس گروہ کو صحابہ سے جو مشابہت ہے۔ اس کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" اور بباعث تنہائی اور بیکسی اور پھر ثابت قدمی کے اسی طرح خدا تعالےٰ کے نزدیک صادق سمجھے جائیں گے کہ جس طرح صحابہ سمجھے گئے تھے۔ کیونکہ یہ زمانہ بہت سی آفتوں اور بے ایمانی کے پھیلنے کا زمانہ ہوگا اور راستبازوں کو وہی مشکلات پیش آجائیں گی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش آئی تھیں۔ اس لئے وہ ثابت قدم دکھانے کے بعد صحابہ کے مرتبہ پر شمار ہوں گے۔ لیکن درمیانی زمانہ فیج اعوج ہے جس میں بباعث رعب وشوکت

(باقی صـ۱۲ پر)

اسلامی اور عیسائی طریق ذبح

(بسلسلہ صفحہ ۱)

اور تسکین دہ اثرات Stunning کے ہولناک اور صدمہ انگیز اثرات سے مقابلہ کرکے دونوں کو خلط ملط کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ یہ خیال کرنا کہ حیوانات کے اندر بھی وہی قوت متخیلہ موجود ہے جو انسان کے اندر ہونے کی وجہ سے اس کے احساس درد کو بہت بڑھا دیتی ہے، واقعات سے غلط نتیجہ اخذ کرتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہمیں جرمن یہودی ڈاکٹر ڈویزن برگ کے ان تجربات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تیز چھری کے ساتھ شاہ رگ کو فوراً کاٹ دینے سے قوت احساس اتنی ہی جلدی ختم ہو جاتی ہے جتنی جلدی Stunning (گولی مار کر بے حس کرنے سے) ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ایک سیدھی سادی بات ہے کہ ایک تیز چھری سے پھرتی کے ساتھ ذبح کرنے کا واحد عمل، گولی مارنے اور پھر ذبح کرنے کے دوہرے عمل کی نسبت زیادہ مختصر ہے،

بے حس کئے بغیر ذبح کرنے کے طریق کے خلاف یہ کوئی کارآمد دلیل نہیں کہ کسی دور افتادہ غیر مہذب ملک میں کوئی جاہل، ناخواندہ اور غیر منظم لوگ پوری مستعدی اور پھرتی کے ساتھ صحیح طریق سے ذبح نہیں کر سکتے، اس بناء پر اس طریق ذبح کو رد کر دینا پسندیدہ بات نہیں، اس بارہ میں مناسب اور مہذب رویہ یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنے طریق ذبح کو جو یقیناً بہترین ہے صحیح طور پر استعمال کریں اور انہیں ترغیب دلائی جائے کہ موجودہ سائنس کی ایجادات سے جو سامان میسر آسکتا ہے (اور جس میں سمجھتا ہوں کہ Stunning شامل نہیں) اس سے اپنے طریق ذبح کو ترقی دیں، اور جہاں ایسے طریقوں میں حسب ضرورت ترقیات نافذ کی جائیں وہاں اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ جو خاص طریق اختیار کیا جائے وہ کہاں تک عالمگیر ہو سکتا ہے، لندن یا دوسرے اعلےٰ ترقی یافتہ شہروں میں رہنے والے یہودیوں اور مسلمانوں کو تو آپ مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ جانور کے آرام اور صفائی کے لئے ان تمام چیزوں سے کام لیں، جو سائنس مہیا کر سکتی ہے لیکن آپ اس کو عالمگیر اصول نہیں بنا سکتے۔

ایک قافلہ جو مہینہ بھر کے سفر پر ہو اور صحرا کے وسط میں پہنچکر اسے گوشت کی ضرورت پیش آئے یا اندرون ملک میں غریب مزدوروں اور چرواہوں کی کسی بستی میں کسی تہوار کے موقعہ پر ایک گائے یا بھیڑ ذبح کرنے کی ضرورت ہو تو ایسے موقعہ پر یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ آپ کے لندن کے ان اعلےٰ درجہ کے طریقوں سے کام لیں جو جانور کو گرانے اور صحیح پوزیشن میں لاکر پھر ذبح کرنے سے تعلق رکھتے ہیں، مذہبی قوانین میں مسئلہ کے خاص پہلو کو ہمیشہ مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے اور ہمیشہ مدنظر رکھا گیا ہے۔ ان قوانین میں کم از کم ضروریات کی اجازت دی جاتی ہے اور اس بات کو افراد یا سوسائٹی پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ان ترقیات کے مطابق جو کسی خاص زمانہ اور مقام کی تہذیب نے پیدا کی ہوں اپنے طریق اور ضروریات کو بھی ترقی دے لیں، ہم مسلمان ایسی ترقیات کو اختیار کرنے کے لئے ہمیشہ تیار ہیں اور میں اپنے ان مسلمان دوستوں کو جو موجودہ زمانہ کے ماڈرن شہروں میں سکونت پذیر ہیں یہ مشورہ دوں گا کہ وہ اس مسئلہ کی طرف فوری توجہ مبذول کریں، لیکن اس کے ساتھ ہی انگریز عیسائی حکمران طبقہ کو بھی ان خاص رسومات کی درپردہ معقولیت کا مناسب احترام کرنا چاہیئے جو دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کی روایات میں پائی جاتی ہیں،

مشرقی مسلمانوں کے حیوانات کے ساتھ رحم دلی کے برتاؤ کے بارہ میں مسٹر بائی والٹر سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ مہربانی کرکے اس سبق آموز کتاب کا مطالعہ کریں جو ایک انگریز نے (جو ایک راسخ العقیدہ عیسائی تھا) لکھی ہے، میری مراد باسورتھ سمتھ کی کتاب "محمد اینڈ محمڈن ازم" سے ہے اس کتاب کے مصنف نے اس خاص مسئلہ کے متعلق نہایت تفصیلی حقائق، واقعات اور اعداد و شمار ان عیسائی مشنریوں سے نقل کئے ہیں جو مشرق میں مدتوں سکونت پذیر رہے، اگر انہوں نے اس کتاب کو پہلے سے مطالعہ کیا ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ زیر بحث مراسلات میں موجودہ بیان دینے کی انہیں ضرورت پیش نہ آتی۔

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۵)

ماموروں کی انتظار اور قوم کی بے عملی

اللہ تعالےٰ کی صفت رحمانیت ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے مامورین کو بھیجتا ہے، مامورین کی انتظار قوموں کے اندر چلی آئی ہے، لیکن اس انتظار میں لوگ رحیمیت سے فائدہ اٹھانا اور اپنی کوشش اور جدوجہد کو چھوڑ دیتے ہیں، جس سے قوم میں بے عملی پیدا ہو کر نقصان کا موجب ہوتی ہے، اس چیز نے بعض لوگوں کو اس طرف راغب کر دیا ہے کہ کسی مامور کے آنے کا انتظار صحیح نہیں، یہودیوں کے اندر بھی ایسے لوگ اب پیدا ہو چکے ہیں جو مسیح کی انتظار کو پسند نہیں کرتے، اور مسلمانوں میں بھی ڈاکٹر اقبال کسی مامور کی انتظار کو جائز نہیں سمجھتے، یہ اللہ تعالےٰ کی صفت رحمانیت کا انکار ہے، لیکن جو لوگ کسی کی انتظار میں عمل چھوڑ دیتے اور کوشش ترک کر دیتے ہیں وہ رحیمیت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

غرض اللہ تعالےٰ کی صفت رحمانیت و رحیمیت جسمانی و روحانی دونو پہلوؤں میں کام کرتی ہے، انسان کو چاہیئے کہ ان دونو صفات سے ہر رنگ میں فائدہ اٹھائے، کہ اسی سے اس کی دنیوی و اخروی کامیابی کی نجات وابستہ ہے۔

فلاح پانیوالی جماعت

(بسلسلہ صفحہ ۱۱)

سلاطین اسلام اور گزشتہ اسباب تمتم صحابہ کے قدم پر قدم رکھنے والے اور انکے مراتب ظلی طور پر حاصل کرنیوالے بہت ہی کم تھے مگر آخری زمانہ اول زمانہ کے مشابہ ہوگا، کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں پر غربت طاری ہو جائے گی اور بجز ایمانی قوت کے اور کوئی سہارا بلاؤں کے مقابلہ پر ان کے لئے نہ ہوگا۔ سو ان کا ایمان خدا تعالےٰ کے نزدیک ایسا مضبوط اور ثابت ہوگا کہ اگر ایمان آسمان پر چلا جاتا ہے تب بھی وہ اس کو زمین پر لے آنے والے ہوں گے۔ ان پر زلزلے آئیں گے اور وہ آزمائے جائیں گے اور سخت فتنے ان کو گھیریں گے لیکن وہ ایسے ثابت قدم نکلیں گے کہ اگر ایمان افلاک پر بھی ہوتا تب بھی اس کو نہ چھوڑتے۔"

اس تشریح کے بعد اس امر میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا کہ اس پرفتن زمانے میں حقیقی فلاح اور کامیابی (جو تزکیہ نفوس کا [illegible]) کی مصداق اگر کوئی جماعت ہو سکتی ہے تو وہ حضرت مسیح موعود ہی کی جماعت [illegible] ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ کے مطابق صرف اور صرف احیاء دین اور اشاعت اسلام کے کام کو ہی اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

مکتوب بغداد

(بسلسلہ صفحہ ۲)

کی علمی و ادبی قابلیت کے معترف ہیں اور کئی مجلات اور اخبارات میں اس کا اظہار کر چکے ہیں، اللہ تعالےٰ ہمارے پاکستانی علمائے کرام کو تحریک احمدیت کے سمجھنے اور اس کے بانی و علمائین کی تحریرات کو حق بین نگاہوں سے دیکھنے اور حق کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ "طلوع اسلام" کے اڈیٹر مولانا غلام احمد صاحب پرویز کراچی کے نام از رسالہ مذکورہ بالا کی ایک کاپی بذریعہ ڈاک برائے ملاحظہ و معلومات ارسال کی ہے دیکھیں پرویز صاحب اس قیمہ تبصرہ سے ناظرین "طلوع اسلام" کو مستفید فرماتے ہیں یا نہیں امید تو بہت کم ہے۔

پیغام صلح مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸۔ شمارہ نمبر ۱۴

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸	تار کا پتہ "تبلیغ لاہور"	فون نمبر ۳۷۳۷
مورخہ ۳۰ رمارچ ۱۹۵۵ء

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بر و شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ

اخبار
پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۳ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ رشعبان ۱۳۷۴ھ - ۳۰ رمارچ ۱۹۵۵ء | ۱۵

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کراچی سے عنقریب واپس آنے والے ہیں
محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ۲۹ رمارچ کو کراچی سے واپس تشریف لے آئے

ولایت سے مراجعت

—— کراچی کی خبر ہے کہ مسٹر بشیر احمد (خلف الرشید خان بہادر غلام ربانی خانصاحب) ولایت میں بی ایس سی (آنرز) اکنامکس کی ڈگری حاصل کر کے ۵ سال کے بعد مؤرخہ ۲۴ رمارچ کو واپس تشریف لائے، بندرگاہ پر انکے والد ماجد خان بہادر صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ، چودھری امجد خاں صاحب، سیٹھ ابراہیم بھوانی صاحب اور بعض دوسرے احباب موجود تھے، عزیز ممدوح اپنے والد ماجد کے ساتھ ۲۵ رمارچ کو مانسہرہ تشریف لے گئے، ان کی کامیابی اور آمد کی خوشی میں محترم خان بہادر صاحب نے مبلغ بیس روپیہ انجمن کو بطور صدقہ عطا فرمائے ہیں، فجزاہ اللہ

ہم تمام جماعت کی طرف سے عزیز بشیر احمد، خان بہادر صاحب اور ان کے والد محترم خان مطیع اللہ خان صاحب اور دیگر لواحقین کو مبارکباد عرض کرتے ہیں، عزیز ممدوح کے متعلق ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کا ایک مراسلہ دوسری جگہ درج ہے۔

ڈچ گائنا کے احمدی

—— ڈچ گائنا سے ہمارے عزیز دوست محمد فاضل رمضان صاحب کو جو یہاں مذہبی تعلیم کے لئے آئے ہوئے ہیں ان کے والد صاحب کی طرف سے یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہاں ۲۹ رمارچ کو اسمبلی کا الیکشن ہونیوالا تھا، جس میں عزیز ممدوح کے ماموں اسلام رمضان صاحب اور دو اور احمدی امیدوار تھے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا فرمائے، اسی خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۰ رمارچ کو قریباً ۲۲ پاکستانی ہوائی جہاز سے سرینام پہنچے تھے۔ جن میں چند احمدی دوست بھی تھے، ایک صاحب کا نام جلیل الرحمٰن تھا، انہیں یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ سرینام میں احمدی بہت کافی تعداد میں ہیں انہوں نے احمدی جماعت کی بڑی تعریف کی بالخصوص "حضرت امیر مرحوم کے انگریزی ترجمۃ القرآن کے متعلق تو ان کے پاس الفاظ بھی نہ تھے" یہ سن کر وہ اور بھی خوش ہوئے کہ میرے فرزند (محمد فاضل رمضان) مذہبی تعلیم کے لئے احمدیہ بلڈنگس لاہور گئے ہیں"

راولپنڈی احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن

—— ایم اے قدوس صاحب سیکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن راولپنڈی اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۱ رمارچ کو بعد از نماز جمعہ نوجوانان راولپنڈی کا ایک اجلاس زیر صدارت عبدالرؤف صاحب لودھی منعقد ہوا جس میں احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کا وجود عمل میں لایا گیا، اور مندرجہ ذیل عہدیداران منتخب ہوئے۔

عبدالرؤف لودھی صاحب :- صدر
ایم اے قدوس :- سکرٹری و خزانچی

کارروائی اجلاس کے بعد بابو شکر الدین صاحب نے دعا فرمائی۔

درخواستہائے دعا

(۱) جڑانوالہ سے بیگم چوہدری دوست محمد خاں مرحوم لکھتی ہیں کہ "میرا لڑکا عزیزم اعجاز احمد قمر امسال بی ایس سی (ایگریکلچر) کا امتحان ماہ اپریل میں دے رہا ہے بزرگان سلسلہ اور دیگر احباب

ص ۴

حضرت امیر ایدہ اللہ کے اعزاز میں
جماعتِ کراچی کی دعوتِ عصرانہ

۲۳ رمارچ کو بدھ کے دن شام کے ۵ بجے گاندھی گارڈن کے Beaumont Lawns میں جماعت کراچی نے حضرت امیر جماعت کے اعزاز میں ایک شاندار عصرانہ کا اہتمام کیا۔ اس موقعہ پر معززین شہر - مرکزی وزراء، اور مختلف مسلمان ممالک کے سفیروں کو دعوت دی گئی۔ اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے تمام معززین نے اس میں شرکت فرمائی۔ جن میں جج، بیرسٹر، ڈاکٹر، تاجر اور گورنمنٹ کے مختلف دفاتر کے افسران وغیرہ اور احباب جماعت سبھی شامل تھے۔

۵ بجے چائے پینے کے بعد مرزا ولی احمد بیگ صاحب نے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں۔

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے مجمع سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت امیر قوم کے کارناموں کو سرسری طور پر پیش کیا۔ اس مختصر سے تعارف کے بعد انہوں نے حضرت ممدوح سے تقریر کے لئے درخواست کی۔

حضرت امیر قوم نے اپنی تقریر کا آغاز قرآن کریم کی ابتدائی چند آیات کی تلاوت سے کیا آپ نے ان آیات کو قرآن کریم کا دیباچہ قرار دیتے ہوئے اور بہترین دیباچہ ثابت کرتے ہوئے اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کے متعلق زبردست دلائل پیش کئے۔ اور اس سلسلہ میں کائنات کے عجائبات کا بھی ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے اور اسی جامعیت کی بناء پر اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ قرآن کریم ہماری زندگی کے تمام امور کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مولانا صاحب نے حضور نبی کریم صلعم کی زندگی کو اپنے نہایت دلکش اور مخصوص انداز میں پیش فرمایا، اور جب آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پیش فرما رہے تھے تو Lawns کی حدود کے باہر، گاندھی گارڈن کی سیر کرنے والے لوگ بھی اشتیاق سے سننے کے لئے جمع ہو گئے۔ اور اس طرح لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ باہر کے لوگ بھی مستفید ہوتے رہے۔ حضرت ممدوح نے حضور نبی کریم صلعم کی طرزِ حکومت کو نہایت موثر طریق سے پیش کیا۔ اور فرمایا کہ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے Public Treasury قائم کر کے اس میں غرباء کا حصہ رکھا۔ اور وہ وقت اس ملک پر آیا کہ لوگ سب کے سب آسودہ حال تھے۔ مگر انہوں نے اپنی آسودگی کو مقدم نہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ پاکستان کے حکمرانوں کو آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولوں اور طرز حکومت پر چلنا ہوگا۔ کہ اسی کو بہترین طرز حکومت مانا گیا ہے۔ آپ نے بتایا کہ جب تک خدمت خلق نہ ہو حکومت کا چلنا نہ چلنے کے برابر ہے۔ حضرت امیر قوم نے حاضرین کو نصیحت فرمائی کہ کہ وہ قرآن کریم کو اپنی عملی زندگی میں کام میں لائیں۔ تو ملک کا استحکام یقینی ہے۔

تمام مجمع حضرت امیر قوم کی تقریر سے بہت متاثر ہوا۔ اور تقریر کے اختتام پر آپ کے ساتھ ملاقات کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔

سلطان محمد
برائے سیکرٹری جماعت کراچی

ص ۴
جماعت اس کی نمایاں کامیابی کے لئے درد دل سے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۲) بنارس چھاؤنی سے ام داؤد صاحبہ لکھتی ہیں کہ میری لڑکی قدسیہ رحمٰن نے اس سال بی اے کا امتحان دیا ہے، اس کی بڑی ہمشیرہ زرینہ رحمٰن جولائی میں بی اے کا امتحان دیں گی احباب سے دعائے کامیابی کی درخواست ہے۔ عزیزم داؤد اب تک بیکار ہیں ان کے لئے بھی دعا فرمائی جائے۔ ممدوحہ نے دو روپے چندہ ماہوار ارسال کئے ہیں۔

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

بعث روزہ پیغام صلح لاہور ——— مؤرخہ ۳۰ مارچ ۱۹۵۵ء

کیا یہ اسلام سے مایوسی کی تصویر ہے؟

"طلوع اسلام" ۲۶ مارچ کے "باب المراسلات" میں "بہائیت اور مرزائیت" کے عنوان سے ان دونوں تحریکات پر جو تبصرہ کیا گیا ہے، اسے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرویز صاحب اور ان کے ساتھیوں کا دماغی توازن برقرار نہیں رہا، کہاں بہائیت جو سرے سے اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کے عہد رسالت ہی کو منسوخ کر کے ایک نئے دین کی بنیاد رکھتی ہے، اور کہاں احمدیت جس کے بانی نے اسلام سے علیحدہ ہو کر کوئی نیا دعوےٰ نہیں کیا، بلکہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم ہی کی کامل اتباع بعت اور قرآن کی رہنمائی" کے ماتحت چلنے کو ہی اصل دین ٹھہرایا ہے اور اس کو ایک زندہ مذہب قرار دیا، جو قیامت تک نسل انسانی کی نجات اور رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے، آپ نے صاف لکھا ہے اور ایک جگہ نہیں بیسیوں موقعوں پر اپنی تحریرات و تقاریر میں اس بات کو مختلف پیرایوں میں بار بار دوہرایا ہے کہ :-

"ہمارے سید و مقتدا ختم المرسلین کے زمانہ کی ضرورتیں درحقیقت کسی ایک نوع میں محدود نہ تھیں اور یہ زمانہ بھی کوئی محدود زمانہ نہ تھا بلکہ ایسا وسیع تھا جس کا دامن قیامت تک پھیل رہا ہے۔ اس لئے خداوند قدیر و حکیم نے قرآن کریم کو بے نہایت کمالات پر مشتمل کیا اور قرآن کریم بوجہ ان کمالات کے جن میں سے کوئی دقیقہ خیر کا باقی نہیں رہا تھا ہر ایک زمانہ کے فساد کا کامل طور پر تدارک کرتا رہا .... یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا کہ جس میں ہم ہیں اور جیسا کہ قرآن کریم نے پیشگوئی کی تھی۔ زمین نے ہمارے زمانہ میں وہ تمام تاریکیاں جو زمین کے اندر مخفی تھیں باہر رکھ دیں اور ایک سخت جوش ضلالت اور بے ایمانی اور بد استعمالی عقل کا برپا ہو گیا، یہ وہی طبائع زائغہ کا جوش ہے جس کو دوسرے لفظوں میں دجال کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ اور خدائے تعالےٰ نے قرآن کریم میں خبر دی تھی کہ وہ عالی شان اور کامل کلام اس طوفان پر بھی غالب آئے گا سو ضرور تھا کہ کلام الٰہی میں وہ سچا فلسفہ بھرا ہوا ہوتا جو حال کے دھوکا دینے والے فلسفہ پر غالب آ جاتا کیونکہ وہ ابدی اصلاحوں کے لئے آیا ہے وہ نہ تھکے گا اور نہ درماندہ ہوگا جب تک ہر ایک سلیم طبیعت میں اپنی سلطنت قائم نہ کرے اور فلسفہ کی زہر کھانے والے اس تریاق کے منتظر تھے، سو خدا تعالےٰ نے اس کو ظاہر کر دیا اور ناپاک معقولیت کا غلبہ توڑنے کے لئے اس نے یہی چاہا کہ قرآنی معقولیت کا غلبہ ظاہر کرے اور مخالفوں کی باطل معقولیت کو پیس ڈالے" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵-۲۶)

کیا اس شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ اسلام سے اس درجہ مایوس ہو گیا کہ اس نے خیال کیا کہ "اسلام بحیثیت ایک زندہ مذہب کے ختم ہو چکا ہے"، لیکن پرویز صاحب کی دیانتداری ملاحظہ ہو کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ان کھلی تحریرات اور ان کے اس عمل کے ہوتے ہوئے کہ اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے ایک جماعت قائم کی جو رات دن اسی کام میں مستغرق ہے کس دیدہ دلیری کے ساتھ لکھا ہے :-

"گذشتہ (انیسویں) صدی میں مسلمانوں کے تمام ممالک اس قدر مصائب کا شکار ہو رہے تھے کہ ان کے سامنے نجات کا کوئی راستہ ہی نہیں رہ گیا تھا ان پیہم مصائب و نوائب سے چاروں طرف مایوسی ہی مایوسی پھیل رہی تھی۔ اس مایوسی سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اسلام بحیثیت ایک زندہ مذہب کے ختم ہو چکا ہے۔ اب اس میں ابھرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی اب مسلمانوں کو ایک نئے مذہب کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے ایک نئے ظہور کا وقت آ چکا ہے (یعنی وجہ مایوسی تھی مسلمانوں کی حالت اور نتیجہ یہ اخذ کیا گیا کہ خود اسلام ہی بانجھ ہو چکا ہے) اس کی وجہ سے ایران میں مرزا علی محمد باب اور بہاء اللہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پنجاب میں مرزا غلام احمد نے ایک نئے ظہور کا دعوےٰ کر دیا۔"

کیا کوئی خوف خدا رکھنے والا شخص جو علم و عقل سے عاری نہ ہو چکا ہو، یہ کہہ سکتا ہے کہ ان فقرات میں پرویز صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے بارہ میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی صحیح ہے، کیا مرزا صاحب کی زندگی کے کسی حصہ میں، ان کے کسی عمل میں ... یا کسی تحریر و تقریر میں اسلام سے مایوسی کی کوئی ذرا سی بھی جھلک نظر آتی ہے؟ وہ تو آخری عمر تک اسلام کا ایک زبردست پہلوان بن کر مخالفین اسلام سے نبرد آزمائی کرتے رہے اگر وہ اسلام سے مایوس ہوتے اور بہائیت کی طرح اس سے الگ ہو کر کسی نئے ظہور کا دعوےٰ کرنا انہیں مقصود ہوتا تو کیوں اپنی جماعت کو رات دن اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی ہی متابعت کی تلقین کرتے رہتے کیوں یہ اعلان دنیا میں کرتے پھرتے کہ اسلام کی فتح کے دن قریب آ گئے ہیں، وہ تو فلسفہ و مذہب کی لڑائی میں مایوس ہونیوالے مسلمانوں کو تنبیہہ کرتے ہیں کہ :-

"اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بیدل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں، یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائیگا حال کے علوم جدید کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کے رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدید کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دیگا اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۹۸)

کیا یہ کسی مایوس ہونیوالے انسان کی تحریر ہے؟ کیا اسلام کی فتح کی پیشگوئی کرنے والا اسلام کی اعلےٰ طاقتوں کا علم رکھنے کا دعوےٰ کرنے والا، فلسفہ اور طبعی کے مقابلہ میں اسلام کی فتح کا ڈنکہ بجانے والا، اور اس کے اقبال کے دن نزدیک بتانیوالا شخص اسلام سے مایوس قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا اس کے کسی گوشہ دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی مایوسی پنہاں نظر آتی ہے آپ خدا کی قسم کھا کر اعلان کرتے ہیں کہ واللہ یعلم انی عاشق الاسلام و فدا حضرت خیر الانام۔ اللہ جانتا ہے کہ میں اسلام کا عاشق اور حضرت نبی کریم صلعم کا فدائی ہوں، اس عشق و فدائیت کو کون عقلمند اسلام سے مایوسی کا نتیجہ قرار دے سکتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ پرویز صاحب کو مرزا غلام احمد صاحب کے اسلام میں اپنی مایوسی کی تصویر نظر آ رہی ہے، کیونکہ مرزا صاحب نے جس اسلام کی فتح کا ڈنکہ بجایا ہے وہ اس پرویزی اسلام سے بہت مختلف ہے، جو حدیث و سنت سے الگ ہو کر قرآن کی تفسیر بالرائے سے انہوں نے از خود بنا لیا ہے، بیشک ایسے اسلام سے مرزا صاحب مایوس ہی نہیں بیزار بھی ہیں، ان کا اسلام وہ ساڑھے تیرہ سو سالہ اسلام ہے، جس کی تصویر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالیہ میں کھینچی گئی ہے کہ علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین اسی اسلام کو لے کر حضرت مرزا صاحب، آج فلسفہ جدیدہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور اس کے اقبال اور فتحمندی کی پیشگوئی کی، اسی اسلام کو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ... کیا اور دلائل و براہین کے ساتھ ان پر اسے غالب کر دکھایا، پرویز صاحب اگر اس سے مایوس ہیں تو انہیں مبارک ہو، لیکن وہ یاد رکھیں کہ دنیا کی آئندہ نجات اسی اسلام سے وابستہ ہے، جس کی دلربا تصویر مرزا غلام احمد کی تحریرات میں نظر آتی ہے،

"طلوع اسلام" نے اسی مضمون میں "نبی بلا کتاب" کا دعوےٰ حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کو قرآن کے مقابلہ میں ایک نیا ظہور قرار دیا ہے، جس پر آئندہ اشاعت میں غور کی جائے گی،

سانحۂ ارتحال

ہمارے محترم دوست چوہدری فضل داد صاحب و چوہدری فتح محمد عزیز وکیل گجرات کی والدہ محترمہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۱۳ مارچ کو انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون ہمیں اس صدمہ میں ہر دو بھائیوں اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے، ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

(۲) ڈاکٹر محمد حسین صاحب چک نمبر ۲۳ صاحبوالہ تحصیل و ضلع شیخوپورہ لکھتے ہیں کہ "میرا بیٹا محمد اسلم ... ۲۳ مارچ کو اچانک فوت ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے اس کا بہت صدمہ ہے سب بھائی مل کر میرے لئے دعا کریں اور جنازہ غائبانہ کی بھی درخواست ہے"۔

پیغام صلح :- ہمیں اپنے بھائی کے اس ناگہانی صدمہ میں ان سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور نعم البدل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب سے دعا اور جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

فتنۂ انکارِ سنّت — انکارِ مجدّد کی پاداش

مولٰنا یعقوب خان صاحب

جماعتِ احمدیہ لاہور کا بنیادی نظریہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا قیام اس نظریے کی بناء پر معرض وجود میں آیا کہ محمد رسول اللہ آخری نبی تھے اور جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر ایمان لائے وہ مسلمان ہے خواہ اس کا تعلق کسی فرقہ یا مکتبۂ خیال سے ہو۔ اور نبی کریمؐ کے بعد کسی اور کا ماننا مدارِ نجات نہیں اور نہ ہی کسی کے انکار سے نبوتِ محمدیؐ کا قائل دائرۂ اسلام سے خارج ہو سکتا ہے۔

یہ احمدیہ تحریک کے اس حصّے کا بنیادی اصول ہے جس کو عرفِ عام میں "لاہوری جماعت" کہتے ہیں۔ بانیٔ جماعتِ احمدیہ نے بھی ہمیشہ یہی کہا کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا اور اپنی کثیر التعداد تصانیف میں کہیں بھی نہیں لکھا کہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

مامور کے ماننے کی اہمیت

با ایں ہمہ آپ نے اپنے منوانے پر بہت زور دیا اور طرح طرح کے پیرایوں میں مامور کے ماننے کی اہمیت کو ذہن نشین کرایا۔ "جو اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے"۔ اس حدیث کی طرف بار بار توجہ دلائی۔ یہ بھی کہا کہ مامور کا انکار سلبِ ایمان کا موجب ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہہ دیا کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ رسول کو نہیں مانتا جس نے میرے آنے کی بشارت دی اور جو رسول کو نہیں مانتا وہ خدا کو نہیں مانتا۔

بظاہر یہ ایک معمّہ سا معلوم ہوتا ہے کہ انکارِ مامور سے کوئی شخص اسلام سے نکل نہیں جاتا مگر اللہ اور رسول کے انکار کا مرتکب بھی ہو جاتا ہے۔ اس بظاہر متضاد مگر مبنی برحقیقت پوزیشن کی صدائے بازگشت ہمیں آج کل اس بحث میں نظر آتی ہے جس نے انکارِ سنّت کے فتنہ کے نام پر ایک سخت رسّہ کشی کی صورت اختیار کی ہے۔

مقامِ سنّت کے متعلق دو متصادم کیمپ

اس وقت مقامِ سنّت کے نظریئے پر پاکستان کی اُمتِ مسلمہ دو متصادم کیمپوں میں صف آرا نظر آتی ہے۔ ایک مکتبۂ خیال اس بات پر تُلا ہوا نظر آتا ہے کہ قوم کا سارا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا اگر اسلامی آئیڈیالوجی کو جو اس مملکت کی سنگِ بنیاد ہے علماء کی لامتناہی بحثوں میں اُلجھایا گیا جس کا دروازہ (ان کے زعم کے مطابق) حدیث اور فقہ کو جزوِ دین بنانے سے کھل جاتا ہے۔ علماء کا طبقہ انکارِ سنّت کے اس میلان کو خود اسلام کی ہستی کے لئے ایک چیلنج سمجھتا ہے اور اس خطرہ کا پیش خیمہ قرار دیتا ہے کہ مغربیت کو اسلام کے نام پر مسلمانوں کے سر پر مسلّط کیا جائے۔

کراچی کا ایک روزنامہ اور سنّتِ رسولؐ پر بحث

اس بحث نے زیادہ شدت اس وقت سے اختیار کی ہے جب کراچی کے ایک انگریزی روزنامہ نے ایک مضمون میں اس خیال کا اظہار کیا کہ تاریخ اسلام میں مسلمانوں میں باہمی اختلافات اور انتشار کے دروازے سنّتِ رسولؐ کی پیروی کی وجہ سے کھلے۔ مضمون نگار کا مطلب غالباً اتنا ہی تھا کہ چونکہ احادیث کے مجموعہ میں بعض ضعیف حدیثیں بھی داخل ہو گئیں اس لئے اس سے انتشارِ فکر پیدا ہوا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ محض قرآن کو بناءِ دین بنانا چاہیئے۔ اس سے اخباری دنیا کے اس طبقہ میں ایک طوفان بپا ہوا جو مذہبی زاویۂ نگاہ کے علمبردار ہیں۔ جماعت اسلامی کا آرگن "تسنیم" اور مجلسِ عمل کا ترجمان "نوائے پاکستان" اس میں پیش پیش ہیں۔

چار بڑے فتنے

"نوائے پاکستان" نے معراج النبیؐ کی تقریب پر جو خاص تبلیغی نمبر نکالا ہے اس میں مندرجہ ذیل چار بڑے فتنوں سے قوم کو آگاہ کیا گیا ہے جو اس وقت اُمت کو اس کے بقول درپیش ہیں:۔

اوّل "قادیانی فتنہ" جو نئی نبوت کے اجراء سے نبوت محمدیؐ پر حملہ آور ہوا ہے۔

دوم۔ کراچی کا "پرویزی فتنہ" جو انکارِ حدیث کی وجہ سے نبوت محمدیؐ کے صحیح خط و خال کو مٹانے کے درپے ہے۔ یعنے غلام احمد پرویز کا پروپیگنڈا جو "طلوع اسلام" اور دوسرے لٹریچر کے ذریعے اس نظریہ کو لیکر اُٹھا ہے کہ حدیث کوئی چیز نہیں ہے اور دین کی تشکیل صرف قرآن کریم پر (جس کی تفسیر پرویز صاحب جس طرح چاہیں کریں گے) ہونی چاہیئے۔

سوم۔ لاہور کا "اسلامی ثقافتی فتنہ" جو ڈاکٹر عبدالحکیم پی ایچ ڈی سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ کے زیرِ قیادت پرورش پا رہا ہے اور اسلام کا اسی قسم کا گو کسی قدر پتلا "پرویزی" رنگ لئے ہوئے خاکہ ذہن نشین کرانے میں لگا ہوا ہے۔

چہارم "مودودی فتنہ" جو (بقول مضمون نگار) قادیانیت کی ایک اور شکل ہے قادیانیوں کی طرح اسلامی جماعت بھی صرف اپنے ہی گروہ کو "صالحین" سمجھتی ہے اور باقی مسلمانوں کو محض سیاسی مسلمان سمجھتی ہے۔ اسلام کی بھی جو تصویر یہ لوگ کھینچتے ہیں وہ اسلام کا ایک نیا ایڈیشن ہے جسے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اپنے خیال و فکر کے سانچہ میں ڈھال رہے ہیں۔ یہ بھی مضمون نگار کے نزدیک نبوتِ محمدیؐ کو مسخ کرنے اور اس کی جگہ ایک نیا اسلام کھڑا کرنے کے مترادف ہے۔ مضمون نگار ان چاروں فتنوں کو شمعِ رسالت کو گُل کرنیوالا سمجھتا ہے اور چونکہ اسلام بغیر اتباع سنّتِ رسول کے ممکن ہی نہیں اس لئے یہ چاروں مکتبۂ خیال اسلام کے لئے خطرۂ عظیم ہیں جس کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء کرام کو تیار ہونا چاہیئے۔

اسلام اور سنّت جزوِ لاینفک ہیں

مجھے اس سے بحث نہیں کہ ہر ایک مکتبۂ خیال کی طرف "نوائے پاکستان" نے جو خیالات منسوب کئے ہیں وہ کہاں تک حقائق پر مبنی ہیں یا کہاں تک درست

یا غلط ہیں۔ اصولاً مجھے یہ پوزیشن صحیح نظر آتی ہے کہ اسلام اور سنت ایک دوسرے کے جزو لاینفک ہیں اور سنت کو ترک کر کے انسان مذہب کی حقیقت کو کما حقہ سمجھنے سے اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے۔ اور اسلام کے گہرے رموز و حقائق سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ مجھے صرف چند ایک امور کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جن پر موجودہ ہنگامہ آرائی کی روشنی میں صاحب انصاف دوستوں کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔

حامیانِ سنت کا استدلال

سب سے اول تو یہ کہ کیا وہ استدلال جو سنت کے حامیوں نے اس وقت اختیار کیا ہے بعینہٖ وہی نہیں ہے جو بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنے منکرین کے متعلق اختیار کیا تھا۔ سنت کے حامی حضرات کہتے ہیں اور بجا کہتے ہیں کہ انکارِ سنت درحقیقت انکارِ نبوت ہے اور انکارِ نبوت انکارِ اسلام ہے۔ بالکل یہی وہ پوزیشن ہے جو حضرت مجددِ وقت نے اپنے منکرین کے متعلق اختیار کی۔ آپ نے اس سے ایک شمہ بھر بھی زیادہ نہیں کہا۔ آپ کا سارا زور اپنے منوانے پر یہ تھا کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ حدیثِ مجدد کو اور حدیثِ نزولِ مسیح کو نہیں مانتا الخ۔ اس لئے ایسے لوگ انکارِ رسول کے مرتکب ہوتے ہیں جو بالآخر انکارِ اسلام بن جاتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو خود علمائے کرام آج پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ انکارِ سنت خود اسلام پر حملہ ہے

علمائے کرام عملاً انکارِ سنت کی زد میں

دوسری بات جو میں پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کیا خود علمائے اسلام تو انکارِ سنت کی زد میں نہیں آتے؟ زبانی اقرارِ سنت تو وہ بے شک کرتے ہیں مگر عملاً دو حدیثوں کا انکار کر رہے ہیں ایک حدیثِ مجدد کا۔ دوسرے نزولِ ابنِ مریم کی حدیث کا۔ یہ دونوں متفق علیہ اور مستند حدیثیں ہیں۔ جو گروہ قولاً بھی انکارِ حدیث کی طرف جا رہا ہے اس کا رویہ بیشک زیادہ خطرناک ہے مگر کیا علماءِ کرام کا عملی انکارِ حدیث کی حیثیت پر ضربِ کاری سے کچھ کم ہے؟

موجودہ صدی کا مجدد اور اس کی پیش کردہ تصویرِ اسلام

یہ کہنا کہ ہم ان حدیثوں کی صحت کے قائل ہیں کافی نہیں ہے۔ ایسا قائل ہونا کس کام کا جو عمل میں ظاہر نہ ہو۔ حدیثِ مجدد موجود ہے کہ صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کی تجدید کے لئے امت سے ایک شخص مامور کیا جائیگا۔ "یبعث" کے لفظ میں ہی یہ مفہوم موجود ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر کھڑا کیا جائے گا اور اس کا کاروبار کوئی خود ساختہ پرویزی۔ مودودی یا ثقافتی تانا بانا نہیں ہوگا۔ اس قسم کے انسان گذشتہ تیرہ صدیوں میں پیدا ہوتے رہے جنہوں نے ہر صدی پر الہامِ الٰہی سے مجدد ہونے کے دعوے کئے، اس صدی میں جس کا بیشتر حصہ گذر بھی گیا ہے ایسا شخص ایک ہی ہوا ہے جس نے محض مامور ہونے کا دعوےٰ ہی نہیں کیا بلکہ تجدیدِ دین کا کام کر کے دکھایا یہ بے دلیل دعوےٰ نہیں۔ آج دنیا میں اور خود روشن خیال فہمیدہ طبقہ میں اسلام کی صرف ایک ہی تصویر مقبول ہو رہی ہے جو حضرت مجددِ وقت نے کھینچ کر دکھائی۔ ہر ایک اصلاحی تحریک جو مسلمانوں میں حضرت مرزا صاحب کے بعد اٹھی اس نے نہ صرف جذبۂ اسلام کی چنگاری اسی سرچشمہ سے مستعار لی بلکہ اسلام کو جدید طرز پر پیش کرنے میں بھی احمدیت کا چربہ اتارا۔ یہ خوشہ چینی ایک غیر شعوری خراجِ عقیدت ہے جو احمدیہ تحریک کے مخالفین نے مجبوراً اس تحریک کو ادا کیا حضرت مسیح موعود کے سرکردہ مخالف جب کبھی عیسائی اور آریہ مناظرین سے بحث کرنے جاتے تھے حضرت مسیح موعود ہی کی کتابیں بغل میں رکھتے تھے۔ دیکھئے! خدا کے ہاں صرف وہی چیز مقبول ہوتی رہی ہے جو اسلام کی فطرتی تعلیم کے مطابق ہو۔ واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہ مقام صرف احمدیہ تحریک کو حاصل ہوا۔ مخالف تحریکیں اٹھتی رہیں اور یکے بعد دیگرے مٹتی رہیں مگر بمصداقِ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض احمدیہ تحریک نہ صرف اپنی جڑوں پر مستحکم ہے بلکہ ترقی پر ہے اور حالاتِ زمانہ جوں جوں ظہور پذیر ہوتے ہیں اسلام کی اس تصویر کی مانگ کو ثابت کرتے ہیں جو احمدیہ تحریک نے پیش کی۔

علمائے کرام کیلئے تازیانۂ عبرت

اس حقیقت کی سب سے آخری اور سب سے بڑی شہادت خود علمائے کرام کی اس چیخ و پکار نے مہیا کی ہے جو فتنۂ انکارِ سنت کے سلسلہ میں اٹھی ہے۔ اگر گستاخی نہ ہو تو کہوں کہ یہ علمائے کرام کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ہے جو دستِ قدرت نے اس انکارِ حدیث کی پاداش میں انہیں رسید کیا ہے جس کے مرتکب وہ حضرت مجددِ زمان کے انکار سے ہیں۔

سنتِ رسول کو بچانے کا صحیح طریق

سنتِ رسول کو بچانے کا صحیح طریق وہی ہے جو تحریکِ احمدیہ نے پیش کیا ہے کیا کوئی اور مکتبۂ فکر ہے جو حدیثِ مجدد اور حدیثِ نزولِ مسیح جیسی مہتم بالشان حدیثوں کی (جن کیساتھ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ وابستہ ہے) عملی اور قابلِ قبول تصدیق پیش کر سکے؟ حدیثِ نزولِ مسیح کے متعلق تو حضرت علامہ اقبال جیسے جلیل القدر مفکر بھی ایسی الجھن میں پڑ گئے کہ اسے مجوسی تخیل قرار دیدیا۔ اور اس طرح نادانستہ انکارِ حدیث کے لئے راستہ ہموار کیا۔

فتنۂ انکارِ سنت ملت کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ یہ انکارِ مجدد کی پاداش ہی ہے جو قوم بھگت رہی ہے۔ ایک انکار سے دوسرا انکار پیدا ہوا اور اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ سارے مجموعہ حدیث کو جواب ہے۔ چاہ کندہ را چاہ درپیش والا معاملہ ہے۔ مجددِ وقت کا انکار کر کے علمائے کرام نے ایک ایسی خطرناک رَو چلا دی جس نے خود اسلام کی جڑوں کو کاٹنا شروع کر دیا ہے۔

بات بالکل صاف ہے یا حدیث کو مانو یا نہ مانو۔ بین بین راستہ اختیار کرنے کا انجام دیکھ لیا زبانی اقرار مگر عملاً انکار سے سنتِ رسول پر ایمان کا متزلزل ہو جانا ایک منطقی نتیجہ تھا جو اب رونما ہو رہا ہے، انکارِ سنت کے لبادے میں لادینی کی جو جرنیلی سڑک اس وقت تیار ہو رہی ہے اس کے لئے راستہ ہموار کرنیوالے خود حضراتِ علمائے کرام تھے جنہوں نے رسول کی بیّن بشارات دربارہ مجدد و مسیح موعود کو ٹھکرا دیا۔

سنتِ رسول کا احترام کرنیوالی ایک ہی تحریک

احمدیہ تحریک ایک ہی مکتبۂ خیال ہے جو صحیح معنوں میں قولاً و عملاً سنتِ رسول کا احترام کرنیوالی ہے اور یہی ٹھیٹھ اسلام ہے۔ دیگر مکاتیبِ فکر جو بنا بر سنت کے علمبردار ہیں درحقیقت منکرینِ سنت کیساتھ

کسی موعود مذہبی شخصیت کے انتظار کا مسئلہ اور ڈاکٹر اقبال

رحمانیت موعود کے انتظار کی متقاضی ہے اور رحیمیت قربانی اور جدوجہد کی

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۵۵ء فرمودہ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

سورۃ فاتحہ پڑھ کر۔۔۔

انتظار موعود کے متعلق ڈاکٹر اقبال کا خیال

پچھلے خطبہ میں ضمناً مسئلہ انتظار کا ذکر کیا گیا تھا، اس کو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے Messianic Idea کے نام سے موسوم کیا ہے یعنی اس بات کی انتظار کہ کوئی مسیح موعود آئے گا جو ہمیں نجات دلائے گا اور اس کے ذریعہ سے اور اس کی کوششوں سے ہمیں سلطنت ملے گی، اس انتظار کو انہوں نے مجوسی خیالات کا اثر قرار دیا ہے، اور قوم کے لئے اس کو مضرت رساں بتایا ہے، کیونکہ اس انتظار میں کہ کوئی آکر ہمیں سب کچھ دے جائے، لوگ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتے، اور کوشش اور جد وجہد کو چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت نبی کریمؐ موعود نبی تھے جن کی انتظار ہوتی رہی

اصل میں جہاں تک کسی موعود کی انتظار کا تعلق ہے وہ تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بھی رہی، آپ بھی تمام انبیاء کے موعود تھے، تورات اور انجیل میں آپ کے متعلق کھلی پیشگوئیاں موجود ہیں، بلکہ آپ نے خود فرمایا انا دعوۃ ابی ابراھیم میری آمد میرے باپ ابراہیم کی دعاؤں کا نتیجہ ہے، ایسا ہی دوسرے مذاہب کی کتابوں میں بھی آپؐ کے متعلق پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جن کے مطابق قومیں آپ کی انتظار کرتی چلی آئی ہیں۔

موعود کا انتظار اور قوت عمل

میں نہیں جانتا کہ ڈاکٹر اقبال کے دل میں کیا خیال پیدا ہوا کہ انہوں نے کسی موعود کی انتظار کو مجوسیت قرار دیدیا، شاید ان کے سامنے یہودی قوم تھی، جو آج تک ایلیا اور پھر مسیح اور پھر "وہ نبی" کی انتظار کر رہی ہے حالانکہ یہ تینوں آ بھی چکے، لیکن وہ اسی انتظار میں کہ یہود کی نجات ان کے آنے پر ہی منحصر ہے، اور انہی کے ذریعہ انہیں تمام دنیا کی بادشاہت ملے گی، اسی انتظار میں وہ اپنی قوت عمل کو بہت حد تک کھو چکے ہیں، اگرچہ اب ان میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو اس انتظار سے دستبردار ہو چکا ہے، تاہم قوم کا بڑا حصہ ابھی تک اسی فریب نفس میں مبتلا ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے۔

شاید ڈاکٹر اقبال نے اسی قوم کی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے کسی موعود کی انتظار کو خلاف اسلام قرار دیا ہو کیونکہ مسلمان بھی ایک مدت سے اسی انتظار میں ہیں کہ کوئی جلدی یا مسیح آجائے گا اور وہ ان کے لئے سب کچھ کر دے گا، غالباً اقبال اسی سے برگشتہ ہوا، فی الحقیقت جو شخص قوم کو اونچی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ اس چیز کو پسند نہیں کرتا جس سے اس کی قوت عمل زائل ہونے کا خطرہ ہو۔

کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوشش اور جدوجہد

فی الحقیقت کسی کی انتظار میں ۔۔۔ کوشش اور جد وجہد کو چھوڑ دینا اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا قرآن کریم کی کسی تعلیم کے خلاف ہے، دنیا میں جو بھی نبی آئے ان کے ساتھ مل کر لوگوں نے بڑی بڑی قربانیاں کیں، مال اور جانیں دیں، و کائن من نبی قٰتل معہ ربیون کثیر، انبیاء کے ساتھ بڑے بڑے ربانی لوگوں نے جنگ کئے، اور اپنی جانیں خدا کے رستہ میں دیں، تب کہیں جا کر انہیں اپنے مقاصد میں کامیابیاں حاصل ہوئیں، کامیابیاں اور فتوحات یونہی بے محنت حاصل نہیں ہو جاتیں کہ کوئی خدا کا بندہ آئے اور اس کے چھو منتر سے سب کچھ مل جائے، بلکہ اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں، جماعت احمدیہ میں بھی بڑی بڑی قربانیاں لوگوں کو کرنی پڑیں، کئی لوگ اسی وجہ سے اس جماعت میں شامل نہیں ہوتے کہ انہیں قربانی کرنی پڑے گی، عرصہ ہوا میرے ایک بنگالی دوست ابوالہاشم یہاں آئے تھے، ان سے بہت سی باتیں ہوتی رہیں جب وہ جانے لگے تو سٹیشن پر ایک فقرہ انہوں نے کہا، کہنے لگے، مولوی صاحب آخر ہم لوگ مرزا صاحب کو مان ہی لیں گے، لیکن بہت دیر سے مانیں گے، میں نے انہیں کہا کہ اس ماننے کا کیا فائدہ جب کسی قربانی کا وقت نہ رہے اور ان کی قبر پر جا کر میلے اور عرس آپ لوگ کریں اور چڑھاوے چڑھائیں، یہ ماننا کچھ مفید نہ ہوگا، ماننا اب ضروری ہے جب جد وجہد اور قربانی کا وقت ہے۔

ہدایت کا آنا رحمانیت سے ہے اور اس پر عمل کا نتیجہ رحیمیت

لیکن جہاں تک کسی موعود کی انتظار کا تعلق ہے اس کو لوگوں کے غلط استعمال کی وجہ سے خلاف حق قرار نہیں دیا جا سکتا، میں نے پچھلے خطبہ میں بتایا تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نے ہماری پیدائش سے پہلے ہماری ضروریات کی چیزیں پیدا کر دیں ۔۔۔ اسی طرح اس کی رحمانیت ہی کا تقاضا ہے کہ ہدایت بھی اسی کی طرف سے آئے۔ آگے اس ہدایت پر کاربند ہونا یہ ہمارا کام ہے اور اس سے جو نتائج مترتب ہوں وہ اس کی رحیمیت کا فیضان ہے۔

بچہ کے وجود میں رحمانیت و رحیمیت کا نقشہ

دیکھئے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے، اس وقت سوائے رحمانیت کے کچھ اس کے ساتھ نہیں ہوتا، رحمانیت ہی کا تقاضا ہے کہ اس کی پیدائش سے پہلے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے جس کی اسے ضرورت ہے، مثلاً اس کی ماں کی چھاتیوں میں دودھ آجاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی رحیمیت سے بھی اسے فائدہ اٹھانا پڑتا ہے، اس دودھ کو حاصل کرنا، اس کو چوسنا یہ بچہ کی جد وجہد اور اس کا اللہ تعالیٰ کی رحیمیت سے فائدہ اٹھانا ہے، یہ تو ایک بچہ کا حال ہے، جس کو کوئی عقل اور شعور نہیں، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ ہم عقل اور شعور رکھتے ہوئے ہاتھ پیر ہلائے بغیر کسی اچھے نتیجہ کی امید رکھیں۔

زمینی تاثرات میں رحمانیت و رحیمیت

اس زمین ہی کو دیکھئے جس کا تین چوتھائی حصہ پانی سے گھرا ہوا ہے، اور ایک چوتھائی خشکی ہے جب اسے پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو بغیر اس کے نہیں ہوتا کہ سمندر کا پانی پہلے آسمان پر جائے، بادلوں کی شکل اختیار کرے اور پھر زمین پر برسے، یہ رحمانیت ہے جس کی انتظار ۔۔۔ کرنی پڑتی ہے، لیکن اس پانی سے فائدہ اٹھانے کے لئے کس قدر محنت اور جد وجہد درکار ہے، اس کو ایک کسان ہی جانتا ہے، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رحیمیت ایک ہرے بھرے اور لہلہاتے ہوئے کھیت اور زرخیز فصل کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔

نرا رحمانیت پر تکیہ کر کے جد وجہد نہ کرنا فائدہ مند نہیں

یہی قانون ہر جگہ کام کرتا ہے۔ پہلے رحمانیت کی انتظار کرنی پڑتی ہے اور پھر انسانی جد وجہد سے رحیمیت کا فیضان اترتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص نرا رحمانیت پر ہی تکیہ کئے بیٹھا رہے، اور خود ہاتھ پاؤں نہ ہلائے، تو یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ رحمانیت نے اسے بیکار کر دیا۔

غلط استعمال سے کوئی چیز غلط نہیں ہو جاتی

اقبال ہی نے نماز کے متعلق کہا ہے ؎

سطوت توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں آج ہند میں نذر برہمن ہو گئیں

لیکن کیا نماز کے بغیر بھی کوئی شخص کبھی روحانیت کے بلند مدارج پر پہنچا ہے؟ کیا بڑے بڑے اولیاء جو امت محمدیہ میں ہوئے نماز پڑھے بغیر ہی انہیں یہ مرتبہ حاصل ہو گیا؟ ایسا ہی امتحانات میں بعض طلباء کے ناکام ہونے پر اگر کوئی کہے کہ سکول جانا ہی بے فائدہ ہے، اور تعلیم کی کوئی ضرورت ہی نہیں؟ تو کیا یہ صحیح ہوگا؟

موعود کی انتظار میں قوت عمل کھو دینا انتظار کو باطل نہیں کرتا

جب تک کسی امر کے متعلق کوشش اور جد و جہد نہ کی جائے، ہاتھ پیر نہ ہلائے جائیں، اس وقت کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا، کوشش ضروری ہے، لیکن اس کے ساتھ ان اسباب کا ہونا بھی ضروری ہے، جو اللہ تعالےٰ محض اپنی رحمانیت سے انسان کے لئے مہیا کرتا ہے، کسی نہ کسی ہادی کی انتظار کرنی ہی پڑتی ہے لیکن اگر انتظار کرتے ہوئے کوئی شخص ہاتھ پاؤں نہ ہلائے اور قوت عمل کھو بیٹھے تو اس کا اپنا قصور ہے۔

مسلمانوں کی بے عملی نے لوگوں کے جذبۂ ایمان کو کمزور کر دیا

اصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں لوگوں کا ایمان اسلام سے بہت حد تک اٹھ چکا ہے، یہ ایمان کہ اسلام سب سے بہتر مذہب ہے اس کے اصول اور قوانین ہی دنیا کے لئے مفید ہیں، بہت حد تک کمزور ہو گیا ہے، بڑے بڑے مسلمان مفکر اور قومی مذہبی لیڈر، اسلام سے مایوس ہو کر قومیت کے جذبہ کو اپنا رہے ہیں، مصری عراقی پاکستانی، ایرانی کہلانا زیادہ فخر کا موجب سمجھا جانے لگا ہے، کیوں؟ کیا یہ کوئی برے لوگ ہیں، نہیں بلکہ انہیں مذہبی جذبہ میں کوئی جانفشانی اور قربانی نظر نہیں آتی، وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی بے عملی اسلام کا نتیجہ ہے، اچھے اچھے تعلیم یافتہ لوگ اسلام سے مایوس ہو چکے ہیں، اگر کچھ جذبۂ ایمان باقی ہے تو اس ہماری جماعت میں ہے جو اسلام کے لئے کچھ جد و جہد کر رہی ہے لیکن اس ایمان کو ہم نے خود پیدا نہیں کیا، خدا ہی نے اس کا سامان ہمارے لئے کر دیا۔

بزرگان احمدیہ کا ایمان کہ مہذب اقوام میں اسلام سرایت کریگا

میں نے مدت ہوئی حضرت امیر مرحوم سے ایک سوال کیا تھا، اس وقت میں انکے ساتھ بطور پی اے کام کرتا تھا۔ بیٹھے بیٹھے ایک سوال میرے دل میں پیدا ہوا، اسے لے کر ان کی خدمت میں جا کھڑا ہوا، میں نے ان سے کہا، یہ جو آپ رات دن محنت اور مشقت میں لگے ہوئے ہیں، اور اسلام کے لئے کتابیں لکھتے رہتے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے، جس مقصد کے لئے آپ محنت کرتے ہیں وہ پورا بھی ہوگا؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ کامیابی آپ کو ہو گی بھی؟ اور اسلام پھر سربلند ہو جائے گا؟ فرمانے لگے ہاں، کبھی کبھی حالات کو دیکھ کر مجھے بھی مایوسی سی تو ہوتی ہے۔ لیکن پھر حضرت مسیح موعودؑ کی شکل جب سامنے آتی ہے اور آپ کی باتیں یاد آتی ہیں تو مجھے امید بندھ جاتی ہے، یہی ایمان خواجہ صاحب (حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم) میں تھا اور وہ یقین رکھتے تھے کہ مہذب اقوام ضرور اسلام قبول کریں گی اور وہ اسی طرح نمازی بنیں گی جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، ان کے افعال و کردار صحابہ ہی کی طرح عین اسلامی ہوں گے، اور وہ صحیح اور سچے مسلمان ہوں گے، لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہم محنت اور کوشش سے کام لیں، اور انہیں اسلام کی طرف بلائیں،

ایک خدا کی عبادت موجب شرف انسانی ہے

یہ تو رحمانیت و رحیمیت کے فیضان ہیں، آگے فرمایا ایاك نعبد و ایاك نستعین، عبادت الہٰی، ایک خدا کی عبادت انسانی فطرت میں ہے، وہ جو حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی سے کہا تھا یاصاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القهار۔ خدا کو قبول کر کے انسان ہزارہا باطل خداؤں کی غلامی سے بچ جاتا ہے، اور یہی انسان کے شرف کا موجب ہے کہ ایک خدا کے آگے سجدہ ریز ہو، کئی کئی لوگوں کو اپنا حاجت روا سمجھنا انسان کو ذلیل کر دیتا ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسی بات پر زور دیا ہے کہ کیا اپنی خواہشات، نفسانی کو لے کر در بدر پھرتے اور ٹھوکریں کھاتے ہو، یہ بہت بڑی ذلت ہے اور بڑے بڑے انسان اس ذلت میں مبتلا ہیں، ایک خدا کو چھوڑ کر اپنی شہوات کے لئے انہوں نے کئی کئی خدا بنا رکھے ہیں، جہاں سے ٹھوکروں کے سوا کچھ نہیں ملتا، اصل فخر اسی کو حاصل ہے جو ایک خدا کے آگے جھکتا اور اسی سے سب کچھ مانگتا ہے، بعض عیسائی صاحبان ہمارا مذاق اڑاتے ہیں کہ یہ کیا زمین پر ماتھا رگڑتے ہیں، ایک دفعہ ایک مصور عیسائی پرچہ میں اسی قسم کا مضمون شائع ہوا میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ وہ فعل ہے جو تمہارے خداوند حضرت مسیحؑ نے بھی کیا، انہوں نے بھی سر زمین پر رکھا اور ایک خدا کے آگے پیشانی رگڑی، یہی انسان کا سب سے بڑا فخر ہے، سجدہ ہی میں انسان کی عزت ہے، پرانی کتابوں میں ایک شعر ہے ؎

سجدہ باید مر خدائے پاک را
آنکہ ایماں دادہ مشت خاک را

عبادت الہٰی اطمینان قلب کا موجب ہے

حضرت صاحب نے بھی فرمایا کہ میرے لئے سب سے بڑے شرف کی بات یہ ہے کہ میرا خدا ایک ہے، اسی کی عبادت ضروری ہے، اسی سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے، میں جب انگلستان میں تھا، وہاں کے حالات اور مصیبتوں کو دیکھ کر بڑی پریشانی ہوتی تھی، اور میں سوچتا تھا کہ ہماری یہاں کیا پوزیشن ہے، پھر میں نماز کے لئے بھاگتا تھا جس کے بعد اطمینان قلب ہو جاتا تھا، بڑی چیز ہے سجدہ، عبادت سے بڑھ کر بڑی دولت کوئی نہیں، اس سے زیادہ عزت اور شرف کسی چیز میں نہیں۔ ایاك نستعین اس کے لئے اللہ تعالےٰ سے امداد طلب کرنی چاہیئے۔ پہلے کام کریں، اس کے آگے جھکیں، پھر اس کی مدد مانگیں، اگر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائیں تو مغضوب علیہم بن جائیں گے، اور اگر اپنی عقل پر نازاں ہوں گے تو ضالین بن جائیں گے ❊

عزیزم بشیر احمد صاحب کی کامیابی اور مراجعت

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ

تمام احباب جماعت، جناب خان بہادر غلام ربانی خان صاحب کے نام نامی سے بخوبی واقف ہیں خان بہادر صاحب ستمبر ۱۹۴۹ء میں مع اپنے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند بشیر احمد صاحب ووکنگ تشریف لائے۔ خان بہادر صاحب پورے دو سال ووکنگ مشن میں بے بہا اور قابل رشک خدمات ادا کرنے کے بعد پاکستان واپس تشریف لے گئے لیکن انکے صاحبزادے بغرض تعلیم تشریف لائے تھے یہاں میرے پاس مقیم رہے۔ انہوں نے سال گذشتہ یعنی ۱۹۵۴ء کے وسط میں لندن یونیورسٹی سے لندن سکول آف اکنامکس کے ذریعہ بی۔ ایس سی کا مشکل امتحان پاس کیا، اس کے بعد ۱۹۵۴ء کے اخیر میں پاکستان سول سروس کے مقابلہ کا امتحان دیا جس کا نتیجہ تاحال نہیں نکلا۔ لیکن قوی امید ہے کہ عزیزم بشیر احمد صاحب بی ایس سی (لنڈن) انشاء اللہ اس میں کامیاب ہونگے عزیز موصوف ۵ سال سے زیادہ عرصہ یہاں انگلستان میں رہے اور انہوں نے یہ تمام عرصہ میرے ہمراہ مسجد کے ملحقہ رہائشی مکان میں بسر کیا۔

عزیز مذکور علاوہ لائق محنتی ہونے کے حد درجہ خلیق شریف اور متین واقع ہوئے ہیں باللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے وہ یہاں کی زندگی کے زہریلے اثرات سے محفوظ رہے ہیں، انہوں نے بہت سی خوبیاں اپنے والد بزرگوار سے ورثہ میں پائی ہیں مثلاً مہماں نوازی۔ خدمت خلق کا جذبہ۔ وہ الولد سر لابیہ کے مصداق ہیں۔ درد دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلنے کی مزید توفیق عطا فرمائے اور ان کے وجود کو وطن، مذہب اور بنی نوع انسان کے لئے خیر و برکت کا موجب بنائے۔ آمین

عزیز موصوف ۲ مارچ کو عازم پاکستان ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور پانچ سال کے طویل عرصہ کے بعد بخیر و خوبی اپنے اعزا و اقارب سے ملنے کا موقعہ عطا فرمائے آمین۔ آخر میں جناب خان مطیع اللہ خاں صاحب اور خان بہادر غلام ربانی صاحب اور دیگر اعزا و اقارب کی خدمت میں ان کی کامیابی اور ان کی واپسی پر مبارکباد عرض کرتا ہوں والسلام

خاکسار عبد اللہ

تبلیغی سرگرمیاں

تبلیغی خدمات کا شکریہ

وگن نندویام (جنوبی ہند) کے لائبریرین صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن کریم انگریزی، محمد دی پرافٹ، محمدان ورلڈ سکرپچرز، ٹیچنگز آف اسلام اور بعض دوسرے رسائل جات موصول ہوئے، اور لائبریری کمیٹی نے حسب ذیل ریزولیوشن متفقہ طور پر پاس کیا ہے:-
"وگن نندویام کا یہ اجلاس احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی ان شاندار خدمات کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے جو اس لائبریری کے لئے انجمن سے صادر ہوئی ہیں"

لٹریچر کی مانگ

ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) سے جناب شمس الدین احمد لکھتے ہیں کہ مجھے ۱۹۵۲ء میں مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے ذریعہ اور مشن آفس ڈھاکہ سے انجمن کا جو لٹریچر موصول ہوا تھا، وہ یہاں کے پڑھے لکھے طبقہ میں جن میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل ہیں تقسیم کیا جا چکا ہے، نہ صرف اپنے شہر میں بلکہ نرائن گنج سب ڈویژن میں بھی یہ لٹریچر میں نے اپنے خرچ پر بذریعہ ڈاک بھیجا، اب مزید لٹریچر کی ضرورت ہے جس کو اسی طریق پر ان لوگوں میں بھی تقسیم کیا جائے گا، مہربانی فرما کر اب جو لٹریچر بھجوائیں اس میں Mirza Ghulam Ahmad Prophet or Mujaddid کی بہت سی کاپیاں شامل کریں۔

ایک انگریز نومسلم کا مطالبہ

ایک انگریز نومسلم لندن سے لکھتے ہیں :-
"میں نے ۱۹۳۵ء میں اسلام قبول کیا، دس سال سے میرا کوئی ذریعہ آمد نہیں، نہ ہی کوئی تسلی بخش ذریعہ حیات ہے، میرے پاس قرآن کریم کی کوئی کاپی نہیں، نہ کوئی اور اسلامی کتاب ہے، مسلم پریئر، لائف آف محمد، قرآن کریم انگریزی مع متن کی ضرورت ہے کیا ان قیمتی کتب کے حصول کے لئے کوئی مسلمان دوست مدد کر سکتے ہیں؟"
ان کو جواب دیا گیا ہے کہ امام صاحب مسجد شاہجہان ووکنگ سے خط و کتابت کریں۔

ایک متلاشی حق

ٹریونڈرم (جنوبی ہند) سے ایک صاحب لکھتے ہیں :-
"میں ٹراونکور یونیورسٹی میں سائنس کا طالب علم ہوں، مجھے ابتدائے عمر سے اسلام سے گہری محبت ہے، اور اسی وقت سے اسلام اور اس کے کلچر کے مطالعہ کے لئے کوشاں رہا ہوں، لیکن ابھی تک اطمینان حاصل نہیں ہوا، میں اسلام کے متعلق قیمتی کتب خریدنے سے قاصر ہوں، لیکن مجھے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی بلند پایہ تصنیفات کے مطالعہ کا بہت شوق ہے، ان تصنیفات میں موجودہ دنیا کے لئے اطمینان بخش لٹریچر فراہم کیا گیا ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو ان سب کتب کی مفت تقسیم کے لئے عطیات ملتے ہیں، میں ممنون ہوں گا اگر مہربانی فرما کر انگریزی ترجمہ قرآن اور مینول آف حدیث وغیرہ دے سکیں، میں اپنے مقالات اور لیکچروں میں ان کتب کا بہترین استعمال کروں گا۔"

ووکنگ مسلم مشن کی سرگرمیاں

از اقبال احمد صاحب

عزت مآب محمد دانا مفتی سائپرس (CYPRUS) گذشتہ ماہ انگلستان تشریف لائے اور تقریباً ماہ ان کا قیام یہاں رہا۔ دوران قیام میں وہ دو مرتبہ ہمارے لندن پریر ہوس میں تشریف لائے۔ ایک موقعہ پر انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی اور دوسری دفعہ انہوں نے ایک مختصر تقریر کی جس میں انہوں نے سائپرس کی سیاسی اور مذہبی صورت حال پر تبصرہ کیا۔ اسی موقعہ پر مس جولی (MISS JOLLEY) جنہوں نے مس سلمہ بل کی امداد سے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے مفتی صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ۲۸ / جنوری ۱۹۵۵ء کو مفتی صاحب شاہجہان مسجد میں بھی تشریف لائے اور انہوں نے جمعہ کی نماز بھی پڑھی۔

۱۵ / جنوری ۱۹۵۵ء بروز ہفتہ مسٹر ایم فرزاد نے جو ایرانی سفارت خانہ برائے لندن میں ہیں ہمارے لندن پریر ہاؤس میں THE DEVELOPMENT OF LITERARY TRADITIONS کے موضوع پر تقریر کی۔ مسٹر ناظم سائرک نے صدارت کے فرائض انجام دیئے اور جلسہ کی ابتدا تلاوت قرآن پاک سے کی۔ قابل مقرر نے گذشتہ صدیوں میں ایران کی ادبی ترقی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ ان کی تقریر بہت عالمانہ اور پُر از معلومات تھی۔ آخر پر ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام شاہجہان مسجد نے قابل مقرر کا شکریہ ادا کیا۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام شاہجہان مسجد نے ۲۲ / جنوری ۱۹۵۵ء بروز ہفتہ کو لف برو (LOUGHBOROUGH) جو ووکنگ سے ۱۲۰ میل دور ہے تشریف لے گئے ان کے ہمراہ ماسٹر اصغر علی صاحب بھی گئے۔ سفر کی غرض ایک شادی کی رسم ادا کرنی تھی۔ دولہا مسٹر ایم احمد جو پاکستانی فوج میں لفٹننٹ ہیں۔ دلہن آئرلینڈ کی خاتون تھیں ان کا نام مس بریڈا کونرا ہے (MISS BREDA CONROY) ہے۔

شادی کی رسومات نہایت سادگی سے ادا ہوئیں۔ شادی میں تقریباً ۲۰ پاکستانی طلباء اور دولہا کے دوست شامل تھے گواہوں کے فرائض مسز مریم قائم اور مسز اکرام الحق نے سرانجام دیئے۔ شادی کے اعلان سے پہلے دلہن نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور اسلامی نام یاسمین رکھا گیا۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے قرآن سے چند آیات پڑھ کر اسلام کی تعلیمات کی وضاحت کی اور اسلامی قوانین شادی کو بیان کیا۔

حق مہر ۱۰۰۰ پاکستانی روپے پایا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس بات کی وضاحت کی کہ مغربی ممالک میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ حق مہر اصل میں عورت کو خریدنے کے لئے اس کی قیمت کی ادائیگی ہے، اس کے برعکس حق مہر اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ عورت کو جائداد کے مالک بننے کا حق حاصل ہے اور وہ اقتصادی معاملات میں اتنی ہی آزاد ہے جتنا کہ مرد۔ ماہ جنوری میں ساتھ ...

(انگریز نومسلمین کے نام - بقیہ، ووکنگ مسلم مشن کی سرگرمیاں)

(۱) مس میوریل بریڈا جولی (لندن) (۲) مسٹر ایلفرڈ سی ہنٹ (اسکورڈ) (۳) مسز میری چارڈ (مڈل سیکس) (۴) مسٹر کیتھ چارج آرمسٹرانگ (کینٹ) (۵) مسٹر جیرالڈ ایچ آرمسٹرانگ (کینٹ) (۶) مسز یاسمین احمد (لف برو) پہلا نام مس بریڈا کونراسے (۷) مس ایم ایم لانگ (لف برو)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

علماء کی تکفیر نوازی

۷ر فروری بروز اتوار۔ ہفت روزہ المجاعت مجریہ ۲۰ر جنوری صفحہ ۱۳ پر ایک مقالہ بعنوان "اسلام نئے دور کے نرغے میں" علمائے کرام تازہ فتنوں کا مقابلہ کریں شائع ہوا ہے۔ اس دلچسپ مقالہ میں "علمائے کرام" کو مخاطب کرکے جو سبق آموز قابل قدر باتیں کہی گئی ہیں، وہ نئی نہیں کتابوں، اخباروں، رسالوں، لکچروں، خطابات ہر ایک ذریعہ سے عرصہ دراز سے علمائے کرام کو "فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بلایا جاتا رہا ہے اور بلایا جا رہا ہے لیکن ان "مجاہدین" کو تکفیر نوازی اور مسلمانوں کو آپس میں دست و گریبان کروانے کے "مقدس" کام کے سامنے فتنوں کے مقابلہ کی فرصت کہاں!! ان کی توجہ اس طرف پھیری جا سکتی ہی نہیں، ہم، ان سے تخریب کا کام تو نہایت اچھی طرح لے سکتے ہو جیسے پر تاریخ گواہ ہے تعمیر کا نیک کام ان سے نہیں ہو سکتا۔

ایک ہزار سال پہلے کے ملاؤں کی اہل حق کو ایذا دہی

"المجاعت" نے مضمون میں ایک ہزار سال قبل اسلام میں جن فتنوں کا ذکر کیا وہ بھی انہی خضر صورت بزرگوں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا تھا جس میں الحاد و زندقہ کی تحریکات زور پکڑ گئی تھیں انہی نام نہاد "علمائے کرام" کے کفر کے فتوؤں نے علمائے ربانی (جو حقیقی معنوں میں نائبین رسول صلعم تھے) کے تعمیری کاموں کو عرصہ تک روک دیا۔ "المجاعت" بالکل درست کہتا ہے کہ "اس نازک وقت میں اگر امام اشعری رح اور امام غزالی رح جیسے بزرگ آگے نہ آتے اور یونانی فلسفہ کا توڑ اسلامی فلسفہ سے کرکے اسلام کی حقانیت نقل و براہین کی مدد سے ثابت نہ کرتے تو خدا ہی جانتا ہے کہ تاریخ اسلام کس موڑ پر ہوتی" کیا المجاعت کے مقالہ نگار اس سے بے خبر ہیں کہ یہی علمائے ربانی جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے "علمائے کرام" کے ہاتھوں ستائے گئے؟ اس زمانہ کے انہی سیاہ کار "علمائے کرام" کے فتوؤں نے ان استادوں کو شہر بشہر پھروایا ان کی پر از معرفت کتب جلائی گئیں، قید و بند میں ہر کردہ گیا؟ تو پھر آج "تازہ فتنوں کا مقابلہ" کرنے کے لئے "علمائے کرام" اپنے اسلاف کی سنت پر عمل پیرا ہو کر وہی کریں گے (کریں گے کیا کر رہے ہیں) جو آج سے ایک ہزار قبل اور اس کے بعد ہر زمانہ میں کرتے آئے۔

عہد حاضر کے خدا پرست مجاہد

پھر صاحب مقالہ رقمطراز ہیں کہ آج پھر اسی مجاہدہ کی ضرورت ہے...... اس فریضہ حق کو سرانجام دینے کے لئے نئے امام غزالیوں اور نئے امام اشعریوں کی پاکستان میں ضرورت ہے۔ آپ اسے پاکستان کی حدود تک کیوں محدود کر رہے ہیں ساری دنیا کو ایسے بزرگوں کی ضرورت ہے۔ اسے المجاعت کے مقالہ نگار! ایسے لوگوں سے دنیا خالی نہیں اور نہ کبھی رہ سکتی ہے، خدا کے دین کی خود خدا نے حفاظت کا انتظام کر رکھا ہے ایسے خدا پرست مجاہد بزرگ اس چودھویں صدی میں آپ کے ہندوستان میں پیدا ہوئے اور منشاء الٰہی کے ماتحت اسی نہج پر جس پر ہر زمانہ میں خدا کے برگزیدہ بندے کرتے آئے تحریک احمدیت کے ذریعے اسلحہ کے ساتھ "تازہ فتنوں کا مقابلہ" کر رہے ہیں ان کے پہچاننے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے۔

عہد حاضر کے امام غزالی اور اشعری کا انتظار

آج ان نئے امام غزالیوں اور امام اشعریوں کو بھی اسی طرح ستایا جا رہا ہے جس طرح ایک ہزار سال قبل ستائے گئے تھے۔ لیکن یقین رکھو کہ یہ بھی ان پہلے بزرگوں کی طرح کامیاب ہو کر رہیں گے۔ "تازہ فتنوں کا سدباب۔ مغرب کے فلسفہ کا لاتردید جواب دشمنان اسلام کے قلوب صداقت اسلام سے بھرنے اور صدیق حمیم بنانے کا مقدس کام تحریک احمدیہ ساری دنیا میں کر رہی ہے، یہ ایک حقیقت الکبریٰ ہے کہ بانئ سلسلہ احمدیہ نے قرآن کریم کی مقدس تعلیم کو دنیا کی تمام ارضی و سماوی تعلیمات پر غالب کرکے بتلایا۔ حضور علیہ السلام نے سرسید احمد مرحوم کی طرح یورپ کے فلسفہ سے خوفزدہ ہو کر آیات قرآنی کی تاویل نہیں کی بلکہ قرآن پاک کی آیات بینات کے قدموں میں یورپ کے فلسفہ کو لا ڈالا۔ آج دنیا کی ہر باطل تحریک کا مقابلہ...... احمدیت کے پیدا کردہ علم کلام کے سوا ناممکن ہے، حال و قال مرد کی ضرورت ہے جو صداقت پر مبنی ہو اور یہ آب حیات تحریک احمدیت کے چشمہ رواں سے ہی پیاسوں کو مل سکتا ہے۔ اگر "اسلام کو نئے دور کے نرغے میں سے نکالنے کی سچی تڑپ دل میں ہے تو "مجدد وقت کے دامن سے وابستہ ہو کر اس کے روحانی مجاہد جیش میں شامل ہو جاؤ۔

ہر یکے بہ تم نفس مبتلا ست

۷ر فروری بروز پیر۔ حسب معمول صوفی محمد طیب گھر تشریف لائے، ڈیڑھ گھنٹہ صحبت رہی المجاعت کا مضمون "اسلام نئے دور کے نرغے میں" زیر بحث رہا ایک طرف مغرب زدہ حضرات، دوسری طرف المجاعت کے "علمائے کرام" ہر ایک کو اپنے حلقہ سے باہر لے سکے کام۔ اس حالت زار کا نقشہ عصر حاضرہ کے امام نے کیا ہی دردناک الفاظ میں کھینچا ہے ؎

بینم کہ ہر یکے بہ تم نفس مبتلا ست
کس را غم اشاعت فرقاں نہ ماند

کاش مسلمانوں کی توجہ پانچ دس فی صدی ہی اشاعت قرآن کی جانب ہوتی۔

صدر کنونشن جمعیۃ العلماء کو تبلیغ

۱۸ر جنوری ۱۹۵۵ء کو بمبئی میں جمعیۃ العلماء ہند کے زیر اہتمام دینی تعلیمی کنونشن منعقد ہوئی اخبار مدینہ ۱۸ر جنوری میں پوری روئداد درج ہے، اخبار مذکور کا مقالہ افتتاحیہ خطبۂ صدارت سے مزین ہے یہ قیمتی خطبہ جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم اے پی۔ ایچ ڈی، بار ایٹ لا صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے ارشاد فرمایا ہے۔ مسلمانان ہند کے لئے یہ گرانقدر خطبہ اپنی اہمیت و افادیت کے لحاظ سے نہایت شاندار اور بروقت انتباہ ہے، خدا ان کی اس نیک جدوجہد کو بار آور کرے، خیال ہوا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو "نئے دور کا آغاز" (یہ مقالہ کا عنوان ہے) کہاں سے شروع کیا جائے، اس کا پتہ بتلایا جائے۔ لہذا "دعوت عمل" اور "اور نماز و ترقی کی تین راہیں" یہ دو رسالے بذریعہ ڈاک حیدرآباد کے پتہ پر ارسال کئے، جیسا کہ موصوف اپنے خطبہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ تمہارا فرض ہے کہ نشاۃ جدیدہ کا تصور لے کر ہمت و عزم کے ساتھ آگے بڑھیں۔ دعوت عمل کو قبول فرما کر احمدیت کا قلم ہاتھ میں لے جیسا ہدن وافینا کے جذبہ سے سرشار ہمت و عزم کے ساتھ آگے بڑھیں لنھدینھم سبلنا کا وعدہ الٰہی پورا ہو کر رہے گا۔

پختہ عقیدہ کے سنی مسلمان کون ہیں؟

۱۱ر فروری بروز جمعہ۔ کل مجھے بحری ڈاک سے حضرت اکبر خاں صاحب مجاہد برما سے "صدق جدید" کے دو پرچے ۵ر و ۱۲ر نومبر ملے، ۱۲ر نومبر کا پرچہ اس وقت سامنے ہے۔ اس بلند پایہ پرچہ میں ہمارے محترم مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے سچی باتیں صفحہ اوّل پر بیان فرمائی ہیں، اس میں ایک جگہ جسٹس غلام حسن صاحب مرحوم کی وفات کی خبر اور ان کی مختصر تاریخ حیات کا ذکر فرماتے ہوئے ایک فقرہ یہ بھی لکھ گئے "خود احمدی لاہوریوں سے قرابت کے باوجود پختہ عقیدہ کے سنی مسلمان رہے" یہ فقرہ بار بار پڑھا خیال ہوتا تھا کہ کیا یہ فقرہ مولانا عبدالماجد دریابادی کی قلم سے صفحہ قرطاس پر آ سکتا ہے! اللہ عمر دراز کرے اور خدمت دین کی مزید توفیق دے، ہمارے یہ باقی الصالحات مولانا بغیر مکمل تحقیق کے سچی باتوں میں اپنی قلم کو تو جنبش ہی میں نہیں لاتے تو معلوم اس اہم مسئلہ میں بغیر تحقیق احمدی لاہوریوں کو "سنی مسلمان" سے علیحدہ کیوں بتلایا گیا ان کے نزدیک احمدی لاہوری اہل سنت والجماعت کے عقائد نہیں رکھتے "پختہ عقیدہ" کے سنی مسلمان" تو بانی سلسلہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی تعلیم و ارشادات

(باقی پر صفحہ ۱۲)

مجاہدینِ اسلام کے کارنامے

حصن ابی القدس کی مہم اور ایک نوعمر جرنیل کا جوشِ شجاعت

مرتضیٰ خاں حسن

جعفر طیار کا لختِ جگر عبد اللہ جس کی رگوں میں ہاشمی خون دوڑ رہا ہے ابھی ابھی بلوغت کو پہنچا ہے۔ شوقِ غزا کشاں کشاں اسے سرزمینِ شام میں لے جاتا ہے جہاں مجاہدینِ اسلام دشمنوں کے مقابلہ میں دادِ شجاعت دے رہے ہیں، فتح دمشق نے نئی نئی فتوحات کے دروازے کھول دیئے ہیں، مشورے ہو رہے ہیں کہ آیا بیت المقدس پر چڑھائی کی جائے یا انطاکیہ کا رُخ کیا جائے۔ اتنے میں ایک شخص اہل دمشق میں سے خبر دیتا ہے کہ یہاں سے قریب ایک قلعہ حصن ابی القدس ہے وہاں دشمنوں کی فوج بھی زیادہ نہیں اگر تھوڑا سا لشکر بھیجدیا جائے تو فتح یقینی ہے، حضرت ابوعبیدہ جو اب خالد بن ولید کی جگہ عساکر اسلامیہ کے سپہ سالار مقرر ہوئے ہیں اپنے سرداروں کو جمع کرتے ہیں اور ان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ "حصن ابی القدس کی مہم پر کون بہادر جائے گا؟" ایک نوعمر لڑکا جسے خیبر شکن حضرت علی رضہ بلکہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بھتیجا ہونے کا فخر حاصل ہے، جس کا باپ جعفر طیار جنگ موتہ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے صفِ شہداء میں جا ملا تھا نہایت پھرتی سے کھڑا ہو کر کہتا ہے "اس مہم کیلئے میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں" تمام حاضرین لڑکے کی اس جرأت کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں، ابوعبیدہ کا چہرہ جوشِ مسرت سے تمتما اُٹھتا ہے۔ اور دل ہی دل میں کہتا ہے کہ اس قوم کے اقبال میں کیا شک جس کے لڑکوں میں بھی اس قدر شوقِ غزا موجود ہے۔ کچھ جھجک بھی ہے کہ چھوٹی عمر کا نا تجربہ کار لڑکا ہے۔ کیا جنگ کرے گا؟ یہ اہم ذمہ داری کا کام ہے اس کے سپرد کس طرح کر دوں؟ لیکن لڑکے کی امنگ اور جوش کو دیکھ کر اسے مایوس بھی نہیں کرنا چاہتے۔ تھوڑی دیر تامل کر کے فرماتے ہیں "اے شیر خدا کے بھتیجے! جعفر طیار کے نور عین! تجھ سے ایسی ہی جرأت اور بہادری کی توقع ہو سکتی تھی، تیری اس جرأت کو دیکھ کر میں سمجھتا ہوں کہ واقعی تو اس سرداری کا اہل ہے۔ میں خدا پر توکل کرتا ہوا پانچسو سوار تیرے ہمراہ کرتا ہوں۔ تم خدا کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ، میں دعا کرتا ہوں کہ خدائے بزرگ و برتر تم کو اس مہم میں کامیاب و بامراد کرے"

چنانچہ ایک علم اور پانچسو سواروں کا ایک مختصر دستہ عبداللہ کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور وہ اللہ کا نام لے کر حصن ابی القدس کی طرف روانہ ہو جاتا ہے، اور رہبر آگے آگے ہو لیتا ہے، رات بھر سفر کرنے کے بعد صبح کے قریب لشکر دامنِ کوہ میں پہنچ جاتا ہے۔ رہبر کو قلعہ کی طرف بھیجا جاتا ہے کہ وہ حالات کا جائزہ لے کر اطلاع دے۔ وہ انتظار بسیار کے بعد واپس آتا ہے مگر بہت گھبرایا ہوا۔ کہتا ہے کہ پہلی اطلاع کے برعکس قلعہ میں بہت سی فوج ہے، کم از کم پانچہزار سوار اور سب مسلح اور آزمودہ کار۔ ان پانچہزار کے ساتھ پانچسو کا مقابلہ میں آنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، بہتر یہی ہے کہ جنگ کا ارادہ ترک کر کے واپس چلے جائیں اور کسی مناسب موقعہ کی تلاش میں رہیں۔ اسلامی سپاہ ... بھی بیک زبان کہتی ہے کہ رہبر کی رائے درست ہے، پانچہزار فوج کے خلاف نبرد آزمائی کچھ معنے نہیں رکھتی، اپنے ہاتھوں اپنی موت خریدنا عقلمندی کے خلاف ہے، بہتر ہے کہ ہم واپس لوٹ جائیں، یہ سن کر بہادر عبداللہ کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے، اس کی آنکھوں میں خون اُتر آتا ہے۔ اور لشکر سے مخاطب ہو کر بڑے جلال کے ساتھ کہتا ہے:-

" کیا ہم واپس لوٹ جائیں؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ ہمارے عزائم اور ہماری مردانگی کے خلاف ہے۔ ہماری غیرت ہمیں ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ ہم دشمن کی کثیر فوج سے ڈر کر واپس چلے جائیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ گویا ہم نے دشمن کو پیٹھ دکھا دی۔ ہم جنگ کے عزم کے ساتھ آئے ہیں اور جنگ کریں گے۔ ہم اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے، مگر میدان جنگ سے ہرگز نہیں ہٹیں گے، یہاں سے واپس لوٹنا شکست کا اعتراف کرنا ہے۔ جو کسی حالت میں ہمیں منظور نہیں، بے شک ہم تھوڑے ہیں مگر دشمن کی کثرت سے ہمیں ڈرنا نہیں چاہیئے کیونکہ ہمارے ساتھ خدا ہے، جو سب طاقتوں کا مالک ہے۔ فتح و شکست سب اسی کے ہاتھ میں ہے، میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں یہاں سے واپس لوٹ گیا تو خدا کے ہاں بھاگنے والوں میں شمار ہوں گا، قیامت کے دن خدا کو، خدا کے رسول اور اپنے چچا علی اور اپنے باپ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اور ان سے کیا کہوں گا؟ کیا یہ کہ میں وہ ہوں جو دشمن کی کثرت دیکھ کر بھاگ گیا تھا، میں لڑوں گا اور آخری دم تک لڑوں گا میری رگوں میں ہاشمی خون ہے، میں ڈرنے والا نہیں، جو ڈرتا ہے وہ لوٹ جائے، اور جس کو اپنی جان پیاری ہے وہ ہرگز ہمارے ساتھ نہ جائے"

دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے شجاعت اور مردانگی کے جذبات سے لبریز یہ الفاظ دلوں کی گہرائیوں میں اتر گئے سب دلوں میں جرأت اور بہادری کی بجلیاں کوندنے لگیں اور سب بیک زبان بول اُٹھے "کہ اگر یہ عزم ہے تو ہم سب آپ کے ساتھ ہیں، ہم مرنے مارنے کے لئے تیار ہیں۔ بسم اللہ جس وقت حملے کا حکم ہو ہم ہتھیلی پر جان رکھ کر لڑیں گے اور اس لڑائی میں اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے خدا ہمارا حامی و ناصر ہو، فنعم المولیٰ و نعم النصیر، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اصل حالات سے سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ کو اطلاع دے دی جائے تاکہ وہ اگر پسند کریں تو ہمارے لئے کمک بھیجدیں جو ضرورت کے وقت کام آئے۔ چنانچہ ایک تیز رفتار قاصد حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں روانہ کر دیا جاتا ہے۔

نوعمر جرنیل لشکر کو کوچ کا حکم دیتا ہے۔ جب شہر کے قریب پہنچے تو پانچ سو سواروں کے پانچ دستے بنائے گئے اور ہر دستہ پر ایک ایک افسر مقرر کیا گیا۔ اور انہیں حکم دیا گیا ... کہ مختلف سمتوں سے شہر میں داخل ہوں، جب اسلامی لشکر تکبیروں کے فلک شگاف نعرے لگاتا ہوا شہر میں داخل ہوا، تو شامیوں کے مسلح جوان مجاہدین اسلام پر ٹوٹ پڑے اور ایسے زور سے ان پر حملہ کیا کہ مسلمانوں کے دل ہل گئے، مگر بہادر جرنیل علم اسلام سنبھالے ہوئے آگے بڑھا، شامیوں کے مقابلہ میں سینہ تان کر کھڑا ہو گیا، اور دشمن کے ہر وار کا ایسی جوانمردی سے جواب دیا کہ ان کے دانت کھٹے کر دیئے پھر فوج کا دل بڑھایا اور زور سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اب تلوار پر تلوار چلنے لگی ہے، ایک طرف شامی سپاہ ہے جسے اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ ہے اور جو سب کی سب آزمودہ کار اور مسلح ہے، دوسری طرف مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج جس کا سپہ سالار ایک نوعمر لڑکا ہے جس نے میدان جنگ میں پہلی دفعہ قدم رکھا ہے مگر ...... اس لڑکے کی شجاعت، کیا مردانگی کے جوہر دکھا رہی ہے۔ علم کو سنبھالے ہوئے دونوں ہاتھوں سے تلوار چلائے جاتا ہے۔ صفوں کو چیرتا ہوا شیر ببر کی طرح گرجتا ہوا آگے نکل جاتا ہے، بجلیاں گراتا جاتا ہے، قیامت ڈھاتا جاتا ہے۔ دائیں بائیں کشتوں کے پشتے لگا دیتے ہیں۔ تلوار چلاتے چلاتے ٹوٹ گئی ہے۔ دشمن سمجھتا ہے کہ اب نہتا ہے بس اب مارلیں گے مگر فوراً دوسری تلوار لے کر دشمن کے سر قلم کرنے لگ جاتا ہے، شامی حیران ہیں کہ لڑکا آفت کا پرکالہ ہے اپنے پر مار پڑنے نہیں دیتا اور دوسروں کی گردنیں اُڑائے جاتا ہے، اور جدھر جاتا ہے لاشوں کے ڈھیر لگاتا جاتا ہے۔ بڈھا ابو ذر غفاری ساتھ ساتھ گھوڑا دوڑائے جاتا ہے۔ ایک دم بھی اپنے نوجوان سپہ سالار سے الگ نہیں ہوتا جب کوئی بڑھ کر اس پر حملہ کرتا ہے وہ اپنی شمشیر خارا شگاف سے اس کا جواب دیتا ہے، سبحان اللہ! وفاداری اس کو کہتے ہیں۔

اسلامی لشکر کی بہادری دیکھ کر شامیوں کے دل غصہ کی آگ سے کباب ہو رہے ہیں۔ وہ اپنی پوری جمعیت سے حملہ آور ہوتے ہیں اور نوعمر جرنیل پر پل پڑتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر اس لڑکے کو مار لیں تو

میدان ہمارے ہاتھ ہے کیونکہ جرنیل کے مارے جانے سے اسلامی فوج بھی فوراً تتر بتر ہو جائے گی، اس لئے وہ سب اکٹھے ہو کر عبداللہ پر حملہ ہو رہے ہیں اور اوران کا زعم ہے کہ آن واحد میں اس کا کام تمام کر دیں گے۔ لیکن جب عبداللہ نے دیکھا کہ دشمن تازہ فوج سے حملہ آور ہوا ہے اور وہ اسلامی فوج کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے تو اس کی رگوں میں اسلامی شجاعت کا خون اور بھی زیادہ تیزی سے دوڑنے لگتا ہے، وہ شیر کی طرح گرجتا اور بپھرتا دشمنوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے نکل جاتا ہے۔ اس پر وار پہ وار پڑتا ہے، مگر عجیب شان خدا ہے کہ سب وار خالی جاتے ہیں، اسلامی لشکر لڑتے لڑتے تھک جاتا ہے مگر یہ نوعمر جرنیل برابر فوج کی کمان کر رہا ہے، برابر لڑے جاتا ہے، اس میں شک نہیں کہ اس کے بازو تلوار چلاتے چلاتے شل ہو گئے ہیں اور اس کا گھوڑا بھی خستہ حال ہو رہا ہے، گھوڑا اور گھوڑے کا سوار دونو ہمت کے دھنی ہیں۔ اب دن ڈھلنے لگا ہے، مگر لڑائی اب بھی زور و شور سے جاری ہے، اسلامی لشکر شوق شہادت میں برابر مقابلہ کئے جا رہا ہے۔ اللہ اکبر کی فلک شگاف صدائیں بلند ہو رہی ہیں، اور اللّٰھم انصرنا اللّٰھم ایدنا کی دعائیں دل سے نکلتی ہوئی عرش معلی سے ٹکرا رہی ہیں۔ اب دوسری طرف کی سنئے:-

عبداللہ کا قاصد ابوعبیدہ سپہ سالار کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری کیفیت بیان کرتا ہے۔ ابوعبیدہ بہت تشویش کا اظہار کر رہے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے آخر خالد بن ولید کو بلاتے ہیں اور انہیں حالات سے آگاہ کر کے کہتے ہیں:-

"اے ابوسلیمان (یہ خالد بن ولید کی کنیت ہے) یہ آپ کی امداد کا وقت ہے۔ مجھے آپ سے کہتے ہوئے حیا بھی آتی ہے کیونکہ میرا خیال ہے کہ چونکہ خلیفہ نے کمان میرے سپرد کی ہے اس سے آپ کی دل شکنی ہوئی ہوگی"

اس پر خالد بن ولید کہتے ہیں:-

"خدا گواہ ہے۔ مجھے خلیفہ ثانی کا حکم سر و چشم منظور ہے۔ میری ہرگز دل شکنی نہیں ہوئی، میں تو خدا کے رستہ میں جان دینے کے لئے ہر وقت تیار ہوں، مجھے امارت وغیرہ سے کیا سروکار آپ تو ہم میں بڑے بزرگ اور بلند مرتبہ کے انسان ہیں اگر خلیفہ ثانی ایک طفل تو خیز کو لشکر اسلام کا امیر بنا دیں تو میں اس کے ماتحت بھی اسلام کی خدمت دل و جان سے کروں گا، جیسے اب تک کرتا رہا ہوں، جس شخص کو ہر جنگ کے موقعہ پر یہی خواہش رہتی ہے کہ میدان جنگ میں شہادت نصیب ہو، وہ امارت یا سرداری کا کب خیال کر سکتا ہے اللہ نے چاہا تو میں عنقریب امیرالمومنین اور دیگر اہل اسلام پر ثابت کر دوں گا کہ میں ناموری، شہرت، عزت یا مرتبہ کے حاصل کرنے کے لئے شمشیر زنی نہیں کرتا رہا ہوں بلکہ محض اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے۔ آپ مجھے خطرناک سے خطرناک مہم پر بھیجنے کا حکم صادر فرما دیں، میں ذرہ پس و پیش نہیں کروں گا۔ میں نے کبھی امارت یا سرداری کی خواہش نہیں کی خود ہی خلیفہ اول نے مجھے امیر مقرر کر دیا تھا مقرر ہونے کی کوئی خواہش نہ تھی اور نہ اب معزول ہونے کا کوئی غم"

ابوعبیدہ یہ جواب سن کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور فرماتے ہیں مرحبا جزاک اللہ تم اپنا عراقی والا لشکر لے کر ابی القدس کو سدھارو خدا کرے کہ وقت پر پہنچ جاؤ اور اسلامی لشکر کو ہلاکت سے بچاؤ۔ میں حیران ہوں کہ پانچ ہزار آزمودہ کار سپاہیوں کے مقابلہ میں پانسو کی کیا حقیقت ہے خدا جانے اب تک ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔ یہ حکم پاکر خالد بن ولید فوراً اپنے خیمہ میں گئے اور مسیلمہ کذاب کی زرہ جو فتح یمامہ میں ملی تھی زیب تن کی سر پہ خود رکھا اور مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے اپنا سیاہ علم جس کا نام رایۃ العقاب تھا ہاتھ میں لیا اور اپنے لشکر کو جو عسکر زحف کے نام سے موسوم تھا طیار ہونے کا حکم دیا۔ وہ فوراً طیار ہو گئے اور ضرار بن ازور، رافع بن عمیرہ اور دوسرے جنگجو بہادروں نے زرہیں پہن لیں اور نیزے سنبھال کر خدا کا نام لیتے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ خالد بن ولید اس وقت اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے ایک مختصر مگر پر جوش تقریر کرتے ہیں اور کہتے ہیں:-

"بہادران اسلام! ہم نے ابی القدس پہنچنا ہے جو یہاں سے دس فرسنگ ہے۔ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاؤ تاکہ ہم دن ہوتے ہوتے منزل مقصود پر پہنچ جائیں ہمارے بھائی وہاں ایک بھاری لشکر کے ساتھ برسرپیکار ہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے پہنچنے سے پہلے وہ مغلوب ہو جائیں جو ہم سب کے لئے سخت ندامت اور نقصان کا باعث ہوگا۔ اور اسلام کے نام پر بٹہ لگے گا"

یہ سن کر سب کے دل جوش سے بھر گئے اور گھوڑے ایسے سرپٹ دوڑائے کہ گویا ہوا سے باتیں کر رہے تھے اور دن غروب ہونے سے پہلے ہی لڑائی کے موقعہ پر پہنچ گئے اور فوراً نعرۂ تکبیر بلند کر کے میدان جنگ میں کود پڑے۔ انہوں نے اسلامی علم دیکھ کر سمجھ لیا کہ عبداللہ بن جعفر اسی جگہ ہوں گے اس لئے خالد بن ولید اور ازور نے اسی طرف کا رخ کیا۔ دیکھا کہ شامیوں نے اس بہادر نوجوان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ان کی ایک روئیں دیوار اس کے گرد حائل ہے۔ مگر یہ بہادر پورے جوش و خروش سے تلوار چلاتا جاتا ہے۔ جب اس نوعمر جرنیل کو معلوم ہوا کہ خالد بن ولید اور اس کا لشکر اس کی امداد کو پہنچ گیا ہے تو خوشی کا ایک نعرہ بلند کرتا ہے اور اپنی مٹھی بھر فوج سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:-

"اسلام کے نام پر جان دینے والے بہادرو! خدا کے فضل سے خالد بن ولید اور ضرار بن ازور تمہاری مدد کے لئے آ گئے ہیں۔ ہمت کرو فتح تمہاری ہے۔ انشاء اللہ تھوڑی دیر میں لشکر کفار ہزیمت کھا کر بھاگ نکلے گا"

ضرار بن ازور عبداللہ کو دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھ کر نیزہ پر نیزہ چلانا شروع کرتا ہے اور صفوں کو چیرتے ہوئے عبداللہ کے پہلو میں جا کھڑا ہوتا ہے۔ اور شامیوں پہ قیامت بن کر ٹوٹ پڑتا ہے دوسری طرف خالد بن ولید اور اس کے لشکری دشمنوں پر ایسے تابڑ توڑ حملے کرتے ہیں کہ ان کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں انہیں اپنی موت نظر آ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر خود حاکم طرابلس میدان جنگ میں آ دھمکتا ہے اور اپنے ساتھ ایک زبردست جمعیت لے کر اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوتا ہے۔ لڑائی پھر زور و شور سے شروع ہو جاتی ہے۔ حاکم طرابلس ایک بہت بہادر جنگی جرنیل ہے وہ میدان جنگ میں آ کر شیر کی طرح گرجتا ہے، اور اہل اسلام کو للکارتا ہے۔ بہادر ضرار بن ازور ویسے ہی گرجتے ہوئے اس کے مقابل میں نکلتے ہیں، حاکم طرابلس ضرار پر وار کرتا ہے۔ ضرار گھوڑا پھیر کر وار خالی دیتا ہے مگر چونکہ زمین ناہموار تھی گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر پڑتا ہے ضرار فوراً زمین سے علیحدہ ہوتے ہیں اور ڈھال سامنے رکھ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ حاکم طرابلس ضرار کو قتل کرنے کے لئے گرز اٹھاتا ہے ضرار نہایت چابکدستی سے کام لیکر نیزے کی انی اس کے گھوڑے کی گردن میں اس سختی سے مارتے ہیں کہ گھوڑا بیتاب ہو کر سیخ پا ہو جاتا ہے۔ اور گرز کا وار خود حاکم طرابلس کے گھوڑے کے سر پر پڑتا ہے۔ گھوڑے کا سر پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اور گھوڑا اور اس کا سوار دونوں زمین پر آ رہتے ہیں اور ابھی وہ گھوڑے کے نیچے سے نکلنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ ضرار بڑھ کر تلوار کا وار کرتے ہیں مگر اس کی زرہ پر تلوار کچھ اثر نہیں کرتی۔ ضرار اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھتے ہیں اور بعجلت تمام ایک چھوٹے سے خنجر سے اس کا سر دھڑ سے جدا کر دیتے ہیں۔ حاکم طرابلس کے مارے جانے سے شامیوں کے لشکر میں ماتم برپا ہو گیا اور چھوٹے بڑے سب کی چیخیں نکل گئیں اور مایوسی کے عالم میں سب دیوانہ وار ضرار پر ٹوٹ پڑے اور قریب تھا کہ اس کا خاتمہ کر دیتے، مگر عین اسی وقت عبداللہ بن جعفر ان کے قریب آ پہنچے اور اس کے ساتھ ہی خالد بن ولید اور رافع بن عمیرہ بھی آ گئے اور شامیوں کو تلوار پر رکھ لیا اور بڑھ بڑھ کے ایسے حملے کئے کہ شامیوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے میدان جنگ چھوڑ کر فرار کا رستہ اختیار کیا۔ اسلامی لشکر نے ان کا تعاقب کیا، بہتوں کو راستے میں مار گرایا اور بہت سے گرفتار ہو گئے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا جس میں قیمتی ہیرے اور جواہرات بھی تھے جو حاکم طرابلس

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

رجسٹرڈ ایل
تار کا پتہ "پیغام" لاہور — فون نمبر ۳۷۳۷

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بر و شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ اخبار

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۳ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۲ شعبان ۱۳۷۴ھ ۶ اپریل ۱۹۵۵ء | نمبر ۱۶

اخبار احمدیہ!

— حضرت امیرایدہ اللہ تعالیٰ ۳۱ مارچ کی شام کو کراچی سے لاہور واپس تشریف لے آئے اور یکم اپریل کو جمعہ لاہور ہی میں پڑھایا۔

— بغداد سے محترم سید تصدق حسین صاحب اپنے ۲۲ مارچ کے خط میں لکھتے ہیں کہ میری صحت معتدبہ عشرہ ہوا پھر خراب ہو گئی، موسم کی تبدیلی کا اثر ہوا۔ آخر خدا کے فضل اور آپ حضرات کی دعاؤں کی برکت سے اب کچھ آرام ہے، اخویم سید عابد علی صاحب کی علالت ویسے ہی ہے، ایک دوست صوفی محمد طیب صاحب بھی دعا کے لئے کہتے ہیں، وہ بھی دو مہینوں سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ عبد الحکیم صاحب تین چار سال سے بیکار ہیں، دعا کے خواستگار ہیں۔

تقریب شادی:

بدوملہی سے چوہدری سید احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ "۲۵ مارچ کو چوہدری حبیب اللہ صاحب کے صاحبزادے افتخار احمد کا نکاح چوہدری محمد طیب صاحب کی صاحبزادی مجاہدہ بیگم سے دو ہزار روپیہ مہر پر مولوی مسیح زمان صاحب نے پڑھایا، چوہدری حبیب اللہ صاحب نے اس خوشی میں مبلغ پچاس روپیہ نقد اشاعت اسلام کے لئے مرحمت فرمائے، جزاہ اللہ خیرا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔"

چوہدری حبیب اللہ اور چوہدری محمد طیب دونوں چوہدری سلطان علی صاحب مرحوم کے صاحبزادے ہیں، ہر دو بھائیوں کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

ایک اور شادی:

جہلم سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ۲۶ مارچ کو شیخ عبد العزیز صاحب کی صاحبزادی حمیدہ بیگم کا نکاح ملک عبد الغنی صاحب کے صاحبزادہ ملک مشتاق احمد صاحب سے پانصد روپیہ مہر پر حکیم عبد العزیز صاحب نے پڑھایا، شیخ عبد العزیز صاحب نے مہمانوں کو پُرتکلف دعوتِ طعام دی، ملک عبد الغنی صاحب نے اس تقریب کی خوشی میں پانچ روپیہ اشاعت اسلام کے لئے چندہ دیا، شیخ عبد العزیز صاحب اور ملک عبد الغنی صاحب کو مبارکباد، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے دین و دنیا میں ترقیات اور خیر و برکت کا موجب بنائے۔

انتخاب عہدیداران:

جہلم سے حکیم عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں:- جماعت احمدیہ جہلم نے باتفاق مندرجہ ذیل انتخاب سال رواں کے لئے تجویز کیا ہے:- صدر:- بابو امام الدین صاحب۔ نائب صدر:- بابو عبد [illegible] صاحب۔ جنرل سیکرٹری:- حکیم عبد العزیز صاحب۔ خزانچی:- شیخ محمد عاشق صاحب۔ جائنٹ سیکرٹری:- ملک [illegible] صاحب۔

شکریہ و درخواست دعا:-

بنارس سے محترمہ ام داؤد ان احباب کا شکریہ ادا کرتی ہیں، جنہوں نے ان کی بچی طاہرہ رضیہ کے لئے دعائیں کیں، وہ لکھتی ہیں کہ ۱۴ فروری کو ہسپتال میں پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا گیا جو بفضلہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس کی والدہ بھی جس کی زندگی سے مایوسی ہو چکی تھی اور جو مجھ سے ہزاروں کوس دور ہے اب خدا کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ کہ خدا نے بلا ایک ذرا و ذرہ دعا ماں کی التجا کو شرف قبولیت بخشا، فالحمد للہ اس کے ساتھ ہی میں

(باقی صلے پر)

کراچی میں حضرت امیرایدہ اللہ تعالیٰ کی مصروفیات

کراچی ۲۷ مارچ (بذریعہ ڈاک) حضرت امیر کی روانگی سے پہلے ذیل کی چٹھی کراچی سے موصول ہوئی:-

حضرت امیر قوم۔ شیخ محمد حیات صاحب کی کوٹھی سے چوہدری امجد خاں صاحب کے مکان واقع ہسپتال روڈ پر تشریف لے آئے ہیں، چونکہ چوہدری صاحب کا مکان تقریباً شہر کے وسط میں ہے اس لئے احباب کرام کی سہولت کے لئے حضرت امیر قوم کے لئے یہ جگہ منتخب کی گئی ہے۔ یہاں ہر روز جماعت کراچی کے احباب آتے ہیں، اور جماعت کے استحکام اور دوسری متعلقہ باتوں پر گفت و شنید ہوتی رہتی ہے، غیر از جماعت احباب بھی یہاں آتے ہیں۔

غیر از جماعت دوستوں میں بھی حضرت ممدوح کے عقیدتمندوں کی خاصی تعداد ہے۔ جن کے متعلق چند ایک واقعات درج ہیں۔

جب دعوت نامے جاری کئے گئے تو متعدد غیر از جماعت دوستوں نے بذریعہ ٹیلیفون نہایت خوشی کا اظہار کیا اور اس دعوت کو بصد خوشی قبول کیا

دعوت کے موقعہ پر آنریبل جسٹس محمد بخش میمن صاحب نے (جو سندھ چیف کورٹ کے جج ہیں) حضرت امیر کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں آپ کے عقیدتمندوں میں سے ہوں، میرا غائبانہ تعارف عرصہ سے آپ کے ساتھ ہے۔ اور میں نے اپنے بچے کا نام بھی آپ کے نام پر رکھا ہے انہوں نے نہایت محبت اور اخلاص کا اظہار کیا۔

علامہ اقبال کے صاحبزادے مسٹر آفتاب اقبال جو حضرت امیر کے شاگرد بھی رہ چکے ہیں دعوت عصرانہ میں تشریف لائے، اس موقعہ پر حاضرین مجلس کے سامنے حضرت امیر نے علامہ اقبال کے ساتھ ایک دلچسپ مکالمہ کا ذکر فرمایا۔ آپ نے بیان کیا ...... کہ جب علامہ نے میرے پاس قادیان میں اپنے صاحبزادے آفتاب اقبال کو بھیجا تو ایک موقعہ پر علامہ سے میں نے کہا کہ حضرت امام زمان کے ہاں کس قدر روشنی ہے کہ آپ نے بھی اپنے صاحبزادے کو قادیان بھیجدیا۔ علامہ نے کہا کہ میں نے اپنے صاحبزادے کو قادیان نہیں بھیجا بلکہ "صدر الدین" کے پاس بھیجا ہے۔ اس پر حضرت مولانا نے ان سے فرمایا کہ حضرت امام زمان کی عظمت تو اس سے اور بھی بڑھ جاتی ہے، کہ آپ نے ان کے ایک خادم کے متعلق بھی یقین کر لیا تھا کہ وہ بھی رہنمائی کر سکتا ہے جس پر علامہ خاموش ہو گئے۔

اسی طرح دعوت کے موقعہ پر مختلف خیال کے لوگ حضرت ممدوح سے ملے۔ جماعت قادیان کے احباب نے بھی ملاقات کی اور تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔

ایک غیر از جماعت دوست شیخ عنایت اللہ صاحب مالک Dignity Stores Elphinstone Street بھی حضرت ممدوح کے عقیدتمندوں میں سے ہیں۔ انہوں نے تجویز کیا کہ حضرت مولانا صاحب کا ایک پبلک لیکچر کرانا چاہیئے مگر افسوس کہ قلت وقت کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔

حضرت امیر قوم جب سے تشریف لائے ہیں، جماعت کے مختلف احباب جوش محبت سے انہیں دعوتیں دے رہے ہیں، مثال کے طور پر میاں منصور احمد صاحب، خواجہ صلاح الدین احمد صاحب، کیپٹن گرانڈ ہیں۔ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی، بمبئی کے مشہور سیٹھ اسمٰعیل جی کے صاحبزادے نیز علامہ اقبال کے صاحبزادے آفتاب اقبال کے ہاں بھی دعوت طعام و چائے ہوئی، جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور خانصاحب میاں رحیم بخش صاحب، شیخ کرامت اللہ صاحب، ان کے علاوہ دیگر احباب کے ہاں بھی دعوتیں دی جا رہی ہیں، چوہدری امجد خاں صاحب کے ہاں دن رات احباب اور غیر از جماعت دوستوں کا تانتا بندھا رہتا ہے، ایک معزز سیٹھ منظور الحسن صاحب بھی حضرت امیر سے عقیدت رکھتے ہیں، وہ ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں انہوں نے بھی پُرتکلف لنچ دیا۔

خانبہادر غلام ربانی خانصاحب بھی اور جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بھی دعوتوں میں شرکت فرماتے رہے ہیں۔ حضرت امیر قوم نے یہاں نماز جمعہ دو دفعہ پڑھائی اور خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔ آپ نے ہر دو خطبوں میں (جو الگ برائے اشاعت ارسال کئے جائیں گے) کراچی اور سرحد میں جماعت کے دو بلند پایہ مشن قائم کرنے کی تجویز فرمائی، اور تحریک فرمائی کہ احباب جماعت ان میں دل کھول کر حصہ لیں۔ کراچی میں جماعت کا مشن قائم کرنے کے متعلق محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور جناب چوہدری امجد خاں صاحب نے حضرت امیر محترم کو یقین دلایا کہ اس کام کو ضرور تکمیل دی جائے گی۔ اور اس کام کے لئے رقوم دینے کے وعدے بھی فرمائے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے احباب نے بھی حصہ لیا ہے آج حضرت امیر قوم اور چوہدری امجد خاں صاحب مختلف احباب کے ہاں تشریف لے جا رہے ہیں تا کہ ضروری جماعتی امور کے متعلق ان سے گفت و شنید کی جائے۔ غرضکہ حضرت ممدوح کے آنے سے جماعت کراچی میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی ہے، ابتک میاں نصیر احمد صاحب فاروقی، شیخ نذیر احمد صاحب، خواجہ ...

کیا مجددین کا سلسلہ تکمیل قرآن کے منافی ہے؟

پرویزی استدلال کا ایک نمونہ

مولانا محمد یعقوب خان صاحب

"طلوع اسلام" نے رد احمدیت کے لئے ایک آسان نسخہ تجویز کیا ہے۔ اپنے ۲۶ مارچ کے پرچہ میں زیر عنوان "بہائیت و مرزائیت" رقمطراز ہے کہ مسلمان برسوں سے مرزا صاحب سے جو مناظرات کرتے رہے ہیں اور ان کے دلائل کا رد پیش کرتے رہے ہیں وہ سب کچھ بے سود تھا۔ پھر لکھتا ہے:۔

"اصل سوال ان کے دلائل کا نہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ آیا قرآن اپنی راہ نمائی سے عاجز آ چکا ہے یا اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کی ہمیشہ کے لئے راہ نمائی کر سکے ...... ہمارا چونکہ ایمان ہے کہ قرآن تمام نوع انسانی کے لئے ہمیشہ تک کے لئے کامل راہنمائی دینے کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے ہم کسی مرزائی کی کسی دلیل پر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے"

اب قارئین مندرجہ ذیل اقتباسات پر نظر ڈالیں جو اسی پرچہ سے پیش کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ "طلوع اسلام" قرآنی فکر کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا لٹریچر جس قدر زیادہ شائع ہوگا اسی قدر قرآنی فکر عام ہوگی اور اسی نسبت سے قرآنی انقلاب قریب سے قریب تر آتا جائے گا"

کیوں صاحب کیا قرآن ہماری راہنمائی کے لئے کافی نہیں؟ کیا قرآن سے ہم قرآنی فکر حاصل نہیں کر سکتے؟ کیا قرآن سے ہم قرآنی انقلاب کو قریب تر نہیں لا سکتے؟ کیا قرآن "طلوع اسلام" کا محتاج ہے کہ اپنے معارف کو لوگوں پر آشکارا کرے؟ کیا مندرجہ بالا اقتباس کا صاف نتیجہ یہ نہیں ہے کہ اگر "طلوع اسلام" نہ ہوتا تو نہ کوئی قرآن کو سمجھ سکتا نہ قرآنی انقلاب بپا ہو سکتا؟ یعنے آخری ہدایت نامہ قرآن نہیں بلکہ "طلوع اسلام" ہے جس کے بغیر قرآن اس سے قاصر ہے کہ مسلمانوں کے دل و دماغ کو منور کر سکے یا ان میں زندگی کے نئے ولولے ابھار سکے۔

کیا کہتے ہیں علماءِ کرام اسلام جدید پرویزی دربارہ اس مسئلہ کے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ اگر "طلوع اسلام" کو یہ حق حاصل ہے اور اس سے قرآن کی راہنمائی پر کوئی حرف نہیں آتا تو بتایئے کہ احمدیہ تحریک کو کیوں یہ حق نہیں کہ قرآن کے ہوتے ہوئے لوگوں کو قرآن کے نور اور زندگی کی طرف بلائے۔

۲۔ لیجئے ایک اور اقتباس اسی ۲۶ مارچ کے پرچہ "طلوع اسلام" سے جو غلام احمد پرویز صاحب کی ایک تصنیف "فردوس گم گشتہ" کا اشتہار ہے:۔

"دور حاضر کے نوجوان طبقہ کے دلوں میں جس عقابی روح کی بیداری کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ اس کے بال و پر کی بالیدگی میں مفسر قرآن جناب پرویز کے فکر عمیق اور اسلوب بلیغ کا حصہ نمایاں ہے۔ فردوس گم گشتہ اسی صاحب نظر کے تفکر و اسلوب کا دلکش مجموعہ ہے جو ملت کی متاع گم شدہ کی بازیابی کی راہ بتاتا ہے اور ہر حساس قلب کو جس میں تخلیق نو کی آرزو موجزن ہے پکار پکار کر کہتا ہے کہ

صورتگری را از من بیاموز
شاید کہ خود را باز آفرینی"

انا للہ وانا الیہ راجعون! کہاں گیا وہ قرآن کی کامل راہنمائی کا نظریہ؟ عقابی روح کے لئے مسلمان نوجوانوں کو تو قرآن کی بجائے پرویز صاحب کی کتاب "فردوس گم گشتہ" کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ نہیں نہیں۔ تعلی اس سے بڑھ کر ہے۔ اگر مسلمان دوبارہ مسلمان بننا چاہتا ہے تو اسے "فردوس گم گشتہ" سے اکتساب فیض کرنا چاہیئے۔

کیوں صاحب۔ یہ ختم نبوت کے بعد نبی نبوت کا دعویٰ کیسا؟ اگر قرآن کی جگہ "فردوس گم گشتہ" نے لے لی اور ہدایت کا وہ سرچشمہ اب نہ مسلمانوں میں عقابی روح پیدا کر سکتا ہے اور نہ ملت کی متاع گم گشتہ کو واپس لا سکتا ہے تو بتایئے وہ دعوے کہاں گیا کہ قرآن انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہے۔

پرویز صاحب! آنچہ بر خود مپسندی بر دیگراں ہم مپسند۔ اگر آپ قرآن کے ہوتے ہوئے قرآنی تعلیمات کے علمبردار بغیر کسی قباحت کے ہو سکتے ہیں تو احمدیہ تحریک پر اسی مشن کے لئے کیوں زبان طعن دراز کرتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ احمدیت کے خلاف پرویز صاحب کا نیا حربہ ایک ایسے نظریئے پر قائم ہے جسے ایک طفل مکتب بھی دیکھ کر ہنسنے پر مجبور ہوگا کیا پرویز صاحب لکھے پڑھے لوگوں کی سمجھ کی تحقیر نہیں کرتے جب آپ نہایت سنجیدگی سے انہیں یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن کے ہوتے ہوئے نہ کسی مفسر قرآن کی ضرورت ہے نہ کسی اور علم کی ضرورت ہے۔ نہ کسی نمونہ کی ضرورت ہے۔ ہاں صرف ایک "طلوع اسلام" کی ضرورت۔

قرآن تو خود لکھتا ہے ان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ مگر پرویز صاحب کہتے ہیں کہ نہیں صاحب صرف قرآن کافی ہے یا پھر "طلوع اسلام" سنت رسول کی ضرورت ہی نہیں۔ قرآن کی علمبرداری کا دعوے اور قرآن کی عملی تکذیب!

قرآن کہتا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ پرویز صاحب کہتے ہیں کہ نہیں صاحب سنت رسول کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جب قرآن موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس اصول کو بھول جاتے ہیں جب پرویزی سنت کو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیش کرتے ہیں

"طلوع اسلام" نے اپنی شہادت سے اس امر پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ اس کا یہ نظریہ کہ چونکہ قرآن کامل ہے اور ہمیشہ کے لئے ہدایت اور نور ہے اس لئے ہدایت کے لئے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ایک لفظی بھول بھلیاں ہے جس سے وہ سطحی نظر قارئین کو دھوکہ دیتا ہے۔ بیشک قرآن کریم آخری اور مکمل اور دائمی ہدایت نامہ ہے مگر خود قرآن کریم کا بھی یہ منشاء نہیں کہ اس کی تعلیمات کی کنہہ تک پہنچنے کے لئے انسان کسی اور ذریعہ سے اکتساب فیض نہ کرے۔ ایسے ذرائع میں سے سب سے بڑا ذریعہ اسوۂ رسول ہے جسے خود قرآن نے قرآن کو سمجھنے کے لئے پیش کیا ہے اور جسے بدقسمتی سے پرویز صاحب ردی کی ٹوکری کے سپرد کر رہے ہیں۔ مجددین کا سلسلہ بھی اللہ تعالےٰ نے اسی لئے امت میں قائم کیا ہے کہ جب مرور زمانہ سے قرآنی حقائق پر پردے پڑ جاتے ہیں تو ایک صاحب نظر انسان جسے آسمانی روشنی دیجاتی ہے ان پردوں کو ہٹائے اور اس نور ایمان کو تازہ کرے جو انسانی غفلتوں سے مدھم پڑ جاتا ہے مگر یہ بجائے خود ایک مضمون ہے کہ مجددین کا سلسلہ قرآن کریم کی تکمیل کے منافی نہیں بلکہ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس پر میں آیندہ کسی صحبت میں بحث کروں گا۔ اس وقت میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ "طلوع اسلام" کا یہ آخری حربہ بھی بے اثر ثابت ہوا۔ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے بھی اگر "طلوع اسلام" اور "فردوس گم گشتہ" اور مفکر قرآنی کی ضرورت ہے تو یقیناً تحریک احمدیت کی بھی ہے جس کا اس سے بڑھ کر کوئی دعوے اور کوئی مشن نہیں کہ انسان کی قرآن کی روشنی کی طرف رہنمائی کرے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــــ مورخہ ۶ر اپریل ۱۹۵۵ء

بہائیت اور احمدیت

گذشتہ اشاعت میں ہم اس حقیقت پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ "طلوع اسلام" کا یہ خیال سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے مرزا علی محمد باب اور بہاء اللہ کی طرح اسلام سے مایوس ہو کر ایک نئے ظہور کا دعوےٰ کیا۔ مایوس ہونا تو ایک طرف وہ تو اسلام ہی کو موجودہ علمی دنیا کا غالب مذہب یقین کرتے اور اس کے غلبہ، اس کی فتح اور اقبال کی پیشگوئیاں کر رہے ہیں۔ اس یقین و ایمان کو لے کر کھڑے ہوئے کہ اسلام کا سورج اب مغرب سے طلوع ہونے والا ہے، اور سلطنت انگلشیہ کے بڑے بڑے رکن توحید کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں" اور "یہ لوگ اسلام کے انڈے ہیں جن سے عنقریب ملت کے بچے پیدا ہوں گے اور ان کے منہ دین اسلام کی طرف پھیرے جائیں گے" اس زمانہ میں جب بقول طلوع اسلام یہ خیال پیدا ہو چکا تھا کہ:-

"اسلام بحیثیت ایک زندہ مذہب کے ختم ہو چکا ہے"

حضرت مرزا غلام احمد ہی تھے جنہوں نے کھلے لفظوں میں اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا اعلان کیا اور بتایا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ اسلام اپنی تعلیمات اور روحانیت کی وجہ سے دنیا پر غالب آ جائے گا، صرف وہی ایک انسان تھا جس کو اس مایوسی کے عالم جو بقول پرویز صاحب "انیسویں صدی میں اسلام کے متعلق چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی" یہ خواب آتے تھے کہ:-

"میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے"

کیا ایسے خواب اس شخص کو آ سکتے ہیں جو اسلام سے مایوس ہو چکا ہو؟ کیا ایک مایوس انسان کو لندن جیسے شہر کے اندر صداقت اسلام پر وعظ کرنے اور سفید پرندے پکڑنے یعنے انگریزوں کو مسلمان کرنے کا وہم بھی ہو سکتا ہے چہ جائیکہ اس قسم کے خواب اسے آئیں، جو خدا کے فضل سے آج پورے بھی ہو چکے ہیں اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی ہی ایک جماعت ہے، جس کے ذریعہ سے آج یورپ میں اسلام کی آواز بلند ہو رہی ہے، یورپ کے سفید پرندے جو اپنے علم وفضل کے لحاظ سے آسمانوں تک پرواز کر رہے ہیں مرزا غلام احمد کے ماننے والوں کے وعظ و تبلیغ سے توحید کے قائل ہوتے جا رہے ہیں، کیا یہ توفیق مرزا غلام احمد کے سوائے کسی اور کو میسر آئی؟ کیا اس شخص کو اسلام سے مایوس قرار دینا اپنی دیانتداری کا ماتم کرنا نہیں؟

لیکن اس جسارت کو دیکھئے کہ ایسے کھلے واقعات سے آنکھیں بند کر کے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اس شخص کے ساتھ کھڑا کیا جاتا ہے، جو اسلام کے متعلق مایوس ہی نہیں بلکہ اسے منسوخ قرار دے کر خود الوہیت کے مقام پر جا کھڑا ہوتا اور ایک نئی کتاب اور نئی شریعت دنیا کو دیتا ہے، کیا مرزا غلام احمد صاحب کی ساری زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا دکھایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کبھی کسی نئی کتاب یا نئی شریعت لانے کا دعوےٰ کیا ہو، کیا ان کی تمام تحریرات اور تقاریر میں اسلام کی متابعت، محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت اور قرآن کی اشاعت کے جذبہ کے سوائے کسی اور چیز کا بھی خیال پایا جاتا ہے پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ:-

"بہاء اللہ کا مسلک مرزا غلام احمد سے زیادہ صاف اور دیانتدارانہ تھا"

کیا جو شخص اسلام کا فدائی، محمد رسول اللہ صلعم کا عاشق، اور قرآن پر عامل ہو، اور دنیا کو اس کی طرف دعوت دیتا ہو، جس کے وجود سے اسلام کا نام دنیا میں بلند ہو رہا ہو وہ دیانتدار نہیں اور دیانتدار وہ ہے جو مظہر اللہ ہونے کا دعوےٰ کرتا اور قرآن کو منسوخ قرار دیتا، محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کے زمانہ کو ختم کر کے ایک نئی شریعت دنیا کو دیتا ہے اور جس کے ماننے والے مسلمانوں میں مسلمان، ہندوؤں میں ہندو اور سکھوں میں سکھ اور عیسائیوں میں عیسائی بنے ہوئے خفیہ خفیہ بہائی خیالات کا پرچار کرتے رہتے ہیں؟ تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ شاید اسی دیانتداری سے متاثر ہو کر پرویز صاحب نے حدیثوں کے خلاف وہ فتنہ برپا کرنا شروع کیا ہے جو ساڑھے تیرہ سو سالہ اسلام کو عجمیت کا مرقع قرار دے کر ایک نیا قرآن اور نیا اسلام دنیا کو دینا چاہتا ہے وہ یاد رکھیں کہ ان کی یہ غیر دیانتدارانہ چالیں اس اسلام کو مٹا نہیں سکتیں جو مرزا غلام احمد نے قرآن اور سنت کی روشنی میں دنیا کے سامنے رکھا ہے اور مہذب دنیا کا اہل علم طبقہ اسے قبول کرتا چلا جا رہا ہے۔

پرویز صاحب کا یہ بیان کہ باب اور بہاء اللہ کی طرح

"پنجاب میں مرزا غلام احمد نے ایک نئے ظہور کا دعوےٰ کر دیا"

اور اپنے آپ کو "نبی بلا کتاب" قرار دیا۔

"حالانکہ نبی بلا کتاب کا تصور ہی بے معنی ہے یہی وجہ ہے جو ہم نے کہا ہے کہ بہاء اللہ کا دعوےٰ مرزا صاحب کی نسبت زیادہ دیانتدارانہ تھا"

یہ ایک اور غیر دیانتدارانہ عبارت ہے حضرت مرزا صاحب نے کبھی اپنے آپ کو نبی بلا کتاب یا با کتاب نہیں کہا ہمیں معاف کیا جائے اگر ہم یہ کہیں کہ دعوےٰ نبوت ان کی طرف منسوب کرنا ہی ایک کھلی ہوئی بد دیانتی ہے، نبی کا لفظ بے شک انہوں نے اپنے لئے استعمال کیا ہے لیکن صرف محدث کے معنوں میں، اور یہ محض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کو واضح کرنے اور یہ بتانے کے لئے استعمال کیا گیا کہ اس زمانہ میں بھی آپ کی کامل متابعت سے اللہ تعالیٰ مکالمہ و مخاطبہ کا دروازہ اپنے بندوں پر کھولتا ہے اور ہمیشہ کھولتا رہے گا۔ کیونکہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور باب اور بہاء اللہ کا یہ خیال کہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کا فیضان ختم ہو چکا ہے سراسر باطل ہے، یہ فیضان کثرت مکالمہ الٰہیہ کی شکل میں آج بھی جاری ہے، شریعت اسلام چونکہ کامل شریعت ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کامل نبی، اس لئے ان کی اتباع سے خدا کا قرب اور مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا شرف خدا کے پاک بندوں کو ہمیشہ حاصل ہوتا رہا ہے، جس میں آئندہ کی خبریں، بشارتیں اور پیشگوئیاں ہوتی ہیں، لغت نے اس کا نام نبوت رکھا ہے، اور انہی معنوں میں حضرت مرزا صاحب پر نبی کا لفظ بولا گیا، جو فی الحقیقت بہائیت کا ابطال، اور اسلام کو زندہ مذہب ثابت کرتا ہے، تعجب ہے کہ پرویز صاحب نے اس کو دعوےٰ نبوت قرار دے کر بہائیت کا ہم پلہ ٹھہرا دیا ـــــ کیا یہ ایک کھلی فریب کاری، اور غیر دیانتدارانہ طریق استدلال نہیں؟

خوب یاد رکھئے مرزا غلام احمد ہی ایک شخص ہے، جس کا دعوےٰ مجددیت و مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اسلام کو زندہ مذہب ثابت کرتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو اسلام اس زمانہ میں ایک خشک منطقی مذہب رہ جاتا ہے جو بقول حکیم رومی ؒ

پائے استدلالیاں چوبیں بود

کا مصداق ہوگا، اسلام کی زندگی فلسفیانہ استدلال سے بڑھ کر آج اس روحانیت میں ہے جس کے متعلق مولانا روم نے فرمایا ہے ؎

اے کہ خواندی حکمت یونانیاں
حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

اسی "حکمت ایمانیاں" کو مرزا غلام احمد نے اپنے وجود سے ظاہر کیا ہے یہ کوئی نیا ظہور نہیں بلکہ اسی اسلام کا ظہور ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے محمد رسول اللہ صلعم نے تلقین کیا، یہی اسلام انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب اور فتحمند ہو کر رہے گا، پرویز صاحب اس روحانیت اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا انکار کر کے اسلام کو جو عجمیت کا لباس پہنانا چاہتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

کامیابی

محترم خان بہادر غلام ربانی خان صاحب کے فرزند ارجمند بشیر احمد صاحب کے ولایت سے کامیاب واپس لوٹنے اور اس خوشی میں خان بہادر صاحب کی طرف سے مبلغ بیس روپیہ کے عطیہ اشاعت اسلام کی خبر گذشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے، اب یہ معلوم کر کے تامزید مسرت کا موجب ہے کہ عزیز ممدوح نے پی ایس سی ایم کس کا امتحان پاس کرنے کے بعد سی ایس پی (سول سروس آف پاکستان) کا جو امتحان لندن ہی میں دیا تھا اس میں بھی ان کے پاس ہونے کی خبر آئی ہے فالحمد للہ ہم اس کامیابی پر عزیز ممدوح اور ان کے والد ماجد خان بہادر صاحب اور دادا صاحب محترم خان مطیع اللہ خان صاحب کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید دینی و دنیوی کامیابیاں عطا فرمائے۔

اس کامیابی کی خبر موصول ہونے پر خان بہادر غلام ربانی خانصاحب نے بیس روپیہ کا مزید عطیہ انجمن کو بھیجا ہے۔

اخبار و افکار

کابل کی شر انگیزی

گزشتہ ہفتہ کے اہم ترین واقعات میں سے کابل کی شر انگیزی کا واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یوں تو حکومت افغانستان قیام پاکستان کے دن سے ہی ہندوستان کی شہ پر اسے نقصان پہنچانے کے درپے ہے لیکن اس کی یہ شر انگیزی آج تک صرف مخالفانہ پراپیگنڈا تک ہی محدود تھی، اب مغربی پاکستان کے ایک یونٹ بنائے جانے پر اس کی مخالفت عملی جارحیت کا رنگ اختیار کر چکی ہے، چنانچہ چند دن ہوئے وزیر اعظم افغانستان نے ایک یونٹ کے خلاف ایک نہایت زہریلی تقریر کی اور ایک یونٹ کے منصوبہ کو ایک خطرناک اقدام قرار دیتے ہوئے اہل افغانستان کو پاکستان کے خلاف مشتعل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، اس تقریر کا مکمل ریکارڈ بھی دوسرے دن کابل ریڈیو سے نشر کیا گیا، جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک مشتعل ہجوم نے پاکستانی سفارتخانہ پر دھاوا بول دیا اور پاکستانی پرچم کو پھاڑنے کی کوشش کی، حکومت پاکستان کا اپنا بیان ہے کہ باوجودیکہ وزیر اعظم افغانستان کا اپنا دفتر سفارت خانہ کے نزدیک ہی تھا اور وہاں کئی فوجی دستے موجود تھے اور باوجودیکہ یہ غنڈہ گردی کئی گھنٹے جاری رہی تاہم پولیس یا فوج نے کوئی مداخلت نہ کی، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ سفارت خانہ کا بہت سا سامان توڑ پھوڑ دیا گیا ہے، ارکان عملہ پر حملے کئے گئے جن میں سے بعض زخمی بھی ہوئے، پھر یہیں تک بس نہیں کی ان کے دو دن بعد جلال آباد میں بھی ایک افغان ہجوم نے پاکستانی قونصل خانہ پر حملہ کر کے ان کا سارا سامان اور فرنیچر تباہ و برباد کر دیا۔

ہمیں افسوس ہے کہ پاکستان کے خلاف یہ شر انگیزی ایک مسلمان حکومت کی طرف سے عمل میں آ رہی ہے جس نے تمام پاکستان میں غم و غصہ کی لہر دوڑا دی ہے، اور ہر شہر اور قصبہ میں جلسوں جلوسوں کے ذریعہ حکومت افغانستان کے اس ناپاک اقدام کی نہ صرف مذمت ہی کی جا رہی ہے بلکہ حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ افغانستان کو اس شر انگیز اقدام کی معافی مانگنے اور نقصان کی تلافی کرنے پر مجبور کرے ورنہ اس سے تمام سفارتی تعلقات توڑ دیئے جائیں اور تجارتی رعایتیں جو پاکستان میں اسے حاصل ہیں بند کر دی جائیں۔

حکومت پاکستان نے بھی واضح لفظوں میں افغانستان کو متنبہ کیا ہے کہ پاکستان اپنے داخلی معاملات میں بیرونی مداخلت کو برداشت نہیں کرے گا اس نے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ حکومت افغانستان نہ صرف تمام نقصانات کی تلافی کرے بلکہ پاکستانی جھنڈے کو از سر نو سفارت خانہ پر لہرا کر اسے فوجی پریڈ میں سلامی دے، صرف یہی نہیں بلکہ افغانستان کی طرف سے کسی جارحانہ خطرہ کے پیش نظر پاکستانی دستوں کو بھی ہوشیار کر دیا گیا ہے۔

ان حالات و واقعات پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے، اس وقت جب غیروں کی طرف سے اسلام اور اسلامی سلطنتوں کو مٹانے کے سامان ہو رہے ہیں اور تمام مسلمان حکومتوں کو مل کر ایک متحدہ بلاک بنانے کی ضرورت ہے افغانستان کا پاکستان کے خلاف یہ اقدام نہایت رنجدہ اور شرمناک ہے، حکومت افغانستان کی سلامتی اسی میں ہے کہ پاکستان سے معافی مانگ کر اپنے دوستانہ تعلقات کو از سر نو استوار کرے ورنہ اگر معاملہ بڑھ گیا تو اس کا اپنا ہی زیادہ نقصان ہوگا۔

ایک یونٹ

حکومت پاکستان نے ملک کی سالمیت اور اتحاد کے لئے مغربی پاکستان کے سات صوبوں اور ریاستوں کو ایک یونٹ کی شکل دینے کا جو فیصلہ آج سے چند ماہ پہلے کیا تھا، وہ اب بروئے کار آ رہا ہے اور یہ اعلان کیا گیا ہے کہ آخر مئی تک تمام صوبوں اور ریاستوں کو (صوبہ سرحد کی ریاستیں شامل نہیں) ملا کر ایک ہی انتظامی اور سیاسی یونٹ بنا دیا جائے گا۔

یہ اعلان پاکستان کی تاریخ میں خاص اہمیت کی نظر سے دیکھا جائے گا کیونکہ ایک یونٹ کے بن جانے سے نہ صرف مغربی پاکستان کی انتظامیہ مشینری بہتر شکل اختیار کر لے گی اور اخراجات بہت کم ہو جائیں گے بلکہ ملک کے مختلف صوبوں میں بٹ جانے کی وجہ سے جو صوبائی عصبیت پیدا ہو رہی ہے اور ایک ہی ملک اور ایک ہی قوم بلکہ ایک ہی مذہب کے لوگوں میں باہمی بغض و عداوت کی جو خلیجیں حائل ہو رہی ہیں وہ ختم ہو کر اتفاق و اتحاد کی صورت پیدا ہو جائے گی، ہمیں خوشی ہے کہ حکومت نے اپنے اس اقدام سے پاکستان کی سالمیت کو مضبوط کرنے کے لئے ایک ایسا ٹھوس قدم اٹھایا ہے جو نہ صرف ملک کی سلامتی اور امن کو برقرار رکھنے اور ترقی دینے کا موجب ہوگا، بلکہ مسلمانوں کے بین الصوبائی اختلافات کا قلع قمع کر دے گا۔

یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایک یونٹ کی حکومت کا دار الخلافہ لاہور ہوگا، اور آج کی خبروں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گورنر جنرل پاکستان نے اپنے خاص اختیارات سے نواب مشتاق احمد گورمانی کو ایک یونٹ کا گورنر اور ڈاکٹر خان صاحب کو وزیر اعلیٰ مقرر کیا ہے۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت کے اس منصوبہ کو کامیاب اور بامراد کرے اور جو اعلیٰ مقاصد اس سے وابستہ کئے گئے ہیں ان کو بروئے کار لائے۔

آتشی مقابلہ

حضرت مسیح موعودؑ نے روس اور انگریز کو یاجوج ماجوج قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ:-

"یہ لفظ (یاجوج ماجوج) اجیج سے مشتق ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آتشی کاموں کے ساتھ ان کا بڑا تعلق ہوگا اور وہ آگ سے کام لینے میں بہت مہارت رکھیں گے گویا آگ ان کے قابو میں ہوگی، اور دوسرے لوگ اس آتشی مقابلہ میں ان سے عاجز رہ جائیں گے" (ملفوظات ص ۲۲۷)

خدا کی شان ماموررربانی کی یہ بات آج ہمارے سامنے ایک عملی حقیقت کی شکل میں نمایاں ہو چکی ہے، یاجوج ماجوج کا آتشی مقابلہ آج کس کو نظر نہیں آ رہا، روس کہتا ہے میرے پاس ایٹم بم، اور ہائیڈروجن بم سب سے زیادہ ہیں اور دنیا کو آناً فاناً تباہ کرنے میں کوئی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا، امریکہ کا دعوےٰ ہے کہ اس کے آتشیں آلات اور بم تمام دنیا کو جہنم زار بنا دینے میں ایسا فوری اثر رکھتے ہیں، کہ کسی دوسرے کو مجال دم زدن نہیں، برطانیہ میں بھی آتشی مقابلہ کے لئے وسیع پیمانہ پر ہائیڈروجن بم کی تیاری کا سامان ہو رہا ہے، اللہ تعالےٰ ہی اس "آتشی مقابلہ" سے دنیا کو محفوظ و مامون فرمائے۔

جعل سازی

نوائے وقت سے بلا تبصرہ:-

"جماعت اسلامی کوئی نہ کوئی مہم ہمیشہ جاری رکھتی ہے، اور اس کی ہر مہم میں ایک لازمی پروگرام یہ ہوتا ہے کہ اخبارات کے نام خطوط کی بھرمار کر دی جائے۔ یہ خطوط دو قسم کے ہوتے ہیں اول وہ جن میں اس مہم کی تائید میں جلسوں اور قرار دادوں کی روئداد ہوتی ہے، دوسرے وہ خطوط جن میں اخبارات کے ایڈیٹروں پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ اس مہم کی تائید کریں۔ لاہور کے کسی اخبار کے ایڈیٹر سے اس امر کی تصدیق کی جا سکتی ہے کہ دوسری قسم کے خطوط کا لب و لہجہ عام طور پر نا ملائم اور غیر شائستہ ہوتا ہے مگر ایک بات دونوں قسم کے خطوط میں مشترک ہوتی ہے اور وہ یہ کہ بیشتر خطوط جعلی ہوتے ہیں، ایک ہی آدمی بیٹھ کر آٹھ دس خط لکھ دیتا ہے اور ان پر مختلف نام و پتے لکھ کر ڈاک میں ڈال دیتا ہے۔ آج کل بھی جماعت اسلامی ایک مہم چلا رہی ہے اور ہمیں ہر روز ایسے خطوط موصول ہوتے ہیں جن میں یہی تکنیک برتی جاتی ہے مثلاً ہمیں آج بھی پہلی ڈاک سے تین پوسٹ کارڈ موصول ہوئے ہیں ...... دراصل یہ تینوں پوسٹ کارڈ ایک ہی شخص نے لکھے ہیں اور انہیں ایک ہی جگہ سے ڈاک میں ڈالا گیا ہے، ظاہر ہے کہ ان خطوط کا مقصد اخبارات (اور حکومت) کو مرعوب و متاثر کرنا ہے۔ مگر اس جعلسازی سے اور بڑا اثر مرتب ہوتا ہے ...... جماعت اپنا ..."

قرآن کریم کی تعلیم سے ہر زمانہ اور ہر ملک میں اولیاء اللہ پیدا ہوئے

عباد الرحمٰن کی اعلیٰ صفات اور ان کے پاکیزہ نتائج

خطبۂ جمعہ مورخہ یکم اپریل ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

تبارك الذی جعل فی السماء بروجًا وجعل فیها سراجًا وقمرًا منیرًا...... قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم فقد کذبتم فسوف یکون لزامًا (سورۃ الفرقان)

قرآن کریم کی تعلیم کا ابدی و دائمی اثر

قرآن کریم کی تعلیم ابدی اور دائمی ہے، ان آیات میں مسلمانوں کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں، وہ صفات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے عمل میں لوگوں نے دیکھیں، اور اور مشرق سے لے کر مغرب تک ان صلحائے امت کے اندر وہ صفات مشاہدہ میں آئیں جو صحابہ کے بعد پیدا ہوتے رہے، قرآن اولیاء اللہ پیدا کرسکتا ہے اور اس کی تعلیم پر چلنے سے لوگ اولیاء اللہ بن گئے، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ہر ملک اور ہر زمانہ میں اولیاء اللہ پیدا ہوئے جن میں یہ تمام صفات پائی جاتی تھیں جو ان آیات میں یہاں بیان ہوئی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تعلیم ایسی ابدی اور دائمی ہے کہ کسی زمانہ میں بھی اس کا اثر زائل نہیں ہوتا، اس زمانہ میں بھی اگر اسلامی دنیا کے اندر سفر کریں تو قرآن اور نبی کریم صلعم کے عاشق ہر جگہ ملیں گے وہ لوگ جو ماحول کی خرابیوں کی وجہ سے بہک جاتے ہیں اور ان کی عملی حالت اچھی نہیں رہتی، ان کے دلوں میں بھی قرآن کی لگن موجود ہے اور وہ انتظام کرتے ہیں کہ ان کی اولاد خراب نہ ہو اور ان کے اندر وہ صفات پیدا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب ہوتے۔

ستاروں اور سورج چاند میں برکات الٰہی

یہاں ان آیات میں فرمایا ہے تبارك الذی جعل فی السماء بروجًا خدا کی صفات میں برکات ہیں، اس کی حکومت بڑی بابرکت حکومت ہے، چنانچہ دوسری جگہ فرمایا تبارك الذی بیدہ الملك، وہ بڑی ہی بابرکت ذات ہے جس کے ہاتھ میں کل دنیا کی حکومت ہے، فرمایا آسمان کی طرف دیکھو، اس کی برکات میں سے ہے کہ آسمانوں میں بروج بنائے، بروج کیا ہیں، حضرت ابن عباس نے بروج کا ترجمہ کیا ہے الکواکب العظام بہت بڑے بڑے ستارے بروج کے معنے میں ظاہر ہوا، تو اس آسمان کے ان ایسے ستاروں کا ظاہرہ موجود ہونا جو بہت بڑے حجم رکھنے کے باوجود گرتے نہیں پڑتے، یہ خدا تعالیٰ کے علم اور قدرت کا نشان ہے اور ان برکات میں سے ہے جو دنیا کے لئے باعث رحمت ہیں، اور ان ستاروں کے علاوہ وہ بڑے عظیم نیروں کا ذکر کیا وجعل فیها سراجًا وقمرًا منیرًا اسی آسمان میں سورج بھی اور چاند بھی ہیں جو اپنی گرمی اور روشنی سے دنیا کو بہت بڑے بڑے فوائد پہنچانے اور بہت بڑی برکات کا موجب ہیں۔

رات اور دن کی برکات اور قدرت الٰہی کا نظارہ

پھر فرمایا وھو الذی جعل اللیل والنهار خلفة لمن اراد ان یذکر او اراد شکورًا اس سورج اور چاند کا جو اثر زمین پر پڑتا ہے اس سے رات اور دن پیدا ہوتے ہیں، جن کے اندر بہت بڑے بڑے انعامات اور بڑی راحت کے سامان ہیں، دن کو انسان اپنی معیشت کے سامان کرتا ہے اور جد وجہد میں لگا رہتا ہے، پھر جب رات آتی ہے تو سکون پیدا کر دیتی ہے، رات اور دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا اور اسی طرح سے کبھی دنوں کا لمبا ہونا اور کبھی راتوں کا لمبا ہونا مختلف موسم پیدا کرتا ہے تولج اللیل فی النهار وتولج النهار فی اللیل۔ رات کا دن میں داخل ہونا اور دن کا رات میں داخل ہونا یہ بڑی برکات اور فوائد اپنے اندر رکھتا ہے، رات کے گھٹنے اور دن کے بڑھنے سے حرارت بڑھتی جاتی ہے، پھل پھول کھلنے لگتے ہیں، پرندے انڈے بچے دیتے اور چہچہاتے ہیں، انسانوں کے اندر حرارت غریزی بڑھ جاتی ہے لمن اراد ان یذکر او اراد شکورًا کوئی شخص چاہے تو اس رات دن کے تغیر و تبدل سے خدا کو دیکھ لے، اس سے صاف نظر آتا ہے کہ اس کی قدرت اور علم بہت بڑا ہے۔ اور اس کی قدرت میں ایصال خیر اور منفعت بھی ہے جو دن رات کے اختلاف، اور مختلف موسموں میں نظر آتی ہے یعنی وہ سرچشمہ قدرت بھی ہے اور منبع فیوض بھی ہے۔

عباد الرحمٰن کا حلم وانکسار اور تحمل وبردباری

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونًا۔ اس عرفان اور احسانات الٰہی کا اثر بندوں کے دلوں پر پڑتا ہے اور رحمانیت الٰہی تمہیں اپنا بندہ بنانا چاہتی ہے تاکہ تمہارے اندر بھی کوئی فیاضی اور رحم پیدا ہو، تمہارے طریق بود و باش معاملات اور لین دین وغیرہ میں رحمانیت الٰہی جھلکتی ہو، فرماتا ہے عباد الرحمٰن تو ایسے ہوتے ہیں کہ یمشون علی الارض هونًا وہ سخت گیر نہیں ہوتے، نہایت حلیم طبیعت اور منکسر المزاج ہوتے ہیں اور ان کی چال ڈھال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تکبر نہیں بلکہ حلم و انکسار ان کی طبیعتوں میں ہے واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلامًا۔ کبھی کبھی کسی بداطوار انسان سے بھی ان کا واسطہ پڑ جاتا ہے، کوئی بداطوار انسان ان سے الجھنا چاہتا ہے لیکن وہ سلامت روی سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کے الجھاؤ میں نہیں آتے۔ یعنی وہ لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور لوگوں کی ایذا رسانی کے مقابل پر تحمل سے کام لیتے ہیں۔

راتوں کو خدا کے آگے گرنا

والذین یبیتون لربهم سجدًا وقیامًا، پھر وہ راتوں کو خدا کے آگے گرتے ہیں، مخلوق کے ساتھ ان کا تعلق حلم اور انکساری اور تحمل کا ہوتا ہے، اور اپنے خالق و مالک کے آگے سر جھود ہیں رکھ کر ان انعامات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو زمین اور آسمان سے انسان کو ملتے ہیں، یہ ہے مسلمان کی تعریف کہ وہ سخت گیر نہیں، حلیم اور متواضع اور متحمل ہے، مخلوق کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتا اور ہمدردانہ جذبات رکھتا ہے اور خدا کے آگے راتوں کو بھی گرا رہتا ہے۔

خدا کے بندوں کا استغفار

والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها کان غرامًا انها ساءت مستقرًا ومقامًا۔ یہ راتوں کی عبادت بھی انہیں عجب تک نہیں لاتی کہ یہ خیال ہی ان کے دل میں پیدا ہو کہ ہم بہت عبادت گذار ہیں بلکہ اپنے آپ کو تقصیر وار سمجھتے ہیں، استغفار کرتے رہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری لغزشوں اور تقصیروں کو معاف کرے۔

اقتصادیات کا مسئلہ

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالك قوامًا یہ ایک اقتصادیات کی بات کہی، قرآن میں اقتصادیات کا مسئلہ بھی سکھایا گیا ہے کہ خرچ کرنے میں احتیاط سے کام لیا جائے، جب کوئی برائی کا موقعہ پیش آئے تو ایک چھدام بھی اس پر خرچ نہ کرے لیکن اگر مخلوق خدا کے فائدہ کے لئے ضرورت ہو تو جس قدر زیادہ خرچ کر سکے کرے، انسان کے پاس مال کا زیادہ ہونا بسا اوقات موجب معصیت ہو جاتا ہے لیکن .... خدا کے بندے معصیت سے بچتے ہیں۔

نیک کاموں پر خرچ کرنا اسراف نہیں

لم یسرفوا معصیت کے موقعوں پر خرچ کرنا اسراف ہے، اور خدا کے بندے کبھی معصیت پر خرچ کر کے اسراف کے مرتکب نہیں ہوتے۔ ایک حدیث میں لکھا ہے کہ مومن کا یہ بھی کام ہے کہ وہ پیسے کو دیکھ کر خرچ کرے اگر ہوش سے خرچ کرے تو وبال کے دن نہ آئیں گے، بے جا خرچ خواہ تھوڑا ہی ہو معصیت اور اسراف ہے اور نیک کام پر خواہ سارا بھی خرچ کر دیا جائے اسراف میں داخل نہیں ایک بزرگ نے فرمایا۔ ایک جگہ دو بزرگ بیٹھے تھے اسراف کا ذکر ہوا تو ایک نے کہا لاخیر فی الاسراف یعنی اسراف کرنے میں کوئی خیر نہیں اس پر دوسرے نے کہا لا اسراف فی الخیر یعنی نیکی کے لئے جتنا بھی خرچ کر دیا جائے وہ اسراف نہیں ہوگا۔

شرک قتل نفس اور بدکاری سے اجتناب

پھر فرمایا والذین لایدعون مع اللہ الٰھاً اٰخر یہ رحمان کے بندے خدا کے ساتھ شرک نہیں کرتے ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق وہ قتل انسان کو بہت بُرا سمجھتے ہیں، ناحق کسی کو قتل کر دینا، چالاکی اور ہوشیاری سے، ادھر ادھر سے باریک تدابیر کر کے انسان کی جان لینا خدا کے پاک بندوں کا کام نہیں، ولا یزنون ایسے لوگ بدکار بھی نہیں ہوتے، عفت اور پاکیزگی مسلمان کا امتیازی نشان ہے، شرک، قتل نفس اور بدکاری یہ تمام فتنہ و فساد کی چیزیں ہیں، ان سے خدا کے بندے ہمیشہ اپنے آپ کو بچاتے ہیں، لیکن من یفعل ذالک یلق اثاما اگر بدکاری میں پھنس جاؤ، بےحیائی میں مبتلا ہو جاؤ، قتل و مقاتلہ کے مرتکب ہو جاؤ یا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنا لو...... تو یہ بہت بڑے گناہ کی بات ہوگی یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا اس دنیا میں ہی نہیں قیامت کے دن ان گناہوں کا عذاب بہت زیادہ ہوگا اور سخت اہانت اور ندامت پیش آئے گی۔

توبہ اور نیک اعمال سے بدیوں کا ازالہ

الا من تاب واٰمن و عمل عملاً صالحاً ہاں اگر کوئی ایسا گناہ کر بیٹھے اور پھر توبہ کر لے اور اللہ تعالےٰ پر سچا ایمان پیدا کر کے نیک عمل بجا لائے اولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات، تو خدا تعالےٰ انہیں ایسی نیکیوں کی توفیق دے گا کہ ان کی وجہ سے ان کی بدیاں مٹ جائیں، یہ بھی خدا کا قانون ہے کہ انسان نیکی کرتا چلا جائے تو بدی خود بخود زائل ہو جاتی ہے، تو فرمایا کہ اگر بُرے رستہ کو چھوڑ کر اچھے رستہ پر چلے گا تو اس کی بدیاں مٹ جائیں گی، ومن تاب وعمل صالحاً فانہ یتوب الی اللہ متاباً اور جو شخص توبہ کر کے نیک اعمال بجا لاتا ہے تو ایسا ہی شخص اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

جھوٹ اور معصیت کی مجالس سے اجتناب

والذین لایشھدون الزور مسلمان ایسی مجالس میں نہیں بیٹھتے جہاں جھوٹ اور معصیت کا ارتکاب ہو، واذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً اور اگر کسی ایسی جگہ سے گذر ہو جائے جہاں لغو باتیں ہوتی ہوں تو وہ اپنی عزت کو محفوظ رکھتے ہوئے وہاں سے گذر جاتے ہیں۔

احکام الٰہی کی متابعت

والذین اذا ذکروا بایات ربھم لم یخروا صماً وعمیاناً اور کبھی ایسا بھی نہیں ہوتا کہ ان خدا کے بندوں کو اگر احکام الٰہی یاد دلائے جائیں تو وہ اندھے اور بہرے بن جائیں، بلکہ ان احکام کو سن کر وہ غور و فکر کرتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

نیکیوں میں سبقت لے جانے اور بیویوں اور اولاد کیلئے دُعا

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین ان لوگوں کو صرف اپنی ہی فکر نہیں ہوتی بلکہ اپنی قوم اور خاندان کی بھی فکر لاحق ہوتی ہے۔ اپنی اولاد اور بیویوں کے لئے بھی وہ فکرمند ہوتے ہیں اور ان کے نیک رستہ پر چلنے پر انہیں ٹھنڈک ہوتی ہے، اور اسی کے لئے دُعا کرتے ہیں اور ایک دعا ان کی یہ ہوتی ہے و اجعلنا للمتقین اماماً تقوےٰ اور نیکی میں دوسروں سے آگے بڑھ جائیں اور ان کے لئے نمونہ کا کام دیں۔

عباد الرحمٰن کو ان کے صبر و استقامت کی جزا

اولٰئک یجزون الغرفۃ بما صبروا چونکہ ان لوگوں نے انکساری سے کام لیا اور عبادت الٰہی میں لگے رہے، معصیت اور بُرے کاموں سے بچے رہے، اور استقامت کے ساتھ نیکی پر قائم رہے اور دوسروں کے مقابلہ میں صبر سے کام لیا اس لئے انہیں بلند مقام پر بدلہ دیا جائے گا ویلقون فیھا تحیۃ وسلاماً اور اس میں انہیں دعا اور سلامتی حاصل ہوگی، خالدین فیھا حسنت مستقراً ومقاماً وہ اسی میں رہیں گے، یہ اُن کے لئے اچھی قرارگاہ اور عمدہ مقام ہوگا۔

عبادت انسان کے اپنے فائدہ کے لئے ہے

قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم فقد کذبتم فسوف یکون لزاما فرمایا یہ نہ سمجھو کہ تمہاری عبادت سے ہمیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے بلکہ ان تعلیمات پر کاربند ہونے سے خود تمہیں فائدہ پہنچتا ہے، اگر تم ہماری فرمانبرداری نہ کرو اور ہماری عبادت نہ کرو تو ہمیں اس کی کچھ بھی پروا نہیں ہے، لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے ہماری نعمتوں کی تکذیب کرو گے اور عملاً تمہیں تکلیف پیش آئے گی۔

سُلطان جوہور کی درخواست دُعا امام مسجد ووکنگ سے

اشاعت اسلام کے لئے ایک ہزار روپیہ کا عطیہ

قریباً دو ماہ کا عرصہ ہوا مشرقی افریقہ کے دو معزز اصحاب کے ووکنگ میں آنے اور اپنے بیمار بھائی کے لئے امام صاحب سے درخواست دعا کا ذکر ان کالموں میں درج ہو چکا ہے، جس کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ انہوں نے ایک سو پونڈ یعنی ایک ہزار روپیہ اشاعت اسلام کے لئے مرحمت فرمایا، اب ووکنگ کے ایک خط میں ایک اور اسی قسم کے واقعہ کی خبر دی گئی ہے جو حسب ذیل ہے:—

"قریباً ایک ہفتہ ہوا کہ ہز ہائینس سلطان آف جوہور کی طرف سے جن کی عمر اس وقت ۸۰ سال کے قریب ہے اور جو آج کل لندن میں مقیم ہیں ان کے سیکرٹری کا ایک خط آیا۔ جس میں کہ ہز ہائی نس اور ان کی چھوٹی صاحبزادی قدرے علیل ہیں، لہٰذا ان ہر دو کی صحت کے لئے نماز جمعہ کے بعد خاص طور پر دعا کی جائے۔ اور اسی خط کے ہمراہ انہوں نے ایک صد پونڈ (ایک ہزار روپیہ) کی رقم بطور صدقہ بھیجی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان دنیا اس حقیقت کو سمجھ چکی ہے کہ احمدیوں کا دعا کی قبولیت پر بڑا زبردست اور قوی ایمان ہے اور ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اسی لئے وہ اس بارہ میں مسجد ووکنگ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء، یہ چند سطور محض تحدیث نعمت کے ...... طور پر لکھی گئی ہیں۔ دعا کے فلسفہ اور قبولیت پر تو بارہا اخبار پیغام صلح میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، ایک مضمون حال ہی میں خاص طور پر شائع ہوا ہے، احباب کرام سے استدعا ہے کہ سلطان جوہور اور ان کی صاحبزادی کے لئے بھی خاص طور پر دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں"۔

اخبار احمدیہ —— بقیہ صفحہ اوّل ——

...ہیں، یہ بھی عرض کرنا چاہتی ہوں کہ میں سخت خاندانی جھگڑوں اور مشکلات میں مبتلا ہوں، نیز ایک بچی نے بی اے کا امتحان دیا ہے، اس لئے ازراہ کرم ہمارے لئے دُعا فرمائی جائے۔

تصحیح ۲۳ مارچ کے پیغام صلح میں صفحہ ۔ پر "اسلامی اور عیسائی طریق ذبح" کے متعلق مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کا جو جواب شائع ہوا ہے اس کے پہلے فقرات یوں پڑھے جائیں:—

"جناب عالی - ہم شروع ہی میں، یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہیں کہ مہودی دوستوں کی مراسم کے خلاف ایک مسلمان کے لئے مجبوری کی حالت میں اس گوشت کا کھا لینا جائز ہے جو انگلستان میں رحم دلانہ طریق سے مہیا کیا جاتا ہے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں

تاریخ سلسلہ کا ایک ورق

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء)

"لایمسّہٗ الا المطہّرون" (قرآن کریم)

"سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں اگر قوم بدل وجان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے، دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔" (حضرت مسیح موعودؑ در ازالہ اوہام صـــ ۷۷۳)

"پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔"

(کشف حضرت اقدسؑ مندرجہ تذکرہ صـــ ۲۱-۲۲)

"کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ"

(قرآن کریم و الہام حضرت اقدسؑ مندرجہ تذکرہ صـــ ۱۸۲)

"میں تیرے خالص محبوبوں کے گروہ کو بھی بڑھاؤں گا" (الہام حضرت اقدسؑ)

حضرت مسیح موعودؑ نے زمانہ کی صحیح نبض شناسی کی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی لاجواب، وشہرہ آفاق کتاب **براہین احمدیہ** کی ابتداء یوں فرماتے ہیں:-

"اس علم کے فروغ کے زمانہ میں جو شخص بغیر معقول دلائل کے اپنے دین کی خیر منانی چاہے تو وہ خیال خام میں مبتلا ہے اس لئے ہم نے صداقت اسلام پر تین سو مضبوط عقلی دلائل ضروری سمجھے ہیں۔"

حضرت اقدسؑ نے یہ بات واضح کر کے زمانہ کی حقیقی نبض شناسی کی ہے۔ آسمانی مصلح اپنے وقت کے سچے حکیم اور مسیحائے زمانہ کا علاج معتبر ہوا کرتا ہے۔ غور کرو کہ انیسویں صدی کے آخر میں گاؤں کا رہنے والا ایک شخص کس طرح زمانہ کی صحیح صحیح نباضی کرتا ہے اور کیونکر وہ علاج کے اس مرکزی نکتہ کو بتلاتا ہے جس سے زمانہ کے بگاڑ کا علاج مقدر ہے۔ اگر صرف اس ایک امر کو ہی ملحوظ رکھا جائے تو آپ کے حقیقی مصلح ہونے کے بارہ میں کوئی شک شبہ باقی نہیں رہتا۔

یہ علمی و عقلی دلائل کا زمانہ ہے

یہ زمانہ اس لحاظ سے پہلے دوروں سے کسی قدر مختلف ہے پہلے اندھی تقلید اور رسم ورواج کی متابعت کا دور تھا کسی امر میں تبدیلی مذموم و قابل نفرت سمجھی جاتی تھی یقین وایمان پیدا کرنے اور کسی اصول کی صداقت پرکھنے کے لئے منقولی دلائل، محیر العقول واقعات اور بنیادی جاد و ختم ضروری عناصر تھے۔ لیکن اب معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے، آج کوئی شخص بات سننے کا روادار نہیں جب تک اسے علم و عقل کی بنا پر اپیل نہ کیا جائے، مشاہدہ و تجربہ کی شہادت کو اپنے دعوے کے جواز میں پیش نہ کیا جائے اس کی افادیت کے پہلو واضح نہ کر دیئے جاویں، سائنس و علم کے فروغ کے وقتوں میں اور جمہوریت و عوام بیداری کے زمانہ میں بجز اس کے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے، یہ دور عام اشاعت کا ہے اور امر حق کو منوانے کے لئے بھی اس کی عالمگیر تشہیر کرنا لازم ہو گیا ہے۔

حضرت اقدسؑ کے مقاصد کو پورا کرنے والی شاخ

اب غور کرو کہ اگر مسیح وقت نے اسی تقاضاء وقت کو ملحوظ رکھا تو آپ کی جماعت میں سے کونسی شاخ ایسی ہے جس نے علم دین کی اشاعت اور صداقت اسلام کی تشہیر کا مقصد اپنی بساط سے بہت بڑھ کر ادا کیا؟ آپ کے مندرجہ بالا ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپ کی یہ دلی تڑپ تھی کہ قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کی اشاعت مغربی ممالک میں کی جائے بلکہ آپ نے خدا سے علم پا کر یہ بھی بتلا دیا تھا کہ یہ عالی مقصد جس طرح آپ کے ہاتھوں یا آپ کی شاخ کے ذریعہ انجام پائے گا اور جس طرح خدا تعالیٰ کے ہاں وہ مقبولیت حاصل کریگا ہرگز دوسرے سے ایسا نہ ہو گا۔ اب واقعات سلسلہ احمدیہ پر نظر دوڑائیے اور غور کر کے بتلایئے کہ کونسی احمدیہ تفسیر ترجمہ سے دنیا میں اشاعت پائی اور کس نے سند قبولیت عام بھی حاصل کی؟ اس زمانہ کا ایک بہت بڑا فساد خود مسلمان قوم کا قرآن حکیم پر سے ایمان کا اٹھ جانا اور اس سے بے توجہی تھی، پھر وہ کونسی تفسیر قرآن آج شائع ہوئی جس کی بابت غیروں تک کو اعتراف ہے کہ اس کے ذریعے مسلمان قوم کا ایمان دوبارہ اس کتاب پر قائم ہو گیا؟ حضرت اقدسؑ کو براہین احمدیہ کے زمانہ میں ہی ایک کشف میں دکھلایا گیا تھا کہ ایک کتاب جو تفسیر قرآن ہے اور جسے علی نے تالیف کیا ہے وہ علی آپ کو دے رہا ہے۔ ادھر حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم اپنے انگریزی اور اردو تفسیروں کے دیباچوں میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے مجدد زمانہ کے بہائے ہوئے علم کے چشموں سے خوب سیرابی حاصل کی ہے، اور جو کچھ میری تحریروں میں کسی کو خوبی و عمدگی نظر آئے وہ میرا ذاتی کمال نہیں بلکہ کسی اور کی پھونکی ہوئی روح ہے۔

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اب بتلاؤ کہ حضرت اقدسؑ کی پیشگوئی دربارہ اشاعت تفسیر قرآن اور آپ کا کشف کہ اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے کیونکر اور کہاں پورے ہوئے؟ کیا خدائی پیشگوئیوں کی تکمیل انسانی بس کی باتیں ہیں؟

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اگر آج ایمانی امور پر یقین معقول علم کلام کا متقاضی ہے اور صداقت دین کی شہرت کا ڈنکا کل عالم میں بجانا لازم ہے تو پھر بتلاؤ کہ دینی علم کلام کا چشمہ کہاں سے پھوٹا اور اشاعت اسلام کے عالی مقاصد کو عالمگیر تشہیر کس مرکز سے حاصل ہوئی؟ کیا اس بات کے تسلیم کرنے میں کچھ کلام ہو سکتا ہے کہ اگر مسیح وقت کے یہی مقاصد تھے تو آپ کی وفات کے بعد ان کا منبع احمدیہ بلڈنگس لاہور ہی بنا اسی لئے الہام الٰہی میں اس مقام کو "مدینۃ المسیح" قرار دیا گیا تھا۔

لاہوری شاخ مرجھا نہیں سکتی

پھر ذوق سلیم اور ایمانی وجدان کا تقاضا کیا یہی ہے کہ ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ حضرت اقدسؑ کے نام سے البتہ شاخ جو زمانہ کے تقاضوں کو حقیقتاً پورا کرنے میں شاندار کامیابی حاصل کر چکی ہے ضائع ہو جائے گی یا سوکھ کر رہ جائے گی حضرت اقدسؑ خود تو یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

نگاہ کردستے تو آں را کہ ہے تو اند دید
بباغ ماست اگر قسمت رسا باشد

علمِ دین کا وہ مرکز اور اشاعت اسلام کا وہ منبع جہاں سے مسلمانوں کے قلوب میں قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے پر یقین و ایمان کی لہر پیدا ہوئی اور جہاں سے کل جہان میں دین اسلام کا غلغلہ بلند ہوا کیا ایسا بے نظیر پھول بھی مُرجھا سکتا ہے؟ اندھا دھند تقلید و نقل اور رسمی و رواجی ایمان اور ادنےٰ جذبات پر قائم شدہ نظام، کیا آج کے زمانہ کے تقاضوں کو پورا کر سکتے اور ان سے مناسبت و مطابقت رکھتے ہیں؟ کیا یہ امید کی جا سکتی ہے کہ کسی ایسے نظام کو خواہ وہ دین کی خدمت کا ہی مدعی ہو بقا یا فروغ حاصل ہو سکتا ہے؟

علمِ دین کی عالمگیر اشاعت اور سیاست سے اجتناب

حضرت اقدس کی آسمانی تحریک کی دو زبردست خصوصیات ہیں، اصولِ صداقت کو معقول و علمی پیرایہ میں عالمگیر شہرت دینا اور سیاست و حکومت کے جھگڑوں سے بکلی اجتناب و امتناع۔ ان دو اصولوں کے اختیار کرنے کی وجوہات ظاہر ہیں، معیارِ صداقت، آج علم و عقل اور تجزیہ و مشاہدہ قرار دیئے گئے ہیں یا اس اصول کو اختیار کیا جاتا ہے جس کی افادیت مبرہن کر دی جائے۔ اس کے برخلاف طاقت، حکومت، دولت محققین کے نزدیک آج کسی اصول کو پرکھنے کے لئے معیارِ صداقت نہیں ہو سکتے، بلکہ صداقت کے لئے ان کا استعمال اس کے منافی یقین کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ زمانہ کی سیاست و حکومت ان حربوں کی طالب ہے جو دین کے صریح منافی اور نقیض ہیں زمانہ سازی، ڈپلومیسی یا منافقت عیاری و چالبازی آج کی سیاست و حکومت کے جزو لاینفک بن چکے ہیں لیکن یہ وہ صفات ہیں جو دین و مذہب کے بکلی متضاد ہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور نے اگر صداقتِ اسلام کو معقول علمی رنگ میں عالمگیر طریق پر پیش کر کے اپنے آپ کو حضرت اقدسؑ کی سرسبز شاخ اور آپ کی پیشگوئیوں کو پورا کرنیوالی جماعت ثابت کر دیا ہے۔ تو آؤ حضرت اقدس کے اس دوسرے اصول پر بھی اس جماعت کو پرکھ کر دیکھیں۔ ایک دنیا اس امر کی معترف ہے کہ اس جماعت کے مدنظر خالصتاً اشاعت حق ہے، سیاسی تنازعات سے الگ رہنا اور حکومتی جھگڑوں سے مجتنب رہ کر محض دینی خدمات بجا لانا اس جماعت کا طغرۂ امتیاز بن چکے ہیں بلکہ بعض دفعہ اسی وجہ سے یہ جماعت موردِ اعتراض بھی ٹھہرائی گئی ہے۔ لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ مسلمان قوم میں اگر کوئی جماعت محض اشاعتی و اصلاحی امور کے لئے وقف ہے تو وہ جماعت احمدیہ لاہور ہے۔

معتقدات میں جماعت لاہور کی صاف بیانی

نیز اس جماعت کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ اپنے معتقدات کے پیش کرنے میں کسی قسم کی ایچا پیچی یا کیک تاویلات سے کام نہیں لیتی۔ جب غیر از جماعت اسے ہمدردانہ نگاہوں سے دیکھتے تھے تب بھی اس کے معتقدات وہی تھے کہ حضرت اقدس کا دعوےٰ مجدد و مسیح ہونے کا ہے نہ کہ نبوت کا، اور جب غیر موافق حالات پیش آ گئے، عداوت و دشمنی کی انتہا ہو گئی تب بھی اس جماعت نے وہی پہلے دو اعتقادات برقرار رکھے یعنی یہ کہ نبوت حضرت نبی کریم صلعم پر ختم ہے اور مسلمانوں میں باہمی تکفیر ناجائز۔ یہ نہیں کہ موافق حالات میں اپنے معتقدات میں غلو کر دیا ہو اور غیر سازگار فضا میں انکی رکیک تاویل کر کے انہیں نرم کرنا چاہا ہو۔ یہ عجیب زمانہ ہے جب صرف سیاسی میدان میں لوگ پہلو بدلتے اور زمانہ سازی سے کام لینے کے عادی ہیں بلکہ دینی جماعتیں بھی زمانہ کا رنگ بدلتے دیکھ کر اپنے رنگ کو بدلنے میں عار نہیں سمجھتیں۔ چنانچہ بعض گروہ جب مخالفوں کو بے زور پاتے ہیں تو اپنے مخصوص معتقدات میں غلو و تشدد کر دیتے ہیں تا رعب و تخویف سے کام لیا جائے لیکن جب وہی مخالف لوگ غالب و حاکم ہو جائیں تو خود ڈر اور خوف کے مارے متشددانہ پہلو کو ترک کر دیتے اور مرعوب ہو کر دبک کر بیٹھ جاتے ہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور کی دلی تڑپ چونکہ خالصتاً امرِ حق کی عالمگیر اشاعت ہے نہ کہ سیاست و حکومت کا حصول، اس لئے اسے ضرورت نہیں کہ ان غیر متعلقہ امور میں اُلجھے۔ بر خلاف بعض دوسری جماعتوں کے جن کا بڑا مقصد ہی اقتدار اور دنیاوی جاہ و حشم کا حصول ہے اور اس لئے وہ مذہب کی آڑ میں عوام کے جذبات سے کھیلتے ہیں یا ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر مادی طاقت و قوت کے روحانی و اخلاقی اصلاح اور امرِ حقہ کی اشاعت ممکن نہیں۔

صحیح معتقدات اور اصلاح اعمال

اکابرین جماعت لاہور کی صرف یہی خصوصیت نہیں کہ اپنے امام و مسیحؑ کی سچی متابعت میں ان کے اندرونی مقاصد و اصلی نیات یہ ہیں کہ دنیا میں صداقتِ اسلام کا بول بالا ہو، دنیا کی توجہ مادہ پرستی سے ہٹ کر خدا پرستی کی طرف منتقل ہو جائے بلکہ اس اصل مقصد کے حصول کے لئے اس جماعت نے جو طریق اختیار کر رکھا ہے اور جن ذرائع کو استعمال کرتی ہے ان کا مختصر تذکرہ بھی ضروری امر ہے۔

کسی سچے دین کی انتہائی غرض و غایت اعمال میں صلاحیت اور قلب میں وسعت پیدا کرنا ہوتی ہے، نجات کا دارومدار اعمال حسنہ اور اتحاد و امن کا طریق اخلاق فاضلہ ہیں محض معتقدات و ایمانیات سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تنگ نظری و تعصب بناء فساد و تفرقہ ہیں اب بتاؤ کہ اس وقت مسلمان قوم میں کونسی وہ جماعت قائم ہے جو اگر ایک طرف اپنے معتقدات میں صحت پر قائم ہے تو دوسری طرف اعمال میں اصلاح کو ہی مدار نجات [illegible] ہے، اگر وہ اپنے مخصوص مسلمات میں علیٰ وجہ البصیرت اپنے آپ کو [illegible] ہے تو دوسری طرف اختلاف رکھنے والوں کو [illegible] نہیں دیتی، نہ ہی نفرت و حقارت اور تنگ [illegible] و تعصب [illegible] اور نئے جذبات پر اپنی جماعتی بنیادوں کو استوار کرتی ہے [illegible] آپ کو صحت اور حق پر یقین کرنے کے باوجود غیروں سے منصفانہ حسن سلوک روا رکھنا بلکہ مخالفت، معاندوں کی ایذاء پر بھی [illegible] اذا هم وتوكل على الله کہکر انتقام کا خیال تک دل میں نہ لانا قرآن کریم کی اعلیٰ تعلیم کا تقاضا ہے اور یہی وہ مسلک ہے جس پر لاہور کے پاک ممبر گامزن ہیں حالانکہ عام فطرتی کمزوری یہی ہوا کرتی ہے کہ ظلم و تشدد کے مقابل بسا اوقات مظلوم گروہ بھی زیادتی کر بیٹھتا اور انتقام میں متشددانہ رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ جہاں بعض اشخاص یا جماعتوں نے غیروں کے مقابلہ پر اپنے مخصوص معتقدات میں پختگی و یقین کو تعصب و تنگ دلی یعنی فرقہ بازی کا رنگ دے لیا ہے۔ وہاں خود لیڈروں کا اپنے معتقدوں کے اندر اقتدار کا انحصار بھی اس امر پر آ رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے بہت بلند اور خدا کے مقرب و محبوب بنا کر پیش کرتے ہیں، مریدوں سے غیر مشروط اطاعت کے ہویاں رہتے ہیں یا اپنے نظام کو ایسے سانچہ میں ڈھالتے ہیں کہ جہاں ان کی ذاتی رائے یا شخصی حکم کے برخلاف کسی کی کچھ بھی پیش نہیں جا سکتی۔ مسلمان قوم کی اس وقت کی دو بڑی امراض ہیں کہ ہر فرقہ دوسری جماعتوں سے متعصبانہ سلوک رکھنے میں اپنی بقا یا عزت کا سامان سمجھتا ہے اور اپنے اندرونی نظام میں بھی شخصی اقتدار جھوٹے تقدس کا قائل ہے۔ البتہ مغربی تعلیم سے متاثر گروہ دوسری انتہا پر پہنچ گیا ہے جو کسی مسلمات و معتقدات پر قائم نہیں اور ایسی آزاد منشی کا قائل ہے کہ جس کا نتیجہ بجز انتشار اور کچھ نہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کے ممبر کس طرح اس افراط و تفریط سے پاک ہیں اس بارہ میں ایک مثال سے وضاحت کرنا ضروری ہے۔

مامور من اللہ کی صحیح پوزیشن کو قائم کرنا

حضرت اقدسؑ کی بعثت کی غرض سلسلۂ تکلم الٰہیہ پر ایک شہادت پیش کرنا ہے تا دنیا کو عام طور پر اور مسلمان قوم کو خاص طور پر یہ یقین پیدا ہو کہ خدا تعالےٰ کی ذات فی الحقیقت موجود ہے جو اپنے بندوں سے یقینی و قطعی کلام بھی کرتی ہے۔ اس زمانہ میں دوسروں کو چھوڑ کر خود مسلمانوں کا ایمان سلسلۂ تکلم الٰہیہ سے اُٹھ چکا تھا اسی لئے قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرنا حقیقتاً بہت کم لوگوں کو میسر ہے یہی وہ کھویا ہوا ایمان تھا جس کی نسبت احادیث میں پیشگوئی تھی کہ مسیحؑ کے نزول کی نشانی یہ ہو گی کہ وہ ثریا پر گیا ہوا ایمان واپس لے آئے گا۔ لو كان الايمان معلقاً بالثريا لناله رجل من ابناء فارس

چنانچہ یہی وہ کھویا ہوا ایمان تھا جو جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے شائع شدہ ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ پھر مسلمانوں میں رونما آگیا جس کی اشاعت کے بعد مسلمانوں میں نمایاں طور پر قرآن کریم کے مطالعہ اور اسکے تراجم کی جانب توجہ ہو گئی۔ لیکن کثیر طبقہ دوسری انتہا پر چلا گیا ہے، اس کی توہم پرستی اور زود اعتقادی کی یہ حالت ہے کہ ہر کس و ناکس کی سچی یا جھوٹی خواب و الہام پر یقین کرتے اور اسے مامور و ملہم تسلیم کرنے کو جھٹ تیار ہو جاتے ہیں۔ چالباز و مکار لوگوں نے عوام کی اس کمزوری سے ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے اور بہت سے لوگ ماموریت کے دعویدار کھڑے ہو گئے ہیں [illegible] یہ صرف جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کی خصوصیت ہے کہ جہاں وہ سلسلۂ تکلم الٰہیہ پر دلی یقین سے ایمان رکھتے ہیں اور مامورِ وقت کے الہامات اور پیشگوئیوں کو منجانب اللہ صادق مانتے ہیں وہاں وہ اس کمزوری کا بھی شکار نہیں بنے کہ غیر ماموروں کو ماموروں کا مقام دیکر ان کے الہام یا خواب کو حجت قرار دیں ایک طرف وہ منکرین ہیں جو خدائی تکلم کے قائل ہی نہیں لیکن دوسری طرف ایسے معتقدین بن گئے جو غیر ماموروں کو ماموریت کا مقام دینے لگ گئے، اس طرح مقام ماموریت مشتبہ ہو کر رہ گیا۔ پس یہ بات کہ مامورِ وقت پر ایمان لایا جائے اور ساتھ دیا جائے مگر غیر ماموروں کا انکار کیا جائے ایسا صراطِ مستقیم بھی بجز جماعت لاہور کے پاک ممبروں کے کہیں دکھلائی نہیں دیتا۔

تمام صحیح مذہبی خصوصیات کی حامل جماعت

غرض جس پہلو سے بھی پرکھا جائے وانصاف میں یہ نظر آئے گا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کے فطرتی جوہر نہایت عمدہ واقع ہوئے ہیں کیا بلحاظ مسلمات و معتقدات کے کیا بلحاظ اغراض و مقاصد کے، اور کیا بلحاظ غیروں سے

(باقی بر صفحہ ۱۷ کالم اول)

محمد صاحبؐ کا جانوروں سے پریم

از شری مجیب رضوی

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کا ماہوار رسالہ "نیا ھند" مذاہب عالم کی اچھی اور نیک باتوں کو بیان کر کے باہم خوش دلی اور محبت کو پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے ذیل کا مضمون اسی کوشش کا ایک حصہ ہے جو شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے:

محمد صاحب کے جیون کی گھٹنائیں جو کتابوں میں لکھی ہوئی ملتی ہیں حدیثیں کہلاتی ہیں - ان کتابوں میں کچھ خاص طور پر مستند یعنی پرمانک مانی جاتی ہیں:-

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابوعبداللہ نیچے کی حدیثیں اوُھک تر انہیں میں سے لی گئی ہیں -

ابوہریرہ کا بیان ہے کہ:-

" لوگوں نے ایک دن محمد صاحب سے پوچھا — اے رسول! کیا ہمارے اس سلوک کا ہمیں کوئی بدلہ ملے گا جو ہم پشوؤں کے ساتھ کرتے ہیں؟ پیغمبر نے جواب دیا — ہاں! ہماری ہر اس نیکی کا بدلہ ہم کو ملتا ہے جو ہم کسی بھی جاندار کے ساتھ کرتے ہیں" (بخاری، مسلم، ابوداؤد، مالک)

بار بار محمد صاحب سے پوچھا جاتا تھا اور بار بار وہ لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ آدمی کو سب جانوروں کے ساتھ پریم کا برتاؤ کرنا چاہیئے - ابوہریرہ ہی سے ایک دوسری حدیث ہے:-

"کسی نے پوچھا کہ — جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا کیا ہمیں بدلہ ملے گا؟ پیغمبر نے کہا:- ہمارے ہر اس سلوک کا بدلہ ملتا ہے جو ہم کسی بھی اُس چیز کے ساتھ کرتے ہیں جس میں جان ہے" (بخاری، مسلم)

شرید بن سوید کا بیان ہے کہ محمد صاحب نے ایک مرتبہ کہا کہ:-

" جو آدمی خواہ مخواہ کسی گوریا کو مارتا ہے، قیامت کے دن وہ گوریا خدا کے سامنے اونچی آواز سے ان شبدوں میں اس کی شکایت کرے گی:- اے میرے مالک! اس آدمی نے خواہ مخواہ مجھے مار ڈالا - مجھے مارنے سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا" (نسائی)

ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ محمد صاحب نے ایک مرتبہ کہا کہ:-

" جو آدمی کسی گوریا کو مارتا ہے یا کسی اس سے بھی چھوٹے جاندار کو مارتا ہے، اللہ اس سے جواب طلب کرے گا!"

عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے:-

" کچھ لوگ ایک دنبے کو نشانہ بنا کر اس پر تیر چلا رہے تھے - محمد صاحب پاس سے نکلے انہوں نے یہ دیکھ کر ان سے یہ کہا — "بے زبان پشوؤں کو گھائل مت کرو"

ابن عباس کا بیان ہے کہ محمد صاحب نے ایک جگہ کہا کہ:

" ان چیزوں کو اپنے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ جو جاندار ہیں"

(مسلم، ترمذی، نسائی)

ابن عمرؓ اور ابوہریرہ کا بیان ہے کہ:-

" کسی عورت نے ایک بلی کو باندھ دیا یہاں تک کہ وہ بندھے بندھے بھوک سے مر گئی، نہ تو اس نے اسے کھانا دیا اور نہ ہی اسے کھولا کہ وہ کیڑے مکوڑے کھا کر اپنا پیٹ بھر سکتی، محمد صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اس عورت کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا" (بخاری، مسلم)

جابر نے بیان کیا کہ:-

"کسی بھی جاندار کو باندھ کر مارنے سے محمد صاحب نے منع کیا ہے" (مسلم)

ابن عباس کا بیان ہے کہ:-

" بے زبان پشوؤں کو ایک دوسرے سے لڑانا محمد صاحب نے سخت منع کیا ہے" (ابوداؤد و ترمذی)

ابوہریرہ کے حوالے سے محمد صاحب کی ایک حدیث ہے کہ:-

" ایک عورت بدچلنی میں پکڑی گئی، اسے سزا ملنے والی تھی، اتنے میں وہ ایک کنوئیں کے پاس سے جا رہی تھی، وہاں اس نے ایک کتے کو دیکھا، کتا پیاس سے تڑپ رہا تھا، اس کی زبان باہر نکل آئی تھی، مارے پیاس کے وہ مرنے کے قریب تھا، یہ دیکھ کر اس عورت نے اپنا چھوٹا سا جوتا اتارا اور اسے اپنی چادر سے باندھ کر کنوئیں میں لٹکایا - اس طرح کنوئیں سے پانی نکال کر اس نے اس کتے کو پلایا اور اس کی جان بچائی، محمد صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اس کا پہلا قصور معاف کر دیا - کسی نے پوچھا اے پیغمبر! تو کیا جانوروں کے ساتھ جو ہم سلوک کریں گے اس کا بھی بدلہ ہمیں ملے گا؟ محمد صاحب نے جواب دیا — اُن سب کے ساتھ نیکی کرنے کا ہمیں بدلہ ملیگا جن میں دل ہے اور جو سکھ دکھ محسوس کرتے ہیں"

(بخاری، مسلم)

اسی طرح کی ایک دوسری حدیث ابوہریرہ کی زبانی یہ ملتی ہے:-

" ایک بار ایک آدمی کو چلتے چلتے سخت پیاس لگی - اس کو ایک کنواں ملا جس میں اُتر کر اس نے اپنی پیاس بجھائی باہر آنے پر اس نے دیکھا کہ ایک کتا زبان نکالے پیاس سے مٹی چاٹ رہا ہے - اس آدمی نے اپنے من میں کہا — جس طرح کی پیاس مجھے ستا رہی تھی اسی طرح کی پیاس سے بےکل ہو کر یہ کتا بھی پانی کے اس سوتے کے پاس آیا ہے، وہ آدمی دوبارہ اس کنوئیں میں اُترا اور اپنے جوتے میں پانی بھر کر جوتے کو منہ سے تھامے ہوئے باہر نکلا اور اس نے اس کتے کو پانی پلایا - محمد صاحب نے یوں کہا — اُس آدمی کے اس کام سے خوش ہو کر اللہ نے اس کے گناہ معاف کر دیئے - لوگوں نے پوچھا کہ — اے رسول! کیا ہمارے اس سلوک کا بھی انعام ملے گا جو ہم پشوؤں کے ساتھ کرتے ہیں؟ پیغمبر نے کہا — ہماری ہر اس نیکی کا انعام ملے گا جو ہم کسی بھی جاندار کے ساتھ کرتے ہیں" (بخاری، مسلم، ابوداؤد، مالک)

محمد صاحب گھوڑوں سے بہت پیار کرتے تھے -

ابوہریرہ کی ایک حدیث ہے:-

"گھوڑیوں کو بھی محمد صاحب پیار سے گھوڑا کہا کرتے تھے" (ابوداؤد)

عتبہ بن عبدالسلمی نے لکھا ہے کہ محمد صاحب نے لوگوں سے کہا کہ:-

" گھوڑے کی چوٹی مت کاٹو کیونکہ اس سے گھوڑے کی شوبھا ہے، اور نہ اس کی ایال کاٹو کیونکہ اس سے گھوڑا اپنی رکشا کرتا ہے، نہ اس کی دُم کاٹو کیونکہ اس سے وہ اپنی مکھیاں اڑاتا ہے" (ابوداؤد)

یحییٰ بن سعید کا کہنا ہے کہ:-

"ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ محمد صاحب اپنی چادر سے اپنے گھوڑے کا منہ پونچھ رہے ہیں - جب لوگوں نے ان سے وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے:- اللہ نے رات میرے گھوڑے کے سمبندھ میں مجھے تنبیہ کی ہے" (مالک)

عرب میں گھوڑا کم لوگ رکھتے تھے لیکن اونٹ عام طریقے سے سب کے پاس ہوتے تھے - محمد صاحب کی پتنی عائشہ کا بیان ہے:-

"میں ایک دن ایک اڑیل اونٹ پر سوار تھی، اسے قابو میں کرنے کے لئے میں نے اس کی نکیل زور سے کھینچی، اس پر پیغمبر نے مجھ سے کہا کہ — تمہارا فرض ہے کہ تم جانور کے ساتھ محبت سے پیش آؤ"

عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا ہے کہ:-

" ایک بار محمد صاحب ایک انصاری کے باغ میں ٹھہرے ہوئے تھے ایک اونٹ محمد صاحب کے پاس آیا بری طرح سسکنے لگا اونٹ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے محمد صاحب اونٹ کے پاس گئے اور انہوں نے اس کے سر کو تھپکایا - اونٹ کو ڈھارس ہوئی، پیغمبر نے پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک نوجوان انصاری نے جواب دیا — اے اللہ کے رسول! یہ اونٹ میرا ہے - محمد صاحب نے پھر کہا کہ:- اس جانور کے ساتھ جس کا خدا نے تمہیں مالک بنایا ہے برا سلوک کرتے ہوئے کیا تم خدا کے خوف سے نہیں ڈرتے؟ یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اس کو ستاتے ہو اور اتنا کام لیتے ہو کہ تھکا دیتے ہو"

(ابوداؤد)

یاترا میں جانوروں کو آرام پہنچانے اور ان کے کھانے پینے کا ٹھیک ٹھیک پربندھ کرنے میں محمد صاحب بہت زور دیا کرتے تھے - خالد بن معدان کا بیان ہے کہ محمد صاحب نے ایک دن لوگوں سے کہا:-

" سچ مچ اللہ دیالو ہے اور وہ اس سے پریم کرتا ہے جو دوسروں پر دیا کرتا ہے، اللہ ایسے ہی آدمی سے خوش ہوتا ہے اور اسی کی سہائتا کرتا ہے، اللہ ظلم کرنے والوں کی مدد نہیں کرتا - اس لئے جب تم بے زبان جانوروں پر سواری کرو تو جہاں وہ رکنا چاہیں وہاں ہی انہیں روک دو، اور اگر تمہارا راستہ کنکریلی اور بنجر زمین پر سے ہو تو اپنے ساتھ جانوروں کے لیے کافی چارہ لے کر چلو اور تمہیں چاہیئے کہ رات کو سفر کرو کیونکہ دن کے مقابلے رات کو تم دونوں زیادہ آرام سے سفر کر سکتے ہو" (مالک)

ابوہریرہ کا بیان ہے کہ محمد صاحب نے ایک بار لوگوں

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

پرویز صاحب کی تفسیر بالرائے

عبدالرؤف لودھی - راولپنڈی

غلام احمد پرویز صاحب کے "قلمی شاہکاروں" میں سے ایک "شاہکار" "اسباب زوال امت" بھی ہے اگرچہ ان کی ہر تحریر کی چلمن سے ایک بہت بڑی غلط فہمی جھانکتی ہوئی دکھائی پڑتی ہے اور وہ غلط فہمی زعم کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ ان کے سامنے بیچارا مسجد کی چار دیواری کا مقید "ملا" اپنے ماتھے پر مٹی باندھے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہے کہ "پرویز صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ٹھیک ہی ہوگا"۔ "ٹھیک ہی ہوگا" محض اس لئے کہنا ہے کہ در اصل پرویز صاحب کے طرز بیان میں اس قدر بھول بھلیاں ہوتی ہیں اور اتنے گھناؤنے الجھاؤ ہوتے ہیں کہ ایک اچھا بھلا انسان ان کی تحریر کو سمجھ سکنا تو درکنار اسلام سے برگشتہ ہو کر رہ جاتا ہے (شاید) ایسے مواقع پر پرویز صاحب کا دل اور ضمیر بلیوں ناچتا ہوگا کہ چلو مراد بر آئی ——! (معاف کیجئے بغیر ثبوت کے ان پر الزام نہیں دھر رہا ہوں بلکہ آپ کے سامنے ان کا قرآن دانی کا دعوےٰ ابھی آجائے گا۔ بے شک ان کا طرز بیان ترا ادبی ہوتا ہے جس میں آپ کو ہزاروں دلچسپ سی منطقیں بھی ملیں گی۔ یہ بیچارا "ملا" نہ تو ان کی کسی تحریر کو سمجھ پاتا ہے اور نہ کسی اپنی رائے کا اظہار ہی کر سکتا ہے۔ جہاں تک میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ پرویز صاحب آج کل مسلمانوں کو فروعی مسائل کے بھنور میں غوطے کھاتے ہوئے دیکھ کر اپنے آپ کو تیراک جتاتے کی فکر میں ہیں حالانکہ ان کی دانستہ "غلط کاریوں" پر سے پردہ اٹھے تو ان کے عشاق اور مریدوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ اکثر مطلب براری کے لئے دینی خیانت کرنے سے ذرا نہیں جھجکتے۔

فی الحال "اسباب زوال امت" کے صفحات ۲۶ تا ۲۹ کو زیر نظر رکھ کر کچھ لکھوں گا۔ یہ تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ان کے اونٹ کی کوئی کل سیدھی ہو تو عرض بھی کروں ایک مختصر سے مضمون میں ان کی کون کونسی کرم فرمائیاں گنوائی جا سکتی ہیں۔؟

صفحہ ۲۸ کی درمیانی سطروں پر رقمطراز ہوتے ہیں:-

"یہی نہیں کہ ہم قرآن کے صحیح مفہوم تک نہیں پہنچ پاتے بلکہ بعض اوقات قرآنی مفہوم میں اس قسم کی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے باہر نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور انسان قرآنی آیات کو (معاذ اللہ) چیستان سمجھنے لگ جاتا ہے لہٰذا قرآن فہمی کی صحیح صورت یہ ہے، کہ قرآن کی ان اصطلاحات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے —— الخ"

ان کی مندرجہ بالا تحریر سے یہ تو کھلا کھلا اقرار ملتا ہے کہ:-

(۱) قرآنی مفہوم میں بعض ایسی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے باہر نکلنا مشکل ہو جاتا ہے (سبحان اللہ! پرویز صاحب یہ کیا فرما گئے —— ان کے عقیدہ کے مطابق قرآن حکیم تو ایسا مفصل و مشرح ہے کہ کسی "مردہ لاش یعنی حدیث" کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور اب یہ عالم ہے کہ اتنے بڑے تیراک ہوتے ہوئے بھی دل چھوڑ چلے ہیں اور اپنے ڈوب جانے کا بھی احتمال پیدا ہو رہا ہے)

(۲)- "قرآنی آیات در اصل چیستان نہیں" (دیکھئے یہاں انہوں نے پھر متضاد بات کہدی) "مگر عام انسان اسے سمجھنے سے قاصر رہے" (جی ہاں صاحب! خاص انسانوں میں سے یا تو ایک مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی تھے جنہوں نے محض کان پکڑنے کا جواز پیدا کرنے کے لئے صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے تھے یا پھر دوسرے یا کہ تیسرے سوا خود وہ ہیں جنہیں اپنی پیدا کردہ چیستان پر "قرآنی چیستان" کا غلاف چڑھانا پڑتا ہے)

(۳) قرآن فہمی کا جو گر انہوں نے بتایا ہے کیسا انوکھا اور نرالا ہے، یعنی بگلے کے سر پہ موم رکھ دو۔ موم پگھل کر جب اس کی آنکھوں میں پڑے گی تو بس اسے پکڑ لو۔ لہٰذا قرآن فہمی بھی یونہی ہو سکتی ہے۔ کہ قرآن کی ان اصطلاحات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ مگر صاحب اپنی اصطلاحات ابھی تو کبھی وضاحت سے احاطۂ تحریر میں لا پائیے تھے نہ کیجئے خدا کرے کوئی۔

پرویزی دماغ کی داد دینے والو! دوڑو۔ آگے بڑھو اور جی کھول کر داد دو۔ کہ کیسے کیسے معارف بیان ہوئے ہیں اور کتنے بلند پایہ نکتے ہیں جو ماشاء اللہ حل ہوتے ہوتے —— ہی کبھی حل ہوں گے! مگر خدا کے لئے اتنی جلدی مت کیجئے ذرا ایک اور بات پہ بھی غور کر لیں۔ لگے ہاتھوں ان کی قرآن دانی اور پاک دامانی بھی نکھر جائے۔

ادھر تو احادیث کو مردہ لاشیں کہہ کہہ کر مسلمانوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں ادھر قرآن پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے نہیں چوکتے مزے کی بات یہ ہے کہ کبوتر کی طرح بلی دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی طرح اور بھی کسی کو کچھ دکھائی نہیں دیتا!

صفحہ ۲۶ پر سورۃ ھود کی محض ۱۵ ویں آیت پیش کرتے ہوئے اس کا ترجمہ کرتے ہیں:-

"جو دنیا کی زندگی اور زینت چاہتا ہے ہم ان کی جدوجہد کا پورا پورا ماحصل دیدیتے ہیں اس میں ان کے لئے کوئی کمی نہیں کی جاتی"

اور پھر انہی الفاظ کو ماحصل قرار دے کر نئے نئے جواز نکالے ہیں۔

(نوٹ) خیال رہے آیت مذکورہ کی اگلی یعنی ۱۶ ویں آیت یہ ہے:- "اولئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار، وحبط ما صنعوا فیھا وباطل ما کانوا یعملون" (ترجمہ) یہی (وہ) لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے اس (زندگی) میں کیا تھا کسی کام نہ آئے گا اور جو کچھ وہ کرتے تھے باطل ہے"۔ یہ تو ہر سلجھے ہوئے دوست یا دشمن انسان کو ماننا پڑے گا کہ دوسری آیت کے الفاظ "اولئک الذین" پہلی آیت کے ساتھ اتنا گہرا رابطہ پیدا کرتے ہیں کہ دو آیات لازم ملزوم ہو جاتی ہیں۔ ورنہ ان میں سے کسی ایک کو بھی علیحدہ کر کے کوئی صحیح بات نہیں نکالی جا سکتی۔ آج تک تو ہم سنتے چلے آئے تھے کہ "لا تقربوا الصلوٰۃ" پر ہی اکتفا کرنا حماقت ہوتی ہے مگر پرویز صاحب اولئک والی آیت کو نظر انداز کر کے ارشاد فرماتے ہیں:-

"دیکھئے قرآن کس قدر وضاحت سے کہتا ہے من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم وھم فیھا لا یبخسون (۱۱/۱۵) پھر ترجمہ کرتے ہوئے آگے چل کر لکھتے ہیں۔ تنقیحات بالا سے حسب ذیل نتائج ہمارے سامنے آگئے:-

(۱) دنیاوی زندگی میں سامان زیست کی فراوانی اور بے خوفی ہی شایان شان انسانیت ہے (جی ہاں! یہی کہ سوائے آگ کے کچھ نہیں —— ناقل)

(۲) سامان زیست تسخیر فطرت سے ملتا ہے (نہ جانے تسخیر فطرت سے ان کی کیا مراد ہے —— ناقل)

(۳) فطرت کے ذخائر ہر اس شخص اور قوم کے ہاتھ آسکتے ہیں جو ان کے لئے جدوجہد کرے اس میں مومن و کافر کی کوئی تمیز نہیں —— (بے شک! آپ کا دم قدم رہا تو مومنوں کو بھی نعوذ باللہ نار ملے گی)

(۴) جو قوم تسخیر فطرت میں جدوجہد نہ کرے وہ متاع حیات سے محروم رہ جاتی ہے۔ (پرویز صاحب! ہم تو ایسی متاع حیات سے لنڈورے ہی بھلے۔ خدا کرے آپ کو بھی نصیب نہ ہو)

(۵) اور متاع حیات سے محرومی یا اس کے حصول میں دوسروں کی محتاجی لعنت اور ذلت کی زندگی اور خدا کا عذاب ہے"

اب کوئی دوست خدا لگتی کہیں کہ کیا ہر دو آیات سے یہی کچھ مفہوم پیدا ہوتا ہے جو پرویز صاحب نے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی یہ پانچ نکاتی سکیم کسی خاص تنقید کی ضرورت ہی نہیں رکھتی معاملہ تو خود بخود ہی چوپٹ ہو چکا ہے۔ پرویز صاحب انجان تو ہیں نہیں اور نہ ہی انہیں ۱۶ ویں آیت سے لاعلم سمجھا جا سکتا ہے۔ البتہ وہ سچے سفید زور معلوم ہوتے ہیں جو شاید سمجھتے ہیں کہ اس زمانہ میں ایک بھی حافظ قرآن موجود نہیں جسے خیال پیدا ہو کہ ان کی دی ہوئی آیت کے آگے دوسری بھی کوئی آیت ہے جو پہلی آیت کی تفصیل بیان کرتی ہے۔

صفحہ ۲۷ پر دنیا اور آخرت کا مفہوم بتایا ہے۔ اور پھر انکی الگ توجیہات کرتے ہوئے نہ جانے کہاں سے کہاں نکل گئے ...... مضمون کی طوالت کے خیال سے انکے پورے متن دینے سے ڈر رہا ہوں بہرکیف آپ مجھ پر اعتماد کریں اور یقین جانیں کہ اگلے صفحات میں چل کر قارئین کو وہ وہ جھکمے دیتے ہیں اور متاع دنیا کے ایسے سبز باغ دکھائے گئے ہیں کہ سطر سطر سے یہی آواز نکلتی ہے ہائے روٹی ہائے روٹی ہائے پیٹ ہائے روٹی ہائے پیٹ ——! پھر کبھی دفعہ ملا تو انکے عجیب وغریب نمونہ ہائے روزگار کی سیر کرا دوں گا۔ لیکن اب تو ایک اور بات پر اکتفا کرتا ہوں وہ یہ کہ پرویز صاحب کو اپنی تحریروں کے بکنے کا بہت ہی خیال رہتا ہے، یہاں تک کہ کتاب مذکور میں قارئین کو تقریباً ایسے ایسے حوالے خریدنے کی تاکید کی گئی ہے۔ کہ میرا خیال ہے محض اسباب زوال امت کو پڑھنے اور پھر سمجھنے کے لئے پرویز صاحب کی تقریباً تمام کتابیں یا "طلوع اسلام" ضرور خریدنے پڑیں گے کیونکہ ان کے اکثر حواشی اس ترغیب سے پر ہوتے ہیں کہ میری فلاں کتاب یا "طلوع اسلام" کے فلاں فلاں نسخے ضرور مطالعہ کریں۔

محترمہ احمدی بہن کا دوسرا خط

ایک محترمہ احمدی کا خط قبل ازیں شائع کیا جا چکا ہے جس میں انہوں نے اپنے مصائب کا ذکر کرتے ہوئے دعا کی قبولیت کے متعلق بعض سوالات کئے تھے، جن کا جواب بھی دیدیا گیا تھا، اسی بارہ میں ہماری محترمہ بہن کا ایک اور خط موصول ہوا ہے، جو درج ذیل ہے :-

مکرم و محترم جناب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جزاک اللہ میں آپ کا شکریہ خاص ادا کر نہیں سکتی آپ کا دعا کے متعلق مضمون پڑھ کر باعث تسکین ہوا آپ نے میرے درد کو اتنا محسوس کیا اور میرے احمدی بہن بھائیوں کو پیغام پہنچایا - میرے کسی احمدی بھائی نے میرے لئے دعا کی اور وہ دعا واپس ان کے سینے پر پڑی اب مجھے اور بھی زیادہ پریشانی پڑھ گئی ہے میں کہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لعنتی تو نہیں ہماری جماعت میں کئی ایسی بزرگ ہستیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ سے خبر پاتے ہیں انکی خدمت میں میری التجا ہے یہ پتہ کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض تو نہیں جو تکلیفیں میں نے پہلے آپ کو لکھی ہیں وہ دنیاوی تھیں جو غم میرے دل کو کھائے جا رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہے اسی کی وجہ سے میں اکثر دل کی تکلیف سے بیمار رہتی ہوں اگر یہ معلوم کرلوں کہ میرا خدا مجھ پر خوش ہے تو خدا کی قسم میں سب دکھ درد بھول جاؤں گی آیندہ زندگی کے دن پُرسکون گزار سکوں گی میرے بزرگ میری طرف توجہ کریں جو دعائیں کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر بخشے، معاف فرماویں تکلیف دے رہی ہوں والسلام آپ کی احمدی بہن -

جواب اخبار میں دیں تاکہ سب کے لئے موجب ہدایت ہو، والسلام،

میرے لڑکے نے ایف اے کا امتحان دینا ہے اس کی کامیابی کے لئے دعا کریں -

"پیغام صلح":- ہم اپنی محترمہ بہن کی خدمت میں پہلے بھی عرض کر چکے ہیں اور اب پھر ان سے کہنا چاہتے ہیں کہ دعا کا مسئلہ ایسا نہیں کہ اس کی عدم قبولیت کو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا نشان سمجھا جائے، بسا اوقات بڑے بڑے مقبولین و مقربین الٰہی سخت خطرات اور مصائب میں سے گزرتے ہوئے ان سے مخلصی کی دعائیں دل درد و کرب کے ساتھ کرتے ہیں، یہاں تک کہ انبیاء کرام کے موہنوں سے متی نصر اللہ کی آواز نکلنے لگتی ہے، لیکن بارگاہ الٰہی سے نصرت اسی وقت آتی ہے جب مشیت ایزدی اس کی متقاضی ہو، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے الا ان نصر اللہ قریب کی صدا

اسی وقت آتی ہے جب اس کی حکمت و مصلحت نصرت کا بھیجنا ضروری سمجھے۔ بندہ کا کام یہی ہے کہ وہ دلی اخلاص کے ساتھ مانگتا چلا جائے اور یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کی التجاؤں کو سنتا ہے اور سنے گا اور مناسب وقت اس کی قبولیت بھی نازل ہوگی، یہ یقین اور ایمان اور احکام الٰہی کی پوری اور سچی متابعت ہی ایک چیز ہے جو ایک مومن کی پُرسوز دعاؤں کی قبولیت اور حصول رضائے الٰہی کا موجب ہو سکتی ہے خواہ وہ قبولیت کتنی بھی دیر کے بعد آئے ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری محترمہ بہن کے مصائب کو اپنے فضل و کرم سے دور فرمائے اور ان پر اپنے افضال و اکرام کے دروازے کھول دے، احباب کرام، اور بزرگان جماعت سے بھی استدعا ہے کہ اپنی اس محترمہ بہن کے لئے ضرور دردِ دل سے دعا فرمائیں اور ان کے بیٹے کی کامیابی کے لئے بھی دعا کریں۔

مفت تقسیم کتب

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ۔

میں بہت ممنون ہوں گا - اگر آپ ذیل کی خبر کو اپنے پیغام صلح کی اگلی اشاعت میں شائع کرادیں،

سیلاب میں ووکنگ مسلم مشن کی طرح لنڈن جو کتابیں کسی قدر خراب ہو گئی تھیں - ان کے متعلق ہم نے جو ایک اشتہار پیغام صلح اور لائٹ میں کچھ عرصہ ہوا دیا تھا - اس اشتہار کو دیکھ کر مغربی اور مشرقی پاکستان، ہندوستان، سیلون مصر اور ایران سے متعدد آرڈر آئے جن کی تعمیل کی جا چکی ہے - مغربی پاکستان سے انگریزی کتب کے لئے ۲۳ سیٹوں کے اور اردو کتب کے لئے ۲۹ سیٹوں کے آرڈر آئے ۔مشرقی پاکستان سے انگریزی کتب کے لئے ۱۸ - آرڈر آئے، ہندوستان سے انگریزی کتب کے لئے ۱۹ - آرڈر آئے، مصر سے ایک اور ایران سے ایک، اس طرح بیرونجات سے کل ۴۰ آرڈر آئے اور ان کی تعمیل کی جا چکی ہے۔

جماعت کے دوستوں نے ۱۵۶ سیٹ حاصل کئے - یعنی کل ۲۵۶ سیٹ تقسیم کئے گئے - انگریزی کی سیٹ میں ۲۶ کتابیں تھیں اردو پہلے سیٹوں میں ۱۵ - اور بعد میں بعض کتب کم ہو جانے کی وجہ سے سات کتب کی سیٹ دی گئیں - آپ کا مخلص - آفتاب الدین احمد

سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن

احمدی نوجوانوں کے نام

۱۷ر فروری ۱۹۵۵ء کا اخبار پیغام صلح میں "احمدی نوجوانوں کے نام" کا مضمون پڑھ کر مجھے بے حد خوشی حاصل ہوئی جناب مسعود اختر صاحب احمدی کے دلی جذبات اور ایمانی جوش پر مبارکباد دیتے ہوئے میں تمام احمدی نوجوانوں کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے موجودہ بزرگ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کے نوجوان ہی تھے - کیا ان نوجوانوں کے اہل و عیال اور ان کے کاروبار نہ تھے، اور کیا ان کے اندر حوائج بشری موجود نہ تھے ؟ لیکن ان سب باتوں کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو ایک امتر کے سپرد کر دیا اور اس کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے خدمت دین اور مجاہدات میں ترقی کرتے ہوئے اس درجہ پر پہنچ گئے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ کل نسل انسانی کی اصلاح کا بیڑا انہوں نے اٹھایا اور اس کام کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیا، پھر موجودہ زمانے کے نوجوانوں کو کیا ہو گیا کہ وہ خدمت اسلام سے پہلو تہی کرتے چلے جا رہے ہیں، ہمارے بزرگوں کی ذمہ داریاں آہستہ آہستہ ہمارے کندھوں پر آ رہی ہیں لیکن ہم یہ کہکر کہ جب آئیں گی دیکھا جائے گا غفلت کی نیند میں سو رہے ہیں، میرے نوجوان بھائیو! یہ وقت سونے کا نہیں ہے، اُٹھئے اور اپنے آپ کو اس قابل بنائیے کہ آنے والی ذمہ داریوں کو نبھانے کے ہم اہل بن جائیں اگر ابھی سے آپ نے کام شروع نہ کیا اور نوجوانی میں خدمت دین کی عادت نہ ڈالی تو بڑھاپے میں آپ اس کے اہل نہ ہوں گے اس وقت تو آپ بھی ضعیف ہو جائیں گے جس کی وجہ سے اہلیت پیدا کرنے کے آپ قابل نہ رہیں گے ۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ باپ اخیر دم تک کلفت کرتا ہی رہے اور نوجوان بیٹا اپنے آنے والی ذمہ داریوں کا خواب دیکھتا رہے ۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ نوجوان جو اپنی ذمہ واریاں اپنے بزرگوں کی زندگیوں میں ہی ان کی دعاؤں اور مشوروں سے اپنے کندھوں پر اٹھانے کے لئے آگے قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ اپنے بزرگوں کو نہیں بلکہ رب العالمین کو خوش کرتے ہیں۔

میرے دوستو! آؤ ہم سب مل کر موجودہ بزرگوں کی زندگیوں میں ہی کام شروع کردیں وہ ہمارا پہلا کام ہوگا اور اخیر تک رہے گا وہ یہ کہ رات کے وقت ہر روز بستر پر لیٹنے سے پہلے یا لیٹے ہوئے دس شرائط بیعت کا مطالعہ کر لیا کریں - اور دن بھر جہاں تک ہمارا اپنا بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے طاعت لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ میں مصروف رہیں۔ اس کے بعد چند ہی دنوں میں آپ دیکھیں گے کہ خدمت دین کے بہترین کام آپ کے ہاتھوں سرانجام پا رہے ہیں ۔

عاجز - شیخ عبدالستار احمدی ہرشلی۔

محمد صاحب کا جانوروں سے پریم

(بسلسلہ صـــ ۱۲)

ایک اور حدیث ہے کہ :-

ایک چڑیا کے گھونسلے سے کسی نے کچھ انڈے چرا لئے اس پر محمد صاحب نے ان انڈوں کو گھونسلوں میں واپس رکھوا دیا۔

(بخاری)

محمد صاحب کا جانوروں سے پریم

(بسلسلہ صفحہ)

عامر کا ایک بیان ہے جو ابوداؤد میں محمد بن اسحاق کی زبانی درج ہے۔ عامر کہتا ہے کہ:-

"ہم لوگ پیغمبر کے ساتھ تھے جب ایک آدمی ان کے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک دری تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جسے اس نے دری سے ڈھک رکھا تھا اس نے کہا اے اللہ کے رسول! جب میں آپ کے پاس آرہا تھا تو چڑیوں کے ایک جھنڈ کے بیچ میں سے گذرا مجھے وہاں چڑیوں کے بچوں کی آواز سنائی دی۔ میں نے انہیں پکڑ لیا۔ بچوں کی ماں میرے چاروں طرف پھڑپھڑانے لگی، میں نے بچوں پر سے دری ہٹا دی اور ماں ان کے پاس آکر بیٹھ گئی، تب میں نے ان سب کو اپنی دری میں لپیٹ لیا۔ جن بچوں کو میں نے پکڑا ہے وہ یہ ہیں، پیغمبر نے کہا۔ انہیں تم نیچے اتارو۔ اس نے ان بچوں کو نیچے اتار دیا، ماں بچوں کے ساتھ رہی اور کسی طرح ان سے الگ نہ ہوئی پیغمبر نے اپنے صحابیوں سے کہا۔ اپنے بچوں کے ساتھ ماں کا یہ پریم دیکھ کر کیا تم لوگوں کو اچنبھا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں اے اللہ کے رسول! پیغمبر نے کہا۔ قسم اس ذات پاک کی جس نے میرے گھٹ میں سچائی کو جگہ دی ہے! ان بچوں کی ماں سے کہیں زیادہ اللہ اپنے بندوں سے پریم کرتا ہے۔ ان سب کو لے کر تم اسی جگہ واپس جاؤ اور انہیں وہیں چھوڑ دو، جہاں سے تم نے انہیں پکڑا ہے۔ ان کی ماں کو بھی ساتھ لے جاؤ اور وہیں چھوڑ دو، تب وہ آدمی ان سب کو لے کر واپس چلا گیا۔ (ابوداؤد)

(باقی ملا کالم میں)

سے کہا کہ:-

"اپنے جانوروں کی پیٹھ کو کھڑا ہونے کے لئے جھونڑہ نہ بناؤ۔ اللہ نے انہیں تمہاری مدد کے لئے پیدا کیا ہے، تاکہ تم دُور دُور کے دیشوں میں جاسکو جہاں بغیر ان جانوروں کی سہایتا کے پہنچنے میں تمہیں بڑی مشکلیں جھیلنی پڑتیں"

(ابوداؤد)

چڑیوں کے پکڑنے اُن کے تاتے، ان کے انڈے گھونسلوں سے اٹھاتے اور ان کے بچوں کو پکڑنے کو محمد صاحب نے منع کیا ہے عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ اس کا باپ عبداللہ کہا کرتا تھا

"ہم لوگ ایک دن محمد صاحب کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی چڑیا پہ ہماری نگاہ گئی۔ اس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے دونوں بچوں کو پکڑ لیا، ان کی ماں چاروں طرف پھڑپھڑانے لگی۔ اتنے میں محمد صاحب آگئے انہوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ:-

'اس کے بچوں کو لوٹا دو'۔

ہم نے چیونٹیوں کے ایک بل کو بھی آگ لگا دی تھی محمد صاحب [illegible] دیکھا تو پوچھا:- اسے کس نے جلایا [illegible] ہم لوگوں نے کہا ہے۔ پیغمبر نے کہا [illegible] اللہ [illegible] آگ کا مالک ہے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی [illegible] کو آگ میں جلنے کی سزا دے"

(ابوداؤد)

(بقیہ از صہ)

سلوک و رواداری کے یا بلحاظ اندرونی نظام کے، ان تمام زاویہ ہائے نگاہ سے یہی حقیقت ثابت ہوگی کہ جماعت لاہور کے اکابر ممبروں کی جبلی سرشت و طینت پاک و لطیف ہے۔ دنیا میں بلند سے بلند مقصد کے وہ حامل ہیں، اعتقادات میں صراطِ مستقیم پہ قائم ہیں، سلوک میں وسعت قلبی و رواداری کے قائل ہیں، نظام میں اخوت و مساوات، آزادی و جمہوریت کے پابند ہیں۔ کیا اس وقت کوئی اور مذہبی گروہ موجود ہے جو ایمان کو برقرار رکھتے ہوئے عمل اور جد و جہد پہ اپنا انحصار رکھتا ہو نہ کہ محض [illegible] جذبات پر؟ کیا کوئی اور جماعت نظر آتی ہے جو باوجود اپنے آپ کو صحت پہ یقین کرنے کے پھر اس قدر وسعت قلبی اور فراخ دلی سے کام لیتی ہو کہ اتحاد کو مقدم کرتی اور کلمہ طیبہ کی حکمت کو ملحوظ خاطر رکھتی ہو؟ آج کہاں وہ لوگ پائے جاتے ہیں جو الہام الٰہی پہ حتمی ایمان لانے کے باوجود توہم پرستی و اعتقادی کا بھی شکار نہ ہوئے ہوں؟ کونسے وہ اصحاب ہیں جنہوں نے نہ صرف مامورِ وقت کو شناخت کر کے اس کا دامن پکڑا بلکہ غیر ماموروں کو بھی جان کر ان سے اعراض کیا ہو اور اس طرح مامور کی صحیح پوزیشن کو قائم کرنے اور اس کا بلند مقام متشخص کرنے میں کامیاب ہوئے ہوں؟ افراط و تفریط کے اس دور میں کس جگہ کوئی اور نظام ہے جس میں مقتدر اصحاب نے خود اپنے ہاتھوں سے صحیح جمہوری و آزادانہ نظام قائم کیا ہو؟ کونسا وہ مرکز ہے جہاں قرآن کریم کی اشاعت اور صداقت اسلام کی ترویج بذریعہ معقول دلائل برتر علم کلام کی داغ بیل ڈالی گئی ہو؟

الہامات میں نصف صدی بعد کے واقعات

جب واقعات حقہ کی شکل میں ہمارے سامنے جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کی یہ سرگذشت سامنے آتی ہے تو اس کے ساتھ ہی ان الہامات کی صداقت کا بھی ہمارے روبرو روز روشن کی طرح چمک کر ظاہر ہو جاتی ہے جو آج سے نصف صدی قبل مامور و مسیح وقت کے قلب پر نازل کئے گئے یعنی یہ کہ:-

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں ان کو اطلاع دی جاوے نظیف مٹی کے ہیں مٹی رہے گی مگر وسوسہ نہیں رہے گا"

اور:-

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں وسوسہ پڑ گیا ہے پر مٹی نظیف ہے وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی"

اب غور [illegible] بات ہے کہ [illegible] علم غیب کو بتلا سکنے پر قادر ہو کہ اپنی موت کے نصف صدی بعد کے پیش آمدہ واقعات کو من و عن ظاہر کر دے؟ کیا اس قدر زبردست غیب کا اظہار خدا تعالیٰ کی نہاں در نہاں ہستی اور اس کی قادرانہ حکمت پر دلیل نہیں؟ پھر غور کرو کہ اگر حضرت اقدس کے لاہور کے ممبر اپنی باطنی سرشت و اندرونی خمیر میں اعلیٰ و عمدہ و نظیف ثابت ہو چکے ہیں اور اگر ان کے متعلق جو وساوس پھیلائے گئے وہ جاتے رہنے کے سامان مہیا کئے گئے ہیں تو علم غیب کی یہ بات کہ مٹی رہے گی یعنی ان کی فطرت کے عمدہ پہلو و رجحانات آیت والباقیات الصالحات کے مطابق قائم ہو کر انہیں ہی بالآخر غلبہ و اکثریت نصیب ہوگی غلط نکلے گی؟

"میں تیرے خالص محبوں کے گروہ کو بھی بڑھاؤنگا"

اسی خدا کا کلام ہے جس نے مامور وقت کو بھی مبعوث فرمایا۔

جس کی کوئی بات صداقت سے خالی نہیں گئی اور جس کا کوئی وعدہ اپنے صادق مسیح سے خطا نہیں ہوا۔ کون خوش قسمت ہے وہ انسان جو خدا کے منہ سے نکلی ہوئی بات پر اس کے پورا ہونے سے قبل ایمان لاتا ہے اور اس سے زیادہ کون نیک بخت ہے جو خدا کے قول کو سچا یقین کر کے اسی کے مطابق اپنے خیالات و جذبات اور عمل و سعی کو ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔

(باقی آئندہ)

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح سے شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۰ — تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور — فون نمبر ۳۷۴۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام

[illegible] اسلام لاہور کا ہفت روزہ

پیغام صلح

ایڈیٹر محمد یوسف

جلد ۴۲ | لاہور چہار شنبہ مورخہ ۱۹ شعبان ۱۳۷۴ھ ۔ ۱۳ اپریل ۱۹۵۵ء | نمبر ۱۷

ازدفتر اخبار پیغام صلح لاہور ۲۶۳
بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی
اہل مد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر
جھنگ
P.O. Jhang

گرد و پیش

معاصر "نوائے وقت" (۱۱ اپریل) اپنے مقالہ افتتاحیہ بعنوان "عقیدت کا بازار" میں رقمطراز ہے:-

"موجودہ دور کو عام بد اعتقادی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ لیکن اس عہد میں بھی انسان کی عزیز ترین متاع ـــ عقیدت ـــ جس طرح بازار کی جنس بنی ہوئی ہے۔ اس کی مثال آسانی سے نہ ملے گی ہر جگہ اس جنس کے تاجروں نے جنہیں عرفِ عام میں پیر کہا جاتا ہے۔ جو دھاندلی مچا رکھی ہے، وہ ہماری مجلسی زندگی کا ایک اندوہناک داغ ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ سب پیر عقیدت کے تاجر ہیں۔ لیکن اس شعبہ میں حقیقی اور جعلی، بھلے اور بُرے میں تمیز و تخصیص کا کوئی حتمی معیار نہیں۔ اور عام ناخواندگی اور جہالت کے سبب یہ بے بہا متاع سب سے نفع بخش کاروبار بنی ہوئی ہے ....

سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ اندھی عقیدت اب دیہاتی گنواروں تک محدود نہیں رہی۔ بعض پڑھے لکھے تعلیم یافتہ اور ذمہ دار مناصب پر فائز افراد بھی اس میں گرفتار ہونے لگے ہیں۔ عام زندگی میں ان کی روشن خیالی کی قسم کھائی جاتی ہے۔ لیکن اس بازار میں وہ بھی دونوں ہاتھ لٹتے نظر آتے ہیں۔ اور اس طرح اس عقیدت کے بازار کی رونق بڑھاتے ہیں۔ لوگ ان کے علم اور مرتبہ کو دیکھتے ہیں اور ان کی بازارِ عقیدت میں یہ حالت دیکھتے ہیں۔ تو وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان کے دل و ضمیر پر کیا بار ہے کہ وہ اس طرح تسکین پانے کی کوشش کر رہے ہیں عام تاثر یہی ہوتا ہے کہ یہ کرامت کا اثر ہے کہ اتنے بڑے لوگ بھی کھنچے چلے آتے ہیں۔ اور اس طرح بے علموں کے لٹے جانے کا بازار مزید گرم ہو جاتا ہے۔

"معلوم نہیں کہ اس اندوہناک کیفیت کا احساس کب کیا جائے گا۔ اور ان عقیدت کے تاجروں کی قلعی کب کھلے گی؟"

غلبۂ قرآن پر مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کا ریویو

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی اپنے اخبار صدق جدید (یکم اپریل) میں لکھتے ہیں:-

غلبۂ قرآن - از مولوی صدرالدین صاحب ایم، اے - ۴۰۴ صفحہ - مطبوعہ ٹائپ - مجلد - قیمت درج نہیں - پتا - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - احمدیہ بلڈنگز - لاہور - پاکستان)

جماعت احمدیہ (لاہور) کے موجودہ امیر بھی اپنے محترم پیش رو کی طرح خدمت قرآن میں لگے رہتے ہیں۔ اور قرآن مجید کی جو خدمت بھی اخلاص کے ساتھ کی جاتی ہے۔ بہرحال قابل قدر ہی ہوتی ہے وہ ایک عرصہ تک برطانیہ اور جرمنی میں تبلیغ کا کام بھی کر چکے ہیں اور ایک جرمنی ترجمۂ قرآن بھی ان کے قلم سے نکل چکا ہے۔ اس لئے مغربی ذہنیت کے سمجھنے کا بھی پورا تجربہ رکھتے ہیں ـــ کتاب کا موضوع جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ قرآن اور تعلیمات قرآنی کی افضلیت ہے اور اسے انہوں نے یورپی قوموں اور یہود و نصاریٰ کے سامنے پیش کیا ہے مسیحیوں کے سامنے علی الخصوص نفس قرآن اور سنت رسول دونوں سے مدد لے کر انہوں نے

(ص ۲) قرآن کی جامعیت، نافعیت اور محفوظیت اور رسول کی کاملیت کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا ہے اور جابجا قرآن کا موازنہ موجودہ توریت و انجیل کی ناقص تعلیمات سے بھی کرتے گئے ہیں۔ ایک مستقل باب رد مسیحیت میں ہے، اور یوں بھی رواجی مسیحیت سے متعلق کافی معلومات کتاب میں مل جاتے ہیں اس لحاظ سے بہتر یہ تھا کہ کتاب انگریزی ہی میں ہوتی۔

کتاب بجائے خود اچھی خاصی ہے اور انگریزی تعلیمیافتہ گروہ کے حق میں مفید۔ لیکن خدا معلوم کس مصلحت سے مصنف نے وفات مسیح وغیرہ بعض ایسی بحثوں کو بھی چھیڑ دیا ہے جن میں ان کا فرقہ جمہور امت کے عقائد سے الگ ہے۔ بغیر ان مباحث کو لائے ہوئے بھی غلبہ قرآن اچھی طرح ثابت کیا جا سکتا تھا۔

ایک بڑا نقص کتاب میں یہ ہے کہ فہرست مضامین سرے سے موجود ہی نہیں جس سے کچھ پتا نہیں چلتا کہ کل کتنے باب ہیں۔ اور کون باب کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کہاں ختم! سہو نظر کی مثالیں بھی کہیں کہیں ملتی ہیں، مثلاً صفحہ ۳۵۹ پر عربی ڈکشنری کے جس انگریز مصنف کا نام لین پول درج ہے، اس کا صحیح نام صرف لین تھا۔ کہیں کہیں انگریزی الفاظ خصوصاً مسیحی اصطلاحیں بغیر ترجمہ کے رہ گئی ہیں:

---

۱۳ اپریل ۱۹۵۵ء

اخبار احمدیہ

تقریب شادی

۲۸ مارچ کو الحاج شیخ میاں شریف احمد صاحب ملزا و تر لال پور کی صاحبزادی خالدہ پروین کی شادی شیخ میاں نسیم فیروز فرزند شیخ میاں فیروز الدین صاحب کے ساتھ ہوئی، خطبہ نکاح مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے پڑھا جس میں پانچسو روپیہ حق مہر کا اعلان کیا گیا، دولہا دلہن ہر دو الحاج شیخ میاں محمد صاحب ملزا و تر لال پور کے نواسے ہیں (میاں صاحب ممدوح اور دیگر لواحقین کو مبارکباد) اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

انجمن برہما کی کارگذاری

پیننانگ یانگ (برہما) میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی جو شاخ ہمارے محترم بزرگ ڈاکٹر این اے خان کے زیر قیادت کام کر رہی ہے اس کے ۲۰ فروری کے اجلاس کی رپورٹ موصول ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انجمن کے ارکان بڑی مستعدی اور تندہی سے تبلیغی کام کر رہے ہیں، اس اجلاس میں کیاکی نامی قصبہ کے ایک پرانے احمدی بزرگ منشی عبدالحکیم بھی شامل ہوئے جن کی عمر ۷۳ سال ہے، انہوں نے ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی تھی، باوجود پیرانہ سالی کے انہوں نے وعدہ کیا کہ کال آف اسلام کے برمی ترجمہ اور "احمدیہ موومنٹ" کے انگریزی پمفلٹ کو خالص برمی مسلمان دیہات میں تقسیم کریں گے، اسی میٹنگ میں بتایا گیا کہ چندہ ماہوار کی ایک خاصی رقم سیکرٹری صاحب کے پاس امانت پڑی ہے جو ڈائرکٹر ڈاکخانہ جات برہما کی طرف سے پرمٹ نہ ملنے کی وجہ سے مرکز کو نہیں بھیجی جا سکی، اس کے لئے کوشش کی جا رہی ہے، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ماہ جنوری میں "پیغام [illegible] لائٹ" کے متعدد پرچے اور کئی ایک انگریزی پمفلٹ مختلف اصحاب کو برائے مطالعہ بھیجے گئے۔

برٹش گیانا میں احمدیت

[illegible] عبدالرحیم جگو صاحب کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ برٹش گیانا کے بعض [illegible] پر وہ وہاں گئے، اور کئی دن تک احمدیت کی تبلیغ کی پہلے تو بعض سُنی کہلانے والے مسلمانوں نے مخالفت کی اور احمدی مبلغ پر مساجد کے دروازے بند کرنے کا اعلان کیا، لیکن بعد میں تقاریر سننے پر سب لوگوں کو احمدیت کی خوبیوں کا اعتراف کرنا پڑا اور یہ ماننا پڑا کہ یہی جماعت اسلام کی حقیقی داعی اور دنیا کی نجات کا موجب ہے، خدا کے فضل سے جماعت مضبوط ہو گئی ہے اور ایک مسجد بنانے کی تیاری ہو رہی ہے، جگو صاحب کا مفصل خط آیندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

درخواستہائے دُعا

منشی احمد دین صاحب جاجر پوچھ بلڈ پریشر اور دیگر عوارض میں مبتلا ہیں، بابو لعل دین احمد صاحب نوشہرہ میں بڑھاپے کے عوارض اور بیکاری کی وجہ سے مشکلات میں ہیں، محمد عبداللہ باشا صاحب (ینام - اندھرا - ہندوستان) استھینیا کی بیماری میں مبتلا ہیں، چوہدری سید محمد صاحب نمبردار بدوملہی کی صاحبزادی سخت بیمار ہے۔ اور بھی کئی دوست مشکلات میں مبتلا ہیں، کئی طلباء امتحانات دے رہے ہیں، احباب سے درخواست ہے، کہ ان سب کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

وصیت اور صدقہ — عالم عقبیٰ کا توشہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

وصیّت کی اہمیت

عن عبد اللہ بن عمر رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما حق امرئٍ مسلم له شیءٌ یوصی فیه یبیت لیلتین الا و وصیته مکتوبة عندهٗ۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے مسلمان شخص کو مناسب نہیں جس کا کوئی مال ہو جس میں اس پر وصیت کرنا ضروری ہو کہ وہ دو راتیں گذارے مگر اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہیئے۔

نوٹ:۔ وصیت وارثوں کے لئے نہیں کیونکہ ان کے حصص قرآن نے مقرر کر دیئے ہیں۔ جس وصیت کا حکم اس حدیث میں اور قرآن کی آیت کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الخ میں دیا گیا ہے وہ خیراتی کاموں کے لئے ہے جب مرنے والا والدین اور قریبیوں کے لئے مال کثیر چھوڑتا ہے تو ضروری ہے کہ قومی و مذہبی کاموں کے لئے بھی ایک حصہ کی وصیت کرے اور یہ ایک تہائی تک ہو سکتی ہے، اسی حکم کے ماتحت صحابہ خیراتی کاموں کے لئے اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیت کرتے تھے اور اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی اپنی جماعت کو اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ اشاعت اسلام کے کام کے لئے اپنے مال کا ایک حصہ وصیت کریں حدیث سے وصیّت کی اہمیت واضح ہے۔

فوت شدہ کے لئے صدقہ

عن سعد بن عبادة رض توفیت امهٗ وهو غائبٌ عنها فقال یا رسول اللہ ان امی توفیت و انا غائبٌ عنها اینفعها شیءٌ ان تصدقت به عنها قال نعم قال فانی اشهدك ان حائطی المخراف صدقةٌ علیها۔

سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ ان کی ماں وفات پا گئی اور وہ اس کے پاس موجود نہ تھے، تو عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں وفات پا گئی اور میں اس کے پاس موجود نہ تھا تو کیا اسے فائدہ دے گا اگر میں کوئی چیز اس کی طرف سے صدقہ کر دوں فرمایا ہاں انہوں نے عرض کیا تو میں آپ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میرا باغ مخراف ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

عن کعب بن مالك قلت یا رسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقةً الی اللہ والی رسوله صلی اللہ علیه وسلم قال امسك علیك بعض مالك فهو خیرٌ لك قلت فانی امسك سهمی الذی بخیبر۔

کعب بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری توبہ میں سے یہ ہے کہ میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر کے الگ ہو جاؤں، آپ نے فرمایا اپنا کچھ مال پاس رکھو وہ تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا میں اپنا وہ حصہ رکھ لوں گا جو خیبر میں ہے۔

نوٹ:۔ کعب بن مالک ان تین صحابہ میں سے ہیں جو غزوہ تبوک سے بغیر کسی عذر کے رہ گئے تھے۔ جن کا ذکر توبہ ۱۱۸ میں ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلعم کے سامنے اس کا اعتراف کیا۔ آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے یہاں تک کہ ان کے بارہ میں اللہ تعالےٰ کا کوئی خاص حکم نازل ہو پچاس دن کے بعد توبہ قبول ہونے کی آیت نازل ہوئی، اس خوشی میں کعب نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا کچھ رکھ بھی لو۔

دُعا کے لئے صدق سوز و ابتہال اور

تقویٰ کی ضرورت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

کیسی دعا قبول نہیں ہوتی

دعائیں مخلصین کی قبول ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ صدق اور سوز اور ابتہال ساتھ رکھتے ہیں۔ جو لوگ اوپرے دل سے دعائیں کرتے ہیں .... اور ان پر مداومت نہیں کرتے اور اپنے اندر ایک تبدیلی نہیں کر لیتے وہ دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے فرضی طور پر کوئی بچہ کا نام شمس الدین رکھ لے۔ مگر ایک صادق سالک کو چاہیئے کہ وہ ایسی تبدیلی کرے اور اپنے آپ کو ایسا نمونہ بنا دے جیسا کہ سڑکوں پر میل کا نشان ہوتا ہے۔ وہ دوسروں سے متمیز ہو جاتا ہے۔ نشان بھی ایک یاد دہانی کا معاہدہ ہوتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ تورات کو آستانوں پر لکھ لو۔ یہ اس لئے کہ جب وہ اندر باہر آتے جاتے ان کو دیکھیں گے۔ ان کو احکام الٰہی پر نظر رہے گی۔

دعا کی قبولیت کے لئے کن باتوں کی ضرورت ہے

غرض میرا اصل مطلب صرف یہ بتانا ہے کہ دعا کی قبولیت کے لئے پہلے تقویٰ کی ضرورت ہے تقویٰ کا طریق اختیار کرو۔ اگر تقویٰ اختیار نہیں کرتے تو ہر چند دعائیں کریں وہ کوئی اثر نہیں رکھتی ہیں، خود بھی دعا کریں۔ اور ان لوگوں سے جن پر کہ حسن ظن ہے ان سے بھی دعا کرائیں مگر یہ ضروری بات ہے کہ جس سے دعا کرائیں اس کے ساتھ ایک تعلق پیدا کرنا چاہیئے جس سے دعا کرنے والے کے دل میں ایک اضطراب پیدا ہو اور اسے توجہ ہو۔ دوسرے اپنی تبدیلی ضروری ہے۔ اگر خود خبیث کا خبیث رہے اور کوئی تبدیلی نہ کرے تو اس نیک مرد کی دعا اس کو کوئی مفید نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس میں بھی تو اثر قبول کرنے والی فطرت ہونی چاہیئے روشنی کا خاصہ یہی ہے کہ جہاں اس کے حسب حال صفائی زیادہ ہو وہاں وہ زیادہ پڑتی ہے۔ یہی حال پاک تاثیروں کا ہوتا ہے جو انوار الٰہی لے کر آتے ہیں، جس قدر دل اور سینہ صاف ہو اسی قدر وہ اس نور سے زیادہ منور اور موثر ہوتے ہیں۔

دعا میں صبر و استقلال کی ضرورت

پھر دعا کرنیوالے کو یہ بھی لازم ہے کہ وہ صبر اور استقلال سے کام لے۔ بعض لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں کہ وہ دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ اور چند روز بعد کہدیتے ہیں کہ یہ تو دکانداری ہے، یہاں تو کچھ بھی نہیں میرے لئے دعا کی تھی کچھ فائدہ نہ ہوا نادان اتنا نہیں جانتے کہ صرف دعا کرنیوالے ہی کا تو سارا کام نہیں کہ دعا بھی کرے اور اس دعا کے اثر دوں سے مستفید ہونے کی فطرت بھی دیدے دعا کرنیوالا تو طبیب کی طرح ہوتا ہے۔ اگر مریض اس نسخہ کا استعمال کر کے کوئی پرہیز ہی نہیں کرتا تو تندرست کیونکر ہو گا بلکہ دوا کے خواص اور اثر ہر حال میں ان کے ساتھ ہیں۔ اور وہ کبھی ضائع نہیں ہوتے اور بے اثر بھی نہیں ہوتے۔ لیکن ان کا اثر زیادہ تر مریض کے مزاج اور حالت پرہیز وغیرہ پر منحصر ہے۔ مثلاً جس شخص کو حرارت کے بڑھ جانے کی وجہ سے بعض امراض لاحق ہوتے ہیں، جو ادویات اس کو دی جائیں گی ان کے زیادہ موثر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ گرم اشیاء کے کھانے سے پرہیز کرے۔ لیکن اگر ان کو نہیں چھوڑتا، تو کیا دواؤں کی تاثیر کو باطل قرار دیں گے؟ ہرگز نہیں۔ پس خدا کا راستباز اور مقبول بندہ جب کسی کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ دعا اپنے رنگ میں قبول ضرور ہو جاتی ہے۔ اس کی قبولیت سے فائدہ اٹھانیوالی فطرت پیدا کرنا یہ دعا کرنیوالے کے فرائض میں سے ہے۔ جس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے۔ بدیوں کو چھوڑ دے اور دعا کرنیوالے پر حسن ظن رکھے اور صبر اور استقلال سے کام لے سعدیؒ نے کیا اچھا کہا ہے

طلبگار باید صبور و حمول

طالب کو کبھی ملول ہونا ہی نہیں چاہیئے ایسے لوگ بے نصیب ہوتے ہیں جو جلد گھبرا جاتے ہیں اور بدظنی سے کام لینے لگتے ہیں۔ دعا کرنے والے کو یہ بھی ضروری یاد رکھنا چاہیئے کہ اپنی طرف سے کوئی میعاد مقرر نہ کرے خدمت میں لگا رہے (باقی کالم اوّل کے نیچے)

(بسلسلہ کالم نمبر دوم)

پھر وقت آ جائے گا کہ وہ فائدہ اٹھا دے۔ اپنے آپ کو اگر اس راہ میں دکھوں میں ڈالنا پڑے تو بھی کچھ پروا نہ کرے ہمت نہ ہارے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــ ۱۳ اپریل ۱۹۵۵ء

پستیٔ اخلاق کا بدترین مظاہرہ

ماسٹر تارا سنگھ کا پیغام ـــ "مسلمانو! مسلمان بنو"

پاک بھارت کرکٹ میچ کے موقعہ پر ہندوؤں اور سکھوں کا جو خیر سگالی وفد لاہور آیا اور جس شریفانہ طریق سے انہوں نے دو تین دن یہاں گذارے اور اہل لاہور نے ان کی جو آؤ بھگت کی وہ ہر طرح قابل ستائش تھی، اس کے چند دن بعد غالبًا اہل لاہور کا قرضہ اتارنے کے لئے امرتسر اور جالندھر میں پاک بھارت ہاکی میچ کی طرح ڈالی گئی اور اہل لاہور کو اس میں شمولیت کی دعوت دی گئی، جس کو قبول کرتے ہوئے حکومت نے پاسپورٹ اور ویزا کی پابندیاں اس حد تک نرم کر دیں کہ ہر کس و ناکس پر امرتسر اور جالندھر جانے کا جنون سوار ہو گیا، اور پچاس ساٹھ ہزار پاکستانی مرد اور عورتیں میچ دیکھنے نہیں بلکہ رنگ رلیاں منانے، کپڑا اور دیگر اشیاء ناجائز طور پر لانے کیلئے امرتسر اور جالندھر چلے گئے، اور باوجودیکہ گورنمنٹ نے صرف تیس روپیہ ساتھ لے جانے کی اجازت دی تھی، لیکن کئی لوگ ہزار ہا روپیہ اور سونا چھپے چوری وہاں لے گئے اور ہزار ہا گز اونی، سوتی اور ریشمی کپڑا جس کی مالیت ۵ کروڑ روپے تک پہنچتی ہے اور کئی دوسری اشیا ناجائز طور پر درآمد کیں، ان میں سے کئی ایک کو پاکستانی کسٹم افسروں نے پکڑا اور ایسی تمام اشیاء ان سے برآمد کیں، لیکن کئی لوگ مختلف طریقوں سے آنکھ بچا کر نکل آئے۔

اس سلسلہ میں نمایندہ یونائیٹڈ پریس آف پاکستان نے امرتسر اور جالندھر کا دورہ کرنے کے بعد اطلاع دی ہے کہ ہندو سکھ تاجروں نے کپڑے کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر اس کی قیمتوں میں ۲۵ فیصدی سے سو فیصدی تک اضافہ کر دیا، اس کے معاوضہ میں پاکستانی روپیہ انہیں دیا گیا اس کی کوئی قدر نہیں کی گئی اور کھلے بندوں پاکستان کا ایک سو روپے کا نوٹ ۵۷ روپیہ بھارتی کرنسی میں فروخت ہوتا رہا، حالانکہ سرکاری طور پر اس کی قیمت ۱۴۴ بھارتی روپوں کے برابر ہے اس طرح پاکستان کی کرنسی کی قیمت میں قریبًا ۷۰ روپیہ کی کمی ہوئی۔

اپنی ملکی کرنسی کی اس طرح بے وقعت کرنے اور ایسے ناجائز طریقے اختیار کر کے اپنے کاروباری اخلاق کا یہ بدترین ...... مظاہرہ کرنے کے علاوہ پستیٔ اخلاق کا ایک اور مظاہرہ جو ان پاکستانیوں نے دکھایا وہ بقول نمایندہ یونائیٹڈ پریس آف پاکستان یہ ہے کہ "انہیں ہوٹلوں اور دیگر کھلے راستوں پر شراب کے نشہ میں چور دیکھا گیا اور بھارتی میزبان انہیں دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتے تھے وہ شراب کے نشہ میں خلاف تہذیب باتیں کرتے نظر آئے"

ایک اور اس سے بھی بدتر بات یہ ہے "کہ پاکستانی طوائفیں بھی بڑی تعداد میں امرتسر اور جالندھر گئیں، جنہوں نے اپنی عصمت فروشی سے بہت زیادہ بھارتی کرنسی حاصل کی جس سے انہوں نے قیمتی کپڑے اور دیگر سامان تعیش خریدا"

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ کیا یہ حالات خیر سگالی کا مظاہرہ کرنیوالے ہیں یا یہ اہل پاکستان کی پستیٔ اخلاق کا ایک بدترین مظاہرہ ہے، جو ان کی نیکنامی کے بجائے پرلے درجہ کی بدنامی کا موجب ہے، روپیہ اور دولت ویسے خراب ہوئی اور اخلاق ویسے تباہ ہوئے، کیا یہ اخلاقی تنزل ہماری مذہبی و دینی تحریکات کی فوری توجہ کا محتاج نہیں؟ کیا حکومت پاکستان ان بدنام کنندہ عوام کی بجائے اچھے اعلےٰ تعلیمیافتہ اور سنجیدہ و فہمیدہ لوگوں کو نہیں بھیج سکتی تھی جو اس کی عزت اور نیک نامی کا باعث ہوتے؟

اسی سلسلہ میں ایک ایسی بات بھی سننے میں آئی ہے جو مسلمانان پاکستان کی غیرت دینی کو ایک کھلا چیلنج ہے، کہا جاتا ہے کہ کسی شخص نے ماسٹر تارا سنگھ سے کہا کہ آپ اہل پاکستان کے نام کوئی پیغام لکھ کر دیں، تو انہوں نے ایک پرچہ پر یہ لفظ لکھے:-

"مسلمانو! مسلمان بنو"

یہ تین لفظ بتا رہے ہیں کہ مسلمانوں کے مظاہرہ نے ماسٹر تارا سنگھ جیسے شخص کے دل پر بھی کیا اثر پیدا کیا اور وہ بھی اسلام کو ایسے گندے مظاہرات سے کس قدر دور سمجھتے ہیں، کاش ماسٹر تارا سنگھ کا یہ تین لفظی پیغام ہی مسلمانان پاکستان کی غیرت دینی کو بیدار کرنے کا موجب ہو اور وہ اپنے آپ کو سچا مسلمان بنانے کی کوشش کریں۔

مکتوب کراچی

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ کراچی کے تاثرات

حضرت امیر قوم کو جماعت کراچی نے بدھ کی شام (مورخہ ۳۰ مارچ) کو رخصت کیا۔ حضرت ممدوح کا یہ چند روزہ دورہ جماعت کے لئے ایک نئی زندگی کا پیغام لایا۔ اس دورہ کے چند تاثرات مختصرًا درج ذیل ہیں:-

(۱) کراچی میں قیام مشن کی تجویز

حضرت امیر قوم کے ارشاد پر جماعت کراچی نے یہاں مقامی طور پر ایک بلند پایہ تبلیغی مشن قائم کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ جس کے لئے جد وجہد شروع ہو چکی ہے اور کئی احباب جماعت نے اس کے لئے رقوم دینے کے وعدے کئے ہیں۔ میاں مقصود احمد پسر جناب شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملتان، نے اس مشن کے قیام پر ماہوار ایک کثیر رقم خرچ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے مبلغ ایک ہزار روپیہ (-/۱۰۰۰) اور چوہدری امجد خاں صاحب نے بھی ایک ہزار روپیہ (-/۱۰۰۰) دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ باقی احباب جماعت نے بھی حسب استعداد اس سعادت میں حصہ لیا ہے۔ اور انشاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ حکومت پاکستان کے دار السلطنت میں ہماری جماعت کا ایک بلند پایہ مشن قائم ہو جائے گا جو اسلام کی بہترین خدمت سرانجام دیگا۔

۲۔ مسلم پبلک سکول ۔ حضرت امیر قوم کی خواہش اور تحریک پر مختلف احباب نے ایک لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا، جس سے حضرت ممدوح کی زیر ہدایت لاہور اور کراچی میں اعلےٰ پایہ کے پبلک سکول قائم کئے جائیں گے، جن کا معیار تعلیم انگلستان کے پبلک سکولوں کی طرز پر بہت بلند ہوگا اور اس کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی بہت اچھا انتظام ہوگا۔

۳۔ جماعت میں چندہ کی تحریک چندہ کی تحریک بہت زوروں پر ہے، اور حضرت امیر قوم نے فردًا فردًا بھی مختلف احباب جماعت سے ملاقات فرما کر ان کو مزید تاکید فرمائی ہے۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ جماعت کے سب احباب اس تحریک میں پورے جذبے سے حصہ لیں گے۔ چند احباب کا ایک وفد مختلف احباب جماعت کے ہاں جا کر چندہ اکٹھا کرے گا۔

۴۔ غیر از جماعت حضرات سے ملاقات ۔ حضرت امیر قوم کے ایک عقیدتمند جناب سیٹھ مظہر الحسن صاحب نے حضرت ممدوح کے اعزاز میں پُر تکلف دعوت چائے دی جس میں ممدوح کے اُن پرانے شاگردوں کو بھی مدعو کیا گیا۔ جو اس وقت گورنمنٹ کے دفاتر اور مختلف کاروبار میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں، اسی دعوت میں پنجاب کے ایک وزیر رانا عبد الحمید صاحب بھی تشریف لائے۔ منسٹری آف کامرس کے سیکرٹری عبد المجید ڈار اور خان بہادر اختر عادل ایم اے ایل ایل بی جو کراچی کے چوٹی کے وکلاء سے ہیں اپنے صاحبزادے مسٹر اشرف عادل کے ساتھ تشریف لائے۔ دعوت کے بعد سوالات کا سلسلہ جاری ہوا جن میں خان بہادر اختر عادل اور ان کے صاحبزادے نے بہت حصہ لیا۔ اور وہ حیران ہوئے کہ ہماری جماعت کے عقائد اتنے صاف اور صحیح ہیں، وہ ہماری جماعت کی خدمات سے بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ مسٹر اشرف عادل نے وہیں حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جناب اختر عادل صاحب کی تجویز تھی کہ کوئی پبلک جلسہ کیا جائے جس میں وہ دیگر غیر از جماعت اصحاب کو لائیں اور اس جلسہ میں حضرت امیر قوم کی تقریر ہو اور عوام کی غلط فہمیوں کو دور کیا جائے۔ مگر قلت وقت کی بناء پر یہ کام تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

غرض حضرت امیر قوم کا یہ دورہ جماعت کراچی کے لئے نہایت مفید رہا، اور امید کی جاتی ہے کہ اس قسم کے دورے مختلف جماعتوں میں نہایت موثر اور مفید ثابت ہوں گے، اور جماعتوں میں زندگی کی ایک نئی لہر پیدا ہو جائے گی۔ والسلام

سلطان محمد ۔ برائے سیکرٹری جماعت کراچی

اخبار (و) افکار

فتنۂ انکارِ حدیث

مولانا محمد یعقوب خانصاحب کے اس مضمون پر جو انہوں نے ۳۰ مارچ کے "پیغام صلح" میں "فتنۂ انکار سنت ـــــ انکار مجدد کی پاداش" کے عنوان سے لکھا ہے، تبصرہ کرتے ہوئے مودودی ہفت روزہ "ایشیا" لکھتا ہے:۔

"علمائے اسلام نے نہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حدیث مجدد کا مصداق قرار دینے سے اس لئے انکار کیا کہ وہ سنت کی اہمیت کا انکار کرتے ہیں اور نہ نزول مسیح کی احادیث کو مرزا صاحب پر چسپاں کرنے کو اس لئے غلط کہا کہ وہ ان احادیث کو نہیں مانتے بلکہ اس لئے کہ وہ ان احادیث و روایات کے مطابق مرزا صاحب کو مدعی کاذب یقین کرتے ہیں سوال احادیث کے انکار کا نہیں بلکہ ان کی تعبیر کے اختلاف کا ہے"۔

بہت اچھا، اگر حدیث مجدد کو آپ لوگ صحیح سمجھتے ہیں، اور حضرت مرزا صاحب کو اس حدیث کا مصداق یقین نہیں کرتے تو کم از کم اتنا ہی بتا دیجئے کہ اس چودھویں صدی میں اس حدیث کا مصداق کون ہوا ہے؟ مرزا صاحب تو بقول آپ کے معاذ اللہ "مدعی کاذب" ہیں، "مدعی صادق" بھی تو پیش کیجئے، اب تو صدی کا ۷۴ واں سال جا رہا ہے، لیکن ایک آدمی کا آپ نام نہیں لے سکتے جس نے اس صدی میں اس حدیث کے مطابق مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہو، حالانکہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں ایک بھی ایسی نہیں گذری جو مجدد کے وجود سے خالی ہو، اور ان میں سے اکثر مجددین کے دعوے ان کے ملفوظات میں موجود ہیں پھر اس صدی کو کیا ہو گیا کہ ایک بھی ایسا شخص پیدا نہ ہوا جس نے تجدید دین کا علم بلند کیا ہو اور جو کھڑا ہوا اس کو آپ "مدعی کاذب" قرار دے رہے ہیں کیا یہ حدیث مجدد کا عملی انکار نہیں؟ تعبیر کا اختلاف تو تب ہو جب مرزا صاحب کے سوائے کسی اور کا بھی دعوےٰ ہو جس کو آپ مدعی صادق یقین کرتے ہوں لیکن اگر ایک بھی اس حدیث کا مصداق آپ کے نزدیک پیدا نہیں ہوا تو یہ اس حدیث کا عملی انکار نہیں تو اور کیا ہے۔

رہیں نزول مسیح کی احادیث ان کے متعلق تو کھلے طور پر کہا جا رہا ہے کہ وہ صحیح نہیں اور کسی مسیح کی آمد کا خیال مجوسی تخیل ہے، اگرچہ مودودی جماعت کی طرف سے فی الحال اس کی تائید نہیں ہوئی اور وہ حیات مسیح اور نزول مسیح ناصری کے پرانے گورکھ دھندے ہی میں مبتلا ہے، لیکن یہ بھی خود احادیث ختم نبوت کا عملی انکار ہے، اور اس لحاظ سے قادیانی دجن کے متعلق "ایشیا" نے سوال کیا ہے) اور مودودی جماعت ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، غرض جہاں تک انکار حدیث کا تعلق ہے مولنا یعقوب خاں صاحب نے یہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ:۔

"فتنۂ انکار سنت ملت کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے یہ انکار مجدد کی پاداش ہے جو قوم بھگت رہی ہے ایک انکار سے دوسرا انکار پیدا ہوا اور اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ سارے مجموعہ حدیث کو جواب ہے چاہ کندہ را چاہ درپیش والا معاملہ ہے مجدد وقت کا انکار کر کے علمائے کرام نے ایک ایسی خطرناک رو چلا دی جس نے خود اسلام کی جڑوں کو کاٹنا شروع کر دیا ہے"

کاش معاصر "ایشیا" اس کھلی ہوئی حقیقت کو نظر انصاف سے دیکھ کر اس پر غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ "فتنۂ انکار حدیث" کی اصل بنیاد کہاں ہے؟

"حماقت"

۲۰ اپریل کو بھارتی لوک سبھا میں سیٹھ گوند داس نے گاؤکشی کو خلاف قانون قرار دینے کے لئے ایک مسودہ قانون پیش کیا جس کو پنڈت نہرو نے پہلے درجہ کی "حماقت" قرار دیتے ہوئے سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی اور اعلان کیا کہ میں اس بل کو کبھی منظور نہیں ہونے دوں گا، اور اگر ایسا کیا گیا تو میں مستعفی ہو جاؤں گا، پنڈت نہرو نے کہا کہ حکومت اتر پردیش نے اس گاؤکشی کو بند کر کے ایک غلط اقدام کیا ہے، پنڈت نہرو کی اس زور دار تقریر کے باوجود اس بل پر رائے شماری کا مطالبہ کیا گیا جس کے بعد ۹۵ ووٹوں کی اکثریت سے بل مسترد ہو گیا،

ہم اس اقدام پر پنڈت نہرو کی دوراندیشی اور معاملہ فہمی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، اور حیران ہیں کہ آریہ سماج جو ہندوؤں کے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کے مقابلہ میں توحید الہٰی کی علمبردار ہے، پنڈت نہرو کی اس مخالفت پر کیوں برہم ہوا ہے، کیا وہ بھی گئو پرستی کی حامی بن چکی ہے؟ جالندھر کا "آریہ ویر" پنڈت نہرو کے خلاف رائے عامہ کو مشتعل کرنے کی جو کوشش کر رہا ہے معلوم نہیں وہ آریہ سماج کے کونسے نیم اور سوامی دیانند کے کس حکم کی تعمیل ہے؟

عجیب انکشاف

مدراس کا ہفت روزہ "آزاد نوجوان" جو کچھ دنوں سے قادیانیت کا بپتسمہ لے چکا ہے، اپنے ۸ اپریل کے افتتاحیہ میں رقمطراز ہے:۔

"پاکستان میں غنڈوں کا دور دورہ ہے، حب الوطنی کے نام پر برسر اقتدار قوم فروشی میں سرگرم عمل ہے، اپنے ذاتی مفاد کے لئے خود غرض لوگ ریاست کی بنیادوں میں گہری سازش کے دھماکے رکھنے لگے ہیں، جب سے چودھری ظفر اللہ خاں کابینہ سے الگ ہوئے ہیں تب سے پاکستان سلامتی کی راہ پر نہیں ہے"

سنا آپ نے؟ آپ کو پاکستان میں بیٹھے ہوئے ایسے عجیب و غریب انکشاف کا کوئی علم ہے؟ آپ تو یہاں ایک یونٹ کے قیام سے پاکستان کی سالمیت و استحکام کے خواب دیکھ رہے ہیں، لیکن یہاں سے ... کوسوں دور بیٹھا ہوا قادیانی بھارتی اخبار پاکستان کو سلامتی کی راہ پر نہیں دیکھتا، کیونکہ سر ظفر اللہ خاں یہاں سے چلے گئے، اس کے نزدیک سر ظفر اللہ خاں ہی ایک نمازی، پرہیزگار اور صاحب تدبیر آدمی تھا، باقی سب معاذ اللہ غنڈے ہیں، قوم فروش اور خود غرض ہیں جو گہری سازشوں سے پاکستان کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سر ظفر اللہ خاں کی نیکی و پرہیزگاری یا تدبر و دانائی کا انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ خیال کہ انہی کے بل بوتے پر پاکستان کھڑا تھا اور ان کے بعد نہ کوئی نیک آدمی یہاں رہ گیا ہے اور نہ پاکستان سلامت رہ سکتا ہے، یہ وہ منطق ہے جو خلیفہ قادیان یا ان کے سرکاری اخبار "الفضل" کو بھی آج تک نہیں سوجھی، معلوم نہیں "آزاد نوجوان" کو سر ظفر اللہ خاں کی مدح سرائی کے لئے پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی کا خیال کیوں پیدا ہوا؟ کیا بغیر اس کے کہ پاکستان کے ارباب اقتدار کو گالیاں دی جائیں اور اس خداداد مملکت کی تباہی کی پیشگوئیاں کی جائیں، سر ظفر اللہ خاں کی مدح سرائی کا کورس پورا نہیں ہو سکتا؟ اور ان کی نمازوں اور پرہیزگاری کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لئے ضروری ہے کہ دوسروں کو غنڈے اور کیا کیا کچھ کہا جائے؟ "نوجوان" بیشک "آزاد" ہے لیکن یہ مادر پدر آزادی اس سنجیدگی کی حامل نہیں، جس کی توقع ایک حق پرست اخبار نویس سے ہو سکتی ہے۔

یوم حسینؓ

اس ہفتہ لاہور میں یوم حسینؓ کی بین الاقوامی تقریب جس تزک و احتشام کے ساتھ منائی گئی، اس کی مثال شاید ہی پنجاب کے کسی بڑے سے بڑے مذہبی جلسہ میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہاں تک کہ میلاد النبیؐ کی تقریب سعید پر بھی ایسا تزک و احتشام کا جلسہ شاید ہی کبھی منعقد ہوا ہو، موچی دروازہ کے باغ میں ایک شاندار وسیع شامیانے کے نیچے تین دن تک شیعہ، سنی، عیسائی، ہندو اور سکھ مقررین نے جن میں گورنر پنجاب اور دیگر بڑے بڑے صاحب اقتدار لوگ شامل تھے، اپنی پُر زور تقاریر سے امام حسینؓ کو جو خراج عقیدت پیش کیا وہ جلسہ کی کامیابی کا کھلا ثبوت ہے اگرچہ ہمیں اب تک یہ سمجھ نہیں آئی کہ محرم سے پہلے اس تقریب کا یہ کونسا موقع تھا اور ایسی حالت میں کہ حسین علیہ السلام کو پہلے ہی شیعہ اصحاب ایسے مقام پر پہنچائے ہوئے ہیں جو معبودیت سے کچھ ہی کم ہوگا یوم حسینؓ کی ایک نئی تقریب پیدا کر کے ان کے غلو اور اطراء کو اور زیادہ تقویت دینا کیوں پسند کیا گیا، امام حسین علیہ السلام کی شخصیت بیشک ہر طرح قابل عزت و احترام ہے، انکی عظیم الشان قربانی اور پاکیزگی و طہارت دنیائے اسلام کیلئے ایک نیک نمونہ ہے لیکن اسی قسم کے اور بھی نمونے صحابہ کرام میں موجود ہیں، اور ابوبکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت طیبہ تو ایسے پاک جوہر اپنے اندر رکھتی ہے کہ ان کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور بڑی سے بڑی شخصیت میں نہیں مل سکتی، کیا ان محترم شخصیتوں کی یادگار منانے اور ان کی پاک سیرتوں کو دنیا کے سامنے لانے کیلئے کسی بین الاقوامی ...

باخدا لوگوں کی حکومت کا نقشہ اور حضرت یوسف کے منصب حکومت پر پہنچنے کا معجزہ

حضرت یوسف کے قصہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نقشہ

خطبہ جمعہ مورخہ ۸ اپریل ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وقال یابت ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا .... ان ھو الا ذکر للعلمین (یوسف رکوع ۱۱)

اسلام میں رہبانیت نہیں

قرآن کریم نے دنیا کو بھی دین بنا دیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی روشنی میں فرمایا کہ دنیا کو ترک کر کے کہیں چلے جانا دین نہیں، ہمارے دین میں اس بات کی اجازت نہیں کہ دنیا چھوڑ کر پہاڑوں یا جنگلوں کے اندر جا بیٹھیں اور وہاں خدا کی عبادت میں لگے رہیں، ہمارا دین یہ ہے کہ دنیا کو اچھے طریق سے چلایا جائے اور خدا کو حاضر و ناظر مان کر اپنے معاملات کی اصلاح کی جائے ۔ اور خدا کی مخلوق کی امداد اور خدمت گزاری کی جائے ۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام۔

نبوت اور سلطنت

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ سلطنت کا ملنا بھی ایک نعمت ہے فرمایا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ خدا کی دو بڑی بھاری نعمتیں ہیں، ایک یہ ہے کہ انبیاء کے ذریعہ وہ اپنی رضا کی راہوں کو کھولتا ہے اور دوسری بڑی نعمت یہ ہے کہ سلطنت اور حکومت عطا فرماتا ہے، ان دونوں نعمتوں کا ملنا قوم کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہے، نبوت کے بغیر بادشاہت نہیں چل سکتی، نبوت کا مقصد یہ ہے کہ خدا کے احکام اور اس کی رہنمائی پا کر دنیا کو اس پر چلایا جائے اس لئے نبوت کو پہلے رکھا ہے اور نبوت کے ساتھ سلطنت کو بیان کر کے اس کی عظمت کو بڑھایا ہے۔ اسی طرح مال بھی ایک نعمت الٰہی ہے، اس کو قیاماً للناس کہا ہے، اس کے بغیر انسان کا کوئی کام نہیں چل سکتا، مال کے بغیر گھر نہیں بن سکتا، مال کے بغیر روٹی نہیں ملتی، مسجد نہیں بنتی، ریل نہیں چل سکتی، سمندروں میں جہاز نہیں چل سکتے، ہوائی جہاز نہیں بن سکتے نہ اڑ سکتے ہیں ۔

مال اور سلطنت کی بد استعمالی

الغرض مال کو قیاماً للناس فرمایا اور سلطنت کو نعمت فرمایا، لیکن سلطنت اور مال دونوں کے متعلق بحث کی ہے کہ اگر مال کو لونڈی بنا کر رکھا جائے اسے خدا کے رستہ میں صرف کیا جائے، تو یہ بہتر ہے ورنہ کثرت مال کے ساتھ آفتیں بھی بہت ہوتی ہیں، کثرت مال سے کبھی انسان کے اپنے اخلاق پر اثر پڑتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خدا اور اس کی مخلوق سے مستغنی سمجھنے لگتا ہے، تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے، بدکاری کرتا ہے، طرح طرح کے ظلم روا رکھتا ہے، کبھی مال کو بڑھانے کے لئے طرح طرح کے ناجائز طریقے اختیار کرتا ہے اور سلطنت جو ایک بہت بڑی نعمت ہے اگر خدا کو انسان چھوڑ دے تو شیطان کی سلطنت بن جاتی ہے، بڑے بڑے اہل سلطنت خدا کی مخلوق پر ظلم کرتے اور ان کے حقوق کو غصب کر لیتے ہیں ۔

باخدا لوگوں کی حکومت کا رنگ

قرآن میں کئی جگہ بتایا ہے کہ باخدا لوگ سلطنت پا کر کیا رنگ ڈھنگ اختیار کرتے ہیں ۔ ایک جگہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت کا ذکر فرمایا کہ وہ بہت بڑی تھی، ان کے سمندری جہاز چلتے تھے، اور ہر قسم کی صنعت اور تجارت ترقی پر تھی، ان سب باتوں کا ذکر کر کے فرمایا ہے اعملوا آل داؤد شکرا اے آل داؤد تمہیں چاہیئے کہ ان نعماء کا شکر ادا کرو، تمہارا اٹھنا، بیٹھنا، تمہارے معاملات اور لین دین ایسے ہوں کہ خدا کی فرمانبرداری ان میں نظر آتی ہو واذ تاذن ربک لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ اگر تم میری نعمتوں کو ٹھیک طرح استعمال کرو گے اور ان کی ایسی قدر کرو گے جو ان کا حق ہے تو ہم ان نعماء کو اور زیادہ بڑھائیں گے اور اگر بد استعمالی سے کام لو گے، مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کے بجائے ان کے لئے تکلیف اور دکھ کا موجب ہو گے تو پھر ہمارا عذاب بڑا سخت ہے، یہ نسخہ سیکھ لو، اگر تم نے شکر کیا تو تمہارے اموال میں زیادتی ہو گی، ہاں اگر نافرمانی کرو تو پھر دکھ اٹھاؤ گے، پھر فرمایا یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے ۔

بادشاہت کے فرائض

وہ پیغمبر بھی ہیں اور بادشاہ بھی لیکن پیغمبری اور بادشاہت نرا عہدہ ہی نہیں، اس کے ساتھ فرائض ہیں فاحکم بین الناس بالحق تمہیں چاہیئے کہ لوگوں کے درمیان حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، ولا تتبع الھوی خواہشات نفسانی کی اتباع نہ کرو، حکومت اگر ذرا کسی کو مل جائے تو دماغ میں ایک چکر آ جاتا ہے، اور سب سے پہلے اپنی بڑائی اور شان و شوکت کی تدبیریں ہونے لگتی ہیں، مکان کیسا ہونا چاہیئے، کہاں کہاں سے اعلیٰ درجہ کا فرنیچر آنا چاہیئے، باورچی کیسا ہو، یہ ہو، وہ ہو، لیکن یہاں ایک پیغمبر کو بادشاہ بنایا تو اسے ساتھ ہی حکم دے دیا کہ سلطنت تو آپ کو مل گئی لیکن خواہشات نفسانی کی اتباع نہ کرنا، خواہشات کا بندہ ہو گئے تو فیضلک عن سبیل اللہ اس سے گمراہی پیدا ہو گی ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید اور جو لوگ گمراہی کا رستہ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے سخت دکھ اور عذاب ہے ۔

احکام الٰہی کی نافرمانی پیغمبر کے لئے بھی جائز نہیں

یہ ہے قرآن شریف کی تعلیم۔ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ کوئی بڑا مرتبہ یا سلطنت مل جائے تو پھر کون پوچھنے والا ہے لیکن دیکھئے بڑے سے بڑا مرتبہ تو نبوت ہی کا ہے، مگر ایک نبی کو بھی حکم ہوتا ہے کہ خواہشات کا بندہ نہیں بننا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور اس کے نتیجہ میں عذاب بھگتنا پڑے گا ۔ خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سرور کائنات ہیں حکم ہوتا ہے قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم کہہ دو کہ اگر میں بھی اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی عذاب کا خوف ہے ۔

حضرت یوسف کی بادشاہت ایک معجزہ ہے

ان آیات میں بھی جو میں نے پڑھی ہیں ہمارے لئے سبق ہے، حضرت یوسف کو خدا تعالیٰ نے بادشاہت عطا کی، کہتے ہیں یابت ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا اے میرے ابا جان وہ جو میں نے خواب یا کشف دیکھا تھا کہ سورج چاند اور ستارے مجھے سجدہ کرتے ہیں، وہ آج پورا ہو گیا ۔ اس کی تعبیر یہ سلطنت ہے۔ آج آسمان کی برکات مجھ پر اتری ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے امور سلطنت کے انتظام سے مطلع کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے میرے اس رؤیا کو حقیقت بنا کر دکھا دیا ۔ یہ اس کا کس قدر احسان ہے وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن کہاں میں ایک دو ٹکے کا بکا ہوا غلام، پھر قید میں ڈال دیا گیا غیر وطن میں جہاں کوئی سوائے خدا کے مددگار نہ تھا کون مجھے قید خانہ سے نکالنے والا تھا یہ خدا ہی کا احسان ہے کہ اس نے قید سے نکالا اور سلطنت کا مالک بنا دیا ورنہ کہاں سلطنت کا تخت اور کہاں ایک قیدی خدا کے سوائے کوئی نہیں جس نے اس ذلت سے اٹھا کر رفعت کے اس بلند مقام پر پہنچایا وجاء بکم من البدو کہاں کنعان کا صحرا اور وہاں کے بدو لوگ، اور کہاں مصر کی حکومت کیا کسی کی طاقت میں تھا کہ ایک بدو بادشاہ بن جائے اور * مصر میں پہنچ کر اس سلطنت کا مشاہدہ کریں جو مجھے عطا ہوئی اور اس کے ثمرات سے متمتع ہوں یہ بعید از عقل امور خدا

* اور اس کے خاندان کے افراد

کے فضل سے معجزانہ طور پر ظہور پذیر ہوئے ۔ من بعد ان نزغ الشیطن بینی و بین اخوتی اور ایسا بھی ہو چکا ہے کہ ہمارے اندر نااتفاقی پیدا ہوئی، اس کا ذکر نہیں کرتے کہ بھائیوں سے تکلیف پہنچائی اور ظلم کیا بلکہ کہا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا، یہ سب حالات ایک طرف، اور سلطنت کا تخت دوسری طرف کتنا بڑا فرق ہے ان ربی لطیف لما یشاء انہ ھو العلیم الحکیم۔ میرا خدا بڑا لطیف از روئے کرم اور علم کے ہے، اس کے کرم نے مجھے کنوئیں سے نکالا، اور کن کن حالتوں سے گزار کر کس درجہ پر پہنچا دیا، وہ بہت رحیم کریم اور بڑے ہی افضال کا مالک ہے

تخت سلطنت پر خدا کی یاد

یہ بھی ایک سلطنت کا مالک ہے، جس کی زبان سے معرفت کا دریا بہہ رہا ہے، قرآن کریم چاہتا ہے کہ صاحب مرتبہ لوگ اللہ تعالیٰ کے افضال و اکرام کو یاد رکھیں، اس نے یوسف کے قصہ میں دکھایا کہ ایسی ایسی بعید از عقل باتیں خدا کی قدرت سے ہو جاتی ہیں جن کا انسان وہم بھی نہیں کر سکتا، وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ انہیں ملا ہے ان کی اپنی عقل اور کوشش کا نتیجہ ہے وہ غلطی پر ہیں، خدا ہی کے حکم سے ان ہونی باتیں ہو جاتی ہیں، اور وہ فرماتا ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ مرد وہ ہیں جو کسی تجارت میں منہمک ہوں یا تخت سلطنت پر بیٹھ جائیں تو اس وقت بھی اللہ کے ذکر کو نہ بھولیں۔ نماز کو قائم کرنے اللہ کے آگے سر عبودیت رکھنے اور اس کی مخلوق کی مدد کرنے میں انہیں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

حضرت یوسفؑ کی مناجات

رب قد اتیتنی من الملک اے میرے خدا یہ ملک اور حکومت تیری ہی عطا ہے، تیری ہی بخشش سے میں اس مرتبہ پر پہنچا ہوں، و علمتنی من تاویل الاحادیث تو نے ہی مجھے سکھایا کہ کس طرح معاملات پر اور ان کے انجام پر نگاہ رکھنی چاہیئے، یہ انکساری ہے، وہ اپنے علم پر نازاں نہیں وہ نہیں کہتے کہ یہ سب کچھ میرے علم اور عقل کا نتیجہ ہے، مجھ سے بڑھکر دانشمند کون ہے، نہیں وہ تمام چیزوں کو خدا ہی کی عطا سمجھتے ہیں فاطر السموات والارض حضرت یوسف سلطنت کے تخت پر بیٹھے ہیں لیکن کس قسم کی مناجات میں مصروف ہیں، وہ خدا جس نے ابتداء سے زمین اور آسمان کو پیدا کیا، اس کے علم اور قدرت کا ذکر کس دلی جوش کے ساتھ کرتے ہیں انت ولی فی الدنیا والاخرۃ تو نے ہی دنیا میں میری کارسازی کی، اور تو ہی آخرت میں میرا ساتھی ہوگا، یہ بادشاہ وقت ہے تخت سلطنت پر بیٹھے ہوئے بھی آخرت کو نہیں بھولتے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش اور کرم کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے آگے سر عبودیت جھکایا ہوا ہے۔

دولت اور اسلام

یہ ہے مال اور سلطنت کی حقیقی قدردانی، اگلے دن کراچی میں ایک خاتون مجھ سے ملنے آئیں، میں نے ان کے باپ دادا کا ذکر کیا، جو بڑے نیک، بڑے پارسا اور صاحب مال تھے، میں نے کہا کہ آپ اپنی اولاد کو بھی اسی رنگ میں چلائیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ آپ کا بچہ آپ کے باپ دادا کی دولت کو ضائع نہ کر دے، انہوں نے ایک بڑا دردناک جملہ کہا، وہ کہنے لگیں! اسلام آتا بھی ہے لیکن دولت سے بھاگ بھی جاتا ہے، یہ فی الحقیقت صحیح ہے، دولت بڑی خطرناک چیز ہے ہاں اس کو لونڈی بنا کر رکھا جائے جیسا ابوبکر اور عمر اور عثمان اور عبدالرحمان بن عوف اور سعد بن ابی وقاص نے اپنے عمل سے دکھایا تو یہی دولت بڑے افضال الٰہی کا موجب ہے۔

قوت نظری اور قوت عملی

اسی طرح سلطنت بھی بہت بڑی نعمت ہے پر وہ کبھی کبھی ظلم بھی کرا دیتی ہے اور اس کے نشہ میں انسان خدا کو بھول جاتا اور اس کے احکام کی نافرمانی پر اتر آتا ہے لیکن یوسف علیہ السلام بادشاہ ہو کر دعا کرتے ہیں توفنی مسلما والحقنی بالصالحین مولا یہ دولت یہ جاہ و حشم مجھے تیری پوری فرمانبرداری میں گزار دو، یہاں تک کہ موت آجائے اور میرا الحاق صالح بندوں کے ساتھ ہو، دو باتیں یہاں مختصراً فرمائیں میری قوت نظری تو خدا کی صحیح معرفت عطا کرنے والی ہو اور میری قوت عملی ان احکام کی فرمانبرداری کی طرف لے جانے والی ہو، اس قوت نظری اور قوت عملی کا بہت جگہ قرآن میں ذکر ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی فرمایا رب ھب لی حکما والحقنی بالصالحین اے خدا میری قوت نظری کمال کی ہو، میرے اعتقادات، میرے نظریئے بالکل درست ہوں اور اس کے بعد اعمال میں بھی ان پر پورا اتروں،

یوسف کے قصہ میں نبی کریم صلعم کی زندگی کا نقشہ

ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک اے محمد رسول اللہ یہ یوسف کا قصہ نہیں، یہ معاملات آپ کو پیش آنے والے ہیں، بادشاہت آپ کو بھی ملے گی لیکن مشکلات کا رستہ طے کرنے کے بعد، بڑے امتحان آپ کے ہوئے، عزیز ترین رشتہ دار عزیز ترین دوست شہید ہوئے، سخت تکلیفیں پیش آئیں، اور جب سلطنت ملی تو یہ نہیں کہا کہ ہمارے لئے محلات بنوائے جائیں اور دور سے باورچی منگوایا جائے، بیگمات کے لئے باغات ہوں، ان باتوں کا کوئی نام و نشان نہیں، اور پہلا حکم جو بادشاہ بنتے ہی دیا وہ یہ تھا کہ بیت المال پبلک ٹریژری ہے جس میں غریبوں اور مسکینوں کا حق ہے، مال و دولت آتے ہیں اور وہ غربا میں تقسیم ہو جاتے ہیں، ایک دفعہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابا جان ہمیں بھی کوئی خادمہ دی جائے جو گھر کا کام کاج کر دیا کرے، ان کو ایک وظیفہ بتا دیا کہ یہ پڑھ لیا کرو، خادمہ کی حاجت نہ رہے گی، اور ایک دفعہ کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ غربا کے پیٹوں میں بھوک سے بل پڑتے ہوں، اور میں اپنے رشتہ داروں کو مال دیدوں، نہیں تو یہ کہنا چاہیئے تھا، کہ ہم نے بیس بائیس سال دکھ اٹھائے اور پھر یہ سلطنت حاصل ہوئی، اب سب سے پہلا حق تو ہمارے ہی خاندان کا ہے لیکن نہیں اپنی وہی حالت ہے جو پہلے تھی، غفلت کا نام و نشان نہیں، خدا کے حضور کھڑے ہوتے ہیں تو پاؤں سوج جاتے ہیں دیکھنے والے ترس کھاتے ہیں، مگر آپ فرماتے ہیں کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟ اور اس استغراق کے ساتھ مخلوق کی خدمت بھی انتہا درجہ کی کر دکھائی، اسی کی طرف توجہ دلائی کہ ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک یہ یوسف کا معاملہ نہیں یہ تو آپ کا معاملہ ہے، یہ سورت مکہ میں اتری ہے، اور آنے والے واقعات کا نقشہ اس میں بتایا ہے یہ انہونی باتیں لوگوں کے مشاہدہ میں آئیں اور ان کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئیں۔

ہوا و ہوس کے مسلط نہ ہونے دیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑی مناجاتیں کی ہیں اس وقت موقع نہیں کہ ان حدیثوں کو بیان کروں، جو نبی کریم صلعم نے قوم کو بچانے کے لئے فرمائیں، ہمیں چاہیئے کہ دولت اور امارت ملنے پر بھی غفلت سے کام نہ لیں، ایسا نہ ہو کہ کبھی لذات نفسانی اور کبھی بیویاں اور کبھی اولاد ہم پر مسلط ہو کر خدا کی نافرمانی کا ارتکاب کرا دے، ایسا وقت آئے تو اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

تکفیر

کوئی ابن اللہ کا قائل ہو تو ہو ✽ دہریت پہ کوئی مائل ہو تو ہو
مضحکہ کوئی اڑا لے دین کا ✽ دین کے ارکان کی تعیین کا
کر رہا ہو کوئی انکار حدیث ✽ کہہ رہا ہو یا اماموں کو خبیث
سرکشی ہو حق سے استبعاد ہو ✽ بت پرستی، شرک اور الحاد ہو
کس کی ہمت ہے کسی کو ٹوک دے ✽ اسکی گمراہی سے اس کو روک دے
ہاں عقائد میں ہو گر کچھ اختلاف ✽ ہو نہیں سکتا کسی صورت معاف
ہو شیعی کوئی تو کافر وہ بھی ہے ✽ احمدی ہو کوئی کافر وہ بھی ہے
یا رسول اللہ کا اقرار، کفر ✽ حاضر و ناظر سے ہے انکار، کفر
کیا یہی ہے، اتباع مصطفےٰ ✽ کیا یہی ہے خدمت دین خدا
کیا یہی الدین یسرا ہے ندیم
کیا یہی ہے الصراط المستقیم

حامد الوارثی

تحریک طلوع اسلام، جماعت اسلامی اور احمدیت کا

غیر جانبدارانہ مطالعہ

ایک سید گریجوایٹ نوجوان کے تاثرات

حافظ محمد حسن صاحب چیمہ

مکرمی مدیر پیغام صلح ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ میرا دل بجھا ہوا ہے اور مجھ پر انقباض کا دور شروع ہے ۔ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ انشراح نصیب کرے ۔ میں اب بھی پاکستان کی اندرونی مذہبی تحریکات کا مطالعہ کرتا ہوں، تحریک احمدیت پر ان کے شدید حملے دیکھتا ہوں، دل میں درد پیدا ہوتا ہے، ان کے اعتراضات کے جوابات بھی جانتا ہوں، لکھنے کو تیار بھی ہو جاتا ہوں مگر قلم نہیں چلتا ۔ میں نہیں جانتا ایسا کیوں ہو رہا ہے اور یہ کس گناہ کی سزا مل رہی ہے ۔ اللہ تعالےٰ میرے گناہوں کو معاف کرے اور مجھے توفیق دے کہ میں کسی نہ کسی رنگ میں اس سلسلہ حقہ کی خدمت کر سکوں ۔

میں ایک سید نوجوان کی بیعت کا خط لایا ہوں جو یو۔پی کا رہنے والا ہے اور وہیں سے ایم ۔ اے کی ڈگری لے کر پاکستان میں آیا ہے ۔ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مضمون بھی ہمراہ ہذا ارسال خدمت ہے ۔ قارئین پیغام صلح اس مضمون کو پڑھ کر محسوس کریں گے کہ کس طرح حق و صداقت خطرناک مخالفتوں کے باوجود خاموشی سے اپنا اثر کرتی چلی جاتی ہے یہ نوجوان جماعت اسلامی اور تحریک طلوع اسلام سے بھی بخوبی واقف ہے، اثناء گفتگو میں اس نے مجھے بتلایا کہ ان دونوں تحریکوں کے قائدین علمی کبر و نخوت میں مبتلا ہیں، وہ خوبصورت الفاظ کے متلاشی رہتے ہیں، مگر حقیقت سے انہیں کوئی سروکار نہیں ۔

گذشتہ شمارہ میں طلوع اسلام نے احمدیت اور بہائیت کا موازنہ کیا ہے کہ بہائیت احمدیت کے مقابلہ میں زیادہ دیانتدار ہے ۔ گویا تسلیم کیا کہ بانیٔ تحریک احمدیت نے دعویٰ کیا کہ اسے خدا سے روشنی ملتی ہے اور اسے وحی اور الہام ہوتا ہے اور اس روشنی اور الہام کے ماتحت اس کا اعلان ہے کہ قرآن شریف ہی دنیا کی آخری کتاب ہے، اور شریعت اسلام ہی انسان کے لئے آخری شریعت ہے ۔ اور اسی سے دنیا کی نجات وابستہ ہے ۔ مگر بہاء اللہ کا یہ دعوےٰ ہے کہ وہ خود مظہر الوہیت ہے اور شریعت اسلامی اور قرآن منسوخ ہیں اور بہاء اللہ کے ذریعہ انسانیت کو نئی شریعت دی گئی ہے ۔ اب اس نئی شریعت کے لانے والے کو طلوع اسلام زیادہ دیانتدار سمجھتا ہے ۔ بہ الفاظ دیگر یہ کہنا :-

(۱) کہ قرآن کریم منسوخ نہیں ہے اور انسانیت کی جملہ امراض کا علاج اس میں ہے اور اسی کے احکام پر قیامت تک کے لئے عمل درآمد کرنا انسانیت کی نجات کے لئے ضروری ہے ۔

(۲) کہ نہ صرف منطقی دلائل اور نقل کے بندھے ٹکے چند طریقوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم ہی شفاء للناس ہے بلکہ خدا سے اس وقت بھی قلب انسانی پر روشنی کا جو عکس پڑتا ہے اور مکالمات الٰہیہ کا شرف جو کسی کو نصیب ہوا اس سے بھی براہ راست یہ علم حاصل ہو رہا ہے کہ قرآن کریم ہی بطور ادراتیم ابدی او ستمراری صداقتوں کا مجموعہ ہے ۔

(۳) ان علامات کی روشنی میں اشاعت اسلام کی ایک عالمگیر تحریک کی بنیاد رکھ دینا اور اسی پر اپنی جماعت کو کاربند کر دینا ۔ . . . .

. . . . . یہ سب کی سب کی بددیانتی، فریب دہی، اور کذب بیانی پر مبنی ہیں ۔ مگر اسلام کے تمام اصولوں کا استیصال اور قرآن کریم کی تنسیخ کرنے والا نہایت ہی متقی اور دیانتدار ہے ۔

طلوع اسلام کا یہ فتوےٰ ہمارے اس نوجوان کے دل میں بہت گراں گذرا ۔ ایک طرف تو صاحب طلوع اسلام کا یہ دعوےٰ ہے کہ وہ قرآن کریم کا عاشق ہے اور دوسری طرف علی الاعلان وعلیٰ رؤس الاشہاد یہ فتوےٰ دیتا ہے کہ قرآن کریم کو مٹا دینے والا اور اس کی جگہ نئی شریعت پیدا کرنے والا زیادہ دیانتدار ہے ۔

حضرت مرزا صاحب کی بددیانتی طلوع اسلام کی رائے میں صرف اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہتے ہیں کہ اسلامی عقل و فکر ہی قرآن کریم کو بے مثال اور جمیع امراض انسانی کے لئے ایک نسخہ شفا قرار دیتی ہے بلکہ اللہ تعالےٰ سے اس وقت بھی وحی و الہام پا کر پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن کریم ہی انسانیت کے لئے قیامت تک سرچشمہ ہدایت رہے گا، اور پھر اس الہام سے حاصل کئے ہوئے معنی کے ماتحت وہ اپنی ساری جماعت . . . . کو اشاعت قرآن پر لگا دیتے ہیں اور تمام دنیا کی مختلف زبانوں میں اس جماعت کی مساعی جمیلہ سے تراجم و تفاسیر شائع ہو جاتے ہیں ۔ اب اس تحریک کے بانی کو بددیانت کہنا اور ساتھ ہی قرآن کریم کی عاشقی کا دعوےٰ بھی کرتے چلے جانا ایک مضحکہ خیز فعل ہے جس کا ارتکاب صرف مشرق کے کسی ملک میں ہی ہو سکتا ہے ۔

اسی طرح اس نوجوان نے جماعت اسلامی کے لٹریچر کو بھی مطالعہ کیا اور وہ اس بات سے ضرور متاثر ہوا کہ جماعت اسلامی سنت رسول اللہ صلعم پر بڑا زور دیتی ہے اور اس زمانہ میں جبکہ فتنہ انکار حدیث بڑے زور پر ہے وہ مدافعت حدیث میں پر از معلومات لٹریچر شائع کر رہی ہے ۔ مگر یہ دیکھ کر . . . . اس کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ حیات و وفات مسیح کے مسئلہ میں وہ بالکل تہی دست ہیں، گذشتہ ساٹھ سال سے احمدیت اس ملک میں چیخ چیخ کر پکار رہی ہے کہ مسیح فوت ہو گیا ہے اور اب دنیا کے تمام مشائخ و علماء و صوفیا اور پادری صاحبان مل مل کر ہزار منصوبے کریں، کوشش کریں وہ وفات یافتہ مرد صالح زندہ نہیں ہو سکتا اور نہ پہلے آسمان پر اور نہ دوسرے آسمان پر اور نہ کسی اور میں زندگی کے آثار نظر آ سکتے ہیں ۔ احمدیت کا یہ کھلا ہوا چیلنج حامیاں حیات مسیح کو ساٹھ سال سے دیا جا رہا ہے، مگر اس کے جواب کے لئے زبانیں گنگ ہیں اور قلمیں شل ہیں ۔ اگر مسیح فوت ہو چکا ہے تو جماعت اسلامی کا آنے والا مسیح اسی دنیا اور اسی امت سے پیدا ہوگا اس کے سوا نزول مسیح کی کوئی اور تعبیر نہیں ہو سکتی اور یہی سچی اور اصل تاویل ہے ۔ اور یہ تعبیر صرف اس زمانہ میں ایک ہی شخص کو اللہ تعالےٰ نے سمجھائی اور اس شخص کو علماء نے کافر کہنا شروع کر دیا ۔ حدیث کی مدافعت کرنے والے اور انکار حدیث کے فتنہ کو دبانے کی کوشش کرنے والے ذرا خالی الذہن ہو کر غور کریں کہ حضرت مرزا صاحب نے کس حیرت انگیز طریق پر احترام حدیث کو ثابت کیا ۔

پھر اس نوجوان نے ایک اور بات پر غور کی جس کو اب ہمارے علماء درخور اعتنا نہیں سمجھتے وہ حدیث مجدد ہے ، جماعت اسلامی کے لئے یہ حدیث بھی ایک بڑی مشکل پیدا کر رہی ہے ۔ ہمارے صدر صاحب نے پیغام صلح کے گذشتہ شیوع میں نہایت صحیح طریق پر علماء کو متہم کیا ہے کہ حدیث مجدد کے انکار کی سزا اس زمانہ کے علماء کو انکار حدیث کے فتنہ سے دی جا رہی ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر طلوع اسلام والے اپنے دعوے میں جب قرآن میں سچے ہیں تو انہیں احمدی جماعتوں کی ان خدمات کا اعتراف کرنا چاہیئے جو وہ اشاعت قرآن کے سلسلہ میں اطراف و اکناف عالم میں سرانجام دے چکے ہیں اور اب دے رہے ہیں ۔ مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ انہیں قرآن کا عشق نہیں اپنی ذات کا عشق ہے، جس کا وہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں ۔

اسی طرح جماعت اسلامی کا حال ہے، اگر انکے دلوں میں قرآن و سنت کا درد ہے تو ان کے سینے ان لوگوں کے لئے کھلے ہونے چاہئیں جو قرآن و سنت کے لئے دن رات کوشاں ہیں مگر تعجب ہے یہ صاحبان بھی اپنی بقاء کے لئے سب سے خطرناک تحریک احمدیت کو ہی سمجھتے ہیں ۔

ایک اور بات جو اس نوجوان نے ان دونوں مذکورہ بالا تحریکوں میں محسوس کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ دونوں آسمان سے بولتے ہیں اور عالم بالا کی اصلاح کی فکر میں ہیں یعنی حکومت کے ارباب حل و عقد کی عیب چینی کرتے رہتے ہیں اور مطمح نظر ان کی یہ ہے کہ ان کے لئے وہ اقتدار کی گدیاں خالی کر دیں اور عوام کے انفرادی کردار سے انہیں کوئی سروکار نہیں برخلاف اس کے تحریک احمدیت کا تمام تر تعلق انسان کے انفرادی کردار کی اصلاح سے ہے اور وہ نہیں ہو سکتی جب تک انسان کے دل میں ایمان باللہ نہ پیدا ہو جائے . . .

صراطِ مستقیم

محترم حافظ محمد حسن صاحب چیمہ نے اپنے مکتوب میں جو دوسری جگہ درج ہے جس سید نوجوان کا ذکر کیا ہے ان کا مضمون حسب ذیل ہے:

ایک مدت سے مجھے راہ حق و صداقت کی تلاش تھی میں نے صرف اسلام کے ہی متعلق نہیں بلکہ دوسرے مذاہب مثلاً عیسائیت، ہندومت، اور بدھ ازم کا کافی مطالعہ اور بحث و تمحیص کی ہے۔ لیکن میری روح کی تڑپ و تلاش بڑھتی رہی۔ کم نہ ہوئی۔ ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ مجھے مذہب سے اتنی دوری ہو گئی کہ مذہب محض چند عقاید کا کھلونا نظر آتا تھا۔ اور کچھ بھی نہیں۔ کبھی کبھی تو مجھے خدائے برحق کے وجود تک میں شک پیدا ہوا ہے۔

یہ محض اتفاق ہی نہ تھا بلکہ میری بدقسمتی تھی کہ دوسری تحریکات کے ساتھ ساتھ تحریک احمدیت کے مطالعہ کا موقع کچھ عرصہ قبل تک مجھ کو نہ ملا۔ مشیت ایزدی میں ہر چیز کا ایک وقت معین ہوتا ہے۔ چند دن کی بات ہے وہ وقت آ گیا جب مجھے ہدایت ملنے والی تھی۔ مجھ کو خبر بھی نہ تھی کہ میرے روحانی مرض کا علاج ہونے کو ہے۔ ایک زبردست جذبہ پیدا ہوا۔ اور کشاں کشاں ایک پُر خلوص و اخلاص احمدی کے پاس مجھ کو کھینچ لے گیا۔ اس نے ایک نظر میں مرض پہچان لیا۔ اور لوجہ اللہ مجھ کو صراط مستقیم دکھائی۔

میں نے تحریک احمدیت سے متعلق کتب کا مطالعہ کیا جن میں قابل ذکر Teachings of Islam تحریک احمدیت، مجدد اعظم اور غلبۂ قرآن ہیں۔ اس درمیان ایک بار قبلہ مولانا صدرالدین صاحب سے شرف ملاقات و گفتگو بھی حاصل ہوا۔

اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے حقائق و معارف کا باب قلب پر وا فرما دیا۔ اور مجھے صراط مستقیم صاف نظر آنے لگی۔ یہ ہے اسلام کی وہ صراط مستقیم جو ہمارے ختم المرسلین حضرت محمدؐ نے ہدایت فرمائی تھی۔ اور جس پر گامزن ہونے کا احسن ترین طریقہ ہمارے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی تصانیف، تقاریر اور عمل کے ذریعہ ہم کو بتایا ہے۔

ہدایت پانا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہوتی ہے حقیقت میں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو راہ حق مل جائے ۔؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجھے یہ دیکھ کر صرف حیرت ہی نہیں بلکہ افسوس ہوتا ہے جب لوگ محض ذاتی اغراض۔ یا اپنی ناسمجھی اور کم عقلی کی بنیاد پر مذہب کی خدمت و حفاظت کا نام لیتے ہوئے تحریک احمدیت کی مخالفت انتہائی سطحی اور طفلانہ طریقوں سے کرتے ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کا مذہب ان کی زبان کے گرد چکر کاٹتا رہتا ہے۔ دل سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

خواہ وہ طلوع اسلام کے نام نہاد ڈوبتے ستارے ہوں یا جماعت اسلامی کے ایک غیر متعین محور پر گھومنے والے سیارے۔

ذرا یہ تو بتائیں کہ صحیح معنوں اور انداز میں اسلام کی خدمت ہندوستان اور پاکستان نہیں بلکہ دوسرے ممالک تک میں کس نے کی ہے۔ اور کر رہا ہے۔ دعوے کر دینا بہت آسان ہے۔ دعووں کی دلیل میں کوئی ٹھوس اور بے لوث خدمت اور کارنامہ سرانجام دیں تو معلوم ہو محض جاہل توہم پرست عوام کے جذبات سے کھیلنا اور ان کو مذہب کا فریب دے کر سیاسی آلۂ کار بنانا تو ایک بڑی لچر سی بات ہے۔

میں ابتداء سے ایم اے تک سیاسیات کا طالب علم رہا ہوں، میں نے سیاست کو ہر پہلو سے خوب دیکھا اور سمجھا ہے مجھے معلوم ہے خود غرض اشخاص و جماعتیں سیاسی اقتدار کے لئے مذہب کا سہارا لے کر عوام کو کس کس انداز سے دھوکہ دیتی ہیں، ہر سانس میں اسلام کا نعرہ لگانے کے باوجود ان کا مطمح نظر صرف حکومت کی کرسیاں ہوتی ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ مگر اصولی طور پر یہ سیاست کوئی سیاست نہیں۔ یہ تو ایک ذلیل اور اوچھی بازیگری۔ جو صرف کچھ دیر کے لئے چل سکتی ہے زیادہ نہیں۔ سیاسی برسات میں اٹھنے والی جماعتوں کا انجام حباب جیسا ہوا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مخالفین کو عقل سلیم عطا فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت دے آمین۔

ایک مخلص احمدی

دابۃ الارض کون ہے؟ بقیہ صفحہ ۹

دنیا چولہ وہ یہ ہے کہ ایک صاحب فکر انسان۔ ہر دور میں ظاہر ہوتا۔ ہے جو اپنے زمانہ کا مجدد ہوتا ہے، اس کی تاریخی شہادت امت محمدیہ کی پوری تاریخ میں مشہور و معروف ہے" اور بالخصوص وہ مجدد ہے جو مسیح محمدی ہے اور جس طرح حضرت مسیح اسرائیلی سلام علیہ نے اپنے وقت میں تکلم الناس فی المھد و کھلا ۵/۱۱ کے مطابق صرف بارہ سال کی عمر میں علماء یہود کو اپنے معجزات و کلمات سے قائل و گھائل کر دیا تھا (دیکھو انجیل لوقا ۴۰ تا ۵۱) اور پھر بقول احمدی مفسرین اور بقول پرویز صاحب اپنے وطن سے ہجرت کر کے کسی اور ملک کے باشندوں کو یا علاقہ کشمیر کے علماء کو جا کر گھائل کیا۔ اسی طرح مسیح محمدی نے بھی اپنی براہین احمدیہ سے تمام عیسائیوں، آریوں، سکھوں کو گھائل کر دیا۔ حدیث شریف ... میں اس کا ایک نام قتل خنزیر ہے یعنی خنزیر طبع لوگوں کو قتل یعنی زخمی کر دینا۔ لہٰذا دابۃ الارض سے کوئی صاحب فکر انسان مراد ہو سکتا ہے تو وہ مسیح محمدی ہی ہے جو موجودہ زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے وجود میں جلوہ گر ہوا ہے اور جس کا دعوے ہے ؎

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم ہی سے چلایا ہم نے

رشتہ کی ضرورت

اپنی جماعت کے ایک مخلص ترین دوست کے لڑکے کے لئے جو اس وقت امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں ایک موزوں رشتہ کی جلد تر ضرورت ہے لڑکی کی تعلیم میٹرک یا زیادہ اور عمر قریباً ۱۸ برس، شکل و صورت قابل قبول ہو دینی تعلیم و عربی زبان سے بھی واقف ہو۔ لڑکی کو امریکہ جانا ہوگا جہاں اس کی مزید تعلیم ...

دابۃ الارض کون ہے؟

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی

عنوان بالا کے تحت ایک مضمون "طلوع اسلام" (۲۶ مارچ ۱۹۵۵ء) میں "ابن آدم" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ مضمون ہذا میں پہلے تو تفسیر موضح القرآن۔ تفسیر احمدی، اور تفسیر زائد القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی کے حوالجات سے یہ دکھایا ہے کہ دابۃ الارض ایک عجیب الخلقت جانور ہوگا جو ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔ اس کے چار پاؤں ہوں گے اور پَر ہوں گے۔ اور دو بازو بھی ہوں گے۔ منہ آدمی کا سا ہوگا۔ آنکھیں سؤر کی سی اور کان ہاتھی کے سے، سینگ بارہ سنگے کے سے، سینہ شیر کا سا، اور دم بھیڑ کی۔ اور وہ پتھر سے اس طرح نکلے گا جس طرح صالح علیہ السلام کی اونٹنی نکلی تھی۔ ان تفاسیر کا مضحکہ اڑاتے ہوئے "ابن آدم" لکھتے ہیں:۔

"دابہ سے مراد انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ایک عام قانون قدرت بتا رہا ہے کہ جب کسی امت پر عذاب آتا ہے تو انہیں ان کے کرتوت کی سزا ملتی ہے۔ اور قانون قدرت کے مطابق ان کی گرفت ہوتی ہے۔ تو ہم کوئی صاحب فکر انسان پیدا کر دیتے ہیں جو چھتے آسمان سے نہیں آتا بلکہ اس زمین کی مخلوق ہوتا ہے (من الارض) اور وہ لوگوں کو بتاتا ہے کہ یہ ہلاکت و تباہی اس لئے آئی ہے کہ تم نے قانون الٰہی اور قانون فطرت اور قانون عقل پر یقین نہیں کیا اور اپنی من مانی کارروائی کرتے رہے۔ اگر آئندہ اس قسم کی بربادیوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو دوبارہ یہ غفلت اور غلطی نہ کرنا۔

ہر دور میں ایسے مفکرین پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ گذشتہ امتوں کی پوری تاریخ ہی نہیں بلکہ امت محمدیہ کی پوری تاریخ بھی اس پر گواہ ہے یہ یقین فرما لیجئے کہ ہمیں اپنی تفسیر کی صحت پر قطعاً کوئی اصرار نہیں جو تفسیر اس سے بہتر ہو سکے اسے معلوم کرنے کے لئے ہم بے چینی کے ساتھ منتظر ہیں"

"ابن آدم" کی اس تفسیر کے بعد مدیر "طلوع اسلام" نے اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"سورۃ نمل کی مذکورہ صدر آیت $\frac{27}{82}$ کی جو تفسیر "ابن آدم" نے بیان کی ہے ہم بھی اس سے متفق ہیں۔ اس فرق کے ساتھ کہ ہمارے نزدیک اس میں تکلمھم کے معنے باتیں کرنا نہیں بلکہ زخمی کرنا ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی قوم قوانین خداوندی سے اعراض برت کر غلط روش اختیار کر لیتی ہے اور ان کے اعمال کے ظہور نتائج کا وقت آ جاتا ہے تو ہم اس زمین سے کسی ایسے صاحب اقتدار (شخص یا قوم) کو کھڑا کر دیتے ہیں جو آہنی شمشیر سے ان کے مزاج درست کر دیتا ہے"

دابۃ الارض کی ان تفاسیر کے معاملہ میں اس شخص کی تفسیر کو بھی دیکھ لیجئے جس کے متعلق "طلوع اسلام" کا فتویٰ ہے کہ:۔

"اور ان میں ان کے مرحوم امیر محمد علی صاحب کو سب سے بلند پایہ مصنف قرار دیا جاتا ہے ان کی تفسیر القرآن اٹھا کر دیکھئے کیا بلحاظ معنی اور کیا باعتبار انداز بیان ایسی پھسپھسی کتاب شاید ہی کہیں ملے"

انہی مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں دابۃ الارض کے متعلق لکھا ہے:۔

"اس آیت میں ذکر ہے کہ جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین نہیں رہے گا اور ان پر قول واقع ہو جائے گا۔ یعنے اللہ تعالیٰ کی کوئی بات جو سختی یا عذاب سے تعلق رکھتی ہو ان کے حق میں پوری ہو جائے گی، تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایک دابہ زمین سے نکالے گا جو ان سے باتیں کرے گا یا انہیں زخمی کرے گا...... اس مشکل روایات کے اختلاف۔ ناقل) کو خود قرآن کریم حل فرماتا ہے اس لئے کہ وہ اسے دابۃ قرار دیتا ہے جو لوگوں سے باتیں کرے گا اور کلام کرنا انسان سے خاص ہے اور دوسرا کوئی جانور کلام نہیں کرتا۔ اس محکم بات کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ وہ دابۃ انسان ہے۔ صحیح ہیں..... پھر دابۃ الارض کے ایک یا کئی ہونے میں اختلاف ہے۔ قرآن کریم نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ جنس پر دلالت کرتے ہیں اور ایک روایت میں بھی ہے کہ ہر شہر سے دابۃ نکلے گا۔ پس اسی قول کو ترجیح ہے۔ اور اسی کے مطابق حضرت ابن عباس رضؓ کا قول بھی ہے۔ لیکن دابۃ الارض کے خروج کے وقت جس طرح اسے اہل مشرق دیکھیں گے اسی طرح اہل مغرب دیکھیں گے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین پر پھیلی ہوئی قومیں ہیں جو مشرق و مغرب میں یکساں پھیل جائیں گی۔ اور مطلب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو آیات اللہ پر یقین نہیں رہے گا جو انسان کے اندر قوت عمل پیدا کرتا ہے اور اس لئے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بھی چھوڑ دیں گے۔ تو ان کے لئے بطور سزا ایک ایسی قوم نکل پڑے گی جو بالکل زمین پر جھکی ہوئی ہو، جیسے موجودہ عیسائی قومیں ہیں...... اور اگر تکلمھم کے معنے زخمی کرنا لئے جائیں تو بھی صحیح ہیں کہ مسلمانوں کو ان قوموں سے طرح طرح کے نقصان پہنچے ہیں، اور ان کے جسم اور دل ان سے زخمی ہوتے ہیں۔ اور مخالفین کے ذکر میں اس بات کو اس لئے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت مسلمان کریں تو وہ بھی قابل گرفت ہیں اور اگر دابۃ الارض سے مراد انسان نہ لئے جائیں۔ تو پھر مراد وہ تمام اسباب ہوں گے جو زمین سے ہی پیدا ہو کر انسان کی ہلاکت کا موجب ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ طاعون اور وباؤں کے رنگ میں ہوں جن کے کیڑے زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور خواہ جنگوں کے رنگ میں ہوں"

دیکھا آپ نے؟ حضرت امیر مرحوم نے دابۃ الارض سے ایسی قومیں مراد لی ہیں جن کو خدا نے مسلمانوں کی بدعملی کی وجہ سے ان پر مسلط کر دیا اور وہ ان کو زخمی کرنے اور دکھ پہنچانے کا موجب ہوئیں۔ یہی معنے "طلوع اسلام" نے کئے ہیں کہ کسی قوم کے غلط روش اختیار کرنے پر کوئی صاحب اختیار کھڑا ہو کر شمشیر آہنی سے اس کے مزاج کو درست کر دیتا ہے، الفاظ میں اختلاف ہے لیکن مطلب ایک ہی ہے اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ طلوع اسلام نے اس آیت کا مطلب بیان کرنے میں اسی تفسیر سے استفادہ کیا ہے جس کو کیا بلحاظ معنی اور کیا باعتبار انداز بیان ابھی دسمبر ۱۹۵۴ء میں پھسپھسی قرار دیا تھا۔ اور ایک دابۃ الارض پر کیا موقوف ہے، قرآن کریم کے جس قدر مشکل مقامات ہیں، ان میں پرویز صاحب نے نوے فیصدی وہی تفسیر کی ہے جو حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے کی ہے۔

علاوہ ازیں اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے بھی یہ ثابت ہے کہ پرویز صاحب حضرت امیر مرحوم کی تفسیر سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اندرونی شہادت تو خود پرویز صاحب کی وہ تحریر ہے جو معارف القرآن میں یوں مرقوم ہے۔

"جب میں نے معارف القرآن کی طرح ڈالی تو مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا قرآن انگریزی میرے سامنے تھا اسی کے مطابق آیتوں کے نمبر لگائے گئے ہیں" (معارف جلد اول دیباچہ)

تفسیر آیات اور نمبر وغیرہ حضرت امیر مرحوم کے انگریزی ترجمہ قرآن کو سامنے رکھ کر لکھے گئے ہیں اور اس وقت پرویز صاحب کو یہ تفسیر پھسپھسی نظر نہ آئی۔

دوسری اندرونی شہادت یہ ہے کہ معارف القرآن میں تمام مشکل مقامات میں نوے فی صدی باتیں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی تفسیر کے مطابق ہیں۔

اور تیسری بیرونی شہادت وہ ہے جو شیخ محمد طفیل صاحب نے اپنے خط میں لکھی ہے کہ میں نے کراچی میں پرویز صاحب کا درس سنا تو دیکھا کہ درس کے وقت ان کے ہاتھ میں جو قرآن تھا وہ بیان القرآن ہی تھا۔ طفیل صاحب نے درس کے حاضرین میں سے ایک صاحب سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہاں یہ مولانا محمد علی صاحب والا ترجمہ ہے اور پرویز صاحب روزانہ درس کے وقت اسی کو سامنے رکھتے ہیں۔

منکرے بودن و ہمرنگ مستاں زیستن

چونکہ مضمون نگار صاحب نے کسی اور تفسیر کے سننے کی خواہش ظاہر کی ہے لہذا میں ایک اپنی تفسیر بھی پیش کئے

(باقی ص۸ پر)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

علمائے بغداد کا برقیہ علمائے ازہر کو

۴؍مارچ ۱۹۵۵ء۔ دارالاذاعۃ بغداد سے یہ خبر شائع ہوئی کہ بغداد کے علمائے اسلام نے شیخ الازہر اور اس کے رفقائے کار کبار العلمائے مصر کو برقیہ کے ذریعہ حدیث شریف "سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر" کی طرف توجہ دلائی ہے۔ تفصیل کوئی نہیں کہ یہ کیوں؟ قرین قیاس ہے کہ آج کل اہل مصر شعباً وحکومتہً حکومت عراق اور اکثر زعما کے خلاف جو زبان درازی کر رہے ہیں اس کو روکنے کے لئے یہ برقیہ ارسال ہوا ہے اگر تھوڑی سی وضاحت کر دی جاتی تو بہتر تھا۔

باہمی تنازعات کا نتیجہ

جناب عبدالقادر صاحب ڈلہن (نومسلم) بغرض استفسار صحت گھر تشریف لائے کل کرکوک سے آئے ہیں ایک گھنٹہ مختلف باتیں رہیں۔ فلسطین میں تین روز مدینہ غزہ پر مصری فوجوں پر یہودیوں کا حملہ اور مصری فوج کے جان و مال کے خسارہ پر افسوس رہا۔ یہ سب ارشاد الٰہی ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم کی خلاف ورزی کی سزا ہے ورنہ کہاں یہ بزدل ڈرپوک یہودی اور کہاں عرب پر حملہ "تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو"۔ آپس کے تنازعات آپس کے جھگڑوں پر .... بے جا خواہشات اور خود غرضیوں کا یہ نتیجہ ہے۔ اللہ تعالےٰ امت محمدیہ پر رحم کرے۔

نیپال کا مسلمان حاکم

۶؍مارچ ۱۹۵۵ء۔ خبر ہے کہ نیپال میں تقریباً ۱۲ لاکھ مسلمانوں کی آبادی ہے، لیکن آج تک مسلمانوں کا کوئی فرد حاکم کے عہدے پر مامور نہیں ہوا تھا۔ لیکن حال ہی میں جناب عبدالسبحان صاحب نامی مسلمان کو بھیروا کھرداڑ کے اعلےٰ عہدے پر تعینات کئے جانے سے وہاں کے مسلمانوں میں بڑی خوشی اور اطمینان پیدا ہوا۔ اس خبر کو پڑھ کر خیال ہوا کہ دیار عرب سے اس مسلمان حاکم کو ضرور روحانی تحفہ بھیجا جانا چاہیئے، چنانچہ ایک کاپی .... [illegible] بذریعہ ڈاک ارسال کی۔

ایک بیمار بھائی کی عیادت

دل میں تحریک ہوئی کہ اخویم محترم سید عابد علی صاحب کی عیادت کو جایا جائے، ٹیکسی لی اور سید صاحب کے گھر واقع باب الشیخ چلا گیا۔ آٹھ نو ماہ کے بعد یہ ملاقات ہوئی تھی خوب دل کھول کر ملے، ایک دوسرے کی صحت کا تذکرہ رہا، علاج معالجہ، پرہیز، حفاظت وغیرہ کی احتیاط کے ساتھ ہم دونوں اس بات پر آئے کہ خدا کے فضل اور بزرگوں و دوستوں کی دعاؤں کے طفیل ہم زندہ ہیں، اللہ تعالےٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ اور ان چند دنوں کی مزید مہلت جو دی ہے ان میں اپنے دین کی ہم سے کچھ خدمت لے۔ سید صاحب موصوف بہت کمزور ہو گئے ہیں، دس بیس قدم چل پھر نہیں سکتے، درد دل سے صحت تامہ کے لئے دعا فرمائی جائے آدھ گھنٹہ ملاقات رہی۔

پیارے مسیح کا عشق رسول

۸؍مارچ ۱۹۵۵ء۔ گھر پر سید چشتی صاحب تشریف لائے، تقریباً دو گھنٹہ بیٹھے۔ مختلف باتیں رہیں، ہفتہ عشرہ میں واپس پاکستان جا رہے ہیں، جس کام کے لئے آئے تھے وہ پورا اور کامیاب ہوا۔ کام نیک ہے اللہ تعالےٰ اجر دے، دوپہر کا کھانا ساتھ مل کر کھایا۔ کھانے پر حضرت رسول اعظم صلعم کے ساتھ عشق و محبت کا ذکر آگیا اس سلسلہ میں عاشق کبیر رسول عربی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قولی و عملی اظہار عشق و محبت کا بھی تذکرہ آیا پیارے مسیح کے اس شعر کا ایک ایک حرف عشق رسول پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے فرماتے ہیں ؎

در رہِ عشق محمدؐ ایں سر و جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

اور مسیح وقت سے تعلق پکڑ کر اس کے روحانی فرزند نے اس کی دی ہوئی معجز نما قلم سے عشق رسولؐ کے ولولہ کو ابھارنے والے وہ پاکیزہ گیت گائے جس کی سرمدی آواز نے سینکڑوں قلوب کی حالت بدل ڈالی اور ان کے سینوں میں عشق رسول کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا، یہ جو اس مٹھی بھر جماعت نے دنیا بھر میں خدمت اسلام کا عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے اسی عشق رسول کے جذبہ کا نتیجہ ہے۔ چشتی صاحب کہنے لگے "قادری صاحب آپ کے پاس آنے سے قلب میں ایک سرور پیدا ہوتا ہے"۔

معراج نبوی صلعم

۷؍مارچ ۱۹۵۵ء۔ حسب معمول محترمی صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے ابھی صحت خراب ہے۔ ڈاکٹری علاج لے رہے ہیں، دعا کے لئے درخواست کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ شفائے تامہ بخشے کوئی ایک گھنٹہ روحانی صحبت رہی، آج معراج النبی صلعم کا ذکر چھڑ گیا جسمانی یا روحانی پر گفتگو ہوتی رہی، میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خیال بتلایا۔ سرمہ چشم آریہ میں حضور نے تفصیلاً ذکر کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ نہ جسم کثیف اور نہ خواب میں معراج ہوا۔ معراج جسم لطیف کے ساتھ بیداری میں کشفی رنگ میں ہوا۔ اس کو سمجھنے کے لئے ریڈیو بہت کچھ ممد ہو سکتا ہے، آج ٹیلی ویژن کی اختراع تو بہت سہولت سے اس مسئلہ کے سمجھانے میں مدد دے گی ایک لحظہ میں ساری دنیا کا چکر کٹ جاتا ہے، پہاڑ، ہوائیں، طوفان، برف و باد و سمندر کی کوئی چیز روک نہیں، یہ ایک انسانی عقل کا کام ہے تو خالق انسان "دروازہ کی کنڈی ہل رہی ہے" اتنی مختصر سی مدت میں اور "بستر گرم ہی ہو" کیوں اپنے محبوب کو عالم بیداری میں کائنات کی سیر جسم لطیف کے ساتھ نہیں کرا سکتا؟ الصلوٰۃ معراج المومن۔ یہ بھی کچھ عرض کیا غرض وقت اچھا گذر گیا۔ "آزاد نوجوان" اور کتاب جہد للبقاء، تالیف حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ برائے مطالعہ دیا۔

سرسید اور دعا کا مسئلہ

۱۴؍مارچ بروز پیر۔ حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ اب تک بیمار ہیں بزرگان سلسلہ سے صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات رہی۔ رسالہ تائید حق کے مضمون کی بے حد تعریف کی۔ دعا کے سلسلہ میں سرسید احمد صاحب مرحوم بانی علیگڈھ کالج کا ذکر آیا سید صاحب مرحوم نے تعلیمی سلسلہ میں مسلم قوم کی بڑی خدمت سرانجام دی لیکن حقیقت دین دعا کے انکار کی وجہ سے نہ تو خود سمجھ سکے نہ ان کے متبعین کے دلوں میں جگہ کر سکی بلکہ اکثر و بیشتر متبعین و طلبا نے جامعہ علی گڈھ انکار دعا کی وجہ سے لادینیت کی طرف جانے والی شاہراہ پہ چل دیئے۔ آج یہ نتیجہ پاک و ہند میں نمایاں طور پہ ظاہر ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے خط و کتابت اور رسالہ خاص برکات الدعا کے ذریعہ سید صاحب موصوف کی توجہ اس طرف مبذول فرمائی، لیکن سید صاحب مرحوم مغربی فلسفہ سے کچھ ایسے مرعوب ہو چکے تھے کہ وہ اس طرف دھیان نہ دے سکے۔ آج تحریک احمدیت ہی ایک ایسی وسط تحریک ہے جو افراط اور تفریط سے دور حقیقت اسلام کو صحیح طریقہ پہ پیش کر کے مسلمانوں کو اقوام عالم میں سربلند کر سکتی ہے، کمیونزم کے مقابلہ کے لئے امام وقت کے بتلائے ہوئے علاج کے سوا دوسرا کوئی بھی علاج انسانیت کو لگی ہوئی خطرناک بیماری سے بچا نہیں سکتا۔ احمدیت کا پیدا کردہ علم کلام اور روحانیت دنیا میں امن و سلامتی کا باعث اور تباہی بربادی سے بچانے کا سبب ہوگا، ضرورت ہے کہ وابستگان سلسلہ اس امانت کو اس کے اہل (اہل یورپ و امریکہ) تک پہنچانے کی انتھک جد و جہد کریں۔

تقسیم لٹریچر

دو روز سے گھر سے باہر نہیں نکل سکا۔ پنسلین اور ٹنفس کے انجکشن لے رہا ہوں۔ رات "صوت امریکہ" واشنگٹن سے سنا خیال آیا کہ "صوت امریکہ" کے عربی مذیع کو تذکرۃ ذکری محمد علی رح بھیجی جائے۔ چنانچہ ڈاک سے ایک نسخہ ارسال کیا۔ ایک بجے دوپہر کو جناب برکات احمد صاحب ملحق الصحافی و سکریٹری ثانی سفارت ہندیہ معہ اپنے اسسٹنٹ جناب مولانا عبدالماجد صاحب دیو بندی بغرض استفسار صحت گھر تشریف لائے۔ تقریباً ایک گھنٹہ بیٹھے مختلف مواضع پر گفتگو رہی۔ سلسلہ کا ذکر بھی آیا برکات احمد صاحب مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک ہیں سفارت ہندیہ کی خوش قسمتی ہے کہ اسے ایسے کام کے آدمی میسر آ گئے ہیں برکات احمد صاحب کو "کرونیکیشن آف دی احمدیہ موومنٹ" اور مولانا صاحب کو ہمارے عقائد دیا۔

بادشاہ — یا — خادم

گرمی کا موسم تھا۔ اور رات کا وقت ہوا کے خوشگوار جھونکے اور تاروں بھری رات ایک عجیب لطف پیدا کر رہی تھی۔ دن بھر کی گرمی کے بعد اور کام کاج کے بعد انسان کیا حیوان بھی میٹھی نیند سو رہے تھے۔

اچانک مدینہ کی گلیوں میں ایک سایہ چلتا ہوا دکھائی دیا۔ یہ کون شخص تھا جو اپنے آرام کو چھوڑ کر گلیوں کے چکر کاٹ رہا تھا۔ یہ مسلمانوں کا بادشاہ تھا۔ وہ بادشاہ جس کے نام سے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں کانپ اُٹھتی تھیں۔ لیکن وہ اس بادشاہت کا مطلب رعایا کی خدمت کے سوا کچھ نہ سمجھتا تھا۔

ان کی عادت تھی جب رات کو مدینہ کے سب لوگ سو جاتے تو وہ گلیوں کی گشت کرتے۔ اور دیکھتے کہ آیا ان کی رعیت کسی غم یا دکھ میں مبتلا تو نہیں۔ اسلام کا یہ مایۂ ناز فرزند چلتے چلتے شہر سے باہر پہنچ گیا۔ اس کے سامنے صحرا تھا۔ اور سر پر تاروں بھری رات۔

یہ پُرلطف سماں دیکھ کر اس بادشاہ کی زبان سے چند کلمات خدا کی تعریف میں نکلے اور وہ کلمات کو دوہراتے ہوئے شہر سے کافی دُور چلا گیا۔ اچانک اسے صحرا میں آگ جلتی دکھائی دی۔

اتنی رات گئے آگ جلنا ایک حیران کر دینے والی بات تھی۔ وہ آگے بڑھا تو اسے ایک خیمہ دکھائی دیا۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ صحرائے عرب کا ایک بدّو خیمہ کے باہر کسی گہری سوچ میں محو ہے۔ اس کا اونٹ پاس کھڑا ہے۔

بدو اپنے خیالات میں ایسا محو تھا کہ اسے کسی کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔

"السلام علیکم"۔ نووارد نے کہا۔ لیکن بدو نے کوئی جواب نہ دیا۔ نووارد نے تین دفعہ اپنا سلام دوہرایا۔ تیسری دفعہ بدو نے نووارد کو بھکاری سمجھ کر سختی سے جواب دیا۔ کہ "جاؤ اپنی راہ لو"۔

نووارد نے تلخ کلامی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پُوچھا۔ "بھائی تمہیں کیا تکلیف ہے جو اس طرح بیٹھے ہو"۔

بدو نے چلاّ کر کہا "بابا جاؤ مجھے دق نہ کرو میں نے ایک بار جو کہہ دیا دُور ہو جاؤ۔ جاتے کیوں نہیں"۔ اس کے باوجود نووارد نے نہایت پیار اور محبت سے اپنا سوال دوہرایا۔ بدّو موٹی عقل کا آدمی تھا جھٹ طیش میں آگیا اور خیمہ سے اپنی تلوار اُٹھا لایا۔ اور بولا خیریت چاہتے ہو تو بھاگ جاؤ ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھوگے۔ لٹیرے کہیں کے"۔

نووارد نے نہایت متانت سے جواب دیا۔ "بھائی غصّہ کو تھوک دو۔ میں کوئی لٹیرا نہیں نہ بھیک مانگتا ہوں۔ میں مدینہ کا رہنے والا ہوں۔ ذرا سیر کے لئے نکلا تھا۔ تمہیں دیکھ کر دل نے کہا کہ تم کو تکلیف ہے۔ بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں"۔ اس نرم کلامی سے بدّو کا غصّہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس نے پوچھا "تم مدینہ کے رہنے والے ہو تو کیا کام کرتے ہو"۔

نووارد نے جواب دیا۔ "میں لوگوں کی خدمت کرتا ہوں"۔

بدّو، "تب تم کسی کے غلام ہوگے"۔

نووارد، "اس لمبی بحث کو چھوڑ دو یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا تکلیف ہے"۔

یہ کہکر نووارد بدّو کے پاس بیٹھ گیا۔ ابھی وہ بیٹھنے ہی پایا تھا کہ خیمہ کے اندر سے چیخ سنائی دی۔

نووارد نے پُوچھا "بھائی یہ کیا ماجرا ہے درد سے کون چلاّ رہا ہے"۔

بدّو نے جواب دیا۔ "بھائی کیا بتاؤں یہ میری بیوی کی آواز ہے۔ ہم چلے جا رہے تھے کہ اس کے ہاں بچّہ پیدا ہونے کا وقت آ گیا۔ اس لئے میں یہیں رُک گیا ہوں۔ غریب ہوں کسی دایہ کا انتظام نہ کر سکا اب مجھ سے اس کا دُکھ دیکھا نہیں جاتا اس لئے خیمہ سے باہر سینے پر پتھر رکھ کر بیٹھا ہوں۔ خدا سے دعا کرو خدا اس کی تکلیف دور کردے"۔

نووارد۔ "بھائی تم فکر نہ کرو، میں ایک دایہ کو جانتا ہوں ابھی لے کر آتا ہوں"۔

بدّو۔ "ذرا ٹھہرو۔ دایہ کی فیس کون دے گا۔ میرے پاس اتنے پیسے کہاں"۔

نووارد۔ "تم اس کی فکر نہ کرو۔ وہ دایہ بغیر معاوضہ کے کام کرے گی۔ خدا نے چاہا تو تمہاری بیوی کی تکلیف رفع ہو جائے گی"۔

رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ کہ مسلمانوں کا بادشاہ اپنے گھر واپس آیا۔ اس کی بیوی ابھی تک جاگ رہی تھی اور خاوند کا انتظار کر رہی تھی۔ خاوند کو پریشان دیکھ کر پوچھا "کیا ماجرا ہے"۔ خاوند نے بدّو کی بیوی کا ذکر کیا۔ وہ نیک بخت خاتون جو اپنے خاوند کی طرح اپنے دل میں دوسروں کے درد رکھتی تھی جھٹ تیار ہو گئی۔ خاوند نے جانے سے پہلے پُوچھا۔ "وہ بہت غریب ہیں کیا گھر میں کھانے کا سامان ہے۔

بیوی:۔ "صرف آپ کا کھانا ہی ہے"

خاوند:۔ "کچھ اور؟"

بیوی:۔ "تھوڑا سا بکری کا دُودھ"

خاوند:۔ "کچھ اور؟"

بیوی:۔ "آٹا اور زیتون کا تیل"

خاوند:۔ "کچھ اور؟"

بیوی:۔ "اور خدا کا نام"

خاوند:۔ "اچھا سب سامان باندھ لو۔ میں اونٹ تیار کرتا ہوں تاکہ جلد از جلد پہنچ جاؤں"۔

بیوی:۔ "لیکن ٹھہریئے آپ کھانا تو کھا لیں"۔

خاوند:۔ "میں کھانا کھا لوں؟ خدا جانے انہوں نے کھایا بھی ہو یا نہیں"۔

بیوی:۔ "تھوڑا سا دُودھ پی لیں"۔

خاوند:۔ "جلدی کرو بیچاری عورت کا نہ جانے کیا حال ہوگا۔ دیر کرنا اچھا نہیں۔ ہاتھ میں ایک چراغ بھی لے لو"۔

تھوڑی دیر میں سامان باندھ لیا گیا اور دونوں اونٹ پر سوار ہو کر صحرا کی طرف چل دیئے اور جلد ہی بدّو کے خیمے پر پہنچ گئے۔

نووارد۔ "بھئی یہ میری بیوی ہیں۔ اسے اندر جانے کی اجازت دو۔ تاکہ تمہاری بیوی کی خدمت کر سکے"۔

بدّو:۔ "یہ تشریف لے جا سکتی ہیں۔ بھئی تمہاری ہمدردی کا شکریہ لیکن میں اس کا معاوضہ کیونکہ ادا کروں گا۔ میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ صبح سے کھانا کھا سکتا۔ صبح سے بھوکا ہوں"۔

نووارد:۔ "معاوضہ اور شکریہ! ان باتوں کو جانے دو"۔

نووارد کی بیوی اندر چلی گئی، تو اس نے اپنا تھیلا کھولا اور بدّو کے

سامنے رکھ دیا - بدّو نے نووارد کو بھی کھانے کی دعوت دی - لیکن نووارد نے عذر کر دیا - بدّو نے خوب سیر ہو کر کھایا - جب کھا چکا تو دونوں میں دوستانہ گفتگو شروع ہوئی -

بدّو:- "کیا تم مدینہ میں پیدا ہوئے ہو"۔

نووارد:- "نہیں مکّہ میں"

بدّو:- "تم نے مکّہ کیوں چھوڑا ؟"

نووارد:- "میں اپنے آقا کے ہمراہ یہاں چلا آیا تھا"۔

بدّو:- "کیا تمہارے آقا نے تمہیں آزاد کر دیا تھا ؟"

نووارد:- "میرے آقا نے مجھے مسلمانوں کی خدمت پر لگا دیا تھا"۔

بدّو:- "کیا تم نے پیغمبر خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا زمانہ دیکھا ہے ؟"

نووارد:- "ہاں مجھے یہ سعادت حاصل ہے"۔

بدّو:- "تم کیسے خوش نصیب ہو بھائی یہ بتاؤ حضور صلعم کی زندگی کیسے گذرتی تھی ؟"

نووارد:- "حضور صلعم نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے - صفائی کا انہیں بہت خیال تھا - علی الصباح اُٹھا کرتے تھے اور سب سے پہلے بدن صاف کرتے تھے - وہ ہر ایک کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے - کپڑوں میں پیوند لگانے جوتا گانٹھتے - بکری کا دُودھ دوہ لیتے یہاں تک کہ بعض اوقات گھر میں بھی جھاڑو دے لیا کرتے تھے......

آپ کا ارشاد تھا کہ جو شخص محنت مزدوری کرکے اپنا گذارہ کرتا ہے اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں - آپ غریبوں اور یتیموں کی سرپرستی فرماتے - بیوہ عورتوں کا خیال رکھتے - کمزوروں کی ہمت بڑھاتے جو کوئی بھی آپ کے پاس آتا کبھی مایوس نہ لوٹتا - عورت کی عزت کرتے تھے - کبھی ناامید نہ ہوتے تھے - بڑی بڑی مصیبتوں کو آپ ہنس کر برداشت کرتے تھے حضورؐ خدا کے پیغمبر تھے اور ملک عرب کے بادشاہ تھے - لیکن اپنے آپ کو ہم میں سے ایک خیال فرماتے تھے - حضور جب بستر مرگ پر تھے تو اعلان فرمایا - کہ اگر میں نے کسی کا قرض دینا ہو تو وہ آئے تو میں اسے ادا کر دوں"

"چنانچہ ایک شخص کا قرض آپ کے ذمّہ نکلا - جو اسی وقت ادا کر دیا گیا - حضورؐ نے فرمایا خدا کے سامنے شرمسار ہونے کی بجائے آدمیوں کے سامنے شرمسار ہونا بہتر ہے"۔

بدّو:- "کبھی آپ نے مجھے نماز روزہ اور حج کے متعلق کچھ نہیں بتایا ؟"

نووارد:- "حضور کا ان کے متعلق تاکیدی حکم ہے آپؐ نے فرمایا نماز مومن کا روحانی غسل ہے - جس سے اس کی رُوح تر و تازہ ہو جاتی ہے - اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ نماز اعلیٰ اور شریف زندگی بنانے کا ذریعہ ہے - عبادت کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم زندگی کو کامیاب بنا سکیں - آپ نے فرمایا جو نماز پڑھتا ہے مگر غریبوں یتیموں کی مدد نہیں کرتا اس کی نماز بے معنی ہے نماز کا مقصد ہمیں راستباز بنانا ہے ہم میں کام کرنے کی قوت پیدا کرتا ہے - سب سے زیادہ ہمیں عاجزی سکھانا ہے - حضور نے فرمایا کہ مذہب کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ خدا اور اس کے بندوں سے محبت کرو"۔

خیمے کے اندر سے عورت کے کراہنے کی آوازوں نے دونوں کو بے چین کر دیا - بدّو اپنی جگہ سے اُٹھا اور اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا - گویا اپنا درد دبانے کی کوشش کر رہا ہے - تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر آ بیٹھا -

بدّو:- "کیا تم عُمر کو بھی جانتے ہو ؟ سُنا ہے سخت مزاج ہے"۔

نووارد:- "ہاں بھئی اس میں ایک کمزوری ضرور ہے"۔

بدّو:- "لوگوں نے اس قدر سخت آدمی کو اپنا بادشاہ کیوں بنا لیا ہے ؟"

نووارد:- "بھائی بات یہ تھی کہ اس سے بڑھکر مسلمانوں کا خادم اور کوئی نہ مل سکتا تھا"۔

بدّو:- "مسلمانوں کا خادم ! میں تمہاری بات نہ سمجھا ؟ بادشاہ اور غلام بادشاہ تو دولت سے کھیلتے ہیں"- بات ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ اندر سے آواز آئی :-

"اے امیرالمومنین اپنے دوست کو مبارکباد دیجئے اللہ تعالیٰ نے انہیں فرزند عطا فرمایا ہے"۔

امیرالمومنین کا لفظ سُن کر بدّو پر گویا بجلی گر پڑی کیونکہ نووارد خود حضرت عمرؓ تھے - وہ خوف سے کانپ اُٹھا - اور ہاتھ باندھ کر عاجزی سے کہنے لگا اے امیرالمومنین میری گستاخی معاف فرمائیں - میں نے سخت کلامی سے کام لیا -

حضرت عمرؓ "اسلام میں مسلمانوں کا بادشاہ وہ ہے جو ان کی خدمت کرتا ہے اور خدا اور اس کے بندوں سے محبت کرتا ہے"۔

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کرکے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے - ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے -

بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں ہے اگر ہے تو مہربانی فرماکر ۳۰ - اپریل ۵۵ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے اگر ۳۰ اپریل تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ رقم وصول ہوئی تو مجبوراً یکم مئی ۱۹۵۵ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کیا جائے گا - جس کی چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا - ورنہ آپکے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان ہی اُٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا - آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سُرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے -

۲۸	6—0—	۲۴۱	6—0—	۳۶۹	6—0—	۴۳۵	18—0—
۳۵	12—0—	۲۴۲	6—0—	۳۷۰	6—0—	۴۴۲	18—0—
۳۶	12—0—	۲۴۵	6—0—	۳۷۹	12—0—	۴۴۳	24—0—
۳۸	12—0—	۲۴۶	6—0—	۴۱۴	36—0—	۴۷۹	6—0—
۴۷	12—0—	۲۵۴	18—0—	۴۱۷	12—0—		
۴۸	6—0—	۲۶۱	36—0—				

رعایتی

۶۳	12—0—	۲۷۱	24—0—	۶	9—0—	۷۵	16—0—
۷۰	24—0—	۲۷۳	12—0—	۱۷	9—0—		
۷۲	12—0—	۲۸۰	30	۲۵	12—0—	۴۷۹	6/-
۱۰۸	18—0—	۲۸۴	36—0—	۲۷	12—0—	۴۹۱	6/-
۱۵۲	6—0—	۲۸۷	18—0—	۳۰	4—0—	۵۲۹	30/-
۱۷۱	12—0—	۲۹۲	24—0—	۳۵	4—0—	۵۶۴	18/-
۱۷۳	12—0—	۲۹۴	18—0—	۳۶	4—0—	۵۶۶	18/-
۱۷۴	6—0—	۲۹۷	30—0—	۴۴	4—0—	۵۷۸	12/-
۱۸۴	24—0—	۳۰۲	6—0—	۴۸	4—0—	۵۸۲	6/-
۲۰۰	12—0—	۳۰۶	39—0—	۵۰	6—0—	۵۸۷	6/-
۲۰۳	12—0—	۳۲۲	12—0—	۵۶	6—0—	۵۹۰	6/-
۲۱۶	12—0—	۳۴۴	6—0—	۵۷	18—0—	۵۹۸	6/-
۲۲۵	18—0—	۳۴۵	30—0—	۶۱	12—0—	۵۹۹	6/-
۲۲۸	30—0—	۳۶۴	6—0—	۶۲	18—0—	۶۰۰	6/-
۲۳۳	6—0—	۳۶۶	24—0—	۷۲	15—0—		

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون نمبر ۲۷۴۷

۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفٰے مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفت روزہ اخبار

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۲ | نمبر ۱۵ | چہارشنبہ مورخہ ۲۷ شعبان ۱۳۷۴ھ - ۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء | ۱۸

گرد (و) پیش

یونائیٹڈ سٹیٹس انفارمیشن سروس نے ایٹمی دورِ انقلاب کی داستان شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایٹم ایک ننھا سا ذرّہ ہے لیکن اس کی قوت انتہائی عظیم اور بے پناہ ہے، جب اربوں ذرّے (ایٹم) اکٹھے ہو جائیں تو انہیں انسانی آنکھ دیکھ سکتی ہے ورنہ واحد ایٹم نظر نہیں آتا۔ اس ننھے ذرّہ میں دنیا کو ہلاک کرنے کی جو طاقت ودیعت کی گئی ہے اس کا ادنٰے سا مشاہدہ گذشتہ جنگ عظیم میں ہیروشیما میں دیکھنے میں آیا لیکن صرف ہلاکت ہی کا سامان اس میں نہیں، بلکہ اس کی قوت و توانائی کو بہت سے مفید اور پر امن مقاصد کے لئے بھی...... استعمال کیا جا سکتا ہے چنانچہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایٹمی توانائی کو پرامن مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے سلسلے میں موجودہ وقت میں سب سے اہم کام اس سے بجلی پیدا کرنا ہے اور بتایا گیا ہے کہ صرف ۱۵ پونڈ ایٹمی ایندھن سے ۱۲ سو من کوئلے یا ۱۲ لاکھ ۴۰ ہزار گیلن پٹرول کے مساوی توانائی یا قوت یا بجلی پیدا ہو سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ جاننا موجب دلچسپی ہوگا کہ ۶ دسمبر ۱۹۵۴ء کو صدر آئزن ہاور نے شپنگ پورٹ میں سب سے عظیم اور پورے پیمانہ کے اوّلین ایٹمی کارخانے کی بنیاد رکھی، اس کارخانہ کے قیام کو ایٹمی توانائی کے پُرامن استعمال کی سب سے بڑی انسانی کوشش سمجھا جا رہا ہے اس سے ۶۰ ہزار کلوواٹ بجلی پیدا ہوگی جو ایک لاکھ آبادی والے شہر کے لئے کافی ہوگی، امریکی ایٹمی توانائی کمیشن کے صدر مسٹر سٹراس کا بیان ہے کہ جب شپنگ پورٹ میں ایٹمی کارخانہ تیار ہو جائے گا تو دنیا بھر کے ماہرین کو اس کا معاینہ کرنے کی دعوت دی جائیگی، اور وہ ماہرین اپنے اپنے ملکوں میں واپس جا کر ایٹمی توانائی کو پرامن مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے بارہ میں معلومات فراہم کریں گے۔

اسی ایٹمی توانائی سے ریڈیو ایکٹیو آئی سو ٹوپ بھی تیار کئے جا رہے ہیں جنہیں صنعت زراعت، طبابت اور بیماریوں کی تشخیص وغیرہ میں استعمال کیا جا رہا ہے اور ہزاروں طبیب اور ڈاکٹر اور ماہرین زراعت ان آئی سو ٹوپوں سے تجربات اور تحقیقی کام کر رہے ہیں، دماغی رسولی، سرطان (کنسر) جیسی موذی بیماریوں کے علاج، فصلوں کی ترقی، صنعتی کارخانوں کی پیداوار میں اضافہ کے لئے ان آئی سو ٹوپوں سے بڑی مدد ملتی ہے۔

الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً کا نظارہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا، دجال اور یاجوج ماجوج کے کارنامے وھم من کل حدب ینسلون کی پیشگوئی کو آج حرف بحرف سچا ثابت کر رہے ہیں قرآن کا آج سے تیرہ چودہ سو برس پہلے ان حقائق کا پتہ دینا کیا اسکی حقانیت کا کھلا ثبوت نہیں؟

اخبار احمدیہ

ترقی اور عطیہ

— ہری پور (ہزارہ) کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ ہمارے دوست شیخ عبدالحق صاحب فسٹ کلاس آفیسر یعنی سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل کے عہدہ جلیلہ پر کنفرم ہو گئے ہیں، اس خوشی میں انہوں نے مبلغ ایک سو روپیہ بطور شکرانہ انجمن کو دیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزا۔ اس سے ایک ہفتہ قبل انہوں نے مبلغ ایک سو روپیہ زکوٰۃ فنڈ میں دیا تھا، اس کے علاوہ ماہوار چندہ باقاعدہ ادا کر رہے ہیں اور دیگر تحریکوں میں بھی حصہ لیتے ہیں، ہم اپنے محترم دوست کو تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں،

دکنی زبانوں میں لٹریچر

— حیدرآباد (دکن) سے شیخ انعام الحق صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"چند سال قبل میں نے ہندوستان کی مقامی زبانوں، تلگو، کنڑی اور مرہٹی میں غیر مسلموں کے لئے وسیع پیمانہ پر تبلیغی لٹریچر تیار کرا کر شائع و تقسیم کیا تھا جس سے نہایت عمدہ نتائج ظاہر ہوئے۔ مسلم و غیر مسلم جرائد نے میرے شائع کردہ رسائل پر نہایت اچھے ریویو بھی کئے۔ کچھ عرصہ سے دکنی زبانوں میں تبلیغی لٹریچر کی اشاعت کا یہ مفید اور ضروری سلسلہ رُک گیا تھا جسے بفضلہ اب پھر شروع کر رہا ہوں، حضرت امیر مرحوم و مغفور کے مشہور رسالہ "دی پرافٹ آف اسلام" کا ترجمہ تلگو زبان میں شروع کرا دیا ہے جو انشاء اللہ چند ماہ میں شائع ہو جائے گا۔

انتخاب عہدیداران

(۱) قبل ازیں جماعت جہلم کے عہدیداروں کے انتخاب کا اعلان کیا جا چکا ہے، اب حکیم عبدالعزیز صاحب سکرٹری جہلم لکھتے ہیں کہ مستری یعقوب علی صاحب سکرٹری تبلیغ کا نام اس میں نہیں آیا، اس کا بھی اعلان کیا جاتا ہے۔

(۲) جماعت ملتان نے ۱۹۵۵ء کے لئے حسب ذیل عہدیدار منتخب کئے ہیں:-

صدر:- شیخ عطاء اللہ صاحب
سکرٹری:- شیخ محمد یوسف صاحب

(۳) بھیرہ میں حسب ذیل عہدیدار منتخب ہوئے ہیں:-

صدر: حکیم ابوالفضل محمد امین صاحب
سکرٹری:- حافظ محمد عیسٰے صاحب پراچہ
محاسب:- ڈاکٹر محمد افضل صاحب
تبلیغی سکرٹری:- محمد حیات صاحب

شکریہ تعزیت

— ہماری والدہ مکرمہ مرحومہ کی وفات دلگداز پر جن احباب کرام نے خطوط کے ذریعہ اظہار تعزیت کیا ان کے ہم صمیم قلب سے بیحد مشکور ہیں، بہت سے بزرگوں کو جواب دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کو جواب دینا رہ گیا ہو، اس لئے ہم اخبار کی وساطت سے احباب کرام سے معذرت خواہ ہیں، اور سب دوستوں کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

خاکساران:- فضل داد - فتح محمد عزیز ایڈووکیٹ گجرات - محمد حیات اے۔ ڈی آئی آف سکولز پھالیہ ضلع گجرات - (الٰہ داد) محکمہ زراعت ضلع گجرات

تبلیغی سرگرمیاں

علاقہ کرناٹک میں تبلیغ

ہبلی (کرناٹک) سے شیخ عبدالستار صاحب احمدی (صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی) لکھتے ہیں کہ ہبلی گاؤں کے مسلمانوں کی دعوت پر میں اور جناب محمد یوسف نائب صدر اور جناب محی الدین صاحب کونور اپنی ملازمتوں سے دو دو دن کی چھٹیاں لے کر وعظ و تبلیغ کے لئے ۱۳ر فروری کی صبح کو بذریعہ میل روانہ ہوئے، نماز صبح ٹرین میں ادا کرنے کے بعد نائب صدر نے آریہ سماج کے اعتراضات جو ستیارتھ پرکاش میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم پر کئے گئے ہیں اور ان کے جوابات جو مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے آئینہ حق نما میں دیئے ہیں بطور درس ہمیں سناتے، اسی ڈبہ میں بیٹھے ہوئے ہندو بھی اس درس کو غور سے سنتے رہے، سوا سات بجے گدگ سے مولوی بردور صاحب بھی ہمارے ساتھ سوار ہوگئے اور سوا نو بجے ہم Holealur سٹیشن پر پہنچے، جہاں ہیبلی گاؤں کے لوگ ہمارے لئے بیل گاڑی لے کر آئے تھے، اس میں سوار ہو کر تین میل کا سفر کر کے ہیبلی پہنچے، اس گاؤں میں یوسف عادل شاہ کے زمانہ کی چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے جس میں دو دن ہمارا قیام رہا ہمارے پہنچتے پر گاؤں کے تمام مسلمان وہاں آگئے اور ان سے گفتگو شروع ہوگئی۔

گاؤں والوں کی سابقہ حالت

دوران گفتگو میں متولی مسجد نے کہا کہ مولوی بردور صاحب کے وعظ و نصیحت سے جو پہلی بار انہوں نے یہاں آکر کی ہم پانچ وقت کے نمازی بن گئے ہیں، ورنہ اس سے پہلے اس مسجد کے ایک کونہ میں بیلوں کا چارہ رکھا تھا، اور دوسرے کونہ میں بکریاں بندھی تھیں، ہمیں اسلام کا کوئی پتہ نہ تھا اور اس گاؤں کے چند خاندانی مسلمانوں کے گھر ہندو مذہب میں چلے گئے تھے اور انہوں نے ہندوؤں کے لنگایت فرقہ میں شامل ہو کر گلے میں لنگ باندھ لئے تھے اور باقی ہندوؤں اور مسلمانوں میں بھی ناموں کے سوائے فرق نہ تھا۔

مولوی بردور صاحب کی تبلیغ اور اس کا اثر

انہوں نے بتایا کہ مولوی بڈھن صاحب بردور جب پہلی دفعہ آئے تو مسجد کو بکریوں کی غلاظت اور جانوروں کے چارہ سے بھری ہوئی دیکھ کر سامنے نیم کے پیڑ کے سایہ میں جا بیٹھے اور تھوڑی دیر بعد اذان دیکر نماز شروع کر دی گاؤں والوں نے نہایت تعجب اور حیرت کے ساتھ اذان کی آواز سنی اور مولوی صاحب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے رہے، نماز کے بعد انہوں نے ان دیکھنے والوں کو قریب بلا کر کہا کہ میں یہاں وعظ کرنا چاہتا ہوں، تمام لوگوں کو یہاں جمع کر دو، اس پر کسی شخص نے کہا کہ مولوی صاحب یہاں آپ کا وعظ کوئی نہیں سنے گا بہتر ہے آپ چلے جائیے۔ مولوی صاحب نے کہا بھائیو! میں آپ سے کچھ لینے کے لئے نہیں آیا دینے کے لئے آیا ہوں۔ آپ للہ میرے منہ سے اللہ اور رسول کے چند کلمات سن لیجئے صرف یہی سنانے کے لئے بہت دور سے آیا ہوں، آپ نہ سنیں تو میں بازار میں کھڑا ہو کر ہندوؤں کو سناؤں گا اور چلا جاؤں گا۔ مولوی صاحب کی اس گفتگو اور فصیح کنڑی زبان میں چند باتیں سننے کے بعد گاؤں والوں نے وعظ سننے کا ارادہ کر لیا اور اس کا انتظام انہوں نے کیا۔ وعظ میں مولوی بردور صاحب نے خدا و رسول صلعم کے احکام اور ارکان دین خوب کھول کر سمجھائے اور بتایا کہ مسجد کو ویران کرنا اچھا نہیں، مسجد ایسے لوگوں کو بد دعائیں دیتی ہے اور عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے، لوگوں پر اس وعظ کا بہت اثر ہوا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اس سے پہلے کبھی کسی نے اس طرح نہیں سمجھایا اور نہ ہمیں نماز پڑھنا آتا ہے، مولوی صاحب نے کہا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی سے فلسفہ نماز کنڑی میں لکھا ہوا منگوالیں اور نماز سیکھ کر پڑھا کریں اور جب ضرورت پڑے مجھے بلالیں، اس وقت تو مولوی صاحب یہ تلقین کر کے چلے گئے دوبارہ جب آئے تو ہم لوگوں کو پانچ وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اس وقت ہم نے دو وعظ کرائے جن میں ہندو و مسلمان سب جمع تھے، اور جو لوگ اسلام چھوڑ کر گئے تھے۔ ان سے بحث مباحثہ بھی ہوا اور کچھ لوگ اسلام میں واپس آگئے۔

ایک نومسلم کی روحانی کیفیت

متولی صاحب کے اس بیان کے بعد عبدالکریم صاحب جالبال نے جو مسلمان سے ہندو ہو کر پھر مسلمان ہوگئے تھے، اپنی داستان سنائی، انہوں نے بتایا کہ میں اسلام کو جاہلوں کا مذہب سمجھتا تھا، اسی لئے ہندوؤں میں لنگایت دھرم کو میں نے قبول کیا، مولوی بردور صاحب کا احسان ہے کہ میں دوبارہ اسلام میں آگیا، گویا کھوئی چیز مجھے پھر مل گئی، پھر ایک وقت میں نے بردور صاحب کی ۱۹ سورتوں کی کنڑی زبان میں لکھی ہوئی تفسیر پڑھتے ہوئے کسی کو سنا اسی وقت سے اس تفسیر کو پڑھتا ہوں، اور خدا نے مجھے روحانی زندگی عطا فرمائی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی مجھے نصیب ہوئی ہے پھر انہوں نے اپنی نوٹ بک سے اپنے الہامات اور کشوف پڑھ کر سنائے

مولانا عمر الدین مرحوم کی یاد

غرض شام تک اس قسم کی باتوں کا سلسلہ جاری رہا ہر طرف سے لوگ آآ کر کنڑی زبان میں (کیونکہ وہ اردو بہت ہی کم بولتے ہیں) مولوی بردور صاحب سے باتیں کرتے رہے مجھے اس وقت مولوی عمر الدین صاحب مرحوم کی ایک بات یاد آگئی، جب وہ ایک مرتبہ بردور صاحب کے ساتھ ضلع بیجاپور کے دیہات میں تبلیغی دورہ پر گئے تھے تو انہوں نے بتایا کہ جہاں جہاں ہم گئے لوگ بردور صاحب کی اتنی عزت کرتے تھے کہ مجھے خیال ہوا کہ یہ مولوی بردور صاحب کے مرید تو نہیں ہوگئے، مولوی عمر الدین صاحب مرحوم یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ لاہور کی مرکزی انجمن نے اس علاقہ کی طرف بہت کم توجہ کی ہے،

ہندو مسلم اتحاد پر لیکچر

دن بھر اس قسم کی گفتگوؤں کے بعد شام کو ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں ہندوؤں کی اکثریت تھی، مسلمانوں نے ہمیں کہا کہ آج کا وعظ صرف ہندو مسلم اتحاد پر ہونا چاہیئے چنانچہ محمد یوسف صاحب اور مولوی بردور صاحب نے اسی پر وعظ کیا جلسہ کی صدارت ایک بہت بڑے ہندو رئیس سری شنکر گوڈا گڈی پاٹل نے کی، جناب عبدالرحمٰن صاحب نے تلاوت قرآن کی، اور فقیر صاحب نامی ایک نوجوان لڑکے نے جو وعظ کی خبر سن کر ایک قریبی گاؤں سے آیا تھا، اسلام کے متعلق اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا، اس کے بعد میں نے یہ بتایا کہ ہم جو اتنی دور سے اپنی ملازمتوں سے چھٹیاں لے کر آئے ہیں اور آپ لوگوں کو محض نیکی کی باتیں سنانے کے لئے یہ سفر اختیار کیا ہے یہ صرف احمدیت کے پیدا کئے ہوئے اسلامی جذبہ کا اثر ہے ورنہ دوسرے مولوی صاحبان کو یہ فکر کیوں لاحق نہیں اور وہ کیوں جنگلوں اور دیہات میں بسنے والے لوگوں کی اصلاح کی فکر نہیں کرتے کنڑی زبان میں اسی جلسہ میں جناب محی الدین صاحب کونور نے اپنی لکھی ہوئی دو نظمیں سنائیں جو نہایت دلچسپی کے ساتھ سنی گئیں۔ اس کے بعد محمد یوسف صاحب فنوگہ نے ہندو مسلم اتفاق و اتحاد پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام نے ہمیں تمام رسولوں پر خواہ وہ کسی قوم میں آتے ہوں ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اور یہی بین الاقوامی اتحاد کی اصل بنیاد ہے۔ اگر سب لوگ ایک دوسرے کے انبیاء رشیوں منیوں اور پیشواؤں کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہوں ان کی عزت کرنا اپنا شعار بنالیں تو دنیا سے تمام فسادات ختم ہو جائیں، یہ تقریر ایک گھنٹہ ہوئی۔

اس کے بعد مولوی بردور صاحب نے اسی مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور برابر دو گھنٹہ تک نہایت موثر تقریر کی، شام سے شروع ہو کر رات کے گیارہ بجے تک یہ جلسہ ہوتا رہا۔ آخر میں اسی گاؤں کے ایک نوجوان نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا شکریہ ادا کیا کہ اس کے بھیجے ہوئے مولوی صاحبان نے اتنی دور سے آکر ہمیں قرآن اور کتب سابقہ کے حوالوں سے اتحاد و اتفاق پر وعظ دیا جس کی بہت ضرورت تھی اور ہیبلی والوں نے جو کچھ سنا ہے اس پر عمل کریں گے۔

دوسرے دن ۱۴ر فروری کو ہم واپس روانہ ہوئے ہمیں رخصت کرنے کے لئے ریلوے اسٹیشن پر بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ ہم نے انجمن کی طرف سے تمام گاؤں کا شکریہ ادا کیا اور واپس ہبلی آگئے۔ فالحمد للہ۔

ملتِ احمد کی جو ڈالی تھی مالک نے بنا
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار
گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا
جس کی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتارِ یار
(مسیح موعود)

ہفت روزہ پیغام صلح ۔۔۔۔۔۔ ۲۰ر اپریل ۱۹۵۵ء

تعددِ ازدواج اور تہذیبِ نو

پاکستانی بیگمات ہیں چند ماہ سے تعدد ازدواج کے خلاف شور اُٹھ رہا ہے اور وہ اس کو قطعی ممنوع قرار دینے یا اس پر مناسب پابندیاں عائد کرنے کے لئے قانونی امداد حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں، چنانچہ حال ہی میں بیگم سلمہ تصدق حسین نے پنجاب اسمبلی میں ایک اسی قسم کا بل بھی پیش کیا جس پر اسمبلی کے ملتوی ہو جانے کی وجہ سے غور و بحث نہ ہو سکی، اسی اثنا میں مسٹر محمد علی وزیر اعظم پاکستان نے اپنی پہلی تعلیم یافتہ بیوی کے ہوتے ہوئے بیروت کی ایک مسلمان خاتون عالیہ سعدیہ سے دوسری شادی کر لی جس پر تعدد ازدواج کی مخالف پاکستانی بیگمات میں مسٹر محمد علی اور ان کی نئی دلہن کے خلاف لے دے شروع ہو گئی اور یہ تجاویز ہو رہی ہیں کہ خواتین کی مجالس میں عالیہ سعدیہ کو منہ نہ لگایا جائے۔

خواتین کا یہ احتجاج کہاں تک صحیح ہے؟ اور تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دینے کا مطالبہ کہاں تک جائز ہے اس پر غور کرنے سے قبل مسٹر محمد علی کے ازدواج ثانی کے پس منظر کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو یہ کہنا خلاف حق نہ ہوگا کہ اس شادی کے ذریعہ سے قدرت نے ہماری ان بہنوں کو ایک تازیانہ لگایا ہے جو تہذیبِ نو کی رَو میں بہہ کر دفتروں اور سرکاری محکموں میں مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے حقوق کی طلبگار رہیں، عالیہ سعدیہ کون ہیں؟ ایک شریف عرب خاندان کی چشم و چراغ اور اعلےٰ تعلیمیافتہ خاتون جو اپنے ماں باپ کے ساتھ کچھ عرصہ ہوا کینیڈا میں جا کر آباد ہو گئیں، وہیں اس زمانہ میں جب مسٹر محمد علی بطور سفیر پاکستان متعین تھے، وہ ان کی سوشل سکرٹری بن گئیں، گویا ہماری خواتین امور سلطنت میں اپنے لئے جس حق کی طلبگار ہیں وہ عالیہ سعدیہ کو وہاں مل گیا، جو غالباً ان کی جنس کے لئے خوشی ہی کا موجب ہوگا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایسی خواتین کے لئے ایک دوسرا حق فطرت نے بھی رکھا ہے ایک جوان جہان اعلےٰ تعلیمیافتہ اور پسندیدہ شکل و صورت کی عورت کا کسی ایسے ہی جوان اعلےٰ تعلیمیافتہ اور خوبرو مرد کے ساتھ بطور سوشل سکرٹری کام کرنا جس قرب اور بے تکلفی کو چاہتا ہے، اس کا یہ قدرتی نتیجہ ہے، کہ دونوں کے مابین جنسی تعلقات پیدا ہوں، اس فطرتی جذبہ کے ہوتے ہوئے مسٹر محمد علی اور عالیہ سعدیہ نے کونسی برائی کی اگر شریفوں کی طرح نکاح کے ذریعہ سے اس جذبہ کی تسکین کا سامان کر لیا جو ان کے باہمی میل جول کا لازمی نتیجہ تھا، ان کی یہ شادی اپنی نوعیت کے لحاظ سے واحد مثال نہیں، اس قسم کی بعض مثالیں ہمارے حکمران طبقہ میں پہلے بھی موجود ہیں، اور ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک کالجوں، بڑے بڑے اداروں اور دفتری کاروبار میں غیر محرم عورت و مرد کا اکٹھے مل کر بیٹھنا اور کام کاج میں شرکت جاری رہے گی، ایسی مثالیں .... آئے دن پیدا ہوتی رہیں گی، اگر ہماری خواتین اس قسم کے ازدواج ثانی کو روکنا چاہتی ہیں تو اس کی واحد صورت یہ ہے کہ دفتری کاروبار میں غیر محرم مرد و عورت کا باہم مل کر بیٹھنا اور اکٹھے کام کاج کرنا بند کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی اسلامی شریعت کے مطابق پردہ بھی ضروری قرار دیا جائے، غیر محرم مرد و عورت کے آزادانہ میل جول کے ہوتے ہوئے ان کو عقد نکاح سے روکنا بہت بڑی خرابیوں کا موجب ہوگا جیسا کہ یورپ اور امریکہ میں نظر آ رہا ہے جہاں ایک نکاح کے ہوتے ہوئے دوسرا کرنا قانوناً منع ہے لیکن بے پردگی اور عورت و مرد کے اختلاط و اشتراک نے فسق و فجور کی ایسی راہیں اختیار کر لی ہیں جو تعدد ازدواج اور پردہ کی صورت میں شاید پیدا نہ ہوتیں،

جہاں تک تعدد ازدواج کا تعلق ہے ہم خواتین کے اس مطالبہ کو حق بجانب سمجھتے ہیں کہ اس کا ناواجب استعمال اور مردوں کے جور و ستم اور عدل و انصاف سے تجاوز کو روکنے کے لئے اس پر جائز پابندیاں عائد ہونی ضروری ہیں، لیکن تہذیبِ نو کی رو میں بہہ کر اس کو قطعی ممنوع قرار دینا شریعت اسلامی کے دیتے ہوئے ایک ایسے حق سے مردوں اور عورتوں کو محروم کرنا ہے جو از روئے فطرت بالکل جائز اور بعض حالات میں ضروری ہے، اور جس کے بغیر فسق و فجور اور حرامکاری کی ایسی راہیں کھل جائیں گی جو اسلامی معاشرہ کی تباہی اور طبقہ خواتین کی ذلت و رسوائی کا موجب ہوں گی، ہاں اس پر جائز پابندیاں لگانے اور اس کے ساتھ ہی جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں عورتوں اور مردوں کے ملا جلا اور حسن و جمال کی آزادانہ نمائش کو روکنے اور شرم و حیا کی صفات جو مسلمان عورتوں اور مردوں کی خصوصیات ہیں ان کے اندر پیدا کرنے سے نہ صرف معاشرہ میں ایک پاکیزگی پیدا ہو سکتی ہے بلکہ تعدد ازدواج کی وہ فراوانی بھی باقی نہ رہیگی جو آج جائز یا ناجائز صورت میں ترقی کرتی جا رہی ہے، اور جس پر ہماری خواتین ایسا بند لگانا چاہتی ہیں جو تہذیب جدیدہ کے موجودہ سیلاب کے سامنے کسی طرح ٹھہر نہیں سکتا۔

مسٹر محمد علی کا نکاح ثانی جہاں تک شریعت کا تعلق ہے، کسی لعنت و ملامت کا مستحق نہیں، بشرطیکہ وہ اپنی پہلی بیگم سے معاشرت کے تعلقات بدستور قائم رکھیں اور دونوں بیگمات کے ساتھ عدل و انصاف میں کوئی فرق نہ آنے دیں، ایسا ہوتے ہوئے اگر ہماری خواتین جناب عالیہ سعدیہ سے بدسلوکی سے پیش آئیں یا اپنی قومی و ملی مجالس میں ان کو جائز عزت کے مقام پر نہ بٹھائیں تو یہ ان کی صریح ناانصافی ہوگی اسلام نے ہمیں افراط اور تفریط دونوں راہوں سے روکا ہے اور ہماری محترم بہنوں کو چاہیئے کہ تعدد ازدواج کے خلاف آواز اٹھانے اور مسٹر محمد علی اور عالیہ سعدیہ کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے حالات کے تمام پہلوؤں پر پورے طور پر غور کر لیں اور جہاں تک ممکن ہو سب سے پہلے حالات کی درستی اور غیر محرم عورت اور مرد کے اختلاط کو روکنے کی کوشش کریں ورنہ وہی بات ہوگی کہ ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

احادیث کا مسئلہ

گذشتہ ماہ کے آخر میں پاکستانی صحافیوں کا ایک وفد حکومت کی طرف سے مصر بھیجا گیا تھا جس میں ادارہ "نوائے وقت" کے رکن شیر محمد اختر بھی شامل تھے موصوف نے واپسی پر "نوائے وقت" کی کئی اشاعتوں میں اپنا سفرنامہ لکھا ہے، جو بہت دلچسپ اور معلومات افزا ہے، اسی سفرنامہ میں مشہور مصری عالم ڈاکٹر طٰہٰ حسین سے ملاقات کا بھی ذکر ہے، اور لکھا ہے کہ دوران گفتگو میں سید فرید جعفری نے (جو اس وفد کے ایک رکن تھے) ڈاکٹر صاحب سے "مولوی" کے سدباب کے لئے تجاویز دریافت کیں اور ڈاکٹر صاحب مُصر کر اس مرض کا علاج بتاتے رہے لہ جعفری صاحب نے روایات اور احادیث کے مسئلے کو بھی چھیڑا، ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے فرمایا کہ "جو حدیث یا روایت قرآنی آیات کے مطابق ہو اسے قبول کرنا چاہیئے" سو یہاں ایک ہی بات یہی درحقیقت آئمہ دین کا مذہب رہا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسی بات پر زور دیا ہے کہ حدیث کو بلا استثنا ترک کر دینا صحیح نہیں، قرآن بے شک مقدم ہے اور اسے ہی ہر حال میں مقدم رکھنا ضروری ہے۔ لیکن احادیث میں بھی بہت بڑا علم پایا جاتا ہے جو قرآن ہی کی تفسیر ہے، اس بنا پر اس کو رد کر دینا کہ اس میں رطب و یابس بھی مل گیا ہے صحیح طریق نہیں، بہترا اصول وہی ہے جس کی طرف ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اور اس سے پیشتر حضرت مسیح موعودؑ نے توجہ دلائی ہے کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اس کو قبول کرنا چاہیئے، تعجب ہے کہ اس سیدھے سادے اصول کو نظر انداز کر کے پرویز صاحب اور ان کے ہمنوا حدیث پر خط تنسیخ کھینچکر ایک بہت بڑے علمی و دینی ذخیرہ اور تاریخی روایات اور حضرت نبی کریم صلعم کی ان عظیم الشان پیشگوئیوں کو رد کرنا چاہتے ہیں، جو آج واقعات کی شکل میں پوری ہو کر ایک مسلمان کے ازدیاد ایمان کا موجب ہیں، یہ کہاں کا دین اور کیسا ایمان ہے؟

نبوتِ مسیح اور مدعیانِ ختم نبوت

مکاتیب اقبال میں جو ندوۃ العلماء کے رسالہ "معارف" میں شائع ہو رہے ہیں اقبال مرحوم نے سید سلیمان ندوی سے یہ سوال کیا کہ:۔

"حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۴ - ۴۳۱ حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کے متعلق ارشاد ہے:

من قال سلب نبوتہ کفر حقاً اس قول کی آپ کے نزدیک کیا حقیقت ہے"

سید سلیمان ندوی صاحب نے اس کا کیا جواب دیا یہ تو معلوم نہیں لیکن "معارف" کے موجودہ مدیر شاہ معین الدین احمد ندوی نے اس پر نشان دے کر حاشیہ میں یہ جواب لکھا ہے:

"حجج الکرامہ فی آثار القیامہ" نواب صدیق حسن خان صاحب کی کتاب ہے حضرت عیسٰے کی آمد ثانی بصفت نبوت ہوگی یا بلا صفت نبوت، اس باب میں (باقی صفحہ ۱۲ پر)

لہ کیا علاج بتاتے رہے اس کی بھی تصریح کر دی جاتی تو اچھا تھا؟

مکتوبِ بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

ڈاکٹر محمود الامین

۷ار مارچ ۱۹۵۵ء۔ ام ابراہیم کے اقرباء میں ایک لڑکی ساجدہ نامی دار المعلمات میں اعلےٰ تعلیم حاصل کر رہی ہے آج گھر پر آئی۔ کہنے لگی کہ پچھلے ہفتہ چند طالبات طلاب مع اساتذہ شمالی عراق کی طرف "سفرہ" گئے تھے پروفیسر ڈاکٹر محمود الامین پی۔ ایچ ڈی برلن بھی ساتھ تھے، موصل میں باتوں باتوں میں محمو قادری کا ذکر آ گیا۔ محمود الامین نے بتلایا کہ وہ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں، اسلام پر اعلےٰ درجہ کا لٹریچر امریکہ یورپ میں انہوں نے تقسیم کیا میرا انہیں سلام پہنچانا۔ ڈاکٹر صاحب مذکور کا تعارف کا ذریعہ ایک تو اخبار السجل ہے کوئی چار سال گذرے امریکہ سے ڈاکٹر صاحب موصوف نے ایک مضمون "امریکہ میں اسلام" پر اخبار مذکور میں شائع کرایا تھا اخبار سے پتہ لیکر ڈاکٹر صاحب کو براہ راست میں نے انگریزی لٹریچر بھجوایا جو موصوف کو بے حد پسند آیا اور اسے انہوں نے وہاں تقسیم کیا۔ لیکن اس کی اطلاع مجھے کوئی نہ تھی۔ ایک سال امریکہ میں قیام کے بعد ڈاکٹر صاحب واپس بغداد آ گئے لیکن میری ملاقات نہ ہو سکی۔ ہر ایک چیز کے لئے ایک وقت مقرر ہے عزیزم محمد اقبال شیدائی صاحب بغداد آ سکتے ہیں ان کے خلاف السجل قادیانی ہونے کا پروپیگنڈا کرتا ہے، محمود الامین شیدائی صاحب کو جرمنی سے جانتے ہیں، وہ خود تلاش کرتے ہوئے شیدائی صاحب سے ملے اور شیدائی صاحب کی وساطت سے میری ملاقات ہوئی، اعلیٰ تعلیم یافتہ فہمیدہ شخص ہیں عربی کے علاوہ انگریزی، جرمنی، فرنچ زبانوں پر پورا قابو ہے، نماکسار نے اکثر انہیں لٹریچر دیا اور ترجمہ کا کام بھی لیا۔ پچھلے سال مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر رسالہ اسلامک ریویو بغداد آئے تھے، ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان سے پورا تعاون فرمایا۔ بھلا آدمی ہے "احمدی نواز" کے لقب سے ملقب کیا جا سکتا ہے، عزیزہ ساجدہ کو ایک نسخہ اسلامی کیلنڈر کا دیا جو وہ دار المعلمات میں ڈاکٹر صاحب موصوف کو دے دیں گی۔

اشاعتِ اسلام امام وقت کے دامن سے وابستہ ہے

۱۸ار مارچ ۱۹۵۵ء۔ حسب معمول محترمی صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ ڈیڑھ گھنٹہ پر لطف صحبت رہی پیر احتشام الدین صاحب کا استخارہ اور ان پر اس انکشاف کا کہ انگلستان اور امریکہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے روحانی تصرفات کی وجہ سے اشاعت اسلام ہو رہی ہے"۔ دیر تک اظہارِ خیال ہوتا رہا، بتلایا کہ کوئی فرد یا جماعت حضرت امام وقت کے دامن سے وابستہ ہوئے بغیر اشاعت اسلام کے مقدس ترین کام کو کر ہی نہیں سکتا، کامیاب ہونا تو بہت دور کی بات ہے ضمناً جمعیت الفلاح المسلمین کراچی کا ذکر آ گیا جنہوں نے اس مقدس کام کے لئے جرمنی اور انگلستان میں اپنے مبلغ بھیجے اور کامیابی نہ ہونے کی وجہ سے واپس آ گئے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی مرحوم تو اس تمنا کو لئے ہوئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ یہ مقدس کام امام وقت کے مخلصین خادموں کے متبرک ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچے گا اور مغرب سے آفتاب اسلام اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہو کر اپنی کرنوں سے مشرقی ممالک کی مردہ دل اقوام کو زندگی بخشے گا۔ پھر امام وقت کے عاشق صادق دو فرشتوں میں سے ایک ؎

"چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے"

کی شان رکھنے والے "نور الدین اعظم" رضی اللہ عنہ کا ذکر آ گیا۔ ان کی جوانی کے ایام کے کچھ حالات صوفی صاحب کو سنائے "زد کھپریوں کی رگڑ" کے واقعہ سے صوفی صاحب بیحد محظوظ ہوئے، لکھنؤ کے علماء اور شرفاء کی مجلس میں بے دھڑک السلام علیکم کہکر بیٹھ جانا ایک شریف عالم کے اس فقرہ "یہ تہذیب کہاں سے سیکھی" کا مدلل اور برجستہ جواب "گھنٹا حرب کے گدڑیے سے" مزہ دے گیا۔ اس بیماری میں صوفی صاحب کا ہفتہ میں دو بار آ جانا بھی صحت کا باعث ہوتا ہے۔ صوفی صاحب کو پیغام صلح ۱۹۵۵ء اور رامز و رد بدر کے پرچے دیئے۔

حسین احمد مدنی کی آہ و بکا

۱۸ار مارچ ۱۹۵۵ء۔ مدینہ بجنور کی ۲۱ و ۲۵ر فروری کی اشاعتوں میں مولنا حسین احمد مدنی "شیخ الاسلام" کا وہ معرکۃ الآرا خطبہ صدارت جو جمعیت العلماء ہند کے اٹھارویں اجلاس عام کلکتہ میں دیا گیا "انقلاب ۱۹۴۷ء" کے عنوان تلے مقالہ افتتاحیہ میں شائع ہوا ہے نظر سے گذرا، فصاحت و بلاغت الفاظ کی موزونیت کے لحاظ سے بہتر چیز ہے، اس میں جو تلخ حقائق بیان کئے گئے ہیں اور جو سبق آج دیا جا رہا ہے وہ مسلمانانِ ہند کے لئے راہ نمائی کا کام دے سکتا ہے بشرطیکہ اسے الفاظ تک محدود نہ رکھا جائے اور پوری جدوجہد کے ساتھ عمل میں لائیں کاش مولانا حسین احمد مدنی کے دل و دماغ میں یہ مفید خیالات "انقلاب ۱۹۴۷ء" سے پہلے گردش کرتے وقت نکل گیا۔ مولانا کی مندرجہ ذیل درد بھری عبارت ملاحظہ ہو:۔

"آج سینکڑوں بلکہ ہزاروں دیہات کے مسلم گھرانے خطرناک کنارہ پر کھڑے ہوئے ہیں، ان کے دین و مذہب کی دیواریں بہت کمزور ہیں۔ یہ خدشہ بہت قوی ہے کہ رفتار زمانہ کی تند و تیز آندھیاں ان کی کمزور دیواروں کو (معاذ اللہ) منہدم کر دیں گی ان کی گرتی ہوئی دیواروں کو سنبھالنا ملت اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ یہ وہی خدمت ہے جو سرور کائنات محبوب رب العالمین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ میں علماء امت کو ملی جس کی بنیاد پر علماءِ امت کو انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے"۔

غور سے اس عبارت کو ملاحظہ فرمادیں ایک طرف کانگرس کے مسلم زعیم حسین احمد مدنی جن کے متعلق شاعر مشرق اقبال یوں گویا ہوا ہے:۔

"عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بیخبر ز مقام محمد عربی است"

اور ایک طرف ۱۹۴۷ء کے "انقلاب" کے بعد مولانا حسین احمد مدنی کو دیکھیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ نسیم عظیم کے دو کشتیوں میں ...... پیر رکھنے سے ملت اسلامیہ کو کتنا نقصان اٹھانا پڑا۔ اور آئندہ نہ معلوم کیا کچھ خسارہ برداشت کرنا ہو گا۔

تمام کامیابیاں مجددِ وقت کے دامن سے وابستہ ہیں

مولانا حسین احمد مدنی اور ہم قسم دیگر علماءِ اسلام ذرا غور و تدبر سے کام لیں اور خلوت میں بیٹھ کر سوچیں کہ آخر اس علم و عقل و قابلیت اور اس عظیم الشان کثرت تعداد اور تمام وسائل کے مہیا ہوتے ہوئے بجائے کامیابی کے ناکامی و نامرادی کی طرف خدا کی طرف سے کیوں دھکیل دیئے جا رہے ہیں!! یہ سب اللہ کے ولی امام وقت سے دشمنی کا نتیجہ ہے اس نے بڑا صبر کیا، ایک موقعہ پر فرمایا ؎

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کآخر کنند دعویٰ حُبِّ پیمبرم

لیکن اس خدا نے جس نے اسے چودھویں صدی کے مجدد کے منصب عظیم پر بٹھایا اور مامور وقت بنایا ۱۹۰۷ء۔۸ الہام انی مہین من اراد اہانتک کی روشنی میں تمہاری کرتوتوں کی وجہ سے تمہاری ایمانی قوتوں کو سلب کر کے تم سے نیک کاموں کی توفیق چھین لی۔ اب بھی وقت نہیں گیا امت مرحومہ پر رحم کرو توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے غلام احمدؑ کے قدموں میں آ گرو۔ محمدؐ و احمدؑ کی شان اس کے حقیقی غلام کے دامن سے وابستہ ہونے میں بطور خود کر نظر آ سکے گی، نور قلب پیدا کر کے پہچاننا مشکل نہیں اپنے آقا کے متعلق امام وقت کا یہ الہامی شعر بہت کچھ غلط فہمیوں کے دور ہونے کا باعث ہو سکتا ہے ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

قومی اتفاق و اتحاد اور دین کے لئے ایثار ہی کامیابی کا موجب ہو سکتا ہے

صحابہ کرامؓ کی قربانیاں اور اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلعم کی طرف سے ان کی قدر افزائی

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۵ اپریل ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولٰینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

والذین تبوّؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم......تحسبھم جمیعًا وقلوبھم شتّٰی ذالک بانھم قوم لا یعقلون (الحشر رکوع ۲-۵)

قرآن میں ماضی کے واقعات

قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق بحث ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے متعلق بحث ہے، جہاں اعلےٰ درجہ کے نظریات اور اعتقادات کا اس میں ذکر ہے وہاں بعض ماضی کے واقعات بھی اس میں بیان کئے گئے ہیں، والعصر کے اندر بھی یہ ہدایت فرمائی ہے کہ گذرے ہوئے زمانہ پر بھی نظر ڈال کر دیکھو اس کے اندر بہت سے عبرت انگیز واقعات ہیں۔

فرعون کی لاش کی حفاظت

ایک جگہ فرمایا ہے لننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ فرعون سے کہا کہ ہم نے حضرت موسےٰ کے مقابلہ پہ تم کو غرق کر دیا، تمہاری فوج کو بھی غرق کر دیا، تمہارے سامان کو بھی تباہ و برباد کر دیا، لیکن ہم تیری غرق شدہ لاش کو ضائع نہ ہونے دیں گے، اسے محفوظ رکھیں گے لتکون لمن خلفک آیۃ تا کہ اس امر کا ثبوت جیتا کیا جائے کہ ایک با خدا بے کس انسان کے مقابلہ پر فرعون جیسے طاقتور بادشاہ تباہ کر دیئے جاتے ہیں اور تا کہ آیندہ آنیوالی نسلیں اس نشان کو دیکھ کر یہ یقین کر لیں کہ خدا ہے اور وہ بڑے بڑے صاحب اقتدار اور بڑے بڑے جابر انسانوں کو ایک سیدھے سادے خدا پرست کے مقابلہ میں تباہ کر دیتا ہے، اب یہ فرعون کے جسم کی حفاظت کا کسی کو علم نہ تھا، قرآن ہی نے اس کی خبر دی اور اس زمانہ میں جب مصر کی ممیوں میں فرعون کی لاش نکل آئی، تو مسلمانوں نے سجدات شکر ادا کئے، کہ آج سے تیرہ چودہ سو سال پیشتر جو خبر قرآن کریم نے دی تھی وہ بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

حدیث کی صداقت کی گواہی

مصر نے جس طرح قرآن کریم کی صداقت کے بارے میں گواہی پیش کی اسی طرح حدیث کی صداقت کے متعلق بھی مصر نے ایک گواہی پیش کی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے، ان میں ایک خط مقوقس کے نام بھی تھا، حدیث میں اس خط کا مضمون نقل کیا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہر بنوائی جو اُن خطوط پر لگائی گئی، اس مہر میں اوپر کا لفظ اللہ ہے اس کے نیچے رسول اور اس کے نیچے محمدؐ سے یعنے اس طرح لکھا ہے محمد رسول اللہ اس سے اس عظمت کا پتہ لگتا ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ تعالےٰ کے لئے تھی کہ سب سے اوپر اللہ کا نام لکھا، پھر رسالت کا ذکر کیا اور پھر سب سے نیچے اپنا نام رکھا، بے شمار حدیث کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہوا موجود ہے، کچھ عرصہ ہوا کہ مقوقس کے نام کا لکھا ہوا خط مصر میں پایا گیا جو ہو بہو اسی طرح ہے جس طرح حدیث میں ذکر ہے، جو الفاظ حدیث میں لکھے ہیں بالکل وہی الفاظ اس خط میں لکھے ہوئے موجود ہیں اور جس طرح مہر کا ذکر حدیث میں ہے، ایسی ہی مہر اس پر لگی ہوئی ہے اس خط کا فوٹو قادیان میں بھی شائع کیا گیا اور دو کنگ مشن نے بھی اسکو شائع کیا، یہ مصر میں دو گواہیاں قرآن اور حدیث کے متعلق موجود ہیں، اس قدر عظیم الشان گواہیاں پیدا کرنا کس کے بس کی بات تھی۔ ان بیانات سے میری غرض یہ ہے کہ قرآن میں ماضی کے واقعات کا بھی ذکر ہے۔ جو خدا کی ہستی کا زندہ ثبوت ہیں۔

بیعت رضوان اور صحابہ کی قدر دانی

یہاں بھی ایک واقعہ کا ذکر ہے اور اسی قسم کے ایک واقعہ کا ذکر قرآن میں دوسری جگہ بھی ہے لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ خدا تعالےٰ ان مومنوں سے راضی ہو گیا، جنھوں نے تیرے ہاتھ پہ موت پہ بیعت کی اور اقرار کیا کہ ہم دین پہ اپنی جانیں نثار کر دیں گے، اور اسلام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ آنچ نہ آنے دیں گے، ان کی اس قربانی اور جاں نثاری کے اقرار کو اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے، اپنے پیاروں کے متعلق ایسی باتیں اور ان تفصیلات کو بیان کرنا اللہ تعالےٰ کی ذرہ نوازی ہے، یہ صحابہ کے جذبات کی قدر دانی کے طور پہ فرمایا، کتنا بڑا واقعہ ہے اور کس قدر اللہ تعالیٰ خوش ہے کہ اس کو قرآن میں ریکارڈ کر دیا تا کہ ہمیشہ کے لئے یادگار رہے اور مسلمان اس جاں نثاری کو نمونہ بنائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ جو انسانوں کا شکر گذار نہیں وہ اللہ تعالےٰ کا بھی شکر گذار نہیں، قدر دانی کرنا اللہ تعالےٰ کی ایک صفت ہے، اور یہ ہمیں سکھانے کے لئے ہے کہ دوسروں کے نیک کاموں کی قدر کی جائے، ناقدری کرنا یا استغنا سے کام لینا یا لاپرواہی برتنا اسلام کی تعلیم کے منافی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی طرف سے صحابہ کی قدر افزائی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے صحابہ کی بہت قدر دانی فرمائی ہے فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم، میرے صحابی روشن ستارے ہیں، ان میں جس کسی کی بھی اقتدا کروگے ہدایت ہی حاصل کروگے، اپنے ساتھیوں کے متعلق اس قسم کی باتیں کرنا معمولی انسان کا کام نہیں ایک معمولی انسان تو کہے گا کہ جو کچھ ہے ہمارے ہی دم سے ہے، ہم مر گئے تو دنیا ختم ہو گئی، ہمارے مرنے سے دنیا تاریک ہو جائے گی لیکن رسول کریم صلعم اپنے مرجانے کو دین کی موت قرار نہیں دیتے۔ وہ فرماتے ہیں میرے بعد بھی روشن ستارے راہنمائی کا کام دیں گے۔

مہاجرین کی قربانیاں

یہاں ان آیات میں بھی جو میں نے پڑھی ہیں، کچھ روشن ستاروں کا ذکر ہے یہ صرف ہماری راہنمائی کے لئے ہے، فرمایا والذین تبوّؤ الدار والایمان من قبلھم، اس سے پہلے مہاجرین کا ذکر کیا ہے الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللّٰہ ورضوانا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے وطن چھوڑ دیا، مکان چھوڑ دیئے، زمینیں ترک کر دیں املاک اور مال و جائداد چھوڑ کر چلے آئے، ینصرون اللّٰہ ورسولہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، رسول صلعم تو انسان تھے اسکو تو خیر مدد کی ضرورت بھی ہو سکتی تھی، لیکن اللہ تعالےٰ کو مدد کی کیا ضرورت ہے، اللہ کی نصرت سے دراصل اس کے دین کی نصرت مراد ہے اور ایسا شخص جو خدا کی نصرت کرتا ہے خدا اس کی نصرت کرتا ہے ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، تو فرمایا ان لوگوں نے وطن اور مال و جائداد خدا اور اس کے رسول کی نصرت کے سبب چھوڑیں اور اس طرح اپنے عمل سے اپنے ایمان پر مہر لگا دی، مکہ سے نکل کر مدینہ آ گئے، اور ہر قسم کے دکھ اور مصیبت کو اپنے اوپر گوارا کر لیا اولٰئک ھم الصادقون انہوں نے اپنے دین کو اور اپنے قول کو سچ کر دکھایا۔

انصار کی قربانیاں اور ایثار

اس کے بعد فرمایا والذین تبوّؤ الدار والایمان یہ وطن اور مال و جائداد چھوڑنے والے ان لوگوں کے پاس گئے جنہوں نے ہجرت کے گھر میں سکونت اختیار کر رکھی ہے والایمان اور ایمان کے اندر سکونت اختیار کر رکھی ہے جس طرح

مدینہ ان کا وطن ہے اسی طرح ایمان بھی ان کا وطن ہے، ایمان کے اندر وہ رہتے تھے اس پر انہیں فخر ہے یحبون من ھاجر الیھم وہ مہاجرین کے ساتھ بڑی محبت اور فراخدلی کا برتاؤ کرتے ہیں، اپنے مکان اور اموال انہوں نے پیش کر دیئے، ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا اور اپنی یہ حالت ہے کہ جو کچھ انہیں دیا جائے اس کی کوئی حاجت اپنے دلوں میں نہیں رکھتے، یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب یہودی قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر اپنی شرارتوں کی وجہ سے مدینہ سے نکال دیئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کہا کہ تم نے مہاجرین کو اموال دے رکھے ہیں اس لئے اگر تم چاہو تو بنو نضیر کے مکانات اور جائدادیں سب میں تقسیم کر دی جائیں، اس پر انصار نے کہا کہ یہ جو مال یا مکان ہم نے دیئے سو وہ تو دیئے گئے، ہمیں نہ ان کو واپس لینے کی خواہش ہے اور نہ بنو نضیر کے مکانات سے ...... لینا چاہتے ہیں آپ یہ بھی مہاجرین ہی کو دے دیں، اللہ اللہ کیا قوم ہے، اپنے ہی مکانات دیئے اور مال غنیمت سے بھی حصہ لینا نہیں چاہتے۔

اخوتِ اسلامی کا صحیح منظر

یہ ہے اخوتِ اسلامی کا نظارہ، یہ {انما المؤمنون اخوۃ} کا عملی نمونہ ہے ہر ایک مسلمان اپنے اپنے دل کو ٹٹولے کہ آیا میں بھی انما المؤمنون اخوۃ کے حکم کے ماتحت دوسرے مسلمانوں سے برادرانہ محبت رکھتا ہوں، اس آیت کی حقیقت انصار اور مہاجرین پر وارد ہے اور انہوں نے اس کا صحیح نمونہ پیش کیا۔

حاجات کے ہوتے ہوئے ایثار

یہ انصار کا جذبۂ محبت ہی تھا کہ انہوں نے مال و جائداد کی خواہش ہی اپنے دلوں سے نکال دی یؤثرون علٰی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ یہ وہ لوگ نہیں جن کو اغنیاء کہا جا سکے، ان کو بھی حاجات ہیں، ضروریات ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی ہیں، لیکن یؤثرون علٰی انفسھم اپنے آپ پر مہاجرین کو ترجیح دیتے ہیں ولو کان بھم خصاصۃ اگرچہ خود تنگ ہی ہوں، اپنی تنگی کی پروا نہ کرتے ہوئے مہاجرین کی امداد کرنا انہوں نے ضروری سمجھا، ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون ان کے دلوں میں نہ طمع ہے نہ شح ہے، شح اس حالت کو کہتے ہیں کہ مال دیتے وقت تنگی محسوس کرے۔

مہاجرین و انصار کے نمونوں کی پیروی کامیابی کا موجب ہے

تو بتایا کہ ان لوگوں کے دلوں میں ایثار ہے، حاجت رکھتے ہوئے بھی وہ ایثار سے کام لیتے ہیں اور شح بھی ان کے دل میں نہیں وہی کامیاب ہوں گے، جس طرح ان لوگوں نے اپنے عزیزوں کو چھوڑا اپنے مال املاک سے دستبردار ہوئے، اور اپنے گھروں اور وطن کو چھوڑ کر چلے آئے اگر کامیابی چاہتے ہو تو اسی رنگ کی جان اور مال کی قربانی کرنی پڑے گی، ساری دنیا مہاجر نہیں بن سکتی، نہ اس کا اب موقعہ ہے، ساری دنیا انصار بھی نہیں بن سکتی، لیکن ان کے نمونہ کی پیروی سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

بھائیوں کے متعلق سینے صاف ہونے چاہئیں

والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان پیچھے آنے والے دعائیں کریں کہ اے اللہ ہماری تقصیروں کو معاف کر دے اور ہمارے بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر گئے، ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ہمارے دلوں میں اپنے بھائیوں کے متعلق کم خیرخواہی کا جذبہ دلوں میں پیدا نہ ہو، حقیقی اتفاق و اتحاد اور کامیابی میسر نہیں آسکتی اس لئے مسلمان کا یہ شعار ہونا چاہیئے کہ اس کا دل اپنے بھائیوں کے متعلق بغض و کینہ سے صاف ہو، اور ان کے لئے نیک دعائیں کرے انک رءوف رحیم خدا تعالےٰ مہربان ہے رحم کرتا ہے اور ایسے لوگوں میں محبت پیدا کر دیتا ہے۔ وہ لوگ اس پر غور کریں جو کوشش کرتے ہیں کہ ان کا بھائی اس کام میں بھی ناکام رہے اور اس کام میں پیچھا رہے خدا ایسے لوگوں سے ناراض ہے

منافقت موجب فساد ہے

الم تر الی الذین نافقوا لیکن ایک وہ لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں نفاق ہے، وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہیں ملتے، دل میں بغض رکھتے ہیں، یہ مسلمان کا کام نہیں، مسلمان وہ ہے جو غل و غش سے بچے، بخل سے اجتناب کرے، مسلمان وہ ہے جو منافقت سے بچے، منافقت سے بڑے بڑے فسادات ہوتے ہیں، لیکن ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو ان کے غلبہ کو دیکھ کر کچھ ساتھ دیتے ہیں مگر ان کے دل ساتھ نہیں ہوتے

حضرت مسیح موعودؑ کی کامیابی اور آپکی مخالفت

ہمارے سامنے حضرت مسیح موعود اسلام کی تائید کے لئے کھڑے ہوئے آج حضرت کے کارناموں کو دیکھو، ان کی فتوحات جو آریوں پر، عیسائیوں پر حاصل ہوئیں اور جو کامیابیاں یورپ میں آپ کی جماعت کو نصیب ہوئیں بہت بڑی ہیں، لیکن جو طوفان گذشتہ سے گذشتہ سال آیا اس نے کئی لوگوں کو جو بظاہر حامی نظر آتے تھے پھسلا دیا، یہ منافقت اچھی نہیں ہوتی، باہم اتفاق و اتحاد ہی کامیابی کا موجب ہو سکتا ہے حضرت مسیح موعود نے بھی اس پر بڑا زور دیا ہے کہ غل و غش سے بچو، منافقت سے بچو، اور ان بزرگوں کو برا کہنے سے بچو جنہوں نے دین کی خدمت کے لئے قربانیاں دیں

حضرت سعد بن ابی وقاص کی بڑائی کی بات

صحابہ رضی اللہ عنہم میں قربانی کا بہت بڑا جذبہ تھا، لکھا ہے سعد بن ابی وقاص بہت بڑے آدمی تھے۔ علم میں، تقوے میں، عبادت میں ان کا پایہ بڑا بلند ہے بڑی بڑی قربانیاں انہوں نے کیں، وہ فاتح ایران اور فاتح عراق ہیں، ان کی بڑائی کی ایک بات سناؤں، جب حضرت حج کو گئے تو یہ بھی ساتھ تھے، مکہ میں بیمار ہو گئے، حضور صلعم تیمارداری کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کو شدید درد تھا۔ حضرت سے کہا کہ میرے پاس دولت بہت ہے، اور ایک لڑکی کے سوا کوئی وارث نہیں، میں چاہتا ہوں سارا مال خدا کے رستہ میں دے دوں، حضرت صلعم نے کہا سارا مال دے دینا مناسب نہیں، کہا اچھا نصف سہی، فرمایا نہیں، یہ لینے والا بھی عجیب ہے، مرید خوشی سے دیتا ہے اور وہ لینے سے انکار کرتا ہے، سعد نے کہا اچھا پھر ایک تہائی تو قبول کریں، فرمایا ایک تہائی بھی بہت ہوتا ہے، ایک تہائی ٹھیک ہے پھر انہوں نے کہا کہ حضور ایک غم ہے جو مجھے کھائے جاتا ہے، میں بیمار ہوں اور ڈرتا ہوں اگر یہاں مر گیا تو میری ہجرت پوری نہ ہوئی، یہی سمجھا جائے گا کہ اپنے وطن میں آ کر مرا، فرمایا ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ کو صحت ہو، آپ کی ہجرت قبول ہو گی اور آپ یہاں نہیں مریں گے۔ ایک دفعہ کسی جہاد کے موقعہ پر حضرت کو خیال آیا کہ آج رات ہمارا کوئی دوست پہرہ دے اسی وقت خیمہ سے باہر اسلحہ پہنے ہوئے کسی کی آواز آئی، پوچھا کون ہے؟ عرض کیا سعد، فرمایا کیسے آئے ہو؟ کہا حضور کا پہرہ دینے کے لئے۔

ان کے مخالفین کی عیب چینی

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت کا ساتھ دیا اور ہر مشکل سے مشکل وقت میں اپنے مال اور اپنی جانیں پیش کیں، لیکن وہی سعد کہتے ہیں کہ جب میں کوفہ کا گورنر ہو کر وہاں گیا تو اہل کوفہ مجھے اسلام سکھانے لگے، طرح طرح کی باتیں کرتے تھے کہ ان کو تو نماز بھی پڑھنی نہیں آتی، اس میں تو فلاں نقص ہے، اللہ اکبر، کہاں ان کا وہ بلند مقام اور کہاں یہ بدگو لوگ، سعد ان عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو حضرت صلعم نے قطعی بہشتی ہونے کی بشارت دی

حضرت عثمان کے متعلق پراپیگنڈا

اسی طرح حضرت عثمان رض کو برا کہنے والے بھی موجود تھے، حالانکہ وہ ذوالنورین ہیں، رسول اللہ صلعم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ان کے گھر میں آئیں، لیکن پراپگنڈا ان کے خلاف بھی کیا گیا، ایک شخص مصر سے حج کرنے کے لئے مکہ میں آیا اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رض سے پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ عثمان جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے؟ انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے، اس وقت رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی رقیہ جو ان کے گھر میں تھیں سخت بیمار تھیں اور رسول اللہ صلعم نے ان کی تیمارداری کے لئے ان کو چھوڑ رکھا تھا، پھر اس شخص نے کہا انہوں نے تو بیعت رضوان بھی نہیں کی، انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت عثمان رض سے بڑھ کر کوئی شخص مکہ والوں کی نظر میں قابل عزت ہوتا تو اس کو مکہ بھیجا جاتا، لیکن عثمان رض ہی اس کے اہل تھے اس لئے ان کو بھیجا گیا، اور جب بیعت رضوان ہوئی تو حضرت صلعم نے خود اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عثمان رض کی طرف سے بیعت لی۔

اتحاد و اتفاق کی برکات

یہاں اس قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ لوگ بھی ہیں جو قوم کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان سے بچو، یہ لوگ جمعیت اسلامی کو توڑتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ مسلمان ناکام رہیں، یہ آیات ہمارے لئے بڑا سبق رکھتی ہیں، اور بتاتی ہیں کہ اگر کامیابی کا منہ دیکھنا چاہتے ہو تو متفق ہو جاؤ، ہم آہنگ ہو جاؤ، ایک دوسرے کے ممد و معاون بن جاؤ، اور اپنے مال اور جان خدا کے رستہ میں پیش کرو، آنا شعار بنالو، اور دعا کرو کہ خدا ہمیں غل و غش سے بچائے، اپنے لوگوں کی قدر کرو، خدا انشکوہی (باقی مناپر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں تاریخ سلسلہ کا ایک ورق

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

آخری قسط

خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کے ساتھ ہو گا پس یہ پھوٹ کا کرشمہ ہے۔
کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصٰبرين۔
میں تیرے خالص محبوں کے گروہ کو بڑھاؤں گا۔

ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادتگاہ میں ان کے چولھے اور ہنڈیاں رکھی ہیں اور میرے نبی کی حدیث کو چوہوں کی طرح کتر رہے ہیں۔

(الہامات حضرت اقدسؑ)

۱۹۱۴ء میں جو اختلافات حضرت اقدسؑ کے ماننے والوں میں نمودار ہوا جس کے نتیجہ میں بالآخر پھوٹ ہو گئی، سلسلہ احمدیہ کے لئے یہ ایک ایسا سانحہ عظیم ہے جس نے اس کی تاریخ کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ کہاں وہ رجوع خلائق کے نظارے کہ لوگ جوق در جوق مرکز کی طرف کشاں کشاں کھنچے چلے آ رہے تھے اور کہاں اس تفرقہ کے بعد اس سلسلہ کی یہ حالت کہ جس پہ صلیب کا واقعہ اور حضرت مسیح ناصری کا قول ایلی ایلی لما سبقتانی صادق آ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت کا ایک کشف ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ

"میرے ہاتھ میں ایک پھل ہے جسے میں نے چھیل لیا ہے اور کھانا چاہتا ہوں کہ سامنے محمود احمد آ گئے ان کے ساتھ ایک انگریز ہے وہ ہمارے گھر میں داخل ہو گیا۔ پہلے اس طرف بڑھا جہاں پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں۔ میر ناصر نواب کی شکل پر ایک شخص نے کہا انگریز ہے۔ تلاشی لے گا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ نو تالیف کتاب کا مسودہ ہے وہی دیکھے گا۔ معلوم نہیں اس کی کیا تعبیر ہے اس سے قبل ہی چند روز ہوئے الہام ہوا تھا۔

عورت کی چال۔ ایلی ایلی لما سبقتانی
بریت۔ اذ کففت عن بنی اسرائیل

حضرت اقدس کی شبانہ روز مساعی کا جو پھل حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کی زندگی میں بالکل تیار ہو چکا تھا آپ اسے اس کشف میں کھانے سے محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ سلسلہ کے نظام کار میں سیاست، ریاست، صنعت وغیرہ دخل پا جاتے ہیں جن کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ پر وہ حالت وارد ہو گئی جس کا نظارہ ۱۹۵۳ء میں دیکھنا پڑا جب احمدیوں کے نیست و نابود کر دینے کے سامان کئے گئے اور بعض جگہوں پر عملی شکل میں بھی ایسے واقعات پیش آئے۔ کیا یہ وہی حالت نہ تھی جو حضرت مسیح ناصری پر آپ کی زندگی میں ہی واقعہ صلیب کے موقعہ پر وارد کی گئی تھی جبکہ آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے خدا اے خدا کیا تو نے مجھے کیوں چھوڑ کر میرے سلسلہ کی تباہی کی یہ حالت ہو رہی ہے۔ حضرت اقدس کو بھی اسی قسم کا نظارہ دکھایا جاتا ہے، اور وہی الفاظ آپ کی زبان سے بھی دہرائے جاتے ہیں۔ میرا مقصد کسی شخص یا جماعت کو مورد طعن و تشنیع ٹھہرانا ہرگز نہیں نہ ہی کسی صاحب یا گروہ کی خواہ مخواہ تعریف و توصیف کرنا ہے بلکہ صرف یہ دکھانا مد نظر ہے کہ حضرت مسیح موعود کو جو بعض نظارے دکھائے گئے تھے اور بعض الہامات جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر ہوئے آپ کی زندگی کے بعد کس طرح واقعات حقہ کی شکل میں روز روشن کی طرح ان کی صداقت ظاہر ہوئی! کیونکہ خدا کے بندے کی نصف صدی قبل کی بتلائی ہوئی باتیں سلسلہ کی تاریخ میں واقعات بن کر ظاہر ہوئیں! تا دنیا اس امر کو جان لے کہ حضرت اقدس فی الواقعہ ایک صاحب الہام انسان اور مامور من اللہ تھے، کون بشر اس امر پر قادر ہے کہ وہ نہ صرف کسی امر کے متعلق وقوع سے قبل خبر دے بلکہ اپنی وفات کے نصف صدی بعد تک کے واقعات کو من و عن دیکھ لے، خدا تعالیٰ کی نہاں در نہاں ہستی کا ثبوت اس کے قادرانہ و مشتمل بر غیب کلام سے ہی ملتا ہے۔ خود حضرت اقدس کی بعثت کی غرض بھی یہی تھی کہ آپ کی خارق عادت و معجزانہ پیشگوئیوں کو دیکھ کر حق پرست لوگ خدا اور اس کے کلام پر ایمان لے آئیں۔

حضرت اقدسؑ کے مقاصد پر اندھیرا چھا جانا یا انحطاط سلسلہ کے وجوہ

اب غور کیجئے کہ کہاں وہ حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کا دور کہ جس میں سلسلہ کی ترقی میں بسرعت اضافہ ہو رہا تھا حتیٰ کہ جمیع مسلمانان ہند کی نگاہیں اس طرف مرتکز ہو چکی تھیں اور کہاں یہ تبدیل شدہ حالت کہ شدید ترین مخالفت، انتہائی مصائب کے باعث ۱۹۵۳ء میں بعض لوگ سلسلہ سے علانیہ مرتد ہو گئے اور اکثر ایسے ہیں جن کے قلوب دہشت زدہ ہو چکے ہیں۔ کہاں وہ احمدیہ مرکز کی نیک نامی، پاکیزگی کی عظیم الشان لہر اور اس کا زبردست اثر کہ غیر از جماعت مخالف بھی اپنے بچوں کی اصلاح و تربیت کے لئے وہاں بھیجتے ہیں اور کہاں بعد کی بالکل منقلب مرکزی فضا۔ کہاں غیر از جماعت اصحاب کا وہ مشاہدہ و یقین اور علی الاعلان اعتراف کہ جماعت احمدیہ کے قیام کا اصل مقصد واقعی تبلیغ اسلامی تہذیب کا احیاء ہے، دیکھو اور کہاں یہ انقلاب عظیم کہ نبوت کے ادعا کے شور اور فتویٰ کفر کے چرچوں کے باعث یہ یقین گھر کر چکا ہے کہ حضرت اقدس کی تعلیم میں کسی نئے دین اور نئی شریعت کی بنیادیں رکھی گئی ہیں۔ کہاں امیر جماعت حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کی فقر و غنا اور توکل و رضا کی مثالی زندگی کہ جس سے قرون اولیٰ کے اکابر صحابہ کی زندگیوں کا جیتا جاگتا نمونہ سامنے آ جاتا تھا اور کہاں آپ کے سیاسی انجمنوں کے مشاغل اور ریاستی شان و ٹھاٹھ کی دلفریبیاں!! کہاں اسلاف علم و فضل کے وہ پاکیزہ چشمے اور بلند پایہ قرآنی ریسرچ کے وہ آزادانہ شوق و ولولے اور کہاں بعد کی آمرانہ و جابرانہ قیادت و تنظیم کے یہ ڈھب کہ جس میں کسی کو دم مارنے یا چون و چرا کی مجال نہ ہو، جہاں پہ اعتراض کرنے والا بھی جہنمی، اخراج از جماعت، ارتداد، تفسیق، بائیکاٹ اور ہر قسم کے تشدد کے حربوں کا مستحق و سزاوار قرار دیا جائے۔

قلیل گروہ کے اعتقادات و اعمال

جیسا کہ الہام الٰہی نے حضرت اقدسؑ پر واضح کر دیا تھا کہ آپ کے ماننے والوں میں تفرقہ یا پھوٹ پڑ جائیگی وہی نظارہ ۱۹۱۴ء میں دنیا کو عملی شکل میں دیکھنا پڑا۔ اس تفرقہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ایک جماعت کا کثیر حصہ تھا جس نے اپنے لئے آمرانہ نظام کو قبول کر لیا، غیر از جماعت کے مقابل متشددانہ و متعصبانہ رویہ اختیار کیا اور خود حضرت اقدسؑ کے متعلق غالیانہ و جذباتی طرز عمل کو اپنایا، دوسری جانب ان کے مقابلہ میں قلیل جماعت قائم ہوئی جنہوں نے حضرت اقدس کی الوصیت کے مطابق جمہوری طریق کار کو اپنے لئے ہدایت و فلاح کا موجب یقین کیا اور غیر از جماعت اصحاب کے بارہ میں بہت نرم پہلو اختیار کیا اور ضرورت سے زیادہ حسن ظن سے کام لے کر حضرت اقدس کے دعووں اور شخصیت کو پیش کرنے میں ڈھیلے پن کو اختیار کیا۔ لیکن جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس چھوٹی سی جماعت نے اشاعت اسلام و احیاء علوم دینیہ کے میدان میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ جن سے ایک دنیا دنگ ہو گئی، اور اسے اعتراف کرنا پڑا کہ اگر خالصتاً اشاعت اسلام کا کوئی مرکز دنیا میں موجود ہے تو وہ احمدیہ بلڈنگس لاہور ہی ہے چنانچہ مغربی مصنفین کو جہاں کہیں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے ترجمہ و تفسیر کے ذکر کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ اسے احمدیہ ترجمہ و تفسیر کے نام سے ہی ملقب کرتے ہیں اور مغربی دنیا میں جب کسی اسلامی اشاعتی مرکز کا ذکر آتا ہے تو اسے حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کے ووکنگ مشن سے ہی منسوب کیا جاتا ہے۔ دراصل یہی وہ خالصتاً پاک و نیک مقاصد ہیں جن کے بارہ میں خدائی شہادت نصف صدی قبل مامور زمانہ پر نازل کی گئی

اور بعد میں وہی بات زبان زدِ خلائق ہوگئی یعنی یہ کہ لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ اس الہام اور واقعات کی روشنی میں سیاست، حکومت، اور ریاست وغیرہ کے ناپاک جھمیلوں سے آزاد ہوکر خالصتاً اشاعت دین کی تڑپ رکھنے والی جماعت جو حضرت اقدس کے نام سے منسوب ہے وہ جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے، واقعات اس پر شاہد ہیں اور زمانہ کی کھلی شہادت بھی اس کی تائید میں موجود ہے

"نظیف مٹی کے ہیں" سے کیا مراد ہے

جب ایک مرتبہ کلام خداوندی میں یہ الفاظ آچکے کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" تو سوال یہ ہوگا کہ پھر اس فقرہ سے کیا مراد ہے کہ "ان کو اطلاع دی جاوے کہ نظیف مٹی کے ہیں"؟ یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خدائی کلام میں کوئی امر ایسا نہیں ہوتا جو بے معنی تکرار کی صورت رکھتا ہو بلکہ کسی امر کے دوہرانے میں کوئی حکمت مخفی ہوا کرتی ہے۔ اس لئے جب خدا تعالیٰ نے اپنے الہام پر ایک مرتبہ یہ بات ظاہر کر دی کہ جماعت احمدیہ لاہور پاک و نیک مقاصد کی حامل ہے یعنی خالصتاً احیاءِ دین کا کام محض ابتغاءً لوجہ اللہ ادا کر رہی ہے تو پھر دوبارہ یہ کہنا کہ "ان کو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے ہیں" کسی عمیق حکمت سے خالی نہیں۔ دراصل اس میں بتانا یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان پاک اور نیک ارادوں اور مقاصد کی قبولیت کیوجہ کیا ہے اور کیوں خدا تعالیٰ اپنی مشیت سے ان لاہور کے ممبروں سے متعلق وسوسوں کو تو مٹا دے گا مگر نظیف مٹی کو باقی رکھے گا۔ اس کی پوری تشریح کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم پہلے یہ دیکھیں کہ اس زمانہ کے متقاضیات کیا ہیں اور کیونکر اس وقت احیاءِ دین کا عالی مقصد انجام پاسکے گا؟ اس زمانہ کی بعض ایسی نمایاں خصوصیات ہیں جو اسے پہلے تمام زمانوں سے ممیز کرتی ہیں، انہی تبدیل شدہ حالات کے باعث اس وقت مذہبی فتح کے ہتھیاروں کو بھی تبدیل کرنے کی حاجت درپیش ہے، یہی وہ اسلام کی فتح کے حربوں کی تبدیلی ہے جسے بتلانے کے لئے اور جس پر حتمی یقین پیدا کرکے اس پر کاربند کرانے کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نزول ہوا ہے۔

جس طرح ایک بچہ اپنی صحیح تربیت کے لئے اس امر کا محتاج ہوتا ہے کہ وہ اپنے بڑوں کے کہنے کے مطابق انکی ہدایت کی پیروی بلا چون و چرا کرے اسی طرح پہلے زمانوں کی حالت تھی کہ ان وقتوں میں ربانی ہدایت سے فائدہ اٹھانے اور اسے منوانے کے لئے حکیمانہ انداز اختیار کرنا ضروری تھا، تعلیم حقہ کی صداقت کو پرکھنے کے معیار برتر طاقت، قوت، شوکت و وجاہت اور حکومت قرار دیئے گئے تھے، منقولی دلائل کی اہمیت اور محیر العقول واقعات کی عظمت مسلم تھی۔ لیکن جیسا کہ بچہ جوان ہوکر اپنی عقل میں پختہ اور آزادی میں خود مختار ہوجاتا ہے ایسی ہی کچھ عظیم تبدیلی اس زمانہ کی ذہنیت میں بمنزلہ گذشتہ وقتوں کے رونما ہوچکی ہے۔ اصولِ حقہ کی صداقت کے جانچنے کے معیار آج پہلے زمانوں کی نسبت بالکل نئے قرار دیئے گئے ہیں، علم و فہم، عقل و ادراک، مشاہدہ و تجربہ آج صداقت کی کسوٹی بن چکے ہیں، قوانینِ قدرت سے مطابقت اور انسانی زندگی کے لئے افادیت، ہدایت کے اصولوں کا آج امتیازی نشان مانا جاچکا ہے۔ اگر ایمان و یقین پیدا کرنے کے لئے دو راہیں قرار دی جائیں تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پہلے وقتوں میں ایمان کا راستہ متابعت، تقلید، منقول دلائل، اور معجزانہ خوارق کی راہ سے زیادہ تر وابستہ ہوچکا تھا لیکن اب اصول حقہ یا ایمان کی تلاش کے راستے دوسرے ہیں، جنہیں ہم بصیرت و معرفت، عقل و دانش، مشاہدہ و تجربہ اور منفعت اور انسانی زندگی میں اس کی قدر و قیمت کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔

ایسا ہی پہلے زمانوں میں دینی عقل کے میدان کو زیادہ تر معتقدات، تخیلات، تصورات اور جذبات تک محدود سمجھا گیا تھا، جس میں زیادہ تر دخل رسومات و رواج کو حاصل تھا، اس کی بجائے جد و جہد و سعی کا زندگی کے اصول محسوسات پر اثر انداز ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ٹھوس واقعات اور حقائق، عملی جد و جہد کا معیار بن گئے ہیں۔

ایمان و عمل کے معیاروں میں تبدیلی کے علاوہ جس تیسری بات میں آج انقلاب عظیم رونما ہوا ہے وہ ہے اجتماعی نظام کا محوری و بنیادی نقطہ۔ پہلے زمانوں میں ادنیٰ جذبات اور قومی و ملکی تعصب و تنگ نظری پر جتھہ بندی کا نظام حرکت کرتا تھا مگر آج ان کی بجائے زمانہ کا مزاج عالمگیر اتحاد و اخوت اور آزادی و جمہوریت، جمیع نسل انسانی سے مساوات کے بلند جذبات کی طرف مائل ہو رہا ہے اس میں تو ذرہ بھر کلام نہیں کہ آج سے تیرہ سو برس قبل تعلیم اسلام اور اسوہ حسنہ حضرت خاتم الانبیاء نے ایمان و عمل اور نظام اجتماعی کی بنیادیں نہایت وسیع، عالمگیر اصولوں پر بصیرت و معرفت کے وسائط سے استوار کی تھیں بلکہ اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ آج کی سائنس کی دنیا میں جو کچھ عالمگیریت، بصیرت و معرفت اور زندگی سے گہرا تعلق، وغیرہ اصول تسلیم کئے گئے ہیں ان تمام کا حقیقی منبع بھی تعلیم اسلام کی روشنی کی ایک کرن ہی ہے۔ تاہم اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عوام الناس کے ذہنوں نے ایمان، عمل اور اجتماعی نظام کے ان تبدیل شدہ معیاروں کی طرف آج جس شدت و ہمہ گیریت سے رخ کیا ہے ایسے پہلے کسی زمانہ میں یہ امر دیکھنے میں نہیں آیا۔ آج وہی مذہب فتح یاب ہوسکتا ہے جس کی تعلیم موجودہ زمانہ کے معیاروں پر پوری اترتی اور اس کے اعلیٰ تقاضوں کی تکمیل کرتی ہو، اور اس کے علمبردار اپنے دین کے ایسے کاری حربوں سے واقف ہوکر انہیں استعمال کرنا بھی جانتے ہوں، میں نے اس سے پہلے یہ بتایا ہے کہ حضرت اقدس نے احیاء و تجدید کی بنیاد رکھتے ہی زمانہ کی اس تبدیلی کو شروع میں ہی نہایت وضاحت سے تحریر کر دیا ہے یعنی یہ کہ علم کے اس دور میں جو شخص اپنے دین کی خیر منانی چاہے اسے پرانے ہتھیاروں کو ترک کرکے نئے حربوں سے لیس ہونا ضروری ہے ورنہ دین کی ترقی و فروغ کے خواب بیہودہ اور پریشان خیالات سے بڑھ کر کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔

حضرت مسیح موعود کے نزول کی غرض و غایت اسی مژدہ کا ڈنکا بجانا ہے کہ علم و سائنس کی اس دنیا میں صرف دین اسلام ہی غالب آسکتا ہے، کیونکہ اس کے اصول علم و حکمت، تجربہ و مشاہدہ، زندگی بلکہ افادیت سے مطابقت رکھتے ہیں۔ حضرت اقدس کے عالی مشن کا اگر کچھ منشاء ہے تو یہی ہے کہ اسلام کے ماننے والو! تمہیں کچھ بھی گھبراہٹ و پریشانی کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر تم قرآنی حقائق پر غور کرو گے تو انہیں صرف سائنس و حکمت کے عین مطابق پاؤ گے بلکہ جہاں جہاں انسانی عقل نے اپنے نقص کے باعث غلطی کی ہے اس کی کامل تصحیح کے سامان بھی پالو گے، دیکھو!! میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے یہ نوید و خوشخبری لایا ہوں کہ نہ صرف فرقانی اصول حکمت و علم کے موافق ہیں بلکہ ان کے غلبہ کا وقت بالکل قریب آچکا ہے اور آسمان پر اسلام کی فتح کے نشان ہویدا ہیں۔

موجودہ زمانہ کے اعلیٰ تقاضے اور ممبران لاہور کے عمدہ فطرتی جوہر

جماعت احمدیہ لاہور نے جس طرز تبلیغ کو کم و بیش گذشتہ نصف صدی میں اپنایا اور اس سے کام لیا گیا ہے اس کی ایک عالم میں مقبولیت کیوں ہوئی؟ اگر تحقیق کی جائے تو ثابت ہوگا کہ صداقت اصولِ دینیہ کو دنیا میں پیش کرنے کے لئے اس کے علمبرداروں نے حضرت مسیح موعود کی ہدایت کے مطابق فتح کے نئے ہتھیاروں سے کام لیا ہے، جہاں ان اصحاب کے پاک ارادے پاک و صالح ہیں وہاں ان کے طریق کار بھی معقول، نتیجہ خیز اور مزاج زمانہ کے مطابق واقع ہوئے ہیں یعنی ان اصحاب کی دینی خدمت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان و یقین کو از راہ معرفت و بصیرت پیدا کیا جائے نہ کہ از راہ تحکم و جبر، عمل کا مطلب ان کے نزدیک زندگی کے دھاروں میں ٹھوس تبدیلی پیدا کرنا ہے نہ کہ محض تخیلات و جذبات کی دنیا تک اسے محدود کر دینا۔ نیز اجتماعی نظام کا محوری نقطہ عالمگیر و بلند جذبات یعنی اتحاد و اخوت نسل انسانی ہیں نہ کہ محدود گروہی جتھہ بندی کی سپرٹ۔

اب غور کرو اور واقعات کو پیش نظر رکھ کر بتلاؤ کہ کیا یہی بات صحیح نہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کے نہ صرف ارادے ہی پاک ہیں بلکہ ان کی فطرت کے رجحانات بھی عمدہ و اعلیٰ ہیں، جو ایمان کو بصیرت، عمل اور زندگی اور اجتماعی نظام کو عالمگیر اصولوں سے وابستہ کرتے ہیں۔ پھر جب یہ عمدہ و اعلیٰ فطرتی جوہر ہر زمانہ کے مزاج کے مطابق بھی واقع ہوئے ہوں تو کیا اس میں کچھ بھی شک و شبہ ہوسکتا ہے کہ بالآخر انہیں ہی مقبولیت حاصل ہوکر رہیگی؟ کیا یہی مطلب اس الہامی فقرہ کا واقعات کے مطابق درست ثابت نہیں ہوتا ؎

"ان کو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے
ہیں مٹی رہے گی مگر وسوسہ نہیں رہے گا"

پہلے تو یوں فرمایا کہ ان ممبروں کی اندرونی نیات دین اسلام اور اس کے غلبہ کے بارہ میں پاک و صالح ہیں مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہ انہیں خوشخبری پہنچا دی جائے کہ بوجہ انکے فطرتی میلان طبع کے ان کے طریق کار بھی عمدہ و اعلیٰ اور زمانہ کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہیں جس کا آخری نتیجہ یہی نکل کر رہے گا کہ ان کی طرف جو کمزوریاں منسوب کی جاتی ہیں وہ مٹا دی جائیں گی مگر انکے اعلیٰ رجحانات قائم و دائم ہو جائیں گے بتاؤ کہ وہ کونسی حضرت اقدس سے منسوب ہونیوالی جماعت ہے جو موجودہ زمانہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت و قابلیت رکھتی ہے جس نے کورانہ تقلید، رسمی و رواجی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

منکرین حدیث سے ایک سوال

مولوی احمد یار صاحب

منکرین حدیث کا نماز روزہ میں اختلاف

انکار حدیث کا فتنہ نیا نہیں اس سے قبل بھی کئی فرقے اور گروہ پیدا ہوئے جنہوں نے دین اسلام میں من مانی کارروائیاں کرنے اور اس کی خوبصورت تعلیم کو بگاڑنے کے لئے اس فتنہ کو وقتاً فوقتاً ہوا دی اور بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنی ملمع سازی اور فریب کاری سے گمراہ کرنے کی کوشش کی اگرچہ وقتی طور پر ایسے لوگوں کو تھوڑی کامیابی بھی ہوئی مگر آخر حق کی کامیابی ہوئی اور یہ لوگ اپنی موت آپ مر گئے، کیونکہ حدیث کے انکار کی وجہ سے ایسے لوگ آپس میں کسی مسئلہ میں بھی متفق نہیں ہوتے - ارکان اسلام میں سے سب سے اہم رکن نماز ہے۔ اسی کو آپ لے لیں اور اس کے متعلق ان کے خیالات معلوم کر لیں تو آپ کو سخت تعجب اور حیرانی ہوگی، ان میں سے کوئی تو پانچ نمازوں کا قائل ہے کوئی تین کا کوئی دو کا اور کوئی سرے سے لفظ صلوٰۃ کے معنی ہی اور کرتا ہے اور کمال یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک آیت قرآنی بطور دلیل اپنے پاس رکھتا ہے۔ یہی حال روزوں کا ہے اس کے متعلق بھی یہ آپس میں مختلف ہیں غرضکہ عبادات ہوں یا معاملات ان میں سے ہر ایک کا زاویہ نگاہ ان کے متعلق الگ الگ ہوتا ہے۔ اس بے راہ روی اور خود سری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ ارکان اسلام کو استخفاف کی نظر سے دیکھتے ہیں - صرف قول کے دھنی رہ جاتے ہیں عمل اور روح اسلامی سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں - اس لئے چند دن ہاتھ پیر مار کر کے ناکامی اور نامرادی کی نیند سو جاتے ہیں -

منکرین حدیث کی فرضی اور لاطائل بحثیں

ایک گروہ ایسا ہو گیا ہے جو مجموعہ احادیث شریفہ کو ناقابل اعتماد سمجھتے ہوئے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکاری ہو گیا ہے - یہ لوگ صرف اپنے آپ کو قرآن کریم کے حامل اور کلام الہٰی کے متبع کہتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ یہ قرآن مجید کے حامل ہیں اور نہ انہیں اس کی تعلیم سے محبت ہے بلکہ یہ اپنی اھواء اور مبتدعات کے متبع ہیں - لوگوں کو فریب دینے کے لئے خود ہی ایک غلط بات گھڑ کے دوسروں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور پھر اس پر بحث شروع کر دیتے ہیں جو لوگ مسائل دین میں نظر عمیق نہیں رکھتے وہ ان کی ایسی لاطائل بحثوں سے دھوکہ کھا جاتے ہیں -

قرآن پر ہر مسلمان کا ایمان ویقین

کون مسلمان ہے جو قرآن کریم پر ایمان نہیں رکھتا اور صرف اسی کو حکم نہیں ٹھہراتا بلکہ ہر مسلمان کہلانے والا اس پر یقین وایمان رکھتا ہے کہ قرآن مجید میں اولین وآخرین کے جملہ علوم موجود ہیں اور قیامت تک کے لئے یہی سرچشمہ ہدایت ہے - اور جب تک یہ نظام قائم ہے، اس وقت تک یہ منبع حیات متلاشیان حق کے قلوب تشنہ کو سیراب وشاداب کرتا رہے گا۔ اس کے ایک لفظ اور حکم کا انکار ہر مسلمان کے نزدیک موجب کفر ہے - اور جو شخص بھی اس میں کمی بیشی کا قائل ہے وہ ملحد و بے دین ہے۔

وکل العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہ افہام الرجال

اجمالی بیانات کی تشریح سنت میں

جو لوگ قرآن کریم میں تدبر و تفکر کرتے ہیں اور اس کی آیات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں ان سے یہ مخفی نہیں کہ اس کی بعض آیات محکمات ہیں اور بعض متشابہات۔ اسی طرح جتنے احکام اس میں آئے ہیں ان میں سے بعض تو بالتفصیل مذکور ہیں اور بعض ایسے ہیں جو برعایت چند حکم و مصالح الٰہیہ بالاجمال بیان کئے گئے ہیں، جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل یا تقریری سنت سے واضح فرما دیا ہے۔

تبیین للناس سے کیا مراد ہے اور اسکی ذمہ داری کس پر ہے

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس
ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون
(سورۃ النحل)

اب قارئین کرام مذکورہ آیت شریف پر غور فرمائیں اور انصاف سے کہیں تبیین للناس کی ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی گئی ہے یا اور لوگوں پر - جو لوگ قرآن کریم پر ایمان لانے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور حدیث شریف کے منکر ہیں وہ بتائیں کہ اگر بیان قرآن کی ذمہ داری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تھی تو وہ بیان کیا چیز ہے - کیونکہ مذکورہ آیت شریفہ میں قرآن حکیم کو ما نزل الیہم فرمایا گیا ہے یعنی قرآن مجید وہ ذکر ہے جو تمام لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے مگر اسی آیت میں یہ بھی ارشاد فرما دیا ہے کہ تمام عرب و عجم میں سے اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہی ایسا ذو الفضل العظیم ہے جو مختص بہ تنزیل ذکر کیا گیا ہے یعنی ان لوگوں کے لئے جن کی طرف قرآن مجید اتارا گیا - احکام قرآنی کو اپنے قول یا فعل سے بیان اور واضح کرنا آپ کے ذمہ ہے اب اس میں کوئی شک نہیں کہ آیت مذکورہ کی رو سے اگرچہ قرآن مجید تمام لوگوں کی طرف نازل ہوا ہے مگر اس کے بیان کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی گئی ہے -

عرب العربا بھی بیان رسول کے محتاج تھے

وہ لوگ جو قرآن کریم کو تو ماننے کا دعوےٰ کرتے ہیں مگر حدیث شریف سے منکر ہیں خدارا غور فرماویں کہ اگرچہ ما نزل الیہم کے مصداق تمام وہ لوگ ہیں جن کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول بنا کر بھیجے گئے تھے - مگر اول روز ا قرب الی الذہن اسکے مصداق وہ لوگ ہیں جو عرب العربا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب تھے باایں ہمہ حسب تصریح مذکورہ آیت شریف وہ بھی احکام قرآنی پر عمل پیرا ہونے اور اس کے مسائل کو سمجھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان قولی یا فعلی کے سخت محتاج تھے - اگر کسی شخص کے دل میں یہ وہم گذرے کہ یہ بات ان لوگوں کے حق میں تو درست ہو سکتی ہے جو عرب نہیں تھے یا عرب تو تھے مگر موٹی عقل رکھتے تھے - لیکن ان لوگوں کے حق میں جو عرب العربا اور اہل لسان تھے کیسے درست ہو سکتی ہے سو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ رب العلمین کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ما نزل الیہم کو ان کے لئے بیان کرنا ضروری نہیں تھا تو پھر اسے لتبین کی بجائے لتذکر فرمانا چاہیئے تھا تبیین کے لفظ کو لا کر اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی ہے کہ تنہا ما نزل الیہم بغیر تبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی نہیں - اب مذکورہ بالا آیت سے دو چیزوں کا وجود بالبداہت ثابت ہے - ایک تو قرآن مجید ہے جسے خواہ ہم الذکر کہیں یا ما نزل الیہم وہ دو سے بر ما بین الدفتین ...... کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے - دوسری چیز بیان قرآن ہے جس کی احتیاج ان تمام لوگوں کو ہے جن کی طرف قرآن کریم نازل کیا گیا ہے - جب اہل لسان عرب العربا صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین اس بیان کے محتاج تھے تو وہ لوگ جو اہل لسان بھی نہیں ان کا کیا ذکر ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت قولی وفعلی

اب اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ بیان قرآن کیا ہے اور کہاں ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل سے بیان کیا ہو - اگر بقول منکرین حدیث وہ بیان موجود نہیں رہا یا ایسا مشکوک و مشتبہ ہو گیا ہے کہ واجب الترک ہے تو حفاظت قرآن مجید کی وہ پیشگوئی جو انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون میں مذکور ہے کدھر جائے گی جب تک احکام قرآنی کا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واضح طور پر موجود نہ ہو اس وقت تک ان احکام پر عملدرآمد کیسے ہو سکتا ہے اور معاذ اللہ لتبین للناس ما نزل الیہم لغو ہو جاتا ہے اور شریعت اسلامی ناقص رہ جاتی ہے اس لئے آیت مذکورہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ ما نزل الیہم کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان قولی یا فعلی ضرور ہے کہ احادیث شریفہ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے - اگر احادیث کے علاوہ کوئی اور بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے تو اس کا بار ثبوت منکرین حدیث کی گردن پر ہے ●

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن
چھوڑ دو وہ راگ جسکو آسماں گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گن گانے کے دن
خدمت دیں کا تو کھو بیٹھے ہو بغض و کیں میں وقت
اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو یہ پچھتانے کے دن
(مسیح موعود)

عالم نسواں

موجودہ زمانہ کی لڑکیاں اور انکے متعلق والدین کی ذمہ داری

آج کل یہ شکایت عام ہے۔ کہ لڑکیاں انتہا درجے کی بدتمیز، خود پسند، مغرور، مذہب سے لاپرواہ، شرم و حیا سے عاری، شیخی اور نمود کی دلدادہ، دل شکنی سے انہیں گریز نہیں۔ خدا کا خوف انہیں نہیں۔ پردے سے انہیں نفرت آخر یہ کیوں؟ یہ تعلیم کا قصور نہیں بلکہ ہمارے بزرگوں کا قصور ہے (خصوصاً مردوں کا) وہ لڑکیوں کو عریاں لباس پہننے سے، منہ اور ہونٹوں پر سُرخی ملنے سے، مردوں کے ساتھ بے باکانہ مذاق کرنے سے نہیں روکتے۔ پھر آج کل کی لڑکیاں دل شکنی سے گریز نہیں کرتیں کیونکہ ان کو خوفِ خدا کی تلقین نہیں کی جاتی وہ گستاخ ہیں اس لئے کہ ان کو "با ادب با نصیب" کا سبق نہیں دیا جاتا۔ یہ خود غرضی کا مجسمہ ہیں، اس لئے کہ تعلیمیافتہ ہونے سے والدین کی آنکھیں کچھ ایسی خیرہ ہوگئی ہیں کہ ان کی ہر بیجا فرمائش کو پورا کرنا جائز سمجھا جاتا ہے۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ والدین نے موجودہ تعلیم کو بیحد اہمیت دے رکھی ہے۔ وہ مطمئن ہیں کہ ان کی لڑکی انگریزی بول سکتی ہے۔ پیانو بجا سکتی ہے، اور پارٹیوں میں باسلیقہ گفتگو کر سکتی ہے اور اگر ضرورت پڑے تو سٹیج پر ناچ بھی سکتی ہے مگر اس کو خوددار، شرمیلی اور باحیا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ان کے دلوں میں امیروں کی وقعت ہوتی ہے۔ غریبوں سے نفرت اور بات چیت کرنا کسر شان سمجھنے لگ گئی ہیں۔ ان کو اپنے بزرگوں تک کی باتوں کا جن کو وہ جاہل سمجھتی ہیں مضحکہ اڑانے میں کوئی دریغ نہیں ہوتا اور نہ والدین ہی ان کے اس گستاخانہ طرزِ عمل پر کوئی سرزنش کرتے ہیں۔

پاؤڈر اور لپ سٹک کا استعمال سکول اور کالج کی لڑکیوں کے لئے ہمیشہ سے بُرا سمجھا جاتا ہے اور ایسی لڑکیاں پہلے کبھی سکولوں میں گھسنے بھی نہ پاتی تھیں اور نہ ماں باپ اور استاد اس کی اجازت دیتے تھے۔ مگر اب وہی والدین بڑے چاؤ سے اپنی لڑکیوں کو یورپ کی اس اندھی تقلید پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

بے شک مسلمان خواتین سکول اور کالجوں میں تعلیم پائیں، بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں حاصل کریں۔ اعلےٰ سے اعلےٰ لباس میں ملفوف ہو کر مردوں کے دوش بدوش رہ کر اگر ضرورت ہو تو کام کریں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اپنی اعلیٰ ذہنیت کو کیوں فروخت کیا جاتا ہے۔ تماشئی آزادی کو کیوں پسند کیا جاتا ہے؟ فریب نفس میں اپنے تئیں کیوں پھنسایا جاتا ہے؟ ہمارے اعلےٰ تعلیمیافتہ مرد مشرقی عورت کے خدوخال اور ان کی خصوصیات کو مغربی نسوانیت کے آئینہ میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں، اس لئے وہ مرد عورتوں کی مذکورہ بالا کمزوریوں اور ظاہری نمائش کی پرواہ نہیں کرتے

آج کل کسی بھی جلسے یا پارٹی میں چلے جایئے فیشن پرستی اور ظاہری نمود کے سوا آپ کو کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔

حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ :-

- قوم کے تعمیری کاموں میں مناسب اور عملی شرکت،
- بچوں کی تربیت
- خانگی امور میں دلچسپی
- یا کوئی ادبی مباحثہ اور اس پر تبصرہ

مگر نہیں! ان پر تو آج کل نرگس، نمی، شیاما اور رشمی بننے کی دھن سوار ہے۔

تقسیم ہند سے پہلے مسلمان عورتوں کی بے پردگی پر نقاب پڑا ہوا تھا۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد سے ننانوے فی صدی مسلمان خواتین شاہراہ عام پر نہایت باریک ملبوسات میں اپنی نمائش کا مظاہرہ کرتی نظر آئیں گی۔

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوگئی ہے۔ اور کن کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا ہے؟ (قندیل)

خطبہ جمعہ ـــ بقیہ صفحہ ۶

بقیہ صفحہ ۶

اور وہ لوگوں کی نیکیوں کی قدر کرتا ہے۔

انصار سے حضرت نبی کریم صلعم کی محبت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہر دوست کی قدر دانی کی، آپ ایک ایک دوست پر فدا تھے انصار سے حضور کو شدید محبت تھی لو سلک الناس وادیا و سلکت الانصار وادیا لسلکت وادی الانصار اگر تمام لوگ ایک رستہ پر چلیں اور انصار دوسرے رستہ پر تو میں اسی رستہ پر چلوں گا جس پر انصار چلیں گے، اور ایک انصاری شہید ہو گیا تو فرمایا اهتز عرش الرحمان لموت سعد سعد کی موت سے رحمان کا عرش کانپ اٹھا، یہ سعد وہ شخص تھا کہ جب وہ مسجد میں آتے تو حضور فرماتے قوموا الی سید کم اپنے سردار کے لئے اٹھو۔

حضرت عمر رضہ کی بڑائی

حضرت صلعم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی بڑی دوستی اور وفا کا اظہار کیا ہے، ایک دفعہ فرمایا میں نے جنت میں ایک محل دیکھا بڑا شاندار، اور بے نظیر محل تھا؛ پوچھا یہ کس کا مکان ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر رضہ کا مکان ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اندر جاؤں پھر خیال آیا کہ عمر بڑا غیرتمند انسان ہے، اس کی اجازت کے بغیر اندر کیسے جا سکتا ہوں، حضرت یہ سنا رہے تھے اور مجلس میں حضرت عمر رضہ بھی بیٹھے تھے، انھوں نے عرض کیا علیك اغار یا رسول اللّٰہ، یا رسول اللہ کیا میں آپ سے بھی غیرت کرتا ہوں؟

حضرت ابوبکر رضہ کا ایمان

اور حضرت ابوبکر رضہ کے متعلق فرمایا لو وزن ایمان ابوبکر بایمان اھل الارض لرجع اگر ابوبکر کا ایمان ایک پلڑا میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑا میں تمام لوگوں کا ایمان ہو تو ابوبکر کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اپنے دوستوں کی خدمت و وفا کی کیا قدر ہے۔

حضرت خدیجہؓ سے محبت اور قدر دانی

ایک دن حضرت عائشہ رضہ کہنے لگیں یا رسول اللہ مجھے دوسری عورتوں پر حسد اور رشک تو نہیں، لیکن دن رات خدیجہ کا ذکر آپ کرتے ہیں، کچھ بانٹا جاتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ پہلے خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجو، اس کی آپ کی نگاہ میں بڑی قدر ہے، کوئی اور معمولی انسان ہوتا تو کہتا کہ وہ مرگئی اب اس کا کیا ذکر، یونہی خیال آگیا لیکن آپ فرماتے ہیں، خدیجہ وہ عورت تھی جس نے اس وقت مجھے مانا جب دنیا نے انکار کیا اور تکذیب کی، یہ وہ شخص ہے جو اس عورت کی تائید نہیں کرتا جو زندہ ہے، اس کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتا، حالانکہ حضرت عائشہ حضرت ابوبکر رضہ کی بیٹی اور وہ عورت تھیں کہ ان کے متعلق لکھا ہے کانت عالمۃ زاھدۃ فقیھۃ وہ عالمہ تھیں، زاہدہ تھیں فقیہہ تھیں، لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے فرمایا جب ساری قوم نے مجھے جھٹلایا، اس وقت میرے ماننے والی اور مجھے ڈھارس دینے والی ایک خدیجہ ہی تھی، میں جوان آدمی غارِ حرا میں جا کر رہتا تھا اور وہ میرے لئے کھانا لاتی تھی، میرے اوپر وحی نازل ہوئی، تو میں گھبرایا ہوا آیا، اس وقت خدیجہ ہی نے مجھے تسلی دی کہ خدا کی قسم تیرے جیسا انسان کبھی ناکام نہیں ہو سکتا، ایسی عورت کہاں مل سکتی ہے، اس کے ساتھ بڑی وفا ہے۔

ایک عورت مدینہ میں رہتی تھی، اس کے گھر حضرت صلعم وقتاً فوقتاً اس لئے جاتے رہتے تھے فرماتے تھے کہ اس کا بھائی میری وجہ سے شہید ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے دوستوں سے سلوک

ایسا ہی حضرت مسیح موعود کا دستور اپنے دوستوں کے ساتھ رہا کر دوستوں کے ساتھ بڑی بڑی وفائیں آپ نے دکھائیں، حضرت مولانا نورالدین جیسا طبیب ایک دفعہ سیالکوٹ جاتے ہیں اور وہاں وبا پھیلی ہوئی تھی... ساتھ رخصت کرنے کے لئے یکہ تک گئے اور بار بار کہتے تھے کہ دیکھیئے آپ چھاؤنی میں قیام کریں شہر میں نہ جائیں، مولوی صاحب کہتے تھے، اس طرح مجھے بار بار کہتے تھے کہ جیسے میں بچہ ہوں، یہ دوستی کی محبت ہے مولانا عبدالکریم صاحب تانگہ سے گر گئے، تو فرمایا میری کمر ٹوٹ گئی، کتنا درد ہے، گرے وہ اور کمر آپکی ٹوٹ گئی، ایک دفعہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب حضرت کے ہاں گئے چارپائی خالی پڑی تھی، اس پر لیٹ گئے اور سو گئے، حضرت نے آکر دیکھا تو خود چارپائی کے نیچے لیٹ گئے، مرزا صاحب کی جو آنکھ کھلی تو بہت شرمسار ہوئے، آپ نے فرمایا میں تو پہرہ دیتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل واقع نہ ہو۔

ان نمونوں کی پیروی کرو اور ملکر اسلام کیلئے قربانیاں کرو

اللہ اللہ یہ دوستوں کی قدر اور محبت ہے ایک دوسرے سے استغنا اور بے پرواہی اسلام میں جائز نہیں خدا نے اس جماعت پر بڑی بڑی برکات نازل کی ہیں، انھوں نے محمد رسول اللہ صلعم کو پہچانا انھوں نے مجدد کو پایا، اس کی باتیں سنیں، اسکی صحبت میں بیٹھے۔ اس کے نیک نمونوں کو دیکھا، یہی تجدید دین ہے تجدید دین اسی لئے ہوتی رہتی ہے کہ خدا تعالےٰ ہمارے اندر نیکی کے نشوونما پانے کے لئے ہماری قوتوں کو بڑھائے پس اس تجدید سے فائدہ اٹھاؤ اور باہم اتفاق و اتحاد پیدا کرو اور ایک دوسرے کی عزت اور قدر کرنا سیکھو۔ اسلام کی کامیابی کے لئے دعائیں کرو اسلام کے لئے [illegible]

روزہ اور اسکی فضیلت اور احکام

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

روزہ کی فضیلت

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصیام جنۃ فلا یرفث ولا یجھل وان امرؤ قاتلہ او شاتمہ فلیقل انی صائم مرتین والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ تعالیٰ من ریح المسک یترک طعامہ وشرابہ وشھوتہ من اجلی الصیام لی وانا اجزی بہ والحسنۃ بعشر امثالھا۔

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے سو چاہیئے کہ (روزہ رکھنے والا) فحش باتیں نہ کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے اگر کوئی اس سے لڑے یا بدگوئی کرے تو دو دفعہ کہدے کہ میں روزے سے ہوں۔ اور اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے (اللہ فرماتا ہے) وہ اپنا کھانا پینا خواہش صرف میری رضا کے لئے چھوڑتا ہے روزہ صرف میرے لئے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور نیکی کا بدلہ اسکا دس گنا ہے۔

نوٹ:۔ چونکہ روزہ کا مقصد جذبات اور خواہشات کو قابو میں لانا اور ان پر حکومت کرنا ہے اس لئے فرمایا کہ اگر بالمقابل اس قسم کے اسباب کبھی پیدا ہو جائیں جو روزہ دار کو اس مقصد اعلیٰ کے حصول سے ہٹانے والے ہوں تو بھی اپنے جذبات پر قابو رکھ کر ایسی باتوں سے احتراز کرے۔

روزہ دار کے لئے جنت کا خاص دروازہ

عن سھل رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی الجنۃ بابا یقال لہ الریان یدخل منہ الصائمون یوم القیامۃ لا یدخل منہ احد غیرھم یقال این الصائمون فیقومون لا یدخل منہ احد غیرھم فاذا دخلوا اغلق فلم یدخل منہ احد۔

سہل نے نبی صلعم سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں اس سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے ان کے سوا اور کوئی اس سے داخل نہ ہوگا کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں تو وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ اس سے ان کے سوا اور کوئی داخل نہ ہوگا جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی داخل نہ ہوگا۔

نوٹ:۔ ریان۔ یہاں بہشت کے ایک دروازے کا نام بتایا ہے اور نہایہ میں ری کی بحث میں ہے کہ یہ رواء سے ہے اور رواء وہ پانی ہے جو سیراب کرتا ہے اور ری کے نیچے ہے کہ رواء وہ بہت پانی یا میٹھا پانی ہے جس سے اس پر آنے والا تر و تازگی پاتا ہے یہاں ریان باب جنت کو روزہ دار کے لئے جو پیاس کی شدت کو برداشت کرتا ہے خاص کرنا اس اصول کے مطابق ہے کہ ہر عمل کی جزا اس سے موافقت رکھتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پیاس برداشت کرتا ہے (اور روزے میں پیاس ہی سب سے زیادہ تکلیف دہ چیز ہے) اس کو جزا کے طور پر مخصوص رنگ میں تر و تازگی اور سیرابی دی جاتی ہے اس حدیث سے بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے روزے نہیں رکھے وہ اپنے دوسرے اعمال صالح کی وجہ سے اور دروازوں سے داخل ہوں گے اس سے بھی جنت کی اصل حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

(بقیہ کالم ۲) تو کچھ دینے کے لئے بھی سینہ کھل جائے گا۔ صدقات ایسی چیزیں ہیں۔ کہ ان سے دنیاوی منازل طے ہو جاتی ہیں، اخلاق فاضلہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر بڑی بڑی نیکیوں کی توفیق دی جاتی ہے۔

مومن وہی ہے جو خدا کے واسطے دکھ اٹھائے

اور صبر سے کام لے

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

دنیا کے معاملات میں انسان کس قدر جانی و مالی دکھ اٹھاتا ہے۔ اور قسم قسم کی ذلتوں میں اپنے تئیں ڈالتا ہے تاکہ دنیا کا کام ہو جائے۔ پھر کس قدر افسوس ہے کہ ابدی عالم کے سامنے دکھ اٹھانے سے گریز کرے اور اس کے مقرب ہو جانے اور ابد الآباد کی راحت پا لینے کے لئے مصیبتوں اور ذلتوں سے پرہیز کرے۔

افسوس نادان انسان پر کہ دنیا اور اس کی چند روزہ راحتوں اور خوشیوں کے حاصل کرنے کے لئے ہر دکھ اور مصیبت کو اٹھانے کے لئے تیار مگر خدا کے واسطے کسی دکھ کا اٹھانا اس کے لئے وبال جان!!!

یہ وقت ہے کہ انسان عاقبت کی فکر کرے۔ موت کا کوئی وقت اس کو معلوم نہیں۔ کہ کس وقت آجائے گی ؎

مکن تکیہ بر عمر ناپائدار ؛ مباش ایمن از بازیٔ روزگار

کیا نہیں دیکھتے کہ ایک دم میں نئی سہاگن جس نے ابھی شوہر کا منہ بھی نہیں دیکھا بیوہ ہو جاتی ہے ایک بچہ پیدا ہوتے ہی یتیم ہو جاتا ہے۔ غرض موت ایسے طور پر آجاتی ہے کہ انسان کو کوئی بات اس وقت بن نہیں آتی۔ اور کوئی نہیں ہوتا جو اس کو اس کے پنجہ سے چھڑا سکے۔ پھر یہ عجیب غفلت کا پتلا ہے کہ موت جیسی یقینی اور ضروری چیز سے ایسا غافل ہے کہ گویا کبھی اس کو مرنا ہی نہیں پس تقویٰ اختیار کرو۔ خدا پر ایمان پیدا کرو۔ وہ ایمان جو آخر اطمینان اور سکینت کا موجب بنتا ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ تمہاری عمر دراز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مومن کی زندگی بڑھا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ نفع رساں وجود ہوتا ہے۔ پس دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ۔ کہ تمہاری زندگی کے دن دراز کئے جائیں واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے کسی چیز میں اتنا تردد نہیں ہوتا جس قدر مومن کی جان لینے میں۔ پس دیکھو مومن کی کس قدر عزت ہے۔ اور مومن کی خاطر اللہ تعالیٰ کو کس قدر منظور ہے۔ تم اپنے اندر وہ دل پیدا کرو کہ خدا تعالیٰ کو تمہاری جان لینے میں تردد ہو۔ پھر دوسری قوم اس کے بالمقابل وہ ہے جس کی نسبت کہتا ہے قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم تمہاری پرواہ ہی کیا ہے۔ یہ قوم اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے ہوتی ہے۔ اس سے بچو اور پناہ مانگو۔

غرض مومن وہی ہوتا ہے جو صابر ہو۔ جس میں صبر نہیں وہ پورا مومن نہیں صبر ایسی چیز ہے کہ اس کا اجر بے حساب ہے۔ پس اگر نماز میں کبھی کوئی وسوسہ اور وہم پیدا ہو تو مایوس مت ہو بلکہ ہمت اور استقلال اور صبر کے ساتھ شیطان کا مقابلہ کرتے رہو۔ فتح و شکست ہر جگہ ہوتی ہے۔ مگر آخری فتح مومن اور راستباز ہی کے لئے ہے۔ کیا یہ سچ نہیں والعاقبۃ عند ربک للمتقین شیطان مومن کے سامنے مخنث ہو جاتا ہے اور اگر مومن نہ ہو ذرا ذرا سے شبہات اور اوہام میں پھنس کر گھبرا جاتا ہو تو شیطان اس کو دبا لیتا ہے پس مستقل طور پر بہادر بن کر شیطان کا مقابلہ کرو اور اس سے لڑو جب تک کہ اس کو ہلاک نہ کر لو۔

پھر متقی کے لئے ایک اور منزل آتی ہے وہ ممارزقنٰھم ینفقون ہے یعنی جو کچھ ان کو ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے اور دیتے ہی رہتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایمان کبھی کسی حال سے کبھی کسی حال سے قوی ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے یہ لکھا ہے کہ اول خود دعا کرے۔ اور پھر جن پر حسن ظن ہو ان سے دعا کرائے۔ یہ بھی نہ ہو تو خیرات کرے جب خیرات دیتا ہے تو قبض دور ہو جاتی ہے۔ سوالی اگر آجاوے تو اس کو پہلے جھڑک نہ دے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک قبض پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر کچھ بھی دینے کی توفیق نہیں ملتی۔ اور اگر اس کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئیگا

(باقی کالم اول کے نیچے)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں تاریخ سلسلہ کا ایک ورق

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۸)

ایمان، تصوری و جذباتی عمل، اور آمرانہ و متعصبانہ نظام کو اپنایا ہو؟ وہ جماعت حقیقی رنگ میں غلبہ حاصل کرے گی کہ جو علم و عقل، معرفت و بصیرت کی بناء پر ایمان، زندگی کے واقعات پر عمل اور عالمگیر و بلند اصولوں پر نظام جمہوری کے قیام کی قائل ہے؟ زمانہ کے رجحان و میلان کو مشاہدہ کرنے کے بعد حقیقت بین انسان خود بھی اسی نتیجہ پر پہنچے گا جس کے بارہ میں خدائی کلام نے پہلے سے ہی اپنے مامور زمانہ کو بتلا دیا ہوا ہے یعنی یہ کہ جماعت احمدیہ کے دونوں فریقوں میں سے بالآخر غلبہ اس قلیل گروہ کو حاصل ہو کر رہے گا جس کے پاک ممبروں کے عمدہ فطرتی میلانات زمانہ کے تقاضوں کے مطابق واقع ہوئے ہیں، "خدا دو فریق میں سے ایک کے ساتھ ہوگا پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے"۔ چنانچہ حضرت اقدس کی کشفی آنکھ نے بھی یہی نظارہ دیکھ کر بتلا دیا تھا کہ آپ نے جب لاکھوں کی تعداد رکھنے والی جماعت کے قاید سے ایک لاکھ سپاہی کا مطالبہ کیا تو وہ خاموش رہا مگر جب دوسرے سے یہی مطالبہ کیا تو اس نے پانچ ہزار سپاہی پیش کرنے کی حامی بھری۔ حضرت اقدس نے اس پر اپنے دل میں کہا کہ پانچ ہزار تو تھوڑے ہیں لیکن کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله کی آیت پڑھی۔ جب خدا چاہے گا تو یہ پانچ ہزار کی قلیل تعداد ہی غلبہ پا جائے گی دوسرے الہام میں اسی امر کو اس طرح ادا کیا ہے کہ "میں تیرے خالص محبوں کے گروہ کو بھی بڑھاؤں گا"، جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ جماعت جو خالص محبوں کی جماعت ہوگی ابتدا میں بالمقابل دوسری کے کم تعداد ہوگی لیکن خدا تعالیٰ اس کی ترقی اور بڑھانے کے سامان پیدا کرنے کی بھی بشارت دے رہا ہے۔

حضرت اقدس کا دعوےٰ نبوت کا نہ تھا اور آپ کے نہ ماننے سے کوئی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا ہاں آپ کا دعوےٰ خدا سے یقینی و قطعی ہمکلامی اور مامور و مصلح وقت ہونے کا ضرور تھا اسی وجہ سے آپ کا انکار یا آپ سے علیحدگی موجب حرمان اور خدمت عالیہ دینیہ سے محرومی کا باعث ضرور ہے۔ یہ ایسے بنیادی اعتقادات ہیں کہ جن کے ماننے سے کسی کو اختلاف نہ ہونا چاہیئے لیکن ان اساسی معتقدات کو آپ کے مسکن و مرکز سے وابستہ جماعت نے تبدیل کر دیا اسی لئے الہام الٰہی نے خبر دی "ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا"۔ نیز اشاعت علوم دینیہ و ترویج علوم فرقانیہ کی بجائے سیاست و صنعت کے مشاغل اختیار کئے گئے اس حقیقت کو یوں ادا کیا گیا "میری عبادتگاہ میں ان کے چولہے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہیں"۔ پھر اپنے معتقدات کو سچا ثابت کرنے کے لئے کس طرح پیچ در پیچ اور بعید از عقل و علم استدلالوں کا ایک گورکھ دھندا پیش کیا جاتا ہے، اس حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے "میرے نبی کی حدیث کو چوہوں کی طرح کتر رہے ہیں"۔

چوہا تاریکی کا جانور ہے اور اپنے بچاؤ کے لئے پیچ در پیچ سرنگیں زمین میں نکالتا ہے دیکھ لیجئے صاف و سیدھے مسائل معتقدات کو کس طرح خلاف عقل و علم پیچیدہ تاویلوں اور قرآن و حدیث کو کیسی قطع و برید کا تختہ مشق بنایا گیا ہے۔

چھوٹا تقدس و ماموارنہ پوزیشن اختیار کرنے سے پرہیز کرنے والے جماعت لاہور کے ممبروں کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو ایک مومن کی حیثیت سے خدمت دین کے لئے وقف کر دیا ہے، خدمت دین کی توفیق تو خدا تعالےٰ نے بہت کچھ عطا کی اور اسے اپنے فضل سے مقبولیت بھی دی لیکن ان اصحاب میں سے کسی نے بھی کمال یا بڑائی کا دعوےٰ نہیں کیا۔ ورنہ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ لیڈر دوسروں کو دھوکہ دینے کی خاطر یا ان پر رعب جمانے کے لئے اپنے لئے ان سے بلند تر مقام تجویز کرنے کے عادی ہیں، چھوٹا تقدس جمانا پیروں و مذہبی علماء کا ایک عام دستور ہو گیا ہے لیکن باوجود بے نظیر خدمت دین ادا کرنے کے جماعت لاہور کے معتدد ممبروں نے کبھی بھی ایسا طرز عمل اختیار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو دوسروں سے مساوات کے مقام پر ہی رکھا۔ حالانکہ ان میں کئی اصحاب کو سچے خواب آتے اور الہام بھی ہوتے ہیں لیکن اس وجہ سے انہوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو دوسروں سے علیحدہ مقام پہ کھڑا نہ کیا نہ ہی اپنی دعاؤں کی قبولیت کا ڈھنڈورا پیٹا اور نہ بددعاؤں سے کبھی کسی کو ڈرایا یہ لوگ کس قدر عمدہ خمیر کے مالک ہیں سبحان اللہ۔ آج کے زمانہ میں جبکہ ہر معاملہ میں افراط و تفریط کا دور دورہ ہے الہام الٰہی اور ماموریت کے مقام کے متعلق بھی اکثر لوگ ایک یا دوسری انتہاء پر چلے جاتے ہیں، یا تو سرے سے کلام الٰہی سے انکار ہے حتیٰ کہ بعض نے تو قرآن مجید کو بھی رسول کا کلام قرار دے دیا، پھر دوسری انتہا یہ ہے کہ جس کسی کو سچی خواب یا سچا الہام ہو گیا اسی کو مامور وقت اور نبی بنا لیا گیا۔ اب غور کرو کہ جماعت احمدیہ لاہور کا یہ مقام کہ وہ بعد آنحضرت صلعم وحی ولایت کی قائل ہو کر صرف مامور زمانہ پر قطعی الہام کے نزول کو مانتی ہے اور آپ کے علاوہ باقی جس قدر اصحاب ہیں چاہے وہ ملہم ہی ہوں انہیں کسی علیحدہ مقام پہ کھڑا نہیں سمجھتی نہ ہی ان کے خواب یا الہام کو کسی کے لئے حجت قرار دیتی ہے، یہ کیسا اعلےٰ درجہ کا اعتدال پسند اصول اور صراط مستقیم کا مقام ہے۔ لوگ انکار کرنے لگتے ہیں تو نہ قرآن کے کلام خدا ہونے کے قائل رہتے ہیں اور نہ ہی کسی مجدد یا مامور وقت کی پیروی کی حاجت سمجھتے ہیں اور جب ماننے پر آتے ہیں تو ہر رطب و یابس کو قرآن کریم یا کلام الٰہی کا درجہ دے دیتے اور ہر پیر، امام اور لیڈر و بزرگ کی بلا شرط اطاعت کو واجب سمجھ لیتے ہیں۔ لاہور کے ممبروں کا مسلک توازن پر قائم ہے جو نہ تو نبی یا مامور کی اطاعت کو غیر ضروری سمجھتے ہیں اور نہ ان کے علاوہ اپنے دیگر لیڈروں کو بے خطا یا کمزوری سے بکلی مبرا یقین کرتے ہیں، اور یہ انکی پاکیزگی طبع کا ثبوت ہے۔

نبوت مسیح ناموس ختم نبوت

(بقیہ از صفحہ ۳)

علماء کا اختلاف ہے نواب صاحب کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ بصفت نبوت ہوگی، اس لئے وہ لکھتے ہیں کہ جو لوگ ان کے آمد ثانی میں ان کی صفت نبوت کا انکار کرتے ہیں وہ مرتکب کفر ہیں، بہرحال یہ رائے ہے"۔

رائے تو بیشک ہے لیکن سوال یہی کہ اس رائے کے رکھنے والے جو آج بھی موجود ہیں، ختم نبوت کے کہاں تک قائل ہیں، ورنہ آیا اس رائے سے ناموس ختم نبوت کی توہین نہیں کی

۲۶۳

از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور

بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی

اہلمد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر

جھنگ

P.O. Jhang

۱۸ — ۱۹۵۵ء — ۳۲۸

رجسٹرڈ ایل ۸۳۰۵

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

فون ۳۴۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ؛ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام ؛ ہر نبوت را برو شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ

اخبار

پیغامِ صلح

ایڈیٹر

دوست محمد

جلد ۴۴ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۴ رمضان ۱۳۷۴ھ - ۲۷ر اپریل ۱۹۵۵ء | نمبر ۱۹

اسلام انگلستان میں

ازاقبال احمد صاحب

۱۲ر مارچ بروز ہفتہ ڈاکٹر جمال ناصر نے جو اردن کے سفارت خانہ سے تعلق رکھتے ہیں، ایک جلسہ میں تقریر کی۔ یہ جلسہ ووکنگ مسلم مشن کے زیر اہتمام ۱۸۔ ایکلسٹن سکوئر میں منعقد ہوا۔ جلسہ سے پہلے حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی اور اس کے بعد ایک فلسطینی مسلمان ابراہیم اباظا صاحب کی زیر صدارت جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ حازم ساٹرک صاحب (یوگوسلافی مسلمان) نے نہایت خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ اس کے بعد قابل مقرر نے "اردن کے مسائل" پر تقریر کی۔ دوران تقریر میں انہوں نے بتایا کہ اسرائیل کے وجود سے اردن کو خصوصاً اور عرب ممالک کو عموماً ایک خطرہ ہے انہوں نے ان مشکلات کا ذکر کیا جو اردن کو اسرائیل کے مہاجرین کی وجہ سے درپیش ہیں، اور بتایا کہ کم از کم آٹھ لاکھ مہاجرین کی دیکھ بھال اردن کو کرنی پڑ رہی ہے۔ Zionism کا اثر صرف اردن تک محدود نہیں بلکہ تمام عرب ممالک میں پھیلا ہوا ہے انہوں نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے درخواست کی کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے عرب مسلمان بھائیوں کو اسرائیل کے پنجوں سے نجات دلائیں۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ کمیونزم کے بادل بھی عرب ممالک پر منڈلا رہے ہیں لیکن اسلام اور کمیونزم دو متضاد چیزیں ہیں۔ اس لئے عرب ممالک میں کیمونزم کے پھیلنے کے بہت کم امکانات ہیں۔ لیکچر کے بعد بڑی بحث ہوئی؛ اس بحث کے دوران میں (جو سوال و جواب کی صورت میں تھی) حازم ساٹرک صاحب نے فرمایا کہ عرب ممالک میں مسلمانوں کی عملی حالت زیادہ اچھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان پر اسرائیل کی لعنت مسلط کر دی ہے، اسرائیل در حقیقت خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک تنبیہہ ہے تاکہ مسلمان اپنی حالت درست کر لیں۔ آخر پر قابل مقرر اور صدر صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا اور جلسہ برخاست ہوا۔

لف برو میں تقریر ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد شاہجہان ووکنگ نے مسلم ایسوسی ایشن۔ لف برو کالج کے زیر اہتمام ۲۳ر مارچ کو تقریر کی۔ تقریر کا موضوع تھا (MESSAGE OF ISLAM TO THE MODERN WORLD) اس ضمن میں قابل مقرر نے اسلام کی ان تعلیمات کا ذکر کیا جن میں موجودہ دور کی تمام مشکلات کا حل پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے خصوصیت کے ساتھ خدا کی وحدانیت اور تمام نسل انسانی کی یکسانیت کا ذکر کیا اور مزید بتایا کہ ہر مسلمان کو خدا کے بھیجے ہوئے تمام فرشتوں اور انبیاء پر ایمان لانا پڑتا ہے، رواداری کا یہ وہ پیغام ہے جو اسلام دنیا کو پیش کرتا ہے۔ آخر پر انہوں نے فرمایا کہ وقت آتا ہے کہ دنیا ان تعلیمات کی حقیقت کو شناخت کرے گی اور یہی وہ تعلیمات ہیں جو تمام قوموں کو باہم ملا سکتی اور ان میں انقلاب پیدا کر سکتی ہیں۔ تقریر کے بعد سوالات کی صورت میں کچھ دیر گفتگو جاری رہی۔

ایکلسٹن سکوئر میں تقریر ۔ مسٹر محمد رحمان علی محمد صاحب نے ایکلسٹن سکوئر میں ۲۶ر مارچ

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ ہفتہ شیخ میاں عطاء اللہ صاحب کی نئی قائم کردہ ٹیکسٹائل مل کی افتتاحی تقریب میں شمولیت کے لئے جہانگیرہ (صوبہ سرحد) تشریف لے گئے۔ افتتاحی رسم سردار عبدالرشید صاحب وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد نے ادا کی، اس موقعہ پر صوبہ سرحد سے لے کر کراچی تک کے معززین کا بہت بڑا اجتماع تھا، حضرت امیر ایدہ اللہ نے افتتاحی خطبہ دیا۔

ایک غلط رپورٹ ۔

— ۱۴ر اپریل کے "پیغام صلح" میں "حضرت امیر ایدہ اللہ کے دورہ کراچی کے تاثرات" کے ذیل میں ہمارے نامہ نگار کراچی کا یہ بیان کہ :-

"چنانچہ مسٹر اشرف عادل نے بھی حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی"

صحیح ثابت نہیں ہوا۔ اس بارہ میں ہمارے نامہ نگار کو غلط فہمی ہوئی جس کا ازالہ کیا جاتا ہے۔

درخواست دعا ۔ جھنگ سے مولوی محمد شبیق صاحب اپنی بیمار بیٹی کے لئے جو دماغی ہسپتال لاہور میں داخل ہے دعائے صحت کی درخواست کرتے ہیں۔

سانحۂ ارتحال ۔ ملتان سے شیخ محمد یوسف صاحب گرتھی لکھتے ہیں کہ مرزا احمد بیگ صاحب جو جماعت کے پرانے احمدی تھے اور لیبیا میں رہا کرتے تھے فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں جنت نصیب کرے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

بروز ہفتہ ایک دلچسپ اور پُر از معلومات تقریر کی۔ قابل مقرر سومالی لینڈ کے ایک وفد کے ممبر تھے۔ وفد کے باقی تین ممبروں کے نام ذیل میں درج ہیں:-

(۱) سلطان عبدالالٰہی۔ (۲) سلطان عبدالرحمان۔ (۳) بائیکل ماریو نو۔ یہ تمام حضرات جلسہ میں شریک تھے۔ جلسہ کی صدارت ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے کی۔ اور جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی جو یوگوسلافیہ کے ایک مسلمان حازم ساٹرک صاحب نے کی۔ قابل مقرر نے فرمایا کہ :-

"سمالی قبائل کی معلوم تاریخ تقریباً ۹۰۰ سال پرانی ہے۔ معلوم تاریخ کے اوائل سے ہی یہ باشندے مسلمان ہیں ...... سمالی لینڈ میں مذہبی معلم کو (WADAD) وود کہتے ہیں۔ وود کی تعلیم و تربیت مشہور اور قابل علماء اور مذہبی شیخ کرتے ہیں ...... آج سے ۷۰ یا ۸۰ سال پہلے اس علاقہ کا نام سمالی لینڈ تھا اس کے بعد غیر قوموں نے اسے مختلف حصوں میں منقسم کر دیا۔ مثلاً برطانیہ، فرانس، اٹلی اور حبشہ وغیرہ، سب سے پہلے مصر کی خدیو حکومت نے اس حصہ پر حکومت کی جسے آج SOMALILAND PROTECTORATE AND HARAR PROVINCE کہا جاتا ہے ...... خدیو KHEDWE حکومت کے ختم ہو جانے پر حکومت برطانیہ نے ایک نمائندہ گفت و شنید کی غرض سے ان قبائل کی طرف بھیجا جو بحر قلزم کے ساحل پر بستے تھے۔ اس گفت و شنید کے نتیجہ میں کچھ عہد نامے ظہور میں آئے جن کی وجہ سے حکومت برطانیہ کو SOMALILAND PROTECTORATE پر حکمرانی کا اختیار دیا گیا۔ سمالی لینڈ کا جو وفد اب انگلستان آیا ہے اور جس کا میں ایک ممبر ہوں، اس کی غرض حکومت برطانیہ کو اس عمل سے روکنا ہے جس کی وجہ سے سمالی لینڈ کا بہت بڑا علاقہ جو ۲۵ ہزار مربع میل ہے حبشہ کو دیا جائیگا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ انگلستان کی کوئی عدالت اس معاملہ میں دخل نہیں دے سکتی۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ اپنا معاملہ اقوام متحدہ کے سامنے پیش کریں۔ انہوں نے مزید کہا:

ہم سے اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر یہ علاقہ حبشہ کو دے دیا جائے تو اس میں ہمیں کیا اعتراض ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ حبشہ میں ہمارے بھائیوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ ہمارے سامنے ہے، وہاں (Amharic Rule) کے زیر سایہ اسلامی تعلیمات کی توہین اور مذمت کی جاتی ہے۔ دنیا اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ حبشہ (ETHIOPIA) میں ۷۰ فیصدی مسلمانوں کی آبادی ہے۔ اس کے باوجود ریاست کا مذہب عیسائیت ہے۔ اور بادشاہ ہر ممکن طریق سے کوشش کرتا ہے کہ لوگ عیسائیت قبول کریں ...... (HARAR) کی جامع مسجد اب گرجا ہے۔ حالانکہ مسلمان وہاں عیسائیوں سے آٹھ گنا زیادہ ہیں۔ حبشہ کے متعدد طلباء غیر ممالک میں تعلیم کی غرض سے بھیجے جاتے ہیں۔ اگر وہاں مسلمانوں کو جائز حقوق حاصل ہوتے تو باہر بھیجے جانیوالے طلباء کی تعداد میں سے ۷۰ فیصدی طلباء مسلمان ہوتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ایک طالبعلم بھی مسلمان نہیں ہے۔ یہ رویہ مسلمانوں کو کچل دینے کیلئے اختیار کیا گیا ہے۔ آخر پر قابل مقرر نے درد بھرے الفاظ کیساتھ سمالی لینڈ کے مسلمانوں کی امداد کیلئے درخواست کی۔ اور سوالات کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ (باقی آئندہ)

دورِ حاضرہ کے اہم مسائل میں مسلمانوں کا حصہ

ان اللہ لا یغیر ما بقومٍ حتّٰی یغیروا ما بانفسھم

یقیناً اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی جانوں کی حالت کو نہ بدلیں (سورۃ الرعد - رکوع ۲)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ماضی پر لاف زنی

اگر آپ ان کتابوں کو دیکھیں اور ان غیر سیاسی تبصروں کو پڑھیں جو آئے دن مسلم سلطنتوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں - جن میں گذشتہ زمانہ کے حالات بیان کئے جاتے ہیں - تو آپ کو اس کا اندازہ ہوگا کہ ان کے اکثر اجزاء مسلمانوں کے شاندار ماضی سے بھر پور ہوتے ہیں - ہر مصنف اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ کس طرح مسلمانوں نے گذشتہ زمانہ کو گذارا اور کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ اکثر اپنے شاندار ماضی کا تقابل یورپ کے اس زمانہ سے کرتے نظر آتے ہیں جب یورپ بالکل تاریکی میں تھا - لیکن کبھی ہم نے سوچا کہ آخر اس لاف زنی سے فائدہ کیا ہے؟ زمانہ ماضی کے قصے تو اب ایک مردہ حقیقت کی حیثیت رکھتے ہیں جس کو صرف چند خوشنما الفاظ زندہ جاوید نہیں بنا سکتے۔

ہمارے ماضی کے فخریہ کارنامے

ہم بار بار اس بات کو فخریہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کو اس وقت عظمت حاصل تھی، جب کہ یورپ کو تہذیب سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا، ہم یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے اس وقت علمی تجربات کئے جبکہ یورپ اس سے بے بہرہ تھا، یورپ جب کبھی علمی مسئلہ پر بات کرتا تو ہمارے تجربات سے فائدہ اُٹھا کر ہمارے حوالجات کو پیش کرتا - وہ مسلمان علماء ہی تھے جنہوں نے فلکیاتی تغیرات کا پتہ لگایا - زمین کا اپنے محور کے گرد گردش کرنا معلوم کیا، اس کے طول البلد اور عرض البلد مقرر کئے - یورپ کو اس وقت یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ زمین ایک کرہ ہے - ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے جب یہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہسپتالوں کو قائم کیا اور بعض وبائی بیماریوں کا پورے طور پر مقابلہ کرنے کے لئے یہ کوشش کی کہ بعض علاقوں کو بعض علاقوں سے علیحدہ رکھا جاتے، حالانکہ یورپ اس وقت اس وبا کو بھی خدا کی طرف سے ایک سزا سمجھتے ہوئے اس کے سامنے سر جھکانا ضروری خیال کرتا تھا - کتنی ہی دفعہ ہم اس کا ذکر کرتے نظر آتے ہیں، کہ مسلمانوں نے اس وقت بدن کی صفائی، غسل خانوں کا استعمال شروع کر دیا تھا اور ہر ایک مسلمان اس کو ضروری سمجھتا تھا جب کہ یورپ کے بڑے بڑے لوگ اور سلاطین نہانے دھونے کو ایک فضول کام تصور کرتے تھے۔

ہماری موجودہ حالت

ہمیں ان واقعات کی صداقت میں شک نہیں ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ چیزیں ہمارے زمانہ حال کے لئے کس قدر مفید ہیں - کیا یہ صحیح نہیں کہ آج ان واقعات کا اثر ہم پر افیون کے نشہ کا کام دے رہا ہے اور ہم اسی نشہ میں مست ہو کر اونگھ رہے ہیں ہم ایک جمود کی حالت اختیار کرتے جا رہے ہیں اور اس بات کو بھول چکے ہیں کہ اس موجودہ دور میں ہمارے فرائض کیا ہیں - اسلاف کے کارناموں کا تذکرہ اور ان کے کارہائے نمایاں کے خواب دیکھنا جو انھوں نے انجام دئے تھے یقیناً ایک سہل اور دل خوش کن امر ہے، لیکن ان کے بتلائے ہوئے راستوں پر چلنا ہمارے لئے مشکل ہو چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے پیشرؤوں کے مقابلہ میں صفر نظر آتے ہیں۔

ہمارے اسلاف اور ہم

اگر آپ ابن سینا - الفارابی اور ابن رُشد کی زندگیوں پر نظر ڈالیں، بغداد اور قرطبہ یونیورسٹیوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں اور ان اسلامی سلطنتوں کو ذہن میں رکھیں جو اس وقت پورے عروج پر تھیں، تو آپ کی گردنیں خود شرم سے جھک جائیں گی - اس لئے کہ ہمارے اس دور کے مسلمانوں میں تو ان سب چیزوں کی کمی ہے جن کی بدولت اسلام نے ترقی کی - آج تو دنیا کے ہر ایک حصہ سے لے کر دوسرے حصہ تک مسلمان اخلاقی، سماجی اور ہر اعتبار سے پست نظر آتا ہے - آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا یہی اسلام نہ تھا جس نے دنیا کو انسانی درجہ سے روشناس کرایا - اور اس کے حقوق اس وقت واضح کئے جب کہ یورپ میں ایک عام انسان کو صرف ایک غلام یا ایک بیگاری آدمی سے زیادہ حیثیت نہ دی جاتی تھی -

اسلام نے اس وقت تہذیب و تمدن کا درس دیا جبکہ دنیا میں بربریت کا دور دورہ تھا اور ابھی یورپ تمدن کے معنی بھی نہ سمجھتا تھا - ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم میں سے بعض لوگ اس تک بھی آگے بڑھے کہ انہوں نے یہ عقیدہ بنا لیا کہ ہمارے پیش روؤں نے جو کچھ کیا وہ ہمارے لئے تھا اور وہ ہماری ایک قسم کی میراث ہے جس کا سہرا کسی حد تک ہمارے سر بھی ہے، جس طرح کہ یہودیوں نے یہ ذہن میں بیٹھا لیا تھا کہ ہم ہی خدا کے برگزیدہ بندے ہیں - کیونکہ ہمارے جد امجد حضرت ابراہیمؑ نے بہت ... بڑے بڑے اور اچھے کام سرانجام دیئے تھے - جن کا بدلہ ہم کو ملنا چاہیئے۔

قصور کس کا؟

ہم بڑی حد تک متواتر انہیں سرمستیوں کا شکار ہیں - اور اپنی نظروں کو اپنی ماضی پر جمائے رکھتے ہیں اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قصور وار ہمارے آزاد مسلمان مصنفین ہیں جو اپنی تحریروں میں ایسے واقعات پیش کرتے رہتے ہیں جن میں ایک بھونڈی قسم کا نشہ ہوتا ہے جو ہماری قوت حافظہ کو اس ماضی کی طرف منعطف کراتا ہے جو اس طرح صاف شفاف اور بے داغ نظر آتا ہے کہ ہمارے خیالات اسی میں جذب ہو کر رہ جاتے ہیں - ہمارے سامنے وہ ماضی کو ایسے خیالی طریقہ پر پیش کرتے ہیں جس کے ذریعہ ہمیں اپنے حال سے نفرت سی ہوتی ہے اور ہم اسے بھولنے کی کوشش کرتے ہیں - حالانکہ ہم اس میں موجود ہیں اور ہمیں ابھی اس کے ساتھ چلنا ہے -

ماضی کی روایات سے حال کو درست کرو

یقینی طور پر اس قسم کے جذبات صحتمند نہیں قرار دیئے جا سکتے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے خیالات کی نشوونما ہمارے دماغوں کو ایسا آرام پسند بنا دے گی جس کے ذریعہ ہم ماضی کی شان و شوکت اور عظمت پر فخر کرتے ہوئے حال اور مستقبل سے بالکل بیگانہ ہو جائیں گے - ہماری طرح اور قومیں بھی اپنا شاندار ماضی رکھتی ہیں - لیکن کیا انہوں نے کبھی اپنے موجودہ مسائل اور مصیبتوں کا حل تلاش نہیں کیا؟ اور کیا انہوں نے اپنے مستقبل کے لئے خاکے نہیں بنائے؟ ماضی کی شاندار روایات یقینی طور پر زندہ جاوید حقیقت مانی جا سکتی ہیں - اگر وہ ہمارے حال کے بنانے میں مددگار ثابت ہوں اور ہمارے حال میں ایک نئی روح پھونکیں ورنہ وہ قطعی بیکار اور ہمارے لئے مضر ہیں بالکل ان ہواؤں کی طرح جو سرسر کرتی ہوئی ریتلے میدانوں میں سے نکل جاتی ہیں اور یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ کہاں سے آئیں اور کدھر کو نکل گئیں - ہمارے نئی روشنی کے مسلمان اس پر قانع ہیں کہ وہ ایک ماضی کے وارث ہیں جو شاندار روایات کا حامل ہے لیکن وہ اپنے حال سے بالکل بیگانہ ہیں اور انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ زمانہ کونسی چال چل رہا ہے -

اسلاف کے وارث

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے اسلاف نے بہت سی کوششیں کیں اور زبردست محنتوں سے بڑے بڑے کام انجام دیئے - لیکن ہم ان پر اسی حد تک فخر کر سکتے ہیں جس حد تک ان کوششوں اور محنتوں کا اثر ہم پر بھی پڑے، اور وہ کارنامے ہمارے اندر بھی ویسی ہی حرکت پیدا کریں ہمارے اندر بھی خود اعتمادی اور جد و جہد کا وہ جذبہ پیدا ہو جائے جس کے ذریعہ ہم اپنے حال کا اس ماضی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں - ہم بھی کوئی ایسی مہم سر کریں جس کو ماضی کے کسی بڑے انسان کے کام کے مقابلہ میں رکھا

(باقی صـ۱۲ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۵۵ء

گمراہ کُن مہم

شہزادی عابدہ سلطانہ نے جو حال ہی میں اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمایندگی کر چکی ہیں ملک میں تعدد ازدواج کے خلاف ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں ایک بیان دیتے ہوئے اپیل کی ہے کہ اس میں حقیقت پسندانہ توازن برقرار رکھا جائے۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ:۔

"اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ اسلام نے مردوں کو ایک سے زاید بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ اور ساتھ ہی نہ قرآن نے نہ سنت نبوی نے اس سلسلہ میں کوئی شرط عاید کی ہے، کہ ایک مرد کب اور کن حالات میں ایک سے زاید بیویاں رکھ سکتا ہے۔ البتہ اس بارہ میں جو بات واضح کی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ متعدد بیویوں کے درمیان مساوی سلوک روا رکھا جائے۔"

شہزادی عابدہ سلطانہ نے مزید کہا ہے کہ:۔

"اسلام بنی نوع انسان کے لئے ایک نعمت ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے اس کے احکام میں ردّ و بدل کو دخل دینا یا اس کے مقاصد تلاش کرنا اپنی حدود سے تجاوز کرنا ہے۔"

شہزادی عابدہ سلطانہ نے مزید کہا:۔

"اقوام متحدہ میں عورتوں کے ان حقوق پر جو اسلام نے انہیں عطا کئے ہیں، اور جو ان حقوق سے کہیں زیادہ اور بہتر ہیں جو اقوام متحدہ کا منشور انہیں دے سکتا ہے۔ انہوں نے جو دلائل پیش کئے تھے۔ انہیں بے حد سراہا گیا تھا۔"

تعدد ازدواج کی حمایت میں اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے شہزادی صاحبہ نے کہا ہے کہ:۔

"اگرچہ مغرب میں کثرت ازدواج پر قانونی پابندیاں عاید ہیں لیکن انسانی فطرت نے اپنے لئے وہاں بھی نئے راستے تلاش کر لئے ہیں جن کے سبب لاینحل قسم کے سماجی اور نفسیاتی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ناجائز بچوں اور بے سہارا عورتوں پر مشتمل ایک نیم انسانی مخلوق نے جنم لے لیا ہے۔ جن کی مرد اپنی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے۔ کیا ہماری عورتیں پاکستان میں اس قسم کی صورت حال دیکھنا پسند کریں گی؟ اور کیا اسے اسلام کا نام دیا جا سکے گا؟"

انہوں نے اپنے بیان میں مزید کہا ہے کہ:۔

"اسلام نے ازدواجی رشتہ کے سلسلہ میں کافی آزادی دے رکھی ہے چنانچہ اگر فریقین رضامند ہو جائیں تو نکاح نامہ میں کسی بھی قسم کی شرائط درج کی جا سکتی ہیں۔ اور ان کی پابندی قانونی طور پر اتنی ہی قابل وقعت ہو سکتی ہے۔ جتنا کہ خود نکاح نامہ چنانچہ جو عورتیں اپنی سوکنیں برداشت نہیں کر سکتیں وہ نکاح سے قبل اپنے نکاح ناموں میں اس قسم کی شرط درج کرا سکتی ہیں۔"

انہوں نے مزید کہا ہے کہ:۔

"اگر مغربی ممالک کے سماجی حالات ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی نہیں۔ تو ہمیں خود ذاتی طور پر تعدد ازدواج پر پابندیوں کے نتائج کا تجربہ کر دیکھنا چاہیئے۔"

انہوں نے کہا کہ:۔

"چند تعلیمیافتہ خواتین کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ اسلام کے نام پر ایسا ایجی ٹیشن شروع کر کے دوسری عورتوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں۔ اور انہیں یہ باور کرائیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہیں وہ اسلام کا جدید یا مغربی مفہوم ہے۔"

شہزادی عابدہ سلطانہ کا بیان امید ہے طبقہ نسواں کے اکثر حصہ کے لئے سرمۂ بصیرت کا کام دے گا جو تعدد ازدواج کے خلاف شور برپا کر رہی ہیں، شہزادی صاحبہ نے جس حقیقت پسندانہ نظر سے اس مسئلہ کو دیکھا ہے وہ ہر طرح قابل ستائش ہے تعجب ہے، یورپ کے ان انسانیت سوز حالات کو دیکھتے ہوئے جو تعدد ازدواج پر قانونی پابندیوں کی وجہ سے وہاں پیدا ہو چکے ہیں۔ اور جن کی طرف شہزادی صاحبہ نے اپنے اس بیان میں خاص طور پر توجہ دلائی ہے، ہماری محترم خواتین اس گمراہ کن مہم میں حصہ لینا کیونکر پسند کرتی ہیں، کیا ان کا منشا ہے کہ یہاں بھی وہ ناپاک صورت حالات پیدا ہو جائے جو مغرب میں ایک بیوی کے قانون کی وجہ سے داشتہ عورتوں اور ناجائز بچوں کی صورت میں پیدا ہو چکی ہے؛ اور جس نے بقول شہزادی عابدہ سلطانہ "لاینحل قسم کے سماجی اور نفسیاتی مسائل" پیدا کر دیئے ہیں،

اس میں شک نہیں کہ بعض مرد تعدد ازدواج کے متعلق اسلام کے دیئے ہوئے حق کا غلط اور ناجائز استعمال کرتے ہیں، لیکن اس کا یہ علاج نہیں کہ سرے سے تعدد ازدواج ہی کو ناجائز قرار دیا جائے یا ایسی قانونی پابندیاں لگا دی جائیں جن کی وجہ سے جائز حالات میں بھی ایک سے زیادہ شادیاں کرنا ناقابل عمل ہو جائے، ایسے ناجائز استعمال کو درست کرنے یا پیش آمدہ مشکلات کو دور کرنے کے اور بھی ذرائع ہو سکتے ہیں جن پر ہم کسی آیندہ اشاعت میں مفصل روشنی ڈالیں گے، فی الحال امید ہے کہ شہزادی عابدہ سلطانہ کا بیان ہماری پاکستانی خواتین کی گمراہ کن مہم کو راہ راست پر لانے کا موجب ہوگا۔

غلبۂ قرآن کی انگریزی ایڈیشن

جماعت میں یہ تحریک ہے کہ غلبۂ قرآن انگریزی میں بھی شائع کیا جائے۔ چنانچہ ذیل کے احباب نے اس کیلئے مالی امداد پیش کی ہے:۔

عبدالغنی صاحب اسسٹنٹ انجنیئر ریڈیو پاکستان نے ایکہزار روپے بھیجدیئے ہیں

مسٹر ار عبدالرحیم صاحب چانڈیہ نے لکھا ہے کہ میں پانچسو روپیہ بھیج دوں گا۔

ڈاکٹر اکبر خاں صاحب نے پرواسے لکھا ہے کہ میں بھی ایک رقم بھیج رہا ہوں۔

خان محمد اسلم خان رئیس مردان نے دو صد روپیہ بھیجدیئے ہیں۔

کچھ اور احباب بھی اس کار خیر میں حصہ لیں تو اچھا ہوگا۔

انتخاب عہدیداران

حسب ذیل جماعتوں نے ۱۹۵۵ء کے لئے جن عہدیداروں کا انتخاب کیا ہے انکے نام یہ ہیں

جماعت سفید ڈھیری - صدر:- ملک کندل خاں صاحب۔ سیکرٹری:- شاہ ولی صاحب محاسب و امین۔ سید حسین شاہ صاحب۔

جماعت مانسہرہ - صدر:- جمعدار آزاد خان صاحب۔ سیکرٹری محاسب و امین:- ڈاکٹر محمد دین صاحب۔

جماعت ڈھاکہ:- صدر و امین:- مولوی عطاء الرحمٰن صاحب بی اے۔ سیکرٹری:- سید امجد حسین صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری:- مسٹر عبدالستار میاں۔ محاسب مسٹر سراج الحق۔

جماعت جھنگ:- صدر:- شیخ محمد لطیف صاحب سیکرٹری:- منشی محمد حسین صاحب ایڈیٹر۔ محاسب و امین:- مولوی محمد عتیق صاحب۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

مولانا عبدالماجد کا مضمون "پاکستانی صحافت" پر امروز کا تجزیہ

۲۷ مارچ ۱۹۵۵ء امروز کراچی ۹ مارچ ۱۹۵۵ء کے صفحہ ۲ پر سید سبط حسن صاحب کا ایک تنقیدی مضمون بعنوان "پاکستانی صحافت" پر مولانا عبدالماجد دریابادی کے اعتراضات کا تجزیہ" شائع ہوا ہے (یہ پہلی قسط ہے آئندہ بھی اس مضمون کا بقایا شائع ہوگا) مضمون نگار نے مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر "صدق جدید" کے حالیہ ایک مضمون پر جو "پاکستانی صحافت" کے عنوان سے لکھا گیا ہے اس کا تجزیہ کیا ہے، جس میں تین سنگین تہمتیں منظر عام پر لائی گئی ہیں اول یہ کہ پاکستانی اخبار نویس سینما والوں کی "دلالی" کرتے ہیں

دوسرے آزادی نسواں کی اندھا دھند حمایت، تیسرے سعادت حسن منٹو مرحوم جیسے قماش کے لوگوں کا اس زور شور سے ماتم کہ گویا کوئی سلیمان ندوی کوئی شبیر احمد عثمانی کوئی ممتاز علی کوئی راشد الخیری کوئی عبدالعلیم شرر جنت کو سدھارا ہے" اس پر سبط حسن صاحب فرماتے ہیں کہ "پاکستان کے گنہگار اخبار نویسوں کا یہ تیسرا جرم اتنا سنگین ہے کہ مولانا دریابادی نے اپنا پورا زور قلم اس کو اجاگر کرنے پر صرف کیا ہے" اس کے بعد مندرجہ ذیل قابل درس و عبرت عبارت اہل علم و درد کی ضیافت طبع کے لئے فاضل مضمون نگار نے پیش کی ہے فرماتے ہیں :-

"بلاشبہ ہر دور میں ایسے علماء بھی موجود رہے ہیں جنہوں نے اسلام کے پیغام حیات کو نہایت دیانت داری سے بیان کیا ہے لیکن علمائے ظاہر نے اسلام اور روح اسلام سے جو برا سلوک کیا ہے اور جس جس طرح مذہب کو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کی خاطر استعمال کیا ہے اس سے بھی تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں، فرمانرواؤں کی مرضی کے مطابق غلط احکام صادر کرنا بات بات پر تکفیر کے فتوے دینا لوگوں کو پیار و محبت سے سمجھانے کے بجائے عذاب الٰہی کی سختیوں سے ڈرانا، ہر اس چیز کو گناہ اور معصیت قرار دینا جو انہیں ناپسند ہو یا جس سے ان کے اپنے اقتدار پر حرف آتا ہو۔ قرآن کریم کی آیتوں کے سیاق و سباق سے الگ کرکے پیش کرنا مستند طور پر جعلی اور خود ساختہ حدیثوں کے حوالے دینا لوگوں کے مذہبی جذبات کو اپنی مقصد برآری کی خاطر برانگیختہ کرنا ان کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ پند و نصیحت کے ان ٹھیکیداروں کو کبھی اتنی توفیق تو نہ ہوئی کہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتے زخمی روحوں کی چارہ گری کرتے، قوم کے آنسو پونچھتے، اس کی غمگساری کرتے، البتہ ان کی نیش زنی اور ناوک فگنی سے قوم کی قوم سینہ فگار ہے"

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ علمائے ظواہر کا یہ وہ پرانا حقیقت افروز نقشہ مضمون نگار کی قلم سے صفحہ قرطاس پر کھینچ کر منصہ ظہور پر آیا ہے، جس کے متعلق مخبر صادق مصدوق سرور کائنات صلعم نے آج سے چودہ سو سال قبل ان الفاظ میں اطلاع دی تھی اور اپنی امت کو ان سے علیحدہ رہنے کی ہدایت فرمائی تھی "علماءھم شر من تحت ادیم السماء" مذکورہ بالا قابل درس و عبرت اسی حدیث کی پوری تشریح ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بھیڑیے صفت علماء کی شناخت کی توفیق عطا فرماوے۔

مولانا احمد سعید دہلوی

۹ مارچ بروز منگل :-

"جنگ" کراچی ۱۱ مارچ - حرف و حکایت کا کالم میاں مجید لاہوری کی قلم سے "ذرا دہلی تک" کا عنوان - مندرجہ ذیل عبرت انگیز اور سبق آموز واقعہ "صوفی تبسم کی رائے تھی کہ ذرا مولوی احمد سعید صاحب سے مل لیا جائے محفل برخاست ہوئی اور ہم سیدھے مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے، مولوی صاحب بڑے باغ و بہار آدمی تھے، سیاست کی آگ لپیٹے دبکتے مگر ان کی خطابت اور شیریں مقالی کا ہر کوئی معترف ہے بے بٹے ہوئے ہندوستان میں بہادر یار جنگ مرحوم - سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولوی احمد سعید صاحب کی خطابت کا جواب نہیں تھا - ہم نے دیکھا کہ وہ شخص جو گھنٹوں لاکھوں کے اجتماع سے خطاب کرتا ہے ایک تنگ و تاریک اور بوسیدہ مکان میں چارپائی پر لیٹا تھا اس نے بلاشبہ ہندوستان کی خدمت کی لیکن جب کچھ حاصل کرنے کا موقعہ آیا تو وہ تہیدست رہا یہ بہت بڑا المیہ ہے - مولوی صاحب ان دنوں صاحب فراش ہیں - وہ چپکے ہیں نماز پڑھتے ہیں - ساتھ ہی قرآن کی تفسیر کی تحریر کا مشغلہ بھی جاری ہے بہت ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں"

مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند دہلی میں تقسیم ہند سے قبل کانگریس کے چوٹی کے لیڈروں میں شمار تھا "ہم پہلے ہندی بعد میں مسلمان" کا نعرہ لگانے والے سادہ لوح فریب خوردہ مسلمانوں کی حمایت اور مسلم لیگ کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہے برادران وطن کے ہوشیار رہنماؤں نے جب تک مولانائے موصوف سے اپنی تحصیل اغراض کا کام لینا چاہا لیا۔ پھر جیسے انگریز نے اپنے یار وفادار دولت برطانیہ "نظام حیدرآباد" سے آنکھیں پھیر لیں اسی طرح "سیکولر" حکومت حاصل ہو جانے پر ارباب حکومت مولانا کو فراموش کر گئے۔ آج مسٹر راجندر پرشاد، پنڈت نہرو و دیگر زعمائے وطن کے لحاظ سے بھی مولانا صاف ہو گئے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ خدا کرے مجید صاحب کی اس تحریر کی آواز دردمند مسلمانوں کے کانوں تک پہنچے اور ان کے علاج و معالجہ و رہائش کا کچھ انتظام ہو جائے اور آخر وقت میں کچھ تو جسمانی راحت مل جائے۔ مولانائے موصوف نے اپنی خداداد علمی قابلیت کو غلط طریقہ پر استعمال کرکے ملت اسلامیہ کو سخت نقصان پہنچایا کاش کہ وہ اپنا زور خطابت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر صرف کرکے مسلمانان ہند کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانے کی سعی جمیلہ فرماتے لیکن یہ مقدس کام تو اس چودھویں صدی کے مجدد اور اس کے نام لیواؤں کا تھا مولانا اسے کیسے سرانجام دیتے ہاں آج بھی وقت نہیں گیا زمانہ کے امام کو پہچان کر اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدان عمل میں گامزن ہو جائیں، مولانا کی خدمت میں رسالہ "دعوت عمل" برائے عمل ارسال ہے، خدا تعالیٰ عمل خیر کی توفیق بخشے۔

مسلم ڈائجسٹ افریقہ کو لٹریچر

۱۷ مارچ بروز جمعرات :-

رات "دی مسلم ڈائجسٹ" ڈربن جنوبی افریقہ کا خیال آ گیا یہ رسالہ مولوی عبدالعلیم صدیقی مرحوم کے رفقائے کار ڈربن سے نکالتے ہیں اس میں سلسلہ اور بانی سلسلہ کے خلاف اکثر مضامین نکلا کرتے ہیں، یہ رسالہ بغداد میں بھی کئی ایک جگہ آ رہا ہے - دل نے چاہا ہے کارکنان "مسلم ڈائجسٹ" کی معلومات کے لئے "پیغام صلح" ص۳ جس میں "مکتوب بغداد" میں الشرق کراچی کے مقالہ متعلقہ مولوی عبدالعلیم صاحب مرحوم پر تبصرہ کیا گیا بھجوا دے لہذا پیغام صلح مذکور اور مزید معلومات کے لئے "ہمارے عقاید" مؤلفہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ ڈاک سے بھجوایا۔

غلبۂ اسلام کا راز

مدینہ مجریہ ۹ مارچ کے صفحہ ۲ پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کی ایک تقریر جو ۲۱ فروری ۱۹۵۵ء کو جونپور ٹاؤن ہال میں انہوں نے ارشاد فرمائی تھی شائع ہوئی ہے، عنوان ہے "زندگی میں فرد کی اہمیت" "ہمارے اصلاحی کاموں کا ایک بڑا خلاء" تقریر بڑی درد انگیز اور سبق آموز ہے۔ انہیں سچ کہہ گئے ہیں "فرد کی اہمیت" نہایت اہمیت ہے زمانہ کا "فرد" آیا اسے نہ صرف شناخت نہیں کیا گیا بلکہ کافر و دجال کہہ کر دھتکار دیا گیا یہی وجہ ہے ایک بڑا خلاء نظر آ رہا ہے۔ جب تک آپ ہمارے اصلاحی کاموں میں زمانہ کے "فرد" کو ان صالح تحریک مذکو قبول نہیں کریں گے آپ کی اس "علیحدہ علیحدہ کوشش" کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ غلبۂ اسلام کا راز زمانہ کے امام کے دامن سے وابستہ ہونے میں مضمر ہے۔ آؤ اس نسخۂ کیمیا کو بھی آزما کر دیکھ لو۔

ندوی صاحب کی یہ تقریر جناب محمد مصطفےٰ فاروقی خادم شعبہ نشر و اشاعت جماعت اسلام و تبلیغ لکھنؤ نے مدینہ میں چھپوائی ہے۔ فاروقی صاحب کو رسالہ زمانہ کے امام کو پہچانو اور ھدی للمتقین کی مختصر تفسیر ڈاک سے ارسال کی ہے۔

قرآن کا پڑھنا پڑھانا اور سُننا ایک عبادت ہے

رمضان میں قرآن پڑھنا اور سُننا بہت بڑی برکات کا موجب ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لقد منّ اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین .... واللہ اعلم بما یکتمون (اٰل عمران رکوع ۱۶)

حضرت نبی کریم صلعم کے فرائض

اللہ تعالےٰ نے بڑا احسان کیا مومنوں پر اس رنگ میں کہ ان میں ایک رسول بھیجا جس کے ذمہ کچھ فرائض لگا دیئے، ان میں سے ایک فرض یہ ہے، یتلوا علیھم اٰیٰتہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتا ہے، اور دوسرا فرض یہ ہے، کہ لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے کی تلقین کرتا اور اس ذریعہ سے انہیں تمام قسم کے بد اعتقادات، بد عادات اور بُری رسوم سے پاک صاف کر کے ان کی زندگی کو پاکیزہ بنا دیتا ہے، پھر انہیں اس قرآن کے معانی اور تفسیر بتاتا اور حکمت سکھاتا ہے وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ حضرت صلعم سے پہلے وہ سخت گمراہی کے اندر پڑے ہوئے تھے، جہالت ان پر طاری تھی، ہر قسم کی بدعادات بڑی سے بڑی رسوم اور غلط اعتقادات ان میں رائج تھے۔

قرآن پڑھنا پڑھانا اور سُننا

قرآن عمل کے لئے ہے اس سے خدا کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ اس کی عبادت کا شوق اس کے پڑھنے سے پیدا ہوتا ہے، اس کے احکام کی فرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، لیکن ان تمام کاموں کی ابتدا ہوتی ہے یتلوا علیھم اٰیٰتہ سے، رسول کریم صلعم نے قرآن کریم کو خود پڑھ کر سنایا، اور اسے پڑھنے کی رغبت دلائی، قرآن کا پڑھنا اور پڑھانا اور سُنانا اپنے اندر بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے، اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی آیات میں حکم دیا کہ قرآن پڑھا کرو واتل ما اوحی الیک جو کچھ تیری طرف وحی کیا گیا اس کو پڑھا کرو، اسی طرح فرمایا اقرأ باسم ربک الذی خلق اور پھر اس کو پڑھنے کا طریق بتایا ورتل القراٰن ترتیلاً قرآن کو صاف صاف اور ٹھہر ٹھہر کر نہایت عمدگی سے پڑھا کرو، اور ایک جگہ خدا تعالےٰ نے فرمایا اذا قرأنٰہ فاتبع قراٰنہ جب ہم اس کو پڑھیں تو تم بھی ساتھ ساتھ پڑھو، اور حضورؐ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ..... قرآن کی تلاوت کیا کروں وامرت ان اتلوا القراٰن اور مسلمانوں کو بھی حکم دیا فاقرؤا ما تیسر من القراٰن جتنا بھی قرآن میں سے سہولت کے ساتھ پڑھ سکو پڑھا کرو، پھر پڑھنے کا وقت بھی بتایا ان قراٰن الفجر کان مشھودا۔ یوں تو قرآن ہر وقت پڑھا جا سکتا ہے لیکن خصوصیت کا وقت فجر کا ہے، فجر کے وقت قرآن پڑھنا لازم ہے، اس وقت دن کا آغاز ہوتا ہے، طبیعت صاف ہوتی ہے، دل حاضر ہوتے ہیں، اس کو سمجھنے سمجھانے کے لئے دل و دماغ تازہ ہوتے ہیں اور اس وقت ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔

معلوم ہوا قرآن جس پر عمل کرنے سے انسان کی زندگی پاکیزہ ہوتی اور نیکیوں کی طرف قدم بڑھتا ہے اس کا پہلا زینہ.... قرآن کا پڑھنا ہے، پڑھنا، پڑھانا، اور سننا قرآن دانی اور اس پر عمل کرنے کے لئے پہلا حصہ ہے: پھر یہ بھی بتایا واذا قرأت القراٰن فاستعذ باللہ، پہلے قرآن پڑھنے کا وقت بتایا، اس کو پڑھنے کا طریق سکھایا اور پھر یہ بھی ہدایت کی، کہ جب قرآن پڑھنے لگو تو اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ لیا کرو تا کہ شیطانی وساوس سے محفوظ رہو، اور ایک جگہ فرماتا ہے واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون، جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سُنو اور چُپ ہو جاؤ، تا کہ تم پر رحم کیا جائے، معلوم ہوا قرآن کا پڑھنا، پڑھانا اور سننا یہ بھی ایک عبادت ہے، حضرت کو حکم ہوتا ہے کہ قرآن پڑھو، آپ ساری عمر قرآن پڑھتے رہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی نماز پڑھاتے تھے اور ہر نماز میں قرآن کا کچھ حصہ پڑھتے تھے، پھر تہجد میں بہت سارا حصہ قرآن کا پڑھتے تھے۔

سب سے زیادہ پڑھی جانیوالی کتاب

اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ساری کی ساری قوم قرآن پڑھنے میں لگ گئی، لوگوں کو قرآن حفظ ہو گیا، اس سے قرآن کی حفاظت کا سامان اللہ تعالےٰ نے کیا، کیونکہ یہ آخری کتاب ہے، کوئی دوسری آسمانی کتاب ایسی نہیں کہ اس کو کسی نے حفظ کیا ہو، یہ فخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے، کہ آپ کو جو کتاب دی گئی اس کو آپ نے نہ صرف خود حفظ کیا بلکہ ساری قوم میں اسکو حفظ کرنے کا شوق پیدا ہو گیا، چودہ سو سال سے متواتر قرآن پڑھایا جا رہا ہے، اس لئے الفاظ میں بھی ایک سحر ہے، کوئی ترجمہ جانے یا نہ جانے اس کے پڑھنے میں ہی ایک لطف ہے، تمام دنیائے اسلام میں اس کا عشق ہے، جس طرح حضرت صلعم کی ذات سے دنیائے اسلام کو عشق ہے اسی طرح قرآن سے بھی عشق ہے، یہ کتاب تمام دنیا کی کتابوں میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔

رمضان میں تلاوت قرآن

بالخصوص رمضان کے مہینہ میں، تو قرآن خاص طور پر ہر جگہ پڑھا جاتا ہے، کیونکہ فرمایا شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن رمضان کے مہینہ میں قرآن نازل ہوا۔ اس مہینہ میں کئی لوگ تو ایک ایک پارہ روزانہ پڑھتے ہیں، پھر شام کو تراویح میں پڑھا اور سنا جاتا ہے، کل سے رمضان شروع ہے، مشرق سے لیکر مغرب تک تمام لوگ تراویح میں قرآن سنیں گے، سب جگہ تراویح پڑھی جاتی ہیں، میں جرمنی میں تھا، تو روس سے کچھ لوگ آئے، انہوں نے بتایا کہ روس میں بھی اسی طرح نماز تراویح پڑھی جاتی ہے جیسے ہم پڑھتے ہیں۔

نماز تراویح اور حفظ قرآن

میں نے تراویح کی نماز حضرت مولانا عبد الکریم صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ پڑھی ہے، اور حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ بھی پڑھی ہے، تراویح کی نماز میں اللہ تعالےٰ کے ایک حکم کی تعمیل ہوتی ہے فاقرؤا ما تیسر من القراٰن، اور لوگوں کو قرآن کے ساتھ جو عشق ہے، تراویح کی نماز سے وہ جاگ اُٹھتا ہے، اور تراویح میں قرآن سنانے کے لئے لوگ اسے حفظ کرتے ہیں، لاکھوں آدمی اسی خیال سے حافظ قرآن بن گئے، مسلمانوں کو فخر کرنا چاہیئے کہ ہمارا دین زندہ ہے، ہماری کتاب زندہ ہے، ہمارا رسول زندہ ہے، اور اس وقت اسی طرح عمل ہوتا ہے جیسے آج سے چودہ سو برس پہلے ہوتا تھا۔ ہماری مسجد میں بھی سالہا سال سے نماز تراویح میں قرآن ختم کیا جاتا ہے۔ لاہور کی جماعت کو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔

بچّہ کی تعلیم قرآن سے شروع کی جائے

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ قرآن کو پڑھے، اس کا علم حاصل کرے، اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرے، سب سے پہلے تو اسے پڑھنا چاہیئے، روزانہ تلاوت کرنی چاہیئے، سطحی خیالات والے لوگ کہتے ہیں کہ بغیر سمجھے کے پڑھنے کا کیا فائدہ؟ اور بچّہ کو جب سمجھنے کا مادہ پیدا ہوگا تو پڑھ لے گا یہ صحیح نہیں۔ بچّہ جب عظمت کے خیال سے اس کو پڑھتا ہے تو اس کی تعلیم اسی وقت سے شروع ہو گئی عظمت کا خیال خود تعلیم و تربیت ہے، اسی طرح سے ہر وہ شخص جو عربی نہیں جانتا وہ قرآن کے صرف پڑھ لینے سے مستفیض ہوتا ہے اس کے قلب پر اس کا پڑھنا اثر انداز ہے، اگر بعض لوگوں کے خیال کے مطابق گریجوایٹ بن کر اسے پڑھے گا تو اس وقت اس کے جبڑوں کی نشو و نما ایسی ہو چکی ہوگی کہ عربی کے لفظ صحیح طور پر منہ سے نہ نکل سکیں گے، اس لئے یہ طریق باطل ہے، قرآن کو شروع سے ہی پڑھنا سیکھو، کثرت سے بار بار پڑھو، تراویح میں بھی پڑھو، نماز تراویح میں شرکت کرنے سے پہلے گھر پر ایک پارہ پڑھ کر آؤ،

قرآن کو خوبصورت آواز میں گھروں میں پڑھنا چاہیئے

ان آیات میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لقد من اللّٰہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ، خدا نے مومنوں پر احسان کیا ہے، کہ ایسا رسول بھیجا جو قرآن پڑھ کر سناتا ہے، یہ بہت بڑا خدا کا احسان ہے، اس احسان کی قدر کرنی چاہیئے، کہ ہمارے گھروں میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب صبح کے وقت قرآن پڑھا کریں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ قرآن پڑھتے تھے، وہ صاحب قرآن ہو کر اس کے پڑھنے سے نہیں تھکتے تھے، قرآن کے ساتھ سب سے زیادہ عشق کرنے والا وہی ایک انسان تھا ان کے قرآن پڑھنے میں ایک تاثیر تھی، آپ فرمایا کرتے تھے من لم یتغن بالقرآن فلیس منا جو شخص قرآن کو خوبصورت آواز سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں کتابوں کے اندر قرآن پڑھتے ہوئے آپ کی آواز کی طرز بتائی گئی ہے اور اسی طرز پر آج بھی عرب لوگ پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، معلوم ہوا قرآن کا پڑھنا پڑھانا اور سننا بڑی عبادت ہے۔

نبی کریم صلعم کا دوسرا فرض — تزکیہ نفوس

ویزکیھم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں یہ بھی فرمایا کہ قرآن کے ذریعہ سے تمہاری بدعادتیں چھڑا کر پاکیزہ زندگی پیدا کرتے ہیں، یہ آسمانی پانی ہے جس سے تمام گندگیاں دھل جاتی ہیں، پس قرآن کو کثرت سے پڑھو تاکہ پاک زندگی حاصل ہو جائے، اس رمضان میں بہت قرآن پڑھو، استغفار بہت کرو، اور اپنی تقصیروں کی معافی اللہ تعالےٰ سے مانگو، اور ارادہ کر لو، کہ ہم اپنے دلوں کی جھانکی دگائیں گے اور جو گناہ کی میل کچیل ہوگی اس کو صاف کر دیں گے، بڑے بڑے آئمہ نے فرمایا ہے کہ سچی اور خلوص بھری عبادت سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، راستبازی کے اختیار کرنے اور حلال اور نیک کمائی سے انسان کا دل پاک ہوتا ہے اور وہ خدا کے قریب ہو جاتا ہے کان رسول اللّٰہ یامر بالصدق والعفاف حضور اس بات پر زور دیا کرتے تھے کہ صدق اختیار کرو اور پیٹ کو عفیف بناؤ۔ معاذ بن جبل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطب مطعمک وکن مستجاب الدعوات اپنے کھانے کو پاک کرو اور مستجاب الدعوات ہو جاؤ یہ ہمارے صادق مصدوق پیغمبر صلعم کا ارشاد ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جو شخص اس پر عمل کرے گا وہ خدا کے قریب ہوگا اور اس کی دعائیں سنی جائیں گی۔

تیسرا فرض — قرآن کی تعلیم

ویعلمھم الکتاب اور محمد رسول اللہ صلعم کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ آپ قرآن کا ترجمہ، قرآن کے مطالب اور تفسیر لوگوں کو سمجھائیں، اس فرض کو آپ نے باحسن وجوہ سرانجام دیا جیسا کہ حدیثوں میں پایا جاتا ہے ہر ایک حدیث قرآن کی کسی آیت کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔

چوتھا فرض — حکمت سکھانا

والحکمۃ۔ یہ ایک ہی کتاب ہے جو مذہب کو حکمت کے رنگ میں پیش کرتی ہے، حکمت کہتے ہیں الاصابۃ فی القول والعمل قول اور عمل میں صحت اور پختگی جو دلائل سے پیدا ہوتی ہے، تو رسول کریم صلعم نے قرآن پڑھ کر بھی سنایا اس کے مطالب بھی سمجھائے اور دلائل وبراہین سے لوگوں کے اعتقاد اور عمل میں پختگی بھی پیدا کی، قرآن میں اس کو کبھی سلطان کہا گیا ہے، کبھی برہان کا نام دیا گیا ہے اور اس کو سمجھنے کے لئے بار بار انسان کے عقل و فہم سے اپیل کی ہے۔

دین میں عقل وبصیرت سے کام لینا اسلام کی خصوصیت ہے

پہلی اقوام کے اندر جو بات چلی آتی تھی کہ دین میں عقل کا کوئی دخل نہیں، اس کے خلاف دین میں عقل وفکر سے کام لینے کا حکم دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اوّل شئی خلقہ العقل پہلی چیز جو خدا نے پیدا کی ہے وہ عقل ہے اس نے انسان کو دماغ دیا ہے تاکہ علوم سیکھے اور سکھائے، پڑھنے پڑھانے اور علم حاصل کرنے کی استعداد ان کے اندر رکھ دی تاکہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہو جائے فرمایا علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی میں بھی اور میرے ماننے والے بھی قرآن کے علوم اور صداقت کے متعلق بصیرت رکھتے ہیں۔

عیسائیت کے خلافِ عقل معتقدات

یہ اعلان کسی مذہبی کتاب میں نہ ملے گا، پادری ایم اے پاس ہو، پی ایچ ڈی ہو، نہیں بتا سکتا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ یسوع مسیح دوسروں کے گناہوں کے لئے پھانسی لگ گیا، اس سے گناہ کس طرح زائل ہو گئے، کسی کے پھانسی پانے سے دوسرے کے گناہ کس طرح زائل ہو سکتے ہیں، ہزارہا بھیڑیں روزانہ ذبح ہوتی ہیں لیکن ان کی وجہ سے کسی کے کوئی ...... گناہ زائل نہیں ہو جاتے، ہر سلطنت میں کئی لوگوں کو پھانسیاں دی جاتی ہیں، کیا ان کی وجہ سے کسی قوم کے گناہ معاف ہو گئے، لیکن وہ کہتے ہیں یہ اسرار دین ہیں، جو سمجھ میں نہیں آسکتے۔ ایک دفعہ میں ویسٹ منسٹر ایبے میں گیا جو لنڈن میں سب سے بڑا گرجا ہے، ان کے اس عقیدہ کو جو شراب اور روٹی سے مسیح کی معیت سے رکھتا ہے، میں نے پہلے کتابوں میں تو اس کا ذکر پڑھا ہوا تھا، وہاں ان کے عمل کو دیکھنے کے لئے گیا، وہاں صبح کی نماز کے وقت ہر شخص کو روٹی کا ایک ایک ٹکڑا دیا گیا اور اس کے بعد ہر شخص کو شراب دی گئی، وہ اس روٹی کے ٹکڑے کو مسیح کا گوشت یقین کر کے کھاتے ہیں اور اس شراب کو مسیح کا خون یقین کرتے ہوئے پیتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے یہ لوگ اور حضرت عیسےٰ ایک جان ہو گئے، اور اسرار کو کوئی کیسے سمجھ سکتا ہے، ایک اعتقاد ہے جس کی معقولیت اور صداقت کا کوئی علم نہ ان کو ہے نہ ان کے باپ دادوں کو مالھم بہ من علم ولا لاٰباءھم، ان کے بزرگان دین سینٹ جیروم ہوں یا ٹرٹولین یا قسطنطین سب اس بارہ میں بے علم لوگ تھے۔

قرآن کا پیدا کردہ انقلاب

وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ایک جہالت طاری تھی جو قرآن کے ذریعہ روشنی میں بدل گئی، شرافت اور طہارت پیدا ہو گئی، دلوں کا تزکیہ ہو گیا، خدا کے قرب کی راہیں کھل گئیں، مسلمان دنیا کے راہ نما بن گئے ہاں مسلمان بادشاہ بن گئے، یہ کس قدر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ یہ رسول اور یہ قرآن ہمیں عطا کیا گیا۔ فالحمد للّٰہ رب العالمین وصلے اللّٰہ تعالیٰ علیٰ رسولہ الکریم۔

خطبۂ ثانی

رمضان شریف میں قرب الٰہی کے دروازے کھل جاتے ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں، آپ اس مہینہ میں اخلاص کے ساتھ عبادت کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں، اور دعائیں کریں، صرف اپنے لئے ہی نہیں، ساری قوم کے لئے دعائیں کریں، آپ نے اللہ اور رسول صلعم کو مانا ہے، اس زمانہ کے مامور کو مانا ہے، آپ کی ذمہ داریاں بہت ہیں، آپ پر بہت اہم فرائض عائد ہیں ان کو پورا کرنے کی کوشش کریں، احکام قرآنی پر عمل درآمد کریں تاکہ اللہ تعالےٰ کی جناب سے آپ پر برکات اُتریں ؂

روزے کی فضیلت

حضرت نبی کریم صاحب نے فرمایا:- روزہ ڈھال ہے سو چاہیئے کہ روزہ رکھنے والا فحش باتیں نہ کرے۔ اور نہ جہالت کی باتیں کرے اگر کوئی اس سے لڑے یا بدگوئی کرے تو وہ دو دفعہ کہدے میں روزے سے ہوں۔ (الحدیث)

علماء ربانی کے رُوحانی مشاہدات

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب مولوی فاضل

مذہب کی غرض

مذہب کی اصل غرض تہذیب نفس ہے اور باطنی قویٰ کو اس طور سے انجلا دینا ہے کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جائیں ایک انسان مجاہدات و پیہم سعی و کوشش سے جتنا جتنا اس میں ترقی کرتا ہے اتنا ہی وہ خدائے قدوس سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا رشتہ خدائے واحد سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ یہ وہ انتہا ہے جہاں کوئی سچا مذہب اپنے پیروکار کو پہنچا سکتا ہے۔ اور یہی وہ غرض ہے جس کے لئے بنی آدم کو پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

یعنی نسل انسانی کو پیدا کرنے کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ خدائے واحد کو پہچانے اور اس کے ساتھ عبودیت کا رشتہ جوڑے۔

یوں تو ہر مذہب میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے انبیاء اور خدا کے برگزیدوں کی صحبت اور ان کے اثر سے یہ مقام حاصل کیا۔ لیکن مذہب اسلام ایک ایسا کامل و مکمل ضابطۂ حیات ہے کہ اس میں تمام نسل انسانی کے لئے ایک ہمہ گیر پیغام ہے۔ اور اس کا سلسلہ قیامت تک ممتد ہے۔ تاریخ اسلام میں کوئی ایسا زمانہ پایا نہیں جاتا جب کہ اس مقام عالی کا کوئی نہ کوئی حامل اس اُمت میں پیدا نہ ہوا ہو۔ اور یہ اسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ جس خطۂ زمین میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا وہاں ہی آپ کی اتباع کی برکت سے خدا رسیدہ اور مطہر ہستیاں پیدا ہوئیں۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کامل اخلاص اور محبت بھرے دل کے ساتھ آپؐ کی اتباع کرے گا وہ یقینی طور پر اس کا محبوب بن جائے گا جیسا کہ فرمایا:-

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

باخدا لوگوں کی مخالفت

اس حقیقت کے باوجود کہ اُمت محمدیہ میں بے شمار ایسے لوگ پیدا ہوئے جو حقیقت محمدیہ کے حامل اور وارث بنے، یہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکثر لوگ ان سے ناآشنا رہے اور ایسے لوگوں کی ہمیشہ مخالفت کی گئی ان بزرگوں کے رُوحانی مشاہدات اور تجربات جہاں مخالفین اسلام پر اسلام کی صداقت کے حق میں ایک حجت ہیں وہاں خود مسلمانوں کے لئے ان میں بہت بڑا علم ہے۔ اور ان کے لئے ایک تحریص ہے کہ وہ بھی مجاہدات کے ذریعہ سے اپنے روحانی قوے کو نشوونما دیں۔ کسی ایک بزرگ کے مشاہدات دوسرے بزرگ اور مقرب الی اللہ کی صداقت کو پرکھنے کے لئے ایک محک کا بھی کام دیتے ہیں۔

مذہبی روایات سے لاعلمی

موجودہ دَور میں مغربی تعلیمات کے زیر اثر ان باخدا بزرگوں کے رُوحانی تجربات اور مشاہدات سے اکثریت بالکل ناواقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام زمان نے اپنے روحانی تجربات و مشاہدات کو بڑے زور سے مخالفین کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن موجودہ مسلمانوں نے اس پر خوش ہونے کے بجائے کہ یہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ثبوت ہے اس کا انکار کر دیا۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ عوام گذشتہ اولیاء کرام کی روایات سے بالکل بے بہرہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ سابق اولیاء کرام کے ذاتی مشاہدات اور تجربات کو عوام کے سامنے پیش کیا جائے تا ان کی روشنی میں امام زمان کا مقام سمجھنے میں آسانی پیدا ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بہت بڑے عالم اور خدا رسیدہ بزرگ تھے اور اپنے زمانہ کے مجدّد تھے انہوں نے رُوحانی عالم میں بڑے بڑے مشاہدات کئے اور ان مشاہدات کو اپنی ایک کتاب "فیوض الحرمین" میں لکھ دیا۔ یہ کتاب عربی میں ہے۔ ان میں سے بعض کا ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

تعلق کی چار صورتیں

دوسرے مشاہدہ کے ماتحت حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

"تمہیں جاننا چاہیئے کہ ایک نفس کی دوسرے نفس کے ساتھ تعلق کی کئی صورتیں اور حالتیں ہوتی ہیں ان میں سے ایک "اتحاد" دوسرے نفس میں گم ہو جانے اور اس نفس کے علاوہ ہر شے کو بھول جانے کی صورت ہے اور اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر نفس خود اپنے آپ کی نفی کرنے کی طرف دھیان دے درآں حالیکہ وہ دوسرے نفس کے ساتھ اتحاد میں ڈوبا ہوا ہو۔ اس سے یہ ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک نفس دوسرے نفس سے الگ ہونے کے باوجود اس کے رنگ میں رنگا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی محسوس ہوگا کہ وہ ہر لحاظ اور ہر جہت سے تو دوسرے نفس کی طرح نہیں البتہ ایک نہ ایک لحاظ اور جہت سے تو دوسرے نفس کا سا ضرور ہے اس صورت کا نام "زویت" ہے۔

ایک نفس کی دوسرے نفس کے ساتھ تعلق کی تیسری صورت یہ ہے کہ ایک پر دوسرے کے جملہ احکام اس طرح غالب آ جائیں۔ کہ اس کے اندر جو قوت ہے وہ بے اثر ہو جائے گویا کہ وہ کہیں چھپ گئی ہے اس حالت میں یہ احکام "اتحاد" اور "زویت" کی دو سابقہ صورتوں کے مقابلے میں بہت کمزور شکل میں رونما ہوتے ہیں چنانچہ اس نفس کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ کچھ اثر تو وہ "طرف غالب" سے لیتا ہے اور تھوڑا بہت اثر نفس کی جہت مغلوب سے آتا ہے۔ دو نفسوں کے تعلق کی اس صورت میں کہا جاتا ہے کہ زید کے نفس نے عمرو کے نفس سے بات کی اور اس نے اس نفس کی بات سُنی۔

دو نفسوں کی تعلق کی چوتھی صورت یہ ہے کہ نفس میں غلبہ و محبت کی جو قوت ہے اس کا اثر و نفوذ سرے سے غائب ہو جائے اور اس کی بجائے اس کا ایک ہلکا سا خیال رہ جائے لیکن یہ خیال ایسا ہو کہ اس سے جو اثرات مترتب ہوں وہ اس قوت کے اصلی احکام کے خلاف اور ان سے الگ ہوں اس صورت میں یہ کہا جاتا ہے کہ ذہن میں ایک صورت آئی اور آئینے کی طرح اس میں نقش ہو گئی۔"

دُعا کی اہمیت

"ملاء اعلےٰ کی طرف سے میرے دل میں بڑے بڑے اسرار القا کئے گئے چنانچہ ان اسرار سے میرا نفس اور نسمہ بھرپور ہو گیا اب میں یہاں ان اسرار کو تمہارے لئے بیان کرتا ہوں، تمہیں چاہیئے کہ ان اسرار کو خوب پکڑو جیسے کوئی چیز دانتوں میں پکڑی جاتی ہے۔

اگر تمہاری خواہش ہو کہ تمہیں ملاء اعلےٰ کے فرشتوں کا جو آپس میں بحث مباحثہ کرتے ہیں کمال حاصل ہو تو اس کے لئے سوائے اس کے کہ تم دُعا کرو اور کثرت سے اپنے رب کی جناب میں عاجزی کرو اور اس سے اپنے پورے ارادے اور دلی ہمت سے سوال کرو اور کوئی تدبیر نہیں۔ اور اس ضمن میں یہ اور بھی بہتر ہے کہ تمہارا یہ سوال کسی ایسی چیز کے متعلق ہو جس کو حاصل کرنے کے لئے تمہارے اندر عقلاً اور طبعاً دو لحاظ سے بڑا اشتیاق پایا جاتا ہو۔ اور پھر یہ چیز جس کا تم سوال کر رہے ہو خود تمہارے لئے اور نیز دوسرے لوگوں کے لئے ترقی و تکمیل ذات کا باعث ہو اور اس سے عام خلق اللہ کو بھی آرام و آسائش پہنچ سکتا ہو، الغرض اللہ تعالےٰ سے ایسی چیز کے سوال کے لئے جب تمہارے اندر دُعا کا ملکہ راسخ ہو جائے اور تم یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالےٰ سے اس چیز کے لئے کس طرح خلوص ہمت سے دُعا کی جاتی ہے تو اس وقت تم سمجھ لو کہ تم ملاء اعلےٰ کے زمرہ میں منسلک ہو گئے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں کہ "جس کے لئے دعا کا دروازہ کھلا گویا اس کے لئے جنت اور رحمت کا دروازہ کھل گیا" اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے"۔ (پانچواں مشاہدہ)

حقیقت نبوّت

"نبوّت کی حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں جب لوگ آپس میں مل کر رہتے ہیں تو ان میں جو کامل تر عاقل تر اور قابل تر ہوتا ہے وہ ان لوگوں پر جو ان سے تدبیر منزل اور سیاست اجتماعی میں کم درجے کے ہوتے ہیں حکومت کرتا ہے۔ یہ رجحان انسانوں کی طبیعت میں داخل ہے اور گویا ان کی عادت سی بن گئی ہے۔ چنانچہ جس طرح لوگوں کو کھانے پینے اور اوڑھنے پہننے گھر بنانے اور مل جُل کر رہنے کی اجتماعی ضرورتوں کا احساس ہوتا ہے اسی طرح وہ اس فطری رجحان کو بھی اپنے دلوں میں بغیر کسی تکلیف کے موجود پاتے ہیں اور یہ چیز مرنے کے بعد برزخ

اور معاد میں بھی اُن کے ساتھ رہتی ہے۔ چنانچہ انسانوں کی یہی وہ فطری خصوصیت ہے جو تدلّی الٰہی کو ایک جسمانی صورت دینے کا باعث بنتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ لوگوں میں سے ایک شخص آگے بڑھتا ہے اور وہ ان کا پیشوا بنتا ہے اور سب اس کی رائے پر چلتے ہیں اور یہ جو تدلّی کی جسمانی صورت ہوتی ہے اس میں رُوحِ الٰہی پھونکی جاتی ہے اور اس سے خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے الغرض یہ ہے شکل نبوت اور رسالت کی۔

نبوّت سے یہاں میری مراد اُس نبوّت سے ہے جو لوگوں کی قیادت ان کی رہنمائی ان سے بحث و جدل اور ان کو مسخر کرنے کے متعلق ہے نہ کہ وہ نبوّت جس سے فقط علوم کا فیضان ہوتا ہے اور گو بالواسطہ اس سے لوگ مطیع بھی ہو جاتے ہیں اور اس نبوّت سے میری مراد یہاں وہ نبوّت بھی نہیں جو سب پر جامع اور سب لوگوں کے لئے بطور شاہد کے ہوتی ہے، جیسے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت تھی۔"

(چوتھا مشاہدہ)

حقیقت محمّدیہ کا بروز

"اس سلسلہ میں مَیں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو دیکھا کہ آپؐ اپنے جوہر رُوح اپنی طبیعت اپنی فطرت اور جبلت میں سرتاسر مظہر بن گئے ہیں اس عظیم الشان تدلّی کا جو کہ تمام بنی نوع بشر پر حاوی ہے اور میں نے دیکھا کہ اسی حالت میں پہچاننا مشکل ہو گیا ہے کہ ظاہر اور مظہر یعنی ظاہر ہونیوالی چیز اور جس چیز میں کہ اس کا اظہار ہو رہا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ چنانچہ یہی وہ تدلّی ہے جسے صوفیا نے "حقیقت محمدیہؐ" کا نام دیا ہے۔ اور اس کو وہ "قطب الاقطاب" اور "نبی الانبیاء" کا نام بھی دیتے ہیں۔ غرضیکہ یہ حقیقت محمدیہ عبارت ہے اللہ تعالیٰ کی اس تدلّی کے مظہر بشری میں ظہور سے چنانچہ جب کبھی عالم مثال میں اس تدلّی کی حقیقت متمثل ہوتی ہے تاکہ وہ عالم مثال سے بنی نوع انسان کے لئے عالم اجسام میں ظاہر ہو تو حقیقت محمدیہ کے اس بروز کو قطب یا نبی کا نام دیا جاتا ہے۔ (دسواں مشاہدہ)

فنا فی الرّسول اور محدّثیت

"میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس سے کسب فیض کیا تو اس سے میرے نفس میں بڑی وسعت پیدا ہو گئی اور اس کی وجہ سے میں آپ کی وراثت کے ضمن میں تدلّی اعظم کے اس مثالی مظہر سے جا ملا جو آپ کے ساتھ عالم مثال سے عالم ناسوت میں منتقل ہوا تھا چنانچہ میں اس مظہر سے متصل ہوا اور اس سے گھل مل گیا اور اس سے میں مخلوط ہو گیا .... اس موقعہ پر میرا نام "زکیؔ" اور "نقاط علم کا آخری نقطہ" رکھا گیا .... الغرض جو شخص تدلّی اعظم کے اس مثالی مظہر کو اس طرح اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اس کے مقامات میں سے مجددیت وصایت قطبیت اور طریقت کی امامت ہے۔ اور اس شخص کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے بعد بھی اس کا نام باقی رہتا ہے۔ یہ ایک عمیق راز ہے تمہیں چاہیئے کہ اس میں خوب غور کرو۔"

(پندرھواں مشاہدہ)

"مدینہ منورہ میں پہنچنے کے تیسرے دن بعد پھر میں روضۂ اقدس پر حاضر ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دونوں ساتھیوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو سلام کیا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ جو فیضان فرمایا تھا اس سے مجھے بھی مستفید فرمایئے میں خیر و برکت کی امید لے کر آپؐ کے حضور میں آیا ہوں اور آپؐ کی ذات رحمۃ للعالمین ہے میں نے اتنا عرض کیا تھا کہ آپ حالت انبساط میں میری طرف ملتفت ہوئے کہ میں یوں سمجھا کہ گویا آپؐ نے اپنی چادر میں مجھے لے لیا ہے اس کے بعد آپ نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر خوب بھینچا اور آپ میرے سامنے رونما ہوئے اور مجھے اسرار و رموز سے آگاہ فرمایا۔" (دسواں مشاہدہ)

"اس کے بعد خوشبو کی ایک اور لپٹ آئی اور اسی کے ذیل میں مجھے اپنے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت ملی کہ میں انبیا کے طریقے کو اختیار کروں اور ان کے بار ہائے گران کو اٹھاؤں اور ان کی خلافت کے لئے کوشاں رہوں اور میں لوگوں کو تعلیم ارشاد دوں نرمی و شفقت سے دوں اور ان کی بہبودی کے لئے دعا کروں اور خدا سے وہ چیز طلب کروں جس میں لوگوں کی ظاہری و باطنی دونوں لحاظ سے بھلائی ہو۔ (اکتیسواں مشاہدہ)

"میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے خود اپنا نور دیکھا جو بڑا عظیم الشان تھا اور جس نے تمام اقلیموں کو ڈھانپ لیا اور ان اقلیموں میں رہنے والوں پر اس کی روشنی غالب آگئی اور اس سے میں یہ سمجھا کہ قطبیت جو مجھے دی گئی ہے نور ہے اور قطبیت سے میری مراد ارشادیت سے ہے اور یہ قطبیت ہی کا نور ہے جس کی روشنی سب پر غالب آگئی اور اس پر کسی کی روشنی غالب نہیں آتی اور اس کا نور سب کو زیر کرتا ہے۔ لیکن وہ خود کسی سے زیر نہیں ہوتا۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو یہ نور اپنے اثر میں نہ لا سکے، لیکن خود اس کی یہ حالت ہے کہ وہ کسی کے اثر میں نہیں آتا۔"

(چونتیسواں مشاہدہ)

"علاوہ ازیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ "عظموت" کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور "جبروت" سے مشابہ ہیں اور آپؐ کی ذات اقدس حامل ہے بہت سی لطافتوں کی اور یہ لطافتیں ایک تو خود آپ کے ذاتی کمالات میں سے ہیں، اور دوسرے جو مختلف استعدادوں کے لوگ آپؐ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کی ان استعدادوں کے اعتبار سے بھی آپ میں یہ لطافتیں موجود ہیں چنانچہ اس مجلس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنی اجمالی مدد سے سرفراز فرمایا اور یہ اجمالی مدد عبارت تھی مقام مجدّدیت وصایت اور قطبیت ارشادیہ سے یعنی آپؐ نے مجھے ان مناصب سے نوازا اور نیز مجھے شرف قبولیت عطا فرمایا اور امامت بخشی۔" (دسواں مشاہدہ)

محدّثیت

"......الغرض یہ رسول اور جو کچھ کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے لے کر آتا ہے وہ اس تدلّی کے مظہر کا عنوان بنتے ہیں اور یہ مظہر فی نفسہ اصل حقیقت کی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ جب کبھی تدلّی کے مظاہر میں سے کوئی مظہر بروئے کار آتا ہے تو اسی مظہر کی مناسبت سے لوگوں میں علوم و معارف کا ظہور ہوتا ہے اب یہ دوسری بات ہے کہ لوگوں کو اس کا سرے سے علم ہی نہ ہو کہ یہ علوم و معارف تدلّی الٰہی کے اسی مظہر کا فیضان اور اسی کے مناسب اور مطابق ہیں وہ لوگ جن پر ان علوم و معارف کا ظہور ہوتا ہے اگر وہ اس گروہ میں سے ہوں جن کا کام کسی رسول کے کلام سے مسائل کا استنباط کرنا ہوتا ہے تو یہ احبار اور رہبان کی جماعت ہو گی اور اگر وہ اس گروہ میں سے ہو جن کی اس طرح ان مسائل کے استنباط کی طرف توجہ نہیں ہوتی بلکہ وہ براہ راست اللہ تعالےٰ سے اخذ علم کی ہمت رکھتے ہیں تو یہ حکماء اور محدّثین کی جماعت ہے .... تدلّی الٰہی اس طرح ظہور فرمائی دراصل اللہ تعالےٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے ورنہ جہاں تک رسول کی تبلیغ و اشاعت کا تعلق ہے اس کا توحلقہ ظاہر ہے بڑا محدود ہوتا ہے یعنی اس کی آواز ایک قوم سنتی ہے اور دوسری قوم تک اس کی آواز نہیں پہنچتی اور وہ اس سے محروم رہتی ہے لیکن اس تدلّی کا فیض عام ہے اور اس سے احبار اور رہبان اور حکماء اور محدّثین برابر اخذ علم کرتے ہیں۔" (گیارہواں مشاہدہ)

محدث سے اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کھڑا ہوا اور میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور بڑی عاجزی سے میں نے آپؐ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے اور اپنی رُوح کو آپؐ کی روح اقدس سے متصل کر دیا۔ چنانچہ آپؐ کی رُوح قدس سے ایک بجلی چمکی اور میری رُوح نے لمحہ بھر میں یا اس سے بھی کم مدت میں اس بجلی کو اچھی طرح سے اپنے اندر جذب کر لیا۔ مجھے اس پر تعجب ہوا کہ میری رُوح نے کتنی جلدی اس بجلی کو جذب کر لیا ہے اور یہ کس طرح اس بجلی کی اصل اس کی فرع اور اس کے تمام اطراف پر آن واحد میں بلکہ اس سے بھی کم مدت میں حاوی ہو گئی ہے یہ بجلی گویا تجلی تھی قدرت کے اس سلسلۂ دراز کی جس میں کہ یہ تمام کا تمام عالم بندھا ہوا ہے میں نے دیکھا کہ یہ تجلی آپ کی روح کے اصل جوہر میں داخل ہے اور یہ سلسلہ دراز عبارت ہے اس تدبیر واحد سے جس کا کہ مبدائے اوّل فیضان ہوتا ہے اور یہ سارے کا سارا عالم بس اس کی تفصیل ہے اور اس سلسلہ دراز کی فروع وہ ... وہ تفصیلی تدبیریں ہیں جن پر یہ سارا عالم قائم ہے اس وقت میں یہ سمجھا کہ یہی سلسلہ دراز اصل حقیقت ہے "حقیقت محمدیہ کی" اور جو بھی قطب محدث یا نبی ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے کلام کرتا ہے تو اس کو اسی حقیقت محمدیہ سے حصہ ملتا ہے۔" (سولہواں مشاہدہ)

(باقی آئندہ)

ولادت مسیح کے متعلق حضرت مسیح موعود کا مذہب

مولنا عبداللہ جان صاحب نیازی

ولادت مسیح پر عبدالرؤف لودھی صاحب کا ایک مضمون قبل ازیں ۹ مارچ کی اشاعت میں درج ہو چکا ہے، ذیل میں اسی موضوع پر مولنا عبداللہ جان صاحب نیازی بنے حضرت مسیح موعودؑ کے نقطہ نظر کو واضح کیا ہے، اگرچہ یہ مسئلہ ان اعتقادی مسائل میں سے نہیں جن کا ہماری عملی زندگی پر کوئی اثر ہو، تاہم اس کی علمی حیثیت اور بعض اہم مذہبی پہلوؤں کے پیش نظر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون میں جس دوسرے نقطہ نگاہ کو پیش کیا گیا ہے، وہ بھی قارئین کرام کے سامنے آجائے۔

مضمون کے آخر میں ہم اپنے خیالات بھی عرض کریں گے، جس کے بعد فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہوئے اس بحث کو ختم کر دیا جائے گا۔

"پیغام صلح" مؤرخہ ۹ مارچ کی اشاعت میں مسٹر عبدالرؤف صاحب کا ایک مضمون درباره ولادت مسیح شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے حضرت امیر مرحوم کی تفسیر کا اقتباس دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن باپ نہ تھے بلکہ یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ حضرت امیر مرحوم سے پہلے بھی بعض مشہور لوگوں نے اس خیال کی تائید کی ہے مثلاً سر سید مرحوم اور ان دونوں کی تحریروں کا اقتباس پیر شمس الدین صاحب نے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیا ہے "آیات صریح فی ولادت مسیح" جو شمس بکڈپو مصری شاہ لاہور سے مل سکتی ہے۔

عبدالرؤف صاحب نے تین الفاظ پر زور دیا ہے (۱) احصنت فرجھا سے یہ مراد لی ہے کہ حضرت مریم نے نکاح کر لیا تھا۔ (۲) اگر حضرت مسیح کی ولادت بن باپ مانی جاوے تو اس غیر معمولی پیدائش کو مسیحی لوگ ان کے ابن اللہ ہونے پر محمول کرتے ہیں (۳) وہ پھر لکھتے ہیں کہ کمال حیرت ہے کہ کھسیا ہوا مسلمان بھی یہ لکھ کر حقیقت سے گریز کرتا ہے کہ اجی یہ تو یہودیوں کی سزا کے لئے کرامت تھی اور معجزہ تھا (امید ہے یہ مضمون پڑھ کر عبدالرؤف صاحب حضرت مسیح موعود کو دلیل نمبر ۳ سے مستثنے فرمائیں گے)

اب احمدیوں کو کونسا راہ اختیار کرنا چاہیئے۔ حضرت صاحب حکم اور عدل ہو کر تشریف لائے۔ حضرت صاحب کا جب مشن ہی کسر صلیب تھا تو اس مسئلہ میں ہم حضرت صاحب کے معنی قبول کریں یا کسی اور خیال کو؟ حضرت صاحب فرماتے ہیں:-

(۱) انہوں نے (یہودیوں نے) خدا کے نورانی بندوں کی قدر نہ کی اس لئے حضرت عیسیٰ پر اس سلسلہ کو ختم کر دیا۔ یہ حکم رضامندی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ناراضگی کی وجہ سے تھا خود حضرت مسیح کی پیدائش بطور نشان کے تھی یعنی وہ بن باپ پیدا ہوئے۔ چونکہ نسل باپ سے جاری ہوتی ہے اس لئے حضرت عیسیٰ کو بن باپ پیدا کر کے خدا نے بنی اسرائیل کو متنبہ کر دیا کہ تمہارے شامت اعمال کی وجہ سے اس سلسلہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ .... جو یہ کہتا ہے کہ ان کا باپ تھا وہ خدا تعالےٰ کے قانون کو توڑتا ہے اور خدا تعالےٰ کے اس نشان کی جو ان کی پیدائش میں رکھا ہوا تھا بے حرمتی کرتا ہے، غرض مسیح کا بن باپ پیدا ہونا بطور ایک نشان کنندہ کے تھا۔ (ملفوظات احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۸۸-۸۹)

(۲) میں ہمیشہ سے اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ بے باپ پیدا ہوئے تھے اور ان کا بے باپ پیدا ہونا ایک نشان تھا اس بات پر کہ بنی اسرائیل کے خاندان میں نبوت کا خاتمہ ہوتا ہے" (صفحہ ۲۶۴)

ممکن ہے بعض دوست یہ خیال کریں کہ ان تقریروں پر کامل اعتماد نہیں رکھا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت صاحب کے الفاظ کو قلمبند کرتے ہیں غلطی ہو گئی ہو۔ زیر زبر کی تو غلطی ہو سکتی ہے لیکن اگر کوئی تقریر کر رہا ہو کہ حضرت عیسےٰ بے باپ نہ تھے تو رپورٹر کیسے لکھ سکتا ہے کہ وہ بے باپ تھے۔ لیکن زیادہ صحیح نتیجہ اور یقین تک پہنچنے کے لئے کہ حضرت صاحب کا مذہب یہی تھا کہ حضرت مسیح بن باپ تھے میں ان کی کتب میں سے ایک دو حوالے پیش کرتا ہوں":-

(۳) انہ لعلم للساعة کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ الساعة سے قیامت مراد نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی قیامت مراد ہے یعنی وقت انتقال نبوت۔ ما کان له أبٌ من بنی اسرائیل الا اُمّهٗ وکذالك خلق الله من غیر أب واوحی فیه الیٰ ما اوحی وکان ذالك آیةً وعلمًا للیهود واخبارًا لهم فی امرٍ قد اختفی وارهاصًا لظهور نبیّنا خیر الوریٰ۔ ترجمہ:- عیسیٰؑ کا بنی اسرائیل میں سوائے ماں کے کوئی باپ نہ تھا۔ اس طرح خدا نے ان کو بے باپ پیدا کرنے میں ایک اشارہ فرمایا۔ کہ یہ ایک نشان اور دلیل تھی یہود کے لئے اور اس میں ایک پوشیدہ خبر تھی اور وہ راز یہ تھا کہ بنی اسرائیل سے اب نبوت جاتی رہے گی اور ہمارے پیغمبر کے لئے ارہاص تھا۔ حاشیہ میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ دیا ہے:-

"مریم ایک بیٹا جنی جو بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا پھر اس کے حق میں کہا گیا جو کہا گیا اور طرح طرح کی باتوں سے اسے دکھ پہنچایا گیا (یہودیوں کے حضرت مریم پر بہتان کی طرف اشارہ ہے) پس یہ دونوں امر نقل نبوت کی گھڑی پر ایک دلیل تھے اور نیز اس بات پر کہ اس فرقہ کو (یہودیوں) عذاب پہنچایا جائے گا پس یہودیوں کو دو ذلتیں پہنچیں، ایک یہ کہ نبوت کے باغ سے خارج کر دیئے گئے اور نبوت بنی اسمٰعیل میں منتقل ہو گئی اور دوسری ذلت اور عذاب بادشاہوں کے ذریعہ سے ان کو پہنچا بلکہ ہر ایک بادشاہ کے ذریعہ سے اس وقت تک اور اس میں اہل علم اور عرفان کے لئے نشان ہے۔ (خطبہ الہامیہ)

(۴)- اور پھر آگے فرماتے ہیں (ترجمہ عربی عبارت) ہم کہتے ہیں کہ انسان کا بن باپ پیدا ہونا عادت اللہ میں داخل ہے اور ہم اس کو قبول نہیں کرتے کہ یہ خارج از عادت ہے اور نہ وثوق ہے کہ اس بات کو قبول کیا جاوے کس لئے کہ انسان کبھی عورت کے نطفہ سے بھی پیدا ہوتا ہے اگرچہ بات نادر ہو (یعنی نادر الوقوع ہے) اور یہ امر قانون قدرت سے بھی خارج نہیں ہے بلکہ ہر قوم میں اس کی نظیریں پائی جاتی ہیں اور اہل تجربہ طبیبوں نے ایسی نظیروں کا ذکر کیا ہے ہاں ہم یہ قبول کر سکتے ہیں کہ بغیر باپ پیدا ہونا قلیل الوقوع امر ہے۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۴۸)

خطبہ الہامیہ کے متعلق حضرت صاحب فرماتے ہیں:-

"وانی علمتها من ربّی وکانت آیةً" یہ علم مجھے میرے رب نے دیا ہے اور بطور ایک نشان ہے۔

(۵) تریاق القلوب میں حضرت مسیح سے اپنی مماثلت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ آپ میں اور حضرت مسیح ناصری کے درمیان چار مماثلتیں ہیں (۱) ایک اجنبی حکومت کے ماتحت تھے (۲) وہ سلسلہ موسوی کے آخری نبی تھے (۳) انہوں نے تلوار استعمال نہیں کی (۴) وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں تھے۔ نمبر ۴ کے بالمقابل اپنی مماثلت کے ذکر میں فرماتے ہیں مسیح موعود سلسلہ محمدیہ کا آخری خلیفہ ہے اور قریش سے نہیں۔

(۶) عبدالرؤف صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ بن باپ پیدائش کو مسیح کی الوہیت کے لئے دلیل ٹھہرایا جاتا ہے اس کا جو جواب قرآن شریف میں ہے۔ اور جو حضرت صاحب نے حقیقت الوحی میں بیان فرمایا ہے:-

"ہمارے مخالفوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب سے محفوظ رہ کر آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ گئے یہ ایسا اعتقاد ہے جسے قرآن شریف سخت اعتراض کا نشانہ ٹھہراتا ہے کیونکہ قرآن شریف ایک جگہ عیسائیوں کے ایسے دعاوی کو جن سے حضرت عیسیٰ کی خدائی ثابت کی جاتی ہے رد کرتا ہے جیسا کہ قرآن شریف نے حضرت عیسےٰ کے بغیر باپ پیدا ہونا جو کہ اس کی خدائی پر دلیل پیش کی جاتی ہے یہ کہہ کر رد کیا کہ ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون اور پھر عربی میں حقیقت الوحی (الاستفتاء) کے صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں۔ واذ قالت النصاریٰ ان عیسیٰ ابن الله بما تولد من غیر أب وکانوا به یتمسکون فاجابهم الله بقوله ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل آدم

خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔

(۷) متی۔ مرقس۔ یوحنا اور لوقا کی چار انجیلوں میں سے دو میں یعنی متی اور لوقا کی انجیلوں میں حضرت عیسیٰ کا شجرہ نسب دیا ہوا ہے۔ اور چاروں انجیلوں میں حضرت عیسیٰ اپنے آپ کو ابن آدم کہتے ہیں۔ متی کی انجیل میں داؤد تک شجرہ نسب دیا ہوا ہے اور لوقا میں حضرت آدم تک پہنچا کر لکھتا ہے آدم جو خدا کا بیٹا تھا۔ قرآن کریم کا جواب یہ ہے کہ اگر بن باپ ہونے سے کوئی اللہ ہوسکتا ہے تو پھر حضرت آدم بیٹا ہونے کے لئے زیادہ مستحق ہے۔ ہاں جس رنگ میں آدم کو تم بیٹا مانتے ہو اسی رنگ میں مسیح اور دیگر انبیاء بیٹے کہلا سکتے ہیں۔ انجیل میں جا بجا حضرت مسیح اپنے آپ کو ابن آدم کہتے ہیں ابن یوسف کیوں نہیں کہتے۔ لوگوں کا ان کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا تحقیر کے لئے تھا ورنہ اگر وہ اسکو یوسف کا بیٹا مانتے تو حضرت مریم پر پھبتیاں نہ اڑاتے۔

(۸) پھر حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی حیثیت نہیں ہے بلکہ میری حیثیت سنن انبیاء کی حیثیت ہے۔ مجھے ایک سماوی آدمی مانو تو پھر یہ سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی ہیں ایک دم میں طے ہوسکتی ہیں جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر حکم بن کر آیا ہے جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا وہ صحیح ہوں گے اور جس حدیث کو وہ صحیح قرار دیگا وہی حدیث صحیح ہو گی۔ (اب عبدالرؤف صاحب جانیں خواہ حضرت صاحب کو سماوی آدمی مانیں یا ایک معمولی مولوی۔) اور پھر فرماتے ہیں:۔

(۹) تفسیر قرآن میں دخل دینا بہت نازک امر ہے مبارک اور سچا دخل اس کا ہے جو خدا کے روح القدس سے مدد لے کر دخل دے۔ ورنہ علوم مروجہ کی شیخی پر لکھنا دنیا داروں کی چالاکیاں ہیں"

اب جو حضرت مسیح موعود کو مامور من اللہ اور حکم و عدل مانتا ہے وہ تو یہ نہیں کرسکتا کہ مجدد زمان کو معمولی مولوی سمجھتے ہوئے کسی دوسرے کو ان کا مقام دیدے۔ اگر حضرت صاحب نے اس بارہ میں کچھ نہ لکھا ہوتا تو اور بات تھی اور پھر اردو میں اور عربی میں بالخصوص اس کتاب میں جو الہام کی تب پر لکھی گئی اور جس کا نام ہی خطبہ الہامیہ ہے۔ اور جس کے عنوان میں آپ فرماتے ہیں:۔

بل ھی حقائق اوحیت الیّ من ربّ الکائنات ...... ولیس من العجب ان تسمع من خاتم الائمۃ نکاتا ما سمعت من قبل من علماء الملّۃ بل العجب کل العجب ان یاتی المسیح الموعود والامام المنتظر وحکم الناس وخاتم الخلفاء۔ ثم لا یاتی بمعرفۃ جدیدۃ من حضرۃ الکبریا ویتکلم کتکلم العامۃ من العلماء ولا یفرق فرقا بیّنا بین الظلمۃ والضیاء۔

ترجمہ:۔ یہ وہ حقائق ہیں جو ربّ کائنات کی طرف سے مجھے وحی کئے گئے ہیں...... اور یہ تعجب کی بات نہیں کہ تو خاتم الائمہ سے ایسے پُر معارف نکات سنے جو تو نے اس سے پہلے علماء ملت سے نہ سنے ہوں، تعجب اور کامل تعجب کی بات تو یہ ہوتی ...... کہ مسیح موعود امام منتظر۔ حکم اور خاتم الخلفاء کا ظہور ہوتا اور خدا تعالےٰ کے حضور سے کوئی نئے معرفت کے نکات ساتھ نہ لاتا اور اس کا کلام عام علماء کے کلام کی طرح ہوتا اور نہ تاریکی اور ظاہر روشنی میں کوئی بیّن فرق نہ ہوتا۔

احصنت فرجہا کے معنے

احصنت فرجہا کے لفظی معنے ہیں اس عورت نے قید میں رکھا اپنے فرج کو، اور یہی معنی احصان کے ہیں۔ اصل معنی اس کے معصومیت کے ہیں۔ پاکدامن عورت محصنت کہلاتی ہیں خواہ وہ شادی شدہ ہوں خواہ نہ شادی شدہ والتی احصنت فرجہا فنفخنا فیہا من روحنا۔ وجعلنٰہا وابنہا اٰیۃ للعالمین۔ اگر یہاں اس کے معنے کئے جاویں وہ جس نے نکاح کر لیا...... ہم نے اسکو اور اس کے بیٹے کو دنیا کے لئے نشان بنایا تو یہ کیا معنے ہوئے۔ کمال معصومیت کے لئے "غیر معمولی انعام کے عطا کئے جانے کے تو کچھ معنی ہوتے ورنہ یوں تو ہر عورت شادی کرتی ہے تو اس کے بیٹا ہوتا ہے اور وہ دونوں کوئی نشان نہیں ہوتے۔ عصمت محفوظ رکھنے کے معنی لئے جاویں تو فقرہ بامعنی بنتا ہے۔ جو حدیث عبدالرؤف صاحب نے مضمون کے آخر میں لکھی ہے اس میں بھی یہی معنی ہیں کہ نکاح سے آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں اور فرج محفوظ۔

مریم صدیقہ پر یہ اتہام نہیں تھا کہ اس نے شادی نہیں کی۔ ان پر بہتان عصمت فروشی کا تھا جس کا ازالہ قرآن کریم نے صدیقہ کے لفظ سے اور قولہم علیٰ مریم بہتانا عظیماً سے کیا ہے۔ اور فقرہ ۳ مندرجہ بالا میں حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل پر دو لعنتیں وارد ہوئیں ایک پاک نبوت سے ان کا اخراج دوسرے...... بادشاہی کا ان سے چھینا جانا محصنت کے معنی ہیں (۱) آزاد اور پاکدامن عورتیں (۲) جو قید نکاح میں آجاویں۔ (۱) پاک دامن اور عصمت کے معنے ان آیات قرآنی سے ثابت ہوتے ہیں:۔

لا تکرہوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں بدکاری پر مجبور مت کرو (النور) الذین یرمون المحصنت الغٰفلٰت المؤمنٰت الخ جو لوگ پاک دامن اور بے خبر مومنہ عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں دنیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت سے محروم کئے جاویں گے (النور) ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنت المؤمنٰت فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنٰت۔ اور تم میں سے جس کو پاکدامن آزاد عورت سے نکاح کرنے کی مقدرت نہ ہو تو ان مومنہ لونڈیوں سے نکاح کرے جو جنگ میں ہاتھ آئی ہیں (النساء) غیر پاک دامن سے تو نکاح جائز نہیں۔ والزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذالک علی المؤمنین (النور)

(۲) قید نکاح کے لئے بھی احصان اور محصنت کا محاورہ قرآن کریم میں آیا ہے فاذا احصن (النساء) جب قید میں آجاویں یا قید نکاح میں آجاویں۔

محصنت کے معنی شادی شدہ اس آیت میں کرکے دیکھیں کہ کہاں تک درست ہے۔ استعارہ کے طور پر یہ ان معنی میں استعمال ہوتا ہے اس کو اصلی معنوں میں اگر استعمال کیا جاوے تو دیکھو کیا فساد پیدا ہوتا ہے۔ پہلے ہی فرقہ احمدیہ میں استعارہ اور حقیقت کے درمیان تمیز نہ کرنے سے کافی فساد پیدا ہوا ہے۔ اب ذیل کی آیت کو دیکھ لیجئے:۔

الیوم احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لہم والمحصنت من المؤمنٰت والمحصنت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم (المائدہ)

اس آیت میں محصنت کے معنی آزاد اور پاک دامن عورتوں کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے اس لئے ثابت ہوا محصنت کے حقیقی معنی یہی ہیں اور منکوحہ کے لئے بطور استعارہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے ورنہ اس آیت کے یہ معنے ہوں گے تمام منکوحہ مومن عورتیں اور اہل کتاب کی منکوحہ عورتیں تم پر حلال ہیں جو کہ کسی مسلمان کہلانے والے کا مذہب اور نظریہ نہیں۔

حضرت مریم ازروئے قرآن معصومیت کا نشان ہیں

حضرت مریم کا نام ہی کمال معصومیت کے لئے قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ جہاں کامل مومنین کو حضرت مریم سے مشابہت دی ہے۔ جو اولیاء اللہ مقام مریمیت پر پہنچتے ہیں اور اس سے ترقی کرکے مقام مسیحیت پر پہنچتے ہیں تو وہ مخاطبات الٰہیہ کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ ان میں روح یعنی کلام الٰہی کا نفخ ہوتا ہے جیسے قرآن شریف میں آیا ہے ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا یہاں فیہ ہے یعنی وہ مومن نہ حضرت مریم کیونکہ مریمیت سے جب کوئی مومن کامل گذرتا ہے اور مقام مسیحیت پر پہنچے تو شرف مخاطبہ سے مشرف ہوتا ہے۔ حضرت صاحب نے بھی اسکو واضح کیا ہوا ہے اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم نے بھی مجدد اعظم کے صفحہ ۲۳۶ پر اس پر بحث کی ہے حضرت مسیح موعود نے خلاصہ کے طور پر حقیقۃ الوحی (مطبوعہ قادیان سال ۱۹۰۷ء) کے صفحہ ۷۲ پر بیان کیا ہے کہ:۔

"خدا تعالےٰ کا پاک کلام جو میری کتاب براہین احمدیہ کے بعض مقامات میں لکھا گیا ہے اس میں خدا تعالےٰ نے بتصریح ذکر کر دیا ہے کہ کس طرح اس نے مجھے عیسیٰ بن مریم ٹھہرایا۔ اس کتاب میں پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور بعد اس کے ظاہر کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے رُوح پھونکی

گئی اور پھر فرمایا کہ روح پھونکنے کے بعد مریمی مرتبہ عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہو گیا اور اس طرح مریم سے عیسٰی پیدا ہو کر ابن مریم کہلایا۔ چنانچہ حضرت صاحب کا الہام ہے:-

"یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ"

پھر الہام ہے:-

"الحمد للّٰہ الذی جعلک المسیح ابن مریم لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔"

(۲) نبوت کے مقام سے نیچے صدیقیت کا مقام ہے۔ یعنی صدیقیت کے مقام سے گذر کر ماموریت کا مقام آتا ہے اس لئے قرآن کریم میں حضرت مریم کو صدیقہ کا بھی خطاب دیا گیا چنانچہ حضرت صاحب لکھتے ہیں:-

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں ایک سیرت صدیقی کی کھڑکی کھلی ہے"

(ایک غلطی کا ازالہ)

ہندوستان کا وہ جلیل القدر ولی اللہ - خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی رحؒ جس نے اپنے مسیحائی دم سے ہندوستان کے مردے زندہ کئے اپنے کلام میں مقام مریمیت کا ذکر فرماتے ہوئے اسکو ہنڈولے سے جس کو پنجابی میں پنگوڑہ کہتے ہیں یوں تشبیہ دیتے ہیں ؎

جان چو مسیح گردد از مہد مریمی
با روح قدس تا بفلک ہم عنان بود

مہد کے معنے ہیں تیاری کی جگہ۔ ومھدت لہ تمھیدا (مدثر $\frac{۲۹}{۱۵}$) دوسرے معنی زمین اور بچھونا والذی جعل لکم الارض مھدا۔ الم نجعل الارض مھادا۔ بہرحال شعر کے معنی یہ ہوئے کہ روح جب مریمیت کی گود سے نکلے تو آسمان تک روح القدس کی معیت اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ مولانا روم بھی فرماتے ہیں ؎

ہمچو مریم جان ازاں آسیب جیب
حاملہ شد از مسیح دلفریب
پس ز جان جان چو حامل گشت جان
از چنیں جانے شود حامل جہاں

بن باپ پیدا ہونے کے کئی مدعی ہیں۔ یہ عیسائیوں کا فرض ہے کہ ان کو غلط ثابت کریں، چنانچہ چنگیز خاں کی نسبت اس کی ماں کا دعوٰے تھا کہ وہ بغیر باپ پیدا ہوا اور اس کا دعوٰے تھا کہ ایک نور سے حاملہ ہوئی اور اس سے مجھے یہ بچہ پیدا ہوا اور اس کی قوم نے جو اس کے اخلاق اور چال چلن سے بخوبی واقف تھے اس کا کوئی انکار نہیں کیا۔ اسی طرح منچو خاندان کے مورث اعلیٰ کی نسبت تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی پیدائش بھی اسی قسم کی تھی چنانچہ لکھا ہے کہ اس خاندان کی ایک عورت نے دعوٰے کیا کہ وہ دریا پر گئی تھی اور وہاں ایک نور سے حاملہ ہوئی اور اس کا ثبوت اس عورت نے یہ دیا کہ میں قبل از وقت بتاتی ہوں کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور وہ تیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے موجودہ چین کی بادشاہت کو تباہ کر کے خود بادشاہ بن جاوے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ہمارے ملک میں جولائی اگست میں مون سون چلتی ہے اور بارشیں ہوتی ہیں، اسی طرح سردیوں میں دسمبر جنوری میں۔ اس سنت میں کئی کئی سال تک تبدیلی آ جاتی ہے اور کئی کئی سال دنیا کے کئی ملکوں پر قحط آ جاتا ہے اور سنت مستمرہ کے ماتحت بارشیں نہیں ہوتی ہیں تو یہ کہنا کہ سنت مستمرہ کے خلاف نہیں ہو سکتا اور سنت اللہ میں تبدیلی نہیں آ سکتی صحیح نہیں۔ قحط کا آنا اور سنت مستمرہ کے خلاف بارشوں کا معیاد اوقات اور موسم میں نہ ہونا بھی اس قانون کا ایک حصہ ہے اور تصرف الٰہی کے لئے ایک دلیل ہے۔ اسی طرح بن باپ پیدا ہونا بھی سنت الٰہی میں داخل ہے جس کی مثالیں اکثر قوموں میں پائی جاتی ہیں۔

یہ خیال کہ مسیح بن باپ پیدا نہیں ہوئے اور نہ کوئی ہو سکتا ہے نیچریوں کا خیال ہے اور ان کے متعلق حضرت صاحب فرماتے ہیں:-

"ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح بن باپ تھے اور اللہ تعالےٰ کو سب طاقتیں ہیں نیچری جو یہ دعوٰے کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا بڑی غلطی کرتے ہیں ایسے لوگوں کا خدا مردہ خدا ہے ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی (سرسید دعا اور قبولیت دعا کے قائل نہیں تھے) جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا ہے ہم ایسے آدمی کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں"

(سلسلہ تصنیفات ص ۳۳)

ایک سنت تھی کہ رسول کے بعد رسول آتے رہے ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہٖ بالرسل - اور پھر قد جاءکم رسولنا یبین لکم علیٰ فترۃ من الرسل رسولوں کے آنے میں توڑ پڑنے کے بعد رسول اکرمؐ اور حضرت عیسٰے کے درمیان ۶۰۰ سال میں دنیا میں کسی جگہ کسی رسول کے ظہور کا تاریخی ثبوت نہیں۔ پھر انبیاء کا آنا بند ہوا اور مجددین کا سلسلہ شروع ہوا یہ سب سنت اللہ میں شامل ہیں۔ بعض مرغیوں کا بغیر جوڑ کے انڈے دینا ایک معروف بات ہے۔ سبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شیء وھو علیٰ کل شیء قدیر۔

پیغام صلح } مولانا عبداللہ جان صاحب نیازی نے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات نقل کرتے ہوئے ان سے جو نتائج اخذ کئے ہیں، ان کے بارہ میں ہم صرف اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا اعتقاد جیسا کہ آپ کی تحریرات سے ظاہر ہے بیشک یہی تھا کہ مسیح علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے لیکن آپ کی زندگی ہی میں بعض افراد جماعت ان کی باباپ ولادت کے بھی قائل تھے اور اس پر بحثیں بھی کرتے تھے، جن میں سے ایک شیخ قمرالدین صاحب جہلمی بھی تھے، لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے ایسے لوگوں کو کبھی...... اسلام سے اور نہ جماعت سے خارج کیا حالانکہ بعض لوگوں نے آپ سے ان کی شکایات بھی کی اور انہیں جماعت سے خارج کرنے کی سفارش بھی کی، جس پر آپ نے شیخ قمرالدین صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے اعتراف کیا اور کہا کہ میرے نزدیک قرآن میں یہی ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام باباپ پیدا ہوئے حضرت مسیح موعود نے جب یہ سنا کہ ان کے استدلال کی بناء قرآن شریف ہے تو فرمایا کہ جب آپ قرآن سے ان کے باباپ ہونے پر استدلال کرتے ہیں تو پھر ہماری آپ سے کوئی بحث نہیں، رہا یہ کہ سرسید کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود نے یہ لکھا ہے کہ

"جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا ہے ہم ایسے آدمی کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں"

یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ نے یہ انہی لوگوں کے متعلق لکھا ہے جو بن باپ پیدائش پر اللہ تعالےٰ کو قادر نہیں سمجھتے "نہیں کر سکتا ہے" کے الفاظ خود اس پر شاہد ہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کو اس بات پر قادر نہیں سمجھتا کہ وہ حضرت مسیح یا کسی اور کو بے باپ پیدا کر سکے وہ خارج از اسلام ہے کیونکہ اسلام اللہ تعالےٰ کو علیٰ کل شیء قدیر ماننا سکھاتا ہے، لیکن حضرت امیر مرحوم یا شیخ قمرالدین صاحب یا جماعت احمدیہ کا کوئی اور فرد جو مسیح علیہ السلام کی باباپ پیدائش کا قائل ہے، وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالےٰ بن باپ پیدا نہیں کر سکتا، کر تو سکتا ہے لیکن ان کے نزدیک قرآن شریف سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے انہیں بے باپ پیدا کیا ہو چنانچہ حضرت امیر مرحوم نے بیان القرآن میں اس بارہ میں وضاحت سے لکھا ہے کہ:-

"یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کوئی سوال نہیں، کہ اسکو ایسا کرنے کی قدرت ہے یا نہیں، اسکو بغیر باپ چھوڑ ماں باپ دونو کے بغیر پیدا کرنے کی قدرت ہے..... پس اگر کوئی شخص قرآن کریم کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کا بن باپ ہونا تسلیم کیا گیا ہے تو وہ ایسا مانے میرے نزدیک یہ نتیجہ الفاظ قرآنی سے نہیں نکلتا گو میں اس مسئلہ کو اس قدر اہمیت نہیں دیتا مگر تاہم سمجھتا ہوں کہ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ نیک نیتی سے جو کچھ منشائے قرآن کریم سمجھے اس کو ظاہر کر دے حضرت عیسٰے کو باپ والا یا بن باپ ماننے سے ہمارے دینی اعتقادات یا ہمارے عمل پر قطعًا کوئی اثر نہیں ہوتا (بیان القرآن ص ۳۱۴ جلد اول)

پس جہاں تک اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سوال ہے کوئی بھی احمدی اس بات کا قائل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ حضرت عیسٰے کو بن باپ پیدا کر سکے۔ رہا حضرت مسیح موعود کا حکم عدل ہونا اور قرآن شریف کے صحیح معنے کرنا، ہمارے خیال میں جماعت احمدیہ کا کوئی بھی فرد ایسا نہیں جو اس کا بھی قائل نہ ہو، لیکن جس حالت میں حضرت مسیح موعود نے اس خاص مسئلہ کے متعلق قرآن شریف سے کوئی دلائل پیش نہیں کئے صرف اپنا ایک عقیدہ بیان کیا ہے اور آپ کے جو مرید اس عقیدہ کے قائل نہ تھے، ان کو کوئی سرزنش بھی نہیں کی، تو اس کو ایسی اہمیت دینا کہ جو شخص حضرت عیسٰی کو قرآن شریف کے رو سے باباپ مانتا ہے وہ حضرت مسیح موعود کو حکم عدل نہیں سمجھتا یا آپکو ایک معمولی مولوی کا درجہ دیتا ہے تجاوز عن الحق ہے، اور ہم اپنے محترم دوست مولانا عبداللہ جان صاحب سے یہ عرض کریں گے، کہ وہ اس اختلافی مسئلہ کو جو محض علمی اور تحقیقاتی حیثیت رکھتا ہے اس قدر اہمیت نہ دیں کہ اسکو کفر و اسلام یا حضرت مسیح موعود کی مخالفت یا موافقت کا موجب قرار دیا جائے۔ والسلام۔

جا سکے اور ہم یہ کہہ سکیں کہ یہ ہماری جد و جہد کا نتیجہ ہے اسی وقت ہماں یہ حق پہنچ سکتا ہے کہ ہم ماضی کی تہذیب تمدن اور انسانیت کے متعلق یہ کہہ سکیں کہ وہ ہماری تہذیب و تمدن اور شرافت ہے اور ہم اس کوشش میں ہیں کہ اس کو اس بلندی تک پہنچائیں جہاں تمام تہذیبیں کمتر نظر آتی ہیں۔ اس وقت ہم اپنے آپ کو اپنے اسلاف کا وارث کہہ سکتے ہیں۔

ہماری موجودہ حالت

لیکن بدقسمتی سے ہمارے حالات بالکل اس سے مختلف ہیں۔ ہم میں سے اکثر ایک بے مقصد زندگی گزارنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ ہم میں سے کوئی تخلیقی قوت کو بروئے کار لاتا نظر نہیں آتا۔ ہماری زندگی کا صرف یہ مقصد بن گیا ہے کہ کھائیں پئیں اور عیش اڑائیں اور دنیا کے لہو و لعب میں پھنس کر اپنے آپ کو بھی کھو بیٹھیں۔ اگر ہم ان قوتوں کا استعمال بھی کرتے ہیں جو ہمیں ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی شکل میں عطا کی گئی ہیں تو وہ بھی صرف روپیہ کمانے کے لئے ہوتی ہیں۔ ہمیں کبھی اس کا فکر نہیں ہوتا کہ ہماری تہذیب و تمدن کا جنازہ نکل رہا ہے اگر کہیں ہم اس طرف دھیان بھی دیتے ہیں تو وہ دنیا کے دکھلاوے کے لئے ہوتا ہے اور تصنع کو اس میں زیادہ دخل ہوتا ہے۔ ہم میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جن کو یہ احساس ہوتا ہوگا کہ ماضی نے ہمارے لئے کیا ذمہ داریاں چھوڑی ہیں، اور ہمیں اس سے کس طرح عہدہ برآ ہونا ہے ہم میں سے اکثر لوگ اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کو بطور ایک ہتھیار کے استعمال کرتے۔ اور ان کو پیش کر کے دوسرے مذہب پر ایک قسم کا رعب ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم تنہا ہوتے ہیں تو انہیں کارناموں سے ایک افیون کا سا اثر لے کر ایسی غفلت میں چلے جاتے ہیں کہ ہمیں یہ احساس ہی نہیں رہتا کہ ہمارے بھی کچھ فرائض ہیں۔ بلکہ ہم اس ناخوشگواری کو بھی ذہن میں لانے کی کوشش نہیں کرتے جو ان واقعات سے پیدا ہو سکتی ہے۔

تلخ حقائق

حقیقت میں ہمارے حقائق بہت تلخ ہیں جن سے ہماری گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں ہماری مثال بالکل اس مالدار انسان کے بیٹے کی طرح ہے جو اپنے آباؤ اجداد کی دولت کو ذرا کر عزت میں آ کر بیٹھ اور اسے اپنا ہوش تک نہیں رہتا۔ سالہا سال گذر گئے کہ ہم نے اپنی تحقیقاتی کوششوں کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ حالانکہ اسلام کا ہم کو حکم تھا کہ ہم دنیا میں تحقیقات اور تجسس کریں اور نئی نئی باتوں کا پتہ نکالیں لیکن ہم تو ...... ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے ہیں اور ہم نے اب اس پر اکتفا کر لیا ہے کہ ابن سینا، ابن حیان، اور فارابی کے کارناموں کا ذکر کر کے محظوظ ہوا کریں اور کبھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش نہ کریں۔ ہم اسلام کے سماجی نظام کی تعریف کرتے نظر آتے ہیں، اس کی مساوات اور رواداری کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں۔ اس کے بتلائے ہوئے نظام سلطنت کو بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں لیکن اس پر غور نہیں کرتے کہ ہم اس سلسلہ میں کیا کر رہے ہیں

قرآن پر رسمی ایمان

کہنے کو تو ہم زبان سے یہ دعوے کرتے ہیں کہ قرآن حکیم میں ہمارے تمام امراض کا علاج موجود ہے زندگی میں آنے والی تمام مشکلات کا حل موجود ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ایک نام ہی ہو کر رہ گیا ہے اور عملی طریقہ پر ہم نے قرآن شریف کو صرف ایک ریشمی غلاف میں باندھ کر رکھ دیا ہے اور نمازوں میں اس کی تلاوت ہی کو کافی سمجھتے ہیں، لیکن کبھی اس کے احکامات پر عمل نہیں کرتے۔

اندھی تقلید

ہم ایک طرف یہ دعوے کرتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو بغیر دلیل کے کوئی بات نہیں کرتا لیکن ہمارا عمل اس کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ہم کسی بھی مولوی کے کہنے پر اندھا دھند یقین کر لیتے ہیں اور اسلام کے بارے میں کبھی اس شخص سے دلیل پا نکلنے کی کوشش نہیں کرتے جو ہم سے طاقت میں زبردست ہو۔ ہم نے دل میں یہ بٹھا لیا کہ سچا مسلمان وہی ہے جو اندھا دھند اسلام کی تقلید کرے اور ان باتوں کو بے چون و چرا مانتا چلا جائے جو ہمارے عالموں نے مقرر کر دی ہیں اور کسی طرح کی اس پر بحث نہ کی جاوے بالکل طوطے کی طرح جس طرح کسی بات کو ہمیشہ کے لئے ایک دفعہ سکھ لیتے ہیں ہم بھی اسی کو سفر میں بٹھا لیں اور پھر اس سے [illegible] ادھر ادھر نہ ہلیں۔ ان خیالات اور [illegible] نقصانات ہمیں اٹھانے پڑتے [illegible] ہیں۔

کھوکھلی لاف زنی

پوری دنیا میں تقریباً ستر کروڑ مسلمان آباد ہیں لیکن ان تمام مسلمانوں میں ایک فرقہ بھی ایسا نہیں جو اپنا سر بلند کر کے یہ کہہ سکے کہ اسلام سماجی اور معاشرتی مسئلوں کو کتنی خوبی سے حل کرتا ہے کوئی بھی مسلمان ایسا نظر نہیں آتا جو اس مادی اور سائنس کی دنیا میں اور اس مغربی نظام حیات کے مقابلہ میں اسلام نظام حیات کو پیش کر سکے اور اس کی عظمت دنیا پر ثابت کر سکے۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو وہ ہمارا ماضی کے متعلق جذبہ اور لاف زنی بالکل کھوکھلی نظر آتی ہے اور ایسا نظر آتا ہے کہ [illegible] عمل اور ہمارا یہ فکر اسلام کو ترقی کی طرف نہیں لے جا سکتا۔ بلکہ اسلام کے لئے تو ہمارا وجود ہی ایک بار کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے یہ وہ حقائق ہیں جن سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اور ان تمام چیزوں کی روشنی میں ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ہمیں اپنے آپ کو کس طرح بدلنا چاہیئے تاکہ اسلام کی وہ حالت نہ ہو جس پر دوسری قومیں انگلی اٹھا سکیں۔

پیغام صلح [illegible]

۲۶۳

از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور
بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی
اہلمد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر
جھنگ

P.O. Jhang

دابۃ الارض کی تفسیر

محترم ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"

السلام علیکم

۱۳ر اپریل کے پیغام صلح کے صفحہ پر آپ نے دابۃ الارض کی جو تفسیر کی ہے۔ دیکھ کر دل کو سخت صدمہ ہوا آپ نے دابۃ الارض مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا ہے حالانکہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۶۸ و صفحہ ۸۶۹ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں زمینی لوگ دابۃ الارض ہیں۔ مسیح السماء نہیں۔ مسیح السماء آسمان سے اترتا ہے .... دابۃ الارض کے ساتھ زمین کی غلاظتیں ہوتی ہیں۔ اور نیز وہ انسان کی پوری شکل نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کے بعض اجزا مسخ شدہ ہوتے ہیں۔

علاوہ اس کے مسیح موعودؑ نے ایک دوسری جگہ پر طاعون کو دابۃ الارض کہا ہے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ لوگوں نے میری تکذیب کی ہے۔ اور مجھے نہیں مانا ہے۔ اس لئے طاعون ملک میں پھوٹ پڑا ہے اگر حضرت مسیح موعود یہ ہر دو بیان نہ بھی کرتے۔ تو بھی دابۃ الارض کے الفاظ پاک لوگوں کے لئے استعمال کرنا موزوں معلوم نہیں ہوتا ..... چہ جائیکہ خود حضرت مسیح موعود کے لئے استعمال ہو۔ عیسائی پادری دابۃ الارض ہیں۔ اور وہ علماء دابۃ الارض ہیں، جو چند پیسوں کے عوض حق کو چھپاتے ہیں۔ اور جھوٹ کے ساتھ پیار کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود تو جھوٹ کو ظاہر کرنے اور جھوٹ کی بیخ کنی کے لئے آئے تھے نہ دابۃ الارض بننے کے لئے، اللہ تعالے ہمارا حافظ و ناصر ہو آمین

۱۶-$\frac{4}{55}$ محمد زمان میاں۔ ساکن قاضی خیل جدید چارسدہ

"پیغام صلح" دابۃ الارض کا مضمون جس کی طرف صاحب مراسلت نے اشارہ کیا ہے، ایڈیٹر پیغام صلح کا لکھا ہوا نہ تھا، ایک بیرونی مراسلت تھی، اور مراسلہ نگاروں کے خیالات و بیانات سے ایڈیٹر کا متفق ہونا لازمی نہیں، بہرحال ہم میاں محمد زمان صاحب کی بیان کردہ وضاحت کے ممنون ہیں۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۲

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ نے اپنی مختصر سی زندگی کے دوران میں نہایت عمدہ روایات قائم کی ہیں یہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ صحیح تربیت کی طرف بھی خاص توجہ مبذول کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس سکول کے بچے رفاہ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

نومبر ۱۹۵۴ء میں ہفتہ ریڈ کراس کے سلسلہ میں ہیڈ ماسٹر صاحب، اساتذہ اور طلبہ سکول نے بہت نمایاں خدمات انجام دیں جن کے اعتراف کے طور پر ہزایکسیلنسی گورنر پنجاب نے دربار خاص میں مرزا خلیل الرحمن صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کو حسن کارکردگی کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ اس دربار میں پنجاب کے تمام وزراء، ڈپٹی کمشنر اور دیگر سربرآوردہ افسران بھی موجود تھے۔

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی ... مدیر بلڈنگس لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — تار کا پتہ تبلیغ لاہور — فون نمبر ۷۳۷۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ اخبار

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۲ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۱ رمضان ۱۳۷۴ھ - ۴ مئی ۱۹۵۵ء | نمبر ۲۰

چہ کردی؟

(مرتضیٰ خان حسن)

جفا بر اہلِ دیں کردی چہ کردی؟
خدا را خشمگیں کردی چہ کردی؟

ز کفرانت ز عصیانت عزیزم
مکدر ایں زمیں کردی چہ کردی؟

محبت با خدا و خدمتِ خلق
نہ آں کردی نہ ایں کردی چہ کردی؟

نہ گفتارم بگوشِ دل شنیدی
نہ پندم دلنشیں کردی چہ کردی؟

باایں شیریں زبانی مارِ پیچاں
نہاں در آستیں کردی چہ کردی؟

مسیحِ وقت را کافر بگفتی
گناہِ بدتریں کردی چہ کردی؟

دلم رنجور کردی از کلامت
شکستہ آبگیں کردی چہ کردی؟

حسن زیر و زبر ایں نظمِ عالم
ز آہِ آتشیں کردی چہ کردی؟

اخبارِ احمدیہ

جماعت لائلپور کی میٹنگ

۱۷ اپریل کو چار بجے جماعت لائلپور کی ایک میٹنگ محترم ملک نذر حسین صاحب کے کارخانہ میں منعقد ہوئی۔ ملک صاحب نے احباب کی تواضع بی تکلف سے کام لیا جزاک اللہ۔ متعدد امور پر گفتگو کے بعد مقامی جماعت کے عہدیداران کے انتخاب کا سوال سامنے آیا، جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب کے زیر صدارت کارروائی شروع ہوئی۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے ماہارت حاضرہ پر مختصر تقریر کی اور اس کے بعد حسب ذیل عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا ہے۔ (۱) جناب میاں مولا بخش صاحب صدر (۲) جناب میاں عزیز احمد صاحب نائب صدر (۳) جناب ملک نذر حسین صاحب سیکرٹری و محاسب (۴) جناب حافظ عبدالرؤف صاحب محصل، انتخاب عہدیداران کے بعد احباب نے نئے سرے سے اپنا اپنا چندہ لکھوایا اور جناب ملک نذر حسین نے اپنا سابقہ چندہ مبلغ تین سو روپیہ مجلس میں پیش کیا، فیصلہ ہوا کہ رمضان المبارک کے بعد ہر مہینہ ایک بار احباب کی میٹنگ ہوا کرے، دعائے خیر کے بعد کارروائی ختم ہوئی۔

کامیابی اور درخواست دعا

محترم میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کے صاحبزادہ خالد عمر فاروقی سی ایس ایس کے مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں، لیکن انٹرویو ابھی باقی ہے، جس پر بہت کچھ انحصار ہے، اس لئے فاروقی صاحب کی استدعا ہے کہ احباب کرام عزیز ممدوح کے خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب و بامراد فرمائے۔

سکھوں میں تقسیم لٹریچر

ماہ اپریل کے آخری عشرہ میں جو سکھ صاحبان لاہور آئے ان میں ذیل کا لٹریچر انجمن کی طرف سے مفت تقسیم کیا گیا۔ مہدی میرا اسلام کیا ہے؟ سکھ مسلم ملاپ، یہ رسالہ جات حسب ذیل نوجوانوں نے مختلف بازاروں میں پھر کر تقسیم (باقی صہ پر)

اسلام انگلستان میں

(اقبال احمد صاحب)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں

۱۵ مارچ ۱۹۵۵ء بروز جمعرات راقم الحروف نے Senior Wives Fellowship کے ایک جلسہ میں جو لندن میں منعقد ہوا، "اسلام" کے موضوع پر تقریر کی، خاکسار نے اس ضمن میں اسلام کی تعلیمات بیان کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ ہر مسلمان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانا ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ کا وہ اتنا ہی احترام کرتا ہے جیسا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء کا۔

اس جلسہ میں ان انگریز خواتین نے شرکت کی جن کی عمر ۴۵ برس یا اس سے زیادہ تھی۔ ان خواتین کو بڑا تعجب ہوا جب خاکسار نے دوران تقریر میں بتایا کہ کس طرح حضرت عیسیٰ صلیب کی موت سے بچ کر گھومتے ہوئے اسرائیلی قبائل کی تلاش میں کشمیر پہنچے اور بالآخر وہاں ہی انہوں نے وفات پائی۔ میں نے انہیں کہا کہ اگر وہ اس سارے واقعہ کی تفصیل سے واقف ہونا چاہتی ہیں تو وہ خواجہ نذیر احمد صاحب کی کتاب Jesus in Heaven on Earth کا مطالعہ کریں اس پر ہر ایک نے جلدی جلدی کاغذ قلم لے کر کتاب اور مصنف کا نام لکھا۔ تقریر کے بعد سوالات کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ ایک خاتون نے سوال کیا: "کیا مسلمانوں کی اکثریت کا یہ ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر نہیں مرے یا صرف چند مسلمانوں کا یہ خیال ہے؟" خاکسار نے جواب دیا:-

"بدقسمتی سے مسلمانوں میں آج کل جہالت کا دور دورہ ہے۔ ان حالات میں وہ یہ امید نہیں کر سکتیں کہ ہر مسلمان اپنے مذہب سے بخوبی واقف ہو۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کے اندر ایسے بہت سے خیالات پائے جاتے ہیں جو غیر اسلامی ہیں اور عیسائیت سے مستعار لئے گئے ہیں۔ ہم علمی دلائل کے ذریعہ سے ان غلط خیالات کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت سمجھتی ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں لیکن

حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں حدیث اور سنّت کا مقام

مولانا احمد یار صاحب ایم اے

طلوعِ اسلام کا مغالطہ

طلوع اسلام شمارہ ۱۱ مؤرخہ ۱۶ ۴/۵۵ میں ایک مضمون "حدیث اور سنّت کی حیثیت مرزائی صاحبان کے نزدیک" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اس میں بھی اپنی پرانی عادت کے مطابق کتر و بیونت سے کام لیا گیا ہے۔ منہ سے تو ادارہ طلوع اسلام والے حق و صداقت کے مدعی ہیں مگر اس قسم کی مثالیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف خالی دعوے ہیں عمل برعکس ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو حوالے ایک اعجاز احمدی اور دوسرا تحفہ گولڑویہ سے پیش کئے گئے ہیں باقی جتنے حوالے اس مضمون کی تائید میں پیش کئے گئے ہیں وہ یا تو جناب میاں محمود احمد صاحب رئیس جماعت قادیان (ربوہ) کے ہیں یا ان کے ہمنواؤں کے۔ نتیجہ ان حوالجات سے یہ نکالا گیا ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک صحیح حدیثیں وہ ہیں جو ان کے لئے مفید مطلب ہیں۔ یہ لوگ جبکہ اپنے آپ کو حق وصداقت کے مدعی اور داعی ظاہر کرتے ہیں ان سے ایسی بے سروپا باتیں سرزد ہونا نہایت قابلِ افسوس ہے۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

تحقیق حق کا طریق

ادارہ طلوع اسلام کو خوب معلوم ہے کہ احادیث اور سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا عقیدہ اور کیا طریق عمل رہا ہے انہوں نے اس مسئلہ پر کوئی ایک دفعہ قلم نہیں اٹھایا بلکہ جیسا کہ ان کی تحریرات سے واضح ہے انہوں نے بارہا اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کی ساری ان تحریرات اور ارشادات کو چھوڑ کر صرف ایک دو تحریروں کی کتر بیونت پر نتائج مترتب کرنا کسی اہلِ حق کا کام نہیں نہ اس کو تحقیق حق کہا جا سکتا ہے۔ ہاں عوام کو خوش کر کے ان سے داد لینے کی کوشش کرنا اور بات ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب

ذیل میں حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے چند اقتباسات بطور مشتے از خروارے درج کئے جاتے ہیں جن سے ناظرین اندازہ لگا سکیں گے کہ حضرت مسیح موعود کی طرف جو بات ادارہ طلوع اسلام نے پیش کی ہے اس میں کتنی صداقت پائی جاتی ہے۔ آپ حدیث کا مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اگر یہی بات سچ ہے کہ اہل اسلام کے پاس بجز قرآن کریم کے جس قدر اور منقولات ہیں وہ ذخیرہ کذب اور جھوٹ اور افترا اور ظنون اور اوہام کا ہے تو پھر شاید اسلام میں سے کچھ تھوڑا ہی حصہ باقی رہ جائے گا۔ وجہ یہ کہ ہمیں اپنے دین کی تمام تفصیلات احادیث نبویّہ کے ذریعہ سے ملتی ہیں۔

پھر اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"غرض ایسا خیال کرنا کہ احادیث کے ذریعہ سے کوئی یقینی اور قطعی صداقت ہمیں مل ہی نہیں سکتی گویا اسلام کا بہت سا حصّہ اپنے ہاتھ سے نابود کرنا ہے۔ بلکہ اصل اور صحیح امر یہ ہے کہ جو کچھ احادیث کے ذریعہ سے بیان ہوا ہے۔ جب تک صحیح اور صاف لفظوں میں قرآن اس کا عارض نہ ہو تب تک اس کا قبول کرنا لازم ہے۔

(بحوالہ رسالہ مقام حدیث صلا)

حضرت اقدس نے کس قدر واضح الفاظ میں اپنا عقیدہ بیان فرمادیا ہے ایسی صاف اور بیّن تحریرات کے ہوتے ہوئے ان کی طرف یہ منسوب کرنا کہ وہ اپنے مفید مطلب احادیث کو مانتے ہیں کہاں تک درست ہو سکتا ہے

تعامل اعتقادی یا عملی کی احادیث

پھر اسی مضمون کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

"ایسی احادیث جو تعامل اعتقادی یا عملی میں آ کر اسلام کے مختلف گروہوں کا ایک شعار ٹھہر گئے تھے ان کی قطعیت اور تواتر کی نسبت کلام کرنا تو درحقیقت جنون اور دیوانگی کا شعبہ ہے" (بحوالہ رسالہ مقام حدیث صلا)

جن لوگوں نے اپنے اوپر اہلِ قرآن کا لیبل لگا کر ایسی احادیث کا انکار کیا وہ نماز جیسے عظیم الشان رکن کے بارہ میں مختلف آراء کے ہو گئے۔ نہ صرف نمازوں کی تعداد میں انہوں نے اختلاف کیا بلکہ رکعات کی گنتی اور نماز کی ہیئت ترکیبی میں بھی مختلف ہو گئے، دوسروں پر تفرقے کا الزام دھرتے ہوئے خود ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ نہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور نہ ان کی جماعت نے کبھی ایسی احادیث کا انکار کیا ہے یونہی الزام لگاتے ہیں اور بات ہے۔

ظنی اور شکی احادیث

ہاں جو احادیث مذکورہ بالا دونوں گروہوں سے باہر ہیں وہ آپ کے نزدیک ظنی اور شکی ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"اگرچہ یہ تو سچ ہے کہ حدیثوں کا وہ حصہ جو تعامل قولی و فعلی کے سلسلہ سے باہر ہے اور قرآن سے تصدیق یافتہ نہیں یقین کامل کے مرتبہ پر مسلم نہیں ہو سکتا" (مقام حدیث صلا)

ایسی احادیث میں سے ایک حصہ ایسا بھی ہے جس کی صداقت کی واقعات شہادت دیتے ہیں ان کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ بات تو ہر ایک عاقل کے نزدیک مسلّم ہے کہ اگر مثلاً ایک حدیث آحاد میں سے ہو اور سلسلہ تعامل میں بھی داخل نہ ہو مگر ایک پیشگوئی پر مشتمل ہو اور وہ اپنے وقت پر پوری ہو جائے یا اس کا ایک جزو پورا ہو جائے تو اس حدیث کی صحت میں کوئی شک باقی نہیں رہے گا"

(بحوالہ مقام حدیث ص۱۲)

مذکورہ بالا اقتباسات سے جو حضرت بانی سلسلہ کی تحریرات میں سے پیش کئے گئے ہیں کامل طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث شریفہ کے متعلق آپ کا مسلک بالکل وہی ہے جو سلف صالحین اور بزرگ محدثین کا رہا ہے۔

احادیث درباره آمد مہدی و مسیح

ہاں حضرت اقدس نے صرف آمد مسیح و مہدی کی احادیث کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر ایسی احادیث جو حقیقتاً مجروح و مخدوش ہیں میرے الہامات کے بھی معارض ہوں جس کی تائید میں قرآن کریم اور دوسری احادیث شریفہ موجود ہیں تو وہ قابلِ قبول نہیں ہوں گی چنانچہ تحفہ گولڑویہ اور اعجاز احمدی میں آپ نے اسی پر بحث کی ہے جس سے ادارہ طلوع اسلام کو غلط فہمی پھیلانے کا موقعہ مل گیا ہے۔ اب تحفہ گولڑویہ اور اعجاز احمدی کے وہ اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن سے طلوع اسلام نے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نزدیک صحیح حدیث صرف وہ ہے جو ان کے مفید مطلب ہو۔ آپ اپنی صداقت کے دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اس زمانہ کے بعض نادان کئی دفعہ شکست کھا کر پھر مجھ سے حدیثوں کی رو سے بحث کرنا چاہتے ہیں یا بحث کرانے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ مگر افسوس کہ نہیں جانتے کہ جس حالت میں وہ اپنی ضد سے ایسی حدیثوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے جو محض ظنیات کا ذخیرہ اور مجروح اور مخدوش ہیں اور نیز ان کے مخالف اور حدیثیں بھی ہیں اور قرآن بھی ان حدیثوں کو جھوٹی ٹھہراتا ہے۔ تو پھر میں ایسے روشن ثبوت کو کیونکر چھوڑ سکتا ہوں جس کی ایک طرف قرآن شریف تائید کرتا ہے اور ایک طرف اس کی سچائی کی احادیث صحیحہ گواہ ہیں اور ایک طرف خدا کا وہ کلام گواہ ہے جو مجھ پر نازل ہوتا ہے اور ایک طرف پہلی کتابیں گواہ ہیں اور ایک طرف عقل گواہ ہے اور ایک طرف وہ صدہا نشان گواہ ہیں جو میرے ہاتھ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ پس حدیثوں کی بحث طریق تصفیہ نہیں ہے۔ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ یہ تمام حدیثیں (جو مسیح کے آسمان پر جانے وغیرہ کے متعلق ہیں) جو پیش کرتے ہیں تحریف معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔"

(تحفہ گولڑویہ صلا)

(باقی صلا پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۴ر مئی ۱۹۵۵ء

عُلماء کا مشترکہ اعلان

اسی اشاعت میں دوسری جگہ بعض علماء کا ایک مشترکہ اعلان درج کیا گیا ہے، جس میں بعض ایسے اعتقادی و اخلاقی فتن کا ذکر کرتے ہوئے جو اس وقت پاکستانی مسلمانوں پر ایک حملہ کی صورت میں رونما ہیں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ:۔

"وہ تمام افراد، تمام حلقے، تمام جماعتیں جو کتاب و سنت کو مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی اساس سمجھتی ہیں اپنی تمام توجہ اختلافی مسائل سے یکسر ہٹا کر اسلام کی بنیادوں کی مدافعت اور ان کے استحکام پر صرف کریں اور اس بات کا عزم صمیم کر لیں کہ کم از کم اس وقت تک جب تک کہ اباحت پسندی اور بے دینی و الحاد کے اس طوفان کا زور ٹوٹ کر فضا معمول پر نہ آجائے وہ اپنی توجہات فروعی اور اختلافی مسائل پر صرف کرنے کے بجائے اس حملہ کی مدافعت پر صرف کریں گے جو دین کی بنیادوں پر کیا جا رہا ہے۔"

اس عزم کے پسندیدہ اور لائق استحسان ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے، وہ علماء جن کا رات دن کا مشغلہ ہی ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کرنا اور مسلمانوں کی مختلف الخیال جماعتوں کو باہم لڑاتا چلا آیا ہے، ان کی طرف سے ایسا اعلان کہ اپنی تمام توجہات فروعی و اختلافی مسائل سے یکسر ہٹا کر اباحت پسندی اور بے دینی و الحاد کا مقابلہ مل کر کریں گے، نہایت مبارک اقدام ہے جس کا ہم تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

اسی اعلان میں فروعی و اختلافی مسائل سے توجہ ہٹا کر اباحت و بے دینی کا مقابلہ کرنے کے لئے علمائے اسلام نے چند تجاویز بھی کی ہیں، جن میں سے سب سے پہلی تجویز یہ ہے کہ:۔

"اس امر کی جدوجہد کہ دستور پاکستان کی ترتیب و تدوین قرآن و سنت کی اساس پر اور ان تصریحات کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے کی جائے جو مختلف مکاتب خیال کے علماء نے جنوری ۱۹۵۳ء میں مرتب کر کے پیش کی تھی۔"

ہم نہایت ادب کے ساتھ یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ دستور پاکستان کی ترتیب و تدوین کو اباحت و بے دینی کے علاج سے کیا تعلق ہے اور علمائے کرام کیوں ایسی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں جو ان کے مقصد سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھتی، ہاں امور سلطنت میں ایک راہ مخواہ کی دست اندازی ضرور ہے، جس سے یہ خیال پیدا ہونا بے جا نہیں کہ اباحت و بے دینی کے مقابلہ کی مشترکہ جدوجہد کی تہ میں فی الحقیقت حصول اقتدار کی خواہش کام کر رہی ہے ورنہ اباحت و بے دینی کے جن فتن کی طرف اس اعلان میں توجہ دلائی گئی ہے، ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں، جس کو دستور و آئین سے کوئی تعلق ہو مثلاً:۔

"اُمت محمدیہ کے بنیادی اور مسلمہ حقائق کی جڑوں پر تیشہ چلانا، اسلامی اقدار کو فنا کرنا، اہل علم اور اہل دین کے خلاف عوام میں نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا کرنا، دلوں سے شعائر اسلامی کی عظمت ختم کر کے لوگوں میں فحاشی، بے حیائی، تماش بینی اور جنسی بے راہ روی کے رجحانات کو تقویت پہنچانا، مختلف دینی جماعتوں کو ایک دوسرے سے دست و گریبان کر کے اسلام کی مجموعی قوت کو ختم کرنا اور اس ملک کو جو کتاب و سنت کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے بنایا گیا تھا لادینیت کے تباہ کن راستے پر ڈال دینا۔"

فرمایئے ان میں سے کونسی ایسی چیز ہے جس کی اصلاح دستور و آئین پر منحصر ہو، کیا ہمارے علماء یہ چاہتے ہیں کہ ان فتن کی اصلاح قانون کے ڈنڈے سے کی جائے۔ یاد رکھئے ایسی اصلاح بجائے فائدہ کے نقصان کا موجب ہوگی، جب تک دلوں کی اصلاح نہ ہو، جب تک اسلامی شعائر کی عظمت دلوں کے اندر نہ بیٹھ جائے اور فحاشی، بے حیائی، تماش بینی اور جنسی بے راہ روی کے رجحانات سے دل بیزار نہ ہوں اس وقت تک قانونی ڈنڈا مفید..... نہیں ہو سکتا بلکہ "اہل علم و اہل دین کے خلاف نفرت و حقارت" کے جس جذبہ کو ختم کرنا مقصود ہے وہ اور زیادہ بھڑکے گا اور دین سے اور زیادہ بیزاری دلوں میں پیدا ہوگی، دستور و آئین کی حکومت ظاہر حالات اور جسموں پر ہوتی ہے دلوں کو ان کا ہمنوا بنانے کے لئے معقول دلائل، اخلاقی اور عملی نمونہ کی ضرورت ہے، اور یہی علماء کا کام ہے کہ وہ وعظ و تلقین اور حسن کردار سے شعائر اسلامی کی عظمت اور اباحت و بے دینی سے نفرت دلوں کے اندر پیدا کریں، آخر وہ کونسا دستور و آئین تھا جس کے سہارا پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک مکہ میں کام کرتے رہے؟ اسلامی اقدار کو منوانے اور برے کاموں سے روکنے کے لئے کونسا طریق انہوں نے اختیار کیا؟ کیا وعظ و تلقین اور حسن کردار کے علاوہ کوئی اور قانونی ڈنڈا بھی آپ کے ہاتھ میں تھا؟ کیا بلالؓ، صہیبؓ، خبابؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عثمانؓ، عمر بن خطابؓ، اور سب سے بڑھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپ کا دلدادہ و شیدا اور توحید الٰہی کا قائل کرنے کے لئے کسی دستور و آئین کی ضرورت پیش آئی تھی؟ قرآن کا حکم آپ کو یہی تھا بلغ ما انزل الیک اور دستور و آئین کی بجائے یہ کہا گیا ما انت علیهم بمصیطر، یہی بلغ ما انزل الیک کا حکم آج ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی کا وارث سمجھتے ہیں، ان کا کام یہی ہے کہ وہ دستور و آئین کا سہارا تلاش کر کے مصیطر بننے کی کوشش نہ کریں بلکہ اسوۂ نبوی صلعم کے مطابق وعظ و تلقین اور حسن کردار سے اسلامی اقدار کی عظمت کو دلوں میں قائم کریں یہی وہ راہ ہے جس سے دستور پاکستان کی ترتیب و تدوین قرآن و سنت کی اساس پر رکھنے کا مقصد بھی پورا ہوگا علماء کو چاہیئے کہ وہ دستوری معاملات میں دخل انداز ہونے اور سیاسی معرکوں میں اپنے آپ کو اُلجھانے کے بجائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی راہ اختیار کریں، اور معقول دلائل کے ساتھ اسلامی حقائق کی عظمت کو دلوں کے اندر بٹھائیں اور خود بھی ہر قسم کی بے راہ روی اور حیلہ سازی یا سیاسی جوڑ توڑ سے الگ ہو کر اپنے اندر خالص اسلامی سیرت و کیرکٹر پیدا کریں، اگر ہمارے علماء خالصتاً للہ خدمت دین میں لگ جائیں تو وہ بلند مقصد جس کے لئے انہوں نے مشترکہ اعلان جاری کیا ہے یقیناً پورا ہوگا خواہ دستور پاکستان کی ترتیب و تدوین کتاب و سنت کی اساس پر ہو یا نہ ہو اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر علماء عوام کے دلوں میں اسلام کی عظمت اور بے دینی سے نفرت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو دستور پاکستان بھی کتاب و سنت کی اساس پر ہی مرتب ہوگا،

بہرحال یہ قابل قدر بات ہے کہ علماء کے اندر فروعی و اختلافی مسائل پر لڑنے جھگڑنے کے بجائے ایک مشترکہ مقصد کے لئے اکٹھے ہونے کا خیال پیدا ہوا، خدا کرے اس خیال کی تکمیل کے لئے صحیح رستہ اختیار کرنے کی بھی انہیں توفیق نصیب ہو،

اسلام انگلستان میں ——— بقیہ از ۲ کالم

اس کی کوئی حقیقت اصل قرآن و حدیث میں نہیں تھی، اکثریت کا یہ خیال جہالت پر مبنی ہے ہاں مسلمانوں کا تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ یقین کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں چنانچہ "الازہر" جو مسلمانوں کی سب سے بڑی درسگاہ ہے اس کے پروفیسر اور مفتی بھی اسی خیال کے حامی ہیں"

اس جلسہ میں اسلام کے متعلق اور بھی بہت سے سوالات پوچھے گئے۔ بعد ازاں ایک خاتون نے حاضرین کو چائے کی دعوت دی اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

پردہ اور ایمان والیاں!

مریم لودھی - راولپنڈی

یاایھا النبی قل لازواجک وبنٰتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنٰی ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفوراً رحیماً ○ (سورۃ احزاب)

ترجمہ: "اے نبی اپنی ازواج اور اپنی بیٹیوں اور مومن لوگوں کی عورتوں سے کہہ دو وہ اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں تو انہیں ایذا نہ دی جائے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے"

یہ ایسا کھلا حکم الٰہی ہے کہ کچھ وضاحت کرنے کی ضرورت ہی نہیں - چند روایتیں بتاتی ہیں کہ عورتیں اکثر رات کے وقت قضائے حاجت کی غرض سے باہر نکلا کرتی تھیں تو بعض بدمعاش راہ میں بیٹھے آوازے کستے اور چھیڑ چھاڑ کی کوشش کرتے تھے - اور پھر بعد میں عذر کر دیتے تھے کہ ہم نے لونڈی خیال کیا تھا ـــــ حقیقتاً اس چادر اوڑھنے کے حکم نے مومن عورتوں کے لئے ایک امتیازی نشان کی صورت پیدا کر دی ـــ کیونکہ اسی چادر سے پہچان پیدا ہو گئی کہ یہ پردے والی بیبیاں معزز شریف اور مسلمان عورتیں ہیں -

پردہ میں افراط و تفریط

لیکن آج ہمارے مشاہدات میں ہے کہ مسلمان عورتوں کے پردہ کی افراط و تفریط دونوں صورتوں میں مضحکہ خیز ہو کر رہ گئی ہے - یعنی بعض عورتیں اپنی چادروں اور برقعوں میں اس بری طرح سے لپٹی ہوتی ہیں کہ یقین نہیں آتا کہ کوئی انسانی صنف چلی جا رہی ہے - اور بعض پر کوئی حجابی نشان تو کجا برہنگی کا اتنا کھلا مظاہرہ ہوتا ہے کہ الامان الحفیظ! کھلے بندوں ہر راہگذر کو دعوت نظارہ ہوتی ہے - اسی قسم کی برہنگی پر فدا ہونیوالی بہنیں صرف یہی سوچیں کہ دنیا سب چلا چلی کا معاملہ ہے - اس کی دو روزہ زندگی اگرچہ دلربا ضرور ہے مگر ـــــ تابکے!؟

عورت کا پاکیزہ اور بلند مقام

اللہ تعالےٰ نے تو عورت کو اتنا پاکیزہ اور بلند مقام عطا فرمایا ہے کہ ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے دنیا بھر کے مذاہب چھان ماریئے آپ کو ایسے زریں خطابات کہیں نہ ملیں گے کبھی نہ ملیں گے ـــ! "نساءکم حرث لکم" پر ہی پہلے غور کیجئے یعنی "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں" اس تشبیہ میں نوع انسانی کے لئے کتنا لطیف اشارہ ہے اور کیسا سمجھانے والا نقطہ بھی کہ اجڈ سے اجڈ انسان بھی اچھی کھیتیوں کی خوبصورتی اور بارآوری کے لئے ہر دم کوشاں ہے - جیسے کھیتوں کی اچھائی اور برائی پر انسانی معاشرے اور زندگی کا مکمل دارومدار ہوتا ہے اسی طرح عورتوں کی نیکیوں اور بدیوں پر بھی دنیا بھر کی انسانیت کے بگڑنے اور سنورنے کا دارومدار اور انحصار ہوتا ہے "نساءکم حرث لکم" بتا کر اللہ تعالےٰ نے مردوں کے قوی کاندھوں پر ایک بہت بھاری بوجھ ڈال دیا ہے ـــ جس طرح کھیتوں کی دیکھ بھال سے جی چرانے والا انسان یا زمیندار لاکھوں کروڑوں زندگیوں کے بے موت مر جانے کا ذمہ دار ہو سکتا ہے - اسی طرح اپنی عورتوں کی ذمہ دارانہ پرداخت سے کوتاہی برتنے والے مرد اپنی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کی موت کا باعث ہوتے ہیں - ایسے مرد یقیناً بزدل اور زمین کا بوجھ ہوتے ہیں - لیکن نہیں! اکثر "الرجال قوامون علی النساء" اور "بما فضل اللہ بعضھم علٰی بعض" کے غلط اور من گھڑت مفہوم کی آڑ لے کر انہی غیر ذمہ دارانہ اور بزدلانہ حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں - دراصل ایسے ہی لوگ قوم کے پست معاشرے کے ذمہ دار ہوتے ہیں -

پردہ لازمی ہے

خیر یہ تو ضمناً بات آ گئی میرا اصل موضوع پردہ ہے اور میرا اپنا تو یہ ایمان ہے کہ کسی مسلم عورت کو بے حجاب ہرگز نہیں رہنا چاہیئے - اوّل تو ان کی فطرت میں شرم و حیا رکھی گئی ہے - اور دوسرے قرآن میں پردہ لازمی ہے - بےحجابی سے ایک تو احکام الٰہی سے روگردانی ہوتی ہے - دوسرے ہمارے قومی معاشرے پر بہت ہی گھناؤنا اثر پڑتا ہے - بعض بہنوں کو اپنی یہ غلط فہمی اپنے ذہن سے نکال دینی چاہیئے کہ اسلام میں پردہ یا حجاب سرے سے ہے ہی نہیں ـــ یا اگر ہے بھی تو محض چند اعضا کو ڈھانپ لینے تک محدود ہے! ایسی بہنیں احکام الٰہی پہ غور کریں روشن ضمیری سے کام لیں اور اپنی عقلوں کو پرکھیں -

پردہ کے احکام

اللہ تعالےٰ نہایت کھلے ہوئے انداز میں فرماتا ہے

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ـــ تا ـــ وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون لعلکم تفلحون -

ترجمہ: - کہہ دو مومنوں سے کہ اپنی نظریں جھکی رکھا کریں اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اللہ اس سے خبردار ہے جو وہ کرتے ہیں - اور کہہ دو مومن عورتوں سے (وہ بھی) اپنی نظریں جھکی رکھا کریں - اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو (عادتاً) کھلا رہتا ہے - اور چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں - اور اپنی زینت کو (کسی کے سامنے) ظاہر نہ کریں ماسوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والدوں کے یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے سوتیلے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اس کے جن کے داہنے ہاتھ مالک ہوتے ہیں یا ... ایسے خادموں کے جو (نکاح کی) حاجت نہیں رکھتے یا لڑکوں کے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں - اور (چلتی ہوئی) اپنے پاؤں کو (یوں) زمین پر (دھما کے سے) نہ ماریں کہ جو کچھ وہ اپنی زینت چھپاتے ہیں وہ معلوم ہو جائے اور اے مومنو! سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو تاکہ تم فلاح پاؤ" (سورۃ المومنون)

مرد و عورت دونوں کے لئے غض بصر کا حکم

اوپر کی آیات میں "یغضوا من ابصارھم" اور "یغضضن من ابصارھن" کے ضمن میں مومن مردوں اور عورتوں کو یکساں حکم ملا ہے - مگر کمال حیرت کی بات یہ ہے کہ اکثر مسلمان مرد خود تو اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں - لیکن اپنی عورتوں کو ڈنڈے کے زور سے منواتے ہیں کہ تم پردہ میں لپٹی رہو - خواہ ہم کچھ ہی کیوں نہ کرتے پھریں -

بہنوئی سے پردہ

دوسری مزے کی بات آپ کو یہ ملے گی کہ جن رشتوں کا پردے سے استثناء دیا گیا ہے - ان میں بہنوئی کا کہیں ذکر نہیں - یعنی صاف ظاہر ہے کہ بہنوئی سے سالی کو پردہ کرنا چاہیئے - مگر نہیں ـــ! مگر ہمارا معاشرہ اسے عملاً غلط قرار دیتا ہے - آخر کیوں؟ کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے! کیا وہ خود اپنے گھروں میں خود اس پر کاربند رہتے ہیں؟ دنیا جانتی ہے - کہ سالی اور بہنوئی کے رشتہ کو عام اصطلاح میں آدھی بیوی اور آدھے خاوند کی حیثیت میں فحش اور بیہودہ مذاق کرنے تک کی اجازت ہوتی ہے - اور اکثر والدین چشم آنکھوں سے ایسے مذاقوں کو دیکھتے ہیں اور عموماً خوش ہوتے ہیں!! کتنی برعکس بات ہے کہ یہ لوگ اپنی عورتوں پر پردہ کو اتنی سختی کے ساتھ مسلط کرتے ہیں وہ ایسی خلاف شرع باتوں کو کھلے بندوں کرنے اور کراتے ہیں -

مستور زینتیں

پھر آخر میں یہ حکم تو بہت ہی قابل غور ہے - کہ عورتیں پاؤں کو اس طرح دھما کے مار مار کر چلیں کہ ان کی مستور زینتیں ظاہر ہونے لگیں - وہ زینتیں آخر کون کونسی ہیں؟ بعض علماء نے ظاہری ٹیپ ٹاپ، زیورات یا اور لباس کی خوبصورتی کو زینت قرار دیا ہے اور بعض نے سینہ کے ابھار کو - لیکن بعض نے ایسی حرکات کو بھی زینت میں شمار کیا ہے جو عورت کی چال ڈھال - دل موہ لینے والی گفتگو اور مشکوک نظروں اور اداؤں کی حامل ہوتی ہیں - اگر غور کیا جائے تو موخرالذکر خیال بہت حد تک درست ہے - یہ زینتیں ظاہری زینتوں سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں - کیونکہ وہاں محض برقعے اور چادر پر ہی ایمان رکھنے والا مسلمان بری طرح ناکام ہو جاتا ہے جہاں عورتیں برقعوں یا چادروں میں ملبوس ہوتی ہیں - اور اس بری طرح سے ملبوس ہوتی ہیں کہ کچھ بھی دیکھنے یا دکھانے کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا - مگر ان کی چال یا گفتگو ہی ایسی ہوتی ہے کہ بن دیکھے ہی دوسرا اثر لے بیٹھتا ہے - تو میرا مطلب ہے کہ محض ظاہری زینتوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا -

عورتوں کے لئے ایک اعلیٰ اور بہترین خطاب

علاوہ ازیں اللہ تعالےٰ نے عورتوں کو ایک اعلیٰ اور بہترین خطاب عطا فرمایا ہے "ھن لباس لکم وانتم لباس لھن" یعنی "تمہاری بیویاں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو" اس میں خوب ... مرد دونوں کو یکساں طور پر سمجھایا ہے کہ تم ایک دوسرے کا اوڑھنا بچھونا ہو ـــ دیکھنا! کہیں آپس کی شکر رنجی یا بے شرمی ...

(باقی صفحہ ۶ پر)

روزہ تہذیبِ نفس اور امن و سلامتی پیدا کرنے کا موجب ہے

باہم تواضع انکسار اور عفو کی عادت پیدا کرو کہ اسی میں قوم کی عزت اور قوت مضمر ہے

خطبۂ جمعہ فرمودہ امیر قوم حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ مؤرخہ ۲۹ر اپریل ۱۹۵۵ء احمدیہ بلڈنگس لاہور

قال اللہ تعالیٰ - یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون .... یرشدون ۔

احکامِ جنگ میں روزہ کا حکم

جنگ کے احکامات دیتے ہوئے روزہ رکھنے کا حکم نازل فرمایا - اس سورت میں جس کی چند آیات میں نے ابھی تلاوت کی ہیں جنگ کے احکامات کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں مثلاً جنگ کے دوران میں عورتیں بیوہ ہو جاتیں اور بچے یتیم رہ جاتے اور عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے - ان امور کے متعلق تفصیلاً احکامات دیئے ہیں، روزہ رکھنے کا حکم بھی احکامات جنگ میں شامل ہے، یہ اس لئے کہ تا مسلمانوں کو مشقت کی زندگی گذارنا سکھایا جائے سہل انگاری کی زندگی بسر کرنا مفید نہیں اس سے قوٰے بیکار ہو جاتے ہیں - روزہ میں ایک مسلمان بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کرتا ہے اور میدان جنگ میں نفس پر قابو رکھنے کے لئے تربیت حاصل کرتا ہے ۔

مسلمان سپاہی کی اخلاقی تربیت

مسلمان کا میدان جنگ میں نکلنا اس لئے نہیں کہ وہ لوٹ کھسوٹ کرے اور بے حیائی کا مرتکب ہو، اور غیر قوم کی عورتوں کی عفت دری کرے - تمام دنیا بھر میں یہ صرف ایک ہی سپاہی ایسا ہے جسے میدان جنگ میں خدا کو یاد کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ملا ہے - لوٹ کھسوٹ کا مال اس پر حرام کیا گیا ہے، غنائم اور چیز ہے اور لوٹ کھسوٹ اور - غیر قوموں کی عورتوں کی عزت کو ملحوظ رکھنے کا اسے ویسا ہی حکم ہے - جیسے ایک مسلمان عورت کی عزت ۔

روزہ نہ صرف جسمانی مشقت برداشت کرنا سکھاتا ہے بلکہ روحانی قوٰے کی نشوونما کا بھی موجب ہے، اگر کسی دل میں خدا کا خوف نہ ہو اور اس کی سیرت اعلیٰ درجہ کی نہ ہو تو وہ میدان جنگ میں جا کر بدکاری سے بچ نہیں سکتا - پچھلی جنگ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے مجھے ایک ملٹری افسر نے بتایا کہ جنگ کے دوران میں پوپ صاحب کا بڑے بڑے مشنوں کے نام خط آیا تھا کہ انگریز سپاہیوں کے لئے عورتیں مہیا کی جائیں - آج بیسویں صدی میں پوپ صاحب کا یہ حکم! اس کے برعکس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سپاہیوں کی اعلیٰ تربیت کی، ان کو باحیا اور عفیف بنا دیا - آنکھ جس سے بے حیائی کی امید ہوتی ہے اسے نیچی رکھنے کا حکم صادر فرمایا ۔

میدان جنگ میں لوٹ کھسوٹ پر وعید

آپ نے میدان جنگ میں لوٹ کھسوٹ کرنے والے کے لئے بڑی وعید فرمائی - ایک غزوہ میں ایک سپاہی کو تیر لگا اور شہید ہو گیا، مسلمانوں نے اپنے دوست کو مبارک دی اور تکرار سے ھنیاً لک الشھادۃ ھنیاً لک الشھادۃ کہا، شہادت کی سعادت حاصل کرنا مبارک ہو - ان خوشی بھرے نعروں سے فضا گونج اٹھی - لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہے ۔

ان الشملۃ التی اخذھا من غنائم خیبر لتشتعل علیہ نارا

اس شخص نے خیبر کی جنگ میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس میں سے ایک چادر چرا لی تھی، یہ چادر اس پر آگ بن کر بھڑکے گی - اس لئے یہ شہادت کوئی نہیں ہے - یہ تھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے سپاہی کی میدان جنگ میں بھی ان کی روحانی تربیت برابر کی جا رہی ہے میدان جنگ کیا ہے گویا اخلاقیات کا ایک کالج کھلا ہے ۔

غیر قوموں کا مال ناجائز طریق سے کھانا

کسی سپاہی نے اپنے افسر سے پوچھا دشمن ملک ہے اس کی بھیڑ بکری ہاتھ لگے تو کیا اٹھا لیں - جواب ملا یہ مسلمان کی شان نہیں بلکہ یہ تو کفار کا نشان ہے کہ وہ کہتے ہیں لیس علینا فی الامیین سبیل کہ غیر قوم کا مال کھا جانا ہم پر حلال ہے - یہ کیا قوم ہے آپ کی تربیت یافتہ قوم کا ایک سپاہی بھی قرآن کو خوب سمجھتا اور اسے پیش کر سکتا ہے دنیا میں کوئی سپاہی ہے جو اس معیار پر پورا اتر سکے ۔

سعد بن ابی وقاص شاید پانچویں یا ساتویں شخص تھے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے - بڑے امیر کبیر آدمی تھے - لیکن انہوں نے بتایا کہ اسلام لانے کے بعد ایسے ایام بھی آئے کہ کھانے کو کچھ میسر نہیں ہوتا تھا، اور درخت کے پتے کھا کر گذارہ کرنا پڑا لیس لنا طعام الا ورق الشجر - اور اس حالت میں جب رفع حاجت کے لئے باہر جنگل جاتے تو پیٹ سے مینگنیاں نکلتیں یہ وہ لوگ ہیں کہ ان مصائب اور شدائد کے وقت بھی ان سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ غیر قوم کا مال نہ لوٹیں اور بدکاری نہ کریں بلکہ حکم دیا کہ روزہ رکھنا ہے، غرض اس سے یہ ہے کہ لعلکم تتقون تاکہ تم معاصی کو ترک کر دو اور ارتکاب گناہ نہ کرو ۔

روزہ روحانیات میں سے ہے

الصیام مصدر ہے صَامَ یَصُوْمُ سے - جیسے قَامَ یَقُوْمُ سے اَلْقِیَامُ مصدر ہے اس لئے الصیام کے معنی ہیں روزہ رکھنا - کتب علیکم الصیام روزہ رکھنا مسلمان پر فرض کیا گیا ہے - یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ فرمایا کما کتب علی الذین من قبلکم یعنی روحانیات کے معاملات میں تمام پہلی قوموں کا یہ کام رہا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ رکھنا کس قدر برکات کا موجب ہے روزہ سے بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیف محسوس ہوتی ہے - لیکن تکلیف سہل ہو جاتی ہے اگر وہ عام ہو جائے قوم کی قوم روزہ رکھتی ہے تو اس کی تکلیف سہل ہو جاتی ہے ۔

خواہشات کا ناجائز استعمال موجب فساد ہے

تمام بدکاریوں و حرامکاریوں کا منبع پیٹ ہے یا شرمگاہ، نفسانی خواہشات بڑھ جانے سے فساد پیدا ہو جاتا ہے جو پیٹ کو بھرنے کے لئے جائز اور ناجائز کی تمیز اٹھا دی تو فساد بڑھ گیا - رشوت ستانی، چوری، ڈاکہ زنی سب اسی کی وجہ سے ہیں اپنی شرمگاہ کی حفاظت اور پیٹ میں مال حرام کو جانے سے روکنا یہ وہ راہ ہے جو سلامتی کی راہ ہے اور جس سے امن پیدا ہوتا ہے - یہی وہ چیزیں ہیں جن کے لئے دنیا سرگرداں رہتی ہے لوگ اپنا وطن چھوڑ دیتے اور دور دراز کے سفر اختیار کرتے اور صعوبتیں برداشت کرتے ہیں، کوئی آسٹریلیا جاتا ہے کوئی امریکہ اور یورپ میں پہنچتا ہے، اگر خواہشات نہ ہوتیں تو سوسائٹی میں ترقی نہ ہوتی - یہ شرف اور ذلت دونوں کا باعث ہے - یہ پل صراط ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے - اگر خواہشات کا صحیح استعمال کیا تو دنیا کے لئے مفید بن سکتا ہے - لیکن اگر حیوانی خواہشات کو بڑھنے دیا اور ان کے پورا کرنے کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کرنے شروع کئے تو ذلیل و رسوا ہو گیا - مال کمانے کے لئے باریک چالاکیاں کرتا ہے اور، مال مل جائے تو عورتوں کے پیچھے دوڑتا ہے لیسے لوگوں کی آنکھ میں حیا نہیں ہوتی اور دل میں ایک حیوانی جوش لئے پھرتے ہیں یہ خواہشات جو انسان کو ناجائز طور پر اموال حاصل کرنے کی طرف مائل کرتی ہیں اور جو اس کو بے حیا اور بدکار بناتی ہیں، ان کی اصلاح کے لئے روزہ رکھا گیا ہے، اس میں پیٹ کو اور شرمگاہ کو عفیف رکھنے کی مشق کرائی گئی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بڑی تلقین فرماتے تھے صحابہ کا قول ہے یامرنا بالصلوٰۃ والصدق والعفاف والصلۃ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز کی تلقین فرماتے اور فرماتے

کہ مسلمان وہ ہے جس کے دل میں حق پرستی ہو اور اس کے پیٹ میں مال حرام نہ جاتا ہو اور اس کی شرمگاہ محفوظ ہو، اور وہ صدق پرستی کرتا ہو۔

صحابہ کے امتیازی اخلاق

انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ صحابہ بحیثیت قوم بڑے حق پرست بن گئے تھے، بڑے دیانتدار اور عفیف بن گئے تھے، جس ملک میں گئے یہ امتیازی نشانیاں اپنے ساتھ لے گئے اور بالکل علیحدہ قوم نظر آتے، وہ شراب بھی نہ پیتے تھے، وہ جوا بھی نہ کھیلتے تھے۔ ان کی آنکھوں میں حیا تھی، وہ تجارت میں چالاکی سے قطعاً کام نہیں لیتے تھے۔

روزہ ضبط نفس اور خواہشات بہیمیہ پر کنٹرول سکھاتا ہے

مشقت کی زندگی بسر کرنا اور ضبطِ نفس کی عادت اختیار کرنا روزہ ہے بھوکے مرنے کا نام روزہ نہیں، روزہ پیٹ کا ہے اور شرمگاہ کا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے میں اسے جنت کی خوشخبری سناتا ہوں۔ انسان کے اندر حیوانیت بھی ہے، مکان بنانا، کھانا پینا، توالد و تناسل کا سلسلہ سب حیوانی خواہشات ہیں، اگر کوئی ان خواہشات پر کنٹرول کرلے تو وہ اعلیٰ درجہ کا انسان بن جاتا ہے ورنہ انسانیت سے گر جاتا ہے، حیوانی خواہشات سے اندھا ہو کر اگر عورتوں کے پیچھے جاتا ہے تو حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، بہیمیت کی یہ قوت جس کے تحت وہ کھاتا پیتا بیاہ شادی کرتا ہے اپنی ذات میں بری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے قیام کے لئے یہ قوت اس کے اندر رکھی ہے لیکن اس کا صحیح استعمال ہی فائدہ کا موجب ہو سکتا ہے۔

قوت سبعی اور اس کا صحیح اور غلط استعمال

اسی طرح اس کے اندر درندگی بھی ہے جسے سبعی قوت کہا جاتا ہے۔ اس کے تحت وہ اپنی عزت کی حفاظت کرتا اپنے مال و متاع کی حفاظت کرتا ہے اس سے بڑھ کر وقت آنے پر اپنے محلہ کی عورتوں کی عزت کا محافظ بنتا ہے اور وہ دین کی حمایت میں شجاعت کے جوہر دکھاتا ہے، اگر یہ قوت نہ ہوتی تو وہ اپنی بہو بیٹیوں کی عزت کی حفاظت نہ کر سکتا یہ قوت نعمت ہے اگر اس کا صحیح استعمال کیا جائے، یہی وہ قوت ہے جو ظالم کے مقابلہ پر انسان کو کھڑا کر دیتی ہے۔ اسی کی وجہ سے ایک مرد ایک غریب نادار عورت کی عزت کو برقرار رکھنے کی خاطر اپنی جان دے دیتا ہے۔ غرضکہ اسی قوت کی بدولت انسان اپنی عزیز اور اعلیٰ درجہ کی چیزوں کی حفاظت کر سکتا ہے۔ لیکن بسا اوقات ایک غلط کار انسان اس قوت کا غلط استعمال کرتا اور غریبوں پر ظلم ڈھاتا ہے، نادار اور کمزور لوگوں کے مال اڑا لے جاتا ہے۔ ان کی بہو بیٹیوں کی عزت پر حملہ کرتا ہے۔ اس قوت کے غلط استعمال نے اسے ظالم بنا دیا۔ حالانکہ یہ قوت اعلیٰ کاموں کے لئے بھی استعمال کی جا سکتی تھی، سو یہ قوتیں پلصراط ہیں جو بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز ہیں۔ ان کے استعمال کرنے میں جو شخص غلط راستہ اختیار کر لیتا ہے کٹ کر جہنم میں جا گرتا ہے۔

ملکی قوت اور شیطان سے جنگ

ان کے علاوہ انسان میں ایک اور قوت ہے اُسے ملکی قوت کہتے ہیں۔ اس کا ہر آن شیطانی قوتوں سے مقابلہ ہے۔ ہر وہ جو اس کشمکش میں غالب آجاتا اور حیوانی خواہشات پر کنٹرول کر لیتا ہے فرشتہ سیرت بن جاتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی مغلوب ہو کر شیطان بن جاتا ہے نہ صرف یہ بلکہ شیطان کو بھی مات کر دیتا ہے۔ روزہ کیا ہے یہی کہ روزہ دار اپنے نفس پر قابو پانا سیکھے۔ حیوانی خواہشات سے مغلوب ہوتا نہیں بلکہ ان پر غلبہ پانے کی عادت ڈالے۔

باہم تواضع، انکسار اور عفو کی عادت ڈالو

ضبط نفس دوسروں کی خاطر انکساری اور تواضع اختیار کرنے کا نام ہے، کسی سے کوئی خطا ہو جائے تو اسے معاف کر دینا۔ سوسائٹی میں رہنے کے لئے ضبط نفس بہت مفید ہے بات بات پر مشتعل ہو جانا اچھا نہیں۔ دوسروں سے تقصیر ہو جائے تو معافی سے کام لینا مناسب ہوتا ہے، اس لئے ایک جماعت کے قیام کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ باہمی تقصیروں کو معاف کیا جائے، خدا کی رضا کی خاطر اور قوم کی مضبوطی کی خاطر انکساری کی عادت ڈالو، کسی سے کوئی تقصیر ہو جائے اسے معاف کر دو، عفو کہتے ہیں مٹا دینے کو، یعنی دل و دماغ کے ہر کونے سے اپنے بھائی کی زیادتی کو نکال دینا۔ معاف کرنے کے بعد یہ نہ ہو کہ اس کے خلاف خیالات اندر سے نیچے بیٹھے رہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العفو لا یزید عبداً الا العزة معاف کر دینے سے انسان کا کچھ بگڑتا نہیں بلکہ اس کی عزت بڑھ جاتی ہے والتواضع لا یزید عبداً الا الرفعت اور اسی طرح تواضع اور انکساری اختیار کرنے سے انسان کو رفعت نصیب ہوتی ہے، ہر وقت انتقام کے جذبہ کا اظہار اچھا نہیں۔ وہ جماعت جماعت نہیں رہ سکتی جو ایک ایک بات پر انتقام لینے پر تُل جائے۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک تواضع انکساری اور معاف کرنے کی عادت ڈالے۔

ایک دوسرے کا اکرام کرو

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قولوا للناس حسناً یعنی تمہاری گفتگو اور تمہارے کلام کرنے میں خوبصورتی ہو۔ تم میں تواضع اور انکساری ہو۔ اگر ساری کی ساری قوم اس کا ارادہ کرلے کہ ہم نے خوبصورتی سے کلام کرنا اور باہم انکساری سے زندگی بسر کرنا ہے، تو یہ سوسائٹی کے لئے بڑی برکات کا موجب ہو۔ چاہیئے کہ ہمارے دل کے کسی گوشہ میں تکبر نہ ہو۔ بلکہ خدا کا خوف جاگزین ہو اور یہ جذبہ ہو کہ ہم نے کسی کو دکھ نہیں پہنچانا کسی کے حقوق کو غصب نہیں کرنا، لوگوں کا اکرام کرنا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکرموا اولادکم اپنے بچوں کا اکرام کرو اپنے بیٹوں اور بیٹیوں سے اکرام سے پیش آؤ۔ جب بچوں کا اکرام کرنے کا حکم ہے تو ایک مسلمان دوسروں پر کیسے سختی کر سکتا ہے۔ ۔۔ کر اسے غیروں پر تو سختی کرنے کا کوئی حق ہی نہیں۔ پس چاہیئے کہ تم اکرام کرو اس سے خدا خوش ہوتا ہے۔ خدا کے حضور رونا تھا گڑگڑانا انکساری ہی کو پیدا کرنے کے لئے ہے مسلمان سوسائٹی کی شان تو اس طرح بیان کی گئی ہے اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین۔

روزہ میں ضبط نفس کی مشق

روزہ رکھنا ضبط نفس کی مشق کرنا ہے۔ لیکن بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ شام کے وقت افطاری کے قریب ان سے کوئی بات کرے تو وہ غصہ میں آجاتے ہیں دوسرے کو کاٹ کھاتے ہیں، اس شخص نے روزہ سے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ یہ متواتر ایک مہینہ روزہ رکھنے کا حکم دینا ایک لمبی مشق ہے جو سال بھر کے لئے کافی ہے۔ الغرض تواضع اور انکساری کی عادت ڈالنا دوسروں سے حسن سلوک سے پیش آنا اور دکھ دینے سے بچنا ہی اسلام ہے۔

ایام اور مقامات کی خصوصیت

پھر فرمایا شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن یعنی رمضان کے مہینہ کو قرآن کریم سے ایک نسبت ہے۔ وہ نسبت یہ ہے کہ قرآن کریم کا نزول اس مہینہ میں شروع ہوا، رمضان کا مہینہ اور جمعہ کا دن بڑے مبارک اوقات ہیں۔ اسی طرح سے بعض مقامات کو بھی بعض وجوہ کی بناء پر خصوصیت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارشاد ہوتا ہے اسلم خدا کے احکام کی کامل فرمانبرداری اختیار کرو قال اسلمت لرب العالمین جواباً کہا میں رب العالمین کی کامل فرمانبرداری اختیار کرتا ہوں، اسی کے صلہ میں فرمایا انی جاعلک للناس اماماً لوگوں کے لئے تمہیں امام اور مقتدا بنایا جاتا ہے۔ پھر مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔ اس میں مقام ابراہیم کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح سے حضرت ہاجرہ کے ایک عمل کو بھی بڑی اہمیت دی اور حج کے ایام میں ہر حج کرنے والے پر فرض کر دیا کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان اسی طرح سعی کرے جس طرح اس بی بی نے ممتا کے مارے اپنے ننھے پیاسے بیٹے کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں سعی بین الصفا والمروہ کی تھی، اللہ تعالیٰ کو اس بی بی کا سفر کس قدر پسند آیا اور اس کی کس قدر عزت افزائی کی کہ حج میں جو مسلمانوں کی عبادت کی آخری منزل ہے ۔۔۔۔ اس عمل کو بجا لانے کو ہر حج کرنے والے پر فرض قرار دیا۔

رمضان میں قرآن کا نزول

غرضکہ بعض بعض مقامات اور بعض ایام کو خصوصیت حاصل ہے اور اس میں بڑے فوائد ہیں۔ رمضان کے مہینہ کی خصوصیت اس لئے ہے کہ انزل فیه القرآن اس میں روحانی بارش کی ابتدا ہوئی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔۔۔۔ قرآن کی ایک صفت یوں بیان فرمائی ہے ان اللہ یرفع به اقواما ویضع به آخرین۔

تعلیمات قرآن عزت و شرف کا موجب ہیں

قرآن کریم وہ مبارک کتاب ہے کہ اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے قومیں معزز ہو جاتی ہیں، اور وہ جو اس سے اعراض کرے گا پست کر دیا جائے گا، اسی مضمون کو قرآن شریف کی اس آیہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے انه لذکر لک ولقومک یہ قرآن آپ کی عزت و شرف کا باعث ہوگا اور اس قرآن کی تعلیمات کی پیروی آپ کی قوم کی عزت و شرف کا باعث ہوگی۔

(باقی صلا پر)

علماء ربانی کے روحانی مشاہدات

قسط نمبر

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب مولوی فاضل

عارف کامل اور اس کا انبیاء وغیرہ کی نعمتوں سے سرفراز کیا جانا

"ان علوم میں سے جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے حاصل ہوئے ایک علم یہ ہے کہ عارف جو معرفت الٰہی میں کامل ہوتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ دنیاوی جسمانی اور روحانی علائق پوری طرح دور ہوں اور وہ اپنی کیفیات اور جذبات میں تر و تازہ ہو اور اس غور و فکر سے کہ وجود باری تعالےٰ موجودات میں کس طرح جاری و ساری ہے اور مبداء اوّل اپنے ارادہ حیات میں عالم کے مظاہر حیات میں کیسے متوجہ ہوتا ہے اس شخص کو اس غور و فکر نے فرسودہ نہ کر دیا ہو۔ .... چنانچہ جب اس شخص پر الٰہی رنگ کا فیضان ہوتا ہے تو اس کا دنیوی، اُخروی جسمانی اور روحانی علائق سے منقطع ہونا "محبت ذاتی" کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور محبت ذاتی سے مراد وہ محبت ہے جو اللہ تعالےٰ کے نقطۂ ذات کی طرف متوجہ ہوتی ہے ....

عارف کامل وہ ہے کہ وہ ان سب علائق سے کلیتہً کنارہ کشی کو اپنے باطن میں اس طرح جگہ دیتا ہے کہ اس عالم کے مظاہر میں سے کسی مظہر کی محبت بھی خواہ وہ مظہر اس طرح ذات حق کے ساتھ قائم ہو کہ وہ عنوان ہو محبت ذاتی کا اور بدن ہو محبت ذاتی کی رُوح کا اور قالب ہو اس کی حقیقت کا۔ اس عارف کی کل علائق سے کنارہ کشی اور انقطاع کامل کو کسی طرح ملوث نہیں کرتی۔" (چھبیسواں مشاہدہ)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اور ان علوم میں سے جو مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے ملے ایک علم یہ ہے کہ عارف کامل کو ان تمام کی تمام نعمتوں سے سرفراز کیا گیا ہے جو نعمتیں اللہ تعالےٰ نے آسمانوں کو زمینوں کو جمادات، حیوانات اور انسانوں کو اور ان میں سے جو فرشتے انبیاء اولیاء اور بادشاہ وغیرہ ہیں ان سب کو عطا فرمائیں۔

(چھبیسواں مشاہدہ)

"عارف جب کمال کو پہنچتا ہے تو اس کی روح ملاء اعلیٰ سے جا ملتی ہے ملاء اعلیٰ میں ایک بلند اور عالی مرتبہ بارگاہ ہے جہاں کامل عارفوں کی ہمتیں تو پہنچ جاتی ہیں لیکن اس تک ان کے بدن نہیں پہنچ پاتے۔ .... الغرض ملاء اعلیٰ کی اس بلند اور عالی مرتبہ بارگاہ میں جب ان کاملوں کی ہمتیں پہنچتی ہیں تو اس مقام پر اللہ تعالےٰ کی تدلّی ہوتی ہے اور یہ تدلّی اپنے نور سے کاملوں کی ان ہمتوں کو پوری طرح ڈھانک لیتی ہے چنانچہ ان کی ہمتیں ان انوار کی روشنی میں چھپ جاتی ہیں یہاں تک کہ نہ تو ان ہمتوں اور انوار میں وہاں فرق کرنا ممکن ہوتا ہے اور نہ ان ہمتوں میں باہم ایک دوسرے میں تمیز کی جا سکتی ہے .... اور جو شخص اس بارگاہ مقدسہ کے مشاہدہ سے محروم رہا تو اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ ان امور کو اللہ تعالےٰ کے حوالے کر دے اور اجمالی طور پر وہ ان سب پر ایمان لے آئے۔" (پچیسواں مشاہدہ)

خلافت ظاہری و باطنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس امت مرحومہ کے لئے اُسوہ حسنہ ہے۔ اب امت میں سے جو اصحاب خلافت ظاہرہ ہیں یعنی وہ لوگ جن کا کام شریعت کی حدود کو قائم کرنا جہاد کے لئے ساز و سامان فراہم کرنا، سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت کرنا وفود بھیجنا صدقات اور خراج جمع کرنا اور مستحقین پر ان کو تقسیم کرنا مقدموں کا فیصلہ کرنا یتیموں مسلمانوں کے اوقاف گزرگاہوں مسجدوں اور اسی طرح کے جو اور امور ہیں ان کی خبر گیری کرنا ان لوگوں کے لئے تو رسول اللہ کا اُسوہ حسنہ آپ کے وہ احکام و اوامر ہیں جو مذکورہ بالا امور کے متعلق کتب احادیث میں بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں جس شخص پر ان امور کی ذمہ داری ہوتی ہے ہم اس کو خلیفہ ظاہر کہتے ہیں۔

اصحاب خلافت ظاہرہ کے علاوہ امت میں ایک گروہ اصحاب خلافت باطنہ کا ہے یہ لوگ قرآن سنت اور شریعت کی تعلیم دیتے نیک کاموں کا حکم کرتے اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں ان کی باتیں دین کے لئے مدد کا باعث بنتی ہیں .... خلیفہ ظاہر اور خلیفہ باطن میں فرق یہ ہے کہ اگر ایک سے زیادہ بھی خلیفہ باطن ہوں تو ان میں باہم تنازع کی نوبت نہیں آتی لیکن خلیفہ ظاہر کا معاملہ اس سے برعکس ہے۔

(چھتیسواں مشاہدہ)

اس کے بعد ...... میں اس بات کا اظہار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں خلافت باطنی کی خلعت بخشی ہے ان کے اپنے الفاظ ہیں۔

"اللہ تعالےٰ نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ وہ میرے ساتھ کیا کیا نوازشیں کرنے والا ہے اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں میں سے وہ کون کون سی نعمت مجھے عطا فرمانے والا ہے اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا اور آخرت دونوں کے مواخذے سے مامون فرما دیا .... اللہ تعالےٰ نے مجھ پر احسان فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ یہ جو کچھ مجھے عطا کیا گیا ہے یہ ایسی نعمت ہے کہ اولیاء میں سے کم ہی کو یہ میسر ہوتی ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اطمینان بخش زندگی سے بھی نوازا اور اس نے ہر سعادت سے مجھے قابل ذکر حصہ عطا فرمایا اور نیز اس نے مجھے خلافت باطنی کی خلعت بخشی۔

قائم الزمان

"میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں۔ قائم الزمان سے میری یہ مراد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جب اس دنیا میں نظام خیر کو قائم کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے اپنے اس ارادے کی تکمیل کے لئے مجھے بطور ایک ذریعہ کار کے مقرر کیا۔"

(چوالیسواں مشاہدہ)

تیرھویں مشاہدہ کے تحت لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نفس کو غیر متناہی پایا اور اس کے اندر اس قدر وسعت دیکھی کہ وہ اللہ تعالےٰ کو جو غیر محدود و غیر متناہی ہے متحمل ہو گیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"........ اس کے بعد میرے لئے اللہ تعالیٰ کی تدلّی اعظم ظاہر ہوئی تو میں نے اسے بے کنار اور غیر متناہی پایا اور اس وقت میں نے اپنے نفس کو بھی غیر متناہی پایا اور میں نے دیکھا کہ میں گویا ایک غیر متناہی ہوں جو دوسرے غیر متناہی کے مقابل ہے اور میں اس غیر متناہی کو اپنے اندر متحمل کر گیا ہوں اور میں نے اس غیر متناہی میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑا اس کے بعد جو میں نے اپنے نفس کی اس عظمت اور وسعت سے حیرت میں رہا۔ لیکن پھر یہ حالت مجھ سے جاتی رہی تو میں نے دیکھا کہ نور سے بھرا ہوا ہوں اور میرے اوپر میرے نیچے میرے دائیں اور میرے بائیں الغرض ہر طرف سے مجھ پر نور کی بارش ہو رہی ہے بلکہ میں نے تو یہاں تک دیکھا کہ میرے دل سے میری آنکھوں سے میرے ہاتھ سے میرے تمام اعضا و جوارح سے نور .... چشمے کی طرح .... اُبل رہا ہے۔"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا اُڑھایا جانا

"۱۱۴۴ھ ماہ صفر کی دسویں تاریخ کو مکہ معظمہ میں میں نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے گھر میں تشریف لائے ہیں اور حضرت حسن کے ہاتھ میں ایک قلم ہے جس کی کہ نوک ٹوٹی ہوئی ہے آپ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ وہ مجھے یہ قلم عطا فرمائیں اور فرمایا کہ یہ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلم ہے اس کے بعد آپ نے قدرے توقف کیا اور فرمانے لگے ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ حسین رضی اس قلم کو ٹھیک کر دیں کیونکہ اب یہ قلم ویسا نہیں ہے جیسا پہلے تھا جبکہ حسین رضی نے اس کو ٹھیک کیا تھا۔ چنانچہ حضرت .... نے ان سے یہ قلم لیا اور اسے ٹھیک کر کے مجھے عطا فرمایا مجھے اس سے بے حد خوشی ہوئی اس کے بعد ایک چادر لائی گئی جس میں سبز اور سفید رنگ کی دھاریاں تھیں یہ چادر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے سامنے رکھی گئی۔ حضرت حسین رضی نے یہ چادر اُٹھائی اور فرمایا کہ یہ چادر میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ چادر مجھے اوڑھائی اور میں نے تعظیم اور احترام کے خیال سے اوڑھنے کے بجائے اسے اپنے سر پر رکھ لیا۔ اور اس نعمت کے شکر نے میں خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کرنے لگا اس کے بعد یکبارگی میری آنکھ کھل گئی۔"

(چھٹا مشاہدہ)

محبوب خدا کی برکات

"جب کوئی شخص اللہ تعالےٰ کا محبوب بن جاتا ہے یعنی اس کے جوہر روح میں تدلّی اعظم کا وہ مثالی مظہر اور وہ نقطہ تدبیر جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے داخل ہو جائے تو وہ شخص ذات حق کا منظور نظر اور ملاء اعلیٰ کا چہیتا بن جاتا ہے۔ چنانچہ جب یہ شخص کسی جگہ اترتا ہے تو اس جگہ کے ساتھ ملاء اعلیٰ کی ہمتیں وابستہ ہو جاتی ہیں اور اس طرف فرشتے فوج در فوج اور انوار موج در موج لپکے

ہیں اور خاص طور پر اگر اس محبوب شخص کی ہمت اس جگہ سے خصوصی تعلق رکھتی ہو تو پھر اس مقام کی تاثیر کا کیا کہنا۔

اور نیز بات یہ ہے کہ ایک عارف جو معرفت اور حال میں کامل ہوتا ہے اس کی ہمت میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ ذات حق کی نظر عنایت کا مرکز بن جاتی ہے چنانچہ اس کی اس ہمت کا اثر اس عارف کے اہل و عیال پر اس کے مکان پر اس کی نسل پر اس کے نسب پر اور اس کے قرابت داروں پر اور اس کے ساتھیوں پر پڑتا ہے اور اس ہمت کے ضمن میں مال و جاہ کی قبیل کی چیزیں بھی آجاتی ہیں چنانچہ وہ کامل ان کی بھی اصلاح کرتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ کاملوں کے آثار و کمالات دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔" (بیسواں مشاہدہ)

"الغرض جب مجھ پر ذات حق کی نظر کا فیضان ہوا تو میں بھی پوری توجہ سے ادھر ملتفت ہوا اس سے اس فیضان کا ایک رنگ میرے اندر جاگزین ہو گیا اور اس وقت میں نے اپنے آپ کو یوں محسوس کیا جیسے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میری طرف دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ مجھے یقین ہو گیا کہ ذات حق کی یہ جو نظر ہے اور جس کا سطح میں بتا ہوں اس کی خصوصیت یہ ہے کہ جس شخص پر ذات حق کی اس نظر کا فیضان ہوتا ہے وہ شخص جب کسی جگہ بیٹھ کر اپنے رب کا مشاہدہ کرتا ہے تو تمام کی تمام زمین اور سارے کے سارے آسمان اس کی پیروی کرتے ہیں اور خاص طور پر زمین کے وہ اجزا جو پاتال تک نیچے چلے گئے ہیں اور فضا کے وہ حصے جو ساتویں آسمان بلکہ عرش تک پھیلے ہوئے ہیں اور نیز جب یہ نظر حق کسی شخص میں جاگزین ہو جائے تو وہ قطب بن جاتا ہے۔"

(بارھواں مشاہدہ)

امور نبوت کے بجالانیوالے کی فضیلت

"حضرت ابو بکر رضہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضرت علی رضہ سے کس اعتبار سے افضل ہیں باوجود اس کے کہ حضرت علیؓ اس امت کے پہلے صوفی پہلے مجذوب اور پہلے عارف ہیں اور یہ کمالات سوائے آپ کی ذات میں اور کسی میں نہیں ہیں اور اگر تھوڑے کسی میں ہیں بھی تو وہ محض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیلی کی حیثیت سے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سوال پیش کیا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ کے نزدیک فضیلت کلی کا مدار امور نبوت پر ہے جیسے کہ علم کی اشاعت لوگوں کو دین کا مطیع و فرمانبردار بنانا اور اسی طرح کے اور امور جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ فضیلت جس کا مرجع ولایت یعنی "جذب" اور "فنا" ہے یہ تو ایک جزئی فضیلت ہے اور ایک درجہ سے یہ فضیلت کم درجہ کی بھی ہے، اس ضمن میں حضرت ابو بکر رضہ اور حضرت عمر کا تو یہ حال تھا کہ وہ سرتاپا امور نبوت کے لئے وقف ہو گئے تھے"

(بائیسواں مشاہدہ)

الہام الٰہی میں تعبیر کی ضرورت

"کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی بندے سے ایک بات کا وعدہ کرتا ہے اور وہ بات وعدے کے مطابق نہیں ہوتی باوجود اس کے کہ یہ وعدہ سچے الہام کا نتیجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس طرح وعدے کا پورا نہ ہونا اکثر لوگوں کے لئے ایک اشکال بن گیا ہے۔ مشائخ اور صوفیاء نے اس اشکال کو دور کرنے کے لئے اس ضمن میں گفتگو بھی کی ہے۔ مثلاً ان کا کہنا یہ ہے کہ بسا اوقات ایک بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایک اچھی بات کا وعدہ کرتا ہے اور اسی وعدہ کی بناء پر اس اچھی چیز کی رغبت کرنے لگتا ہے اور وہ اس کا انتظار کرتا ہے لیکن بعد میں یہ وعدہ پورا نہیں ہوتا مشائخ کا خیال ہے کہ اس وعدے کا پورا نہ ہونا اس بندے کے حق میں اللہ تعالےٰ کے مزید لطف و کرم کا باعث بنتا ہے اور وہ اس طرح کہ یہ شخص اس اچھی چیز کی محبت سے جس کا کہ اس سے وعدہ کیا گیا تھا منعم کی محبت کی طرف ترقی کرتا ہے یعنی ان مشائخ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا نہ کرنا کوئی نقص نہیں۔۔۔۔۔۔ جہاں تک عارفین میں سے اہل کمال کا تعلق ہے وہ تو ان عطروں سے بالکل خاموش رہتے ہیں البتہ اس سلسلہ میں ان کو بھی بے شک تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے"۔

(اڑتیسواں مشاہدہ)

قضائے مبرم اور عارف کامل

"بعض دفعہ عارف پر منکشف ہوتا ہے کہ قضا کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ فلاں واقعہ اسی طرح ہو اور یہ کہ ایسا ہونا قضائے مبرم سے مقدر ہو چکا ہے لیکن اس کے بعد عارف اپنی پوری ہمت سے دعا کرتا ہے اور اس دعا میں وہ عجز و الحاح سے کام لیتا ہے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ قضا کسی دوسری صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس واقعہ کی بجائے کوئی دوسرا واقعہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے جو اس عارف کی ہمت کے مطابق ہوتا ہے"

(اڑتیسواں مشاہدہ)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقیقت کا علم کس طرح میسر آسکتا ہے۔

"میں نبی علیہ الصلوٰۃ کی طرف متوجہ تھا کہ ایک نور جو بلندیوں کی طرف پرواز کر رہا تھا طلوع ہوا اس نور سے میرا خیال سرتاپا پُر ہو گیا۔ اور اس کی تابانی اور چمک دیکھ کر میں حیرت میں پڑ گیا اس اثنا میں خود مجھے اپنے اندر سے فراست اور فطری سوجھ بوجھ کے ذریعہ بتایا گیا کہ یہ نور عرشی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اس نور کا بڑا دخل ہے چنانچہ جب تک اس نور کی معرفت حاصل نہ ہو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی حقیقت کا علم مکمل طور پر میسر نہیں آتا" "تیسواں مشاہدہ"

اس مشاہدہ سے واضح ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقیقت کا علم اس وقت تک کسی کو مکمل طور پر میسر نہیں آسکتا جب تک مجاہدات اور پیہم سعی و کوشش سے کسی نے اپنے باطنی قوٰی کو پوری نشوونما دی ہو، علوم ظاہری کے حصول میں کمال حاصل کر لینے سے حقیقت نبوت آشکارا نہیں ہو سکتی، یہی وہ راز ہے جس کے لئے امت کو ہر زمانہ میں مجددین اور اولیاء اللہ کی ضرورت رہی ورنہ وہ دور جس میں امت بگڑی یا اُن کے عقاید میں فساد پیدا ہوا علوم ظاہری کو جاننے والے کم نہ تھے۔ علوم ظاہری کے حصول کو مذہب کی سیرت اور روح سے واقف ہونے اور اس سے اطراف و اکناف میں شائع کرنے کے لئے کافی سمجھنا سخت غلطی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اس مشاہدہ کی اصل کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

لا یمسہ الا المطہرون

حضرت شاہ صاحب کے ان مشاہدات میں اسی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے جو ہر ولی اللہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کی روشنی میں حضرت امام زمان کے دعوے کو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی بہت سی اصطلاحات جو حضرت امام زمان نے اپنے کلام میں استعمال کیں ان کا ذکر بھی ان مشاہدات میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً بروز کی اصطلاح کو لیجئے آج مغربی فلسفہ کے زیر اثر بڑے بڑے علماء کلری مجلسوں میں اس لفظ پر مذاق اڑاتے سنے گئے ہیں حالانکہ حضرت شاہ صاحب نے اپنے دسویں مشاہدہ کے تحت لکھا ہے کہ

"حقیقت محمدیہ کے اس بروز کو قطب یا نبی کا نام دیا جاتا ہے"

اسی طرح دوسری اصطلاحات ہیں۔ غرض غور کرنے والے کے لئے ان مشاہدات میں بڑا علم ہے۔

انتخاب عہدیداران جماعت کراچی

مرکز کی ہدایت کے مطابق مورخہ ۲۲ر اپریل کو بعد نماز جمعہ عہدیداران جماعت کراچی کا نیا انتخاب ہوا۔ انتخاب کے متعلق احباب جماعت کراچی کو ایک ہفتہ پہلے فرداً فرداً تحریری اطلاع دی گئی تھی، اس لئے نماز جمعہ کے بعد تمام احباب نے انتخاب میں شرکت کی۔

صدر جماعت جناب چوہدری امجد خانصاحب نے مختصر الفاظ میں احباب جماعت کو نئے انتخابات کرنے کی دعوت دی، کارروائی شروع ہونے پر انہوں نے صدارت کے لئے جناب میاں غلام عباس صاحب کا نام تجویز فرمایا۔ اور تمام احباب نے تائید کی مگر جناب میاں صاحب نے اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے معذرت چاہی۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل انتخابات جماعت کی متفقہ رائے سے ہوئے:-

(۱) صدر :- چوہدری امجد خان صاحب
(۲) سینئیر نائب صدر :- خان اکرام اللہ خان صاحب
(۳) نائب صدر :- مرزا ولی احمد بیگ صاحب
(۴) جنرل سیکرٹری :- ڈاکٹر اللہ بخش صاحب
(۵) تبلیغی سیکرٹری :- شیخ مولنا عبد الحق صاحب
(۶) جائنٹ سکرٹری :- خواجہ بشیر احمد بٹ صاحب
(۷) (محاسب) فنانشل سیکرٹری :- محمد عثمان صاحب
(۸) اسسٹنٹ سیکرٹری :- سلطان محمد

والسلام

سلطان محمد
اسسٹنٹ سیکرٹری جماعت کراچی

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

مغرب کی مذہب سے دلچسپی

۹ شعبان - ۲ اپریل:-

آج بغداد میں یوم عید التہنئۃ منایا جا رہا ہے - جونور اور اعظم گڑھ کے آئمہ مساجد کو پیغام صلح بھجوایا - سویرے گھر پر چشتی صاحب تشریف لائے، علمی و دینی گفتگو ہوتی رہی - اشاعت دین اسلام سے "محبت" و حامیان ختم نبوت" کی والہانہ محبت" کا آج دنیا میں جو کچھ مظاہرہ ہو رہا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے موصوف نے اہل مغرب کا جن کے متعلق ہمارے تعلیم یافتہ مغرب زدہ دوست کہہ دیتے ہیں کہ انہیں مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں" وہ تو مذہب سے بالکل بیزار ہیں" "ریڈرز ڈائجسٹ" سے ایک قابل فکر واقعہ سنایا - امریکہ کے صدر جمہوریت مسٹر آئزن ہاور نے فرمایا کہ" ہمارے وزیر خارجہ مسٹر ڈالاس جہاں بھی جاتے ہیں جب بھی کسی کانفرنس وغیرہ میں شامل ہوتے ہیں اپنے ساتھ انجیل رکھتے ہیں، مسٹر ڈالاس کی تمام نقل و حرکت تجاویز فیصلے انجیل کی روشنی میں ہوا کرتے ہیں" میں نے عرض کیا کہ یہ تمام سیاسی باتیں ہیں دیو استبداد اپنی تکمیل اغراض کے لئے تیلم پری کے بھیس میں تماشا کر رہا ہے - "انجیل کی روشنی" ایٹم اور ہائیڈروجن بم کی پرورش کا باعث ہو رہی ہے - امن و سلامتی کی جگہ بربادی کا سامان تیار ہو کر انسانیت کو مٹانے کے درپے ہے - ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اہل مغرب مذہب سے دلچسپی ضرور رکھتے ہیں اور بعض ان میں سے حق کی تلاش میں لگی ہیں اُن کے پاس انجیل ہے وہ اس میں اپنی روحانی پیاس کو بجھانے کی جستجو کرتے ہیں دوسروں تک بھی پوری جد و جہد سے اس کو پہنچا رہے ہیں لیکن فرقان کے آجانے کے بعد انجیل میں تلاش حق بے سود ہے ہر زمان و مکان کی ضروریات اس میں نہیں - اب میدان قرآن والوں کے ہاتھ ہے "حامیان ختم نبوت" کا نقشہ رسول عربی صلعم کی زبان مبارک سے احادیث میں چودہ سو سال سے کھنچا ہوا موجود ہے اُن سے اشاعت دین کی توفیق چھین لی گئی ہے یہ کام زمانہ کے امام اور ان کے صالح خادموں کا ہے وہی کر رہے ہیں مسٹر ڈالاس اور ہمچو قسم کے اہل مغرب کے ہاتھوں میں مستقبل قریب میں انجیل کی جگہ قرآن نظر آوے گا، ایٹم اور ہائیڈروجن کی طاقتیں بربادی کی جگہ تعمیر کے کام آویں گی حقیقی معنوں میں انسان انسان ہوگا - پھر چشتی صاحب سے عرض کیا کہ میاں تم بھی نوجوان ہو اسلام کا درد رکھتے ہو، زمانہ حاضرہ پر بھی خاص نظر ہے - تم اُٹھو ڈالاس انجیل لئے پھرتا ہے تم قرآن اُٹھا لو عشق رسول کا عمل سے ثبوت دو -

جیسس ان ہیومن آن دی ارتھ کا اثر امریکن پادری پر

واقف جناب محمد یوسف الدین صاحب آفریدی تم عراقی بیگ از احباب ایدہ بہت دنوں کے بعد گھر تشریف لائے بیمار ہو گئے تھے تو دس روز ٹائیفائڈ کے بخار میں مبتلا رہے اب اللہ کے فضل و کرم سے صحت بہتر ہے - قابل نوجوان ہے اسلام کا درد ہے - اپنی وسعت کے مطابق عمل بھی ہے کہنے لگے پروفیسر ھیکن (عراق کے امریکی مسیحی تبلیغی مشن کے انچارج) کے پاس سے آرہا ہوں اُسے کتاب "جیسس ان ہیومن آف دی ارتھ" برائے مطالعہ دی ہوئی تھی وہ واپس ملی - پروفیسر ھیکن نے کہا کہ کتاب ہذا کے مصنف نے پوری کوشش کی ہے کہ عیسائیت کی بنیاد ہل جائے لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہوگا مگر اس کی محنت اور تحقیقات کی ہم داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، کشمیر اور افغانستان کے باشندوں کے متعلق کہ وہ یہودی النسل ہیں جو ثبوت بہم پہنچائے وہ ہماری معلومات میں اضافہ ہے" اور آفریدی صاحب کا کہنا ہے کہ پروفیسر کے چہرہ سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس کتاب سے بے حد متاثر ہوا ہے - تبلیغی سلسلہ میں آفریدی صاحب سے مزید گفتگو رہی - نیز انہیں برائے تقسیم مندرجہ ذیل پمفلٹ دیئے -

1. The Resurrection. 2. The Message of The Holy Prophet Muhammad to Europe. 3. Europe's Debt to Islam. 4. Islam, my only Choice. 5. Ramadhan.

صلحاء کو پرکھنے کا معیار

سہ پہر کو صوفی محمد طیب صاحب تشریف لائے اولیاء و صلحاء امت کا تذکرہ چھڑ گیا میں نے عرض کیا کسی بھی شخصیت کو پرکھنے کے لئے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کا مبنی برحقیقت معیار ضروری ہے رسول مقبول صلعم کی زندگی کو سامنے رکھا جائے - غلام کا اپنے آقا کے نقش قدم پر قدم مارنا ضروری ہے فاتبعونی کی سرمدی آواز پر لبیک کی آواز نے

دررہ عشق محمد ایں سرو جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

فضا میں اپنی گونج پیدا کر دے اور سعید ارواح کو تڑپا دے صوفی صاحب کو کتاب "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" برائے مطالعہ دی"

مولویوں کا کام

۱۵ اپریل بروز جمعہ:-

مرزا محمد خاں بیگ از احباب روز عصر کے بعد گھر تشریف لائے ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھے ان سے معلوم ہوا کہ جمعیت علمائے پاکستان کے صدر مولوی عبدالحامد بدایونی مع چند دیگر مولویوں کے کل بغداد وارد ہوئے اور اور درگاہ غوث الاعظم قدس سرہ کے دیوان خانہ میں قیام ہے صحت و تندرستی ہوتی تو ضرور شرف ملاقات حاصل کرتا معلوم ہوا کہ پاکستان کے حاکم اعلیٰ مسٹر غلام محمد صاحب کی جانب سے غوث پاک کے مزار کے لئے غلاف چڑھانے لائے ہیں - اب ہمارے مولویوں کا یہ کام رہ گیا ہے۔

سید عابد علی صاحب اور انکی اہلیہ کیلئے دعا کی ضرورت

عبدالحکیم صاحب آج اخویم سید عابد علی صاحب کی عیادت کے لئے ان کے گھر واقع باب الشیخ گئے - اب تک اخویم محترم صحت یاب نہیں ہوئے ہیں ان کی اہلیہ محترمہ بھی بیمار ہو گئی ہیں ان کی آنکھ کے اپریشن کے لئے شفا خانہ میں داخل ہوئی ہیں، سید صاحب موصوف بزرگان سلسلہ سے خصوصاً اور دیگر محبان سے عموماً دعا کے لئے درخواست کرتے ہیں، خداوند کریم ہر دو میاں بیوی کو اپنے فضل و کرم سے کلی شفا بخشے۔ آمین۔

ایک ہمدرد احمدیت کو ترسیل لٹریچر

۹ اپریل بروز سنیچر:-

حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے ملاحظہ کے لئے کتاب "النحلۃ الاحمدیہ وخطرھا علی الاسلام" - بھجوایا - استاذ محمد سعید الحاج عباس وزارۃ المعارف کے ملاحظہ کو اسماعیل بھائی کے ہاتھ اسلامک ریویو بحریہ مارچ اور رسالہ "اسلام اینڈ مارکسزم" مؤلفہ مولانا آفتاب الدین احمد بھجوایا - استاذ محمد سعید نے تعلیم کی تکمیل امریکہ میں کی ہے - اس سے پہلے بھی ہمارا لٹریچر ان کی نظر سے گذرا ہے استاذ سرطاوی کے ہمدردوں اور ملنے والوں میں سے ایک ہے - احمدیت کی وجہ سے استاذ سرطاوی کی جو بغداد میں مخالفت ہوئی تھی اس وقت استاذ محمد سعید ان کی حمایت میں کھڑے ہوئے تھے -

پیغام صلح کا مقالہ افتتاحیہ نزول مسیح کے متعلق

پیغام صلح نمبر ۱۲ محریہ ۲۳ مارچ کے مقالہ افتتاحیہ میں جناب ایڈیٹر صاحب کی قلم سے "مسئلہ آمد مسیح اور ڈاکٹر اقبال" کے عنوان سے ایک نہایت قیمتی معلومات ناظرین پیغام صلح کے سامنے آئی ہیں - جس میں ندوہ کے روشن خیال علماء کرام اور شاعر مشرق کے نزول مسیح کے متعلق خیالات (ان کی اپنی تحریرات کے مطابق) پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے بتلایا ہے کہ یہ سب کچھ گو بعد میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے دشمنی اور تعصب کی وجہ سے ہے - یہ بالکل سچ ہے مہربان خدا سے عداوت کا نتیجہ آخر لادینی تک پہنچا کر چھوڑتا ہے - حضرت اقدس مرزا صاحب کی بعثت کے بعد ہر اسلامی ادارہ جس نے عملاً جان بوجھ کر مخالفت پر کمر باندھی اس سے نہ صرف خدمت دین کی توفیق ہی چھین لی گئی بلکہ آج وہ استکبار نے انہیں اللہ سے بہت دور جا پھینکا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے -

وفات و نزول مسیح کے رسائل ایڈیٹر معارف کو

مجھے خیال آیا کہ رسالہ "معارف" کے ایڈیٹر صاحب کو اس سلسلہ میں دیار غربت مدینۃ العلم بغداد سے اس مسئلہ میں مفکر اعظم مسیح موعود کے روحانی فرزند حضرت مولانا محمد علی رحمہ کے دو رسالے "نزول مسیح" و "وفات مسیح ناصری" ہدیۃً ارسال کروں ممکن ہے سمندر پار سے آئی ہوئی چیز کے دیکھنے کا شوق پیدا ہو جائے - مجھے یقین ہے کہ اگر ایک دفعہ رات کی تنہائیوں میں مذکورہ ہر دو قیمتی رسالے مولانا بغور مطالعہ فرماویں گے تو ان پر حقیقت آشکارا ہو جائیگی

خود بھی ڈوبنے سے محفوظ رہیں گے اور ان کے صدقہ امت محمدیہ کا کثیر حصہ بھی بچ جاوے گا ہر دو رسالے ڈاک سے روانہ کر دیئے گئے۔

پاکستان کی انتہا پسند جماعتوں کی مہم

۱۱ اپریل بروز پیر:-

مندرجہ ذیل خبر مدینہ مجریہ ۲۱ مارچ ۵۵ء پر درج ہے جو من وعن نقل کی جا رہی ہے۔ یہ خبر بھی خواہان دولت خداداد پاکستان کے لئے قبل از وقت ہوشیار اور چوکنا رہنے اور ملک و ملت کو تباہی سے بچانے کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ "گربہ کشتن روز اول" ہی اس کا علاج ہے۔

"کراچی۔ ۱۵ مارچ پاکستان کی انتہا پسند مذہبی جماعتوں کی طرف سے مسلم لیگ کے خلاف ایک ملک گیر مہم شروع کی گئی ہے۔ کیونکہ ان کٹر مذہبی جماعتوں کے خیال میں مسلم لیگ ایک لا مذہبی جماعت ہے۔ ملک کے کٹر اور انتہا پسند ملاؤں نے ایسے اشتہارات و کتابچے شائع کر کے ملک میں تقسیم کئے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ مسلم لیگ روز بروز مذہب سے دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس مضمون کے پوسٹر اور اشتہار بھی کراچی و مغربی پاکستان کے دوسرے شہروں میں چسپاں کئے گئے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ کٹر مذہبی انجمنوں کے خفیہ جلسے بھی جگہ جگہ ہو رہے ہیں جن میں اس لیگ دشمن تحریک کو طاقتور بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے بعض انتہا پسند سیاسی جماعتوں نے بھی مغربی پاکستان میں اپنے کارکنوں کو اس تحریک میں شرکت کی دعوت دی ہے۔

یہ جماعتیں اور انجمنیں احکام قرآنی کی تکمیل اور شریعت کی پاسداری کا دعوٰی کرتی ہیں اور صوبائی و وفاقی اور دستوری اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کے خلاف صف بستہ ہونے کی تیاریاں کر رہی ہیں جماعت اسلامی، مجلس احرار اور نظام اسلام نامی تنگ نظر جماعتوں نے طلباء مزدوروں اور سرکاری افسروں تک میں بڑا اثر قائم کر لیا ہے خاص طور پر جماعت اسلامی اس لئے حکومت کی مخالفت پر کمربستہ ہے کہ قادیان دشمن ہنگاموں میں اس کے تمام لیڈر جیل میں بند کر دیئے گئے ہیں، دوسری طرف مسلم لیگ لیڈر بھی غافل نہیں ہیں وہ ان تمام تحریکوں کو ملک دشمن، سماج دشمن، قوم دشمن اور خود مذہب دشمن سمجھتے ہیں اس لئے یہ بھی کہنا قبل از وقت نہ ہوگا کہ ان کٹر تنگ نظر جماعتوں کی سرگرمیوں پر جلد ہی پابندیاں لگا دیئے جانے کے امکانات ہیں"

خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے ان اندرونی دشمنوں سے دولت خداداد پاکستان کو محفوظ رکھے۔ آہ۔ پاکستان زبان حال سے کہہ رہا ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آن آشنا کرد

ایک مخلص احمدی نواز

الدکتور عبدالوہاب العسکری جن کا اطالیہ سے پرسوں خط ملا تھا آج بغداد تشریف لے آئے ہیں دوپہر کو دکان پر برائے ملاقات تشریف لائے فرزند ابراہیم سے انہیں میری علالت کا حال معلوم ہوا۔ کوئی پندرہ منٹ دوکان پر بیٹھے۔ الدکتور عبدالوہاب العسکری احمدی نوازوں میں سے ایک مخلص بہی خواہ احمدی نواز ہیں ۴۴-۴۳ء میں اجیاز لائٹ سے حضرت سیدنا امیر مرحوم کے اکثر خطبات جمعہ کا عربی ترجمہ کر کے بغداد کے لوکل اخبارات میں شائع کئے ۴۸ء سے ۵۰ء تک بغداد میں احمدیوں کی جو سخت مخالفت ہوتی تھی اس میں الاستاذ موصوف اپنی جگہ سے نہ ہلے ہمیشہ حمایت کرتے رہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

قبر پرستی کی انتہاء

۱۲ اپریل بروز منگل:-

طہران سے آقائے محمود پرویز آشتیانی کا خط ہوائی ڈاک سے ۶ اپریل کا لکھا ہوا ملا۔ عصر کے بعد چشتی صاحب گھر تشریف لائے، دو گھنٹہ تصوف پر گفتگو رہی درمیان میں علمائے پاکستان کے وفد کا ذکر بھی آ گیا۔ چشتی صاحب سے معلوم ہوا کہ غوث پاک کے مزار پر جو غلاف چڑھایا گیا وہ جیسا کہ مشہور کیا گیا تھا کہ گورنر جنرل مسٹر غلام محمد صاحب نے وفد کے ہاتھ بھیجا تھا یہ درست نہیں، غلاف عبدالحامد صاحب بدایونی کی طرف سے تھا۔ غلاف کے چڑھانے کے وقت چشتی صاحب بھی موجود تھے اس وقت کا نقشہ کھینچ کر بتلایا قبر پرستی کی انتہا ہے رات شام کو مرزا محمد صاحب یکے از احباب دیوہ ملنے آئے۔

مزار پر غلاف چڑھانیوالے مولوی اور نامہ نگار الشعب

جریدہ الشعب ۱۲ اپریل۔ الشعب کے نامہ نگار نے علماء پاکستان کے وفد کا اس وقت کا مضحکہ خیز نقشہ کھینچا ہے جبکہ ۸ اپریل کو مرقد غوث الاعظم قدس سرہ پر غلاف چڑھایا گیا۔ عالم العربیہ کے سامنے علماء پاکستان کی اس بیہودہ ذہنیت کو پیش کر کے یہ بتایا ہے کہ حقیقت میں یہ عجیب الخلقت جنس "حملوا النور لحق" سے آگے نہیں بڑھی۔ مولانا حالی مرحوم نے جس قبر پرستی کا ذکر اپنی مشہور عالم مسدس میں فرمایا ہے وہ ان علمائے کرام کا مشغلہ ہے، مقالہ بڑا لمبا ہے پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یار ایک مزیدار بات کہنے سے رہ گئی وہ یہ کہ نامہ نگار نے رئیس وفد مولوی عبدالحامد بدایونی سے اجازت لے کر سوال کیا کہ جمعیت العلماء پاکستان کا ہدف کیا ہے؟ فرمایا "صلاح الاخلاق و حسن المعاشر" آگے رک گئے۔ لیکن وفد کے سیکرٹری (جو بہت ہوشیار واقع ہوئے ہیں) عبدالمنعم عدوی رئیس التحریر مجلہ العرب پاکستانیہ نے نامہ نگار کی توجہ اس طرف پھیر کر بہت کچھ کہہ ڈالا، اخیر پر جب یہ فرمایا کہ قادیانی دشمن تحریک میں مولانا نے بہت بڑا حصہ لیا گیارہ ماہ کی جیل کاٹی مگر اخیر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے الفاظ یہ ہیں "ولکنہ وفق بالنتیجہ الی اقتلاع ظفر اللہ خان من وزارۃ الخارجیہ پاکستانیہ" اس کے جواب میں تعجب سے نامہ نگار کہتا ہے "اذن..... ھو شخصیۃ خطیرۃ (یعنی مولوی عبدالحامد بدایونی) ینبغی ان یحسب لھا حساب" اس سے یہ بتلانا مقصد ہے کہ مولوی عبدالحامد صاحب کی کوشش اور جدوجہد سے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب "راندہ درگاہ پاکستان" ہوئے اب یہ عرب خوب جانتے ہیں کہ چوہدری محمد ظفر اللہ صاحب کی بین الاقوامی شخصیت نے دنیائے اسلام اور عرب کی کیا کچھ خدمات سر انجام دیں، ظفر اللہ کو تو نوے فی صد عرب اپنے قلوب میں بٹھائے ہوئے ہیں، اس کی رضاکارانہ خدمات پر خراج تحسین دینے کے بجائے علمائے پاکستان کے وفد کا یہ اظہار خیال پاکستان کے متعلق اہل عرب کے دلوں میں کیا خیال پیدا کرے گا۔ اختلاف عقیدہ اور چیز ہے، کیا مولوی عبدالحامد بدایونی اور دیوبندی علماء میں شدید اختلاف نہیں، شیعہ سنیوں میں اختلاف نہیں مودودی بدایونیوں میں اختلاف نہیں، اختلاف عقیدہ کی وجہ ظفر اللہ کی مخلص اسلامی خدمات کو نظر انداز کر جانا کہاں کا انصاف ہے۔ کیا یہی کام نائبان رسول اعظم صلعم کا رہ گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن کریم کے وقت آیت شریفہ "ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی" پر آنکھیں بند کر کے گزر جاتے ہیں، اگر یہی لیل و نہار رہیں یہی علمائے پاکستان ہیں تو پھر پاکستان کا خدا حافظ، اللہ تعالیٰ پاکستان کو ان نادان دوستوں سے بچاسکے۔ آمین۔ بحری ڈاک سے لائٹ ۱۱ اور پیغام صلح ۱۵ اور آنا رنوجوان کے پرچے ملے رات صحت خراب رہی۔

مولویوں کے اخراجات سفر کہاں سے اور کیوں؟

۱۴ اپریل بروز جمعرات:-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے ایک گھنٹہ بیٹھے۔ وفد جمعیت علمائے پاکستان پر گفتگو رہی۔ صوفی صاحب نے فرمایا کہ وفد کے پانچ چھ ارکان کا کراچی، مصر، حجاز، عراق، ہوائی جہاز کا سفر آخر یہ سب اخراجات کہاں سے؟ کیوں؟ کونسی دینی و ملی خدمت سر انجام دی گئی، اس کا جواب میرے پاس نہ تھا۔

تحریر لاجواب لیکن دماغ میں شیطان

۱۶ اپریل بروز سنیچر:-

محمد یوسف الدین آفریدی یکے از احباب ربوہ گھر پر تشریف لائے، ان سے تبلیغی سلسلہ میں گفتگو رہی موصوف نے حضرت خواجہ صاحب مرحوم کا ایک چھوٹا سا پمفلٹ "اسلام مائی اونلی ہیون" ایک انگریز کو پڑھنے کو دیا (وہ انگریز پادری بھی ہے اور پادری صاحبان بزرگان سلسلہ کی تحریرات سے جس طرح خائف ہیں وہ پوشیدہ نہیں) جل بھن کر کہنے لگا" تحریر لاجواب ہے لیکن دماغ میں شیطان گھسا ہوا ہے"۔ اسی طرح آفریدی صاحب نے اور بھی باتیں بتلائیں نیز انہیں رسالہ "تقدیر" از قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحوم اور ایک رسالہ تالیف حضرت خواجہ صاحب مرحوم دیا۔

جن جماعتوں نے ابھی تک اپنے عہدیداران کا نیا انتخاب بابت ۱۹۵۵ء نہیں کیا وہ مہربانی فرما کر جلد انتخاب کر کے دفتر سیکرٹری احمدیہ انجمن۔۔۔

تمام توجہات اختلافی مسائل سے یکسر ہٹا کر استحکام اسلام پر صرف کریں

چند مذہبی و دینی جماعتوں کے رہنماؤں کا مشترکہ بیان

ذیل میں چند ۔۔۔۔ دینی و مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں کا ایک مشترکہ بیان شائع کیا جاتا ہے جو انہوں نے دستور پاکستان اور فتنہ انکار حدیث کے بارہ میں مشترکہ جد و جہد کی غرض سے شائع کیا ہے اس پر ہمارا تبصرہ آج کے ایڈیٹوریل میں پڑھئے۔

اب یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ پورے ملک میں ایک خاص منصوبے کے ماتحت اور نہایت منظم انداز میں مختلف گوشوں سے ایسی قوتیں پوری شدت کے ساتھ ابھر رہی ہیں جن کے پیش نظر اُمتِ محمدیہ کے بنیادی اور مسلم حقائق کی جڑوں پر تیشہ چلانا، اسلامی اقدار کو فنا کرنا، اہل علم و اہل دین کے خلاف عوام میں نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا کرنا، دلوں سے شعائر اسلامی کی عظمت ختم کر کے ان کی سبکی اور توہین کے لئے ذہنوں کو تیار کرنا، اسلامی اخلاق کی بنیادوں کو منہدم کر کے لوگوں میں فحاشی، بے حیائی، عاش بینی اور جنسی بے راہ روی کے رجحانات کو تقویت بہم پہنچانا مختلف دینی جماعتوں کو ایک دوسرے سے دست و گریباں کر کے اسلام کی مجموعی قوت کو ختم کرنا اور اس ملک کو جو کتاب و سنت کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے بنایا گیا تھا۔ لادینیت کے تباہ کن راستے پر ڈال دینا معلوم ہوتا ہے

ان حالات میں اس امر کی ضرورت پوری شدت کے ساتھ سامنے آگئی ہے کہ وہ تمام افراد، تمام حلقے، اور تمام جماعتیں جو کتاب و سنت کو مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی اساس سمجھتی ہیں اور اس ملک کی ــــ وہ فکری وحدت جس پر اس کی تشکیل ہوئی تھی، برقرار رکھنا اور اسی بنیاد پر اس کی تعمیر و ترقی کی جد و جہد کرنا اپنا نصب العین اور فریضہ تصور کرتے ہیں، اپنی تمام توجہات اختلافی مسائل سے یکسر ہٹا کر اسلام کی بنیادوں کی مدافعت اور ان کے استحکام پر صرف کریں اور اس بات کا عزم صمیم کر لیں کہ کم از کم اس وقت تک جب تک کہ اباحت پسندی اور بے دینی و الحاد کے اس طوفان کا زور ٹوٹ کر فضا معمول پر نہ آجائے، وہ اپنی توجہات فروعی اور اختلافی مسائل پر صرف کرنے کے بجائے اس حملہ کی مدافعت پر صرف کریں گے جو دین کی بنیادوں پر کیا جا رہا ہے، لہذا ہم پوری دلسوزی کے ساتھ تمام لوگوں سے اپیل کرتے ہیں کہ اسلام پر جو نازک وقت آگیا ہے اس کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں اور تمام دینی جماعتوں کے کارکن حسب ذیل امور پر اپنی توجہات مرکوز رکھیں۔

اوّل ۔ اس امر کی جد و جہد کہ دستور پاکستان کی ترتیب تدوین قرآن و سنت کی اساس پر اور ان تصریحات کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے کی جائیں جو مختلف مکاتب خیال کے علماء نے جنوری ۱۹۵۳ء میں مرتب کر کے پیش کی تھیں۔

دوم ۔ فتنہ انکار سنت اور اسلامی اخلاق و اقدار کی پامالی کے لئے جو سرگرمیاں جاری ہیں، ان کے استیصال کے لئے اپنے اپنے حلقوں میں منظم جد و جہد کی جائے

سوم ۔ ایسی تمام سرگرمیاں موقوف کر دی جائیں جو دینی جماعتوں کی باہمی آویزش کا موجب بن کر اسلام کے بنیادی اور عظیم تر مقاصد کی راہ میں حائل ہو سکتی ہیں۔ اختلافی مسائل میں اظہار خیال حتی الوسع علمی دائرہ تک محدود رکھا جائے اور پیرایۂ بیان و اظہار ایسا اختیار کیا جائے جو علمی وقار متانت، کشادہ ذہنی، تحمل اور رواداری کے شایان شان ہو۔

چہارم ۔ دینی جماعتوں کے ذمہ دار افراد وقتاً فوقتاً باہمی ملاقات اور تبادلۂ خیالات کے ذریعہ ان غلط فہمیوں کے ازالہ اور اگر کسی جانب سے غلط روی ہو تو ضبط و تحمل کے ساتھ اس کے تدارک کی مخلصانہ کوشش کریں تاکہ کوئی گروہ الحاد پسندوں کی دسیسہ کاریوں کا شکار ہو کر دانستہ یا نادانستہ ان کا آلۂ کار نہ بن جائے اور دینی جماعتوں کی باہمی آویزش کا کوئی موقع نہ پیدا ہو جائے کیونکہ یہی چیز دین کی جڑوں پر کلہاڑی چلانے والوں کے لئے سب سے زیادہ معین و مددگار ہو سکتی ہے۔

وما علینا الا البلاغ

اسمائے گرامی دستخط کنندگان:۔

(مولانا) ابو الحسنات محمد احمد صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان

(مولانا) احمد سعید کاظمی ناظم مرکزی جمعیۃ علماء پاکستان

(مفتی) محمد حسن صدر کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام

(مولانا) محمد متین خطیب ناظم کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام

(مولانا) امین احسن اصلاحی امیر جماعت اسلامی پاکستان

(میاں) طفیل محمد قیم جماعت اسلامی پاکستان

(مولانا) محمد داؤد غزنوی صدر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان۔

(بقیہ خطبہ از صفحہ ٦)

رمضان میں بدی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں

رمضان کو ایک نسبت عبادت کے ساتھ بھی ہے لکھا ہے کہ رمضان میں شیطان کو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے مسلمان کے سامنے دو باتیں رکھی ہیں کہ حرام کا مال اس کے پیٹ میں نہیں جائے گا۔ یوں بے شمار بدیوں کے راستے بند کر دیئے ۔ عورت کی عزت کرنا بھی مسلمان پر فرض قرار دیا گیا۔ اور اسے تلقین کی ہے کہ اس کی آنکھ میں حیا ہو وہ عورتوں کی عفت کا محافظ ہو، یہ وہ دو چیزیں ہیں جو قوم بھی اس پر عمل پیرا ہو جائے اس کے لئے شیطان زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے ۔ رمضان میں شیطان کے زنجیروں سے باندھے جانے میں اسی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان روزہ میں ان دو باتوں کی مشق کرتا ہے۔

رمضان میں قبولیت دعا

ایک اور بات کا ذکر اس رکوع میں کیا گیا اذا سألک عبادی عنی، خدا کہاں ہے اور کیا وہ انسان کی دستگیری کر سکتا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا انی قریب میں تمہارے قریب ہوں اور اجیب دعوۃ الداع اور میں دکھئے کی فریاد کو سنتا ہوں۔ اگر آسمانوں کے ورے موجود ہوں تو انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہوں اس کے دل میں بستا ہوں، بنی نوع انسان کی پکار کو سنتا ہوں اور اسے قبول کرتا ہوں، جب تم میں سے کوئی مشکلات کے اندر دہائی دیتا اور اسے پکارتا ہے تو وہ اس دہائی کو سنتا ہے اور مشکلات کو دُور فرماتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا فلیستجیبوا لی و لیومنوا بی اس لئے آؤ اور میری بات کو مانو اور میری اطاعت کرو، اور میری ذات پر پختہ ایمان پیدا کرو۔ لعلکم یرشدون، ایسا کرو گے تو ہم تمہیں رشد و سعادت کا راستہ دکھائیں گے۔

خدا تعالیٰ قریب ہی اور خفیہ تضرع کو بھی سنتا ہے

لکھا ہے کان رسول اللہ فی غزوۃ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تھے فسمع اصحابہ یدعون اصواتہم بالتکبیر والتہلیل والدعا تو حضرت نے سنا کہ لوگ دہائی دے دے کر اونچی آواز سے دعائیں مانگ رہے ہیں، حضور نے فرمایا لا تدعون اصم غائباً کہ تم اس خدا کو نہیں پکار رہے جو بہرا اور دور ہے ۔ اس لئے تمہیں آواز کو اتنا بلند نہیں کرنا چاہئے بلکہ تم اسے خدا کو پکارتے ہو جو تدعون سمیعاً قریباً وہ سنتا ہے اور تمہارے دل کی دھڑکن تک کو محسوس کرتا ہے۔

مال و دولت کی کثرت مصائب کو دور نہیں کر سکتی

چند دن ہوئے میں ایک دوست کی بیمار پرسی کے لئے گیا، وہ امیر کبیر آدمی ہیں، دیکھا کہ چارپائی پر چت پڑے ہیں کہا کچھ نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ہلو گے تو مر جاؤ گے دولتمند ہیں لیکن دولت کچھ فائدہ نہیں دیتی، خدا کے سوا کوئی صحت عطا نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر صرف جسم کو مدد پہنچاتا ہے، اگر تو طبیعت اس کو قبول کر لے تو صحت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں ورنہ ڈاکٹر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ صحت کے سامان بھی اللہ تعالیٰ نے جسم کے اندر ہی رکھے ہیں۔ اگر قوتِ مدافعت ہی جسم سے مفقود ہو جائے تو ڈاکٹر عاجز آجاتے ہیں اور بیماری دور ہونے میں نہیں آتی ۔ دولتمند مریض کا اس بے بسی کے عالم میں ہونا رقت پیدا کرتا ہے ۔ انسان یقین کرتا ہے کہ سوائے خدا کے مشکلات اور بیماریوں کو دور کرنے والا کوئی نہیں۔ اس دنیا میں کوئی انسان نہیں جو مصائب سے دوچار نہ ہو۔

خدا سے تعلق لگانے میں فائدہ ہوتا ہے

پیغمبروں اور بادشاہوں پر بھی بڑے بڑے مصائب آئے، مصائب ہر انسان پر آتے ہیں، ان کا حل مال و دولت کی کثرت میں نہیں بلکہ خدا سے تعلق لگانے میں ہے۔ جو خدا سے صلح کرتا ہے اس کے مصائب حل ہو جاتے ہیں۔ اس سے بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور وہ یقین کرتا ہے کہ

پردہ اور ایمان و الیاں

(بسلسلہ صفحہ ۷)

سے کوئی عاری بات تمہیں مبادا ننگا کر دے۔ مگر آجکل کے معاشرے پر جدھر بھی نظر دوڑائیے آپ کو اکثر عورتیں ایسی ملیں گی جو مردوں کی پردا تک نہیں کرتیں اور اکثر مرد بھی ایسے ملیں گے جو اپنی بیاہتا عورتوں کو اپنے کاندھوں سے جھٹک دینا چاہتے ہیں ــــ غرضکہ ہر دو اصناف ایک دوسرے کو بوجھ تصور کرتی ہیں ــــ حالانکہ ھن لباس لکم وانتم لباس لھن" ایسی فضولیات کی روک تھام کے لئے ہی ہے ــ کہ مرد و عورت دو ایک دوسرے کے احساس میں شانہ بشانہ زندگی بسر کریں ــ مگر عملاً نتیجہ صفر ہے۔

آواز کا پردہ

آخر میں ایک اور ضروری ارشاد الٰہی پر بھی نظر کر لیجئے! سورۃ احزاب ہی میں ہے۔ "یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولاً معروفاً ہ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی (یعنی) اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقوے اختیار کرو سو نرم آواز میں بات نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ جسکے دل میں مرض ہو .... طمع کرے اور نیکی کی بات کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح بار سنگار نہ لگاتی پھرو ــــ"

اگرچہ اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے یہ حکم ازواج مطہرات کے لئے ہی ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ ازواج مطہرات کے نمونے ہی تو ہمارے لئے عمل کا باعث ہوں گے۔ اس لئے یہ دراصل تمام دوسری عورتوں کو بھی حکم ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں سے باتیں بھی کرسکتی ہیں مگر ــــ مگر اپنی نرم آواز میں نہیں بلکہ ان کا طرز کلام کچھ ایسا ہو کہ کسی قسم کے طمع کو دعوت نہ دے۔

تبرج الجاہلیۃ

دوسرے بیاں سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ آج کل کا ہار سنگار اور باریک لباس دراصل جاہلیت کے زمانہ کی یاد ہے تیسرے "وقرن فی بیوتکن" سے یہ مراد لے لینا کہ عورتیں گھروں کی چار دیواری میں ہی رہیں اور کسی ضروریات زندگی کے لئے بھی باہر نہ نکلیں غلط ہو گا کیونکہ گھروں میں ٹھہرا رہنے اور بناؤ سنگھار نہ دکھاتے پھرنے کو ایک ساتھ ہی بیان کرنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس مقصد کے لئے ہرگز مت نکلو کہ لوگ تمہارا بناؤ سنگھار دیکھیں اور واہ وا کریں۔ خاص طور پر ہماری وہ مسلمان بیبیاں یا بہنیں اس طرف متوجہ ہوں جو ARISTOCRAT خاندانوں سے تعلق رکھتی ہوئی ہر جائز یا خلاف شرع بات کو "تسبدل کا پردہ ہوتا ہے" میں چھپا دیتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود کی نظر میں

حدیث اور سنت کا مقام

(بسلسلہ صفحہ ۲)

متناقض حدیثیں

طلوع اسلام نے چالاکی سے صرف خط کشیدہ عبارت نقل کرکے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے تاکہ معلوم ہو آپ کا یہ فیصلہ جملہ احادیث شریفہ کے متعلق ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ آپ اعجاز احمدی کے صفحہ ۲۷ پر فرماتے ہیں :۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب کو یہ بھی دھوکا لگا ہوا ہے کہ وہ متناقض حدیثوں کو ہر ایک کے سامنے پیش کر دیتے ہیں یہی دھوکا ان کے بزرگ مولوی محمد حسین صاحب کو لگا ہوا ہے اور ہر ایک مقام میں جب حیات ممات حضرت عیسیٰ کے متعلق کوئی ذکر آوے تو تعجب حدیثوں کا ایک ڈھیر [illegible] ہیں۔"

[illegible] فرماتے ہیں :۔ [illegible] ان حدیثوں کے درمیان [illegible] حیات مسیح کے متعلق ہیں [illegible] تناقض ہے کہ اگر ایک حدیث کے خلاف دوسری حدیث تلاش کرو تو فی الفور مل جائے گی۔ پس اس سے قرآن شریف کے بیّنات کو چھوڑنا اور ایسی متناقض حدیثوں کے لئے ایمان ضائع کرنا کسی ابلہ کا کام ہے نہ عقلمند کا؟

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں :۔

"ہم نہیں کہتے کہ تمام حدیثوں کو ردی کی طرح پھینک دو بلکہ ہم کہتے ہیں ان میں سے وہ قبول کرو جو قرآن کے منافی اور معارض نہ ہوں تا ہلاک نہ ہو جاؤ۔"

کیا یہ قرآنی نظام ربوبیت ہے

ہر مسلمان کو حکم ہے کہ وہ انصاف کو کسی صورت میں ہاتھ سے نہ دے۔ مگر اس بارہ میں طلوع اسلام پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے اور ساری دنیا میں قرآنی نظام ربوبیت نافذ کرنے کے مدعی ہیں اگر قرآنی نظام ربوبیت بھی ہے جس کا مظاہرہ انہوں نے مندرجہ بالا مضمون میں کیا ہے تو یہ بھی اپنے پیش رووں کی طرح جلد ہی نامرادی و ناکامی کی موت مرے گا۔

اخبار احمدیہ

(بقیہ صفحہ اول)

گئے۔ سید میر مدثر شاہ صاحب بخاری، مختار احمد صاحب، عبداللطیف بٹ صاحب۔

درخواست دعا چوہدری تاج دین صاحب نمبردار موضع ویرووالہ ضلع سیالکوٹ لکھتے ہیں کہ میری آنکھوں میں دھندلا ہے بزرگان قوم میری صحت کے لئے دعا فرمائیں اور اگر کسی صاحب کے پاس اس مرض کی دوا ہو تو عنایت فرمائیں۔ پتہ:۔ تاج دین نمبردار۔ موضع ویرووالہ۔ ڈاک خانہ میانی براستہ پسرور ضلع سیالکوٹ۔

انتخاب عہدیداران جماعت خانپور۔ صدر۔ میاں محمود احمد صاحب، سیکرٹری سید اسد حسین شاہ صاحب، محاسب شیخ عبدالمجید صاحب، امین عبدالعزیز صاحب ریکو گارڈ۔

جماعت جھنگ:۔ صدر شیخ محمد لطیف صاحب، سیکرٹری منشی محمد حسین صاحب ریڈر۔ محاسب و امین مولوی محمد حسین صاحب۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۸۵ تار کا پتہ: تبلیغ لاہور فون نمبر ۳۴۷۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ❊ ہست او خیر الرسل خیر الانام
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا ❊ ہر نبوت را بر و شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ اخبار

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۲ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ - ۱۱ رمئی ۱۹۵۵ء | نمبر ۲۱

برلن مسجد کی حالتِ زار

بیگم ڈاکٹر محمد عبداللہ کی اپیل

برادران و خواہران ملت - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ -

کل بروز جمعہ صبح کو میں تلاوت قرآن مجید کر رہی تھی تو کلام پاک کے یہ الفاظ آنکھوں کے سامنے آئے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ زمین میں ڈالیں تو اس سے سات بالیں اُگتی ہیں اور ہر بال میں سو دانے ہوتے ہیں اس سے میرے دل پر گہرا اثر ہوا اتفاق سے نماز جمعہ میں بھی میرے شوہر محترم (ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ) نے انفاق فی سبیل اللہ پر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خرچ کرو اللہ کی راہ میں پیشتر اس دن کے کہ جس میں نہ کام آئے گی تجارت نہ کسی کی دوستی اور نہ ہی کوئی سفارش - بلکہ اس وقت انسان اپنا سب کچھ ہی دیکر خدا کے عذاب سے بچنا چاہے گا لیکن کارگر نہ ہوگا - دوران خطبہ میں انہوں نے بتایا کہ برلن سے امینہ موسلر کا خط آیا ہے کہ برلن مسجد کے ارد گرد جنگلہ مرمت طلب ہے اور مکان و مسجد کے باہر جو ہزار ہا گولیوں کے نشان لگے ہوئے ہیں ان کے لئے پلستر اور مرمت کی سخت ضرورت ہے، اس نے لکھا ہے کہ جنگ کے بعد مسجد کے ارد گرد کے تمام مکانات اور عمارات تو مرمت ہو کر اپنی پہلی شان پر ہیں لیکن مسجد اور مکان کا بیرونی حصہ نہایت شکستہ نظر آتا ہے اور یہ خانہ خدا کی شان نہ ہونی چاہیئے، میں نے خطبہ سنتے ہی آ کر پانچ پونڈ (پچاس روپیہ) برلن مسجد کی مرمت کے لئے دے دیئے - میری آپ سب سے یہ استدعا ہے کہ آپ ... بھی اس کار خیر میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں - آخر یہ سب مال و دولت، اسی رحیم و کریم خدا کی عطا ہے تو ہمیں اس کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی گریز نہ کرنی چاہیئے - یہ رمضان کا مبارک مہینہ ہے - حضرت رسول مقبول جو نہایت ہی سخی انسان تھے رمضان میں ان کی سخاوت حد سے بڑھ جاتی تھی - پس آپ سب سے میری یہ گذارش ہے کہ آپ لوگ اس عید آنے سے پہلے یہ ارادہ کر لیں کہ ہم نے اپنی برلن مسجد کو بھی ایک نئی پوشاک پہنانی ہے - خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو کبھی کمی نہیں آتی بلکہ خدا کی رحمت کے خزانے ان کے لئے کھل جاتے ہیں برلن مسجد کی مرمت کا تخمینہ بیس تیس ہزار روپیہ ہے - لیکن آپ میں سے ہر ایک اپنی حسب استطاعت اس میں حصہ لے تو یہ رقم جمع ہونی مشکل نہیں - آخر پر میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مہربیرونی مشن کو قائم و دائم رکھے اور ہمیں نہایت مخلص کارکن عطا کرے جو ہمیشہ ان کو ترقی دیں اور ہم خدا تعالیٰ کے وہ وعدے پورے ہوتے دیکھیں کہ لوگ کے لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوں اور خدائی حکومت دلوں پر ہو اسی رحیم و کریم کی عظمت و جبروت ہر دل پر قائم ہو - اے خدا ہماری جماعت کو یہ شرف بخش کہ ہمارا ہر سعید نوجوان اس راہ خدا میں نکلے اور دین کو دنیا پر مقدم کرے آمین ثم آمین - والسلام

خاکسار - راقمہ محمودہ عبداللہ

گرد و پیش

مس ہیلن کیلر جن کے تفصیلی حالات دوسری جگہ درج ہیں، چند دن لاہور میں قیام فرما کر کراچی اور وہاں سے انڈونیشیا تشریف لے گئیں، انہوں نے اپنے دوران قیام میں یہاں کے ڈیف اینڈ ڈمب سکول کا جائزہ لیا، اور ایک پریس کانفرنس میں یہ بتایا کہ پاکستان میں ایک لاکھ چونتیس ہزار نابینا ہیں، جن میں سے صرف ۳۴۴ زیر تعلیم اور برسر روزگار ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ صورت حالات کسی مہذب ملک کیلئے قابل فخر نہیں۔

مس کیلر گونگی، بہری اور اندھی ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کی زندگی بہت کامیاب ہے، انہوں نے ثابت کر دیا ہے، کہ ایک معذور انسان بھی بہت کچھ کر سکتا ہے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کتنی زبانیں جانتی ہیں تو بولیں کئی - جرمن، فرانسیسی، اطالوی، یونانی اور اسپرنٹو پوچھا گیا آپ نے کن مصنفین کا مطالعہ کیا ہے ؟ فرمایا افلاطون، سقراط، ڈسکارٹ، شا اور مارکس کا، دریافت کیا گیا آج کل کوئی تصنیف کر رہی ہیں ؟ بتایا اپنی محسن اور محافظ فرشتے مس اینی سیلیوان کی حیات لکھ رہی ہوں جو مکمل ہونے والی ہے۔

یہ تمام باتیں انہوں نے اپنی ساتھی مس تھامسن کی زبان سے کہیں، جب کوئی سوال کیا جاتا تو مس تھامسن مس کیلر کی ہتھیلی پر ٹائپ کی طرح انگلیاں چلاتیں اور اس کے جواب میں مس کیلر بھی انگلیوں سے جواب دیتیں یا رک رک کر توتلی زبان میں کچھ کہتیں مس تھامسن الفاظ کو صاف لب و لہجہ میں دہراتیں -

---

ایک اور ملاقات میں مس کیلر کی انگلیوں نے مس تھامسن کی ہتھیلی پر شکوہ کیا کہ یہاں کے معذور انسانوں سے ہمدردی کا فقدان ہے، انہوں نے یہاں کی قانون ساز مجلس کے ممبروں سے اپیل کی کہ وہ ان معذوروں کی تعلیم فنی تربیت اور ان کے لئے روزگار مہیا کرنے کے قانون بنائیں، انہوں نے فریاد کی کہ اس وقت اندھوں کی تعلیم کے لئے جو ادارہ لاہور میں کام کر رہا ہے وہ بھی ایسا نہیں جسے کافی کہا جا سکے، کیونکہ یہ ادارہ مالی مشکلات میں مبتلا ہے انہوں نے عورتوں کو توجہ دلائی کہ وہ اس سلسلے میں کچھ کریں -

---

کاش سمندر پار سے آئی ہوئی اس معذور اور نیک دل خاتون کی زندگی اور اس کی دردناک اپیل ہمارے ملک کے معذور باشندوں کی زندگی کو متاثر کرنے کا باعث ہو، اور ہمارے ارباب حل و عقد کو ان کے لئے کچھ کرنے پر مائل کرے -

---

اخبارِ احمدیہ

شیخ میاں عطاء اللہ صاحب کی روانگی یورپ

جہانگیرہ - ۱۰ رمئی - محترم جناب میاں عطاء اللہ صاحب چیئرمین ایف پی - ٹی - ملز (حاجی مولا بخش انڈسٹریل کالونی) عنقریب یورپ تشریف لے جا رہے ہیں، جہاں وہ چار ماہ قیام فرما کر مختلف یورپی ممالک کی سیاحت فرمائیں گے - ان کی غیر حاضری میں ان کے فرزند ارجمند میاں آفتاب احمد صاحب ملز کا کاروبار چلائیں گے - نامہ نگار

برٹش گائنا میں تبلیغ

احباب جماعت کیلئے یہ خبر خوشی کا موجب ہوگی کہ ہمارے مبلغ الحاج مولوی عبدالرحیم جگو صاحب آجکل برٹش گائنا میں تبلیغی دورہ کر رہے ہیں، آپ ۲۱ رجنوری بروز جمعہ نیو امسٹرڈم بربائس میں پہنچے، آپ کے ہمراہ آپ کے سیکرٹری محمد امین صاحب اور مسٹر ابو حسن محمد صدر جماعت احمدیہ برٹش گائنا بھی تھے - جب آپ نیو امسٹرڈم بربائس میں پہنچے تو وہاں کے مسلمانوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا، استقبال کرنے والوں میں مسٹر اے عزیز صاحب صدر (باقی صفحہ ۲ پر)

جواہر ریزے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ

نماز تہجد کا اثر

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یعقد الشیطان علی قافیۃ رأس احدکم اذا ھو نام ثلث عقد یضرب عند کل عقدۃ علیک لیل طویل فارقد فان استیقظ فذکر اللہ انحلت عقدۃ فان توضأ انحلت عقدۃ فان صلی انحلت عقدۃ فاصبح نشیطا طیب النفس والا اصبح خبیث النفس کسلان

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایک سر کی گدّی پر شیطان تین گرہ لگاتا ہے جب وہ سو جاتے اور ہر ایک گرہ پر یہ پھونکتا ہے کہ تیری رات لمبی ہو، پس سو یا رہ سو اگر بیدار ہو اور خدا کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے۔ اور وہ صبح کو اپنے آپ کو خوش اور تازہ نفس پاتا ہے ورنہ سست اور ردی حالت میں رہتا ہے۔

نوٹ:۔ عموماً قرآن اور حدیث میں نیکی سے روکنے والی چیز کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، نیند میں طبعی طور سے غفلت اور سستی آجاتی ہے جو اُٹھنے سے مانع ہوتی ہے اس لئے اسے شیطان کی گرہ قرار دیا گیا ہے اور تین گرہ کے دینے میں غفلت اور سستی کی زیادتی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور شیطان کے پھونکنے میں اس کی وسوسہ اندازی کی طرف اشارہ ہے کہ ابھی بہت رات ہے سولو، اور جب وہ اُٹھ بیٹھتا ہے اور پھر خدا کو یاد کر کے وضو کر کے پھر نماز پڑھ کر سستی کو بکلی دُور کر دیتا ہے تو وہ سب گرہیں گویا کھل گئیں، جو لوگ سونے میں حد اعتدال کو مدنظر نہیں رکھتے اور لمبی راتیں ساری سو سو کر گذار دیتے ہیں، ان کی طبیعت میں کسل اور بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے اور کسی کام کو دل لگا کرنے کی ہمت ان کو نہیں پڑتی، اور جو نیند کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں اور حد اعتدال کے اندر رہتے ہیں، ان کی طبیعت میں تازگی اور راحت پیدا ہوتی ہے۔ (فضل الباری)

رات کے آخری حصہ میں نماز اور دعا

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر یقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسألنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفر لہ۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہمارا رب برکتوں والا اور بلند ہر رات کو قریب کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے۔ جب رات کی آخری تہائی رہ جاتی ہے فرماتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اسے قبول کروں کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں، کون مجھ سے بخشش مانگتا ہے کہ میں اسے بخشوں۔

نوٹ:۔ ابن اثیر میں نزل کے نیچے اس حدیث کو لا کر لکھا ہے کہ نزول اور صعود اور حرکت اور سکون جسم کی صفات ہیں اور اللہ اس سے بلند اور پاک ہے۔ اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانیاں ہیں اور بندوں سے ان کا قریب ہونا اور حدیث نے اللہ تعالیٰ کے نزول سے جو مراد ہے اسے خود بتا دیا جب یہ فرمایا اس وقت کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور سوال کرنے والے کو دیا جاتا ہے، اور بخشش مانگنے والے کو بخشا جاتا ہے، گویا انسان کے قلب کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اس لئے اس وقت کی دعائیں بھی زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ (فضل الباری)

انسانی روح کی تکمیل اور تربیت چاہتی ہے کہ اس پر مختلف ابتلا آئیں

ابتلاؤں میں استقامت سے ایمان اور یقین کی دولت ملتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات گرامی

جنوری ۱۹۰۳ء

سیر کو جاتے ہوئے حضرت مسیح موعود نے ذیل کی تقریر فرمائی:۔ "اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو ایک حالت میں رکھ سکتا تھا لیکن بعض مصالح اور امور ایسے ہوتے ہیں کہ انسان پر بعض عجیب و غریب اوقات اور حالتیں وارد ہوتی رہتی ہیں، ان میں سے ایک ہم و غم کی بھی حالت ہے۔ ان اختلاف حالات اور تغیر و تبدیل اوقات سے اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرتیں اور اسرار ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اگر دنیا بیک دستور ماندے
بسا اسرار ہا مستور ماندے

جن لوگوں کو دنیا میں ہم و غم نہیں پہنچتا اور جو اس وجہ سے اپنے آپ کو بڑے ہی خوش قسمت اور خوشحال سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مدارس میں سلسلۂ تعلیم کے ساتھ یہ بھی لازمی رکھا گیا ہے کہ ایک خاص وقت تک تمام لڑکے ورزش بھی کیا کریں۔ اس ورزش اور قواعد سے جو بچوں کو سکھائی جاتی ہے۔ سررشتہ تعلیم کے افسروں کا یہ مدعا و منشا تو ہو نہیں سکتا کہ انہیں کسی لڑائی کے لئے تیار کیا جاوے۔ اور نہ یہ کہ ان کا وقت ضائع کیا جاوے، بلکہ اس کا اصل مدعا و منشا یہ ہوتا ہے کہ وہ اعضا جو حرکت کو چاہتے ہیں اگر انہیں بالکل بیکار چھوڑا جائے تو ان کی تمام طاقتیں اور نشوونما زائل اور ضائع ہو جاتا ہے جسے ورزش کے ذریعہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ ورزش کرنے سے گو بظاہر اعضاء کو تکلیف اور تکان ہوتی ہے لیکن آخر کار وہی ان کی یہ ورزش اور صحت کا موجب ہوتی ہے۔ اسی طرح پر فطرت انسانی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ تکلیف کو بھی چاہتی ہے۔ تاکہ اس کے جملہ قویٰ کی تکمیل ہو جاوے۔ اسی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ جبکہ وہ انسان کو بعض وقت ابتلا میں ڈال دیتا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں ہوتا ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ذرا سی تکلیف پہنچنے پر گھبرا جاتے اور خودکشی کرنے میں ہی آرام دیکھتے ہیں۔ لیکن انسانی روح کی تکمیل اور تربیت چاہتی ہے کہ اس پر مختلف قسم کے ابتلا آئیں تاکہ اس کا اللہ تعالیٰ پر یقین بڑھے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تاہم جن لوگوں کو اپنی عمر میں کسی قسم کی تکلیف اور ابتلا کا سامنا نہیں پڑتا۔ ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ بالکل دنیا اور اس کی خواہشات میں منہمک ہوتے ہیں، اور ان کا سر کبھی اوپر کی طرف نہیں اُٹھتا۔ اور خدا تعالیٰ کا کبھی بھول کر بھی انہیں خیال نہیں آتا، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو انسانیت کی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کو ضائع کر دیتے اور اس کی بجائے ادنیٰ سی باتیں حاصل کر لیتے ہیں، کیونکہ مصائب کے ذریعہ ایمان اور ایقان کی ترقی ان کے لئے وہ راحت اور اطمینان کے سامان پیدا کرتی اور جو دنیا کے اموال و لذات میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ لیکن افسوس ہے کہ دنیادار لوگ بچوں کی طرح آگ کے انگارہ پر خوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی سوزش اور نقصان رسانی سے آگاہ نہیں ہوتے۔ لیکن جو لوگ ابتلاؤں کی حالت میں استقامت سے کام لیتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی ابتلا نہیں آیا۔ وہ ایک وجہ سے بدقسمت ہیں کیونکہ وہ ناز و نعمت کی زندگی بسر کر کے خدا سے غافل اور بہائم کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی زبان ہوتی ہے لیکن اس سے حق نہیں بول سکتے اور ان کی زبان پر خدا کی حمد و ثنا کبھی جاری نہیں ہوتی۔ وہ صرف فسق و فجور کی باتیں کرنے اور ذائقہ چکھنے کے لئے ہوتی ہے۔ آنکھ ان میں ہوتی ہے لیکن نظارۂ قدرت دیکھنے کے لئے نہیں، بلکہ بدکاری کے لئے۔ پھر ایسے لوگوں کو راحت اور خوشی کیسے میسر آسکتی ہے۔ کسی کو ہم و غم میں مبتلا دیکھ کر یہ مت سمجھو کہ وہ بدقسمت ہے نہیں بلکہ اگر وہ اس ہم و غم میں خدا کو نہ بھولے تو وہ اس سے پیار کرتا ہے اور اس پر بڑی بڑی رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جس طرح پر کسی بیمار اعضاء پر مرہم لگانے سے پیشتر اس کا چیرنا اور عمل جراحی کرنا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح پر خدا کی برکات کے نزول سے پہلے اس کی راہ میں ہم و غم آنا ضروری ہوتا ہے۔" (ملفوظات احمدیہ حصہ سوم)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور —— لاہور —— ۱۱ر مئی ۱۹۶۵ء

رمضان میں نزول قرآن

رمضان کی خصوصیات اور اس میں روزہ رکھنے کی وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے ایک سب سے بڑی وجہ یہ بتائی گئی ہے، ....کہ اس مہینہ میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا، شھر رمضان الذی انزل فیه القراٰن بالفاظ دیگر رمضان میں قرآن کے نزول نے اس کو ایک باعظمت مہینہ بنا دیا اور اسی خصوصیت کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا فمن شھد منکم الشھر فلیصمه جو شخص اس مہینہ کو پالے وہ اس کے روزے رکھے۔ گویا قرآن ایک ایسی باعظمت کتاب ہے کہ جس مہینہ میں اس کا نزول شروع ہوا وہ بھی باعظمت بن گیا اور اس مہینہ میں روزے رکھنے بھی ضروری ہو گئے، اتنی بڑی عظمت، اتنا بڑا مرتبہ قرآن کریم کو کیوں دیا گیا؟ دنیا میں اور بھی کتابیں نازل ہوئیں، کسی کے نزول کو اتنا بڑا شرف اور عظمت نصیب نہیں ہوئی، یہ قرآن کریم ہی کی خصوصیت ہے کہ اس کے نزول کا مہینہ ایک باعظمت مہینہ قرار دیا گیا، کیوں؟ خود اسی آیت میں اس کا جواب موجود ہے شھر رمضان الذی انزل فیه القراٰن ھدی للناس وبیّنٰت من الھدیٰ والفرقان تین بڑے کمالات قرآن کریم اپنے اندر رکھتا ہے۔

(۱) ھدی للناس لوگوں کو ہدایت اور کامیابی کے رستے بتاتا ہے۔

(۲) بیّنٰت من الھدیٰ۔ یہ ہدایت کے دلائل بھی دیتا ہے اور مدلل طور پر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ جس طریق پر عمل پیرا ہونے کی اس نے ہدایت کی ہے کیوں وہی ایک طریق کامیابی کا موجب ہو سکتا ہے اور اس کے خلاف کوئی اور رستہ اختیار کرنا موجب ناکامی و خسران کیوں ہے؟

(۳) والفرقان، یہ ایسی کتاب ہے جو حق و باطل میں فیصلہ کر دیتی ہے، اور صداقت اور ناراستی کو اس طرح الگ الگ کر کے دکھا دیتی ہے، کہ ایسی وضاحت کو دیکھ کر انسان اس کی سچائی کے متعلق حق الیقین کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے،

یہ تین خصوصیات یا تین کمالات جو قرآن کریم کے بیان کئے گئے ہیں، غور کر کے دیکھا جائے تو ایک انقلاب عظیم دنیا میں پیدا کر دینے والے اور انسان کو بلندترین مرتبہ پر کھڑا کرنے والے ہیں، قرآن کریم سے پہلے جو ہدایات نازل ہوئیں اگرچہ وہ خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے تھیں اور خود قرآن کریم کے بیان کے مطابق ہدایت اور نور اپنے اندر رکھتی تھیں لیکن ھدی للناس کا مرتبہ ان کو حاصل نہ تھا، وہ قومی ہدایات تھیں جو خاص خاص اقوام کی طرف نازل ہوئیں اور انہی کے خاص حالات کے مطابق وقتی اصلاح کے لئے نازل ہوئیں، یہ خصوصیت قرآن ہی کو حاصل ہے کہ اس میں تمام انسانوں کے لئے ہر قسم کی ہدایت کی راہیں بتا دی گئی ہیں، جو ہر زمانہ میں انسان کو کامیابی کی منزل پر پہنچانے والی ہیں، پھر یہ ہدایت کی راہیں یونہی نہیں بتا دی گئیں جیسا کہ پہلی کتابوں میں ہوتا چلا آیا ہے کہ ان کے احکام محض اوامر و نواہی تک محدود ہیں بلکہ قرآن کی خصوصیت اور بہت بڑا کمال ہے کہ ہر حکم کے لئے واضح دلائل پیش کئے ہیں اس نے محض اندھی تقلید پر انسان کو مجبور نہیں کیا بلکہ جو رستہ اس نے بتایا اس کے صحیح ہونے کا یقین دلائل کے ذریعہ سے انسان کے دل میں بٹھا دیا اور انسان کو علیٰ وجہ البصیرت اس پر چلنے کا حکم دیا قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی کہدو کہ یہ میرا رستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور اندھا دھند نہیں پوری بصیرت کے ساتھ میں اور میرے متبع اس پر قائم ہیں، ایک اور جگہ فرمایا لیھلک من ھلک عن بیّنة ویحییٰ من حیّ عن بیّنة جو ہلاک ہوتا ہے وہ کھلی دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ ہوتا ہے وہ کھلی دلیل سے زندہ ہو، پھر مذہبی آزادی کو قائم کرتے ہوئے یہ وجہ بیان کی کہ ہدایت اور گمراہی کی راہیں واضح ہو چکی ہیں لا اکراہ فی الدین، قد تبیّن الرشد من الغیّ دین میں اب کوئی جبر نہیں، کیونکہ ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے اور فی الواقع قرآن کریم کے جس حصہ کو بھی دیکھئے جس حکم پر بھی نظر ڈالئے اس کے ساتھ ساتھ ایسے واضح اور دل نشین دلائل دیتے ہیں، کہ پڑھنے والے کو یہ یقین کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ حق وہی ہے جس کا قرآن نے حکم دیا ہے

ایک جرمن فلاسفر کا قول ہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ اس کو نفرت اور عداوت کے ساتھ نکتہ چینی کے لئے پڑھنا شروع کر دیں تو جوں جوں اس کو پڑھتے چلے جائیں گے وہ نفرت اور عداوت محبت اور ایمان کے ساتھ بدلتی چلی جائے گی، یہ خصوصیت قرآن ہی کا حصہ ہے، کسی اور کتاب میں یہ کمال نہیں پایا جاتا،

تیسری خصوصیت قرآن کی یہ بتائی گئی ہے، کہ وہ فرقان ہے، حق و باطل کو الگ الگ کر دیتا ہے، دلائل کی روشنی کے علاوہ عملی طور پر واقعات کے رنگ میں بھی حق و باطل کو واضح کر دیتا ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس پر تاریخ کا ہر زمانہ گواہ ہے، کہ کس طرح قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو ایک کھلی کامیابی اور فوقیت عطا کی، کس طرح اپنے شدید ترین مخالفوں کو ہر طرح کے ساز و سامان کے باوجود ناکامی اور ہلاکت کا منہ دکھایا، کس طرح سے ایک انقلاب عظیم اس نے دنیا میں پیدا کر دیا اور ان صدیوں کے بگڑے ہوئے لوگوں کو جو ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا تھے، جن کے اندر بری عادات اس قدر راسخ ہو چکی تھیں کہ بڑی بڑی سلطنتوں کی تحریص و ترغیب پر بھی وہ انہیں چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوتے، انہی لوگوں کو اس قرآن نے صرف تئیس سال کے عرصہ میں پرلے درجہ کی شیطنت سے نکال کر فرشتے بنا دیا، عرب کی قوم جو عادات و اطوار کے لحاظ سے دنیا کی اکثر ترین اقوام میں سے تھی، اپنی تمام بری عادات کو چھوڑ کر کچھ اور کی اور ہو گئی، یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوات وبرزوا للہ الواحد القھار کی پیشگوئی جو قرآن نے مکی زمانہ میں کی تھی، وہ صرف دس بارہ سال کے عرصہ میں اپنی تمام شان کے ساتھ پوری ہو گئی، عرب کے زمین و آسمان بدل گئے، اور وہی قوم جو بت پرستی وہم پرستی اور ہر قسم کی ناپاک عادات میں مبتلا تھی، ایک خدا کے لئے نکل کھڑی ہوئی، اس کی تمام عادات یکسر بدل گئیں، اور وہ حیوانیت سے نکل کر انسانیت کے بلندترین مقام پر پہنچ گئے اور نہ صرف وہی اس مقام پر پہنچے بلکہ انہوں نے دنیا کی دوسری قوموں کو بھی اسی درجہ پر پہنچایا خدائے واحد کا یہ پیغام (قرآن مجید) لے کر وہ دنیا میں چاروں طرف پھیل گئے۔ بڑی بڑی عظیم الشان سلطنتوں نے ہر قسم کے ساز و سامان اور بڑی بڑی افواج کیساتھ انکا رستہ روکنا چاہا لیکن وہ محض فرقان حمید پر عمل کرتے ہوئے اور خدائی نصرت و طاقت کے ساتھ انہیں شکست دیتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے اور دنیا کے کناروں تک پہنچ کر یہ آواز بلند کی کہ اے خدا تو گواہ ہے کہ ہم نے تیرے پیغام کو تیری زمین کے کناروں تک پہنچا دیا، انہوں نے صرف پیغام ہی نہیں پہنچایا بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اس فرقان حمید کے ذریعہ سے قوموں کو نیکی اور رشد کے رستہ پر قائم کیا اور انکے اندر علم کی روشنی پھیلائی، انہیں غلامی سے نکال کر بادشاہت کے تخت پر بٹھایا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا ایسا رشتہ جوڑا کہ ولایت کے درجہ تک پہنچا دیا۔

یہ وہ واقعات ہیں جن سے گذشتہ چودہ سو سال کی تاریخ بھری پڑی ہے، صحابہؓ کے زمانہ سے لے کر جن میں جاہلیت سے نکل کر اسلام میں آنے والے بڑے بڑے روحانی انسان بن گئے بڑے بڑے صاحب تدبیر سیاستدان، بڑی بڑی سلطنتوں کے فاتح اور صاحب عزیمت لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے شجاعانہ کارناموں اور روحانی اثر و نفوذ سے نہ صرف سنگلاخ زمینوں بلکہ دلوں کی املاک کو فتح کیا، بعد میں آنے والے لوگوں تک، جن میں سلطان محمد خامس صلاح الدین ایوبی جیسے جرنیل اور فاتح بھی تھے، اور امام غزالی سید عبدالقادر جیلانی، محی الدین ابن عربی، شاہ ولی اللہ دہلوی، مجدد الف ثانی اور خود ہمارے زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد جیسے روحانی انسان بھی پیدا ہوئے، نہ صرف یہی بلکہ اس قرآن کی برکت سے ابن رشد جیسے فلسفی، الخوارزمی، عمر خیام اور موسیٰ بن میمون جیسے ریاضی دان، ابن الہیثم جیسے ماہر طبیعیات، بوعلی سینا اور رازی جیسے طبیب اور بڑے بڑے ہیئت دان اور تاریخ و جغرافیہ کے ماہر پیدا ہوئے جنہوں نے یورپ کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی عطا کی،

یہ وہ فرقان ہے، جو قرآن کریم کی روشنی سے دنیا کو نصیب ہوا تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیرا وہ ذات کس قدر بابرکت ہے جس نے اپنے بندہ کے قلب پر اس فرقان کو نازل کیا تاکہ تمام دنیا اور سب زمانوں کے لئے نذیر ہو،

اس عظیم الشان کتاب کا نزول جس مہینہ میں ہوا، خدائی نور کی اس عظیم الشان روشنی نے جن ایام میں دنیا کو منور کرنا شروع کیا اور قرب الٰہی کے دروازے جن پاک راتوں میں کھل گئے اس مہینہ، ان ایام اور ان راتوں کے بابرکت ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے وہ ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو سفلی دنیا سے اٹھا کر عالم بالا کے قریب (باقی صفحہ پر)

اخبار و افکار

گناہوں کی سزا

مسیحی معاصر "المائدہ" (۱۵-اپریل) میاں بشیر احمد صاحب متنو مبلغ امریکہ کے ایک خط مندرجہ پیغام صلح ۸ر جنوری کا اقتباس دیکر لکھتا ہے :-

"ہماری دانست میں احمدیت نے جو اسلام کی اشاعت کرنی تھی وہ کر چکی اب عام مسلمانوں کو یہ سمجھانے ہی میں اس کی باقی چندروزہ عمر بسر ہوگی کہ ہمیں کافر نہ کہو مگر مسلمانوں کا سواد اعظم اب احمدیوں کے دلائل کافی سن چکا ہے اور اس کے باوجود اسے تکفیر احمدیت سے باز رکھنے کی کوششیں بیکار ثابت ہو رہی ہیں۔ جو حال ایشیا میں ہے وہی امریکہ میں بھی ہے، یہ سب سزا احمدیت کو یسوع مسیح کی توہین کرنے کی مل رہی ہے حالانکہ یسوع مسیح نے مرزا صاحب کو کبھی برا بھلا نہیں کہا"

اس شاندار استدلال کی ہم داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ المائدہ کو شاید علم نہیں کہ گھر کے لوگ تو بیشک جہاں بھی جاتے ہیں احمدیت کی تکفیر ہی کرتے ہیں لیکن باہر کی دنیا بالخصوص مسیحی دنیا اس کے آگے سر تسلیم خم کرتی چلی جا رہی ہے اور آئے دن احمدیہ مشنوں کے ذریعہ یورپ اور امریکہ سے کسی نہ کسی سعید روح کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی خبر آ ہی جاتی ہے۔ اگر اپنوں کی طرف سے تکفیر کسی گناہ کی سزا ہے تو المائدہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خود مسیحیت اپنے ابتدائی زمانہ میں احمدیت سے بڑھ کر یہ سزا بھگت چکی ہے اور تو اور خود .... یسوع مسیح کی بھی تمام عمر یہودیوں کو یہ سمجھانے میں گذر گئی کہ وہ انہیں کافر نہ کہیں، ہمارے معاصر کو یاد ہوگا کہ ایک مجلس میں جب یہودی انہیں پتھراؤ کرنے پر اتر آئے تو انہوں نے بیچارگی کے عالم میں پوچھا کہ کس گناہ کے عوض مجھے پتھراؤ کیا جاتا ہے؟ تو جواب ملا کہ تم کفر بکتے ہو، باوجودیکہ یسوع مسیح نے بار بار ان کے الزام کا جواب دیا اور انہیں سمجھایا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ کفر نہیں، تاہم یہودیوں نے پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ انہیں صلیب پر لٹکا دیا - اور یہیں تک نہیں اس کے بعد تین صدیوں تک مسیحی لوگ شدید ترین مخالفت کی وجہ سے غاروں اور جنگلوں میں چھپتے پھرے یہ کس کی توہین کی سزا انہیں ملی تھی، کیا المائدہ کے نقطہ نظر سے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ یسوع مسیح سے پہلے کے تمام پیغمبروں اور راستبازوں کی توہین کرنے اور انہیں چور اور بٹمار قرار دینے کی یہ سزا تھی جو انہیں ملی؟ جو کچھ بھی ہو بہرحال احمدیت اس وقت ابتدائی مسیحیت کی ہی قدرے مماثلت کا رنگ اختیار کئے ہوئے ہے اور یہ کوئی بعید از قیاس امر نہیں کہ ابتدائی مسیحیت کی طرح اس کی تبلیغ سے یہاں بھی کوئی قسطنطین حلقہ بگوش اسلام ہو جائے جو اس کے عروج اور مکفر مسلمانوں سے اس کی رستگاری کا موجب ہو۔

فلمی اور فحش رسالوں کا اثر

معاصر "الجمعیۃ" دہلی اپنے ایک اڈیٹوریل میں رقمطراز ہے :-

"........ طالبات سے تو ہم نے خطاب ہی نہیں کیا ہے ایک طالب علم کی جو سطور اوپر نقل کی گئی ہیں۔ ان میں کہا گیا ہے کہ ان کا حال طلبہ سے بھی بدتر ہے - کیوں ہے اس لئے کہ فلمی اور فحش رسالوں تک ان کی رسائی ہو گئی ہے - خدا معلوم یہ حقیقت کب تسلیم کی جائے گی کہ کسی گھر میں ایک فلمی رسالہ کا آنا دو بدمعاشوں کے آنے کے مرادف ہے - چلتی پھرتی بیسوائیں لڑکیوں پر اثر نہیں ڈال سکتیں جو ایک خاموش اور جامد فلمی رسالہ بہت آسانی سے اس پر ڈال سکتا ہے - ماں باپ دیکھتے ہیں کہ لڑکی ایک رسالہ پڑھ رہی ہے، اس پر سکوت کا عالم طاری ہے اس کی نظریں رسالہ کی سطور پر جمی ہوئی ہیں اس حالت میں ماں باپ اس سے پانی تک نہیں مانگ سکتے کہ اس کے مطالعہ میں فرق آ جائے گا - مگر وہ کیا جانیں کہ رسالہ پڑھتے وقت لڑکی کے جذبات نے کیا طوفان برپا کر رکھا ہے اور وہ کون سے عالم کا نظارہ کر رہی ہے"

یہ آواز اگر آج سے بہت پہلے اٹھتی تو شاید اس کا کوئی اثر ہو سکتا، مگر اب معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اس قسم کی چند آوازیں جو ادھر ادھر سے اٹھتی ہیں صدا بصحرا ہو کر رہ جاتی ہیں تاہم ضروری ہے کہ ہندوستانی اور پاکستانی اخبارات فلمی اور فحش رسالوں کے خلاف بالاتفاق آواز بلند کریں اور اپنی اپنی حکومت پر زور دیں کہ ایسے رسائل کو قانوناً بند کر دیا جائے، کیا ختم نبوت اور ناموس رسول پر مٹنے والے مولوی صاحبان کی غیرت مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کو اس کھلی بےحیائی کو روکنے کا منصوبہ نہیں بنا سکتی؟ اور صرف مسلمانوں کو مرتد اور گردن زدنی قرار دینا ہی ان کا شغل رہ گیا ہے؟

"آزاد نوجوان" کی دھمکی

ہمیں معلوم نہ تھا کہ ہمارے مرحوم دوست عزیز اللہ صاحب کا فرزند ارجمند اپنی جوانی کے جوش میں اسقدر دور نکل جائیگا کہ چند ذاتی امور کی وجہ سے جماعت قادیان میں شامل نہ ہو کر ہر راہرو کو گالیاں اور دھمکیاں دینا اپنا شعار بنا لیگا، چند دن ہوئے اس عزیز نوجوان نے سر ظفر اللہ خان کی نیکی و پارسائی اور تدبر و دانش کا ذکر کرتے ہوئے پاکستان کے ارباب اختیار کو "غنڈے" اور "باغی" کہکر اس خداداد مملکت کی تباہی کے خواب دیکھنے شروع کئے، ہم نے محض نصیحتاً لکھا کہ سر ظفر اللہ خان کی نیکی اور تدبر اس بات کا متقاضی نہیں کہ دوسرے ارباب اختیار کو غنڈے اور باغی قرار دیا جائے یا اس خداداد مملکت کی تباہی کی پیشگوئیاں کی جائیں، افسوس ہے کہ اس مخلصانہ نصیحت کو ہمارے عزیز نوجوان نے برا منایا اور الٹی دھمکیاں دینی شروع کر دیں کہ اگر تم باز نہ آئے تو گھر کا بھیدی لنکا ڈھانے والی بات ہو جائے گی" بہت اچھا صاحب ہم آپکو جواب دینے سے باز آئے بقول شخصے این است جوابش کہ جوابش نہ دہی، لیکن لنکا آپ ضرور ڈھالیں، شاید اسی میں سے آپکے فائدہ کی بات نکل آئے۔

اخبار احمدیہ

بسلسلہ صفحہ اوّل

مسلم مشنری سوسائٹی مسٹر ایس بخش صدر بریاٹیس مسلم لائبریری مسٹر کے ایم خان، مسٹر ای جعیم الدین اور مسٹر علی تھے۔

الحاج مولوی عبدالرحیم جگو صاحب نے ایکس سٹریٹ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھائی، ان کے خطبہ سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔

جگو صاحب نے برٹش گائنا میں باقاعدہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ایک شاخ قائم کی ہے، اور وہاں کی جماعت ایک مسجد اور ایک سکول بنانے کی تجویز کر رہی ہے۔

علالت اور درخواست دعا

مرزا عقیل الرحمان صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول سے لکھتے ہیں کہ :-

"میری اہلیہ ایک طویل عرصہ سے بیمار ہیں، احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت یابی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں، انفرادی طور پر بھی اور نماز جمعہ میں بھی سب دوست مل کر دعا فرمائیں۔

انتخاب عہدیداران

جماعت شیلانگ نے حسب ذیل عہدیداران کا انتخاب کیا ہے :-

صدر :- مولوی نظام الدین احمد صاحب۔
سکرٹری :- ڈاکٹر مولانا خادم رحمانی نوری صاحب

درخواست دعا

محمد اصحاب صاحب رسالدار سیکرٹری جماعت گدگ (علاقہ کرناٹک) نے انٹرآرٹ کا امتحان دیا ہے کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

رمضان میں نزول قرآن

(بقیہ صفحہ ۳)

سے جاتا ہے انسان کے اندر گوشت و پوست کو کم کر کے روحانیت کا جلوہ دکھاتا ہے، اسی چیز نے غار حرا میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مطہر میں وہ روشنی پیدا کی جو قرآن جیسے ہدایت نامہ کے نزول کا باعث ہوئی، اسی لئے رمضان کے روزے فرض کئے گئے کہ ہم بھی اپنے قلوب کو ویسا صاف کر سکیں کہ الٰہی نور کا پرتو ہم پر پڑ سکے، قرآن کا پڑھنا اور سننا رمضان میں اسی لئے زیادہ ثواب کا موجب ٹھہرایا گیا کہ اس کے اسرار و غوامض اس مہینہ میں زیادہ کھلتے ہیں، عبادت الٰہی اور قیام اللیل کی رمضان میں اسی لئے تاکید کی گئی کہ خدا تعالےٰ اپنی اس ہدایت کے پیروؤں پر اپنے قرب کے دروازے کھولتا اور ان کی دعاؤں کو سنتا ہے، رمضان کا مہینہ نزول قرآن کا مہینہ ہے، اس ہدایت کا مہینہ جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی، آیئے ہم بھی اس بابرکت مہینہ میں اس نور الٰہی سے فائدہ اٹھائیں اور اسے دنیا میں پہنچا کر لیکون للعالمین نذیرا کا مصداق بنائیں۔

رزق حلال عفت اور دوسروں کا مال کھانے سے پرہیز روزہ کی اصل غرض و غایت ہے

ماپ تول کی ابتدائی بددیانتیوں کا اثر بڑی بڑی تجارتوں پر

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۶ مئی ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم .... ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقًا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ——— (البقرہ رکوع ۲۳)

رمضان میں قرب الٰہی اور قبولیت دعا کی بشارت

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے قرب کی راہیں سکھائی ہیں اور فرمایا اذا سالک عبادی عنی فانی قریب میرے متعلق میرے بندے پوچھیں کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کس حد تک ہماری دعاؤں کو سنتا ہے تو کہدو کہ میں قریب ہوں، قریب بھی ہوں اور اجیب دعوۃ الداع اذا دعان، اگر کوئی مجھے پکارے، میری جناب میں فریاد کرے، اپنی تڑپ کا اظہار کرے تو میں اس کی دہائی کو سنتا ہوں اور اس کی فریاد کو قبول کرتا ہوں فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی پس چاہیئے کہ میری باتوں کو مان لو اور میری ذات پہ ایمان رکھو، میری باتوں کو مان کر اور میری ذات پر ایمان رکھتے ہوئے اگر بندہ سے کوئی کچھ مانگتا ہے تو میں اس کے سوال کو قبول کرتا ہوں۔

روزہ کی غرض و غایت

اس سے پیشتر بتایا تھا کہ روزہ تقوےٰ پیدا کرنے کا موجب ہے کیونکہ اس سے ضبط نفس کی عادت پیدا ہوتی ہے انسان اپنے نفس پر قابو پاتا ہے تاکہ حرام اور ناجائز باتوں سے بچے، حلال اور طیب روزی کھانے سے تمام اُلجھنیں ختم ہوجاتی ہیں اور تمام تفکر دُور ہوجاتے ہیں، عفت کی زندگی بسر کرنے سے تمہارا وجود بابرکت ہوجاتا ہے اور تم معزز بن جاؤ گے یہ روزہ کی غرض و غایت ہے اس کے بعد فرمایا فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی چاہیئے کہ میری باتوں کو مانو اور میرے اوپر ایمان رکھو تو ضرور ہے کہ تمہاری دعاؤں کو قبول کیا جائے۔

روزہ کے اجتماعی اور قومی اثرات

تعلیم کا یہ حصہ تو ہر انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے، ایک حصہ آگے ہے جس کا فائدہ قوم کو پہنچتا ہے فرمایا اگر تم تیس دن کے روزے رکھکر اپنی حلال کی روزی کو محض خدا کی رضا کے لئے اپنے اوپر حرام کرلیتے ہو، تو پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ دوسرے کے مال پر تم ناجائز نظر رکھو، اور ناجائز طور پہ کھانے کی کوشش کرو، ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل، تمہاری ذات کو تو روزہ سے فائدہ ہوا اور خدا کے قرب کی راہیں تم نے پالیں، اس کے بعد دیکھو کہ جس سوسائٹی میں تم رہتے ہو اس کے ساتھ تمہارا کیا برتاؤ ہے، کیا ان کے مال ناجائز طریق سے اڑاتے ہو؟ اپنے بھائیوں کے مال اڑا کر کھانا، بالباطل دوسروں کے مال اپنے قبضہ میں لینا، ناپاک طریقوں اور چالاکیوں اور مکاریوں سے لوگوں کے مال کھانا روزہ کے منافی ہے ایسا نہ کرو وتدلوا بھا الی الحکام اور نہ روپیہ پیسہ کے ذریعہ حکام تک پہنچو، لتاکلوا فریقًا من اموال الناس بالاثم حکام تک پہنچنا اس لئے ہوتا ہے تاکہ لوگوں کے مال کو ناجائز طور پر کھا جاؤ۔ پہلے تو لوگوں کے مال ناجائز طریق سے کھانے سے منع کیا اور پھر ایک اور بات فرمائی کہ حکام سے اس غرض سے تعلقات بڑھانا اور تحفے تحائف دیکر ان کے ساتھ دوستیاں گانٹھنا تاکہ دوسروں کے مال ناجائز طریق سے کھا سکو یہ ٹھیک طریق نہیں، ایسا شخص حرام کھاتا ہے، کبھی کسی تھانیدار کے ساتھ یارانہ گانٹھتا ہے، کبھی تحصیلدار کے ساتھ یا کسی اے سی سے مل کر یہ شخص لوگوں کے مال پر چھاپہ مارتا ہے اور بڑے رعب کے ساتھ لوگوں سے روپیہ اینٹھتا ہے ایسا شخص روزہ کی غرض و غایت کو پورا نہیں کرتا۔

بددیانتی اور خیانت

دوسری جگہ فرمایا یایھا الذین آمنوا لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا امٰنٰتکم، اس میں دو قسم کی خیانتوں سے منع کیا ہے ایک خیانت اموال کی ہے ایک خیانت اللہ اور رسول کے احکام کی بجا آوری کے متعلق ہے ان دونوں قسم کی خیانتوں سے منع کیا، دوسری جگہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے لیعلم انی لم اخنہ بالغیب عزیز مصر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں کوئی خیانت نہیں کی یعنی عزیز مصر تو میرے متعلق یہ کہے اکرمی مثواہ اور میں ان کی غیر حاضری میں ان کے احسان کا بدلہ بے حیائی سے دوں، تو فرمایا کہ بددیانتی سے لوگوں کا مال نہ کھاؤ۔ وانتم تعلمون اس علم کے باوجود کہ یہ بددیانتی ہے پھر بھی اس سے پرہیز نہیں کرتے، معلوم ہوا انسان کو اس کا دل خود...... بتا دیتا ہے کہ یہ بددیانتی ہے اور بری بات ہے، نیکی کا کام کرنے سے انسان کا دل بشاش ہوتا ہے اور بدی کے ارتکاب پر نفس لوامہ ملامت کرتا ہے۔

بددیانتی کے ابتدائی مراحل سے انتباہ

اس بات پر قرآن کریم بہت زور دیتا ہے کہ بددیانتی کے قریب بھی نہ جلنا چاہیئے قرآن میں بددیانتی کے ابتدائی مراحل کا بھی ذکر ہے جس طرح آنکھ سے بے حیائی کا کام بدکاری کے ابتدائی مراحل ہیں، جن سے قرآن نے منع کیا ہے، اسی طرح بددیانتی کے بھی ابتدائی مراحل کا ذکر کیا ہے، ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون، ماپ تول میں کمی کرنے والوں پہ تباہی ہے ان کا یہ طریق ہے کہ جب لوگوں سے مال لیتے ہیں تو پورا پورا ماپ کرلیتے ہیں واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون، اور جب انہیں ماپ کر یا وزن کرکے دیتے ہیں تو کمی کر دیتے ہیں، کبھی پیمانہ کم رکھا ہوا ہے، کبھی ترازو میں ڈنڈی مارتے ہیں، کبھی باٹ کم وزن کے ہوتے ہیں، غرضیکہ ترازو اور ناپنے کے پیمانے اس طرح کے بنائے جاتے ہیں کہ دوسروں کو نقصان پہنچے اور اپنا فائدہ ہو، یہاں سے ابتدا ہوتی ہے بددیانتی کی جس کے بعد آگے چل کر بڑی بڑی تجارتوں میں کئی قسم کی بددیانتیاں ہوتی ہیں۔

مال اور تول کی بددیانتی کا اثر بڑی بڑی تجارتوں پر

ایک اور جگہ فرمایا اوفوا الکیل والمیزان بالقسط سنو لوگو! ماپ اور تول پورا پورا انصاف کے ساتھ کرو لانکلف نفسًا الا وسعھا ہم کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتے، واذا قلتم فاعدلوا ولوکان ذا قربیٰ منہ سے تو بہت کچھ کہتے ہو، خدا کی قسمیں بھی کھاتے ہو کہ ہم پورا دیتے ہیں، چاہیئے کہ سچائی کے ساتھ حق بات کہو اگرچہ تمہارے اپنے کسی قریبی کے خلاف ہی ہو پھر ایک جگہ ایک پیغمبر اپنی قوم کو مخاطب کرکے کہتا ہے ویقوم اوفوا المکیال والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم اے قوم ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو، پھر فرمایا ولا تنقصوا المکیال والمیزان ماپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ انی ارٰکم بخیر میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری دوکان، تمہاری تجارت یا کارخانہ اچھا چلتا ہے، ایسا نہ ہو کہ تمہاری بددیانتی وہی تجارت یا کارخانہ کی تباہی کا باعث بن جائے۔ انی اخاف علیکم عذاب یوم محیط مجھے ڈر ہے کہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

بڑے بڑے تاجروں کی بددیانتیاں

ان ابتدائی مراحل سے نکل کر لوگ آگے بڑھتی بڑی تجارتوں میں اور زیادہ بددیانتیاں

کرتے ہیں، مجھے کراچی میں ایک شخص نے بتایا کہ کسی شخص نے کئی لاکھ روپیہ کی چربی آسٹریلیا سے منگوائی اور اس نے میرے منہ پر کہا کہ اگر اپنے کارخانہ میں اس چربی کی بدبو زائل کر دو تو تم کو بیس روپیہ فی من دوں گا، اور اس چربی کو گھی کے نام سے بیچوں گا، کتنی بڑی بددیانتی ہے، چربی کی بدبو زائل کر کے اس کو گھی کے طور پر بیچنا کتنا بڑا ظلم ہے، اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ لکھو کھہا روپیہ کی کپاس بعض لوگوں نے یورپ بھیجی اور اس کے اندر ناقص کپاس رکھدی اور پاکستان کی بدنامی کا باعث ہوئے جس طرح ایک چھوٹا دوکاندار ہلدی اور مرچوں اور گھی میں ملاوٹ کر کے بیچتا ہے اسی طرح سے بڑے بڑے تجار بڑی بڑی تجارتوں میں ملاوٹیں اور بددیانتیاں کرتے ہیں، ابتداءً چھوٹے پیمانہ پر شروع کی اور بعد میں بڑھتے چلے گئے۔

تجارتی بددیانتیوں کا نتیجہ

اسی لئے اللہ تعالٰی نے چھوٹی چھوٹی بددیانتیوں سے بار بار منع کیا اور پیغمبروں کے ذریعہ ماپ اور تول کی بددیانتی سے روکا، اوفوا الکیل اذا کلتم ماپ کرتے ہوئے پیمانہ پورا ماپ کرو، وزنوا بالقسطاس المستقیم، سیدھے اور ٹھیک ترازو سے وزن کرو، انی اراکم بخیر یہ ٹھیک ہے کہ اس وقت میں تم کو اچھی حالت میں پاتا ہوں لیکن ڈر ہے کہ یہ تمہاری بددیانتیاں کسی بڑے عذاب کو نہ لے آئیں ایسا شخص ذلیل ہو جاتا ہے، یہ کیا تھوڑا عذاب ہے کہ دولت رہ جائے اور عزت کوچ کر جائے، تمہاری ساکھ باقی نہ رہی تو کیا رہ گیا۔

دیانت و امانت موجب عزت ہے

فرمایا لا تخونوا اللہ والرسول دیکھو اللہ اور رسول کے معاملہ میں ان کے احکام کی بجا آوری میں خیانت مت کرو، وتخونوا امٰنٰتکم اور نہ اپنے بھائی بندوں کی امانتوں میں خیانت کرو، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ الامین کہا کرتے تھے، نرے روپیہ پیسہ کے معاملہ میں ہی نہیں تمام معاملات میں آپ الامین تھے، اور بڑے بڑے مخالفین کی نظروں میں بھی اس وجہ سے آپ کی بڑی عزت تھی، اس سے ظاہر ہے کہ امین ہونا بڑی عزت کی چیز ہے یقیناً وہ قوم بہت بڑی معزز قوم ہے جس کے افراد امین ہیں، اور جس قوم کے افراد ...... امین نہیں اس کا معاملہ بڑا خراب ہے حدیث میں ہے لا دین لمن لا امانۃ لہ اس شخص کا کوئی دین نہیں جس کی امانت دیانت کوئی نہیں۔

رزق حلال، عفت اور دیانت و امانت روزہ کی اصل غرض و غایت ہے

پس جہاں روزہ کے متعلق سکھایا کہ روزہ ضبط نفس سکھاتا ہے اور انسان کو ناجائز کمائی کی روٹی پیٹ میں ڈالنے سے اور بدکرداری سے روکتا ہے اور حلال طیب روٹی کھانے کی عادت سکھاتا ہے۔ اور یہ بھی سکھایا کہ روزہ اس کی عفت کو بھی محفوظ کرتا ہے اور ان دونوں باتوں کی وجہ سے انسان خدا کے قریب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے انی قریب میں قریب ہوں اور دعاؤں کو سنتا ہوں، وہیں قوم کے متعلق بھی روزہ دار کو دیانتداری کا سبق دیا۔ اسی لئے رمضان میں قرآن بہت پڑھا جاتا، بہت عبادت کی جاتی ہے کہ خدا کا قرب حاصل ہو لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ روزہ کا مجاہدہ کرنے کے بعد غیر کے مال پہ منہ مارنا نہایت ناواجب ہے۔

نئی تصنیفات

سید مرتضٰی خان حسن

میں نے ان دنوں میں مفصلہ ذیل کتب تالیف کی ہیں :۔

(۱) **لمعات** یہ فلسکیپ کاغذ کے دو سو سے زاید صفحات پر حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف کے بعض ضروری انتخابات کا مجموعہ ہے اور تین حصوں میں منقسم ہے :۔

حصہ اول:۔ محامد حضرت خاتم الانبیاء و فضائل صحابہ کرام پر

حصہ دوم:۔ قرآن مجید کی عظمت و صداقت اور

حصہ سوم:۔ حضرت ممدوح کے عقائد و تعلیمات پر مشتمل ہے۔

ان ہر سہ موضوع پر حضورؑ کے قلم گہربار سے جو کچھ نکلا وہ ایک بحر بیکراں ہے، اس مجموعہ میں صرف چند اقتباسات نثر و نظم بنظر اختصار جمع کئے گئے ہیں تاکہ عامۃ الناس حضور کے افکار عالیہ سے شناسا ہو سکیں۔ اور جو سوء ظنیاں حضور کے متعلق کی جاتی ہیں ان کا قلع قمع ہو، ابتداء میں حضور کے علم کلام پر ۲۵ صفحات کا ایک تبصرہ بھی (باقی صـ ۱۲ پر)

برطانیہ کی غیر شادی شدہ عورتوں کا مقدمہ عوام کے سامنے

لندن کی میری سمتھ نامی ایک استانی نے حال ہی میں ایک کتاب "ایک بیوی" کے نام سے لکھی ہے۔ جس میں اس نے برطانیہ کی پندرہ لاکھ غیر شادی شدہ عورتوں کا مقدمہ عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ چونکہ اس ملک میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اس لئے ہر عورت شوہر کو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد اس نے کہا ہے کہ ایک بیوی کا رواج ناکام ہو چکا ہے۔ اور یہ رواج سائنٹیفک بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد یا تو مذہب پر ہے۔ یا اس خیال پر ہے کہ قدرت نے ایک مرد کے لئے ایک ہی بیوی مقرر کی ہے۔ موصوفہ نے ایک بیوی کے رواج کو خطرناک ثابت کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ جس طرح حکومت لوگوں کو ملازمت دلانے کا ذمہ لیتی ہے۔ اسی طرح حکومت عورتوں کو شوہر دلانے کی بھی ضمانت دے۔

ہمیں یہاں یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر یک زوجگی کا رواج قانون فطرت کے مطابق ہے۔ تو برطانیہ کی وہ پندرہ لاکھ عورتیں کہاں جائیں، جن کو جستجو کے باوجود شوہر نہیں ملتے۔ برطانیہ کا قانون یہ کہتا ہے۔ کہ وہ ایسے مردوں سے شادی نہیں کر سکتیں جن کے پاس پہلے سے بیوی موجود ہے۔ لیکن کوئی قانون ایسا نہیں۔ جو یہ کہے ایسی غیر شادی شدہ عورتیں شادی کے بغیر کسی مرد سے جنسی تعلقات قائم نہ کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر کنواری عورت یا تو ساری عمر ناکتخدائی میں گذار دے یا پھر بے ضابطہ اپنی فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے کسی غیر مرد کے پاس جائے، خواہ ایسا مرد شادی شدہ ہو یا کنوارا یعنی مرد کو بھی اجازت ہے کہ وہ ایک عورت کی موجودگی میں دوسری عورت سے متمتع ہو سکتا ہے، البتہ غضب ہو جائے گا اگر وہ دوسری عورت سے باضابطہ شادی کر لے اور اسے اپنی بیوی بنا لے، دوسرے الفاظ میں برطانیہ کے اندر دو بیویوں کا رکھنا تو جائز نہیں البتہ عورت اور مرد کو حرامکاری کی کھلی اجازت ہے۔

مسئلہ وحدت ازدواجی اور تعدد ازدواجی کو سمجھنے کے لئے ذرا تفصیل کی ضرورت ہے، اگر ہم اس کی ترتیب قائم کرنا چاہیں تو وہ اس طرح ہوگی، وحدت ازدواجی 'MONOGAMY'۔ دو عورتوں سے شادی 'BIGAMY' دو سے زیادہ عورتوں سے شادی 'POLYGAMY' ایک بیوی اور کئی اسسٹنٹ عورتیں یا داشتہ 'MONOGYPIY' ایک شوہری عورت 'MONOANDRY' چند شوہری عورت یعنی جس کے کئی خاوند ہوں...... 'POLYANDRY'

اب آپ غور فرمائیے کہ وحدۃ ازدواجی اپنی اصل کے اعتبار سے کیا ٹھہری یعنی یک زوجگی مونوگیمی کے خلاف نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرد شادی تو ایک ہی عورت سے کرے لیکن اگر وہ چاہے تو وہ چار عورتوں کو بطور داشتہ رکھ سکتا ہے، گویا دوسری عورت کو باضابطہ تو نہیں رکھ سکتا بے ضابطہ طور پہ جتنی چاہے رکھ لے

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تعدد ازدواجی کا مقابلہ وحدت ازدواجی سے نہیں بلکہ لاتعداد حرامکاری سے ہے اگر اسلام کی محدود تعدد ازدواجی کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کے ذریعہ لامحدود حرامکاری کا انسداد ہو سکتا ہے مگر چونکہ مغرب کے دانش فروشوں نے اس مقابلہ کو نہ سمجھا اس لئے وہ ضابطہ سے نکل کر بے ضابطگی میں آ گئے اور ایسے آئے کہ نہ ایک دو کی گنتی اور نہ سو پچاس کی۔ قاتلھم اللہ انی یؤفکون۔

(رفتار زمانہ)

وابستگانِ سلسلہ سے چند معروضات

چودھری فضل داد صاحب گجرات

ہماری انجمن کی بنیاد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد مئی ۱۹۱۴ء میں رکھی گئی، گویا ۴۱ سال گذر گئے ہیں جب سے انجمن کا ہیڈکوارٹر قادیان سے تبدیل کرکے لاہور لایا گیا۔ اس عرصہ میں ہمارے بزرگوں نے نہایت جانفشانی، عرقریزی، بے پناہ جذبہ اور ان تھک کوششوں سے کام کیا۔ یہ خیال کرتے ہوئے واقعی حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح چند بزرگوں نے آج سے ۴۱ سال پیشتر بظاہر نہایت کمزوری، مایوسی، ناامیدی کی حالت میں اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھی اور پھر بڑے بڑے کاموں کی بنیاد رکھ لینا بہترین مطمح نظر قائم کر لینا آسان بات ہے لیکن اس کی تکمیل سوائے خدائے بزرگ و برتر کی خاص عنایات و برکت کے مشکل ہے۔

عظیم الشان وراثت

تاہم ہماری انجمن نے وہ کام کیا جو شہنشاہوں سے نہ ہو سکا، اس قدر بہتر لٹریچر جو زمانہ حال کے مطابق ہے پیدا کیا کہ اگر اس کی باقاعدہ اشاعت کی جائے تب بھی وہ ایک عالم کی روحانی پیاس بجھا سکتا ہے۔ گویا ہمارے بزرگوں نے اپنی بے نظیر اور مسلسل قربانیوں سے ہمارے لئے ایک عظیم الشان وراثت پیدا کی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدردانی

جو لوگ اللہ پر تقوےٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں لکھا ہے:۔

واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔

جن بزرگ ہستیوں نے اختلاف کے وقت لاہور میں ڈیرا لگایا۔ ان کی قربانیوں کا ثمرہ مل گیا تفصیلات میں جانا وقت ضائع کرنا ہے، احمدی بزرگ جانتے ہیں اور دیگر مسلمان بھائی بھی بخوبی واقف ہیں۔

مولا کریم بڑا قدردان ہے۔ ان بزرگوں کی اولاد کو اس دنیا میں نوازا گیا۔ اور ان کو دنیوی طور پر وہ وہ کچھ دیا گیا جس کی کوئی دوسری مثال نہیں ہے۔ یہ واقعات ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ اللہ کریم کی کرم نوازی ہے کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

عملوں کو درست کرو

انسان مرکر فنا نہیں ہوتا بلکہ اس کے عملوں کے اندر اس کی آئندہ زندگی محفوظ کی جارہی ہے۔ پس عملوں کو درست کرنا چاہیئے۔ تاکہ اگلی زندگی جو حقیقی اور ابدی زندگی ہے۔ راحت اور مسرت کی زندگی بن جائے۔ یہ وہ نقطہ ہے۔ جو ہر انسان کو ہر وقت مدِنظر اور مقصود خاطر رہنا چاہیئے۔

آغاز نو

لیکن جس چیز کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت مرحوم مغفور (محمد علی) کی وفات دلگداز کے بعد ہم میں بہت کچھ سستی، بددلی اور جمود آگیا، اور ہم نے کام کی طرف سے توجہ ہٹا کر باہم لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جماعت کو اپنی کمزوری کا کچھ احساس ہوا۔ اور دوبارہ کام کا آغاز ہوا۔

آغاز نو کے سلسلہ میں میرے کچھ جذبات ہیں جو کہ اخبار کی وساطت سے آپ بزرگوں، دوستوں تک پہنچانا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اس سستی، بددلی یا جمود کو دور کرنے کی بہت سی تجاویز ہیں اور چاہیئے کہ ہر ایک احمدی بھائی اپنی حیثیت کے مطابق ان تجاویز پر عمل پیرا ہو کر جمود اور سستی کو دور کرے۔ جماعتی نظام کو بطریق احسن سرانجام دینے میں ممد و معاون بنیں۔ تاکہ مسیح موعودؑ کا لگایا ہوا پودا بارور ہو۔

قابل غور بات

سب سے اول ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ جس غرض کے لئے ہم جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ کیا وہ غرض پوری ہو رہی ہے یا نہیں، اگر تو جواب نفی میں ہے تو پھر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا ہماری عدم توجہ، بددلی۔ اور کاہلی کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے یا اس کے کوئی اور اسباب ہیں۔ اگر ہماری اپنی عدم توجہ سے اس کاروبار کو نقصان پہنچ رہا ہے تو اس کو فوراً دور کرنا چاہیئے، اور اگر کوئی اور اسباب ہیں تو مرکز کو توجہ دلانی چاہیئے

حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود زبانی طور پر مان لینے سے نجات نہیں ہوگی، تاوقتیکہ ان باتوں پر عمل کر جن پر حضرت صاحب نے فرمایا ہے عمل نہ کیا جائے ملاحظہ ہوں شرائط بیعت۔

ہمارا عملی نمونہ

ہمارا عملی نمونہ کیسا ہے اس بارہ میں ہمیں اپنے نفسوں کو ٹٹولنا چاہیئے اور اپنے عملوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے، اس جماعت کو بنانے سے حضرت مسیح موعود کا منشاء کوئی جتھہ بندی یا گروہ سازی نہ تھا، بلکہ ایک ایسی متقی جماعت بنانا آپ کی غرض تھی، جس کا ایک ایک فرد اپنے اعمال کے لحاظ سے دوسروں سے امتیازی شان رکھتا ہو، رشوت ستانی، حیلہ سازی، چوربازاری اور ناجائز وسائل سے روپیہ کمانا تو بہت دور کی باتیں ہیں حضرت مسیح موعود تو اس جماعت کے افراد کو ایمانداری، دیانتداری وخدا خوفی کے اعلیٰ مقام پر کھڑا کرنا چاہتے تھے، اور ہمارے بزرگوں نے جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرکے اس جماعت میں شامل ہوئے ان پاکیزہ صفات سے ایسا نمایاں حصہ لیا کہ وہ اسلام کا ایک صحیح اور سچا نمونہ بن گئے اور اس جماعت کو تقوےٰ اور پرہیزگاری کے لحاظ سے خاص عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا، آج بھی خدا کے فضل سے ہم میں ایسے نمونے موجود ہیں، لیکن ضروری ہے کہ [illegible] دوست اس میں قدم آگے بڑھانے کی کوشش کریں اور اپنا دامن دنیا کی طرف سے بچانے میں کوتاہی نہ کریں جہاں کہیں کوئی احمدی ہے اسے دیکھنا چاہیئے کہ کیا اسے دوسروں سے کوئی نمایاں حیثیت حاصل ہے اگر ہے تو خوشی کی بات ہے اور قابل ستائش ہونیکے علاوہ ایک نعمت [illegible] ورنہ جماعت میں داخل ہوکر اسکو بدنام کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو بدنام کرتا ہے، بلکہ اسلام کے نام پر یہ بدنما دھبہ ہوگا، جس کو جتنی جلدی دھو دیا جائے بہتر ہے۔

خدا پر زندہ ایمان

آپ جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں جماعت نے نیکی و تقوےٰ میں کیوں دن دگنی رات چوگنی ترقی کی، اس کی بڑی وجہ صرف ایک ہی تھی کہ ان لوگوں کا خدا پر زندہ ایمان تھا۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ہر حرکت سے خوب واقف ہے۔ ان کو خدا کا پاس تھا۔ اس زمانہ میں ایک احمدی کے لئے ضروری تھا کہ وہ بلاناغہ پنجگانہ نماز خوب سنوار سنوار کر پڑھنے والا ایماندار ہو، امانت دار ہو، خلیق ہو، بردبار ہو، قرآن کو راہبر اور ہادی بنانے والا ہو۔ نمایت کا مقابلہ جوانمردی سے کرنیوالا، حلال روزی کھانے والا، حرام سے پرہیز کرنیوالا، رشوت کے نزدیک نہ جانے والا، بدی کو دور کرنے میں پوری قوت خرچ کرنیوالا۔ غرضیکہ اس کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا، جینا اور مرنا رضائے الٰہی کے مطابق ہوتا تھا خدارا آج بھی یہی کیفیت اپنے اپنے اندر پیدا کریں اور اپنی کمزوریوں کا علاج کرکے اپنے اندر دوسروں سے امتیاز پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

ماہوار چندہ کی ادائیگی

ماہوار چندہ کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ دینی ہے۔ اگر ہماری کاہلی کی وجہ سے انجمن کو نقصان پہنچا تو ہم لوگ بارگاہ رب العزت میں جوابدہ ہوں گے کیونکہ ہماری بیعت کی سب سے بڑی غرض

دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے

جو کہ پوری نہیں ہو رہی۔

مالی جہاد

مرکزی انجمن سے جو احکام آئیں ان پر عمل کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ انجمن کے فیصلے اور حضرت امیر کا بار بار چندہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا حالات اور ضرورت زمانہ کے عین مطابق ہے، اور در اصل قرآن کریم کے مالی جہاد اور قربانیوں کے احکامات کی تعمیل ہے۔ جو میں یہاں درج کرتا ہوں:۔

(۱) یاایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنٰکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ (البقرہ)

ترجمہ:۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی نہ کوئی دوستی اور نہ ہی کوئی سفارش ہوگی۔

(۲) وانفقوا مما رزقنٰکم ... الیٰ اجل قریب (منفقون)

ترجمہ:- اور اس سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو وہ کہے کہ اے میرے رب تو نے مجھے ایک قریب وقت تک کیوں مہلت نہ دی

(۳) الذین ینفقون فی السرآء والضرآء (عمران)

ترجمہ:- جو لوگ آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں۔

(۴) وانفقوا مما رزقنٰھم سراً وعلانیۃ یرجون تجارۃ لن تبور۔

ترجمہ:- اور اس سے جو ہم نے انہیں دیا چھپ کر اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو تباہ نہیں ہوگی۔

(۵) یاایھا الذین اٰمنو ھل ادلکم .... ان کنتم تعلمون ( )

ترجمہ:- اے لوگو جو ایمان لائے ہو میں تمہیں ایسی تجارت بتاتا ہوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچائے تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رستہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ کوشش کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

ان مختلف احکامات خداوندی سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مالی جہاد کو ہر حالت میں ہر مسلمان پر ضروری ٹھہرایا گیا۔ اور اس پر استقلال سے لگے رہنے کی ترغیب دی گئی:-

"ان کنتم تعلمون"

ترجمہ:- "اگر تم علم رکھتے ہو"

۱۹۴۷ء کے واقعات سے عبرت

۱۹۴۷ء کے واقعات جن دوستوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ان کے لئے یہ سورۃ ...... مشعل راہ ہونی چاہیئے۔ سکھ اور ہندو، جن کے پاس دولت کی اس قدر فراوانی تھی کہ بیان سے باہر ہے ...... جب اللہ تعالےٰ کا غضب آیا ان کی دولت نے اس کا ساتھ نہ دیا، یہ بات مشاہدہ میں آچکی ہے۔ اس لئے ان سے انکار کرنا نادانی ہے۔ اگر مسلمان قوم نے اپنی موجودہ روش کو ترک نہ کیا تو خدا کا غضب اسی طرح آ ٹوٹے گا۔

ان اللّٰہ شدید العقاب

ترجمہ:- اللہ بدی کی سزا میں سخت ہے۔

قوم کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ بنو

اس جماعت میں شامل ہو کر اگر کوئی شخص دین کا درد اور خدمت اسلام کا جوش اپنے اندر نہیں رکھتا اور اس کے مال کا کوئی نہ کوئی حصہ باقاعدگی کے ساتھ انجمن میں قومی نظام کے ماتحت خرچ ہونے کے لئے نہیں پہنچتا تو وہ شخص دوسروں کے لئے ٹھوکر کا باعث بنتا ہے، نیز دوسروں کو سلسلہ میں شامل کرنے کا موجب نہیں بن سکتا۔ قوم کی حالت اور نظام سلسلہ کو درست رکھنے کے لئے یہ بات بے حد ضروری اور لابدی ہے کہ ہر احمدی چندہ ماہوار میں حصہ دار بنے۔

واتقوا اللّٰہ واعلموا ان اللّٰہ بما تعملون بصیر۔

ترجمہ:- اللہ کا تقوےٰ اختیار کرو اور جان لو جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اسے دیکھتا ہے۔

اس پاک ارشاد کی موجودگی میں کوئی ایسا فعل جو خلاف تقوےٰ ہے ہرگز ہرگز روا نہیں ہے۔ اللہ اللہ، ایک انسان کی راہبری کے لئے کس قدر قانون میں وضاحت کر دی۔ کوئی ایچا پیچی نہیں رکھی، صاف صاف بتا دیا۔ کہ انسان یہ خیال نہ کرے کہ جو کام وہ دوسرے لوگوں سے درپردہ کر رہا ہے یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، وہ مالک حقیقی سے چھپا ہوا ہے۔ گناہ انسان اس وقت کرتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ مجھے دیکھنے والا کوئی نہیں اس لئے ہمیں اس خداوندی حکم کو ہر آن سامنے رکھنا چاہیئے۔

رمضان میں جماعتی دعائیں

ماہ رمضان ہے۔ آیئے اپنے گناہوں کو آنسوؤں کے پانی سے دھونے کا بندوبست کریں اور جو قلم ہماری خراب بن چکی ہے اس پر غفاریت کی چادر لپیٹنے کا کچھ بندوبست کریں۔

"ان اللّٰہ کان توابًا رحیمًا"

ترجمہ:- بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

بارگاہ رب العزت میں خوب گڑگڑا کر دعائیں اور اپنی کمزوریوں، لغزشوں اور کوتاہیوں کو سامنے رکھیں اور آئندہ محتاط رہنے کی توفیق طلب کریں۔

جہاں ترقی اسلام، استحکام جماعت اور اپنے لئے دعا مانگیں وہاں استحکام پاکستان کے لئے ضرور دعا کی جائے۔ یہ دعا جماعتی رنگ میں ہونی ضروری ہے اور اس کا بہترین وقت نماز تہجد ہے ۳ بجے رات مقرر کریں اور سب بھائی اس میں شامل ہونے کی سعی بلیغ کریں تاکہ ... ہماری آہ و زاری سے رحمت کا دریا جوش میں آئے، بار بار استغفار کی جائے تاکہ ہمارے دلوں میں جو قبض ہے دور ہو۔ اور ہم اپنا مال تبلیغ اسلام۔ اشاعت قرآن میں خرچ کرنے میں دلی مسرت محسوس کریں، یہ دنیا چند روزہ ہے۔ اس کی ہر چیز فانی ہے، ہمیں ابدی زندگی کا سامان کرنا چاہیئے۔

وصیتیں کرو

وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور

دنیا کی زندگی فراد ہوکے کا سامان ہے

اس لئے ہمیں آخرت کی تیاری کا سامان اور فکر کرنی چاہیئے اور وصیتیں کرنی چاہئیں۔ ان کی ادائیگی اگر زندگی میں نہ ہو سکے تو وارثان ہی کریں گے۔ گویا یہ ایک صدقہ جاریہ ہوگا۔

میں نے وصیت ۱۹ر فروری ۱۹۳۹ء میں کی تھی۔ میں نے مصمم ارادہ کر رکھا ہے کہ اس ماہ رمضان میں اس کی سالم رقم خزانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں داخل کرا دوں گی رقم کا بندوبست ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول کرے۔

وما تفعلوا من خیر فان اللّٰہ بہ علیم

اور جو کچھ بھی تم نیکی کروگے اللہ اسے جانتا ہے

ہر احمدی اپنی اصلاح کرے

میں بارگاہ رب العزت میں بار بار دعا کروں گا کہ میرے سیدھے سادھے الفاظ میرے بزرگوں اور دوستوں پر گراں نہ گزریں۔ بلکہ ان کا اثر ان کے دلوں پر ہو، اور انجمن کے نظام میں منسلک ہو جائیں، اور چندہ جات کی ادائیگی میں ان کا شرح صدر ہو جائے۔

خدا را مرکز میں اگر کوئی کمزوری ہو تو اس کی بھی اصلاح کریں ورنہ جن لوگوں کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے خدا تعالےٰ کی گرفت میں آ جائیں گے۔

ہم میں سے ہر احمدی اپنی اپنی اصلاح کرے تاکہ جماعت دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اور اشاعت اسلام اور اشاعت قرآن مغربی ممالک میں کی جا سکے

خدا حافظ

خاکسار:- فضل داد پنشنر کلرک ضلع گجرات
معرفت چودھری فتح محمد عزیز ایڈووکیٹ گجرات

نپولین بوناپارٹ اور اسلام

(بقیہ صفحہ ۱۰)

اور اعلان کا پتہ چلتا ہے، خواہ اپنی فوج کے مسلمان بنانے میں، وہ کامیاب نہ ہو سکا، لیکن جہاں تک اس کی ذات کا تعلق ہے وہ مدعی ہے کہ وہ مسلم ہے موسیو ڈینٹ نے نقولا کی کتاب کے عربی نسخہ صفحہ ۱۲ سے نپولین کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:-

مسلمانوں سے محبت

حقا قد قلت لکم مرارًا واعلنت مرارًا فی خطبی انی انا مسلم موحد امجد النبی محمدًا واحب المسلمین

الامضاء:- بونا برٹ

(حاضر العالم الاسلامی للامیر شکیب ج ۱، ص ۲۵)

"آپ لوگوں سے میں کئی بار ٹھیک ٹھیک کہہ چکا ہوں اور اپنے لکچروں میں بھی کئی بار اس بات کا اعلان کر چکا ہوں کہ میں مسلمان اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہوں، نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و توقیر کرتا ہوں اور مسلمانوں سے محبت کرتا ہوں"

اس سلسلے میں بونا پارٹ کا حسب ذیل قول بھی ملاحظہ کیجئے:-

"I praise God and have reverence for the holy prophet Mohammad and the holy Quran."
(Napoleon Bonaparte)
(Mohammad and Quran by Mohammad Amin Page 93)

"میں اللہ کی حمد و ثنا اور تعریف و توصیف کرتا ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی (بہت زیادہ) عزت و احترام کرتا ہوں"

("محمدؐ و تعلیمات قرآن از جان ڈیون پارٹ"

باختصار محمد امین بیرسٹر صفحہ ۹۳)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

سبحانی صاحب کا عزم یورپ

۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء بروز بدھ

بصرہ سے اخویم سبحانی صاحب کا مندرجہ ذیل خط مرقومہ ۱۹ اپریل ملا۔

"محترمی و مکرمی شاہ صاحب۔ السلام علیکم۔ آج چار بجے بندہ بذریعہ مرکب دوار کا عازم کراچی ہوتا ہے۔ ارادہ ہے کہ وہاں سے یورپ جاؤں۔ دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے۔ دعا کریں اللہ پاک پھر جلد ملا دے، سب دوستوں کو اور عزیز ابراہیم کو سلام عرض کریں۔" خاکسار ابراہیم۔

اللہ تعالے بخیر و عافیت رکھے، دعا ہے بسفر رفتنت مبارکباد۔ بسلامت روی و باز آئی۔

فاروق سبحانی کا اپریشن

۲۱ اپریل بروز جمعرات۔

ہوائی ڈاک سے ووکنگ سے حضرت مولانا شیخ محمد عبداللہ صاحب امام جامع کا خط مرقومہ ۱۸ اپریل مع رپورٹ ووکنگ مشن بابت ماہ مارچ ملا۔ خط سے معلوم ہوا کہ عزیز فاروق سبحانی کے Tonsil کا اپریشن آج کل میں ہونیوالا ہے۔ اللہ تعالے سے دعا ہے کہ وہ ارحم الراحمین اپنے رحم و کرم سے فرزند عزیز کو کامل صحت بخشے اور اپریشن کامیاب کرے آمین۔ فاروق کے والد محترم پرسوں بصرہ سے بذریعہ بحری جہاز کراچی تشریف لے گئے ہیں وہاں سے لندن جاویں گے۔

بغداد میں یوم اقبال

سفارت پاکستانیہ بغداد آج شام کو "یوم اقبال" منا رہا ہے، خاکسار بھی مدعو ہے۔ موسم اچھا ہے وقت عصر اور مغرب کے درمیان سے جلسہ میں چلا گیا۔ السید ارشاد حسین صاحب رضوی اپنی موٹر کار میں لے گئے یہ حفلہ دار المعلمین العالیہ کے ایک وسیع ہال میں زیر صدارت وزیر معارف استاذ خلیل کنہ منایا گیا۔ دو سو کے قریب لوگوں کا اجتماع تھا۔ استاذ خلیل کنہ استاذ الدکتور صفاء خلوصی اور استاذ عزیز سامی اور عزت مآب شعیب قریشی سفیر پاکستان کی تقاریر ہوئیں، علمی لحاظ سے جلسہ اچھا رہا گو لوگ کم تھے، شعیب قریشی صاحب سے پہلی مرتبہ ملا۔

یاجوج ماجوج

۲۲ اپریل بروز جمعہ:۔

سویرے دس بجے کے قریب محترمی ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کی کلینک میں گیا وہاں محترمی ڈاکٹر صاحب شریف ناصر صاحب، محمد شفیع صاحب، آفریدی صاحب، مرزا محمد خان صاحب اور اسمٰعیل صاحب محمود کی ملاقات ہوئی، کوئی دو گھنٹہ علمی صحبت رہی، یاجوج ماجوج کا ذکر آفریدی صاحب نے چھیڑ دیا قرآن کریم کی آیت شریفہ حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون اور اقبال کا شعر ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

پر خاکسار نے مختصر روشنی ڈالی۔ بارہ بجے ڈاکٹر صاحب موصوف کی کار میں واپس گھر آیا۔

لٹریچر برائے مطالعہ

قبل عصر جناب محمد یوسف الدین خان آفریدی بیگ از جماعت ربوہ گھر تشریف لائے تبلیغی گفتگو رہی آج انہیں بغرض تفہیم اور معرفت مطالعہ مندرجہ ذیل کتب اور رسالے دیئے۔ (۱) انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف دی ہولی قرآن" تالیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۲) "ڈاکٹرائن آف اسلام" تالیف حضرت سیدنا امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم (۳) "سونگ آف دی سیٹنگ آف علی" تالیف قاسم علی جیراج بھائی، اسلامک ریویو بابت فروری شام کو مرزا محمد خان صاحب یکے از احباب ربوہ گھر تشریف لائے۔ ایک گھنٹہ گفتگو رہی

رمضان المبارک کی برکات

۲۳ اپریل بروز سنیچر۔

ماہ صیام جو ایمان والوں کے قلوب کو روزہ کی گرمی سے صاف و شفاف اور مطہر کر کے متقی بنانے والا مہینہ آگیا کہ آج پہلا دن ہے۔ ایک ماہ کی یہ پوری مشق ایک مجاہد اسلام کو پورے ایک سال کے لئے مجاہدہ ..... اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تیار کر دیتی ہے ہمدردی بنی نوع انسان کا جذبہ۔ ایثار و قربانی کی روح، صبر و استقلال کی صفات اس ماہ مبارک کے طفیل انسان کے دل و دماغ پر مستولی ہو جاتے ہیں۔ حصول قرب الٰہی کے منازل جلد جلد طے ہوتے جاتے ہیں واذا سألک عبادی عنی فانی قریب کے راز و نیاز شروع ہو جاتے ہیں، خود انسان با خدا انسان بنتا ہے اور پھر دوسروں کے لئے مشعل ہدایت ہو جاتا ہے۔ اے امر بالمعروف کرنے والی جماعت کے انتھک پیرو جوان مجاہدو۔ اس ماہ عمل سے زیادہ فائدہ اٹھاؤ یہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا زرین موقعہ ہے جاھدوا فی اللہ حق جھادہ کے لئے تازہ دم ہو کر قرآن کو ہاتھ میں لے کر دنیا کے معلومہ کے کونہ کونہ میں پھیل جاؤ اور ان تنصروا اللہ ینصرکم کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ اللہ تعالی ہمیں اس کی راہ میں گامزن ہونے کی بیش از بیش توفیق بخشے آمین۔

روزہ کا مقصد

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر پر تشریف لائے، ماہ مبارک صیام کے فضائل و برکات کا تذکرہ رہا چھوٹی سی کائنات عالم صغیر جسم انسانی میں جسمانی اور روحانی زبردست انقلاب پیدا ہونا ضروری ہے، رمضان کی گرمی سکینت قلب کا باعث ہونا چاہیئے، اس ایک ماہ کے مجاہدۂ عظیم کے بعد تازہ دم ہو کر اصل کام اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے نکل جانا چاہیئے۔ روزہ اگر کایا پلٹ نہ ہو تو پھر بھوکا رہنے کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی اس کی خدا کو ضرورت ہے۔ اس امر عظیم کی اطاعت کا واحد سبب مخلوق خدا کی ہمدردی ہے، خدا اس کے سمجھنے اور اس پر عامل ہونے کی ہمیں توفیق بخشے تا دنیا میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جائے۔ صوفی صاحب محترم کو امروز اور جنگ کے پرچے دیئے، شیعوں میں متعہ اور سنیوں میں بلا نکاح لونڈیوں پر گفتگو ہوئی سمجھنے کے لئے "قرآن کریم کا عالمگیر پیغام حریت" دیا

فونکس کے ہز ہولی نیس کے جواب کی ضرورت

۲۶ اپریل بروز منگل:۔

مجاہد برما اکبر خاں صاحب کا رنگون سے خط مرقومہ ۱۶ اپریل ہوائی ڈاک سے ملا آپ کے خط کے ایک ضروری حصہ کا اقتباس یہاں درج کرتے ہوئے اہل قلم حضرات سے گزارش کروں گا کہ اس پر بذریعہ اخبار ضرور روشنی ڈالیں۔ مجاہد برما نے تو اس کام کے لئے مجھے آواز دی ہے لیکن ایک تو وہ کتاب میرے پاس موجود نہیں دوسرے انگریزی سے نابلد ہوں اس لئے یہ بوجھ اپنا اپنے بھائیوں پر ڈال رہا ہوں آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"میرا بھی ایک کام کیجئے کہ اس ملک میں خدا کے فضل سے حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا انگریزی ترجمہ بہت ہر دل عزیز ہو رہا ہے خاص کر یونیورسٹی کے طالب علموں میں۔ احمدیت سے جو بد ظنی لوگوں کے دلوں میں آ گئی تھی وہ بھی کچھ کچھ دور ہو رہی ہے۔ مگر ایک کتاب موسومہ His Holiness by Phoenix احمدیت کی جڑ کاٹنے کی کوشش کر رہی ہے مولینا آفتاب الدین صاحب کو بھی لکھتا ہوں کہ اس کی بابت ایک مضمون لائٹ میں شائع کریں۔ اور غلام قادر صاحب کو بھی لکھتا ہوں کہ پمفلٹ موسومہ "Facts about Ahmadiyyat" کا دوسرا ایڈیشن اگر ہو تو مجھے روانہ کریں۔ آپ بھی ایک مضمون اس کی بابت اپنی ڈائری میں لکھ کر پیغام صلح کو روانہ کیجئے، اس کتاب میں احمدیت اور بانی احمدیت کی بابت بہت ہی برے الفاظ لکھے گئے ہیں اس ناپاک کتاب کا حال اگر میرے پمفلٹ شائع ہونے سے پہلے مجھے معلوم ہوتا تو میں ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کچھ لکھ دیتا۔ اس کا پتہ مجھے ابھی چلا ہے اس لئے آپ سے ملتجی ہوں کہ کچھ لکھیں۔"

ہمیں مسٹر فونکس کا ممنون ہونا چاہیئے کہ اس نے کتاب "ہز ہولی نیس" لکھ کر مجاہدین سلسلہ حقہ کی توجہ اس طرف مبذول کر لی ہے اب اس کے اعتراضات پر جو حقیقت پر ہی مبنی نہیں دلائل و براہین کے ساتھ وہ وہ حقائق پیش ہوں گے جو سینکڑوں سعید روحوں کی کشش کا باعث ہونگے اور تحریک احمدیت نکھر کر سامنے آ جاوے گی بقول حضرت مولانا نور الدین اعظم رحمۃ اللہ علیہ "جہاں اعتراض کی کدال پڑی وہیں معرفت کا ایک خزانہ برآمد ہوا" ہمارے مجاہد برما نے ۱۹۵۴ء میں کتاب "احمدیہ موومنٹ

نپولین بونا پارٹ اور اسلام

شیخ الحمید ارشد صاحب

قرآن پاک سے مسلمان کی مخلصانہ (بلکہ ایک حد تک والہانہ) محبت اسلام اور اس کے نظام حق سے بے پناہ عقیدت اور جذبۂ وفاداری، اور اسلام کی سربلندی کے لئے مسلسل جد و جہد اور اس کے آئین عدل و انصاف کی تنفیذ و اجراء کے لئے سرفروشانہ جہاد، اور نصرت و تائید الٰہی کا بار بار نزول، یہ سب ایسے عظیم الشان اور مبارک اسباب تھے جو مشرق و مغرب میں اسلامی فتوحات کے "سیلاب عظیم" کے موجب بنے، اور کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کے سامنے رکاوٹ نہ بن سکی، جو بھی سامنے آیا روند ڈالا گیا، جس نے مقابلے کی جرأت کی بفضلہٖ تعالیٰ دھجیاں اڑا دی گئیں، تا آنکہ ان کے گھریلو اختلافات نے انہیں منتشر و پراگندہ کیا، اور ان کے اتحاد و اخوت اور مجاہدانہ تنظیم کو مجروح کیا، اور اس طرح ان کا وہ "سیلاب رحمت" کئی بار مد کے بعد جزر کی صورت میں تبدیل ہو گیا جب کبھی بھی مسلمانوں نے اخلاص اور للّٰہیت اور خیر خواہی "دین حق" کی خاطر اپنی مجاہدانہ تنظیم کی اور میدان عمل میں سربلندی اسلام کے لئے سرفروشی کے بہیم عملی کارنامے دکھائے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید نے ان کی دستگیری فرمائی اور حق کو سربلندی نصیب ہوئی ——— آج بھی اگر مسلمان عقیدتًا و عملًا اس بات کا تہیہ کر لیں کہ نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ ساری دنیا میں ——— اسلام ——— اور صرف اسلام کا جھنڈا بلند ہونا چاہیے، اور باطل کے سب جھنڈے سرنگوں کر دیئے جائیں اور اس مقصد عظیم کے لئے وہ حسن عمل، حسن تدبیر اور حسن تنظیم کے جملہ ممکنہ ذرائع کو بروئے کار لائیں تو نصرت و امداد الٰہی آج بھی ان کا استقبال کرنے کے لئے (انشاء اللہ تعالیٰ) تیار و مستعد ہے اور پھر سے اسلامی امن و عافیت کی بدولت یہ دنیا ——— یہ دکھوں کی دنیا ——— یہ شر و فساد اور معصیت کی دنیا ——— امن و راحت کی دنیا خیر و برکت اور حسن سیرت و کردار کی دنیا بن سکتی ہے۔

"اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے (اس کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرو گے) تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔"

تاریخ کی شہادت

تاریخ عالم اس بات کی سچی شہادت پوری صراحت کے ساتھ بار بار دے رہی ہے کہ مسلمان (جب مسلمان باعمل اور صاحب کردار مسلمان تھے) تو ان کی فتوحات نہ صرف مادی فتوحات (بلکہ اخلاقی، علمی اور روحانی فتوحات کا سیلاب بھی (مادی اور سیاسی فتوحات کے علاوہ) کہیں نہیں رکا اور مشرق و مغرب میں سبزہ زار اگاتا ہوا دنیا کو سرسبزی اور شادابی کا پیغام سناتا گیا۔

مشہور صاحب طرز ادیب اور مؤرخ علامہ شکیب ارسلان نے "حاضر العالم الاسلامی" نیز "ورلڈ آف اسلام" میں الفتح العربی کے عنوان کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:۔

"اسلامی فتوحات جس تیزی سے حاصل ہوئیں وہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی نظیر ساری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، تا آنکہ بہت سے مورخوں نے کہا:۔

"عربوں نے ۸۰ برس میں اس سے زیادہ
فتوحات حاصل کیں جو رومی آٹھ سو برس
میں حاصل کر سکے"

اور نپولین بونا پارٹ کہا کرتا تھا:۔

"عربوں نے صرف نصف صدی میں
آدھی دنیا فتح کر لی"

نپولین عربوں کو اوّل درجہ کی محارب (جنگجو) اور جنگی امور میں تجربہ کار اور صاحب بصیرت امت قرار دینے کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اسلام کی یہ اشاعت صاحب اسلام ——— محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ——— اور آپ کے خلفاء میں سے بعض مثلاً عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے فضائل، محاسن اور عمدہ حربی تدابیر کی وجہ سے ہے۔ مثلاً اسی مؤرخ نے لکھا ہے:۔

(جنگی امور میں عربی کی مہارت کو اسلام کی فتح اور اس کی توسیع اشاعت کے اسباب میں سے گننے کے) علاوہ نپولین، محمد رسول اللہ صلعم اور عمر فاروق رضی کی بھی (ان کے ذاتی فضائل کی بناء پر) بڑی حرمت اور بڑی عزت و توقیر کیا کرتا تھا، اور سمجھتا کہ اسلام ان کے حسن اخلاق و اعمال، حسن تدبیر و سیاست (نقل) کے ذریعہ پھیلا ہے، رسول اللہ صلعم سے اس کا حسن عقیدت (شیفتگی و پسندیدگی) اس حد تک پہنچ گیا تھا، کہ جب وہ مصر میں تھا، تو اس نے اعلانیہ دین اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا اور اپنی فوج کو بھی اس پر آمادہ کرنا چاہا۔

نپولین اور اسلام

یہ درست ہے کہ بدقسمتی سے نپولین اسلام نہ لا سکا، یا اگر بعض موقعوں پر اس نے اس کا اظہار بھی کیا۔ تو اس پر غالباً قومی اور ملکی وجوہات کی بناء پر یا سیاسی اغراض کے پیش نظر وہ قائم نہ رہ سکا، تاہم اتنا ظاہر ہے کہ اسلام کی بے پناہ قوت نے اسے بہت حد تک متاثر بلکہ اختیاری یا اضطراری صورت میں مسخر کیا تھا، اور وہ دل سے اسلام کی برتری کا قائل تھا، یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ ارادہ کہ خود اپنے اور اپنی فوج کے اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کرے، محض سیاسی مصلحت کی بناء پر ہو، تاکہ اس طرح مشرقی ممالک پر بآسانی تسلط جما سکے۔ لیکن موسیو اتیان ڈینٹ ——— (DINET) ایک فرانسیسی مسلم ادیب جس نے مسلمان ہو کر بقول علامہ شکیب ارسلان (مشہور شامی ادیب مؤرخ، مصنف اور سیاستدان) اسلام کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور ۱۳۴۷ھ میں فریضہ حج ادا کیا اور حج سے متعلقہ امور میں ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں حرمین شریفین کا مفصل حال لکھا ہے، اسی فرانسیسی مسلمان ادیب نے نپولین کے اسلام کے قضیہ کی بابت چند تاریخی وثیقوں (وثائق، دستاویزوں) کا پتہ دیا ہے، جن کا ذکر علامہ شکیب ارسلان نے "حاضر العالم الاسلامی" پر اپنی تعلیقات و حواشی میں کیا ہے، لکھا ہے:۔

انہی وثیقوں میں سے ایک وہ خط ہے جو نپولین نے ۲۷ راگست ۱۷۹۸ء کو لکھا ہے، اس کی اصل عبارت (نص) یہ ہے:۔

(۱) انی اشکرک ما قمت به من تعظیم نبینا۔

(الامضاء بونا برٹ)

"ہمارے نبی کی تعظیم و تکریم بجا لانے پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں"

(دستخط بونا پارٹ)

علامہ شکیب نے موسیو ڈینٹ کے اس مختصر وثیقہ کی تفصیل نہیں بتائی غالبًا نپولین بونا پارٹ نے اپنے کسی حریف (یا کسی دوست) کا شکریہ اس لئے ادا کیا ہے کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بڑے ادب و احترام سے کیا ہے، دوسرے چند وثائق کی عبارتیں حسب ذیل ہیں:۔

قاہرہ کیمپ سے شیخ مسیری کو بتاریخ ۲۸ راگست ۱۷۹۸ء میں یہ خط لکھا ہے:۔

نپولین کی اسلام سے شیفتگی

"مجھے امید ہے کہ زیادہ وقت نہیں گزرے گا کہ میں مختلف بلاد و امصار کے سب عقلاء اور تہذیب یافتہ انسانوں کو جمع کروں گا، اور ان کے مشورہ سے ایک ایسا دستور و نظام حکومت مقرر کروں گا جو سراسر قرآن پاک کے اصول و احکام پر مبنی ہوگا ——— جو انسانوں کی سعادت کے واحد کفیل ہیں۔ اور وہی (اصول ہی) تنہا اس بات کے حق دار ہیں کہ ان پر منصفانہ حکم اور عدالت کا نظام قائم کیا جائے"

یہ دونوں خط ڈینٹ نے کریشین شرونیڈ (ایک دوسرے فرانسیسی مورخ) کی کتاب (بونا پارٹ کا اسلام) "BONA PART AT ISLAM" سے نقل کئے ہیں۔

(۳) ایک غیر مطبوعہ کتاب ——— (JOURNAL DIR نامی) جزء اول ص۲۴۸ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

"سرکردہ لوگ (علماء و مشائخ اور دوسرے فوجی افسر وغیرہ) مجھے ہمیشہ کہتے رہے ہیں کہ اگر میرا یہ ارادہ ہے کہ امام، پیشوا، یا خلیفہ بنوں، تو اس کے لئے (میرے اسلام کے علاوہ) ساری فوج کا اسلام میں داخل ہونا اور (فرانسیسی ٹوپیوں کے بجائے) پگڑیاں باندھنا ضروری ہے، میرا اپنا ارادہ بھی یہی ہے"

(دستخط بونا پارٹ)

غالبًا وہ اپنے اس ارادہ کو جامۂ عمل نہ پہنا سکا، اقتدار مانع ہوا یا فوج موافق نہ ہوئی، یا فرانسیسی قوم کی بغاوت کا اسے خطرہ لاحق ہوا، وجہ خواہ کچھ بھی ہو، اس کا اپنے پسندیدہ ارادہ کی "عملی تعبیر" سے محروم رہنا ان کی ایک بہت بڑی بدقسمتی اور حرماں نصیبی ہے۔ لیکن ایک اور وثیقہ سے نپولین کے بارہا مسلم ہونے کے دعوے

(باقی بہ ص۸)

مس ہیلن کیلر

خاتون ← جس کا وجود بجائے خود ایک معجزہ ہے!

مس ہیلن کیلر کا شمار نہ صرف دنیا کی نامور خواتین میں کیا جاتا ہے بلکہ اس کے لئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا وجود بجائے خود ایک معجزہ ہے ان کی عمر اس وقت ۷۴ برس ہے اور انہوں نے اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔

ان کی عمر صرف ڈیڑھ سال کی تھی جب ان پر لال بخار نے حملہ کیا تھا اور وہ آنکھ، کان اور زبان سے معذور ہو گئی تھیں، لیکن ان معذوریوں کے باوجود انہوں نے پسپائی قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ ان کے روحانی ارتقاء نے ان میں ایک نئی طاقت اور ایک عجیب و غریب صلاحیت پیدا کر دی، ان کے اندر ایک نیا عزم اور ایک نیا حوصلہ پیدا ہو گیا۔ انہوں نے اپنی قوت لامسہ کی مدد سے پڑھنا سیکھا۔ اپنے دوستوں کی آنکھوں کی مدد سے دیکھنا سیکھا اپنے وجدان کی مدد سے صوتی آہنگ، نغمۂ موسیقی اور رقص سے محظوظ ہونے کی صلاحیت پیدا کی۔ رواں دواں زندگی ان کے لئے ایک موہوم خواب تھی، اس کی رنگینیوں اور کیف آفرینیوں نے انہیں اپنے قریب آنے سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی، بلکہ زندگی نے ان کے لئے ایک مستقل عذاب بننا چاہا لیکن ان کی حیات کا ہر لمحہ بیدار فطرت کے ناقابل تسخیر جبر پر فتح کی علامت ہے اوائل عمر ہی سے مس کیلر کو اپنی معذوریوں کا شدید احساس تھا، اور انہوں نے تہیّہ کر لیا تھا کہ وہ آسانی سے شکست قبول کر لینے کی بجائے آخر دم تک جد و جہد کرتی رہیں گی انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ ان کی آنکھیں بظاہر نور سے محروم تھیں لیکن علم نے ان کے باطن کو منور کر دیا، انہوں نے اپنے احساسات کی حدوں کو توڑ دیا، اور ان کی روح میں ایک بیکراں وسعت پیدا ہو گئی، زندگی کی مسرّت افزا کیفیتوں نے ان سے انحراف کی کوشش کی تھی، لیکن انہوں نے زندگی کا دامن پکڑ کر اسے بھرپور لطافتوں سے بھر دیا۔

کتابوں سے مس کیلر کو ایک فلسفۂ حیات ہی نہیں ملا بلکہ انہیں خود اعتمادی کی دولت بھی ملی، تاریکی کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر اور گمراہی کے گرداب سے اپنی کشتیٔ حیات کو محفوظ رکھ کر انہوں نے اسے ساحل مراد تک پہنچا دیا۔

خود مس کیلر کے بیان کے مطابق تعلیم نے میرے لئے باب علم ہی نہیں کھولا ہے، بلکہ اس نے مجھے اس قابل بنا دیا کہ میں اپنے دوسرے معذور بھائیوں کی زنجیریں بھی توڑ سکوں،

بمبئی کے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے مس کیلر نے حال ہی میں کہا تھا کہ ہماری طرح کے لوگ صرف روحانی اعتماد کے سہارے زندہ رہتے ہیں میری زندگی ایک مسلسل جد و جہد ہے جو تمام معذور انسانوں کی جد و جہد کا ایک لازمی جزو ہے۔ لیکن میرے خوش قسمت بھائی اور بہن مجھے سہارا نہ دیتے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تاریکی سے نہ نکالتے تو شاید مجھے اتنی کامیابی حاصل نہ ہو سکتی۔

دہلی یونیورسٹی کے ایک مخصوص جلسہ تقسیم اسناد میں جہاں انہیں ایل ایل ڈی کی اعزازی ڈگری دی گئی تھی مس کیلر نے طالب علموں کو ذیل کا پیغام دیا:۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ کس لگن اور مستعدی سے دنیا کے عوام میں علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں، علم کی روشنی بھی کس قدر حسین اور نشاط انگیز ہوتی ہے، آپ کو اگر اس روشنی کی قوت متحرکہ پر اعتماد ہو تو یہ تمام تاریکیوں کا قلع قمع کر دیگی اور دنیا میں جنگ، جہالت اور معاشرتی عدم مساوات کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ سائنس ادب، فن اور تعلیم کی روشنی سے دنیا کا افق جگمگا رہا ہے، بے خوف ہو کر آپ بھی اس سے اکتساب نور کیجئے، اور آپ یہ دیکھ کر محو حیرت ہو جائیں گے کہ دنیا میں اشتراک عمل اور اخوت کا کس قدر بول بالا ہوتا ہے اور انسانیت کس طرح پھولتی پھلتی اور پروان چڑھتی ہے۔"

مس کیلر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انتہائی ناسازگار حالات میں انہوں نے خود اعتمادی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور اپنی دھن میں اس وقت تک لگی رہیں کہ ناممکن بھی ممکن بن گیا۔

ڈاکٹر کیلر کانوں سے معذور ہونے کے باوجود موسیقی سے لطف اندوز ہو سکتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میرے کانوں پر صوت و الحان کا کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن میری روح ایک عجیب و غریب اہتزاز محسوس کرتی ہے بیتھوون کی ساتویں سنفنی ان کو حد سے زیادہ پسند ہے کیونکہ ساتویں سنفنی بھی بہرے پن پر فتح کی علامت ہے۔

کوئی شخص اگر ڈاکٹر کیلر سے کوئی بات پوچھنا چاہتا ہے تو ان کی رفیق مس پالی تھامسن انگلیوں کے اشاروں سے انہیں سوال دکھاتی ہیں، کبھی کبھی مس کیلر سوال کرنے والے کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اس کے جنبش لب سے بھی اس کا مافی الضمیر سمجھ لیتی ہیں۔

بمبئی میں اخبار نویسوں نے ڈاکٹر کیلر سے دریافت کیا کہ کیا آپ کبھی تنہائی بھی محسوس کرتی ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں کبھی کبھی مجھے تنہائی کا بھی احساس ہوتا ہے خصوصاً مس سیلون کی وفات کے بعد جو میری ساتھی، دوست اور معلمہ تھیں لیکن تنہائی کے احساس کو میں اپنے اوپر کبھی غالب نہیں آنے دیتی۔ کیونکہ کبھی ایسا وقت نہیں آنے دینا چاہیئے کہ ہم اپنے اوپر ہی ترس کھانے لگیں۔ یہ لمحہ انسان کے لئے سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

ڈاکٹر کیلر کا کہنا ہے کہ ایک زمانے میں انہوں نے شادی کرنے کا ارادہ بھی کیا تھا، لیکن انہیں کوئی موزوں رفیق حیات نہ مل سکا، انہیں ایک ایسے آدمی کی جستجو تھی جو نہ صرف ان کا رفیق و ہمدم ہو بلکہ انسانی معذوریوں کے خلاف ان کی جد و جہد میں بھی ان کا ہاتھ بٹا سکے۔

ڈاکٹر کیلر آج کل مس سیلون کے متعلق ایک کتاب لکھ رہی ہیں جنہوں نے انہیں تاریکی اور بے زبانی کی زنجیریں توڑنے میں مدد دی تھی، اس کتاب کا مسودہ ڈاکٹر کیلر کے مکان میں آتش زدگی کی نذر ہو گیا تھا۔ لیکن دوسری معذوریوں کی طرح یہ حادثہ بھی انہیں شکست نہیں دے سکا۔ اور مس کیلر نے کتاب دوبارہ لکھنی شروع کر دی۔ (بشکریہ قندیل)

اشتہار

بعدالت جناب خان عبدالحمید خان بی اے

ایل ایل بی۔ اسسٹنٹ کسٹوڈین ڈسٹرکٹ ہزارہ ایبٹ آباد۔

عبدالرحمٰن ولد لعل دین گوجر ساکن چیڑ تحصیل مانسہرہ مدعی۔

بنام تاراچند ولد دھنی رام کھتری ساکن حال ہندوستان۔ اسسٹنٹ ڈپٹی ہیلی فیکشن کمشنر ایبٹ آباد۔ عنایت اللہ شاہ ولد رحمت اللہ ساکن ویسٹ آباد دوکاندار کیاڈی ایبٹ آباد۔ عبدالغنی، عبدالرحیم پسران لعل دین گوجر ساکنان چیڑ۔ کنسٹیبل پولیس نمبر ۹۶ سٹی پولیس ایبٹ آباد مدعا علیہم

درخواست بدیں مراد کہ اراضی کھاتہ نمبر $\frac{285}{348}$ خسرہ نمبر $\frac{412}{4}$ تعدادی ۳ کنال ۳ مرلہ سالم واقعہ رقبہ چیڑ تحصیل مانسہرہ مندرجہ جمعبندی سال ۴۷-۱۹۴۶ء کا بیس سالہ پٹہ از ربیع ۱۹۳۵ء سے خریف ۱۹۵۴ء کو ختم ہو چکا ہے اس لئے پٹہ داران کو قبضہ پٹہ دادرسی رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

مقدمہ عنوان بالا میں مدعا علیہم نمبر ۱ تارک وطن ہو کر بھارت چلا گیا ہے اور معمولی طریقہ سے اس کی تعمیل ہونی مشکل ہے، لہذا بذریعہ اشتہار ہذا اسکو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ بتاریخ ۱۹ ماہ مئی ۱۹۵۵ء کو بوقت ۷ بجے حاضر عدالت ہو کر جوابدہی مقدمہ کرے ورنہ کارروائی ضابطہ یکطرفہ کی جائے گی۔

آج جبر عدالت اور ثبت دستخط مبارک جاری ہوا

$\frac{3}{55}$ ۳

دستخط حاکم

اسسٹنٹ کسٹوڈین ڈسٹرکٹ ہزارہ ایبٹ آباد۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

یورپ میں روزہ

روزہ دوسرے مذاہب میں

روزہ یا برت تقریباً سبھی قابل ذکر مذاہب کی عبادت کا اہم جزو ہے۔ اسلام میں روزے ایک باقاعدہ اور منظم صورت میں رکھے جاتے ہیں۔ لیکن دوسرے مذاہب میں بھی روزے رکھنے کے لئے کسی نہ کسی قسم کی تلقین ضرور موجود ہے، مذاہب عالم کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ جب سے انسان نے معرفت حق کے لئے کوششیں شروع کیں اس نے عبادت اور ذکر و فکر کے ساتھ جسمانی قربانی کر کے روزے بھی رکھنے شروع کئے۔

مسلمانوں کا روزہ

اسلام میں روزہ صرف جسمانی قربانی کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ یہ انسان کو ضبط نفس کی تعلیم بھی دیتا ہے اس وقت مسلمانوں میں روزہ کی پابندی اور احترام جس صورت میں موجود ہے دنیا کی کوئی اور قوم اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ لیکن کسی [illegible] دوسرے ممالک و اقوام میں بھی روزہ کی پابندی اور [illegible] التزام و اہتمام سے کی جاتی تھی۔
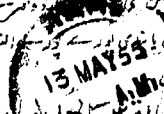
سابقہ عیسائی یورپ میں روزہ

یورپ اور روزہ [illegible] ان دونوں لفظوں میں آج بظاہر تضاد نظر آتا ہے، مگر ایک زمانہ تھا جب آج کا "متمدن یورپ" محقق "عیسائی یورپ" تھا اس وقت وہاں مذہبی حیثیت سے لوگ اسی طرح روزے رکھتے تھے جیسے آج بھی ہمارے ہاں کے لوگ روزے رکھتے ہیں، اور ان کے لئے سلطنتیں اسی طرح تاکیدی احکام نافذ کرتی تھیں جس طرح اسلامی ملکوں میں آج بھی سلطنتیں رمضان کے احترام کے احکام جاری کرتی ہیں۔ روحانیت سے بے اعتنائی نے نہ صرف یورپ سے بلکہ عیسائیت سے بھی اس کو خارج کر دیا۔

حضرت عیسیٰ کے روزے اور موجودہ عیسائی

حضرت عیسیٰ نے خود بھی روزے رکھے تھے۔ اور ان کے پیرو بھی روزے رکھا کرتے تھے، تاہم ان کے زمانے کے یہودیوں کو اس وقت بھی شکایت تھی کہ ان کے پیرو بہت کم روزے رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے ان کے اس اعتراض کا جواب دیا مگر حضرت عیسیٰ اگر آج ہوتے تو دیکھتے کہ یہودیوں کا اعتراض انیس برس کے بعد ان کے پیروؤں پر اب پورا صادق آ گیا۔ عیسائی فرقوں میں بہت کم روزے رکھتے ہیں پروٹسٹنٹ تحریک نے عیسائی ملکوں میں روزے کی اہمیت کم کر دی، حالانکہ اس کے بانی لیوتھر نے روزوں کی ترویج کی کوشش بھی کی تھی اور اس کے باعث اس پر "نئے مذہب" یعنی اسلام کی پیروی کا الزام لگایا تھا۔

روزہ کے احترام میں عیسائی یورپ کے احکام

یورپ میں مذہب کے تدریجی انحطاط کے ساتھ ساتھ روزوں کی اسلئے اہمیت بھی کم ہوتی گئی۔ گزشتہ زمانہ میں جب وہاں مذہب کے تمام اوامر و نواہی حکومت کے قوانین کے طور پر نافذ ہوتے تھے تو روزوں کے احترام کے متعلق احکام جاری ہوتے تھے ۱۵۷۹ء میں فرانس کے بادشاہ شارلمان نے ایک فرمان جاری کیا تھا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے روزے کے دنوں میں روزے نہیں رکھے گا اس کو موت کی سزا دی جائے گی اور کوئی عذر اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک کسی پادری کی تصدیق میں پادری کی تحریری شہادت نہ پیش کی جائے اور افطار کی اجازت ملنے کے بعد نہایت پوشیدہ طور پر افطار کرنا ہوگا، پھر ہنری چارج نے بھی اس حکم کی تجدید کی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اس حکم میں آسانی ہوتی گئی، یہاں تک کہ ۷ رفروری ۱۵۹۵ء کو شاہ [illegible] نے یہ اعلان لگایا گیا کہ روزے کے دنوں میں گوشت کھانے والوں کو شدید سزا دی جائے گی۔ اور اگر کوئی قصاب گوشت بیچتا نظر آئے گا تو اس کے لئے موت کی سزا ہوگی۔ پھر سترھویں صدی میں بھی اسی قسم کے اعلانات کی تجدید ہوئی مگر جب اٹھارھویں صدی آئی تو ۱۷۷۴ء میں پیرس نے ایک مقام پر مختلف قسم کے گوشتوں کی ایک بڑی مارکیٹ جو ملک کے امیروں کے لئے مہیا کی گئی تھی۔

موجودہ یورپ اور روزہ

لیکن حکومت کی طرف سے گوشت ضبط کر لینے کے علاوہ اور کسی قسم کی بازپرس نہیں ہوئی۔ اور اس کے بعد روزوں کے متعلق تمام اجتماعی احکام رفتہ رفتہ ختم ہونے لگے یہاں تک کہ آج "یورپ" اور "روزہ" دو متضاد باتیں نظر آتی ہیں۔ (نوائے وقت)

نئی تصنیفات (بقیہ صفحہ)

شامل ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ممکن نہیں کہ کوئی صحیح فطرت انسان حضرت کا مخالف رہ سکے۔

(۲) احادیث الاخلاق! یہ کتاب کاغذ کے سفید صفحات پر ان بلند پایہ ارشادات نبویؐ کا مجموعہ ہے جو مختلف شعبہ ہائے اخلاق کے متعلق حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلے، ہر ایک حدیث ثقہ اور معتبر کتب سے لی گئی ہے اور ہر حدیث کا ترجمہ بامحاورہ صاف اور سلیس اردو میں دیا گیا ہے، کتاب تین حصوں پر منقسم ہے۔ حصہ اول۔ اخلاق فاضلہ، حصہ دوم اخلاق ذمیمہ اور حصہ سوم عام اخلاق تمدن (نشست و برخاست اکل و شرب) پر مشتمل ہے۔ مسلمان قوم اگر اپنے اخلاق کا معیار بلند کرنا چاہتی اور مہذب اور شائستہ بننا چاہتی ہے تو اسے اپنے ہادی و رہنما صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیم کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ آجکل حدیث کا انکار کیا جا رہا ہے۔ اور اسے مجموعۂ اباطیل قرار دیا جا رہا ہے۔ ایسے اصحاب ایک بہت بڑی نعمت کی ناقدری کر رہے ہیں، ایسے عظیم الشان انسان کے علم اور ہدایت سے منہ موڑنا جس کی شان میں انک لعلیٰ خلق عظیم وارد ہے بہت بڑی محرومی ہے۔ ہر مسلمان مرد عورت چھوٹے بڑے کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ ان میں اسلامی کیرکٹر پیدا ہو۔

(۳) دینی مجالس! یہ نظم بچوں کے لئے ہے، جو فلسکیپ کاغذ کے ایک سو صفحات پر مشتمل ہے، اسلام کے اعتقادی پہلو، اللہ تعالیٰ کی توحید، ملائکہ، کتب سماوی، رسل، یوم آخرۃ پر مکالمہ کے رنگ میں بحث کی گئی ہے، نماز باترجمہ سکھائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلعم کی زندگی کے حالات مختصر طور پر بیان کئے گئے ہیں اور ضمناً بہت سی قیمتی نصائح دی گئی ہیں، کتاب کو بچوں کے حسب حال دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے مسائل دینیہ کو آسان طور پر ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے، ہر بچوں والے گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے۔

زیر تالیف

(۱) خلق عظیم (۲) اسلام عمل میں (۳) دینی مجالس حصہ دوم (روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے متعلق) (۴) اردو نصاب۔ مڈل تک کے طلباء کے لئے۔

مرتضیٰ خاں

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام [illegible] محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — تار کا پتہ: تبلیغ لاہور — فون نمبر ۳۴۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بر و شد اختتام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ اخبار

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۳ | نمبر ۲۲ | چہار شنبہ مورخہ ۲۵ رمضان ۱۳۷۴ھ - ۱۸ مئی ۱۹۵۵ء

کارکنانِ پیغامِ صلح کی طرف سے قارئین کرام کی خدمت میں

عید مبارک

اس عید پر انجمن کیطرف سے تو آنہ فی کس فطرانہ مقرر ہوا ہے تمام جماعتوں کے سکرٹری صاحبان سے التماس ہے کہ سب دوستوں سے نماز عید سے پہلے فطرانہ جمع کر لیں، اور بعد میں مرکز میں بھجوا دیں

اگلا پرچہ

مسیح موعود نمبر ہوگا

۲۶ مئی حضرت مسیح موعود کا یوم وصال ہے، اس تقریب پر "پیغام صلح" کا آئندہ پرچہ (مورخہ ۲۵ مئی) "مسیح موعود نمبر" کے نام سے شائع ہوگا، جس میں حضرت مسیح موعود کے حالات زندگی آپکی خدمات اسلام، آپکے دعاوی اور ان کی صداقت پر بیش قیمت مضامین درج ہوں گے۔

یہ پرچہ امید ہے کہ چالیس صفحات پر مشتمل ہوگا، جس میں حضرت مسیح موعود اور بزرگانِ سلسلہ کے فوٹو بھی درج کئے جائیں گے۔ — منیجر پیغام صلح

نوٹ:- یوم وصال کی تقریب پر سب جماعتوں کو اپنے اپنے ہاں جلسہ منعقد کر کے حضرت مسیح موعود کی یاد کو تازہ کرنا چاہیئے۔

"مسیح موعود نمبر" کی تیاری کی وجہ سے جو آئندہ ۲۵ مئی کو شائع ہوگا آج کا پرچہ صرف چار صفحات پر شائع کیا جاتا ہے۔

عید الفطر کے دن

(۱)- عید الفطر کے دن صبح سویرے اُٹھ کر غسل کرنا صاف کپڑے پہننا خوشبو لگانا۔ عیدگاہ کو جانے سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

(۲)- عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیر و تہلیل یا ذکر الٰہی کرتے چلے جانا افضل ہے۔

(۳)- عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیئے خواہ غلہ کی شکل میں ہو خواہ نقدی کی صورت میں۔ جو صدقہ عید کے بعد ادا کیا جائے گا وہ معمولی صدقہ شمار ہوگا اسے صدقہ عید الفطر نہیں کہا جا سکتا حدیث شریف میں ہے صدقہ عید الفطر روزوں کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غرباء و مساکین کو اناج مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں، گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقعہ مل جاتا ہے۔ مساکین محروم نہیں رہتے صدقہ عید الفطر ہر ایک فرد پر واجب ہے خواہ وہ عید کی صبح کو ہی پیدا ہوا ہو۔ عورتوں اور بچوں کا، اور نوکر اور غلام کا صدقہ ان کے شوہروں اور والدین اور آقاؤں کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کے کفیل ہیں صدقہ فی کس تقریباً دو سیر گیہوں یا اس کے برابر قیمت نقد ہے۔ انجمن نے امسال فی کس ۹ آنے مقرر کیا ہے۔

(۴)- عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے اس میں اذان و تکبیر اقامت کوئی نہیں پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں تکبیروں کے درمیان ہاتھ بھی چھوڑ دینے چاہئیں قراءت جہری ہوتی ہے۔

(۵)- نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ چونکہ یہاں کی زبان اردو ہے اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اردو میں مسائل و مہمات ضروریہ پر تقریر کرنی چاہیئے۔ کاغذ کا ایک رول لے کر مولوی لوگ جو پرانا لکھا ہوا خطبہ پڑھ دیتے ہیں نہایت لایعنی چیز ہے اس لئے لوگ سنتے سناتے خاک نہیں آپس میں معانقہ کرنے اور سینہ سے سینہ رگڑنے اور عید مبارک کہنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ بعض اس کے سر پر پگڑیاں باندھتے رہتے ہیں، یہ سب بدعت اور خطبہ کے آداب کے خلاف ہے خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اگر خطیب کو کچھ دینا ہے تو خطبہ سے قبل دے دو یا خطبہ کے بعد صدقہ عید الفطر ہمیشہ نماز سے قبل دے دینا چاہیئے۔

(۶) عید کے خطبہ کے درمیان خطیب کو بیٹھنا نہیں چاہیئے جیسا کہ جمعہ کے خطبہ کے درمیان میں بیٹھا کرتے ہیں۔

(۷) خطبہ ختم ہونے کے بعد جماعت کی شکل میں چلنا افضل ہے کہ اسلام کی شوکت کا اظہار اس میں ہے، اس لئے جس راستہ سے آتے ہیں اس راستہ کی بجائے کسی دوسرے راستہ سے جانا مستحسن ہے۔

(۸) عید میں آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو ہدایہ یا تحائف یا طعام میں شریک کرنا نہایت مستحسن چیز ہے۔ عیدگاہ سے واپسی پر گھر میں گھس کر دن کاٹ دینا قومی مردگی کی علامت ہے۔

(۹) چونکہ آج کل اسلام سے بڑھ کر کوئی غریب نہیں اس لئے حضرت مسیح موعود کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عید الفطر کا کل یا اکثر حصہ انجمن کے بیت المال میں بھیجدیتے ہیں۔ اس لئے احباب کو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ نماز عید سے قبل مرکز کو صدقہ ادا کر دیں۔

(۱۰)- صدقہ عید الفطر کے علاوہ حضرت صاحب کے حکم سے ایک روپیہ عید فنڈ بھی مقرر ہے، آخر عید کے دن بچوں اور عزیز و اقارب کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں اسی طرح اس خوشی کے دن اسلام کا بھی کچھ حق ہے لہٰذا احباب خاص توجہ اس فنڈ کی طرف مبذول فرمائیں اور عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیجدیں یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور ایک مالی جہاد ہے اسے استخفاف کی نظر سے نہ دیکھیں۔

(۱۱) احمدی جماعت کی تنظیم و توسیع کے لئے اپنی مساجد کا ہونا بہت ضروری ہے اس لئے عید کے موقعہ پر کچھ نہ کچھ مساجد فنڈ میں بھی دینا چاہیئے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ———— مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۵۵ء

عید کا پیغام

پورے تیس دن کے مجاہدہ کے بعد خوشی و مسرت کا وہ دن آرہا ہے جس کو اسلامی دنیا میں عید کے نام سے پکارا جاتا ہے، یہ خوشی و مسرت کس بات کی ہے اس دن کو عید کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا اس لئے کہ تیس دن بھوکے اور پیاسے گزارنے کے بعد اب کھاتے پینے اور رنگ رلیاں منانے کا دن آیا ہے، اگر عید کی غرض و غایت اتنی ہی ہے تو رمضان کے مجاہدہ سے ہم نے کچھ بھی نہ سیکھا، بیشک عید کا دن خوشی و مسرت کا دن ہے، اچھا کھانا اور عمدہ لباس پہننا بھی اس دن کی خصوصیت ہے، لیکن اصل مقصد یہ نہیں، فی الحقیقت غور کر کے دیکھا جائے تو عید ایک پیغام ہمیں دیتی ہے، جس پر اگر عمل کیا جائے تو دنیا و آخرت میں ہمارے لئے کامیابی و سرخروئی کا موجب ہوگا۔

پیغام کیا ہے؟ عید ہمیں بتاتی ہے کہ مجاہدہ اور محنت ہی ایک چیز ہے جو انسان کو مسرت و انبساط اور کامیابی و کامرانی کی منزل پر پہنچا سکتا ہے، تیس دن ہم نے خدا کے حکم کے ماتحت روزے رکھے، دن کے وقت حلال اور پاکیزہ چیزوں کو بھی کھانے اور پانی تک پینے سے پرہیز کیا اور راتوں کو اس کے حضور کھڑے رہ کر اور اس کا پاک کلام سن کر اپنی عبودیت کا عاجزانہ اظہار کیا، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ عید کا دن ہمیں دکھایا جو ان عظیم الشان کامیابیوں اور مسرت انگیز ایام کا ایک ادنیٰ سا نمونہ ہے، جو اللہ تعالےٰ کے رستہ میں، اس کے دین متین کو سربلند کرنے اور دنیا میں اس کو پھیلانے سے میسر آسکتی ہیں، دین کو سربلند کرنا کوئی چھوٹا سا کام نہیں، اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور سخت ترین مجاہدات میں سے گذرنا پڑتا ہے روزوں اور عید میں انہی مجاہدات اور ان کے خوشگوار نتائج کو ادنیٰ پیمانے پر متشکل کر کے دکھایا گیا ہے،

احمدی قوم انہی مجاہدات کے لئے پیدا کی گئی ہے، غلبۂ اسلام ان مجاہدات کی غرض و غایت ہے، جس کا حصول ہمارے لئے حقیقی عید کا موجب ہے، عید الفطر کا دن اس کی ایک ادنیٰ تمثیل ہے، جو ہمیں بتا رہی ہے کہ اگر خوشی و مسرت حاصل کرنا چاہتے ہو، تو اٹھو اور دین کا جھنڈا دنیا کے کونے کونے میں لگا دو، اس کے لئے جو بھی مجاہدات کرنے پڑیں جو بھی قربانیاں دینی پڑیں ان سے دریغ نہ کرو، یہ مجاہدات کا دور اس وقت ختم ہوگا جب مسیح موعود کی آمد کی غرض لیظھرہ علی الدین کلہ پوری ہو جائے گی اور آفتاب اسلام اپنی پوری درخشانی کے ساتھ دنیا کو نور اسلام سے منور کریگا وہی دن فی الحقیقت عید کا دن ہوگا۔

پس اے احمدی قوم کے مجاہدو عید کا دن تمہیں مبارک ہو، لیکن یاد رکھو کہ یہ تمہارے ان تھوڑے سے مجاہدات کا ثمر ہے جو رمضان کے تیس دنوں میں تم نے کئے، ان سے بڑھکر مجاہدات کی ابھی ضرورت ہے، ابھی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے، قرآن کو دنیا میں پھیلانے کے لئے بیشمار قربانیاں بکار ہیں، اس رستہ میں بیدریغ روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت ہے اس دور سے گذر کر ہی وہ حقیقی عید میسر آسکتی ہے جو غلبۂ اسلام سے تعلق رکھتی ہے اور عید رمضان سے ہزار ہا درجہ بڑھ چڑھ کر خوشی و مسرت کا پیغام لے کر آئیگی، کوشش کریں کہ اللہ تعالےٰ جلد وقت لائے کہ ہماری حقیر کوششیں اور ادنیٰ سی جد و جہد فضل عظیم کو کھینچنے کا موجب ہو اور اسلام کا ظاہری غلبہ جس کی پیشگوئیاں آثار میں موجود ہیں اور مسیح موعود نے بھی اسی کی خوشخبری سنائی ہے ایک حقیقت بنکر ہمارے سامنے آجائے تاکہ ہم اس دائمی مسرت کو حاصل کر سکیں جو اس اصلی اور حقیقی عید سے وابستہ ہے، جو غلبۂ اسلام سے تعلق رکھتی ہے۔

مکتوب امریکہ

محبی مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ہم اپنے ہفتہ واری جلسوں میں گاہے گاہے غیر مسلم عالموں کو بھی دعوت دیتے رہتے ہیں، کہ وہ بھی اپنے خیالات کا اظہار کریں، بیس مارچ کو سان فرانسسکو سٹیٹ کالج کے پروفیسر، پی ایف ڈرائیڈن مدعو تھے، وہ مذہبًا کیتھولک ہیں، ان کی تقریر حاضرین نے بڑی دلچسپی سے سنی اور بعد میں اُن سے سوالات کئے، ان میں سے ایک سوال حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق تھا کہ بائیبل کے بیان کے مطابق وہ اللہ تعالےٰ کے بہت ہی برگزیدہ بندے تھے اور ساتھ ہی بار بار بدترین قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ ان کی موت تک قائم رہا، ان دونوں باتوں میں کیا مطابقت ہے۔ ان کا جواب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے برگزیدہ کرلے، ان کا یہ جواب بالکل غیر تسلی بخش تھا مگر چونکہ ہمارا قاعدہ بحث کو طول دینا نہیں ہوتا اس لئے ہم نے اس کے متعلق مزید سوالات نہیں کئے۔ البتہ انہیں یہ بتلا دیا کہ ہم مسلمان بھی حضرت داؤد کو اللہ تعالےٰ کا نبی تسلیم کرتے ہیں اور نبی کی شان ہمارے نزدیک یہ ہے کہ گناہ کا اس میں شائبہ تک نہیں ہوتا اور وہ اپنے پروردگار کا بیحد فرمانبردار بندہ ہوتا ہے اس لئے بائیبل کی ان کہانیوں کو ہم بالکل غلط سمجھتے ہیں اور بعض عیاش اور نفس پرستوں کے دماغوں کی اختراع خیال کرتے ہیں۔

۲۴ مارچ کو یہاں کی تھیوسوفیکل سوسائٹی کی دعوت پر ہمارے نومسلم بھائی مسٹر ملیکن نے مسلمانوں کی عبادت کے موضوع پر تقریر کی، ان کی درخواست پر میں نے اذان دی اور اس کا ترجمہ حاضرین کو سنایا اور یہ بھی بتلایا کہ اذان کی سنت کیسے قائم ہوئی۔

دس اپریل کو خالد عبداللہ، طالب علم سان فرانسسکو سٹیٹ کالج کی ہماری ہفتہ وار میٹنگ میں تقریر ہوئی اور ان کے بعد ۲۴ اپریل اور یکم مئی کو ہمارے نومسلم بھائیوں مسٹر میکالے اور مسٹر لوئس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا،

اکیس اپریل کو پاکستان قونصلیٹ اور امریکن اکیڈمی آف ایشین سٹڈیز کے اہتمام میں ڈاکٹر اقبال کی یاد میں جلسہ ہوا۔ صدر جلسہ کی درخواست پر میں نے سورۃ فاتحہ سے جلسہ کا افتتاح کیا اور اس کے بعد برٹش قونصل جنرل اور پاکستانی قونصل جنرل کی تقریریں ہوئیں چین و عرب ہمارا چند پاکستانی طالبعلموں نے مل کر گایا۔

۲۴ اپریل کو برلنگیم کے ہائی سکولوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کے ایک جلسہ میں میری تقریر ہوئی، جلسہ کے اختتام پر حسب معمول سوالات ہوئے اور ان کے جوابات دیئے گئے، اور بعض طالبعلموں میں اپنا لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

مارچ اور اپریل کے مہینوں میں حسب ذیل اصحاب مشرف باسلام ہوئے۔

1. Sterling Bright Rahway New Jersey
2. Ferguq Mc Canley San Francisco California
3. Robert W. Parr Sunnyslope Arizona
4. Mary Gallimore Sunnyslope Arizona

خاکسار۔ بشیر احمد منٹو

انتخاب عہدیداران

—— جماعت وزیرآباد نے حسب ذیل عہدیدار منتخب کئے ہیں ——

صدر۔ شیخ نثار احمد صاحب۔ سکرٹری ایس عبیداللہ صاحب

درخواست دعا

بعض اصحاب مشکلات میں مبتلا ہیں بعض بیمار ہیں بعض لوگوں نے امتحانات دیئے ہیں ان سب کے لئے درد دل سے دعا فرمائی جاوے۔

عبادت الٰہی اور مخلوق خدا سے ہمدردی و شفقت اسلامی تعلیم کا نچوڑ ہے!

ذات و صفات باری کی تفصیل اور احسانات الٰہی کا ذکر

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ مئی ۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل لعبادی الذین اٰمنوا یقیموا الصلوٰۃ وینفقوا مما رزقنٰھم سرًّا وعلانیۃ ...... ان الانسان لظلوم کفار (سورۃ ابراہیم رکوع ۵)

اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات پر بحث

قرآن الٰہیات کی کتاب ہے، اس کے اندر خدا تعالےٰ کی ذات و صفات پر بحث ہے اور اس کی تفصیلات جن میں ذات و صفات کے دلائل بیان کئے ہیں، اور اس بارہ میں انسان کی پیاس بجھائی ہے، اپنی ذات و صفات کے متعلق عرفان عطا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اسی سے دل کی پیاس بجھتی ہے۔

احسانات الٰہی کا ذکر

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے انعامات، اس کے احسانات اور الطاف و اکرام کا بہت ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ جبلت القلوب الیٰ من احسن علیھا، انسان کی فطرت میں ہے کہ احسانات کے سامنے جھکتا ہے اور محسن سے دلی محبت رکھتا ہے قرآن نے انسان کی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ کے احسانات کا بہت ذکر کیا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری الٰہیات کی کتاب نہیں جس نے اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات پر بحث کی ہو اور اس کے احسانات کو اس طرح بیان کیا ہو کہ انسانی گردن خود بخود اس کے آگے جھک جائے۔

اسلامی تعلیمات کا نچوڑ

اس کی غرض کیا ہے؟ اس سے انسان کی تربیت اور اس کے اخلاق کی نشوونما مقصود ہے تاکہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہو اور پھر خدا سے تعلق قائم کرنے کے بعد اس کی مخلوق کے ساتھ وہ شفقت و ہمدردی کا برتاؤ کرے اسلام کی تعلیم کا نچوڑ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت کے بعد اس کی مخلوق کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جائے التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ یہی دو اصول اسلام کے ہیں، خدا کی عظمت کا دلوں میں بیٹھ جانا اور اس کو مان کر تمام معاملات کو درست کر لینا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنا یہ اسلام کا نچوڑ ہے۔

نماز اور انفاق فی سبیل اللہ

اس نچوڑ کو یہاں بیان فرمایا ہے، فرمایا قل لعبادی الذین اٰمنوا ہمارے بندوں کو جنہیں یہ دعوےٰ ہے کہ وہ ہمیں مانتے ہیں کہدو یقیموا الصلوٰۃ نماز کو قائم کریں، اسے گرنے نہ دیں وینفقوا مما رزقنٰھم اور جس قدر خدا نے مال دے رکھا ہے اس میں سے کچھ اس کی مخلوق پر خرچ کریں سرًّا وعلانیۃ خفیہ طور پر کسی کو بتائے بغیر بھی خرچ کریں اور قومی چندوں میں بھی پبلک میں علانیہ طور پر حصہ لیا کریں

قیامت کو نیک اعمال کام آئیں گے نہ دوستی نہ روپیہ

من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلٰل پیشتر اس کے کہ وہ دن آجائے کہ اس دنیا سے...... کوچ ہو جائے اور تمام مال یہیں رہ جائے اور خدا کے سامنے کوئی چیز کام نہ آسکے، لا بیع فیہ روپیہ ان کا یہیں رہ جائے گا اور یہ نہ ہوسکے گا کہ وہاں کسی کو دے کر چھٹکارا حاصل کیا جاسکے، ولا خلٰل اس دنیا میں تو سفارش سے بھی انسان چھوٹ جاتا ہے لیکن وہاں کوئی دوستی کام نہ آسکے گی، کسی کی سفارش وہاں چل نہ سکے گی، کوئی رشتہ دار، اخوان و انصار بچا نہ سکیں گے، جو شخص اس کی پروا نہیں کرتا اس کو فرمایا تمتعوا یہاں اپنے مال سے لطف اٹھاتے رہو، خوب اس سے فائدہ حاصل کرو لیکن جب وہ دن آئے گا تو تم خدا کے حضور اکیلے ہو گے، کوئی اس وقت کام نہ آئیگا۔

حضرت نبی کریم صلعم کا اپنے عزیزوں کو انتباہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کو مخاطب کر کے فرمایا اے میری بیٹی فاطمہ لا املک لک من اللہ شیئًا مجھے خدا کے ہاں کوئی اختیار حاصل نہیں کہ تجھے بچا سکوں، اے میری پھوپھی صفیہ لا اغنی لک من اللہ شیئًا ولا املک لک من اللہ شیئًا میں آپ کے کسی کام نہیں آسکتا اور میرے اختیار میں بھی نہیں کہ آپ کو بچا سکوں، آپ کے نیک عمل ہی وہاں کام آئیں گے۔

آسمان و زمین اور اجرام سماوی انسان کی خدمت میں

پھر فرمایا اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض، وہ خدا جس نے یہ حکم اپنے بندوں کو دیا ہے، اسی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کو انسان کی خدمت میں لگا دیا وانزل من السماء ماءً اس زمین کا جوڑ آسمان سے ہے، جب زمین کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں کنوؤں میں پانی نہیں رہتا یا کم ہو جاتا ہے دریاؤں اور نہروں میں پانی نہیں آتا، اس وقت آسمان سے پانی نازل کرتا ہے، انسان اس پانی کو پیدا نہیں کر سکتا، من یرسل الریاح یہ ہوائیں جن کے پروں پر بادل لد کر آتے ہیں، کون ان کو چلاتا ہے، اگر یہ بند ہو جائیں تو کون ان کو چلائے گا، صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا، جو انسان کو لطف دیتی ہے اور آندھیاں اور جھکڑ جو اس ہوا کو طوفان بنا دیتی ہیں ان سب کو ہم چلاتے ہیں، سورج کے ذریعہ سمندر سے پانی اٹھتا ہے اس کو ہوا کے پروں پر لاد کر تمہارے پاس بھیج دیا جاتا ہے اور زمین کو سیراب کر دیتا ہے فاخرج بہ من الثمرات رزقًا لکم اس سے پھول پھل، غلہ اور ثمرات پیدا ہوتے ہیں رزقًا لکم یہ تمہارے لئے رزق ہے، پھر یہی سورج کھیتوں کو پکاتا اور کھانے کے قابل بناتا ہے، اس سے لباس بنتا، غلہ پیدا ہوتا، اور پھل پھول میسر آتا ہے۔

کشتیوں اور جہازوں کے فوائد

وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ کشتیاں بھی اس کے حکم سے سمندروں میں چلتی ہیں کیونکہ ان کے بغیر ایک ملک کی چیز دوسرے ملک میں نہیں جا سکتی تمام ملکوں میں ایک جیسی چیزیں پیدا نہیں ہوتیں، ہر ایک ملک میں پٹرولیم نہیں ہوتا۔ چاول ہر ملک میں نہیں ہوتے، لوہا ہر ایک زمین سے نہیں نکلتا، پٹ سن ہر جگہ نہیں ہوتی، اس لئے جس جگہ کوئی چیز نہ ہو وہاں دوسرے ملک سے لے جانا پڑتا ہے اس غرض سے اس نے کشتیوں کو ہمارے کام میں لگا دیا ہے، جو اس کے حکم سے لاکھوں من بوجھ اٹھا کر پانی کے اوپر چلتی ہیں،

دریاؤں اور سورج چاند کے اثرات

وسخر لکم الانھٰر دریاؤں اور نہروں کو بھی اس نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جس سے بہت سے کام نکلتے ہیں وسخر لکم الشمس والقمر دائبین سورج اور چاند کو بھی جو ایک قانون کے ماتحت چل رہے ہیں تمہارے فائدہ کے کام میں لگا دیا ہے ان سے تمام قسم کے غلے، پھل پھول پیدا ہوتے ہیں، کتنی بڑی خدمت ہے جو آسمان کے یہ دو نیر بجا لا رہے ہیں نہ ان میں عقل ہے نہ زمین کی سبزیوں میں لیکن دونوں ایسا کام کر رہے ہیں جو بڑی حکمت پر مبنی ہے، اسی کا ذکر دوسری جگہ کیا والنجم والشمس یسجدان، بوٹیاں پودے اور سورج، قانون الٰہی کے تابع ایک دوسرے کی معاونت کر رہے ہیں۔

رات اور دن کے فوائد

وسخر لکم الّیل والنھار رات کا پردہ تمہارے لئے کس قدر مفید ہے، دن بھر کے تھکے ماندے رات کو آرام کر کے نئی طاقت حاصل کرتے ہیں اور دن کے وقت کام کاج کر کے سامان معیشت بہم پہنچاتے ہیں۔

ہمارے احتیاج کی تمام چیزیں مہیا کر دی گئیں

واٰتٰکم من کل ما سألتموہ اور جو تم مانگو اس میں سے دے دیتا ہے، ہم

سے کیا مانگتا ہے، اس نے ہماری پیدائش سے پہلے ہی سب کچھ ہمارے لئے مہیا کر دیا ہے، ہم تو جانتے بھی نہیں کہ کیا چیز ہمارے کس کام آتی ہے۔ ڈاکٹر ہی جانتے ہیں کہ کتنی کیلسیم ہمارے اندر ہونی چاہیئے، کتنی فاسفورس کی ہمیں ضرورت ہے، کتنا لوہا، کتنی شکر ہمارے وجود کے لئے بکار ہے و اتاکم من کل ما سألتموہ جو بھی تمہاری احتیاج کی چیزیں تھیں تمام تمہارے لئے مہیا کردیں، جس چیز کی بھی ضرورت ہو اس کو خدا نے پورا کر دیا ہے لوہے کی ہمیں ضرورت ہے، ہم اس کو چبا تو نہیں سکتے کہتے ہیں پالک میں لوہا پایا جاتا ہے۔ کیلسیم، فاسفورس، دودھ وغیرہ ہمارے جسم کی حاجات میں سے ہیں وہ سب مہیا کیں اور ایک جملہ میں کہدیا کہ تمہاری تمام حاجات کو ہم نے پورا کر دیا۔

ان تمام انعامات پر عبادت اور انفاق کا حکم

اس لئے فرمایا قل لعبادی الذین آمنوا یقیموا الصلوٰۃ میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں کہدو کہ نماز کو قائم رکھو اور برابر پڑھا کرو، تم اپنے محسنوں کی فرمانبرداری اور ان کی تعریف کرتے رہتے ہو، افسوس ہے کہ جس نے تمہاری زندگی کے قیام کے لئے اتنے بڑے انعامات تمہیں دیئے، اس کے حکم سے سرتابی کرتے ہو اس کے آگے سر جھکانے سے احتراز کرتے ہو یقیموا الصلوٰۃ دین اسلام کی بنیاد کو قائم کرو، وینفقوا مما رزقنٰھم بخیل نہ بنو اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو، تم ہمارے خزانچی ہو، پھر ہمارے دیئے ہوئے خزانہ پر قبضہ جمائے بیٹھے ہو؟

صحابہ کرام کا عمل

صحابہ کرام نے ان تعلیمات کی پابندی کرتے کا وہ نمونہ دکھایا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، اور مخلوق خدا کی بہبودی کے لئے انہوں نے اپنا روپیہ پانی کی طرح بہا دیا، یہ ان کی خصوصیات تھیں، اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری اور مخلوق خدا کے ساتھ بڑی شفقت اور ہمدردی ان کا شیوہ تھا، وہ جدھر جاتے تھے لوگ کہتے تھے یہ خدا نما انسان ہیں، ان کے وجود سے خدائی صفات کا ظہور ہوتا ہے [illegible] وہ قومی کاموں کے لئے سب کے سامنے [illegible] چندے دیتے تھے اور [illegible] حاجتمندوں کی حاجت روائی کرتے تھے،

زال پیشتر کہ بانگ برآید [illegible]

من قبل ان یاتی یوم لا بیع [illegible] قبل اس کے کہ وہ دن آئے جب نہ روپیہ کام آئے گا نہ دوستی اور رشتہ داری، اسی دنیا میں انسان پر ایسی حالت آجاتی ہے جب کوئی چیز اس کو بچا نہیں سکتی، جب انسان کی صحت بگڑ جاتی ہے تو تمام لیاقت دھری رہ جاتی ہے، دولت مند کی دولت کام نہیں آسکتی، پھر ایک دن موت کا آجانا ہے اور سب کچھ یہیں رکھا رہ جاتا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ پیشتر اس کے کہ وہ دن آجائے ہماری فرمانبرداری کرو اور ہماری مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کرو اور ان پر اپنا مال خرچ کرو کہ اسی میں تمہارا فائدہ اور نجات ہے،

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے انکے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے۔ ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں؟ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۳۱ رمئی ۱۹۵۵ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے، اگر ۳۱ رمئی تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم وصول ہوئی تو مجبوراً یکم جون ۱۹۵۵ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کیا جائے گا جس کو چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے:-

نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رعایتی
۹۵	6/-/-	۴۱۸	6/-/-	۶۹۹	12/-/-		
۱۳۷	12/-/-	۴۲۰	18/-/-	۷۰۰	12/-/-		
۱۶۹	6/-/-	۴۲۱	6/-/-	۷۰۱	12/-/-	۷۶۸	[illegible]
۲۴۳	6/-/-	۴۲۲	6/-/-	۷۰۳	12/-/-	۷۸۲	[illegible]
۲۵۰	6/-/-	۴۲۹	12/-/-	۷۰۴	12/-/-	۷۸۷	[illegible]
۲۵۶	6/-/-	۴۳۰	6/-/-	۷۰۶	12/-/-	۷۸۸	[illegible]
۲۸۳	6/-/-	۴۳۳	12/-/-	۷۱۰	6/-/-	۸۰۵	3/-/-
۳۷۰	6/-/-	۴۳۶	6/-/-	۷۱۲	6/-/-	۸۰۷	4/-/-
۳۷۵	6/-/-	۴۴۹	6/-/-	۷۱۵	6/-/-	۸۱۵	3/-/-
۴۱۴	30/-/-	۴۶۰	12/-/-	۷۱۶	12/-/-	۸۱۷	6/-/-
۴۵۳	50/-/-	۴۷۵	6/-/-	۷۲۰	12/-/-	۸۲۶	12/-/-
۵۰۴	3/-/-	۴۷۷	6/-/-	۷۲۲	6/-/-	۸۲۹	20/-/-
۵۳۶	18/-/-	۴۷۹	6/-/-	۷۲۹	6/-/-	۸۳۴	6/-/-
۵۷۵	12/-/-	۴۸۰	6/-/-	۷۳۹	12/-/-	۸۳۹	3/-/-
۵۷۶	12/-/-	۴۸۱	6/-/-	۷۴۴	6/-/-	۸۴۱	18/-/-
۵۷۸	12/-/-	۴۸۲	12/-/-	۷۴۵	6/-/-	۸۴۲	10/-/-
۵۸۸	6/-/-	۴۸۸	6/-/-	۷۴۷	6/-/-	۸۴۶	16/-/-
۶۰۵	18/-/-	۴۸۹	6/-/-	۹۸۰	6/-/-	۸۴۷	[illegible]
۶۱۰	6/-/-	۴۹۲	6/-/-	۹۹۲	6/-/-	۸۵۳	12/-/-
۶۱۴	18/-/-	۴۹۴	12/-/-	[illegible]		۸۵۴	12/-/-

۲۶۳
از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور
بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی
اہل مد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر
جھنگ
P. O. Jhang

اخبار احمدیہ

— رمضان المبارک میں مرکزی جامع احمدیہ میں حافظ محمد بوستان خانصاحب ہر روز نماز تراویح میں قرآن کریم سناتے ہیں اس وقت تک چھبیس پارے ختم ہو چکے ہیں، ۲۷ رمضان کو قرآن کریم ختم ہو جائیگا۔

— آخری عشرہ رمضان میں جامع احمدیہ میں مولانا عزیز بخش صاحب، سید صفدر شاہ صاحب اور میاں آفتاب عالم صاحب اعتکاف میں بیٹھے ہیں۔

— میجر سعید احمد صاحب (فرزند ارجمند ڈاکٹر غلام محمد صاحب) کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے (مبارکباد) اس خوشی میں انہوں نے مبلغ [illegible] روپیہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں جزاہ اللہ

— [illegible] آباد سے محمد رمضان صاحب انچارج کوآپریٹو بنک کاموں کے لکھتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار قاضی غلام رسول صاحب ۱۲ مئی کو چار بجے انتقال فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم و مغفور کی عمر قریباً ۷۵ سال تھی، اور انہوں نے ۱۹۰۹ء میں بیعت کی تھی "

ہمیں اس حادثہ میں اپنے عزیز بھائی اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے [illegible] احباب کرام سے درخواست ہے کہ مرحوم

تبلیغی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست [illegible] صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

جلد ۴۴ | ۲ شوال ۱۳۷۴ھ | چہار شنبہ | ۲۵ مئی ۱۹۵۵ | شمار

نعت

سرور کائنات خاتم النبیین رحمتہ العالمین
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(از حضرت امام الزمان)

در دلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشق یار ازل
آنکہ روحش واصل آں دلبرے
آنکہ مجذوب عنایات حق ست
ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در بر و کرم بحر عظیم
آنکہ در لطف اتم یکتا درے
آنکہ در جود و سخا ابر بہار
آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحم حق را آیتے
آں کریم وجود حق را مظہرے
آں رخے فرخ کہ یک دیدار او
زشت رورا میکند خوش منظرے
آں دل روشن کہ روشن کردہ است
صد درون تیرہ را چوں اخترے
آں مبارک پے کہ آمد ذات او
رحمتے زاں ذات عالم پرورے
احمد آخر زماں کز نور او
شد دل مردم ز خور تاباں ترے
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لا جرم شد ختم ہر پیغمبرے

اسلام کی فتح اور اقبال کے دن قریب ہیں

مجدّد وقت کا ارشادِ گرامی

اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کرکے بیدل نہیں ہونا چاہئے کہ اب کیا کریں۔ یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی رُوحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں ہی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا۔ اور

اسلام فتح پائے گا

حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ مَیں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کے رُو سے مَیں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کرے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔ جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کے فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال رُوحانی ہے اور فتح بھی رُوحانی۔ تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۴)

امام وقت نے فرمایا!

"مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت، کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائینگے اور ان کو اسلام سے حصہ ملیگا" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۶)

آئندہ صفحات

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۵ مئی ۱۹۵۵ء

چند غور طلب باتیں

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

کسی مامور یا مجدد کی صداقت معلوم کرنے کے لئے بہترین کسوٹی اس کے عقائد اور اس کا عمل ہے جس کو وہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا قول ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے، جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کا اصل پھل اس کا قول و فعل ہے دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیا چیز دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس کا اپنا عمل کیا ہے، اگر اس کے عقاید اور تعلیم اسلام اور شریعت محمدیہ کے صریح خلاف ہیں، یا اس کا عملی نمونہ شریعت کے مطابق نہیں ..... تو اس کو مامور من اللہ ماننا تو ایک طرف ایک معمولی مسلمان بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ لیکن اگر اس کے دعوے میں کوئی خلاف اسلام بات نہیں، یعنی ہمارے دین و ایمان کو اس سے نقصان نہیں پہنچتا بلکہ تقویت حاصل ہوتی ہے، اگر اس کے عقاید میں شریعت اسلامی سے سرمو تفاوت نہیں، بلکہ دوسرے لوگوں سے بڑھ کر ان میں پختگی اور روشنی پائی جاتی ہے، جو تعلیم وہ اپنے متبعین کو دیتا ہے، اس میں اباحت اور الحاد کے بجائے تقوےٰ اور طہارت اور طاعت لامر اللہ و شفقت علیٰ خلق اللہ پر سارا زور ہے اور سب سے بڑھ کر اس کا اپنا عملی نمونہ ایسا ہی کہ اس کی نظیر اولیاء اللہ ہی کی زندگیوں میں ملتی ہے، نہ صرف اس کی اپنی ذات ہی اسلام کا صحیح نمونہ ہے بلکہ اس کے ساتھیوں اور ماننے والوں پر اس کا یہ اثر ہے کہ وہ ملحدانہ اور فاسقانہ زندگیوں کو چھوڑ کر نیکی و پارسائی کی بلند منازل پر پہنچ جاتے ہیں اور اعلائے کلمۃ اللہ اور دعوت الی الحق ان کا شعار بن جاتا ہے تو حق اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنے دعوے میں سچا اور راستباز یقین کیا جائے۔ ممکن ہے اس کی بعض باتیں جو اصولِ اسلام سے تعلق نہیں رکھتیں سمجھ میں نہ آئیں، تاہم اس کے عقائد و عمل کو دیکھ کر انسان سمجھ سکتا ہے کہ وہ اسلام کا حامی اور خادم ہے یا دشمن، اور ایسی فروعی باتوں کو نظر انداز کر کے اس کا ساتھ دینا یا کم از کم اس کی مخالفت سے باز رہنا ایک صحیح المزاج انسان کا کام ہونا چاہیئے

آیئے اسی چیز کو لیکر آج ہم اس شخص کے احوال پر غور کریں جو اس زمانہ میں مجددیت و مسیحیت کا مدعی بن کر ہمارے سامنے کھڑا ہوا ہے، اور جس کو علمائے زمانہ کافر و اکفر اور دشمن اسلام قرار دیکر دن رات اس کی تفضیح و تضحیک میں مصروف ہیں، جہاں تک دعویٰ مجددیت کا تعلق ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کو خلاف اسلام کہا جا سکے۔ گذشتہ تیرہ صدیوں میں مجددین کرام اس امت میں مبعوث ہوتے رہے جو اس حدیث نبوی کی عملی تصدیق ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت میں ہر سو سال کے بعد مجدد کے پیدا ہونے کی خبر دی ہے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا، اس لئے یہ امر ایک مسلمان کی دلی خوشی کا موجب ہونا چاہیئے کہ ہر صدی میں ایک نہ ایک مجدد کا ظہور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی تصدیق کرتا رہا، چودھویں صدی اس سے خالی نہ رہ سکتی تھی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے سوائے کوئی بھی ایسا شخص اس صدی میں پیدا نہیں ہوا جس نے چودھویں صدی کا مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہو، اور اس وقت جب حضرت مرزا صاحب نے مجددیت کا دعوےٰ کیا تو شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جس نے اس کی مخالفت میں آواز بلند کی ہو، ایک دنیا آپ کی نیکی اور پارسائی کی قائل اور آپ کو اس منصب کا اہل سمجھتی تھی۔

آپکی مخالفت اس وقت شروع ہوئی جب وفات مسیح کا آپ نے اعلان کیا اور مسیح موعود کی پیشگوئی کا مصداق اپنے آپ کو ٹھیرایا۔ فی الواقعہ یہ ایک بڑا مشکل مرحلہ تھا، مسیح علیہ السلام کی حیات اور ان کے دوبارہ آنے کا عقیدہ صدیوں سے ذہنوں میں راسخ ہو چکا تھا، اس کے خلاف کوئی نئی بات بہت مشکل سے سنی جا سکتی تھی۔ لیکن اگر علمائے زمانہ فلا تکونوا اول کافر بہ کے خدائی ارشاد کے ماتحت ذرا تحمل و بردباری سے کام لیکر آپ کی بات کو سنتے اور اس پر غور کرتے تو اس کا سمجھ میں آ جانا کوئی مشکل امر نہ تھا، چنانچہ دیکھ لیجئے آج علماء اور پڑھے لکھے طبقہ کا ایک کثیر حصہ وفات مسیح کا قائل ہو چکا ہے یہاں تک کہ علمائے مصر نے بھی مسیح کی وفات کا کھلے طور پر اعلان کر دیا ہے، یہ صحیح ہے کہ ایسے لوگ مسیح کی آمد ثانی کے بھی قائل نہیں رہے اور اس بارہ میں حضرت مرزا صاحب کو سچا نہیں سمجھتے لیکن یہ اس بغض و تعصب کی وجہ سے ہے، جو گذشتہ نصف صدی حضرت مرزا صاحب کے متعلق دلوں میں بٹھایا جا چکا ہے اور طرح طرح کے غلط عقائد ان کی طرف منسوب کر کے انہیں بدنام کیا گیا ہے۔ وفات مسیح کو مان کر آمد مسیح کی حدیثوں کی کوئی تاویل سوائے اس کے نہ ہو سکتی تھی جو حضرت مرزا صاحب نے کی، لیکن چونکہ اس سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہو جاتی ہے اس لئے ان حدیثوں ہی کو رد کر دیا گیا، حالانکہ اگر ذرا ٹھنڈے دل سے کام لیتے، اور حدیثوں کو جن میں اسلام کے آیندہ غلبہ اور شوکت کو مسیح کی آمد ثانی سے وابستہ کیا گیا ہے، رد کرنے کے بجائے اس شخص کے احوال پر غور کرتے جو اپنے آپ کو ان حدیثوں کا مصداق قرار دیتا ہے، اس کی بات کو سنتے، اس کے عقائد و اعمال کو دیکھتے اور اس کی تاثیرات روحانی اور خدمات اسلام پر نظر ڈالتے تو اصل حقیقت ان پر منکشف ہو جاتی ......، اور سمجھ آ جاتا کہ جس شخص کے عقائد و اعمال اسلام کے اندر ڈوبے ہوئے ہیں جس کی تاثیرات روحانی لوگوں کو فاسقانہ زندگی سے نکالتے اور ایک صالح جماعت پیدا کرنے کا موجب ہوئیں اور جس کے اثر سے دنیا کے ہر گوشہ میں اسلامی مشن قائم ہو گئے، وہ فی الواقعہ اس بات کا اہل ہے کہ منصب مسیحیت پر فائز ہو، اگر آمد مسیح کی حدیثوں کے معنے سمجھ نہ بھی آئیں یا اور کوئی فروعی امر موجب روک ہو تو بھی مدعی کے احوال و اعمال۔ اس کے عقاید و تعلیمات اور خدماتِ اسلام اس کی صداقت کی گواہی دے سکتے ہیں اگر ایک شخص اسلام کی خدمت کرتا ہے، دلوں کے اندر ایمان کا نور پیدا کرتا ہے، قرآن مجید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دلوں میں بٹھاتا ہے تو اس کا مسیح موعود کہلانا کوئی ایسی بات نہیں کہ موجب کفر ہو، اصل چیز تو اس کے عقائد و تعلیمات اور اس کا عملی نمونہ اور خدمت اسلام ہے، جو اس کے اسلام کی شہادت دے رہا ہے مسیح موعود کا خطاب اس میں کس طرح حارج ہو سکتا ہے ؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اگر جسمانی دکھوں کی دوا کرنے والا مسیح الملک کہلا سکتا ہے (جیسا کہ حکیم اجمل خاں صاحب کو یہ خطاب دیا گیا) تو روحانی دکھوں کی دوا کرنے والا مسیح موعود کیوں نہیں کہلا سکتا اگر ایک خوبصورت آدمی کو آپ مسیحا کہہ سکتے ہیں تو ایک پاکیزہ روح رکھنے والے انسان کو مسیحا کہنے میں آپ کو تمرد کیوں ہے ؎

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

اگر خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ روح القدس کی تائید حاصل کر کے عیسیٰ ثانی بن سکتے ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں ؎

دمبدم روح القدس اندر معینے مے دمد
من نمے گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نہ صرف روح القدس کی امداد پا کر بلکہ عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کو زندہ مذہب ثابت کر کے ابن مریم کیوں نہیں بن سکتے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

پس جہاں تک حضرت مرزا صاحب کے دعوےٰ مسیحیت کا تعلق ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں جو خلاف اسلام ہو، ایک خطاب ہے جو کسر صلیب کے کام کی وجہ سے آپ کو دیا گیا، اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو وجہ کفر ہو، اور اگر آپ کو ابھی اس میں شک ہے تو پیشتر اس کے کہ فتوائے کفر کی طرف رجوع کریں ان کے عقائد و تعلیمات پر ایک نظر ڈال کر دیکھیں کہ وہ کہاں تک اسلام کے مطابق ہیں، آیئے ہم آپ کو خود حضرت مرزا صاحب کی زبان سے سنائیں کہ ان کے عقائد کیا ہیں اور کن باتوں کی وہ تعلیم و تلقین کرتے ہیں فرماتے ہیں :—

"میں ابتدا سے بیان کرتا چلا آیا ہوں کہ میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ذرا ادھر اُدھر ہونا بے ایمانی سمجھتا ہوں۔ میرا عقیدہ ہے کہ جو اس کو ذرا بھی چھوڑیگا وہ جہنمی ہے۔ پھر اس عقیدہ کو نہ صرف تقریروں میں بلکہ ساٹھ کے قریب اپنی

تصنیفات میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے اور دن رات مجھے یہی فکر اور خیال رہتا ہے۔ پھر اگر مخالف خدا سے ڈرتے تو کیا ان کا فرض نہ تھا کہ جو مجھ سے پوچھتے کہ فلاں بات خارج از اسلام ہے اس کی کیا وجہ ہے یا اس کا تم کیا جواب دیتے ہو؟ مگر نہیں اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی۔ سُنا اور کافر کہدیا۔ میں نہایت تعجب سے ان کی اس حرکت کو دیکھتا ہوں کیونکہ اول تو حیات و وفات مسیح کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو اسلام میں داخل ہونے کیلئے شرط ہو۔ یہاں بھی ہندو یا عیسائی مسلمان ہوتے ہیں مگر بتاؤ کہ کیا ان سے بھی یہ اقرار لیتے ہو؛ بجز اس کے کہ امنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت جبکہ یہ مسئلہ اسلام کا جزو نہیں۔ پھر مجھ پر وفات مسیح کے اعلان سے اس قدر تشدد کیوں کیا گیا کہ یہ کافر ہیں دجال ہیں ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاوے ان کے مال لوٹ لینے جائز ہیں اور ان کی عورتوں کو بغیر نکاح گھر میں رکھ لینا درست ہے۔ ان کو قتل کر دینا ثواب کا کام ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایک تو وہ زمانہ تھا کہ یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ اگر ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تب بھی کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیئے۔ اس کو مسلمان ہی کہو۔ مگر اب کیا ہو گیا۔ کیا میں اس سے بھی گیا گذرا ہوں؟ کیا میں اور میری جماعت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ نہیں پڑھتی، کیا میں نمازیں نہیں پڑھتا، یا میرے مرید نہیں پڑھتے، کیا ہم رمضان کے روزے نہیں رکھتے؟ اور کیا ہم ان تمام عقاید کے پابند نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی صورت میں تلقین کئے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہیئے میں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں۔ اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ آپ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ میں ہرگز یقین نہیں کرتا کہ مسیح علیہ السلام اس جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر گئے ہوں اور اب تک زندہ قائم ہوں اس لئے کہ اس مسئلہ کو مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین اور بے حرمتی ہوتی ہے، میں ایک لحظہ کے لئے بھی اس ہجو کو گوارا نہیں کر سکتا۔"

کیا ان عقاید کو ماننے والا اور اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسی غیرت و حمیت رکھنے والا شخص محض اس وجہ سے کافر ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو مسیح کہدیا؟ اگر اس کے عقائد اسلام کے عین مطابق ہیں اور وہ اسلام کی سربلندی کے لئے سرکف ہے تو اس کا دعوئے مسیحیت یا کوئی اور فروعی بات آپ کی سمجھ میں نہ بھی آئے تب بھی اسے اسلام سے خارج قرار دینا اور اس کی تفسیق و تضحیک کرنا ایک ایسی ناپاک حرکت ہے جو کسی طرح قابل معافی نہیں ہو سکتی، ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ایسے خادم اسلام کی کوئی بات اگر سمجھ نہ بھی آئے تو بھی خدمت دین کے کام میں اس کی پوری تائید و حمایت کرے نہ کہ طرح طرح کے الزامات اس پر لگا کر شہر بشہر انکی منادی کرتا پھرے، سوچیئے اور اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیجیئے کہ وہ کونسی بات ہے جس کی بنا پر آپ حضرت مرزا صاحب کو بُرا بھلا کہتے اور انہیں اسلام سے خارج کرنا چاہتے ہیں۔

---

۱ لے دے کے ایک ختم نبوت کے مسئلہ کو اس زمانہ میں شور و ہنگامہ کی آڑ بنایا گیا ہے، اور یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل نہ تھے، اور خود مدعی نبوت تھے حالانکہ انہوں نے بار بار بیسیوں تحریرات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر زور دیا اور ان کے بعد دعوئے نبوت کرنے والے کو لعنتی اور کاذب کافر قرار دیا۔ لیکن اس ستم ظریفی کو دیکھئے کہ ہمارے مخالفین خود تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک بنی اسرائیلی نبی مسیح ابن مریم کی دوبارہ آمد کا اعتقاد رکھتے ہوئے نہ صرف ختم نبوت پر ایک خطرناک زد لگاتے ہیں بلکہ اس اعتقاد کی وجہ سے حضرت نبی کریم صلعم کی قوت قدسی کو ناقص ٹھہراتے اور آپ کی عملاً توہین کرتے ہیں، اور الزام

عرض حال

"مسیح موعود نمبر" (جو اس وقت آپ کے پیش نظر ہے) اس کا اعلان آج سے تین ماہ پیشتر ۲۲ رفروری کے "پیغام صلح" میں کیا گیا تھا اور جماعت کے اہل قلم حضرات سے یہ استدعا کی گئی تھی کہ اس کے لئے بہترین اور اعلیٰ پایہ کے تحقیقی اور ٹھوس مضامین لکھکر اپریل کے آخر تک دفتر "پیغام صلح" میں بھیج دیں۔ ظاہر ہے کہ دو ماہ کی مدت مضامین لکھنے کیلئے بہت کافی تھی اور ہمارا خیال تھا کہ آخر اپریل تک مضامین فراہم ہو جائیں، تو ۲۰ رمئی تک ہم آسانی سے اسکو مرتب کر کے چھپوا سکیں گے لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری استدعا صدا بصحرا ثابت ہوئی اور جب شروع مئی میں بذریعہ خطوط اس کی یاد دہانی کرائی گئی تھی علی العموم یہی خیال کیا گیا کہ اتنی جلدی کیا ہے ۲۶ رمئی میں ابھی چھبیس دن باقی ہیں، اسی وقت دیکھا جائیگا۔ چنانچہ ایک دو صاحب کے ماسوا اکثر دوستوں نے ۲۰ رمئی کے بعد مضامین بھیجنے شروع کئے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ اخبار مقررہ تاریخ سے تین دن بعد شائع ہو رہا ہے، ہم ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بصد ادب یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ابھی تک کوئی ایسی مشین ایجاد نہیں ہوئی جو ان کے مضامین پہنچتے ہی کتابت اور طباعت وغیرہ کے تمام مرحلے فوراً طے کرا دے انہیں معلوم نہیں کہ مضامین کی ترتیب، تدوین اور کتابت، طباعت وغیرہ کے کئی مرحلے اخبار کو طے کرنے پڑتے ہیں اور باون صفحات کے پرچے کی جو آپ کے سامنے ہے کافی محنت اور کافی دن بکار ہوتے ہیں۔ ان حالات میں تنگی وقت کے باوجود رات دن کی محنت اور تگ و دو سے جو کچھ ہم فراہم کر سکے ہیں آپ کے پیش نظر ہے "گر قبول افتد زہے عز و شرف"، ابتداءً صرف ٹائیٹل سمیت چالیس صفحات پر یہ نمبر شائع کرنے کا ارادہ تھا لیکن مضامین اگرچہ دیر سے موصول ہوئے تاہم اسقدر زیادہ تھے کہ ٹائیٹل کے علاوہ چار صفحات اور بڑھانے پڑے ایک دو دوستوں کے مضامین پھر بھی رہ گئے جس کیلئے ہم ان سے معافی خواہ ہیں، آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ ان کو درج کیا جائیگا۔ ہم اس موقعہ پر اپنے محترم دوست پروفیسر عنایت علی خانصاحب کا دلی شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے نہ صرف اپنے بیش قیمت مضمون سے اس نمبر کو مزین کیا بلکہ ٹائیٹل اور تصاویر کی تدوین و طباعت کا کام اپنے ذمہ لیکر ایڈیٹر کی ذمہ داریوں کو ہلکا کرنے میں بہت بڑی امداد کی، پروفیسر صاحب کے علاوہ عزیز محترم محمد اعظم علوی نے بھی اپنے وقت کا کچھ حصہ اس کام کیلئے دیا جس پر ہم ان کے بدل مشکور ہیں، مضامین کے متعلق ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ دیر سے لکھنے کے باوجود مضامین نگار حضرات نے حقائق سے بھری ہوئی ٹھوس معلومات فراہم کرتے مضامین کو محنت کے ساتھ مرتب کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی جس کے لئے وہ ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس ہدیہ مختصرہ کو جو امام وقت کی یاد میں مرتب کیا گیا ہے بہت سے لوگوں کی ہدایت کا موجب بنائے آمین۔

---

۲ حضرت مرزا صاحب پر ہے کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں، حالانکہ انہوں نے بار بار لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم کی دوبارہ آمد سے ختمیت کی مُہر ٹوٹتی ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین اور بے حرمتی ہوتی ہے دعوئے مسیحیت کے باوجود حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اسلام کا خادم اور محمد رسول اللہ صلعم کا غلام قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو مدعی نبوت نہیں بلکہ محدثیت کے مقام پر بتایا ہے۔ ہم تمام ان مخالفین کو جن کا خیال ہے کہ حضرت مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل نہیں چیلنج کرتے ہیں کہ وہ آپ کی تحریر و تقریر سے ایک ہی ایسا جملہ پیش کریں جس میں انہوں نے ختم نبوت سے انکار کیا ہو، اور اگر کوئی ایسا جملہ پیش نہیں کیا جا سکتا تو خدا سے ڈرنا چاہیئے کہ سُنی سنائی باتوں کو لے کر آپ کی تفسیق و تضحیک کے درپے ہونا کونسا دین و ایمان اور کہاں کا حق و انصاف ہے۔

غرض جہاں تک حضرت مرزا صاحب کے دعاوی اور عقائد و اعمال کا تعلق ہے ان میں سے کوئی بھی ایسی بات پیش نہیں کی جا سکتی جس میں خلاف اسلام ہونے کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو، اس کے خلاف آپ کے تمام عقائد، تمام تعلیمات، اور دعاوی میں اسلام کی عظمت، اسلام کی سربلندی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا خیال غالب ہے، پھر جو خدمت دین آپ کے توسط سے دنیا میں ہو رہی ہے اور یورپ و امریکہ میں اسلام کے جھنڈے بلند ہو رہے ہیں، ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کون صاحب انصاف اور خدا ترس انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص اسلام کا سچا فدائی اور حقیقی خیرخواہ نہیں ہم پھر آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ سنی سنائی باتوں کے پیچھے نہ لگیں بلکہ حضرت مرزا صاحب کے اقوال اور افعال پر غور کر کے دیکھیں کہ کونسی بات ان کے عقائد میں ایسی نظر آتی ہے جس کی وجہ سے انہیں کافر ٹھہرایا جاتا اور شہر بشہر انکی منادی کی جاتی ہے اگر کوئی بات نہیں ان کے

حضرت مجدد وقت کا اہم ترین کارنامہ اور مسیح موعود کا خطاب

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابنِ مریم نامِ من بنہادہ اند

احادیث نے مسیح موعودؑ کے اہم کارنامے یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر لکھا ہے پس وہی شخص مسیح موعود ہونے کا دعوے کر سکتا ہے جس میں کسر صلیب اور قتلِ خنزیر کے فرائض انجام دینے کی قابلیت موجود ہو، کسرِ صلیب ایک نہایت اہم کام تھا۔

اہلِ صلیب کی مشنری سرگرمیاں

آج سے ساٹھ سال پہلے تمام دنیا پر اہلِ صلیب کا رعب تھا اور لوگوں کے دل و دماغ ان کے علم و فضل اور ان کی شان و شوکت اور ان کی طاقت و سطوت سے متاثر تھے، ان کی سلطنت کے سایہ تلے ہزارہا یورپین مرد و زن بطور مشنریوں کے کام میں لگے رہتے تھے۔ اور اس کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے مدرسے و کالج اور ہسپتال قائم کرتے تھے۔ علاوہ ازیں اس کام کو موثر بنانے کے لئے لاتعداد رسالہ جات و کتب اور اخبارات جاری کرتے تھے، اور جو لوگ عیسائی مذہب قبول کر لیتے تھے ان کو نوازا جاتا تھا، ان کے وظائف مقرر کئے جاتے تھے، ان کو اعلےٰ تعلیم دلا کر معزز عہدوں پر فائز کیا جاتا تھا۔

مسیحی سرگرمیوں کے کامیاب نتائج

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں میں سے معمولی طبقہ کے لوگوں کے علاوہ بڑے بڑے اونچے گھرانوں کے لوگ بھی عیسائی ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے سید و مغل بھی عیسائی ہوئے اور بعض ذی علم لوگ بھی ان میں جا ملے۔ الغرض یورپین اقوام کی سلطنتوں کا عروج اور اکثر سلطنتوں کے مشنوں کی جد و جہد نے ایشیا اور افریقہ میں اپنا تسلط جما لیا، ان برّ اعظموں کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک مشنریوں کے نہایت بارعب لشکر نظر آتے تھے۔ ان لشکروں کو ہر جگہ کامیابی حاصل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے ان کی ہمت افزائی ہو رہی تھی اور ان کو یقین تھا کہ ہم ساری دنیا میں عیسائیت پھیلا دیں گے۔

مسلمان علماء کی بیچارگی

ان حالات کا اثر مسلمانوں پر پڑ رہا تھا مسلمان علماء عیسائیوں کے علم کلام سے ناواقف تھے اس لئے اکثر علماء ان کے ساتھ مناظرہ کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ اور اگر کوئی ان میں سے غیرتِ اسلامی کے باعث ان کے مقابل پر کھڑا ہو جاتا تو عہدہ برآ نہ ہو سکتا تھا۔ یہ واقعات بہت پریشان کن تھے۔

حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ اور آپ کا کام

ان حالات میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے دعوےٰ کیا کہ خدا نے مجھے مجدد کر کے مبعوث فرمایا اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں عیسائیت کے فتنہ کا مقابلہ کروں۔ دعوےٰ کر لینا تو آسان تھا، لیکن اس مہم میں کامیاب ہونا آسان نہ تھا۔ اگر حضرت مرزا صاحب کو اس میدان میں کامیابی نصیب نہ ہوتی تو ان کا یہ دعوےٰ کہ میں مجدد ہوں اور ان کا یہ دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں باطل ہو جاتے، حضرت مرزا صاحب نے اس مشکل ترین کام کی انجام دہی کے لئے فقید المثال کتابیں لکھیں۔ اور عیسائی مشنریوں کی چوٹی کی شخصیتوں کے ساتھ مناظرے کئے۔ جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی، اور ہر میدان میں حضرت مرزا صاحب کامیاب رہے۔

بشپ لیفرائے کا مقابلہ اور اسلام کا بول بالا

اہلِ لاہور کو وہ دن یاد ہے جب یہاں پر بشپ لفرائے نے مسلمانوں کو للکارا تھا کہ آؤ میرے مقابلہ کے لئے میدان میں اترو۔ اس فصیح اللسان تجربہ کار بشپ کے سامنے آنے کے لئے نہ صرف جرأت و ہمت بکار تھی بلکہ قرآن و حدیث کے علوم کے علاوہ تورات و انجیل کی پوری پوری واقفیت ضروری تھی، اس لئے اس عظیم المرتبت شخصیت کا مقابلہ کرنا نہایت مشکل تھا۔ اس کے مقابل پر شکست کھا جانے کا ڈر تھا، اس لئے سوائے اس عالم ربانی کے جس کا دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا تھا کوئی میدان میں نہ آیا۔ اہلِ لاہور نے اس لاجواب لیکچر کو سنا جو حضرت مرزا صاحب نے لکھا تھا۔ لوگ حیران تھے کہ اس شخص کا تبحر علمی اور اس شخص کا علم کلام کس غضب کا ہے۔ اور یہ شخص قادیان میں بیٹھا ہوا ان امور پر بحث کر سکتا ہے جن امور کو اس بشپ صاحب نے بیان کرنا تھا۔ ان کا معجز نما لیکچر اہلِ لاہور کو بھول نہیں سکتا۔ مسلمانوں نے اس دن خوشیاں منائیں اور شکر کا کلمہ پڑھا کہ بشپ لفرائے کے مقابلہ پر اسلام کا بول بالا ہوا۔ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ کوئی شخص اگر عیسائیت کا مقابلہ کر سکتا ہے تو وہ حضرت مرزا صاحب ہیں۔ اس کو کہتے ہیں مسیح موعود اور اس کو کہتے ہیں یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر کا مصداق۔ استقطنت انفسھم لوگوں کو یقین تام ہو گیا کہ یہ شخص کسرِ صلیب کرنے میں کامیاب رہا۔

عیسائی پادریوں کا سرکلر

حضرت صاحب کی روشن کامیابیوں کے پیش نظر عیسائی پادریوں کو یقین ہو گیا کہ ان کے دلائل و براہین کا مقابلہ کرنا محال ہے۔ اس لئے انہوں نے سرکلر جاری کر دیئے کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے ارکان سے مباحثہ کرنا ہماری ذلت کا موجب ہے اس لئے آیندہ کوئی عیسائی پادری ان سے مباحثہ نہ کرے۔ اس کو کہتے ہیں اس بات کا اعتراف کرنا کہ حضرت مرزا صاحب واقعی مسیح موعود ہیں۔

یورپ میں تبلیغِ اسلام

اس مسیح موعود نے یورپ کی اس خطرناک اور پُر زور یورش کو نہایت لیاقت اور کامیابی کے ساتھ رد کرنے کے بعد اپنے متبعین کو توجہ دلائی کہ مغربی ممالک میں فتحِ اسلام کے جھنڈے گاڑے جائیں۔ چنانچہ ووکنگ میں حضرت خواجہ کمالات (خواجہ کمال الدینؒ) نے ووکنگ مشن کھولا، اور ایک مشن جماعت لاہور نے برلن میں قائم کیا۔ ان دونوں مشنوں نے رسالہ جات جاری کئے اور دونوں نے قرآن کریم کے ترجمے شائع کئے۔ اور کثیر تعداد میں یورپ کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ عیسائی دنیا نے بھی مشاہدہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب واقعی مسیح موعود ہیں، اور اسلامی ممالک نے بھی مشاہدہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر کر کے دکھا دیا ہے۔ حضرت صاحب کی یہ خدمات ایسی روشن اور ٹھوس ہیں کہ کسی شخص کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔

مسلمانوں کے لئے قابلِ فخر

مسلمانوں کو فخر کرنا چاہیئے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ لیا، اور فخر کرنا چاہیئے تھا کہ ایک ایسا مجدد ہمارے سامنے کھڑا ہوا جس نے پیغمبرِ اسلام کے دین کی بے نظیر حمایت کر کے دکھائی، اور ہمارے دلوں میں جو ایمانی کمزوری پیدا ہو چکی تھی وہ دور ہو گئی اور ہمارا ایمان پھر سے ہم کو مل گیا، گویا ایمان جو ثریا پر اُڑ کر چلا گیا تھا واپس آ گیا۔

مسیح موعود ہونا مجدد کی شان ہے

حضرت مرزا صاحب نے حقیقت الوحی میں اس بات پر زور دیا کہ میں مجدد ہوں اور علماء کا اتفاق ہے کہ آخری زمانہ کا مجدد مسیح موعود ہوگا۔ حقیقت الوحی کے (باقی ص۲۶ پر)

امامِ باصفا آیا

(حسن)

مبارک مومنوں کو نائبِ خیر الوریٰ آیا
شہِ مُلکِ ہُدیٰ آیا بروزِ مصطفےٰ آیا

شبِ تاریک و تیرہ میں مہِ فرخ لقا آیا
مجسّم رحمتِ حق مظہرِ نورِ خُدا آیا

خُدا ظاہر ہوا جس سے وہ مقبولِ خُدا آیا
حبیبِ کبریا آیا امامِ اتقیا آیا

رسُول اللہ نے دی تھی بشارت جس کے آنے کی
قسم اللہ کی مجھ کو وہی مردِ خُدا آیا

وہ آیا جس کے آنے کے لئے بیتاب دُنیا تھی
مسیحِ وقت آیا ہادیٔ راہِ ہُدیٰ آیا

فراوانی ہوئی دُنیا میں اب یُمن و سعادت کی
زہے قسمت خوشا بختِ رسا ظلِ ہُما آیا

مسرّت سے نہیں پھولے سماتے آج اہلِ دیں
خُدا کے دیں کا رکھوالا امامِ باصفا آیا

سنبھل جانا ذرا اے دشمنانِ دیں سنبھل جانا
کہ میدانِ وغا میں میرزا شیرِ خُدا آیا

ہُوا اس کے مقابل ناطقہ بند اہلِ باطل کا
غضب کا رعبِ حق لیکر یہ مردِ باخُدا آیا

پڑی تھی سخت گردابِ بلا میں کشتیٔ اُمّت
خدائے پاک کے لطف و کرم سے ناخُدا آیا

بس اب ہو جائینگی سب مشکلیں آسان اُمّت کی
خُدا نے دستگیری کی شہِ مشکلکشا آیا

درخشاں آفتابِ اسلام کا اب ہوگا دُنیا میں
گئی ظلمت جہاں سے نیّرِ صدق و صفا آیا

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمات اسلام

اور: مخالفین کی غلط بیانیاں

ڈاکٹر غلام محمد صاحب

اسلام کی مصیبت کے وقت حضرت مرزا صاحب کی حمایت و دفاع

چودھویں صدی ہجری کے سر پر جب عالم اسلامی اپنی ظاہری شان و شوکت کھو چکا تھا اور اخلاقی طور پر بسبب ترک قرآن و سنت اپنے عالی مقام سے گر کر اقوام عالم کی نگاہوں میں جہالت، بربریت و اخلاق رذیلہ کا مجسمہ بن چکا تھا اور مذہب اسلام کو مٹانے اور نابود کرنے کے لئے چہار اطراف سے یورش تھی کہ اس کو نرغہ میں لے کو اس کے مضمحل اور نیم مردہ جسم کو پارہ پارہ کر دیں ایک گمنام شخص ایک غیر معروف قریہ میں بیٹھا اس غم میں پگھلا جا رہا تھا کہ اسلام جو ایک زندہ مذہب ہے اور جس کی زندگی بخش آب و تاب اس کے اپنے نام لیواؤں کے ہاتھوں نہ صرف دنیا کی آنکھوں سے مستور ہو گئی بلکہ خود اس کے شمع بردار چراغ تلے اندھیرا کے مصداق ہو گئے کس طرح اپنے اور بیگانوں کے لئے ہدایت اور نور کا باعث ہو، اس کے لئے ضروری تھا کہ اسلام کی خوبیوں کو اس کی تعلیم کی عملی سچائیوں سے قائم کیا جائے۔ لہٰذا اسلام کی حقانیت اور اپنے ذاتی تجارب کی بناء پر وہ ایک تصنیف میں مشغول ہوا جس کی غرض براہین نیرہ سے اسلام کی سچائی اور اس کی روحانی طاقت کا اظہار تھا، وہ یکہ و تنہا تائید الٰہی کے بھروسہ پر۔۔۔ اس کام میں لگ گیا اور اس میں اس نے صداقت اسلام پر لاجواب دلائل پیش کئے اور آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کے اثبات میں بحیثیت آپ کے ایک ادنےٰ خادم ہونے کے اپنے الہامات، پیشگوئیاں اور خوارق پیش کئے۔

یہ شخص مرزا غلام احمد ساکن قادیان تھا جس کی سینتالیسویں برسی پر میں یہ چند حروف تحریر کر رہا ہوں۔

براہین احمدیہ کی مقبولیت

جب آپ کی تصنیف جس کو آپ نے براہین احمدیہ کے نام سے موسوم کیا منصۂ شہود پر آئی تو تحسین و آفرین کا ایک غلغلہ اٹھا اور نہ صرف آپ کی خدمت و حمایت اسلام بلکہ آپ کی ولایت کو تسلیم کیا گیا اور اعتراف کیا گیا کہ ۱۳۰۰ سال میں کسی نے ایسی خدمت اسلام نہیں کی۔ آپ کی روحانیت تعلق باللہ اور استجابت دعا کا بھی شہرہ ہوا، اور گرفتارِ بلا و مصیبت و مشکلات میں مبتلا لوگوں نے آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی جس کے نتیجہ سے بموجب الہام الٰہی ان کو اطلاع دی گئی۔ اس تصنیف میں آپ نے ایک طرف تو اسلام کی سچائی پر مخالفان اسلام کے سامنے بکثرت دلائل پیش کئے اور ان کے متعلق یہ اشتہار دیا کہ جو کوئی ان میں سے ایک دلیل کو بھی شرائط مذکورہ کے ماتحت توڑ دے گا۔ اس کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا لیکن کوئی اس انعام کو حاصل نہ کر سکا اور اس طرح انہوں نے صداقت اسلام پر اپنی مہر ثبت کر دی۔

دوسری طرف بکثرت اس میں اپنے الہامات پیشگوئیاں اور خوارق درج کر کے اس بات کو ثابت کیا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کی پیروی سے انسان خدا تک پہنچ جاتا ہے اس کی آواز کو سنتا ہے۔ غیب کی خبر پاتا ہے۔ اور استجابت دعا کے رنگ میں خدا اس کی آواز سنتا ہے۔ یہ ۸۴-۱۸۸۰ء کا زمانہ تھا۔۔ اس وقت کے علماء میں سے ایک چوٹی کے عالم نے براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے اس قدر اس کی تعریف کی کہ اس کو شک ہوا کہ کہیں اس کو ایشیائی مبالغہ نہ سمجھ لیا جائے، چنانچہ اس نے اس کی تردید کی اور آپ کا ہم مکتب ہونے کے لحاظ سے آپ کی راستبازی، تقوےٰ، طہارت اور صاحب حال ہونے پر ذاتی شہادت پیش کی۔ (بعد میں یہی حضرت رئیس المکفرین بنے)

دعوے مسیحیت پر علماء کی مخالفت

یہ امر تعجب انگیز ہے کہ براہین احمدیہ کی اشاعت پر علماء اسلام میں سے کسی نے بھی آپ کے مکالمہ مخاطبہ الہیہ پر اعتراض نہ کیا بلکہ آپ کے ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوے کو عام طور پر تسلیم کیا گیا۔ لیکن ۱۸۹۰ء میں جب آپ نے بحکم الٰہی اعلان کیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور بموجب امامکم منکم مسیح موعود اور مہدی معہود آپ ہی ہیں تو محض حیات مسیح کے غلط عقیدہ اور مہدی کے متعلق جھوٹی امیدوں کی بناء پر قرآن و حدیث اور عقل و خرد کو جواب دے کر شدید مخالفت شروع کر دی۔ اور کل جس کو ملہم اور مجدد من اللہ مانتے تھے باوجود اس کے واضح کرنے کے کہ اصل دعوےٰ تو مجددیت کا ہے اور مسیح موعود تو صرف اس کا بلحاظ کام ایک نام ہے، اس کو ہر ممکن برے الفاظ سے یاد کرنے لگے۔ براہین و دلائل، استجابت دعا، نشانات و خوارق تفسیر قرآن کی تاب نہ لا کر افترا پردازی پر اتر آئے جوام کو کسر نفسی اور چڑ کانے کے لئے آپ کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کیا اور ملعون کافر، کاذب اور دجال کا خطاب دیا۔ اور باوجود آپ کے دعوے نبوت سے صریح انکار اور اس پر خدا کو شاہد کرنے کے اپنے افترا پر مصر رہے۔

دعوے نبوت سے انکار

یہ امر صاحب انصاف و عقل و دانش کے لئے موجب حیرت ہو گا کہ حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ جو ختم نبوت پر کامل ایمان رکھتے تھے اور رسول کریم صلعم کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کی آمد کو آیت خاتم النبیین کے خلاف اور نبوت محمدیہ کی ہتک خیال فرماتے تھے دعوت نبوت منسوب کیا جائے۔ اس امر میں آپ کا مذہب مندرجہ ذیل تھا جو آپ کی تصنیفات سے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) "قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

(۲) "نہ مجھے دعوےٰ نبوت و خروج از امت، اور نہ میں منکر معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں، اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا ہو"

(نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

(۳) "اور اللہ تعالےٰ نے نبیوں کو ہمارے رسول کے ساتھ ختم کر دیا۔"

(تحفہ بغداد صفحہ ۶)

(۴) "اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے خاتم ہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱)

(۵) "اللہ کو یہ شایاں نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایاں اس کو سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کرے بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۷۷)

(۶) "اور یہ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں ادعائے نبوت کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر ملوں۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

(۷) "اور بخدا سے لایزال میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس امر پر بھی میرا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں۔"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸)

(۸) "بالآخر کبیر میں عامہ ناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن

رسول اللہ و خاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اسقدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں۔ اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں، اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔" (کرامات الصادقین صفحہ ۲۵)

(۹) اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکافرین۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۳۲)

(۱۰) "کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوے کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں"

(۱۱) سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں"

(مجموعہ اشتہارات)

(۱۲) "میں جناب خاتم الانبیاء صلعم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسکو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

(مجموعہ اشتہارات)

مندرجہ بالا حوالہ جات میں آپ رسول کریم صلعم کے بعد مدعی نبوت کو بدبخت، مفتری، بے دین۔ کاذب۔ کافر۔ دائرہ اسلام سے خارج منکر قرآن شریف قرار دیتے ہیں جو ان الفاظ سے جو مخالفین نے آپ کے لئے استعمال کئے زیادہ شدید ہیں۔ اب کوئی شخص جس کے دماغ میں ذرہ بھر بھی عقل ہے گمان کر سکتا ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو وہ نبوت کا دعوے کر سکتا ہے۔

آپ کے دعوے کی بنیاد ختم نبوت پر

آپ کے دعوے اور سلسلہ کی تو بنیاد ہی ختم نبوت پر ہے۔ عام مسلمانوں کا خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ مگر آپ نے اسکو علاوہ وفات مسیح کے اس بناء پر بھی غلط قرار دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور ختم نبوت کی دیوار روئیں انکو آنے سے روکتی ہے اور کہ آنے والا مسیح امت محمدیہ ہی کا ایک فرد ہوگا۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ آپ نبوت کا دعوے کر کے خود اپنے دعوے کو ہی باطل کر دیں آپ نے تو لکھا ہے کہ اگر رسول کریم صلعم کے بعد نبی آ جائے تو اسلام کا ہی خاتمہ .... ہو جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ نبوت سے معزول نہیں ہو سکتے

یہ عذر پیش کرنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتی بن کر آئیں گے عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ ایک شخص کو خدا تعالیٰ دو ہزار سال تک بجسد عنصری بغیر حوائج بشری کے آسمان پر زندہ رکھے اور پھر امت محمدیہ کی اصلاح کے عظیم الشان کام کے لئے اسکو دنیا میں نازل کرے لیکن اس کو نبوت سے معزول کر دے ایک ایسی منطق ہے جس کو عقل سلیم دھکے دیتی ہے۔ ایک طرف تو یہ خاطر و مدارات اور دوسری طرف یہ ذلت اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کہ ہم نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جو مطاع نہ ہو ——— لیکن یہ ایک نبی کو امتی بناتے ہیں حالانکہ نبی اور امتی کا مفہوم متباین ہے۔ امتی نبی نہیں ہو سکتا اور نبی امتی نہیں ہو سکتا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

حضرت عیسیٰ کی آمد اور نبی کریم کی قوت قدسی

تحفظ ناموس رسول صلعم اور ختم نبوت کے برائے نام حامی جنہوں نے ختم نبوت کو سیاسی اغراض کے لئے استعمال کیا اور یشترون بآیاتی ثمنا قلیلا کا منظر پیش کیا، غور کریں کہ اگر بفرض محال حضرت عیسےٰ علیہ السلام بطور امتی بھی آ جائیں تو کیا ختم نبوت باقی رہ جاتی ہے کیونکہ اس کے معنے تو یہ ہیں کہ نعوذ باللہ محمد مصطفےٰ صلعم کی قوت قدسی ختم ہو گئی اور خیر امۃ اخرجت للناس کا کوئی فرد اس قابل نہ رہا کہ اصلاح امت کرے اور بنی اسرائیل کا ایک فرد اس کام کے لئے مامور کیا جائے انا للہ وانا الیہ راجعون اس سے بڑھ کر اسلام کے لئے اور کیا ماتم کا دن ہوگا۔

انکار کے بعد دعوے نبوت نہیں ہو سکتا

حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دعوے مسیح موعود سے انکار سہی لیکن آپ کے ایک اعلیٰ پایہ کے مصنف ہونے سے تو انکار نہیں ہو سکتا اور یہ تو ایک معمولی مصنف کی شان کے بھی خلاف ہے کہ ایک امر کی ختمیت کو زور دار اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کر کے خود اس کا دعوے کرے چہ جائیکہ حضرت مرزا صاحب کے پایہ کا مصنف جو ایک نئے علم کلام کا موجد تھا اور جس نے نہ صرف مذاہب باطلہ کو للکارا بلکہ اپنے پر زور کلام سے ان کا قلع قمع کر دیا اور جس کے ایک ایک لفظ پر نقاد اور مخالفین کی نظر رہتی تھی، ایک ایسی فاش غلطی کا مرتکب ہوتا۔

لفظ نبی کا استعمال

اس سے انکار نہیں کہ آپ نے اپنی تحریر و تقریر میں نبوت کا لفظ استعمال کیا مگر ساتھ ہی فرما دیا کہ یہ محض سادگی سے لغوی طور پر استعمال کیا گیا ہے اور اس سے مراد صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے جو بمصداق آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ○ نحن اولیٰؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ ج ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون ○

غیر نبی کو ہوتا ہے اور اپنے متبعین کو بھی تنبیہہ کی کہ اگر کوئی شخص اپنے ذہن میں اس کے علاوہ کوئی مفہوم رکھے گا تو وہ خدا کے حضور خود جوابدہ ہوگا۔

صاحب علم جانتے ہیں کہ لفظ نبی کے معنے بروئے لغت یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا اور لغوی طور پر لفظ نبی کا استعمال ختم نبوت کے منافی نہیں۔ خود قرآن کریم میں نبا بمعنی خبر استعمال ہوا ہے۔ ایک نجی معاملے میں جو ازواج مطہرات اور رسول کریم صلعم کے درمیان تھا جس کا اشارہ قرآن پاک میں ذکر ہے ایک بی بی کے سوال پر قالت من انباک رسول کریم صلعم نے فرمایا نبانی العلیم الخبیر کہ اس کی آپ کو کس نے خبر دی فرمایا علیم و خبیر خدا نے مجھے اس کی خبر دی، لہٰذا بروئے لغت نبی جو نبا سے ہے سے مراد خبر دینے والا ہے اور نبوت وہ خبر ہے جو اسکو دی گئی اور لغوی طور پر ان الفاظ کو استعمال کرنے سے نہ تو کوئی نبی بن جاتا ہے اور نہ ختم نبوت پر زد پڑتی ہے افسوس ہے کہ ایک سیدھی سادی بات کو محض بغض و عناد اور ضد و تعصب کی وجہ سے زبردستی عقیقت کا لباس پہنا دیا گیا اور ایک امر جو امت کے لئے باعث رحمت تھا اسکو لعنت قرار دیا گیا، یہ لوگ خدا کو کیا جواب دیں گے۔

عوام کو حقیقت سے آگاہ کرنے کی ضرورت

وقت اب دور نہیں کہ جس طرح باوجود اولاً شدید مخالفت اور بدزبانی کے بالآخر مجدد وقت کا معراج۔ جہاد۔ دجال، ناسخ و منسوخ وفات مسیح کے متعلق نظریہ قبول کر لیا گیا، نبوت کے متعلق آپ پر افترا سے بھی رجوع کر لیا جائے چونکہ آپ کا الہام لایبقی لک من المخزیات ذکراً ضرور پورا ہوگا، ضرورت اس امر کی ہے کہ بجز عوام کو آپ کے صحیح مقام، نشانات، پیشگوئیوں، اور خدمت اسلام سے آگاہ کیا جائے اور اپنے عملی نمونہ سے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے حقیقی معنوں میں آپ کی یادگار کو ۲۶ مئی کے مخصوص دن کے سوا ہر آن قائم رکھا جائے۔

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار ○

اے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

(مسیح موعود)

حضرت مجدّدِ زمان کا جدید علمِ کلام

غلبۂ اسلام اور ہستی باری تعالےٰ پر روشن دلائل

مرتضیٰ خان حسن

ایک جدید علمِ کلام کی ضرورت

مجدّدِ مائۃِ حاضرہ سُلطان القلم حضرت مسیح موعود میرزا غلام احمد قادیانی طاب اللہ ثراہٗ نے تجدید وتائید اسلام میں جو لٹریچر پیدا کیا وہ ہزارہا صفحات پر ممتد ہے یہ لٹریچر کن ضروریات کے ماتحت حضور کے قلمِ حقیقت رقم سے نکلا اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ عصرِ حاضرہ کے جدید حالات ایک جدید علمِ کلام کے متقاضی تھے جس کا اعتراف بڑے بڑے زعمائے ملت کو بھی کرنا پڑا۔ چنانچہ علامہ شبلی مرحوم اپنی کتاب علم الکلام حصہ اوّل میں رقمطراز ہیں :۔

" عباسیوں کے زمانہ میں اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا۔ آج اس سے کچھ بڑھ کر اندیشہ ہے۔ مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے۔ اور آزادی کا یہ عالم ہے کہ پہلے زمانہ میں حق کہنا اس قدر آسان نہ تھا جتنا آج ناحق کہنا آسان ہے۔ مذھبی خیالات میں عموماً بھونچال سا آگیا ہے۔ نئے تعلیمیافتہ بالکل مرعوب ہوگئے ہیں۔ قدیم علماء عزلت کے دریچہ سے کبھی سر نکال کر دیکھتے ہیں تو مذہب کا اُفق غبار آلود نظر آتا ہے۔ ہرطرف سے صدائیں آرہی ہیں کہ پھر ایک نئے علمِ کلام کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو سب نے تسلیم کرلیا ہے۔ لیکن اصول کی نسبت اختلاف ہے۔ جدید تعلیم یافتہ گروہ کہتا ہے کہ نیا علم کلام بالکل نئے اصول پر قائم کرنا ہوگا۔ کیونکہ پہلے زمانہ میں جس قسم کے اعتراضات اسلام پر کئے جاتے تھے آج ان کی نوعیت بالکل بدل گئی ہے۔ پہلے زمانہ میں یونان کے فلسفہ سے مقابلہ تھا جو محض قیاسات اور مظنونات پر قائم تھا۔ آج بدیہات اور تجربہ کا زمانہ ہے۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں محض قیاساتِ عقلی اور احتمال آفرینیوں سے کام نہیں چل سکتا "

(صفحہ ۳-۴)

اس زمانہ میں :۔

جبکہ مغربی علوم گھر گھر پھیل چکے تھے،

اس زمانہ میں :۔

جبکہ مذھبی خیالات میں ایک بھونچال سا آگیا تھا اور نئے تعلیم یافتہ علومِ جدیدہ کے سامنے مرعوب ہوچکے تھے۔

اس زمانہ میں :۔

جبکہ عزلت گزین عُلمائِ وقت کو مذہب کا افق غبار آلودہ نظر آتا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ مذہب علوم جدید کے مقابلہ میں بے دست و پا ہوچکا ہے۔

اس زمانہ میں :۔

جبکہ تعلیمیافتہ طبقہ ایک نئے علمِ کلام کا متمنی اور جویاں تھا کیونکہ اعتراضات کی نوعیت بدل چکی تھی۔

اس زمانہ میں :۔

جبکہ فلسفۂ یونان (جس کی بنیادیں قیاسات اور مظنونات پر تھیں) سے مقابلہ کے بجائے بدیہیات اور تجربہ سے مقابلہ تھا اور محض قیاساتِ عقلی اور احتمال آفرینیوں سے کام نہیں چل سکتا تھا۔

یہ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ کی بلند مرتبت شخصیت تھی جو اسلام کی ان تمام ضروریات کو بوجوہ احسن پورا کرنے کے لئے منصۂ شہود پر آئی۔ اور جس نے نہایت پُر زور اور متحدیانہ الفاظ میں اعلان کیا)۔

" یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ زمانہ اب اسلام کی رُوحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ کسی وقت اپنی طاقت دکھا چکا ہے، یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا، اور اسلام فتح پائے گا۔ حالی کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آدیں مگر انجام ان کے لئے ہزیمت ہے مگر شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلےٰ طاقتوں کا مجھے علم دیا گیا ہے جس علم کی رُو سے میں کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کرے گا .... اس کشتی کا ناخدا خداوند تعالےٰ ہے .... وہ ہمیشہ اس کو طوفان اور بادِ مخالف سے بچاتا رہے گا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون ○

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

یہ اعلان محض لفاظی پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ عین حقیقت کا اظہار تھا۔ واقعات وحالات نے اس امر پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ جو کچھ حضرت مجدّدِ وقت نے فرمایا وہ کرکے بھی دکھا دیا۔

فلسفۂ یورپ کا حملہ مذہب پر

جدید فلسفۂ یورپ مادیت اور دہریت کے رُجحانات کا مرقع تھا۔ جس کا اثر تمام دنیا پر محیط ہورہا تھا اور لوگوں کے قلوب سے رُوحانی اقدار کی قدر ومنزلت یوماً فیوماً کم ہورہی تھی۔ بالخصوص تعلیمیافتہ طبقہ مذہب کو ایک ڈھکوسلہ اور چند بے سروپا باتوں کا ایک مجموعہ سمجھنے لگ گیا تھا۔

عیسائیت کی اسلام پر یورش

لیکن مصیبت صرف اس قدر نہ تھی دوسری طرف ادیانِ باطلہ بالخصوص عیسائیت نے اسلام کے سیاسی انحطاط سے فائدہ اُٹھا کر اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز تر کردیا تھا۔ اور اگرچہ ان سرگرمیوں کے پیچھے خبیث سیاسی مقاصد کارفرما تھے کیونکہ عیسائی ممالک کو پان اسلامزم کا ہوّا سوہانِ رُوح بن رہا تھا تاہم انہوں نے مذہب کو آگے رکھا اور قرونِ وسطیٰ کی ظلمتوں نے جو گھنونی تصویر اسلام اور بانئے اسلام علیہ السلام کی کھینچی تھی اس کو سامنے رکھ کر انہوں نے تمام اسلامی ممالک میں تبلیغی مشن کھول دیئے۔ ہزاروں مشنری اور پادری دن رات اسلام کے خلاف وعظ کرنے لگے۔ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں " اناجیل مقدسہ " دُنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کرکے شائع کی گئیں۔ ہزاروں لاکھوں کتابیں اسلام کے خلاف تصنیف کرکے دُنیا میں پھیلائی گئیں۔ اور سیّد المطہرین حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ والاصفات پر ناگفتنی الزامات عاید کرکے مسلمانوں کو ان کے ہادی وپیشوا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور مسیح کی ابنیت اور الوہیت کا پرچار بڑے زور وشور سے شروع کردیا گیا ... بدقسمتی سے خود مسلمانوں کے بعض اعتقادات ایسے تھے جو عیسائیت کے ممد ومعاون تھے، مثلاً حضرت مسیح کا آسمانوں پر زندہ ہونا، ان کا مُردے زندہ کرنا، ان کا بعض پرندوں کا خالق ہونا اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوکر اصلاحِ خلق کرنا۔

آریہ سماج اور برہمو سماج

ادھر ہندوستان میں مسلمانوں کے اقتدار کا چراغ گُل ہوجانے پر یہاں کے ہندو نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی اور اپنے مذہب کو جاذب بنانے کے لئے بجائے نام توحید اختیار

کر کے متعصب پادریوں کی کاسہ لیسی کرتے ہوئے اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گندے الزامات کا انبار کھڑا کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے شدھی کا ڈھونگ بھی رچا دیا۔ ہندوؤں کے بعض دوسرے طبقات دوسری راہوں سے اسلام پر حملے کرنے کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ مثلاً برہمو سماج نے وحی و الہام کا بقدرت انکار کر کے سلسلۂ نبوت پر کاری ضرب لگائی اور عقل اور نیچر کو ہی بنی نوع انسان کی ہدایت اور نجات کا سرچشمہ قرار دیا۔ اور اس طرح سے تمام آسمانی کتابوں اور بالخصوص قرآن مجید کو مجموعۂ اباطیل و مفتریات ٹھہرانے کی کوشش کی۔

زندہ مذہب کو مٹانے کی کوشش

غرض یہاں صرف ایک ہی فلسفہ نہ تھا جس کا رونا رویا جائے بلکہ مختلف قسم کے فلسفے، مختلف قسم کے نظریئے اور عقیدے، مختلف قسم کے خیالات و تصورات کا ایک طوفان بدتمیزی نمودار ہو گیا۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ سب سے زیادہ اسلام کو ہی ...... اعتراضات کا آماجگاہ بنایا گیا اور سب نے اسی کو مٹانے کی ٹھانی شاید اس لئے کہ یہی ایک زندہ مذہب ہے اور اسی مذہب کے متعلق سب کو خوف ہے کہ یہ دنیا کو کھا جانے والی چیز ہے۔ کیونکہ اس کی توحید اور اخوت کی تعلیم ایسی جاذب اور دلکش ہے کہ دنیا کے دوسرے مذاہب اس کو نہایت رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

اسلام کے لئے سب سے خطرناک زمانہ

غرض تیرھویں صدی کا آخری حصہ اسلام کے لئے بڑا خطرناک زمانہ تھا، جبکہ باطل اپنی پوری طاقتوں سے اسلام پر حملہ آور ہوا۔ تحفظ اور دفاع کا فرض علماءِ وقت پر عاید ہوتا تھا مگر وہ "عزلت کے دریچوں سے مذہب کے اُفق کو غبار آلودہ" دیکھنے پر قانع تھے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک نے ہاتھ پاؤں ہلائے بھی تو ان کے ہاں لے دے کے ایک فلسفۂ کہنہ یونان ہی تھا جس پر سارے استدلال کا دارومدار تھا۔ ان کو کیا معلوم کہ زمانے کا اقتضا کیا ہے ؎

یاں نکلے ہیں سو دے کو درم لیکے پرانے
اور سکہ رواں شہر میں مدت سے نیا ہے

نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے نئے ہتھیاروں کی ضرورت تھی اور وہ یہاں مفقود تھے ؎

دلیلیں ہیں سب آج بیکار ان کی
نہیں چلتی توپوں میں تلوار ان کی

علماء کے اندرونی تنازعات

معہذا علماء کرام کو اندرونی تنازعات ہی سے فرصت نہ تھی، وہ فروعی اور ادنےٰ ادنےٰ اختلافات کی بناء پر آپس میں ہی برسرپیکار رہنے کو بہت بڑی خدمت اسلام سمجھتے تھے، اور انہوں نے تقاضائے اسلام بقول مولانا حالی مرحوم اسی کو سمجھ رکھا تھا کہ ؎

نہ سُنّی میں اور جعفری میں ہو اُلفت
نہ نعمانی و شافعی میں ہو ملت
وہابی سے صوفی کی کم ہو نہ نفرت
مقلد کرے نامقلد پہ لعنت
رہے اہلِ قبلہ میں جنگ ایسی باہم
کہ دینِ خدا پر ہنسے سارا عالم

حمایت اسلام یا فلسفہ کی غلامی

بعض اہلِ دل وقت کی نزاکت دیکھ کر حمایت اسلام کے لئے میدان عمل میں نکلے۔ انہوں نے مذہب کو معقولیت کا رنگ دینا چاہا، لیکن ایسا کرنے میں انہوں نے فلسفہ سے مرعوب ہو کر مذہب کو فلسفہ کے تابع بنا دیا۔ تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے۔ آج اسلام پر پھر وہی زمانہ آگیا تھا جبکہ اسکو یونان کے فلسفہ سے دوچار ہونا پڑا اور مسلمانوں میں سے بعض اہل علم اصحاب نے فلسفہ اور اسلامی تعلیمات میں جہاں کہیں تضاد دیکھا اسلامی تعلیمات کی تاویل کر کے ان کو فلسفہ کے ماتحت کر دیا، یہ معتزلہ کا گروہ تھا۔ بعینہٖ یہی صورت یہاں پیش آئی۔ ہمارے اس زمانہ کے متکلمین نے بھی فلسفۂ جدیدہ اور اسلامی تعلیمات میں جہاں کہیں چپقلش دیکھی اسلامی تعلیمات کی تاویلات رکیکہ کر کے ان کو فلسفہ کا تابع بنا دیا یہ ایک غلط اقدام تھا جس سے مذہب اپنی روحانی اقدار سے محروم ہو گیا۔ چنانچہ وحی الٰہی کو ایک خارجی چیز ماننے کی بجائے اس کو قلب نبی ہی کی آواز تصور کیا گیا۔ نبوت کو ایک فطری ملکہ قرار دیا گیا۔ دُعا کی قبولیت سے انکار کر کے اس کو محض ایک عبادت یا تسلی کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ علیٰ ہذا القیاس ملائکہ۔ معجزات۔ جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ کی ایسی تاویلات کی گئیں کہ روحِ اسلام ان کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی، ان اصحاب کی نیک نیتی میں شک نہ تھا لیکن ان کے اس طریق عمل سے اسلام فلسفہ کا غلام بن کر رہ گیا۔

اسلام کو غالب کرنیوالا مردِ خدا

اندریں حالات ضرورت کسی ایسے شخص کی تھی جو علوم لدنیہ کا مالک ہو، جو خدا سے علم پا کر کھڑا ہو جو صحیح معنوں میں عالم ربانی اور اسرار و غوامض دینیہ سے واقف ہو جو اسلام اور فلسفہ کی اس جنگ میں اسلام کو غالب کر دکھائے اور فلسفۂ ضالہ کی دھجیاں بکھیر دے۔ **لاریب ایسا شخص میرزا غلام احمدؐ تھا۔**

مجددِ وقت کا سب سے پہلا شاہکار

آپ کا سب سے پہلا علمی شاہکار کتاب براہین احمدیہ ہے۔ یہ کتاب فلسفۂ اسلام پر ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اس میں آپ نے صداقت اسلام عظمت قرآن مجید اور اثبات نبوت محمدیہ پر ایسے چمکتے ہوئے دلائل دیئے کہ فلسفۂ ضالہ کی دھجیاں بکھر گئیں، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا صداقت اسلام کا آفتاب عالمتاب از سرِ نو چمکنے لگ گیا ہے۔ علمائے زمانہ کی گردنیں آپ کے علم کے سامنے جھک گئیں اور بالاتفاق آپ کو بہت بڑا عالم ربانی اور بہت بڑا فلاسفر اسلام تسلیم کیا گیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کا ریویو

چنانچہ طبقہ اہلحدیث کے سب سے بڑے لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی نے یہاں تک لکھا کہ اس کتاب کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ ان کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے کہ **جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی**۔ اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امرا...... اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے **جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے** ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی، دینی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھایا ہو، اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوےٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر تجربہ اور مشاہدہ کر لے **اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو**"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۶)

حضرت مجددِ وقت کی دیگر تصنیفات

یہ تو ایک کتاب کا ذکر ہے۔ آپ نے تقریباً **اسّی کتب** تصنیف کیں جو حقائق و معارف اور نکات حکمت کے بیش بہا موتیوں سے پُر ہیں۔ اور جن میں فلسفہ جدیدہ کا ابطال اور ادیانِ باطلہ کی تردید ایسے زبردست دلائل سے کی گئی ہے کہ باطل کو مجال دم زدن نہیں رہتی۔ ان میں سے براہین احمدیہ۔ سرمہ چشم آریہ۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ آئینہ کمالات اسلام، برکات الدعا۔ تحفۂ حق۔ جنگ مقدس۔ کرامات الصادقین۔ حمامۃ البشریٰ نور الحق۔ سر الخلافہ، انجام آتھم۔ منن الرحمٰن۔ ضرورۃ الامام اسلامی اصول کی فلاسفی۔ ایام الصلح۔ مسیح ہندوستان میں

خطبہ الہامیہ - اعجاز المسیح - تحفہ گولڑویہ - ست بچن - سناتن دھرم - آریہ دھرم - کشتی نوح - نزول المسیح - تریاق القلوب - اعجاز احمدی - سیرۃ الابدال - براہین حصہ پنجم - حقیقۃ الوحی - چشمہ مسیحی - چشمہ معرفت - خاص طور پر قابل ذکر ہیں -

مجدد وقت کے استدلال کی بنیاد

یہ حضرت مجدد العصر کے علمی کمالات اور آپ کی امتیازی خصوصیات کی ایک بیّن دلیل ہے کہ آپ نے اپنے استدلال کی بنیاد انسانوں کے تجریر کردہ فلسفہ پر نہیں رکھی نہ آپ فلسفہ یونان کو خاطر میں لائے اور نہ کسی اور متکلم یا فلسفی اسلام کی طرف آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا، نہ کسی امام یا مفسر کے اجتہادات کو مدار دلیل گردانا - بلکہ اس وہبی علم سے جو اس زمانہ میں آپ ہی کا حصہ تھا آپ نے اپنے استدلال کی بنیاد فلسفہ قرآن پر رکھی اور ایسا کرنے میں آپ نے ایک مضبوط چٹان پر قدم مارا کیونکہ انسانوں کے اختراع کردہ فلسفے اور اجتہادات اگر آج صحیح ہیں تو کل غلط در غلط ثابت ہوجاتے ہیں جیساکہ فلسفۂ یونان کا حال ہوا - وہی فلسفہ یونان جو کسی زمانہ میں بڑے بڑے فلاسفران اسلام کے استدلال کا محور رہا، اس زمانہ میں بقول علامہ شبلی قیاسات اور مظنونات کا ایک مجموعہ قرار پایا - اس کو "دھوکے کی ٹٹی" - ایک "نکمی اور ردّی" چیز سمجھ کر پاسئے حقارت سے ٹھکرا دیا گیا - جیساکہ مولانا حالی مرحوم علماء وقت کو ملزم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"وہ تقویم پارینہ یونانیوں کی
وہ حکمت کہ ہے ایک دھوکے کی ٹٹی
یقیں جس کو ٹھہرا چکا ہے نکمی
عمل نے جسے کر دیا آ کے ردّی
اسے وحی سے سمجھے ہیں ہم زیادہ
کوئی بات اس میں نہیں کم زیادہ"

قرآن سے دعوے اور دلیل

غرض آپ نے قرآن مجید کو ہی ہر صداقت کا معیار اور کسوٹی قرار دیا - نہ کہ کسی بیرونی فلسفہ یا انسانی دماغ کے اختراعات کو کیونکہ ان چیزوں کی صداقت کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتی یہ صرف قرآن مجید کی ہی شان ہے کہ یہ ایک مستقل صداقت ہے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ - آپ اس حقیقت کے انکشاف میں منفرد ہیں کہ قرآن مجید جو دعوے کرتا ہے اس کی دلیل بھی خود ہی دیتا ہے جیساکہ الفاظ ھدی للناس و بیّنٰت من الھدیٰ والفرقان سے ظاہر ہے یعنی یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت پر دلائل اور نشانات بھی ہیں اور حق و باطل میں تمیز کرنے کا معیار بھی - ایسا ہرگز نہیں کہ قرآن ایک دعوے تو کر دے اور دلیل کے لئے دوسروں کی ذہنی کاوش کا محتاج ہو - آپ نے خود اسی اصول کو اپنی تمام تصانیف میں استعمال کیا - جو دعوے صداقت اسلام یا صداقت قرآن مجید یا اثبات نبوت حضرت خیمیت مآب کے متعلق کیا وہ قرآن سے ہی کیا اور اسی سے اس کے دلائل بھی دیئے - بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق یعنی قرآنی فلسفہ نے باطل کا سر توڑ کر رکھ دیا ہے ظاہر ہے کہ جس علم کلام کی بنیاد قرآنی فلسفہ پر ہوگی اس کے سامنے دشمن کب ٹھہر سکتا ہے -

عیسائیت کی شکست

چنانچہ ۱۸۹۳ء میں جب عیسائی صاحبان سے آپ کا مناظرہ ہوا - جو جنگ مقدس کے نام سے شائع ہوچکا ہے تو آپ نے خود بھی اس اصول کی پابندی کی اور فریق مخالف سے بھی اس کی پابندی کا مطالبہ کیا یعنے جو کچھ وہ بیان کرے وہ اپنی الہامی کتاب سے کرے اور اسی سے دلائل بھی دے - مگر وہ ایسا کرنے سے بالکل عاجز رہے اور ان کا عاجز رہنا یقینی تھا کیونکہ اناجیل میں نہ تو مسیح کی الوہیت کا دعوےٰ ہے اور نہ دلائل - عیسائیت کی شکست تو صرف اسی ایک اصول سے وقوع میں آگئی، یہ الگ امر ہے کہ وہ اپنی زبان سے اعتراف کریں یا نہ کریں -

مذہبی کانفرنس میں غلبۂ اسلام

۱۸۹۶ء میں لاہور میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں تمام بڑے بڑے مذاہب کے زعما اور علماء جمع ہوئے اور انہوں نے مقررہ مسائل پر اپنے اپنے مذہب کے نقطہ نگاہ سے روشنی ڈالی حضرت ممدوح نے اس تاریخی کانفرنس میں فلسفہ اصول اسلام پر جو کچھ بیان فرمایا وہ اس قدر حقائق و معارف سے پُر اور علوم و حکم الہیہ سے مملو تھا کہ دوست و دشمن سب عش عش پکار اٹھے اور سب نے بیک زبان تسلیم کیا کہ آج اسلام سب مذاہب پر غالب آگیا"۔ اس موقعہ پر بھی حضرت ممدوح نے اسی اصول کی پابندی کی یعنے جو کچھ بیان کیا اور جو دلائل دیئے وہ سب قرآن سے ہی دیئے، حدیث ایک بھی درمیان میں نہ لائے - آپ نے دوسروں سے بھی یہی مطالبہ کیا کہ وہ بھی اپنی اپنی الہامی کتب سے دعویٰ اور دلیل پیش کریں مگر وہ اس سے عہدہ برآ نہ ہوسکے جس سے ان کا عجز ظاہر ہوگیا - غرض آپ نے صرف اسی ایک اصول سے تمام مذاہب عالم کو جیت لیا اور صرف اسی ایک اصول سے قرآن مجید کی اکملیت اور صداقت اور عظمت کو دنیائے مذاہب پر بعید آب و تاب واضح کر دیا -

"فتح نصیب جرنیل" کا خطاب

اگرچہ اکثر مسلمان آپ کے دعاوی کے مخالف تھے لیکن بایں ہمہ آپ کے تبحر علمی - آپ کی دینی خدمات اور اعلائے دین پر آپ کی نمایاں کامیابی کے معترف تھے - جیساکہ ان بیانات سے ظاہر ہے جو آپ کی وفات پر ملک کے اخبارات میں شائع ہوئے ان میں سے بعض نے آپ کو اسلام کا "فتح نصیب جرنیل" لکھا -

فلسفہ اور عقل کی کوتاہی

فلسفے کا سارا دار و مدار عقل پر ہے - فلسفی عقلی دلائل کی بناء پر ہر بات کی کنہ معلوم کرنا چاہتا ہے جو امر دلائل عقلیہ سے ثابت ہوسکے وہ اس کے نزدیک صحیح ہے، اور جو دلائل عقلیہ سے صحیح ثابت نہ ہو وہ غلط فلسفی کے نزدیک ہر صداقت کا معیار یا کسوٹی عقل ہے اور بس - عقل کی رو سے فلسفی اس حد تک تو پہنچ جاتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی صانع ہونا چاہیئے جسے وہ علتِ اولیٰ کہتا ہے لیکن ایسا صانع درحقیقت موجود ہے بھی اور وہ اپنے بندوں سے کلام کرتا یعنی ان کی طرف وحی بھیجتا ہے - فلسفی کی عقل اس پر قطعی اور یقینی فتویٰ نہیں لگا سکتی - مذہب کا سارا دار و مدار خدا کی ہستی اور خدا کے کلام یعنی الہام و وحی پر ہے اگر یہی ثابت نہ ہو یا مشکوک و مشتبہ ہو تو مذہب کا سب تانا بانا بکھر جاتا ہے

شناخت و معرفت الٰہی کے لئے وحی کی ضرورت

حضرت مجدد العصر نے اس مشکل کو احسن طریق سے حل کر دیا، اور عقل کے متعلق ایک عجیب نکتہ حکمت بیان فرمایا، اور وہ یہ کہ عقل بے شک بہت بڑا عطیہ الٰہی ہے - جو نہایت قابل قدر ہے مگر عقل کی رسائی کا دائرہ محدود ہے یہ ایک حد تک انسان کی رہنمائی کرتی ہے - اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے دوسرے حواس قوائے انسانیہ کی - آنکھ بہت بڑا عطیہ الٰہی ہے، اور اس کا کام دیکھنا ہے - مگر اس کو ایک بیرونی روشنی یعنی آفتاب کی ضرورت ہے - آفتاب کی روشنی کے بغیر آنکھ کام نہیں دے سکتی - علیٰ ہذا قوت سامعہ بہت بڑا عطیہ الٰہی ہے اور اس کا کام شنوائی یا سننا ہے، مگر اس کو بھی ایک بیرونی چیز یعنی ہوا کی ضرورت ہے - بغیر ہوا کے کان کام نہیں دے سکتے - جس طرح آنکھ کو آفتاب کی روشنی اور کان کو ہوا کی ضرورت ہے اسی طرح عقل کو شناخت و معرفت باری تعالےٰ کے لئے الہام الٰہی کی ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے ایک طرف انسان کو عقل عطا کی ہے تو دوسری طرف ابتدائے آفرینش سے ہی وحی و الہام کا سلسلہ بھی جاری کر رکھا ہے آپ نے فرمایا انسان کا علم اور عقل محدود چیزیں ہیں یہ اس لامحدود ذات یعنے ذات رب العالمین کو کس طرح معلوم کرسکتی ہیں - جب تک خالق کائنات خود اپنی ہستی کی خبر اور اپنی صفات کے متعلق اپنے بندوں کو اطلاع نہ دے انسان ضعیف البنیان کو کس طرح یقین تام حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ درحقیقت ہے اور ان اوصاف و کمالات کا مالک ہے - یہ علم تام اور یقینی

کامل وحی الٰہی ہی دے سکتی ہے اور اسی سے انبیاء اور رسل کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ نبی کی وساطت کے بغیر اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی فلسفی عقل، کائنات، قوانین قدرت پر غور و خوض کر کے خدا کی ہستی کا پتہ لگانا چاہتا ہے۔ اندھوں کی طرح اِدھر اُدھر بھٹکتا ہے مگر نبی خدا سے بصیرت حاصل کر کے یقین اور معرفت کے بلند مینار پر کھڑا ہو کر خدا تعالےٰ کی ہستی کا اعلان کرتا ہے، اور علی وجہ البصیرت دلائل دیتا ہے۔ فلسفی اور نبی کی مثال اندھے اور سوجاکھے کی ہے، اسی کی طرف قرآن مجید اشارہ کرتا ہے ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر

ایک اور نکتۂ حکمت

حضرت مجدد العصر نے عقل پر بحث کرتے ہوئے ایک اور نکتہ حکمت اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ میں زیب رقم فرمایا ہے جس کا خلاصہ مصنف مجدد اعظم کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:۔

"ہر چیز جو عقل میں نہ آئے اس کو خلاف عقل قرار دیکر رد کر دینا عقلمندی نہیں۔ خلاف عقل اور چیز ہے اور بالاتر از عقل اور۔ اور چیز خلاف عقل تو وہ امر ہوتا ہے جو اصول متعارفہ اور مسلمات عقل کے خلاف ہو۔ مثلاً دو اور دو چار ہوتے ہیں اگر کوئی پانچ کہے تو وہ خلاف عقل ہے جو رد کر دینے کے قابل ہے۔ لیکن جو امر اصول متعارفہ اور مسلمات عقل کے خلاف نہیں بلکہ وہ ایسا امر ہے جسے ہم روزمرہ کی زندگی میں نہیں پاتے۔ وہ ہماری سمجھ اور علم سے باہر ہے۔ اسے محض اس لئے رد کر دینا کہ ہماری عقل اس کنہ کو نہیں پہنچ سکتی پہلے درجے کی نادانی ہے۔ اوّل تو انسانی عقل محدود ہے۔ دوم مختلف لوگوں کا دائرہ علم و عقل مختلف ہے۔ جو بات ایک کی عقل میں نہیں آتی وہ دوسرے کی عقل میں آ جاتی ہے۔ سوم دن رات کی علمی تحقیقات اور ترقیات کی وجہ سے صدہا باتیں جو کل تک سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ آج وہ سائنس کا جزو بنی ہوئی ہیں۔ مثلاً بے تار کی تاربرقی جب ایجاد ہوئی تو موجد کو دیوانہ سمجھا گیا۔ اہل سائنس نے اسکو خلاف عقل سمجھ کر اس کی ہنسی اڑائی، آج وہی چیز سائنس کی بہت بڑی ایجاد سمجھی جاتی ہے اس لئے بے تار کی تاربرقی خلاف عقل نہ تھی بلکہ اس زمانہ میں جب وہ ایجاد ہوئی، بالاتر از عقل تھی آخر علمی اکتشافات کی وجہ سے عقل کی وہاں تک رسائی ہو گئی۔ اسی طرح سینکڑوں امور روحانیت کے ہیں جو بالاتر از عقل ضرور ہیں مگر وہ خلاف عقل نہیں، روحانی تجربات اور علمی انکشافات کے ذریعے آخر عقل انسانی کی وہاں تک رسائی ہو جاتی ہے اور جسے عقل انسانی پہلے سمجھنے سے قاصر تھی۔ اس کے سامنے عقل انسانی کو سر جھکانا پڑتا ہے"

(مجدد اعظم حصہ سوم ص۳۱)

اسرار باطنیہ معلوم کرنیکے لئے الہام الٰہی کی ضرورت

ضرورت الہام کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ کائنات میں بعض اشیاء اس قدر خفیف اور دقیق ہوتی ہیں کہ ان کے مشاہدہ کے لئے ہماری برہنہ آنکھ کام نہیں دے سکتی۔ اور ہمیں ایک دوسرے آلہ یعنی خوردبین کی ضرورت لاحق ہوتی ہے، جس کے ذریعہ باریک در باریک اشیاء بآسانی نظر آ جاتی ہیں اسی طرح دقائق روحانیہ اور اسرار و غوامض باطنیہ کے معلوم کرنے کے لئے محض عقل انسانی کام نہیں دے سکتی۔ اس کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ الہام الٰہی ہے، وہ راز ہائے سربستہ اور اسرار باطنیہ جو ایک فلاسفر کی آنکھ دیکھنے سے معذور ہے ان کو ایک نبی ہی دیکھ سکتا اور بیان کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ خدائے علیم و خبیر سے بصیرت تامہ لے کر آتا ہے اور اس کی آنکھ الہام کے نور سے منور ہوتی ہے،

مذہب اور کائنات کے قوانین میں تضاد نہیں

نیز آپ نے فرمایا کہ ایک سچے مذہب کے قوانین اور اس کائنات کے قوانین میں تضاد نہیں ہو سکتا دونوں میں ایک تطبیق کا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ مقدم الذکر خدا کا قول ہے اور مؤخر الذکر خدا کا فعل۔ خدا کے قول اور خدا کے فعل میں تخالف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک ہی منبع اور ایک ہی سرچشمہ سے نکلے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کسی روحانی صداقت کی تصریح و تشریح کے لئے صحیفہ کائنات کو بار بار پیش کرتا ہے۔ گویا معلوم سے غیر معلوم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس کو بطور اصول قائم کر کے آپ نے ہستی باری تعالیٰ اور وحی و الہام کے وجود پر اس قدر شرح و بسط اور فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے کہ زبان تحسین مرحبا پکار اٹھتی ہے، تفصیل کے لئے آپ کی تصنیف براہین اور آئینہ کمالات اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اسلام کا مایہ ناز فرزند

غرض اس قسم کے سینکڑوں نکات حکمت ہیں جن سے آپ کی کتب بھری پڑی ہیں، بالبداہت آپ کا طرز استدلال اس قدر موثر، دلنشین اور فلسفیانہ ہے کہ بڑے بڑے فلاسفروں کو آپ کے استدلال کے سامنے سر تسلیم خم کئے بغیر چارہ نہیں، آپ کی تصانیف کے مطالعہ کرنیوالوں کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ آپ دنیا کے بہترین فلاسفروں کی صف اوّل میں جگہ پانے کے قابل ہیں۔ اور ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اگر یورپ ڈیکارٹ، نیٹشے اور سپنسر ایسے فلاسفروں پر ناز ہے تو اسلام کو مرزا غلام احمد کی ذات پر بجا طور پر ناز حاصل ہے اگرچہ ان دونوں میں فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ مقدم الذکر صرف عقل کی آنکھ سے اشیاء کو دیکھتے ہیں، اور مؤخر الذکر کو خدا نے عقل کی آنکھ بھی دی ہے اور معرفت کی آنکھ بھی۔ یعنے بصارت اور بصیرت دونوں سے متمتع فرمایا ہے

کسر صلیب کا کام

جن دلائل قطعیہ یقینیہ اور براہین نیرّہ سے آپ نے ادیانِ باطلہ کی تردید کی وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔ افسوس کہ اس مختصر سے تبصرہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں صرف اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے آپ کے زمانہ میں جو مذہب سب سے زیادہ فروغ پا رہا تھا اور جس کا اثر سب دنیا پر چھا رہا تھا وہ عیسائی مذہب تھا اور اسلام کا سب سے بڑا مخالف بھی یہی مذہب تھا۔ معہذا حضرت مجدد العصر کے منصب مسیحیت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ آپ اس مذہب کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمائیں تاکہ کسر صلیب کا عظیم الشان کام جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے باحسن وجوہ پایہ تکمیل کو پہنچے۔

وفات مسیح اور کفارہ

عیسائیت کا سارا دار و مدار کفارہ پر ہے یعنے ان کا عقیدہ ہے کہ مسیح تمام گنہگاروں کے گناہ اپنے سر پر لے کر مصلوب اور ملعون ہوا۔ اور جو شخص اس پر یعنی کفارہ پر ایمان لائے گا وہ نجات یافتہ قرار پائے گا اور گناہوں کی پاداش سے محفوظ و مصئون رہے گا۔

حضرت مجدد العصر نے اس باطل عقیدہ کی تردید نہ صرف قرآن مجید کے ادلہ قاہرہ سے کی بلکہ آپ نے اناجیل سے ہی ثابت کر دکھایا کہ مسیح صلیب پر نہیں مرے بلکہ ان کو زندہ اتار دیا گیا اور اس کے بعد وہ بھیس بدل کر یروشلم کے علاقہ میں پھرتے اور اپنے شاگردوں سے ملتے رہے۔ اور ازاں بعد اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں کشمیر پہنچے جہاں آپ ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہو گئے اور سری نگر محلہ خان یار میں مدفون ہوئے۔ جس صورت میں مسیح صلیب پر نہیں مرے اور نہ آپ ملعون ہوئے تو کفارہ باطل ہو گیا۔ ہٰذا المراد۔

کفارہ کے خلاف دوسرے دلائل

ابطال کفارہ کے سلسلہ میں آپ نے اور بھی بہت سے دلائل دیئے ہیں، مثلاً یہ کہ مسیحی صاحبان حضرت عیسیٰ کو مصلوب مان کر انھیں ملعون قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ لعنت کے مفہوم میں یہ امر داخل ہے کہ خدا انسان سے اور انسان خدا سے بیزار ہو۔ ایسا عقیدہ حضرت عیسیٰ کے متعلق نہایت ناپاک اور نامعقول

عقیدہ ہے۔ جو ہرگز قابل تسلیم نہیں لہذا کفارہ باطل ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کفارہ اللہ تعالےٰ کی صفت عدل اور رحم کے خلاف ہے۔ کسی گنہگار کو سزا دینا عدل ہے اور معاف کر دینا رحم۔ مگر بے گناہ کو سزا دینا صریح بے انصافی اور ظلم۔ کفارہ کے عقیدہ کے مطابق نہ تو خدا نے گنہگار کو سزا دی کہ اسے عدل کہتے اور نہ معاف کیا کہ اسے رحم کہتے بلکہ اپنے بے گناہ بیٹے کو پھانسی پر لٹکوا دیا۔ جو صریح بے انصافی اور ظلم ہے۔ زید کے گناہ کی پاداش میں بکر کو سزا دینا دنیا کا کوئی قانون جائز نہیں رکھتا اور یہی قرآن مجید کی تعلیم ہے الا تزر وازرۃ وزر اخریٰ، لہذا کفارہ بالبداہت غلط ہے۔

اسلام کا قدم مسیحی ممالک میں

غرض آپ نے ابطال عیسائیت پر ایسے ایسے زبردست دلائل دیئے کہ مخالفین کو مجال دم زدن نہ رہی۔ اور وہ مذہب جو اسلام کو فتح کرنے اُٹھا تھا اور جس کی پشت و پناہ پر بڑی بڑی سلطنتیں کفیل وہ خود مفتوح ہو گیا چنانچہ حضرت مجدد وقت کے شاگردوں نے یورپ میں جا کر عیسائیت کے بڑے بڑے مراکز کے اندر اسلامی مشن قائم کر دیئے اور تثلیث کی سرزمین میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا علم بلند کر دیا اور ان کے دلائل کے سامنے لارڈ ہیڈلے اور سر آرچیبالڈ اور ڈاکٹر مارکوس ایسے محققین کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

روح مادہ کی ازلیت پر بحث

تردید عیسائیت کے ساتھ ساتھ آپ نے ہندوؤں کے مختلف طبقات آریہ سماج۔ برہمو سماج۔ دیو سماج سناتن دھرم۔ اور بدھ مت کی تردید کی طرف بھی توجہ دی اور ان کے فلسفہ ہائے ضالہ اور عقائد باطلہ کا قرآنی فلسفہ سے ابطال کیا۔ اور اسلام پر ان کے اعتراضات بیہودہ کا قلع قمع کیا۔ آریہ سماج نے ایک طرف بت پرستی ترک کر کے شاستروں کی تعلیم کے خلاف توحید کا اعلان کیا تھا مگر اس کے ساتھ ہی مادہ اور روح کی ازلیت ابدیت اور اس کے غیر مخلوق ہونے کو اپنا مذہب قرار دیا۔ حضرت مجدد العصر نے ان کو نہایت مضبوطی سے پکڑا اور فرمایا کہ خدا کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ وہ ازلی، ابدی غیر مخلوق اور قائم بالذات ہے جب مادہ اور روح بھی ازلی ابدی غیر مخلوق اور قائم بالذات ہیں تو پھر یہ تین خدا ہو گئے۔ جو اپنی اپنی جگہ پر قائم ایک دوسرے سے علیحدہ اپنی اپنی صفات خاصہ سے متصف ہیں اور انکے لئے وہ کسی دوسرے کے محتاج نہیں۔ اگر ان میں سے ایک ناپید ہو جائے تو دوسرے کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا مثلاً اگر پرمیشر نہ رہے تو مادہ اور روح کی ہستیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ یہ امر بدیہی ہے کہ جب مادہ اور روح کی صفات اور ان کے خواص ازلی ابدی چلے آتے ہیں اور پرمیشر نے ان کو پیدا نہیں کیا تو پرمیشر کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس سے تو یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ پرمیشر ... ایک زاید ہستی ہے۔ غرضکہ حضرت ممدوح نے بدلائل قاہرہ ثابت کیا کہ آریہ سماج نے جس توحید کا ڈھونگ رچایا ہے دراصل یہ توحید نہیں بلکہ پرمیشر مادہ اور روح۔ ان تین خداؤں کی ترکیب یا فقط ایک تثلیث ہے جو انہوں نے قائم کی ہے اور اس کی لغویت بدیہی ہے۔ آریہ سماج کے نزدیک مادہ اور روح اپنی پیدائش میں خدا کے محتاج نہیں بلکہ خدا خود ان کا محتاج ہے۔ اگر مادہ اور روح نہ ہوں تو وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتا تو اس کی خدائی کیا ہوئی؟ اگر آج مادہ اور روح الگ ہو جائیں تو خدا صاحب کی خدائی کا جنازہ نکل جائے۔

قرآن کا خدا

حضرت مجدد العصر نے قرآن سے استدلال کرتے ہوئے اُن کو بتایا کہ دیکھو قرآن کا خدا صمد ہے یعنی یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ روح کا نہ مادے کا، بلکہ سب اس کے محتاج ہیں، اور جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ مادہ اور روح کو اسی نے پیدا کیا ہے اور وہ غیر مخلوق یا ازلی ابدی نہیں بلکہ مخلوق اور حادث ہیں، خدا کو انسان پر قیاس کر لینا کہ جب تک کوئی مادہ نہ ہو وہ کوئی چیز بنا نہیں سکتا اس کی خدائی کو بٹہ لگانا ہے۔ غرض خدا ہی سب کا خالق اور مالک ہے اور اس کی صفات میں نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کا کوئی ہم پلہ، اور یہی اصل توحید ہے جس کی تعلیم اسلام دیتا ہے۔

تناسخ کا مسئلہ

تناسخ کے مسئلہ کا بھی آپ نے نہایت معقول رنگ میں ابطال کیا۔ آریوں کا مذہب ہے کہ روحوں کی تعداد محدود ہے۔ خدا نئی روحیں نہیں پیدا کر سکتا۔ اور اس مشکل کو حل کرنے کے لئے پرمیشر نے ہر ایک روح کو اس کے گناہ کی پاداش میں آواگون کے چکر میں ڈال رکھا ہے۔ اور یہ چکر بھی اسی قدر لمبا چوڑا ہے کہ ہر گناہ کی پاداش میں ایک لاکھ چوراسی ہزار جُون بھگتنی پڑتی ہے اور یہ خطرناک چکر اس خاطر ہے کہ پرمیشر کی خدائی قائم رہے ورنہ اگر یہ غریب روحیں کسی طرح مکتی حاصل کر کے ان چکروں سے نکل جائیں تو پھر اور روحیں کہاں سے آئیں جن سے خدا کی خدائی چلے بس روحوں پر اس قدر زبردستی قبضہ اور ان کو آواگون کے چکر میں زبردستی پھنسائے رکھنے کا مقصد یہ نکلا کہ خدا کی خدائی چلتی رہے کیا اس کا نام انصاف ہے؟ .... آریہ سماج کے عقاید میں خدا میں رحم کی صفت تو پہلے ہی نہیں پائی جاتی ایک شخص گناہ کر کے خدا کے سامنے ہزار رو دے توبہ کرے اپنی اصلاح کرے لیکن خدا کو اس پر رحم نہیں آتا وہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ وہ اسے نہیں چھوڑے گا جب تک اس کو ایک لاکھ چوراسی ہزار جونوں میں نہ ڈال لے بس خدا میں رحم تو پہلے ہی نہ مانا جاتا تھا اور انصاف کا یہ حال ہے کہ بے گناہ ایک لاکھ چوراسی ہزار جونوں کا چکر چلا رکھا ہے تاکہ پرمیشر کی خدائی قائم رہے تو یہ تناسخ کی تھیوری محض ظلم اور جبر کی داستان بن کر رہ گئی نہ کہ عدل اور انصاف کی۔

کیا تفاوت مراتب سابقہ اعمال کا نتیجہ ہے

تناسخ کی تائید میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ دنیا میں اختلاف ہے اور اسے اعمال سابقہ کا نتیجہ بتایا جاتا ہے اس کے جواب میں جو کچھ حضرت امام العصر نے فرمایا اس کا خلاصہ مصنف مجدد اعظم کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:-

" قرآن کریم کے ارشادات کے ماتحت حضرت میرزا صاحب نے بتایا کہ دنیا کا اختلاف اعمال کا نتیجہ نہیں بلکہ اس اختلاف کا نتیجہ اعمال ہے۔ اگر دنیا میں اختلاف نہ ہوتا تو عمل کا وجود بھی نہ ہوتا دیکھو تو اختلاف کی ابتداء فطرت کائنات میں ہے نہ کہ نتیجۂ عمل، ابتداء کی طرف نظر ڈالو تو سورج چاند زمین سب میں اختلاف ہے، ان کے دائرہ گردش میں اختلاف ہے اگر یہ اختلاف نہ ہوتا تو وہ آپس میں ٹکرا کر فنا ہو جاتے۔ پھر زمین پر نظر ڈالو۔ جمادات میں اختلاف ہے، نباتات میں اختلاف ہے حیوانات میں اختلاف ہے۔ انسان میں مرد عورت میں اختلاف ہے۔ انسان کی طبائع اور ان کے رجحان و میلانات میں اختلاف ہے۔ اگر یہ اختلاف نہ ہوتے تو قسم قسم کے اناج اور غذا اور اجناس اور پھل ترکاریاں کہاں سے آتیں، طرح طرح کے جانور جو انسان کے لئے ضروری ہے کہاں سے آتے مرد و عورت کا باہمی اختلاف نہ ہوتا تو بقاء نسل انسانی کہاں سے ہوتی۔ اگر انسانی طبائع میں اختلاف نہ ہو تو مختلف پیشے اور مختلف طریق کار جن پر تمدن انسانی کی بنا ہے کہاں سے آتے۔ الغرض یہ اختلاف نہ ہوتا تو انسان کے لئے دائرہ عمل کہاں سے آتا۔ ان اختلافات کا ہی نتیجہ ہے کہ انسان ایک دوسرے کے کام آتا ہے اور اعمال کا ظہور ہوتا ہے۔ پس اختلاف پہلے ہے اور اعمال پیچھے ہیں۔ دنیا کا اختلاف عارضی اور وقتی ہے۔ ہر ایک شخص کو الگ الگ ماحول اور علیحدہ علیحدہ حالت میں رکھکر اس کے لئے .... ایک دائرہ عمل تجویز کر دیا گیا ہے، جس میں اس نے خدا کی رضا کے ماتحت چل کر اپنے مقصد تخلیق کو حاصل کرنا ہے۔ اس کی موجودہ حالت مقصد

نہیں بلکہ مقصد عمل ہے۔ مثلاً اگر ایک جماعت کے بچوں کا امتحان اس امر میں لینا ہو کہ انہیں سو تک گننا آتا ہے یا نہیں اور ان میں سے بعض بچوں کو گننے کے لئے کنکر دیدیئے جائیں تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان بچوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ ممتحن کا اصل مقصد گننا ہی ہے، اور کنکر ان بچوں کی ملکیت نہیں وہ محض گننے کو دیئے گئے ہیں۔ ان کو بخش نہیں دیئے گئے۔ جب وہ گن لیں گے تو ان سے واپس لے لئے جائیں گے۔ اسی طرح خدا نے انسان کو عمل کے لئے مختلف اعضا اور نعما دیئے ہیں۔ جو کچھ دیا ہے تھوڑا یا بہت، گھٹیا یا بڑھیا اس میں اصل مقصد عمل ہے۔ کہ جسے پیدا کیا گیا اور اسے یہ اعضا اور نعماء دی گئیں۔ وہ اپنے خالق اور مالک کی مرضی کے مطابق اپنے دائرہ کے اندر ٹھیک عمل کرتا ہے یا نہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد اس سے یہ چیزیں لے لی جائیں گی اور وہ مر کر اس زندگی کو اختیار کرے گا جو ان عملوں کا نتیجہ ہوگی۔ اگلی زندگی کے لئے اس کے ساتھ عمل جائے گا۔ یہ دنیا کی چیزیں یہیں رہ جائیں گی۔ ممکن ہے ایک غریب اس عارضی زندگی میں اچھے عمل کر کے اگلے جہان میں ہمیشہ کے لئے اعلیٰ زندگی کا وارث ہو جائے اور ایک امیر اس عارضی زندگی میں برے عمل کر کے اگلے جہان میں دکھ کی زندگی میں مبتلا ہو جائے۔ پس یہ عالم **دار العمل** ہے۔ اور اگلا عالم دار الجزا اس عالم کا اختلاف عمل کے لئے ہے۔ اور اسی لئے یہ عالم عارضی اور فانی ہے اور اگلے عالم کا اختلاف عمل کا نتیجہ ہوگا اور اسی لئے وہ عالم ابدی اور غیر فانی ہے۔

غرض کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے طرح طرح سے قدامت روح و مادہ و تناسخ کی دھجیاں اڑا دیں۔ اور اوپر کی عبارت تو محض ایک دو دلیلوں کا خلاصہ ہے۔ جس کا دل چاہے اصل کتب مثلاً سرمہ چشم آریہ۔ شحنہ حق۔ نسیم دعوت۔ آریہ دھرم چشمہ معرفت وغیرہ وغیرہ کا ملاحظہ کرے۔"

(مجدد اعظم حصہ سوم ص ۶۲-۶۳)

ذات پات اور نیوگ وغیرہ

علاوہ ازیں ہندوؤں میں ذات پات کی تعلیم نے جو بنی نوع انسان میں تفریق پیدا کر رکھی ہے اور اس کے بالمقابل اخوت اور مساوات کی جو تعلیم اسلام میں پائی جاتی ہے اس پر روشنی ڈال کر حضرت مجدد العصر نے اسلامی تعلیم کی فوقیت ظاہر کی اور آریوں کے مسئلہ نیوگ پر اور انکی اس گندی تعلیم پر ان کو ملزم گردانا اور اس کے مقابل اسلامی تعلیم کی پاکیزگی کا ثبوت دیا۔ وید اور قرآن مجید کی تعلیمات کا مقابلہ کر کے آپ نے ثابت کر دیا.................. کہ ویدک تعلیم ہر لحاظ سے ناقص اور نامکمل ہے اور قرآن مجید کی تعلیم ہر لحاظ سے اعلیٰ اور اکمل ہے۔

بدھ مت اور نروان

آپ نے بدھ مذہب کے فلسفہ نروان کا بھی جو دراصل رہبانیت کی تعلیم ہے رد کیا اور فرمایا کہ خالق نے جو جذبات انسان میں پیدا کئے ہیں ان کو فنا کرنے کی کوشش کرنا خالق کی منشاء کے خلاف ہے۔ خدا نے انسان کو مختلف طاقتیں اور جذبات عطا فرمائے ہیں اور ان کے صحیح طور پر استعمال کرنے میں ہی انسان کی ترقیات مضمر ہیں۔ خدا نے اگر انسان کو آنکھ دی ہے۔ تو اس کا یہ منشاء تو ہرگز نہیں کہ انسان دیکھنا چھوڑ دے۔ اسی طرح دوسرے قوٰی کا حال ہے۔ ہر طاقت کو اپنے اپنے محل پر استعمال کرنا چاہیئے اور یہی اس خالق کا منشاء ہے۔ اس کے خلاف قدم اٹھانا سراسر حماقت اور نادانی ہے۔

بابا نانک کا اسلام اور سکھ مذہب

آپ نے بابا نانک صاحب کو مسلمان ثابت کر کے سکھ مذہب پر اتمام حجت کر دیا۔ آپ نے تاریخی حالات سے ثابت کیا کہ بابا صاحب مسلمان تھے جیسا کہ مختلف جنم ساکھیوں کی تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ بابا صاحب حضرت بابا فرید شکر گنج رح کی صحبت میں بھی رہے۔ مکہ معظمہ کا حج بھی کیا۔ واپسی پر ملتان میں حضرت شاہ شمس تبریز کے مزار پر آپ نے چلہ کشی بھی کی۔ اسی طرح سرسہ میں آپ نے شاہ عبدالشکور کی خانقاہ میں بھی چالیس دن تک چلہ کشی کی، آپ نے چولہ بابا نانک صاحب اور پوتھی صاحب نکلوا کر سکھ صاحبان پر ثابت کر دیا کہ بابا صاحب کا مذہب اسلام تھا۔ اور وہ ایک بہت بڑے عاشق اسلام تھے۔ ان کے چولہ پر قرآن شریف کی آیات لکھی ہوئی ہیں اور کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی لکھا ہوا موجود ہے۔ اور یہ آیت بھی موجود ہے ان الدین عند اللہ الاسلام یعنے دین خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ بابا صاحب کی پوتھی جو گورو ہر سہائے ضلع فیروزپور میں ہے نکلوا کر دیکھی وہ قرآن مجید تھی۔ سکھوں میں یہ مسلم ہے کہ گورو بابا نانک صاحب اس پوتھی کو نہایت نذر عقیدت کے ساتھ ہر وقت گلے میں ڈالے پھرتے تھے۔ اور اس کو اکثر پڑھا کرتے تھے۔ سکھ لوگ بڑی بڑی دور سے اس پوتھی کے درشن کے لئے آتے اور اس پر چڑھاوے چڑھاتے رہتے ہیں۔ اس کو کھول کر نہیں دکھایا جاتا تھا حضرت مجدد العصر نے اس کو نکلوا کر ملاحظہ فرمایا اور ثابت ہوا کہ یہ قرآن مجید ہے، اصل بحث دیکھنے کے لئے ست بچن اور چشمہ معرفت کا مطالعہ کرنا چاہیئے

فلسفۂ اسلام کو غالب کر دکھایا

سطور بالا میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ اگرچہ بحر بیکراں میں سے ایک قطرہ بھی نہیں تاہم صاحبان عقل و فہم اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت مجدد العصر نے اس ریشنلزم کے زمانہ میں جب ہر شخص دلیل کا طالب ہے فلسفہ ہائے ضالہ اور ادیان باطلہ کی تردید اور اسلام کی تائید میں کیسی کیسی روشن دلائل سے کام لیا ہے۔ اور بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر دعوے اور دلیل کو قرآن مجید ہی سے لیا ہے۔ کسی زٹلی فلسفہ کی دریوزہ گری نہیں کی۔ آپ کا علم کلام بخلاف پہلے متکلمین کے افراط و تفریط کے نقائص سے پاک اور ٹھیٹھ اسلامی صداقتوں سے پر ہے۔ آپ وہ جری انسان ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے میدان مذاہب میں قدم رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"اسلام فتح پائے گا علوم جدیدہ کیسے
ہی زور آور حملے کریں ....
مگر انجام ان کا ہزیمت ہے۔"

جو کہا تھا وہ کر کے دکھا دیا۔ فلسفہ قرآن کو تمام فلسفہ ہائے ضالہ پر غالب کر کے دکھا دیا۔ جس کا کسی قدر ثبوت ہم صفحات بالا میں دے آئے ہیں۔ مثلاً ۱۸۹۶ء میں جلسہ اعظم مذاہب کے موقعہ پر آپ کا مضمون فلسفۂ اسلام پر سب مضامین پر غالب رہا۔ جس کا اعتراف دشمنان اسلام نے بھی کیا۔ آریوں کے ساتھ مباحثہ کر کے ان کو شکست فاش دی، عیسائیوں سے مناظرہ کر کے ان کو لاجواب کر دیا جس کی ایک دنیا گواہ ہے، زیادہ تفصیلات کے لئے آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

تمام مسائل اسلام کو واضح اور روشن کر دیا

اسلام کا کوئی مسئلہ نہیں جس پر آپ نے قلم نہ اٹھایا ہو، اور دین کا کوئی ایسا اصول نہیں جس پر آپ نے روشنی نہ ڈالی ہو، ہستی باری تعالےٰ۔ صفات باری تعالےٰ۔ ملائکہ۔ وحی و الہام۔ معجزات فلسفۂ دعا۔ حقیقت جنت و دوزخ۔ مسئلہ شفاعت۔ مسئلہ تقدیر۔ مسئلہ خیر و شر۔ مسئلہ نسخ۔ حقیقت جہاد۔ مسئلہ خلافت۔ مسئلہ عصمت انبیاء۔ مسئلہ قربانی فلسفۂ اخلاق۔ حقیقت عرش۔ وغیرہ وغیرہ پر آپ نے کماحقہ روشنی ڈالی ہے اور ان کی حقیقت اور صداقت کو نہایت معقول رنگ میں کھول دیا ہے۔

اسلام کی دلکش اور خوبصورت تصویر

آپ کے قلم معجز رقم نے اسلام کی ایسی دلکش اور خوبصورت تصویر کھینچی ہے کہ انسان کا دل

اس کی طرف کھنچے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لارڈ ہیڈلے نے جب آپ کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھی تو اس پر ایک عالم بے خودی طاری ہو گیا، اور وہ بار بار اپنی زبان سے کہتا تھا:

"اللہ! اللہ! یہ ہے اسلام! یہ ہے اسلام!"

یورپ کے جس شخص نے اس کتاب کو پڑھا وہ اسلام کے گن گانے لگا۔ مشہور روسی فلاسفر کونٹ "ٹالسٹائی" یہ کتاب پڑھتا تھا اور سر دھنتا تھا۔ بڑے بڑے دہریوں نے اس کتاب کا مطالعہ کرکے اسلام کی صداقت کے سامنے سر جھکا دیا۔

حضرت خواجہ کمال الدین رح نے ایک دفعہ فرمایا کہ لندن میں ایک مجمع میں تقریر کرنے کے بعد حاضرین کی طرف سے اعتراضات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ لیکن ان کے جواب کے لئے مجھے کوئی دقت پیش نہ آئی کیونکہ کوئی اعتراض ایسا نہ تھا جس کا جواب میں نے پہلے ہی حضرت صاحب کی کتب میں نہ پڑھا ہو یہ ایک گاؤں میں رہنے والے انسان کا حال ہے۔ دراصل آپ پر خدا نے علم کے دروازے کھولے تھے ورنہ کجا قادیان اور کجا یورپ کے علوم جدیدہ۔

صداقت اسلام کا ثبوت آسمانی نشانات سے

دلائل کے میدان میں آپ کا اشہب قلم جس تیزی سے چلا ہے وہ ظاہر ہی ہے، لیکن ایک عظیم الشان بات جو آپ سے ظہور میں آئی وہ یہ تھی کہ آپ نے اعلان فرمایا کہ میں اسلام کی صداقتوں کا زندہ ثبوت ہوں۔ میں نے اسلام کا اتباع کیا۔ میں نے قرآنی تعلیم اور حضرت **محمد رسول اللہ** کا اتباع کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ **خدا مجھ پر ظاہر ہوا**۔ اس نے مجھے اپنا قرب بخشا۔ وہ مجھ سے کلام کرتا ہے۔ مجھ پر غیب کی باتیں کھولتا ہے۔ میری دعاؤں کو سنتا اور ان کے جواب دیتا ہے۔ اسلام کی صداقت پر شک کرنے والے آئیں اور **آسمانی نشانات** کا بچشم خود ملاحظہ کر لیں۔ اگر ان کے لئے دلائل کام نہیں دے سکتے تو مشاہدات اور تجربات سے ہی اپنا اطمینان کر لیں۔

روحانی سائنس کا علم اور تجربہ و مشاہدہ

علامہ شبلی مرحوم اپنی تصنیف علم الکلام میں جس کا حوالہ ابتدا میں نقل کیا گیا ہے تحریر فرماتے ہیں:-

"آج بدیہیات اور تجربہ کا زمانہ ہے محض قیاسیات عقلی اور احتمال آفرینیوں سے کام نہیں چل سکتا۔"

سبحان اللہ! زمانے کے اس اقتضا کو حضرت مجدد العصر نے باحسن وجوہ پورا کیا۔ آپ نے اس مادہ پرست دنیا میں نہایت شد و مد سے اس حقیقت کو پیش کیا کہ اسلام صرف چند مخصوص عقاید ہی کا نام نہیں بلکہ یہ ایک **روحانی سائنس** ہے۔ اور مادی سائنس کی طرح یہ روحانی سائنس بھی بدیہیات تجربات اور مشاہدات سے اپنی صداقت پیش کر رہی ہے جس کا ثبوت میں دیتا ہوں، اس زمانہ میں اس روحانی سائنس کا علم مجھے دیا گیا ہے، میں اس میں صاحب تجربہ اور صاحب مشاہدہ ہوں اور میں دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ کر اپنا اطمینان کر لے۔ میں ہر ایک طالب حق کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ میری چند روزہ صحبت میں صداقت اسلام کے ثبوت میں خدائی نشانات کا نظارہ کر لے گا۔

مخالفین کو نشانات دیکھنے کی دعوت

چنانچہ ایک جگہ مخالفین کو دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

وز سر صدق و ثبات عم خوری
روزگارے در حضور ما بری
عالمے بینی ز ربانی نشاں
سوئے رحماں خلق و عالم راکشاں
گر خلاف واقعہ گفتم سخن
راضیم گر تو سرم بوئی ز تن
راضیم گر خلق بر دارم کشند
از سر کیں باصد آزارم کشند
راضیم گر باشدم ایں کیفرے
خوں رواں بر خاک افتادہ سرے
راضیم گر مال و جان و تن رود
وآنچہ از قسم بلا بر من رود

دیکھئے کس یقین اور درد دل سے نکلے ہوئے یہ الفاظ ہیں۔ مخالفین کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس آ کر تم نے کوئی ربانی نشان صداقت اسلام پر نہ دیکھا تو جو سلوک چاہو مجھ سے روا رکھو۔ میرا سر تن سے الگ کر دو۔ مجھے دار پر کھینچو۔ مجھے ہلاک کر ڈالو۔ اور جو سختی چاہو روا رکھو۔ میں ہر ایک پاداش اور سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ اب اس سے بڑھ کر اتمام حجت اور کیا ہو سکتی ہے؟ آپ مخالفین سے کہتے ہیں کہ تم کچھ عرصہ کے لئے میرے پاس آ جاؤ۔ صداقت اسلام کے نظارے تمہارے مشاہدہ میں آ جائیں گے۔ تم خود تجربہ کرکے دیکھ لو گے کہ فی الواقعہ اسلام سچا مذہب ہے اور اسلام کی اتباع سے ہی انسان خدا کو پا سکتا ہے۔ علامہ شبلی رح نے اس زمانہ میں جن بدیہیات اور تجربہ کی ضرورت کا اظہار کیا وہ مجدد العصر نے کما حقہ پوری کرکے دکھا دی۔ پس مخالفین کے لئے مفر کہاں ہے؟

استجابت دعا سے صداقت اسلام پر دلیل

آپ نے اپنی کتب میں اپنے الہامات اور کشوف درج فرمائے ہیں اور استجابت دعا کے نمونے اور پیشگوئیاں جو من و عن پوری ہوئیں تحریر فرمائی ہیں۔ تاکہ اس مادی دنیا کو معلوم ہو سکے کہ فی الحقیقت **خدا** ہے۔ وہ اپنے بندوں سے بولتا ہے اور ان کو نشان دکھاتا ہے۔ **اور وہ خدا صرف اسلام میں ہی مل سکتا ہے۔ اسلام کی اتباع سے ہی انسان اللہ تعالےٰ کے قرب اور اس کی ہمکلامی کی دولت سے متمتع ہو سکتا ہے۔** اسلام صرف اخروی نجات کا وعدہ ہی نہیں کرتا بلکہ اس دنیا میں بھی اسلام کی اتباع سے خدا تعالےٰ انسان کو مبشرات اور روحانی نعما سے بہرہ اندوز کرتا، اس کی نصرت اور تائید کے عجیب در عجیب کرشمے دکھاتا اور اس کی دعاؤں کو سنتا اور جواب دیتا ہے، اور دوسرے تمام مذاہب ان برکات سے بے بہرہ اور تہیدست ہیں۔

احیائے اسلام میں آپ کا بلند مقام

غرض آپ نے نہ صرف دلائل قاہرہ اور براہین نیرہ سے ہی بلکہ اپنے الہامات۔ کشوف پیشگوئیوں استجابت دعا کے نمونوں اور نشانات سماوی سے بھی اسلام کی صداقت کو تمام مذاہب عالم پر غالب کرکے دکھا دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ قرآن ہی ایک زندہ کتاب اور محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہی ایک زندہ نبی ہیں کیونکہ صرف ان کی اتباع سے ہی خدا کا قرب حاصل ہو سکتا ہے، اور انسان برکات و نعمائے روحانیہ سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے۔

لاغیر۔ اس زمانہ میں احیائے اسلام کی جو خدمت آپ نے سر انجام دی اس مقام کو نہ اسلام کا مشہور فلسفی ابن رشد پہنچ سکا۔ نہ ابوالحسن اشعری، نہ فخرالدین رازی۔ نہ امام غزالی۔ اور نہ کوئی اور یہ مقام اس زمانہ کے مجدد کے لئے ہی مخصوص تھا جو مسیح موعود اور مہدی زمان بھی ہے۔

آپ کا علم کلام دنیا میں پھیلانے کی ضرورت

ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کا پیدا کردہ علم کلام دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچایا جائے۔ اور اس نور سے جو آپ لے کر آئے دنیا کو منور کیا جائے۔ اس حقیقت کو تاسف کے ساتھ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی تصانیف جو ہدایت اور نور سے پر ہیں اور جن سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ وابستہ ہے شائع کرنے میں بہت کچھ کوتاہی سے کام لیا گیا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ جس قدر ان نادر تصانیف کی اشاعت عمل میں آئے گی اسی قدر دنیا میں ہدایت اور نور پھیلے گا۔ اور اسی قدر **اسلام کی صداقت** کا آفتاب درخشاں ہو کر دنیا کے تاریک گوشوں کو منور کرے گا۔

ہم نے خود اسلام کو تجربہ کرکے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
(مسیح موعود)

اقبال کا مردِ حق اور حضرت مجددِ وقت کی خصوصیت

مولوی احمد یار صاحب ایم اے

حضرت مرزا صاحب کی بعثت کے وقت مسلمانوں کی حالت

بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جب مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تو اس وقت تمام دنیا کے مسلمانوں کی عجیب حالت تھی۔ اگر ایک طرف وہ سیاسی طور پر آخری سانس لے رہے تھے، تو دوسری طرف روحانی طور پر بالکل ختم ہو چکے تھے۔ عالمِ اسلام پر مایوسی کا ایک عالم طاری تھا۔ مستشرقین یورپ اور دیگر مذاہب کے اعتراضات سے تعلیم یافتہ مسلمان اس قدر متاثر ہو چکے تھے کہ اسلام کی تبلیغ تو کجا اپنے آپ کو مسلمان کہلانا بھی باعثِ شرم سمجھتے تھے۔ علماء اسلام اور پیرانِ طریقت دنیا اور اسکے تقاضوں سے بالکل بے خبر اپنے فروعی جھگڑوں اور سرود سماع کی مجالس میں مگن تھے۔ انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان ان علماء اور صوفیا کو جاہل، کوڑمغز اور قدامت پرست خیال کرتے تھے اور یہ انہیں ملحد و بے دین اور کافر گردانتے تھے۔ غرضیکہ آپ ایسے وقت میں تشریف لائے جبکہ مسلمانوں پر ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ اور ان میں سے ایک بہت بڑا گروہ اپنی کم علمی کی وجہ سے اسلام سے ہی بیزار ہو چکا تھا۔

صداقتِ اسلام کا نعرہ

ان حالات میں آپ نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور سربلندی کا نعرہ بلند کیا اور بموجب ارشاد خداوندی دینِ اسلام کی خدمت کے لئے کھڑے ہو گئے اور ساری دنیا کو للکار کر کہا ؎

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والے جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

آپ کی آمد اور اس منادی سے باطل پرستوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی اور جو لوگ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر حملہ آور ہو رہے تھے، آپ نے دلائل و براہین سے اسلام کی عظمت کو ان پر واضح کیا اور اس کے مقابلہ میں خود ان کے مذاہب کی خامیاں اور کمزوریاں کھول کر بیان کیں جس سے وہ ذاتی حملوں اور ناپاک بہتان طرازیوں پر اتر آئے۔

مُردہ دلوں میں حیاتِ نو

ادھر اہلِ اسلام کو جو مایوس اور ناامید نظر آتے تھے آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ؎

بگوئید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

آپ کی اس ندا اور ایمان افروز تقریروں سے مسلمانوں کے مردہ دلوں میں حیاتِ نو پیدا ہو گئی اور یاس و نا امیدی کی جگہ امید اور تازگی نے لے لی۔ وہ مسلمان جو کل تک مسلمان کہلانے سے شرماتے تھے آپ کے انفاسِ قدسیہ کی بدولت اسلام کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے قابل ہو گئے۔ اور وہ نور اور ایمان ان کے دلوں کے اندر پیدا ہوا کہ مخالفین دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔

اقبال کا مردِ حق

آپ کے کارناموں اور خدمتِ اسلام کو دیکھ کر مردِ حق کی تعریف علامہ اقبال مرحوم نے جو کی ہے، وہ آپ پر پوری طرح صادق آتی ہے ؎

مردِ حق از آسماں افتد چوں برق
ہیزم او شہر و دشت و غرب و شرق
ما ہنوز اندر ظلامِ کائنات
او شریکِ اہتمامِ کائنات
او مسیح و او کلیم و او خلیل
او محمدؐ او کتاب او جبریل

معاند مولویوں کی غوغہ آرائی

واقعی احیاء اسلام اور تجدید دینِ متین کی تحریک جو آپ نے شروع کی اس نے مسلمانوں کے ہر طبقہ کو متاثر کیا اور آپ کی اس تحریک کا چرچا مشرق و مغرب میں ہونے لگا۔ اگرچہ بعض کوتاہ اندیش علماء اور روحانیت سے خالی صوفیا نے آپ کی مخالفت بھی شدید کی اور آپ کے خلاف وہ جوش و خروش دکھایا جو ہمیشہ سے معاندینِ اہلِ حق کا شیوہ چلا آیا ہے۔

عاشقانِ خدا و رسول آپ کے زمرہ ناصرین میں

آپ نے ان کی غوغہ آرائی کی ذرّہ بھر پروا نہ کی اور جو تجدیدِ دین کا کام آپ کے سپرد ہوا تھا اسے کرتے چلے گئے۔ جن لوگوں کے دلوں میں اللہ اور رسول کی محبت اور قرآن اور سنت کا عشق تھا وہ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور تائیدِ دین کے لئے آپ کے زمرہ ناصرین میں شامل ہو گئے۔

شامل نہ ہونیوالوں کا حسنِ اعتقاد

اس زمانہ میں جو بھی ایسا مسلمان تھا جس کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی محبت تھی وہ اگر کسی وجہ سے آپ کی جماعت میں شامل نہ ہو سکا تو آپ کے ساتھ حسنِ ظن و حسنِ عقیدت ضرور رکھتا تھا اور آپ کی تحریک کو احیاء اسلام کی تحریک یقین کرتا تھا۔

علامہ اقبال کی شہادت

اس کے ثبوت میں مَیں علامہ اقبال مرحوم و مغفور کی اس شہادت کو پیش کرتا ہوں جنہیں آجکل مخالفین تحریک سند ہر معاملہ میں بطور سند پیش کرتے ہیں، چنانچہ علامہ اقبال مرحوم کی توجہ جب قادیانی اخبار "سن رائز"۔۔۔ کے ایک خط کی طرف مبذول کرائی گئی۔ جس میں علامہ صاحب کی ایک تقریر کا حوالہ دے کر ان پر تناقض کا الزام لگایا گیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا :۔

"افسوس ہے کہ میرے پاس نہ وہ تقریر اصل انگریزی میں محفوظ ہے نہ اس کا اُردو ترجمہ جو مولٰنا ظفر علی خاں نے کیا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ تقریر میں نے ۱۹۱۱ء یا اس سے قبل کی تھی اور مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی پیشتر مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی اس تحریک سے بہت پہلے مولوی چراغ علی مرحوم نے جو مسلمانوں میں کافی سربرآوردہ تھے اور انگریزی میں اسلام پر بہت سی کتابوں کے مصنف بھی تھے، بانی تحریک کے ساتھ تعاون کیا اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کتاب مسمّٰی "براہین احمدیہ" میں انہوں نے بیش قیمت مدد بہم پہنچائی لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی۔ اسے اچھی طرح ظاہر کرنے کے لئے برسوں چاہئیں تحریک کے دو گروہوں کے باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستے پر پڑ جائے گی۔ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت۔ بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعوےٰ کیا گیا۔ اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی۔ جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت صلعم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔"

(رسالہ احمدیت اور اسلام صفحہ ۱)

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ واضح ہے کہ علامہ مرحوم کم از کم بانیٔ تحریک احمدیت اور آپ کے جانشین حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک اس تحریک کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے تھے اور اس سے انہیں عمدہ نتائج برآمد ہونے کی توقع تھی ویسے تحریک احمدیت سے متاثر ہونے کی مثالیں آپ کے اشعار میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ ینسلون

(باقی بر صفحہ ۲۵)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دینی و روحانی مشاہدات و تجربات

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

مامور کا سب سے پہلا کام

ہر ایک کا اپنا اپنا مذاق ہوتا ہے۔ اور وہ مسائل اور معاملات کی جانچ پڑتال بھی اسی مذاق کے مطابق کرتا ہے میرا بھی اپنا ایک مذاق ہے اور میں نے حضرت مسیح موعود کے دعویٰ ماموریت کو اسی مذاق سے جانچا ہے میرا خیال یہ ہے کہ ایک آدمی جو خدا سے تعلق رکھتا ہو اس کا سب سے اوّل کام یہ ہونا چاہیئے کہ خالص روحانی مسائل کو ہماری سمجھ کے قریب کر دے بلکہ اپنی قلبی کیفیت اور دلائل عقلی اور اعمال سے ہمارا ایمان ان باتوں پر پیدا ایمان پیدا کردے جن کو مانے بغیر مذہبی زندگی بے معنی بن جاتی ہے۔ ان روحانی مسائل میں سے سب سے بڑا مسئلہ ہستی باری تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر اس کا انسان سے بولنا یعنی وحی و الہام وغیرہ۔ پھر وجود ملائک پھر دعا اور اس کی قبولیت۔ پھر...... زندگی بعد الموت یہ سب کے سب ضروری حقائق ہیں۔ مگر عام لوگوں کے لئے یہ محض ایمانیات ہیں یعنی اعتقادی نظریات تاہم کچھ انسان ایسے بھی ہونے چاہئیں جن کے لئے یہ مشہود حقائق ہوں اور ان کا مشہود ہونا ان کی قلبی کیفیت سے ان کے بیانات سے اور ان کے کاروبار سے لوگوں کو محسوس ہو ورنہ جیسا کہ آج کل کے لوگوں کا حال ہے اعتقادی طور پر بھی لوگوں کا ایمان ان امور سے آہستہ آہستہ اٹھتا چلا جائے گا۔

برگزیدہ الٰہی کی شناخت

تاریخ کو پڑھ کر دیکھ لو۔ فی الواقع جو لوگ خدا کا مشاہدہ کر لیتے ہیں ان میں خدا کے لئے ایک بے پناہ جذبہ ہوتا ہے۔ محض خدا کے نام کے ذکر سے ان کا سارا شعور بیدار ہو جاتا ہے۔ خدا کے ذکر اور اس کے بیان سے وہ ایک لذت محسوس کرتے ہیں جس سے باقی دنیا بیگانہ ہوتی ہے۔ ایک عقلمند انسان کے لئے ایک برگزیدہ الٰہی کی یہی شناخت کافی ہے۔ کارلائل نے آنحضرت صلعم کی قسم کے رجال عظیم کا ذکر کرتے ہوئے ایک بڑی پتہ کی بات کہی ہے۔ اس نے لکھا ہے:۔

> کسی نہ کسی طرح سے ہم سب محسوس کر لیتے ہیں کہ جو الفاظ ان کے منہ سے نکلتے ہیں وہ اور لوگوں کی طرح نہیں۔ واقعات کی اندرونی حقیقت سے نکل کر وہ ہمارے سامنے آتے ہیں وہ ہمہ آن اس کی معیت میں رہتے ہیں اور وہ مجبور ہیں کہ رہیں"

کیا ہی خوب کہا ہے۔ ایک خدا کے آدمی کی پہچان ایک سمجھدار آدمی کے لئے مشکل نہیں بشرطیکہ وہ اسے پہچاننا چاہتا ہو۔ اس کی باتیں بتا دیتی ہیں کہ شعور کس سطح سے بول رہا ہے۔ اس کی باتیں فی الواقع دوسرے لوگوں کی باتوں سے مختلف ہوتی ہیں، اس کا طرز بیان اس کا لب و لہجہ اور لوگوں سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے پھر اس کا بیان بتاتا ہے کہ وہ قیاس اور تخیل اور روایات کی بناء پر بات کرتا ہے یا مشاہدہ کی بناء پر۔ اس کے بیان میں ایک شوکت اور شگفتگی ہوتی ہے اس کے الفاظ میں ایک یقین کا نور چمکتا نظر آتا ہے جو دوسرے کے دلوں میں یقین پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔

اور مضامین میں ممکن ہے کہ اور قسم کے لوگ بازی لے جائیں مگر خالص روحانی امور میں دوسرے لوگ اس طرح ماند پڑ جاتے ہیں جیسے سورج کے سامنے دوسری روشنیاں۔ یہی اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ ان باتوں کا کہنے والا فی الحقیقت امور روحانی کا پورا ماہر ہے۔

ہستی باری تعالیٰ کے متعلق مسیح موعودؑ کا بیان

اس نقطہ نگاہ سے حضرت مرزا صاحب کے چند ایک بیانات نمونۃً پیش کرتا ہوں خدا تعالیٰ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے قابل ہے۔ اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو، اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچا لیگا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دل میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔"

کیا یہ الفاظ خود نہیں بتا رہے ہیں کہ کہنے والا کن جذبات کا مالک ہے اور ان جذبات کا منبع کیا ہے کیا یہ کلمات روایتی اور کتابی علم کی سطح سے باہر نکل سکتے ہیں۔ خدا کا وجود منوانے کے لئے یہ بے چینی اور تڑپ کیا کبھی کسی اور طرح کے آدمی کو ہوئی ہے یا ہو سکتی ہے؟

وحی اور الہام کے متعلق آپ کی وضاحت

پھر وحی اور الہام کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"منجملہ ان انعامات کے یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کریم اپنا فصیح اور لذیذ کلام وقتاً فوقتاً اس کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے جو الٰہی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایک نور اس کے ساتھ ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے۔ اور ایک ربانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کدورتوں سے پاک ہوتا ہے"

(حقیقۃ الوحی)

یہ صرف مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ الہام اور وحی کی کیفیت کو جس بسط اور صفائی سے آپ نے بیان کیا ہے اس کی مثال کم از کم میں نے اس موضوع پر کسی اور کتاب میں نہیں دیکھی۔ کیا ممکن ہے کہ بغیر مشاہدہ کے اور بغیر وسعت مشاہدہ کے اس مسئلہ پر اتنی وضاحت اور شگفتگی کے ساتھ کوئی ایسا بیان پیش کر سکے، بالخصوص جبکہ اس موضوع پر اس سے پیشتر کا کوئی قابل ذکر لٹریچر ہی موجود نہ ہو۔

فرشتوں کے متعلق آپکا ذاتی مشاہدہ

پھر فرشتوں کا وجود ثابت کرنے کے لئے آپ نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ بھی آپ ہی کا حصہ ہے اور اس کی کوئی دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ مذہب اسلام کی یہ خدمت بجائے خود تجدید دین کا ایک بڑا کام ہے، کاش مسلمان اپنے ہوش میں ہوتے اور اس خدمت کی قدر کرتے فرماتے ہیں:۔

" جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بندھا ہوا قانون قدیم سے ہمارے افاضہ کے لئے چلا آتا ہے کہ ہم کسی دوسرے کے توسط سے ہر ایک فیض خدا تعالےٰ کا پاتے ہیں، ہاں اس فیض کے قبول کرنے کے لئے اپنے اندر قوے بھی رکھتے ہیں۔ جیسے ہماری آنکھ روشنی قبول کرنے کے لئے ایک قسم کی روشنی اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور ہمارے کان بھی ان صداؤں کے قبول کرنے کے لئے جو ہوا پہنچاتی ہے ایک قسم کی حس اپنے اعصاب میں موجود رکھتے ہیں لیکن یہ تو نہیں کہ ہمارے قوے ایسی مستقل اور کامل طور پر اپنی بناوٹ رکھتے ہیں کہ ان کو خارجی معینات اور معاونات کی کچھ بھی ضرورت اور حاجت نہیں۔ مثلاً اگرچہ ہماری آنکھیں کیسی ہی تیز بین ہوں

مگر پھر بھی ہم آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور ہمارے کان کیسے ہی شنوا ہوں مگر پھر بھی ہم اس ہوا کے حاجتمند ہیں جو آواز کو اپنے اندر لپیٹ کر ہمارے کانوں تک پہنچا دیتی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ صرف ہمارے قوٰی ہماری انسانیت کی کل چلانے کے لئے کافی نہیں ہیں ضرور ہمیں خارجی مددوں اور معاونوں کی حاجت ہے۔"

اس کے بعد آپ فرشتوں کی صفات بیان کرتے ہیں جس کی تفصیل آپ ہی کا حق ہے۔ اور پھر انسانی روح اور خداتعالےٰ کے درمیان فرشتوں کے واسطہ کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"چونکہ خداتعالےٰ ...... بوجہ اپنے مقدس نام کے نہایت تجرد اور تنزہ میں ہے اس لئے وہ چیزیں جو انانیت اور ہستی محجوبہ کی کثافت سے خالی نہیں اور محجوب بانفسہا ہیں اس مبداء فیض سے کچھ مناسبت نہیں رکھتیں اور اس وجہ سے ایسی چیزوں کی ضرورت پڑی جو من وجہ خداتعالےٰ ...... سے مناسبت رکھتی ہوں اور من وجہ اس کی مخلوق سے ...... وہ قومیت بوجہ ہمارے محجوب بانفسہا ہونے کے براہ راست ہم پر نازل نہیں ہوتی ...."

اس بحث کو یہیں ختم نہیں کیا آگے فرماتے ہیں:-

"عارف لوگ اپنے مکاشفات کے ذریعہ سے جو اکثر بیداری میں ہوتے ہیں فرشتوں کو روحانی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں اور ان سے باتیں کرتے ہیں اور کئی علوم ان سے اخذ کرتے ہیں اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ میں اس بیان میں صادق ہوں کہ بارہا عالم کشف میں میں نے ملائک کو دیکھا ہے اور ان سے بعض علوم اخذ کئے ہیں اور ان سے گذشتہ یا آنے والی خبریں معلوم کی ہیں جو مطابق واقعہ تھیں ......"

کیا آج اس زمانہ میں اور کوئی ہے جو انتہائی عقلی دلیل کے علاوہ ملائک کے وجود پر اپنے مشاہدہ کو پیش کر کے مذہب کے اس اہم اعتقاد کو زندہ اور مضبوط کر سکے ؟ اس تشکک اور سیلے دینی کے دور میں حضرت مرزا صاحب نے اسی ایک شہادت سے زمانہ کے ایک کتنے بڑے تقاضا کو پورا کیا ہے۔

دعا اور اسکے اثر کے متعلق آپکی شہادت

دینی معتقدات میں ایک اہم اعتقاد دعا کے اثر سے متعلق ہے۔ اگر ایک مدبر بالارادہ خدا ہے جو ہماری ہر بات میں دخل دے سکتا ہے تو ہر موقعہ پر اپنی حاجت کو اس کے سامنے ہم پیش کر سکتے ہیں اور ایسا پیش کرنا معنی بھی رکھتا ہے مگر بالمقابل اس کے اگر خدا اشیاء اور قوانین بنا کر اس کائنات سے الگ ہو گیا ہے اور اپنا سب اختیار رکھ بیٹھا ہے تو وہ بے معنی ہے اس

قانون کے نفاذ اور خدا کے لاانتہا تصرف کے جھگڑے کو مٹانے کی طاقت نہ رکھتے ہوئے اکثر لوگوں نے یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ دعا صرف اپنے دل کی تسلی کے لئے ہے کہ جب کوئی چارہ نہ رہے تو کم از کم اطمینان قلب تو دعا سے حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی خدا تو حالات بدلنے سے عاجز ہے مگر ہمارے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ہم صبر دکھلائیں، خدا کا یہ تصور آہستہ آہستہ انسان کو ...... لامذہبیت کی طرف لے جاتا ہے۔ حضرت نے صحیح فرمایا ہے کہ جو خدا مادی عالم میں ہماری مدد نہیں کر سکتا کس طرح یقین ہو کہ وہ روحانی عالم میں بھی ہمارے کام آسکے گا؟ اسی لئے دعا کی ضرورت اور اس کے فی الواقعہ فائدہ مند ہونے کو آپ نے بڑے زور سے ثابت کیا ہے۔ اس پر آپ نے ایسی بحث کی ہے کہ ایک منکر مذہب کو قائل ہونا پڑتا ہے، چنانچہ اپنی کتاب ایام الصلح میں فرماتے ہیں :-

"الغرض جب کہ ہماری روح ایک چیز کی طلب میں بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبداء فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پا کر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈتی ہے، تو درحقیقت ہماری وہ حالت بھی دعا کی ہی ایک حالت ہوتی ہے۔ اسی دعا کے ذریعہ سے دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں اور ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے ...... ہمارا سوچنا، ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب امر مخفی کے لئے خیال دوڑانا یہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں صرف فرق یہ ہے کہ عارفوں کی دعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور ان کی روح مبداء فیض کو شناخت کر کے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور محجوبوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔"

کس شان کا قول ہے۔ عالم فکر میں جو بلندی اس قول کو حاصل ہے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو علوم فلسفہ اور نفسیات سے پوری واقفیت ہے۔ ایک اتنی بڑی روحانی حقیقت کو فکر کی زبان میں ایسی سادگی اور صفائی سے پیش کیا گیا ہے کہ اس کی مثال دنیا میں ملنی مشکل ہے یہ صرف مذہب کی ہی خدمت نہیں بلکہ دنیا کے فکری ذخیرہ میں ایک بہت بڑا اضافہ ہے جس کے لئے فکری دنیا ہمیشہ کے لئے آپ کی ممنون رہیگی۔

مگر اس بحث کو آپ نے یہیں ختم نہیں کیا۔ اپنی کتاب برکات الدعا میں فرماتے ہیں :-

"اور کامل دعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہٖ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں ...... تصرف کرتی ہے۔ اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب

ہے ...... اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے ...... وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں۔ جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں"

دیکھئے ایک باریک روحانی حقیقت کو کس طرح ایک عیاں تاریخی واقعہ کی شہادت پر استوار کر دیا۔ حقیقت کے سوائے کون اس طرح ان الجھی ہوئی باتوں کو اس آسانی سے سلجھا سکتا ہے؟

مگر حسب معمول آپ اس مسئلہ کو یہیں نہیں چھوڑتے فرماتے ہیں :-

"اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھتا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبیعہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے"

زندگی بعد الموت کے متعلق آپکے قیمتی شواہد

اسی طرح زندگی مابعد الموت کے مسئلہ کو جس وضاحت سے آپ نے بیان فرمایا ہے اور اس بیان میں جو صفائی اور مطابقت اور تسلسل اور وثوق پایا جاتا ہے وہ بھی اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ مذہبی لٹریچر میں اس کی مثال کوئی نہیں۔ پڑھنے والا کتنے ہی مخالفانہ خیال سے پڑھے پڑھنے کے بعد اس کے افکار میں ایک تزلزل ضرور پیدا ہوگا۔ اس مسئلہ میں آپ کے مذہبی فکر نے کئی ایک قیمتی اور نادر باتیں ہمارے سامنے پیش کیں :-

اوّل ۔ عالم آخرت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کے تمام نظارے اسی دنیوی زندگی کے اظلال و آثار ہیں ...... ہر ایک عمل پوشیدہ طور پر اپنے نقوش جماتا رہتا ہے جس طور کا انسان کا فعل ہوتا ہے اس کے مناسب حال ایک خداتعالیٰ کا فعل صادر ہوتا ہے اور وہ فعل اس گناہ کو یا اس کی نیکی کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ بلکہ اس کے نقوش دل پر، منہ پر، آنکھوں پر، کانوں پر اور پیروں پر لکھے جاتے ہیں اور یہی پوشیدہ طور پر ایک اعمالنامہ ہے جو دوسری زندگی میں کھلے طور پر ظاہر ہو جائے گا۔

دوم ۔ ہماری روح کی عمدہ صحت جسم پر موقوف ...... دماغ کے ایک خاص حصہ پر چوٹ لگنے سے حافظہ جاتا رہتا ہے ...... پس ہمارا قدیم تجربہ ہمیں یقینی طور پر سکھلاتا ہے کہ ہماری روح بغیر تعلق جسم بالکل نکمی ہے۔ سو یہ بات بالکل باطل ہے کہ ہم ایسا خیال کریں کہ کسی وقت میں ہماری

(باقی صفحہ [illegible] پر)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الرحمۃ

پروفیسر عنایت علی خان

بنی نوع انسان کی تاریخ بڑے بڑے آدمیوں کی تاریخ ہے۔ تاریخ کا مطالعہ گویا انسانی کا مطالعہ ہے۔ یہ انفرادی عمل کی یادداشت ہے۔ تاریخ بے شمار سوانح عمریوں کا نچوڑ ہے۔ تاریخ ان اکابر کی زندگیوں کی داستان ہے۔ جن کے افکار و اعمال نے قوموں کی تقدیر بنائی یا بدل ڈالی تاریخ آنے والی نسلوں کے لئے اہمیت رکھتی ہے۔ تاریخ کسی قوم کی واضح تصویر پیش کرتی ہے۔ تاریخ یہ سبق سکھاتی ہے۔ کہ انسان ان مادی اسباب کا جائزہ لے۔ جن کے ماتحت اسے عروج و زوال نصیب ہوا۔ "تاریخ بنی نوع انسان کا عمل خودشناسی ہے۔ نسلِ انسانی کا شعورِ نفسی ہے"۔ تاریخ ذہنی تربیت کرتی ہے۔ تاریخ قومی روح کو بیدار کرتی ہے۔ تاریخ مشاہدے کی صلاحیت کی نشو و نما کرتی ہے۔ وہ فراہم شدہ معلومات کو پرکھنے اور تولنے کے لئے ذہن کو ہمیشہ مستعد رکھتی ہے۔

ابنائے جنس کی زندگیوں کا مطالعہ

سریع الاعتقاد انسان، بے نقد و نظر متعصب انسان عام طور پر اپنی بے خبری سے ہر افسانے کو حقیقت تسلیم کر لینے کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ وہ ہر چیز کو اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھنے کا خوگر ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ ہمیشہ پختہ کار ہوتے ہیں۔ وہ عموماً اس امر کے مشتاق ہوتے ہیں "کہ اپنے ہی جیسے ابنائے جنس کی زندگیوں کے حالات سے واقفیت حاصل کریں۔ کہ ان کی زندگیوں اور دوسروں کی زندگیوں میں کیا فرق ہوتا ہے"۔ ہر سوانح عمری ایک خاص شخص کی زندگی اس کے اعتقادات اور کردار کا نچوڑ ہوتی ہے۔ اس میں زندگی کے چیدہ واقعات کا ذکر ہوتا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے خیالات اور عقیدت کو چھوڑ کر فطرت اور انسانیت کے اعتبار سے سوچے اور ان واقعات کا مطالعہ کرے۔

کامیاب انسان کی زندگی

وہ لوگ جن کی زندگیوں کا مطالعہ اپنے ہی جیسے ہم جنس لوگوں کے واسطے مفید ہوتا ہے عام طور پر انہیں اپنی زندگیوں میں خوفناک گردابوں، مختلف قسم کے طوفانوں آزمائشوں اور مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے۔ دنیا کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے۔ کہ خدمت انسانی کا کوئی کام آزمائش سے خالی نہیں ہوتا۔ جس طرح دنیا میں ہر شئے کے لئے خدا کا نظام و قانون ہے بالکل اسی طرح ایک قانونِ ابتلاء و امتحان بھی ہے۔ قرآن کریم میں اس قانون کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم والصابرین ونبلو اخبارکم (۴۷: ۳۱ سورۃ محمدؐ) اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنیوالوں اور صبر کرنے والوں کو الگ کر دیں۔۔۔ اور تمہارے حالات کو ظاہر کر دیں۔ اور ان مشکلات کی اہمیت کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے مشکلات کا مشاہدہ کیا ہو۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ ساحل مقصود پر پہنچنا آسان کام نہیں ہے۔ وہ زندگی جو حیات کے تلاطم اور گرداب سے کامیاب گزر گئی۔ وہ قابل تعریف ہے۔ اس کی واجبی قیمت لگانا انسانی فرض ہے۔

جو آدمی فطرت اور انسانیت کے میدان میں زندگی گزارنے کے واسطے نکلتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو فطرت اور انسانیت کے قواعد کا پابند۔۔۔ قرار دیتا ہے وہ لاکھوں قسم کی تحریکوں کے ہجوم میں کھڑا ہوتا ہے انسانیت اس سے یہ عہد و پیمان لیتی ہے۔ کہ وہ صراط مستقیم سے نہ ہٹے۔ خاردار راستوں میں سے گزرتے وقت اس کے پاؤں لغزش نہ کھائیں۔ اور وہ تمام مخالف تحریکوں کے ہجوم سے صحیح و سالم کامیاب ہو کر نکل جائے اس کامیاب انسان کی زندگی قابل فخر و نمونہ ہوتی ہے۔

حق اور باطل کا مقابلہ

حق گوئی اور صداقت کی آواز کو بلند کرنا بڑی ہمت چاہتا ہے۔ حق گو کو قدم قدم پر مختلف قسم کی آزمائشوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا دشمن اور مدِمقابل باطل کا غرور ہوتا ہے۔ یہ حق کے مقابلہ میں اپنا دربار آراستہ کرتا ہے۔ اس کی ہمہ تن یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی غرور بھری طاقت سے صداقت کی آواز کو ہنسی اور تمسخر سے دبا دے۔ باطل اپنے نصب العین کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ کو استعمال کرتا ہے۔

پرستارِ حق کا جہاد فی سبیل اللہ

حق کی آواز ابتداء میں کمزور اور بے حقیقت نظر آتی ہے۔ اسے اپنی تائید کے لئے دنیاوی ذرائع حاصل نہیں ہوتے۔ لیکن حق کی قوت کے واعظ کا یقین حق کی فتح اور باطل کی شکست پر اس قدر مضبوط ہوتا ہے۔ کہ وہ اسی یقین کی بناء پر انسانیت کی محبت اور ملت کے عشق کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے تمام کاروبار کا محور اسلام کا حکم جہاد نظر آتا ہے۔ وہ حق و صداقت کے لئے اپنے تئیں تکلیف و مشقت اور نقصان اور آلام میں مبتلا کرنے کے لئے مستعد رہتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ انسان کو فائدہ پہنچانے کے لئے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جا سکتا جب تک کہ انسان اپنے نفس کو تکلیف میں نہ ڈالے۔ وہ اس بات سے بھی واقف ہوتا ہے۔ کہ کوئی انسان خدا کے بندوں کے ساتھ اس وقت تک محبت نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنے نفسانی آرام و راحت کو دوسروں کے لئے قربان نہ کرے۔ ایک پرستارِ حق کا اپنے مقصود کے لئے عیش و آرام کو خیرباد کہنا ہی "جہاد فی سبیل اللہ" ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا بچپن

ایسا ہی ایک کامیاب انسان حال میں گزرا ہے۔ جو ۱۸۳۴ء میں مہذب شہروں سے دور ایک گاؤں میں جس کا نام قادیان ہے۔ پیدا ہوا۔ اس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ مرزا غلام احمد صاحب نے بچپن کا زمانہ سکھا شاہی دور میں گزارا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب لاہور کی بادشاہی مسجد سکھوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے زخمی ہو رہی تھی۔ اور مسلمان اذان نہیں دے سکتے تھے۔ مرزا صاحب نے سکھ حکومت کے مظالم اپنی آنکھوں سے دیکھے اور سکھوں کی بے جا دست درازیوں کا انکو خود تجربہ تھا۔ مرزا غلام احمد رح اس زمانہ کی مذہبی اور ذہنی پیداوار ہے۔ جب عیسائی اور آریہ مسلمانوں کو کمزور پاکر اپنی پوری قوت کے ساتھ اسلام اور بانئے اسلام کی قلمی تصویر نعوذ باللہ سیاہ سے سیاہ رنگ میں پیش کرنا فخر سمجھتے تھے۔ اور اسلام اور اسلام کے پیرؤوں کو کچلنے اور تباہ کرنے کی مختلف تدابیر اختیار کر رہے تھے۔

مخالفین سے قلمی جنگ کا ارادہ

مرزا صاحب نے جب ہوش سنبھالا۔ تو محسوس کیا۔ کہ آریوں اور عیسائیوں کے اسلام پر حملے حقیقت میں اسلام کے خلاف ایک زبردست خطرناک منظم سازش ہے ان حالات کو دیکھنے سے مرزا صاحب کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اسلام کا مطلع بقا چند سالوں کے اندر اندر مکدر ہونے والا ہے۔ خود مسلمان باہمی مذہبی جنگ و جدل میں مصروف پیکار تھے۔ اشاعت اسلام سے بے توجہ تھے۔ اور اسلام کے لئے ان کے اندر کوئی حمیت کوئی غیرت اور جوش نہ تھا، مرزا صاحب نے جب ان حالات کو دیکھا تو حالات بہت خطرناک نظر آئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اور اس سے مدد مانگتے ہوئے تمام دشمنان دین سے قلمی جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

غیرتِ اسلامی اور باطل کی قوتوں کا مقابلہ

مرزا صاحب کے کارناموں کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے لازم ہے کہ ہر ذی فہم انسان ہر قسم کی بدظنیوں اور تعصبات سے پاک و صاف ہو کر وہ زمانہ اپنی نظروں کے سامنے لائے جب اسلام چاروں طرف سے باطل کی

قوتوں سے گھرا ہوا تھا۔ عیسائی آریہ اور دیگر دشمنان دین ہر قسم کے سامانوں سے لیس ہو کر اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے علاوہ باطل کی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کس کی مذہبی رگوں میں غیرت و حمیت کے خون نے جوش مارا۔ اور وہ کون ہے جس نے اس زمانہ میں دین اسلام کی حمایت اور اشاعت اسلام کی تحریک شروع کی۔ صرف ایک مرد مجاہد نظر آئے گا۔ جس نے بے سرو سامانی کی حالت میں صداقت کا اعلان کیا اور باطل کی تمام قوتوں کو للکارا

قرآن اور دیگر مذہبی کتب کے متعلق چیلنج

یہ مرزا غلام احمد ہی تھا۔ جس نے باواز بلند دشمنان اسلام کو مخاطب کر کے کہا کہ تم قرآن جیسی کتاب کی ہتک کرتے ہو جس کی حکمت اور فلسفہ میں ثانی کوئی کتاب نہیں۔ یہ وہ ہدایت ہے جو سب ہدایتوں سے کامل تر ہے۔ اور اسی زمانہ کی تمام اخلاقی خرابیوں کی اصلاح کرنے کی اس میں قوت موجود ہے۔ یہ قصہ اور کہانیوں کی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہ مدلل طور پر ایک امر پر دلیل قائم کرتی ہے۔ مرزا صاحب نے آریوں سے کہا کہ اے آریو! اگر تم اپنے بیان میں راستی پر ہو کہ وید ہی سب سچائیوں کا مجموعہ ہے تو کوئی پنڈت یہ صفت وید میں ثابت کر کے دکھادے کہ وید نے کن دلائل سے اپنے عقائد کو ثابت کیا ہے ...... ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ وید میں نہ انجیل میں نہ توریت میں ہرگز طاقت نہیں۔ کہ کسی فرقہ مخالف کا رد مثلاً دہریہ کا رد طبیعیہ کا رد، یا ملحدوں کا رد، یا منکر الہام یا منکر نبوت کا رد، یا بت پرست کا رد، یا اباحتی کا رد، یا منکر نجات کا رد۔ یا منکر عذاب کا رد، یا منکر وحدانیت باری تعالٰے کا رد یا کسی اور منکر کا رد دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت کر سکے۔ یہ سب کتابیں مثل مردہ کے پڑی ہوئی تھیں۔ کہ جن میں جان نہ ہو"

مرزا صاحب کی تحریرات کا اثر

جب اس قسم کی پرتاثیر تحریریں دعوت صداقت کی صورت میں مرزا صاحب کی قلم سے نکلیں۔ تو مسلمانوں نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اور ان تحریروں نے مسلمانوں کے دلوں کو صرف مسخر ہی نہیں کیا۔ بلکہ ان کے مایوس اور شکست خوردہ دلوں میں تخم عمل کی کاشت کی مرزا صاحب نے خشوع و خضوع کی نمازوں، اور تہجد کے آنسوؤں سے "حسن تخم" کی آبیاری کی۔ مسلمانوں کا شجر عمل جو خشک ہو رہا تھا۔ اس میں تر و تازگی کے آثار نظر آنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب کی تحریروں نے ملت اسلامیہ کے طرز فکر و عمل میں ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا کر دی۔

اسلام کو از سر نو زندہ کرنیوالا

مرزا صاحب نے اسلام کو اس انداز سے پیش کیا کہ وہ غلط مذہبی مسائل جو مسلمانوں کے پاؤں میں پڑے ہوئے بیڑیوں کی مانند تھے۔ ان کی غلامی سے نجات دلائی اور افلا یتدبرون القرآن کا بھولا ہوا سبق ان کو یاد دلایا۔ اسلام کی ایسی خوبصورت تصویر دیکھ کر ارباب فہم و دانش و علم و فضل آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ عوام نے بالعموم اور مرزا صاحب کے ہم سبق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بالخصوص مرزا صاحب اور ان کے کلام کو کلام الٰہی کا ترجمان اور مذہب اسلام کو از سر نو زندہ کرنیوالا قرار دیا۔

حضرت مرزا صاحب کی تعلیم

مرزا صاحب کے علم کلام نے مسلمانوں کے ذہنوں پر یہ اثر پیدا کیا۔ کہ ان کو از سر نو قرآن کریم کی قوت اعجازی کا یقین ہو گیا۔ مرزا صاحب کی تحریریں ایک طرف ہر مسلمان کو اسلام کی حمایت پر آمادہ کرتی تھیں، اور دوسری طرف ہر مسئلہ کو مذہبی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کی تلقین ...... کرتی تھیں۔ مرزا صاحب نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ذہن نشین کرنے کی کوشش کی کہ ہر مسلمان خود دیکھے۔ کہ قرآن کریم زندگی کی رہنمائی کس طرح کرتا ہے اور اس کی کیا تعلیم ہے؟ اور اس کی تعلیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے کیا سبق ملتا ہے۔ مرزا صاحب نے اس بات پر زور دیا۔ کہ ہر مسلمان اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔ اور بُری باتوں سے اپنے قلب کو پاک کرے۔ اخلاق حسنہ کے زیور سے اپنے اعمال کو آراستہ کرے۔ اور خدا اور اس کے رسول مقبول صلعم کی اتباع کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھال کر اسلام کا نمونہ بنے۔" یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ مسلمانو تم اپنی خبر رکھو۔ دوسروں کا گمراہ ہونا تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر تم ہدایت پر ہو"

مرزا صاحب نے مسلمانوں کی توجہ حضرت نبی کریم صلعم کے اسوۂ حسنہ کی طرف منعطف کرائی۔ اور تاکید کی۔ کہ جو شخص آنحضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کی حمایت کا دعویدار ہے۔ اس کا اولین فرض یہ ہے۔ کہ وہ سنت نبویہ و طریقہ محمدیہ کی حبل المتین کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ الغرض مرزا صاحب نے نہایت خوبصورت انداز میں یہ کہا کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان بندوں سے آزاد ہو جائے۔ نفس کے شکنجے سے چھوٹ جائے۔ اور صرف خدا تعالٰے کا بندہ ہو کر جائز طریقہ سے ضروریات زندگی حاصل کرے۔ اور صرف اللہ کی اطاعت میں مصروف مشغول رہے۔

فلسفہ و سائنس کے مقابلہ میں غلبۂ اسلام کا دعوٰی

مرزا صاحب نے اشاعت اسلام و مدافعت اسلام اور حفاظت اسلام کے واسطے اس وقت قلم اٹھایا۔ جب مسلمانوں میں سیاسی تنزل کی وجہ سے احساس کمتری پیدا ہو چکا تھا۔ انیسویں صدی کی نئی دریافتوں اور تحقیقاتوں سے جو نئے علمی نظریئے اور مفروضے پیدا ہو گئے تھے۔ ان کی وجہ سے مذہب سے لگاؤ کم ہو چکا تھا۔ اور عام طور پر جدید تعلیم یافتہ مسلمان اس قدر مایوس ہو چکے تھے۔ کہ ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی۔ کہ اسلام کا دین ان مغربی اقوام کی بھی جو علم و سیاست میں دنیا کی رہبری کر رہی ہیں اخلاقی رہنمائی کر سکتا ہے۔ انیسویں صدی کا آخری حصہ اسلام پر نہایت سخت زمانہ گذرا ہے۔ جب نئے تعلیم یافتہ مسلمان اسلام کو، یا مذہب ظاہر کرنا باعث ننگ و عار سمجھتے تھے۔ اور یورپ کا فلسفہ اور ادبی مذاق، ایسی صداقتیں خیال کی جاتی تھیں۔ جن کی ہر کھلوں پر نئے تعلیم یافتہ مسلمان جبین نیاز جھکانا فخر سمجھتے تھے۔ ایسے زمانہ میں ایک گاؤں کے رہنے والے کا یہ اعلان کہ گو یہ زمانہ سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے ادبار کا ہے۔ لیکن خدائی وعدہ کے ماتحت یہی زمانہ اسلام کے غلبہ کا ہے مسلمانوں کے نزدیک ایک مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا۔

اسلام کی روحانی قوت

مرزا صاحب نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ صداقت اور حقانیت کے اندر خود ذاتی قوت موجود ہوتی ہے کہ وہ مخالف طاقتوں سے اپنا سکہ منوا سکے اسلام کی روحانی قوت کسی تلوار یا حکومت کی محتاج نہیں ہے۔ ہمیشہ اس کی روحانی تلوار کام کرتی رہی ہے اسلام کی قوت کا راز وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون۔ اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے۔ اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا مضبوطی سے قائم کر دے گا۔ اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کو بدل کر امن کی حالت کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے۔ تو وہی نافرمان ہیں"

اسلام کا تجربہ ہے کہ جب کبھی مسلمانوں کی سیاسی حالت

تنزل اور انحطاط کی آخری حد تک پہنچ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ذریعہ اسلام کو غالب کیا اور حاکموں کو اسلام کا حلقہ بگوش بناتا رہا۔ اسلامی تاریخ کی ورق گردانی کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ وہ تاتاری جنہوں نے بغداد کی اسلامی حکومت کو اپنے پاؤں تلے روند دیا تھا۔ اور لاتعداد مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا۔ وہی دینِ اسلام کے عاشق زار بن گئے۔ یہ اسلام کی صداقت کا کرشمہ تھا۔

قرآن کریم کی اعجازی قوتوں پر ایمان

اسلام کی تعلیم اور محمد رسول اللہ صلعم کے اسوہ حسنہ کے اندر آج بھی دنیا کی رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ مرزا صاحب کے علاوہ گذشتہ ۷۵ سال میں کسی شخص نے آج تک باطل کی قوتوں کے مقابلہ میں یہ نہیں کہا کہ قرآن کی آواز کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون (۲۱ - ۱۹) مرزا صاحب نے یہ آواز اس وقت بلند کی۔ جب عیسائی اور آریہ اپنی پوری قوت سے اسلام کو کچلنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ دہریت اور مادہ پرستی کا زور تھا۔ مسلمان علماء رفع یدین اور آمین بالجہر کے جھگڑوں میں اُلجھے ہوئے تھے۔ اس آواز کو اُٹھانے والے کو اللہ تعالےٰ کی قدرتوں۔ اور قرآن مجید کی اعجازی قوتوں پر پختہ یقین تھا۔ اسے دین کی عزت اور آنحضرت صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وسلم کے ناموس کی حفاظت مدِّنظر تھی۔ اس ایمان ربّانی نے مرزا صاحب کے کلام میں وہ قوت پیدا کر دی کہ ایک طرف دلائلِ قاطعہ سے تمام ادیان باطلہ کی تردید کی، اور دوسری طرف قرآن کریم کی صداقت کو اظہر من الشمس کیا۔

براہین احمدیہ پر ریویو

اس زمانہ کے مسلمانوں نے مرزا صاحب کو اسلام کی کشتی کا ناخدا تسلیم کیا۔ اور انکی کتاب براہین احمدیہ کو اسلام کی فتوحات میں شمار کیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو مرزا صاحب کا ہم سبق تھا اور ان کی ابتدائی زندگی اور ان کے کردار سے خوب واقف تھا۔ اور بعد میں مرزا صاحب پر فتوے لگانے اور لگوانے میں سب سے پیش پیش تھا۔ اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں اس کتاب پر ان الفاظ میں ریویو کیا ہے:-

”یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ اور آیندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً .... اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی و حالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے۔ تو ہم کو کم از کم ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہمو سماج سے اس زور و شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کر دے۔ جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی وجانی وقلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اُٹھایا ہو۔ اور مخالفین اسلام ومنکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدّی کے ساتھ یہ دعوے کیا ہو کہ جس کو وجودِ الہام کا شک ہو۔ وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کر لے۔ اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو بھی مزہ چکھا دیا ہو۔“

مولوی محمد حسین صاحب کا یہ ریویو اس زمانہ کا ہے جب ان کے دل میں مرزا صاحب کے متعلق بغض وعداوت کے جذبات پیدا نہیں ہوئے تھے۔

عظمتِ اسلام پر دلی ایمان

اب اہلِ انصاف کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ خالی الذہن ہو کر سوچیں اور سورۃ المائدہ کی اس تعلیم کو:

”مسلمانو! خدا کے لئے آمادہ اور حق کے لئے گواہ رہو! دیکھو کسی قوم کی عداوت دشمنی تم کو عدل سے کہیں باز نہ رکھے۔ حق و عدل سے کام لو۔ کہ وہ تقوے کے قریب ہے اور خدا تمہارے اعمال سے قریب ہے“

مدِنظر رکھ کر شہادت دیں کہ کیا مولوی محمد حسین بٹالوی کا یہ ریویو حضرت مرزا صاحب کے اس ایمان وایقان کا شاہد نہیں جو انہیں اسلام کی صداقت وعظمت کے متعلق تھا۔ اس ریویو کے آخری الفاظ کو پھر پڑھیئے اور غور کیجئے کہ جو دعوے حضرت مرزا صاحب نے کیا کوئی شخص اسلام سے مایوسی کے عالم میں ایسا دعویٰ کر سکتا ہے؟ انیسویں صدی کا زمانہ یاد رکھو۔ انگریز اور دیسی پادریوں اور آریوں کی اسلام دشمنی کا نقشہ سامنے لاؤ۔ اور پھر مرزا صاحب کی ہمت کا اندازہ لگاؤ۔ کہ انہوں نے کس طرح اسلام کے مخالفوں سے قلمی جہاد کیا۔ یہ جنگ صرف وہی شخص کر سکتا تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم لدنی عطا ہوا ہو۔ ورنہ ایک گاؤں کا رہنے والا جو انگریزی زبان سے بھی ناآشنا ہو جس کے پاس مغربی فلسفہ کی کتب بھی موجود نہ ہوں۔ وہ کبھی باطل کی طاقتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا! اور یہ صرف مرزا صاحب کا حصہ تھا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

غلبۂ اسلام کی پیشگوئی

مرزا صاحب نے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون کا قرآنی وعدہ مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا۔ کہ ادیان باطلہ کے حملوں سے مت گھبراؤ۔ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اس کا خدا حیّ و قیوم ہے وہ آج بھی اسی طرح زندہ ہے جس طرح ابتدائے آفرینش کے وقت بلکہ اس سے بھی پہلے ہمیشہ سے زندہ تھا۔ اور یہ خدا وہ خدا ہے۔ جس نے غار حرا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

”یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ زمانہ اب اسلام کی روحانی تلوار کا ہے۔ جیسا کہ وہ کسی وقت دکھا چکا ہے یہ پیشگوئی۔ یاد رکھو۔ کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا۔ اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے ہتھیاروں سے بڑھ چڑھ کر آئیں۔ مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ مگر شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں۔ کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھے علم دیا گیا ہے جس علم کی رُو سے میں کہتا ہوں۔ کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا۔ بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کرے گا اس کشتی کا ناخدا خداوند تعالےٰ ہے۔ وہ ہمیشہ اس کو طوفان اور ہوا و مخالفت سے بچاتا رہا۔ جیسا کہ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔“

غرض کہ مرزا صاحب نے اسلام کی خوبصورت اور دلکش تصویر کو اس انداز سے دنیا کے سامنے پیش کیا جس سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔

حفاظت ومدافعت اسلام کا شاندار کارنامہ

اس سے پیشتر کہ ہم آگے بڑھیں، مرزا صاحب کے زمانہ کے مذہبی ماحول کا ہلکا سا نقشہ پیش کر دینا ضروری ہے۔ عیسائیوں اور آریوں نے ۱۸۴۵ء سے لے کر ۱۸۷۸ء تک جو لٹریچر پیدا کیا۔ اس میں انگریز، امریکن پادریوں کے علاوہ پادری عماد الدین اور سوامی دیانند وغیرہ نے اسلام و بانئے اسلام صلعم ازواج مطہرات اور انبیاء علیہ السلام کے متعلق جس قدر بدزبانی سے کام لیا ہے۔ اس کا موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو علم نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص میزان الحق، امہات المومنین

اور ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کا خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کرے۔ تو اسے خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ کہ مرزا صاحب مدافعت اور حفاظت اسلام کرنے میں کس قدر بلند پایہ انسان تھا۔ مرزا صاحب نے ان اعتراضات کے جو اسلام پر کئے گئے۔ نہایت معقول اور مدلل جواب دینے کے علاوہ اسلام کی تائید میں شواہد آسمانی کو پیش کیا۔ جس سے مسلمانوں کی جان میں جان آئی اور غیر مسلم حملہ آوروں کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔

بدعات اور ملحدانہ خیالات کی تردید

مرزا صاحب کے زمانہ میں جو بدعات اور کورانہ تقلید کی وجہ سے اسلام میں آمیزش ہو چکی تھی۔ اور جو غلط راہیں اس زمانہ کے علوم کے تاثرات کے ماتحت نیچریت اور جیکڑ الویت کی صورت میں پیدا ہو چکی تھیں اور بعض نام کے صوفیاء نے روحانیت کے غلط مفہوم کے زیر اثر جو طریق اختیار کر رکھے تھے۔ جن کا اسلام سے کچھ تعلق نہ تھا۔ ان کے خلاف آپ نے زبردست آواز بلند کی۔ اور ان کے خلاف قرآن سے دلائل پیش کئے۔ آپ کا قول تھا کہ جس مذہب کی بنیاد صحیح طور پر قرآن و سنت پر نہیں۔ وہ اسلام نہیں ہو سکتا۔ وہ پیش کرنے والے کا دماغی تخیل ہے۔

مسلمانوں کو دعوتِ تبلیغ

آپ نے اس بات پر بڑا زور دیا کہ ہر مسلمان قرآن کی ہدایت کے مطابق اسلام کا مبلغ بنے اور سب سے پہلے اپنے اور اپنے والدین اور عزیز و اقارب کو صحیح مسلمان بنانے کی کوشش کرے۔ اور اپنی جدوجہد کی قوت کو علاوہ اور کاموں کے اسلام کی اشاعت میں صرف کرے اور تبلیغ اسلام کے لئے کمر بستہ رہے۔ اللہ تعالیٰ بلند ہمت لوگوں کی نیت میں خلوص اور ہمت میں برکت خود پیدا کر دیتا ہے۔

دعوئے الہام

آپ نے اسلام کی عظمت و صداقت کا ایک امتیازی نشان یہ بتایا کہ اس مذہب کے پیرووں سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا اور انہیں مکالمہ مخاطبہ سے مشرف فرماتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

" جو کچھ ہم نے الہام کی نسبت بیان کیا ہے یعنی یہ کہ وہ اب بھی امت محمدیہ کے کامل افراد میں پایا جاتا ہے۔ اور انہیں سے مخصوص ہے۔ الخ ان کے غیر میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔ یہ بیان ہمارا بلا ثبوت نہیں بلکہ جیسا کہ بذریعہ تجربہ ہزارہا صداقتیں دریافت ہو رہی ہیں۔ ایسا ہی یہ بھی تجربہ اور امتحان سے ہر ایک طالب علم پر ظاہر ہو سکتا ہے۔ اگر کسی کو طلب حق ہو۔ تو اس کو ثابت کر دکھانا بھی ہمارا ہی ذمہ ہے۔ بشرطیکہ کوئی اور منکر دین اسلام کا طالب منکر او بصدق دل اسلام قبول کرنے کا وعدہ تحریری مشتہر کرکے اخلاص اور نیک نیتی سے رجوع کرے فان تولوا فان اللہ علیم بالمفسدین"

دعوئے مجددیت

مرزا صاحب نے ۱۸۸۵ میں ایک اشتہار کے ذریعہ اس امر کا اعلان کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے کہ میں اعلائے کلمۃ اسلام کی خدمت کے لئے اس صدی کا مجدد ہوں، اور مجدد کا کام یہ بتایا:۔

" تجدید کے معنے یہ نہیں۔ کہ کم یا زیادہ کیا جائے اس کا نام تو نسخ ہے۔ بلکہ تجدید کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو عقاید حقہ میں فتور آ گیا ہے۔ اور طرح طرح کے زواید ان کے ساتھ لگ گئے ہیں۔ یا جو اعمال صالحہ کے ادا کرنے میں سستی و فتور میں آ گئی ہے۔ یا جو اصول اور سلوک الی اللہ کے طریق اور قواعد محفوظ نہیں رہے انکو مجدداً تاکیداً بالاصل بیان کیا جائے۔ وقال اللہ تعالیٰ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا۔ یعنی عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے۔ کہ دل مر جاتے ہیں اور محبت الٰہیہ دلوں سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ اور ذوق و شوق اور حضور و خضوع نمازوں میں نہیں رہتا۔ اور اکثر لوگ رو بہ دنیا ہو جاتے ہیں اور علماء میں نفسانیت اور فقراء میں عجب اور پست ہمتی اور انواع و اقسام کی بدعات پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ صاحب قوت قدسیہ پیدا کرتا ہے۔ اور وہ حجۃ اللہ ہوتا ہے، اور بہتوں کے دلوں کو خدا کی طرف کھینچتا ہے۔ اور بہتوں پر اتمام حجت کرتا ہے۔ یہ وسوسہ بالکل نکما ہے۔ کہ قرآن و حدیث موجود ہیں۔ پھر مجدد کی کیا ضرورت ہے۔ یہ انہی لوگوں کے خیالات ہیں۔ جنہوں نے کبھی غمخواری سے اپنے ایمان کی طرف نظر نہیں کی۔ اپنی حالت اسلامیہ کو نہیں جانچا۔ اپنے یقین کا اندازہ معلوم نہیں کیا۔ بلکہ اتفاقاً مسلمانوں کے گھر پیدا ہو گئے اور پھر رسم و عادت کے طور پر لا الٰہ الا اللہ کہتے رہے۔ حقیقی یقین اور ایمان بجز صحبت صادقین میسر نہیں آتا۔ قرآن شریف تو اس وقت بھی ہوگا جب قیامت آئے گی۔ مگر وہ صدیق لوگ نہیں ہوں گے۔ کہ جو قرآن شریف کو سمجھتے تھے۔ اور اپنی قوت قدسی سے مستعدین پر اس کا اثر ڈالتے تھے۔"

سلسلہ بیعت

براہین احمدیہ کی تصنیف سے پہلے اور اس کے بعد مرزا صاحب کی نیکی، زہد، تقویٰ اور علم و فضل کا چرچا دور دور تک ہو گیا تھا۔ اور لوگ آپ کی زیارت اور ملاقات کے لئے آنے لگے۔ دسمبر ۱۸۸۸ء تک آپ نے کسی شخص سے بیعت نہیں لی۔ ہمیشہ یہی فرما کر بیعت لینے سے انکار کرتے رہے۔ کہ ابھی مجھے جناب الٰہی سے بیعت لینے کا حکم نہیں ہوا ہے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو آپ نے ایک اعلان شائع فرمایا۔ کہ اب مجھے اللہ تعالیٰ نے بیعت لینے اور ایک جماعت تیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور اپنا یہ الہام شائع فرمایا۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ یعنی خدا پر بھروسہ کر اور ہماری آنکھوں کے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر۔ کشتی سے مراد جماعت تھی۔ چنانچہ اسی الہام کے ماتحت آپ نے بیعت لینی شروع کی۔

شرائط بیعت

آپ نے اپنے ہر ایک مرید کے لئے مندرجہ ذیل دس شرائط کو پورا کرنا ضروری قرار دیا۔

دس شرائط بیعت:۔

(۱) بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک قبر میں داخل ہو جائے۔ شرک سے مجتنب رہے گا۔

(۲) یہ کہ جھوٹ اور زنا، بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور خیانت اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آئے۔

(۳) یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد و تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائے گا۔

(۴) یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے۔ نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

(۵) یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر و یسر اور نعمت اور بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیریگا۔ بلکہ قدم آگے بڑھائیگا۔

(۶) یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے پر قبول کر لے گا۔ اور قال اللہ و قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

(۷) یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

(۸) یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

(۹) یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چلتا ہے۔ اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

(۱۰) یہ کہ اس عاجز (یعنی حضرت مرزا صاحب۔ ناقل) سے عقد اخوت محض اور باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا۔ کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں میں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

ان دس شرائط بیعت میں حضرت مرزا صاحب نے کبھی تبدیلی نہیں کی۔ ان شرائط بیعت کو پڑھنے سے مرزا صاحب کا بیعت لینے کا مقصد واضح ہو جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے اس بیعت کے ذریعہ اپنے مریدوں کے دلوں میں یہ بات جاگزیں کرنے کی کوشش کی۔ کہ ہر شخص اعلائے کلمۃ اللہ میں اپنی استعداد کے مواقف جدوجہد کرے اور اگر موقع پڑے۔ تو جان و مال کے قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کرے۔ **یہی اعلان صداقت مرزا صاحب کا عین مقصود زندگی تھا۔**

مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ

۱۸۹۰ء میں مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علم بذریعہ الہام دیا گیا۔ کہ مسیح ابن مریم جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ وہ فوت ہو گیا ہے۔ اور ہم نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا ہے۔ اس الہام کے الفاظ یہ تھے:۔

"مسیح ابن مریم فوت ہو گیا۔ وجعلناک المسیح ابن مریم"۔

اس الہام کے مطابق جب مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ تو عوام میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ اور مخالفت کا زبردست طوفان اٹھا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو دن رات آپ کی تعریفیں کرتے اور آپ کی بیعت میں بھی شامل تھے۔ ان میں سے بعض آپ سے الگ ہو گئے۔ اور سب نے ملکر آپ کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کیا۔

مسیح موعود مجدد سے بڑھکر نہیں

مخالفت کرنے والوں کا یہ خیال تھا۔ کہ مسیح موعود کا دعوےٰ مجدد کے دعوے سے بڑھ کر ہے۔ حالانکہ مسیح موعود کا دعوےٰ مجدد کے دعوےٰ سے بڑھ کر نہیں آئینہ کمالات اسلام میں آپ نے خود اس پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ لکھا ہے:۔

"اور یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مسیح موعود کا دعوےٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ سے کچھ بڑا نہیں ہے صاف ظاہر ہے۔ کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو۔ کہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو۔ اس کا منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح اور خواہ مثیل موسےٰ ہو۔ یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں .... جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہو گئی۔ اور کسی خدمت دین کے لئے مامور من اللہ ہو گیا۔ تو اللہ جلشانہ وقت کے مناسب حال کوئی نام اس کا رکھ سکتا ہے .... اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کا دفع کرنا۔ اور ان کا فلسفہ جو مخالف قرآن ہے۔ دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کے لئے جو بغیر تائید الٰہی دور نہیں ہو سکتی۔ عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں۔ جن کے دور کرنے کے لئے ضرور تھا۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی آوے"۔

علماء کی مخالفت اور تکفیر

مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ وفات مسیح کا علم ان کو خدا کی طرف سے دیا گیا ہے۔ اور قرآن کریم، حدیث رسول اللہ، اور آئمہ دین کے اقوال وفات ابن مریم کی تصدیق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم دیئے جانے کے بعد ان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ وہ اس صداقت کا اظہار علی الاعلان کرتے۔ اور یہی اعلان صداقت ان کی مخالفت کا موجب ہوا۔ اس کے ساتھ ہی جب انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ تو وہ خوب جانتے تھے کہ اس اعلان سے مسلمان ناراض ہو نگے۔ اور مخالفت کا طوفان اُٹھے گا۔ لیکن وہ یہ کہتے تھے۔ کہ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ خدا کے حکم سے کہا ہے۔ آخر مخالفت اس حد تک بڑھی۔ کہ پنجاب اور ہندوستان کے علماء نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو مرزا صاحب کے ہم سبق بھی تھے۔ اور جو مرزا صاحب کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ اور جن کو مرزا صاحب کے ملہم ہونے کا یقین تھا۔ ان کی قیادت میں اپنی ترکش کا آخری تیر تکفیر کے رنگ میں چلا دیا۔

مرزا صاحب کے اس اعلان نے۔ کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور اس دعوےٰ نے۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ نئی نئی بحثوں کے دروازے کھول دیئے۔ مثلاً مولویوں نے مسیح ابن مریم کے آسمان پر زندہ ہونے کا دعوےٰ زور سے کیا۔ اور مرزا صاحب نے ان کے جواب میں مسیح ابن مریم کی وفات کے متعلق ۳۰ آیات قرآنی، احادیث نبوی اور آئمہ دین کے اقوال پیش کئے۔

اصل مابہ النزاع

مرزا صاحب اور دیگر علماء کے درمیان اصل جھگڑا حیات و وفات مسیح کا تھا۔ ورنہ جہاں تک عقائد و ایمانیات کا سوال ہے۔ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کسی بات میں بھی مرزا صاحب کا اختلاف نہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب آئینہ کمالات میں اس مضمون پر یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے۔ اور اس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے۔ اس کی آزمائش انبیاء کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے۔ کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ ایک دین سے دوسرے میں داخل کریں۔ اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کریں۔ اور بعض احکام کو منسوخ کریں۔ اور بعض نئے احکام لائیں۔ لیکن اس جگہ تو انقلاب کا دعوےٰ نہیں۔ وہی اسلام ہے۔ جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں، جو پہلے تھیں۔ وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو پہلے تھا۔ وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی۔ اصل دین میں کوئی بات چھوڑنی نہیں پڑتی۔ جس سے اس قدر حیرانگی ہو، مسیح موعود کا دعویٰ اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا۔ کہ جب کہ اس دعوےٰ کے ساتھ نعوذ باللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی۔ اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی۔ اب جبکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ **صرف مابہ النزاع حیات مسیح اور وفات مسیح ہے۔ اور مسیح موعود کا دعوےٰ اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرع ہے۔** اور اس دعوےٰ سے مراد کوئی انقلاب نہیں۔ اور نہ اسلامی اعتقادات پر اس کا کچھ مخالفانہ اثر ہے۔ تو کیا اس دعوےٰ کو تسلیم کر لینے کے لئے کسی بڑے معجزہ یا کرامات کی حاجت ہے۔ جس کا مانگنا رسالت کے دعوےٰ میں عوام کا شیوہ ہے۔ ایک مسلمان جسے تائید اسلام کے لئے خدا تعالےٰ نے بھیجا ہے۔ جس کے مقاصد یہ ہیں۔ کہ تا دین اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے۔ اور آج کل کے فلسفی وغیرہ الزاموں سے اسلام کا پاک ہونا ثابت کر دیوے اور مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی محبت کی طرف رجوع دلاوے۔ کیا اس کا قبول کرنا ایک منصف مزاج اور خدا ترس آدمی پر کچھ مشکل کام ہے"؟

"مسیح موعود کا دعوےٰ اگر اپنے ساتھ ایسے لوازم رکھتا۔ جس سے شریعت کے احکام

اور عقاید پر کچھ مخالفانہ اثر پہنچتا۔ تو بے شک ایک ہولناک بات تھی۔ لیکن دیکھنا چاہیئے۔ کہ میں نے اس دعوے کے ساتھ کس اسلامی حقیقت کو منقلب کر دیا ہے۔ کون سے احکام اسلام میں سے ایک ذرہ بھی کم یا زیادہ کر دیا ہے۔ ہاں ایک پیشگوئی کے وہ معنے کئے گئے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے اپنے وقت پر مجھ پر کھولے ہیں۔ اور قرآن کریم ان معنوں کی صحت کے لئے گواہ ہے۔ اور احادیث صحیحہ بھی ان کی شہادت دیتی ہیں۔ پھر نہ معلوم کیوں اس قدر شور و غوغا ہے"۔

ان حوالوں سے یہ بات بالکل صاف طور پر واضح ہے۔ کہ مرزا صاحب کا دعوے مسیحیت اور ان کا یہ کہنا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ اور آنے والے مسیح میں ہوں۔ یہ اصل بنائے تنازع ہے۔ جو گذشتہ ۶۵ سال سے احمدیوں اور مسلمانوں کے درمیان چلا آ رہا ہے۔

دعوت نبوت کا الزام

مرزا صاحب کے دعوے مسیحیت سے نبوت کی بحث کا دروازہ کھل گیا۔ اور علماء نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے دعوے مسیحیت کے ساتھ جو الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان سے عیاں ہوتا ہے۔ کہ یہ شخص محمد رسول اللہ صلعم کے بعد دعوے نبوت کر رہا ہے۔ وہ الفاظ جن کی بناء پر علماء اعتراض کرتے تھے۔ وہ ظلّی نبی، بروزی نبی، ناقص نبی اور امتی نبی کے تھے۔ چونکہ یہ الفاظ کسی مجدد نے اسلام کی تاریخ میں اپنے دعوے کے ساتھ استعمال نہیں کئے تھے۔ اس لئے علماء یہ کہتے تھے۔ کہ مرزا صاحب ان الفاظ کی آڑ میں نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ اور کہیں لکھا ہے۔ کہ میں نبی کے لفظ سے مخاطب کیا گیا ہوں۔ کہیں کہا۔ کہ نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا ہوں۔ لہذا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں نبوت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اس لئے وہ نعوذ باللہ دائرہ اسلام سے خارج اور دجال کافر اور مفتری ہیں۔

دعوے نبوت سے انکار

۱۸۹۱ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک نبوت، نبی اور محدث کے الفاظ پر بحث جاری رہی۔ اگرچہ اس دوران میں مرزا صاحب نے بار بار یہ اعلان کیا۔ اور غیر مبہم الفاظ میں یہ تحریر بھی لکھدی کہ مجھے نبوت کا دعوے نہیں ہے۔ اور نبی کا لفظ اگر مسلمان بھائیوں کو شاق گذرتا ہے تو اس لفظ کو میری تحریروں میں سے کاٹا ہوا سمجھ لیں۔ اور اپنی جماعت کو بھی یہ ہدایت کر دیں۔ کہ وہ اپنی روزانہ بول چال میں یہ الفاظ استعمال نہ کریں۔ لیکن اس کے باوجود بھی علماء کی تسلی نہ ہوئی۔ مرزا صاحب نے تحریراً اور زبانی اپنی کتابوں اشتہاروں اور اعلانوں کے ذریعہ مسلمانوں کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی۔ مگر یہ غلط فہمی دور نہ ہو سکی کیونکہ علماء نے بھی اس پر اصرار کیا اور بدقسمتی سے خود انکی جماعت کے ایک حصہ نے بھی انہیں منصب نبوت پر بٹھا دیا جس طرح مسیح ابن مریم کے ماننے والوں نے ان کے بار بار کے انکار کے باوجود انہیں ابن اللہ بنا دیا)

خونی مہدی و مسیح کا عقیدہ خلاف اسلام ہے

مسیح مہدی کی آمد نے مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا کر رکھا ہے۔ کہ جب مسیح موعود آسمان سے نازل ہونگے تو اسی زمانہ میں مہدی کا بھی ظہور ہوگا، اور دونوں مل کر کافروں کو تلوار کے ذریعہ مسلمان بنائیں گے۔ اور تمام دنیا میں مسلمانوں کی ایک سلطنت قائم کریں گے۔ یہی وہ خیال ہے۔ کہ جو مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی دوران ماننے میں حارج رہا۔ حصول سلطنت کا خیال اور وہ بھی تلوار کے ذریعہ جس قدر مضحکہ خیز ہے۔ اسی قدر اسلام کی تعلیم کے منافی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جنگ کرنے کی اجازت صرف ان حالات میں دی ہے۔ کہ جب جان پر آ بنے اور اسلام کو تلوار کے ذریعہ مٹانے کی کوشش کی جائے، چنانچہ قرآن کی تعلیم ہے قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا (البقرہ) یعنی اللہ کی راہ میں تم جنگ کرو۔ فقط ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور حد سے نہ بڑھنا۔ یہ آیت صاف بتلاتی ہے۔ کہ جنگ کس حالت میں کرنی چاہیئے۔ چنانچہ آسمانی ندا بلند کرنیوالا رحمۃ للعالمین تین سال تک ایک گھاٹی میں محصور رہا۔ عرب کے لوگوں نے ہر رنگ میں آپ کا مقاطعہ کیا۔ اور لوگوں نے بھوک اور پیاس سے مار ڈالنا چاہا۔ قتل کے لئے سازشیں کی گئیں اور مکہ سے اپنا گھر چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے مدینہ چلے گئے۔ جب انہیں دشمن نے مدینہ میں بھی چین نہ لینے دیا۔ تو اسوقت اس راستباز انسان نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان بچانے اور اسلام کی حفاظت کے لئے مدافعانہ رنگ میں جنگ کیا۔ اور اپنے فعل سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ سلطنت قائم کرنے کی خاطر دوسروں کو ہلاک کرنا اسلام کی تعلیم نہیں۔ کس قدر ماتم کا مقام ہے۔ کہ آج یہ نظریہ پیش کیا جا رہا ہے۔ کہ سلطنت کے ذریعہ حکومت کے رعب سے اپنے مذہب کو منوایا جائے۔ سطحی خیالات کے علماء یہ خیال نہیں کرتے کہ ایسا کہنا اسلام سے نادان دوستی کے مترادف ہے اور لا اکراہ فی الدین (دین میں کوئی جبر نہیں) کی تعلیم کے سراسر منافی ہے۔

مسئلہ جہاد اور حضرت مرزا صاحب

لوگ مرزا صاحب سے اس واسطے بھی ناراض تھے کہ اگر مرزا صاحب واقعی مسیح موعود اور مہدئ زمان ہیں تو پھر آپ نے کفار کے خلاف سیفی جہاد کا اعلان کیوں نہیں کیا۔ مرزا صاحب نے یہ جواب دیا۔ میں مسلمانوں کے ان نقائص اور عیوب کو دور کرنے کے لئے آیا ہوں جو مسلمانوں کی سلطنتوں کے زوال کا موجب ہوئے۔ میں تو لوگوں میں اس خیال کو رواج دینے کے لئے مامور ہوا ہوں کہ ہر مسلمان اللہ کے احکام پر چلے اور رسول صلعم کے اسوہ حسنہ میں اپنے لئے نمونہ ڈھونڈے۔ آپ نے بتایا کہ میں تو اپنی گری ہوئی قوم کی تعمیر از سر نو قرآن کی تعلیم کے مطابق کرنا چاہتا ہوں۔ اور ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے اندر وہ صفات تقوےٰ و طہارت، وہ اعلےٰ اخلاق اور نیکی و صداقت اور اولوالعزمی پیدا کریں اور قرآن کی تعلیم پر چلیں جو ان کے غلبہ کا موجب ہو سکتی ہے اگر وہ غلبہ چاہتے ہیں تو مومن بنیں کیونکہ قرآن کہتا ہے

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

رسولوں اور ماموروں کا نصب العین حصول سلطنت نہیں

اسلامی نقطہ نگاہ سے قومی تعمیر کرنے والوں کے سامنے ہمیشہ ایک ہی نصب العین ہوا کرتا ہے۔ آج پاکستان میں بعض علماء یہ آواز اٹھا رہے ہیں کہ رسولوں اور ماموروں کا نصب العین حصول سلطنت ہوتا ہے یہ خیال قطعاً غلط ہے۔ نبیوں، رسولوں، ماموروں اور معلمین ربانی کا نصب العین فقط لا الٰہ الا اللہ ہے۔ دنیا میں اللہ تعالےٰ کے نام کو بلند کرنا، اس کی توحید کو پھیلانا ان کی زندگی کا مقصود ہوتا ہے۔ آج جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ یا کہنا چاہتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ حضور سرور کائنات اسلام کی اشاعت کے لئے دنیا کی سلطنت یا سلطنت کی امداد چاہتے تھے۔ یہ دروغ ہے۔ بہتان ہے۔ کیا ان کو یہ معلوم نہیں۔ کہ اہل مکہ نے حضور سرور کائنات صلعم کے سامنے عورت دولت اور سلطنت پیش کی تھی۔ اور کہا تھا۔ کہ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں۔ اور اس بزرگترین انسان نے کس حقارت سے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ کیا ایسے انسان کا نصب العین دنیا کی سلطنت ہو سکتا تھا۔

محمد رسول اللہ صلعم کی سیاست

محمد رسول اللہ صلعم کی سیاست جو حقیقی اسلامی سیاست ہے۔ جس پر آپ نے مسلمانوں کی قومی تعمیر کی۔ وہ باہمی جھگڑوں اور منافقات کو ختم کرنا اور قوم میں حقیقی اتحاد و نظام پیدا کرنا تھا۔ اسلامی سیاست کی اس دفعہ نے عربوں کی آپس کی خونریزی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اور ان کے اندر امن و سلامتی اور سچی صلح قائم کر دی۔ ایسے راستباز انسان کی طرف یہ تعلیم منسوب کرنا یا آپ کی قوم کا یہ نصب العین قرار دینا کہ ایک وقت آئے گا جب مسیح اور مہدی دونوں مل کر کفار کا خاتمہ کر دیں گے۔ اور دنیا میں مسلمانوں کی ایک سلطنت قائم کریں گے۔ یہ محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کی قوم کی صریح ہتک اور بہتان ہے۔ نبی کریم صلعم کی بعثت کی غرض انسانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اللہ تعالےٰ کے قوانین کی حرمت کو پیدا کرنا تھا۔ جن سے دینی اور دنیاوی ترقیاں نصیب ہوتی

یاد رفتگان ——— منہم من قضیٰ نحبہ
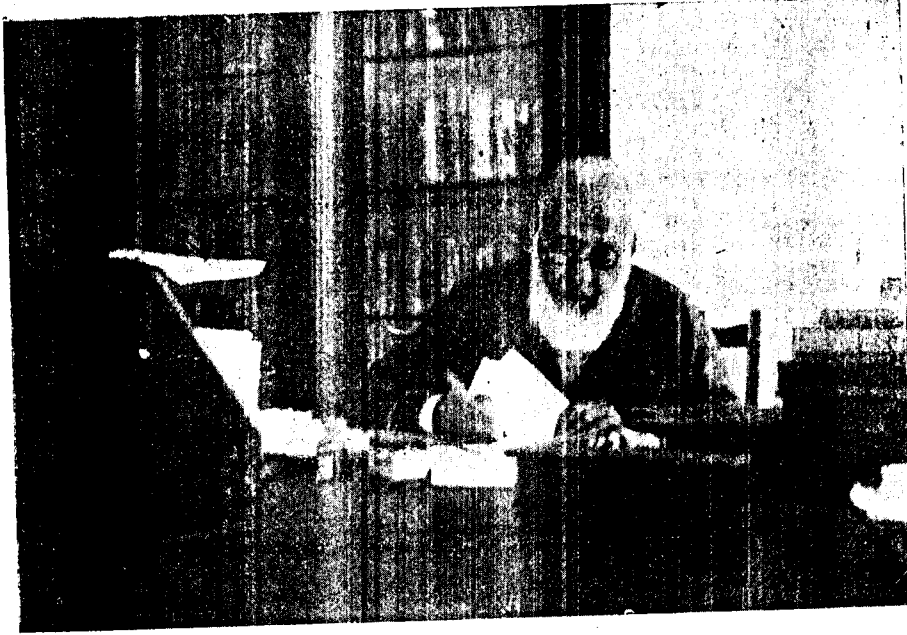
حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانصاحب بابو منظور الہی صاحب مرحوم مغفور

خان بہادر میاں غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور

قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور

رسید مژده زغیبم که من همان مردم
که او مجدد ایں دین و رهنما باشد

منم مسیح به بانگ بلند مے گویم
منم خلیفهٔ شاهے که بر سما باشد
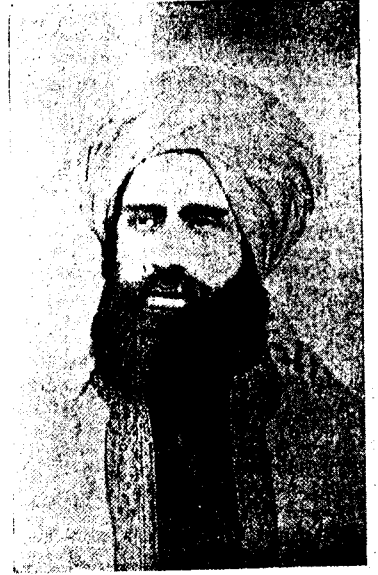
حکیم الامت
حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمة الله علیه

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمة الله علیه
مجدد صد چهاردهم مسیح موعود و مهدی معهود

حضرت
مولانا عبدالکریم صاحب رحمة الله علیه

حضرت مسیح موعود چند مخلص مریدین کے زمرہ میں

بانیان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ڈاکٹر سید محمد حسین
شاہ صاحب مرحوم و مغفور

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی ووکنگ مسلم مشن (انگلستان)

حضرت امیر مرحوم
مولانا محمد علی صاحب رح

شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم مغفور

حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور

الوصیت اور اسکے نگران

مولانا محمد یعقوب خانصاحب
صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ڈاکٹر غلام محمد صاحب
نائب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

عکس وصیت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہار دہم

ہیں - اور قوم وملت میں اعلیٰ درجہ کا کردار، اتحاد و نظام پیدا ہوتا ہے - یہی وہ قومی تعمیر ہے - اور ایمان اور عمل صالح کا وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں سلطنت و تمکنت خود بخود قوموں پر آ گرتی ہے - مسلمان کا حقیقی نصب العین خدا کے دین کا پیغام دنیا میں پہنچانا ہے - اعمال صالحہ اور قربانی کی روح سے قومی تعمیر ہوتی ہے - اور یہ خدا پر زندہ ایمان سے پیدا ہوتی ہے - اسی کردار سے سلطنت خود بخود بن جاتی ہے -

مرزا صاحب کا پیدا کردہ انقلاب

مرزا صاحب مسلمانوں کے دل و دماغ میں یہ خیال پیدا کرنا چاہتے تھے - کہ اگر دنیا میں باعزت رہنا چاہتے ہو - اور یہ تمنا ہے - کہ اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل ہو - اور دنیا کی باعزت قوموں میں تمہارا شمار ہو - تو مسیح اور مہدی کی آمد کے منتظر مت رہو - دنیا کی قوموں کے بننے اور بگڑنے کا ایک قانون قرآن کے اندر متعین ہے - اسے پڑھو - اگر دنیا میں عزت اور حکومت کے وارث بننا چاہتے ہو - تو لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ تمام فروعی جھگڑے چھوڑ کر دشمنان اسلام کے مقابلہ میں بنیانِ مرصوص کی طرح دوش بدوش کھڑے ہو کر اشاعت و حفاظت اسلام میں لگ جاؤ - اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق تمہارے لئے دنیا میں خلافت قائم کر دے گا - مسلمانوں کے دین کو تمکن کر دے گا - اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا مرزا صاحب اسلام کے نصب العین کو اپنی اصل جگہ پر قائم کرنا چاہتے تھے - اور مسلمانوں کی ترقی کا راز خدا پر محکم یقین اور ایمان بتلاتے تھے - اور مسیح اور مہدی کی بدولت اسلامی سلطنت ملنے کا جو نظریہ مسلمانوں میں رواج پا چکا تھا - ان کے اس نصب العین کو بدلنا ضروری سمجھتے تھے چنانچہ آپ نے ملے بہت حد تک بدل دیا ہے اس وقت جو حرکت اور جد وجہد کے آثار تمام دنیا کے مسلمانوں میں پیدا ہو رہے ہیں - وہ مسیح ابن مریم کی وفات کے ماننے سے ہی ہو رہے ہیں - اب ان کو یہ یقین ہو چکا ہے - کہ کوئی مسیح آسمان سے نازل ہو کر ہمارے لئے اسلامی سلطنت قائم نہیں کر سکتا - بہت سے مسلمانوں میں اب خدا کے قوانین کی فرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے - اب وہ اسلام کے قوانین کی حرمت اور عزت ضروری سمجھنے لگے ہیں - اسی جذبہ کا نام دلوں میں خدا کی بادشاہی کا قائم ہونا ہے - جب تک مسلمانوں کی امید مسیح کے نزول اور مہدی کی پیدائش اور دونوں کی تلوار میں تھی - ان کا ہر قدم تنزل اور انحطاط کی طرف تھا - جب سے ان کی نظریں ایاک نعبد وایاک نستعین کی تعلیم کی طرف بدلی ہیں - اور اللہ کے قوانین کی اطاعت کا خیال پیدا ہوا ہے اور اسلام کو بزور شمشیر پھیلانا خلاف قرآن سمجھنے لگے ہیں - مسیح اور مہدی کی تلوار کے ذریعہ اسلامی سلطنت کا نظریہ رخصت ہو گیا ہے - اور آسمانی رحمت تائید کی صورت میں نظر آنا شروع ہو گئی ہے - اور لوگوں کے دلوں میں سکینت کے آثار نظر آنے لگے ہیں - اسی کا نام ثریا سے ایمان کو واپس لانا ہے - اور اللہ کے فضل و کرم سے مرزا صاحب کے قلم کا کارنامہ ہے - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

اقبالؔ کا مردِ حق (بقیہ صفحہ ۱۶)

اس پر مفصل انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور صحبت میں لکھا جائیگا - باللہ التوفیق -

اقبالؔ کی تبدیلیٔ رائے

اس کے بعد آپ نے جو رائے بدلی اس میں حق بجانب تھے یا نہ اس پر یہاں بحث کرنیکی گنجائش نہیں یہاں اس بارہ میں صرف اتنی گذارش کرنا ضروری ہے کہ جن لوگوں کی طرف سے بعد میں نئی نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا - اس کے ذمہ دار وہی لوگ ہیں جنہوں نے یہ افعال کئے اس کی ذمہ داری نہ تحریک پر ہو سکتی ہے اور نہ بانئے تحریک پر - اگر کوئی شخص حضرت بانئے تحریک احمدیت کا مرید کہلاتے ہوئے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہتا ہے تو وہ ہرگز آپ کا مرید نہیں ہو سکتا - کیونکہ آپ فرماتے ہیں ؎

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

پھر ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

بر تر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

اگر ایک درخت کے عمدہ پھل کے ڈھیر میں سے ایک دانہ گلا سڑا نکل آئے تو اس کی وجہ سے نہ درخت خراب کہلائے گا نہ سارا ڈھیر ضائع کیا جائے گا - اس لئے کسی احمدی کہلانے والے کے برے فعل سے سارا سلسلہ برا نہیں ہو سکتا -

جماعت ربوہ کا موجودہ مسلک

کاش کہ اگر علامہ صاحب آج زندہ ہوتے تو وہ میاں محمود احمد صاحب رئیس جماعت ربوہ کا وہ بیان جو انہوں نے گذشتہ سال تحقیقاتی عدالت کے سامنے دیا پڑھ کر بہت خوش ہوتے کیونکہ اس میں میاں صاحب موصوف نے اپنے سابقہ عقاید سے رجوع کرتے ہوئے نئی نبوت سے صراحتاً انکار کیا ہے اور تکفیر المسلمین کے عقیدہ سے بھی اظہار بیزاری کیا ہے - اب ان کے نزدیک بھی حضرت مرزا صاحب نہ نبی ہیں اور نہ ان کا منکر کافر ہے - غالباً جملہ اکابر جماعت ربوہ کا ان دونوں مسائل کے بارہ میں اب وہی مسلک ہے جو آج تک جماعت احمدیہ لاہور کا چلا آیا ہے -

جماعت احمدیہ لاہور کا چالیس سالہ مسلک

علامہ مرحوم نے تو غالباً ۳۶-۱۹۳۵ء میں ان دونوں مسائل کی وجہ سے تحریک سے اظہار بیزاری کیا - مگر اکابر جماعت لاہور تو اسی وقت یعنی ۱۹۱۴ء میں ہی جب میاں محمود احمد صاحب نے ان دونوں مسائل یعنی نئی نبوت اور تکفیر المسلمین کی داغ بیل ڈالی قادیان کو چھوڑ کر لاہور چلے آئے اور حضرت بانئے تحریک کے فرمودات کے مطابق اپنے کام کی بنیاد ہی عقیدہ ختم نبوت کی تائید اور فتنہ تکفیر المسلمین کے قلع قمع پر رکھی اور بفضلہٖ وعونہٖ تعالیٰ یہ چھوٹی سی جماعت آج تک اس عقیدہ پر نہایت مضبوطی سے قائم ہے اور علاوہ دیگر اسلامی لٹریچر کے جو تائید و اشاعت اسلام کی غرض سے شائع کیا گیا ہے ان دونوں مسائل یعنی ختم نبوت کے فوائد اور تکفیر المسلمین کے نقصانات پر بھی اس جماعت نے اتنا قیمتی لٹریچر پیدا کیا ہے جس کی نظیر کسی دوسری جماعت میں ملنا مشکل ہے -

حضرت مجدد وقت کی قوتِ قدسیہ کے اثرات

یہ سب کچھ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کی قوت قدسیہ کے طفیل ہے اور اسی کی روحانیت کا ظہور ہے آپ واقعی مردِ حق تھے - کوئی خطہ ارضی باقی نہیں جس کو آپ نے متاثر نہ کیا ہو، اس وقت جتنے مجدد دین ہیں اگرچہ منہ سے ہزار بار انکار کریں مگر سب کے سب آپ کے یا آپ کے مریدوں کے خوشہ چین ہیں آج ان میں سے ہر ایک کی زبان پر غلبۂ اسلام کے الفاظ جاری ہیں، مگر اس غلبہ کے لئے ان کے پاس ہتھیار وہی ہیں جو حضرت بانئے تحریک احمدیت نے پچاس سال قبل دیئے تھے -

غلبۂ اسلام کے آثار

اب جبکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ بموجب دجال نمک کی طرح پگھل رہا ہے اور احیائے اسلام والمسلمین کے آثار نمایاں نظر آ رہے ہیں تب بھی یہ لوگ آنکھیں کھول کر روشنی کو نہیں دیکھتے، اور اس تحریک احیاء اسلام میں شامل ہو کر اس کی قوت کو نہیں بڑھاتے ورنہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا آپ سے وعدہ ہے :-

"بخرام وقتِ تو نزدیک رسید
پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"

اسلام کا غلبہ اور مسلم قوم کی فتح تقدیر مبرم ہیں -

خوش قسمت ہیں

وہ لوگ جو اس غلبہ و فتح کو قریب تر لانے کے لئے سعی کرتے ہیں -

---

مسیح موعودؑ کا خطاب

(بقیہ مضمون حضرت امیر ایدہ اللہ بہ تسلسل صفحہ ۵)

آخری حصہ میں یعنی استفتا ... میں پانچ دفعہ اس حدیث کو دہرایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ایسا کیوں کیا ہے یہ اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو جانے کے بعد سلسلۂ مجددیت جاری ہے۔ ان مجددین کے سپرد مختلف کام ہوتے ہیں۔ ان کاموں کی مناسبت سے ان کو کسی نہ کسی نبی کا نام دے دیا جاتا ہے۔ لیکن ان کی اصل حقیقت مجدد ہونے کی ہوتی ہے کیونکہ ان کے دعوے کی اساس ان اللہ یبعث کی حدیث کے سوائے اور کچھ نہیں۔

مجدد بڑا ہوتا ہے یا مسیح موعود

اس لئے جب یہ سوال سامنے آ جائے کہ مجدد بڑا ہوتا ہے یا مسیح موعود تو ظاہر ہے اس کا جواب یہی ہوگا کہ اصل چیز چونکہ مجدد ہوتا ہے اس لئے مجدد بڑا ہوگا بہ نسبت خطاب کے جو مجدد کو دیا جاتا ہے۔ تو حضرت صاحب سے جب اس کے متعلق استفسار کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ مسیح موعود سے مجدد بڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ اصل بزرگی تو جناب الٰہی سے ہمکلام ہونے میں ہے، مجدد ہونا اصل حقیقت ہے اور مسیح موعود ہونا مجاز ہے۔ باوجودیکہ حضرت امام زمان و مجدد دوران نے خود وضاحت سے اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا تاہم بعض لوگ کمی واقفیت کی وجہ سے یہی سمجھتے ہیں کہ مسیح موعود کا رتبہ مجدد کے رتبہ سے بڑا ہوتا ہے۔ ایسا سمجھنا غلطی ہے۔

مسیح موعود کی تعلیمات

(بقیہ از صفحہ ۲۴)

"ہاں اسی طرح پر وہ (اللہ تعالےٰ) اپنی ذات بے مثل و مانند پیدا کرتا ہے۔ کہ اپنی ذاتی خوبیاں جن پر اس کا علم محیط ہے عکسی طور پر بعض اپنی مخلوقات میں رکھ دیتا ہے اور اس کے کمالات کا انتہائی درجہ جو حقیقی طور پر اس کو حاصل ہے ظلی طور پر اس مخلوق کو بھی بخش دیتا ہے۔ جیسا کہ اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ بھی ہے ورفع بعضھم درجٰت اس جگہ صاحب درجات رفیعہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جن کو ظلی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات جو کمالات الوہیت کے اظلال و آثار ہیں بخشے گئے"

(سرمہ چشم آریہ)

سلام بحضور مجدد زمان

غلام حسین بھٹی

سلام اے مجدد امام زمانہ ✽ سلام اے مثیل مسیح زمانہ
دئے تو نے خطبات دیں عالمانہ ✽ مساعی ہیں تیری سبھی مخلصانہ
تیرا ذکر ہے آج خانہ بخانہ
سلام اے مجدد امام زمانہ

وفات مسیح پر دیئے وہ دلائل ✽ بصیرت کے مالک ہوئے دل سے قائل
ہوئے اہل ضد آج تک بھی نہ مائل ✽ غلط فہمیوں کا بنا ہے نشانہ
مگر ان کو سمجھائے گا خود زمانہ
سلام اے مجدد امام زمانہ

مسلماں کیا تو نے عیسائیوں کو ✽ کیا سرنگوں تو نے نصرانیوں کو
خجل کر دیا تو نے موسائیوں کو ✽ کشش تجھ میں دیکھی عجب فاتحانہ
گواہی یہی دے رہا ہے زمانہ
سلام اے مجدد امام زمانہ

وراثت تری احمدی انجمن ہے ✽ جو مثل قمر ہر طرف ضوفگن ہے
شعاؤں سے روشن زمین و زمن ہے ✽ ہیں خدمات دیں اسکی سب مخلصانہ
گواہی یہی دے رہا ہے زمانہ
سلام اے مجدد امام زمانہ

مشن تیرا بیکر وہ سارے جہاں میں ✽ گئے پھیل ہر ایک کون و مکاں میں
تراجم کتب کے کئے ہر زباں میں ✽ عجب جوش ایمان ہے والہانہ
گواہی یہی دے رہا ہے زمانہ
سلام اے مجدد امام زمانہ

مشن ایک کھولا ہے جرمن میں جا کر ✽ وہ کرتے ہیں تبلیغ لنڈن میں جا کر
مسلماں کئے لاکھوں امریکہ جا کر ✽ وہی گاتے ہیں اب حجازی ترانہ
گواہی یہی دے رہا ہے زمانہ
سلام اے مجدد امام زمانہ

تیرا کام دنیا میں تبلیغ دیں ہے ✽ مگر ملا اور پیر گوشہ نشیں ہے
بہت اپنی کثرت پہ ان کو یقیں ہے ✽ نہ کچھ پاس مذہب نہ کچھ پاس دیں ہے
ہے کام ان کا مسلم کو کافر بنانا
خدایا شرارت سے ان کی بچانا

دعا ہے غلام اپنی کج مج زباں میں ✽ رہے دین اسلام غالب جہاں میں
صداقت ہو روشن زمین و زماں میں ✽ ہو سب کی زباں پر حجازی ترانہ
سلام اے مجدد امام زمانہ
سلام اے مثیل مسیح یگانہ

دورِ حاضر کی مظلوم ترین ہستی

انسان کا اپنے محسنِ اعظم سے سلوک

(چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات)

کائنات کا سب سے بڑا محسن اور انسانیت کا سب سے بڑا مربی آج بھی اپنے زندہ اصولوں اور پائیدار مفید تعلیمات کی وجہ سے انسانوں پر اپنے احسانات کی بارش کر رہا ہے۔ اور دنیا کے جس ملک اور گوشہ میں انسانوں نے اس کے بتلائے ہوئے اصولوں کی پیروی کی وہاں ہی بلاتمیز شکل و رنگ اور زمان و مکان انسانی فلاح و بہبود کے شاندار نتائج برآمد ہوئے۔ مگر کیا احسان فراموش قدر ناشناس اور ناشکرگذار انسانوں نے اس عظیم الشان انسان کی ...... جو نوع انسانی کو رحمۃ للعالمین بن کر شرف و رفعت کے بلند ترین مقامات تک پہنچاتا رہا کچھ قدر کی؟ آہ! اس کی شان میں حرماں نصیب انسانوں کی گستاخیاں اور بے ادبیاں اپنی پوری شدت اور تلخی سے تاریخ انسانی کے ہر دور میں نسل انسانی کے اجتماعی کردار کو داغدار کرتی رہیں!

اس بے نظیر قائد انقلاب نے انسانوں کو معبودان باطلہ کی پرستش سے آزاد کیا اور ایک خدائے واحد کے آستانہ پر گرا کر شرک کو مٹایا اور توحید کو جاری کیا اور کائنات کی تمام قوتوں اور چاند و سورج کی گردشوں کو اعزاز آدمیت اور احترام نوع انسانی کے سامنے جھکا کر انسان کو مسخر کائنات کا درجہ بخشا۔ اور خود انسانوں میں آزادی مساوات اور انصاف کے اصولوں کو رائج کر کے جمہور کے ضمیر اجتماعی کو اس طرح بیدار کیا کہ تاریخ انسانی کا رخ بدل گیا اور انسان تمام مشکلات کو پھاندتا ہوا ترقی کے منازل سرعت اور بے باکی سے طے کرنے لگ گیا۔ غلامی مٹ گئی۔ ملوکیت کی جگہ جمہوریت قائم ہو گئی۔ عورت کے حقوق تسلیم کر لئے گئے اور وہ مرد کے ہم دوش ہو کر زندگی کے جنگ میں مساوی اور ذمہ دار شریک کی طرح معزز کردار ادا کرنے لگی۔ محنت اور سرمایہ کی باہمی چپقلش کو ختم کرنے کے لئے ایسے زرین اصول قائم کئے کہ ان پر عمل پیرا ہونے سے انسانوں میں کبھی طبقاتی نزاع پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ انسانوں کے بین الملل تعلقات بھی محکم اور پائیدار بنیادوں پر استوار کئے گئے کہ قوموں کی نفرتیں اور عداوتیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ اور تمام نسل انسانی ایک کنبہ قرار دیا جانے لگا۔ باہمی جنگ و جدال اور بین الاقوامی تنازعات کو مٹانے کے لئے ایسے قواعد ترتیب دیئے کہ جب بھی انسانوں نے ان پر عمل کیا وہ عناد کے جہنم سے نکل کر باہمی رواداری اور اختلاط کے بہشت میں داخل ہو گئے۔ مگر افسوس کہ انسانوں کے جن عیوب کی حضور سرورِ کائنات نے اصلاح کی تھی انسان کی شیطنت نے خود حضور کی ہی ذات کو ان عیوب سے متہم کر دیا۔ آپ نے انسان کو مذہبی آزادی کا شاندار چارٹر عطا کیا۔ مگر دنیا نے حضور ہی کو سب سے زیادہ تنگ نظر اور متعصب مذہبی رہنما قرار دیا۔ آپ نے عورت کو اس کے جائز حقوق دلا کر اسے بلند ترین مقام بخشا مگر مخالفوں نے آپ ہی کو حقوق نسواں کا دشمن ٹھیرایا! آپ غلامی کی زنجیروں کو توڑنے والے تھے مگر بدخواہوں نے آپ ہی پہ غلامی کی حمایت کا الزام لگایا، آپ امن و سلامتی کے شہزادے تھے مگر متعصب دینی گروہوں نے آپ کو جنگ۔ تشدد اور شمشیر کا حامی ظاہر کیا۔ اس کے برعکس بت پرستی کو رواج دینے والے اور انسانوں کو جنگوں میں جھونک دینے والے ہمیشہ آغوش محبت میں لئے گئے۔ چنگیز ہلاکو۔ نپولین۔ سکندر۔ ہٹلر۔ میسولینی تاریخ میں ہیرو بن کر مورخین سے داد ستائش لیتے رہے مگر رحمۃ للعالمین ناقدردان دنیا کا مورد عتاب ہی رہا!

معتقدین حضور سرور کائنات کی داستانِ مظلومیت

حضور کی تعلیمات کو عملاً معاشرہ میں رائج کرنے والی اور نہایت وفاداری اور عقیدتمندی سے قرآنی نظام حکومت قائم کرنیوالی خلافت ثلاثہ آج تک خود ایک اسلامی فرقہ کی بدف ملامت ہے اور خلفاء ثلاثہ کی شان میں سب و شتم کرتے رہنا اور لعنتیں بھیجتے رہنا اس فرقہ کے عقائد کا ایک مستقل حصہ بن چکا ہے اور تاریخ انسانی میں اس ظلم کو جاری ہوئے تیرہ صدیاں گذر گئیں اور جن کی شان میں رضی اللہ عنہم کا الٰہی سرٹیفکیٹ صادر ہوا تھا وہی بعض لوگوں کی نظروں میں بدترین مخلوق بنے اور تیرہ صدیوں سے متواتر اور مسلسل طور پر ان پر مظالم توڑے جا رہے ہیں اور آج صالحین کی جماعت جو اسلام کی واحد اجارہ داری کی مدعی ہے۔ اس تاریخی ستم کیشی کے خلاف احتجاج کرنے اور خلفائے ثلاثہ کے حق میں جذبات غیرت کا مظاہرہ کرنے کی بجائے ان سے مداہنت اور رواداری سے پیش آ رہی ہے۔ اور ان کا قائد اپنے بیان مورخہ ۹ ۲ار جولائی ۱۹۵۳ء میں جو تحقیقاتی عدالت میں دیا ہے نہایت فخر اور مسرت کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ :-

"سنیوں اور شیعوں کی باہمی مناکحت کی بھی ہزارہا مثالیں موجود ہیں اور مجھے خود بارہا شیعوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے" (ملاحظہ ہو ترجمان القرآن ماہ مئی ۱۹۵۴ء بعنوان "مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا تحقیقاتی عدالت میں دوسرا بیان") اس بیان سے واضح ہوتا ہے۔ کہ بارہا مولانا نے شیعہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے جبکہ امام صاحب اصحاب ثلاثہ پر تبرے اور لعنتیں بھیج رہے تھے۔ "آمین آمین" کی پکار بلند کی ہے" کسی سیاسی لیڈر کا اپنے ووٹروں سے تسخیر قلوب کی خاطر اس قسم کا منافقانہ رویہ سمجھ میں آسکتا ہے مگر ایک نڈر اور بے باک مصلح قوم سے اس قسم کی رواداری بے غیرتی نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت معاویہ کی وفات کے بعد جبکہ جمہوریت کو ملوکیت میں تبدیل کرنے کا پہلا غلط سیاسی اقدام کیا گیا تو نواسۂ رسول نے یکسر احتجاج بن کر اپنی گردن کٹوا دی اور جمہوری اصول کی مدافعت میں اپنی قیمتی جان کی قربانی پیش کی اور اپنی شہادت سے تاریخ انسانی کو خوشنما رنگینی بخش دی اور ظالموں کا ظلم صفحات عالم پر ثبت دوام حاصل کر گیا۔ اس نوجوان پہلوانِ میدان شہادت کو اپنی موت سے جمہوری اصول کو زندہ رکھنا مقصود تھا مگر دنیا کے جفاکار اور ستم شعار لوگوں کو اس کی یہ ادا پسند نہ آئی! لوگوں نے آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہ امام مالک۔ امام احمد بن حنبل۔ امام شافعی وغیرہ اکابر اسلام سے کیا سلوک کیا؟ تاریخ اسلام کو پڑھو اور خجالت اور ندامت کے پانی میں ڈوب جاؤ۔ حضرت شیخ جنید بغدادی شیخ عبدالقادر جیلانی، امام غزالی، شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی۔ حضرت اسمٰعیل شہید۔ کس بے دردی اور شقاوت قلبی سے ستائے گئے اور دکھ دیئے گئے؟ یہ ایک المناک داستان ہے جسے پڑھ کر انسانی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

غور کیجئے آخر ان بزرگوں کا کیا قصور تھا۔ یہی کہ انہوں نے احیائے اسلام کی تحریکوں کو اٹھایا اور اسلام کے خلاف جو جو فتنے ان کے زمانوں میں نمودار ہوئے ان کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ تمام آئمہ محدثین امام اسمٰعیل بخاری سمیت ظالموں کی ستمرانیوں کا شکار ہوتے رہے تا آنکہ اس زمانے میں بھی ان کے خلاف تحریری سازشوں کا بہتان تراشا جا رہا ہے اور ہمارے پرچے مجاہد کراچی میں طلوعِ اسلام کے دفتر میں بیٹھے ہر ہفتہ ان عظیم الشان محققین اور خادمانِ اسلام کے خلاف زہریلا لٹریچر تمام اکنافِ ملک میں پھیلا کر ظلم اور ناانصافی کی نئی نئی روایات قائم کر رہے ہیں۔

دورِ حاضرہ کا مظلوم

خدمت کے لحاظ سے جس قدر انسان عظیم الشان ہوگا۔ اسی نسبت سے اس پر ظلم برپا کیا جائے گا۔ ایک طبقہ ہمیشہ ممالک اسلامیہ میں ہر دور کے مصلحین سے

...... کے خلاف زہر چکانیاں کرتا رہا اور ظلم وستم کے طوفان اٹھاتا رہا۔

اس زمانہ میں مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے مختلف تحریکیں اٹھیں اور اپنے اپنے انداز اور استعداد کے مطابق کام کرتی رہیں کہیں مسلمانوں کی قومی حس کو بیدار کرکے انہیں علوم حاضرہ کی طرف متوجہ کیا گیا۔ کسی نے ان کی سیاسی زندگی میں نیا شعور پیدا کرنے کے لئے کام کیا۔ مسلمان سب سے بگڑتے رہے مگر جہاں انہوں نے فائدہ عاجلہ کو دیکھا وہاں دنیوی رہنماؤں سے صلح بھی کر لی۔ مگر جس عظیم الشان انسان نے ان کی مذہبی اور دینی حس کو بیدار کیا۔ انہیں بلند سے بلند مقام پر کھڑے ہو کر بڑی سے بڑی مالی قربانی کی تلقین کی ان سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا۔ ہر قیمت پر اسلامی اصولوں کی پابندی کا مطالبہ کیا۔ انہیں انسان پرستی اور علیلی پرستی سے یکسر آزادی دلانے کی تعلیم پیش کی۔ اشاعت اسلام کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور قرآن کریم کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی۔ وہ ان کا محبوب نہ بن سکا اور آج تک ان کے زیر عتاب ہی رہا۔

غیر مذاہب کی مخالفت

مجدد صدی چہاردہم نے تمام ادیان باطلہ پر کمال جرأت اور وسعت معلومات کا ثبوت دیتے ہوئے اتمام حجت کیا ہے۔ ملاحدہ کے خلاف آپ کی تحریریں اثباتی رنگ میں اپنا نظیر نہیں رکھتیں۔ آریہ سماج۔ دیو سماج برہمو سماج اور عیسائیت کے خلاف تو آپ نے مسلسل جہاد کیا ہے اور بے شمار لٹریچر تائید اسلام میں شائع کیا ہے۔ جس کا دنیا میں زبردست ردعمل ہوا۔ کہاں تو عیسائی پادری مسلمانوں کو عیسائیت کے دام تزویر میں پھنسانے کی جد وجہد کر رہے تھے اور کہاں آج خود عیسائی مراکز پر اسلام کی یورش ہے اور احمدیوں کے قائم کردہ مشن عیسائی دنیا میں اسلام کا بول بالا کر رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے حملوں سے اغیار کے قلعے جب مسمار ہونے لگے تو انہوں نے بہت شور وغوغا کیا۔ فرنگی اقوام کو یاجوج ماجوج قرار دے کر حضرت مرزا صاحب نے حضور نبی کریم صلعم کی پیشگوئیوں پر سے ابہام کے پردے اٹھا دیئے اور فرنگی سیاست اور پادریانہ تعلیمات کو دجل کے جامع لفظ میں بیان کر کے اس کی حقیقت کو الم نشرح کر دیا۔

اندرونی مخالفتیں

مسلمانوں کی اندرونی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے جب مسیحائی کا کام شروع ہوا تو ملاؤں کے حلقوں میں شور وغوغا اٹھا اور علماء کی ایک ایک جماعت مخالفت پر کمربستہ ہو گئی۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی قیادت میں تمام ہندوستان کے علماء کی جماعتوں نے کفر کے فتاوے صادر کر دیئے۔ بڑے بڑے معرکے ہوئے علماء نے پادریوں سے سازشیں کر کے اور ہندوؤں سے گٹھ جوڑ کر کے مرزا صاحب پر مقدمات بنوائے اور ان کی جماعت کے افراد پر عرصہ حیات تنگ کر دیا مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنا اخبار احمدیت کی مخالفت میں وقف کر دیا مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے احمدیوں کے خلاف پمفلٹ اور رسالے شائع کئے، لاہور کے بعض کم فہم اور کوتاہ اندیش نیم ملا لوگوں نے گالیوں سے بھرے ہوئے مغلظات تصنیف کئے۔ ہر روز نئی نئی جماعتیں اور نئے نئے ٹولے محض احمدیت کی مخالفت میں منظم ہوئے۔ احرار کی فعال جماعت اپنی تمام خطیبانہ اور ساحرانہ بیانی آہنگیوں اور تبلیغی اور نشری صنعت کاریوں کے ساتھ سیاست کی چاشنی لئے ہوئے احمدیت کی مخالفت کو اپنا مرکزی اور بنیادی مقصد قرار دے کر میدان میں آ کودی۔ اور پلیٹ فارموں اور جلسہ گاہوں اور مساجد کے منابر اور سیاست کی مجالس سے گلے پھاڑ پھاڑ کر اور نشر واشاعت کے تمام حربے استعمال کر کے خوب جوتی پیزار چلائی۔ اور بار بار اٹھی اور حملہ آور ہوئی مختلف ادوار میں مختلف طریقوں پر اس نے عوام کو گمراہ کیا اور فتنہ وفساد کی آگ کو بھڑکایا۔ حتیٰ کہ مخالفت نے اپنی آخری اور مہیب ترین جنگ احمدیت کو صفحہ ہستی سے بالکل مٹا دینے کے لئے شروع کی۔ قیادت احرار کے ہاتھ میں رہی، خاکساروں کے گروہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ مسلمانوں کے تمام فرقے اور علما کی تمام جماعتیں، سیاست کے تمام گروہ، پیران عظام ومشیخان طریقت، سرکاری کارندے حکام اعلیٰ، جہلا کے مشتعل گروہ، وزرائے صوبہ، ارباب نظم ونسق، غرضیکہ زمین کی تمام قوتیں اور انسانوں کے تمام انبوہ ایک جنون خیز جوش کے ساتھ ہنگامے برپا کرنے پر آمادہ ہو گئے جلسوں اور جلوسوں نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ ملک کا امن خطرہ میں پڑ گیا انتظام کی مشینری بے کار ہو کر رہ گئی۔ عمارتیں نذر آتش ہونے لگیں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا، بے گناہ قتل کئے جانے لگے اور زندہ انسان بیدردی اور سنگدلی سے آگ میں ڈال کر جلا دیئے گئے احمدیوں پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا، اور خود پاکستان کی نوزائیدہ ریاست کا وجود بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ کہ اچانک غیرت حق کو جوش میں آنا پڑا اور خدا کی فوجیں امداد کو آ پہنچیں اور آن واحد میں فسادیوں کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور فتنہ انگیز اور امن شکن مجرمین فوجی عدالتوں میں قیدیوں کی حیثیت سے پیش ہوئے اور بعض اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے

تحقیقاتی عدالت

اس تمام ڈرامہ کی ہولناکیوں کے بعد حکومت نے ہائیکورٹ کے ججوں پر مشتمل ایک تحقیقاتی عدالت قائم کی جہاں ان اسباب کی چھان بین کی جانے لگی۔ جو اس تمام شورش کو پیدا کرنے کے موجب بنے۔ عدالت کے سامنے مخالفین احمدیت کو پورا موقع دیا گیا۔ کہ وہ اپنا کیس پوری تیاری اور بڑے سے بڑے علماء اور قابل سے قابل وکلا کی امداد سے پیش کریں تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ آخر احمدیت کا جرم کیا ہے اور مخالفین کس آسمان کے فرشتے ہیں کہ ان کا ہر فعل جائز اور ہر قول قابل قبول سمجھا جائے۔ علما کی شورش پسندی کا جس طرح گذشتہ ہنگاموں میں مظاہرہ ہوا وہ اپنی شدت عمق، منصوبہ بندی اور ہمہ گیر شان تخریب میں اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتا، اس طرح تحقیقاتی عدالت میں ان کی بہترین دماغی قابلیتوں اور علمی استعدادوں اور گذشتہ کارناموں کا ایک زبردست امتحان ہوا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام دنیا پکار اٹھی کہ مولوی عریاں ہو گئے۔ اور ان کے تمام اخلاقی اور اعتقادی خد وخال نمایاں ہو کر لوگوں کے سامنے آ گئے۔ اور دلوں میں ان کے لئے محبت کے جذبات کی بجائے نفرت اور حقارت کے خیالات پیدا ہو گئے۔

چونکہ اب احمدی اور ان کے مخالفوں کے درمیان تمام ہنگامے، معرکے، مباحثے، مناظرے اور مجادلے اپنے انتہائی نقطہ کو پہنچ چکے ہیں، اور ایک عظیم الشان عدالت کے سامنے نہایت ٹھنڈے ماحول میں فریقین نے اپنے قابل ترین علما اور وکلاء کے ذریعے اپنے نقطہ نگاہ کو تفصیل اور تکمیل کے ساتھ واضح کر دیا ہے، اور عدالت عالیہ کی نہایت واضح اور مبسوط رپورٹ بھی شائع ہو چکی ہے۔ ہم اپنے ملک کے اہل شعور ادبا وقار اوسط طبقہ کے احباب سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ فریقین کے دلائل کا موازنہ کر کے اس قضیہ کے متعلق جو ستر برس سے اس ملک میں زندہ مسئلہ بنا ہوا ہے اپنا فیصلہ صادر فرمائیں، اور اس دور کے مظلوم کی فریاد سن کر عدل اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کریں پس رائے عامہ کی عدالت میں ہم آج استغاثہ پیش کرتے ہیں اور اس سے فیصلہ کی دادخواہی چاہتے ہیں۔

فریقین میں تنقیح طلب امور حسب ذیل ہیں:-

(۱) یہ جو ستر برس سے احمدیوں کی طرف سے پکار پکار کر دلائل دے دے کر قرآن شریف اور احادیث سے استدلال اور استنباط کی شکل میں متواتر اور مسلسل ایک مہم کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، آخر اس کے متعلق ہمارے باشعور طبقہ کا کیا فیصلہ ہے قرآن شریف میں اس کا ذکر موجود ہے۔ احادیث نزول مسیح کی خبر دیتی ہیں تو کسی نتیجہ پر تو پہنچنا چاہیئے ہم رائے عامہ سے اس مسئلہ کا آخری فیصلہ چاہتے ہیں۔ تحقیقاتی عدالت میں حضرات علماء کی طرف سے بہترین دماغ ان کا نقطہ نگاہ واضح کرنے کے لئے پیش ہوئے مگر کسی مولوی، کسی ایک جماعت، کسی ایک فرقہ کی طرف سے حیات مسیح کے ثبوت میں ایک لفظ تک نہیں پیش کیا گیا۔ ہاں مسیح کی آمد ثانی کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اس آخری معرکہ حق وباطل میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ عقیدہ حیات مسیح میں اب کوئی جان نہیں اور کوئی عالم یا مفتی یا شیخ اس مسئلہ پر لب کشائی کے لئے تیار نہیں،

(۲) اگر وفات مسیح کو ایک حقیقت تسلیم کر لیا جائے

تو قرآن کریم کے اس ارشاد کے ماتحت کہ انہم لا یرجعون ۰ مُردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا محال ماننا پڑے گا۔ اور یہ عقیدہ تمام علماء کا ہے کہ انسان مر کر دوبارہ اس دنیا میں نہیں آتا۔ پس مسیح کی دوبارہ آمد اس جسد عنصری کے ساتھ ناممکن ہے۔

(۳) ان دریں حالات نزول مسیح کی پیشگوئی کو از قسم متشابہات تسلیم کرنا پڑے گا اور اس کی یہ تاویل کرنی ہو گی کہ آنے والا مسیح درحقیقت بنی اسرائیل کا نبی نہیں ہے بلکہ اس امت کا ایک صالح فرد ہو گا جس میں صفات مسیحائی موجود ہوں گی۔ اور جس طرح اس حدیث کے باقی حصہ کی تاویل کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

ویظھر المسلمون ویکسرون الصلیب یقتلون الخنزیر ۰

ترجمہ: مسلمان غالب ہوں گے اور صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے۔

اس کی سب لوگ تاویل ہی کرتے ہیں کہ صلیبی عقائد اور مسیحی تعلیمات کی تردید ہو گی، اور خنزیر صفت انسانوں کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ نہ کہ گرجوں میں سیڑھیاں لگا کر لکڑی کی صلیبیں توڑی جائیں گی۔ اور جنگلوں کے خنازیر کا شکار کھیلا جائے گا۔ اسی طرح مسیح کے نام کی بھی تاویل کی جائے گی اور اس سے مراد مثیل مسیح ہی لیا جائے گا۔

(۴) اسی طرح اگر کسی حدیث میں آنے والے مسیح کے ساتھ نبی اللہ کا لفظ آ گیا ہے تو اس کے معنی بھی لغوی اور مجازی پیرایہ میں کئے جائیں گے کیونکہ نبی کریم صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا اور نہ پرانا۔

(۵) احمدی چونکہ کلمہ گو ہیں نمازوں کے پابند ہیں قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ اس کے اندر کسی قسم کے ناسخ و منسوخ کے بھی قائل نہیں، وہ قرآن کریم کو سابقہ شرائع کا ناسخ سمجھتے ہیں نہ کہ قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی ناسخ ہے۔ روزوں کے قائل ہیں۔ حج کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں تمام صحابہ کرام کا احترام کرتے ہیں احادیث کے قائل ہیں۔ اس امت کے جملہ اولیاء اللہ، اقطاب، مجددین اور ملہمین سے عقیدت رکھتے ہیں حشر اجساد کو مانتے ہیں شریعت کو کامل خیال کرتے ہیں اور حضور نبی کریم صلعم کو خاتم النبیاء یقین کرتے ہیں البتہ مکالمہ مکاشفہ الہیہ کو بند نہیں سمجھتے، اس لئے از روئے قرآن و حدیث انہیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ علماء کو اصرار ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں قرآن کریم کا اعلان ہے کہ جو شخص کسی ظاہری حرکت سے خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے وہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ یہاں تک کہ محض السلام علیکم کہنے والا بھی اس کی اس ظاہری علامت اسلام کے اظہار کی وجہ سے مسلمان ہی تسلیم کیا جانا چاہیئے۔ نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے۔ کہ جو ہمارے طریقہ پر نماز پڑھتا ہے ہمارے طریقہ پر جانور ذبح کیا ہوا کھا لیتا ہے اور ہمارے کعبہ کو قبلہ تسلیم کر لیتا ہے۔ وہ مسلمان ہے اور اس کی حفاظت اللہ اور اللہ کے رسول کے ذمہ ہو گی۔ اب رائے عامہ کو اپنا آخری فیصلہ صادر کر دینا چاہیئے کہ آیا اس امت کے اندر مختلف الخیال لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے چلے جانا ہے یا کفار کو اب دائرہ اسلام میں لانے کی سعی کرنی چاہیئے۔ یہ چند ایک مسائل ہیں جو اس ملک میں مدت سے پبلک کی توجہ کو مبذول کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ان کے متعلق مختلف نقطہ ہائے نگاہ اس قدر واضح اور روشن ہو چکے ہیں کہ ایک متوسط درجہ کے ذہین، معتدل مزاج اور انصاف پسند انسان کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔ کہ ان کے متعلق فیصلہ کن طریق پر اپنا مسلک بنائے۔ اور اس کا علی الاعلان اظہار کر دے۔

اس وقت طلوع اسلام والے احمدیت کے بہت بڑے دشمن ہیں اور وہ پرانی قسم کے ملاؤں سے بڑھ چڑھ کر ملا ازم کا نیا لباس زیب تن کئے احمدیت پر حملہ آور ہیں وہ ہر ممکن طریقہ سے حضرت مرزا صاحب کو مسلمانوں میں بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ اور انکی طرف غلط باتیں بھی منسوب کرنے سے باز نہیں رہتے۔ مگر علماء اور احمدیوں کے تمام معرکوں کی روئیداد پر غور کرنے کے بعد طلوع اسلام نومبر ۵۳ء صفحہ ۵۳ میں حسب ذیل رائے کا اظہار کیا گیا ہے جو قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو گا۔ ہم اسے ذیل میں درج کر کے احمدیت کے ایک مخالف کے تاثرات پیش کئے دیتے ہیں۔ تاکہ ہمارے مخاطبین کو فیصلہ کرنے میں امداد مل سکے گو اس میں جا بجا حضرت مرزا صاحب پر بغض و اعناد کے تیر چلائے گئے ہیں اور اس مرد مظلوم پر نئے انداز سے مظالم توڑے گئے ہیں مگر اس بات کا اعتراف کر لیا گیا ہے کہ علماء اور حضرت مرزا صاحب کے باہمی نزاع میں حق مرزا صاحب کی طرف تھا۔ اور یہ حضرات سراسر تعدی اور زیادتی کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ مگر طلوع اسلام کے نئے انداز کی جفاکاریاں پرسش جراحت کے لئے "صاحبان صد ہزار نمک دان" گئے ہوئے ہیں۔ جس کا جواب ہم عنقریب اپنی دوسری فرصت میں دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

طلوع اسلام کا اقتباس حسب ذیل ہے:-

"اس میں شبہ نہیں کہ جن قرآنی معتقدات و تصورات نے اسلام کو بڑا ضعف پہنچایا ہے، ان میں نزول حضرت عیسٰیؑ کا عقیدہ خاص اہمیت رکھتا ہے، تیرہ سو سال سے عیسائی اسی عقیدہ کی بنا پر نبی اکرم پر حضرت عیسٰی کی افضلیت ثابت کرتے چلے آئے۔ اور اس کے بعد انگریزوں کی عیسائی حکومت نے اس عقیدہ سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو ایک مثیل مسیح دیدیا جس نے جہاد کو حرام قرار دیا اور ہر غیر مسلم حکومت سے وفاداری کو عین اسلام ٹھیرایا علاوہ بریں اس عقیدہ نے خود ختم نبوت جیسے مسئلہ اور دوسرے اصول دین کو بھی جس قدر ضعف پہنچایا ہے، وہ کم افسوسناک نہیں اس عقیدہ کی رو سے مانا یہ جاتا ہے کہ نبی اکرم کے بعد ایک اور نبی آنے والا ہے۔ وہ نبی حضرت عیسٰی ہیں۔ جو اس وقت چوتھے آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ لیکن وہ اپنی شریعت کو ساتھ نہیں لائیں گے۔ بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ خود مسلمانوں کے اس (غیر قرآنی) عقیدہ کے بموجب رسول اللہ کے بعد ایک نبی آ سکتا ہے لیکن وہ نبی صاحب شریعت نہیں ہو سکتا۔ اسے شریعت ہی کی اتباع کرنی ہو گی۔ مرزا غلام احمد نے مسلمانوں کے اسی (غیر قرآنی) عقیدہ سے فائدہ اٹھایا اور تھوڑی سی تبدیلی سے (جو معقولیت پر مبنی نظر آتی تھی) اپنے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا کہ مرزا صاحب نے کہا کہ

(۱) مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰی نے دنیا میں آنا ہے۔

(۲) لیکن حضرت عیسٰی وفات پا چکے ہیں اس لئے ان کا زندہ آسمان پر ہونا اور پھر بجسد عنصری آسمان سے زمین پر نازل ہونا صریحاً غلط ہے۔ لہذا

(۳) آنیوالا حضرت عیسٰی مسیح ابن مریم نہیں ہو گا بلکہ ان کا مثیل ہو گا۔

(۴) وہ نبی ہو گا لیکن صاحب شریعت نہیں ہو گا۔ بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع۔

(۵) اور وہ مثیل مسیح میں ہوں۔

آپ نے غور فرمایا کہ نزول مسیح (غیر قرآنی) عقیدے کے بعد مرزا صاحب کے دعوے کا صغریٰ کبریٰ کس طرح ٹھیک بیٹھ جاتا ہے انہوں نے اس مروجہ عقیدہ میں اتنی تبدیلی کی کہ حضرت عیسٰے آسمان پر زندہ موجود نہیں وہ وفات پا چکے ہیں۔ اور جو وفات پا جائے وہ دنیا میں واپس نہیں آیا کرتا۔ یہ تبدیلی قرآن کے مطابق تھی اور قرین عقل بھی، اس لئے جب نزول مسیح کے (غیر قرآنی) عقیدہ کو اس (قرآنی) تبدیلی کے ساتھ پیوست کر دیا گیا تو اس کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ وہ آنے والا مسیح آسمان سے نازل نہیں ہو گا عام طریقے سے پیدا ہو گا اور (عام عقیدے کے مطابق) وہ صاحب شریعت نہیں بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع ہو گا چنانچہ جتنے لوگ نزول مسیح کے عقیدے کے قائل تھے لیکن (سرسید وغیرہ کے اثر کے ماتحت شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر) حضرت عیسٰی کی حیات کے قائل نہ تھے۔ انہیں مرزا صاحب کی یہ "معجون مرکب" بہت پسند آئی اور لوگ دھڑا دھڑ مرزائی ہونا شروع ہو گئے مولوی صاحبان نے جب اس کی مخالفت شروع کی تو لوگوں نے دیکھا کہ مباحثہ کے بعد فضا کے اثرات مرزا صاحب کے حق میں جاتے تھے۔ اس طرح کہ :-

(۱) مولوی صاحبان یہ مانتے تھے۔ کہ حضرت عیسیٰ نے آنا ہے لہٰذا اس بات میں وہ مرزا صاحب سے متفق تھے۔

(۲) مولوی صاحبان مانتے تھے۔ کہ عیسیٰ نبی تو ہوں گے لیکن اپنی شریعت کو ساتھ نہیں لائیں گے بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے۔ اور ان کے اس آنے سے نبوت کی مہر بھی نہیں ٹوٹے گی۔ یہی دعوےٰ مرزا صاحب کا بھی تھا کہ میں نبی ہوں لیکن میں اپنی شریعت نہیں رکھتا۔ میں شریعت محمدیہ کے تابع ہوں

(۳) اب لے دے کر مختلف فیہ سوال اتنا رہ جاتا تھا کہ مولوی صاحبان کے .... نزدیک آنے والے سے مراد حضرت عیسےٰ (ابن مریم) تھے۔ اور مرزا صاحب کہتے تھے۔ کہ حضرت عیسےٰ وفات پا چکے ہیں لہٰذا آنے والا مسیح ابن مریم نہیں بلکہ مثیل مسیح ہوگا۔

(۴) بنابریں بحث ساری حیات و وفات مسیح کے مسئلہ پر مرتکز ہو جاتی تھی۔ اور چونکہ وفات مسیح کا تصور قرآن کے بھی مطابق تھا۔ اور قرین عقل بھی۔ اس لئے بحث کا نتیجہ مرزا صاحب کے حق میں جاتا تھا اور جو شخص وفات مسیح کا قائل ہو جاتا تھا۔ وہ نزول مسیح کی بجائے مثیل مسیح کی آمد کا خود بخود قائل ہو جاتا تھا۔ اور یوں مرزا صاحب کا دعویٰ سچا نظر آنے لگ جاتا تھا یہ وجہ تھی (اور ابتک یہی وجہ ہے) کہ مرزائی ہمیشہ حیات و وفات مسیح کے مسئلہ کو اپنی بحث کا مرکز بناتے ہیں اور دوسرے مسائل کو پیچھے رکھتے ہیں۔

اس بحث میں ایک چیز اور بھی بڑی پُرلطف ہوتی تھی مرزا صاحب آمد مسیح کے عقیدے کو حدیثوں سے ثابت کرتے تھے (بلکہ یوں کہیئے کہ فریق مقابل سے اس عقیدے کا اعتراف کروا لیتے تھے۔ اس لئے کہ فریق مخالف اس عقیدہ کا پہلے ہی سے قائل ہوتا تھا) اس کے بعد وفات مسیح کو قرآن سے ثابت کرتے تھے جب فریق مخالف حیات مسیح کو حدیثوں سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا تو مرزا صاحب کہہ دیتے کہ بات قرآن سے ثابت ہو جانے اس کے بعد جو حدیث اس بات کے خلاف جائے، اسے غلط سمجھنا چاہیئے یا اس کی تاویل ایسی کرنی چاہیئے جس سے وہ قرآن کے منطبق ہو جائے اس بات میں بھی مولوی صاحبان کو خاموش ہونا پڑتا تھا اور اگر وہ اپنے دعوے پر اڑے رہتے تو ہر معقولیت پسند آدمی یہی کہتا کہ مرزا صاحب کی بات سچی ہے۔ جب ایک بات قرآن سے ثابت ہو جائے۔ تو پھر جو حدیث اس کے خلاف نظر آئے اسے یا تو ضعیف سمجھنا چاہیئے یا اس کی تاویل ایسی کرنی چاہیئے جو قرآن کے مطابق ہو۔

آپ تصریحات بالا پر ایک مرتبہ پھر غور کیجئے۔ اور دیکھئے۔ کہ مرزائیت کا سارا مسئلہ نزول عیسیٰ ہی کے گرد نہیں گھومتا؟ اور اس کے بعد یہ سوچیئے کہ جب تک مسلمانوں میں یہ (غیر قرآنی) عقیدہ قائم رہے گا۔ مرزائیت یا (اس قسم کی اور تحریکوں) کے خاتمے کی کوئی امید کی جا سکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مولوی صاحبان پچاس برس سے مرزائی حضرات سے بحث مباحثوں میں الجھتے چلے آ رہے ہیں لیکن یہ مسئلہ بھنور میں پھنسی ہوئی لکڑی کی طرح اسی مقام پر گردش کر رہا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے۔ کہ یہ (غیر قرآنی) عقیدہ کس قدر تباہیوں کا موجب ہے اور اس سے ملت کو کتنا بڑا نقصان ہو رہا ہے "

ہم نے یہ طویل اقتباس اس لئے یہاں نقل کیا ہے کہ نئے مخالفین احمدیت کے مقابل پر عجز کے معترف ہیں گو یہ اعتراف بقول ان کے پچاس برس بعد کیا گیا۔ مگر بہرحال کر لیا گیا ہے۔

ہاں آپ نے دیکھا کہ طلوع اسلام والا بار بار احمدیوں کو مرزائی کہتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے۔ کہ ہم لوگ مرزائی کہلانا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ خود کو احمدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں اگر اسلام کے ان نئے اجارہ داروں کو مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی کے روحانی فرزند کہہ دیا جائے تو کس قدر ناراض ہوں گے۔ مگر ان کے اپنے قرآنی اخلاق کی یہ حالت ہے۔ کہ دوسروں کے دل دکھانے میں انہیں کچھ بھی حجاب نہیں۔

ہم یہاں یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت کا (جیسا کہ طلوع اسلام والوں کو اچھی طرح معلوم ہے) یہ عقیدہ ہے کہ اس امت میں کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا اور نہ پرانا۔ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مجدد ہونے کا تھا نہ کہ نبی ہونے کا۔ اس پر ہماری طرف سے اتنا لٹریچر شائع ہو چکا ہے کہ اس کی کچھ حد نہیں۔ مگر چونکہ ان لوگوں کی غرض ایک مرد مومن کو بدنام کرنے کی ہے اس لئے محکمات کو چھوڑ کر ابتغاء فتنہ کے لئے متشابہات کے پیچھے دوڑتے ہیں اور قرآن کے بیان کئے ہوئے عتاب اور تہدید کے باوجود اپنی اس غیر قرآنی روش پر قائم ہیں۔

اسی اقتباس میں ہمیں طلوع اسلام والوں کی اس نئی دریافت کا بھی علم ہو گیا ہے۔ کہ انگریزوں کی عیسائی حکومت نے مسلمانوں کے نزول مسیح کے عقیدہ سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو ایک مثیل مسیح دے دیا۔ سبحان اللہ کیا جدت ہے۔ قرآن نے کہا تھا کہ

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا

ترجمہ:- اور اس کے پیچھے نہ لگنا جس کا تجھے علم نہیں، کان اور آنکھ اور دل ان سب سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

طلوع اسلام کا یہ کہنا ہے کہ انگریزوں کی عیسائی حکومت نے مرزا صاحب کو سکھلایا، کہ آپ اپنے قرآن کریم بلکہ خود ہماری انجیل مقدس سے اور دیگر عقلی اور نقلی، روایتی اور درایتی دلائل سے ہمارے خداوند خدا یسوع مسیح کو مردہ ثابت کر دو تاکہ ہماری عیسائیت کا خاتمہ ہو جائے۔ بلکہ اس انگریزی حکومت نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا اور قرآن سے اور احادیث سے بھی دلائل کا ایک انبار مرزا صاحب کو مہیا کر دیا۔ ہمیں انگریز کے اس فہم قرآن اور محدثانہ فراست کا علم نہ تھا۔ پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب کو انگریز نے یہ بھی سکھلا دیا کہ یورپ کی فرنگی اقوام ہی اصل میں یاجوج و ماجوج ہیں۔ اور ان کی سیاست اور ان کے پادریوں کی تعلیمات سب دجل ہیں۔ اور انگریز خود بڑے دجال فریبی اور مکار ہیں۔ انگریزوں کی عیسائی حکومت نے مرزا صاحب پر دین کے تمام اسرار اور پیشگوئیوں کا تمام پس منظر واضح کر کے انہیں محکم استدلال پر قائم کر دیا۔ اور آجکل شاید انگریز طلوع اسلام کے دفتر میں اپنے کسی جاسوس کے ذریعے قرآنی علوم کی اشاعت کا بندوبست کر رہا ہے۔ آہ! اندھی مخالفت انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتی ہے۔ اور وہ نہیں سمجھتا میں کیا کہہ رہا ہوں اور سننے والے میری عقل اور نیت کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ ساری عمر تو انگریز کی ملازمت میں گزری اب دوسروں کو انگریز کی وفاداری کے طعنے دیئے جا رہے ہیں

نزول مسیح کی احادیث

ہم اس مرحلہ پر بھی یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ عام مسلمانوں کا اجتماعی ضمیر ابھی اس قابل نہیں ہوا کہ وہ حضور رحمت مآب صلعم کے ارشادات کی اس طرح تخفیف کرے اور انہیں تحقیر اور نفرت سے پھینک دے جس طرح دور حاضرہ کا مفسر قرآن یعنی غلام احمد پرویز مسلمانوں سے توقع رکھتا ہے۔ مسلمان کے لئے مشکل ہے کہ وہ اپنی تمام روایات اور ائمہ محدثین کی محنتوں اور کاوشوں کو نیست و نابود کر کے اپنے پیشواؤں کو عجم کے سازشی قرار دے دیں۔ اور بلا دلیل محض اپنی کوتاہی کا فہم کی وجہ سے تمام احادیث کو مجموعہ اکاذیب ٹھہرا دیں

تحقیقاتی عدالت میں مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب اپنے تیسرے بیان میں نزول مسیح کی احادیث ۲۰ کی تعداد میں نقل کرتے ہیں اور ان روایات کے متعلق حسب ذیل رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ اور یہی رائے قریب قریب تمام دیگر علما کی ہے۔ ایسی صورت میں اب مسلمانوں کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ ان تمام احادیث اور ان کی روشنی میں بیان کردہ تفاسیر کو نیست و نابود کر دیں۔ اور پرویز صاحب تقلید کرنی شروع کر دیں۔ جن کی تفسیر بالرائے کا یہ عالم ہے کہ وہ آج کچھ اور ہے۔ کل کچھ اور ہو گی۔ اور جو ہر دوسرے شخص سے مختلف ہو گی۔ گو وہ پرویز صاحب ہی کو مسلک کا ہو۔

اور اگر آج پرویز صاحب کے فرمان کے مطابق احمدیت کا خاتمہ صرف انکار حدیث سے ہی ہو سکتا ہے تو کل کیا گارنٹی ہے کہ کوئی منچلا یہ کہہ دے کہ احمدیت شکست نہیں کھا سکتی جب تک کہ قرآن کریم کا انکار نہ کر دیا جائے کیونکہ احمدیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے معتقدات کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔

مولانا مودودی صاحب کا تحقیقاتی عدالت میں بیان حسب ذیل تحریری پیش ہو چکا ہے۔ اور اس وقت ہم اسے ترجمان القرآن جلد ۴۰ عدد ۳ رجون ۱۹۵۳ء سے نقل کر رہے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ ان احادیث کا جن کے متعلق پرویز کا کہنا ہے۔ کہ وہ قرآن کے خلاف ہیں یا یہ معلوم

ہو سکے اور ان کی تاریخی اور دینی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکے۔

"بخلاف اس کے حدیث سے یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح کے نزول کی خبر دی ہے۔ اس بات میں ۰۰ سے زیادہ حدیثیں تقریباً ۳۰ صحابیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ جن راویوں نے یہ احادیث صحابہ سے سنیں اور پھر بیچ کے جو راوی انہیں کتب حدیث کے مصنفین تک پہنچانے والے ہیں ان کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز ہے۔ ان میں بکثرت ثقہ لوگ ہیں وہ یمن سے لیکر آذربائیجان تک اور مصر سے لیکر ماوراالنہر اور سیستان تک مختلف علاقوں کے لوگ ہیں۔ اور بکثرت روایتوں کی سند کتب حدیث کے مصنفین سے لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک بالکل متصل ہے جس میں کوئی کڑی چھوٹی ہوئی نہیں ہے۔ اتنے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے اس قدر کثیر تعداد انسانوں کے متعلق یہ باور کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہے کہ ان سب نے کسی وقت کوئی کانفرنس کر کے باہم یہ قرار داد کرلی ہوگی کہ نزول مسیح کی ایک داستان گھڑ کر خدا کے رسول کی طرف منسوب کر دی ہے اور اگر وہ ایسا کرتے بھی تو ان کی تصنیف کردہ داستانوں میں وہ مطابقت اور مناسبت پیدا ہونی محال تھی جو نزول مسیح کی احادیث میں ہم کو نظر آتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان روائیتوں کے مضمون میں دو تین فروعی اختلاف کے سوا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سب روائتیں مل کر ایک مضبوط اور مسلسل قصہ بناتی ہیں جس کے تمام اعضا ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں ہم نے ضمیمہ ۲ میں ۰۲ معتبر ترین احادیث لفظ بلفظ نقل کر دی ہیں۔ جو ۳ صحابیوں سے مروی ہیں ان کو دیکھ کر محترم عدالت خود معلوم کر سکتی ہے۔ کہ ان مختلف صحابیوں کی روایات، قصے کے تمام ضروری اجزا میں بالکل متفق ہیں۔ صرف ایک معاملہ میں روایت ۲ و ۲۱ دوسری روائیتوں کے خلاف یہ کہتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسلمانوں کی نماز کے امام ہوں گے۔ اور روایات نمبر ۲، ۶، ۸، ۱۴، ۱۵ یہ کہتی ہیں کہ امام جماعت مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا اور حضرت عیسےٰ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اس وجہ سے مفسرین و محدثین نے بالاتفاق اسی بات کو تسلیم کیا ہے جو روایات کی اکثریت سے ثابت ہے اس بنا پر یہ بات یقینی ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کی ضرور خبر دی ہے۔ یہ بات خواہ کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے مگر یہ امر واقعہ کہ حضور نے ایسی خبر دی ہے۔ ناقابل تردید شہادتوں سے ثابت ہے۔ اگر ایسی شہادتوں کو بھی رد کیا جا سکتا ہے۔ تو پھر دنیا کا کوئی تاریخی واقعہ بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح پہلی صدی ہجری سے آج تک امت کے علما اور فقہاء اور مفسرین اور محدثین کا بھی اسی بات پر اجماع ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کی خبر صحیح ہے ضمیمہ ۳، ۵ میں اکابر علما کے اقوال ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں،،

اب دیکھئے ایک طرف تاریخ کی یہ زبردست شہادت موجود ہے۔ کہ حضور نے ایسی پیشگوئی کی ہے اور دوسری طرف قرآن کا ناقابل تردید ثبوت موجود ہے۔ کہ مسیح اول فوت ہو چکے ہیں تو ایسے حالات میں حضرت مرزا صاحب کا قرآن اور حدیث کے درمیان کمال درجہ کا تطابق پیدا کر دینا کس قدر صحیح اور منشائے الٰہی کے موافق ہے۔ اور اگر کسی نے ان کی توجیہ اور قرآن اور حدیث کی اس موافقت اور مطابقت کو تسلیم کر لیا ہے تو کونسا ظلم کیا ہے آخر مثیل مسیح نے مسلمانوں کو یہی تو کہا ہے کہ اشاعت اسلام کی تحریک کو از سر نو زندہ کرو۔ اور مرزا صاحب کے ارشاد کے ماتحت ان کے پیرو ایشیا، افریقہ، امریکہ اور یورپ میں اسلام کے جھنڈے لیکر نکل گئے۔ اور انہیں دنیا کے کفرستانوں میں جا کر گاڑ دیا۔ اس سے کونسی تباہی اور ہلاکت پیدا ہو گئی جس کا طلوع اسلام کو رونا ہے۔

جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کو تسلیم کر لیا ہے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئیوں کی بھی تصدیق کر دی ہے۔ اور قرآن کریم کے احکام کو بھی پس پشت نہیں پھینکا مسلمانوں کی حالت ایک مسیحا کی آمد کی متقاضی تھی۔ احادیث میں ایسے مسیح کے ظہور کا ذکر تھا اور بعض ایسے نشانات اور علامات بیان کر دی گئی تھیں۔ کہ زمانہ حاضرہ میں ان کا ظہور مخبر صادق کی بیان کی ہوئی تمام پیشین گوئیوں کو سورج کی طرح چمکا دیتا تھا۔ پس ایسے حالات میں مرزا صاحب کے نظریہ کو تسلیم کر لینے کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں رہ جاتا اور عقل سلیم کو ان کے سامنے عقیدت سے جھکنا پڑتا ہے۔

مرزا صاحب کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ کسی نئے مذہب کے وہ بانی نہیں ہوئے۔ وہ صرف قرآن کریم کے مبلغ اور تحریک اشاعت اسلام کے علمبردار ہیں یہ وہ سعادت ہے جو اس زمانہ میں کسی اور بزرگ کو نصیب نہ ہوئی۔

پس رائے عامہ کی عدالت میں اس وقت اب دونوں فریقوں کے دعاوی موجود ہیں اور بحث و تمحیص کے بعد معاملہ اس نقطہ تک آ پہنچا ہے کہ یا تو امت کو مرزا غلام احمد سے وابستہ ہو کر اشاعت اسلام کے کام کو تقویت دینی چاہیئے یا غلام احمد پرویز کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس نئے مجتہد کو اسلام کا کرتا دھرتا سمجھ لینا چاہیئے۔ اور نماز کی موجودہ ہیئت کو غیر قرآنی زکوٰۃ کے مسئلہ نصاب کو غیر اسلامی اور قربانی کی رسم کو وحشیانہ رسم قرار دے دینا چاہیئے اور کسی ایک عقیدہ پر پختگی سے قائم نہ رہنا چاہیئے کیونکہ تمام معاملات دین کا انحصار اب ایک فرد کی شخصی رائے پر ہو گیا ہے۔ اور وہ غلام احمد پرویز ہے

اہل قرآن کا نیا گروہ

ہم سمجھتے ہیں کہ علماء کا احمدیت سے تصادم جہاں تک دماغی اور ذہنی قوتوں کا تعلق ہے ختم ہو چکا ہے اس لئے کسی مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ ایک متوسط درجے کا ذہین آدمی جو سچائی کا طالب ہے اب آسانی کے ساتھ خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ سچائی کس طرف ہے ہاں غلام احمد پرویز جو نئے روپ میں قرآنی لبادہ پہنے احمدیت کو چیلنج دے رہا ہے۔ تبھی احمدیت کے ذمے ہے صداقت ہاہر ۔ تمام معیاروں پر پوری اترے۔ قرآن کریم تمام اسلامی فرقوں کی مسلمہ کتاب ہے۔ اگر فی الواقع قرآن تحریک احمدیت کے خلاف ہے تو اسے مٹ جانا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ "احیائے اسلام کی ایک تحریک ہے" تو کبھی نہیں مٹ سکتی: قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء ؁ تؤتی اکلھا کل حین

ترجمہ:- کیا تو غور نہیں کرتا کہ اللہ نے اچھی بات کی مثال کس طرح بیان کی ہے جو ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ مضبوط اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل ہر وقت دیتا ہے۔

احمدیت تو اپنا پھل شروع ہی سے دیتی چلی آرہی ہے ہر مخالفت کے بعد وہ مضبوط سے مضبوط تر ہو کر نکلتی ہے۔ اور ان کے مخالفین نامراد و ناکام ہو کر رہ جاتے اس وقت محمد حسین بٹالوی کا کوئی نام لیوا موجود نہیں ثناءاللہ کا کوئی مقتدی اس کا نام روشن کر رہا ہے احرار گمنامی میں چلے گئے خاکسار بھی اپنے ڈربوں میں جا چھپے صالحین کی جولانیاں صرف پردہ صحافت پر محدود ہو چکی ہیں ان کا طلسم ٹوٹ چکا ہے اب وہ قبولیت عامہ کی خلعت سے محروم ہو چکے ہیں۔ پس مخالفت قرآن کے اس ارشاد کی مصداق بن رہی ہے۔ ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار

ترجمہ:- اور ناپاک بات کی مثال گندے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ کر پھینکا جائے اس کو کچھ بھی قرار نہیں۔

درحقیقت طلوع اسلام کا یہ پرویزی فتنہ محض انکار حدیث تک محدود نہیں اس میں اباحت اور الحاد کے جراثیم پرورش پا رہے ہیں جو بالآخر دین سے مکمل روگردانی پر منتج ہوں گے۔ پرویز اپنی روشن طبع کے لئے قرآن کی جولانگاہ بنائے ہوئے ہے۔ وہ ایک فنکار ادیب ہے۔ جسے اپنے قلمی ہنر کی نمائش اور اپنی تحریر کی صنعت کاری کا اظہار مقصود ہے۔ اگر قرآن کریم کی طرف اس کی توجہ مبذول نہ ہوتی تو وہ شیکسپیئر کے ڈراموں کا ایک انجوبہ روزگار شارح بن جاتا جس طرح آج بھی علماء حدیث کا درس دیتے ہیں اس طرح غلام محمد پرویز کلام اقبال کا درس دیتا ہے۔ حدیث رسول سے اسے نفرت ہے۔ مگر حدیث اقبال کا دلدادہ ہے۔ وہ اپنے مذہب کا خود ہی موجد ہے اور خود ہی اس کا شارح اور مفسر ہے

اس کا کاسہ سر کبر علمی اور نخوت ذوقی ادبی سے پُر ہے لیکن سادہ اور صداقت سے بھری ہوئی عبارتیں پھسپھسی نظر آتی ہیں۔ وہ اپنی لفاظی اور قلمی ملمع کاری پر بڑا نازاں ہے، اس کی ایمانداری کی ایک تازہ مثال ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں

طلوع اسلام مورخہ ۱۶ اپریل ۵۵ء میں "حدیث اور سنت کی حیثیت مرزائی صاحبان کے نزدیک" کے عنوان سے احمدی لٹریچر سے کچھ حوالے پیش کئے گئے ہیں اس عنوان کے نیچے حضرت مرزا صاحب کے مزعومہ دعویٰ نبوت کا ذکر غیر متعلق تھا۔ مگر قارئین طلوع اسلام کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کے لئے بعض غالی قادیانیوں کے حوالے دربارہ نبوت مرزا صاحب بھی اس عنوان کے نیچے پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اور غضب یہ کیا ہے۔ کہ ایک حوالہ حضرت مرزا صاحب کا بھی بے محل اور بے موقع پیش کر دیا ہے۔ مگر عبادت کا کچھ حصہ حذف کر کے بالکل متضاد تاثر پیدا کرنے کی ناروا اور خلاف اخلاق کوشش کی ہے۔ عنوان قائم کیا ہے، نبی کس لئے آتے ہیں؟ اس عنوان کے نیچے یوں لکھا ہے:-

نیا دین } انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔ اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کر دیں۔ اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لا دیں۔

• مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم ص۱۲ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد پرویز قادیانی صاحب)

اس حوالہ کو پڑھ کر یہ تاثر پیدا کرنا مقصود ہے کہ مرزا صاحب کسی نئے دین کے بانی تھے۔ انہوں نے لوگوں کو ایک دین سے نکال کر دوسرے دین میں داخل کر دیا اور ان کے لئے نیا قبلہ مقرر کر دیا۔ اور قرآن کے بعض احکام کو منسوخ کر دیا۔ اور بعض نئے احکام شریعت میں داخل کر دیئے مگر حقیقت یہ ہے کہ جہاں سے یہ حوالہ لیا گیا ہے وہاں حضرت مرزا صاحب نے یہ بتایا ہے کہ میں کسی قسم کی نبوت کا مدعی نہیں ہوں کیونکہ نبی جب آئے گا تو وہ نیا دین لائے گا۔ قبلہ کو بدل دے گا۔ اور بعض احکام منسوخ کر دے گا۔ اور بعض نئے احکام لائے گا۔ مگر میں نے تو ایسا نہیں کیا میرا تو وہی دین یعنی اسلام اور وہی قبلہ یعنی کعبہ اور وہی احکام ربانی ہیں جن کا مجموعہ قرآن کریم کہلاتا ہے مگر یہ کس قدر بددیانتی ہے۔ کہ ایک شخص دیدہ دانستہ اپنے مخالف کی عبارت سے وہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کرے جس تاثر کو مخالف درحقیقت دور کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے یہاں مجمل طور پر قرآن کے اس نئے مجتہد سے اپنے مخاطبین کا تعارف کرا دیا ہے۔ کیونکہ ہمیں مستقبل قریب میں اس نئی طاقت سے نپٹنا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ احمدیت ایک ٹھوس صداقت ہے۔ ایک واضح حقیقت ہے۔ حق کی پکار اور خدا کی آواز ہے۔ وہ ایک الٰہی تحریک اور ربانی نظام ہے۔ وہ ہر کسوٹی پر پرکھے جانے کے لئے تیار ہے اور ہر صحیح معیار صداقت کے سامنے پیش ہونے کو آمادہ ہے۔ ہر پیمانہ سے ناپ لیجئے

وہ پوری اترے گی۔

ہمارا یہ مضمون طویل ہو گیا ہے اور ایک ہفتہ وار اخبار کے صفحات میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اس لئے ہم قرآنی نقطۂ نگاہ سے تحریک احمدیت کی بحث کو کسی دوسری صحبت پر اٹھا رکھتے ہیں۔ ہمارا ارادہ ہے۔ کہ قرآنی نقطۂ نگاہ سے اس پر مفصل اور مبسوط گفتگو کریں۔ ہاں اگر اس اثنا میں کوئی بزرگ جو ہم سے زیادہ اس کے اہل ہوں اس پر قلم اٹھائیں تو ہم ان کے شکر گزار ہوں گے۔

دگرنہ ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کی اصل بنیاد قرآن کریم ہی ہے اور اس بارے میں ہمیں پوری طرح شرح صدر حاصل ہے۔ انشاء اللہ کچھ عرصہ کے بعد ہم اس موضوع پر قلم اٹھائیں گے اور ناظمان طلوع اسلام سے درخواست کریں گے۔ کہ وہ ہمارے اس مضمون کو اپنے رسالہ میں شائع کریں اور پھر اس کا جواب جو چاہیں شائع کر دیں، ہاں ہمیں طلوع اسلام والوں سے ایک گلہ بھی ہے۔ بلاشبہ بعض مسائل میں ان کا اور ہمارا اختلاف ہے۔ مگر انہیں معلوم ہے کہ دنیائے اسلام کے باقی تمام فرقوں سے بڑھ کر ہمیں قرآن کریم سے لگاؤ ہے۔ ہم ہی نے قرآن کریم کے اس وقت درس دینے شروع کئے جبکہ تمام دینی اور مذہبی مدارس اور مکاتیب میں قرآن کے سوا باقی کتب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور مسلمانوں کی درسگاہیں قرآن کریم کی تعلیم سے یکسر معرا تھیں۔ ہم ہی نے قرآن کریم کی تفسیریں دنیا کی مختلف زبانوں میں کیں۔ اور قرآن کریم کے علوم کو تمام اکناف عالم میں شائع کیا اگر طلوع اسلام اپنے دعویٰ حب قرآن میں مخلص ہے۔ تو اسے ہمارے ساتھ رواداری بلکہ محبت کا برتاؤ کرنا چاہیئے تھا۔ اس بارے میں قرآن کریم کا رویہ یہ ہے کہ وہ توحید کا معلم ہو کر تثلیث کے پوجاریوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں مخاطب کرتا ہے

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝

ترجمہ:- اور ان کے لئے جو ایمان لائے دوستی میں سب سے قریب تو ان لوگوں کو پائے گا جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں یہ اس لئے کہ ان میں سے عالم اور راہب ہیں اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتے،

اگر اللہ نے توفیق بخشی۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم جلدی ہی غلام احمد پرویز کے چیلنج کا جواب لکھیں گے مگر ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری جماعت کے علما اس تازہ مخالفت کی طرف ضرور متوجہ ہوں گے۔ اور قرآن کریم ہی سے صداقت حضرت مرزا صاحب ثابت کر کے منکرین حدیث کو بھی ساکت و لاجواب کر دیں گے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں علما کے مقابلہ میں ہر میدان میں فتح بخشی ہے۔ اسی طرح ان مسٹروں کے مقابلہ میں بھی فتح دے گا۔ ہمیں یاد ہے کہ جب پرویز صاحب نے احمدیت کے خلاف ایک مضمون لکھا۔ تو اس پر مولانا مودودی صاحب نے ایک پرلطف تبصرہ کیا تھا مولانا نے لکھا تھا کہ پرویز ی دلائل نے واقعی احمدیت کو ختم کر دیا ہے مگر ساتھ ہی اسلام کو بھی ختم کر دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبولیت احمدیت کے لئے فضا کو سازگار بنا دیا ہے۔ اور اہل نصاف اور دردیدہ دل مسلمان اب اس تحریک کی آبیاری کریں گے۔ کیونکہ غلبہ اسلام اسی تحریک کی کامیابی سے مقدر ہے۔

اخبار احمدیہ

— عید الفطر لاہور میں ۲۴ مئی کو بڑے دھوم دھام سے منائی گئی، مرکزی جامع احمدیہ میں حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب نے نماز عید پڑھائی آپ نے نماز کے بعد ایک مختصر سا خطبہ دیا جس میں رمضان اور عید کی غرض و غایت اور غرباء کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک کا تذکرہ کیا، یہ خطبہ اور اس سے پہلے جمعۃ الوداع کو جو خطبہ آپ نے دیا آئندہ پرچہ میں انشاء اللہ درج ہوں گے۔

— اس پرچہ میں یاد رفتگان کے عنوان سے جو تصاویر دی گئی ہیں وہ ان بزرگوں کی ہیں جنہوں نے راہ خدا میں اپنا مال اور جانیں دیکر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو سچا کر دکھایا، اور بھی کئی بزرگ ہیں جو اپنی قربانیاں دیکر اس جہان سے گذر چکے ہیں اور بعض ابھی خدمت دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں، ارادہ ہے کہ ان بزرگوں کے حالات زندگی اور ان کی دینی خدمات کے تذکرہ میں ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا جائے جس کیلئے ان احباب کی قلمی معاونت کی ضرورت ہے جو ان کے حالات سے واقف ہوں، اس لئے جو دوست جس بزرگ کے حالات زندگی میں سے کچھ جانتے ہوں وہ ہمیں لکھ کر بھیجیں تاکہ اس مقدس تذکرہ کو شروع کیا جا سکے۔

وصیت کی ادائیگی

گجرات سے چوہدری فضل داد صاحب لکھتے ہیں :-

اخبار پیغام صلح مجریہ ۵۵-۱-۵ میں میرا ایک مضمون بعنوان "اس سلسلہ سے چند معروضات" چھپا تھا۔ اس میں میں نے لکھا تھا کہ میں وصیت کی رقم کی ادائیگی کیلئے سر توڑ کوشش کر رہا ہوں۔

آپ یہ پڑھ کر خوش ہوں گے۔ کہ مولا کریم نے میری اس دعا کو منظور کر لیا۔ مجھے کموٹ پنشن کی رقم ۵۵-۵-۱۱ کو ملی اور میں نے اسی وقت -/۲۵۰ کی رقم علیحدہ کر دی۔ تاکہ وصیت کردہ رقم تو دہی دیدوں۔

آج مورخہ ۵۵-۵-۱۱ کو سالم رقم بذریعہ ڈرافٹ و چیک محکمہ مالی صاحب کو بھیج رہا ہوں اور آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ بذریعہ اخبار تحریک کریں کہ تہجد خوان بھائی جس طرح اپنے لئے اور جماعت کے لئے دعا کر رہے ہیں، یہ بھی دعا کریں، کہ اللہ تعالیٰ میری اس حقیر رقم کو قبول فرمائے۔

میں نے وصیت ۱۹۳۹ء میں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر کی تھی، اور آج میرا دل خوشی سے لبریز ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے یہ رقم ادا کر دی،

میں نادار ہوں۔ میری مالی حالت اچھی نہیں۔ لیکن میں حیران ہوں۔ کہ اس رقم کا بندوبست مولا کریم نے کس طرح کر دیا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ فضل ربی ہے۔

ترقی جماعت اور استحکام جماعت کیلئے دعا کے علاوہ دیگر......

مذہب کی بناء وحی الٰہی پر قائم ہے

کیا عقلیت و مادیت انسانی نجات دلا سکتے ہیں؟

مامورِ زمانہ کی شخصیت ——— وحی الٰہی پر عظیم شہادت

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

موجودہ زمانہ میں سائنس و علم کو جو ترقی ہوئی ہے اس سے یہ دھوکہ لگ گیا ہے کہ انسان اپنی عقل کے بل بوتے پر کامل ہدایت کی راہوں کو دریافت کر سکتا اور ان پر عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ لیکن حال ہی کی اٹامک ریسرچ نے یہ انکشاف کئے ہیں کہ مادہ فانی ہے اصل قوت کا سرچشمہ نہیں نیز یہ کہ انسانی علوم اضافی حیثیت رکھتے ہیں نہ کہ حقیقی و آخری۔ پھر مادی تہذیب کے ایک ہزار سالہ تجربہ نے یہ بات بھی ثابت کر دی ہے کہ مجرد عقل نہ صرف ہدایت نہیں دے سکتی بلکہ عالمگیر و مہلک بربادی کا منبع بن سکتی ہے۔ لہٰذا دانایانِ فرنگ اب امن و اطمینان کو مادیت کے ساز و سامان کے علاوہ کسی اور رستے میں تلاش کر رہے ہیں۔ یہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟ یہ وہی خدا پر ایمان اور خدا کے کلام پر یقین و عمل ہی ہے جو امن و اطمینان کو پیدا کر سکتا ہے، خدا کے کلام کا ثبوت وہ ہستیاں اوراق کی زندہ تاریخ ہے جو انبیاء و مامورین کی شکل میں دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑے کئے جاتے ہیں۔

آج بھی دنیا کی اصلاح کے لئے اسلام میں جس مامورِ وقت کو مبعوث کیا گیا یعنی مجدد صد چہاردہم ان کو ماننے اور ان کے کلام کو پڑھنے سے مکالمہ الٰہیہ کے اجرا اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے پر یقین پیدا ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے اس صدی کے مجدد کو شناخت کیا ہے ان پر یہ بڑا بھاری فرض ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اس نور کی چمک دکھلائیں جن سے خود ان کے سینے اس دہریت و الحاد کے زمانہ میں منور ہو گئے، یہی بیدینی و الحاد کا اصل اور حقیقی علاج ہے اور مجدد و مامورِ وقت کے دامن سے وابستگی میں ہی آج دنیا کا امن و اطمینان مضمر ہے۔

مذہب کے مقابلہ میں لادینیت کا دعویٰ

مذہب کی بنیادیں سلسلۂ تکلم الٰہیہ پر قائم ہیں۔ لادینیت اور مذہب میں صرف ایک ہی مابہ الامتیاز ہے جہاں مذہب کا یہ دعویٰ ہے کہ مجرد عقل و فہم ہدایت و رشد کی راہوں کو کماحقہ دریافت کرنے سے قاصر اور ان پر کامل طور پر چلانے سے عاجز ہے وہاں لادینیت کا تمام تر انحصار اس امر پر ہے کہ انسان اپنی عقل کے بل بوتے پر نہ صرف کامل ہدایت کو پا سکتا ہے بلکہ اس پر گامزن بھی ہو سکتا ہے، مادیت کے تحقیقی میدان میں اور مصنوعات و ایجادات کی کثرت اور تنوع میں جو کارہائے نمایاں عقل و علم نے آج کے زمانہ میں کر دکھلائے ہیں اس سے لادینیت کے اس دعویٰ کو بہت تقویت پہنچی ہے اور اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ جب مجرد عقل مادی تحقیق میں ایسے حیرت انگیز کارنامے انجام دے سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ انسان کو اس کی معاشرتی و سماجی زندگی میں بھی صحیح راہ نہ بتلا سکے۔ اس کا خیال ہے کہ اگر وحی و الہام کی ضرورت کسی وقت انسان کو لاحق تھی تو وہ گذشتہ زمانوں میں تھی جبکہ اس کی عقل نے ترقی کے مراحل طے نہ کئے تھے مگر آج اس کی حاجت باقی نہیں رہی۔ یہ وہ خیالات ہیں جنکی تاریکی میں اس وقت نہ صرف وہ لوگ بھٹک رہے ہیں جو علی الاعلان دہریہ و ملحد کہلاتے ہیں بلکہ خود اس قوم کے بہت سے تعلیمیافتہ افراد بھی اس زہریلی ہوا سے متاثر ہو چکے ہیں جسے دنیا کی رہبری سپرد کی گئی تھی وکذالک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس کے مورد و مصداق بھی آج دہریت و الحاد کے ان ہوسوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے پس کیسا عجیب زمانہ آ گیا ہے کہ وہ جن کو امام و رہبر بنایا گیا تھا وہ خود بھی ہدایت و روشنی کے محتاج ہو گئے ہیں۔

مغربی مادی تہذیب کی بنیادیں

سب سے پہلے ہمیں اس دعویٰ پر غور کرنا ہے کہ کیا فی الواقع بشری فہم و ادراک کامل ہدایت کے لئے کافی ہے؟ یہ بالکل صحیح ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جا سکتا ہے، مغربی تہذیب نے جس فلسفۂ حیات کے ماتحت جنم لیا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان کا اصل مقصد و مدعا خواہشات نفس کی تکمیل ہے یہی انسانی معراج ہے اور اسی میں انسان کی خوشحالی و بہبودی کا راز مضمر ہے، چنانچہ فرنگی دانشوروں نے تکمیل خواہش نفس کی خاطر انسانی عقل و فہم کی رہنمائی میں ہر قسم کے سامان و ذرائع پیدا کئے ہیں۔ لیکن اس میدان میں گذشتہ ڈیڑھ ہزار سالہ جد و جہد کا نتیجہ کیا نکلا ہے؟ یہ امر اب خود مغربی فلاسفروں کو معلوم ہو چکا ہے کہ نسل انسانی اس وقت ہلاکت کے کنارے پر کھڑی ہے، بین الاقوامی سطح پر امن و انصاف کا نام لینا خود فریبی کے مترادف ہے، انفرادی طور پر اور گھریلو زندگی میں بھی اطمینان قلب میسر نہیں، عالمی امن کو ہر وقت خطرہ درپیش ہے، وہی عقل و سائنس جس نے آرام و آسائش کے بیشمار سامان بہم پہنچائے ہیں انسان کو اس کا سکون قلب و اطمینان روح دینے سے نہ صرف قاصر ہے بلکہ اس کی عالمگیر تباہی و ہلاکت کے لئے ممد و معاون ثابت ہو رہے ہیں۔ فرنگی دانشور اب اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ انسانی ہدایت و رشد کے لئے مجرد عقل و علم کافی نہیں اور اب کسی اور شے کی انہیں تلاش حیران و سرگردان کئے ہوئے ہے ہزارہا سال کے عالمگیر تجربہ نے جس واضح اور یقینی نتیجہ کو پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ انسانی تفکر و تدبر ہدایت کی کامل راہوں کو دریافت نہیں کر سکتے اور نہ ان کی دریافت کی ہوئی راہیں انسان کو اس کے معراج کمال پر پہنچا سکتی ہیں۔ اگر انیسویں صدی کا کوئی شخص عقل و سائنس کے ارتقاء پر فخر و ناز کرتا تو ممکن تھا اس کے لئے کچھ گنجائش نکل سکتی، لیکن بیسویں صدی کے کسی تعلیم یافتہ و صاحب دانش انسان کے لئے تو اب اس کی کوئی وجہ جواز موجود نہیں کیونکہ انسانی عقل و سائنس نے جو مہیب و مہلک پہلو اختیار کر رکھے ہیں ان کے سامنے تو وحشت و بربریت بھی حیران کھڑی ہے۔

مادہ فانی ہے اور طاقت کا اصل سرچشمہ نہیں

نہ صرف تجربہ نے انسانی عقل و علم کے عجز کو ظاہر کر دیا ہے بلکہ خود عقلاً بھی یہ بات لازم آتی ہے کہ انسان کے لئے دوسری اشیاء کی ماہیت و کنہ دریافت کرنا تو کسی قدر امکانی بات ہے لیکن وہ خود اپنی اندرونی کیفیات اور نفس کی کنہ سے کماحقہ واقف نہیں ہو سکتا اور نہ اپنے ہی نفس کا صحیح صحیح تجزیہ کرنے کا اہل ہو سکتا ہے! موجودہ زمانہ کے سب سے بڑے سائنسدان ڈاکٹر البرٹ آئنسٹائن نے بھی یہی نظریئے پیش کئے ہیں اس کے اضافی نظریہ کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ انسان اپنی محدود علم و عقل کے ذریعہ اور محدود مکان و زمان میں مقید ہونے کے باعث اصلی و حقیقی صداقت کو کبھی نہیں پا سکتا۔ بلکہ جو کچھ اس کی دریافت اور تحقیق ہے وہ صرف محدود دائرے کے اندر ہی صحیح و راست ہو سکتی ہے۔ کلی و آخری طور پر نہیں مزید براں یہ کہ اٹامک (Atomic) تحقیق کی رو سے یہ بات بکلی ثابت ہو چکی ہے کہ اس عالم کی تخلیق کی تہہ میں اصل شے مادہ نہیں بلکہ ذرات بجلی

کی طاقت کام کر رہی ہے۔ تو مختلف عناصر کی خلقت بجلی کے ذرات کی مقدار پر منحصر ہے۔ یہ سارا اختلاف جو عناصر کے خواص میں ہمیں نظر آتا ہے اس کا تمامتر باعث مادہ کا اختلاف نہیں بلکہ محض بجلی کے ذرات کی مقدار کا اختلاف اس کی اصل بنا ہے۔ گویا یوں کہنا چاہیئے کہ ایک طرف تو اضافی نظریئے نے انسانی علم و دریافت کی حقیقت کو تبلا دیا اور یہ روشن کر دیا کہ جن قوانین قدرت کو دریافت کرنے کا ان کو دعوے ہے، ان کی صداقت و سچائی صرف محدود رنگ میں درست مانی جا سکتی ہے نہ کہ آخری و حقیقی صداقت کے طور پر (Ultimate Reality) اور دوسری طرف مادیت کو جو اصل بناء تخلیق سمجھا جاتا تھا موجودہ اٹامک ریسرچ نے بے حقیقت و بے بنیاد ثابت کر دیا ہے سائنس نے اپنی بنیادوں کو خود اپنی ہی تحقیق سے کھوکھلا اور بے حقیقت ثابت کر دکھلایا ہے اور یہ حقائق اب سامنے آ گئے ہیں کہ

(۱) مادہ بناء خواصِ عناصر نہیں، بلکہ ایٹم کے قلب (Atomic nucleus) میں مقید بجلی کی مختلف مقدار پر مختلف خواص کا انحصار ہے۔

(۲) انسانی علم ایک اضافی شئے ہے آخری صداقت نہیں۔

(۳) خواہشات نفس کی تکمیل کے لئے عقل و علم کا جو استعمال گذشتہ ہزار سالہ تہذیب نے بطور تجربہ کیا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ نسل انسانی ہمہ گیر ہلاکت و فنا کے بہت قریب لائی جا چکی ہے۔

یہ تین عظیم الشان دریافتیں جو بیسویں صدی کی سائنس نے ہمارے سامنے پیش کی ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کون یہ کہہ سکتا ہے کہ انسان کی نجات کے لئے اس کا اپنا علم اور اپنی دریافت کافی ہو سکتی ہے؟

اب تک سائنس نے یہ تبلایا تھا کہ مادہ ازلی ابدی، غیر فانی اور طاقت کا اصل سرچشمہ ہے جس پر تخلیق کائنات کی بنا ہے، لیکن موجودہ اٹامک ریسرچ نے سائنس کے اس بنیادی نظریہ کو آج غلط ثابت کر دکھلایا ہے۔ جانے دو اسے کہ جب مادی میدان میں ابتدائے آفرینش سے آج تک انسان ٹھوکریں کھاتا رہا بنیادی نظریوں میں ہی، فاش غلطیوں کا شکار ہوتا رہا تو اس کی عقل اسے اپنے نفس کے صحیح صحیح تجزیے سے کیونکر باخبر کر سکتی ہے؟ جذبات نفسانی پر قابو پانا تو بہت ہی بڑی بات ہے، ہر ذی ہوش کو معلوم ہے کہ جذبات کی تحریک کے وقت عقل ماؤف ہو جایا کرتی ہے۔ اس وقت عقل کا جذبات کو قابو میں رکھنا ایک بالکل بے معنی امر ہے۔

جو انسان بھی موجودہ علوم و سائنس کا بغور مطالعہ کرے گا اس پر یہ امر بخوبی روشن ہو جائے گا کہ عقلیت اور مادیت کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اب انسانیت کو کسی نئی چیز کی تلاش درپیش ہے، وہ نئی چیز بجز روحانیت و اخلاق کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ آج سے نصف صدی قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو یہ ندا بلند کی تھی ؎

چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گُن گانے کے دن

خدا تعالےٰ نے اپنے زبردست حملوں اور سائنسی انکشافات کے ذریعے اس کی صداقت کو کس طرح مبرہن کر دکھلایا ہے!

وحی الٰہی خارجی شئے ہے۔ انسان کے دل کے خیالات نہیں

اگر مادی تحقیق کا انحصار حواس خمسہ اور ذہنی قوٰے پر ہے تو روحانی علوم کا منبع و مصدر ذات باری تعالےٰ ہے۔ خدا تعالےٰ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے جیسے کہ اس نے اپنا قانون بتایا ہے:-

ما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما یشاء۔

خدا تعالےٰ کا اپنے بندوں سے کلام کرنا تین طرق پر ہے (۱) وحی یا القاء کے ذریعے (۲) پردے کے پیچھے سے یعنی رویاء صادقہ و کشوف کے ذریعہ (۳) بذریعہ کسی رسول کے بھیجنے کے۔

سائنس اور علوم مادی کے نزدیک وحی و الہام کا اصول ابھی تحقیق طلب ہے۔ ابھی تک حکماء فرنگ اور فلاسفروں نے اس کی جانب توجہ ہی نہیں دی بلکہ ان کا کثیر حصہ اس کا منکر ہے، ان کی تقلید میں ہمارے ملک کا بیشتر تعلیمیافتہ طبقہ بھی وحی و الہام کے ماننے سے انکاری ہے یا کم از کم بہت پس و پیش اور تذبذب میں مبتلا ہے۔ وحی و الہام سے انکار اس حد تک ترقی کر چکا ہے کہ جو لوگ علی الاعلان اس کے منکر نہیں وہ بھی اس کی تاویل اس قسم کی کرتے ہیں کہ جس کا نتیجہ حقیقتاً انکار ہی ہو جاتا ہے۔ شعراء کو جس طرح بعض اوقات بلا فکر اچھے اشعر سوجھتے ہیں یا فلاسفروں کا ذہن کسی دقیق نکتہ کو بغیر تدبر کے حل کر لیتا ہے ان لوگوں کے نزدیک ایک نبی یا مامور کو جو وحی یا الہام ہوتا ہے وہ بھی انسانی ذہن کی اسی قسم کی پیداوار ہے۔ ان کے نزدیک بیرونی طور پر یا خارج سے کوئی علم حاصل نہیں ہوتا، بلکہ جو کچھ نکلتا ہے اس کا منبع و مصدر انسانی ذہن یا روح ہی ہے الہام و وحی کی یہ تاویل اس کے انکار و تکذیب کے مترادف ہے اور اس قسم کی تاویل کرنے والے لوگ دراصل دہریوں اور ملحدوں کے چھوٹے بھائی ہیں۔

اگر یہ سچ ہے کہ الہام و وحی خارج سے نہیں بلکہ انسانی ذہن کی پیداوار ہے خواہ وہ کتنا ہی اعلےٰ درجہ کا ہو تو اس صورت میں مذہب کا خاتمہ سمجھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ مذہب کی بناء ہی اس بات پر ہے کہ انسانی ذہن ہدایت کی کامل راہیں دریافت کرنے سے عاجز ہے نیز بشری منبع سے نکلی ہوئی بات یقین کا وہ درجہ کبھی نہیں پا سکتی جو دینی اصولوں کے لئے ازبس ضروری ہے۔ یعنی یہ کہ وہ غلطی و خطا سے بکلی مبرا ہو، پس جب کسی امر کی نسبت حتمی یقین ہی نہ ہو تو پھر اس پر عمل کی تحریک کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ جب نہ یقین رہا نہ عمل تو دین کی ساری عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے۔ پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ خدائی کلام میں مستقبل کی بابت جو پیشگوئیاں ہوتی ہیں جو نزول کے وقت بعید از قیاس و عقل دکھلائی دیتی ہیں ان کا منبع و مصدر انسانی ذہن کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟۔

غیر ادیان کے لئے ممکن ہے وحی و الہام کی منکرانہ تاویل کی...... کچھ گنجائش نکل سکتی ہو لیکن وہ شخص جو قرآن کریم کو سچی کتاب سمجھتا ہے اس کے لئے ایسی کسی تاویل کا جواز کہیں دستیاب نہیں ہو سکتا۔ چند مثالیں عرض ہیں:-

حضرت یوسفؑ کو بچپن میں ترقی اقبال کا خواب آتا ہے جس کی تعبیر سے وہ خود اور ان کے والد حضرت یعقوب واقف ہو جاتے ہیں جب حضرت یوسفؑ نے

انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتهم لی ساجدین کا رؤیا سنایا

تو اسی وقت اس کی تعبیر میں حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں وکذلک یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث ویتم نعمته علیک اب کیا یہ حضرت یوسفؑ کے اپنے دل کے خیالات ہی تھے جو خواب میں ان پر منکشف ہو گئے تھے یا بالفرض ان کی دبی ہوئی خواہشات نے یہ تمثل اختیار کر لیا تھا۔ لیکن حضرت یعقوب کے لئے کیونکر ممکن تھا کہ سالہا سال بعد رونما ہونے والے واقعات آپ پورا کرنے پر بھی قادر ہو سکیں؟

اس کے علاوہ قید خانہ میں حضرت یوسف کے دو ساتھیوں کو ان کے اپنے متعلق مستقبل کے فیصلے دکھلائے جاتے ہیں جن کی صحیح تعبیر اسی وقت حضرت یوسفؑ انہیں بتلا دیتے ہیں۔ کیا یہ سب انسانی قلب کی دبی ہوئی خواہشات تھیں؟ اسی طرح بادشاہ مصر کو جو خواب میں نظارہ دکھلایا جاتا ہے جس کی تعبیر حضرت یوسفؑ نے یہ کی کہ سات سال سخت قحط کے آئیں گے اور پھر سات سال فراوانی کے آئیں گے تو اس میں کہاں تک بادشاہ وقت کے خیالات یا حضرت یوسفؑ کی خواہش کا تعلق ہے اور اس کی تکمیل میں انسانی دخل کا کونسا ہاتھ ہے؟ حضرت موسےٰ کی والدہ ماجدہ پر وحی کا ذکر قرآن میں اس طرح آیا ہے:-

اوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوه الیک وجاعلوه من المرسلین

یعنی موسیٰؑ کی ماں کو وحی کی کہ اپنے بچے کو دودھ پلا۔ لیکن جب تجھے اس کی بابت خوف پیدا ہو تو اسے بغیر کسی خوف و حزن کے دریا میں پھینکدو۔ ہم یقیناً اسے تیری طرف واپس لوٹا دیں گے اور اسے مرسلوں میں سے بنائیں گے۔

اگر وحی والہام کی حقیقت صرف اسی قدر ہے کہ وہ انسان کے اپنے دل کے خیالات یا اپنی دبی ہوئی خواہشات ہوتی ہیں تو جائے غور ہے کہ کسی ماں کے دل سے یہ خیال کیسے نکل سکتا ہے کہ وہ اپنے پیارے بچے کو بچانے کے لئے اُسے دریا میں ڈال دے؟ کہاں تک ایسا خیال قرین عقل و قیاس ہے؟ بالفرض یہ بھی مان بھی لیا جائے کہ یہ بات حضرت موسےٰؑ کی والدہ کے اپنے قلب کی آواز تھی لیکن سوال تو یہ ہے کہ ایسی بعید از عقل و قیاس بات پر کونسی وہ ماں ہے جو عمل کرنے کو تیار ہوگی؟۔ یہ محکم یقین وایمان کہ یہ بات سچی و صحیح ہے کیونکر اور کہاں سے پیدا ہوا؟ کیا انسانی دل سے نکلی ہوئی آواز میں یہ یقین و ایمان پیدا ہونا ممکن ہے، پھر فرض محال کے طور پر اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت موسےٰؑ کی والدہ نے اپنے ہی دل کی آواز کو سچا یقین کر کے اس پر عمل کر لیا تب بھی ان کے لئے یہ کیسے ممکن ہوگیا کہ وہ بیرونی واقعات میں جو ان کی طاقت سے کلیتہً باہر تھے اسے سچا ثابت کر دکھلائیں؟

وحی الٰہی مافوق البشر کلام ہے

قرآن کریم وحی والہام کی ایسی تاویل کو دھکے دیکر رد کر رہا ہے جس کا یہ مطلب ہو کہ از غیب انسان کے دل میں خارجی طور پر کچھ ڈالا نہیں جاتا بلکہ وہ خیالات صرف اس کے اپنے دل کے اندر سے ہی نکلتے ہیں۔ حضرت عیسےٰؑ کی والدہ ماجدہ کو جو بشارت بیٹے کے حمل سے قبل ملی کیا وہ بھی ان کے اپنے ہی قلب کی خواہشات کا نقشہ تھا جو متمثل ہو کر ان کے روبرو انسان کی شکل میں آ گیا تھا؟ فتمثل لها بشرا سویا۔ انبیاء علیہم السلام کی وحی کا تو ذکر ہی کیا یہاں تو غیر انبیاء اور عورتوں سے قطعی یقینی مکالمہ الٰہیہ کا ذکر موجود ہے۔ وہ لوگ جو خدائی الہام و وحی کو صرف انسان کے اپنے دل کے خیالات قرار دیتے ہیں غور کریں کہ قرآن کریم نے جو یہ واقعات بیان کئے ہیں تو ان کی تشریح کیسے اور کیونکر ممکن ہے؟ نیز وہ لوگ بھی سوچیں، جو یہ کہتے ہیں کہ غیر انبیاء پر یقینی و قطعی وحی الٰہی کا ہونا کیونکر ممکن ہے۔ اگر بنی اسرائیل کی عورتوں کو حتمی وحی اور یقینی مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہو سکتا ہے تو آنحضور صلعم کے سب کے سب کامل پیرو کیا اس سے محروم قرار دیئے جائیں گے؟ انبیاء و مامورین تو اس کلام کے یقینی صادق ہونے پر چیلنج دیتے ہیں انسان کے لئے اپنے دل کے خیالات پر چیلنج دینا کہاں تک ممکن ہے؟ پھر نہ صرف وہ لوگ وحی پر خود یقین کامل رکھتے ہیں بلکہ خدائی کلام کی صداقت پر دوسروں میں اسی یقین و ایمان کو جاگزین کر دیتے ہیں۔ اپنے خیال کے بارہ میں دوسروں کو اس کے منجانب اللہ صادق ہونے کا قائل کر دینا کس طرح ممکن ہے جبکہ فی الواقعہ یہ بات صحیح نہ ہو؟ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جن لوگوں پر کلام الٰہی کا نزول ہوا اور انہوں نے اس کے متعلق دنیا میں ایک شور بپا کر دیا وہ کس کردار کے انسان تھے؟ کیا یہ لوگ چالباز و خودغرض تھے یا بے نفسی و صداقت اور صاف گوئی کی چلتی پھرتی اور بولتی ہوئی تصویر تھے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ صرف اسی بات کو کہکر کہ خدا ہم سے ہمکلام ہوتا ہے انہوں نے ہزارہا آفات و مصائب کو دعوت دے دی؟ بے عزّت و بدنام کئے گئے۔ گھروں سے نکالے گئے، جان کے لالے پڑ گئے اقربا واعزہ سے علیحدہ ہوئے غرضیکہ ہر وہ رسوائی و ایذا انہیں دی گئی جو دی جانی ممکن ہے انہوں نے یہ سب کچھ برداشت کیا لیکن اس بات کے کہنے سے باز نہ آئے کہ خدا ہم سے بولتا ہے کیا ایسی خارق عادت استقامت کبھی کسی جھوٹے کو نصیب ہوا کرتی ہے؟ جھوٹ تو وہ بولتا ہے جسے کسی مفاد کی توقع ہوتی ہے یا جو کسی دکھ و مصیبت سے بچنا چاہتا ہو مگر یہ تو کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص نے جھوٹ بول کر ہزار آفت اپنے سر پر مول لی ہو۔ انبیاء و مامورین کی زندگیوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب وہ یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ خدا ہم سے بولتا ہے تو اس کا مفہوم ان کے نزدیک ہرگز یہ نہیں ہوا کرتا کہ ان کے دل میں جو خیال گذرتا ہے اسی کو وہ خدا کا کلام کہدیتے ہیں جبکہ کوئی مخفی غرض ان کی اس سے وابستہ نہیں تو کیا ضرورت ہے کہ ان خیالات کو جو مثل دوسرے لوگوں کے ان کے ذہن میں اُٹھتے ہیں خدا کی طرف منسوب کریں اور ایسا کر کے عوض بنی بنائی عزت اور آرام کو گنوائیں؟

علم غیب پر قدرت صرف خدائی صفت ہے

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ بالفرض اپنے ہی خیالات کو منجانب اللہ سمجھ بیٹھنا اور اس پر یقین کر لینا کسی صحیح الدماغ انسان کے لئے ممکن ہے تب بھی مستقبل میں پیش آمدہ واقعات کو من وعن بیان کر دینا کسی بشر کے لئے کیونکر ممکن ہے خصوصاً جبکہ بیان کردہ علم غیب قیاس و عقل کے برخلاف ہو؟ واقعات حاضرہ کے مطابق قیاس آرائی تو کی جا سکتی ممکن ہے مگر ان کے سراسر مخالف و متضاد پیشگوئی کر کے اس پر مخالفوں کو تحدی و چیلنج کرنا بشری طاقتوں سے یقیناً ماوراء بات ہے۔ مثلاً صرف اسی بات کو لے لیجئے کہ مامور و مصلح ربانی لوگوں کی رسم و رواج اور معتقدات کے برخلاف علم جہاد بلند کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ پیشگوئی بھی ببانگ دہل کرتا ہے کہ بالآخر وہ کامیاب ہوگا اور اس کے مخالف نامراد ہو کر رہیں گے حالانکہ اس دعوے کے وقت وہ خود بے بس و ناتواں اور تمام دنیاوی اسباب و ذرائع سے بے نصیب اور محروم ہوتا ہے اور اس کے مخالفوں کے پاس تمام وہ وسائل موجود ہوتے ہیں جن کے بل بوتے پر کسی کو کامیابی ملنی ممکن ہے، تو قابل غور امر یہ ہے کہ یہ اور اسی قسم کی دیگر پیشگوئیوں کو واقعات کا جامہ پہنا دینا ایک بشر کے لئے کیسے اور کیونکر ممکن ہے؟

وحی والہام کا مادہ عالمگیر فطرتی جوہر ہے

پھر یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ اگر سلسلہ وحی والہام تک ہے تو یہ صرف چندان اشخاص تک کیوں محدود کر دیا گیا ہے جنہیں انبیاء یا مامورین کہا جاتا ہے، فی الحقیقت قرآن کریم کی پیش کردہ مثالوں سے ظاہر ہے خدا تعالےٰ کی اظہار علی الغیب کی سنت ایک عالمگیر سلسلہ ہے جس میں زمانہ یا قوم وملک کی تخصیص نہیں۔ ہمیشہ ہر جگہ ایسے لوگ ملتے ہیں جنہیں خواب یا رؤیا میں آئندہ آنے والے واقعات کے نظارے ہو بہو قبل از وقت دکھلا دیئے جاتے ہیں، کشوف اور رؤیاء صادقہ کا سلسلہ ازل سے جاری ہے ابد تک رہے گا اور خدا تعالےٰ کے کلام کا ایک طریق یہ بھی ہے جیسے کہ خود آیت شریفہ ما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا سے ظاہر ہے جہاں تکلم الٰہیہ کے تین طریق بیان فرماتے ہیں (۱) سب سے ادنےٰ طریق دل میں ... کسی بات کا خدا کی طرف سے ڈال دیا جانا جسے وحی خفی کہتے ہیں اور جو انسان کے اپنے دل کے خیال سے بالکل علیحدہ بات ہوتی ہے۔ (۲) من وراء حجاب یا کشوف و رؤیاء صادقہ (۳) فرشتہ کا انسان کی شکل اختیار کر کے پیغام لانا اور رو در رو کلام کرنا۔ تمثل بشر کی مثال میں حضرت مریم کے پاس فرشتہ کا بشارت لانا ایک مشہور واقعہ ہے۔

پھر حضرت یوسفؑ کے ذکر میں بادشاہ مصر اور دیگر لوگوں کی سچی خوابوں کا ذکر کر کے قرآن کریم نے توجہ دلائی ہے کہ یہ سلسلہ ایک عام اور عالمگیر حقیقت ہے اسی کے مطابق احادیث میں ذکر آیا ہے چنانچہ ایک مشہور حدیث وہ ہے جس میں رؤیاء صادقہ کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے اور دوسری میں جہاں ختم نبوت کا ذکر ہے وہاں مبشرات کے جاری رہنے کی خوشخبری دی گئی ہے لم یبق من النبوة الا المبشرات گویا مبشرات بھی نبوت کا ایک حصہ ہیں۔ اسی کے مطابق قرآن کریم میں بھی مومنوں کو بشارت ملنے اور ان پر ملائک کے نزول کا ذکر موجود ہے جیسے فرمایا ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملئكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی كنتم توعدون نحن اولیاؤكم فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة۔

جو لوگ خدا تعالےٰ سے تعلق لگا کر اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں ان پر فرشتے اتارے جاتے ہیں جو ان کو ہر خوف و حزن سے بے نیاز کر دیتے

ہیں اور انہیں اپنی تائید و نصرت کی بشارتیں دیتے ہیں۔ دوسری جگہ اس مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ لاتبدیل لکلمٰت اللہ۔ جو مومن تقویٰ کرتے ہیں ان کے لئے بشارتیں ہیں اسی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔ یہ خدا کی نہ بدلنے والی سنت ہے اب وہ لوگ جو مسلمان کہلا کر پھر آنحضور صلعم کے کامل متبعین و مجددین پر بھی یقینی کلام الٰہی کے نزول کو نہیں مانتے خدا کی اس نہ بدلنے والی سنت کا کیا جواب دیں گے۔

تحدّی اور دعویٰ صرف مامور من اللہ کو واجب ہے

پس یہ امر تو قرآن کریم اور عام انسانی تجربہ سے ثابت ہے کہ وحی الٰہی اور اظہار علی الغیب کی خدائی صفت عالمگیر رنگ میں ہمیشہ سے جاری ہے تا امر نبوت مشتبہ و مکدر ہو کر نہ رہ جائے۔ لیکن اس بات سے ٹھوکر بھی نہ کھانی چاہیئے کہ ہر کس و ناکس اپنے الہام و خواب کو حجت قرار دینا شروع کر دے۔ جس طرح منکرین وحی و الہام ایک تفریط کے مرتکب ہیں ایسا ہی قائلین کو بھی اس افراط و غلو سے اجتناب لازم ہے کہ وہ اپنے اپنے خواب یا الہام کو دوسروں کے لئے قابل حجت قرار دینے لگ پڑیں خصوصاً جبکہ خدا تعالیٰ نے اس اُمت پر یہ رحمت کی ہے کہ ہر زمانہ اور ہر صدی میں ایک مجدد و مامور کھڑا کیا جاتا ہے جو قطعی یقینی وحی الٰہی سے سرفراز کیا جاتا ہے تو پھر عام مسلمان کے لئے چاہے وہ ولایت کے مقام پر ہی کیوں نہ ہو کب جائز ہے کہ وہ اپنے الہام کو بطور حجت پیش کرے۔ یہ امر اس لئے بھی خطرناک ہے کہ بجز مامور من اللہ کے کسی دوسرے شخص کے نفس کے کامل طور پر پاک ہو جانے کے لئے کوئی دلیل نہیں، پس جہاں کامل بے نفسی ثابت نہیں وہاں ایسے لوگوں کی وحی و الہام کی قطعیت بھی یقینی امر نہیں اور جس جگہ حتمی طور پر وحی و الہام کا منجانب اللہ ہونا ثابت نہیں بلکہ نفسانی ملاوٹ کا شبہ موجود ہے وہاں وہ حجت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اتمام حجت کے لئے صرف مامور زمانہ کی شخصیت کافی ہے۔

دہریت و الحاد کی جڑیں صرف مامور زمانہ پر ایمان لانے سے کٹتی ہیں

جس زمانہ میں عقلیت و مادیت کا زور ہو جب ہر طرف الحاد و لادینی پھیل رہے ہوں، الہام و وحی کو صرف ڈھکوسلہ بازی یا فریب کاری سے زیادہ اہمیت نہ دی جاتی ہو اور خود مسلمان قرآن کریم کو کلام اللہ تسلیم کرنے میں شکوک و شبہات کے دریا میں غوطے کھا رہے ہوں اور ان میں سے اکثر اسے کلام الٰہی صرف اس معنے میں مانتے ہوں کہ اس میں ایک نیک اور مقدس اور عالی مرتبہ انسان کے خیالات درج ہیں پھر جب خدا تعالیٰ کی صفت اظہار علی الغیب سے انکار کیا جا رہا ہو اور یہ مطالبہ کیا جا رہا ہو کہ اگر خدا تعالیٰ پہلے زمانوں میں اپنے بندوں سے واقعی ہم کلام ہوتا تھا تو اب اس نے اپنی یہ سنت کیوں ترک کر دی جب زمانہ کا مزاج اور تقاضا ہی یہ ہو گیا ہو کہ ہر امر کی صداقت کے لئے شہادت و تجربہ کا معیار پیش نظر رہتا ہو اس زمانہ میں اگر خدا تعالیٰ اپنی رحمانیت کے تقاضا سے ایک عظیم الشان مجدد کو مبعوث فرمائے جس پر خدا تعالیٰ کی وحی و الہام کی تجلّی نمایاں رنگ میں ہوتی ہو اور جس کی اعلیٰ پیشگوئیوں کے ہزارہا اشخاص چشمدید شاہد ہوں، جس کے تعلق باللہ کے باعث لکھوکھہا انسانوں کو نور ایمان نصیب ہوا ہو، جس کے فیضان سے عالمگیر دہریت و الحاد کی رَو کے مقابل ایک عالمگیر روحانی و اخلاقی سلسلہ قائم کیا گیا ہو تو جائے غور ہے کہ ایسے عظیم روحانی رجل کی شخصیت اور دعاوی کو دنیا کے سامنے عام طور پر اور مسلمان قوم کے روبرو خاص طور سے پیش کرنا کس قدر اہم اور ضروری بات ہے، صحیح حقیقت تو یہی ہے کہ اگر دہریت و الحاد اور نیچریت کی جڑیں کاٹنا ہمیں منظور ہیں اگر سلسلہ تکلم الٰہی پر ایمان ازراہ بصیرت مقصود ہے اگر واقعی دل سے قرآن کریم کے منجانب اللہ نازل ہونے کا قائل ہونا منظور ہے تو پھر بجز اس امر کے چارہ نہیں کہ اس شخص کے دامن سے وابستگی اختیار کی جائے جو وحی و الہام کا مدعی اور ستاہد بنا کر اس زمانہ میں بھیجا گیا ہے۔ جن لوگوں نے واقعی امام زمان کو صادق شناخت کر لیا ہے ان پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ اس کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کو دوسروں کے سامنے تحدّی سے پیش کریں تا خدا تعالیٰ کے سلسلہ تکلم پر ایمان پیدا ہو کر خود کلام الٰہی یعنی قرآن کریم پر یقین پیدا ہو۔

اے در انکار مانده از الہام
کرده عقلِ تو عقل را بدنام
از خدا ازو بخویش آوردی
ایں چہ آئین و کیش آوردی
تا نہ کس سر ز خویشتن تابد
راز توحید را چہ ساں یابد
تا نہ بر فرق نفس پا بزنی
کے بہ پاک و پلید فرق کنی
ہر کہ شد تابع کلام خدا
رست از اتباعِ حرص و ہوا

(مسیح موعود)

فتح نمایاں بنام ما باشد

(بقیہ صفحہ [illegible])

کیا۔ آج وہی اصول قابل قبول ہیں جو آپ نے رائج کئے۔ کیا آج بھی کوئی اس فتح نمایاں میں شک کرسکتا ہے۔

ایٹم برائے امن

متحارب قوموں نے آلات حرب میں اپنے علم و عقل کی بدولت نئی نئی چیزیں دریافت کیں۔ ایٹم بم نے ہیروشیما کی سرزمین پر اپنے خونی کارناموں کا مرقع منقش کردیا ہائیڈروجن بم بھی دنیا میں تباہی لانے کے لئے ایک نئی دریافت ہے۔ ان آلات سے مقصود اپنے مخالفوں پر غلبہ پانا اور دشمنوں کو پامال کرنا ہے۔ مگر دنیا بھر میں خدا کی بادشاہت قائم کرنے کے لئے حضرت امام نے اپنی فوج کو جو ایٹم بم دیا ہے وہ تباہی کے بجائے امن و سلامتی کا ضامن ہے۔ اس ایٹم بم میں بھی اتنی قوت موجود ہے کہ وہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دے مگر وہ سراسر شفا و نور ہے۔ وہ مخلوق خدا کو گمراہی اور ضلالت سے نکال کر ہدایت اور راہ راست پر ڈالتا ہے۔ وہ بیماروں کو شفا بخشتا ہے۔ اور مُردوں کو زندگی۔ وہ دین پر فدا ہونیوالوں کو انتہائی عروج پر پہنچاتا ہے اور انہیں خدا سے ملاتا ہے۔ حضرت امام نے اس ایٹم بم کی شان میں قصیدہ خوانی .... کی۔ اس کے محامد و محاسن بیان کرنے میں ضخیم کتابیں لکھیں اور آج بھی امن و سلامتی کی متلاشی اقوام اسی کی بدولت اپنے مقصود کو پاسکتی ہیں۔

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آنحضرت صلعم کی تبلیغ کی مہم کو ناکام بنانے کی سعی رائگاں کی گئی تھی بعینہٖ اس مامور کے وقت میں ہوا۔ نصاریٰ اور یہود نے اپنی الہامی کتابوں اور مقدس نوشتوں کو بدل ڈالا اسی طرح اس صدی کے علماء سوء نے نزول مسیح کی روایات کو ناقابل اعتنا قرار دیدیا۔ اور محض حضرت امامؑ کی مخالفت میں کامیاب ہونے کے لئے احادیث کا انکار کر دیا سبحان اللہ کی شان ہے کہ آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ میں پرویز نام مبارک سے گستاخی سے پیش آیا تھا اب آخرین منھم نے بھی ایک پرویز کو پایا جو آنحضرت صلعم کے ان فرمودات کو جو آپ کے متقی و معصوم اصحاب نے جمع کئے تھے مٹانے کی جسارت کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اُن علماء سوء پر بطور سزا وارد ہو رہا ہے۔ کیونکہ حضرت امام نے فرمایا ہے کہ:

"میرا انکار اس برگزیدہ
نبی کا انکار ہے جس کا
مَیں غلام ہوں۔"

اسلام کا سچا خادم

اور دینِ حق کا سچا داعی

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب

آج پاکستان کا شاید ہی کوئی گوشہ ایسا ہو جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نام سے لوگ ناواقف ہوں۔ پاکستان کیا ہندوستان کے اندر بھی ایسی کوئی جگہ نہیں ملے گی جہاں کے بسنے والے اس نام سے لاعلمی کا اظہار کریں بچے سے لے کر بوڑھے تک تمام اس نام سے واقف ہیں۔ بلکہ موجودہ وقت میں تو میں کہوں گا کہ اسلامی ممالک اور مغربی دنیا کا بڑا حصہ اس نام سے آشنا ہو چکا ہے۔ لیکن ایک وہ بھی وقت تھا کہ آپ شہر سے دور ایک گاؤں میں گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے اور عام طور پر کوئی انہیں جانتا بھی نہ تھا، آج سے قریباً سو سال پیشتر ایک گاؤں اور دیہات کی جو حالت تھی۔ وہ کون نہیں جانتا۔ کسی قسم کا صالح ماحول نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ اور جبکہ شہر سے میلوں دور پیدل چل کر وہاں تک رسائی ہو تو کون وہاں کے رہنے والوں کو زیادہ جان سکتا ہے۔ غرض بچپن سے لے کر جوانی تک مرزا صاحب کو جاننے والوں کی تعداد نہایت ہی محدود تھی۔ چند ایک گھر کے افراد اور کچھ محلہ دار یا اکا دکا ارد گرد کے گاؤں کے کوئی آدمی ہی انہیں جانتے ہوں گے۔ ایسے غریبانہ ماحول میں ان کا اٹھنا بیٹھنا اور اپنے اوقات کو گزارنا انوکھا پن ضرور اپنے اندر رکھتا تھا۔ والد بہت بڑے زمیندار اور گاؤں کے رئیس تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمارا بیٹا زمیندار و کام کاج میں ہاتھ بٹائے لیکن حضرت مرزا صاحب کو ان معاملات میں کوئی رغبت نظر نہیں آتی، وہ اس میں تگ و دو کرنے کی بجائے مسجد میں جاتے اور یادِ الٰہی میں گھنٹوں گزار دیتے قرآن خوانی ہے۔ درود شریف کثرت سے پڑھنا ہے استغفار کا پڑھنا ہے غرض صبح و شام اسی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ گھر سے جو کھانا آ گیا اس میں سے تھوڑا سا کھا لیا اور بسا اوقات خفیہ طور پر سارے کا سارا کھانا کسی نادار کو کھلا دیا اور خود بھوکے رہ گئے۔ ذکرِ الٰہی سے انہیں ایک خاص لذت ملتی جو ہر آن انہیں اس میدان میں آگے ہی آگے بڑھاتی چلی جاتی اس طرزِ زندگی کا اثر باپ پر بھی پڑا اور ان کے ہمسایہ ہندوؤں پر بھی وہ انہیں بڑا پاکباز اور خدا دوست انسان سمجھتے تھے اور مصیبت آتی تو ان سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ ایسے واقعات تو کثرت سے اُن کی جوانی کے ایام میں ملتے ہیں۔ میں یہاں صرف ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں۔

ملا وامل ایک آریہ تھا۔ اُس کا حضرت مرزا صاحب کے ہاں آنا جانا کثرت سے تھا۔ ایک بار وہ سخت بیمار ہو گیا۔ ٹی بی کے اثرات ظاہر ہو گئے اور معالج نے اس کا اظہار بھی کر دیا۔ صحت یابی سے سخت مایوس ہو گیا۔ اور اس نے اپنی موت کو قریب سمجھا ایک دن مرزا صاحب کے سامنے رو پڑا اور دُعا کی درخواست کی۔ مرزا صاحب پر اس کے الحاح اور تضرع کا بڑا اثر ہوا اور وہ خدا کے حضور گر گئے۔ اور دعا شروع کی چند دن ہی گزرے ہوں گے کہ الہام ہوا:۔

یا نار کونی برداً وسلاماً

اس میں تپ کے دور ہونے اور صحت کے دوبارہ ملنے کی بشارت تھی یہ خوشخبری ملاوامل کو سنائی گئی۔ اور وہ اس کے بعد صحت یاب ہو گیا اور حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد ایک لمبا عرصہ تک زندہ رہا۔

باطنی قوائے کی تکمیل

مرزا صاحب موصوف اپنے اس مجاہدہ میں ایک لمبا عرصہ مشغول رہے۔ ذکرِ الٰہی کے ساتھ ایک بار خواب میں ایک ہدایت کی بنا پر چھ ماہ کے متواتر روزے رکھے اس کا ذکر کرتے ہوئے وہ خود فرماتے ہیں کہ اس دوران میں میری غذا چند تولے رہ گئی۔ یہ سب کچھ خفیہ طور پر کیا گیا۔ گھر سے جو بھی کھانا آتا حسبِ معمول کسی کو کھلا دیا جاتا۔ بالآخر اس مجاہدہ کا اثر ظاہر ہوا۔ باطنی قویٰ کامل طور پر نشوونما پا گئے اور نورِ نبوت سے دل و دماغ روشن ہو گئے۔ خواب اور کشوف کا دیکھنا اور الہام الٰہی کے سلسلہ کا جاری ہونا اور دعا کی قبولیت سے مشرف کیا جانا غرضیکہ تمام روحانی نعمتوں سے نوازے گئے۔ یہ وہ انعامات ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور آپ سے محبت بڑھانے کے نتیجہ میں ملتے ہیں۔ ان انعامات کے ملنے کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، فرمایا:۔

(۱) لهم البشریٰ فی الحیٰوة الدنیا والاخرة

(۲) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

غور کیجئے جب کوئی خدا کا محبوب بن گیا تو پھر کونسی نعمت ہے جو اسے نہ ملے گی۔

اسلام زندہ مذہب ہے

ہو سکتا ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیرو بھی اپنی اپنی کتاب سے ایسے وعدے نکال کر دکھائیں۔ لیکن قرآن کے کئے ہوئے وعدوں اور دیگر کتب میں کئے ہوئے وعدوں میں ایک فرق ہے اور یہ ایسا فرق ہے جو مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے اسلام کا پیرو تو مجاہدات کے ذریعہ سے ان موعودہ انعامات کا وارث بن جاتا ہے لیکن روئے زمین پر کسی دیگر مذہب کا پیرو ایسا نہیں ملے گا جو آج اس بات کا دعوے کر سکے کہ وہ اپنی کتاب کے کئے ہوئے وعدوں کا حامل بن گیا ہے۔ آخر موجودہ سائنٹیفک دور میں جب کہ ہر اصول تجربہ کی کسوٹی سے پرکھا جاتا ہے۔ وہ اصول جو تجربہ میں فیل ہو جائے کیونکر قبول کیا جا سکتا ہے۔ یوں تو اسلام کے مخالف بہت سے مذاہب ہیں لیکن مخالفت میں عیسائیت سب سے پیش پیش ہے اس کی مذہبی کتاب انجیل کے وعدوں پر ہی نظر ڈال لیجئے۔ لکھا ہے:۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا۔ اور وہ چلا جائے گا۔ اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہو گی"

(متی باب ۱۷۔ آیت ۲۰)

"خداوند نے کہا اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوتا اور تم اس توت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اُکھڑ کر سمندر میں لگ جا تو تمہاری مانتا"

(لوقا باب ۱۷۔ آیت ۶)

مرقس باب ۱۶۔ آیت ۱۷ و ۱۸ میں لکھا ہے:۔

"اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالیں گے۔ نئی نئی زبانیں بولیں گے۔ سانپوں کو اُٹھا لیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے تو انہیں کچھ ضرر نہ پہنچے گا وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو اچھے ہو جائیں گے"

پولس بھی اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ پہاڑ کو ہٹا دینا ایمان کی نشانی ہے چنانچہ کرنتھیوں ۱ کے باب ۱۳ آیت ۲ میں لکھا ہے:۔

"......... اور میرا ایمان یہاں تک کامل ہو کہ پہاڑوں کو ہٹا دوں"

اب ان وعدوں کے پیشِ نظر تمام عیسائی دنیا میں کوئی ایسا پادری یا پوپ یا کوئی اور انجیل کا بدل و جان فرمانبرداری کرنے والا ہے، جو ان امور کے کرنے پر قادر ہو؟ اگر کوئی بھی ایسا نہیں اور یقیناً کوئی بھی نہیں تو اس مذہب کو کیا ماننا جو اپنے کامل فرمانبردار کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ پیدا کر سکے۔ اسی طرح دیگر مذاہب ہیں۔ لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ ہے اور وہ اپنی زندگی کا ثبوت اس طرح دیتا ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کو ان تمام نعمتوں کا حامل بنا دیتا ہے

جس کا وعدہ اس نے کر رکھا ہے۔ ان وعدوں میں سے چند ایک کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ ان کی تشریح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے:۔

رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

کہ میرے متبعین سے خدا کلام کرے گا حالانکہ وہ نبی نہ ہوں گے۔ حضرت میرزا صاحب موصوف بھی بالآخر مسلسل مجاہدات کے بجا لانے سے اس نعمت کے حامل بن گئے۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو ایسے الہامات اور بشارتیں دی جانے لگیں جو فلق الصبح کی طرح پوری ہوتی تھیں، گویا اسلامی تعلیمات کی پیروی سے آپ کو خدا نظر آگیا۔

عیسائیت کا زور اور مدافعت کا جذبہ

رُوحانی ترقیات کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود کے دل میں اسلام کی مدافعت کا جذبہ بھی ترقی کرتا چلا گیا۔ آج سے قریباً ۷۰ سال پیشتر اسلام کے خلاف مخالفت کا جو تند و تیز طوفان چل رہا تھا اسے دیکھ کر ان کا دل پسیجتا اور وہ اسلام کی برتری اور اسکی کامیابی کے لئے دلی سوز و گداز سے دعائیں کرتے۔ دل سے نکلی ہوئی گوشہ نشینی کی چیخ و پکار آخر کار عرش معلیٰ پر پہنچی اور اس کی قبولیت کا سامان اللہ تعالےٰ نے کیا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ عیسائیت اپنے پورے زوروں پر تھی۔ حکومت ان کے ہاتھوں میں تھی۔ مال و دولت کی فراوانی انہیں حاصل تھی۔ ہر شعبہ علم میں انہوں نے بڑی ترقی کرلی تھی اور ان کے علم کا سکہ تمام دیگر اقوام پر مسلط تھا۔ سائنس کے میدان میں انہوں نے بڑی ترقی کر لی تھی اور ان کی یہ ترقیات قوموں کو حیران کر رہی تھیں اور آئے دن کی نئی نئی ایجادات آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔ ان کے فلسفہ کا بھی ایک رعب تھا۔ ہر روز نئے نئے خیالات پیدا ہوتے اور ہزاروں لاکھوں کتابوں پمفلٹوں اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ مشتہر کئے جاتے تھے۔ غرض اس تمام ماحول نے ہر قوم کو مسحور کر رکھا تھا۔ ہر قوم اپنے عقاید سے ہل گئی قلوب میں ایک عظیم زلزلہ برپا ہوگیا وہ جو تھوڑا بہت اس قوم کے قریب آیا متاثر ہونے سے نہ بچ سکا، پڑھا لکھا طبقہ تو بالکل ان کے رنگ میں رنگا گیا۔ اندازہ لگائیے کہ حاکم قوم کے رنگ میں رنگا جانے سے اگر دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہوں کھانے پینے کو با فراغت حاصل ہو جاتا ہو، پہننے کو بہترین لباس اور رہنے کے لئے شاندار کوٹھی میسر آتی ہو تو کون ہے جو ان کی طرف مائل ہونے سے بچ سکے۔ اس ظاہری کشش کے ساتھ عیسائی قوم نے مصمم ارادہ کر رکھا تھا کہ انہوں نے تمام دنیا کو عیسائی بنانا ہے۔ ان کے مشنریوں کی تگ و دو، ان کے پادریوں اور پادرانیوں کی انتھک کوشش اس ماحول کے تصور سے آج بھی دل کانپ اٹھتا ہے کہ کیا مصیبت تھی جو اس وقت ایک تیز رو آندھی کی طرح مسلمانوں کو الحاد کے گڑھے میں دھکیلتی چلی جاتی تھی۔ ایمان کی بذریعہ تلوار نہیں بلکہ زبردست وساوس سے تباہ کیا جا رہا تھا اور ہر مومن کو اس کی اس متاع عزیز سے محروم کیا جا رہا تھا۔

اس آفت کے پہلو بہ پہلو مسلمانوں میں کوئی حرکت نہ تھی وہ زندہ اور متحرک قوموں کی راہ سے بھٹک چکے تھے بلند نظری اور بلند خیالی سے وہ بحیثیت قوم عاری ہو چکے تھے۔ مذہب کی اصل سپرٹ اور روح ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ ظاہر پرستی اور الفاظ پرستی پر ان کا سارا زور تھا۔ اس کے مقابلہ کے لئے سوچ و بچار کرنے کی بجائے علماء بیہودہ جھگڑوں میں وقت ضائع کر رہے تھے۔

"براہین احمدیہ" کی تصنیف

غرض ان حالات میں جبکہ مسلمانوں کی قوت دفاع قریباً ختم ہو چکی تھی اور بیرونی حملوں کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔ میرزا صاحب موصوف نے اپنے دلی جوش کی بناء پر اسلام کی حقانیت کے بارہ میں ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جس کی تکمیل علمی ماحول سے بالکل الگ تھلگ ایک گاؤں میں بیٹھ کر کی گئی اور بڑی جد وجہد اور کاوش سے اس کی اشاعت کی گئی۔ یہ کتاب کیا تھی۔ اسلام کی صداقت پر دلائل و براہین ساطعہ کا بحر بے کنار تھا۔ اس کا شائع ہونا تھا کہ مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس میں مخالفین کو ایک چیلنج بھی دیا گیا اور لکھا کہ اگر کوئی اس میں بیان کئے ہوئے دلائل میں سے ایک دلیل بھی توڑ کر دکھا دے تو اسے دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اسلام کی حقیقت پر کیا کامل یقین ہے۔ اور اس کے غالب آنے پر کیا ایمان ہے، اتنی شدید مخالفت کے ہوتے ہوئے ایسا زبردست اعلان آپ کی قوت ایمانی کا زبردست ثبوت ہے۔

مجددیت کا دعوےٰ

ایسے تاریک دور میں یہی ایک شخص تھا جس نے سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت سے منور ہو کر سالہا سال کی جد وجہد سے یہ مقام عالی حاصل کیا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مکالمات کا شرف حاصل ہوا۔ اس روحانی فضیلت کے ساتھ ساتھ "براہین احمدیہ" ایسی مدلل کتاب کا لکھنا خواص و عوام کے قلوب میں ان کی عزت گھر کر گئی۔ چنانچہ جب اس کتاب کے آخری حصہ چہارم میں آپ نے بذریعہ الہام الٰہی مجددیت کے مقام پر کھڑا کئے جانے کا اعلان کیا تو قوم نے بلا چون و چرا قبول کر لیا۔

حضرت عیسیٰ سے مشابہت

اس کتاب میں علاوہ دیگر الہامات کے یہ الہام بھی مندرج تھا:۔

یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ

اس الہام میں آپ کو عیسےٰ کے نام سے پکارا گیا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ خدا کے حضور آپ کو حضرت مسیح ناصریؑ سے کوئی مناسبت ہے۔ اور کسی شدید مشابہت کی وجہ سے ان کو عیسےٰ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ یہ مشابہت کا مسئلہ ایسا نہیں جو الجھا ہوا ہو۔ ہماری روزمرہ کی بول چال میں بھی ایسے الفاظ کثرت سے آتے ہیں۔ جونہی کسی شخص میں کوئی ایسی صفت دیکھی جائے جو پہلے کسی عظیم الشان انسان میں پائی جاتی تھی اور وہ اس وجہ سے قوم میں شہرت حاصل کر چکا ہو تو ہم اس فرد کو اسی نام سے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً آج کوئی عوام سے بڑھ کر رفاہ عامہ کے لئے اپنے اموال خرچ کرنا شروع کر دے تو لوگ فوراً اسے حاتم طائی کہہ کر پکارنا شروع کر دیں گے اسی طرح اگر کوئی شخص جسمانی طاقت کے مظاہرہ میں دوسروں پر فوقیت لے جائے تو اسے رستم کا لقب دے دیا جاتا ہے۔ جسے وہ اپنے لئے موجب فخر سمجھتا ہے۔ اسی طرح ہم اپنے بچوں کے نام نبیوں کے ناموں پر رکھ دیتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کو ابراہیمؑ، حضرت عمرؓ کو نوحؑ اور حضرت علیؓ کو ہارونؑ سے تشبیہ دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک امتی کو نبی کا نام دینے میں کوئی حرج کی بات نہیں، یہی وجہ ہے کہ براہین احمدیہ کے شائع ہونے کے وقت کسی نے

یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ .... الخ

کے الہام پر اعتراض نہ کیا۔ اعتراض کیا کرنا تھا اسے قبول کیا اور حضرت میرزا صاحب کے حق میں نہایت تعریفی کلمات لکھے۔

مسیح موعود کا دعوےٰ

اس الہام میں ایک عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کی طرف اشارہ تھا اور یہ پیشگوئی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی تھی:۔

"کیف انتم اذا نزل عیسیٰ ابن مریم فیکم و امامکم منکم"

یہ پیشگوئی حضرت میرزا صاحب کے وقت خواص و عوام میں خوب پھیلی ہوئی تھی اور قوم گذشتہ اولیاء کرام کے کشوف کی بناء پر اور پیش آمدہ حالات کے تحت اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی منتظر تھی۔ چنانچہ حجج الکرامہ میں نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھ دیا تھا کہ چودھویں صدی کا مجدد ہی اس پیشگوئی کا مصداق ہوگا۔

بحیثیت مجدد تو حضرت مرزا صاحب دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ لیکن اس کے آٹھ سال بعد الہام ہوا

"مسیح موسوی فوت ہو چکا ہے اور آنے والا مسیح تو ہے"

عیسیٰ کے نام سے پہلے ہی پکارا جا رہا تھا۔ اب اس الہام

کے ہوتے ہی حضرت میرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا - اور اعلان کر دیا کہ مسیح ناصریؑ جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے تحت وہ آسمان سے نازل ہوں گے عام انسانوں کی طرح فوت ہو چکے ہیں یہ اعلان کرنا تھا کہ عوام میں مخالفت کا طوفان اور شور برپا ہو گیا - عقیدتمندی مخالفت میں تبدیل ہو گئی اپنے بیگانے ہو گئے اور فضا بالکل بدل گئی - وہی جو کل تک منظور نظر تھا اور مزار عزت کے لائق تھا، بدترین انسان سمجھا جانے لگا - عیسائی آریہ وغیرہ تو پہلے ہی شدید مخالف تھے، اب چاروں طرف سے طوفان بے تمیزی پیدا ہو گیا اس طوفان کے اندر ایک شخص واحد کا کھڑے ہو کر اصلاح کا کام شروع کرنا کوئی معمولی امر نہ تھا - ادھر یہ مخالفت کا زور ادھر خدا تعالیٰ بذریعہ الہامات اسے تسلی دیتا ہے :-

انت علیٰ بینۃ من ربك

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً

انی مھین من اراد اھانتك

ینصرك اللّٰہ من السّماء

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خداوند زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

آج بعض لوگوں نے مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کی صحت سے ہی انکار کر دیا ہے اور اس کو ناقابل قبول ثابت کرنے کے لئے بہت زور مارا ہے - یہ لوگ سرے سے احادیث ہی کا انکار کرتے ہیں اور ان کا سارا زور اس امر پر ہے کہ یہ پیشگوئی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ نہیں بلکہ بعد میں آنے والے لوگوں نے خود اس کو گھڑ کر حضرت رسول اکرمؐ کی طرف منسوب کر دیا - اس امر کو ثابت کرنے کے لئے اس حدیث کے راویوں کو غیر ثقہ ثابت کرنے کے لئے کوشش کی گئی ہے تاکہ حدیث کی صحت مخدوش ہو جائے - اس مضمون میں اس کا مفصل جواب دینے کا تو موقعہ نہیں تاہم اس کے متعلق چند باتیں مختصراً عرض کرتا ہوں :-

مسیح موعود کی پیشگوئی کے مندرجہ بالا الفاظ حدیث کے اس مجموعہ میں موجود ہیں جو صحیح بخاری کے نام سے موسوم ہے - اسی طرح یہ پیشگوئی صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث میں بھی موجود ہے - بہرحال یہ پیشگوئی معترض کے نزدیک امام بخاری کے عہد میں یا اس سے کچھ پہلے گھڑی گئی - یہ غالباً دوسری صدی ہجری کا دور ہے، اب ذرا اس زمانہ کو مدنظر رکھ کر پیشگوئی پر تفصیلاً نگاہ ڈالئے یہ دور اسلام کی عظمت اور شوکت کا دور ہے - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حقہ کے قائم کرنے اور پھیلانے میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ تمام کی تمام مشکلات ختم ہو چکی تھیں کمزوری کی جگہ طاقت اور مغلوبیت کی جگہ غلبہ نے حاصل کر لی تھی اور اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق مسلمانوں کو ایک عظیم الشان سلطنت عطا کر دی تھی - مقابل پر تمام کی تمام قومیں شکست کھا چکی تھیں اسلام ظاہری غلبہ اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے تمام ادیان پر غالب تھا - علوم ظاہری و باطنی کے لحاظ سے مسلمان ہی ایک قوم تھی جو دنیا کے اطراف و اکناف کو منور کر رہی تھی - اس عظیم الشان کامیابی کے دور میں مسلمان مفکر علم کے ہر شعبہ میں ترقیات کرتے چلے جا رہے تھے - اب اس انتہائی عروج کے دور میں جب کہ مقابل پر کسی قوم کو سر اٹھانے کی جرأت نہ تھی مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی (بقول معترضین) گھڑی جاتی ہے - اس پیشگوئی کو گھڑنے والا اگر صرف یہ الفاظ لکھ کر چپ ہو جاتا ہے کہ :-

کیف انتم اذا نزل عیسی ابن مریم فیکم وامامکم منکم

تو شاید معترض کو قدرے تقویت پہنچتی - لیکن اب خود احادیث کے مجموعہ میں معترض کی اس جھوٹی خوشی کو خاک میں ملانے کے لئے بہت بڑا سامان موجود ہے - مسیح موعود کی پیشگوئی دیگر پیشگوئیوں کے سلسلہ کی آخری کڑی کی حیثیت رکھتی ہے -

مسیح موعود کے زمانہ کا نقشہ احادیث میں

ان پیشگوئیوں میں مسلمانوں کے نہایت عظیم الشان اور عروج پر پہنچے ہوئے دور کے بالکل خلاف ایک ذلیل اور پسماندہ اور نہایت ہی المناک دور کا ذکر ہے - لکھا ہے کہ مسلمانوں سے سلطنت چھین لی جائے گی اور ان کی انفرادی اور قومی حالت دگرگوں ہو جائے گی ان کے عوام اور ان کے علماء اور ان کے امراء بگڑ جائیں گے، علماء کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے ھمتھم بطونھم روپیہ کمانا اور پیٹ بھرنا ان کی غرض ہوگی - علماءھم شر من تحت ادیم السماء یعنی ان کے اخلاق اس قدر بگڑ گئے ہوں گے کہ ان کے علماء آسمان کی چھت کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے - قوم میں ان کی وجہ سے فتنہ برپا ہوگا - اور لوگ قرآن کریم پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلقوں کے نیچے نہیں اترے گا - ان کے دلوں سے ایمان نکل چکا ہوگا، جھوٹ فریب کاری اور مکاری ان کا شیوہ ہوگا - جاہل لوگوں کے ہاتھوں میں قوم کی باگ ڈور ہوگی - وہ اپنی سحر بیانی اور زور تحریر سے لوگوں کو مسحور تو کر لیں گے لیکن ان کے اندر دین کا مغز نہ ہوگا۔ غرض کہ قوم انتہائی پستی اور قعر مذلت میں گری ہوگی - اس کے بالمقابل وہ قوم جو مسلمانوں پر غالب ہوگی اس کا بھی نقشہ کھینچا ہے لکھا ہے وہ قوم روئے زمین کی تمام دیگر اقوام پر غالب آ جائے گی اور کسی قوم کو اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور طاقت نہ ہوگی - وہ دنیوی علوم کے لحاظ سے انتہائی عروج حاصل کرے گی آسمان کی بلندیوں اور زمین کی گہرائیوں کا علم اسے دیا جائیگا وہ زمین کے خزانوں کو اپنے قبضہ میں کر لے گی - اور وہ جو اس کی پیروی کرے گا مالامال کیا جائے گا - وہ قوم ہوا میں اڑے گی اور سمندر میں آسانی سے چل سکیگی بڑی بڑی حیرت انگیز ایجادات کرے گی ایک آدمی مشرق میں بیٹھا ہوا مغرب میں بیٹھے ہوئے آدمی سے باتیں کر سکے گا - وہ تیز رو سواریاں ایجاد کرے گی - وہ دنیوی زندگی کو بڑا آرام دہ اور دلکش بنا دے گی - ہر فرد اس طرف کھنچا چلا جائے گا - غرضکہ نئی تہذیب اور نیا تمدن پیدا ہو جائے گا - اس کے مذہبی اعتقادات کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ قوم خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ رکھتی ہوگی وہ طرح طرح کے وساوس پھیلائے گی - اور انتہائی کوشش کرے گی کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر دے، یہ وساوس اس قدر خطرناک ہوں گے اگر کوئی شخص مومن ہونے کی حالت میں دن کرے گا تو شام کے وقت وہ اس متاع عزیز سے محروم ہو چکا ہوگا - یہ بھی لکھا ہے کہ وہ قوم اپنی عورتوں سے کام لے گی اور لوگوں کو پھسلانے میں ان کا بڑا ہاتھ ہوگا غرضکہ ایک عظیم فتنہ کا نقشہ کھینچا ہے - چنانچہ مجمل طور پر یہ بھی کہا گیا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے - اتنا بڑا فتنہ کبھی برپا نہیں ہوا الفاظ یہ ہیں :-

انہ لم تکن فتنۃ فی الارض منذ ذرا اللّٰہ ذریۃ آدم اعظم من فتنۃ الدّجال -

غرض مسلمان قوم کی بے کسی کی حالت اور عیسائی قوم کے انتہائی عروج کی حالت کا نقشہ کھینچنے کے بعد یہ فرمایا :-

کیف انتم اذا نزل عیسیٰ ابن مریم فیکم : امامکم منکم

کیف انتم کے الفاظ بہت بڑی حیرانی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں یعنی اے مسلمانوں تمہاری کس قدر ناگفتہ بہ حالت ہوگی ؟ اسلام کی ایسی نازک حالت میں مسیح موعود کی آمد کو بیان کرنے کا مقصد کیا ہے ایک اور جگہ اس کی وضاحت کی ہے :-

کیف تھلك اُمّۃ انا فی اولھا وعیسیٰ ابن مریم فی اخرھا

وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی جس کے پہلے میں ہوں اور آخر میں عیسےٰ ابن مریم ہوں بالفاظ دیگر اس میں خوشخبری دی گئی ہے کہ مسلمانوں کو ہلاکت سے بچانے کے لئے مسیح موعود کی آمد ہوگی -

اب جائے غور ہے کہ مسلمانوں کے نہایت عروج کے دور میں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک معمولی آدمی اٹھ کر جو بے ایمان اور جھوٹا ہو اور جس کے دل میں

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

فتح نمایاں بنامِ ما باشد

فخرالدین احمد راولپنڈی

صدائے حق اور علماء کی مخالفت

آج سے پون صدی ...... پیشتر قادیان کے ایک گمنام اور چھوٹے سے گاؤں سے ایک آواز اُٹھی اور بمرورِ ایام اطراف و اکناف عالم میں پھیل گئی۔ ایک مردِ خدا نے بآنگِ بلند اعلان کیا کہ اسلام کی بے کسی اور بے چارگی کے ایام اب قریب الاختتام ہیں اور اس کی موعودہ فتح اور نصرت کے زمانہ کا آغاز ہونے والا ہے۔

یہ آواز غیر مانوس تھی اس لئے کانوں پر گراں گذری۔ علم کے نشہ میں مخمور علماء نے اس صدائے حق کو کھلا چیلنج تصور کیا اور بزعم خویش اس مردِ خدا کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ مامور کو یقین کامل تھا کہ جس قوم کے برگزیدہ نبی نے تاکیدی حکم دیا تھا کہ تم میں سے جو کوئی مسیح موعود کا زمانہ پائے تو چاہے اسے پیٹ کے بل رینگ کر جانا پڑے اس مسیح تک میرا اسلام پہنچائے وہ قوم اس موعود کے برپا ہونے پر سجداتِ شکر بجا لائے گی اور دامے درمے سخنے، قدمے دینِ مبین کی فتح و نصرت کے لئے اس کی اعانت پر کمربستہ نظر آئے گی، مگر قدیم سے جو سنت اللہ چلی آتی ہے وہ اس مامور کی بعثت پر بھی ظہور میں آئی، اور بڑے بڑے عمامہ پوش اور جبہ بردوش علماء نے اس دعوتِ ربانی کا بطلان اور تکذیب کر کے اس کے منجانب اللہ ہونے اور اس کی صداقت پر مہر ثبت کر دی۔

فتح مبین کی بشارت

ان شدید ترین مشکلات میں جب اپنے بیگانے ہو گئے اور دوست دشمن اور ایک وقت ایسا آیا کہ ہر طرف سے یزیدی افواج موج در موج اُمنڈی چلی آتی تھیں، مخالفت کی تند و تیز ہوائیں آندھیاں بن کر چل رہی تھیں اور جری اللہ ایک مضبوط چٹان کی طرح عزم مصمم اور یقین محکم کے ساتھ اپنی کامیابی اور فتح کا نعرہ بلند کرتا ہوا پکارتا تھا —

نوائے ما بہ ہر سنید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد

آنحضرت صلعم کو اگر فتح مبین کی بشارت دی گئی تھی تو حضورؐ کے غلام کو فتح نمایاں کا مژدہ سنایا جاتا ہے۔ بعد کے واقعات نے اس پیشگوئی کے حرف بحرف پورا ہونے کی شہادت دی آپ کے دعوے کے چند سالوں کے اندر اندر قادیان میں سعید روحوں کے ہجوم سے قادیان دارالامان بن گیا۔ اور مخالفوں نے بھی نزول ملائکہ کا مشاہدہ کیا۔ ان روحوں نے الحاد اور مغربی فلسفہ کے سیلاب میں بہنے والے سینکڑوں اور ہزاروں نفوس کو بچا کر کنارِ عافیت پر پہنچایا اور ان غرقِ اور نیم مُردہ لوگوں کو مسیح دوراں کے انفاس طیبہ نے حیات جاوداں بخشی۔ کوئی ان میں سے منصور کہلایا اور کوئی حسن بیان۔ ان پاکباز انسانوں کی تحریروں اور تقریروں نے اقصائے عالم میں تہلکہ مچا دیا اور غلبۂ اسلام کے آثار ان ممالک میں پیدا ہونے لگے جہاں اس دینِ فطرت کی تکذیب اور بطلان کی نت نئی تیاریاں ہوا کرتی تھیں۔

سعید ارواح کے کارنامے

ان سعید روحوں کو حضرت امام ہمام نے کسی دنیاوی غرض کی خاطر اپنے ساتھ شامل نہ کیا تھا۔ آپ کا مقصد حکومت حاصل کرنا نہ تھا۔ دنیاوی وجاہت آپ کا مقصود نہ تھا۔ مال و دولت جمع کرنا آپ کی غرض نہ تھی بلکہ آپ نے ان پاکباز مجاہدوں کو اپنی بیعت میں لیتے وقت ان سے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد لیا تھا۔ اور آپ سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہنے کا اقرار لیا تھا۔ اس مخالفت کے طوفان بدتمیزی میں ہر شخص یہ جانتا تھا کہ اس مامور سے تعلق جوڑنا دنیا جہان کی مخالفت اور دشمنی مول لینا ہے اور مخالفوں کے سب و شتم اور تضحیک و استہزا کا نشانہ بننا ہے۔ مگر ان جواں مردوں کے عزم و استقلال میں فرق نہ آیا اور انہوں نے بیعت کے اقرار کو من و عن پورا کر کے دکھلا دیا۔ اور یوں آپ کے خدام کے سعید ہونے پر ایک عالم کو گواہ ٹھہرایا۔ جب علماء سُوء اپنی مخالفت میں ناکام رہے تو انہوں نے افتراء کے ہتھیاروں کا استعمال شروع کر دیا اور آپکے خلاف جہاد کے مقدس فریضہ کو حرام قرار دینے کا پروپاگنڈا شروع کر دیا۔ ان کی غرض اس سے محض یہ تھی کہ عوام الناس جو حضرت امامؑ اور آپکے متبعین کی پاکبازی۔ خدمت اسلام اور تقویٰ شعاری سے متاثر ہوتے چلے جاتے ہیں آپ سے بدظن ہو جائیں اور قادیان کا رُخ نہ کریں۔ یہ دھوکہ تھا اور ناپاک افتراء کیونکہ علماء سوء نے بھولے بھالے اور سیدھے سادے مسلمانوں میں اس غلط خیال کو رواج دے رکھا تھا کہ جیسا شروع میں اسلام بزورِ شمشیر پھیلا اسی طرح اس کی نشاۃ ثانیہ بھی تیر و تفنگ کی محتاج ہو گی اور کفار اور دیگر مذاہب کے خلاف مہدی معہود تلوار ہاتھ میں لے کر حملہ آور ہوں گے۔ اس غلط خیال کا اثر باطل کرنے کے لئے حضرت امامؑ نے اعلان فرمایا کہ دینِ اسلام کو غالب آنے کے لئے نہ کسی خونی مہدی کی ضرورت ہے نہ ہی تلوار کی۔ اسلام دینِ فطرت ہے نہ یہ تلوار کے زور سے پھیلا نہ پھیلے گا۔ اس کی اشاعت ان براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ کی بدولت ہو گی جو کتاب معجز نظام میں خداوند کریم نے نازل فرمائی ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

چہ حاجت است کہ تیغ از برائے دین بکشی
نہ دیں بود کہ بہ خونریزیش بقا باشد
چو دیں مدلل و معقول و باضیا باشد
کدام دل کہ ازاں نہ عیش ابا باشد
چو دیں درست بود خنجرے نمی باید
کہ زورِ قول موجب عجب نما باشد

حرمت جہاد بالسیف

اس اعلان کے بعد آج تک کسی زمانہ، مقام اور موقعہ پر بھی دینِ اسلام کی حمایت میں تلوار اُٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور نہ ہی کسی حاجی جہاد نے تلوار اُٹھائی ہے شاعر مشرق بھی غازی بے تیغ زن کے گُن گاتا ہے۔ اور تو اور ملکی ضروریات کے لئے بھی حضرت اقدسؑ کے فتویٰ کے بعد جہاد بالسیف کی ضرورت پیش نہیں آئی بلکہ مملکت پاکستان کا قیام ہی اس فتوے کی صداقت کا زبردست نشان ہے۔ مگر جہاں حضرت امامؑ نے جہاد بالسیف کی حرمت بیان فرمائی ہے وہاں جہاد اکبر یعنی جہاد بالقرآن کے لئے ایک فوج ضرور تیار کی۔ تاکہ دینِ فطرت کو منوایا جا سکے اور براہین اور دلائل نیرہ سے اسلام کا بول بالا کیا جا سکے اس جہاد کے لئے آپ کے متبعین نے جانیں اور اپنے اموال کی قربانیاں دیں اور دیتے چلے آتے ہیں۔ اس وقت تو بلادِ غیر اور بالخصوص یورپ کی اقوام میں اسلام اور تبلیغ قرآن ایک خیالِ خام نظر آتا تھا مگر آفرین ہے اس مامورؑ اور اس کے فدائیوں پر کہ انہوں نے اس جہاد بالقرآن میں آخر فتح پائی اور بڑے بڑے فلاسفر، اہل علم اور اہل ثروت یورپین اسلام کی آغوش میں آ گرے ہیں۔ دنیا میں پہلی آواز جو قرآن حکیم کو غیر اقوام اور مذاہب تک پہنچانے کے لئے اُٹھی وہ قادیان سے ہی تھی۔ مگر اس مامور کے مشن کو آج اس حد تک کامیابی ہوئی کہ غیر اقوام خود اپنی روحانی تشنگی بجھانے کے لئے آبِ زلالِ محمدؐ کی طرف ہاتھ بڑھا رہی ہیں، علاوہ بریں خود مسلمانوں میں بھی یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ دینِ اسلام کی فتح و نصرت، دلائل و براہین کی تلوار سے مقدر ہے نہ کہ توپ و تفنگ سے چنانچہ اگر بھارت میں سید حسین احمد مدنی بھی اشاعت اسلام پر زور دیتے ہیں تو موتمر اخوانِ اسلام بھی قرآن کریم کے تراجم کے لئے اسلامی حکومتوں کو توجہ دلانے میں تامل نہیں کرتی بلکہ اس مقدس کام کے لئے ان سے اموال کی قربانی چاہتی ہے۔ پھر اس پر بھی بس نہیں۔ یورپ بھر میں جہاں کہیں بھی اسلام اور قرآن کا نام سنایا جاتا ہے، اس کو جماعت احمدیہ کا مشن ہی کہا جاتا ہے خود فرماتے ہیں یہ وہی مشن تھا جس کے لئے حضرت مسیح موعودؑ مامور ہوئے تھے۔ آج کے بدلے ہوئے حالات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت امام الزمان اپنے دعویٰ اور مشن میں کامیاب رہے۔ حضرت کی جماعت سے اختلاف عقاید رکھنے والے علماء بھی مخالفین اسلام کے مقابل پر وہی دلائل اور حجج پیش کرتے ہیں جن سے حضرت امام نے قوم کو باخبر

(باقی ص۴۲ پر)

قادیان زمانہ مسیح موعود میں

مولوی عبداللہ جان خان نیازی

میرے ایک عزیز دوست نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں مسیح موعود نمبر کے لئے کچھ لکھوں میں حیران ہوں لکھوں تو کیا ۔ حضرت صاحب کے دعوے مجددیت اور مسیحیت کے متعلق تو آپ نے خود ...... کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی کہ اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت ہو، بلکہ اب جو نئے مسائل رونما ہو رہے ہیں ان کے متعلق بھی آپ بہت کچھ لکھ گئے ہیں ۔ اس کے علاوہ اکابرین سلسلہ بھی کافی لکھ چکے ہیں اس لئے میں نے خیال کیا کہ میں وہ کچھ لکھوں جو میں نے قادیان میں زمانہ طالب علمی میں دیکھا اور جو موجودہ اکثر احباب نے نہیں دیکھا۔

حضرت صاحب کا معمول اور پروگرام

صبح کی نماز میں شمولیت کے بعد حضور گھر چلے جاتے اور فوراً ہی اپنے ہاتھ میں ایک چھڑی جو وزیر آباد کی بنی ہوئی بید کی چھڑی تھی لے کر نکلتے اور اکثر قادیان کے شمال کی طرف کے میدان، ...... یا صحرا کی طرف سیر کو نکل جاتے اور نو وارد مہمانوں اور مقامی احباب کا ایک خاصہ مجمع آپ کے ہمراہ چل پڑتا ۔ ڈیڑھ دو میل جا کر واپس لوٹتے اور اس آنے جانے میں کئی معرفت کی باتیں، کئی بیش قیمت نصائح حضور کے منہ سے سننے میں آتی تھیں۔ نو واردوں میں سے اگر کسی نے کوئی سوال کیا یا پیش آمدہ حالات کا یا مخالفین کا ذکر کیا تو ان امور کے متعلق ایسی تقریر فرماتے کہ سننے والوں کے دلوں میں ایک سکینت اور اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ۔

مامورین کی صداقت کا معیار

عجیب عجیب قسم کے اور عجیب عجیب خیالات کے لوگ آتے اور عجیب عجیب معیاروں سے حضور کی صداقت کو جانچتے ۔ حالانکہ سب مامورین کی جانچ کا معیار ایک ہی ہے ۔ جیسے حضور سرور کائنات صلعم نے منکرین کو جواب دیا تھا ما کنت بدعا من الرسل ۔ میرا کوئی ایسا نرالا دعوےٰ نہیں بلکہ وہی دعوےٰ ہے جو رسل عموماً کرتے آئے ہیں ۔ مامورین اور غیر مامورین میں صرف ایک بات کا فرق ہوتا ہے اور وہ ہے ان کا صاحب وحی ہونا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد ۔ اور ان کو ایک ہی ہتھیار دیا جاتا ہے جس کے مقابلہ میں ساری دنیا ایک طرف ہو جاوے تو بھی مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ وہ ہے لٰی غیبہ

علیٰ غیبہ الا من ارتضیٰ من رسول

عقل کا منتہائے فکر

اس کائنات کو اور اس کے اندر ایک ہی قانون کو کار فرما دیکھ کر انسان کی عقل اس فیصلہ پر آجاتی ہے کہ اس کا بنانے اور چلانے والا ایک ہی قدیر خدا ہے ۔ امریکہ میں افریقہ میں، ایشیا میں، یورپ میں ۔ خدا کا ایک ہی قانون قدرت ہے مسلمان، عیسائی، یہودی، زردشتی، مجوسی، غرض دنیا کے کسی مذہب کے پیرو ہوں وہ ایک ہی قانون قدرت کے ماتحت ہیں ۔ لیکن عقل یہاں تک ہی جا سکتی ہے کہ ایک ہی خالق اور مدبر ہونا چاہیئے ۔ چنانچہ ریشنلزم (RATIONALISM) کے پیروؤں یعنی معقول پسندوں کا یہی نظریہ ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق اور مدبر ہونا چاہیئے لیکن ساتھ ہی وہ رسالت کے منکر ہیں ۔ تو معلوم ہوا کہ عقل کی دوڑ یہیں تک ہو سکتی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق اور خدا ہو،

ہستی باری تعالیٰ اور مامورین کی صداقت کا ثبوت

لیکن یہ یقین کہ وہ موجود ہے (ہونا چاہیئے اور ہے میں فرق ہے) صرف مامورین ہی اس ایمان کو پیدا کر سکتے ہیں، اور حضرت آدم سے قیامت تک اللہ تعالےٰ نے ایک ہی طریقہ انسانوں کے سمجھانے کا اختیار کر رکھا ہے کہ مامورین خدا سے اطلاع پا کر قبل از وقت ایک ایسے امر کے متعلق پیشگوئی کرتے ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہوتا ہے اور وہ پیشگوئی اپنے وقت پر پوری ہو کر اللہ تعالیٰ پر ایک یقین محکم پیدا کر دیتی ہے اور اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہر مامور کا واقعی خدا سے تعلق ہوتا ہے ۔ کیونکہ خدا بے مثل ہے اس کے کام بھی بے مثل ہیں ۔ مامور ہماری طرح کا ایک بشر ہوتا ہے جب کوئی ایسا بے مثل کام اس سے صادر ہوتا ہے جو اوروں سے نہیں ہو سکتا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی بے مثل ذات سے ہے جو علیٰ کل شیئ قدیر ہے ۔ اور اس طرح مامورین خدا کے وجود پر شاہد ہوتے ہیں اور خدا مامورین کی صداقت پر شاہد ہوتا ہے ۔

عقلی اور یقینی ایمان

انسانی نسل کے آغاز سے اب تک اور قیامت تک خدا کا یہی ایک اصول کار فرما ہے اور رہے گا ۔ اور قرآن کریم نے جو قیامت کے لئے آخری شریعت ہے اسی اصول کا ذکر بطور معیار فرمایا ہے ۔ اس لئے جب کسی مامور کا ظہور ہوتا ہے تو وہ لوگ جن کی عقلیں اس کائنات کے نظام کو دیکھ کر ایک مدبر پر شہادت دیتی ہیں، کسی مامور کی پیشگوئی کو پورے ہوتے پا کر ان کی معقول خدا کی ذات کے آگے سربسجود ہو جاتی ہیں ۔ خدا کے ماننے والوں کو خدا کی ذات پر ایمان ہوتا ہے لیکن یقین صرف مامورین کی جماعت کو ہوتا ہے اس لئے اکثر مامورین کی جماعت اپنے اپنے زمانہ میں اس یقین کی وجہ سے جو میخ کی طرح ان کے قلوب میں گڑ جاتا ہے وہ کام کرتے ہیں جو ان کے زمانے میں ان جیسے دوسرے لوگوں سے نہیں ہو سکتا

اولوالعزم مامورین کی شناخت

خدا تعالےٰ رؤف رحیم ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ کسی طرح ظلمات سے نور کی طرف آویں ۔ بڑے بڑے اولوالعزم اور ممتاز انبیاء اور مامورین کی شناخت میں آسانی کے لئے ان کی آمد کا کوئی نشان بھی مقرر فرما دیتا ہے ۔ مثلاً رسول کریم صلعم کے متعلق سب انبیاء اور ان کی امتوں سے عہد لیا گیا تھا کہ جب وہ آئیں تو انہیں مانا جائے اور دوسری طرف رسول اکرمؐ جو آخری نبی ہیں اور ساری نسل انسانی کے لئے مبعوث ہوئے انہیں مصدق لما معکم ٹھیرایا گیا یعنے وہ پہلی صداقتوں کی تصدیق کرتے اور سب انبیاء پر ایمان لانے کو اپنی امت کے لئے لازمی ٹھہراتے ہیں ۔ چنانچہ آج اگر ایک یہودی اسلام لانا چاہے اور کہے کہ وہ مسیحؑ کو نہیں مانتا اور اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے تو وہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ مسیح اور تمام انبیاء پر ایمان نہ لائے ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کریم صلعم ہی وہ موعود نبی ہیں جن پر ایمان لانے کے لئے پہلی امتوں سے اُن کے انبیاء نے اقرار لیا ۔ پھر موسےٰ کی شریعت چونکہ بنی اسرائیل کے لئے آخری شریعت تھی اس لئے اس میں یہاں تک خدا نے آسانی کر دی کہ بتایا کہ وہ بنی اسماعیل میں سے آئے گا ۔

آخری خلیفہ کے لئے نشان صداقت

اسی طرح حضرت رسول اکرم کے آخری خلیفہ کا وجود دنیا والوں کے لئے آخری چانس اور موقعہ تھا اس لئے دیگر مجددین اور خلفا سے ممیز کر کے خدا تعالےٰ نے قرآن اور حدیث میں اس کی نشاندہی بھی کر دی ۔ مثلاً سورہ قیامت میں بتایا گیا ہے فاذا برق البصر و خسف القمر و جمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این المفر ۔ اس کی تشریح حضرت رسول کریم صلعم نے فرما دی ہے کہ ہمارے مہدی کی بعثت کا نشان یہ ہے کہ رمضان میں گہن کی پہلی اور درمیانی تاریخوں میں سورج اور چاند دونوں کو گہن لگے گا ۔ اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا ۔ چنانچہ ۱۸۹۴ء میں قرآن اور حدیث کی یہ

پیشگوئی پوری ہوگئی - یہ ہوتی ہے خدا کی شہادت اسی لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے این المفر بھاگنے کی راہ نہیں رہے گی - اور رسول اکرم صلعم کے وقت بھی ایسا ہی ایک معجزہ ہوا تھا جس کی کوئی نظیر نہیں، وہ شق القمر کا معجزہ تھا۔ کسوف خسوف اس عارضی سایہ کو کہتے ہیں جو سورج یا چاند پر آجاتا ہے اور جس کے بعد سورج اور چاند اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں - چونکہ قیامت کو چاند اور سورج اپنی اصلی حالت پر نہیں آئیں گے ان کے لئے اس پر کسوف و خسوف کا لفظ نہیں استعمال ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ ہماری زبان میں ہم کو بتاتا ہے کہ یہ نشانی قرب قیامت کی ہے .... قیامت کی نہیں ہوسکتی، کیونکہ تمام نظام شمسی کے بگڑنے سے پہلے انسان ہی نہیں رہیں گے کہ وہ نشان دیکھ سکیں، اور اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

عجیب معیارِ صداقت

میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ لوگوں کے اپنے اپنے معیار ہوتے ہیں، جن سے وہ مامور کی صداقت .... کو جانچنا چاہتے ہیں - چنانچہ ایک دفعہ سیر سے واپسی پر ایک نو وارد نے حضرت سے کہا حضور آپ سچے ولی ہیں آپ نے فرمایا آپ نے کس طرح معلوم کیا اس نے کہا کہ میں نے سُنا تھا کہ اصلی ولی وہ ہوتا ہے کہ اگر اس کے پیٹھ پیچھے درود شریف پڑھا جائے تو وہ مڑ کر دیکھتا ہے - چنانچہ میں نے جب درود شریف پڑھا تو آپ نے مُڑ کر دیکھا اور پُوچھا فلاں دوست آئے ہیں کہ نہیں۔ صادق واقعی صادق ہی ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ آپ خدا کا شکر کریں کہ ابتلاء سے بچ گئے یہ معیار ہی غلط ہے - حضرت رسول اکرم صلعم روزانہ نماز پڑھاتے تھے اور لوگ ان کے پیچھے درود شریف بھی پڑھتے تھے تو کیا وہ نمازوں میں مڑ مڑ کر دیکھا کرتے تھے - رسُول اکرم صلعم سے کسی نے سوال کیا کہ اگر آپ صادق ہیں تو پہاڑ کو بلاؤ اگر وہ آگیا تو آپ سچے ہیں - دسائل ضرور کوئی عیسائی ہوگا کیونکہ انجیل میں ہے کہ اگر تم میں رائی برابر ایمان ہوگا تو پہاڑ کو اگر بلاؤ گے تو وہ بھی تمہاری طرف آئے گا) تو رسُولِ اکرم صلعم نے جواب دیا کہ پاؤں چلنے کو مجھے خدا نے دیئے ہیں نہ کہ پہاڑ کو۔ یہ میرا کام ہے کہ چل کر اس کے پاس جاؤں نہ اس کا کہ وہ چل کر آوے۔ اسی سادہ اور سچے جواب پر ایک عیسائی کہتا ہے کہ یہ کتنا سچا جواب ہے -

ایک خود ساختہ معیار

اسی طرح ایک موقع پر ایک نو وارد شخص نے کہا حضور آپ واقعی سچے ہیں - کیونکہ میں نے اپنے دل میں جس قدر سوالات رکھے تھے آج کی سیر میں ان سب کے جواب آپ نے دیئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دلوں کا حال معلوم ہے - حضور اگر چاہتے تو اس پر خوشی کا اظہار کرتے تاکہ مرید ایسے ہی خیالات میں مگن رہیں۔ مگر نہیں آپ نے اس کو پسند نہیں کیا اور فرمایا یہ غلط ہے ہم کو لوگوں کے دلوں کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ ہم ہمیشہ ہی فی زمانہ لوگوں کے عام وساوس اور شکوک اور اعتقادی خرابیوں پر وعظ کرتے ہیں جس میں ہر طرح کے سوال آجاتے ہیں - یہ ہے صادقوں کی نشانی - ذرا بھی جھوٹ پسند نہیں کرتے اور اپنے مریدوں کے دلوں میں ذرا بھی جھوٹا خیال نہیں رہنے دینا چاہتے، بلکہ ہر طرح کے غلط خیال سے ان کے قلوب کو پاک کرنا چاہتے ہیں خواہ مرید برگشتہ ہی کیوں نہ ہو جاویں - جیسے ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے کیا - جب اس کے اس خیال کی کہ رسول کریم صلعم کو ماننے بغیر بھی نجات ہو سکتی ہے آپ نے بڑے زور سے تردید فرمائی تو وہ آپ سے مرتد ہو گیا -

خذو زینتکم عند کل مسجد

میں کئی سال قادیان میں رہا ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ حضور جب بھی نماز کو نکلتے خواہ روزانہ نمازوں کے لئے مسجد مبارک کو جاتے یا نماز جمعہ کے لئے مسجد اقصیٰ کو، حضور کوٹ پہنے رہتے تھے - سخت سے سخت گرمیوں میں بھی کبھی نہیں دیکھا کہ ایک کرتہ...... یا کرتہ پر صرف واسکٹ پہنے نکلے ہوں - اسی سادہ لباس میں آپ سیر کو نکلتے اور اسی لباس میں بڑے بڑے آدمیوں کو ملتے - حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو کبھی کوٹ پہنے نہیں دیکھا دونوں بزرگ ہمیشہ قمیص پر ایک واسکٹ پہنے رہتے تھے -

حضرت کی مجلس

ظہر اور عصر کی نماز کے لئے جب آپ مسجد میں پہنچتے تو فوراً نماز کھڑی ہو جاتی، شاذ ہی ایک دو منٹ کے لئے کسی ایسے نو وارد سے دریافت حالات کرتے جو بڑھ کر ہاتھ ملاتا - ہاں نماز کے بعد گاہے گاہے چند منٹ کسی نو وارد دوست کو خوش آمدید کہتے - شام کی نماز کے بعد عشاء کی نماز تک حضور کی مجلس ہوتی - مولوی عبدالکریم صاحب ساتھ ہی داہنے ہاتھ بیٹھتے بائیں طرف کسی کے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی نہ کوئی بیٹھا کرتا - مولوی نورالدین صاحب اکثر دور بیٹھتے - وہ حضرت کا بے حد ادب اور احترام کرتے تھے - ہم طالب علموں اور بعض نو وارد من چلوں کی ایک بات میں مسابقت ہوتی وہ یہ کہ حضور کی پنڈلیاں دبائیں اور اس میں اکثر ہم جیت جاتے کیونکہ ہم تو مقیم لوگ تھے -

کامیابی کا ایک مجرّب نسخہ

ایک دفعہ جب امتحان کو جانا تھا ہم نے بھی پنڈلیاں دباتے ہوئے عرض کی کہ حضور ہم امتحان کو جا رہے ہیں ہمارے لئے بھی دعا کریں۔ حضور کا جواب مجھے خوب یاد ہے اور ساری زندگی میرا اس پر عمل رہا ہے اور اس کو بالکل صحیح پایا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سب سے اول تم لوگوں کو جن کا امتحان ہے خود دعا کرنی چاہیئے پورے درد اور جذبہ سے دعا کرو اور اپنے ہر کام کے لئے دعا کرنے کی عادت ڈالو - جب تم دیکھو گے کہ تمہاری مشکل حل ہوگئی اور تمہاری دعا قبول ہوئی تو تمہارا قدم آگے بڑھے گا اور خدا کے فضل اور احسانوں کی وجہ سے تمہیں خدا سے اُنس پیدا ہوگا اور تم ترقی کرو گے -

بے جا دُعا کی درخواست

اس وقت روحانیت کا اتنا انتشار تھا کہ ہر شخص دوسرے سے ہر بات کے لئے دعا کی خواہش کرتا خواہ وہ نامعقول ہی ہو - ایسی ہی نامعقول باتوں میں سے ایک کی مثال ملاحظہ ہو - ایک دفعہ ایک خبر آئی کہ کسی جگہ تصادم میں بعض لوگ زخمی ہوئے اور شاید مرے بھی ہیں - اس پر بعض احباب نے جن کے اقربا اس حادثہ میں ہوں گے عرض کیا کہ حضور دعا کریں کہ خدا ہمارے عزیزوں کو ہر طرح کے صدمہ سے بچاوے - میرے والد صاحبؒ کو اس پر غصہ آیا اور کہا کہ ہاں یہ بھی دعا کرو کہ مرے ہوئے زندہ ہو جاویں — جو واقعہ ہو چکا ہے اور جنہوں نے مرنا تھا وہ مر گئے، جنہوں نے زخمی ہونا تھا زخمی ہو گئے اب اس دعا کے کیا معنی کہ وہ ہر طرح کے صدمہ سے بچ جاویں -

نواب محمد علی صاحب اور مولنا محمد علی صاحب

نواب محمد علی خان صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ہمارے سامنے قادیان آئے تھے - نواب صاحب کے آنے سے قبل مہمان خانے کے ایک حصہ میں تعلیم الاسلام مڈل سکول تھا - نواب صاحب مالیر کوٹلہ سے جب ہجرت کر کے آئے تو وہاں جو ان کا مدرسہ تھا اس کا فرنیچر بنچیں اور ڈسک وغیرہ سب قادیان میں لائے اور جن کمروں میں مدرسہ تھا ان کی چھتیں اونچی کرائیں اور روشندان لگوائے جو پہلے نہ تھے - سفیدی کرائی - غرض کچھ امتیاز ہوگیا کہ یہ مدرسہ ہے، بعدہٗ مدرسہ اور بورڈنگ کی ... توسیع بھی ہوئی - مولنا محمد علی صاحب جب آئے تو ایف اے کی کلاس کھولی گئی لیکن یونیورسٹی کے قواعد کے ماتحت چونکہ اس کا جاری رکھنا محال تھا اس کے دو سال بعد یہ کلاس بند کر دی گئی - ایف اے کو مولنا صاحب ریاضی پڑھاتے بعدہٗ ریویو آف ریلیجنز کا اجرا ہوا اور وہ پہلے ایڈیٹر مقرر ہوئے -

طاعون کے دنوں میں ایک معجزہ

طاعون کے دنوں میں حضرت صاحب کچھ تھوڑے سے عرصہ کے لئے باغ میں چلے گئے - اور بہت سے احباب آپ کے ساتھ گئے - چنانچہ میں بھی گیا تھا - انہی دنوں میں حضرت مولوی محمد علی صاحب کو سخت بخار سے دوران میں طاعون کے ہو جانے کا خیال پیدا ہوا اس پر حضور نے ان کی نبض پر ہاتھ رکھ کر مردہ کو زندہ کرنے کا جو معجزہ دکھایا اس کا حال آپ سُن چکے ہیں - مولوی

مرتضیٰ خان صاحب نے چند ماہ ہوئے اس واقعہ کو منظوم کیا اور وہ اخبار میں چھپ چکا ہے۔

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا آنا بھی ہمارے سامنے ہوا۔ ان کو قہوہ اور چائے پینے کی عادت تھی تو میں نے ان کو برتن دیئے اور صاحبزادہ صاحب کی خواہش پر میں نے اپنے والد صاحب بزرگوار کو خبر دی وہ سوائے ایام جلسہ کے قادیان نہیں آیا کرتے تھے لیکن صاحبزادہ صاحب کی خبر پا کر وہ خاص طور پر قادیان تشریف لائے کیونکہ صاحبزادہ صاحب کو حضرت صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام ہمارے والد صاحب کے ذریعہ پہنچی تھی جبکہ صاحب زادہ صاحب افغانستان کی طرف سے اینگلو افغان بونڈری کمیشن کے رئیس یعنی چیف ممبر ہو کر کرم آئے تھے۔ پھر میں نے کئی سالوں کے زمانہ قیام قادیان میں پہلی مرتبہ دیکھا کہ حضرت اقدس صاحب زادہ عبداللطیف صاحب کے وداع کرنے کو وڈالہ کی نہر تک آئے جو قادیان سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ صاحب زادہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں خیال کیا کرتا تھا کہ امام مہدی ایک مجاہد صوفی ہوگا یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اس قدر عالی مرتبہ مامور ہوگا جیسا کہ میں نے مرزا صاحب کو پایا ہے یہی شناخت تھی جس کی وجہ سے انہوں نے صداقت کے لئے جان تک دے دی اور حضرت صاحب نے ان کے متعلق لکھا ؎

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم
ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

حضرت کیساتھ گورداسپور میں

مجھے حضرت صاحب کے ساتھ سفر میں بھی رہنے کا اتفاق ہوا ہے، گورداسپور کے دوران مقدمہ میں بھی ایک دفعہ بار جبکہ حضور رستے لمبا قیام کیا آپ کے ساتھ رہا۔ شوق کا یہ حال تھا کہ جب حضور ریلوں سے کے ذریعہ پر اور احباب یکوں پر قادیان سے بٹالہ کو روانہ ہوتے۔ جہاں سے انہوں نے ریل پر گورداسپور پہنچنا تھا میں اور میرا ہم نام صوفی عبداللہ صاحب جو وہ بھی سرحد کے تھے پیادہ گورداسپور چھوٹے راستہ سے روانہ ہوتے اور کوشش اور دوڑ بھی کی کہ حضور سے پہلے گورداسپور پہنچیں چنانچہ ہم پہلے پہنچ گئے۔ گورداسپور میں عدالت کے سامنے جامن کے درخت کی قطاریں تھیں جس کے نیچے بڑی دری بچھا کر حضور بیٹھتے۔ یا ٹہلتے رہتے۔ کبھی وعظ کرتے کبھی خاموش بیٹھے رہتے۔ لیکن چہرے میں کبھی تغیر اور ملال نہیں دیکھا۔ ایسا مطمئن قلب صرف مامور من اللہ ہی کا ہو سکتا ہے جس کو قبل از وقت علم ہو کہ کسی قسم کا کوئی اندیشہ نہیں۔ مکان پر آتے تو ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں داخل ہو جاتے اور دعا کرتے رہتے۔ کبھی احباب سے مذاکرہ اور کبھی وعظ فرماتے۔

حضرت اقدس لاہور میں

لاہور کے جلسہ ۱۹۰۴ء میں بھی حضور کے ساتھ تھا۔ حضور میاں معراج دین عمر صاحب مرحوم کے مکان پر اُترے۔ مولانا نورالدین صاحب، مولانا عبدالکریم صاحب اور دوسرے احباب بھی ساتھ تھے۔ داتا گنج بخش صاحب کے پاس منڈوہ میں حضور نے لیکچر دیا جہاں حضور کے پیچھے ہم سرحدیوں نے ہلال کی شکل میں دائرہ بنا لیا تھا۔ مولانا عبدالکریم صاحب حضور کا لیکچر پڑھنے کے لئے اُٹھے (جن سے زیادہ خوش الحان اور بلند آواز میں قرآن شریف پڑھنے والا نہیں دیکھا گیا) تو لاہوری کہنے لگے مرزا صاحب کا گرمو فون اُٹھا ہے ان دنوں ابھی لاؤڈ سپیکر نہیں آئے تھے۔ مضمون کے اختتام پر خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے عرض کی کہ حضور خود بھی اُٹھیں اور کچھ وعظ کریں، حضور نے فرمایا مجھے زکام کی تکلیف ہے خواجہ صاحب نے دوبارہ اور سہ بارہ کہا کہ حضور لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سب کچھ ہم لوگ کرتے ہیں اور آپ خود نہ کچھ بول سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ حضور اُٹھے اور پردہ کے موضوع پر تقریر کی اور اس بات پر زور دیا کہ پردہ کی تو ان دنوں سب سے زیادہ ضرورت ہے جبکہ بھیڑیئے آزاد ہیں۔ آج آج پاکستان کا حال کوئی دیکھے کہ یہ نقشہ جو ۱۹۰۴ء میں مامور من اللہ نے کھینچا تھا ٹھیک ثابت ہوا۔ اس جلسہ میں بھی اگر کامل مطمئن چہرہ میں نے دیکھا تو وہ حضرت اقدس ہی کا تھا۔

موجودہ آزادئ نسواں کا نقشہ

آج جو مستورات میں آزادی نظر آتی ہے اس کا نقشہ ۶۰ سال پہلے وہ کھینچ چکے ہیں۔ چنانچہ نورالحق میں فرماتے ہیں :۔

الی الدنیا اوی حزب الجانی
وحسبوھا جنیٰ حلو المجانی

ان لوگوں نے جو بہت گناہوں میں مبتلا ہیں دنیا کو اپنا جائے پناہ قرار دیا ہے۔ اور دنیا کو ایک شیریں اور سہل الحصول میوہ سمجھ لیا ہے۔

نسوا من جھلھم یوم المعاد
وذکروا الدین من حب الدنان

اپنی نادانی کے سبب سے معاد کے دن کو بھلا دیا ہے اور شراب کے خموں سے پیار کر کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔

تراھم مائلین الی مدام
وغید والخوانی والاغانی

تو دیکھتا ہے کہ شراب کی طرف یہ لوگ جھک گئے ہیں۔ ایسا ہی نازک اندام اور حسین عورتیں اور گیت ان کے دلوں کو کھینچتے ہیں۔

وکم منھم اساری عین عین
ومشغوفین بالبیض الحسان

بہتیرے ہیں جو بڑی بڑی آنکھوں والی عورتوں کے قیدی ہیں۔ اور بہتیرے سفید رنگ عورتوں کے فریفتہ ہیں۔

لھن علی بعولتھن حکم
نری کلاً کمنطلق العنان

وہ عورتیں اپنے خاوندوں پر حکم کرتی ہیں، اور سب کو ہم مطلق العنان دیکھتے ہیں۔

سو وہ لوگ جو عورتوں اور سرودوں پر عاشق ہیں انہوں نے انہیں آرزوؤں کے پیچھے دین ضائع کر دیا ہے۔ لوگوں میں ان کے سبب سے گمراہی پھیلتی جاتی ہے۔ اور فتنے دمبدم بڑھتے جاتے ہیں۔

پھر آگے فرماتے ہیں :۔

اے قادر تو اپنے رحم سے مردوں اور عورتوں کی جلد خبر لے۔ اور مخلوق کو اس طوفان سے نجات دے۔ ان کے لشکر مسلمانوں کے ملکوں میں اتر آئے اور ان کی بلاؤں نے مسلمانوں کی عورتوں تک سرایت کی ہے۔ (نورالحق حصہ اوّل)

تعداد ازدواج کیخلاف موجودہ ایجی ٹیشن

پھر تعداد ازدواج کے فتنہ کے متعلق جس کی مخالفت اپنی پوری شان کے ساتھ پاکستان میں پھیلتی جاتی ہے۔ آج سے ۵۲ سال پہلے آپ نے لکھا ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں عورتیں بھی مبتلا ہیں وہ تعدد نکاح کے مسئلہ کو نہایت بُری طرح نظر سے دیکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو کشتی نوح)

طاعون سے بچائے جانیکی پیشگوئی

طاعون کے پھیلنے کی حضور نے بذریعہ وحی خبر پا کر قبل از وقت دنیا والوں کو مطلع کیا کہ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں اور جب حکومت کی طرف سے طاعون کا ٹیکہ کرانے کا حکم ہوا تو آپ نے کشتی نوح لکھ کر واضح کیا کہ رعایت اسباب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم ٹیکہ کرا کر گورنمنٹ کو اس غم سے جو ہماری جانوں کے متعلق ہے سبکدوش کرتے لیکن اس بارہ میں ایک آسمانی روک ہے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہماری جماعت اس سے بچائی جائے گی اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ جو تیرے گھر کی چاردیواری کے اندر ہوگا طاعون سے بچایا جائے گا۔ اور یہ اس زمانہ میں خدا کی طرف سے ایک نشان ہوگا۔ کیا کوئی کاذب ایسے وقت میں جب یہ وبا پورے طور پر زوروں پر تھی ایسا کہنے کی جرأت کر سکتا ہے اور کتاب شائع کر کے دنیا کو للکار کر کہہ سکتا ہے کہ وہ بچایا جائیگا ٹیکہ کرانے سے بھی گریز اور اجتناب اور بچائے جانے کی پیشگوئی یہ سوائے خدا رسیدہ کے جس کے ساتھ خدائی وعدہ ہو اور کوئی نہیں کر سکتا۔

میری آخری ملاقات

قادیان سے فراغت کے بعد میں کوئٹہ ملازمت کے سلسلہ میں گیا اور پھر حضرت صاحب کو وفات سے ایک سال پہلے آخری دفعہ ان کے خاص اپنے کمرہ میں ملا۔ حضور نے بڑی مہربانی سے مجھے گھر بلا کر شرف ملاقات بخشا جبکہ میں کوئٹہ واپس جانے کے لئے رخصت چاہتا تھا۔ وہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ میں نے حضرت کو بلا کوٹ دیکھا اس وقت وہ قمیص پہنے اور سر سے ننگے اپنے کمرہ میں تھے۔ چند منٹ گفتگو کے بعد جس میں حضور دریافت حال فرماتے رہے میں نے دعا کے لئے عرض کی اور رخصت ہوا۔

حضرت مولوی نورالدین کے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ پھر قادیان گیا۔ رونق تھی پرانے احباب بھی تھے مگر وہ نورانی انتشار نہ تھا۔ اس کے بعد اختلاف ہوا اور سنہ ۱۹۴۳ء کو مجھے قادیان حضرت والد صاحب کی وفات پر پھر جانا پڑا۔ جو دسمبر سنہ ۱۹۴۲ء میں قادیان چلے گئے تھے اور پھر بوجہ بیماری واپس گھر نہ آسکے اور یکم فروری سنہ ۱۹۴۳ء میں ان کا وہیں وصال ہوا۔ مجھے بعض احباب نے قادیان کی نئی آبادی۔ نئی سڑک اور اس پر بنگلے کی سیر کرائی اور منارہ مسجد اقصیٰ پر چڑھ کر ادھر نئی آبادی کا جائزہ بھی لیا۔ اور جب مجھے کہا گیا کہ دیکھو کتنی ترقی ہو گئی ہے تو میں نے کہا کہ وہ ستیر وہ کہاں ہیں حضور کے حواری جو ایک کچے کوٹھے میں دنیا کی ساری آسائشوں کو لات مار کر یہاں آبیٹھے تھے اور درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے اور جس کو تم ترقی کہتے ہو یہ تو سب جگہ ہوئی ہے اتنے سالوں میں تو لاہور اور دوسرے شہر پہلے سے دس گنا بڑھ گئے اور میلوں میں چاروں طرف پھیل گئے۔ لیکن وہ لطف اندوز روحانی نظارہ کہاں ہے جس کے پیش نظر یہ کہا جاتا تھا ؎

چہ گویم با تو گرآئی بجا در قادیان بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ہاں اب قادیان وہ قادیان نہیں جو حضرت کے وقت علم و روحانیت کا سرچشمہ تھا اب دنیوی ترقی کا دور شروع ہے جو ان لوگوں کی تسلی کا موجب نہیں ہو سکتا جنہوں نے حضرت صاحب کا قادیان دیکھا۔ آخر میں میں دوستوں کو حضرت صاحب کا یہ کلام پھر یاد دلا کر اس کو ختم کرتا ہوں ؎

امروز قوم من نشناسد مقام من

روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

منم مسیح بیانگ بلند مے گویم

منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

حکم است ز آسمان بزمین میرسانمش

گر بشنوم نہ گویم آں را کجا برم

حضرت مرزا صاحب کے دینی و روحانی مشاہدات

(بسلسلہ صفحہ ۱۸)

مجرد روح جس کے ساتھ جسم نہیں ہے کبھی خوشحالی کو پا سکتی ہے..... گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے۔ مگر عالم برزخ میں مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کے لئے جسم ملتا ہے۔ وہ جسم اس جسم کی قسم میں سے نہیں ہوتا بلکہ ایک نور سے یا ایک تاریکی سے جیسا کہ اعمال کی صورت ہو جسم تیار ہوتا ہے۔"

ظاہر ہے ان الفاظ کا لکھنے والا مشاہدہ کی بناء پر کامل یقین سے بول رہا ہے۔ اور آگے چل کر وہ کہتے بھی یہی ہیں:۔

"میں اس میں صاحب تجربہ ہوں، مجھے کشفی طور پر عین بیداری میں بارہا بعض مردوں کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے بعض فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھا کہ گویا وہ دھوئیں سے بنایا گیا ہے۔" (تقریر جلسہ مذاہب)

عالم معاد کی غیر متناہی ترقیات کا بیان

اس کے بعد آپ نے دوزخ کے عذابوں اور بہشت کے نعماء کی جن کا بیان قرآن کریم میں ہے تشریح کر کے ان کی معقولیت ثابت کی ہے۔

"سوم - عالم معاد میں ترقیات غیر متناہی ہوں گی یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا۔ پھر دوسرا کمال نظر آئے گا۔ اس کو دیکھ کر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے پس کمال ثانی کے حصول کے لئے التجا کریں گے"

خلاصہ کلام یہ کہ موجودہ دَور کی مادی ترقیات نے معاد کی باتوں کو ہماری نظر سے اتنا اوجھل کر دیا ہے اور ان کے متعلق اس قدر فقدان یقین دلوں میں پایا جاتا ہے کہ جب تک دلکش معقول دلائل سے ان کا وجود ثابت کرنے والا - پھر ان کی کیفیات کو موثر طریق پر واضح کرنے والا (اور یہ اس صورت میں ہی ممکن ہوگا کہ وہ خود ان امور میں صاحب تجربہ ہو) کوئی آدمی ہمارے اس زمانہ میں کھڑا ہو کر ان امور کا تسلی بخش ثبوت پیش نہ کرے ان پر دوبارہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا اور ایمان کے نہ رہنے کا نتیجہ انسانی اخلاق پر جو کچھ ہو سکتا ہے اس کا کافی تجربہ ہمیں ہو چکا ہے آج قدیمی اور بنیادی اصول اخلاق کو رفتہ رفتہ چھوڑ کر انسان خالص بہیمیت کی طرف جا رہا ہے ان حالات میں انسان کے اخلاق اور معاشرتی شیرازہ کو قائم رکھنے کے لئے فی الواقعہ ہمارے ایمانی اصول کے ایک شاندار اور قوی بیان اور اس کی تشریح اور مظاہرہ کی اشد ضرورت ہے اور یہ وہی کر سکتا ہے جو ان امور میں نہ صرف کمال درجہ کا نظریاتی اور فکری علم رکھتا ہو بلکہ انتہائی درجہ کے تجارب و مشاہد کا بھی مالک ہو۔ اور اس

حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ایسا..... بیان پیش کرنے کا خراج حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو ہی حاصل ہے اور اس میدان میں ان کے سوائے اور کوئی ایسا آدمی نہیں جو اسکو پیش کر سکے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ وہ آسمان سے آنے والے لوگوں میں سے ہیں اور قرآن کی تعلیمات اور رسول آخر الزمان کی سنت کے احیاء کے بھی وہی اہل ہیں اور اس زمانہ میں ان کے سوائے اور کوئی شخص اس کا اہل نہیں۔

دین کا سچا خادم

(بسلسلہ صفحہ ۳۹)

اتنا بھی خوف خدا نہ ہو کہ وہ جھوٹ اور افترا کے طور پر اپنی طرف سے ایک بات گھڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دے تقریباً بارہ سو سال بعد ہونے والے واقعات کی ایک ایک شق صاف اور عیاں طور پر بیان کر دے۔ اتنا بڑا غیب ایک جھوٹے بے ایمان سے کیسے ممکن ہے۔ قرآن کریم میں تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے غیب کا علم دیئے جانے کے متعلق لکھا ہے۔ لا یظہر علی غیبہ الا من ارتضیٰ من رسول کہ غیب پر اطلاع سوائے خدا کے بھیجے ہوئے برگزیدہ رسولوں کے اور کسی کو میسر نہیں آ سکتا۔

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت میرزا صاحب کے وقت میں یہ حدیث عوام و خواص میں بڑی مشہور تھی، ہر شخص اس کے پورا ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ چنانچہ جب میرزا صاحب نے اپنے آپ کو اس حدیث کا مصداق قرار دیا تو علماء میں سے کسی ایک مخالف نے یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث ہی جھوٹی ہے۔ بلکہ وہ اس کے ظاہر الفاظ پر بڑی سختی سے ڈٹے رہے اور یہی سمجھتے رہے کہ اس میں حضرت مسیح ناصری ہی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی ہے۔

تیسرے امت میں جس قدر اولیاء اور مجدد دین آئے وہ تمام کے تمام اس حدیث کی صحت کا اقرار کرتے رہے۔ اور ان میں سے بعض نے تو اپنے کشوف کی بنا پر اس کے ظہور کا زمانہ بھی متعین کر دیا۔

پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ چودہ سو سال تک تو امت مرحومہ کا بہت بڑا حصہ اس... کو صحیح مانتا رہا اور کسی نے اس کی صحت میں شک نہ کیا لیکن اس کے پورا ہو جانے کے بعد جب کہ اس کی صحت پر واقعات نے بھی مہر صداقت ثبت کر دی ہے اس حدیث کے غیر صحیح ہونے پر بحث کی جانے لگی، یہ راہ صرف اس لئے اختیار کی گئی ہے کہ تا مسیح موعود کے مصداق حضرت میرزا صاحب کو امام نہ ماننا پڑے نہ ماننے کا تو نتیجہ فوراً ظاہر ہو گیا کہ احادیث کے تمام مجموعہ سے ہاتھ دھونا پڑا۔

(باقی آئندہ)

مسیح موعود کی تعلیم

* شیخ غلام قادر صاحب *

میں وہ پانی ہوں جو آیا آسمان سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار
(مسیح موعودؑ)

احمدیت اور دیگر جماعتوں کی باہمی نسبت

یوں تو مسلمانوں کی ہر جماعت بانگ دہل یہ دعوےٰ کرتی ہے کہ اگر دنیا میں کوئی حقیقی مسلمان کہلانے کا حقدار ہے تو صرف اور صرف وہ شخص ہے جو انکے مزعومہ معیار پر پورا اترتا ہے۔

آؤ ہم دیکھیں کہ قرآن اور حامل قرآن کے نزدیک حقیقی مسلمان کا کیا طغرائے امتیاز ہے۔ قرآن کہتا ہے:-

(۱) ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین (۴۱:۳۳) یعنی اس سے بہتر کون آدمی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور اعمال صالحہ بجا لاتا ہے اور (پھر) کہتا ہے کہ مسلمان قوم کا ایک فرد ہو۔

گویا کہ سب سے بہتر مسلمان وہ ہے جو تبلیغ اسلام اور دعوت الی الحق کرتا ہے اور خود اپنے اعمال صالحہ سے دنیا میں ایک نمونہ قائم کرتا ہے۔

(۲) مسلمان وہ ہے جو اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں لگا دیتا ہے۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین (۶: ۱۶۲) اے محمد کہدو میری عبادت، میری قربانی میرا ایثار، میری زندگی کا ہر لمحہ اور میری موت کی گھڑیاں یقیناً اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں صرف ہو رہی ہیں ان وہ ذات باری تعالیٰ جس کا کوئی شریک نہیں اس کا مجھے (اور میری معرفت میری قوم کو) اسی طرح حکم ملا ہے کہ اپنا سب کچھ اس کے راستہ میں لگا دو اور (تعمیل حکم میں) میں سب سے پہلے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

(۳) مسلمان خیر امۃ کا ایک فرد ہے، جس کی ذمہ داریاں حسب ذیل ہیں:-

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ (۳:۱۰۹) یعنی:-

اے مسلمانو! تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایک بہتر امت تجویز فرمایا ہے جس کی تخلیق بطور نافع الناس ہونے کے کی گئی ہے (کیونکہ تم اس فرض کے ماتحت جو تمہارے ذمہ لگایا گیا ہے) لوگوں کو اچھے (نفع بخش) کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے (ضرر رساں) کاموں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان لاتے ہو۔ یعنی اس کی وحدانیت پر کامل ایمان رکھتے اس کے احکام کو مانتے ہو اور اس کی صفات کاملہ کے رنگ و بو کو اپنا کر دنیا کو پُر امن اور خوشگوار بناتے ہو۔

مسلمان عباد الرحمان ہیں

(۴) عباد الرحمٰن وہ ہیں جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں اور جب جاہل انہیں خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام (یعنی انہیں اصلاح اخلاق کی تلقین کرتے ہیں)

(ب) اور وہ اس حال میں رات بسر کرتے ہیں کہ کبھی معبود حقیقی کے سامنے سربسجود ہوتے اور کبھی کھڑے ہو کر اس کا ذکر کرتے ہیں

(ج) اور جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے دوزخ کا عذاب دور رکھ کیونکہ اس کا عذاب اس زندگی سے شروع ہو کر اخروی زندگی تک چمٹا رہتا ہے اور پیچھا نہیں چھوڑتا۔ جہنم (اس دنیا میں بھی) بیشک ایک بہت بری قرارگاہ اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

(د) (عباد الرحمٰن) جب خرچ کرتے ہیں تو وہ بیجا اسراف سے اجتناب کرتے ہیں اور نہ (خرچ کرنے کے موقعہ پر) تنگی کرتے ہیں اور (ان کے اخراجات) ان (مذکورہ بالا دونوں حالات کے) بین بین اعتدال پر رہتے ہیں۔

(ھ) اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودان باطلہ کو نہیں پکارتے اور نہ کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے قتل کرتے ہیں سوائے اس کے کہ انصاف (محکمہ قضاء) تقاضائے قتل (بطور سزا) کرے اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں

(و) اور وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب لغو مشغلوں کے پاس سے گذرتے ہیں تو بزرگانہ طور پر گذر جاتے ہیں۔

(ز) اور کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

(ح) اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیبیوں سے اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی راحت عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

(۲۵ قرآن ۶۳ تا ۶۹ ۱۷۵-۲۵ اور ۷۲ تا ۷۴)

ان نہایت مختصر حوالجات کے بعد اب حدیث سے چند حوالجات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) والذی نفسی بیدہ لتامرون بالمعروف ولتنہون عن المنکر اولیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عقاباً منہ ثم تدعونہ فلا یستجیب لکم۔ (الترمذی)

یعنی قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (اے مسلمانو!) لوگوں کو نیک کاموں کے کرنے کا حکم دیا کرو اور برے کاموں سے منع کرتے رہو۔ ورنہ جلدی اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل کرے گا۔ پھر اگر دہائی دو گے۔ تو شنوائی نہیں ہو گی۔

(۲) المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ الخ الخمسۃ الا الترمذی (تلخیص الصحاح) یعنی

مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہے، ایماندار مسلمان وہ ہے جس سے لوگ اپنے مال اور جان محفوظ سمجھیں، اور مہاجر مسلمان وہ ہے جس نے ممنوعات الہٰی سے ہجرت کی یعنی ترک کئے۔

(۳) مسلم شخص مسلم کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے تکلیف میں گھرا ہوا چھوڑے اور جو اپنے بھائی کی ضروریات پوری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسکی ضرورت پوری کرے گا۔ اور جو کوئی مسلم کسی مسلم کی تنگی دور کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کی تنگیوں میں سے اس کی کوئی تنگی دور کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلم کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائیگا (ابو داؤد بحوالہ تلخیص الصحاح)

(۴) احسن خلقک للناس (امام مالک تلخیص الصحاح)

اے مسلمانو! لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آیا کرو۔

(۵) فمن کفر اہل لا الہ الا اللہ فہو الی الکفر اقرب (طبرانی عن ابن عمر)

یعنی، جو مسلمان شخص کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کی تکفیر کرتا ہے وہ خود کفر کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔

اب قرآن شریف اور حدیث کے چند حوالجات سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمان کن کن صفات کا مالک ہوتا ہے اور اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔

ان احکام کی روشنی میں حضرت مسیح موعودؑ کی مفصلہ ذیل تحریرات کو پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے تمام تقاضوں کو جو قرآن کریم اور حدیث میں مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں صرف اور صرف حضرت امام الزمان اور اس کی جماعت

کے افراد ہی آج پورا کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔
"انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے" خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق و معجزات کی یہی جڑ ہے یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اس کے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اور اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ ......
خدا سے ڈرتے رہو اور تقوے اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ ...... چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقوے سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا .... بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیر تمند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا .... اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اس میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدمزاد کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ ......
نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ اور کوئی کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے"......
......"اب ان سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا دیکھو میں یہ کہکر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اُس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کے مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنےٰ ادنےٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے طیار نہیں وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغگو، جعلساز اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی" (کشتی نوح)

حضرت مسیح موعود اسلام کی خصوصیات اپنی اردو نظم میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔

دین خدا وہی جو دریائے نور ہے
جو اس سے دور ہے وہ خدا سے بھی دور ہے
دین خدا وہی ہے کہ جو ہے خدانما
کس کام کا وہ دین جو نہ ہووے گرہ کشا
وہ دین ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائید حق نہ ہو مدد آسماں نہ ہو

احمدیہ نکتہ نظر سے اسلام کا خدا ناطق خدا ہے وہ اپنے کلام سے اپنے ناطق ہونے اور زندہ ہونے کا ثبوت دیتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔
"ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کی تعلیم کی خوبیاں ظاہر کروں اور پھر ان خوبیوں کا عملی ثبوت اور اس کی تاثیروں کو دکھاؤں پس اس وقت ہمارے دو کام ہیں اول یہ کہ ان نشانوں کے ساتھ جو اللہ تعالےٰ دکھا رہا ہے یہ ثابت کیا جاوے کہ مجیب اور ناطق خدا ہمارا ہی ہے اور الا یرجع الیھم قولا کا مصداق ہو رہا ہے ..... پس یاد رکھو کہ ہمارا خدا ناطق خدا ہے وہ ہماری دعائیں سنتا ہے۔ (کلمات طیبات ۱۵ر جنوری ۱۹۰۳ء۔ الحکم)

احمدیہ نکتہ نظر سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب نہایت لطیف پیرائے میں اس راز کا انکشاف فرماتے ہیں:

(باقی ص۴۴ پر)

قرآن کی تعلیم

۱ غلبہ اسلام کی پیشگوئی

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفی باللہ شھیدا۔

خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اور اللہ اس پر کافی گواہ ہے۔

(سورہ الفتح آیت ۲۸)

۲ حقیقی نیکی کیا ہے؟

لیس البران تولو وجوھکم قبل المشرق و المغرب ولکن البر من امن باللہ و الیوم الاخر و الملئکۃ و الکتب و النبین و اتی المال علی حبہ ذوی القربی و الیتمی و المسکین و ابن السبیل والسائلین و فی الرقاب و اقام الصلوۃ و اتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدو و الصبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا و اولئک ھم المتقون۔

مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنا کوئی بڑی نیکی نہیں، بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور یوم آخر اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں قریبیوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوالیوں اور غلام کو آزاد کرانے پر مال خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور جب عہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کریں، اور تنگی اور تکلیف میں اور مقابلہ کے وقت صبر سے کام لینے والے یہی لوگ ہیں جنہوں نے کر دکھایا اور یہی متقی ہیں۔

(سورہ البقرہ آیت ۱۷۷)

۳ حضرت نبی کریم کے متعلق حضرت عیسے کی پیشگوئی

و اذ قال عیسے ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لمابین یدی من التورۃ و مبشرابرسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

اور جب عیسے بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اسکی تصدیق کرتا ہوں جو میرے سامنے توریت سے ہے اور اس رسول کی خوشخبری دیتا ہوا جو میرے بعد آئیگا اس کا نام احمد ہے۔

(سورہ الصف آیت ۶)
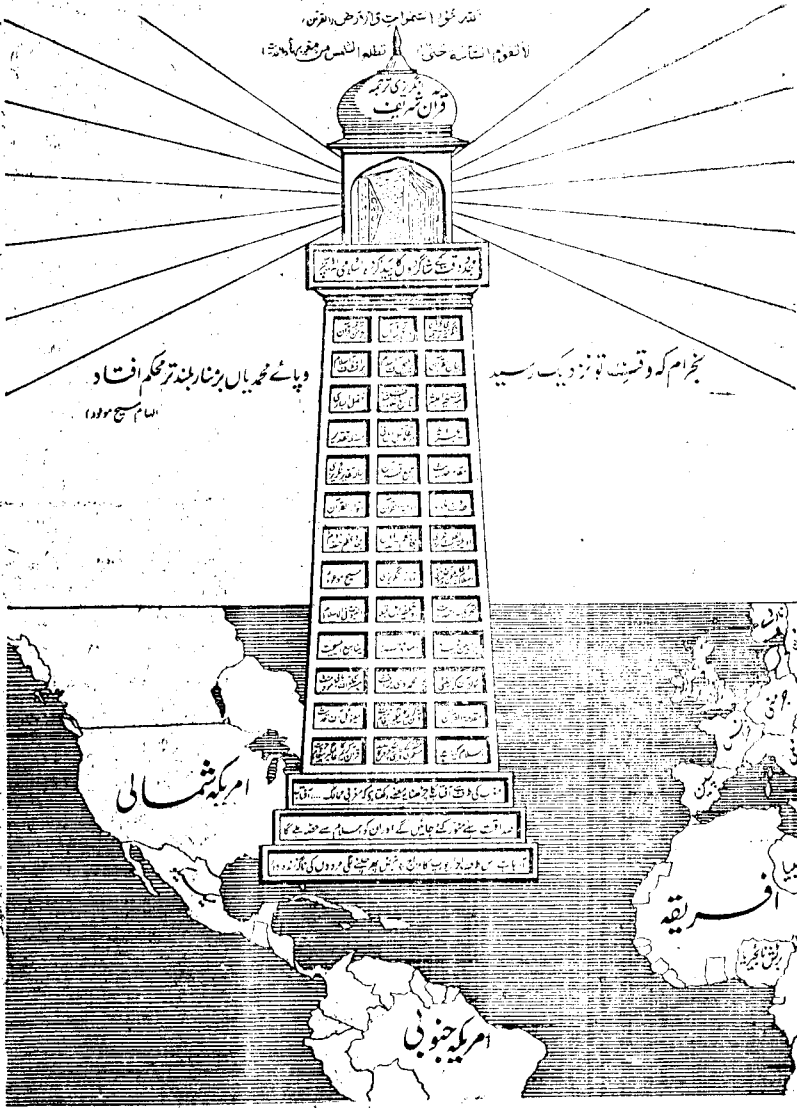
حضرت مسیح موعود کی خواہش
جسے مولانا محمد علی نے عملی جامہ پہنایا

"میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷۳)

ہمارے عقائد

ایک خدا - ایک رسول - ایک کتاب

۱- ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں

۲- ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور بالفاظ بانی سلسلہ:-

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا" (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم صفحہ ۳۰۳)

"میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہو گئی۔ (")

"ہم نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں"

۳- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴- ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ "ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت اور جہنم حق ہے" (ایام الصلح صفحہ ۸۶)

۵- ہم کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو اسلام کے ان ارکان میں سے مانتے ہیں جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے۔

۶- ہم تمام انبیاء اور تمام کتابوں پر جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لاتے ہیں۔

۷- ہم تمام صحابہ کرام۔ تمام ائمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے۔ اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

۸- ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ "جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنا ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے"[1]

۹- ہم حسب ارشاد بانی سلسلہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہیں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحہ کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض سمجھتے ہیں۔

[1] ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷

ما مسلمانیم از فضل خدا - مصطفےٰ ہارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام - ہر نبوت را برو شد اختتام

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین - دل سے ہیں خدام ختم المرسلین

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب - کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

ہمارا اسلامی لٹریچر

●

تصنیفات حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رح :-

نمبر	کتاب	قیمت
۱	حقیقة الوحی	٧ ١٢ ٠
۲	اسلامی اصول کی فلاسفی	١ ٣ ٠
۳	Teachings of Islam	0 12 0
۴	حمامته البشریٰ (عربی)	٢ ٠ ٠
۵	نور القرآن حصہ اول و دوم	١ ٠ ٠
۶	درثمین کامل	١ ٨ ٠
۷	ازالہ اوہام مجلد	٥ ٠ ٠
۸	فتح اسلام توضیح مرام	٠ ١١ ٠
۹	کشتی نوح	٠ ١٠ ٠
۱۰	سراج منیر	٠ ٦ ٠

●

تصنیفات حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور

کتاب	قیمت
انگریزی ترجمة القرآن معہ متن عربی	
ہدیہ مجلد اعلیٰ	١٥ ٠ ٠
" " " " مجلد کپڑا	١٠ ٠ ٠
بیان القرآن (اردو ترجمہ و تفسیر)	١٨ ٠ ٠
فضل الباری ترجمہ صحیح بخاری	٢٠ ٠ ٠
A Manual of Hadith	10 0 0
The Religion of Islam	15 0 0
سیرت خیر البشر	٢ ٣ ٠
احادیث العمل	٥ ٠ ٠
تاریخ خلافت راشدہ	٢ ٠ ٠
زندہ نبی کی زندہ تعلیم	٢ ٠ ٠

کتاب	قیمت
غلبہ قرآن (از مولانا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور)	٣ ٠ ٠
مرقاة الیقین (سوانح حضرت مولانا نور الدین رحمة اللہ علیہ)	٢ ٣ ٠
حسن بیان (تفسیر القرآن) از مولانا غلام حسن صاحب پشاوری	٦ ٠ ٠
میثاق النبیین حصہ اول و دوئم از مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی	٥ ١٣ ٠

Title printed at Evergreen Press, Chamberlain Road Lahore, Text at Talimi Press, Circular Road Lahore by M. Dost Muhammad Printer & Publisher Office Paigham-i-Sulh Ahmadyya Building, Lahore.—Editor, M. DOST MUHAMMAD.

جلد ۴۴ .. یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۶ شوال المکرم ۱۳۷۴ھ مطابق ۸ جون ۱۹۵۵ء نمبر ۲۴

جمہوریت اسلامیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تازہ تصنیف

"جمہوریت اسلامیہ" کے نام سے حضرت امیر ایدہ اللہ نے حال ہی میں ایک نئی تصنیف کی ہے، جس کا دیباچہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے، اور اس کے ابتدائی صفحات کا کچھ حصہ اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے۔

یہ کتاب پریس میں جاچکی ہے اور ہفتہ عشرہ میں چھپ کر شائع ہو جائے گی۔ یوں تو اس کی قیمت ڈیڑھ روپیہ فی کاپی مقرر کی گئی ہے لیکن اگر احباب جماعت اس کی متعدد کاپیاں برائے مفت تقسیم منگوانا چاہیں تو انہیں آٹھ آنہ فی کاپی کے حساب سے دی جائیں گی امید ہے ہمارے احباب منفرداً یا جماعتی رنگ میں باہم مل کر جس قدر کاپیاں مطلوب ہوں، منیجر صاحب دارالکتب اسلامیہ کو اس سے جلد از جلد مطلع کریں گے۔ دیباچہ کتاب میں اس کی تصنیف کا مقصد یہ بتایا گیا ہے:-

"بعض لوگوں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ قرآن کریم میں نظام حکومت کا ذکر نہیں ہے۔ یہ خیال کمی واقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

قرآن کریم جو دین و دنیا کے معاملات کے لئے مکمل کوڈ ہے نظام حکومت پر مفصل اور واضح بحث کرتا ہے۔

معاملات دنیا کا اہم ترین اور مشکل ترین حصہ حکومت ہی، اگر قرآن کریم اس حصہ پر تشفی بخش روشنی نہیں ڈالتا تو اسکا یہ دعویٰ کہ الیوم اکملت لکم دینکم نعوذ باللہ باطل ٹھہرتا ہے لیکن قرآن کا دعویٰ برحق ہے، چنانچہ یہ کتاب ثابت کرتی ہی کہ قرآن کریم نے نظام حکومت کو نہایت واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔" صدرالدین۔

(کتاب کے ابتدائی صفحات کا مضمون صفحہ ۵ پر دیکھئے)

اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

قرآن کا فرمان جو آج ہمارے سامنے پورا ہو رہا ہی

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ
وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو کچھ

إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي
منظور نہیں مگر یہی کہ اپنے نور کو پورا کرے گو کافر برا ہی مانیں وہی ہے جس نے اپنے

أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى
رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو کل دینوں پر

الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝
غالب کرے گو مشرک برا ہی مانیں۔

پہلی آیت میں تو بتایا تھا کہ دین اسلام کو یہ (کفار) نیست و نابود نہیں کر سکیں گے اور دوسری آیت میں فرمایا کہ یہی نہیں بلکہ یہ دین کل ادیان پر غالب کر دیا جائے گا۔ عیسائی اس بات پر خوش ہو رہے ہیں کہ اب اسلام کی حکومت دنیا سے اٹھ گئی۔ اس لئے اب عیسائیت دنیا پر غالب آجائے گی۔ لیکن اہل نظر دیکھ سکتے ہیں کہ اسلام کی حکومت باوجود مسلمانوں کی محکومی کے دنیا پر بڑھ رہی ہے اسلام کی حکومت پہلے بھی دلوں پر تھی اب بھی دلوں پر ہے، ہاں مسلمانوں کو حکومت دیدی گئی تھی کیونکہ اس وقت بغیر اسلامی حکومت کے اسلام کا پھیلنا ناممکن تھا۔ اب بغیر مسلمانوں کی حکومت کے بھی اسلام پھیل سکتا ہے اور چونکہ عیسائیوں کا یہ اعتراض اسلام پر تھا کہ مسلمانوں کی حکومت کی وجہ سے ابتداء میں اسلام پھیل گیا اور بزورِ شمشیر پھیلا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ایک دوسری قوم کے ہاتھ میں حکومت اور تلوار دے کر ان کو اس بات پر بھی آمادہ کر دیا ہے کہ وہ سارا زور اسلام کے خلاف لگالیں بالآخر حق ہی غالب ہوگا، چنانچہ ایک طرف اگر اسلامی حکومتیں گرتی چلی جاتی ہیں، تو دوسری طرف اصول اسلام غالب آتے چلے جاتے ہیں۔ توحید اسلامی، مساوات نسل انسانی جس کی تعلیم اسلام نے دی اگر ایک طرف روز بروز ترقی کر رہے ہیں تو دوسری طرف تثلیث وکفارہ کے اصول خود بخود پگھلتے چلے جاتے ہیں۔ ساری دنیا پر عیسائیت (باقی)

ووکنگ میں میری پہلی عید

اقبال احمد

ووکنگ کی عید کا شہرہ پہلے سننے میں ہی آتا تھا اور یہ بھی سُنا ہوا تھا کہ آج سے چالیس قبل جب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا اس وقت اور اسکے بعد کئی سال تک صرف ووکنگ میں ہی مسلمانوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا آج انگلستان میں ۲۱ سے زائد مقامات پر عید کا اجتماع ہوتا ہے۔ پھر بھی دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، سب سے زیادہ اہم اجتماع ووکنگ ہی کی عید میں ہوتا ہے۔ امسال ووکنگ کی عید کا اجتماع ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا۔ اور اس کی رپورٹ انگلستان کے ایک روزنامہ "مانچسٹر گارڈین" میں دوسرے دن شائع ہوئی۔

چاند کے حساب کے لحاظ سے عید یہاں ۲۳ر مئی کو ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن چونکہ انگلستان کے مسلمانوں کی اکثریت نے یہ فیصلہ کیا کہ عید ۲۴ر مئی کو ہونی چاہیئے۔ اور چونکہ یہ نہایت معیوب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عیسائی ملک میں مسلمانوں میں اختلاف دکھائی دے اس لئے عید یہاں ۲۴ر مئی کو منائی گئی۔

عید کی تیاری یہاں دو ہفتہ پہلے شروع ہو جاتی ہے۔ اور جوں جوں دن قریب آتا ہے، عید کا کام بڑھتا جاتا ہے۔ عید کی صبح کو ووکنگ میں ہر ایک شخص مصروف نظر آتا ہے۔ کوئی تو ۱۵۰۰ مہمانوں کا کھانا پکانے کی تیاری میں مصروف ہے، کوئی کاروں کے انتظام میں مشغول ہے کچھ لوگ کرسیاں بچھا رہے ہیں، اور کچھ خیمہ کے اندر دریاں بچھوا رہے ہیں، غرضکہ اس دن ووکنگ کا تمام عملہ اور بعض دوسرے اصحاب بھی عید کے اہتمام میں بہت مصروف ہوتے ہیں۔

۹ بجے کے بعد کام کی رفتار زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس عید پر پہلے "مائیکروفون" والے آئے، ان کے بعد "ٹیلی ویژن" والے اور "بی بی سی" ریڈیو والے۔ پھر ٹی سٹال والوں نے جلدی جلدی اپنا سامان درست کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کھلونوں کا سامان لگ گیا اور پھر آئس کریم والے پہنچ گئے۔

½۱۰ بجے کے قریب مہمانوں نے آنا شروع کر دیا۔ پہلے تو سوئٹزرلینڈ کی ایک خاتون آئیں۔ اس کے بعد انڈونیشیا، ملایا، برما، بھارت، پاکستان، عرب، افریقہ، جرمنی، جنوبی امریکہ، البانیا، انگلستان، ترکی وغیرہ ملکوں کے لوگ جوق در جوق پہنچ گئے۔ جس خیمہ میں عید کی نماز پڑھائی گئی اس کے ارد گرد ۲۵ ملکوں کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اور ان جھنڈوں کے نیچے اس سے زائد ملکوں کے باشندے جمع تھے۔ اس نظارے کو دیکھ کر خیال آتا تھا کہ اسلام کا یہ دعویٰ کہ وہ ساری نسل انسانیت کا مذہب ہے کتنا درست ہے۔ اس سے دل کو بڑا سرور حاصل ہوتا تھا۔ لیکن پھر یہ بھی خیال آتا تھا کہ ایسا مذہب جس میں اتنی طاقت موجود ہے کہ وہ دنیا کے ہر کونے کے لوگوں کو متحد و شیر و شکر کر دیتا ہے کیا وجہ ہے کہ اس کے پیرو اس زمانے میں کتنے بدحال ہیں۔

عید سے ایک دن قبل ٹیلیفون پر یہ اطلاع آئی کہ عرب لیجن (Arab Legion) کا ایک دستہ پائپ بینڈ کے ساتھ آ رہا ہے۔ اطلاع درج کر لی گئی۔ لیکن کسی کو کیا خبر تھی کہ اس فوجی دستہ کی موجودگی سے عید کی رونق کتنی دوبالا ہو جائے گی۔ ۱۱ بجے کے قریب جب یہ دستہ بس سے اتر کر خیمہ کے قریب مارچ کرتے ہوئے اور پائپ بینڈ بجاتے ہوئے پہنچا، عجب سماں بندھ گیا اور ٹیلی ویژن والوں نے فوراً اپنے کیمرے ان پر مرکوز کر دیئے، ایک کثیر ہجوم نے ان کے ارد گرد گھیرا ڈال دیا۔ اس فوجی باجے نے لوگوں پر ایسی کیفیت طاری کر دی جو بیان سے باہر ہے۔

½۱۱ بجے ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ نے حاضرین کو خیمہ کے اندر بلایا۔ جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو انہوں نے اعلان کیا کہ آسٹریلیا سے لیکر جنوبی امریکہ تک کے ملکوں کے لوگوں نے تار کے ذریعہ سے یہاں کی عید کے اجتماع کو عید کی مبارکباد بھیجی ہے۔ پھر انہوں نے یہ اعلان کیا کہ خیمہ کے ایک دروازہ پر بھارت کا جھنڈا لہرا رہا ہے یہ پہلی دفعہ یہاں نصب ہوا ہے۔ اور یہ مسز وجیالکشمی پنڈت کی طرف سے جو بھارت کی سفیر ہیں تحفہ آیا ہے۔ اور یہ بھارت کے ۴ کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

عید کی نماز پڑھانے کے بعد اپنے خطبہ میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ روزے کی تعلیم اسلام سے پہلے دنیا میں موجود تھی۔ لیکن اسلام کا یہ کمال ہے کہ اس نے روزوں کو وہ مقصد عطا کیا جو اسلام سے قبل کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ آج یہاں کوئی ۱۵۰۰ مسلمان دنیا کے مختلف ملکوں سے اکٹھے ہوئے ہیں یہ صرف اسی جذبہ اخوت کا نتیجہ ہے جو اسلام سکھاتا ہے۔ یہی جذبہ اخوت آج مختلف ملکوں، مختلف قوموں، مختلف نسلوں اور مختلف رنگوں کے انسانوں کو یہاں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونے کے لئے کھینچ لایا ہے۔

آخر پر انہوں نے کہا "آپ سب کو عید مبارک ہو اور خدا تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو"

خطبہ کے بعد عرب سپاہیوں نے پھر اپنا فوجی باجا بجانا شروع کیا۔ بلکہ اس دفعہ انہوں نے فوجی ناچ بھی کیا جو لوگوں کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث بنا۔

ووکنگ کے ایک نہایت مخلص مسلمان میجر فارمر ہیں، جن کے سپرد ہر سال کھانے کا انتظام ہوتا ہے۔ جونہی خطبہ ختم ہوتا ہے وہ مائکروفون پر قبضہ کر لیتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب خیمہ پر مارشل لاء نافذ ہو گیا ہے، اتفاق سے وہ ہیں بھی فوجی افسر جب مائکروفون سے احکامات نشر ہونے شروع ہو جاتے ہیں تو ان احکامات کو ہر ایک بغیر چون وچرا مانتا ہے۔ اور ۱۵۰۰ مہمانوں کو ½۱ گھنٹے کے اندر کھانا کھلا دیا جاتا ہے، یعنی ایک منٹ میں ۱۷ اشخاص کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ لیکن میجر فارمر صاحب اس سے مطمئن نہیں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں اگر لوگ میرے ساتھ پوری طرح تعاون کریں تو ایک گھنٹے کے اندر سب کچھ ختم ہو سکتا ہے۔ .... مجھے ان کے ساتھ اتفاق ہے۔

مختصراً یہ کہ پلاؤ۔ سالن اور دال کے لذیذ کھانے کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح ووکنگ میں میری پہلی عید گذری۔

اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

کی حکومت ظاہری کے باوجود اس کی حکومت باطنی گر گئی، اور مسلمانوں کی محکومیت کے باوجود اسلام کی حکومت باطنی مضبوط ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ اظہار دین اس امت میں مسیح کے ظہور کے بعد ہوگا۔ (ج) البتہ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اظہار اسلام سے مراد کل دینوں کا ہلاک ہو جانا ہے۔ بلکہ غلبہ یا اظہار کا لفظ صاف بتاتا ہے کہ دوسرے دین بھی رہیں گے مگر غالب دین اسلام ہوگا۔ اس زمانہ میں دین عیسوی کے عقاید خود بخود اس طرح دلوں سے نکلتے چلے جاتے ہیں اور خود عیسائی ان سے اس طرح بیزار ہو رہے ہیں، اور دوسری طرف عقاید حقہ اسلامیہ کی قبولیت یوں خود بخود بڑھتی چلی جاتی ہے، کہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کا زمانہ آ چکا ہے۔

مسیح موعود نمبر کے متعلق ایک خط

مکرمی ایڈیٹر صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار "پیغام صلح" کا مسیح موعود نمبر شدت انتظار کے بعد ملا۔ جس سے بیحد مسرت حاصل ہوئی۔ یہ پرچہ بہت ہی خوبیوں کا حامل ہے۔ آپکے اخبار کو یہ کمال حاصل ہے کہ چھپائی اور صحت مضامین کے لحاظ سے اس کا معیار بہت بلند ہے جس کے لئے ہم ادارہ پیغام صلح اور بالخصوص آپکی ساعی جمیلہ کے بیحد شکر گذار ہیں، اللہ پاک آپ کو بیش از بیش خدمت دین کا موقعہ نصیب کرے۔ موجودہ نمبر کی تدوین میں آپکو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس مختصر وقفہ میں جس خوبی کیساتھ آپ نے اسے ترتیب دی ہے، اس پر بھی ہم دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اگر نمبر کے کچھ زاید پرچے ہوں، تو تین پرچے میرے نام ارسال فرماویں تاکہ اپنے حلقہ میں مفت تقسیم کر سکوں، امید ہے نمبر کو بہت سے روحانی مریضوں کیلئے شفا بخش ثابت ہوگا۔ والسلام۔ عبدالباقی چٹ ۱۹۳ 2/6/55

ہفت روزہ پیغام صلح ——— مورخہ ۸ رجون ۱۹۵۵ء

تعدد ازدواج کا مسئلہ

افسوس ہے کہ تعدد ازدواج کا مسئلہ ابھی تک پاکستان کے مردوں اور عورتوں میں باعث نزاع بنا ہوا ہے، اس سے پہلے یورپ کے عیسائی اسی مسئلہ کی وجہ سے اسلام کو بدنام کرتے تھے، آج مسلمان عورتیں اور ان کی تقلید میں بعض مرد اس پر آوازے کس رہے ہیں حالانکہ جہانتک واقعات کا تعلق ہے ساری اسلامی دنیا میں شاید ہزاروں میں سے ایک گھر ایسا ہو جہاں کسی شوہر کی ایک سے زاید بیویاں ہونگی، اور ان میں سے بھی بیشتر حصہ ایسا ہے جنھوں نے کسی اشد مجبوری کی وجہ سے اسلام کی دی ہوئی اس اجازت سے فائدہ اُٹھایا ہے، اس میں شک نہیں کہ ایسے بھی واقعات پیش آچکے ہیں جن میں محض ہوس رانی یا پہلی عورت کو ایذا پہنچانے کے لئے دوسرا نکاح کیا گیا، لیکن ایسے واقعات شاذ ہیں اور کسی چیز کی بداستعمالی اس کے جائز استعمال کے لئے روک کا موجب نہیں ہو سکتی، ایسے واقعات کے سدباب کے لئے مناسب تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں قرآن نے تعدد ازدواج کی سب سے بڑی شرط یہ قرار دی ہے کہ دو یا متعدد بیویوں سے عدل و انصاف اور یکساں سلوک کیا جائے اور ہمیں تعدد ازدواج کو بُرا قرار دینے کے بجائے اس شرط پر زیادہ زور دینا چاہیئے، خواہ اس کے لئے قانونی امداد ہی کیوں نہ حاصل کرنی پڑے

لیکن بجائے اس کے کہ اس سیدھی راہ کو اختیار کیا جائے زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ اگر کسی مرد کی پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے کوئی اور عورت اس سے نکاح کرے گی تو اس کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے گا، اور لطف یہ ہے کہ اس قسم کا ہنگامہ برپا کرنے والی وہ بیگمات ہیں جو خود اپنے خاوندوں کی دوسری یا تیسری چہیتی بیوی ہیں جیسا کہ "معاصر انجام" نے اس حقیقت کی پردہ کشائی کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"بہتر یہ ہوگا کہ سب سے پہلے "اپوا" کی بعض نامور بیگمات سے تو دریافت کرلیں کہ بہنو! آپ نے پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری بیگم بننا کیوں منظور کیا؟ .... اگر ضرورت ہو تو ہم اپوا کی ان بڑی بڑی بیگمات کی فہرست پیش کر سکتے ہیں جو تعدد ازدواج کے خلاف تو زمین و آسمان کے قلابے ملا رہی ہیں لیکن خود اپنے خاوندوں کی دوسری یا تیسری چہیتی بیگمات ہیں"

بعض اصحاب نے اس مسئلہ پر شرعی نقطہ نگاہ سے بھی غور کرنا شروع کیا ہے چنانچہ اس وقت ہمارے سامنے "نوائے وقت" (۵ رجون) کا ایک مضمون ہے جو کسی صاحب ایم ڈی مرزا نے لاہور کا لکھا ہے اور ان کا بیان ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت صرف جنگ سے پیدا شدہ حالات یا یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کر سکنے کی صورت میں ہے ۔

"لیکن جب حالات معمول پر ہوں جیسے کہ آج پاکستان میں ہیں کہ یہاں عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے قطعاً زیادہ نہیں، تعدد ازدواج کا جواز پیدا نہیں ہوتا"

اس میں شک نہیں کہ ابتدائے جنگ کے احکام میں تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جنگ کے ہنگامی حالات کے علاوہ اگر کوئی اور ایسے ہی حالات پیدا ہو جائیں جن میں ایک بیوی سے مقصد نکاح فوت ہوتا ہو، تو دوسری اور تیسری یا چوتھی بیوی نہیں کی جا سکتی. . . . . مثلاً کوئی عورت بانجھ ہو، اور کوئی اولاد اس کے ہاں نہ ہوتی ہو، یا دائم المریض ہو، یا اس کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوں لڑکا کوئی نہ ہو، یا ایسے حالات ہوں کہ عورت کے حاملہ ہو جانے پر مرد اس کی مدت حمل میں تجرد کی زندگی نہ گذار سکتا ہو، تو ان حالات میں شرطِ عدل کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک سے زائد بیویاں کرنا اس آیت قرآنی کے منافی نہیں جس میں جنگ کے ہنگامی حالات کی صورت میں تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ــ ہم حیران ہیں کہ موجودہ زمانہ کے تجدد پسند اصحاب ان واقعات و ضروریات کو پیش نظر کیوں نہیں رکھتے جو روزمرہ کی زندگی میں نسل انسانی کو پیش آتے ہیں، کیا مسٹر ایم ڈی مرزا اس بات کو پسند کریں گے کہ ان کی بیوی اگر خدانخواستہ دائم المریض ہو یا اس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو، یا صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوں تو انہیں اسی پر قناعت کرکے بیٹھ جانا چاہیئے!

اسلام دین فطرت ہے اس کا کوئی حکم ایسا نہیں جو فطرت انسانی کے منافی ہو، ان ملکوں کا حال دیکھ لیجیئے جہاں قانوناً تعدد ازدواج منع ہے، وہاں عملاً خلاف قانون تعدد ازدواج رائج ..... ہے .. آپ کہیں گے یہ عورتوں کی زیادتی تعداد کی وجہ سے ہے، مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا عورتوں کی زیادتی مردوں کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ زنا کاری پر اُتر آئیں، آخر وہ کیوں ایک بیوی پر قانع نہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ فطرت ایک سے زیادہ بیویاں کی طالب ہے، مگر سب کے لئے نہیں، اکثریت ایک ہی بیوی پر گذارہ کر سکتی ہے، اور کر رہی ہے تاہم جو لوگ ایسا نہیں کر سکتے ان کے فطری جذبات پر جبر کرنا یا جائز ضروریات کی پروا نہ کرتے ہوئے تعدد ازدواج کو ممنوع ٹھہرانا دین فطرت کے صریح خلاف ہے ۔

مسیح موعود نمبر

پیغام صلح کا "مسیح موعود نمبر" امید ہے کہ تمام قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہوگا اور وہ اس کے مطالعہ کی تدر مستفیض ہوئے ہوں گے، اگرچہ پیش آمدہ حالات میں وقت کی کمی کی وجہ سے ہم اسکو زیادہ سے زیادہ بہتر اور مفید بنانے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوئے، تاہم جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے اکثر احباب نے اسکو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا ہے اور ان کی رائے ہے کہ غیراز جماعت مسلمانوں میں اس کو کثرت سے پہنچایا جائے اور اسی غرض سے اس کو دوبارہ عمدگی کے ساتھ مرتب کرکے چھپوایا جائے، لیکن یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ذی استطاعت اصحاب اور بڑی بڑی جماعتیں اس کے لئے مالی امداد مہیا کرنے کے لئے تیار نہ ہوں، اس پرچہ کو دوبارہ ایک ہزار کی تعداد میں طبع کرانے کے لئے کم از کم چھ سو روپیہ کی ضرورت ہوگی، جو ان متمول اصحاب کے لئے کوئی بڑی چیز نہیں جن کے دلوں میں مامور من اللہ کی صداقت دنیا میں پہنچانے اور ان محزبات کو دور کرنے کا جذبہ موجزن ہے، جو اعتراضات کی صورت میں ان کے پاک نام کی بدنامی کا موجب ہیں ۔

پس جو دوست مسیح موعود نمبر کی دوبارہ طباعت کا سارا یا کچھ نہ کچھ بوجھ اُٹھا سکتے ہوں، وہ مہربانی فرما کر جس قدر رقوم دے سکیں محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ پر اس وضاحت کے ساتھ بھیجدیں کہ یہ رقم پیغام صلح کے "مسیح موعود نمبر" کی دوبارہ طباعت کے لئے بھیجی جا رہی ہے ۔

ضرورت رشتہ

ایک قریشی خاندان کی لڑکی بعمر ۲۴ سال کے لئے جو سلیقہ شعار امور خانہ داری سے واقف ہے ..... رشتہ کی ضرورت ہے ۔ لڑکا قریشی خاندان یا سید ہو تعلیمیافتہ اور ملازم ہو ۔ لڑکی معمولی تعلیمیافتہ اور سینے پرونے میں ماہر ہے ۔ خواہشمند مفصل ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں :-

جی ۔ ایچ قریشی ۔ معرفت مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

چندہ جماعت سیالکوٹ برائے مرمت برلن مسجد

نام	رقم	نام	رقم
خواجہ محمد اصغر صاحب ٹھیکیدار	100/-/-	بابو رحمت اللہ صاحب	5/-/-
مسٹر فضل احمد صاحب	30/-/-	بابو بشارت احمد صاحب	1/-/-
چوہدری محمد عبداللہ صاحب	20/-/-	میاں عبدالکریم صاحب	1/-/-
میاں محمد یعقوب صاحب	1/-/-	ماسٹر سراج الدین ذکی صاحب	5/-/-

(باقی بر صفحہ ۶)

اخبار و افکار

بھارت میں طلاق کا قانون

جوں جوں دنیا کا قدم ترقی کی طرف اُٹھتا ہے۔۔۔۔ ساتھ ہی اسلام کی طرف بھی قدم بڑھتا جاتا ہے، کل تک اسلام پر استہزا کیا جاتا تھا کہ اس نے طلاق کا قانون رائج کر کے مرد و عورت کے اس عہد و پیمان کو جو عمر بھر کے لئے کیا جاتا ہے توڑنے کا سامان کیا ہے جو کسی طرح پسندیدہ نہیں، آریہ سماج اس اعتراض کو پیش کرنے میں سب سے آگے تھی اور اس کے ساتھ ہی اس بات پر سخت نفرت کا اظہار کیا جاتا تھا کہ اسلام نے بھائی کی بیوہ اور رشتہ کے بہن بھائیوں سے بھی شادی جائز قرار دی ہے۔

آج ان معترضین کا اپنا کیا حال ہے؟ ذیل کی خبر کو غور سے پڑھیئے:-

"نئی دہلی ۱۹ر مئی ہندو شادی بل جو حال ہی میں لوک سبھا میں منظور ہونے کے بعد صدر جمہوریہ کے پاس آخری منظوری کے لئے بھیجا گیا تھا اسے بدھ کے دن منظوری حاصل ہو گئی اور وہ بحیثیت قانون کے فوری طور پر نافذ ہو گیا۔

ہندو کوڈ کے مختلف اجزا کو الگ الگ بل میں پیش کرنے کی تجویز کے مطابق ہندو شادی بل لوک سبھا نے منظور کیا ہے، یہ بل سماجی اصلاح کی طرف ایک اہم قدم ہے۔

اس قانون کے ذریعہ تعدد ازدواج کو روکا گیا ہے ساتھ ہی ساتھ فریقین کو مخصوص حالات میں طلاق حاصل کرنے کا موقعہ فراہم کیا گیا ہے، اس قانون میں جنوبی اور شمالی ہندوستان کے بعض حصوں میں بھائی کی بیوہ سے شادی اور رشتہ کے بھائیوں سے شادی کے رواج کو بھی تسلیم کیا گیا ہے"

یہ ہے اسلام کی فتح کا نقارہ، طلاق کا موقع فراہم کر کے سماجی اصلاح کی طرف جو قدم اُٹھایا گیا ہے وہ فی الحقیقت اسلام کی طرف اہم قدم ہے، اور خدا نے چاہا تو تعدد ازدواج کا اصول بھی جس سے اس قانون میں روکا گیا ہے، جلد ہی ہندو سوسائٹی کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

اسیرانِ مارشل لا

حکومت پاکستان کی اس رواداری کی داد دینی چاہیئے کہ مارشل لا کے ان قیدیوں کو جن پر ملک میں طوائف الملوکی پھیلانے اور قتل و غارت کرنے کا الزام تھا، اور ان جرائم کی پاداش میں انہیں پہلے سزائے موت کا حکم سنایا گیا تھا اور پھر چودہ سالہ قید جس کو بعد میں تین سال میں تبدیل کر دیا گیا ان کی تین سالہ مدت کے ختم ہونے سے پہلے ہی بقیہ سزا معاف کر دی گئی ہے،

حکومت کی یہ دریا دلی اگر سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے ظہور میں آئی ہے تو ہمیں اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں، ورنہ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو معافیاں دی گئی ہیں آیا انہوں نے اپنے کئے پر کبھی پشیمانی کا بھی کوئی اظہار کیا؟ اور اگر فسادات کے ذمہ دار اصحاب کو بغیر کسی وجہ کے معاف کیا جا سکتا ہے تو باقیماندہ قیدی جو اپنے لیڈروں کی انگیخت پر کام کرتے رہے ان کو کیوں معاف نہیں کیا جا سکتا

گنبد کی آواز

مودودی ہفت روزہ "ایشیا" (۶ر جون) شاکی ہے:-

"خدا ناشِ اول پر رحم کرے ناشِ ثانی سے تو وہی زیادہ رحمدل اور انصاف پسند تھا۔ اور اللہ تعالےٰ مولانا احمد علی کو جزائے خیر دے، انہوں نے مولانا مودودی پر دنیا بھر کی مقدس ہستیوں کی توہین کرنے کا جو الزام لگایا تھا۔ وہ ہر چند کھینچا تانی مفہوم ما لایرضی بہ قائلہ کے مطابق تھا۔ تاہم انہوں نے اتنا کرم فرمایا تھا۔ کہ مولانا مودودی کی لکھی ہوئی بعض عبارتیں پیش کر کے ان کو اپنے استدلال کا تختۂ مشق بنایا تھا۔ مگر مسلک اہل حدیث کے ترجمان اور داعی نے تو یہ تکلف بھی ضروری نہیں سمجھا اس نے تو مولانا کے منہ میں اپنی طرف سے چند الفاظ و مطالب ڈال کر ان پر پوری قوت اور جوانمردی سے حملہ کر دیا۔"

اور پھر لکھا ہے:-

"دونوں حضرات کو قلم اُٹھانے سے پہلے یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ جو شخص کعبہ، رسول، صحابہ، آئمہ ہدیٰ اور علمائے حق کی عظمت کو قائم کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے اور جس کی زندگی کا مشن ہی یہ ہے کہ کتاب و سنت کے مطابق اسلامی دنیا کا نظام زندگی مرتب ہو اس کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ ان کی توہین کا مرتکب ہو گا ممکن ہی کیونکر ہے"

ناشِ اوّل اور ناشِ ثانی کے لگائے ہوئے الزامات کی حقیقت جو کچھ بھی ہو، کم از کم ان لوگوں کے منہ سے اس کی شکایت عجیب سی معلوم ہوتی ہے، جو خود دوسروں پر اسی قسم کے خلاف حقیقت الزام لگانے سے نہیں جھجکتے، آج "ایشیا" کو شکایت ہے کہ مولانا احمد علی اور مدیر الاعتصام مودودی صاحب کے الفاظ کو کھینچ تان کر ما لایرضی بہ قائلہ کا مصداق بنا دیتے ہیں یہی شکایت جماعت احمدیہ کو اگر ہو کہ حضرت مرزا صاحب کے معتقدات کے خلاف ان پر ایسے الزامات لگائے چلے جاتے ہیں جن کی بارہا تردید کی جا چکی ہے تو وہ اس پر توجہ کیوں نہیں دیتے، کیا مدیر الاعتصام کو نصیحت کرنے سے انہیں خود یہ سوچنا روا نہیں کہ جو شخص اور جو جماعت کعبہ، رسول، صحابہ، آئمہ ہدیٰ اور علمائے حق کی عظمت قائم کرنے اور قرآن کو دنیا میں پھیلانے کی جدوجہد میں مصروف ہے اس کو مدعی نبوت اور توہین رسول کا مرتکب قرار دیکر مرتد یا منافق ٹھہرانا جناب کی حق پرستی اور کونسی ایمانداری ہے، کیا یہ گنبد کی آواز نہیں جو آج انہیں امام ربانی پر آوازے کسنے کے جواب میں سننی پڑی ہے؟

سالی سے شادی

"نوائے وقت" (۸ر مئی) میں "سالی سے شادی قانونی نقطہ نگاہ سے" کے عنوان سے ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے، جس میں ان لوگوں کو جو بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن یعنی اپنی سالی سے شادی کرنا چاہیں، نصیحت کی گئی ہے، کہ مولویوں سے اس بارہ میں فتوے پوچھنے کے بجائے قانون دان حضرات سے فتوے لینا چاہیئے، کیونکہ اگرچہ قرآن نے جمع بین الاختین کو حرام قرار دیا ہے۔ تاہم بعض ہائیکورٹوں نے عدالتوں میں مروجہ شرح محمدی کے مطابق شادیوں کی تین قسمیں (صحیح، باطل اور فاسد) قرار دی ہیں اور سالی سے شادی کو قسم باطل میں نہیں بلکہ فاسد میں شمار کیا ہے اور اس میں اور صحیح شادی میں صرف باضابطہ اور بے ضابطہ کا فرق رکھا ہے یعنی بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن سے شادی بے ضابطہ تو ہے لیکن باطل نہیں، اور ایسی شادی کرنے والی عورت خاوند کی جائداد کی وارث نہیں ہو سکتی تاہم جب چاہے عدالت میں گئے بغیر طلاق حاصل کر سکتی ہے۔

مضمون نویس (مسٹر خورشید حسن بی اے ایل ایل بی) کے نزدیک ہائیکورٹ کے ایسے فیصلے جن کے انہوں نے حوالے دیئے ہیں "قرآن کریم کے الفاظ کے بجائے ان الفاظ کی روح (سپرٹ) کے مطابق ہیں"۔

افسوس ہے کہ ہماری عقل و فہم کی رسائی اتنی بلند نہیں کہ 'ان تجمعوا بین الاختین' کے سادے اور کھلے الفاظ کی (جن سے پہلے حرمت کا لفظ آ چکا ہے) اس روح کو دیکھ سکیں جس کی طرف فاضل مضمون نگار نے اشارہ کیا ہے، ہائیکورٹوں کے فیصلے کچھ بھی ہوں، ہم اس نام نہاد شرح محمدی کے قائل نہیں ہو سکتے جو سیدھے سادے قرآنی الفاظ کو چھوڑ کر کسی بعید از خیال نتائج پر منحصر کرتی اور اس طرح اباحت کا ایک نیا دروازہ کھولتی ہو، کاش ہمارے قانون دان حضرات ایسی خلاف قرآن شرح محمدی اور ان کی بناء پر صادر شدہ فیصلوں پر صبر کرنے کے بجائے شریعت کے اس صحیح مفہوم کی طرف عدالتوں کو لانے

جمہوریت اسلامیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تصنیف کتاب کے ابتدائی اوراق

حکومت قوم کی ہوتی ہے نہ کہ فرد کی

قرآن کریم نے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حکومت یا بادشاہت کسی فرد کی ملکیت نہیں ہوتی۔ بلکہ حکومت و بادشاہت کی مالک ساری کی ساری قوم ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ یعنی اے میری قوم تم کو خدا نے دو بڑی نعمتیں عطا کیں ایک نبوت اور دوسری سلطنت۔ نبوت کا منصب تو تم میں سے بعض کو عطا کیا جاتا ہے۔ لیکن بادشاہت کا مالک ساری قوم کو بنایا جاتا ہے۔ اس آیت کے یہ الفاظ جعل فیکم انبیاء اور جعلکم ملوکا معنے خیز ہیں اور قابل غور ہیں۔ ان الفاظ سے یہ امر ظاہر کیا ہے کہ نبوت کے منصب پر تو قوم کے بعض افراد کو مامور کیا جاتا ہے لیکن بادشاہت تمام افراد قوم کو دی جاتی ہے۔ یہ ایک نہایت ہی اہم مسئلہ ہے جسے قرآن کریم نے نہایت مختصر لیکن نہایت واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ اس بیان کے رو سے سلطنت کسی ایک خاندان کی ملکیت نہیں ہوتی کہ اس کے افراد کو یکے بعد دیگرے وراثت ملتی چلی جائے۔ بلکہ سلطنت و بادشاہت کی حقیقی اور اصلی مالک ساری کی ساری قوم ہوتی ہے۔ اور یہ بات قوم کے اختیار میں ہوتی ہے کہ جس شخص میں حکومت کرنے کی اہلیت پائی جائے اس کے سپرد سلطنت و بادشاہت کے فرائض کی سرانجام دہی کرے۔

مسلمان قوم سے بادشاہت کا وعدہ

مذکورہ بالا آیہ کریمہ کے اس نظریہ کی تائید ایک دوسری آیت کرتی ہے۔ اس آیت کا یہاں بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اس آیت میں سلطنت و بادشاہت کے عطا کرنے کا وعدہ مسلمان قوم سے ہوا۔ خدا کا یہ وعدہ حضور نبی کریم کے عین حیات میں پورا ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلطنت خداداد کے پہلے ملک تھے۔ لیکن وہ وعدہ قوم سے کیا گیا تھا۔ اس وعدے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا گیا تھا۔ تاکہ اس اہم مسئلہ کو نہایت واضح طور پر حل کر دیا جائے کہ سلطنت و بادشاہت کا حق ملکیت قوم کا ہوتا ہے نہ کہ کسی خاص شخص کا۔ وہ آیہ کریمہ یہ ہے:-

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون۔

یعنی خدا تعالےٰ ان مومنین سے جو ایماندار اور نیک عمل ہیں وعدہ کرتا ہے کہ ان کو ملک کا بادشاہ بنایا جائے گا جس طرح سے ان سے پیشتر اور لوگوں کو بادشاہ بنایا۔ بادشاہت عطا کرنے سے مسلمانوں کے دین میں مضبوطی پیدا کرے گا۔ اور مسلمانوں کی خوف کی حالت کو امن میں تبدیل کر دے گا۔ چاہیئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اگر مسلمان ان احسانات کی ناقدری کریں گے تو وہ بدعہد اور نافرمان قرار دیئے جائیں گے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی بے نفسی

یہ آیہ کریمہ چند ایک نہایت قیمتی نظریات پر مشتمل ہے، سردست نظریۂ سلطنت و بادشاہت ہی بیان کیا جائے گا۔

یہ آیت کریمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے اور ان کی زبان مبارک سے اعلان کرایا جاتا ہے کہ سلطنت کی ملکیت مجھے نہیں عطا کی گئی۔ بلکہ سلطنت کی ملکیت اور بادشاہت کا حق قوم کو عطا کیا گیا ہے۔

یہ اعلان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پورے درجے کی بے نفسی کا آئینہ دار ہی نہیں بلکہ ایک انوکھے اور اہم مسئلہ کا حامل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضور نے انتہا درجے کے مصائب برداشت کئے۔ اور پورے درجے کی جدوجہد کی۔ اور اس جدوجہد میں جانی اور مالی قربانیاں دینی پڑیں۔ اور ایک لمبے عرصہ تک کئی قسم کی مشقتوں اور تکالیف اور جانکاہ حادثات سے دوچار ہونا پڑا۔ تب جاکر سلطنت ہاتھ آئی۔ ظاہر سلطنت اس دنیا کی نعمت عظمیٰ ہے۔ . . . . یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے تو اس پر لات مار کر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اس کا حق ملکیت نہ ہی میرا ہے اور نہ ہی میرے رشتہ داروں کا۔ بلکہ اس کی ملکیت کا حق قوم کو عطا کیا گیا ہے۔

قوم کے ایثار اور قربانیوں کی قدر دانی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اپنی جدوجہد کا ذکر تک نہیں کیا۔ اگر اس بارے میں ذکر کیا ہے تو قوم کی جدوجہد اور قوم کی جاں نثاری اور سرفروشی کا ذکر کیا ہے ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین (اے پیغمبر یہ فتوحات جو آپ کو حاصل ہوئی ہیں اگرچہ ان کے لئے نصرت الٰہی کارفرما ہے لیکن اس میں مومنین کی مساعی جمیلہ اور کارہائے نمایاں کا بہت بڑا حصہ ہے، خدا اور خدا کے رسول نے قوم کی قربانیوں کی قدر دانی کی ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور سلطنت پر ان کا استحقاق جمایا۔ اور ان مردان صدق و صفا کی بلند آہنگی اور اولوالعزمی کا ذکر ذیل کی آیت میں کیا۔ من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ جماعت مومنین کے جانثار جوانمردوں نے اپنے اس عہد کو پورا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالےٰ سے باندھ رکھا تھا۔ ایفاء عہد کے لئے بعض نے جام شہادت پیا اور بعض اس سعادت جاودانی کے حصول کے لئے منتظر راہ ہیں۔ انہوں نے خود ہر طرح کے مصائب برداشت کئے، ان کے سامنے ان کے عزیز و اقارب شہید ہوئے...... سخت سے سخت جانکاہ حادثات و واقعات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود (ما بدلوا تبدیلا) ان کے پاک ارادوں میں کسی قسم کی کمزوری یا لغزشیں رونما ہونے پائیں۔ بلکہ انہوں نے موقعہ آنے پر بیعت علی الموت کی جس کا ذکر اس آیت شریف میں کیا گیا ہے۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ یعنی ہم ان مومنین سے راضی ہوگئے، جنہوں نے ایک درخت کے سایہ میں حضور نبی کریم صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اقرار کیا کہ ہم خدا اور رسول کے احکام کی فرمانبرداری میں اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

الغرض یہ فتوحات جو میسر آئی ہیں ان کے میسر آنے میں خدا تعالےٰ کی نصرت کے علاوہ مومنین کی بے عدیل قربانیوں ان کی ہمت اور ان کے مردانہ استقلال کا نمایاں حصہ ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلعم نے اعلان فرمایا ہے کہ یہ حصول سلطنت میرے زور بازو سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور میرے ساتھیوں کے اخلاص بھرے تعاون کی وجہ سے ہے۔ اس لئے سلطنت اور بادشاہت کی حقدار میری قوم ہے۔ میں اور میرے رشتہ دار اس کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہی یہ سلطنت ان کے ورثہ میں جا سکتی ہے۔

مجلس شوریٰ یا موتمر اسلامی

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا کہ سلطنت و بادشاہت قوم کی ہی ملکیت ہوتی ہے، تو یہ بھی اعلان فرمایا کہ امور سلطنت کی تدبیر بھی قوم کے ہاتھ میں ہوگی اور امور سلطنت کی سرانجام دہی ساری کی ساری قوم کے منشاء کے مطابق ہوگی۔ ساری قوم کی منشاء کے موافق کام کرنے کا طریق یہ ہوگا کہ وہ آپس میں مل کر امور سلطنت کا فیصلہ کیا کریں۔ خدا تعالےٰ نے جہاں سلطنت کی ملکیت کا حق قوم کو عطا کیا ہے، وہاں قوم کو تلقین کی ہے امرھم شوریٰ بینھم امور سلطنت کا طے کرنا قوم کی مشاورت سے ہوا کرے گا۔ امرھم شوریٰ بینھم کا جملہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ قوم کی شان یہی ہونی چاہیئے اور قوم کے مزاج میں یہ بات ہونی چاہیئے کہ امور سلطنت کو طے کرنے کے لئے باہم مل کر فیصلہ دیا کریں۔

(باقی صفحہ آئندہ)

اور چھوٹوں کا لحاظ اور عزت کی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التواضع لا یزید العبد الا رفعۃ تواضع سے انسان کو بلندی حاصل ہوتی ہے اس لئے دوسروں سے تواضع وانکساری سے پیش آنا نہایت ضروری ہے۔ اس سے تمہاری عزت بڑھے گی، انانیت، انسان کو رسوا کر دیتی ہے، اپنے آپ کو، حلم، برداشت اور انکساری کے زیور سے آراستہ کر کے نمازوں میں دعا کرو کہ ....

...... کہ اے خدا ہم عجز وانکسار کی پیشانی کو تیرے آگے رکھتے ہیں، تو ہی ہمارے دلوں کو شفقت اور نرمی سے بھر دے۔

مالی قربانیاں اور صدقہ وخیرات

والمتصدقین والمتصدقات، خیرات ایک ایسا فعل ہے جو انسان کی بقا کا موجب ہے، جب تک مرد وعورت دونوں خیرات کرنا نہ سیکھیں، بھوکے اور ننگے کو کھانا نہ کھلائیں کپڑا نہ پہنائیں اس وقت تک انہوں نے اسلام کا حق ادا نہیں کیا۔ مال کا خرچ کرنا یہ بہت بڑا حکم ہے جو قرآن نے مردوں اور عورتوں دونوں کو دیا ہے، مال انسان کی حاجات کو رفع کرتا ہے اور اس کو دوسرے کی حاجات کے لئے کاٹ کر پھینکنا بہت بڑا مجاہدہ ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے اندر یہ بلندیاں اور اخلاق پیدا کئے کہ انہوں نے دین کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہا دیا، وہ قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی، جو دین اور ملت کے لئے قربانی کرنے کے لئے تیار نہ ہو، قرآن نے مال خرچ کرنے کو اتنی اہمیت دی ہے کہ پہلے ہی صفحہ پر متقیوں کا یہ نشان بتایا ومما رزقنٰھم ینفقون جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہ ہمارے خزانچی ہیں، اگر خرچ نہ کریں تو کیسے کنجوس ہیں کہ مال ہمارا دیا ہوا ہے ہم کہتے ہیں اس میں سے تھوڑا سا دیدو، لیکن مانتے نہیں۔ حالانکہ یہی ترقی کا ایک راستہ ہے جو مرد وعورت دونوں کو سیکھنا چاہیئے۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کرو

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنگوں پر روپیہ خرچ کرنا پڑتا تھا مال بھی دیتے تھے اور جانیں بھی، اس زمانہ کے امام نے بھی عہد لیا ہے کہ خدا کے رستہ میں اپنے مالوں کو خرچ کریں گے، دین کو دنیا پر مقدم کریں گے، اندازہ لگایئے اپنے اس عہد کا اور اس بات پر غور کیجئے کہ کس حد تک آپ اس عہد میں پکے ہیں کس حد تک خدا کے رستہ میں آپ نے اس عہد کو پورا کیا ہے اگر آپ کا عہد پکا ہے تو مبارک ہے اور اگر اس میں کوئی کمزوری ہے تو آج کے دن اپنے دل میں اسکو پختہ کر لیجئے، اور دین کو اپنے سب کاموں پر مقدم کیجئے، سب سے زیادہ غریب اور سب سے زیادہ مظلوم آج اسلام ہے، اس کے لئے اپنے عہد کو پورا کیجئے،

روزہ اور اکل حلال

والصائمین والصائمات، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، یہ مسلمان اور مومن کی ایک اور صفت بیان کی، اپنا حلال اور طیب مال خرچ کر دینا اور دوسرے کا مال نہ کھانا یہ بھی روزہ ہے، مردوں اور عورتوں کو روزے کے اندر دو باتیں سکھائیں کہ اپنے پیٹ پر قابو پانا، پیٹ انسان کو ذلیل کر دیتا ہے، اس کی وجہ سے وہ نالائق حرکتیں کرتا ہے اور انسان اپنی نگاہ میں بھی اور دوسروں کی نگاہ میں بھی گر جاتا ہے اس لئے روزہ کے ذریعہ ضبط نفس کی عادت پیدا کی، ایک تو پیٹ کا قصہ ہے اور دوسرے عفت کا معاملہ ہے روزہ میں جہاں پیٹ کی اصلاح کرنا سکھایا وہاں مسلمان مرد وعورت کو اپنی عفت کو محفوظ رکھنے کی تربیت دی ہے یہ دونوں باتیں روزہ کی اصل اغراض میں سے ہیں۔ جس کے پاس مال آجاتا ہے وہ اس کو ناجائز خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتا، مال کی اسلام مذمت نہیں کرتا۔ مال کو انسان کے قیام کا باعث قرار دیا ہے جعل اللہ قیٰماً للناس اس کے بغیر انسان کی زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔

عفت کی حفاظت مسلمان عورت کی خصوصیت ہے

اسی طرح عفت کا تباہ کر لینا ایک نہایت شرمناک بات ہے جو ایک مسلمان مرد وعورت سے کبھی طرح بھی شایاں نہیں، عفت کی حفاظت مسلمان کی خصوصیات میں سے ہے اور اس وقت بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہماری عورتیں زیادہ عفیف ہیں، لیکن آہستہ آہستہ یہ خصوصیت مٹتی جا رہی ہے اور دوسری قوموں کی خرابیاں ہمارے اندر بھی سرایت کر رہی ہیں، جو کسی طرح پسندیدہ نہیں، عفت سب سے بڑا تاج ہے جو ایک مسلمان کی عزت کو بڑھانے والا ہے، روزہ دار عورت عفیف ترین عورت ہے، اس خصوصیت کو قائم رکھو اور حلال کمائی اور عفت کے ذریعہ سے اپنی قوم کو چار چاند لگا دو، اس دوسری چیز کو آگے خصوصیت سے بیان کیا والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت مسلمان مردوں اور عورتوں میں خصوصیت ہونی چاہیئے کہ بدکاری سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔

خدا کی یاد طہارت اور اطمینان قلب کا موجب ہے

والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات مسلمان مرد اور عورتیں خدا کو ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے، کھانا کھاتے ہوئے... خدا ان کو یاد ہوتا ہے اور وہ کوئی حرام چیز اپنے پیٹ میں نہیں جانے دیتے، گھر میں، گھر سے باہر، دفتر میں تجارت اور کاروبار میں، کسی سے سودا کرتے ہوئے خدا ان کے سامنے رہتا ہے، وہ کبھی ایسی حرکت کے مرتکب نہیں ہوتے جو خدا کی ناراضگی کا موجب ہو، خدا کو سامنے رکھنے، اس کی یاد کو تازہ رکھنے سے انسان کے اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوتی ہے، خدا کا ذکر کرنے سے اطمینان قلب پیدا ہوتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب، اس بیسویں صدی میں چاروں طرف سے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے کہتے ہیں تہذیب کے ساتھ انسانیت ترقی کر گئی ہے لیکن غور کیا جائے تو اسی تہذیب نے انسانیت کو بے اطمینانی کا شکار بنا دیا ہے، ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اپنی خواہشات کو دوڑ دی جا رہی ہے الھٰکم التکاثر، کثرت مال اور کثرت سامان عیش کی خواہش بڑھتی چلی جا رہی ہے اور یہی انسان کی ہلاکت کا موجب ہے، اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ خدا سے انسان دور ہو گیا، اس کے ذکر کو جو اطمینان اور تسکین قلب کا موجب تھا چھوڑ دیا، مسلمان کی خصوصیات میں سے یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ وہ خدا سے دور نہیں ہوتا اس کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھتا اور یاد کرتا رہتا ہے۔

مغفرت اور اجر عظیم پانے والے

ان صفات والوں کے لئے فرمایا اعد اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیما اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم اپنے آپ کو ان صفات کا مالک بنائیں جن کی تلقین ان آیات میں کی گئی ہے کہ اسی میں ہماری بہتری اور نجات ہے۔

اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے؟

مسلمان مردوں اور عورتوں کی خصوصیات

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۰ رمئی ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ امیر احمدیہ انجمن لاہور

ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین والقانتات والصدقین والصدقت والصبرین والصبرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقت والصائمین والصئمت والحافظین فروجہم والحفظت والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لہم مغفرۃ واجرا عظیما۔

(الاحزاب رکوع ۲)

جمعۃ الوداع کی اہمیت

یہ رمضان کا آخری جمعہ ہے اس جمعہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، لوگ اس جمعہ کے دن خصوصیت کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے ہیں اور بعض مسجدوں میں قضا عمری بھی پڑھتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ زندگی بھر میں کی ..... کوئی نمازیں جو ادائیگی سے رہ گئی ہوں تو وہ آج کے دن پڑھ لی جائیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص احساس دلوں کے اندر پیدا کرتا ہے، وہ کیا ہے؟ وہ یہی ہے کہ اس دن انسان جناب الہٰی میں مغفرت کا خواہاں ہو اور توبہ و استغفار کرے کہ اس نے اپنے اندر آج سے تبدیلی پیدا کر لی ہے۔

دلوں میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں تبدیلی جب تک پیدا نہیں ہوئی آپ کا مقصد جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے پورا نہ ہو سکا، خدا و رسول صلعم کی غرض ایک اعلےٰ درجہ کی جماعت پیدا کرنا تھا، جس کے افعال و کردار اور معاملات میں ایک امتیازی رنگ نظر آئے۔ اور لوگ اسے دیکھ کر چاہیں کہ ہم بھی ایسے بن جائیں، خدا کی نگاہ میں مسلمان قوم کو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا تھا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم بہترین امت ہو جس کو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اب یہ قوم جب تک خود ایسے اعلیٰ مقام پر نہ ہو، جو دوسروں سے ممیز اور ممتاز ہو وہ دوسروں کی بھلائی کیا کر سکتی ہے تو خدا اور رسول صلعم نے ایک خاص احساس دلوں کے اندر پیدا کرنا چاہا ہے، اور اللہ تعالےٰ مرد و عورت چھوٹے اور بڑے سب کو کہتا ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کام جو بھی کرے گا خدا تعالےٰ کے ہاں اس کے لئے اجر عظیم ہے۔

احکام الہٰی کی بجا آوری کرنیوالوں کے ساتھ وعدہ الہٰی

ان المسلمین والمسلمات۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں، یہ جو ہم کہنے لگے ہیں یہ بڑی پختہ بات ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہمارے احکام کو جو شخص پورا ادا کرے گا، اور خدا کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کریگا، وہ مرد ہو یا عورت اعد اللہ لہم مغفرۃ و اجرا عظیما ان کے لئے مغفرت اور ستاری اللہ کی طرف سے تیار کی گئی ہے، اور نری مغفرت اور ستاری ہی نہیں بلکہ اجرا عظیما۔ انہیں اجر عظیم بھی حاصل ہوگا۔ اور یہ بڑی پکی بات ہے جس کے پورا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

مسلمان اور مومن میں فرق

ان المسلمین والمسلمات مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور آگے لکھا ہے والمومنین والمومنت، مومن مرد اور مومن عورتیں، مسلمان اور مومن میں فرق کیا ہے مسلمان کی تعریف دوسری جگہ کی ہے قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا، بدو گنوار لوگ آئے اور کہا امنا ہم ایمان لائے، خدا فرماتا ہے کہ ان کی اصلاح کر دیجئے قولوا اسلمنا یہ کہو کہ ہم نے طاعت اختیار کی، اسلم کے معنے ہیں اقرار کر لیا کہ نبی صلعم کے دین میں داخل ہوتا اور اس کی اطاعت کرتا ہوں، پھر دین میں داخلے کے بعد جب حضرت کی صحبت سے فیض یاب ہو، قرآن کو پڑھے اور اس پر عمل کرے تو اس کو ایمان نصیب ہوتا ہے۔ ان دو باتوں کی تفسیر نبی کریم صلعم نے کی ہے۔ فرمایا ایک تعلق انسان کا اللہ اور رسول سے ہے جب اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے ہاتھ پاؤں اور خواہشات خدا و رسول کے احکام کے تابع ہو گئیں تو ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے لئے سلامتی اور امن کا موجب ہو المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ مسلمان ہو کر تم اپنے مسلمان بھائیوں کو اذیت نہیں دے سکتے۔ اگر تمہاری زبان، تمہارے ہاتھ سے تمہارے اٹھنے بیٹھنے سے دوسرے مسلمان کو اذیت پہنچے تو یہ خلاف اسلام ہے۔ خدا کو وہ شخص بہت پیارا ہے جو دوسروں کے لئے امن اور سلامتی کا موجب ہو مسلمان کے دل و دماغ سے جب دوسروں کو اذیت پہنچانے کا خیال ہی نکل جاتا ہے تو وہ حقیقی مسلمان ہے اور یہ بھی فرمایا المومن من امن الناس مومن وہ ہے کہ اس کے ساتھ کاروبار کرنے سے لوگ نقصان سے محفوظ رہتے ہیں، مسلم اور مومن کے درمیان حضور نے فرق بیان فرمایا کہ تم منہ سے کہتے ہو کہ ہم مسلم ہیں، تمہارے گھر والوں اور دوستوں سے پوچھا جائے کہ تمہارا طرز عمل کیا ہے اور تمہاری زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہیں یا نہیں۔

مسلمان، مومن، اور فرمانبردار عورتیں

تو آج کے دن کو بڑی اہمیت حاصل ہے اس اہمیت کے پیش نظر اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا کرو، اور حقیقی طور پر اپنے آپ کو مسلمان اور مومن بناؤ، اس کے آگے فرمایا والقانتین والقانتات جب مومن ہو گئے تو تمہارے اعمال میں نظر آنا چاہیئے کہ تم خدا کے فرمانبردار ہو، اس سے پہلے فرمایا ہے واذکرن مایتلی فی بیوتکن۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو خطاب ہے کہ تمہارے گھر میں ایک حکیم اور دانا انسان رہتا ہے جو حکمت کی باتیں سکھاتا ہے ان باتوں سے نصیحت حاصل کرو، اور فرمایا لستن کاحد من النساء تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں، تمہاری ذمہ داریاں بہت بڑی ہیں، اسی طرح عورتوں کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ مسلمان ہوں، مومن ہوں، فرمانبردار ہوں،

حق گوئی اور مصائب میں صبر کرنے والے

اور یہیں تک نہیں فرمایا والصدقین والصدقات یہ لوگ حق بات منہ سے نکالتے ہیں اور حق کہنے سے گریز نہیں کرتے، حق پرستی ان کا شعار ہے اور اس رستہ میں مصائب و شدائد پیش آئیں تو والصابرین والصابرات وہ صبر سے کام لیتے ہیں اور کسی سے ڈر کر حق پرستی نہیں چھوڑ دیتے نہ مشکلات پیش آنے پر حق کہنا چھوڑ دیتے ہیں، مردوں اور عورتوں کو حق گوئی سیکھنا ضروری ہے، اس سے دل روشن ہوتا ہے، مشکلات بھی پیش آتی ہیں لیکن صبر سے کام لیا جائے تو آخر کار انسان ان پر غالب آ جاتا ہے، صبر بڑی چیز ہے مصیبت کا مقابلہ کرنا بھی صبر ہے، نیکی پر ڈٹے رہنا بھی صبر ہے، اور بدی سے بچنا بھی صبر ہے مصیبت پیش آ جائے تو دہائی دینے اور واویلا کرنے کے بغیر انسان حوصلہ سے کام لے یہ ایک مومن کی صفت ہونی چاہیئے، بالخصوص عورتوں کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے کیونکہ ان میں صبر کا مادہ بہت کم ہوتا ہے، مردوں اور عورتوں کو کبھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیئے کم ملے تو بھی شکر کر کے کم میں گذارہ کرے اور زیادہ اللہ تعالےٰ دے تو اس میں اسراف سے کام نہ لے اور اپنے غریب بھائیوں کا بھی خیال رکھے، یہ بھی صبر ہے۔

خشیت الہٰی اور تواضع و انکسار

والخاشعین والخاشعات ان صفات کو اگر مرد و عورت اپنے اندر پیدا کر لیں تو طبیعت میں خشیۃ اللہ پیدا ہوتی ہے عبادت کرنے کا نتیجہ تذلل و انکساری، تواضع ہونا چاہیئے نہ کہ تکبر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العفو لا یزید عبدا الا عزا عفو اور معافی سے انسان کی عزت بڑھتی ہے اس لئے تم سچے ہو کر گرنا سیکھو، ماں باپ کا لحاظ کرنا افسروں کا لحاظ کرنا ایک مسلمان کی شان ہے، خشوع یہ نہیں کہ سجدے کر کر کے ماتھے پر سیاہ داغ لگا لیا، خشوع اس بات کا نام ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کی عزت کی جائے اور دل

بقیہ [illegible]

قیام جمہوریت میں نبی کریم صلعم کی اولیت

اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلطنت کو اور نظام سلطنت کو جمہوری اساس پر قائم کر دیا اور اس جمہوری طریق کی اہمیت کو بڑھانے کے لئے خدا تعالےٰ نے قرآن کریم کے اندر ایک سورۃ کا نام الشوریٰ رکھدیا - یہ بیالیسویں سورت ہے - جمہوریت کے قائم کرنے میں اولیت کا فخر حضور سرور کائنات خاتم المرسلین کو حاصل ہوا اور یہ کارنامہ ان کی بے نفسی پر اور ان کی دور رس فراست و دانشمندی پر دلالت کرتا ہے۔ امور سلطنت میں یہ نظام ارتقا کا آخری و انتہائی نقطہ ہے جو آخری نبی نے بیان فرمایا اور اس پر عمل کر دکھایا۔

حضور نبی کریم صلعم کے ساتھ مسلمانوں کو والہانہ عقیدت و عشق تھا۔ ان کے اشاروں پر مسلمان اپنے اموال اور اپنی جانیں قربان کر دیتے تھے۔ قوم کی ان قلبی کیفیات کے پیش نظر اگر حضور یہ اعلان کرتے کہ خدا نے مجھے سلطنت عطا کی ہے اور یہ سلطنت میرے عزیز و اقارب کے ورثہ میں رہے گی تو اس پر کوئی شخص اعتراض نہ کرتا۔ ان حالات کی موجودگی میں یہ اعلان کرنا کہ سلطنت قوم کی ہے اور امور سلطنت کا طے کرنا بھی قوم کے اختیار میں ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم الشان کارناموں میں سے ایک ایسا کارنامہ ہے جو بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس دعویٰ پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے جو حضور نے ان الفاظ میں کیا وما اسئلکم علیہ من اجر

شوریٰ میں قومی اخلاق کی تربیت

قوم کی شان تو یہ بیان فرمائی کہ اس کے مزاج اور اس کی جبلت اور فطرت میں امرھم شوریٰ بینھم کا رنگ ہونا چاہیئے اور اپنے متعلق یہ اعلان فرمایا کہ مجھے جناب الٰہی سے حکم ملا ہے کہ میں اب لوگوں سے امور سلطنت کے بارے میں مشورہ کیا کروں۔ وشاورھم فی الامر۔ اس اعلان نے قوم کے اندر ایک عجیب روح پیدا کر دی اور ایک خاص کیف و وجدان پیدا کر دیا کہ وہ محبوب خدا جس کو اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہے وہ بیان کرتا ہے کہ مجھے جناب الٰہی نے حکم دیا ہے کہ حکومت کے کاروبار سے متعلق اپنی قوم سے مشورہ کر لیا کرو۔ اس سے قوم کی قدر و منزلت بڑھ گئی، ان کو صاحب تدبیر اور قابل اعتماد قرار دیا گیا۔ اس سے ان کے اخلاص اور ان کی وفا اور ان کے جذبۂ عشق و محبت میں بڑا اضافہ ہوا۔ اور اس سے سلطنت کی اساس نہایت مستحکم ہو گئی۔ اس کو کہتے ہیں قومی اخلاق کی تربیت کرنا۔ اگر امور سلطنت کی زمام اپنے ہاتھ میں رکھی جاتی تو قوم میں آزادی و حرّیت کی روح پیدا نہ ہوتی، بلکہ وہ ذہنی غلامی میں مبتلا رہتے، اور ان کے اندر اولوالعزمی اور بلند آہنگی کے اوصاف پیدا نہ ہوتے۔ حضورؐ نے سچ فرمایا انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنی میری بعثت کی غرض مکارم اخلاق کو کمال تک پہنچانا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ فطرت کے جوہر اور اس کی استعدادیں اور صلاحیتیں پوری طرح نشو و نما پا جائیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی کر دکھایا۔ اور اسی وجہ سے وہ مزید فتوحات حاصل کر سکے اور اسی وجہ سے انہوں لاجواب ترقی کر کے دکھائی۔

نبوت و سلطنت کے فوائد

بیشک نبوت و سلطنت دونوں ہی نہایت اعلےٰ درجے کی نعمتیں ہیں۔ نبوت کے بغیر خدا کی ذات کی معرفت کا کمال حاصل ہونا اور نبوت کے بغیر تقوےٰ و تزکیہ و طہارت کا حاصل کرنا محال ہے۔ اور سلطنت کے بغیر جوانمردی اور اولوالعزمی اور بلند آہنگی، اور بہت بڑے پیمانے پر قوم کی ترقی کے سامانوں کا ملنا بالکل محال ہے۔ حضور کی وجہ سے قوم دونوں نعمتوں سے مالا مال ہو گئی۔

اسلام دین و دنیا دونوں پر حاوی ہے۔

اور فرمایا لا رھبانیۃ فی الاسلام۔ اسلام کی تعلیمات میں دنیا کا ترک کرنا نہیں ہے، مذہب تو دنیا کو صحیح طریق پر چلانے کا نام ہے۔ وہ مذہب جو صرف عبادت گاہ میں محدود ہو کسی قدر و قیمت کا حامل نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں رہ کر دنیا کی گمراہ کن حرص و ہوس کے دام میں نہ آنا اور مخلوق خدا کی محنت کی کمائی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھانا بلکہ مخلوق خدا کی بے لوث خدمت کرنا سارا دین ہے۔

مجلس شوریٰ کا اہم ترین مقصد

مجلس شوریٰ کے مقاصد میں سے ایک نہایت ضروری مقصد یہ ہے کہ مشاورت کے ذریعہ سے قوم کے اندر اعتماد پیدا کیا جائے - قوم کو یقین ہو کہ ہم سلطنت کے مالک ہیں، اور ہم ہی سلطنت کے مسائل کو حل کرتے ہیں، اور ہماری ہی منشاء کے مطابق امور سلطنت طے پاتے ہیں۔ اس روح کا قائم رکھنا ازبس ضروری ہے، اسی سے حب الوطنی اور وفا اور اخلاص اور قربانی کرنے کے صفات عالیہ پیدا ہوتے ہیں، اس روح کو قائم رکھنا اور ہر وقت اس کو مدنظر رکھنا ازبس ضروری ہے۔ اس روح کے خلاف جس قدر طریقے اختیار کئے جاتے ہیں وہ قابل نفرت ہیں۔ ان سے اتفاق اور اتحاد ضائع ہو جاتا ہے۔ اور قوم کے اندر فساد اور بے اطمینانی پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی شخص یا گروہ کی تحقیر کرنا یا اس کے مقابل پر اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے کسی دوسرے گروہ کی حوصلہ افزائی کرنا نہایت مذموم اور نقصان رساں طریق ہے۔ غرض کوئی بُرا طریق اختیار کرنا شوریٰ کی اصل غرض و غایت کو ناکام کر دیتا ہے۔ جب خود غرض بالادست حاکم ایسا کرتے ہیں تو ان کی ان حرکات سے سلطنت کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں، ان کے احکام کے اندر جذب باقی نہیں رہتا، اور قوم کی وفاداری ختم ہو جاتی ہے۔

انتخاب عہدیداران

ذیل کی جماعتوں نے ۱۹۵۵ء کے لئے حسب ذیل عہدیدار منتخب کئے ہیں:-

ڈیرہ غازی خاں

صدر:- سردار عبدالرحیم خاں چانڈیہ
سیکرٹری:- پروفیسر سعد اختر صاحب
امین:- پروفیسر غلام محمد صاحب خادم

چندر کے منگولے

صدر:- اللہ دتہ صاحب موحد
سیکرٹری:- اسماعیل صاحب

بنوں سرائے نورنگ

صدر:- صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب
نائب صدر:- صاحبزادہ عبدالرب صاحب
سیکرٹری:- صاحبزادہ عبدالباقی صاحب
امین:- صاحبزادہ محمد شفیع صاحب

بدوملہی

صدر:- چوہدری ضیاء الحق صاحب
نائب صدر:- چوہدری سید احمد صاحب
سیکرٹری:- شیخ اللہ بخش صاحب
نائب سیکرٹری:- چوہدری حیات محمد صاحب جمعدار
تبلیغی سیکرٹری:- حکیم محمد اسلم صاحب علوی
محاسب:- ماسٹر عبدالغنی صاحب
امین:- شیخ غلام مصطفےٰ صاحب
محصل:- میاں محمد شریف صاحب

سیالکوٹ شہر

صدر:- شیخ غلام حسین صاحب
سیکرٹری:- شیخ محمد عبداللہ صاحب
محاسب خزانچی:- سید محمد حسین شاہ صاحب

جماعت شیخ محمدی

صدر:- فردوس احمد صاحب
سیکرٹری:- عبدالصمد صاحب

جماعت برنالہ آزاد کشمیر

صدر:- لفٹنٹ کرنل عبدالعزیز صاحب
سیکرٹری:- چوہدری عطا النبی صاحب

سیالکوٹ چھاؤنی

صدر:- شیخ برکت اللہ صاحب
سیکرٹری:- شیخ عظمت اللہ صاحب

ایبٹ آباد

صدر:- شیخ محمد احمد صاحب
سیکرٹری:- پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب

صبلی

صدر:- شیخ عبدالستار صاحب ولد شیخ دستگیر صاحب
سیکرٹری:- محمد حسین صاحب ولد فخرالدین صاحب
اسسٹنٹ سیکرٹری:- عبداللہ صاحب ولد عبدالکریم صاحب

سویڈن میں مذہب

مسٹر ٹیپ نامہ نگار نوائے وقت مقیم سویڈن

یورپ میں مذہبی عقائد کی وقعت

عیسائی قومیں اگرچہ مذہب سے بیزار ہیں اور اسے کسی قسم کی اہمیت نہیں دیتیں لیکن اس کے باوجود ان میں مذہبی اختلافات بہت شدید ہیں۔ عیسائیوں میں بھی بہت سے مذہبی فرقے ہیں۔ جن میں سے سب سے بڑا کیتھولک فرقہ ہے۔ سویڈن میں کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھنے والے معدودے چند ہیں۔ زیادہ تر لوگ پروٹسٹنٹ عقیدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یورپ بھر میں مذہبی عقاید کی وقعت اور اہمیت اس قدر کم ہو گئی ہے کہ مذہب اب برائے نام سا ہو کر رہ گیا ہے۔ اس لحاظ سے سویڈن کی حالت بھی دوسرے ممالک سے مختلف نہیں یہاں مذہب گویا ایک پیشہ سمجھا جاتا ہے جس کے سیکھنے کے لئے تعلیم کا بندوبست ہوتا ہے اور ان تعلیم یافتہ پیشہ وروں یعنی پادریوں کو ہی گرجاؤں میں عبادتیں منعقد کرنے اور تبلیغ کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اور یا پھر مذہب کو ایک مقدس کوٹ کی سی حیثیت حاصل ہے۔ جب چاہا پہن لیا۔ اور گرجا چلے گئے اور واپسی پر اتار کر لٹکا دیا۔

مذہبی رسوم

عملی طور پر عیسائیوں کو مذہب سے بہت ہی کم سابقہ پڑتا ہے۔ پیدائش نکاح اور موت کے علاوہ چوتھی کوئی ایسی چیز نہیں جس کے لئے ایک عام عیسائی کو مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے اور یہ رسومات اتنی سادہ اور آسان کر دی گئی ہیں کہ اگر کوئی چاہے۔ تو ان موقعوں پر بھی جھنجھٹ کا احاصل کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک مذہبی عبادت کا تعلق ہے وہ بھی صرف گرجا گھر کے حدود اربعہ تک محدود ہے بلکہ اس پر وقت کی پابندی علیحدہ ہے۔ گرجا خاص دنوں میں خاص اوقات پر کھلتے ہیں۔ اور باقی وقت اکثر بند رہتے ہیں۔

عیسائی بچہ کا مذہبی ورثہ

ایک عام عیسائی بچہ کو ورثہ میں یا تو مذہبی نام ملتا ہے اور پھر کرسمس کا تحفہ اس سے زائد جو کچھ بھی وہ سیکھتا ہے اور جو رائے بھی اختیار کرتا ہے وہ اس ماحول کی مرہون منت ہے جس میں پلتا ہے۔ لوگوں نے اپنے بنیادی عقائد کو بھلا کر یا مسخ کر کے مذہب کے نئے نئے مفہوم اختیار کر لئے ہیں۔ جن کا لب لباب انسانیت ہے۔

"ذاتی مسئلہ"

خدا پر اعتقاد رکھنا عیسائی مذہب کا ایک حصہ ہے۔ لیکن اس اعتقاد کو لوگ "ذاتی مسئلہ" کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ اور زیادہ توجہ اور اہمیت اس امر کو دیتے ہیں کہ کوئی انسان کسی دوسرے کو دکھ نہ پہنچائے۔ عیسائی مذہب نے یا تو وہ انتہا پسندی کے دن دیکھے ہیں کہ جب خدا سے بے اعتقادی کے باعث لوگوں کو سخت سے سخت جسمانی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ اور یا اب یہ حالت ہے کہ عملاً یہ لوگ خدا کے منکر ہیں۔

خدا پر اعتقاد

جب سے یہاں آیا ہوں مجھے اس مسئلہ سے خاص دلچسپی رہی ہے کہ عیسائی کس حد تک خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ میں نے اس سلسلہ میں اپنے ملنے جلنے والوں سے ہمیشہ یہی سوال کیا ہے کہ کیا وہ خدا کی ہستی کے منکر ہیں یا معترف۔ اب عیسائی عقیدہ کے موافق سب کا جواب اثبات میں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس نکلی، جن لوگوں سے میں نے یہ سوال کیا ان لوگوں میں سے اکثریت مزدوروں کی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ انجنیئروں اور دوسرے پیشہ وروں سے بھی میں نے یہی بات پوچھی۔ مجھے جواب تین قسم کے ملے۔ میرے اندازے کے مطابق تقریباً پچیس فیصد لوگوں نے واقعی اثبات میں جواب دیا۔ اور ان کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ واقعی خدا کی ہستی کے قائل ہیں۔ اس سے زیادہ تناسب میں لوگوں نے اس کے الٹ جواب دیا اور تقریباً اسی فیصد کے لگ بھگ نے ملا جلا سا جواب یہ دیا "ممکن ہے ہو ممکن ہے نہ ہو۔ مجھے علم نہیں"۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس مسئلہ پر سوچنا ہی نہیں چاہتے۔ — جب میں نے ایک واقف کار سے اسی قسم کا ملا جلا سا جواب سنا تو میں نے اسے یہ کہا کہ ہمارے مذہبی عقاید کے مطابق آپ کا سا جواب نفی میں تصور کیا جاتا ہے۔ اس پر وہ پریشان سے ہوئے اور فوراً کہا کہ "میں خدا کی ہستی کا اقرار نہیں کرتا تو کم از کم منکر تو نہیں ہوں"۔ اس پر میں نے اس سے دریافت کیا کہ آیا وہ میز پر رکھی ہوئی کتاب کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں۔ اس کا جواب سنتے ہی میں نے کہا کہ اگر آپ "ہاں" کے بدلے یہ کہیں کہ "ممکن ہے کہ موجود ہو ممکن ہے نہ ہو" تو کیا اس کا یہ مطلب نہ ہو گا کہ آپ نے کتاب سرے سے دیکھی ہی نہیں۔

مذہبی اور غیر مذہبی عیسائی

سچ پوچھئے تو ان ممالک میں عملاً ایک دہریہ اور خدا پر اعتقاد رکھنے والے شخص میں کوئی فرق ہی نہیں۔ آپ اپنے کسی عیسائی واقف کار کے ساتھ چاہے کتنا عرصہ ہی کیوں نہ ٹھہریں آپ کو کبھی معلوم نہیں ہو گا کہ وہ دہریہ ہے یا نہیں کیونکہ ایک مذہبی اور غیر مذہبی عیسائی میں کسی قسم کا فرق ہی نہیں۔ دونوں ایک جیسی شراب پیئیں گے۔ دونوں خدا کا نام تک نہ لیں گے۔ اور دونوں گرجا کبھی نہ جائیں گے۔

عجیب و غریب اعتراضات

عام لوگ تو پیسہ کو خدا سمجھتے ہیں اور اسی کی پرستش میں دن رات محو رہتے ہیں۔ اور وہ حقیقتاً یہ محسوس کرتے ہیں کہ خدا کے بغیر کارو بار کائنات چل سکتا ہے۔ لیکن پیسہ کے بغیر تو زندگی ہی ختم ہو جائے (نعوذ باللہ من ذالک) جو لوگ خدا کے منکر ہیں وہ ایسے ایسے اعتراضات کرتے ہیں جو کہ آج تک سننے میں نہ آئے تھے۔ مثلاً ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ اگر خدا نے یہ کائنات تخلیق کی ہے تو اس میں اپنے رزق کی اجارہ داری چند لوگوں کے ہاتھ میں کیوں دے دی ہے جو کہ اپنی ذاتی اغراض کی خاطر انسانیت کو تہ و بالا کرتے ہیں۔ جس طرح ہوا ہر کسی کو خوراک کپڑا وغیرہ برابر تقسیم کیوں نہیں ہوتا۔ ایک دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس دنیا میں ہمیشہ ایماندار لوگوں کو کیوں تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کے الٹ جھوٹ، دھوکا بازی اور عیاری سے لوگ ہمیشہ مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ اگر خدا ہوتا تو انصاف اور راست بازی سے یہ ظلم نہ ہوتا۔

ایک آدمی نے تو اس حد تک کہدیا کہ پاکستان اور دوسرے مشرقی ممالک میں لوگ خدا کے ہم سے زیادہ قائل ہیں، لیکن اس کے باوجود ہم زیادہ خوشحال ہیں، اگر خدا واقعی ہوتا تو ان لوگوں کو زیادہ خوشحال کرتا جو اس کے زیادہ قائل ہیں، جن لوگوں نے گذشتہ عالمگیر جنگیں دیکھی ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے قائل تو نہیں البتہ جنگ کے قائل ضرور ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر خدا ہوتا تو دنیا میں جنگیں اور اتنے وسیع پیمانہ پر یہ تباہ کاریاں نہ ہوتیں — غرض جتنے منہ اتنی باتیں ان تمام اعتراضات کی سطحیت واضح ہے لیکن پھر بھی ان لوگوں کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔

اہل سویڈن کی اسلامی معلومات

ان سطور سے یہ تو واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ یورپی عیسائی مذہب کے بارے میں بات کرنا ہی گوارا نہیں کرتے .... جب ان کی اپنے مذہب کے بارے میں یہ رائے ہے تو دوسرے مذاہب کے بارے میں ان کی معلومات محدود ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اسلام کے بارے میں اول تو انہیں زیادہ معلومات ہی نہیں اور جو کچھ بھی انہوں نے سن رکھا ہے اس کے مطابق ان کی رائے کا برا ہونا بھی ظاہر ہے یہ لوگ اسلام کے بارے میں عام طور پر صرف ایک چیز جانتے ہیں اور وہ ہے تعدد ازدواج مجھ سے ہمیشہ لوگوں نے یہ سوال کیا ہے کہ میری بیویاں کتنی ہیں۔ یہ بات ان کے لئے نہایت ہی دلچسپی کا باعث ہے ان کی سوسائٹی میں ایک سے زیادہ شادی کرنے سے زیادہ برا فعل کوئی نہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے اکثر عجیب باتیں سننے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے یہ کہا کہ تبھی مسلمان بننے میں بڑے فوائد ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میں بھی مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہو جاؤں۔ کیونکہ مجھے چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہوگی۔" اس پر دوسرے نے جواب دیا بات تو ٹھیک ہے لیکن خرچ بہت ہو گا۔ جب بھی سینما جاؤ گے تو پانچ ٹکٹ خرید نے ہوں گے۔" (باقی دارد)

جماعت سیالکوٹ کا چندہ۔ بقیہ صہ ۴

بابو ہارون رشید صاحب .. .. - ۱۰/۱/-
شیخ محمد عبد اللہ صاحب .. .. - ۵/۱/-
سید محمد حسین شاہ صاحب - - ۱/۱/-
محمد شفیع صاحب ٹھیکیدار معرفت چوہدری محمد عبد اللہ صاحب ۵/۱/-
ماسٹر عبد القیوم صاحب ۵/۱/-

اخبارِ احمدیہ

نتیجہ امتحان میٹرک } احمدیہ انجمن اشاعت لاہور کے تینوں سکولوں کا امتحان میٹرک کا نتیجہ حسب ذیل ہے :۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ :۔ ۹۰ طالب علم امتحان میں شامل ہوئے جن میں سے ۹ فسٹ ڈویژن میں ۳۱ سیکنڈ ڈویژن میں اور ۱۷ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوئے، امید ہے ایک لڑکا وظیفہ بھی لے گا۔ مجموعی نتیجہ ۶۴ فی صدی رہا جبکہ یونیورسٹی کے اپنے سکولوں کا مجموعی نتیجہ ۵۴ فی صدی ہے۔ ریاضی کا نتیجہ ۹۲ فی صدی ہے جس کے لئے چوہدری عبدالحمید صاحب سیکنڈ ماسٹر مستحق مبارکباد ہیں۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ :۔ فسٹ ڈویژن چھ۔ سیکنڈ ڈویژن ۳۷۔ تھرڈ ڈویژن ۷ مجموعی فیصدی ۵۷۔

مسلم ہائی سکول بدوملہی :۔ فسٹ ڈویژن ۸ سیکنڈ ڈویژن ۱۲ تھرڈ ڈویژن ۳۔ مجموعی نتیجہ ۸۰ فی صدی۔

جلسہ :۔ جہلم سے حکیم عبدالعزیز صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۶ مئی کو ۵ بجے شام بتقریب یوم وصال مسیح موعود مسجد احمدیہ جہلم میں زیر صدارت مستری یعقوب علی صاحب جلسہ منعقد ہوا جس میں صاحب صدر کے علاوہ حکیم عبدالعزیز صاحب اور ان کی صاحبزادی فرخندہ اختر نے تقاریر کیں مفصل آئندہ۔

ملاپ :۔ چک اسلام آباد اوکاڑہ سے ماسٹر عبدالمجید صاحب لکھتے ہیں کہ چند دنوں ہوا کہ چند زور دوں پر تھانیک کے مزارعین نے ایک چبوترہ پر مسجد کی بنا رکھکر علیحدہ نمازیں شروع کر دی تھیں، لیکن شیخ عبدالعزیز صاحب منیجر کی کوششوں اور حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب کے پُر اثر وعظ سے دو آدمیوں کے سوائے باقی تمام لوگ پھر مل کر مسجد میں نماز پڑھنے لگے خدا کا شکر ہے کہ گذشتہ جمعۃ الوداع پر باقی ماندہ دو آدمی بھی ہم سے آملے اور سب نے مل کر جمعہ اور عید کی نمازیں پڑھیں، اب مسجد کی رونق پھر بڑھ گئی ہے اور نمازوں اور درس قرآن مجید میں جو ڈیڑھ سال سے باقاعدہ صبح کے وقت ہوتا ہے کثرت سے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

دعوت ولیمہ } ۲۸ مئی کو محترم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے اپنے صاحبزادہ نصیر احمد صاحب کی شادی پر احباب کو پر تکلف دعوت ولیمہ دی جماعت کے کثیر احباب اور بعض دوسرے احباب بھی اس دعوت میں شریک ہوئے۔

عقد نکاح } ۶ جون کو بعد نماز عشا میاں عبدالشکور بٹ کے لڑکے منہاج الدین بٹ کا نکاح ثریا بیگم بنت مستری محمد اکبر مرحوم کے ساتھ ایکہزار روپیہ حق مہر پر مولنا آفتاب الدین احمد صاحب نے پڑھا۔ دعا ہے ....

اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

امتحان میں کامیابی } اخویم محترم مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب مولوی فاضل نے امسال بی اے کا امتحان پاس کیا ہے، اس خوشی میں انہوں نے احباب میں لڈو تقسیم کئے اور انجمن کو دس روپیہ عطا فرمائے، فجزاہ اللہ

—— مولوی محمد حسین صاحب جھنگ مگھیانہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ :۔ ملک غلام قادر صاحب واصل باقی نویس کا بھتیجا غلام حسین امتحان میٹرک میں ضلع جھنگ میں اول اور تمام پنجاب میں ۷۰۰ نمبر حاصل کر کے چھٹے نمبر پر کامیاب ہوا ہے اور ملک صاحب کی لڑکی حمیدہ اختر ساتویں جماعت میں اپنے سکول میں اول آئی ہے اس خوشی میں انہوں نے انجمن کو دو روپیہ بطور شکرانہ دیئے ہیں، اور برلن مسجد کے لئے بھی چندہ اکٹھا کر کے دیں گے فجزاہ اللہ۔

درخواست دُعا } جہلم سے حکیم عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ خواجہ ضیاءالدین صاحب بٹ ایک ہونہار نوجوان ہیں، سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان کی صحت عرصہ دو سال سے خراب ہے، اگرچہ پہلے کی نسبت بہتر ہے مگر ان کی خواہش ہے کہ احباب جماعت سے ان کی صحت کلی کے لئے دعا کی درخواست کی جائے۔ امید ہے احباب دعا فرمائیں گے۔

خیرات (دان) کے بارے میں محمد صاحب (صلعم) کی کچھ حدیثیں

انوادک —— مجیب رضوی

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے ہندی رسالہ "نیا ہند" الٰہ آباد سے :۔

محمد صاحب نے کہا :۔ "خیرات دینا ہر مسلمان کا فرض ہے"۔ لوگوں نے پوچھا "اگر اس فرض کو پورا کرنے کے لئے کسی کے پاس سادھن نہ ہوں تو؟" پیغمبر نے جواب دیا —— "ایسے آدمی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے کام کر کے اپنا بھی کام چلانا چاہیئے اور اسی میں سے خیرات بھی کرنی چاہیئے"۔ پھر کسی نے پوچھا "اگر وہ ایسا نہ کر سکے یا کام کرنے کے قابل ہی نہ ہو تو؟" محمد صاحب نے جواب دیا —— "تب اسے ضرورتمندوں اور دکھیوں کی جس طرح ہو سہایتا کرنی چاہیئے"۔ لوگوں نے پوچھا —— "اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟" محمد صاحب نے جواب دیا :— "تب اسے دوسروں کو نیکی کرنے کی نصیحت کرنی چاہیئے"۔ لوگوں نے کہا :— "اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟" محمد صاحب نے جواب دیا :— "تب اسے خود ہر برائی سے بچنا چاہیئے، کیونکہ سچ مچ برائی سے بچنا ہی اس کا خیرات کرنا ہے"۔

(ابو موسےٰ الاشعری، بخاری، مسلم)

محمد صاحب نے ایک بار کہا کہ :— "ہر نیک کام خیرات ہے"

(بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی)

پیغمبر نے کہا کہ :— "اپنے کسی بھائی کو دیکھ کر مسکرانا خیرات ہے، نیکی کرنے کی نصیحت کرنا خیرات ہے، برائی سے منع کرنا خیرات ہے، کسی نئی جگہ پر کسی کو راستہ بتا دینا خیرات ہے، اس آدمی کی سہایتا کرنا جس کی آنکھوں میں خرابی ہے خیرات ہے، راستے سے پتھر، کانٹے، ہڈیاں وغیرہ ہٹانا خیرات ہے، اپنی بالٹی کا پانی اپنے بھائی کی بالٹی میں انڈیلنا خیرات ہے"۔

(ابو ذر — ترمذی)

محمد صاحب نے کہا کہ :— "نیک کام کے لئے نصیحت کرنا اور برے کاموں سے منع کرنا خیرات ہے"

(ابو ذر — مسلم)

محمد صاحب نے کہا کہ :— "ہر اس دن کے لئے جب سورج نکلتا ہے آدمی کے جوڑ جوڑ پر جو چیز فرض کی گئی ہے، وہ خیرات ہے، دو آدمیوں کے بیچ انصاف کرنا خیرات ہے، اپنے جانور پر سامان لادنے والے کی سہایتا کرنا خیرات ہے، سامان لادنا یا کسی آدمی کو اس کا سامان اٹھا کر دینا خیرات ہے، میٹھی اور پیاری بات کہنا خیرات ہے، ایشور سے پرارتھنا کرنے کے لئے جتنے قدم اٹھتے ہیں وہ سب خیرات ہیں، چوٹ پہنچانے والی چیزوں کو سڑک پر سے ہٹانا خیرات ہے"۔

(ابو ہریرہ — بخاری — مسلم)

محمد صاحب نے کہا کہ :— "ہر وہ مسلم جو پیڑ لگاتا ہے یا کھیت بوتا ہے اور اس کے پیڑ یا کھیت میں سے چڑیاں، آدمی اور جانور کھاتے ہیں تو یہ اس کی خیرات ہوتی ہے"

(انس — بخاری، ترمذی)

غریبوں کا بادشاہ

جس نے غریبوں کے اندر رہنا اور ان کی امداد و اعانت کو اپنا مقصد قرار دیا

خطبہ عید الفطر مورخہ ۲۴ رمئی فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

رمضان میں ضبط نفس اور ڈسپلن کا سبق

یہ آیت جس میں مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جنگ کے ایام میں نازل ہوئی، مسلمان فوج کو مشقت کی زندگی سکھائی گئی ہے، اور دنیا کی دوسری قوموں سے متمیز کرنے کے لئے انہیں اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنا سکھایا گیا ہے، وہ قوم جس میں ضبط نفس یا ڈسپلن نہیں، وہ کبھی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے کہ میری قوم اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے دنیا میں متمیز ہو، رمضان میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں معمول سے زیادہ وقت دیتا اور مخلوق خدا پر اپنا مال خرچ کرتا ہے۔

نبی کریم صلعم کی مخلوقِ خدا سے ہمدردی

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت الٰہی کے ساتھ مخلوق خدا سے ہمدردی کا بہت خیال رہتا تھا، ہماری احادیث میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو ایک جگہ خیمہ لگانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ نماز سے پیشتر اپنے جانوروں کی فکر کرو، اور انہیں پانی وغیرہ پلاؤ، اس عید کی نماز سے پہلے فطرانہ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے تاکہ غربا کو بھی اس سے حصہ ملے اور وہ بھی عید کا سامان کر سکیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں اقتصادیات کا بہت خیال رکھا ہے، آپ نے پبلک ٹریژری میں غرباء کا حصہ قرار دیا آپ نے فرمایا من مات وترک دینا او ضیاعا فعلی والی جو شخص مر جائے اور قرضہ چھوڑ جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو میں اس کا قرضہ ادا کروں گا اور میں اس کے بچوں کا کفیل ہوں گا ومن مات وترک مالا فلورثتہ اور جو شخص مر جائے اور مال چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے ورثاء کے لئے ہے، بھلا وہ قوم جس کا لیڈر کہتا ہو کہ تمہارے مرنے کے بعد بھی میں تمہارا متکفل ہوں، کبھی صدق و وفاداری سے ہٹ سکتی ہے کیونکر اس کے افراد میں جذبہ قربانی پیدا نہ ہو۔

غریبوں کا بادشاہ

فرمایا النبی اولی بالمومنین من انفسہم تم تو اپنے بال بچوں کے خیر خواہ بنے پھرتے ہو، تم سے بڑھ کر تمہارا خیر خواہ میں ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں کے بادشاہ تھے، انہوں نے اعلان فرمایا الا تنصرون وترزقون لغرباءکم کیا تم اپنے غرباء کی مدد نہیں کرتے اور ان کو کھانے کو نہیں دیتے، غرباء ہی ہیں جو ہر کام میں فائدہ پہنچاتے ہیں کوئی بھی کارخانہ غرباء کی مدد کے بغیر نہیں چل سکتا خواہ وہ لوہے کا ہو یا لکڑی کا، کوئی جہاز غریبوں کی مدد کے بغیر مسافروں کو نہیں لے جا سکتا، کھیتوں میں غرباء کے بغیر غلہ نہیں پیدا ہو سکتا، کھیتوں سے باربرداری کا سامان کر کے شہروں میں غلہ لانا غریبوں ہی کا کام ہے۔ غرباء ہی شہروں میں صفائی کا کام کرتے اور صحت کے اسباب پیدا کرتے ہیں۔ ہر شخص جو امیر ہے، اس کا ڈرائیور، اس کا مالی، اس کا خانساماں، اس کا گھر کا نوکر، جن کے بغیر اس کا گذارہ نہیں چل سکتا سب غرباء ہی ہوتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا الا تنصرون وترزقون لغرباءکم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون غرباء کا حامی و مددگار ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا وابتغونی فی ضعفاءکم اے لوگو! خدا کی رضا چاہتے ہو، تو میں تمہیں غرباء کے اندر ملوں گا۔ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔

ایک حدیث قدسی

ایک حدیث قدسی سناتا ہوں، حدیث قدسی اسے کہتے ہیں جہاں روایت کرنے والا خود خدا ہو، فرمایا خدا فرماتا ہے یا ابن آدم مرضت ولم تعدنی اے ابن آدم میں بیمار ہوا تھا، تو نے میری عیادت نہ کی، بندہ کہے گا کیف اعودک وانت رب العالمین اے اللہ آپ کس طرح بیمار ہو سکتے ہیں آپ تو رب العالمین ہیں آپ کی عیادت کے کیا معنے تو اللہ تعالیٰ کہے گا اما علمت ان عبدی فلان مرض ولم تعدہ تمہیں خبر نہیں میرا فلاں بندہ بیمار تھا لیکن تو اس کی عیادت کو نہ گیا ولو عدتہ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو لوجدتنی عندہ مجھے اس کے پاس پاتا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیگا یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی اے آدم کے بیٹے میں بھوکا تھا میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہ دیا تو بندہ کہے گا کیف اطعمک وانت رب العالمین اے خدا میں تجھے کس طرح کھانا کھلاتا تو تو رب العالمین ہے تو اللہ فرمائیگا اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ تمہیں پتہ نہیں میرے فلاں غریب بندے نے تجھ سے روٹی مانگی تھی، لیکن تو نے نہ دی، پھر فرمائے گا یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا، تو نے مجھے پانی نہ دیا۔ بندہ کہے گا حضور میں کس طرح آپ کو پانی دیتا آپ تو رب العالمین ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اما علمت ان عبدی فلان استسقاک فلم تسقہ کیا تمہیں ہوش نہیں میرے فلاں بندے نے پینے کی چیز مانگی تھی، لیکن تو نے اسے نہ دی، یہ ہے ہمارا پیغمبر اور یہ ہے اس کے دل کا نقشہ وہ غرباء کا بادشاہ تھا وہ کہتا تھا اے خدا مجھے غریب رکھنا اور غریبوں کے اندر میرا حشر ہو،

ہماری جماعت کا عظیم الشان کام

تو آپ کو خوشی کرنی چاہیئے کہ آپ نے مہینہ بھر ضبط نفس کا سبق سیکھا، مہینہ بھر عبادت میں گذارا، عید کا دن بڑی خوشی کا دن ہے، یہ بھی عبادت کا دن ہے، مسلمان عبادت گذار ہے تو تمام خوشیاں اسے حاصل ہوں گی، اس سبق کو سیکھیں کہ خدا کی عبادت کرنا اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کرنا یہی اسلام کی غرض و غایت ہے۔ ہماری جماعت کو بھی عبادت کی عادت ڈالی گئی، اس جماعت نے اسلام کے جھنڈے دور دور ممالک میں گاڑے کبھی لوگ اس کے ان کارناموں کو دیکھیں گے تو حیران ہونگے کہ کس سلطنت نے ایسا عظیم الشان کام سرانجام دیا، یہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے جو اس کام کو کر رہی ہے پس آپ کی جماعت کی زندگی اس لئے ہے کہ آپ خدا کے فرمانبردار رہیں، اور اس کے رستہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، جماعت کے نظام کے اندر عزت اور طاقت ہے، آپ کا تھوڑا تھوڑا مال خزانہ بن جاتا ہے تمام دنیا میں اس بات کا شہرہ ہے کہ یہ لوگ یورپ کو مسلمان کر رہے ہیں، اس شہرت کو قائم رکھیں اور اس عہد کو کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" ہر شخص دوہرائے اور عہد کرے کہ میں نے کچھ نہ کچھ خدا کے رستہ میں خرچ کرنا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ونذر قل آلہ کنا ثر قرار دیا گیا ہے، حضرت مرزا صاحب نے اس سنت کو زندہ کیا ہے اور ایک جماعت کے ذریعہ یہ تنظیم قائم کر دی کہ وہ باہم مل کر خدا کے دین کو دنیا میں پھیلائیں اور اس پر اپنا مال خرچ کریں، اس تنظیم کو آپ مضبوط کریں، اور خدمت دین کے کام میں سستی نہ آنے دیں۔

لندن میں عید

بقیہ صفحہ ۱۲

یہ ورائٹی شو اس لحاظ سے انوکھا اور کامیاب تھا۔ کہ اس میں ترکی، قبرص، برما، جزائر غرب الہند اور برطانیہ کے طلبا اور طالبات نے اپنے اپنے عوامی گیت گائے اور لوک ناچ دکھائے غرب الہند کے طلبا کا پروگرام سب سے دلچسپ تھا اور سب سے زیادہ پسند کیا گیا۔

ہندوستان کے ایک نوجوان گائیک نے ایشین میوزک سرکل کی نمائندگی کرتے ہوئے پانچ چھ استادی گانے گائے پنڈت کلوان کے ساتھ طبلہ بجا رہے تھے۔ پاکستانی طلباء کا یہ دلچسپ اور کامیاب ملا جلا پروگرام کوئی تین گھنٹے جاری رہا۔

لندن میں عید

مجید نظامی نمایندہ نوائے وقت مقیم لندن

لندن کے مسلمانوں نے عیدالفطر کی تقریب سعید ۲۴ رمئی کو منگل کے دن روایتی شان و شوکت سے منائی۔ لندن کی ایک کروڑ آبادی میں چند ہزار مسلمان یوں تو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں، لیکن اسلامک کلچر سنٹر ریجنٹ پارک مسجد شاہجہان ووکنگ "مسجد پٹنی" اور "ایسٹ اینڈ" کے اسلامک سنٹر کے آس پاس رہنے والے جان گئے کہ مسلمان کوئی تہوار منا رہے ہیں، سب سے زیادہ رونق ووکنگ کی مسجد شاہجہان میں تھی، جہاں پاکستانی، ہندوستانی، افغان، ملائی، انڈونیشی، چینی، عربی، مصری، انگریز، یورپی، افریقی، غرض کہ دنیا کی ہر قومیت سے تعلق رکھنے والے مسلمان اپنے اپنے قومی لباس میں موجود تھے۔ ووکنگ کی ننھی سی تاریخی مسجد کے صحن میں سفید رنگ کا خیمہ لگا ہوا ہے، جس کے اندر کوئی ڈیڑھ ہزار افراد کے کھانے کا انتظام تھا، خیمے پر پاکستان، ہندوستان، انڈونیشیا، ملایا، برما، ترکی، مصر، لبنان، شام، شرق اردن، عراق، لبیا، ایران اور برطانیہ کے قومی جھنڈے لہرا رہے ہیں، گولڈ کوسٹ کے حبشی، گندمی رنگ کے عربی مصری اور پاکستانی گورے اور سرخ افغان، پیلے رنگ کے برمی، ملائی چینی اور انڈونیشی اور برطانیہ و یورپ کے سفید فام نومسلم اپنے اپنے قومی لباس میں عجیب بہار کا منظر پیدا کر رہے تھے، خواتین اور بچوں کے رنگ برنگے لباس سونے پر سہاگہ تھے۔ پنجاب کی شلواریں اور کراچی کا غرارہ اکثریت میں تھے۔ پاکستانی بھائیوں میں سے اکثر نے کالی اچکنیں پہنی ہوئی تھیں۔ افریقی عبا اور لمبے لمبے چغے اور سر پر سنہری ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے۔ شرق اردن کی فوج، عرب لیجن کا پائپ بینڈ اپنی فوجی وردی میں موجود تھا۔ اور عید کی رونق دوبالا کر رہا تھا۔ ووکنگ میں اچھا خاصا عید کا میلہ لگا ہوا تھا۔ کیونکہ ڈیڑھ ہزار افراد میں کافی بچے بھی تھے۔ اور چائے پیسٹری کے علاوہ آئس کریم اور کھلونے بھی بک رہے تھے۔ ووکنگ مشن کے منتظمین نے نمازیوں کے لئے لنچ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ سینکڑوں مسلمان، پلاؤ، آلو گوشت اور دال پر مشتمل لنچ کھانے، نماز ادا کرنے اور گلے ملنے کے بعد "کیو" میں کھڑے ہو گئے۔ لنچ بانٹنے والی پاکستانی اور یورپی نوجوان خواتین کے سلیقے کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے، اور شاید یہی وجہ تھی کہ لنچ سویوں سے بھی زیادہ مزیدار تھا۔

"ووکنگ میں عید" پر اخبار مانچسٹر گارڈین کے کالمسٹ نے پوری ۴۰ سطریں لکھی ہیں، اور بی بی سی نے عید کے روز شام کو ٹیلی ویژن پر ووکنگ میں "عید" کی فلم بھی دکھائی۔

لندن کے بہت سے مسلمانوں نے ریجنٹ پارک کے اسلامک کلچرل سنٹر میں بھی نماز ادا کی۔ پاکستان ہائی کمشنر، افغان سفیر، ایرانی سفیر، سفیر سعودی عرب اور سفیر مصر اور ان کے سٹاف کے بیشتر ارکان اسی جگہ موجود تھے، یہاں دنیا کے ہر ملک کی مسلمان خواتین اور بچے آئے ہوئے تھے۔ پنجاب پولیس کا بینڈ لندن کی رائل ٹورنامنٹ میں حصہ لینے کے لئے آیا ہوا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر شرق اردن کے بینڈ کی طرح یہ بھی حاضرین کو محظوظ کر دیتا، بہرحال بینڈ کے ارکان کی سفید طرہ دار پگڑیاں اور کالی اچکنیں اپنی مثال آپ تھیں پاکستانی ملاح اور چھوٹے تاجر پیشہ مسلمان "ایسٹ اینڈ" میں رہتے تھے، یہاں حضرت مجید لاہوری کے رمضانیوں نے عید کی نماز ادا کی، ان میں غالب تعداد مشرقی پاکستان کے بھائیوں کی تھی۔

لندن میں مقیم احمدی اصحاب نے پٹنی کی مسجد میں نماز ادا کی، دعوت میں کوئی چار سو مہمان موجود تھے جن میں کوئی دو اڑھائی سو انگریز مہمان تھے۔

طلباء کی [illegible]

عید کے روز لندن پاکستان [illegible] نے [illegible] کے "کانوائے ہال" میں شام کو ورائٹی شو پیش کر کے عید منائی۔ [illegible] کی تواضع چائے بسکٹ اور سینڈوچ سے کی گئی۔

ورائٹی شو میں، دو پاکستانی طلبا نے گانا سنایا، ایک بالک نے خٹک ناچ دکھایا اور حضرت راز مراد آبادی اور مہاراج کمار محمود آباد نے اپنی غزلیں سنائیں۔ (باقی صـ۱۱ کالم ۲)

اسلام کی موجودہ حالت

حضرت مسیح موعودؑ

اسلام کی موجودہ حالت خود بتا رہی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کوئی سلسلہ ایسا قائم کرے جو اس کو مشکلات سے نجات دے۔ زیرک اور دانشمند انسان کے لئے کیا یہ امر کافی نہیں ہے کہ جب زمین پر طیاری ہے تو آسمان پر کوئی طیاری نہ ہو گی؟ کیا مخالفوں نے اسلام کے نیست و نابود کرنے میں کوئی کمی چھوڑی ہے۔ پادریوں کی طرف دیکھو۔ کہ انہوں نے کس قدر زور لگایا ہے، اور ان لوگوں کے کیا ارادے ہیں۔ اور ان کے نزدیک وہ امن جس کو یہ امن قرار دیتے ہیں اسی وقت ہی قائم ہو سکتا ہے جبکہ اسلام کا استیصال ہو جائے۔ جو شخص قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی مانتا ہے، اسے سمجھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے جو یہ وعدہ کیا تھا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (پارہ ۱۴) کیا وہ اس وقت ان بیجا حملوں کے دفاع اور فرو کرنے کے لئے اس صدی کے سر پر اپنی سنت قدیم کے موافق کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا؟ اور پھر قرآن شریف میں جبکہ یہ صاف طور پر فرما دیا تھا کہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (پارہ ۳۰) تو کیا ضروری نہ تھا۔ کہ ان تنگیوں کی جن میں آج اسلام مبتلا ہے۔ انتہا ہوتی؟ اور یسر کی حالت پیدا ہو جاتی بے شک ضرور تھا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان پر غور کرنے سے صاف طور پر سمجھ میں آ جاتا ہے کہ اس مصیبت اور تنگی کے وقت ضرور آسمان پر ایک سامان ہو چکا ہے اور طیاری ہو رہی ہے، اور وہ وقت قریب ہے کہ اسلام اپنی حالت اور صورت میں نمایاں ہو، اور ملل باطلہ تباہ ہو جائیں۔ خدا تعالےٰ کی سنت قدیم میں سے یہ امر بھی ہے کہ وہ کسی امر کو ظاہر نہیں فرماتا جب تک کہ اس کا وقت نہ آ جائے۔ مگر اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ تخم ریزی ہو رہی ہے۔ اندرونی مصائب ہی کو دیکھو کیا رنگ لائے ہیں مسلمانوں میں وحدت نہیں رہی جو ہر ایک قسم کی کامیابی کا اصل الاصول ہے۔ خوارج شیعہ الگ ہیں، حنبلی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنفی الگ ہیں۔ صوفیوں اور مشائخ میں الگ الگ تفرقہ شروع ہے۔ جیسا کہ چشتی، نقشبندی، سہروردی، قادری وغیرہ۔ ان فرقوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان فرقوں میں سے ہر ایک بجائے خود یہ خیال کرتا ہے۔ [illegible] ہوگا۔ کہ اب اسی کا فرقہ کامیاب ہو جائے گا۔ اور باقی سب کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ حنفی سمجھتے ہونگے کہ سب حنفی ہی ہو جائیں گے۔ رافضیوں کے نزدیک ابھی رفض ہی کا زمانہ ہوگا۔ وہابی سمجھتے ہوں گے کہ سب وہابی ہی ہو جائیں گے۔ اصل میں یہ سب جھوٹے ہیں کیونکہ یہ باتیں خدا تعالےٰ سے استمزاج کر کے تو نہیں کی جاتیں۔ بلکہ اپنے ذاتی اور سطحی خیالات ہیں۔ کوئی شخص خدا تعالےٰ کے ارادہ تک نہیں پہنچا۔ خدا تعالےٰ کے ارادے وہی ہیں جو قرآن شریف سے ثابت ہیں۔ جو ظلم اس وقت کتاب اللہ پر اندرونی یا بیرونی طور پر کیا گیا ہے۔ جو فرقہ اس ظلم کا انتقام لینے والا اور کتاب اللہ کے جلال اور عظمت کو ظاہر کرنے والا ہوگا وہی خدا تعالےٰ سے تائید پائے گا۔ اور اسی کی کامیابی خدا تعالےٰ کے حضور سے مقدر ہے۔

جلد ۴۳ — یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۳ شوال المکرم ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۵۵ء — نمبر ۲۵

اسلام مغرب میں پھیلے گا

اور مسلمان زمین کے وارث ہوں گے

قرآن اور حدیث میں مسلمانوں کی روحانی و جسمانی بادشاہت کی پیشگوئی

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ
اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے

يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا
وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔ یقیناً اس میں عبادت کرنے

لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝
والوں کے لئے پیغام ہے۔

نوٹ: زبور ۳۷ : ۲۹ میں ہے "صادق زمین کے وارث ہوں گے"۔ اسی کی طرف یہاں اشارہ ہے۔ اور الارض سے مراد ارض مقدس بھی ہو سکتی ہے۔ اس زمین کا وعدہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے تھا۔ اور اب اس نسل ابراہیمی کے قائم مقام مسلمان ہیں اور اس کا دو دفعہ ان کے ہاتھ سے عارضی طور پر نکل جانا پیشگوئیوں کے مطابق ہی اور الارض سے مراد عام زمین بھی ہو سکتی ہے اور اس صورت میں اشارہ مسلمانوں کی حکومت اور بادشاہت کی طرف ہوگا جیسا کہ احادیث نبویؐ میں صاف آتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اِنَّ رَبِّیْ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَاَرَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا وَاِنَّ مُلْکَ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مَا زُوِیَ لِیْ مِنْھَا وَاُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ یعنی میرے رب نے زمین کو میرے لئے سکیڑ دیا اور اس کی مشرقی اور مغربی زمینیں مجھے دکھائی گئیں، اور میری امت کی بادشاہت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین سکیڑ کر مجھے دکھائی گئی اور مجھے دو خزانے دیئے گئے ہیں، ایک سرخ اور ایک سفید۔ یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ترمذی میں ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم نے [illegible] مغرب سے باہر اپنی امت کی بادشاہت کی کھلی پیشگوئی کی تھی۔ اور موجودہ غلبہ کفر اس کو [illegible] کرتا اس لئے کہ اسی حدیث میں یہ پیشگوئی بھی موجود ہے کہ مجھے دو خزانے دیئے گئے ایک سرخ اور ایک سفید اور سرخ خزانہ مشرقی اقوام کا اسلام میں داخل ہونا ہی اور سفید خزانہ مغربی اقوام کا جو سفید رنگ کی ہیں اور اس میں صاف بشارت ہی کہ جس طرح مشرق میں اسلام پھیلا مغرب میں بھی پھیلے گا اور یوں بھی مسلمان زمین کے وارث ہوں گے۔ اس لئے اگلی آیت میں توجہ دلائی کہ عابد بن جاؤ تو بادشاہت بھی تمہیں مل جائے گی۔

انگلستان میں ایک مسلمان خاتون کو

زچگی کی سہولتوں سے محروم کر دیا گیا

تعدد ازدواج کے قائل ان سہولتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے

ناظرین کو غالباً علم ہوگا کہ انگلستان میں علاج کا بڑا عمدہ طریق رائج ہے کہ ہر شخص اپنی تنخواہ میں سے ایک چھوٹی سی رقم حکومت کو ادا کرتا ہے، اس کے عوض میں حکومت ہر فرد کی جسمانی علالتوں کے علاج کی ذمہ داری لیتی ہے۔ اگر کوئی ڈاکٹر علاج سے کوتاہی برتے تو فوراً اس پر مقدمہ چلا کر اس کو سزا دی جاتی ہے، ان سہولتوں کی صحیح قدر وہی کر سکتے ہیں جو یہاں رہتے ہیں۔

چونکہ ہر قسم کے علاج کی ذمہ داری حکومت پر ہوتی ہے، اس لئے حاملہ خواتین کی دیکھ بھال اور بچوں کی پیدائش وغیرہ کی نگرانی بھی حکومت ہی کرتی ہے۔ حکومت یہ اہم کام ایک محکمہ کے ذریعہ کرتی ہے جس کا نام (National Health Insurance) (نیشنل ہیلتھ انشورنس) ہے۔ حال ہی میں ایک مسلمان خاتون پر جو پاکستان سے آئی ہوئی ہیں زچگی کی حالت وارد ہوئی۔ اس خاتون کا علاج مفت ہونا چاہیئے تھا کیونکہ ان کے شوہر اپنی تنخواہ میں سے مقررہ رقم حکومت کو ادا کرتے تھے۔ لیکن نیشنل ہیلتھ انشورنس کے کمشنر نے انہیں ان سہولتوں سے یہ کہکر محروم کر دیا کہ زچگی کی سہولتیں از روئے قانون ان عورتوں کو نہیں مل سکتیں جو ایسے مذاہب کی پیرو ہیں جن میں کثرت ازدواج کی اجازت ہے۔

اس خاتون کے شوہر نے نیشنل ہیلتھ انشورنس کے کمشنر کے اس حکم کے خلاف عدالت میں احتجاج کیا اور اس سلسلہ میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد اور مولانا عبدالمجید صاحب مدیر اسلامک ریویو کو گواہی کے لئے عدالت میں جانا پڑا۔ ابھی تک اس مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اس لئے مقدمہ کی روئداد فیصلہ کے بعد انشاء اللہ ناظرین کو پیش کی جائیگی۔

ایک عدالتی فیصلہ بعض اخبارات میں سول جج راولپنڈی زیر ڈسٹرکٹ جج کیمبلپور کا ایک فیصلہ شائع ہوا ہے، جس میں ایک احمدی خاتون کو جسے اسکے خاوند نے طلاق دیدی تھی اس بناء پر حق مہر اور جہیز سے محروم کر دیا گیا ہے کہ احمدی کافر ہیں اور احمدی خاتون کا نکاح باطل ہے۔ اس فیصلہ پر ہم کسی تبصرہ کے مجاز نہیں، امید کی جا سکتی ہے کہ عنقریب اس کے متعلق ہائیکورٹ میں مناسب اپیل دائر کی جائیگی جس کی اطلاع ہم قارئین کو پہنچاتے رہیں گے۔ اس اثناء میں بعض اخبارات نے جن کی کمائی کا انحصار ایسے ہی فتنہ پرور خیالات پر ہے اس فیصلہ کو بڑے بڑے جلی عنوانات کے تحت شائع کر کے چار پیسے کمانیکا ڈھونگ رچایا

اسلام انگلستان میں

اقبال احمد صاحب

بورن متھ میں لیکچر

یکم اپریل ۱۹۵۵ء کو ۵ بجے شام بورن متھ کے میونسپل کالج کی مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا جس میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد نے "اسلام میں جمہوریت" کے موضوع پر تقریر کی۔ انہوں نے بتایا کہ انسانی زندگی کے سماجی، ذہنی، معاشی اور روحانی اور دیگر پہلوؤں کو اسلام نے اکٹھا کر دیا ہے۔ اسلام زندگی کو متوازن طریق پر بسر کرنے کا سبق دیتا ہے۔ اسلام مذہب کو زندگی کا ایک جزو نہیں بناتا۔ بلکہ ایک مسلمان کی زندگی میں مذہب اس کے ہر فعل میں راہنمائی کرتا ہے۔ تقریر سے قبل حاضرین کو چائے پلائی گئی اور تقریر کے بعد سوال و جواب کی صورت میں کافی دیر تک گفت گو جاری رہی۔

ہم روزے کیوں رکھتے ہیں؟

یہ وہ موضوع تھا جس پر ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے لندن پیٹر ہاؤس میں ۱۶ اپریل ۱۹۵۵ء کو ۸ بجے شام تقریر کی۔ قابل مقرر نے مختلف مذاہب میں روزوں کی تعلیم پر تاریخی لحاظ سے روشنی ڈالی۔ اس کے بعد اسلام میں روزے رکھنے کے طریق کو انہوں نے بیان کیا۔ آخر پر انہوں نے روزوں کے مختلف فوائد بیان کئے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے انسان کی سماجی، جسمانی اور اخلاقی زندگی پر روزوں کے اثر کو اعداد و شمار کے ذریعہ بیان کیا۔ تقریر کے بعد بڑی دلچسپ گفت گو ہوتی رہی جس میں روزوں کے کئی مسائل زیر بحث آئے۔

اس جلسہ کی صدارت مسٹر ایس ایم جیٹھا نے کی اور جلسہ کی ابتدا تلاوت قرآن کریم سے ہوئی جو ایک یوگوسلاویہ کے مسلمان مسٹر ہاذم ساٹورک نے کی۔

ایک شادی

اسی دن تقریر سے قبل ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے لندن پیٹر ہاؤس میں ایک نکاح بھی پڑھایا۔ دولہا عبدالمالک صاحب انڈونیشیا کے رہنے والے اور دلہن مس لیوسٹ مارگیوریٹ پالگا، فرانس کی ایک مسلمہ تھیں۔ نکاح کے بعد حاضرین نے دلہا اور دلہن کو مبارکباد پیش کی اور امام صاحب نے ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے دعا کی۔ دلہن کے والدین خاص اس تقریب کے لئے فرانس سے انگلستان آئے تھے۔

ورلڈ کانگرس آف فیتھس کا جلسہ

ورلڈ کانگرس آف فیتھس کا ایک جلسہ کنگس ویئے ہاؤس چرچ لندن میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں ۲۰۰ سے زائد لوگ شامل ہوئے۔ بھارت کی سفیر مسز وجے لکشمی پنڈت اس جلسہ کی اہم مقررہ تھیں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے اسلام کی طرف سے نمائندگی کی۔ یہ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔

یہودیوں کے ایک جلسہ میں تقریر

انگلستان اس لحاظ سے بڑا دلچسپ ملک ہے کہ یہاں رنگا رنگ کے لوگ بڑی آزادی سے زندگی بسر کرتے ہیں اور بڑے تحمل سے اپنے حریفوں کے خیالات کو سنتے ہیں۔ یہودی فلسطین میں مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں، یہی یہودی انگلستان میں امام شاہجہان مسجد کو لکھتے ہیں کہ ہمیں بڑی خوشی ہوگی اگر کوئی ہمیں اسلام پر آکر لیکچر دے اس سلسلہ میں خاکسار نے Young Zionist society گولڈرز گرین لندن کو ۱۰ مئی ۱۹۵۵ء کو خطاب کیا۔۔۔ خاکسار نے یہودیوں کے اس مشہور تاریخی واقعہ کا ذکر کیا .... جس میں شام کے ایک بادشاہ (ANTIOCHUS EPIPHANY) نے ایک یہودی بیوہ اور اس کے سات بیٹوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس لئے کہ انہوں نے سؤر کا گوشت کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ یہودی تاریخ کے ان سات مشاہیر (Seven Hero) نے موت کو یہ کہتے ہوئے خوشی قبول کیا کہ ہم خدا کے احکام کی خاطر جانیں دے رہے ہیں۔ اس واقعہ کی ساری سپرٹ کو ایک عربی کے لفظ میں ادا کیا گیا ہے اور وہ لفظ "مسلمان" ہے یعنی مسلمان وہ ہوتا ہے جو خدا کے سامنے سرتسلیم خم کرے۔ مغرب میں اسلام کے متعلق غلط خیالات کا ذکر کرتے ہوئے خاکسار نے انہیں بتایا کہ آہستہ آہستہ مغربی دنیا اسلام کی صحیح تعلیمات سے آگاہ ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ (۴)

تبتل الی اللہ کے معنے

حضرت مسیح موعود

بعد نماز مغرب سید امیر علی شاہ صاحب سیالکوٹی نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ انہیں اپنی رؤیا میں حضور سے تبتّل کے معنے دریافت کرنے کا ارشاد ہوا ہے۔ اس لئے حضور اس کی تشریح فرمائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا:- "میرے نزدیک رؤیا میں یہ بتانا کہ تبتل کے معنے مجھ سے دریافت کئے جاویں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ جو میرا مذہب اس بارہ میں ہے اختیار کیا جائے منطقیوں یا نحویوں کی طرح معنی کرنا مفید نہیں ہوتا۔ بلکہ حال کے موافق معنے کرنے چاہئیں۔ ہمارے نزدیک اس وقت کسی شخص کو متبتل کہیں گے جب وہ عملی طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام اور اس کی رضا کو دنیا اور اس کے متعلقات اور مکروہات پر مقدم کرلے۔ کوئی رسم و عادت اور قومی اصول اس کا رہزن نہ ہو سکے۔ نہ نفس ہی رہزن ہو سکے نہ بھائی نہ جورو اور نہ بیٹا اور نہ باپ۔ غرض کوئی شے اور کوئی متنفس اس کو خدا تعالیٰ کے احکام اور رضا کے مقابلہ میں اپنے اثر کے نیچے نہ لا سکے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول میں اپنے آپکو ایسا کھو دے کہ اس پر فنائے اتم طاری ہو جائے۔ اور اس کی ساری خواہشوں اور ارادوں پر ایک موت وارد ہو کر خدا ہی خدا رہ جائے۔ دنیا کے تعلقات بسا اوقات خطرناک اور رہزن ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر ہے۔ کہ ایک سکیا ورفنا انسان پروارد ہو۔ مگر نہ ایسی کہ وہ اسے خدا سے گم کرے بلکہ ایسی کہ وہ خود خدا تعالیٰ میں گم ہو جائے یا غرض عملی طور پر تبتل کی حقیقت تب ہی کھلتی ہے۔ جبکہ ساری روکیں دور ہو جائیں۔ ہر ایک قسم کے حجاب دور ہو کر محبت ذاتی تک انسان کا رابطہ پہنچ جائے اور فنائے اتم حاصل ہو جائے۔ قیل و قال کے طور پر تو سب کچھ ہو سکتا ہے، اور انسان الفاظ اور بیان میں بہت کچھ ظاہر کر سکتا ہے۔ مگر مشکل ہے تو یہ کہ عملی طور پر اسے دکھا بھی دے

اسلام انگلستان میں ——— بقیہ کالم اول

ریڈر ڈائجسٹ میں .... جو اس زمانہ کا ایک بہت مقبول رسالہ ہے ...... حال ہی میں اسلام پر ایک مضمون چھپا ہے۔ جس کی سرخی یہ ہے: "اسلام! وہ مذہب ہے جسے غلط طور پر سمجھا گیا ہے"۔ تقریر کے بعد سوالات کی خوب پوچھا ڑ ہوئی سلان سب کو بیان کرنا اس وقت ممکن نہیں۔ مختصراً یہ بتا دینا کافی ہے کہ حاضرین کو یہ معلوم کرنے کی بڑی خواہش تھی کہ مسلمان رسول اکرم صلعم کا اتنا ذکر کیوں کرتے ہیں جبکہ قرآن اس امر کی ممانعت کرتا ہے کہ ہم انبیاء میں تفریق کریں وہ بڑے پریشان ہوئے جب انہیں میں نے یہ بتایا کہ عہدنامہ قدیم میں خدا صرف اسرائیلیوں کا ہے اس کے برعکس قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ تمام انسانوں کا رب ہے۔

میں نے عیسائیوں کی کئی ایک مجالس میں جا کر تقریریں کی ہیں لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ یہودی عیسائیوں سے زیادہ ذہین اور مذہب میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔

ٹیلی ویژن پر تبلیغ اسلام

پاکستان کے لوگ ابھی کئی نئی ایجادوں سے مانوس نہیں ہوئے ان میں سے ایک ٹیلیویژن ہے، بس یوں سمجھئے گھر بیٹھے سینما دیکھتے ہیں۔ ۱۱ مئی کو ڈاکٹر عبداللہ صاحب اور داؤد کادن صاحب (ایک نومسلم) نے ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام میں حصہ لیا۔ اس پروگرام میں چند نہایت ذہین عورتوں اور مردوں کا بورڈ ہوتا ہے۔ ان کے سامنے دو ایسے اشخاص پیش کئے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں ایک ہی کام کیا ہوتا ہے۔ بورڈ کا یہ کام ہوتا ہے کہ سوالات کے ذریعہ جن کا جواب صرف مثبت یا منفی میں دیا جاتا ہے ۳ منٹ میں یہ معلوم کرے کہ ان دو آدمیوں نے کونسا کام ایک ہی جیسا کیا ہے۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب اور داؤد کادن صاحب دونوں نے حج کیا ہے۔ بورڈ نے ۲½ منٹ میں یہ معلوم کر لیا۔ باقی ڈیڑھ منٹ وہ اسلام کے متعلق مختلف سوالات کرتے رہے جن کا جواب ان دو صاحبوں نے دیا۔ اور اس طرح اسلام کی نہایت مختصر لیکن موثر تبلیغ ٹیلی ویژن کے ذریعہ ہوگئی۔

ہفت روزہ پیغام صلح ۱۵ر جون ۱۹۵۵ء

مولویوں کی جنگ

اسی اشاعت میں دوسری جگہ "ذکر و فکر" کے عنوان سے معاصر "ملت" کا وہ تبصرہ نقل کیا گیا ہے جو مولوی احمد علی صاحب اور جماعت اسلامی اور اہل حدیث کے اخبار "الاعتصام" کے جنگی اقدامات پر کیا گیا ہے، یہ جنگ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نئی نہیں، اس سے قبل معمولی معمولی باتوں پر مولویوں کے مابین اس قدر خطرناک جنگیں ہوتی رہی ہیں اور ایسے ایسے ناپاک کلمات ان علمائے دین کہلانے والوں کے زبان و قلم سے ایک دوسرے کے متعلق نکلتے رہے ہیں کہ ایک صاحب عقل و دانش ششدر ہو جاتا ہے کہ مدعیان مسند رسول کی شرافت و تہذیب کہاں گئی، لیکن جس جنگ کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں، وہ اس لحاظ سے زیادہ افسوسناک اور زیادہ عجیب بھی ہے کہ اس میں لڑنے والے جو تین بڑی بڑی جماعتوں کے سپہ سالار ہیں، ایک دوسرے کو فاسق، بے حیا، کفن چور، نمک چڑھے متعفن، سڑی ہوئی لاش اور کیا کیا کچھ کہہ گئے ہیں، اور یہ وہی لوگ ہیں جو کل تک مجلس عمل کے نام سے ایک متحدہ محاذ کی صورت میں امام وقت پر دشنام طرازی کرتے اور اسکے نام لیواؤں کو تباہ کرنے کے درپے تھے۔ آج وہی لوگ ایک دوسرے کو جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اس مشہور الہام کی صداقت کو ایک دفعہ پھر مبرہن کرنیوالا ہے جو انی مھین من اراد اھانتک کے الفاظ میں حضرت مجدد زمان کو آج سے قریباً نصف صدی پہلے ہوا تھا اور بارہا مرتبہ بڑے بڑے سرکش مخالفین کی زندگیاں عملی رنگ میں اس کی صداقت کی شہادت دے چکی ہیں،

صرف یہی نہیں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنہیں دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ وہ لوگ جو کل تک کہ احمدیت کو دشمن اسلام قرار دیکر اس پر حملہ آور ہو رہے تھے آج تو ایک دوسرے کو اسی اسلام کا دشمن سمجھتے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں انہی ہتھیاروں سے اپنی مدافعت کر رہے ہیں، جن سے احمدیت نے اپنا بچاؤ کرنا چاہا تھا لیکن وہ انہیں قابل وقعت نہ سمجھتے تھے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے مولوی احمد علی صاحب امیر خدام الدین کا وہ سلسلہ مضامین قابل ذکر ہے جو انہوں نے نوائے پاکستان میں مودودی صاحب کے خلاف مسلسل ۹ قسطوں میں لکھا ... کہ مودودی اخبار ایشیا نے "شرمناک مہم" کا خطاب دیا ہے، مولوی احمد علی صاحب نے ان مضامین میں مودودی صاحب کی بعض عبارات میں کھینچا تانی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ نماز اور روزہ، حج اور زکوٰۃ اور جہاد کو اہمیت نہیں دیتے اور صحابہ کرام، کعبۃ اللہ کی توہین کی ہے اور بقول "ایشیا" نکالا ان ہو کر انہوں نے یہ قلمی مجاہدہ فقط اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا ہے اس کے جواب میں "ایشیا" کا فتوےٰ یہ ہے

"انہوں نے (مولوی احمد علی صاحب نے) اپنے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی نارضامندی اور عتاب ہی خریدا ہے"

اسی پر بس نہیں "ایشیا" کا فرمان یہ بھی ہے کہ :۔

"اگر انہوں نے یہ "علمی کارنامہ" اپنی کوتاہی فہم کی بناء پر سر انجام دیا ہے اور فی الواقعہ ان کو ان کے نفس نے مغالطے میں ڈالا ہے تو پھر بھی انہوں نے وہی حرکت کی ہے جو اس سے قبل ملت کے داعیان حق کے خلاف ان کے بعض معاصر علماء ہر دور میں کر چکے ہیں،

——— وہی معاصر علماء جنہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اضر من ابلیس شیطان سے بھی زیادہ خطرناک کہا جنہوں نے امام مالک کو کافر اور بدعتی قرار دیکر شہر بھر میں ان کی تذلیل کرائی، جنہوں نے شیخ عبدالقادر رح۔ حضرت بایزید بسطامی، حضرت معین الدین چشتی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ حضرت سید احمد شہید، حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم کے خلاف کفر اور لادینی کے فتوے ارشاد کئے، جنہوں نے مولانا عبدالحی فرنگی محلی کو جہنم کا مستحق ٹھہرایا، جنہوں نے مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دینے کا فتوےٰ دیا، جنہوں نے ٹھیک اس وقت کہ امام ابن تیمیہ کفار کے خلاف شمشیر جہاد بے نیام کر کے میدان جنگ میں نبرد آزما تھے۔ ان کے خلاف کفر و ارتداد کا فتوےٰ صادر کیا۔

دونوں صورتوں میں مولانا احمد علی کی پوزیشن نہایت خطرناک ہے۔ بندوں کے سامنے بھی اور خدا کے حضور بھی"۔

سن لیا آپ نے؟ کیا یہ وہی بات نہیں، جو جماعت احمدیہ آج سے مدتوں پہلے ان مدعیان علم و حاملان دین کی خدمت میں پیش کرتی رہی ہے اور کبھی انہوں نے اس پر توجہ نہیں دی، کیا ہم "ایشیا" سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی مخالفت جو اس زمانہ کے علماء اور خود مودودی صاحب کر رہے ہیں اور طرح طرح کے ناپاک الزامات ان پر لگا کر انہیں بدنام کرنے کے درپے ہیں وہ اسی قسم کی مخالفت نہیں جو "داعیان حق کے خلاف ان کے بعض معاصر علماء ہر دور میں کر چکے ہیں" کیا امت کے ان جلیل القدر بزرگوں اور داعیان حق کی فہرست میں جن کے نام ایشیا نے گنوائے ہیں، اس بزرگ ترین ہستی کا نام شامل نہیں جن کو اس دور کے علماء اور بالخصوص مودودی صاحب کافر و مرتد قرار دے کر لائق گردن زدنی سمجھتے ہیں، آپ کہیں گے مرزا صاحب نے ایسی باتیں کہی ہیں جو علماء کے نزدیک موجب کفر ہیں، یہ تو وہی عذر ہے جو ہر دور کے علماء ہر داعی حق کے خلاف پیش کرتے رہے ہیں اور آج مودودی صاحب کے خلاف بھی یہی کہا جا رہا ہے کہ وہ خلاف دین باتیں کہتے اور کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں، پھر مرزا صاحب کے خلاف اسے کس طرح غلط کہا جا سکتا ہے، کیا اس صورت میں ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں کہ مولوی احمد علی کی طرح مودودی صاحب کی "پوزیشن بھی نہایت خطرناک ہے بندوں کے سامنے بھی اور خدا کے سامنے بھی"

اسی سلسلہ میں "ایشیا" نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ :۔

"جو شخص دعوت حق کے میدان میں قدم رکھتا ہے اس کو اول روز یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی ہر بات پر نکتہ چینی کی جائے گی"

سلسلہ احمدیہ کی ایک اور دلیل کی تائید کی ہے جو ہم بارہا مرتبہ پیش کر چکے ہیں کہ اس سلسلہ اور اس کے مقدس بانی کو جن نکتہ چینیوں کا مورد بنایا جا رہا ہے، اور اس کی ہر بات، ہر نیک سے نیک کام اور خدمت اسلام کو بھی بدنیتی اور برائی پر محمول کیا جاتا ہے، وہ دعوت حق کے میدان میں قدم رکھنے والوں کو ہمیشہ پیش آتی رہی ہیں، کاش "ایشیا" اس سلسلہ کی تاریخ کو بھی اسی عینک سے مطالعہ کرنے کی کوشش کرے جس سے مودودی صاحب اور ان کے مخالفین کی باتوں کو مطالعہ کرنے کا عادی ہے تو شاید اس زمانہ کے داعی حق کی شناخت سے حاصل ہو جائے۔ آگے چل کر "ایشیا" نے یہ شکایت کی ہے :۔

"افسوس اس بات کا ہے کہ مولانا احمد علی صاحب نے نکتہ چینی کرنے کے لئے دیانت، امانت اور صداقت ہی کو نہیں، عقل و فہم کو بھی بالکل رخصت کر دیا ہے اور قلم ہاتھ میں لیتے وقت قرآن و حدیث کی تعلیمات سے بھی صاف کہہ دیا ہے ھذا فراق بینی و بینک"

یہ اس عالم دین کی صفات بیان کی جا رہی ہیں، جو کل تک حضرت امام وقت اور ان کی جماعت کو ایسے ہی خطابات کا مستحق سمجھتا اور ان پر آوازے کس رہا تھا، آج وہی باتیں ملے تو اپنے متعلق سننی پڑیں کیا انی مھین من اراد اھانتک کی صداقت کا یہ کھلا ثبوت نہیں؟

ایک سب سے بڑی شکایت "ایشیا" کو یہ ہے :۔

"اعتراض کرنے والے مودودی صاحب کے ایک بالکل ناقابل اعتراض فقرے کو لیتے ہیں اور پھر اس کے اندر وہ معنیٰ ڈالتے ہیں جو اس فقرے کے بالکل برعکس ہوتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں نہ ان کو خوف خدا لاحق ہوتا ہے، نہ انہیں رسول خدا سے حیا آتی ہے اور نہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ جب کوئی شخص اس عبارت کو پڑھے گا تو وہ ان "معانی" پر ان کی دیانت و امانت کے متعلق کیا رائے قائم کرے گا، یا کم از کم علم اور عقل پر کس قدر ماتم کرے گا۔

فی الحقیقت مولانا کے تنقیدی مضامین کو پڑھنے کے بعد پڑھنے کے بعد کوئی شخص مشکل سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ خدا سے ڈرتے بھی ہیں یا نہیں - اور ان کو اس حقیقت کا احساس بھی ہے یا نہیں، کہ ان کو ایک روز مرنا ہے اور ایک ایک حرف اور لفظ اور حرکت کا حساب دینا ہے"۔

کیا یہی باتیں اگر ہم سلسلہ احمدیہ کے نکتہ چینیوں اور معترضین سے کہیں تو وہ صحیح نہ ہوں گی ؟ کیا حضرت مرزا صاحب پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کے بعض ناقابل اعتراض فقروں کے اندر وہ معنے ڈالنے کی کوشش نہیں کی جاتی جو ان کے مفہوم کے بالکل برعکس ہوتے ہیں ؟ کیا حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرنے اور انہیں ختم نبوت کا منکر قرار دینے والے کبھی ان تحریرات پر بھی غور کرتے ہیں جن میں انہوں نے قسمیں اٹھا اٹھا کر دعوئے نبوت سے انکار اور ختم نبوت کا اقرار کیا اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہوئے اسے کافر و کاذب قرار دیتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محض غلام ظاہر کیا ہے باوجود ان سب باتوں کے ان کی تحریرات کے وہ معنے کرتے جو مالا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہیں کہاں کی دیانت اور امانت ہے، کیا ایسا کرنے میں انہیں رسول خدا سے حیا نہیں آتی ؟ کیا انہوں نے کبھی یہ سوچا ہے کہ آنے والی نسلیں ان کی ان خلاف دیانت حرکات کو دیکھ کر کیا رائے قائم کریں گی، جو سوال ایشیا نے مولوی احمد علی صاحب سے کیا ہے وہ سوال اپنے آپ سے اور اپنے امیر جماعت سے بھی کرنا چاہیئے کہ آیا ان کو اس حقیقت کا بھی احساس ہے یا نہیں کہ ان کو ایک روز مرنا ہے اور ایک ایک حرف اور لفظ اور حرکت کا جواب دینا ہے"

اسی مضمون میں "ایشیا" ظالمانہ تعصب کی انتہا" کے عنوان سے رقمطراز ہے :-

"کیا تعصب ان عالمان دین کے مقدس حلقوں میں اس انتہا کو پہنچ گیا کہ جو شخص ان کے گروہ کا نہ ہو اس کو بدنام کرنے کے لئے عقل فہم اور احتیاط کو بالکل طاق پر رکھ دینا عین ثواب کا کام ہے بلکہ دین کی سب سے بڑی خدمت ہے ابلیس سیاست میکیاولی کا بلاشبہ یہ نظریہ تھا کہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر ناجائز سے ناجائز فعل بھی جائز ہے، لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ حضرات علماء میں بھی اب یہ نظریہ قبولیت حاصل کرتا جا رہا ہے"۔

علمائے دین بالخصوص مولوی احمد علی صاحب کو اس فقرہ میں "ابلیس سیاست" کا جو خطاب دیا گیا ہے اس کے متعلق ہم کچھ کہنے سے معذور ہیں، یہ مولوی صاحبان کی ظالمانہ اصطلاحات ہیں جو انہی کو زیب دیتی ہیں، ہم تو صرف اتنا ہی کہہ سکتے کہ ماللہ

مسیح موعود نمبر کے متعلق

بابائے صحافت احمدیہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی سکندر آباد (دکن) سے اپنے مکتوب مورخہ ۵ رجون ۱۹۵۵ء میں رقمطراز ہیں :-

عزیز مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں ایام اللہ کی یاد دہانی کے رنگ میں "مسیح موعود نمبر" کل شام کو ملا - اور میں اسی رات پڑھ کر سویا جزاکم اللہ احسن الجزا - میں اس نمبر کی اشاعت پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں - الحکم التزاماً یہ نمبر شائع کرتا آیا ہی اور پیغام صلح نے بھی اس التزام کو قائم رکھا - میں اس قسم کی اشاعتوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کا پورا ہونا یقین کرتا ہوں مبارک ہیں وہ وجود جو حضرت اقدس کے ذکر کو بلند رکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میرا ارادہ تھا کہ اس نمبر کے لئے کچھ لکھ کر شریک ثواب ہو سکوں مگر بعض غفلتوں کے نتیجہ میں محروم رہا - اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، یاد رکھئے لوائے احمد کو لہراتا رکھئے کہ ساری سعادتیں اسکے سایہ میں ہیں انشاء اللہ تلافی مافات کے لئے عنقریب کچھ تبرکات لکھوں گا - وباللہ التوفیق - والسلام - خاکسار عرفانی الاسدی

پاکستانی مسلمانوں کے فرقوں کو آپس میں لڑانے کی افسوسناک حرکت
امریکن عیسائی مشنریوں کی سخت غلطی

مسٹر غلام مسیح - صدر پاکستان عیسائی اتحاد فیڈریشن نے ایک بیان میں کہا ہے کہ امریکہ میں شائع ہونے والے سہ ماہی رسالہ "مسلم ورلڈ" نے جو کہ مسیحی مشنریوں کا آرگن ہے، اپریل ۵۵ء کی اشاعت میں ۲۷ صفحہ کا ایک مضمون مسٹر اسٹانلی ای برش پروفیسر فورمن کرسچین کالج لاہور کا شائع کیا ہے جس میں پاکستانی مسلمان شیعہ، سنی، لاہوری احمدی اور قادیانی احمدی وغیرہ وغیرہ کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت و حقارت پھیلا کر باہم لڑانے کی افسوسناک حرکت کی ہے ہم اس مضمون سے دلی نفرت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ اس وقت بھارت میں عیسائیوں کے ساتھ بہت خراب سلوک ہو رہا ہے، زبردستی گئو موت پلا کر شدھی کر کے ہندو بنایا جا رہا ہے، عیسائی مشنریوں کو بھارت سے نکالا جا رہا ہے -

خداوند کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ پاکستان میں ہم کو مذہب پر ہر طریقہ کی مکمل آزادی ہے اس آزادی کو ہم ہمیشہ برقرار رکھیں گے اس لئے عیسائی مشنریوں کو ایسی سخت غلطی نہیں کرنی چاہیئے جیسا کہ مسٹر برش نے کی ہے ہم امریکن عیسائی مشنریوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ وہ پاکستان میں ایسی حرکات نہ کریں جس سے کہ پاکستانی عیسائیوں کو کبھی بھی نقصان پہنچ سکے ؛

ہم من اللہ کی اہانت مولاناؤں کی کس قدر عزت افزائی کا موجب ہو رہی ہے -

بہرحال یہ تو مولوی احمد علی اور مودودی صاحب کی باہمی جنگ کا نقشہ ہے، جو ایک دوسرے پر گند اچھالنے میں سبقت لے جانے کی پوری پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن اس جنگ کی ایک اور کڑی بھی ہے، جو اہل حدیث اخبار "الاعتصام" نے مودودی صاحب کے ایک بیان درباره حجیت حدیث کی بناء پر چھیڑ رکھی ہے، اس کی کیفیت ہم آیندہ اشاعت میں بیان کریں گے انشاء اللہ

سانحہ ارتحال :- یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و افسوس کیساتھ پڑھی جائیگی کہ محترم ڈاکٹر عبد المجید صاحب سرگودھا کی ۲۰ سالہ شادی شدہ صاحبزادی ثریا آرگمن ۱۷ رمضان المبارک کو انتقال کر گئیں انا للہ و انا الیہ راجعون ہمیں اس صدمہ میں ڈاکٹر صاحب اور دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے جمعہ گذشتہ کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا، بیرونی جماعتیں بھی جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچائیں ؛

تین اوامر اور تین نواہی
جن پر عمل کرنے سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۰ جون ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتائ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا، ان اللہ یعلم ما تفعلون ــــــــ (النحل رکوع ۱۳)

عدل اور توازن موجب امن ہے

یہ آیات سوسائٹی میں امن قائم رکھنے کے لئے ہیں۔ خدا تعالے نے اپنی توحید کے بعد اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمان کی سوسائٹی میں امن ہو، اللہ تعالے نے اس کائنات کو امن کا موجب بنایا ہے اور اس کے اندر عدل اور توازن پیدا کیا ہے اسی عدل اور توازن کا نتیجہ ہے کہ اس کائنات کے نظام میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا والسماء رفعھا ووضع المیزان اس آسمان پر بڑے بڑے سیارے کھڑے ہیں اور کھڑے ہی نہیں بڑی تیزی سے چل رہے ہیں کل فی فلک یسبحون ہر ایک سیارہ اپنے مدار پر گھوم رہا ہے، اتنے بڑے بڑے سیارے، اتنا بڑا ان کا حجم ہے اور اتنی تیزی کیساتھ چل رہے ہیں فرمایا ووضع المیزان ہم نے ان میں ایک میزان قائم کر رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ گرتے نہیں، اور صرف گرنے سے روکنا ہی اس میں مدنظر نہیں، ان میں باہم ایک ایسا توازن ہے جس کے نتیجہ کے طور پر تم ان کی برکات سے متمتع ہوتے ہو، اسی طرح ہمارے جسم کے اندر ایک توازن ہے، جس کا نتیجہ ہماری صحت ہے اگر جسم کے اندر توازن نہ رہے تو ہماری صحت بگڑ جائے۔ ایسا ہی سوسائٹی میں بھی توازن کی ضرورت ہے۔ جس ملک، جس قوم، جس سوسائٹی میں توازن ہے عدل ہے وہ خوشحال ہے۔

خدا اور رسول کی متابعت امن کا موجب ہے

فرمایا ان اللہ یامر بالعدل، اللہ تعالیٰ عدل قائم کرنے کا حکم دیتا ہے، صوفیائے کرام نے لکھا ہے کہ بہت بڑا عدل کلمہ طیبہ ہے، اسی سے دنیا میں عدل اور توازن قائم ہے اسی سے برکات اتر سکتی ہیں، اور دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص خدا کو مانتا ہو اور اس کے رسول کی متابعت کرتا ہو تو یقیناً وہ دنیا میں امن کا موجب ہے، لوگ تو اپنے محسنوں کو خوش کرنے کے لئے طرح طرح کے جتن کرتے ہیں، وہ ان کے گھروں میں ڈالیاں لے کر جاتے، ان کے احکام کی پوری فرمانبرداری کرتے اور ہر طرح انہیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور بعض تو اس قدر باریک چال چلتے ہیں کہ دیکھنے والے ان کی اطاعت و فرمانبرداری پر حیران ہو جاتے ہیں، ایسے لوگوں کی خواہش ہوتی ہے، کہ کوئی سی آئی ڈی انہیں دیکھتی ہو اور وہ ان کی فرمانبرداری کی رپورٹ حاکم بالا تک پہنچائے تا کہ وہ ان سے خوش ہو جائے۔

اگر زمینی حکام اور محسنوں کی اتنی فرمانبرداری کی جاتی ہے تو خدا تعالیٰ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے اس کی بھی فرمانبرداری کرنا اور اس کے ساتھ عدل کرنا سیکھو، یہ دنیا کے نواب جو معمولی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، ان کی تو اس درجہ خوشامد ہے تو خدا نے تو انسان کو بہت کچھ عطا کیا ہے۔ یہ جوانیاں یہ دماغی استعدادیں، یہ صحت، یہ عزم و ارادے یہ بلند آہنگیاں کس نے عطا کی ہیں، پھر زمین و آسمان کی تمام چیزیں کس نے دی ہیں، اس کا کھانا، اس کے باغات، اس کا گھر بار، اور ہر قسم کا عیش و آرام کس نے مہیا کیا ہے؟ پھر اس کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کے ساتھ عدل کیوں نہیں، ہم تو اپنے نوکر کو اگر وہ بد دیانتی کرے تو نکال دیتے ہیں، وہ گستاخی کرے تو اسے سزا دیتے ہیں۔

اگر کوئی سفارش لے کر آئے تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اس پر ظلم نہیں کیا، اس کی گستاخی یا بد دیانتی کی سزا دی ہے، لیکن خدا تعالے کی دن رات نافرمانی کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ وہ دیکھتا ہے ان اللہ یعلم ما یفعلون، وہ جانتا ہے جو کرتے ہو، اور واقعی خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے کرتے ہو، کہاں ہے تمہارا عدل، خدا تعالے کے بارے میں اس کے رحم و کرم کے مقابلہ میں جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ عدل نہیں، اسی لئے صوفیائے کرام نے لکھا ہے کہ بہت بڑا عدل تو کلمہ طیبہ ہے جس کا منشاء ہے کہ خدا کا حکم اس طرح مانا جائے جس طرح انسان حکام کا حکم مانتا ہے، ایک ڈپٹی صاحب تھے، بہت نیک آدمی تھے، مسجد کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ لیکن مسجد کبھی نہیں آتے تھے، ایک دفعہ محرم کے دنوں میں ڈپٹی کمشنر نے انکی ڈیوٹی لگا دی، گرمی کے موسم میں رات دن بھوکے پیاسے گھوڑے پر رہنا پڑا، ہوش آگئی، انہوں نے خود مجھے کہا کہ اس مرتبہ پر بڑی ہی شرم آئی کہ انسان کے حکم کی تعمیل کے لئے ایسی مستعدی اور جانفشانی سے کام لیتا ہوں اور دیوار بہ دیوار مسجد ہے جہاں سے پانچ وقت اللہ اکبر کی آواز آتی ہے، اور احکام خداوندی کی تعمیل کے لئے بلایا جاتا ہے، اس کی طرف کوئی توجہ نہیں۔

مخلوقِ خدا کے بارہ میں عدل

تو پہلا عدل تو صوفیائے کرام کے نزدیک کلمہ طیبہ ہے، جس کا یہ منشاء ہے، کہ خدا کے احکام کی تعمیل ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پورے پورے طور پر کی جائے اور پھر مخلوق خدا کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیا جائے۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے عدل کرنا ہی نہیں بلکہ ماتحتوں اور حاکموں کے ساتھ عدل و انصاف کیا جائے۔ لین دین اور معاملات میں ہمیشہ عدل مدنظر رہے۔ آج جس کو اختیار مل جائے وہ کہتا ہے دوسروں کو پیس ہی ڈالوں، یہ عدل نہیں عدل کا نتیجہ امن ہے، جہاں عدل نہ ہو وہاں امن نہیں ہو سکتا، وہ لوگ جو اقتدار مل جانے پر چاہتے ہیں کہ اینٹ سے اینٹ بجا دیں اور مخالفت کو کچل کر رکھ دیں تا کہ وہ نظر ہی نہ آئیں بہت جلد مٹ جاتے ہیں اتق دعوۃ المظلوم اے معاذ بن جبل تم یمن کے حاکم بن کر جا رہے ہو، دیکھنا مظلوم کی بد دعا سے بچنا مظلوم کی آہ آسمان تک پہنچتی ہے اور اللہ تعالے اس کو سنتا ہے، وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ آہ مسلمان کے خلاف ہے اس لئے ناقابل قبول ہے بلکہ وہ سب سے پہلے سنی جاتی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ ہر ایک وہ شخص جو کسی کا حق مارے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ کمزور ہے اور میں نہیں چھوڑوں گا جب تک اس سے غصب کردہ حق نہ دلا دوں، اس سے دنیا میں امن قائم ہوتا ہے، جس سوسائٹی میں سب کو یقین ہو کہ ہمارے حقوق تلف نہیں ہوں گے وہاں امن و اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

ملازموں اور مزدوروں کے ساتھ عدل

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت لوگ ہیں جو اپنے ملازم سے کام پورا لیتے ہیں اور جب اجرت کا موقعہ آئے تو ادائگی میں لیت و لعل کرتے ہیں ہر شخص مزدور سے کام زیادہ لینا اور معاوضہ کم دینا چاہتا ہے، یہ عدل نہیں ہے، عدل حکومت کے ساتھ مختص نہیں ہے یہاں جمعہ کے دن بیٹھے ہوئے ہر چھوٹا اور بڑا اس بات کا خیال رکھے کہ اس نے ہر معاملہ میں ہر شخص کے ساتھ عدل کرنا ہے اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر کسی بات میں بے انصافی اور زیادتی نہیں کرنی، اگر ہمارے متعلق لوگوں کو یقین ہو جائے کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور اس کے احکام کی پوری فرمانبرداری کرتے ہیں تو یہ بات امن پیدا کرنے کا موجب ہوگی۔

عدل سے بڑھ کر فیاضی اور احسان کا برتاؤ کرنا چاہیئے

والاحسان - عدل ہی نہیں بلکہ تمہاری زندگی میں، تمہارے اعمال و افعال میں فیاضی نظر آئے، اپنے خیالات کو تعصبات سے پاک رکھنا، دوسروں کے متعلق اچھا خیال رکھنا، حسن ظنی سے کام لینا، بدظنی کو قریب نہ آنے دینا اس کو فیاضی اور احسان کہا جاتا ہے۔ ایک شخص نے دریافت کیا ما الاحسان یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول احسان کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک احسان یہ ہے کہ خدا کی عبادت اور اس کے احکام کی فرمانبرداری اس طرح کی جائے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ تجھے دیکھتا ہے اور دوسرا احسان اپنا مال خدا کی مخلوق پر خرچ کرنا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ کریں اور دوسروں کے ساتھ احسان بھی کریں یعنے ان پر اپنے مال خرچ کریں۔ عدل کے اندر تو اس نے کسی کا مال نہیں کھایا نہ کسی سے زیادتی یا بے انصافی کی لیکن احسان چاہتا ہے کہ اس سے آگے قدم بڑھائے اور فیاضی کرے زبان سے بھی اچھا کلمہ کہے، قولوا للناس حسنًا، لین دین میں بھی فیاضی سے کام لے یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ کبھی تانگے والے سے دو آنہ پر لڑائی ہو رہی ہے، کبھی مزدور کے دو پیسے زیادہ مانگنے پر جھگڑا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوسرے کو ناپ تول کر ہی نہ دو فیاضی سے کام لو، کسی کو دو پیسے زیادہ دے دیئے جائیں تو کچھ بگڑ نہیں جاتا، مزدوروں اور کام کرنے والوں کے ساتھ، اقرباء اور دوستوں کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کرو، یہ رنگ مسلمان سوسائٹی میں پیدا ہو جائے کہ دکھ کوئی دے نہیں سکتا۔ اور ہر طرف فیاضی ہی فیاضی ہے، تو اس سے بڑھ کر امن کہاں ہو سکتا ہے۔

قریبیوں اور عزیزوں سے حسن سلوک

وایتائ ذی القربیٰ اس سے بھی آگے ایک اور قدم ہے، اور وہ قریبیوں اور عزیزوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ ہے اور انہیں اپنے مال میں سے حصہ دینا ہے، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی پر بہت زور دیا ہے، صلہ رحمی بہت ہی مشکل کام ہے، عام طور پر لوگوں کی قریبیوں کے ساتھ جنگ ہی رہتی ہے، کبھی چچا سے، کبھی ماموں سے کبھی کسی اور رشتہ سے جنگ رہتی ہے، سارے جہان سے دوستی رکھتا ہے لیکن رشتہ داروں سے لڑائی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو صلہ رحمی سے کام لو، اور رشتہ داروں اور قریبیوں سے حسن سلوک کرو، رشتہ داروں کے معاملہ میں بہت سے لوگ اس پیمانے پر نہیں اترتے تو تین حکم دیئے (۱) خدا و رسول اور مخلوق الٰہی کے حقوق ادا کرو، اور ان سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو (۲) حقوق کی ادائیگی سے بڑھکر فیاضی سے کام لو، اور (۳) رشتہ داروں اور قریبیوں پر مال خرچ کرو۔

بے حیائی، ناپسندیدہ بات اور زیادتی سے اجتناب کرو

آگے فرمایا وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی فحشاء سے منع کیا، سوسائٹی ہر قسم کی بے حیائی سے پاک ہو، آنکھ میں حیا ہو، زبان میں حیا ہو، تمام اعمال اور حرکات سے حیا ٹپکتی ہو، اس سے سوسائٹی پاک رہتی ہے والمنکر کسی ناپسندیدہ حرکت کا نام و نشان نہ ہو، کوئی ایسی بات زبان سے یا عمل سے صادر نہ ہو جو کسی رنگ میں دوسرے کو بری لگے والبغی ایک دوسرے پر کوئی زیادتی نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو، لایبغی بعضکم علیٰ بعض۔ ولا تباغضوا ولا تحاسدوا و کونوا عباد اللّٰہ اخوانا۔ یہ بہت بڑی چیز ہے، کہ ہر معاملہ میں، ہر حرکت و سکون میں، ہر بات میں نظر آئے کہ سب بھائی بھائی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی کہ ایک دوسرے سے خیر خواہی کریں گے، پس ہمارے عمل سے دوسروں کی خیر خواہی نظر آنی چاہیئے اور کسی قسم کی زیادتی دوسروں سے نہ ہو، نہ کوئی ناپسندیدہ یا بے حیائی کی بات صادر ہو اس معاشرہ کو خدا چاہتا ہے، اگر اس قسم کا معاشرہ پیدا ہو جائے تو برکات نازل ہوں گی۔ واوفوا بعھد اللّٰہ اذا عاھدتم یہ عہد جب تم اللہ سے کرو، کہ ہم عدل سے کام لیں گے فیاضی کریں گے، صلہ رحمی کریں گے۔ کوئی ناپسندیدہ حرکت صادر نہیں ہوگی، نہ کسی سے زیادتی کریں گے تو اس عہد کو پختہ کرنے کے بعد مت توڑو، اللہ تعالیٰ کو تم نے کفیل بنایا ہے وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو، یہ رنگ اگر سوسائٹی میں پیدا ہو جائے تو ضرور ہے کہ اس پر برکات اتریں۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کی نئی تصنیف "جمہوریت اسلامیہ" بہت جلد چھپ کر شائع ہونے والی ہے جو احباب اس کی متعدد کاپیاں خرید کر تقسیم کرنا چاہیں ان کو آٹھ آنہ فی کاپی کے حساب سے دی جائے گی، ویسے اصلی قیمت ڈیڑھ روپیہ ہوگی۔

عقد نکاح } جہلم سے حکیم عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ مؤرخہ ۵ رجون ۱۹۵۵ء کو خاکسار نے نوشہرہ چھاؤنی پہنچکر میاں محمد عبداللہ احمدی ساکن جہلم کا نکاح مسمات بشریٰ بیگم بنت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ بعوض مبلغ چارسو روپیہ حق مہر پڑھایا، میاں محمد عبداللہ صاحب نے حق مہر کی رقم مبلغ چارسو روپیہ نقد ادا کر دی اور اس خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ اشاعت اسلام کے لئے چندہ دیئے، مرزا بشیر احمد صاحب نے بعد نکاح چند معززین شہر کو پُرتکلف ٹی پارٹی دی، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

امتحان میں کامیابی } ملتان سے شیخ محمد یوسف صاحب گرنفی اطلاع دیتے ہیں کہ شیخ رحمت اللہ صاحب سلیم کا لڑکا ریاض احمد امتحان میٹرک میں پاس ہو گیا ہے، شیخ صاحب نے اس خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں۔

چندہ برلن مسجد } جھنگ سے مولوی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں کہ عید کے موقعہ پر چوبیس روپیہ بارہ آنے جماعت جھنگ سے بطور فطرانہ و چندہ برلن مسجد جمع ہوئے جو مرکز میں بھیج دیئے گئے یہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ کی اپیل کا نتیجہ ہے۔ عید کی تعطیل کی وجہ سے کئی دوست اپنے گھروں کو چلے گئے تھے ان کی واپسی پر اور بھی وصولیاں کی جائیں گی۔

دستکاری تیار کیجئے } بیگم خواجہ جلال الدین مرحوم نے جو زنانہ جلسہ سالانہ کی انچارج ہیں تمام بہنوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ابھی سے دستکاری کی تیاری میں لگ جائیں اور روزانہ تھوڑا تھوڑا وقت اس کام پر صرف کرتی رہیں تاکہ جلسہ پر دستکاری کی نمائش میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تمام احباب سے التماس ہے کہ وہ ان کی اس اپیل کو اپنے گھروں میں پہنچا دیں،

سانحہ ارتحال } بھچی ضلع ہزارہ سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ مولوی میر زمان صاحب سکنہ موضع ٹاہلی ۱۶ رمئی کو بعارضہ فالج انتقال فرما گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت مبارک سے فیض یافتہ تھے، اور احمدیت کا بہترین نمونہ تھے۔ مرحوم نے دو فرزند حبیب الرحمٰن صاحب اور عبدالقیوم صاحب اپنی یادگار چھوڑے ہیں جو انہی خوبیوں کے حامل ہیں، جو ان کے والد محترم میں پائی جاتی تھیں۔

ہمیں مرحوم کے فرزندان رشید اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے، احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

احمدیہ تاریخ میں آزاد جمہوری اور علمی تحریکیں

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علمی جہاد

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

حال ہی میں میں نے ایک سلسلہ مضامین بعنوان "حضرت مسیح موعود کے الہامات میں تاریخ سلسلہ کا ایک ورق" شائع کیا تھا۔ بعض احباب نے اس پر کچھ سوالات کئے ہیں، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے جوابات اخبار میں شائع ہو جائیں تا جملہ دوست ان پر غور کر سکیں۔

سوالات

حضرت اقدس کے الہامات "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں ان کو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے ہیں مٹی رہے گی مگر وسوسہ نہیں رہے گا" اور "لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں وسوسہ پڑ گیا ہے پر مٹی نظیف ہے، مٹی رہے گی مگر وسوسہ نہیں رہے گا" کے بارہ میں میں نے یہ واضح کیا تھا کہ یہ جماعت احمدیہ لاہور کی نسبت ہیں۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ امر کیونکر پایہ ثبوت کو پہنچا کہ ان سے مراد صرف جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھنے والے ممبر ہیں دوسرے اور کوئی نہیں۔ . . . .

. . . .

. . . .

. . . . . چنانچہ الفضل میں تو یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ ان الہامات کے صادق ہونے میں تو کچھ کلام نہیں لیکن یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ جماعت قادیان سے تعلق رکھنے والے اصحاب کا ذکر یہاں نہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس وقت یہ الہامات ہوئے اس وقت جو ممبر لاہور میں موجود تھے ان کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ بعد کا۔ پھر ایک سوال یہ بھی کیا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے افراد اس سے مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس جماعت کے جملہ افراد پاک نظیف مٹی کے ہوں۔

دوسرے الہامات "کمترین کا بیڑا غرق ہو گیا" پر یہ سوال ہے کہ کمترین سے مراد خود حضرت اقدسؑ ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ بات کسی صورت بھی قابل قبول نہیں کہ مامور الٰہی کی جماعت کا حشر ایسا ہو۔ "تیری دعا قبول کی گئی" کے الہام کو جو میں نے جماعت احمدیہ لاہور کے باہمی اختلاف کے بعد صلح کے متعلق بتلایا ہے تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ صلح کوئی ایسا اہم واقعہ نہیں جس کی خبر خدا تعالےٰ نے اپنے مامور کو دینی ضروری سمجھی۔

الہامات کی تعبیر واقعات کی روشنی میں

ان سوالات کو میں یکے بعد دیگرے لیتا ہوں سب سے مقدم بات یاد رکھنے کے لائق یہ ہے کہ میں نے الہامات کی تعبیر اپنے خیال کے مطابق نہیں کی بلکہ جیسے کہ خود عنوان مضامین سے ظاہر ہے واقعات حقہ کی روشنی میں الہامات کو پیش کیا گیا ہے۔ اب یہ امر تو مسلم ہے کہ رویائے صادقہ ہوں یا خواب یا الہام ان کی اصل حقیقت پورے طور پر تب ہی ظاہر ہوتی ہے جب وہ واقعات کی شکل اختیار کر لیں اس سے قبل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض وقت خود ملہم بھی اپنے اس الہام کے معنے کرنے میں غلطی کر بیٹھتا ہے جو مستقبل کے واقعات سے متعلق ہو چنانچہ ایک مثال حضرت اقدسؑ کے زمانہ کی بغرض وضاحت عرض ہے۔ آتھم کے ساتھ مباحثہ ہوا تو آخر پر عیسائیوں کے مطالبہ پر کہ نشان دکھلایا جائے حضرت اقدسؑ نے یہ پیشگوئی کی کہ جو فریق عمداً حق کا اخفا کر رہا ہے وہ پندرہ ماہ کے اندر ہاویہ میں گرایا جائے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ عام طور پر جو مفہوم اس پیشگوئی کا اس وقت لیا گیا اور جسے خود حضرت اقدس نے بھی تسلیم کیا، کیونکہ آپ کی طرف سے اس کی تردید نہیں کی گئی وہ یہ تھا کہ پندرہ ماہ کے اندر آتھم ہلاک ہو جائے گا چنانچہ خود قادیان میں احمدی احباب پندرہ ماہ کی آخری رات کو پیشگوئی پورا ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہے لیکن آخر کھلا کیا؟ یہ کہ آتھم نے پیشگوئی میں شرط سے فائدہ اُٹھایا، حق کی طرف نہ صرف رجوع کیا بلکہ پیشگوئی کی ہیبت سے اس قدر مرعوب و خوفزدہ رہا کہ اپنی نیند کھو بیٹھا اور جگہ بجگہ پریشانی کا شکار ہو کر مارا مارا پھرتا رہا۔ دوئم یہ کہ وہ بہرحال ہاویہ میں گرایا گیا کیونکہ پیشگوئی کی صداقت سے اس قدر خوفزدہ اور پریشان ہو جانا بجائے خود ذلت و رسوائی کا زبردست نشان ہے۔

اس مثال سے ثابت ہو گیا کہ ان الہامات کی حقیقت جو مستقبل کے واقعات سے متعلق ہوں یا جن میں پیشگوئیاں کی گئی ہوں واقعات کے رونما ہونے پر ہی کما حقہ کھلتی ہے۔ خدا تعالےٰ اپنے الہام کے ذریعہ سے غیب کے کسی واقعہ کو بتلاتا ہے بیرونی دنیا میں جب وہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے تب اس الہام الٰہی کی پوری حقیقت روز روشن کی مانند ظاہر ہوتی ہے چنانچہ میں نے بعض الہامات کی تشریح واقعات کی روشنی میں کر کے دکھلائی ہے نہ کہ اپنے خیالات کی بناء پر۔ حدیث میں ظہور مہدی کی ایک علامت کسوف و خسوف کا رمضان میں جمع ہونا آئی ہے اس پر کسی نے ایک مولوی سے سوال کیا کہ آپ کا اس کی نسبت کیا خیال ہے تو مولوی صاحب نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، سوال کنندہ نے کہا کہ جو حدیث اتفاق میں بھی ثابت ہو چکی وہ تو سب سے مضبوط نکلی اسے ضعیف کہنے کا کیا مطلب یعنیہ جو الہام واقعات کی رو سے صادق ہو گیا اس کی تاویل میں کیا شبہ باقی رہ گیا۔

واقعات کی دنیا میں تاریخ احمدیہ میں کیا ظاہر ہوا ہے؟

۱۹۱۴ء میں جماعت میں اختلاف ہو کر دو گروہ ہو گئے ایک فریق کا مرکز قادیان رہا دوسرے کا مرکز لاہور شہر بنا۔ دوسرا امر واقعہ یہ ہے کہ ایک فریق کا طریق کار آمرانہ ہوا مگر دوسرے نے بانیٔ سلسلہ کی ہدایت مندرجہ الوصیت کے مطابق جمہوری نظام اختیار کیا، تیسرا امر واقعہ یہ ہے کہ فریق اوّل کی بیشتر توجہ باوجود کثرت ذرائع سیاست اور قیام ریاست کی جانب رہی مگر دوسرے فریق نے باوجود محدود و قلیل ذرائع کے احیاء علوم قرآنیہ و اشاعت تعلیم اسلام پر اپنی تمامتر توجہ کو مرکوز کر دیا۔ چوتھا امر واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے ہاں بموجب اصول حقہ انما یتقبل اللہ من المتقین فریق اوّل کی مساعی مقبول نہ ہوئیں مگر فریق ثانی کی مساعی کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہوئی اگرچہ ان کی بابت مختلف وساوس بھی پھیلائے گئے کہ یہ لوگ اخرج منہ الیزیدیون کے الہام کے مصداق ہیں، نیز حضرت اقدس کے مولد و مسکن اور تحریک کے مرکز سے کٹ جانے کے باعث مقبول و کامیاب نہ ہوں گے اور جلد ہی مٹ جائیں گے۔

الفاظ الہام کی مطابقت واقعات حقہ میں

اب یہ وہ ہر چہار واقعات ہیں جو بیرونی دنیا میں رونما ہو چکے ہیں اور جن کے انکار کا کسی طرف سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان واقعات حقہ کو اگر حضرت اقدس کے کسی الہام یا الہاموں میں صراحت کے ساتھ بتلایا گیا ہو تو ان الہامات کی ان واقعات کی روشنی میں وضاحت کرنا صرف یہ بتلاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود منجانب اللہ صادق مامور تھے جن پر نہ صرف اپنی زندگی میں ہونے والے واقعات کا انکشاف کیا جاتا تھا بلکہ آپ کی زندگی کے مابعد حالات کا نقشہ بھی خدا تعالےٰ نے آپ کے قلب پر کھول دیا تھا۔ وہ لوگ جن کا دعویٰ حضرت اقدس کے ساتھ محبت و عقیدت کا ہے چاہیئے کہ ہو انکے لئے آپ کی صداقت کے ایسے واضح ثبوت دیکھ کر خوش ہونے کا مقام ہے نہ کہ اعتراض کا۔ مگر کس قدر قابل افسوس یہ بات ہے کہ محض اس وجہ سے کہ اس طرح تسلیم کر لینے میں بعض اشخاص یا کسی ایک فرد کی عظمت قائم ہوتی ہے جو ان کے نزدیک قابل قبول نہیں کئی لوگ باوجود ادعا محبت و عقیدت ان الہامات کی واقعات حقہ کے مطابق تصدیق کرنے سے انکار کر دیں۔

میں نے پہلے مضامین میں بجز اس کے اور کیا بتلایا تھا کہ یہ جو واقعات دنیا میں ظہور پذیر ہو چکے ہیں یعنی یہ کہ جماعت احمدیہ یا حضرت اقدس سے نسبت رکھنے والے دو گروہ بن گئے جن میں سے ایک کا مرکز لاہور ہوا اور جن کی نسبت وساوس پھیلائے گئے مگر ان کے مقاصد عالیہ یعنی احیاء علوم قرآنیہ و اشاعت تعلیم اسلام کو باوجود قلت ذرائع قبولیت حاصل ہوئی تو ان واقعات کا ذکر کرنا مورد علیہم من اللہ [illegible]

پیشگوئی متذکرہ بالا الہامات میں کیا گیا تھا۔ الہامی فقرہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" میں خدا تعالےٰ نے حضرت اقدس کی زبانی یہ بات بتلانا چاہا ہے کہ ہم سے نسبت رکھنے والے دو گروہوں میں سے وہ فریق جن کا مرکز لاہور ہے اور جن کا طرز نظام جمہوری یا انجمن کا ہے اور اس لئے وہ عام طور پر ممبر کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں ان کے عزائم و ارادے پاک و بلند ہیں جو ترویج علوم قرآنیہ و ترقی اسلام سے متعلق ہیں۔

اب جائے غور ہے کہ الہام الہٰی کے فقرہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" کا اطلاق اگر جماعت احمدیہ لاہور پر کیا جائے تو واقعات پر یہ بات نہایت برمحل اور موزوں منطبق ہوتی ہے لیکن اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر یہ فقرہ بے معنی و مہمل بن کر رہ جاتا ہے۔ فرض کیجئے کہ اس سے مراد حضرت اقدس کی زندگی میں وہ احمدی لئے جائیں جو لاہور میں تھے تو سوال یہ ہوگا کہ خاص طور پر لاہور کے احمدیوں کی پاکیزگی کے ذکر کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔ باقی جماعتوں میں کیا یہ بات اس وقت موجود نہ تھی جو لاہور کا ذکر ہوا؟ کیا خود قادیان میں اور وہاں کے احمدیوں میں یہ خصوصیت نہ تھی؟ پھر عجیب بات یہ ہے کہ الہامات سن ۱۹۰۰ء کے ہیں جبکہ ابھی سرے سے کسی صدر انجمن احمدیہ کا وجود ہی نہ تھا نہ ہی اس کے ممبر حضرت اقدس نے بنائے تھے۔ اس طرح تو الہام الہٰی کی ساری وقعت و قدر ہی جاتی رہتی ہے کہ ایسی بات کا ذکر کیا جو کچھ بھی اہم نہیں نہ کسی تاریخی واقعہ سے اس کا تعلق ہے، بلکہ جو محض مہمل و بے مطلب بات ہے۔ ایسا ہی اگر اس فقرہ کو اختلاف کے بعد لاہور کے ان اصحاب پر چسپاں کیا جائے جن کا تعلق جماعت قادیان سے ہے تو پھر بھی وہی سوالات ہوں گے کہ آخر لاہور کے افراد کا خاص طور پر ذکر کرکے باقی تمام جماعتوں سے انہیں ممیز کرنے کا مطلب کیا ہوا۔ جماعت قادیان سے متعلق لاہور کے افراد کی طرف سے بھی کبھی کوئی تاریخی و اہم مقاصد انجام پذیر نہیں ہوئے بلکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خلیفہ صاحب مرکز سے سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن ان تمام امور سے بڑھکر الہام الہٰی کے یہ الفاظ "وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی" متعین کرنے کے لئے کافی ہیں کیونکہ حضرت اقدس کی زندگی میں تو جماعت لاہور کے افراد کی نسبت خاص طور پر کوئی وسوسہ نہیں پھیلایا گیا۔ نہ ہی اختلاف کے بعد قادیان سے وابستہ احباب لاہور کی بابت خاص طور پر کوئی بدظنیاں پھیلائی گئیں جن کی نسبت الہام میں یہ کہنے کی ضرورت پیش آئی ہو کہ وسوسہ نہیں رہے گا۔ اب اگر الہام "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" کو قادیانی احباب پر لگانا ہو تو پھر یہ بتلانا چاہیئے کہ خاص طور پر ان کی نسبت کہاں اور کب کوئی وسوسے پھیلائے گئے اور وہ وساوس کیا تھے۔ پس جب واقعات یہ ہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور سے وابستہ مقتدر احباب کی بابت ہی وساوس پھیلائے گئے اور ایک عرصہ دراز تک بڑے زور کے ساتھ یہ پروپیگنڈا کیا جاتا رہا کہ یہ لوگ حضرت اقدس کے مولد و مسکن اور جماعت کے مرکز سے کٹ جانے کے باعث ناکام و نامراد ہونے والے ہیں تو یہ الہام ان کے بجز دوسروں پر کیسے منطبق کیا جا سکتا ہے۔ ایک طرف تو الہام کے الفاظ اس امر کے مقتضی ہیں کہ ان کا مصداق سوائے جماعت احمدیہ لاہور کے مقتدر ممبروں کے کوئی دوسرا نہیں دوسری طرف یہ بات ہے کہ اگر اس الہام کو اختلاف کے بعد لاہوری جماعت پر لگایا جائے تو اس سے ثابت ہوگا کہ ایک مشہور و معروف عالمگیر تاریخی واقعہ کا ذکر بطور پیشگوئی کیا گیا ہے اور یہ الہام الہٰی کی صداقت پر بڑی زبردست دلیل اور حضرت اقدس کے منجانب اللہ صادق ہونے کا عظیم الشان ثبوت ہے۔ لیکن اگر اس کا مصداق کوئی اور لوگ قرار دے دیئے جائیں تو اس میں کسی اہم و عظیم واقعہ کی بطور اظہار غیب خبر نکلتی ہے اور نہ کسی اہم تاریخی امر کا بتلایا جانا پایا جاتا ہے بلکہ جیسا کہ اوپر عرض ہوا ایک مہمل و بے ہودہ بات بن کر رہ جاتی ہے جس کا منبع الہام الہٰی کی طرف منسوب کرنا ایک لغو بات ہے اور جس سے حضرت اقدس پر حرف آتا ہے۔

نظام جماعت و اکثریت افراد

اب یہ سوال کہ جماعت احمدیہ لاہور کے جملہ افراد کی حالت ایسی نہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر یہ الہام صادق آئے اس لئے یہ الہام اس جماعت پر چسپاں نہیں ہو سکتا یہ بھی قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ جب بھی بحیثیت مجموعی کسی جماعت کی نسبت کچھ کہا جائے گا تو اس کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہ ہوگا کہ اس جماعت کے نظام اور اس کے افراد کی اکثریت کی حالت ایسی ہے۔ یہ نہیں بھی کبھی نہیں ہوا کہ کسی جماعت کا ہر فرد اس معیار پر پورا اترا ہو جو اس کی اجتماعی حالت کی رو سے اس کی نسبت قائم کیا جائے گا۔ ہمیشہ فیصلے اس کے مقتدر اصحاب یا رفتار نظام یا کثرت افراد کی حالت پر لگایا جائے گا۔ اب دیکھو کہ جماعت احمدیہ لاہور کس قدر قلیل و کمزور جماعت رہی ہے اگر اس کی مساعی کے باعث احیاء علوم قرآن و اشاعت اسلام ایسے عالی و پاک مقاصد اس زمانہ میں ایسے بے نظیر و بے مثال رنگ میں انجام پا جائیں کہ جس پر اسلامی سلطنتوں و حکومتوں کو بھی رشک ہو تو کیا اس امر کے تسلیم کرنے میں کچھ شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ واقعی اس کے نظام کے پیش نظر اور اس کے افراد کی اکثریت کے مدنظر بھی پاک و بلند عزائم ہیں؟

خدائی تحریکوں کی ترقی میں مشکلات اور رکاوٹیں

حضرت مسیح علیہ السلام کی اصلاحی تحریک کا ان کے اپنے وقتوں میں کیا حشر ہوا؟ آپ کی زندگی میں ہی آپ کو مخالفوں نے اپنی طرف سے صلیب پر لٹکا کر ختم کر دیا۔ منتخب حواری تتر بتر ہو گئے اور جان کے خوف کے باعث بعض نے اخفاء حق سے کام لیا۔ بہت عرصہ تک بظاہر یہ معلوم دیتا تھا کہ خدائی تحریک کا بکلی خاتمہ ہو گیا لیکن اس عارضی روک و مخالفت کے باوجود آخر کار وہ تحریک دنیا میں پھیل کر ہی رہی۔ پس یہ بات بھی صحیح نہیں کہ الٰہی تحریک کا قدم کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹتا بلکہ خدائی وعدے اس کے مواعید کی طرح مشروط ہوا کرتے ہیں اور متبعین کی عملی زندگی کے مطابق ان کا نتیجہ نکلتا ہے لیکن اس کے برعکس یہ اصول بنانا بھی ویسا ہی غلط ہے کہ یہ کہا جائے کہ عارضی روک کا انجام آخری ناکامی ہی ہے۔ قرآن شریف کی مشہور آیت وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ سے خود یہ سنت اللہ واضح ہے کہ ہر خدائی تحریک کے قیام کے بعد اس کے سد راہ شیطان آیا کرتا ہے یہ شیطانی روک تھوڑے عرصہ کے لئے ہو یا زیادہ مدت کے لئے لیکن بالآخر خدا تعالےٰ اسے دور کرکے اپنے مامور کی بعثت کے مقصد یعنی اصلاح خلق کے پورا ہونے کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ خود حضرت مسیح موعود نے اپنی تحریروں میں یہ امر واضح کر دیا ہے کہ یہ مت سمجھا جائے کہ آپ کی جماعت کی ترقی بلا روک ٹوک ہوتی چلی جائے گی۔ اپنی پہلی کتاب فتح اسلام میں تو آپ اپنی مماثلت کو بیان فرماتے ہوئے یہاں تک تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح کے ساتھ جو خدائی وعدہ الفاظ انی متوفیک و رافعک الی میں کیا گیا تھا تو یہ عیسائیوں کی غلطی ہے کہ انہوں نے اس کے ظاہرا معنے لئے اور یہ سمجھ لیا کہ حضرت عیسیٰ مسیح کی ظاہری وفات اور پھر ان کے دوبارہ جی اٹھنے کا وعدہ دیا گیا ہے، حالانکہ خدا تعالیٰ نے یہ کہا تھا کہ حضرت مسیح کے اصل مقاصد فوت ہو جائیں گے لیکن کچھ عرصہ بعد خدا تعالےٰ ان مقاصد کا احیاء کرے گا چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اس عاجز کو بھی یہی الہام ہوا ہے کہ یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی اور اس عاجز کو بھی مسیح سے مماثلت ہے۔ مگر کم ہیں وہ لوگ جو ان بھیدوں کو سمجھتے ہیں۔ پھر مخالفت [illegible] تحریروں کے حضرت اقدس اپنی الوصیت میں تو واضح طور پر اس امر کو بیان فرما گئے ہیں کہ یہ مت خیال کرو کہ اب فتح ہی فتح ہے بلکہ ابھی ایک اور زبردست مخالفت جماعت کو پیش آنے والی ہے جب قوموں ہنسی اور ٹھٹھہ سے پیش آئیں گی اور شدت مخالفت کے باعث کئی مرتد ہونے کی راہ اختیار کر لیں گے۔ میں نے ان مضامین میں یہی حضرت اقدس نے اس الہام ایلی ایلی لما سبقتانی کو گذشتہ شدید ترین مخالفت کے متعلق بتلایا ہے

(باقی آئندہ)

ذکر و فکر

دین ملّا • اسلام کا قیمہ • مذہب کے ٹھیکیدار • پانچہزاری • میرزائیت، شیعیت، مودودیت • حکومت کا فرض

* روزنامہ "ملت" (۱۴ جون) سے *

معاصر عزیز "نوائے وقت" نے ایک "ناگوار بحث" کے عنوان سے ایک طویل شذرہ سپرد قلم کیا ہے جس میں علمائے کرام کی باہمی توتکار پر تبصرہ کرتے ہوئے فریقین سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اسے بند کر دیں۔ معاصر لکھتا ہے:۔

"ان دنوں ایک طرف جناب مولانا احمد علی آقائے مرتضیٰ احمد خان میکش (مدیر نوائے پاکستان) جماعت اہل حدیث کے ترجمان "الاعتصام" اور دوسری طرف جماعت اسلامی کے ترجمانوں اور مولانا مودودی کے درمیان ایک ناگوار بحث جاری ہے۔ اوّل الذکر اصحاب کی طرف سے مولانا مودودی پر یہ الزامات عاید کئے گئے ہیں کہ انہوں نے صحابہ کبار اور بزرگان دین کی توہین کی ہے فتنہ انکار حدیث کو بالواسطہ تقویت پہنچائی ہے اور یہ کہ وہ محمدی اسلام کے مقابلہ پر ایک نیا معجون مرکب اسلام پیش کر رہے ہیں۔ دوسری طرف مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے ترجمانوں نے یہ الزام جاید کیا ہے کہ مولانا پر یہ حملے سیاسی غرض کے ماتحت اور کسی اشارہ پر کئے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میکش صاحب پر جماعت قادیان سے روپیہ لینے کا الزام عاید کیا گیا ہے مولانا احمد علی کو کفن چور نمبر اول اور "الاعتصام" کے مدیر کو کفن چور نمبر ۲ کے خطابات عطا کئے گئے ہیں"۔

بحث کے "ناخوشگوار" اور افسوسناک ہونے میں کسی کو شبہ نہیں کیونکہ علمائے کرام کی بحث عموماً شک و شبہ سے بالا ہوتی ہے۔ اگر کوئی قسمت کا مارا شبہ کا شکار بھی ہو جائے تو کفر کے فتوے سے اس کی مناسب سرکوبی کر دی جاتی ہے۔ لیکن اس پر "اظہار افسوس" بالکل فضول ہے، جب علامہ اقبال مرحوم واشگاف الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ ؎

دین ملّا فی سبیل اللہ فساد

تو معاصر "نوائے وقت" یا کسی اور کو "مداخلت فی الدین ملّا" کا حق کس طرح پہنچتا ہے؟ بقول شاعر ؎

"پگڑی اپنی سنبھالئے گا میرؔ
اور بستی نہیں یہ دلّی ہے"

مولویوں کے متعلق یوں تو ہر طبقہ میں مختلف خیالات پائے جاتے ہیں اور یہ بھی مسلّم ہے کہ دو مولویوں میں مرغی حرام ہو جاتی ہے، لیکن گزشتہ تیرہ سو سال میں قصائیوں کے اس طبقہ نے اسلام کا قیمہ کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ شیعہ سنی، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چشتی، سہروردی، وہابی، مرزائی، دیوبندی، چکڑالوی، اہل قرآن، نقشبندی، نیچری بریلوی، مودودی، بہائی، یکتاشی، خارجی، معتزلی، اسمٰعیلی آغاخانی، اور نہ جانے کیا کیا۔ یہ فرقے اور گروہ آخر کیوں پیدا ہوئے؟ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو ناجی کہہ کر باقی سب کو بسم اللہ پڑھ کر جہنم کی بشارت دیتا ہے۔ سوال یہ ہے جہنم کیا کلمہ گوؤں کے لئے بنایا گیا ہے یا اس کا کوئی اور مصرف بھی ہے؟

زیر نظر بحث کا خلاصہ بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام کے ٹھیکیدار مولوی مرتضیٰ احمد میکش اور مولوی احمد علی صاحبان کے نزدیک مولانا مودودی اور ان کے جملہ پیرو کار جنہیں عرف عام میں "صالحین" کہا جاتا ہے "خارج از اسلام" اور "فتنہ پرداز" ہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ جو دام "مودودیوں" کے شکار کے لئے پھیلایا گیا تھا۔ اس میں ٹھیکیدار حضرات بھی پھنس گئے۔ چنانچہ صالحین نے "طوطا" چھوڑا ہے کہ میکش صاحب نے قادیانی جماعت سے پانچہزار روپلے اس غرض کے لئے وصول کئے ہیں کہ جماعت اسلامی کی خبر لی جائے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آج تسنیم نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ تحقیقات فسادات کے ایام میں مولانا میکش جماعت اسلامی کے خلاف مواد اکٹھا کرنے کے لئے قادیانی وکیلوں ہی سے مشورہ لیا کرتے تھے، اللہ اکبر! قادیانیوں کے خلاف سب سے زیادہ شر انگیزی میکش صاحب کا ہی حصہ ہے۔ لیکن قادیانیوں کے "پانچہزاری" کا خطاب بھی انہیں کو ملا ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دراصل یہ مصرع طرح خود جناب میکش ہی نے پیش کیا تھا جس پر "صالحین" نے گرہ لگائی ہے۔ میکش صاحب کا خیال ہے کہ "فتنۂ مودودیت" بھی "فتنۂ میرزائیت" سے کم "ہلاکت انگیز" نہیں، جواب میں "صالحین" نے انہیں میرزائیوں کا ایجنٹ قرار دیکر حساب بے باق کر دیا۔ بظاہر یہ جھگڑا سوکنوں کی اس لڑائی کے مشابہ ہے جو بات بات پر ایک دوسری کو اپنے خصم سے یارانے کا طعنہ دیتی ہیں۔ لیکن اس لڑائی نے فریقین کی کھال کھینچ لی ہے۔

دراصل ہمارے بعض اخبار نویسوں نے وطیرہ بنا رکھا ہے کہ پہلے وہ کسی خاص فرقے یا عقیدے کو فتنہ قرار دیتے اور اس کے خلاف نفرت و حقارت پھیلانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں لیکن جب عوام کے دل و دماغ میں اس فتنہ کا شعلہ بھڑک اٹھتا ہے تو سیاسی مصلحت یا مولیانہ رقابت کے پیش نظر اپنے حریفوں کی پیشانی پر بھی اسی عقیدے کا لیبل چسپاں کر دیتے ہیں۔

"میرزائیت" یا "قادیانیت" ہی کے الفاظ لیجئے، پہلے تو اخبار نویسوں کی ایک کھیپ نے مخصوص اغراض کے تحت انہیں منافرت انگیز قرار دیا، اس کے بعد جس حریف کے خلاف نفرت پھیلانا مقصود ہوا اسے "میرزائی" یا "قادیانی" مشہور کر دیا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں جناب حمید نظامی ——— ایڈیٹر "نوائے وقت"، میاں محمد شفیع ایم ایل اے۔ لال شاہ بخاری سفیر ہالینڈ، بریگیڈیر لطیف سب کو میرزائیت کے خطاب سے نوازا جا چکا ہے اور تو اور علامہ حسین میر کاشمیری اور حاجی لق لق کے متعلق بھی بعض لوگوں نے یہ افواہ اڑا دی کہ وہ قادیان سے وظیفہ لیتے ہیں، حتیٰ کہ مولوی اختر علی خاں کے متعلق تو باوثوق ذرائع سے کہا جاتا رہا کہ وہ احمدیوں کے وظیفہ خوار ہیں، اب مرتضیٰ احمد خان میکش کو میرزائی ایجنٹ قرار دیا گیا ہے۔ تلک الایام نداولہا بین الناس۔

"میرزائیت" کے علاوہ اخبار نویسوں کا ایک طبقہ آج کل "مودودیت" اور "شیعیت" کے خلاف منافرت پھیلانے میں بڑے جوش ایمانی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ ہماری پیشگوئی ہے کہ:۔

ایک زمانہ آئیگا جب "مودودیت" اور "شیعیت" کا نام سنتے ہی سیدھے سادے مسلمان مشتعل ہو جایا کریں گے اور مذہب اور اسلام کے ٹھیکیدار جس حریف کو بدنام کرنا چاہیں گے اسے "مودودیہ" یا "شیعہ" مشہور کر دیں گے۔

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مولانا مودودی نے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے مذہب کا چولا اوڑھا ہے یا ان کے نزدیک اسلام کی اشاعت کے لئے واقعی تلوار کی ضرورت ہے اسی طرح اہل تشیع کے عقاید بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں لیکن ان دونوں جماعتوں کے خلاف آجکل جس انداز میں تنقید ہو رہی ہے اس کا مقصد فتنہ انگیزی کے سوا کچھ نہیں۔ یقین ہے مولویوں کی اس لڑائی سے پاکستان کے دشمنوں کو کسی نہ کسی نئی فتنہ آرائی کا موقعہ ملے گا۔

سوال یہ ہے کہ اس رجحان کی روک تھام کس طرح کی جائے اور چودھویں صدی کے مولویوں کو باہمی خونریزی سے کیسے باز رکھا جائے؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مولویت کی پروڈکشن بالکل بند کر دی جائے، نہ کوئی مولوی رہے گا نہ فتنہ پیدا ہوگا کیونکہ تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ فتنہ مولوی کی "معنوی" اولاد ہے۔

یا پھر کسی بھی عقیدہ اور فرقہ کے خلاف منافرت انگیزی حکماً بند کی جائے ہمارے نزدیک حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسا قانون وضع کرے جس کی رو سے کوئی شخص کسی کلمہ گو کو کافر یا خارج از اسلام قرار نہ دے۔

اگر حکومت نے ہمارے اس مشورے پر عمل نہ کیا تو اسے مذہبی فتنہ آرائیوں کا نتیجہ بھگتنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب ضیا قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

اسلام مغربی افریقہ میں

۱۲ر مئی ۱۹۵۵ء بروز جمعرات۔ ڈیلی ٹائمز مجریہ ۲۳ر فروری ۱۹۵۵ء جو ویسٹ افریقہ علاقہ لاگوس سے نکلتا ہے اس اس ہفتہ مسٹر سالا وادُو رستے ملا۔ اس میں ایک خبر ۔۔۔۔

Bishop warns churches against Islam درج ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری کس طرح اسلام کی ترقی سے خائف ہیں اور یہ ترقی کا سہرا احمدیوں کے سر ہے۔ وقت کی پکار مجدد زمان کی زبان مبارک سے

" بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا "

کی دعوت انفاظ میں دیتی رہی ہے۔ کفر کے قدم اکھڑ چکے ہیں نعرہ تکبیر کے ساتھ ایک ہلّہ کی ضرورت ہے میدان تمہارے ہاتھ ہے غلبۂ اسلام یقینی ہے "بہر حالت شود پیدا" کا مژدہ بھی تمہارے سامنے ہے۔

دو خواتین سلسلہ احمدیہ میں

بیروت سے آنسہ خدیجہ عیتانی کا خط مجریہ ۹ر مئی ہوائی ڈاک سے ملا۔ لکھتی ہیں کہ انہوں نے اور آنسہ ماجدہ شحارۃ الرفاعی نے بیعت کے لئے لاہور مرکز کو خط لکھ دیئے ہیں، اللہ تعالیٰ استقامت بخشے اور ان بچیوں سے اپنے دین متین کی خدمت لے۔ خط کی نقل برائے ملاحظہ معلومات مرکز لاہور روانہ کر رہا ہوں۔ آج رات پھر طبیعت خراب رہی، سخت بے چینی تھی اللہ رحم فرمائے۔

ایک عالم دین کی ملاقات

۱۳ر مئی بروز جمعہ۔ بغرض استفسار صحت استاذ عبدالمجید محمود مدیر مدرسہ جنیدیہ اور ابو عزیز عبدالقادر ڈاہن (نو مسلم) اور اخویم اسماعیل محمود تشریف لائے، استاذ عبدالمجید محمود اردو بھی لکھ پڑھ لیتے ہیں گفتگو بھی رُک رُک کر کر لیتے ہیں آپ کا شمار علماؤں میں ہے پہلے عمامہ باندھا کرتے تھے اب چھوڑ دیا ہے، روزہ نماز کے سختی سے پابند ہیں عصر حاضر کے "ملائے کرام" کے کرتوتوں سے خوب واقف ہیں، اسلام کا درد رکھتے ہیں پاکستان سے دلی محبت ہے، ان سے کئی ایک مقالات پاکستان کی حمایت میں لکھوا کر ذکل اخبارات میں شائع کرائے ہیں سلسلہ کے مخالف نہیں سلسلہ کی خدمات جلیلہ اسلامیہ سے شناخر ہیں اکثر مولویوں کو غیرت دلانے کہتے ہیں، کوئی پندرہ منٹ بیٹھ کر تشریف لے گئے۔

امریکہ میں اسلام کے متعلق دکن ٹائمز کا مضمون

۱۴ر مئی بروز سنیچر۔ طبیعت اچھی نہیں گھر پر بستر پر لیٹا ہوا تھا خیال آیا کہ "امریکہ میں اسلام کے نور کی ضیا پاشیاں" کے عنوان سے جو مدینہ میں مضمون چھپا تھا وہ دکن ٹائمز سے لیا گیا تھا مضمون مذکور پر مدینہ نے میرا تبصرہ شائع نہیں کیا ممکن ہے دکن ٹائمز کے قابل نامہ نگار تک میری تنقید نہ پہنچی ہو۔ مکتوب بغداد ۹ر فروری میں مضمون بالا پر ندیم القدس صاحب محرر دکن ٹائمز کا ذکر اور نقل مضمون اخبار مدینہ آیا ہے، اس کی ایک کاپی آج دکن ٹائمز حیدر آباد دکن کو برائے معلومات و ملاحظہ بھجوائی۔

سفیر سعودی کو تبلیغ

پاکستان کے اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر کہ ہز ایکسی لنسی سید عبدالرحمن الامام کو حکومت عربیہ السعودیہ کی جانب سے پاکستان میں سفیر مقرر کیا گیا ہے اور جناب موصوف نے ۱۴ر اپریل کو جناب غلام محمد صاحب کی خدمت میں اپنی اسناد سفارت پیش کیں، خوشی ہوئی، اس تقریب سعید کی مناسبت سے موصوف کی خدمت میں "ذکری مولانا محمد علی رح" ڈاک سے بھجوایا۔ اس سے تحریک احمدیت کو سمجھنے میں کچھ مدد مل سکتی ہے، اب ہمارے کراچی کے دوستوں کا کام ہے کہ وہ مزید معلومات بہم پہنچائیں۔

لیلۃ القدر اور بعثت مجددین

۱۸ر مئی بروز بدھ۔ آج رمضان کی ستائیسویں رات ہے، اسے لیلۃ القدر، شب قدر بھی کہتے ہیں۔ اس عظیم الشان لیل کے فضائل صلحائے امت نے نہایت تفصیل کے ساتھ درج کئے ہیں۔ یہی تو وہ بابرکت پُرعظمت لیل ہے جس میں خلق خدا کی دائمی ہدایت کے لئے قانون الٰہی بشکل قرآن کریم نازل ہوا جس کی طرف انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کا اشارہ ہے پھر وما ادراک ما لیلۃ القدر فرما کر فوراً تسلی دی، کیسے مخبر صادق صلعم کو لیلۃ القدر خیر من الف شھر کہ یہ انوکھی یکتا رات ہزار مہینوں سے خیر ہے بابرکت ہے اے محمدؐ جو چیز قرآن کی شکل میں تم پر اتاری گئی اس کی حفاظت کا ذمہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ہم لیتے ہیں خاتم النبیین صلعم کے بعد یہ سلسلہ مجددین کی صورت میں امت محمدیہ میں جاری رہا ہے ہر صدی (الف شھر) کے سر پر مجدد مبعوث ہوتا رہا اور اس کے ذریعہ حفاظت کا وعدہ بھی پورا ہوتا رہا ہے وابستگان سلسلہ احمدیہ قرآن پاک کی سالگرہ کی لیل آج (جبکہ اسلام اندرونی و بیرونی اعداء کے نرغہ میں پھنسا ہوا ہے) تم کو جو مجدد اعظم مسیح موعود مہدی مسعود کے نام لیوا ہو تک رہی ہے

شیعوں میں اذان پر اختلاف

۲۰ر مئی بروز جمعہ۔ آج کل کاظمین شریف کے اہل تشیع کے دو گروہ میں اذان کے مسئلہ میں سخت اختلاف رونما ہوا ہے۔ ممکن ہے اس کی اطلاع ہند و پاکستان کے اخوان شیعہ تک پہنچ چکی ہوگی۔ یہ تو علم ہے کہ شیعوں میں اذان میں اشھد ان علی ولی اللّٰہ کہتے ہیں اور اس پر سخت مصر ہیں کہ یہ ضرور کہا جائے تاریخ ملون اصحاب کو ترک ایران کی افواج متحدہ کی وہ آخری شکست یاد ہوگی جو روس کے مقابلہ میں اسی فقرہ کی برکت سے اٹھانی پڑی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی، بلکہ آج تک یہ ہر دو ممالک اسلامیہ روس کے مقابلہ میں سنبھل نہ سکے، خیر یہ افسوسناک قصہ تذکرۃً آ گیا۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ شیعہ بھائیوں کے دو احزاب اس فقرہ کی وجہ سے آپس میں دست وگریباں ہیں۔ فضیلت مآب مجتہد الکبیر امام محمد مہدی الخالصی فرماتے ہیں کہ اذان میں یہ فقرہ بعد میں رواج پا گیا یہ بدعت سیئہ ہے میں مجتہد ہوں مصلح ہوں میرا اجتہاد یہ ہے کہ اذان میں یہ فقرہ استعمال نہ کیا جائے اس سے شیعہ سُنّیوں میں بجائے دوری ہونے کے تقرب پیدا ہوگا۔ انہی امام محمد الخالصی نے چند سال قبل صلوٰۃ الجمعہ اپنے پیرووں میں رائج کی اس پر کتابیں لکھیں اور ثابت کیا تھا کہ جمعہ کی نماز فرض ہے آج کاظمین میں نماز جمعہ امام موصوف کی اقتدا میں پڑھی جاتی ہے، امید ہے کہ یہ اصلاحی تحریک بھی انشاء اللہ کامیاب ہوگی۔

تعیین عید میں اختلاف

۲۳ر مئی بروز پیر۔ آج سویرے ہی سے طبیعت نڈھال ہے۔ بے حد کمزوری محسوس ہو رہی ہے جوائنٹ کی مرضی۔ سوریہ۔ مصر۔ شرق الاردن میں کل عید منائی گئی عراق میں آج منائی جا رہی ہے اخوانِ شیعہ کا نصف حصہ اپنے مجتہدین ...... کے ماتحت آج عید منا رہا ہے باقی نصف نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ سنا ہے کوئٹہ میں آج عید ہے باقی پاکستان و ہند میں کل عید منائی جائے گی نہ معلوم یہ گورکھ دھندہ کب ختم ہونے میں آوے گا آج ساری دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے۔ "تیام بم" ہے۔ ریڈیو ٹیلیویژن کا زمانہ ہے کیا ایک جگہ مقرر نہیں کی جا سکتی کیا اس کے لئے بہترین مقام دنیا کی ناف مکہ معظمہ نہیں وہاں سے احکام صادر کئے جا سکتے ہیں یہ عجیب تماشا ہے اتوار، پیر، منگل تین دن عید منائی جا رہی ہے اور دن بھی وہ کہ اگر عید ہے تو روزہ حرام ہے، قرآن کریم اور سنت نبوی کی روشنی میں آئمہ دین امر کا جلد فیصلہ کریں، تا اپنوں کو افسوس اور بیگانوں کو ہنسنے کا موقعہ نہ ملے۔

اخوان سلسلہ کی عید

اخوانِ سلسلہ ساتھ مل کر نماز عید نہ پڑھ سکے۔ اس کی بڑی وجہ میری اور محترمی سید عابد علی صاحب کی علالت ہے، میں نہ خطبہ دینے کے قابل اور نہ امامت کے فرائض کے لائق، قلب کی کمزوری کی وجہ سے سجدہ نہیں کر سکتا اشارہ سے نماز میں سجدہ ادا کرتا ہوں دوسرے کئی ایک احباب بغداد سے باہر ہیں، گھر پر بیٹھا ہوا ہوں، احباب جماعت ربوہ سارے کے سارے ملنے آئے حاجی عبداللطیف صاحب، محمد یوسف الدین آفریدی مرزا محمد خان صاحب مولوی غلام محمد صاحب اور مولوی عبدالواحد صاحب سماٹری، عزیز ہاشم صاحب، مولوی عبدالواحد صاحب سے پہلی ملاقات۔۔۔

جہلم میں یوم وصال حضرت مسیح موعود

۲۶ مئی کو شام کے ۵ بجے مسجد احمدیہ جہلم میں حضرت مسیح موعود کے یوم وصال کی تقریب پر ایک جلسہ جناب مستری یعقوب علی صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوا۔

سب سے پہلے صاحب صدر نے حضرت اقدس کے دامن سے وابستگی کو خدا تعالیٰ کا خاص فضل قرار دیتے ہوئے اس امر پر بالتفصیل روشنی ڈالی کہ کسی مامور کے ساتھ وابستگی اور خدمت دین کا موقعہ ملنا توفیق ربی سے ہوتا ہے، اور ہمیں بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کہ اس نے اپنے فضل سے ہمیں توفیق عطا فرمائی، ورنہ محض علم و عقل اس راستہ میں سد راہ ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اب جب ہم نے اس مامور من اللہ کو مانا ہے تو ہمیں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے متعلق اپنے عہد کو پوری طرح نباہنے کی سعی کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد خاکسار کی صاحبزادی فرخندہ اختر نے (جس کی عمر ۱۱/۱۲ سال ہے اور چھٹی میں پڑھتی ہے) ایک مقالہ پڑھا جس میں بتایا کہ ہمارے مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے نبوت کا دعویٰ کر کے آنحضرت صلعم کی ہتک کی ہے اور حضرت نبی کریم کے خاتم النبیین ہونے سے انکار کیا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) اس الزام کے جواب میں عزیزہ محمودہ نے حضرت اقدس کا ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ جس سے ثابت ہے کہ حضرت اقدس نے نہ تو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور نہ حضور نبی کریم صلعم کی ختم نبوت کے آپ انکاری ہیں بلکہ آپ کا دعویٰ حضرت نبی کریم صلعم کی غلامی کا ہے تا یہ ثابت کریں کہ روئے زمین پر زندہ جاوید نبی صرف آنحضرت صلعم ہی ہیں جن کی پیروی اور غلامی میں ان کا ایک ادنیٰ خادم امام الزمان اور مسیح موعود ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد خاکسار نے احادیث سے مسیح موعود کے کام بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ اگر حضرت مسیح موعود خدا کی طرف سے نہ ہوتے اور آسمانی تائیدات آپ کے شامل حال نہ ہوتیں تو پھر حضور وہ کام کس طرح سر انجام دے سکتے تھے جو آنحضرت صلعم نے مسیح علیہ السلام کے ذمہ کام بتلائے ہیں۔ مثلاً اسلام کو تمام مذاہب باطلہ پر غالب ثابت کرنا (۲) عیسائیت کو باطل کرنا اور خنزیر صفت لوگوں کو ہلاک کرنا جو اسلام کو تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے۔ جیسے لیکھرام۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم۔ پادری ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی وغیرہ حضرت اقدس کی بعثت سے قبل اسلام کی یہ حالت تھی کہ وہ ایک مغلوب و مفتوح اور بے یار و مددگار مذہب دکھائی دے رہا تھا اور عیسائیت غالب اور فاتح کی حیثیت میں دکھائی دیتی تھی۔ سارے مسلمان عیسائیت کی طرف جھک چکے تھے کچھ اسلام کو خیرباد کہہ چکے تھے باقی تیار بیٹھے تھے یہاں تک کہ لنڈن کے لاٹ پادری کو یہ کہنے کی جرأت ہوئی کہ آئندہ پچاس سال کے اندر شاہی مسجد دہلی کو گرجا بنا کر عیسائیت کی بولی ملی میں سنائی جائے گی۔

لیکن حضرت اقدس کی بعثت کے بعد تمام مذاہب باطلہ دم دبا کر بھاگتے دکھائی دینے لگے اور اسلام اپنی پوری شان و شوکت سے چمکنے لگا۔ اور عیسائیت جس کے پیچھے حکومت کے بے پناہ خزانے اور طاقت تھی۔ اور جن کا مفت لٹریچر لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں اسلام کے خلاف شائع ہو رہا تھا۔ جن کے حسن شہر شہر میں دکھائی دیتے تھے اور مسلمانوں کے ان غلط عقاید نے کہ حضرت مسیح ناصری ۲ ہزار سال سے زندہ آسمان پر موجود ہیں اور امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے وہی تشریف لائیں گے۔ اور نیز معصوم نبی صرف حضرت مسیح ہی ہیں اور انہی کی ولادت مس شیطان سے پاک ہے وغیرہ وغیرہ۔ نے عیسائیوں کے حوصلے اور بلند کر دیئے تھے اور اسلام کے علمبردار ہونے کے مدعی۔ پیر۔ گدی نشین اور علماء۔ ان غلط عقاید کی وجہ سے پادریوں کے سامنے آنے کی جرأت نہ کرتے تھے اور نہ کر سکتے تھے۔ ایسی صورت میں حضرت اقدس نے نہ صرف اسلام کو برتر اور آنحضرت صلعم کو ہی زندہ اور معصوم نبی ثابت کیا۔ بلکہ عیسائیت کی وہ بیخکنی کی کہ خود عیسائیوں کے مرکز یورپ میں بل چل مچ گئی اور تثلیث پرست ایک خدائے واحد کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے، اور آنحضرت صلعم کی غلامی کا جؤا اپنی گردن پر رکھنے میں فخر محسوس کرنے لگ گئے۔ ۲۲

۲۲ حضرت اقدس ایسی حالت میں اس دنیا سے تشریف لے گئے کہ اسلام غالب و فاتح اور عیسائیت اور دوسرے مذاہب مغلوب و مفتوح ہو چکے تھے، یہ وہ حقیقت ہے جس کو حضرت اقدس کی وفات پر غیر از جماعت لوگوں نے کھلے الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔

پس اگر نعوذ باللہ حضور اپنے دعوے میں کاذب تھے تو خدا تعالیٰ نے فدایان اسلام و نائبین رسول کے بالمقابل ایک مفتری کو کیوں فتح عظیم بخشی۔ پھر حضرت اقدس اپنے پیچھے ایک زندہ اور فعال جماعت چھوڑ گئے جو حضرت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی بڑائی و برتری ثابت کرنے کے لئے رات دن کوشاں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے۔ اس کے بعد جلسہ دعا پر ختم ہوا۔

خادم ۔ حکیم عبدالعزیز ۔ جنرل سیکرٹری ۔ جہلم

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جات سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تا کہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۳۰ جون ۱۹۵۵ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۳۰ جون تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم وصول ہوئی تو مجبوراً یکم جولائی ۱۹۵۵ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کیا جائے گا۔ جس کو چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہو گا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہو گا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۲	6/-/-	۱۵۳	6/-/-	۳۵۳	6/-/-	۱۴۳	12/-/-
۲۲	6/-/-	۱۴۲	6/-/-	۳۶۴	6/-/-	۱۵۰	12/-/-
۳۴	6/-/-	۱۶۹	8/-/-	۳۶۶	6/-/-	۱۷۲	8/-/-
۵۴	6/-/-	۱۷۳	12/-/-	۴۱۴	30/-/-	۱۷۴	24/-/-
۶۲	6/-/-	۱۲۵	6/-/-	۴۱۵	6/-/-	۱۸۱	......
۷۵	6/-/-	۱۸۴	30/-/10	۴۴۹	1/-/-	۱۸۳	12/-/-
۸۲	6/-/-	۱۹۱	24/-/-	۴۵۱	24/-/-	۱۹۸	12/-/-
۸۵	6/-/-	۱۹۹	24/-/-	۴۵۳	50/-/-	۱۹۹	16/-/-
۸۷	6/-/-	۲۰۶	6/-/-	رعایتی		۲۰۱	3/-/-
۹۳	60/-/-	۲۱۹	6/-/-	۷۶۸	3/-/-	۲۰۲	12/-/-
۹۶	6/-/-	۲۳۰	18/-/-	۶	9/-/-	۲۰۴	6/-/-
۹۹	6/-/-	۲۳۱	6/-/-	۸	3/-/-	۲۰۵	4/-/-
۱۰۶	6/-/-	۲۳۳	6/-/-	۱۸	5/-/-	۲۲۲	28/-/-
۱۲۲	6/-/-	۲۴۵	6/-/-	۲۷	12/-/-	۲۲۹	12/-/-
۱۲۸	6/-/-	۲۵۳	12/-/-	۳۲	9/-/-	۲۳۷	12/-/-
۱۳۱	6/-/-	۲۶۳	12/-/-	۵۱	6/-/-	۲۴۴	15/-/-
۱۳۷	12/-/-	۲۷۷	6/-/-	۵۷	16/-/-	۲۵۳	12/-/-
۱۴۰	6/-/-	۲۸۷	18/-/-	۶۰	3/-/-	۲۵۴	12/-/-
۱۴۳	6/-/-	۳۰۵	18/-/-	۶۳	6/-/-	۲۸۵	24/-/-
						۳۰۰	12/-/-
۱۴۸	6/-/-	۳۲۰	12/-/-	۶۴	15/-	۳۰۲	12/-/-

(مینیجر پیغام صلح)

خیرات (دان) کے بارے میں محمد صاحب (صلعم) کی کچھ حدیثیں

ہندی رسالہ "نیا ہند" الہ آباد سے

محمد صاحب نے کہا کہ:- اچھی چیزوں میں سے لوگ خیرات نہیں کرتے، لیکن اللہ کیول اچھی چیزیں ہی سویکار کرتا ہے۔ پھر بھی چاہے دان میں سوکھے کھجور ہی کیوں نہ دیئے گئے ہوں، خداوند کریم اس دان کو اپنے داہنے ہاتھ سے لیتا ہے، یہ چیز اللہ کے ہاتھ میں بڑھتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔ اللہ اس چیز کی حفاظت ایسے کرتا ہے جیسے تم اپنے دودھ پیتے بچھڑے یا اپنے دودھ پیتے چھوٹے بچے کی حفاظت کرتے ہو۔"

(ابو ہریرہ، بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، مالک)

ایک بدو نے پوچھا:- "اے اللہ کے رسول! ہجرت کے [illegible]"۔ پیغمبر نے کہا:- "ہجرت کرنا بہت کٹھن کام ہے۔ کیا تمہارے [illegible] اونٹ ہے؟" اس آدمی نے کہا "ہاں" محمد صاحب نے پوچھا:"کیا تم اس پر [illegible] کا ہر سال دان) بھی نکالتے ہو؟" اس آدمی نے کہا "ہاں"۔ محمد صاحب [illegible] کیا تم اس کا دودھ لوگوں کو اپنی طرف سے پینے کے لئے دیتے ہو؟" اس نے کہا "ہاں" محمد صاحب نے پھر پوچھا:- "اور کیا جس دن تم اس کو پانی پلاتے ہو تو اس کا دودھ غریبوں میں بانٹتے ہو؟" اس نے کہا "ہاں"۔ پیغمبر نے کہا۔ "تب ہجرت کا کشٹ بھوگنے کے بجائے تم سمندر کے اس پار اپنا کام دھندا کرو کیونکہ سچ یہ ہے کہ تمہارے ہر نیک عمل کا بدلہ بھگوان تمہیں ضرور دیگا۔"

(ابو سعید، بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی)

محمد صاحب نے ایک بار پھر کہا:- "خدا کہتا ہے کہ تم خیرات میں خرچ کرو اور میں تم کو ادا دونگا خدا کے دونوں ہاتھ دھن سے بھرے ہیں، دن رات خرچ کرنے پر بھی اس کے دھن میں کوئی کمی نہیں آتی، کبھی تم نے اس پر سوچا ہے؟ جب سے اس نے زمین اور آسمان کو بنایا ہے تب سے اس نے کتنا خرچ کیا ہوگا؟ پھر بھی اصلیت یہ ہے کہ جو کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے اس پر کوئی اثر نہیں پڑا۔"

(ابو ہریرہ، بخاری، مسلم، ترمذی)

محمد صاحب نے ایک بار کہا:- "اللہ تم سے کہتا ہے کہ اے آدم کی اولاد! تمہاری ضرورت سے زیادہ جو دھن تمہارے پاس ہے اسے اپنے ہاتھ سے دوسروں کو دے ڈالنا تمہارے لئے بہتر ہوگا، اور اس دھن کو اپنے پاس رکھنا تمہارے لئے برا ہے۔ اگر کھانے پینے کے لئے تمہیں ضرورت بھر مل جاتا ہے تو وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ دینے سے اس آدمی سے شروع کرو جو تمہارا رشتہ دار ہے۔"

(بابو امیہ، مسلم، ترمذی)

کسی [illegible] پیغمبر نے کہا "تو اسے اپنے اوپر [illegible] ایک اور دیا ہے۔" پیغمبر نے کہا [illegible] بڑا یا دیا بھی ہے۔" محمد صاحب نے کہا [illegible] کہا "اسے [illegible] دینار بتا [illegible]

از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور

بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب [illegible]

اہل مد رجسٹری دفتر۔ صاحب ڈپٹی کمشنر

جھنگ

P.O. Jhang

سردار موسی کا نام ہی ان المنافقین ہے (ریاض کو)

"ترقی پسند" کی موت

کسی مخالف، معاند، نکتہ چین کے قلم سے نہیں، عزیز دوست و معتقد کے قلم سے ماہنامہ "نقوش" (لاہور) کے منٹو نمبر میں:-

"کافی دیر تک انہیں خود بھی یقین نہیں تھا کہ ان کا وقت اب آ گیا ہے..... ان کی نبض برابر ڈوبتی گئی اور درد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا... گھر کی عورتوں کے لئے یہ منظر ناقابل برداشت تھا۔ انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر منٹو ماموں فوراً مشتعل ہو گئے... منٹو ماموں مجسم غیظ و غضب بنے ہوئے تھے، معلوم نہیں وہ اپنے آپ سے ناراض تھے یا شراب سے جو ان کی قبل از وقت موت کی ذمہ دار تھی..... انہوں نے کہا "مجھے بڑی سردی لگ رہی ہے۔ اتنی سردی شاید قبر میں بھی نہیں لگے گی۔ میرے اوپر اور رضائیاں ڈال دو" کچھ دیر بعد ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک نمودار ہوئی۔ انہوں نے آہستہ سے کہا کہ میرے کوٹ کی جیب میں ۳½ روپیہ پڑے ہیں۔ ان میں کچھ اور پیسے ملا کر تھوڑی وسکی منگا دو" شراب کے لئے انکا اصرار جاری رہا اور ان کی تسلی کے لئے ایک پوا منگا لیا گیا۔ انہوں نے پوتل کو بڑی عجیب اور آسودہ نگاہوں سے دیکھا۔ اور کہنے لگے میرے لئے دو پیگ بنا دو اور یہ کہتے ہوئے درد اور تشنج کے دورہ کے باعث وہ کانپ سے اٹھے۔"

مسلمان کا بچہ ایسے موقعہ پر شاید طلب آب زم زم کرتا ہے۔ توبہ و استغفار میں مشغول ہوتا ہے۔ اور گرد والے تلقین کلمہ شہادت کی کرتے رہتے ہیں۔ یہاں اس کے برعکس۔

"منٹو ماموں کی آنکھوں میں اس وقت بھی اپنے لئے رحم کا کوئی شائبہ موجود نہ تھا..... انہوں نے اپنے بچوں کو یا کسی اور کو اپنے پاس نہیں بلایا۔ وہ نگاہ واپسیں یا وصیت کے کبھی قائل نہ تھے بستر مرگ پر منٹو ماموں نے شراب کے سوا اور کوئی چیز نہیں مانگی۔ انہیں بہت پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ شراب ان کی جانی دشمن ہے اور وہ ۱۵ سے موت کا نام منہ سے نکلنے لگے تھے..... ان سے کم درجہ کا آدمی شاید ایک ڈرامائی موت کا اہتمام کرتا، تاکہ اس کے مرنے کے بعد لوگ اس کا چرچا کریں، اس پر مضامین لکھے جائیں۔ اور اس کے اعزا و احباب کہہ سکیں کہ اس کی زندگی ضرور ایسی تھی جسے ہم پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن مرنے سے پہلے وہ منفعل ہو گیا تھا اور اچھا آدمی بن گیا تھا۔ لیکن منٹو ماموں ریا کار نہیں تھے۔ انہوں نے اس خواہش کا سختی سے مقابلہ کیا۔ انکی موت کے وقت صرف ایک پہلو ڈرامائی تھا یعنی شراب طلب کرنے کا منظر۔"

آگے پڑھنے کا حوصلہ باقی ہو۔ تو جوں توں یہ سطریں بھی پڑھ لیجئے:-

"ایمبولنس جیسے ہی دروازہ پر آ کر کھڑی ہوئی انہوں نے شراب کا پھر مطالبہ کیا۔ ایک چمچہ وسکی ان کے منہ میں ڈال دی گئی۔ لیکن شاید ایک قطرہ مشکل سے ان کے حلق کے نیچے اترا ہوگا۔ باقی شراب ان کے منہ سے گر گئی۔ اور ان پر غشی طاری ہو گئی..... ایمبولنس ہسپتال پہنچی اور ڈاکٹر انہیں دیکھنے کے لئے اندر گئے تو منٹو ماموں مر چکے تھے۔ دوبارہ ہوش میں آئے بغیر راستہ ہی میں ان کا انتقال ہو چکا تھا۔"

"ترقی پسندی" کے معیار سے واقعہ جس درجہ اور نوعیت کا ہو۔ محمد کی شریعت سے بغاوت کرنے والے بھی جو رائے چاہیں قائم کریں۔ خطاب اس وقت ان سے نہیں۔ عرض صرف ان سے ہے جنہیں اپنا ایمان اور حسن خاتمہ عزیز ہے۔ کہ یہ روداد پڑھ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے یا نہیں؟ اور اللہم احفظنا ان کی زبانوں پر بیساختہ آیا یا نہیں؟ —— پھر جس آغاز کا انجام یہ ہوتا ہے خود اس آغاز کی طرف سے آپ اتنا مطمئن اور بے خوف کیوں ہیں؟

پیغام صلح مورخہ ۱۵ر جون ۱۹۵۵ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۵

مالک ایڈیٹر پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں اور باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

(ایڈیٹر - دوست محمد)

جلد ۴۲ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۳۰ شوال المکرم ۱۳۷۴ھ - مطابق ۲۲ جون ۱۹۵۵ء | نمبر ۲۶

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے لئے رحمت ہیں

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے

نوٹ :- آنحضرت کو دنیا کی تمام قوموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے - یہ ایک عظیم الشان حقیقت ہے - اس میں نہ صرف یہ بات بتائی گئی ہے کہ آپ کل دنیا کی طرف مبعوث ہوئے بلکہ یہ بھی کہ آپ رحمت کے رنگ میں مبعوث ہوئے اور دشمنوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے نہیں آئے جیسا کہ زید و دشمنوں کی تباہی اور بربادی کی دعاؤں سے بھری ہوئی ہے بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی نہ صرف آپ نے ہی رحم کا سلوک کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ رحم ہی کیا اور ان کی ہلاکت محض ان کی قوت توڑ دینے تک محدود کی نہ قوم کی تباہی اور بربادی ہوئی چنانچہ یہ تشریح ان الفاظ کی خود حدیث نبوی میں موجود ہے کہ جب آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ مشرکوں پر بد دعا کیجئے تو آپ نے فرمایا اِنِّی لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً میں لعنت کے لئے مبعوث نہیں کیا گیا بلکہ رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں پس آپ کے اعداء سے اللہ تعالیٰ نے بھی رحم کا ہی سلوک کیا اور اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہاں اس کا ذکر کیا کیونکہ یہاں ذکر تو یہی تھا کہ راستباز زمین کے وارث ہوں گے اور یہ وراثت چاہتی تھی کہ دشمن برباد ہوں اور تباہ ہو جائیں تا کہ ان کی جگہ راستباز لیں - تو فرمایا کہ ایسا نہیں ہوگا اس لئے کہ ہم نے رسول کو رحمت بنا کر بھیجا ہے پس مسلمانوں کو زمین کی وراثت تو ملے گی مگر نہ پہلی قوموں کو برباد کر کے بلکہ ان پر رحم کے ذریعہ سے چنانچہ اسلام کی تاریخ میں ایسا ہی نظر آتا ہے کہ کسی قوم کو برباد نہیں کیا گیا۔

ان الفاظ میں یہ بھی بتایا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ صرف دوست ہی اس سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے بلکہ دشمن بھی اور یہ صرف مسلموں کے لئے ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی ہے چنانچہ قرآن کریم کی تعلیم سے بہت سی ان قوموں نے فائدہ اٹھایا ہے اور یہ انکے حق میں بھی رحمت ثابت ہو رہا ہے جنہوں نے پیغام اسلام کو قبول نہیں کیا خود یورپ کی قومیں اسی رحمۃ العالمین سے فائدہ اٹھا رہی ہیں گو اس کی دشمن بھی ہیں وہ اصول جس پر عمل پیرا ہیں جو انجیل کی نہیں بلکہ قرآن کریم کی تعلیم ہے وہ ہر بات میں ایک نظام دکھتی ہیں یہ بھی اسلام کی تعلیم ہے جس نے نماز اور خیرات تک میں اعلیٰ درجہ کا نظام قائم کیا وہ وقت کی قدر کرتی ہیں یہ اسلام کی کھلی تعلیم ہے ان کا رستوں تک کا صاف رکھنا اسلام کی تعلیم اماطة الاذی عن الطریق پر عمل ہے اور آج بیسیوں خوبی کی باتیں جو ان میں ہم دیکھتے ہیں ایک ایک کر کے تعلیم اسلامی کا نتیجہ دکھائی جا سکتی ہیں۔ (بیان القرآن)

جنوبی امریکہ میں تبلیغ اسلام

ایک رومن کیتھولک لڑکی ایک انگریز اور دیگر متعدد اشخاص کا

قبول اسلام

سرینام (جنوبی امریکہ) سے محترم عبدالرحیم جگو کا خط :-

مکرم و محترم ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

دمرارا (برٹش گیانا) سے واپس آ کر میں اپنے تبلیغی کام میں مصروف ہوں جس کے نتیجہ میں ایک رومن کیتھولک لڑکی اسلام قبول کر چکی ہے - یہ واقعہ اس ملک میں ایک بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس ملک میں رومن کیتھولک عیسائیوں کا بہت رعب ہے - ایک اور خوشخبری یہ ہے مسٹر جان ردل عبداللہ John Riddle Abdullah عمر ۴۷ سال نے نماز جمعہ میں قبول اسلام کا اعلان کیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک - صاحب موصوف گاس کمپنی میں ملازم ہیں - اب ان کی بیوی بھی قبول اسلام پر آمادہ ہے - جو عیسائیوں کو ناگوار ہو رہا ہے۔

علاوہ ازیں تبلیغی سلسلہ میں کچھ میڈیکل ڈاکٹر اور نرسیں اردو عربی اور فلسفہ اسلام مجھ سے پڑھ رہی ہیں - اور اب چند ہفتوں سے ایک رومن کیتھولک پادری صاحب بھی آتے ہیں یہ ڈچ نسل ہیں، اردو زبان سے انہیں بہت دلچسپی ہے - جس میں بہت سی اسلامی تاریخ لکھی ہے - یہ صاحب مجھ سے اسلام پر گفتگو کرنا پسند کرتے ہیں - ایک نرس بھی جلد ہی قبول اسلام کرنے والی ہے - ان کا حال آئندہ لکھوں گا انشاء اللہ

میرے پاس غیر مسلموں کے بہت سے خطوط برٹش گیانا، ویسٹ انڈیز اور جنوبی امریکہ کے مختلف جزائر سے آتے رہتے ہیں جو مذہب اسلام کے متعلق کچھ جاننے کی خواہش رکھتے ہیں، وہ ان ممالک میں فقط لٹریچر کے ذریعہ اسلام قبول کر رہے ہیں - ابھی حال ہی میں جزیرہ کیوراسو میں ایک صاحب عبداللہ فیلس اور ایک شخص جس کا نام کمپر ہے (Kampar) مسلمان ہو گئے - اگر ایک مسلمان اپنے آپ کو مضبوطی کیساتھ اسلام پر قائم رکھے تو وہ دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہو جاتا ہے - اس سال رمضان کے مہینے میں لوگوں نے کثرت سے روزے رکھے اور نمازوں میں شامل ہوتے - تبلیغ کی غرض سے نماز اور خطبہ اردو اور ڈچ زبان میں تمام ملک میں ریڈیو کے ذریعہ نشر کیا گیا - حکومت کی طرف سے مہینہ میں دو ہفتہ ریڈیو کے ذریعہ تبلیغ کرنے کا موقع ملتا ہے فالحمد للہ تمام احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے -

آپ کا ممنون - عبدالرحیم جگو

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

جاپان میں تبلیغ اسلام کی ضرورت

جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے۔ ایک گھنٹہ بیٹھے، زیادہ تر گفتگو جاپان میں تبلیغی میدان پر ہوئی، اس دوسری جنگ عظیم کے بعد شہنشاہ جاپان کی خدائی کا خاتمہ ہو گیا۔ جاپانیوں کی آنکھوں نے اسے ایک مجبور و مقہور جاپانی کی طرح بے کس و بے بس پایا۔ ایک زبردست ذہنی و دینی انقلاب ظہور پذیر ہوا۔ انسان پرستی کا طلسم تقریباً ٹوٹ گیا۔ صراط مستقیم کی جانب لوگوں کی توجہ مبذول ہونے لگی، پیاسے پانی کی تلاش میں ادھر ادھر پھر رہے ہیں، امریکہ کے عیسائیوں کی دوربین نگاہوں نے اس انقلابی حالت کو اچھی طرح سے بھانپ لیا ہے۔ ڈالر کی تھیلیوں کے منہ کھول دیئے گئے ہیں میکاڈو پرستی کی جگہ ابن مریم کا ڈنکا بجایا جاتا ہے، مشرق بعید کے آسمان کی جگہ ناصرہ کا خدا کا ایک وہ بندہ بغرض عبادت بٹھایا جانے کو ہے جس نے اپنی عاجزی کا ان الفاظ میں اقرار کیا ما قلت لهم إلا ما أمرتني به أن اعبدوا الله ربي وربكم مگر وہ مسلمان خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں کچھ جو بیدار ہیں وہ نہ تو خود کچھ کر سکتے ہیں اور نہ اس میدان کے شہسوار احمدی مجاہدوں کو کچھ کرنے دیتے ہیں۔ الٹا ان مرد مسلمانوں کو کافر کہہ کر اعدائے اسلام کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں جاپان میں تبلیغی کام کا اب بھی موقع ہے، بیدار مسلمان اٹھیں مفت تقسیم اسلامی لٹریچر جماعت احمدیہ سے لیں اور اللہ کا نام لے کر جاپان کے میدان میں کود پڑیں، امریکہ کے ڈالر، انگریزی کے پونڈ کے مقابلہ میں تھوڑی سی محنت سے تمہاری کامیابی یقینی ہے کیونکہ تمہارے پاس حق و صداقت کا سرمدی پیغام ہے۔ سراب نہیں۔ اصل میں حقیقی پانی ہے جس سے پیاسوں کی پیاس بجھائی جا سکتی ہے۔ انسان پرستی کی جگہ یہی ایک وحید پیغام ہے جو خدا پرستی قائم کر سکتا ہے۔ اے اللہ تیرے پیغام کو پہنچانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

جناب چشتی صاحب بھی مزاج پرسی کے لئے دس بجے تشریف لائے آدھ گھنٹہ ادھر ادھر کی باتیں رہیں اپنی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ کاش ایسے چند نوجوان "درد عشق محمدؐ" ایں مرد جانم رود" کا دعوے کرنے والے جاپان کے تبلیغی میدان کا رخ کریں اور خدا کی قدرت کا نظارہ دیکھیں۔

حضرت امام الزمان کی یاد

آج ۲۶ مئی ۱۹۵۵ء ہے شمسی حساب سے آج پورے ۴۷ سال قبل ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فرستادۂ الٰہی عاشق رسول عربیؐ۔ شارح قرآن۔ خادم اسلام۔ پہلوان رب جلیل۔ مجدد صد چہار دہم، محافظ ناموس رسول اعظم۔ مسیح موعود۔ مہدی مسعود، اپنے فرائض کی ادائیگی کے بعد اپنے رفیق اعلیٰ کی ندا پر لبیک کہتے ہوئے اس سے جا ملا۔ لوگ ہاں وہ لوگ جنہوں نے اس برگزیدہ ہستی کو ساری عمر ستایا تکالیف دیں یہ سمجھے کہ اب کام ختم ہو گیا اب نہ مرزا ہے اور نہ اس کی جادو بیانی۔ چند روز میں یہ چیلے چانٹے اپنی اپنی راہ لیں گے۔ یہ لوگ اپنے ...... آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر اس الٰہی کارخانہ کو بھی اس پر قیاس کر رہے تھے انہیں کیا خبر کہ یہ محمدی چادر اوڑھے ہوئے آنے والا رب محمدؐ کی طرف سے بوقت ضرورت چودھویں صدی کا مجدد بنا کر بھیجا گیا ہے۔ وقت کی عین ضرورت پر قادیان کے گاؤں سے منظر عام پر لایا گیا۔ اس کے دل کی گہرائی سے یہ آواز سے،

اے سیہ کاروے مدد سے وقت نصرت است

در بوستان سرائے تو کس باغباں نماند

ایک شعلہ بن کر نکلی زمین و آسمان کو تہ و بالا کر دیا۔ بوستان سرائے میں پوری کا ہی باغبان مقرر ہوا۔ اس کے مقدس ہاتھوں تقریبا سے اسلام پھر واپس لایا گیا۔ باغ کو اس مرد مومن باغبان نے خوب ٹھیک ٹھاک کیا اور سعید روحوں کی کشش کا باعث بنایا۔

امام وقت کی جماعت کے کارہائے نمایاں

کسی بزرگ کا یہ دلربا شعر ہے

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

اس بوستان سرائے میں عملی رنگ میں اہل بصیرت کے سامنے آ گیا۔ خوش رنگ خوش نوا آواز چہچہانے والے پرندے "درختان سبز" پر آ کر بیٹھنے لگے "معرفت کردگار" کے دفاتر کی خوشبو کی مہک علم کلام احمدیت کے ذریعہ ساری دنیا میں پھیل گئی۔ ہزاروں کو مست کر دیا، "چیلے چانٹے" جانے کی بجائے دھونی رما کے بیٹھ گئے ان میں سے کچھ جو اٹھے تو انہوں نے یورپ و امریکہ و افریقہ کے غار ہائے کبار میں فتح و کامرانی کے ساتھ اسلام کا جھنڈا جا گاڑا

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں

کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

کو ایک بار پھر عمل جامہ پہنایا، غرض یہ کہ اس مرد خدا نے منشاء ایزدی کے ماتحت خدمت قرآن و خدمت اسلام اعلائے کلمۃ الحق کے لئے داخل بامنہ ہونے سے قبل ایک مضبوط جماعت قائم کر دی جس نے آج ۴۷ سال میں وہ لاثانی خدمت اسلام کا کام کر دکھا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے اور جس کا اعتراف اشد ترین دشمنان اسلام کو بھی ہے، مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس مرد جلیل غلام احمد مسیح زمان کا دامن تھام لیا اور اس کی مقدس آواز پر لبیک کہہ کر خدمت اسلام کے کام میں لگ گئے۔ اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں اس پاک روح پر نازل ہوں اور اس کے ان ساتھیوں پر بھی جو اس ۴۷ سال کے عرصہ میں اس کے پاس پہنچے اور يا أيتها النفس المطمئنة ارجعي إلى ربك راضية مرضية کے مصداق ہو کر نوازے گئے۔ اے خدا ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین۔

ایک احمدی نواز کو تبلیغی لٹریچر

موصل سے جناب محمد شیر افگن خان صاحب سے ملاقات ہوئی ملاقات بواپس دیا۔ محمد شیر افگن صاحب پاکستان سے مدینۃ الزراعۃ عراق کے شعبہ تشجیر و الغابات میں خبیر کی حیثیت سے تین سال ہوئے تشریف لائے ہیں، موصوف کا تعین سلیمانیہ (شمالی عراق) میں ہوا اب موصل منتقل ہوئے ہیں، سلسلہ سے پاک و ہند میں بھی واقف تھے۔ یہاں بھی انہیں اکثر لٹریچر بھجوا تا رہا تھا۔ احمدی نواز واقع ہوئے ہیں بوجہ علالت ارسال لٹریچر کا سلسلہ رک گیا تھا، انشاء اللہ اب پھر جاری کروں گا۔

جاپان میں عیسائیت کا سیلاب

عصر کے بعد چشتی صاحب گھر تشریف لائے اس وقت طبیعت خراب تھی، لیکن پندرہ منٹ کے بعد کچھ سنبھلی دوران گفتگو میں چشتی صاحب نے ریلیجن ڈائجسٹ کی ایک خبر جاپان میں عیسائیت کی تبشیر اور اس کے خوشگوار نتائج کے عنوان سنائی جس میں بتلایا گیا ہے کہ جاپان کی دوسری جنگ عظیم میں شکست کے بعد امریکن مسیحی مشنریوں کے ذریعہ پچاس ہزار سے زیادہ جاپانی عیسائی ہو چکے ہیں اور یہ رفتار پورے زور سے سیلاب کی مانند جاری ہے۔ میں نے چشتی صاحب کو بتلایا کہ آپ کے لئے بھی تبلیغ کا یہ اچھا موقعہ ہے۔ امریکہ کے خزانہ کے مقابلہ میں آپ کا دین آپ سے تھوڑی محنت چاہتا ہے آپ اور آپ کے جیسے چند نوجوان اللہ کا نام لیکر جاپان کی طرف نکل جائیں تبلیغی لٹریچر کے لئے محافظ اسلام جماعت جسے عرف عام میں ملا اور ان کے متبعین مرزائی کہتے ہیں رجوع کریں انشاء اللہ اس میدان جنگ کے لئے تازہ بتازہ ایٹمی ہتھیار آپ کو مل جاویں گے ان ہتھیاروں سے مسلح ہو کر خدا کا نام لے کر ادفع بالتي هي أحسن کے طریق پر حملہ کر دیں خدا کے فضل سے کامیابی آپ کے قدم چومے گی اور ہزاروں کو آپ بھی توحید کے پرستار بنا سکو گے ضرورت ہے عزم صمیم کی۔ کمیونسٹ ایسا کر رہے ہیں۔ بہائیت زور پکڑ رہی ہے، عیسائیت پھیلتی جا رہی ہے ان تذکروں سے کوئی فائدہ نہیں، آپ اپنا کام کئے جائیں نہیں اپنا کام کرنے دیں نتیجہ اللہ پر چھوڑیں مگر کام کرنے کے بعد ففروا إلى الله پر عمل کر کے اس کا نتیجہ بھی دیکھیں اسلام کا غلبہ یقینی ہے تم بھی اس کار ثواب میں شامل ہو کر حصہ دار ہو جاؤ، ایک گھنٹہ کے قریب یہ گفتگو رہی۔

وو کنگ کی عید میں سبحانی صاحب کا عطیہ

ووکنگ سے مولانا شیخ محمد عبداللہ صاحب امام جامع

(باقی پر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور
۲۲ جون ۱۹۵۵ء

جماعت اسلامی اور اہلحدیث

آجکل جماعت اسلامی اور گروہ اہل حدیث کے مابین ایک نئی بحث شروع ہے، جس میں فریقین ایک دوسرے کے خلاف زبان وقلم کے تیر ونشتر چلانے میں پوری مستعدی اور بیباکی سے کام لے رہے ہیں، بحث کی ابتداء یوں ہوئی کہ اہلحدیث اخبار "الاعتصام" نے کسی نامہ نگار کی یہ روایت درج کی کہ جماعت اسلامی کے امیر مولوی ابوالاعلےٰ مودودی نے ۱۵ مئی کو برکت علی محمڈن ہال لاہور میں .... تقریر کرتے ہوئے کہا کہ :-

"کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کا جو مجموعہ ہم تک پہنچا ہے وہ قطعی طور پر صحیح ہے مثلاً بخاری جس کے بارے میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں"

اس روایت کو درج کرتے ہوئے "الاعتصام" نے مولوی مودودی کی طرف منسوب کردہ الفاظ کو حدیث وسنت بالخصوص صحیح بخاری پر ایک خطرناک حملہ قرار دیا - چنانچہ ۱۰ جون کی اشاعت میں لکھا ہے :-

"مولانا ابوالاعلےٰ مودودی نے اپنی تمام ذمہ داریوں کو خیر باد کہہ کر صحیح بخاری کے باب میں جو بات کہی ــــ وہ ہمارے لئے قطعی ناقابل برداشت تھی ــــ کیونکہ اہل حدیث کے نزدیک کتب صحاح بالخصوص صحیحین کا اسناد ومتون کے اعتبار سے مرتبہ بہت اونچا ہے نیز انکار حدیث کے سیلاب کی روک تھام کے لئے اس موضوع پر سختی اور تصلب انتہائی ضروری ہے ۔"

(الاعتصام ۱۰ جون ۱۹۵۵ء)

پھر لکھا ہے :-

"مجموعہ احادیث کے استخفاف کی مثال پیش کرنے کے لئے ہاتھ بھی اگر ڈالا تو کس پر ــــ ؟ اصح الکتب بعد کتاب اللہ پر!"

اس کے جواب میں جماعت اسلامی کے نفس ناطقہ (ہفت روزہ ایشیا) نے "الاعتصام" کو "نباش ثانی"[1] (دوسرا کفن چور) کہکر مودودی صاحب کی طرف منسوب کردہ مندرجہ بالا الفاظ کی صداقت سے انکار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ "الاعتصام" نے ایک غلط روایت کو کسی "مجہول الحال شخص" کی طرف منسوب کر کے اخلاقی جرأت سے کام نہیں لیا

"حالانکہ الاعتصام کے ایڈیٹر خود مولانا مودودی کی تقریر میں موجود تھے"

پھر دامن طعن وتشنیع کو دراز کرتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے کہ :-

"مولانا مودودی پر جب مولانا احمد علی کیچڑ اچھال رہے ہوں تو مدیر "الاعتصام" کے لئے دامن ضبط کو تھام کر رکھنا سخت مشکل ہے اگر "ہو" کی آواز سن کر دیوانگان اختلاف گریبان احتیاط واعتدال چاک نہ کر دیں تو انہیں دیوانہ کون کہے گا"

اس سے بھی آگے یاایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنباء الخ کی آیہ کریمہ کو نقل کر کے روایت کنندہ کو "فاسق" بھی ٹھیرا دیا۔

اس کے جواب میں "الاعتصام" نے مدیر "ایشیا" مولوی نصر اللہ خاں عزیز کو (جو جماعت اسلامی کے ایک ممتاز رکن ہیں) ایک "پیشہ ور اور گھٹیا اخبار نویس" کا خطاب دیتے ہوئے ان کے انکار کو عصبیت اور جنبہ داری پر مبنی قرار دیا اور یہ مطالبہ کیا ہے کہ :-

"اگر مودودی صاحب نے وہ الفاظ استعمال نہیں کئے جو ان کی طرف ہمارے مراسلہ نگار نے منسوب کئے ہیں تو مودودی صاحب کیوں اب تک خاموش ہیں؟ اسی لاہور میں وہ قیام فرما ہیں اور ان کے پاس ایک جماعتی روزنامہ ہے اور ایک ہم مسلک ہفت روزہ ہے انہوں نے کیوں چند حرفوں میں اپنی پوزیشن کی وضاحت نہیں کی"

پھر مراسلہ نگار کی روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے خود اپنی شہادت پیش کی ہے اور لکھا ہے :-

"مدیر "ایشیا" کے فرمان کے مطابق چونکہ ان سطور کا راقم (مدیر الاعتصام) خود تقریر میں موجود تھا اس لئے معاملہ اور بھی سنگین ہو جاتا ہے کیونکہ مراسلہ کی نسبت ہمیں شنید پر زیادہ اعتماد ہے مدیر "ایشیا" کو ہم یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ان کی طرح ہمارے کانوں نے ہمیں دھوکہ نہیں دیا ہمارے حافظہ نے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا جلسہ میں چونکہ ہم ایک سامع کی حیثیت سے گئے تھے مولانا مودودی کے ایک نیازمند مرید اور ان کے حلقۂ تقلید کے ایک رکن ہونے کی حیثیت سے نہیں گئے تھے کہ ان کی زبان فیض ترجمان سے نکلی ہوئی ہر ہر بات پر آمنا وصدقنا کی صدائیں بلند کرنے لگیں اس لئے قدرتاً ہم نے ان کی تقریر کو زیادہ توجہ کے ساتھ سنا ــــ پھر تقریر کے بارہ میں ہماری شہادت اس بناء پر بھی زیادہ لائق اعتماد ہے کہ ہماری حیثیت وہاں یہ نہیں تھی کہ ہم نے اپنی عقل ودانش اور علم ومطالعہ کا پورا سرمایہ مودودی صاحب کے سپرد کر دیا ہو یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری کے بارہ میں ہم نے جب یہ الفاظ سنے تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ہم نے جماعت اسلامی کے شیدائیوں کی طرف دیکھا کہ وہ عام پیروں کے مریدوں کی طرح بے حس وحرکت ہمہ تن گوش بیٹھے ہیں۔"

یہاں تک تو روایت کی صحت وعدم صحت کی بحث تھی، اس کے بعد مولوی احمد علی صاحب کی مدافعت میں ان کے مرتبہ علم وفضل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"جماعت اسلامی کے نک چڑھوں کو کم از کم انہیں چیزوں کی رعایت رکھنی چاہیئے تھی مگر آپ ہیں کہ خالص جماعت اسلامی کی ٹکسال سے ڈھلا ہوا گورکن اور کفن چور کا خطاب مرحمت فرما رہے ہیں"

پھر لکھا ہے :-

"جماعت اسلامی ایک متعفن اور سڑی ہوئی لاش ہے"

یہ ان لوگوں کے اخلاق واعمال کا مظاہرہ ہے جن میں سے ایک گروہ جماعت "صالحین" سے وابستہ ہے، اور دوسرا حدیث وسنت کا متبع ہونے کا فخر رکھتا ہے، ایک معمولی سی بات اور خالص علمی مسئلہ میں کس طرح ایک دوسرے کے دست وگریبان ہو رہے ہیں اور نہیں سوچتے کہ ان کے اخلاق واعمال سے حدیث کو جس کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، کس قدر نقصان پہنچ جائے گا اور ان کے دیکھنے اور سننے والے اس سے کیا اثر لیں گے۔

اسی ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ خود مولوی مودودی نے اسی موضوع پر ملتان کے ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ :-

"میں نے وہ لفظ نہیں کہے جو میری طرف منسوب ہیں البتہ میں نے یہ کہا تھا کہ کوئی صاحب علم یہ نہیں کہتا اور نہ آج تک کسی نے یہ کہا ہے کہ حدیث کے نام سے روایات کا جو ذخیرہ دنیا میں پایا جاتا ہے اس میں ہر وہ چیز سنت ثابتہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی گئی ہے - اہل علم نے ہمیشہ چھان بین کر کے یہ معلوم کیا ہے کہ اس ذخیرے میں سے کونسی چیز صحیح اور سنت ثابتہ ہے اور کونسی چیز ایسی نہیں ہے اس چھان بین کے اصول اور قاعدے مقرر ہو چکے ہیں اور چھان بین کے ذرائع بھی موجود ہیں"

حتیٰ کہ بخاری جس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ یہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اس کے بارے میں بھی یہ دعوے کسی نے نہیں کیا کہ اس کی تمام حدیثیں آنکھیں بند کر کے قبول کر لی جائیں"

(باقی ص۵ کالم ۲ پر)

[1] "نباش اوّل" (پہلا کفن چور) مولوی احمد علی صاحب امیر خدام الدین کو کہا گیا ہے، جنہوں نے مولوی مودودی پر توہین صحابہ کا الزام عاید کیا تھا۔

اخبار و افکار

حکومت سے مطالبہ

احراری مولوی محمد علی جالندھری نے ۱۴ رجون کو لائلپور میں "ختم نبوت کانفرنس" منعقد کی، جس میں بقول "نوائے پاکستان" حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ :-

"حکومت کے لئے اب بھی وقت ہے کہ وہ مسئلہ ختم نبوت کو تسلیم کرلے کیونکہ مسلمان اپنے سینوں پر گولیاں کھانے اور مسلسل مصائب برداشت کرنے کے باوجود اپنے مطالبے سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے"۔

اب تک تو قادیانیوں کو ختم نبوت کا منکر کہا جاتا تھا، اب حکومت سے بھی مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ "مسئلہ ختم نبوت کو تسلیم کرلے" ـــ یہ کیا؟ کیا حکومت بھی ختم نبوت کی منکر ہو چکی ہے؟ مولوی محمد علی جالندھری کا یہ انکشاف اور یہ مطالبہ اہل دانش و بینش کے نزدیک کیا اہمیت رکھتا ہے؟ اس کا جواب حکومت کی طرف سے امید ہے جلد انہیں دیا جائیگا۔

راولپنڈی کا فیصلہ

اسی کانفرنس میں مولوی محمد علی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ:-

"قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ ایک نہایت معقول مطالبہ ہے کیونکہ راولپنڈی کے ڈسٹرکٹ جج نے بھی فیصلہ دے دیا ہے کہ مرزائی مسلمان نہیں"

"کیونکہ" کا لفظ قابل غور ہے، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ "مرزائیوں" کے مسلمان ہونے اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی بنا ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی کے فیصلہ پر ہے؟ قرآن، حدیث، اور بزرگان دین کے اقوال پر اس کی بناء نہیں؟ اگر یہ صحیح ہے، تو مولوی محمد علی اور ان کے ہم نواؤں کو شرم آنی چاہیئے کہ "مرزائیوں" کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے قرآن، حدیث سے بھی انہیں منہ موڑنا پڑا، رہا ڈسٹرکٹ جج کا فیصلہ۔ اس کو بھی ہائیکورٹ سے جب سند جواز ملے گی دیکھا جائیگا۔

ایک مفید تحریک

معاصر نوائے وقت راوی ہے :-

"لاہور کے بعض دوستوں نے قطعاً غیر سیاسی لائنوں پر اخلاقی اصلاح کی ایک تحریک شروع کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام پاکستانی بالخصوص اس ملک کے مسلمان باشندے صحیح اسلامی اخلاقی قدروں کو اپنائیں اور اپنی روزمرہ زندگی میں ان اخلاقی قدروں کا احترام کریں، اس تحریک کی طرف سے مندرجہ ذیل میثاق شائع کیا گیا ہے۔

(۱) میں خدا کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ احکام قرآن اور سنت رسول اللہ صلعم کی حتی المقدور پیروی کروں گا اور اپنے بیوی بچوں کو بھی ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کروں گا۔

(۲) میں پوری کوشش کروں گا کہ قرآن حکیم کا علم حاصل کروں اور اللہ اور بندوں کے حقوق کو پوری طرح ادا کروں، اس میں بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔

(۳) میں ان تمام مجالس سے اجتناب کروں گا جہاں دین کی تحقیر و توہین ہوتی ہو، میری دوستی اور دشمنی محض اللہ کے لئے ہوگی۔

(۴) اگر میں تجارت کرتا ہوں یا دوکاندار ہوں، تو اپنے لئے ناجائز منافع لینا، بلیک مارکیٹ کرنا، رشوت دینا، سمگلنگ Smuggling یا ناجائز ذرائع سے اپنی تجارت کو فروغ دینا، جھوٹی قسمیں کھا کر سودا بیچنا، کھانے کی چیزوں میں مثلاً دودھ یا گھی یا دیگر اشیا میں ملاوٹ کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا قطعاً حرام سمجھوں گا۔

(۵) اگر میں سرکاری اہل کار ہوں تو اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھانا، رشوت لینا یا دینا، جھوٹی گواہی دینا یا دلانا، ناجائز خویش پروری اور اقربا نوازی کو ہمیشہ حرام سمجھوں گا۔ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمیشہ پاکستان کے مفاد کو مقدم رکھوں گا۔

(۶) آج سے میں غیبت اور ظلم سے حتی المقدور احتراز کروں گا۔ کسی مسلمان کو اپنی زبان اور ہاتھ سے حتی المقدور نقصان پہنچانے سے بچتا رہوں گا۔

(۷) اسلام کے مفاد کے خلاف کسی دشمن کا آلۂ کار نہ بنوں گا، مسلمانوں میں باہمی محبت و اتحاد کی کوشش کرتا رہوں گا، اور سوءظن سے بچتا رہوں گا۔

واللہ علی ما اقول ما شہید۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

دستخط و پتہ :-

نوٹ :- اس فارم کو پُر کرکے ذیل کے پتہ پر بھیجدیجئے :-
(مولانا) محمد علی، ایم - اے (کیبنٹ) ۲۱ ٹمپل روڈ، لاہور"

اس تحریک اور اس دستخطی بیعت کے مفید ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا بشرطیکہ دستخط کنندگان اس پر سچے دل سے عامل ہوں، اس بارہ میں ہم معاصر "نوائے وقت" کی اس رائے سے بکلی متفق ہیں کہ :-

"ایسی اپیلوں پر دستخط کرانے سے بھی موثر طریقہ یہ ہے کہ تحریر و تقریر ـــ اور عمل اور مثال کے ذریعہ اس مفید تحریک کو فروغ دیا جائے"

یقیناً "عمل اور مثال" ہی ایک چیز ہے جو عوام الناس میں ایسی تحریکات کو فروغ دے سکتی ہے، اسی لئے اس زمانہ کے امام نے جو دس شرائط بیعت تجویز کیں، ان میں ہر پہلو سے اسلامی زندگی کو لازم قرار دیتے ہوئے "عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف" بھی ضروری قرار دیا تاکہ امام وقت کا نمونہ اور مثال "عقد اخوت" باندھنے والوں میں نفوذ کر سکے، اور اس کے فیوض حسنہ سے بیعت کنندگان مستفیض ہو کر شرائط بیعت پر پورے طور پر کاربند ہوں، بہرحال ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تحریک کو مسلمانوں کے لئے مفید بنائے۔

اخبار احمدیہ

ـــ ملتان سے ایک مخیر دوست نے جو اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے شیخ محمد یوسف صاحب گرنجی کے توسط سے مبلغ دو ہزار پانچ سو روپے اشاعت اسلام کے لئے انجمن کو دیئے ہیں، اس میں سے سات سو پچاس روپے حضرت امیر مرحوم کی کتب کی اشاعت کے لئے ہیں اور باقی یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے ..... فجزاہ اللہ احسن الجزا: ایسے لوگوں کے لئے حضرت مسیح موعود کی دعا ہے ـــ

خدایا صد کرم کن بر کسے کو ناصر دین است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

ـــ پیر بغداد محترم سید تصدق حسین صاحب قادری کی صحت مدت سے مخدوش چلی آرہی ہے، دل کی کمزوری اور تنفس کی زیادتی کے باعث بعض وقت حالت بگڑ جاتی ہے، ممدوح بغداد میں جس جوش و سرگرمی کے ساتھ سلسلہ کی خدمات بجا لا رہے ہیں وہ ان کے روزنامچوں سے ظاہر ہے، جو "پیغام صلح" میں شائع ہوتے رہتے ہیں، ضرورت ہے کہ ان کی صحت کے لئے احباب خاص طور پر درد دل کے ساتھ دعا فرمائیں۔

ـــ قادری صاحب کے علاوہ ہمارے ایک اور محترم دوست سید عابد علی شاہ صاحب بغداد ہی میں مدت سے صاحب فراش ہیں، ان کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ـــ چند روز ہوئے مولانا مرتضیٰ خاں صاحب نے اپنی چند تصانیف کا اعلان کیا تھا جو حال ہی میں انہوں نے تصنیف کی ہیں، بعض احباب ان کتب کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ان کی قیمت معلوم کرنا چاہتے ہیں، ان کی اطلاع کے لئے یہ لکھنا ضروری ہے کہ یہ کتابیں ابھی چھپ کر شائع نہیں ہوئیں، ان کے چھپوانے کا اہتمام ہو رہا ہے، جس وقت شائع ہوں گی اخبار میں اعلان کر دیا جائے گا۔

توحیدِ الٰہی اور وحدتِ نسلِ انسانی

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ر جون ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون ...... وانا لہ کاتبون
(الانبیاء رکوع ۶)

حضرت نبی کریم صلعم کا عظیم ترین کارنامہ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ کارنامے ایسے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی، ان میں سے ایک عظیم ترین کارنامہ کا یہاں ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو توحید الٰہی کا سبق پڑھا کر تمام قوموں کو ایک کر دیا، یوں تو ایک جملہ میں میں نے یہ بات کہدی ہے، لیکن یہ وہ بات ہے جس کو سرانجام دینا ایک مشکل ترین کام ہے، تاہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشکل ترین کام کو کر کے دکھا دیا اور اسے کامیابی کی منزل پر پہنچا دیا، خدا ایک ہے اور اس کی توحید کی غرض یہ ہے کہ اس کی مخلوق بھی ایک ہو جائے خدا کی توحید اس بات کی متقاضی ہے کہ تمام انسانیت میں وحدت پیدا ہو جائے، یہ کام بہت ہی مشکل تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا۔

ایک خدا اور ایک انسانیت

اس سورت کا نام الانبیاء ہے، سارے انبیا کا ذکر تو اس میں نہیں، اللہ تعالےٰ نے خود فرماتا ہے کہ منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک بعض انبیاء کا ذکر ہم نے کیا ہے اور بعض کا ذکر چھوڑ دیا ہے، تو اس سورت میں کئی انبیاء کا ذکر تفصیلاً بیان کرنے کے بعد فرمایا ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ تمام انبیاء کو ہم نے ایک ہی سبق تلقین کیا کہ یہ تمہاری جماعت ایک ہی امت ہے وانا ربکم فاعبدون۔ رب انسانوں کی تربیت اور پرورش ہمارے ذمہ ہے، زمین وآسمان کا مالک اور رب ایک ہی ہے، فاعبدون چاہیئے کہ سب میری عبادت کریں، اس زمین وآسمان کا خالق ایک خدا کے سوائے اور کوئی نہیں، پس جس طرح خدا ایک ہے ساری انسانیت بھی ایک ہے سب کو مل کر ایک ہی پروردگار کے آگے سر جھکانا چاہیئے اور اسی کی عبادت کرنی چاہیئے۔

مسلمانوں کی تفرقہ پردازی اور فرقہ بندی

وتقطعوا امرھم بینھم اس تعلیم کے ہوتے ہوئے جو توحید الٰہی اور وحدت نسل انسانی کا سبق سکھاتی ہے لوگوں نے اپنے معاملات دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، خود مسلمان فرقوں میں تقسیم ہو گئے، جس طرح بنی اسرائیل میں ۷۱ فرقے بن گئے اس لئے کہ توریت کو انہوں نے چھوڑ دیا اور اپنے خیالات کے پیچھے لگ گئے۔ اسی طرح اس امت کے متعلق بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ستفترق امتی علی اثنی وسبعین فرقۃ میری امت بھی ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ایک خدا اور ایک رسول کے ہوتے ہوئے، اللہ تعالےٰ کی اس تعلیم کے ہوتے ہوئے کہ تم ایک ہی امت ہو، وتقطعوا امرھم بینھم انہوں نے ملت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ایک اور جگہ بھی فرمایا وان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون یہ تمام انسانیت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں فاتقون میرا تقوےٰ کرو اور تمام قسم کی بے حیائیوں سے بچو۔ اس جگہ بھی یہی فرمایا فتقطعوا امرھم بینھم زبرا اپنے دین کو انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اور یہی نہیں کل حزب بما لدیھم فرحون ہر گروہ اور ہر فرقہ اپنے ہی خیالات کو صحیح سمجھتا اور اسی پر خوش ہے، ہر مولوی یہی سمجھتا ہے کہ اسی کی مسجد میں خدا کی رحمت محدود ہو گئی ہے، ہر فرقہ یہی خیال کرتا ہے کہ صرف اسی کا اعتقاد صحیح ہے خدا تعالےٰ ان آیات میں ملامت کرتا ہے کہ تمام انسان ایک ہی امت ہیں اور اس سے بڑھ کر تمام مسلمان ایک ہی برادری میں منسلک ہیں، باوجود اس کے سب ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں، امت کے تفرقہ کا یہ نقشہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کھینچا اور بتایا کہ افتراق اچھا نہیں۔ آج ایک خدا، ایک رسول اور ایک کتاب کے ہوتے ہوئے رسول کریم صلعم کی تلقین کے خلاف سب ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور سب ایک دوسرے کو کافر اور بے ایمان سمجھنے لگ گئے۔ ہیں یہ کہاں کا دین ہے، فرمایا کل الینا راجعون یہ مرنے والے ہیں، ان کے لیڈر، ان کے پیر، ان کے مولوی سب ہمارے پاس لوٹ کر آئیں گے، اور ان کے پیرو بھی ان کے ساتھ ہوں گے، اس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ کس طرح تم نے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، کس طرح تفرقہ کے جھنڈے کھڑے کئے۔

ایمان اور اعمال صالح

جس طرح خدا ایک ہے۔ انسانیت ایک ہے اسی طرح سے رضاء الٰہی کے حصول کا طریق بھی ایک ہے اور وہ یہ ہے فمن یعمل من الصلحت وھو مؤمن فرمایا تم مکہ مدینہ میں ہو یا مکہ مدینہ سے باہر ہو، افریقہ میں ہو یا امریکہ میں، جو بھی نیک عمل کرے اور اس کے دل میں خدا پر ایمان ہو فلا کفران لسعیہ اس کی سعی بار آور ہو گی، ناقدری نہیں ہو گی، کسی وطن اور کسی قوم کا ہو اس کا اجر اسے ملے گا وانا لہ کاتبون، ہم اس کے اعمال اور اس کی سعی کا ریکارڈ رکھتے ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے، فرمایا ان اولی الناس بی المتقون من کانوا حیث کانوا، متقی میرے قریبی ہیں، صرف مکہ مدینہ کے رہنے والے ہی نہیں من کانوا کسی قوم کے ہوں حیث کانوا کسی وطن کے ہوں، جہاں کہیں بھی ہوں، کس قدر دین کو آسان کیا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر قرآن کی تعلیم بہت سہل ہے کوئی اس پر عمل کرنے والا ہو، خدا ایک ہے یہ تمام کائنات اس کے ایک ہونے پر دلالت کرتی ہے، یہ زمین اور آسمان، یہ ستارے اور سیارے، یہ تیل اور کوئلہ اور معدنیات، یہ تمام خزانے جو زمین اگل رہی ہے کس نے پیدا کئے ہیں جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء زمین کو فرش بنایا اور اس پر آسمان کا خیمہ لگا دیا، ساری دنیا کے لئے ایک ہی قانون بنایا اور دکھا دیا کہ اس توحید کے اندر وحدت ہے۔ کیا پاکیزہ تعلیم ہے ساری کائنات کا رب ایک ہے، اسی ایک کی سب پر حکومت ہے، جو کوئی نیک عمل کرے اس کا اجر کبھی ضائع نہیں جائے گا وانا لہ کاتبون ہم ہر ایک کے عملوں کو لکھ لیتے ہیں، اور سب کے اعمال کا ریکارڈ ہمارے پاس ہے۔ اعمال کبھی ضائع نہیں ہوتے۔ ہم ان پر اجر مترتب کرتے ہیں۔

جماعت اسلامی اور اہل حدیث (بقیہ صفحہ ۱۲)

یہ ہے وہ بناء جس پر ساری لے دے ہو رہی ہے، اور ہمیں یہ دیکھکر حیرانی ہوتی ہے کہ اعتقاد کی افراط تفریط کس طرح ایک چھوٹی سی بات کو بڑھا کر بڑے بڑے فتنے کھڑے کر دیتی ہے، ایک طرف وہ لوگ ہیں جو حدیث وسنت کا قطعی انکار کر کے تفریط کی راہ پر گامزن ہیں اور دوسری طرف جو لوگ ان کے مقابلہ اور حدیث کی مدافعت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں وہ افراط کی اس حد تک جا پہنچے ہیں کہ ان کے نزدیک تمام مجموعہ حدیث بالخصوص صحیح بخاری کا ایک ایک لفظ بالکل صحیح اور کالوحی من السماء ہے، یہ موضوع اپنی اہمیت کے لحاظ سے ایک خاص صحبت کو چاہتا ہے، جس کو ہم آیندہ اشاعت کے لئے ملتوی کرتے ہیں۔

سری نگر میں یوم مسیح موعود

اتوار کو قریباً شام کے ۵½ بجے مسجد احمدیہ سری نگر میں "یوم وصال مسیح موعود" زیر صدارت ڈاکٹر عزیز احمد صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی منایا گیا۔ جلسے کا افتتاح تلاوت قرآن پاک سے ملک محمد مقبول صاحب نے کیا۔ پھر صاقب صاحب نے حضرت مسیح موعود کی نظم ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا

پڑھ کر سنائی۔ پھر مسٹر عبدالعزیز صاحب شورہ نے حضرت مسیح موعود کے کارنامے کے موضوع پر ایک تقریر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ توحید کا صحیح مفہوم حضرت مسیح موعود ہی نے لوگوں کو سمجھایا۔ اور آپ ہی کی جماعت اصل معنوں میں توحید پر کاربند ہے۔ وہ لوگ بالخصوص اہلحدیث جو بات بات پر لوگوں کو مشرک گردانتے ہیں خود مشرک ہیں، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے مُردوں کو زندہ کیا۔ اور جانور پیدا کئے۔ اسی طرح مسیح موعود کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے صحیح معنوں میں عقیدہ ختم نبوت کو دنیا میں قائم کیا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکے گا۔ نہ نیا اور نہ پرانا۔ غیر احمدی اور قادیانی اس بارے میں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، تیسرا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے جہاد کے بارے میں لوگوں اور معترضین کی غلط بیانیوں کو دور کرتے ہوئے کہا کہ اسلام نہ کبھی تلوار کا محتاج ہوا ہے۔ اور نہ آیندہ ہوگا۔ اسلام صلح و سلامتی کا مذہب ہے، جس کا بنیادی اصول یہ ہے۔ کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ چوتھا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے حیات مسیح کے غلط عقیدہ کی تردید کی، اور دلائل و براہین، عقل و نقل، واقعات و تواریخ، حدیث و قرآن سے یہ امر پایہ تکمیل کو پہنچا دیا۔ کہ حضرت مسیح وفات ہو چکے ہیں، اور اس بارے میں لوگوں کی غلط فہمیوں کی اصلاح کی پانچواں کارنامہ یہ ہے، کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب شدہ غلط واقعات و الزامات کی تردید کرتے ہوئے تمام انبیاء کو معصوم اور پرہیزگار ثابت کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ بولنے، حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائی کو دھوکہ سے پکڑوانے یا گناہ پر مائل ہو جانے یہاں تک کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بارے میں اس الزام کو کہ نعوذ باللہ آپ نبوت سے پہلے گمراہ تھے (وغیرہ وغیرہ) کو واقعات و دلائل سے پوسٹ مارٹم کر کے دنیا پر ثابت کر دیا کہ وہ ازلی معصوم تھے، چھٹا کارنامہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی غلط تاویلات کی اصلاح کی۔ ساتواں، ناسخ منسوخ کے جھگڑے ختم کر کے ثابت کیا کہ قرآن پاک کا ایک بھی لفظ یا شعشہ نہ منسوخ ہوا ہے، اور نہ ہی قیامت تک منسوخ ہوگا۔ آٹھواں کارنامہ یہ کہ اسلام کو علم و عقل اور مطابق سائنس ثابت کیا اور بتایا کہ وہ غیر ادیان پر ہر وقت غالب آ سکتا ہے۔ نواں کارنامہ یہ ہے، کہ اسلام کو زندہ مذہب اور اس کے خدا کو زندہ خدا ثابت کیا جو اب بھی پاک لوگوں سے مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے۔

پھر مسٹر غلام محمد صاحب نے نظم عجب نوریست در جان محمد نعت پڑھی، اس کے بعد مسٹر محمد صدیق صاحب نے ایک نعت شریف پڑھی، جس میں مسیح موعود کی خدمات کا اعتراف تھا۔ آخر میں صاحب صدر ڈاکٹر عزیز احمد صاحب نے اپنا ایک ولولہ انگیز اور معنی خیز کشف پڑھ کر سنایا، جس میں حضرت مسیح موعود نے خود نبوت محمدیہ پر تمام قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہونے کی وضاحت فرمائی تھی اور آپ نے گمراہ مریدین سے اظہار ناراضگی کیا ہے، جو بلا وجہ عیسائیوں کی طرح نادان دوست بن کر آپ کو مجدد سے نبی بنا لیتے ہیں۔ اس کشف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے نبی نہ ہونے کے متعلق خود ایسے دلائل و براہین پیش کئے ہیں جو قادیانیوں کے غالی فریق کا منہ بند کرنے کے لئے کافی ہیں، حاضرین نے اصرار کیا کہ اس کشف کو تمام و کمال ایک ٹریکٹ کی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ جلسہ رات کے تقریباً آٹھ بجے بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔

(نامہ نگار۔ روشنی)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(مینیجر)

احمدیہ تاریخ میں آزاد جمہوری اور علمی تحریکیں

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علمی جہاد

[ڈاکٹر اللہ بخش صاحب]

(۲)

ان تمام امور سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جماعت احمدیہ کی ترقی خود بانیٔ سلسلہ کے نزدیک ایسی مقدر نہیں کی گئی جیسی جلد اور سہل ترین بعض لوگ اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے یہ بات بھی غور کے لئے پیش کی تھی کہ حضرت اقدس سنہ ۱۹۰۶ء میں جبکہ آپ کو آپ کی وفات کے قریب ہونے کی خبر دی جا چکی تھی، فرماتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ تھا اور ستائیسویں کی رات، اس پر یہ بھی خیال ہوا کہ شب قدر کی رات ہے، میں نے خیال کیا پھر رات دیکھنی نصیب ہو یا نہ۔ تو میں اٹھا کہ دعا کر لوں۔ چنانچہ دعا کے بعد مندرجہ ذیل تین الہامات پے در پے ہوئے جو ممکن ہے ایک شخص کے لئے ہوں یا مختلف اشخاص کے لئے۔ مگر درحقیقت یہ تین پیشگوئیاں ہیں جو اپنے اپنے وقت پہ پوری ہوں گی۔ وہ تین الہامات یہ ہیں:۔

(۱) قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

(۲) کمترین کا بیڑا غرق ہو گیا

(۳) تیری دعا قبول ہو گئی

حضرت اقدس نے ان تین الہامات کی تاویل میں یہ بھی الفاظ تحریر فرمائے ہیں کہ ممکن ہے کہ کمترین سے مراد کوئی مخالف ہو لیکن آپ اپنی آخری رائے یہ تحریر کرتے ہیں کہ درحقیقت یہ تینوں الہامی پیشگوئیاں ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہوں گی۔

ظاہر ہے کہ جبکہ حضرت اقدس کو اپنی وفات کی خبر مل چکی تو اب لیلۃ القدر کو آپ کی دعا کیا ہو گی۔ یہی کہ خدایا میری جماعت میرے اصل مقاصد پر قائم رہے تو اس کے جواب میں حضرت رب العزت کی طرف سے یہ بتایا گیا کہ تیرا کام تیری جگہ پر ٹوٹ جائے گا مگر دوسری جگہ پر قائم ہو جائے گا۔ اب جیسے کہ واقعات حقہ میں بھی یہی کچھ ظاہر ہوا، کہ قادیان میں سنہ ۱۹۱۴ء کے احیاء علوم قرآنیہ واشاعت اسلام کا کام قریباً ختم ہو گیا، مگر وہی مقاصد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں جاری ہو گئے۔ اس کا باعث کیا امر ہوا؟ یہ کہ حضرت اقدس کی الوصیت کو پس پشت پھینک دیا گیا اور جمہوری نظام کی بجائے جابرانہ و متشددانہ نظام قائم کر لیا گیا یہ امر بالکل صحیح و یقینی ہے کہ اگر آمرانہ نظام جماعت پر ٹھونسا گیا ہوتا تو کبھی بھی تکفیر مسلمانان و اجرائے نبوت ایسے غلط مسائل اور سیاست و ریاست ایسے ناپاک مشاغل پنپ نہ سکتے تھے۔ لاہور میں ایک طرف احیاء علوم و اشاعت اسلام کے چرچے بلند ہوئے تو دوسری طرف الوصیت کے مطابق شخصی نظام کی بجائے جمہوری طرز کو اپنایا گیا، لیکن مشیت خداوندی میں یہ امر موجود تھا کہ جماعت احمدیہ لاہور پر بھی کبھی ایسا وقت آ جائے جب اس کے نظام کو بھی آمرانہ و شخصی رنگ دیا جانے لگ جائے تو اس وقت بعینہٖ وہی حالت ہو گی جو قادیان میں حشر ہوا اور جس کا نتیجہ بھی وہی کچھ نکلے کہ

بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

چنانچہ سنہ ۱۹۵۱ء سے سنہ ۱۹۵۳ء تک کے جماعت لاہور کے حالات بتلا رہے ہیں کہ یہ جماعت بھی شخصی و آمرانہ اقتدار کی طرف لے جائی جا رہی تھی۔

میرا مقصد کسی جماعت یا شخص پر خواہ مخواہ نکتہ چینی نہیں مگر واقعات حقہ کا انکار بھی کوئی اچھی بات نہیں ہوا کرتی۔ میں ان تلخ امور کو ہرگز دہرانا نہیں چاہتا جو اس عرصہ میں رونما ہوئے، صرف اسی اہم نتیجہ کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ الہام الٰہی میں جو دو مرتبہ ٹوٹنے کا ذکر کیا گیا ہے تو اس سے دراصل مراد نظام جماعت کا غلط راستہ پر جا پڑنا ہے یعنی جمہوری نظام کی بجائے شخصی و آمرانہ۔ خواہ ظاہرا طور پر شخصی نظام کیسا ہی مستحکم و دلخوش کن معلوم ہو بالآخر اس کا نتیجہ قومی ہلاکت و موت نکلا کرتا ہے۔ پس الہامات میں جو دو مرتبہ اس کا ذکر آیا تو یہی کچھ واقعات میں بھی ظہور پذیر ہوا لیکن حضرت اقدس کی تضرعانہ دعاؤں سے دوسری بار ٹوٹنا یا آمرانہ نظام کا جماعت لاہور پر ٹھونسا جانا مشیت ایزدی میں قائم نہ رہنا تھا چنانچہ اسی کے مطابق حضرت اقدسؑ کو خوشخبری دی گئی کہ "تیری دعا قبول کی گئی"۔ یعنی دوسری بار نظام جماعت کے غلط راہ پر استوار ہونے کو بدل دینے پر ہم پھر قادر ہیں اور اس بارہ میں ہم نے تیری دعا قبول کر لی ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کے سنہ ۱۹۵۳ء کے واقعات جن کی تفصیل کی حاجت نہیں مگر جنہیں واقف کار لوگ خوب جانتے ہیں یہی تھے کہ اگر خدائی مشیت یہ نہ ہوتی کہ اس جماعت کو بھی شخصی نظام سے بچایا جائے تو حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ کوئی انسانی جد و جہد و کوشش اس بارہ میں کامیاب نہ ہو سکتی۔ یہ صرف تقدیر الٰہی تھی جو حضرت اقدس کی تضرعانہ دعاؤں کا نتیجہ تھی کہ یہ جماعت بھی شخصی نظام کا شکار ہونے سے اس لئے ٹوٹنے سے نہ صرف بچ گئی اور دوبارہ الوصیت کا نظام برقرار رکھا گیا بلکہ ہر قسم کی غلط فہمیاں بھی دور ہو کر باہمی صلح و اتحاد کی فضا قائم ہو گئی۔ ان واقعات کی تفصیلات کو جاننے والے خوب اس بات سے واقف ہیں کہ یقیناً یہ سب کچھ انسانی کوشش و سعی سے نہیں ہوا بلکہ درپردہ خدائی طاقت کا ہاتھ اس کے پیچھے کام کر رہا تھا۔

چنانچہ ۲۰ دسمبر سنہ ۱۹۵۳ء کو جب نظام جماعت کا فیصلہ ہوا اسی رات ہمارے مکرم دوست جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ جو ان دنوں احمدیہ بلڈنگس میں مقیم تھے مگر بیمار پڑے تھے کی زبان پہ بار بار یہ الفاظ جاری تھے انما توعدون لواقع۔ انما توعدون لواقع۔

چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے دوسری صبح کئی دوستوں سے اس کا ذکر کیا۔ یہ وہ کونسا وعدہ تھا جس کے پورا ہونے کی طرف اشارہ ربی کیا جا رہا تھا وہی حضرت مسیح موعود سے "تیری دعا قبول کی گئی" کا وعدہ چنانچہ انسانی قیاس و عقل کے برخلاف خدا تعالےٰ کی مشیت غالب آئی اور جمہوری نظام دوبارہ جماعت احمدیہ لاہور میں رائج ہو کر وہ خدائی وعدہ بچائے جانے کا پورا ہو کر رہا۔

مذہبی دنیا میں علم آزادی اور جمہوریت کے علمبردار

اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے ایمان کے ساتھ علم اور اطاعت کے پہلو بہ پہلو آزادی و جمہوریت کو جمع کر دکھلایا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے نزول کی اصل غرض بھی آج علم و سائنس اور آزادی و جمہوریت کے زمانہ میں مذہب اسلام کا دوبارہ عروج انہی اصولوں پر ظاہر کر کے دکھلانا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر اس زمانہ میں دین اسلام کا احیاء مقدر ہے تو اس کا طریق کار ان اصول کے بجز ہو نہیں سکتا۔ یہ اصول حضرت اقدسؑ سے منسوب کس فریق میں پائے جاتے ہیں؟ پھر کیا اس سے صریح یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آج مذہبی میدان میں وہی گروہ بالآخر کامیاب ہو کر رہے گا جو علم، آزادی اور جمہوریت کا علمبردار ہو کر کھڑا ہے۔ اسلام کی تاریخ سے ثابت ہے کہ جب انتخاب، آزادی و جمہوریت کی بجائے آمریت و ملوکیت نے اس کے نظام میں جگہ لے لی تب سے اس کا انحطاط شروع ہو گیا، حضرت اقدس کو بھی الہام ہوا "بلائے دمشق" اور قادیان کو دمشق سے تشبیہ دی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بلا یا مصیبت عظیم جو ابتدائے اسلام میں دمشقی خلافت سے بپا ہوئی تھی اور جس نے اس دین کی آزادی و جمہوریت کی روح کو یکسر کچل کر رکھ دیا وہی قادیانی خلافت کی صورت میں ظاہر ہونے والی ہے۔ جمہوری نظام ایک رحمت و برکت کا موجب ہے اس لئے یہ خیال دکرنا چاہیئے کہ جماعت احمدیہ لاہور کا ایسے نظام پر کاربند ہونا اور پھر ایک مرحلہ پر آ کر دوبارہ اسی جماعت کا اس پر قائم ہو جانا معمولی و ادنیٰ امور ہیں بلکہ ان کے نتائج بالآخر عظیم الشان نکلنے والے ہیں، جماعت کی تاریخ سے متعلق ایسے اہم و عظیم واقعات کا ذکر بطور پیشگوئی اگر بانیٔ سلسلہ کے الہامات میں آئے تو اس سے متعجب نہیں ہونا چاہیئے اور یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ایسے معمولی واقعات کا الہامات میں کیسے ذکر آنا ممکن ہے، عیسائیت کی تاریخ میں پاپائی خلافت جب قائم ہوئی تو اس سے نہ صرف دین و مذہب کے میدان میں بلکہ عام طور پر استخراج علوم و تحقیق کے بھی تمام دروازے بند ہو گئے۔ خیالیانہ عقاید کے سدباب کا کوئی راستہ نہ رہا، جبر و تشدد کا دور دورہ عام ہوا۔ لیکن چونکہ مسیح محمدی کے بارہ میں خدائی مشیت یہ نہ تھی اس لئے دمشقی خلافت اور پاپائیت کی بلاؤں کا دفعیہ کیا گیا اور آمرانہ و جابرانہ نظاموں کو خدا تعالےٰ نے پنپنے کا موقعہ نہ دیا اسی بات میں محمدی مسیح کی افضلیت کا راز

مضمر ہے پس اگر تاریخ احمدیہ کے ایسے اہم واقعات کا ذکر بانی سلسلہ کے الہامات میں کیا گیا ہو تو یہ عین مناسب و برمحل امر ہے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی مدافعانہ تحریک

قادیانی خلافت کے برخلاف حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو علم جہاد ۱۹۱۴ء میں بلند کیا تھا وہ یہی علمی تحقیق آزادی کے لئے اور جمہوری نظام کے قیام کا علم تھا۔ آنجناب کا سب سے بڑا کارنامہ یہی پاپائی نظام خلافت کے برخلاف تحریک آزادی کا جاری کرنا ہے، آپ کے بعد آپ کی سچی محبت و عقیدت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ کی جاری کردہ تحریک مدافعت کو صحیح معنوں میں زندہ رکھا جائے اور جماعت احمدیہ لاہور کے نظام کو سچے معنوں میں جمہوری قائم رکھ کر اس جماعت کے استحکام سالمیت اور ترقی کی راہوں پہ گامزن ہوا جائے اگر واقعی جمہوری نظام کے ماتحت جماعت احمدیہ لاہور مستحکم و ترقی پذیر ہو تو اس صورت میں واقعات کی گواہی اس امر پر ثبت ہو گی کہ حضرت امیر مرحوم نے قادیانی خلافت کے مقابل جو قدم اٹھایا وہ صحیح و راست تھا لیکن اگر جماعت احمدیہ لاہور مستحکم یا ترقی پذیر نہ ہو یا اس کا نظام جمہوری نہ رہے تو ان دونوں صورتوں میں آپ کے جہاد کی کامیابی مشتبہ ہو کر رہ جائیگی پس میں ان تمام دوستوں سے جنہیں حضرت امیر مرحوم سے ......لی محبت و عقیدت کا دعویٰ ہے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خوب سوچ لیں کہ حضرت کی سچی محبت کا اقتضا کیا ہے؟ خود حضرت مرحوم نے قادیانی خلافت کے خلاف علم جہاد بلند کر کے بتلا دیا ہے کہ کسی شخص سے سچی محبت کے تقاضے کیونکر صحیح معنوں میں پورے ہوا کرتے ہیں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کے مقاصد و اغراض کو زندہ رکھ کر اور آپ کے جمہوری طرز نظام کو رائج کر کے دنیا پہ ثابت کر دیا کہ اصل محبت کس چیز کا نام ہے چنانچہ اسی بات کا ذکر حضرت اقدس کے اس الہام میں آیا ہے کہ لاہور میں ہمارے پاک محب موجود ہیں"۔ پس حضرت امیر مرحوم سے سچی محبت رکھنے والے اصحاب بھی آپ کے نقش قدم پہ گامزن ہوں اور جو جمہوری نظام اور جماعت اشاعت اسلام کے لئے آپ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں اسی کی وحدت سالمیت استحکام و ترقی میں اپنے سچے جذبات کی تسکین کا سامان پیدا کریں۔

آج سے تینتیس سال پہلے

آج سے تینتیس پونتیس سال پہلے جب راقم الحروف انگلستان میں ووکنگ مسلم مشن کی خدمت میں مصروف تھا اُس وقت کے حالات و واقعات پر انگلستانی اخبارات کے بعض تبصرے پیغام صلح کے لئے بھیجا کرتا تھا، ان میں سے بعض آج بھی قارئین کرام کے لئے ویسی ہی دلچسپی کا موجب ہو سکتے ہیں جیسے اُس وقت تھے، ذیل میں ہم ان میں سے چند ایک ہدیہ قارئین کرتے ہیں اور انشاء اللہ آیندہ بھی کرتے رہیں گے۔ (اڈیٹر پیغام صلح)

کیا آیندہ زمین میں امن قائم ہو گا؟

لندن ٹائمز نے کرۂ ارض کے موجودہ فسادات اور بین الاقوامی کشمکشوں کا جو گذشتہ جنگ یورپ کا نتیجہ ہیں ذکر کر کے امن کی دیوی کو بڑی حسرت و یاس کے ساتھ یاد کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ "جنگ عظیم کے شروع ہونے کے بعد جس نے عالم عیسائیت کی دو بڑی قوموں کو ایک دوسرے کا نہایت خطرناک دشمن بنا دیا ہے۔ آٹھ کرسمس آج تک آئے اور چلے بھی گئے لیکن امن و صلح کے قائم ہونے میں ابھی دیر ہی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ بہت سے لوگوں کو خوف ہے۔ کہ یہ جنگ عظیم جو آیندہ جنگوں کا اختتام کرنے والی تھی۔ بہت سی ایسی جنگوں کا بیج بو گئی ہے جو خطرناک ترین لڑائیوں سے بھی بڑھکر ہوں گی، وہ لوگ اور وہ قومیں جو عیسائی کہلاتی ہیں، نفرت، حسد، بغض اور وساوس نے ان کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے، پرانی عداوتیں ویسی ہی خطرناک ہو ہو کر ظاہر ہوتی ہیں، جیسی کہ پہلے تھیں، ان لوگوں کے پرانے یارانے جو ایک دوسرے کے دوش بدوش ہو کر لڑے اور مل جل کر تکالیف برداشت کیں۔ اب سطحی طور پر بھی ویسے نہیں رہے۔ جیسے کہ پہلے تھے"۔

اس قدر رونا رونے کے بعد اخبار مذکور نے بتایا ہے کہ دوست و دشمن کوئی بھی ان لڑائی جھگڑوں میں راضی نہیں، کیونکہ دنیا کے زخم ابھی تازہ ہیں اور ان ہوشربا باتوں کے باوجود اپنے ساتھ بین الاقوامی قضئے رکھتے ہیں جو نہایت دردانگیز ہیں۔"

اس کے بعد ان کوششوں کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے جو مختلف اقوام کے نمایندوں نے جنیوا، واشنگٹن، لندن پیرس اور ڈبلن میں ان تمام فسادات کو روکنے کے لئے کی ہیں بتایا ہے کہ "اگر ان کی مساعی آیندہ کم از کم ایک ہی نسل میں جنگ کی روک تھام کا موجب ہوں۔ تو گویا انہوں نے نہایت عظیم الشان کام سر انجام دیا"۔ پیغام صلح۔ آج ۳۳ سال بعد دنیا کی کیا حالت ہے؟ دوسری جنگ عظیم بھی گذر چکی، مجلس اقوام متحدہ بھی قائم ہوئی لیکن امن قائم نہ ہوا۔

مسیح کی تعلیم اور فلسفۂ اخلاق

اسی مضمون کے آخر میں اخبار مذکور نے چند نہایت ہی مزیدار فقرے لکھے ہیں وہ لکھتا ہے کہ:

"انسان فطرتاً ایک لڑنے والا جانور ہے وہ اپنی قومی اور انفرادی زندگی کے لئے ہمیشہ لڑتا رہے گا جب تک کہ مسیح کے دو حکموں میں سے ایک پر کہ "اپنے پڑوسی سے اپنے مانند محبت رکھ" پر عمل کر کے اس جذبہ فطرت پر غالب نہ آ جائے۔ اور یہ وہ حکم ہے جس پر سے نہ صرف شریعت اور نبیوں کو ہی قربان کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ اعلیٰ ترین فلسفۂ اخلاق کو بھی اسی کے بھینٹ چڑھانا پڑتا ہے"

اس کھلے اعتراف کے بعد کہ مسیح کی تعلیم جذبہ فطرت شریعت اور انبیاء اور فلسفۂ اخلاق کے بھی قطعاً خلاف ہے اخبار مذکور نے یہ بھی مانا ہے کہ بہت سے مذہبی لوگوں نے اس تعلیم پر عمل کیا ہے۔ اور یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے لیکن جو چیز فطرت کے ہی صریح خلاف ہو، جو سرے سے فلسفۂ اخلاق ہی کو ملیا میٹ کرنے والی ہو، اس پر معلوم نہیں کیونکر کوئی مذہبی انسان عامل ہو سکتا ہے، کیا مذہب فطرت اور اخلاق کے خلاف چلنے کی تعلیم دیتا اور وہ کام کرواتا ہے جو انسانی فطرت کے منافی ہو،

ہمسایہ سے اپنی مانند محبت رکھنا فی الحقیقت کوئی ہم ناممکن امر نہیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ کما یحب لنفسہ۔ تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی سے ویسی ہی محبت نہیں کرتا جیسا اپنے آپ سے۔ لیکن جب ایک ہمسایہ یا ایک بھائی اس حکم کو توڑ کر دوسرے پر دراز دستی سے کام لے۔ جب کوئی شخص اپنے بھائی کا کرتہ اتارنا چاہے۔ تو یہ غلط ہے۔ اور فطرت اور اخلاق کے صریح خلاف، کہ اس کا ہاتھ نہ پکڑا جائے۔ اور اس کو چوغہ بھی اتار کر دے دیا جائے۔

بہر حال ٹائمز کے مندرجہ بالا الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ انگلستان میں آج مسیح کی تعلیم کی کیا وقعت رہ گئی ہے۔

روشن کھڑکی

امریکن اخبار لٹریری ڈائجسٹ نے اپنی ایک قریبی اشاعت میں نیویارک کے کلیساؤں کی بعض خاص کھڑکیوں کا حال لکھا ہے جو "روشن کھڑکی" کے نام سے موسوم ہیں، ان کھڑکیوں میں ایک خاص قسم کا شیشہ لگا ہوا ہوتا ہے، جس کے اُوپر مسیحیت کا وعظ لکھا ہوا ہوتا ہے، اور جب اس کے اندر روشنی کی جاتی ہے تو باہر والوں کو عجیب بہار دکھاتا ہے، اس دلچسپ نظارہ کو دیکھ کر بازار سے گذرنے والے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جس وعظ کو گرجوں کے اندر جا کر وہ سننا نہیں چاہتے۔ باہر اس طریق سے

(بقیہ کالم ۳)

ان کو سنا دیا جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ گرجوں کی رونق کو بڑھانے کے لئے جب کوئی اور سامان حاملان صلیب کو نظر نہیں آیا۔ تو اس طریق کو عمل میں لایا گیا۔ جو ابتدا میں بمصداق لکل جدید لذیذ کچھ لوگوں کی دلچسپی کا موجب ہوا۔ لیکن اخبار مذکور سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اس کی طرف بھی لوگوں کی اتنی توجہ اب نہیں رہی اور اسی لئے ان کھڑکیوں کو بجائے روزانہ روشن کرنے کے اب صرف اتوار کو صبح اور شام کے وقت ہی روشن کیا جاتا ہے۔

("پیغام صلح")

۵ر مارچ ۱۹۲۲ء

دین کا سچا خادم اور اسلام کا سچا داعی

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب

"مسیح موعود نمبر" کا بقیہ

مسیح موعود کا کام

مسیح موعود کا دعوےٰ کر لینا تو آسان ہے لیکن اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا معمولی بات نہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں کو دیکھ کر آپ کے بعد مسیلمہ کذاب ایسے لوگوں نے نبی ہونے کا دعوےٰ کیا اور لوگ کثرت سے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ لیکن باوجود کثرت کے اسے کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی اور جلد ہی وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ حضرت مرزا صاحب اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"بعض لوگ انبیاء اور مرسلین من اللہ کی کامیابیوں کو دیکھکر یہ خیال کر لیتے ہیں کہ شاید ان لوگوں کی کامیابی بسبب لفاظیوں اور قوت بیانیوں اور فصاحتوں اور بلاغتوں کے ہے آؤ ہم بھی ایسا کریں اور اپنا سلسلہ جمالیں مگر وہ لوگ غلطی کھاتے ہیں انبیاء کی کامیابی بسبب اس تعلق کے ہوتی ہے جو اُن کو خدا تعالےٰ کے ساتھ ہوتا ہے آدم سے لیکر آج تک کسی کو تقویٰ کے سوا فتح نہیں ہوئی فتح کی کنجی خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے فتح صرف اسی کو ہو سکتی ہے جس کا بحر تقویٰ میں سب سے بڑھ کر ہے تقویٰ کا پودا قائم ہو جائے تو اس کے ساتھ زمین و آسمان اُلٹ سکتے ہیں"۔

مسیح موعود کے کام کی تفصیلات تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی ہیں۔ موعود فرد کی صداقت کو پرکھنے کے لئے یہ ایک بہت بڑا معیار ہے کہ اس کے کام کو دیکھا جائے۔ ایک جھوٹا اور مفتری انسان موعود شخصیت ہونے کا دعویٰ تو کر سکتا ہے لیکن وہ کسی صورت میں بھی اُن ذمہ داریوں سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا جن کی تفصیلات پہلے ہی بطور پیشگوئی بیان کر دی گئی ہوں۔ لیکن اس کے برعکس اگر کوئی ایسا دعوےٰ کر کے اُن تمام امور کو بجا لاتا ہے تو پھر اس کی صداقت میں کچھ بھی شک کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔ ایک خاص شخصیت کی پیشگوئی کر کے اس کے ذمہ ایک خاص اور اہم کام لگا دینا اس امر کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی اور فرد یا جماعت کو وہ کام کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔

مسیح موعود ایسی عظیم المرتبت شخصیت کی پیشگوئی جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر بیان فرمایا اس کے بلند اور عظیم نصب العین کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ سینکڑوں برس پیشتر ایک شخص کی پیشگوئی کر دینا اور تمام امت میں اس کی آمد کے لئے ایک تڑپ لگا دینا اور خاص طور پر امت کو حکم صادر فرمانا کہ اگر تمہیں برف کے تودوں پر سے گھٹنوں کے بل چل کر اس کے پاس جانا پڑے تو اس کے پاس جانا .... اور اس کے ساتھ مل کر کام کرنا اور اسے میرا اسلام پہنچانا یہ یقیناً کسی بڑی شخصیت کے بارہ میں ہی کہا جا سکتا ہے اور اس شخصیت کے ساتھ کسی بہت بڑی متاع کی حفاظت وابستہ ہے۔

ایمان کو ثریا سے واپس لانا

اس متاع عزیز کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔

یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں ایمان قلوب سے نکل چکا ہوگا اور زبان سے خدا اور اس کے رسُول کی اتباع کے دعاوی تو ہوں گے لیکن اس کی حقیقت سے قلوب خالی ہوں گے۔

لم یبق من الاسلام الا اسمہ یعنی اسلام کا صرف نام باقی رہ جائیگا اور اسکا مغز آنکھوں سے اوجھل ہو چکا ہوگا۔ اور قوم محض رسومات کی پابند ہو کر رہ گئی ہوگی اور اسی کو بدقسمتی سے وہ اسلام سمجھے بیٹھے ہوں گے۔ یعنی وہ مقصد جس کے لئے قرآن کریم نازل کیا گیا اور جس کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار ساتھیوں نے بڑی بڑی تکالیف برداشت کیں اور بعض نے اپنی جانوں تک کو قربان کر دیا ہاں وہ مقصد عالی جس کی تلقین کے لئے علماء ربانی مبعوث ہوتے رہے یعنی قلوب میں خدائے واحد پر ایمان پیدا کرنا۔ اور تقویٰ پیدا کرنا وہ مفقود اور معدوم ہو چکا ہوگا۔ ان حالات میں مسیح موعود کا کام از سر نو ایمان کو قلوب کے اندر پیدا کرنا اور تقویٰ کی باریک راہوں پر قوم کو چلانا ہوگا۔ یہ وہ کام ہے جس کے لئے بڑے بڑے عظیم المرتبت انبیاء اپنی اپنی قوموں میں مبعوث ہوئے۔ یہی وہ متاع ہے جو روپیہ اور مال و دولت کی کثرت نہیں بلکہ کسی باخدا انسان کی زبردست توجہ کی محتاج تھی۔

ایمان پیدا کرنے کے ذرائع

قوم کے قلوب میں خدا کی ہستی پر یقین کامل کا پیدا کرنا دو امور کو چاہتا ہے اور یہ وہ امور ہیں جو خدا تعالےٰ کی قدیم سنت کے مطابق ہیں اور جس کے ذریعہ سے ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو شرک کی ظلمات میں گھر جانے کے بعد توحید کا پرستار بنایا۔ ان میں سے پہلی بات خدا تعالےٰ کا اپنے محبوب اور برگزیدہ بندے سے کلام کرنا ہے اور دوسرے غیب کی باتوں پر اطلاع دینا ہے تا ان کے پورا ہونے کے بعد مومنین کے ایمان بڑھیں"

خدا کی ہستی کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ وہ اپنے پاک بندوں سے ہمکلام ہو۔ اگر اس کا کسی انسان سے ہمکلام ہونا بند ہو جائے تو اس کی ہستی پر ایمان اور یقین پیدا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن کریم نے معبود حقیقی اور معبودان باطلہ میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا افلا یرون الا یرجع الیھم قولاً پھر غیب کی باتوں سے اطلاع پانا اور ان کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھنا ترقی ایمان کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس کو قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی ضعف اور بے بسی کی حالت میں خدا تعالےٰ سے الہام پا کر صحابہ کو بتایا سیھزم الجمع ویولون الدبر کہ ایک وقت آتا ہے کہ کفار اپنی ساری کی ساری قوت سمیٹ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے لیکن کفار کی جمعیت مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی بلکہ وہ سب کے سب ... اپنی کثرت کے باوجود پیٹھ دیکر بھاگ جائیں گے۔ یہ بڑی زبردست پیشگوئی تھی اور ان حالات میں جبکہ مسلمانوں کو مارا جا رہا ہے اور وطن چھوڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اتنی عظیم الشان فتح کی خوشخبری سنانا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست نشان تھا۔ چنانچہ وہ وقت آیا اور تمام کا تمام عرب جنگِ احزاب میں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے اُمڈ آیا اس حالت کا نقشہ سورۃ احزاب کے تیسرے رکوع میں کھینچا ہے۔

ولما را المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ

یعنی جب مومنین نے کفار کی جمعیت کو دیکھا تو وہ پکار اُٹھے یہ وہی دن ہے جس دن کا خدا اور اس کے رسول نے پہلے ہی سے ہمیں وعدہ دے رکھا ہے۔ یعنی یہ کہ کفار کی زبردست جمعیت حملہ آور ہوگی اور وہ شکست کھا جائے گی۔

وصدق اللہ ورسولہ

اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ سچا ہے ایسا ہو کر رہے گا۔

وما زادھم الا ایمانا وتسلیما

اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ کر ان کا ایمان بڑھ گیا اور ایمان کے بڑھنے سے وہ پہلے سے کہیں زیادہ خدا اور اس کے رسول کے احکامات کی فرمانبرداری کرنیوالے ہو گئے۔ پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھنے سے ایمان کا بڑھنا ایک حقیقت ہے۔

مسیح موعود کے لئے لفظ نبی کا استعمال

غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے ذمہ قلوب کو نور ایمان سے منور کرنے کا کام لگا کر اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ موعود شخص مکالمہ مخاطبہ کے شرف سے مشرف کیا جائے گا اور اسے

کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جائے گی۔ چنانچہ مکالمہ مخاطبہ کی اس کثرت کو واضح کرنے کیلئے حضور نبی کریم صلعم نے مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ یہ قطعی امر ہے کہ آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی ہے اور حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ تاہم صحیح مسلم میں ایک آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"......... ثم یاتی نبی اللہ عیسیٰ قوماً .... و یحصر نبی اللہ عیسیٰ .... فیرغب نبی اللہ .... ثم یھبط نبی اللہ۔

اس حدیث کے راوی نواس بن سمعان ہیں اور یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی مندرج ہے۔ آئمہ حدیث نے اس حدیث پر بڑی بحث کی ہے اور اس ایک لفظ سے ان کے لئے بڑی مشکلات پیدا ہوگئیں کہ آخر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خاتم النبیین کا اعلان کر دینے کے بعد کوئی اور نبی آ جائے۔ حضرت میرزا صاحب جو اس پیشگوئی کے مصداق ہیں انہوں نے بڑی خوبصورتی سے اس مشکل کو حل کر دیا ہے۔ اس حل سے قرآن کریم کے اس اعلان ما محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ میں کلی مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ حل ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:۔

"بیدانی سمیت نبیاً علی لسان خیر البریۃ و ذالک امر ظلی من برکات المتابعۃ .... وما عنی اللہ من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ .... و سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ

(ضمیمہ حقیقت الوحی استفتاء صفحہ ۶۴)

یعنی یہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے لئے جو نبی کا لفظ استعمال کیا ہے، وہ ظلی طور پر ہے نہ کہ حقیقی معنوں کے لحاظ سے اور اس کا مفہوم صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ تک محدود ہے۔

اور چونکہ حضرت میرزا صاحب کے الہامات میں بھی کثرت مکالمہ مخاطبہ کی نعمت کو واضح کرنے کے لئے نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لئے اس کی بھی تشریح کر دی کہ یہ مجازی رنگ میں ہے حقیقی معنوں کے لحاظ سے نہیں ہے۔

ظلی و مجازی نبوت محدثیت ہے

یہیں پر بس نہیں کی بلکہ ظلی مجازی نبوت کی بھی خود ہی تشریح کر دی ہے تا ختم نبوت کا مسئلہ صاف ہو جائے ان الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے بتایا ہے کہ یہ محدثیت ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ محدث اور مجدد اس امت میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ فرمایا:۔

"محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے .... اس کو اگر مجازی نبوت قرار دیا جائے .... تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ دعوےٰ لازم آگیا"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲)

پھر فرمایا:۔

"ولایت ظل نبوت است"

یعنے ولایت نبوت کا ظل ہے۔ چنانچہ اپنے دعوےٰ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوےٰ سے کچھ بڑا نہیں"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۱)

کسر صلیب

دوسرا کام جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے ذمہ لگایا ہے اس کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں مندرج ہے:۔

یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب۔

ان الفاظ پر بڑی بحث کی گئی ہے اور بعض علماء نے تو اس کی تشریح بڑے مضحکہ خیز رنگ میں بیان کی ہے اُن کا کہنا ہے کہ مسیح موعود آکر عیسائیوں کی بستیوں میں جائے گا۔ اور ایک گُرز ہاتھ میں لئے ان کی وہ تمام صلیبیں جو انہوں نے لکڑی وغیرہ کی بنائی ہوں گی توڑ دے گا۔ اور پھر جنگلوں میں پھرے گا تا خنازیر کو چُن چُن کر تہ تیغ کرے۔ مسیح موعود ایسے عظیم المرتبت انسان کا یہ کام!

حضرت میرزا صاحب جن کا دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا ہے وہ اپنی ذمہ داری کو خوب سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے .... ان الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یکسر الصلیب سے مراد عیسائی فتنہ کا مقابلہ کرنا ہے اور وہ تلوار سے نہیں بلکہ دلائل اور براہین سے ان کے دین کو باطل کرنا ہے۔ یہ کیسی معقول بات ہے، حدیث صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں امام ابن حجر عسقلانی بھی یکسر الصلیب کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ای یبطل دین النصرانیہ

یعنی مسیح موعود عیسائی دین کا باطل ہونا ثابت کرے گا۔

قتل خنزیر

اسی طرح یقتل الخنزیر سے مراد خنزیر طبع و خنزیر خصلت لوگوں کا دلائل سے قلع قمع کرنا ہے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ہفتم کے صفحہ ۵۴۲ پر الخنزیر کے ماتحت لکھا ہے:۔

و وقع فی روایۃ الطبرانی و یقتل الخنزیر والقردۃ

یعنی یہ کہ طبرانی کی روایت میں خنزیر اور قردۃ دونوں کے قتل کا ذکر ہے۔

قرآن کریم میں بھی یہ دونوں الفاظ مستعمل ہوئے ہیں اور یہ بعض بے عمل اور نافرمان یہودیوں کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ المائدۃ کی آیت ۶۰ و ۶۱ میں فرمایا:۔

من لعنہ اللہ و غضب علیہ و جعل منھم القردۃ والخنازیر و عبد الطاغوت۔

یعنی وہ جس پر اللہ نے پھٹکار کی اور اس پر ناراض ہوا اور ان میں سے بندر اور سؤر بنائے اور وہ جس نے طاغوت کی پرستش کی۔ شاید کوئی ان الفاظ کے ظاہری معنوں پر ہی جاتا ہے تو اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اس سے اگلی آیت میں فرمایا:۔

و اذا جاؤکم قالوا آمنا و قد دخلوا بالکفر و ھم قد خرجوا بہ۔

یعنی جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے، اور وہ یقیناً کفر کے ساتھ آئے اور وہ یقیناً اس کے ساتھ ہی نکل گئے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں آنا اور ایمان لانے کا اظہار کرنا تو ایک انسان ہی کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی یہ دونوں الفاظ کے بعض بے عمل دنیا پرست لوگوں کے لئے استعمال کئے گئے ہیں، حضورؐ نے فرمایا:۔

تکون فی امتی فزعۃ فیصیر الناس الی علماءھم فاذا ھم قردۃ و خنازیر۔

(کنز العمال کتاب القیامۃ۔ حدیث نمبر ۲۰۱۳)

اسی کتاب میں حدیث نمبر ۱۹۹۹ میں فرمایا:۔

لیبیتن اقوام من امتی علی اکل و لھو و لعب ثم یصبحن قردۃ و خنازیر۔

الغرض قرآن کریم اور احادیث کے استعمال کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ خنازیر سے مراد جنگل میں بسنے والے خنازیر نہیں بلکہ یہ خنزیر طبع اور خنزیر خصلت بد عمل لوگ ہیں۔ جن کی وجہ سے سوسائٹی میں ایک فتنہ پیدا ہو چکا تھا۔ ایسے فتنہ کا پیدا ہو جانا بھی ایک واقعہ ہے پس اس فتنہ کا استیصال بھی مسیح موعود کے ذمہ ہے، جو براہین سے کیا جائے گا۔

یضع الحرب

یضع الحرب کے الفاظ فرما کر سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے طریق کار کو خود ہی واضح کر دیا ہے کہ وہ دین عیسویت کے ابطال اور خنزیر خصلت لوگوں کے قتال کے لئے جنگ نہیں کرے گا بلکہ اس کے زمانہ میں لوگوں کو مذہبی آزادی ہوگی اور انہیں تلوار سے نہیں بلکہ وساوس سے آبائی دین سے منحرف کیا جائے گا۔

قرآن کریم نے مذہبی آزادی پر بڑا زور دیا ہے اور وہ اس معاملہ میں جبر کے خلاف ہے اس کا اعلان ہے

لا اکراہ فی الدین

یعنی دین کو بالاکراہ نہیں منوایا جائے گا۔ قرآن کریم کے اس

حکم کی موجودگی میں مسیح موعود کا دین کی مدافعت یا اس کی اشاعت کے لئے تلوار اُٹھانا جبکہ مخالف تلوار سے نہیں بلکہ دلائل سے ایمان کو چھین رہا ہو کہاں تک جائز ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ جو موجودہ حالات میں جہاد جہاد پکار رہے ہیں وہ مندرجہ بالا آیت پر غور کریں علاوہ ازیں "یضع الحرب" کے الفاظ بھی جہاد کے مفہوم کی تصدیق نہیں کرتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا:-

اذا وحی اللہ الیہ یا عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لاحد لقتالهم فاحرز عبادی الی الطور

یعنی حالات پیش آمدہ کے مدنظر اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو الہام کرے گا کہ وہ ظاہری جنگ و جدال سے مخالف قوم پر غالب نہیں آسکے گا۔ کیونکہ اس قوم کو مادی لحاظ سے اس قدر طاقتور بنایا گیا ہے کہ دنیا کی کوئی دیگر قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہاں اسے چاہیئے کہ وہ اپنی قوم کو طور پر لے جائے۔

کوہ طور کو حضرت موسےٰ علیہ السلام سے ایک مناسبت ہے کیونکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو بھی ایسے حالات کے اندر ایک طاقتور بادشاہ کا مقابلہ کرنا پڑا۔ انہیں بنی اسرائیل کی غلامی سے نجات دینے کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا:-

فاتیٰه فقولا انا رسولا ربك فارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبهم

یعنی فرعون کے پاس جایئے اور اس سے مطالبہ کیجئے کہ ہم تیرے رب کی طرف سے آئے ہیں کہ آپ بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں اور انہیں ہمارے ساتھ بھیجدیں اور انہیں قسما قسم کی تکالیف جو تم نے دے رکھی ہیں ان سے باز آجائیں۔

فرعون بڑی طاقت کا مالک تھا۔ بنی اسرائیل کی اتنی طاقت کہاں کہ اس کا مقابلہ کر سکیں۔ فرعون تو اپنی طاقت کے بل بوتے پر بنی اسرائیل کے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کروا رہا تھا۔

یذبحون ابناءهم

اور اس کا اس قدر رعب تھا کہ عوام الناس اس سے ڈر کر حضرت موسیٰ کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے تھے۔

فما آمن لموسیٰ الا ذریة من قومه علیٰ خوف من فرعون وملائهم ان یفتنهم

غرض ان مصائب اور مشکلات میں گھری ہوئی نادار قوم کو فرعون ایسے جابر بادشاہ کے پنجوں سے چھڑانے کے لئے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ بنی اسرائیل کا آزادی حاصل کر لینا کوئی آسان کام نظر نہیں آتا۔ ان مشکل ترین حالات سے نجات پانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک نسخہ سکھلایا اور وہ یہ ہے:-

واوحینا الیٰ موسیٰ واخیه ان تبوءا لقومکما .... بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلة واقیموا الصلوٰة وبشر المومنین۔

اس آیت میں واجعلوا بیوتکم قبلة واقیموا الصلوٰة کے الفاظ قابل غور ہیں، یعنی حکم ہوتا ہے کہ گھروں میں عبادت الٰہی بجا لاؤ، اور نماز کو قائم کرو، اور خدا کے حضور جھکو اور اس سے دعائیں مانگو وبشر المومنین اسی میں قوم کی نجات کا راز مضمر ہے، اگر قوم اس پر لبیک کہیگی تو وہ خوشی کے دن دیکھ لے گی جبکہ وہ فرعون کی غلامی سے آزاد ہو جائے گی۔

مسیح موعود کو بھی اسی قسم کے حالات سے سامنا کرنا تھا ایک طرف مسلمانوں کی انتہائی کمزور حالت تھی اور دوسری طرف مقابلہ میں بڑی زبردست قوم تھی، جس کی مادی طاقت کے زبردست ہونے کے متعلق حضور نے جو فرمایا تھا۔

لا یدان لاحد لقتالهم

تو ان حالات میں مسیح موعود کو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ہی مجرب نسخہ پر عمل کرنا تھا اور فاحرز عبادی الی الطور کا حکم بیٹھ جانے میں تعلق باللہ کو مضبوط کرنے اور قوم کو دعاؤں میں لگا دینے ہی کی طرف اشارہ ہے۔ پس حضرت میرزا صاحب نے پیش آمدہ حالات کے اندر اسی مشکل ترین راہ کو اختیار کیا جو حضرت نبی کریم صلعم نے پہلے سے ہی مسیح موعود کے لئے تجویز کر رکھی تھی۔ اب وہ لوگ جو صرف زبانی جہاد جہاد پکارتے رہتے ہیں وہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے مندرجہ بیانات پر غور کریں۔

مکتوب بغداد

(بسلسلہ صفحہ ۲)

کا خط مرقومہ ۲۳ر مئی ملا اور موصوف ہی سے مورخہ ۲۵ر مئی کی لکھی ہوئی عید الفطر کی روئداد برائے ترجمہ واشاعت ملی ۲۳ر مئی کے خط سے معلوم ہوا کہ اخویم سچوانی صاحب نے عید الفطر کے جلسہ کے اخراجات میں مبلغ ایک ہزار روپیہ پاکستانی سکہ عطیہ دیا جزاهم اللہ، عید الفطر کا یہ جلسہ نہایت ہی عظیم اور شاندار ہوا جس مختلف ممالک کے مسلمانوں نے یورپ کے اس جزیرہ نما ملک میں مل کر خدائے واحد کے سامنے اپنے سروں کو جھکایا، یہ روح پرور نظارہ ٹیلیویژن میں دکھایا گیا۔ آج سے چالیس سال قبل یہاں کچھ بھی نہ تھا ایک اینٹ پتھر کی عمارت مسجد کی شکل میں زمین پر قائم تھی وہ بھی جائداد کی شکل میں منتقل ہو رہی تھی کہ وہ اللہ والے اپنے سینوں میں اسلام کے درد کو دبائے ہوئے سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح لنڈن پہنچے، ووکنگ میں ڈیرہ جمایا، عمارت کو صاف کر کے بلال ثانی حضرت نور احمد رحمہ نے اذان دی خواجہ کمال الدین فاتح روحانی یورپ وانگلستان نے مل کر نماز پڑھی درد دل سے اپنے خالق حقیقی کے آگے غلبہ اسلام کے لئے دعائیں کیں۔ اب اس عمارت میں مسجد کی اصل غرض پوری ہونی شروع ہوئی، جہاں دو چار خدا کے بندے آجایا کرتے تھے آج وہاں ہزاروں کا اجتماع ہو رہا ہے یہ کیا ہے، یہاں ہر دو بزرگوں کی دلی تڑپ اور درد کا نتیجہ ہے۔ یہ کام اور مزید ترقی کرے گا۔ یہ شجرہ طیبہ سارے یورپ پر چھا جانے کو ہے کمال الدین رحمہ حامل نطق مسیح وقت اور اس کا سراپا محمد وساتھی نور احمد رحمہ کا نام رہتی دنیا تک قائم رہے گا آیندہ نسلیں ان کی ارواح مطہرات پر درود وسلام بھیجیں گی۔

مہدی سوڈانی اور جمال الدین افغانی

عصر کے وقت بیمار پرسی کے لئے جناب مرزا محمد خان صاحب یکے از احباب ربوہ تشریف لائے۔ شدت مرض کی وجہ سے زیادہ گفتگو نہ ہو سکی، شیخ محمد احمد المشہور مہدی سوڈانی کا ذکر آیا۔ مصر میں السید جمال الدین افغانی ان دنوں موجود تھے۔ مہدی موصوف ان سے آکر ملتے ہیں السید افغانی انہیں جہاد پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مہدی کہتے ہیں کہ ان کے ساتھی بغیر کسی خاص چیز کے جہاد پر آمادہ نہ ہوں گے آج کل مہدی کا شدت سے انتظار ہے، مہدی کا ظہور ان کو مرنے مارنے پر بہترین طریق پہ تیار کر سکتا ہے، سید صاحب مہدی سوڈانی کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ خود مہدی کا دعوےٰ کر دیں۔ آپس میں یہ فیصلہ ہو جاتا ہے۔ مہدی سوڈانی اپنے گاؤں میں جا کر مہدی کی آمد کا اعلان کرتا ہے پھر خود دعوےٰ کر دیتا ہے اخیر خرطوم پر قبضہ اور چند سال عارضی کامیابی کے بعد تحریک مہدی کا المناک حشر ہوتا ہے۔ انسانی منصوبوں کے ماتحت بنائی ہوئی تحریک کا یہ حشر لازمی تھا۔ قرآنی تحریک کے مقابلہ میں زهق الباطل اسی طرح ظہور پذیر ہوتا تھا۔ سید افغانی ہوں یا اور کوئی بزرگ یضع الحرب کی حدیث نظر انداز کر جاتے ہیں اور امت اسلامیہ کی ذلت اور مصیبت کا باعث ہوتے ہیں آج جاهدهم به جهاداً کبیراً کی اشد ترین ضرورت ہے۔ قرآن کی تعلیم کو پھیلانے سے وہ مقصد بھی (یعنی حصول حکومت) حاصل ہو سکتا ہے جس کی تمنا سید افغانی مرحوم کے زعما کے دلوں میں تھی،

محترم غلام ربانی خاں صاحب سے

۳۱ر مئی ۱۹۵۵ء بروز منگل وار:-

اخبار الیقظہ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ اگلے بدھ کو یعنی ۸ر جون ۱۹۵۵ء کو علامہ هبة الدین الشهرستانی شیعوں کے مشہور مجتہد بغرض شمولیت موتمر الادیان ٹوکیو جاپان بغداد سے روانہ ہو رہے ہیں۔ علامہ موصوف کو موتمر مذکور کی طرف سے دعوت نامہ آیا تھا پیغام صلح میں عرصہ چھ ماہ ہوئے پڑھا تھا کہ ہمارے محترم بزرگ غلام ربانی خاں صاحب آف مانسہرہ اس موتمر میں شامل ہونے کے لئے جماعت کی طرف سے اپنے اخراجات پر تشریف لے جاویں گے۔ لیکن اس کے بعد کوئی اطلاع نہیں ملی، امید ہے ہمارا یہ سابق مجاہد ووکنگ انگلستان جو ایسے کاموں کے لئے موزوں ہے فی سبیل اللہ لا الٰہ الا اللہ کا انسان پرستوں کے ملک میں جھنڈا گاڑنے کی سعی فرمائے گا۔

اس دور کا مُلا بھی مسلمان ہی کیا؟

(قمر اجنالوی)

ایمان کا ہر پیچ نکل جاتا ہے ؛ دل آتشِ تکفیر میں جل جاتا ہے
مُلا ہے تہی سوزِ یقیں سے لیکن ؛ فتووں کی کٹھالی میں پگھل جاتا ہے

اک آیۂ دین چل رہی ہے دیکھو ؛ اللہ کی زمین چل رہی ہے دیکھو
منبر پہ کھڑا ہے ایک مُلا لیکن ؛ فتووں کی مشین چل رہی ہے دیکھو

تکفیر کے نغمات نہ چھیڑ اے مُلا ؛ اسلام کا دروازہ نہ بھیڑ اے مُلا
ایمان کے اک عقدۂ لاینحل پر ؛ اسلام کے بخئے نہ ادھیڑ اے مُلا

ہر مردِ غنی "صاحبِ فان" ہے کیا؟ ؛ اس باب میں اللہ کا فرمان ہے کیا؟
اک سستا فتویٰ ہے مجھے بھی درکار ؛ اس دور کا مُلا بھی مسلمان ہی کیا؟

* * *

حضرت مُلا

(ڈاکٹر اقبال)

میں بھی حاضر تھا وہاں ضبطِ سخن کر نہ سکا
حق سے جب حضرتِ مُلا کو ملا حکمِ بہشت
عرض کی میں نے الٰہی! میری تقصیر معاف
خوش نہ آئیں گے اسے حور و شراب و لبِ کشت
نہیں فردوس مقامِ جدل و قال و اقول
بحث و تکرار اس اللہ کے بندے کی سرشت
ہے بدآموزیٔ اقوام و ملل کام اس کا
اور جنت میں نہ مسجد نہ کلیسا نہ کنشت

جماعت کو نصیحت

از حضرت مسیح موعود

اور میں اپنی جماعت کو جو مجھے مسیح موعود مانتی ہے خاص طور پر سمجھاتا ہوں کہ وہ ہمیشہ ناپاک عادتوں سے پرہیز کریں۔ مجھے خدا نے جو مسیح موعود کر کے بھیجا ہے اور حضرت مسیح ابن مریم کا جامہ مجھے پہنا دیا ہے، اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حق ہمدردی بجا لاؤ۔ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے کیا ہی گندہ اور ناپاک مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک راہ ہے جو نفسانی بغضوں کے کانٹوں سے بھرا ہے، سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے۔ کیا یہی ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟ نہیں بلکہ مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہو گی بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو، میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے، اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ، اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں، مگر یہ ایک دن کا کام نہیں ترقی کرو ترقی کرو، اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے، اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے۔ تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جزو بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتداء میں تھے، یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے، یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کی میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔

(مقتبس از رسالہ جہاد)

پیغام صلح مورخہ ۲۲ر جون ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ - شمارہ نمبر ۲۴

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر - دوست محمد

جلد ۴۴ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۵ ذیقعد ۱۳۷۴ھ - مطابق ۲۹ جون ۱۹۵۵ء | نمبر ۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر لطیف

از حضرت مسیح موعود

۱ - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - یہ آیت سورۃ ممدوحہ (سورۃ فاتحہ) کی آیتوں میں سے پہلی آیت ہے اور قرآن شریف کی دوسری سورتوں پر بھی لکھی گئی ہے - اور ایک اور جگہ بھی قرآن شریف میں یہ آیت آئی ہے - اور جس قدر تکرار اس آیت کا قرآن شریف میں بکثرت پایا جاتا ہے اور کسی آیت میں اس قدر تکرار نہیں پایا جاتا - اور چونکہ اسلام میں یہ سنت ٹھہر گئی ہے کہ ہر یک کام کے ابتدا میں جس میں خیر اور برکت مطلوب ہو بطریق تبرک اور استمداد اس آیت کو پڑھ لیتے ہیں - اس لئے یہ آیت دشمنوں اور دوستوں اور چھوٹوں اور بڈوں میں شہرت پا گئی ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص تمام قرآنی آیات سے بے خبر مطلق ہو تب بھی امید قوی ہے کہ اس آیت سے ہرگز اس کو بے خبری نہیں ہو گی -

اب یہ آیت جن کامل صداقتوں پر مشتمل ہے ان کو بھی سن لینا چاہئیے، سو منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اصل مطلب اس آیت کے نزول سے یہ ہے کہ تا عاجز اور بے خبر بندوں کو اس نکتہ معرفت کی تعلیم کی جائے کہ ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے کہ جو اصطلاحات قرآنی کی رو سے ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ اور منزہ عن جمیع رذائل اور معبود برحق اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض پر بولا جاتا ہے - اس اسم اعظم کی بہت سی صفات ہیں سے جو دو صفتیں بسم اللہ میں بیان کی گئی ہیں یعنے صفت رحمانیت اور رحیمیت، انہی دو صفتوں کے تقاضا سے کلام الٰہی کا نزول اور اس کے انوار و برکات کا صدور ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا کے پاک کلام کا دنیا میں اترنا اور بندوں کو اس سے مطلع کیا جانا یہ صفت رحمانیت کا تقاضا ہے - کیونکہ صفت رحمانیت کی کیفیت (جیسا کہ آگے بھی تفصیل سے لکھا جائے گا) یہ ہے کہ وہ صفت بغیر سبقت عمل کسی عامل کے محض جود اور بخشش الٰہی کے جوش سے ظہور میں آتی ہے جیسا خدا نے سورج اور چاند اور پانی اور ہوا وغیرہ کو بندوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا ہے یہ تمام جود اور بخشش صفت رحمانیت کے رو سے ہے اور کوئی شخص دعوے نہیں کر سکتا کہ یہ چیزیں میرے کسی عمل کی پاداش میں بنائی گئی ہیں - اسی طرح خدا کا کلام بھی کہ جو بندوں کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے اترا وہ بھی اس صفت کے رو سے اترا ہے اور کوئی ایسا متنفس نہیں کہ یہ دعوے کر سکے کہ میرے کسی عمل یا مجاہدہ یا کسی پاک باطنی کے اجر میں خدا کا پاک کلام کہ جو اس کی

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

امریکہ میں تبلیغی سرگرمیاں

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا مکتوب سان فرانسسکو سے

ایکس چینج کلب میں تقریر

مجی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور - پاکستان -

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - سترہ مئی کو ایکسچینج کلب آف ویسٹرن کیلیفورنیا نے لنچ کی مجھے دعوت دی ہوئی تھی اور ساتھ ہی درخواست کی تھی کہ بعد از طعام اسلام کے متعلق کچھ بیان کروں، چونکہ رمضان کا مہینہ تھا اس لئے میں لنچ کی دعوت تو قبول نہ کر سکا مگر دوسری درخواست ان کی بشکریہ قبول کی، میری تقریر کے بعد حسب معمول سوالات بھی پوچھے گئے اور لٹریچر بھی حاضرین میں تقسیم کیا گیا -

نماز عید الفطر

۲۲ مئی کو عید الفطر تھی - گیارہ بجے ہمارے مکان پر نماز ہوئی، ڈاکٹر ظام شفیق نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے اور میں نے خطبہ دیا، حاضرین کی تعداد ۵۹ تھی، ان میں ۹ بچے شامل تھے، نماز اور خطبہ کے بعد لنچ دیا گیا -

ہفتہ وار جلسہ

ہمارے ہفتہ واری جلسے چونکہ نہایت باقاعدگی سے ہر اتوار کو ہوتے ہیں اس لئے بعض غیر مسلم بہنوں کو علم نہ تھا کہ آج ہماری عید ہے ساڑھے تین بجے جلسہ میں شریک ہونے کے لئے پہنچ گئے انہیں مایوس کرنا مناسب نہ سمجھا گیا اور ان کی خاطر آج بھی معمول کے مطابق ہفتہ واری جلسہ منعقد کیا گیا اور اس میں ناغہ نہ ہونے پایا -

ایک دعوت طعام پر گفتگو

۲۵ مئی کی شب کو جناب عدنان خشوگی طالب علم سٹینفورڈ یونیورسٹی کی دعوت طعام تھی، مسٹر کیسل اپنی کار لیکر ہمارے مکان پر ساڑھے چھ بجے پہنچ گئے، ان کے ہمراہ یہ خاکسار روانہ ہو گیا اور ساڑھے سات بجے عدنان صاحب کے دولتکدہ پر پہنچ گیا، ہز رائل ہائی نس پرنس نواف بن عبدالعزیز بھی وہاں موجود تھے - ان کے علاوہ سعودی عرب اور مصر کے چند طلباء تھے - رات کے گیارہ بجے تک محفل قائم رہی اور بڑی دلچسپ گفتگو ہوتی رہی -

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مودودی صاحب کی طرف سے تمام مجددین کی توہین

مولوی احمد علی صاحب صدر جمعیت العلمائے اسلام امیر انجمن خدام الدین لاہور

مولانا احمد علی صاحب نے ”شے پاکستان“ میں جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی کے خلاف جو سلسلہ مضامین شروع کر رکھا ہے ان میں سے ایک مضمون جس کا تعلق بعثت مجددین سے ہے درج ذیل ہے۔ اس مضمون میں مولوی احمد علی صاحب نے حدیث مجدد کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے گزشتہ تیرہ صدیوں میں مجددین کی آمد کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟ اور اگر اس صدی میں مجدد کوئی نہیں آیا تو اس کی وجہ کیا ہے؟ مولانا مودودی کے خیالات پر جو تنقید انہوں نے کی ہے اس سے ہمیں بحث نہیں نہ ہی مودودی صاحب کی تحریرات سے جو نتائج انہوں نے اخذ کئے ہیں ان کی تائید یا تردید ہمارے مدنظر ہے اس مضمون کے نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف حدیث مجدد کی صحت کی طرف توجہ دلانا اور یہ دریافت کرنا ہے کہ جس حدیث کی صحت پر مولانا احمد علی صاحب اس قدر زور دیتے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث کے مطابق گزشتہ تیرہ صدیوں میں مجدد آتے رہے تو چودھویں صدی اس سے خالی کیوں رہ گئی اور کیوں اس شخص کو اس صدی کا مجدد تسلیم نہ کیا جائے جس نے صدی کے سر پر نہ صرف دعوئے مجددیت ہی کیا بلکہ اپنے علم و فضل اور فیوض روحانیہ اور شاندار خدمات اسلام سے جن کا ایک عالم معترف ہے ثابت کر دیا کہ فی الحقیقت وہی اس صدی کا مجدد ہے۔

(ایڈیٹر پ ص)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہوا ہے کہ ہم نے اس قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ سارے نظام عالم کو کلمہ کن سے بھی چلا سکتا ہے مگر اس نے اپنی مرضی سے سلسلہ اسباب بنایا ہوا ہے کہ ہر ایک کام سلسلۂ اسباب کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ اگرچہ کبھی کبھی قدرت کا کرشمہ دکھا بھی دیتا ہے۔ کہ میں ظاہری اسباب کے سوا بھی کام کر سکتا ہوں، مثلاً اولاد ہمیشہ مرد و عورت کے ملاپ ہی سے پیدا ہوتی ہے، مگر اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ پیدا کر کے دکھا دیا۔ کہ میں بن باپ پیدا کرنے پر بھی قادر ہوں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو بن ماں باپ پیدا کر کے دکھا دیا، کہ میں بن ماں باپ بھی پیدا کر سکتا ہوں۔

قرآن مجید کی حفاظت کے اسباب

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نقوش اور طرز تحریر کو کاتبوں کے ذریعہ سے محفوظ رکھا۔ الحمد للہ! عربی نویس کاتبوں کو اس مبارک زمانہ سے لے کر جو آج تک ہر جگہ موجود ہیں۔ قرآن مجید کے نقوش کے تلفظ کی حفاظت حفاظ قرآن مجید کے ذریعہ سے کرائی۔ وہ حضرات ان نقوش کا صحیح تلفظ ادا کر کے سنا دیتے ہیں اور دوسروں کو سکھا دیتے ہیں۔ ان الفاظ کے معانی اور مطالب کا حل اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام کے ذریعہ سے آج تک کرایا رحمۃ للعالمین کے مبارک زمانہ سے لے کر آج چودھویں صدی تک علمائے کرام قرآن مجید کے معانی اور مطالب کا حل نسلاً بعد نسل مسلمانوں کو سمجھاتے آئے ہیں اور اپنی صحبت میں بٹھا کر عملی رنگ صوفیائے کرام چڑھاتے آئے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ جو شخص اللہ پر توکل کرے۔ تو اللہ اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ کیا استاد سے اس آیت کا ترجمہ پڑھ لینے کے بعد طالب علم عملاً متوکل بھی ہو جاتا ہے۔ نہیں ہاں کسی متوکل کامل کے پاس کچھ عرصہ تک رہنے سے بشرطیکہ کامل کے ساتھ عقیدہ ادب اور اطاعت میں فرق نہ آئے تو خدا کے فضل سے کامل کی صحبت کی برکت سے یہ شخص بھی متوکل ہو جائے گا یعنی ماسوی اللہ سے بے نیاز ہو جائے گا اور فقط ایک اللہ پر اس کا بھروسہ ہو جائے گا۔

ایک خدمت باقی

ابھی قرآن مجید کی حفاظت کی ایک خدمت باقی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ پہلی امتوں نے اپنے اپنے دین کی تحریف کی ہے۔ یعنی بعض ضروری حصے دین کے نظر انداز کر دیئے اور بعض غیر ضروری چیزوں کو دین کا جزو بنا لیا اس تحریف کی اصلاح کے لئے گزشتہ زمانہ میں پیغمبر تشریف لایا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں اس قسم کے انبیاء علیہم السلام کافی تعداد میں پیدا ہوئے ہیں۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور انور کی زبان مبارک سے یہ اعلان کرایا ان اللہ عز وجل یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها (رواہ ابو داؤد) بیشک اللہ عز وجل اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر ایسا شخص بھیجے گا۔ جو اس امت کے دین کی تجدید کر دے گا۔ یہ حدیث محدثین کے ہاں صحیح ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔ یعنی اس حدیث کے رحمۃ للعالمین کا ارشاد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

مجدد کیا کرے گا

یبین السنة من البدعة ویکثر العلم وینصر اهله ویکسر اهل البدعة ویذلهم قالوا ولا یکون الا عالما بالعلوم الدینیة الظاهرة والباطنة قاله المناوی فی فتح القدیر شرح الجامع الصغیر قال العلقمی فی شرح معنی التجدید احیاء ما اندرس من العمل بالکتاب والسنة والامر بمقتضاهما من عون المعبود شرح ابو داؤد۔

ترجمہ:۔ سنت کو بدعت سے جدا کرے گا۔ علم کو پھیلائے گا۔ اہل علم کی مدد کرے گا۔ اور بدعتیوں کی کمر ہمت توڑ دے گا۔ اور انہیں ذلیل کرے گا۔ فرمایا وہ علوم دینیہ ظاہرہ اور باطنیہ کا عالم ہوگا یہ بات مناوی نے فتح القدیر شرح جامع صغیر میں کہی ہے اور علقمی نے اپنی شرح میں کہا ہے۔ تجدید کے معنی ان چیزوں کا زندہ کرنا جو کتاب و سنت میں سے عمل کرنے میں مٹ گئی ہوں اور کتاب و سنت کے تقاضوں کے مطابق حکم نہ کیا جاتا ہو۔

اس کی شہادت

قال الحاکم سمعت ابا الولید حسان بن محمد الفقیه یقول غیر مرة سمعت شیخا من اهل العلم یقول لابی العباس ابن سریج ابشر ایها القاضی فان الله من علی المسلمین بعمر بن عبد العزیز علی راس المائة فاظهر کل سنة وامات کل بدعة ومن الله علی راس المائتین بالشافعی حتی اظهر السنة واخفی البدعة من عون المعبود شرح ابی داؤد۔

ترجمہ:۔ حاکم نے کہا۔ میں نے ابا الولید بن محمد فقیہ سے بارہا سنا ہے وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے علماء میں سے ایک صاحب سے سنا جو ابی العباس ابن سریج کو کہہ رہے تھے، اے قاضی تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے عمر بن عبد العزیز کو صدی کے سرے پر بھیج کر مسلمانوں پر احسان کیا ہے اس نے سنت کو زندہ کیا ہے اور ہر بدعت کو مٹا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صدی کے سرے پر شافعی کے ذریعہ سے احسان کیا ہے، یہاں تک کہ اس نے سنت کو زندہ کر دیا ہے اور بدعت کو مٹا دیا ہے،

حاصل

یہ نکلا۔ کہ ہر صدی کے سرے پر مجدد پیدا ہوگا۔ جو عالم دین ہوگا۔ اپنی قوت ایمانی اور جرأت خداداد اور اپنی قابلیت کے شہرۂ آفاق ہونے کے لحاظ سے ہر سنت کو زندہ کرے گا اور ہر بدعت کو پامال کر دے گا۔

حفاظت دین میں مجدد کی ضرورت

سطور سابق سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ جس طرح نقوش قرآن مجید کے تحفظ کے لئے عربی نویس کاتبوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ جس طرح ان نقوش کے صحیح تلفظ بتلانے کے لئے قاریین کرام کا وجود ضروری ہے جس طرح الفاظ قرآن مجید کے معانی اور مطالب سمجھانے کے لئے عربی دان علمائے کرام کا وجود ضروری ہے، جس طرح قرآن مجید کا عملی رنگ چڑھانے کے لئے مزکین یعنی صوفیائے کرام کا وجود ضروری ہے۔ ان خدام محافظین قرآن مجید کا وجود پہلی

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— ۲۹ر جون ۱۹۵۵ء

علمِ حدیث اور اہلِ حدیث

جماعت اسلامی اور اہل حدیث کے مابین جو بحث اس وقت جاری ہوئی ہے، اس کی تلخی اور تیز کلامی سے جو مولویانہ اخلاق کا خاصہ ہے قطع نظر کرتے ہوئے آج ہم بحث کے اصل موضوع پر غور کرنا چاہتے ہیں، جو یہ ہے کہ صحیح بخاری میں جسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کیا گیا ہے، جس قدر احادیث درج ہیں کیا وہ سب اول کی ساری صحیح ہیں؟ مودودی صاحب کا بیان ہے کہ :-

"حدیث میں کوئی بڑے سے بڑے غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو ساڑھے سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں"

اہل حدیث اخبار "الاعتصام" کو اس سے اختلاف ہے، اور نرا اختلاف ہی نہیں بلکہ مولوی مودودی کی یہ بات اس کے لئے "قطعی ناقابل برداشت تھی"۔

"کیونکہ اہلحدیث کے نزدیک کتب صحاح بالخصوص صحیحین کا اسناد و متون کے اعتبار سے مرتبہ بہت اونچا ہے"

ہم اس بارہ میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حدیث کا مقام ہمارے نزدیک جیسا کہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں، قرآن کریم کے بعد سب سے بلند ہے، لیکن احادیث کے مختلف مدارج ہیں بعض احادیث وہ ہیں جو سنت ثابتہ کا درجہ رکھتی ہیں اور امت کے عملی تواتر نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فی الواقعہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے جس کو آپ نے نہ صرف زبانی تلقین کیا بلکہ خود اس پر عمل کر کے امت کو اس پر کاربند بنایا اس قسم کی احادیث جو ساڑھے تیرہ سو سال سے امت کے تعامل میں چلی آتی ہیں، یقیناً اس قابل ہیں کہ ان کو صحیح سمجھا جائے اور ان کا مرتبہ اور مقام قرآن کریم کے بعد دوسرے درجہ پر رکھا جائے لیکن ان کے علاوہ احادیث کا جو بہت بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے وہ اسناد و متون کے اعتبار سے خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتی ہوں تاہم ظنیات سے خالی نہیں، اور مودودی صاحب کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ :-

"بخاری جس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اس کے بارے میں یہ دعوے کسی نے نہیں کیا کہ اس کی تمام حدیثیں آنکھیں بند کر کے قبول کر لی جائیں"

افسوس ہے کہ جماعت اہلحدیث نے حدیث کے بارہ میں ہمیشہ اس قدر غلو اور افراط سے کام لیا ہے کہ اس کا مرتبہ قرآن کریم سے بھی بلند قرار دے دیا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ اگرچہ کوئی حدیث کھلے طور پر قرآن کریم کے مخالف نظر آئے تاہم محض اسناد و متون کی صحت پر اعتبار کرتے ہوئے اس کو صحیح سمجھ لیا گیا اور خدا کے کلام کی پرواہ نہ کی گئی، اسی قسم کی ایک حدیث "ایشیا" نے بخاری سے بطور مثال پیش کی، جس میں بتایا گیا ہے کہ لم یکذب ابراھیم الا ثلٰثا۔ حضرت ابراہیمؑ نے تین مرتبہ جھوٹ بولا اور اس کے غیر صحیح ہونے پر مولانا ابوالکلام آزاد کی شہادت پیش کی، لیکن "الاعتصام" نے یہ لکھ کر اس کو رد کر دیا کہ :-

"مدیر ایشیا کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مولانا ابوالکلام ہمارے لئے قابل احترام تو ہیں لیکن قابل تقلید ہرگز نہیں۔ محدثین کی تحقیق سے اگر ان کی تحقیق متصادم ہوگی تو ہم ان کے مقابلہ میں محدثین کی تحقیق ہی کو ترجیح دیں گے"

کاش محدثین کی تحقیق بھی لکھ دی ہوتی اور یہ بھی بتا دیا ہوتا کہ مولانا ابوالکلام آزاد قابل تقلید نہ سہی لیکن کیا "اہل حدیث" کے نزدیک قرآن کریم بھی قابل تقلید نہیں جو کھلے لفظوں میں اس حدیث کی تردید کرتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ اعلان کرتا ہے کہ کان صدیقاً نبیا کہ وہ نہایت راستباز نبی تھا، تعجب ہے قرآن کریم کے اس کھلے ارشاد کے مقابلہ میں محدثین کی ایسی تحقیق کو جو اسناد و متون سے بڑھ کر عقل و درایت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتی ترجیح دی جاتی ہے، حالانکہ محدثین کے اندر بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے صاف لکھا ہے کہ اذا انسدت طرق تاویلھا نسبنا الکذب الی رواتھا جب اس حدیث کی تاویل کے تمام رستے بند ہو گئے تو ہم نے اس کے راویوں کی طرف کذب منسوب کیا، یعنے یہ سمجھ لیا کہ راویوں نے جھوٹ بولا ہے، یہ تھی محدثین کی نظروں میں قرآن کی حرمت، خدا کے کلام کے مقابلہ میں وہ کسی راوی کی روایت کو قبول نہ کر سکتے تھے اور صاف کہہ دیتے تھے کہ کلام الٰہی کی تکذیب کی بجائے راوی کو جھوٹا سمجھ لینا زیادہ مناسب ہے، آجکل کے اہل حدیث کی طرح نہیں کہ قرآن کو بالائے طاق رکھ کر روایت کو محض اس لئے صحیح سمجھ لیا جاتا ہے کہ حدیث کی کتابوں میں درج ہو گئی، یہی غلو اور افراط ہے جس نے آجکل فتنہ انکار حدیث پیدا کیا ہے، یہی غلو اور افراط فرقہ اہل قرآن کی پیدائش کا موجب ہوا جس نے حدیث کا کلی انکار کر کے دین میں ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیا، جو آج بڑھتے بڑھتے ایک سیلاب عظیم کی صورت اختیار کر چکا ہے اسی سیلاب کو روکنے کے لئے "اہلحدیث" کی لائلپور کانفرنس میں تمام دینی و مذہبی جماعتوں کو دعوت اتحاد دی گئی۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام جماعتیں اپنے اختلافی مسائل کے متعلق اظہار خیال کو علمی دائرہ تک محدود رکھیں اور باہمی آویزش کا موقعہ پیدا نہ ہونے دیں، لیکن موقعہ پیش آنے پر خود حدیث کے معاملہ میں باہمی آویزش کا نہایت قابل افسوس منظر پیش کیا گیا، کیا اس قسم کی حرکات منکرین حدیث کی تقویت کا موجب نہ ہوں گی، ہم حدیث کے بلند مقام کا احترام کرتے ہوئے گروہ اہل حدیث سے یہ عرض کریں گے کہ انہیں اپنے مسلک پر نظر ثانی کرنی چاہیئے، وہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ کی صحت کو بعد کتاب اللہ ہی ماننا چاہیئے، اور اس بات پر محکم ایمان پیدا کرنا چاہیئے کہ حدیث خواہ کتنی بھی اعلےٰ پایہ کی ہو قرآن پر حکم اور قاضی نہیں ہو سکتی، قرآن بہرحال مقدم ہے، اور اگر کوئی حدیث قرآن کے خلاف نظر آئے اور کسی طرح اس کی تاویل کر کے ...... قرآن سے مطابقت نہ کی جا سکتی ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے، اگر وہ اس اصول کو اختیار کر لیں تو ان کا قدم بڑا پختہ ہو سکتا ہے اور انکار حدیث کے فتنہ کا مقابلہ وہ نہایت خوش اسلوبی سے کر سکتے ہیں، ورنہ تمام احادیث کو بلا استثنا صحیح اور قابل استناد مانتے ہوئے حدیث کی صحت ثابت ہونے کے بجائے انکار حدیث کے فتنہ کو تقویت حاصل ہوگی ۔

روسی ضیافت

معاصر "نوائے وقت" سے بلا تبصرہ :-

"۲۲ر جون کو روسی وزیر اعظم مارشل بلگانن نے پنڈت نہرو کے اعزاز میں ایک وداعی ڈنر دیا۔ اس ڈنر کے بارہ میں ہمارے دوست مسٹر پریم بھاٹیہ (جو اس دورہ میں پنڈت نہرو کے ساتھ تھے) کے تاثرات :-

"یہ کھانا بھی کوئی کھانا تھا، میزیں سیر خوار بھنے ہوئے سوروں سے بھری ہوئی تھیں، مرغوں مرغیوں۔ چوزوں کا وزن کئی سوٹن ہوگا۔ اور مشروبات (اور انواع اقسام کی شرابوں کی اتنی بھرمار کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی مہمان نوازی اور اتنے بڑے پیمانہ پر —— میں نے دنیا میں اور کہیں نہیں دیکھی"۔

("سٹیشمین" دہلی - صفحہ اوّل ۲۴ر جون ۱۹۵۵ء)

واضح رہے کہ مسٹر بھاٹیہ اپنی اخبار نویسانہ مصروفیتوں کے سلسلہ میں دنیا کے سبھی ملکوں میں جا چکے ہیں اور بڑے بڑے حکمرانوں سے مل چکے ہیں۔ روس میں بھی ان کا یہ دوسرا دورہ تھا۔

اگر اسی قسم کی ضیافت کسی جمہوری ملک کی طرف سے کسی مہمان کے اعزاز میں دی جاتی تو کمیونسٹ پروپیگنڈسٹ اسے سامراجیوں کے اسراف کے نام سے یاد کرتے۔ مگر یہ ضیافت جس میں منوں نہیں ٹنوں مرغیاں اور چوزے میز کی زینت تھے غالباً محنت کشوں اور مزدوروں کی ہمدرد حکومت کے اخلاق کا مظاہرہ قرار دی جائے گی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ روس میں گرانی اتنی ہے کہ ...... ایک عام روسی مزدور شاید دس برس میں ایک مرتبہ بھی بھنا ہوا مرغ خریدنے استطاعت نہ رکھتا ہو۔

اخبار (و) افکار

شرابنوشی کا علاج

امریکی خواتین کی طبی انجمن کے رسالہ میں ڈاکٹر بیدمزوان کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے، جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ

"شرابنوشی کے خلاف مہم میں شہد بہت مفید ہو سکتا ہے"

اس کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:۔

"شہد میں فرکٹوز کا تناسب بہت زیادہ ہوتا ہے اور شہد شراب کے اثرات کو بڑی آسانی سے زائل کر دیتا ہے اگر شہد میں حیاتین ب کو ملا دیا جائے تو اس کی تاثیر اور بھی بڑھ جاتی ہے۔"

ڈاکٹر بیدمزوان کا انکشاف جہاں شرابنوشی کے خلاف مہم کو کامیاب بنانے کا موجب ہو سکتا ہے وہیں قرآن کریم کے اس ارشاد کی صداقت کو جو ایک حقیقت ثابتہ کا درجہ رکھتی ہے زیادہ واضح کرتا ہے کہ فیہ شفاء للناس شہد میں ہر قسم کی شفا ہے، لیکن افسوس ہے کہ یہ نعمت الٰہی بھی آج دوسری نعما کی طرح انسانی تصرفات کا شکار ہو چکی ہے، اور اصلی شہد کا ملنا آج اتنا ہی دشوار ہے جتنا ہما کا سایہ، بہرحال ہمیں خوشی ہے کہ ڈاکٹر بیدمزوان کے بیان سے قرآن کی صداقت کی ایک اور شہادت پیدا ہو گئی۔

مصر میں برتھ کنٹرول

ایک تازہ ترین اطلاع ہے کہ:۔

"حکومت مصر نے برتھ کنٹرول (ضبط تولید) کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا ہے اور ایک درجن ایسے مراکز کھولنے کا فیصلہ بھی کر لیا ہے جہاں حاملہ عورتوں کے حمل ساقط کرنے کا انتظام ہو گا۔"

متعجب ہے کہ یورپ کے ترقی پسندانہ الحاد کی رَو میں آج اسلامی مملکتیں بھی بہی چلی جا رہی ہیں، اور اتنا نہیں سوچتیں کہ اس سے قوم اور سماج کو کتنا بڑا نقصان ہو گا۔ ضبط تولید ظاہری شکل میں خواہ کتنا بھی مفید نظر آئے لیکن یہ قدرت کے ساتھ ایک ایسا جنگ ہے جو آخر کار انسانیت کے نقصان ہی کا موجب ہو گا، قرآن کریم نے اس کی کھلے طور پر ممانعت کی ہے لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقکم وایاھم اولاد کو تنگی رزق کی وجہ سے قتل مت کرو، رزق تمہیں بھی ہم ہی دیتے ہیں اور انکو بھی ہم ہی دینگے، اس ارشاد الٰہی پر قدرت کی طرف سے سامان معیشت کی روز افزوں فراوانی زندہ گواہ ہے، تعجب ہے اس فراوانی رزق کو دیکھتے ہوئے جس کے حصول میں بعض وقت مشکلات بھی پیش آتی ہیں آج دانایان فرنگ تنگی رزق کا بہانہ بنا کر محض عیش و عشرت کے لئے ضبط تولید کے نام سے اپنی اولادوں کو قتل کرنے کا سامان کر رہی ہیں اور نام نہاد اسلامی مملکتیں بھی انکی تقلید میں اندھا دھند قدم اُٹھا رہی ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

استصواب؟ — کس کا؟

چند دن ہوئے شیخوپورہ کے بعض علماء نے مودودی صاحب کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس کے جواب میں انہوں نے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ:۔

"اس وقت پاکستان میں صورت حال یہ ہے کہ یہاں کے عوام کی ننانوے فی صدی اکثریت اسلامی دستور اور اسلامی نظام ہی کی خواہاں ہے ان کی خواہش ہے کہ یہاں اسلامی نظام کا نفاذ ہو اور اسلامی کیرکٹر رکھنے والے افراد ہی حکمران ہوں، اس حقیقت کے متعلق اگر کسی کو شک ہے تو ہر وقت استصواب رائے عامہ کرا کے دیکھ لے"

اسلامی دستور اور اسلامی نظام کی ضرورت اور اسلامی کیرکٹر رکھنے والے افراد کے برسراقتدار ہونے کی خواہش تو ہر مسلمان کا دلی جذبہ ہے، جس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا اور نہ اس بارہ میں استصواب رائے عامہ کی ضرورت ہے، البتہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی کیرکٹر رکھنے والے افراد کہاں سے لائے جائیں، موجودہ حکمران طبقہ کو تو وہ اس کا اہل ہی نہیں قرار دیتے، دوسری جماعتوں اور عام مسلمانوں کے متعلق بھی ان کا فتوے ہے کہ:۔

"یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۱۹۹۹ افراد فی ہزار نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں اور نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے"

پھر اسلامی کیرکٹر رکھنے والے افراد کہاں سے لائے جائیں گے؟ لے دے کے ان کی اپنی ہی ایک جماعت ہے، جس کے افراد کو وہ "صالحین" کا خطاب دیتے ہیں، کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ان کے "اسلامی کیرکٹر" کے متعلق استصواب رائے عامہ کرا لیا جائے، کم از کم علماء ہی کے طبقہ سے استصواب ہو جائے، . . . . کیا وہ اس کے لئے تیار ہیں؟۔

ایک تازہ بیان

اسی سلسلہ میں ایک تازہ بیان ۲۸ جون کے "نوائے وقت" میں پڑھ لیجئے:۔

"علمائے کرام کا ایک گروہ آج کل جماعت اسلامی کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہے اور اس جماعت کو خارجیوں کی طرح ایک مستقل فرقہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ اس جماعت سے عقائد کے اختلاف کو مناسب حدود کے اندر رکھا جائے؟ کیا کسی کو کافر قرار دئے بغیر اس سے بحث نہیں کی جا سکتی؟ امت میں پہلے سے کیا کم فرقے ہیں جو اب ایک نئے فرقے کا اضافہ کیا جا رہا ہے؟ ہم مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے دوسرے بزرگوں کی خدمت میں بھی عرض کریں گے کہ وہ اپنے سے اختلاف رائے رکھنے والوں کا ذکر کرتے وقت اتنے تکبّر کا مظاہرہ نہ کیا کریں کہ دوسروں میں اس کا ناگوار ردّ عمل پیدا ہو۔ اپنے آپ کو اصلی مسلمان اور باقی سب کو "رسمی مسلمان" سمجھنے کی ذہنیت کا ردّ عمل یہ ہو رہا ہے کہ اب مذہبی انتہا پسندوں کے ایک گروہ نے جماعت اسلامی پر کفر کے گولے برسانے شروع کر دیئے ہیں، ہم جہاں اس مہم کی شدید مذمت کرتے ہیں وہاں جماعت اسلامی سے بھی یہ گذارش ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے لب و لہجہ میں اعتدال اور نرمی پیدا کرے۔"

کیا مودودی صاحب اس پر غور کر کے بتائیں گے کہ "اسلامی کیرکٹر رکھنے والے افراد" سے ان کی مراد کیا ہے اور کن لوگوں کو وہ پاکستان کا حکمران بنانا چاہتے ہیں؟

ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو مودودی صاحب یا ان کی جماعت پر کفر یا خارجیت کا فتوے دیتے ہیں لیکن اس حقیقت کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے کہ جس اسلامی کیرکٹر کا فقدان انہیں عام مسلمانوں اور موجودہ حکمران طبقہ میں نظر آتا ہے، ان کی اپنی جماعت کے افراد بھی اس کے چنداں اہل نظر نہیں آتے، الا ماشاء اللہ پھر حکمران طبقہ کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کی کوشش کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

نیویارک سے ایک خط

ذیل کا خط نیویارک (امریکہ) سے سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام موصول ہوا ہے:۔

پیارے بھائی! میں یہ خط اس لئے لکھ رہا ہوں کہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ممبر بننا چاہتا ہوں۔ میں ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کا رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور مسلمانوں کے لئے مجدد مانتا ہوں، میرا یقین ہے کہ مسلمانوں کے تباہی سے بچنے کا سوائے اس کے کوئی رستہ نہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو مان لیں، حضرت....

مصائب اور مشکلات میں انسان کی تربیت اور اعلیٰ انعامات

انبیاء اور راستبازوں پر سب سے بڑھ کر مشکلات اور مصائب

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۴ جون ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد ..... (سورۃ البلد)

مصائب اور ابتلاؤں کا نتیجہ

اس سورۃ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی تکالیف کا ذکر کیا گیا ہے یہ تکالیف حضور صلی اللہ کو جو محبوب خدا ہیں کیوں آئیں، ایسے مصائب آپ پر کیوں آپڑے جو انتہائی طور پر لرزہ خیز ہیں یہ مصائب آپ کے کمالات کو ظاہر کرنے کے لئے آپ پر وارد ہوئے اور ان سے آپ کے ساتھیوں کی تربیت کرنا ان کے اخلاق کو بلند کرنا مقصود تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا نحن معاشر الانبیاء اشد بلاءھم انبیاء کا گروہ سخت ترین مصائب میں ڈالے جاتے ہیں فالامثل فالامثل، پھر اُن سے اتر کر دوسری بزرگ ہستیوں پر بھی حسب مراتب ابتلا آتے ہیں، جس جس قدر کسی کا مرتبہ بڑا ہو اسی قدر زیادہ مشکلات اور مصائب اس پر ڈالے جاتے ہیں۔ خدا کے بندے یقین کرتے ہیں کہ ان ابتلاؤں کے اندر ان کے لئے انعامات رکھے ہوتے ہیں عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز بظاہر بُری معلوم ہو لیکن فی الحقیقت اس کے اندر بھلائی ہی بھلائی ہو مصیبت جب آتے تو مومن یقین رکھتا ہے کہ وہ اس کے لئے انعام لائے گی، اس خیال کو پیدا کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکالیف کو ہلکا کر دیا

حرم کعبہ میں محمد رسول اللہ صلعم پر ظلم و ستم

لا اقسم بھذا البلد۔ سنو لوگو! یہ مکہ کی بستی جو مقدس ہے اس کی قسم کھا کر ہم کہتے ہیں وہ مکہ جس کو حرماً اٰمناً بنایا گیا، اور جس کے متعلق یہ اعلان ہے کہ ویتخطف الناس من حولھم لوگ ان کے ارد گرد سے اچک لئے جاتے ہیں، لیکن مکہ کے اندر ہر شخص مامون و محفوظ ہے اور مکہ کی عظمت دلوں کے اندر اس قدر ہے کہ وہاں کا کوئی کانٹا اور جھاڑی بھی نہیں کاٹی جاسکتی چہ جائیکہ کسی متنفس کو وہاں ایذا پہنچائی جائے، یہ شان مکہ کی ہے۔ لیکن فرمایا وانت حل بھذا البلد، آپ کی ذات کے بارہ میں مکہ کی وہ شان اڑھی جاتی رہی، آپ کو ایذا رسانی، آپ کو ہر قسم کے مصائب اور دکھوں میں مبتلا کرنا اور مکہ جیسے مقدس شہر میں آپ کی ہلاکت کے درپے ہونا اس کو جائز اور حلال سمجھ لیا گیا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اس درجہ پر پہنچ گئی کہ خانہ کعبہ کی حرمت کا بھی لحاظ نہ کیا گیا، اور حرم کی چار دیواری میں آپ کو ایذائیں پہنچائی گئیں، نہ کعبہ کی حرمت ان کو یاد رہی ووالد وما ولد نہ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی دردمندانہ دعاؤں کی پروا کی گئی اور نہ ان کی عظمت کو ملحوظ رکھا گیا، نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق اور آپ کا الامین ہونا ان کے لئے روک کا موجب ہوا، انھم لایکذبونک ولکن الظالمین بایات اللہ یجحدون۔

اہل مکہ کی رسول کریم سے شدید ترین دشمنی

کیسی شدید دشمنی دلوں میں پیدا ہوئی۔ وہ مقدس انسان جس کے دل میں قوم کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، وہ صادق و مصدوق ہستی جو راستی کا حامی اور تمام راستبازوں کا سردار ہے اس کو دکھ دینا اور کعبہ کی بھی حرمت کا لحاظ نہ رکھنا اور نہ ہی اپنے بزرگوں کی تعظیم و تکریم کا لحاظ کرنا، ان لوگوں نے اپنا شعار بنا لیا، دشمنی انسان کی زبان کو بگاڑ دیتی ہے، حق کی دشمنی قلب پر سیاہ پردہ ڈال دیتی ہے، انسان کو چاہیئے کہ اس قسم کا نہ ہو جائے کہ حق کی دشمنی یا کسی کی عداوت سے اپنے قلب کو سیاہ کر لے، خوب یاد رکھئے کہ کسی کی دشمنی کی وجہ سے حق بات سے منہ نہ موڑ لینا چاہیئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون راستباز اور حق کا حامی ہو سکتا ہے، لیکن اہل مکہ کا یہ حال تھا کہ جب تک آپ کو تباہ نہ کر لیں ان کی تسلی نہ ہو سکتی تھی اور مکہ کی تقدیس بھی ان کے ان بد ارادوں میں حائل نہ ہو سکتی تھی، اور حضرت اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ کی بزرگی کا بھی خیال نہ کیا جاتا تھا۔

ان عظم البلاء عظم الجزاء

فرمایا لقد خلقنا الانسان فی کبد۔ انسان کو مشقت اور مصائب برداشت کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، مصائب کے ذریعہ انسان کی تربیت ہوتی ہے۔ جب ابتلاء انسان پر آتے ہیں تو تھوڑے ہوتے ہیں جو ان میں پاس ہو سکیں، بہت لوگ ابتلاؤں اور مصائب میں فیل ہو جاتے ہیں۔ انسان کو مصائب میں پیدا کیا گیا ہے جتنے انسان ہیں اتنے ہی ابتلاء اور مصائب ہیں، پیغمبر کے لئے بھی مشکلات اور مصائب ہیں، بادشاہوں کے لئے بھی مصائب ہیں، ان مصائب میں ہی انسان کے اخلاق سنورتے ہیں، مومن کو جب اللہ تعالیٰ ابتلا میں ڈالتا ہے تو اس کے لئے انعام بھی رکھ دیتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان عظم البلاء عظم الجزاء جتنی بڑی مصیبت یا ابتلا انسان پر آئے اتنی بڑی جزا اور انعام ملیگا جتنے مشکل کام کوئی انجام دے گا اتنا ہی اس کا رتبہ بڑا ہوگا۔

مال و دولت کا گھمنڈ خدا توڑ دیتا ہے

ایحسب ان لن یقدر علیہ احد کیا وہ دشمن یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی ہستی نہیں جو طاقت و قدرت رکھتی ہو، اور اس کے گمان اور غرور کو وہ توڑ کر رکھ دے یقول اھلکت مالاً لبدا دشمن کہتا ہے ہم اس مخالفت میں اپنا مال پانی کی طرح بہا دیں گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ تباہ کر کے رہیں گے، ایحسب ان لم یرہ احد۔ کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ کوئی اس کی کرتوت کو دیکھنے والا نہیں، خدا اس کی حرکات کو دیکھتا اور اس کے ارادوں سے واقف ہے وہ اس کے ارادوں کو ناکام بنا دے گا، اور اس کے گھمنڈ کو توڑ دے گا۔

نیکی اور بدی کو ہر شخص پہچانتا ہے

الم نجعل لہ عینین محمد رسول اللہ صلعم کی ذات بھی روشن ہے اور ان کے اعتقادات بھی روشن ہیں جن سے انسان کو نیکی اور بدی کا پتہ لگتا ہے، ہم نے انسان کو آنکھیں دی ہیں، جو بصارت بھی رکھتی ہیں اور بصیرت بھی، ان آنکھوں سے وہ نیکی اور بدی کو پہچان سکتا اور محمد رسول اللہ صلعم کے کمالات اور آپ کے اعتقادات کو سمجھ سکتا ہے ولسانا وشفتین اور زبان بھی دی اور دو لب بھی دیئے، جو ایک ہی وقت کام کرتے ہیں، زبان ہل نہیں سکتی جب تک دونوں لب نہ ہلیں ..... زبان سے وہ ان حقائق کے متعلق پوچھ سکتا ہے جو اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں وھدینٰہ النجدین رستہ چلتے ہوئے ..... کوئی پہاڑی آجائے تو کون ہے جو اسکو دیکھ نہ سکے، اسی طرح نیکی اور بدی پہاڑیوں کی طرح ممیز طور پر عیاں ہیں جن کو ہر انسان نہایت وضاحت کے ساتھ دیکھتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو ان پہاڑیوں سے بھی بڑھ کر ممتاز ہے، قرآن کے اصول اس قدر روشن اور معقول ہیں کہ ہر شخص ان کو دیکھ کر سمجھ سکتا ہے اور نیکی کی راہ اختیار کر سکتا ہے باوجود اس کے وانت حل بھذا البلد کیا غضب ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم ہی کو اس مقدس جگہ پر

پر لائق گشتنی قرار دے دیا گیا، کہاں گئے یہ اعتقادات کہ اس پاک جگہ پر کسی کا خون حرام ہے کہاں گئے وہ قواعد جو ہم نے تمہیں دیئے تھے تاکہ تم نیکی اور بدی میں امتیاز کر سکو۔

دوسروں سے اچھا سلوک کرنا مشکل گھاٹی پر چڑھنا ہے

فلا اقتحم العقبة۔ پس کیوں نہیں مشکل کام کر کے دکھاتے، کیوں اونچی گھاٹی پر چڑھنے کی ہمت نہیں کرتے وما ادراك ما العقبة۔ تمہیں کیا پتہ کہ عقبہ (اونچی گھاٹی) کیا ہے فك رقبة، غلامی سے کسی کو آزاد کرنا، غلامی جسمانی ہو یا ذہنی یا اعتقادات کی غلامی اس سے آزاد کرنا بہت بڑا نیکی کا اور بڑی ہمت کا کام ہے اس مشکل کام کو کرنا گویا گھاٹی پر چڑھنا ہے او اطعٰم فی یوم ذی مسغبة جب قحط مسلط ہو اور کھانے کو کچھ نہ ملتا ہو، تو اس حالت میں کھانا کھلانا یہ بھی بہت بڑا نیکی کا کام ہے، کسی کی مصیبت کے وقت اس کے کام آنا بہت بڑی بات ہے، خدا خوش نہیں ہوتا جب تک خدا کی مخلوق کے لئے خرچ نہ کیا جائے، اسکی مصائب اور مشکلات میں اس کی مدد نہ کی جائے۔

یتامیٰ اور مساکین کی پرورش میں سب سے بڑی عزت ہے

یتیما ذا مقربة او مسکینا ذا متربة۔ کوئی قریبی یتیم ہو جو غربت اور مسکنت کی وجہ سے خاک میں مل چکا ہو۔ ایسے لوگوں کو اٹھانا ان کی مدد کرنا غربت اور مسکنت سے انہیں نکالنا یہ بڑا جان جوکھوں کا کام ہے اور جو شخص اس کام کو کرتا ہے وہ گویا اس مشکل گھاٹی پر چڑھتا ہے، یہی انسان کے لئے سب سے بڑی عزت ہے، یہی مسلمان کا کام ہے ایسے ہی مشکل کام کو سرانجام دینے سے خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے، وہ جو گھر میں بیٹھ رہتا ہے اور کسی کی مشکل اور مصیبت میں اس کے کام نہیں آتا، خدا اس سے خوش نہیں ہوتا، اور نہ دنیا کی نظروں میں اس کی کوئی عزت ہوتی ہے، ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ کوئی نیکی کا کام سرانجام دے، اور کسی شہرت کا خیال دل میں نہ لائے۔ صرف رضائے الٰہی اس سے مدنظر ہو۔

حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی صبر و رحم کا نمونہ ہے

ثم کان من الذین امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة

پھر وہ ایسے مومنوں میں سے ہو جائے جن کی یہ شان ہے کہ مصائب میں دلوں کے اندر ایمان بیٹھا ہو، دل اطمینان سے بھرے ہوں اور وہ مصائب میں صبر کرنے کی تلقین کرتے ہوں، اور مصیبت زدہ لوگوں پر رحم کرنے کی تلقین کرتے ہوں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی جو تعلیم دی ہے اور اپنی عملی زندگی میں جو صبر دکھایا ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہے، ایک دن حضرت اپنے دوستوں میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کی صاحبزادی نے کہلا بھیجا کہ میرا بچہ مر رہا ہے، آپ نے فرمایا ہماری بیٹی کو پیغام دو ولتصبر ولتحتسب کیا شاندار بات ہے ایسے شخص کے ساتھ تعلق لگانا مصیبت کو کم کر دیتا ہے، بیٹی نے پھر پیغام بھیجا کہ بچہ آخری دموں پر ہے حضور اٹھے اور بیٹی کے ہاں گئے، سعد بن ابی وقاص اور کچھ اور دوست بھی ساتھ گئے، لڑکی نے بچہ آپ کی گود میں دے دیا، اور اس نے حضور کی گود میں ہی دم دے دیا حضرت کے آنسو نکل آئے، فرمایا کہ یہ آنسو اللہ تعالےٰ پر شکایت کے آنسو نہیں، بلکہ فطری ہمدردی کے آنسو ہیں، ہمارے دل میں خدا کی ذات کے متعلق کوئی شکایت نہیں۔ حضور نے میدان جنگ میں صبر کر کے دکھایا اور تمام مشکلات میں صبر کا نمونہ پیش کیا۔ صبر کے معنے تین ہیں، صحیح بات پر ڈٹے رہنا صبر ہے، اس بات پر عمل کرتے چلے جانا صبر ہے، بدی کا مقابلہ کرنا صبر ہے، اور باقی جو عام مصائب دن رات آتے رہتے ہیں ان میں خدا کی رضا ڈھونڈنا صبر ہے مصیبت کو مصیبت مت سمجھو، اس کو رحمت میں تبدیل کر لو مسلمان کو خیال رکھنا چاہیئے کہ کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جس سے قوم پر مصیبت آئے، اگر آئے تو اس میں ایک دوسرے سے ہمدردی کی جائے۔

برکت والے لوگ اور بدبخت لوگ

اولٰئك اصحٰب المیمنة یہ برکت والے لوگ ہیں، والذین کفروا بایٰتنا اولٰئك اصحٰب المشئمة یہ دشمن لوگ جن کی دشمنی کی وجہ سے محمد رسول اللہ کی اعلیٰ صفات اور اسلام کے اعلےٰ اور مفید نظریات ایک آنکھ نہیں بھاتے یہ بڑے بدبخت لوگ ہیں جو محمد رسول اللہ صلعم کا انکار کرتے ہیں اور نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں علیہم نار موصدة یہ لوگ دشمنی کی آگ میں جل رہے ہیں ان آیات میں حضرت کی قوم کو تمام مسلمانوں کو مت سے مفید سبق سکھائے گئے ہیں ہمیں چاہیئے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

اخبار احمدیہ

کامیابی۔ یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست شیخ عبدالرحمان صاحب ناظر اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس کے فرزند ارجمند محمد سعد صاحب بی اے کے امتحان میں اوّل آئے ہیں، ناظر صاحب نے اس خوشی میں مبلغ پچاس روپیہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

وظیفہ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور اطلاع دیتے ہیں کہ سکول ہذا کے ایک طالبعلم منظور احمد کو جو میٹرکولیشن کے امتحان میں ۶۶۹ نمبر لے کر سکول میں اول آیا تھا، وظیفہ ... ملنے کی اطلاع گورنمنٹ کی طرف سے آگئی ہے۔ فالحمدللہ۔

حج کو روانگی } نواب شاہ (سندھ) سے حافظ عبدالرشید صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ وہ امسال حج کو جا رہی ہیں، تمام دوست ان کی بخیریت واپسی کی دعا فرمائیں

امریکہ کو روانگی } کراچی سے محترمہ شہزادی بیگم افتخار احمد وائیں لکھتی ہیں کہ میرے شوہر خواجہ افتخار احمد صاحب وائیں ریلوے ڈیزل انجنوں کی اعلےٰ تربیت حاصل کرنے کے لئے ۱۲ر جون کو امریکہ تشریف لے گئے ہیں جہاں وہ چھ ماہ تک قیام کریں گے، بزرگان سلسلہ سے عرض ہے کہ ان کی کامیابی اور بخیریت واپسی کے لئے دعا فرمائیں۔

تبلیغ } ہبلی (کرناٹک) سے محترم عبدالستار صاحب پریذیڈنٹ جماعت ہبلی لکھتے ہیں کہ ہبلی کے ایک محلہ کے چند نوجوانوں نے جماعت احمدیہ کے کارکنوں کو اپنے محلہ میں وعظ کے لئے بلایا تاکہ لوگوں کو نماز کے لئے ترغیب دی جاسکے۔ چنانچہ بعض اراکین جماعت نے اس محلہ میں جا کر تقریریں کیں جو بہت موثر ثابت ہوئیں۔ (مفصل آئندہ)

حضرت امام الزمان کی صداقت کے نشانات اور ہمارا فرض

ابوالمظفر فخر الدین احمد راولپنڈی

"میرا دوست کون؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھے اسی طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں"

(حضرت امام الزمان)

بعثت مجددین

سنت اللہ یہی چلی آتی ہے کہ ہر دور زمانہ جب کبھی دنیا میں حق پرستوں کے مقابلہ میں باطل اور طاغوتی نظام اور تحریکیں زیادہ سرگرم ہو جائیں اور بظاہر خدا پرستوں کی ترقی مسدود ہو جائے تو خداوند کریم اپنی قدرت کاملہ سے تجلی فرماتا ہے اور اپنا کوئی مامور مبعوث فرماتا ہے رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کی بعثت نے نبوت اور رسالت کا سلسلہ تو قیامت تک کے لئے ختم کر دیا البتہ آپ کے فیض کا دامن قیامت تک ممتد رکھنے کے لئے مجددین کی بعثت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اس لحاظ سے کہ آپ پیغمبر آخر الزمان تھے اور بلحاظ اطراف واکناف عالم اور زمانوں کے لئے آپ مستقل نبی تھے اور آپ پر تکمیل دین کی ہو چکی تھی۔ ان مجددوں کی بعثت کی غرض نہ تو کوئی نئے احکام شریعت لانا تھا اور نہ ہی موجودہ احکام شریعت کی تنسیخ بلکہ ان کے ذمہ دین اسلام اور سنت نبوی کا احیاء تھا۔ ان ماموروں کی آمد سے جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی صداقت پر دلیل لانا مقصود تھا کہ آپ کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے وہاں حضرت باری تعالےٰ کی ورالوری ہستی پر بھی ایک آیت بینہ اور روشن نشان دکھلانا مطلوب تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس پرفتن دور اور پرآشوب زمانہ میں ایک جری اللہ کو حمایت دین اور غلبۂ اسلام کے لئے مامور کر کے حق کی تائید اور حق پرستوں کی نصرت کا سامان بہم پہنچایا ہے۔ جب بھی حق پرست ظلمتوں کے بادلوں میں شعاع امید کی تلاش میں مصروف ہوئے اور شبانہ روز اپنی دعاؤں میں متیٰ نصر اللّٰہ کی صدائیں بلند کرنے لگے تو ایک نہ ایک مرد مجاہد خداوند کریم سے اذن پا کر اصلاح خلق کے لئے کھڑا ہو گیا بعثت کی اسی غرض کی طرف حضرت امام الزمان نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

گویا مامور کے آنے سے جہاں خداوند کریم کی ہستی پر پر ایمان تازہ ہوتا ہے وہاں مخبر صادق صلعم کی سچائی پر بھی ایک تازہ نشان ظاہر ہوتا ہے۔

ماموروں کا مشن

یہ مامور ہر صدی کے سر پر ایک خاص مشن لے کر آتے ہیں چونکہ ان کے دعوے میں ہوائے نفس کو کوئی دخل نہیں ہوتا اس لئے وہ عام طور پر دنیا کی ہوا کے مخالف چلتے ہیں۔ وہ جس بات کو منواتے ہیں وہ حکم ان کے منہ سے ان کا بھیجنے والا نکلواتا ہے۔ یا یوں کہیئے، کہ اس وقت خداوند کریم ان کی زبان سے بولتا ہے۔ دنیا ان کی تکذیب اور ابطلان پر کمربستہ ہو جاتی ہے مگر ان کے بھیجنے والا بڑے زور آور حملوں سے ان کی تائید کرتا ہے اور ان کے اعداد کی صفیں تتر بتر کر دیتا ہے۔ حق و باطل کے اس معرکہ میں فتح حق کی ہوتی ہے، اور وہ مامور مظفر ومنصور ہو جاتا ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب

ہمارے اپنے زمانہ میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۸۸۶ء میں مجدد اور مصلح ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اپنوں اور بیگانوں نے آپ کی مخالفت اور تکذیب میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی مگر نصرت اور تائید۔ غلبہ اور فتح کا جو وعدہ آپ سے اللہ تعالےٰ نے کیا تھا وہ پورا ہو کر رہا اور آپ کے مخالفوں پر اتمام حجت کر گیا۔ اور ایسا ہونا ضروری تھا، جیسا کہ آپ فرماتے ہیں ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

آپ کا مشن بھی غلبۂ دین مبین اور فتح اسلام تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے مریدوں سے تائید وحمایت اسلام کے لئے دامے درمے سخنے امداد اور ایثار کے میثاق پر بیعت لی جس میں ضروریات دین کو اپنی ذاتی اور دنیوی اغراض پر مقدم رکھنے کا عہد لیا گیا۔ غلبۂ اسلام اور فتح مبین کے لئے آپ نے شمشیر کے بجائے قلم اور علم سے کام لیا۔ شاید مصلحت ربانی یہ تھی کہ امام آخر الزمان مصلح اور امن کا شہزادہ ہو گا جیسا کہ حدیث میں اس کی نشانیوں میں یضع الحرب وارد ہے اور اس لئے بھی کہ یہ زمانہ دانش وبینش کا ہے۔ اور سامان نشر و اشاعت کی بدولت علم پھیل جائے گا اور علمی رنگ میں مقابلے ہوں گے، اس لئے اس مامور کے لئے اپنے مقصد کو بروئے کار لانے کی غرض سے وہی ذرائع مقرر اور مخصوص کئے گئے جو دنیا میں رائج الوقت ہونے تھے۔ اس وقت تو بڑی بڑی سیاسی تحریکات نے بھی تبلیغ اور اشاعت کی بدولت ہی اپنے مقاصد میں کامیابی پائی ہے۔ خود ہمارے مسلمان رہنماؤں کے ایک حصہ نے اپنے مقاصد کو کامیاب بنانے کے لئے تلوار کی بجائے قلم سے کام لیا تھا جیسا کہ خدا کے حکم سے اس زمانہ کے مامور نے بھی تبلیغ واشاعت اسلام کے لئے علمی وقلمی جہاد کیا۔

حضرت مرزا صاحب کا کام

انیسویں صدی کے یورپین فلاسفروں کے علم کلام سے ہمارے بہت سے علما مرعوب ہو چکے تھے۔ انہوں نے ایسی کتابیں لکھیں جن میں کانٹ۔ اسپنسر۔ برکلے کے افکار تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے نوجوان اور طالب علم ان کے فلسفہ سے روشناس ہو جائیں تاکہ وہ ترقی کے میدان میں برادران وطن سے پیچھے نہ رہیں مگر اس نظریہ کے برعکس امام العصر نے قرآن شریف اور اسلامی تعلیمات کو مغربی زبانوں میں ترجمہ کروا کر اہل یورپ کو ان سے متعارف کرنا چاہا۔ اس بوریہ نشین کو یہ یقین تھا کہ اسی آب حیات کے گھونٹ ہی مغربی اقوام کی اخلاقی اور روحانی امراض کے لئے شفا کا حکم رکھتے ہیں۔ اور یہی حبل متین مغربی ساحروں کی شعبدہ بازی کو باطل ثابت کر سکتی ہے۔ چنانچہ آپ نے اس خواہش کا اظہار کر کے اس کام کو اپنے سلسلہ کی پانچ شاخوں میں سے ایک ضروری شاخ قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اگر قوم بدل وجان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"

(ازالہ اوہام)

یہ الفاظ آپ کے قلم سے آج سے قریباً ستر برس پہلے کے نکلے ہوئے ہیں۔ یہاں پر انگریزی ترجمہ تو بطور مثال کے ہے ورنہ آپ کا مقصد تمام غیر ملکی زبانوں میں تراجم قرآن کرنے کا تھا اور ایک اور جگہ آپ نے اسلامی تعلیمات کو غیر مذاہب میں پھیلانے کا بھی ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں آپ کی خواہش مشیت ایزدی تھی، کیونکہ آپ کی زبان سے تو کلمۂ حق جاری تھا۔ جیسا کہ دوسرے ماموروں کے ارشادات ہوتے ہیں اس لئے یہ لائحہ عمل ہی کامیابی کا گر تھا۔ اور اس کے علاوہ کوئی منصوبہ کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔

نشانات صداقت

آج ہمارے درمیان ایسے خوش نصیب بہت ہی کم رہ گئے ہیں جنہوں نے حضرت امام الزمان کی صحبت سے فیض اٹھایا اور تجلیات الٰہیہ کا عینی مشاہدہ کیا۔ پھر بھی ہم میں سے بہت سے لوگوں نے آپ کی صداقت کے روشن نشانات دیکھ کر اپنے ایمان وایقان کو تازہ کیا ہے۔ مسلمانوں کو کافر کہنے والوں کا گرفت میں آجانا آپ نے ۱۹۰۱ء میں بیان فرما دیا تھا۔ اہل یورپ کا اسلام کی طرف مائل ہونا بھی آپ کی ایک بہت مدت پہلے کی پیشگوئی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو آزاد منش یورپین اقوام کی مردہ روحوں میں اسلامی زندگی کی نمو کے آثار نظر آ رہے تھے۔ جارج برنارڈ شا نے اس مامور کے چلے جانے کے بہت بعد یہ اعتراف کیا تھا کہ آنے والے سو سال کے اندر اندر یورپ کا مذہب اسلام ہو گا۔ ان نشانات کے علاوہ حال ہی میں لاہور کے پاک ممبروں کی مساعی جمیلہ نے **ایک وسوسہ** کو دور کرنے میں جو کامیابی محض اللہ کے فضل سے حاصل کی اس نے حضرت اقدس کے ایک اور نشان کو پورا کر دیا ہے۔ یہ ایک دو مثالیں آپ کے بیشمار نشانات میں سے ہیں جن کا ظہور میں آنا نہ صرف آپ کے منجانب اللہ ہونے کے لئے بطور دلیل کے ہے بلکہ آپ کے بھیجنے والے کی ہستی پر بھی برہان ساطعہ ہے اور آپ کے نبی متبوع اور پیشوا کی صداقت پر بھی ایک روشن دلیل ہے۔

اہلِ یورپ کا موجودہ رجحان

ان نشانات کو دیکھنے والوں پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ خداوند ذوالمنن کا شکر بجا لائیں کہ جس نے ان کے لئے یہ نشان ظاہر کئے، اور شکر بجا لانے کا احسن طریق یہ ہے کہ بطور نوافل اور صدقہ کے وہ اس مامور کے لائے ہوئے پیغام اور بتائے ہوئے کام پر زیادہ تندہی سے کاربند ہو جائیں۔ حضرت اقدس نے جس وقت یورپ میں تبلیغ اسلام کا محاذ قائم کیا اس وقت یورپ کی اخلاقی اور روحانی مرض اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ کسی علاج کی طرف بھی راغب نہ تھے اور انہیں دوا زبردستی پلانی پڑتی تھی یعنی ان کی طبائع منقبض تھیں، تاہم آپ اپنے ارادہ مصمم سے پیچھے نہ ہٹے۔ آج یورپ کا وہ (روحانی) مرد بیمار اس قدر منقبض خاطر نہیں بلکہ انشراح صدر سے آپ کی طرف دوا کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے آپ کو یقین نہ آئے تو ایسوشی ایٹڈ پریس آف امریکہ کی یہ خبر پڑھ لیں:۔

> "نیویارک ۱۷ نومبر (اے پ) اقوام متحدہ کے تعلیمی ثقافتی کمیشن کے ادارہ نے ڈاکٹر قریشی کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمی اور مذہبی کتابوں کا ترجمہ کریں تاکہ اسلامی تہذیب سے متعلق بیرونی ممالک میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کو دور کرنے کے لئے سہولیت پیدا ہو جائے"
>
> (روزنامہ "کوہستان"۔ راولپنڈی)

غور فرمائیے کہ اس درخواست سے ساٹھ سال پہلے قادیان میں بسنے والے ایک گوشہ نشین نے غلبۂ اسلام کے لئے جو تجویز پیش کی تھی آج وہی مشورہ اقوام متحدہ کا کمیشن مسلمانوں کو دے رہا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے متعلق جو غلط فہمیاں غیر اسلامی ممالک میں موجود ہیں وہ دور ہو جائیں یا دوسرے لفظوں میں غلبۂ اسلام کا اس زمانہ میں بسنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور یہ رخ خلوت فی دین اللہ افواجاً کی آیت میں بیان کردہ نشان کی صداقت ظاہر ہو۔

موجودہ مسلمانوں کا رجحان

یہ تو غیر مسلم منکروں کا مشورہ تھا۔ اب ذرا عامۃ المسلمین کا خیال بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

> "کراچی ۷ جنوری۔ موتمر شباب العالم الاسلامی (مسلم نوجوانوں کی بین الاقوامی اسمبلی) نے اپنے اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ مسلم ممالک سے درخواست کی ہے کہ وہ زکوٰۃ جمع کریں اور اسے مسلمانوں کی معاشرتی، تعلیمی اور ثقافتی بہبود پر صرف کریں اس کے علاوہ قرآن کریم کا دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمہ کیا جائے اور عربی کو تمام مسلم ممالک کی عام زبان بنایا جائے"

تراجم قرآن بے شک ایک مبارک کام ہے اور صحیح اور بجا طور پر خدمت دین اسلام ہے۔ اس نصب العین کو لیکر اسی کراچی شہر سے ایک تحریک ۱۹۵۱ء میں بھی جمعیۃ الفلاح کے نام سے اٹھی تھی مگر راہ میں ہی رہ گئی۔ سید غلام بھیک صاحب نیرنگ مرحوم نے بھی انبالہ سے انجمن تبلیغ اسلام چلائی تھی مگر کچھ مدت تک مفید کام کرنے کے بعد وہ بھی ختم ہو گئی۔ اسی زمانے میں مولوی عبدالمجید صاحب نے پٹی سے سیرت کمیٹی کا آغاز کیا تھا مگر وہ بھی عین عالم شباب میں بند ہو گئی اور اگر کوئی تحریک اس نصب العین کو لے کر میدان بہ میدان مارتی چلی آ رہی ہے تو وہ حضرت امام الزمانؑ کی جانشین صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے اس کے علاوہ اور کوئی تنظیم یہ مقدس کام اتنی خوش اسلوبی سے سرانجام نہیں دے سکتی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ:۔

"میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔"

ہمارا فرض

میرے بزرگ اور بھائی یاد رکھیں کہ آسمان پر یہ مقدر ہو چکا ہے کہ تبلیغ اسلام کا کام حضرت مسیح موعود کی جماعت کے علاوہ کوئی اور جماعت ہرگز اس خوش اسلوبی سے نہ کر سکے گی۔ حضرت اقدس اس زمانے کے لئے مامور مبعوث ہوئے تھے اس لئے مقاصد زمانہ کے لئے وہی انوار الہٰیہ اور حقائق اور معارف کام کر رہے ہیں جو آپ کے قلم سے نکلے۔ جو چشمہ رواں آپ نے جاری کیا اس کا منبع حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو معرفت اور حکمت کا سرچشمہ ہیں۔ آبِ حیات کی کی تاثیر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے آب زلال میں ہی ہے جس کا قطرہ اس چشمۂ رواں کے جاری کرنے میں ممد ہوا جس کی طرف اس زمانے کے امام نے پیاسی روحوں کی رہنمائی کی تھی۔ اٹھئے اور اس نور سے دنیا کی ظلمتوں کو پاش پاش کیجئے۔ سلاطین اسلام سے کچھ بن نہ آیا کہ ان کو امام ہمام کے پہچاننے کی سعادت نہ ملی یہ دولت آپ کے لئے ہی مقدر تھی، اس لئے آپ ہی کے حصہ میں آئی ہے، اب حضرت کی خواہش کے مطابق قرآن کریم اور تعلیمات اسلامی کی اشاعت اور فروغ میں آپ کی جانشین انجمن کی امداد کیجئے اور اجر میں مفت کے شریک ہو جائیے جو آسمان پر کارپردازان قضا و قدر نے مقدر کر رکھا ہے۔ قرآن حکیم اور سیرت نبوی کے بعد حضرت مسیح موعود کی تصانیف کے تراجم کرائے جانے بھی ضروری ہیں کیونکہ آپ نے اس زمانہ کے مفاسد اور فتن کے رد میں جو اسلامی تعلیمات پیش کی ہیں وہ اور کہیں میسر نہیں۔

حضرت اقدس کا ارشاد

بالآخر میں اپنے احباب سلسلہ کی خدمت میں حضرت صاحب کا ارشاد پیش کر کے مستدعی ہوں کہ وہ............ ایک نئے عزم اور ولولہ سے اس تحریک کو پیش از پیش گرم جوشی سے جاری کریں۔

> بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
> بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

> "اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو جو آپ میں ہی داخل ہیں۔ (ناقل) جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی اپنا آرام۔ اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے۔ لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا۔ تاکہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں"

حضرت امام وقت کے الفاظ ہمیں دعوت دے رہے ہیں کہ ہم اپنی خوشی سے اس مقدس فریضہ کے لئے مالی، لسانی اور عملی جہاد میں شریک ہوں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خط و کتابت
کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
(مینیجر)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری سے چند اقتباسات

مجاہد برما کا جوش تبلیغ

مجاہد برما اکبر خاں صاحب کا رنگون سے خط مرقومہ ۲۵ر مئی بذریعہ ہوائی ڈاک ملا خط سے دو ایک اقتباسات بغرض معلومات احباب درج ذیل ہیں، امید ہے احباب ان سے درس لیں گے اور اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو کام میں لانے کی کوشش فرما کر "تا بدیں قوت شود پیدا" کا باعث ہونگے تحریر فرماتے ہیں:- "یہاں بھی میں غیر احمدیوں کو برابر پیغام صلح لائٹ اور مرکز کے اور یہ بھی، انگریزی رسالے روانہ کرتا رہتا ہوں، اور شاید آپ کو معلوم نہیں کہ عمر کے زیادہ ہونے کے سبب سے میری بائیں آنکھ کی بصارت بالکل نہیں ہے اور یہ لاعلاج بیماری ہے - صرف ایک آنکھ سے کام کر رہا ہوں، دعا کیجئے کہ خدا ایک آنکھ کی بصارت مرتے دم تک قائم رکھے"۔

"آپ کا کہنا بالکل ٹھیک ہے کہ درحقیقت دشمن اس احمدیہ پہاڑ سے ٹکراتے ہیں اور خود پارہ پارہ ہو جاتے ہیں"

"پیارے نواسے سلیمان کے لئے میں تہجد اور خاص نمازوں میں اس لئے دعا کرتا ہوں کہ میرے بڑے داماد لکھ پتی بیوپاری ہیں اور یہ بھی گورنمنٹ میں وزیر تجارت بھی ہیں ان کے وہی بیٹے ہیں اور احمدیہ اور اسلام کے پروپیگنڈا کے لئے روپیوں کی ضرورت ہے اور برمی ترجمۃ القرآن کا کام بھی رکا ہوا ہے اور میں بھی قریب میں دنیا چھوڑنے والا ہوں لہٰذا یہ کام بھی اس بچہ کے حوالہ کر دیا ہوں، میری عمر اب چھہتر سال ہے"۔

"مولانا منشو کے خط سے پتہ چلا ہے کہ ابھی حال ہی میں ایک معزز امریکن مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ ایک زمانہ سے منشو صاحب کی اور میری خط و کتابت جاری ہے۔ امریکہ میں تبلیغ کا کام اچھی طرح چل رہا ہے گو انگلینڈ کے برابر نہیں۔ Jesus in Heaven on Earth کی پانچ کاپیاں میں نے ووکنگ انگلینڈ سے منگوا کر اس ملک میں مفت تقسیم کیں بہت ہی اچھی کتاب ہے"۔

اللہ تعالےٰ ہمارے اس بوڑھے مجاہد کی تمناؤں اور آرزوؤں کو پورا کرے۔ اور جماعت کے نوجوانوں کے دل میں ایسا ہی ولولہ اور جوش پیدا کرے آمین۔ آج خدا کے فضل سے صحت اچھی رہی، للہ الحمد۔

جہاد اور مسلمان

۲ر جون ۱۹۵۵ء بروز جمعرات:- مکرمی صوفی محمد طیب صاحب سے گفتگو رہی، علامہ سید جمال الدین افغانی و مہدی سوڈانی مصری کی مؤتمر پر گفتگو رہی، علامہ افغانی کا مہدی سوڈانی کو یہ مشورہ دینا کہ آپ مہدی کا دعوےٰ کر کے جہاد کا اعلان کر دیں صوفی صاحب کے لئے بے حد تعجب اور افسوس کا موجب ہوا۔ امروز کے اخبارات میں جو آج صوفی صاحب کو برائے مطالعہ دیئے ہیں وہ پرچہ بھی شامل ہے جس میں اس واقعہ کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ انہی جیسے بزرگوں کے طفیل آج غیر اقوام کی نظروں میں "جہاد" مضحکہ بن کر رہ گیا ہے۔ خلیفۃ المسلمین سلطان محمد رشاد کے ۱۹۱۵ء کے اعلان جہاد کے بعد تو یہ صرف ایک مذاق بن ..... گیا اس کی دھاک اور رعب داب دلوں سے بالکل جاتا رہا۔ یہ سب زمانہ کے امام علیہ السلام کے اس فرمودہ کی خلاف ورزی سے ہوا جو اس نے اشارہ الٰہی پا کر بر وقت امت مسلمہ کو متنبہ فرمایا تھا۔ کاش اب بھی مسلمان اپنے ہمدرد کو پہچانیں اور اس کی آواز پر لبیک کہکر اپنی دنیا و دین کو سنواریں۔

ایک خط

حبانیہ سے اخویم عبدالصمد صاحب برقی کا خط مرقومہ ۱۳ر مئی ملا۔ آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"آپ کی صحت اور بار بار نفس کا حملہ یہ بھی باعث کمزوری کا ہے۔ خداوند کریم اپنے رحم و کرم سے آپ کو شفایاب فرمائے، محترمی زیادہ لمبی بیماری انسان کو بقایا زندگی سے بیزار کر دیتی ہے۔ اور خود انسان کا اپنا حوصلہ و ہمت رفتہ رفتہ مضمحل ہونے لگتا ہے۔ اور انسان مایوس ہو کر بقول آپ کے کہ یہ فقیر سفر آخرت کے لئے بالکل تیار بیٹھا ہے مگر ایسا نہیں ابھی خدا نے کچھ اور کام آپ سے لینا ہے جب تک اس کی تکمیل نہیں ہوتی سفر آخرت کی منزلیں دور تر ہوتی جائیں گی آپ اپنا کام کئے جائیں مگر ساتھ ساتھ صحت کا بھی خیال رکھئے، تاکہ جو کام باقی ہے وہ آپ کے ہاتھوں پورا ہو جائے"۔

"ملک معراج دین صاحب کے ہاتھ مبلغ ۸۰ ر فلس ارسال کئے ہیں اس میں ۲۵۰ فلس اخویم سلطان علی صاحب کی جانب سے عید و مسجد فنڈ میں سمجھیں باقی آپ فنڈ میں جمع فرمالیں"۔

علماء کی ذہنیت پر ایک تبصرہ

۳ر جون بروز جمعہ:-

امروز کراچی مورخہ ۵ر مئی میں "گر تو برا نہ مانے" کے تحت عنوان ایک مضمون از جناب بت شکن صاحب شائع ہوا۔ اس کا مندرجہ ذیل اقتباس "علمائے کرام" کی ذہنیت - ان کی ذاتی اغراض کے لئے ملت اسلامیہ اور دول اسلامی کے مفاد کی قربانی او من حیث القوم ان کے حرص و ہوا کی وجہ سے نقصان عظیم، اہل بصیرت حضرات کو ان ذات شریف علمائے کرام کے سمجھنے میں شمع ہدایت کا کام دے رہا ہے۔ آہ یہ مخلوق عجیب ہر زمانہ میں اسلام کے لئے سرطان ثابت ہوا ہے۔ اغیار و اعدا کے ہاتھوں اتنا نقصان اسلام کو نہیں پہنچا جتنا ان خضر صورت بزرگوں کے "دست شفقت" نے پہنچایا اور اسلام کی بربادی کا باعث ہوئے۔ اسلام نے ہر صدی میں ان دردمندان قوم کی ظالمانہ روش کے خلاف اپنے مظلومانہ انداز میں اپنے سچے بہی خواہوں کے سامنے اپنے درد کا ان الفاظ میں اظہار کیا ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

سنئے: بت شکن صاحب فرماتے ہیں:- "ہر سال اس زمانہ میں دو چیزوں کی بہار آیا کرتی تھی ایک یونیورسٹی کے امتحانات کی اور دوسری احترام ماہ رمضان المبارک کی۔ لیکن اس مرتبہ صرف امتحانات کی بہار آئی ہے۔ اور احترام رمضان شریف کا قافلہ بہار نہ جانے کونسی وادیوں میں بھٹک رہا ہے جو آنکھیں اب تک اس کے درشن کی پیاسی ہیں..... ہر سال جماعت اسلامی، جمعیت العلمائے اسلام جمعیۃ العلمائے پاکستان، اور دوسری مذہبی جماعتوں کی طرف سے جو حکم نامے شائع ہوا کرتے تھے وہ بھی غائب ہیں، حد تو یہ ہے کہ رویت ہلال کمیٹی کی سرگرمیاں بھی سننے میں نہیں آئیں، نہ مولوی صاحبان کا کوئی وفد ہوائی جہاز میں بیٹھ کر یہ دیکھنے گیا کہ رمضان کا چاند کونسی بدلی میں چھپا ہوا ہے، نہ اب کے دیوبندی اور بریلوی علماء میں چاند کے معاملے میں کوئی تکرار ہوئی نہ رمضان دو مرتبہ شروع ہوا نہ دو مرتبہ عید ہونے کی کوئی امید نظر آتی ہے۔ جہاں تک احترام رمضان شریف میں کمی واقع ہو جانے کا تعلق ہے اس میں تمام مسلمانوں کے غم میں برابر کا شریک ہوں لیکن لیکن جہاں تک مولوی صاحبان کی "مداخلت فی الدین" میں تخفیف ہو جانے کا تعلق ہے - اجازت دیجئے کہ میں اس پر بغلیں بجانے کی حد تک اظہار مسرت کروں۔ کیونکہ میری قطعی رائے ہے کہ اگر ملت اسلامیہ میں ان "اسلامی پادریوں" کا وجود نہ ہوتا تو آج عالم اسلام کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا اور کیا عجب تھا کہ آج انگلستان، فرانس، جرمنی اور امریکہ وغیرہ سب کے سب مشرف بہ اسلام ہو چکے ہوتے بلکہ پریسیڈنٹ آئزن ہاور صاحب صدر امریکہ ہونے کے بجائے خلیفۃ المسلمین ہوتے۔ بھلا بتلائے آج پاکستان قائم ہوئے آٹھ سال ہو چکے ہیں لیکن آج تک وہ مولوی کسی مسئلہ پر متفق نہیں ہوئے ایک مرتبہ متفق ہوئے بھی تو مارشل لا لگوایا"۔ اللہ تعالےٰ فرزندان اسلام کو ان بھیڑیئے نما مولویوں کی گرفت سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

احمدی لٹریچر کا اثر

۵ر جون بروز اتوار:- مصر کفر کلا الیلب عزبیہ سے

مکتوب بغداد

بقیہ صفحہ ۹

سے استاذ عبدالحمید ابراھیم سرحان استاذ فی کلیۃ اصول الدین کا خط ہوائی ڈاک سے ملا۔ استاذ موصوف سے ڈیڑھ سال (میری علالت سے) قبل خط و کتابت بھی رہی سلسلہ کا عربی اور انگریزی لٹریچر بھیجتا رہا۔ سلسلہ کا لٹریچر ان کے دل و دماغ پر کافی اثر انداز ہوا۔ مصر کے بیسیوں اساتذہ سلسلہ کے لٹریچر سے مستفید ہو کر اس رنگ میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں ان کی اکثر بیشتر تحریرات احمدی علم کلام کی مرہون منت ہیں گو ایسے بھی صاحب کتاب ان میں پائے جاتے ہیں جو سیراب تو اس علم و معرفت (احمدی علم کلام) کے چشمہ سے ہوئے لیکن محسن کا نام لینے سے گھبراتے ہیں گھبرانے کی وجہ لومۃ لائم کا ڈر ہے لیکن اگر یہی لیل و نہار رہے تو انشاء اللہ بلا خوف لومۃ لائم علی الاعلان ان کی زبانوں پر حق جاری ہو کر وقت کے امام اور اس کے لائے ہوئے علم کلام کی صداقت پر مہر ثبت ہو جاویگی اور ان کے دلوں سے یہ آواز حق "اسمعوا صوات السماء جاء المسیح جاء المسیح" فضا میں پھیل جاویگی۔

شاہ فیصل کے متعلق غلط خبر

۸ر جون ۱۹۵۵ء بروز بدھ۔ "صدق جدید" مجریہ ۴ر مارچ ۱۹۵۵ء میں دوسرے صفحہ پر "اپنوں کی بیگانگی" کے جلی حرف تلے مولوی عبداللہ عباس ندوی صاحب کا سفر نامہ عراق کی ایک تازہ قسط سے" ایک خبر بدیں الفاظ درج ہے جو سراپا غلط ہے۔ "بغداد کے بعض ذمہ داروں نے بیان کیا کہ شاہ فیصل جو تین برس کی عمر سے یورپ میں پرورش پا رہا ہے، اپنی مادری زبان بھی ٹھیک سے نہیں بول سکتا" (ماہنامہ صبح صادق لکھنؤ فروری ۱۹۵۵ء) نہ معلوم ان ندوی صاحب موصوف کو کن "بعض ذمہ داروں" نے یہ جھوٹی خبر دی اور مولانا موصوف نے بھی بغیر مزید دریافت اور تحقیق اپنے سفر نامہ میں درج کر دی کم ازکم ان جاءکم فاسق بنبأ کے حکم خداوندی کا لحاظ کیا ہوتا۔ شاہ فیصل الثانی خلد اللہ ملکہ نہ صرف مادری زبان میں ٹھیک سے بول ہی نہیں سکتے بلکہ بڑے بڑے جلسوں میں عربی میں "اپنی مادری زبان" میں فصیح و بلیغ برجستہ تقریر بھی کر لیتے ہیں۔ پچھلے سال کراچی میں شاہ فیصل المعظم نے کئی ایک رسمی تقاریب میں "اپنی مادری زبان" میں اظہار خیال فرمایا ندوی صاحب موصوف کراچی کے احباب سے اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ہمارے اہل قلم حضرات کو تعصب سے علیحدہ ہو کر اپنی اقلام کو جنبش میں لانا چاہیئے۔

حج کے لئے ویزا پاکستان سے لیں

جناب حافظ عبدالرشید مبلغ انجمن نواب شاہ حال مقیم ڈاکخانہ شاہ صدر دین ضلع ڈیرہ غازیخان پنجاب پاکستان کا ایرمیل سے خط مجریہ ۱ر جون ملا۔ آپ نے استفسار فرمایا ہے کہ حج بیت اللہ کے لئے بغداد سے ویزا کا بندوبست ہو سکتا ہے یا نہیں۔ عزیز موصوف کو بذریعہ خط جواب دوں گا۔ یہاں بھی عرض کئے دیتا ہوں تا دیگر احباب کو بھی علم رہے۔ عراق کے لئے پاکستانیوں کو زیارت کا پاسپورٹ بسہولت مل جاتا ہے لیکن وہ یہاں آکر اگر چاہیں کہ حج کے لئے ویزا حاصل کریں تو یہ ناممکن ہے۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے پاکستان سے ہی ویزا حاصل کرنا چاہیئے فی الحال بغداد سے ویزا قطعی نہیں مل سکتا۔ آیندہ کی خبر نہیں۔

تبلیغ دین کے لئے اخلاص اور عزم کی ضرورت

شام کو چشتی صاحب آگئے۔ مغرب کی نماز ساتھ پڑھی۔ ایک گھنٹہ مجلس رہی۔ مسلمانوں کی غفلت اور جمود، بے حسی پر افسوس کر رہے تھے۔ میں نے کہا چشتی صاحب یہ وقت افسوس کرتے رہنے کا نہیں۔ کف افسوس ملنے اور نوحہ سرائی سے کوئی فائدہ نہیں۔ عزم صمیم کیساتھ دین کی صداقت کے لئے اکیلے آپ ہی اُٹھیں اور پھر قدرت کا تماشا دیکھیں کہ وہ آپ کی امیدوں سے زیادہ آپ کو دیتا ہے یا نہیں، اسلام اور تاریخ احمدیت ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ چنانچہ فاتح انگلستان مجاہد اسلام حضرت خواجہ کمال الدین کی مثال دی آج سے چالیس سال پیشتر یکہ و تنہا حضرت نور احمد بلال ثانی کو لیکر انگلستان پر غلبۂ اسلام کے حصول کے لئے دھاوا بول دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے وہ بڑھ چڑھ کر کامیابی عنایت فرمائی جس کی نظیر نہیں۔ چالیس سال قبل کا حلم آج واقعہ بن کر دنیا کے سامنے موجود ہے اس عیدالفطر پر ایک ہزار سے زاید تمام دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمانوں نے مل کر عید کی نماز ادا کی خواجہ صاحب مرحوم کی وفات پر ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ جب خواجہ صاحب ابتداء میں بغرض تبلیغ انگلستان گئے تو میں نے اُن سے کہا کہ یہ آپ کے دماغ میں خبط سمایا ہوا ہے لندن اور اسلام کی تبلیغ، خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع نہ کرو لیکن آج مجھے اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے"، سو چشتی صاحب اخلاص اور عزم و یقین کے ساتھ آپ بھی اُٹھیں، نوجوان ہو، بہت بڑا انقلاب پیدا کر سکتے ہو۔ ایک سعید روح ہے۔ کچھ تھوڑا سا زنگ چڑھا ہوا ہے اس کے دور ہونے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ ہدایت دے۔ آمین۔

رفتار عالم

لاہور ۔ ۲۶ر جون ۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ملک فیروز خان نون اور ان کے حامیوں نے دستوریہ کے انتخابات کے سلسلے میں مسلم لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے فیصلہ کی خلاف ورزی کی تھی اس کے پیش نظر اس بات کا قوی امکان ہے کہ انہیں دستور ساز اسمبلی کے اجلاس سے قبل مسلم لیگ کی رکنیت سے بھی خارج کر دیا جائے گا۔

لاہور ۔ ۲۶ر جون ۔ اُردو کے مشہور مصنف اور اخبار نویس مولانا چراغ حسن حسرت آج سہپہر رائل پارک میں انتقال کر گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لاہور ۔ ۲۶ر جون ۔ حکومت پنجاب ملتان ۔ ڈیرہ غازیخان، مظفرگڑھ اور لائلپور کے اضلاع میں بڑے پیمانے پر پانی کی فراہمی اور گندے پانی کی نکاسی کی سکیموں پر تقریباً ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے خرچ کر رہی ہے۔

ٹوکیو ۔ ۲۶ر جون آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ شمال مغربی جاپان میں زبردست بارش سے جو سیلاب آیا تھا اس کی وجہ سے گیارہ جاپانی ہلاک ہو گئے ہیں، یہ لوگ کشتیوں میں مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔

بمبئی ۔ ۲۶ر جون ۔ گوا کو بھارت میں شامل کرنے کے لئے جب سے بھارتیوں نے مہم شروع کی ہے اس سلسلے میں کل رضا کاروں کا سب سے بڑا دستہ سرحد میں داخل ہوا۔ پرتگالی پولیس نے سب کو پکڑ کر پیٹا اور بعد میں چھوڑ دیا۔ ان میں سے ایک آدمی ہلاک ہو گیا۔ بمبئی میں جو اطلاعات آج موصول ہوئی ہیں ان سے پتہ چلا ہے کہ پرتگالی پولیس نے ۹۹۔ آدمیوں کو جوتوں سے خوب پیٹ کر سرحد سے باہر نکالا۔

لاہور ۔ ۲۶ر جون ۔ محکمہ صحت پنجاب لاہور کے میڈیکل سکول پر تقریباً ۲½ لاکھ روپے مزید خرچ کر رہا ہے ۔ پاکستان میں ڈاکٹروں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے گزشتہ سال ۱۱ر جنوری کو یہ میڈیکل سکول قائم کیا گیا تھا۔ تربیت یافتہ ڈاکٹروں کی کمی کے پیش نظر حکومت پنجاب نے حال ہی میں سب اسسٹنٹ سرجن کلاس شروع کرنے کا فیصلہ کیا تھا جس میں بہت سے لوگ دلچسپی لے رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں محکمہ صحت پنجاب نے سکول میں لڑکوں اور لڑکیوں کے داخلے کا اعلان کیا تھا اور اس کے لئے درخواستیں بھیجنے کی آخری تاریخ آئندہ ماہ کی ۴ تاریخ تک بڑھا دی گئی ہے۔

قاہرہ ۔ ۲۶ر جون ۔ بندرگاہ سوڈان کے شمال میں تقریباً سو میل کے فاصلے پر توکر کے علاقہ میں ریت کے ایک چار روزہ خوفناک طوفان سے گیارہ افراد اور بہت سے اونٹ ہلاک ہو گئے۔

لاہور ۔ ۲۶ر جون ۔ سپرنٹنڈنٹ لینڈ کسٹم مسٹر شفقت حسین خان کے بیان کے مطابق گزشتہ ڈیڑھ ماہ میں واہگہ کسٹم چوکیوں پر سونا سمگل کرنے کے الزام میں ۲۶ اشخاص گرفتار کئے گئے ہیں، ان کے قبضہ سے قریباً تین سو تولے سونا برآمد کیا گیا ہے۔ یہ سونا تھرماس بوتلوں کے زیریں حصہ، بدھنوں کے کونوں اور جوتوں کی ایڑیوں میں چھپا کر لے جایا جا رہا تھا۔

انبالہ ۔ ۲۶ر جون ۔ یہاں آج پاکستانی خواتین کی ہاکی ٹیم نے دہلی خواتین کی ہاکی ٹیم کو ایک آزمائشی میچ میں دو گول سے ہرا دیا۔ دہلی کی ٹیم کوئی گول نہ کر سکی۔ پاکستان کی طرف سے دونوں گول وقفے کے بعد سنٹرل فارورڈ نے کئے۔

لاہور ۔ ۲۵ر جون ۔ لیڈی ایچی سن ہسپتال میں تربیت یافتہ نرسوں کو دایہ گری کی تربیت کے لئے محکمہ صحت پنجاب نے بیس ہزار روپے وظائف کے طور پر دیئے ہیں، یہ وظائف دایہ گری کی تربیت کے دوران میں نرسوں کو سہولتیں فراہم کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں، تربیت مکمل کرنے کے بعد ان کو ضلع کے صدر مقاموں میں زچہ بچہ ہسپتالوں میں متعین کیا جائے گا۔

مودودی صاحب کی طرف سے تمام مجددین کی توہین

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

صدی ہجری سے لیکر آج تک بفضلہ تعالیٰ موجود ہے اسی طرح مجددین کرام کا وجود مسعود بھی ہر صدی میں ہونا ضروری ہے تاکہ ہر دور میں جو بدعات دین محمدی میں داخل ہوں ان سے دین کو پاک کرکے مسلمانوں کو اصلی دین سے روشناس کرائیں۔ اگر مجددین حضرات کا وجود ناپید ہوتا تو خدا جانے آج تک اصلی نقشہ اسلام کا موجود بھی رہتا یا نہ، لہذا ثابت ہوا کہ مجددین حضرات کی خدمت بھی تحفظ قرآن مجید کے لئے لازمی ہے۔ اس لئے مجددین کا وجود مسعود ایک اشد ضروری چیز ہے۔

مودودی صاحب کا فیصلہ رسول اللہؐ کے خلاف

"مجدد کامل کا مقام، تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا ہے، قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے ... کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں ہی میں کام کیا۔ مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے" از تجدید احیائے دین مؤلفہ مودودی صاحب صفحہ نمبر ۱۳ چوتھا ایڈیشن۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اجماع امت کی توہین

کیا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا ہے"۔ اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا نہیں جا رہا۔ کیا آپ کا یہ مطلب تھا۔ کہ چودھویں صدی تک سب ناقص ہی ناقص مجدد پیدا ہوتے رہیں گے اس کے بعد کہیں مجدد کامل پیدا ہوگا۔ اور پھر اس کی معیاد بھی کوئی معین نہیں، خدا جانے کب پیدا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقص مجددوں کا اعلان ح مطلب غلط سمجھتی رہی کہ آپ کے فرمانے کے بعد ہر ایک صدی میں یہ مبارک لقب مجدد کا اس دور کے مجدد کو دیتی رہی اب چودھویں صدی میں۔

مودودی صاحب

نے پیدا ہو کر اس حدیث کا مطلب لوگوں کو سمجھایا کیا سوجھی عقل ہے اور کیا خوب محققانہ علم ہے خدا تعالےٰ جب عقل چھین لیتا ہے، تو ایسی ہی باتیں زبان اور قلم سے نکلا کرتی ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مودودی صاحب فرمان نبویؐ کا مطلب ہی نہیں سمجھتے

مودودی صاحب آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سمجھے معلوم ہوتا ہے کہ قواعد عربیہ سے آپ ناواقف ہیں۔ فرمان یہ ہے :۔ "ان اللہ عزوجل یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا" مودودی صاحب یہ جملہ اسمیہ ہے جو دوام و استمرار کے لئے ہوتا ہے اور پھر جملہ اسمیہ پہ مزید تاکید کے لئے اِنّ کا لفظ آیا ہوا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس میں شک ہی نہیں کہ اللہ تعالےٰ اس اُمت کے لئے ہر صدی کے سرے پر ایسا شخص بھیجے گا، جو اس امت کے لئے دین کی تجدید کریگا۔

مودودی کی نظر میں اس دھڑلے کے اعلان کی حقیقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے فخریہ اور دھڑلے کے طور پر یہ اعلان فرمایا۔ کہ اے مسلمانو! فکر نہ کرو۔ ہر صدی میں ایسے مجاہد مجدد پیدا کرونگا۔ جو تمہارے دین کے جھنڈے کو سربلند کردیا کریں گے۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں آج تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا۔ یعنی جو مجدد پیدا ہوئے، سب ناقص پیدا ہوئے۔ گویا اللہ تعالیٰ کو اپنے اعلان کرنے کے بعد مجدد کامل پیدا کرنے کی اب تک توفیق نہیں ہوئی نعوذ باللہ من ذالک۔

مودودی صاحب کے عقیدہ کے مطابق مجددین کی مثال

مثلاً ایک شخص کسی بزرگ سے اپنے بیٹے پیدا ہونے کی دعا کراتا ہے وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے حق میں میری دعا قبول فرمالی ہے چار بیٹے تمہیں عطا ہوں گے مگر سب مخنث یعنی ہیجڑے ہونگے۔ کیا وہ دعا کرانے والا خوش ہو سکتا ہے کہ میرے حق میں دعا خوب قبول ہوئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر لطیف

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

شریعت پر مشتمل ہے نازل ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ اگرچہ طہارت اور پاک باطنی کا دم مارنے والے اور زہد اور عبادت میں زندگی بسر کرنے والے اب تک ہزاروں لوگ گذرے ہیں، لیکن خدا کا پاک اور کامل کلام کہ جو اس کے فرائض اور احکام کو دنیا میں لایا اور اس کے ارادوں سے خلق اللہ کو مطلع کیا انہی خاص وقتوں میں نازل ہوا ہے کہ جب اس کے نازل ہونے کی ضرورت تھی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ خدا کا پاک کلام انہی لوگوں پر نازل ہو کہ جو تقدس اور پاک باطنی میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں کیونکہ پاک کو پلید سے کچھ میل اور مناسبت نہیں، لیکن ہرگز ضرور نہیں کہ ہر جگہ تقدس اور پاک باطنی کلام الٰہی کے نازل ہونے کو مستلزم ہو، بلکہ خدا تعالےٰ کی حقانی شریعت اور تعلیم کا نازل ہونا ضرورات حقہ سے وابستہ ہے۔ پس جس جگہ ضروریات حقہ پیدا ہو گئیں اور زمانہ کی اصلاح کے لئے واجب معلوم ہوا کہ کلام الٰہی نازل ہو اسی زمانہ میں خدا تعالےٰ نے جو حکیم مطلق ہے اپنے کلام کو نازل کیا اور کسی دوسرے زمانہ میں گو لاکھوں آدمی تقوےٰ اور طہارت کی صفت سے متصف ہوں اور گو کیسی ہی تقدس اور پاک باطنی رکھتے ہوں ان پر وہ خدا کا کامل کلام ہرگز نازل نہیں ہوتا کہ جو شریعت حقانی پر مشتمل ہو، ہاں مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت کے بعض پاک باطنوں سے ہو جاتے ہیں اور وہ بھی اس وقت کہ جب حکمت الٰہیہ کے نزدیک ....

اُن مکالمات اور مخاطبات کے لئے کوئی ضرورت حقہ پیدا ہو اور ان دونوں طور کی ضرورتوں میں فرق یہ ہے کہ شریعت حقانی کا نازل ہونا اس ضرورت کے وقت پیش آتا ہے کہ جب دنیا کے لوگ بباعث ضلالت اور گمراہی کے جادۂ استقامت سے منحرف ہو گئے ہوں اور اُن کے راہ راست پر لانے کے لئے ایک نئی شریعت کی حاجت ہو کہ جو ان کی آفات موجودہ کا بخوبی تدارک کر سکے اور ان کی تاریکی اور ظلمت کو اپنے کامل اور شافی بیان کے نور سے بکلی اٹھا سکے اور جس طور کا علاج حالت فاسدہ زمانہ کے لئے درکار ہے وہ علاج اپنے پر زور بیان سے کر سکے لیکن جو مکالمات و مخاطبات اولیاء اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں، ان کے لئے غالباً اس ضرورت عظمیٰ کا پیش آنا ضروری نہیں بلکہ بسا اوقات صرف اسی قدر ان مکالمات سے مطلب ہوتا ہے کہ تا ولی کے نفس کو کسی مصیبت، اور محنت کے وقت صبر اور استقامت کے باعث سے تسلی کیا جائے یا کسی غم اور حزن کے غلبہ میں کوئی بشارت اسکو دی جائے مگر وہ کامل اور پاک کلام خدا تعالےٰ کا کہ جو نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے وہ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے اس ضرورت حقہ کے پیش آنے پر نزول فرماتا ہے کہ جب خلق اللہ کو اس کے نزول کی بشدت حاجت ہو، غرض کلام الٰہی کے نازل ہونے کا اصل موجب ضرورت حقہ ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب تمام رات کا اندھیرا ہو جاتا ہے اور کچھ نور باقی نہیں رہتا تو اسی وقت تم سمجھ جاتے ہو کہ اب ماہ نو کی آمد نزدیک ہے اسی طرح جب گمراہی کی ظلمت سخت طور پر دنیا پر غالب آجاتی ہے تو عقل سلیم اس روحانی چاند کے نکلنے کو بہت نزدیک سمجھتی ہے۔ ایسا ہی جب امساک باراں سے لوگوں کا حال تباہ ہو جاتا ہے تو اس وقت عقلمند لوگ باران رحمت کا نازل ہونا بہت قریب خیال کرتے ہیں اور جیسا کہ خدا نے اپنے جسمانی قانون میں بھی بعض مہینے برسات کے لئے مقرر کر رکھے ہیں یعنی وہ مہینے جن میں فی الحقیقت مخلوق اللہ کو بارش کی ضرورت ہوتی ہے اور ان مہینوں میں جو مینہ برستا ہے اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ خاص ان مہینوں میں لوگ زیادہ نیکی کرتے ہیں اور دوسرے مہینوں میں فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ وہ مہینے ہیں جن میں زمینداروں کو بارش کی ضرورت ہوتی ہے اور جن میں بارش کا ہو جانا تمام سال کی سرسبزی کا موجب ہے۔

دُعا۔ اے اللہ تو مہربانی فرما کر مودودی صاحب اور انکے حلقہ بگوشان کو ہدایت عطا فرما۔ اور انہیں گمراہی کے گڑھے سے نکال کر پھر اپنے سچے اسلام کا متبع بنا۔ آمین ثم آمین (نوائے پاکستان ۹ مئی ۱۹۵۵ء)

امریکہ میں تبلیغی سرگرمیاں

{بقیہ صفحہ اوّل}

اسمائے الٰہی پر تقریر

۲۹ مئی کو ہمارے ہفتہ واری جلسہ میں صوفی مراد لوئیس نے اللہ تعالےٰ کے پاکیزہ نام پر تقریر کی جس خوبی سے انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور جس عمدہ طریقہ سے انہوں نے اسمائے الٰہی کا تعلق ہمارے اعمال سے ہونا بیان کیا اس کی تمام حاضرین نے بے حد تعریف کی۔

ایک نومسلم کا تبلیغی جوش اور ایک خاتون کا قبول اسلام

مسٹر ہرٹزواگ کو مشرف بہ اسلام ہوئے ابھی کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوا، جہاں تک میرا علم ہے ابھی دو برس بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے نہیں گذرے مگر ان کے ذریعہ سے اس قلیل مدت میں کئی ایک آدمی حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں، ہماری طرف سے وہ نیوجرسی میں تبلیغ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور جو شوق اور انہماک وہ اپنے کام میں ظاہر کر رہے ہیں وہ ہم سب کے لئے قابل تقلید ہے ابھی حال ہی میں ایک خاتون جو نیوجرسی کے ایک ہسپتال میں کام کرتی ہیں ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دین پر استقامت عطا فرمائے اور ان پر اپنی برکات نازل کرے۔

ایک ترکی خطیب

گیارہ جون کو ترکی کے شہر طرسوس کی جامع مسجد کے خطیب سید سلیمان انیس ایپٹیک بغرض ملاقات ہمارے مکان پر تشریف لائے۔ ان کے دو صاحبزادے محمود اور اسد یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں محمود تو اب انجینئری کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے والد محترم کے ہمراہ واپس وطن جا رہے ہیں مگر ان کے بھائی اسد ابھی یہیں قیام کریں گے، وہ بھی ایم ڈی ...... ہو چکے ہیں لیکن باقاعدہ پریکٹس شروع کرنے سے قبل کچھ عرصہ انہیں کسی ہسپتال میں کام کرنا پڑے گا۔ سید سلیمان صاحب کی خدمت میں مَیں نے مینول آف حدیث اور چند دوسری کتابیں بطور ہدیہ پیش کیں اور انہیں اپنے کام سے بھی مطلع کیا گیا۔ پانچ چھ گھنٹے ہمارے ہاں قیام کرنے کے بعد وہ شکاگو کی طرف روانہ ہو گئے۔

اقوام متحدہ کی امن کانفرنس

مجلس اقوام متحدہ کی دسویں سالگرہ بیس سے چھبیس جون تک سان فرانسسکو میں منائی جائے گی، اس سے ایک روز قبل یعنی ۱۹ جون کو ایک امن کانفرنس منعقد ہو رہی ہے اس کے انعقاد کے لئے ایک کمیٹی قائم ہوئی ہے جس کے ممبر مختلف مذاہب کے نمائندے ہیں، مسلمانوں کی نمائندگی میرے سپرد ہے۔ اس کانفرنس میں صرف دو تقریریں ہوں گی، ایک امریکہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ مسٹر ڈلس اور دوسری نیوزی لینڈ کے سفیر سر ماترو کی، ان تقریروں کے بعد ڈیڑھ ہزار آدمی مل کر امن کے گیت گائیں گے اور مذہبی نمائندے امن کے لئے دعا کریں گے۔

خاکسار بشیر احمد منٹو

پیغام صلح مورخہ ۲۹ جون ۱۹۵۵ء

ماڈیل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر

P.O. Jhang

جلد ۴۴ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۲ ذیقعد ۱۳۷۴ھ - مطابق ۶ جولائی ۱۹۵۵ء | نمبر ۲۸

"ہر شخص جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رسالت میں یقین رکھتا ہے

وہ مسلمان ہے"

احمدی واضح طور پر توحید باری تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین رکھتے ہیں اسلئے وہ مسلمان ہیں"

چند معززغیراز جماعت مسلمانوں کے دستخطوں سے ایک "برادرانہ انتباہ" نوائے پاکستان نامی ایک ٹریکٹ کی صورت میں موصول ہوا ہے جس کے ساتھ شیخ عبدالمجید صاحب بی اے ایل ایل بی - پی سی ایس، ڈسٹرکٹ جج لائل پور اور چوہدری محمد علی صاحب سب جج لائلپور کے فیصلے بھی شامل ہیں، یہ برادرانہ انتباہ اور دونوں فیصلوں کی نقول درج ذیل ہیں، وہ لوگ جو ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی کے فیصلہ کو مشتہر کر کے احمدیوں کے کفر کا پراپیگنڈا کرتے پھرتے ہیں، لائل پور کے ان عدالتی فیصلوں کو بھی ملاحظہ کر لیں:—

برادرانہ انتباہ

"مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ ڈسا نہیں جاتا"

۱۹۵۳ء کے اوائل میں پنجاب میں فسادات کا جو شدید طوفان اٹھا اور جس بیدردی سے مقدس انسانی خون کی ہولی کھیلی گئی وہ ایسی نہیں کہ جسے بہ آسانی بھلایا جا سکے۔ ان فسادات کے عواقب کو جو آخر کار مارشل لاء کی صورت میں ظاہر ہوئے دیکھ کر عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ آئندہ ہر ایسی تحریک سے اجتناب کیا جائے گا جس کا نتیجہ مالی اور جانی نقصان ہوتا ہے لیکن افسوس ہے کہ چند دنوں سے پھر وہی تخریبی طاقتیں اپنا سر نکال رہی ہیں اور پہلے کی طرح مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلانے اور تفرقہ اندازی میں کوشاں ہیں۔ اس لئے ہم ازراہ ہمدردی اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ملک میں امن قائم ہونے کے بعد کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے پھر ملک میں فساد پیدا ہو جائے۔

حضرت قائداعظم مرحوم کی نصیحت کے مطابق ہمیں تمام اُن فرقوں کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مسلمان سمجھنا چاہیئے۔ اور اگر ہم علماء کے فتوؤں پر چلنے لگیں تو جیسا کہ تحقیقاتی عدالت کے فاضل ججوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ کوئی بھی مسلمان نہیں۔ فاضل جج فتوؤں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:۔

"دیوبندیوں کا فتویٰ (E.X.D.E.3) جس میں اثنا عشری شیعوں کو کافر و مرتد قرار دیا گیا ہے (نقل ہے اور اس کی تصدیق دارالعلوم دیوبند کے دفتر سے ہو چکی ہے)......شیعوں کے نزدیک تمام سُنی کافر ہیں۔ اور اہل قرآن یعنی وہ لوگ جو حدیث کو غیر معتبر سمجھتے ہیں اور واجب التعمیل نہیں مانتے، متفقہ طور پر کافر ہیں۔ اور یہی حال آزاد مفکرین کا ہے۔ اس تمام بحث کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ شیعہ سُنی، دیوبندی، اہل حدیث اور بریلوی لوگوں میں سے کوئی بھی مسلم نہیں۔"

(تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ بزبان اردو صفحہ ۲۳۶)

پس ہمیں ان لوگوں کے پیچھے نہ چلنا چاہیئے جو ایک دفعہ ہمیں ہلاکت کے گڑھے میں گراتے لگے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ ڈسا نہیں جاتا۔ یعنی وہ ایک دفعہ کے تجربہ کے بعد ہوشیار ہو جاتا ہے۔ اور فتنہ پردازوں کے دھوکہ میں نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم احمدی نہیں ہیں، لیکن ہم یہی سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی خیرخواہی اور بہبودی اسی امر میں ہے کہ ہم سب فرقوں کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مسلمان سمجھیں، اور لاہور ہائیکورٹ کے دو فاضل ججوں کی (جن میں سے ایک اس وقت پاکستان کی انتہائی عدالت فیڈرل کورٹ کے چیف جج ہیں) گذشتہ فسادات پنجاب کے متعلق پیش کردہ رپورٹ کا مفاد بھی یہی ہے۔

علاوہ ازیں احمدیوں کے متعلق ڈسٹرکٹ جج لائلپور ۱۹۵۱ء میں نہایت غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ صادر فرما چکے ہیں کہ احمدی مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہے۔

اس وقت پاکستان انتہائی نازک دور میں سے گذر رہا ہے اور کئی قسم کے اندرونی اور بیرونی خطرات سے دوچار ہے اور اسے انتشار سے بچانے اور اسے مستحکم بنانے کا واحد ذریعہ یہی ہے۔ کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے سب فرقے متحد ہو کر اس کی بہبودی اور ترقی و استحکام کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

(۱) (دستخط بحروف انگریزی) ایس۔ ایس حسین پلیڈر لائل پور

(۲) (دستخط) چوہدری فضل کریم نمبردار چک نمبر ۱۶۲ لائل پور

(۳) (دستخط) الحاج چوہدری اللہ داد صاحب چک نمبر ۱۲۹ ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔

(۴) (دستخط بحروف انگریزی) محمد یوسف خاں چوہدری سابق سب انسپکٹر پولیس چک نمبر ۸۴ گ۔ ب۔ لائل پور۔

(۵) (دستخط) رائے توشیر خاں۔ سابق وائس چیئرمین ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ لائلپور

(۶) (دستخط بحروف انگریزی) چوہدری محمد اشرف صاحب چیمہ ایڈووکیٹ جنرل سکرٹری مسلم لیگ ضلع لائلپور۔

(۷) (دستخط بحروف انگریزی) چوہدری نعمت علی ایڈووکیٹ۔

(۸) (دستخط بحروف انگریزی) محمود احمد چوہدری ایڈووکیٹ لائل پور۔

(۹) (دستخط بحروف انگریزی) محمد شعیب پلیڈر لائل پور۔

(۱۰) (دستخط) راجہ غلام احمد خاں بقلم خود ولد خان بہادر راجہ غلام رسول بیرسٹر مرحوم چک نمبر ۲۲۴ ضلع لائلپور۔ ڈائرکٹر لائلپور جھنگ ٹرانسپورٹ۔

(۱۱) (دستخط) غلام محمد　ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ

(۱۲) (دستخط) الحاج عنایت اللہ مینیجر سمندری ٹرانسپورٹ کمپنی۔ لائلپور۔

(۱۳) (دستخط) حکیم محمد یٰسین عمدۃ الحکماء سند یافتہ دہلی، جگراؤں، حال لائلپور۔

(۱۴) (دستخط) خان صاحب پیر سید محمد شاہ رئیس جھنگو کے، لائلپور۔

(۱۵) (دستخط) محمد اسحاق چیمہ (سابق ذیلدار) ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ، رئیس چک نمبر ۲۴۸ رکھ۔

(۱۶) (دستخط) شیخ غلام دستگیر ہوشیار پوری۔ مالک دی نیو لائلپور سمندری ٹرانسپورٹ۔

(۱۷) (دستخط) الحاج چوہدری عطاء اللہ نمبردار چک نمبر ۱۲۶ رکھ۔ سابق ذیلدار حلقہ سالاروالہ ضلع لائلپور۔

(۱۸) (دستخط بحروف انگریزی) سید محبوب حسین شاہ آف جہدی آباد۔ پریزیڈنٹ مارکیٹنگ کمیٹی گوجرہ و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ لائلپور۔

(۱۹) (دستخط) چوہدری سردار خاں چیمہ۔ ساکن چک نمبر ۱۲۶ رکھ۔ ضلع لائلپور

(۲۰) (دستخط) ہدایت خاں کھرل (سابق سفید پوش) لنڈیانوالہ۔ ضلع لائلپور

فیصلہ

شیخ عبدالمجید صاحب اصغر۔ بی اے ایل ایل بی۔ پی سی ایس۔ ڈسٹرکٹ جج لائل پور

بمقدمہ اپیل

مسماۃ نذیراں دختر برکت علی راجپوت سکنہ خالصہ کالج لائل پور مدعیہ اپیلانٹ

بنام

محمود احمد ولد فضل محمد راجپوت سکنہ چنیلی منڈی مگھیانہ ضلع جھنگ مدعا علیہ رسپانڈنٹ

(ترجمہ فیصلہ از انگریزی)

مسماۃ نذیراں مدعیہ نے محمود احمد مدعا علیہ پر تنسیخ نکاح کی نالش کی۔ یہ دعویٰ نمبر ۵/۱۲ سن ۱۹۵۰ء مرجوعہ ۱۶/۲/۴۹ چوہدری محمد علی صاحب سب جج درجہ اول لائل پور نے ۱۱/۵/۵۰ کو خارج کیا۔

فاضل سب جج کے فیصلہ اور ڈگری کی ناراضگی سے مدعیہ نے یہ اپیل دائر کیا ہے۔ دعوے کے اظہارات قدرے غیر معمولی ہیں۔ یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ فریقین کا نکاح لائل پور میں ۱۴/۸/۴۸ کو ہوا۔ اور یہ کہ نکاح سے دو روز پیشتر مدعا علیہ کے متعلق یہ شبہ ہوا۔ کہ وہ احمدی ہے۔ اور یہ کہ مدعیہ کے باپ نے مدعا علیہ سے دریافت کیا تو مدعا علیہ نے حلف اٹھا کر ظاہر کیا کہ وہ احمدی نہیں ہے گو مدعا علیہ کے والدین احمدی ہیں۔ اور یہ کہ مدعا علیہ نے بیان کیا کہ وہ سنی مسلمان ہے۔ یہ بھی مدعیہ کی طرف سے ادعا کیا گیا کہ مدعا علیہ نے مدعیہ کو احمدیوں کے مرکز ربوہ جانے کے لئے مجبور کیا۔ اور اس بات پر بھی مدعیہ کو مجبور کیا کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کر دے۔ کچھ تشدد کا بھی ادعا کیا گیا۔ دعوے میں اہم امر یہ ظاہر کیا گیا کہ اگر مدعا علیہ مدعیہ کو دھوکہ نہ دیتا تو وہ اس سے شادی نہ کرتی۔ وجوہات مذکورہ کی بناء پر مدعیہ تنسیخ نکاح کی خواستگار ہے۔

مدعا علیہ نے جواب دعوے میں ظاہر کیا کہ وہ احمدی مسلمان ہے۔ اور نکاح سے قبل بھی وہ فرقہ احمدیہ میں تھا۔ مدعا علیہ نے اس امر سے انکار کیا۔ کہ اس نے بیان کردہ یقین مدعیہ کو دلایا۔ اور مدعا علیہ نے ظاہر کیا۔ کہ مدعا علیہ کا احمدی ہونا مدعیہ اور اس کے والدین کو ہمیشہ سے بخوبی معلوم تھا۔ بقول مدعا علیہ مدعیہ کا اظہار مذکورہ ایک مابعد کا خیال ہے۔ جو آخر نومبر ۱۹۴۹ء میں اختراع کیا گیا۔ جبکہ مدعا علیہ نے مدعیہ کو نوٹس دیا۔ تشدد کے ادعا سے بھی مدعا علیہ نے انکار کیا۔ فریقین کے اظہارات سے امور تنقیح طلب حسب ذیل پیدا ہوئے:۔

(۱) آیا مدعا علیہ نے اپنا مذہبی عقیدہ (احمدیت) مدعیہ سے چھپایا۔ اور اس طرح مدعیہ کے ساتھ فریب کیا۔

(۲) آیا مدعا علیہ مدعیہ کو تبدیل مذہب کے لئے مجبور کرنا چاہتا تھا؟

(۳) آیا مدعا علیہ مدعیہ کے ساتھ تشدد کا برتاؤ کرتا ہے؟

(۴) دادرسی

فریقین نے شہادت پیش کی ہے۔ مدعیہ نے اپنے والد برکت علی گواہ نمبر ۲ اور اپنے چچا نور محمد گواہ نمبر ۴ اور نیز محمد صدیق گواہ نمبر ۶ کو پیش کیا۔ یہ گواہان عرضی دعوے کے اظہارات سے بھی ایک قدم آگے چلے گئے ہیں۔ فاضل سب جج نے بجا طور پر ان کی شہادت کو مسترد کیا ہے۔ اور ان اختلافات کو زیر نظر رکھا ہے۔ جن کے دوہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ گواہان مذکور نے عدالت میں یہ بیان دیا ہے کہ مدعا علیہ اور اس کے والد دونوں نے یہ بیان دیا تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی احمدی نہیں ہے۔ لیکن عرضی دعوے کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مدعا علیہ نے مدعیہ کو غیر مبہم الفاظ میں کہہ دیا تھا۔ کہ مدعا علیہ کے والدین یقیناً احمدی ہیں۔ صرف یہی امر قابل توجہ نہیں ہے بلکہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ حلف نکاح سے دو روز قبل اٹھایا گیا تھا ۱۲/۸/۴۸ کو۔ یعنی اس روز جبکہ اقرار نامہ P 2 بھی لکھا گیا تھا۔ یہ اقرارنامہ ۱۲/۸/۴۸ کو لکھا گیا تھا۔ اگر تاریخوں کے اختلاف کو میں اس قدر اہمیت نہ بھی دوں جو فاضل سب جج نے دی ہے تو یہ واقعہ ہے کہ حلف اٹھانے اور اقرار نامہ لکھنے کے واقعات ایک دوسرے کے بعد ہی ایک دن عمل میں آئے۔ اگر مدعا علیہ نے واقعی کوئی اس قسم کا حلف اٹھایا ہوتا جو کہ مدعیہ ظاہر کرتی ہے تو اس حلف کے واقعہ کا نمایاں طور پر ذکر دستاویز P 2 میں ہوتا۔ اگر ایسا نہیں تو مدعا علیہ سے کم از کم یہ منوایا جاتا کہ دستاویز P 2 میں وہ تسلیم کرے کہ وہ سنی مسلمان ہے اور احمدی نہیں ہے۔ مدعیہ کا مقدمہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ تھوڑے عرصے بعد وہ اپنے شوہر کے گھر بود و باش اختیار کرنے کے لئے گئی تو اس کے شوہر نے تبدیل مذہب کے لئے اسے ترغیب دی۔ اور عملاً اسے مجبور کیا کہ مدعیہ اس کے ساتھ ربوہ جائے۔ کہا جاتا ہے کہ بس چند مہینے ہی وہ اپنے شوہر کے گھر رہی تھی۔ جبکہ اسے نکال دیا گیا۔ سوال یہ ہے۔ کہ شادی کے بعد اتنا لمبا عرصہ یعنی تقریباً ایک سال تک وہ کیوں خاموش رہی، اور کم از کم شوہر کے گھر سے نکالے جانے کے بعد چھ ماہ تک اس نے کیوں سکوت اختیار کیا۔ مدعیہ نے کبھی کوئی قدم نہ اٹھایا جس سے اس کے خاوند کو آگاہی ہوتی کہ مدعیہ اس کے ساتھ رہنے پر رضامند نہیں ہے۔ لیکن جب آخر نومبر ۱۹۴۹ء میں مدعا علیہ نے مدعیہ کو نوٹس دیا تو سب سے پہلی مرتبہ مدعیہ نے جواباً یہ لکھا کہ مدعا علیہ احمدی ہے وغیرہ۔ یہ عذر صریحاً مابعد کا خیال ہے۔ شہادت پر زیادہ غور کرنے کے بعد میرے لئے یہ مشکل ہے کہ یہ قرار دوں کہ کبھی بھی مدعا علیہ نے مدعیہ کو ربوہ جانے کے لئے یا تبدیل مذہب کے لئے مجبور کیا ہو۔

(باقی برصفحہ کالم ۔۔)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— مؤرخہ ۶ رجولائی ۵۵ء

مودودی صاحب کا "بیانِ حقیقت"

اسی اشاعت میں دوسری جگہ جماعت اسلامی کے امیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا ایک "بیانِ حقیقت" نقل کیا گیا ہے، جو انہوں نے سرگودھا میں احرار کے اس اعتراض کے جواب میں دیا ہے کہ:-

"آپ پہلے تو ختم نبوت کی تحریک اور ڈائرکٹ ایکشن میں شامل تھے بعد میں اپنی پوزیشن بدل دی"

اس اعتراض کے [illegible] میں جو حقیقت حال مودودی صاحب نے بیان کی ہے ہمیں اس سے اختلاف کی ضرورت نہیں بالخصوص جبکہ انہوں نے شروع ہی میں اللہ کو گواہ کر کے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے صحیح واقعات "بیان کرنے کی قسم اٹھائی ہے اور غلط بیانی کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی کی دعا کی ہے، اگرچہ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں ان کے اسی قسم کے بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے فاضل ججان نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:-

(۱) جماعت اسلامی پنجاب کی مجلس عمل کی ایک فریق تھی۔

(۲) جماعت اسلامی اس مجلس عمل کی بھی ایک فریق تھی جو آل پاکستان مسلم کنونشن نے قائم کی تھی اور جس نے ۱۸ر جنوری کو کراچی میں ڈائرکٹ ایکشن کی قرارداد منظور کی تھی۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص۲۶۹)

اور پھر ص۲۷۱-۲۷۲ پر لکھا ہے کہ:-

"ہمیں جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کی اس حجت میں کوئی زور نہیں معلوم ہوتا کہ کراچی میں مجلس عمل کا جو اجلاس ۱۸ر جنوری کی شام کو منعقد ہوا تھا وہ بے قاعدہ اور غیر آئینی تھا لہذا اس کے بعد مجلس عمل نے جو کچھ بھی کیا وہ آئینی اعتبار سے ناجائز تھا .... کیونکہ جماعت اسلامی اپنا نام مجلس عمل پنجاب اور مرکزی مجلس عمل دونوں میں درج کرا چکی تھی وہ ڈائریکٹ ایکشن کی قرارداد میں ایک فریق کی حیثیت رکھتی تھی اور مجلس عمل کے اجلاس مورخہ ۱۶ر فروری میں جماعت کا نمایندہ اس قرا[illegible] شریک تھا کہ رضاکاروں کے دستے بھیجے جائیں اور اقدامات کے اجرا کے لئے ایک ڈکٹیٹر مقرر کیا جائے لہذا موجودہ تحقیقات میں اس نکتے کو کوئی حیثیت حاصل نہیں"

اور پھر آگے چل کر لکھا ہے:-

"بہت سے اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں اور پولیس سپرنٹنڈنٹوں نے جو اطلاعات بصیغۂ راز بھیجیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی کے ممبروں نے فسادات میں حصہ لیا"

اس لئے اگرچہ مولانا مودودی کے اس بیان سے ہمیں اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ان کے احتجاج کے باوجود مجلس عمل کی تشکیل صحیح طور پر نہ ہوئی اور نہ ۲۶ر فروری ۱۹۵۳ء سے پہلے اس کا کوئی باقاعدہ اجلاس منعقد ہوا، تاہم جیسا کہ تحقیقاتی عدالت کے بیان سے ظاہر ہے وہ اور ان کی جماعت آخر تک اسی مجلس عمل میں شامل رہی اور ڈائرکٹ ایکشن کی قرارداد اور یہ قرارداد کہ رضاکاروں کے دستے بھیجے جائیں اور اقدامات کے اجرا کے لئے ایک ڈکٹیٹر مقرر کیا جائے ان کے نمایندہ کی موجودگی میں پاس ہوئی، اور اس کے بعد بھی انہوں نے اس وقت تک کہ فسادات نے انتہائی صورت اختیار کر لی، کوئی آواز اس کے خلاف بلند نہ کی یہی رائے تحقیقاتی عدالت کی ہے جس نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ:-

"۵ر مارچ سے پہلے تسنیم کی مختلف تحریرات اور جماعت اسلامی کی جاری کردہ ہدایات میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ جماعت ڈائریکٹ ایکشن کے پروگرام کی حامی یا مؤید نہیں ہے، اس کے برعکس ان تحریروں میں اس حقیقت کا چھپا ہوا اعتراف کیا گیا ہے کہ جماعت اسلامی نے اس معاملے میں ایک خاص ذمہ داری لے لی ہے جس کو پورا کرنے میں وہ اپنی بہترین قابلیت صرف کر دے گی، اس سے حافظ خادم حسین کی اس شہادت کی تائید ہوتی ہے کہ جماعت اسلامی اور دوسرے فریقوں کے درمیان تقسیم کار کی کوئی سکیم موجود تھی جس کے قرائن مولانا امین احسن اصلاحی کے اس بیان میں پائے جاتے ہیں کہ جماعت کا پروگرام تقریریں کرنا اور لٹریچر شائع کرنا ہے"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص۲۷۲)

پس اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ احرار اپنے خاص مفاد کی خاطر مودودی صاحب کی تجویز بروئے کار نہ آنے دیتے تھے، اس حقیقت کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ احرار کی پیدا کردہ تمام رکاوٹوں کے باوجود مولانا مودودی اور ان کی جماعت ... مجلس عمل اور راست اقدام کی طوفانی تحریک سے اس وقت تک علیحدہ نہ ہوئی جب تک کہ یہ طوفان اپنی انتہا کو نہ پہنچ گیا، اور اس علم کے باوجود کہ:-

"احرار کے سامنے اصل سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں ہے بلکہ نام اور شہرت کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کی جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤں پر لگا دینا چاہتے ہیں"

پھر بھی انہوں نے اپنے آپ کو اس تحریک سے علیحدہ نہ کیا، اور مسلمانوں کی جان و مال کے اس جوئے میں برابر کے شریک رہے اور اس بات کو محسوس کرنے کے باوجود کہ:-

"جو کام اس نیت اور ان طریقوں سے کیا جائے اس میں کبھی خیر نہیں ہو سکتی اور اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے"

انہوں نے کبھی اس بات کا کھلے طور پر اعلان نہ کیا اور نہ ہی اس بے برکت کام سے جس میں اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلا جا رہا تھا انہوں نے علیحدگی اختیار کی، احرار کی یہ شکایت کہ وہ ان سے بعد میں علیحدہ ہو گئے صحیح نہیں وہ تو آخر وقت تک ان کے ساتھ شامل رہے یہاں تک کہ ۵ر فروری ۱۹۵۳ء کو خدا کی سزا مارشل لا کی شکل میں نازل ہوئی، جس سے نہ مودودی صاحب بچ سکے اور نہ دوسرے حامیان تحریک ختم نبوت بلکہ بہت سے غریب مسلمانوں کے جان و مال اس "جوئے" میں لٹ گئے اور مودودی صاحب کی یہ بات سچی ثابت ہوئی کہ "ایسے کام اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے"۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ سزا سے پہلے ہی اپنے احساس کو ایک غیبی تحریک سمجھتے ہوئے اس سے علیحدہ ہو جاتے، لیکن جو ہونا تھا وہی ہوا، خدا کرے اب دوبارہ نہ ہو، اس وقت پھر اس آگ کی چنگاریوں کو شعلہ زن کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے پھر تبلیغ کانفرنسیں منعقد کر کے احرار اپنے پرانے حربوں سے کام لے کر مسلمانوں کے جان و مال کو جوئے کے داؤں پر لگانا چاہتے ہیں، مودودی صاحب میں اگر ہمت و جرأت ہے، اگر وہ سچے دل سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی نیتیات اور طریق کار خیر و برکت سے خالی ہیں اور اگر وہ اس بات کا یقین کامل رکھتے ہیں:-

"اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے"

تو ابھی سے احرار کی ان سرگرمیوں اور ان کی تبلیغ کانفرنسوں سے بیزاری کا اظہار کریں اور ان کی مخالفت میں آواز بلند کر کے حق پرستی کا ثبوت دیں، کیا وہ ایسا کریں گے؟

کلمہ گویاں را جرا کافر نہی نام اے اخی ۔ گر تو داری خوفِ حق رو بیخ کفر خود برآر

پیر گشتی خلق پیراں را نمے دانی ہنوز ۔ ایزدت بخشد چو پیراں صدق و سوز و اصطبار

(مسیح موعودؑ)

اخبار و افکار

مسیحی شرانگیزی

مسٹر غلام مسیح صدر پاکستان عیسائی اتحاد فیڈریشن کا ایک بیان چند دن ہوئے روزنامہ "آفاق" اور "ملت" میں شائع ہوا تھا (جس کی نقل پیغام صلح مؤرخہ ۱۵ رجون میں بھی درج ہو چکی ہے) جس میں مسٹر شانلی۔ ای برش کے ایک مضمون مندرجہ "مسلم ورلڈ" کے متعلق بتایا گیا کہ اس مضمون میں :-

"پاکستانی مسلمانوں شیعہ، سُنی، لاہوری احمدی اور قادیانی احمدی وغیرہ وغیرہ کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت و حقارت پھیلا کر باہم لڑانے کی افسوسناک حرکت کی ہے ہم اس مضمون سے دلی نفرت کا اظہار کرتے ہیں"

اس بیان کا شائع ہونا تھا کہ عیسائی کیمپ میں کھلبلی مچ گئی، اور مسیحی رسالہ "المائدہ" (۱۵ رجون) نے اس کے متعلق یہ انکشاف کیا کہ :-

"یہ مضمون ایک شخص کلجگا نند کا ہے جو ماہ مئی کے پہلے ہفتہ میں ڈھاکہ سے لاہور آیا اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دفتر میں گیا انہوں نے کلجگا نند صاحب کو یہ شکایت لکھوائی اور کہا کہ کسی مسیحی کے نام سے کسی اخبار میں درج کراؤ۔ کلجگانند دو تین اَن پڑھ مسیحیوں کے پاس گیا جن کو دیر سے جانتا تھا ممکن ہے ان میں سے کسی نے اس تیار مضمون پر غلام مسیح کے دستخط کر دیئے ہوں، کلجگا نند وہ مضمون لے کر تین چار مسلم روزناموں کے دفتروں میں گیا مگر کسی نے قبول نہ کیا آخر وہ "ملت" کے دفتر میں آیا جس کا مالک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا فرد ہے، سو حقیقت یہ ہی کہ یہ شکایت کسی مسیحی غلام مسیح کی نہیں کلجگا نند کی ہے"

لیکن اس سے اگلی ہی اشاعت [illegible] المائدہ ۲۲ رجون میں اسی غلام مسیح صدر پاکستان عیسائی اتحاد فیڈریشن لاہور کے دستخطوں سے ایک اعلان شائع ہوا ہے جس پر ایڈیٹر صاحب نے یہ عنوان دیا ہے "کلجگا نند پارٹی کی ہنڈیا پھوٹ رہی ہے"، اس اعلان میں یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ "چند احباب نے آ کر اس مضمون کے متعلق غلط بیانی میں مبتلا کیا" اور اس نے مسٹر برش کا مضمون پڑھے بغیر روزنامہ آفاق مؤرخہ ۸ رمئی میں مذکورہ بالا بیان شائع کرایا، اس میں نہ تو کلجگا نند کا نام لکھا ہے نہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یا "ملت" کا کوئی ذکر ہے۔ البتہ ایک دلچسپ بات جو اس اعلان کے نیچے درج ہے اور جس میں دو گواہوں اور خود مسٹر برش کے دستخطوں سے اس کو پختہ کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر غلام مسیح سے یہ بیان بجبر لکھوایا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے :-

"مسٹر غلام مسیح (؟) اولڈ انارکلی بازار لاہور یہ بیان مسٹر برش مشنری کی کوٹھی نمبر ۴۵ فورمن کرسچین کالج لاہور میں آج ۱۲ رجون کو بوقت ۲ بجے شام ہمارے سامنے لکھوایا۔

مؤرخہ $\frac{۶}{۵۵}$۱۲ - پادری ڈبلیو پال - پادری فضل مسیح - ایس ای برش"

کیا مسٹر غلام مسیح کو مسٹر برش کی کوٹھی پر بلایا جانا اور وہاں اس سے مسٹر برش پر لگائے ہوئے الزام کی تردید لکھوانا حقیقت حال پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی نہیں ؟ "المائدہ" کو غور کرنا چاہیے کہ "کلجگا نند کی ہنڈیا پھوٹ رہی ہے" پھوڑتے پھوڑتے اس نے مسٹر برش اور غلام مسیح اور خود المائدہ کی ہنڈیا کو بھی فورمن کرسچین کالج کے چوراستہ میں کس بیدردی کے ساتھ پھوڑ ڈالا ٭

شیطان کون؟

جماعت اسلامی اور فرقہ اہل حدیث کے اخبار "الاعتصام" کے مابین صحیح بخاری کے متعلق مودودی صاحب کے ایک بیان پر جو بحث چھڑی ہوئی ہے، اسی کے سلسلہ میں لائلپور کے مودودی اخبار "المنیر" (مؤرخہ ۱۸ - ۲۴ رجون) نے صفحہ اوّل پر یہ سُرخی جمائی ہے :-

"اسلامی اتحاد کی تحریک پر شیطان کا پہلا شدید حملہ"

اس سُرخی میں "شیطان" سے کون مراد ہے، اس کی تفسیر "الاعتصام" سے سُن لیجئے :-

"ان مجموعہ خطرات بزرگ نے مقالہ کے عنوان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "الاعتصام" ایک شیطان کی صورت میں ظاہر ہوا ہے جس نے اتحاد اسلامی کی بنیادوں پر پُوری قوت، پوری طاقت اور پوری شدت کے ساتھ ہلّہ بول دیا ہے۔"

اور آگے چل کر بعض واقعات کا ذکر کرتے ہوئے یہ سوال کیا ہے کہ :-

"ان حقائق کو سامنے رکھ کر فرمایا جائے کہ اتحاد اسلامی پر یہ شدید حملہ کس نے کیا ——— ؟ "الاعتصام" نے یا امیر جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ——— ؟ نیز فرمایا جائے کہ ان واقعات کی روشنی میں شیطان کون ہوا؟ جماعت اہل حدیث کا ترجمان الاعتصام ——— یا کوئی اور ——— ؟"

ہمیں اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں دونو فریق خود طے کر سکتے ہیں کہ ان میں سے "شیطان" کون ہے، تاہم یہ افسوسناک امر ہے کہ دو مذہبی جماعتوں کے نمائندے ایک معمولی سے اختلافی مسئلہ پر اس قسم کے خطابات تجویز کر کے اپنے خُلقِ محمدیؐ کا ثبوت دے رہے ہیں ؎

ستوں چشم بد دُور ہیں آپ دیں کے
نمونہ ہیں خلقِ رسُولِ امیں کے

دستور ساز اسمبلی سے

۷ رجولائی کو پاکستان کی نئی مجلس دستور ساز کا اجلاس مری میں منعقد ہو رہا ہے، اس موقعہ پر جو دستوری قوانین بنائے جائیں گے اللہ کرے کہ وہ ملک کے بہترین مفاد اور اسلام کی صحیح سپرٹ کے ماتحت بنائے جائیں، اور ہر طبقہ و جماعت کی تائید انہیں حاصل ہو تاکہ موجودہ انتشار جو مختلف جماعتوں اور گروہوں کی طرف سے پیدا کیا جا رہا ہے، ختم ہو کر ملک میں اتحاد و اتفاق کی لہر پیدا ہو جائے۔

اسی ضمن میں بے جا نہ ہوگا اگر ہم ارکان اسمبلی کی توجہ اس ضروری امر کی طرف مبذول کرائیں کہ اسلامی فرقوں اور جماعتوں میں باہمی تکفیر کی جو رَو چل رہی ہے اور جو بسا اوقات ملک میں فساد اور بدامنی کا موجب ہو جاتی ہے، جیسا کہ ۱۹۵۳ء کے واقعات سے ظاہر ہے، اس کے بھی انسداد کی کوئی صورت کی جائے اور دستور میں یہ امر شامل کیا جائے کہ ہر شخص جو توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہو بالفاظ دیگر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو، وہ مسلمان تصور کیا جائے گا۔

اگر اس قسم کی دفعہ دستور میں شامل ہو جائے اور بعد میں آئین بننے پر اس دستوری دفعہ کی خلاف ورزی کرنیوالوں کے لئے مناسب سزا بھی تجویز کر دی جائے، تو ملک سے اس قسم کے فتنہ و فساد کی جڑ کٹ جائے گی جو مذہب کے نام پر آئے دن برپا کیا جاتا ہے اور ایک دوسرے کو کافر اور مرتد قرار دیکر فساد کی آگ کو بھڑکایا جاتا ہے۔

جمہوریت اسلامیہ

حضرت امیر مولنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ کی تازہ تصنیف "جمہوریت اسلامیہ" چھوٹی تقطیع کے ۱۲۵ صفحات پر چھپ کر شائع ہو گئی ہے۔ اور احباب جماعت اور دوسرے اصحاب کو بکثرت بھیجی جا چکی ہے اور بھیجی جا رہی ہے یہ کتاب اپنے بلند پایہ مضامین کے لحاظ سے جن میں نہ صرف آیات قرآنی سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلامی دستور کی بنیادیں قرآن کریم کے اندر پائی جاتی ہیں، بلکہ احادیث اور سنت نبوی سے ان بنیادوں کی عملی تشکیل کو بھی واضح کیا گیا ہے، اس قابل ہے کہ نہ صرف اراکین حکومت بلکہ ہر پڑھے لکھے پاکستانی کے مطالعہ میں لائی جائے معنوی خوبیوں کے علاوہ اعلیٰ درجہ کے کاغذ اور اُردو ٹائپ کی دیدہ زیب چھپائی کے لحاظ سے بھی کتاب کی خوبصورتی قابل ستائش ہے جس کے لئے ہم ناشر اور طابع کو مبارکباد دیتے ہیں اور ہماری دلی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قابل مصنّف کی محنت اور حسن نیت کو بابرکت فرمائے اور اسے قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہو، اور پاکستان کی مجلس دستور ساز کے لئے یہ کتاب ایک شاہراہ عمل کا کام دے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ آٹھ آنہ ....

قرآن ایک زندگی بخش پیغام ہے جو مُردہ رُوحوں کو زندہ کرتا ہے

ایمان اور عمل صالح سے دل منوّر ہوجاتا اور رُوح زندہ ہوجاتی ہے

خُطبۂ جُمعہ مؤرخہ یکم جولائی ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھاالذین امنوا استجیبوا للّٰہ والرسول اذا دعاکم لما یحییکم

زندگی بخش اعلان

یہ ایک بڑا خوش کن اعلان ہے فرمایا اے ایمان والو! استجیبوا للّٰہ والرسول اذا دعاکم لما یحییکم خدا اور خدا کا رسُول تمہیں ایسی تعلیم کی طرف بلاتے ہیں جس کے اختیار کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں تمہارے اندر زندگی پیدا ہو جائے گی، بڑا خوش کن اعلان ہے لیکن مشکل بھی بہت ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس اعلان نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں اور عرب کے لوگوں میں زندگی پیدا کر دی؟ یہ تو تاریخ گواہی دیتی ہے کہ کس طرح سے وہ لوگ جو ہر قسم کے فسق وفجور میں مبتلا تھے اور نہ صرف رُوحانیت کے اعتبار سے مردوں سے بھی بدتر حالت میں تھے بلکہ دنیوی رنگ میں بھی وہ ایک مردہ قوم تھی، ان کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ زندگی عطا کی کہ وہ دنیا کی معزز ترین اور روحانی اور اخلاقی اعتبار سے بلند ترین قوم بن گئی۔

جسمانی زندگی کے ساتھ رُوحانی زندگی کا انتظام

قرآن کریم کو اللہ تعالےٰ نے بارش کے ساتھ تشبیہہ دی ہے جو آج کل اس موسم میں اُتر رہی ہے، اس کے اُترنے سے زمین کی استعدادیں جاگ اُٹھیں، بُوٹوں نے سر اُٹھا لیا، اور چار چھینٹے پڑنے سے کس قدر کیڑے مکوڑے پیدا ہوگئے، یہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے اسی طرح قرآن کے متعلق فرمایا ہے انا اوحینا الیک روحًا من امرنا۔ قرآن خود رُوح اور زندگی ہے، جس کو ہم نے اپنے حکم سے آپ پر نازل کیا ہے، جس طرح بارش سے زمین زندہ ہو جاتی ہے، جس طرح سمندروں سے پانی ہوا کے پَروں پر لدکر بادلوں کی شکل میں آتا اور مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے، جس طرح بارش کے اُترنے سے نباتات اور حیوانات میں زندگی کی لہر پیدا ہو جاتی ہے، اور ہمارے جسمانیات کے لئے اتنا بڑا انتظام اللہ تعالےٰ نے کر رکھا ہے۔ اسی طرح انسانی رُوح کے لئے بھی اُس نے ایسا ہی انتظام کیا ہے کہ وہ زندگی سے محروم نہ ہو، اور کلام الٰہی کی بارش اس کی مردہ رُوح میں زندگی پیدا کر دے۔ ہمارے سامنے جب کھیتیاں سوکھنے لگتی ہیں، تو ہم اس کے لئے پانی کا انتظام کرتے ہیں وہ لہلہا اُٹھتی ہیں، مویشی دُبلے ہوجاتے ہیں، تو ان کے لئے چارے کا انتظام کیا جاتا ہے تاکہ وہ پھر تازہ ہوجائیں، انسان کا بھی یہی حال ہے جب اسے کمزوری لاحق ہوتی ہے، تو اسکو دُور کرنے کی بہت فکر کرتا ہے تمام ڈاکٹروں سے مشورہ کرتا ہے، دواؤں پر دوائیں پیتا ہے، کبھی کبھی یورپ جا کر علاج کراتا ہے تو جس طرح اس جسم کے لئے اس قدر انتظام ہے، بالکل اسی طرح انسان کی روح اور قلب کے لئے بھی انتظام ہے، جو قواعد جسم میں کام کرتے ہیں وہی رُوح کے لئے بھی ہیں،

ایمان اور عملِ صالح سے رُوح کی زندگی

یہ قرآن زندگی پیدا کرنے کے لئے ہے اور زندگی کے لئے پہلی چیز خدا پر ایمان ہے ایمان کے نور سے دل روشن ہو جاتا ہے، قلب اگر روشن ہو جائے تو ہاتھ پاؤں میں روشنی آجاتی ہے، قرآن نے بار بار ان الذین امنوا وعملوا الصلحت پر زور دیا ہے ایمان اور عمل صالح سے رُوح زندہ ہوتی ہے، جس طرح روٹی سے جسم انسانی میں قوت پیدا ہوتی ہے اسی طرح اعمال صالح سے رُوح کو تقویت ملتی ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب نیکی سے قلب انسانی کو خوشی حاصل ہوتی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو سائنس بنا دیا، آپ نے فرمایا کہ نیکی اس لئے نہیں کہ اس کا پھل صرف قیامت ہی کو ملے گا، بلکہ اس دنیا میں بھی نیکی سے تمہارے دل میں خوشی اور اطمینان پیدا ہوتا ہے، قلب جسم انسانی کا بادشاہ ہے اگر وہ تندرست ہو تو جسم کے اندر راحت اور سرور پیدا ہوتا ہے، قلب کی تندرستی ایمان اور اعمال صالح سے وابستہ ہے، عمل صالح یا نیکی سے قلب زندہ ہو جاتا ہے اور بُرے کام سے اس پر مردگی طاری ہوجاتی ہے الاثم ما حاک فی صدرک گناہ اور برائی سے انسان کا دل دھڑکنے لگتا ہے، اس کو کھٹکا رہتا ہے کہ میری بُری حرکت کا بُرا نتیجہ پیدا ہوگا، اگر تم کسی کمزور انسان کے تھپڑ مار دو یا اس کا سامان چھین لو تو بار بار تمہارے دل میں کھٹکا پیدا ہوتا ہے کہ میں نے یہ کیا کیا، بار بار خیال آتا ہے کہ یہ میرے ہاتھ سے دوسرے پر ظلم ہو رہے ہیں، اور پھر اپنے ان جرموں کو بخشوانے کے لئے انسان طرح طرح کے حیلے کرتا ہے، بزرگوں کی قبروں پر جا کر طرح طرح کے وظیفے کرتا ہے کہ شاید اسی طرح بخشش ہو جائے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کا کیا فلسفہ بیان کیا کہ جس طرح بارش سے ہمارے جسم کو زندگی ملتی ہے اسی طرح ایمان سے رُوح زندہ ہوتی ہے اور عمل صالح سے زندگی قوی تر ہو جاتی ہے نیکی کرنے سے رُوح کو طاقت حاصل ہوتی ہے اور بدی سے قلب پر سیاہی پھیل جاتی ہے۔

قرآن سے زندگی

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اگر زندگی چاہتے ہو تو میرے ساتھ تعلق لگاؤ، اس کتاب کو پڑھو اور بار بار پڑھو، نمازوں کے اندر بھی اور ویسے بھی اس کو مطالعہ کرتے رہو، کیونکہ یہ رُوح افزا ہے، اس سے غم دُور ہوتے اور دلوں کو تسکین حاصل ہوتی ہے، یہ کتاب کبھی پرانی نہیں ہوتی، کبھی انسان اس کے پڑھنے سے اُکتاتا نہیں، کیونکہ اس کو روح سے ایک مناسبت ہے جس طرح گندم کی روٹی سے کبھی نہیں اُکتاتا، اسی طرح قرآن سے نہیں اُکتا سکتا، یہ بہت بڑا قیمتی خزانہ ہے، اس کے ساتھ تعلق لگاؤ یایھا الذین امنوا استجیبوا للّٰہ والرسول اذا دعاکم لما یحییکم اللہ اور رسول کی بات کو مانو اس سے تمہیں زندگی حاصل ہوگی، یہ قرآن زندگی پیدا کرتا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تہجد میں بھی قرآن پڑھتے تھے۔

حضرت مسیح موعود اور آپ کے ساتھیوں کا قرآن سے عشق

ہم نے اپنے زمانہ میں قادیان میں بھی قرآن کے ساتھ یہ عشق دیکھا ہے، حضرت مسیح موعودؑ قرآن کے بہت بڑے عاشق تھے، اسی طرح حضرت مولانا نورالدین، حضرت مولوی عبدالکریم قرآن کے عاشق تھے، ان تینوں نے اپنے عشق قرآن کا ثبوت دیا، حضرت مولانا نورالدین صاحب نے قرآن کی تمام تفسیریں پڑھیں تھیں، جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ علاوہ اس علم کے جو اللہ تعالےٰ نے اپنی موہبت سے ان کو دیا، آپ نے کتابوں کے ذریعہ بھی بہت بڑا علم حاصل کیا، آپ کبھی غور سے ان کی کتابیں پڑھیں، تو ان میں تفاسیر کا ذکر ہے، احادیث کا ذکر ہے، شرح کی کتابوں سے، علم معانی سے آپ بہت واقفیت رکھتے تھے، حریری، متنبی، سبعہ معلقہ سب پر آپ کی نظر تھی، انہوں نے دین سیکھنے کے لئے جن کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری قرار دیا ہے ان کی فہرست شائع کی ہے وہ فہرست کافی لمبی ہے یہ سارا علم انہوں نے قرآن کی خدمت کے لئے حاصل کیا، اور یہ عشق آپ نے جماعت کے اندر پھیلایا آپ کا فرض ہے کہ اس زندگی بخش کتاب سے فائدہ اُٹھائیں اور

(باقی برصفحہ ۶ کالم ۳)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری سے چند اقتباسات

احمدی کا فرون کارضاکارانہ کام

۱۲ رجون - بروز اتوار ا ـــــ

جناب عزیز احمد صاحب انفارمیشن آفیسر سفارت پاکستان کو "الیقظہ" مجریہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۹ء بھجوایا، اس پرچہ میں اخبار لائٹ سے ایک اہم وعظیم مضمون قائد اعظم کی وفات کی مناسبت سے عربی میں ترجمہ ہوکر شائع ہوا تھا - یہ احمدی کا فرون کا رضاکارانہ کام ہوا کرتا تھا - پچھلے اخبارات دیکھ رہا تھا یہ پرچہ نکل آیا بغرض معلومات عزیز صاحب کو بھجوایا -

مولوی عبدالحامد بدایونی کے نام

"امروز کراچی، مجریہ ۲ مئی" "گر تو برا نہ مانے" کے عنوان تلے "مداخلت فی الدین" کے جلی حروف کے ماتحت ایک مضمون میں احترام رمضان المبارک اور جماعت اسلامی، جمعیتہ العلماء پاکستان، وغیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے چند عبرت انگیز باتیں لکھی ہیں، چونکہ مولانا عبدالحامد بدایونی صدر جمعیتہ العلماء پاکستان ہیں اور انہیں سلسلہ قادریہ سے نسبت بھی ہے اس لئے مرکز سلسلہ قادریہ بغداد سے **قادری** ہی کے ہاتھوں پرچہ بذا موصوف کے نام بھجوایا جا رہا ہے - شاید عبرت حاصل کریں، اور اپنی طرز و روش کو بدل کر اُمت مسلمہ پر رحم کریں -

مسلمانوں کی تباہی کا سبب

۱۳ رجون بروز پیر : ـــ جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے سورۃ الحجرات کی آیات شریفہ یا یھا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم سے لے کر ان اللہ تواب رحیم ۰ تک، پر اظہار خیال کیا - آج کل کے "علمائے کرام" کا عمل ان آیات شریفہ کے بالکل اُلٹ ہے - بہت سی وجوہات میں سے یہ بھی ایک بہت بڑی وجہ مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کی ہے - دل لرز جاتا ہے جب ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے - اخلاق کو سنوارنے - قلب کو صیقل دینے کے لئے ان آیات بینات میں "دارو ئے شفا" بھرا ہوا ہے خدا ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کے استعمال کی توفیق عطا فرما دے۔

ایک عزیزہ کا مضمون تعدد ازدواج پر

عزیزہ رشیدہ ایک ہفتہ ہوا کراچی سے ہوائی جہاز سے اپنے والد محترم کے پاس آئی ہیں، "تعدد ازدواج" پر امروز کے لئے ایک مضمون لکھ رہی ہیں، پرسوں ان کے والد سے معلوم ہوا تھا کہ مضمون کے پانچ صفحات تو لکھ لئے ہیں حضرت سیدنا امیر مرحوم کے رسالہ "نکاحت القرآن" سے استفادہ حاصل کیا اور کر رہی ہیں، اس عید نمبر میں دو تین مضمون "عورتوں" پر چھپے ہیں، دل نے چاہا کہ رشیدہ ان کا بھی ذرا مطالعہ کر لے۔

ایک ملتانی کو لٹریچر

۱۵ رجون بروز بدھ : ـــ

صدق جدید مجریہ ۱۸ مارچ ۵۵ء میں جناب محمد صادق نامی بنگلہ نہر جہانیاں ضلع ملتان کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی کو لکھا ہے کہ "یہاں یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ آپ کا تعلق عقاید کے لحاظ سے تحریک قادیانیت کے لاہوری فرقہ سے ہے" اس پر مولانا نے وضاحت سے جواب دیا ہے - اس مراسلہ کو پڑھکر دل میں تحریک ہوئی کہ محمد صادق صاحب کی خدمت دیار مغرب سے بھی کچھ مرجانے تا انہیں "تحریک قادیانیت کے لاہوری فرقہ" کا کچھ علم ہو لہٰذا "امام الزمان اور اس کی علامات" اور "ہمارے عقاید" بذریعہ ڈاک بھجوائے - اللہ ہدایت دے -

سفیر مصر کو لٹریچر

ہز ایکسی لینسی عبدالوہاب عظام سابق سفیر مصر برائے پاکستان تو حضرت سیدنا امیر مرحوم کے عقیدتمندوں میں سے ایک تھے دوران قیام پاکستان میں سیدنا مرحوم کی ملاقات کے لئے لاہور بھی آئے تھے، حضرت مرحوم کی تصانیف سے بیحد متاثر تھے وہ تبدیل ہوکر سعودی عربیہ چلے گئے ان کی جگہ اب ہز ایکسی لینسی عبدالحمید سعود سفیر مصر ہوکر کراچی تشریف لائے ہیں آج ہز ایکسی لینسی کی خدمت میں ذکری مولانا محمد علیؒ بدیۃً بذریعہ ڈاک ارسال کر رہا ہوں ۔

"پیغام صلح" کا مسیح موعود نمبر

۱۷ رجون بروز جمعہ : ـــ

"پیغام صلح" کا عدد خاص "مسیح موعود نمبر" زیر مطالعہ ہے سب سے پہلے "عرض حال" کو دیکھا - اس کو دیکھ کر اس عدد خاص کی قدر و قیمت بہت بڑھ گئی، اخبار کا ادارہ اور محترمی مولانا دوست محمد صاحب ایڈیٹر اخبار قابل صد مبارک باد ہیں کہ اتنے قلیل وقت میں تاریخ احمدیت و بانی احمدیت کے حالات کے سمندر کو کوزہ میں بند کر کے ناظرین کے سامنے پیش کر دیا، واقعی یہ ایک معجزہ ہے - یہ بلند پایہ شاہکار "آئینہ احمدیت" کی طرح بہت سے تشنہ لبوں کی پیاس کو بجھانے کا باعث ہوگا - محترمی قبلہ مرتضیٰ خاں صاحب حسن کی نظم سویرے نماز کے بعد دیکھی، اس شعر پر وجد آگیا ہے

ــــ رسول اللہ نے دی تھی بشارت جسکے آنے کی

قسم اللہ کی مجھ کو وہی مرد خدا آیا

کیا مستحکم یقین ہے قسم پر کس شدت کا زور ہے، اے احمدیت کی عمارت کے ستونو ! تمہارا ایمان تمہارا یقین، تمہارا عزم صمیم ہی ہے جس نے آج اس طوفان باد و باراں - اس بے پناہ سیلاب میں عمارت کو مستحکم اور مضبوط رکھا ہوا ہے - اسی عمارت سے ساری دنیا میں احمدیت کا علم الکلام پہنچے گا - تمہاری نیم قسمی عالمیں ساتھ ہوں گی بھٹکی ہوئی خدا کی مخلوق اسی علم و عرفان کی روشنی میں صداقت کی طرف لوٹ آوے گی، ہاں تو میں عدد خاص کا ذکر کر رہا تھا - تمام مضامین اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتے ہیں - اخوان سلسلہ کی معلومات میں باعث اضافہ اور غیر از جماعت دوستوں کے لئے سرمۂ بصارت ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے - اگر ہو سکے تو اسے زیادہ سے زیادہ ہاتھوں میں پہنچایا جائے - بغداد بھی مفت تقسیم کے لئے چند کاپیاں ارسال ہوں۔

عصر کے بعد جناب چشتی صاحب گھر تشریف لائے کوئی پون گھنٹہ بیٹھے، "پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر" زیر بحث رہا چشتی صاحب نے بھی اس قیمتی شاہکار کی بیحد تعریف کی جوابی

(باقی صفحہ پر)

خطبہ جمعہ ـــ بسلسلہ صفحہ ۵

اس سے اپنے اندر زندگی پیدا کریں، قرآن کا علم خود حاصل کریں، اپنے بچوں کو اس علم سے واقف کریں -

نماز اور انفاق فی سبیل اللہ

نمازوں کے اندر پختگی دکھاؤ، خدا کی مخلوق کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو، وہ دل زندہ رہتا ہے جس کے اندر خدا کی مخلوق کے ساتھ نیکی کا جذبہ ہو، و مما رزقنٰھم ینفقون خدا کے دیئے ہیں سے اس کی مخلوق پر خرچ کرنا سب سے بڑی نیکی ہے، کئی ایسے لوگ ہیں جو تم سے بڑھ کر لائق ہیں لیکن ان کو وہ مال نہیں دیا گیا، جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اس میں سے خرچ کرنا اور خدا کے دین کی مدد کرنا تمہاری زندگی کا موجب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وہ جو میرے دین کی نصرت کرتا ہے میں اس کی نصرت کرتا ہوں، ان تنصروا اللہ ینصرکم اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا، تم اپنے محسنوں کے گھروں میں تو سلام کرنے کے لئے چلے جاتے ہو، ڈالیاں ان کے لئے لے جاتے ہو، لیکن وہ جس نے تمہیں سب کچھ دیا اس کا لحاظ بہت کم ہے حضرت مامور من اللہ نے اپنے اموال کو دین کے لئے خرچ کرنے پر بہت زور دیا ہے، خدا کے دین پر خرچ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی ما نقص مال من صدقۃ، سنو لوگو! خدا کے رستہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، لیکن آج یہ حالت ہے کہ خدا کے لئے خرچ کرنے سے تو بخل ہوتا ہے اور ویسے اور باتوں پر پانی کی طرح مال خرچ کیا جاتا ہے، جو کسی طرح پسندیدہ نہیں -

زندہ رہنے کا نسخہ

یایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ والرسول اذا دعاکم لما یحییکم، اے کلمہ پڑھنے والو ہم تمہیں زندگی کا نسخہ بتاتے ہیں، خدا پر سچے دل سے ایمان لاؤ، اور نیک عمل بجا لاؤ، قرآن کو پڑھو، اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرو، زندہ رہ جاؤ گے، جس کے پاس تھوڑا مال ہے، وہ اس میں سے خرچ کرے، جس کے پاس زیادہ ہے وہ زیادہ دے ایسا کرنے سے ضرور تمہارے اندر زندگی پیدا ہو جائے گی۔

حکومت کی توجہ کے لئے

ہفت روزہ "رفتارِ زمانہ" کا اداریہ

ہماری حکومت کو معلوم ہے کہ احرار بزرگوں کی اینٹی احمدیہ تحریک سے ملک و ملت کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اسکے زخم ابھی مندمل نہیں ہونے پائے کہ پھر نئے سرے سے ان بزرگوں نے ملک و ملت کو اسی بھاڑ میں جھونکنے کے لئے پر تولنے شروع کر دیئے ہیں:

مرکزی اور صوبائی حکومتیں

گذشتہ تلخ تجربوں کے باوجود نامعلوم کیوں اغماض سے کام لے رہی ہیں۔ گذشتہ فسادات کی تحقیقاتی رپورٹ میں شائع شدہ اراکین حکومت کی اس تحریک کے متعلق طویل باہمی مراسلت اور لمبی چوڑی یادداشتوں کے فائل گواہ ہیں کہ پہلے بھی اسی اغماض نے فتنہ پسند عناصر کے حوصلے بلند کئے اور اب پھر وہی بزرگ مشکلات کے بھنور میں گھری ہوئی قوم کو فرقہ دارانہ منافرت کے تنور میں دھکیل رہے ہیں اور پھر کھلے بندوں شرربار پھونکوں سے اس آگ کو سلگایا جا رہا ہے جس کے خوفناک شعلے دفعۃً بھڑک ملک و ملت کے خرمنِ امن کو راکھ کر سکتے ہیں۔

روزنامہ نوائے پاکستان (۱۷ر جون ۱۹۵۵ء) کے اپنے نامہ نگار کی روایت کے مطابق چار روزہ "تبلیغی" کانفرنس لائل پور میں تین لاکھ سے زاید فرزندانِ توحید کے سامنے زعماءِ احرار اپنا **پرانا حربہ** لئے ہوئے نمودار ہوئے۔ وہ حربہ کیا ہے اس کی تفصیل ہر شخص کو معلوم ہے۔ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کے فاضل ججوں نے احرار بزرگوں کے ماضی اور حال کی پوری چھان بین کرنے کے بعد علیٰ وجہ البصیرت اس حربہ کی تشریح یوں فرمائی ہے:۔

"جس زمانے میں مسلم لیگ قائد اعظم کے زیر قیادت پاکستان کے لئے جدوجہد کر رہی تھی، احرار برابر مسلم لیگ کی ممتاز شخصیتوں کو مغلظات سنا رہے تھے اور اُن پر غیر اسلامی زندگی بسر کرنے کے الزام عاید کر رہے تھے۔

اسلام اُن کے لئے ایک حربے کی حیثیت رکھتا ہے جسے وہ کسی سیاسی مخالف کو پریشان کرنے کے لئے جب چاہتے ہیں بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور جب چاہتے اُٹھا لیتے ہیں۔" (رپورٹ صفحہ ۲۷۲)

امیر شریعت احرار حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے لائل پور کی کانفرنس میں فرمایا ہے کہ "تحریک ختم نبوت" ہمارا عقیدہ ہے کوئی سیاسی مقصد نہیں"۔

پھر حضرت شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

"ہزاروں شہید ہوئے بیبیوں کے سہاگ لٹے۔ کئی اُجڑ گئے۔ (آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے) اللہ! میں ذمہ دار ہوں قیامت کے دن میں ذمہ دار ہوں اور آج بھی ذمہ دار۔ یہ سب تیرے نبی کے نام کی خاطر کیا تھا۔"[1]

(نوائے پاکستان ۱۷ر جون ۱۹۵۵ء)

لیکن عدالتِ تحقیقات کے فاضل جج پوری تفتیش کے بعد لکھتے ہیں:۔

"یہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اب احراریوں نے احمدیوں کے خلاف نزاع کو اپنے اسلحہ خانے سے ایک سیاسی حربے کے طور پر نکالا"۔ (رپورٹ صفحہ ۱۵)

آگے چل کر مزید وضاحت سے فاضل جج تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر وہ اس مذہبی نزاع کو دوسرے مذہبی نزاعات کی طرح جاری رکھتے تو غالباً اُن کو بہت زیادہ تائید و حمایت حاصل نہ ہوتی لیکن وہ اپنی عیاری کی وجہ سے خوب جانتے تھے کہ مسلمانوں کے جذبات کسی موضوع پر اس قدر آسانی سے اور تیزی سے اور تندی سے برانگیختہ نہیں کئے جا سکتے ان کے غیظ و غضب کو برانگیختہ نہیں کیا جا سکتا جس قدر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی یا خیالی توہین پر کئے جا سکتے ہیں لہذا انہوں نے یہ ظاہر کرنا شروع کیا کہ:۔

"اُن کی سرگرمیوں کا مقصد یہ ہے کہ رسول پاک کی نبوت کی حفاظت کی جائے ...... یہ چال کامیاب ہوگئی اور حاضرین کی کثیر تعداد ان کے جلسوں میں شریک ہونے لگی"۔ (رپورٹ صفحہ ۲۷۶)

بالآخر فاضل جج لکھتے ہیں:۔ احرار کے رویے کے متعلق ہم نرم الفاظ استعمال کرنے سے قاصر ہیں ان کا طرزِ عمل بطورِ خاص مکروہ اور قابل نفرین تھا اس لئے کہ انہوں نے ایک دنیاوی مقصد کے لئے ایک مذہبی مسئلے کو استعمال کر کے اس مسئلے کی توہین کی اور اپنے

---

[1] منکر احرار شیخ حسام الدین صاحب نے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کے سامنے بڑے پُر درد لہجے میں عرض کیا تھا کہ حضور! جو ملکی و ملی اور بین الاقوامی اُلجھنیں ہمارے مطالبات کے متعلق اب ہم پر واضح ہوئی ہیں اگر یہ اُلجھنیں پہلے واضح ہو جاتیں تو ہم کبھی یہ مطالبات پیش نہ کرتے"۔ لیکن اب حضرت امیر شریعت فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ تیرے نبی کے نام کی خاطر مذہبی عقیدے کی اشاعت تھی حالانکہ یہی حضرت امیر شریعت یہ بھی فرما چکے ہیں کہ "میں پکا مسلم لیگی ہوں مسلم لیگ اور پاکستان کا سچا وفادار ہوں میں ممتاز صاحب دولتانہ کو اس لئے اپنا لیڈر مانتا ہوں کہ وہ ایک تو صوبہ مسلم لیگ کے صدر ہیں دوسرے وہ صوبہ پنجاب کی حکومت کے وزیر اعلیٰ ہیں، اگر دولتانہ صاحب کہدیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر ایمان لے آؤ تو میں اس پر ایمان لے آؤں گا اور مرزا بشیر الدین محمود احمد کو خلیفۃ المسیح مان لوں گا (بیان سید زین العابدین گیلانی سابق صدر ڈسٹرکٹ مسلم لیگ ملتان میونسپل کمشنر۔ ۳۰ر جولائی ۱۹۵۲ء مندرجہ پوسٹر مطبوعہ پاکستان پبلسٹی پرنٹنگ پریس ملتان) پس ظاہر ہے کہ یہ شورا شوری ایک سیاسی جوش اور پولیٹیکل سٹنٹ ہے مذہبی عقیدہ بطور ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے۔

ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے عوام کے مذہبی جذبات و حسیات سے فائدہ اُٹھایا۔

اس بات پر صرف احراری یقین رکھ سکتے ہیں کہ وہ اپنے اعمال میں مخلص تھے کیونکہ اُن کی گذشتہ تاریخ اس قدر واضح طور پر غیر مستقل رہی ہے کہ کوئی احمق ہی ان کے دعوئ مذہبیت سے دھوکا کھا سکتا ہے خواجہ ناظم الدین نے انکو دشمنان پاکستان قرار دیا اور وہ اپنی گذشتہ سرگرمیوں کی وجہ سے اسی لقب کے مستحق تھے۔ انکے بعد کے رویے سے یہ واضح ہوگیا کہ نئی مملکت کے وجود میں آنیکے بعد وہ اس کے مخالف ثابت ہوئے، جو پارٹی پاکستان اور مسلم لیگ اور اس کے تمام لیڈروں کی مخالف اور کانگریس کی ایک کنیز تھی اس کیلئے یہ کیونکہ ممکن تھا کہ وہ اپنے گذشتہ نظریات کو ترک کر دیتی وہ قیام پاکستان پر جو اس کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود وجود میں آگیا تھا۔ راتوں رات اپنے عقاید کو بدل کر اس مملکت میں اسلام کی واحد اجارہ دار بن بیٹھی جس کے قیام کے خلاف اس نے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا دیا تھا کیا احرار پر اپنے نصب العین کا انکشاف تقسیم کے بعد ہی ہوا تھا؟ پاکستان کے لئے اسلامی مملکت کا جو نعرہ وہ لگا رہے تھے وہ اس وقت تک کہاں تھا جب وہ ان جماعتوں اور ان لوگوں کے خلاف برسرپیکار تھے جو مسلمانوں کے لئے ایک وطن کا مطالبہ کر رہے تھے کیا اُن کے ہندوستانی ساتھیوں کو جو اَب تک احرار ہی کہلاتے ہیں۔ کانگریس نے یہ کام سپرد نہیں کیا کہ وہ کشمیریوں کو بخشی حکومت گوارا کرنے پر آمادہ کریں؟

اگر یہ سب کچھ سچ ہے

تو صرف پاکستان کے سادہ لوح لوگ ہی احراریوں کے مذہبی جوش کے اظہار سے دھوکا کھا کر بے وقوف بن سکتے ہیں۔" (رپورٹ صفحہ ۲۷۸)

ہز ایکسی لنسی گورنر پنجاب نے لکھا:۔

یہ یقین کیا جاتا ہے اور غالباً صحیح بھی ہے کہ احرار ہر دلعزیزی حاصل کرکے اپنے سیاسی مقاصد کے پیش بُرد کے لئے ختم نبوت کی تحریک سے کام لینا چاہتے تھے۔ (رپورٹ صفحہ ۳۲۸)

کیا یہ اقتباسات حکومت کے ارباب بست وکشاد اور اراکین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں؟

ملک کے دار القضاء کے قاضی القضات کی قیادت میں اس مذہبی گروہ کا جو تجزیہ دلائل و براہین کے ساتھ فرمایا گیا ہے وہ شروع میں ہی ہر بہی خواہ ملت کی توجہ کا مستحق ہے۔

سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل ❊ چو پُر شد نہ شاید گذشتن بہ پیل

لائلپور کی کانفرنس میں اجلاس کی غرض وغایت تو مسلمانوں کے عقاید اور رُوحانی اور اخلاقی اقدار کو بلند سے بلند تر کرنا ظاہر کیا گیا ہے اور تبلیغی کانفرنس کا مقصد مسلمانوں کی اصلاح قرار دیا گیا ہے۔ لیکن "تبلیغی کانفرنس" میں قرارداد یہ پاس کی گئی ہے کہ نئے آئین میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

(روزنامہ نوائے پاکستان ۱۷ جون ۱۹۵۵ء)

ہماری گذارش یہ ہے کہ مرزائیوں کے ساتھ مودودیوں۔ پرویزیوں، اہلحدیثوں اور شیعوں، دیوبندیوں اور بریلویوں کو بھی نئے دستور میں لگے ہاتھوں علماء اسلام مفتیانِ شرع متین کے فتاویٔ شرعیہ کی تعمیل میں غیر مسلم اقلیتیں قرار دے دیا جائے اور روز روز کے یہ کفریہ جھگڑے ختم کرکے علماء کرام کی روح کو خوش کرنے کے لئے پاکستان میں ان غیر مسلم "کافر اقلیتوں" کی ایک یونٹ کی حکومت کا دستور پاس کرکے امیر شریعت احرار کی مذہبی تحریک کو دوامی حیثیت بخشنے کا ثواب حاصل کریں۔

علماء اسلام اور مفتیانِ شرع متین کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ:۔

شیعہ کافر دیوبندی کافر بریلوی کافر مرزائی کافر
نیچری کافر اتباع مودودی کافر پرویزی کافر صلح کلیئے کافر

یہ خطاب حضرت مولانا ابوالحسنات کے مرشد حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قبلہ کے عتبۂ عالیہ کے اکابر نے شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد مرحوم۔ شمس العلماء خواجہ حالی مرحوم وغیرہ قسم کے صلح کل فاضلوں کو عطا فرمایا (ملاحظہ ہو کتاب مستطاب تجانب اہلسنت)

(تفصیل کے لئے دیکھئے مقالہ مسئلہ کفر و اسلام مرقومہ حضرت مولانا سالک در چٹان)

اِن سب "کفار" کی ایک یونٹ بنا کر زعیم احرار مولانا محمد علی جالندھری کے ارشاد کی تعمیل میں حکومت غیر اسلامی قانون کا اعلان کر دے۔ ہمارا (احرار) مطالبہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔"

اخبارِ احمدیہ

—— شیخ عبدالرحمٰن صاحب ناظر اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس کراچی کے فرزند ارجمند شیخ صفدر سلیم صاحب کے امتحان بی اے میں اوّل آنے اور اس خوشی میں ناظر صاحب کی طرف سے انجمن کو پچاس روپیہ کا عطیہ ملنے کی اطلاع سابقہ اشاعت میں دی جا چکی ہے، اب وزیر آباد سے ناظر صاحب کے بھائی شیخ محمد عبداللہ صاحب نے اپنے بھتیجے کی اس کامیابی کی خوشی میں مبلغ دس روپیہ کا عطیہ دیا ہے، فجزاہ اللہ احسن الجزا

درخواست دعا:۔ حیدرآباد دکن سے شیخ انعام الحق صاحب لکھتے ہیں کہ محترم مولوی محمد حسین صاحب کرجگی سکرٹری جماعت مبلی کچھ عرصہ سے بیمار ہیں انہوں نے دعا کی درخواست کی ہے امید ہے احباب کرام انکی صحت کے لئے

احرار مسلمانوں کی جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جُوئے کے داؤں پر لگا دینا چاہتے ہیں

۱۹۵۳ء کے ہنگامہ کے متعلق مولانا مودودی کا "بیان حقیقت"

جماعت اسلامی کے روزنامہ "تسنیم" نے ۷ر جولائی کی اشاعت میں ۱۹۵۳ء کے احراری ہنگامہ کے متعلق مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا ایک "بیان حقیقت" شائع کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ہنگامہ کی تہ میں احرار اور دیگر مولویوں کی "ذاتی اغراض" کام کر رہی تھیں۔ اور تحفظ ختم نبوت محض ایک بہانہ تھا، جس کے نام سے مسلمانوں کے جان و مال کو جوئے سے داؤں پر لگایا گیا، اصل بیان حسب ذیل ہے

"مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دورۂ سرگودھا میں ۱۷ر جون کو جماعت اسلامی کے ارکان و متفقین اور عام لوگوں سے ملاقات کے لئے ایک اجتماع منعقد ہوا تھا جس میں تقریباً پانچسو کی حاضری تھی اس موقع پر مولانا موصوف سے مختلف موضوعات پر ہر قسم کے سوالات دریافت کئے گئے۔ منجملہ ان کے ایک سوال حسب ذیل تھا۔ جس کا جواب مولانا نے تفصیل سے ارشاد فرمایا۔ (مرتب)

سوال:۔

احرار کے مقررین جگہ جگہ آپ پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ آپ پہلے تو ختم نبوت کی تحریک اور ڈائرکٹ ایکشن میں شامل تھے۔ بعد میں آپ نے اپنی پوزیشن بدل دی۔ یہی بات حال میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے بھی ایک پبلک تقریر میں کہی ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب:۔

دوسرے احرار لیڈروں کی باتوں پر تو میں توجہ نہیں دے سکتا، مگر کیا کوئی اس مجلس میں گواہی دے گا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب نے بھی یہ فرمایا ہے؟ (مجمع سے آوازیں آئیں کہ یہ سب کچھ کہا گیا ہے اور نوائے پاکستان کی ایک حالیہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے) اچھا تو اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے تمام واقعات بلے کم و کاست بیان کر دوں، تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔ میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں پوری ذمہ داری کے ساتھ اللہ کو گواہ کر کے بیان کر رہا ہوں۔ اور بغیر کسی لاگ لپیٹ کے صحیح صحیح واقعات بیان کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اگر میں غلط بیانی سے کام لے رہا ہوں تو اللہ تعالےٰ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم کر دے۔ آپ حضرات میں سے جو صاحب چاہیں میری اس تقریر کو نوٹ فرمالیں اور میرے معترضین سے جا کر پوچھ لیں کہ یہ واقعات صحیح ہیں یا غلط۔ اگر وہ انہیں غلط کہتے ہیں تو اسی طرح اللہ کو گواہ کر کے میرے بیان کی تردید کریں اور صاف صاف کہیں کہ اگر وہ جھوٹی تردید کر رہے ہوں تو اللہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم کر دے

کراچی کنونشن

جنوری ۵۳ء کے وسط میں جب تحفظ ختم نبوت کے مسئلے پر غور کرنے کے لئے کنونشن کا پہلا اجلاس کراچی میں شروع ہوا تو چند تقریریں سننے کے بعد میں نے اُٹھ کر کہا کہ یہ کنونشن اگر محض تقریریں کرنے کے لئے نہیں بلائی گئی ہے، بلکہ کام کرنا مقصود ہے تو پہلے ہر جماعت میں سے ایک ایک ذمہ دار آدمی چُن لیجئے تاکہ یہ لوگ مل کر کام کا نقشہ بنائیں، پھر کنونشن اس پر غور کر کے کوئی فیصلہ کرے۔ چنانچہ ایک سبجکٹس بنائی گئی جو گیارہ آدمیوں پر مشتمل تھی اور میں بھی ان میں شامل تھا، اس کا اجلاس ۱۶ اور ۱۷ر جنوری کی درمیانی شب کو ہوا۔ میں نے وہاں یہ خیال پیش کیا کہ اس وقت تمام پاکستان کے سربرآوردہ علماء کراچی میں جمع ہو کر خواجہ ناظم الدین کی دستوری رپورٹ پر ترمیمات تجویز کر رہے ہیں اور یہ طے کیا گیا ہے کہ ان ترمیمات کو تسلیم کرانے کے لئے پاکستان گیر جدوجہد کی جائے۔ ایسی حالت میں یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ ختم نبوت کے لئے ایک الگ تحریک چلائی جائے، کیونکہ ایک ہی وقت میں دو الگ الگ تحریکیں چلانا اور دو الگ محاذوں پر لڑائی چھیڑ دینا ہرگز مفید نہیں ہو سکتا، بالخصوصیت کے ساتھ ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ علماء نے اپنی تجویز کردہ ترمیمات میں ایک ترمیم بھی شامل کر لی ہے کہ قادیانیوں کو دستور میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ مطالبہ اگر منظور ہو جائے تو سر ظفر اللہ خان خود مستعفی ہو جائیں گے اور ملازمتوں میں قادیانیوں کے تناسب کا سوال اُٹھانے کے لئے بھی مضبوط بنیاد مل جائے گی۔ اس طرح اسلامی دستور کی جدوجہد سے قادیانی مسئلہ آپ سے آپ حل ہو جائے گا اور اس کے لئے کوئی الگ تحریک چلانے کی سرے سے کوئی ضرورت نہ ہوگی۔

احرار کہاں جائیں گے؟

میری اس رائے سے مولانا محمد علی جالندھری اور ماسٹر تاج الدین انصاری نے اختلاف کیا اور تقریباً دو گھنٹے تک اس پر بحث ہوتی رہی۔ آخر کار جب ان کے پاس میرے دلائل کا کوئی جواب نہ رہا تو مولانا محمد علی جالندھری صاحب نے فرمایا:۔

"اب ہم آپ سے صاف صاف بات کرتے ہیں۔ اسلامی دستور کا نام جب بھی لیا جاتا ہے، لوگوں کا ذہن فوراً جماعت اسلامی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اور ختم نبوت کا نام آتے ہی لوگ احرار کا خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ تحریک اسلامی دستور کے نام سے چلائی جائے تو خواہ ہم سب اس کے چلانے میں شریک ہوں، نام بہرحال جماعت اسلامی کا ہوگا۔ احرار تو پھر کہیں کے نہ رہے"

میں نے عرض کیا کہ اگر آپ کے سامنے اصل سوال نام کا ہے اور یہ ساری بحث اس لئے ہو رہی ہے کہ سہرا کس کے سر بندھتا ہے تو آپ اس تحریک کا نام اسلامی دستور اور تحفظ ختم نبوت کی تحریک رکھ لیجئے۔

انہوں نے پوچھا کہ دونوں میں سے پہلے کون سا نام ہوگا؟

میں نے جواب دیا کہ پہلے تحفظ ختم نبوت کا نام رہیگا اور پھر اسلامی دستور کا، کیا اب آپ مطمئن ہیں؟

انہوں نے فرمایا کہ ہاں اب میں مطمئن ہوں چنانچہ اسی وقت سب کے اتفاق سے ایک قرارداد مرتب کی گئی اور یہ طے پایا کہ کل کنونشن کے اجلاس میں سبجکٹس کمیٹی کی طرف سے یہی متفقہ قرارداد پیش کی جائے گی، قرارداد کے لکھنے والے مولانا عبدالحامد بدایونی تھے اور اس میں یہ لکھا گیا تھا کہ ختم نبوت کے نام سے کوئی الگ تحریک نہ کی جائے، بلکہ سب مل کر علماء کی تجویز کردہ دستوری ترمیمات ہی کو تسلیم کرانے کی جدوجہد کریں، اور اس تحریک کا نام تحفظ ختم نبوت اور اسلامی دستور کی تحریک ہو،

اس گفتگو میں حسب ذیل حضرات شریک تھے، اور ان سب سے بحلف پوچھا جا سکتا ہے کہ یہ بات ہوئی تھی یا نہیں:

مولانا داؤد غزنوی صاحب، مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی، مولانا محمد یوسف صاحب کلکتوی، مولانا حافظ کفایت حسین صاحب، مولانا عبدالحلیم صاحب قاسمی، مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی، ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری، مولانا محمد علی صاحب جالندھری، مولانا عبدالعلیم صاحب قاسمی، سید مظفر علی صاحب شمسی،

قرارداد کی خلاف ورزی

دوسرے روز جب میں کنونشن کے اجلاس میں پہنچا تو میرے بیٹھتے ہی مولانا ابوالحسنات صاحب نے بحیثیت صدر مجلس اُٹھ کر اعلان فرما دیا کہ یہ کنونشن صرف تحفظ ختم نبوت کے لئے منعقد کی گئی ہے۔ اور اس میں کوئی دوسرا مسئلہ حتیٰ کہ اسلامی دستور کا مسئلہ بھی نہیں چھیڑا جا سکتا۔ اس کے فوراً بعد ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری اُٹھے اور اور انہوں نے ایک لکھا لکھایا ریزولیوشن پڑھنا شروع کر دیا جو رات کی قرارداد کے بالکل خلاف تھا۔ اس کارروائی سے

دو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہو گئیں۔ ایک یہ کہ احرار کے سامنے اصل سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں بلکہ نام اور سہرے کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کی جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤں پر لگا دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرارداد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر سازباز کیا ہے اور ایک دوسرا ریزولیوشن بطور خود لکھ لائے ہیں جو بہرحال کنونشن کی مقرر کردہ سبجکٹس کمیٹی کا مرتب کیا ہوا نہیں ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ جو کام اس نیت اور ان طریقوں سے کیا جائے اس میں کبھی خیر نہیں ہو سکتی، اور اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے، جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کریں، اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے۔ اسی خیال کے تحت میں نے فوراً یہ رائے قائم کی کہ مجھے اٹھ کر ابھی کنونشن سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے صدر مجلس (مولانا ابوالحسنات صاحب) کو چٹ لکھ کر دی کہ انصاری صاحب کے بعد مجھے تقریر کی اجازت دی جائے لیکن اس کے بعد دوسرا خیال میرے ذہن میں یہ آیا کہ اگر میں اس وقت علیحدہ ہو جاؤں تو صرف اپنا ہی دامن اس فتنے سے بچا لے جاؤں گا اسلام اور مسلمانوں کو جس خطرے میں یہ لوگ مبتلا کرنا چاہتے ہیں اس کو روکنا اس طریقے سے ممکن نہ ہو گا، اس بنا پر میں نے کنونشن سے علیحدگی کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور انصاری صاحب کی قرارداد کے بعد اپنی طرف سے یہ تجویز پیش کی کہ:-

"ایک مرکزی مجلس عمل بنائی جائے جس میں تمام جماعتوں کے ذمہ دار نمایندے شریک ہوں۔
تحریک کا پروگرام بنانا اور اس کی رہنمائی کرنا اسی مجلس کا کام ہو اور کسی کو بطور خود کوئی پروگرام ...... بنانے اور چلانے کا حق نہ ہو۔"

میری تجویز قبول کر لی گئی اور اسی وقت ۸ جماعتوں کے ۸ نمایندے مرکزی مجلس عمل کے لئے منتخب کر لئے گئے جن کے نام یہ ہیں:-

مولانا ابوالحسنات صاحب، مولانا احتشام الحق صاحب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب (گوجرانوالہ) حافظ کفایت حسین صاحب ابوالاعلیٰ مودودی، پیر صاحب سرسینہ شریف، مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری، ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری۔

احرار لیڈروں میں سے ایک صاحب نے تجویز کیا کہ ان آٹھ آدمیوں کو مزید سات اپنے ساتھ شامل (CO-OPT) کرنے کا اختیار دیا جائے اور مرکزی مجلس عمل ۱۵ ارکان پر مشتمل ہو، یہ تجویز بھی منظور کر لی گئی اور طے ہو گیا کہ آیندہ یہ تحریک اسی مجلس کی ہدایت و رہنمائی اور اسی کے بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق چلے گی کوئی دوسرا شخص یا ادارہ کوئی پروگرام بنانے یا چلانے کا مجاز نہ ہو گا۔

ڈرامائی واقعات

اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ یہ ہیں:-

(۱) مذکورہ بالا آٹھ ارکان مجلس کا کوئی باقاعدہ اجلاس تمام ارکان کو اطلاع دے کر منعقد نہیں کیا گیا جس میں سات مزید ارکان شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہو۔ اس طرح مرکزی مجلس عمل کی تشکیل ہی سرے سے مکمل نہیں ہوئی۔

(۲) ۲۳ر جنوری کو ایک وفد خواجہ ناظم الدین سے ملا اور اس نے ان کو نوٹس دیا کہ ایک مہینہ کے اندر تحریک ختم نبوت کے تمام مطالبات قبول کئے جائیں ورنہ مدت گذرنے کے بعد راست اقدام DIRECT ACTION شروع کر دیا جائے گا۔ یہ وفد محض چند حضرات کا خود ساختہ تھا اور وزیر اعظم سے اس نے جو کچھ بات چیت کی وہ بھی بے ضابطہ تھی۔ کیونکہ وفد بنانا اور اس کو بات چیت کے لئے ہدایات دینا مرکزی مجلس عمل کا کام تھا اور اس کے کسی باضابطہ اجلاس میں اس کا فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔ بالفرض اگر ۱۸ر جنوری کو یا اس کے بعد کسی وقت مجلس عمل کے ۸ منتخب ارکان کا کوئی اجلاس ہوا بھی ہو تو ...... اس وقت صرف اتنا کام ہی کیا جا سکتا تھا کہ ۷ مزید ارکان شامل کر کے ان کو اطلاع دی جاتی اور ان کی منظوری حاصل کر کے مجلس کا باقاعدہ اجلاس بلایا جاتا۔ یہ ساری کارروائی آخر ۱۸ر اور ۲۳ر جنوری کے درمیان کیسے مکمل ہو سکتی تھی اور کب یہ مکمل ہوئی؟

(۳) وفد کی ملاقات کے بعد ان حضرات نے خود ہی یہ طے کر دیا کہ وزیر اعظم کا جواب مایوس کن ہے، اور خود ہی ڈائرکٹ ایکشن کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مرکزی مجلس عمل کا کوئی اجلاس نہ کیا گیا جس کے سامنے وفد اپنی رپورٹ پیش کرتا اور جس میں یہ فیصلہ کیا جاتا کہ وزیر اعظم کے جواب پر کیا کارروائی کرنی چاہیئے۔

(۴) ۲۳ر جنوری سے ۲۹ر فروری ۱۹۵۳ء تک مرکزی مجلس عمل کا کوئی اجلاس نہیں ہوا جس میں تحریک کو چلانے کے لئے کوئی پروگرام بنایا گیا ہو ڈائرکٹ ایکشن کا پورا پروگرام چند اصحاب نے بطور خود بنا لیا اور اس پر خود ہی عملدرآمد شروع کر دیا۔ یہ ساری کارروائی اس قرارداد کے خلاف تھی جو ۱۸ر جنوری کو کنونشن میں طے ہوئی تھی۔

(۵) میں نے ۱۳ر فروری اور ۱۸ر فروری کو تحریری طور پر مجلس عمل پنجاب کے اجلاسوں میں اس طریق کار کے خلاف احتجاج نامے بھیجے اور بار بار اصرار کیا کہ مرکزی مجلس عمل کا اجلاس بلایا جائے اور اس کی ہدایات حاصل کئے بغیر کوئی بھی کارروائی نہ کی جائے۔ میں نے اپنے ان خطوط میں یہ بھی بتایا کہ جس طریقے سے ڈائریکٹ ایکشن کی تیاریاں ہو رہی ہیں یہ بالآخر سخت نقصان دہ ثابت ہوں گی، اس پر فیصلہ کیا گیا کہ مرکزی مجلس عمل کا اجلاس لاہور میں ہو گا اور ۱۸ر فروری کو اس کے لئے دعوت نامے جاری کر کے اطلاع دی گئی کہ یہ اجلاس ۲۶ر فروری کو کراچی میں ہو گا۔

(۶) ۲۶ر فروری کا اجلاس جو کراچی میں کیا گیا، مرکزی مجلس عمل کا پہلا اجلاس تھا اور یہی آخری اجلاس ثابت ہوا، کیونکہ اس میں یہ مجلس توڑ دی گئی اور ایک ڈائرکٹ ایکشن کمیٹی یا کونسل بنا کر دوسرے ہی دن ڈائرکٹ ایکشن شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

خفگی کے وجوہ

یہ واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ یہ حضرات دراصل دوسروں کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چھوڑنا چاہتے تھے۔ انہوں نے دوسری جماعتوں کو کنونشن اور مجلس عمل میں صرف اس لئے شریک کیا تھا کہ ان کے نام سے فائدہ اٹھائیں اور ذمہ داری میں ان سب کو اپنے ساتھ باندھ لیں۔ لیکن کام یہ سب کچھ اپنی مرضی سے کرنا چاہتے تھے اور کسی ضابطے کی پابندی کے لئے تیار نہ تھے۔

اب میرے خلاف ان کا سارا غصہ دو وجوہ سے ہے، ایک یہ کہ میں ان کا آلۂ کار بننے کے لئے راضی نہ ہوا دوسرے یہ کہ میں نے اور جماعت اسلامی نے انکی بدنیتی اور بے ضابطہ کارروائیوں کا سارا راز پبلک میں فاش کر دیا۔ مگر میں اپنا یہ اخلاقی و ایمانی فرض سمجھتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کسی سازباز میں شریک نہ ہوں اور جو گروہ بھی مجھ کو مسلمانوں کی جان و مال سے کھیلتا نظر آئے اس کے راز پر پردہ پڑا نہ رہنے دوں۔ اس پر اگر کوئی ناراض ہوتا ہے تو ہزار بار ہو۔

آج یہ لوگ میری کئی کئی سال پرانی تحریروں کو جو بہرحال ۱۹۵۳ء کی کنونشن سے پہلے ہی کی ہیں نکال نکال کر پبلک کو میری گمراہی و بے دینی کا یقین دلاتے پھر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص قادیانیوں سے بھی بدتر ہے۔ میں اس طرح کی فضول باتوں کا تو کیا جواب دوں۔ مگر پبلک کو ان سے صرف اتنی بات پوچھنی چاہیئے کہ مودودی اگر ایسا ہی سخت گمراہ تھا تو ۱۹۵۳ء کی کنونشن اور مرکزی مجلس عمل میں آپ نے اس کی شرکت گوارا کیسے فرمائی تھی؟

کیا دین اسلام آپ کی ذاتی جائداد ہے کہ جب کوئی شخص آپ کے ساتھ موافقت کرے تو وہ دین کا خادم ہو اور جب وہ آپ کے منشاء اور مفاد کے خلاف کام کرے تو وہ دین کا ہادم قرار پائے؟

مکتوب بغداد

(بقیہ صفحہ ۱۶)

قلیل مدت میں تیار ہو کر ناظرین کے سامنے پیش ہوا، چشتی صاحب کو ہدیۃً رسالہ "ملفوظات" کا ایک نسخہ دیا۔

جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے۔ موصوف کی صحت اچھی نہیں، ڈاکٹری علاج لے رہے ہیں۔ اللہ شفا بخشے۔ پچھلے ہفتہ انہیں پیغام صلح کا "مسیح موعود نمبر" دیا تھا کہنے لگے کہ اس کے مضامین اتنے دلکش اور روحانیت سے لبریز تھے کہ جمعرات اور جمعہ پورے دو دن میں باوجود بیماری کے ختم کیا، سارے کے سارے مضامین اور نظمیں اپنے اندر مقناطیسی اثر رکھتے ہیں۔ طالب حق کو ساحل مقصود پر بے خطر سلامتی کے ساتھ پہنچانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

عدالتی فیصلہ

بقیہ از صفحہ ۲

فاضل سب جج نے مدعیہ کی مذہب سے ناواقفی کے متعلق بالتفصیل بحث کی ہے۔ درِاصل وہ مذہب کی مبادیات کو بھی سمجھ نہیں سکتی۔ تاہم یہ سوال ہمارے راستے میں حائل نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ اس بارے میں بعض علماء کے خیالات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ہائیکورٹیں وقتاً بعد وقتاً یہ فیصلے دے چکی ہیں کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بعض امور میں عقائد کے متعلق اہم اختلافات ہونے کے باوجود ہم کسی طرح بھی احمدیوں کو غیر مسلم نہیں کہہ سکتے۔ مسل پر شہادت کو توب زیر غور لانے کے بعد میں قرار دیتا ہوں کہ مدعیہ کو اس بات کا علم تھا کہ مدعا علیہ جس کے ساتھ وہ نکاح کرنے لگی ہے احمدی ہے۔ اور میں قرار دیتا ہوں کہ مدعا علیہ کے حلف اٹھانے کے متعلق جو شہادت پیش کی گئی ہے وہ جھوٹی ہے۔ میں یہ بھی قرار دیتا ہوں کہ نکاح سے قبل یا بوقت نکاح ... کے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں میں فیصلہ کرتا ہوں کہ مدعا علیہ نے مدعیہ کو کبھی تبدیل مذہب کے لئے مجبور نہیں کیا۔ تشدد کے متعلق پیش کردہ شہادت بھی ناتسلی بخش اور غیر یقینی ہے۔ جنبہ دار گواہوں کے بیانات کی بناء پر میں یہ قرار نہیں دے سکتا کہ مدعا علیہ نے کبھی بھی مدعیہ سے سختی کا برتاؤ کیا ہو۔ ان تمام تنقیحات کے بارے میں فاضل سب جج کے ساتھ مجھے پورا اتفاق ہے۔ اور میں فیصلہ کرتا ہوں کہ فریقین کا نکاح منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا فیصلہ اور ڈگری عدالت ماتحت کو بحال رکھتے ہوئے میں اپیل کو معہ خرچہ خارج کرتا ہوں۔

عبدالمجید اصغر
ڈسٹرکٹ جج۔ لائل پور
۵ / ۵ / ۵۱

سب جج صاحب لائل پور کا فیصلہ

نوٹ:- صاحب ڈسٹرکٹ جج نے اپنے فیصلہ میں سب جج صاحب لائل پور چوہدری محمد علی صاحب کے فیصلہ سے اتفاق کیا ہے۔ چوہدری محمد علی صاحب موصوف کی قرارداد حسب ذیل تھی:-

"احمدیت کوئی الگ مذہب نہیں ہے۔ احمدی خود مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں جیسا کہ ۷۳ انڈین کیسز صفحہ ۳۱۲ اور ۷۱ انڈین کیسز صفحہ ۶۵ میں قرار دیا گیا ہے۔ اور ایک مسلمان جب اس فرقے میں شامل ہوتا ہے تو وہ مرتد نہیں ہو جاتا۔ علاوہ ازیں ۱۴۴ انڈین کیسز صفحہ ۶۵۸ (لاہور) میں قرار دیا گیا ہے کہ ہر شخص جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامِ رسالت میں یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ احمدی واضح طور پر توحید باری تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین رکھتے ہیں اس لئے وہ مسلمان ہیں۔ اور جو شخص فرقہ احمدیہ میں شامل ہو جائے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے۔"

ترجمہ از فیصلہ محمد علی صاحب سب جج درجہ اول لائل پور مورخہ ۳۰ / ۵ / ۵۰

مکتوبات

اپنا گریبان دیکھ

عبدالرؤف لودھی

حال ہی کی بات ہے میں چناب ایکسپریس سے لائلپور جا رہا تھا۔ راستے میں ربوہ کے سٹیشن پہ گاڑی رُکی تو میرے کمپارٹمنٹ میں تین چار نوجوانوں نے کھڑکیوں سے گردنیں نکال نکال کر یوں جھانکنا شروع کیا جیسے انہیں کوئی عجوبہ ستا رہا ہو۔ اکثر مسافر آگے پیچھے دیکھنے میں مصروف تھے۔ خاص طور پر نوجوانوں کی ٹولی تو یوں دکھائی پڑتی تھی کہ جیسے انہیں کوئی خاص بے کلی ہے جو ایک جگہ ٹکنے نہیں دیتی۔ اچانک ہی میں نے سُنا اُن میں سے ایک نے کہا "دیکھ اوئے ویکھ ایہناں مرزائیاں دیاں حوراں نوں"۔ دوسرے نے بھی اسی ذہنیت کا مظاہرہ کیا اور بولا "ہائے اوئے مر گئے آں۔ ساڈوں ایہہ مرزائی ایہناں حوراں کتھے دیندے نیں"۔ تیسرا بھی بولا "کے! توں اج مرزائی بن جا تے تیرا ویاہ کرا دیناں"۔ اس پر ایک نے ٹھنڈی آہ بھری اور جواب دیا "کتھے اوئے! ساڈے نصیباں وچ ایہناں دیاں حوراں"۔ غرضیکہ وہ آپس میں لہک لہک کر باتیں کر رہے تھے اور میں اُن حوروں کے دیکھنے میں مصروف تھا۔ گاڑی اتنی دیر میں چل پڑی مگر میں نے جو حوریں دیکھی تھیں اور جن پر میرے ہم سفر نوجوانوں اور "ملاّ زدہ مسلمانوں" کا دم نکلا جا رہا تھا حلیہ ملاحظہ ہو۔

پانچ خواتین تھیں جن میں سے دو سفید برقعے میں اور تین کے سیاہ برقعے۔ جہاں تک میری نگاہ نے کام کیا چہرہ یا اور کوئی جسمانی حصہ کھلا ہوا نظر نہیں آتا تھا۔ البتہ ہاتھ ضرور نظر آتے تھے کیونکہ دو تین نے اپنے شیر خوار بچوں کو گود میں اُٹھایا ہوا تھا اور دو چار بچے ان کے ہمراہ کھڑے گاڑی کے ٹھہرنے اور چلنے کے نظارہ میں گم تھے۔ لیکن اب تک سوچ رہا ہوں کہ نہ جانے ان نوجوانانِ قوم نے کیونکر جانچ لیا کہ وہ واقعی "مرزائیوں کی حوریں" ہونگی۔ ہو سکتا ہے اُن میں سے کوئی غیر احمدی خاتون بھی ہو۔ یا اُن میں سے کوئی بھی احمدی عقائد کی نہ ہو!

قصہ مختصر گاڑی سگنل سے پار ہو چکی تھی۔ مجھ سے حق بات کہے بغیر نہ رہا گیا اگرچہ قادیانی مسلک اور میرے مسلک میں چند مسائل پر زمین آسمان کا فرق ہے لیکن میں نے یہ بھی دیکھا کہ دو سفید ریش "بزرگ" بھی اُن نوجوانوں کو میٹھے لقمے دے رہے تھے ہنس ہنس کر تائیدی تبسم سے کام لے رہے تھے۔ میں نے اُن سے عرض کی۔ "مولانا! آپ نے بھی حوریں دیکھیں"؟ تو وہ دونوں ہنس پڑے اور کہنے لگے "جی خوب دیکھیں"۔ میں نے کہا "وہ تو برقعوں میں ملبوس تھیں آپ نے کیا خاک دیکھا؟ اور اگر کہیں تاک جھانک سے دیکھ بھی لیا تو کیا مومن کا قرآنی مسلک یہی ہے جو آپ نے اختیار کیا۔ کہ غیروں کی عورتوں پر اپنی نظریں چبھوتے پھرو۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے "قل للمومنین یغضوا من ابصارھم" اور آپ ہیں کہ ان بدکردار لونڈوں کی رو میں بہہ کر صریح خلاف قرآن حرکات کر رہے ہیں۔ کیا اسی ایمان کے بل بوتے پر آپ مرزائیوں پر پھبتیاں اُڑاتے ہیں، اور کیا اسی توقع پر آپ اپنے اسلام کی حفاظت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

وہ "بزرگ" تو کچھ ایسے کھسیانے ہوئے کہ بیچ جانے ان کے رہے سہے چہروں پر ہلدی پھر گئی۔ مگر ایک نوجوان اُچک کر بولا "تو پھر یہ مرزائی لوگ اپنی لڑکیاں دے کر ہمارا مذہب کیوں بدلواتے ہیں"؟ ظاہر ہے کہ یہ سوال اتنا نامعقول اور گری ہوئی ذہنیت کا تھا کہ اُن کے کردار پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے بالکل اسی طرح کی باتیں عام مشہور ہیں۔ اس کو میں قارئین کے فیصلہ پر چھوڑتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ کیا ہمارے "ملاّ زدہ" مسلمانوں کا عام کردار اتنا گندہ اور متعفن نہیں ہو چکا کہ بجائے درست بات کو ماننے کے اُلٹا بگڑتے ہیں۔ اس پر مجھے کہنا ہی پڑا ... کہ "بفرض محال وہ (احمدی) لوگ اپنے مذہب کی خاطر اپنی لڑکیاں تک پیش کر دیتے ہیں اور روپے پیسے کا لالچ دیتے ہیں۔ مگر یہ تو اُن کے مذہبی کردار کی بلندی کا بہت بڑا ثبوت ہوا کہ مذہب کی خاطر وہ عزیز ترین شے قربان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ آپ لوگوں میں یہ قربانی تو کجا مذہب کے نام پر کچی کوڑی تک دینے کی ہمت نہیں۔ اور آپ ہیں کہ ان (احمدیوں) لوگوں کی مخالفت محض اس بناء پر کرتے ہیں کہ وہ لوگ آپ کے "اسلام" کے دشمن ہیں۔ مگر آپ تو ایسے ذلیل اور گندے کام کرتے ہیں کہ ان کے "اسلام" کے سامنے آپ کا "اسلام" ہیچ معلوم ہوتا ہے جو اپنی قوم کے [illegible]

سنبھال سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے اس الزامی جواب پر سب پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اور آہستہ آہستہ لگے مسلمانوں کے موجودہ کردار پر نوحہ خوانی کرنے جیسے وہ حرکات کرنے والے یہ لوگ نہ تھے کوئی اور ہی لوگ تھے!

اوپر کا واقعہ پیش کرنے سے میرا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ غیر احمدی دوستوں کو ایسی باتیں اپنے ذہنوں اور کرداروں کی جانچ کر کے مشتہر کرنی چاہئیں۔ اور جب کسی قوم کی زبوں حالی یہاں تک پہنچ چکی ہو تو پھر بھی وہ قوم یہی کہے کہ ہمیں کسی ہادی، کسی مجدد دین، کسی محدث یا کسی مسیح کی ضرورت نہیں۔ اور جب ظاہر ہو کہ اس دور میں ایک اور محض ایک شخص نے بہ بانگ بلند اور بر وقت دعوے کیا کہ وہی مسیح ہے جس کی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ضرورت ہے تو اسے ٹھٹھا مخول کر کے رد کر دیا جائے۔ یہی تو بات تھی جو آپ کو آج سے تیرہ سو برس پیشتر اللہ تعالےٰ نے سمجھا دی تھی جبکہ آپ نے فرمایا تھا۔ کیف انتم اذا نزل عیسیٰ ابن مریم فیکم و امامکم منکم (اے ظالمو!) تمہارا کیا حال ہوگا جب عیسیٰ ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور وہ امام ہوگا تمہارا اور تمہیں میں سے ہوگا۔

اب پرکھ کر دیکھ لیجئے کہ یقیناً یہی وہ ابن مریم مثیل مسیح نظر آئے گا جو ہمارا امام ہے اور پھر ہمیں میں سے ہے۔ کوئی نرالی دنیا کا یا پوچھئے آسمان سے ٹپکا ہوا انسان نہیں۔ علاوہ ازیں کیف انتم میں کیا لطیف اشارہ ہے جبکہ دوسری احادیث میں سے ان استعجابیہ الفاظ کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے کہ وہ زمانہ بھی ضرور ہوگا کہ جب روپیہ کمانا اور پیٹ کی آگ بجھانا ہی زندگی کا مسلک بن کر رہ جائے گا۔ اور علماء کی تعریف بھی ملاحظہ ہو کہ یہ لوگ آسمان کی چھت کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے (کیونکہ نہ ان کا اپنا کردار درست ہوگا نہ یہ اپنے مقتدیوں کے کردار سنبھال سکیں گے) استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ

جماعت اسلامی کی ٹیکنیک

ہفت روزہ چٹان لاہور مورخہ ۲۷ جون ۱۹۵۵ء میں پروفیسر محمود ہاشم صاحب قدوائی لکھنوی "سفر پاکستان" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"تنظیم اور اثر کے لحاظ سے مودودی صاحب کی جماعت اسلامی امتیازی خصوصیت کی مالک ہے۔ کام کرنے کا ڈھنگ اور پراپیگنڈا ٹیکنیک بالکل وہی ہے، جو کمیونسٹوں کا ہے وہی بے پناہ پراپیگنڈا اور وہی اپنے مسلک کی پُر جوش تبلیغ لیکن ٹھوس تعمیری کاموں کی بجائے اس جماعت کو بھی ہنگامی سیاست سے زیادہ دلچسپی ہے۔ ہندوستان میں اس جماعت کے نزدیک الیکشن میں حصہ لینا بُرا ہے۔ لیکن پاکستان میں یہی جماعت آزادانہ اور غیر جانبدارانہ الیکشن کا مطالبہ کرتی ہے"

(چٹان لاہور ۲۷ جون ۱۹۵۵ء)

مودودی پارٹی کا جنگِ اقتدار

ڈھاکہ ۲۲ جون۔ علامہ راغب احسن نے اپنے ایک حالیہ بیان میں مسئلہ زمین، مزارعت اور جاگیرداری میں مودودی پارٹی کا راز فاش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مودودی پارٹی نے بعض اُن پڑھ خان بہادروں اور ظالم وجابر رشوت خور زمینداروں کو "صالحین" قرار دیکر پنجاب الیکشن ۱۹۵۱ء میں امیدوار کھڑا کیا۔ مگر قوم نے ان کے صالحین کو مسترد کر دیا۔ اگرچہ یہ سب کچھ جنگ اقتدار کے لئے کیا گیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے یہ بھی واقعہ ہے کہ مودودی پارٹی کے اکثر موافق زمیندار اور مخالف نیشنلائزیشن رسائل ومضامین کو امریکہ اپنے خرچ سے بہ تعداد کثیر شائع کر رہا ہے اور میں نے خود امریکی سفارتخانہ میں مودودی پارٹی کے ان رسائل وکتب کے انبار دیکھے ہیں امریکی افسر نے بڑے شوق سے مجھ کو یہ کتابیں قونصل خانہ امریکہ میں پیش کیں۔ اور یہی حال کراچی کے امریکی سفارتخانہ اور انفارمیشن آفس کا ہے۔ (جنگ ۲۴ جون ۱۹۵۵ء)

صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ

از مولانا آفتاب الدین احمد صاحب ایڈیٹر لائٹ

پہلا پارہ پریس میں

تعداد اشاعت محدود ہے پیشگی رقم بھیجنے والوں کو خاص رعایت اپنا آرڈر آج ہی بُک کرائیں۔ دو صد صفحات ۲۰×۳۰/۸ سائز۔ انگریزی ترجمہ مع عربی متن، نیچے تشریحی نوٹ، نہایت خوبصورت ٹائپ میں۔

اپنے آرڈر کیساتھ -/5 روپے پیشگی ارسال فرمائیں۔

دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

قابلِ رشک اور صحتمند ادویات

حقانی ٹانک مردانہ کمزوریوں کا سو فیصدی اور کامیاب علاج خواہ کسی سبب سے ہوکتنی دیرینہ ہوں انکے علاوہ ضعف قلب ودماغ، دل کی دھڑکن عام جسمانی کمزوری، چہرہ پر زردی اور خون پیدا دوران کم ہو یا حرارت عزیزی کم ہو گئی ہو، پیشاب بار بار۔ امراض میں شافی علاج۔ قیمت چھ روپے علاوہ محصول ڈاک

ڈاکٹر سینہ۔ حلق اور سینہ کی بیماریوں کا علاج پرانے سے پرانے دمے اور کھانسی نزلہ زکام، پھیپھڑوں میں بلغم کا جمع ہونا۔ آواز بند ہو جاتی ہو، زود اثر ڈاکٹر سینہ۔ قیمت پانچ روپے بارہ آنے ۵—۱۲—۰

اکسیر لیکوریا سیلان الرحم کا شرطیہ انشاء اللہ علاج کمر میں مسلسل درد، کمر جھک گئی ہو، طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو، قیمت:۔ چھ روپے ۶—۰—۰

منیجر احمد حقانی فارمیسی پارک آباد۔ ڈاکخانہ خاص ضلع شیخوپورہ پنجاب

۲۸ شمارہ ۸۳۸ ۱۹۵۵

۲۶۳
از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور
بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی
اہل مد رجسٹری دفتر۔ صاحب ڈپٹی کمشنر
جھنگ

P.O. Jhang

صرف ٹائیٹل اور گرین پریس جیمبرلین روڈ۔ اور باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ ... صاحب پرنٹر پبلشر چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے ...

جلد ۴۳ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۹ ذیقعد ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۵۵ء | ۲۹

قرآن کریم کا نزول کیوں اور کس وقت ہوا؟

از حضرت مسیح موعود

ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ کتب آسمانی کے نزول کا اصلی موجب ضرورت حقہ ہے، یعنے وہ ظلمت اور تاریکی کہ جو دنیا پر طاری ہو کر ایک آسمانی نور کو چاہتی ہے کہ تا وہ نور نازل ہو کر اس تاریکی کو دور کرے اور اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ جو خدائے تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ یہ لیلۃ القدر اگرچہ اپنے مشہور معنوں کی رو سے ایک بزرگ رات ہے، لیکن قرآنی اشارات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ظلمانی حالت بھی اپنی پوشیدہ خوبیوں میں لیلۃ القدر کا ہی حکم رکھتی ہے، اور اس ظلمانی حالت کے دنوں میں صدق اور صبر اور زہد اور عبادت خدا کے نزدیک بڑا قدر رکھتا ہے اور وہی ظلمانی حالت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک اپنے کمال کو پہنچکر ایک عظیم الشان نور کے نزول کو چاہتی تھی اور اسی ظلمانی حالت کو دیکھ کر اور ظلمت زدہ بندوں پر رحم کر کے صفت رحمانیت نے جوش مارا اور آسمانی برکتیں زمین کی طرف متوجہ ہوئیں سو وہ ظلمانی حالت دنیا کے لئے مبارک ہو گئی اور دنیا نے اس سے ایک عظیم الشان رحمت کا حصہ پایا کہ **ایک کامل انسان اور سیدالرسل کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہوگا** دنیا کی ہدایت کے لئے آیا اور دنیا کے لئے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی پس یہ خدا کی کمال رحمانیت کی ایک بزرگ تجلی تھی کہ جو اس نے ظلمت اور تاریکی کے وقت ایسا عظیم الشان نور نازل کیا جس کا نام **فرقان** ہے، جو حق اور باطل میں فرق کرتا ہے جس نے حق کو موجود اور باطل کو نابود کر کے دکھلا دیا وہ اس وقت زمین پر نازل ہوا جب زمین ایک موت روحانی کے ساتھ مرچکی تھی اور برّ اور بحر میں ایک بھاری فساد واقع ہو چکا تھا۔ پس اس نے نزول فرما کر وہ کام کر دکھایا جس کی طرف اللہ تعالےٰ نے آپ اشارہ فرما کر کہا ہے اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا یعنے زمین مرگئی تھی۔ اب خدا اس کو نئے سرے زندہ کرتا ہے۔ اب اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نزول قرآن شریف کا کہ جو زمین کے زندہ کرنے کے لئے ہوا، صفت رحمانیت کے جوش سے ہوا وہی صفت ہے کہ جو کبھی جسمانی طور پر جوش مار کر قحط زدوں کی خبر لیتی ہے اور باران رحمت خشک زمین پر برساتی ہے اور وہی صفت کبھی روحانی طور پر جوش مار کر ان بھوکوں اور پیاسوں کی حالت پر رحم کرتی ہے کہ جو ضلالت اور گمراہی کی موت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور حق اور صداقت کی غذا کہ جو روحانی زندگی کا موجب ہے ان کے پاس نہیں رہتی۔ پس رحمان

(باقی صلا پر)

قرآن مجید

چوتھا ایڈیشن مطبوعہ لندن

مع عربی متن۔ انگریزی ترجمہ حواشی و تفسیر از مولانا محمد علی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

ناشر:۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ پاکستان

ہندوستان میں ملنے کا پتہ:۔ شیخ محمد انعام الحق، ۱۰۔ اے۔ اعظم پورہ۔ مالک پیٹھ حیدرآباد دکن

ضخامت:۔ ۱۳۴۲ صفحات، کپڑے کی نفیس مطلا جلد۔ ہدیہ اکیس روپے بارہ آنے ڈاک خرچ ڈیڑھ روپیہ۔

—— ریویو از پروفیسر ہیرالال چوپڑا ایم اے مندرجہ روزانہ ہند کلکتہ ——

یوں تو قرآن مجید کی سینکڑوں شرحیں لکھی گئی ہیں اور انگریزی زبان میں راڈول۔ سیل۔ پامر۔ پکتھال۔ یوسف علی اور دیگر علماء کے تراجم موجود ہیں لیکن مسلمانوں میں سب سے پہلے انگریزی ترجمہ مکمل قرآن شریف کے نفیس پارٹس کے کرنے کا شرف جماعت احمدیہ کے صدر مولانا محمد علی صاحب کو ہے۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۱۷ء میں چھپا تھا۔ نہایت خوبصورت عربی متن مع اعراب کے بلاک کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ آیت وار انگریزی ترجمہ دیا گیا ہے۔ نیچے مشرح اور مبسوط حواشی دیئے گئے ہیں، حواشی کی تعداد کوئی تیس ہزار کے قریب ہے۔ آغاز میں ایک عالمانہ پیش لفظ دیا گیا ہے جس میں قرآن کی تنزیل اور تدوین کے متعلق سیر حاصل بحث ہے اور قرآن کریم میں جن مسائل کا ذکر آیا ہے ان کا مقابلہ دوسرے صحیفوں سے کیا گیا ہے۔

بہت دیر سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مولانا اپنے حواشی میں تبدیل کر کے انہیں موجودہ علم و فضل کی روشنی میں واضح کریں، خوش قسمتی سے اپنی موت سے دو سال قبل مولانا اس فرض سے عہدہ برآ ہو سکے، اور اس چوتھے ایڈیشن کو اپنی عین حیات میں ہی مقبول ہوتا دیکھ سکے۔

قرآن کریم کی حکمت جس کا کافی و وافی حل یہ صحیفہ پیش کرتا ہو، چودہ سو سال پہلے نازل ہونے والی وحی آج بھی اسی طرح نوع انسانی کی مکمل رہنمائی کرتی ہے جیسی نازل ہوتے کے وقت، اور یہ صحیفہ محض مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے جو خداوند تعالیٰ کی وحدانیت یکتائی اور برتری پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

یورپ کے مترجمین جن میں سیل۔ راڈول۔ پامر۔ مارگولیوس۔ اور دیگر علماء بھی شامل ہیں نے انگریزی میں ترجمہ ضرور کیا ہے لیکن اسلام کی روح سے نابلد ہونے کی وجہ سے اس کام کو جیسا کہ چاہیئے تھا نبھا نہ سکے تھے، عیسائی عقیدے کو رکھتے ہوئے رسول مقبول کے

(باقی صلا پر)

نقاب اُٹھ جانے کے بعد

معاصر "نوائے وقت" مؤرخہ ۶ر جولائی ۱۹۵۵ء کا اداریہ

جماعت اسلامی اور مجلس عمل اور مجلس کے احرار کے رہنماؤں کے درمیان جو لڑائی چند روز سے جاری تھی۔ اب مولانا ابوالاعلےٰ مودودی بھی اس میں کود پڑے ہیں۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے لائل پور میں ایک تقریر کرتے ہوئے مودودی صاحب پر تبدیلی منافقت اور دروغ گوئی کے الزامات عائد کئے تھے اور یہ کہا تھا۔ کہ جماعت اسلامی تحریک ختم نبوت میں برابر شریک رہی اور مولانا مودودی اس تحریک سے پیدا شدہ نتائج کی ذمہ داری سے انکار نہیں کر سکتے مگر جب بعد میں حالات ناسازگار صورت اختیار کر گئے تو جماعت اسلامی نے پینترہ بدل لیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم تو تحریک سے الگ ہو گئے تھے۔

مولانا مودودی نے بخاری صاحب کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے یہ کہا ہے۔ کہ میں شروع سے ہی ختم نبوت کی الگ تحریک چلانے کے خلاف تھا۔ اور میں نے یہ رائے دی تھی کہ الگ تحریک چلانی کسی طرح بھی مناسب نہیں، اس تحریک کو "اسلامی دستور" کی جدوجہد میں مدغم کر دیا جائے۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ:-

"میری اس رائے سے مولانا محمد علی جالندھری اور ماسٹر تاج الدین انصاری نے اختلاف کیا اور تقریباً دو گھنٹے تک اس پر بحث ہوتی رہی۔ آخر کار جب ان کے پاس میرے دلائل کا کوئی جواب نہ رہا تو مولانا محمد علی جالندھری صاحب نے فرمایا:-

"اب ہم آپ سے صاف صاف بات کرتے ہیں اسلامی دستور کا نام جب بھی لیا جاتا ہے۔ لوگوں کا ذہن فوراً جماعت اسلامی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور ختم نبوت کا نام آتے ہی لوگ احرار کا خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ تحریک اسلامی دستور کے نام سے چلائی جائے۔ تو خواہ ہم سب اس کے چلانے میں شریک ہوں۔ نام بہرحال جماعت اسلامی کا ہوگا احرار تو پھر کہیں کے نہ رہے۔"

میں نے عرض کیا کہ اگر آپ کے سامنے اصل سوال نام کا ہے اور یہ ساری بحث اس لئے ہو رہی ہے کہ سہرا کس کے سر بندھتا ہے تو آپ اس تحریک کا نام اسلامی دستور اور تحفظ ختم نبوت کی تحریک رکھ لیجئے۔

انہوں نے پوچھا کہ دونوں میں سے پہلے کونسا نام ہوگا؟

میں نے جواب دیا کہ پہلے تحفظ ختم نبوت کا نام رہیگا اور پھر اسلامی دستور کا۔ کیا اب آپ مطمئن ہیں؟

انہوں نے فرمایا کہ اب میں مطمئن ہوں چنانچہ اسی نیت سب کے اتفاق سے ایک قرارداد مرتب کی گئی اور یہ طے پایا کہ کل کنونشن کے اجلاس میں سب جیکٹس کمیٹی کی طرف سے یہی متفقہ قرارداد پیش کی جائے گی، قرارداد کے لکھنے والے مولانا عبدالحامد بدایونی تھے اور اس میں یہ لکھا گیا کہ ختم نبوت کے نام سے کوئی الگ تحریک نہ چلائی جائے۔ بلکہ سب مل کر علماء کی تجویز کردہ دستوری ترمیمات ہی کو تسلیم کرانے کی جدوجہد کریں اور اس تحریک کا نام "تحفظ ختم نبوت اور اسلامی دستور" کی تحریک ہو،

دوسرے روز جب میں کنونشن کے اجلاس میں پہنچا تو میرے بیٹھتے ہی مولانا ابوالحسنات صاحب نے بحیثیت صدر مجلس اُٹھ کر اعلان فرما دیا کہ یہ کنونشن صرف تحفظ ختم نبوت کے لئے منعقد کی گئی ہے اور اس میں کوئی دوسرا مسئلہ حتیٰ کہ اسلامی دستور کا مسئلہ بھی نہیں چھیڑا جا سکتا، اس کے فوراً بعد ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری اُٹھے اور انہوں نے ایک لکھا لکھایا ریزولیوشن پڑھنا شروع کر دیا جو رات کی قرارداد کے بالکل خلاف تھا۔

اس کارروائی سے دو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہو گئیں۔ ایک یہ کہ احرار کے سامنے اصل سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں ہے بلکہ نام اور سہرے کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کی جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤں پر لگا دینا چاہتے ہیں، دوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرارداد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر ساز باز کیا ہے اور ایک دوسرا ریزولیوشن بطور خود لکھ لائے ہیں جو بہرحال کنونشن کی مقرر کردہ سب جیکٹس کمیٹی کا مرتب کیا ہوا نہیں ہے، میں نے محسوس کیا کہ جو کام اس نیت اور ان طریقوں سے کیا جائے اس میں کبھی خیر نہیں ہو سکتی، اور اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کریں، اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے۔ اسی خیال کے تحت میں نے فوراً یہ رائے قائم کی کہ مجھے اُٹھ کر ابھی کنونشن سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے صدر مجلس (مولانا ابوالحسنات صاحب) کو چٹ لکھ کر دی کہ انصاری صاحب کے بعد مجھے تقریر کی اجازت دی جائے۔ لیکن اس کے بعد دوسرا خیال میرے ذہن میں یہ آیا کہ اگر میں اس وقت علیحدہ ہو جاؤں تو صرف اپنا ہی دامن اس فتنے سے بچا لے جاؤں گا، اسلام اور مسلمانوں کو جس خطرے میں یہ لوگ مبتلا کرنا چاہتے ہیں اس کو روکنا اس طریقے سے ممکن نہ ہوگا۔ اس بناء پر میں نے کنونشن سے علیحدگی کا ارادہ ترک کر دیا۔"

مولانا مودودی جیسے ذمہ دار آدمی کی طرف سے یہ بڑا سنگین الزام ہے کہ تحریک خودغرضی پر مبنی تھی۔ "سوال ختم نبوت کا نہیں تھا بلکہ نام اور سہرے کا تھا"۔ اور تحریک کے لیڈر "اپنی اغراض کے لئے مسلمانوں کی جان و مال کو جوئے کے داؤں پر لگا رہے تھے۔ اور "اپنی ذاتی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیل رہے تھے" "اور مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کر رہے تھے"۔ یہ بڑی سخت زبان ہے اور بڑے سخت الزامات ہیں، اگر ان میں ایک فی صدی بھی صداقت ہے تو خدا اور رسول کے نام سے ذاتی اغراض کے لئے کھیلنے والے اور مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کرنے والے "شدید سزا کے مستحق ہیں۔ مگر مولانا مودودی سے بھی بجا طور پر دو سوال کئے جا سکتے ہیں:-

ا- کیا یہ راز آپ پر آج فاش ہو رہے ہیں؟ اگر آپ پر یہ خود غرضی شروع ہی سے روشن تھی تو جب "مسلمانوں کے سروں کو" آپ کے قول کے مطابق "شطرنج کے مہروں کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا اس وقت آپ نے قوم کو کیوں خبردار نہ کیا کہ اس سے دھوکا کیا جا رہا ہے یہ ۲ مارچ کو گورنمنٹ ہاؤس کے اس جلسہ میں جو امن کی اپیل کے لئے بلایا گیا تھا آپ کا رویہ آپ کے اس بیان کے بالکل برعکس تھا اور "مسلمانوں کے سروں کو بچانے کے لئے" امن کی اپیل پر دستخط کرنے سے آپ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ امن کے لئے اس اجلاس کی ناکامی کی ذمہ داری اگر کسی فرد واحد پر عائد کی جا سکتی ہے تو وہ آپ ہیں۔ آخر اس وقت گورنر پنجاب وزیر اعلیٰ پنجاب، اور لاہور کے ذمہ دار اکابر و عمائد کے جلسہ میں آپ نے اس راز کو کیوں فاش نہ کیا کہ سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں۔ بلکہ نام اور سہرے کا ہے اور خود غرض لوگ اپنی ذاتی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیل رہے اور مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کے طور پر استعمال کر رہے ہیں آج $2\frac{1}{4}$ ماہ بعد اس انکشاف سے تو ایک عام آدمی اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ آپ کے سامنے بھی سوال "تحفظ ختم نبوت کا نہیں" نام اور سہرے کا تھا۔ اور آپ اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیل رہے تھے اور آپ نے بھی مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤں پر لگا دیا۔

ب- دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ جو پوری ملت اسلامیہ کی انقلابی قیادت کے دعویدار اور امارت کے مدعی ہیں، کیا آپ ایسے ہی ڈھلمل یقین آدمی ہیں کہ خود اپنے قول کے مطابق آپ یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ "..... میں نے فوراً یہ رائے قائم کی کہ مجھے اُٹھ کر ابھی کنونشن سے علیحدگی کا اعلان کر دینا چاہیئے چنانچہ میں نے ......" لیکن چند ہی منٹ بعد خود آپ کے اپنے بیان کے مطابق "اس کے بعد دوسرا خیال میرے ذہن میں آیا ......" اور آپ نے اپنی رائے بدل دی اور آپ کنونشن سے چمٹے رہے اور اب پورے سوا دو سال بعد آپ کو یہ خیال آیا (باقی صلہ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ———— ۱۳ر جولائی ۱۹۵۵ء

تحریکِ تحفظ ختمِ نبوّت اور احرار

تحفظ ختم نبوت کے نام سے جو طوفان آج سے دو سال پہلے کھڑا کیا گیا تھا، آج پھر احراری فتنہ پرداز اس کو ہوا دینے کی کوشش کر رہے ہیں ابھی چند دن ہوئے لائلپور میں تبلیغ کانفرنس کے نام سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں احراری مولوی محمد علی جالندھری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کھلے اور واضح الفاظ میں اس بات پر زور دیا کہ تحفظ ختم نبوت کے متعلق ہمارے مطالبات بدستور قائم ہیں اور کبھی ختم نہیں ہو سکتے جب تک انہیں تسلیم نہ کیا جائے۔ نہ صرف یہی بلکہ اس کے ... کی بھی طرح ڈالی گئی، اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ بعض جگہوں پر کچھ شورش بھی پیدا ہوئی جس کو دبانے کے لئے لائلپور کے بعض دیہات میں دفعہ ۱۴۴ لگا دی گئی۔

لائلپور ہی پر موقوف نہیں، اسی قسم کے جلسے دوسرے مقامات پر بھی ہو رہے ہیں، چنانچہ "نوائے پاکستان" کے نامہ نگار خصوصی نے یہ خبر دی ہے کہ:۔

"۲۷ر جون کی شب کو مجلس تحفظ ختم نبوت ٹوبہ ٹیک سنگھ کے زیر اہتمام یک روزہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب لدھیانوی نے فرمائی، کانفرنس کے آغاز میں صدر جلسہ نے مولانا محمد علی صاحب جالندھری کی خدمت میں اہلیان ٹوبہ ٹیک سنگھ کی طرف سے ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں ایک ہزار ایک صد تیس روپے کی تھیلی پیش کی جس کو مولانا نے شکریہ قبول کرتے ہوئے ٹوبہ ٹیک سنگھ کی تحفظِ ختم نبوت کے سلسلہ میں مساعی کو سراہا، سراہتے ہوئے یوں تقریر کا آغاز کیا کہ ختم نبوت ایک بنیادی مسئلہ ہے جس کے بغیر ایمان کی تکمیل ناممکن ہے، شمع رسالت کے پروانوں نے تحریک ختم نبوت کے دوران میں بیش بہا قربانیاں دیکر مسئلہ ختم نبوت قیامت تک کے لئے زندہ جاوید کر دیا....."

اسی سلسلہ میں ملت کے نامہ نگار کی طرف سے اوکاڑہ کی بھی ایک خبر سن لیجئے:۔

"اوکاڑہ (ڈاک سے) پرسوں رات ستلج کاٹن ملز میں ایک مذہبی جلسہ کے دوران میں چند مقتدر مقررین نے تحریک ختم نبوت کو پھر سے اُبھارنے کی کوشش کی مولوی حبیب اللہ لدھیانوی نے تو یہاں تک کہا کہ ایک یونٹ کی حکومت صحیح معنوں میں اموقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ احمدیوں کو اقلیت قرار نہ دیا جائے، اس کے علاوہ ایک اور شاعر نے بھی مسلمانوں کو احمدیت کے خلاف اشتعال دلایا ہے، حکومت کو ایسے جلسوں پر پابندی لگانی چاہیئے جو مذہبی لبادہ میں فرقہ وارانہ جذبات بھڑکاتے ہوں"

یہ خبریں ہم نے اس لئے بالتفصیل درج کی ہیں کہ ارباب حکومت کی توجہ کو اس طرف منعطف کیا جا سکے کہ ۱۹۵۳ء کا طوفان دوبارہ سر اُٹھانے کی کوشش کر رہا ہے، اور اگر ابھی سے اس کا سدباب نہ کیا گیا تو نہ معلوم آیندہ چل کر یہ ملک کے لئے کس قدر نقصان دہ ثابت ہو، ہم حیران ہیں کہ وہ احراریوں کی فتنہ پردازیوں نے اس سے قبل ملک میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا تھا، وہ احرار جو شروع ہی سے پاکستان کے مخالف تھے اور ہندوؤں کے سرمائے سے قائد اعظم کی تحریک کو نقصان پہنچانے اور ناکام بنانے کی پوری جدوجہد کرتے رہے اور قیام پاکستان کے بعد بھی ہندوستان سے انہوں نے قطع تعلق نہیں کیا وہ احراریوں کے متعلق حکومت پاکستان کو سابقہ ایجی ٹیشن کے موقعہ پر یہ اعلان کرنا پڑا کہ:۔

"ہر شخص جانتا ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے احرار مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کے شدید ترین اور پیہم مخالف تھے اور انہوں نے ان جماعتوں سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا جو حصول پاکستان کے لئے کوشاں تھیں، بلکہ بہت سے احرار لیڈر کانگریس میں شامل ہو کر یا ایسی جماعتوں سے مل کر کام کرتے رہے جو قائد اعظم کی تحریک آزادی کی دشمن تھیں، احرار نے اپنی تخریب پسندانہ سرگرمیوں کو قیام پاکستان کے بعد بھی ترک نہیں کیا بلکہ اس بات کا حتمی ثبوت موجود ہے کہ احرار نے اب تک پاکستان کو تسلیم ہی نہیں کیا اور وہ ملک کے دشمنوں سے مل کر نہ صرف مسلمانوں میں افتراق و نفاق پھیلا رہے ہیں بلکہ پاکستان کے استحکام پر عوام کے اعتماد کو بھی متزلزل کرنے کے درپے ہیں احرار کی موجودہ ایجی ٹیشن کا مقصد بھی ایک مذہبی تحریک کے پردے میں ملت اسلامیہ کی وحدت و سالمیت کو پارہ پارہ کرنے اور پاکستان کے مفاد کو نقصان پہنچانے کے سوا کچھ نہیں ہے"۔

وہی احراری جن کو اس اعلان کے بعد خلاف قانون جماعت قرار دیا گیا، آج پھر تحفظ ختم نبوت کے بہانہ سے ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور پاکستان کے مفاد کو نقصان پہنچانے کے لئے سر اُٹھا رہے ہیں، در تعجب ہے کہ حکومت ابھی تک ان کی طرف سے غافل اور لاپرواہ ہے، کیا اس سلگتی ہوئی آگ کو اس وقت ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جائیگی جب وہ قابو سے باہر ہو جائے، اور احرار کا جھگڑا یا موافقت دوبارہ ملک کے امن و امان کو متزلزل کرنے کا موجب ہو؟

سرچشمہ باید گرفتن بہ بیل　　　چو پُر شد نشاید گذشتن بہ پیل

اخبارِ احمدیہ

جذبۂ خلوص محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب چند دن ہوئے احمدیہ بلڈنگس کے قرب و جوار سے گلبرگ کالونی میں اپنی نئی تعمیر شدہ کوٹھی میں چلے گئے ہیں۔ جانے سے پیشتر انہوں نے نماز فجر کے بعد مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ایک رقت بھری تقریر کی جس میں مسجد سے اپنے دلی لگاؤ کا ذکر... کرتے ہوئے یہ بتایا کہ یہ مسجد بہت ہی بابرکت ہے کہ اس میں اعلائے کلمۃ اللہ کی تجاویز کو عملی جامہ پہنایا گیا اور خدا کے دین کے لئے بڑی بڑی قربانیاں لوگوں نے کیں۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں اب دور جا رہا ہوں اور جمعہ کے سوائے روزانہ نمازوں میں حاضر نہ ہو سکوں گا آپ دُعا کریں کہ جس گھر میں میں جا رہا ہوں وہ بیوت اذن اللہ ان ترفع کا مصداق ہو اور اس میں بسنے والے رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله کا رنگ اختیار کرلیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اس موقعہ پر مبلغ ایک ہزار روپیہ برلن مسجد کی مرمت کے لئے مرحمت فرمانے کا اعلان کیا فجزاہ اللہ احسن الجزاء احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت اور دینی و دنیوی خوشحالی کے لئے درد دل سے دعا کی جائے۔

فہرست وصولی چندہ مرمّت برلن مسجد

۱- کیپٹن عنایت شاہ صاحب کوئٹہ　2/-/-
۲- مرحوم والدین محمد خلیل احمد حسن صاحب لاہور　2/-/-
۳- بیگم حیات محمد صاحب بدوملہی　50/-/-
۴- آفتاب عالم خاں صاحب لاہور　9/-/-
۵- مرزا مسعود بیگ صاحب پسرور　15/-/-
۶- منشی کمال دین صاحب رحیم یار خاں　2/-/-
۷- میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی لاہور　100/-/-
۸- جماعت بدوملہی معرفت ماسٹر عبدالغنی صاحب　14/8/-
۹- جماعت چک ... معرفت ... صاحب　10/-/-
۱۰- جماعت جھنگ معرفت مولوی ... صاحب　10/-/-
۱۱- جماعت سیالکوٹ معرفت مولوی محمد یحییٰ صاحب بٹ　187/-/-
۱۲- ڈاکٹر محمد زبیر صاحب پاراچنار　5/-/-
۱۳- محمد خلیل احمد خاں صاحب لاہور　2/-/-
۱۴- عبدالحی صاحب کوٹھی حبیب اللہ　5/-/-
۱۵- فتح محمد صاحب ٹھیکیدار سدووال　21/-/-
۱۶- جماعت گجرات معرفت فضل داد صاحب　8/4/-
۱۷- جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور　1000/-/-
۱۸- شیخ عبدالرحمن صاحب مصری　10/-/-

میزان ——— 1452/-/-

اخبار و افکار

مقدمہ بازی

مولوی احمد علی صاحب اور امیر جماعت اسلامی کے مابین جو مجادلت و منافقت کا سلسلہ جاری تھا، اسکی نوبت اب مقدمہ بازی تک جا پہنچی ہے۔ جماعت اسلامی کے شعبہ خدمت خلق کے ناظم مسٹر افتخار احمد قدوسی نے "نوائے پاکستان" کے ایڈیٹر مرتضیٰ احمد خان میکش، حاجی برکت علی پرنٹر پبلشر اور مولوی احمد علی کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات پاکستان ایڈیشنل مجسٹریٹ کی عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ مولوی احمد علی نے یہ لکھکر کہ جماعت اسلامی کو امریکہ سے امداد ملتی ہے اسے بدنام کیا ہے اور بقر عید سے صرف ڈیڑھ ماہ پہلے اس مضمون کو شائع کر کے جماعت اسلامی کے شعبہ خدمت خلق کو اس امداد سے محروم کرنا چاہا ہے جو قربانی کی کھالوں کی شکل میں اسے عوام سے حاصل ہوتی ہے اس استغاثہ کی سماعت ۱۲ جولائی کو مسٹر اکرام اللہ قریشی کی عدالت میں ہوگی۔

اس کے مقابلہ میں نوائے پاکستان کے ایڈیٹر مرتضیٰ احمد خان میکش نے مودودی صاحب کو نوٹس دیا ہے کہ انہوں نے شیخوپورہ میں ایک تقریر کے ذریعہ انہیں بدنام کرنے کی کوشش کی ہے، اس لئے ایک ہفتہ کے اندر اندر یا پچیس ہزار روپیہ ادا کر دیں اور اخبارات کے ذریعہ معافی مانگیں ورنہ عدالت کے ذریعہ چارہ جوئی کی جائے گی۔

یہ ہے ان مولویوں کی اندرونی حالت کا نقشہ کل تک جو لوگ جماعت احمدیہ کے خلاف صف بستہ ہو کر اسے کچلنے اور تباہ کرنے کے سامان کر چکے تھے، اور اس بات پر بڑا فخر کیا جاتا تھا کہ جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں سب مولوی ایک ہو گئے ہیں اب انہی کے مونہوں سے ایک دوسرے کے خلاف جو جو باتیں نکل رہی ہیں اور قربانی کی کھالوں کے لئے ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوتے ہوئے اور اپنی توہین کا خود اپنے مونہوں سے اقرار کرتے ہوئے عدالتوں تک جا پہنچے ہیں، ان کو غور کرنا چاہیئے کہ کیا اس مامور الٰہی کی صداقت کا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت بھی انہیں بکار ہے جس کی توہین کا ارادہ لے کر وہ اٹھے ..... تھے اور خود انی مهین من اراد اهانتک کے شکار ہو کر ایک دوسرے کے خلاف استغاثوں پر اتر آئے ہیں۔

تین ہزار سال پرانا شہر

برطانوی ماہرین آثار قدیمہ نے اناطولیہ (ترکیہ) میں ایک شہر کھود کر نکالا ہے جو کہا جاتا ہے کہ قریباً تین ہزار سال پہلے آباد کیا گیا تھا، اس شہر سے ایسی عمارتیں برآمد ہوئی ہیں جن میں سرکاری دفاتر اور امراء کے مکانات شامل ہیں، ان مکانات اور بجری کی بنی ہوئی پختہ سڑکوں سے پتہ چلا ہے کہ حمل و نقل کے متعلق یہ لوگ کافی ترقی یافتہ تھے۔

اس سے قبل اور بھی کئی ایک مقامات پر کھدائی کرتے ہوئے ایسے شہر برآمد ہوئے ہیں جو کسی زمانہ میں تہذیب و تمدن اور طاقت و قوت کے لحاظ سے ترقی کی بلند منازل پر پہنچے ہوئے تھے، خدا معلوم کونسے ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی شان قہاریت ان کی تباہی و بربادی کا موجب ہو گئی وکم اهلكنا قبلهم من قرن هم اشد منهم بطشا فنقبوا في البلاد هل من محيص کتنی ہی نسلیں ان سے قبل ہو گزری ہیں جو ان سے بڑھ کر طاقت و قوت کی مالک تھیں، انہوں نے شہروں کو چھان مارا، پس کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے؟ اور یہیں تک نہیں قرآن نے ان قوموں کا بھی پتہ دیا ہے الم تر كيف فعل ربك بعاد ارم ذات العماد لم يخلق مثلها في البلاد کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا وہ عاد جو ارم بلند عمارتوں کے مالک تھے جن کی مثل دوسرے ممالک میں کوئی پیدا نہ ہوئے۔

آج جو آثار قدیمہ ظاہر ہو کر اپنی تہذیب و تمدن کا پتہ دے رہے ہیں کیا وہ قرآن کے ان بیانات کی صداقت کا کھلا ثبوت نہیں؟ کیا تہذیب حاضرہ اور اس زمانہ کے ترقی یافتہ ممالک اور ان کی بڑی بڑی عمارات کے مالک یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ کسی دن وہ بھی انہی آثار قدیمہ میں شامل نہیں ہو جائیں گے؟ کیا ان آئے دن ظاہر ہونے والے شہروں کے حالات و واقعات اس زمانہ کے فرعونوں کو عبرت دلانے کے لئے کافی نہیں؟

بین الاسلامی عدالت

عمان ۵ جولائی۔ عرب لیگ کے جنرل سیکرٹری عبدالخالق حسونہ کو اردن کے مفتی اعظم شیخ عبداللہ کی ایک تجویز موصول ہوئی ہے کہ ایک ایسی عدالت قائم کی جائے جو اسلامی ممالک کے آپس کے تنازعات کا فیصلہ کرے، مفتی اعظم کی یہ تجویز عرب لیگ اور مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کو بھیجی جا چکی ہے یہ تجویز پاکستان و افغانستان کے حالیہ تنازعہ کے بعد مرتب کی گئی ہے۔ (نوائے وقت ۸ جولائی ۱۹۵۵ء)

اس تجویز کی معقولیت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے خود قرآن کریم اس کا مؤید ہے کہ "اگر دو مسلمان فریق باہم لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرانے کی کوشش کی جائے، اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے، تو جو زیادتی کرتا ہے اس سے جنگ کی جائے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف واپس آ جائے، اگر وہ ایسا کرے تو پھر دونوں کے مابین عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرا دو، اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"

یہ سورہ حجرات کی آخری آیات کا ترجمہ ہے اور کون نہیں جانتا کہ اس میں ایک ایسی ہی بین الاسلامی عدالت کی طرح ڈالی گئی ہے جس کی تجویز مفتی اعظم شیخ عبداللہ نے کی ہے، مگر سوال یہ ہے کہ اس بین الاسلامی عدالت کے فیصلوں کو منوانے کا ذریعہ کیا ہوگا، کیا ممالک اسلامیہ زیادتی کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے یا انہیں کسی نہ کسی طرح منوانے اور زیادتی سے باز رکھنے کا سامان کریں گے؟ اگر ایسا ہو سکے تو افغانستان کی شر انگیزیاں کا جو سعودی اور مصری نمائندوں سے ختم نہ ہو سکیں آسانی سے انسداد ہو سکتا ہے۔

برلن مسجد

کچھ دن ہوئے محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کی طرف سے ایک اپیل ان کالموں میں شائع ہوئی تھی جس میں انہوں نے احباب اور بالخصوص خواتین کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ برلن مسجد کی مرمت کے لئے وہ حسب استطاعت مالی ایثار سے کام لیں،

حال ہی میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب برلن مشن اور برلن مسجد کے معائنہ کے لئے خود جرمنی تشریف لے گئے، ان کا بیان ہے کہ برلن مسجد کے اردگرد کی تمام عمارات جو دوران جنگ میں گولہ باری کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں، دوبارہ مرمت ہو کر نہایت شان کے ساتھ کھڑی ہو چکی ہیں اور ان کے درمیان برلن مسجد ایک نظر بد ہو کر رہ گئی ہے، اس کی اس حالت کو دیکھ کر دل کو ازحد دکھ اور صدمہ ہوتا ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک لاوارث چیز ہے اور اس کے بنانے والے اب موجود نہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ حالات بہت ہی افسوسناک ہیں ضرورت ہے کہ اس طرف ہماری جماعت فوری توجہ کرے اور مسجد کی تعمیر کے لئے ہر جگہ چندے جمع کئے جائیں تاکہ خدا کا یہ گھر جو وسط یورپ میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لاکھوں روپے کے صرف سے تعمیر ہوا اور احمدی خواتین کے زیورات اس کے مناروں کی بلندی کا موجب ہوئے ہماری تھوڑی سی قربانیوں کا محتاج نہ رہ جائے،

انجمن نے فی الحال دو ہزار پونڈ اس کے لئے منظور کئے ہیں اور کچھ دوستوں نے بھی رقوم عطا فرمائی ہیں جن کی فہرست دوسری جگہ درج ہے، لیکن یہ کافی نہیں جب تک قوم کا ہر چھوٹا اور بڑا، مرد اور عورت اس میں حصہ نہ لے، چاہیئے کہ جس طرح ہم اپنے گھروں کی تعمیر اور شان و شوکت کو بڑھانے میں لگے رہتے ہیں خدا کے گھر کے لئے کچھ نہ کچھ قربانی سے کام لیں، تاکہ آخرت میں ہمارے لئے اس سے بہتر گھر بن سکے۔

حق کی مخالفت آخرکار ناکامی کا موجب ہوتی ہے

موجودہ مخالفت میں خدا تعالیٰ کے آگے گرو اور اسی سے مدد طلب کرو

خطبہ جمعہ مورخہ ۸ر جولائی ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

صٓ والقرآن ذی الذکر .... ان کلّ الا کذّب الرّسل فحقّ عقاب (سورہ صٓ رکوع اوّل)

مسلمانوں کی کمزور جماعت اور عرب کی شدید مخالفت

اِس رکوع میں بڑی عبرت کا سبق ہے، ایک طرف عرب کے قبائل ہیں، ان کے بڑے بڑے سردار ہیں، ان کو اپنی عزت، اپنے جتھے، اپنے اقتدار، اپنے ساز و سامان پر بہت بڑا گھمنڈ ہے، دوسری طرف ایک غریب، بیکس، کمزور جماعت ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان ان کا لیڈر ہے، وہ کہتا ہے اللہ واحد ہے، اس کی تعلیم حق ہے، اس قرآن پر جو چلے گا اس کو عزت عطا کی جائے گی، اس دعوے کی تکذیب میں ایک قوم کھڑی ہے ان کو اپنی عزت پر بڑا گھمنڈ ہے۔

قرآن کے ذریعہ عزت و بزرگی

صٓ والقرآن ذی الذکر اللہ حق ہے اور یہ قرآن عزت اور بزرگی کا موجب ہے بل الذین کفروا فی عزۃ و شقاق۔ اس کے مقابلہ میں جو لوگ کھڑے ہیں، وہ جھوٹی عزتیں لئے پھرتے ہیں اور بڑی شدت کی مخالفت اور دشمنی پر تلے ہوئے ہیں، یہ دو جماعتوں کا مقابلہ ہے ایک طرف غریب بے نوا مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت ہے، اس کے بارہ میں فرماتا ہے، خدا حق کی عزت کرتا ہے اس کا وعدہ ہے کہ میں رسولوں کی عزت کروں گا، سخت ترین تکلیفیں انہیں دی جاتی ہیں، لیکن حق پرست انسان مصائب میں لذت پاتا ہے، باطل پرست مصائب کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اس کے دل میں کمزوری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہ لذکر لک ولقومک یہ قرآن تیرے لئے عزت کا موجب ہے اور تیری قوم کے لئے بھی، لقد انزلنا الیکم کتابا فیہ ذکرکم ہم نے تمہاری طرف وہ کتاب اتاری جس میں تمہاری عزت و شرف اور بزرگی کا سامان رکھا گیا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن ہی کی روشنی میں فرمایا ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما و یضع بہ آخرین۔

کفار کی شیخی بازی

ایک طرف مسلمانوں کی کمزور اور قلیل جماعت کو تسلی دی ہے کہ اس قرآن کے ذریعہ سے تمہاری عزت بڑھے گی اور دوسری طرف وہ جو عزت والے بنے پھرتے اور شدید مخالفت پر ڈٹے ہوئے ہیں ان کو تنبیہ کی ہے کہ اھلکنا من قبلھم من قرن فنادوا ولات حین مناص ان سے پہلے ہم نے کتنی نسلیں ہلاک کیں انہوں نے اس وقت دہائی دی لیکن ان کی مخلصی کا وقت نہ رہا تھا، ہم کفار کو یہ یقین تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے وعجبوا ان جاءھم منذر منھم وقال الکافرون ھذا ساحر کذاب تعجب کرتے ہیں کہ ہمیں میں سے ہو کر ہمیں ڈراتا ہے، پھر کہتے ہیں یہ تو جھوٹا جادوگر ہے اجعل الالھۃ الھا واحدا ان ھذا لشیء عجاب یہ تو عجیب ہی بات ہے وانطلق الملا منھم ان امشوا واصبروا علیٰ الھتکم ان ھذا لشیء یراد ان کے بڑے بڑے لوگ کہتے تھے، چلو لوگو دیکھتے ہو تم اپنے معبودوں کی پرستش پر ڈٹے رہو، اس میں کوئی خاص غرض ہے ما سمعنا بھذا فی الملۃ الاخرۃ ان ھذا الا اختلاق ہم نے پچھلوں میں تو یہ باتیں نہیں سنیں، یہ تو محض بناوٹ ہے ءانزل علیہ الذکر من بیننا کیا ہم میں سے یہی ایک تھا جس پر خدا کی وحی نازل ہوتی تھی، ہم ہیں اور بڑے بڑے آدمی نہیں ہیں؟ کہ ایک یتیم کو جس کو کوئی علم بھی نہیں نبی بنا کر بھیجدیا لولا نزل ھذا القرآن علیٰ رجل من القریتین عظیم کیوں نہ ہم میں سے کسی کو منتخب کر لیا، ہم ہیں بڑے بڑے آدمی ہیں، مکہ میں بھی ہیں، طائف میں بھی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ام عندھم خزائن رحمۃ ربک العزیز الوھاب۔ کیا تیرے رب کے خزانے ان کے پاس رکھے ہیں، وہ غالب ہے جس کو چاہے اپنی جناب سے نبوت و رسالت عطا کرے ام لھم ملک السموات والارض وما بینھما کیا انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ زمین و آسمان کی ملکیت ان کے ہاتھ میں ہے؟ یہ ہمارے ہاتھ میں ہے فلیرتقوا فی الاسباب اگر ان کے ہاتھ میں ہے تو چاہیئے کہ وہ ایسا سامان کریں جس کے ذریعے اوپر چڑھ جائیں۔ اور خدا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کرنے سے روکیں۔

کفار کی ہلاکت کی پیشگوئی

جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب بے شک ان کا لشکر بہت بڑا ہے لیکن یہ ابھی ابھی شکست کھا جائے گا کذبت قبلھم قوم نوح وعاد و فرعون ذو الاوتاد ان سے پہلے بڑے بڑے جتھوں والے لوگ ہو گذرے ہیں، نوح کی قوم، عاد اور فرعون جس کے پاس بڑے بڑے لشکر اور فوجیں تھیں وثمود وقوم لوط واصحٰب الئیکۃ اولٰئک الاحزاب اور ثمود اور قوم لوط اور جنگلوں کے بسنے والے یہ بڑے بڑے گروہ تھے ان کل الا کذب الرسل فحق عقاب انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہماری سزا ان پر وارد ہوئی وما ینظر ھٰؤلاء الا صیحۃ واحدۃ ما لھا من فواق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرنے والوں کا بھی یہی حشر ہوگا وہ عذاب ہی کے منتظر ہیں جس سے وہ ہرگز بچ نہ سکیں گے۔

موجودہ زمانہ میں مامور الٰہی کی مخالفت

آج کیوں یہ رکوع میں نے پڑھا ہے، میرے دل میں ایک ابال ہے، یہ جن سرکاروں کا ذکر ان آیات میں ہے کہاں گئے کہ مقابل ہلاک کئے جائیں گے اور وہ ہلاک کئے گئے آج حضور کے ایک غلام کے مقابلہ میں بھی ایسے لوگ کھڑے ہیں، جن کے وہی خیالات ہیں کہ ہمارے پاس مال ہے، جتھہ ہے، بے انداز مسلمان ہمارے ساتھ ہیں ہم اس امام کی آواز کو دبا دیں گے اس کی کمزور جماعت کو، اس کے تبلیغی نظام کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیں گے۔ وہ اس جماعت کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں،

جناب الٰہی سے مدد طلب کرو

لیکن خدا ہی اس جماعت کی مدد کرنے والا ہے وہ فرماتا ہے یا یھا الذین استعینوا بالصبر والصلوٰۃ، تم خدا ہی سے مدد چاہو، اس کے آگے گرو اس کی دہلیز پر ماتھا رگڑو، استغفار بہت پڑھو، اسی نے کونوا مع الصادقین کا حکم دیا ہے، تم نے ایک صادق کا ساتھ دیا اب تمہارا امتحان ہے کہ تم کہاں تک اخلاص رکھتے ہو، یہ یقین کرنا چاہیئے کہ خدا نے ایک امام کو مسلمانوں کی ہمدردی کے لئے مبعوث کیا خدا نے انتظام کر رکھا ہے کہ جس وقت دنیا میں ضلالت اور گمراہی پھیل جائے وہ مخلوق خدا

کی اصلاح کے لئے اپنا کوئی بندہ مبعوث کرتا ہے۔

مامور الٰہی کی صداقت آسمان و زمین سے

اس زمانہ میں جو امام اس نے بھیجا اس کی صداقت کی گواہی حدیث نبوی کے مطابق آسمان نے دی جب رمضان میں سورج اور چاند کو ایسی تاریخوں میں گرہن لگا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی کبھی نہیں لگا تھا، یہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی جو ہمارے سامنے پوری ہوئی، اب مولوی سے کیا پوچھیں یہ تو اپنی آنکھ سے دیکھنے کا مسئلہ ہے، چنانچہ ہم نے اپنی آنکھ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھا، پھر حضور نے فرمایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا حضور کی اس دوسری پیشگوئی کے مطابق تیرہ سو سال تک مجدد آتے رہے اور اس چودھویں صدی میں بھی اس نے ایک مجدد بھیجا، ان دونوں پیشگوئیوں کو عملی رنگ میں پوری ہوتے ہوئے دیکھ کر ایک مسلمان کو چاہیئے تھا کہ خوشی سے ناچتا کہ میرے پیغمبر کی بات پوری ہوئی آسمان نے بھی اس مجدد زمان کی صداقت کی گواہی دی اور زمین نے بھی شہادت دی کہ وہ مجدد جس کی رسول خدا نے پیشگوئی کی تھی آگیا ہے

آسمان مے بارد نشان الوقت مے گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تائید من ایستادہ اند

آسمان نے بھی چاند سورج کے گرہن کا نشان دکھایا، اور زمینی حالات نے بھی ثابت کر دیا کہ یہی مجدد کے آنے کا وقت ہے، یہ دونوں شاہد میری تائید میں کھڑے ہیں اور میری صداقت کی گواہی دے رہے ہیں۔

امام وقت کا مذہب

پھر اس امام نے بڑی وضاحت کے ساتھ بتایا کہ میرا دین وہی ہے جو قرآن اور حدیث میں ہے میں اس میں سے ایک شعشہ تبدیل نہیں کر سکتا، میں کوئی نئے احکام نہیں لایا، نہ میرے نہ ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ میرے پاس نئے احکام کوئی نہیں۔

انہوں نے ختم نبوت پر سب سے بڑھ کر زور دیا اور اس بات کی وضاحت کی کہ:-

" اگر ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لائیں اور پھر چپ ہو جائیں تو یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔"

(ازالہ اوہام ص۵۷۷)

" قرآن کریم بعد خاتم النبیین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا ہو یا پرانا"

(ازالہ اوہام ص۷۶۱)

" اللہ تعالیٰ کو شایاں نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایاں اس کو کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کر دے بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۷۷)

موجودہ مخالفت میں حق پرستوں کو خطرہ نہیں

اس کھلی وضاحت کے باوجود مخالف ایسی ہی خطرناک باتیں ان کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو بھڑکاتے ہیں۔ قرآن کریم کی یہ آیتیں جو سورۃ ص سے میں نے پڑھی ہیں بتاتی ہیں کہ حق پرستوں کو کچھ خطرہ نہیں ہوتا، خواہ کتنی بھی زبردست مخالفت ہو، تاہم خدا کے آگے رونا سیکھو، ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیئے کہ تکبر نہ کریں، استغفار بہت پڑھیں اور اپنی تقصیروں کی معافی اللہ تعالیٰ سے چاہیں جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب ان تمام لشکروں کو اور ہر قسم کی قوت کو توڑ دیا جائے گا۔ تمہیں چاہیئے کہ اپنے اندر ایسی خوبیاں پیدا کرو کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کے لئے اتر آئے۔ اگر یہ جماعت تقویٰ اختیار کرے گی، تو ہمارا محافظ خدا ہے، ہمارے پاس دولت نہیں سلطنت نہیں، کوئی بڑا جتھہ ہمارے پاس نہیں، تاریخ کہتی ہے کہ فرعون جیسے بادشاہ کی طاقت و قوت کو خدا نے توڑ دیا۔

ہماری جماعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا ہے کہ کبھی کبھی اس پر ابتلا آئیں، ابتلا سے انسان کے اندر اخلاق پیدا ہوتے ہیں، اس کے ایمان کی پختگی ظاہر ہوتی ہے،

بیوجہ اور ناکام مخالفت

ہم چالیس سال سے دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں حق پرستی بہت کم رہ گئی ہے، اس احمدیہ بلڈنگس سے چالیس سال سے آواز اٹھ رہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قائل تھے، لیکن اس آواز کی کوئی پروا نہیں، اور حضرت صاحب کے اعتقادات کو عجیب رنگ دیا جاتا ہے، جہاں کہیں ہمارا کوئی مبلغ جاتا ہے اس کو بدنام کرنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑتے ہیں، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے لیکچروں اور کتابوں کے ذریعہ سے اسلام کی بلند پایہ خدمات سرانجام دیں، لیکن ان کو بھی بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا پھر جب وہ انگریزوں کو مسلمان کرنے کے لئے گئے تو ان کے اسلام کا سوال پیدا کر دیا، ایک ناممکن کام کرنے کے لئے ایک شخص جاتا ہے اور پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ یہ "زمیندار" کا مالک ظفر علی خاں اور اس کا بیٹا اختر علی خاں بھی خواجہ صاحب کے جانے کے بعد ولایت گئے اور ان کی مخالفت شروع کر دی، جب میں وہاں پہنچا تو ظفر علی صاحب وہاں موجود تھے انہوں نے مخالفت کا طوفان برپا کر رکھا تھا لیکن وہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکا، ووکنگ مشن برابر ترقی کر رہا ہے لیکن مخالفت کرنے والے کہاں ہیں، پچھلے سال بھی لوگوں نے ہمارے خلاف ایک طوفان برپا کیا تھا، مگر خدا نے جماعت کو محفوظ رکھا، اب دوبارہ اسی قسم کی آندھیاں چلنے لگی ہیں، خدا تعالیٰ ہی ان سے محفوظ رکھنے والا ہے۔

برلن میں مخالفت اور اس کا نتیجہ

میں جب پہلی بار برلن گیا تو وہاں میرا مقصد مسجد تعمیر کرنا تھا، لیکن ہندوستانیوں اور مصریوں اور افغانوں نے شدید مخالفت کی، میں نے ہر چند اپنے عقاید بیان کئے، لیکن مخالفت کم نہ ہوئی اور یہ مشہور کیا گیا کہ یہ مسجد انگریزوں کے روپیہ سے بن رہی ہے، اور یہاں انگریزوں کی حمایت میں لیکچر ہوا کریں گے، اور اعلان کیا گیا کہ مسجد نہیں بننے پائے گی، خدا کی ذات کے سوا میرا .... تو ساتھی کوئی نہ تھا، کوئی جمعیت نہ تھی، لیکن میں واضح طور پر اس وقت بھی یہی کہتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب مجدد ہیں ان کا ماننا جزو ایمان نہیں ان کا استحقار اور استخفاف جائز نہیں، اس شخص کو میں کس طرح چھوڑ سکتا ہوں جس نے قرآن کریم کے علم کے دروازے کھولے۔ میں نے خیال کیا کہ آخر مرنا تو ہے ہی، یہ پرلے درجہ کی بے ایمانی ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے اس امام کو برا کہا جائے اور اس کی مجددیت سے انکار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری اس استقامت کو نوازا اور لندن، برلن اور لاہور میں بھی خدا تعالیٰ ہی نے ہماری حفاظت کی۔

اپنی اصلاح کرو

پس میں اس جماعت کو خدا کے فرمودہ کی تلقین کرتا ہوں، کہ اپنی اصلاح کرو، تقویٰ اختیار کرو، اپنے اموال کو خدا کے دین کی اشاعت کے لئے خرچ کرو ورنہ تم سے مواخذہ کیا جائے گا کہ ایک امام کو تم نے دیکھا اور پھر اس کی پیروی پورے طور پر نہیں کی، اس کا کہنا مانو اور خدمت اسلام میں لگ جاؤ، میں پھر کہتا ہوں اپنی اصلاح کرو، اور استغفار بہت پڑھو، تاکہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بقیہ صفحہ ۸

کئے بالخصوص چھوٹے نبی ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی کا سارا قصہ سنایا، اور پنڈت لیکھرام کے قتل کے واقعات بیان کئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ کرتا تھا، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بار بار سمجھانے پر بھی باز نہ آیا اور آخر تباہ ہو گیا۔

میرے بعد جناب محمد یوسف صاحب سابق نائب صدر انجمن نے بھی پندرہ منٹ کی تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل بیان کئے اس کے بعد دعا کی اور شیرینی تقسیم کی گئی، فقط والسلام۔ خاکسار عبدالستار پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ڈکرائمک(؟)

(ایڈیٹر کا مضمون نگار کی ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں)

علمِ حدیث کا نیا جائزہ

از ڈاکٹر سید عبد اللطیف

مَیں نے پچھلے سال ماہ جنوری اور فروری میں اکاڈمی آف اسلامک سٹڈیز کی طرف سے دنیا کے مختلف گوشوں کے معتقد مسلمان علماء صحافیوں، واضعانِ قوانین اور ناظمین کی توجہ اکاڈمی کے ایک منظور کردہ بیان کی طرف مبذول کرانے کا فخر حاصل کیا تھا، جس میں علمی طریقوں سے علم حدیث کے مطالعہ کے لئے ایک جدید ذریعہ تجویز کرتے ہوئے اس ضرورت کا اظہار کیا تھا کہ دنیائے اسلام کے ممتاز اور فاضل علماء کی ایک جماعت بنائی جائے جو حضرت نبی کریم صلعم کی معتبر احادیث کے واحد اور مستند مجموعہ کی تدوین عمل میں لائے، تاکہ موجودہ دَور میں اس کے ذریعہ قرآنی محکمات کے مطالعہ میں مدد مل سکے، اس تجویز کی تہ میں مقصد اولیٰ یہ تھا کہ فکر اسلامی کے جدید تعین کے لئے ایک راہ ایسی بنیاد پر تیار کی جائے جس پر ساری امت خصوصاً اس کے قانونی حلقہ کا کامل اتفاق ہو اس بیان میں اس تجویز سے پیدا ہونے والی مختلف تنقیحات موجود تھیں، اور ان پر آراء طلب کی گئی تھیں، مجوزہ تنقیحات حسب ذیل تھیں:-

(۱) علم حدیث کی تحقیقات اور ریسرچ کی ضرورت اور نبی صلعم کی احادیث کے واحد مستند مجموعہ کی تدوین۔

(۲) اس مقصد تک رسائی کا طریقہ

(۳) وہ وسیلہ جس کی زیر سرپرستی مجوزہ ادارۂ تحقیقات کی تشکیل عمل میں آئے۔

(۴) ادارہ کی ہیئت ترکیبی

(۵) ادارہ کے لئے دریافت طلب مسائل۔

(۶) ریسرچ کی تنظیم اور اس کے نتائج کی اشاعت کے لئے سرمایہ کی فراہمی۔

یادداشت کے جوابات کا جائزہ

یادداشت کا ردّ عمل وسیع نہیں ہے، لیکن اس بات کی پہلے ہی توقع تھی، ان اصحاب کی ایک ایسے موضوع پر جو کئی صدیوں سے پیشہ ور علماء کا محفوظ سرمایہ رہا ہے اظہار خیال کرنے میں تامل ..... کیا ہے، ان اصحاب سے جو خطاب کیا گیا وہ ابتدائی طور پر تعلیمی اور معلوماتی خصوصیت کا حامل تھا۔ اور یہ مقصد حل ہو گیا ہے، حقیقت میں یادداشت کا پیغام اسلامک ریویو ووکنگ لندن، طلوع اسلام کراچی، تجدید عہد لاہور، مدینہ بجنور، پیغام دہلی، اور نوٹس آن اسلام کلکتہ جیسے کثیر الاشاعت رسائل میں رضاکارانہ اشاعت کی وجہ سے ہمارے اہل الرائے کے بہت وسیع حلقہ تک پہنچ چکا ہے، بہرکیف ردّ عمل کی ان اصحاب کی طرف سے ضرورت تھی جو کسی نہ کسی طرح سے احادیث کی چھان بین کرتے رہتے ہیں

اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ جس حد تک یہ پیش کیا گیا ہے اسے تسلی بخش سمجھنا چاہیئے، حتیٰ کہ غیر متوقع حلقوں کی طرف سے بھی یہ جواب موصول ہوا ہے کہ علم حدیث کے نئے جائزہ کی ضرورت ہے۔

اب تک موصول شدہ جوابات میں سے زیادہ تعداد بالترتیب ہندوستان، پاکستان اور مصر کی جانب سے موصول ہوئی ہے، باقی عالم اسلام کا ردّ عمل گو محدود ہے، لیکن خصوصیت کا حامل ہے اور اسلام کے طالب علم کے لئے جو خاص طور پر اس مذہبی بحران میں دلچسپی لیتا ہے جو موجودہ زمانہ میں عالم اسلام کو درپیش ہے۔ از حد معنی خیز اشارات مہیا کرتا ہے۔

ان اصحاب کے لئے جنہوں نے اکاڈمی کی یادداشت کا جواب ارسال کیا ہے، ان نظریات کا ایک تنقیدی خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو اس وقت تک ظاہر کئے گئے ہیں، موصول شدہ جوابات کی ایک کثیر تعداد تجویز کے حق میں ہے، لیکن اس سے پہلے کہ ان پر غور کیا جائے، بہتر ہوگا کہ باقیماندہ پر بھی ایک نگاہ ڈال لی جائے، خصوصاً اس لئے کہ ان سے ان رجحانات کا پتہ ملتا ہے جو آجکل اسلام کے اندر کار فرما ہیں، "رجعت پسندانہ اور انقلاب پسندانہ رجحانات جنہوں نے درحقیقت اکاڈمی کی پیش کردہ تجویز کے لئے بنیادی خیال فراہم کیا تھا۔

اوّل۔ وہ اصحاب ہیں جو موجودہ حالت پر قانع ہیں، یہ وہ انتہاء پسند محدثین ہیں جو روایتی اسلام کی قدیم شکل کی طرف رجعت کو ترجیح دیتے ہیں۔

دوم۔ ایک جماعت وہ ہے جو احادیث اور روایات کے سارے مجموعہ کو مسترد کرتی ہے اور انہیں وضعی اور بے نتیجہ سمجھتی ہے، یہ جماعت کہتی ہے کہ ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔

سوم۔ ایک مکتب خیال ایسا ہے جو روایتی اسلام کے سارے ڈھانچہ کو جو تاریخی ادوار میں قرآن اور حدیث کے ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے سے بنا ہے، ترک کرنا چاہتا ہے اور اسلام کی رُوح سے مطمئن ہے، یہ رجحان کسی طرح بھی ناقابل غور نہیں، یہ پہلے ہی ترکیہ میں ایک ٹھوس شکل اختیار کر چکا ہے، اور اسلامی دنیا کے دوسرے گوشوں میں بھی اپنا اثر پھیلانے لگا ہے، یہ اس وسیع ذہنی تحریک کا جزو ہے جس کا مقصد قانون کو مذہب سے الگ کرنا اور معاشری زندگی کو لادینی بنانا ہے۔ دوسری اور تیسری قسم کے اصحاب اس اسلام کے لئے ایک طاقتور ردّ عمل پیش کرتے ہیں جس پر احادیث کا تسلط ہے اور وہ پہلی قسم کے اصحاب سے کوسوں دُور ہیں۔

چہارم۔ ایک مکتب خیال ایسا ہے جو روایتی اسلام کے لئے اپنی جذباتی محبت اور مغربیت کے لئے اپنی ذہنی فریفتگی کے درمیان معلق ہے، ایسے اصحاب جو اس پریشان کُن حالت میں ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ "تجدد کو اندرونی روایت کی حمایت کے ساتھ ملا دیں"۔

سرسری نگاہ سے دیکھا جائے تو رجحانات کے مذکورہ بالا تجزیہ کو ستمبر ۱۹۵۳ء میں ممالک متحدہ امریکہ میں پرنسٹن یونیورسٹی اور لائبریری آف دی کانگریس واشنگٹن کی مشترکہ سرپرستی میں منعقد ہونے والی کلوکیم آف اسلامک کلچر کی کارروائی سے کسی حد تک تقویت ملتی ہے، جس کا اس جائزہ کے دوران میں کبھی کبھی میں حوالہ دوں گا۔

انہیں مختلف رجحانات کی اصلاح کے لئے اکاڈمی نے یہ منصوبہ پیش کیا تھا کہ علم حدیث کو ان تمام باتوں سے پاک کر دیا جائے جو قرآن سے الگ ہیں، تا کہ ان دونوں کے مابین موجودہ زمانہ خصوصاً قانون کے دائرہ کے لئے فکرِ اسلامی کے جدید تعین کے ساتھ ابتدائی طور پر ایک ہم آہنگ اندرونی رشتہ قائم ہو جائے۔

اس سے پہلے کہ میں زیر بحث مسئلہ، جو بذات خود ایک قطعی رجحان سمجھا جائے گا کی طرف رجوع کروں، مَیں ان رجحانات پر سلسلہ وار اظہار خیالات کرتا ہوں۔

پہلی جماعت

وہ اصحاب جو موجودہ حالات پر قانع ہیں یا علم حدیث کی تحقیقات کے مخالف ہیں، ان کی نمائندگی ہماری فہرست کے چار مضمون نگاروں کی طرف سے کی گئی ہے۔ یعنی: ڈاکٹر عمر۔ اے فاروق، رکن عرب اکادمی دمشق، پروفیسر ایم اے۔ عمروی۔ سابق ہیڈ آف کیمسٹری، سکول آف فارمیسی قاہرہ یونیورسٹی، ڈاکٹر ایم حمید اللہ، جو پہلے جامعہ عثمانیہ میں ریڈر ان انٹرنیشنل لاء تھے اور مسلم کنڈکٹ آف سٹیٹ کے مصنف ہیں اور آج کل پیرس میں مقیم ہیں، اور مسٹر محمد رحیم الدین جو آرٹس کالج ورنگل ریاست حیدرآباد دکن کے سابق پرنسپل اور موطا امام مالک کے انگریزی مترجم ہیں (یہ ترجمہ تاحال شائع نہیں ہوا)

ڈاکٹر فاروق فرماتے ہیں:-

"میرے خیال میں اس طریق میں کوئی کام کرنے کا مطلب صرف وقت اور محنت کا ضائع کرنا ہے، آپ کے مجوزہ ہر ایک مسئلہ پر ہمارے شاندار ماضی کے چند معتقد مصنفین نے انتہائی قابلیت سے اظہار خیال کیا ہے، چھان بین کی ہے، تحقیق کی ہے، تمام ممکن طریقوں اور ضروریات کا انتظام کیا ہے اور فہرستیں بھی مرتب کی ہیں"

بہرکیف آپ مزید فرماتے ہیں:-

"خارجی تنقید کے مطابق علم حدیث کی جدید ترتیب یقیناً ایک بالکل الگ موضوع ہے"

پروفیسر غزنوی کو احادیث کی جدید میکانکی ترتیب اور تقسیم پر کوئی اعتراض نہیں۔ پروفیسر غزنوی کا خیال ہے کہ:۔

(ا) ان روایات کو جنہیں متواتر کہا جاتا ہے، یکجا کر دیا جائے۔ اور

(ب) متناقض احادیث کی ایک فہرست مرتب کی جائے اور علماء سے احادیث سے رجوع کیا جائے کہ ان کی تشریح کریں۔

پروفیسر غزنوی کا خیال ہے کہ اگر اسلام کے ہر فرقہ کے مجموعوں کے بارے میں یہی طریقہ اختیار کیا جائے تو یہ نتائج کا ایک متناسب مطالعہ کرنے کا موقعہ ہوگا اور یہ معلوم کرنے کا کہ مسلم قوم احادیث کے ایک یا زیادہ مجموعوں کے ذریعہ جو ہر جماعت کے اندر تمام فریقوں یا ساری قوم کے تمام فرقوں میں مشترک ہوں ایک دوسری کے کتنی قریب ہیں اور مزید کتنی قریب لائی جا سکتی ہیں۔

ڈاکٹر حمیداللہ کا خیال ہے کہ علما کی ایک ایسی جماعت حاصل کر لینے کا بہت کم امکان ہے جس پر ساری اسلامی دنیا متفق ہو اور ان علماء کے لئے متفقہ فیصلے کرنے کا بہت ہی تھوڑا امکان ہے، یہاں آیندہ نسلوں کا سوال نہیں، جب ایک جیسے ایماندار اور فاضل علماء موجودہ زمانہ کے علماء کے فیصلوں میں غلطیاں نکالیں گے، بالکل جس طرح ہم بخاری اور مسلم جیسے بلند مرتبہ فاضلان متبحر کی غلطیاں تلاش کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر حمیداللہ فرماتے ہیں:۔

"اس لئے میں کچھ اور تجویز کرتا ہوں یعنی احادیث کے ایک منظم مجموعہ کی اشاعت، ہمارے متقدمین کی اس سلسلہ میں انتہائی کوششوں کے باوجود ابھی تک نبی صلعم سے مروی احادیث کے عظیم الشان مستند مجموعہ کی گنجائش اور ضرورت بھی ہے، میرا مطلب ایک ایسے مجموعہ سے ہے جو نہ صرف ایک ہی حدیث کے مختلف ذرائع بتائے بلکہ اس کی تمام تبدیل شدہ اشکال کو بھی بتائے اور ایک مکمل فہرست بھی۔"

آپ مزید فرماتے ہیں:۔

"انفرادی احادیث کو تاریخ وار مرتب کیا جائے یعنی اس محدث کے عہد کے مطابق جس نے اسے روایات کیا ہو"

اُن کا خیال ہے کہ ایک ہی حدیث کے تکرار سے احتراز کی بدولت موجودہ صحیح بخاری کی احادیث کی ایک لاکھ یا اس کے لگ بھگ تعداد میں سے مسکرر حدیثوں کی تعداد بہت کم ہو جائے گی۔

ڈاکٹر حمیداللہ کی یہ تجویز کہ "تمام موجودہ احادیث" کو یکجا کر کے ان کی موزوں فہرست بنا دی جائے اور تکرار ترک کر دی جائے۔ کافی معقول ہے، اور گمان غالب ہے کہ کوئی ادارۂ تحقیقات، اس طرح مرتب شدہ احادیث کے پورے سلسلہ میں قطع و برید کرنے یا اُن میں سے ہر اس چیز کے جو قرآنی تصورات کے متناقض ہو، یا اُن سے الگ ہو یا جو نبی صلعم کے کردار کو جو ان میں پیش کیا گیا ہے، دھندلا بنانے یا خراب کرنے والی ہو، اخراج کے طریقہ سے پہلے اولین قدم ہی اُٹھائے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس پر آرا طلب کی گئی تھیں، اور اسی پر ڈاکٹر حمیداللہ نے خامہ فرسائی نہیں کی، آپ کا خیال ہے کہ اگر موجودہ نسل نے قطع و برید کی طرف رجوع کیا تو آیندہ نسلوں کو بھی ایسا کرنے کی تحریص ہوگی، انہیں ایسا کرنے دیجئے، انہیں ایسا کرنے کا پورا حق ہے۔ ہر وہ قدم جو احادیث کو قرآن کے قریب لانے کے لئے اُٹھایا جائے گا، وہ اسلام کی طرف جانے والے راستہ پر پیشقدمی کے مترادف ہوگا، ورنہ احادیث مرتب کرنیوالوں کی موروثی تعظیم و تکریم کی وجہ سے ان کی حمایت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی صلعم کو دیدہ دانستہ فراموش کر دیا جائے جیسا کہ آج تک کیا گیا ہے، تو پھر ہم نبی صلعم اور ان کے نظام کے نقادوں کے چیلنج کا مقابلہ کس طرح کریں، جو خود صحاح یعنی نبی صلعم کی احادیث کے چند معتبر مجموعوں میں سے کیچڑ نکال کر ہر موقعہ پر آپ پر اُچھالتے ہیں۔ جب تک قطع برید نہ کی جائے، ایک باقاعدہ اور علمی فہرست والا مستند مجموعہ جس کی سفارش ڈاکٹر حمیداللہ نے کی ہے، اسلام کے نقادوں کے لئے ایک از حد خوش آیند تحفہ ہوگا، کیونکہ اس میں ان کے استعمال اور فائدہ کے لئے ہر چیز کا موزوں خلاصہ موجود ہوگا۔

مسٹر ایم رحیم الدین کو بھی ڈاکٹر حمیداللہ کے ساتھ شریک سمجھا جا سکتا ہے، اصل میں آپ اُن سے بھی ماوری جانا چاہتے ہیں، آپ چاہتے ہیں کہ نہ صرف موجودہ روایات کو جمع کیا جائے اور ان کی فہرست بنائی جائے جنہیں ڈاکٹر حمیداللہ اپنے مستند مجموعہ میں شامل کرنا چاہتے ہیں، بلکہ ان تمام احادیث سے بھی یہی سلوک کیا جائے جو "موجود نہیں، ردہ یا متروک اور منظور شدہ ہیں"، آپ ہمیں مشورہ دیتے ہیں کہ ہم قرآن اور احادیث پر سے خیالی پردے اُٹھانے میں مصروف نہ ہوں۔

جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۵۵ء کو دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی میں بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کی تقریب پر جلسہ منعقد ہوا جس میں حسب ذیل احباب نے تقاریر کیں:۔

جناب امام صاحب[1] پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی نے مجدد دین آنے کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس صدی کے مجدد اور مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اس کے بعد راقم الحروف نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد بعثت مجدد دین کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے بھگوت گیتا کا پہلا شلوک پڑھ کر سنایا جس کا ترجمہ ایک فارسی شاعر نے یوں کیا ہے ؎

چو بنیاد دیں سست گردد ہمے
نمائیم خود را بشکل کسے

یعنے جب دین کی بنیاد بہت کمزور ہو جاتی اور دنیا میں ظلمت و گمراہی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی ہادی کے ذریعہ سے اپنا نور دُنیا میں بھیجتا ہے۔ پہلے یہ نور انبیا کی صورت میں نازل ہوتا رہا، لیکن جب کہ نبوت بند ہو گئی تو امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے اسی امت محمدیہ میں سے ہی اللہ تعالیٰ نے مجدد دین کا سلسلہ جاری کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۱۲۰۰ سال سے ہر صدی کے سر پر مجددین آتے رہے اور ہر ایک مجدد اللہ تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل کر کے دُنیا کو ہدایت دیتا رہا۔ اسی طرح اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کثرت سے وحی الٰہی اور مکالمہ مخاطبہ حاصل ہوا، وحی الٰہی کے لفظ سے ہمارے علماء گھبرا جاتے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ پہلی امتوں میں غیر انبیاء کو بھی وحی ہوتی رہی، مثلاً حضرت موسےٰ کی ماں کو بھی وحی سے حصہ ملا، واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذ اوحیت الی الحواریین۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر ہم نے وحی کی، حالانکہ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نبیہ تھیں اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری نبی تھے ان پر جب اللہ تعالیٰ نے وحی کی ہے تو سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو خیر الامم کہلا کر بھی یہ شرف وحی الٰہی کا نہ ہونا بڑی عجیب بات ہے،

میں نے بتایا یہ وہ صدی ہے جس کا ذکر خاص زبان مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہے اور یہ وہ بزرگ نبی ہے جس کی آمد کی اطلاع خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آج سے ۱۳۰۰½ سال قبل دے چکے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر عمل کیا اور اس موعود مجدد کو پہچان لیا میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے دشمنی کرنا گویا اللہ سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہونا ہے ـــــ ان جھٹلانیوالوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو بھی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں آتا تھا وہ ہلاک ہو کر آپ کی صداقت پر مہر کر جاتا تھا اس ضمن میں..... مثال کے طور پر میں نے چند نشانات پیش

(باقی صفحہ پر)

[1] امام صاحب احمدیہ انجمن کے صدر ہیں اور جب سے ریلوے ملازمت سے ریٹائر ہوئے ہیں ہر روز کسی نہ کسی محلہ میں اور کسی نہ کسی کے مکان میں عورتوں اور بچوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے ہیں، ہر روز ایک ایک محلہ میں پروگرام بناتے ہیں۔ ان کی عمر قریباً ۷۰ سال ہو گی آنکھوں سے ضعیف ہو گئے ہیں، پھر بھی اللہ کے دین کی تڑپ اپنے دل میں لئے ہوئے راتوں اور اندھیرے کی پروا نہ کرتے ہوئے پھرتے رہتے ہیں۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

ووکنگ مشن کے متعلق سچوانی صاحب کے خیالات

۱۴ر جون - بروز منگل :-

اخویم ابراہیم آدم سچوانی صاحب بصرہ کے شریک کار فیض محمد صاحب آج امریکہ سے بذریعہ ہوائی جہاز بغداد آرہے ہیں، ان کے استقبال کے لئے سچوانی صاحب بعد الظہر ہوائی جہاز سے بصرہ سے بغداد آئے ہیں آج سویرے خاکسار سے ملاقات ہوئی، تقریباً ایک گھنٹہ سے زیادہ صحبت رہی یورپ کے سفر کے حالات سناتے رہے، لندن ووکنگ کے حالات ہمارے تبلیغی مشن و جامع ووکنگ کی خدمات دینیہ۔ دنیا کی رہنمائی کے لئے ووکنگ مشن کے قائم رہنے کی ضرورت اسلامک ریویو کو ہر حالت میں جاری رکھنے کی حاجت، اس کے فوائد، اس کا تمام دنیا پر اثر۔ نماز عید الفطر ووکنگ اور نماز جمعہ بر مکان پاکستانی ہائی کمشنر لندن کے چشمدید حالات بتلاتے رہے۔ حضرت مولانا شیخ محمد عبد اللہ امام جامع ووکنگ اور ان کی اہلیہ صاحبہ اور مولانا عبد المجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو کی مخلصانہ انتھک خدمات کا ذکر بھی فرمایا۔ مادی دنیا کے اس دوسرے کعبہ (پہلا کعبہ اب واشنگٹن ہے) میں اللہ اکبر کی صداؤں کی گونج کا سہرا ووکنگ مشن کے سر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمناؤں اور آرزوؤں، غلبۂ اسلام کے پورا ہونے کا ذریعہ۔ اس کو مضبوط سے مضبوط تر ہونا چاہیئے یہ کام انصار مسیح موعود کا ہے انہیں کے مقدس ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔

سچوانی صاحب کا گرانقدر عطیہ

اس سے پہلے ان اوراق میں بتلایا تھا کہ سچوانی صاحب نے جلسہ عید الفطر ووکنگ کے اخراجات میں ایک ہزار روپیہ (سکہ پاکستانی) عطیہ دیا اب یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامک ریویو کی امداد کی مد میں بھی پانچ سو روپیہ عنایت فرمایا ہے جزاھم اللہ احسن الجزاء سچوانی صاحب کل سویرے بذریعہ ہوائی جہاز بصرہ واپس ہوں گے، اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت رکھے اور دین متین کی خدمت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک معترض کو جوابی لٹریچر

۲۲ر جون بروز بدھ :-

"خادم قوم" عبد اللہ سنی الحنفی شیموگہ ضلع میسور نے ایک اشتہار بعنوان "قادیانیوں کے فتنے سے بچنے کی اپیل" شائع کیا ہے۔ اس کا جواب جماعت احمدیہ شیموگہ نے بعنوان "طالب حق کے لئے مقام غور و فکر" دیا ہے جسے آزاد نوجوان مدراس نے شائع کیا ہے، میری نظر سے گذرا "خادم قوم" نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر وہی بوسیدہ اعتراضات کئے ہیں جو مخالفین ہمیشہ کرتے آئے ہیں، مجھے خیال گذرا کہ اس "خادم قوم" کو خادم اسلام کی طرف سے از دار السلام بغداد شریف "زمانہ کے امام کو پہچانو" بغرض تحقیق حق پیش کیا جائے ممکن ہے شرح صدر کا باعث ہو، لہذا ایک نسخہ بذریعہ ڈاک روانہ کیا۔

چیمہ صاحب کا مضمون

۲۳ر جون بروز جمعرات :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے ایک گھنٹہ سے زائد صحبت رہی، آج سویرے نماز کے بعد محترمی چوہدری محمد حسن چیمہ کا مضمون "دور حاضر کی مظلوم ترین ہستی" مندرجہ مسیح موعود نمبر ختم کیا تھا یہی موضوع گفتگو رہا، چیمہ صاحب کے مضمون کے آئینہ میں مخالفین سلسلہ خصوصاً مولانا مودودی صاحب اور مولانا غلام احمد پرویز صاحب کے خد و خال بہت صاف شفاف نظر آنے کا ذکر رہا، حق تو یہ ہے کہ چیمہ صاحب نے دس شرائط بیعت کی دسویں شرط کو کما حقہ ادا فرمایا اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ امید ہے چیمہ صاحب حسب وعدہ مودودیت اور پرویزیت پر اپنا توسن رفتار قلم جنبش میں لادیں گے، اور وضاحت و تفصیل کے ساتھ ان کے سارے پہلوؤں پر سیر کن بحث فرماکر وابستگان سلسلہ کے لئے مزید معلومات اور مخالفین کے لئے سرمۂ بصارت اور سعید روحوں کی روحانی پیاس کو بجھانے کا سامان مہیا کریں گے۔ یہ سیر کن بحث کتابی صورت میں شائع ہو تو بہت بہتر ہوگا۔

مسجد سان فرانسسکو کیلئے عطیہ

۲۴ر جون بروز جمعہ :-

اخویم محترم بشیر احمد صاحب منٹو سان فرانسسکو کو بذریعہ ایرمیل خط لکھا اور مبلغ پچاس ڈالر کا چیک مسجد فنڈ (سان فرانسسکو) ساتھ بھجوایا۔ یہ عطیہ سید صفدر علی صاحب کی جانب سے تعمیر مسجد سان فرانسسکو ملا ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ سید صفدر علی صاحب نے یہ رقم عرصہ ہوا بشکل دینار دیئے تھے جو اخویم محمد بشیر گل صاحب کے پاس اس غرض سے رکھے تھے کہ وہ خود پچھلے اپریل میں امریکہ جانے والے تھے مقصد یہ تھا کہ وہ خود یہ رقم امریکہ میں جاکر دیدیں لیکن وہ کسی وجہ سے نہ جاسکے تو انہی کی معرفت ڈالر لے کر چیک کی صورت میں ارسال کر دیئے گئے۔

سکھ ایجی ٹیشن کے متعلق گفتگو

۲۷ر جون بروز پیر :-

اخویم صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے۔ بیمار ہیں کھانسی کی شکایت بے حد بڑھی ہوئی ہے دعا کے لئے درخواست کرتے ہیں، ایک گھنٹہ بیٹھے رہے ہندوستان میں سکھوں کی موجودہ حالت اور ۱۹۴۶ء میں قائد اعظم مرحوم کی پیشکش پر گفتگو رہی ۱۹۴۷ء میں مشرقی پنجاب میں سکھوں کے ہولناک مظالم مسلمانوں کا قتل عام، تاریخ نے تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی کو دہرایا، ممکن ہے تاریخ "پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے" کا بھی اعادہ کرے، اسلام کی صحیح تصویر، بابا نانک کی صحیح تعلیم پیش کرنے کی ضرورت ہے، اہل دل حضرات کا یہ کام ہے۔ خلوص اور دردہی اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ قدرت کے ہاتھوں میدان صاف ہو رہا ہے، آوازۂ حق بلند کرنے کا زریں موقع ہے، نتیجہ خوشگوار پیدا ہونے کا کامل یقین ہے۔

خانبہادر غلام ربانی صاحب کا جوش تبلیغ

۲۸ر جون ۱۹۵۵ء بروز منگل :-

مانسہرہ سے اخویم محترم جناب غلام ربانی خانصاحب نے اپنے مکتوب ۲۴ر جون کے ذریعہ فقیر کو یاد فرمایا ہے پچھلے دنوں جاپان میں "موتمر الادیان" کے سلسلہ میں ان ڈائری کے اوراق میں خانبہادر صاحب کو ان کے ایک ارادہ کے متعلق مخاطب کیا تھا جسے آپ نے ڈائری میں پڑھ کر اس کا جواب عنایت فرمایا ہے۔ یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی کہ ۱۹۵۵ء میں جاپان کی موتمر الادیان میں آپ کا اسلام کے متعلق مفصل مقالہ پڑھا گیا، اس سے بڑھ کر اس بات کی خوشی ہوئی، کہ آیندہ سال ۱۹۵۶ء میں آپ کا ارادہ (حکومت کی خدمات مارچ میں ختم ہوتی ہیں) ہے راہ خدا میں اس پیرانہ سالی میں خدمت دین کے لئے نکل کھڑے ہوتا۔ آپ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ :-

"میرا ارادہ ہے کہ خدمت دین کے لئے نکل جاؤں دعا فرماویں، جاپان کے متعلق مزید معلومات آپ حاصل کرکے وقتاً فوقتاً مجھے یاد کیا کریں میں تو دیسے اس دھن میں لگا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بہتر خدمت اس خادم سے لے، یہ سب اس کے ہاتھ میں ہے"

کاش احباب جماعت میں ایسے "دھن" کے پکے چند اور نکل آئیں تا منزل مقصود (غلبۂ اسلام) قریب سے قریب تر ہو جائے۔ خدا کے فضل و کرم سے صحت بہتر ہے۔

پرویز کے لئے قابل عبرت

۲۹ر جون بروز بدھ :-

آج مؤقر جریدہ "پیغام صلح" کے مسیح موعود نمبر کا مضمون زیر عنوان "فتح نمایاں بنام ما باشد" بقلم جناب فخر الدین احمد صاحب راولپنڈی ختم کیا، مضمون کا آخری حصہ بے حد پسند آیا، پرویز اول اور پرویز ثانی کی مثال دے کر اسلام کی تاریخ میں ایک اہم ترین واقعہ کو عصر حاضرہ کے مسلمانوں کے سامنے بطور ذکری بغرض حصول درس عبرت پیش فرما کر احسان عظیم کیا ہے، خسرو پرویز نے نامہ مبارک رسول اعظم صلعم چاک کرکے جو سزا پائی اور اس کا جو حشر ہوا اس سے زمانہ حاضرہ کے طلوع اسلام کے پرویز کو سبق لیتے ہوئے گستاخ

بچوں کیلئے

پابندئ عہد

(تبسم آرا جماعت دہم - کراچی)

جب کوئی قوم یا کوئی حکومت اسلامی حکومت سے عہد کرنے کے بعد خلاف ورزی کرتی ہے تو اس کے مقابلہ میں سخت اقدام کیا جاتا ہے - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں کفار مکہ نے عہد شکنی کی تو حضور نے دس ہزار مجاہدین کو لے کر ان پر چڑھائی کی - جس کے بعد مکہ معظمہ میں حضور اور سب صحابہ فاتحانہ داخل ہوئے - اور کفار مکہ کو ہمیشہ کے لئے شکست ہو گئی -

عہد کو پورا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی خصوصیت تھی - جس کا اعتراف دشمن بھی کرتے تھے - یہ واقعہ تاریخ اسلام میں نہایت روشن ہے - کہ قیصر روم نے اپنے دربار میں ابو سفیان کو بلا کر حضور کے متعلق سوالات کئے - تو ان میں ایک سوال یہ بھی تھا :- "کیا کبھی محمدؐ نے بد عہدی بھی کی ہے ؟" ابوسفیان کو مجبوراً جواب دینا پڑا کہ "نہیں"

ایک دفعہ ابو رافع ایک غلام قریش کی طرف سے سفیر بن کر مدینہ منورہ آئے چہرہ مبارک پر نظر پڑی تو بے اختیار اسلام کی صداقت ان کے دل میں بیٹھ گئی - عرض کی یا رسول اللہ ! اب میں کبھی کافروں میں لوٹ کر نہیں جاؤں گا ارشاد ہوا میں عہد شکنی نہیں کر سکتا - اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روک سکتا ہوں - تم اس وقت واپس جاؤ - اگر وہاں پہنچکر بھی تمہارے دل کی یہی کیفیت رہے - تو آ جانا - چنانچہ اس وقت واپس چلے گئے اور پھر دوبارہ آ کر اسلام لائے -

خلفائے راشدین اور ان کے بعد سلاطین بھی عہد کی پابندی بہت سختی سے کرتے تھے - چاہے اس میں کتنا ہی نقصان ہوتا ہو - اس قسم کے واقعات بہت دلچسپ ہیں - حضرت عمرؓ کے عہد کا ایک واقعہ ایسا ہی ہے -

ایرانی دور حکومت میں صوبۂ نہاوند کا گورنر ہرمزان تھا - جو کہ اسلام کا بڑا سخت دشمن تھا - جب خونریز جنگوں کے بعد حکومت ایران کو شکست ہوئی - تو بہت سے ایرانی قید کئے گئے - انہیں قیدیوں میں صوبۂ نہاوند کا گورنر ہرمزان بھی تھا - چند دنوں کے بعد اسے اس شرط پر رہا کر دیا گیا کہ وہ باقاعدہ جزیہ ادا کرتا رہے گا - پس ہرمزان نے بھی وعدہ کر لیا - لیکن رہا ہو کر اور وطن پہنچ کر اس نے جزیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا - اسلامی فوج نے بد عہدی کی سزا دینے کے لئے پھر ایران پر حملہ کیا - اسے اس دفعہ بھی شکست ہوئی - اور ہرمزان کو گرفتار کر کے خلیفۂ وقت عمر فاروقؓ کے روبرو پیش کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تم ہی ہرمزان ہو ؟ اور تم ہی نہاوند کے گورنر ہو ؟ تم پر یہ بد عہدی کا الزام ہے - کیا یہ درست ہے ؟ ہرمزان نے تسلیم کر لیا - اس وقت موت اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہی تھی - حضرت عمرؓ نے کہا - کیا تمہیں علم ہے - کہ اس اتنے بڑے جرم کی سزا موت ہے ؟ اچھا اپنی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ - ہرمزان بولا ، "میں بالکل تیار ہوں" لیکن میری ایک آخری تمنا ہے وہ پوری کر دی جائے - حضرت عمرؓ کے دریافت کرنے پر وہ بولا :- "میں پیاسا ہوں ، اور پانی پینا چاہتا ہوں" - پانی آیا تو وہ بڑی عاجزی سے بولا اے امیرالمومنین مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں پانی پیتے وقت میری گردن نہ اڑا دی جائے - حضرت عمرؓ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا ، وہ بولا امیرالمومنین کیا آپ وعدہ کرتے ہیں - کہ جب تک میں اس پیالے کا پانی نہ پی لوں ، میری جان نہیں لی جائے گی ، حضرت عمرؓ نے وعدہ کر لیا - اس پر اس نے پیالہ کا پانی زمین

پر پھینک دیا - اور کہا ، تو میں یہ پانی نہیں پیوں گا - اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے - حضرت عمرؓ نے فرمایا - ہرمزان بے شک تم نے ایک نئی بات پیدا کی - بے شک عمر اپنے وعدہ پر قائم رہے گا - جاؤ تم کو رہا کیا جاتا ہے

ہرمزان اس وقت تو اپنے ملک میں واپس چلا گیا - لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا :- اے امیرالمومنین اگر میں اس وقت مسلمان ہو جاتا تو سمجھا جاتا کہ موت کے ڈر سے میں نے اسلام قبول کیا ہے لیکن اب جبکہ مجھے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کسی کی خوشامد میں اور میری جماعت کے لوگ سچے دل سے **اسلام** قبول کرتے ہیں :

آج سے پینتیس سال پہلے

۴ / اگست سنہ ۱۹۲۰ء کے "نامۂ و کنگ" سے ...

آزادی اہل مغرب کی نظر میں

مغربی تہذیب نے آزادی کا جو معیار مقرر کیا ہے - ہمارے نو تعلیمیافتہ ہندوستانی نوجوانوں کو اس کے متعلق اکثر غلطی لگی رہتی ہے ، وہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تہذیب نے عورت مرد کو اپنے معاملات میں بالکل مختار اور آزاد قرار دے دیا ہے ، ہر چند کہ اس خیال کی تائید میں بہت سے واقعات کو بطور ثبوت پیش کر سکتے اور کرتے ہیں ، لیکن پھر بھی میں کہوں گا کہ آزادی کا وہ خیال جو ہمارے دل و دماغ میں سمایا ہوا ہے اور جس کو ہم مغرب کے بعض واقعات کی روشنی میں اس کے دوسرے پہلو سے قطع نظر کرتے ہوئے عملی جامہ پہنانا نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں - وہ یہاں موجود نہیں - یا کم از کم میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بد نتائج نے اس سے رجوع کرنے پر یہاں کے اہل الرائے اصحاب کو مجبور کر دیا ہے -

عورت و مرد میں مساوات اور یکسانیت بلحاظ فرائض مفوضہ ایک وقت تھا جب ضروری سمجھی جاتی تھی ، اور اب بھی اکثر کوتاہ اندیش اس کو تہذیب کا ضروری پہلو قرار دئے بغیر نہیں رہ سکتے - لیکن اہل الرائے اصحاب سے جا کر پوچھو ، جو ان سب باتوں کو اس نظر سے نہیں دیکھتے کہ وہ بہت دل خوش کن ہیں ، بلکہ ان کے بُرے یا بھلے نتائج کی روشنی میں انکا طلعہ کرتے ہیں ، ان کی رائے ہے کہ یہ دلخوش کن مساوات عورتوں کا گھروں کی چار دیواری سے باہر نکل کر یا بالفاظ دیگر انتظام خانہ داری کو چھوڑ کر دکانوں کی سودا فروشی اور دفتروں کی ملازمتیں کرنا نہ صرف اخلاقاً بہت بُرے نتائج کو پیدا کرتا ہے - بلکہ نسل انسانی کی ان ضروریات پر بھی بُرا اثر ڈالنے والا ہے جو قدرت نے عورت سے وابستہ کی ہیں جیسے پیدائش اولاد بچوں کی تربیت وغیرہ -

اسی سلسلہ میں ایک اور مسئلہ بھی قابل غور سمجھا گیا ہے اور وہ یہ کہ آیا کوئی لڑکا اور لڑکی اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر ایک دوسرے سے شادی کر سکتے ہیں ؟ یا کم از کم کس عمر تک ان کے لئے اجازت کی ضرورت ہے - اور ایسا ہی شادی سے پہلے آئندہ بننے والے میاں بیوی کا باہمی اختلاط کہاں تک جائز ہے - مشرق کی باتیں تو مغربی علوم کی روشنی میں کہاں لائق توجہ سمجھی جا سکتی ہیں ، یہاں تو حضرت آفتاب بھی جب اپنی مشرقی کرنوں کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے ہیں تو ساری تمکنت اور شان جلالی پیچھے ہی رہ جاتی ہے اور انہیں اپنے چہرہ کو بادلوں کی زردیوں میں چھپاتے ہوئے مغرب ہی ہونا پڑتا ہے - لیکن بایں ہمہ تفوق مغرب کی روشن دماغی آج کن خیالات کی حامی ہے ، وہی جو مشرق کے دقیانوسی خیالات سمجھا جاتا ہے بلکہ اس سے ایک دو قدم بڑھ کر ، چنانچہ یہ کہا گیا ہے ، اور اخباروں میں بھی اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ کوئی ۲۵ سال سے کم عمر کا لڑکا اور ۲۱ سال سے کم عمر کی لڑکی اپنے والدین کی مرضی کے بغیر شادی کرنیکی مجاز نہیں ہونی چاہیئے ، اور ایسا ہی شادی سے پہلے اختلاط یا باہمی میل جول کو بھی اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا - کیا فدائیانِ مغرب اس قسم کی آوازوں کو.....

بچوں کے صفحہ میں اگر ہماری جماعت کے بچے چھوٹی چھوٹی اخلاقی اور اسلامی کہانیاں لکھا کریں تو بہت مفید ہوگا :

جماعت اسلامی کا غرور و نخوت

نوائے وقت ۱۳ر جولائی ۱۹۵۵ء کے شذرات سے بلا تبصرہ :-

" جماعت اسلامی اور مولانا احمد علی اور نوائے پاکستان کے مابین جو افسوسناک کشمکش جاری ہے - وہ بھی غیر جانبدار حلقوں کو ناگوار گذر رہی ہے - چنانچہ ایک معاصر نے اپنے ایک اداریٔ مقالہ میں فریقین سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ اس ناگوار جھگڑے کو ختم کریں -

جماعت اسلامی کے ایک ترجمان نے اس اپیل کا یہ جواب دیا ہے - کہ مولانا احمد علی، اور مولانا مرتضےٰ احمد میکش کو تو چوروں سے تشبیہ دی ہے - اور اپیل کرنے والے معاصر کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اس کی پوزیشن ایسی ہے کہ چور ایک شخص کی چوری کر رہا تھا - مالک نے دیکھ لیا - اور چور سے گتھم گتھا ہو گیا - اس پر چور کے ساتھی میدان میں آ کودے - اور ثالث بن کر کہا کہ آپس میں کیوں لڑتے جھگڑتے ہو؟ ادھر وہ یہ نصیحت کرتے تھے ادھر چور نے اس فرصت سے فائدہ اٹھایا - اور یہ جا وہ جا - گویا مولوی صالح ...... کے سوا باقی سب لوگ یا تو چور ہیں یا چوروں کے ساتھی، انا للہ وانا الیہ راجعون -

اس "صالح تکبر" نے ہی جماعت اہلحدیث کے ترجمان "الاعتصام" کو اس تلخ نوائی پر مجبور کیا ہے :

" اللہ ! اللہ !! خیرہ چشمی اور تقلید اعمٰے کی اس سے زیادہ واضح مثال آپ کو کہیں ملے گی ؟ کہ آنحضرتؐ کی حدیث تو اس وقت تک تسلیم نہ کی جائے - جب تک کہ ہر جاہل مجتہد اور ہر بے مایہ اخبار نویس چھان پھٹک کر اس کی صحت کا اطمینان نہ کر لے - اور امام بخاری کو بایں جلالت قدر اس وقت تک قابل التفات نہ سمجھا جائے - جب تک جماعت اسلامی کے مرکز سے ان کو سند حجیت نہ مل جائے -

لیکن مولانا مودودی کے فکر خیالات اور ان کی آراء پر تنقید قطعی ناجائز - وہ ہر نکتہ چینی سے بالا اور ہر اعتراض سے مبرا اور ورا ہیں ہم اب تک خاموش رہے اور ان کے اجتہادات اور ان کی مخصوص تحقیقات کو سنتے اور برداشت کرتے رہے - لیکن اب کہ ان کے یعنی رجالت مجتہدات روز بروز وسعت پذیر ہو رہے ہیں - ہمارے لئے مزید صبر و شکیب مشکل ہو گیا ہے اور وقت آ گیا ہے کہ خود ان نقادوں کے حدود علمی کا جائزہ لیا جائے - یا انہیں بتایا جائے کہ ان کا اصل مقام کیا ہے ؟

" سوال یہ ہے کہ آپ کے غرور و نخوت کا یہ عالم کیوں ہے ؟ آپ کس بل بوتے پر علمی و دینی اور مذہبی و اسلامی اجارہ داری قائم کئے ہوئے ہیں ؟ اور کیوں تنہا آپ کے ہر کس و ناکس کو اسلام کی طرف سے بولنے کا حق حاصل ہے اور دوسروں کو نہیں ـــــ ہمیں بتایا جائے آپ میں کتنے پڑھے لکھے لوگ ہیں؟ کتنوں نے علوم دینی کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے رکھا ہے کتنے ایسے ہیں جنہوں نے علوم حدیث اصول حدیث کے لئے اساتذہ کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا ہے - اور کتنے ایسے ہیں جنہوں نے فقہ اور اصول فقہ کو پڑھا یا پڑھایا ہے اس علمی بے مائگی کے باوجود ان میں کا ہر شخص جب مرکز میں رہ کر استادانِ فن کے سامنے رسائل و مسائل پڑھ لیتا ہے تفہیمات پر نگاہ ڈال لیتا ہے - دینیات کے ابواب میں سے گزر جاتا ہے سیاسی کشمکش حصہ اول و دوم کا مطالعہ کر لیتا ہے - اور تنقیحات سے فارغ ہو جاتا ہے تو صحاح ستہ کی تکمیل کی سند عطا کر دی جاتی ہے اور اس کے ہاتھ میں یہ کہکر قلم تھما دیا جاتا ہے کہ جاؤ اب تم ایسے مفتی و علامہ ہو گئے ہو کہ جو چاہو لکھو جس کو چاہو بے دین یا غیر صالح کہو اور جس کی چاہو پگڑی اچھالو تمہیں کھلی چھٹی ہے - کوئی گرفت کرنے والا نہیں اور ہماری تائیدات تمہارے شامل حال ہیں"

(الاعتصام یکم جولائی ۱۹۵۵ء)

جی تو چاہتا ہے کہ ہم بھی یہ اپیل دوہرائیں کہ یہ ناگوار بحث بند کر دی جائے مگر ڈرتے ہیں کہ جماعت اسلامی کا ترجمان "الاعتصام" کو جسے وہ "کفن چور" کا خطاب تو پہلے ہی دے چکا ہے "پروموشن" دے کر چور بنا دے گا اور ہم پر صفت میں ہی برسنا شروع کر دے ،

("نوائے وقت" ۱۳ر جولائی ۱۹۵۵ء)

قرآن مجید ـــــ (بسلسلہ صفحہ اوّل)

مقام کو وہ پہچان نہ سکتے تھے ، لہٰذا اسی خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا موصوف نے اس کام کو لے کر ایسا نبھایا کہ دنیا و آخرت دونوں میں مولانا موصوف اجر کے حق دار ہو گئے - عبداللہ یوسف علی نے بھی ترجمہ کیا لیکن آپ چونکہ عربی سے مکمل واقفیت نہ رکھتے تھے اس لئے بعض مقامات پر لغزش کھا گئے اور یہی حال پکتھال کا تھا اگرچہ انہوں نے اکثر بیشتر حواشی اور توضیحی نوٹ مولانا محمد علی کے تتبع میں ہی لکھے -

اس ترجمے کا انگلستان میں چوتھی دفعہ طبع ہونا ہی اس بات کا ضامن ہے کہ یہ ترجمہ اکثر انگریزی سمجھنے والے اور مغربی جاننے والے ممالک میں مقبول ہوا ہے -

کتاب کی تدوین نہایت ہی اعلیٰ کی گئی ہے - ہر سورت کو علیحدہ انفرادیت دی گئی ہے اور ہر پارہ کو بھی ہر صفحہ پر واضح کیا گیا ہے ، مصنف کی پچاس سالہ محنت شاقہ نے لاکھوں مردوں ، عورتوں کو خدا کے اس کلام کی طرف منعطف کیا ہے تاکہ سب ثواب دارین حاصل کریں بائیبل والے پتلے کاغذ پر کتاب طبع ہوئی ہے اور دنیا کے مذہبی لٹریچر میں امتیازی شان رکھتی ہے ،

مسلمانوں کیلئے اس ام الکتاب کی تلاوت فرض ہے لیکن اس ترجمے سے اکثر غیر مسلم حضرات بھی فیضیاب ہوں گے ، مولانا محمد علی کی کتب کی یہ ایک شان امتیازی ہے کہ وہ سہل الفاظ میں مشکل مطالب کو ادا کر کے ہر چھوٹے بڑے کو اسی مطلب سے آگاہ کر دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر نوجوان مولانا موصوف کے ترجمے کو ہی زیادہ پسند کرتے ہیں ، انگریزی جاننے والے حضرات اگر قرآن مجید کی صحیح روح کو پانا چاہتے ہیں تو یہی ایک ترجمہ ہے جس میں عربی کی عظمت کے ساتھ اسے انگریزی میں یوں نبھایا گیا ہے گویا اس کی تنزیل عربی انگریزی دونوں زبانوں میں بیک وقت ہوئی - ناشر کتاب کی دیدہ زیبی چھپائی وغیرہ کے لئے مستحق مبارکباد ہے -

دنیا و آخرت میں کامیابی کا متمنی ہر شخص اس صحیفے کو دل اور آنکھ سے لگا کر ثواب دارین حاصل کرے گا اور رسول عربی کے احسانات کو یاد رکھے گا جس نے انسانوں کے اندر اس صحیفے کی معرفت انسانیت بخشی اور انہیں اپنے رب سے واصل ہونے کے ذرائع مرحمت فرمائے ، کتاب کیا ہے علم و حکمت و معرفت کی ایک نہ ختم ہونیوالی کان ہے جسے زیادہ کھودو گے زیادہ مالا مال ہو گے ان سب کے باوجود ہدیہ نہایت مناسب ہے ؞

قرآن مجید کا نزول کیوں اور کس وقت ہوا (بسلسلہ صفحہ اوّل)

مطلق جیسا جسم کی غذا کو اس کی حاجت کے وقت عطا فرماتا ہے ایسا ہی وہ اپنی رحمت کاملہ کے تقاضا سے روحانی غذا کو بھی ضرورت حقہ کے وقت مہیا کر دیتا ہے - ہاں یہ بات درست ہے کہ خدا کا کلام انہیں برگزیدہ لوگوں پر نازل ہوتا ہے جن سے خدا راضی ہے اور انہیں سے وہ مکالمات اور مخاطبات کرتا ہے جن سے وہ خوش ہے مگر یہ بات ہرگز درست نہیں کہ جس سے خدا راضی اور خوش ہو اس پر خواہ مخواہ بغیر کسی ضرورت حقہ کے کتاب آسمانی نازل ہو جایا کرے ، یا خدائے تعالےٰ یونہی بلا ضرورت حقہ کسی کی طہارت لازمی کی وجہ سے لازمی اور دائمی طور پر اس سے ہر وقت باتیں کرتا رہے ، بلکہ خدا کی کتاب اسی وقت نازل ہوتی ہے جب فی الحقیقت اس کے نزول کی ضرورت پیش آ جائے - اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ وحی اللہ کے نزول کا اصل موجب خدا تعالیٰ کی رحمانیت ہے کسی عامل کا عمل نہیں ، اور یہ ایک بزرگ صداقت ہے جس سے ہمارے مخالف برہمو وغیرہ بے خبر ہیں ؞

نقاب اُٹھ جانے کے بعد (بسلسلہ صفحہ ۲)

کہ آپ کو مسلمانوں کو اس خطرہ سے خبردار کر دینا چاہیئے - خود فرمایئے کہ ایسے ڈھلمل یقین اور متذبذب کیرکٹر کے لیڈر کے متعلق اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ وہ آئندہ کسی ایسے ہی کرائیسس کے وقت قوم کی کشتی کو عین منجدھار میں نہ چھوڑ دے گا ؞

جماعتِ اسلامی کی طرف سے نوائے پاکستان اور مولانا احمد علی کے خلاف استغاثہ

لاہور - ۶ جولائی - شعبہ خدمت خلق جماعت اسلامی لاہور کے ناظم مسٹر افتخار احمد قدوسی نے اپنے وکلاء چوہدری محمد اسمٰعیل بھٹی اور مسٹر آفتاب فرخ کے ذریعے نوائے پاکستان کے ایڈیٹر مرتضیٰ احمد خاں صاحب میکش، پرنٹر پبلشر حاجی برکت علی اور مولانا احمد علی (شیرانوالہ دروازہ) کے خلاف آج تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۵۰۰ کے تحت ایڈیشنل مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا ہے، یہ استغاثہ ایک مضمون کی اشاعت پر کیا گیا ہے جس میں جماعت اور اس کے شعبۂ خدمت خلق پر الزام لگایا تھا۔ کہ ان کو امریکہ سے امداد ملتی ہے۔

اس مضمون کی اشاعت پر قدوسی کی طرف سے ان حضرات کو نوٹس دیا گیا تھا۔ کہ وہ ایک ہفتہ کے اندر اس غلط الزام کی تردید کر دیں۔ ورنہ ان کے خلاف ہتک عزت کا استغاثہ دائر کر دیا جائے گا۔ اس نوٹس کے جواب میں نوائے پاکستان نے معذرت شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ اور مسٹر قدوسی کو دعوے دائر کرنے کی تلقین کی۔

درخواست استغاثہ میں کہا گیا ہے کہ یہ مضمون جس میں غلط الزامات لگائے گئے ہیں۔ اس غرض کے لئے شائع کیا گیا ہے کہ جماعتِ اسلامی کو عوام میں بدنام کیا جائے اور اس کے متعلق ان کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں۔ نیز یہ مضمون اس وقت شائع کیا گیا ہے جبکہ بقر عید میں صرف ڈیڑھ ماہ کا عرصہ باقی ہے اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے شعبۂ خدمت خلق کو اس مالی امداد سے محروم کر دیا جائے۔ جو قربانی کی کھالوں کی شکل میں اس کو عوام سے حاصل ہوتی ہے۔

درخواست میں دعوےٰ کیا گیا ہے کہ خدمت خلق اور دوسرے کاموں کے لئے جماعت اسلامی کو سارا روپیہ پاکستان کے اندر جماعت کے ہمدردوں اور عام شہریوں کی طرف سے ملتا ہے۔ اور اس کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ جو ہر وقت دیکھا جا سکتا ہے۔ نیز میاں انور علی صاحب سابق انسپکٹر جنرل پولیس کے اس بیان کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جو انہوں نے تحقیقاتی عدالت میں دیا تھا اور جس میں یہ کہا تھا کہ جماعت اسلامی کو کسی بیرونی طاقت سے امداد نہیں ملتی۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مقدمہ مسٹر اکرام اللہ قریشی کی عدالت میں منتقل کر دیا ہے۔ پہلی سماعت ۱۳؍جولائی کو ہو رہی ہے۔"

(روزنامہ تسنیم)

نیشنل اور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں اور باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ (ایڈیٹر - دوست محمد)

جلد ۴۲ | بروز چہار شنبہ مؤرخہ ۲۶ ذیقعد ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۵۵ء | نمبر ۳۰

کلامِ الٰہی کی تاثیریں جو نفوسِ انسانیہ میں ہوتی ہیں

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

پھر بعد اس کے سمجھنا چاہیئے کہ کسی فردِ انسانی کا کلامِ الٰہی کے فیض سے فی الحقیقت مستفیض ہو جانا اور اسکی برکات اور انوار سے متمتع ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچنا اور اپنی سعی اور کوشش کے ثمرہ کو حاصل کرنا یہ صفت رحیمیت کی تائید سے وقوع میں آتا ہے اور اسی جہت سے خدا تعالیٰ نے بعد ذکر صفت رحمانیت کے صفتِ رحیمیت کو بیان فرمایا تا معلوم ہو کہ کلامِ الٰہی کی تاثیریں جو نفوسِ انسانیہ میں ہوتی ہیں۔ یہ صفت رحیمیت کا اثر ہے جس قدر کوئی اعراض صوری و معنوی سے پاک ہو جاتا ہے جس قدر کسی کے دل میں خلوص اور صدق پیدا ہوتا ہے جس قدر کوئی جد و جہد سے متابعت اختیار کرتا ہے اسی قدر کلامِ الٰہی کی تاثیر اس کے دل پر ہوتی ہے اور اسی قدر وہ اس کے انوار سے متمتع ہوتا ہے اور علاماتِ خاصہ مقبولانِ الٰہی کی اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ (براہین احمدیہ)

اہلِ حق کی مخالفت

دشمن کا وجود بھی عجیب چیز ہے، اس کے ذریعہ سے بہت سے حقائق اور حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں، کیونکہ وہ اپنی دشمنی میں حد سے بڑھکر شرارتوں اور ایذا رسانیوں کی فکر اور منصوبے کرتے رہتے ہیں اور صادقوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، مگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ اس وقت صادقوں کو نہ صرف بچا لیتا بلکہ ان کی تائید میں فوق العادت نشان ظاہر کرتا ہے۔ پس دشمنوں سے صادق کو کبھی گھبرانا نہیں چاہیئے ہاں صبر اور استغفار کثرت سے کرنا چاہیئے جس قدر مخالفت شدید ہوتی ہے ہو اسی قدر خدا تعالیٰ کی نصرت قریب آتی ہے اور وہ اپنی تجلی ظاہر کرتا ہے۔ جب یہ شناخت کر لیا کہ حق کیا ہے۔ پھر اس حق کا اگر کوئی شخص مخالف ہو تو اسے قابلِ رحم سمجھنا چاہیئے کیونکہ وہ اہلِ حق کا مخالف نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ کو اپنے مقابلہ کے لئے بلاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے جنگ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ مستعجل نہیں، وہ جلدی نہیں پکڑتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر مخالفت کی گئی اور تیرہ برس تک کس قدر گالیاں دی گئیں، آپ نے سنیں، اسی طرح پر تیرہ سو برس تک اس سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملے کئے جاتے رہے۔ اب خدا تعالیٰ نے ان سب حملوں کا انتقام لے لیا یہ انسان کی کمزوری ہے جو جلد فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔

(مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰی ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر وشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

(مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

ہندوستان کے مشائخ اور افغانستان و مصر وغیرہ ممالک کے

صوفیاء سے حضرت مسیح موعود کا خطاب

ذیل کا مضمون مولوی احمد یار صاحب نے حضرت مسیح موعود کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ سے ترجمہ کیا ہے:۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس کی رحمت اس کے ہر کام اور ہر فیصلہ میں اس کے غضب پر غالب آگئی ہوئی ہے، اور جس کا نور ہر رات سے جو دامن تاریکی پھیلانے میں سبقت لے گیا ہوا ہے، اور جس کی طرف سے تشنگی فراخی ہر تنگی سے پہلے موجود ہوتا ہے، ہر پتہ جو درختوں پر پایا جاتا ہے، ہر چمک جو پتھروں سے نمودار ہوتی ہے، ہر اختلاف جو رات دن میں دکھائی دیتا ہے، اور ہر وہ چیز جو زمین اور آسمان میں دکھائی دیتی ہے یہ سب اس کی رحمت کی نمادے رہے ہیں۔ یہ بھی اس کے نشانہائے رحمت میں سے ہے کہ اس نے رسول اور ڈرانے والے مبعوث فرمائے اور عمارت ہدایت کی بنیاد ڈالی اور اس کی بے بہا رحمت کے نشانوں میں سے اس بدر تمام کا وجود ہے جس نے مکہ معظمہ سے طلوع فرمایا ایسی رات میں جس کے گیسوئے دراز سخت تاریک ہو چکے تھے، اس نے تمام تاریکیوں کو دور کر دیا اور ہر دیکھنے والی آنکھ کے سامنے ایک چراغ روشن رکھ دیا۔ ہمارے پاس ایسے الفاظ نہیں جن سے ہم اس کے اتنے بڑے احسان کا شکریہ ادا کر سکیں۔ تمام دنیا کو اس نے بیدار کر دیا اور تمام سونے والوں سے اس نے خواب غفلت کو دور کر دیا۔ ہر رنج و غم جو دین کے راستہ میں پیش آیا اس نے اسے بطیب خاطر برداشت کیا اور طالب مولیٰ کے لئے خدا کی راہ میں جان کا دے دینا اپنے اسوہ سے طریق مسنون قرار دیا۔ وہ اللہ میں فنا تھا اور اس کی ہر سعی اور دعا اللہ کے لئے ہی تھی۔ زمین کو اس نے ایسا پاک کیا جیسا کہ اس کا حق تھا۔ اللہ اللہ عجیب مرد تھا، اے خدا بہترین جزا جو تو اپنی مخلوق میں سے کسی کو دے وہی ہماری طرف سے اس نبی کریم کو عطا فرما، اور ہمیں اسی کے گروہ میں وفات دے اور اسی کی اُمت میں اُٹھا اور اسی کے چشمہ سے ہمیں سیراب کر اور اسی کو دنیا و آخرت میں ہمارے لئے شفیع بنا، اے خدا ہماری یہ دعا قبول فرما اور اسی کی پناہگاہ میں ہمیں جگہ مرحمت فرما، اے خدا! اے خدا! تیرا درود و سلام ہو اس رؤف و رحیم نبی پر اور ہر اس شخص پر جو اس کا محب و مطیع ہے اور اس کی ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔

اس کے بعد آپ کو معلوم ہو اے فقیران و زاہدان و بزرگان ہند و ممالک دیگر جو بدعت و ضلالت میں مبتلا ہو گئے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس پر مامور کیا ہے کہ میں تمہیں احکام دین پہنچاؤں اور شرع متین کے جو اسرار تم بھول گئے وہ تمہیں یاد دلاؤں، نیز میرے رب نے مجھے تمہارے متعلق الہام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ انہیں مکان بعید سے پکارا جا رہا ہے۔ میرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ تمام زبردستوں پر غالب ہے، اے میری قوم اللہ سے ڈرو اور خواہشات اہل بدعت کی پیروی نہ کرو، اور اس نبی امی کی پیروی اور تابعداری کرو، جو تمام عالمیان کے لئے رحمت ہے اور آپ کو معلوم ہو اے میرے بھائیو! کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے تمہاری طرف اور تمام باشندگان زمین کی طرف محدّث بنا کر بھیجا ہے تم اس سے ڈرو اور خدا کے فرستادوں کو نظر حقارت سے نہ دیکھو اور بدعات و محدثات کی ناپاکی سے بچو اور اللہ کے نیک بندے بن جاؤ۔

اے میری قوم میں اللہ کا بندہ ہوں اسی نے مجھے اپنی جناب سے یہ رحمت دی ہے اور اسی نے مجھے اپنی طرف سے پہلے لوگوں کے علوم سکھائے اور اسی نے مجھے صدی کے سرے پر بھیجا ہے تاکہ میں ان لوگوں کو ڈراؤں جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے، نیز یہ کہ بدکاروں کا راستہ آشکارا ہو جائے۔ اس نے مجھے پکارا ہے اور فرمایا ہے کہ میرے بندوں سے کہدے کہ میں مامور ہوں اور اس پر میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں اور اس نے میرا نام وہ رکھا ہے جو ایسی قوم کے نام سے مشابہ ہے جس کے اسکات اور الزام کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اور وہ قوم نصاریٰ ہے، یہ لوگ زمین میں سرکش ہو گئے ہیں، انہوں نے اہل حق کو کمزور اور باطل کو آراستہ کر دیا ہے تاکہ حق کو کچل ڈالیں، واقعی یہ لوگ حق سے تجاوز کرنے والے ہیں، انہوں نے بہتیرے لوگوں کو اپنے مکر و فریب سے ہلاک کر ڈالا ہے اور یہ اپنی جہالتوں میں منہ زور ہو گئے اور اسلام کے حالات کو انہوں نے بالکل بدل ڈالا ہے نہایت چالاکی سے انہوں نے لوگوں کو اپنی خرافات کی طرف کھینچ لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جب ان کے دلوں پر نگاہ ڈالی تو انہیں غالی، مکار، گمراہ اور گمراہ کرنے والا پایا اور ان کے جتنے طریقے تھے اس سب میں فساد آگیا ہے۔ اور اپنے پروردگار کے یہ باغی ہو گئے ہیں۔ اور اب یہ اس کے درپے ہیں کہ اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں۔ یہ مذاہب کو اس طرح چٹ کر رہے ہیں جس طرح ایک بیل کھیت کے سبزہ کو چٹ کر جاتا ہے اور یہ دنیا میں سرکشی اور فساد پیدا کرنا چاہتے ہیں ان میں تو محبت خدا ذرہ بھر نہیں۔

ان کے فہم و دانش کی وجہ سے لوگ ان کے فریفتہ ہو گئے ہیں اور ان کی گمراہی انتہائی بلندی کو پہنچ گئی ہے، کیونکہ انہیں علوم دنیا اور صنعت و حرفت میں مہارت کاملہ حاصل ہے۔ انہوں نے شر و فساد کی آگ بھڑکائی ہوئی ہے، اور فتنوں کی نہریں چلا دی ہوئی ہیں، ان کا مکر و فریب اس قدر بڑھ گیا ہے جس کی نظیر پہلے لوگوں کے مکروں میں نہیں ملتی، انہوں نے اپنی ساری قوت اس میں صرف کر دی ہے کہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھیڑ ڈالیں اور جو کچھ ان کی تعلیموں میں تھا اس فرمایہ اشخاص کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے خرچ کر ڈالا ہے، اور اپنے ہاتھ مسلمانوں کے دلوں کے اندر داخل کر دیئے ہیں۔

علماء اسلام کی وقعت ان کی نظروں میں ایک تلاش شخص یا ان کے دانتوں کے نیچے آئے ہوئے گوشت کے ٹکڑے سے زیادہ نہیں اور ہماری قوم ٹھٹھا کرنے والوں کے لئے بازیچہ بنی ہوئی ہے، ان حالات میں اللہ تعالےٰ نے ارادہ کیا ہے کہ روشنی کو تاریکی سے جدا کر دے اور ناپاک اور پاک کو ایک دوسرے سے الگ کر دے اور جو لوگ کمزور ہیں انہیں عنایات سے نواز دے، اللہ تعالےٰ نے دیکھا کہ ان کا فتنہ اسلام کے لئے ایک بلاء عظیم اور ان کا زمانہ اس کے لئے خوفناک تاریک راتوں کی مانند ہے اور اس نے انہیں فتنوں میں قوم سرکش پایا۔ آدم علیہ السلام کے یوم پیدائش سے لے کر اس دن تک ان کے فتنے کی طرح اور کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوا، اور نہ روز قیامت تک کوئی ہوگا باوجود اس کے وہ زمین کے مالک اور اس میں سربلند ہو گئے، بار آور اور تعداد میں بڑھ گئے۔ انہوں نے زمین کو اپنی کثرت سے بھر دیا اور ان کی شان و شوکت دن بدن بڑھتی گئی، اللہ تعالےٰ نے ان کے اموال و اولاد علوم و فنون اور صنعت و حرفت میں برکت دی اور ان کے ارادوں اور ان کے افکار و انظار میں تائید فرمائی، اور ہر چیز کے دروازے ان پر کھول دیئے۔ یہ سب کچھ اس کی جناب سے ابتلاء کے رنگ میں تھا مگر یہ اندھے اور بہرے ہو گئے اور تکبر و سرکشی کو اختیار کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے علماء و مشائخ کے دلوں کو کج کر دیا اور ان میں جو نور کی چمک تھی اسے بجھا دیا یہاں تک کہ یہ اس جہالت کی طرف عود کر گئے جس سے نکالے گئے تھے کیونکہ یہ زمین میں درپے فساد تھے اور اصلاح سے اجتناب کرتے تھے اور یہ خواہشات بد میں مبتلا ہو گئے اور اپنے افکار میں پست ہمت اور اعمال میں سُست اور کاہل ہو گئے۔ جہالت نے ان کی خاک تک کو اُڑا دیا، اور ان کی تمام طاقتیں سلب کر لیں اور یہ مردوں کی طرح ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ نے جب ہمارے امراء پر نظر ڈالی تو انہیں فضول خرچ، غافل، تعوسلے اور حق سے منہ موڑنے والا...، ظالم اور حد سے تجاوز کرنے والا... پایا۔ پس اس نے ان کے اور ان کے مقاصد کے درمیان بعد پیدا کر دیا اور وہ املاک ان کے ہاتھوں سے چھین لئے جن سے ان کے دل وابستہ تھے۔ اور ان کے اکثر

احمدی قوم سے خطاب

آپ سُن چکے ہیں کہ تحفظ ختم نبوّت کے نام سے احرار کی سرگرمیاں پھر شروع ہو گئی ہیں اور جگہ جگہ جلسے کر کے وہ ان دبی ہوئی چنگاریوں کو مشتعل کرنے کی پھر سعی کر رہے ہیں جو ۱۹۵۳ء میں ایک تباہی خیز طوفان پیدا کرنے کا موجب ہوئی تھیں، یہ تو خدا کا خاص فضل تھا کہ اس نے عین اس وقت جب ہماری تباہی کے تمام سامان مکمّل ہو چکے تھے، فوجی حکومت قائم کر کے مفسدین کو ان کے بد ارادوں میں ناکام کر دیا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کہنا بھی خلاف حقیقت نہیں کہ وہ طوفان ہمارے لئے تیزی ایک قسم کا تازیانہ تھا، جس سے قدرت کو ہمیں یہ سمجھانا منظور تھا کہ ان غلط الزامات اور ناپاک تہمتوں کو جو مامور الٰہی کی بدنامی اور ان طوفانوں کو کھڑا کرنے کا موجب ہیں دُور کرنے کی اور حضرت مسیح موعود کی صحیح پوزیشن اور آپ کے اصل مذہب اور دعاوی سے لوگوں کو آگاہ کرنے کی شدید ترین ضرورت ہے اور جب تک اس ضرورت کو پُورا کرنے کا سامان نہ کیا جائے گا اس وقت تک ایسے طوفانوں کا کھڑے ہوتے رہنا کوئی بعید از قیاس بات نہیں، یہ الگ امر ہے کہ وہ لوگ جو ایسے مفسدوں کے بانی مبانی ہیں، ان کے مدّنظر صرف اپنی اغراض ہیں اور بقول مولانا مودودی ان کے سامنے سوال تحفظ ختم نبوّت کا نہیں ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کی جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤں پر لگانا چاہتے ہیں" مگر جہاں تک عوام الناس کا تعلق ہے ان کے دلوں میں حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ احمدیہ کے خلاف ایسا زہر بھر دیا گیا ہے کہ وہ تحفظ ختم نبوّت یا اسی قسم کا نعرہ بلند ہوتے ہی اُٹھ کھڑے ہوتے اور بانیانِ فساد کو "داؤں" لگانے کا موقعہ دے دیتے ہیں، یہ مسموم فضا صرف عوام الناس تک ہی محدود نہیں رہی، بلکہ بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ بھی اس کا شکار ہو چکے ہیں اور سلسلہ یا حضرت مسیح موعودؑ کا نام آتے ہی وہ ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں، ضرورت تھی ہم گذشتہ حالات سے فائدہ اُٹھاتے اور ۱۹۵۳ء کے تازیانہ الٰہی سے عبرت حاصل کر کے ایسا سامان کرتے جس سے اس وقت کی دبی ہوئی چنگاریاں بالکل ہی بجھ جاتیں اور عوام اور خواص کے دلوں سے تمام غلط فہمیاں اور ہر قسم کے اعتراضات دور کر دیئے جاتے، تاکہ مفسدہ پرداز دل کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤں لگاتے، مسلمانوں کے جان و مال سے کھیلنے اور ان کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کرنے کا آئندہ موقعہ ہی نہ ملتا،

غور کرنے کی بات ہے کہ اس سلسلہ کو قائم ہوئے آج ساٹھ سال سے زاید عرصہ گذر چکا ہے، حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بھی آپ پر ایسے الزامات لگائے گئے لیکن آپ نے اتنی شدومد سے ان کی تردید کی اور اپنے خیالات کی نشر و اشاعت ایسے وسیع پیمانہ پر کی کہ خود غرض مولویوں کے علاوہ آپ کے مخالفین کی صف میں بہت تھوڑے لوگ رہ گئے، چنانچہ آپ کی وفات کے وقت مخالف اخبارات نے بھی جن شاندار الفاظ میں آپ کی دینی خدمات کا اعتراف کیا وہ ہمیشہ یادگار رہیں گے، اس کے بعد حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں تو اس سلسلہ کی عزّت دوبالا ہو گئی اور حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا نام بہت عزّت و وقار سے لیا جاتا تھا لیکن حضرت مولانا کی وفات کے بعد میاں محمود احمد صاحب کے عقائد نے جو فتنہ برپا کیا اس کی سزا ہم آج تک بھگت رہے ہیں، اس میں شک نہیں کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں ہم نے ان کے عقاید کی تردید میں کافی لٹریچر پیدا کیا اور حضرت مسیح موعود کی پوزیشن اور ختم نبوّت کی اصل حقیقت کی وضاحت کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہنے دیا، اس بارہ میں حضرت امیر مرحوم کو جس قدر خراجِ تحسین ادا کیا جائے کم ہے، نہ صرف قادیانی عقاید ہی کی تردید آپ نے کتابوں اور رسائل اور اخباری مضامین کے ذریعہ سے کی بلکہ سلسلہ کے دوسرے مسائل اور مخالفین سلسلہ کی غلط بیانیوں کے جواب میں بھی کئی کتابیں اور رسائل تصنیف کیے اور پیغام صلح میں بھی بہت کچھ لکھا جاتا رہا، لیکن یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں کہ ہمارا یہ لٹریچر علی العموم صرف ہماری اپنی جماعت تک ہی محدود رہا اور عوام کے اندر وسیع پیمانہ پر اس کی اشاعت کا کوئی بندوبست کیا گیا، اور تو اور خود قادیانی عوام میں بھی ہمارے لٹریچر کو پہنچانے کا کوئی بندوبست نہ ہوا جس کی وجہ سے ان کے اندر بھی بہت تھوڑے لوگ ہیں جو ہمارے صحیح خیالات سے واقفیت رکھتے ہیں،

یہ کس کا قصور ہے؟ ہمارے احباب خود سوچ لیں کہ جب سامان ان کے ہاتھ میں دیا گیا اور اس سے انہوں نے کام نہ لیا اور دوسروں کو اپنا لٹریچر نہ پہنچایا تو الزام کس پر عاید ہوتا ہے کیا یہ افسوسناک بات نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے اس الہام کے ہوتے ہوئے کہ لا نبقی لك من المخزیات شیئًا آپ کو رسوا کرنے والی باتیں کم ہونے کے بجائے دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہیں، اور آئے دن ایسے طوفانوں کا سامنا ہمیں کرنا پڑتا ہے جو اگر خدا کا فضل ہمارے ساتھ نہ ہو تو ہماری ہستی کو تباہ کر دینے کے لئے کافی ہیں، باوجود اس کے اب تک ہم میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ان مخزیات کو دُور کرنے کے لئے ایک تنکا بھی ہلائیں، انجمن کے پاس ایسا لٹریچر اب بھی موجود ہے، جس کو اگر غیر از جماعت لوگوں میں پھیلایا جائے تو بہت سی غلط فہمیاں رفع ہو کر ان کی نفرت و عداوت دور ہو سکتی ہے اور بھی ضروری لٹریچر پیدا کیا جا سکتا ہے، خود حضرت مسیح موعودؑ کی کتب اور ملفوظات کے وہ حصص جن میں آپ کے عقاید اور تعلیمات کو واضح کیا گیا ہے اور حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں ایسے آبدار موتی آپ نے پروئے ہیں جن کی چمک دمک نظروں کو خیرہ کرنے والی ہے انہیں الگ ٹریکٹوں اور چھوٹے چھوٹے اشتہارات کی صورت میں کثرت سے پھیلانا ضروری ہے، ان ٹریکٹوں اور اشتہارات کو شائع کرنا انجمن کا کام ہے اور وہ اس کا سامان کر رہی ہے مگر ان کو پھیلانا اور ایک ایک غیر از جماعت مسلمان کے ہاتھ میں پہنچانا یہ جماعت کے ایک ایک فرد کا کام ہے، کیا وہ اس کے لئے تیار ہیں؟ کیا مسیح موعودؑ کے نام سے مخزیات کو دور کرنے کے لئے وہ اپنے اوقات کا تھوڑا سا حصہ وقف کریں گے؟ اور اپنے عمل سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ثبوت دیں گے۔

ضرورت حدیث پر حضرت امیر ایدہ اللہ کی تازہ تصنیف

۱۵ر جولائی کے خطبہ میں جو دوسری جگہ درج ہے، حضرت امیر ایدہ اللہ نے قرآن کریم سے حدیث کی ضرورت ثابت کرتے ہوئے آخر میں یہ اعلان فرمایا ہے کہ اس موضوع پر آپ نے ایک نئی کتاب تصنیف فرمائی ہے جس میں منکرین حدیث کے خیالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر پہلو سے حدیث کی ضرورت و اہمیت کو واضح کیا گیا ہے، یہ کتاب جو اندازاً چھوٹی تقطیع کے ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہو گی اور بڑی تقطیع پر چھپوائی گئی تو اندازاً "۲۵۰ صفحات ہو گی، فتنہ انکار حدیث کے قلع قمع کیلئے بہترین ہتھیار اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قائم کرنے کا موثر ترین ذریعہ ثابت ہو گی، حضرت امیر ایدہ اللہ نے قوم سے اپیل کی ہے کہ اس کی طباعت کا بوجھ جہاں انجمن کے خزانہ پر پڑیگا وہاں قوم کو بھی حسب استطاعت اس کی طباعت و اشاعت میں کچھ نہ کچھ حصہ لینا چاہیئے، امید ہے احباب کرام اس طرف خاص طور پر توجہ فرمائینگے اور کتاب کے چھپ جانے پر اسکو لوگوں تک مفت پہنچانے کا بھی اہتمام کریں گے، تاکہ انکار حدیث کے فتنہ نے جو ناگوار فضا کر دی ہے وہ درست ہو سکے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات کی عزّت و عظمت دلوں میں قائم ہو سکے۔

(ایڈیٹر کا مضمون نگار کی ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں)

علمِ حدیث کا نیا جائزہ

از — ڈاکٹر سید عبد اللطیف

((۲))

دوسری جماعت کے خیالات کا جائزہ

جو احادیث کو باطل جان کر قبول نہیں کرتی

مذکورہ بالا پہلی جماعت سے ہر موجودہ روایات کی حفاظت کی حامی ہے خواہ اس کی نوعیت کچھ ہو) برعکس ایک جماعت ایسی ہے، جو روایات کے سارے سلسلہ کو غیر معتبر اور اسلام کے لئے بیکار سمجھکر قبول نہیں کرتی، اس کے نزدیک صرف قرآن کافی ہے، ندوۃ انصار القرآن قاہرہ جو دوسروں کے ساتھ اس نظریہ کا حامی ہے، ہمیں اپنے صدر کی معرفت، طویل خطوط سے نوازا ہے اور اپنے نقطۂ نظر کی حمایت میں اپنا مطبوعہ لٹریچر بھی ارسال کیا ہے، یہ گھڑی کے پنڈولم کی ایک سرے سے دوسرے تک حرکت کے مترادف ہے۔ روایات کا جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ترقی پسندانہ تقاضوں کو روک دیا ہے اور خاص سنجیدہ ذہنوں میں احساس شکست پیدا کر دیا ہے رد عمل یہ ہے کہ صرف قرآن میں پناہ تلاش کرنے کا جوابی تقاضا پیدا کر دیا جائے۔

فی الحال ندوہ سے باہر رہتے ہوئے، لیکن سختی سے اس کے نظریات کی طرف راغب ہوتے ہوئے جامعہ ابراہیمیہ قاہرہ کے پروفیسر ڈاکٹر عبد العزیز العروسی ہیں، ان کا خیال ہے کہ ہمارے لئے قرآن کافی ہونا چاہیئے، اس کے لئے آپ تجویز پیش کرتے ہیں کہ میرے بیان کردہ طریقوں سے محکمات اور متشابہات کے معانی سمجھنے کی کوشش کی جائے اور تمام بڑے بڑے قوانین، قواعد اور ہدایات کو جمع کر لیا جائے اور پھر یہ معلوم کیا جائے کہ مرقع کی تکمیل کے لئے کس چیز کی کمی رہ گئی ہے، اگر کوئی چیز کم نہ ہو تو پھر آپ کی سچی تلی رائے یہ ہے کہ "اپنے تئیں احادیث کی کثیر تعداد کی، کسی مقصد کے بغیر چھان بین میں مصروف کرنے کی ضرورت نہیں" اس میں بین طور پر یہ قیاس کارفرما ہے کہ قرآن مجید محض معاشرتی اخلاقیات کے ایک مجموعہ یا ایک ضابطہ قانون کے طور پر کام کرنے کے لئے مخصوص ہے اور اس کے تصورات انسانی زندگی کے معاشرتی مسائل سے ماوراء ہیں اور کسی چیز سے سروکار نہیں رکھتے۔

ہندوستان اور پاکستان میں مولانا محمد اسلم جیراجپوری جامعہ ملیہ دہلی، مسٹر غلام احمد پرویز کراچی، پروفیسر محمد اجمل خاں پرائیویٹ سیکرٹری وزیر تعلیم حکومت ہند، مولانا عطاء اللہ پالوی چیرٹہ اور مولانا محمد یٰسین کراچی، ضروری باتوں میں ندوہ کی اس روش کے حامی ہیں۔

مولانا محمد اسلم جیراجپوری ایک مشہور عالم ہیں جو اسلامی تاریخ نویسی سے وابستہ ہیں، آپ کے خیال میں تمام احادیث باطل ہیں اور ان کو قرآنی محکمات سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے، آپ ان کو صرف تاریخی اہمیت عطا کرنے پر آمادہ ہیں لیکن یوں عطا کردہ اہمیت کی کوئی خاص خصوصیت بیان نہیں فرماتے، مولانا عطاء اللہ پالوی کی بھی یہی روش ہے، مسٹر غلام احمد پرویز ایک قابل قدر کتاب معارف القرآن کے مصنف ہیں جس کی چار جلدیں ہیں، رسالہ طلوع اسلام کراچی کو آپ کی حمایت حاصل ہے، آپ کے خیالات بھی مولانا محمد اسلم جیراجپوری کے خیالات سے موافق ہیں، گو آپ اس بات کی معقولیت کے قائل ہیں کہ علم حدیث کی چھان بین کی جائے، تاکہ اس عہد کی جس میں نبی صلعم اور آپ کے صحابہ زندہ تھے، ایک تصویر حاصل ہو جائے آپ کے خیال میں احادیث میں دین کی تاریخ تو موجود ہے لیکن بذات خود دین موجود نہیں، "دین اپنی مکمل صورت و شکل میں قرآن کے اندر موجود ہے" پروفیسر اجمل خان قرآنی مطالعہ پر کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں قرآن کی تاریخوار ترتیب پر ایک اہم رسالہ بھی شامل ہے آپ علم حدیث کے دوبارہ پرکھنے کو بالکل غیر ضروری سمجھتے ہیں، آپ قرآن کے مطالعہ پر مقدم توجہ دینے کی دعوت دیتے ہیں اور پہلی قدیم کتب مقدسہ کی بھی اور ان کتب شیطانیہ کی بھی جو قرآن کے خلاف لکھی گئیں، اس طریق سے ان کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کے مندرجات کو تاریخوار مرتب کیا جائے اور پھر اس ترتیب کی بنیاد پر نبی صلعم کی سوانح لکھی جائے، صرف ایسا ہو جانے پر آپ مطلوبہ سوانحی مواد حاصل کرنے کے لئے احادیث یا روایات کی طرف رجوع کریں گے، قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ آیا نبی صلعم کی زندگی کی جزئیات کا پہلے مطالعہ کئے بغیر قرآن کی تاریخوار ترتیب کبھی ممکن ہو سکتی ہے، یہ چاروں علماء پر زور طریق سے مدعی ہیں کہ قرآن بذات خود کافی ہے اور یہ وہی روش ہے جو گو اتنی سخت تو نہیں لیکن اس روش کے مطابق ہے جو ندوہ انصار القرآن نے اختیار کر رکھی ہے، مولانا محمد یٰسین کا رویہ اتنا سخت ہے کہ انہیں ندوہ کے ساتھ نہیں رکھا جا سکتا، آپ علم حدیث کو شہد کی مکھیوں کا ایک چھتہ" سمجھتے ہیں اور ہمیں اسے چھونے کی جرأت کرنے سے منع فرماتے ہیں۔

ایم کلاڈ ریناوی، مولنز، فرانس کی طرف سے موصول شدہ ایک خط میں اس جماعت کی حمایت کی گئی ہے آپ فرماتے ہیں:-

"احادیث خواہ معتبر ہی کیوں نہ ہوں، الہام کے دائرہ سے باہر ہیں، الہام صرف خدا کی کتاب میں موجود ہے، اللہ تعالےٰ ہماری چھوٹی سے چھوٹی ضرورت سے آگاہ ہے اور وہ ہمیں ایک نامکمل کتاب نہیں دے سکتا، جو کسی انسان کی طرف سے ایک اضافہ کی محتاج ہو، خواہ وہ خود نبی صلعم ہی کیوں نہ ہوں، یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآن مجید ہمارے لئے کافی ہے، اور ان تمام باتوں کا حامل ہے جن کی کسی انسان کو ایسی زندگی بسر کرنے کے لئے ضرورت ہے جو خدا کو پسند ہو، بلاشبہ یہ ما سئے صرف میری نہیں، بلکہ فاروق اعظم اور خود نبی صلعم کی ہے"

قرآن کے حق میں بطور احتجاج ان علماء کی روش یقیناً عزت اور ہمدردی کی متقاضی ہے لیکن اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے نبی صلعم کی ذہنی جد وجہد کے متعلق ہمارے علم میں نقص رہ جاتا ہے، قرآن ایک منصوبہ حیات یا اصول اور ہدایات کے ایک ضابطہ کی حیثیت سے یقیناً کافی ہے، لیکن یہی سوال ہماری توجہ کا زیادہ مستحق بن جاتا ہے۔ کیا نبی صلعم کی ذات سے قرآنی اصول کی قدر و منزلت ثابت نہیں ہوتی؟ کسی اصول کی قدر و قیمت زیادہ ہو جاتی ہے اگر وہ قابل عمل ثابت ہو یا عملی طور پر تسلی بخش ہو، قرآن نبی کریم صلعم کی زندگی کے واقعات کے سلسلہ میں، جب وہ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہے جزواً نازل ہوتا رہا، سب سے پہلے اس کا مطلب یہ تھا کہ حضور صلعم خود اس پر عمل کریں، اس لئے یہ بات کہ خود نبی صلعم کی زندگی میں قرآن پر کس طرح عمل ہوتا رہا، ہمارے لئے بہت اہم ہے کیونکہ قرآن کی رو سے آپ ہمارے لئے ایک نمونہ ہیں، یقیناً اس بات کا علم کہ نبی صلعم نے اپنی نجی زندگی اور اپنے گرد جمع ہونیوالی قوم کی زندگیوں میں کس طرح قرآن کے "حرف شیریں" کی تکمیل کی، قصداً یا ارادتاً نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، حتیٰ کہ جس طرح ہم قرآن کے الفاظ کے معانی معلوم کرنے کے مشتاق ہیں، ہمیں خود نبی صلعم کو جاننے کے لئے بھی آمادہ ہونا چاہیئے، جو درحقیقت عملی قرآن تھے، بلاشبہ خود قرآن میں نبی صلعم کی ذات اور عمل کا ایک خاکہ پیش کیا گیا ہے لیکن اگر ممکن ہو تو آپ قرآن کے فرمودہ کی قدر شناسی کے لئے آنحضرت کے متعلق مزید علم حاصل کرنے سے انکار کریں گے اس مقصد کے حصول کے لئے ہم روایات کی طرف رجوع کرنے سے باز نہیں رہ سکتے، جو موجودہ حالات میں قرآن سے باہر ہیں اور نبی صلعم کی زندگی کے متعلق ہمارے علم کا واحد ذریعہ ہیں، یہ بھی درست ہے کہ یہ روایات کافی حد تک باطل بھی ہیں، اور نبی صلعم کی تصویر کو بدل دیتی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بدلی ہوئی تصویر کو درست کرنے کی کوشش نہ کریں، ماضی میں ایسی کوششیں ناقص

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

حدیث اور سنّت کی صحت کا ثبوت قرآن کریم سے

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کی سرگذشت کا نام حدیث ہے جس کی طرف قرآن نے توجّہ دلائی ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۵ ؍ جولائی ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل لوشاء اللہ ماتلوتہٗ علیکم ولا ادرٰکم بہ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون......انی معکم من المنتظرین

(یونس رکوع ۲)

حدیث اور سنّت

آجکل علماء کے درمیان حدیث کے متعلق بحث ہے ایک طبقہ یقین کرتا ہے کہ قرآن کے بعد حدیث کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ قرآن کے ساتھ صرف سنت کو مان لینا کافی ہے۔ سنت کے علاوہ جو حدیثیں ہیں ان کو ماننے کی ضرورت نہیں، سنت اور حدیث میں یہ فرق ہے کہ شریعت کے جن احکام پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے دکھایا اور صحابہ سے لیکر اس وقت تک ساری دنیا کا تعامل ان پر چلا آتا ہے اور تواتر کے ساتھ ساری امت ان پر عمل پیرا رہی ہے وہ سنت ہے، اور ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام اقوال اور پیشگوئیاں وغیرہ حدیث کہلاتی ہیں، سنت حدیث کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے، نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ اور اسی قسم کی عملی باتیں سنت ہیں، یہ دوسری قسم کے اہل قرآن ہیں جو تمام حدیثوں کو چھوڑ کر صرف سنت ہی کو مانتے ہیں اور باقی تمام ذخیرہ علوم و عرفان کو رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ احادیث میں بڑی جماعت کا عمل ہے۔ اور احادیث میں روحانیات سے متعلق بیش قیمت سبق ہیں، قرآن کی تفسیر بھی ہے اور انہی میں وہ پیشگوئیاں بھی ہیں جو ہر زمانہ میں پوری ہو کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرتی رہتی ہیں اور آج بھی وہ پیشگوئیاں ہمارے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔

نبی کریم صلعم کی چالیس سالہ زندگی کا حوالہ

میں نے انہی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ آیتیں پڑھی ہیں ان میں لکھا ہے قل لو شاء اللہ ماتلوتہٗ علیکم ولا ادرٰکم بہ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون، ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تمہارے اندر چالیس سال زندگی بسر کر چکا ہوں، پس تم میرے حالات سے خوب واقف ہو، میرے باپ دادا کو بھی تم جانتے ہو کہ وہ کن صفات کے مالک تھے، بنا بریں کن صفات کی توقع تم مجھ سے رکھتے ہو، تم خوب جانتے ہو کہ میں بے نفس انسان ہوں، غریب غربا کا ہمدرد ہوں، دیانت و امانت کا پکا ہوں، میری زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ہر قول و فعل تمہارے سامنے ہے، اس کے پیش نظر تم یقیناً مجھے قابل اعتماد اور الامین یقین کرتے ہو اور میرے کسی کردار پر انگلی نہیں رکھ سکتے، یہ چالیس سال کی زندگی جس کی طرف خدا نے توجہ دلائی ہے کیا ہے، کیا حدیث اسی کا نام نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اقوال و افعال تو قرآن میں درج نہیں، اس آیت میں خدا نے حدیث کی طرف توجہ دلائی ہے قرآن دانی کا ڈھول کرنے والا قرآن کی اس آیت پر غور کرے کہ کہیں وہ خود قرآن ہی کو تو رد نہیں کر رہا،

چالیس سالہ زندگی کی سرگذشت ہی حدیث ہے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کعبۃ اللہ مسمار ہو گیا، اس کی تعمیر کے سلسلہ میں جب حجر اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو تمام قبائل کے سرداروں میں سے ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ صرف وہ اس پتھر کو لگائے، ان کے نزدیک اس سے بڑھکر اور کوئی عزت نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے ان میں باہم تنازع ہو گیا اور بات بہت...... بڑھ گئی اور اندیشہ ہو گیا کہ قبائل کی باہم جنگ نہ چھڑ جائے آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ دوسرے دن علی الصبح جو شخص سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں داخل ہو، اس پر فیصلہ چھوڑا جائے عجیب بات ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے آ گئے، ان کو دیکھ کر ایک خوشی کا غلغلہ ہوا جاء الامین جاء الامین، وہ قابل اعتماد انسان جو دیانت و امانت کا مالک ہے آ گیا، اب کیا خطرہ ہے، وہ جو فیصلہ کرے گا صحیح ہو گا، اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز نہ ہوئے تھے، لیکن آپ کا عمل اور لوگوں کا اعتراف ثابت کر رہا تھا کہ یہی شخص اس منصب کا اہل ہے اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ، خدا نے تمام دنیا کے لئے رسول بھیجنا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون اس قابل ہے کہ حق رسالت ادا کر سکے، وہ خوب پرکھ کر منتخب کرتا ہے اور فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ کا اعلان کر کے خدا نے اپنے انتخاب کے صحیح ہونے پر ایک نہایت مضبوط اور ناقابل تردید دلیل قائم کی، بہر حال اس موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک چادر بچھاؤ، چنانچہ ایک چادر بچھائی گئی اور آپ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس چادر کے درمیان رکھ دیا اور تمام قبائل کے سرداروں کو حکم دیا کہ اس چادر کو مل کر پکڑو اور مل کر حجر اسود کو اٹھاؤ، آپ نے پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا اور قوم کو ہلاکت سے بچا کر ان کو متحد کر دیا، یہ واقعہ آپ کی بے نفسی اور حب الوطنی کا آئینہ دار ہے، اس شخص کے دل اور دماغ میں ہے کہ تمام دنیا کو ایک کرنا ہے، حب الوطنی بھی ہے قوم پرستی بھی ہے، لیکن اس کے ساتھ تمام انسانوں کا اتحاد و اتفاق سب پر مقدم ہے ایسی ہی صفات کے شخص کو تاڑ کر اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا، اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ، فرمایا فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ، کوئی ہے جو میری زندگی پر انگلی رکھ کر دکھلائے، وہ زندگی کہاں ہے، اس زندگی کی سرگذشت کو حدیث کہتے ہیں جس کا مؤید قرآن کریم ہے اور جس پر رسالت کے اہم کام کا انحصار ہے۔

نبی کریم صلعم کی پاکیزہ صفات کا ثبوت حدیث سے

قرآن تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو پیش کرتا ہے اور یہ قرآن پڑھنے والا سمجھتا ہے کہ حدیث کی ضرورت نہیں، اس سے پہلے ایک جگہ فرمایا لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم وہ رسول تمہارے پاس آیا جو تم ہی میں سے ہے، تم اگر تکلیف میں مبتلا ہو تو اسے شاق گذرتا ہے اور وہ تمہاری بہبودی اور بھلائی کا خواہشمند اور مومنوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات اس آیت میں بیان کی گئی ہیں، ان کی تفصیل کہاں ہے کونسے واقعات ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قوم کی تکلیف پر غمزدہ ہونا اور ان کی بہبودی کے لئے حریص ہونا ثابت ہو سکے یہ سب کچھ حدیث کی تلقین ہے، ایک جگہ فرمایا انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین یہ بڑے سخی مرد کی باتیں ہیں (پیسے کے لین دین کا سخی یہاں مراد نہیں) تمام اعلیٰ درجہ کی صفات اس میں پائی جاتی ہیں، ذی قوۃ بڑی قوت والا ہے، اس کے نظریئے بڑے مضبوط ہیں عند ذی العرش مکین خدا کے نزدیک بڑی عزت کا مالک ہے مطاع ثم وہاں کا یعنی ذی العرش کے ہاں کا مطاع مقرر کردہ ہے، اس کی اطاعت ضروری ہے یہ خدا فرماتا ہے، اگر وہ مطاع ہو کر نہ آتا تو قرآنی تعلیم عبث ہو جاتی، امین پھر وہ امین بھی ہے، ان تمام آیات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی سرگذشت کی طرف

توجہ دلائی گئی ہے، اگر قرآن آپ کو امین بتائے تو جب تک آپ کی زندگی کے واقعات میں ایسا نظر نہ آئے، اس وقت تک قرآن کی صداقت کس طرح ثابت ہوسکتی ہے، پھر کیا حدیث کو چھوڑ کر فقد لبثت فیکم عمراً کی آیہ کریمہ کو رد کر دو گے۔ اہل زمین نے ان کو الامین یقین کیا اور اہل آسمان نے بھی ان کو الامین کہا۔

خدا تعالےٰ کا نبی کریم کا حلیف ہونا

ایک اور جگہ فرمایا فکان قاب قوسین او ادنیٰ اے لوگو تم ایک دوسرے کے حلیف بنتے ہو، جب جنگ ہوتی اور ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ کے ساتھ اتحاد کا اعلان کرنا ہوتا تھا تو دونوں قبیلوں کے سرداروں کی ایک میدان میں مجمع کے سامنے کمانیں جوڑ کر ان سے ایک تیر چلایا جاتا تھا، یہ ایک اعلان ہوتا تھا کہ دونوں قبیلوں کا باہم اتحاد ہوگیا، تو خدا فرماتا ہے کہ ہم نے بھی محمد رسول اللہ صلعم کی کمان سے کمان جوڑ کر تیر پھینکدیا ہے، کہ حضور کا تعلق اس درجہ خدا کے ساتھ اور آپ کا اتحاد ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کا حلیف بن گیا، یہ تمام امور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم المرتبت شخصیت کی اہمیت بیان کرنے کے لئے ہیں، کیونکہ ان کی عظمت پر اطاعت احکام الہیٰ کا انحصار ہے اور ان کی عظمت پر خود ان کی اطاعت کا دارومدار ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے ماضی، حال اور مستقبل کے واقعات

پھر فرمایا قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین اس آیت کریمہ میں زمانہ حال کی سرگذشت پر غور کرنے کا حکم ہے، میری نمازیں اور میری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالےٰ کے لئے ہے، وہ ماضی تھا، جس میں آپؐ کی چالیس سالہ زندگی کی طرف توجہ دلائی، یہ حال ہے اور آئندہ کے متعلق فرمایا نٓ والقلم وما یسطرون، ما انت بنعمت ربك بمجنون جوں جوں علم ترقی کریگا اور قلم و دوات کے نوشتے دنیا میں پھیلیں گے توں توں آپ کی صداقت اور معقولیت دنیا پر ظاہر ہوتی چلی جائیگی۔ چنانچہ واقعات سے ایسا ہی ثابت ہو رہا ہے، اور آج یورپ بھی کہنے لگا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم جس تعلیم کو لیکر آئے وہی صحیح ہے، اور آپؐ کی زندگی کے واقعات دُنیا کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

رسول کی اطاعت اسی طرح ضروری ہے جس طرح خدا کی

غرضیکہ زمانہ ماضی اور زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کے حالات زندگی ثابت کرتے ہیں کہ خدا نے رسالت کا کام نہایت عظیم الشان ہستی کے سپرد کیا، اور عقل و دانش کا تقاضا ہے کہ خدا کے اس انتخاب کی قدردانی کی جائے اور اس رسُول کے احکام کی اطاعت بھی اسی رنگ میں کی جائے جس رنگ میں خدا کے احکام کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ والرسول وہ رسول کی اطاعت کیا ہے، ایک قرآن کا پڑھنے والا کہتا ہے کہ قرآن ہی پر چلنا رسُول کی اطاعت ہے، حالانکہ اسکو خدا کی اطاعت سے الگ کر کے بیان کیا ہے، کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چوبیس گھنٹے قرآن ہی پڑھتے رہتے تھے اور کوئی معاملات کی باتیں لوگوں سے نہیں کرتے تھے۔ کیا کوئی احکام آپ دیتے تھے یا نہیں، وہ کیا تھا جس کے متعلق قرآن نے فرمایا واذ غدوت من اھلك تبوئ المؤمنین مقاعد للقتال یہ تو محمد رسول اللہ صلعم کی سرگذشت ہے جس میں آپؐ کی بیویوں کا بھی ذکر ہے، اور بتایا ہے کہ آپ اہل و عیال سے نکل کر مومنوں کو مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور ہدایات جاری کر رہے تھے آپ ان کو وہ احکام دیتے تھے جن کا ذکر قرآن میں نہیں، جنگ احد میں عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ ایک پہاڑی پر متعین فرمایا اور حکم دیا کہ جب تک کہا نہ جائے اس جگہ کو نہ چھوڑو لا تبرحوا من مکانکم ھذا حتیٰ ارسل الیکم یہ رسول اللہ کا حکم ہے جو حدیث میں درج ہے۔ اس حکم کی اطاعت فرض تھی جس کے لئے بار بار اطیعوا الرسول کی تلقین ہوئی، اور یہ جو لکھا ہے لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ یہ بھی تو ایک واقعہ ہی کا ذکر ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے کہنے پر ایک درخت کے نیچے قوم نے اطاعت رسول کرتے ہوئے موت پر بیعت کرلی، اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت خدا کی اطاعت کے علاوہ ہے کیونکہ آپ کے کہنے پر موت پر لوگوں نے بیعت کرلی۔

سنت کے علاوہ دوسرے واقعات کا جاننا بھی ضروری ہے

پھر احزاب جب مسلمانوں کو مارنے کے لئے آئے، تو حضرت سلمان نے مشورہ دیا کہ ہمارے ملک میں ایسے موقعہ پر خندق کھود لیتے ہیں، اب قرآن میں تو صرف احزاب کا ذکر ہے خندق کھودنے کا ذکر نہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ سلمان کے اس مشورہ پر رسول اللہ صلعم نے خندق کھودنے کا حکم دیا اور آپ بھی خود صحابہ کے ساتھ خندق کھودنے میں لگ گئے، معلوم ہوا سنت کے علاوہ بھی بعض واقعات ایسے ہیں، جن کا جاننا ضروری ہے، اور پھر خدا نے فرمایا لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ضرور تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔

رسول اللہ کی عزت و توقیر اور اطاعت فرض ہے

دوسری جگہ فرمایا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ اللہ پر اور اس کے رسُول پر ایمان لاؤ اور اس رسول کی مدد کرو، یہ کیوں فرمایا کیوں رسول کی اتنی توقیر، اتنی عظمت اور اتنی بڑائی کا ذکر کیا، پیغمبر اور ایلچی کی عزت بہت بڑی ہے اور اس کی لیاقت کا پاس ضروری ہے، کیا رسول کا کام صرف اتنا ہی تھا کہ نماز روزہ کا ذکر کر دیا اور باقی چپ رہتے تھے؟ جنگ جب ہوتی ہے تو آپ لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں کہ بچوں کو نہیں مارنا، عورتوں کو نہیں مارنا، بوڑھے آدمی کو نہیں مارنا، پھلدار درخت کو نہیں کاٹنا، نبی کریم صلعم کی ۲۴ گھنٹے کی گفتگو میں جو احکام ہوتے تھے ان کی اطاعت کرنا فرض تھا۔

پیشگوئیاں اور خواب حدیث اور قرآن میں

انہی حدیثوں میں ایک حصہ ایسا ہے جو پیشگوئیوں پر مشتمل ہے لیکن ان پیشگوئیوں میں چونکہ مسیح کی آمد ثانی کا ذکر ہے اور اس سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت ثابت ہوتی ہے اس لئے حدیث ہی کا اور پیشگوئیوں کا بھی انکار کر دیا گیا، کہ مبادا مرزا صاحب کی صداقت ثابت نہ ہو جائے، حالانکہ پیشگوئیاں تو قرآن میں بھی ہیں، اگر ایک شخص کو سامنے رکھکر پیشگوئیوں اور خواب کا انکار کرنا ہے تو قرآن کو بھی چھوڑنا پڑے گا جس میں کئی پیشگوئیاں اور کئی لوگوں کی خوابیں ہیں، ایک کافر بادشاہ کا بھی خواب ہے وقال الملك انی اریٰ سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلت خضر واخر یٰبست اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں انہیں سات دُبلی گائیں کھا گئی ہیں اور سات سبز بالیں ہیں اور سات سوکھی ہوئی، یا یھا الملا افتونی فی رؤیای ان کنتم للرؤیا تعبرون، اے درباریوں میرے خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر کر سکتے ہو، قالوا اضغاث احلام وما نحن بتاویل الاحلام بعلمین یہ درباری نہایت تجربہ کار دانشمند لوگ تھے.... لیکن تاویل الاحادیث کے کوچہ سے ناآشنا تھے، انہوں نے کہدیا ہم ایسے پریشان خوابوں کا علم نہیں رکھتے۔ اسی وقت ایک معمولی نوکر اُٹھتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ یہ بڑے لوگ تو ٹھیک کہتے ہیں لیکن مجھے بھی اجازت دیجئے کہ میں ایک شخص سے پوچھ آؤں۔ وقال الذی نجا منھما وادکر بعد امۃ انا انبئکم بتاویلہ فارسلون چنانچہ اسے اجازت دی گئی، اور وہ حضرت یوسف کے پاس جاتا ہے یوسف ایھا الصدیق افتنا فی سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلت خضر واخر یٰبست لعلی ارجع الی الناس لعلھم یعلمون اے یوسف اے سچے انسان ہمیں تعبیر بتائیے کہ سات موٹی گائیوں کو سات دُبلی گائیں کھا گئی ہیں اور سات سبز بالیں اور سات سوکھی ہوئی، حضرت یوسف نے خواب سُن کر کہا کہ قحط پڑنے والا ہے، اور اس کے نقصان سے بچنے کی بھی راہ بتائی۔

قلت فہم اور حسد کا نتیجہ

تو کافر بادشاہ کو بھی خواب آیا اور وہ خواب سچا نکلا اس کافر بادشاہ کے دو غلاموں کے خواب کی تعبیر بھی درست نکلی جس طرح خود حضرت یوسف کا خواب درست نکلا۔ لیکن ناواقف شخص جو حقائق الاشیاء پر اطلاع نہ رکھتا ہوگا ایسے نا رمز شناس انسان اس وقت بھی خواب اور پیشگوئی کو غلط سمجھتے تھے آج قرآن پڑھنے والوں کا شمار بھی ان میں ہے یہ قلت تدبر

اور قلت فہم کی وجہ سے ہے یا الحسد شیطان والبغض شیطان کی کرشمہ سازی کا نتیجہ ہی کیا تم خواب اور پیشگوئی کا انکار اس لئے کرتے ہو کہ مرزا صاحب کا اقرار کرنا پڑتا ہے، یہ کس قدر نا انصافی اور حق سے دشمنی ہے خواب میں ہی حضرت نبی کریم کو دشمنوں کی جمعیت قلیل دکھائی جاتی ہے (ولینکھم فی منامک قلیلا) ہم نے رؤیا میں تمہیں دکھا دیا کہ وہ قلیل ہیں، اور حضرت ابراہیم نے بھی فرمایا انی اریٰ فی المنام انی اذبحک رؤیا اور کشف تو ایسی چیز ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا، اس میں پردۂ اخفا ہوتا ہے جو اپنے وقت پر کھلتا ہے۔

قرآن کی ایک عظیم الشان پیشگوئی

قرآن میں رؤیا اور کشف بھی ہیں اور پیشگوئیاں بھی ہیں، ایک جگہ فرمایا غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون اہل روم (نصاریٰ) کو ایرانیوں سے شکست ہو گئی، اس پر عرب کے لوگ خوش ہوئے کہ ایرانی بھی بت پرست ہیں اور ہم بھی بت پرست، گویا ہماری فتح ہے اور دوسری طرف نصاریٰ بھی اہل کتاب ہیں اور مسلمان بھی اہل کتاب تو نصاریٰ کی شکست مسلمانوں کی شکست ہوئی کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس شکست کے بعد نصاریٰ کو پھر فتح حاصل ہو گی، اس پر مشرکین میں سے امیۃ بن خلف نے بڑی شد و مد کے ساتھ کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، حضرت ابوبکرؓ نے اس سے دس اونٹ کی شرط لگائی اور کہا کہ اگر تین سال تک رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تو دس اونٹ تمہیں دینے ہوں گے اور اگر وہ غالب نہ آئے تو میں تمہیں دس اونٹ دوں گا، اس پر حضرت نبی کریم صلعم نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آیت میں فی بضع سنین ہے اور بضع کا لفظ تین سے نو تک بولا جاتا ہے، اس لئے آپ مدت شرط کو نو سال تک بڑھا دیں اور ساتھ ہی اونٹوں کی تعداد بھی سو تک کر دیں امیۃ بن خلف نے یہ بھی منظور کر لیا اور آخر کار جیسا کہ آیت میں فرمایا گیا ہے یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اسی وقت مسلمانوں کو بدر کی لڑائی میں فتح نصیب ہوئی اس طرح سے مسلمانوں کے لئے دو عیدیں جمع ہو گئیں، ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ

حدیثوں میں مسلمانوں کی فتوحات کی پیشگوئیاں

اسی طرح کئی پیشگوئیاں حدیثوں میں ہیں، ایک پیشگوئی ہے ستفتحون مصر اتم مصر کو فتح کرو گے، وہاں ہماری ماں ہاجرہ کے رشتہ کے لوگ ہیں ان سے نرمی کا برتاؤ کرنا، یہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں، ہزارہا سال پہلے کی گذری ہوئی حضرت ہاجرہ کے رشتہ داروں کا بھی خیال ہے، پھر خندق کھودتے وقت آپ کے منہ سے کئی آئندہ کی خبریں نکلیں، خندق کھودتے کھودتے ایک چٹان آ گئی، جو کسی سے نہ ٹوٹتی تھی، آنحضرت صلعم نے اس چٹان پر ضرب لگائی اس میں سے آگ نکلی فرمایا روم فتح ہو گیا، اور اس پر مسلمان قابض ہو گئے، پھر ایک کدال مارا اور اس میں سے پھر آگ نکلی فرمایا ایران فتح ہو گیا وانی اوتیت مفاتحہا مجھے اس کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا اور حضرت عمرؓ کے عہد میں روم اور ایران دونوں ممالک مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے، یہ پیشگوئیاں جو پوری ہو گئیں حدیثوں کی حقانیت پر روشن دلیل ہیں۔

بعثت مجددین کی پیشگوئی

پیشگوئیاں...... تو قرآن میں بھی ہیں اور حدیث میں بھی ہیں، لیکن ان لوگوں نے پیشگوئی کو رد کرنے کے لئے ایک معیار مقرر کر رکھا ہے، کہ جس پیشگوئی سے مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت ثابت ہوتی ہو اس کو رد کر دیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیشگوئی میں فرمایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص کھڑا کرتا رہے گا جو اس امت کے دین کو اس کے لئے تازہ کر دیا کرے گا۔ اس پیشگوئی کے مطابق گذشتہ تیرہ صدیوں میں مجدد آتے رہے، لیکن آج چودھویں صدی میں صرف مرزا صاحب کی مخالفت کی وجہ سے اس حدیث کو رد کیا جا رہا ہے۔

مجدد وقت کے لئے آسمانی شہادت

حالانکہ اس چودھویں صدی کے مجدد کے لئے خدا نے آسمان سے بھی ایک زبردست شہادت دی، وہ ذکر پہلے سے حدیث میں موجود ہے اور اس میں فرمایا گیا ہے ان لمھدینا آیتین لم یکونا منذ خلق السموات والارض ینخسف القمر لاول لیلۃ من شھر رمضان، وتنکسف الشمس فی اوسطھا ہمارے مہدی کے لئے ایک نشان ہے جو زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت سے لے کر آج تک کبھی ظہور پذیر نہیں ہوا۔ یعنی رمضان کے ایک ہی مہینہ میں سورج و قمر کو گرہن نہیں لگا۔ چنانچہ ۱۸۹۴ء میں ایسا ہی ہوا، اس سال ماہ رمضان میں سورج اور چاند کے گرہن سے دنیا نے دیکھ لیا کہ ہمارے نبی کریم صلعم کی بات بالکل صحیح ہے۔ قمر کا گرہن ۱۳ رمضان کو ...... اور سورج کا گرہن ۲۸ رمضان کو وقوع میں آیا اور دنیا کے بہت بڑے حصہ نے حضور کی پیشگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کیا اس مظاہرے نے حدیث ان اللہ یبعث الخ کی تصدیق کی اور مجدد زمان کے دعوے کی تصدیق کی، لیکن کور چشم کور باطن انسان خدا کی اس فعلی شہادت کا بھی انکار کرتا ہے،

حدیث میں قرآن کی تفسیر

پھر بے شمار حدیثیں ہیں جو بالکل قرآن کا ترجمہ ہیں، یہ تمام وہ حدیثیں ہیں کہ کوئی ان کا انکار نہیں کر سکتا، لیکن آج ہمارے سامنے یہ بدبخت صورت پیدا ہو گئی ہے، کہ ایسی کھلی کھلی حدیثوں کا بھی انکار کر دیا گیا ہے

کمزور احادیث

میں نے انہی حالات حاضرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے حدیث پر ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تم نے جو معیار مقرر کر رکھا ہے، اس سے تو قرآن کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے، کیا بدبخت ہے وہ شخص جو اپنی ضد کی وجہ سے حدیث کو چھوڑنے کی جرأت کرتا ہے اس میں شک نہیں کہ کبھی کبھی کوئی حدیث کمزور بھی ہوتی ہے لیکن غور کیجئے اگر آپ کے روپے میں چند کھوٹے سکے ہوں تو آپ تمام سکوں کو باہر پھینک دیں گے۔ بنکوں میں آئے دن کھوٹے سکے پہنچتے ہیں کیا وہ ان کی وجہ سے تمام سکوں کو ضائع کر دیتے ہیں؟ اگر کسی کو پارسل میں انگور آتے ہیں، جب وہ اسکو کھولتا ہے تو اس میں کچھ دانے خراب نکلتے ہیں کیا وہ ان خراب دانوں کی وجہ سے سارے انگور پھینک دیتا ہے، اسی طرح بعض حدیثیں کسی کم فہم آدمی کی کمزوری کی وجہ سے ٹکسال پر پوری نہیں اترتیں ان کی وجہ سے یہ کہنا کہ ساری کی ساری حدیثیں ناقابل اعتماد اور رد کرنے کے لائق ہیں کہاں کی دانشمندی ہے؛ مجھے ڈر ہے کہ ایسے لوگوں کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

ضرورت حدیث پر ایک کتاب

میں نے جیسا کہ اوپر ذکر آیا ہے ضرورت حدیث کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جو حالات حاضرہ کے تمام پہلوؤں پر بحث کرتی ہے یہ کتاب مکمل ہو چکی ہے اسکی ضخامت کا اندازہ ۳۵۰ صفحات ہیں اور اگر بڑی تقطیع تجویز کی جائے تو اس کی ضخامت ۲۵۰ صفحات ہو گی۔ اس کتاب کی اشاعت ہماری جماعت کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہو گا جس سے حضور نبی کریم کی عظمت قائم ہو گی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ظاہر ہے اس کتاب کی طباعت کا بوجھ انجمن کے خزانہ پر پڑے گا لیکن قوم کو چاہیئے کہ انجمن کا ہاتھ بٹائے۔

کیا انبیاء کے مکذبین کی تباہی انکی تکذیب اور بداعمالیوں کا نتیجہ نہ تھی؟

"طلوعِ اسلام" کے تاریخی شواہد پر ایک نظر

از مولوی محمد ابراہیم صاحب صاداتوی

رسالہ طلوع اسلام کراچی مجریہ ۹ راپریل ۱۹۵۵ء میں مندرجہ بالا عنوان کی دسویں قسط شائع ہوئی ہے جس کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

" لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ قرآن کریم ان واقعات کا ذکر کس انداز سے اور کس مقصد کے لئے کرتا ہے قوم نوح کے سلسلہ میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ ان کی تباہی سیلاب سے ہوئی اس کے بعد قوم عاد۔ قوم ثمود قوم لوط وغیرہ کے ضمن میں ہم دیکھیں گے کہ ان کی تباہی زلزلہ کے جھٹکوں۔ کوہ آتش فشاں کی شرر باریوں اور آندھی کے جھکڑوں وغیرہ سے ہوئی یعنی خارجی کائنات کے طبعی حوادث ان کی تباہی کا موجب بنے یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا یہ حوادث ان کی بد اعمالیوں کا نتیجہ تھے یا انہیں ان کی تباہی کا موجب بنا دیا گیا؟.........

یہ طبعی حوادث دنیا کے ہر خطے میں آتے رہتے ہیں اور اور ان میں اچھے اور برے قسم کے انسان تباہ ہو جاتے ہیں۔ لہذا یہ ظاہر ہے کہ یہ حوادث کسی قوم کے غلط اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں اور نہ ہی ان سے صرف بداعمال لوگ تباہ ہوتے ہیں۔

ابتداء میرا بھی یہ خیال تھا کہ ان حوادث اور ان اقوام کے اعمال میں ایک بنیادی ربط تھا۔ لیکن قرآن پر مزید غور و تدبر نے میری رہنمائی اس طرف کی ہے کہ یہ حوادث ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں ہوتے تھے۔ البتہ یہ ان کی تباہی کا ذریعہ بن جاتے تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ اللہ تعالے کی طرف سے آنے والے حادثہ کا علم اس رسول کو قبل از وقت مل جاتا تھا اور اس سے کہدیا جاتا تھا کہ وہ یا تو اس سے محفوظ رہنے کی کوئی تدبیر کرے یا اس سے پہلے اس جگہ سے نکل کر اپنے ساتھیوں سمیت کسی دوسری جگہ چلا جائے............ اور چونکہ نبی اکرم صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے اب اس قسم کے حوادث کے قبل از وقت علم مل جانے کا بھی سوال نہیں پیدا ہوتا"

خلاصہ مطلب

مندرجہ بالا اقتباس سے ذیل کے نتیجے اخذ ہوتے ہیں

اوّل یہ کہ دنیا میں انبیاء کرام کے وقتوں میں جو تباہیاں آئیں وہ طبعی حوادث تھے اور انہوں نے ضرور واقع ہونا تھا اور یہ تباہیاں محض رسولوں کے انکار یا ان کی قوموں کی بداعمالیوں کی وجہ سے نہیں۔

دوم یہ کہ ان حوادث کا علم رسولوں کو دے دیا جاتا تھا اور وہ اور ان کے پیرو تباہی کے آنے سے پہلے کسی تدبیر سے جان بچا کر نکل جاتے تھے اور اب چونکہ نبی اکرم صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اب اس قسم کے حوادث کے قبل از وقت علم مل جانے کا بھی سوال نہیں پیدا ہوتا۔

انبیاء کی صداقت پر زد

مدیر طلوع اسلام نے قرآن پر مزید غور و تدبر کے بعد یہ نتیجے اخذ کئے ہیں لیکن ایسی رائے قائم کرتے وقت انہیں یہ خیال نہیں رہا کہ ان باتوں سے براہ راست انبیاء کے شئون اور صداقت پر زد پڑتی ہے، ہر ایک نبی نے اپنے وقت میں اپنی قوم کو تنبیہہ کی کہ اگر اسے نہ مانا گیا تو خدا کا عذاب ان پر نازل ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ اور بعض وقت قوم کے توبہ و استغفار سے عذاب ٹل بھی گیا جیسے کہ حضرت یونس کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

اگر عذاب محض طبعی حادثہ ہوتا تو منکرین نبوت بخوبی کہہ سکتے تھے کہ حجی جناب ایسے حادثات تو واقعہ ہوتے ہی رہتے ہیں، اسے آپ کے انکار و اقرار سے کیا تعلق؟ آپ خواہ مخواہ ہمیں ڈراتے رہتے ہیں اور اس طبعی حادثہ کو اپنی صداقت کا معیار ٹھہراتے ہیں۔ بتائیے ان باتوں سے نبی کی کیا شان باقی رہ جاتی ہے؟

تفسیر بالرائے

حقیقت یہ ہے کہ مدیر طلوع اسلام نے قرآن پر "مزید غور و تدبر" نہیں کیا بلکہ انہوں نے "انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجنز" (جس کا کہ انہوں نے ایک حوالہ دیا ہے) پر غور کر کے ایک رائے قائم کرلی ہے اور اس رائے کے مطابق قرآن کی بھی تفسیر کر دی ہے

قرآن کریم کا بیان

لیکن قرآن کریم کی کھلی کھلی آیات مدیر موصوف کی اس رائے کا بطلان کر رہی ہیں جیسا کہ ذیل کی آیات ظاہر ہیں:۔

وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا کان ذالک فی الکتاب مسطورا (بنی اسرائیل)

جو بھی بستی ہے اس کو ہم قیامت کے دن سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں یا اسکو سخت عذاب دینے والے ہیں۔ یہ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے

نوح اور ان کے بعد کی اقوام پر عذاب

پھر حضرت نوح کی دعا اور اس کا جواب قرآن مجید میں یوں درج ہے:۔

قال رب انصرنی بما کذبون قال عما قلیل لیصبحن ندمین۔ فاخذتھم الصیحۃ بالحق فجعلنھم غثاء فبعدا للقوم الظلمین

ترجمہ:۔ کہا کہ اے میرے رب تو میری مدد کر کیونکہ یہ میری تکذیب کرتے ہیں۔ فرمایا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ ضرور ہی پشیمان ہوں گے۔ پس عذاب نے ان کو برحق پکڑا تو ہم نے ان کو جھاگ کی مانند بنا دیا۔ پس ظالم لوگوں کے لئے دوری ہو۔ ثم ارسلنا رسلنا تترا کلما جاء امۃ رسولھا کذبوہ فاتبعنا بعضھم بعضا وجعلنھم احادیث فبعدا لقوم لا یؤمنون (المؤمنون) پھر ہم نے اپنے رسولوں کو پے در پے بھیجا جب کسی قوم کے پاس اس کا رسول آتا تھا تو وہ اس کو جھٹلاتے تھے تو ہم بھی ان میں سے بعض کے پیچھے بعض کو تباہ کرتے چلے گئے اور ہم نے ان کو قصہ کہانی بنا دیا۔ پس اس قوم کے لئے دوری ہے جو کہ ایمان نہیں لاتے۔

قوم ہود پر عذاب

اسی طرح حضرت ہود نے اپنی قوم کو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کو کہا اور خدا کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے جواب دیا وما نحن بمعذبین یعنی ہم کو ہرگز عذاب نہیں دیا جائے گا۔ تو اللہ تعالے فرماتا ہے فکذبوہ فاھلکنھم (الشعرا) انہوں نے اس کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔

قوم ثمود پر عذاب

اسی طرح قوم ثمود کے رسولوں کو جھٹلانے کا ذکر یوں کیا ہے اذ قال لھم اخوھم صلح الا تتقون فاتقوا اللہ و اطیعون۔ ولا تطیعوا امر المسرفین۔ قالوا انما انت من المسحرین ما انت الا بشر مثلنا فات بایۃ ان کنت من الصدقین۔ الخ (الشعرا) ترجمہ:۔ جب کہ ان کے بھائی صالح نے ان کو کہا کہ تم کیوں تقویٰ نہیں کرتے۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی پیروی نہ کرو، انہوں نے کہا کہ تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا گیا تو تو بس ہمارے ہی جیسا انسان ہے بس اگر تو سچوں میں سے ہے تو کوئی نشان ہمارے پاس لا۔ اس نے (صالح نے) کہا کہ یہ اونٹنی ہے جس کے لئے پانی کی باری ہے اور تمہارے لئے بھی ایک معین دن پانی کی باری ہے۔ اور اس کو بالکل دکھ نہ پہنچاؤ۔ ورنہ تم کو بڑے دن کا عذاب پکڑے گا۔ تو انہوں نے اس کے کونچے کاٹ دیئے۔

پس وہ نادمین سے ہو گئے۔ تو عذاب نے ان کو پکڑا۔ یہاں تو طبعی حادثہ کا سوال ہی اڑ گیا۔ حضرت صالح اپنی قوم کو متقی بننے کے لئے کہتے ہیں۔ قوم انکار کرتی ہے اور پھر صداقت کا نشان مانگتی ہے۔ حضرت صالح خدا کے حکم کے ماتحت ایک خاص اونٹنی کو نشان ٹھہراتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کو چھیڑو نہیں ورنہ تم پر عذاب نازل ہوگا۔ وہ نہ مانے بلکہ انہوں نے اونٹنی کے کوچے کاٹ ڈالے اور حسب مانگے عذاب نے انہیں آپکڑا۔ ان فی ذالک لاٰیۃ۔ اس میں ضرور نشان ہے وما کان اکثرھم مومنین (مریم) اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے۔

قوم لوط کی بد اعمالی اور اسکی سزا

پھر سب سے بڑھکر کسی قوم کی بد اعمالی کی مثال حضرت لوطؑ کی قوم کا واقعہ ہے۔ رسالہ "طلوع اسلام" کے مضمون کے اس فقرہ (یہ حوادث ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں ہوتے تھے) کو مدنظر رکھکر قرآن کریم کی ان آیات کا بغور مطالعہ کیجئے اور مدیر موصوف کے تدبر القرآن کی داد دیجئے :۔

کذبت قوم لوط ن المرسلین - اذ قال لھم اخوھم لوط الا تتقون - انی لکم رسول امین - فاتقوا اللہ و اطیعون..... اتاتون الذکران من العٰلمین وتذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم - بل انتم قوم عٰدون - قالوا لئن لم تنتہ یلوط لتکونن من المخرجین قال انی لعملکم من القالین - رب نجنی واھلی مما یعملون فنجینٰہ و اھلہ اجمعین الا عجوزا فی الغٰبرین ثم دمرنا الاٰخرین - و امطرنا علیھم مطرا الخ (الشعراء)

ترجمہ :- لوط کی قوم نے بھی رسولوں کی تکذیب کی جبکہ اسکے بھائی لوط نے ان کو کہا کہ تم کیوں تقوٰے اختیار نہیں کرتے۔ بے شک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں پس تم اللہ کا تقوٰے کرو اور میری اطاعت کرو۔ کیا تم سب لوگوں میں سے مردوں کی طرف آتے ہو اور جو تمہاری بی بیاں کو تمہارے رب نے تمہارے لئے ہی پیدا کی ہیں انکو چھوڑتے ہو۔ بلکہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو) انہوں نے کہا کہ اے لوط اگر تو باز نہ آیا تو ضرور تجھے نکال دیا جائے گا اس (لوطؑ) نے کہا کہ بے شک میں تمہارے عمل کو برا سمجھتا ہوں اے میرے رب تو مجھے اور میرے اہل کو ..... اس سے نجات دے جو کہ یہ کرتے ہیں تو ہم نے اسے اور اس کے اہل ..... سب کو نجات دی مگر ایک بوڑھی عورت کو جو کہ پیچھے رہنے والوں سے تھی پھر ہم نے اوروں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر خاص قسم کی بارش برسائی تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی بارش کیا ہی بری تھی

تدبر القرآن کے دعویدارو! اب بتاؤ کہ ان آیات میں جس بد عملی اور عذاب کا ذکر کیا گیا ہے وہ ایک دوسرے کا نتیجہ نہ تھا؟ کیا قوم لوطؑ پر ان کی بد عملی کی وجہ سے عذاب نہیں آیا؟ اور کیا قرآن کریم میں دوسری جگہ یہ واقع آپ کی نظر سے نہیں گذرا کہ اس عذاب پر مامور فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس سے ہو کر گئے تھے جن کے آگے انہوں نے کھانا پیش کیا اور ان کے نہ کھانے پر وہ (حضرت ابراہیمؑ) گھبرا گئے۔ پھر فرشتوں نے انہیں کہا کہ گھبراؤ نہیں ہم قوم لوطؑ پر مامور کئے گئے ہیں، حضرت ابراہیم نے ایک بردبار ہونے کی حیثیت سے ان سے جھگڑا بھی کیا۔ ان کا منشاء یہ تھا کہ قوم لوط عذاب سے بچ جائے لیکن وہ قوم اپنی سخت بد اعمالی کی وجہ سے بچ نہ سکی اسی طرح حضرت شعیبؑ کی قوم نے اپنے منہ سے عذاب مانگا اور ان پر خدا تعالےٰ نے عذاب نازل فرمایا یہ عذاب ان پر ان کی بد عملی اور بے ایمانی اور ماپ تول میں کمی بیشی کی وجہ سے آیا تھا۔

قوموں کی بوجہ ہلاکت شان خداوندی کیخلاف ہے

غرض قرآن کریم کا مطالعہ بغور کیا جائے تو کئی قوموں کی ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے تباہی و بربادی کی مثالیں ملیں گی اور آئندہ کے لئے بھی قرآن کریم نے قوموں اور بستیوں کی تباہی کی خبر دی ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا آیات میں سے سب سے پہلی آیت سے ظاہر ہے، اور یہ خدا تعالےٰ کی شان سے بعید ہے کہ وہ قوموں اور بستیوں کو خواہ مخواہ تباہ کرے۔ کیونکہ اس نے فرمایا ہے وما انا بظلام للعبید یہ قومیں اور بستیاں اپنی ہی بد اعمالیوں کی وجہ سے تباہ ہوں گی جیسی کہ پہلی قومیں تباہ ہوئیں۔ قرآن کریم کوئی قصے کہانیوں کی کتاب نہیں، یہ قصے جو اس میں درج ہیں ان بد اعمال قوموں کی مثالیں اللہ تعالےٰ نے بیان کرکے ہر قوم پر واضح کیا ہے کہ جو بھی قوم اس قماش کی ہوگی وہ تباہ و برباد ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ اسی طرح ان قوموں کو اپنے ملہمین، مامورین، مجددین کے ذریعہ سے خبردار کرتا رہے گا۔ جیسا کہ اس نے پہلے اپنے رسولوں کے ذریعہ خبردار کیا۔

رسول کریم کے بعد ملہمین کا وجود

طلوع اسلام کا یہ خیال صحیح نہیں کہ چونکہ نبی اکرم صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اب اس قسم کے حوادث سے قبل از وقت اطلاع دیئے جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا یہ خیال محض اس عقیدہ کا نتیجہ ہے کہ رسول کریم صلعم کے بعد سلسلہ الہام کو بند سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ غیر نبی ملہم پہلی امتوں میں بھی ہوتے رہے ہیں اور اس امت میں بھی ہر صدی میں آتے اور آتے رہیں گے جو لوگوں کو ان کی بدیوں اور بدکاریوں کے عذاب سے ڈراتے رہے اور ڈراتے رہیں گے۔

حضرت مجدد وقت کا پیش از وقت انتباہ

چنانچہ اس صدی کے مجدد اور رسول اللہ صلعم کے ادنیٰ خادم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کیسا تھ جب لوگ بدزبانی، شرارت، ظلم اور تعدی سے پیش آئے تو انہیں الہام ہوا کہ اس ملک پر مری کی صورت میں عذاب آئیگا اور اس مری کے متعلق بتایا کہ کشف میں انہیں دکھایا گیا ہے کہ یہ مری طاعون ہے۔ چنانچہ دافع البلاء میں لکھتے ہیں

"میں وہ بات مع ثبوت پیش کرتا ہوں چار سال ہوئے کہ میں نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنیوالی ہے۔ اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں اور اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتی"

اور حقیقت میں اس طاعون کی خبر بذریعہ الہام حضرت اقدس کو پچیس سال قبل دی گئی تھی، پھر دوسری بار دس سال پہلے اطلاع دی گئی جب کہ انہوں نے ایک سبز اشتہار کے ذریعہ لوگوں کو خبردار کیا۔ پھر تیسری بار حضور نے طاعون آنے سے چار سال پہلے لوگوں کو مطلع کیا۔

کشف کے متعلق تو میں نے حضرت صاحب کی کتاب کا حوالہ اوپر درج کیا ہے اب ذیل میں چند الہامات درج کئے جاتے ہیں۔ جو کہ اس طاعون کے پھیلنے سے قبل دوسری کتابوں اور اشتہاروں میں درج ہیں۔ اور پھر دوبارہ حضرت اقدس نے لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے انہیں رسالہ دافع البلاء میں درج فرمایا۔ ان الہامات میں قابل ذکر الہام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم قادیان کو محفوظ رکھیں گے اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ قادیان محفوظ رہا دراںحالیکہ قادیان کے اردگرد دو دو کوس کے فاصلہ پر طاعون سے تباہی مچ رہی تھی۔ اب بتایئے کہ اس سے بڑھکر کسی ملہم کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ایک امر کے متعلق کئی سال پہلے جب اس کا وہم وگمان نہ ہو سکتا تھا وہ اطلاع دے اور وہ بالکل اسی طرح پوری ہو جائے۔

ملاحظہ ہوں الہامات ذیل :۔

"ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم انہ اوی القریۃ - لولا الاکرام لھلک المقام انی انا الرحمٰن دافع الاذی غضبت غضبا شدیدا - الامراض تشاع - والنفوس تضاع الا الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم - اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون

ترجمہ :- خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے وہ اس گاؤں (قادیان) کو طاعون کی دستبرد..... اور اس کی تباہی سے بچا لے گا۔ اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔ میں رحمان ہوں جو دکھوں کو دور کرنے والا ہوں، میرا غضب بھڑک رہا ہے بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہوں گی مگر مومن لوگ جن کے ایمان میں کچھ نقص نہیں ہوگا وہ امن میں رہیں گے اور ان کو مخلصی کی راہ ملیگی"

الہام انبیاء کیساتھ مخصوص نہیں

مدیر طلوع اسلام تدبر القرآن کا دعوےٰ تو کرتے ہیں لیکن کیا انہوں نے کبھی قرآن کریم کی اس آیت ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا پر بھی غور کیا ہے جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف نبی کے ساتھ نہیں بلکہ بشر کے ساتھ کلام کے تین طریقے یا ذریعے بیان فرمائے ہیں۔ اول بذریعہ وحی یا الہام، دوئم بذریعہ کشوف یا رؤیا صادقہ، سوئم بذریعہ فرشتہ، ان تین طریقوں سے پہلی امتوں کے صلحاء سے خواہ وہ مرد تھے یا عورت اللہ تعالیٰ نے کلام کیا جس کا ثبوت کہ قرآن کریم مہیا کرتا ہے اور جس کو کہ خود طلوع اسلام والے بھی مانتے ہیں اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ سے کلام کا ثبوت اس امت کے صلحاء و اولیاء نے اپنے الہامات و کشوف و رؤیا سے دیا جن کی تصدیق واقعات نے کر دی۔ مگر جو دل رکھتے ہوئے نہ سمجھیں، کان رکھتے ہوئے نہ سنیں اور آنکھیں ہوتے ہوئے نہ دیکھیں ان کا کیا کیا جائے؟

کیا امت محمدیہ پہلی امتوں سے گئی گذری ہے

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ بائیبل پر عمل کر کے بنی اسرائیل کی عورتیں بھی اس قابل بن جائیں کہ خدا تعالیٰ ان سے ہمکلام ہو، لیکن قرآن کریم ایسی عظیم الشان اور آخری محفوظ کتاب میں اتنا بھی کمال نہ ہو کہ عورتیں تو چھوڑ اس امت کے صالح مرد بھی خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل نہ کر سکیں ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

الہام الٰہی ہستی باریتعالیٰ کا ثبوت ہی

یاد رہے کہ حضرت مجدد العصرؑ اور ان سے پہلے جن اولیاء کرام نے اپنے الہامات دنیا کے سامنے پیش کئے ان کا مقصد دنیا سے اپنی پوجا کرانا نہ تھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت مہیا کرنا تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے کلام سے یہ ثابت کیا کہ اسلام زندہ مذہب ہے، اسلام کا خدا زندہ ہے، اور اسلام کے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم برحق ہیں۔

اس کے مقابلہ میں دوسرے مذاہب والے خصوصاً ہندو لوگ یہ کہتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں ان کے رشیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اس کے بعد خدا خاموش ہو گیا اس لئے اس وقت جتنے مذاہب، جتنے ان کے نبی اور متقی ان کی کتابیں ہیں سب کی سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ آریہ اور برہمو سماج والے تو یہاں سے چلے گئے ہیں۔ کیا مدیر طلوع اسلامؑ ان کی بجائے کام کرنے لگے ہیں؟

داعی الی القرآن ہونے کی صورت میں آپ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ الہام سے انکار کریں جو قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا فی زماننا زبردست اور یقینی ثبوت ہے۔

دنیا میں یہ قاعدہ ہے کہ کسی مشکل بات کو سمجھانے کے لئے مثال یا نمونہ دینا پڑتا ہے اسی طرح نبیوں کی ارفع و اعلیٰ وحی کو سمجھانے کے لئے موجودہ زمانہ کے اولیائے کرام کے الہامات ایک ادنےٰ مثال ہیں۔ لیکن ان چیزوں کو تو وہ لوگ جانتے ہیں جن کی زبان پر ذکر الٰہی ہر دم ہو اور دنیاداری کی خواہش کم ہو۔ آپ لوگوں کو الہام کا کیا پتہ آپ کو شاعروں کی مجلس سے ہی فراغت نہیں۔ قرآنی حکم ورتل القرآن ترتیلاً کی بجائے آپ اقبال کے شعر یا غزلیں ترنم سے گاتے رہتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں شعراء کے فدائی ہونے کی وجہ سے آپ قرآن کے اس فتوے کے تحت نہ آ جائیں۔ الشعراء یتبعھم الغاوٗن

علم حدیث نیا جائزہ (بقیہ صفحہ ۴)

ثابت ہوئیں اس لئے ضرورت ہے کہ اسی مقصد کے لئے جدید خطوط پر نئی کوششیں کی جائیں اور اگر ضرورت محسوس ہو تو یہ عمل ہمارے بعد بھی ہوتا رہے یہاں تک کہ تصویر بالکل از سر نو درست ہو جائے، اگر ایسا ہو جائے تو بنیادی فائدہ تو قرآن کو ہوگا، یہ ایک ایسا نقطہ نگاہ ہے جس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ ہمارے ندوہ انصار القرآن کے اصحاب اور وہ لوگ جو ہر جگہ ان کے ہم خیال ہیں، وہ بارہ غور کرنے میں ناکام نہ رہیں گے

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے اس جماعت کے چند علما نبی صلعم کے اس عہد کی جس میں آپ زندہ رہے اور کام کرتے رہے، ایک صحیح تصویر حاصل کرنے کے لئے علم حدیث کے ایک نئے جائزہ کے حق میں ہیں، بلاشبہ مسٹر غلام احمد پرویز ایک ایسی تصویر کو "انسانیت کے لئے نعمت" سمجھتے ہیں، لیکن ان علماء میں سے ایک بھی اسکی تائید کے لئے تیار نہیں کہ اس مواد سے دین اسلام کے لئے ایک دلیل راہ کا کام لیا جا سکے یا ان سے قرآنی حکمات کے مطالعہ میں مدد لی جا سکے، اس عہد کو جس میں کوئی نبی زندہ رہتا اور کام کرتا ہے، اس کے مقصد حیات سے غیر متعلق نہ سمجھنا چاہیئے، اس کے لئے اس عہد کی ایک اہمیت ہوتی ہے، کیونکہ وہ اس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے وہ اسے بلند کرتا ہے اور اسے اپنی ذات کے پرتو سے نئی صورت بخشتا ہے، اس کی زندگی کی جزئیات اس کے مقصد حیات کے لئے موزوں ہوتی ہیں اور کوئی اسے کم قیمت جان کر ترک نہیں کر سکتا، یہ مسئلہ زیادہ سنجیدہ اور قابل غور ہو جاتا ہے۔ جب وہ پوری طرح اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہمیں نبی صلعم کے متعلق یہ بات دریافت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ آپ ان احکام کی کس طرح تعمیل کرتے تھے جن کا اظہار عام پیرایہ میں کیا جاتا ہے، کیونکہ ایسے احکام ہر عہد میں تازہ جزئیات کا تقاضا کرتے ہیں، اس خیال کو مسٹر غلام احمد پرویز نے پیش کیا ہے۔

مسٹر پرویز بعض عوامی مکاتیب خیال کی بحث کا جواب دیتے ہوئے کہ ایسے حالات میں نبی صلعم کی متعین کردہ جزئیات غیر متبدل ہیں یا تمام زمانوں کے لئے نافذ العمل ہیں، فرماتے ہیں:-

"یہ مفروضہ تجزیہ کا متحمل نہیں ہو سکتا، اگر جزئیات ...... کو ہمیشہ کے لئے غیر متغیر رہنا ہوتا تو انہیں یا تو قرآن میں شامل کیا جاتا یا نبی صلعم اپنی امت کو اپنی احادیث کا ایک مستند مجموعہ مرحمت فرماتے، چونکہ ان میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار نہیں کیا گیا، لہٰذا مرا ارادہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ جزئیات کو ہمیشہ کے لئے ...... غیر متغیر رہنا چاہیئے قرآن میں واضح اصول دینے کا مقصد یہ تھا کہ ہر نسل اپنے لئے ایسی جزئیات متعین کر لے جو اس کے عہد کے تقاضوں کے لئے موزوں ہوں، یوں دین کو "استحکام اور تغیر" کے لئے ایک مجسم بنتا ہے، قرآن میں مندرجہ غیر فانی قوانین ہیں اور وہ مختلف جزئیات ہیں، جو ان قوانین کی روشنی میں ہر عہد میں متعین ہوئیں اس لئے آج ان جزئیات کی تحقیقات کا کوئی جواز نہیں جو رسول صلعم کے عہد میں متعین ہوئیں اور اگر یہ ٹھیک طور پر معلوم بھی ہو جائیں تو ان سے یہ واحد مقصد پورا ہوگا کہ فلاں فلاں عہد میں وقت کے تقاضوں نے ان ان جزئیات کو لازمی بنا دیا تھا، دوسرے الفاظ میں وہ دین کی تاریخ کی تشکیل کریں گی مگر خود دین کی نہیں، جو اپنی مکمل شکل میں، قرآن میں موجود ہے۔"

یہ مقالہ ایک بدشگونی کا حامل ہے، اگر یہ معاملات کے انصرام کے قوانین تک محدود ہوتا تو شاید یہ ان جدید رجحانات کا ایک جزو دکھائی دیتا جو آج کل مشرق وسطیٰ میں کارفرما ہیں اور جن پر اس مضمون کے دوسرے حصہ میں بحث کی گئی ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ قانون کو مذہب سے الگ کر دیا جائے، اور خود اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس کا جائزہ لیا جا سکے لیکن اگر اس کا مقصد عبادات کے دائرہ میں مداخلت کرتا ہے یا اسلام کے دینی احیا یا زندگی کے دوسرے شعبوں پر بھی اس کو منطبق کرتا ہے تو اسلام کے لئے اس کے نتائج مہلک ثابت ہوں گے۔ اولین معقول اقدام یہی ہے کہ پہلے تحقیقات کر کے اس بات کی تصدیق کر لی جائے کہ درحقیقت وہ جزئیات کیا تھیں جو نبی صلعم نے قرآن کے مقرر کردہ ہر قاعدہ کے ماتحت مقرر کیں اور ان جزئیات کو مقرر کرنے کے کیا اصول تھے اور پھر فیصلہ کیا جائے کہ ہمارے زمانہ میں ان کا اطلاق کس طریق سے ہو، یہ کوئی صحت مندانہ حرکت نہیں کہ پیشہ ور رجعت پسندوں کے خلاف لڑا جائے اور انہیں ترکی بہ ترکی جواب دیا جائے اور اس طرح عملاً غلو کی نشو ونما کی جائے۔ اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ روایات میں پیش شدہ ہر چھوٹی سی چھوٹی تفصیل غیر متغیر ہے اور ہر عہد کے لئے لازمی ہے تو اس کا جواب اس کے بالکل برعکس نہیں دینا چاہیئے، اگر نبی صلعم کے پاس اپنی ازحد مصروف زندگی میں اتنا وقت نہ تھا کہ جزئیات کی تدوین ان قرآنی احکام کے ماتحت کرتے جو صرف عام پیرائے میں بیان کئے گئے تو یہ فیصلہ یقیناً جائز نہیں کہ آپ کا مدارادہ تھا کہ [illegible]

مسٹر پرویز بعض عوامی مکاتیب خیال کی بحث کا جواب

مولانا کہلانے سے قبل

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر صدق کی نشری تقریر جو نشر گاہ کراچی سے ۱۵ اپریل ۵۵ء کی شام کو ہوئی

تم حکیم خطرۂ جان کے وزن پر نیم ملّا خطرۂ ایمان کی کہاوت عبدالکس نے نہ سنی ہو گی، آج اسی طرح کے ایک بنے ہوئے اور نام کے مولانا کی داستانِ حیات کا ایک ٹکڑا چند منٹ میں خود اسی کی زبان سے سُن لیجئے۔

اپنی آنکھ جس ماحول میں کھلی - وہ اچھا خاصا مذہبی تھا۔ گھرانا کھاتا پیتا ساتھ ہی پورا دیندار - یہ قصہ اٹھارھویں صدی کے آخر کا ہے یا پوری گنتی سننا چاہتے ہوں تو ۱۸۹۲ء کا، عادتیں اپنی بھی قدرتاً مذہبی قسم کی پڑ گئیں، نماز روزہ کی پابندی قرآن مجید کی تلاوت دینی کتابوں کا مطالعہ وغیرہ اور یہ سب بطور خشک معمول کے نہیں بلکہ عقاید میں پختگی اور جوش بھی ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کو دین کی تبلیغ بلکہ ان سے مباحثہ و مناظرہ بھی۔ اسکولی زندگی میں اسلامیت کا یہی عالم رہا پڑھنے اور لکھنے لکھانے کا شوق بھی گویا پیدائشی تھا، عنوانات مذہبی ہی پیش نظر رہے - اور باتیں تو سے سوچتا تو تیز کیا - اوروں کی لکھی ہوئی پڑھتا اور انہیں کو اپنے قلم سے دہرا دیتا - اب کسی کو یقین آئے یا نہ آئے - واقعہ بہرحال یہ ہے کہ یہ پہلی مضمون نگاری ۱۲ سال کے سن سے شروع ہو گئی تھی - ہائی اسکول پاس کر کے داخل کالج میں ہوا - اب ۱۹۰۸ء آ گیا - اب مستقل رہنا سہنا لکھنؤ میں شروع ہوا چیاں کمی نہ کتابوں کی تھی اور نہ انگریزی قسم کے کتب خانوں کی ادھر لپکا کتب بینی کا پڑا ہوا تھا - جو کتاب بھی سامنے پڑ گئی بس اسے کتاب کے کیڑے کی طرح چاٹ گیا - کوئی یہ بتانے والا نہیں تھا کہ کتاب ہے کس نوعیت اور کس پائے کی - اتفاق کی بات کہ شروع ہی میں سابقہ جس کتاب سے پڑا وہ ایک سخت ملحد قسم کے انگریز ڈاکٹر Elements of Social Science کی تھی الحاد کا راز تو بہت دنوں بعد کھلا - ظالم نے پیرایۂ بیان تمامتر علمی یا بقول خود سائنٹیفک اختیار کیا تھا - بظاہر مذہب سے نفیاً یا اثباتاً اسے کوئی تعلق ہی نہ تھا لیکن حقیقتاً اس کی ہر تعلیم کی زد آ کر مذہب ہی پر پڑتی تھی خصوصاً دینی اخلاق پر ۱۶ برس کے سن کی بساط ہی کیا - تاثر کے شباب کا زمانہ جوں جوں مطالعہ آگے بڑھا طبیعت اثر قبول کرتی گئی - یہاں تک کہ چند سو صفحہ کی کتاب جب ختم ہوئی، تو اندر ہی اندر چپکے ہی چپکے قلب میں ایمان کی نورانیت کی جگہ الحاد کی ظلمانیت لے چکی تھی۔

بنیاد یوں پڑی - تائیدی اسباب قدم قدم پر ملتے گئے ایک لائبریری میں ایک کتاب اور نظر پڑی موضوع مذہب نہیں تاریخ اور ادب تھا دنیا کے مشاہیر کے ادب پارے اس میں درج تھے اور اسی سلسلے میں قرآن مجید کے اقتباسات بھی اسی کتاب میں پورے صفحہ پر تصویر نعوذ باللہ عرب مصنف قرآن کی یعنی ہمارے حضور اکرم صلعم کی درج تھی - اور یہ نہ پوچھئے کہ وہ کس درجہ زہر میں بجھی ہوئی تھی - جسم پہ عبا سر پہ عمامہ لیکن کمر میں ایک طرف پیش قبض اور دوسری طرف تلوار اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ شانے پر ترکش اور کمان! تیوروں پر بل پڑے ہوئے - اور چہرے سے ظالم بدہن تمامتر خشونت ٹپکتی ہوئی؛ تصویر کسی پیغمبر یا رحمت عالم پیمبر یا کسی پیمبر کی تو خیر کیا ہوتی، کسی معمولی درجے کے شریف اور رحمدل انسان کی بھی ہرگز معلوم نہیں ہوتی تھی، صاف ایک جلاد قسم کے ڈاکو کی معلوم ہوتی تھی، نیچے تصویر کا تاریخی حوالہ بھی درج تھا - تصویر کے نقلی و فرضی ہونے کی طرف ذہن تو اس وقت جا ہی نہ سکتا تھا، قدرتاً صاحب تصویر کی شخصیت سے متعلق انتہائی بدعقیدگی پیدا ہو کر رہی، انا للہ

جب بی اے میں پہنچا تو فلسفہ اور نفسیات کی کتابوں کے پڑھنے کا ہوکا تھا - ایک نامور ڈاکٹر کی دو ضخیم کتابیں مثل فزیالوجی اور مثل پیتھولوجی کے نام سے مطالعہ میں بڑی عقیدت کے ساتھ آئیں ان میں بدبخت نے کمال یہ کیا تھا کہ مرض مرگ (Religious Mania) کا بیان کرتے ہوئے ایک دم سے اس میں یہ لے آیا کہ انبیاء کی بعض مشہور ترین اور عظیم ترین ہستیاں بھی اسی قسم کے دورے میں مبتلا رہی ہیں - چنانچہ آگے نزول وحی کے وقت کے آثار و علامات کا شمار آثار مرض میں کر ڈالا - اب فرمائیے کہ ایک سادہ دل مسلم نوجوان کے دل و دماغ پر پیہم حملے جب اسی قسم کے ہوں تو وہ بیچارہ اپنے ایمان کو کب تک سلامت رکھ سکتا تھا نتیجہ قدرتاً وہی نکلا جو نکلنا تھا - قلب میں الحاد اور ارتیاب پیوست ہو گیا، اور دماغ اپنے کو مسلم کہلانے کے بجائے "ریشنلسٹ" اور "اگناسٹک" کہلانے میں فخر محسوس کرنے لگا۔

مل، اسپنسر، ہکسلے وغیرہ کی تصانیف اس کڑوے کریلے کو اور نیم چڑھا بناتی گئیں، عام مولوی ملّا اور مشائخ سے ایسے مرض کا علاج قطعاً نہیں - مفید ہونے کے بجائے اُلٹے مضر ہی ثابت ہوتے ہیں - یہ نشہ دو ایک دن نہیں کوئی آٹھ دس سال متواتر جما رہا، اللہ کا فضل اتنا رہا کہ اس ساری مدت میں تعلق عقیدت حضرت اکبر الہ آبادی سے بھی قائم رہا، اور وہ حضرت کمال حکمت سے، کھل کر نہیں لیکن چپکے ہی چپکے، اپنے لطیفوں اور چٹکلوں کے ذریعہ سے دین کی تبلیغ برابر کرتے گئے اور اپنے کلام بلاغت نظام سے مادیت اور فرنگیت سے مرعوبیت دماغ سے ہٹاتے گئے - دوسری رہنما ہستی اسی زمانہ میں مولانا محمد علی جوہر ایڈیٹر کامریڈ کی ہوئی اس وقت وہ خود مولانا نہ تھے محض ٹکس تھے - لیکن ان کا جوش اسلامی اس وقت بھی بھلا تبلیغ کے بغیر کب ماننے والا تھا - جب ملتے یا جب خط لکھتے اس نامسلم کو مسلمان بنانے کی کوشش میں برابر لگے رہتے - یہ دونوں بزرگ ضابطہ سے نہ مولانا تھے نہ مشائخ لیکن سننے کی بات صرف یہ ہے کہ ایک بھاگے ہوئے غلام کو اس کے مالک کی طرف پھیر کر لانے میں حد درجہ معین ہوتے رہے،

ہوتے ہوتے ۱۹۱۸ء آ گیا اور اپنی توجہ کی باگ پہلے بدھ مذہب اور پھر ہندو فلسفہ خصوصاً تھیوسوفسٹ (اسکول) کی طرف مڑ گئی - مسز بسنٹ آرہندو گھوش - ڈاکٹر بھگوانداس، مہاراج تلک، اور ایڈمنڈ ہومز سال چھ مہینے کے مسلسل ہلینے کے مطالعہ روحانیات نے مادیت الحاد کا طلسم توڑ کر رکھ دیا اور صاف نظر آنے لگا کہ ایک زبردست عالم روح و روحانیت کا بھی ہے - عین اسی زمانہ میں شبلی کی سیرۃ النبی چار جلدوں میں شائع ہوئی جس نے پیغمبر اعظم کی پیغمبری نہ سہی تاہم مصلحانہ عظمت و برتری کا قائل کر دیا - اس دور میں اتنا بھی بہت غنیمت تھا - اس کے معاً بعد خوش بختی سے رسائی مولانا روم کی بے مثل مثنوی تک ہو گئی اس کے کانپور ایڈیشن کے چھیوں ضخیم دفتروں کو اول سے آخر تک پڑھ ڈالا - گو سمجھ میں بیشتر حصہ نہ آیا - پھر بھی اب کیا عرض کیا جائے کہ اس نے کیسی قلب ماہیت کر دی اور پڑھنے والے کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا - اور دل ابھی مثنوی کے مزے لے ہی رہا تھا کہ مولوی محمد علی لاہوری کا انگریزی تفسیری ترجمۃ القرآن ۱۹۲۰ء میں نظر کے سامنے آ گیا - اور جو کچھ کسر از سر نو مسلمان ہونے میں باقی تھی، وہ پوری ہو گئی - انگریزی ترجمہ کا اثر ہی انگریزی خوانوں پر کچھ اور ہوتا ہے -

اس ساری سمع خراشی سے مقصود صرف یہ عرض کرنا تھا کہ جس طرح ضلالت کے اسباب بیشمار ہیں اور الحاد کیسے کیسے مخفی راستوں سے آتا رہتا ہے اسی طرح ہدایت کے راستے بھی بیشمار ہیں اور روشنی دکھانا ضابطہ کے علماء اور مشائخ کے ساتھ مخصوص ہرگز نہیں اپنے اس دور گمراہی میں میں علماء کے سائے سے بھاگا نہیں - ان سے ملتا رہا - ان کی کتابیں بھی پڑھتا رہا - لیکن اثر ہمیشہ اُلٹا ہی پڑا اصلاحی اثر اگر پڑا تو انہیں لوگوں کا جن کے نام ابھی عرض ہو چکے ہیں - کاش یہ ایک چھوٹی سی، ننھی سی آپ بیتی دوسروں کے لئے سبق کا کام دے!

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
(مینیجر)

ہندوستان کے مشائخ اور افغانستان ومصر

وغیرہ ممالک کے صوفیا سے حضرت مسیح موعودؑ کا خطاب

(بسلسلہ صفحہ ۲)

املاک اور زمینیں ان کے ہاتھوں سے جاتے رہے اور ہر وہ چیز جس پر بھروسہ رکھتے تھے اس نے اسے برباد کر دیا، بھوک اور افلاس کی شدت سے ان کے چہروں کی ہڈیاں نکل آئیں، مالداروں کی آگ بجھ گئی ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور ان کے تیر شکستہ ہو گئے تاکہ عوام پر واضح ہو جائے کہ یہ عاصی اور سرکش تھے قوم نصاریٰ کے اس جال نے اور ان کے حمائد کے اس دام نے سمندر کی مچھلی سے لیکر آسمان کی چوٹی تک کو اپنے احاطہ میں لے لیا اور انکی کشتیاں گمراہی کے سمندر میں خوب دوڑنے لگیں۔ ان کی شان وشوکت کی وجہ سے ساکنان زمین پر کپکپی طاری ہو گئی جس کی وجہ سے وہ اُن کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ کوئی آشیانہ، جائے پناہ نشیمن، قرارگاہ اور گھر ایسا نہ رہا جس میں اس قوم کے ہاتھ داخل نہ ہوئے ہوں۔

غرضیکہ اس قوم کے قدم ظلم و تعدی کی طرف اُٹھتے رہے یہاں تک کہ جب اُنہوں نے کتب انبیاء پر نگاہ ڈالی قرآن کی وہ تشریح کی جو اُن کی رائے کے مطابق تھی اور ان میں کچھ چیزوں کی اس طرح کمی بیشی کی کہ گویا وہ خود نبی اور رسول ہیں، اس کے بعد وہ ملکوت اللہ اور خدائی افعال کی طرف متوجہ ہوئے اور ایسے امور میں دخل دیا جن کے اندر مداخلت کرنا اُن کے لئے مناسب نہیں تھا، یہ اپنی ان تدابیر پر بہت نازاں اور اپنے آپ کو ہر چیز پر قادر خیال کرنے لگے گویا کہ یہ تمام عالمیان کے خدا ہیں۔ انہوں نے بے نیازی اور سرکشی کو اختیار کر لیا، تکبر، کفر اور خودی میں دہریوں کے بھی کان کترنے لگے۔ حدیث شریعت میں جو آیا ہے کہ دجال دعوائے الوہیت و نبوت کرے گا، اس سے مراد بھی یہی ہے، جو لوگ فہم رکھتے ہیں وہ سمجھ لیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زمین پر ان کی سیہ کاری کی وجہ سے تباہی آ گئی اور لوگ ان کی نگارش و دانش، مال و دولت کی چمک اور رزق کی فراوانی کو دیکھکر نہایت تیزی سے ان کی طرف لپکے اور ہلاک ہو گئے الا ماشاء اللہ وہ جسے چاہتا ہے بچا لیتا ہے وہ بہترین محافظ ہے۔ خلاصہ یہ کہ لوگوں کے اعمال و عقاید، طہارت و تقویٰ نیات و خیالات، افعال و اقوال، چشم و گوش، دین و ایمان اخلاق و عادات، احسان و مروت، پسران و برادران و دختران زنان، زہد و عرفان، اعتقاد و زبان میں ایک طوفان عظیم برپا ہو گیا۔ اور باد فساد ہر طرف سے چل پڑی اور تاریکی نے ہر بہت کو گھیر لیا۔ خلق خدا پر سخت زلزلے کی سی حالت طاری ہو گئی، جس کی وجہ سے ان کے ہوش گم اور عقل حیران رہ گئی، انہیں پتہ نہیں لگتا تھا کہ ساکنان زمین پر کوئی عذاب نازل ہونے والا ہے یا ان پر پروردگار کا ارادہ رحم کرنے کا ہے۔ ابھی اس مخفی راز کے ظہور

"متکبر صالح"

روزنامہ نوائے وقت اس عنوان سے رقمطراز ہے:-

"جماعت اسلامی اور جمعیتہ العلمائے پاکستان۔ مجلس احرار جمعیت اہل حدیث اور مجلس تحفظ ختم نبوت (بالخصوص مولانا احمد علی صاحب، سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب، اور مولانا مرتضیٰ احمد میکش صاحب) کے مابین جو جھگڑا جاری ہے بہت سے اخبارات نے اس پر افسوس کا اظہار کیا اور فریقین سے یہ اپیل کی کہ اس ناگوار جھگڑے کو ختم کریں۔ یہ اپیل غیر موثر ثابت ہوئی، اور اب نوبت مقدمہ بازی تک جا پہنچی ہے۔

"صالحین" کے ترجمان اخبارات نے اس سلسلہ میں عجیب عزیب کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور نہ صرف مولانا احمد علی وغیرہ بزرگوں کو کفن چور اور "چور" کے خطابات سے سرفراز کیا، مصالحت کی اپیل کرنے والے عناصر کے متعلق بھی یہ لکھا کہ وہ چوروں کے بھائی بند ہیں، یہ انداز گفتگو اسلامی چھوڑ عام شریف آدمیوں کا انداز گفتگو بھی نہیں۔ مگر صالحین کا تکبر اور غرور انہیں اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتا کہ وہ اپنے سوا کسی دوسرے شخص کے متعلق بھی اس حسن ظن سے کام لے سکیں کہ وہ بھی کسی معاملہ میں ایماندارانہ رائے رکھ سکتا ہے۔ آج جماعت اسلامی کے اخبار نے مجلس احرار پر طعن و تشنیع اور دشنام و بہتان کے گولے برسائے ہوئے ہیں۔ اور "نوائے وقت" پر مفت میں ہی گالیوں کی بوچھاڑ کر دی ہے۔ وجہ شکایت یہ بیان کی گئی ہے کہ آج سے کئی سال [illegible] "نوائے وقت" نے مولانا مودودی کے اس بیان پر کیوں [illegible] کی تھی جس میں آپ نے جہاد کشمیر میں شرکت کو حرام قرار دیا تھا۔ صالح معاصر انتہائی بے حیائی کے ساتھ کہتا ہے کہ اس جہاد کا نتیجہ آپ نے دیکھ لیا۔

معاصر یہ سوال نہ ہی اُٹھاتا تو اچھا تھا۔ مولانا مودودی کے اس بیان پر لے دے صرف "نوائے وقت" نے ہی نہیں کی تھی، پاکستان کے تمام اخبارات نے کی تھی۔

معاصر اب اس کا جواب دے کہ کیا مولانا مودودی نے جہاد کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی تھی یا نہیں؟ جب ہزاروں مسلمان اپنی جانیں اس جہاد میں قربان کر رہے تھے کیا مولانا مودودی نے یہ فتوے دیا تھا یا نہیں کہ اس جہاد میں شرکت حرام ہے؟ اور کیا اس فتوے کا قطعی نتیجہ یہ نہیں تھا کہ اس جہاد میں شہید ہونے والے مسلمان حرام موت مرے ہیں؟

ہم آج پھر یہ الزام عاید کرتے ہیں کہ مولانا مودودی نے جہاد کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور اگر یہ جہاد [illegible] اس ناکامی میں مولانا مودودی کا بھی حصہ ہے۔ ہم یہ الزام بھی عاید کرتے ہیں کہ مولانا کا یہ فعل اضطراری نہیں تھا بلکہ ان کی پاکستان دشمنی پر مبنی تھا۔ مولانا کو پاکستان سے کدیہ تھی کہ اس ملک کے بانی ہونے کا سہرہ میرے سر کیوں نہیں حالانکہ یہ سہرہ اُن کے سر نہیں باندھا جا سکتا تھا۔ کیونکہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی نے نہ صرف تحریک پاکستان میں کوئی کام نہیں کیا تھا بلکہ اس کی مخالفت کی تھی اور جماعت اسلامی کے ممبروں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ پاکستان کی بنیاد پر ہونے والے عام انتخابات میں غیر جانب دار رہیں۔ یعنی پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دیں۔ اس انتخاب میں پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دینے کا مطلب پاکستان کے خلاف ووٹ دینا تھا۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ قائداعظم اور تحریک پاکستان کے خلاف مولانا مودودی کا بغض آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ مولانا کی تحریک ہرگز ایک اسلامی اور دینی تحریک نہیں، وہ حسن بن صباح کی طرح سیاسی ڈھونگ رچاتے ہوئے ہیں اور ان کا مقصد دین کی سربلندی کی بجائے سیاسی اقتدار کا حصول ہے، ہم مولانا مودودی کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مولانا احمد علی اور مولانا میکش کی طرح ہمارے خلاف بھی ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلائیں اور عدالت میں ان الزامات کی صفائی پیش کریں۔

(نوائے وقت ۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء)

۲۴ کے منتظر ہی تھے کہ ان کی کشتی اس کج رو سمندر میں پاش پاش ہو گئی، اور اس پر ہر طرف سے موجیں امنڈ آئیں اور ان کے غرق ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔ ان حالات میں اچانک میرے رب نے مجھے آسمان سے ندا دی کہ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم کے مطابق کشتی تیار کر۔ اُٹھ اور ڈرا کیونکہ تو مامور ہے تاکہ تو ایسی قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادے اس سے پہلے بھی ڈرائے گئے تاکہ بدکاروں کی راہ آشکارا ہو جائے میں نے مجھے مسیح ابن مریم بنایا ہے تاکہ میں قوم نصاریٰ پر اتمام حجت کر دوں۔ کہدے کہ یہ میرے رب کا فضل ہے ورنہ میں اپنے نفس کو ہر قسم کے خطاب سے علیحدہ رکھتا ہوں۔ میں مامور خدا ہوں اور اس پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں، وہی اوقات کو دیکھتا اور اس کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔ اس کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں، جب وہ کسی چیز کا ارادہ [illegible] تو اسے کہتا ہے ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔

ٹائیٹل ایورگرین پریس ہمپرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

جلد ۴۲ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۵۵ء | نمبر ۳۱

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ❊ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ❊ ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ❊ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب ❊ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

—(مسیح موعودؑ)—

قربانی کی کھالیں اور عید فنڈ

احباب کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ جس طرح وہ ہر سال عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کی کھالیں جمع کرنیکے بعد قیمت فروخت مرکز میں ارسال فرمایا کرتے ہیں اس دفعہ بھی عید الاضحیٰ پر اس کا انتظام فرمائیں۔ ایسا ہی عید فنڈ بھی ہر ایک بھائی، بزرگ خواتین اور بچے بڑے شوق اور محبت کے ساتھ اپنے اپنے سکرٹری صاحب کو ادا فرماویں جو صاحب کسی جگہ اکیلے ہوں وہ کھال کی قیمت اور

عید فنڈ

براہ راست مرکز میں محاسب صاحب کے نام ارسال فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ سب دوستوں کا حافظ و ناصر ہو۔ خاکسار، افسر تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

عید کا پیغام

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میری کئی سال سے یہ کوشش رہی ہے کہ عید کے موقعہ پر مختلف جماعتوں میں ایک ہی قسم کے خیالات کو پیدا کیا جائے، اس لئے چند خاص امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جن کو اپنی اپنی جگہ خطیب مدنظر رکھیں۔

عید کا سب سے پہلا پیغام یہ ہے کہ خوشی کے اندر خدا کو یاد رکھو۔ عید کے دن ساری دنیا میں اللہ اکبر کی آوازیں اس قدر زور سے بلند ہوتی ہیں کہ ساری دنیا کی فضا اس گونج سے بھر جاتی ہے۔ مگر قابل غور امر یہ ہے کہ جو گونج فضا میں پیدا ہوتی ہے کیا وہ ہمارے دل اور روح میں بھی پیدا ہوتی ہے؟ اصل میں اس گونج کا انسان کے اندر ہی پیدا کرنا مقصود ہے اور وہاں یہ گونج پیدا ہو جائے تو انسان کا کوئی کام نہ ہو جس میں غرض خدا کی بڑائی نہ ہو۔ یہی اصل پیغام ہے۔

عید دوسرا پیغام یہ ہے کہ خوشی کے اندر اپنے بھائیوں کو بھی یاد رکھو بالخصوص غرباء کو۔ عید الفطر میں صدقہ فطر ہے تو عید الاضحیٰ میں قربانی کا گوشت ہے مگر یہ بھی ایک سبق ہے کہ اپنے بھائیوں کی جسمانی رنگ میں فکر کرتے ہو تو روحانی رنگ میں بھی ان کی فکر کرو۔ کیا آپ نے اپنے نادار اور مفلس بھائیوں کو جو نعمت قرآن کی نعمت سے محروم ہیں اس روحانی غذا کے پہنچانے کا کوئی انتظام کیا ہے؟

عید کا تیسرا پیغام قربانی ہے، ہر قریہ اور شہر میں ایک ہی وقت میں ہزاروں جانوروں کی گردنوں پر چھریاں رکھدی جاتی ہیں مگر کس کے لئے؟ اس کا جواب قرآن کریم دیتا ہے:۔

وبشر المخبتین الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم تاکہ اس نظارہ کو دیکھ کر انسانوں کے دلوں کے اندر عاجزی پیدا ہو، کہ جس طرح یہ جانور ہمارے محکوم ہیں، ہم بھی کسی کے محکوم ہیں، **تو اصل غرض یہ ہے** کہ ایک ہی وقت میں سارے عالم اسلام کے اندر ایک قربانی کی لہر اٹھے۔ کیا جانور کی قربانی کے لئے یہ روح قربانی کرنے والوں کے دل کے اندر بھی پیدا ہوتی ہے؟ اگر ہوتی ہے تو اس کی قربانی قبول ہوتی ہے اگر نہیں تو نہیں۔

انما یتقبل اللہ من المتقین

اللہ تعالےٰ صرف متقیوں کی قربانی قبول کرتا ہے جس کے دل کے اندر **قربانی کی روح** پیدا نہیں ہوتی وہ متقی نہیں ہے اور نہ اس کی قربانی قبول ہوتی ہے۔ غور کرو کہ اس وقت کتنے لوگ عالم اسلامی میں ہیں جن کی قربانیاں قرآن کریم کے صریح ارشاد کے مطابق قبول ہو رہی ہیں؟

کسی بُری عادت کو ذبح کردو۔ کسی نیک عادت کو اختیار کر لو

محمد علی

ہندوستان کے مشائخ اور افغانستان و مصر وغیرہ ممالک کے صوفیائے سے حضرت مسیح موعود کا خطاب

ترجمہ از عربی حصہ آئینہ کمالات اسلام

(۲)

کہدے کیا تم اللہ کے فعل پر تعجب کرتے ہو؟ کہدے اللہ تمام عجائبات سے عجیب تر ہے جسے چاہتا ہے بلندی عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے نیچے گرا دیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے رسوا کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اسے اپنا مقرب بنا لیتا ہے۔ جو وہ کرتا ہے اس کے متعلق اس سے کوئی باز پرس نہیں کرسکتا، مگر لوگوں سے باز پرس کی جائے گی۔ کہدے سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ سے غم کو دُور کیا اور مجھے وہ کچھ عطا کیا جو عالمیان میں سے اور کسی کو اس نے نہیں دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ کتاب کفر اور جھوٹ سے بھری ہوئی ہے کہدے آؤ ہم اپنے اپنے بیٹوں اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں۔ پھر اس کی بارگاہ میں آہ و زاری کریں اور دعا مانگیں کہ جو جھوٹے ہیں ان پر خدا کی لعنت ہو۔

میرے بندوں کو حق کی طرف بلا۔ انہیں اللہ کے دنوں کی بشارت دے اور انہیں کتاب مبین کی دعوت دے۔ وہ لوگ جو تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں وہ یقیناً اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے اور وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں وہ ہوں بشرطیکہ اپنی بیعت میں سچے ہوں۔ کہدے اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، تمہیں نور اور فرقان عطا کرے گا اور تمہیں فتح یاب بنائے گا۔ اللہ ان کے ساتھ ہے جو تقوے اختیار کرتے ہیں اور صفت احسان اپنے اندر رکھتے ہیں۔

جو کچھ میرے پروردگار نے مجھے الہام فرمایا ہے وہ یہ ہے۔ اس وقت اور اس سے پہلے جس پر وہ چاہتا ہے انعام کرتا ہے، وہ تمام منعموں سے بہتر ہے۔ اولیاء میں سے کچھ اس کے بندے ہیں جو آسمان میں انبیاء کے ناموں سے پکارے جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے جوہر اور طبیعت میں ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کے نور سے نور لیتے ہیں اور ان کی خو بو اپنے اندر رکھتے ہیں اس لئے اللہ تعالےٰ انہیں ان کا وارث بنا دیتا ہے اور انہیں ان کے ناموں سے یاد فرماتا ہے۔ اسی طرح وہ ہمیشہ کرتا ہے اور وہ تمام کار کنندگان سے بہتر ہے۔ اصل میں روحوں کو روحوں سے مناسبت ہوتی ہے جس کی باریکیوں کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اسی لئے وہ لوگ جو باہم مناسبت رکھتے ہیں وہ یک جان محسوب کئے جاتے ہیں اور ایک کا نام دوسرے پر بولا جاتا ہے۔ عادت خدا اسی طرح ہے جو عارف ہیں ان سے یہ بات مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ یگانہ ہے اور یگانگی کو پسند فرماتا ہے ہمیشہ سے اس کی عادت یہی رہی ہے کہ بعض اولیاء کو بعض انبیاء کے نقش قدم پر مبعوث فرماتا ہے۔ ہر وہ شخص جو کسی نبی کے نقش قدم پر بھیجا جاتا ہے وہ عالم بالا میں اسی نبی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اسی نبی کا سرِّ روح۔ حقیقت جوہر صفائی کی سیرت اور شان خصائل عطا فرما دیتا ہے۔ ان دونوں کا جوہر طبیعت اور نام ایک جیسا کر دیتا ہے، حتیٰ کہ ایک کا ارادہ جو ہو جاتا ہے وہی دوسرے کا ہوتا ہے، ایک کی توجہ جدھر ہوتی ہے ادھر ہی دوسرے کی ہو جاتی ہے اور ایک کی جو اغراض ہوتی ہیں وہی دوسرے کی ہو جاتی ہیں، گویا یہ دونوں روشنی دینے اور لینے میں دو متقابل آئینوں کی طرح ہیں اور گویا یہ دونوں ایک چیز ہیں جو توحید اور مارح یاکان سے مراد بھی ہے اور یہی وہ راز ہے جس کی رعایت سے اللہ تعالےٰ نے میرا نام مسیح موعود رکھا ہے اس راز کو سمجھو اور جلد بازی سے کام نہ لو۔ یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے نبی صلعم کے بعد جو خاتم النبیین ہے کسی اور کو نبی بنا کر بھیجے اور نہ ہی صحیح ہے کہ سلسلہ نبوت کے انقطاع کے بعد نئے سرے سے اسے دوبارہ جاری کر دے اور قرآن کریم کے بعض احکام کو منسوخ کرے اور بعض میں زیادتی کرے اس نے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کرے اور قرآن کریم کے اکمال کو بھول جائے اور دین متین میں فتنوں کا نیا باب کھول دے۔ کیا تم نے احادیث مصطفےٰ صلعم میں یہ نہیں پڑھا کہ مسیح موعود اس کی امت کا ایک فرد ہوگا اور اس کی شریعت کے جملہ احکام کی اتباع کرے گا۔ اور نماز دیگر نمازیوں کے ساتھ پڑھے گا۔

قرآن کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے جو سب کی سب اس کی شاہد ہیں کہ مسیح ابن مریم وفات پا گئے ہیں اور اپنے بھائیوں حضرت ابراہیم و موسےٰ کے ساتھ جا ملے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے بھی اس کی وفات کی خبر دی ہے اور وہ تمام مخبروں سے زیادہ راست گو ہیں کیا تم نے قرآن کریم میں **یا عیسیٰ انی متوفیک** اور **فلما توفیتنی** نہیں پڑھا اور کیا **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل** قرآن کریم میں نہیں پڑھا اور صحیح بخاری میں **متوفیک ای ممیتک** نہیں پڑھا ان شہادات کے بعد شک کرنے والوں کے لئے شبہ کرنے کی کچھ گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے، اور اللہ کی آیات کے بعد کونسی ایسی بات ہے جس پر تم ایمان لاؤ گے۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ آنحضرت صلعم نے مسیح کی علامات اور اس کے ظہور کا وقت بتلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ آپ پر واضح ہو کہ اس سے آنحضرت صلعم کا اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں آئے گا جس میں صلیب کی پرستش کی جائے گی اور خنزیر کا گوشت کثرت سے کھایا جائے گا اور پرستاران صلیب کا اکناف عالم پر غلبہ ہوگا جب وہ ظہور کرے گا تو دلائل و براہین سے ان کے غلبہ کو توڑ دے گا ان کی صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ ان کی عمارات کو مسمار کر دے گا اور ان کی تمام برتری کی باتوں کو نیست و نابود کر دے گا۔

اے لوگو! شان مصطفےٰ صلعم کو یاد کرو اور کتب نصاریٰ کو پڑھو اور سردار دو جہاں کی عزت و ناموس پر جو وہ حملے کر رہے ہیں ان کو دیکھو ابن مریم کی شان کو حد سے نہ بڑھاؤ۔ اے اولاد مسلمانان اپنے اس فعل سے نصاریٰ کی مدد نہ کرو۔ کیا ہمارے رسول (صلعم) کے لئے تو موت تجویز کرتے ہو اور حضرت عیسیٰ کے لئے حیات۔ واقعی یہ ایک نہایت نامنصفانہ فیصلہ ہے آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ سرداروں کے سردار کی عزت و توقیر کا کوئی لحاظ نہیں رکھتے کیا تم میرے ساتھ ان احادیث کے بارہ میں جھگڑتے ہو جو نزول مسیح کے متعلق آئی ہیں اور دوسری احادیث کو قبول جانتے ہو؟ ایک حصہ کو لے لیتے ہو اور دوسرے کو ترک کر دیتے ہو اور جو محققین کا طریق ہے اسے پس پشت ڈال دیتے ہو۔ احادیث میں ابن مریم کے نام سے دھوکا نہ کھاؤ، یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے تاکہ وہ نیکو کاروں کو خطا کاروں سے تمیز کرے اور جو صابر اور اپنے بھائیوں پر حسن ظن رکھنے والے ہیں انہیں جزائے خیر عطا کرے اور ظلم و تعدی کرنے والوں کو ناکامی نصیب کرے۔ اسی طرح ہمیشہ سے اس کی عادت رہی ہے، جو جوینده ہے اسے ضرور اس امر کی تلاش کرنی چاہیئے۔ (باقی)

خط و کتابت
کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینیجر)

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— ۲۷ جولائی ۱۹۵۵ء

ارضِ حجاز میں ایک عظیمُ الشان معجزہ

آج سے ہزاروں سال پہلے جب مکّہ کی سرزمین ایک لق و دق صحرا کی صورت رکھتی تھی ایک خدا کا بندہ (ابراہیم علیہ السلام) اپنے اکلوتے شیرخوار بچہ اور اس کی والدہ کو لے کر آیا اور ان کو خدا کے سپرد کر کے وہاں سے چلا گیا، تھوڑے عرصہ کے بعد جب پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو بچہ پیاس سے نڈھال ہونے لگا، ماں ممتا کی ماری ادھر ادھر دو پہاڑیوں پر دوڑنے لگی، کہ کہیں پانی نظر آجائے یا کوئی قافلہ آتا ہوا دکھائی دے اسی اثنا میں بچہ ہی کے قدموں کے نیچے ایک چشمہ پھوٹا جو نہ صرف ان ماں بیٹوں کی سیرابی کا موجب ہوا بلکہ اس صحرا کو ایک ایسی آبادی کی شکل میں تبدیل کرنے کا باعث ہو گیا جس کی طرف دنیا جہان کے لوگ آج تک ہر سال کھنچے چلے جاتے ہیں، یہ کیا ہے؟ یہ اس نیک بندہ کی ان دعاؤں کا نتیجہ ہے جو اپنی بیوی اور بچہ کو وہاں چھوڑتے ہوئے اس نے کیں کہ

"اے خدا میں اپنی اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے قریب ایسی جگہ آباد کرتا ہوں جہاں کوئی کھیتی وغیرہ نہیں تاکہ وہ نماز قائم کریں، پس تو لوگوں کے دلوں کو پھیر دے اور انہیں پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ شکر کریں"

دیکھ لیجئے کس طرح اللہ تعالےٰ نے اس دعا کو سُنا، کس طرح لوگوں کے دل ان کی طرف پھر گئے اور دنیا جہان کی پیداوار، دنیا جہان کے پھل اور ہر قسم کا رزق انہیں کس طرح پہنچتا رہتا ہے۔ اس کا ایک نظارہ آج بھی اس مکّہ کی سرزمین میں دنیا دیکھ رہی ہے جہاں ہر ملک سے آئے ہوئے لکھوکھا انسان لبیک اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے خدائے واحد کے گھر کا دیوانہ وار طواف کر رہے ہیں، کیا یہ چھوٹا سا معجزہ ہے؟ کس کے اختیار میں تھا کہ اس لق و دق صحرا کو ایک ایسی آبادی میں تبدیل کر دے، جہاں لکھوکھا لوگ ہر قسم کا سامانِ معیشت لے کر ہر سال پہنچتے رہیں، کیا یہ اس قادرِ مطلق خدا کی طاقت و قدرت کا ایک زندہ ثبوت نہیں؟

آگے چلئے وہی بچہ جوان ہو جاتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام اسے آکر کہتے ہیں:۔

"میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں پس غور کر کہ تیری کیا رائے ہے"

اور بیٹا بلا تامل جواب دیتا ہے:۔

"اے میرے باپ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کیجئے آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے"

اللہ اللہ! کس دل گردہ کا باپ ہے اور کیسا فرمانبردار بیٹا، اللہ تعالےٰ کی رضا کے آگے نہ محبت پدری آڑے آتی ہے اور نہ جوان بیٹے کو اپنی جان کی پرواہ ہے، اور یہ صرف زبانی باتیں ہی نہ تھیں، باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا اور چھری رکھنے ہی والا تھا، کہ اللہ تعالےٰ نے پکارا:۔

"اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا تو نے خواب کو سچ کر دکھایا ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں یقیناً یہ ایک واضح کر دینے والا امتحان تھا"

کس چیز کو واضح کر دینے والا؟ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی فرمانبرداری کو واضح کرنے والا، اس امتحان سے یہ کھلے طور پر عیاں ہو گیا کہ یہ دونوں باپ بیٹا خدا کے حکم کے آگے بلا چون و چرا سرِ تسلیم خم کر دینا، اپنے اکلوتے بیٹے اور خود اپنی رگ جان کو اس کی رضا کے لئے کٹوا دینا ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں۔

پھر اس کا کیا نتیجہ ہوا؟ وفدینٰہ بذبح عظیم وترکنا علیہ فی الاخرین سلٰم علیٰ ابراہیم کذالک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین ہم نے ایک عظیم الشان قربانی کو اس کا فدیہ کر دیا اور بعد کی نسلوں میں اس کی یادگار کو قائم رکھا، ابراہیمؑ پر سلامتی ہو، اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں، وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا"

کیا یہ چھوٹا سا انعام ہے، غور کیجئے اور ابراہیمؑ کے قلبِ سلیم کو دیکھئے کس طرح سے اس نے اللہ تعالےٰ کے حکموں کی فرمانبرداری کی پہلے خدا ہی کے حکم سے بچے کو ایک لق و دق جنگل میں چھوڑا اور پھر اس کے جوان ہونے پر ایک اور کڑی آزمائش پوری کی کہ جوان اکلوتے فرزند کی گردن پر چھری رکھ دی، اس فرمانبرداری کی یاد ہمیشہ ہر عید پر ہمیں دلائی جاتی ہے کیوں؟ یہ بتانے کے لئے کہ خدا اپنے بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا، اور جو کوئی اس کے حضور قلبِ سلیم لے کر آتا ہے اور اس کے حکموں کی پوری فرمانبرداری کرتا ہے اسکو وہ اپنے فضلوں اور نوازشات سے ممتاز کرتا اور اس کے نام کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیتا ہے، کاش ہم عید اضحےٰ کی قربانی میں اس سبق کو یاد رکھیں اور اس کو ایک رسم سمجھ کر ادا نہ کریں۔

اسی ارضِ حجاز پر ایک اور عظیم الشان معجزہ جو دنیا نے دیکھا ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کی اس دُعا کا نتیجہ ہے:۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم اے ہمارے رب ان کے اندر انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو تیری آیتیں ان پر پڑھے، اور انہیں کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں پاک کر دے، کیا خدا کی شان ہے، ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی لفظاً لفظاً پوری ہوئی اور اسی سرزمین مکہ میں انہی لوگوں میں سے وہ عظیم الشان رسول پیدا ہوا، جس نے خدا کی وہ آیات ان پر پڑھیں، جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نسل انسانی کو راہ ہدایت دکھاتی رہیں گی، اس نے امی ہونے کے باوجود انہیں کتاب و حکمت سکھائی اور نہ صرف ان کو بلکہ دنیا جہان کے پڑھے لکھے لوگوں کو علوم و حکمت کی روشنی سے منور کیا، اور انہیں ہر قسم کی بدیوں اور برائیوں اور میل کچیل سے ایسا پاک کیا کہ وہ حیوانیت سے نکل کر حقیقی معنوں میں انسان بن گئے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ فرشتہ خصلت انسان ہو گئے۔

اسی پاک رسول کے نام لیوا آج مکہ معظمہ کی وادی میں توحید الٰہی اور اخوت اسلامی کا وہ نظارہ پیش کر رہے ہیں، جو دنیا کی کسی قوم، کسی مذہب، کسی تہذیب کے اندر دیکھنے میں نہیں آتا اور دنیا حیران ہے کہ وہ کیا چیز ہے جس نے ان مختلف نسلوں اور مختلف رنگ کے لوگوں کو ایک کر دیا، یہ وہ معجزہ ہے جو "اسلام" کے لفظ میں پنہاں ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پاک دین ہمیں دیکر نسل انسانی پر وہ احسان کیا ہے جو کبھی فراموش نہیں ہو سکتا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نقد و نظر

"اسلام ایٹ دی کراس روڈز" قیمت تین روپیہ بارہ آنہ

مصنفہ آسٹرین نو مسلم محمد اسد۔ شائع کردہ عرفات پبلیکیشنز ۵۱ عمر دین روڈ۔ وسن پورہ۔ لاہور

محمد اسد ایک آسٹرین نو مسلم ہیں جنہوں نے ایک یورپین اخبار کے نامہ نگار کی حیثیت سے مشرق وسطیٰ، ایران و افغانستان میں کئی سال بسر کئے اور وہاں تعلیم اسلامی کو مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسلام نے جن اصولوں پر کاربند ہونے کی تلقین کی ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ جس زندگی کو پیدا کرنے کا موجب ہے، اگرچہ وہ آج مسلمانوں کی عملی زندگی سے کوسوں دور ہے، اور یورپ کی نام نہاد تہذیب کا بھی اس میں شائبہ تک نہیں تاہم زندگی کو بہتر اور کامل بنانے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی تعلیم یا شاہراہ عمل نہیں ہو سکتی۔

اسی جذبہ کو لیکر وہ اسلامی دنیا سے واپس ہوتے ہوئے برلن پہنچے اور ۱۹۲۶ء میں وہیں قبول اسلام کا اعلان کیا جس کے بعد وہ سعودی عرب چلے گئے اور وہاں پانچ سال رہ کر ہندوستان آگئے، تقسیم ہند کے بعد وہ کچھ عرصہ پاکستان میں کام کرتے رہے اور آج کل اقوام متحدہ میں پاکستان کے معتمد کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب "اسلام ایٹ دی کراس روڈز" اسی آسٹرین نو مسلم نے تصنیف کی ہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی تھی، اس کے بعد کئی مرتبہ چھپ کر ختم ہو گئی۔ اور اس وقت ساتویں

ایڈیشن ہمارے سامنے ہے۔

جہاں تک مضامین کا تعلق ہے، اس کتاب میں اسلامی اُصولوں کو نہایت خوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، اور مسلمانوں کو بڑے زور سے اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ یورپ کی تقلید کو چھوڑ کر اسلامی اصولوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں کہ اسی میں ان کی حقیقی کامیابی ہے مصنف کو یقین ہے کہ نسل انسانی اسلامی اصولوں سے آگے کوئی قدم نہیں بڑھا سکتی، نہ وہ اب تک کوئی اور اس سے بہتر نظام بنانے کے قابل ہوئی ہے، وہ انسانی برادری کے تخیل کو بھی ویسی عملی شکل اب تک نہیں دے سکی جیسی کہ اسلام نے دی ہے۔

کتاب کے ایک حصہ میں حدیث اور سنت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے مصنف نے اس فتنہ کا تجزیہ کیا ہے جو انکار حدیث کی صورت میں نمودار ہوا ہے ان کا بیان ہے کہ

"حدیثوں کے بعض نقادا اپنی اور اپنے ماحول کی کمزوریوں کو جائز ثابت کرنے کے لئے اتباع سنت کو غیر ضروری ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جائیں تو پھر سطحی ریشنلزم کے خطوط پر قرآن کی تعلیمات سے جو جی چاہے معنے کر سکتے ہیں، یعنے ہر شخص اپنے رجحان طبع کے مطابق اس کا ترجمہ کر سکتا ہے اور اس طریق سے اسلام کی وہ امتیازی شان جو ایک اخلاقی اور عملی، ایک انفرادی اور اجتماعی کوڈ ہونے کی حیثیت سے اسے حاصل ہے بالکل فنا ہو کر رہ جائے گی"

یہ فی الواقعہ صحیح ہے اور ہم مصنف کے اس خیال سے بکلی متفق ہیں کہ مسلمانوں کی کامیابی آج بھی اس شاہ راہ عمل کو اختیار کرنے میں ہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ہمارے سامنے رکھی ہے اور یہ قرآن کو حدیث اور سنت کی روشنی میں پڑھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، بیشک حدیثوں میں بعض ایسی بھی ہیں جو غیر معقول اور خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتیں، تاہم ان کی وجہ سے تمام احادیث اور سنت نبوی کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب بحیثیت مجموعی اسلام پر ایک اچھا تبصرہ ہے جو ہر مسلمان کے پڑھنے کے قابل ہے، افسوس ہے کہ مصنف کو جماعت احمدیہ سے لگاؤ نہیں ورنہ اسلام کی جو تصویر وہ مسلمانوں کی عملی زندگی میں دیکھنا چاہتا ہے اس کا ایک ہلکا سا خاکہ اب بھی اسے مجدد وقت کی اس جماعت میں نظر آجاتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس قربانی کا بیج بویا تھا آنحضرت صلعم نے اسکو لہلہاتے کھیت کی طرح دکھایا

حقیقی طور پر عید اضحےٰ وہی تھی جب آج سے تیرہ سو سال پیشتر خدا تعالیٰ کی راہ میں انسان ذبح ہوئے

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک خطبہ جو سنہ ۱۹۰۰ء کی عید اضحےٰ پر قادیان میں آپ نے دیا

"آج عید اضحےٰ کا دن ہے۔ اور یہ عید ایک ایسے مہینے میں آتی ہے جس پر اسلامی مہینوں کا خاتمہ ہوتا ہے یعنی پھر محرم سے نیا سال شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک سر کی بات ہے کہ ایسے مہینہ میں عید آگئی ہے جس پر اسلامی مہینہ کا یا زمانہ کا خاتمہ ہے۔ اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اسکو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آنیوالے مسیح سے بہت مناسبت ہے، وہ مناسبت کیا ہے؟ ایک یہ کہ ہمارے نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری زمانہ کے نبی تھے اور آپکا وجود با جود اور وقت یعنیہ گویا عید ضحیٰ کا وقت تھا۔ چنانچہ یہ امر مسلمانوں کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ آپ نبی آخرالزمان تھے اور یہ مہینہ بھی آخرالشہور ہے اس لئے اس مہینہ کو آپ کے زمانہ سے مناسبت ہے۔ **دوسری** مناسبت، چونکہ یہ مہینہ قربانی کا مہینہ کہلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حقیقی قربانیوں کا کامل نمونہ دکھانے کیلئے تشریف لائے تھے جیسے آپ لوگ بکری اونٹ گائے، دنبہ ذبح کرتے ہو ایسا ہی وہ زمانہ گذرا ہے کہ آج سے تیرہ سو سال پیشتر خدا تعالیٰ کی راہ میں انسان ذبح ہوئے، حقیقی طور پر عید اضحیٰ وہی تھی، اور اسی میں ضحیٰ کی روشنی تھی، یہ قربانیاں اس قالب نہیں پوست ہیں، روح نہیں جسم ہیں۔ اس سہولت آرام کے زمانہ میں ہنسی خوشی سے عید ہوتی ہے۔ اور عید کی انتہا ہنسی خوشی اور قسم قسم کے تعیشات قرار دیئے گئے ہیں۔ عورتیں اسی روز تمام زیور پہنتی ہیں عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کرتی ہیں مرد عمدہ عمدہ پوشاکیں پہنتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ کھانے بہم پہنچاتے ہیں، اور یہ ایسا مسرت اور راحت کا دن سمجھا جاتا ہے کہ بخیل سے بخیل انسان بھی آج گوشت کھاتا ہے خصوصاً کشمیریوں کے پیٹ تو بکروں کے مدفن ہو جاتے ہیں گداور لوگ بھی کمی نہیں کرتے۔ الغرض ہر قسم کے کھیل کود لہو و لعب کا نام عید سمجھا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ حقیقت کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی۔ درحقیقت اس دن میں بڑا اسرار یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو لہلہاتے کھیت کی طرح دکھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذرا دریغ نہ کیا اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے اور خدا کے حکم کے سامنے اسکی اپنی جان اپنی اولاد اپنے اقرباء و اعزا کا خون بھی خفیف نظر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہر ایک پاک ہدایت کا کامل نمونہ تھے کیسی قربانی ہوئی۔ خونوں سے جنگل بھر گئے، گویا خون کی ندیاں بہہ نکلیں، باپوں نے اپنے بچوں کو، بیٹوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا۔ اور وہ خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے ٹکڑے بھی کئے جاویں تو اُن کی راحت ہے۔ مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجز ہنسی اور خوشی اور لہو و لعب کے روحانیت کا کونسا حصہ باقی ہے۔ یہ عید اضحیٰ پہلی عید سے بڑھ کر ہے اور عام لوگ بھی اس کو بڑی عید کہتے ہیں مگر سوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں جو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں اور اس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔ **عید رمضان** اصل میں ایک مجاہدہ ہے، اور ذاتی مجاہدہ ہے اور اس کا نام **بذل الروح** ہے، مگر یہ عید جس کو بڑی عید کہتے ہیں، ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے، جس پر افسوس کہ توجہ نہیں کی گئی۔ خدا تعالیٰ نے جس کے رحم کا ظہور کئی طرح پر ہوتا ہے، امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہ بڑا بھاری رحم کیا ہے کہ اور امتوں میں جس قدر باتیں پوست اور قشر کے رنگ میں تھیں۔ ان کی حقیقت اس امت مرحومہ میں دکھلائی ہے۔

حج میں اللہ تعالےٰ کیساتھ عاشقانہ نیازمندی کے دلنشیں مناظر

حضرت مولٰنا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایمان افروز تقریر

محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ نے حج اور ارکان حج کے متعلق حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایمان افروز تقریر لکھکر بھیجی ہے جو اس سے پیشتر خود انہی کی طرف سے ۲۹ ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کے "پیغام صلح" میں چھپی تھی ، یہ تقریر قارئین "پیغام صلح" کے ازدیاد ایمان کے لئے درج ذیل ہے :-

---

ایک دفعہ درس قرآن شریف میں جناب محمد نجیب خان صاحب کے اسی سوال پر کہ حج کی فلاسفی اور فائدہ کیا ہے حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے جو تقریر حج کی فلاسفی پر کی وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے ۔ تاکہ ہر مومن حسب استطاعت اُس سے مستفید ہو سکے ۔

حضرت مولٰنا نورالدینؓ نے فرمایا - فہم و فراست کے لئے اللہ تعالےٰ نے جو اسباب دیئے ہیں ، وہ تین قسم کے ہیں :-

(۱) وہ جن کو عام نگاہ سمجھ سکتی ہے

(۲) وہ جو فلاسفروں بادشاہوں اور مدبروں کی سمجھ میں آتے ہیں ۔

(۳) دوسری قسم سے جو بالاتر مخلوق انبیاء و اولیاء رسل کی سمجھ میں آتے ہیں ۔ پھر آگے ان کے مدارج بھی مختلف ہیں ۔

زمانہ طالب علمی میں طبعی رُحجان

میرا ابتدائی سن اور طالب علمی کا زمانہ تھا کہ حج مجھ پر فرض ہوا - اور میں نے اس وقت دو حج کئے ۔ میری طبیعت اس وقت بھی بہت آزاد حریت پسند اور دلائل کی محتاج تھی ۔ اُس عمر اور طالب علمی کے زمانے میں کچھ محرکات میرے حج کرنے کے تھے ۔ پھر وہ سالہا عمریں اور بڑھ گئے اور اب اس وقت میری معرفت ضرورت حج کے بارے میں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہت زیادہ کر دی ہے ۔ میں اس وقت اپنے اوّل محرکات کا ذکر کرتا ہوں - اور وہ یہ ہے کہ اس وقت بھی میری طبیعت نے یہ امر میرے دل میں جما دیا تھا - کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو تمام خوبیوں کا جامع مذہب ہے - اور تمام غیر مذاہب تا ہیمن ہے اُس وقت جو میری سوسائٹی ہم عمروں اور طالب علموں کی تھی جب کبھی قرآن یا اسلام کی بات اس میں چلتی - تو میں خدا کے فضل سے قرآن کے ذریعہ ہی ان سب پر غالب آتا ، میرے پاس اُس وقت کا قرآن اب تک موجود ہے اور اس وقت جو جو میری تحقیقات اور خیالات تھے - ان کے مطابق تمام حواشی چڑھے ہوئے ہیں ۔

اسلام کے متعلق میرا زاویہ نگاہ

اس کے مطالعہ سے میرے خیالات میں تدریجاً عروج کا پتہ مل سکتا ہے - اس وقت یہ بات بخوبی میرے دل میں ٹھیری ہوئی تھی - کہ ایسا کوئی بھی مذہب نہیں کہ اگر اُس میں کوئی خوبی ہو تو وہ خوبی اسلام میں نہ ہو ——— اور اسلام کی کوئی خوبی نہیں ہے جو اہل سنت کے فرقہ اہل سنت والجماعت میں نہ ہو - اور فرقہ اہل سنت والجماعت کی کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور شیخ ابن تیمیہ اور ان کے تلمیذ ابن قیم کے طریق میں نہ ہو - گویا میں ایک طرح سے اس وقت شاہ ولی اللہ صاحب کا متلاشی - یا شیخ ابن تیمیہ و ابن قیم کا - اس وقت حنفیوں یا یوں سمجھو کہ اسلام کے فلاسفروں سے مجھے محبت تھی اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ شاہ صاحب کی تصنیف جو کہ اس وقت ملتی تو بھی میرے ساتھ رہتی تھی ، اس کے مطالعہ سے میرا مذکورہ بالا یقین پختہ ہو گیا ہوا تھا اور میرا مذہب وہ مذہب تھا جو کہ تصوف ، حدیث اور فلسفیت کو جمع کرتا ہے ۔

دو قسم کی نیازمندی

اس وقت ہر مذہب و ملت کے طالب علم کے ساتھ میرا تعارف تھا - جبکہ مجھے یہ خیال ہوا کہ نیازمندی کے کتنے اقسام ہیں - غور کے بعد اس کی دو قسمیں میری سمجھ میں آگئیں :-

(۱) خادمانہ نیازمندی

(۲) عاشقانہ نیازمندی

خادمانہ نیازمندی

خادمانہ نیازمندی کا رنگ وہ ہے جو ہم ہر روز سرکاری درباروں اور حکام کی پیشیوں میں دیکھتے ہیں کہ اپنے آقا کے کہنے کے مطابق خادموں کی ایک خاص وردی ہوتی ہے - وہ پہن کر مقررہ وقت پر حاضر ہوتے ہیں - اور ہمیشہ صاف اور ستھرے رہتے ہیں کہ آقا ناراض نہ ہو اور بجز اسلام نشست و برخاست دربار کے وقت کے خاص آداب ہوتے ہیں - جو کہ وہ بجا لاتے ہیں ، اور خاص خاص حکام کو نذر بھی گذرانی جاتی ہے - یہ حالت اپنے بندوں کی خادمانہ نیازمندی کی خدا تعالےٰ نے زکوٰۃ اور نماز میں رکھی ہے کہ اس میں روپیہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے اور وقت کی پابندی کے لحاظ سے آداب الٰہی کو مدنظر رکھ کر تمام ارکان بجا لاتے ہیں ۔

عاشقانہ نیازمندی

لیکن عاشقانہ نیازمندی کا طریقہ اور ہے کہ کسی محبوب کی دھن میں نہ کھانے کا فکر نہ پینے کا خیال ہونٹ خشک ہو رہے ہیں کسی سج دھج بناؤ سنگار کا خیال نہیں ہے - شہوانی قوتیں پر وہ موت ہے کہ بیوی کا خیال تک نہیں ہے - کبھی جو پتہ لگ جاتا ہے کہ محبوب فلاں کوچہ میں ہے تو دوڑ کر وہاں پہنچتا ہے - نہ سر کی خبر ہے کہ پگڑی ہے کہ نہیں نہ پاؤں کی کہ جوتہ ہے یا نہیں اور اس کوچہ میں چکر پہ چکر کاٹتا ہے کہ کسی طرح اس کی جھلک نظر آ جائے - اگر سارا چہرہ نہیں تو کچھ حصہ ہی سہی کلام ہی سہی اور اگر اس میں کوئی حارج ہو تو کبھی پتھر اسے رسید کر دیتا ہے - اگر اس کے وہم میں بھی یہ بات آ جائے کہ محبوب نے بلایا ہے تو حاضر ہوں حاضر ہوں کہتا ہوا دوڑتا ہے — جو لوگ عاشق مزاج رہ چکے ہیں یا اگر نہیں تو محبانہ مضامین کی کتب تو دیکھی ہوں گی جن میں عاشقوں کی اس حالت کا بیان ہوتا ہے - وہ خوب جانتے ہیں - کہ عاشقوں پر ایک ایسا وقت ضرور آتا ہے

عاشقانہ نیازمندی روزہ اور حج میں

اس محبانہ نیازمندی کی ادا کو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے واسطے روزہ اور حج میں رکھا ہے - دیکھو مکہ میں خدا کا مکالمہ ہوا - دیدار ہوا اور یقیناً ہوا - وہاں اللہ تعالیٰ نے بچوں ، عورتوں ، اور بڈھوں پر فضل کئے ، اس لئے یہ انسانی خاصہ ہے - کہ جب دیکھتا ہے - کہ فلاں مقام پر فلاں فلاں فضل ہوا - تو اس کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے - کہ وہاں کچھ نہ کچھ ضرور ہے

مکہ میں خدا نمائی اور رویت الٰہی

وہ کونسا بچہ اور کونسی عورت اور کونسا بوڑھا تھا - جسے خدا مکہ معظمہ میں نظر آیا وہ بوڑھا تو ابراہیم علیہ السلام تھا اور عورت بی بی ہاجرہ تھیں اور بچہ اسمٰعیل تھا ، اور وہ حقیقی جوان محمد رسول اللہ سید الاولین والآخرین صلعم - ان سب کو خدا ملا ہے اور ان سب سے اُس نے ساتھ کلام بھی کی ہے جس کثرت اور جمعیت کے ساتھ خدا نمائی مکہ میں ہوئی ہے کوئی اور مقام صفحہ ہستی پر نہیں کہ اس جمعیت کے ساتھ خدا نمائی کا دعوےٰ کرے - مکہ میں رویت الٰہی خوب ثابت ہوئی اس لئے ایک سلیم الفطرت انسان جب امید باندھ کر نیازمندی اور خواہش سے وہاں جاتا ہے تو رحیم و کریم خدا کب چاہتا ہے کہ اسے محروم کر دے ۔

حج میں پردہ کیوں نہیں

عاشقانہ نیازمندی کے آداب کے برخلاف یہ بات ہے کہ پردہ کیا جائے - کیونکہ اس سے عشق پر حرف آتا ہے - اس لئے وہاں عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں ہے ۔

ہیر رانجھا میں عاشقانہ نیازمندی

اُن دنوں میں نے ہیر اور رانجھا کا قصہ پڑھا ، تو وہاں اس عاشقانہ نیازمندی کی ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ہیر جب رانجھا کے واسطے روٹیاں لے کر جا رہی تھی

تو قاضی صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے نہ دیکھا سامنے سے گذر گئی۔ جب قاضی نماز سے فارغ ہو کر اس پر ناراض ہوا۔ تو اس نے جواب دیا کہ اے قاضی میں تو اپنے خاوند کی طرف جا رہی تھی اور اس کے عشق میں مجھے نظر تک نہ آیا کہ تو نماز پڑھ رہا ہے کہ نہیں مگر تعجب ہے تیری نماز کیسی تھی کہ تو نے مجھے دیکھ لیا۔

ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی عاشقانہ نیازمندی

غرضیکہ حج کی صورت ایسی ہی ہے جیسے کہ اوپر بیان ہوئی ہے۔ اس میں انسان اس کوچہ میں چکر کھاتا ہے جہاں ابراہیم نے چکر کھائے اور اللہ تعالےٰ کے کلام کی بغور کرو اس آیت پر واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل۔ پھر میں نے اندازہ کیا ہے۔ اگر پتھروں کی عمارت ہو تو ...... زیادہ سے زیادہ سات دور تک آدمی کھڑے ہو کر آسانی سے بنا سکتا ہے۔ اور اسے گو وغیرہ باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور چونکہ کوئی اس پتھر اور مقام کی تخصیص اور تعین نہیں کرتا جس پر اور جس جگہ کھڑے ہو کر ابراہیم اور اسمٰعیل نے دعائیں مانگیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دونو باپ بیٹے اس چکر میں دعائیں مانگتے رہتے ہیں جب تک کہ سات دورے عمارت کے پورے نہیں ہوتے اور دوروں کی تعداد سے پتہ لگتا ہے کہ سات ہی چکر تھے اور یہی تعداد پر اب بھی چکر کھائے جاتے ہیں، یہ ابراہیم اور اسمٰعیل کی عاشقانہ نیازمندی کی طرز تھی۔ جس کی تعلیم دی گئی۔

جانی قربانی سے دریغ نہیں کیا

اور یہ بڑے قوی مومن تھے کہ ایک نے تو باپ ہو کر بیٹے کو ذبح کرنا چاہا اور دوسرے (بیٹے نے) جان دینے میں دریغ نہ کیا۔ تاکہ خدا راضی ہو جاوے۔

حضرت ہاجرہ کی عاشقانہ نیازمندی

مگر چونکہ بعض مومن کمزور ہوتے ہیں۔ اس لئے آگے ایک عورت کی نیازمندی کی طرز بیان کی۔ کہ جب ہاجرہ علیہا السلام نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ ہمیں کس کے سپرد کرتا ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ تب ہاجرہ نے کہا کہ جاؤ اللہ ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔ ایک مشکیزہ پانی کا پاس تھا۔ جب وہ ختم ہو چکا اور دھوپ کی شدت اور بچہ کو تڑپتے اور جاں بلب دیکھ کر وہ بیقرار ہوئی تو کبھی ان پہاڑیوں پر چڑھتی اور کبھی اترتی تھیں اور ہر طرف نگاہ مارتی تھیں کہ کوئی قافلہ پانی لاتا ہو آخر خدا تعالےٰ نے ایک چشمہ پانی کا وہاں جاری کیا جو کہ زمزم کہلاتا ہے ....

. . . . اس مقام پر ہاجرہ نے خدا پر کیسا توکل کیا اور عاشقانہ نیازمندی کا کیسا ثبوت دیا۔ یہ نظارہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کا طواف کر کے دیکھو وہ بھی سات ہی دفعہ چڑھتی اور اترتی تھیں۔

عرفات میں اور وہاں سے واپسی

چونکہ آبادی میں رہنے سے اکثر دل پر غفلت طاری ہوتی ہے، اس لئے ہر ولی اللہ کو لوگوں سے الگ میدانوں میں جانا پڑتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ خیال کیا اور طبیعت میں جوش تو تھا ہی کہ دعا قبول ہو، اس لئے بحسرمیں گذرتے ہوئے بھاگے بھاگے عرفات کے جنگل میں گئے کہ وہاں تنہائی میں دعا کروں۔ یہ ۹ میل کا فاصلہ تھا مگر آپ نے پھر دیکھا کہ اس بیرونی جگہ سے تو حرم میں امن کی جگہ ہے اس لئے لوٹے اور عرفات سے واپس ہوتے مزدلفہ کے مقام پر جو تین میل پر ہے ٹھیر گئے اور وہیں آپ کو یہ الہام ہوا انی اریٰ فی المنام انی اذبحک........

بیٹے کی قربانی کا راز

اس وقت کا ایک بڑا ستر الٰہی ہے۔ جسے اس وقت ہم بیان نہیں کر سکتے تاہم اشارۃً سمجھ لو۔ کہ عوام الناس میں بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب بیماری یا کوئی دکھ تکلیف وغیرہ ہو، تو اکثر قربانی کیا کرتے ہیں، کہ وہ بلا ٹل جاوے اس کا یہ راز ہوتا ہے۔ کہ جب موت کا نزول ہوتا ہے۔ تو وہ بلا کھائے کے واپس نہیں جاتی۔ تو کچھ ابراہیم پر وارد ہوا۔ وہ بھی بلا قربانی ٹل نہیں سکتا تھا۔ اگرچہ ہزاروں مویشی ساتھ تھے۔ مگر لڑکے کی قربانی کوئی تھوڑی بات نہ تھی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی بات بہت ہی عظیم الشان ہو گی۔ جس کے لئے بیٹے کی قربانی تجویز ہوئی اس منا میں یہ ابراہیمی نمونہ تھا کہ قربانی کرے اور بچہ کا نمونہ یہ ہے۔ کہ اس نے کہا جو حکم ربی ہوا ہے۔ وہ پورا کرو اور گردن آگے رکھ دی۔ عوام الناس جو کہ الٰہی رموز سے واقف نہیں ہوتے وہ ایسے وقت اعتراض کرتے ہیں۔

پتھر مارنے کا راز

اسی طرح اس وقت کسی نے اعتراض کیا۔ کہ ابراہیم کی عقل ماری گئی۔ یہ آخری عمر اور بڑھاپا۔ ایک اولاد آگے اب امید نہیں۔ ایک خواب کی بناء پر لڑکے کو ذبح کرنے پر تیار ہے۔ لیکن ابراہیمی فراست اور ایمان کے آگے اس اعتراض کی کیا وقعت تھی اور یہ لوگ اپنی توجہ اور ارادہ کے بڑے پکے ہوتے ہیں اور جو مخالفت کرے وہ سخت دشمن ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے اٹھا کر پتھر مارا۔ کہ تو ہمارے ارادہ کو روکنے والا کون ہوتا ہے یہ اس قسم کی روکاوٹیں ہیں۔ کہ جب مومن کو خدا سے تعلق ہوتا ہے تو ضروری ... پیدا ہوا کرتی ہیں۔ تو وہ کنکریاں اس مقام پر عاشقانہ نیازمندی میں ماری جاتی ہیں۔ گو چونکہ مومن کی توجہ جب ایک کام کی طرف رہے اور وہ اسے بار بار کرتا ہے۔ تو روک بھی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ہر بار ابراہیم علیہ السلام اسے دھتکارتے رہے اسلام کے پانچ ارکان ہیں، جن میں سے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج جس نیازمندی میں داخل ہیں۔ ان کو بیان کر دیا ہے۔

ایمان کی نیازمندی

ایک نیازمندی یعنی ایمان کا ذکر نہیں ہوا۔ وہ بھی اس میں داخل ہے۔ اللہ پر ایمان لانے کے یہی معنے ہیں کہ جب انسان دل دگاتا ہے۔ تو اسے کہنا پڑتا ہے کہ ہم بھی کسی کے ہیں۔ پھر اس دعوے کو نبھانے اور اس کے تقاضا کو پورا کرنے کے واسطے باقی نیازمندیاں ہیں۔

اجتماع اور تبادلۂ خیالات

اہل فلسفہ نے مانا ہے۔ کہ تبادلہ خیالات کے واسطے سیاحت اور سفر ضروری ہیں اور جب تک انسان مختلف ممالک کے اخلاق و عادات کو نہ دیکھے وہ اصلاح نہیں کر سکتا ہے شریعت اسلام نے اوّل تو تبادلہ خیالات کا انتظام اس طرح کیا کہ ہر محلہ کی مسجد میں وہاں کے لوگ پانچ وقت جمع ہوں، پھر ہر جمعہ کے دن دیہات کے سب لوگ اور عیدین میں شہر اور دیہات کے سب لوگوں کا اجتماع کیا ہے اور کل ممالک کے اجتماع کے واسطے حج رکھا ہے۔ مگر یہ دنیا کا خیال ہے۔ اور چونکہ غریب لوگ ایسے فوائد تو م کو پہنچا نہیں سکتے۔ اس لئے صرف امراء کی تخصیص کی ہے اجتماع میں چونکہ حفظ صحت کا خیال ضروری ہے۔ اس لئے ریتلے میدان میں یہ اجتماع رکھا۔

موحدانہ یادگار

جہاں مسلسلک سٹیچو وغیرہ یادگاریں لوگ بناتے ہیں۔ وہاں بت شکن کو واجب تھا کہ ایک بارگاہ موحدانہ بنا جاتا۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ آج کل حدیث کی ضرورت و اہمیت پر ایک بلند پایہ تصنیف میں مصروف ہیں، جس میں ان لوگوں کے خیالات و اعتراضات کا مفصل جواب ہوگا جو حدیث کا انکار کر کے اسلام کی اس شاندار عمارت کو مسمار کرنے کے درپے ہیں جو تیرہ سو سال سے دنیا کی کشش کا موجب ثابت ہو رہی ہے، اس کتاب کا بہت بڑا حصہ حضرت ممدوح کے قلم سے نکل چکا ہے اور امید ہے کہ جلد مکمل ہو کر پریس میں چلی جائے گی، ضرورت ہے کہ احباب اس کو کثرت سے خرید کر ہر خواندہ مسلمان تک پہنچائیں تاکہ فتنہ انکار حدیث کا سدباب ہو سکے۔

—— صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ معہ حواشی مولانا آفتاب الدین احمد صاحب تین پارہ تک کر چکے ہیں جو پریس میں زیر طبع ہے

—— مشرقی بنگال میں ایک مذہبی کانفرنس آئندہ ماہ منعقد ہونے والی ہے، جس میں شمولیت کے لئے جماعت احمدیہ کو بھی دعوت آئی ہے اور مولانا آفتاب الدین احمد صاحب عنقریب وہاں جا کر اس میں حصہ لیں گے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا فرمائے

—— بیعت۔ محمد مظفر ولد محمد سلیمان صاحب قوم تنولی ساکنہ کشمیر حال ریاست پھلڑہ حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔

درخواست دعا: مسز ایم کے رحمان بنارس چھاؤنی سے تحریر فرماتی ہیں کہ ہم مالی مشکلات میں مبتلا ہیں اور بہت پریشان ہیں احباب سے

اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے لئے حدیث کی ضرورت و اہمیت

حضرت نبی کریم صلعم کی طرف سے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط اور صحت حدیث پر ایک زبردست شہادت

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۲ر جولائی ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر وذکر اللہ کثیراً (الاحزاب رکوع ۳)

قرآن کی طرف سے سیرت اور حدیث کے مطالعہ کی ہدایت

اس رکوع میں اللہ تعالےٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلےٰ درجہ کا نمونہ بیان فرمایا ہے وہ اعلےٰ درجہ کا نمونہ ان کے عملدرآمد میں دیکھنا چاہیئے کہ ان کی معاشرت گھر کے اندر کیسی ہے، ان کا تمدن شہر میں بسنے والوں اور ملنے جلنے والوں کے ساتھ کیسا ہے دشمن کے ساتھ معاملات میں آپ کے اخلاق کا کیا حال ہے، معاہدات کو آپ کس طرح نبھاتے ہیں، قیدیوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرتے ہیں، دوستوں کے ساتھ کن اخلاق کا اظہار کرتے ہیں، اور روزمرہ کے معاملات میں آپ کا برتاؤ کیا ہے، نمونہ تو اعمال میں نظر آتا ہے، قرآن میں تو تمام عملی زندگی کی تفصیل نہیں، قرآن صرف اس عملی نمونہ کی پیروی کی تلقین کرتا ہے جو آپ کی زندگی میں ملتا ہے ہم دیکھیں گے کہ مسجد میں آپ کا نمونہ کیا ہے جنگ میں آپ کا عمل کیسا ہے، تخت سلطنت پر آپ کس نمونہ کا اظہار کرتے ہیں، غربت کی حالت میں آپ کا طریق عمل کیا ہے، جب مصائب کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں تو کیا حالت آپ کی ہوتی ہے، یہ باتیں کہاں مل سکتی ہیں یہ تو حدیث ہی میں ملیں گی، سیرت کی کتابوں میں ملیں گی، تاریخ میں ملیں گی، معلوم ہوا قرآن کریم اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرو، حدیث کو دیکھو پھر نظر آئے گا کہ وہ اعلےٰ درجہ کے انسان ہیں اور ان کا نمونہ سب سے بڑھ کر پیروی کے قابل ہے۔

خلق عظیم کے عملی نمونے رسول اللہ صلعم کی زندگی میں

اسی طرح فرمایا انک لعلیٰ خلق عظیم اس میں بھی اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پر نظر ڈالی جائے کہ کس قدر اعلیٰ اخلاق آپ کے اندر ہیں، یوں تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بھی عمدہ عمدہ اقوال اناجیل میں پائے جاتے ہیں، لیکن ان کی عملی تصویر کہیں نظر نہیں آتی، کیا آپ حدیثوں کو چھوڑ کر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی عملی نمونہ کوئی نہیں، آپ کے عملی نمونے بے شمار ہیں اور اس قدر اعلےٰ نمونے ہیں کہ دنیا ان پر رشک کرتی ہے،

عملی نمونہ کو دیکھ کر صحابہ کی جاں نثاری

ان لوگوں نے بھی آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا جو آپ کے پاس رات دن رہتے تھے ان آیات میں لکھا ہے کہ وہ لوگ آپ کے عملی نمونہ کو دیکھ کر اپنی جانیں دینے پر تیار ہو گئے بلکہ اپنی گردنیں خدا کی راہ میں کٹوا دیں، بڑے صدق وصفا کے وہ مالک تھے منھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر خوشی خوشی خدا کی راہ میں اپنی گردنیں کٹواتے تھے، اور وہ بھی تھے جو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو شہید ہوتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان کو تڑپ تھی کہ ہمیں بھی یہ سعادت نصیب ہو، وما بدلوا تبدیلا۔ کیسے بھی ہولناک واقعات پیش آئیں کوئی تبدیلی ان کے ارادہ میں پیدا نہ ہوئی۔

شہادت کے لئے رسول اللہ صلعم کی تڑپ

حضرت نے یہ آیت ان کو پڑھ کر سنائی ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ جو خدا کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو وہ تو زندہ ہیں ہاں ان کی زندگی کو تم نہیں سمجھ سکتے، پھر یہ آیت پڑھی

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں اور سب سے پہلے خود اپنے متعلق فرمایا لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیٰ ثم اقتل ثم احیٰ ثم اقتل۔ میری دلی خواہش اور تڑپ ہے کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ گویا خدا کی راہ میں جان دینا اور قتل کیا جانا وہ لذت رکھتا ہے کہ بار بار اس کے اعادہ کی خواہش ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لیڈروں کی طرح نہ تھے جو دوسروں کی قربانی سے خود فائدہ اٹھاتے ہیں دوسروں کو آگے کرتے ہیں، اور خود پیچھے بیٹھے رہتے ہیں، اس چیز نے صحابہ کرام کو آپ کا عاشق بنا دیا، یہ انہی کا ذکر ہے صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر انہوں نے سچ کر دکھایا جو وعدہ اللہ سے کیا تھا۔ بعض نے ان میں سے اپنی قربانیاں دے دیں اور بعض ابھی انتظار میں ہیں کہ کس وقت جام شہادت پئیں۔

احد کی جنگ میں

احد کی جنگ میں جب مسلمانوں کی جماعت تتر بتر ہو گئی، اس وقت حضرت نے سعد کو فرمایا یا سعد انی اجد ریح الجنۃ من احد اے سعد احد کی طرف سے مجھے جنت کی ہوا آ رہی ہے، یہ سننا تھا کہ حضرت سعد تلوار لے کر دشمن کی صفوں میں جا گھسے اور دشمن کے کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے شہید ہو گئے، ایسا ہی جذبہ سب کے اندر تھا، کہ حضور پر جان دینے کی دلی تڑپ رکھتے تھے، آپ کے نمونہ کی پیروی کرنا ان کی زندگی کا مرغوب مشغلہ تھا۔

حدیث کی حفاظت کا اہتمام

ان لوگوں نے حضور کے کارنامے اور حدیثیں یاد رکھیں اور بعد میں آنے والوں نے ان حدیثوں کو محفوظ کرنے کے لئے بڑی بڑی صعوبتیں اٹھائیں، انہوں نے نقل پڑھ پڑھ کر ایک ایک حدیث کے لئے سینکڑوں میلوں کا سفر کیا اور اگر وہ ذرا کسی کے اندر تقوےٰ کے خلاف کوئی بات دیکھتے تو اس کی روایت کو ترک کر دیتے خود ان کے اپنے دلوں میں اس قدر اعلیٰ درجہ کا تقوےٰ تھا کہ امام بخاری ایک کشتی میں دریا پار کر رہے تھے ان کے پاس دیناروں سے بھری ہوئی ایک تھیلی تھی، کشتی کے ایک حصہ سے آواز آئی کہ میری تھیلی گم ہو گئی امام بخاری کو خیال گذرا کہ اگر میری تھیلی پر شک کر لیا گیا تو میری تو حدیثوں پر پانی پھر جائے گا، چپکے سے اپنی تھیلی دریا میں ڈال دی، یہ تھا ان کا اہتمام، مال چلا جائے لیکن حدیثیں بچ جائیں، اتہام سے بچنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور اگر اتہام لگ جائے تو سارا کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے، یہ تھا ان لوگوں کا تقوےٰ، ایسا ہی امام مسلم نے بڑی محنت اور بڑی جدوجہد کے ساتھ حدیثیں جمع کیں اور تقوےٰ و طہارت کا اعلےٰ درجہ کا نمونہ دکھایا، اسی طرح ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ اور نسائی نہایت اعلےٰ درجہ کے متقی انسان تھے اور بڑی محنت انہوں نے نبی کریم صلعم کے اقوال جمع کرنے میں کی، امام مالک نے سب سے پہلے مؤطا لکھی، جس میں اعلےٰ پایہ کی چیدہ چیدہ حدیثیں جمع کیں، پھر ان لوگوں کی محنت کی قدر ایسی ہوئی کہ ہر ایک کتاب کی کئی کئی

شرحیں لکھی گئیں، اس قدر عشق ان لوگوں کو تھا کہ حدیثوں کی شرحیں لکھنے والے، سیرت کی کتابیں لکھنے والے مشرق اور مغرب میں بے شمار لوگ ہوئے ہیں، سپین میں بہت زیادہ کتابیں لکھی گئیں، بڑے بڑے عالم وہاں پیدا ہوئے، مصر میں بے انداز کتابیں حدیث کی چھپیں، دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جس نے مصر کے برابر لٹریچر پیدا کیا ہو، قرآن اور اس کی تفاسیر، حدیث اور اس کی شرحیں، سیرت تاریخ اور فقہ کی بے شمار کتابیں مصر نے شائع کی ہیں۔

ہر مسلمان کے دل میں رسول اللہ صلعم کا عشق

یہ کیا بات ہے کہ ہر ملک کا چھوٹا بڑا تمام اس عشق میں سرشار ہیں، پونے چودہ سو سال ہوگئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہر ملک میں پیدا ہوتے رہے، اور بلند پایہ اہل علم لوگ پیدا ہوئے۔ افغانستان میں جمال الدین افغانی اٹھے اور مصر میں محمد عبدہ اور ان کے شاگرد رشید رضا جیسے انسان پیدا ہوئے، ایک دفعہ میں لندن میں لیکچر دے رہا تھا کہ ایک شخص جبہ پہنے ہوئے، ترکی ٹوپی اور اس کے اوپر عمامہ باندھے ہوئے آیا، لیکچر کے بعد وہ آگے بڑھ کر اشتیاق کے ساتھ ملا، میں نے اس سے کہا کہ میں آپ کو پہلے سے جانتا ہوں، اس نے کہا وہ کیسے؟ میں نے کہا میں آپ کے حالات اور خیالات سے بھی واقف ہوں وہ اور بھی حیران ہوا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے، میں نے بتایا کہ آپ کی تو تصویر گھر میں ہے، وہ ترک تھا جو کسی زمانہ میں آکسفورڈ میں عربی کا لیکچرار تھا، اس کا نام تھا عبدالعزیز شاویش، میں نے کہا کہ آپ نے فلاں کتاب لکھی ہے، جس میں میرے ہی خیالات کا آئینہ ہے یہ خیالات کیوں ایک ہوتے ہیں، ایک شخص افغانستان میں پیدا ہوتا ہے اور ایک ترکی یا مصر میں اور ایک ہندوستان یا پاکستان میں، لیکن سب کے خیالات ایک ہیں اور سب ہی رسول اللہ صلعم کے عشق میں سرشار ہیں، اور انہوں نے بڑی بڑی خدمات آپ کے اخلاق و اعمال کو واضح کرنے کے لئے کی ہیں، آج بعض لوگ اس ساری عمارت کو مسمار کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں، لیکن وہ اس ناپاک ارادہ میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے، کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ چودہ سو سال میں جس قدر محنت ان علوم کو پھیلانے میں کی گئی وہ سب باطل ہے، یہ بہت ناپاک خیال ہے، ایسے لوگ بالکل ناکام رہیں گے اور نامراد مریں گے، جب تک قرآن موجود ہے وہ کہتا رہے گا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت کو دیکھو اور وہ سیرت آپ کو حدیثوں سے ملے گی یا سیرت کی کتابوں میں، کیا وجہ ہے کہ ہر شخص کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہے، یہ مولویوں کے دل میں ہی نہیں عام طور پر عورتوں اور مردوں کے دلوں میں، بچوں کے دلوں میں ہے ہمارے شہر کا ایک مستری تھا علم الدین، اس نے جب آریہ کی بکواس پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس نے کی، تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود پھانسی لگ گیا۔

حدیث میں قرآن کا ترجمہ

حدیثیں وہ بھی ہیں جو قرآن کا ترجمہ ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حدیث کوئی بھی ماننے کے قابل نہیں، کیا کوئی جسارت کر سکتا ہے کہ ان حدیثوں کو رد کر دے، ان کو رد کرنا قرآن کو رد کرنا ہے، میں دو چار باتیں اپنے ایمان کو تازہ کرنے کے لئے سناتا ہوں، ایک حدیث میں فرمایا ان الذنوب تغیر النعم جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ برباد ہو جاتی ہے، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص بدکاری کرے اور اس کا برا نتیجہ نہ پیدا ہو، یہ حدیث ایسی ہے کہ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ جن لوگوں نے برے کام کئے انہوں نے اپنی صحت برباد کر لی، ان کی دولت برباد ہوگئی، ان کی عزت برباد ہوگئی اس مشاہدہ کو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور ابھی میں نے کہا ہے کہ سپین میں بڑے اعلیٰ پایہ کے انسان ہوئے ہیں، ایک ان میں سے قاضی عیاض اندلسی ہیں، جنہوں نے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی سیرت کی کتاب لکھی ہے اس کتاب کا نام الشفا ہے انہوں نے حدیث ان الذنوب تغیر النعم کے نیچے لکھ دیا ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم معلوم ہوا قرآن کی اس آیت کی تفسیر میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حدیث ارشاد فرمائی ہے قاضی عیاض نے طوالت کے خوف سے آگے یہ آیت نہیں لکھی ذالک بان اللہ لم یک مغیراً نعمۃ انعمہا علیٰ قوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم، تو ان دونو آیتوں کو مدنظر رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الذنوب تغیر النعم حضور کے رگ و ریشہ میں قرآن رچا ہوا تھا، جن کے اندر قرآن رچا ہوا ہے، وہ اس کے معانی اور تفسیر کو خوب سمجھتا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون میں قرآن کا ایک ایک لفظ رچا ہوا تھا ایک جگہ فرمایا انسان گناہ کی وجہ سے اپنا رزق ضائع کر لیتا ہے ان العبد لیحرم رزقہ بذنب یصیبہ مثلاً بد دیانتی کی وجہ سے سبکدوش کر دیا جاتا ہے اور اپنی روزی سے اپنی کرتوتوں کی وجہ سے محروم ہو جاتا ہے اور فرمایا اے معاذ گو در بن کر بچا رہے ہو ایاک والمعصیۃ دیکھو کوئی حرکت تم سے سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی ہو، تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار حدیثیں ایسی ہیں جو قرآن کا ترجمہ ہیں، ایک اور حدیث ہے لما فتح اللہ علیہ فتوحاً قال یا ایہا الناس من توفی من المومنین وترک مالاً فلورثتہ من کانوا ومن ترک دیناً او ضیاعاً فعلیّ والیّ یعنے جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو جو شخص مومنوں میں سے مر جائے اور مال چھوڑ جائے، وہ مال اس کے ورثاء کے لئے ہے اور جو مر جائے اور قرضہ یا ضعیف اولاد چھوڑ جائے تو اس قرضہ کی ادائیگی اور اس کی اولاد کی پرورش میرے ذمہ ہے، اللہ اکبر اس لیڈر کے اشارہ پر کیوں لوگ جانیں قربان نہ کریں، وہ ان کے قرضے ادا کرنے والا، ان کے بال بچوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ لیڈری محمد رسول اللہ صلعم ہی کو زیب دیتی ہے، اس حدیث کے ساتھ آپ نے فرمایا فاقرؤا ان النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم یعنی قرآن کی یہ آیت پڑھ لو کہ نبی مومنوں سے ان کی جانوں کی نسبت زیادہ قریب ہے۔ غرض حدیثیں وہ بھی ہیں جو آیات قرآنیہ کا ترجمہ ہیں ان حدیثوں کو رد کر دینا قرآن کو رد کر دینا ہوگا۔

دشمنوں اور غیروں سے مراعات کا نمونہ

ایک اور مشکل نمونہ بتاؤں، آیہ کریمہ ہے یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ تمام مخلوق ایک ہی رب العالمین کی پیدا کردہ ہے اور ایک ہی جان سے پیدا ہوئی ہے، اسی کے مطابق ایک حدیث ہے ان ربکم واحد و ان اباکم واحد، تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، یہ حدیث اور اس کے ساتھ ایک عمل بھی آپ کا ہے۔ مضر قوم مکہ کے رستہ میں رہتی تھی، اور مسلمانوں کی دشمن تھی، ایک دفعہ قحط پڑ گیا اور وہ سخت مصیبت زدہ ہو گئے، اس حالت میں وہ مدینہ آئے، ان کی چادریں پھٹی ہوئی تھیں، آج تو مسلمان مسلمان کو بھی تکلیف کی حالت میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور اس کی مدد نہیں کرنا چاہتا، لیکن یہ دشمن قوم جب آئی تو حضرت کھڑے ہوگئے اور یہ آیت پڑھی یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ اور لوگوں سے کہا کہ ان کی مدد کریں، سب نے اناج اور کپڑوں سے ان کی مدد کی، اسی طرح ایک دفعہ مصر میں قحط پڑ گیا اور مصر کے لوگ آپ کے پاس امداد کے لئے آئے، اس وقت بھی آپ نے یہی آیت پڑھی اور کہا کہ قبطی ہمارے بھائی ہیں، کیونکہ خدا کہتا ہے کہ تمام مخلوق ایک ہی کنبہ ہے،

حدیث قرآن کا ترجمہ ہے

معلوم ہوا حدیث قرآن کا ترجمہ ہے اور جنہوں نے قرآن کو بہت پڑھا ہے، اور حدیث کو بہت پڑھا ہے، ان کو معلوم ہے کہ کونسی حدیث کس آیت کا ترجمہ ہے۔ ایک اور آیت ہے ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین ابراہیم کا بیٹا ہونا کافی نہیں، ابراہیم کا قریبی وہ ہے جو اس کی اتباع کرتا ہے اور یہ نبی اس کا قریبی ہے اور مومن بھی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں ان اولی الناس بی المتقون میرے قریبی وہی ہیں جو متقی ہوں، من کانوا حیث کانوا وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں، جزائر کے رہنے والے ہوں یا افریقہ کے جنگلات میں، جو کوئی بھی ہوں اگر وہ احکام الٰہی کی پیروی کرتے ہیں تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہیں، یہ شخص قرآن جانتا ہے، کیا اس شخص کو کہتے ہو کہ اس کی باتیں ماننے کے قابل نہیں؟ ایک چھوٹی سی بچوں کی ہوائی بندوق سے کیا تم اس مضبوط قلعہ کو گرا دو گے؟ نہیں ہرگز اس کو گرا نہیں سکتے۔

بادشاہت میں درویشی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کئی ایسے واقعات آتے [illegible]

نہیں جا سکتے، سخت ترین دکھ آپ نے اُٹھائے، ساتھیوں کی جانیں قربان ہوئیں، خود بھی زخمی ہوئے، آخر کار جب سلطنت ملی، تو کیا اثر آپ پر پڑا، کیا اخلاق آپ نے دکھائے آپ کے اخلاق میں رتی بھر تبدیلی نہیں ہوئی، بادشاہ ہو کر تخت پر نہیں بیٹھے، پہلے کی طرح اپنے دوستوں کے ساتھ چٹائی ہی پر بیٹھتے ہیں، وہی عمامہ ہے جو پہلے پہنا کرتے تھے، اس کے بجائے کوئی تاج نہیں بنوایا، آپ جانتے ہیں، یہ نواب، یہ وزیر اور ڈپٹی کمشنر کیا کیا خواب دیکھتے ہیں، ان کے دماغوں میں بڑے بڑے خیال آتے ہیں، عالی شان کوٹھی ہو، استنے باورچی ہوں، بوٹوں کے اتنے جوڑے ہوں، اعلےٰ درجہ کا لباس ہو، اور زیب و زینت کا سامان ہو، لیکن محمد رسول اللہ صلعم بادشاہ ہو کر کہاں رہتے ہیں وہی چودہ فٹ مربع کا حجرہ جو کچی اینٹوں کا بنا ہوا ہے، آپ کا مسکن ہے باورچی کوئی نہیں، کوئی فرنیچر نہیں، گھر میں سامان معیشت بھی کوئی نہیں، ایک دفعہ آپ کو گھر میں اطلاع دی گئی کہ ایک لاکھ روپیہ عراق سے آیا ہے، فرمایا مسجد میں رکھ دو، اللہ اکبر کیا غنی دل ہے کوئی اور ہوتا تو خوشی سے باچھیں کھل جاتیں کہ چلو اب عیش کریں گے، لیکن آپ کو پروا بھی نہیں لکھا ہے کہ مسجد میں جب آئے تو نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نماز میں کھڑے ہو گئے، نماز کے بعد وہیں بیٹھ کر سارا مال تقسیم کر دیا اور خود دامن جھاڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے، یہ ہے نمونہ، کیا اس کی نظیر دنیا میں مل سکتی ہے؟ اسی نمونہ کی طرف قرآن نے توجہ دلائی ہے اور آج کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف مت دیکھو، فوت ہوتے ہیں تو حضرت عائشہ کہتی ہیں ما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم عند وفاته درهماً ولا ديناراً۔ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نقد مال نہیں چھوڑا نہ درہم نہ دینار، ولا شاتاً ولا بعيراً نہ بکریاں چھوڑیں اور نہ بھیڑیں، یہ دوسری قسم کا مال ہے جو عرب میں پایا جاتا تھا ولا امة ولا عبداً نہ آپ نے لونڈی چھوڑی نہ غلام، یہ تیسری قسم کا مال عربوں میں ہوتا تھا، وہ بھی آپ کے پاس نہ تھا، انہی دو چادروں میں جن میں آپ کا وصال ہوا آپ کو دفن کیا گیا، کوئی صندوق نہیں بنوایا، اسی طرح مٹی میں آپ کی لاش کو رکھ دیا گیا، یہ بادشاہ ہے، بڑا مشکل ہے ایسا نمونہ قائم کرنا

کیا فتح مکہ کے واقعات ناقابلِ اعتماد ہیں

اسی طرح اور بھی حضرت کے بڑے بڑے مشکل واقعات ہیں، فتح مکہ کے واقعات کچھ کم اہمیت رکھتے ہیں؟ مکہ میں داخل ہوتے تو اونٹنی پر ہی جھک گئے اور خدا کی حمد و ثنا کرتے ہوئے عرض کی، الحمد لله الذي انجز وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده۔ وہ قوم جس کا حافظہ اس قدر تیز تھا کہ اپنے اور غیروں کے نسب نامے جانتے تھے اور میلوں میں اشعار در اشعار پڑھتے چلے جاتے تھے، جن میں باپ دادوں کی تعریف اور فخر کا اظہار ہوتا تھا، جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے فاذكروا الله كذكركم آباءكم او اشد ذكرا۔ خدا کو اس طرح یاد کرو جیسے اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے ہو، بلکہ اس سے بڑھ کر یادِ الٰہی کرو، اس قوم کے لئے ممکن نہ تھا کہ ان واقعات کو بھول جائیں، اور کتنا لمبا سلسلہ چلتا ہے فتح مکہ کے بعد لوگوں کے ساتھ معاملات کا، کہیں ہندہ کے ساتھ گفتگو ہے

کہیں ایک ڈرتے اور کانپتے ہوئے شخص کو فرماتے ہیں هون عليك لست بجبار ولست بملك انما انا ابن امرأة تاكل القديد ادھر دیکھو میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا، اور پھر سب کو معافی دیدی گئی، ایسے اہم واقعات کو وہ لوگ کیسے بھول جائیں جن کو معافیاں دی گئیں اور ان کا ان واقعات کو بیان کرنا کس طرح غلط قرار دیا جا سکتا ہے

کیا بیعت عقبہ کا واقعہ ناقابلِ اعتماد ہے؟

اور ہجرت سے پہلے مدینہ والوں سے جو بیعت آپ نے لی وہ کس قدر اہم واقعہ ہے آنحضرت انہیں فرماتے ہیں کیوں خواہ مخواہ جنگ مول لیتے ہو، انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں، ہمیں خواہ کیسی ہی تکلیف پیش آئے ہم آپکی حفاظت اس طرح کریں گے جس طرح اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہیں۔ سب سے پہلے البراء نے ہاتھ بڑھایا اور لکھا ہے کہ اس وقت ایسی کیفیت تھی کہ اسکو بھول نہیں سکتے، کیا اس وقت کے واقعات جو ان لوگوں نے بیان کئے قابل اعتماد نہیں؟ اسی طرح مسجد قبا بنی، مسجد نبوی تعمیر ہوئی، خندق کھودی گئی، ان واقعات کو کون بھول سکتا ہے اور ان کا بیان کس طرح ناقابل اعتماد ہو سکتا ہے، ان لوگوں کا کہنا باطل ہے جو ایسے واقعات کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے۔

ہرقل اور شاہ حبش سے جعفر اور ابوسفیان کے مکالمات کیا ناقابلِ اعتماد ہیں؟

پھر بادشاہوں کے ساتھ گفتگو کرنا کسی شخص کو بھولتا نہیں، حدیثوں میں بھی ایک بادشاہ کے ساتھ گفتگو کا ذکر ہے، ابوسفیان کا ہرقل سے مکالمہ ہوا۔ اور جعفر کا مکالمہ شاہ حبش سے ہوا جس میں دونوں نے گواہی دی یامرنا بالصلوٰة والصدق والعفاف والصلة کہ آپ نماز اور زکوٰة کا حکم دیتے ہیں، صلہ رحمی کی تاکید کرتے ہیں عفت کی نگہداشت اور راستبازی کی وصیت کرتے ہیں یہ کافر آدمی ہے اور حق کہنے پر مجبور رہے، اس کی باتیں حدیث بن گئیں، فرمایئے ان کو کیسے ناقابل اعتماد قرار دیا جائے۔

بادشاہوں کو تبلیغی خطوط اور صحت حدیث پر ایک زبردست شہادت

پھر حضرت خود بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھنا چاہتے ہیں، اس کو کون بھول سکتا ہے کہ آپ نے ایسے خطوط لکھے، اس کا چرچا ہوتا ہے اور حضرت سے کہا جاتا ہے کہ ان بادشاہوں کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ جو خط ان کو بھیجا جائے اس کے نیچے لکھنے والے کے نام کی مہر لگائی جائے، چنانچہ آپ نے مہر بنوائی جس کا ذکر حدیثوں میں ہے کہ اس میں سب سے اوپر اللہ کا نام اس کے نیچے رسول لکھا تھا اور اس سے نیچے محمد لکھا تھا، اس طرح وہ مہر تھی (اللہ / رسول / محمد) اس مہر میں بھی اللہ اور اس کی رسالت کی عظمت کو ملحوظ رکھا اور اپنے نام کو سب سے نیچے لکھوایا پھر خط کا مضمون لکھا گیا جو صحیح بخاری اور زرقانی میں درج ہے اور اس مہر کا بھی ذکر ہے خدا کی شان اُن میں سے ایک خط آج مصر کے عجائب گھر سے نکل آیا جس کا مضمون بالکل وہی ہے جو حدیثوں میں لکھا ہے اور مہر بھی ویسی ہی لگی ہوئی ہے اس خط کے نکلنے سے قوموں کو اطلاع ہو گئی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط بادشاہوں کو لکھا تھا اور جس کا حدیثوں میں ذکر ہے وہ آج بجنسہٖ موجود ہے، مسلمان کے لئے تو خوشی سے ناچنے کا دن تھا، میں نے اس خط کا فوٹو ولایت میں شائع کیا تھا، اب پھر اسلامک ریویو میں اس کا فوٹو نکلا ہے (یہ فوٹو ذیل میں درج ہے۔ ایڈیٹر پ۔ص) یہ تو حدیث کی صداقت پر ایک کھلی شہادت ہے۔ (باقی)

علم حدیث کا نیا جائزہ

از ——— (سید عبد اللطیف صاحب حیدرآباد دکن) ———

(۳)

اُن اصحاب کے خیالات کا جائزہ جو اسلام کی روح جیسے مبہم جملوں پر ایمان رکھتے ہیں

مذکورہ بالا دونوں جماعتوں — انتہا پسند اہل حدیث اور انتہا پسند اہل قرآن — سے الگ ہمیں ایک تیسری جماعت ملتی ہے، جن کو صرف اسلام کی روح سے غرض ہے، اس جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ایک جماعت کے نمایندہ پروفیسر اے - اے - اے فیضی رکن یونین پبلک سروس کمیشن نئی دہلی اور دوسری کے احمد امین علیمان مدیر وطن استانبول ترکیہ ہیں، جو کبھی اتاترک مرحوم کے قریبی دوست تھے، یہ ہر دو اصحاب ایک ہی روش کے مختلف پہلوؤں کا اظہار کرتے ہیں، جہاں پروفیسر فیضی مذہب کو قانون سے الگ کرنے کے خواہشمند ہیں اور مؤخر الذکر کو" موجودہ قانونی فکر کی مقرر کردہ بلند مثالوں" کے اور اول الذکر کو اس کے عقیدہ سمیت" بلند ترین تنقید کے اصولوں" کے ماتحت کرنا چاہتے ہیں، وہاں مسٹر علیمان اسلام کے مکمل ڈھانچہ کو اس کے قانون اور مذہب کے بارے میں ترک کرنا چاہتے ہیں، اور" ایک پاکیزہ ایماندارانہ زندگی" کے لئے" اسلام کی حقیقی روح" پر اعتماد کرتے ہیں۔

دونوں علماء واقعی خلاف نہیں ہیں، وہ ایک علمی کوشش کے طور پر علم حدیث کے جدید جائزہ کے خیال سے منفرداً اظہار اطمینان کرتے ہیں، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ مقاصد جن کی طرف وہ تحقیقات کے نتائج منسوب کرتے ہیں اصولی طور پر ان مقاصد سے مختلف ہیں جو اکادمی کے پیش نظر ہیں، ہماری اصلی منزل مقصود یہ ہے کہ قرآنی تصورات کے مطابق موجودہ زمانہ کے فکر اسلامی کا جدید تعین کیا جائے لیکن پروفیسر فیضی اور خاصکر مسٹر علیمان اسے جدید مغربیت کی روشنی میں ڈھالنا چاہتے ہیں اور اسلام کو ایک روح کا معاملہ جانتے ہیں، مثلاً مسٹر علیمان فرماتے ہیں :-

" خرافات اور روایات کے ڈھیر میں سے خالص سونا نکالنا یقیناً ایک قابل ستائش ذمہ داری ہے، وہ کام جو علم حدیث کے بارے میں پیش کیا گیا ہے، ایک دیرپا اور کارآمد علمی کام ہے، لیکن جب تک مقاصد کا صاف طور پر پہلے سے فیصلہ نہ کر لیا جائے، اسلامی فکر کا جدید تعین نہیں ہو سکتا، اور وہ بے نظیر مواقعات برباد ہو جائیں گے جو موجودہ عام مذہبی بحران اسلام کو پیش کرتا ہے تاکہ وہ ایک از حد الٰہی اور عقلی بنیادوں پر ایک اساسی طریق اختیار کر سکے، جرأت اور جوش کے ساتھ بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے، اور اسلامی دنیا کا ناموافق نظریہ شاید ایک کایا پلٹ اور مکمل تسنیخ کا تجربہ کرے۔

آئیں اس جماعت کے نقطہ نظر کو ذرا قریب سے مطالعہ کریں :-

پروفیسر فیضی نے اپنے مقالہ" ہندوستان میں اسلامی قانون اور الٰہیات" میں، جس کی ایک نقل مجھے مرحمت کی گئی ہے، ایک ایسی بات کا اظہار کیا ہے جسے آپ ایک آزمائشی منصوبہ کہتے ہیں، آپ نے اپنے منصوبہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے — بنیادی اصول اور منطبق اصول — اور ان کے ماتحت زاویوں کی ایک مکمل فہرست تجویز کرتے ہیں جن کی رُو سے شریعت کا از سر نو جائزہ لیا جائے آپ فرماتے ہیں :-

" اگر اس ناقدانہ طریق سے شریعت کے مکمل تانے بانے کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہے کہ مذہب کے دقیانوسی اور مستحکم نمونہ کے علاوہ نئی صورتیں پیدا ہو جائیں گی، جو مختلف ممالک میں شاید مختلف ہوں، اور ان میں بعض تناقض اور کوتاہیوں سے لبریز ہوں، لیکن بتدریج صاف طور پر سوچنے سمجھے عقیدہ کی ایک مستحکم جماعت پیدا ہو جائے گی جو اسلام کی ایک علمی نئی تاویل کے لئے بنیاد ثابت ہوگی، ایسی جدید توضیح سے بہت سے لوگوں کو قوت اور اطمینان نصیب ہوگا، جن کو دقیانوسی تاویل پر یقین نہیں رہا بلکہ وہ روح اسلام سے اپنی وفاداری کو قائم رکھتے ہیں ان لوگوں سے ہم ارسطو کے عنوان کر کہتے ہیں" جو واحد ہے وہ باقی رہتا ہے جو زیادہ ہیں وہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور مرتے رہتے ہیں"۔

اس بات سے مسلمہ طور پر اس پریشانی میں اضافہ ہوتا ہے جو اسلام کے اندر پہلے ہی موجود ہے، ایک مستحکم نظام کو سلجھانے کی امید میں پریشانی کو ترغیب دینا یقیناً ایک ایسا طریق کار نہیں جس سے اعتماد پیدا ہو، شاید یہ تباہی کو دعوت دینا ہوا معلوم ہو، بہرکیف جو چیز مضبوط غور و فکر کا مطالبہ کرتی ہے وہ ان کا قانون کو مذہب سے جدا کرنے کا اہم اصول ہے، اور جس پر ان کے سارے منصوبہ کا انحصار ہے، آپ فرماتے ہیں :-

" پہلا کام یہ ہے کہ منطقی طور پر مذہب کے عقائد و مسائل کو قانون کے اصولوں اور عقاید سے جدا کر دیا جائے، میرے نزدیک یہ ایک اصولی موضوع ہے کہ انسان کا ضروری عقیدہ قواعد کی خارجی تعمیل سے ایک مختلف چیز ہے، یہ کہ اخلاقی قواعد کا اطلاق ضمیر پر ہوتا ہے لیکن قانونی قواعد صرف ریاست ہی نافذ کر سکتی ہے، اخلاقی معیار داخلی ہوتے ہیں قانونی قواعد خارجی ہوتے ہیں، روح کی اندرونی زندگی" خدا کے تصور" کو کسی حد تک معاشرتی کردار کی بیرونی اشکال سے جدا کر دینا چاہیئے، یہ جدائی معمولی نہیں، اسے شاید غیر اسلامی سمجھا جائے لیکن شریعت کے متعلق ایک جدید فکر کی کوشش صرف اس اصول کے تسلیم کر لینے سے شروع ہو سکتی ہے"

اس اصول کے مطابق آپ دوسرے سوالات کے ساتھ مندرجہ ذیل سوال کو بھی پیش کرتے ہیں :-

" قانون کی موجودہ حالت کیا ہے؟ یہ جدید مقرر کردہ بلند معیاروں سے کیوں کمتر ہے؟ قواعد کی کس طریق سے ترمیم تنسیخ یا توثیق ہو سکتی ہے، تاکہ وہ معاشرتی انصاف کے جدید تصورات کے مطابق ہو سکیں اور مسلم قوم کی معاشرتی بہبودی کو عام معاشرہ کے ایک کامل جزو کے درجہ تک ترقی دے سکیں؟"

پروفیسر فیضی بین طور پر مشرق وسطی کی جدید تحریکات سے متاثر ہوئے ہیں، جہاں، جیسا کہ پروفیسر مجید خدوری پروفیسر مڈل ایسٹرن سٹڈیز جان ہاپکنز یونیورسٹی نے اپنے مقالہ سیکولرائزیشن اینڈ اسلامک لا جو پرنسٹن یونیورسٹی کلوکیم میں پیش کیا گیا، اور جس کے استعمال کی مجھے اجازت ہے، لکھا ہے کہ :-

" اسلامی قانون کے پہلو بہ پہلو مغربی ضابطہ ہائے دیوانی کے نفاذ نے آویزش سے بچنے کے لئے دونوں نظاموں کی موافقت کا مسئلہ پیدا کر دیا ہے"

وہاں ایک تحریک پہلے سے ہی موجود ہے کہ اسلامی قانون کو لادینی بنایا جائے، خصوصاً قانونی حلقہ میں اس امداد کے ذریعہ جیسے مصر کے ڈاکٹر سنہوری نے دی ہے، جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مصر، شام اور عراق کے لئے ایک نیا ضابطہ دیوانی بنایا ہے اس چیز کو آنجہانی شیخ محمد عبدہ کی تحریک جدید کی ایک پیش قدمی سمجھا جاتا ہے، جس کا مقصد یہ تھا کہ" اسلام کی بہترین باتوں کو جدیدیت کے ساتھ مخلوط کر دیا جائے، دلیل یہ تھی کہ اسلام اور مغربی تہذیب میں درحقیقت کوئی تصادم نہیں ہے"

ڈاکٹر سنہوری کا مقصد یہ ہے شریعت کے عباداتی جزو کو معاشرتی اور دیوانی اجزا سے الگ کر دیا جائے، اور مؤخر الذکر کو مندرجہ ذیل خطوط پر پاک اور صاف کر دیا جائے :-

(۱) مغربی قواعد اور اصولوں کو اختیار کیا جائے جن پر اسلامی قانون حاوی نہیں، یعنی جہاں شریعت مغربی قانون سے طے ہونے والے معاملات کے متعلق

خاموشی ہو،

۲- مغربی قانون اختیار کیا جاسکے جو اصولاً اسلامی قانون کے مطابق ہو لیکن جس کی رو سے ایسی تفصیلات طے نہ ہوتی ہوں، جو مغرب سے متاثر جدید زندگی کے حالات کے لئے موزوں ہو۔ مغربی قانون کو موجودہ زندگی میں ایسی نئی صورتوں پر حاوی ہونے کے لئے اختیار کیا جاسکے جو اسلامی قانون سے متصادم نہ ہوں۔

۳- مغربی قانون اختیار کیا جا سکے جو شریعت کے اُن خاص قواعد کی جگہ لے سکے جو متروک ہو گئے ہوں۔

گویا اس تحریک کا مقصد اسلامی قانون کی جگہ مغربی قانون کی جزوی قائم مقامی ہے مسٹر احمد امین یلمان کی روش یہ ہے کہ اسلام کے سارے ڈھانچہ کو بدل دیں اور صرف "روح اسلام" کو قبول کیا جائے، آپ فرماتے ہیں :-

"ہر ملک جس میں مسلم آبادی کی اکثریت ہے ترکیہ کی طرح ایک لادینی حکومت کے قیام پر مصر ہوگا، مذہب کو سیاسیات، قانون اور سائنس کی بحثوں سے آزاد رکھے گا، اپنے تمام شہریوں کو یکساں مواقع فراہم کریگا اور خود اپنے گردو پیش کے حالات اور اپنی حفاظت کے خیالات سے ایک ہدایت یافتہ حکمت عملی کی پیروی کرنے کے لئے اپنے تئیں آزاد محسوس کرے گا ہمیں تصادم کے اُن حالات میں سے گزرنے کی ضرورت نہیں جو مغرب میں اختیار اور عقل کے درمیان موجود ہے، ہمیں علمی معاملات میں عقل کے لئے کام کرنا چاہیئے اور مذہبی فکر کے ساتھ مصالحت کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔

"ہمیں اسلام کے لئے ایک خالص روحانی زمین تیار کرنی چاہیئے، ایک مسلسل جدوجہد کرنی چاہیئے جس کی بدولت ہم اپنے لائق ہونے کے لئے اپنی اصلاح کرسکیں اور ایثار اور خلوص کا اظہار کرسکیں، مذہب کا مطلب گناہوں کے خلاف خدا کے ساتھ میکانکی نمازوں کا چلنت حساب نہیں ہے بلکہ ایک پاکیزہ اور ایماندارانہ زندگی ہے یہ بات کہ ہم ذاتی کام کے لئے کس طرح اور کس حد تک دعائیں مانگتے ہیں، ہماری ذاتی اطاعت کا معاملہ ہونا چاہیئے جس کے لئے ہم کسی کے احسان مند نہیں ہیں بلکہ براہ راست خدا کے ہیں، اور خود ساختہ ثالثوں کو جعلساز سمجھنا چاہیئے جو اپنے فائدہ کے لئے کام کرتے ہیں اسلام کسی مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کے اعمال کے فیصلہ کی اجازت نہیں دیتا، اس کا حکم ہے کہ تبدیل ہونے والے زمانے کے تقاضوں کی پیروی کی جائے ان بنیادی عناصر کے ساتھ، اسلام کی حقیقی روح کے ساتھ وفادار رہتے ہوئے، ایک حیرت انگیز اور از حد جدید مذہبی تصور قائم کرنا ممکن ہے"

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ نہ پروفیسر فیضی نے اور نہ مسٹر یلمان نے ہی، اس بات کی توضیح کی کوشش کی ہے کہ "اسلامی روح" یا "حقیقی اسلامی روح" سے ان کا کیا مطلب ہے، نہ یہ بتایا ہے کہ ہم کس طرح اور کس مراد سے اسے اپنے روبرو کھڑا کرسکتے ہیں، یا یہ اس چیز سے کس طرح مختلف یا ممیز ہے جسے آج کل بڑے آرام سے "طبعی فضیلت" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مسٹر یلمان نے دراصل اس ذہن کی طرف اشارہ کیا ہے جو ۱۹۲۰ء کے ترکی انقلاب کے قائدین کی سیرت کو بیان کرتا ہے، جب انہوں نے یقینی طور پر از منہ وسطیٰ کی رجعت پسندی، جو اُن کے درمیان موجود تھی، سے چوکنا ہو کر مکمل طور پر مغربی یقینا منتخب کر لیا تھا۔

(باقی — باقی)

خطبہ جمعہ —— (بقیہ صفحہ ۹)

فرعون کی لاش کی حفاظت

اسی طرح قرآن کی صداقت پر بھی مصر نے ایک شہادت پیدا کی ہے، قرآن میں ہے کہ جب فرعون غرق ہو رہا تھا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا الیوم ننجیك ببدنك لتكون اٰیۃ لمن خلفك آج تیری لاش کو ہم غرق ہونے سے بچائیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا موجب ہو، قرآن کا یہ بیان آج مصر کی ممیوں نے صحیح ثابت کر دیا ہے، جہاں سے فرعون کی لاش برآمد ہوئی ہے۔

فرزند رسول کی وفات اور وہم پرستی کا ازالہ

تیسری بات یہ ہے کہ مصر سے حضرت کے خط کے جواب میں تحفے آئے انہی تحائف میں ماریہ قبطیہ ایک لونڈی بھی تھی، حضرت نے اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام آپ نے ابراہیم رکھا، لیکن وہ چھوٹی ہی عمر میں فوت ہو گیا، اتفاق سے اس دن سورج کو گرہن لگا تو بعض لوگوں نے خیال کیا کہ ابراہیم کی وفات پر آسمان نے اظہار افسوس کیا ہے، حضرت نے اسی وقت لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا کہ سورج یا چاند گرہن کو کسی کی موت حیات سے تعلق نہیں، کتنا وسیع دل اور کس قدر روشن دماغ ہے اس شخص کو یہ بھی تڑپ ہے کہ قوم میں وہم پرستی پیدا نہ ہو۔ بیٹے کی وفات پر فطرتاً غم و افسوس کا اظہار کرتے ہیں لیکن تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی بہ اللہ آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں اور دل بھی غمگین ہے لیکن ہم زبان سے خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کلمہ نہیں نکالتے۔

رسول اللہ صلعم کا بلند ترین مقام

کیا یہ الفاظ کوئی بھول سکتا ہے؟ اس قدر ذخیرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی احادیث میں آپ کی حیات طیبہ کا موجود ہے کہ جس کو کسی طرح بھلایا نہیں جا سکتا، اس کو کہنا کہ ناقابل اعتماد ہے خود اپنی جہالت اور نامرادی کا ثبوت دینا ہے، حضور کا مرتبہ بہت بلند ہے، آپ مقام محمود پر ہیں، پانچ وقت کی اذانوں میں آپ کا نام لیا جاتا ہے، درود پڑھا جاتا ہے،

ہماری جماعت کا فرض

جو حضرت کی توقیر کریں گے انہی کی توقیر ہوگی، ہماری اس جماعت کا یہ فرض ہے کہ حضرت کی توقیر کو قائم رکھنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کریں ایک وقت تھا کہ یہ جماعت عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں اسلام کا دفاع کرتی تھی، آج اسے خود مسلمانوں کے مقابلہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنا اور آپ کی عزت و توقیر کو بحال کرنا ہے اگر آپ ایسا کریں گے تو یقیناً عزت پائیں گے اور وہ لوگ نامراد مریں گے جو آپ کے اقوال وارشادات کو مٹانا چاہتے ہیں، حضور سراجاً و قمراً منیراً ہیں ان کا نور نہیں مٹایا جا سکتا - یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ خدا کے نور کو کوئی مٹا نہیں سکتا، وہ یقیناً اپنی جلوہ آرائیوں سے دنیا کو منور کرتا رہے گا۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

امریکہ کی اسلام سے دلچسپی

آج کل امریکہ اسلامی مسائل میں خوب دلچسپی لے رہا ہے واشنگٹن میں ایک خاص اسلامی مکتبہ کھولا ہوا ہے، بارہ اسلامی ممالک کے اخراجات سے ایک مسجد بھی تعمیر ہوئی ہے — دارالاذاعہ سے اکثر و بیشتر تقاریر نشر ہوتی رہتی ہیں ٹیلیویژنوں کے ذریعہ ویڈیو میں حج بیت اللہ وغیرہ کے مناظر دکھلائے جا رہے ہیں، بڑے بڑے اخبارات میں عالم اسلامی کی اہمیت پر مضامین آ رہے ہیں۔ یہ سب کچھ خواہ کسی غرض سے ہو رہا ہو کم از کم امریکیوں کے سامنے تحریک اسلام پیش ہو رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہماری جماعت امریکہ کی طرف بھی اپنی توجہ خاص طور پر مبذول کرے ممکن ہے کہ امریکہ کے لئے کاملہ دلی جمیم کا وقت آ گیا ہو۔

"پیغام صلح" کا مسیح موعود نمبر

۱۰ر جون بروز جمعرات :-

سعادۃ الدکتور مصفا خلوصی کو لاٹ مجریہ یکم و ۸ر جون اور جناب محمد منیر اتگن صاحب مفتش، المخابرات والتشہیر موصل کو ملفوظات ڈاک سے بھجوایا۔ جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول تشریف لائے۔ ابھی تک بیمار ہیں علاج لے رہے ہیں۔ ایک گھنٹہ بیٹھے مسیح موعود نمبر زیر گفتگو رہا۔ یہ نمبر من کل الوجوہ بہترین شاہکار ہے تمام مقالہ نگار حضرات نے نہایت ہی خلوص کے ساتھ عقیدت کے پھول چڑھائے ہیں، مضامین کا ایک ایک لفظ دل کی گہرائی سے نکلا ہے۔ بانی سلسلہ اور احمدیت سے متعلق غلط فہمیوں کا بہترین علاج ہے۔ مولانا دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح اور دیگر جملہ کارکنانِ ادارہ مستحق مبارکباد ہیں، انشاء اللہ ان حضرات کی محنت و کاوش ضرور مثمر ہو گی، اس میں ایک مقناطیسی اثر ہے جو متلاشیان حق کو اپنی طرف کھینچکر جذب کرے گی۔

مسلمانان ہند کا مستقبل اور مولانا آزاد

اخبار مدینہ نے "مسلمانوں کا مستقبل" کے زیر عنوان امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد اور وزیر تعلیم حکومت ہند نے بمبئی میں جمعیۃ العلماء بمبئی کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران میں جو ارشاد فرمایا اس میں سے جو اقتباسات درج کئے ہیں انہیں بڑے غور سے پڑھا۔ اقتباسات درج کرنے کے بعد آخر پر مدینہ رقمطراز ہے :-

"اگرچہ مولانا کا یہ بیان کافی طویل ہے لیکن اس میں کئی دو دو رس باتیں کہی گئی ہیں .... اگرچہ مولانا مسلمانان ہند کی زندہ رہنے کی صلاحیتوں کے بارے میں زیادہ اچھی رائے نہیں رکھتے۔ اسی لئے ۱۹۱۲ء سے آج تک مولانا تحریر و تقریر کے ذریعہ سے مسلمانانِ ہند کو دعوت عمل دیتے رہے ہیں اس بیان میں بھی مولانا نے کہا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے مستقبل سے قطعاً مایوس نہ ہو کر اپنی سیاسی و مذہبی مخفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنا چاہئے"، پھر فرمایا ہے کہ :-

"لیکن مسلمانوں کی ساری بد قسمتی یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد سے ان کا ملی شیرازہ منتشر ہو چکا ہے اسکو یکجا کرنے کے لئے جیسے عظیم الشان رہنما کی ضرورت تھی وہ آج ہم میں موجود نہیں ہے، ہاں درد اور تڑپ رکھنے والے کچھ لوگ ضرور موجود ہیں جو اپنی سعی و کوشش کئے جا رہے ہیں لیکن ان سب کا ذہنی سطح پر ایک ہونا بھی ضروری ہے"۔

"عظیم رہنما کا انتظار"

مولانا ابوالکلام آزاد کا شمار روشن خیال چوٹی کے علمائے اسلام میں ہے، ان کی مسلمانان ہند کے زندہ رہنے کے بارے میں اور مسلمانوں کے مستقبل کے متعلق مذکورہ بالا رائے غور سے ملاحظہ فرمائیں پھر یہی نہیں بلکہ مولانا ۱۹۱۲ء سے تحریر و تقریر کے ذریعہ مسلمانان ہند کو دعوت عمل دیتے رہے مگر وہ بیدار نہ ہوسکے۔ ابھی ضرورت ہے کہ وہ "اپنی سیاسی مذہبی مخفیہ صلاحیتوں کو بیدار کریں" پر غور کریں اور سوچیں کہ آخر باوجود بڑے بڑے علماء کرام کی کوششوں کے ملی شیرازہ کیوں بکھرا ہوا ہے اس پر طرہ یہ کہ "عظیم رہنما" کا انتظار ہے۔ کچھ لوگ "درد اور تڑپ" رکھتے ہیں وہ "ذہنی سطح" پر ایک نہیں، کاش "امام الہند" مولانا آزاد، مدینہ کے ایڈیٹر و دیگر، ہمچو قسم کے بزرگ اپنی ناکامیابیوں کی اصل وجہ دریافت کر کے صحیح نتیجہ پر پہنچتے اور اب بھی اپنے آپ کو تباہی سے بچا سکتے اور ملت اسلامیہ پر بھی رحم کر کے انہیں بھیڑیوں کی خوراک نہ ہونے دیتے وہ اصل وجہ کیا ہے؟ یہی کہ اپنی ہٹ دھرمی سے تیرہ صدیوں تک کے مجددین کو مانتے ہوئے چودھویں صدی کے مجدد کو قبول نہ کرنا۔ وہ اپنے وقت پر آیا اپنے ساتھ نسخہ کیمیا لایا۔ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا، اتمام حجت ہو چکا۔ سعید روحوں نے اسے قبول کیا اس کے بتلائے ہوئے طریق پر گامزن ہو کر ساری معلومہ دنیا میں نکل پڑے، ان کے دل اس یقین سے لبریز ہیں کہ اسلام کی فتح یقینی ہے۔ وہ بالکل مایوس نہیں، سب عمل مراد ان کے سامنے ہے، مسلمانوں کی اصلاح کے لئے خدا نے انہیں چن لیا ہے .... اب بھی وقت ہے :-

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

سفیر انڈونیشیا متعینہ ایران

۹ر جولائی بروز سنیچر :-

سویرے دکان پر گیا جناب محمود لطیف وزیر مفوض انڈونیشیا سے جو مسٹر سوکارنو پریسیڈنٹ الجمہوریہ انڈونیشیا عازم حج کے استقبال کے لئے بغداد آئے ہیں، بذریعہ فون گفتگو ہوئی، فرمانے لگے پچھلے دو ماہ قبل وہ بغداد آئے تھے، مجھ سے نہ ملنے کا انہیں افسوس رہا تھا، اب وہ اس ماہ کی آخر تک بغداد میں مقیم رہیں گے اور ضرور ملاقات فرمائیں گے، لاٹ انہیں برابر مل رہا ہے، مجدد نمبر کی بیحد تعریف کر رہے تھے۔ جوشیلا اور احمدیت کا شیدائی نوجوان ہے خدا استقامت بخشے اور خدمت دین کی مزید توفیق دے ان کی اہلیہ بھی احمدیت کے رنگ میں پوری رنگین ہیں پچھلے سال ایک مجلس میں ان سے ملاقات ہوئی تھی نہایت نیک دل دردمند خاتون ہیں۔ ان کے ان الفاظ میں "میں بھی احمدی ہوں" (جو انگریزی میں انہوں نے کئی ایک اشخاص کے سامنے کہے) بے حد متاثر اور لطف اندوز ہوا۔ اللہ تعالےٰ عمر دراز کرے اور ہر دو میاں بیوی کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔

امریکہ کا پہلا نو مسلم جماعت کے اہل قلم حضرات سے اپیل

ووکنگ سے اسلامک ریویو مجریہ جون کے دس نسخے برائے مفت تقسیم ملے۔ اس میں آنسہ ماجدہ شہادۃ الرفاعی بیروت کا ایک خط متعلقہ کتاب "جیسیس ان ہیون آن ارتھ" شائع ہوا ہے۔ آنسہ موصوفہ نے مطالعہ کے بعد اپنے تاثرات سپرد قلم کئے ہیں۔ اسی پرچہ کے صفحہ ۲ پر "دی مسلم آف امریکہ" ایک قیمتی معلومات سے لبریز مضمون جناب ندیم السفدس کی قلم سے شائع ہوا ہے۔ نیز مسٹر محمد الیگزینڈر رسل ویب کی تصویر بھی چھپی ہے۔ اس قیمتی مضمون میں بھی ندیم صاحب موصوف نے یہ نہیں بتایا کہ ویب صاحب کے دل میں صداقت اسلام کس طرح گھر کر گئی اور First American Convert to Islam کو کس کی روحانی کشش آغوش اسلام میں لانے کا باعث ہوئی، کیا ہی بہتر ہوتا کہ اس کثیر الاشاعت مجلہ میں اس کی بھی وضاحت کر دی جاتی، خیر اب بھی کوئی دوست اس موضوع پر قلم اٹھائیں مواد کتاب مجدد اعظم جلد اوّل میں اس کے لئے کافی مل جائے گا۔ "پہلا امریکن مسلم" کے بارے میں اب تو نہایت ضروری ہو گیا ہے کہ اصل حقیقت سے ناظرین مجلہ مذکورہ کو علم دیا جائے، تین ماہ ہوئے پیغام صلح میں کتاب مجدد اعظم کا مسٹر ویب کے متعلق اقتباس شائع ہوا تھا۔ خواجہ نذیر احمد صاحب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، مولانا یعقوب خان صاحب صدر جماعت احمدیہ لاہور اور خود مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو اس پر خاص توجہ فرماویں، یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے آئندہ نسلوں کی رہبری کے لئے ضرور صفحۂ قرطاس پر آنا چاہئے انسان کو اسفل السافلین سے اٹھا کر پھر احسن التقویم کے مقام بلند

طلوعِ اسلام کی "ایمانداری"

از ★ محمد یوسف گرنتھی صاحب ملتان ★

طلوع اسلام ۷ جولائی ۱۹۵۵ء کے پرچہ میں ایک مضمون "تورات" کے عنوان سے لکھا ہے۔ مضمون میں کوئی نئی بات تو ہے نہیں وہی بات ہے جس کو بیس تیس سال قبل جماعت احمدیہ کے اکثر احباب مثل شیخ غلام حسین صاحب سیال کوٹی اور شیخ قمرالدین صاحب مرحوم جہلمی وغیرہم سے سُن چکا ہوں کہ تورات سے مراد مجموعہ کتب ہے جس میں حضرت موسٰے علیہ السلام سے لیکر ملاکی نبی تک کی تمام کتب آ جاتی ہیں۔ اور یہ عقیدہ کہ ہر ایک نبی صاحب کتاب ہوتا ہے، جماعت احمدیہ لاہور کا قدیمی عقیدہ ہے اور حضرت مسیح موعود نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔

لیکن مضمون کو دلچسپ بنانے کے لئے مضمون نگار صاحب نے احمدیوں کی مخالفت کرنا بھی ضروری سمجھا ہے حالانکہ اگر اجرائے نبوت کا عقیدہ غلط ہے (اور میرا ایمان ہے کہ غلط ہے) تو جو لوگ حضرت عیسٰے کو زندہ مانتے ہیں ان کو سمجھانا چاہیئے کہ بھلے لوگو حضرت عیسٰے علیہ السلام صاحب کتاب نبی ہیں وہ اگر آ دیں گے تو اپنی کتاب انجیل کو جاری کریں گے اس وقت قرآن منسوخ ہو جائے گا۔ لیکن ان کو کچھ نہیں کہا جاتا، مگر احمدیوں کو جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی نبی کی آمد کے قائل نہیں، خواہ مخواہ بدنام کیا جاتا ہے۔

مضمون نگار صاحب نے الفضل ۱۵ فروری ۱۹۱۹ء اور ۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء کے حوالوں اور حضرت مسیح موعود کی کتابوں کے حوالوں سے یہ ثابت کرنے کی بیجا کوشش کی ہے کہ مرزا صاحب کا دعوئے صاحب کتاب نبی ہونے کا تھا اور قادیانی احمدی مرزا صاحب کو صاحب کتاب نبی مانتے ہیں۔

الفضل کے حوالوں کا جواب تو الفضل والے دیں گے کم از کم اتنا کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحب ...... کو صاحب کتاب نبی نہیں مانتے، اور خود حضرت مرزا صاحب کی جس عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے مضمون نگار صاحب نے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کا دعوئے نعوذ باللہ صاحب کتاب نبی ہونے کا تھا، اسی کے متعلق میں اس وقت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ پہلا حوالہ آئینہ کمالات اسلام صـ۳۳۹ کا ہے جس میں سے پیش کردہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

"انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں۔ اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لادیں۔"

(مکتوب احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم صـ۳۲)

یہ عبارت فی الحقیقت آئینہ کمالات اسلام کی ہے مکتوبات احمدیہ میں کسی نے نقل کی ہوگی جہاں سے نامہ نگار طلوع اسلام نے نقل کرکے یہ مغالطہ دیا ہے کہ گویا حضرت مرزا صاحب کا دعوئے صاحب کتاب نبی ہونے کا تھا، حالانکہ اس عبارت میں یہ بات کہیں نہیں اس میں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کی تعریف کیا ہے یا نبی کس کو کہا جاتا ہے اور ان منقولہ بالا الفاظ کے بعد آپ نے بتایا ہے کہ میرا اس قسم کا کوئی دعوئے نہیں، لیکن نامہ نگار طلوع اسلام نے عمداً ان الفاظ کو چھوڑ دیا ہے، چنانچہ آئینہ کمالات اسلام کی پوری عبارت حسب ذیل ہے:۔

"ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے اور اس کے فرمودہ پر کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے اس کی آزمائش انبیاء کی آزمائش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔ اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں۔ لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعوئے نہیں وہی اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں، اور وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا اور وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی۔ اصل دین میں سے کوئی ایسی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو، مسیح موعود کا دعوئے اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا ہے کہ جبکہ اس کے ساتھ نعوذ باللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی۔ اب جبکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں صرف مابہ النزاع حیات مسیح اور وفات مسیح ہے۔ اور مسیح موعود کا دعوئے اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرع ہے اور اس دعوئے سے مراد کوئی عملی انقلاب نہیں اور نہ اسلامی اعتقادات پر اس کا کچھ مخالفانہ اثر ہے۔ تو کیا اس دعوئے کے تسلیم کرنے کے لئے کسی بڑے معجزہ یا کرامت کی حاجت ہے جس کا مانگنا رسالت کے دعوی میں عوام کا قدیم شیوہ ہے ایک مسلمان جسے تائید اسلام کے لئے خدا تعالےٰ نے بھیجا جس کے مقاصد یہ ہیں کہ تا دین اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے۔ اور آج کل کے فلسفی وغیرہ الزاموں سے اسلام کا پاک ہونا ثابت کر دیوے۔ اور مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی محبت کی طرف رجوع دیوے۔ کیا اس کا قبول کرنا ایک منصف مزاج اور خدا ترس آدمی پر کوئی مشکل امر ہے"

(آئینہ کمالات اسلام صـ۳۳۹)

یہ عبارت کسی تبصرہ یا تشریح کی محتاج نہیں قارئین کرام خود سمجھ سکتے ہیں کہ نامہ نگار "طلوع اسلام" نے اس کا ایک حصہ نقل کرکے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے اور اس کے باقیماندہ فقرات حذف کرکے کس قدر حق پوشی اور خیانت سے کام لیا ہے فاناللہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرا حوالہ آئینہ کمالات اسلام صـ۳۴۴ کا دیا ہے جس میں سے حسب ذیل عبارت نقل کی گئی ہے:۔

"جو شخص نبوت کا دعوئے کرے گا اس دعوئے میں ضرور ہے کہ وہ .... ایک امت بناوے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو"

اس عبارت میں بھی حضرت مسیح موعود نے اپنی نبوت کا کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ بتایا ہے کہ نبی کس کو کہتے ہیں اور سیاق سباق عبارت میں قطعاً اپنے دعوئے نبوت کا کوئی ذکر نہیں صرف دجال کے دعوئے نبوت و خدائی پر بحث ہے، پھر معلوم نہیں نامہ نگار "طلوع اسلام" نے حضرت مرزا صاحب کے صاحب کتاب نبی ہونے کے ثبوت میں کیوں پیش کر دیا جبکہ اسی کتاب میں حضرت مسیح موعود نے دعوئے نبوت سے کھلے طور پر انکار کیا ہے جیسا کہ اس سے قبل صفحہ ۳۳۹ سے ثابت کر آیا ہوں

علاوہ ازیں آئینہ کمالات اسلام کے شروع میں ہی حضرت مسیح موعود نے عربی زبان میں اپنا مذہب بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے، جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"دیکھو میں رب عظیم کو شاہد ٹھہراتا ہوں اور اللہ کریم کی حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مومن مسلم موحد ہوں۔ پیروی کرنے والا اللہ کے احکام اور اس کے رسول کی سنتوں کی۔ بری ہوں اس سے جو تم گمان کرتے ہو اور کفر کے زہر اور اس کے حلول سے اور میں سوائے شرع کے کوئی عزت نہیں دیکھتا اور نہ اس کے عالم کے لئے کوئی درجہ اور میں اللہ کی کتاب پر ایمان لایا اور گواہی دیتا ہوں کہ اس کا خلاف زندیقیت ہے۔ اور جو شخص کوئی ایسی بات

منہ سے نکالے کہ جس کا کوئی اصل صحیح شرع میں نہیں خواہ وہ ملہم ہو یا مجتہد ہو اس کے ساتھ شیاطین کھیلتے ہیں۔ اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے خاتم ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا ذریعہ ہے سوائے مصطفٰے کے ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم اقتدا کریں اور کوئی کتاب نہیں سوائے قرآن کے جو محافظ ہے پہلے صحیفوں کا اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کی اولاد کے سردار ہیں۔ اور کہ اللہ تعالٰے نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا۔ اور کہ قرآن مجید بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریف کرنے والوں کی تحریف سے اور مخطیوں کی خطا سے محفوظ ہے اور نہ منسوخ کیا جاوے گا اور نہ زیادہ ہوگا اور نہ کم ہوگا۔ رسول اللہ کے بعد۔ اور سچے ملہموں کا الہام اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ مجھے قرآن کے مشکلات کا فہم دیا گیا ہے یا اللہ رحمان سے الہام کیا گیا ہے میں نے اس کو صحت اور ثواب کی شرط پر قبول کیا ہے۔ اور یہ مجھ پر کھولا گیا ہے کہ وہ صحیح خالص ہے اور شریعت کے موافق ہے اس میں کچھ شک نہیں اور نہ کوئی ملاوٹ ہے۔ اور اگر بفرض محال کے طور پر معاملہ اس کے خلاف ہو تو ہم اس سب کو اپنے ہاتھوں سے ردّی چیز کی طرح اور کھانسی کے مادہ کی طرح پھینک دیں گے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱)

طلوع اسلام کے مضمون نگار صاحب ذرا انصاف اور ایمانداری سے بتائیں کہ اس عبارت میں یا آپ کی پیش کردہ عبارت میں بھی کہیں ہے کہ حضرت مرزا صاحب صاحب کتاب نبی ہونے کے مدعی ہیں یا کسی قسم کی بھی نبوت کا انہیں دعوٰی ہے؟

مکتوب بغداد (بقیہ صفحہ ۱۲)

پہ لانے کے لئے مجدد وقت کی پاکیزہ تحریرات کی روشنی کی ضرورت ہے پھیلا امریکن نومسلم بھی اسی روشنی سے نور حاصل کر کے انسان پرستی اور انسان پرستی سے نجات حاصل کر چکا ہے۔ اعتراف ہی اشاعت کا عام منظر ہو آنا سینکڑوں سعید روحوں کی توجہ اس نورانی روشنی کی جانب مبذول ہو کر اسے آغوش میں لانے کا باعث ہوگا۔ حق و صداقت کو پانے کی ساری کھڑکیاں بند ہیں صرف یہی ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ امید ہے مجھ نحیف و ضعیف کی یہ دل سے نکلی ہوئی آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تصنیف

جمہوریت اسلامیہ پر

احباب کی رائیں

پروفیسر محمد فاضل صاحب اسلامیہ کالج پشاور:-

مکرم و محترم جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جمہوریت اسلامیہ کی دو کاپیاں آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے دفتر نے مجھے بھیجی ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔ پروردگار آپ کو سلامت رکھے۔ اور تصنیف کا سلسلہ جو آپ نے غلبہ قرآن جیسی نادر کتاب سے شروع کیا ہے۔ آپ اس لڑی میں اور بھی بیش بہا موتی جمع کرتے جائیں۔

جمہوریت اسلامیہ کل میں نے پڑھنا شروع کی۔ اور ختم کئے بغیر اور کوئی کام ہاتھ میں نہ لیا۔ بہت پایہ کی کتاب ہے۔ اور ایسے وقت میں پروردگار نے اس کتاب کو آپ کے ہاتھوں سے تالیف کرایا ہے جبکہ اس مضمون کی وضاحت قرآن پاک کی رو سے ہونا بہت ضروری تھا۔ وقت کا تقاضا تھا کہ ایسی کتاب معرض وجود میں لائی جائے۔ آپ نے قرآن پاک میں جمہوریت کا تمام نقشہ جو موجود ہے بیان فرما دیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتم طور پر اس جمہوریت کو عملی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرنا بھی ان چند صفحات کے اندر واضح کر دیا ہے۔

۱۔ کتاب کا پہلا مضمون بہت دلپذیر اور بے نظیر ہے۔ کہ حکومت قوم کی ہوتی ہے۔ اور اس کی تائید میں قرآن پاک کی آیت جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا سے بہت ہی لطیف اور پیارا استدلال کرتے ہوئے روز روشن کی طرح صاف کر دیا ہے کہ واقعی حکومت قوم کی ہوتی ہے۔ اور اس مضمون کو جاری رکھتے ہوئے بالکل صاف ثابت کیا ہے کہ government of the people by the people for the people کو قرآن نے ہی سب سے اول پیش کیا اور حضور نبی کریم نے اور خلفائے راشدہ نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔

۲۔ مجلس شورٰی کے دو اہم پہلوؤں پر بھی بہت اعلٰے روشنی ڈالی ہے۔

۳۔ حکومت میں دو پارٹیوں کے مستقل وجود سے سلطنت کو جو نقصانات پہنچتے رہتے ہیں وہ آپ نے بہت صحیح طریق پر واضح فرمائے ہیں۔ آپ نے بہت اچھی طرح سے قرآن کا نظریہ پیش کیا ہے کہ پارٹی ایک ہو جس کو پوری آزادی رائے حاصل ہو۔ اور وہ بغیر خوف لومۃ لائم برسراقتدار طبقہ کی اصلاح کرتی رہے۔ اور اس صورت میں ایک ہی پارٹی کے اندر حزب مخالف بھی کام کرتا نظر آئے گا"

۴۔ اس بات کو واضح کرنا بھی ضروری تھا کہ سلطنت کے خزانہ کی مالک بھی قوم ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس امر کے اثبات میں تین آیات بہت ہی پایہ کی آپ نے پیش فرمائی ہیں۔

۵۔ Judiciary اور Executive کے فرائض اور اختیارات کی مثال جو آپ نے معاذ بن جبل اور ابو موسٰے اشعری کی بیان فرمائی ہے۔ بہت ہی مناسب حال ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی کوئی آیت قرآن پاک سے بھی پیش کی جاتی۔

۶۔ Minorities پر بھی آپ کا مضمون بہت قیمتی ہے

۷۔ تعزیرات پر قلم اٹھاتے ہوئے آپ نے خود بھی بغیر خوف لومۃ لائم پاکستان کے مہذب طبقہ کو اصلاح کرنے کی طرف صحیح طور پر توجہ دلائی ہے اور صاف صاف بتا دیا ہے کہ اس کی اصلاح سزا شے بغیر نہیں ہو سکتی۔

۸۔ تحریک تکفیر اور مرتد جیسا ضروری مضمون بھی بیان فرما دیا ہے جس کو گورنمنٹ اور عوام ہر ایک مسلمان پڑھے کرنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس حصے کو ٹریکٹ کی صورت میں طبع کرا کر مفت تقسیم کیا جائے۔ پروردگار آپ کو سلامت رکھے اور ضرورت وقت کے مطابق جس قسم کی تالیف کا وجود میں آنا ضرورت عصر کے مطابق ہو، وہ آپ کے قلم سے نکلتی رہے۔ والسلام

خاکسار۔ محمد فاضل

سید عبدالجبار شاہ صاحب سابق والئے سوات:-

حضرت امیر کی تصنیف جمہوریت اسلامیہ نہایت بلند پایہ خیالات پر مشتمل ہے جن کی بنیاد قرآن کریم کی دی ہوئی ہدایات پر رکھی گئی ہے میری طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں دلی مبارکباد۔ ضرورت ہے کہ یہ کتابچہ پاکستان کے تمام ارکان، تمام شعبہ ہائے حکومت اور بڑے بڑے علما کو پہنچائی جائے۔ خاکسار عبدالجبار عفی عنہ۔ از ایبٹ آباد

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک رؤیا

اور

مخالفین کی ناکامی کی پیشگوئی

از — (حکیم حمید العزیز جہلم)

ابتدائے آفرینش سے دنیا والوں کا یہی دستور چلا آیا ہے کہ جب بھی کوئی آسمانی تحریک اُٹھی، زمینی لوگ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے، اور اس کو مٹانے کے لئے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون - اس کے مقابل اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کے لئے یہ اٹل قانون مقرر فرمایا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی - کہ میں اور میرے فرستادہ ضرور ہی غالب رہیں گے - پھر فرمایا:۔ الا ان حزب اللہ ھم الغالبون خبردار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی ہمیشہ غالب رہے گا - کوئی نہیں جو اسے مٹا سکے - اس قاعدہ کے مطابق ضرور تھا کہ امام الزمان حضرت مسیح موعود کی بھی مخالفت کی جاتی

چنانچہ سینکڑوں علماء، پیر اور گدی نشیں کہلانے والوں نے حضور کے خلاف کفر کے فتوے شائع کئے - حضور اور حضور کے ساتھیوں کو کافر - مرتد اور گردن زدنی قرار دیا۔ حضور کی تحریک کو مٹانے کے لئے دشمنان اسلام (پنڈتوں - پادریوں اور آریوں) تک سے مل کر سازشیں کیں اور حضرت اقدس پر قتل تک کے مقدمات بنائے لیکن وعدہ خداوندی کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی کے مطابق حضور ہمیشہ ہی کامیاب و کامران ہوئے اور باوجود مخالف طاقتوں کے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے، حضرت اقدس کا مشن دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا اور ارشاد خداوندی:۔ افلا یرون انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا افھم الغالبون - یعنی یہ لوگ سوچتے نہیں کہ ہمارا فرستادہ دن بدن ترقی کر رہا ہے اور مخالفین روز بروز کم ہو رہے ہیں اب بھی انہیں گمان ہے کہ یہ غالب ہوں گے (اب بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں پھر کیا یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت سے یہ وعدہ کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کس آب و تاب کے ساتھ پورا ہو رہا ہے اور احمدیت ایک تناور درخت بنتا دکھائی دے رہا ہے جس کی شاخیں ایک طرف اگر یورپ امریکہ میں پہنچ چکی ہیں۔ تو دوسری طرف ایشیا کے تمام ممالک میں ہری دکھائی دے رہی ہیں جب حضرت اکیلے تھے اس وقت مخالفین آپ کو مٹا نہ سکے آج جب احمدیت ایک بین الاقوامی جماعت بن چکی ہے۔ کون ہے جو اسے مٹا سکے، جیسا کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں ؎

جھد المخالف باطل فی امرنا
سیف من الرحمان لا یتثلم

یعنی ہمارے خلاف تمام کوششیں عبث ہیں، یہ خدا رحمان کی تلوار ہے جس میں رخنہ نہیں ہو سکتا، پھر آپ حضرات نے دیکھا کہ گذشتہ اینٹی احمدیہ تحریک میں مخالفین کس جوش و خروش سے اُٹھے - یہاں تک کہ ایک دوسرے کو کافر و مرتد قرار دینے والے، اپنے تمام تنازعات کو نظر انداز کر کے الکفر ملۃ واحدۃ کے مطابق ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے اور اس تحریک نے ایسا زور پکڑا کہ حکام وقت تک اس زعم باطل میں مبتلا ہو کر کہ اب یہ لوگ احمدیت کو مٹا کر ہی دم لیں گے اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ لیکن نتیجہ وہی نکلا جیسا کہ حضور فرماتے ہیں:۔

"مدت کی بات ہے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور باغ کی طرف جاتا ہوں اور میں اکیلا ہوں، سامنے سے ایک لشکر نکلا جس کا یہ ارادہ ہے کہ ہمارے باغ کو کاٹ دیں مجھ پر ان کا کوئی خوف طاری نہیں ہوا - اور میرے دل میں یہ یقین ہے کہ میں اکیلا ان سب کے واسطے کافی ہوں - وہ لوگ اندر باغ میں چلے گئے - اور ان کے پیچھے میں بھی چلا گیا، جب میں اندر گیا - تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سب کے سب مرے پڑے ہیں اور ان کے سر اور ہاتھ اور پاؤں کاٹے ہوئے ہیں اور ان کی کھالیں اتری ہوئی ہیں تب خدا تعالےٰ کی قدرتوں کا نظارہ دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں رو پڑا کہ کس کا مقدور ہے کہ ایسا کر سکے

فرمایا:۔ اس لشکر سے ایسے ہی آدمی مراد ہیں جو ..... جماعت کو مرتد کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کے ..... عقیدوں کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت کے باغ کے درختوں کو کاٹ ڈالیں، خدا تعالیٰ اپنی قدرت نمائی کے ساتھ ان کو ناکام کرے گا اور ان کی تمام کوششوں کو نیست و نابود کر دے گا۔

فرمایا:۔ یہ جو دیکھا گیا ہے کہ ان کا سر کٹا ہوا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ ان کا تمام گھمنڈ ٹوٹ جائے گا - اور اُن کے تکبر اور نخوت کو پامال کیا جائے گا۔ اور ہاتھ ایک ہتھیار ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے انسان دشمن کا مقابلہ کرتا ہے ہاتھ کاٹے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے پاس مقابلے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔ اور پاؤں سے انسان شکست پانے کے وقت بھاگنے کا کام لے سکتا ہے۔ لیکن ان کے پاؤں بھی کٹے ہوئے ہیں۔ جس سے یہ مراد ہے کہ ان کے واسطے کوئی جگہ فرار کی نہ ہو گی — اور یہ جو دیکھا گیا ہے کہ ان کی کھال بھی اتری ہوئی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ ان کے تمام پردے فاش ہو جائیں گے۔"

بدر جلد ۲ نمبر ۲۳ صفحہ ۳ پرچہ ۷ جون ۱۹۰۶ء

احباب اب غور فرمالیں کہ کس طرح وہ واقعات جو پچاس سال پیشتر خدائے علیم نے اپنے ایک بندہ پر ظاہر کئے حرف بحرف پورے ہوئے - اور یہ لوگ کس طرح ذلیل و خوار ہوئے اور ان کا گھمنڈ ٹوٹا۔

وہ جو احمدیت کو مٹانے کے لئے طوفان کی طرح اُٹھے تھے خود مٹے، ان کا اندرونہ ظاہر ہوا، ان کا گٹھ جوڑ ٹوٹا۔ آج پھر آپس میں ایک دوسرے پر گند اچھال کر دست و گریبان ہو رہے ہیں۔

پس اس کشف سے جہاں زندہ خدا کا ثبوت ملتا ہے وہاں حضرت اقدس کی سچائی بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے

حضرت اقدس نے بڑی تحدی کے ساتھ مخالفین کو للکارا ہے۔ فرماتے ہیں:۔ سینصرنی ربی ویعلی عمارتی - فھدوا ودضوا من الغیظ واسوق عنقریب میرا خدا میری مدد کرے گا اور میری عمارت کو بلند کرے گا۔ پس اگر ہمت ہے تو اے مخالفو میری عمارت کو گرانے اور ڈھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا لو۔ احمدیت خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے، اور اسلام کا صحیح چہرہ، ہر وہ طاقت جو احمدیت سے ٹکرائے گی پاش پاش ہو کر رہے گی پس مبارک ہیں وہ لوگ جو خادم رسول کی جماعت میں شامل ہو کر اسلام کی خدمت بجا لاتے ہیں۔

قربانی اور عید اضحیٰ کے مسائل

۱ ــ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہو اتنی ہی افضل ہے نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی، اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دنبا عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے۔ کوئی عیب نہ ہو، لولا، لنگڑا، کانا یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا نہ ہو، خصی ہونے کا کوئی حرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ اونٹ میں دس

۲ ــ قربانی کا وقت دس ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے لے کر ۱۲ر ذی الحجہ عصر تک ہے ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

۳ ــ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے۔ بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں جن سے بچنے کا اہتمام پہلے سے کر لینا چاہیئے۔

۴ ــ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ دلوں کا تقوےٰ خدا تک پہنچتا ہے، پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دراصل وہ خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنی اپنے تمام جذبات حیوانی کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے۔ جب تک یہ تقوےٰ مد نظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔

۵ ــ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے۔ ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں اور دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے، تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

۶ ــ عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا خوشی کرنا منشائے اسلام ہے، نماز پڑھ کر گھروں میں گھس رہنا یا سو کر دن بِتا دینا اور اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۷ ــ ۹ر تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کرکے ۱۳ر ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے:۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد

ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

۸ ــ عید کی خوشی کے موقعہ پر بہت سے لوگ کپڑوں، کھانوں اور بچوں پر خرچ کرتے ہیں، ایسے موقعہ پر اشاعت اسلام کے لئے بھی کچھ خرچ کرنا...... آج وقت کا تقاضا ہے۔ پس ایک روپیہ فی کس عید فنڈ میں دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں ہماری انجمن نے مساجد فنڈ کے لئے جو اپیل کی ہوئی ہے وہ بھی ہر ایک دوست کے مد نظر رہنی چاہیئے، جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں وہاں مساجد کی تعمیر، سلسلہ کے استحکام و ترقی کے لئے بے حد ضروری ہے۔

۹ ــ قربانی کی کھال خدا [illegible] اشاعت اسلام [illegible] ہے، قصاب [illegible] جائز نہیں۔

قارئین پیغام صلح

کی خدمت میں

عید مبارک

P.O. Jhang

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے، بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کرکے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے، بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۳۱ر جولائی ۱۹۵۵ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو اطلاع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے اگر ۳۱ر جولائی تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم وصول ہوئی تو مجبوراً ۸ر اگست ۱۹۵۵ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا، جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے:۔

19	۲۹۱ 10/-1-	30/-1-	۴۴۹	6/-1-	رعایتی
۲۵	۷۲۳ 6/-	12/-1-	۴۸۴	۵۸ 12/-1-	6/-1-
۲۷	۲۸۴ 6/-	12/-1-	۴۸۵	۶۶ 12/-1-	3/-1-
۳۰	۳۲۲ 6/-	30/-1-	۴۸۶	۷۳ 12/-1-	3/-1-
۳۲	۳۷۴ 6/-	6/-1-	۴۸۷	۷۸ 12/-1-	12/-1-
۳۴	۴۵۱ 6/-	24/-1-	۴۹۱	۷۹ 12/-1-	12/-1-
۳۵	۴۶۱ 6/-	6/-1-	۴۹۳	۱۰۵ 12/-1-	8/-1-
۹۳	۵۰۵ 60/-1-	6/-1-	۴۹۶	۱۱۰ 12/-1-	18/-1-
۹۴	۵۰۷ 18/-	12/-1-	۴۹۹	۱۵۷ 12/-1-	12/-1-
۱۰۶	۵۲۸ 6/-	18/-1-	۷۱۷	۱۶۳ 12/-1-	4/-1-
۱۲۰	۵۲۹ 6/-	24/-1-	۷۲۰	۱۸۳ 12/-1-	12/-1-
۱۳۳	۵۷۵ 6/-	12/-1-	۷۴۲	۲۰۳ 6/-1-	12/-1-
۱۴۲	۵۷۶ 12/-	18/-1-	۷۴۷	۲۴۴ 6/-1-	15/-1-
۱۴۳	۵۸۲ 6/-	6/-1-	۷۵۰	۳۳۰ 6/-1-	16/-1-
۱۴۸	۵۸۳ 6/-	6/-1-	۷۵۴	۳۴۹ 6/-1-	4/-1-
۱۵۲	۵۸۷ 6/-	6/-1-	۹۳۰	۳۵۴ 6/-1-	16/-1-
۱۵۳	۵۹۱ 6/-	6/-1-	۹۳۲	۳۶۱ 6/-1-	4/-1-
۱۵۴	۶۱۲ 6/-	6/-1-	رعایتی	۳۹۹	8/-1-
	۶۱۹ 6/-	6/-1-	۴	۴۰۴ 4/-1-	4/-1-
	۶۲۰ 12/-	15/-1-	۵	۴۰۸ 3/-1-	3/-1-
	۶۲۹ 30/-	12/-1-	۴۱	۴۱۱ 3/-1-	4/-1-
	۶۳۱ 6/-	6/-1-	۵۱	3/-1-	——

(مینجر پیغام صلح)

ٹائیل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں اور باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

(ایڈیٹر ــ دوست محمد)

جلد ۴۴ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ - مطابق ۳ اگست ۱۹۵۵ء | نمبر ۳۲

"او فرنگی! پیغمبر خدا صلعم تجھے سلام دیتے ہیں اور تیرے لئے امن و راحت کا پیغام لائے ہیں"

مسٹر پی احمد رابنسن (ایک انگریز) کو کشف میں حضرت نبی کریم صلعم کی زیارت اور قبول اسلام کی دعوت

ایک انگریز نومسلم مسٹر احمد پی رابنسن نے معاصر "لائٹ" میں عیسائیت سے اپنی بیزاری اور قبول اسلام کا اعلان کرتے ہوئے اپنا ایک کشف لکھا ہے جو مع اصل مضمون درج ذیل ہے:-

"ان تنہائی کے ایام میں ایک دن سہ پہر کے وقت ایک عجیب واقعہ مجھے پیش آیا۔ ایک نیم کشفی حالت مجھ پر طاری ہو گئی یعنے نہ تو پوری خواب کی حالت تھی اور نہ پوری بیداری، اس حالت میں ایک عجیب اور خوبصورت نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آیا۔ ایک کہر نما سفید نورانی گرداب میں ایک لمبے قد کے عالی مرتبہ اور پُر جلال مشرقی آدمی کی شکل نمودار ہوئی، جس کے چہرے سے نیک دلی اور شفقت کے آثار ٹپکتے تھے لمبی ڈاڑھی، سر پہ پگڑی جو میرا خیال ہے کہ بہت بے ترتیب سی بندھی ہوئی تھی اور جسم پر ایک خوبصورت اور نہایت سادہ شاہی ارغوانی رنگ کا جبہ تھا جس پر نہایت خوشنما بیل بوٹے بنے ہوئے تھے، اور جو پاؤں تک لمبا تھا۔ میں اپنے سانس کو روکے ہوئے حیرت و استعجاب کے ساتھ منتظر تھا کہ آئندہ کیا وقوع میں آتا ہے پھر ایک سنہری رنگ کا ستون یا سٹینڈ جو ایک چھوٹے سے آلٹر ALTER کی طرح تھا، دیکھنے میں آیا۔ اس آلٹر پر اس شاہی شکل و صورت کے آدمی نے ایک لمبی چھڑی رکھی، ایک سنہری دستے والے خنجر کے ساتھ بڑے پروقار طریق سے آہستہ آہستہ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹنے شروع کئے، میں متعجبانہ دیکھتا رہا اور پھر ایک نہایت خوبصورت موسیقانہ آواز میں جو گہری محبت میں ڈوبی ہوئی تھی، وہ ایک ایسی زبان میں گویا ہوا جو میرے لئے اجنبی تھی، لیکن جونہی اس کے منہ سے لفظ نکلے ایک خوبصورت نوجوان مشرقی عورت نمودار ہوئی، اور انگریزی زبان میں لفظ بہ لفظ اس نے ان کلمات کو دوہرایا:"

"او فرنگی! پیغمبر خدا صلعم تجھے سلام دیتے ہیں اور تیرے لئے امن و راحت کا پیغام لائے ہیں"

ابھی تک وہ باوقار انسان اس چھڑی کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹتا جا رہا تھا کہ اس خاتون نے کہا:-

"مجھے انہوں نے تمہیں یہ پیغام دینے کا حکم دیا ہے کہ چھڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تیری زندگی کے سال ہیں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے بیدردی کیساتھ ایک ایک

کر کے گرتے چلے جا رہے ہیں کیونکہ یہی اللہ تعالےٰ نے فیصلہ کیا ہے"

یکایک کاٹنے کا عمل ختم ہو گیا اور اس عالی مرتبہ انسان نے چھڑی کے باقیماندہ حصہ سے اپنے بائیں طرف اشارہ کیا - فوراً ایک تختہ یا ایک گز مربعہ دروازہ کھل گیا جس میں سے ایک نہایت خوبصورت شاندار عمارت کا نقشہ نظر آرہا تھا جو میں نے کبھی اس سے پہلے نہیں دیکھی یہ ایک نہایت خوبصورت مسجد تھی، جس کے سنہری منار اس قدر بلندی پر پہنچے ہوئے معلوم ہوتے تھے کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، یہاں تک کہ وہ مشرق کے نیلے آسمانوں میں منڈلانے والے بادلوں میں جا کر گم ہو جاتے تھے، پھر ایک ناقابل فراموش تصویر میرے سامنے لائی گئی جس پر ایک نہایت شاندار لاجوردی رنگ کا غلاف چڑھا ہوا تھا، اور اس کی زمین سنہری نقش و نگار سے مرصّع تھی، اس تصویر میں مسجد کے نہایت شاندار مرکزی گنبد کا سونا چمک رہا تھا، ایک یا دو لحہ یہ کیفیت رہی اور پھر جب وہ نظارہ ختم ہو گیا تو میرے حواس بجا ہو گئے ؛

اپنی اس دنیوی زندگی کے اختتام سے پہلے میں ایک اثر اپنی طبیعت پر محسوس کرتا ہوں جو میرے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان ہستی کی طرف سے میرے دل و دماغ پر ڈالا گیا ہے اور وہ ماقبل کے کئی سالوں کی روحانی اضطراب و تشویش کا ..... نتیجہ ہے، یہ اضطراب و تشویش عیسائیت کو ترک کرنے کے بعد اور قبول اسلام سے پہلے میرے اندر پائی جاتی تھی، اسلام کے اندر آکر جب میں نے احمدیت کی عظیم الشان تحریک کے توسط سے اپنے آپ کو اللہ رحمٰن و رحیم کے تابع فرمان کر دیا، تو مجھے اس سے امن و تسکین حاصل ہو گئی،

میری دعا ہے کہ یہ تحریک ہمیشہ ترقی کرتی رہے اور لوگوں کی مسرت اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بڑھانے کا موجب ہو اس مسودہ کو قلمبند کرتے ہوئے میں اپنے جسم اور دل و دماغ میں اطمینان پاتا ہوں اور تمباکو نوشی اور منشیات سے تیس سالہ احتراز کی وجہ سے ایک ایسی پاکیزہ حالت میں اپنے آپ کو پاتا ہوں کہ اس تحریر کی جو آج لکھ رہا ہوں پوری ذمہ داری اپنے اوپر لیتے ہوئے یہ امید کرتا ہوں کہ یہ اس مقصد کو پورا کرنے کا موجب ہو گی، جس کی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عاجز بندہ کو ہدایت فرمائی ہے اور تمام ان سچے مسلمان بھائیوں کے آرام اور تسکین کا موجب ہو گی جن کو جماعت احمدیہ پر حملوں کی وجہ سے روحانی تکالیف و مصائب اور ذہنی صعوبتوں کے خطرناک دوروں سے گذرنا پڑا، یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ جماعت کبھی تباہ نہیں ہو سکتی نہ ہی دنیا و آخرت میں اس کی ناقدری ہو گی ...... کیونکہ یہ ادارہ خود اللہ تعالےٰ کی مرضی کے ماتحت اس مقصد کو لیکر قائم ہوا ہے، کہ تمام دنیا کو اسلام کا پورا مطیع اور فرمانبردار بنایا جائے، یہی ایک رستہ ہے جس سے اس پریشان حال کرۂ ارض میں .... مسرت شادمانی اور امن و اطمینان پھر پیدا ہو سکتا ہے۔

پس جب تک احمدی جماعت کے لوگ اپنی عظیم الشان تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھیں گے انسانی نفرت و حقارت کا بنایا ہوا کوئی بھی ہتھیار ان پر مسلط نہیں ہو سکے گا، ان کے لئے کوئی خدشہ نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کی حفاظت اور اس کی رہنمائی میں کام کر رہے ہیں -

یہ میرے ذیل کے مضمون کی تمہید تھی :-

ایک سابق برطانوی افسر کی حیثیت سے میں ۱۹۳۲ء میں عیسائی مذہب کی طرف متوجہ ہوا اور نہایت جوش و خروش کے ساتھ اس کی تبلیغ کرتا رہا، بلکہ میں کہوں گا کہ اس قدر جنون مجھے تھا کہ میں سمجھتا تھا کہ انسان کی اس فانی زندگی میں خدا کی طرف سے یہی ایک سچائی اور ہدایت نازل ہوئی ہے -

بیس سال سے زیادہ عرصہ میں بائیبل کے مضامین مجھے پورے طور پر ازبر ہو گئے کیونکہ میں نے اس عرصہ میں عہد نامہ قدیم مکمل طور پر بیسیوں مرتبہ پڑھا اور عہد نامہ جدید کو پچاسوں مرتبہ مطالعہ کیا اس لئے میں اُن کے مضامین سے پوری واقفیت رکھنے کا دعوےٰ کرنے میں حق بجانب ہوں ۱۱ اور عہد نامہ جدید سے اس قدر واقفیت حاصل کر لینے کے بعد مجھے اس چیز کے متعلق جس کی صداقت کی میں تبلیغ کرتا رہا ایسے شبہات پیدا ہو گئے جنہوں نے میرے دل کو مضطرب کر دیا، کیونکہ مسیحی مذہب کی ابتدائی بنیادیں اس بات پر رکھی گئی ہیں کہ یسوع مسیح کی موت صلیب پر واقع ہوئی ..... اس کا مردوں میں سے جی اٹھنا اور آسمان کو چڑھ جانا ثانوی حیثیت رکھتا ہے، میں نے اس بات کی تلاش شروع کی کہ آیا خود یسوع مسیح کی زبان سے کوئی ایسی یقینی اور ناقابل تردید شہادت مل سکتی ہے، جس میں اس نے واقعہ صلیب سے پہلے یہ کہا ہو کہ وہ صلیبی موت مریگا یا اس واقعہ کے بعد جب وہ اپنے شاگردوں سے ملا تو اس نے یہ اقرار ان کے سامنے کیا ہو کہ وہ صلیب پر فی الواقعہ مر گیا تھا،

پورے دو سال کی تلاش و جستجو کے بعد مجھے افسوس کے ساتھ اپنے آپ سے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ کوئی ایسا یقینی اور ناقابل تردید ثبوت میں بہم نہیں پہنچا سکا - افسوس کہ مسیحیت پر ایمان رکھتے ہوئے جو کچھ میں نے معلوم کیا اس کی بناء پر خود یسوع مسیح کی زبان سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ وہ قبر میں زندہ ہونے کی حالت میں داخل ہو گا، وہ اس سے بڑھ کر یہ کہ تین دن اور تین راتوں کا تہائی حصہ گذارنے کے بعد وہ ایک زندہ انسان کی حیثیت سے ہی قبر میں سے باہر نکل آئے گا اس سے بھی بڑھکر جب اس نے یہودیوں سے اس آنے والے واقعہ کا ذکر کیا تو اس سے ایک اور صداقت ظاہر ہو گئی اور وہ یہ ہے کہ یسوع مسیح سے کبھی کوئی خارق عادت معجزات صادر نہیں ہوئے، سوائے بیماروں کو اچھا کرنے کے جو ثانوی حیثیت رکھتا ہے اگر کوئی ایسے معجزات صادر ہوئے ہوتے تو یہودی اس کی الوہیت کے بارہ میں اپنے شکوک زائل کرنے کے لئے کبھی کوئی نشان طلب نہ کرتے، ملاحظہ ہو متی باب ۱۲- آیات ۳۹ : ۴۰-

"اس نے انہیں جواب دیا اور کہا کہ اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں پھر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائیگا کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا، ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا"

یہ میرے لئے ایک بہت بڑا الہامی انکشاف تھا، اولاً یہ بات قابل غور ہے کہ حقائق امور سے تعلق رکھنے والا ایک ہی نشان جو یسوع مسیح نے دیا ہے وہ ایک بڑی مچھلی کا نشان ہے اور یہ ایک پختہ حقیقت ہے کہ یسوع مسیح کو کسی صلیبی نشان سے قطعاً کوئی تعلق یا واسطہ نہ تھا جیسا کہ آجکل سمجھا جاتا ہے اس طرح میرا پہلا مسیحی بُت (صلیب) گر کر پاش پاش ہو گیا،

پھر اس مچھلی کے نشان سے اس کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے وابستگی اختیار کر لی اور یہ خیال کیا کہ یہی ایک ظاہری نشان ہے جو اسرائیل کے آخری پیغمبر کی زندگی کے کام کو نمایاں کرتا ہے اور یہ کس قدر صفائی کے ساتھ نمایاں ہوا ہے تاریخ بتاتی ہے کہ مسیح کے قریباً تین سو سال بعد رومن بادشاہ قسطنطین کے عہد تک عیسائیوں کا مذہبی نشان مچھلی ہی تھا، نہ کہ صلیب،

ایک قدیم مسیحی باپ" ٹرٹولین نے اسکندریہ کے مسیحیوں کو خطاب کرتے ہوئے یہ لکھا ہے :-

"کیا ہم مسیح کی بڑی مچھلی کے اندر چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نہیں ہیں" (باقی [illegible])

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــــ ۱۳ر اگست ۱۹۵۵ء

امن کی تلاش

چند روز ہوئے جنیوا میں دنیا کے چار بڑوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں امریکہ کے صدر آئزن ہاور، روس کے وزیر اعظم مارشل بلگانن، برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر اینتھونی ایڈن اور فرانسیسی وزیر موسیو فار شامل تھے، ان بڑوں نے جن کی بڑائی اس سب سے بڑی ہستی کے مقابلہ میں ایک ذرۂ ناچیز سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی جس کا حکم اس تمام کائنات میں ازل سے ابد تک جاری ہے چار ایسے اہم ترین مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا، جو یورپ و امریکہ کی امن و سلامتی سے تعلق رکھتے تھے، اس کانفرنس میں جرمنی کے اتحاد، یورپ کی سلامتی، تخفیف اسلحہ اور مشرق و مغرب میں میل جول کے امور پر بحث ہوتی رہی اور بہت حد تک سمجھوتہ بھی ہو گیا، جس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے، کہ دنیا کو جس عالمگیر جنگ کا خطرہ درپیش تھا، اور جن ہولناک تباہیوں کا خوف اقوام عالم کو لرزہ براندام کئے ہوئے تھا وہ بہت حد تک ٹل گیا، صدر آئزن ہاور نے جنیوا جاتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ میں امن کی تلاش میں یہ سفر اختیار کر رہا ہوں، اور جہاں تک یورپ اور امریکہ کے امن اور سلامتی کا تعلق ہے ممکن ہے ان کی تلاش کامیاب رہی ہو، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے ان چار بڑوں کو صرف اپنے ہی ممالک میں امن اور سلامتی کی ضرورت ہے اور دوسرے ممالک کو اگر وہ خود ہی فتنہ و فساد اور جنگ و خونریزی کی آگ میں جھلس دیں تو اس سے دنیا کے امن و امان میں کوئی فرق نہیں آتا، انہی چار بڑوں نے آج سے دس سال پہلے مجلس اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد دنیا میں امن و اتحاد قائم کرنا اور اقوام عالم کو ایک دوسرے کے خلاف دست تطاول دراز کرنے سے باز رکھنا تھا، اس مجلس نے اس میں شک نہیں کہ یورپ و امریکہ کو جنگ کے شعلوں سے بچانے کے لئے ہر ممکن تدبیر سے کام لیا، لیکن دنیا کی دوسری پسماندہ اقوام کی چیخ و پکار اس مجلس میں بھی صدا بصحرا بن کر رہ گئی، مسئلہ کشمیر پر کئی سال کے بحث و مباحثہ اور ہندوستان کی وعدہ خلافیوں کے باوجود اقوام متحدہ کو کوئی ایسا قدم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی جس سے صورت حال کے خراب ہونے کا امکان باقی نہ رہتا، کوریا میں جو کشت و خون کئی سال تک جاری رہا وہ خود اقوام متحدہ کی امن سوز مساعی کا نتیجہ تھا، عرب ممالک میں اسرائیل کی دست درازیاں اقوام متحدہ کو متاثر کرنے کا موجب نہ ہوئیں، اور آج جبکہ دنیا کے چار بڑے انسان یورپ کے پُر فضا مقام پر جمع ہو کر اپنے امن و سلامتی کی تجاویز سوچ رہے تھے ٹھیک اسی وقت فرانس کے ہاتھوں الجیریا اور مراکش کی سرزمین غریب مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بن رہی تھی اور اب تک ان دونوں اسلامی ملکوں کی گلیوں اور بازاروں میں کشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں اور کسی حامی امن کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی اور یہ خیال بھی پیدا انہیں ہوتا کہ وہ بھی انہیں جیسے انسان ہیں جن کو سالہا سال سے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے۔

۳۰۔۳۱ر جولائی کو تمام عالم اسلام میں عید کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں، لیکن مراکش و الجیریا عید کے بجائے اپنے جانباز فرزندانِ وطن کی قربانیوں سے سوگوار تھے، جنہیں آزادئ وطن کی جدوجہد میں فرانسیسی توپ و تفنگ کا نشانہ ہونا پڑا، کہا جاتا ہے کہ عید کے دن بکروں کی بجائے انسانی جانوں کی قربانیاں بہت زیادہ دی گئیں، یہ کہاں تک مفید ہوں گی اور اس جنگ آزادی کا آخری انجام کیا ہوگا یہ تو اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن اہل مراکش و الجیریا کی یہ سرفروشی اور فرانسیسی مظالم کی ہولناک داستان رہتی دنیا تک یادگار رہے گی اور کیا تعجب ہے کہ خالق اکبر ان بڑوں کو جو اپنے لئے امن تلاش کرتے اور دوسروں کو جنگ و جدال کی آگ میں جھونکتے ہیں اپنے عاجز بندوں کی ان قربانیوں کے صدقہ میں کوئی ایسی عبرتناک سزا ان پر وارد کرے جو ان کی خوش آئند امیدوں کو مبدل بہ حسرت و یاس کر دے، کاش کوئی انہیں اس خدائی انتقام کی طرف متوجہ کرنے والا ہوتا کہ وہ مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے سے باز آجائیں اور صرف اپنے لئے نہیں بلکہ دنیا کے لئے قیام امن کی صورت پیدا کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا امن اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک اہل مغرب اپنے سامراجی ہتھکنڈوں سے دوسروں کا خون چوس کر اپنا گھر بھرنے کی عادت ترک نہ کر دیں، اور سب سے بڑھ کر [illegible] گروہی اور نسلی اور وطنی امتیازات کو ختم کر کے تمام انسانوں کو اپنے جیسے انسان نہ سمجھیں، یہی اسلام کی تعلیم ہے، اس لئے حقیقی امن اگر میسر آ سکتا ہے تو اسلام کے جھنڈے کے نیچے اور اگر دنیا سلامتی کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے تو وہ اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر ہی میسر آ سکتی ہے، موجودہ قومی و نسلی تفریقات اور سامراجی استبداد سے امن کا حصول محال ہے۔

خواجہ حسن نظامی

شمس العلماء خواجہ حسن نظامی کی وفات ملک کے ہر طبقہ و فرقہ کے لئے موجب رنج و افسوس ہوگی مرحوم نہ صرف ادیب و انشاء کے لحاظ سے ایک اچھے ادیب اور کئی اردو کتابوں کے مصنف تھے بلکہ اپنی وسیع النظری، رواداری اور فراخ حوصلگی کی وجہ سے بھی ممتاز حیثیت رکھتے تھے، آپ ملائیت تنگ نظروں کو ہمیشہ بُرا سمجھتے اور ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے رہتے تھے ۱۹۲۴ء میں افغانستان میں ایک احمدی کی سنگساری کے خلاف انہوں نے آواز بلند کی اور پھر بعض مسلمان مولویوں کی طرف سے قتل مرتد کے فتووں کو انہوں نے اسلامی تعلیم کے قطعاً خلاف قرار دیا، ایک اور موقعہ پر انہوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف کفر کے فتووں کو ناجائز قرار دیتے ہوئے صفائی سے لکھا کہ جو شخص احمدیوں کے پیچھے نماز ناجائز سمجھتا ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ایسے وسیع المشرب مسلمان جو اسلام کی صحیح تعلیم کے مطابق کلمۂ حق کہنے سے نہ جھجکیں آج ملنے مشکل ہیں اور اس لحاظ سے ہم خواجہ صاحب کی وفات کو ایک قومی و اسلامی نقصان سمجھتے ہوئے اس پر اظہار افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے، امید ہے کہ ان کے جانشین ان کی ان روایات کو زندہ رکھنے کی کوشش کریں گے۔

خواجہ صاحب نے کچھ عرصہ ہوا حضرت مسیح موعود کا ایک خط اپنے متعلق شائع کیا تھا، ...... جس میں ان کی کسی مایوس کن بیماری پر دعائے صحت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نے لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکو بتایا گیا ہے کہ خواجہ صاحب اس بیماری سے نہیں مریں گے اور انہیں عمر طویل عطا کی جائے گی، اس لحاظ سے یہ کہنا بے جا نہیں کہ خواجہ صاحب کی طویل العمری (۷۷ سال) حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک بیّن نشان ہے۔

طلباء کا لباس

پنجاب کے وزیر تعلیم چوہدری نصیر احمد ملہی کا یہ اعلان تمام حلقوں میں مسرت و امتنان کے ساتھ پڑھا گیا ہے کہ یکم اکتوبر سے تمام سرکاری کالجوں اور سکولوں میں طلباء کے لئے سادہ سوتی کپڑے کی وردیاں پہننا لازم قرار دیا گیا ہے، کالجوں کے لئے سادہ کپڑے کی بش شرٹ یا قمیص اور پتلون یا پاجامہ، سکولوں کے لئے بش شرٹ یا قمیص اور نیکر یا پاجامہ، وردی کا رنگ سفید یا سلیٹی سکول خود مقرر کریں گے، کالجوں کے طلباء خاکی پتلون بھی پہن سکیں گے، لڑکیوں کے لئے قمیص شلوار اور ململ کا دوپٹہ سکولوں اور کالجوں کا لباس مقرر کیا گیا ہے، سکولوں کی استانیوں اور کالجوں کی پروفیسروں کو بھی سادہ لباس استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

وزیر تعلیم کے یہ احکام امید ہے دُور رس نتائج کا موجب ہوں گے، حقیقت یہ ہے کہ کالجوں اور سکولوں میں قیمتی لباس پہن کر جانا اور اس بارہ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنا ایک عام عادت ہو چکی ہے جس کی وجہ سے غریب والدین کو ضروری تعلیمی اخراجات کے ساتھ ملبوسات پر بھی بہت کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے، اور تعلیم کا مسئلہ ان کے لئے بہت دشوار گذار صعوبتوں کا موجب ہو چکا ہے ان حالات میں وزیر تعلیم کا یہ اقدام بہت بڑے فوائد کا موجب ہوگا۔

لیکن صرف طلباء ہی پر کیا منحصر ہے دفاتر کے ملازمین کی تنخواہوں کا بڑا حصہ آج ملبوسات اور فیشن آرائی کی نذر ہو جاتا ہے اور اسی لئے کئی کنبوں کو فاقہ کشی کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے، ضرورت ہے اس طرف بھی توجہ کی جائے اور دفاتر کے ملازمین بلکہ افسران کے لئے بھی خاص وردیاں مقرر کر دی جائیں جو سادہ اور سستے ملبوسات پر مشتمل ہوں۔

ایک انگریز کا کشف اور قبولِ اسلام ـــــــ (بقیہ صفحہ ۲)

یہ بات اپنے زمانہ کے ایک بڑے مسیحی رہنما کے قلم سے نکلی ہے۔

پس میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ جس طرح یونس ایک بڑی مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوئے اور وہاں زندہ ہی رہے، اسی طرح یسوع مسیح بھی قبر میں زندہ ہی داخل ہوئے اور وہاں سے اسی گوشت پوست والے زندہ انسان کی صورت میں نکل آئے اور اس کی موت صلیب پر کبھی واقع نہیں ہوئی۔

اپنے شاگردوں کے سامنے یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ خود یسوع مسیح ہی ہے اور اس کی روح نہیں اس نے کہا:۔

"مگر اس نے ان سے کہا کہ تم کیوں گھبراتے ہو اور کاہے کو تمہارے دلوں میں اندیشہ پیدا ہوتے ؟ میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا مجھ میں دیکھتے ہو"

(لوقا باب ۲۴ آیات ۳۸-۳۹)

پس ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کوئی متشکل روح یا خیالی صورت نہ تھی، اگر وہ کوئی خیالی صورت ہوتی تو سینٹ پولوس کے لئے دوبارہ جی اُٹھنے .... کی ایک توجیہہ ہو سکتی تھی .... یسوع نے بتایا ہوتا کہ وہ صلیب پر مر گیا تھا، اناجیل میں کونسی جگہ ایسی ہے جہاں سے یہ معلوم ہو سکے کہ اس نے مت گردوں سے یہ کہا تھا کہ وہ صلیب پر مر کر پھر جی اُٹھا ہے، یقیناً وہ صلیب پر چڑھایا گیا، لیکن اس سے بڑھکر یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ صلیب پر مرا نہیں، پھر کیا اللہ تعالیٰ نے مسیح کو صلیبی موت سے بچانے میں اپنے رحم محبت اور فضل و کرم کا شاندار مظاہرہ نہیں کیا؟ اور اس طرح اس ہولناک مسیحی عقیدہ سے نجات دلانے کا سامان کر دیا کہ کسی پیغمبر کی موت اور اس کا خون اللہ کی پیدا کردہ نسلِ انسانی کی نجات کا موجب نہیں ہو سکتا، اگر مسیح صلیب پر مر گیا ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں مداخلت نہ کی ہوتی تو اس کا یہ فعل اسکو ایک ایسے خدا کی شکل میں ظاہر کرتا جسکی حیثیت ہمارے قدیم جنگلی آباؤ اجداد کے خون آشام دیوتاؤں سے زیادہ بلند نہیں ہو سکتی۔

اس طرح میرے پہلے بت ٹوٹتے چلے گئے اور خدا نے میری آنکھوں کے سامنے انہیں توڑ کر رکھ دیا پھر میں نے خیال کیا کہ وہ مسیحی عقیدہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے، جس میں ایک طرف خدا کو ایسی محبت اور ایسے زبردست پیار کی شکل میں ظاہر کیا جاتا ہے کہ انسان اس کی گہرائی کو پورے طور پر معلوم نہیں کر سکتا، اور دوسری طرف ایک عیسائی یہ کہتا ہوا سنائی دیتا ہے، کہ خدا کی یہ محبت تمام نسلِ انسانی کو اس وقت تک اپنے اندر سمیٹنے کی وسعت نہیں رکھتی جب تک ایک پیغمبر یا خدا کا اکلوتا بیٹا صلیب پر مر کر اپنا خون نہ بہائے گویا وہ باری تعالےٰ اپنے غصہ کو انسانی خون سے ہی ٹھنڈا کر سکتا ہے۔

ان حالات میں نجات کا مسئلہ میرے نزدیک اللہ تعالےٰ کی مخالفت اور اس کی ہتک کا موجب ہو گیا اور ایک ہفتہ کی سوچ و بچار کے بعد میں نے مسیحی مذہب سے بالکل قطع تعلق کر لیا جس کی بیس سال میں نے خدمت کی تھی میں اس سے بالکل آزاد ہو گیا لیکن یہ عقدہ باقی رہ گیا کہ دلی اطمینان حاصل کرنے کے لئے کس طرف توجہ کرنی چاہیئے میں تنہا رنج و غم میں ڈوب گیا ان لوگوں میں سے ہو گیا جو قریباً دہریہ یا لا ادری واقع ہوئے ہیں یا مذہب سے باغی ہیں۔

۱۹۵۰ء میں میری پیاری بیوی فوت ہو گئی، جو چالیس سال سے میری رفیقہ حیات تھی لیکن یہ صدمہ میری عام خوشی و مسرت میں کسی اضافہ کا موجب نہ تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ میں ایک لاوارث آدمی ہوں یا اس زمین پر اکیلا ہی انسان ہوں جس کے اندر رشتہ و قرابت کی کوئی روح نہیں اور پوری روحانی تسکین سے محروم ہے، اور دنیا اور اس کی ناقابلِ تسخیر گندگیوں سے دوبارہ تعلق لگانے کی اہلیت نہیں رکھتا کیونکہ موجودہ نسلِ انسانی اپنے سب سے بڑے خدا (سائنس) کے ہوتے ہوئے مذہب کو ایک مضحکہ خیز چیز سمجھتی ہے۔ پس میں .... نہایت رنج و غم میں خیرآباد مضافاتی علاقوں میں تنہا چکر لگاتا رہا.. ... جہاں میں اکیلا ہی اپنے آپ سے باتیں کرتا ہوا دلی اطمینان کی تلاش اور پھر تلاش کرتا رہا۔ ان تنہائی کے ایام میں ایک دن سہ پہر کے وقت ایک عجیب واقعہ مجھے پیش آیا ایک نیم کشفی حالت مجھ پر طاری ہو گئی یعنے نہ تو پوری خواب کی حالت تھی اور نہ پوری بیداری، اس حالت میں ایک عجیب اور خوبصورت نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آیا، ایک گہرا سفید نورانی گرداب میں ایک لمبے قد کے عالی مرتبہ اور پُرجلال مشرقی آدمی کی شکل نمودار ہوئی، جس کے چہرے سے نیک دلی اور شفقت کے آثار ٹپکتے تھے لمبی داڑھی سر پر پگڑی جو میرا خیال ہے بہت سلیقے سے ترتیب سی بندھی ہوئی تھی، اور جسم پر ایک خوبصورت اور نہایت سادہ شاہی ارغوانی رنگ کا جبہ تھا۔ جس پر خوشنما بیل بوٹے بنے ہوئے تھے ...... اور جو پاؤں تک لمبا تھا، میں سانس کو روکے ہوئے حیرت و استعجاب کے ساتھ منتظر تھا کہ آئندہ کیا وقوع میں آتا ہے۔ پھر ایک چھوٹا سا سنہری رنگ کا ستون یا سٹینڈ جو ایک چھوٹے سے آلٹر ALTER کی طرح تھا۔ دیکھنے میں آیا اس آلٹر پر اس شاہی شکل و صورت کے آدمی نے ایک لمبی چھڑی رکھی اور ایک سنہری دستے والے خنجر کے ساتھ بڑے پُروقار طریق سے آہستہ آہستہ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹنے شروع کئے، متعجبانہ میں دیکھتا رہا اور پھر ایک نہایت خوبصورت موسیقانہ آواز میں جو گہری محبت میں ڈوبی ہوئی تھی، وہ ایک ایسی زبان میں گویا ہوا جو میرے لئے اجنبی تھی، لیکن پھر بھی اس کے منہ سے نکلنا تھا کہ ایک خوبصورت نوجوان مشرقی عورت نمودار ہوئی، اور انگریزی زبان میں لفظ بلفظ ان کلمات کو اس نے دوہرایا۔

"او فرنگی! پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے سلام بھیجتے ہیں اور تیرے لئے امن و راحت کا پیغام لائے ہیں"

ابھی تک وہ باوقار انسان اس چھڑی کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹتا جا رہا تھا کہ اس خاتون نے کہا:۔

"مجھے انہوں نے تمہیں یہ پیغام دینے کا حکم دیا ہے کہ چھڑی کے یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تیری زندگی کے سال ہیں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے بیدردی کے ساتھ ایک ایک کر کے گرتے چلے جا رہے ہیں، کیونکہ یہی اللہ تعالےٰ نے فیصلہ کیا ہے۔"

یکایک کاٹنے کا عمل ختم ہو گیا اور اس عالی مرتبہ انسان نے چھڑی کے باقیماندہ حصہ سے اپنے بائیں طرف اشارہ کیا۔ فوراً ایک تختہ یا ایک گزرگاہ دروازہ کھل گیا جس سے ایک نہایت خوبصورت عمارت کا نقشہ نظر آ رہا تھا جو میں نے کبھی اس سے پہلے نہیں دیکھی، یہ ایک نہایت خوبصورت شاندار مسجد تھی جس کے سنہری مینار اس قدر بلندی پر پہنچے ہوئے معلوم ہوتے تھے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا یہاں تک کہ وہ مشرق کے نیلے آسمان میں منڈلاتے والے بادلوں میں جا کر گم ہو جاتے تھے پھر ایک ناقابلِ فراموش تصویر میرے سامنے لائی گئی جس پر ایک نہایت شاندار لاجوردی رنگ کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اور اس کی زمین سنہری نقش و نگار سے مرصع تھی۔ اس تصویر میں مسجد کے نہایت شاندار مرکزی گنبد کا سونا چمک رہا تھا، ایک یا دو لمحہ یہ کیفیت رہی اور پھر جب وہ نظارہ ختم ہو گیا تو میرے حواس بجا ہو گئے۔

اس وقت شام ہو چکی تھی اور مغرب کی طرف جہاں سورج غروب ہو رہا تھا، اُفق میں ایک دہکتی ہوئی بھٹی کی طرح سرخی نمایاں تھی ایک غیر ارضی خاموشی طاری تھی، بڑے بڑے پرندوں کے گیت اور چھوٹے پرندوں کی چہچہاہٹ ختم ہو چکی تھی اور موت کی سی خاموشی طاری تھی مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں ارضِ مقدس پر اکیلا خدا کے ساتھ ہوں، کانپتے ہوئے میں نے اپنی خواب کی سرزمین مشرق کی طرف رخ کیا اور اس پاکیزہ امن و سکون کے شکریہ میں اپنا سر جھکا کر خاموشی کے ساتھ دعا کی میں نے محسوس کیا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کی اس شاندار زیارت کے ذریعہ سے اپنی ذات عالی کا سایہ مجھ پر ڈالا ہے۔

ہاں اس عاجزی اور انکسار کے اندر جو اندرونی تسکین و اطمینان کا نتیجہ اور ..... ایک ناقابلِ بیان مسرت پر مشتمل ہے میں نے یہ محسوس کیا کہ اپنی زندگی کے سابقہ تجربات سے بڑھکر مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرام سے نوازا گیا ہے، مجھے معلوم ہے

قربانی و ایثار اور اجتماعی وجماعتی زندگی کے دو عظیم الشّان اسباق

حج کے ارکان میں جہاں ایک مرد کا نام روشن ہے وہاں پر خدا نے ایک عورت کا نام بھی ہمیشہ کیلئے روشن کر رکھا ہے

خطبہ عید الاضحیٰ مؤرخہ ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ (البقرۃ آیت ۱۵۸)

قربانی و ایثار کا سبق

آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیمات کی وجہ سے انسان اور خدا کے نزدیک فخر کے قابل ہیں، آج کا دن ہمیں دو عظیم الشان سبق سکھاتا ہے، ایک تو قربانی کا سبق ہے اپنی خواہشات کی قربانی اور وقت مال اور جان کی قربانی، یہ ان عظیم الشان سبقوں میں سے ایک بہت بڑا سبق ہے اگر کسی ایک انسان نے یا کسی جماعت نے یا کسی قوم نے اس سبق کو اختیار کر لیا تو اس نے بہت بڑی کامیابی کا منہ دیکھا۔

اجتماعی وجماعتی زندگی کا سبق اور موجودہ مسلمان

دوسرا سبق مکہ میں مشرق و مغرب سے آئے ہوئے لوگوں کا اجتماع ہے، قربانی اور جتھہ یہ محمد رسول اللہ صلعم کی دو بڑی صفات ہیں، اجتماعی زندگی قومی ترقی کا بہت بڑا ذریعہ ہے مسلمان آج چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھا ہوا ہے، ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ صرف اسی کی مسجد میں خدا رہتا ہے حالانکہ یہ دوسری قوموں کا شعار تھا۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ۔ یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی سچائی پر نہیں، اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی سچائی پر نہیں ہیں اور دونو کتاب پڑھتے ہیں دونو کے پاس خدا کا کلام ہے یہ ہم کو تنبیہہ کی ہے کہ ہم بھی سب کے سب قرآن پڑھتے ہیں اور پھر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر قرار دینے سے دریغ نہیں کرتا اور ساری قوموں کے متعلق فرمایا وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کہتے ہیں جنت میں وہی جائے گا جو یہودی ہو یا نصرانی ہو یہ ان کی اپنی آرزوئیں ہیں، ان سے کہو اگر سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو، یہی حال مسلمان کا ہے کہ سب ایک دوسرے کو جہنمی کہتے ہیں، اسلام نے اتحاد کا درس دیا تھا، اجتماعی زندگی کا سبق پڑھایا تھا، اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا تم کسی جگہ بھی نماز پڑھو، اس سے تم سب میں ہم یکجہتی پیدا کر دیں گے اس میں بتایا کہ سب کا مقصد اجتماعی زندگی کو اختیار کرنا ہونا چاہیئے، اس مقصد کو سامنے رکھنے سے ہی مسلمان ترقی کر سکتا ہے۔

وادیٔ غیر ذی زرع میں قدرتِ خداوندی کا کرشمہ

آج اسی اجتماعی زندگی کا نقشہ مکہ کی سرزمین میں دکھائی دیتا ہے بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ وہاں اٹلی کی طرح کوئی نہریں نہیں، کوئی سرسبزی اور خوشنما مناظر نہیں، ریتلی زمین ہے جہاں کوئی روئیدگی نہیں ہوتی، یہ خدا کی طاقت ہے، اس کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ ایسی جگہ کو تمام دنیا کے لوگوں کے لئے کشش کا موجب بنا دیا مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا

سینٹ پیٹرس برگ کے گرجا کی بے آبادی اور کعبۃ اللہ کا جذب و کشش

میں نے اٹلی کا نام اداتاً لیا ہے، وہ بڑا خوبصورت ملک ہے۔ اس میں نہریں بہتی ہیں ہر قسم کے دلربا مناظر اس میں موجود ہیں، میں اس کے گرجا میں گیا، وہ تمام یورپ میں سب سے بڑا گرجا ہے، سینٹ پیٹرس چرچ، پطرس کے معنے چٹان کے ہیں، حضرت مسیح نے پطرس کو مخاطب کرکے کہا کہ تو وہ چٹان ہے جس پر میرے گرجا کی بنیاد رکھی گئی، اس گرجا کو بنانے میں تمام یورپ کے بادشاہوں نے اپنے خزانے انڈیل دیئے، میں اس کو دیکھنے گیا یہ بڑی زرق برق رکھنے والی اور بہت وسیع عمارت ہے جس کی خوبصورتی لاجواب ہے۔ پہلے داخل ہوتے ہی سینٹ مرقس کا بُت رکھا ہوا ہے جس کا ایک پاؤں آگے بڑھا ہوا ہے اور ہر ایک جو اس میں داخل ہوتا ہے پہلے اس پاؤں کو بوسہ دیتا ہے، بُت تو بالکل کالا بھجنگ ہے۔ لیکن صدیوں سے لوگوں کے بوسے دیتے چلے آنے کی وجہ سے پاؤں کا رنگ سفید ہو گیا ہے، اندر بڑی خوبصورتی ہے، سونا بے دریغ وہاں لگایا گیا ہے، میں نے وہاں کہا کہ میں اتوار کو گرجا کی عبادت دیکھنے آؤں گا، وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ یہاں تو صدیاں گزر گئیں کبھی عبادت نہیں ہوئی، یہاں گرجا کے ساتھ ہی پوپ کی رہائش گاہ ہے اس کے اندر بھی ایک گرجا ہے وہیں عبادت ہو جاتی ہے ہاں کبھی کوئی خاص موقعہ ہو تو اس گرجا کی قسمت بھی کھل جاتی ہے، ورنہ اس میں عبادت نہیں ہوتی، غور کیجئے کہاں یہ عظیم الشان گرجا جو اُجڑا پڑا ہے اور کہاں مکہ کی غیر ذی زرع وادی ظاہری خوبصورتی اور ساز و سامان کے لحاظ سے لوگوں کی کشش اس گرجا کی طرف ہونی چاہیئے تھی، لیکن خدا کی طاقت دیکھئے کہ وہ بے آباد پڑا ہے اور ایک ریتلے ملک کی طرف دنیا جہان کے لوگ عقیدت کے ساتھ کھنچے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

مکہ میں اسلامی اخوت کا حیرت انگیز منظر

یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرشمہ ہے، آج انگریز اور ہندو حیران ہوتا ہے کہ کیا اخوت یکجہتی اس اجتماع میں پائی جاتی ہے، یہی اخوت و یکجہتی کا سبق سکھانا اس اجتماع کی غرض ہے۔

مکہ کے صحرا میں حکم الٰہی کے ماتحت ایک عورت اور بچّہ کی سکونت

آج وہ دن ہے جب اللہ تعالے کے ایک فرمانبردار بندہ نے جس کا نام ابراہیمؑ تھا اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے بچہ اسمٰعیل کو اس جگہ چھوڑا جہاں آج مکہ آباد ہے اور اس وقت وہاں لق و دق صحرا تھا نہ درخت تھا نہ پانی، وہاں ان کو آباد کرکے خود چلنے کی تیاری کرنے لگے تو بیوی نے پوچھا آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا کیا خدا نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمیں یہاں چھوڑ کر یہاں سے خود چلے جاؤ۔ انہوں نے کہا ہاں خدا ہی نے حکم دیا ہے، پھر پوچھا اِلٰى مَنْ تَكِلُنَا ہمیں کس کے سپرد کرکے آپ جا رہے ہیں، کہا اِلَى اللّٰهِ اَكِلُكُمْ تمہیں اللہ کے سپرد کرکے جاتا ہوں اس بڑھیا کا ایمان دیکھئے، کہا اِذًا لَّا يُضَيِّعُنَا پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

اس ایمان اور قربانی کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدر افزائی

یہ ہے ہاجرہ اور یہ ہے ابراہیمؑ اسی لئے فرمایا گیا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ابراہیمؑ کے اس مقام کو اپنی عبادت گاہ بناؤ اور ہاجرہ جن دو پہاڑیوں کے درمیان دوڑتی تھی وہ بھی حج کے ارکان میں شامل کرکے ان کے درمیان سعی کرو، خدا تعالےٰ نے جہاں ایک مرد کی یہ قدردانی فرمائی وہاں پر ایک عورت کی بھی قدردانی کی۔

حضرت ابراھیم کی دُعا

حضرت ابراہیمؑ نے ان کو وہاں چھوڑ کر جاتے ہوئے یہ دعا کی:۔

رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو اس غیر ذی زرع وادی میں تیرے پاک گھر کا ہمسایہ بنایا ہے تاکہ وہ تیری عبادت کریں پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ یہ تیرے شکرگزار بن جائیں۔ دیکھ لو خدا نے کس طرح ان کی دعاؤں کو سنا اور کیا کرکے دکھایا۔

دعا کی قبولیت واقعات میں

ان کے جانے کے بعد بی بی نے جب دیکھا کہ بچہ پیاس سے بے قرار ہے تو پہلے صفا کی پہاڑی پر دوڑ کر گئیں (اسی لئے صفا کا نام پہلے لیا ہے) کہ دور سے کہیں پانی دکھائی دے یا کوئی قافلہ ہی آ رہا ہو، جب وہاں نظر نہیں آیا تو مروہ پر جا چڑھیں، اسی طرح بار بار پہاڑیوں پر چڑھیں اور اتریں، جب وہاں سے واپس آئیں تو دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا فرشتہ بچہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا ہے اور وہیں ایک پانی کا چشمہ پھوٹا ہوا ہے، پانی کے پیدا ہو جانے سے ..... پرندوں نے اس طرف کا رخ کیا، پرندوں کو اللہ تعالےٰ نے ایسے صحراؤں میں انسانوں کی رہنمائی کا سبق دیا ہے چنانچہ پرندے جب اُڑ کر اس طرف آ رہے تھے تو ایک قبیلہ بنی جرہم نے بھی یہ خیال کر کے کہ اس طرف پانی ہوگا ادھر ہی کا رُخ کیا اور وہاں آ کر ٹھیر گئے، اور حضرت ہاجرہ سے پوچھا کہ کیا ہم یہاں سے پانی لے سکتے ہیں؟ اور ان ماں بیٹے کی خاطر تواضع کرتے رہے۔

حضرت ہاجرہ کا کلیجہ پیدا کرو

حضرت ہاجرہ کی قربانی اور ان کا صفا و مروہ پر دوڑنا اللہ تعالےٰ کو کس قدر پسند آیا کہ ان دونوں پہاڑیوں کو شعائر اللہ بنا دیا اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ حج کے موقعہ پر ان پہاڑیوں پر دوڑنا ہاجرہ کی وجہ سے ہے کاش کہ ہم اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ پڑھنے والے اس عورت کا کلیجہ اپنے اندر پیدا کرتے، اس نے بہت بڑا سبق ہم کو دیا ہے کہ خدا کی راہ میں بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔

محبوب ترین مال کی قربانی کا سبق

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ لکھا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو ایک صحابی ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا باغ میرا محبوب ترین مال ہے میں اسے خدا کی راہ میں دیتا ہوں، قربانی کا یہ سبق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک شخص کے دل میں بٹھا دیا اور ہر شخص نے قربانی کی بے نظیر مثالیں قائم کیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی

حضرت ابراہیمؑ کی قربانی پر غور کریں، اللہ تعالےٰ نے بچہ دیا، جب وہ جوان ہوا تو اس سے کہتے ہیں يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اس میں بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ یہ کیا زبان ہے "میرے پیارے بیٹے" اولاد کا اکرام اسلام نے سکھایا ہے اوئے توئے کر کے پکارنا اچھا نہیں، پھر یہ کیا تہذیب ہے کہ بیٹے سے مشورہ بھی لیتے ہیں، اور وہ کتنا فرمانبردار بیٹا ہے قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ میرے پیارے ابا جان آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے کر گزریئے، آپ انشاءاللہ مجھے صابر پائیں گے فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ جب دونوں نے اطاعت اختیار کر لی دونوں نے ہی اپنی قربانی کر دی اور اسمٰعیل کو ذبح کرنے کے لئے لٹا دیا تو ہم نے پکارا اے ابراہیمؑ تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ یہ بڑا کھلا اور واضح امتحان تھا وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ہم نے اس کے بدلہ میں عظیم الشان ذبیحہ مقرر کر دیا اور پیچھے آنے والوں میں اسکو باقی رکھا، سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ابراہیمؑ پر سلام، اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں وہ ہمارے مومنا بندوں میں سے تھا۔

کیا ہم بھی خدا کی راہ میں ایسی قربانی دے سکتے ہیں؟

کتنی بڑی قربانی ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے کی اور کیا جزا اللہ تعالےٰ نے دی، یہ یادگار جو آج مینڈھے کی گردن پر چھری رکھ کر ہم مناتے ہیں، کیا اسی جذبہ قربانی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے؟ کیا ضرورت پیش آنے پر ہم بھی خدا کی راہ میں اسی طرح قربانی دے سکتے ہیں؟ آپ نے ایک امام کے ہاتھ پر اقرار کر رکھا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے، لیکن تمہارے افعال بتلاتے ہیں کہ تم نے دنیا کو دین پر مقدم کر رکھا ہے،

خدمتِ دین کے لئے اپنے بیٹے پیش کرو

تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے اس اقرار کو پورا کیا اور اپنے بیٹے دین کی تبلیغ کے لئے وقف کئے؟ تم میں سے کتنے ہیں جن کے دلوں میں یہ نہیں کہ ہمارے بیٹے ولایت جائیں اور بڑی بڑی ڈگریاں لے کر آئیں اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوں، آپ غور کریں کیا آپ اپنے قول و قرار کے سچے ثابت ہوتے ہیں، کسی غریب آدمی کو وظیفہ دے کر تبلیغ کے لئے تیار کرانا پسند کرتے ہو لیکن اپنے بیٹے کو اس راہ میں قربان نہیں کر سکتے، اس چودھری کی طرح جس سے کسی نے پوچھا کہ بچے کیا کرتے ہیں، تو اس نے کہا ایک تو ماشاءاللہ بڑا ذہین ہے وہ بی اے پاس کر چکا ہے اور تحصیلداری کا امیدوار ہے لیکن دوسرا کچھ یونہی سا ہے اس کو دینی مدرسہ میں داخل کر دیا ہے، یہ کیفیت اسلام کی کہ اپنے بیٹوں کو ولایت بھیجو اور غریبوں سے تبلیغ دین کا کام لو کہاں تک قابل ستائش ہے؟ کیا ثبوت دیا آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا۔

دین کے لئے بغیر مانگے رضاکارانہ قربانی دو

تم نے دین کے لئے بہت تھوڑا مال دیا اور خدا نے کس قدر اس پر اجر مترتب کیا اس مالی قربانی کو بڑھاؤ اور بغیر مانگنے کے اپنے اموال پیش کرو خود بخود کیوں لبیک نہیں کہتے ..... اگر خود بخود دو تو اس کو کہتے ہیں رضاکارانہ قربانی۔

تھوڑی سی قربانی کے بیش بہا نتائج

غرض دو سبق ہیں کچھ تو آپ اپنے بیٹے پیش کریں اور کچھ مال زیادہ صرف کریں، آپ کی جماعت کمزور ہے لیکن باوجود اس کے اس چھوٹے سے جتھہ کی قربانیوں سے ایک مشن امریکہ میں کام کر رہا ہے دوسرا جرمنی میں اور تیسرا انگلستان میں، دنیا حیران ہے کہ کونسی سلطنت ان کے پیچھے ہے جس کے خزانہ سے یہ کام چل رہا ہے کوئی سلطنت نہیں یہ ہماری تھوڑی سی قربانیوں کا اجر ہے اگر ہمارا مال اس کام پر زیادہ صرف ہوگا تو خدا ہم سے راضی ہوگا اپنی برکات نازل کریگا اللہ تعالےٰ توفیق دے کہ ہم خدا کے رستہ میں قربانی کا بہترین ہدیہ پیش کر سکیں۔ چاہیئے کہ جماعت اپنے عہد پر جو آپ نے امام الزمان کے ہاتھ پر خدا کے ساتھ باندھا سرگرمی سے عمل پیرا ہو جائے تاکہ قوم پر برکات نازل ہوں۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ نے عید کی نماز ۳۱ر جولائی کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پڑھائی گرمی کی شدت کی وجہ سے آپ ۴ر اگست کو بروز جمعرات کوہ مری تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس سے آئندہ خط و کتابت :- "معرفت پوسٹ ماسٹر کوہ مری" کی جائے۔

—— محترم پروفیسر عنایت علی خاں صاحب سیکرٹری انجمن چند دن سے کراچی تشریف لے گئے ہوئے ہیں، جہاں سے امید ہے ۱۴ر اگست کو واپس آئیں گے، اپنے ایک تازہ خط میں آپ لکھتے ہیں کہ :-

"میاں غلام عباس صاحب کی بیگم صاحبہ بلڈ پریشر اور عارضہ قلب میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے میاں صاحب کو بہت پریشانی لاحق ہے، احباب کرام سے ان کی صحت یابی کے لئے دردمندانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔"

—— مولوی محمد علی صاحب محصل انجمن، چند روز سے بعارضہ ٹی بی بیمار ہو کر ڈاڈر سینی ٹوریم میں صاحب فراش ہیں، اور احباب کرام سے دعائے صحت کے خواستگار ہیں۔

—— گذشتہ شیوع میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ مولنا آفتاب الدین احمد صاحب صحیح بخاری کے تین پاروں کا ترجمہ بزبان انگریزی کر چکے ہیں، فی الحقیقت اب تک چار پاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے، جن میں سے ایک زیرِ طبع ہے، اس کی اشاعت اور کافی فروخت کے بعد باقی پاروں کی طباعت شروع ہوگی انشاءاللہ تعالیٰ۔

ایک انگریز کا کشف اور قبول اسلام - بقیہ صفحہ ۴

بہتا تھا کہ میں خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں"

میرے اس خواب کی تعبیر میں کوئی خیرواجب مشکل پیش نہیں آئی، کیونکہ اس چھڑی کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں تھی اور جس کے ذریعہ خود آنحضرت صلعم نے مقدس مسجد اسلام کی طرف اشارہ کیا تھا۔ تقفیہ لمبائی میری بقایا عمر کو ظاہر کرتی تھی۔ یہ تعبیر میں نے نہایت حیرت و استعجاب اور دلی مسرت کے ساتھ کی"

میرے دل پر ان خیالات نے ہجوم کر لیا جو میں اسلام کے متعلق رکھتا تھا، اور میں نے سمجھ لیا کہ خدا تعالے کے متعلق اسلامی عقیدہ کی حقیقی روح یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے بالکل تابع کر دے اور اپنے طبعی اور حیوانی رجحانات کو جو صرف نسلیت، قلب اور ذہن سے تعلق رکھتے ہیں ترک کر دے، تاکہ اسلام کی الہیاتی اور روحانی زندگی ابتدائی اور محض حیوانی ادراک کے اندر داخل ہو...... اور خدائی ادراک اس پر غالب آنا شروع ہو جائے میں نے محسوس کیا کہ اسی وقت میری زندگی کا اہم ترین مسئلہ میرے سامنے آگیا کہ آیا خدا کی مرضی کو اختیار کیا جائے، یا اپنی مرضی کو؟ پس میں مشرق کی طرف یعنے اس قبلہ کی طرف جو ابراہیم اور اسمٰعیل کا قبلہ تھا، اور جو رسول اللہ (صلعم) کے ظہور کے بعد تمام مومنین کا قبلہ بنا ہوا ہے .... رخ کیا؛ ایک آن کی آن میں اسلامی مملکت کی تاریخی شان و شوکت میرے دل میں مستولی ہو گئی مجھے اپنے لڑکپن کی باتیں یاد آنے لگیں جن کا پہلے کبھی خیال بھی نہ آیا تھا کہ اس وقت افسانوں، گیتوں اور قصہ کہانیوں میں عرب کیریکٹر اور عربی فضا میرے لئے کشش کا موجب ہوتی تھی، کیا یہ سب کبھی انجام کی طرف لے جانے والی چیزیں نہیں تھیں؟ اور کیا وہ انجام یہی تھا جو اب پیش آیا ؟ ہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے مقصد کے بکلی تابع ہو جانے کی یہ مجھے دعوت دی گئی ہے، اور اس وقت میں نے عاجزانہ دعا کی کہ میری زندگی کے بقایا ایام اس دعوت کی جو میری زندگی کے اندر ایسی نمایاں طور پر داخل ہو چکی ہے، عملی قبولیت کا موجب اور اس کے شایان شان ہوں۔ نہ وہ دعوت جو ان مقدس ارشادات کے ذریعہ سے براہ راست مجھے ملی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ شکل و صورت، آپ کا چھڑی کی لمبائی کو کاٹنے کا تمثیلی عمل، مسجد کا نظارہ یہ سب مل جل کر میرے اندر ایمان و ایقان پیدا کرنے کا موجب ہوئے ہیں۔

جب میرے الہامی مکالمات ختم ہو گئے، تو گھر کی طرف واپس آیا اس وقت شام کی تاریکی رات کی شکل میں گہری ہوتی جا رہی تھی، ایک نیا دن مجھ پر چڑھا، ایک امن و اطمینان کا دن۔ ایک روحانی اقدار کے سیکھنے کا دن جو رنج و غم اور روحانی مصائب سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ تمام نیک باتیں فی الحقیقت اسی طرح پیدا ہوتی ہیں، لیکن میرے لئے یہ واقعہ ایک نئی روحانی زندگی کا باعث ہونے والا تھا چنانچہ میں نے پھر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ (بقیہ صفحہ ۲۲)

(صفحہ) کے حضور میں پیش کیا تاکہ قرآن کے غیر متبدل اور ناقابل تبدیل الفاظ میں اس کا اللہ اور رحمٰن و رحیم ہونا میرے علم و یقین میں داخل ہو جائے، وہ قرآن جو اللہ تعالے کی نازل کردہ کتاب اور انسان کے لئے ایک یقینی ہدایت نامہ ہے اور علم و عقل کا وہ چشمہ ہے جو خود سرچشمہ علم و عقل کی طرف سے بھیجا گیا وہ --- کبھی انسان کو بے سہارا نہیں چھوڑتا۔ اس طرح میں نے اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف حاصل کیا اور عالم محویت میں کھو گیا۔ اس رات میرا بستر خواب ایک ناقابل بیان اشتیاق سے بھر گیا۔ لیکن آخر کار ایک اطمینان بخش نیند مجھ پر طاری ہو گئی، جس سے میں کئی ہفتوں سے محروم چلا آ رہا تھا،

دوسری صبح کو میں لندن کے روحانی مرکز کے مشہور و معروف مردوں اور عورتوں کو خطوط لکھنے میں مصروف ہو گیا، سب کو علیحدہ علیحدہ مخاطب کیا اور ان سے اپنے اس خاص روحانی نظارہ کی تعبیر پوچھی، اور یہ دریافت کیا کہ کیا اس کے اندر وہ خصائص موجود ہیں جو ایک حقیقی اور سچے روحانی منظر کے لئے ضروری ہیں وغیرہ وغیرہ؟ کیا یہ کوئی ایسا ذہنی اور خیالی منظر تو نہیں، جو طویل تاریخی مطالعہ میں دبے ہوئے تحت الادراک خیالات کا نتیجہ ہو؟

مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی جب ان سب مردوں اور عورتوں نے جن سے الگ الگ دریافت کیا گیا تھا متفقہ طور پر میرے کشف کی صداقت کا فتوے دیا، اور یہ بتایا کہ یہ کوئی حدیث النفس نہیں بلکہ ایک خارجی اور روحانی منظر تھا جو غیب پر مشتمل ہے، اور اسلامی خیالات و خصائص کی تجسیم یا غیر تجسیم کے ذریعہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اثرات کو اس میں واضح کیا گیا ہے۔

یہ میرے لئے کافی تھا، جس کے بعد میں اللہ تعالے کے فضل و کرم سے اگست ۱۹۵۳ء میں شاہجہان مسجد کی ایک خاتون اور ایک مرد کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

ہندوستان کے مشائخ اور افغانستان و مصر وغیرہ ممالک کے

صوفیا سے حضرت مسیح موعودؑ کا خطاب

ترجمہ از عربی حصہ آئینہ کمالات اسلام

(۳)

طالبان حق کے لئے ایلیا اور اس کے نزول کے قصہ میں اس کی ایک شافی نظیر موجود ہے، انجیل کو پڑھو اور اس کی آیات میں نہایت گہری نظر کے ساتھ غور و خوض کرو، چنانچہ جب یہودیوں نے حضرت عیسےٰ سے پوچھا کہ کس طرح تو اپنے آپ کو مسیح کہتا ہے حالانکہ اس کی آمد سے پہلے جیسا کہ انبیاء کے نوشتوں میں مذکور ہے ایلیا کا آنا ضروری ہے۔ جواب دیا بیشک ایلیا تمہارے پاس آیا مگر تم نے اسے نہ پہچانا۔ حضرت یحییٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہ ایلیا ہی ہے۔ انہوں نے کہا تو مفتری ہے ایسے عجیب معنی تراشتا ہے جو ہم نے اپنے پہلے باپ دادوں سے نہیں سنے اس نے کہا اے میری قوم! میں نے اللہ پر کوئی افترا نہیں کیا لیکن تم انبیاء کے نوشتوں کے بھیدوں کو نہیں سمجھتے یہ ایک قضیہ تھا جس کا فیصلہ عیسےٰ نبی اللہ نے کر دیا ہوا ہے اور اس میں مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے، یہ عادت اللہ نہیں کہ وہ کسی کو آسمان سے اتارے اور اگر اس کا کوئی نظیر ہے تو قرون سابقہ سے پیش کرو اگر تمہیں اپنی کامیابی کا یقین ہے کیونکہ اس امت میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا جس کی نظیر پہلی قوموں میں نہ گذر چکی ہو، اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اللہ نے اور وہ اصدق الصادقین ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا وقد خلت سنۃ الاولین

وہ مخالف جو متضاد رائے رکھتے ہیں ایک کے پاس تو اپنی رائے کے ثبوت میں نظیر ہے اور دوسرا خالی ہاتھ ہے ان دونوں میں سے کون صداقت کے زیادہ قریب ہے ذرا انصاف کی نظر سے دیکھ کر بتاؤ اے لوگو! خدا سے ڈرو، بدی سے بچو اور کجرو لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کرو اور مصطفےٰ صلعم کے قول کو یاد کرو، میں ان قضایا کے فیصلہ کے لئے حکم عدل ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں جن کا فیصلہ ضروری ہے، میری شہادت قبول کرو، مجھے وہ علم دیا گیا ہے جو تمہیں نہیں دیا گیا

اگر تمہیں میرے معاملہ میں شک ہو تو آؤ تاکہ خداوند تعالیٰ جو قادر اور قوی ہے ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے اور بے شک وہ ہمیشہ صادقوں کا ساتھ دیتا ہے، وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے، اس نے مجھے اسی وقت بشارت دی ہے اور فرمایا ہے اے عیسیٰ! میں تجھے بڑے بڑے نشان دکھاؤں گا۔ اب اس سے بڑھ کر فیصلہ کا اور کونسا طریق بہتر ہو سکتا ہے (باقی)

بزرگوں کی صحبت اور پیغام صلح کے تاثرات

مکرم معظم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح سلمہ الرحمٰن - اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خیریت جانبین نصیب باد - ڈاکٹر نظام الدین صاحب مرحوم کا اسم گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں - پنشن لینے کے بعد انہوں نے گھنٹہ گھر پشاور کے متصل ڈاکٹری پریکٹس شروع کی تھی ان دنوں میں چھوٹا تھا کئی دفعہ ان کے ہمراہ پھرنے کا موقع ملا - جب کبھی مرکز (لاہور) کی طرف سے چندہ کی اپیل ہوئی تو ڈاکٹر صاحب کئی غیر از جماعت بھائیوں اور بڑے بڑے تجارت پیشہ لوگوں کے پاس جن میں خاص کر حاجی صاحب بزاز بازار ڈبگری گیٹ ایک مشہور آدمی ہیں، ڈاکٹر صاحب موصوف جاتے اور فرماتے کہ آپ لوگ کئی نیک کاموں میں حصہ لیتے ہیں یہ بھی ایک جماعت ہے جو لاہور میں تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے اور ان کی تبلیغ سے مغرب میں اسلام کی شعاعیں پھیل رہی ہیں، آپ بھی اس نیکی کے کام میں شامل ہوں، مجھ کو یاد ہے کہ حاجی صاحب بزاز اوران کے علاوہ کئی سعید روحیں ڈاکٹر صاحب کی آواز پر لبیک کہتے اور چندہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور اسی طرح والد بزرگوار سید میر دوشاہ صاحب گیلانی پشاوری مرحوم بھی جن کا اسم گرامی جماعت کے بزرگان سے مخفی نہیں ان کا بھی یہی شیوہ تھا، ان بزرگوں کی صحبت میں تھوڑا بہت وقت اس عاجز کا گذرا ۱۹۵۳ء کے ہنگامہ صوبہ سرحد ہزارہ میں راقم الحروف پر ڈاکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ظالم ڈاکوؤں کو گرفتار کرایا اوران سے ۲½ ہزار روپیہ کا مال برآمد کرایا اور ڈاکو چار چار سال سخت قید کے سزایاب ہوئے اور بعض دوسرے ڈاکوؤں میں بری طرح قتل کر دیئے گئے راقم الحروف کو اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح دی - چار پانچ ماہ سے راقم الحروف کے دل میں ان بزرگوں کی یاد تازہ ہوئی اور سوچا کہ ان بزرگوں کی صحبت میں کچھ رہا اور کچھ سیکھا اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے چنانچہ فدوی نے کوشش اور سعی شروع کی، گڑھی حبیب اللہ ہزارہ میں نہ کوئی جماعت ہے اور نہ کوئی احمدی ہے فدوی کی کوشش سے ان چار ماہ گذشتہ میں فدوی نے چند غیر از جماعت بھائیوں کو چندہ کی تحریک کی اور مبلغ ۷۸ روپے وصول کر کے مرکز میں ہر ماہ میں بھیج دیئے اس کے علاوہ والد صاحب مرحوم جب پیغام صلح کا پرچہ آتا تو فدوی کو کہتے کہ بیٹا اخبار سناؤ میں ان کو اخبار سناتا پیغام صلح کے پڑھنے اور ان کو سنانے سے فدوی کو پتہ لگا کہ احمدیت کیا چیز ہے، فدوی اس کے پڑھنے سے احمدی ہوا، فدوی کے تین لڑکے ہیں، سب سے بڑے نے امسال آٹھویں کا امتحان دیا جس میں وہ امسال کامیاب ہوا اور اس سے چھوٹا پانچویں جماعت میں کامیاب ہوا۔

۵۵/۵/۵ کے پیغام صلح میں محترمہ زوجہ شیخ محمد عبداللہ صاحب کا مضمون بسلسلہ تعمیر مرمت مسجد برلن پڑھا ان دونوں بچوں کی کامیابی پر مسجد کی مرمت فنڈ میں مبلغ پانچ روپے انجمن کو بھیج رہا ہوں - اللہ تعالےٰ قبول فرمائے اب تمام بزرگوں سے میری درخواست ہے کہ وہ بھی اسی طرح اپنے غیر از جماعت دوستوں سے چندہ لینے کی کوشش کریں اور اپنے بچوں سے پیغام صلح پڑھوا کر سنا کریں، تاکہ بچوں کو احمدیت کا پتہ چلے اور وہ صحیح احمدی بنیں - آخر میں تمام بزرگان سے میں استدعا کرتا ہوں کہ راقم الحروف اور اس کے بچوں کے لئے بھی خاص دعاؤں میں نیک اور صالح ہونے کے لئے دعا فرماویں - والسلام

احقر سید عبدالحی

معرفت این - اے - سی

گڑھی حبیب اللہ خاں ضلع ہزارہ

ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبر لین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا -

سچی باتیں

حرامکاری سے روزی

کانپور ۱۴ جولائی - شہر کی ۴۰۰ باقاعدہ رجسٹرڈ شدہ طوائفوں کے حالات زندگی کا ایک سرسری جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ ان میں ۶۶ فی صدی ایسی ہیں جو معاشی تنگدستی کی بنا پر اس پیشہ میں داخل ہونے پر مجبور ہوئی ہیں - یہ انکشاف حال میں ریجنل کنسی لی ایشن افسر ڈاکٹر وجے دھرا گنی ہوتری نے کیا ہے - کانپور میں باقاعدہ رجسٹرڈ شدہ طوائفوں کی تعداد ۱۶۰۰ ہے - اور ایک ہزار وہ ہیں جو چھپ چھپا کر یہ پیشہ کرتی ہیں - ...... مذہب اور ذات کی بناء پر اس جائزے کے مطابق ان طوائفوں کی تقسیم حسب ذیل ہے :-

مسلمان	۴۹ فی صدی
ہندو	۴۶ فی صدی
عیسائی وغیرہ	۵ فی صدی

دوسرے پہلوؤں سے قطع نظر یہ نہایت الم تقسیم میں آپ نے اپنی ملت مرحومہ کا تناسب دیکھ لیا؟ اس کے بعد آپ میں ہمت ہے کہ آپ نظر اٹھا کر دوسری قوموں سے بات کر سکیں؟ ــــ جس قوم کی اخلاقی پستی اس درجہ کو پہنچ جائے، جس کی بہنیں اور بیٹیاں ہزار ہا ہزار کی تعداد میں ملک میں زنا کو اپنا مستقل پیشہ بنائے ہوں، اور اس صورت حال کو اس کے علماء و مشائخ واعظ اور لیڈر، اس کی سیاسی اور دینی انجمنیں سب خوب جانتی بوجھتی ہوں اسے کوئی حق ہے کہ وہ اپنی محرومی، زبوں حالی، بدبختی کا کوئی ادنیٰ گلہ بھی زبان پر لاسکے؟ حیرت صرف اس پر کیجئے کہ ان پر غضب الٰہی اور زیادہ کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا!

لکھوکھا طلاقیں

رائٹر کی اطلاع ۵ ر جولائی کو واشنگٹن سے محکمہ مردم شماری کے حوالے سے ہے کہ ریاست متحدہ امریکہ میں مطلقہ عورتوں کی تعداد ۲½ لاکھ ہے! اور ان میں سے ۱ لاکھ ۹۰ ہزار ایسی ہیں جن کی شادیاں ایک سے زائد بار ہو چکی ہیں - اور ۱۰ لاکھ عورتیں ایسی ہیں جو اپنے شوہروں سے تفریق حاصل کر چکی ہیں - اور ان میں سے تقریباً ½ کی شادیاں دوبارہ ہو چکی ہیں!

خبر پڑھ کر نوٹ صرف اتنا کر لیجئے کہ اعداد عرب یا کسی اور مسلم ملک کے نہیں! خاص الخاص امریکہ کے ہیں! ــــ اور طلاقوں کی بھرمار کے لئے بدنام اسلامی تمدن اور مسلم ملک ہیں!

خط وکتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

(مینیجر)

جلد ۴۴ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ - مطابق ۱۰ اگست ۱۹۵۵ء | نمبر ۳۳

عورتوں کے حقوق اور مرد و عورت کی مساوات کا مسئلہ

ایک یورپین ڈاکٹر کی تحقیقات کے سبق آموز نتائج

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام جامع ووکنگ (انگلستان)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" - لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - آجکل مغربی تہذیب کا ہماری زندگیوں پر اس قدر گہرا اثر ہے کہ جو آواز مغرب سے اٹھتی ہے اس کی پیروی کرنا موجب فخر سمجھتے ہیں۔ آجکل اسی مغربیت کی بناء پر مشرقی اور اسلامی ممالک میں عورتوں کی "آزادی" ان کے "حقوق"۔ مخلوط تعلیم، عورت کا مرد کے بالکل مساوی ہونے پر اس قدر زور دیا جا رہا ہے کہ بڑے بڑے سمجھدار اور عقلمند رہنما کیا مرد اور کیا عورتیں اسی رَو میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ یورپ کی اندھی تقلید کے ماتحت تعدد ازدواج کے خلاف ایک قیامت برپا ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کا غلط استعمال بھی ہو رہا ہے - اسی طرح عورتوں کو ماں بننے کے خلاف اُبھارا جا رہا ہے۔

میں حال ہی میں ایک کتاب کا اُردو ترجمہ جسے مدراس یونیورسٹی نے شائع کیا ہے پڑھ رہا تھا۔ یہ کتاب بغرض ریویو مجھے وصول ہوئی ہے۔ اس کی انگریزی ایڈیشن مدت ہوئی میں نے پڑھی تھی، لیکن اب وہ نایاب ہے۔ اللہ بھلا کرے مدراس یونیورسٹی کا جس نے اس کا اردو ترجمہ شائع کر کے احسان عظیم کیا ہے۔ اس کتاب کا تعارف اسی کے دیباچہ سے کراتا ہوں اور پھر اس میں سے چند اقتباسات پیش کروں گا جن کے مطالعہ سے، قارئین کرام خود بخود اندازہ لگالیں گے کہ خود یورپ کے بڑے بڑے بلند پایہ مصنف اور مفکران مسائل پر غور کرنے کے بعد اب کن نتائج پر پہنچے ہیں۔ اور ان کے غور و فکر کے نتائج ان کو اسلام کی تعلیم اور اسلامی نظریہ کے کس قدر قریب لا رہے ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ جن خیالات اور نظریات کو یورپ گہرے مطالعہ اور بڑے غور و خوض اور عملی تجربات کے بعد ترک کر رہا ہے ہم نقال بن کر ان کو اپنا رہے ہیں، جو چیز آج مطالعہ اور غور و فکر کے بعد یورپ کو مضر اور مہلک نظر آ رہی ہے اس سے ہمیں قرآن جیسی پُر حکمت کتاب نے ۱۴ سو سال پہلے آگاہ کر دیا تھا اور اس سے بچنے کی تلقین فرمائی تھی لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے یورپ کی نقالی میں اس کو اپنانا شروع کر دیا ہے، ضرورت ہے کہ مسلمان اب بھی ان "شورشوں" سے جو ایسی غلط راہوں کو اختیار کرنے کے لئے کی جاتی ہیں علیحدہ ہو کر نہ صرف ان کے تباہ کن اثرات سے اپنے آپ کو بچائیں بلکہ انہیں فخر ہونا چاہیئے کہ ہمارا دین برحق ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہماری حقیقی رہنمائی فرماتا ہے۔ اور اسی کی پیروی حقیقی نجات کا موجب بن سکتی ہے فاعتبروا یا اولی الالباب۔

ڈاکٹر الکسس کیرل

ڈاکٹر الکسس کیرل ۲۸ جون ۱۸۷۳ء کو فرانس میں پیدا ہوئے اور وہاں کی یونیورسٹیوں سے طب اور سائنس کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کیں۔

ڈاکٹر موصوف ۱۹۰۴ء میں امریکہ گئے اور کچھ عرصہ شکاگو یونیورسٹی میں کام کرنے کے بعد ۱۹۰۶ء میں راکفلر انسٹی ٹیوٹ فار میڈیکل ریسرچ نیویارک کی ملازمت اختیار کی۔ یہاں ان کو زندہ چیزوں کے متعلق تحقیقات کرنے کا ایک بہترین موقعہ ملا۔ انہوں نے خون کی رگوں کے جوڑنے اور منتقل اعضا کے متعلق مختلف تجربے کئے۔ اس کے صلے میں ان کو ۱۹۱۲ء میں نوبل پرائز (Noble Prize) ملا۔ اسی سال وہ راکفلر انسٹی ٹیوٹ کے باقاعدہ رکن بھی ہو گئے، .... اور بالآخر ۱۹۴۴ء میں ۷۱ برس کی عمر میں پیرس میں وفات پائی۔

Man The Unknown یا نامعلوم انسان

انہی ڈاکٹر الکسس کیرل کی ایک مشہور و معروف کتاب (MAN THE UNKNOWN)۔ یہ کتاب سب سے پہلے

(باقی برصفحہ کالم ۲)

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے - - - چھ روپے سالانہ
ممالک غیر سے - - - پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

(مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

علم حدیث کا نیا جائزہ

از (سید عبداللطیف صاحب حیدرآباد دکن)

(۴)

ترکی انقلاب نے اسلامی دنیا کے فکری رجحانات کے جدید تعین کے عظیم الشان موقعہ کو کھو دیا

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انقلاب ترکیہ کی تاریخ کا ایک عظیم واقعہ تھا، لیکن اگر اس کی صورت اس سے مختلف ہوتی جو اختیار کی گئی تو یہی انقلاب تاریخ اسلام کا بھی ایسا ہی عظیم الشان واقعہ ہوتا، جس حد تک اس کے قائدین کا ڈیموکریسی کے اصول اختیار کرنے سے تعلق ہے۔ ان کا یہ فعل ایسا ہے جس کی قرآن ہمیشہ اجازت دیتا ہے، یہ کام بہت اہم تھا، اور بڑے احسن طریق سے کیا گیا۔ ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۴ء کے عام انتخابات نے ثابت کر دیا ہے کہ ڈیموکریسی ترکی سرزمین میں جڑ پکڑ چکی ہے اور اس نے ترکوں کو شان و شوکت عطا کی ہے، لیکن شریعت کا وسیع پیمانہ پر استرداد اور اس کے ساتھ ہی اس کی بجائے مغربی قانون کو قبول کرنا — کیا یہ بھی ویسا ہی اہم ہے؟ کیا اس مسئلہ کو زیر غور لانے کے لئے پرسکون اوقات کے لئے ملتوی نہ کیا جا سکتا تھا، جب ڈیموکریسی اپنے پورے جوبن پر پہنچ جاتی اور اپنے تئیں اس حالت میں پاتی کہ ترک قوم کی حقیقی آواز کا اظہار کر سکتی؟ بقول پروفیسر مصطفیٰ تیمور رجب معہ استانبول یہ سچ ہے کہ انقلاب پسند حکام نے ایک مجلس بنائی تھی، تاکہ وہ موجودہ مذہبی ضابطہ ہائے قانون میں سے ایک جدید ضابطہ قانون تیار کرے جو سارے ملک میں قانونی رشتوں کو پُر اثر انداز میں باقاعدہ چلا سکے" یہ بھی درست ہے کہ مسلم اُصول فقہ کے مختلف مکاتیب خیال کے نمائندگان کی بحث و تمحیص جو ایک سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہی، متواتر پیچیدگیوں کا موجب ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مکمل طور پر مردہ ہو کر ختم ہوئی، لیکن کیا یہ بات سوس کوڈ، اطالوی کرمنل کوڈ، بری اور بحری تجارت کے المانوی اور اطالوی قوانین نافشاتل...... (Neufchatel) ضابطہ وغیرہ کے سامنے سر کے بل گر کر مغلوب ہو جانے کی معقول دلیل تھی؟ ایک انقلاب پسند حکومت جو ایک سخت بنیادی قدم اُٹھانے کی طاقت رکھتی تھی، اس میں یہ طاقت بھی تھی کہ ایک اور مجلس مقرر کر دیتی، جس میں ایسے ماہرین قانون شامل ہوتے جن کو خاص طور پر ہدایت کی جاتی کہ وہ مسلم اُصول فقہ کے مختلف روایتی مکاتیب خیال میں پائی جانے والی تمام رقابتوں سے بالاتر رہیں اور سارے مسئلہ کو قرآن کے اُصولوں یا تصورات کے مطابق طے کریں جو اسلامی وحی والہام کا واحد اور بے خطا منبع ہیں، اور سرکاری قانون کا ایک ایسا ضابطہ تیار کریں، جس میں قدیم مواد میں سے وہ سب کچھ محفوظ کر لیا جائے جو قابلِ قبول ہو، اور مغربی قانون میں سے بھی وہ سب کچھ قبول کر لیا جائے جو قابلِ قبول ہو، اور اس طرح اس کی صورت پر قرآنی ضابطہ حیات کا نقش یا مہر ثبت کر دے۔ اگر ایسا کیا جاتا تو سارے عالم اسلام میں اجتہاد کی ایک انقلابی تحریک چلا سکتا تھا، جس کا نتیجہ موجودہ زمانہ کے اسلامی فکر اور اسلامی زندگی کا ایک خوشگوار جدید تعین ہوتا، کیونکہ ترکیہ کا نام، خلافت کی تنسیخ کے باوجود، اب بھی دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں پر جادو کا اثر رکھتا ہے، لیکن اس کے حکمرانوں نے یہ موقعہ کھو دیا۔ اس زمانہ میں ان کی توجہ بہت زیادہ اپنی ذات پر مرکوز تھی۔

یہ موقعہ اب بھی موجود ہے ترکی عوام کا قلب اب بھی اسلام کے ساتھ دھڑکتا ہے، وہ اپنی سلطنت کو ڈیموکریٹک بنانے کے لئے اپنے قائدین کے ہمراہ جا سکتے تھے، اور درحقیقت وہ گئے بھی تھے، کیونکہ یہ تحریک ان کے جذبات کے متناقض ہونے کے بجائے اسلام کی بہترین روایات کے مطابق تھی، لیکن مذہبی ماحول میں وہ یکساں رضامندی کے ساتھ ان کے ہمراہ نہ چل سکتے تھے گذشتہ چند سالوں کے واقعات نے ظاہر کر دیا ہے کہ مذہب ابھی تک ایک ایسا عنصر ہے جسے ترکی عوام کی زندگی میں دخل ہے، خود پروفیسر تیمور نے یہ حوالہ دینے کی اجازت دی ہے کہ "اس بات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ترکیہ کے جدید قانونی نظام میں بعض ترامیم کیوں کرائی گئی ہیں" ہمیں اُمید رکھنی چاہیئے کہ یہ عمل جاری رہے گا یہاں تک کہ مغربی قانون کی مستعار لی ہوئی چیزوں پر قرآنی رنگ چڑھا کر انہیں پاس کر دیا جائے، اور ان پر اسلام کی مُہر لگا کر نافذ کیا جائے، کیونکہ اگر قرآنی تصورات میں موزوں کرنے کے لئے سانچہ ڈھالا جائے تو مغرب کی کوئی بات اسلام کے متناقض نہیں ہو سکتی، اسلام کے ساتھ اپنی جذباتی وابستگی کی نشوونما کے لئے ترکی عوام کے اصرار کو بڑے غور سے دیکھنے اور انہیں ایسے طریقوں کے متعلق ہدایات کرنے کی ضرورت ہے جو انہیں قرآنی تصوریت کے قریب رکھے اور ازمنہ وسطیٰ کی ظلمت پسندی کی طرف جانے سے روکے جس سے رہا ہونے کی انہوں نے پہلے پہل کوشش کی تھی — ایک ایسی ظلمت پسندی جس نے ان خلاف قرآن تصورات کی بدولت فروغ پایا تھا جو نبی کریم صلعم کی طرف منسوب کردہ وضعی روایات سے وجود میں آئے تھے۔

پروفیسر تیمور کا پیش کردہ نظریہ کہ "ہم اسلام کے لئے ایک خالص رُوحانی زمین تیار کریں" اور "مذہب کو سیاسیات، قانون، اور سائنس کے مباحث سے باہر رکھیں" یا پروفیسر فیضی کی بغرض بحث پیش کی ہوئی بدیہی رائے کہ "انسان کا حقیقی ایمان قوانین کی خارجی تعمیل سے ایک مختلف چیز ہے" اور یہ کہ اسی لئے قانون کو مذہب سے الگ رکھنا چاہیئے، اتنا بڑا موضوع ہے جو علیحدہ غور و توض کا مستحق ہے، اسجگہ یہ بتا دینا چاہیئے کہ اس تصوریت کی کوئی اساس یا بنیاد قرآنی فکر میں موجود نہیں ہے۔ اسلام میں "عمل" کے بغیر "ایمان" کی کوئی مسلمہ حیثیت نہیں ہے۔

قرآن کا اسلام

محض تصور یا مذہبی رسومات کا ضابطہ نہیں

قرآن کا اسلام صرف تصور یا مذہبی رسومات کے ضابطہ یا مجرد عقائد کا نام نہیں، یہ فکر و معیشت کے مخصوص اسلوب کا نام ہے، ایک ضابطہ حیات ہے، جس کی اگر اچھی طرح پیروی کی جائے، تو یہ ایک فرد کو خود اپنی ذات کے ساتھ اور اپنی خارجی دنیا کے علائق کے ساتھ پُرامن زندگی بسر کرنے کی اجازت دیتا ہے، قرآن کا حکم ہے "ایمان لاؤ اور عمل کرو" زندگی کی اقدار کو جن کا مطالبہ اُصولی عقاید کریں روزانہ عمل سے واضح کرنا چاہیئے، اس عمل کا نام "اسلام" ہے، اور یہ اس فرد کو نمایاں شخصیت عطا کرتا ہے اور معاشرتی ماحول میں ایک نمایاں قسم کی ثقافت کی نشوونما کرتا ہے اور ایک نمایاں قسم کا تمدن دیتا ہے جس پر اس کا انحصار ہے اس عمل میں روح اور جسم الگ الگ کام نہیں کرتے، یہ ہر حالت میں ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو کر کام کرتے ہیں، معاشرہ اور ذات دونوں کے سلسلہ میں، حتیٰ کہ نماز جیسے مسئلہ کو بھی اور مسٹر فیضی فرد کا ایک خاص نجی معاملہ سمجھتے ہیں، قرآنی منصوبہ میں کسی جامد داخلیت کی ایک حالت کا نام نہیں، اس کے برعکس یہ روح کا ایک عمل ہے، معاشرتی و اخلاق میں ایک انضباط ہے، درحقیقت یہ اپنی اجتماعی شکل میں ایک معاشرتی ادارہ کے طور پر کام کرتا ہے اور معاشرتی ناہمواریوں کو ہم سطح بناتا ہے، اور سب سے مطالبہ کرتا ہے کہ خدا کے سامنے مساوات کے اصول پر پہلو بہ پہلو ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں، یوں اسلام میں زندگی کا مدعا ایک کامل وجود ہے، زندگی کی جن اقدار کو یہ قائم رکھتا ہے وہ ہر شخص کے لئے مطلوبہ رُوحانی پس منظر فراہم کرتی ہیں، اس تصوریت کے ماتحت قانون اور مذہب کے درمیان کوئی امتیاز پیدا نہیں ہوتا اور "لادینی قانون" "لادینی ریاست" اور "لادینی زندگی" جیسی اصطلاحات کا کچھ مطلب نہیں۔

اسلام میں کوئی کلیسائیت نہیں، لہٰذا کوئی لامذہبیت نہیں

معلوم ہونا چاہیئے کہ "لامذہبیت" کی اصطلاح کا ایجاد ماورے پاپائی کلیسا کے خلاف پروٹسٹنٹ عیسائیت کی

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم اول)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔۔۔۔۔۔ ۱۰ اگست ۱۹۵۵ء

ایک ناگوار بحث

ایک سابقہ اشاعت (مؤرخہ ۲۰ جولائی) میں ہم نے "احمدی قوم سے خطاب" کرتے ہوئے یہ شکایت کی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کو ساٹھ سال سے اوپر عرصہ گذر جانے اور آپ کے دعاوی اور عقائد کے متعلق کافی لٹریچر موجود ہونے کے باوجود عوام الناس ابھی تک آپ کے اصل عقائد اور دعاوی سے قطعاً ناواقف ہیں، جس کی وجہ سے احرار اور دوسرے "خودغرض" علماء کو اپنی خاص اغراض کے لئے مسلمانوں کو جماعت احمدیہ کے خلاف مشتعل کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے اگر ہم اس لٹریچر کی جو ہمارے پاس موجود ہے وسیع پیمانہ پر اشاعت کرتے اور عام مسلمانوں میں اسے پھیلا دیتے تو احرار اور دوسرے مولویوں کی کوششیں اتنی کامیاب نہ ہوتیں،

اسی ضمن میں جماعت احمدیہ کی گذشتہ ساٹھ سالہ زندگی کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا تھا کہ:-

"غور کرنے کی بات ہے کہ اس سلسلہ کو قائم ہوئے آج ساٹھ سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بھی آپ پر ایسے الزامات لگائے گئے۔ لیکن آپ نے اتنی شدومد سے ان کی تردید کی۔ اور اپنے خیالات کی نشرواشاعت ایسے وسیع پیمانہ پر کی کہ خودغرض مولویوں کے علاوہ آپ کے مخالفین کی صف میں بہت تھوڑے لوگ رہ گئے۔ چنانچہ آپ کی وفات کے وقت مختلف اخبارات نے بھی جن شاندار الفاظ میں آپ کی دینی خدمات کا اعتراف کیا۔ وہ ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ اس کے بعد حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں تو اس سلسلہ کی عزت دوبالا ہوگئی اور حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا نام بہت عزت و وقار سے لیا جاتا تھا، لیکن حضرت مولانا کی وفات کے بعد میاں محمود احمد صاحب کے عقائد سے جو فتنہ برپا کیا اس کی سزا ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں ہم نے ان کے عقائد کی تردید میں کافی لٹریچر پیدا کیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن اور ختم نبوت کی اصل حقیقت کی وضاحت کا کوئی پہلو تشنہ نہیں رہنے دیا۔"

ہمیں افسوس ہے کہ معاصر "الفضل" نے اس پر ایک ناگوار بحث چھیڑ دی ہے اور طعن و تعریض اور افترا و بہتان کا وہ ناخوشگوار سلسلہ شروع کر دیا ہے، جس کا کوئی موقعہ نہ تھا، وہ کہہ سکتا تھا کہ موجودہ فتنہ میاں محمود احمد صاحب کے عقائد کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا، اس کا حق ہے کہ وہ میاں صاحب اور جماعت قادیان کے عقائد (درباره نبوت و کفر و اسلام) کو صحیح قرار دے اور (جیسا کہ اس نے لکھا ہے) موجودہ فتنہ کو ان ابتلاؤں میں سے قرار دے جو ہمیشہ حق پرستوں کو پیش آتے رہتے ہیں، لیکن یہ اس کا حق نہیں کہ وہ ہم پر الزام لگائے کہ ہم "ذرا ذرا سی بات کو بہانہ بنا کر" اثر و رسوخ حاصل کرنے" اور ابتلاؤں سے بچنے کے لئے "احمدیوں کے غلط عقائد کو بیان کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں، ہمیں افسوس ہے کہ اس نے یہ کہہ کر کچھ اچھی ذہنیت کا مظاہرہ نہیں کیا کہ:-

"احمدیہ جماعت سے الگ ہو کر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کے لئے جو متنازعہ فیہ مسائل پیدا کئے گئے تھے، اور جن کو اپنی علیحدگی کا نہ صرف عذر بنایا گیا بلکہ بخیال خود وہ سروں کے ساتھ بظاہر یکسانی عقیدہ پیدا کر کے انہیں اپنے عقائد کے متعلق غلط فہمی میں ڈال کر ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوششیں شروع کیں"

"ان کی (غیر احمدیوں کی) ہاں میں ہاں ملانے کی کوشش بجائے خود ایک مکروہ فعل ہے چہ جائیکہ اس پر فخر کیا جائے اور اس کو لازمی ابتلاؤں کے مقابلہ میں ڈھال بنا کر سارا بوجھ جماعت احمدیہ کے عقائد پر ڈالنے کی نامسعود سعی کی جائے۔"

ہم اس کے جواب میں انا للہ و انا الیہ راجعون کے سوائے اور کیا کہیں، ہمیں لاہور میں احمدیت کا مرکز قائم کئے ہوئے چالیس سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا، اگر عوام الناس میں "اثر و رسوخ" اور ان کی ہمدردیاں" حاصل کرنا مطلوب ہوتا، اگر "بظاہر یکسانی عقیدہ پیدا کرنا ہمارے مدنظر ہوتا تو اس عرصہ میں ہماری جماعت عوام الناس میں بہت زیادہ مقبول ہو جاتی، اور اس کی تعداد بھی جماعت قادیان سے بہت زیادہ بڑھ جاتی، اگر ہم "ہاں میں ہاں" ملانے والے ہوتے، تو کم از کم ان ابتلاؤں سے تو بچ جاتے جن سے بچنے کے لئے بقول "الفضل" ہم "عوام کو دھوکا دے رہے ہیں، لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ جن عوام کی ہاں میں ہاں ملانے کا ہمیں الزام دیا جا رہا ہے وہ ہمیں بھی ویسا ہی کشتنی و گردن زدنی قرار دیتے ہیں جیسا کہ قادیانی جماعت کو، اس کی وجوہات اور جو کچھ بھی ہوں، سب سے بڑی وجہ یہی ہے، کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح عقائد اور ان کے اصل دعاوی کو عوام تک پہنچانے کی کما حقہ کوشش نہیں کی، اور عام طور پر وہی عقائد اور دعاوی لوگوں کو معلوم ہیں جو قادیانی جماعت پیش کرتی ہے،

معاصر "الفضل" کا یہ خیال صحیح ہے کہ حق کی ہمیشہ مخالفت ہوتی چلی آئی ہے اور موجودہ مخالفت ایک سیاسی سٹنٹ ہے جس کی تہ میں خاص اغراض کام کر رہی ہیں، لیکن اس سٹنٹ کو فروغ دینے کے لئے جن عقائد کو عوام الناس کے سامنے پیش کر کے انہیں مشتعل کیا جاتا ہے وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں، اور ہمارا یقین ہے کہ اگر عوام الناس پر یہ روشن ہو جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ ان عقائد و خیالات کے قائل نہ تھے، آپ کا دعوے مجددیت کا تھا نہ کہ نبوت کا اور آپ اپنے محض انکار کو موجب کفر نہ سمجھتے تھے، اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کے [illegible] نہ تھے، تو ان کا اشتعال بہت حد تک کم ہو سکتا ہے اور احراری سٹنٹ کا ہتھیار زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتا، یہ ہم ہی نہیں کہتے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت نے بھی یہی رائے قائم کی ہے کہ:-

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مطالبات احمدیوں کے عقائد اور ان کی سرگرمیوں ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے"

"اگر ان کے خلاف احساسات اتنے شدید نہ ہوتے تو ہم نہیں سمجھتے کہ احراری اس حالت میں بھی ہر قسم کی مختلف مذہبی جماعتوں کو اپنے گرد جمع کرنے میں کامیاب ہو جاتے" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۸۰-۲۸۱)

"الفضل" کے نزدیک اگر یہ صحیح نہیں، تو نہ سہی لیکن کم از کم ہم پر دھوکہ دہی اور عوام سے یکسانی عقیدہ پیدا کر کے اثر و رسوخ حاصل کرنے کی کوشش کا الزام دیکر اس نے کسی اچھی ذہنیت کا اظہار نہیں کیا، کیا تحقیقاتی عدالت کے سات سوالات کے جواب میں قادیانی جماعت کی طرف سے جو کچھ لکھا گیا، وہ انہی خیالات و عقائد کا مؤید نہ تھا جو ہم پیش کرتے ہیں؟ کیا وہ عوام کی "ہاں میں ہاں" ملانا تھا؟ کیا اس میں مخالفت سے بچنے کے لئے دھوکا دہی سے کام لیا گیا تھا یا عوام کی ہمدردیاں اور اثر و رسوخ حاصل کرنا مطلوب تھا؟ ہم ایسا کوئی الزام ان پر لگانا نہیں چاہتے، اپنے نزدیک جو کچھ انہوں نے صحیح سمجھا وہ لکھ دیا اور ہمیں خوشی ہے کہ چالیس سال کے بعد آخر کار انہی خیالات و عقائد کو انہوں نے صحیح سمجھا جو ہم رکھتے ہیں، اور ہم ان سے درخواست کریں گے کہ انہی خیالات و عقائد کو دنیا میں پھیلا کر عوام کی غلط فہمیوں کو دور کریں جو یقیناً احراری سٹنٹ کے کامیاب ہتھیار کو ناکام بنا دے گا اور وہ اشتعال انگیزیاں اور مخالفتیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی تضحیک بہت حد تک کم ہو جانے کی جو اس وقت غلط عقائد و خیالات کی وجہ سے پائی جاتی ہے،

"الفضل" کے اس الزام کو ہم کیا کہیں کہ:-

"پیغام صلح نے کبھی کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا، جب کہ عوام کے سامنے اپنی صفائی پیش نہ کی ہو یہاں تک کہ پنجاب کے فسادات جیسے نازک موقعہ پر بھی انہوں نے کمی نہ کی"

اپنی صفائی پیش کرنا تو کوئی ایسا جرم نہیں جو قابل شکایت ہو، "الفضل" بھی ان الزامات کے جواب میں اپنی صفائی پیش کرتا ہی رہتا ہے جو اس پر یا قادیانی جماعت پر غلط طور پر لگائے جاتے ہیں، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم کسی غلط الزام پر اپنی صفائی پیش نہ کیا کریں اور حضرت مسیح موعودؑ کے

صحیح عقائد و دعاوی لوگوں کو نہ بتایا کریں۔ شاید ہمارے معاصر کو یاد نہیں رہا کہ دورانِ فسادات میں ہم نے نہ صرف اپنی ہی صفائی پیش کی بلکہ جماعت قادیان کی بھی مدافعت اسی رنگ میں کی کہ اگر یہ جماعت اسی وجہ سے کشتنی و گردن زدنی ہے کہ وہ ختم نبوت کے بعد ایک نئے نبی کے آنے کی قائل ہے تو وہ لوگ بدرجہ اولیٰ اس سزا کے مستحق ہیں جو ایک پرانے نبی کے آنے کے قائل ہیں اور اس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ نبوت کو بند اور آپ کی قوتِ قدسی کو ناقص ٹھیراتے ہیں، یہ قادیانی جماعت پر احسان نہیں ہم نے جو کچھ حق سمجھا لکھا اور جو حق سمجھیں گے لکھتے رہیں گے اس کے لئے نہ قادیانی جماعت سے ہمیں کسی قسم کی ہمدردی حاصل کرنا مطلوب ہے اور نہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح عقائد پیش کر کے غیر از جماعت لوگوں میں کوئی اثر و رسوخ ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور اگر کسی صحیح عقیدہ کو پیش کرنے سے مخالفت کم ہو سکتی یا لوگوں کی تائید حاصل ہو سکتی ہو، تو اس کو اثر و رسوخ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کہا جا سکتا اور نہ دھوکا دہی قرار دیا جا سکتا ہے "الفضل" نے خدا جانے کس بنا پر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:۔

"ایسی باتوں سے جیسا کہ ہم نے کہا ہے انہیں بھی کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا بلکہ اُلٹا نقصان ہی ہوتا ہے چنانچہ اس کا ہی نتیجہ ہے کہ فرد فرد اپنی اپنی الگ ٹولی بنائے بیٹھا ہے یہ ایک الٰہی نشان ہے کاش اس سے عبرت حاصل کریں"

"انہیں" کے لفظ سے "الفضل" کی مراد ہماری جماعت ہے اور ہم حیران ہیں کہ اس نے کونسا ہم میں اختلافِ عقائد دیکھا ہے، جس کی بنا پر اس کو یہ کہنے کی جرأت ہوئی کہ "فرد فرد اپنی اپنی الگ ٹولی بنائے بیٹھا ہے"، ہم ممنون ہوں گے اگر ہمارا معاصر فرد فرد کا نام لیکر الگ الگ ٹولیوں کی تفصیل ہمیں بتا دے اور ہر ایک ٹولی کے عقائد بھی لکھ دے تاکہ ہم اس الٰہی نشان سے عبرت حاصل کر سکیں جس کی طرف اس نے ہمیں توجہ دلائی ہے، وہ اطمینان رکھے ہم قادیانی جماعت کی کسی ایسی ٹولی کا کوئی حوالہ نہیں دیں گے جو خلیفہ صاحب سے اختلاف رکھنے کے باعث آئے دن ان کے غضب و عتاب کا مورد بنی رہتی ہے کم از کم ہماری جماعت کی اختلافِ عقائد رکھنے والی ٹولیوں سے ہمیں مطلع فرما کر ممنون فرمایا جائے۔

آخر میں ہم قارئین کرام اور خود قادیانی جماعت سے معافی خواہ ہیں کہ "الفضل" کے جواب میں ایسی ناگوار بحث میں ہمیں اُلجھنا پڑا ہم آئندہ اس بحث کو لمبا کرنا نہیں چاہتے اور نہ امید کرتے ہیں کہ ہمارا معاصر اس مبحث کو زیادہ طوالت دیکر دونوں جماعتوں کی کشیدگی جو بہت حد تک کم ہو چکی ہے زیادہ بڑھانے کا موجب ہوگا۔

حرم محترم حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

جماعت احمدیہ کے تمام حلقوں میں یہ خبر از حد رنج و افسوس کا موجب ہوگی کہ حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم و مغفور کی حرم محترم ۶؍۷؍ اگست کی درمیانی شب کو ربوہ میں انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس اندوہناک خبر کی اطلاع ہمیں ناظر اعلیٰ ربوہ کے حسب ذیل تار سے ملی جو ۷؍ اگست کو ۱۲½ بجے حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام موصول ہوا:۔

"حضرت اماں جان حرم حضرت خلیفۃ المسیح اول کل رات رحلت فرما گئیں جنازہ ۵ بجے شام ہوگا" ناظر اعلیٰ

حضرت امیر ایدہ اللہ چند دن پیشتر کوہ مری تشریف لے جا چکے تھے، ویسے بھی اس وقت جنازہ میں شمولیت کے لئے وقت پر ربوہ پہنچنا مشکل تھا اس لئے دوسرے دن جماعت لاہور کی طرف سے پروفیسر عنایت علی خاں سیکرٹری انجمن، شیخ غلام قادر صاحب، اور ایڈیٹر پیغام صلح تعزیت کے لئے ربوہ گئے، جہاں محترم غلام محمد اختر صاحب ناظر اعلیٰ کے ساتھ حضرت اماں جان مرحومہ کے دولتکدہ پر حاضر ہوئے اور ان کے فرزند گرامی محترم عبدالسلام صاحب، محترم عبدالوہاب صاحب اور محترم مولوی عبدالمنان صاحب سے اظہار افسوس کیا گیا یہ تینوں بھائی حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین یادگار ہیں، ان کے ملنے سے حضرت مولانا مرحوم کی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے، ان کی سادگی، اور طرزِ بود و ماند اور گفتگو حضرت مرحوم کی یاد کو تازہ کرتی ہے، بالخصوص مولوی عبدالمنان صاحب سے یہ معلوم کر کے ہمیں خوشی ہوئی کہ وہ کئی ایک علمی و دینی کاموں اور خدمتِ قرآن کے کام میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو بار آور فرمائے اور انہیں بیش از بیش خدماتِ دینی کی توفیق عطا کرے۔

ہم تمام جماعتِ احمدیہ لاہور کی طرف سے مرحومہ اماں جان کی وفات پر دلی رنج و اندوہ اور گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں حضرت اماں جان مرحومہ کی نیکی و پارسائی ایک مسلمہ امر ہے، ان کا خاندان سلسلہ احمدیہ میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا، لدھیانہ کے صوفی احمد جان صاحب اپنے زمانہ کے مشہور ولی اللہ تھے، مرحومہ انہی کی صاحبزادی تھیں اور خود حضرت مسیح موعودؑ نے ان کا رشتہ حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم المرتبت انسان سے کرایا تھا، جس کو آخر تک انہوں نے خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا مذکورہ بالا تینوں صاحبزادگان ان کی یادگار ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عمر طویل عطا فرمائے اور مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، احباب کرام سے التماس ہے کہ نماز جمعہ میں مرحومہ اماں جان کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

آخر میں ہم اس کشادہ دلی اور مہمان نوازی کے لئے جو اس موقعہ پر تمام احباب نے بالخصوص محترم غلام محمد اختر صاحب، اور مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ اور مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج اور مولوی جلال الدین شمس اور دیگر احباب نے کی ان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

جمہوریت اسلامیہ

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی رائے

حضرت امیر کی نئی تصنیف "جمہوریتِ اسلامیہ" کے متعلق ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے حسب ذیل خط حضرت ممدوح کی خدمت میں لکھا ہے:۔

حضرت مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی دوسری کتاب "جمہوریتِ اسلامیہ" ملی اور پڑھی۔ پاکستان کی موجودہ سیاسی متقاضیات میں نہایت مفید و کارآمد تعلیم پیش کی گئی ہے، جزاکم اللہ۔ بہتر ہو اگر انگریزی ترجمہ ہو کر کثرت سے شائع کی جائے۔

آپ نے آخر پر تکفیر بازی کے خلاف تعزیری کارروائی کا جو خیال ظاہر کیا ہے وہ نہایت موزوں و قومی مفاد کا متقاضی ہے۔ کیا اس اقدام کی طرف قوم کے عمائد خصوصاً سنجیدہ طبع ممبران اسمبلی کو کسی صورت میں توجہ دلائی جا سکتی ہے؟

جس طرح قرآن کی خدمت کا سہرا اولین طور پر انجمن کو خدا تعالیٰ نے نصیب کیا ہے عجب نہیں اگر اتحادِ مسلمین کی بنیاد کی عملی اینٹ بھی مجددِ وقت کے شاگردوں کے حصہ میں آجائے اور تمام عالمِ اسلامی میں اس کی لہر دوڑ جائے۔ جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔

اللہ بخش

انسانی پیدائش کی غرض و غایت اور ہماری ذمہ داریاں

مسیح موعود توحید خالص، اخلاق اور روحانیت پیدا کرنے آئے تھے ان کو اپنے اندر پیدا کرو

خطبہ جمعہ مورخہ ۵ راگست ۱۹۵۵ء، فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الناس اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولٰئک ھم الفسقون ——— (الحشر رکوع ۳)

آسمان و زمین کی پیدائش کی غرض

بہت کم انسان ہیں جو اپنی پیدائش کی علت کو معلوم کرتے اور اپنی ذمہ واری کا فکر کرتے ہیں، بڑی ذمہ واری ہے انسان پر، اگر ہم ایک لمحہ کے لئے غور کریں کہ یہ زمین آسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے کس لئے پیدا کئے گئے ہیں، اتنے بڑے اجرام کے متعلق فرمایا لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس (المومن آیت ۵۸) یعنے آسمان و زمین کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بہت بڑی ہے، یہ محض انسان کی خاطر پیدا کئے گئے، خیال کیجئے کہ ایک انسان کے لئے اتنی بڑی پیدائش اللہ تعالےٰ نے کی، زمین و آسمان اور وہ تمام چیزیں جو اس کے اندر ہیں، یہ نہ ہوتیں اگر انسان پیدا نہ کیا جاتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بڑی ذمہ واری کو لے کر آیا ہے اور کوئی بہت بڑا مقصد ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے اور اس کائنات کا ایک ایک ذرہ کوئی نہ کوئی مقصد اپنے اندر رکھتا ہے اور اس مقصد کو پورا کرنے میں لگا ہوا ہے۔

دوسری چیزوں کی تسبیح

قرآن کریم میں یہ جو فرمایا گیا ہے ان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالےٰ کی تسبیح نہ کرتی ہو تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے، نباتات و جمادات و حیوانات کیا تسبیح کر رہے ہیں، ان کی تسبیح یہی ہے کہ جو قوانین اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے مقرر کئے ہیں، وہ ان پر پورے طور پر چل رہے ہیں، سر مو ان قوانین سے انحراف نہیں کرتے، دوسری تسبیح یہ ہے کہ جو بھی چیز اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہے اور جو کام اس کو تفویض کیا گیا ہے اس کے لئے اس سے بہتر چیز تجویز نہیں ہو سکتی، اور یہ جو فرمایا تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ ہم نے اس قدر خواص اس میں رکھے ہیں کہ تم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے یہ کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض جو زمین کے اندر موجود ہیں، ان کی اقسام کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے اور دن بدن ان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اور پانی مخلوق ان کے علاوہ ہے، وما یعلم جنود ربک الا ھو تو یہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں لگی ہوئی ہے اور ان سب کی ذمہ واری انسان کے اوپر عاید ہوتی ہے، تو کیا انسان بلا مقصد پیدا کیا گیا ہے۔

گردوپیش کے حالات پر غور کرو

دوسری جگہ فرمایا ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلاً، انسان کو چاہیئے کہ اپنے گردوپیش کو دیکھے، زمین و آسمان کی پیدائش کس طرح ہوئی؟ اس کے دل سے نکلے گا ربنا ما خلقت ھذا باطلاً ہمارے رب یہ دنیا اور اس کی کوئی چیز تو نے بے فائدہ نہیں پیدا کی فقنا عذاب النار تمام چیزیں اپنے اپنے فائدہ اور غرض و مقصد ادا کر رہی ہیں آگ میں وہی جاتا ہے جو اپنا فرض ادا نہیں کرتا، اسلئے دعا سکھائی کہ اے اللہ مجھے توفیق دے کہ میرا جو کام ہے میں اسکو پورا کروں ایسا نہ ہو کہ میں اپنی ذمہ داری اور فرض کو پورا کرنے میں کوتاہی کروں۔

انسانی پیدائش کی غرض

دنیا کی ہر چیز اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت دے رہی ہے، ہاں اس کو دیکھنے کے لئے آنکھ ہونی چاہیئے، اس کو سمجھنے کے لئے دل ہونا چاہیئے، وہ جو اپنی آنکھ اور دل کو بند کر لیتا ہے، اس کو کچھ نظر نہیں آتا، تو انسان کو اپنی ذمہ داری کو پہچاننا چاہیئے، جب وہ اپنے گردوپیش زینت عالم کی جھلک دیکھتا ہے تو غافل ہو جاتا ہے اسی لئے فرمایا یاایھا الناس اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد اے انسان جو ایمان لانے کا دعوےٰ کرتا ہے غور کر کہ تو نے کل کے لئے کیا بنایا اور آگے کیا بھیجا، تیری غرض یہاں آنے کی یہ نہیں کہ کھائے پیئے اور سو جائے بلکہ ایک خاص مقصد کے لئے تو یہاں آیا ہے، جو استعدادیں تجھے دی گئی ہیں چاہیئے کہ تو ان کے مطابق کام کرے اور دوسرے عالم میں اپنے لئے بہترین سامان بھیجے اور اگر ان استعدادوں کا ستیاناس کر لیا ہے تو پھر دوسرے عالم میں جاکر ان کا علاج ہوگا، جو بہت تکلیف دہ اور بہت دردناک ہوگا۔

کامل متقی بننے کی ضرورت

تو اصل مقصد انسان کی پیدائش کا یہی ہے کہ اپنی استعدادوں سے احکام الہٰی کے مطابق صحیح طور پر کام لے ...... رات دن ایک نظارہ ہمارے سامنے ہے ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے عزیز اور پیارے پیدا ہوتے اور مرتے ہیں، انبیاء علیہم السلام پر بھی وہی قانون کام کرتا ہے جو دوسرے انسانوں پر، اس لئے ہمیں ہمیشہ اس امر پر نظر رکھنی چاہیئے کہ کل کے لئے کیا تیاری کی ہے، یہ جو دو دفعہ تقویٰ کا لفظ اس آیت میں استعمال کیا گیا ہے یہ اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ہے جو اتقوا اللہ حق تقاتہ میں مضمر ہے یا ایک سے مراد حق اللہ ہے اور دوسرے سے حق العباد، پھر یہ بھی فرمایا واللہ خبیر بما تعملون اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے پورے طور پر واقف ہے، انسان سمجھتا ہے، کوئی اسے دیکھنے والا نہیں ایحسب الانسان ان لن یرہ احد کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اس کے اعمال کو کوئی بھی دیکھتا نہیں؟ دیکھو ایسی غلطی میں مت پڑو، انسان کے اعمال و حرکات اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے چھپے ہوئے نہیں اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین وعن الشمال قعید، ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (ق آیت ۱۷-۱۸) تم کس گمان میں ہو جو لفظ بھی منہ سے نکلتا ہے وہ اسی وقت ریکارڈ ہو جاتا ہے لکھنے والے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ کسی بات کو چھوڑتے نہیں۔

ہستی باری تعالےٰ کا فطری عہد

دیکھو اسلام ایک فلسفہ ہے وہ حقیقت کو بیان کرتا ہے، دلیل دیتا ہے، یونہی نہیں منواتا، انسان کا ایک فطری عہد اللہ تعالےٰ سے ہے الست بربکم قالوا بلیٰ اسی عہد کو اس جگہ یاد دلایا ہے ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولٰئک ھم الفاسقون (الحشر آیت ۱۹) ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو اپنے اس فطری عہد کو بھی بھول گئے اور خدا سے غافل ہو گئے، پھر خدا نے بھی انہیں بھلا دیا وہی لوگ فاسق ہیں کس طرح اللہ تعالیٰ انسانی فطرت کو جگاتا ہے۔

مجددین کا سلسلہ

میں سمجھتا ہوں خدا نے اپنی رحمانیت سے انسان کی ہدایت کا بہت بڑا سامان کیا ہے پہلے وہ پہلے انبیاء بھیجتا رہا، پھر جب ہدایت مکمل ہو گئی اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ نبوت ختم ہو جانے کی وجہ سے انبیاء کا آنا بند ہو گیا تو اس کامل ہدایت کے بارہ میں دو نقص واقع ہو سکتے تھے، یا تو اس ہدایت کے سمجھنے میں غلطی واقع ہو سکتی تھی یا لوگوں کے عمل میں بگاڑ پیدا ہو سکتا تھا، ان دونوں باتوں کے ازالہ کے لئے مجددین کا ایک سلسلہ قائم کیا گیا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل ماءۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ ہر صدی کے سر پہ مجددین کے آنے کا وعدہ دیا گیا، آخر یہ لوگ جو ہر صدی میں آتے رہے کیا کرتے ہیں وہ کسی نہ کسی اعتقادی یا عملی غلطی کا ازالہ کرتے اور امت کو متنبہ کرتے ہیں کہ دیکھو تم غلط رستہ کی طرف جا رہے ہو، اسلام کا رستہ یہ نہیں، تم دنیا کی طرف جا رہے ہو، دنیا تمہارا مطمح نظر نہیں ہونا چاہیئے۔

مسیح موعودؑ کی آمد کی غرض

حضرت مسیح موعودؑ نے مختلف کتابوں اور تقاریر میں اسی بات پر زور دیا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میں توحید، اخلاق اور روحانیت کو قائم کرنے کے لئے آیا ہوں، آئیے سوچیں کہ کیا ہم خالص توحید پر قائم ہیں،

توحید خالص

الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جو شخص یہ عزم کر لے کہ میں اپنا محبوب و مطلوب خدا کو بناتا ہوں اور اس پر استقامت اختیار کرتا ہے اور اس سے ادھر ادھر نہیں ہوتا، وہی توحید خالص پہ قائم ہے، یہ بڑی مشکل چیز ہے، انسان کا یہ قاعدہ ہے کہ ذرا کوئی مصیبت آ جائے تو غیر اللہ کی طرف دوڑتا ہے، قرآن میں کئی جگہ مختلف پیرایوں میں اس کا نقشہ کھینچا ہے، ایک جگہ انسانی جوڑے کا ذکر ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کرتے ہیں لئن اٰتیتنا صالحاً لنکونن من الشاکرین اگر ہمیں ایک صالح بچہ عطا ہو تو ہم دل سے شکرگذار ہوں گے، لیکن جب ان کی یہ دعا پوری ہوتی ہے تو فاذا ھم یشرکون پھر شرک کرنے لگتے ہیں کہ فلاں پیر کی برکت سے ہوا، فلاں تعویذ کا اثر ہے میرے پاس علاج کے لئے جب کوئی بچہ لایا جاتا ہے تو میں اس کے گلے میں تعویذ دیکھ کر پہچان لیتا ہوں کہ اس کا کیا سبب ہے میں اس کی والدہ یا والد سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے بچے مر جاتے ہیں؟ وہ اس کا اقرار کرتے ہیں پھر میں کہتا ہوں کیا یہ تعویذ تمہارے بچے کو بچا لے گا؟ ایسے انسانوں کو یہ یقین ہی نہیں کہ یہ ساری چیزیں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں، اور انسانی موت و حیات میں کسی دوسرے کو کوئی دخل نہیں توحید یہی نہیں کہ زبان سے خدا کو ایک مان لیا جائے بلکہ ہر ایک چیز اور حرکت و سکون کو خدا کے حکم کے ماتحت کر دینا اصل توحید ہے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین، جب تک ہماری یہ حالت نہیں ہو جاتی ہم توحید پر قائم نہیں۔

اخلاق کی پاکیزگی

دوسری چیز اخلاق سے تعلق رکھتی ہے، اخلاق انسان کے اندرونہ کا اظہار کرتے ہیں اگر انسان کے اندر پاکیزگی ہو تو اس سے اچھے اخلاق کا اظہار ہوتا ہے، اگر اس کے اندر گند ہے، تو اس کے اخلاق بھی گندے ہوتے ہیں،

سچی روحانیت

تیسری چیز روحانیت ہے، انسان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ خدا سے تعلق پیدا کرے اسی تعلق کے اظہار کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک انا الموجود کی آواز انسان کو سنائی نہ دے، اس کے بغیر ایک انسان شک کی حالت میں رہتا ہے کہ خدا جانے کیا صورت ہے، خدا ہے بھی یا نہیں اور اگر ہے تو مجھ سے راضی ہے یا ناراض میں اس امر کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں، کہ انسان کی پیدائش کی غرض خدا کو حاضر و ناظر جاننا اور یہ احساس پیدا کرنا ہے کہ اس سے اس کے اعمال کا محاسبہ ہو گا، اسی بات کی طرف اس وقت کے امام نے توجہ دلائی ہے، یہ چیزیں تو پہلے بھی موجود تھیں بکوئی نئی چیز آپ نہیں لائے، لیکن اس وقت مسلمان اس کو بھلا چکے تھے، اس نے بڑے زور سے اس طرف توجہ دلائی، امام وقت کا کام یہی تھا کہ انسانی پیدائش کی صحیح غرض کو ہمارے سامنے رکھ دیے

اپنے عہد کو پورا کرو

ہم نے جو عہد حضرت کے ہاتھ پر کیا ہے کہ:۔

میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا

یہ بڑا زبردست ذمہ داری کا عہد ہے، اگر ہم نے امام وقت کو زبان سے مان لیا لیکن دل سے اس عہد کو پورا نہ کیا، اور جو کچھ وہ ہم سے بنانا چاہتا تھا، وہ ہم نے نہ کیا تو فی الحقیقت ہم نے اسکو نہیں مانا، حقیقی ماننا یہ ہے کہ وہ عہد جو ہم نے کیا اور جو ذمہ داری ہم پہ ڈالی گئی ہے اس کو پورا کریں،، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اور مجھے توفیق دے کہ اس عہد کو مدنظر رکھتے ہوئے توحید خالص پہ قائم ہو جائیں اور اعلےٰ اخلاق اور سچی روحانیت ہم سے صادر ہو۔

امریکہ میں تبلیغ اسلام

ہمارے عزیز دوست ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر نصوری ہائی سکول جزائر فجی تبلیغ اسلام کے لئے امریکہ تشریف لے گئے ہیں، ان کے ساتھ دو اور دوست مسٹر عبد الرحمان سناہو خان اور مسٹر محمد حنیف اکبر بھی ہیں، وہ انجمن کے سان فرانسسکو مشن کا چارج لیں گے امریکہ جاتے ہوئے انہوں نے حسب ذیل خط جہاز (S.S. ORANSAY) میں لکھا اور کینیڈا سے بذریعہ ہوائی ڈاک ارسال کیا ہے:۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارا قافلہ مشتمل بر مسٹر عبد الرحمن سناہو خان، مسٹر محمد حنیف اکبر اور خاکسار، بخیر و عافیت جہاز میں سفر کر رہا ہے۔ بوٹ کل رات کے گیارہ بجے کینیڈا کی بندرگاہ وینکوور پہ لنگر جا دے گا اور ۲۴ گھنٹے وہاں رہ کر ۱۴ راگست کو سان فرانسسکو پہنچیگا۔

آج ہم نے عید الاضحےٰ جہاز پہ منائی۔ کل ۵۰ کے قریب نوٹس ٹائپ کر لئے تھے۔ جہاز کے کپتان نے نماز کے لئے ہمیں بہترین جگہ دی۔ اور اپنی طرف سے بھی نوٹس ٹائپ کرا کر نوٹس بورڈ پر لگایا، ہم نے ٹائپ کئے ہوئے نوٹس، کھانے کی میزوں پہ رکھ دیئے۔ اس طرح اشتہار میں کمی نہیں ہوئی۔ ہم پانچ نمازی تھے، مسٹر عبد الرحمان سناہو خان نے نماز پڑھائی اور انگریزی زبان میں خطبہ دیا۔ آپ نے تمہید کے طور پہ سامعین کو جن کی تعداد کافی تھی، اسلام کے اصولوں سے واقف کرایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اسلام کے ایک اصول کہ تمام انبیاء پر ایمان لاؤ۔ کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام دنیا کے مسلمان حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یاد مناتے ہیں،

آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کی مسلمان صرف اس لئے عزت نہیں کرتے کہ وہ ایک سچے نبی تھے، بلکہ ان کی قربانیوں اور خانہ کعبہ کی بنیاد رکھنے کی وجہ سے ان کے دلوں میں یہاں تک گہری قدر ہے کہ وہ ہر سال یادگار کے طور پہ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یاد مناتے ہیں، آپ نے بتایا کہ اس دن ہر سال کعبہ میں چاروں اطراف کے مسلمان حج کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اور وہ اس روز مساوات نسل انسانی کا بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں۔ آپ کا خطبہ آدھ گھنٹہ تک رہا سامعین آپ کی قابلیت اور انگریزی قابلیت سے بہت متاثر ہوئے۔

مجھے توقع نہیں تھی کہ اس قدر زیادہ لوگ دوبج میں جمع ہو جاویں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب یورپین اقوام میں تعصب کافور ہوتا جا رہا ہے۔ اور وہ اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے مشتاق ہیں۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہم ناچیز بندوں کو جہاز پہ شان و شوکت کے ساتھ عید منانے کا موقع دیا، اور ہم اس قابل ہوئے کہ توحید کا پیغام تثلیث کے ماننے والوں تک پہنچائیں۔

والسلام

خاکسار۔ محمد عبد اللہ

مبلغ اور تبلیغ

از (پروفیسر عنایت علی خاں)

تبلیغ اور زندگی کا رشتہ

اب وقت آچکا ہے۔ کہ ہم ٹھنڈے دل سے تبلیغ اور مبلغ کے مسئلہ پر غور کریں۔ تبلیغ کا مسئلہ ہنگامہ خیز بھی ہے اور ہمہ گیر بھی، تبلیغ اور زندگی کا گہرا رشتہ ہے، زندگی اور تبلیغ ایک مربوط سلسلہ ہے، جس میں ایک کی بے پناہ وسعتیں دوسرے میں ایسے طور پر سرایت کرتی چلی جاتی ہیں کہ یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ ایک سلسلہ کہاں ختم ہوا، اور دوسرے کی حدود کہاں سے شروع ہوئیں، زندگی ایک دبستانِ علم و عمل ہے، جس میں انسانیت کی نشوونما اور تکمیل صحیح علم اور عمل سے پاتی ہے، اور انہیں کی بدولت پروان چڑھتی ہے۔

ایک سوال

کیا وجہ ہے کہ آج ہماری جمعیت میں مسرت اور خوشی کی فضا نہیں؟ ہماری جمعیت کیوں بے کیف اور ہمارا ماحول بے سرور ہے؟ کیا وجہ ہے۔ کہ زندگی کی گرم و ولولہ خیز لہریں اب ہماری جمعیت سے نہیں اُٹھتیں؟ یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ ایک وہ وقت تھا، کہ ہمارے مرکز سے علم و فضل کی لہریں اُٹھتی تھیں، اور پوری دنیا کو سرسبز و شاداب کرتی دکھائی دیتی تھیں۔

کامیابی کا راز

آخر اس کامیابی کا راز کیا تھا؟ اس کا جواب حُسن مذاق اور ذوقِ سلیم، مذہبی زندگی کے فطری اور طبعی جوش کے اندر ملے گا۔ جو ہمارے آباؤ اجداد کے اندر "انقلاب آفرین معلم" نے آسمانی کتاب کی تعلیم کے ذریعہ پیدا کیا۔ جس کی صدائے بازگشت اب بھی وقت کے ایوانوں کے اندر ٹکرا رہی ہے اسی ہمہ گیر اثر پیدا کرنے والی آواز کو امام وقت نے انیسویں صدی میں پھر قادیان سے بلند کیا۔ جس نے پوری فضا کو از سر نو تھرا دیا۔ اس آواز کے ترنم نے عوام و خواص عالم و منطقی اور جاہل ہر ایک کے دلوں میں سکون اور کیف کی روح پھونک دی اور کوئی بھی اس نغمۂ قرآنی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

تبلیغ کس چیز کا نام ہے

جب ہمارا مقصد کسی مسئلہ پر غور کرنا ہو، تو ہمیں تنگ دلی اور تعصب سے پاک ہو کر اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے تبلیغ ایک مخلصانہ کوشش اور سچے جہاد کا نام ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے، کہ ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ اخلاص اور باہمی مفاہمت کی سطح پر آکر اشتراک عمل کرے۔ یہ کوشش ہمدردی چاہتی ہے، خوب یاد رکھیں کہ نسل انسانی کی تعمیر کا کام خاموش محنت اور دیانتدارانہ مشقت اور شفقت چاہتا ہے، یہ کام اسٹیج کے تختوں پر دھم دھم قدم مارنے سے یا منہ میں جھاگ بھر لانے یا ہیجانی شاعری اور تقریروں سے نہیں ہو سکتا۔ مبلغ کسی قسم کی ظاہرداری، و نمائشی تنظیم و شہرت کا طلبگار نہیں ہوتا، وہ اپنے اعزاز میں جلوسوں اور دعوتوں کو روا نہیں رکھتا، مبلغ کا سرمایہ اس کا علم، اخلاق، اخلاص، محبت اور اس کا حُسنِ بیان ہے، وہ ایک اخلاقی و روحانی مقناطیس ہوتا ہے، جو روحوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور جو اس پارس کے قریب پہنچتا ہے، وہ ایک چمکتا ہوا کندن بن جاتا ہے۔

مبلغ کی صفات اور ذمہ داریاں

مبلغ جمعیت کا نمایندہ ہوتا ہے۔ جسے تبلیغ کے بارِ گراں کا متحمل بنایا جاتا ہے۔ اس لئے دیکھنا چاہیئے کہ وہ اسے اُٹھانے کے قابل بھی ہے یا نہیں؟ اسلامی مبلغ کو وہ بارِ گراں اپنے کندھوں پر اُٹھانا ہوتا ہے۔ جو پہاڑوں سے بھی نہ اُٹھایا گیا۔ مبلغ تعمیر حیات میں ایک پرزہ ہوتا ہے۔ اگر جمعیت نے ایک دل برداشتہ و افسردہ مبلغ کو زندگیوں کی تعمیر پہ لگا دیا۔ تو اندیشہ ہے، کہ اس ایک غلطی سے پوری جمعیت کو نقصان نہ پہنچ جائے مبلغ کا کام اپنے آپ کو "پُر تاثیر شخصیت" بنانا اور عوام میں یقین اور پاکیزہ مقبولیت پیدا کرنا ہے، تبلیغ کا انتہائی مقصد اس کے سوا کچھ نہیں۔ کہ "نورِ ابدی کی اس چنگاری کو جو انسان کے سینہ میں ہے بیدار کر دے، کیونکہ جب تک فطرت انسانی کی یہ چنگاری نہ جاگ اُٹھے۔ اس وقت تک انسان خود اپنے آپ کو نہیں پاتا۔ اور لامحالہ خدا سے بھی بے خبر رہتا ہے"

مبلغ کی شخصیت

مبلغ میں واقعات کے پرکھنے کا ملکہ ہونا چاہیئے وہ بظاہر خاموش ہو، مگر اس میں بلا کی قوتیں پوشیدہ ہوں۔ وہ منصف ہو، منافق نہ ہو، عادل ہو، جابر نہ ہو، طبعاً متین و سنجیدہ ہو، مگر اس کے ہونٹوں پر ہر وقت تبسم کھیلتا ہو، کوئی اس کا منظورِ نظر نہ ہو، اس کے عادات و اطوار خلق انسانی کا بہترین نمونہ ہوں، ایسا شخص عوام میں جوش و خروش، اور ولولہ پیدا کر سکتا ہے۔ اس کا کام سیرت کی تکمیل اور کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ اس کو مختلف قسم کی ذہنی قوتوں کی پرورش کرنی چاہیئے وہ شعوری اور غیر شعوری طور پر براہ راست یا بالواسطہ اپنے کردار سے عوام کی شخصیتوں کو متاثر کرتا ہے، مبلغ میں اخلاق کا عمدہ ہونا، خیالات کا پاکیزہ ہونا ایسی چیزیں ہیں، جو اس کی اندرونی کیفیت کو واضح کرتی ہیں، وہ جمعیت کی زندگی کا ایک اہم رکن ہوتا ہے۔ اگر طبعاً وہ خلوص و محبت کے اُصولوں پر کاربند ہوگا۔ تو وہ جمعیت کے لئے تروتازگی کا سامان پیدا کر سکتا ہے۔

تاجرانہ ذہنیت

جب سے مبلغوں میں تاجرانہ ذہنیت پیدا ہوگئی ہے اس وقت سے تبلیغ کی کوئی قدر باقی نہیں رہی۔ اب مبلغ کا وجود ایک گھناؤنا منظر بن گیا ہے، جس کا تصور بہت مایوس کن ہے الا ماشاء اللہ ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ لوگ مبلغ کی خدمت کرنا فخر سمجھتے تھے۔ اور مبلغ بھی اس کے صلہ میں علم و حکمت کے خزانے لٹاتا تھا۔ اب مبلغ کی پستی کا یہ عالم ہے کہ وہ نان چنے بیچنے والے سے بھی کم حیثیت متصور ہوتا ہے۔

عوام اپنی ذہنی دماغی اور روحانی صلاحیتوں کی تربیت کے لئے مبلغ کی رہبری اور اس کی بے لاگ قیادت کے محتاج ہوتے ہیں۔ مگر جب وہ دیکھتے ہیں۔ کہ مبلغ کی علمی استعدادیں ان کے لئے نشانِ راہ کا کام نہیں دے سکتیں۔ تو وہ یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ خود اس کا علم کھوٹا ہے۔ اور معلومات کے اس درجہ تک نہیں پہنچ سکا جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔

مبلغ کا اثر و نفوذ

مبلغ کے خیالات و افکار میں بالیدگی اور اس کے نظریات میں بلا کی رعنائی کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ اس کے علم کو دوسروں کے ذہنوں میں نفوذ کرنا ہے، اس کا کام ہے کہ کثرت سے مطالعہ کرے۔ اگر وہ ان خیالات و نظریات میں جو اس کے دماغ کی اندھیری کوٹھڑی میں ایک عرصہ سے مجتمع کر دیئے گئے ہیں ترمیم کی گنجائش نہیں سمجھتا، اور پرانے ڈگر سے سرمو انحراف کرنا گناہ خیال کرتا ہے تو اس سے دوسروں کی صحیح تربیت کیسے ممکن ہے۔ مبلغ اپنے وقت اور اپنے وقت میں بسنے والوں کے اخلاق اور ان کے کردار اور ان کے معیارِ زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے کسی جماعت کی عظمت اور وقار کو اس کے مبلغ کی شخصیت سے ناپا جاتا ہے۔ مبلغ کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو بطریقِ احسن دوسروں کے سامنے رکھ سکے اور ان کی رہبری اور قیادت عمدگی سے کرے۔ اسے اپنے علم کو دوسروں کے غیر مربوط دماغ میں پیوست کرنا اور ان کی طبیعت میں سوز و گداز پیدا کرنا ہے۔ مبلغ اس وقت تک اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک وہ لوگوں کو اپنے مبلغ علم کی اس منزل تک نہیں لے جا سکتا جہاں تک اس کے ذہن کی رسائی ہے، اسے لوگوں کے دل و دماغ میں ایک ایسی آرزو پیدا کرنا ہے۔ جو ایک منزل پر پہنچ کر ان میں آگے بڑھنے کا ذوق پیدا کرے، ایسے لوگوں میں شانِ جلالی بھی پیدا کرتا ہے اور شانِ جمالی بھی۔

مبلغ لوگوں کی ہمہ گیر ذہنی اور اخلاقی تربیت میں مصروف عمل ہوتا ہے۔ اس کی سیرت اور کردار کو دوسروں کے دل و دماغ میں داخل ہونے کا بہت دخل ہوتا ہے، وہ اپنی شیریں کلامی سے دوسروں کو مسحور کرتا ہے، اس کا درس سننے والے اس کی مجلسی زندگی سے لطف اُٹھاتے ہیں۔ اس کے سامعین اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کی امداد کرتا اور حسب استطاعت ان کے مشاغل اور ان کی مصروفیات میں ان کا ہاتھ بٹا کر جمعیت کی رونق کو دوبالا کرتا ہے۔ وہ وقت کے ساتھ زمانہ کی نئی قدروں کو اپناتا ہے۔ اور انہی کے مطابق لوگوں کے جبلی میلانات کو .... تربیت دیتا ہے۔

مبلغ میں اقتدار کی بھوک

مبلغ کا اپنے رفقائے کار سے تعاون جمعیت کے بقا اور اس کے استحکام کے لئے ضروری ہے۔ اگر کوئی مبلغ اقتدار کا بھوکا ہو، تو وہ پوری جمعیت کو متعفن اور گھنونا بنا دیتا ہے۔ اور اس کے اس فعل سے پورے ماحول میں ایک گھٹن پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تنگ انسانیت بے تابانہ اس انتظار میں رہتا ہے۔ کہ اُچھل کر اونچے مقام پر پہنچ جائے خواہ وہ اس کا اہل ہو یا اس میں جملہ ضروری اوصاف موجود نہ ہوں۔ وہ حصول جاہ میں اپنے ساتھیوں کے حقوق کو روندتا ہوا، ان کے جذبات کو ٹھیس لگاتا ہوا، اپنے منزل کی دیوی کی آشا کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ وہ آرزومند ہوتا ہے کہ اس کے ہم کار اس کے سطوت و جبروت کا سکہ مانیں۔ جب اقتدار کا جنون اس کے سر میں سما جاتا ہے، تو اس کے خلاف نفرت کا ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جو تعاون اور محبت کے قصر عالی کو یکلخت ڈھا دیتا ہے۔

باہم محبت و یکجہتی پیدا کرنا مبلغ کا کام ہے

لیکن جو مبلغ صاحب اثر ہونے کے باوجود نرم و شیریں ہو، وہ اپنے ہم کاروں میں یگانگت، اخلاص، محبت، صلح و آشتی کی رُوح پھونک دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کسی جماعت کے استحکام کے لئے یکجہتی کا ہونا ایک کامیاب جماعت کی پہلی ضرورت ہے۔ وہ جانتا ہے، کہ ایک دوسرے کے نظریات میں اختلاف ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کے محسوسات کا احترام کرتا ہے۔ اور جماعت کے اتحاد کو کسی قیمت پر ٹوٹنے نہیں دیتا۔ وہ اختلاف برائے اختلاف کے نظریہ کو خوب سمجھتا ہے۔ اس کا کردار اور اخلاق آپس کے تعلقات میں کشیدگی پیدا نہیں ہونے دیتا، وہ اشتراک اور تعاون کی مدد سے مختلف مزاجوں میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔

صرف اپنے کام سے محبت

مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ اسے اپنے کام سے محبت ہو جب ایک مرتبہ اس نے مبلغی کے کام کو اختیار کیا ہے، تو مسرت کی دلآویزیاں، تجارت کے راحت‌خیز استفادے، اور ذاتی سود و نمائش کے خوش‌کن تقاضوں سے مسحور نہیں ہو جانا چاہیئے۔ وہ ان خوش آیند نغموں کو سننے لگ بیٹھا یہ ہو نہیں سکتا کہ دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ہلچل نہ پیدا کر سکیں گی۔ اس کا دائرہ عمل وسیع ہے، اسے ایک ہو سے گروہ کو تربیت دینا ہے۔ جو آگے چل کر انسانیت اور ملت کا مقتدا و رہنما بننے گا۔ اس کی زندگی کا مقصد اچھے خیالات اور طلب و جستجو کا صحیح ذوق پیدا کرنا ہے۔ دراصل مبلغ کی شخصیت وہ محور ہے جس پر نظام تبلیغ حرکت کرتا ہے۔

ایک اچھے مبلغ میں وجاہت، سنجیدگی، متانت، جوش و خروش، عزم و استقلال، روشن دماغی، اخلاقی ہمدردی، قشنگیٔ علمی، اچھی آرزو، سلیقہ بندی اور قیادت کے جوہر کا ہونا ضروری ہے۔ ان ان گنت٭

مکتوب دکن (از [illegible])

۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔ اب اس کا اُردو ترجمہ مدراس یونیورسٹی نے شائع کیا ہے اور اس کے مترجم جناب محمد یوسف کوکن ایم۔ اے جونیر لکچرار اُردو، اور جناب محمد محی الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ٹی سکول اسسٹنٹ گورنمنٹ مدرسہ اعظم مدراس ہیں۔ یہ کتاب رجسٹرار یونیورسٹی مدراس سے مل سکتی ہے۔

انسانی زندگی پر غور و فکر

اس کتاب میں ڈاکٹر الکسس کیرل نے انسان اور اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر خاص علمی اور سائنٹیفک نقطۂ نظر سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح ہمارا جدید٭ طرز فکر و عادات کی مختلف غلطیاں دکھائی ہیں اور فطرت انسانی کے متعلق مختلف علوم کی تحقیقات کو پیش کرنے کے بعد ان فطری قوانین کی توضیح کی ہے، جن کی پیروی انسان کے لئے بشرطیکہ وہ صنعتی تمدن کی پستی سے نجات حاصل کرنا چاہے، ضروری ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ آج انسان کی مشینوں اور بے جان مادے کی دنیا سے الگ ہو کر صرف اپنے جسم اور اپنی رُوح کی ترقی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے، اور اپنے موجودہ طرز زندگی میں زبردست تبدیلیاں کرنی چاہئیں،

(صفحہ ۱۷)

جنسی اعضا کے لحاظ سے عورت کی مخصوص صلاحیتیں

مرد اور عورت کا فرق مخصوص جنسی اعضا کی خاص شکل رحم کی موجودگی، حمل یا طریقہ تعلیم ہی کی وجہ سے نہیں، بلکہ یہ اختلافات بنیادی قسم کے ہیں خود (Tissues نسیجوں) کی بناوٹ اور پورے نظام جسمانی کے اندر خاص کیمیاوی مادے جو خصیۃ الرحم (Ovary) سے مترشح ہوتے رہتے ہیں ان اختلافات کا حقیقی باعث ہیں، صنف نازک کی ترقی کے حامی ان بنیادی حقیقتوں سے ناواقف ہونے کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں جنسوں کو ایک ہی قسم کی تعلیم، ایک ہی قسم کے اختیارات اور ایک ہی قسم کی ذمہ داریاں ملنی چاہئیں، حقیقت یہ ہے کہ عورت، مرد سے بالکل ہی مختلف ہے۔ اس کے جسم کے ہر ایک (Cell) خلیے میں زنانہ پن کا اثر موجود ہوتا ہے۔ اس کے اعضاء اور اس کے اعصابی نظام کی بھی یہی حالت ہوتی ہے (فعلیاتی) ....

٭ آدمات کا بیان کر دینا آسان ہے، لیکن ان تمام اوصاف کا بیک وقت ہونا بڑا مشکل ہے، آخر مبلغ بھی ایک انسان ہی ہے۔ اور انسان کا اس قدر مکمل ہونا بڑی حد تک مشکل ہے۔ پھر بھی تبلیغی کام کا تقاضا ہے کہ وہ جس حد تک ممکن ہو ان اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے کہ اسی پر ایک مبلغ کی کامیابی کا دارومدار ہے۔

(باقی باقی)

٭ [illegible]

(Physiological) قوانین اتنے ہی اٹل ہیں جتنے کہ (Sidereal) فلکیات کے قوانین اٹل ہوتے ہیں۔ انسانی آرزوؤں سے ان کو بدلا نہیں جا سکتا ہم ان کو اسی طرح ماننے پر مجبور ہیں جس طرح وہ پائے جاتے ہیں۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنی فطرت کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو ترقی دیں اور مردوں کی نقالی کرنے کی کوشش نہ کریں، تمدن کی ترقی میں مردوں سے زیادہ ان کا حصہ ہوتا ہے، اس لئے ان کو چاہیئے کہ اپنے خاص فرائض کو ترک نہ کریں"

(صفحہ ۱۰۸)

عورتوں کا اصلی مقام اور تعلیم میں مردوں سے علیحدہ نصاب کی ضرورت

"ان عورتوں کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہوتا جن کو بچہ نہیں ہوتا ہے۔ وہ بہت جلد پریشان ہو جایا کرتی ہیں، مختصر یہ کہ عورت پر جنین کا بڑا اثر ہوتا ہے .... عورت کے تخلیقی فعل کی اہمیت کو پورے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ اس قسم کا فعل اس کی امید افزا ترقی کے لئے بہت ہی ضروری ہے، اس لئے عورتوں کو ماں بننے کے خلاف اُبھارنا ایک بہت ہی لغو بات ہے۔ نوجوان لڑکیوں کو اس قسم کی ذہنی اور جسمانی تربیت نہیں دینی چاہیئے۔ جس قسم کی تربیت نوجوان لڑکوں کو دی جا رہی ہے، اور ان کے اندر اس قسم کے حوصلے نہیں پیدا کرنے چاہئیں جس قسم کے حوصلے نوجوان لڑکوں میں پیدا کئے جا رہے ہیں ماہرین تعلیمات کو چاہیئے کہ مرد و عورت کی جسمانی اور دماغی خصوصیات اور ان کے فطری افعال کا خاص طور پر لحاظ رکھیں۔ دونوں کے اندر ایسے اختلافات ہیں جن کو کسی طرح مٹایا نہیں جا سکتا اور دنیا کی تہذیب و تمدن کی ترقی کے وقت ان کا ضرور لحاظ کرنا ہوگا"

(صفحہ ۱۱۱)

مکتوب بغداد

(بسلسلہ صفحہ ۹)

تشریف لے گئے تھے، مولانا نے مسیح موعود نمبر پیغام صلح ملاحظہ کر کے فرمایا ہے۔ (ناقل) تو میں نے کہا کہ وہ شیر کہاں وہ صعود کے سواری پر ایک سچے کو سکتے ہیں دنیا کی ساری آسائشوں کو لات مار کر بیاباں آ بیٹھے تھے اور درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے" حضرت مسیح زمان کی پاکیزہ صحبت اونچے کو ٹھوں میں رات دن مجاہدات و ریاضت نے ان شیران مبلغ اسلام کے قلوب میں وہ رُوح پھونک دی جس نے ان کی تحریر و تقریر میں ایک زبردست مقناطیسی اثر پیدا کر دیا۔ جس سے مغرب و مشرق کے اہل قلم حضرات مستفید ہو رہے ہیں۔ صوفی صاحب موصوف اب تک بیمار ہیں اللہ تعالے شفا کلی بخشے۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

ایک مشہور مصری کتابچہ میں حضرت امیر مرحوم کی تالیفات کا ذکر

۱۰ جولائی ۱۹۵۵ء بروز اتوار۔

کل ایک عزیز سے معلوم ہوا تھا کہ مصر کا مشہور کتابچہ "کتابی" جو ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے اس کے جون کی اشاعت میں ایک مضمون "حیات محمدؐ" پر شائع ہوا ہے مضمون نگار نے کئی ایک مشہور عرب اور غیر عرب کتابوں کی کتب سے حوالجات بھی دیئے ہیں جن میں زعیم کبیر حضرت مولانا امیر مرحوم کی کتاب قیمہ "محمدؐ دی پرافٹ" سے بھی کئی حوالے درج کئے ہیں، نیز مرحوم و مغفور کے متعلق ایسے تعریفی کلمات ابتدائے مضمون میں لکھے ہیں جس سے دوسرے مشاہیر پر حضرت مرحوم کی فوقیت ثابت ہوتی ہے، سویرے بازار سے ایک عدد خرید کیا پڑھا، دل نے چاہا کہ احباب سلسلہ اس پہلوان رتب جلیل کی خدمات جلیلہ (کہتی ہے اسے خلق خدا غائبانہ کیا) سے واقف .... ہوں اور وہ دیار عرب میں اس محبوب زعیم کی دینی مقبولیت کا اندازہ لگا سکیں۔ چند اقتباسات درج ذیل ہیں ۔ فاضل صاحب المقال صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں:۔

والیوم اقدم لك فیما یلی حیات محمد (صلعم) مؤسس احدث الدیانات الثلاث مستقاة من عشرة مصادر و مراجع هامة بعضها افرنجی وما اکثر ما کتب عن "محمد" باللغات الاجنبیة المختلفة ۔ و بعضها الاخر عربی .... وفی مقدمة هذه المراجع والمصادر التی استقی منها هذا البحث کتاب الزعیم الهندی والمسلم الکبیر مولانا محمد علی وقد کتبه بالانجلیزیة ولم یترجمه الی العربیة فیما اعلم قبل الیوم

ترجمہ:۔ آج میں آپ کے سامنے ذیل میں محمد صلعم کی زندگی کو پیش کرتا ہوں، جو تین نئے ادیان میں سے ایک کے بانی ہیں، رسول کریم صلعم کی زندگی کے حالات میں نے دس مختلف مصادر اور اہم ذرائع سے حاصل کئے ہیں، بعض ان میں سے یورپین زبانوں میں ہیں، رسول کریم صلعم کے متعلق مختلف اجنبی زبانوں میں کتنی ہی کثیر تحریریں شائع ہوئی ہیں اور بعض مصادر عربی زبان میں ہیں لیکن ان تمام مصادر میں سے جن سے میں نے استفادہ کیا ہے زعیم الہندی اور مسلم کبیر مولانا مولوی محمد علی کی کتاب ہے جس کو انہوں نے انگریزی زبان میں لکھا ہے اور جہاں تک میرا علم ہے اس وقت تک اس کا عربی ترجمہ نہیں ہوا۔"

صاحب مقال کی نظر سے شاید کتاب محمد رسول اللہ مترجمہ محمدؐ دی پرافٹ "النبی محمدؐ" نہیں گذری جسے لجنة النشر للجامعیین القاہرہ نے ۱۹۴۵ء میں ترجمہ کر کے شائع کیا تھا یہ کتاب عرب دنیا میں بے حد مقبول ہوئی اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے ۔ صفحہ ۶۶ پر لکھا ہے۔

ویقول مولانا "محمد علی" الزعیم الهندی المسلم فی هذا الصدد کان محمد فی بادئ الامر فی ریب من قدرته علی اداء المهمة الجلیلة بید ان قلقه لم یلبث ان تحول الی ایمان وطید بان الحق لابد فله تصر فی النهایة فشرع یعمل بعزیمة قویة غیر منثن عن غایته لم تزعزعه المعارضة القویة من قریش...."

ترجمہ:۔ "مولانا مولوی محمد علی زعیم الہندی .... فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں اس بارہ میں شک میں تھے کہ آیا آپ اتنی بڑی مہم کو سرانجام دینے کی طاقت بھی رکھتے ہیں یا نہیں بہرحال آپ کا قلق جلدی ہی اس بات پر پختہ ایمان میں تبدیل ہو گیا کہ حق انجام کار ضرور غالب آ کر رہیگا اس لئے آپ نے ایک بڑے مضبوط عزم کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا اور اپنی اس غرض سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے ۔ قریش کی زبردست مخالفت نے بھی آپ کے قدم کو ڈگمگایا نہیں"

آگے المعارك الاولی فی الاسلام کے عنوان تلے صفحہ ۷۳ پر لکھا ہے:۔

وللزعیم الهندی "محمد علی" رای یتفق وما ورد فی القرآن واجمعت علیه الکثرة من الکتاب والمحللین وقد احسن عرضه فی کتاب عن النبی محمد اذ یقول ان محمد امر بالقتال لینقذ جماعة الاسلام.... من الدمار علی ایدی عدو قوی عقد العزم علی استئصال الاسلام من ارض العرب .... ولم یکن محمد بطبعه یمیل الی الحرب وما حمل السیف فی قتال حقیقی قبل ان یبلغ الخامسة والخمسین من عمره...... ثم ان الاسلام الذی دعا الیه دین الاسلام یهتم بالعبادة وخدمة الانسانیة ۔ وقد کلف ان یدعو الناس الی الدین ۔ وان یبلغ الرسالة لا ان یفرضها علی احد لا اکراه فی الدین"

ترجمہ:۔ "زعیم الہندی مولانا محمد علی صاحب کی رائے ہے جو متفق ہے اس سے جو قرآن میں آیا ہے اور جس پر مصنفین کی کثرت نے بھی اتفاق کیا ہے، اس بات کو آپ نے اپنی کتاب محمدؐ دی پرافٹ میں بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے جہاں آپ فرماتے ہیں کہ محمد صلعم کو جنگ کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ آپ مسلمانوں کی جماعت کو اس تباہی سے بچائیں جو ایک طاقتور دشمن کے ہاتھوں وقوع پذیر ہونے والی تھی جس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ اسلام کے پودے کو عرب کی زمین سے اکھاڑ کر پھینک دے ورنہ محمد صلعم بالطبع جنگ کی طرف مائل نہ تھے اور آپ نے کسی حقیقی جنگ میں ۵۵ سال کی عمر سے قبل تلوار نہیں اٹھائی، علاوہ ازیں اسلام جس کی طرف آپ دعوت دیتے تھے، اس کی اہم غرض عبادت اور خدمت انسانیت تھی اور آپ اسی بات کے مکلف تھے کہ لوگوں کو صرف دعوت کے ذریعہ دین میں داخل کریں اور اپنے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیں، آپ کی یہ غرض ہرگز نہ تھی، کہ آپ اس پیغام کو زبردستی کسی پر ٹھونس دیں کیونکہ قرآن شریف میں آپ کو لا اکراہ فی الدین کے صریح الفاظ میں منع کیا گیا ہے"

یہ ہے محمد علی رح کی تالیفات و تصانیف کی عظمت و تقدیر و برکت ہے اس مقدس قلم کی جو اسے اس کے روحانی باپ مجدد زمان سے احمدیت کے علم کلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے تحفتہً دی گئی تھی "اسلام کا دھڑکتا ہوا دل" مدینة العلم والثقافة قاہرہ کے اکثر و بیشتر نامور علماء محمد علی رح کی تحریرات قیمہ سے اپنی بلند پایہ تصانیف کو زینت بخشتے ہیں ان کی تالیفات میں اب وہی رنگ آ رہا ہے جو بطفیل امام وقت محمد علی رح کی تحریرات میں موجود ہے ۔ یہ آسمانی راگ ہے جس کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتی ۔ اس راگ کا ٹھیکہ جماعت احمدیہ لاہور کے پاس ہے ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء "کتابی"

مجریہ جون پر پہلی قسط شائع ہوئی ہے دوسری قسط جولائی میں نکلے گی یہ مضمون استاذ محمد بدرالدین خلیل قاہرہ کے قلم سے نکلا ہے ۔ استاذ موصوف کو بمناسبت کتابچہ ہذا انگریزی مولانا محمد علی رح ہدیتہً ارسال کیا

مسیح موعودؑ کے تیار کردہ شیران بیشہ اسلام

۱۱ جولائی ۱۹۵۵ء بروز پیر:۔

محترمی صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے ۔ ایک گھنٹہ بیٹھے کتابچہ "کتابی" کا مضمون "حیات محمدؐ" زیر گفتگو رہا، کہنے لگے "حضرت مولانا مولوی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات کی مقبولیت مسیح وقت کے دامن سے وابستگی کا سبب ہے"۔ صوفی صاحب نے بالکل سچ فرمایا، محمد علی رح ان شیروں میں سے ایک شیر ہے جسے امام وقت کے زمانہ میں قادیان میں بقول مولانا عبداللہ جان تیار کیا" اور جب مجھے کہا گیا کہ دیکھو کتنی ترقی ہو گئی ہے (یہ واقعہ ۱۹۴۳ء کا ہے جب مولانا موصوف اپنے والد محترم کی وفات پر قادیان

سچّی باتیں

جنرل کی زبان سے

امریکہ کے نامور جنرل جنگِ عظیم کے ہیرو ڈگلس میکارتھر کے نام سے اخبار بین حلقہ میں کون ناواقف ہے، ان کے ایک تازہ مضمون سے:۔

"میں نے اپنی عمر کے اندر ہی جنگ کا یہ ارتقاء مشاہدہ کیا ہے کہ کہاں پہلے وہ آبادی کے صرف ایک قلیل حصہ کو متاثر کرتی تھی۔ اور کہاں اب وہ سب کچھ اپنے اندر لے لینے لگی ہے صدی کے شروع میں جب میں فوج میں داخل ہوا ہوں، سپاہی کا کام اتنا رہتا تھا کہ وہ ایک عدد غنیم کو بندوق یا سنگین یا تلوار سے ختم کر دے، اس کے بعد مشین گن نکلی جس کا کام درجنوں کو ہلاک کرنا تھا، پھر توپخانہ کا دور آیا اور سینکڑوں پر موت کی بارش ہونے لگی۔ پھر ہوائی بم شروع ہوئے، جن کے کشتوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی، اور اب سائنس نے الکٹرون اور دوسرے حربے ایسے نکال لیے ہیں، کہ لاکھوں کیا کروڑوں کی ہلاکت کی نوبت آ جانے۔"

(ریڈرس ڈائجسٹ 'لندن' بابت جون ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۱)

اور سائنس کی ان ترقیوں اور ہلاکت باریوں کے آگے سارے گذشتہ چنگیزوں۔ سفاکوں اور جہانسوزوں کے نام ماند پڑ گئے ہیں! ——— لیکن معاً بعد جنرل موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ:۔

"لیکن سائنسی ہلاکت باریوں کی انہیں ترقیوں نے اس کے امکانات بھی ختم کر دیئے ہیں کہ جنگ کسی بین الاقوامی اختلاف کے طے کرنے کا عملی ذریعہ بن سکے (تقریباً ساری توپوں کے ساتھ) حریفوں کی ٹکر سے ہر فریق کو اتنا شدید نقصان پہنچے گا، کہ جیتنے والے کو آخر میں اس سے کوئی فائدہ ہی حاصل نہ ہوگا۔"

آج جو جو ملک اپنی قوت کے پندار و نشہ میں دوسرے ملک کو اپنے سے کمزور سمجھ کر اسے کچل ڈالنے اور پیس دینے کا خواب دیکھ رہے ہیں، وہ اس آزمودہ کار جنرل کی نصیحت سے کچھ سبق لیں گے؟

جنگجو فریقوں سے

نامور امریکی جنرل میکارتھر کے قلم سے:۔

"موجودہ بحران جس کے پیشِ نظر اندیشہ ہے کہ کہیں قوم ہی سرے سے نہ ختم ہو جائے صرف دو غلط فہمیوں کی بنیاد پر زندہ ہے۔ ایک یہ کہ سوویٹ دنیا یہ گہرا یقین رکھتی ہے کہ سرمایہ دار ملک اس پر حملہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اور دیر سویر ہم پر ضرور حملہ کر دیں گے، دوسری یہ کہ سارے سرمایہ دار ملکوں کو یہ یقین کامل ہے کہ سوویٹ ہم پر حملہ کرنے کی ٹھان چکا ہے اور دیر سویر وہ ہم پر حملہ کر کے رہے گا۔"

کام کی بات اور بڑی اہم بات آگے کہتے ہیں:۔

دونوں فریق غلطی پر ہیں۔ ہر فریق جہاں تک عوام کی خواہش کا تعلق ہے دوسرے ہی کی طرح امن و آشتی کا خواہاں ہے۔ اس لئے کہ جنگ سے ہر فریق کی بربادی یقینی ہے۔ اور دونوں ہی اس انجام سے خائف ہیں۔ لیکن (جنگ و سامانِ جنگ کی) جو مسلسل تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ بغیر کسی متعین ارادہ کے خود بخود ہی آگ لگا دیں!

(ریڈرس ڈائجسٹ لندن۔ بابت جون ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۳)

جنرل نے جو کچھ کہا ہے۔ موجودہ دنیا کے دو بڑوں یعنی امریکہ اور روس سے متعلق کہا ہے۔ لیکن کیا وہ بعینہٖ تین چھوٹوں، یعنی ہندوستان اور پاکستان اور افغانستان کے حق میں بھی صحیح نہیں؟ ——— عجیب اندھیر ہے کہ زبان سے ہر ایک یہی کہتا ہے کہ ہم جنگ ہرگز نہیں چاہتے۔ لیکن اس پر نظر کسی کی نہیں جاتی کہ اشتعال انگیز تقریریں اور تحریریں بلا ارادہ بلکہ خلاف قصد ہی صورت حال کو کہاں سے کہاں پہنچا سکتی ہیں!

ایک بے احتیاطِ قلم

ایبٹ آباد (پاکستان) سے ایک عالم دین کا مکتوب:۔ فرقہ مودودیہ اب بالکل سامنے آ گیا ہے۔ الحمد للہ کہ علماء پاکستان بھی اس کا ذ ناخ کرنے سے غافل نہیں ہیں .... کل ایک دوست نے مودودی صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت دکھائی:۔

"یہی پالیسی تھی جس پر رسول اللہ صلعم نے اور آپ کے خلفائے راشدین نے عمل کیا، عرب جہاں مسلم پارٹی پیدا ہوئی تھی، سب سے پہلے اسی کو اسلامی حکومت کے زیر نگیں کیا گیا، اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے ..... اطراف ملک کو اپنے اصول اور مسلک کی طرف دعوت دی۔ مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ یہ دعوت قبول کی جاتی ہے یا نہیں۔ بلکہ قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا۔" (تنقیحات، جلد اول صفحہ ۲۱۲)

مودودی صاحب کی اس عبارت سے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے جارحانہ لڑائیاں لڑیں، حالانکہ اسلام کا دعوے ہے کہ آپ کی تمام جنگیں دفاعی تھیں، ازراہِ کرم اس پر اپنے مخصوص انداز سے صدق میں تبصرہ فرمائیں۔"

نفس مسئلہ پر تو طویل گفتگو کی ضرورت ہے اور پھر اختلاف رائے کی بھی گنجائش ہے البتہ عبارت کے لب و لہجہ پر حیرت و انقباض کا اظہار فی الفور کیا جا سکتا ہے کیا رسول اکرم صلعم کا ذکر مبارک اسی انداز بیان کا مستحق ہے؟ کیا آپؐ کا ذکر اسی انداز میں کیا جا سکتا ہے، جس میں دنیا کے عام حکمرانوں، ملک گیروں اور فاتحوں کا ہوتا رہتا ہے؟ مولانا مودودی کے قلم کی یہی بے احتیاطیاں تو ہیں جنہوں نے ان کے بعض بڑے مخلصوں کو اُن سے بُعد و ہجران اختیار کرنے پر عرصہ سے مجبور کر دیا ہے۔

(صدق جدید)

غیر ممالک کے مشنری اور پاکستانی عیسائی

لاہور۔ ۱۴ر جولائی ۱۹۵۵ء

مسٹر غلام مسیح۔ صدر عیسائی اتحاد فیڈریشن آف پاکستان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ غیر ممالک سے عیسائی مشنری آ کر ہمارے ملک میں عیش سے نوابی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، کروڑہا روپے کا چندہ مذہب کے نام پر ہمارے ملک کے واسطے لاتے ہیں۔ یہاں اب بہت سے مشنری یہ بھی کرنے لگے ہیں کہ اس روپے کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ جو لوگ مذہب عیسائی کے سخت خلاف ہیں وہ تو مشنری اسکولوں اور کالجوں میں پڑھ کر بی اے، ایم اے ہو گئے اور جو بہتروں میں سے باقاعدہ ایمان لا کر مسیحی ہو گئے وہ آج تیس تیس سال سے مہتر ہی ہیں ان کو مشنریوں نے دستخط کرنا بھی نہیں سکھایا ہے۔ بھارت میں بیٹھ کر بہت سے پادری پاکستان کے مشنوں کے مالک بنے ہوئے ہیں یہ بہت ہی معیوب بات ہے، پاکستانی عیسائی خود پاکستانی مشنوں کے مالک ہونے چاہئیں پاکستانی گرجاگھروں میں پاکستانی پادری ہونے چاہئیں، اور یہ اس لئے کہ بھارت میں بہت سے مشنوں کی عمارتوں، جائیدادوں اور زمینوں کو فروخت کر کے غیر ممالک کے مشنری بھارت سے پہلے گئے اس میں مشنریوں نے تو گرجا گھر تک فروخت کر ڈالے۔ پاکستان میں ہم ایسی حرکت مشنریوں کو نہیں کرنے دیں گے، ہم کو اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہونا ہے پاکستان کے بہت سے شہروں میں غیر ممالک کے مشنریوں سے آزادی حاصل کرنے کی لہر جاری ہو گئی ہے اور اس آزادی کو حاصل کرانے میں جو بھی ہماری مدد کرے گا ہم اس کے شکرگذار ہوں گے، پادریوں سے کہیں زیادہ ہماری ..... غریب قوم کی مدد بھارت میں ڈاکٹر امبیڈکر اور پاکستان میں سوامی کلوگانند کبیر پنتھی نے کی ہے مشنریوں کو ان سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

غلام مسیح

سانحۂ ارتحال

محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر آزاد نوجوان مدراس کی اہلیہ محترمہ پانچ بچے چھوڑ کر ۲۳ر جولائی ۱۹۵۵ء کو وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں عزیز نوجوان سے دلی ہمدردی ہے، اللہ انہیں اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

بچوں کا صفحہ

شمیم آرا جماعت دہم کراچی

قرآن پاک کی تاثیر

قرآن اللہ تعالیٰ کی وہ مقدس کتاب ہے۔ جو حضورؐ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقیات کا بہترین مجسمہ ہے۔ آنحضرتؐ نے اسلام کی اشاعت میں تلوار سے زیادہ قرآن سے کام لیا۔ اس مقدس کتاب کی تاثیر تیغ سے زیادہ تیز ہے۔ جو جس شخص کے دل و دماغ میں سرایت کر جاتی تھی، اس کی آیندہ نسلوں میں بھی اسکا اثر رہتا تھا۔ آنحضرتؐ صلعم متعدد مجالس میں قرآن شریف کی آیات پڑھ کر سناتے اور اس کی تفسیر لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ اس کے پڑھنے یا سننے سے دل پر اس قدر گہرا اثر ہوتا تھا۔ کہ پتھر سے زیادہ سخت دل موم سے زیادہ نرم ہو جاتے تھے۔ اور لوگوں پر اس قدر اثر ہوتا تھا کہ وہ سچے دل سے اسلام قبول کر لیتے تھے۔ اور پھر اس سچے مذہب کے اس قدر گرویدہ ہو جاتے کہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے سخت دردناک تکالیف پہنچنے کے باوجود بھی وہ محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے دین کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوتے تھے۔ بعض اوقات کافر ان مجلسوں میں جاتے جہاں کہ قرآن کی آیات پڑھی جا رہی ہوتیں وہ مسلمانوں کو بہت تنگ کرتے اور شور و غل برپا کر دیتے۔ تا کہ قرآن کی آواز ان کے کانوں میں نہ جا سکے۔ کیونکہ قرآن کی آواز جس شخص کے کان میں پڑ جاتی اس پر وہ اپنا اثر کئے بغیر نہ رہتی تھی۔ اور جو شخص ایک دفعہ متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتا تو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے سچے دل سے محبت کرتا۔ اور کفار کے ہزار مجبور کرنے کے باوجود بھی وہ اسلام سے منحرف نہ ہوتا تھا۔

اس بارہ میں حضرت عمرؓ کا واقعہ تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے:۔

جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا۔ اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ تو بہت سے لوگ آنحضرت صلعم کے جانی دشمن بن گئے۔ کچھ جو اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے کفار اُن کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے لگے۔ انہی مخالفوں میں حضرت عمرؓ بھی تھے، وہ بہت جنگجو اور سخت طبیعت انسان تھے۔ ان کی جوشیلی طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ ان کے دیوتاؤں اور بتوں کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلمؐ بُرا کہیں۔ جن کو اُن کے باپ دادا ...... پوجتے چلے آ رہے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ بھی مسلمانوں کو بہت تکلیفیں دیتے تھے اور چاہتے تھے۔ کہ اسلام کو مٹا دیا جائے۔

ایک دن آپ گھر سے اس ارادہ سے نکلے کہ آج میں محمدؐ کو ضرور قتل کر دوں گا۔ اسی خیال سے آپ جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں سعد بن ابی وقاصؓ ملے۔ اُن کے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ آپ حضرت نبی کریم صلعم کو قتل کرنے جا رہے ہیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ بنی ہاشم تم کو قتل کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم بھی مسلمان ہو گئے ہو۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا بیشک! اس کے بعد دونوں نے میان سے تلواریں نکال لیں۔ اور ایک دوسرے پر وار کرنے کو ہی تھے۔ کہ حضرت سعدؓ نے کہا۔ کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہارے بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ غصہ میں بھرے ہوئے سیدھے اپنی بہن کے گھر تشریف لے گئے۔ بہن اس وقت بیٹھی ہوئی قرآن شریف کی آیات پڑھ رہی تھیں۔ بھائی کو آتا دیکھ کر بہن نے وہ کاغذ جس پر وہ آیات لکھی ہوئی تھیں چھپا دیا۔ حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی اپنی بہن سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا ہے۔ یہ کہہ کر اپنی بہن کو بہت مارا۔ اس کے بعد اپنے بہنوئی کو اس قدر مارا کہ وہ لہو لہان ہو گئے۔ بہن چھڑانے کے لئے آگے بڑھیں تو ان کو بھی بہت مارا۔ اور اس کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن بہن نے کہا۔ تم مجھے جس قدر چاہو اذیتیں پہنچاؤ لیکن میرے دل سے اسلام کا نور تم زائل نہیں کر سکتے۔

بہن کی یہ باتیں سُن کر اور اس کا خون بہتا دیکھ کر غصہ کچھ ٹھنڈا ہو گیا۔ اور بہن سے وہ کاغذ لانے کو کہا جس پر قرآن شریف لکھا ہوا تھا، اس نے کہا تم ناپاک ہو قرآن شریف کو نہیں لگا سکتے۔ پہلے نہا دھو کر پاک ہو جاؤ چنانچہ پہلے وہ نہائے اور پھر قرآن کی وہ آیات لے کر پڑھیں۔ ان کے پڑھنے سے دل پر اس قدر اثر ہوا۔ کہ وہاں سے سیدھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت اس وقت چند صحابہ کے ساتھ ایک مکان میں تشریف فرما تھے، حضرت عمرؓ تلاش کرتے ہوئے وہیں پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ عمرؓ! آخر کب تک اسلام کے دشمن بنے رہو گے۔ حضرت عمرؓ نے مؤدبانہ جواب دیا۔ کہ میں اسلام قبول کرنے کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں کو بے انتہا مسرت ہوئی۔ ابوجہل اور حضرت عمرؓ اسلام کے بڑے پکے دشمن تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ عموماً دعا کیا کرتے تھے۔ کہ "اے اللہ! ابوجہل یا عمرؓ کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کو تقویت دے"۔ اللہ تعالیٰ نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی۔ اور حضرت عمرؓ مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی۔ اور کافروں کی طاقت ٹوٹ گئی۔ اسلام اور کفر میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اسی لئے حضرت عمرؓ کو فاروق کا خطاب ملا۔ اور آپ عمرؓ فاروق کے نام سے پکارے جانے لگے۔

آپ نے دیکھا کہ ایک پتھر جیسے سخت دل پر قرآن شریف نے کیسا اثر کیا کہ حضرت عمرؓ جیسا سخت دل انسان جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا تھا۔ قرآن کی تیغ سے ان کے تمام کفریہ ارادے قتل ہو گئے اور اسلام کا ایک بڑا دشمن اب اسلام کا بہترین اور سچا دوست بن گیا۔

خاکسار، شمیم آرا جماعت دہم۔ کراچی

علمِ حدیث کا نیا جائزہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

کی تاریخ میں ہے، اور اس لئے اسلام جیسے ضابطہ حیات میں اس کا کوئی جائز مقام نہیں ہے، جس میں کلیسا ثبت ہر لحاظ سے عوام ہے، اس اصطلاح نے حال ہی میں نئے معانی اختیار کئے ہیں، جو دنیاوی معاملات مذہب سے غیر متاثر شدہ دنیاوی طریقوں کے قاعدہ پر دلالت کرتے ہیں، لیکن کیا زندگی کا کوئی نظام، خواہ وہ باضابطگی کا کتنا ہی مستحق کیوں نہ ہو، ایک مدت تک اپنے تئیں زندہ یا قائم رکھ سکتا ہے، جب تک وہ زندگی کے کسی روحانی قانون پر مبنی نہ ہو؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ مغرب کی نام نہاد لامذہبیت حقیقت میں آخری تجزیہ کی رو سے یونانی اور ..... رومی اقدار کے اندر گہرے طور پر گڑی ہوئی ہے اور کیا یہ کہنا درست نہیں کہ اسے مذہب کے ساتھ کسی قسم کا سروکار نہیں؟ پروفیسر تیمور اس اعتقاد کی بناء پر اپنے آپ کو جھوٹی تسلی دے سکتے ہیں کہ "ظاہری قانونی تغیرات جو ترکیہ میں رونما ہوئے، ایک مذہب کی قانونی مشینری کی دوسرے مذہب کی قانونی مشینری [illegible] تبدیلی نہیں تھی، کیونکہ مغربی عدالتی نظام ایک [illegible] ہیں، جو مذہبی قانونی احکام سے الگ ہو چکے ہیں [illegible] کیا یہ بات بتادی جائے کہ کسی نظام میں [illegible] مشینری نہیں ہوتی جو اسے اس کا امتیازی کردار بخشتی ہے؟ یہ وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتی رہتی ہے تاکہ انتظامی ضرورتوں اور سہولتوں کے لئے موزوں ہو سکے، دوسری طرف یہ اس کے اصول ہی ہیں جو اس کے تحت ہوتے ہیں، اور اس کی ممتاز صفت کو نمایاں کرتے ہیں اور وقت کے تقاضوں اور ضروری حالات کے مطابق اس کے احکام کو بار بار سانچے میں ڈھالتے ہیں، یہ عرب ممالک کے دوستوں کے لئے ایک مسئلہ ہے جو ترکیہ کی مثال کے تتبع میں اپنی سرزمین میں مغربی لامذہبیت کا بیج بونے پر مائل معلوم ہوتے ہیں۔

اگر ایک ہزار برس سے مدون کیا ہوا اسلامی قانون متضاد روایات کے ایک پُرپیچ جال میں پھنسا ہوا نظر آتا ہے اور اس بنا پر مسلمانوں کے لئے موجودہ زمانہ میں غیر تسلی بخش ثابت ہو رہا ہے تو اس کیلئے موزوں طریقہ یہ نہیں کہ اسکی جگہ کلیتہً مغربی قانون اختیار کیا جائے بلکہ یہ ہی کہ اسے روایات کے جنگل سے چھڑایا جائے اور ایک ایسے طریقہ سے جو وقت کے تقاضوں کے مطابق ہو قرآنی تصورات کے اصولوں پر جدید شکل دی جائے، اور اگر اس عمل میں اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ اس میں مغربی قانون کی کوئی دفعہ شامل کی جائے تو جہانتک میرا خیال ہے قرآنی تصورات ہمیشہ اسے اپنے اندر جذب کرنے کو تیار ہونگے اور اسکے متعلق دعویٰ کرینگے کہ وہ اس کے نزدیک قابل قبول ہے یا اس کے اخلاق کے بنیادی اصولوں کے متناقض نہیں، کیا نبی صلعم کے متعلق یہ روایت نہیں کہ آپ نے فرمایا "علم ایک گمشدہ دولت (اونٹ) ہے وہ جہاں ملے اسے اپنے لے آؤ"؟ اور مغربی قانون میں بہت سی باتیں ہیں جو اپنی روح اور اصول میں قرآنی تصورات کے مطابق ہیں، بہر کیف نبی صلعم

[illegible]

ہندوستان کے مشائخ اور افغانستان و مصر وغیرہ ممالک کے صوفیا سے حضرت مسیح موعود کا خطاب

(۴)

میں ایسے وقت میں آیا ہوں جبکہ تمام تاریکی چھائی ہوئی ہے اور حق غایت فرسودگی کی وجہ سے ناپید ہوگیا ہے اور یہ دن وبا کے دن ہیں جن میں بہت سی قومیں تباہ ہوگئیں ہیں اور اسلام اس شتر لاغر کی طرح ہوگیا ہے جو سفر کرنے سے رہ گیا ہو، اور جس کے لئے کوئی ملجا و پناہ گاہ نہیں رہی یا اس پریشان آدمی کی طرح ہوگیا ہے جو شب تاریک میں اپنا راستہ گم کرچکا ہے اور اس کے تلاش کرنے والوں کا اندرونہ شدت بھوک کی وجہ سے سراپا شعلہ بن گیا ہے،

الغرض یہ حال میرے پروردگار نے میری طرف وحی بھیجی اور میں اسی وقت اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہو۔ اس نے مجھے آئندہ اور گذشتہ واقعات سے باخبر کیا اور مجھے ہر آفت سے محفوظ کیا اور نجات بخشی اور ہر مخالف و منکر کے مقابلہ میں غلبہ کی بشارت دی اور یہ وحی کی کہ میں ہر بینا دشمن پر غالب ہوں اور فرمایا کہ جو تیری ..... توہین کا ارادہ کرے گا اسے میں رسوا کردوں گا، اور مجھ پر اتنے انعامات کئے جو گنتی و شمار سے باہر ہیں اور فرمایا میں تیرے ساتھ ہوں جہاں کہیں تو ہو اور میں تیرا مددگار اور تیرا کارساز اور تیرا مضبوط بازو ہوں، اور مجھے حکم دیا کہ میں مخلوقات کو فرقان اور دین خیر الخلق کی طرف بلاؤں جس نے طریقہ تبلیغ کی بنا ڈالی اور ایذا و رنج اٹھانے کی ترغیب دلائی میں نبی نہیں ہوں بلکہ محدث اللہ و کلیم اللہ ہوں تاکہ دین مصطفےٰ کی تجدید کردوں اور اس نے مجھے صدی کے سرے پر بھیجا ہے اور ہدایت کے جملہ علوم اپنی جناب سے مجھے سکھا دیتے ہیں۔ اگر تمہیں میرے معاملہ میں شبہ ہے اور تم اپنے آپ کو میری مخالفت میں حق پر خیال کرتے ہو اور تمہیں یقین ہے کہ تم مجھ سے زیادہ قریب ہو تو سن لو! میں میدان مقابلہ میں کھڑا ہوا ہوں، تاکہ تمہارے صدق کے نشان دیکھوں اور اپنی برگزیدگی کی علامات تمہیں دکھاؤں۔

اور میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جو زمین و آسمان کا خالق ہے کہ تم مجھے ایک لمحہ کے لئے مہلت نہ دو اور مجھے شکست دینے کے لئے خوب کوشش کرو اور اپنے لئے خداوند تعالےٰ سے فتح مانگو اور تم پر حرام ہے کہ سستی اور تاخیر سے کام لو اور میدان میں نہ نکلو۔ تم سب میرے مقابلہ میں جمع ہو جاؤ، اور ہر تیر جو تمہارے پاس ہے ایک کمان سے مجھ پر برساؤ، پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہلاک ہوا اور کسے اللہ تعالےٰ نے محفوظ اور باقی رکھا، اور اگر تم مجھے قبول کرلو تو اللہ تعالےٰ تمہیں باثمر بابرکت اور باامن بنائے گا اور تمہارے پہلے دن پھیر لوٹا دے گا اور تمہیں اپنی حفاظت میں جگہ عطا کرے گا اور تمہاری توبہ قبول کرے گا اور تم سے راضی ہوگا اور ہر بدی و رنج کو تم سے دور کردے گا۔

اے میری قوم میں کافر نہیں ہوں، جیسا کہ علماء میرے متعلق مشہور اور مجھ پر افترا کرتے ہیں۔ میں نے اپنے رب پر کوئی چیز افترا نہیں کی اور نہ میں نے اپنی طرف سے کوئی چیز کہی ہے۔ وہ یقیناً خائب و خاسر رہتا ہے جو افترا کرتا ہے، میں خلوص دل سے یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ اس عالم کا ایک صانع ہے جو قدیم واحد قادر اور کریم ہے اور ہر ظاہر و پوشیدہ پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ کے مقرب فرشتوں کو بھی مانتا ہوں جن میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقرر مقام ہے جس سے نہ وہ کبھی نیچے اترتا ہے اور نہ اوپر چڑھتا ہے، قرآن کریم میں ان کے نزول کا جو ذکر آیا ہے، وہ انسان کے نزول کی طرح اوپر سے نیچے کی طرف نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی ان کا صعود بشر کے صعود کی طرح نیچے سے اوپر کی طرف ہوتا ہے کیونکہ انسان کے نزول میں نقل مکانی ہوتی ہے جس سے کوفت اور تھکان لاحق ہو جاتے ہیں۔ مگر فرشتوں کو نہ تو کوفت ہوتی ہے اور نہ تھکان اور نہ ان پر کسی قسم کا تغیر وارد ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے نزول صعود کا قیاس دیگر اشیاء پر نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان کا نزول و صعود ایک رنگ میں اللہ تعالیٰ کے نزول کی طرح ہے جو وہ عرش بریں سے آسمان کی طرف فرماتا ہے۔

جلد ۴۲	یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ - مطابق ۱۷ اگست ۱۹۵۵ء	۳۴

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے :- چھ روپے سالانہ
ممالک غیر سے :- پندرہ شلنگ سالانہ

لندن میں عید

از نمائندہ خصوصی نوائے وقت مقیم لندن

لندن کے مسلمانوں نے عید الاضحیٰ کی تقریب سعید حسب سابق روایتی شان و شوکت سے منائی۔ ووکنگ کی شاہجہان مسجد کے وسیع عریض لان میں شامیانے کے اندر کوئی اڑھائی تین ہزار مسلمان خواتین و حضرات نے مسٹر عبد المجید ایم اے ایڈیٹر "اسلامک ریویو" کی امامت میں نماز عید ادا کی۔ امام صاحب ووکنگ نے فلسفۂ قربانی پر روشنی ڈالی۔ شامیانہ بھارت اور مسلمانوں کے قومی ممالک کے جھنڈوں سے سجا ہوا تھا ——— پاکستانی جھنڈے کی حالت افسوسناک حد تک ناگفتہ بہ تھی، جھنڈا اسائز میں نسبتاً چھوٹا، اور بوسیدہ تھا۔ یہی حال دوسرے پاکستانی جھنڈے کا تھا جو شامیانے کے سامنے والی عمارت پر علیحدہ لہرا رہا تھا ——— یورپین، پاکستانی، ہندوستانی، ترکی، طرابلسی، مصری، عرب، انڈونیشی، برمی، سیلونی، چینی، ملائی اور افریقی مسلمان خواتین و مرد اور بچے اپنے اپنے قومی لباس میں تھے۔ نماز اور خطبے کے بعد شامیانہ "عید مبارک" کی صداؤں سے گونج اٹھا، اور مسلمان بھائیوں نے "عید ملنی" شروع کر دی، اس دفعہ پاکستانی ہائی کمشنر جناب محمد اکرام اللہ بھی بیگم اکرام اللہ اور بچوں کے ساتھ ووکنگ آئے ہوئے تھے۔ آپ چوڑی دار پاجامے اور کالی اچکن میں ملبوس تھے۔ ہر پاکستانی آپ سے عید ملنے کی خواہش رکھتا تھا۔ شروع شروع میں تو آپ اس اعزاز پر خاصے مسرور نظر آ رہے تھے۔ لیکن بعد میں عید مل مل کر پریشان ہو گئے ——— مجھے ان کے سٹاف کے ایک رکن نے بتایا کہ ان کی پسلیاں ابھی تک دکھ رہی ہیں ——— بہرحال آپ نے اسلامی مساوات کی عمدہ مثال پیش کرتے ہوئے اپنے فنانشل ایڈوائزر مسٹر اظہر کے ساتھ ساتھ ان کے خانسامہ سے بھی عید ملنا ضروری سمجھا۔

ووکنگ میں عید ڈنر نسبتاً پُرتکلف ہوتا ہے۔ رونق زیادہ ہوتی ہے۔ ہجوم خاص ہوتا ہے۔ اس لئے لوگ بڑے شوق سے دور دور سے نماز عید ادا کرنے یہاں آتے ہیں۔ بعض لوگ نماز کی نیت سے آتے ہیں۔ لیکن دیر سے پہنچتے ہیں، اس لئے کھانے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں اور اللہ میاں کا شکر ادا کر کے واپس چلے جاتے ہیں ——— سنا ہے نیت کا پھل ملتا ہے پاکستانی ہائی کمشنر بیگم اکرام اللہ اور ان کے سٹاف کے علاوہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق وزیر پاکستان جو آج کل کولمبیا یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ ڈاکٹر بشیر احمد سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کے نیک نام ڈاکٹر امیر الدین اور مطبوعات "نوائے وقت" کے منیجنگ ایڈیٹر مسٹر حامد محمود نے بھی یہیں نماز عید ادا کی۔

یہاں پر نجی طور پر بکرا ذبح کرنے کی اجازت نہیں، اس لئے کوئی مسلمان یہ نہیں کر سکتا کہ وہ نماز عید پڑھ کر واپس آئے اور دنبے یا بکرے کی قربانی کرے۔ یہاں بالعموم مسجد کے امام صاحب حکومت سے اجازت لیتے ہیں۔ اور جو لوگ قربانی دینا چاہتے ہیں وہ اپنی قربانی کے اخراجات (بکرے کی قیمت وغیرہ) ادا کر دیتے ہیں اور امام صاحب قربانی کا انتظام کرتے ہیں، ووکنگ کے علاوہ اسلامک کلچرل سنٹر ریجنٹ پارک، ایسٹ اینڈ، اور پٹنی میں بھی نماز عید ہوئی ٭

ایک ضروری مضمون

اشاعت ہذا میں چودھری محمد حسن صاحب چیمہ کا ایک ضروری مضمون بعنوان "احمدیت کے خلاف پرویز کا پیش کردہ لٹریچر" درج کیا گیا ہے، مضمون کی اہمیت کے پیش نظر اسے ایک ہی قسط میں شائع کرنا ضروری سمجھا گیا، امید ہے احباب کرام اس مضمون کو غیر از جماعت اصحاب تک پہنچا کر احمدیت کے خلاف ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادہ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
(مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
——— (مسیح موعودؑ)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ اور دائمی معجزہ

حقیقی احمدی بننے کے لئے عمل کی ضرورت ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۵۵ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ .... وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ (آل عمران رکوع ۲۰)

حضرت نبی کریم صلعم کا دائمی معجزہ

قرآن کریم ایک عجیب کتاب ہے جس میں انسان کے دین اور دنیا دونوں کی فلاح کے اسباب اور قاعدے بیان کئے گئے ہیں، اور یہ ایسی جامع کتاب ہے کہ جتنی بھی آئندہ نسل انسانی کو ضروریات پیش آئیں گی ان سب کا حل اس میں بتا دیا گیا ہے۔ یہ کتاب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ ہے جو ہر آن قائم ہے، دوسرے انبیاء کے معجزے وقتی تھے۔ اور سوائے اس کے کہ روایتاً ان کا ذکر چلا آتا ہے، اب ان کا کوئی اثر نہیں، حضرت موسےٰ کا عصا کہتے ہیں کہ سانپ بن جاتا تھا لیکن یہ اس وقت کے لوگوں کے لئے تھا، اب اس کا وجود کہاں ہے اسی طرح اور انبیاء کے معجزات کا حال ہے، لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن ہے، جو ابدالاباد تک قائم اور اپنے معجز نما اثرات ظاہر کرتا رہے گا، چنانچہ ایک جگہ فرمایا وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِندَ اللّٰهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ - أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (العنکبوت آیت ۵۰-۵۱) کہتے ہیں کہ اس کے اوپر خدا کی طرف سے آیات یا نشان کیوں نہیں اترتے۔ کہہ دے کہ نشانات تو خدا ہی کے پاس ہیں اسی کے حکم سے جب وہ چاہے اترتے ہیں میں تو صرف ڈرانے والا ہوں، یہ انبیاء کے بھی اختیار میں نہیں ہوتا کہ وہ معجزات خدا سے لے آئیں۔ اس کے بعد فرمایا أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ کیا یہ ان کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر ایک کتاب نازل کی ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ اس کتاب میں ایمان لانے والوں کے لئے رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی یعنے دین بھی اس کے اندر ہے اور دنیا میں ترقی کرنے کا سامان بھی اس میں پایا جاتا ہے۔

خدا کی ہستی پر ایمان لانے کے دلائل

سب سے بڑی چیز جو انسان کے لئے ضروری ہے وہ خدا کی ہستی پر ایمان ہے، اس پر قرآن کریم نے بڑے زبردست دلائل دیئے ہیں۔ چنانچہ جو آیات میں نے پڑھی ہیں، ان میں بھی مناظر قدرت کو پیش کر کے ان کو خدا کی ہستی پر دلیل ٹھیرایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے نشانات ہیں وہ کس قسم کے لوگ ہیں وہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے خدا کا ذکر کرتے اور کائنات پر غور و فکر کرتے ہیں اور بے اختیار ان کے منہ سے نکلتا ہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے رب اس کائنات کو یونہی تو نے نہیں بنایا اور بے اختیار خدا کی تسبیح ان کی زبان پر آتی ہے سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے اس بات سے کہ کوئی چیز بے فائدہ پیدا کرے اور دعا کرتے ہیں فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اے خدا ہمیں آگ سے بچا کیونکہ اگر اپنے قوٰی سے ٹھیک کام نہ لیا جائے تو اس کا نتیجہ آگ ہے۔ رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ۔ اے ہمارے رب جس کو تو آگ میں داخل کر دے وہ ذلیل ہو گیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں روحانی اور جسمانی ترقی کے سامان

دیکھئے ان آیات میں زمین اور آسمان پر غور کرنے سے نشانات ملنے کا ذکر کیا ہے کس چیز کے نشان، خدا کی ہستی کے نشانات۔ لیکن انسان رات دن ان چیزوں کو دیکھتا ہے اور غور سے کام نہیں لیتا، وَكَأَيِّن مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ (یوسف ۱۰۶) کتنے ہی نشانات زمین اور آسمان میں ہوتے ہیں، جن سے انسان اعراض کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں، خدا اگر غیب در غیب ہے تو اس کائنات میں اس نے سامان بھی بڑا رکھا ہے کہ اس سے کام لے کر انسان اسے پہچان سکے۔ دوسری چیز جس کی طرف توجہ دلائی ہے وہ ہے الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے خدا کو یاد رکھنا، اور مناظر قدرت پر غور کرتے رہنا انسان کی روحانی اور جسمانی ترقی کا موجب ہے، دیکھ لیجئے آج جس قدر سائنس کی ترقیات ہوئی ہیں، یہ بجلی کی طاقت کا استعمال، یہ ہوائی جہاز، یہ ایٹم بم وغیرہ اسی آسمان و زمین کی چیزوں اور مناظر قدرت پر غور و فکر کا نتیجہ ہے۔

ابتدائی مسلمانوں کی علمی ترقیات

مسلمان بھی جب تک اس پر عامل رہے اور کائنات کی چیزوں پر غور و فکر کرتے رہے ان کا قدم ترقی کی طرف بڑھتا رہا۔ الجبرا، جیومیٹری، علم ہیئت، انجینیرنگ میں انہوں نے بڑے بڑے کمالات کا اظہار کیا، جب انہوں نے غور و فکر کرنا چھوڑ دیا، تو وہ پیچھے رہ گئے اور دوسرے لوگ جنہوں نے اس رستہ کو اختیار کیا وہ ان سے بہت آگے بڑھ گئے۔ آج قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ترقیات پر اگر غور کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے عرب کی جاہل قوم جب قرآن کی ہدایت پر عامل ہوئی تو نہ صرف روحانیت میں بلکہ جسمانی ترقیات اور علمی کمالات میں بھی دنیا کی ہدایت اور رہبری کا موجب ہوئی - آج ہم اس چیز سے اس قدر ناآشنا ہو گئے ہیں کہ گویا ہمارے دماغ ہی ماؤف ہو گئے ہیں اور اپنے ان اسلاف کے متعلق یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ گویا وہ سپرمین (Superman) تھے اور ہم ان کی طرح نہیں ہو سکتے حالانکہ قرآن نے ترقی کا جو سامان رکھا ہے وہ سب انسانوں کے لئے ہے، ہر ایک اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

آگ سے بچنے کا سامان اور منادی کی ندا پر ایمان

لیکن بہت کم لوگ ہیں جو اس کائنات پر غور کرتے ہیں، اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اپنی آنکھ اور کان سے کام نہیں لیتے۔ اللہ تعالےٰ نے اسی طرف توجہ دلانے اور ہماری ہدایت و رہبری کے لئے انبیاء کو بھیجا اور ایک غور و فکر کرنے والا انسان جب فرائض سے اغماض کو موجب رسوائی سمجھتے ہوئے اپنے رب سے دعا کرتا ہے کہ رسوائی اور ذلت کی آگ سے بچائے تو ساتھ ہی انبیاء پر ایمان لاتا اور اس کی جناب میں دعا کرتا ہے رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ اٰمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا

(باقی صلا پر)

احمدیت کے خلاف پرویز کا پیش کردہ لٹریچر

علامہ اقبال کی کتاب "احمدیت اور اسلام" پر ایک نظر

چودھری حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات (پنجاب)

ہم نے "پیغام صلح" کے مسیح موعود نمبر میں ایک مضمون "دورِ حاضر کی مظلوم ترین ہستی" لکھا تھا۔ اس میں ہم نے احمدیت کی مخالف تحریکوں کا تفصیل سے جائزہ لیا تھا۔ اور وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر کسی اور صاحب نے طلوعِ اسلام میں شائع شدہ "پرویزیات" پر خامہ فرسائی نہ کی، تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ ہم نے آج تک انتظار کیا کہ ہم سے بہتر کوئی بزرگ اس اہم مضمون پر قلم اٹھائیں گے۔ مگر افسوس۔ کہ ہمیں اس معاملہ میں مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور اب ہم اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے ناقص خیالات ٹوٹی پھوٹی عبارت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

پرویز غیر مخلصانہ سستی شہرت کا طالب ہے

ہم شروع میں اپنے اس عقیدہ کو پھر دوہرا دیتے ہیں۔ کہ احمدیت کے متعلق "پرویز" کا طریق عمل نہ اخلاص پر مبنی ہے نہ حق پر۔ اور کہ ہم اس کے دلائل کا پورے انشراحِ صدر سے ابطال کر سکتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ آئے دن اپنے اخبار میں تحریک احمدیت کے خلاف جو جارحانہ [illegible] کرتا ہے۔ اور اپنے ترکش ادب سے جو انگلی کے تلخ تیر چلاتا ہے۔ تو اس کی وجہ محرک صرف عوام میں سستی شہرت حاصل کرنا ہوتی ہے۔ ورنہ اس کی لڑائی کسی اصول پر مبنی نہیں ہے۔ یہ الفاظ ذرا سخت ہیں مگر ہم دیدہ دانستہ پوری ذمہ داری سے انہیں استعمال کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس معاملہ میں ہم علیٰ وجہ البصیرت ہیں۔

مُلّا کا پارٹ

ہم بار بار اپنی تحریروں میں اس حقیقت کو واضح کر چکے ہیں کہ مُلّا صرف سرچشمۂ تکفیر سے زندگی حاصل کرتا ہے۔ اگر اس سے اس کو محروم کر دیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہم نے یہ بھی واضح کر دیا ہوا ہے۔ کہ جہاں تک احمدیت کا تعلق ہے۔ پرویز بھی ایک مُلّا کا پارٹ ادا کر رہا ہے۔ اسے احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے میں مسرت حاصل ہوتی ہے۔ جب وہ احمدیوں کو غیر مسلم فرقہ قرار دینے پر مصر ہوتا ہے، تو اس کے دل میں نہ خدا کا خوف ہوتا ہے اور نہ قرآن کی محبت اور ہماری رائے میں یہ دل کی کیفیت اس کارگاہ میں صرف مُلّا کو ہی حاصل ہے۔

جماعت احمدیہ کے عقائد

پرویز خوب جانتا ہے، کہ اسلام کے تمام فرقوں کے مقابلہ میں احمدی زیادہ موحد ہیں۔ ایک خدا کو مانتے ہیں۔ وہ باریک سے باریک قسم کے شرک کو بھی جائز نہیں سمجھتے۔ اور قرآن شریف کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ "الحمد سے لے کر والناس تک سب کا سب قابلِ عمل ہے۔ اور اس میں کوئی آیت منسوخ نہیں اور کوئی حکم ایسا نہیں جو اگرچہ قرآن میں موجود نہیں مگر اس پر عمل کرنا ضروری ہے، جیسا کہ ہمارے کثیر علماء کا عقیدہ ہے۔ احمدی قرآن کریم کو ہدایت نسل انسانی کے لئے آخری صحیفہ آسمانی سمجھتے ہیں۔ اور اسی کو نظام ملی کا آخری محور خیال کرتے ہیں۔ اُن کی شریعت قرآن کی شریعت ہے۔ اور ان کی زندگی پر قرآن حکمران ہے۔ اور اسی کی حکمرانی وہ تمام نسلِ انسانی پر چاہتے ہیں، اور اسی غلبۂ قرآن کو قائم کرنے کے لئے انہوں نے اپنی زندگیاں اور اپنے اموال وقف کر رکھے ہیں۔ ان تمام حقائق کو جاننے کے باوجود پرویز کا اصرار ہے کہ احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

دلدادۂ تکفیر

پس یہ مکفرِ ملت بھی تکفیر کا ایسا ہی دلدادہ ہے جیسے دوسرے دلدادگانِ طریقۂ تکفیر و وابستگانِ سلسلۂ تفسیق۔ اور وارفتگانِ جذبۂ تکذیب ہیں۔ اس کی زبان پر قرآن ہے، مگر دل میں اس نعمت کا کفران موجود ہے۔ وہ اس امت میں صرف اس گروہ سے بیزار ہے جو اس صحیفۂ آسمانی کا [illegible] و عملاً شیدائی ہے۔

قرآن کے ماتحت نئی نبوت کے قائل

اصل یہ ہے کہ اسلام سے عبارت صرف وہ اصول ہیں۔ جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں، جو شخص قرآن کے بیان کردہ اصولوں کا معترف ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ اسے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ مدعیانِ اجرائے نبوت بھی جو کہ ہمارے نزدیک باطل پر ہیں۔ قرآن ہی کو شریعت اور قرآن ہی کو آخری صحیفہ الٰہی سمجھتے ہیں۔ پس ان کو کبھی کسی حالت میں بھی جب تک کہ ان کی ارادت قرآن سے موجود ہے۔ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ وہ نبوت کے اجراء کے قائل تو ہیں مگر شریعت یعنی قانون الٰہی کو ختم نہیں سمجھتے۔ نئے نبی کو صرف قرآن کا مفسر سمجھتے ہیں۔ ایسا نبی قرآن کی اصطلاح میں نبی ہوتا ہی نہیں۔ پس کسی غیر نبی کو غیر نبی کے تمام اوصاف سے موصوف سمجھتے ہوئے اگر کوئی شخص اسے نبی کے نام سے موسوم کرتا ہے تو یہ اس کی اپنی اصطلاح ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس پر کفر لازم نہیں آتا۔ اس کی یہ اصطلاح مصلحت کے خلاف ہو، غلط فہمیاں پیدا کرنے والی ہو تو یہ دیگر امر ہے۔ اس اصطلاح کے استعمال کرنے والے بارہا اس کی تشریحات بھی کر چکے ہیں۔ وہ تشریحات تسلی بخش نہ ہوں مگر اس سے کفر تو لازم نہیں آتا!

پرویز کا شوقِ کفر سازی

طلوعِ اسلام مؤرخہ ۱۸ر جون ۱۹۵۵ء میں پرویز کا شوق تکفیر عیاں ہو کر سامنے آ گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر سستی شہرت کا خواہاں ہے اور اس کے دل میں قرآن کی کوئی حرمت نہیں ہے۔ اسے قرآن کی بجائے اپنی رائے کا احترام کرنا منظور ہے۔

"ڈسٹرکٹ جج کیمبل پور مقیم راولپنڈی کے ایک فیصلہ پر تنقید کرتے ہوئے طلوع اسلام نے حسب ذیل الفاظ میں ایک گونہ ذہنی انتشار اور شوقِ کفر سازی اور ذوق فتوے بازی کا ثبوت دیا ہے۔ جو کہ نہایت افسوسناک بھی ہے اور عبرت انگیز بھی۔

"ہمیں یاد پڑتا ہے۔ کہ (قریباً بیس سال کا عرصہ ہوا) بہاولپور میں بھی اسی قسم کا ایک مقدمہ ہوا تھا۔ جس نے بڑی شہرت اختیار کر لی تھی۔ اور دیر تک چلتا رہا تھا، اس فیصلہ میں فاضل جج نے لکھا تھا۔ کہ وہ ایک عرصہ تک اس مسئلہ پر غور کرتے رہے۔ لیکن ان کے سامنے معاملہ صاف نہیں ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک دن اتفاق سے کسی رسالہ میں انہوں نے ختم نبوت پر پرویز صاحب کا ایک مضمون دیکھا۔ جس سے ان کے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ اور انہوں نے فیصلہ دے دیا، کہ قادیانیوں اور مسلمانوں میں رشتۂ مناکحت جائز نہیں قرار پا سکتا۔ اب بھی فیصلہ راولپنڈی کی عدالت نے دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ مسئلہ ملت پاکستانیہ کے لئے بڑا اہم ہے۔ لیکن دو سال ادھر (پنجاب کی ختم نبوت کی تحریک کے سلسلہ میں) مفاد پرستوں اور ہنگامہ پروروں نے جس بُری طرح سے اس کا جھٹکا کیا۔ وہ ہر قلب حساس کے لئے وجۂ تاسف ہے۔ اس میں اس قدر تباہی و بربادی کے بعد جو نتیجہ نکلا وہ صرف اس قدر تھا۔ کہ یہ مسئلہ تو اپنی جگہ ویسے کا ویسا رہا۔ البتہ کچھ لوگ چند دن جیل میں رہ کر مجاہد اور غازی، بلکہ (Martyr) بن گئے۔

"اس ضمن میں ہمارے پاس بہت سے استفسارات موصول ہو رہے ہیں، ہمارے نزدیک یہ

یہ معاملہ بالکل واضح اور صاف ہے۔ جس طرح عیسائی مسلمان ہو جانے (یعنی نبوت محمد رسول اللہ پر ایمان لے آنے) کے بعد ملت نصاریٰ کا فرد نہیں رہ سکتا حالانکہ وہ حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان رکھتا ہے۔ اسی طرح جو شخص نبی اکرم کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرتا ہے وہ ملت اسلامیہ کا فرد نہیں رہ سکتا اگرچہ وہ نبوت رسول اللہ پر بھی ایمان کیوں نہ رکھے۔ ہمارے نزدیک قادیانیوں اور بہائیوں کی پوزیشن ایک ہی ہے۔ یہ دونوں نبی اکرم کے بعد ایک جدید نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ ملت اسلامیہ کے افراد نہیں قرار دیئے جا سکتے۔

"لیکن ایک اسلامی مملکت کے اندر یہ سوال ایسا ہے جس کا فیصلہ نہ کسی فرد کی رائے کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی عالم کا فتوےٰ۔ اس کا فیصلہ اسلامی مملکت ہی کر سکتی ہے۔ اس لئے کہ جب اس مملکت کے آئین میں یہ درج ہوگا۔ کہ فلاں فلاں چیز صرف مسلمانوں سے مختص رہے گی (مثلاً رئیس مملکت ہیڈ آف دی سٹیٹ صرف مسلمان ہوگا) تو اس مملکت کو اپنے آئین میں اس کی بھی وضاحت کرنی ہوگی کہ مسلمان کسے کہتے ہیں۔ جس طرح اسے اس کی وضاحت کرنی ہوگی کہ "پاکستانی شہری" کسے کہتے ہیں۔ یہ سوال زیر ترتیب مجلس آئین کو اپنے سامنے رکھنا چاہیئے اور مجوزہ آئین میں اس کی وضاحت کرنا چاہیئے۔ جب مملکت کو اسلامی کہنے کا دعوےٰ کیا ہے تو پھر اس قسم کے تمام مسائل کو سامنے رکھنے اور ان کا حل پیش کرنے کی بھی جرأت رکھنی چاہیئے۔ مسئلہ کو ٹال دینے سے وہ حل نہیں ہو جایا کرتا۔ اس طرح کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے سے بلی کا وجود ختم نہیں ہو جایا کرتا۔"

منطقی مغالطہ

اس قسم کی تشنہ زنیاں وقتاً فوقتاً طلوع اسلام میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اور پرویز اور اس کے حواری اپنی تشنگی تکفیر کو بجھاتے رہتے ہیں۔ احمدیت جب سامنے آجائے تو منطق۔ فلسفہ۔ عقل سلیم۔ اصول پسندی، معقولیت اور استدلال سب غائب ہو جاتے ہیں۔ پرویز صاحب نے جو مثال دی ہے وہ ایک منطقی مغالطہ ہے۔ فی الحقیقت ایک عیسائی جب مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کے لئے انجیل منسوخ ہو جاتی ہے۔ ہندو جب عیسائی ہو جاتا ہے تو وید سے نہیں بلکہ انجیل سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ مگر ایک مسلمان جب احمدی ہو جاتا ہے تو وہ پہلے سے زیادہ قرآن کا عاشق ہو جاتا ہے۔ اور اس کی اشاعت اور تبلیغ میں جان اور مال بے دریغ خرچ کرنے لگ جاتا ہے۔ اس لئے پرویز صاحب کی بیان کردہ مماثلت صحیح نہیں بیٹھتی۔ اور وہ صرف ایک منطقی مغالطہ بن کر رہ جاتی ہے۔ اس طرح لوگوں کو تو دھوکہ دیا جا سکتا ہے مگر حقیقت کو مسخ نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث کا انکار اور احمدیت

ہم اپنے سابق مضمون میں واضح کر چکے ہیں کہ پرویز کا خیال یہ ہے کہ دیگر تمام فرقوں کے علماء اگر آج تک احمدیت کے مقابلہ میں خائب و خاسر رہے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء احادیث کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدان میں اترتے رہے ہیں۔ اور احمدیوں کے پاس حدیث کے زیادہ موثر ہتھیار موجود تھے اس لئے وہ ہمیشہ غالب اور علماء مغلوب رہے ہیں۔ ہاں اگر حدیث کا انکار کر دیا جائے تو پرویز کے خیال میں احمدیت کو پچھاڑا جا سکتا ہے۔

قرآن سے مسلمان کی تعریف کرو

آج ہم قرآن کی سطح پر پرویز سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ آیا قرآن احمدیت کا ساتھ دیتا ہے یا پرویز کا! متذکرہ بالا اقتباس میں طلوع اسلام نے یہ لکھا ہے کہ "مملکت کو اپنے آئین میں اس کی وضاحت کرنی ہوگی کہ مسلمان کسے کہتے ہیں" تحقیقاتی عدالت میں فاضل ججان نے تمام علماء سے یہی کہا تھا کہ وہ مسلمان کی تعریف کریں۔ ہر عالم مسلمان کی تعریف ایسی کرنی چاہتا تھا۔ جس کے دائرہ کے اندر احمدی نہ آسکیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن سے ایسی کوئی تعریف نہیں ملسکتی تھی۔ اس لئے ہر مولوی اپنے دماغ پر زور دیکر اپنی من مانی تعریف کرتا تھا۔ اس لئے ہر ایک کی تعریف دوسرے سے مختلف تھی۔ اور کوئی دو مولوی ایک تعریف پر متفق نہ ہو سکے۔ آج ہم پرویز سے بھی یہی سوال کرتے ہیں۔ کہ وہ ہمیں قرآن کریم سے مسلمان کی تعریف نکال کر بتلائے اور اس تعریف کی رو سے احمدیوں کو خارج از اسلام بھی ثابت کر دکھائے۔ اسے یاد رہے کہ قادیانی احمدی بھی حضور نبی صلعم کے خاتم النبیین ہونے کے قائل ہیں۔ اس کی تعبیر اور تفسیر میں وہ دوسروں سے مختلف الرائے ہو جاتے ہیں۔ جس طرح پرویز تمام تمام دنیا سے بعض امور میں جو تفسیر قرآن کے متعلق ہیں۔ اختلاف کر جاتا ہے۔ ہمارے اور پرویز کے درمیان صرف قرآن ہی حق کو پرکھنے کا معیار رہے گا۔

قائلین آمد مسیح اور قادیانی احمدی

پرویز کو یاد رکھنا چاہیئے کہ امت محمدیہ کی غالب اکثریت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابھی ایک اسرائیلی نبی آنا ہے۔ جو ایک حقیقی اور مستقل نبی ہے صاحب کتاب نبی ہے۔ جو اپنا کلمہ اور اپنا قبلہ رکھتا ہے۔ جس کی ایک مستقل امت ہے اگر اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے مسلمان قرآن کریم کے بیان کئے ہوئے ختم نبوت کے عقیدہ کے خلاف رہ کر بھی مسلمان ہی ہیں۔ تو خدارا ہم کو بتلایئے کہ قادیانی احمدی جن کی نہ تو کوئی نئی شریعت ہے۔ نہ کوئی نئی کتاب۔ نہ ان کا کوئی جدید کلمہ ہے نہ جدید قبلہ نہ جدید کعبہ۔ بلکہ قرآن ہی ان کی آخری شریعت اور آخری آسمانی صحیفہ ہے۔ تو وہ ایک شخص کو لغوی معنوں میں محض پیشین گوئی کرنے والا نبی سمجھ کر کیونکر دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ اور ان پر کیوں مسلمان ہونے کی تعریف صادق نہیں آتی۔ جن معنوں میں وہ حضرت مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں وہ درحقیقت نبوت ہے ہی نہیں۔ صرف ایک نام ہے جو محض لغت کے اعتبار سے اختیار کیا گیا ہے۔ اس نام کی وجہ سے پرویز صاحب کس طرح کفر کا فتوےٰ صادر کرنے کی مومنانہ جسارت کر جاتے ہیں۔ اور دوسرے مسلمانوں سے جو عیسیٰ علیہ السلام کی (جو نبی اللہ ہیں) بعثت ثانی کے قائل ہیں رعایت کر جاتے ہیں کیا اسکو قرآن کی اصطلاح میں "مداہنت فی الدین" نہیں کہا جاتا!

احمدیت کے خلاف پرویز کا پیش کردہ لٹریچر

جب ہم نے طلوع اسلام والوں کے چیلنج کے جواب لکھنے کا عزم کیا تو ہم نے کارکنان طلوع اسلام کو لکھا۔ کہ جس قدر احمدیت کے خلاف ان کے ہاں لٹریچر موجود ہے وہ ہمیں بذریعہ وی پی بھیجدیں۔ چنانچہ ہمارے لکھنے پر انہوں نے ایک کتابچہ جو تقریباً ایک صد صفحات پر مشتمل ہے۔ ہمیں بھیجدیا۔ اس کا عنوان ہے "احمدیت اور اسلام" از علامہ اقبال "ختم نبوت" از جناب پرویز صاحب۔ چنانچہ اس وقت یہی کتابچہ ہمارے پاس ہے۔ اور اس کو سامنے رکھکر ہم اس کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اس کتاب کے چھالیس صفحات علامہ اقبال کے رشحات قلم کے مرہون منت ہیں۔ ماسوائے دو پہلے صفحوں کے جو "پیش لفظ" کے طور پر قلم ادارہ طلوع اسلام نے لکھے ہیں اور جس میں خطرناک مضحکہ خیز تعلیاں کی گئی ہیں۔ اور جو کسی مریض غرور کے کبر و نخوت کی تجلیاں ہیں!!

اقبال کے نظریات

ہمیں یہ اعتراف ہے کہ ان چھالیس صفحات کے پڑھنے میں جس قدر ہمیں کوفت ہوئی ہے اور جس روحانی عذاب سے گذر کر ہم نے اسے پڑھا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ان صفحات میں علامہ اقبال نے قرآن شریف کی ایک آیت تک نہیں لکھی اور جس قدر اس میں نظریات پیش کئے ہیں وہ سب اُن کے اپنے دماغ کی اختراعات ہیں۔ اور اس میں زیادہ تر ان کی شاعری جلوہ گر ہے۔ اور تخیل کا بے پناہ پرواز ہے۔ بہت سی چیزوں کو جو بجائے خود محل نظر ہیں، علامہ صاحب نے بطور مسلمات کے پیش کر دیا ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون کی ساری بنیاد اس بات پر رکھی ہے کہ محمد صلعم کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے۔ جس سے انکار مستلزم کفر ہو۔ جو شخص ایسے الہام کا دعوےٰ کرتا ہے، وہ اسلام سے غداری کرتا ہے،

"قادیانی اور لاہوری جماعت اقبال کی نظر میں

علامہ اقبال خوب جانتے تھے کہ احمدیوں کی ایک جماعت بڑے زور شور سے یہ دعوےٰ کرتی ہے۔ کہ مرزا صاحب نے کبھی اپنی ذات یا اپنے الہام کے منکرین کو کافر قرار نہیں دیا۔ چنانچہ علامہ صاحب اسی مضمون میں جو انہوں نے اسٹیٹسمین کو ایک خط کی شکل میں لکھا اور جو دس

جون ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں طبع ہو چکا ہے) لکھتے ہیں۔ کہ :-

"یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ تحریک احمدیت دو جماعتوں میں منقسم ہے۔ جو قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے نام سے موسوم ہیں۔ اوّل الذکر جماعت بانیٔ احمدیت کو نبی تسلیم کرتی ہے اور آخر الذکر نے اعتقاداً یا مصلحتاً قادیانیت کی شدت کو کم کر کے پیش کرنا مناسب سمجھا۔ بہرحال یہ سوال کہ آیا بانیٔ احمدیت نبی تھا اور اس کی تعلیم سے انکار کرنا "الحاد کبیرہ" کو مستلزم ہے ان دونوں جماعتوں میں متنازعہ فیہ ہے۔ احمدیوں کے ان گھریلو مناقشات کے محاسن کو جانچنا۔ میرے پیش نظر مقصد کیلئے غیر ضروری ہے (جس کے وجوہ میں آگے چل کر بیان کروں گا) کہ ایک ایسے نبی کا تصور جس کے انکار کنندے منکر (خارج اسلام ہو جاتا ہے) احمدیت کا ایک لازمی عنصر ہے اور لاہوری جماعت کے امام کے مقابلہ میں قادیانیوں کے موجودہ پیشوا تحریک احمدیت کی رُوح سے بالکل قریب ہے"

جب ہم ان الفاظ کے لکھنے والے کی نیت کا تجزیہ کرتے ہیں تو وہ ہمیں اخلاص پر مبنی نظر نہیں آتی۔ اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

اخفائے حق کا مظاہرہ

(۱) علامہ اقبال خوب جانتے تھے۔ کہ لاہور کی احمدی جماعت مرزا صاحب کو نبی تسلیم نہیں کرتی۔ اور ان کے دعوے کے انکار کرنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتی۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب کو صرف مجدد اور محدث تسلیم کرتی ہے اور شریعت اسلامی کی تکمیل کے بعد مرزا صاحب کی ذات پر ایمان نہ لانے کو مستلزم کفر نہیں سمجھتی اور یہی وہ متنازعہ فیہ مسائل ہیں جنہوں نے لاہوریوں کو قادیانیوں سے علیحدہ کر دیا۔ وہ ان اختلافی مسائل پر لاہوریوں نے اس قدر کثیر التعداد لٹریچر پیدا کیا اور اس قدر کتابیں، صحیفے، رسالے اور اخبارات میں مضامین شائع کئے کہ اب ان مسائل کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں رہ گیا حتیٰ کہ قادیانیوں کے مخالفین ختم نبوت کی تائید میں تمام مواد لاہوریوں ہی کے لٹریچر سے لے رہے ہیں۔ اس قدر صاف بیّن اور روشن اور واضح بنیادی اختلاف کو علامہ صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :-

" کہ آخر الذکر یعنی (لاہوری جماعت) نے اعتقاداً یا مصلحتاً۔ قادیانیت کی شدت کو کم کر کے پیش کرنا مناسب سمجھا "

اس سے بڑھ کر اخفائے حق کا اور کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے

احمدیت کی رُوح اور علامہ اقبال

پھر اس مذکورہ بالا اقتباس میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ " میرا یقین ہے (جس کے وجوہ میں آگے چل کر بیان کروں گا) کہ ایک ایسے نبی کا تصور جس کے انکار کرنے سے منکر (خارج اسلام ہو جاتا ہے) احمدیت کا ایک لازمی عنصر ہے اور لاہوری جماعت کے امام کے مقابلہ میں قادیانیوں کے موجودہ پیشوا تحریک احمدیت کی رُوح سے بالکل قریب ہے"

مگر افسوس کہ اپنے اس یقین کی کوئی وجوہات انہوں نے بیان نہیں کیں اور کوئی حوالہ بانیٔ تحریک احمدیت کی کتب سے نہیں دیا۔ تمام باتیں فرضی بیان کی گئی ہیں۔ اور پورے جلال سے اپنے شاعرانہ تخیل اور الفاظ کی بھول بھلیوں میں قارئین کو بہلانا شروع کر دیا ہے۔ مضمون کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر۔ نہ کوئی اصل ہے نہ کوئی فرع۔ محض تخیلات ہی تخیلات ہیں۔ علامہ صاحب فرضی اور خیالی بنیادوں پر نظریوں پہ نظریئے بیان کرتے چلے گئے ہیں۔ لاہوری احمدیوں کی توجیہات کو تو وہ اس لئے قبول نہیں کرتے کہ اس سے بانیٔ تحریک احمدیت کے خلاف زہر اُگلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ بعینہٖ ایسا ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ عیسائی لوگ حضرت عیسےٰ کی تبلیغی رُوح کے زیادہ قریب ہیں اور یہ کہہ کر پھر حضرت مسیح علیہ السلام پر برسنا شروع کر دے۔

مسلمانوں کے باہمی مناقشات اور فتاوے تکفیر اقبال کی نظر میں

۲۔ مسلمانوں کے باہمی مناقشات، اختلافات اور علیحدگی پسند رجحانات کو علامہ اقبال تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر ان کے یہ الفاظ موجود ہیں :-

" اور یہ سچ ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی فرقے فقہ اور دینیات کے فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اکثر و بیشتر ایک دوسرے پر الحاد کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ "دینیات" کے فروعی مسائل کے اختلافات میں، اور نیز الحاد کی ایسی انتہائی صورتوں میں جہاں ملحد کو جماعت سے خارج کیا جاتا ہے لفظ کفر کے غیر محتاط استعمال کو آج کل کے تعلیم یافتہ مسلمان، جو مسلمانوں کے دینیاتی مناقشات کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں، ملّتِ اسلامیہ کے اجتماعی و سیاسی انتشار کی علامت تصور کرتے ہیں۔ یہ ایک بالکل غلط تصور ہے۔ اسلامی دینیات کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فروعی مسائل کے اختلاف میں ایک دوسرے پر الحاد کا الزام لگانا باعث انتشار ہونے کی بجائے دینیاتی تفکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے"۔

لاڈلے شاعر کی "ضرب کلیمی"

کیا یہ ایک شاعرانہ نازک خیالی نہیں کہ وہ روگ جس نے جسم انسانی کو گھن کی طرح کھا لیا ہے۔ اور جس نے اسلامی اتحاد اور سالمیت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے علامہ کے نزدیک "دینیاتی تفکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے" درحقیقت علامہ نے قادیانی احمدیوں کے اس اعتراض کو ٹالنے کی کوشش کی ہے کہ جو الزام تکفیر کا ہم پر لگایا جاتا ہے اس میں علماء کی تمام جماعتیں ملوث ہیں۔ علامہ کا کہنا ہے کہ اگر دیوبندی۔ بریلویوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اور ان سے باہمی تعلقات مناکحت اور روابط معاشرت حرام سمجھتے ہیں۔ تو یہ عین اسلام کا منشا ہے۔ اور اس سے تفکر کو اتحاد ملتا ہے۔ اور اگر بریلوی وہابیوں اور دیوبندیوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ ان کے جنازے پڑھنے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اور ان سے کسی قسم کے دینیاتی تعلقات کا قائم رکھنا کفر سمجھتے ہیں۔ تو یہ عین اسلام ہے۔ اس قسم کی لایعنی باتیں بیان کرنا اور اس پر کوئی دلیل نہ دینا صرف ایک لاڈلے شاعر کا کام ہو سکتا ہے۔ دوسرا کوئی معقول آدمی اس قسم کے نظریئے پیش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ "طلوع اسلام" کا وہ مایہ ناز مضمون ہے جس کے متعلق "پیش نظر" میں یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ :-

" علامہ اقبال نے اس بڑھتے ہوئے فتنے کی ہلاکت خیزیوں کا اندازہ کرتے ہوئے قرآن کی ضرب کلیمی کا ایک بھرپور وار کیا اور صرف ایک بیان سے مرزائیت کے کاغذی قلعے کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں "

لکھنے والا شاعر بھی ہو۔ قوم کا محبوب بھی ہو۔ پڑھنے والوں کی اس سے عقیدت بھی والہانہ ہو تو اسے ایسا ہی خراج تحسین ادا کیا جائے گا۔ ان گالیاں کھانے کے لئے بیچارے مسلم اور بخاری موجود ہیں۔ جو آئے دن طلوع اسلام کے صفحات میں زیر عتاب رہتے ہیں۔

تحریک احمدیت سے علامہ کی بیزاری کا سبب

۳۔ علامہ اقبال نے یہ بیان جس میں بقول طلوع اسلام "احمدیت کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں" ۱۹۳۵ء میں دیا۔ مگر احمدیت سے ان کی بیزاری ان کے اپنے قول کے مطابق اس وقت ہوئی۔ جب ایک نئی نبوت کا دعویٰ کیا گیا۔ ان کے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں جو اس کتابچہ کے صفحہ دس پر درج ہیں :-

" ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا۔ جب ایک نئی نبوت بانیٔ اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر کا دعوےٰ کیا گیا۔ اور تمام مسلمان کافر قرار دیئے گئے "

اب ظاہر ہے کہ یہ دعوےٰ بانیٔ تحریک اپنی زندگی میں ہی کر سکتا تھا۔ اور وہ تو ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ گویا علامہ اقبال ۱۹۰۸ء سے پیشتر ہی اس تحریک سے بیزار ہو گئے تھے۔ مگر افسوس کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۳۴-۳۵ء تک انہوں نے کبھی اپنی بیزاری کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ ۱۹۱۱ء میں یعنی بانیٔ تحریک کی وفات کے تین سال بعد انہوں نے علیگڑھ کالج کے مقام پر احمدیت کی تعریف میں دریا بہا دیئے اور کہا کہ :-

" اگر کہیں ٹھیٹھ اسلامی نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں جا کر دیکھو "

بالفاظ دیگر ۱۹۱۱ء تک علامہ اقبال [illegible] کے مداح تھے چنانچہ اس کتاب کے صفحہ دس پر [illegible] ان ہی اس

تقریر کا یوں جواب دیتے ہیں :-

"مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس نہ وہ لٹریچر اصل انگریزی میں محفوظ ہے نہ اس کا وہ اُردو ترجمہ جو مولانا ظفر علی خاں نے کیا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ تقریر میں نے ۱۹۱۱ء یا اس سے قبل کی تھی۔ اور مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی پیشتر مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی"

بیزاری کب ہوئی اور [illegible] ؟

کیا ۱۹۱۱ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت کے مدعی نہ تھے ؟ کیا وہ اپنے منکرین کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھتے تھے ؟ اور اسی لئے علامہ صاحب ان سے بیزار نہ تھے ؟ بلکہ ان کے مداح تھے ۱۹۳۴ء تک انہوں نے مرزا صاحب کی شان میں کبھی کوئی گستاخی نہیں کی۔ یہاں تک ۱۹۳۳-۳۴ء میں جب راجہ کشمیر کے خلاف مسلمانوں میں ایجی ٹیشن پیدا ہوئی۔ اور ...... کشمیر کمیٹی کے نام سے ایک مجلس معرض وجود میں آئی تو علامہ اقبال نے تمام ہندوستان میں سے صرف مرزا بشیر الدین محمود احمد کو اس کمیٹی کی صدارت کے لئے موزوں ترین انسان سمجھا اور خود صدارت سے مستعفی ہو کر مرزا صاحب کو یہ عہدہ پیش کیا۔ بعد میں دونوں اصحاب کے درمیان کچھ سیاسی اختلاف پیدا ہوا۔ اور اس کے نتیجہ میں یہ بیان بازی شروع کر دی۔ اور احمدیوں کو سیاسی فوائد سے محروم کرنے کے لئے مذہب کی آڑ لی گئی اور آخر ملاؤں کی طرح کفر کے تیر برسائے جانے لگے جو کہ ظلم و ستم کے آخری ہتھیار ہیں۔

رویہ میں تناقض کا اعتراف

علامہ اقبال صاحب اپنے اس رویہ کی اس حیرت انگیز تبدیلی کے جواز میں یہ الفاظ لکھتے ہیں :-

"اگر میرے موجودہ رویہ میں کوئی تناقض ہو تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے۔ بقول ایمرسن صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے"

پورے ۲۳ برس سے زائد عرصہ تک تو علامہ صاحب پتھر بنے رہے اور ۱۹۳۴ء میں جا کر وہ انسان بنے اور اس کے چار سال بعد اپنے خدا سے جا ملے۔ اگر وہ زندہ رہتے تو شاید اپنی اس رائے کو بھی بدل دیتے اور پتھر سے پھر انسان اور شاید بہتر انسان بن کر نکلتے!!

بہائیت اور قادیانیت

علامہ اقبال کے دل میں جب تحریک احمدیت کے متعلق خطرناک عناد پیدا ہوا تو وہ آپے سے باہر ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہیں یہ الفاظ لکھنے پڑے جو ہم اس کتاب زیر بحث کے صفحہ ۱۲ سے نقل کر رہے ہیں :-

"اس قبیل اسلامی موبدیت نے حال ہی میں جن دو صورتوں میں جنم لیا ہے۔ میرے نزدیک اس میں بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے، کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن مؤخر الذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے"۔

اب ظاہر ہے کہ باب اور بہاء اللہ دونوں کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ دنیا میں مظہر الوہیت ہیں۔ اور یہ درجہ نبوت کے درجہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ان کا خیال تھا کہ خدا نے قرآن کی شریعت کو منسوخ کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ انسان کی بڑھتی ہوئی اور ترقی یافتہ ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی اور ان دونوں صاحبوں کے ذریعہ نئی شریعتیں نازل ہوئی ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہونا نسل انسانی کے لئے ضروری ہے۔ ان دعووں اور نظریوں کو علامہ اقبال صاحب اخلاص پر مبنی سمجھتے ہیں۔ قرآن کو دنیا سے مٹا دینے کی جد وجہد کرنا ان کے نزدیک نیک نیتی اور اخلاص کا ایک نمونہ ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کی شریعت کو معزول کر کے مظہران الوہیت کے شادیانے بجانا ان کے نزدیک ایک اخلاص پر مبنی عمل ہے۔ مگر وہ لوگ جو خدا کے کلام یعنی قرآن کریم میں برخلاف عقیدہ علماء ناسخ منسوخ کے بھی قائل نہیں۔ اور الحمد سے لے کر والناس تک کے تمام قرآن کو واجب تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کی اشاعت میں دن رات منہمک ہیں۔ اس کے ترجمے تفسیریں تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے اپنے تبلیغی مراکز قائم کئے ہوئے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور تمام دیگر ارکان اسلام کو پوری تن دہی سے ادا کرتے ہیں۔ علامہ کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ کیونکہ ان کے ان اعمال سے روح اسلام مسخ ہوئی جاتی ہے۔

علامہ کا دماغی توازن

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تحریک احمدیت کے متعلق جب علامہ نے قلم اٹھایا تو ان کے توازن دماغی کی کیا کیفیت تھی۔ اور ان سے کیوں اس قسم کی بہکی بہکی سی باتیں صفحہ قرطاس پر ثبت ہوئیں اور ہم حیران ہیں کہ طلوع اسلام والے علامہ کے اس مضمون سے کیوں عہد اسلامی کو مسموم کرنا چاہتے ہیں۔

انکار ختم نبوت اور علیحدگی پسندی کا الزام

۵۔ علامہ نے احمدیوں کے ایک فریق پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ

(۱) ختم نبوت کے قائل نہیں۔

(۲) ان کی تحریک علیحدگی پسند ہے۔ یعنی وہ مسلمانوں کے ساتھ نمازیں نہیں پڑھتے اور ان سے معاشرتی تعلقات مثلاً نکاح وغیرہ منقطع کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں :-

"خود احمدیت کا استدلال جو قرون وسطےٰ کے متکلمین کے لئے زیبا ہو سکتا ہے۔ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی پیدا ہو سکے تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی۔ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی۔ خود اپنی نبوت کو پیش کرتا ہے۔ لیکن آپ اس سے پھر دریافت کریں کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ خیال اس بات کے برابر ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں میں آخری نبی ہوں"

ختم نبوت کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا مذہب

جہاں تک ختم نبوت کا تعلق ہے ہم مرزا صاحب کے لٹریچر سے ہزاروں حوالے اس امر کے ثبوت میں پیش کر سکتے ہیں۔ کہ وہ ختم نبوت کے لفظاً و معناً کماحقہ اتماماً قائل تھے اور ان کے نزدیک حضور کے ظہور کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ اور جس بات کے اجراء کے وہ قائل تھے۔ وہ صرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہے جو قیامت تک کے لئے جاری رہے گا۔

کیا جمہور مسلمانوں کا اعتقاد ختم نبوت کے منافی نہیں

لیکن ہم علامہ کے ہم خیال لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا مسلمانوں کی غالب اکثریت ...... ان کے اکثر علماء فقہاء ان کے پیران طریقت۔ مشائخ حقیقت۔ مفتیان کرام و مرشدان عظام۔ اس بات کے قائل نہیں کہ رسول اللہ کے بعد ابھی ایک نبی آنے والا ہے۔ جو حقیقی نبی۔ صاحب کتاب نبی ہے۔ اپنا علیحدہ کلمہ اور قبلہ رکھنے والا نبی ہے۔ صاحب شریعت ہے۔ اور جس کی علیحدہ اپنی امت ہے۔ کیا ایسے نبی کے آنے سے ختم نبوت کے عقیدہ پر کوئی کاری ضرب نہیں لگتی ؟ اور کیا آنے والا ایسی صورت میں مسلمانوں کے نزدیک آخری نبی نہیں ہوگا ؟

اسلامی فرقوں کی علیحدگی پسندی

اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس امت میں ایک فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ والوں کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے۔ جنازے نہیں پڑھتے۔ اور تعلقات مناکحت قائم نہیں کرتے۔ تو کیا ان حالات میں علامہ اقبال کے بتلائے ہوئے معیار کے مطابق ان فرقوں کو علیحدہ غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دینا چاہیئے ؟ اور اگر سب کے سب غیر مسلم قرار دیئے گئے۔ تو پھر مسلمان باقی کون رہ جائے گا۔ قرآن کو ترک کر کے اگر شاعر کی پیروی شروع کر دی جائے تو اس کا نتیجہ فی کل وادٍ یھیمون ہی ہوگا۔

اسلام کی ایک تعریف

علامہ اقبال نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے اسلام کی ایک تعریف پیش کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

"اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے

محدود مقرر ہیں یعنی وحدتِ الوہیت پر ایمان انبیاء پر ایمان اور رسول کریم کی رسالت پر ایمان دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے۔ کہ کوئی فرد یا گروہ ملتِ اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن انہیں ملتِ اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ قادیانیوں کی طرح انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حدِ فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔"

دینے اور لینے کے مختلف ترازو

ان الفاظ کو پڑھنے والے خوب جانتے ہیں۔ کہ قادیانیوں کا منقسم گروہ بھی اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ تشریعی نبوت بہرحال ختم ہے اور قرآن کریم خاتم الکتب ہے۔ اور اسلام آخری دین ہے اور وہ مرزا صاحب کی نبوت کو محض ظلی بروزی، مجاز، استعارہ اور لغوی معنوں تک محدود کرتے اور ختم نبوت کے ان معنوں میں قائل ہیں کہ آنحضرت صلعم کا فیض قیامت تک جاری ہے اور کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کے زمانۂ نبوت کو ختم اور آپ کی شریعت کو منسوخ کر دے مگر مسلمانوں کی اکثریت کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ آنے والا نبی براہ راست نبی ہوگا جس کی وحی وحیٔ نبوت ہوگی۔ اگر اسی معیار پر ان کو بھی پرکھا ہے تو پھر قادیانیوں اور دوسرے مسلمانوں میں کیوں فرق کیا جاتا ہے۔ بلکہ مسلمان زیادہ شدت سے ختم نبوت کے منکر ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے ان بڑے سے بڑا آدمی بھی جب مذہب کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اس کے ہاں جانچنے اور پرکھنے کے مختلف ترازو ہوتے ہیں جن بٹوں سے وہ اپنے ہم خیال یا معتقدین کو تولتا ہے ان بٹوں سے مخالفین کو وزن نہیں کرتا ذاتی مخالفت کی بنا پر تمام معیار یکسر بدل جاتے ہیں تنقید کی کسوٹیاں مختلف ہو جاتی ہیں اور اصول پسندی اور معدلت گستری سے انحراف ہو جاتا ہے۔

ایک اور خطرناک منطقی مغالطہ

برہمو سماج سے قادیانیوں کو جو مماثلت دی گئی ہے یہ بھی ایک خطرناک منطقی مغالطہ اور فریب ہے۔ برہمو سماج صرف زبان سے پیغمبر اسلام کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں مگر حضور کے پیغام کو جو قرآن کریم ہے۔ اپنی زندگی کے لئے دستورِ عمل تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی اسے اللہ کا کلام یقین کرتے ہیں اصل چیز کلامِ الٰہی ہے۔ اور اس پر ایمان اور یقین ہر کسی کو مسلمان بناتا ہے اور اس سے انکار مستلزم کفر ہے۔ اور اسی پر تمام امت کے افراد اور فرقے جمع ہو سکتے ہیں۔

جامع الناس پیغام

افسوس کہ اس جامع الناس پیغام کو ماننے والے ہی محض ذاتی اغراض اور ہوس پرستی کے ماتحت اسلام سے خارج کئے جا رہے ہیں۔ اگر قرآن ہی مسلمانوں کے تمام فرقوں اور تمام جماعتوں کو جمع نہیں کر سکتا، تو پھر کوئی اور چیز قدرِ مشترک کے طور پر اس امت میں موجود ہی نہیں۔ کیا پرویز کی ذات پر امت جمع ہو سکے گی یا اقبال کی شاعری پر تمام فرقوں کا اتحاد ہوگا۔ خدارا قرآن کریم کے احترام کو تو قائم رکھئے اور اپنی ذاتی آراء کو وہ اہمیت نہ دیجئے جس کی وہ مستحق نہیں ہیں۔

آہ! ہمارے زعماء کی ان حرکات پر آسمان حیران اور فرشتے سرگرداں ہیں۔ اور خود حضور احمدیت مآب بھی افسردہ خاطر ہیں ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

آغاخانی عقائد اور علامہ اقبال

۶۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ آغا خاں کے مرید اسے نبی سے بڑھ کر کوئی درجہ دیتے ہیں۔ وہ اسے معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں۔ اس کے پاس ان کے لئے بہشت کا پاسپورٹ ہے اور وہ بہشت کے مختلف مدارج اور منازل کو مختلف لوگوں میں مختلف طور پر الاٹ کرتا ہے ان کی عبادتگاہیں مساجد نہیں بلکہ مجالس خانے ہیں۔ ان کی شریعت اسلامی شریعت سے مختلف ہے۔ ان کے ہاں کوئی شادی سر آغا خاں کی منظوری اور موجودگی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس کا حکم ان کے لئے بمنزلہ شریعت کے ہے باایں ہمہ ہمارا یہ شاعرِ مشرق آغا خاں کے حضور درباری کورنش ان الفاظ میں بجا لاتا ہے اور ہم جانتے ہیں۔ کہ وہ کیوں ایسا کرتا ہے۔ لیکن ہم اسے سرِدست پردۂ اخفاء میں ہی رکھتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے

"ہز ہائی نس آغا خاں کے متعلق میں دو ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں۔ میرے لئے اس امر کا معلوم کرنا دشوار ہے کہ پنڈت جواہر لال نے آغا خاں پر کیوں حملے کئے۔ شاید وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ قادیانی اور اسماعیلی ایک ہی زمرے میں شامل ہیں۔ وہ اس بات سے بذاتہٖ بے خبر ہیں کہ اسماعیلیوں کی دینیاتی تاویلات کتنی ہی غلط ہوں پھر بھی وہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اسماعیلی تسلسل امامت کے قائل ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک امام حاملِ وحی نہیں ہوتا ہے وہ محض قانون کا مفسر ہوتا ہے۔"

فرقہ اسماعیلیہ طلوعِ اسلام کی نظر میں

آؤ اسی آغا خان کے اسماعیلیہ فرقہ کے متعلق طلوعِ اسلام کے خیالات کا مطالعہ کریں اور پھر دیکھیں کہ پیر اور مرید یعنی علامہ اقبال اور اس کی پرویزی امت کے زاویہ نگاہ میں کیا فرق ہے۔

ملاحظہ ہو طلوعِ اسلام اگست ۱۹۵۴ء صفحہ ۶۳

کوئی صاحب ہیں ڈاکٹر زاہد علی وہ سابق پروفیسر عربی اور وائس پرنسپل نظام کالج حیدر آباد دکن تھے۔ انہوں نے ایک کتاب "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" لکھی ہے بقولِ طلوعِ اسلام وہ اسماعیلی ہیں اور ان کی عمر اپنے مذہب کی کتابوں کی جستجو اور مطالعہ میں گزری ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ان کتابوں کے اصلی اقتباسات دے کر اس مذہب کی تعلیم کو زیرِ نظر کتاب میں درج کر دیا ہے"۔ آغا خانی مذہب کا خلاصہ طلوعِ اسلام ہمیں یوں سناتا ہے:۔

"مختصر الفاظ میں سن لیجئے۔ کہ ان کے نزدیک لا الٰہ الا اللہ کے معنی ہیں لا امام الا امام الزمان (۲) قرآن کی آیت لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا میں اللہ سے اشارہ امام کی طرف ہے (۳) ھو اللہ الخالق الباری المصور سے مراد عقلِ اول یا امام الزمان ہیں۔ (۴) عالم الغیب والشہادۃ سے مقصود مولانا قائم ہیں۔ جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے (۵) سورۂ اخلاص میں آنحضرت صلعم اور آپ کے اہلِ بیت کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں (۶) شرک کے معنی اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا نہیں۔ بلکہ ایک امام کی دعوت کے ساتھ کسی دوسرے امام کی دعوت کو ملانا ہے (۷) رسول اللہ کی حیثیت ایک مستودع کی ہے اور حضرت علی رض مستقر۔ (۸) رسول اللہ کے بعد ایک ساتواں رسول پیدا ہوا تھا جو اس مذہب کا بانی (محمد بن اسمٰعیل) تھا۔ (۹) انبیاء تمام (بشمول رسول اللہ کے) گنہگار ہیں اور صرف ان کے امام معصوم ہیں۔ (۱۰) حضرت علی رض۔ رسول اللہ کے ساتھ رسالت میں شریک تھے۔ (۱۱) حضرت علی رض اور دیگر آئمہ کا رتبہ رسول اللہ سے چار درجے بڑا ہے (۱۲) اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ سے ان کے مذہب کے اول امام محمد بن اسمٰعیل کی رسالت کی شہادت مراد ہے۔ (۱۳) قرآن کریم انجیل وغیرہ کی طرح محرف کتاب ہے (۱۴) شریعتِ اسلام ۱۳۳ھ میں ان کے امام اول کے ہاتھوں معطل ہو چکی ہے۔ اور اب معطل ہی رہے گی۔ (۱۵) اب مذہب کی بنیاد باطنی شریعت پر ہے۔ جس کے رازداں آئمہ ہیں۔ (۱۶) قرآنی آیات کے معنی وہ نہیں جو ان کے الفاظ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ بلکہ وہ ہیں جو تاویل کی رو سے ان کے آئمہ نے کئے۔ ان تاویلات کی بڑی عجیب و غریب مثالیں کتاب میں درج کی گئی ہیں (۱۷) امام سے اگر فواحش و منکرات کا بھی ارتکاب ہو جائے تو بھی اس کی امامت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وغیرہ وغیرہ ساری کتاب میں اسی قسم کے معتقدات کی تفاصیل اور ان کی مثالیں .... درج ہیں۔"

ان سب اسماعیلی عقاید کو نقل کرتے ہوئے طلوع اسلام حاشیہ میں لکھتا ہے کہ :۔

" ہم یہ سب کچھ دل پر جبر کرکے نقل کر رہے ہیں اور فقرے فقرے پر معاذاللہ کہتے ہوئے اس کا اعلان کرتے ہیں کہ نقلِ کفر کفر نہ باشد"

احمدیت کے عقائد اور کام

یہ ہے آغاخانی مذہب جس کی تعریف علامہ اقبال بڑے زور شور سے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور اسے احمدیت پر ترجیح دیکر اسے اسلامی فرقہ اور احمدیت کو اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں، حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ اسلامی دنیا میں احمدیت وہ پرمنظم جماعت ہے جس نے مسلمانوں کے ہزار سالہ جمود کے بعد :۔

(ا) قرآن شریف کا بھولا ہوا سبق لوگوں کو سکھایا۔ قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر مغربی زبانوں میں شائع کیں۔ اور مساجد میں قرآن کریم کے درس دینے شروع کئے تا آنکہ اب ان کے دیکھا دیکھی مسلمانوں کے اندر درس قرآن کا ایک ولولہ اور جوش پیدا ہو گیا ہے۔

(ب) احمدیت نے صحابہ کرام کی عزت اور توقیر قائم کی۔ اور ان کے عظیم الشان کارنامے کتابوں کی شکل میں تمام دنیا میں شائع کئے۔ اور اسلامی تاریخ کا شاندار حصہ بخلاف عقیدہ اہلِ تشیع نہایت آب و تاب سے علمی دنیا میں نشر کیا۔

(ج) حدیث کا صحیح مقام متعین کیا۔ قرآن کریم کو یقینی اور حتمی کتاب قرار دیا اور حدیث کو قرآن کے تابع رکھا اور اُصول قرآن کی روشنی میں حدیث کے مضامین کو پرکھا۔

(د) اس امت میں ایک آنے والے کے تصور کو معقولیت کی بنیادوں پر استوار کیا۔ جانے والے اسرائیلی مسیح کے صحیح حالات دنیا کے سامنے رکھے۔ اور اس کو وفات شدہ ثابت کیا۔ آنے والے مسیح کی پیشگوئیوں پر سے پردہ اُٹھایا اور اسے اسی امت کا ایک فرد قرار دیا جو نورِ محمدی سے کسب انوار کرتا ہے اور نبی متبوع صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر اپنی زندگی کو ڈھالتا ہے۔ اور قرآن کریم کو خاتم الکتب سمجھتا ہے۔ اور شریعت اسلامی کو آخری الہامی شریعت قرار دیتا ہے اور اسی کا غلبہ تمام ادیانِ عالم پر دیکھنا چاہتا ہے۔ جس کا اصل مقام امتی کا ہے اور محض پیشگوئی کا مصداق اور مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہونے کی وجہ سے بروئے حدیث استعارۃً نبی کہلایا۔

(س) احمدیت کی نمازیں، روزے۔ حج اور زکوٰۃ۔ غرضکہ تمام ارکان اسلام بالکل وہی ہیں جو تمام عالم اسلام میں رائج ہیں۔ اصل اسلامی تعلیم اور اسلامی روح کے احمدی نہ صرف خود حامل ہیں بلکہ تمام اکنافِ عالم میں اس کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں اور ہمارے علماء مساجد کے حجروں میں بیٹھے ان پر فتاوے کفر صادر کرتے رہتے ہیں۔

(ص) احمدیت غلبۂ اسلام کی متمنی ہے اور تمام دنیا کو حلقہ بگوشِ اسلام بنانا چاہتی ہے۔ جس کے لئے اس نے جابجا تمام دنیا میں تبلیغی مراکز کھولے ہوئے ہیں۔

(ض) احمدیت تمام اولیاء اللہ مصلحین امت مجددین اور محدثین کی عزت کرتی ہے اور نبوت کو ختم سمجھتی ہے۔ مگر وحی ولایت کے ذریعے انسان کا اللہ تعالےٰ سے تعلق ہمیشہ کے لئے جاری یقین کرتی ہے۔

(ط) احمدیت کے ہاں کلمہ طیبہ کا بڑا احترام ہے۔ اور اس کے بانی کی نظروں میں کوئی شخص جو توحید باری اور نبوت محمدیہ پر ایمان رکھتا ہے دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے منکرین کو بھی کافر نہیں کہتا بشرطیکہ وہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہوں۔

شاعرانہ ذہنیت پرویز کی نظر میں

اس جماعت کے مقابلہ پر آغاخان کی جماعت کو ترجیح دینا اور احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کا مطالبہ کرنا اور آغاخان کی جماعت کو پکے مسلمان قرار دینا صرف ایک شاعر ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ اور شاعروں کے متعلق مثنوی اسرار خودی کی تفسیر کرتے ہوئے پرویز صاحب اپنے تازہ ترین طلوع اسلام مؤرخہ ۲۳ جولائی ۱۹۵۵ء میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ جس سے ہمارا مقصد زیادہ بیّن طور پر واضح ہو جاتا ہے :۔

" قرآن اسے شاعرانہ ذہنیت قرار دیتا ہے انہی کے متعلق وہ کہتا ہے کہ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ (۲۶/۲۲۵) کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں ہائم کی طرح سرگرداں پھرتے ہیں؟ ہیام اونٹوں کی ایک بیماری ہوتی ہے جس میں انہیں جھوٹی پیاس اس قدر ستاتی ہے کہ وہ جنگلوں اور میدانوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور کسی چشمہ پر بھی ان کی پیاس نہیں بجھتی۔ یہی حالت شاعرانہ ذہنیت رکھنے والوں کی ہوتی ہے جذبات پرستی اور حصول شہرت کی جھوٹی پیاس انہیں مختلف وادیوں میں لئے لئے پھرتی ہے اور کسی مقام پر بھی ان کی پیاس نہیں بجھتی۔ ان کی ساری عمر اسی دشت پیمائی اور صحرا نوردی میں گذر جاتی ہے۔ پھر ان کے قول و فعل کے تضاد کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ (۲۶/۲۲۶) وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جنہیں خود کرکے نہیں دکھاتے۔ یہ تو رہے شاعرانہ ذہنیت رکھنے والے باقی رہے ان کے متبعین سو ان کے متعلق ارشاد ہے وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (۲۶/۲۲۴) ان کے پیچھے وہی لوگ لگتے ہیں۔ جو خود راہ گم کردہ ہوتے ہیں۔ ان کی مثال ٹڈی دل کی ہوتی ہے۔ تعداد کے لحاظ سے تو بجلی تھا لیکن مقصد محض تخریب۔ نہ کوئی منزل مقصود نہ متعین راستے۔ ان کی زندگی بھی ذہنی آوارگی اور قلبی انتشار میں گذر جاتی ہے نہ اور کی گولی نہ آپ جوگے۔

یہ ہے وہ شاعرانہ روشِ زندگی جس کے متعلق قرآن نے کہا ہے، کہ یہ کسی پیغامبر کے شایانِ شان نہیں ہو سکتی وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ہم نے پیغمبر کو شاعری نہیں سکھائی، نہ ہی یہ بات اس کے شایانِ شان تھی، اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ (۳۶/۶۹) یہ تاریخ کی ٹھوس حقیقتیں اور ایک واضح ضابطہ حیات لے کر آیا ہے لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا (۳۶/۷۰) تاکہ جس شخص کے اندر زندگی کی کوئی رمق بھی باقی ہے۔ یہ اسے غلط روش کی ہلاکت سامانیوں سے آگاہ کر دے یہ ہے فرق شاعرانہ ذہنیت اور پیغمبرانہ روشِ حیات میں"

امت محمدیہ کی یہود سے مماثلت

(ح) بانی تحریک احمدیت نے بار بار اپنے لٹریچر میں لکھا ہے کہ علماء اسلام کو علمائے یہود سے مشابہت ہے اور امت محمدیہ بھی ملت یہودیہ کی تقلید کر رہی ہے۔ قرآن کریم نے نبی کریم کو مثیل موسےٰ کہا ہے اور جس طرح یہودیوں میں ایک ہزار تین سو برس کے بعد ایک مسیح کا ظہور ہوا تھا۔ اسی طرح مسلمانوں میں بھی ایک مسیح محمدی کا ظہور ہوا ہے۔ احادیث میں بھی اس مماثلت کی بڑی تفاصیل دی گئی ہیں۔ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں میں جب اسپانوزہ کا ظہور ہوا تھا، تو اس وقت ان کے عقائد بالکل بگڑ چکے تھے۔ وہ اپنے آپ کو خدا کی ایک لاڈلی جماعت سمجھتے تھے، نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ۔ کا نعرہ لگاتے تھے۔ اور حضرت عزیر کو ابن اللہ خیال کرتے تھے، ان کے ہاں توحید مٹ چکی تھی اور اس کی جگہ نفس پرستی اور شرک نے لے لی تھی۔ ایسے وقت میں اسپانوزہ کا ظہور ہوا وہ خدامست اور خدا پرست تھا۔ یہودیوں کے علماء سُوء نے اسے یہودیت سے خارج کرنے کا فتوےٰ دے دیا۔

شاعر کے قلم کا بے ساختہ پن

چنانچہ علامہ اپنے اسی زیر بحث مضمون میں لکھتے ہیں :۔

" ایمسٹرڈم میں یہودیوں کی حیثیت ایک اقلیت کی تھی اس لحاظ سے وہ اسپانوزہ کو ایسی انتشار انگیز ہستی سمجھنے میں حق بجانب تھے۔ جس سے ان کی جماعت بکھر جانے کا اندیشہ تھا۔ اسی طرح مسلمانان ہند یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ تحریک قادیانیت جو تمام دنیائے اسلام کو کافر قرار دیتی ہے اور اس سے معاشرتی تعلقات کا مقاطعہ کرتی ہے مسلمانان ہند کی حیات ملی کے لئے اسپانوزہ کی اس مابعد الطبیعات سے زیادہ

خطرناک ہے۔ جو یہود کی حیات ملی کے لئے تھی؟"
ہمیں تعجب ہے کہ علامہ اقبال جمہور مسلمانوں کو یہود سے مماثلت دے رہے ہیں اور خدا پرست اور موحد اسپانوزہ کو بانی تحریک احمدیت سے تشبیہہ دے رہے ہیں کیا یہ شاعر کے قلم کا بیساختہ پن ہے جو بعض اوقات اپنے ذاتی عقائد کے باوجود حقائق رقم کر جاتا ہے؟

طلوع اسلام کی طفلانہ تعلّی

۸۔ یہ ہے وہ معرکۃ الآرا مضمون جس پر ادارۂ طلوع اسلام کو بڑا ناز ہے، اس مضمون کے "پیش نظر" میں یہ اعتراف موجود ہے۔ کہ اس مملکت کے علماء پچاس برس تک احمدیوں سے مناظرے اور مجادلے کرتے رہے اور اس عرصہ میں قادیانیوں کا عقیدہ اجرائے نبوت جسد ملت کو مسموم کرتا چلا گیا۔ مگر علامہ اقبال اور اس کے حواری اور پرویز اور اس کا ادارۂ طلوع اسلام خاموشی سے یہ نظارہ دیکھتے رہے۔ اور ان کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ صرف ایک دو گھنٹے صرف کر کے قرآن کی ضرب کلیمی کا ایک بھرپور وار کر دیتے اور "مرزائیت" کے کاغذی قلعے کی دھجیاں بکھیر دیتے ملاحظہ ہو الفاظ ذیل میں لکھنے والے نے کس کبر اور نخوت سے کیسی طفلانہ تعلی کا مظاہرہ کیا ہے:۔

"ہمارے دور میں اس اسلام کش عقیدت کا چشمہ سرزمین قادیان سے پھوٹا اور جسد ملت کو بڑی طرح مسموم کرتا چلا گیا۔ مولوی صاحبان پچاس برس تک مرزائیوں سے مناظرات کرتے رہے۔ لیکن نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ نکلا کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

علامہ اقبال کی روش اور طریقۂ عمل

مگر حیرت ہے کہ ڈاکٹر اقبال .... اور ان کے وابستگان دامن کے سامنے مسلسل پچاس برس تک جسد اسلامی مسموم ہوتا رہا اور مولوی صاحبان بےبسی کے میدان میں شکست پر شکست کھاتے رہے، اور احمدیوں کو فتوحات پر فتوحات ہوتی رہیں۔ حتیٰ کہ تمام معاشرہ "زہر آلود" ہو گیا اور علامہ اقبال جن کے پاس ایک پاک "تریاق" موجود تھا۔ جو ایک دو گھنٹہ کی محنت سے دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکتا تھا۔ اس سارے ڈرامہ کو عجب غور سے دیکھتے رہے۔ اور علماء اسلام کے نازک حال پر انہیں رحم نہ آیا۔ بلکہ خود علامہ احمدیوں کے جلسوں کی صدارتیں کرتے رہے اور احمدیہ بلڈنگس میں احمدیہ جماعت لاہور کی مرکزی مسجد میں ان کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اپنے اس مایہ ناز مضمون کے شائع ہونے سے کچھ عرصہ قبل کرسی صدارت پر بیٹھ کر اپنے ارشادات عالیہ سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے بلکہ ۱۹۱۱ء میں تمام دنیا کے سامنے یہ اعلان بھی کر دیا کہ "اگر ٹھیٹھ اسلامی نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو سرزمین قادیان میں جاؤ" اور اپنے لخت جگر کو اسلامی تعلیم پانے کے لئے قادیان کے مدرسہ ..... میں داخل کر کے اپنی عقیدت مندی کا عملی نمونہ بھی لوگوں کو دکھا دیا۔ اور بقول مولانا غلام محی الدین صاحب قصوری ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور خود مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت بھی اختیار کر لی۔ اور مرتے دم تک اس بیعت کے انفساخ کا اعلان تک نہیں کیا۔

دھجیاں بکھری ہوئی جماعت کی مضبوطی

یہ ہے اس بیان کی حقیقت جس نے بقول ناظم ادارۂ طلوع اسلام "مرزائیت کے کاغذی قلعے کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں" اور یہ دھجیاں بکھری ہوئی جماعت ۱۹۵۳ء میں ایسی ہیبت ناک صورت اختیار کر گئی کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ان کے تمام ملا، ان کے تمام لیڈر، ان کی تمام جماعتیں، ان کے تمام مشائخ، ان کے تمام قضاۃ و حفاظ۔ ان کے تمام شعراء اور صحافی اور صوبائی حکومت کی تمام مشینری اور حکام وقت کے تمام اختیارات شورش پسند عوام کی تائید اور تعاون میں صرف ہونے لگے۔ تا آنکہ صوبہ کے ہر شہر کی گلیوں میں بازاروں میں، محفلوں میں، مسجدوں میں، اشتعال انگیزی کا ایک مسلسل اور مبہم پروگرام عمل میں آیا اور جلسوں جلوسوں نے بے پناہ ہجوم میں احمدیت کو کچل ڈالنے کی آخری لڑائی لڑی جانے لگی۔ مگر خدا کی شان دھجیاں بکھری ہوئی جماعت جوں کی توں نہ صرف قائم رہی بلکہ پہلے سے مضبوط تر اور پاکیزہ تر ہو کر نکلی۔

ناکام و نامراد مخالفت

دوسری طرف مرکزی حکومت کی مقرر کردہ تحقیقاتی عدالت نے دشمنان احمدیت کے کردار کو ایسا واشگاف کیا۔ کہ لوگ اپنے زعماء کرام کو عریاں دیکھ کر شرمسار ہونے لگے اور مجلس عمل اور احراری رہنماؤں کے درمیان احمدیت کے خلاف ایجی ٹیشن کے متعلق ایسی گھٹیا درجہ کی لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ کہ اس کی تفصیلات پریس میں شائع ہو کر تمام ملت کی جگ ہنسائی کا موجب ہو رہی ہیں یہاں تک کہ اب ان جماعتوں نے ایک دوسرے کے خلاف عدالتوں میں مقدمات بھی دائر کر دیئے ہیں اور مولانا مودودی کو اپنے اخبار میں یہ عبرتناک الفاظ رقم کرنے پڑے کہ "اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکے"

اس تمام ایجی ٹیشن کے نتائج کو ان الفاظ سے بڑھکر کسی اور جامع طریق پر بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ مخالفت تائید الٰہی سے یقیناً محروم رہی اور انشاء اللہ آیندہ بھی اس قسم کی مخالفت ناکام و نامراد ہی رہے گی۔

علامہ اقبال ہماری نظر میں

ہمارے دل میں علامہ اقبالؒ کی بڑی عزت ہے ہمیں ان کی خدمات اسلامی کا اعتراف ہے اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے لٹریچر کو ایک خوبصورت موڑ سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔ جس کے پیران کا قادیانیوں کے متعلق یہ مضمون ہے۔ ان کے مشیروں نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ انہیں اس قسم کی پست سطح کی تکفیر بازی پر اکسایا اور ایسا گھٹیا مضمون ان کی قلم سے لکھوایا۔ غالباً اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے مشیروں سے بچانے کے لئے اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جلدی ہی اس دنیا سے اٹھا لیا۔

آخری غور طلب بات

ہم اپنے مضمون کی اس قسط کو علامہ اقبال کے مضمون کے جواب تک محدود کرتے ہیں۔ اور طلوع اسلام والوں کی بھیجی ہوئی کتاب کے دوسرے حصہ یعنی ختم نبوت از جناب پرویز صاحب کا جواب آیندہ قسطوں میں دیں گے۔ ہم احمدی اور غیر احمدی دنیا سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ پھر علامہ اقبال کے مضمون اور اس پر ہمارے خیالات کو شخصیات سے علیحدہ ہو کر ٹھنڈے دل سے پڑھیں گے اور پھر تحریک احمدیت سے انصاف کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر یہ تحریک دنیا میں اسلام کا نام روشن اور ذکر الٰہی کو بلند کر رہی ہے، تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس سے تعاون کریں اور کم از کم اس کے تبلیغی مشن میں روڑے تو نہ اٹکائیں اور اگر وہ یقین کرتے ہیں کہ اس تحریک سے دنیا میں اسلام بدنام ہو رہا ہے۔ اور اسے صرف ملا کے فتاوے ہی تقویت پہنچا سکتے ہیں تو وہ بے شک اس تحریک کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی کوشش کرتے رہیں اور ملا کے ہم نوا ہو کر کفر سازی کی مشین کو اور زور سے چلائیں۔

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

ہمارا لوکل محصل

احباب کی اطلاع کیلئے تحریر کیا جاتا ہے کہ لوکل محصل مولوی محمد علی صاحب کی عدم موجودگی میں خواجہ محمد صاحب کے سپرد تحصیل چندہ کا کام کیا گیا ہے۔ انکے پاس اس مقصد کیلئے دفتر کی طرف سے تصدیق نامہ بھی ہے۔ احباب اپنے چندے انہیں باخذ رسید دے سکتے ہیں۔

سیکرٹری

جمہوریت اسلامیہ پر ایک مختصر سا تبصرہ

حافظ محمد حسن صاحب چیمہ

میں نے "جمہوریت اسلامیہ" مصنفہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی متعدد کاپیاں مفت تقسیم کیلئے منگوائی تھیں۔ مگر میں خود اس کا جلدی مطالعہ نہ کرسکا۔ وکالت کی مصروفیتوں کی وجہ سے مجھے اسکے مطالعہ کا جلدی موقع نہ ملا۔ اس عرصہ میں مجھے اپنی جماعت کے احباب کی طرف سے بھی زیادہ گرم جوشی کا ثبوت نہ ملا۔ جس کا مجھے بہت افسوس ہے بہرحال اس کا مطالعہ تعویق میں پڑا رہا۔ تا آنکہ آج مجھے فرصت ملی اور میں نے اس پر ایک عمیق نگاہ ڈالی اور اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ اسکے مطالعہ کے بعد مجھ پر یہ اثر ہوا کہ اس عظیم الشان تصنیف کے شائع ہونے سے ہماری جماعت کا وقار علمی حلقوں میں یقیناً بڑھ جائیگا۔ اور ہمیں دربار الٰہی میں سجدہ ریز ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مرکز کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ اسکے امیر کے قلم سے ایک ایسی کتاب لکھی گئی جو وقت کی اہم ضرورت تھی اور جس میں حکومت کے تقریباً تمام شعبوں پر قرآن سے بالتفصیل بحث کی گئی ہے۔

نہایت سادہ اور دلآویز پیرایہ میں پیارے پیارے اور خوبصورت جملوں میں دلوں کو مسخر کرنیوالی قرآنی تعلیمات اس کتاب میں بیان کردی گئی ہیں۔ لکھنے والے کے دماغ میں نہ غرور و عجب ہے نہ کبر و نخوت۔ اس کا مطلب قرآن کا استیلا ظاہر کرنا ہے۔ نہ کہ اپنے زور قلم کا سکہ بٹھانا۔ اس میں نہ مودودی کی سی لفاظی ہے نہ پرویز کی تخیل پروری۔ قرآن میں جو کچھ لکھا ہے اسے برملا کہہ دیا ہے۔ یہ کوشش نہیں کی کہ اپنی رائے کے مطابق قرآن کی آیات کو توڑ موڑ کر پیش کیا جائے۔ لکھنے والا دنیا کو یہ دکھلانا چاہتا ہے کہ قرآن کریم کے انسانیت پر کس قدر احسانات ہیں کہ انسانوں کی ہر مشکل کو اس نے اضح اور بین طریق پر حل کردیا ہے۔ آجکل بعض نام نہاد اہل قرآن سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے زور قلم اور قوت تخیل سے قرآن پر کوئی احسان کررہے ہیں۔ اور اسے اپنے فن کی قوت سے پاپولر کر رہے ہیں۔

یہ کتاب بہت مفید اور پرمغز معلومات کا ذخیرہ ہے۔ ہماری جماعت کا فرض ہے اسکی زیادہ سے زیادہ اشاعت کا انتظام کرے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارا مرکز بالآخر اہل سیاست کیلئے بھی سرچشمہ ہدایت ثابت ہوا۔ یہ اس لئے ہے کہ قرآن ہمارے ہاتھ میں ہے اور ہمارے دلوں میں اس کی محبت ہے۔ آخر میں میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دیگر اہل قلم حضرات کو توفیق بخشے کہ ان کے ذریعے قرآنی علوم کے چشمے اُبلتے رہیں تاکہ عالم انسانیت کی روحانی پیاس کو بجھانے کا سامان مہیا ہوتا رہے۔

فقط آپ کا۔ چوہدری محمد حسن چیمہ۔ ایڈووکیٹ گجرات

چیمہ منزل گجرات کچہری روڈ

جمہوریت اسلامیہ کی مقبولیت

شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سابق ایڈیٹر الحکم کا تبصرہ

شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی سابق ایڈیٹر الحکم قادیان حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتاب "جمہوریت اسلامیہ" کے متعلق سکندرآباد دکن سے لکھتے ہیں:

مخدومی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں کچھ عرصہ سے بظاہر تندرست اور درحقیقت مریض اور بستر علالت پر ہوں۔ آج آپ کا جدید تحفہ ارمغان عید کی صورت میں ملا جزاکم اللہ احسن الجزا فی الدنیا والآخرۃ۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

میں نے بستر علالت پر اسے ابھی ختم کیا ہے اور رسید دے رہا ہوں، اس کے ایک ایک جملے پر بے اختیار جزاہ اللہ احسن الجزا۔ نکلتا تھا، آپ نے مملکت اسلامی کیلئے دستور کے قرآن کریم کے بیان کردہ اصول نہایت لطیف اور موثر و معقول پیرایہ میں بیان کئے ہیں یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کی جائے، اور خود حکومت اگر اس کی رہنمائی میں کام کرے تو تمام فتنے فرو ہوسکتے ہیں اس میں اسلامی دستور میں قرآن کریم ہی کے احکام کے ماتحت اس لچک کو بھی نمایاں کردیا ہے جو ہم دوسری حکومتوں کے دستور سے استفادہ کرسکتے ہیں اور اس استفادہ کو آپنے جس لطیف اور معقول پیرایہ میں قرآن کریم ہی سے بیان کیا ہے وہ اب تک میری نظر سے نہیں گذرا تھا۔ علم کی وسعت اور اسکے حصول کیلئے حدیث کی تشریح بھی میرے علم میں نئی اور وسیع ہے اور ایسا ہی حضرت معاذ اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے واقعہ کو جس اسلوب میں آپنے بیان کیا ہے وہ بھی بہت عجیب ہے اور اسی سلسلہ میں عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی کا استدلال قابل قدر ہے جزاک اللہ احسن الجزا۔ میں بہت کچھ لکھنا چاہتا تھا مگر کتاب کو پڑھتے وقت تو کوئی قوت سے بدل گئی تھی، اب زیادہ لکھنے کی ہمت نہیں گو دل چاہتا ہے کہ سیر کن بحث کروں لو کان بعد حین انشاء اللہ

بالآخر یہ مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے قرآن کریم کے کامل کتاب ہونے کا ایک نئے رنگ میں اظہار فرمایا اسی وقت لکھتے ہوئے میرے قلم نے یہ فقرہ لکھدیا ہے کہ اتممت علیکم نعمتی کے ارشاد ربانی میں حکومت کے دستور کی طرف جو آپنے اشارہ کیا ہے وہ بھی نہایت مناسب ہے جزاک اللہ

عرفانی

حقیقی احمدی بننے کیلئے عمل کی ضرورت

بقیہ خطبہ جمعہ بہ تسلسل صہ ۲

اے ہمارے ربّ ہم نے ایک منادی کو سُنا جو ایمان کی منادی کرتا ہے جو دنیا کو متوجہ کرتا ہے کہ خُدا پر ایمان لاؤ، ہم ایمان لے آئے، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا اے ہمارے ربّ ہمارے گناہوں کو بخش دے، اور آیندہ کے لئے یہ چیز ہمارے اندر سے مٹ جائے وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا اور ہماری سَیِّئَات پر پردہ پڑ جائے وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ اور نیک لوگوں کے ساتھ ہماری وفات ہو،

محمد رسول اللہ صلعم کے بروز کی ندا اور ہمارا ایمان

یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان منادی کی ندا ایک تو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے عرب نے اور پھر ساری دنیا نے سُنی لیکن اس کی ایک جھلک ہم نے بھی اس زمانہ میں دیکھی جب محمد رسول اللہ صلعم کا بروز اور نائب ہم میں آیا۔ اس نے بھی یہی وعظ کیا کہ اپنے ربّ پر ایمان لاؤ۔ وہ اس وقت آیا جب ایمان ثریّا پر جا چکا تھا، آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی منادی کو سُنا اور کہا کہ ہم ایمان لائے، تو کیا صرف ایسا کہہ دینے سے آپ وہ چیز حاصل کر سکتے ہیں جو حقیقی ایمان کے ثمرات ہیں؟ جب تک کوئی شخص اس بات کو جو وہ منہ سے نکالتا ہے عمل میں لاکر نہیں دکھاتا اس وقت تک وہ ایمان کے ثمرات سے کوئی حصہ نہیں لے سکتا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ لوگوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتے ہیں لیکن خدا کا ان کے متعلق فتوےٰ ہے کہ وہ مومن نہیں اس لئے کہ وہ زبانی جمع خرچ کرتے ہیں اور عملی طور پر ایمان نہیں لاتے، اعمال سے ایمان کا اظہار نہیں کرتے، جب ہم نے کہا کہ ہم ایمان لائے تو ہم نے بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی۔ جب تک اس ذمہ داری کو ہم پورا نہ کریں اس وقت تک ہمارا یہ دعویٰ بے سُود ہے۔

بیعت کی حقیقت

دیکھو احمدی بننا بڑا مشکل ہے یہ نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا یا کارڈ لکھ کر بیعت کر لی اور احمدی ہو گئے، جب تک اپنی تمام خواہشات کو ذبح نہ کر ڈالے اور ایسا نہ بن جائے کہ جو بات ہو خالصتاً للہ ہو اس وقت تک حقیقی احمدی نہیں ہو سکتا۔ احمدیت چاہتی ہے کہ خدا کے احکام پر دلی رغبت کے ساتھ پورے طور پر عمل کیا جائے اور اس کی راہ میں ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں کی جائیں۔

مخالفت کا ڈر اور خدا کا حکم

آپ دیکھتے ہیں کہ اس وقت احمدیت کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے اس قدر مخالفت کا سلسلہ چلتا ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتا، بہت سے لوگ ہیں جو دل سے اسکی صداقت کے قائل ہیں، مجدد وقت کو سچا سمجھتے ہیں لیکن اس کا اظہار نہیں کر سکتے کیونکہ دنیا کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ لوگ مخالفت کرتے ہیں، دوستوں سے قطع تعلق ہوتا ہے، رشتہ داریاں چھوڑنی پڑتی ہیں اس لئے وہ لوگ الگ بیٹھے ہیں اور کئی ایسے ہیں جو ساتھ ہو کر بھی رشتہ داریوں کی وجہ سے عملاً قدم نہیں بڑھاتے حالانکہ خدا تو یہی چاہتا ہے کہ دین میں رشتہ داریاں حائل ہوں تو ان کی پروا نہ کی جائے قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (التوبہ آیت ۲۴) کہہ دو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے کے لوگ اور وہ مال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو، اور وہ مکان جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ اور رسول اور اس کے رستہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو کہ اللہ کی سزا آجائے اور اللہ تعالےٰ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا، دیکھا آپ نے؟ اس معاملہ میں کسی کی بھی رو رعایت نہیں کی جا سکتی، ماں باپ کا درجہ خدا کے بعد بہت بڑا ہے، لیکن جہاں ماں باپ کی وجہ سے انسان کی پیدائش کی غرض باطل ہوتی ہو، اور وہ خدا کی عبادت سے روکیں، وہاں حکم ہے کہ فَلَا تُطِعْهُمَا اس معاملہ میں ان کی اطاعت مت کرو،

احمدیت کی حقیقت

تو میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ احمدی کہلاتے ہیں دنیا کی نظریں آپ پر ہیں دنیا اس بات کو دیکھتی ہے کہ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، آپ کے معاملات، دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کیسا ہے، آپ لوگ دعویدار ہیں کہ ہم نے اسلام کو دنیا میں پہنچانا ہے یاد رکھئے دنیا فتح نہیں ہو سکتی جب تک آپ کا اپنا عمل درست نہ ہو اور احکام الہٰی کی آپ پوری متابعت نہ کریں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم اچھے مباحثے کر سکتے ہیں، ہمارے دلائل بڑے پختہ اور مضبوط ہوتے ہیں جن سے ہم مخالف کو دندان شکن جواب دیتے اور اسلام کی صداقت و معقولیت کو ثابت کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ چیز اتنی موثر اور مفید نہیں جب تک ہمارا عمل اس کا ساتھ نہ دے جب تک ہم خود عامل نہ ہوں گے اور خدا سے ہمارا تعلق نہ ہوگا اس وقت تک ہم میں وہ قوت نہیں آسکتی جو دوسروں کو کھینچ سکے اور اپنے اندر جذب کر سکے۔ لوگ عمل کو دیکھتے ہیں، کام تو ہم نے بڑا کر دکھایا کہ یورپ میں تبلیغی مشن قائم کر دیئے لیکن وہ کامیابی جو ان مشنوں سے مطلوب ہے کہ یورپ نہ صرف زبان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہو جائے بلکہ اسلام کے رنگ میں رنگین ہو جائے، کس طرح حاصل ہو؟

حقیقی احمدی بنیں

یاد رکھئے کوئی بات جو دل سے نہ نکلتی ہو اور جس پر کہنے والے کا اپنا عمل نہ ہو کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتی، بات وہی اثر کرتی ہے جس پر کہنے والے کا اپنا عمل ہو، حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک بزرگ کے پاس ایک بڑھیا اپنے بچہ کو لے کر آئی اور ان سے کہا کہ یہ بچہ گُڑ بہت کھاتا ہے اس کو نصیحت کیجئے، انہوں نے کہا کہ اس کو کل لے آنا۔ چنانچہ دوسرے دن وہ پھر بچہ کو لے کر گئی تو اس بزرگ نے بچہ سے کہا کہ دیکھو بچہ گُڑ مت کھایا کرو، اس بڑھیا نے کہا کہ یہی بات آپ کل کہہ دیتے اس بزرگ نے کہا کہ کل میں کیسے کہہ دیتا۔ کل خود میں نے گُڑ کھایا ہوا تھا، اس وقت اس کو کہنا بے اثر ہوتا، تو اپنا عمل جب تک نہ ہو اس وقت تک دوسرے پر اثر نہیں ہو سکتا کشتی نوح کو اٹھا کر دیکھئے اس میں بڑی لمبی فہرست ہے۔ کہ جو شخص ایسا کرے گا وہ میری جماعت میں سے نہیں، جو شخص عمل نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں، ایسا ہی واضح الفاظ میں فرمایا کہ جو شخص ایسا یا ویسا کرے گا اس کا نام خدا کے رجسٹر سے کاٹا جائے گا، وعظ بہت ہوتے ہیں لیکن ہماری زیادہ تر توجہ عمل کی طرف ہونی چاہیئے تاکہ ہماری دعاؤں میں اثر ہو، اور خدا کی مخلوق ہدایت پائے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو شخص ہمارے بارہ میں کوشش اور جد و جہد کرتا ہے ہم اسے اپنا راہ دکھا دیتے ہیں، یہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا جو وعدہ کرتا ہے اس کے خلاف نہیں کرتا وَاللَّهُ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ، اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حقیقی احمدی بنیں ؂

درخواستِ دُعا

میری والدہ صاحبہ عرصہ دراز سے صاحب فراش ہیں کافی علاج معالجہ کرانے کے باوجود بھی ان کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ وہ دن بدن کمزور ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ تمام احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ میری والدہ کی تندرستی کے لئے دعا کریں بہت مشکور ہوں گا۔ فقط والسلام۔

خاکسار ماسٹر احمد خاں

فہرست وصولی رقم جلسہ سالانہ اپیل حضرت امیر قوم ایدہ اللہ

نمبر	نام	رقم
۱	محمود اختر صاحب بد دہلی	5/-/-
۲	شیخ محمد عبداللہ صاحب وزیر آباد	25/-/-
۳	عمر حیات صاحب جھنگ	5/-/-
۴	منظور احمد صاحب قریشی لائلپور	20/-/-
۵	فیض عالم صاحب دیگراں	5/-/-
۶	چوہدری عبدالحق صاحب وزیر آباد	10/-/-
۷	ہارون ارشید صاحب سیالکوٹ	10/-/-
۸	چوہدری رحمت علی صاحب کسم سر	5/-/-
۹	ملک فضل الہیٰ صاحب جہلم	10/-/-
۱۰	چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ سیالکوٹ	10/-/-
۱۱	مزار خان چک ۶/۴-ب اسلام آباد	156/-/-
۱۲	شیخ عبدالحق صاحب ہری پور	100/-/-
۱۳	مستری محمد حسین صاحب ملتان	50/-/-
۱۴	خان محمد زمان خان صاحب چارسدہ	300/-/-
۱۵	غلام [illegible] صاحب گجرات	2/-/-
۱۶	[illegible] صاحب بھیلگان	100/-/-
۱۷	[illegible] صاحب ملتان	100/-/-
۱۸	عبدالرحیم صاحب بڈھ بیر	20/-/-
۱۹	سید عبدالعزیز شاہ صاحب ایبٹ آباد	100/-/-
۲۰	صاحبزادہ عبدالرب صاحب نارتھ ویسٹ	5/-/-
۲۱	چوہدری غضنفر علی صاحب بد دہلی	10/-/-
۲۲	محمد فاضل رمضان صاحب ڈرگ کراچی	50/-/-
۲۳	چوہدری خدا بخش صاحب رسول نگر	20/-/-
۲۴	جماعت سیالکوٹ معرفت شیخ غلام حسین صاحب	200/-/-
۲۵	سید احمد صاحب سندھ	20/-/-
۲۶	حبیب الرحمان صاحب سندھ	30/-/-
۲۷	خان عبدالعزیز صاحب ملتان	55/-/-
۲۸	شیخ محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹ چھاؤنی	100/-/-
۲۹	ڈاکٹر محمد دین صاحب مانسہرہ	25/-/-
۳۰	سمندر خان صاحب مانسہرہ	3/-/-
۳۱	ڈاکٹر اللہ بخش صاحب لاہور	200/-/-
۳۲	شیخ حفیظ اللہ صاحب سیالکوٹ	100/-/-
۳۳	شیخ اللہ بخش صاحب بد دہلی	20/-/-
۳۴	محمود احمد صاحب ملک پشاور	20/-/-
۳۵	[illegible]	[illegible]
۳۶	[illegible]	10/-/-
۳۷	[illegible]	10/-/-
۳۸	کیپٹن عزیز الرحمان صاحب وزیرستان	30/-/-
۳۹	مولوی عبدالباقی صاحب	10/-/-
۴۰	صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب نارتھ ویسٹ	5/-/-
۴۱	قاضی عبدالرشید صاحب ایبٹ آباد	50/-/-
۴۲	ڈاکٹر اللہ بخش صاحب مظفر آباد	25/-/-
۴۳	مسکین صاحب دیگراں	20/-/-
۴۴	چوہدری حمید خان صاحب کراچی	100/-/-
۴۵	شیخ حفیظ اللہ صاحب راولپنڈی	5/-/-
۴۶	خان عبدالرحیم صاحب چاندیہ ڈیرہ غازی خاں	100/-/-
۴۷	خان داؤ خان صاحب ہری پور	5/-/-
۴۸	خواجہ لطیف احمد صاحب لاہور	30/-/-
۴۹	ایم محمد رحمان صاحب ہری پور	25/-/-
۵۰	علی محمد صاحب چک ۶/۴-ب اسلام آباد	10/-/-
۵۱	محمد اسمٰعیل صاحب چک ۶/۴-ب اسلام آباد	5/-/-
۵۲	حکیم مبارک عبداللہ صاحب مظفر آباد	10/-/-
۵۳	مولوی عبدالرحمان صاحب کچھی	4/-/-
۵۴	اللہ دتا صاحب باغبانپورہ	5/-/-
۵۵	سیف الرحمان صاحب ایبٹ آباد	10/-/-
۵۶	خواجہ غلام احمد صاحب باغ	20/-/-
۵۷	صالح محمد صاحب سرائے نورنگ	3/-/-
۵۸	خضر حیات صاحب	5/-/-
۵۹	سیٹھ صالح محمد صاحب اسمٰعیل آباد	10/-/-
۶۰	احمد بخش صاحب " " "	10/-/-
۶۱	مرزا عظیم بیگ صاحب ملتان	10/-/-
۶۲	محمد سعید صاحب ملتان	10/-/-

رفتار عالم

—— کراچی ۱۵ اگست - کل سارے پاکستان میں یوم استقلال منایا گیا۔ ملک کے بیشتر حصوں میں بارشیں ہوئیں۔ اس کے باوجود عوام کے جوش و خروش میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ عوام نے پاکستان کی آٹھویں سالگرہ کی اس تقریب سعید پر مملکت کے استحکام اور کشمیر کی آزادی کے لئے دعائیں مانگیں۔ بڑے بڑے شہروں میں فوج، پولیس، قومی رضاکاروں اور نیشنل گارڈز کی پریڈ ہوئی۔ سرکاری دفاتر اور تعلیمی اداروں میں تعطیل تھی۔ ریڈیو پاکستان سے ملکی رہنماؤں کے خاص پیغامات اور تقاریر نشر کی گئیں۔

—— کراچی ۱۵ اگست - حکومت پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ دواؤں اور مفردات کی درآمد کے لئے منظور کردہ زرمبادلہ کی رقم دگنی کر دی جائے گی اور ان کا درآمدی محصول ۴۰ فیصدی کی بجائے بیس فی صدی کر دیا جائے گا۔ اس فیصلہ کا اطلاق برطانیہ کے سوا دوسرے تمام ملکوں سے درآمد کی جانے والی دواؤں اور مفردات پر ہوگا۔

پاکستان اور برطانیہ کے تجارتی سمجھوتے کے تحت برطانیہ سے درآمد کی جانے والی دواؤں کا درآمدی محصول بیس فی صد سے کم کر کے دس فی صد کر دیا جائے گا۔

—— بمبئی ۱۵ اگست - پرتگالی ہند کی آزادی کا مطالبہ کرنے کے لئے دو ہزار رضا کار ہندوستانی آج دمن میں داخل ہو گئے۔ انہیں امید ہے کہ وہ اس کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیں گے۔ دریں اثنا گوا میں ہندوستانی ستیہ گرہیوں پر فائرنگ کی اطلاع موصول ہوئی ہے جس میں ایکسچینج ٹیلی گراف ایجنسی کی اطلاع کے مطابق ۲ ہندوستانی ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے ہیں۔ ہندوستان کا بیان ہے کہ چار ہندوستانی ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے ہیں۔ پرتگالی حکام کا دعویٰ ہے کہ صرف ایک ہندوستانی ہلاک ہوا ہے اور پانچ زخمی ہوئے ہیں۔ دہلی ریڈیو کا کہنا ہے کہ ہندوستانی ستیہ گرہیوں پر کسی اشتعال کے بغیر گولی چلائی گئی ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے آج یوم آزادی کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ گوا ہندوستان کا ایک حصہ ہے اور کوئی طاقت اسے مادر وطن سے علیحدہ نہیں رکھ سکتی۔

—— لاہور ۱۵ اگست - کل یوم استقلال پر لاہور میں ڈیڑھ انچ بارش ہوئی۔ لاہور میں مختلف وقفوں کے بعد آج بھی ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی۔ کل لائل پور، جہلم، راولپنڈی اور بعض دوسرے شہروں میں نصف سے ایک انچ تک بارش ہوئی۔

—— ملتان ۱۵ اگست - ڈیرہ غازی خان کے قریب پہاڑی نالوں میں طغیانی آ جانے کے باعث حفاظتی بند میں شگاف پڑ گیا ہے اور سیلاب کا پانی شہر میں داخل ہو گیا ہے۔ ہزاروں اشخاص بے خانماں ہو گئے ہیں۔ بیشمار مکانات کو بھی بہت نقصان پہنچا ہے۔ البتہ کسی جانی نقصان کی اطلاع نہیں پہنچی۔ آخری اطلاع کے مطابق بند کے شگاف کی مرمت ہو گئی ہے اور اب پانی اتر رہا ہے۔

B.O. Lahore [illegible]

جلد ۴۳ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۵ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۴ اگست ۱۹۵۵ء | نمبر ۳۵

امریکہ میں ہمارے نئے مشنری

جزائر فیجی سے تین اصحاب کا قافلہ سان فرانسسکو پہنچ گیا

آج سے چوبیس سال پہلے جزائر فیجی سے ایک احمدی مبلغ کا مطالبہ حضرت امیر مرحوم کی خدمت میں آیا جس پر ڈیرہ غازی خان کے ایک احمدی نوجوان، ماسٹر محمد عبداللہ صاحب نے اپنی خدمات پیش کیں اور مدت العمر کے لئے فیجی تشریف لے گئے جہاں اپنی قابلیت سے تو صرف اس سکول کو چار چاند لگا دیئے جس کی معلمی کا کام ان کے سپرد کیا گیا بلکہ اپنے پاکیزہ نمونہ اور حسن کردار سے تمام جزائر فیجی پر احمدیت کا سکہ بٹھا دیا اور ان کی اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی کوششوں سے جو بعد میں آر یہ سماج کے مقابلہ کے لئے تھوڑے عرصہ کے لئے وہاں گئے ایک بہت بڑی جماعت وہاں قائم ہو گئی۔

کچھ عرصہ ہوا انہی ماسٹر محمد عبداللہ نے جو اب نوجوانی کی عمر سے گذر کر سفید ریش ہو گئے ہیں جیسا کہ سامنے کی تصویر سے نظر آرہا ہے۔ ہمارے امریکی مبلغ میاں بشیر احمد صاحب منٹو کی اپیل پر سان فرانسسکو میں ایک مسجد کی تعمیر کے لئے جزائر فیجی سے بائیس ہزار روپیہ جمع کرنے کا ارادہ کیا اور تمام جزائر میں پھر کر اپنے اثر و رسوخ سے اس میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

اسی اثنا میں میاں بشیر احمد صاحب منٹو نے پاکستان آنے کے لئے رخصت طلب کی جس پر انجمن نے مالی حالات کے پیش نظر امریکی مشن کو بند کرنے کا ارادہ کیا۔ ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے یہ بھی پیشکش کی کہ سان فرانسسکو جانے اور آنے اور وہاں رہنے کے اخراجات کا وہ خود بندوبست کریں گے جس کو انجمن نے منظور کر لیا۔ ماسٹر محمد عبداللہ صاحب نے فیجی کے ایک اور قابل مسلمان خلیل الرحمان صاحب خان کو بھی تبلیغی خدمات کے لئے ساتھ جانے پر رضامند کر لیا اور ایک اور دوست مسٹر حنیف اکبر بھی ساتھ جانے پر تیار ہو گئے اور اب یہ تینوں اصحاب جزائر فیجی سے ۱۲ جولائی کو روانہ ہو کر ۲ اگست کو سان فرانسسکو پہنچ چکے ہیں۔ ذیل کے مکتوب میں ماسٹر محمد عبداللہ صاحب نے اپنی روانگی سے پہلے اور بعد کے حالات دوران سفر میں جہاز سے لکھ کر بھیجے ہیں جو امید ہے کہ قارئین کرام کے لئے دلچسپی کا موجب ہوں گے:۔

"۱۲ جولائی کا دن قریب آرہا ہے۔ اس دن سے پیشتر سان فرانسسکو کی مجوزہ مسجد کے لئے وعدے وصول ہو جانے چاہئیں تاکہ ہم اس دن کی دعوت کو کامیابی کے ساتھ منا سکیں۔ رات دن یہی فکر دامنگیر ہے۔ کبھی نادی جاتا ہوں تو کبھی لتوکا۔ کبھی موٹر پر سوار ہوں تو کبھی لاری پر کبھی پیدل چکر لگا رہا ہوں۔ اور کبھی ہوائی جہاز پر۔ نیند دو ہفتے سے کافور ہو گئی ہے۔

اسپیرو کی گولیاں بے اثر ہو گئی ہیں۔ کھانا وقت پر نصیب ہونا مشکل ہو گیا ہے کبھی پاس ہے۔ تو کبھی یاس ہی۔ دعاؤں پر دعائیں ہو رہی ہیں کہ کسی طرح مقصد میں کامیابی ہو۔

آخر وہ دن آ ہی گیا۔ وقت کی تنگی کے باوجود کام میں سہولتیں پیدا ہوتی ہی گئیں۔ دعوت کے اخراجات چند دوستوں نے اپنے ذمہ لے لئے

(باقی صفحہ پر)

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے ۔ چھ روپے سالانہ

ممالک غیر سے ۔ پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا

مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بر وشد اختتام

آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست

بادۂ عرفانِ ما از جام اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

(مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں

خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے

جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــــ ۲۴ اگست ۱۹۵۵ء

ترقی کی منزل کی طرف جانیوالا راستہ

منٹگمری کے نئے بجلی گھر میں جس کا افتتاح حال ہی میں ہوا ہے، سٹیم کی مدد سے بجلی پیدا کرنے کی مشینیں نصب کرنے کے کام میں مدد دینے کے لئے تو جاپانی انجینئر بلائے گئے تھے جنہوں نے کام کو حُسن و خوبی سرانجام دینے کے علاوہ اپنے اخلاق کا جو نمونہ دکھایا وہ اہل پاکستان کے لئے ایک عظیم الشان سبق اپنے اندر رکھتا ہے، کام میں پورا انہماک، غصہ کو کبھی نزدیک نہ آنے دینا۔ چھوٹے سے چھوٹے مزدوروں اور کاریگروں پر احساس برتری نہ دکھانا اور دوسرے کی غلطی کو...... Jahan mista[illegible] کھکر ٹال دینا بھی بڑے اخلاق کی باتیں ہیں، جن سے ہمارے ہر کاریگر، ہر مزدور، ہر دفتری کارکن اور بڑے بڑے افسروں کو بھی سبق لینا چاہیئے۔ لیکن ایک بہت بڑی بات جو ان کی زبان سے سُنی گئی وہ یہ ہے کہ:-

"جاپانی انجینئروں کو منٹگمری میں رہنے کے لئے ایک کوٹھی دی گئی تھی، اس کوٹھی میں ضروری فرنیچر رکھنے، پردے وغیرہ فٹ کرنے کا سوال پیدا ہوا انجینئروں نے اس قسم کے ساز و سامان کی ضرورت سے کامل بے تعلقی کا اظہار کیا "ہم ایک شکست خوردہ قوم ہیں، ہم نے ہر قسم کے آرام و آسائش کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے ترقی کی منزل کی طرف جانے والا راستہ آرام و راحت کی وادی میں سے نہیں گذرتا" یہ تھا ان لوگوں کا اصول زندگی ؟ (پنجاب لاہور)

یہ وہ فقرات ہیں جو اہلِ جاپان کی زندگی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ یقیناً وہ قوم زندہ ہے، جس کے افراد اس اخلاق و کردار کے مالک ہیں، مسلمانوں نے بھی اپنے ابتدائی ایام میں اسی اخلاق و کردار کا ثبوت دیا تھا، اگرچہ وہ شکست خوردہ نہ تھے، لیکن فتح و کامرانی کی منزل پر پہنچکر بھی انہوں نے ایک عرصہ تک اسی اصول کو اپنا معیارِ حیات بنائے رکھا، خلافتِ راشدہ کی تمام تاریخ اسی قسم کے زرّین کردار کی حامل ہے، قیصر و کسریٰ کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے مقابلہ میں مسلمان جرنیلوں اور سفیروں نے جس سادگی کا اظہار کیا، بلکہ ان عظیم الشان سلطنتوں کے بعد بھی حضرت عمر رض جیسے شہنشاہ کی زندگی آرام و آسائش کے ادنیٰ ترین سامانوں سے جس درجہ عاری دکھائی دیتی ہے وہ دنیا کو آج تک محوِ حیرت کئے ہوئے ہے، یقیناً یہی وہ چیز تھی جس نے مسلمان قوم کو ایران سے لے کر سپین تک تمام مشرق و مغرب پر متسلط کر دیا اور ان کے ذریعہ سے علم و حکمت کا نور دنیا میں پھیلا، لیکن یہ اسی وقت تک تھا جب تک سادگی، محنت کشی، اور آرام و راحت کے سامانوں سے پرہیز ان کے اندر پایا جاتا تھا جس وقت یہ چیزیں باقی نہ رہیں، سادگی جاتی رہی، محنت و مشقت کو انہوں نے چھوڑ دیا اور اس کی جگہ آرام و آسائش نے لے لی، اسی وقت وہ گرے اور ایسے گرے کہ سابقہ رفعت و بلندی کے منازل پر پھر دوبارہ پہنچنا نصیب نہیں ہوا، پاکستان کی دولت خداداد ایک انعام ہے جو بغیر محنت و مشقت کے اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے، لیکن اس میں ایک آزمائش بھی ہے کہ اس انعام الٰہی کو آیا وہ صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں یا نہیں ؟ جاپانی انجینئروں نے انہیں تاریخِ اسلام کا ایک بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے، جس کو لیکر وہ دنیا میں اپنی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے اور پاکستان کو دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کے ہم پایہ و ہم پلہ بنا سکتے ہیں۔ راحت طلبی و آرام کوشی کبھی کسی زندہ قوم کا اصول نہیں رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فقرہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے بُلِيْنَا بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا وَبُلِيْنَا بِالسَّرَّاءِ فَلَمْ نَصْبِرْ۔ ہم مصیبتوں، دکھوں، اور مشکلات سے آزمائے گئے ہم نے صبر کیا، اور جب آرام و آسائش سے ہماری آزمائش کی گئی تو ہم نے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ ان کا صبر کیا تھا، زندگی کے دشوار ترین مراحل میں دکھ اور تکلیف اٹھاتے ہوئے محنت و مشقت کے ساتھ قدم آگے بڑھاتے چلے جانا اور آرام کو نزدیک نہ آنے دینا اس چیز کو جب تک انہوں نے قائم رکھا روم و ایران اور ترکی اور اندلس ان کے قدموں میں آ گئے آج بھی اگر وہ اس چیز کو اپنا معیارِ زندگی بنالیں، تو یقیناً دنیا کی عظیم الشان قوموں میں ان کا شمار ہوگا۔

اس موقعہ پر ہمیں اپنی جماعت کے احباب اور مبلغین کرام سے بھی یہ عرض کرنا ہے کہ جس کام کے لئے انہیں کھڑا کیا گیا ہے، اور جس منزل کی طرف خدا کا مامور انہیں لے جانا چاہتا تھا، اس کا راستہ فی الواقعہ آرام و راحت کی وادی میں سے نہیں گذرتا آپ نے خود فرمایا ہے:-

"مجھے اس کی (اللہ تعالےٰ کی) عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہوں، ابتلاؤں کے میدان میں اور دُکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
آں منم کاندر میانِ خاک و خون بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُر خار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہوگا کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں ؟ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے ؟ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جُدا ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے، پس جو جُدا ہونے والے ہیں جُدا ہو جائیں انہیں وداع، لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد پھر اگر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار عزت پاتے ہیں کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوئے کردہ را نبود زیب دختری

مامور الٰہی کے یہ الفاظ ان لوگوں کی خاص توجہ کے قابل ہیں جو تن آسانی اور راحت سے منزلِ مقصود پر پہنچنا چاہتے ہیں، ہماری منزل بڑی دشوار گذار ہے، اور اس تک پہنچنے کے لئے ہمیں کئی قسم کی ...... قربانیوں کی ضرورت ہے، اگر آپ فی الواقعہ اسلام کی عظمت دنیا پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں، تو اپنے آپ کو اس کٹھن رستہ کے لئے تیار کریں اور تمام قسم کی مخالفتوں سے لاپرواہ ہو کر خدمتِ دین میں لگ جائیں کہ ترقی کی منزل کی طرف جانے والا راستہ یہی ہے۔

درخواستِ دعا - ایم لے صمد صاحب ریٹائرڈ سب جج معرفت گنج۔گیا۔بہار۔ آنکھوں میں پانی اتر آنے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں ان کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

مبلغ اور تبلیغ

از ——— پروفیسر عنایت علی خان ———

(۲)

ہمارے واعظ کیسے ہونے چاہئیں

جماعت احمدیہ کے واعظ کیسے ہونے چاہئیں حضرت مسیح موعودؑ اس سوال کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں:۔

"یہ امر بہت ضروری ہے۔ کہ ہماری جماعت کے واعظ تیار ہوں۔ لیکن اگر دوسرے واعظوں اور ان میں کوئی امتیاز نہ ہو۔ تو فضول ہے۔ یہ واعظ اس قسم کے ہونے چاہئیں۔ کہ جو پہلے اپنی اصلاح کریں۔ اور اپنے چلن میں ایک پاک تبدیلی کر کے دکھائیں۔ تاکہ ان کے نیک نمونوں کا اثر دوسروں پر پڑے۔ عملی حالت عمدہ ہونا یہ سب سے بہترین وعظ ہے۔ جو لوگ صرف وعظ کرتے ہیں مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ دوسروں پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتے۔ بلکہ ان کا وعظ بعض اوقات اباحت پھیلانے والا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سننے والے جب دیکھتے ہیں۔ کہ وعظ کہنے والا خود عمل نہیں کرتا۔ تو وہ ان باتوں کو بالکل خیالی سمجھتے ہیں۔ اس لئے سب سے اول جس چیز کی واعظ کو ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اس کی عملی حالت ہے۔ دوسری بات جو واعظوں کے لئے ضروری ہے۔ وہ یہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ ان کو صحیح علم اور واقفیت ہمارے عقاید اور مسائل کی ہو۔ جو کچھ ہم دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس کو انہوں نے پہلے خود اچھی طرح پر سمجھ لیا ہو، اور ناقص اور ادھورا علم نہ رکھتے ہوں۔ کہ مخالفت کے سامنے شرمندہ ہوں۔ اور جب کسی نے اعتراض کیا۔ تو گھبرا گئے۔ کہ اب اس کا کیا جواب دیں۔ غرض صحیح علم ہونا ضروری ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ ایسی قوت اور شجاعت پیدا ہو۔ کہ حق کے طالبوں کے واسطے ان میں زبان اور دل ہو۔ یعنی پوری دلیری اور شجاعت کے ساتھ بغیر کسی قسم کے خوف و ہراس کے اظہار حق کے لئے بول سکیں۔ اور حق گوئی کے لئے ان کے دل پر کسی دولت مند کا نوال یا بہادر کی شجاعت یا حاکم کی حکومت کوئی اثر پیدا نہ کر سکے۔"

(الحکم ۳۰ اگست سنہ ۱۹۰۱ء)

موجودہ سوسائٹی کی ذہنیت

موجودہ سوسائٹی جس کے اندر مبلغ کو کام کرنا ہے۔ اس کی ذہنیت گری ہوئی پسماندہ قوموں کی سی ہے۔ جن کے اندر یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ اب ان میں بڑے آدمی پیدا نہیں ہو سکتے وہ اکثر حسرت اور مایوسی سے یہی کہتے سنائی دیتے ہیں کہ اب ہمارے اندر کوئی نیک بزرگ آدمی نہیں رہا۔ جو ہماری قیادت کر سکے۔ اور ہماری حالت کو بہتر بنا سکے قوم جب ذلت اور ادبار میں پھنس جاتی ہے۔ تو اس کی گفتگو سے اسی قسم کی ذہنیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر ان سے یہ کہا جائے کہ ذلت دور کرنے کا علاج تمہارے اندر ہی موجود ہے۔ تو وہ حیران ہوتے ہیں۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی۔ کہ اتحاد و تعاون اور نظم کے اختیار کرنے سے قدم ترقی کی طرف اٹھتا ہے اور اسباب میں تغیر پیدا کرنے سے اپنی منشا کے مطابق نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اخلاق کی درستی اور علوم جدیدہ کا حاصل کرنا۔ قوم کو ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔

علم صحیح مبلغ کی سب سے بڑی ضرورت ہے

موجودہ زمانہ کے مبلغ کو جاننا چاہیئے کہ اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت صحیح علم کا حاصل کرنا ہے۔ نماز روزہ مذہب کے مطابق ہیں اور نیک عمل ہیں لیکن انپر اکتفا کر لینا اور ان پر اطمینان کر لینا اور مزید ترقی کی کوشش نہ کرنا۔ اور دنیوی ترقیات جو خداوندی انعامات ہیں ان کی خواہش نہ کرنا ان کے واسطے سعی نہ کرنا اور ان کو نظر انداز کر دینا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کی تعلیم کے منافی ہے۔ خدا کی تعلیم تو یہ کہتی ہے۔ کہ اللہ نے انسان کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے جو کیلئے اپنے ہی نفس کی پاکیزگی کا ذمہ دار نہیں بلکہ اس کے ذمے کچھ اور فرائض بھی ہیں۔

ایک خاموش جنگ

اگر تعصب سے ہٹ کر کام لیا جاوے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم ایک خاموش جنگ میں مبتلا ہیں اس جنگ میں کامیاب ہونے کا ذریعہ قرآن کا صحیح علم اور علوم جدیدہ کا حصول ہے۔ یہ ہم میں وہ قوتیں پیدا کر سکتے ہیں۔ جو براہ راست ہمیں روزمرہ کی زندگی کے میدان جنگ میں کام آسکتی ہیں، اور ان کے ذریعہ ملک کی جہالت دور ہو سکتی ہے اس وقت سچائی، ہمدردی اور قربانی تمام منتشر اجزاء کو اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور منتشر خیالات جو اس وقت سوسائٹی میں رواج پا چکے ہیں ان کے خلاف جنگ کرنا ہے۔ مل جل کر کام کرنا اور اپنی پریشان اجزا سے وہ دنیا پیدا کرنی ہے۔ جس میں انصاف صلح امن اور سکون نصیب ہو۔

سیاسی تغیرات اور ہم

اس وقت قوم کے سامنے ایسے مسائل ہیں۔ جو سیاسی تغیرات کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اب وہ زمانہ ہے کہ ہم اپنے ذہن و فکر سے اپنے معاملات پر غور کریں۔ اگر ہم اچھی زندہ قوم ہیں۔ تو ہمارے اندر ذوق سلیم پیدا ہونا چاہیئے سیاسی حالات کے ساتھ ہم کو بھی بدل جانا چاہیئے اور لیڈروں کی ہر آواز پر "سمعنا و اطعنا" کی عادت کو خیرباد کہنا چاہیئے۔ اصل ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک متعلقہ سیاسیات زمانہ سے باخبر ہو۔ ہر شخص اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ قوموں اور جماعتوں میں انقلاب و تغیر پیدا کرنے کا کام ایک دشوار گذار سفر کی مانند ہے۔

قوموں اور جماعتوں کا انقلاب

ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کو نئی دیوار بنانے کے لئے کس قدر سامان اور وقت مطلوب ہوتا ہے۔ پھر ان لوگوں کے لئے وقت کا کوئی سوال نہ ہونا چاہیئے جو معتقدات اور اعمال کی ایک پوری آبادی کو بدل دینا چاہتے ہیں۔ اب علم اور ہے۔ البتہ سچائی وہی ہے اس کو حاصل کرنے اور اس کی اشاعت کے طریقے بدل گئے ہیں اسلام نے ہم کو یہ عملی سبق دیا ہے۔ کہ ہم بھی اسلام کی روشنی میں نئے تقاضوں کے پیش نظر بدل جائیں۔ ملت اور مذہب کی ترویج کا طریقہ بدل گیا ہے۔ بادشاہتیں بدل گئیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ قوموں کے اخلاق اور عادات بھی خدا کی لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق بدل ڈالیں۔ یہی سبق ہم کو اس زندہ تاریخ سے ملتا ہے۔

ماحول کا اثر اور ہمارے نوجوان

ماحول اپنا اثر کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ ماحول کا اثر نہ آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اور نہ کانوں سے سنا جا سکتا ہے۔ لیکن قدرت کے کارکنوں کی طرح اس کا خاموش اور بادپا اثر برابر اپنا گھر بناتا چلا جاتا ہے۔ یہ ماحول پرچھائیں کی طرح ہمارے ساتھ ساتھ ہے۔ اس کا علاج مردانہ وار مقابلہ کرنے میں ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ نئی دنیا پیدا کریں تو ہمیں مبلغ کا ہاتھ بٹانا ہوگا۔ تبلیغی مسائل میں ہمدردی اور سمجھداری کے ساتھ دلچسپی لینی ہوگی۔ اور ہمیں اقدار میں تبدیلی اور نظریوں میں انقلاب پیدا کرنا ہوگا۔ ہم نوجوانوں میں بیداری اور فرائض کا احساس پیدا کرنے کے متمنی ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان میں خدمت قومی کا شوق اور اس کو سرانجام دینے کا سلیقہ پیدا ہو۔ تاکہ وہ اپنی عقل اور بساط کے مطابق کام کر سکیں، اور مذہبی تعلیم کو اپنی زندگی کا رہنما بنا سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جماعت کے ہر فرد کا اولین فرض یہ ہے۔ کہ وہ اپنی جگہ خود "مبلغ" ہو اور اپنی اولاد کی مذہبی تعلیم و تربیت کی نگہبانی کرے۔ اور اپنے خاندان میں نیک مثال قائم کرے تاکہ بچے اس مثال کی تقلید کر سکیں۔

مبلغ کے لئے مواقع بہم پہنچائیں

تبلیغ کے جہاد کو جاری رکھنے اور اسکو کامیاب بنانے کی ذمہ داری ایک فرد واحد پر نہیں ہوتی۔ اس عظیم الشان جہاد میں جب تک سب لوگ ہمت باندھ کر نہ لگ جائیں، کامیابی سے ہمکنار ہونا دشوار ہے۔

جب سب محسوس کرتے ہیں۔ کہ مبلغ کم علم کم استعداد کم منصب اور کم معاش نہیں ہونا چاہیئے۔ تو یہ سب کا فرض ہے کہ اس میں متذکرہ بالا اوصاف پیدا کرنے کے لئے مواقع بہم پہنچائیں سوسائٹی میں اسے ایک معزز درجہ دیا جائے۔ اور اس کی شریفانہ زندگی کی ضروریات اور اس کے بچوں کی تعلیم تربیت وغیرہ کی ذمہ داری جماعت کے ذمہ ہو۔ تاکہ وہ صاحب

(باقی ص ۹)

دنیا و آخرت میں خسران سے بچنے اور کامیابی حاصل کرنے کی حقیقی راہ

سورۃ العصر میں بے ثباتی عالم اور ختم نبوت کا اعلان

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ راگست ۱۹۵۵ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورۃ العصر)

قرآن کی عظمت

قرآن کریم کی عظمت کا اندازہ کرنا مشکل ہے اس کا ایک ایک لفظ انسان کے لئے ہدایت کا موجب ہے اور نہایت مختصر الفاظ میں اس قدر اعلیٰ درجہ کے مضامین بیان کرنا اور ایسی پر از حقیقت باتیں کرتا ہے، کہ انسان ان قواعد سے جو اسے دیئے گئے ہیں کام لے کر ان باتوں پر عمل کرکے تو بہت بڑی کامیابیاں حاصل کرسکتا ہے، یہ کتاب اس آخری نبی پر اتری جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ آئندہ کوئی اور کتاب نازل نہ ہوگی، اور ہر زمانہ کی ضروریات کے لئے صرف یہی ایک کتاب کافی ہوگی۔

قرآن کے حقائق و معارف ختم نہیں ہو سکتے

جیسا کہ میں نے کہا ہے قرآن کریم کی عظمت کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے، لیکن ایک طریقہ سے اس نے اپنی عظمت کا کسی قدر احساس کرایا ہے، ایک جگہ فرماتا ہے قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا۔ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات اور وہ معارف ختم ہوں جو قرآن نے بیان کئے ہیں، اگرچہ ہم اس جیسا اور سمندر اس کی مدد کو لے آئیں۔ دوسری جگہ اور بھی زوردار الفاظ میں فرمایا وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ۔ اگرچہ زمین کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی ہو اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں اور لکھے بیان کئے ہوئے حقائق و معارف ختم نہیں ہو سکتے، قرآن کریم کے ان الفاظ سے انسان کسی حد تک اس کی عظمت کا اندازہ کرسکتا ہے کہ کس قدر علم اور معرفت اس کے اندر بھرا ہوا ہے۔ آپ شروع سے آخر تک قرآن کو پڑھ جایئے وہ حقائق کو ایسے رنگ میں بیان کرتا چلا جاتا ہے کہ روزمرہ مشاہدات پیش کرکے ان سے سمجھاتا ہے تاکہ آسانی سے انسان کی سمجھ میں آجائے۔

وقت کی قدر نہ کرنا موجب خسران ہے

چنانچہ فرمایا وَالْعَصْرِ زمانہ کی قسم، قرآن میں قسم بطور شہادت کے تاکید کے لئے کھائی جاتی ہے اس جگہ زمانہ کو بطور شہادت پیش کیا ہے، کس چیز کی شہادت؟ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ انسان گھاٹے میں ہے، زمانہ یا وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا گذرتا ہی چلا جاتا ہے، جو اس سے فائدہ اٹھانے اٹھا سکتا ہے جو ضائع کرنا چاہے ضائع کرسکتا ہے۔ وہ شخص خسران ہی خسران میں ہے، جو وقت کی قدر نہیں کرتا۔ قرآن کی تعلیم کو ہم نے بھلا دیا ہے۔ ہمیں سکھایا گیا تھا کہ وقت کی قدر کرو، یورپ میں ہر شخص وقت کی قدر کرتا ہے۔ ان کے ہاں ضرب المثل ہے "ٹائم از منی" "TIME IS MONAY" مجھے بیماروں کا ٹمپریچر دیکھنا پڑتا ہے، ایک منٹ وقت ہوتا ہے، میں دیکھتا ہوں کہ وہ ایک منٹ کتنا لمبا ہوتا ہے، اور اس میں کتنا کام ہوسکتا ہے ہم منٹ، گھنٹے، دن، سال، ضائع کر دیتے ہیں اور کوئی خیال نہیں آتا کہ اس سے کس قدر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے،

دنیا کی بے ثباتی

یہ ایک پہلو ہے جس کی طرف اس آیت میں توجہ دلائی گئی ہے، دوسری طرف یہ آیت دنیا کی بے ثباتی کی طرف اشارہ کرتی ہے، وقت گذرتا جاتا ہے، اور ہماری زندگی کے لمحات کم ہوتے جاتے ہیں، میں جب کالج میں پڑھتا تھا تو انٹرمیڈیٹ کے کورس میں ایک کتاب تھی دیوان ابوالعطاہیہ، یہ شخص (ابوالعطاہیہ) ہارون الرشید کے دربار میں ملک الشعراء اور بہت بڑی شان اور عزت کا مالک تھا، کسی معاملہ میں اس کے دل پر چوٹ لگی، اور دنیا کی بے ثباتی اس کے دل پر نقش ہوگئی۔ دربار میں قصیدہ خوانی اس نے چھوڑ دی، اور الگ ہوگیا۔ اس کے بعد جو شعر وہ کہتا تھا، اس میں موت ہی کا تذکرہ ہوتا تھا۔ ایک شعر میں کہتا ہے طبیب کو کیا ہوگیا کہ جس بیماری کا علاج کیا کرتا تھا خود ہی اس کا نشانہ ہوگیا۔ ایک شعر میں کہتا ہے کہ ایک ماں باپ سمجھتے ہیں کہ ہمارا بچہ بڑا ہو رہا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ جو دن گذر رہا ہے وہ اس کو موت کے قریب لا رہا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن پر اگر غور کیا جائے تو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے ورنہ یہ حقیقت ہے کہ ہم وقت کو ضائع کر رہے ہیں، وہ لوگ جو مقصد زندگی کو سامنے رکھتے ہیں ان کو کوئی اور چیز اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی۔

زندگی کی بے ثباتی کا بہترین نقشہ

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپؐ اس وقت ایک کھجور کی چارپائی پر ننگے بدن لیٹے ہوئے تھے، آپؐ کی پیٹھ پر چارپائی کے نشان پڑ گئے۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر عرض کی یا رسول اللہ! دنیا کے بادشاہ بڑے عیش و آرام سے رہتے ہیں، اور انہیں ہر قسم کا آرام وہ سامان میسر ہے، اگر اجازت دیں تو آپ کے لئے بھی کچھ آرام کا سامان مہیا کر دیا جائے۔ اس کے جواب میں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے بے حقیقت ہونے کا اس سے بہتر نقشہ نہیں کھینچا جاسکتا۔ پہلی بات یہ فرمائی کہ ان بادشاہوں کا اجر تو منقطع ہونے والا ہے اور ہمارا اجر تو غیر منقطع ہے، دوسری بات یہ فرمائی کہ انا کراکب استظل تحت الشجرۃ ثم استیقظ فراح میں تو ایک راہی کی طرح ہوں، جو چلتے چلتے ایک درخت کے سایہ تلے آرام کرلیتا ہے، پھر جاگ اٹھتا اور چل پڑتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر دنیا کی زندگی کا کوئی اور نقشہ ہوسکتا ہے؟ کیا ہم سب کا یہی حال نہیں کہ ایک مسافر کی طرح یہاں ٹھہر گئے اور پھر آگے جانا ہے، اس قیام کی حالت میں جو وقت ہمیں دیا گیا ہے اگر اس کو ضائع کرتے چلے جائیں، تو آگے چل کر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور اس دنیا میں بھی وقت کا ضیاع تکلیف اور نقصان کا موجب ہوتا ہے

حضرت مولانا نورالدین صاحب کی قلبی کیفیت

چند دن ہوئے حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لڑکوں سے ملاقات کا موقعہ ملا، حضرت مولانا کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ ایک دن آپ اپنی لائبریری میں بیٹھے تھے آپ کی اہلیہ محترمہ (جو ابھی چند دن ہوئے فوت ہوئی ہیں) یہ دیکھ کر کہ آپ تنہا ہیں وہاں چلی گئیں انہوں نے فرمایا بیوی! تم یہ سمجھتی ہوگی کہ میں اس وقت تمہاری طرف توجہ کروں گا، میرے پاس اس وقت امام غزالی بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ میرے پاس تشریف فرما ہیں، مولانا روم کی مجلس لگی ہوئی ہے، پھر قرآن میں ق پر انگلی پھیر کر کہا کہ اس کے پیچ و خم مجھے تمہاری زلفوں سے بڑھ کر اپنی طرف کھینچ رہے ہیں، یہ باتیں سن کر وہ کہتی ہیں میں شرمندہ ہوگئی اور اٹھ کر چلی آئی، یہ تھے وہ لوگ جن کو دنیا کی تمام چیزوں اور عزیز و اقارب سے بڑھ کر قرآن کے

ہے یہ ارشاد ہوا :-

من صلّٰی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ۔ جو کوئی ہمارے جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہو وہی مسلمان ہے۔ جس کا ذمہ خدا اور اس کے رسول نے لے لیا ہے۔ پس تم خدا کی ذمہ داری کو حقیر نہ جاننا!

کس قدر یہ حدیث شریف آسان وسہل علامات ایک مسلمان کی بتلاتی ہے۔ اس کی تمیز کے لئے نہ تو مسائل ومعتقدات کے گورکھ دھندوں کو پیش کیا نہ ہی پاکیزگی وبلندی مراتب کے اعلیٰ کمالات کو اس کی بنا قرار دیا بلکہ زندگی کے روزمرہ مشاغل اور سہل ترین اعمال کو مسلمان کی شناخت کی بناء قرار دیدیا تاکہ کہیں بھی کچھ وقت ومشکل پیش آنے کا کوئی احتمال ہی باقی نہ رہے۔ پھر کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ ان ظاہری اعمال زندگی سے جو مسلمان ثابت ہو تو اس سے مسلمانوں ہی کا سلوک کرو اور خدا ورسول نے ان کی حفاظت کا جو ذمہ لیا ہے اس کو حقیر نہ ٹھیرانا۔ کیسی صفائی وسادگی ہے اور کس قدر تاکید وتحدی ہے!!

لیکن قربان جایئے علمائے کرام وفضلائے دین کے کہ کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلمان کی تعریف میں وہ ایچا پیچیاں اختیار کیں کہ نہ قرآن یاد رہا اور نہ حدیث، اور پھر بھی مسلمان کی تعریف سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔

عملی شہادت

مسلمان کی یہ تعریف محض ارشادات نبوی تک ہی محدود نہیں بلکہ کمال تو یہی ہے کہ آنحضور صلعم کی مبارک زندگی اور تاریخ کے واقعات بھی اس پر گواہی ثبت کر رہے ہیں چنانچہ حضرت خالد رض کے ایک مہم میں جرنیل بنا کر بھیجے جانے کا واقعہ اس پر کھلی شہادت ہے، دوران جنگ میں جب کفار نے شکست دیکھی تو پکار اٹھے صبانا۔ صبانا ہم صابی ہوتے ہیں یعنی مسلمان۔ مگر حضرت خالد رض نے جنگ جاری رکھی۔ واپسی پر یہ امر آنحضور صلعم کے پیش ہوا تو حضرت خالد رض نے یہ عذر پیش کیا کہ کفار تو قتل وشکست سے خائف ہو کر یہ بات کہہ رہے تھے نہ کہ وہ واقعی مسلمان ہونا چاہتے تھے۔ اس پر آنحضور نے بطور زجر فرمایا ھلا شققت قلبہ۔ کیا تم نے اس کا دل چیر کر معلوم کر لیا تھا؟ اور پھر تین مرتبہ ہاتھ بلند کر کے کہا کہ اے خدا تو گواہ رہ میں خالد کے اس فعل سے بیزار ہوں۔

اس ایک مشہور واقعہ سے مفصلہ ذیل امور بصراحت تمام ثابت ہوتے ہیں :-

(۱) جو شخص اپنے مسلمان ہونے کا اقرار اپنی زبان سے کرتا ہو، چاہے وہ اقرار کیسا ہی ڈرتے ڈرتے ہو اور معمولی ہو اور چاہے وہ کیسے ہی حالات میں کر رہا ہو کسی دوسرے شخص کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس اقرار کے مطابق اسے مسلمان نہ سمجھے اور مسلمانوں کے حقوق اسے دینے سے انکار کرے۔

(۲) اگرچہ از روئے قیاس یہ معلوم بھی دیتا ہو کہ مسلمان ہونے کا اقرار خوف یا کسی اور عذر کے ماتحت ہے تب بھی یہ لازم ہے کہ اس کے ظاہر اقرار واعلان کے مطابق ہی عملدرآمد کیا جائے اور اسے اسلامی برادری کے حقوق عطا کئے جائیں۔

(۳) کسی ایسے شخص کو جو مسلمان ہونے کا اقرار و اعلان کرتا ہو قتل کرنا یا اسے کافر سمجھنا باہم مترادف امور ہیں اور کسی مسلمان کے کفر یا قتل سے آنحضرت صلعم اپنی برائت وبیزاری کا اظہار فرماتے ہیں

مزید ارشادات نبویؐ

ان کے علاوہ آنحضرت صلعم کے حسب ذیل ارشادات ملاحظہ ہوں :-

(۱) لاتکفروا اھل قبلتکم
اہل قبلہ کو کافر مت کہو۔

(۲) من کفر لا الٰہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب۔
جو شخص کلمہ گو کو کافر کہے پس وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔

گویا جس بیزاری کا اظہار آنحضور صلعم نے حضرت خالد رض کی حدیث میں فرمایا اس کی تشریح اس دوسری حدیث سے کر دی کہ مکفر سے ہی کافروں والا سلوک کرو یعنی بجائے اس کے کہ جس شخص کلمہ گو واہل قبلہ کو وہ کافر قرار دیتا ہے اسے کافر سمجھا جائے، قوم پر واجب یہ ہے کہ خود مکفر پر ہی اس سزا کو لوٹا دے جو وہ بلاوجہ دوسرے کے لئے تجویز کرتا ہے، یہ قرآن کریم کے اصول جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا (بدی کی سزا اسی جیسی تکلیف کو وارد کرنا ہے) اور ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب (قصاص لینے میں ہی تمہاری قومی حیات مضمر ہے) کے عین مطابق ہے۔

مسلمان کے قتل کرنے کے بارہ میں قرآن کریم کا ارشاد ہے :- ومن قتل مومنا متعمدا فجزاءہ جھنم جو عمداً کسی مومن کو قتل کرے تو وہ قاتل ہی قتل کا مستحق ہے۔ ایسا ہی جو کفر بازی کا مرتکب ہو کر کسی اہل قبلہ یا کلمہ گو کو اسلامی حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کرے تو قوم پر واجب ہے کہ اسی مکفر پر ہی بائیکاٹ کی سزا کو لوٹا کر وارد کرے۔

حجۃ الوداع میں حضرت نبی کریم کی وصیت

مسلمانوں کی جان ومال اور عزت کی حرمت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ آنحضور صلعم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو وصیت فرمائی اس میں ارشاد کیا۔

ان دماءکم واعراضکم واموالکم حرام بینکم کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی یومکم ھذا۔

اے مسلمانو! جس طرح یہ مہینہ مقدس ہے۔ اس دن اور اس مقدس شہر میں پس ایسا ہی تمہارے مابین تمہارے خون اور تمہاری عزتیں اور تمہارے اموال باہمی محفوظ ومامون ہونے چاہئیں۔ ایسی یہ وہ نصیحت ہے جو آنحضور صلعم نے قوم کو ایسے وقت فرمائی جب آپ کا یہ خیال تھا کہ آپ صلعم ایسے اجتماع سے پھر خطاب نہ کریں گے۔ گویا اس ارشاد کا وہی بلند رتبہ ودرجہ ہے جو کسی شخص کی اس قابل قدر اور لائق عمل نصیحت کا ہوا کرتا ہے جو وہ بطور وصیت دوسرے کو کرتا ہے اور جو شخص آنحضور صلعم کی آخری وصیت کے برخلاف کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ اس وجہ سے وہ کس قدر اپنے نبی علیہ السلام کی حکم عدولی کرتا ہے۔

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے اختلافات

اتحاد قومی کا یہ اصول کہ ہر کلمہ گو اور اہل قبلہ دائرہ اسلام کے اندر ہے اور اس لئے جملہ قومی حقوق کا مستحق کس قدر عظیم اور اعلیٰ اصول ہے کہ جس کے قائم کرنے سے باہمی اخوت ومحبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔ لیکن کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ امکانی طور پر ہر ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف رائے کا خاتمہ ہو جائے؟ بنیادی اصولوں میں متفق ومتحد ہونے کے باوجود صحابہ کرام رض کے درمیان کیا اختلاف موجود نہ تھے؟ کیا تاریخ واحادیث میں بعض فروعی مسائل میں اختلاف نہیں پایا جاتا؟ کیا صحابہ کبار میں پولیٹیکل اختلافات پیدا نہ ہوئے تھے اور کیا خود حضرت علی رض نے اپنے مخالفین کی نسبت یہ ارشاد نہیں فرمایا :-

اخواننا بغوا علینا لانکفرھم ولا نفسقھم۔ ہمارے مخالف ہمارے مسلمان بھائی ہیں جنہوں نے اگرچہ ہمارے برخلاف بغاوت کر دی ہے تاہم ہم انہیں کافر قرار دیتے ہیں نہ فاسق ٹھیراتے ہیں۔

حضرت علی رض نہ صرف بادشاہ وقت تھے بلکہ آنحضرت صلعم کے روحانی جانشین بھی تھے آپ کے برخلاف علم جہاد بلند کیا گیا اور مسلمانوں میں باہم خونریزی بھی ہوئی۔ اس سے بڑھ کر اور اختلاف وتنازع کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن کس قدر پاک باطنی اور بےنفسی ہے! کس قدر اعتدال وتوازن ہے!! دین کے اصول ومحکمات کو سمجھنے اور ان پر قائم ہونے کی کیسی بلند مثال ہے!!! کہ تکفیر وتفسیق کے فتوے اپنے مخالفوں پر عاید نہیں کئے بلکہ بالمقابل صف آرا ہونے والوں کو بھی اخواننا کے خطاب سے پکارا۔ جو لوگ آج ادنیٰ ادنیٰ اختلاف رائے یا اختلاف عقاید کے باعث تکفیر کے مرتکب ہوتے ہیں وہ غور کریں کہ ہماری قلبی حالت اور صحابہ کرام کی حالت میں کس قدر زمین وآسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ ہم نے دنیا اور مادی اغراض کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔

اختلاف رائے میں فیصلہ کا طریق

قرآن کریم نے تو اختلاف رائے میں فیصلہ کا طریق یہ بتایا تھا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول، تم پر خدا تعالےٰ کی

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

امریکہ میں ہمارے نئی مشنری

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

تاکہ اس کا مسجد فنڈ پر اثر نہ ہو ۔ مسٹر محمد جان آف نادی مسٹر نبی دین صوواسنے پچاس پچاس روپیہ سے امداد کی ۔ مسٹر تعلیم دینا آف مینا پاتو نے ستر روپیہ، مسٹر محمد رمضان خان آف نادی اور محمد صدیق خان لتوکا نے پینتیس پینتیس روپیہ سے ۔ مسٹر عبدالحکیم خان پنجابی اور عبدالعزیز شمیم نے دس دس روپیہ سے اور مسٹر محمد حنیف لتوکا نے پندرہ روپیہ سے امداد کی ۔ بام محمد عاقل نے ۵۹ سیر چاول عنایت فرمائے ۔ ان احباب کی امداد سے دعوت کے اخراجات بہت حد تک پورے ہو گئے ۔ مسٹر نبی دین کے چھاپہ گھر سے ۳۰۰ دعوتی کارڈ چھپوائے گئے ۔ اور سادہ میزوں پر کاغذ بچھانے کے لئے لئے ۔

سکول کی عمارت کی سجاوٹ اور کھانے کی تقسیم کا کام سکول کے ماسٹروں اور نصوری کے نوجوانوں نے اپنے ذمہ لیا ۔ سکول کا وسیع ہال پھولوں اور جھنڈوں سے دلکش بنایا گیا ۔ تین سو سے زاید مہمانوں کو دعوت دی گئی ۔ جس میں ہر ملت و مذہب کے احباب شامل تھے ۔ کھانا پکانے کا انتظام مسٹر مولا بخش آف مارو کے سپرد تھا ۔ جنہوں نے اعلےٰ درجہ کا پلاؤ اور حلوہ پکا کر تمام مہمانوں سے خراج تحسین حاصل کیا ۔ بھارت کے کمشنر مقیم فجی مسٹر دلیری دیال بھاٹیہ کو خاص طور پر دعوت دی گئی کہ وہ اس وقت جلسہ ہو کر مخصوص چندہ دہندگان کو رسیدیں پیش کریں ۔ جس کو انہوں نے منظور فرمایا ۔

کھانے کے بعد جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن مجید سے شروع کی گئی ۔ جو ہمارے مکرم دوست مولوی حیدر بخش صاحب نے اپنے مخصوص دلکش لہجہ میں کی ۔ جناب محمد رمضان خان آف نادی نے صدارت کے فرائض انجام دئیے ۔ خاکسار نے رپورٹ سنائی ۔ اور ان تمام معطیان کا شکریہ ادا کیا ۔ جنہوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا ۔ فہرست چندہ دہندگان میں ان کے نام بھی سنائے گئے جنہوں نے مسجد کی تعمیر کے لئے دس دس روپیہ چندہ دیا اور ان کے نام بھی جنہوں نے ایک ایک ہزار روپیہ ۔ سب سے زیادہ رقم جناب محمد رمضان خان آف نادی سے ملی جو ایک ہزار پچاس روپیہ تھی ۔ رپورٹ میں میں نے بتایا کہ دس ہزار آٹھ سو ستر روپیہ کی رقم مولانا بشیر احمد صاحب منٹو کی خدمت میں معرفت میئر آف سان فرانسسکو بھیج دی گئی ہے ۔ اور باقی رقم کا ڈرافٹ بنام مولانا بشیر احمد منٹو روانگی سے قبل حاصل کر لیا جاویگا ۔ اس موقعہ پر اس ایڈریس کی فوٹو کاپی دکھائی گئی جو سان فرانسسکو میئر کے پاس بھیجا گیا تھا ۔ ایڈریس کی جلد پر خوشخط طغرا تھا ۔ اللہ جل جلالہٗ اور اس کے نیچے اس کا انگریزی میں ترجمہ ۔ جلد کے اندر سفید کاغذ پر نہایت ہی خوشخط پرانی طرز کے رومن انگریزی کے حروف میں ایڈریس لکھا گیا ۔ اور اوپر کے حصہ پر مسجد کا نقشہ ۔ امریکن جھنڈا ، اور اسلامی جھنڈا تھا ۔ اس کی تیاری میں ہمارے ایک عزیز مسٹر سلیم بخش اور ایک چینی دوست نے ایک ہفتہ خرچ کیا ۔ اس کی فوٹو کاپی سیکرٹری صاحب انجمن کی خدمت میں بھیج رہا ہوں تاکہ بزرگان سلسلہ و دیگر احباب جماعت جلسہ سالانہ کے موقعہ پر یا اس سے قبل دیکھ سکیں ۔

میری رپورٹ کے بعد جناب انڈین کمشنر بھاٹیہ نے اردو میں تقریر فرمائی ۔ آپ نے دوران تقریر میں سان فرانسسکو مسجد کمیٹی کو مبارکباد دی ۔ اور بتایا کہ ہندوستان اسلامی تہذیب اور تمدن کا ہمیشہ کے لئے رہین منت رہے گا ۔ آپ نے اپنے کوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارے کا لباس ہے ۔ اور ہمارے لئے اس قسم کے کوٹ کا پہننا ضروری ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ اسلامی لباس ہے ۔ جس کو بھارتیہ سرکار نے اختیار کیا ہے ۔ کمشنر صاحب کی تقریر کے بعد سی ایس ۔ آر کمپنی کے جنرل منیجر ایلیٹ کی تقریر ہوئی ۔ انہوں نے خاکسار کی تعلیمی خدمات کو سراہا اور جو کامیابی سان فرانسسکو کی مسجد کے لئے چندہ کی وصولی کے لئے ہوئی ۔ اس کے لئے خاکسار کو اور کمیٹی کو مبارکباد دی ۔ آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ ایک چھوٹا سا جزیرہ اس قدر بھاری رقم امریکہ جیسے بھاری ملک کو مسجد بنانے کے لئے بھیجے ۔

مسٹر کے ۔ بی ۔ سنگھ نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ سان فرانسسکو مسجد کے چندہ کو یہاں تک محدود نہیں رکھا گیا ۔ بلکہ اس کے لئے مسٹر عبدالرحمن ساہو خان اور مسٹر حنیف اکبر بھی خاکسار کے ساتھ جا رہے ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ مسٹر ساہو خان نے ان کے ساتھ چار سال تک فجی کی لیجسلیٹو کونسل میں رہ کر پبلک کی قابل تعریف خدمات سر انجام دی ہیں ۔

ان تقریروں کے بعد جناب کمشنر صاحب نے ان اصحاب کو رسیدیں تقسیم کیں جنہوں نے ۲۵۰ روپیہ یا اس سے زاید رقم چندہ کے لئے دی تھی ۔ رسیدوں کی تقسیم سے قبل دو ہزار روپیہ کے قریب رقم جمع ہوئی ۔ دعا کے بعد یہ مجلس دس بجے رات برخاست ہوئی ۔

خاکسار نے انجمن کو لکھا تھا کہ میں اپنا کرایہ ادا کر کے جاؤں گا ۔ اگر امریکہ میں کامیابی ہوئی تو وہاں کے اخراجات وہاں کے چندہ سے وصول کروں گا ۔ ورنہ واپس اپنے کرایہ پر ہی آ جاؤں گا ۔ اور یہ خیال کروں گا کہ اپنے لڑکوں کو دیکھنے گیا تھا ۔ لیکن اس کے علاوہ میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ چونکہ مولانا بشیر احمد صاحب منٹو رخصت پر جا رہے ہیں ۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کا کام کوئی سنبھالنے والا ہو ۔ اور اس کے علاوہ وہ ممبر ساتھ چندہ کی فراہمی کا کام بھی کرے ۔ ان خدمات کی بجا آوری کے لئے میں نے مسٹر عبدالرحمن ساہو خان کا نام پیش کیا ۔ اور انجمن نے منظور کر لیا ۔ لیکن جب مسٹر ساہو خان کے کرایہ آمد و رفت اور سفر خرچ کا مطالبہ کیا ۔ تو انجمن سے تسلی بخش جواب حاصل نہ ہو سکا ۔

ادھر ہماری تیاری ۔ جہاز میں جگہ کا ریزرو کرا دینا ادھر انجمن کی مالی کمزوری ۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جاوے ۔ آخر مقامی جماعت کے نوجوانوں کے دلوں میں احساس پیدا ہوا ۔ اور انہوں نے یہ محسوس کیا کہ اگر انجمن کرایہ اور خرچ بھیجنے پر رضامند نہیں ہے تو کیا ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔ مسلم ایسوسی ایشن آف فجی کی ایک جنرل میٹنگ ہوئی جس میں صرف پندرہ ممبر حاضر تھے ۔ انہوں نے اس موقعہ پر خاص قربانی کا جذبہ ظاہر کیا ۔ اور پندرہ منٹ کے اندر تین ہزار روپیہ کا بندوبست کر دیا ۔ اور انہوں نے اپنے پریذیڈنٹ مسٹر عبدالرحمان ساہو خان کو جو اس وقت کی میٹنگ میں موجود نہیں تھے ۔ بلا کر کہا کہ آپ بس تیاری کریں ۔ آپ کی آمد و رفت کے اخراجات مسلم ایسوسی ایشن کرے گی ۔ اس موقعہ پر جناب محمد تعلیم رضا صاحب ۔ عبدالغنی ساہو خان ۔ واجدین ۔ میرا صاحب اور کے ۔ امام الدین نے خاص قربانی کی ۔

ہمارے ایک اور مکرم دوست مسٹر حنیف اکبر تو شروع سے تیار تھے ۔ آپ نے ایک ہزار روپیہ چندہ مسجد کے لئے دیا ۔ اور بتایا کہ امریکہ میں جا کر جب کبھی وقت ملیگا میں آپ دونوں کے ہمراہ ہو کر فراہمی چندہ کا کام کروں گا ۔

میرا معاملہ ہمیشہ اللہ توکل رہتا ہے ۔ میں ۱۹ جولائی تک یعنی روانگی امریکہ سے پانچ روز پہلے اسی دھن میں رہا کہ بیس ہزار روپیہ کی رقم کا بندوبست ہو جاوے ۔ آخر خداوند کریم نے فضل و کرم سے پندرہ ہزار روپیہ نقد اور تین ہزار روپیہ کا وعدوں کی صورت میں بندوبست ہو ہی گیا ۔ تو میں نے یہ خیال کیا کہ مجھے کس قدر پارچات کی ضرورت ہوگی ۔ اور نہ ہی یہ خیال کیا کہ کرایہ آمد و رفت اور اخراجات امریکہ کا کیا بندوبست ہے اہلیہ صاحبہ پندرہ دن سے بیمار ہے ۔ ابھی ہسپتال سے چھٹی ملی ہے ۔ تو گھر آنے پر دوبارہ تکلیف شروع ہو گئی ہے ۔ ان حالات میں کچھ میں نہیں آیا کہ کیا ہوگا ۔ اہلیہ صاحبہ نے تاکید کی ، کہ میری وجہ سے سفر کو ملتوی نہ کرو ۔ روپیہ کا انتظام بھی معجزانہ طریقہ سے ہوتا گیا ۔ ایک چینی دوست نے ایک کام حساب کتاب کا دلایا تھا ۔ تھوڑا باقی کام تھا ۔ وہ بھی ہو گیا ۔ اس سے چار سو روپیہ حاصل ہو گیا ۔ پھر اسی چینی نے دو سو روپیہ سفر کے لئے انعام کے طور پر دیا ۔ ایک دوست کو میں نے دو سو روپے دینے تھے ۔ لیکن میں بھول گیا تھا ۔ اس نے دو سو روپے میرے حوالے کئے ۔ ایک صاحب نے کہا کہ امریکہ جا رہے ہو میرا ایک کام وہاں جا کر کر دینا ۔ اور ڈیڑھ سو روپیہ عنایت کیا ۔ اسی طرح ایک اور کام والے نے دو سو روپیہ دیا ۔ پرانے شاگردوں نے الوداعی پارٹی میں مجھے چمڑے کا ہینڈ بیگ دیا ۔ اپنے اسکول کے لڑکوں سے ایک اور ہینڈ بیگ ملا ہمارے مکرم دوست خدا بخش صاحب آف مینا پاتو نے ایک بڑا پارسل قمیصوں کا دیا ۔ میرے ایک غیر مسلم دوست رام ریڈو نے ساٹھ روپیہ بطور انعام دیا ۔ ہمارے سکول کے پرانے منیجر مسٹر غلام نبی نے پارکر ۵۱ فاونٹن پین کا ایک قیمتی سٹ دیا ۔ خدا کی شان آخری پانچ چھ روز کے اندر تمام سامان مہیا ہو گئے اور میں اس قابل ہو گیا ۔ کہ جس مقصد کے لئے امریکہ جانے کا ارادہ کیا تھا ۔ اس کو پورا کرنے کے لئے قدم اٹھا سکوں ۔

مسلم ایسوسی ایشن آف فجی کی طرف سے ۲۰ جولائی

کوالدواشی جلسہ مدراسی ہال میں زیر صدارت مسٹر عبدالغنی سابوخاں ہوا۔ جس میں کئی ایک اصحاب کی تقریریں ہوئیں۔ اور مسٹر عبدالرحمان سابو خاں۔ مسٹر محمد حنیف اکیرا اور خاکسار کو الوداع کہا گیا۔

۱۲ جولائی کو آخری دن تھا۔ کئی ایک امور کے سرانجام دینے کے لئے کافی دوڑ دھوپ کرنی پڑی۔ ادھر گھر پر بشیر احمد خاموش لیٹا ہے۔ آج اس میں وہ جد و جہد نہیں ہے۔ نہ تو باورچی خانہ میں کھانا پکانے میں امداد دے رہا ہے۔ اٹھاتے ہیں اٹھ بیٹھتا ہے۔ لیکن پھر لیٹ جاتا ہے۔ بارہ تیرہ سال عمر ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے دل میں صبر نہیں آتا۔ اقبال الگ رو رہا ہے۔ تمام بچوں کے چہرے پژمردہ سے ہو گئے ہیں۔ کہاں وہ گھر کی چہل پہل اور رونق اور کہاں یہ خاموشی کا عالم۔ بیوی الگ بیمار لیٹی ہے۔ لیکن ہمت کی پختہ ارادیان کی مضبوط ہے۔ آخر خدا کا شکر کرنے کے نصرت سے رخصت ہوا۔ جہاز ساڑھے ۴ بجے سہ پہر روانہ ہوتا تھا۔ تین بجے سامان رکھا گیا۔ لوگوں کا اس قدر بھاری اژدحام ہے کہ کبھی اس سے پیشتر دیکھنے میں نہیں آیا۔ کچھ ہمیں الوداع کہنے آئے ہیں۔ کچھ اپنے دیگر دوستوں کو۔ کچھ جہاز کے دیکھنے کے لئے۔

مصافحوں معانقوں کے بعد ہم تینوں جہاز پر سوار ہوئے۔ جہاز نے لنگر اٹھائے۔ اور ہم اپنے رومال ہلا ہلا کر لگاتار ڈیڑھ گھنٹہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کے سلاموں کا جواب دیتے رہے۔

جہاز بہت بھاری ہے ۲۸۰۰۰ ٹن کا ماڈرن جہاز ہے۔ آرام کے لئے ہر قسم کی سہولتیں موجود ہیں۔ پی اور لائن کے جہازوں سے زیادہ اچھا ہے۔ کھانے کا بھی اچھا انتظام ہے۔ تمام کارکن ملنسار اور خلیق ہیں۔ ہمارے مسٹر سابوخاں تبلیغ دین میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ایک میم صاحب سے جو ہندوستان میں چالیس برس رہ چکی ہے۔ کثرت ازدواج پر بات چیت ہوئی۔ اس نے کہا حضرت محمد صاحب نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں۔ یہ کسی صورت میں امر مستحسن نہیں ہو سکتا۔ مسٹر سابوخاں نے کہا کہ حضرت سلیمان نے تو چار سو بیویوں سے نکاح کیا۔ اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ اس نے کہا کہ اس کی منظوری آسمان سے مل چکی تھی ....

مسٹر سابوخاں نے گزشتہ لڑائی سے جو عورتوں کی زیادتی ہو گئی ہے۔ ان کی خانگی حالت سدھارنے کے لئے علاج اس میم صاحب سے پوچھا۔ تو آخر اس کو دبی زبان سے ماننا پڑا۔ کہ اس صورت میں یہی علاج ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکے۔

ایک آسٹریلین سے مذہبی گفتگو کے دوران میں مسٹر سابوخاں نے ان سے پوچھا کہ کیا حضرت مسیح اور بی بی مریم کی تصاویر تمام آسٹریلین گرجوں میں ہیں۔ اور اگر ہیں تو کیوں ہیں انہوں نے کہا کہ کوئی گرجا ان کی تصویروں سے خالی نہیں ہے۔ اور یہ اس امر کے اظہار کے طور پر ہے کہ ہم حضرت مسیح اور بی بی مریم کی کس قدر قدر و منزلت کرتے ہیں۔ اس کے بعد مسٹر سابو خاں نے پوچھا کہ کیا حضرت مسیح ایشیا کے رہنے والے تھے۔ اس لئے اگر وہ بذات خود آسٹریلیا میں ہجرانی صورت میں جانا چاہیں تو کیا آسٹریلین گورنمنٹ ان کو داخل ہونے دیگی اس سوال پر وہ مبہوت رہ گیا۔

ایک صاحب کو میں نے جناب خواجہ نذیر احمد کی تازہ تصنیف (Jesus in Heaven on earth) دی ہوئی ہے۔ وہ اس کا مطالعہ بڑی دلچسپی سے کر رہے ہیں۔ ایک اور صاحب انگریزی ترجمۃ القرآن کے مطالعہ میں مصروف دکھائی دیتے ہیں جہاز میں کئی مسافر ہیں۔ جو مذہب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اس پر خندہ پیشانی سے بات چیت کرتے ہیں۔

۲۵ جولائی کو جہاز پر امریکن امیگریشن انسپکٹر مسافروں کے کاغذات چیک کرنے کے لئے آئے تھے۔ ایک بہت لمبی لائن چھ سو مسافروں کی لگ گئی۔ اس موقعہ پر ہندوستان کی دھکم دھکا بھی یاد آ گئی۔ کہ کس طرح ایک مسافر دوسرے کو دھکیل کر ریلوے ٹکٹ خرید لیتا ہے۔ لیکن یہاں نظارہ دگرگوں تھا۔ جیسے جس کو موقعہ لگا۔ اپنی باری کے مطابق لائن میں ایک دوسرے کے پیچھے ہنسنے بغیر کھڑا ہو گیا۔ جونہی لائن آگے بڑھتی ہے۔ ہر ایک شخص آگے اسی انتظار کے مطابق قدم بڑھاتا ہے۔ تین گھنٹے اس طرح کھڑے کھڑے ہو گئے۔ لیکن کہیں سے ایک دوسرے کے خلاف شکایت پیدا نہ ہوئی۔ البتہ اس طرح کھڑا رہنے سے دو امریکن عورتوں نے بڑی ہمت دکھائی اور امیگریشن والوں کو خوب سنائیں اور کہا کہ تم تو کرسیوں پر آرام سے بیٹھے ہو تمہیں دوسروں کی تکلیف کا کیسے احساس ہو سکتا ہے۔ تم نے اپنے ملک کا نام بدنام کر دیا ہے۔ کیا تم اس مجمع کو مختلف گروپوں میں تقسیم کر کے اور ہر ایک گروپ کے لئے الگ الگ وقت ..... مقرر کر کے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان دونوں کی کھاڑ کھراپ کا ان کے دل پر اس قدر اثر ہوا اور وہ اس قدر شرمسار ہو گئے کہ کچھ دیر بعد وہیں اٹھ کر اپنے ہاتھوں سے چیک کرنے کا پروگرام بدل دیا اور مختلف گروپوں کے لئے مختلف اوقات مقرر کر دیئے۔ جب ہماری باری آئی تو انہوں نے کہا کہ ہم سمجھ نہیں سکتے کہ تمہیں ویزا ملنا چاہئے اس کا فیصلہ تو ہونولولو جا کر ہی ہوگا۔ ممکن ہے کہ آپ دونوں کو واپس بھی اسی جہاز پر جانا پڑے۔ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم نے اپنے مقاصد سے آگاہ کیا۔ اور اگلے روز کی انتظار بے صبری سے کرنے لگے۔ ان کو تعجب یہ ہوا کہ فیجی کے یہ تین نمائندے سان فرانسسکو میں مسجد بنانے کے لئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سان فرانسسکو میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ وہاں مسجد بنانے کا کیا فائدہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ آج سے پچاس سال قبل ایک شخص نے ہندوستان سے چندہ لے کر ووکنگ انگلستان میں مسجد بنوائی۔ چونکہ انگلستان میں اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اس لئے وہ مسجد کئی سال تک بے رونق رہی۔ لیکن آج اس مسجد کے باہر نمازیوں کے لئے شامیانہ لگانا پڑتا ہے۔ عیدین پر ۱۵۰۰ آدمی نماز پڑھنے کے لئے سالانہ وہاں دو بار آ سکتے ہیں۔ اور اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے لنڈن میں ایک مرکزی مسجد بن رہی ہے جس کے لئے برٹش گورنمنٹ نے دس لاکھ روپیہ دیا ہے۔ اور ۲۵ لاکھ روپیہ اور اس پر خرچ ہوگا۔ اسی طرح اگر سان فرانسسکو میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے تو کوئی فکر نہیں ہے۔ ہمیں پچاس سال آگے دیکھنا ہے۔ مسٹر سابوخاں نے کہا مسلمانوں کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ہندوستانی یا عرب، ایرانی ہیں یا منگولی نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسا گمان کرنا غلط ہے ہمارا دائرہ وسیع ہے۔ اور اسلامی برادری میں گوری اقوام بھی شامل ہیں۔ امریکن بھی ہیں۔

اگلے روز ۱۰ بجے امیگریشن والے اپنی موٹر میں بٹھا کر لے گئے ۱۱ بجے تک ہم انتظار کرتے رہے کسی نے نہیں بلایا۔ آخر ۱۱ بجے بتایا گیا کہ آپ کھانے کے لئے جا سکتے ہیں لیکن ایک بجے واپس آ جانا۔

ہم وہاں سے روانہ ہو کر اتومل کی .... دوکان پر گئے۔ واتومل سندھ کے رہنے والے ہیں اور عرصہ ۳۰ سال سے امریکہ میں مقیم ہیں۔ ان کی دوکان کو دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل ہے کہ کس قدر مال بھرا ہوا ہے۔ درجنوں لڑکیاں کام کر رہی ہیں۔ ان کی تاریخ کا بیں اور کئی ہا نولولو میں ہیں۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ واتومل گھر گئے ہیں۔ ٹیلیفون کے ذریعہ ان سے ملاقات کا وقت ۴ بجے مقرر کیا گیا۔

ٹھیک ایک بجے ہم امیگریشن آفس میں گئے۔ وہاں ہماری تمام انگلیوں کے نشان لئے گئے۔ اور ایک فارم پر کوائف ثبت کئے گئے۔ اس موقعہ پر ایک آفیسر نے پوچھا کہ کیا کبھی تم گرفتار بھی ہوئے؟ مسٹر سابوخاں نے کہا صرف ایک بار۔ اس نے کہا کب۔ اور کیوں۔ مسٹر سابوخاں نے کہا آج اور تمہارے فلاں آفیسر کے ہاتھوں۔ اس پر خوب ہنسی ہوئی۔

۴ بجے ہمیں ویزا ملا۔ اور امیگریشن والوں سے نجات حاصل ہوئی ۴ بجے مسٹر واتومل سے ملاقات ہوئی۔ اور مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ آپ نے ایک ٹرسٹ فنڈ قائم کیا ہے۔ اس فنڈ سے ہندوستانی طلباء کو امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفہ دیا جاتا ہے۔ آپ نے وعدہ کیا کہ احمدیہ انجمن کے تعلیمی کاموں کے لئے ان سے امداد کی درخواست کی گئی۔ تو وہ اس کی طرف دھیان دیں گے آپ سندھی اور ہندوستانی بول سکتے ہیں۔ امریکن بیوی ہے اور شہر میں ممتاز تاجروں میں شمار ہوتے ہیں۔

ہانولولو نہایت ہی خوبصورت شہر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امریکن گورنمنٹ نے کروڑہا ڈالر اس شہر کی ترقی پر خرچ کر دیئے ہیں۔ رات کے وقت بجلی کی رنگدار بتیوں سے جو سجاوٹ کی گئی ہے۔ وہ پہلے کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ ایک موٹر ڈرائیور جو ہسپانوی نسل کے تھے۔ اس سے گفتگو ہوئی میں نے ان کو کہا کہ تم ہمارے بھائی ہو۔ تمہارے خون میں اسلامی خون کا اثر ہے۔ تمہارے ملک میں مسلمانوں نے عظیم الشان عمارتیں بنوائیں۔ جو آج ہزاروں ٹورسٹوں کے لئے زیارت گاہ ہیں۔

(باقی پھر ہیں)

فہرست وصولی رقم جلسہ سالانہ اپیل حضرت امیر قوم ایدہ اللہ

میزان سابقہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۴۴۳

۶۳۔ اللہ دتہ صاحب ملتان ۔ 10/-/-

۶۴۔ قادر بخش صاحب ملتان 10/-/-

۶۵۔ عبدالشکور صاحب ” ” 10/-/-

۶۶۔ محمد ایوب صاحب ” ” 10/-/-

۶۷۔ مستری محمد سلیمان صاحب ملتان 10/-/-

۶۸۔ محمد شریف صاحب بدوملہی 2/-/-

۶۹۔ قاضی حمید الرشید صاحب ۔ ایک طلائی انگوٹھی

۷۰۔ حافظ محمد بخش صاحب چک ۲/۴ ل 150/-/-

۷۱۔ چوہدری ظہور احمد صاحب ” ” 10/-/-

۷۲۔ آفتاب عالم خان صاحب لاہور 50/-/-

کل میزان ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۶۵۵

(باقی آئندہ)

ووکنگ میں عید الاضحیٰ (بسلسلہ صفحہ ۲)

اپنا کام سرانجام دیتے ہیں۔ وہ وہی لوگ بتا سکتے ہیں جنہوں نے ووکنگ میں عید کی نماز پڑھی ہو ان کے ساتھ اس دفعہ دس مختلف قوموں کی خواتین تھیں جو نہایت سلیقہ سے کھانا تقسیم کر رہی تھیں ناظرین کو غالباً یاد ہوگا کہ نوائے وقت کے نامہ نگار نے جب گذشتہ عید کی رپورٹ پاکستان بھیجی تھی تو اس میں اعتراف کیا تھا کہ خواتین کے سلیقہ کو دیکھ کر پلاؤ اور سالن نعمتوں سے زیادہ لذیذ معلوم ہونے لگے اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

چائے کا انتظام

اس دفعہ چائے لوگوں کو مفت پلائی گئی۔ اس کا انتظام مسز ٹوڈ کے سپرد تھا۔ مسز ٹوڈ ووکنگ کے ایک بہت پرانے مسلمان خاندان کی خاتون ہیں۔ ان کے والدین حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کے ذریعہ مسلمان ہوئے تھے۔

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے۔ اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے۔ ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کریں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۳۱ر اگست ۱۹۵۵ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۳۱ر اگست تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو مجبوراً ۵ر ستمبر ۱۹۵۵ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کیا جائے گا۔ جس کو چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم
رعایتی		۲۷۸	6/-/-	۶۲۶	3/-/-	۹۷۱	6/-/-
۸۸	6/-/-	۲۹۵	12/-/-	۶۳۰	6/-/-	۹۷۲	6/-/-
۸۹	6/-/-	۲۹۷	30/-/-	۶۴۵	6/-/-	۹۷۴	6/-/-
۹۰	6/-/-	۲۹۹	6/-/-	۶۹۷	12/-/-	۹۷۵	6/-/-
۱۰۲	6/-/-	۳۰۴	18/-/-	۶۹۸	12/-/-	۹۷۶	6/-/-
۱۰۶	6/-/-	۳۱۱	18/-/-	۶۹۹	12/-/-	رعایتی	
۱۳۱	6/-/-	۳۱۹	6/-/-	۷۱۲	6/-/-	۷۹۷	6/-/-
۱۳۸	6/-/-	۳۲۲	18/-/-	۷۲۹	6/-/-	۷۸۹	16/-/-
۱۴۲	6/-/-	۳۴۱	6/-/-	۷۳۲	6/-/-	۸۰۱	4/-/-
۱۷۵	6/-/-	۳۴۵	6/-/-	۷۳۵	12/-/-	۸۰۶	6/-/-
۱۸۷	18/-/-	۳۶۲	6/-/-	۷۵۷	6/-/-	۸۱۲	18/-/-
۲۱۹	6/-/-	۳۷۶	6/-/-	۹۴۲	6/-/-	۸۵۱	4/-/-
۲۲۴	6/-/-	۴۰۵	6/-/-	۹۴۳	6/-/-	۸۷۶	12/-/-
۲۳۶	6/-/-	۴۱۵	12/-/-	۹۴۴	6/-/-	۸۸۱	6/-/-
۲۳۹	6/-/-	۴۶۵	18/-/-	۹۴۵	6/-/-	۸۸۲	15/-/-
۲۴۰	24/-/-	۵۲۴	2/-/-	۹۴۷	6/-/-	۸۸۶	30/-/-
۲۴۵	6/-/-	۵۷۵	18/-/-	۹۴۸	6/-/-	۸۹۰	15/-/-
۲۵۳	12/-/-	۵۷۸	12/-/-	۹۵۴	6/-/-	۹۰۲	12/-/-
۲۶۱	30/-/-	۶۰۴	6/-/-	۹۵۹	6/-/-	۹۰۸	15/-/-
۲۶۳	12/-/-	۶۰۹	4/-/-	۹۶۴	6/-/-	۹۰۹	6/-/-
۲۷۱	24/-/-	۶۱۵	6/-/-	۹۶۵	6/-/-	۹۱۸	3/-/-
۲۷۳	12/-/-	۶۱۸	6/-/-	۹۷۰	6/-/-		

گرین پریس پیسہ بلڈنگ لاہور میں اور باقی تمام اخبار تعلیمی پریس بیرون ۔۔۔ لاہور، باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار ۔۔۔ لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر ۔ دوست محمد

از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور ۲۶۳

بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی اہل مد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر جھنگ

P.O. Jhang

"پیغام صلح" ۔ مورخہ ۲۴ر ا

جلد ۴۴ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۵۵ء | نمبر ۳۶

مسلمانانِ انگلستان کی چوتھی سالانہ کانفرنس

اہم اسلامی مسائل پر بحث اور مسلمانانِ انگلستان کی تنظیم کی تجاویز

اقبال احمد

عید کے دوسرے اور تیسرے روز یعنی دو دن متواتر مسلمانان انگلستان کی کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس میں شامل ہونے کا میرا یہ پہلا موقعہ تھا۔ بس جلسہ سالانہ یاد آگیا۔ انگلستان کے مختلف حصوں سے تقریباً پچاس افراد ہر روز اکٹھے ہوتے تھے ان میں سے کافی لوگ تو دور دراز جگہوں سے آئے ہوئے تھے۔ جو مہمان دُور سے سفر کر کے آئے تھے اُن کے لئے مقامی ہوٹلوں میں رہنے کا انتظام کر لیا گیا تھا۔ کچھ آدمیوں کو اپنے ہاں ٹھہرایا گیا۔

صاحب صدر کی افتتاحی تقریر

افتتاحی مجلس کے صدر میجر فارمر تھے۔ انہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا:۔

" مجھے آج مسلمانان انگلستان کی چوتھی سالانہ کانفرنس کا افتتاح کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اس ذمہ داری کو سر انجام دیتے ہوئے مجھے بڑی خوشی ہے۔ اور افتتاح کرتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے خود اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس کانفرنس کا انتظام کیا ہے آپ سب کو یہاں دیکھ کر حقیقی خوشی ہوئی ہے۔ ہمیں خوشی اس لئے نہیں ہے کہ ہمیں آپ سے کوئی دنیاوی فائدہ ہے۔ بلکہ اس لئے خوشی ہے کہ ہمیں وہ چیز حاصل ہوتی ہے جو دنیا کی دولت کے ذریعہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہم خواہ کسی ملک سے آئیں اور کسی قوم کے افراد ہوں سب مسلمان بھائی اور بہنیں ہیں۔ قومیں اپنے نمائندے کانفرنسوں میں اس لئے بھیجتی ہیں کہ کوئی خاص چیز یا فائدہ حاصل ہو جائے۔ لیکن ہم سب بغیر کسی ذاتی مفاد کے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی قوم اس اجتماع کی مثال نہیں پیش کر سکتی جو ہر سال عرفات

(باقی پر صـ ۲)

نئے تبلیغی مشن

۲۱ اگست کو انجمن کی مجلس منتظمہ نے چند نئے تبلیغی مشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔ (۱) انڈونیشیا: مولوی محمد یحییٰ صاحب بی اے مولوی فاضل تشریف لے جائیں گے (۲) ڈھاکہ:۔ مولوی احمد یار صاحب ایم اے مولوی فاضل وہاں کام کریں گے۔ ڈچ ویسٹ گائنا:۔ مولانا عبدالحق ودیارتھی اسجگہ تشریف فرما ہوں گے۔

ہماری بنیادی خصوصیات

۱۔ اللہ تعالیٰ اس امت میں اپنے اولیا سے کلام کرتا رہا اور کرتا رہے گا۔

۲۔ رسول کریم صلعم کے وعدہ کے مطابق گذشتہ تیرہ صدیوں میں مجدد آتے رہے اس صدی کے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں وہ نبی نہیں انہوں نے خود لکھا ہے نبوت کا دعویٰ نہیں محدثیت کا دعویٰ ہے "(ازالہ اوہام صـ ۳۲)"

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں نزول ابن مریم کی پیشگوئی میں کسی مجدد کا مثیل مسیح ہو کر آنا مراد ہے اور وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں جو کسر صلیب یا عیسائیت کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے۔

۴۔ دجال اور یاجوج ماجوج سے یورپین اقوام مراد ہیں

۵۔ اسلام نہ پہلے تلوار کے زور سے پھیلا نہ آئندہ کسی تلوار یا سیاست کا محتاج ہے بلکہ اپنی روحانیت سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

۶۔ جماعت احمدیہ تبلیغ و اشاعت اسلام کیلئے بنائی گئی ہے۔

۷۔ مجدد وقت کے ساتھ ہو کر خدمت دین بجا لانا ضروری ہے اور علیحدہ رہنا معصیت اور گناہ ہے

۸۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں خواہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔

ہمارا کام

۱۔ قرآن کریم کے انگریزی، جرمن، ڈچ اور اُردو ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ تامل، ہندی، گورمکھی بنگالی تراجم شائع ہونے والے ہیں۔

۲۔ سیرت نبوی اور اسلام پر کئی انگریزی، اردو کتابیں شائع ہو کر کثیر افراد کی ہدایت کا موجب ہو چکی ہیں۔

۳۔ انگلستان، جرمنی، امریکہ میں تبلیغی مشن قائم ہیں جن کے ذریعہ کئی یورپین اور امریکن اصحاب مسلمان ہو

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے:۔ چھ روپے سالانہ

ممالکِ غیر سے:۔ پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بر و شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

(مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

مسلمانانِ انگلستان کی چوتھی سالانہ کانفرنس!

{بسلسلہ صفحہ اوّل}

کے مقام پر دیکھا جاتا ہے۔ ہمارے مذہب نے دنیا میں پہلی حقیقی جمہوریت کو جنم دیا۔ دوسرے مذاہب مساواتِ نسلِ انسانی کی صرف تعلیم ہی دیتے ہیں لیکن اسلام اس کا عملی نمونہ بھی پیش کرتا ہے۔ ہم اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہم انسانیت کی عملی برادری کے علمبردار ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اسلام ایک تراشے ہوئے ہیرے کی مانند ہے جس کے ہر رُخ سے ایک نیا رنگ نظر آتا ہے۔ ووکنگ مسجد کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے یہ سب سے موزوں جگہ ہے۔ اس لئے کہ یہ سرزمینِ انگلستان میں پہلی مسجد ہے اور اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں پہلی دفعہ تبلیغ اسلام کا جھنڈا بلند ہوا۔ اور وہ بھی صحیح تبلیغی ادارے کے ماتحت۔ آپ نے بتایا کہ شروع شروع میں یہاں بہت مشکلات پیش آئیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو دکانوں سے چیزیں خریدنی بھی مشکل تھیں اس لئے کہ وہ مسلمان تھے۔

میرے دوستو! ہمیں اس بات سے خبردار رہنا چاہیئے کہ ہم صرف زبانی باتیں کریں اور ہمارا عمل کمزور رہو۔ اگر ہم کسی بات پر ایمان رکھتے ہیں تو ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر ہم عمل نہیں کرتے تو ہم ایمان بھی نہیں رکھتے۔

"آیئے ہم اس بات کا عہد کریں کہ ہم قرآن پر اور اس کی تعلیمات پر کاربند رہیں گے"

انگلستانی مسلمانوں کی تنظیم

اس کے بعد ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے گذشتہ کانفرنس کی رپورٹ پڑھی، اور پھر عبدالصمد صاحب اور انیس الدین صاحب نے تقاریر کیں۔ اپنی تقاریر میں ان دونوں حضرات نے مسلمانانِ انگلستان کو منظم کرنے کے لئے تجویزیں پیش کیں۔

ایک مقالہ

بعد ازاں راقم الحروف نے ایک مقالہ "بغیر سود کے ایک اسلامک مانیٹری فنڈ" کے موضوع پر پڑھا۔ یہ مقالہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا تھا جو حیدرآباد دکن کے ایک عالم ہیں اور آج کل اس وقت پیرس میں مقیم ہیں۔ .... انہوں نے اس کانفرنس کے لئے تحریر کیا تھا۔

اہم مسائل پر بحث

۳۱ جولائی کو دوپہر کے وقت کانفرنس کا دوسرا سیشن منعقد ہوا۔ اس میں مندرجہ ذیل سوالات پر بڑی دلچسپ بحث ہوئی۔

(۱) کیا آمدنی یا جمع شدہ سرمایہ پر زکوٰۃ لگنی چاہیئے؟

(۲) کیا اسلام میں کورٹ شپ کی اجازت ہے؟

(۳) اسلام میں سؤر کا گوشت کیوں حرام ہے؟

(۴) کیا مسلمان لڑکی ایک غیر مسلم لڑکے کے ساتھ شادی کر سکتی ہے؟

(۵) کیا اسلام Socialism کی تعلیم دیتا ہے؟

ان سوالات پر ایک بورڈ نے بحث کی۔ جس کے ممبر مندرجہ ذیل تھے:۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب (صدر) مولانا عبدالمجید (پاکستان)۔ مس فاطمہ آدم سارنگ (انگلستان) مس سیّد علی (جنرل سیکرٹری غرب الہند)۔ میجر فاروق فارمر (انگلستان) مسٹر ڈونو (انگلستان) ڈاکٹر زیدی (پاکستان)۔ مسٹر نجم (عراق) مسٹر انیس الدین (پاکستان) مس میری (انگلستان)

اس کانفرنس کی تیسری مجلس یکم اگست کو منعقد ہوئی۔ اس میں آیندہ سال کے لئے تجاویز زیر غور آئیں اور مندرجہ ذیل دو اہم ریزولیوشن منظور ہوئے:۔

مسلمانانِ انگلستان کی حق تلفی

(۱) حال ہی میں نیشنل ہیلتھ انشورنس کے کمشنر نے ایک شادی شدہ مسلمان خاتون کو زچگی کی سہولتیں مہیا کرنے سے بدیں وجہ انکار کر دیا کہ وہ اور ان کے شوہر ایک ایسے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں جس میں ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ حالانکہ ان کے شوہر باقاعدگی سے نیشنل انشورنس کی رقم اپنی تنخواہ میں سے ادا کرتے ہیں، اور ان کی صرف ایک ہی بیوی ہے۔ اور یہ قطعاً ممکن نہیں کہ جب تک وہ اس ملک میں رہیں وہ کوئی اور شادی کر سکیں۔

نیشنل انشورنس کے کمشنر کے اس فیصلے سے مسلمانانِ انگلستان کی بے حد حق تلفی ہوئی ہے۔ اس لئے تجویز کی جاتی ہے کہ انگلستان میں جہاں جہاں مسلمان رہتے ہیں وہ اپنے علاقہ کے ممبر پارلیمنٹ کو ملیں اور اس کو ذہن نشین کرائیں کہ کمشنر صاحب کا رویہ بہت غیر منصفانہ ہے۔

مہاجرین فلسطین کے لئے ایک فنڈ

(۲) شاہجہان مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام ایک فنڈ فلسطین کے مہاجرین کے لئے شروع کیا جائے۔

اس مجلس کی صدارت ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے کی جو پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہ چکے ہیں۔ اور اب پاکستان کیمیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (پنجاب سیکشن) کے ڈائرکٹر ہیں۔

ایک سیرگاہ میں

اس کے بعد دوپہر کو تمام حاضرین ووکنگ سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ایک بہت خوبصورت سیرگاہ میں جس کا نام ورجینیا واٹر ہے گئے۔ وہاں کھیلیں ہوئیں۔ چائے پی گئی اور سایہ دار درختوں کے جھرمٹ میں نماز ادا کی گئی۔

کانفرنس کی کامیابی

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے یہ مسلمانانِ انگلستان کی چوتھی سالانہ کانفرنس تھی۔ چار سال سے باقاعدگی سے اور کامیابی کے ساتھ یہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانانِ انگلستان میں اپنے آپ کو منظم کرنے کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ اس کانفرنس میں پندرہ مختلف ملکوں کے مسلمانوں نے حصہ لیا۔ اس کانفرنس کی کامیابی کا سہرا ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کے سر ہے جنہوں نے بڑی محنت سے ہر ایک چیز کا انتظام کیا۔

لنڈن ٹائمز کا تبصرہ

لنڈن ٹائمز اپنی ۲۴ جولائی ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

"انگلستان کے مسلمان اگلے اتوار ایک کانگریس منعقد کر رہے ہیں۔ اس موقعہ پر دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمان مرد اور عورتیں اکٹھے ہوں گے اور آپس میں رابطہ پیدا کریں گے اور تعلقات کو مستحکم کریں گے۔ اگلے دن یہ تمام لوگ VIRGINIA WATER (جو ایک سیرگاہ ہے) جائیں گے، جہاں کھیلوں وغیرہ کا پروگرام ہو گا۔

"اگست کی پہلی تاریخ کو انگلستان بھر میں چھٹی ہوتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کے کیلنڈر میں اس دن کوئی چھٹی نہیں۔ اتفاق سے اس سال یکم اگست سے دو دن قبل یعنی ۳۰ جولائی کو شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید الاضحیٰ منائی جائے گی، شاہجہان مسجد ووکنگ سب سے پہلی مسجد ہے جو سرزمین انگلستان میں تعمیر ہوئی۔ مسلمانانِ انگلستان کی یہ چوتھی کانگریس ہو گی۔ اس دفعہ غالباً پہلے سالوں کی نسبت زیادہ لوگ شامل ہوں گے اس لئے کہ اس مرتبہ کانگریس چھٹی کے دن منعقد ہو رہی ہے۔ عید الاضحیٰ کی تقریب پر انگلستان کے ۶۰،۰۰۰ مسلمانوں میں سے تقریباً ۱۵۰۰ مسلمان شاہجہان مسجد ووکنگ جاتے ہیں۔

"شاہجہان مسجد اسلام کی ایک پُر نور شمع ہے جس کی شعاعیں سارے مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لیکن اس مسجد میں صرف پچاس آدمی سما سکتے ہیں۔ اس لئے عیدین کے موقعہ پر مسجد کے سامنے ایک بہت وسیع شامیانہ نصب کیا جاتا ہے۔ اس شامیانہ میں اس سال عبدالمجید صاحب، مدیر اسلامک ریویو عید کی نماز پڑھائیں گے اور اس دن ووکنگ کی فضا میں "اللہ اکبر" کی صدا متعدد بار گونجے گی۔ یہ کوئی غیر معمولی نظارہ نہ ہو گا۔ اس لئے کہ ۱۹۱۲ء سے لے کر آج یہ مسجد مسلمانوں کا بہت سرگرم مرکز ہے۔ یہ مسجد ۱۸۸۹ء میں تعمیر ہوئی لیکن ۱۹۱۲ء تک اس پر سکوت چھایا رہا۔

"شاہجہان مسجد، اوریئنٹل روڈ پر واقع ہے (اس سڑک کا اردو ترجمہ مشرقی سڑک ہے)۔ عیدین کے موقعہ پر اس سڑک پر تھوڑی دیر کے لئے دور افتادہ مسلمان ممالک کا ایک جمگھٹا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ان موقعوں پر اس سڑک کا نام ایک حقیقت بن جاتا ہے۔ تقریباً ۲۵ مختلف اقوام کے لوگ عید منانے کے لئے ووکنگ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ عیدین پر یہاں چھوٹے پیمانے پر وہی نظارہ ہوتا ہے جو مکہ میں ہر سال دیکھنے میں آتا ہے۔"

ہفت روزہ "پیغام صلح" ——— لاہور ——— ۳۱ اگست ۱۹۵۵ء

بہائیت اور احمدیت

کچھ دن ہوئے ایران سے پے در پے ایسی خبریں آتی رہیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ بہائی مذہب کے خلاف حکومت کی طرف سے سخت ترین تشدد کی پالیسی اختیار کی گئی ہے اور اس مذہب کے ماننے والوں کو تشدد و آزار کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور ان کے عبادت خانوں کو گرا دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں بتائی گئی کہ بہائی مذہب کی وہاں تبلیغ کی جاتی اور مسلمانوں کو بہائی بنایا جا رہا ہے۔

یہ وجہ اگر صحیح ہے تو ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت ایران نے نہ صرف اعلیٰ درجے کی ناعاقبت اندیشی سے کام لیا ہے بلکہ اسلام کے بھی سراسر خلاف قدم اٹھایا ہے، مذہب کے بارہ میں ظلم و ستم کی پالیسی اختیار کرنا اور اس کی اشاعت کو جبر و تشدد سے دبانے کی کوشش کرنا قرآن کے اس آیت کے صریح خلاف ہے جس میں اس نے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کہہ کر دنیا کو مذہبی آزادی کا کھلا چارٹر عطا کیا ہے جو حکومت ایسا کرتی ہے وہ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کے قرآنی حکم سے انحراف کرتی اور اپنے عمل سے یہ ثابت کرتی ہے کہ مخالف مذہب کے اثر سے لوگوں کو بچانے کے لئے کوئی معقول دلائل اس کے پاس نہیں، جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جن خیالات کو تشدد کے ساتھ دبانے کی کوشش کی جاتی ہے وہ اندر ہی اندر پھیلتے اور لوگوں پر اپنا اثر کرتے چلے جاتے ہیں۔

اسلام بفضلہ تعالیٰ نہایت معقول مذہب ہے، جسے اپنے آپ کو منوانے کے لئے یا مخالفت کے اثرات سے لوگوں کو بچانے کے لئے کسی تلوار کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی، اگر تشدد کے بجائے حکومت ایران بہائیت کی تعلیم کو معقول دلائل سے رد کرتی اور اسلام کی صحیح تعلیم کو لوگوں میں پھیلانے کا انتظام کرتی تو پیش آمدہ خطرہ آسانی سے مٹ سکتا اور بہائیت کا بڑھتا ہوا قدم بہت جلد رک سکتا تھا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ مسلمان چونکہ اسلام کی صحیح تعلیم سے واقف نہیں، اس لئے جب کوئی مخالف خیالات ان کے سامنے آتے ہیں، تو یا تو ان سے متاثر ہو کر اسلام ہی کو خیرباد کہہ دیتے ہیں، اور یا اس کے خلاف شور و غوغا برپا کر دیتے اور جبر و تشدد سے اسے مٹانے کی کوشش کرتے ہیں جو صحیح طریق عمل نہیں۔

غالباً حکومت ایران کے اس تشدد کو دیکھ کر، اور دوسری طرف پاکستان میں احمدیوں کے خلاف عام مسلمانوں کے رویہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے پاکستانی بہائیوں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی ہے کہ حکومت پاکستان سے یہ استدعا کریں کہ انہیں مسلمان سمجھنے کے بجائے ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔

اہل بہا کا یہ مطالبہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے گو انوکھا سمجھا جائے لیکن جہاں تک عقائد اور خیالات کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں یہ بالکل صحیح اور واجب ہے۔ آج تک اس مذہب کے لوگ ایسے عقائد رکھتے ہوئے جو اسلام کے سراسر خلاف ہیں اور یہ مانتے ہوئے کہ شریعت اسلامی اب منسوخ ہو چکی ہے اور نبوت محمدیہ کا زمانہ بہاء اللہ کے آنے سے ختم ہو گیا اور بہاء اللہ کو مظہر اللہ کے منصب پر فائز قرار دینے کے باوجود وہ مسلمانوں ہی میں ملے جلے رہتے اور مسلمان ہی سمجھے جاتے تھے، یہ اچھا ہوا کہ انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ کر لیا۔

لیکن اس ستم ظریفی کو دیکھئے کہ بہائیوں کے اس اعلان پر بعض اخبارات نے جماعت احمدیہ سے بھی یہ خواہش کی ہے کہ وہ بھی ان کی تقلید میں مسلمانوں سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دے تاکہ ہر روز کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ ہم حیران ہیں کہ ان لوگوں کو کیا کہیں، جماعت احمدیہ کے عقائد کوئی پوشیدہ چیز نہیں، کونسی بات اس میں ایسی ہے جو اسلام سے انہیں علیحدہ کرنے والی ہے، کیا کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے سوائے کوئی اور کلمہ اس جماعت نے بنایا ہے؟ کیا حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کوئی اور نبی تجویز کیا ہے؟ یا اس کی طرح شریعت محمدیہ کو منسوخ قرار دے کر کوئی اور شریعت بنائی ہے؟ آخر کس بناء پر ہم سے یہ خواہش کی جاتی ہے کہ ہم اپنے آپ کو علیحدہ اقلیت قرار دیں؟ بہائیوں کا مذہب جدا گانہ ہے، ان کے عقائد، ان کے اعمال مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں، وہ شریعت محمدیہ کو منسوخ سمجھتے ہیں، نہ وہ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے اور نہ ان کی طرح روزہ رکھتے یا اور احکام شریعت بجا لاتے ہیں، لیکن جماعت احمدیہ تو تمام ارکان اسلام کی قائل، قرآن کے ایک ایک حرف اور ایک ایک شعشہ کو ناقابل تنسیخ سمجھتی اور حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی یقین کرتی ہے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا، پھر کس بناء پر بہائیوں کی مثال پیش کر کے اس جماعت کی علیحدگی کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور کیا دکھ اس جماعت کی وجہ سے مسلمانوں کو لاحق ہے کہ انہیں الگ کر کے جمعیت اسلامیہ کو کمزور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، کیا یہ دکھ ہے کہ یہ جماعت اسلام کو دنیا میں پھیلا رہی ہے، توحید کا جھنڈا یورپ امریکہ میں لہرا رہی ہے، قرآن کے تراجم، حدیث نبوی اور سیرت اور اسلامی لٹریچر شائع کر کے یورپ کو مسلمان بنانے کی کوشش کر رہی ہے؟ آخر بتایا جائے کہ کن وجوہات پر اس جماعت کو علیحدہ کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے؟ یاد رکھئے خدا و رسول کے نزدیک یہی ایک جماعت ہے جو حقیقی معنوں میں مسلمان کہلا سکتی ہے، اس کو علیحدہ کر کے اسلام ایک جسد بے روح رہ جائے گا جس کا کوئی فائدہ دنیا کو نہیں۔

"جمہوریت اسلامیہ" ایک لاجواب کتاب ہے

چوہدری احسان الحق صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل بھمبر (آزاد کشمیر) کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں:—

جناب امیر قوم۔

جناب کی تصنیف "جمہوریت اسلامیہ" پڑھ کر ایک گونہ اطمینان اور ایک اعتماد و خیر و فخر محسوس ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی نادر، بلند پایہ اور بے مثل کتاب ہے کہ موجودہ سیاسی دور میں کوئی بھی جماعت خواہ وہ سیاسی ہو یا مذہبی، کتابی صورت میں تو مشکل پمفلٹ کی شکل میں بھی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

جناب نے جس عمدگی، بے نظیر اور دلپسند طریق سے جمہوریت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ الفاظ کی موزونیت اور استدلال نہایت اعلیٰ۔ عبارت میں ربط اور روانی کمال کی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب ہر لحاظ سے لاجواب اور لازوال ہے۔

جناب مبارک کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اس دستوری بحران میں قلم کو حرکت میں لا کر دستور یہ کو ایک راہ دکھائی ہے۔

میں ہوں جناب کا خادم
احسان الحق۔ بی اے ایل ایل بی۔ بھمبر

مکتوب بغداد

(بقیہ صفحہ ۲)

یہ محترمی مکتوب صاحب کا حسن ظن ہے کہ وہ میری "تبلیغی خدمات" کو سراہ رہے ہیں، آہ مجھ گنہگار سے حق تبلیغ جس طرح ادا ہونا چاہیئے اس کا عشر عشیر بھی ادا نہ کر سکا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ؛ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے خدمت دین کی توفیق بخشے۔

اخبار و افکار

سیلاب

گذشتہ دو تین سالوں سے دنیا کے مختلف حصص بالخصوص پاکستان و ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سیلاب کا آنا اور بار بار آنا ان لوگوں کے غور اور توجہ کا محتاج ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے چشم بصیرت عطا کی ہے یہ کہدینا کہ اتفاقی حادثات ہیں جو ہمیشہ ہی ہوتے رہتے ہیں صحیح نہیں۔ تاریخ میں کہیں یہ نظر نہیں آتا کہ ایسے ہولناک سیلاب کہ آبادیوں کی آبادیاں بہا لے جائیں اس سے پیشتر بھی اسطرح متواتر آیا کرتے تھے اگر ایسا ہوتا تو ان مقامات پر بستیاں اور شہر بسائے نہ جا سکتے، یہ طوفانِ نوح جو ہم دو تین سالوں سے دیکھ رہے ہیں مشیت ایزدی کی طرف سے بہت بڑا انتباہ ہے کہ اپنی پُرامن زندگی کو غفلت کا ذریعہ نہ بناؤ اور اس بات کو یاد رکھو کہ خدا تعالےٰ اگر چاہے تو جس وقت چاہے ایک آن میں فنا کر سکتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے توجہ دلائی ہے

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ

کیا نہیں دیکھتے کہ انہیں ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمایا جاتا ہے پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں، اس آیت میں سال کے اندر ایک یا دو مرتبہ جس فتنہ کے اندر ڈالے جانے کا ذکر ہے وہ سیلاب کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر آئے سال ایک یا دو مرتبہ یہ آزمائش ہم پر وارد ہوتی ہے لیکن غفلت کی آنکھیں نہیں کھلتیں اور بہت کم لوگ ہیں جو اس عذاب سے بچنے کیلئے دوسری تدابیر کے علاوہ توبہ و استغفار سے بھی کام لیں اور اللہ تعالےٰ کے آگے جھک کر اپنے گناہوں کی معافی چاہیں، حکومتیں سیلاب کو روکنے اور سیلاب زدہ لوگوں کو بچانے کے لئے اور تو سب کچھ کرتی ہیں، لیکن اس مسبب الاسباب کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتیں جسکی مشیت اس کی تہ میں کام کر رہی ہے حالانکہ یہی سب سے بڑا ذریعہ ہے جس سے ہم تمام قسم کی آفات ارضی و سماوی سے بچ سکتے ہیں، اور تمام وہ اسباب جو اس وقت ناکارہ ثابت ہو چکے ہیں محض فضل ایزدی سے کارگر اور مفید ہو سکتے ہیں۔ کیا ہمارے حکمران اور عوام اسطرف توجہ فرمائیں گے؟

اخلاقی جرائم

اخبارات میں ایسی رپورٹیں آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ملک میں جنسی جرائم اور قتل و غارت کی وارداتوں میں تشویشناک اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ غور کر کے دیکھا جائے تو دو بڑی وجوہ صاف نظر آتی ہیں، اول مذہب اور اللہ تعالےٰ پر ایمان بہت کم لوگوں میں باقی رہ گیا ہے علی العموم لوگ یوم آخر کے مواخذہ سے لاپرواہ ہو کر یہی سمجھ بیٹھے ہیں کہ اس دنیوی زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں جہاں نیک و بد اعمال کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اس لئے جو جی چاہے کرتے چلے جاؤ۔

دوسری بڑی وجہ جو ان اعمال بد کی محرک ہے وہ سینما کی مخرب اخلاق تصاویر اور کالجوں میں جوان لڑکوں اور لڑکیوں کا آزادانہ اختلاط اور میل جول ہے جن لڑکوں اور لڑکیوں کی عمریں سن بلوغت سے بہت آگے بڑھ جائیں اور انہیں آزادی کے ساتھ باہم ملنے ملانے کے مواقع بھی میسر ہوں اور خدا کا خوف بھی دلوں میں پیدا نہ کیا گیا ہو وہ جنسی جرائم کے مرتکب نہ ہوں تو اور کیا کریں ۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ای
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

ضرورت ہے کہ پاکستان کے نوجوانوں کو اس آزادانہ اختلاط اور سنما کی لعنت سے بچانے کا سامان کیا جائے اور وہ نیک دل لوگ جن کے دل ایمان باللہ کی روشنی سے منور ہیں اٹھیں اور اپنی آنیوالی نسلوں کے اندر بھی اس نور ایمان کو پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ ہر قسم کے جرائم اور گناہوں سے بچنے کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے،

اسلام اور عیسائیت

نیویارک میں عرب لیگ کے سفیر اور عرب انفارمیشن سنٹر کے ڈائرکٹر کامل عبدالرحیم نے پاکستان ہاؤس میں تقریر کرتے ہوئے یہ تجویز کی ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو دہریت اور مادیت کے مقابلے کے لئے متحد ہو جانا چاہیئے۔ ڈاکٹر رحیم نے کہا کہ "جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محض طاقت سے عالمی امن کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے وہ شدید غلطی میں مبتلا ہیں انہیں یہ حقیقت کسی صورت میں نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے کہ جب تک انسان کی سرگرمیوں پر کسی روحانی احتساب کا تصور تسلیم نہ کیا جائے گا عالمی امن کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا"

آپ نے فرمایا "جمہوری معاشرہ کا بنیادی اصول یہ ہے کہ آبادی کے مختلف حصوں میں نظریات و خیالات کے تبادلہ کی آزادی ہو اسلام اسی نظریہ کا حامل و مبلغ ہے اور اس کی تعلیمات میں آمریت و جارحیت کے لئے کوئی وجہ جواز موجود نہیں"

آپ نے کہا "اسلام صرف معاشرہ کے مختلف طبقات میں ہی مساوات کا علمبردار نہیں بلکہ وہ دنیا کی مختلف اقوام میں بھی مساوات کا اسی شدت سے حامی ہے۔ اسی نظریہ کی بدولت اسلام کو یہ حیثیت حاصل ہوئی کہ وہ دنیا کی مختلف قوموں کو یکجا اور متحد کرنے کے قابل ہوا، اور اسی نے قومیت کے نظریہ میں وسعت اور انقلاب پیدا کیا"

آپ نے بتایا کہ "اسلام کی طرح عیسائیت بھی جمہوریت کی علمبردار ہے اس اتحاد و نظریہ کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں مذاہب کے علمبردار دہریت و مادہ پرستی کے انسداد و مقابلہ کے لئے یکجا ہو جائیں اور عالمی امن کے تحفظ کے لئے اپنی روحانی طاقت کو بروئے کار لائیں"

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ڈاکٹر رحیم کے خیالات کی صحت میں کوئی کلام نہیں، اور ہمیں خوشی ہے کہ مسلمانوں کے تعلیمیافتہ اصحاب بھی اپنے مذہب کی روحانی طاقت اور اعلےٰ اصولوں سے واقف ہوتے جا رہے ہیں اور اس بات کو سمجھنے لگے ہیں کہ اسلام کی روحانی طاقت ہی دنیا میں قیام امن کا موجب ہو سکتی ہے لیکن یہ خیال کہ عیسائیت بھی انہی اصولوں کی علمبردار ہے اور وہ اسلام کے ساتھ مل کر دہریت اور مادہ پرستی کا مقابلہ کر سکتی ہے ہرگز صحیح نہیں، کیونکہ اگر موجودہ دہریت و مادہ پرستی کے پس منظر کو دیکھا جائے تو اس کی تہ میں کلیسائی تنگ نظریاں ہی کام کرتی ہوئی نظر آئیں گی اور سب سے بڑھ کر موجودہ عیسائیوں کا یہ دعوےٰ کہ مسیحی دنیا کا دنیوی عروج اس مذہب کی صداقت کی دلیل ہے ثابت کرتا ہے کہ دہریت و مادہ پرستی فی الحقیقت عیسائیت ہی کی پیداوار ہیں، پھر یہ بھی غور کے قابل ہے کہ انسانی مساوات کے اصول عیسائیت سے یکسر ناپید ہیں، اور مکالمہ الٰہیہ کے اجرا کی جو خدا کی ہستی پر سب سے بڑی دلیل ہے وہ کسی طرح قائل نہیں، پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ اسلام کے ساتھ مل کر دہریت و مادہ پرستی کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ آج اسلام ہی ایک مذہب ہے جس کے پاکیزہ اصول اور اعلےٰ تعلیمات دہریت و مادہ پرستی پر غالب آ سکتے ہیں، بشرطیکہ انہیں صحیح طور پر سامنے لایا جائے اور مساوات نسلِ انسانی کے ساتھ توحید باری تعالےٰ کو صحیح اسلامی رنگ میں پیش کیا جائے، اور لوگوں کو بتایا جائے کہ اگرچہ شریعت اور نبوت ختم ہو چکی ہے، تاہم خدا تعالےٰ آج بھی اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہم کلام ہو کر اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے صرف یہی ایک چیز ہے جو دہریت و مادہ پرستی کو مغلوب کر سکتی ہے اور یہ اسلام کے سوا کہیں نہیں ملے گی۔

بنی اسرائیل کی تاریخ میں اُمّتِ محمّدیہ کی حالت کا نقشہ

اپنی حالت کا اندازہ کیجئے اور اپنی ذمّہ داری کو پہچانئے

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۲۶ اگست ۱۹۵۵ء - فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمّد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ - اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

(الحدید آیات ۱۶ تا ۱۸)

بنی اسرائیل کی تاریخ

قرآن شریف میں کئی اقوام کا ذکر کیا گیا ہے، عاد، ثمود، قوم نوح، قوم لوط وغیرہ کا ذکر بار بار آتا ہے، لیکن بنی اسرائیل کا ذکر جس شرح و بسط کے ساتھ کیا گیا ہے کسی دوسری قوم کا ذکر اس تفصیل کے ساتھ نہیں، اس قوم کی تاریخ بھی قابل غور ہے بڑی ہی ذلیل حالت میں تھی - اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے بہت ہی گر گئی، اور فرعون کے نظام نے اس کو سخت ترین مصائب میں مبتلا کر دیا، پھر خدا نے جس کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ جب ظالم کا ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے تو مظلوم کی اخلاقی حالت کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس کی حمایت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے، کیونکہ اسے اپنی مخلوق بہت پیاری ہے، اس قوم کے ساتھ یہ احسان کیا کہ اپنا ایک عظیم الشان نبی مبعوث کیا کہ فرعون کے مظالم سے اسے چھڑائے چنانچہ اس نبی نے فرعون سے علانیہ کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیجدے یوں بھی بڑے بڑے انعامات اس قوم پر اللہ تعالےٰ نے کئے، ان میں پے درپے کئی نبی بھیجے، بڑے بڑے دبدبے اور جاہ و جلال والے بادشاہ ان میں پیدا ہوئے انہوں نے اس قوم کو اٹھانے کی بہت کوششیں کیں، اور وہ دنیا کی بڑی معزز قوم بن گئی، لیکن آخر کار دنیا ہی پر گری اور ذلیل و خوار ہو گئی -

ایلیا کی دوبارہ آمد اور یہود کی لفظ پرستی

پھر مذہبی امور میں محض الفاظ پرستی کو انہوں نے اپنا شیوہ بنا لیا اور ظاہر لفظوں کو پکڑ کر بڑے بڑے حقائق سے انکار کر دیا جب حضرت عیسٰی علیہ السلام مبعوث ہوئے تو وہ جو ملاکی نبی کی پیشگوئی توریت میں چلی آتی تھی کہ مسیح کی آمد سے پہلے ایلیاس دوبارہ آئے گا، وہ ظاہر پرستوں کے لئے مسیح کو ماننے میں روک بن گئی - انہوں نے ظاہر الفاظ کو پکڑ لیا اور حضرت عیسےٰ نے جب دعوےٰ کیا تو انہوں نے کہا کہ تم سے پہلے ایلیا (ایلیاس) کا دوبارہ آنا ضروری ہے، انہوں نے بتایا کہ ایلیاس کے دوبارہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ ایلیاس کی خو بو میں کوئی شخص آئے گا اور وہ یوحنا (یحیٰی علیہ السلام) ہیں، جو مجھ سے پہلے آئے ہیں، لیکن انہوں نے نہ مانا دوسری وجہ ان کے نہ ماننے کی یہ تھی، کہ یہ قوم بہت گری ہوئی تھی اور اس کا یہ خیال تھا کہ مسیح جب آئے گا تو ہمیں بادشاہت دلائے گا - لیکن حضرت مسیح نے بتایا کہ میں تو دنیا کی بادشاہت دلانے نہیں آیا بلکہ خدائی بادشاہت قائم کرنے آیا ہوں، حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ ایک یہودی کا بیان ہے کہ ہم سے جب خدا پوچھے گا کہ تم نے مسیحؑ اور محمد صلعم کو کیوں نہ مانا تو ہم توریت کھول کر اس کے سامنے رکھ دیں گے کہ تو نے ہی اس میں کہا تھا کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیاس آئے گا لیکن ایسا نہ ہوا تو ہم کیسے مان لیتے -

مسیح کے متبعین کی کثرت اس کی صداقت کی دلیل ہے

کتنی حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ ایک نبی دنیا میں آتا ہے، اور آج تک اس کے کروڑہا متبعین موجود ہیں، وہ کہتا ہے کہ میں مسیح ہوں اور ایک ظاہر پرست یہودی یہی کہے چلا جاتا ہے کہ مسیح آیا ہی نہیں کیسی بیہودہ بات ہے جس کے لئے متبع ہوں کہ ہزارہا سال کے بعد بھی اس کے ماننے والوں کی تعداد دنیا میں غالب ہے، اس کی صداقت تو اسی سے واضح ہے، یہی حال بدھ کا ہے، اس کے ماننے والے دنیا کے سب مذاہب کے متبعین سے زیادہ ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ بھی اپنے وقت کا رسول تھا -

حضرت نبی کریم صلعم کا انکار

بہرحال اس قوم (بنی اسرائیل) نے ظاہر لفظوں کی آڑ میں خدا کی نافرمانی پر کمر باندھ لی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق بھی انہیں معلوم تھا کہ "وہ نبی" عرب میں پیدا ہوگا - کئی یہودی اسی وجہ سے عرب میں آ کر آباد ہوئے کہ پیشگوئیوں میں عرب ہی میں آپ کی بعثت کا ذکر تھا، لیکن فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ لیکن جب وہ نبی آ گیا تو اسے پہچانتے ہوئے انکار کر دیا، حالانکہ پیشگوئی میں یہ بھی صاف لکھا تھا کہ میرے بھائیوں میں سے وہ نبی آئے گا اور بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہی تھے جو عرب میں آ کر آباد ہوئے، لیکن یہ سب کچھ جانتے ہوئے انہوں نے نہ ماننا تھا نہ مانا -

بنی اسرائیل کے ذکر میں امت محمدیہ کو تنبیہ

خیر یہ تو بنی اسرائیل کی مختصر تاریخ تھی، سوال یہ ہے کہ قرآن میں بنی اسرائیل کا ذکر بار بار کیوں کیا گیا، فی الحقیقت اس سے امت محمدیہ کو تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ تم ایسی غلطیاں نہ کرنا جیسی یہودیوں نے کیں، لیکن انتہائی بدقسمتی ہے کہ مسلمانوں نے بھی اس کھلے انتباہ کے باوجود انہی کی روش اختیار کر لی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی خبر پہلے ہی سے دیدی تھی، آپ نے فرمایا کہ میری امت آخر زمانہ میں یہود کی سنت کی پیروی کرے گی -

مسلمانوں کی لفظ پرستی اور مسیح موعودؑ کا انکار

چنانچہ ایسا ہی ہوا، دیکھئے اس امت میں بھی ایک مسیح کے آنے کی پیشگوئی تھی، وہ بھی آ گیا لیکن جس قسم کے حیلوں اور بہانوں سے ظاہر الفاظ کی آڑ لیتے ہوئے پہلے مسیح کا انکار یہودیوں نے کیا تھا، اسی طرح مسلمانوں نے بھی لفظ پرستی سے کام لیکر طرح طرح کے حیلے اور بہانے کئے کبھی کہتے ہیں حدیث میں ہے کہ وہ نازل ہوگا، گویا اسے آسمان سے نازل ہونا چاہیئے، کبھی کہتے ہیں کہ مسیح جب آئے گا تو اس کے دم سے کافر سب مر جائیں گے اور مسلمان ہی مسلمان دنیا میں رہ جائیں گے، ان کے سامنے قرآن پیش کیا گیا کہ وہ مسیح جس کا تم انتظار کر رہے فوت ہو چکا ہے اس لئے آسمان سے کوئی نہیں آ سکتا اور اگر وہ آ جائے تو ختم نبوت باطل ہوتی ہے احادیث بھی ان کے سامنے پیش کی گئیں کہ مسیح کے آنے کے تمام نشانات پورے ہو چکے ہیں، دجال آ گیا، یاجوج ماجوج کا تسلط دنیا پر ہو گیا، اسلام کی حالت نازک ہو گئی، عیسائیت پھیل گئی اب بھی مسیح نہ آیا تو کب آئے گا - لیکن ان باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں، بعینہ یہودیوں کی طرح وہ بھی دنیا پر گرے ہوئے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ مسیح جب آئیگا تو سلطنت دلائیگا، مہدی اس کے ساتھ ہو کر تلوار چلائیگا - کیا نقشہ انہوں نے بنا دیا ہے اور محض ظاہر لفظوں کی آڑ میں حقائق کا انکار کرنے پر تلے ہوئے ہیں

قرآن کا انتباہ

ابھی جو آیات میں نے پڑھی ہیں اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ

لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ کیا ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں ابھی وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل خدا کے ذکر کے لئے نرم ہو جائیں اور وہ حق جو خدا کی طرف سے آیا ہے، اس کو عملاً قبول کریں وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جن کو اس سے پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر لمبا زمانہ گذر گیا تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور بہت لوگ اُن میں سے فاسق ہیں۔

اپنی حالت کا اندازہ کیجئے

یہ بنی اسرائیل کا نقشہ ہے جس سے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے اور صاف لفظوں میں کہا ہے کہ ایسے نہ ہو جانا، قرآن یہ چیزیں بے فائدہ بیان نہیں کرتا۔ آج اگر ہم اپنی حالت کا اندازہ لیں تو کیا یہ آیات ہم پر صادق نہیں آتیں؟ کیا ہمارے دلوں میں خدا کے ذکر کے لئے خضوع خشوع پیدا ہوتا ہے؟ قرآن کریم کی تعلیم کو عام مسلمانوں نے تو پس پشت ڈال ہی دیا ہے۔ لیکن ہمیں تو اپنی فکر کرنی چاہیئے۔

دوسرے مجدد کی انتظار اور ہماری ذمہ داری

مجھے بہت اس سے رنج ہوتا ہے اور یہ الفاظ بہت دفعہ اپنے دوستوں سے سنکر افسوس ہوا ہے کہ جب جماعت کی کمزوری کا ذکر آتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اب سالہا سال مجدد کو آئے ہوئے گذر گئے ہیں اب اگلی صدی کا مجدد پیدا ہو چکا ہوگا، یہ بڑا ہی پست خیال ہے، یہ صحیح ہے کہ مجدد کو گذرے ہوئے دیر ہو گئی ہے یہ بھی صحیح ہے کہ اگلی صدی کا مجدد آئیگا لیکن اس سے کیا ہم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے؟ کیا اگر دوسرا مجدد پیدا ہو گیا تو ہمیں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا چاہیئے؟

قلوب کی زندگی کے لئے ہدایت کی ضرورت

خدا کا قانون اٹل ہے، وہ کسی کی پروا نہیں کرتا، جن اقوام نے خدا کے قانون کو ملحوظ نہ رکھا وہ مٹا دیئے گئے، اور دوسری قوم نے جو اس کی اہل تھی ان کی جگہ لے لی، اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ دیکھو خدا کا ایک قانون ہے جس کو روزمرہ ہم دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ زمین جب مردہ ہو جاتی ہے تو آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے جو اسے زندہ کر دیتی ہے اور اس میں سبزہ اور پھول لہلہانے لگتے ہیں، اسی لئے قلوب کی روحانی زمین بھی جب مردہ ہو جاتی ہے تو آسمان سے روحانی بارش اترتی ہے جس سے قلوب زندہ ہو جاتے ہیں۔

مجدد کا کام

ایک صدی بڑا لمبا زمانہ ہوتا ہے۔ اس لمبے عرصہ میں دنیا کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ کئی نئی چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں، نئی تحقیقاتیں، نئے نظریئے دنیا کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں اس لئے خدا بھی مجدد کو سو سال کے بعد بھیجتا ہے، جو اس مردنی کو دور کر دیتا ہے جو اسلام پر چھا جاتی ہے اور جو غلطیاں پیدا ہو جائیں ان کی اصلاح کرتا ہے۔

آسمان سے آنے کی ایک اور وجہ

اس کے آسمان سے آنے کی ایک اور بھی وجہ ہے وہ یہ کہ اہل زمین ہی تو تمام مناقشات پیدا کرتے ہیں۔ ان میں باہم ضد، تعصب اور حسد چلتا ہے اور اس کی وجہ سے باہم جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا ہے، آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہی باتوں کی وجہ سے مسلمان بہت گر گئے ہیں، ان کی اصلاح کی بہت کوششیں ہوئیں لیکن ایک بھی کوشش کارگر نہ ہوئی، کیونکہ وہ علماء جنہوں نے باہم تفرقہ کیا وہ اپنے جیسے دوسرے کسی عالم یا لیڈر کی بات کو کب مان سکتے ہیں، جو آسمان سے آئے اسی کی بات کو انسان صحیح سمجھتا ہے۔

امامِ وقت نے باہمی مناقشات کو دور کیا

آپ دیکھئے شیعہ، سُنّی، اہلحدیث وغیرہ مختلف فرقوں کے لوگ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے لیکن انہی مختلف فرقوں میں سے لوگ آکر احمدی بنے اور امامِ وقت کی آواز پر تمام جھگڑے چھوڑ دیئے، آمین بالجہر پر لوگوں نے کس قدر باہم لڑائیاں کیں، حالانکہ یہ ایک معمولی بات ہے اگر کسی کے منہ سے آمین اونچی آواز سے نکل جائے تو کیا بگڑ جاتا ہے، اور کوئی آہستہ کہدے تو کیا خرابی پیدا ہوتی ہے، امامِ وقت نے آکر اس قسم کے تمام مناقشات سے آزاد کر دیا اور بہت سی غلطیوں سے نکال کر سیدھی راہ پر چلایا،

مجددِ وقت نے صحیح ایمان پیدا کیا

مجددِ وقت دلوں کے اندر صحیح ایمان پیدا کرتا ہے، جب تک صحیح ایمان پیدا نہ ہو، عمل بھی صحیح نہیں ہو سکتا، صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان اس قدر زبردست تھا کہ کوئی چیز اسے متزلزل نہیں کر سکتی تھی، جان بڑی چیز ہے لیکن ایمان کی خاطر انہوں نے اس کی بھی پروا نہ کی اور خوشی خوشی اپنی جانیں نثار کر دیں

اپنی ذمہ داری کو پورا کیجئے

میں آپ کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اس خیال کو چھوڑ دیں کہ کوئی مجدد آنے والا ہے یا نہیں، یہ خیال ہمیں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں کر سکتا، خدا ہم سے پوچھے گا کہ جو مجدد تم میں آ چکا ہے اس کا کہنا تم نے کہاں تک مانا، کہاں تک ان ذمہ داریوں کو پورا کیا جو اس نے تم پر عائد کیں؟ اس لئے اس بات پر غور کیجئے کہ ایک تو ہم اپنے نفس کا کہاں تک محاسبہ کرتے ہیں اور دوسرے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہیں یا نہیں۔

منٹو صاحب کی واپسی!

ہمارے احباب یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ ہمارے امریکی مبلغ میاں بشیر احمد صاحب منٹو آٹھ نو سال کے بعد واپس وطن تشریف لا رہے ہیں، سان فرانسسکو سے روانگی کے بعد ذیل کی چٹھی انہوں نے نیویارک سے لکھی ہے:—

اخویم مکرم و معظم جناب سیکرٹری صاحب۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

میں بیس جولائی کو سان فرانسسکو سے روانہ ہوا تھا، ستائیس تک لاس اینجلس یا اس کے قرب و جوار میں قیام رہا، مسٹر اور مسز سراج الدین قادری کے ہم مہمان تھے۔ مسٹر اور مسز شکرالہی حسین آف احمدیہ موومنٹ بھی نہایت مہربانی سے پیش آئے۔

ستائیس جولائی کو Phoenix روانہ ہو گیا، وہاں ایک نومسلم نامی [illegible] کا مہمان رہا، نومسلم مسز گیلیمورا اور ان کی بچی عمر سات برس سے بھی ملا اور ان کے ذریعے بعض دوسرے لوگوں سے بھی ملاقات ہوئی۔

۳۱ جولائی سے چار اگست تک بر شکاگو میں اپنے ماموں زاد بھائی حماد اسحاق کچلو کا مہمان رہا، ربوہ مشن کے لوگوں سے بھی ملا۔

پانچ اگست سے سات اگست تک Hopewell Virginia میں نومسلم [illegible] Alis yahmeest اور ان کی ہمشیرہ صاحبہ کا مہمان رہا۔ رچمنڈ جو ورجینیا سٹیٹ کا دار الحکومت ہے، ہوپ ویل سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ایک دن میں وہاں ٹھہرا، بعض لوگوں سے تبادلۂ خیالات ہوا۔ نو اور دس اگست کے دو دن واشنگٹن، ڈی سی میں گذارے۔ خواجہ منصور احمد وائیں بڑی محبت سے ملے اور دار الحکومت کی خوب سیر کرائی۔ ربوہ مشن کے انچارج خلیل احمد ناصر صاحب اور ان کے رفقاء سے بھی ملاقات ہوئی۔

گیارہ اگست سے نیویارک میں مقیم ہوں، افسوس ہے کہ غیر معمولی شدت کے طوفانوں کی وجہ سے ہمارا جہاز ابھی تک نیویارک کی بندرگاہ میں نہیں پہنچ سکا اور اب اس کمپنی کے ایک دوسرے جہاز S.S. Flying Cloud سے ۲۳ اگست کو ہم روانہ ہو جائیں گے انشاء اللہ

یہاں کے بہت سے نومسلموں اور بعض انجمنوں کے سرکردہ لوگوں سے مل چکا ہوں اور یہ سلسلہ ملاقات کا روانگی تک قائم رہے گا۔ والسلام

خاکسار

بشیر احمد منٹو

حدیث کا صحیح مقام

اس موضوع پر مولوی اللہ یار صاحب کا ایک مضمون "منکرین حدیث سے ایک سوال" کے عنوان سے ۲۰ر اپریل کے پیغام صلح میں درج ہوا تھا، ذیل کا مضمون اسی سلسلہ کی دوسری قسط ہے:

قرآن اور بیان قرآن

دوسری آیت شریفہ جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید اور اس کا بیان دو الگ الگ چیزیں ہیں ذیل میں درج ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۔

یہ آیت شریفہ مذکورہ بالا مسئلہ کے بارہ میں نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے اور تعصب کی عینک سے دیکھنے والے کا تو دنیا بھر میں کوئی علاج نہیں لیکن جو شخص خالی الذہن ہو کر آیت مذکورہ پر غور کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ایک تو قرآن مجید ہے، جو ما بین الدفتین ہمارے پاس موجود ہے، اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جمع ہو کر آج تک مغرب و مشرق میں پڑھا جا رہا ہے۔ اور دوسرے ایک اور چیز ہے جس کا نام بیان قرآن ہے کیونکہ آیت مذکورہ بالا سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ اس میں اللہ تعالے نے تین امور بیان فرمائے ہیں، ایک جمع قرآن دوسرے اس کا پڑھ دینا تیسرے اس کا بیان۔ فرمایا ہے بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھ دینا ہمارے ذمہ ہے پھر جب ہم اس کو پڑھ دیں تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم اس کے پڑھنے کی پیروی کرو، پھر اس کی وضاحت کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اب اس پر غور کرنے سے یہ امر بیّن طور پر ثابت ہے کہ قرآن اور بیان قرآن ایک ہی چیز ہے، وہ سخت غلطی خوردہ اور دین کو بازیچۂ اطفال بنانے والے ہیں، کیونکہ آیت مذکورہ بالا میں بَيَانَهٗ آیا ہے۔ بیان مضاف ہے اور ٗ ضمیر مضاف الیہ۔ جو لوگ عربی زبان کی تھوڑی سی صرف و نحو جانتے ہیں ان سے مخفی نہیں کہ مضاف اور مضاف الیہ میں مغائرت کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے یہاں مراد خود قرآن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا بیان ہی ہو سکتا ہے۔ جس طرح قرآن اور اس کا جمع کرنا قرآن اور اس کا پڑھ دینا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ کی آیت

لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے منکرین حدیث اپنے مقصد کی تائید میں قرآن کریم سے کچھ اور آیات پیش کرتے ہیں جن کی مختصراً تشریح قارئین کرام کے غور کے لئے درج کی جاتی ہے تا کہ اصل مسئلہ میں کوئی ابہام وغیرہ باقی نہ رہے۔ ایک آیت جو سورہ آل عمران میں ہے یہ ہے هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ یعنی یہ (قرآن) لوگوں کے لئے اصل مقصود کو واضح کرنے والی چیز ہے۔ اس سے ان کا استدلال یہ ہے کہ قرآن کریم خود بیان ہے اور اپنے مطلب کو آپ ہی واضح کرتا ہے اسے کسی دوسرے بیان کی ضرورت نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دین کے اصول قرآن کریم میں واضح طور پر موجود ہیں ان کے سمجھنے کے لئے کسی دوسرے بیان کی ضرورت نہیں اگر کسی جگہ ان میں ابہام پیدا ہونے کا امکان نظر آیا ہے تو قرآن کریم نے خود ہی اس کی دوسری جگہ تشریح فرما دی ہے۔ یہاں تک تو اس کا مطلب درست ہے۔ مگر اس سے یہ مطلب لینا کہ اصول دین کے علاوہ اور جتنے احکام قرآن میں بیان ہوئے ہیں ان سب کی تفصیل اور تشریح بھی قرآن میں موجود ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ پہلی آیت شریفہ میں لفظ بَيَانَهٗ آیا ہے جو مضاف اور مضاف الیہ پر مشتمل ہے جن میں مغائرت کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے قرآن کریم کے علاوہ اس کے بیان کا ہونا بھی ضروری ہے۔

منکرین حدیث کا باہمی اختلاف

اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ منکرین حدیث خود قرآن کریم کے احکام اور اس کی آیات کی تشریح و تفسیر میں مختلف الخیال ہیں۔ اگر بقول ان کے قرآن حکیم کے لئے کسی اور بیان کی ضرورت نہیں تو پھر ان کا آپس میں یہ اختلاف کیوں ہے۔

نماز جنازہ قرآن میں کہاں ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں کئی ایسے احکام موجود ہیں جن کا ذکر اجمالاً کیا گیا ہے، ان کی توضیح و تفصیل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے:۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (سورۃ توبہ) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان منافقین میں سے کوئی مر جائے تو نہ تو ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ پھر اسی سورت میں دوسری جگہ یہ آتا ہے:۔ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ۔ یعنی وہ لوگ جو اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے اور برے اعمال کے ساتھ نیکی بھی کرتے ہیں ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔ اب وہ لوگ جو حدیث شریف کا انکار کرتے ہیں وہ بتائیں کہ نماز جنازہ کس طرح پڑھنی چاہئے اور اس کی تفصیل قرآن میں کہاں ہے؟ اگر یہی نماز جنازہ ہے جو عام طور پر مسلمانوں میں پڑھی جاتی ہے تو اس کی تکبیرات اور اس میں سجدہ وغیرہ نہ ہونے کا ذکر قرآن کریم میں کہاں ہے پانچ وقت نماز جو مسلمان پڑھتے ہیں اس کے اوقات اور اذکار وغیرہ کی بحث کو یہاں ہم چھوڑتے ہیں۔ یہاں صرف نماز جنازہ کو لیتے ہیں جسے تمام دنیا کے مسلمان اور ان کے تمام فرقے ادا کرتے ہیں۔ اگر ہم منکرین حدیث کی بات مان لیں تو اس صورت میں اسلام کی نماز جنازہ بالکل بیہودہ ہو گی کیونکہ قرآن کریم میں تو اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ کوئی ایسی نماز بھی ہے کہ جس میں سجدہ اور رکوع نہیں۔ اب قارئین کرام غور فرمائیں کہ احادیث شریفہ کے ترک کرنے سے اسلام کا کیا باقی رہ جائے گا۔

تبیاناً لکل شئی کا مطلب

دوسری آیت جو یہ لوگ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں یہ ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ یعنی ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے۔ اب یہاں كُلِّ شَيْءٍ کا لفظ جو آیا ہے اس سے مراد دنیا کی تمام چیزیں نہیں ہو سکتیں ورنہ ریل، ہوائی جہاز اور ایٹم بم وغیرہ کے بنانے کی ترکیب بھی قرآن میں موجود ہونی چاہئے تھی۔ اس لئے كُلِّ شَيْءٍ کے لفظ کو ضروریات دین تک ہی محدود کرنا پڑے گا یعنی اس کتاب میں ضروریات اور اصول دین بالوضاحت مذکور ہیں جیسا کہ اس سے قبل عرض کر چکا ہوں یہ چیزیں قرآن کریم میں بالوضاحت موجود ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کلام نہیں، مگر اس سے مراد یہ لینا کہ قرآن کریم میں جملہ احکام بالتفصیل موجود ہیں یہ بداہتہً غلط ہے جیسا کہ اس کے اوپر والی آیت کی تشریح میں مفصل عرض کر چکا ہوں۔ اسی طرح وہ آیات جن میں قرآن کریم کے متعلق تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور كِتٰبًا مُّفَصَّلًا وغیرہ آتا ہے ان سب میں یہی مراد ہے کہ اصول دین اس کتاب میں بالتفصیل اور بالوضاحت موجود ہیں اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ جتنے احکام قرآن شریف میں آئے ہیں ان سب کی تفصیل بھی اس میں موجود ہے ورنہ اس صورت میں پھر وہی مشکلات پیش آئیں گی جن کا ذکر اوپر کر چکا ہوں۔

احادیث کے متعلق افراط اور تفریط

اصل میں احادیث کے متعلق یہ سارا جھگڑا قلت تدبر، تعصب اور اہل حدیث کی اس غلط روش کی حدیث قرآن پر حاکم ہے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور ایک گروہ نے غلو کر کے احادیث کے متعلق افراط ... سے کام لیا تو دوسرا گروہ تفریط سے کام لے کر سرے سے ہی ان کا منکر ہو گیا۔ یہ دونو گروہ جادہ صواب سے بھٹکے ہوئے ہیں موجودہ وقت کا تعلیم یافتہ طبقہ جو منکرین حدیث کی چکنی چپڑی باتوں اور ان کی ملمع سازی سے متاثر نظر آتا ہے ان کے خیال میں احادیث کا ماحصل صرف اس قدر ہے کہ محض ایک یا دو آدمی کے بیان کو معتبر سمجھ

(باقی بر صفحہ ...)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

اتحاد المسلمین اور اشاعت اسلام

اخبار مدینہ بجنور میں مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی ایڈیٹر مجلہ معارف کا خطبہ صدارت "مذہبی تعلیم کی ضرورت اہمیت" کے عنوان سے مسلسل چلا آ رہا ہے اس وقت آخری قسط ۱۴ جون کی اشاعت میرے سامنے ہے۔ اس میں دو اقتباس برائے غور و فکر احباب کے ازدیاد ایمان اور معلومات کے لئے نیچے درج کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:-

(۱) "یہ وقت آپس کے اختلاف کا نہیں ہے۔ جب سیلاب آتا ہے تو اس سے بچنے کے لئے وحوش و طیور بلکہ درندے اور زہریلے جانور تک آپس میں مل جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی کوشش نہیں کرتے ایسی حالت میں ہندوستان میں فرقہ پرستی کا جو سیلاب آیا ہے کیا اس سے بچنے کے لئے مختلف عقیدہ و خیال کے مسلمان آپس میں نہیں مل سکتے یا کم سے کم ایک دوسرے کو انگیز نہیں کر سکتے۔ آپس کا اختلاف جو کبھی کبھی ایک دوسرے کی تکفیر، تفسیق اور تضلیل تک پہنچ جاتا ہے، علماء کے وقار کے بھی خلاف ہے اور مسلمانوں کے لئے بھی تباہ کن ہے۔"

(۲) "آخر میں ایک اور اہم بات کہتا ہے وہ یہ کہ مادیت کے اس دور میں بھی اخلاق اور سیرت و کردار میں بڑی سے بڑی طاقت اس کا لوہا ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کے دور عروج میں ان کی کامیابی کا سب سے بڑا راز ان کے اخلاق کی پاکیزگی اور سیرت و کردار کی استواری تھی جس سے وہ دشمنوں کے دلوں میں بھی گھر کر لیتے تھے اور انہوں نے سیاسی قوت سے زیادہ اخلاقی قوت سے قوموں اور ملکوں کو مسخر کیا، ورنہ کیا عرب جیسی بے سر و سامان اور غیر متمدن قوم تنہا مادی طاقت کے بل بوتے پر اس زمانہ کی بڑی بڑی طاقتور اور ترقی یافتہ قوموں پر غالب آ سکتی تھی اس کی شہادت کے لئے آج بھی انڈونیشیا اور چین موجود ہیں جہاں مسلمان فاتحین کے قدم کبھی نہیں پہنچے، مگر آج انڈونیشیا کا پورا ملک مسلمان ہے اور چین میں بھی ان کی تعداد کئی کروڑ ہے۔ خود ہندوستان میں اسلام کی اشاعت زیادہ تر صوفیائے کرام کی وجہ سے ہوئی جن کے پاس اخلاق اور روحانیت کے سوا کوئی مادی طاقت نہ تھی......اس لئے اگر آج بھی مسلمان اپنے اعمال و اخلاق کا بلند نمونہ پیش کریں تو اس کے وہی نتائج نکلیں گے جو اس سے پہلے نکل چکے ہیں ؎

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اور مذہب اور مذہبی تعلیم کا اصل مقصد ہی اخلاق و اعمال کا تزکیہ و تطہیر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد ہی فضائل اخلاق کی تکمیل بتلایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ" اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کا اصلی مقصد ہی فضائل اخلاق کی تکمیل ہے۔"

ساٹھ سال پیچھے کی بات

اب ذرا ساٹھ سال پیچھے کی طرف جائیے اور دیکھئے کہ حضرت امام عصر حاضر علیہ السلام نے خدا سے اذن پا کر خوابیدہ مسلمانوں کے سامنے جو لائحہ عمل پیش کیا تھا اور جس منہاج پر گامزن ہو کر دین و دنیا کی فلاح و بہبود حاصل ہونے کا یقین دلایا تھا، مذکورہ بالا اقتباسات اس کی صدائے بازگشت ہیں یا نہیں؟ اگر اس وقت اس مرد خدا کی سرمدی آواز پر لبیک کہا جاتا تو آج ہندوستان کا یہ حال زار نہ ہوتا اس وقت تو مخبر صادق صلعم کے ارشاد یضع الحرب (جو خاص اس چودھویں صدی کے متعلق فرمایا تھا) کو پس پشت ڈال کر نام نہاد علمائے کرام نے جہاد بالسیف کے ذریعہ حصول حکومت پر اپنی ساری قوت ضائع کر دی۔ مسلمان قوم کو تباہ و برباد کر دیا۔ جب پانی سر سے گذر چکا تو آج وہی بات کہ "اگر آج مسلمان اپنے اعمال و اخلاق کا بلند نمونہ پیش کریں تو اس کے وہی نتائج نکلیں گے جو اس سے پہلے نکل چکے ہیں"۔ کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اب بھی چشم بصیرت عطا فرماوے وہ اپنے خیر خواہ کو شناخت کر لیں۔ اور اس کے دامن سے وابستہ ہو کر اور اسکے جانباز سپاہیوں کے ساتھ مل کر اس کے بتلائے ہوئے نسخہ کو خود عمل میں لائیں اور اسے دوسرے مریضوں تک پہنچائیں۔ ربنا اغفرلنا ذنوبنا

شہنشاہ جاپان کے خاندان پر مسیحی دجل کاریاں

۱۸ر جولائی بروز بدھ۔ اخبار الشعب یومیہ میں آج شہنشاہ جاپان کے بھائی کی ایک تصویر زیر عنوان "شقیق امبراطور الیابان یرقص" شائع ہوئی ہے اس تصویر میں امیر میکاسا شہنشاہ کے بھائی ممرضات یعنی لیڈی ڈاکٹروں کے ساتھ رقص میں مصروف ہیں یہ رقص کہاں ہو رہا ہے "فی احد المستشفیات التبشیریۃ المسیحیۃ فی طوکیو" یعنی۔ دیکھا آپ نے تبشیر مسیحی کے علمبردار خدا کے بیٹے کے پرستار کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، صنف نازک کا ہتھیار ڈالر اور پاونڈ سے بھی زیادہ کارگر ہوتا ہے امیر میکاسا کے گلے میں یہ پھندا موزوں ثابت ہوگا کچھ دنوں کے بعد اخبارات میں بڑی بڑی سرخیوں کے تلے یہ خبر شائع ہو جاوے گی کہ امیر مذکور مسیح پرستوں میں شامل ہو کر کفارہ پر صدق دل سے ایمان لے آئے۔

منٹو صاحب کا خط

سان فرانسسکو سے محترمی بشیر احمد صاحب منٹو کا خط مرقومہ ۱۳ر جولائی مع رسید مبلغ پچاس ڈالر از سید صفدر علی صاحب۔ ہوائی ڈاک سے ملا۔ منٹو صاحب کی تحریر اخلاص و محبت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ طبیعت بےحد مسرور ہوئی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اور خدمت دین کی مزید توفیق عطا فرماوے، موصوف کے خط سے دو ایک اقتباس درج ذیل ہیں:-

"سید صفدر علی صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے ہماری مجوزہ مسجد کی تعمیر کیلئے پچاس ڈالر عطا فرمائے ہیں۔ میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کریں۔ رسید اسی خط کے ساتھ ملفوف ہے۔"

"اگر آپ کوشش کریں تو مجھے یقین ہے کہ مجی کی طرح عراق سے بھی ہماری مسجد کے لئے رقم جمع ہو سکتی ہے جس محبت اور خلوص سے آپ تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ ہم سب کیلئے قابل فخر اور لائق تقلید ہے اگرچہ آپ سے میرا سلسلۂ خط و کتابت جاری نہیں مگر آپ کی یاد ہمیشہ تازہ رہتی ہے اور آپ کا ذکر خیر اکثر کرتا رہتا ہوں۔ اور آپ کی صحت کے لئے دست بدعا رہتا ہوں"۔

"میں انشاء اللہ پندرہ اگست کو بذریعہ .S. S FLYING ARROW پاکستان کی طرف روانہ ہو جاؤں گا کمپنی کا بہر کیف گو بوٹ ہے اس کا دو تین دن کے لئے بیروت میں بھی قیام ہوگا۔ اگر موقع مل سکا تو آپ کی ملاقات کے لئے بغداد بھی پہنچوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور آپ کی نصرت فرمائے"۔ (باقی بر ص۱۳)

تکفیر و تخریب و دیگر قومی خبائث کے خلاف منظّم و متحد محاذ

لیڈران و بہی خواہانِ قوم سے دردمندانہ اپیل

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

(۲)

مومنوں کے مدارج

یہ بھی صحیح نہیں کہ جو شخص دائرہ اسلام میں آجاتا ہے اور اسلامی قومیت کے حقوق حاصل کر لیتا ہے وہ کامل مومن بن جاتا ہے۔ ظاہری قول و اقرار سے کوئی شخص بے شک اسلامی اخوّت کا فرد بن جاتا ہے اور اس برادری کے حقوق کا مستحق بھی ہو جاتا ہے لیکن مومنوں کے بھی مدارج ہوا کرتے ہیں جیسے کہ فرمایا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ مومن لوگوں کے تین درجات ہیں سب سے نچلا درجہ، درمیانہ درجے کے لوگ اور سابق بالخیرات۔ اسی طرح اصلاح و ترقی کا ذکر بھی تو خود قرآن کریم میں آیا ہے کہ مسلمانوں کو ایمان میں ترقی و ازدیاد کی ضرورت ہے۔ جیسے فرمایا وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا۔ تاکہ وہ مومنوں کے ایمان میں ایزادی کرے۔ پھر فرمایا لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ تاکہ وہ اپنے ایمانوں میں زیادتی کرنے والے ہوں، اسی طرح فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ۔ اے مومنو! خدا کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کتاب پر جو اس کے رسول پر نازل کی گئی ایسا ہی فرمایا گیا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ۔ اے مومنو! خدا کا تقویٰ کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تاکہ تمہیں دوہرا اجر ملے۔ پس جہاں یہ بات صحیح ہے کہ دائرہ اخوّت اسلامی میں شامل ہونے کے لئے ظاہری قول و اعلان کافی ہے جس سے کوئی دوسرا خارج کرنے کا حق دار نہیں ایسا ہی یہ بھی صحیح ہے کہ مسلمانوں میں اصلاح و ترقی کا سلسلہ بھی جاری رہنا ضروری ہے تا اعلیٰ مدارج و کمالات کے انسان پیدا ہوں صرف قیل و قال پر حصر کرنے والے اور محض اسمی و رسمی اسلام پر ناز کرنے والے ہی نہ رہ جائیں۔ اس تمام بیان سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ باوجود اختلاف رائے اور اختلاف مدارج کے قومی اتحاد کی بنا اس امر پر ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو ملت اسلامیہ کا فرد قرار دینے کا اعلان کرے یعنی کلمہ طیبہ کا اقراری یا اہلِ قبلہ ہو قرآن پر ایمان رکھتا ہو اسے مسلمان سمجھا جائے اور اسے اخوّت کے جملہ حقوق حاصل ہوں۔ کسی کو یہ حق نہ ہو کہ فروعی اختلافات کی وجہ سے اسے اسلامی برادری سے خارج کر دے جب تک وہ خود اسلام سے انحراف کا اعلان نہ کرے۔

باہمی رواداری اور صبر و حوصلہ

قوم کی امراض میں سے ایک مرض تو نفس پرستی و ہوس اقتدار کا زور ہے، اور دوسری بڑی بیماری صبر و حوصلہ اور باہمی رواداری کا فقدان ہے۔ نہ تو یہ تمیز کی جاتی ہے کہ بنیادی اصولوں اور واسطے امور میں فرق ملحوظ رکھا جائے، نہ اس قدر قوتِ برداشت ہے کہ معمولی اختلاف کے وقت اصولِ اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھا جائے، بلکہ اس کے برعکس قومی توازن بگاڑنے کو ایسے بھی علماء آج پیدا ہوئے ہیں جو یہ فرماتے ہیں کہ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کی آیہ کریمہ میں آزادی مذہب کا اصول کفار کے لئے ہے نہ کہ مسلمانوں کے لئے۔ ان کے نزدیک جو شخص ایک مرتبہ دین اسلام قبول کرے تو اس کے حصہ میں اسے جبر و اکراہ کے سوائے اور کچھ حاصل نہیں۔ اس لئے کہ ان کے عقیدہ کے مطابق ایک مرتبہ اسلام لا کر پھر کسی مسئلہ میں جمہور سے اختلاف [illegible] اسلام سے مرتد ہونے کے مترادف ہے اور ارتداد کی سزا موت سے کم تر نہیں۔ پھر باقی اعمال و افعال بھی ایک مسلمان کو ان کے عقیدہ کے بموجب بجبر و اکراہ اختیار کرنے لازم ہیں، ورنہ اس کے لئے تعزیر ہے۔ قرآن کریم نے تو إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فرمایا ہے نیز یہ کہ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ لیکن یہ علمائے دین اس کے برعکس رُحَمَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ أَشِدَّاءُ بَيْنَهُمْ کا موقف قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے تشریح کی جا چکی ہے اسلام میں داخلہ کا مطلب یہ نہیں کہ اسلامی قومیت کا فرد بن جانا منزل مقصود پر پہنچ جانے کے مترادف ہے بلکہ ہر فرد کے لئے ترقی منازل کی شاہراہ موجود ہے جس پر اسے گامزن ہونے کی طرف توجہ و سعی کرنی چاہئے اور ہر مسلمان کا یہ بھی حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کو ترقی و صلاح کی طرف توجہ دلائے مگر اسے یہ رنگ دے دینا کہ اس کا نتیجہ قومی انتشار و پراگندگی ہو کہاں جائز و روا ہے؟ صحیح و سچا راستہ اعتدال کا یہی ہے کہ قوم میں شمولیت اور اس کے حقوق کے حصول کا انحصار ظاہرا اعلان و اقرار کلمہ اور دوسرے ظاہر اسلامی شعار کی پابندی پر ہو مگر اس کے ساتھ ہی اصلاح و ترقی کی طرف توجہ دلانا اور اسلامی حدود سے اخراج اور انتشار پسندی سے روکنا بھی ضروری ہے مگر تکفیر کا حربہ استعمال کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔

فہمیدہ و بہی خواہ اصحاب سے اپیل

قوم میں اس وقت کئی قسم کے طبقے موجود ہیں، عامۃ الناس کا گروہ ہے، تعلیمیافتہ و سنجیدہ طبقہ موجود ہے، علماء و دیگر لیڈر صاحبان ہیں، ممبران اسمبلی و حکامِ وقت ہیں، گذشتہ دو تین سال کا تجربہ ہمیں کیا سبق دے رہا ہے کیا یہ بات صحیح نہیں کہ تکفیر و ارتداد کے فتووں نے قوم و ملک کی تخریب کے حالات پیدا کر دیئے۔ کیا اس میں شبہ ہے کہ جس قوم کا قومیت کا مطالبہ صرف اس لئے قبول ہوا تھا کہ وہ تمام افراد بوجہ دینِ واحد میں منسلک ہونے کے ایک ہیں وہی تشتّت و پراگندگی کا شکار بنا دی گئی کیونکہ بعض اصحاب نے اس امر میں شک پیدا کر دیا کہ ایک مسلمان کی کوئی جامع و مانع تعریف نہیں کی جا سکتی۔ صاف بات یہ ہے کہ اگر قومی تعمیر کی بنیاد دینی اخوّت و ہمعقیدگی پر رکھی گئی ہے تو اس اخوّت و اتحاد کی تخریب قوم کی تخریب کا یقینی باعث ہو گی۔ کیا یہ امر ہر ایک صاحب فہم و دانش پر عیاں نہیں کہ تکفیر کا محرک کوئی سچا مذہبی جذبہ و عقیدہ ہرگز نہیں بلکہ اس کا اصل باعث ہوسِ اقتدار ہے۔ اگر یہ سب ایسے امور ہیں جن کے تسلیم کر لینے میں ذرہ بھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں تو قوم کے فہمیدہ و سنجیدہ طبقہ کا فرض کیا ہے۔ کیا مکفروں اور تخریب پسندوں کے خلاف بلند ہمتی و بلند آہنگی سے آواز اٹھانا اس وقت کا سب سے بڑا اور اہم فریضہ نہیں جس میں قوم کی نجات مضمر ہے؟ یاد رکھو کہ تخریب، انتشار، رشوت ستانی، فریب و دھوکہ، چور بازاری وغیرہ جملہ قومی امراض کا سب سے بڑا محرک یہ امر ہے کہ ان کے خلاف ہمت و عزم سے کھڑا ہونے والا کوئی طبقہ موجود نہیں۔ اس میں ذرہ بھر کلام نہیں کہ اس قسم کے قومی امراض جن کے نقصان زیادہ ہوتے ہیں کسی لاشک نہیں کبھی پنپ نہیں سکتے اگر ان کے قلع قمع کے لئے کوئی اصلاحی نظام کمر بستہ ہو کر میدان میں نکل آئے۔ اگر ان قومی خباثت کے محرکوں کے برخلاف جوانمردی اور تنظیم سے [illegible] پبلک میں آواز ہی بلند کی جائے تو بھی ان کا بہت حد تک خاتمہ ہو سکتا ہے۔ مسلمان قوم میں سے تعلیم یافتہ و اہلِ درد طبقہ کے لئے ان قومی خبائث کے برخلاف میدان میں نکل آنے کا کیا ابھی وقت نہیں آیا؟ جبکہ اسلامی اصولوں کو قومیت کی بنا تسلیم کیا جا چکا ہے۔

اور اس بناء پر ایک قوم وملت کا وجود مان لیا گیا ہے تو کیا ایسی قوم کی تکمیل و تعمیر کا وقت ابھی تک آ نہیں پہنچا؟ قوم کے لیڈر حضرات کیا ابھی تک اس بات کو محسوس نہیں کر چکے کہ تکفیر، تخریب، فریب، جھوٹ اور دیگر قومی خباثت سے قوم کو نجات دلانا انکا اولین فرض ہے کیونکہ جب تک ان خباثت میں ہم ملوث ہیں تب تک یہ ممکن ہی نہیں کہ من حیث القوم ہمارا قدم بلند و بالا ہو سکے؟ دوسری طرف ان کے برخلاف منظم طور پر آواز اٹھانا ایک ایسی مؤثر و نتیجہ خیز کارروائی ہے کہ جس کے سامنے یہ خباثت ٹھہر ہی نہیں سکتے۔ قومی امراض کے برخلاف پبلک محاذ قائم کرنا، پبلک رائے پیدا کر کے اسے بلند کرنا اور ان وباؤں کے پھیلانے والوں کے برخلاف کارروائی کے لئے اٹھ کھڑے ہونا ان کے قطعی سد باب کے لئے نہایت یقینی و مؤثر تدابیر ہیں۔ اب جبکہ ایک ایسی سلطنت و قوم کی بناء پڑ چکی ہے کہ جس کی بنیاد وحدت اصول دین پر ہے تو کیا اگلا قدم اٹھانے میں کہ جس سے زندگی کے عمل میں قومی اخوت کی تکمیل ہوتی ہے ابھی کچھ دیر ہے؟ کیا اس کے ماننے میں کچھ تامل ہے کہ جب تک تخریب و تکفیر کی گنجائش ظلم و نا انصافی سے اغماض، فریب، رشوت ستانی کا تواتر، دغا و کھیوٹ کی برداشت قوم میں ہوگی، تب تک قومی سربلندی و سرخروئی کے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتے۔ تو پھر قوم کا تعلیمیافتہ اور فہمیدہ طبقہ اور اس کے علماء و لیڈر صاحبان ابھی تک کس انتظار میں بیٹھے ہیں؟ پاکستان کے ارکان دستور ساز کو بھی غور کرنا چاہیئے کہ جس قوم کے وہ نمائندے ہیں اس کے اتحاد و اتفاق کی بنیاد ہی پر پٹ کیا ہے؟ جو تخریب پسند لوگ اپنی اغراض و ہوس اقتدار کی خاطر مسلمانوں کے سروں کو داؤں پر لگاتے ہیں ان کے برخلاف کوئی تعزیری قانون تجویز کرنا کیا ان کا فرض نہیں؟ اب جبکہ پاکستان کا دستور بنایا جا رہا ہے تو کیا اس کے بنیادی اصولوں میں یہ بھی آتا ہے یا نہیں کہ اسلامی قومیت کے شیرازہ کو جو شخص اپنی ادنےٰ اغراض کی خاطر منتشر کرنے والا اور قومی جمعیت کو پراگندہ کرنے والا ہو اس کے برخلاف کوئی قانون اور دفعہ تجویز کی جائے؟ اے قوم کے سچے ہمدردو! اور حقیقی راہنماؤ!! خدارا غور کرو کہ ایسے نازک مرحلے میں آپ پر قوم کے کیا فرائض عائد ہوتے ہیں اور کیونکر آپ قوم کی صحیح رہبری کا حق ادا کر سکتے ہیں؟ قوم کی حفاظت اس کی نجات و ترقی کے لئے آپ اس وقت کیا مضبوط مستحکم قدم اٹھا سکتے ہیں، کیونکہ قومی اتحاد و اتفاق کی بنیادوں کو استوار کر کے اسے ہمیشہ کی پراگندگی و انتشار سے بچا سکتے ہیں! قومی پریس پر بھی اس وقت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اگر پاکستان کے بااثر اخبارات اس وقت اس امر کی تائید میں اداریہ و مضامین شائع کریں، جن میں اس بات پر زور دیا جائے کہ اس ملک کی آئین ساز اسمبلی قومی تخریب اور باہمی تکفیر کے خلاف کوئی قانون بنائے تو قومی اتحاد کے سچے علمبردار اس ذریعہ سے قوم کی بہت بڑی خدمت سرانجام دے سکتے ہیں، اس سے نہ صرف تکفیر کے مہلک مرض کا قلع قمع ہو جائے گا بلکہ دیگر خباثت کے برخلاف ایک فضا تیار ہو جائے گی پھر نہ صرف اس تعمیری تحریک سے ملک پاکستان متاثر ہو گا بلکہ اس کا نہایت عمدہ اثر دیگر اسلامی ممالک پر پڑے گا۔ اسلامی قومیت کا اصول جس کا اس زمانہ میں مملکت پاکستان کے وجود میں آنے سے احیاء ہوا ہے یعنی یہ کہ ایک ہی نظریۂ حیات کے معتقد ایک اخوت میں منسلک ہیں اس کی تکمیل بھی صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ افراد قوم کے حقوق کی حفاظت کے سامان کئے جائیں تاکہ کوئی شخص اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر اسلامی اخوت کے حقوق سے کسی کو محروم کرنے کی جرأت نہ کرے جس فرقانی اصول قومیت کو دوبارہ اس زمانہ میں پاکستان کے وجود میں زندہ کیا گیا ہے اس کی تکمیل متقاضی ہے کہ افراد کے جائز حقوق کو ناجائز دست درازی و ظلم سے بچایا جائے۔

حدیث کا صحیح مقام

(بسلسلہ صفحہ ۰)

کر ان کی روایت کو قول رسول اللہ یا فعل رسول اللہ تصور کر لیا گیا اور اس کے اوپر بعض مسلمانوں نے اپنے عقیدہ یا عمل کی بنیاد رکھ لی، حالانکہ یہ بالکل ہے۔

احادیث اور سلسلہ تعامل

اصل حقیقت یہ ہے کہ سلسلہ احادیث سلسلہ تعامل کی ایک فرع اور دائرہ ... بعدالوقوع کے طور پر ہے۔ مثلاً محدثین نے دیکھا کہ لاکھوں مسلمان جو کائنات عالم میں پھیل چکے ہیں سب کے سب نماز مغرب کی تین رکعت۔ عشاء کی چار اور صبح کی دو پڑھتے ہیں تو ان کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس طرح جو جو احکام دین کے متعلق مسلمانوں کا تعامل ہے اس کے سلسلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیں اور احادیث صحیحہ اس تعامل کو ثابت کریں۔ احادیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مثلاً نماز کی رکعات کے تعین وغیرہ کی بنیاد ڈالنے والے محدثین ہی تھے۔ یا احادیث کے جمع ہونے سے پہلے نماز کسی اور طرح پڑھتے تھے اور اس ترکیب نماز سے بالکل بے خبر اور لاعلم تھے۔ صرف ایک دو حدیثوں پر اعتبار کر کے اسی طرح نماز شروع کی گئی۔ ایسا خیال کرنا بڑی غلطی اور دھوکا ہے ایسی احادیث اگرچہ ایک ایک دو دو طرق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی گئی ہیں مگر ان کی صحت پر کروڑہا انسانوں کا تعامل بھی پہلے سے گواہ ہے جو نسلاً بعد نسلٍ ایک دوسرے سے اس کو لیتا آیا ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ احادیث کچھ نہیں اور ان کے ذریعہ کوئی یقینی اور قطعی صداقت ہمیں مل ہی نہیں سکتی اسلام کا بہت سا حصہ اپنے ہاتھ سے ضائع کرنا ہے۔ البتہ وہ احادیث جن کا تعلق کسی ایسے واقعہ یا ایسے عقیدہ سے ہے جس کی بنیاد محدثین نے محض روایات کی بنا پر رکھی ہے۔ نہ اس کا تعلق سلسلہ تعامل سے ہے جس کے کروڑہا انسان قائل ہیں اور نہ قرآن کریم میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے ایسی احادیث بلاشبہ یقین کے درجہ سے نیچے گری ہوئی اور ظنیات کے مرتبہ پر ہیں اگر قرآن ان کا مؤید نہیں تو ان کو بے شک ناقابل تسلیم کہا جاتا ہے۔ مگر ائمہ حدیث نے ایسی احادیث کا بہت کم ذکر کیا ہے اس لئے جس طرح یہ درست نہیں کہ احادیث کا سرے سے انکار کیا جائے اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ احادیث کو قرآن پر حکم ٹھہرایا جائے یا کسی روایت کو محض اس لئے مانا جائے کہ اس کا سلسلہ اسناد آنحضرت صلعم تک پہنچتا ہے۔ احادیث کے بارہ میں بہترین راستہ وہی ہے جو زمانہ کے امام نے تجویز فرمایا ہے یعنی افراط تفریط کو چھوڑ کر درمیانی راستہ ...... وہی سیدھا اور صراط مستقیم ہے۔

اخبار احمدیہ

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت کے ساتھ سُنی جائیگی کہ محترم مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پسرور کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے اس خوشی میں محترمہ والدہ صاحبہ مرزا صاحب موصوف نے دس روپے عطیہ اشاعت اسلام میں دئے ہیں۔

نجزاہا اللہ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کی عمر دراز کرے اور خادم دین بنائے۔

— سندھ سے چودھری غفور احمد صاحب منیجر اراضیات انجمن لکھتے ہیں:— سید مصطفےٰ امین شاہ صاحب ۱۱ر اگست کو کراچی کی طرف تشریف لے گئے تھے اور ۱۵ر اگست تک ان کی واپسی کا پروگرام تھا لیکن آج ۲۷ر اگست تک وہ واپس تشریف نہیں لائے اور نہ ہی ان کی طرف سے مجھے کوئی اطلاع پہنچی ہے یہ امر موجب تشویش ہے۔ اللہ رحم کرے۔ مجھے کراچی میں ان کے والد صاحب کے ایڈریس کا علم نہیں ورنہ ان سے ہی دریافت کرتا۔

سید صاحب موصوف اگر اس تحریر کو پڑھیں تو اپنی خیر و عافیت اور واپسی کے پروگرام سے مطلع فرمائیں۔

بیعت

سید تصدق حسن عباسی ساکنہ مزنگ لاہور ۲۶ر اگست کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بعد نماز جمعہ سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔

بچوں کا صفحہ

از شوکت سلیم جماعت ششم مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

اسلام کی عظمت

اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جیسا زمانہ خلفائے راشدین کا گزرا ہے اس کی مثال کہیں نہیں مل سکتی۔ یورپ کے بڑے بڑے مدبر اور مورخ اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ مسلمانوں کے عہد میں رعایا بڑی خوش و خرم نظر آتی تھی۔ کوئی بھوکا نہ رہتا تھا۔ مسجدیں آباد تھیں۔ غیر مسلموں کے عبادت خانوں کی حفاظت کی جاتی تھی۔ اور انہیں اپنے مذہبی فرائض بجا لانے کی پوری آزادی تھی۔

فتح مکہ کے دن شہر میں داخل ہونے سے پہلے اسلام کا سخت ترین دشمن ابو سفیان جب مسلمان ہو گیا تو اس نے حضرت رسول کریم صلعم سے درخواست کی کہ اہل مکہ کو امان دی جائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جا کر اعلان کر دو کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے اسے امان ہے۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے اسے امان ہے۔ اس نے جا کر اعلان کر دیا۔ دوسرے دن لشکر اسلام شہر مکہ میں داخل ہوا تو کافروں کو اپنے کرتوت یاد آ رہے تھے جو مسلمانوں اور حضرت نبی کریم صلعم کی مخالفت میں انہوں نے کئے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ آپ بڑے رحیم کریم انسان ہیں ہم آپ سے رحم و کرم کی امید رکھتے ہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں۔

جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینی بند کر دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان پر فوج کشی کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا ایمان کیسا پکا تھا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے رومی افواج کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی تو سپہ سالار سے کہا لشکر پر سختی نہ کرنا بوڑھے بچے عورت، گونگے اندھے بہرے کو تکلیف نہ دینا۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا ظلم نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالےٰ ظالم کو نجات نہیں دیتا دشمن کی کثرت دیکھ کر گھبرانا نہیں اللہ پر توکل رکھنا لشکر کی پاسبانی کرنا جو امان مانگے اسے امان دینا خدا کو یاد رکھنا۔

یہ تھی اسلامی عظمت۔ افسوس صد افسوس آج کل وہ باتیں ہم میں نہیں ہیں۔ پھر جب حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے۔ تو بادشاہ وقت ہو کر آٹے کی روٹی نہ کھاتے تھے۔ سادہ اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اور غریب رعایا کے گھروں پر جا کر ان کا حال معلوم کرتے اور ان کی مدد کرتے تھے۔ یہ وہ خلفاء تھے جن کے نام سے دنیا سہم جاتی تھی۔ کاش ہم پاکستانی بچے بھی بڑے ہو کر ایسے ہی بنیں۔ امید ہے میرا یہ ٹوٹا پھوٹا مضمون میرے ہم عمر بچوں میں زندگی پیدا کرنے کا موجب ہوگا اور وہ بھی کچھ نہ کچھ لکھنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ یہ ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ ذیل میں کچھ زریں اقوال اور کچھ معلومات لکھتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میرے ساتھی بچے شوق سے پڑھیں گے:۔

زرّیں اقوال

نرمی سے بولو کیونکہ نرمی دل کی گہرائیوں میں جگہ لے لیتی ہے۔

پیار و محبت سے کھیلو کیونکہ جب اتحاد ٹوٹتا ہے تو انسان کا دل ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے یہی ریزہ جنگ و تباہی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

معلومات

(۱) پاکستان دنیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت ہے۔

(۲) دنیا کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی جامعہ ازہر ہے۔

سچی باتیں

مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی

ایک اسلامی ملک

حکومت حجاز و نجد سے متعلق چشم دید حالات سید محسن ہاشمی صاحب کے رد و قلم سے روزنامہ سیاست (کانپور) میں:۔

سعودی عرب میں مکمل شرعی قانون کا نفاذ ہے۔ تمام دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلے قاضیوں کی عدالتوں میں شرع محمدی کے مطابق کئے جاتے ہیں، چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹ دیئے جاتے ہیں اور سزائیں برسر عام دی جاتی ہیں تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں چوریوں اور دیگر جرائم کی تعداد بہت کم ہے۔ مقدمات کے سلسلہ میں غیر ضروری اور طویل کارروائیوں سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ عام طور پر اگر دو شنبہ کو قتل کا حادثہ ہو جائے تو اگلے دو شنبہ سے قبل قاتل کو سزا بھی مل جاتی ہے۔ جھوٹی شہادت کی سزا اس قدر سخت ہے کہ لوگ شہادت دیتے ہوئے گھبراتے ہیں اور گریز کرتے ہیں۔ عوام مذہب کی باریکیوں سے آگاہ نہیں لیکن ۹۰ فیصدی اشخاص صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں۔ نماز کے اوقات میں تمام دفاتر، کاروباری ادارے اور بازار بند ہو جاتے ہیں۔ تاجر لوگ دوکانیں اور دفاتر کھلے چھوڑ کر نماز ادا کرنے چلے جاتے ہیں، رات کے وقت چھوٹے چھوٹے تاجر اور ریڑھیوں والے اپنا سامان اور ریڑھیاں وغیرہ منڈی ہی میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں لیکن کوئی چوری نہیں ہوتی۔ کاروبار میں دھوکا دہی قطعی نہیں ہوتی۔ لاکھوں کا لین دین کاغذی کارروائی یا اسٹامپ وغیرہ کے بغیر محض زبانی کھر دیتے اور اعتماد پر کیا جاتا ہے۔ ملک بھر میں شراب کی درآمد، استعمال اور شراب سازی قطعی اور صحیح معنوں میں ممنوع ہے اگرچہ وہاں سات ہزار امریکی رہتے ہیں، جو فرانسیسیوں کو چھوڑ کر دنیا کی جملہ اقوام سے زیادہ شراب پینے کے عادی ہیں، وہاں پرمٹ سسٹم نہیں۔ شراب سے متعلقہ جرائم پر سخت سزائیں دی جاتی ہیں، اور امریکی یا غیر ملکیوں کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں برتی جاتی"..........

اقتباس خاصہ طویل ہو گیا ہے۔ لیکن بغیر اس کے پوری صورت حالات سامنے نہ آتی، ایک دو سطریں اور ملاحظہ ہوں:۔

"عام طور پر کہا جاتا ہے کہ عصمت فروشی ہر ملک میں ہوتی ہے اور زمانہ قدیم سے کسی نہ کسی صورت میں چلی آتی ہے۔ لیکن سعودی عرب میں فحاشی کا وجود نہیں سعودی عرب کے قریب ہی جزیرہ بحرین میں فحاشی کی کھلے بندوں اجازت ہے لیکن سعودی عرب میں چکلے یا بازاری عورتیں قطعی ناپید ہیں"۔

اور اسلامی قانون کی ان ساری دفعات کی نفاذ کے باوجود یہی عرب اسی بیسویں صدی کی متمدن دنیا ہی کا ایک حصہ ہے۔ یہ نہ ہوا کہ ان سے حکومت عرب کا سرکاری کاروبار ایک دن کے لئے بھی رک گیا ہو۔ یا حکومت سعودیہ کو ہند و چین، روس و امریکہ سے تعلقات قائم رکھنے میں کوئی غیر معمولی دشواری پیش آئی ہو۔ یہ عظیم الشان تجربہ کیا ان لوگوں کے جواب کے لئے کافی نہیں، جو قانون اسلام کا نفاذ اس بیسویں صدی کے عہد میں ناممکن سمجھے ہوئے ہیں؟

بچوں کا صفحہ — بقیہ کالم اول

(۳) سطح زمین پانچ براعظموں میں منقسم ہے۔ ایشیا۔ یورپ۔ شمالی امریکہ۔ جنوبی امریکہ۔ افریقہ۔

(۴) ایشیا سب سے بڑا براعظم ہے۔ اس میں بڑے سے بڑے پہاڑ۔ بڑے سے بڑا دریا بڑے سے بڑا سمندر ہے۔ دنیا کے سب مذاہب یہیں سے پھیلے ہیں۔

مجاہد امریکہ کا دوسرا خط جہاز سے

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب آف فیجی کا ایک مفصل خط گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے، ذیل میں ان کا دوسرا خط ہدیہ قارئین کرام ہے:

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - السلام علیکم - چند منٹ ڈاک بند ہونے میں رہ گئے ہیں - اور یہ آخری خط جہاز سے لکھ رہا ہوں - کل سویرے ۸ بجے سان فرانسسکو جہاز لگے گا۔

ہر ایک مسافر اپنا سامان باندھنے میں مصروف ہے - اور جو آگے جانے والے ہیں سان فرانسسکو کی سیر کے پروگرام بنا رہے ہیں - دو دن وینکوور کی اچھی طرح سیر کی - ہم ایک شخص مسٹر FRED ARNOLD آر نولڈ کے ہاں گئے - اس شخص نے تین سال قبل میرے لڑکے خالد کی اچھی طرح خاطر تواضع کی تھی - مجھے ان سے ملنے کا شوق تھا - لیکن مکان کا پتہ نہیں تھا - خدا کی شان ڈائرکٹری کا ورق اُلٹتے ہی ان کا نام اور پتہ مل گیا - ہم تینوں ۱۱ بجے دن ان کے ہاں گئے - وہ ہمیں دیکھ کر ایسا خوش ہوا جیسے وہ اپنے مدت کے بچھڑے ہوئے قریبی رشتہ داروں سے مل رہا ہو - یہ نقشہ یا تو میں نے آج سے پچیس سال قبل چند ایک احمدیوں کے ہاں دیکھا تھا یا پھر پرسوں دیکھنے میں آیا - اس نے اپنا کاروبار چھوڑ دیا - گھر لے گیا - اس کی بیوی باہر تھی - جونہی وہ ایک گھنٹے کے بعد پہنچی اس کو کھانے کا انتظام کرنے کے لئے کہا - وہ پڑوس سے ایک اور عورت بلا لائی - مسٹر آرنولڈ ہمارے ساتھ گفتگو میں مصروف رہے - خالد کے اور فیجی کے حالات معلوم کرتے رہے اور ہم سب کو خوب ہنساتے رہے - ایک گھنٹے کے اندر پُرتکلف کھانا میز پر آ گیا - ہم سب نے شوق سے کھایا - پونے دو بجے ایک اور جگہ جانے کا انتظام تھا - ہم نے ان سے رخصت حاصل کی - اور انہوں نے کل پھر آنے کے لئے کہا۔

ایک اور دوست نے جو کینیڈا کے باشندے ہیں ہمیں دو بجے سے چار بجے تک اپنی موٹر میں گھمایا - یونیورسٹی آف برٹش کولمبیا کو دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے، ۸۵۰ - ایکڑ کی زمین خاص طور پر الگ ہے - آٹھ ہزار سے زاید طلباء زیر تعلیم ہیں ہر قسم کا سامان تفریح اور تعلیم موجود ہے - ہماری یونیورسٹیوں کو اس پیمانے پر آتے ہیں شاید ایک صدی لگ جاوے گی -

وینکوور کے بازار بہت وسیع ہیں دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے - لوگ خلیق اور خوش مزاج ہیں - ایک پنجابی نوجوان سے بھی ملاقات ہوئی - اس نے ہوٹل میں ہمیں لیجا کر اچھی طرح تواضع کی - یہاں بہت سے سکھ پنجابی ہیں - اور لکڑی کا کاروبار کرتے ہیں - دو تین مقامات پر گوردوارے بھی بنائے ہیں -

جہاز میں ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی جہاز کے سب کام کرنے والے خلیق اور خوش مزاج ہیں - دوسرے روز جب ہم مسٹر آرنولڈ سے ملنے گئے تو پھر اس نے اچھی طرح بات چیت کی - ہمارا دل نہیں چاہتا تھا کہ اس فرشتہ سیرت انسان کو چھوڑ کر چلے جاویں - جاتے ہوئے ان سے خوب معانقہ کیا - اور آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے - اس شخص سے چندے کی اپیل بھی کی - اس نے بڑی خوشی سے دس ڈالر چندہ دیا - سرزمین امریکہ میں یہ پہلا چندہ ہے -

ایک امریکن مسافر مسٹر ساہو خاں کی بات چیت سے بہت متاثر ہیں - امید ہے کہ وہ جلد اسلام کا اعلان کرے گا - یا کم از کم مسجد کے لئے کافی امداد کا باعث ہوگا - ہم نے ان کا ایڈریس نوٹ کر لیا ہے - اسی طرح کئی ایک ایڈریس نوٹ کر لئے ہیں -

بزرگان سلسلہ سے خصوصاً حضرت امیر ایدہ اللہ - حضرت ڈاکٹر غلام محمد صاحب - جناب ڈاکٹر این - اے - خان برما - قادری صاحب - حضرت مولانا عزیز بخش صاحب سے ہمارے لئے دعا کی درخواست کریں -

ڈاک بند ہونے والی ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں - والسلام - خاکسار - محمد عبداللہ

فہرست وصولی رقم جلسہ سالانہ اپریل حضرت امیر قوم ایدہ اللہ

میزان سابقہ - - - ۲۶۵۵

۷۳ - گل عباس صاحب راولپنڈی	50/-/-	۷۹ - محمد فضل صاحب . ایبر	5/-/-
۷۴ - ایم محمد سعید صاحب - کڈوڑ	5/-/-	۸۰ - مستری محمد یعقوب صاحب، شاہدرہ	5/-/-
۷۵ - ملک عبدالکریم صاحب لنگڑیال	4/-/-	۸۱ مستری عبدالعزیز صاحب باغبانپورہ	5/-/-
۷۶ - مشتاق احمد صاحب -	5/-/-	۸۲ - مختلف احباب معرفت ڈاکٹر اللہ بخش صاحب	37-12-9
۷۷ - مستری محمد دین صاحب بوڑیوالہ	3/-/-		
۷۸ - خدا بخش صاحب - کرتو	5/-/-		

کل میزان ۔ ۔ ۔ ۹ — ۱۲ — ۲۷۷۹

ضرورت رشتہ

ایک احمدی خاتون بی اے بی ٹی (عمر ۳۲ سال) کے لئے جو ایک گرلز ہائی سکول کی ہیڈ مسٹریس ہیں، اعلیٰ تعلیم یافتہ نیک اور برسر روزگار احمدی نوجوان کے رشتہ کی ضرورت ہے - درخواستیں معرفت ایڈیٹر پیغام صلح بھیجی جائیں -

پیغام صلح مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۶

P.O. Jhang

ٹائیٹل ایورگرین پریس جہانگیر روڈ ... میں اور باقی تمام اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ ...
مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر نے چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا -
ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۲ || یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء || نمبر ۳۷

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے :۔ چھ روپے سالانہ
ممالکِ غیر سے :۔ پندرہ شلنگ سالانہ۔

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
(مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پہ قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
(مسیح موعودؑ)

چینی حاجیوں کا ایک وفد لاہور میں

نمایندگان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ملاقات

لاہور ۵ ستمبر ۱۹۵۵ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ایک وفد آج فلیٹی ہوٹل میں ان چینی نوجوانوں سے ملا، جو فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد پاکستان کی سیاحت کرتے ہوئے لاہور تشریف لائے ہیں، اس وفد میں حسب ذیل اصحاب شامل تھے :۔

(۱) پروفیسر عنایت علی خان جنرل سیکرٹری انجمن
(۲) مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری
(۳) مولانا احمد یار صاحب ایم اے مولوی فاضل
(۴) مولانا محمد یحییٰ صاحب بٹ بی اے مولوی فاضل
(۵) عبدالشکور صاحب بٹ۔

دوران ملاقات میں یہ معلوم کرکے بہت مسرت ہوئی کہ یہ چینی نوجوان اعلیٰ تعلیم یافتہ اور چین میں ممتاز عہدوں پر فائز ہیں، چونکہ وہ انگریزی زبان پورے طور پر نہ سمجھ سکتے تھے اس لئے ایک ترجمان کے ذریعہ سے جو کراچی سے ان کے ساتھ آیا تھا گفتگو ہوتی رہی، چینی نوجوانوں میں سے جو صاحب اس گفتگو میں حصہ لیتے رہے وہ چین میں اسلامیہ کالج کے پرنسپل ہیں اور بڑے ذہین اور خوش خلق نوجوان ہیں۔

باہمی تعارف کے بعد محترم پروفیسر عنایت علی خان صاحب نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے ہاں مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کا کیا انتظام ہے، کیا حکومت کی طرف سے اس پر پابندی تو نہیں، اس کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ حکومت کی طرف سے تو کوئی ایسا انتظام نہیں، لیکن مذہبی تعلیم پر کوئی پابندی بھی نہیں چنانچہ ایسے مذہبی ادارے موجود ہیں، جن میں قرآن شریف اور دینی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔

یہ بھی دریافت کیا گیا کہ کیا چینی مسلمانوں میں کوئی فرقی اختلافات بھی پائے جاتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کوئی فرقہ وغیرہ وہاں نہیں، صرف سنی مسلمان ہیں،

پروفیسر صاحب نے جماعت احمدیہ کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ اس جماعت کا جو اس زمانہ کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے قائم کی واحد مقصد تبلیغ اسلام ہے اور اس نے قرآن کریم کے تراجم غیر ملکی زبانوں (انگریزی، جرمن اور ڈچ) میں شائع کئے ہیں۔ اور بیرونی ممالک (انگلستان، جرمنی اور امریکہ) میں تبلیغی مشن بھی کھول رکھے ہیں، جن کے ذریعہ اسلام کی صحیح تصویر لوگوں تک پہنچائی جاتی ہے،

دوران گفتگو میں ایک اور چینی مسلمان (جو اسی وفد کے رکن ہیں) تشریف لے آئے، وہ عربی زبان جانتے اور اچھی طرح بول سکتے ہیں۔ ان سے مولوی احمد یار صاحب نے عربی میں گفتگو شروع کی اور انہیں بتایا کہ ہماری جماعت کے عقائد وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے عقائد ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ ہم حضرت مسیح ناصری کی وفات کے قائل ہیں، اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ ابن مریم کے دوبارہ آنے کی جو پیشگوئی کی ہے اس سے خود مسیح ناصری مراد نہیں بلکہ ان کا کوئی مثیل ہی مراد ہو سکتا ہے اور وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں جنہوں نے اس زمانہ کا مجدد اور مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا اور بموجب حدیث کسر صلیب کی شاندار خدمات سرانجام دیں اس لئے ہمارے نزدیک مسیح ناصری کی انتظار فضول ہے آنے والا آچکا اور ایک جماعت بنا کر اسلام کی حفاظت و اشاعت کا بہترین سامان کر گیا۔

مولوی صاحب نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ ہم حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور آپ کے بعد کسی نبی کا آنا جائز نہیں سمجھتے۔

دوران تقریر میں مولوی صاحب نے اپنے مخاطب چینی نوجوان سے پوچھا کہ آپ کا مسیح ناصری کے متعلق کیا خیال ہے تو انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ دی کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

اس دلچسپ گفتگو کے بعد محترم سیکرٹری صاحب نے انگریزی ترجمۃ القرآن کے پانچ نسخے انجمن کی طرف سے (باقی برصفحہ ۸)

ہندوستان کے مشائخ اور افغانستان و مصر وغیرہ ممالک کے صوفیاء سے حضرت مسیح موعودؑ کا خطاب

ترجمہ عربی —— (۵) —— آئینہ کمالات اسلام

ای میری قوم! میں کافر نہیں ہوں جیسا کہ علماء میرے متعلق مشہور اور مجھ پر افتراء کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے رب پر کوئی چیز افتراء نہیں کی اور نہ میں نے اپنی طرف سے کوئی چیز کہی ہے۔ وہ یقیناً خائب و خاسر رہتا ہے جو افتراء کرتا ہے۔ میں خلوص دل سے یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ اس عالم کا ایک صانع ہے جو قدیم و احد اور کریم ہے اور ہر ظاہر و پوشیدہ پر قدرت رکھتا ہے، اور اللہ کے مقرب فرشتوں کو بھی مانتا ہوں جن میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقررہ مقام ہے، جس سے نہ وہ کبھی نیچے اُترتا ہے اور نہ اوپر چڑھتا ہے۔ قرآن کریم میں ان کے نزول کا جو ذکر آیا ہے وہ انسان کے نزول کی طرح اوپر سے نیچے کی طرف نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کا صعود بشر کے صعود کی طرح نیچے سے اوپر کی طرف ہوتا ہے کیونکہ انسان کے نزول میں نقل مکانی ہوتی ہے جس سے کوفت اور تکان لاحق ہو جاتے ہیں مگر فرشتوں کو نہ کوفت ہوتی ہے اور نہ تھکان اور نہ ان پر کسی قسم کا تغیر وارد ہوتا ہے اس لئے ان کے نزول و صعود کا قیاس دیگر اشیاء پر نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان کا نزول و صعود ایک رنگ میں اللہ تعالےٰ کے نزول و صعود کی طرح ہے جو وہ عرش بریں سے آسمان دنیا کی طرف فرماتا ہے

اللہ تعالےٰ نے ان کے وجود کو ایمانیات میں داخل کیا ہے اور فرمایا ہے تیرے پروردگار کے لشکروں کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا پس ان کے نزول و صعود پر ایمان رکھو اور ان کی تہ تک پہنچنے کے لئے فکر مت دوڑاؤ کیونکہ بہتر اور اقرب الی التقویٰ یہی بات ہے اللہ تعالےٰ نے ان کی صفات قیام کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے اور مقامات مخصوصہ میں قرار پکڑنے والے بیان فرمائی ہیں اور انہیں ان کے لئے دائم لازم اور مخصوص قرار دیا ہے پس کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ وہ قیام و سجود کو

ترک کر دیں اور اپنی صفوں کو درہم برہم اور تسبیح و تقدیس کو چھوڑ دیں اور اپنے مقامات سے نزول کر کے زمین پر اُتر آئیں اور بلند آسمانوں کو خالی کر دیں بلکہ حرکت کی حالت میں بھی یہ اپنے مقامات میں ٹھہرے ہوتے ہوتے ہیں جیسا کہ وہ ملک جلیل جو عرش بریں پر استقرار رکھتا ہے اور تمہیں علم ہے کہ اللہ ہر شب کے آخر میں پہلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا

کہ وہ عرش کو خالی چھوڑ دیتا ہے اور پھر دیگر اوقات میں اس کی طرف صعود کر جاتا ہے یہی حال ملائکہ کا ہے جو اپنے پروردگار کی صفات سے اس طرح رنگین ہیں جس طرح سایہ اپنے اصل کے رنگ سے رنگین ہوتا ہے ان کی حقیقت کو تو ہم نہیں معلوم کر سکتے لیکن ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم ان کے حالات کا انسان کے حالات سے کس طرح موازنہ کر سکتے ہیں جبکہ ہم انسان کے صفات کی حقیقت، اس کے خواص کی حدود اور اس کی حرکات سکنات کو اچھی طرح جانتے ہیں ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے منع بھی کر دیا ہے اور فرمایا ہے تیرے رب کے لشکروں کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا پس اے صاحبان خرد و ہوش اللہ کا تقوےٰ اختیار کرو۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم پر منکشف فرمایا کہ عیسےٰ ابن مریم وفات پا چکے ہیں اور اپنے برادران انبیاء و صالحین سے جا ملے ہیں اور اس جگہ پہنچا دئے گئے ہیں، جہاں یحییٰ مقیم ہیں۔ اور ہم اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہمارے رسول صلعم جملہ انبیاء سے بہتر اور افضل اور خاتم الانبیاء ہیں اور ان تمام سے افضل ہیں جو پہلے گذر چکے ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ اسی نے مجھے اپنی نفس نفیس کیساتھ منسلک فرمایا اور اپنے دست پاک و پاک کنندہ سے میری تربیت فرمائی اور اپنی عظمت و ملکوت کو مجھ پر آشکارا فرمایا اور اپنے راز ہائے بلند مجھے سکھائے اور اس پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی ہر آیت ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جو ہدایت کی باریکیوں سے پُر ہے، علوم دنیاوی و اُخروی میں سے جو اس کے معارض و مخالف ہو وہ باطل ہے

ہمارا یہ ایمان ہے کہ جنت حق دوزخ حق ہے حشر اجساد حق ہے اور معجزات انبیاء حق ہیں اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ نجات، اسلام اور ہمارے نبی سید الانام (صلعم) کی اتباع میں ہے اور جو امر اسلام کے خلاف ہو ہم اس سے بیزار ہیں ہر وہ چیز جو ہمارے رسول صلعم لائے اس پر ہمارا ایمان ہے اگرچہ اس کی اصل حقیقت تک ہم نہ پہنچ سکیں اور جو شخص ہماری بابت اس کے خلاف کہتا ہے وہ ہم پر دروغ اور افتراء باندھتا ہے اللہ کا خوف کرو اور ہر بخیل ذلیل میرے کاٹنے کے لئے سانپ کی طرح دوڑتا ہے اور اپنی کمزور رائے کی وجہ سے میری تکفیر کی طرف مائل اور اپنی خواہشات کے

تابع ہے تصدیق نہ کرو اور آپ کو معلوم ہو کہ میرا دین اسلام ہے اور توحید پر میرا یقین ہے۔ میرا دل نہ کبھی اس راہ سے بھٹکا ہے اور نہ کبھی اس گمراہی میں پڑا ہے اور جس شخص نے اسلام کو چھوڑ دیا اور قیاس کا پیرو بن گیا وہ اس شخص کی طرح ہے جسے بھیڑیوں نے پھاڑ کر ایک جنگل بیابان میں ڈال دیا۔ وہ ہلاک اور فنا ہو گیا اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اسلام کا عاشق ہوں اور سید انام پر فدا اور احمد مصطفےٰ کا غلام ہوں۔ جب سے میں سن شباب کو پہنچا ہوں تائید ایزدی نے تصنیف کتاب کی طرف میری رہنمائی فرمائی ہے اس وقت سے میری دلچسپی اس میں ہے کہ مخالفین کو روشنی دین کی طرف بلاؤں۔ بنابریں ہر مخالف کو میں نے مکتوب بھیجا اور ہر بوڑھے جوان کو دعوت اسلام دی اور متلاشیان حق کے ساتھ نشانات دکھانے کا وعدہ کیا اور اس کا بھی وعدہ کیا کہ اگر اس سے عاجز رہا تو انہیں بھاری تاوان ادا کروں گا۔ اس پر دشمن روسیاہ اور منکر ہو گئے اور ان میں سے ایک بھی سامنے نہ آیا اور نہ میری پکار کا کوئی جواب دیا اور نہ کوئی لفظ نیک و بد منہ سے نکالا اور نہ میرے قریب آنے کی جرأت کی۔

پس یہ میری صداقت اور راست روی کے نشانوں میں سے ایک بہت بڑا نشان ہے ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں۔ جس نے مجھے پہچانا اس نے میری تصدیق کی اور جس نے مجھے نہ پہچانا اس نے تصدیق بھی نہ کی اور جو شخص میرے معاملہ میں مجاہدہ کرے گا اللہ تعالیٰ ضرور راس پر اسے کھولے گا۔ پس وہ دل مبارک ہیں جو مجاہدہ کرتے ہیں کیونکہ جو شخص بیٹھا رہتا ہے وہ شاخ سے میوہ نہیں چن سکتا۔ اور جو سفر نہیں کرے گا وہ خرما مالک بھی نہیں سیتے گا۔ جو لوگ جستجو کرتے ہیں وہی پاتے ہیں۔ پس اے قوم بغیر عرفان کے میری تکفیر اور بغیر برہان کے میری تکذیب نہ کرو اور مجھے گالی دیکر زبان کو آلودہ نہ کرو اور ملامت و عتاب سے مجھے تکلیف نہ دو خدائی اسرار میں مداخلت اور جس چیز کا علم نہیں اس پر اصرار نہ کرو۔ ہو سکتا ہے جسے تم کافر کہتے ہو وہ اللہ کے نزدیک مومن ہو اور جسے تم فاسق قرار دیتے ہو وہ اللہ کے نزدیک صالح ہو کیونکہ اللہ اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھتا ہے اور تم نہیں دیکھتے۔ اے میری قوم اگر میں باطل پر ہوں تو اللہ میری بیخ کنی کے لئے کافی ہے اور اگر میں حق پر ہوں تو اس صورت میں مجھے ڈر ہے کہ تم اس ظلم و جفا کی وجہ سے عذاب اور گرفت میں نہ آجاؤ

قابل توجہ احمدیہ لائبریری احمدیہ بلڈنگس لاہور سے "المعجم المفہرس والفاظ الحدیث النبوی" مطبوعہ لنڈن گم ہے اگر کوئی صاحب مطالعہ کے لئے لے گئے ہوں تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔

عنایت علی خاں۔ سیکرٹری

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء

اسلام کا صحیح نمونہ

چند دن ہوئے کراچی کے وائی ایم سی اے ہال میں جمعیت اسلامی طلبا کے زیر اہتمام مودودی صاحب کی ایک تقریر ہوئی، جس کے بعد مسٹر بروہی نے جو کرسیٔ صدارت پر فائز تھے بقول نوائے پاکستان :-

"مولانا مودودی کو یہ مشورہ دیا کہ وہ سیاست بازی کو چھوڑ کر طلباء اور نئی پود کی اخلاقی اصلاح کی طرف توجہ دیں......... نیز فرمایا کہ اگر پاکستان میں صرف چھ بلکہ تین آدمی بھی ایسے مل جائیں جنہیں ہم صحیح رنگ میں اسلام کا نمونہ قرار دے سکیں تو ہم انہیں مثال کے طور پر دوسرے مذہب والوں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں مگر یہاں تو اسلام پر صحیح رنگ میں عمل کرنے والے ملتے ہی نہیں صرف باتیں ہی باتیں ہیں عمل کچھ نہیں"

مسٹر بروہی کا یہ ارشاد پڑھ کر ہمیں حیرانی ہوئی کہ کیا فی الواقعہ گروہ "صالحین" میں تین آدمی بھی ایسے نہیں مل سکتے جو اسلام کا صحیح نمونہ پیش کر سکیں، کیا مودودی صاحب کی "اقامت دین" محض ایک لفظی لبادہ ہے، جو ان کی سیاسی چالبازیوں کو ڈھانکنے کے لئے وضع کیا گیا ہے؟ ہم تو نہیں کہہ سکتے کہ مسٹر بروہی کا یہ خیال کہاں تک صحیح ہے، گو اس کی تائید بعض اور لوگوں کے بیانات سے بھی ہوتی ہے، ملاحظہ کیجئے "طلوع اسلام" کے یہ الفاظ :-

"بدقسمتی سے ہمارے ہاں "اقامت دین" کے علمبرداروں کا انداز یہ ہے کہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے جھوٹ بولا جائے، مغالطہ دیا جائے مبہم الفاظ استعمال کئے جائیں........"

اس سے ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کی دس بارہ سالہ جد و جہد محض ایک کھیل ہے جو دین کے پردہ میں کھیلا جا رہا ہے، اور جس کی تہ میں سیاسی اقتدار کے سوائے اور کوئی غرض پنہاں نہیں، اگر فی الواقعہ اقامت دین ان کے مدنظر ہوتی اور اسلام کا صحیح نمونہ وہ اپنے ساتھیوں کے اخلاق و اعمال میں پیدا کرنا چاہتے تو اس کا کچھ اثر تو دکھائی دیتا لیکن حالت یہ ہے کہ صرف مخالفین ہی نہیں وہ لوگ بھی جو کچھ عرصہ ان کے ساتھ رہ کر اندرونی حالات کو دیکھتے ہیں، اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ "اقامت دین" محض ایک ڈھونگ ہے جس کی تہ میں سیاسی اقتدار کی خواہش کام کر رہی ہے۔

اس کے مقابلہ میں حضرت مجدد وقت کی جماعت کو دیکھئے گو آج اس پاک انسان کو اس دنیا سے گزرے ہوئے تقریباً پچاس سال ہو گئے اور ان بہت سے پاکیزہ لوگوں میں سے جو اس کی پاک صحبت نے پیدا کئے تھے آج بہت تھوڑے باقی رہ گئے ہیں تاہم اس وقت بھی اس جماعت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں اسلام کا صحیح نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے اور مسٹر بروہی کا یہ خیال غلط ہے کہ پاکستان بھر میں اسلام کا کوئی صحیح نمونہ موجود نہیں جسے غیر مذاہب کے سامنے پیش کیا جا سکے، اگر ایسا ہوتا تو جماعت احمدیہ اسلام کو کس طرح غیر اقوام اور غیر مذاہب کے سامنے لے جا سکتی تھی اور کس طرح اسے وہ کامیابی حاصل ہو سکتی تھی جو یورپ اور امریکہ جیسے ممالک میں حاصل ہو رہی ہے۔

فی الحقیقت مجدد وقت کی صحبت ہی ایک چیز ہے جو ایک مسلمان کو سچا اور پاکیزہ مسلمان بنا سکتی ہے، مودودی صاحب یا کوئی اور بڑے سے بڑا انسان جس کو خدا تعالےٰ کے ساتھ لگاؤ نہیں، اس کا وعظ و تبلیغ یا اقامت دین کے دعوے کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتے، فرستادہ الٰہی کی صحبت انسان کے اندر ایسی قوت قدسی اور روحانیت پیدا کر دیتی ہے، جس سے وہ خدا تعالےٰ کو دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کے اخلاق و اعمال سے اسلام کا سچا اور صحیح نمونہ ظاہر ہوتا ہے، یہ خصوصیت آج بھی جماعت احمدیہ کے اگر تمام افراد میں نہیں تو بیشتر حصہ میں ضرور نظر آئے گی اب بھی اس جماعت کے اندر ایسے کئی لوگ موجود ہیں جن کی پنجگانہ نمازیں اور تہجد خوانیاں ہی نہیں ان کے معاملات اور دین کے لئے قربانیاں اسلام کے اس صحیح نمونہ کو پیش کرتی ہیں، جو صحابہ کرام میں پایا جاتا تھا، کاش مسلمان ادھر ادھر کی پھیلائی ہوئی غلط بیانیوں سے اعراض کر کے کھلی آنکھوں کے ساتھ اس جماعت اور اس کے کارناموں کو دیکھیں اور دوسری جماعتوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں تو انہیں نظر آ جائے گا کہ اسلام کا صحیح نمونہ صرف مجدد وقت ہی کے فیضان صحبت سے پیدا ہو سکتا ہے۔

احراری فتنہ

قبل ازیں ہم حکومت کو اس طرف توجہ دلا چکے ہیں کہ بعض احراری مولوی تحفظ ختم نبوت کے نام سے اس فتنہ کو پھر اٹھانے کی سعی کر رہے ہیں جو دو سال قبل ملک کے امن و امان کو تباہ کرنے کا موجب ہوا تھا اس سلسلہ میں مولوی محمد علی جالندھری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے سب سے پہلے لائلپور میں ایک کانفرنس منعقد کر کے اشتعال انگیز تقاریر کیں اور لوگوں سے چندے بھی لئے، پھر حافظ آباد اور اوکاڑہ میں اسی سین کو دوہرایا گیا اور اب خبر آئی ہے کہ ڈیرہ غازی خاں میں بھی مولوی محمد علی جالندھری اور مولوی عبداللہ اختر جتوئی نے احمدیت کے خلاف اشتعال انگیز تقاریر کر کے لوگوں کو بہت کچھ اکسایا جس کے بعد قادیانی احمدیوں نے بھی ایک جلسہ منعقد کر کے ان کے اعتراضات کے جواب دیئے، اور دو ایک ریزولیوشن حکومت کو توجہ دلانے کے لئے پاس کئے۔

ہم حیران ہیں کہ سابقہ تجربہ کے ہوتے ہوئے ان لوگوں کو حکومت نے اب پھر کھلی چھٹی دے دی ہے، اور وہ جگہ بجگہ اس سوئے ہوئے فتنہ کو پھر جگانے کی کوشش کر رہے ہیں، اگر ابھی سے ان کو اس سے نہ روکا گیا تو ہمیں ڈر ہے کہ پہلے جیسے واقعات پھر پیدا ہو کر حکومت کے لئے مشکلات کا موجب نہ ہوں، اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو ہدایت دے، اور وہ اپنے ذاتی فوائد کے لئے اس مذہبی شطرنج کا کھیل کھیلنے سے باز آ جائیں۔

اعلان

سرور کائنات حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی یاد میں پیغام صلح کا خاص نمبر خاتم النبیین کے نام سے ۱۲ ربیع الاوّل کو شائع کیا جائیگا۔ اہل قلم احباب سے درخواست ہے کہ وہ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک سیرت کے متعلق مقالے لکھ کر ایڈیٹر پیغام صلح کے نام جلد بھجوا دیں معزز خواتین کی خدمت میں خاص طور پر درخواست ہے کہ وہ بھی اپنے علم سے مستفید فرمائیں۔

مضامین کے عنوانات سے پہلے ہی اطلاع دیدیں تو بہتر ہوگا۔ تمام مقالے دفتر پیغام صلح میں ۱۰ اکتوبر تک ضرور پہنچ جانے چاہئیں تاکہ لکھائی اور طباعت کا معقول انتظام ہو سکے یہ اخبار انشاء اللہ ۶۰ صفحات پر مشتمل ہوگا۔

عنایت علی خان
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

اہلحدیث اور جماعت اسلامی

۲۱ جولائی بروز جمعرات :-

اخوان سلسلہ کے ازدیاد ایمان و غیر از جماعت احباب کے غور و فکر و مخالفین سلسلہ کی ہدایت و بصارت کے لئے اخبار اہل حدیث دہلی مجریہ ۱۵ جون کے ایک مضمون بعنوان "ایک بہت بڑا فتنہ" بقلم مولنا قمر بنارسی کا ایک اقتباس متعلق جماعت اسلامی درج ذیل ہے :-

"جماعت اہل حدیث اور جماعت اسلامی میں آسمان و زمین کا فرق ہے - میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ جماعت اسلامی ہرگز مذہبی جماعت نہیں بلکہ مذہب کے لباس میں سیاسی جماعت ہے"

"میں اہل حدیث بھائیو! جماعت اہل حدیث کے لئے جماعت اسلامی بہت بڑا فتنہ ہے - اس سے پرہیز کیجئے - ورنہ جماعت اہل حدیث، وقت رفتہ مٹ جائے گی اور فنا ہو جائے گی"

اس تند اور سرٹیفکیٹ "بہت بڑا فتنہ" پر مزید تبصرہ کی حاجت نہیں قائد صالحین اور ان کے دست راست صاحب، جریدہ تسنیم نصر اللہ خاں عزیز دیکھیں کیا فرماتے ہیں - عزیز صاحب موصوف کسی زمانہ میں مدینہ بجنور میں کام کرتے تھے - اس وقت کسی عید کے موقعہ پر برلن مسجد سے حزین عید کارڈ ان کی خدمت میں ارسال کرتے ہوئے یہ شعر لکھا تھا ؎

جانم گداخت از پئے ایمانت اے عزیز
این طرفہ تر کہ من بہ گمان تو کافرم

اب پھر دعوت دیتا ہوں کہ وقت کے امام کا دامن تھام لو، تلافی مافات کا اب بھی موقعہ باقی ہے مرنے سے پہلے خدا کے دین کی کچھ حقیقی خدمت کر لو تا دنیا میں سرخرو اور رخصت راضیۃ مرضیۃ ہو -

قائد اعظم کی سوانح حیات عربی میں

۲۳ جولائی بروز سنیچر :-

جناب عزیز احمد صاحب انفارمیشن آفیسر سفارت پاکستانیہ بغداد نے ارادہ کیا ہے کہ قائد اعظم مرحوم کی تاریخ حیات عربی زبان میں مبسوط اور مفصل شائع کی جائے - اس اہم اور عظیم کام کے لئے استاذ صفاء خلوصی سے گفت و شنید ہوئی ہے استاذ موصوف اس کے لئے تیار ہیں - اس کام کے لئے مواد کی ضرورت ہے - عزیز احمد صاحب اور خود استاذ موصوف نے مجھ سے ذکر کیا - میرے پاس کتاب محمد علی جناح موجود ہے وہ اس کام میں بہت ممد و مفید ثابت ہوگی لہذا کتاب مذکور عزیز احمد صاحب کو بھجوائی -

رشیدہ --- ایک ذہین اور عقلمند لڑکی

رشیدہ دختر بنت اقدیم حافظ شریف حسین صاحب کے اکثر مضامین تعدد ازدواج پر امروز کراچی میں نکل چکے ہیں اور یہ سلسلہ اب بھی برابر جاری ہے - خدا نظر بد دور کرے رشیدہ نہایت ہی ذہین اور عقلمند واقع ہوئی ہے طبیعت میں کچھ شوخی بھی ہے گفتگو نہایت آزادی سے کرتی ہے جس سے مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے اعتراض سمجھنے کے لئے کرتی ہے - دل چاہتا ہے کہ رشیدہ من کل الوجوہ رشیدہ بن جائے - اس کی ضیافت طبع کے لئے "زندگی نو" تعلیم تالیف حضرت مولانا امیر مرحوم ہدیۃً بھجوا رہا ہوں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کے دل کی کھٹک اس کے مطالعہ سے دور ہو کر دین و مذہب کے لئے محبت پیدا ہو جائیگی اور اس کا قلم اس کی قلم دینی حقہ کے لئے وقف ہو کر بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر لانے کا سبب ہو جاوے گا -

ایک ملتانی مولوی صاحب سے خط و کتابت

بنگلہ نہر جہانیاں ضلع ملتان سے جناب محمد صادق صاحب کا مکتوب مجریہ ۱۸ جولائی بذریعہ ہوائی ڈاک ملا بیحد مسرت ہوئی کہ بیسیوں اشخاص میں سے جنہیں تبلیغی لٹریچر بھیجا جا رہا ہے یہ ایک صاحب ہیں جنہوں نے جواب دیا (محمد صادق صاحب موصوف کا ذکر مکتوب بغداد مندرجہ پیغام صلح نمبر ۲۸ میں آیا ہے) نہایت طویل مکتوب ہے پمفلٹ "ہمارے عقائد" مؤلفہ حضرت امیر سیدنا مولنا صدر الدین صاحب کو سامنے رکھ کر جماعت احمدیہ پر زبان طعن سے کام لیا ہے - جماعت اسلامی کے رکن عظیم مولانا نعیم صدیقی صاحب کے اعتراضات کو گویا دوہرا دیا ہے ہماری طرف سے جن کا بارہا جواب دیا گیا ہے پمفلٹ کی صورت میں اس کا جواب "اسلامی جماعت اور یہ نظریئے" الحاج حافظ محمد حسن چیمہ صاحب نے نہایت ہی دندان شکن اور تسلی بخش دیا ہے - آج تو محمد صادق صاحب موصوف کو رسائل ضرورت تجدد" بھیج رہا ہوں آیندہ خط کے جواب کے ساتھ حافظ صاحب موصوف کا تالیف کردہ "تیغ برہان" بغرض چشم بصارت ارسال ہوگا - محمد صادق صاحب کو عاکسار سے غائبانہ تعارف" دیار غربت میں چند ماہ ہوئے مولوی مسعود عالم صاحب ندوی مرحوم کے ذریعہ عرصہ دراز سے تھا -

حضرت امیر مرحوم کی تحریرات میں مقناطیسی اثر

۲۴ جولائی بروز اتوار :-

استاذ محمد ناصر العبیدی سے ملاقات ہوئی انہیں کتاب الاسلام و نظام العالمی الجدید ترجمہ عربی ولاہ تالیف سیدنا امیر مرحوم ہدیۃً دیا - کہنے لگے کہ مولانا محمد علی رضی اللہ عنہ کی تحریر میں ایک مقناطیسی اثر ہے اور "یہ موہبت من اللہ ہے کسبی نہیں" تقریباً یک ساعت دینی گفتگو رہی -

حکومت کی وفاداری کا سنہری اصول

مغرب سے قبل جناب چشتی صاحب گھر تشریف لائے - آدھ گھنٹہ بیٹھے علمی گفتگو رہی - اسلامی اصول پر جسے آج احمدیوں نے قولاً و عملاً اپنایا ہے کہ جس حکومت میں رہو اس کے قوانین کی وفاداری کرنا ایک شرط کیسا تھ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ اللہ -

اظہار خیال کیا بتلایا کہ یہ زرین اصول دنیا میں امن و سلامتی کے اسباب میں ایک بہت بڑا سبب ہے - ملک کی خوشحالی عوام الناس کی بھلائی و بہبودی، حکام وقت کے لئے سکون و اطمینان - استحکام و ترقی ان تمام باتوں کا انحصار اس سنہری اصول کے اختیار کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں ہے -

ملتانی مولوی صاحب کو ترسیل لٹریچر

۲۵ جولائی بروز پیر :-

جناب محمد صادق صاحب - بنگلہ نہر جہانیاں ضلع ملتان کے طویل خط کا مختصر مگر مدلل جواب ایرمیل سے دیا، نیز موصوف کے اعتراضات مندرجہ مکتوب طویل کے جواب میں "جماعت اسلامی اور یہ نظریئے" اور تماشہ پیغام صلح مجریہ ۲ مارچ مضمون "پاکستان اسلامی جماعت اور مسلمان کی تعریف" اور پیغام صلح مجریہ ۱۵ جون مشتمل بر مضامین مقالہ افتتاحیہ "مولویوں کی جنگ" - ذکر و فکر از روزنامہ ملت بحری ڈاک سے بھجوایا رسالہ مذکور تالیف الحاج حافظ محمد حسن چیمہ بجواب رسالہ مولانا نعیم صدیقی صاحب میں محمد صادق صاحب کے اعتراضات کا مکمل جواب آجاتا ہے اور پیغام صلح کے پرچوں میں وہ آئینہ میں اپنی تصویر دیکھ سکیں گے آیندہ بھی انشاء اللہ وقتاً فوقتاً ارسال لٹریچر کا سلسلہ جاری رہے گا -

صحیح ایمان کیلئے تین چیزوں کی ضرورت

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد عملاً پورا کر کے دکھاؤ

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۵۵ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّورِ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ (الحدید آیات ۸-۹)

حضرت نبی کریم صلعم کے قلب مبارک پر نزول قرآن

قرآن کریم کا نزول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ انسان کو جو قوتے دیئے گئے ہیں، ان کے جوڑے جوڑے ہیں، ایک کا تعلق جسمانیات سے ہے، اور دوسرے کا روحانیات سے، یہ جو فرمایا فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ اس میں قلب سے مراد قلب روحانی ہے، دوسری جگہ فرمایا ہے اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ یہ نصیحت ہے ان کے لئے جن کا دل ہے یا وہ کان لگا کر سنتا ہے اور اس کا دل حاضر ہے اس میں بھی قلب روحانی ہی مراد ہے، ویسے دل تو خدا نے ہر ایک کو دیا ہے لیکن خدا کی وحی کا مرکز قلب روحانی ہی ہوتا ہے۔

یہود کا غلط خیال

یہ آیت مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ یہودیوں کے متعلق ہے، یہودی سمجھتے تھے کہ نبوت صرف بنی اسرائیل ہی کا حق ہے اس لئے جبریل کو اپنا دشمن سمجھتے تھے کہ ان کا حق بنی اسمٰعیل کی طرف لے گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی، اللہ تعالےٰ نے انہیں متنبہ کیا ہے کہ ملائکہ تو حکم کے بندے ہیں يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے، حضرت جبریل خدا کے حکم سے وحی کو پہنچانے والے ہیں، فرمایا فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ اس نے محمد رسول اللہ صلعم کے دل پر اللہ ہی کے اذن سے وحی نازل کی ہے۔

قرآن کے خصائص

مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ یہ وحی ان پیشگوئیوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی گئیں، وَهُدًى وَبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِينَ اور اس قرآن کی یہ خصوصیت ہے، کہ وہ رستہ بھی دکھاتا ہے۔ اس پر چلاتا بھی ہے اور منزل مقصود پر پہنچا بھی دیتا ہے، اور پھر جب انسان منزل مقصود تک پہنچ جاتے تو اس پر بشارتیں نازل ہوتی ہیں۔

پڑھنے والوں پر قرآن کا نزول

پھر وحی رسول پر تو نازل ہوتی ہے، لیکن وہ قوم جو اس کی مخاطب ہوتی ہے، اس کا نزول اس پر بھی ہوتا ہے، چنانچہ فرمایا اِتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ اس کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، یہ نزول کس طرح ہوتا ہے اس کے احساس کے دو طریقے ہیں ایک یہ ہے کہ انسان جب قرآن کو پڑھتا ہے تو ویسے تو یونہی پڑھتا ہوا گذر جاتا ہے لیکن جب اس پر غور و فکر سے کام لے تو کئی ایسی باتیں ہیں، جو اس کے دل پر اثر کرتی اور ایک خاص انکشاف ان سے ہوتا ہے، یہ گویا اس کا نزول ہے جو ہم پر ہوتا ہے، دوسرا ذریعہ نزول یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے جس سے قرآن کی کسی آیت کی طرف توجہ خاص طور پر مبذول ہو جاتی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے، اس قسم کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، اس وقت فرط غم سے صحابہ کی حالت ایسی تھی کہ گویا دیوانے ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا انسان گلے میں تلوار لٹکائے پھرتا تھا، کہ جو کوئی کہے گا کہ رسول اللہ فوت ہو گئے ہیں اس کا سر قلم کر دوں گا، اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے اور یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ۔ محمد تو ایک رسول ہی ہے ان سے پہلے بھی جو رسول آئے وہ فوت ہو گئے، اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اُلٹے پھر جاؤ گے، اس آیت کا پڑھنا تھا کہ سب مطمئن ہو گئے، صحابہ کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت اسی وقت نازل ہوئی ہے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ اس واقعہ نے اس کی طرف توجہ دلا دی، اور ایک بڑی حقیقت کھل گئی۔

وفات مسیح اور مسیح موعود کا مسئلہ

مجھے بڑا افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس پر غور نہیں کیا، اگر وہ سوچتے تو وفات مسیح کا مسئلہ اس سے حل ہو جاتا، اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہوتے تو صحابہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سوال کر سکتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں آپ کس طرح کہتے ہیں کہ پہلے بھی سب نبی فوت ہو گئے، قرآن کریم کی یہ کھلی آیت، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اس سے استدلال اور تمام صحابہ کا سکوت ثابت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں مگر افسوس کہ مسلمان اس پر ذرا غور اور تدبر سے کام نہیں لیتے۔

ایمان بُرے رستوں سے بچاتا اور امن دیتا ہے

اس آیت میں جو میں نے پڑھی ہے فرمایا ہے وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ تمہیں کیا ہو گیا ہے، کیوں تم خدا پر ایمان نہیں لاتے، حالانکہ رسول تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، ایمان کا لفظ امن سے ہے، یہ جو بار بار فرمایا ہے کہ ایمان لاؤ، اس کا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی خدا پر ایمان لاتا ہے تو وہ شرک سے شیطانی وساوس سے، بُری حرکات سے امن میں آجاتا ہے، لیکن جب تک صحیح ایمان نہ ہو انسان باقاعدہ امن نہیں پا سکتا۔

ربوبیت کرنے والے پر ایمان

تو اس آیت میں توجہ دلائی ہے کہ رسول امن کی طرف بلاتا ہے۔ ایمان کے ذریعہ انسان خدا کی معرفت حاصل کر سکتا اور ان تمام چیزوں سے بچ سکتا ہے جو اس کو برائی کی طرف لے جانے والی ہوں، یہاں فرمایا لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ۔ قرآن عجیب کتاب ہے اس میں بتایا کہ اس ذات پر ایمان لاؤ جو تمہاری ربوبیت کرتی ہے، ایمان کی دعوت دے کر ساتھ ہی دلیل دیدی کہ ایمان لانا کیوں ضروری ہے۔ اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ ہماری جسمانی اور روحانی ربوبیت اسی ذات سے وابستہ ہے، اس کی ربوبیت متقاضی ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔

صحیح ایمان کے لئے تین چیزوں کی ضرورت

آپ لوگ جانتے ہیں کہ نرا منہ سے ایمان کا دعوےٰ کرنا کوئی چیز نہیں، ایمان تین چیزوں کو چاہتا ہے، زبان سے اقرار، دل سے اس کی تصدیق اور اعضا اور جوارح سے اس پر عمل، جب تک یہ تینوں اکٹھے کام نہ کریں ایمان صحیح نہیں ہو سکتا، وَقَدْ اَخَذَ مِيثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ اور اس نے تم سے عہد لیا تھا اگر تم مومن ہو اس کے ساتھ ہی فرمایا هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ۔ وہ خدا جو تمہاری جسمانی ربوبیت بھی کرتا ہے اور روحانی بھی اس نے تمہاری روحانی ربوبیت کے لئے کھلی کھلی آیات اپنے بندہ پر نازل کی ہیں، لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّورِ تاکہ تم کو اندھیرے سے نکال کر نور میں لے آئے اِنَّهٗ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ وہ تم پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے، کس قدر خدا کی رحمت ہے کہ وہ چیز ہمارے لئے اس نے مہیا کی ہے جس کے ذریعہ ہم ہر قسم کی ٹھوکر سے بچ سکتے اور تمام برائیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں،

اللہ تعالےٰ کی دوستی

خدا تعالےٰ انسان کا بڑا دوست ہے، اس سے بڑھکر کون دوست ہو سکتا ہے

انسان تو بذات خود کچھ بھی طاقت نہیں رکھتا، خدا تعالیٰ علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے اس کی طاقت تمام طاقتوں سے بڑھ کر ہے اور اس کا دوستانہ تمام دوستیوں سے بڑھ کر مفید ہے، لیکن یونہی اس کا دوستانہ نہیں ہو جاتا، اس زمانہ میں اگر کسی کو دوست بنایا جائے تو اس کو آزمایا جاتا ہے کہ وہ کہاں تک اپنی دوستی میں سچا ہے، اگر ایک شخص محض اپنے ہی فائدہ کو مدنظر رکھے اور دوست کی ضرورت میں اس کے کام نہ آئے تو اس کو سچا دوست نہیں کہہ سکتے، اسی طرح خدا بھی انسان کو آزماتا ہے کہ دکھوں اور مصائب میں یا مال و دولت کی فراوانی اور عیش و آرام میں وہ کہاں تک خدا کو یاد رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ تو رات دن انسان پر انعامات کرتا رہتا ہے، لیکن ساتھ ہی آزمائش بھی کرتا ہے کہ کیا خدا کو ولی بھی بناتا ہے یا نہیں، پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلصانہ تعلق پیدا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کے تمام اندھیرے دور کر دیتا ہے، اور آخرت میں بھی اس کو اپنے نور کے سایہ میں جگہ دے گا لیکن انسان اگر شیطان کی گرفت میں آ جائے گا تو وہ اسے نور سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتا ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ ...

مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر ہمارا عہد

یہ آیت ایک اور رنگ میں ہمارے لئے بھی قابل توجہ ہے، قرآن کی آیات بار بار جب اس قسم کے مواقع آئیں ان پر چسپاں ہوتی رہیں گی، کیا یہ آیت وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ ہمارے اوپر چسپاں نہیں ہوتی؟ کیا ہمارے اندر ایک خدا کا فرستادہ نہیں آیا؟ کیا اس کے ساتھ آپ نے وعدہ نہیں کیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ اگر واقعی آپ ایمان لاتے ہیں تو اس کو پورا کریں، وعدہ کر کے پیچھے نہ ہٹا جائے، اس وقت تک ایمان کی شرط پوری نہیں ہوتی اگر کوئی شخص بار بار وعدہ کر کے اس کے خلاف کرتا رہے تو اس کا اعتماد نہیں رہتا، یہ فقرہ جو امام الزمان نے تجویز کیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا شاید الہامی فقرہ ہے۔ قرآن نے اسی بات کو اس آیت میں بیان کیا۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی۔ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے، اسی کے پیش نظر حضرت نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا، اس عہد کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے جب تک ہمارے اقوال، ہمارے اعضاء و جوارح اس کا ثبوت نہ دیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں، اس وقت تک ہم اپنے عہد بیعت میں سچے نہیں ہو سکتے۔

مسیح موعودؑ کو دیکھنے سے انبیاء پر ایمان

مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے بڑا فضل کیا کہ ہمیں موقعہ دیا کہ اس کے فرستادہ کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جب ایک چیز کو دیکھا نہ ہو اور اس پر مدت گذر جائے، تو وہ قصہ کہانی بن جاتی ہے، مجھے تو حضرت کو دیکھنے سے پہلے سمجھ ہی نہ آتا تھا کہ انبیاء کس طرح آتے ہیں، اور کس طرح ان پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے اور وہ اپنے اعمال و کردار کے لحاظ سے ایک مثالی انسان ہوتے ہیں، رسول کریمؐ نے فرمایا اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ مجھ میں اور تم میں فرق یہ ہے کہ مجھ پر خدا کی وحی آتی ہے۔

حضرت مولانا نورالدین کو دیکھ کر صحابہ کی پہچان

اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق سمجھ نہ آتا تھا، حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر سمجھ میں آ گیا کہ صحابہ کیسے تھے، حضرت مولانا کے مرض الموت میں میں پشاور سے انہیں دیکھنے گیا، میں نے دیکھا اتنا بڑا جیم شخیم انسان چارپائی پر پڑا ہے باقی بدن پر چادر رکھی، چہرہ سے نظر آتا تھا کہ گوشت کا نام نہیں رہا ایسا معلوم ہوتا تھا ہڈیوں پر چمڑہ مڑھ دیا گیا ہے، لیکن اس حالت میں بھی ہاتھ میں قرآن پکڑا ہوا تھا، اور حضرت مولانا محمد علی صاحب انگریزی ترجمہ قرآن سنا رہے تھے، ہمیں یہاں ذرا سی بھی تکلیف ہو تو کام سے بچنے کے لئے وہ بہانہ بن جاتی ہے، لیکن حضرت مولانا مرض الموت میں بھی قرآن پڑھنے اور سننے میں مصروف تھے، یہی حال صحابہ کا تھا، ہمیں کسی دینی کام کے لئے باہر بھیجا جائے تو طرح طرح کے بہانے کرتے ہیں، بچہ بیمار ہے، بیوی اچھی نہیں، فلاں تکلیف ہے، فلاں مشکل ہے، لیکن خدا کے بندے ایسے بھی تھے کہ خدا پر ایمان اس قدر پختہ تھا کہ وہ بال بچوں وغیرہ کو خدا کے سپرد کر کے نکل جاتے تھے، اور خدا بھی ان کے بال بچوں کا متولی ہو جاتا تھا۔ (باقی دوسرے کالم کے آخر میں)

اخبار احمدیہ

نئے تبلیغی مشن

انجمن نے تین نئے مشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے، ایک ٹرینیڈاڈ (ٹرینیڈیڈ) میں جس کے انچارج مولانا ضیاء الحق صاحب (ٹرینیڈاڈ) ہوں گے، دوسرا ڈھاکہ میں جس کے انچارج مولانا احمد یار صاحب ہوں گے اور تیسرا انڈونیشیا میں جس کے انچارج مولوی محمد یحییٰ صاحب بٹ ہوں گے یہ تینوں اصحاب عنقریب پاسپورٹ ملنے اور سامان سفر مکمل ہونے کے بعد مقررہ مقامات کی طرف تشریف لے جائیں گے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پاک مقاصد میں کامیاب فائز المرام فرمائے۔

ایک انگریزی پمفلٹ

مرزا معصوم بیگ صاحب کا ایک انگریزی مضمون CHRIST IS COME (مسیح آ گیا) اخبار "لائٹ" میں یا قسط وار شائع ہوا تھا، اس کو امریکہ کے کسی صاحب نے پہلے ایک اخبار میں شائع کیا پھر ایک پمفلٹ کی صورت میں پانچ ہزار کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا، اب انجمن نے بھی اس کو بصورت پمفلٹ شائع کیا ہے۔

درخواست دعا

ملک کرم الٰہی صاحب جو کہ ہمارے سلسلہ کے پرانے بزرگوں میں سے ہیں اور مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کے برادر اکبر ہیں، احباب سلسلہ سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی اہلیہ کی صحت کے لئے جن کا ابھی ابھی میو ہسپتال میں پتہ کا اپریشن ہوا ہے دعا فرمائیں کہ عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام۔

غلام قادر - احمدیہ بلڈنگس لاہور

فہرست وصولی رقم جلسہ سالانہ اپیل حضرت امیر قوم ایدہ اللہ

میزان سابقہ :- ۲۷۷۹ ـــ ۱۲ ـــ ۹

نام	رقم	نام	رقم
۸۳ - سید بہادر شاہ صاحب مردان	5/-/-	۸۹ - صوبیدار عبدالحکیم خان صاحب کوئٹہ	10/-/-
۸۴ - شاہجہان صاحب	10/-/-	۹۰ - شریفہ بیگم صاحبہ بنت چوہدری نبی بخش صاحب	2/-/-
۸۵ - چوہدری عبدالحمید صاحب گجرات	50/-/-	۹۱ - پروفیسر صغیر حمید صاحب لاہور	20/-/-
۸۶ - چوہدری تاج دین صاحب ،،	500/-/-	۹۲ - ڈاکٹر عبدالعزیز خان صاحب پشاور	50/-/-
۸۷ - چوہدری عبداللہ صاحب بدوملہی	100/-/-		
۸۸ - پروفیسر عنایت علی خان صاحب لاہور	20/-/-		

کُل میزان :- ۳۲۳۶ ـــ ۱۲ ـــ ۹

فہرست چندہ جماعت منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

نام	رقم	نام	رقم
۱ - مولوی فضل الرحمٰن صاحب قمر ساہانوی	3/-/-	۶ - ملک غلام سرور صاحب	6/-/-
۲ - لطیف الرحمٰن صاحب امیر ،، ،،	3/-/-	۷ - ملک ارشاد خان صاحب	6/-/-
۳ - مولوی محمد عثمان صاحب ..	3/-/-	۸ - عبدالرؤف صاحب	3/7/-
۴ - ایس ایم شفیع صاحب علوی ..	3/-/-	عبدالقدوس صاحب	3/-/-
۵ - مرزا نصیر بیگ صاحب	3/-/-		

میزان :- 38 ـــ 7 ـــ ۰

اپنے وعدہ کا جائزہ لو

بہرحال میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ ہم نے امام کے ہاتھ پر وعدہ کیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا، ہمیں چاہیئے کہ ہم جائزہ لیں کہ آیا ہم دین کو دنیا پر مقدم کر رہے ہیں یا دنیا کو دین پر مقدم کر رہے ہیں؟

علمِ حدیث کا نیا جائزہ

از ——— (سید عبداللطیف صاحب حیدرآباد دکن) ———

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱ اگست ۱۹۵۵ء

اجتہاد

کسی چیز کو اپنے اندر جذب کرنے یا اسے تبدیل بنانے کے اس عمل میں جس امتیاز کو مدنظر رکھنا چاہیئے وہ "مذہب" اور "قانون" میں نہیں، کیونکہ قرآنی تصورِ حیات میں یہ امتیاز موجود نہیں، وہ امتیاز جو قرین عقل ہے "ایمان" اور "عمل"، "روح" اور اس کے "ظہور" میں ہے، یہ دونوں مل کر دین یعنی مذہب اسلام کی تشکیل کرتے ہیں، جس کا ظہور دو صورتوں میں ہوتا ہے — اخلاقی اور معاشرتی، وہ چیز جو اس کام کی تعریف کرتی اور اسے چلاتی ہے اسلام کا قانون ہے۔ ایک شخص اس کے اخلاقی جزو کو جسے عبادت کہتے ہیں معاشرتی جزو سے جسے معاملات کہتے ہیں اور جو خالص اخلاقی جزو سے یا سرتاسر انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہیں الگ کر سکتا ہے، معاشرتی پہلو سے متعلقہ قانون یا عوامی قانون کے بارے میں الگ غور کیا جائے اور غور کیا جائے اور ہر نئی صورت حال کے مطابق وضاحت سے پیش کیا جائے، قرآن میں یہ احکام پہلے ہی موجود ہیں کہ ایسے معاملات کو باہمی صلاح و مشورہ کے ذریعہ طے کر لیا جائے۔ لیکن ہر نئی ترکیب کے متعلق ایک تحریک کے ان اندرونی اصولوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جو قرآنی تصورات میں مضمر ہیں کیونکہ ایک جدید تعلیل یا اجتہاد ہمیشہ ذاتی نشوونما کے لئے مخفی امکانی قوتوں کا ایک اظہار ہوتا ہے، لیکن اصل کی کوئی بے ترتیبی یا تنسیخ نہیں ہوا کرتا۔ اس عمل میں، جیسا کہ پروفیسر فیضی کو ڈر ہے، منطبق معاشرتی انصاف کی مثالیں کسی مغربی امثال سے کم نہیں پائی جائیں گی۔

یہاں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ اجتہاد کا اصول کبھی اسلامی قانون کی نشوونما کے لئے ایک موثر عنصر تھا۔ اصول فقہ کے چاروں مشہور فرقے اجتہاد ہی کا نتیجہ تھے، ساتویں صدی ہجری میں زوالِ بغداد کے بعد اس کے دروازوں کا بند ہو جانا ہی اسلامی اصول فقہ کے انحطاط کا حقیقی سبب تھا، اور گو سنجیدہ علماء نے بعد میں آنیوالی صدیوں میں بار بار اس کا دروازہ کھولنے کی سفارش کی لیکن اسلامی فقہ میں دراصل ابھی تک یہ آزادی نہ تھی کہ اپنی بگڑی ہوئی صحت بحال کر سکے اور تازہ طاقت کا اظہار کر سکے۔

اس صورت حال کا اصلی سبب یہ حقیقت ہے کہ اس دور انحطاط میں اسلام کے قانونی توانائی کے موثر اسباب کا مطالعہ کرنے کے لئے مختلف مکاتیب کی جانب سے مشترکہ متفقہ یا انفرادی کوشش کی گئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلامی فقہ کی زرخیز اور اصول جیسا کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بنائے گئے، قانون سے متعلق مقدس متون کی جدید تفسیر کے خلاف تھے۔ درحقیقت جیسا کہ ڈاکٹر Sobhi Mahmassani بیروت لبنان نے اپنے مقالہ "جدید معاشرتی ضروریات کے لئے فقہ اسلامی کا تصرف" جو انہوں نے پرنسٹن یونیورسٹی کلوکیم میں پیش کیا، اور جس کا عربی ترجمہ انہوں نے کمال نوازش مجھے ارسال کیا ہے، میں مختصراً لکھا ہے کہ تین نمایاں صورتیں تھیں جن کی "تاویل کو تبدیل کرنے کی اجازت" بہت سے خلفاء اور فقہاء نے دی تھی"، وہ یہ تھیں —

اوّل — ضرورت کے وقت یا عوامی مفاد کے لئے۔

دوئم — جہاں کسی قانونی قاعدہ کا موثر سبب یعنی علت موجود نہ ہو، یہ علم اصول (اسلامی فقہ کے ذرائع) کے اصولوں میں سے ایک ہے کہ "کوئی قانونی قاعدہ جو کسی علت پر مبنی ہو اپنی موجودگی کے لئے اپنی علت کے تسلسل پر منحصر ہے۔

سوئم — جہاں کوئی قانونی قاعدہ رواج یا استعمال پر مبنی ہو اور یہ وقت کے ساتھ تبدیل ہو جائے، تو متن کی مختلف تاویل کی جائے۔ اور اس لئے نئے رواج کی پیروی کے لئے وہ قاعدہ بدل دیا جائے۔

اسلامی فقہ کے قدیم اصولوں کی اس لچک کے ہوتے ہوئے یہ مشکل نہیں کہ جہاں ضرورت لاحق ہو، موجودہ زمانہ میں موروثی اسلامی قانون کے احکام کی نئی تاویل کی جائے، اسلامی دنیا کے لئے یہ ایک اہم فریضہ ہے، کیونکہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے متعصب علماء اور مجتہدین اور ہماری دوسری جماعت کے اصحاب جو اپنے ازمنہ وسطیٰ کے نظریہ میں بہت سختی کیا جاتا ہے ہیں، کی آنکھوں کے عین سامنے ہماری روایتی شریعت میں مغربیت نے کسی نہ کسی شکل میں از حد مداخلت کر لی ہے اور جب تک ممالک اسلامیہ کی حکومتیں اپنے اہل الرائے اصحاب کی مدد سے اس کی رفتار کو تدبیر سے نہ روکیں گی اس کا سارا ڈھانچہ، جو پہلے ہی ڈگمگا چکا ہے، بہت جلد بگڑ جائے گا اور شناخت نہ ہو سکے گا۔

فی زمانہ خطرہ بہت بڑھ گیا ہے جبکہ ہلاکت خیز ضرورت کی بنا پر مسلم ممالک مغرب کی طرف سے منظم شدہ بہت سی اقتصادی اور فنی امداد قبول کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں، وہ منصوبے جو ان کے تحت میں کارفرما ہیں، اپنی متعلقہ اصطلاحات کی مدد سے، ان لوگوں کو جن کے درمیان وہ کارفرما ہیں مغربی اقدار اور مادی زندگی کے معیاروں کا ایک ایسا ذوق دینے والا رجحان رکھتے ہیں، جنہیں وہ اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک وہ اپنے تئیں مغرب کی مستقل ملحقہ باتوں سے آشنا نہ کریں، یہ ہے وہ خطرہ جو اس صورت حال میں موجود ہے، اور اس کا موثر مقابلہ ان منصوبوں سے حاصل ہونے والے فائدوں کو زندگی کے ان مقاصد کی طرف رجوع سے ہو سکتا ہے جن کی قرآنی تصورات حمایت کرتے ہیں۔

اس وقت مغربی اصطلاحات کے دباؤ کی طرف رجوع کئے بغیر بھی مسلمانوں کی زندگی اور قانون میں اصلاح کی ضرورت ہے، اس کام میں پچھلے مصلحین یا مجتہدین کی کوششوں سے کافی مدد ملے گی، موجودہ نسل کو آج کل کی زندگی کے تقاضوں کی روشنی میں اپنا کام جاری کرنا چاہیئے، لیکن ایک واضح لائحہ عمل جو انہیں اس قابل بنا دے کہ اپنی طرف لوٹ آئیں، بروئے کار ہونے سے پہلے انہیں اوّل اوّل مغربیت کے حملوں کو روک کر اپنے تئیں مستحکم و مضبوط کرنا چاہیئے، اور ان کے صدمات کو اس طریقہ سے برداشت کرنا چاہیئے جو پہلے تجویز کئے گئے ہیں، ورنہ ایک تاریخی پس منظر جو مغربی پس منظر سے مختلف ہو کا سہارا لیتے ہوئے، ایک معاشرتی ماحول میں مغربی قانون اور زندگی کو کلیتہً یا جزواً اختیار کرنا ایک بدترین بے رنگ نقالی یا اندھی تقلید ہوگی، یہ ان کی تخلیقی صلاحیت کا گلا گھونٹ دے گی اور انہیں دنیاوی زندگی میں کوئی امتیازی کام کرنے کے قابل بنا دے گی۔ شاید یہ مغربیت کے لئے بھی ایک بوجھ ثابت ہو، کیونکہ یہ نقالی زیادہ سے زیادہ مسلم آبادی کے ایک حصہ کو مادی فائدہ پہنچائے گی — اسلامی معاشرہ کے حکمران یا اونچے طبقوں کو، جو بڑی حد تک پہلے ہی مغربی زندگی کے روشن پہلو سے اتنے مانوس نہیں جتنے تاریک پہلو سے ہیں، عوام جن کو حالات کی موجودہ صورت میں اس تبدیلی سے کوئی مادی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، گو وہ مختلف طریقوں سے اس کی طرف راغب ہیں، اپنا توازن کھو بیٹھیں گے اور اپنی حکومتوں اور مغرب کے لئے ایک سنجیدہ مسئلہ بن جائیں گے۔ اسلئے پہلے یہ تنبیہہ کر دی گئی ہے کہ مغرب کی ہر بدعت یا تبلیت کو قرآن کے بنیادی اصول اور عام انسان کی حقیقی اخلاقی ضروریات سے نسبت دی جائے، یہ ایک کم فاصلہ والا انتظام ہوگا۔ اس طریقہ سے مسلمان ایک واضح ذہنی صلاحیت کیساتھ صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے تیار ہو جائیں گے بہرکیف ایک اوپری اصلاح ایک طویل فاصلہ والا عمل ہوگی، اور صرف اسی وقت حاصل ہو سکے گی جب قرآنی اقدار حیات کو ان کے درمیان پوری طرح کام کرنے کی اجازت ہوگی، اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جبکہ ہم

امریکی وفد سان فرانسسکو میں

مجاہد امریکہ کا ایک اور خط

مکرمی معظمی سیکرٹری صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ ۴ اگست کو ہمارا جہاز سان فرانسسکو لگا۔ ہماری ملاقات کے لئے میرا بیٹا عزیزی جلال الدین محمد اکبر خاص اجازت حاصل کر کے جہاز پر پہنچ گیا تھا ۔ اس نے مقامی اخبارات کے رپورٹروں کو بھی اطلاع دے دی تھی ۔ اس کے علاوہ جہاز کے پریس رپورٹر نے بھی ہمارے متعلق معلومات حاصل کر لی تھیں ۔ جہاز سے اترنے سے پیشتر دو پریس رپورٹروں نے ہمارے فوٹو لئے ۔ دو فوٹو معہ مختصر حالات مقامی اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں ۔

طلبائے فیجی کی طرف سے دعوت

کسٹم والوں سے ۱۱ بجے چھٹی ہوئی ۔ اس کے بعد اور بھی فیجی کے طلباء ہماری ملاقات کے لئے آئے ۔ اور ہم سیدھے مسلم سوسائٹی کے ہیڈ کوارٹرز پر پہنچے ۔ بارہ بجے کا کھانا ۔ فیجی کے طلباء نے پکایا ۔ اور انہوں نے اس قدر مزیدار کھانا تیار کیا کہ ہمیں ان کو خاص طور پر داد دینی پڑی ۔

ملاقاتیں

دن کے وقت ملاقات کے لئے عزیزی جلال الدین اکبر کے دوست مسٹر رابرٹ سٹوڈ ROBERT STO R ملاقات کے لئے آئے ۔ آپ ایک بھاری کاروباری آدمی ہیں ، اور مسٹر فینلی FENLEY جو یونیورسٹی آف سان فرانسسکو کے F سکے پریزیڈنٹ ہیں ۔ اور غیر ممالک کے طلبہ کے نگران خاص ہیں ۔ اپنی موٹر پر ہمیں مسلم سوسائٹی کے مکان پر لے آئے ۴ بجے سہ پہر کو San Francisco Examiner کے رپورٹر کیمرہ لیکر آئے انہوں نے مضمون تو شائع کر دیا ہے ۔ لیکن فوٹو نہیں دیا ۔

عزیزی خالد نے شام کے وقت شہر کی سیر کرائی ۔ اس شہر کی کوئی انتہا معلوم نہیں ہوتی ۔ رات کے وقت رنگ برنگی بجلی سے شہر کا نظارہ کچھ اور ہی ہوتا ہے ہندوستان کے بڑے شہروں کی دیوالی کی رات اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے ۔

۵ اگست کو امیگریشن والوں کے پاس ایک طالب علم کے لئے جانا تھا ۔ آدھا دن اسی میں صرف ہو گیا ۔ عزیزی اکبر کا خط سان فرانسسکو کے میئر کے پاس آیا ۔ انہوں نے اپنے خط میں ہمیں ملاقات کی دعوت دی ۔ اور ہماری آمد پر مبارک باد دی ۔ اور مسجد کی تعمیر پر اظہار خوشنودی کیا ۔ خط کی اصل نقل بعد میں بھیجدوں گا ۔ اتوار کو یعنی ۷ اگست کی سہ پہر کو ہمیں ویلکم کرنے کے لئے ایک نومسلم مسٹر بشیر احمد کی طرف سے دعوت ملی جس کو ہم نے قبول کیا ۔

اورے ول میں

۵ اگست کی سہ پہر کو میں نے اورے ول جانے کا ارادہ کیا ۔ اور بس پر سوار ہو کر رات کے بارہ بجے یوبا سٹی پہنچا ۔ رات کو یوبا سٹی کے ایک ہوٹل میں آرام کیا ۔ یہ ہوٹل ایک ہندوستانی کا ہے ۔ اور معمولی چارج کرتا ہے ۔ آج ۶ اگست کو میں اورے ول پہنچا ۔ مقصد ایک چینی سے ملاقات تھی ۔ جو میرے ایک چینی دوست کے رشتہ دار ہیں ۔ میں اپنا سامان لے کر جب ان کے کافی شاپ میں پہنچا ۔ تو انہوں نے پہلے تو توجہ نہیں کی لیکن جب میں نے اُن کے رشتہ دار کا خط ان کو دیا ۔ اور ان کے بھیجے ہوئے تحائف پیش کئے ۔ تو وہ بہت خوش ہوئے ۔ اور خاطر تواضع میں لگ گئے ۔ انہوں نے اپنے اہل و عیال سے تعارف کرایا ۔ اور کھانے کے بعد اُن کے ایک نوجوان لڑکے نے موٹر پر بٹھا کر گرد و نواح کی سیر کرائی ۔ اور باہر تیس چالیس میل تک مختلف مقامات پر لے گئے جہاں میں نے نارنگیوں ۔ بادام ۔ زیتون وغیرہ کے باغات دیکھے ۔ ایک مرغی خانہ بھی دیکھا کاش کہ ہمارے پاکستان کے کسان اس اعلیٰ پیمانہ پر کھیتی کرنا سیکھیں ۔ یہ لوگ جو کام کرتے ہیں ۔ دل کھول کر کرتے ہیں ۔ درخت ہیں تو قطاروں میں ، ان کی سیدھائی میں ذرہ بھر فرق نہیں ۔ مرغی خانہ کی عمارت قابل دید ہے ۔ مرغیوں کے آرام کا پورا سامان ہے صفائی اعلیٰ اور پھر مرغیاں ہزاروں کی تعداد میں ۔

چینی دوست کا چندہ

میں یہ ذکر کرنا بھول گیا کہ میرے دوست کے رشتہ دار نے پچاس ڈالر میرے سوال کرنے کے بغیر سیر پر روانہ ہونے سے پیشتر دے دیئے تھے ۔ جس سے میرا دل اور بحال ہو گیا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو خط میں نے اس کو دیا تھا اس میں میرے مشن کا ذکر تھا ۔

ہوٹل میں قیام

تین گھنٹے کی سیر کے بعد جب میں واپس مکان پر آیا ۔ تو چینی صاحب مجھے ایک بھاری ہوٹل میں لے گئے ۔ جہاں رہنے کا نہایت اعلیٰ انتظام ہے ۔ چھ منزلہ مکان ہے جس میں تین چار سو کمرے ہیں ۔ جس کمرے میں میرے قیام کا انہوں نے بندوبست کیا ہے وہ ۱۸ فٹ لمبا اور ۱۴ فٹ چوڑا ہے ۔ معلوم نہیں کہ ایک رات ٹھہرنے کا کیا کرایہ ہے ۔ وہ رقم چینی صاحب نے دے دی ہے ۔ یا مجھے ادا کرنی ہے وہ سویرے معلوم ہو گا ۔ جب میں یہاں سے رخصت ہوں گا ۔

مزید پچاس ڈالر

جس وقت چینی صاحب مجھے ہوٹل میں پہنچانے کے لئے آئے ۔ تو وہ چند منٹوں کے لئے مجھ سے بات چیت کرنے کے لئے بیٹھ گئے ۔ میں نے اُن کو کہا کہ آپ کا اور آپ کی بیگم صاحبہ کا چندہ تو مجھے مل گیا ہے ۔ اب آپ کے لڑکے اور ان کی بیگم صاحبہ کی طرف سے ملنا چاہیئے ۔ میرے پاس پچاس پچاس ڈالر کی رسیدیں ہیں ۔ ایک تو آپ کے لئے دوسری آپ کے لڑکے کے لئے ہونی چاہیئے ۔ میرے کہنے کی دیر تھی کہ انہوں نے پچاس ڈالر اور نکال دیئے ۔ الحمد للہ

چندہ کے لئے امداد کی ضرورت

دو گھنٹے آرام کرنے کے بعد میں پھر دوکان پر آیا ۔ اور شام کا کھانا کھایا ۔ کھانے کے بعد شہر کی سیر کی ۔ ایک خاص لفافہ خرید کر کے اور اس میں دو رسیدیں ڈال کر پھر چینی صاحب کے پاس پہنچا ۔ جب اُن کے لڑکے کو گاہکوں سے کچھ فرصت ہوئی تو میں نے ان کو کہا کہ جو رونق میں نے آج آپ کی دوکان میں دیکھی ہے ۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اور آپ کے والد صاحب یہاں کے لوگوں میں بہت ہر دلعزیز ہیں ۔ ہم چندہ کے لئے نکلے ہیں ۔ اور چندہ بغیر واقفیت کے نہیں مل سکتا ۔ جہاں جہاں کہیں ہمیں جانا ہو گا ہم ہر ایک شہر میں کوئی واقفکار تلاش کر کے چندہ کیا کریں گے ۔ آپ اگر چھٹی کے دن مجھے اور میرے ساتھیوں کو جو ابھی سان فرانسسکو میں ہیں اپنے دوستوں سے انٹروڈیوس کرا دیویں ۔ تو مجھے کافی توقع ہے کہ یہاں سے کافی رقم جمع ہو جاوے گی ۔ اس نے چینی زبان میں اپنے والد سے ذکر کیا اور بتایا کہ میں اس کام کے لئے ضرور امداد کروں گا ۔ ہم اپنا کاروبار اتوار کو بند رکھتے ہیں ۔ آنے سے پیشتر کسی منگل وار کے لئے ہمیں اطلاع کر دیں ۔ ہم ضرور ساتھ دیں گے ۔ اور امید ہے کہ کافی رقم فراہم ہو جاوے گی ۔

واپسی

ابھی رات کے بارہ بجے ہیں ۔ یہاں سورج ۸½ بجے غروب ہوتا ہے ۔ ایک بجے صبح تک کھانے کی دوکانیں کھلی رہتی ہیں ۔ کل صبح ۸ بجے سان فرانسسکو روانہ ہو جاؤں گا ۔ اور اپنے ساتھیوں کو اس کامیابی کی خوشخبری سناؤں گا ۔ والسلام

خاکسار ۔ محمد عبد اللہ

چینی حاجیوں کا وفد لاہور میں

بقیہ صفحہ اوّل

سے بطور تحفہ پیش کئے ..... جن کو انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا شاید یہ گفتگو کچھ اور وقت لیتی لیکن چینی اصحاب نے اپنے پروگرام کے ماتحت اس وقت کسی اور جگہ جانا تھا ، اس لئے سلسلۂ گفتگو ختم کرنا پڑا ، ہماری طرف سے انہیں چائے کی دعوت بھی دی گئی ، لیکن چونکہ انہوں نے دوسرے دن گیارہ بجے چلے جانا تھا ، اس لئے انہوں نے معذوری کا اظہار کیا ، انہوں نے اپنے پتے بھی دیئے ، تاکہ آئندہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا جا سکے ۔ ہمارے پتے بھی انہوں نے نوٹ کر لئے ۔

زمانۂ حال کی اسلامی عمرانیات

از: ـــــــ (حسن زمان - ایم۔ اے) ـــــــ

کچھ تو اسلام کے بارے میں پریس اور پلیٹ فارم سے جاری ہونے والی کھلم کھلا گفتگو کی وجہ سے اور کچھ ہمارے نوجوان فرقہ کی قابل رحم بے اعتنائی اور لاعلمی کے باعث، ایک عام انسان یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ لفظ "اسلام" کا کیا مطلب ہے لوگ لفظ "اسلامی" کو ہوٹلوں، ہوائی راستوں اور ریلوے کمپنیوں کے نام رکھنے میں استعمال کرنے سے بھی باز نہیں رہتے۔ اندریں حالات ہمارے طلبا نام نہاد "ترقی پسند" ادب میں سے چٹپٹی باتیں حاصل کرتے ہیں۔ اور اپنے تئیں "ترقی پسند" کے نام سے موسوم کرتے ہیں، لامذہبیت کا نظریت ایک اکثر دہرایا جانے والا موضوع ہے جو سرمایہ دارانہ یا اشتراکی پروپیگنڈا مشین کا نتیجہ ہے اور ہمارے نوجوانوں کی نوک زبان پر رہتا ہے، عام طور پر ہمارے نوجوانوں کی نظر میں اسلام خشک مذہبی رسوم اور غیر ضروری ریاضتوں کے مترادف ہے، اسلام کی عمرانی اور تہذیب بنانے والی طاقت اور یہ حقیقت کہ اسلام نے جاگیرداری کو یکسر ملیامیٹ کر دیا ہے، ان کی نظروں سے بالکل معدوم ہے، ہمارے اہل ثروت طبقہ کے ذہنی دیوالہ نے بدترین پریشانی پیدا کر دی ہے اسلامی دنیا کے افراد کا اپنے ذاتی قوانین کی بدولت اسلام کے ساتھ بلاشبہ ایک گہرا رشتہ ہے۔ لیکن وہ اتنے پر اعتماد نہیں کہ جرأت سے یہ دعوے کر سکیں کہ اسلام موجودہ عہد میں امن و ترقی کی ایک دنیا تخلیق کرنے میں ممد و معاون ہو سکتا ہے۔

سرمایہ داری، اشتراکیت اور اسلام

ان تمام باتوں کے باوجود ہمیں ناامید نہ ہونا چاہیئے قرآن کہتا ہے:۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (یقیناً اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی جانوں کی حالت کو نہ بدلیں) اسلام کو بڑے مدت ہوئی بحیثیت عمرانی فلسفہ فراموش کر دیا گیا ہے اور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی مکمل ترقی فکر اور ارتقاء نہیں ہے، اب اپنے معاشروں کی درستی میں اس کا حقیقی مقام دینا چاہیئے، اول ہمیں اسلام کے نظریہ کے عمرانی فلسفہ کو اس کے عام اصولوں کو باضابطہ بنا کر پیش کرنا چاہیئے اور پھر ہر مسلم ملک میں انہیں سانچے میں ڈھالا جائے تاکہ انہیں اسلامی دنیا کے مختلف ممالک کی لازمی ضروریات اور موجودہ حالات کے مطابق منطبق ہونے کے قابل بنا دیا جائے۔

دنیا کی موجودہ مادی اور تصوراتی پریشان حالت

اس عمیق ترین بحران کی آئینہ دار ہے جس سے متضاد فلسفوں سے پھوٹی ہوئی ہمعصر مغربی ثقافت دوچار ہے، سرمایہ دارانہ ڈیموکریسی کے قطب شمالی نے ناگزیر طور پر اپنی ضد اشتراکی کے قطب جنوبی کو پیدا کر دیا ہے، دونوں فلسفے ایک عالمگیر انسانی معاشرہ کی ترتیب کے مقصد کے لئے ایک مکمل اور جامع خاکہ پیش کرنے میں ناکام پائے گئے ہیں سرمایہ داری آزاد خیالی کی شاخ ہے اور اقتصادی پہلو کو نقصان پہنچا کر سیاسی پہلو کا حقیقت سے زیادہ اندازہ لگاتی ہے، دوسری جانب اشتراکیت، آزاد خیالی سے دست کش ہو کر اقتصادی پہلو سے فریب ہے، اس لئے ان میں سے کوئی بھی انسان کے انفرادی اور عمرانی مسائل کے مکمل حل کے قریب نہ جانے میں ہماری رہنمائی نہیں کرتی، اسلام اگر اس کی صحیح تاویل اور تجزیہ کیا جا سکے، تو انسان کے لئے ایک از حد مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اپنے اثر میں از حد سائنٹیفک ہے اور اس طرح ہماری زندگیوں کو سانچہ میں ڈھالنے کے لئے ہمارے اندر مادی اور روحانی دنیاؤں کی تحقیقات کی روح پیدا کرتا ہے، انفرادی اور معاشرتی زندگی میں عام اصولوں کی بحالی کے لئے خدائی احکامات موجود ہیں۔

اسلام، مادہ اور روح

اسلام کی رو سے وہ قوانین جو تمام نہاد مادی اور روحانی دنیاؤں میں کارفرما ہیں، خدا نے تخلیق کئے ہیں، اور ایک دوسرے سے تمیز ہیں، ایک مادی خارجی نظریہ کی تشریح روحانی قوانین سے نہیں ہونی چاہیئے یا موہوم تصوریت کی اصطلاحات سے اس کی تاویل نہ ہونی چاہیئے۔ اس لئے اسلام میں تصوریت پرسے معنی زیادہ زور نہیں دیا گیا (جس طرح برکلے یا گاندھی کی معاشرتی اصلاح، عیسائی سنوسٹزم، کلیسائی عیسائیت یا جاہل ملائیت میں دیا جاتا ہے) اور نہ مادہ اور روح کی مکمل علیحدگی پر زور دیا گیا ہے (جس طرح ڈیکارٹس میں ہے) نام نہاد "مذہب" پر اس عام اعتراض کو، کہ یہ برکلے کی تصوریت کی طرح، خارجی صورت حال سے بچ نہیں سکتا، اسلام کے خلاف ہم سطح اٹھایا نہیں جا سکتا، کیونکہ اسلام بار بار انسان میں مادی دنیا کے قوانین کی تخلیق کا جو ایک بے لوث اور بے غرض نقطۂ نظر یعنی علمی نقطہ نظر پر مبنی ہو، رجحان پیدا کرتا ہے، مسلمانوں کے لئے یہ کام از حد ضروری ہے۔ اسلام نہ صرف علمی روح کا سرچشمہ بلکہ علمی تحریک کا بھی ہے، اسلام کے اندر مادہ اور روح کی کسی ابتری اور ان کے درمیان کسی تضاد کی گنجائش نہیں ہے۔ محمد صلعم نے اپنے پیروان کو ایک سورج گرہن کے موقعہ پر جو آپ کے فرزند کی وفات پر لگا، اس بات کی اجازت نہیں دی تھی کہ اس کی تشریح غیر متعلقہ باتوں سے کریں، اس لئے مادی دنیا کو ٹٹولنے کے لئے اسلام کی جدوجہد مارکسیت کے سائنٹیفک نظریہ کے مطابق ہے، جیسے اشیا تک مارکسی رسائی کے انداز میں ایک وسیع نقطہ نظر سے استعمال کیا گیا ہے تاہم اس بات میں اسلام اور مارکسیت کے درمیان زمین آسمان کا فرق بھی ہے مارکسیت نام نہاد "کلیسائی مذہب" اور اس کے مسلمہ حقوق (جو اسلامی نقطۂ نگاہ سے غلط مذہب ہیں) کو زیر و زبر کرنے کی جدوجہد کرتے ہوئے از حد غیر علمی طریقہ سے مذہب کے خلاف اعلان جہاد کرتا ہے، اور انسانی زندگی کی روحانی نشوونما اور روحانی پہلو پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا، مارکسیت صرف اتنا کہتی ہے کہ مادہ کی نشوونما کس طرح ہوتی ہے، لیکن یہ سوال کہ آخر یہ موجود کس طرح ہوا اس کی تحقیقات کے دائرہ سے باہر ہے، مارکس کے لئے جو امر نہایت ضروری تھا کہ وہ اپنی علمی روشنی کو روحانی دنیا تک پہنچاتا جس میں ان قوانین کا عمل دخل ہے جو اپنے وجود اور ماہیت میں ہمارے معمولی حواس کے لئے (غیر یقینی طور پر) ان قوانین سے نمایاں ہیں، جو مادی دنیا میں کارفرما ہیں۔ یہاں ہمیں اس حقیقت کو واضح طور پر سمجھ لینا چاہیئے کہ انسانی زندگی کے روحانی پہلو کے متعلق، اس دنیا کے قوانین کے علم سے اس میں جذبات سے بے نیاز ہو کر داخل ہونے کی کوشش کئے بغیر اور ایک سرد مہر بے اعتنائی کے ساتھ دینداری، تاریخی اور فلسفیانہ وجوہات کی بناء پر) فیصلہ صادر کرنے کی ایک کوشش مکمل طور پر ناکام رہے گی اور خود غلطی رویہ کا افسوس کے ساتھ مقابلہ کرے گی۔

اسلام کی علمی روح

اسلام کا علمی ذریعہ، جو توحید سے برآمد ہوا ہے انسان میں نہ صرف ذہن اور مادہ کی طرف علمی رویہ کو القا کرنے کے لئے امتیازی طور پر موزوں ہے، بلکہ علمی تحقیقات کے جو نتائج (قوانین) کے استعمال کی ماہیت کے لئے ایک محفوظ اور یقینی راہ نما بھی ہے (یعنی تمام مخلوقات کی بہبودی کے لئے)

اسلام میں فطری اور مافوق الفطرت میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ موخر الذکر قوانین کے قاعدہ کے مطابق اشیاء کے نشوونما کا، جو خدا نے تخلیق کیا ہے، ایک کامل جزو ہے، دونوں دائروں کی ماہیت (جو دراصل ایک ہیں) ہمارے معمولی حواس کے لئے مختلف نظر آتی ہیں (معمولی طور پر منطبق ہو کر ذہن کے ذریعہ صرف نام نہاد مواد ہی تعریف کے لائق ہے، تاہم نام نہاد مافوق الفطرت ماحول میں کوئی ابتری نہیں، اور وہ قوانین جو [illegible] کارفرما ہیں، ناپے جا سکتے ہیں۔ جب اور جس وقت بھی ذہن اس مقصد کے لئے نشوونما پائے۔ لیکن اس نام نہاد مادی دنیا سے متعلقہ واقعات یا قوانین کی

تشریح مافوق الفطرت اصطلاحات یا ایسی اصطلاحات جو اس دنیا کے لئے غیر موزوں ہوں، یا جو مبہم بیانات سے نکلی ہوں، نہیں ہو سکتی، یہی بات مافوق الفطرت دنیا پر بھی صادق آتی ہے۔

اسلام اور اخلاقیات

انسان کو اللہ تعالےٰ نے عقلیت عطا کی ہے جو اپنی ترقی یافتہ شکل میں حیوانات کو نہیں دی گئی، اور اس کے جبلی اخلاقی تصوّرات (جو قدیم وحشیوں میں بھی جاتے تھے) زیادہ تر اس کی اسی عقلیت سے پیدا ہوتے ہیں جو علم اور سائنس کی ترقی سے نشو ونما پاتی اور تیز ہو جاتی ہے (تمام اخلاقی تصوّرات کو سمجھنے کے لئے اس خاص صورت حال کا ضرور جائزہ لینا چاہیئے) اب ان الہامات کا، جو مختلف ممالک اور مختلف زمانوں میں نبیوں کو عطا ہوئے، مقصد اسی عقلیت کو قائم کرنا تھا، اور اس لئے اس اخلاق کو جو ایمان باللہ سے سرگرم عمل بن جاتی ہے انسانی بہبودی کے ساتھ یکرنگ رکھنا اور انسانی زندگی کی کسی حالت پر زیادہ زور دینے سے بچنا، اور آخر میں مگر موخر نہیں متضاد فلسفوں اور اخلاقیت کے مابین جنگ کی روک تھام کرنا از روئے اسلام ہر عہد اور ہر ملک میں وحی و الہام کی تاویل کا حق فرد پر منحصر ہونا چاہیئے (انسان خلیفۃ اللہ ہے) جو اس کام کے لئے موزوں ہے، اور کبھی کسی منتخب جماعت یا حقوق یافتہ جماعت کے ذمہ نہیں ہونا چاہیئے، یہ تاویل کسی متعلقہ اُصول کی روح اور مقصد اور علمی روش پر کڑی نگاہ رکھ کر اور ضروریات اور حالات سے متعلقہ اس کی عملی استنباط کی مدد سے کرکرنی چاہیئے، اسی خدائی الہام (رُوحانی سائنس) کے باعث، جو تمام قوموں کو عطا ہوا، رُوح اپنے یقین کے ذریعہ ذہن پر اثرانداز ہوتی ہے، جو اپنی باری پر علم و حکمت کے ذریعہ مادہ پر اثرانداز ہوتا ہے، یوں مادہ اور روح ہم آہنگ ہو جاتے ہیں اور اسلام میں ان کے درمیان کوئی تضاد یا پراگندگی نہیں رہتی، نہ ان میں سے کوئی دست کش ہوتا ہے۔

وحی و الہام کا عام اصول، جو تہذیب و تمدّن اور انسانیت کے تمام درجات کے لئے مشترک ہے، انسان کو ـــــ

(۱) غیر ضروری خیال آرائی اور طاقت کے اسراف
(۲) متضاد انتہاؤں اور حرص، اقتدار اور تمام قسم کی نفع اندوزی سے بچاتا ہے۔

انسان کے لئے فلسفہ اس حد تک ضروری ہے جہاں تک یہ تمدّن کے ہر درجہ میں عام اصولوں کی تکمیل کے طریقوں کو دریافت کرنے میں اس کی مدد کرے، اور ایک طریقہ ایک خاص درجہ کے لئے موزوں ہوتا ہے، خدائے واحد پر ایمان لانا یہاں ضروری ہے، کیونکہ یہی وہ واحد ایمان ہے جو انسانیت کی واحد وراثت ہے، جو انسان کے اندر انسان دوستی کی متوازن قسم کو ابھارتا ہے اور مادہ کے لئے علمی رویہ کے ساتھ روحانی پہلو کی آمیزش کرتا ہے، اور شدید ترین حادثات میں انسانیت کی دستگیری کر سکتا ہے اور مادی ابتری اور روحانی خلاؤں میں مدد کر سکتا ہے۔

عام اسلامی معاشرتی اُصول

اسلام کے عام معاشرتی اُصولوں کا خلاصہ جو توحید سے یا الوہیت کی وحدت سے اخذ کئے گئے ہیں یوں پیش کیا جا سکتا ہے :-

(۱) انفرادی اور معاشرتی زندگی کی عالمگیر اخوت، مذہب، جماعت، ذات، رنگ، ملک یا فرقہ کے متعلق کوئی نفرت نہ ہو، تمام اقوام کے لئے یکساں قوانین مقامی اختلافات کے ساتھ جو مقامی مقاصد کے لئے قانونی جواب پیش کر سکیں۔

(۲) کسی انسان کا کسی انسان سے کام نکالنا (اقتصادی سیاسی، جنسی وغیرہ) دنیا کے ذرائع خدا تعالےٰ کے قبضہ میں ہیں، اور انہیں فرد کو یا معاشرہ کو ایک ایسے طریق سے استعمال کرنا چاہیئے جو عالمگیر فلاح و بہبود کے لئے ہم رنگ ہوں،

(۳) خدا کی تخلیق کردہ مادی اور ذہنی دنیاؤں کے قوانین کے علم اور اطلاق کو جیسا کہ وہ الہامات اور ان کی روح اور مقاصد سے اخذ کردہ دوسرے عام قوانین سے پسندیدہ اور جائز ہوں، مذہب، جماعت، ذات، رنگ، ملک یا قوم سے قطع نظر انسان کی فلاح و بہبود میں استعمال کرنا چاہیئے۔ اس میں سے معاشرتی اختیار اور معاشرتی ترقی، اجتہاد (کسی متعلقہ اصول کی روح اور کسی مقصد پر ایک کڑی نگاہ رکھتے ہوئے انصاف کرنے، تصرف کرنے اور اختیار برتنے کا حق) اور اضافیت کے تصوّرات پیدا ہوتے ہیں،

(۴) توحید سے اخذ کردہ نسبت سے قطع نظر اخلاقیات کا تصوّر، جو بات منصفانہ ہے وہ ہمیشہ کے لئے منصفانہ ہے، انصاف خواہ کسی انسان، جماعت، فرقہ یا اقوام یا اقوام کی مجموعہ کے حق میں ہو یا خلاف ہو، اس اخلاقیات کے دو پہلو ہیں ـــ مثبت اور منفی۔ یہ مثبت پہلو ہے جو بہت اہم ہے، منفی پہلو بھی بہرکیف مثبت کی تکمیل کے یقین کے لئے ضروری ہے، اسلام قیاسی فلسفیانہ حیلہ بازیوں سے مطمئن نہیں ہوتا ہے، حدیث ہے الاعمال بالنیات اس لئے عمل کو نیت اور ارادہ کے مطابق ڈھالنا

(۵) مرد و زن کے لئے عالمگیر تعلیم وغیرہ

قرآن نے ان اصولوں کو ایک جامد شکل دی ہے جو ہر زمانہ اور ہر ملک میں ضروریات اور حالات کے مطابق مرتب ہونے چاہئیں۔

تنبیہہ

اس لئے اس قسم کے فلسفہ کو اختیار نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اسے ترک کر دینا چاہیئے (مثلاً نام نہاد آزاد خیالی جو اقتصادی نفع اندوزی کی بنیاد پیدا کرتی ہے) جو ـــــ

(ا) انسان کی انسان، جماعت کی جماعت اور قوم کی قوم کی قوم کے ساتھ چپقلش کی پرورش کرتا ہے، اپنی خاطر یا کسی انسان، جماعت یا قوم کی دوسرے انسانوں، جماعتوں اور قوموں کے مفاد کو قربان کر کے اپنے مفاد اور تسلط داری کو قائم کرنے کے لئے، کسی انسان، جماعت یا قوم کی نفع اندوزی کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور اس کی اصلاح کرنی چاہیئے جن سے نفع حاصل کیا جائے، ان کی مدد کرنی چاہیئے تاکہ وہ انسانیت کے ساتھ اپنا مقدمہ لڑیں اور نفرت کو بھڑکا کر نہ لڑیں، نفع اندوزی کی جگہ اسلام کے عمرانی اصولوں کو لے آنا چاہیئے، انسانی معاشرہ کی تعمیر نو جماعتوں اور اقوام کی بنیاد پر نہ ہونی چاہیئے (جو آسان ناموں کے سوا کچھ نہیں) بلکہ انفرادی آدمیت اور انفرادی ذمہ داری کی بنیاد پر ہونی چاہیئے،

(ب) الہام کے عام اصولوں کی تعمیل میں مدد نہیں دیتا اور دوسرے قوانین کی تعمیل میں بھی، جو انسانی بہبودی کی طرف مائل ہوں، اور جو

(ج) انسانی زندگی کی ایک مکمل تصویر کو نقصان پہنچا کر مادہ اور روح پر بہت زیادہ زور دیتا ہے یا اس کی اہمیت کم کر دیتا ہے۔

سچی اور جھوٹی اخلاقیات

عام اخلاقی تصوّرات پر اُن کی تکمیل کے متعلق اضافی طریقوں کی کسی خاص علامت کے بغیر (نام نہاد تصوراتی فلسفوں کی مانند) زور دینا قیاسی، ناقص اور خطرناک بات ہے، یہ تصویر کا ایک رُخ ہے، دوسرا رُخ یعنی منافق یا عملی (خارجی اور مادی) طریقہ کو عالمگیر عام اصولوں، اور اخلاقی تصوّرات کے بغیر اختیار کرنا۔ نہ صرف انسان کے ذہن میں اخلاقیات کے حقیقی تصوّر کے اخفا کا دوسرا نام ہے جو اس کی فطری عقلیت سے حاصل ہوتا ہے، بلکہ اسے اس حد تک انسانیت اور حریت پسندی سے محروم کر دیتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو اور باقی انسانوں کو صرف ایک مادہ جس کا روحانی پہلو کوئی نہ ہو سمجھنے پر مجبور ہو جائے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک انسان صرف اس حد تک با اخلاق ہو سکتا ہے جس حد تک اسکے مادی مفاد اجازت دیتے ہیں، اینگلز کی نام نہاد کامل اخلاقیات کے خلاف تنقید دراصل چند تصوراتی فلسفوں کی ناہموار اخلاقیات کے خلاف ہے، لیکن خارجی صورت حال کے مسرت یہ سمجھنا کہ یہی اخلاقیات کی واحد رہبر ہے، معاشرہ کو نقصان پہنچاتا ہے، اور معاشرہ کے ذریعہ فرد اور فرد کے ذریعہ معاشرہ کو، یہ تطبیق کی طرف لے جاتی ہے اور اس لئے اس میں عملی ہونے کا جوہر موجود ہے، لیکن صرف خارجی صورت حال کی اندھا دھند پیروی انسانی ذہن کو سخت

مودودی صاحب کی تحریک مسلمانوں کیلئے خطرناک و گمراہ کن ہے

جمعیت تحفظ شریعت کراچی

برادران اسلام! ایک عرصہ سے مودودی صاحب نے اسلام میں ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈال کر مسلمانوں میں تازہ فتنہ برپا کر دیا ہے - یہ تحریک جو جماعت اسلامی کے نام سے مودودی صاحب نے جاری کی ہے مسلمانوں میں مذہبی انتشار پھیلانے اور انہیں حقیقی مذہب اسلام سے برگشتہ اور گمراہ کرنے والی ہے - مودودی صاحب کی تالیفات کا مطالعہ کرنے کے بعد مسلمانوں کے قلوب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و حرمت کے فنا ہو جانے کا خطرہ ہے - مودودی صاحب نے احادیث نبوتی کے بطلان کا اعلان کر کے اور محدثین کرام پر ناجائز اور غلط الزامات لگا کر احادیث کی اہمیت اور حقیقت سے انکار کیا ہے، خلفائے راشدین آئمہ کرام اور مقدس اور برگزیدہ اولیاء اللہ کی شان میں شدید گستاخیاں کی ہیں - جن کو ایک راسخ العقیدہ اور سچا مسلمان کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا -

اسلام اور آئین اسلام کی آڑ لے کر مودودی صاحب شجرِ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے اور سیاسی رنگ میں دولت خداداد پاکستان کے استحکام کو متزلزل کرنے کے جو ناپاک خواب دیکھ رہے ہیں انہیں شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیں - جمعیت تحفظ شریعت کے ارکان اپنے مسلمان بھائیوں کو اس سلسلہ میں ہر قسم کی معلومات بہم پہنچانے کے لئے حاضر ہیں انہوں نے تہیہ کر لیا ہے - اللہ کے دین اور آقائے دوجہان حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنے والے مودودی صاحب کو بتا دیں کہ مسلمان ابھی زندہ ہیں اور ہر اس فتنہ کو مٹا کر رہیں گے جس سے اسلام اور تعلیم اسلام کو کسی قسم کا خطرہ ہو -

---

اپنا چہرہ اپنے آئینہ میں

- لاہور کے نئے زنانہ اسلامی ماہنامہ عفت میں ایک لڑکی کے قلم سے :-

میں عفت کا تازہ پرچہ اپنی سہیلی کے گھر لے کر گئی - ان کو کتابیں اور رسالہ پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ رسالہ لے کر انہوں نے کھولا اور دوسرے ہی صفحہ پر قرآن کریم کی آیات دیکھ کر فوراً بند کر دیا - اور واپس کرتے ہوئے بولی "نہیں یہ مجھے نہیں چاہیئے"۔ ابھی میں وہیں کھڑی تھی کہ اس کا بھائی ایک فلمی رسالہ لے کر آیا - وہ اس کے پاس گئی اور رسالہ جھپٹتے ہوئے بولی - "ہاں دکھانا تو ذرا کون کون سی نئی تصویریں آئی ہیں؟"

لیکن اس میں حیرت کا قطعاً کوئی پہلو نہیں "تعلیم" کی جو اندھی رَو ہندوستان ہی کی طرح - بلکہ شاید یہاں سے بھی کچھ بڑھ کر - پاکستان میں چل رہی ہے - اور پریس است جس طرح ہوا دے رہا ہے اس کا لازمی اور قدرتی نتیجہ یہی نکلنا تھا - ہمت ہو تو تنظیم سے کام لے کر اور بغیر ساتھ ساتھ دوسرے مسئلوں میں اُلجھے ہوئے - سارے تعلیمی نظام و ماحول کو بدلوا دیجئے۔ فلموں، فلم ایکٹرسوں، فلمی رسالوں کو عزت و احترام کا یہ مرتبہ خود بخود نہیں مل گیا ہے، دلوں میں سالہا سال کی کوششوں کے بعد پیدا ہوا ہے - اور جس طرح اسے پیدا کیا گیا ہے - اسی طرح سعیٔ مسلسل کے بعد اسے مٹایا بھی جا سکتا ہے"

(صدق جدید)

چیمہ صاحب کے مضمون اور خطبہ جمعہ کے متعلق

السلام علیکم ورحمۃ اللہ - اخبار پیغام صلح باقاعدہ بذریعہ ہوائی ڈاک مل رہا ہے جزاکم اللہ - یہاں اس کی آمد کا ہر فرد کو بڑی شدومد سے انتظار رہتا ہے، اور جس وقت پرچہ پہنچتا ہے ہر ایک اس کو دیکھنا چاہتا ہے - کل جو پرچہ ملا ہے - اور جس میں اخویم برادرم حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کا بصیرت افروز مضمون بعنوان "احمدیت کے خلاف پرویز کا پیش کردہ لٹریچر" موصول ہوا ہے، اس کو پڑھنے کا اشتیاق تو یہاں قادیانی حضرات کو بھی پیدا ہو گیا ہے - مکرم جناب چیمہ صاحب نے جس شد و مد سے اس مضمون کو سپرد قلم کیا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس کو الگ پمفلٹ کی صورت میں کثیر تعداد میں طبع کرا کر تقسیم کیا جائے - کیا انجمن کے ارباب حل و عقد اور صاحب ثروت احباب اس طرف توجہ فرمائیں گے، جناب حافظ صاحب کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں - اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ -

اسی اخبار میں مکرم محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کا خطبہ جمعہ بھی پڑھا - کاش کہ اس قسم کے مضامین اکثر شائع ہوا کریں - ڈاکٹر صاحب نے بالکل بجا فرمایا کہ انسان کے پاس خود جو چیز نہ ہو وہ دوسروں کو کیا دے سکتا ہے - انسان صرف وہی چیز دوسروں کو دے سکتا ہے جو خود اس کے پاس موجود ہو - ایک مفلس انسان دوسروں کی مالی امداد نہیں کر سکتا - ایک بے علم دوسروں کو علم سے بہرہ ور نہیں کر سکتا -

اسی طرح جس شخص کے پاس دلائل اور براہین نہ ہوں وہ دوسروں کو قائل نہیں کر سکتا - اسی طرح جو شخص اعلیٰ اخلاق کا مالک نہ ہو وہ دوسروں کے اندر اخلاق فاضلہ پیدا نہیں کر سکتا - جو خود عمل سے عاری ہو اس کو دوسروں کے اندر قوت عمل پیدا کرنے کی توفیق نہیں مل سکتی -

ہم نے بے شک دنیا کو علم سے بہرہ ور کیا ہے - لیکن اس وقت دنیا عمل کی اور نمونہ کی اور اخلاقِ فاضلہ کی متلاشی اور پیاسی ہے - لہذا ہمیں اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے - محض قیل و قال، لیکچروں اور علمی مباحثوں اور صرف دلائل و براہین سے ہم عملی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے - اور بغیر عملی تبدیلی کے ہمارے کام رائیگاں ہیں - آؤ اس اہم فریضہ کی طرف متوجہ ہوں تا دنیا میں حقیقی راحت، امن اور جنت پیدا ہو، اور اسلام عملی رنگ میں ترقی کرے - آمین -

خاکسار :- محمد عبداللہ - امام مسجد ووکنگ

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

- کراچی کے ایک انگریزی روزنامہ میں عید الاضحیٰ کا ایک مرقع :-

نماز ختم ہونے کے بعد نمازی دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے ہوئے ہیں، پہلی صف میں داہنی طرف سب سے پہلے وزیر اعظم پاکستان محمد علی ہیں، پھر دو ایک صاحبوں کے بعد وزیر خزانہ چودھری محمد علی - اور پھر اسی صف میں بائیں طرف گورنر سندھ نواب صاحب ممدوٹ اور آخر میں وزیر داخلہ میجر جنرل سکندر مرزا - سب کے سب ہاتھ دعاؤں کے لئے اُٹھے ہوئے -

کاش ایسے منظر سال میں دو دفعہ نہیں ہر ہفتہ، بلکہ ہر روز دیکھنے میں آتے رہتے ——— بڑی خوشی یہ دیکھ کر ہوئی - کہ اس اہل سنت کی جماعت میں - عین اسی صف میں دو ممتاز شیعہ اکابر بھی شریک نماز نظر آ رہے ہیں! سال میں کم سے کم دو مواقع تو ایسے آئیں کہ سارے کلمہ گو اپنے سارے جزئی و فرعی اختلافات کو بھلاتے ہوئے ایک ہی صف میں کھڑے نظر آئیں - کانهم بنيان مرصوص - (باقی کالم اول کے نیچے)

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز ——— (بقیہ از کالم ۲)

اور پھر یہ مسرت بھی کچھ کم نہیں - کہ انہیں دعا مانگنے والوں میں اپنے ملک کے وہ مردِ آہن بھی موجود ہیں جو اپنی مذہب بیزاری کے لئے غلط یا صحیح سب سے زیادہ بدنام ہیں - اور عین ان سطور کی تحریر کے وقت تازہ ترین خبروں کے مطابق اپنے ملک کے فرمانروا بننے والے ہیں" (صدق جدید)

"جمہوریت اسلامیہ"

مجلس دستور ساز کے لئے چراغ راہ کا کام دیگی

از جناب عبدالعزیز صاحب ایم اے علیگ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتاب "جمہوریت اسلامیہ" محترم پروفیسر عنایت علی خاں صاحب نے اپنے ایک پرانے شاگرد جناب عبدالعزیز صاحب ایم اے علیگ کو تحفۃً بھجوائی تھی جس کے مطالعہ کے بعد انہوں نے ذیل کی سطور پروفیسر صاحب ممدوح کی خدمت میں لکھکر بھیجی ہیں :-

استاذی محترم - اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

مولوی صدرالدین صاحب کی تازہ تصنیف جمہوریت اسلامیہ موصول ہوئی۔ کچھ دنوں سے میری طبیعت اچھی نہیں لیکن کتاب کے مندرجات نے مجھے مطالعہ پر مجبور کر دیا۔ کچھ تو اس لئے کہ موضوع میرے مذاق کے مطابق ہے اور کچھ اس لئے کہ صاحب کتاب نے اسے اس انداز میں پیش کیا ہے کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ میری طرف سے آپ مولوی صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کریں کہ ان کی یہ کتاب اس موقع پر جبکہ ہمارے ارباب سیاست اور زعمائے حکومت دستور سازی کے لئے کراچی میں جمع ہو رہے ہیں، اراکین مجلس کے واسطے چراغ راہ کا کام دے گی پاکستان میں کسی نئے دستور کا کام اتنا آسان نہیں کیونکہ ایک ایسے دستور کی ترتیب میں جو قرآن و سنتِ نبویؐ کی روشنی میں عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو، بڑے اجتہاد فکر اور بڑی جگرکاوی کی ضرورت ہے۔ ہمارے سامنے یورپ کے مختلف نظام موجود ہیں اور چونکہ ہم اپنی افرنگ نوازی کے نشے میں محض انہیں سے استفادہ کرنے کے خوگر ہیں اس لئے ہمیں وہی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے جس پر یورپ کی چھاپ ہو۔ اس چیز کے بُری یا بھلی ہونے سے کوئی بحث نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دستور سازی میں بھی ہم مغرب ہی کے دریوزہ گر نظر آتے ہیں۔ مولانا صاحب نے شروع ہی میں مخالفانِ دستور کی اس ذہنی کم مائگی کی طرف اشارہ کیا ہے اور کتاب کے آخر میں ان مسلمان معترضین کا واضح الفاظ میں جواب بھی دیا ہے جنہیں قرآن پاک میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی نظام حیات نہیں ملتا اگرچہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن حکیم ایک مکمل کوڈ ہے جس میں زندگی کے ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ اس میں دراصل قرآن کا قصور نہیں، ڈھونڈنے والی آنکھوں کا قصور ہے۔ قرآن حکیم نے تو جہانبانی اور جہانداری کے اصول مقرر کر دیئے ہیں۔ اب اس خاکے میں آب و رنگ بھرنا ہمارا کام ہے۔ خود مولانا کے الفاظ میں :-

"قرآن کریم جو ساری اقوام عالم کی رہبری کے لئے آیا ہے، وہ نظام کے ڈھانچے پر بحث نہیں کرتا بلکہ وہ ملک گیری اور حکومت کرنے کے قوانین بیان کرتا ہے اور ان کے اخلاق کی تلقین کرتا ہے جن کے ملحوظ رکھنے سے ملک میں زیادہ سے زیادہ امن پیدا ہو سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ عدل و انصاف قائم ہو سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ وہ کتاب جو تمام اقوام کے لئے کوڈ ہو اس کے لئے حکمت کا اقتضا بھی تھا کہ وہ اس روح کا ذکر کرتی جسے اس ڈھانچے میں کام کرنا ہے اور ڈھانچے کا ذکر ترک کر دیتی"۔

پاکستان کے قیام کی غرض و غایت اس نئی مملکت میں ایک ایسی حکومت کا قیام تھا جو قرآن و سنتِ نبویؐ کے مطابق مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کر سکے اور اس ملک میں ہمارے سرمایۂ ملی کو نذرِ حوادث ہونے سے بچا لے اسی لئے ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے سرفروشانہ انداز میں یک زبان ہو کر پاکستان کا مطالبہ کیا اور ان کے اس نصب العین کو جس نے چیلنج کیا اس کا انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ارباب وطن کے سیم و زر کا بھی اور فرنگی حکمرانوں کے سیاسی مکر و فریب کا بھی مگر جو قدم حق و راستی کی اس جنگ میں آگے بڑھ چکے تھے، پیچھے نہ ہٹے اور بالآخر ہم نے پاکستان حاصل کر لیا۔ لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا یہ ایک المناک داستان ہے جو ہماری قومی اور ملی زندگی پر ایک بدنما داغ ہے۔ میں یہاں گریبان و چاک گریبان کی اس حدیثِ درد و غم کو نہ چھیڑتا

لیکن چہ کنم کارے بایں گنجے دارم

اس لئے یہ آہ جگر سوز "خلوتِ صحرا" میں نہیں، پرستارانِ فرنگ کی محفل ہی میں کھینچنا چاہتا ہوں۔ آٹھ سال کی اس مدت میں ہر روز قومی یکجہتی اور ملی استحکام کو جھٹکے لگے، اس درد کی کسک وہی محسوس کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے احساس کی لذت سے آشنا کیا ہے اور جو اس تخریب میں بھی تعمیر کا پہلو ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا کا غضب کہ ہم اس مدت میں کوئی دستور مرتب نہ کر سکے اور اب جو نئی دستور ساز مجلس معرض وجود میں آئی ہے اس کے ارکان کی فہرست دیکھ کر اور ان کے بعض بیانات پڑھکر مجھے تو ان سے اجتہاد فکر کی کم توقع ہے۔ لیکن چونکہ قبل از وقت ظن و تخمین، ظن سیئے ہے، اس لئے دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں "نفس جبرئیل" عطا کرے اور وہ اپنے ذاتی، گروہی، شعوبی اور قبائلی مفاد سے بلند ہو کر میکیاویلی کی سامراجی ملوکیت یا فرانس، برطانیہ اور امریکہ کی سامراجی جمہوریت کو اپنا نمونہ نہ بنائیں بلکہ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق کو اپنا نمونہ بنائیں وہ جس نے فقیری میں بادشاہی کی، وہ جس نے اہل حق کو اعزا و اقربا پر مقدم رکھا، وہ جس نے عدل و انصاف میں مسلم و غیر مسلم کی تمیز نہ کی، وہ جس نے یتیموں کو ان کا حق اور مفلسوں اور ناداروں کی پاسداری کی کیا اس کے اسوۂ حسنہ پر چل کر ہم اپنی منزل سے اور قریب نہیں ہو جاتے ؟

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

بزرگوارم یہ تو ایک طویل بحث ہے اور اس پر بہت کچھ لکھا اور کہا جا سکتا ہے۔ آج تو اس کے خواتب کو دیکھ کر دل خون ہو رہا ہے۔ ملک کے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں کعبہ تو کیا ترکستان پہنچنے کے امکانات بھی کم ہی ہیں اس لئے قطع نظر اس سے کہ میری اس بات سے ارباب حکومت پر شکن پڑ جائے گی، اگر میں یہ کہنے کی جرأت کروں کہ اس وقت ہماری قیادت منزل ناآشنا اور رہبر بے راہ ہیں، تو بالکل بے جا نہ ہوگا اور اس کے لئے میں کسی معذرت کا بھی خواہاں نہیں۔

کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دلنوازی

آخر میں ایک مرتبہ پھر میں مولانا صاحب اور آپ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اس کتاب کو مرتب کر کے قوم کی بڑی خدمت انجام دی ہے کتاب میں بعض جگہ چھپائی کی کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو اچھا ہوتا۔ بعض جگہ عبارت بھی کچھ زوردار نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کی سادگی، سلاست اور سلامت روی میں کہیں فرق نہیں آیا اور اس کا یہی حسن اس کی افادیت کو اور بڑھا دیتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ یہ کتاب ہر نوجوان کے ہاتھ میں ہو کیونکہ مدرسے کے یہ "بتانِ عصر حاضر" اساتذہ کی افرنگ نواز تعلیم کی وجہ سے مارکس اور ہیگل کی جھولی میں تو گر جاتے ہیں لیکن اسلام اور اسلامی تعلیمات سے بالکل بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

خیر اندیش۔ عبدالعزیز ایم اے (علیگ)

پیغام صلح۔ مؤرخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء۔ رجسٹرڈ ایل ۸۲۳۸ شمارہ نمبر ۳۷
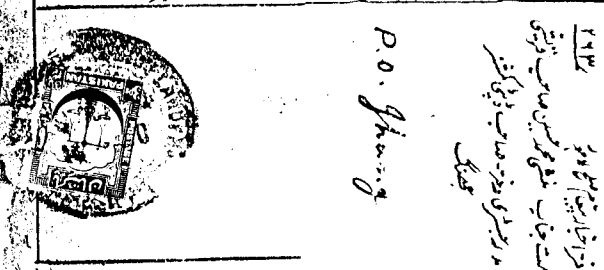
باہتمام اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں چھپا دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر۔ دوست محمد

جلد ۴۴ | یوم چہار شنبہ ـ مورخہ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۳۸

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے :- چھ روپے سالانہ
ممالک غیر سے :- ۲۰ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
(مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
(مسیح موعودؑ)

دو عظیم المرتبت انسان

قائدِ اعظم محمد علی جناح

حضرت مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ

انہی دنوں پاکستان میں دو عظیم المرتبت انسانوں کے یوم وفات یکے بعد دیگرے آتے ہیں، جن میں سے ایک مسلمانوں کی دنیوی سطوت کا قائد اور پاکستان کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا بانی تھا، اور دوسرا اسلام کی اقلیم روحانی کا رہنما اور حضرت مجدد زمان کی پنجہزاری فوج کا سپہ سالار تھا، دونوں کا نام ایک ہے اور کاموں کی نوعیت اگرچہ بظاہر مختلف نظر آتی ہے مگر نتائج کے لحاظ سے دونوں ایک ہی منزل کے مختلف راستوں پر گامزن رہے ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح کا بھی ایک اسلامی سلطنت کے قیام سے یہی مقصد تھا کہ :-

"ہم ایک ایسی مملکت کے مالک ہوں جہاں ہم اپنی روایات اور تمدنی خصوصیات کے مطابق ترقی کر سکیں، جہاں اسلام کے سماجی عدل و مساوات کے اصولوں کو آزادی سے بر سرِ عمل آنے کا موقع حاصل ہو"

اسی مقصد کے حصول کے لئے حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور راستہ اختیار کیا جو اگرچہ لمبا ہے مگر تمام دنیا میں اسلام کے غلبہ اور مسلمانوں کی دنیوی و اخروی فلاح و بہبود کا حقیقی رستہ وہی ہے جس کی طرف حضرت مجدد وقت نے اس شعر میں رہنمائی کی ہے ؎

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بیاید ہم ازیں رہ بالیقیں

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس رستہ کو اختیار کئے بغیر رسمی حصول سلطنت کارآمد ثابت نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ آج واقعات سے ظاہر ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے مسلمانوں کو چھڑانے کے لئے پاکستان کی اسلامی سلطنت قائم کی اور اس میں شک نہیں کہ ظاہری غلامی سے مسلمانوں کی نجات اور ان کی دنیوی سطوت کا یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوئی، لیکن غلامی کی وہ زنجیریں جو سو سالہ دجالی فتن نے مسلمانوں کے خیالات اور اذہان پر ڈال رکھی ہیں نہ ٹوٹنی تھیں اور نہ ٹوٹیں جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک آزاد سلطنت کے مالک ہونے کے باوجود مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے، اور ان کے سیاسی مذہبی مناقشات روز بروز بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ قائد اعظم نے جن اصولوں کی انہیں تلقین کی تھی، "اتحاد، یقین محکم اور تنظیم" (اور یہی اصول پاکستان کے قیام کا موجب ہوئے) ان کو اس عظیم المرتبت انسان کی وفات کے بعد انہوں نے یکسر بھلا دیا اور اس کے بجائے تفرقہ، عدم اطمینان اور انتشار ان کا شعار بن چکا ہے جو ادنےٰ طبقہ سے لیکر دستور ساز اسمبلی تک ہر جگہ موجود ہے،

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجدد زمان کے زیر ہدایت جو راہ اختیار کی وہ اگرچہ کسی ظاہری سلطنت کے قیام کا موجب نہیں، لیکن ان دجالی فتن کی زنجیروں سے مسلمانوں اور تمام دنیا کے ذہنوں کو آزاد کرنے کا موجب ہو سکتی ہیں، جو دنیا کی اخلاقی اور روحانی تباہی اور سماجی عدل و مساوات کے اصول کی بربادی کا موجب ہو رہی ہیں، اسی مقصد کے پیش نظر اس رجل عظیم نے قرآن کریم کا ترجمہ انگریزی زبان میں شائع کیا اور دوسری غیر ملکی زبانوں میں بھی اس کے تراجم کی بنیاد رکھی، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کو دنیا میں پھیلایا اور اسلام کی پاکیزہ تعلیم کو حضرت مجدد وقت کے زیر ہدایت انگریزی زبان میں لکھ کر دنیا میں پہنچایا اور انگریزی دان دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ قرآن ہی دنیا کی زندہ جاوید کتاب اور وہ ہدایت نامہ ہے جو دنیا و آخرت میں انسان کی فلاح و بہبود کا موجب ہو سکتا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ زندہ نبی ہیں جن کی اتباع آج دنیا کو ہر قسم کی غلامیوں سے نجات دلا سکتی ہے اور اسلام ہی وہ زندہ مذہب ہے جس کے اصول ہر قسم کے عدل و مساوات (باقی صفحہ ۲ پر)

مودودی صاحب اور حضرت مسیح موعودؑ

ایک مقامی اخبار نے مودودی صاحب کے بعض معتقدات کا ذکر کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی نقل کی گئی ہے یا بالفاظ دیگر مودودی صاحب اور حضرت مرزا صاحب کے معتقدات میں یکسانیت پائی جاتی ہے اس بارہ میں جو چند مثالیں پیش کی گئی ہیں ان کو دیکھنے سے حیرانی ہوتی ہے کہ یہ لوگ حق و صداقت سے کس قدر دور چلے گئے ہیں کہ اصل حقیقت کچھ اور ہوتی ہے اور وہ اس کو کچھ اور معنی پہنا کر خواہ مخواہ غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوششیں کرتے ہیں، مثلاً دجال کے متعلق مودودی صاحب کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں:-

"کانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں وہ در اصل آپؐ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپؐ خود شک میں تھے، کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضورؐ کا اندیشہ صحیح نہ تھا" (ترجمان القرآن ربیع الاول ۱۳۶۵ھ)

مودودی صاحب کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ دجال کی حقیقت کو محض ایک افسانہ سمجھتے ہیں اور فتنہ دجال کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندیشہ کو صحیح نہیں سمجھتے کیا حضرت مرزا صاحب کا بھی یہی مذہب تھا؟ کون نہیں جانتا کہ حضرت مرزا صاحب دجال کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو افسانہ نہیں بلکہ حقائق پر مبنی سمجھتے اور فتنہ دجال کے متعلق آپؐ کے اندیشوں کو مبنی بر صداقت یقین کرتے تھے، ہاں ان پیشگوئیوں کو ظاہر الفاظ پر محمول کرنے کے بجائے ان کی ایسی تاویل کی جس کی صحت کو آج دنیا مان چکی ہے، آپ نے واقعات سے ثابت کیا کہ موجودہ یورپین اقوام اور ان کے پادری ہی دجالیت کا وہ مرقع ہیں جس کی تفصیل مختلف پیرایوں میں احادیث کے اندر بیان کی گئی ہے، یہ بے شک صحیح ہے کہ چونکہ دجال کی اصل شکل و صورت حضرت نبی کریم صلعم کے سامنے نہ تھی اس لئے آپؐ نے جہاں تک انسانی فہم کام دے سکتا تھا مختلف استعارات اور تشبیہات کے رنگ میں اس کا حلیہ بیان کیا۔

معترض نے مودودی صاحب کے مندرجہ بالا عقیدہ سے یکسانیت ثابت کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبہو منکشف نہ ہوئی"

(ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۱)

کیا ان الفاظ میں مودودی صاحب کی طرح "کانا دجال وغیرہ" کو "افسانے" قرار دیا گیا ہے، کیا ان سے مودودی صاحب کے اس قول کی تائید پائی جاتی ہے کہ فتنہ دجال کے متعلق حضورؐ کا اندیشہ صحیح نہ تھا" سوچئے اور غور کیجئے، مودودی صاحب کے اس قول میں حضرت مرزا صاحب سے تشابہ کی کونسی بات پائی جاتی ہے۔ کیا ازالہ اوہام کے اسی صفحہ پر مندرجہ بالا الفاظ کے آگے یہ نہیں لکھا کہ:-

"صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جائیں تو شان نبوت پر کچھ حرف نہیں آتا"۔

اس قدر صراحت کے باوجود مودودی صاحب کے عقیدہ کو حضرت مرزا صاحب کے مشابہ قرار دینا کس قدر ناحق کوشی اور غلط بیانی سے کام لینا ہے۔

دوسری بات جو مودودی صاحب سے منسوب کی گئی ہے یہ ہے:-

"مسیح علیہ السلام کے رفع کا مسئلہ متشابہات میں سے ہے" (کوثر ۲۱ فروری ۱۹۵۱ء)

"حیات مسیح و رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں قرآن کی مختلف آیات سے یقین نہیں ہوتا"

(تقریر مودودی صاحب اچھرہ لاہور ۱۸ مارچ ۱۹۵۱ء)

ہم نہیں کہہ سکتے مودودی صاحب کی طرف ان الفاظ کا انتساب کہاں تک صحیح ہے، جہاں تک ہمیں معلوم ہے (اور اس بارہ میں خود مودودی صاحب کا ایک دستخطی خط بھی ہمارے پاس موجود ہے) حیات مسیح اور رفع الی السماء کے متعلق ان کا عقیدہ وہی ہے جو عام مسلمانوں کا ہے، لیکن اگر وہ یہی سمجھتے ہوں (کہ جیسا کہ مندرجہ بالا الفاظ سے معلوم ہوتا ہے) کہ قرآن کی مختلف آیات سے اس بارہ میں کوئی یقینی علم حاصل نہیں ہوتا، تو یہ ان کا اپنا خیال ہے، حضرت مرزا صاحب اس خیال کے قطعاً حامی نہیں اور دنیا جانتی ہے کہ قرآن کی کم از کم تیس آیات سے انہوں نے قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود نہیں وہ اسی دنیا میں فوت ہو گئے اور ان کا رفع بلندی درجات کے رنگ میں ہوا نہ کہ جسمانی طور پر، کیا حضرت مرزا صاحب کے اس عقیدہ کا ذرا سا بھی تطابق مودودی صاحب کے مندرجہ بالا خیال سے ہو سکتا ہے؟ پھر یہ کہنا کہاں تک صداقت پر مبنی ہے کہ مودودی صاحب کا خیال حضرت مرزا صاحب سے لیا گیا ہے۔

مضمون نویس نے .... اسی بارہ میں جو ثبوت پیش کیا ہے وہ بھی سن لیجئے مودودی صاحب کے مندرجہ بالا قول کے مقابلہ میں اس نے حضرت مرزا صاحب کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:-

"مسیح موعودؑ کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو ہمارے ایمانیات کا جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۰)

کیا ان الفاظ سے کوئی ایسا مفہوم پیدا ہو سکتا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت مرزا صاحب مسیح علیہ السلام کے رفع کے مسئلہ کو متشابہات میں سے سمجھتے اور مودودی صاحب کی طرح یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حیات مسیح اور رفع الی السماء کے متعلق قرآن کی آیات سے یقین نہیں ہوتا، اسی ازالہ اوہام میں وفات مسیح پر جس شد و مد کے ساتھ انہوں نے بحث کی ہے اور قرآن کی تیس آیات اس کی تائید میں پیش کی ہیں اس کے ہوتے ہوئے کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ کے مندرجہ بالا فقرہ میں مودودی صاحب کے خیال کی ایک شمہ بھر بھی تائید پائی جاتی ہے۔

رہا یہ امر کہ مسیح موعودؑ کے نزول کا عقیدہ ہمارے ایمانیات کا جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن نہیں، یہ ایسی بات ہے، جس کی ہر عقلمند تائید کرے گا ہمارے ایمانیات میں کہاں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے نزول کے عقیدہ پر ایمان لانا ضروری ہے ہمارے ارکان دین میں سے کونسا ایسا رکن ہے جس میں نزول مسیح کا عقیدہ شامل ہو، بقول حضرت مرزا صاحب:-

"صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں جس زمانہ تک یہ پیشگوئی نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا"

کونسی بات اس میں ایسی ہے جو خلاف حق ہو اور مودودی صاحب کے مندرجہ بالا بیان سے اس کی کیا مشابہت ہے؟ کاش ہمارے مخالفین کچھ حق و صداقت سے کام لیں اور خواہ مخواہ غلط بیانی کر کے اپنی ناحق کوشی کا ثبوت نہ دیں ؏

دو عظیم المرتبت انسان —— از صفحہ اول

اور ایک عالمگیر برادری قائم کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرت مجدد زمان کے پیرؤوں کی یہ کوششیں جو حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر قیادت انہوں نے شروع کیں آج ایک حد تک بار آور ہو چکی ہیں اور یورپ اور امریکہ کے وہ لوگ جو کل تک اسلام کو ایک وحشیانہ مذہب سمجھتے تھے آج اس کے اصولوں کے گرویدہ ہوتے چلے جا رہے ہیں اور وہ وقت جلد آنے والا ہے جب اسلام کا سورج مغرب سے طلوع ہو کر تمام دنیا کو اپنے نور سے منور کر دے گا۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں عظیم المرتبت انسانوں کے مراتب و درجات کو بلند کرے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، اور ان کے مخلص ساتھیوں اور رفقاء کو اپنے پاک مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائے آمین۔

دوسری مخلوق کے بعض طبقات کا ذکر کیا، فرمایا یتیموں پر اپنا مال خرچ کرو۔ وَالْمَسٰکِیْنَ مسکینوں پر مال خرچ کرو وَابْنَ السَّبِیْلِ۔ مسافر کی مدد کرو، سفر بڑی بری شئے ہے۔ بڑے بڑے انسانوں کو بعض وقت سفر میں بڑی بڑی مشکلات پیش آتی ہیں ان کی امداد کرنا بہت بڑی نیکی کا کام ہے۔ وَالسَّآئِلِیْنَ پھر سوال کرنے والوں کو بھی دینا ضروری ہے وَفِی الرِّقَابِ پھر دوسروں کو غلامی سے آزاد کرانے کے لئے بھی مال خرچ کرنا چاہئیے غلامی یہی نہیں کہ کسی نے خرید لیا ہو، بلکہ کئی قسم کی غلامی ہوتی ہے۔ ایک شخص کسی بدعادت کا غلام ہو اور کچھ خرچ کرکے اسے اس عادت سے چھڑایا جاسکتا ہو، تو یہ بھی غلام ہی کو آزاد کرنا ہے۔

نماز کا قیام کس طرح ہوتا ہے

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ۔ نماز کو قائم کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے، نماز کا قیام کس طرح ہوتا ہے، حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نماز پڑھتا ہے اور اسے پتہ نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہا ہے۔ دل میں طرح طرح کے وساوس پیدا ہوتے ہیں، کبھی اپنے کاروبار کی طرف خیال ہے، کبھی اپنی تجارت کی طرف دھیان لگا ہوا ہے کبھی نفع، نقصان کا خیال آگیا، ایسی نماز بیٹھ جاتی ہے، یہ نماز کا قیام نہیں، نماز کو کھڑا کرنا یہ ہے کہ خدا کی طرف پورا دھیان ہو کہ اس کے سامنے کھڑا ہے اور اس کی تسبیح و تحمید کر رہا ہے، دوسرے نماز کے متعلق فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ نماز بدیوں اور برائیوں سے روکتی ہے اگر ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور برائی سے نہیں رکتا تو اس کی نماز قائم نہیں ہوتی،

مشکلات میں صبر کی تلقین

وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ اپنے مال کا مقررہ حصہ خدا کی راہ میں دینا انسان کی پاکیزگی کا موجب ہے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا۔ عہد جو کرے اس کو پورا کرے۔ خواہ خدا کے ساتھ عہد ہو یا کسی انسان کے ساتھ عہد کی پابندی بڑی ضروری چیز ہے اور یہ بھی نیکی میں شامل ہے وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ، تنگی اور تکلیف کی حالت میں صبر سے کام لے، انسان کی یہ حالت ہے کہ جب تک اچھی حالت میں رہتا ہے خوش رہتا ہے اور جب ذرا تکلیف آتی ہے تو خدا کی شکایتیں کرنے لگتا ہے، فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰہُ رَبُّہٗ فَاَکْرَمَہٗ وَنَعَّمَہٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَکْرَمَنِ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰہُ فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَھَانَنِ۔ جس وقت انسان کو کھانے کو مل جاتے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس پر انعام ہو تو وہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھے بڑی عزت دی ہے۔ اور جب اس پر رزق کی تنگی ہو جائے، تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا، وَالضَّرَّآءِ یا تکلیف کوئی انسان پر آجائے کوئی بیماری لاحق ہو جائے تو خدا سے بگڑنے لگتا ہے۔ میں نے بڑے بڑوں کو دیکھا ہے کہ وہ بیماری میں خدا کو گالیاں دیتے ہیں، اور کہتے ہیں خدا بڑا ظالم ہے ہمیں دکھ دے کر اس نے کیا لینا تھا۔

صحابہ کا نمونہ

وَحِیْنَ الْبَاْسِ۔ اس سے بھی زیادہ سخت موقعہ جنگ کا ہوتا ہے اس وقت صبر سے کام لینا بہت ہی بڑی نیکی کا کام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام نے قرآن کو حقیقی طور پر سمجھا، انہوں نے جنگوں کے اندر صبر کا جو نمونہ دکھایا وہ بہت ہی سبق آموز ہے۔ ایک صحابی کا ذکر ہے کہ ایک جنگ میں ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا، لیکن چمڑا باقی رہ گیا جس سے ہاتھ لٹک رہا تھا۔ انہوں نے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا تو چمڑا ٹوٹ گیا اور ہاتھ الگ ہوگیا۔ اور پھر وہ آزادی کے ساتھ دوسرے ہاتھ سے جنگ کرتے رہے، یہ تھا ان لوگوں کا صبر و استقامت یہ سب کس چیز کا نتیجہ تھا، خدا پر صحیح ایمان کا ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ یہ لوگ اپنے دعوے ایمان میں سچے ہیں اور یہی متقی لوگ ہیں۔

تقوےٰ کی باریک راہیں

دیکھئے کتنی جامع تعریف متقی کی ہے اور اس اعلےٰ مرتبہ پر کتنے لوگ پہنچے ہوتے ہیں، چاہئیے دنیا کی دوسری کتابوں کو بھی دیکھئے، اتنی جامع تعریف کہیں نہیں ملے گی، یہ قرآن ہی کا کمال ہے کہ ایک چیز کو اتنے مختصر الفاظ میں ایسی جامعیت کے ساتھ بیان کر دیتا ہے کہ اس سے بڑھکر جامعیت اور اختصار ممکن نہیں، حضرت مسیح موعود نے بھی تقوےٰ پر بہت زور دیا ہے اور تقوےٰ کی باریک راہوں پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ میرے خیال میں اس آیت میں انہی باریک راہوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ تقوےٰ کی ان باریک راہوں پر پورے طور پر عمل پیرا ہوں ؎

سانحۂ ارتحال ــــ بقیہ کالم ۳

مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ نیز دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں اور جنازہ غائبانہ ادا کریں۔

> خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
> مینیجر

درخواستِ دُعا

(۱) بنوں سے محترم مولوی عبدالباقی خان صاحب لکھتے ہیں :-

" میرے ایک ہمزبان دوست ایم نور محمد خان جنہیں سلسلہ عالیہ سے خاصی عقیدت ہے۔ کا لڑکا امسال ایف اے فائنل کے امتحان میں شامل ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک محکمانہ کیس کے خلاف اپیل کی ہے، ان ہر دو امور میں کامیابی کے لئے وہ بزرگان و دیگر احباب سلسلہ سے دعاؤں کے متمنی ہیں۔ اسی غرض کے لئے موصوف نے اشاعت قرآن فنڈ میں مبلغ ساٹھ روپیہ (۶۰/-/-) محاسب صاحب انجمن کو بطور صدقہ ارسال کئے ہیں۔ لہذا بندگان و احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ موصوف کے لڑکے اور اپیل میں کامیابی کے لئے دلی توجہ کے ساتھ دعا فرمائیں"۔

---

(۲) ڈاڈر سینی ٹوریم سے عبدالرشید صاحب یکوری رقمطراز ہیں :-

" کئی دنوں سے خیال تھا۔ کہ آپ کو دعا کے لئے خط لکھوں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کو منظور نہ تھا میں مولوی محمد فردوس خان مرحوم و مغفور کا لڑکا ہوں اور ۵۲ء سے مرض نامراد ٹی بی میں مبتلا ہوں، اب خان بہادر سعید احمد خان صاحب کے زیر علاج ہوں۔ جماعت سے درخواست ہے کہ میری صحت کاملہ کے لئے تبارک تعالےٰ سے دعا فرمائیں۔

سانحۂ ارتحال

راولپنڈی سے خواجہ محمد عبداللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :-

" افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ مستری عبدالعزیز صاحب بعمر قریباً ۸۵ سال مورخہ ۹ ستمبر بروز جمعہ بوقت ۷ بجے شام رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم ایک پرانے احمدی تھے۔ نہایت مخلص اور متقی انسان تھے۔ غالباً حضرت مولوی نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے تھے۔ سلسلہ کے ساتھ بڑا انس تھا۔ اپنی حیثیت کے مطابق سلسلہ کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ مرکز میں اور بیرونی جماعتوں میں نماز جنازہ کی تلقین فرما دیں۔"

پیغامِ صلح } مرحوم کی وفات پر ہم افسوس کا اظہار کرتے ہیں، اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

احمدیت کی مخالفت کے تین دور

الحاج چودھری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۱)

حضور سرورِ کائنات صلعم کے جلالی و جمالی کمالات

کروڑوں درود اور صلوٰۃ ہوں اُس عظیم الشان مصلح انسانیت پر جس نے انسانوں کے لئے ہدایت اور فلاح کے مکمل اصول دنیا کے سامنے پیش کئے۔ جب قوت اور تشدد سے اُس کے مشن کو تباہ کرنے کے لئے معاندین صف آراء ہوئے تو اس کی شمشیر خارا شگاف نے میان سے نکل کر جلال کے وہ جوہر دکھائے کہ اس کی تجلیاں ابد تک کے لئے صفحاتِ تاریخ پر ثبت ہو گئیں۔ اور آج سائنس اور علم کے زمانے میں اس کے جمال کی دل آویزیاں تمام علمی دنیا سے خراجِ تحسین وصول کر رہی ہیں۔ حضور کی آمد سے پیشتر انسانیت وطنوں، قبیلوں، فرقوں، نسلوں اور طبقوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ ذرائع آمد و رفت محدود ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے انبیاء بھی مقامی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ خاص قوموں اور خاص ملکوں میں اپنے محدود اور مخصوص مشن لے کر آتے تھے۔ مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک کُلی اور عالمی مشن لے کر آئے۔

ووکنگ مشن کا پیش کردہ عقیدۂ توحید

اس زمانے میں جب کہ وطن کے بت بڑی شدت سے پوجے جانے لگے ہیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے قائم کردہ مشن ووکنگ انگلستان سے دنیائے تہذیب کو یہ پیغام دیا جانے لگا کہ خدا واحد ہے۔ اس کا قانون ایک ہے جو تمام کائنات پر محیط ہے۔ نہ تو عیسائیت کی تثلیث باپ بیٹا۔ اور روح القدس اور نہ آریوں کا عقیدہ کہ خدا، مادہ اور رُوح تینوں ابدی اور ازلی ہیں۔ اُس خدائے واحد کے شایانِ شان ہے۔

وحدتِ نسلِ انسانی کا نظریہ

توحید الٰہی کے عقیدہ کو پیش کر کے ووکنگ مشن نے وحدتِ نسلِ انسانی کا نظریہ پیش کیا اور بتلایا کہ رب العالمین خدا۔ دُنیا کے تمام انسانوں کی جسمانی اور رُوحانی ربوبیت کا واحد ذریعہ ہے۔ اور اس کا کلام قرآن کریم دنیا کی تمام قوموں اور تمام انسانوں خواہ وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں احمر ہوں یا اسود ہوں، ادنےٰ ہوں یا اعلےٰ، غریب ہوں یا امیر سب کی ہدایت اور فلاح کے لئے آخری پیغام آسمانی ہے اور محمد رسول اللہ صلعم قیامت تک کی دنیا کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے ہیں۔ تاکہ انسانیت کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک وحدت کی سلک میں پرو دیں۔ دنیا کا آئندہ نظام وحدت پر قائم ہو۔ انسانیت کا مذہب بھی ایک ہو اور حکومت بھی ایک ہو۔

دنیا کی آئندہ تہذیب کی اساس قرآنی نظریوں پر

ووکنگ مشن کی تیس سالہ جدوجہد نے مغرب میں مفکرین کا ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے۔ جو نہایت متانت اور سنجیدگی سے دنیا کی تمام تہذیبوں اور مذہبوں میں اقدارِ مشترکہ کا کھوج نکال رہے ہیں۔ تاکہ ان بنیادوں پر نیا نظامِ عالم قائم کیا جا سکے۔ قرآن کریم نے جو اعلان کیا تھا۔ کہ اے دنیا کے تمام انسانو۔ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ کہ تمہارے پاس وہ رسول آگیا ہے۔ جو تمہارے سابقہ رسولوں اور کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور تمہارے پاس وہ کتاب آگئی ہے (فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ) جس میں کہ تمام سابقہ کتابوں کے قائم رہنے والے حصے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ تو اس سے دنیا کے تمام مروجہ مذاہب کو ایک عالمگیر مذہب میں جمع کر دینے کی دعوت تھی۔ اور اسی دعوت کو ...... ووکنگ مشن نے اہلِ مغرب کے سامنے پیش کیا اور اب وہاں کی متفکر دنیا اس حد تک متاثر ہو چکی ہے، کہ تمام نسل انسانی کو ایک وحدت میں منسلک کرنے کے امکانات پر غور کیا جانے لگا ہے۔ اور قرآن کریم کے پیش کردہ نظریوں کی اساس پر دنیا کی آئندہ تہذیب اور دنیا کے آئندہ دین کی عمارت کھڑی کی جانے کے منصوبے تیار ہو رہے ہیں۔ اور دنیا کی آنکھیں عنقریب هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ؀ ترجمہ:- وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ اس کو کل دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرک بُرا مانیں (سورہ التوبہ آیت ۳۳) کا نظارہ دیکھیں گی اور انشاء اللہ مسلمانوں کی موجودہ نسل ہی اسلام کی ان روحانی فتوحات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر دل کو ٹھنڈا کرے گی۔

احمدیت کے مخصوص نظریات

تحریک احمدیت نے نہایت سادہ اور خوبصورت پیرایہ میں اسلام کا کیس علمی دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جو چند سطور میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور جس کے قبول کرنے میں کوئی ذہنی یا علمی دشواری پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہم احمدیت کے اس مشن کو ذیل میں چند الفاظ میں رقم کئے دیتے ہیں تاکہ اس سے ٹکراؤ اور چپقلش پیدا کرنے والی قوتوں کے عزائم کا اندازہ ہو سکے۔ اور پتہ لگ سکے کہ احمدیت کیا چاہتی ہے اور اسے مٹانے والے اسے مٹا کر کیسا تو دنیا کو خلا پیدا کر دینا چاہتے ہیں۔ جسے کبھی پُر نہیں کیا جا سکے گا۔

(۱) اسلام ایک ایسی الہامی کتاب کی طرف دنیا کو دعوت دیتا ہے۔ جو مخالفوں اور موافقوں کے متفقہ فیصلہ کے رو سے غیر مبدل اور غیر محرف ہے۔ یعنی چودہ صد برس سے اپنی اصلی حالت پر قائم رہ کر لاکھوں انسانوں کے حافظہ میں محفوظ ہو چکا ہے۔ اور ایسی زبان میں منتقل کیا گیا ہے جو اسلامی ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو تمام عالم انسانی میں کسی اور الہامی کتاب کو حاصل نہیں دنیا کی باقی کل کتب یا تو محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ یا وہ اب ایسی زبانوں میں لکھی ہوئی ہیں، جو زبانیں دنیا کے کسی حصہ میں بولی اور سمجھی نہیں جاتیں، اور جن کو سمجھنے والا اب کوئی انسان موجود نہیں۔

(۲) وہ ایسے نبی پر نازل ہوئی ہے۔ جو ایک تاریخی شخصیت رکھتا ہے۔ جو تاریخ کی ایک بولتی چالتی ہستی ہے جس کی ایک ایک ادا۔ ایک ایک حرکت۔ اس کا بیٹھنا اُٹھنا۔ اندازِ گفتگو۔ طریقۂ معاشرت۔ آدابِ معیشت۔ مکارمِ اخلاق رزم کے معرکے بزم کی محفلیں۔ خاندانی پوزیشن، پدرانہ شفقت برادرانہ محبت، سپاہیانہ شجاعت۔ جرنیل کی آمریت سیاست کی قیادت۔ رشد و ہدایت کی ذمہ داریاں۔ پیغمبرانہ مشن کے فرائض کی بجا آوری۔ مزدور کی سی محنت کشی، خلوت قلندرانہ جلوت امیرانہ۔ سیرت درویشی۔ اقتدار بادشاہی۔ غرضیکہ کردار کے تمام خد و خال اور گفتار کی تمام تفصیلات تاریخ نے ایسے انداز میں محفوظ کر لی ہیں کہ دنیا کے کسی اور انسان کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ پس محسن عالم اور انبیاء کرام میں سے صرف محمد رسول اللہ صلعم ہی ایک ایسی روشن اور نمایاں اور واضح انفرادیت کے مالک ہیں کہ اب وہی نسل انسانی کے لئے اسوۂ حسنہ کا کام دے سکتے ہیں۔ باقی تمام انبیاء افسانوں، کہانیوں اور روایتوں کی بھول بھلیوں میں کھو گئے ہیں۔ پس جب ایک مسلمان وعظ کرنے کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک یقینی۔ قطعی۔ غیر مبدل اور غیر محرف کتاب ہوتی ہے۔ جس کے پایہ کی دنیا میں اس وقت کوئی الہامی کتاب موجود ہے ہی نہیں۔ اور وہ ایک ایسے نبی کو بطور نمونہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔ جو تاریخ میں ایک مسلم الثبوت شخصیت رکھتا ہے۔ باقی تمام بانیانِ مذاہب افسانوں کی دنیا کے کردار بن کر رہ گئے ہیں۔

(۳) اصولوں کے لحاظ سے قرآن کی تعلیم فلسفہ منطق اور عقل کے بلند سے بلند معیار پر پوری اترتی ہے۔ زبان کے لحاظ سے وہ فصاحت اور بلاغت کے دریا بہا رہی ہے۔ اور اثر کے لحاظ سے اس نے اب بھی دنیا کا ایک معتدبہ حصہ اپنے تصرف میں کر رکھا ہے اور آئندہ تمام عالم انسانی پر اپنا تسلط قائم کرنے کی دعویدار ہے اور اپنے اس دعوے میں زبردست عقلی اور روحانی دلائل رکھتی ہے۔

(۴) اسلام تمام سابقہ مذاہب کا سرچشمہ خدائے واحد کو قرار دیتا ہے اور تمام انبیائے سابقہ کو خدا کی طرف سے مبعوث شدہ رسولوں کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ وہ تمام انسانوں کو ایک کنبہ کی تمثیل دے کر مساوات نسل انسانی کے اصول کو عمل میں لانے کی دعوت دیتا ہے۔

(۵) مذہب کی اشاعت کے متعلق احمدیت نے اسلام کا یہ اصول پیش کیا ہے کہ جبر سے نہ کسی کو عقیدہ کا قائل

کیا جا سکتا ہے - اور نہ ہی جبر سے کسی عقیدہ پر قائم رکھا جا سکتا ہے - دین کے معاملہ میں انسان بالکل آزاد ہے جو چاہے قبول کرے جو چاہے رد کرے - فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ - ترجمہ: سو جو کوئی چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے -

(٦) مسلمانوں کے اندرونی مناقشات کے متعلق احمدیت کا فیصلہ یہ ہے - ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور فروعات کی بناء پر کسی کی تکفیر جائز نہیں - اور جب تک کوئی خود اسلام کو خیرباد کہہ کر کسی دوسرے مذہب کو اختیار نہیں کر لیتا دوسرا کوئی انسان اسے اسلام سے خارج نہیں کر سکتا -

(٧) نبوت اور شریعت دونوں ختم ہو چکی ہیں - کیونکہ دونوں اپنی آخری اور اکمل شکل میں نازل ہو چکی ہیں - دنیا کو اب ماسوائے محمد رسول اللہ کے کسی نبی کی ضرورت نہیں خواہ وہ نیا ہو یا پرانا - اور ماسوائے قرآن کریم کے کسی اور شریعت کی حاجت نہیں - اور اسلام کے سوا کوئی اور مذہب خدا کے ہاں قبول نہیں کیا جائے گا -

(٨) خدا کا انسان سے براہ راست تعلق ابتدائے آفرینش سے رہا اور تا اختتام رہے گا - اس امت میں ایسے اولیاء، مصلحین، مجددین پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے - جن پر اللہ تعالے کا کلام نازل ہوا اور ہوتا رہے گا - اور اس امت کے اکابر مثل امام غزالی - امام ابن تیمیہ - امام جلال الدین سیوطی - حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ - اللہ تعالی سے ہمکلام ہوتے - اور ان کے مکالمات و مخاطبات سے ایک دنیا مستفیض ہوئی - اور انہوں نے اپنی تصنیفات میں اپنے آپ کو مامورین اور ملہمین کی حیثیت سے پیش کیا اور علماء وقت نے ان کی سخت سے سخت مخالفتیں کیں - مگر آخر امت نے ان کے مجددیت کے منصب کو تسلیم کر لیا -

(٩) اسلام کا غلبہ اشاعت اسلام سے متعلق رہے اور ایسا ہی حربہ سے فتح کی جائے گی -

(١٠) خدا کی نگاہ عمل پر ہے - عمل سے ہی دنیا مسخر کی جا سکتی ہے - اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے ساتھ ساتھ عملی نمونہ اور متقی سیرت ظاہر ہو تو اسلامی شریعت کا نفاذ تمام دنیا پر قائم ہوگا - اور انسانی جنگوں کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے نکل کر امن پسندی کے بہشت میں داخل ہوگا -

یہ ہیں وہ دس اصول جن پر احمدیت کی عمارت کھڑی ہے اور اس عمارت کے انہدام کی کوشش درحقیقت ان اصولوں کے خلاف اعلان جنگ ہے -

یہ ہے خلاصہ احمدیت کی تجدید کا - ہم نے تحریک احمدیت کا پس منظر مختصر الفاظ میں اس لئے بیان کر دیا ہے - تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ احیائے اسلام کی یہ تحریک کیسی ذہنیت پر مبنی ہے -

احمدیت کا دورِ زندگی

اب ہم بتائیں گے کہ اس تحریک کو اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں کن کن گھاٹیوں سے ہو کر گزرنا پڑا ہے - اور کس طرح کاروان احمدیت مخالفوں کو دلائل کی طاقت سے روندتا اور کچلتا ہوا کامیابی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے - اور جوں جوں مخالفت شدت اختیار کرتی چلی جاتی ہے - احمدیت کے دلائل قوی تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور بالآخر مخالفت اوندھے منہ گر کر جان توڑ دیتی ہے - یہ ایک دلچسپ داستان ہے - اور تحریکات اسلامی کو قلم بند کرنے والا آیندہ مؤرخ ہمارے بیان کردہ تجزیہ سے ضرور استفادہ حاصل کرے گا اور تاریخ کے مستقل صفحات پر ان وجوہ کو کانپتے ہاتھوں اور تھرکتی قلم سے ثبت کرے گا اور لکھتے وقت اس کی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسو قرطاس بیاض کو بھی تر کرتے جائیں گے - اور شاید اس وقت کے پڑھنے والوں کے قلوب بھی درد اور رقت سے لبریز ہو جایا کریں گے اور دنیا نے اس وقت اس دور کی مظلوم ترین ہستی یعنی مرزا غلام احمد کو عظیم ترین ہستی بھی تسلیم کر لیا ہوگا!

مخالفت کا پہلا دور

تحریک احمدیت کے ابتدائی زمانہ میں اس کے مخالفین جو شروع میں مقابل پر آئے ان کا حملہ فرنٹل اٹیک (FRONTAL ATTACK) کی قسم کا تھا یعنی وہ بالکل سامنے سے احمدیت کے اصل اصول پر حملہ آور ہوئے - احمدیت کا مرکزی نقطہ وفات مسیح تھا اور اسی محور پر یہ تحریک گھومتی رہی تھی - اسے عیسائیت کا مقابلہ کرنا تھا - کیونکہ وہی ایک مذہب تھا جو مذاہب عالم میں تبلیغی حیثیت رکھتا اور تمام دنیا کو تبلیغ اور پراپیگنڈا کے ذریعے اپنے دائرہ میں لانا چاہتا تھا - اور اسلام جب تک اس کو شکست نہ دے لیتا وہ دنیا کا آیندہ مذہب نہیں بن سکتا تھا - تحریک احمدیت نے جب اپنے بانی کو مسیح موعود کی حیثیت سے پیش کیا - تو اس کی وجہ بھی یہی بیان کی کہ اس کا مقابلہ دین مسیح سے ہے - چنانچہ بانی تحریک کا یہ مشہور شعر اس پر دال ہے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

اس سے احمدیت کے اصل مشن کے ایک اہم جزو کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ عیسی علیہ السلام خدا کا اکلوتا بیٹا ہیں - اور انہیں انسانوں کے گناہوں کے لئے بطور کفارہ صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا گیا ہے - اور وہ پھر زندہ ہو کر اب آسمان پر اپنے باپ کے دائیں ہاتھ بیٹھے ہوئے خدا کا پارٹ ادا کر رہے ہیں - اور وہ خدا کی طرح بالکل حی و قیوم ہیں - احمدیت نے اعلان کیا کہ مسیح علیہ السلام نہ صرف یہ کہ خدا کا بیٹا نہیں بلکہ دوسرے رسولوں کی طرح وفات پا چکے ہیں - اور ان کی بعثت ثانیہ کا عقیدہ محض ایک افسانہ ہے - احمدیت نے عیسائیت کے اس اعتقاد کو کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے - دلائل سے پارہ پارہ کر کے رکھ دیا - اور قرآن کریم کی اس تہدید کے تحت کہ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ترجمہ: قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں کہ وہ رحمن کے لئے بیٹے کا دعوے کرتے ہیں - عقیدۂ الوہیت مسیح کے خلاف ایک زبردست مہم شروع کر دی اور سینکڑوں کتابیں، رسالے اور ٹریکٹ اس کی تردید میں شائع کر دیئے اور مسیح کو ایک عاجز بشر جو اس وقت وفات یافتہ انسانوں میں داخل ہے ثابت کر کے مسیحیت کا سب سے بڑا ستون گرا دیا - جس سے اس مذہب کی ساری عمارت منہدم ہو کر رہ گئی - احمدیت اور مسیحیت کے اس مقابلہ میں عیسائیوں کو ایسی شکست ہوئی کہ وہ میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گئے اور مسیحیت کی بڑھتی ہوئی رَو جو مسلمانوں کو دھڑا دھڑ عیسائی بنا رہی تھی رُک گئی - اور بالآخر عیسائی مشنوں کو ایک سرکلر جاری کرنا پڑا کہ عیسائی مبلغین آیندہ احمدیوں سے مناظرے نہ کریں - یہ ان کی کھلی شکست کا ایک کھلا ہوا اعتراف تھا - اس سے قبل یہ حالت تھی کہ تمام ہندوستان کے طول و عرض میں عیسائی مشنری اپنے وعظ کرتے پھرتے تھے - اور لوگوں پر عیسائیت کی فوقیت کا سکہ بٹھاتے تھے - مگر جونہی احمدیت میدان میں اُتری - پادری مشنریوں کی ترقی رُک گئی اور احمدیوں نے نہ صرف اسلام کی مدافعت کی بلکہ انگلستان میں پہنچ کر عیسائی قلعوں پر زبردست حملے کئے - حتی کہ یورپ کے عیسائی مراکز میں اسلام کے مشن قائم ہو گئے اور عیسائی دائرۂ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے - بیرون ملک میں تو احمدی عیسائیوں کے ملک میں اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے تھے اور خدا اور رسول کا نام بلند کر رہے تھے اور خود اپنے ملک میں حالت یہ ہوئی کہ ہمارے علمائے اسلام احمدیوں کے وفات مسیح کے اعلان کو سن کر تڑپ اُٹھے اور تمام ملک میں ایک شور برپا ہو گیا - علماء کا نظریہ یہ تھا کہ جب عیسے علیہ السلام زندہ موجود ہیں تو اس امت میں سے کس طرح کوئی مسیح کا خطاب پا کر دعوت کے مقام پر کھڑا ہو سکتا ہے - اس لئے علماء نے حیات مسیح کے متعلق احمدیوں سے مقابلے شروع کئے اور احمدیوں نے از روئے قرآن اور احادیث انہیں ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ بالآخر تمام اہل علم کو تسلیم کرنا پڑا کہ مسیح فوت ہو گیا ہے اور حیات مسیح کا عقیدہ قرآن اور حدیث کے بالکل خلاف ہے - مخالفت احمدیت کے اس دور کا عالم حیات مسیح میں احمدیت کی شکست سمجھتا تھا اور وہ یہ خوب جانتا تھا کہ اگر عیسے علیہ السلام وفات یافتہ ثابت ہو جائیں تو پھر حضرت مرزا صاحب کے استدلال کا کوئی جواب نہیں - جب قرآن کریم کی تیس آیات اور متعدد احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ عیسی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو اس دور کی مخالفت بے اثر ہو کر رہ گئی - اس نوعیت کی مخالفت سے متعلق خود مخالفین کو اعتراف ہے کہ وہ احمدیت کے مقابلے میں ناکام و نامراد رہی -

اس وقت علماء اسلام کی سب سے ترقی یافتہ

گروہ کی نمائندگی جماعت اسلامی کر رہی ہے - اس جماعت کے قائدین کو یہ اعتراف ہے - کہ سیاست سے علیحدہ رہ کر اگر احمدیت سے مخالفت سادگی - راست روی اور خلوص پر مبنی دینی اصول کی بنا پر جاری رکھی جائے - تو علماء کا کچھ وقار تعلیم یافتہ طبقہ میں نہ رہے گا - اور جب تک سیاست کے ہتھکنڈوں سے کام لے کر اس پر حملہ نہ کر دیا جائے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی - احمدیت چونکہ اس قسم کی جائز نہ سیاست سے نابلد ہے اس لئے اس طریق سے اسے لوگوں کی نظروں سے گرایا جا سکتا ہے۔

جماعت اسلامی کا ایک نامور قائد نعیم صدیقی اپنے رسالہ "چراغ راہ" کے قادیانی اقلیت نمبر مارچ ۱۹۵۲ء میں اس زمانے کے علماء کے متعلق حسب ذیل الفاظ رقم کرتا ہے :-

"بدقسمتی سے اس مسئلہ کو گذشتہ کئی سال سے ایسے عناصر لے کے چل رہے تھے - جو ایک طرف اپنے سیاسی کردار کے لحاظ سے تعلیم یافتہ حلقوں میں وقار نہیں پا سکے - پھر ان کی سطح ایسی تھی کہ وہ اس مسئلہ کی توضیح کے لئے ٹھوس استدلال کرنے میں ناکام رہے ہیں - مزید براں مصیبت یہ تھی کہ ان کی زبان اور انداز بیان بسا اوقات رکاکت اور ابتذال تمسخر اور استہزا کی حد کو چھو جانے کی وجہ سے کبھی اپیل نہیں کر سکا۔"

اس دور کی مخالفت کے متعلق ناظم ادارہ طلوع اسلام کراچی اپنے رسالہ احمدیت اور اسلام کے "پیش لفظ" جون ۱۹۵۲ء میں یوں رقم کرتا ہے :-

"مولوی صاحبان پچاس برس تک مرزائیوں سے منافرت کرتے رہے - لیکن نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ نکلا کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی - حقیقت یہ ہے کہ اس رد کا مقابلہ مولوی صاحبان کے بس کی بات ہی نہ تھی"

واقعہ یہ ہے کہ اس وقت ایک اصول کی مخالفت اصول سے کی جاتی تھی - اس لئے اس تنازعہ میں جو اصول حق پر مبنی تھا اس اصول پر غالب آ گیا - جس کی بنیاد باطل پر تھی - حیات مسیح کے حق میں قرآن سے کوئی استدلال نہ کیا جا سکا مگر اس کے خلاف وفات مسیح کے متعلق یقینی اور قطعی الدلالت آیات پیش کر دی گئیں جس سے دنیا کو معلوم ہو گیا کہ قرآن کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں - پس اس دور کی مخالفتیں ھباءً منثورا ہو گئی فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مخالفت کا تیسرا دور

اب یا نہ لوگوں نے یہ دیکھا کہ حیات و ممات مسیح کے مسئلہ پر احمدیوں سے مناظرے کرنا اپنی شکست کو خود دعوت دینا ہے - اس لئے انہوں نے ایک نرالا محاذ قائم کیا جس میں سیاست کی چاشنی ملا دی - اور مخالفت کا یہ پروگرام بنایا کہ احمدیت کے اصولوں کو چھوڑ کر ان کی تحریروں کو زیر بحث لانا شروع کیا جو متشابہات پر مبنی تھیں، مختلف مصنفوں کی مختلف کتابوں سے سیاق و سباق سے کاٹ کر عجیب عجیب عبارتیں پیش کی جانے لگیں - اور احمدیوں کے انکار کے باوجود ان کی طرف ایسے معتقدات منسوب کئے جانے لگے جن کو کبھی کسی احمدی نے اپنے عقائد کا حصہ تسلیم نہیں کیا - اگر حضرت مرزا صاحب کے اس کلام کو جو محکمات کا درجہ رکھتے ہیں پوری طرح سمجھ لیا جائے اور ان محکمات کی روشنی میں ان کے حصہ کلام کو جو متشابہات پر مبنی ہے پرکھ لیا جائے تو کوئی دقت باقی نہیں رہتی - مگر جن لوگوں کو کسی فتنہ کا آغاز کرنا ہوتا ہے - وہ کس طرح کسی کی معقول بات سن سکتے ہیں - قرآن کریم کی سورۃ آل عمران کی آیت ۷ میں ایسے فتنہ بازوں سے ان الفاظ میں لوگوں کو آگاہ کیا گیا ہے - هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

ترجمہ:- وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری - اس میں سے محکم آیتیں ہیں جو کتاب کی اصل ہیں - کچھ اور متشابہ ہیں - پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں - جو اس سے متشابہ ہے اختلاف چاہتے ہوئے اور یہ چاہتے ہوئے کہ اس کی (من مانی) تاویل کریں - اور اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور ان کے جو علم میں پختہ ہیں ہم اس پر ایمان لائے - سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا"

یہ ایک زبردست تنازعہ کو ختم کرنے والا اور تمام مناقشات کا فیصلہ کرنے والا اصول ہے - اگر ہم اس اصول پر کاربند ہوں تو مسلمانوں کے تمام اندرونی اختلافات مٹ سکتے ہیں۔

اس اصول کی خلاف ورزی سے مسیح اسرائیلی الوہیت کے تخت پر بٹھا دیا گیا اور اسی کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے یہودیوں کی نگاہ میں حضرت مسیح کافر ٹھہرے - اسی اصل پر کاربند نہ ہو کر قادیانیوں نے اجرائے نبوت کے عقیدہ کی تخلیق کی - اور اسی کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ہمارے اس زمانے کے علماء نے حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگا دیا - چونکہ قرآن کا یہ ایک زرین اصول ہے - اور مسلمانوں کی اصل بیماری کا صحیح تریاق - اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مفسر قرآن کے خیالات جو انہوں نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں اس آیت کی تشریح میں بیان کئے ہیں - یہاں درج کر دیں - یہ عبارت بے شک ذرا طویل ہے لیکن اس کی افادیت اس قدر زیادہ ہے کہ ہم اس سے اپنے قارئین کو مستفیض کرنا ضروری سمجھتے ہیں - مولانا مرحوم فرماتے ہیں :-

"اس آیت کریمہ میں قرآن شریف نے محکم اور متشابہ کا ایک اصول بیان فرمایا ہے - اس میں عیسائیت کے بطلان کی طرف اشارہ کیا ہے - کیونکہ عیسائیوں نے محکمات اور متشابہات میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہی غلطی کھائی ہے - عیسائی مذہب کی بنیاد صرف متشابہات پر ہے سب سے بڑی دلیل حضرت مسیح کی خدائی کی یہ دی جاتی ہے کہ پیشگوئیوں میں آپ کو خدا کہا گیا تھا اور آپ کی آمد کو خدا کی آمد قرار دیا گیا ہے - مگر یہ کس قدر بودی بنیاد ہے - پیشگوئی تو خود متشابہات میں سے ہوتی ہے - اور پیشگوئیوں کی زبان میں استعارہ اور مجاز کا استعمال بکثرت ہوتا ہے - چنانچہ خود مسیح کی آمد کے جو نشانات ہیں ان کو ہی دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کس قدر مجاز اور استعارہ ان کے اندر ہے اور حق تو یہ ہے کہ جن پیشگوئیوں میں خدا کا لفظ آیا ہے وہ حضرت مسیح کے لئے نہیں بلکہ ہمارے نبی کریم صلعم کی آمد کے متعلق ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود حضرت مسیح نے بھی خدا کے آنے کی پیشگوئی کو بیان کیا ہے - دیکھو متی ۲۱ : ۳۳ - ۴۰ جہاں انگورستان کے مالک کی تمثیل میں بیٹے کے آنے کا ذکر کر کے لکھا ہے - کہ پھر انگورستان کا مالک خود آئے گا اور آگے آیت ۴۳ میں صفائی سے بتا دیا ہے - کہ "خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک اور قوم کو جو اس کے میوے لاوے دی جاوے گی"۔ پس وہ خدا جس کے آنے کی پیشگوئیاں بائیبل میں ہیں محمد رسول اللہ صلعم ہیں - مگر باوجود ان تمام پیشگوئیوں کے وہ خدائی کا دعوےٰ نہیں کرتے۔

لیکن اس بات کو چھوڑ کر بائیبل میں لفظ خدا کا استعمال بطور مجاز نیک لوگوں کے حق میں موجود ہے میں نے کہا کہ تم خدا ہو - کہ تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو" (زبور ۸۲ : ۶) یوحنا ۱۰ - ۳۴ میں حضرت مسیح اسی قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں - جبکہ اس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا"۔ پس اول پیشگوئی خود ایک استعارہ ہے اس لئے اس میں خدا کی آمد کا ذکر ایک استعارہ سے بڑھ کر نہیں پھر وہ پیشگوئیاں بھی مسیح کے لئے نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں - پھر بغیر پیشگوئیوں کے بھی اسی بائیبل میں لفظ خدا بطور مجاز نیک لوگوں کے حق میں استعمال ہوا ہے - اس کے معنی دوسری جگہ بھی یہی مراد ہوں گے - پس ایک متشابہ امر کی بنیاد پر تمام محکمات کو رد کر دینا یہ عیسائی مذہب کی خطرناک غلطی ہے - اور خود حضرت مسیح نے بھی ان کو بتا دیا تھا کہ وہ لفظ خدا کا بیٹا اپنے لئے استعمال کرتے ہیں - تو اسی مجازی معنی کی رو سے جس مفہوم کو مدنظر رکھ کر سارے راستبازوں کو خدا کا فرزند قرار دیا گیا ہے - چنانچہ یہودیوں نے حضرت

مسیح کو سنگسار کرنے کی دھمکی دی تو حضرت مسیح نے ان سے دریافت کیا کہ میں نے خدا کی طرف سے نیک کام کئے ہیں۔ میرے کس نیک کام کے عوض مجھے سنگسار کرتے ہو تو انہوں نے جواب میں کہا۔ کہ اچھے کام کے لئے ہم تم کو سنگسار نہیں کرتے بلکہ اس لئے کہ تو کفر بکتا ہے اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے" (یوحنا ۱۰: ۲۳) تو حضرت مسیح نے اس کا جواب یہ دیا: "کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔ جبکہ اس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا .... تم اسے جسے خدا نے مخصوص کیا اور جہان میں بھیجا کہتے ہو کہ کفر بکتا ہے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں (یوحنا ۱۰: ۳۴-۳۶) اب ان سوال و جواب پر غور کرلو۔ اگر حضرت مسیح ...... کا دعوے واقعی خدائی کا ہوتا تو جب آپ پر یہ الزام لگایا گیا کہ تم انسان ہو کر اپنے آپ کو خدا کہتے ہو تو اس کا جواب یوں دیتے کہ میں تو خدا ہوں اور تمہاری پیشگوئیوں میں خدا کا آنا لکھا ہے۔ مگر بجائے اس کے آپ یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ تمہارے بزرگوں کو بھی خدا کے کلام میں خدا کہا گیا ہے۔ اگر ان کا خدا کہلانا کفر نہیں تو میرا خدا کا بیٹا کہلانا کیونکر کفر ہو گیا با الفاظ دیگر جن معنوں میں وہ خدا کہلائے انہی معنوں میں میں خدا کا بیٹا ہوں۔ نہ وہ حقیقت میں خدا تھے نہ میں خدا کا بیٹا ہوں مگر مجازی طور پر ان کو بھی خدا کہا گیا ہے، مجازی طور پر میں بھی خدا کا بیٹا ہوں۔ اس قدر صفائی کے ہوتے ہوئے عیسائیوں نے متشابہات سے کام لیا اور محکمات کو چھوڑ دیا۔ اس لئے ان کے عقیدہ کے بطلان میں اس مسئلہ کی توضیح کرنی ضروری تھی پس اس بحث کی ابتداء میں اصولی طور پر یہ بیان کر کے کہ خدا کی صفات مسیح میں نہ پائی جاتی تھیں۔ اب بتاتا ہے۔ کہ ان کو ٹھوکر متشابہات سے لگی ہے۔ اور یہ ان کے دلوں کی کجی کا نتیجہ ہے۔ کہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اسی اثناء میں مسلمانوں کو بھی متنبہ فرماتا ہے۔ کہ تم ایسی غلطی میں نہ پڑنا۔ مگر افسوس کہ آج بعینہ یہی غلطی وہ لوگ کرتے ہیں جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف دعوے نبوت منسوب کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھ میں بھی دلیل صرف یہی ہے۔ کہ پیشگوئی میں آنے والے مسیح کے لئے نبی کا لفظ آ گیا ہے۔ حالانکہ اول تو پیشگوئی میں استعارہ کا ہونا ایک مسلمہ امر ہے دوسرے خود وہ پیشگوئی جس میں لفظ نبی ہے ساری کی ساری استعارات سے بھری ہوئی ہے۔ بعینہ اسی طرح اس مسیح ثانی پر یہ اعتراض ہوا کہ تم اپنی تحریروں میں لفظ نبی استعمال کیا ہے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ پہلے بزرگ نے نہیں کہا ع

او نبیٔ وقتِ خویش است اے مرید

یعنی مرشد نبی وقت کا حکم رکھتا ہے دوسرے میں صاف بتایا گیا ہے۔ کہ میری تحریر میں لفظ نبی اصطلاح شرعی نہیں بلکہ لغوی معنوں میں ہے۔ اور مجازی رنگ میں جس طرح پہلے بزرگوں نے بھی مجازی رنگ میں اسے استعمال کیا ہے۔ اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ آخر تک صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجه الحقیقة - میرا نام خدا کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا ہے۔ نہ کہ حقیقت کے طور پر۔ اب دیکھنا ہے۔ کہ قرآن کریم نے محکمات اور متشابہات کی تفسیر میں اصول کیا بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ یہاں آکر ایک دوسری دقت پیش آتی ہے۔ کہ ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں۔ خودغرض لوگ اپنے حسب منشاء جس کو چاہتے ہیں متشابہ بنا کر اسے دوسری آیات کے ماتحت کر دیتے ہیں۔ یا اس کی تاویل اپنے حسب منشاء کر لیتے ہیں۔ ایک شخص اس کو محکم کہتا ہے، دوسرا اسی کو متشابہ کہتا ہے تو پس اس کا بھی کوئی علاج قرآن کریم نے بتایا ہے یا نہیں؟ اگر الفاظ قرآنی پر غور کیا جائے تو ایک ایسی پکی بات بتا دی ہے کہ تمام جھگڑے اٹھ جاتے ہیں۔ اور وہ بات یہ ہے کہ محکمات کے متعلق فرما دیا ہے۔ کہ اس سے مراد کیا ہے هن ام الکتاب وہ کتاب کی اصل یا جڑ ہیں، اب ام یا جڑ اس چیز کو کہتے ہیں جو بطور اصل ہو۔ تو پس قرآن کریم ہمیں یہ ہدایت کرتا ہے۔ کہ محکمات سے مراد اصولی امور ہیں۔ اور طرز تاویل یہ ہوگی کہ فروعات اور مخصوصات کو جو بطور شاخوں یا ولد کے ہیں۔ جڑ اور ام کی طرف لوٹانا پڑے گا۔ یعنی اصول کے ماتحت کرنا پڑے گا۔ کیونکہ حق یہی ہے کہ جب تک مخصوصات اور فروعات کو اصول کے ماتحت نہ لایا جائے اس وقت تک حق بات انسان معلوم نہیں کر سکتا۔ مخصوصات کو اگر اصول اور قانون سے الگ کیا جائے۔ تو اس کا نتیجہ وہی ہے، جو قرآن کریم نے بیان فرمایا:- ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله ایک مخصوص امر کی تاویل کے پیچھے پڑ کر ایک فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ بعض کا مفہوم بعض کے خلاف ہو جاتا ہے۔ پس ضروری ہوا کہ کسی امر کے صحیح معنی سمجھنے کے لئے پہلے ایک اصول قائم کیا جائے۔ اور اصول کے ماتحت اس کی تاویل کی جائے۔ یہی وہ راہ ہے جو قرآن کریم نے سکھائی ہے۔ اور اسی راہ پر چل کر نہ صرف بیرونی تفرقوں کا علاج ہو سکتا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے جس قدر اندرونی اختلافات ہیں، ان کا بھی ایک حد تک فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور جو اختلافات باقی رہ جائیں گے وہ اصولی اختلافات نہ ہوں گے۔ کیونکہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے تمام امور ضروریہ کی تکمیل کر دی ہے۔ اب فروعات تو اس قدر وسیع دائرہ رکھتی ہیں کہ تا قیامت بھی ان کو ایک دفتر میں اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔ روز نئی نئی فروعات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ پس یہ ماننا پڑے گا کہ سب اصولوں کو قرآن کریم نے واضح کر کے بیان کر دیا ہے اور فروع میں سے حسب ضرورت کچھ لے لیا ہے، اس لئے بھی فروع کو اصول کے ماتحت کر سکتے ہیں نہ اصول کو فروع کے ماتحت۔ اسی بات کی طرف عدم توجہی نے مذاہب میں غلطیاں پیدا کیں اور اسی اصول کو مدنظر نہ رکھنے کی وجہ سے مختلف اسلامی فرقوں نے ایک دوسرے کے خلاف قرآن سے ہی نتائج اخذ کئے۔ اگر سب لوگ اس بات پر کاربند ہوں۔ کہ اصول کو تو چونکہ محکم کرنے کا ذکر خود قرآن کریم میں ہے۔ پس ہر ایک فروع کو قرآن کریم کے قائم کردہ اصول پر پیش کیا جائے، تو بہت سے جھگڑے اٹھ جاتے ہیں۔"

حضرت مولانا کے ان خیالات کو شائع کر کے ہم اپنی طرف سے اس پر کچھ اضافہ نہیں کرنا چاہتے۔

ہم اپنے سابقہ مضمون "دور حاضرہ کی مظلوم ترین ہستی" میں جو پیغام صلح مسیح موعود نمبر ۲۵ مئی ۱۹۵۵ء میں چھپا ہے "طلوع اسلام" کا فیصلہ در بارہ تنازعہ مابین علماء و احمدیت شائع کر چکے ہیں۔ طلوع اسلام نے صاف صاف الفاظ میں اس جہاد میں احمدیت کے حق میں ڈگری صادر کر دی ہے۔ اور دعوے کیا ہے کہ احمدیت کا مقابلہ صرف "طلوع اسلام" ہی کر سکتا ہے۔ پس اب ہم احمدیت کی مخالفت کے تیسرے دور میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اس کو ہم ذرا تفصیل سے بیان کریں گے۔

مخالفت کا تیسرا دور

اس دور کی مخالفت میں ہمارا محارب فریق "طلوع اسلام" یعنی غلام احمد پرویز ہے، ہم اس مخالفت کے ایک حصے کا جواب "پیغام صلح" مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۵۵ء میں دے چکے ہیں۔ یہ وہ حصہ ہے جس میں حضرت علامہ اقبال نے اپنے بعض کوتاہ نظر ہم نشینوں کے زیر اثر احمدیت اور اسلام کے نام سے ایک پمفلٹ لکھا تھا اور احمدیت پر سخت معاندانہ حملہ کیا تھا اس کی حقیقت ہم پوری طرح واضح کر چکے ہیں۔ اب ہم "طلوع اسلام" کے لکھے ہوئے پمفلٹ کے دوسرے حصے یعنی ختم نبوت از جناب پرویز صاحب کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

درحقیقت یہ مضمون پرویز صاحب نے اپنی ضخیم کتاب معارف القرآن جلد چہارم میں لکھا تھا۔ اور اسی کو اب ایک علیحدہ پمفلٹ میں شائع کر دیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ طلوع اسلام کے شائقین تکفیر اس مضمون کو کس قدر اہم سمجھتے ہیں۔ "طلوع اسلام" کا شائع کردہ پمفلٹ اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس پر ناظم "طلوع اسلام" کے لکھے ہوئے "پیش لفظ" پر ہم دوبارہ ایک نگاہ ڈال رہے ہیں۔ جب ہم ان الفاظ کو پڑھتے ہیں کہ:-

"روایات کی رو سے کسی متنازعہ مسئلے کا تصفیہ ہو ہی نہیں سکتا۔ قریب چالیس پچاس برس سے یہی ہوتا چلا آ رہا تھا۔ کہ علامہ اقبال نے (اس بڑھتے ہوئے فتنہ کی ہلاکت خیزیوں کا اندازہ کرتے ہوئے) قرآن کی ضرب کلیمی کا ایک بھرپور وار کیا اور صرف ایک بیان سے مرزائیت کے کاغذی قلعے کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔"

تو ہم ٹھٹھک کر رہ جاتے ہیں - یہ "پیش لفظ" جون ۱۹۵۲ء میں لکھا گیا - اور مرزائیت کے کاغذی قلعے کی دھجیاں غالباً ۱۹۳۵ء میں بکھیر کر رکھدی گئی تھیں - قرآن کی ضرب کلیمی کا بھرپور وار بھی ہو گیا - اور وار کرنے والا اپنے زمانے کا عظیم ترین مفکر اور محبوب ترین شاعر تھا - مگر یہ کیا تماشا ہے - کہ ضرب کلیمی کے بھرپور وار کے بعد مرزائیت کے کاغذی قلعے کی دھجیاں بکھیر کر رکھدیئے جانے کے بعد بھی "طلوع اسلام" کو ضرب کلیمی سے بڑھکر ایک اور ضرب لگانی پڑی - اور وہ ضرب پرویزی ہے - اور پرویز صاحب یہ ضرب کس پر لگا رہے ہیں - ایک کاغذی قلعے کی بکھری ہوئی دھجیوں پر - اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ یہ لوگ کس نیت اور کس ارادے سے احمدیت کی مخالفت کا پروگرام بناتے ہیں اور اس پر محض عناد اور کینہ سے جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں - پڑھنے والے چونکہ پہلے ہی کافی مشتعل کئے جا چکے ہوتے ہیں - وہ بھی تعصب کی آنکھ سے احمدیت کے خلاف پھیلائے ہوئے زہریلے خیالات کو پڑھتے ہیں اور پہلے سے زیادہ بھڑک اُٹھتے ہیں - ایسے مخالفوں کی عبارتوں میں جوش بھی ہوتا ہے - اور شدت بھی غیظ بھی ہوتا ہے اور حدت بھی - مگر وہ معقولیت اور دلائل سے یکسر معرّا ہوتی ہیں -

آؤ اب ہم ضرب پرویزی کے بھرپور وار کا ذرا ٹھنڈے دل سے تجزیہ کریں - پرویز کا حملہ تین سمت سے احمدیت پر ہوا ہے - اور ہم اس حملے کی نوعیت کو تفصیل کے ساتھ زیر بحث لائیں گے - ہم یہ تو دعویٰ نہیں کر سکتے کہ پرویز پر ہمارا وار بھی بھرپور ہو گا مگر ہم یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہم عرض کریں گے اس کی تائید میں خدا اور اس کا رسول ہوں گے - قرآن اور سنت رسول ہوگی عقل سلیم ہوگی اور ذوق صالح ہو گا - واقعات عالم اور مظاہر قدرت ہوں گے اور ہمارا ناچیز قلم ہو گا جو عجز اور انکسار کا اقرار کرتا ہوا پرویز کو اپنا بھائی سمجھتا ہوا اس کے نقطہ نگاہ کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے گا اور عوام کو اس کے زہریلے خیالات کے اثر سے محفوظ و مصئون رہنے کی تبلیغ کرے گا -

پرویزی حملہ کا ایک محاذ

حضرت مرزا صاحب کی ذات پر حملہ کرتے ہوئے جب پرویز نے ان کی سینکڑوں کتابوں پر نگاہ ڈالی تو ان میں اُسے درد تڑپ اور خلوص کے آثار نظر آئے - ان کا کلام تکلف اور تصنع سے معرا پایا اس نے دیکھا کہ وہ سرکار دو عالم کے کشتۂ کرم ہیں - وہ جب اس عظیم الشان رسول کی تعریف کرتے ہیں تو بے اختیار ہو جاتے ہیں مگر اس میں نہ تو مبالغہ ہوتا ہے نہ شاعرانہ رنگینی محض واقعات بیان کرتے ہیں اور حضور کی صحیح تصویر کھینچ دیتے ہیں - دیکھئے کتنا پُر اثر کلام ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں - فرماتے ہیں ؎

اندراں وقتیکہ دُنیا پُر ز شرک و کفر بود
ہیچ کس را خون نہ شُد دل جُز دلِ آں شہریار

ہیچ کس از خبث شرک و دجس بُت آگہ نہ شد
ایں خبر شد جانِ احمدؐ را کہ بود از عشق زار

کس چہ میداند کزاں نالہ ہا باشد خبر
کاں شفیعے کرد از بہر جہاں در کنج غار

من نمیدانم چہ درد سے بود و اندوہ وغمے
کاندراں غارے درآورد ش حزین و دلفگار

نے ز تاریکی توحش نے ز تنہائی ہراس
نے ز مُردن غم نہ خوف کژدم و نے بیم مار

کشتۂ قوم و فدائے خلق و قربانِ جہاں
نے بجسمِ خویش میلش نے بہ نفس خویش کار

نعرہ ہا پُر درد میزد از پئے خلقِ خدا
شد تضرع کار او پیشِ خدا لیل و نہار

سخت شورے بر فلک افتاد زاں عجز و دعا
قدسیاں را نیز شد چشم از غمِ آں اشکبار

آخر از عجز و مناجات و تضرع کردنش
شد نگاہِ لطفِ حق سوئے عالم تاریک و تار

ایک اور جگہ اسی عشق جنون خیز کے زیر اثر فرماتے ہیں ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

اور پھر یوں بھی ؎

ختم شد بر ذات پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

اور جب لیکھرام کے متعلق انذاری پیشگوئی کی تو اس کے الفاظ بھی عشق محمدی میں ڈوبے ہوئے تھے ؎

اَلا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ برّانِ محمدؐ

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

اس شعر کی تاثیر لوگوں نے لیکھرام کی ہلاکت میں دیکھ لی

اسی طرح حضرت محمد صلعم کو مخاطب کرتے ہوئے کیسی محبت اور عشق کا اظہار کرتے ہیں - فرماتے ہیں ؎

در دو عالم نسبتے دارم بتو از بس بزرگ
پروریش دادی مرا خود ہمچو طفلے در کنار

یاد کن وقتیکہ در کشفم نمودی شکل خویش
یاد کن ہم وقتِ دیگر کامدی مشتاق وار

یاد کن آں لطف و رحمتہا کہ بامن داشتی
واں بشارتہا کہ میدادی مرا از کردگار

یاد کن وقتیکہ چہ بنمودی بہ بیداری مرا
آں جمالے آں رُخے آں صورتے رشکِ بہار

اسی طرح مرزا صاحب کی نثر کی عبارتیں سادگی اور خلوص کا مرقع ہیں - مرزا صاحب کی ایسی تحریروں کو پڑھ کر پرویز کو یہ خیال ہوا کہ ایسی تحریروں کا مصنف نہ عیار قرار دیا جا سکتا ہے نہ چالاک - ان میں ایسا رعب اور جلال ہے ایسی تمکنت اور شان ہے - ایسی خود اعتمادی اور بے باکی ہے کہ ہوشیار اور مکار آدمی کا یہ طرز نہیں ہوتا - چنانچہ وہ اپنے اسی پمفلٹ زیر بحث میں حضرت صاحب پر عیار ہونے کی بجائے مجنون ہونے کا فتویٰ صادر کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے اس فتوے کے جواز میں چند دلائل بھی دیتا ہے - ان کو پڑھیئے اور وجد میں آیئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ ان سے حضرت مرزا صاحب کے دماغ کا خلل ظاہر ہوتا ہے یا لکھنے والے کے توازن دماغی کے متعلق کچھ تردد پیدا ہوتا ہے -

اس مرحلہ پر پرویز صاحب نے حضرت صاحب کی کتابوں کے چند حوالے جن میں انہوں نے نبوت کے دعویٰ کا زبردست انکار کیا ہے نقل کر دیئے اور ہم بھی انہیں لفظاً لفظاً اسی پمفلٹ سے نقل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی پرویز صاحب کے استدلال کو بھی انہی کے الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں - ملاحظہ ہو صفحہ ۳۷ - ختم نبوت از جناب پرویز صاحب :-

"اب اس ختم نبوت کی تشریح خود ان کی زبان سے سنئے حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۴ پر فرماتے ہیں :-

"کیا تو نہیں جانتا کہ پروردگار رحیم و صاحب فضل نے ہمارے نبی کا بغیر کسی استثناء کے خاتم النبیین نام رکھا - اور ہمارے نبی نے اہل طلب کے لئے اس کی تفسیر اپنے قول لانبی بعدی میں فرما دی اور اگر ہم اپنے نبی کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم باب وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے اور یہ صحیح نہیں جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے - اور ہمارے رسول کے بعد نبی کیونکر آ سکتا ہے درآنحالیکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ فرما دیا "

اور دیکھئے کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں :-

"آنحضرت نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا - اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا - اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے بھی اس کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبیؐ پر نبوت ختم ہو چکی ہے"

ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴ پر رقمطراز ہیں :-

"حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبریل کے ذریعے حاصل کئے ہوں - لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے - کیا یہ مہر اس وقت (نزول مسیح کے وقت) ٹوٹ جائے گی "

" اور اللہ کو شایاں نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایاں کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سرِ نو شروع کر دے - بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہے اور بعض احکام قرآن کریم کے منسوخ کر دے اور ان میں بڑھا دے"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۷۷)

دوسرے مقام پر اعلان ہوتا ہے :-

"میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفٰےؐ پر ختم ہو گئی" (اشتہار مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

اسی طرح ایک اور جگہ :-

" اور میں ایمان لاتا ہوں - اس بات پر کہ آنحضرتؐ نبیوں کے خاتم ہیں اور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۸۰)

الوصیت کے ص۱۰ پر لکھا ہے :-

" آنحضرتؐ کی نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کا ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے"

"حقیقت الوحی" کے ص۶۴ پر فرماتے ہیں :-

" وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین - آنحضرت خاتم النبیین تھے اور ان پر انبیاء کا سلسلہ ختم ہو چکا"

رسول اللہ کے بعد مدعی نبوت کے متعلق ارشاد ہے :-

"میں رسول اللہ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کافر و کاذب سمجھتا ہوں" (دین الحق ص۲۷)

نیز :-

کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے - اور آیۃ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین - کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے - وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرتؐ کے بعد رسول اور نبی ہوں"

(انجام آتھم ص۲۷ حاشیہ)

مزید کہا :-

"مجھے کب جائز ہے - کہ میں نبوت کا دعوےٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں"

(ترجمہ حمامۃ البشریٰ ص۹۹)

آپ یقیناً حیران ہوں گے کہ خاتم النبیین کی ایسی واضح تشریح اور ختم نبوت کے متعلق اس قدر حتمی اور یقینی تصریحات کے بعد مرزا صاحب کس طرح مدعی نبوت بن گئے ؟ لیکن آپ کی اس حیرت کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں - جبکہ یہ واقعہ ہے کہ وہ باہیں ہمہ تصریحات تصریحات مدعی نبوت ... اور ... دعوے سے بیٹھے - اب آپ نے غور ... لیا ہوگا کہ ان لوگوں کے لٹریچر میں کس قسم کا تضاد موجود ہے - اس قسم کے تضاد کی مثال آپ کو شاید ہی کہیں اور مل سکے - اس بنا پر بعض اطباء اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان تحریروں کے مصنف کے دماغ میں خرابی تھی - اور اس کے معترف خود مرزائی حضرات بھی ہیں - چنانچہ سیرت المہدی مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی میں لکھا ہے :-

ڈاکٹر میرزا محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے - بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے" (ص۵۵)

" میرا حافظہ بہت خراب ہے - اگر کئی دفعہ کسی سے ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں - حافظہ کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کر سکتا"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ ص۲)

یہیں سے مرزا صاحب کے دعوےٰ نبوت کی بھی "دلیل" مل جاتی ہے - مالیخولیا کے مریضوں کے متعلق طب کی مشہور کتاب اکسیر اعظم جلد اول ص۱۸۸ میں لکھا ہے :-

"مریض صاحب علم ہو تو پیغمبری اور معجزات و کرامات کا دعوےٰ کر دیتا ہے - خدائی کا دعوےٰ کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتا ہے"

آپ نے اوپر دیکھ لیا کہ خود مرزا صاحب کا بیان ہے کہ انہیں ہسٹیریا اور مراق کا مرض ہے - ایسے مریض کے لئے دعوےٰ نبوت کے متعلق اکسیر اعظم کا بیان بھی آپ نے دیکھ لیا - اب اس کی تصدیق خود میرزائی صاحبان سے بھی سن لیجئے :-

ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹیریا یا مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوےٰ کی تردید کے لئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے"

تعجب ہے کہ پرویز صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے حوالے ان کی زندگی سے مختلف ادوار کی لکھی ہوئی کتابوں سے نقل کئے ہیں - اور ان کی آخری کتاب حقیقۃ الوحی جو ان کے سال وفات سے ایک سال پہلے لکھی گئی اس سے بھی ایک حوالہ نقل کیا ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دربارہ نبوت شروع سے لے کر آخیر تک ایک ہی مذہب تھا اور وہ ہمیشہ دعوےٰ نبوت سے انکار کرتے رہے اور اس انکار پر انہیں اس قدر اصرار تھا کہ تقریباً ہر کتاب میں ہمیں اس انکار کی مثالیں ملتی ہیں - اصل بات یہ ہے کہ یہی وہ محکمات ہیں جو بطور ام الکتاب کے کام دیتے ہیں اور نبوت کے متعلق باقی حوالے سب متشابہات ہیں - ان محکمات کو درج کر دینے کے بعد اور حضرت مرزا صاحب کی طرف سے نہایت وضاحت اور معقولیت سے ختم نبوت کے معانی بیان کر دینے کے بعد پرویز صاحب کا فوراً یہ لکھ دینا کہ یہ کسی مجنون کا کلام ہے - نہایت ہی حیرت انگیز بات ہے ہاں اگر وہ ان حوالوں کے بعد ایسے حوالے درج کرتے . . . .

جن سے ان کے زعم میں دعوےٰ نبوت کا ثبوت ملتا اور پھر حضرت صاحب پر جنون کا الزام لگاتے تو کوئی بات ہوتی اگرچہ اس میں بھی وہی محکمات اور متشابہات میں امتیاز نہ کرنے کی وجہ سے غلطی کا ارتکاب ہوتا - مگر ایسا تو کوئی حوالہ نہیں دیا گیا . . .

ہم یہاں پوری ذمہ داری اور زبردست تحدی سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی ایسی کسی تصنیف سے ایک بھی حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا جس میں انہوں نے کہا ہو کہ میں مدعی نبوت ہوں - (باقی باقی)

مسیح موعودؑ ہونے کا ثبوت

منجملہ ان علامات کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں پائی جاتی ہیں وہ خدمات خاصہ ہیں جو اس عاجز کو مسیح ابن مریم کی خدمات کے رنگ میں سپرد کی گئی ہیں کیونکہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں سے اٹھ گیا تھا اور وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد تھا کہ جب مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز آیا کہ جب قرآن کریم کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا اور یہ زمانہ بھی حضرت مثیل موسیٰ کے وقت سے اسی زمانہ کے قریب قریب گذر چکا تھا جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰؑ کے درمیان میں زمانہ تھا -

(ازالہ اوہام)

کلامِ مسیحِ موعودؑ

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ہر دم فلک شہادت صدقم ہمی دہد
زینم کدام غم کہ زمین گشت منکرم

واللہ کہ ہمچو کشتی نوحم ز کردگار
بے دولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

ہندوستان کے مشائخ اور افغانستان مصر وغیرہ ممالک کے صوفیا سے حضرت مسیح موعودؑ کا خطاب

ترجمہ عربی ـــ (۶) ـــ آئینہ کمالات اسلام

اے متصوفین ہند! تم میں سے اہل اصلاح بہت تھوڑے ہیں اکثریت اہل بدعت کی ہے۔ بعض تم میں سے رہبانیت کی طرف مائل اور اللہ کے احکام کے تارک ہیں۔ نہ انہیں خدا کا خوف ہے اور نہ انہیں اس کی پرواہ ہے جب یہ تماشہ کے لئے جاتے ہیں، تو سستی ان پر چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ برہمنوں کی سی ریاضتیں کرتے ہیں۔ اپنے گھوڑوں کے پاؤں کو لنگڑے ہیں اور اپنے اونٹوں کی کوہانوں کو کاٹتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ منہ سے قرآن کے ماننے کا دعوے کرتے ہیں حقیقت میں نہیں مانتے۔ منہ سے اتباع سنت کے مدعی ہیں حقیقت میں اس کی اتباع نہیں کرتے۔ بلکہ یہ لوگ گمراہی کی راہیں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے حق کو پایا ہے وہ باوجود دنیاوی اشیاء کے ساتھ تعلق رکھنے کے حقیقت میں ان سے بے تعلق ہوتے ہیں۔ اور اس طرح اللہ کی طرف کٹ جاتے ہیں کہ گویا نہ ان کی بیوی ہے اور نہ اولاد اور نہ مال ومتاع۔ ان کے نزدیک اللہ کی ذات اولاد، ازواج اور مال سے زیادہ عزیز ہوتی ہے یہی لوگ توفیق یافتہ ہیں انہی پر دائمی خدا کی مغفرت ورحمت ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

تم میں سے بعض نے طریق اباحت پکڑ لیا ہے اور خواہشات نفس کے تابع ہو گئے ہیں اور ایک ایسے بیابان میں گامزن ہو گئے ہیں جس میں ہلاکت اور موت ہے۔ نہ ان کے پاس سامان ہے اور نہ زادراہ، منزل اور گھاٹ کے نشانات کھو بیٹھے ہیں اور پروردگار بھی ان سے سخت ناراض ہے تیز وتند ہوا نے ان کی کشتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے پس یہ گرداب فنا میں غرق ہونے والوں کے ساتھ جا ملے ہیں۔ کیا وہ غور نہیں کرتے کہ سامان سفر کا ساتھ لینا معاش ومعاد کے اصولوں میں سے ہے چنانچہ جب انہیں مال دنیا کی حاجت پڑتی ہے تو اس کے حصول اور جمع کے لئے دل وجان سے سعی کرتے ہیں، بہت جلد جب یہ قریب المرگ ہوں گے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ دار البقاء کی طرف خالی ہاتھ جا رہے ہیں اور ان میں سے بعض نے نیک عمل کو بد کے ساتھ کفر کو ایمان کے ساتھ اور یقین کو ظن کے ساتھ ملا دیا ہوا ہے اور خواہشات بد کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور ساحل لنگر گاہ سے بدکرداری اور نفس پرستی کے سمندر میں جا پڑے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو ہلاکت کے راستوں اور تباہی کی وادی میں ڈال دیا ہے اور برے افعال کے مرتکب ہوتے ہیں جو عام باختہ شخص سے بھی سرزد نہیں ہوتے، ان پر افسوس ہے انہوں نے دین میں بہت سی بدعات داخل کر دی ہیں اور جو دل میں آتا ہے اس کی پیروی کرتے ہیں، ان پر اور ان بدعات پر جو انہوں نے ایجاد کی ہیں اور ان کی نحوست ان کے گلے کا طوق ہوگئی ہے مگر یہ ان برائیوں پر خوش ہیں، انہوں نے ہندو قوم کی بدعات اور فاجروں کے طریق کو اختیار کر لیا ہے اور جو ان کے طریقے ہیں توجہ ڈالنا قلب کا جاری کرنا، قبروں پر بیٹھنا ان کے گرد طواف کرنا اور انہیں سجدہ کرنا وغیرہ ان پر انہیں فخر ہے۔ ان کی عبادت یہ ہے کہ وہ نماز اور اس کے باہر تصور شیخ کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اپنے ان شیطانوں اور طاغوتوں کو حضرت نبی کریم صلعم پر فضیلت دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے نہ نبی (صلعم) کو دیکھا ہے اور نہ ہم قرآن کو جانتے ہیں۔ ہمارا نبی ہمارا شیخ ہے اور اس کے ملفوظات ہمارا قرآن ہے اور یقیناً ہم راستی پر ہیں اللہ کو اور ان کو جو ایمان لائے دھوکا دیتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفسوں کو دھوکا دے رہے ہیں مگر وہ جانتے نہیں۔ ان کے دلوں میں مرض ہے جسے اللہ تعالےٰ اور بڑھاتا ہے۔ اس دروغ بافی کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ لباس تقویٰ اور خلوص سے بالکل ننگے اور شعار اسلام سے بالکل بے بہرہ ہیں،۔ ان کی روش اور ان کے چہرے ان کے دلوں کے آئینہ ہیں۔ ان کی فضا سخت سرد اور ان کے باطن سیاہ اور ان کا زہد مانند لمعات سراب ہے باوجود اس کے ان کا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ عارف ہیں۔ خدا کی مار ہو ان پر یہ معاملات میں مانند روباہ ہیں اور جھگڑنے میں بھیڑیوں کی طرح ہیں۔ لوگ دیتے رہیں تو خوش ہوتے ہیں اور اگر بند کر دیں اور خدمت کا ترک کر دیں تو ناراض ہو جاتے ہیں، مالداروں کی طرف توجہ کرتے ہیں اور جو تہیدست ہیں ان سے روگردانی کرتے ہیں اور ان کی شکایت کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو صاحب عقل خیال کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ پانی سے خالی برتن کی طرح ہیں، بے ہودہ اور زیادہ گو اشخاص کی بکواس پر خوش ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں انہیں آزمانا اور ان کے عرفان وعلم اور نور قلب کا اندازہ لگانا آسان ہے اور وہ اس طرح کہ قرآن مجید ان کے سامنے رکھا جائے اور ان سے اس کے مسائل دریافت کئے جائیں کیونکہ قرآن مجید حقائق سے پر ہے مگر اس کے پوشیدہ دقیق اور لطیف معانی تک سوائے پاک لوگوں کے اور نہیں پہنچ سکتے صرف وہی اس کے اسرار کے استنباط کی قدرت رکھتا ہے اور وہی اس کے پوشیدہ مطالب سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے جو اللہ کے رنگ سے بہرہ ور ہو چکا ہے ان لوگوں کے لئے بشارت ہے جو اس کے رنگ سے رنگین ہو چکے ہیں

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے اپنی محبت سے بھر دیا ہے اور ان کے نفسوں کو پاک صاف اور منور کر دیا ہے اور اس نے انہیں اپنا مقرب بنا لیا ہے اور وہ ہر وقت اس کے ذکر ومحبت میں سرشار رہتے ہیں وہ سارے کے سارے اللہ کے ہو گئے ہیں اور اپنے اس محبوب کے ذکر میں فنا اور اس کے راستہ میں جان اور مال خرچ کر چکے ہیں ان کا سارا وجود اللہ کے لئے ہو گیا ہے اور وہ اپنے آپ سے منقطع ہو چکے ہیں۔ ان کی چادر کے نیچے سوائے خدا کے اور کوئی نہیں۔ تم انہیں زندہ خیال کرتے ہو اور وہ اپنے رب میں فنا ہو چکے ہیں، یہ اپنے نفسوں کا خون بہانے کے لئے تیز تلواریں سونتے ہوئے ہیں اور ان سے یہ اس طرح الگ ہو گئے ہیں جس طرح سانپ اپنی کینچلی اتار کر اس سے الگ ہو جاتا ہے ہم اللہ تعالےٰ ان کے صدق ووفا کو دیکھتا ہے اگرچہ وہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں، فرشتے ان کی فرمانبرداری، طاعت، ثابت قدمی، اور تعلق محبوب پر متعجب ہیں اور نادان لوگ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جھوٹی باتوں سے انہیں ایذا دیتے ہیں اور افترا باندھ کر ان کی تکفیر کرتے ہیں۔ ان کے بھید کو بجز خدا اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ وہ اس کی چادر کے نیچے مستور ہوتے ہیں۔

جن لوگوں نے دنیا کی زندگی کو اختیار کیا اور اس سے مطمئن ہو گئے۔ بدکاری اور خون تقویٰ کرنے میں لگ گئے اور ایسی باتوں کے درپے ہو گئے جن کا انہیں کوئی علم نہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کے اعمال انہیں کدھر لئے جا رہے ہیں۔ یہ لوگوں سے ڈرتے ہیں۔ اللہ سے نہیں ڈرتے اور یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ انہیں قبول حق سے، بلندی ناک اور بڑی بڑی دستاروں نے روکا ہوا ہے وہ جانتے ہوئے خدا کے داعی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سنت کو کاٹتا چھانٹتا ہے اور بدعات کو اپنے پاس بلاتا اور ان کی مہمانی کرتا ہے اور کہتا ہے میرا زہد وتقویٰ دیکھو۔ ایسے لوگ کچھ نہیں جانتے مگر اپنے گمان میں وہ پھنسے ہوئے ہیں ان کی نظریں مخلوق پر ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ذات سے ان کی آنکھیں بند ہیں۔ اسلام پر جو حملے ہو رہے ہیں وہ انہیں نظر نہیں آتے اپنی خواہشات کے سامنے اس طرح بیٹھے ہوتے ہیں جس طرح مشرک بتوں کے سامنے بیٹھتے ہیں۔ دین کا گھر ویران ہو گیا ہے اور انہیں کچھ پتہ نہیں اسلام کا سرچشمہ خشک ہو گیا ہے اور یہ سوئے ہوئے ہیں اور شرع الہیٰ پر کساد بازاری آگئی ہے اور یہ خوش ہیں، نہ ان میں آتش عشق ہے نہ حرارت ذکر اور نہ روشنی فکر، صرف ٹکریاں جیلانا اور انگیٹھیاں تاپنا رہ گیا ہے، کوئی نیک کام نہیں کرتے مگر چاہتے یہ ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ دکھاتے یہ ہیں کہ وہ ریاضت سے لاغر ہو گئے ہیں مگر فی الحقیقت لباس تقویٰ سے خالی ہیں۔ تہجد ادا کرتے ہیں اور فرائض کے تارک ہیں۔ کلام رب معبود اور حدیث نبوی سے بے بہرہ ہیں۔ شعراء کے

وحدت پاکستان کے بارہ میں مودودی صاحب کا رویہ

"یہ مخالفت نہیں تو ۔۔۔ کیا ہے" کے عنوان سے معاصر "نوائے وقت" نے ۱۰ ستمبر کے ادارتی کالموں میں پاکستان کے متعلق مودودی صاحب کے رویہ پر ایک شذرہ سپرد قلم کیا ہے جو بلا تبصرہ درج ذیل ہے :-

معاصر "نوائے پاکستان" نے اپنے ایک ادارتی مقالہ میں یہ لکھا تھا کہ مولوی مودودی صاحب نے اب ایک یونٹ کے منصوبہ کی بھی مخالفت شروع کر دی ہے۔ اس پر مولوی صاحب کی طرف سے ایک بیان جاری کیا گیا ہے۔ جو حرف بحرف درج ذیل ہے :-

"بعض اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ میں نے حیدرآباد میں وحدت مغربی پاکستان کی مخالفت کی ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ اس خبر میں میرے خیالات کی غلط ترجمانی کی گئی ہے۔ میں نے آج تک اس کے خلاف نہ کوئی اظہار رائے کیا ہے اور نہ اس کی موافقت ہی کی ہے۔ دراصل جو بات میں نے حیدرآباد میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہی تھی وہ یہ تھی، کہ ایک یونٹ یا دس یونٹ کا مسئلہ کوئی حقیقی اہمیت نہیں رکھتا۔ حقیقی اہمیت جس چیز کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہاں ایک صحیح اسلامی نظام قائم کر کے مسلمانوں کے رشتہ اخوت کو مضبوط کر دیں اور ہر باشندہ پاکستان کو یہ اطمینان دلا دیں کہ اس کے انصاف اس کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ بات اگر حاصل ہو گئی تو ایک یونٹ بھی مفید ہوگا اور دس یونٹ بھی رہیں تو وہ نقصان دہ ثابت نہ ہو سکیں گے۔ ورنہ مصنوعی طور پر وحدت پیدا کرنے کی کوششوں کا کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا"۔

ہم حیران ہیں کہ اگر یہ وحدت مغربی پاکستان کی مخالفت نہیں تو مخالفت کسے کہتے ہیں؟ مودودی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اول تو یہ مسئلہ کوئی حقیقی اہمیت ہی نہیں رکھتا مولوی صاحب کا حد سے بڑھا ہوا تکبر۔ انا اور نفس پرستی ہی ایسی بات ان کے منہ سے نکلوا سکتے ہیں۔ ورنہ معمولی عقل کا آدمی بھی یہ جانتا ہے کہ کم از کم اس وقت بالخصوص مغربی پاکستان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ہی یہ ہے۔ مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کی تو حقیقی اہمیت ہی نہیں۔ حقیقی اہمیت غالباً قربانی کی کھالوں کے مسئلہ کو حاصل تھی۔ جو اس کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا بھی ضروری سمجھا گیا۔

پھر یہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ایک یونٹ اور دس یونٹ میں کوئی فرق نہیں۔ ایک یونٹ بن گیا تو کوئی خاص فائدہ نہیں۔ اور دس یونٹ بن گئے تو کوئی خاص نقصان نہیں ہوگا۔ یعنی ایک طرف یہ کہ صحیح اسلامی نظام قائم ہونا چاہیئے دوسری طرف یہ کہ ایک یونٹ سے کوئی اور فائدہ نہ سہی، اسلامی نظام کے نظریہ کو کوئی تقویت حاصل نہیں ہوگی۔ اور سندھی، پٹھان بلوچی، بہاولپوری، خیرپوری اور قبائلی قومیتوں کو مان کر ان کی بنیاد پر دس یونٹ بنا دیئے جائیں تو کوئی اور نقصان نہ سہی) اسلامی نظام کے نظریہ کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایک ہی سانس میں یہ دو باتیں کوئی ایسا احمق ہی کہہ سکتا ہے جو یا تو پرلے درجے کا احمق ہو یا حسن بن صباح، اور راسپوٹین کی طرح عیار۔

آخری فقرہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "ورنہ مصنوعی طور پر وحدت پیدا کرنے کی کوششوں کا کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا"۔ یعنی وحدت کو [illegible] قرار دے کر [illegible] بھی دے دی کہ [illegible] کا نتیجہ [illegible] ہوگا۔ [illegible] بھی یہ ارشاد نہیں [illegible] کے خلاف اظہار [illegible] نہیں کیا۔

افسوس کہ پاکستان کو بنے ہوئے آٹھ برس گذر گئے۔ مودودی صاحب نے ابھی تک مسلمان عوام کا یہ قصور معاف نہیں کیا۔ کہ انہوں نے مودودی صاحب کی بجائے قائد اعظم کی بات کیوں مانی؟ اور پاکستان کیوں بنایا۔ گزشتہ آٹھ سالوں میں ایک مرتبہ بھی تو پاکستان کے حق میں کوئی کلمہ خیر ان کی زبان فیض ترجمان سے نہیں نکلا۔ پاکستان بہت بڑا سہی مگر آٹھ سالوں میں کوئی بات تو ایسی ہوئی ہوگی۔ جو حوصلہ افزائی کی مستحق ہوتی۔ مگر مولوی مودودی صاحب جب بھی بولیں گے ایسی بات ہی کہیں گے جس سے پاکستان کے مفاد پر کاری ضرب پڑتی ہو۔ یہی اس زمانہ میں جب ہزاروں مجاہدین جہاد آزادی کشمیر میں حصہ لے رہے تھے اور سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ مودودی صاحب نے یہ فتوے دیا کہ یہ جہاد ہے ہی نہیں اور اس لڑائی میں شرکت حرام ہے مگر جو شخص پاکستان کی آزادی کی لڑائی میں شرکت کو حرام سمجھتا رہا ہو اس سے یہ توقع ہی عبث تھی کہ وہ جہاد آزادی کشمیر کی حمایت کریگا

پاکستان کے متعلق بھی مولوی صاحب کی روش اسی قسم کی تھی کہ میں اس مسئلہ کی کوئی حقیقی اہمیت ہی نہیں سمجھتا۔ پھر یہ فرمایا کہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ والے اسلام کو ایک چھوٹے سے خطہ میں محدود کر دینا چاہتے ہیں میں سارے ہندوستان میں اسلام کے غلبہ کا خواہاں ہوں پھر یہ حکم ہوا کہ پاکستان کے سوال پر ووٹنگ کے وقت غیر جانبدار ہو جاؤ۔ اور یہ حکم یہ جاننے کے باوجود دیا گیا کہ اس ووٹنگ پر ہی پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہوگا۔ اس لئے پاکستان کو ووٹ نہ دینے کا مطلب پاکستان کے خلاف ووٹ دینا ہے۔

پاکستان کی اس شدید مخالفت کے باوجود جب پاکستان قائم ہو گیا تو مولوی مودودی صاحب جو سارے ہندوستان میں اسلام کو غالب بنانے کے عزم کا اظہار فرمایا کرتے تھے، بھاگ کر سب سے پہلے پاکستان چلے آئے مولانا آزاد، سید حسین احمد مدنی صاحب، مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے بھی پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ مگر جب پاکستان قائم ہو گیا تو ان میں سے ہر ایک نے یہ کہا کہ پاکستانی مسلمانوں کو اپنا نیا وطن مبارک ہو۔ ہم اس کی ترقی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مگر ہم ہندوستان میں ہی رہیں گے اور ہندوستانی مسلمانوں کی خدمت کریں گے مگر پورے بر اعظم میں غلبہ اسلام کے داعی مودودی صاحب کے نائب جناب نصر اللہ خاں عزیز اگست کے تیسرے ہفتہ میں ہی سول سیکرٹریٹ میں مسلم لیگی وزیروں کے دفاتر کا طواف کرتے دیکھے گئے۔ کہ مولوی مودودی صاحب کو ہندوستان سے پاکستان پہنچانے کے لئے ٹرک عنایت ہو جائے۔ جماعت اسلامی کی ایک شاخ ہندوستان میں بھی رکھی گئی۔ مگر سیکولر ہندوستان میں اس جماعت کا موقف اس کے امیر کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ ہم ایک غیر فرقہ وارانہ جماعت ہیں۔ اور بلا امتیاز مذہب و ملت سب کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی سیکولر اور لادین ہندوستان میں تو اس ملک کے وفادار اور خدائی خدمتگار مگر پاکستان میں جو بہرحال مسلمانوں کا ملک ہے "خدائی فوجدار" اور اس ملک کی بہتری کی ہر تجویز کے مخالف ؛

پیغام صلح مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ نمبر ۳۸

ٹائیٹل ایڈ و گرین پریس بیمبر لین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس [illegible] مولوی دوست محمد

جمہوریت اسلامیہ

صوبہ سرحد کے ایک محترم انسان کی نظر میں

صوبہ سرحد کے نامور بزرگ خان بہادر محمد قلی خان، کا حسب ذیل خط حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں موصول ہوا ہے۔

از ملک پورا - ایبٹ آباد
مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۵۵ء

میرے کرم فرما محترم ہادیٔ دین مصطفےٰ سلمہ الرحمان طول عمرہٗ - بعد از سلام مسنون آنکہ کل ایک ضیافت کی تقریب پر مشفقی غلام ربانی خان وکیل سے ملے، رسالہ جمہوریت اسلامیہ کا باہم ذکر آیا، اسلامی نظام حکومت جس کا اس میں ذکر کیا گیا ہے اس میں عدالت اسلام کا نہایت اعلیٰ اور روشن ثبوت دیا گیا ہے، میں عرض کروں گا کہ اس کا انگریزی ترجمہ کر کے امریکہ اور برطانیہ میں تقسیم کیا جائے تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی عدالت کیا تھی یہ کتاب تبلیغ کا کام بفضل خدا بہت اعلیٰ کرے گی، میں نے یہ رسالہ اپنے ایک دوست کو جو سید ہیں اور ریونیو کمشنر ہیں دیا تھا کہ اس کو پڑھیں اور اپنی رائے سے مستفید کریں، انہوں نے پڑھا تو ضرور ہوگا، کیونکہ نہایت نیک مسلمان ہیں۔ لیکن بوجہ کثرت کار سرکار اپنی رائے انہوں نے ابھی تک ارسال نہیں کی۔ میں اس تبلیغی کام کے واسطے فی الحال پشاور سے مبلغ دو صد روپیہ بھیجوں گا۔ کوشش کروں گا کہ اور زیادہ بڑھا سکے۔ خداوند کریم توفیق دے آمین۔

یہ رسالہ جمہوریت اسلامیہ انگریزی میں ترجمہ ہونے کے بعد جاپانی زبان میں بھی ترجمہ کیا جائے جاپان سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بادشاہ کا مذہب چھوڑ دیا ہے اور عیسائیت کی طرف راغب ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملک اسلام کے زرین اصول جہاد اور وحدانیت سے بے بہرہ ہے۔ اگر ایک اصول جہاد اسلام ہی ان کے مغز میں بیٹھ گیا تو بفضل خدا وہ اسلام لے آئیں گے۔ وہ اپنے بادشاہ کیلئے بے دریغ جان قربان کرتے تھے، اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بادشاہ موت کے بعد پھر ان کو زندہ کرے گا۔ نہایت بہادر قوم ہے میرے لڑکے جرنل حبیب اللہ خان نے جنگ عظیم ثانی میں دیکھی تھی جب ... کرنے سے جنت ملتی ہے تو ... ہنستے ہیں ...... دعاؤں میں یاد کیا ... کشمیر اور جموں کی آزادی کی طرف ......

شائع ہوا - ایڈیٹر دوست محمد

از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور
بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی
اہل مد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر
جھنگ

۲۶۳

P.O. Jhang

نمبر ۳۹ | ... ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۵۵ء

تقویۃ الایمان

فرمودہ حضرت مسیح موعودؑ

جماعت کی توجہ کے لئے

میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا دیکھو میں یہ کہکر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ، خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ....

جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں۔ انکی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنےٰ ادنےٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب ظالم، دروغگو، جعلساز اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے۔

قسط نمبر ۲

موجودہ دَور کے اہم اسلامی مسائل

(عبید الرحمٰن ایم اے)

... اسلام کے لئے جدوجہد

ان واقعات کو پڑھ کر شاید آپ خود سوچیں کہ یہ ہمارے ماضی کی داستان یقینی طور پر ایسی ہی تھی۔ اور اس میں شک بھی نہیں لیکن ہم تو بالکل ایک نکلے پھوڑے کی شکل اختیار کر گئے ہیں اور ایک عرصہ سے بہت سی برائیوں کا شکار ہیں۔ صرف اتنا کہنے ہی سے جان بر اری یا مقصد تو حل نہیں ہو جاتا ہم میں سے بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جو یہ محسوس کرتے ہوں کہ ہمارا ماضی قریب کیسا عجیب اور بیکار گذرا ہے۔ پھر وہ لوگ جن کے دل میں اسلام کی لگن ہے اور وہ اسلام اور اس کے احیاء کے لئے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں لگا بھی چکے ہیں جب ان باتوں کو سوچتے ہیں تو کتنا دکھ ہوتا ہے۔ ان تحریروں پر نظر ڈالئے جو آج کل پیش کی جا رہی ہیں۔ جن میں ہماری روزمرہ کی زندگی پر بحث ہوتی ہے۔ جن میں ہماری تعلیم، اخلاق سیاسیات اور اقتصادیات پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ذرا سی دیر کے لئے ان تقاریر، کتابوں اور رسالوں کو دیکھئے جن کے ذریعے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ اسلام کو عوام تک پہنچایا جائے، اس کے پیغام سے ہر شخص کو آشنا کیا جائے۔ پھر یہ ہماری نئی اسلامی سلطنت کا قیام جس کو ہم نے صرف اس لئے حاصل کیا ہے کہ ایک علیحدہ نظام حیات اور ایک اسلامی زندگی رکھنے والے ہیں جو قرآن اور شریعت کے مطابق ہو اور جس کے لئے ہمیں اپنی آزاد سلطنت میں اسے بڑھانے اور پروان چڑھانے کے زیادہ مواقع میسر آسکیں۔ یہ تمام باتیں اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ ہمیں اب بہت کچھ کھوکھرا احساس ہو چلا ہے اور ہمیں ایک اندرونی اور روحانی قوت مجبور کر رہی ہے کہ ہم اپنے فرائض کو پہچانیں۔ ان تبدیلیوں اور ان احساسات سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ضمیر میں ایک حرکت ضرور پیدا ہو رہی ہے اور ہم اپنی نئی امنگوں کو ماضی کے ان تجربات کے ساتھ ملا کر ایک نئے اقدام کی کوشش میں ہیں، جہاں ایک طرف مغربی تہذیب پوری شان و شوکت اور جوبن کے ساتھ ایک طبقہ کو مسحور کرتی نظر آتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اسلامی زندگی بھی اپنی تہذیب کو پوری قوت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ اور اسے بھی ایک طبقہ اپنی رہنمائی کے لئے اپناتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس طبقہ کے لوگ اپنی جدوجہد کو تیز کر کے اس کوشش میں ہیں کہ وہ ایک ایسا مخصوص اسلامی زاویہ نگاہ پیش کریں جو تمام ضروریات انسانی کے لئے بھاری بھرکم ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام زاویوں پر حاوی ہو۔ یہ لوگ اپنی تقاریر، تحریرات اور عمل سے اپنے ان ارادوں کی تکمیل کرتے نظر آتے ہیں۔ پھر ان سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ یہ احیائے اسلام کے لئے ممد و معاون ثابت ہوں گے اور وہ کام کر دکھائیں گے جس کی موجودہ دَور میں شدت سے کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ لیکن ابھی تک یہ کوششیں کسی حد تک زینت محفل، شیرینیٔ گفتار اور گفتگوئے محض کے دائرہ سے آگے نہیں بڑھیں۔ اس لئے کہ آج کا مسلمان بات زیادہ کرتا ہے اور اس پر عمل کم کرتا ہے۔ اور اسی ہنر میں تو یہ یکتائے روزگار سمجھا جاتا ہے اور فنکار کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ انسان زبان کو کس کر ہی بیٹھ جائے اور کسی مسئلہ پر گفتگو ہی نہ کرے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم اس بحث کو اتنا طول نہ دیتے۔ بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ بحث و تمحیص اور گفتگو کے ذریعہ بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں جن سے ہم اور آپ آج کل دوچار ہیں لیکن یہ گفتگو، گفتگوئے محض یا گفتگو برائے گفتگو نہ ہو، بلکہ کسی خاص مقصد کے حصول یا کسی مسئلہ کی پیچیدگی کے حل کے لئے ہو۔ ایک مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اگر گفتگو کرے تو اسلام کے ان بنیادی مسائل پر کرے جو اسلام کے اس ضابطۂ حیات کو پیش کرے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں ورثہ میں ملا تھا۔ یہ گفتگو صرف اس لئے نہ ہو کہ احباب کے ساتھ بیٹھ کر چند لمحات خوش گپیوں میں گذار دیئے جائیں اور اس سے اسلام کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (اور ان کے کام آپس کے مشوروں سے انجام پاتے ہیں)

(سورہ شوریٰ۔ رکوع ۴)

قرآن نے آیت ہذا میں ان مسلمانوں کو سراہا ہے جو آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے کاموں کو نہایت خوبی سے تکمیل کو پہنچاتے ہیں۔ لیکن کسی کام میں صرف مشورہ یا بحث و تمحیص اور گفتگو ہی تو مفید نہیں ہو سکتی یا ہمیں کسی خاص منزل تک نہیں پہنچا سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارا یہ طریقۂ کار یقینی طور پر ہماری اسلامی زندگی کے لئے معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن اس وقت جب کہ ہم اسے سنجیدگی کے ساتھ قبول کریں۔ اور اپنے خیالات کو اس کے مطابق بدلنے کی کوشش کریں۔ بہت کم ایسے مسلمان ملتے ہیں جو سنجیدگی سے کسی آیت پر عمل کرتے ہوں جس کے نتیجہ کے طور پر ہماری وہ برائیاں اور وہ کاہلی اور سستی دور ہوتی نظر آتی ہو جو ہماری زندگی کا جزو بن چکی ہیں۔ اور جس کو ہم خیر باد کہہ کر ان آیات کی روشنی میں تعمیری کام کرتے نظر آتے ہوں۔

آپ یہ پڑھ کر ایک لمحہ کے لئے سوچنے پر مجبور ہوں گے اور یہ سوال کریں گے کہ آخر یہ ہمیں کس تعمیر کے لئے پیغام دیا جا رہا ہے۔ جبکہ ہم نے پہلے ہی ان طریقوں کو اپنانا شروع کر دیا ہے۔ بلکہ اب تو تمام دنیائے اسلام میں یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ اس کاہلی، سستی اور عمل کے خلاف قدم اٹھایا جائے اور اسلام کی ترقی کے لئے نئے نئے ذرائع پر غور و خوض کیا جائے۔ یہی نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام میں چند سالوں سے ایک بیداری کی لہر دوڑ رہی ہے۔ نئے نئے ادارے، اسکول، کالج صنعت و حرفت کے کارخانے قائم کئے جا رہے ہیں، سماجی اصلاحات کی جا رہی ہیں۔ سیاسی آزادی کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں پھر اس سب کے علاوہ کس چیز کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ جس کا اسلام ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ یہ سوال یقیناً آپ کے دل میں آ آ کر پریشان کرتا ہوگا۔ لیکن اس کا جواب بہت آسانی کے ساتھ دیا جا سکتا ہے کہ جس سے آپ خود اتفاق کریں گے۔

کیا آپ واقعی ایمانداری سے اس دنیائے اسلام کی بیداری کو حقیقی اسلامی بیداری سمجھتے ہیں۔ کیا واقعی سنجیدگی سے کسی مسلمان نے بھی سماجی، اخلاقی اور مذہبی طریقہ پر کوئی ایسا کام کیا ہے۔ جس کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے مفید کہا جا سکے۔ اور جو اسلامی مقاصد کو حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہو سکے۔ کیا یہ نہیں ہو رہا کہ مغربی نظریات کو اپنانے کی خاطر اسلامی قدروں اور احکامات کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کو اس طرح موڑ توڑ کر پیش کیا جائے کہ اس کی اصل روح اس میں باقی نہ رہے۔ کیا ہمارے یہ اقدامات چاہے وہ اسکول کی شکل میں ہوں یا دوسرے سماجی اصلاحی کاموں کے لئے ہوں بالکل مغربی تہذیب اور معاشرت کی نقل میں ایک ڈھونگ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔

اگر ہم واقعی احیائے اسلام کے متمنی ہیں تو ہمیں بہت کچھ کرنا ہوگا۔ صرف تصور کر لینا کہ ٹرکی کے پاس بہت سے ہوائی جہاز اور ٹینک ہیں۔ قاہرہ کی یونیورسٹی میں طبی تعلیم کا بہت عمدہ انتظام ہے۔ سعودی عربیہ نے یو۔ این۔ او۔ میں اپنی ساکھ قائم کر لی ہے۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں۔ وہاں کے باشندے اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی سوچا کہ اسلام کے لئے وہ کیا کر رہے ہیں اور ان کی زندگیوں سے اسلام کو کیا فائدے پہنچ رہے ہیں۔ ان کی بالکل وہی حالت ہے جس طرح آج جدید مغرب والوں سے عیسائیت کو کوئی نفع نہیں، حالانکہ ان کی بھی ایک زبردست اکثریت اس بات کی مدعی ہے کہ انہیں مذہبی اعتقادات کے ساتھ ایک وابستگی ہے لیکن یہ دعوے صرف لفظوں تک ہی محدود ہے کیونکہ

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۵۵ء

بدلے ہوئے حالات میں ہمارا فرض

جماعت احمدیہ نے گذشتہ ساٹھ سال کے عرصہ میں جو کام دنیا میں کیا، اسلام کی عظمت دنیا میں قائم کرنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو منوانے اور سب سے بڑھکر اللہ تعالے پر ایک زندہ اور کامل ایمان پیدا کرنے میں جو نمایاں کامیابی اس نے حاصل کی اس کی مثال موجودہ دنیا میں شاید مشکل ہی سے ملسکے، حضرت مجدد وقت کے نفوس قدسیہ کا یہ فیضان کہ اس دہریت والحاد اور دجل و ارتداد کے زمانہ میں جو خود مسلمانوں کو بھی اسلام سے بہت دور لیے جا رہا تھا، خدا کے دین کو قائم کرنے والی ایک ایسی جماعت کھڑی ہو گئی جس نے چار دانگ عالم میں اسلام کی عظمت کا نعرہ بلند کر دیا۔ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس وقت جبکہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلام کے اصول موجودہ سائنس اور فلسفہ کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے، اور دوسری طرف عیسائیت کا تبلیغی جال طرح طرح کی دلفریبیوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہر جگہ پھیلتا چلا جا رہا تھا، خدا کے ان چند بندوں کا اٹھ کھڑے ہونا جنھوں نے مسیح وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے نحن انصار اللہ کا دعوے کیا تھا اور دین حق کا جھنڈا لے کر خود دہریت و الحاد اور عیسائیت کے سب سے بڑے مرکز کی طرف نکل جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ دنیا اس وقت محو حیرت اور انگشت بدنداں تھی کہ ان سر پھرے لوگوں کو کیا ہو گیا، کہ اسلام کا نعرہ انگلستان میں بلند کرنے کا عزم رکھتے ہیں، لیکن یہ حیرت و استعجاب اس وقت خوشی و مسرت اور ایک ایمانی حرارت پیدا کرنے کا موجب ہو گئی، جب انہی سر پھروں کی مجاہدانہ سرگرمیاں اہل انگلستان کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ثابت ہونے لگیں اور لارڈ ہیڈلے سر آرچیبالڈ ہملٹن، ڈڈلے رائیٹ جیسے عظیم المرتبت انگریز لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھکر اسلام کے حلقہ بگوش ہونے لگ گئے، جوں جوں اسلام کا قدم ان ملکوں میں بڑھتا گیا اور نہ صرف انگلستان بلکہ جرمنی اور امریکہ میں بھی پڑھے لکھے انسان مسیح موعودؑ کے نام لیواؤں کے پیدا کردہ اسلامی لٹریچر کے ذریعہ سے اسلام کی عظمت و معقولیت کے قائل ہوتے چلے گئے، مسلمانوں کی بھی ایمانی حرارت بڑھتی چلی گئی، یہاں تک کہ آج شاید ہی کوئی پڑھا لکھا مسلمان ہو جس کو اسلام کی صداقت و معقولیت میں کوئی شک و شبہ باقی رہ گیا ہو،

یہ وہ عظیم الشان انقلاب ہے جو اس چھوٹی سی جماعت نے دنیا میں پیدا کیا ہے، یہی وہ چیز ہے جو حضرت مجدد وقت کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ ایمان کے ثریا سے واپس آنے کا نظارہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور نہیں سوچتے کہ اس کا لانے والا کون ہے۔ واقعات ہمارے سامنے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے مسیح موعودؑ کا انکار کرنا گیا حدیث نبوی لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ابناء الفارس کو جھٹلانا نہیں۔

لیکن بجائے اس کے کہ اس ایمانی حرارت کو حقیقی اور کامل ایمان میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہم نے اسی کو کافی سمجھتے ہوئے اپنی فتح کے شادیانے بجانے شروع کر دیئے اور مسلمانوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ آج ایسی جماعتیں پیدا ہو گئیں جنہوں نے اس نورانی شمع سے روشنی حاصل کر کے جو مسیح موعودؑ اور آپ کے ساتھیوں نے جلائی تھی اس میں سیاست کا بناسپتی تیل ڈالنا شروع کر دیا اور صداقت اسلام کے ان روشن دلائل سے کام لیتے ہوئے جو حضرت مجدد وقت اور آپ کی جماعت نے پیش کئے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہنے لگ گئے کہ اسلام ایک سیاسی مذہب ہے جس کی غرض دنیا میں سیاسی اقتدار پیدا کرنا ہے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جو حرکات آج ان سے سرزد ہو رہی ہیں ان سے صاف نظر آتا ہے کہ اسلام کا سیاسی اقتدار تو محض ایک بہانہ ہے، انہیں صرف اپنا سیاسی اقتدار مطلوب ہے جس کے لئے ہر قسم کی سیاسی چالوں اور ناپاک حربوں سے کام لینا ان کا شعار ہو چکا ہے۔ اور اس ذریعہ سے عوام الناس کی ذہنیتوں کو ماؤف کر کے انہیں ایک ایسا اسلام سکھایا جا رہا ہے جو بظاہر بڑا خوبصورت نظر آتا ہے، لیکن حقیقت سے اسے چنداں تعلق نہیں۔

یہیں تک نہیں وہ لوگ بھی ان میں پیدا ہو چکے ہیں جو موجودہ اسلام کو اسلام ہی نہیں سمجھتے، ان کے نزدیک .... یہ سبھیوں اور کلدانیوں اور نصرانیوں کا اسلام ہے جو عہد نبوت کے بعد ان قوموں کے اثرات سے پیدا ہو کر حدیثوں اور تاریخ میں بکھر دیا گیا۔ حقیقی اسلام کا تیرہ سو سال بعد آج انہی کو علم ہوا ہے، اس سے پہلے مسلمانوں کو نہ فہم قرآن دیا گیا تھا نہ ان میں ایسے خدا رسیدہ لوگ پیدا ہو سکتے تھے، جو خدا سے علم پا کر صحیح اسلام کا پتہ دنیا کو دیتے، یہ پرویزیت کی خصوصیت ہے کہ اس نے قرآن سے ایسا اسلام نکال لیا، جس کو دیتے تیرہ سو سال تک تمام امت بھولی رہی، فرمایئے یہ دعوےٰ نبوت نہیں تو اور کیا ہے، مرزا صاحب پر دعوے نبوت کا الزام لگانے والے اس پرویزی نبوت پر کیوں اعتراض نہیں کرتے، منہ سے نہ سہی، لیکن عملاً اس سے بڑھکر دعوے نبوت اور کیا ہو سکتا ہے؟ بالخصوص جبکہ اس پرویزی اسلام میں ان اعمال و افعال سے بھی گریز کا سبق دیا جا رہا ہے جو تیرہ سو سال تک تمام امت کا شعار اور تعلق باللہ کا ذریعہ سمجھے جاتے رہے ہیں، اور اسلام کی اصل غرض محض حصول دنیا قرار دی جا رہی ہے۔

لیکن ہماری غرض اس جگہ ایسی جماعتوں یا اشخاص پر تبصرہ کرنا نہیں، ہمیں صرف یہ بتانا منظور ہے کہ صداقت اسلام پر جس ایمان کو مسیح موعودؑ نے دلوں میں پیدا کیا تھا، بعض لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھا کر اسلام کو ایسے رنگ میں پیش کرنا شروع کیا ہے کہ گویا وہ صرف دنیا کمانے کا بہترین ذریعہ ہے اور حصول دنیا کے لئے ہر قسم کی جدوجہد ہی اس کا ماحصل ہے اور اس کے بغیر کوئی شخص حقیقی مسلمان نہیں کہلا سکتا،

یہ ہم اپنے پاس سے نہیں کہتے، مودودی اور پرویزی لٹریچر میں اس کے سینکڑوں ثبوت موجود ہیں جن کو بوقت ضرورت پیش کیا جا سکتا ہے، اور انہی باتوں کو دیکھ کر جو نہایت خوبصورت ادیبانہ الفاظ اور لچھے دار عبارات میں پیش کی گئی ہیں، آج کا نوجوان اسلام کی صداقت پر ایمان رکھتے ہوئے اس کی حقیقت سے دور ہٹتا چلا جا رہا ہے اور محض اسی بات کو اسلام سمجھے ہوئے ہے کہ دنیا کی بڑائی اور سربلندی حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہی حقیقی اسلام ہے۔ خدا اور یوم آخر پر ایمان جو اسلام کا اصل الاصول ہے اور وہ اعمال حسنہ جو دینی بہبودی اور اُخروی فلاح کا موجب ہو سکتے ہیں، تمام طور پر عملی زندگی سے نکلتے جا رہے ہیں،

ان بدلے ہوئے حالات میں ہمارا فرض کیا ہے؟ کیا اس اصل ایمان کو جو مسیح موعود لے کر آئے پھر دلوں کے اندر پیدا کرنا یا کم از کم اس زنگ کو جو اس پر چڑھا دیا گیا ہے صاف کرنا ہمارا کام نہیں؟ کیا یہ ضروری نہیں کہ نوجوانوں اور پڑھے لکھے طبقہ کو اسلام کی حقیقت سے آشنا کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ اسلام محض دنیوی اقتدار یا حصول دنیا ہی کا نام نہیں بلکہ وہ خدا کے ساتھ انسان کا ایسا رشتہ قائم کرنا چاہتا ہے جو دنیا اور آخرت میں اس کی فلاح و بہبودی کا موجب ہو۔

یہ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ اس پر ہم آئندہ صحبت میں غور کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا
ملت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا
(مسیح موعودؑ)

احمدیت کی مخالفت کے تین دور

از جناب چودھری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

(۲)

حضرت مرزا صاحب قرآن شریف کی آیات دربارہ ختم نبوت تحریر کرتے ہیں اور صاف اور بیّن الفاظ میں مدعی نبوت ہونے سے انکار کرتے ہیں اور ان معقول اور صداقت سے بھری ہوئی تشریحات کو دیکھ کر اور خود ان سے پوری طرح اتفاق کرتے ہوئے پرویز صاحب یہ فتوے دیتے ہیں کہ حضرت صاحب کو جنوں کا دورہ تھا۔

اب دیکھئے کہ جنون کا صغرا و کبریٰ کیسے تیار ہوتا ہے سیرۃ المہدی کے صفحہ ۵۵ کا ایک حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔ اور نقل کرنے والا کون ہے۔ جو احادیث کے تمام مجموعہ کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہاں حضرت صاحب کی وفات کے ایک طویل عرصہ کے بعد ان کے ایک صاحبزادہ کی لکھی ہوئی تصنیف میں ایک اور انسان کی زبانی ایک واقعہ کو ایسی اہمیت دی گئی ہے کہ اس پر ایک مکمل نظریہ کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ اور روایت کرنیوالا کون ہے ایک ڈاکٹر جو امراض دماغی اور جسمانی کا خود ماہر ہے اور اس ڈاکٹر کی اپنی کیفیت کیا ہے کہ وہ جس کے متعلق روایت کر رہا ہے اس کا عاشق ہے۔ اس کو مامور من اللہ سمجھتا ہے۔ اور اسے مسیح موعودؑ اور مجددؑ اور محدث بلکہ بروزی اور ظلی رنگ میں نبی بھی تسلیم کرتا ہے۔ یہ حوالہ جب پرویز صاحب کے سامنے آیا تو خوشی سے ان کی باچھیں کھل گئیں اور اب وہ دوڑے کسی اتھارٹی کا سہارا لینے۔ لوگوں کے لئے تو انکا فرمان یہ ہے کہ ہر معاملہ میں قرآن آخری اتھارٹی ہے۔ مگر یہاں اپنی خواہش نفس کی تکمیل مقصود ہے۔ تو کتاب اکسیر اعظم جلد اول ص۱۸۸ کو اپنے سامنے رکھ لیا ہے۔ اور اسے خدا کے کلام کا درجہ دے دیا۔ نہ یہ پتہ ہے کہ اس کے لکھنے والا کون ہے۔ اس کی دینی حیثیت کیا ہے اس کے اپنے علم کی کیفیت کیا ہے، وہ کس قسم کے مریضوں کے متعلق کن حالات میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہے مگر یہ منکر حدیث اور آئمہ حدیث کو عجمی سازشی قرار دینے والا قرآن کا عاشق اکسیر اعظم کے اس صفحہ پر ایسا ایمان لے آتا ہے کہ اسے تمام روایات اور درایت، انصاف اور دیانت، عقل اور فہم کے اصول بھول جاتے ہیں اور پکار اٹھتا ہے کہ مرزا صاحب جنون کے مریض تھے اور اس پر مزید تائید کے لئے ایک اور قادیانی ڈاکٹر کے بیان کا حوالہ دیتا ہے جو ریویو آف ریلیجنز بابت ۱۹۲۶ء میں درج ہے۔ اور سمجھ لیتا ہے، کہ اب نہ قرآن کی ضرورت ہے نہ کسی اور استدلال کی۔ وہ قادیانی ڈاکٹر اس کے خیال میں کسی آسمان کے ایسے معصوم فرشتے ہیں کہ ان کے آگے سر تسلیم خم کر لینا چاہیئے مگر پرویز بھول جاتا ہے کہ جن دو ڈاکٹروں کا وہ سہارا لے رہا ہے۔ وہ تو خود مرزا کے کشتہ ناز ہیں اور اس دیوانے پر ہزار ہا فرزانوں کو قربان کرنے کو تیار ہیں۔ اور پرویز یہ بھی بھول جاتا ہے کہ دیوانوں نے کبھی منظم جماعتیں پیدا نہیں کیں۔ مرزا صاحب تو پھر ایسے دیوانے ہیں کہ ان کی جماعت میں اہل علم میں سے اکثر زمانہ کے مشہور ترین اطباء اور ڈاکٹر تھے اور آج بھی جس قدر ڈاکٹر حضرت صاحب کے مریدوں میں ہیں کسی اور جماعت میں نہیں پائے جاتے۔ یہ بھی ایک تصرف الٰہی ہے کہ جس کو تم دیوانہ کہتے ہو۔ دنیا کے جسمانی طبیب خود اس کے دیوانے ہیں اور اسے اپنا روحانی طبیب سمجھتے ہیں۔ ہسٹیریا اور مراق طب کی خاص اصطلاحیں ہیں۔ غیر ڈاکٹر اسے دوران سر اور دیگر معمولی تکلیفوں پر بھی بول دیتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر انہیں مخصوص معنوں میں ہی استعمال کرتے ہیں۔

اصل یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے کبھی نبوت کا دعوے کیا ہی نہیں۔ ان کا محکم ایمان یہ ہے کہ نبوت محمد صلعم پر ختم ہو چکی ہے اور اس لئے وہ مسیح کی آمد کے قائل نہیں بلکہ مسیح کی آمد ثانی بیان کرنے والی حدیث کو از قسم متشابہات سمجھتے ہیں۔ اور ایسی حدیثوں میں جس قدر پیشگوئیاں بیان کی گئی ہیں ان کو تاویل طلب سمجھتے ہیں ان پیشگوئیوں میں جو لفظ نبی اللہ بھی آگیا تھا حضرت صاحب نے اس کو از قبیل متشابہات ہی سمجھا اور اس کی یہ تاویل کی کہ یہاں نبوت سے مراد حقیقی نبوت نہیں جسے قرآن اور حدیث نبوت بیان کرتے ہیں اور جو اسلام کی مشہور اصطلاح میں نبوت کہلاتی ہے۔ بلکہ یہاں نبوت سے مراد لغوی معنوں میں خبر دینا یا پیشگوئی کرنا ہے۔ یہ لفظ نبا سے مشتق ہے اور نبا خبر دینے کو کہتے ہیں، پس حضرت صاحب کا فرمانا یہ ہے۔ کہ اصل نبوت تو ختم ہو چکی ہے اور جو باقی ہے اس سے مراد صرف مکالمات الٰہیہ ہیں جسے قرآن کریم میں لَهُمُ الْبُشْرٰى کہا گیا ہے۔ یہی مذہب صحابہ کا تھا۔ اور اسی پر ہمارے تمام دینی اکابر متفق ہیں۔ اس میں نہ کوئی تضاد ہے نہ تخالف۔ یہ دینی حقیقتوں کی ایک معقول تشریح ہے۔ پرویز صاحب خود اپنے اس مضمون میں حمامۃ البشریٰ ص۹۱ کا حوالہ دیتے ہیں۔ جہاں یہ لکھا ہے:-

"اور ہمیں محمدؐ کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں کیونکہ آپؐ کی برکات ہر زمانہ پر محیط اور آپؐ کے فیض اولیاء اور اقطاب اور محدثین کے قلوب پر......... وارد ہیں" اور اسی لئے اپنے آپ کو بھی ایک ولی سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنحضرت اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ ہم اس کے قائل ہیں۔ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔"

(اشتہار مرزا صاحب مؤرخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ)

مجنون کا خطاب دینے کے بعد مجھے پرویز صاحب کے زیر بحث پمفلٹ میں حضرت مرزا صاحب کا کوئی ایک حوالہ ایسا نہیں ملا۔ جس میں انہوں نے کہا ہو۔ کہ میں مدعی نبوت ہوں۔ میاں محمود احمد صاحب یا کسی دوسرے قادیانی صاحب کا کچھ لکھ دینا نہ ہمارے لئے کچھ حجت ہے اور نہ بانی تحریک احمدیت اس کے لئے جوابدہ ہیں۔ ہمیں مرزا محمود احمد صاحب کے اس نظریہ سے اختلاف ہے۔ کہ حضرت محمد صلعم کی شاگردی میں انسان نبی بن سکتا ہے۔ اگرچہ جس قسم کی نبوت کا تصور مرزا محمود احمد کے دماغ میں ہے وہ بھی نبوت نہیں جس کا سلسلہ حضور نبی کریم صلعم سے پہلے چلتا تھا۔ سابقہ نبوتیں براہ راست نبوتیں تھیں اور وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے وحی حاصل کرتی تھیں۔ اور ایسے انبیاء کسی دوسرے نبی کی امت نہ ہوتے تھے۔ مرزا محمود احمد صاحب کے تصور کی نبوت نہ قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے اور نہ اس کا پتہ حدیث سے لگتا ہے یہ ان کی اپنی وضع کردہ اصطلاح ہے جو قرآن کریم کی نبوت سے بالکل مختلف ہے اس لئے ہم ایسی نبوت کو غیر نبوت ہی سمجھتے ہیں اور اس کو لفظ ولایت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں اگرچہ ہم مرزا محمود احمد صاحب کو غلطی پر سمجھتے ہیں مگر انہیں نشانہ تکفیر بنانے کی جرأت نہیں کرتے۔ کہ یہ ایسی جہالت ہے جو قرآن کو ماننے والے اور نبی کریم صلعم سے عقیدت رکھنے والے سے کبھی سرزد نہیں ہو سکتی۔

پرویزی حملہ کا دوسرا محاذ

آپ نے دیکھ لیا کہ کس طرح پرویز صاحب مرزا صاحب کو مجنون قرار دینے میں اپنی دینی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے ہیں۔ اب آپ حیران نہ ہوں ابھی ہم آپ کو یہ بتائیں گے کہ ابھی ابھی جس عظیم الشان انسان کو مجنون قرار دیا گیا تھا اسے پرلے درجے کا عیّار

اور شاطر قرار دیا جانے لگا ہے۔ اور دونوں متضاد الزامات ایک ہی مضمون میں ایک ہی فنکار قلم نے جمع کر دیئے ہیں اور اس کے پڑھنے والوں سے توقع یہ ہے کہ وہ اس مضمون کے لکھنے والے کو تاریخ مخالفت احمدیت میں منفرد سمجھیں۔

اسی پمفلٹ کے صفحہ ۸۴ پر ارشاد ہوتا ہے:-

"مرزا غلام احمد صاحب نے سب سے پہلے عیسائیت کی مخالفت کے رنگ میں اپنے آپ کو متعارف کرایا اور جب اس طرح سے مسلمانوں کی توجہات کو اپنی طرف کھینچ لیا تو پھر انہیں آہستہ آہستہ جہاد کی حرمت اور انگریزوں کی وفاداری کی افیون پلانی شروع کر دی۔ اور اس مقصد کے لئے کہ افیونی اثر کو عقیدت کی گھاٹیاں بھی* میسر آ جائیں۔ مجددیت۔ مہدویت، بروزیت مسیح موعودیت۔ اور بالآخر نبوت کے جال پھیلائے گئے۔ چنانچہ سادہ لوح مسلمان اس جال میں پھنستے گئے اور جو نہ پھنسے ان کی تمام قوتیں اس تحریک کی مخالفت میں ضائع ہو گئیں۔ یہی انگریز کا مقصود تھا کہ مسلمان کو اس طرح اُلجھایا جائے کہ اس کی توجہ کسی طرف بٹنے ہی نہ پائے"

ان الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب کی شخصیت کو جج کرنے والا پرویز جو ابھی ابھی انہیں مجنون قرار دے رہا تھا محسوس کرتا ہے، کہ اچانک اس پر چودہ طبق کسی ناگہانی قوت اعجاز سے روشن ہو گئے ہیں۔ اور اسی مجنون کے متعلق اب اس پر یہ انکشافات ہوتے ہیں کہ:-

(۱) وہ انگریزوں کا ایک نہایت عیار جاسوس ہے۔

(۲) اس نے ہوشیاری اور دانائی سے مسلمانوں کو انگریز کے دائمی تسلط میں رکھنے کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا ہے۔ اور اس منصوبے کے ماتحت کبھی مجدد بنتا ہے کبھی مہدی۔ کبھی مسیح موعود کی شان میں سامنے آتا ہے اور کبھی نبوت کی مسند پر جا بیٹھتا ہے۔ اور وہ قوم جس سے مخاطب ہوتا ہے۔ وہ اس کے جال میں پھنس گئی اور جو اس جال میں نہ پھنسا وہ اس کی مخالفت میں اپنی قوتوں کو ضائع کرتا رہا، اور یہ سب کچھ

(۳) اس لئے ہوا کہ انگریز یہی چاہتا تھا۔ کہ مسلمانوں کو اس طرح کے اُلجھاؤ میں پھنسا کر اس کی توجہ کسی اور طرف نہ جانے پائے۔ اتنا بڑا اتہام اور اتنا مکروہ الزام پرویز کی قرآنی بصیرت نے نہایت بے باکی اور نہایت بدظنی سے بلا کسی ثبوت کے لگا دیا۔ صرف اس لئے کہ اسے خیال ہے کہ اس کے مضمون کو پڑھنے والے عقل سے کورے اور انصاف سے خالی ہیں۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ بعض لوگ ہر معاملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کے سامنے مرزا غلام احمد کی زندگی ایک کھلا ہوا راز ہے۔ وہ اقتباس کی روشنی میں اس بات کو صاف صاف دیکھ لیں گے

کہ مرزا صاحب نے جو عیسائیت کی مخالفت کی تو کیا اس کی اصل وجہ انگریز کو خوش کرنا تھا؟ جبکہ بدقسمتی سے انگریز خود عیسائی تھا۔ اور اسے بھی اپنا مذہب اتنا ہی عزیز ہے جتنا دوسرے لوگوں کو ہے۔ کیا انگریز کبھی اپنے دین کی مخالفت کو برداشت کر سکتا تھا؟ اور کیا وہ کسی مخالفِ عیسائیت کو اپنا جاسوس بنا سکتا تھا؟ مرزا صاحب نے نہ صرف یہ کیا کہ کسر صلیب کا کام سرانجام دیا بلکہ قائدین عیسائیت کو دجّال کہہ دیا اور یورپ کی اقوام کو یاجوج ماجوج کہہ کر ان کے متعلق حدیث میں بیان کردہ پیشگوئیوں پر سے پردہ اُٹھایا اور اعلان کیا کہ یہ قومیں آپس میں کٹ کر مر جائیں گی اور یہ بات بھی ایک دانشمند فوراً سمجھ لے گا کہ مجدّد ہونے کے دعوے کے لئے انگریز سے کسی سازش کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی یہ صحیح ہے کہ انگریز کو حدیث کا پورا پورا علم تھا اور اس نے احادیث کے ذخیرہ سے حدیث مجدّد نکال کر مرزا صاحب کے پیش کر دی اور انہیں تلقین کی کہ آپ اس حدیث کے مطابق مجدّد کا دعویٰ کر دیں مسیح اور مہدی کی خبروں سے بھری ہوئی احادیث اور ظلّی اور بروزی نبی ہونے کے دعوے بھی انگریز کے فہم و فراست سے بالاتر معلوم ہوتے ہیں۔ اب ہم پرویز صاحب کو کیا کہیں کہ وہ ایک طرف تو مرزا صاحب کو زمانے کا سب سے بڑا چالاک اور عیّار قرار دے رہا ہے اور دوسری طرف انگریز کو حدیث کا ماہر اور اپنے ہی مذہب کا مخالف ثابت کر رہا ہے۔ پھر یہ جو کہہ دیا ہے۔ کہ سادہ لوح مسلمان اس جال میں پھنستے گئے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر ہند میں بسنے والے مسلمانوں کی سوسائٹی تہ و بالا ہو گئی ہے۔ اور مرزا صاحب کے جال نے ان سب کو جکڑ لیا ہے۔ حالانکہ ان مخالفوں کے اپنے قول کے مطابق مسلمانوں کی دس کروڑ آبادی میں سے مرزا صاحب کی وفات کے پچاس برس بعد تک بھی صرف چالیس ہزار کے قریب انسان اس جال میں پھنسے اور مرزا صاحب کی تمام زندگی میں اور زندگی کے بعد اب تک تحریک احمدیت کے خلاف مخالفت کے ایسے طوفان اُٹھتے رہے کہ دنیا کی کسی جماعت یا گروہ پر ایسا تشدّد نہیں برتا گیا۔ تو کیا ایسے مقہور اور مبغوض گروہ کو استحکام سلطنت کے لئے استعمال کرنا انگریز کی کوتاہ اندیشی کا ایک بیّن ثبوت نہ ہوگا۔ مگر دنیا کے تمام مفکرین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ انگریز سے دانا کوئی اس زمانے میں پیدا نہیں ہوئی۔

ہم نے جب پرویز صاحب کے ان دو متضاد الزامات کو ایک ہی مضمون میں بیان کیا ہوا دیکھا تو ہمیں معاً خیال پیدا ہوا کہ دیکھیں قرآن کریم ایسے حالات میں کیا فیصلہ دیتا ہے تاکہ علوم قرآنیہ کے اس علمبردار کے سامنے وہی رکھ دیں۔ ہم نے قرآن شریف کو کھولا تو اتفاق سے سورۃ الطور کے رکوع کی آخری آیات ہمارے سامنے آ گئیں ہم اسے پڑھ کر وجد میں آ گئے۔ اور ہم حیران ہو کر سوچنے لگے کہ پرویز ایسے لوگ اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے انسانوں کے خلاف، اس قسم کے بے جا اور متضاد اتہامات پہلے ہی لگایا کرتے تھے۔ جن سے اُن مرسلین کے دلوں کو سخت تکلیف پہنچتی تھی۔ مجدّد بھی منہاج نبوت پر آتے ہیں۔ وہ بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں۔ اور اسی سرچشمۂ نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اسی لئے اس قسم کے حملوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہوئے تو اُن کے مخالفوں نے بھی بیک وقت ان پر بھی دو الزام لگا دیئے ان کی راست روی، سادہ مزاجی، بے ساختہ پن اور خلوص اور نیک نیتی کو دیکھ کر مخالفین پہلے پہلے تو اور کچھ نہ کہہ سکے انہیں مجذوب اور مجنون مشہور کرنا شروع کر دیا۔ اور جب حضورؐ کی تبلیغ اور وعظ سے لوگوں پر اثر ہونے لگا، حضورؐ کے اخلاص اور سیرت سے متاثر ہو کر آپ پر فدا ہونے لگے تو مخالفوں نے آپ پر ساحر یا کاہن کا الزام لگا دیا ان حالات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کو تسکین دینے کے لئے کیا ہی پیارے انداز میں فرمایا ہے:-

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝

ترجمہ:- سو نصیحت کرتا رہ تو اپنے رب کی نعمت سے کاہن نہیں اور نہ ہی دیوانہ ہے۔

ملک عرب میں کاہن وہ ہوتا تھا جو سائل کے کلام اور فعل اور حال وغیرہ پر غور کر کے ایسی باتوں کا استدلال کر لیتا تھا۔ جن سے اُسے امور غیبی معلوم ہو جاتے تھے۔ پس ایک شخص بیک وقت مجنون اور کاہن نہیں ہو سکتا اللہ تعالےٰ نے اس میں اپنے نبی کو بڑی تسلّی دی ہے کہ یہ لوگ ایسی متضاد باتوں اور نامعقول الزامات سے آپ کو رنجیدہ خاطر کرتے ہیں اور ظلم ناروا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر آپ صبر کریں۔ اور ان کو نصیحت کئے جائیں اور اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال رہے گا اور دنیا پر خود بخود روشن ہو جائے گا کہ آپ نہ تو عیّار اور شاطر تھے اور نہ مجنون اور دیوانے اسی طرح سورہ نٓ کے ابتدا ہی میں یہ ارشاد ہوا:-

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝

ترجمہ:- دوات (گواہ) ہے اور قلم اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں۔ اور یقیناً تیرے لئے اجر ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا اور تو یقیناً عظیم الشان اخلاق پر (قائم) ہے"

اور اس سے دو فقرے آگے چل کر ارشاد ہے :-

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝

ترجمہ :- سو تو دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو جنون ہے۔

یہاں نٓ سے مراد دوات ہے اور نٓ اور قلم کو بطور شہادت کے پیش کیا ہے۔ تو مقصد یہ ہے۔ کہ دنیا جوں جوں علوم میں ترقی حاصل کرے گی تو وہ علوم خود ہی پکار اٹھیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عظیم الشان انسان جس کا دنیا کے علوم پر بڑا احسان ہے مجنون نہیں ہوسکتا اور آنے والے زمانے کے اہل بصیرت بالآخر دیکھ لیں گے کہ آیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجنون تھے - یا ان پر الزام لگانے والے۔ کاش کہ پرویز اکسیر اعظم پر نگاہ ڈالنے سے پیشتر قرآن کریم پر نگاہ ڈالتا - جس سے بصیرت حاصل کرنے کا وہ مدعی ہے - اگر وہ ایسا کر لیتا تو ایسے متضاد اور خلاف واقعہ اور خلاف دیانت اور تقویٰ الزامات نہ لگاتا - اس سے پہلے اس قسم کے الزامات لگانے والوں کا حشر اس کے سامنے ہے، اور حضرت مرزا صاحب کی گذشتہ پچاس سالہ مخالفت پر اس نے خود اظہار خیال کر دیا ہوا ہے کہ مولوی صاحبان کو شکست خوردہ اور مغلوب قرار دیدیا ہے۔

پرویز کے حملہ کا تیسرا محاذ

پرویز صاحب نے اپنے اس پمفلٹ میں لوگوں کو اشتعال دینے کے لئے یہ لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب انگریزوں کے خوشامدی تھے اور اپنی تحریروں میں انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ لوگ انگریزوں کے وفادار رہیں - پرویز صاحب یہ بات بھول گئے ہیں کہ جس زمانے میں حضرت صاحب نے انگریزوں کی تعریف کی ہے۔ اس زمانے کے تمام قائدین ملت انگریزوں کی تعریف کرتے تھے - پنجاب میں تو خیر سکھوں کا زمانہ تھا اور ان کی وجہ سے مسلمان آبادی غایت درجہ مظلوم تھی۔ جب سکھ مغلوب ہوئے اور انگریزی عملداری شروع ہوئی تو مسلمانوں نے آرام کا سانس لیا - جب ان کے حامدین سکھ اور انگریز کی حکومت کا مقابلہ کرتے تھے تو بے اختیار ان کی زبان سے انگریزوں کی تعریف کے کلمات نکلتے تھے - چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف سکھ لٹریچر میں لکھا ہے :-

" سکھوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا جذبہ بے پناہ تھا - مسلمان - مردوں، عورتوں - بچوں کو بے دریغ قتل کیا گیا - اور ان کے گاؤں بالکل تباہ کر دیئے گئے، عورتوں کی بے حرمتی کی گئی، اور مزار اور مسجدیں گرادی گئیں "

سکھوں کی اس قسم کی زیادتیوں سے مسلمان بہت خستہ حال ہو چکے تھے - ادھر دہلی میں غدر برپا ہو گیا اور انگریز مسلمانوں سے بدظن ہو گئے - حضرت مرزا صاحب اور سرسید کا زمانہ تقریباً ایک ہی تھا سرسید احمد صاحب مسلمانوں کے اسی زمانہ میں مسلمہ لیڈر رہے تھے اس کا بھی طریقہ کار وہی تھا جو مرزا صاحب کا تھا اور اس زمانہ کے لحاظ سے مسلمانوں کے لئے یہی بہترین طریق کار تھا - انگریز مسلمانوں کو غدار سمجھتا تھا اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلا ہوا تھا - اس وقت کے تقریباً تمام علماء مسلمانوں کی طرف سے انگریز کے سامنے وفاداری کا اظہار کرتے تھے - تاکہ اس کا غصہ فرو ہو، اور وہ اس قوم کے درپئے آزار نہ رہے چنانچہ اس زمانہ کے علماء نے اپنے پیروؤں پر برٹش گورنمنٹ کی وفاداری کی تلقین کی - اور سرسید احمد صاحب کی کتاب "اسباب بغاوت" کے شائع ہونے کے بعد ملک کے سات بڑے علماء نے ۱۷ر جولائی ۱۸۷۰ء کو اس مضمون کا ایک فتوے شائع کیا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد جائز نہیں - حضرت مرزا صاحب کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی ہے۔ آپ کی وفات کے بعد ندوہ نے جو مسلمانوں کی چوٹی کی مذہبی درسگاہ مشہور ہے - جولائی ۱۹۰۸ء میں اپنی پالیسی کا یوں اظہار کیا :-

" ندوہ اگرچہ پالٹکس سے بالکل الگ ہے - لیکن چونکہ اس کا اصلی مقصد روشن خیال علماء کا پیدا کرنا ہے - اور اس قسم کے علماء کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ کی برکات حکومت سے واقف ہوں اور ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں "

(الندوہ جلد ۵، جولائی ۱۹۰۸ء ص ۱)

انگریز کی وفاداری کا خیال مسلمانوں کے دماغوں پر یہاں تک مسلط تھا - کہ مرزا صاحب کی وفات کے چند سال بعد جب جنگ عظیم شروع ہوئی - تو مسلمانوں کے تمام اکابر علماء نے ٹرکی کے بالمقابل انگریز کا ساتھ دیا مسلمانوں کے شعراء نے وفاداری کے اظہار کے لئے معرکتہ الآرا نظمیں لکھیں - اور اس ضمن میں ایک نظم اخبار حق لاہور میں اور رہبر کانپور کے رسالہ زمانہ میں بھی شائع ہوئی تھی، اور اس کے لکھنے والے نے یونیورسٹی ہال لاہور میں اسے نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر لوگوں کو مسحور کر دیا - جس کا ایک بند ہم ذیل میں درج کرتے ہیں ؎

اے تاجدار خطۂ جنت نشان ہند
روشن تجلیوں سے تیری خاوران ہند
تیغ جگر شگاف تیری پاسبان ہند

. . . .

ہنگامۂ وغا میں میرا سر قبول ہو
اہل وفا کی نذر محقر قبول ہو

ہم پرویز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اپنے حافظہ پر زور دیکر بتلائیں کہ ۱۹۱۴ء میں یہ کون صاحب ہیں جو وفاداری کے جوش میں انگریزی حکومت کے سامنے ترکی کے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنا سر پیش کر رہے ہیں - اور اگر انہیں یاد نہیں پڑتا تو وہ ذرا اپنا سر پکڑ لیں کہ ہم ان کو بتانے لگے ہیں کہ وہ حضرت کے رستے ممدوح و متبوع علامہ سر محمد اقبال صاحب ہیں اور اگر پرویز صاحب ہمیں اجازت دیں تو ہم ان کی خدمت میں ان سے یہ بھی استفسار کریں کہ ۱۹۴۷ء تک وہ خود حکومت کے وفادار ملازم تھے - اور ملازمت کے وقت انہوں نے کیا حلف وفاداری دیا تھا - اور کیا کبھی اس حلف کو توڑنے کا انہیں کوئی موقعہ ملا - حضرت پرویز ؎

اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ہم اس سے زیادہ اس موضوع پر کچھ زیادہ نہیں لکھنا چاہتے اگر کسی نے اس پر سیر کن بحث دیکھنی ہو تو ایک کتاب "بانی سلسلہ احمدیہ اور انگریز" مؤلفہ عبدالرحیم درد ایم اے دیکھ لیں - جو حال ہی میں احمدیہ کتابستان ربوہ نے شائع کی ہے۔

ایک الزام

پرویز صاحب نے اپنے اس مضمون میں حضرت مرزا صاحب پر یہ بھی الزام لگایا ہے. کہ انہوں نے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے - مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں بار بار لکھا ہے کہ قرآن کریم کا ایک شوشہ یا نقطہ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا - چنانچہ اپنی کتاب مواہب الرحمان میں تحریر فرماتے ہیں :-

" کہ جو شخص قرآن شریف میں کم و بیش کچھ پیش کرے وہ شیطان اور بدکاروں میں سے ہے " ہاں ہمارے علماء اس امر کے ضرور قائل ہیں کہ قرآن شریف کی متعدد آیات منسوخ ہیں - پس مرزا صاحب پر یہ اتہام باندھنا کہ آپ نے قرآن کی آیات کو منسوخ کیا - صریح ظلم اور شرارت ہے، آپ نے صرف یہ کیا کہ بحیثیت مجدد اور مصلح ہونے کے دنیا کو یہ بتلایا کہ اسلام نہ بزور شمشیر پھیلا ہے اور نہ ہی تلوار کے زور سے کسی کو اسلام پر قائم رکھا جا سکتا ہے - مرزا صاحب کے خیال میں کفار سے صرف اس وقت جنگ ہو سکتا ہے جبکہ وہ لوگوں کو دین سے روکیں اور اسلام کا نور بجھانے کے منصوبے کریں اور مسلمانوں سے برسر پیکار ہو جائیں - پس انگریزی حکومت کے مقابلے میں محکومیت کی حالت میں تلوار اٹھانا مرزا صاحب کے نزدیک جہاد نہ تھا - چنانچہ ان کے اپنے الفاظ تحفہ گولڑویہ میں یہ ہیں :-

" لاشك ان وجوه الجهاد معدومة في هذا الزمن وهذه البلاد - یعنی جہاد کی شرائط اس ملک میں اور اس زمانے میں پائی نہیں جاتیں " یہ وہ بات تھی جو گاندھی نے کہی اور تمام مسلمانوں نے اس کی تقلید کی - مگر جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کہی تو سب غیظ و غضب سے مشتعل ہو گئے - اور درحقیقت مسلمانوں کی اپنی حالت بھی ایسی تھی کہ وہ کسی قسم کے جہاد کے لئے تیار بھی نہیں

ہو سکتے تھے۔ اور اب تک پاکستان و ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا اپنا عمل حضرت مرزا صاحب کے اس قول کے مطابق ہے ہم نے نہ ڈاکٹر اقبال کو جہاد کرتے دیکھا اور نہ پرویز کی فوج ظفر موج نے کفار کے قلعے اور ممالک فتح کئے۔ اس موضوع پر مفصل بحث عبدالرحیم صاحب درد نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں کر دی ہے۔ ہم یہاں صرف ایک امر کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں، پرویز صاحب نے جہاد کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ انگریزوں کو پہلے تو فطری طور پر مسلمانوں سے خدشہ تھا کہ جہاد کا عقیدہ ان کی رگ و ریشہ میں پیوست ہے اور پھر حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے عملی جہاد نے انہیں اور بھی ڈرایا۔ اس لئے انہوں نے حضرت مرزا صاحب سے سازش کر لی۔ چنانچہ وہ اپنے اس مضمون کے صفحہ ۸۲ کے آخر میں خود ہی طیش میں آ کر اور جوش میں آ کر لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ ان کی بڑی سازش تھی۔ ادھر ہمارا سادہ لوح ملاّ۔ وہ بھلا ان حربوں کو کیا سمجھ سکتا۔ وہ یہی سمجھتا رہا کہ یہ بحث خاتم بالفتح اور خاتم بالکسر کی ہے اور نہ سمجھ سکا کہ اس بحث کے پردے میں کھیل کیا کھیلا جا رہا ہے۔"

اور صفحہ ۸۳ پر پرویز صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت سید احمد بریلوی کی تحریک جہاد اس خدشہ کو واقعہ کی صورت میں سامنے لے آئی۔"

اب دیکھیں کہ واقعات کیا بتلاتے ہیں۔ سید احمد صاحب بریلوی نے ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء میں سکھوں کے خلاف اعلان جہاد کیا اور ۱۸۳۱ء میں سکھوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور ان کی شہادت میں سرحد کے غدار مسلمانوں کا ہاتھ تھا۔ یہ تحریک سید صاحب کی وفات کے بعد اپنی جارحیت اور عسکری طاقت کھو بیٹھی۔ اس تحریک کے بانی نے انگریزی عملداری سے نکل کر سکھوں کی حدود سلطنت میں داخل ہو کر علم جہاد بلند کیا اس زمانہ میں سکھوں کی حکومت زیادہ تر ستلج تک ہی محدود تھی اور لدھیانہ سے آگے سارے ہندوستان میں انگریزوں کا اقتدار تھا۔ انگریزوں کے متعلق اس وقت کے حالات کے تحت سید صاحب نے اپنی سوانح عمری میں بالکل انہی خیالات کا اظہار کیا جو کہ بعد میں حضرت مرزا صاحب۔ اور سید احمد صاحب اور دیگر علماء ہند ظاہر کرتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کا انگریز ۱۸۵۷ء کے غدر سے قبل زیادہ شریف تھا اور غدر کے بعد وہ ہندوؤں کے پروپیگنڈا کے ماتحت مسلمانوں سے بدظن ہو گیا تھا اور اس بدظنی کو دور کرنے کے لئے اس زمانہ کے علمائے دین نے جہاد کے مسئلہ کی صحیح تشریحیں کیں اور مسلمانوں کے متعلق جو حکومت کے حلقوں میں بدگمانیاں اور غلط فہمیوں کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ انہیں دور کرتے رہے۔

حضرت سید احمد بریلوی کے اپنی زمانہ کے انگریزوں کے متعلق خیالات

فرماتے ہیں:۔

"اور سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے۔ مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم و تعدی نہیں کرتی۔ اور نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادت سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتے بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔"

یہ وہ خیالات تھے جن کی بناء پر سید احمد صاحب نے انگریز کی حدود میں جہاد کا اعلان نہ کیا۔ بلکہ وہاں سے نکل کر سکھوں سے نبرد آزما ہوئے۔ کیونکہ سکھ مسلمانوں کی عبادتوں میں مخل ہوتے تھے۔ اور انہیں اشاعت اسلام کی اجازت نہ دیتے تھے۔ سید صاحب کے دماغ میں جہاد کا صحیح مفہوم موجود تھا اور وہ اسے بطور پولیٹیکل سٹنٹ کے استعمال نہ کرتے تھے۔ ہم تو حیران ہیں کہ ایک طرف تو مرزا صاحب کی سختی سے سخت مخالفت کی جاتی ہے۔ اور جب سے انہوں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کے خلاف مخالفتوں اور عداوتوں ظلموں اور تعدیوں کے طوفان اٹھائے جاتے رہے ہیں۔ اور اب تک مخالفت کی آندھیاں برابر پوری تندی اور شدت سے چل رہی ہیں اور مسلمانوں کا یہ فقیہ ہمیشہ ان کا اور ان کی جماعت کا دشمن رہا ہے۔ مگر یہ کیا طرفہ تماشا ہے کہ جونہی مرزا صاحب نے فرمایا کہ موجودہ حالات میں اس ملک میں جہاد کی شرائط موجود نہیں ہیں۔ جمہور مسلمانان ہند و پاکستان نے اپنی گردنیں ان کے اس فرمان کے سامنے جھکا دیں اور اپنی تلواروں کو میانوں میں کر لیا۔ ان کے بڑے بڑے شعلہ مقال خطیب اور آتش بیان مقررین، پرجوش اور تند مزاج سیاسیین اور دلوں کو مسخر کرنے والے اور قلوب پر حکومت کرنے والے زعماء نے یکسر جہاد کا خیال ترک کر دیا۔ حضرت مرزا صاحب کی یہ بے نظیر اطاعت اور ان کے فرمان کی ہندوستان میں مقبولیت ان کی وفات کے پچاس سال بعد تک چل رہی ہے۔ اور اگر ہم اپنی قوم سے نفسیاتی تجزیہ میں غلطی نہیں کرتے تو یہ اطاعت سینکڑوں برس آئندہ بھی چلے گی۔

مردے از غیب بروں آید:۔

کیوں پرویز صاحب ہمارے ان خیالات کی تردید کا حوصلہ ہے؟ اگر ہو تو کشمیر کے لئے تو کم از کم ستیہ گرہ کی تحریک کو روک دیجئے اور مرد میدان بن کر تلوار لے کے جہاد کا اعلان کر دیجئے۔ قلم سے تو آپ جب چاہیں جہاد کے شعلے بھڑکا دیتے ہیں مگر افسوس کہ تلوار کا جہاد طلوع اسلام کے دفتر میں نہیں ہو سکتا اس کے لئے باہر کا وسیع میدان چاہیئے۔ اٹھئے "مرزائیوں" کو جہاد منسوخ کرنے کی وجہ سے متہم کرنے کی بجائے جہاد پر عمل پیرا ہو کر اپنے لئے عرب و عجم کی دنیا میں ایک مقتدر مقام حاصل کیجئے۔ ورنہ قلمی جہاد میں تو ہم بھی ایک عرصہ سے مشغول ہیں اور آپ نے بھی کاغذی گھوڑے دوڑائے ہیں۔

آؤ اب مسلمانوں پر رحم کریں اور اس قسم کی فضول بحثوں اور باہمی نزاعوں اور فتویٰ بازیوں اور کفر سازیوں اور بہتان طرازیوں اور دشنام دہیوں اور نوردہ چینیوں اور بیہودہ اعتراضات سے دستکش ہو جائیں۔ اور قوم کی توجہ کو کسی تعمیری کام پر لگائیں۔ آپ اپنے رنگ میں اشاعت قرآن اور تبلیغ دین کا فریضہ ادا کریں۔ ہم اپنی طرز پر کرتے ہیں۔ یہ کام باہمی تعاون اور رواداری سے کیا جا سکتا ہے تخریبی کاموں میں اپنی عمریں ضائع کرنے سے باز آ جائیں۔

مخالفوں کا اپنا ردِ عمل

احمدیت کی دونوں جماعتیں گزشتہ چالیس سال سے مخالفوں کو پکار پکار کر یہ کہتی رہی ہیں کہ خدا کے لئے ہمارے ساتھ ہمارے مسلمات کی بناء پر بحث کریں اور یہ صریح ظلم ہے کہ ہماری طرف ان لایعنی باتوں کو منسوب کیا جاتا ہے جن کے ہم قائل نہیں اور جو ہمارے عقائد میں سے نہیں۔ چنانچہ اسی مضمون زیر بحث میں پرویز صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی طرف صاحب شریعت ہونے کا دعوےٰ منسوب کیا ہے حالانکہ مرزا صاحب کی دونوں جماعتوں میں سے کوئی جماعت آپ کو صاحب شریعت نبی نہیں مانتی۔ کیا یہ جاتا ہے۔ کہ سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے اور اصل مفہوم کو بگاڑ کر عبارتیں نقل کی جاتی ہیں اور لکھنے والا جو تاثر پیدا کرنا چاہتا ہے نقل کرنے والا اس کے برعکس تاثر پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ پرویز صاحب نے اربعین ۴ کا جو حوالہ دیا ہے وہ بھی اسی قسم کے حوالوں میں سے ہے۔ حضرت صاحب بحث کر رہے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے وہ تئیس برس سے زیادہ مہلت نہیں پا سکتا اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ تو اس پر یہ کہا گیا کہ یہ صاحب شریعت کے افتراء کا ذکر ہے نہ کہ ہر ایک مفتری کا اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ دعوےٰ بے دلیل ہے خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ اس کے بعد وہ الفاظ آتے ہیں جو پرویز نے نقل کئے ہیں یعنی:۔

"یہ بھی سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے! جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہ صاحب شریعت ہو گیا۔ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی ...... چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا اب دیکھو خدا نے میری وحی تعلیم اور بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو معیار نجات ٹھہرایا۔"

(اربعین ۴ ص ۶ مع حاشیہ۔ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب)

افسوس کہ اس حوالہ کو نقل کرتے ہوئے پرویز صاحب اسی صفحے کی یہ عبارت حذف کر گئے ہیں وہ یہ ہے:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعے سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو، زنا نہ کرو، خون نہ کرو، اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے۔ جو مسیح موعود کا کام ہے پھر وہ دلیل تمہاری کیسی گاؤ خورد ہو گئی۔ کہ اگر کوئی شریعت لاوے اور مفتری ہو تو وہ تئیس برس تک زندہ نہیں رہ سکتا۔"

اب آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا صاحب کے زیر بحث بات کیا تھی اس پر وہ دلیل کیا دینا چاہتے تھے اور پرویز صاحب نے اس سے کیا نتیجہ نکالا۔ یہاں بھی درحقیقت مرزا صاحب نے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ نہ کہ نبی ہونے کا یہ چہ جائیکہ صاحب شریعت نبی ہونے کا۔ پس یہ نہایت ظلم ہے کہ اپنے مخالف سے انصاف نہ برتا جائے اور اللہ خود

اس کی طرف کچھ مفتریات منسوب کر لی جائیں اور پھر اس کو نشانۂ ملامت بنایا جائے یہ اہلِ حق کا شیوہ نہیں۔

اب ہوا یہ کہ ایک طرف مودودی صاحب کے خلاف تمام دیگر علماء اور جماعتیں گذشتہ فسادات میں ان کے طرزِ عمل کے پیشِ نظر پل پڑیں اور ان پر طرح طرح کے اعتراضات کرنے شروع کر دیئے ان کی بے شمار کتابوں ہی سے اپنے حسبِ مطلب حوالے نکال نکال کر پیش کئے جانے لگے اور انکی بناء پر انہیں مطعون کیا جانے لگا جس سے وہ بہت گھبرائے اور حق و صداقت کا واسطہ دینے لگے۔ اور کہنے لگے کہ خدا کا خوف کرو۔ میری عبارتوں کو کانٹ چھانٹ کر نہ پیش کرو میرے مسلمات میرے سامنے رکھ کر بحث کرو اور اسی طرح پرویز صاحب پر بھی چاروں طرف سے حملے شروع ہو گئے اب وہ بھی چیخے اور چلائے کہ خدا را مجھ پر رحم کرو میری باتوں کے وہی معنے لو جو میں بیان کرتا ہوں۔ غلط باتیں میری طرف منسوب نہ کرو، تو یہ درحقیقت ردِ عمل ہے ان کی اپنی پوزیشنوں کا جو وہ خود احمدیت پر بے دردی سے آج تک کرتے چلے آئے ہیں۔ مودودی صاحب کی جماعت کو بیسیوں دفعہ مختلف عنوانات سے اپنی پوزیشن کو صاف کیا ہے۔ کہیں عنوان ہے "صریح غلط بیانیاں"، کہیں "تحریفیں اور سیاق و سباق سے علیحدگی"۔ خود مولانا مودودی صاحب نے اپنے تازہ ترین یعنی جولائی ۱۹۵۵ء کے ترجمان القرآن میں اشارات کے زیرِ عنوان یہی رونا رویا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ اسی رسالہ کے صفحہ ۲ پر یہ ہیں :-

"کسی معاشرے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی کہ اس میں جب بھی کسی کو کسی سے اختلاف ہو۔ تو وہ "جنگ میں سب کچھ حلال ہے" . . . . کا ابلیسی اصول اختیار کر کے اس پر ہر طرح کے جھوٹے الزامات لگائے۔ اس کی طرف جان بوجھ کر غلط باتیں منسوب کرے اس کے نقطۂ نظر کو غلط صورت میں پیش کرے۔ سیاسی اختلاف ہو تو اسے غدارِ وطن ٹھہرائے۔ مذہبی اختلاف ہو تو اس کے پورے دین و ایمان کو متہم کر ڈالے۔ اور لٹھ لے کر اس کے پیچھے اس طرح پڑ جائے کہ گویا مقصدِ زندگی بس اسی کو نیچا دکھانا رہ گیا ہے۔ اختلاف کا یہ طریقہ صرف اخلاقی لحاظ سے معیوب اور دینی اخلاق سے دور ہے بلکہ عملاً بھی اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں"

کیا خوبصورت الفاظ ہیں اور کیسی دل آویز نصیحتیں ہیں کاش اگر مولانا خود بھی ان اصولوں پر احمدیت کو زیرِ بحث لاتے وقت عمل کریں۔

اسی طرح طلوعِ اسلام میں اسی قسم کی چیخ و پکار کی گئی ہے۔ مخالفوں نے جب چاروں طرف سے دھاوا بولا اور ان ہتھیاروں سے پرویز پر حملے شروع کر دیئے جن ہتھیاروں سے وہ احمدیت پر حملہ آور ہوتا ہے۔ تو طلوعِ اسلام مؤرخہ ۱۷ اگست ۱۹۵۵ء میں اس نے یوں احتجاج کیا۔ اس کے الفاظ میں اس ملک کے تمام باشندوں کے لئے غیرت کے درس اور ندامت کی [illegible] ہیں۔ "طلوعِ اسلام" صفحہ ۵۸ پر یہ احتجاج زیرِ عنوان "اربابِ شریعت کی دیانت" یوں درج ہے "آج سے ذرا پہلے تک ہمارے ہاں علماء شریعت کی بالعموم یہ کیفیت تھی کہ وہ اپنے عقاید میں بڑے پختہ اور متشدد ہوتے تھے۔ اور مخالف فرقہ کے معتقدات پر کڑی سے کڑی تنقید کرتے تھے۔ لیکن اس تنقید میں ان کا مسلک یہ ہوتا تھا کہ مخالف کے عقاید کو اسی کے عقاید میں بیان کرتے اور پھر ان کی تردید کرتے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ خود اپنے ذہن سے مخالفین کے عقاید کو وضع کرتے اور پھر انہیں بنا کر اعتراضات بنا لیتے۔ وہ خدا سے ڈرتے تھے۔ اور اس قسم کی حرکات کو دیانت اور تقوے کے خلاف سمجھتے تھے۔ لیکن نہ۔ ہمارے دور کے مدعیان کی کیفیت بالعموم ان سے مختلف ہے۔ اب یہ فریقِ مخالف کے متعلق خود ہی کچھ باتیں وضع کرتے ہیں اور ان باتوں کو اس کی طرف منسوب کر کے سب و شتم کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ وہ بیچارا لاکھ چلائے کہ یہ میرے معتقدات نہیں۔ اس کی ایک نہیں سنتے۔ اپنا پروپیگنڈا بدستور جاری رکھتے ہیں۔ اس کی ایک بیّن مثال لی جائے "طلوعِ اسلام" کو ایک عرصہ سے منکرِ حدیث اور منکرِ سنت قرار دیکر ہدفِ طعن و تشنیع بنایا جا رہا ہے اور یہ سب کچھ ان عقاید کی بناء پر کیا جا رہا ہے جو "طلوعِ اسلام" کے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا پروپیگنڈا کرنے والوں نے خود ہی اپنے ذہن سے تراش رکھے ہیں"

ہمیں مودودی صاحب اور پرویز صاحب سے اس بارے میں دلی ہمدردی ہے ہم خود مدت مدید سے ایسے ہی مظالم کے شکار چلے آتے ہیں، امید ہے کہ اب چونکہ ان کے اپنے جسم چھلنی ہونے ہیں۔ وہ آئندہ ہم سے انصاف کریں گے اور ہمارے ان عقاید کو زیرِ بحث لائیں گے جنہیں ہم علانیہ تسلیم کرتے ہیں اور ہماری طرف ایسی چیزوں کو منسوب نہ کریں گے جن سے ہم پچاس سالوں سے انکار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم نے پرویز صاحب کے مضمون پر ذرا وضاحت اور تفصیل سے بحث کی ہے۔ ہمارے لٹریچر میں ابھی تک پرویز پر اس نوع کی بحث نہیں ہوئی۔ ہم نے احمدیت کی تعلیمات بھی واضح کر دی ہیں۔ دشمنوں کے اعتراضات کی ساری تاریخ پر بھی ایک اچٹتی سی نگاہ ڈال دی ہے اور موجودہ مخالفین تحریکِ احمدیت کی رائے دورِ اول کی مخالفت کے متعلق بھی نقل کر دی ہے اور اس دور کے جھوٹے پروپیگنڈا کی قلعی بھی کھول کر رکھ دی ہے اور ہم نے احمدیت کی مصفا اور صحیح شکل و صورت اس کے اصل خد و خال میں رائے عامہ کے سامنے پیش کر دی ہے اور "صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے"، کا بھی اعلان کر دیا ہے کہ وہ اس تنازعہ کا آخری فیصلہ انصاف اور دیانت سے کریں اور اس قسم کے فتنہ پردازوں اور مفسد گروہوں کے تعاون سے دستبردار ہو جائیں۔

ہم آخر میں فیصلہ کا ایک قطعی معیار بھی پیش کر دیتے ہیں۔ اور مخالفوں پر اس معیار کی رو سے بھی اتمامِ حجت کر کے اس مضمون کو ختم کر دیتے ہیں۔

پرکھنے کا قطعی معیار

ایک زمانہ تھا کہ اسلام کے مبلغین عام ہندوؤں سے بالعموم اور آریہ سماج کے پیروؤں سے بالخصوص یہ مطالبہ کیا کرتے تھے۔ کہ ہمیں اپنی الہامی کتابوں سے ہندو کی تعریف نکال کر دکھا دو۔ کیونکہ اس ملک میں خدا کے پرستار بھی ہندو کہلاتے ہیں اور منکرینِ خدا بھی ہندو۔ بت پرست بھی ہندو۔ بت شکن بھی ہندو، ویدوں کے ماننے والے بھی ہندو۔ ویدوں کے منکر بھی ہندو۔ مگر ہندوؤں سے آج تک مسلمانوں کے اس مطالبہ کا جواب نہ بن سکا۔ خود مسلمانوں کی اس زمانہ میں یہ حالت تھی کہ مسلم کی تعریف ان کے نوکِ بر زبان تھی۔ یعنی جو کلمۂ طیبہ کا قائل ہو وہ مسلمان ہے۔ کلمۂ طیبہ سے مراد توحیدِ الٰہی اور رسالتِ محمدیہ پر ایمان ہے۔ یہ حالت ایک مدت دراز تک رہی۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ مسلمان آپس میں دست و گریبان ہونے لگے اور تکفیر کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ہر ایک فرقہ دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے لگا۔ حالانکہ سب فرقوں کا خدا ایک تھا۔ نبی ایک تھا۔ قرآن ایک تھا۔ شریعت ایک تھی۔ ارکانِ اسلام ایک تھے مگر قوم پر ایک جنون سوار تھا اور وہ دیوانہ وار ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرا تھے۔ اس کے بعد ایک اور زمانہ آیا اور کچھ نئے مصلحین اور صالحین پیدا ہوئے اور وہ تمام فرقوں کو توحید اور رسالت۔ قرآن اور شریعت پر تو جمع نہ کر سکے مگر ایک مخصوص فرقہ کو تکفیر پر سب کو عارضی طور پر جمع کر دیا یعنی تمام جماعتیں اور فرقے احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے پر اکٹھے ہو گئے اور یہ اجتماع بھی آخر تلخ حقائق سے معرضِ وجود میں آ جانے کے بعد ٹوٹ گیا اور ان فرقوں کی پھر آپس میں پرانی عداوتیں اور رقابتیں اعادہ کر آئیں۔ اب ان تمام اندرونی مناقشات کے فیصلہ کا ایک آسان علاج یہ ہے کہ ہمارے اس دور کے روشن خیال علماء اور "طلوعِ اسلام" کے بانی ایک دفعہ پھر دنیا کے سامنے مسلمان کی تعریف بیان کر دیں۔ تحقیقاتی عدالت کے سامنے تو یہ عقیدہ حل نہ ہو سکا، وہاں علماء نے مسلمان کی مختلف تعریفیں کیں اور کسی تعریف پر وہ جمع نہ ہو سکے۔ پرویز صاحب تو سوائے قرآن کریم کے کسی اور کتاب کو دین کے لئے اتھارٹی سمجھتے ہی نہیں۔ وہ اس بدقسمت امت پر رحم فرماویں اور قرآن کریم کی رو سے مسلمان کی تعریف بیان کر دیں۔ جو اس تعریف کا مصداق ہو گا۔ وہ مسلمان سمجھا جائے گا۔ جس پر یہ تعریف صادق نہ آ سکے گی وہ اسلام سے خارج ہو گا۔ یہ فیصلہ بعد میں ہو گا کہ ایسے خارج شدہ لوگوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ملک میں اس تعریف کی رو سے مسلمان ہی اقلیت قرار دیئے جائیں اور غیر مسلموں کی اکثریت نکل آئے، پرویز صاحب کا اس ملک اور اس ملت پر یہ بہت بڑا احسان ہو گا۔ ہم پرویز صاحب پر اس حقیقت کو بھی واضح کر دیتے ہیں کہ اس امت میں خدا کے فضل و کرم سے ایسے جان نثار اور فدائی۔ زیرک اور ذہین لوگ موجود ہیں جو

(۱) حضرت نبی کریم صلعم کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔ اور یقین کرتے ہیں کہ مولود کی محفلوں میں حضور بنفسِ نفیس تشریف لا کر درود و صلوٰۃ اور نعتوں اور نظموں کو خود

سنتے ہیں اور حاضرین محفل کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

(۲) اولیاء اللہ کی قبور پر سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ ان کی منتیں مانتے ہیں۔ ان سے مرادیں ڈھونڈتے ہیں، اور یقین کرتے ہیں کہ وہ ان کی پکار کو سنتے اور انہیں قبول بھی کرتے ہیں۔

(۳) قرآن کریم کو خود نبی کریمؐ کا اپنا کلام سمجھتے ہیں اور جبرئیل کے ذریعہ قرآن کے نزول کے قائل نہیں۔ سرسید علیہ الرحمۃ کا ایک شعر اس بارہ میں ملاحظہ ہو ؎

نہ جبریل امین قرآں بہ پیغامے نہ خواہم
ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

(۴) قرآن کے اندر ناسخ منسوخ کے قائل ہیں۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ بعض آیات موجودہ قرآن سے نکال دی گئی ہیں مگر ان آیات کے ذریعے صادر شدہ احکام ابھی تک واجب التعمیل ہیں۔ مثلاً زنا کی سزا رجم۔ ایک ایسی ہی گمشدہ آیت سے استنباط کی جاتی ہے۔

(۵) تقریباً ایک چوتھائی حصہ قرآن کا بالکل غائب ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ جس میں مناقب حضرت علی مذکور تھے۔ اور جسے حضرت عثمان کی کفالت سے بکری کھا گئی تھی۔

(۶) سر آغا خاں کی جماعت اسماعیلیہ میں شامل ہیں اور قرآن کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ اور اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔

(۷) حدیث کو قرآن پر حَکَم مانتے ہیں۔ اور حدیث کے مقابلہ پر قرآن کی تاویل کرتے ہیں۔

(۸) قرآن کریم کے بعد وحی کا دروازہ کھلا سمجھتے ہیں۔ اور اسلام کی لمبی تاریخ میں ایسے مدعیان وحی کی کافی تعداد ملتی ہے۔ جسے اب ملت اولیاء اللہ کے نام سے منسوب کرتی ہے۔ اور انہیں گذشتہ صدیوں کے مجددین تسلیم کرتی ہے۔ ان کے اپنے دعاوی بھی موجود ہیں۔ پیروں اور مرشدوں کے سامنے سجدے کرتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ ان تمام امور کو مدنظر رکھ کر پرویز صاحب اپنی بصیرت قرآنی سے مسلمان کی تعریف ارشاد فرمائیں۔

ہم پرویز صاحب سے کوئی بے انصافی نہیں کرنا چاہتے۔ ہم پرویز کو ایسا کودن اور کند ذہن نہیں سمجھتے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی وہ کیفیت نہ سمجھ سکے۔ جو قادیانیوں کے غالی گروہ کی طرف سے پیش کی جا رہی ہے ہم خوب سمجھتے ہیں۔ کہ پرویز کے خیال میں نبی بغیر کتاب کے نہیں آسکتا۔ نبی کسی دوسرے نبی کی امت نہیں ہوسکتا نبی کی وحی بذریعہ جبریل آتی ہے۔ نبی اپنی وحی کا تابع ہوتا ہے وہ اپنی وحی کو کسی دوسرے کی وحی کے سامنے عرض نہیں کرتا بلکہ اپنی وحی کو نشر کرتا ہوتا ہے۔ وہ اسے چھپا کر نہیں رکھ سکتا نبی ایک امت تیار کرتا ہے اور خود اس امت کی قوت حاکمہ ہوتا ہے۔ ان تمام باتوں پر ہمارا بھی ایمان ہے۔ اب ظاہر ہے کہ قادیانیوں کی نبوت ان تمام خصوصیات سے محروم ہے لہذا قرآن کے رو سے یہ نبوت درحقیقت نبوت ہے ہی نہیں۔ لہذا قادیانی کسی ایسے نبی کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتے اور اس لئے وہ دائرہ اسلام سے اس بناء پر خارج نہیں ہو سکتے۔ ہمارا خیال ہے کہ پرویز ہمارے اس استدلال سے متفق ہے اور اس کی تکفیر کی وجوہات اور ہیں۔

پرویز کا اصل نظریہ جسے وہ برملا نہیں کہتا مگر بین السطور کئی دفعہ اس کا اظہار کر چکا ہے یہ ہے کہ اب مطلق وحی مسدود ہے۔ الہام کا دروازہ بند ہے، مکالمات و مخاطبات الٰہیہ اب کسی سے نہیں ہو سکتے۔ یوں اس کی جنگ اس امت کے ان تمام ایسے عناصر سے ہے جو گو نبوت کو منقطع سمجھتے ہیں۔ مگر وحی ولایت کو جائز خیال کرتے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کے متعلق پرویز کا یہ خیال ہے کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں۔ اس کے جواب میں اس کے پاس کیا قرآنی دلیل ہے۔ ہم اس سے نا محرم نا واقف ہیں۔ قرآن نبوت کو تو ضرور ختم کرتا ہے۔ مگر مطلق وحی کی نفی قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ شاید پرویز کے خیال میں کوئی ایسی آیت موجود ہو۔ ہمارے خیال میں تو غیر انبیاء پہ وحی نازل ہوتی رہی ہے اور اب بھی ہوتی ہے۔ اس پر ہم کسی اور صحبت میں بحث کریں گے۔ قادیانیوں کو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج قرار دے لیتا ہے اور اپنے دل کی آگ بجھا لیتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس میں اسے عوام کی تائید حاصل ہے۔ مگر زعمائے امت، دیگر اتقیاء و صلحا و اولیاء اللہ مجددین و دیگر ملہمین کے متعلق اسے جرأت زبان درازی نہیں ہوتی۔ اسے خود اقبال سے شکوہ ہے کہ وہ بھی ختم نبوت کا قائل نہیں۔ آپ ہمارے ان الفاظ سے چونک نہ اٹھیں۔ اس دنیائے آب و گل میں بعض ایسی بظاہر انہونی باتیں ہو ہی جاتی ہیں۔ مگر دنیا کے لوگ آنکھیں بند کر کے چلے جاتے ہیں اور ان پر غائر نگاہ نہیں ڈالتے آؤ آپ کو پرویز کی آنکھ کا تارا اقبال ختم نبوت کا انکار کرتا ہوا دکھا دیں اور پرویز کے تحت الشعور میں ان حسین اور جمالیاتی لہروں کی سیر کرا دیں جو ابھی تک عوام سے اوجھل ہیں۔ ۱۸ / جون ۵۵ء کے "طلوع اسلام" کے صفحہ ۹ ہمارے سامنے ہے۔ اس میں مجلس اقبال کے زیر عنوان پرویز کے اپنے قلم کی چند قلمکاریاں ملاحظہ ہوں:۔

"اقبال پر ابتدا ہی سے رومی کا گہرا اثر تھا۔ اور یہ اثر آخر تک قائم رہا یہ درحقیقت نتیجہ تھا اس ماحول کا جس میں اقبال کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی۔ وہ ماحول یکسر تصوف زدہ تھا۔ تصوف اقبال کے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو چکا تھا"۔ اور اسی مضمون میں چند سطور آگے چل کر یہ ارشاد ہے :۔

"قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ علم کا سرچشمہ وحی خداوندی اور عقل انسانی ہے۔ وحی خداوندی آخری بار قرآن کے اندر آچکی ہے۔ لہذا اب انسانی راہ نمائی کے لئے صرف عقل کی آنکھ اور قرآن کی روشنی ہے۔ ان کے علاوہ کوئی اور ذریعہ علم نہیں ہے۔ اس کے خلاف تصوف کی بنیاد اس عقیدہ پر ہے۔ کہ عقل کے علاوہ انسان کے پاس ایک اور ذریعہ علم بھی ہے۔ اسے باطنی ذریعہ کہتے ہیں اس سے انسان پر حقائق کا انکشاف براہ راست ہوتا ہے اس کا نام ان کی اصلاح میں کشف یا الہام ہے لیکن بادنیٰ تعمق یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ محض نام کا فرق ہے۔ ورنہ اپنی اصل کے اعتبار سے الہام اور وحی میں کچھ فرق نہیں۔ اس لئے نبی اکرمؐ کے بعد اس قسم کے ذریعہ علم کا عقیدہ رکھنا ختم نبوت کی نقیض ہے یہ وجہ ہے کہ قرآن نے کہیں تصوف اور الہام کا ذکر نہیں کیا اس لئے وحی ہو یا حافظ جہاں تک نفس تصوف کا تعلق ہے دونوں ایک ہیں۔ لہذا اگر اقبال نے رومی کو بھی اپنا مرشد تسلیم کیا ہے تو اس سے اصل خرابی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اقبال کے پیغام میں یہ بہت بڑی کمی ہے، جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے اس کی بنیاد ی وجہ ابتدائی ماحول کے میلانات تھے جو اقبال کے لاشعور میں جاگزیں ہو چکے تھے پھر شاعری جسے انہوں نے اظہار فکر کا ذریعہ بنایا۔ حزین کے الفاظ میں، تصوف برائے شعر گفتن خوب است"۔ چونکہ اس کا تعلق حقائق کی بجائے لطائف سے ہوتا ہے اس لئے اس میں مضامین آفرینی کی گنجائش بڑی ہوتی ہے۔ انسان کتنا ہی اونچا کیوں نہ چلا جائے۔ اپنے میلانات کی دامن کشی سے بچ نہیں سکتا۔ اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان اپنے ہر میلان کو وحی خداوندی کے تابع رکھے۔ اس لئے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (جذبات سے بلند ہو کر بات کرنا صرف وحی کا خاصہ ہے"۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اجرائے وحی کے عقیدہ کو پرویز نقیض ختم نبوت سمجھتا ہے اور اقبال کو بھی ختم نبوت کا منکر قرار دے رہا ہے۔

ہم نے اس ضمن میں یہ باتیں کھول کر اس لئے لکھ دی ہیں تاکہ پرویز صاحب یا کسی دوسرے صاحب کو قرآن کریم سے مسلمانوں کی تعریف کو ڈھونڈنے میں کوئی دقت باقی نہ رہے۔ ہم تمام ایسے صاحبوں کی جدت طرازی کی داد دیں گے جو ہمیں قرآن کریم سے مسلمان کی ایسی تعریف نکال کر دکھا دے جس سے وہ تمام لوگ جن کا ذکر ہم نے اوپر کر دیا ہے دائرہ اسلام کے اندر رہ جائیں اور صرف احمدیوں کا یہ بس اور مظلوم فرقہ آسانی سے اسلام سے خارج کیا جا سکے۔ ہم نے خود اس پر بہت غور کیا ہے کہ کوئی ایسی تعریف نکل آئے۔ قرآن اور حدیث سے تو نہیں کوئی تعریف نہیں مل سکی۔ البتہ ہم نے اپنے دماغ پر زور دیکر ایک تعریف نکالی ہے جو اگر پرویز صاحب کو منظور ہو تو اس پر صاد کر دے۔ وہ یہ ہے کہ:۔

ہر کلمہ گو جو خود کو مسلمان کہتا ہے مسلمان ہے۔ بشرطیکہ احمدی نہ ہو۔

مگر یہ تعریف ملک کے دستور میں جگہ نہیں پا سکتی۔ کیونکہ کوئی قانون دان۔ کوئی انصاف پسند، کوئی دانشمند، کوئی اسلام سے دور کی نسبت رکھنے والا اسے قبول نہیں کر سکتا۔ ہم مضمون کی طوالت کے لئے ناظرین کرام سے معذرت چاہتے ہیں۔ یہ مضمون درحقیقت

کسی کاسۂ سر پر غرور کی معرکۃ الآرا خیال آرائیوں کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ اس لئے اگر دہاں کبر و غرور اور علمی تعلیاں ہیں تو یہاں عجز و انکسار اور علمی درماندگیوں کا اعتراف ہے احباب سے درخواست ہے کہ وہ ہماری عبارت کی ادبی کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے صرف دلائل پر نگاہ رکھیں اور تحریک احمدیت سے تعاون کریں کہ یہی ایک زندہ تحریک ہے جو احیائے اسلام اور اشاعت علوم قرآن میں مصروف ہے۔ اگر اس سے تعاون نہیں ہو سکتا تو اس کے راستہ میں مشکلات پیدا کرنے سے احتراز کریں قرآن نے تو یہ کہا تھا:-

تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان۔

قرآن کریم کے اس حکم کو سنا کر ہم اپنے اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة۔ انك انت الوهاب۔

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے۔ اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کریں تا کہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ بہرصورت، تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۳۰ ستمبر ۱۹۵۵ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے اگر ۳۰ ستمبر ۵۵ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو مجبوراً ۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کیا جاویگا۔ جس کو چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپکے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر پیغام صلح)

نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم	نمبر	رقم
سالم خریداری		۲۴۴	6/-/-	۵۲۹	24/-/-	۷۶۵	7/-/-
۷	6/-/-	۲۴۵	6/-/-	۶۲۹	12/-/-	۷۶۶	6/-/-
۱۱	6/-/-	۲۶۳	12/-/-	۶۳۱	6/-/-	۹۶۹	6/-/-
۴۳	12/-/-	۲۷۶	6/-/-	۶۳۹	6/-/-	رعایتی خریداری	
۷۳	6/-/-	۲۷۷	6/-/-	۶۶۴	6/-/-	۷۶۸	6/-/-
۸۷	26/-/-	۲۷۸	6/-/-	۶۶۴	6/-/-	۷۹۲	4/-/-
۸۸	6/-/-	۲۸۶	24/-/-	۶۶۵	6/-/-	۸۲۹	20/-/-
۹۰	6/-/-	۲۸۷	18/-/-	۶۶۷	6/-/-	۸۲۰	12/-/-
۱۲۰	6/-/-	۲۸۹	12/-/-	۶۶۸	6/-/-	۱۱۰	18/-/-
۱۳۳	6/-/-	۲۹۲	30/-/-	۶۶۹	6/-/-	۸۸۱	4/-/-
۱۴۲	12/-/-	۲۹۷	30/-/-	۶۷۳	6/-/-	۸۸۵	24/-/-
۱۴۳	12/-/-	۲۹۹	6/-/-	۶۷۵	6/-/-	۸۶۸	12/-/-
۱۵۱	6/-/-	۳۳۴	6/-/-	۶۷۷	6/-/-	۸۶۹	6/-/-
۱۶۲	6/-/-	۳۳۷	6/-/-	۶۸۴	6/-/-	۸۷۲	12/-/-
۱۷۲	6/-/-	۳۴۰	36/-/-	۷۰۵	6/-/-	۸۷۹	12/-/-
۱۸۴	30/-/-	۳۶۶	6/-/-	۷۰۶	12/-/-	۸۹۱	16/-/-
۲۱۲	6/-/-	۴۰۲	6/-/-	۷۲۹	6/-/-	۸۹۹	24/-/-
۲۳۵	24/-/-	۴۰۹	6/-/-	۷۵۴	6/-/-	۹۰۲	12/-/-
۲۳۶	6/-/-	۴۲۹	1/-/-	۷۶۰	6/-/-	۹۰۷	16/-/-
۲۳۷	6/-/-	۴۷۲	6/-/-	۷۶۳	6/-/-	۹۱۹	12/-/-
۲۳۹	6/-/-	۴۹۹	18/-/-	۷۶۴	6/-/-	۴۰۷	6/-/-

فہرست وصولی رقم جلسہ سالانہ اپریل بتحریک حضرت امیر قوم ایدہ اللہ

سابقہ میزان ۳۲۳۶ — ۱۲ — ۹

- ۹۳ - مرزا مسعود بیگ صاحب پسرور 50/-/-
- ۹۴ - خان عبدالعزیز صاحب ملتان معرفت حضرت امیر قوم 50/-/-
- ۹۵ - رحمت اللہ صاحب ملتان معرفت حضرت امیر قوم 50/-/-
- ۹۶ - تفضل شاہ صاحب ملتان معرفت حضرت امیر قوم 25/-/-
- ۹۷ - میاں بشیر احمد صاحب مان پور 500/-/-
- ۹۸ - ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب منٹگمری 500/-/-
- ۹۹ - محمد دین صاحب مظفر آباد 15/-/-
- ۱۰۰ - خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ڈاڈر 50/-/-
- ۱۰۱ - ڈاکٹر محمد نذیر صاحب پاراچنار 5/-/-
- ۱۰۲ - ملک نذیر حسین صاحب لائلپور 500/-/-
- ۱۰۳ - ایم محمد مسعود صاحب صدیقی 5/-/-
- ۱۰۴ - میاں غلام حیدر خان صاحب لاہور 100/-/-
- ۱۰۵ - ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور 200/-/-
- ۱۰۶ - چوہدری خدا بخش صاحب مظفر آباد 10/-/-
- ۱۰۷ - مولوی عبد الباقی صاحب بنوں 5/-/-
- ۱۰۸ - میاں عزیز احمد صاحب لائلپور 10,000/-/-
- ۱۰۹ - میاں فاروق احمد صاحب ملتان 5000/-/-
- ۱۱۰ - میاں مغیث احمد صاحب 〃 〃 5000/-/-
- ۱۱۱ - ایم محمد الرحمان صاحب ہری پور 5/-/-
- ۱۱۲ - ملک غلام قادر صاحب جھنگ 100/-/-
- ۱۱۳ - بوٹا خاں صاحب نوشہرہ 10/-/-
- ۱۱۴ - محمود اختر صاحب دہلی 10/-/-
- ۱۱۵ - زاہدہ بیگم صاحبہ دہلی 10/-/-
- ۱۱۶ - ذکیہ بیگم صاحبہ 〃 5/-/-
- ۱۱۷ - پروفیسر محمد فاضل صاحب اسلامیہ کالج پشاور 50/-/-
- ۱۱۸ - معرفت سید محمد حسین شاہ صاحب سیالکوٹ 14/-/-
- ۱۱۹ - مرزا حمید الرحمان صاحب لائلپور معرفت حضرت امیر قوم 100/-/-
- ۱۲۰ - جماعت وزیر آباد معرفت محترم شیخ عبید اللہ صاحب 30/-/-
- ۱۲۱ - ایم محمد الرحمان صاحب ہری پور 5/-/-
- ۱۲۲ - پروفیسر عنایت علی خان صاحب ہوں 20/-/-
- ۱۲۳ - خواجہ محمد علی صاحب لاہور 2/-/-
- ۱۲۴ - جماعت مانسہرہ معرفت ڈاکٹر محمد دین صاحب 37/-/-

میزان کل:- ۱۶۶۹۶ — ۱۲ — ۹

موجودہ دور کے اہم اسلامی مسائل - بقیہ صفحہ ۲

ان کی نجی زندگیوں میں جب مذہب آڑے آتا ہے تو اسے خیرباد کہتے نظر آتے ہیں۔ اگر ان اسلامی ممالک کے سیاسی اور اقتصادی ارتقاء کو اسلامی حمایت کا ایک ذریعہ قرار دیں تو پھر ہمیں ان مغربی ارتقاء کو بھی جو اقتصادی اور سیاسی شکل میں رونما ہو رہا ہے عیسائیت کی ارتقاء کا ایک ذریعہ قرار دینا پڑے گا۔ حالانکہ اگر آپ اس پر غور کریں تو یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارا یہ ارتقاء کیوں مفید نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بلکہ یہ تو اک حماقت کی دلیل ہوگی۔ ان جدید ترقی پسند مسلمانوں کو سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں کہ وہ اس بہاؤ کے ساتھ بہتے چلے جائیں جو مغرب کی طرف سے امڈا چلا آ رہا ہے۔ اور اس کا اختتام بھی اس مغربی ساحل ہی پر ہوتا ہے یہ ایک ایسا ناقابل یقین طریقہ کار اور ایسی سادہ لوحی ہے جس سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ یہ احیائے اسلام میں مددگار ثابت ہوگا۔ کیونکہ یہ چیز ہمارے اندر صرف اقتصادی اور قومی خواہشات کے ماتحت پیدا ہوتی ہے یا پھر یہ ہمارے احساس کمتری کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے۔ ورنہ حقیقت کا راستہ ڈھونڈنے کا بھی واسطہ نہیں اور اس میں وہ جذبہ کارفرما نظر نہیں آتا جس کا اسلام ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ ہماری یہی سادہ لوحی تو ہماری مشکلات میں اضافہ کا سبب بن رہی ہے۔ اور ہم اس سادہ لوحی کی بدولت ہی اس طریقہ کار اور اپنے عمل سے احیاء اسلام کے متعلق غلط اندازہ لگانے لگتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نقالچی پن

(باقی صفحہ ۱۱ پر) [illegible]

ہندوستان کے مشائخ اور افغانستان و مصر وغیرہ ممالک کے صوفیا سے حضرت مسیح موعودؑ کا خطاب

ترجمہ عربی ——— (۷) ——— آئینہ کمالات اسلام

اسلام پر مصائب و آفات نازل ہو رہے ہیں اور یہ غافل پڑے ہیں اس سے ذرہ بھر ہمدردی نہیں کرتے لیکن اپنی خواہشات کے پورا کرنے میں غرق ہیں۔ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ شریعت غرا اور احادیث سیدالانام کے ساتھ تمسخر اور مخول کرتے ہیں۔ شعراء کے کلام کو قرآن کریم کی آیات پر ترجیح دیتے ہیں انہیں سن کر بہت خوش اور خوب سر دھنتے ہیں۔ اگر قرآن کو سنتے ہیں تو اس پر نہ انہیں رونا آتا ہے اور نہ ان پر آہ و بکا طاری ہوتا ہے۔ یہ لوگ طریق ہدایت سے خروج اور رد عقلی کی جگہ تاریکی کو اختیار کئے ہوئے ہیں، اندھی اونٹنی کی طرح سخت تاریک رات میں حیران پھرتے ہیں یا شتر بے مہار کی طرح جدھر چاہتے ہیں ادھر چل پڑتے ہیں۔ خدا کی قسم ان کے نفوس خراب اور ویران زمین کی مانند ہو گئے جس میں سوائے گھاس پھوس کے کچھ نہیں اُگتا چوپایوں کی طرح چلتے ہیں۔ استقامت نہیں رکھتے افراط ان کی عادت اور جور و ستم ان کی سیرت ہو گئے ہیں ان کا مبلغ عرفان گمراہ برہمنوں کے آثار اور ان کے وعید کا ایندھن اور دل کی غذا شعراء کے اشعار ہیں۔ اپنے پروردگار کو چھوڑ کر دنیا سے چمٹے ہوئے ہیں اور ان کے دلوں پر پردے ہیں جن کی وجہ سے سمجھتے نہیں۔ اپنی طرف سے بنائی جگہوں کو زیارت گاہیں بنا رکھا ہے اور بینا گاہ رب غفور کی برکات کو فراموش کر دیا ہوا ہے، فسق و فجور میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس سے رکتے نہیں۔ ایسے بادشاہ کو چھوڑ رکھا ہے جو تمام بلاد کا حاکم ہے۔ ہر ایسے ناچیز ذلیل کی اطاعت کرتے ہیں جو زاد و راہ تک کا مالک نہیں یہ خدا پر زیادتی نہیں کر رہے بلکہ اپنے نفسوں پر ستم ڈھا رہے ہیں۔ ثناخوانوں کی مبالغہ آمیزی پر اتراتے ہیں اور درگذر کرنے والوں کی چشم پوشی کی وجہ سے ہلاکت میں پڑ گئے ہیں، قرآن کریم سے نور نہیں لیتے اور شعر کی وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں، مریدوں سے گناہوں کی میل کچیل دھو ڈالنا چاہتے ہیں اور خود قسم قسم کے گناہوں میں ملوث ہیں اور جانتے نہیں۔ اے نادان مدہوش، اُٹھ پہلے اپنے دل کو دھو پھر اس کے بعد پاک و صاف ہاتھوں کے ساتھ اپنے بھائی کے غسل کے لئے کھڑا ہو جا، لوگوں سے وہ بات نہ کہو جو تم خود نہیں کرتے کیونکہ وہ تم پر ہنسیں گے۔ کس طرح تم اپنے بھائی کے بدن کو صاف کر سکتے ہو، جبکہ تمہارا اپنا بدن میلا ہے اور اس پر میل جم گئی ہوئی ہے۔ جب تم خود راہ ہدایت پر نہیں ہو تو انہیں کس طرح سیدھی راہ پر چلاؤ گے۔ اگر تمہیں میرے مامور ہونے میں شک ہے، تو مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ اور خدائے ذوالجلال سے نشانات کمال اور صداقت حال دکھانے کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ میں بھی اسے دکھانے سے سے پیار کروں۔ آپ کو معلوم ہو کہ جملہ ولایت قبولیت دعا میں ہے۔ ولایت کا مفہوم بارگاہ ایزدی میں قبولیت دعا کے سوا اور کچھ نہیں، پس میدان! میدان! اگر اس سے فرار اختیار کرو گے تو کاذب ٹھہرو گے۔ آؤ باغات حق میں داخل ہو جاؤ اور جان بوجھ کر ادوڑیوں کی سبزیوں پر مت اتراؤ۔ اللہ تمہیں خیر کی طرف بلاتا ہے اور تم لبیک نہیں کہتے، اور تمہیں میں سے ایک واعظ تمہیں بیدار کرنا چاہتا ہے مگر تم بیدار نہیں ہوتے۔ غیب سے ایک ہاتھ تمہیں آگے کھینچتا ہے پر تم پیچھے رہتے ہو۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نشانات ظاہر ہو چکے ہیں لیکن تم آنکھیں نہیں کھولتے۔ حق آ گیا ہے اور باطل زائل ہو گیا لیکن تم اب بھی شک میں ہو۔ نشانات آشکارا ہو گئے مگر تم اب بھی آنکھیں نہیں کھولتے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ زمین پر زلزلے آ رہے ہیں اور ہر طرف سے فتنے اُٹھ رہے ہیں۔ دل مر گئے ہیں اور اسلام پر ہر قسم کی مصیبت نازل ہے اور ہر آفت اس پر وارد او رغالب ہے دشمن بیدار ہیں اور تم سوئے ہوئے ہو۔ میں تمام بدعت ہی بدعت دیکھتا ہوں، تمہارے ہر قول و فعل میں اور ہر عمل میں جو تم کرتے ہو، قبروں میں جو تم بلند بناتے ہو۔ اور ان لباسوں میں جو تم رنگتے ہو، اور ان اشعار میں جو تم پڑھتے ہو۔

اور ان فضلوں میں جنہیں تم نہایت فخر اور کبر سے بیان کرتے ہو اور ان ڈاڑھیوں میں جنہیں تم لمبا کرتے ہو یا تراشتے ہو، اور ان پندوں میں جنہیں تم شکار کرتے ہو تمہارے اوپر افسوس ہے کہ تم عبرت حاصل نہیں کرتے اور نہ اپنی غفلت پر پشیمان ہوتے ہو افسوس ہے نہ تم اللہ کا خوف رکھتے ہو اور نہ اس سے ڈرتے ہو......

.... اور اس دن کو فراموش کر دیا ہے جس میں اللہ کے حضور پیش ہو گے۔ مجھے تمہاری آنکھوں میں فساد نظر آتا ہے جن سے تم دنیا کو پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہو، اور ہوا میں منڈلاتے ہوئے باز کی طرح پھر دنیا کے لاشہ مردار پر جا گرتے ہو اور تمہاری زبانوں میں بھی جنہیں تم اپنے بھائیوں پر تیز اور دراز کرتے ہو اور سانپ کی طرح انہیں ڈستے ہو اور باز نہیں ہوتے۔ تمہاری آراء جن میں تم غلطیاں کرتے ہو اور صواب پر نہیں ہوتے اکثر غلط ہوتی ہیں۔ درست نہیں ہوتیں۔ تم سچ اور جھوٹ میں امتیاز نہیں کر سکتے، اور فوراً ظن کی بناء پر گالی اور غیبت پر اتر آتے ہو۔ یوں تو ان پر ولایت پر فخر کرتے ہو۔ مگر دعوت مقابلہ پر راہ فرار اختیار کرتے ہو۔ شکست پر شرمسار ہونے کی بجائے فیوض و برکات کے دعویدار بن بیٹھتے ہو۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم پتھر کی طرح بے جان ہو۔ اللہ کی روح تمہارے نزدیک تک نہیں گئی۔ تم مردہ ہو۔ اگر تم میں کچھ طاقت ہے تو پھر میدان مقابلہ میں کیوں نہیں نکلتے جیسا کہ تمہارا ... ہے تو پھر اس دن یہ ظاہر ہو جائے گا کہ کامیابی میرے لئے رسوائی و شکست تمہارے لئے۔ میں کلمۂ اسلام کو بلند کرنے کے لئے آیا ہوں، اور تم مخالفت کرتے ہو اور میں اللہ کے دین کی تجدید کرنا چاہتا ہوں اور تم مزاحمت کرتے ہو۔ تم دیکھتے نہیں کہ اسلام غریب ہو گیا ہے اور اس پر وہ کچھ وارد ہوا ہے جسے نہ دیکھنے والوں نے دیکھا اور نہ کہنے والوں نے کہا۔ مجھے تعجب ہوتا ہے، کہ یہ حالت دیکھ کر تمہیں زلزلہ کیوں نہیں پکڑتا اور تمہیں درد کیوں نہیں ہوتا۔ اس پر نہ تمہیں غیرت آتی ہے اور نہ تم مشتعل ہوتے ہو۔ اے جاہلو! میں تمہیں مرد کہوں یا مخنث، کیا تم دیکھتے نہیں کہ فتنے بہت بڑھ گئے ہیں۔ تاریکی عام ہو گئی ہے، اور زمین کے اندر جو کچھ تھا وہ اس نے باہر پھینک دیا ہے اور خالی ہو گئی ہے، اور بدعات کی کثرت ہو گئی ہے اور تعلیم قرآن اٹھ گئی ہے اور لوگ پستی کی طرف جھک گئے ہیں۔ اور دنیا کی طرف مائل ہو گئے ہیں ان کے خیالات بدعات کے نیچے مستور اور خواہشات بد میں حد سے بڑھ گئے ہیں، ہر قوم نے سیدھا راستہ چھوڑ کر گمراہی اختیار کر لی ہے۔ اس کے بعد اور کیا باقی رہ گیا ہے جس کے لئے انتظار کرنے والے چشم براہ ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اسی کی طرف سے ہوں اور اسی کے حکم سے لوگوں کو بلاتا ہوں، آزمانے والوں کو چاہیئے کہ میرے آزمائش کریں میں نے علماء اور مشائخ کے سامنے لعنت اور برکت دونوں پیش کر دی ہیں ان میں سے جسے چاہیں اختیار کر لیں۔

لعنت ان لوگوں کے لئے ہے جو محض گمان کی بناء پر میری تکذیب کرتے ہیں اور اٹکل پچو باتوں پر میری تکذیب کرتے ہیں، نہ حقیقت کا علم رکھتے ہیں اور نہ غور و فکر کرتے ہیں اور نہ مجھ سے ایسی خبر کا مطالبہ کرتے ہیں جو ان کے سینوں سے شبہات کو دور کر دے اور نہ ہی میرے پاس آتے ہیں تاکہ نشانات دیکھیں اور شکوک سے نجات حاصل کریں جیسا کہ متقی لوگ کیا کرتے ہیں، یہی لوگ دنیا اور آخرت میں بدبخت اور انہیں پر اللہ کی لعنت ہے۔ کیونکہ یہ غیر

جمہوریتِ اسلامیہ پر حیدرآباد دکن کے ایک عالم اور آزاد کشمیر کے سیکریٹری ترقیات کا تبصرہ

حیدرآباد دکن سے جناب مولانا میر ولایت علی صاحب مصنف "اسلامی تعلیمات" "جمہوریت" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:—

مرتبہ مولانا صدرالدین صاحب۔ کاغذ سفید مضبوط صفحات (۱۳۵) قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

ملنے کا پتہ:۔ دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

مذکورہ بالا کتاب ۱۴ راگست ۱۹۵۵ء کو ملی۔ میرے ہاتھ پر دوسرا کام تھا مگر عنوان کی جاذبیت نے اپنی طرف کھینچ لیا اور میں نے ۱۵ راگست ۱۹۵۵ء کو پوری کتاب ختم کر لی۔ کتاب مصنف کی قابلیت آؤٹ کا واضح آئینہ ہے۔ موجودہ زمانہ میں جس چیز کی شدید ترین ضرورت تھی اس پر اس خوبی سے قلم اٹھایا گیا ہے کہ مصنف کے حق میں بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں۔

آغاز اس سے ہے کہ نبوت انفرادی اور بادشاہت اجتماعی ہوتی ہے۔ اور نبی کی کامیابی میں اللہ کی مدد کے ساتھ مومنین کی مساعی جمیلہ کو شامل بتلا کر سلطنت پر عوام کا استحقاق قرآن سے ثابت کرنا خاص چیز ہے۔ اس کے بعد مجلس شوریٰ کے قیام اور اس کے فرائض کے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔

صفحہ ۲۴ پر نہایت جرأت سے کہا گیا ہے کہ پیغمبر کی بڑائی خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے ذاتی صفات کی وجہ سے ہے۔ ان کے ایماندارانہ ذاتی صفات کو نہایت کامیابی سے پیش کرتے ہوئے موجودہ مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ رسول کی طرز حکومت کا احیا کریں۔ اس بلاغ حق پر مبارکباد پیش ہے۔

صفحہ ۴۲ پر اول المسلمین کا صحیح مفہوم اور صفحہ ۵۳ پر مساوات کا حقیقی منشاء نہایت خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔

صفحہ ۵۶ پر اطاعت اولوالامر کی تشریح بالکل پرانے انداز کی ہے۔ اگر اولوالامر اور اسکے ماتحتین میں تنازع ہو اور دونوں طرف سے کتاب و سنت کا استدلال ہو تو یہ کتاب و سنت آخری کورٹ کیسے ہو سکیں گے آخری کورٹ تو امام کا فیصلہ ہو گا اور متبعین کو بہرحال اطاعت کرنی ہوگی۔ ورنہ شیرازہ جماعت بکھر جائے گا۔ یہ آیت خود پسندانہ افتراق کے لئے نہیں بلکہ مطیعانہ اتحادِ عمل کے لئے ہے۔ یہ مسئلہ مصنف کے غور کا محتاج ہے۔ (میری کتاب "اسلامی تعلیمات" میں اس پر ایک اطمینان بخش بحث موجود ہے)۔

صفحہ ۹۴ پر یہودیوں کو اہل ایمان کہنے کی حدیث پیش کر کے صفحہ ۹۸ پر تمام انسانیت کے اندر نیک لوگوں کے موجود ہونے کو تسلیم کرنا مصنف کی بے تعصبی کی [illegible] کرتے ہوئے صفحہ ۱۱۶ پر اقلیت کا باب نہایت فراخ حوصلگی سے لکھا گیا ہے۔ کاش مسلمان سمجھیں —

صفحہ ۱۲۷ پر مرتد مذہب کے لئے اسلام میں قطعاً کوئی سزا نہ ہونا بڑی صفائی سے قرآنی سند کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ جزاک اللہ۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر فوجی سپاہی دشمن کی صف میں جا کر کھڑا ہو تو وہ مرتد ہے اور ضرور قابلِ قتل ہے۔ مگر اس کی کوئی بھی قرآنی سند پیش نہیں کی گئی۔ البتہ یہ کہا گیا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام اسی پر عمل کرتی ہیں۔ یہ تو غیر اسلامی سند ہے۔ مصنف کو سزا نہ ہونے کی قرآنی سند کی طرح سزا ہونے کی بھی قرآنی سند پیش کرنی چاہیئے —— مصنف نے ٹائیٹل پیج کی پشت پر یہ لکھا ہے کہ "قرآن کریم دین و دنیا کے معاملات کے لئے مکمل کوڈ ہے"۔ اس میں دین و دنیا کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ دین کا متضاد لفظ بیدینی ہے اور دنیا کا متقابل لفظ آخرت ہے۔ دین و دنیا کے الفاظ کا باہم مقابلہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ دنیا کو صحیح استعمال کرنے کا نام دین اور غلط استعمال کرنے کا نام بے دینی ہے لہذا یہ عوامی غلطی قابل ترک ہے۔

—— اسی طرح صفحہ ۱۴ کی آخری سطر کا یہ جملہ کہ "ان مومنین سے جو ایماندار ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں" محل نظر ہے۔ اس سے ایماندار مومن اور بے ایمان مومن کی شاخیں پھوٹتی ہیں، عوام کو اس سے بچانا ضروری ہے۔ کہنے کا مطلب تو یہ ہو گا کہ "ان نام نہاد مومنین میں جو حقیقی ایماندار ہیں"۔ مگر اس پیچیدگی کی ضرورت کیا ہے۔ ان تکلفات کی بجائے صرف اتنی عبارت کافی ہے کہ "ان مومنین سے جو نیک عمل کرتے ہیں"۔ اس سے آیت کا مفہوم پورا پورا ادا ہو جاتا ہے

—— آٹھ نو سال قبل میں نے بھی ایک مضمون بعنوان "خلافت و بادشاہت" شائع کرایا تھا۔ مجھے اعتراف ہے کہ زیرِ نظر کتاب میں حکومت کے متعدد گوشے نہایت سلیقے سے واضح کئے گئے ہیں۔ سیاسیات میں حصہ لینے والے ہر مسلمان کو ضرور پڑھنا چاہیئے [illegible] اسلام کے شایان شان ماحول [illegible] پیدا ہو سکے جس [illegible] ماحول

پیدا ہو گیا اسی دن کھوئی ہوئی عزت بحال ہو جائے گی دعا ہے کہ یہ دن جلد دیکھنا نصیب ہو۔"

جناب شیخ عبدالحی صاحب بی اے ایل ایل بی سیکرٹری ترقیات آزاد کشمیر اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:—

سول سیکرٹریٹ مظفرآباد۔ آزاد کشمیر۔ ۳۰ راگست

بخدمت حضرت اقدس حضرت مولانا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

حضور کی تصنیف "جمہوریت اسلامیہ" کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ نہ صرف افادیت کے لحاظ سے بلکہ جس موقع پر یہ کتاب شائع ہوئی ہے یہ ایک بہت بڑی خدمت اسلام ہے۔ جہاں اسلام کا یہ دعویٰ ہے وہ بنی نوع انسان کی تمام ضروریات کے لئے ایک سرچشمہ ہدایت ہے وہاں احمدیت کا دعویٰ ہے دنیا سے اس دعوے کو تسلیم کرانا، اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ جماعت کی تصنیفات میں ایسے مضامین پر خاطر خواہ روشنی ڈالی جائے۔ وفات سے چند سال قبل حضرت قبلہ مولانا مولوی صاحب مرحوم و مغفور سے شرف ملاقات کے دوران ہی میں میں نے اس ضرورت کا اظہار کیا تو حضرت مرحوم نے فرمایا کہ آج کل کچھ کام زیرِ غور ہے اس سے فارغ ہو کر ایک کتاب بعنوان "مسلم سٹیٹ" انگریزی زبان میں لکھنے کا ارادہ ہے۔ حضور مولانا کی وفات کے بعد سے مجھے اس بات کا [illegible] رہا ہے کہ اس کام کو وہ اپنی زندگی میں تکمیل نہ [illegible] اعلیٰ نے اس ضرورت کو بہت حد تک [illegible] ہے۔ اس تصنیف کی سب سے بڑی خوبصورتی مجھے اس [illegible] ہے کہ حضور نے علاوہ اصول حکومت بیان کرنے کے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ خالی اصول کسی کام نہیں آتے جب تک اُن کے چلانے والوں کے اندر ایک خاص اخلاقی سیرت اور کیریکٹر موجود نہ ہو اور آج کل تمام ماہرین علم حکمرانی اس بات پر یک زبان متفق ہیں۔ اگرچہ بعض مغربی اقوام نے اس بارہ میں بہت سی قابل تعریف مثالیں قائم کی ہیں۔ لیکن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و اکابرین دین اسلام کی سوانح کی روشنی میں وہ کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔

حضور نے اقتصادیات کو مضمون زیرِ بحث سے غیر متعلق قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اس پر ایک باب رقم فرما دیتے تو کتاب حکمران اور آئین ساز طبقہ کے لئے ایک مکمل گائیڈ کا کام دیتی۔ اسلامی طرز حکومت میں اسلامی اقتصادیات کا رائج ہونا ضروری ہے آج کل پاکستان میں اسلامی طرز حکومت کا نعرہ بہت بلند ہے لیکن جہاں اقتصادی پالیسی کا معاملہ آ

از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور ۲۶۳

بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی

اہل مد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر

جھنگ

P.O. Jhang

نمبر ۴۰	یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۱ صفر ۱۳۷۵ھ - مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۵۵ء	جلد ۴۴

لندن میں ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی مساعی

۱۳ اگست ۱۹۵۵ء بروز ہفتہ

۱۸ - ایکلسٹن سکوائر لندن میں ایک جلسہ زیر صدارت جناب کرنل ہاشمی آف ریاست بھوپال منعقد ہوا اس جلسہ میں مسٹر لطفے ذکائی سارگر صاحب نے "ترکی جدید اور مذہب" کے موضوع پر تقریر کی۔ فاضل مقرر نے ترکی کی مختصراً تاریخ بیان کرتے ہوئے اتاترک کے عظیم کارناموں پر روشنی ڈالی۔ موصوف کا انداز بیان نہایت دلچسپ تھا اور ان کا لیکچر ٹھوس حقائق پر مشتمل تھا، حاضرین نے اس لیکچر کو نہایت پسند کیا۔ آخر پر صاحب صدر نے اپنے صدارتی خطبہ میں ان کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔

۲۷ اگست ۱۹۵۵ء بروز ہفتہ

جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی سابق وزیر تعلیم پاکستان نے اس دن ایکلسٹن سکوائر لندن میں ایک تقریر کی۔ آپ کی تقریر کا موضوع تھا "اسلام میں انسان کا شرف"۔ سید اسد رفیق صاحب بار ایٹ لاء کرسئی صدارت پر متمکن تھے۔ سب سے پہلے مسٹر دائم مشرقی نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ اس کے بعد جناب قریشی صاحب نے اپنی تقریر شروع کی اور انہوں نے اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق سے اشرف پیدا کیا ہے اور اسے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ فاضل مقرر نے بتایا کہ بحیثیت خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کے انسان کو خدائے ذوالجلال کی صفات میں ہمرنگ ہونا ہے اور اس طرح اسے دیگر مخلوق سے بہت آگے بڑھکر اس مقام عالی کو حاصل کرنا ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ نسل انسانی میں سب سے بڑھکر تعظیم و تکریم کے اہل وہ ہستیاں ہیں جنہیں انبیاء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ کامل انسان ہوتے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ

اسلام انسانیت کے شرف کے لئے نسل، ملک یا کثرت دولت کو معیار نہیں ٹھہراتا اور نہ ہی اس میں پریسٹ ہڈ (ملاّازم) کا کوئی خیال پایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے لیکچر کے اختتام پر فرمایا کہ اسلام نے عبادت کے جو مختلف طریقے مقرر کئے ہیں مثلاً حج نماز وغیرہ یہ سب اس امر کو واضح کرنے کے لئے ہیں کہ تمام نسل انسانی بحیثیت انسان برابر ہے۔ اور ایک فرد یا ایک قوم کو دوسری قوم یا دوسرے افراد پر کسی قسم کی کوئی ترجیح نہیں، اسلام میں فضیلت کا معیار صرف پاکیزگی اور تقوی اللہ ہے۔

لیکچر کے ختم ہونے پر حاضرین میں سے بعض نے کچھ سوالات کئے جن کا جواب نہایت عمدہ پیرایہ میں دیا گیا۔ اور یوں اس دلچسپ اور فاضلانہ بحث کا خاتمہ ہوا۔

قبولیت اسلام

وہ احباب جو حال ہی میں مشرف باسلام ہوئے ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:-

مس ڈورس گڈرسن - گلڈ فورڈ

مسٹر سیموئیل ایم - کرنالڈ۔ لنڈن ایس ڈبلیو ایس

مسٹر چیمز آلا - سی ایس کینز ہیکسریں

مس اودوی ایچی ہاپکنز - سٹن کولڈفیلڈ

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان احباب کو استقامت عطا فرمائے اور انہیں راہ راست پر قائم و دائم رکھے۔ اور انہیں اسلام کی برکات سے متمتع فرمائے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب امیر قوم گذشتہ منگل مورخہ ۱۳-۹-۵۵ بخیر و عافیت کوہ مری سے واپس احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تشریف لے آئے ہیں۔ آئندہ احباب اسی پتہ پر خط و کتابت کریں۔

— حافظ عبد الرشید صاحب حال ہی میں اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ ارکان حج پورے کرنے کے بعد آج کل مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور عنقریب عازم پاکستان ہو جائیں گے۔ نیز احباب جماعت کو سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

— جماعت کے کچھ دوست بیمار اور کچھ دوست مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں، احباب درد دل سے ان کے لئے دعا فرمائیں۔

بجو از جان و دل تا خدمت از دست تو آید
بقائے جاوداں یابی گر ایں شربت شود پیدا
ہمی بینم دا دار قدیر و پاک می خواہد
کہ باز آں قوت اسلام و آں شوکت شود پیدا
کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصر دیں است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا
(کلام مسیح موعودؑ)

ہندوستان کے مشائخ اور افغانستان و مصر وغیرہ ممالک کے صوفیا سے حضرت مسیح موعودؑ کا خطاب

ترجمہ عربی آئینہ کمالات اسلام ——— از مولانا احمد یار صاحب ایم اے

(۸)

برکت ان لوگوں کے لئے ہے جو میری کلام سنتے ہیں اور میرے نشانات دیکھتے ہیں اور اپنے بھائیوں پر حسن ظن رکھتے ہیں، حق کو قبول کرتے ہیں اور تکفیر نہیں کرتے یہی لوگ دنیا و آخرت میں سعادتمند اور حق کی تلاش و جستجو میں لگے ہوئے ہیں یہ اندھے نہیں چلتے بلکہ جب کوئی شبہ رونما ہوتا ہے تو اس کے ازالہ کے لئے کوشش کرتے ہیں نہ باطل پر اصرار کرتے ہیں اور نہ غفلت سے کام لیتے ہیں یہ مبارک گروہ ہے ان پر خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، اے لوگو! اگر تمہیں شک ہے تو مجھ سے پوچھو اور اللہ سے اس امر کے انکشاف کے لئے گریہ و زاری کے ساتھ دعا مانگو وہ ضرور تم پر اسے ظاہر کر دیگا ایسے لوگوں کے پاس مت بیٹھو جو اپنی نفسانی خواہشات میں پڑے ہوئے ہیں، کبر و نخوت کی وجہ سے نہ راہ ہدایت پر چلتے ہیں اور نہ حق کی تلاش کرتے ہیں - اے لوگو! نزول مسیح ایک امر غیبی تھا - اللہ تعالیٰ اپنے غیب کو جس طرح چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے - سو تم غیب کی باتوں میں میرے ساتھ جھگڑا مت کرو اور جانتے ہوئے اپنی حدود سے تجاوز نہ کرو - اگر تمہیں میری گفتار اور میرے دعووں میں شک ہے تو میرے گاؤں میں آکر کچھ دن میری صحبت میں بیٹھو اللہ تعالیٰ ضرور تمہارے اوپر میری پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دے گا اور جن باتوں میں تمہیں اختلاف ہے ان کا فیصلہ کر دے گا - اگر تم میں ہمت ہے تو اپنی سچائی کے نشانات دکھانے اور میری سچائی دیکھنے کے لئے آگے بڑھو - اور اپنی مدد کے لئے سواروں، پیادوں اور اپنے بدعت تراش مردوں اور قبر پرست زندوں کو اکٹھا کرو اور بغیر کسی تاخیر کے میرے حق میں بددعا کرو - اگر تم غالب آجاؤ تو مجھے جس چھری سے چاہو ذبح کر ڈالو - تم پر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے گا اور اپنے بندے کی تائید اور اپنے دین کو بلند کرے گا۔ اور تم بدکاروں کو بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کفر و شرک اور بدعت کو پسند نہیں کرتا اور اس کے دشمن ہی تیر ہلاکت کا نشانہ ہوتے ہیں - وہ میرے ساتھ ہے اس نے مجھے نزول مسیح کے راز سے جو تم پر مخفی ہے باخبر کر دیا ہے - یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھی جس امر کو چاہتا ہے مخفی رکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے۔ امور غیبیہ میں ہمیشہ سے اس کی یہی سنت ہے - ان لوگوں پر افسوس ہے جو خدا کی مخفی باتوں کے متعلق جھگڑتے ہیں گویا ان پر پوری طرح حاوی ہیں اور ان کے تمام اسرار سے واقف ہیں انہیں ذرہ بھر اس کا خوف نہیں۔

اے لوگو! ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے - مجھے بھی تم بہت جلدی میرے پھلوں سے پہچان لوگے لہذا جلدی نہ کرو اور اپنی زبانوں کو میری تکفیر اور اپنے ہاتھوں کو میری ایذا رسانی سے روکو - خدائے قہار کے غضب سے ڈرو اور ان رازہائے سربستہ کے انکشاف کے لئے اس سے دعا مانگو وہ ضرور تمہیں مطلع کر دے گا - میں تمہیں ایک اور بات کی طرف بلاتا ہوں جس میں تمہاری بھلائی اور تمہاری مرض کا علاج ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک تم میں سے مجاہدہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے استدعا کرے کہ وہ اسے ایسا رؤیا دکھائے جو حقیقت حال کو ظاہر کرنے والا ہو یا ایسا الہام القا کرے جو استدلال کے قابل ہو - اللہ ہر چیز پر قادر ہے جب تم اس سے تمام دل کے ساتھ مانگو گے تو وہ ضرور تمہیں دے گا - رات کے پچھلے حصہ میں کھڑے ہو جاؤ - وضو کرو اور چند رکعات نماز پڑھو جس میں بہت گریہ و زاری کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجو، پھر استغفار کرو اور اللہ سے اس کی وضاحت چاہو اس طرح چالیس دن لگاتار کرو اور ملول نہ ہو - یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی بات ظاہر ہو جائے گی جو تمہیں حق کی طرف لے جائیگی اور صلحاء کی طرح تمہیں بھی تمام شبہات سے رستگاری مل جائے گی میں حیران ہوں! کہ کیوں تم صلحاء کے طریق پر نہیں چلتے اور کیوں تم پرہیزگاروں کے راستہ کو اختیار نہیں کرتے - تمہیں فسق و فجور اور اپنے بھائیوں کی تکفیر سے پیار ہے اور یہ کہ تم اللہ کے نزدیک قابل مواخذہ و محاسبہ ٹھہرو، کیا تم تکفیر کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہو بلکہ یہ اس کے نزدیک بہت بڑی چیز ہے - مجھے حیرانگی ہے کہ کیوں تم اللہ سے نہیں ڈرتے اور غور و فکر سے کام نہیں لیتے - اے لوگو! توبہ کرو توبہ کرو، پیشتر اس کے کہ توبہ کے دروازے بند ہو جائیں اور دیکھتے رہ جاؤ -

اے لوگو! ان صوفی کہلانے والوں کی مجالس سے اجتناب کرو، کہتے ہیں ہم چشتی ہیں اور ہم قادری ہیں تمہارے پاس بھیڑ کی کھال میں نمودار ہوتے ہیں حقیقت میں بھیڑیوں کی طرح درندے ہیں - ہمیشہ سرود و نغمہ کی طرف ان کے کان ہوتے ہیں اور یگانہ پن کی سنت سے روگرداں - اکثر ان میں سے بدکردار ہیں - ان کی تمامتر توجہ نازک اندام گانے والی عورتوں کی طرف ہے شریعت غرا کو انہوں نے بالکل ترک کر دیا ہے - قید شریعت سے آزاد اور خواہشات نفس کے تابع بلکہ ان پر اوندھے گرے ہوئے ہیں نہ انہیں معارف قرآن کا کچھ علم ہے اور نہ ان کی طبائع کو فرقان کی باریکی سے کچھ مس ہے اور زعم ان کا یہ ہے کہ وہ انتہائی مطالب کو پہنچے ہوئے ہیں جب انہیں کہا جاتا ہے کہ خدا کے داعی کی آواز پر لبیک کہو تو کہتے ہیں ہم داعی کو نہیں جانتے ہم خود راشد اور مرشد ہیں - اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو تکبر سے سر پھیر لیتے ہیں اور خدا کے نذیروں کے ساتھ ٹھٹھا اور تحول کرتے ہیں اور کہتے ہیں محدثیت مکالمات الٰہیہ اور شرف رسالت کچھ چیز نہیں، اگر ہم چاہیں تو اپنے ادنیٰ سے مرید کو اس مقام پر پہنچا سکتے ہیں - مگر ہم اس قسم کی باتوں کو پسند نہیں کرتے - اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے - نہ یہ حق کو دیکھتے ہیں نہ اس کا قصد کرتے اور نہ اس کو پہنچانتے ہیں - اور جو اللہ کی طرف اس کے بندوں کی طرف مامور کیا گیا ہے اسے نظر حقارت سے دیکھتے ہیں - اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں آگاہ کر دیا ہوا ہے کہ وہ کافر اور کذاب ہے اور اپنے اس قول پر یہ مصر ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمام برکات بیعت سے حاصل ہوتی ہیں۔ مگر اس شخص کو مشائخ میں سے کسی شیخ کی بیعت کا شرف حاصل نہیں ہے، حالانکہ ان کی بیعت زیاں کار کی بیع کی طرح ہے بلکہ یہ محض ایک جھوٹ ہے جسے ملمع سازوں نے تراشا ہے - ان کی حالت پر نہایت افسوس ہے کیا انہیں علم نہیں کہ مسیح آسمان سے جملہ علوم کے ساتھ نازل ہوگا اور زمین والوں سے کچھ نہ لے گا - انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ شعور سے کام نہیں لیتے - کیا یہ نہیں جانتے کہ خدا کے فرستادوں کو کسی کی بیعت کی ضرورت نہیں ہوتی - وہ اپنے رب سے سیکھتے ہیں اور تمام علوم اسی سے لیتے ہیں - اسی سے وہ دیکھتے ہیں - اسی سے سنتے ہیں اور اسی سے بولتے ہیں - اللہ کی روح ان میں بولتی ہے اور وہ اسی سے کلام کرتے ہیں اور اسی روح سے وہ ہر صاحب فطرت سلیم کو منور کرتے ہیں اور اسی سے وہ فیض پہنچاتے ہیں اور اسی سے وہ علوم کے خزانہ پر اطلاع پاتے ہیں اور اسی سے وہ ہر منکر اور مخالف پر جو انکار پر اصرار کرتا ہے حجت قائم کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ کی طرف سے مدد پہنچتی ہے اور ان کے سینوں میں اللہ تعالیٰ معارف قرآن ودیعت کر دیتا ہے اور انہیں زمانہ کے عجائبات اور واقعات سے قبل از وقت باخبر کر دیتا ہے اور (باقی)

ہفت روزہ پیغام صلح ____ لاہور ____ مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۵۵ء

مجدد کی اہمیت

"سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کی کتاب فرقان حمید خاتم الکتب ہے ان دو کی موجودگی میں کسی مجدد کی انتظار کرنا اور اس کی ضرورت محسوس کرنا ایک غیر اسلامی نظریہ ہے۔"

یہ وہ سوال ہے جو عام طور پر ضرورت مجدد پر غور کرتے ہوئے ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت نبی کریم صلعم کا خاتم النبیین ہونا اور قرآن کریم ایسی کامل کتاب کا امت مرحومہ کے ہاتھوں ہونا کسی مجدد ایسی شخصیت کے منافی نہیں۔ اور نہ ہی مجدد کا تصور ختم نبوت کے تصور کے مخالف ہے۔ حضور صلعم کا خاتم النبیین ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی مبعوث نہ ہو جیسا کہ حضور نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا لا نبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی خواہ نیا ہو یا پرانا مبعوث نہیں ہوگا۔ اسی طرح قرآن کریم کا خاتم الکتب ہونا اس حقیقت کا اعلان ہے کہ تا قیامت تمام کی تمام نسل انسانی کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا سامان اس میں موجود ہے۔ اور اب کوئی ایسا اخلاقی نظریہ نہیں جس کی نسل انسانی کو اوج کمال پر پہنچنے کی ضرورت تو ہو لیکن وہ اس کتاب کے اندر موجود نہ ہو۔ بلکہ یہ کتاب ہر لحاظ سے کامل ہے، اور اس کی بنیاد حق اور حکمت پر ہے اس لئے فرمایا

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ یعنی کوئی باطل نظریہ اس کے مقابل پر ٹھہر نہیں سکیگا۔

خاتم النبیین اور خاتم الکتب کی اس تشریح کے پیش نظر "ضرورت مجدد" کا ایسا کوئی تصور نہیں جو اس کے خلاف یہ اعلان کرے کہ:-

(۱) مجدد وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کاملہ کے مقابل پر یا آپ کے بعد کسی نبوت کا دعویدار ہے

(۲) یا یہ کہ وہ قرآن کریم کی تعلیمات میں کمی و بیشی کرنے کا اختیار رکھتا ہے اگر کسی کے ذہن میں مجدد کا کوئی ایسا مفہوم ہے تو وہ یقیناً غیر اسلامی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجدد کے ...... مفہوم کو اس سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد کی شخصیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"مجدد اور روحانی خلیفے دنیا میں آکر دین کی کچھ ترمیم و تنسیخ نہیں کرتے۔ وہ دین کو منسوخ کرنے نہیں آتے بلکہ دین کی چمک اور روشنی دکھلانے کو آتے ہیں" (شہادت القرآن)

اب مجدد کی ان خدمات کے پیش نظر مندرجہ بالا سوال کا باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

کسی قوم میں محض کتاب اللہ کا موجود ہونا اس میں اخلاقی اور روحانی انقلاب پیدا کرنے کے لئے مکتفی نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ایک ایسی حقیقت ہے جس سے شاید ہی کوئی انکار کر سکے۔ آج سے چودہ سو سال پیشتر یہی قرآن مجید تھا جس کے ذریعہ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بے مثل اور عظیم الشان انقلاب برپا کیا۔ ایک قوم کو اوج کمال پر پہنچایا۔ اور انسانیت سے عاری قوم کو با اخلاق اور باخدا بنا دیا۔ لیکن آج من و عن وہی قرآن کروڑہا مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے، اس کی اس موجودگی کے باوجود مسلمان قوم کی کوئی عظمت نظر نہیں آتی نظریات کی وہ بلندی جس پر حضور نے قوم کو پہنچایا تھا اس سے موجودہ مسلمان الا ماشاء اللہ عاری ہو چکے ہیں، بلند نظریات کی محرومی نے قوم کو بہت حد تک اخلاق فاضلہ سے بھی محروم کر دیا ہے، دینی اقدار کی خاطر دنیوی فوائد کو پس پشت پھینک دینے والی قوم آج موجود نہیں بلکہ اس کے برعکس ایک نہایت حقیر دنیوی فائدہ کے لئے دینی اقدار کی بے حرمتی کی جاتی اور ان کی تحقیر کی جاتی ہے آخر یہ گراوٹ کیوں؟

بنی اسرائیل کی تاریخ ہمارے سامنے ہے حضرت موسیٰ کو توریت ملی تو اس کے بعد پے در پے انبیاء اس قوم میں مبعوث ہوئے جیسا کہ فرمایا:- وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ بنی اسرائیل میں محض کتاب اللہ کی موجودگی کو کافی نہ سمجھا گیا بلکہ مرسلین کا یہ لمبا سلسلہ جہاں بدلتے ہوئے حالات کے تحت توریت میں ترمیم و تنسیخ کرتا وہاں وہ اپنی بلند شخصیت اور تازہ بتازہ نشانات الٰہیہ کی بارش سے قوم کے ایمان کو زندہ بھی کرتے تھے۔ یہ اس لئے کہ جب تک قلب میں ایمان کی تازگی نہ ہو تب تک صرف کتاب اللہ کی موجودگی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

خاتم النبیین کا تصور ایسے باخدا انسان کے پیدا ہونے کو نہیں روکتا۔ بلکہ اس کی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یعنی یہ کہ میری پیروی کی برکت سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف کئے جائیں گے اور وہ الٰہی بشارتوں کے حامل ہوں گے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو قلوب میں تازگی پیدا کرتی ہے اور قوم کی قوت عمل کو بڑھاتی ہے یہی وہ بصیرت ہے جس سے انسان دنیا کی دلفریبیوں سے منہ موڑ کر خدائے ذوالجلال کی طرف متوجہ ہوتا اور دنیوی نقصانات کی چنداں پروا نہ کرتے ہوئے روحانی اقدار کے حصول کی طرف ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے۔

اہل عرب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مبارک وجود سے ایک نہیں دو نہیں سینکڑوں نشانات دیکھے سینکڑوں پیشگوئیاں جو زبان مبارک سے نکلیں انکو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔ خدا تعالےٰ کے تازہ بتازہ کلام کو ہر روز کئی بار سنا۔ یہ وہ نعمت ہے جو حضور کو تمام انبیاء سے بڑھکر ملی۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب اللہ کو ہاتھ میں لے کر جو انقلاب حضور نے قوم کے اندر برپا کیا وہ کوئی اور نبی برپا نہ کر سکا۔

اس کے بعد امت مرحومہ جوں جوں ان نشانات کے دکھلائے جانے والے زمانہ سے دور ہوتی گئی اس میں توں توں کتاب اللہ کی موجودگی کے باوجود انحطاط پیدا ہوتا چلا گیا۔

فطال علیہم الامد فقست قلوبہم

فطرت انسانی کی اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجددین کے سلسلہ کو امت مرحومہ کے فائدہ کے لئے بنی اسرائیل کے انبیاء کے سلسلہ کے مقابل پر جاری کیا ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا:-

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

حجج الکرامہ میں نواب صدیق حسن خان صاحب حدیث مجدد پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"داو تعالیٰ بردست او دلہائے مردہ را زندہ کند و گوشہائے کور را شنوا و چشمہائے کور را بینا سازد و طریقہ مرضیہ سلف و آئمہ ہدی را رواج و رونق بخشد دی مجدد نبوی و محی سنت مصطفوی ست"

مجدد کی یہی وہ شان ہے جو اس کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ وہ جو اس سے ساتھ تعلق لگاتے ہیں وہ راہ راست پر گامزن ہو جاتے اور قرب الٰہی کے حصول میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ کے صفحہ ۲۲ پر اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"افترق اصحاب الطرق فی تفتین قانون یحصل بہ شرح الصدر علی اقوال شتی اما انا فالہمنی اللہ سبحانہ انی اعطیتک طریقاً من السلوک ہو اقرب الطرق واوثقہا"

یعنی آج بہت سے لوگوں نے انشراح صدر ایسی نعمت کو حاصل کرنے کے لئے مختلف طریق اختیار کر رکھے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے بذریعہ الہام مجھ پر یہ کھولا ہے کہ اس نے مجھے حصول قرب الٰہی کا ایک قریب

(باقی بصفحہ ۱ کالم ۳)

موجودہ دور کے اہم اسلامی مسائل

سعید الرحمٰن ایم اے۔

ان حالات کے بعد آپ کہیں گے کہ اگر یہ بات ہے تو پھر اسلام اس زمانہ میں ترقی کس طرح کر رہا ہے اور کیا اسلام ترقی کا یقین نہیں دلاتا؟ اس کے جواب میں ہم کہیں گے۔ یقینی طور پر اسلام ترقی کر رہا ہے اور بہت کچھ آگے کی طرف جا رہا ہے۔ یہ سطحی ترقی کافی نہیں اسلام جس ترقی کی طرف مسلمانوں کو پہنچانا چاہتا ہے وہ ابھی بہت دور ہے اسلام کا نقطۂ نگاہ ترقی کے سلسلہ میں یورپ سے مختلف ہے۔ اسلام اس کو ترقی نہیں سمجھتا کہ ایک ملک کے پاس کتنے ہوائی جہاز ہیں۔ کتنے رنگا رنگ رسالے نکلتے ہیں۔ کتنے سینما ہوس ہیں۔ کتنے ایر کنڈیشن ریلوے کے ڈبے ہیں۔ اسلام اس کو اہمیت نہیں دیتا کہ لوگ فولاد کے مکانات تعمیر کر رہے ہیں یا گچ اور اینٹوں کے۔ اسے اس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں کہ لوگ کھانا کوئلے پر پکاتے یا لکڑیوں پر، چولہوں پر یا بجلی کے ہیٹروں پر۔ اسلام کی ترقی اور تعلیمات ان چیزوں سے یکسر مستغنی ہے۔ وہ ان چیزوں کے اثرات اور اس کی اچھائیوں اور برائیوں کو دیکھتا ہے کہ مسلمانوں پر اس کے کیا اثرات ہیں اور اس کے کتنے گہرے نقوش مسلمانوں کے دلوں پر باقی رہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ دنیاوی چیزیں کس طرح پروان چڑھ رہی ہیں۔ اسلام ایسی ترقی چاہتا ہے جس میں روحانیت کی تعلیم ہو، اور جو ہمارے اندر ایمانداری و شرافت پیدا کرے اور ہمارے اخلاق بلند کرے۔ ہمارے اندر وہ صلاحیتیں پیدا ہوں کہ جو احکام خداوندی کے سامنے ہمارے سر جھکا دیں اور ان کے ذریعہ ہم بے روزگاری، بے ایمانی، غربت اور افلاس کے خلاف جنگ کر سکیں۔ اور دنیا والوں کے لئے آزادی، مساوات، انصاف اور خوشیاں مہیا کر سکیں۔ ان تمام چیزوں کو پیش نظر اور دماغ میں رکھتے ہوئے اگر کوئی ایسی سیاسی یا اقتصادی ترقی کی جائے جس سے روحانی قوت میں اضافہ ہو، سماجی زندگی بنتی نظر آئے تو یقیناً اسلام اس کو اپنی نگاہ میں ترقی کہے گا۔ مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ اسلام کسی چیز تک پہنچ کر اسے حاصل کرنے کے لئے کہتا ہے لیکن وہ اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اس چیز کے حصول میں اپنے آپ کو ہی کھو دیا جائے۔

یہ ہے اسلام کے اس دعوے کا صحیح مقصد جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ "اسلام ترقی کا خواہاں ہے" لیکن ہم میں سے اکثر اس کا مطلب غلط سمجھ جاتے ہیں وہ صرف چند مشینوں کے پرزوں کی حرکت اور ایجادات کو اسلامی ترقی قرار دیتے ہیں۔ انہیں اس سے غرض نہیں کہ روحانی ترقی کس حد تک پہنچی ہے۔ اور سوسائٹی میں بڑے چھوٹے کی تمیز کس حد تک کم ہوتی ہے۔ ان کی نگاہ میں ترقی یہی ہے کہ چند مغربی اصولوں کو اپنا لیا جائے اور ان پر تیزی سے عمل کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی مغربی تہذیب میں تصادم ہوتا ہے تو یہی لوگ مغربی تہذیب کو اسلامی تہذیب پر ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔ اور اس وقت اسی ترقی کی آڑ لے کر اس تہذیب کو اپناتے نظر آتے ہیں۔

اسلام سے ہمارا انحراف

اگر ہم اسلام کو صرف روحانیت کے دائرہ میں ہی محدود کر دیں تو یہ بھی صحیح نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اسلام ہمیں عملی زندگی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور وہ اس کا زبردست حامل ہے۔ روحانی اصولوں سے بھی ہمارا یہ مقصد ہونا چاہیے کہ ہم انہیں اپنی عملی زندگیوں میں بھی عمل میں لائیں، تاکہ وہ روحانی اصول ہمارے بہت سے سماجی کاموں میں ممد و معاون ہو سکیں، عیسائیت میں یہی کمی ہے کہ وہ جن تعلیمات اور اخلاقیات کا سبق دیتی ہے اسے وہ عملی طور پر سماجی اور اخلاقی زندگی میں برتتی نظر نہیں آتی۔ وہ صرف اقتصادی اور سیاسی ترقی کی قائل ہے۔ چاہے اسے عیسائی اخلاقیات سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ لیکن اسلام کا نقطۂ نظر اس سے قطعی مختلف ہے۔ وہ صرف کسی اعتقاد کا ہی قائل نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ عمل کے ذریعہ ایسا راستہ اختیار کراتا ہے جو اسی عقیدہ کے رکھنے والوں کو ایک عملی زندگی کی طرف راہ دکھا سکے۔ جس کے ذریعہ اس کا تمدن، اخلاق، تہذیب، اقتصادی اور سماجی زندگی سب ہی ہم انداز ہو سکیں، ان تمام چیزوں کو وہ ایک قانون کی شکل دے کر اسے شریعت کے نام سے پکارتا ہے۔ اور اس کی ترقی کے لئے اپنے مخصوص نظریات رکھتا ہے اور مخصوص انداز میں سماجی اور اخلاقی نظریات پیش کرتا ہے وہ اس کی اجازت نہیں دیتا کہ مغربی قسم کے نظریات اپنا کر انسان اسلام سے بے بہرہ ہو جائے۔ وہ لوگ جو مغربی نظریات کو اپناتے نظر آتے ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ اسلام میں وہ خوبی نہیں کہ وہ سوسائٹی کے لئے ایک اچھا نظام عمل یا جدید قسم کا تمدن پیش کر سکے۔ جس کے اثرات انسان کی خارجی زندگی پر پڑیں اور انسان ان سے بہرہ ور ہو سکے۔

وہ لوگ جو یورپ کو اسلام پر ترجیح دیتے ہیں اور انکی طرز زندگی کو پسند کرتے ہیں۔ انہیں یہ شکایت ہے کہ اسلام ایسا نظام پیش نہیں کرتا جس میں انسان کو سوسائٹی میں وہ برتری حاصل ہو جس کو مغربی تہذیب پیش کر رہی ہے ان کا یہ کہنا یقینی طور پر صحیح ہے لیکن اس میں اسلام کا تو قصور نہیں، اس لئے کہ جب آپ اپنے روزمرہ کے کاموں میں یورپ کے نظام کو مد نظر رکھیں گے اور اپنے ہر ایک کام میں یورپ کو رہنما بنانے کی کوشش کریں گے۔ تو پھر آپ پر اسلام کے ان نظریات کا اثر نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح اسلام آپ کو وہ راہ نہیں دکھا سکتا جو ایک ایسے شخص کو دکھا سکتا ہے جو اس کے نظریات کا قائل ہے۔

یورپ کے نظریات میں اعتقاد رکھنے والوں کا یہ طرز عمل یقیناً اسلام کے منافی ہے، حالانکہ وہ نظریۂ اسلام کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ مردہ چیز سے زیادہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر اس میں زندگی کے لئے کوئی معین اور استوار راستہ نہ ہو۔ کبھی کبھی یہ نظریات رقص و سرود تک ہی محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور اپنے ابتدائی فرائض تک سے غافل نظر آتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اسلام ایک بے معنی سی چیز ہو کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ اسلام سے زیادہ کوئی مذہب سماجی اقتصادی اور سیاسی آزادی کا حامل نہیں اور وہ اس کے ماننے والوں کی قدم بقدم رہنمائی کرتا ہے۔

وہ لوگ جو اسلام کو صرف عقیدہ کے طور پر مانتے ہیں۔ اور ان کا طرز عمل اس کے خلاف ہوتا ہے۔ ان کی اس غلط روش سے یقیناً اسلام کو نقصان پہنچتا ہے اور عام انسان یہ شک کرنے لگتا ہے کہ کیا اسلام کی بھی یہی دو رخی پالیسی ہے اور اسلام کا بھی یہی تصور ہے جس کو ایک مسلمان پیش کر رہا ہے؟ اس لئے کہ آج وہ مسلمان بھی جو زبان سے اچھے اسلام کا قائل نظر آتا ہے اس کی پروا نہیں کرتا کہ شریعت نے کس کس چیز کی اجازت دی ہے اور کس کس چیز سے روکا ہے۔

آج ہم اسلامی تمدن کی رٹ لگاتے نظر آتے ہیں، جس سے ہمارا مقصد وہ تمدن ہوتا ہے جو عباسی دور میں تھا، یا سپین کے مسلمان جس کو اپناتے تھے یا پھر ہندوستان میں مغل بادشاہوں کی حکومت میں جس کے نقوش ملتے ہیں۔ لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اسلام نے ہمیں کونسی سماجی اصلاحات دی تھیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کونسا طریق کار دیا تھا، جس کی ہلکی ہلکی سی جھلک ہمیں ان تمدنوں میں ٹمٹماتی نظر آتی ہے۔ اگر ہم اپنی اس تہذیب کو بھلا بیٹھیں اور اس سے بھی غفلت برتنے لگیں جو آج بے کسی کے عالم میں دم توڑ رہی ہے اور مغربی تہذیب کا سہارا لینے لگیں تو اس سے زیادہ ہماری بدبختی اور بیوقوفی کیا ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کو بہت سی فنی، صنعتی اور تعلیمی قسم کی آسانیاں میسر آگئی ہیں۔ لیکن اس کو اسلامی احیاء یا بیداری تو قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے کہ یہ تمام چیزیں ہمیں مغربی رنگ میں رنگی ہوئی ملتی ہیں۔ اور وہ انہیں اسلامی نظریات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ٹھہرانا اور آپ کے فیصلوں کی بدل و جان اطاعت کرنا مومن بننے کیلئے ضروری ہے

صدر ریاست یا خلیفہ وقت سے تنازع کرنا جائز ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر قوم ایدہ اللہ مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۵ء احمدیہ بلڈنگس لاہور

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا .... الخ

حضور کو حکم تسلیم کرنا

تیرے رب کی قسم لوگ ایماندار قرار نہیں دیئے جا سکتے حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ جب تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تنازع چکانے کے لئے حکم تسلیم نہ کریں یعنی اگر کوئی اپنے معاملات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم اور جج اور فیصلہ کرنے والا تسلیم نہیں کرتا تو وہ ایماندار نہیں ہے۔ اور حضور کو حکم تسلیم کر لینا کافی نہیں ہوگا۔ بلکہ جب وہ آپ کو حکم تسلیم کر لیں تو پھر دو باتیں ان کے ذمہ ہیں۔ اول یہ کہ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ آپ کے فیصلہ کر دینے کے بعد ان کے دل میں کوئی تنگی یا کوئی شک و شبہ پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ تو دل کے متعلق ہے۔

حضور کے فیصلوں کے مطابق عمل کرنا

اس کے بعد دوسری بات یہ فرمائی وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئے ہوئے فیصلوں پر پورا پورا عمل کر کے دکھانا ہوگا۔ فَلَا وَرَبِّكَ تیرے رب کی قسم جس نے تجھے یہ تعلیم دی اور جس کے ذریعہ سے تو لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ اور اس رب کی قسم جس نے تجھے اپنا رسول مقرر کیا ہے۔ اور جس کا علم کامل ہے اور جو جانتا ہے کہ ہمارا رسول اخلاق فاضلہ پر قائم ہے۔ اور وہ کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر خدا کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ یہ تیرا رب قسم کھا کر کہتا ہے کہ جب تک یہ لوگ آپ کو حکم تسلیم نہ کریں اس وقت تک یہ مومن نہیں بن سکتے۔ حکم تسلیم کر لینے کے بعد اگر وہ آپ کے دیئے ہوئے فیصلوں میں شک کریں تو وہ مومن قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ اللہ کے رسول کے فیصلوں پر عمل کرنا اور ان کی کما حقہ پیروی کرنا مومن بننے کے لئے ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے علاوہ کچھ رسول کے احکام ہیں۔ اور ان کے کچھ .... فیصلہ جات ہیں۔

اطاعت رسول اللہ

اگر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اطیعوا اللہ یعنی اللہ کی فرمانبرداری کرو تو یہ بھی حکم صادر فرمایا اطیعوا الرسول کہ رسول کے احکام اور اس کے فیصلوں کی بھی فرمانبرداری کرنی ہوگی۔ اور اگر کوئی ایسا نہیں کرے گا تو وہ مومن نہیں قرار دیا جائے گا۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ کا فتویٰ بہت سخت ہے۔ وہ لوگ جو احادیث نبوی کو نہیں مانتے۔ وہ اس آیت کا کیا ترجمہ کریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صادر کردہ احکام اور آپ کے دیئے ہوئے فیصلوں میں شک و شبہ کرنا اور حضور کو حکم تسلیم نہ کرنا ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اس کا فیصلہ ہے۔

فرمانبرداری کی برکات

ولو انهم فعلوا ما يوعظون به اگر یہ لوگ جیسا کہ ان کو نصیحت کی جاتی عمل کر کے دکھائیں لكان خيراً لهم تو ان کے لئے سراسر بھلائی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ فرمایا واشد تثبيتاً اس پر عمل کرنے سے ان کے قلوب میں مضبوطی پیدا ہوگی اور ثبات پیدا ہوگی اور استقلال بڑھے گا۔ اس کے بعد فرمایا۔ وَاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ہم ایسے فرمانبردار لوگوں کو اپنی جناب سے بڑا اجر دیں گے وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ہم انہیں صحیح راستہ پر چلائیں گے۔ صحیح راستہ کی طرف رہنمائی صرف ان لوگوں کے لئے خاص کر دی جو خدا کے احکام کی فرمانبرداری کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو مانیں گے اسی لئے فرمایا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ یہی وہ لوگ ہیں جن کو بزرگ ہستیوں کی معیت و رفاقت حاصل ہوگی۔ وہ ہستیاں جن پر خدا کے بڑے بڑے انعامات ہوئے وہ گروہ کونسا ہے۔ فرمایا مِّنَ النَّبِيّٖنَ انبیاء کا گروہ۔ وَالصِّدِّيْقِيْنَ صدیقوں کا گروہ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ شہدا اور صالح لوگوں کا گروہ۔ ایسے لوگوں میں ان لوگوں کا شمار ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنے والے ہوں گے۔ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ ایسے عظیم المرتبت لوگوں کی معیت حاصل ہونا بڑی خوش نصیبی ہے اسی لئے معاً بعد فرمایا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ یہ جناب الٰہی کی طرف سے فضل ہے۔ جو صرف انہی لوگوں پر اترے گا جو حضور کی بدل و جان اطاعت کریں گے۔

رسول مطاع ہوتا ہے

یاد رکھئے اللہ تعالیٰ صرف زبان کے اقرار لینے سے خوش نہیں ہوتا۔ اس کا علم باریک ہے۔ وہ انسان کی نیات اور اس کے ارادوں سے واقف ہے اس لئے اس کے اس علم باریک کو مدنظر رکھ کر حضور کے فیصلوں سے سرمو انحراف نہ کرنا اور حضور کی بدل و جان فرمانبرداری کرنا خدا تعالیٰ کے فضائل کو کھینچنے کا باعث ہوگی۔

اس مضمون کی تائید ذیل کی آیہ کریمہ بھی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی رکوع میں فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ یعنی یہ کہ ہم جو رسول بھیجتے ہیں جو مخلوق اور خدا کے درمیان سفیر کا کام کرتا ہے۔ اور جو ہمارے ارادوں کو مخلوق تک پہنچاتا ہے، اس کے متعلق ہمارا یہ حکم ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

حاکم کی اطاعت

ایک اور مقام پر فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ یعنی مومن کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کا کامل فرمانبردار ہو۔ نیز فرمایا وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ اپنے حاکموں کی بھی اطاعت کرنی ہوگی۔ یہاں تین ہستیوں کی فرمانبرداری کا حکم دیا اول خدا دوم رسول تیسرے حاکم وقت۔ لیکن خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کو اکٹھا بیان کر کے اولی الامر کی اطاعت کو علیحدہ بیان کیا اور فرمایا۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ اگر حاکم وقت سے کچھ تنازع ہو جائے فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ تو اس تنازع کا فیصلہ چاہنے کے لئے اس معاملہ کو خدا اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔

حاکم وقت سے تنازع جائز ہے

خدا اور اس کے رسول کے احکام کے متعلق کوئی بحث نہیں ہو سکتی، ان کا ماننا فرض ہے اور ہر مسلمان پر ان کی اطاعت واجب ہے۔ لیکن اولی الامر کے متعلق فرمایا کہ ان کے احکام کے متعلق بحث ہو سکتی ہے۔ ان سے تنازع اور اختلاف کرنا جائز ہے منازعۃ کھینچنے کو کہتے ہیں یعنی کسی امر کے متعلق ایک فریق ایک طرف کھینچتا ہے تو دوسرا دوسری طرف۔ ایک کہتا ہے

میری بات درست ہے، دوسرا کہتا ہے میری رائے صائب ہے۔ تو ایسی صورت میں حکم ہے کہ اس امر کا فیصلہ چاہنے کے لئے خدا اور اس کے رسول کے پاس اپیل دائر کرو۔

کتاب وسنت کی پیروی

خدا کے ہاں اپیل کس طرح ہو۔ اس کی کتاب موجود ہے۔ اسی طرح رسول کے پاس اپیل سے مراد اس کی سنت کو مدنظر رکھنا ہے۔ یعنی فرمایا جھگڑا نپٹانے کے لئے کتاب وسنت سے فیصلہ چاہو، حضورؐ کے صادر کردہ احکام و فیصلہ جات حجت قطعیہ شرعیہ ہیں۔ ان احکام و فیصلہ جات کے متعلق یہ کہنا کفر ہے کہ ان کی حیثیت محض تاریخی ہے ان کو حجت نہیں قرار دیا جاسکتا۔ پھر فرمایا ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر اگر خدا پر ایمان ہے اور اس پر تمہیں ایمان ہے کہ قیامت کے دن تمہارے اعمال خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور نیز یہ کہ تمہارے ارادے اور تمہاری نیات اور تمام حرکات وسکنات ضبط میں لائی جارہی ہیں، اگر اس حقیقت پر پختہ ایمان ہے تو پھر اس حکم پر عمل کرو اور خدا اور اس کے رسول سے اپنے متنازعہ فیہ معاملہ میں فیصلہ چاہو۔ ذالک خیر و احسن تاویلا یہ بڑی بھلائی کی بات ہے

بھلائی کی بات

خدا اور اس کے رسول کے احکام کی فرمانبرداری بجالانے میں کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ ان کے احکامات کی پیروی مطلق ہے۔ لیکن اولی الامر بادشاہ ہو یا خلیفہ امیر ہو یا صدر ریاست ان سب کے متعلق فرمایا کہ ان سے تنازع ہوسکتا ہے اور اس تنازع کو نپٹانے کے لئے کتاب اور سنت آخری حکم ہے۔ یہ بطور قاعدہ اور اصل کے ہے۔ جو اس پر عملدرآمد کرے گا اس کے لئے بھلائی ہے اور اس کے انجام کے بہتر اور اچھا ہونے کی ساتھ ہی بشارت دے دی ہے۔

غلط نظریہ

وہ لوگ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو نہیں مانتے اور قرآن کریم کو قرآن ہی سے سمجھنے کے مدعی ہیں انہوں نے جو کہدیا ہے کہ صدر ریاست کا فیصلہ آخری ہے۔ یہ نظریہ قرآن کریم کے فرمودہ کے صریحاً خلاف ہے۔ خلیفہ ہو یا امیر بادشاہ ہو یا حاکم یہ تمام غلطی کرسکتے ہیں اگر غلطی کا احتمال نہ ہوتا تو تنازع کا کیوں ذکر کیا جاتا۔ اس صورت میں حاکم وقت کی اطاعت کو بھی خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی طرح بلاشرط کرنے کی تلقین کی جاتی۔ بلکہ فرمایا ہے کہ حاکم وقت سے تنازع ہوسکتا ہے۔

تاریخی شہادت

اگر یہ حکم دیا جاتا کہ حاکم وقت بھی رسول کی طرح معصوم ہے لیکن بادشاہ اور صدر ریاست معصوم نہیں۔ وہ غلطی کرسکتے ہیں۔ تاریخ اسلامی اس امر سے بھری پڑی ہے کہ بعض خلفا نے غلطیاں کیں۔ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض امیروں سے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ حضور کا حکم تھا کہ فوج پر مقرر کردہ امیر کی اطاعت ضروری ہے۔ اس کی اطاعت سے انحراف ناواجب ہے۔ اس حکم کے پیش نظر ایک دفعہ ایک کمانڈر نے اپنی فوج کو آگ جلانے کا حکم دیا۔ جب آگ جل گئی تو فوج کو کہا کہ امیر کے حکم کی فرمانبرداری بجالانے کے پیش نظر میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ آگ میں کود پڑو۔ مجاہدین نے بشدت سے اس حکم کی مخالفت کی اور کہا کہ ہمارے پیغمبر کا یہ دین نہیں۔ حضورؐ نے ہمیں آگ سے نجات دلائی ہے ہم ہرگز آگ میں کودنے والے نہیں حاکم کی اطاعت صرف معروف تک محدود ہے جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

لاطاعۃ الا فی المعروف

بھلائی اور نیکی کے معاملات میں اطاعت کرنا ہے۔ نیز فرمایا لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ اللہ خدا کے احکام کی نافرمانی کرتے ہوئے امیر کے حکم کی فرمانبرداری نہیں کرنا۔ اس ارشاد کے پیش نظر فوج کے ہر سپاہی نے آگ میں چھلانگ لگانے سے انکار کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس واقعہ کی رپورٹ ہوئی۔ تو فرمایا اچھا کیا۔ اور فرمایا اگر کوئی سپاہی بھی امیر کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آگ میں کود پڑتا تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جا پڑتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر قوم میں کمال درجہ کی اطاعت کرنے کا جذبہ پیدا کیا تو انہیں حریت بھی سکھائی یہ مشکل کام ہے۔ یہ پل صراط ہے۔ اس پر گامزن ہونا آسان نہیں

دوسری شہادت

ایک خلیفہ وقت نے جمعہ کے دن اعلان کیا کہ آج ہماری فلاں لونڈی جمعہ کی نماز پڑھائے گی۔ یہ اعلان کرنا تھا کہ علماء دو گروہ میں بٹ گئے۔ ایک وہ گروہ جو کمزور طبیعت تھا انہوں نے کہا کہ امیر کا حکم ماننا فرض ہے ہم لونڈی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ دوسرا گروہ وہ جو مضبوط تھا۔ اس نے شدت سے اس کی مخالفت کی۔ اور کہا یہ حکم غلط ہے۔

اسی طرح طبقات ابن سعد میں ایک خلیفہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے قوم کو صلہ رحمی کا حکم سنایا۔ اور کہا کہ اس حکم کے پیش نظر میں اپنے رشتہ داروں کو مال و متاع دوں گا۔ معلوم ہوا بعض اوقات حکام اور خلفاء اس کے رسول کے احکام کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں

تیسری شہادت

ایک اور امیر کے متعلق جو مروان کی طرف سے مدینہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ لکھا ہے۔ کہ اس نے علماء کی مجلس بلوائی۔ اور وہاں بڑے زور سے کہا کہ لاتکتب علی سیئۃ یعنی یہ کہ اگر میں کوئی خطا کروں یا تو وہ میرے نامہ اعمال میں لکھی نہ جائے گی۔ اس لئے کہ میں خلیفہ وقت ہوں ایک باخدا متقی عالم بھی وہاں بیٹھے تھے۔ انہوں نے خلیفہ سے سوال کیا:۔ الخلفاء افضل ام الانبیاء یعنی خلفاء کا رتبہ بڑا ہوتا ہے یا انبیاء کا۔ اس نے جواباً کہا انبیاء کا۔ اس پر خداخوف عالم نے کہا کہ داؤدؑ کو تو حکم ہوتا ہے :۔

یاداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب (۳۸/۲۶) یعنی فرمایا اے داؤد ہم نے تمہیں نبوت عطا کی ہے اور تمہیں بادشاہ بنایا ہے نبوت اور بادشاہت جیسے عالی مقام پر متمکن ہونے کے بعد آپ کے کچھ فرائض ہیں۔ اول یہ کہ فاحکم بین الناس بالحق عدل اور انصاف کیساتھ لوگوں میں فیصلہ کرنا ہوگا۔ اور اگر اس راہ کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کروگے اور اس کا بندہ بن جاؤ گے اور اقربا نوازی اور خویش پروری اور محلات کے بنانے میں لگ جاؤ گے تو یاد رکھو سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے۔ پھر ایسے شخص کے لئے نبوت اور بادشاہت کچھ کام نہیں آئے گی بلکہ تمہیں عذاب الیم اور دردناک عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔ اس حاکم نے جب یہ آیت سُنی تو اس پر اثر ہوا اور اپنے دعوے سے باز آیا۔

جان دار اصول

معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے جو حاکم وقت سے تنازع کرنے کا اصول بیان فرمایا ہے اس میں خیر ہے۔ خلیفہ ہو یا بادشاہ یا کوئی اور حاکم بسا اوقات اپنی شان بڑھانے اور اپنے رعب کو قائم کرنے کے لئے غلط مسائل بیان کرتا ہے اور ایسے احکامات جاری کرتا ہے جس سے قوم کے تباہ ہونے کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے تو ان حالات میں اولی الامر سے مخالفت کرنا اور اس کی اصلاح کے لئے کلمہ حق کہہ دینا بڑا اعلیٰ اور جاندار اصول ہے افضل الجھاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر۔ منکرین حدیث کا گروہ جو بڑے زور سے لکھ رہا ہے کہ بادشاہ یا حاکم وقت کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا کس قدر قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے۔ کیا قرآن کے ماننے کا یہی مفہوم ہے کہ اس کی واضح تعلیم کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔

قرآن کریم تو ان الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ مومن بننے کے لئے ضروری ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ جات کو مانا جائے، جیسا کہ فرماتا ہے لیطاع باذن اللہ رسول کی اطاعت کی جائے یعنی خدا کے احکام کے علاوہ جو رسول احکامات دے اس کی اطاعت کی جائے۔

رسول کے نمونہ کی ضرورت

منکرین حدیث اس بات پر بھی غور کریں کہ کیا خدا تعالیٰ نے آپ کے فرائض کو بیان کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا۔ کہ یعلمھم الکتاب والحکمۃ کہ کتاب کے علوم اور اس کا فلسفہ اور اس کی تفسیر کا سکھلانا حضور کے ذمہ ہے۔ قوم کی تعلیم و تربیت کرنا اس امر کی متقاضی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے سامنے کوئی عملی نمونہ بھی پیش کریں ورنہ اس کے بغیر محض زبانی گفتگو اور تقاریر سے قوم کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا ہو جانا ناممکن ہے۔ کیا کوئی شخص محض کتابیں پڑھ کر گردہ کا اپریشن کر سکتا ہے۔ جتنی چاہے کتابیں پڑھ لے بغیر عملی تجربہ کے کوئی بھی اپریشن میں کامیاب نہیں ہو سکتا اگر کوئی پیراکی کی کتابیں پڑھ لے تو کیا وہ دریا کے اندر چھلانگ لگا کر تیر سکیگا ہرگز نہیں اسی طرح کوئی جسمانی ورزش کی کتابیں پڑھ لے اور ہاتھ نہ ہلائے کیا وہ پہلوان بن جائیگا بغیر نمونہ دیکھنے کے کسی نظریہ کو عملی جامہ پہنانا مشکل ہے یہی وہ ضرورت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے تمام نسل انسانی کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا۔ اور یہی وہ قوت تھی جس کی بدولت حضور نے تمام قوم کو باخدا بنا دیا۔ یہ کیسا خطرناک وقت ہے کہ حضور کی نسبت انہی کے ماننے والوں کے منہ سے کیسی دل آزار باتیں سننے میں آتی ہیں کہا جاتا ہے کہ اگر کسی حدیث کی نسبت یہ ثابت بھی ہو جائے کہ وہ صحیح ہے تو پھر بھی اس کو حجت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ وہ کہتے ہیں بدلے ہوئے حالات کے اندر ہم خود قرآن کریم سے احادیث ایسے مضامین استنباط کر سکتے ہیں۔

آئمہ حدیث کی خدمات

آئمہ احادیث نے احادیث کے مرتب کرنے میں بڑی محنت کی یہ باخدا اور خدا خوف لوگ تھے۔ ایک ایک حدیث کو لکھنے سے پیشتر ان لوگوں نے نوافل ادا کئے۔ پھر جن بزرگوں نے ان کی شرحیں لکھیں وہ بھی بڑے عالم و فاضل تھے۔ منکرین حدیث ان بزرگوں کی تمام خدمات کا انکار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اسماء الرجال

دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی طرح اپنی تاریخ کو محفوظ کیا ہو۔ مسلمانوں میں بعض امام آئے انہوں نے صحابہ میں سے ہر ایک فرد کے علیحدہ علیحدہ حالات قلمبند کئے۔ اور پھر جس کے متعلق ثابت ہو جاتا کہ وہ سو فیصدی سچ بولتا ہے تو اس سے حدیث کو لیکر اپنے مجموعہ میں داخل کرتے تھے۔ اس اسماء الرجال کے فن پر اہل یورپ آج حیران ہیں اور انہوں نے اس بارہ میں لکھا ہے کہ مسلمان ہی ایک قوم ہے جس نے یہ عظیم الشان کام کیا کہ ایک ایک صحابی کی تاریخ کو ضبط کیا ہے۔

جرمن ڈاکٹر کا اعتراف

طبقات ابن سعد ایسی بلند پایہ کتاب بھی مسلمانوں ہی کی محنت کا نتیجہ ہے۔

یہ کتاب مصر میں شائع ہوئی اور جرمنی کے ڈاکٹر سکاؤ نے بھی اس کو عربی زبان میں نہایت محنت کے ۔ ۔ ۔ ساتھ شائع کیا ہے اور زبان جرمن میں اس کا دیباچہ لکھا۔ وہ ضخیم کتاب میرے پاس موجود ہے اس نے اس میں تسلیم کیا ہے کہ یہ ایک ہی قوم ہے جس نے ایک ایک فرد کے حالات کو اس رنگ میں جمع کیا ہے اس میں کثرت کے ساتھ ایسے لوگ ملتے ہیں جنہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہ ہمیشہ سچ بولنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثل معجزہ ہے کہ آپ نے ایک راستباز قوم پیدا کی۔ صحابہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ہم سے سچ بولنے کی بیعت لیتے تھے۔

بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا نقول الا الحق حیث ما کنا۔ یعنی ہم نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے۔ حق بات کہیں گے۔

ولا نخاف لومۃ لائم

اور اس امر کی بھی بیعت کی کہ ہم ملامت وغیرہ سے نہیں ڈریں گے تمام قوم کی قوم کو راستباز بنا دینا یہ حضرت نبی کریم صلعم کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ ایک مسلمان اس قوم پر جائز فخر کر سکتا ہے۔ طبقات ابن سعد میں صرف حضرت عمرؓ کا حال ۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کس قدر محنت سے۔ کیا پرویز اور اس کے ہمنوا چاہتے ہیں کہ وہ کتب جو حضور نبی کریمؐ کی شان کو بڑھاتی ہیں۔ انکو برباد کر دیا جائے۔ کیا وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں نے ایسی کتابیں لکھکر اپنے اوقات کو ضائع کیا۔ کیا وہ ان نقوش کو جو حضور نبی کریم کی محبت کے ہر مسلمان کے قلب میں نقش ہو چکے ہیں اُن کو مٹانا چاہتے ہیں۔ یہ حضور صلعم سے عشق ہی تھا جس سے ان علماء کرام نے اس قدر گرانبہا خدمات سر انجام دیں۔ منکرین حدیث کا یہ گروہ سن لے کہ یہ نقوش بڑے گہرے ہیں یہ مٹائے مٹ نہیں سکیں گے.... یہاں تک کہ مٹانے والا تو وہی مٹ جائے گا۔

دل آزار کلمات

مسلمان کہلانے والوں کی زبان سے یہ بات سننا کہ حدیث کی ضرورت نہیں وغیرہ بڑی دلآزاری کا باعث ہیں۔ مصر میں پچھلے دنوں ایک شخص اُٹھا اس نے کہدیا روزے رکھنا فرض نہیں ہے۔ یہ صاحب ازہر یونیورسٹی میں معلم تھے۔ اسی طرح پنجاب میں ایک صاحب اُٹھے ان کی عمر بنک کی نوکری میں گذر گئی۔ انہوں نے کہدیا قربانی کرنا صرف مکہ ہی میں جائز ہے۔ کیا وہ ان باتوں کے پرچار کرنے سے سنت ابراہیمی کو مٹانا چاہتا ہے۔ ہزار ہا سال سے کروڑوں انسانوں کے عمل کو فضول ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اسی طرح احادیث کے مجموعے ہیں۔ ان میں دنیا کے لئے نور ہے۔ ان میں نیکی کو بڑھانے اور مومنین کو سعادت میں ترقی دینے کے لئے سامان ہیں۔ ان میں حضور نبی کریم سے عقیدتمندی پیدا کرنے کے لئے واقعات ہیں اور سنہری حروف سے لکھنے کے قابل کلمات ہیں۔ اس قیمتی مجموعہ کو مٹانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

عاشق رسول

حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ سات آٹھ سال مکہ معظمہ میں مقیم رہے اور انہوں نے بار بار حج کیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر سال مجھے ایک بوڑھا بزرگ ملتا۔ اونٹنی پر سوار وہ مکہ شریف آتا۔ اس کے پاس صرف کھجوریں ہوتیں۔ اس بزرگ نے بتایا کہ وہ ایک لمبے عرصہ سے صرف کھجوریں کھاتا اور اونٹنی کا دودھ پیتا ہے۔ اس لئے کہ آقائے نامدار سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہی دو چیزیں بطور خوراک استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اس بوڑھے عاشق رسول نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے لین دین اور روزمرہ کی گفتگو میں صرف وہی لفظ استعمال کرتا ہے جو حضور نے استعمال کئے تھے۔ ان کے علاوہ وہ کوئی لفظ اپنی زبان پر نہیں لاتا۔ یہ کیا عشق ہے جو حضورؐ کی نسبت آپ کے عشاق نے دکھلایا۔

حافظ قرآن

حضور نبی کریم صلعم نے قرآن کو حفظ کیا تو امت میں ہزارہا حفاظ پیدا ہوئے، چھوٹے بڑے، مرد عورت ہر ایک نے قرآن کے ساتھ بڑی محبت اور عشق کا اظہار کیا۔ گذشتہ لڑائی میں ہمارا ایک عزیز قیروان گیا اس نے وہاں کے حالات جنگ سے واپس آکر سنائے وہاں قرآن کے ساتھ عشق کا ایک رنگ نظر آیا۔ اس نے بتایا کہ ہر محلہ میں ایک مسجد ہے۔ اور مکانات اور دکانیں اس طرز سے بنائی گئی ہیں کہ ہر دوکان کا پچھلا دروازہ مسجد کی طرف کھلتا ہے بس جونہی اذان ہوئی بازار کی طرف کے دروازے بند کئے اور لوگ پچھلے دروازوں سے مسجد میں آ گئے۔ پھر نانی اماں اور دادی اماں ہیں کہ مسجدوں میں بیٹھی ہیں اور لڑکے اور لڑکیوں کو قرآن حفظ کرا رہی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام کے تمام مرد اور تمام کی تمام عورتیں حافظ قرآن ہیں۔

کیا منکرین حدیث کا یہ گروہ یہ تمام کی تمام عقیدتمندی کو آج اپنے اس غلط نظریہ سے مٹانا چاہتے ہیں۔ یہ کیا خدمت ہے جو وہ بجا لا رہے ہے۔ اس گروہ کے لئے انجام کار ناکامی و نامرادی کے سوائے اور کچھ نہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

مُرتضیٰ خان حسنؔ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، خاندانِ اُمیّہ کے سرتاج اور خلفائے راشدین کا بہترین نمونہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے عہد حکومت کو بھی خلفائے راشدین کے زمانے کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے اور آپ کا شمار بھی خلفائے راشدین میں کیا جاتا ہے بلکہ آپ کو پہلی صدی ہجری کا مجدد بھی تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ آپ نے اپنے عمل اور اصلاحات سے دین اسلام کو ایک نئی زندگی بخشی۔

آپ کے والد ماجد کا نام عبدالعزیز تھا جو ایک بہت بڑے عالم اور حکومت کی طرف سے مصر کے حاکم اعلیٰ تھے۔ عبدالملک بن مروان ان کے بھائی دارالخلافہ دمشق میں تخت خلافت پر متمکن تھے۔

حضرت عمرؓ مصر کے شہر حلوان میں ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام اُمّ عاصم تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پوتی یعنے حضرت عاصم کی صاحبزادی تھیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو تحصیل علم کے لئے مدینہ منوّرہ بھیجدیا۔ جہاں آپ نے بڑے بڑے علماء سے علم دین سیکھا۔ آپ نہایت ذہین اور ذکی واقع ہوئے تھے۔ آپ نے علم و فضل میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ اپنے زمانہ کے ایک بے نظیر عالم مانے گئے۔

۸۵ھ میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ اس وقت مدینہ میں ہی تھے۔ خلیفۂ وقت عبدالملک نے آپ کو دمشق میں بلوا کر اپنی دختر نیک اختر فاطمہ سے نکاح کر دیا۔ یہ بی بی اپنی دینداری، اطاعت شوہر اور دوسری بیشمار خوبیوں کی وجہ سے اپنی نظیر آپ تھی، نکاح کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ شاہانہ شان و شوکت سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ۸۶ھ میں عبدالملک بن مروان اکیس برس حکومت کرکے ۵۸ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا ولید تخت خلافت پر متمکن ہوا ان دنوں علاقہ حجاز یعنے مکہ مکرمہ اور مدینہ معظمہ کے نظم و نسق کی باگ ڈور جن لوگوں کے ہاتھ میں تھی ان کے طرز سلوک سے وہاں کے لوگ عمومًا شاکی رہتے تھے اور اکثر خلیفۂ وقت کے پاس احتجاج کرتے رہتے تھے۔ نئے خلیفہ یعنے ولید نے وہاں کی حکومت کے لئے اپنے چچا زاد بھائی عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی کو اہل نہ پایا۔ چنانچہ آپ کو وہاں کی حکومت پر ممتاز کر دیا۔ چونکہ عمر بن عبدالعزیز خود ایک جید عالم اور فرشتہ سیرت انسان تھے اور علماء و فضلاء کی قدر و منزلت کو پہچانتے تھے۔ اہالیان حجاز نے آپ کے تقرر کو ایک نعمتِ غیر مترقبہ سمجھا اور آپ کی ذات پر اظہار اطمینان کرتے ہوئے آپ کا نہایت گرمجوشی اور خوشی سے خیر مقدم کیا۔ آپ نے کمال دانائی سے کام لیتے ہوئے مدینہ کے علماء و فضلاء کی ایک مجلس شوریٰ قائم کی جن کے صلاح و مشورہ سے تمام سیاسی، ملکی، مالی، مذہبی اور فوجداری انتظام سرانجام پانے لگے، آپ کا عہد حکومت جو درحقیقت اسلامی آئین پر مبنی تھا نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ آپ کا یہ کارنامہ بڑا قابل قدر ہے کہ آپ نے مسجد نبوی کے متصل مکانات کی قیمتیں ادا کرکے مسجد کی تعمیر بڑے اعلیٰ پیمانہ پر کی دور دراز علاقوں سے کاریگر بلوائے۔ سب سے پہلے محراب کے موجد بھی عمر بن عبدالعزیز ہی ہیں۔ مسجد میں پانی لانے کے لئے کئی کنوئیں کھدوائے۔ اور ان میں نل لگوائے۔ فوارے بنوائے۔ علاوہ ازیں آپ نے مدینہ منوّرہ کے گرد پختہ سڑکیں طیار کرائیں مسافر خانے تعمیر کرائے۔ آپ کے عدل و انصاف نے شیر بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا دیا۔

۹۳ھ میں خلیفہ ولید نے سلطنت کے اصل ولی عہد یعنے سلیمان بن عبدالملک کو جو اس کا بھائی بھی تھا ولی عہدی سے محروم کرکے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو اس سے روکا جس پر وہ آپ کا مخالف ہو گیا۔ ان دنوں عراق عرب میں حجاج بن یوسف حکمران تھا جس کے ظلم و ستم نے خلق خدا کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اس کے ظلم و ستم سے تنگ آکر کئی لوگوں نے مکہ مدینہ کا رخ کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو حجاج کے ظلم و ستم سخت ناگوار گذرتے تھے۔ انہوں نے ولید کو اس کی شکایت کی اور حجاج کے ظلم و ستم کا انسداد چاہا۔ حجاج کو بھی اس امر کے متعلق اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے انتقام کے طور پر عمر بن عبدالعزیز کو باغیوں کا پناہ دہندہ اور فتنہ گروں کا حامی و مددگار ظاہر کرکے دربار خلافت میں ان کے خلاف سخت شکایت کی۔ ولیعہدی کے مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے خلیفہ پہلے ہی ناراض تھا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کی گورنری سے معزول کرکے قید کر دیا۔ چنانچہ تین سال تک آپ قید میں رہے۔ بعد میں ذی اثر لوگوں کی سفارش پر رہا کر دیا۔

۹۶ھ میں خلیفہ ولید کا انتقال ہو گیا اگرچہ اس نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی تھی، لیکن وہ کوشش بار آور نہ ہوئی اور اس کے مرنے کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک ہی تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

سلیمان بن عبدالملک، حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بہت شکر گذار تھا۔ اور اس نے خلیفہ بنتے ہی آپکو اپنا وزیر اعظم بنا لیا۔ اور آپ اس کی زندگی میں اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ خلیفہ سلیمان نے ایک اور بہت بڑا نیکی کا کام کیا اور وہ یہ کہ اپنے مرنے سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنا دیا۔ اس کے متعلق اس نے ایک وصیت لکھی اور اپنے ہاتھ سے لفافہ بند کرکے اس پر مہر لگا دی۔ جب خلیفہ فوت ہو گیا تو لفافہ کھولا گیا اور حسب وصیت حضرت عمر بن عبدالعزیز کو تخت خلافت پر سرفراز کیا گیا۔ خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلا کام جو آپ نے کیا وہ یہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جو گستاخانہ کلمات خطبات میں کہے جاتے کا رواج تھا، ان کو یک قلم موقوف کر دیا، اور ان کی بجائے یہ آیت پڑھے جانے کا حکم صادر فرمایا:۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتای ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی۔

اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا اور قریبیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی اور بُری باتوں اور نافرمانی سے روکتا ہے۔

اہل بیت نبوی کے جو وظائف خلفائے راشدین نے مقرر کر رکھے تھے اور جنہیں خاندان بنی اُمیہ نے از راہ عناد بند کر دیا تھا آپ نے پھر سے جاری کر دیئے۔ ان کی عزت و تکریم اور دلجوئی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ باغ فدک جو خاندان حضرت علی رضؓ اور دوسرے مسلمانوں میں جھگڑے کا موجب بنا ہوا تھا خاندان رسالت کو سونپ دیا۔ امام باقر فرمایا کرتے تھے کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی سعادت مند ضرور ہوتا ہے۔ بنی امیہ میں وہ مرد صالح عمر بن عبدالعزیز ہیں۔

بنو امیہ نے اپنے عہد میں بڑی بڑی جائدادیں اور عہدے اپنے خاندان والوں کو ہی دے رکھے تھے آپ نے اپنے تمام رشتہ داروں اور دوسرے بنو امیہ کو وہ تمام جاگیریں واپس کر دینے کا حکم دیا۔ آپ نے خود بھی شاہانہ زندگی ترک کرکے درویشانہ زندگی اختیار کی اور اپنی بیوی سے بھی کہا کہ اپنے تمام زیورات بیت المال میں جمع کرا دو۔ جب رعیت میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جنہیں پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں ہوتا تو ہمارے لئے کیونکر مناسب ہے کہ ہم عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں۔ اس نیک خاتون نے بھی اپنے شوہر کے حکم کی فوراً تعمیل کی اور بڑی خوشی سے اپنے تمام قیمتی زیورات بیت المال میں جمع کرا دیئے۔ اور جب عمر بن عبدالعزیز فوت ہو گئے تو اس خاتون کے بھائی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے وہ تمام زیورات اپنی ہمشیرہ کے پاس واپس بھیجدیئے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اپنے شوہر کے حکم پر اب بھی ویسے ہی قائم ہوں جیسے اس کی زندگی میں

حضرت عمر بن عبدالعزیز نہایت عادل اور خدا ترس حکمران تھے۔ انصاف کے معاملہ میں اپنے بیگانے مسلم اور غیر مسلم میں فرق نہ کرتے تھے۔ اور یہی اسلام کی اصلی تعلیم ہے۔ بنی امیہ کے استبداد کے زمانہ میں غیر اقوام کے املاک پر ناجائز قبضہ کر لینا معمولی بات سمجھا جاتا تھا حضرت عمرؓ نے اس کا نہایت سختی سے انسداد کیا۔ ایک دن حمص کے ایک عیسائی نے خلیفہ کے دربار میں استغاثہ دائر کیا کہ عباس بن ولید نے اس کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ خلیفہ نے عباس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ یہ زمین اس کے والد خلیفہ ولید مرحوم نے بطور جاگیر عطا کی تھی۔ چنانچہ اس کی تحریری سند میرے پاس موجود ہے۔ حضرت عمرؓ نے عیسائی سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ از روئے قرآن فیصلہ چاہتا ہوں۔ تحقیق کرنے پر عیسائی کا دعویٰ صحیح نکلا۔ حضرت عمرؓ نے وہ زمین عیسائی کو واپس دلوا دی اور عباس سے کہا کہ خدائے برتر کا حکم تیرے باپ کے حکم سے مقدم ہے۔ اسی طرح ایک عیسائی نے ہشام بن عبدالملک پر جائداد کا دعوےٰ کیا۔ حضرت عمرؓ نے ہشام کو دربار میں طلب کیا۔ اور مدعی کے برابر کھڑا ہو کر جواب دینے کا حکم دیا۔ ہشام نے عیسائی سے درشت کلامی کی۔ جو خلیفہ عمر کو ناگوار گذری آپ نے ہشام کو زور سے ڈانٹا اور سزا کی دھمکی دی، آخر مقدمے کا شہادتوں کی رو سے عیسائی کے حق میں فیصلہ ہوا اور ہشام نے جو دستاویز پیش کی تھی اُسے پھاڑ ڈالا دمشق کی مسجد یوحنا کے گرجا کے متصل تھی۔ خلفائے امویہ نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس گرجے کو گرا کر اسے جامع مسجد میں شامل کر لیں تاکہ مسجد وسیع ہو جائے۔ مگر عیسائیوں نے گرجا دینے سے انکار کر دیا۔ آخر خلیفہ ولید بن عبدالملک نے جبراً اس گرجا کو گرا کر مسجد میں شامل کر لیا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عدل و انصاف کو دیکھ کر عیسائیوں نے اپنے حق کا مطالبہ کیا۔ آپ نے عامل دمشق کو لکھ بھیجا کہ گرجے کا وہ حصہ جو مسجد میں شامل ہو چکا ہے عیسائیوں کو واپس دے دیا جائے۔ اس قسم کے عدل و انصاف کے بیسیوں واقعات تاریخوں میں درج ہیں۔

آپ نے خودسر اور ظالم حکام کو معزول کر دیا اور بعض کو بھی سزائیں دیں۔ چنانچہ یزید بن مہلب کو اس کے ظلم و ستم اور بیت المال میں مال زکوٰۃ نہ بھیجنے اور باوجود سمجھانے کے تعمیل حکم سے سرتابی کرنے کی وجہ سے قید کر دیا۔ بنی امیہ کے دماغوں میں حکومت کا خمار تھا۔ وہ دوسروں پر ظلم و ستم کرنے میں کوئی عیب نہ سمجھتے تھے۔ آپ نے ان سے اُن کے عہدے چھین لئے اور ان کی جگہ عادل خدا ترس حاکم مقرر کئے اور جب انہوں نے کہا کہ بوجہ قرابت سلطنت میں ان کا حق زیادہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے اور عام مسلمانوں کے حقوق میں کچھ فرق نہیں اور عہدے صرف اُن کے لئے ہیں جو ان کے اہل ہوں۔ وہ تمام جاگیریں اور جائدادیں جو بنی امیہ نے اصل مالکوں سے چھینی ہوئی تھیں آپ نے واپس دلوا دیں۔ اس کام کے لئے آپ نے متدین علماء کی ایک کمیٹی مقرر کر دی تھی،

آپ نے محکمہ عدالت اور صیغہ قضات کی طرف خاص توجہ دی۔ اکابر علماء اور متدین اصحاب کو عہدہ ہائے قضات پر متعین کیا۔ آپ نے سخت ہدایات دے رکھی تھیں کہ عدل و انصاف کے معاملہ میں شاہ و گدا کی کوئی تمیز روا نہ رکھی جائے اور تمام فیصلہ جات شریعت کی رو سے دیئے جائیں۔

آپ نے محکمۂ ...... پولیس کی طرف بھی خاص توجہ دی اور ملک کے اندر تمام بدانتظامیوں اور [illegible] کا سدباب کر دیا۔ جس سے تمام ملک کے اندر امن و آرام کا دور دورہ ہو گیا۔ اور لوگ نہایت اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔

آپ نے ملک کے تمام صوبہ جات کی مالگذاری وہاں کی زکوٰۃ اور دوسری آمدنیوں کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا۔ آپ کے حسن انتظام سے وہی عراق جہاں سے صرف دو کروڑ سے کچھ زیادہ خراج وصول ہوتا تھا۔ اب اس قدر سرسبز و شاداب ہو گیا کہ اس کی آمد آٹھ کروڑ درہم تک بڑھ گئی۔ علیٰ ہٰذالقیاس۔ افریقہ، اندلس، مصر، شام، حجاز، یمن، خراسان، تمام ممالک محروسہ کا خراج بھی بڑھ گیا۔

آپ کے زمانہ میں سلطنت اسلامیہ کو وسعت ہوئی۔ جزیرہ سسلی آپ کے عہد میں مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔ قدم مرآت جو ملک روم کا ایک مشہور مقام تھا آپ کے عہد میں ہی مسخر ہوا۔ سنہ ۱۰۰ھ میں حضرت عمرؓ نے سمح بن مالک خولانی کو امیر اندلس بنا کر بھیجا، انہوں نے فرانس کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ ان کی جگہ عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن امیر اندلس مقرر ہوئے۔ ان کی سرکردگی میں جنگ تولوز کا خاتمہ ہوا۔ اس جنگ میں شاہ فرانس اور اس کے مددگار بڑی بے جگری سے لڑے۔ اسلامی فوج اگرچہ تعداد میں دشمن کی فوج سے بہت کم تھی تاہم وہ غالب آئی اور فرانس کا جنوبی حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا جس پر دو سو برس تک مسلمانوں نے حکومت کی۔

سندھ کے راجے بار بار عہدناموں کو توڑ کر [illegible] کر کے بغاوت اور لوٹ مار سے باز نہیں آتے تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے عمرو بن مسلم کو ان کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ عمرو بن مسلم نے جالندھر کے پاس راجہ ملہریا اھر کو شکست فاش دے کر سندھ اور پنجاب کا بہت سا علاقہ مسخر کر لیا۔

آپ نے تمام صوبوں کے حاکموں کے نام احکام جاری کئے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں جہان سرائے تعمیر کرائیں۔ کنوئیں کھدوائیں۔ مسافروں کو بیت المال سے کھانا کھلائیں۔ جس کے پاس سواری نہ ہو اس کو سواری دیں، مسافروں کے جان و مال کی پوری طرح حفاظت کریں۔ بیماروں کا معالجہ، یتیموں کی خبرگیری عصمت ملجأ عورتوں کے نکاح ثانی کی کوشش احکام شرعی کی بجا آوری کے لئے رعیت کو نصیحت کریں اور مقدمات کے فیصلوں کے لئے محکمہ قضات قائم کریں۔

سمح کو جب آپ نے حکومت سپین پر بھیجا تو اس نے آپ کے حکم سے ساراگوسا فرانس کے ایک مشہور شہر میں عالی شان مسجد بنوائی اور کئی نئے پل تیار کروائے اور قرطبہ کے بڑے پل کی تعمیر کی، غرضکہ رفاہ عام کے کاموں پر آپ دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ علم قرآن حدیث و فقہ کی اشاعت کے لئے بھی آپ فیاضی سے روپیہ خرچ کرتے تھے۔ علماء فضلاء صالحین اور دیگر مستحقین پر خرچ کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ مگر گویوں، اور مدحیہ قصائد پڑھنے والوں اور شاعروں اور عیش و عشرت کے سامانوں پر خرچ کرنا آپ کا شعار نہ تھا۔ بنی امیہ تو ناچ راگ کی مجلسوں پر بے دریغ روپیہ لٹا دیتے تھے۔ مگر خدا کے اس برگزیدہ خلیفہ نے کبھی ایسی لغویات پر مال ضائع نہیں کیا۔ ایک دفعہ ایک شاعر نے آپ کی تعریف میں اشعار کہے اور صلہ چاہا مگر آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں تمہارا کوئی حق مجھے نہیں ملتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز تو علم حدیث کے بہت بڑے عالم تھے آپ نے علم حدیث کی تدوین کی جانب خاص طور پر توجہ فرمائی۔ آپ نے ابن شہاب زہری کو جو علم دینی میں یکتائے روزگار تھے علم حدیث کی تالیف پر لگایا۔ اور انہوں نے حدیث کی ایک مبسوط کتاب تالیف کی۔ حدیث کی اشاعت کا آپ کو اس قدر شوق تھا کہ ہر والئی ملک کے ساتھ ایک ایک جید عالم مقرر کیا جس کا کام دینی تعلیم دینا تھا۔ صحاح ستہ اور تمام حدیث کی سنن اور معاجم میں آپ کی کثرت سے روایات موجود ہیں، مجموعہ مسند عمر بن عبدالعزیز آپ ہی کی تصنیف ہے۔ مصر میں علم حدیث کی تعلیم کے لئے آپ نے حضرت نافع ایسے جید عالم کو مقرر کیا تھا۔ آپ علماء فضلاء کی بہت عزت و تکریم کرتے تھے۔ جب کبھی حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی تو فرماتے افسوس اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں تخت خلافت آپ کے سپرد کر دیتا۔ حضرت امام رجاء، حضرت امام ابو حازم، حضرت حسن بصری کا آپ بہت احترام کرتے اور ان کی خدمت میں نصیحت کے لئے عرض کرتے۔

بنو امیہ کو چونکہ آپ نے جاگیروں سے محروم کر دیا تھا جن پر وہ ناجائز طور پر قابض تھے اور ان سے بڑے بڑے عہدے بھی چھین لئے تھے اس لئے وہ آپ کے مخالف ہو گئے اور ایک دن آپ کے غلام سے سازش کر کے اور اس کو ایک ہزار درہم دے کر آپ کو زہر دلوا دیا۔ جب زہر کھانے سے تکلیف بڑھی تو آپ نے غلام کو بلوا کر پوچھا کہ تو نے کس لالچ میں زہر دیا اس نے کہا کہ مجھے ایک ہزار دینار دیا گیا ہے آپ نے فرمایا وہ ایک ہزار دینار لے آ۔ جب وہ لے آیا تو آپ

نے انہیں بیت المال میں داخل کر لیا اور غلام سے کہا کہ یہاں سے بھاگ جا تاکہ تیری صورت دوبارہ نظر نہ آسکے۔ آپ کی وفات دیر سمعان علاقہ حمص میں ۲۵ ماہ رجب سنہ ۱۰۱ھ میں واقع ہوئی آپ کی خلافت کا زمانہ صرف دو سال پانچ مہینے ہے۔ اور وفات کے وقت آپ کی عمر ساڑھے انتالیس برس تھی۔ اگرچہ آپ کا عہد خلافت بہت مختصر تھا مگر نہایت شاندار تھا۔ آپ کے زمانہ میں اسلام کی اصل شان نظر آگئی۔ مظلوموں کی حق رسی کی گئی عدل و انصاف سے سارے ملک کو بھر دیا گیا۔ اسلامی آئین جاری کئے گئے۔ لوگوں کو ہر طرح سے امن و آرام پہنچایا گیا۔ فسق و فجور کا انسداد کیا گیا اور اسلامی احکام کی پابندی کرائی گئی۔ بری رسوم اور بدعادات کا قلع قمع کیا گیا اور دین اسلام کو از سر نو زندہ کیا گیا۔

خلافت سے پہلے ایک شاہانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر تخت خلافت پر آتے ہی آپ کی حالت بدل گئی۔ آپ سادہ لباس پہنتے اور سادہ خوراک کھاتے اور اس تھوڑے سے وظیفہ پر جو آپ کو بیت المال سے ملتا تھا تنگی سے گزارہ کرتے تھے نہ آپ نے دنیا سے آپ کو رغبت نہ تھی۔ اور آپ بے انتہا بے نفس، منکسر المزاج، صابر، حلیم اور بردبار بزرگ تھے۔ اگرچہ آپ ایک بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے مگر لباس کا یہ عالم تھا کہ ایک جوڑہ سے زیادہ شاید ہی کبھی میسر آیا ہو قمیص پر پیوند لگے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ آپ بہت بڑے خلیفہ ہیں آپ کا لباس عمدہ ہونا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہ کا اصل اور قیمتی لباس عدل و انصاف ہے۔ اور ایک مسلمان کا محبوب لباس اس کا زہد و اتقا ہے۔

حضرت انس بن مالک جلیل القدر صحابی آپ کے متعلق فرماتے ہیں:-

ما صلیت وراء امام بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة اشبه صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا الفتى۔

میں نے رسول اکرمؐ کے بعد کسی امام کے پیچھے آپ کی نماز جیسی نماز نہیں پڑھی۔ مگر اس جوان یعنے عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے۔

مالک بن دینار جو بہت بڑے صوفی تھے آپ کے متعلق فرماتے ہیں:-

عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہونے سے چرواہوں کو تعجب تھا کہ یہ کیسا اچھا حاکم ہے کہ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ پھرتے ہیں مگر انہیں کچھ ایذا نہیں دیتے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلفاء پانچ ہیں:- ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم۔

امام ابو جعفر محمد باقر فرمایا کرتے تھے کہ:-

عمر بن عبدالعزیز خاندان بنو امیہ میں نجیب اور شریف ہیں۔ اور وہ قیامت کے دن پیشوا اٹھے گا۔

حضرت امام میمون فرماتے ہیں کہ دنیا کے علماء عمر بن عبدالعزیز کے شاگرد ہیں۔ خدا نے لوگوں کی خبر گیری کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء اور مرسلین مبعوث کئے۔ مگر ہماری خبر گیری کے لئے عمر بن عبدالعزیز کو بھیجا گیا۔

حضرت مالک بن دینار فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مالک کو زاہد کہتے ہیں مگر بڑا زاہد تو عمر بن عبدالعزیز ہے جس کے پاس دنیا آئی اور اس نے اس پر لات مار دی۔

حضرت حسن بصری نے جب آپ کی وفات کی خبر سنی تو فرمایا خیر الناس نے وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ عمر بن عبدالعزیز پہلی صدی ہجری کے مجدد تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز پہلی صدی کے مجدد تھے۔ آپ نے ظلم کو جڑوں سے اکھاڑ دیا اور دین اسلام کو تقویت بخشی۔

صوفیا سے حضرت مسیح موعودؑ کا خطاب

(از صفحہ ۲)

انہیں وہ کچھ عطا کرتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا اور انہیں دوسروں سے ممتاز بنا دیتا ہے اور انہیں وہ ملک عطا کرتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا اور انہیں اپنی عنایات کے لئے مختص کر دیتا ہے۔ اے سرکش تکذیب کرنے والو! تمہارے نصیب میں یہ فضل کہاں ہے۔ اگر تمہاری اور تمہارے مشائخ کی بیعت میں کچھ اثر ہے تو اسی کا فیض مجھے دکھاؤ اور اگر تمہاری اور ان کی صحبت سے کوئی فیض پہنچتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ میں اس فیض کو نہ دیکھوں کیا تم اس کا ثبوت دے سکتے ہو۔ اے مفتریان تم خود ہلاک شدہ ہو اور اپنے ساتھ تم نے اور بہت سی مخلوق کو ہلاک کر ڈالا ہے، کیا وجہ ہے کہ نہ لوگوں نے تمہاری بیعت سے کوئی فائدہ اٹھایا اور نہ تم نے اس سے کوئی استفادہ کیا۔ تمہاری مجالس ایک بھیڑ اور انبوہ کثیر کا نظارہ پیش کرتی ہیں اور ان میں قرآن نہیں پڑھا جاتا، بلکہ اشعار پڑھے جاتے ہیں جن پر تم وجد کرتے ہو۔

باقی ــــ باقی

ایک دوست

جو میٹرک کے طلباء کو تمام مضامین، اور ایف ایس سی، کو حساب، کیمسٹری، اور فزکس۔ بی ایس سی کو کیمسٹری فزکس بخوبی پڑھا سکتے ہیں۔

ٹیوشن کے خواہشمند ہیں۔ ضرورت مند احباب اس پتہ پر لکھیں۔ ا۔ پیغام صلح۔ لاہور

"یوم النبیؐ"

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی مختلف تہذیبوں اور ملتوں کو صحیح اصول کی بنا پر ایک رشتہ مساوات میں پرونے کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپ نے دنیا کے سامنے جو تعلیم پیش فرمائی ہے وہ شخصی، ملکی، نسلی، یا ہنگامی تعلیم نہ تھی۔ بلکہ ایسی ابدی تعلیم تھی۔ جو تمام انسانوں کو اخوت و محبت کے محکم رشتوں میں مربوط کر دینے والی ہے۔ آپ نے نوع انسان کو جس دین کی طرف بلایا ہے۔ وہ کسی خاص جماعت کا نہیں۔ بلکہ تمام انسانوں کا مشترکہ دین ہے یہ دین انسان کو رنگ، نسل، زبان اور قوم کے تنگ حلقوں سے آزاد کرتا ہے۔

اس پیغمبرؐ وحدت و محبت کا اعلان یہ تھا کہ ہمارا اللہ ایک ہے۔ سارا کرۂ ارضی ہمارا وطن ہے۔ اور اس کی پشت پر بسنے والے تمام انسان ایک گھرانے کے مختلف افراد ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۹ اکتوبر کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے۔ سب مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ مل کر نہایت خلوص و احترام سے تمام بنی نوع کے سامنے پیغمبر اسلام کے پاک نام اور کام کو پیش کریں۔ جن سے نوع انسان میں باہمی ہمدردی اور محبت و خدمت خلق کا صحیح جذبہ پیدا ہو۔

"یوم النبیؐ" صحیح معنوں میں منانے کے لئے "پیغام صلح" کا "رسول نمبر"۔ موسومہ "خاتم النبیین نمبر" شائع کیا جا رہا ہے۔ اہل علم و قلم سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مضامین جو پیغمبر اسلام کی شایان شان ہوں ۱۰ اکتوبر تک بھجوا دیں۔ تاکہ وہ وقت پر لکھے جا سکیں۔ انشاء اللہ یہ نمبر پیغمبرؐ اسلام کی شان کے شایاں شائع ہوگا۔ اور اسے دلکش انداز سے مرتب کیا جائے گا۔ تمام اہل علم و قلم سے بالخصوص معزز خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اس کار خیر میں ضرور حصہ لیں۔ والسلام

عنایت علی خان

مجدد کی اہمیت بقیہ مقالہ صفحہ ۳

تمدن طریقہ بتلایا ہے اور یہی طریقہ احسن ہے"۔ اس سے مجدد کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

نعم ما قیل ؎

حکمت محض است اگر لطف جہاں آفریں
خاص کند بندہ مصلحت عام را

محمد یحییٰ

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں
(مینیجر)

زمانۂ حال کی اسلامی عمرانیت

حسن زمان - ایم - اے

(۲)

سوویٹ روس اور منکرانہ اصول

اپنے ابتدائی ایام میں سوویٹ روس نے خارجی صورت حال کے تتبع میں اپنے منکرانہ عقاید کی تکمیل کی کوشش کی اور اعلان کر دیا کہ اخلاقیات، جائداد، خاندان، ماضی کا ادب، مذہب وغیرہ فرسودہ اور بورژوا ادارے ہیں لیکن یہ ایک خطرناک غلطی تھی، بہت سی ترمیمات جو بعد میں اختیار کی گئیں کسی طرح بھی طے شدہ عقائد کا نتیجہ معلوم نہیں ہوتیں۔ اور اس سلسلہ میں لینن کی تقاریر اہم درجہ رکھتی ہیں، اخلاقیات بالکل اضافی نہیں ہیں اور خیر و شر کا خیال جو انسان کی عقلیت سے پیدا ہوتا ہے، یہاں پایا جاتا ہے، کسی خارجی صورت حالات یا واقعہ کو دیکھ کر انسان کا اخلاقی احساس بیدار ہوتا ہے اور وہ اس کے انصاف، مساوات، آزادی اور اخوت وغیرہ کے خیالات پر دباؤ ڈالتا ہے جو انسانی ذہن کے دقیق اخلاقی تصورات کے صوتی اظہار کے سوا کچھ نہیں سرمایہ داری کے متعلق مارکس کی حیثیت اور تنقید یقینی طور پر اس کی بحیثیت انسان اخلاقیات (عقلیت) سے اخذ کی گئی ہے اور اس دباؤ کا نتیجہ ہے اور اس دباؤ کے نتیجہ سے پیدا ہوئی ہے جو سرمایہ داری کے خوف نے اس کے انصاف اور مساوات کے تصورات پر ڈالا تھا۔ اس اخلاقی احساس کی جس نے اسے عمل پر اُبھارا، جماعتی مخالفت کی، شرائط سے تشریح نہیں کی جا سکتی ہے، نہ جماعتی اخلاقیات اُس کے محفوظ رہنما ہیں، مارکسیت اور لینینزم میں تمام عمرانی ترقی اور تغیر کے پیچھے ضرور تصورات ہوں گے، اور جب مارکس نے اپنے معاشرتی فلسفہ کو تعمیر کیا اور سانچہ میں ڈھالا تو اس کے دماغ میں ضرور خیر و شر کے خیالات موجود تھے اینگلز تسلیم کرتا ہے کہ بعض مرتبہ خیالات اس کے برعکس ہونے کی جگہ اقتصادیات پر ردعمل کر سکتے ہیں وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ اقتصادی پہلو پر اس نے اور دوسروں نے ارادۃً زور دیا تھا، کیونکہ اس زمانہ میں اُس سے ازحد غفلت برتی جاتی تھی، لیکن دوسرے عناصر کو بھی اپنے حقوق حاصل کرنے چاہئیں۔

(مارکس اینگلز خط و کتابت)

مارکسیت کی قدر و قیمت

بہرکیف اس بات کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ مارکسیت کو اس نے انسانی زندگی کے روحانی پہلو کو چھوڑ دیا ہے اور اپنے چند اصولوں کی متعصب تربیت میں غیر مناسب مبالغہ کیا ہے اور اس لحاظ سے نامکمل و غیر علمی ہے اس نے ایک علمی تحریک کی حیثیت سے بے معنی خیال پرستی اور مبہم تصوریت کی شکست میں مدد دی ہے۔ اس نے انسانی ذہن کو (مادی کلیہ کے متعلق) خوابوں، وہموں، نیک آئیڈیل اور خیال کی ابتریوں اور انسان کی مادی زندگی کو اپنے معاشرہ کی اقتصادی تعمیر نو کے ذریعہ سرمایہ داری کے حملہ سے بچا دیا ہے، اور یہ اسلام پر منحصر ہے کہ وہ خارجی دنیا کے مسائل حل کرتے وقت داخلیت کی گمشدہ کڑی کو مہیا کر کے مارکسیت کی لغزشوں کی اصلاح کر دے۔ اس لحاظ سے مارکس کے عمرانی فلسفہ اور راشیانلک رسائی کے بالمقابل اگر ایک وسیع نقطہ نظر سے دیکھا جائے۔ اسلام کی حیثیت کا تجزیہ ضرور کرنا چاہیئے اور اسلام کو ایک عالمگیر عمرانی طاقت کے طور پر متحرک کرنے کے مقصد کے لئے سب کو بتا دینا چاہیئے، اسے بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ مارکسیت یورپی عقلیت کی منطقی معراج ہے، جو یورپ میں اسلام کے ساتھ تصادم سے پیدا ہوئی۔

اسلام اور مسلم معاشرے

بدقسمتی سے ہمارے لئے نہ صرف روحانی نظریہ جو بہت اہم بنیاد ہے، ہمارے معاشروں میں اپنی غیر موجودگی کی وجہ سے عام طور پر نمایاں ہے — بلکہ ابتدائی مادی عنصر بھی ہماری سردمہری و بے توجہی کا ایک بدنصیب شکار ہے مارما ڈیوک پکتھال نے لکھا تھا:- "مسلمانوں کے اطوار اور حالات ہی اسلام کا بہت برا اعلان ہیں"، اور اس سے زیادہ سچی بات اور کوئی نہیں، مسلمانوں کی اس پرغم حالت کے باوجود دنیا تیزی سے اسلام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اور مسلمانوں کو اس بات کا مجاز ہونا چاہیئے کہ وہ ذمہ داری کا بوجھ برداشت کریں اور وہ کام سرانجام دیں جو ان کے سامنے ہے، یہ موزوں وقت ہے کہ ہم نے اسلامی عمرانی اصولوں کو ایک نظریاتی حیثیت میں پیش کیا جو بذات خود گہرے مطالعہ اور تحقیق کا تقاضا کرتے ہیں اور ہم نے مختلف اسلامی ممالک کی عمرانی تعمیر نو میں عملی تطبیق دی، محض مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ اور احیا اسے حاصل نہیں کر سکتے، کیونکہ اسلام ساری انسانیت کے لئے ہے اسلامی خطوط پر عمرانی تبدیلی کی تکنیک جس پر مختلف ممالک نے عمل کرنا ہے، کے لئے یقینی طور پر ضرورت ہے کہ وہ متعلقہ ممالک کی سیاسی اور معاشرتی ماحول کے مطابق مختلف ہوں۔

عمرانیات کے مطالعہ کی اہمیت

زمانۂ حال کی عمرانی تاریخ کی ازحد نمایاں خصوصیت میں سے ایک انسان کی مادی کامیابیوں میں نشوونما اور اس کی نجی اور عوامی فرائض کے جمود کے درمیان انتشار ہے (انسانی فطرت، جنگ اور معاشرہ مصنفہ ڈاکٹر جان کوہن، تھنکر ز لائبریری ۱۲۱ صفحہ ۱۲) موجودہ سائنس کی ترقی کے ساتھ سائنسدانوں کی طرف سے اس معاشرتی ذمہ داری اور اخلاقی فرض کی قدر افزائی کی ضرورت ہے جس کے سائنسدان موجودہ معاشرے کے ممنون ہیں ایک سائنسی انسان کو روحانی اور بلند فنی استعداد کی ہستی بننے کی ضرورت ہے، جیسا کہ لارڈ بیورج نے "یونیورسٹیز کوارٹرلی" لندن میں تحریر فرمایا ہے یہ ایک عام بات بن گئی ہے کہ انسان کے لئے زیادہ خطرہ اب فطرت کی طرف سے نہیں ہے بلکہ خود اپنی ذات سے ہے اگر انسانیت اپنے تئیں کائنات پر اپنی روزافزوں فوقیت کے لائق ثابت کرنا چاہتی ہے، تو اُسے یہ سیکھنا چاہیئے کہ اپنے آپ پر کس طرح قابو پانا چاہیئے۔ امریکہ کے ایک عظیم الشان سائنسدان جیمز بی۔ کونٹ جو صدر ہارڈ یونیورسٹی اور آرگینک کیمسٹری کے شعبہ کے ممتاز کارندہ ہیں، فرماتے ہیں:-

"صرف سائنس جس میں کسی دوسرے علم کا دخل نہ ہو، آزادی کی طرف نہیں بلکہ غلامی کی طرف لے جاتی ہے جنگ کے بعد کی دنیا میں سائنس اور معاشرہ کی بنیاد میں، ہمارے نئے سائنسی علم اور ہماری قدیم ترین انسان شناس تعلیمات کے باہمی رشتہ کا ایک موزوں تعلیمی تصور موجود ہونا چاہیئے"۔

اس لئے زمانۂ حال کی عمرانیات کی ترقی کی عام اہمیت ہے، معاشرتی علوم بشمول عمرانیات کے خاص مطالعہ کی سفارش اقوام متحدہ کی یونیسکو نے کی ہے، یونیسکو کی طرف سے شائع شدہ ایک رسالہ Impact سائنس اور معاشرہ کے باہمی عمل کے متعلق معلومات پھیلا رہا ہے۔

عمرانیات، دوسرے علوم کے ساتھ ایک ایسا موضوع ہے جس کی نشوونما کے لئے پاکستان میں بہت زیادہ امکانات ہیں، جس کا واحد سبب یہ ہے کہ پاکستان ابھی تک غیر ترقی یافتہ ملک ہے، اگر ہم واقعی اسلام کے عمرانی اصولوں کی تکمیل کے خواہشمند ہیں تو اس عمل کے لئے عمرانیات کا جاننا اگزیر ہوگا، عمرانیات ہمیں بتاتی ہیں کہ ہم سائنس اور فکر کے سائنسی ساز و سامان کو معاشرہ کے لئے استعمال کریں، قرآن شریف ہمیں بار بار کہتا ہے کہ ہم اس روش کو اختیار کریں، ناہموار فلسفے ہمارے ملک میں گھس رہے ہیں، ان کا مقابلہ کرنے کے لئے گولیاں ناکافی ہیں، آئیا کا مقابلہ صرف آرا ہی سے ہو سکتا ہے ایک منفی ذریعہ سے کام نہیں چل سکتا، ہمیں کوئی مثبت بات کرنی چاہیئے۔

فکر کی پریشانی اور اسلام سے بے اعتنائی

لوگ اندھا دھند اسلام کی تائید کرتے ہیں یا غیر علمی طریق سے اس میں عیب نکالتے ہیں، اور اس کی معاشرتی اہمیت سے بالکل ناواقف ہیں، نام سے ایک

اشتراکی یا انسان شناس ہوتا کچھ آج کل کا رواج بن گیا ہے، ہمارے معاشرہ میں بہت سے نوجوان ہیں جن کے پاس اسلامی اصولوں کے خلاف پیش کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں تاہم وہ اسلام کے متعلق کوئی کتاب نہیں پڑھیں گے یا اچھی طرح سوچے سمجھے دلائل پیش نہیں کریں گے، کیونکہ "اسلام" بس "اسلام" ہے اور مطالعہ کے بالکل قابل نہیں، کیا یہی وہ علمی رویہ ہے جس کے متعلق وہ لاف زنی کرتے ہیں اور بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے ہیں؟

اس پُر خطر عہد میں عمرانی تعلیمات، خصوصاً اسلامی عمرانی تعلیمات لازمی بن گئے ہیں، اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اور روح و مادہ دونوں کی ہستی کو تسلیم کرتا ہے اور عزت کرتا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کا نقصان کئے بغیر کامل طور پر ہم آہنگ، متوازن اور پُرسکون ہوں، اگر ہم اسلام کو اس کی مثبت ضرورتوں میں پیش کر سکیں تو اس کے مکمل ضابطۂ حیات کے سامنے ناہموار فلسفوں کا پسپا ہو جانا یقینی ہے۔

ایشیا، یورپ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اشتراکیت کے خلاف جنگ کرنے کی دیوانہ وار تحریک موجود ہے، لیکن کوئی صحیح دلیل نہیں دی جا سکتی کہ اس کے خلاف کیوں جنگ کی جائے، اور اس کا مقابلہ کیا جائے، یہ جنگ کا معاملہ اتنا مبہم اور پُرفریب ہے کہ یہ اُن لوگوں کے قوت کو دُور کر دیتا ہے، جو جنگلوں میں انسانی تہذیب کے ابتدائی مرحلہ میں زندگی بسر کرتے ہیں، اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ اشتراکیت کے خلاف جنگ آزمائی اس کوشش کے لائق ہے تو یہاں انسان کے پیٹ کے لالچ کے ساتھ نہیں لائی جا سکتی پھر فکر کے ایک سلسلے کے ساتھ ایک منفی عمل کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی، اگر ایک شخص کو محض اس لئے اشتراکی کہا جاتا ہے کہ وہ روٹی، تعلیم اور دیگر ضروریاتِ زندگی طلب کرتا ہے تو پھر ہر ذی نفس کو کم و بیش "اشتراکی" کہنا چاہیئے، انسان کی اقتصادی نجات کے لائحۂ عمل کے خلاف نہ جنگ ہو سکتی ہے نہ کی جانی چاہیئے، جس چیز کا مقابلہ کرنا چاہیئے یا مقابلہ ہو سکتا ہے وہ اخلاق، خاندان، ریاست، جائداد، انفرادیت کی ضبطی اور بے معنی منکریت کا محدود تصور ہے۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے ایک ابتر آزاد خیالی میں موجود ہونے والے طمع، غیر معاشری ذاتی مفاد، جماعتی تشدد، ابن الوقتی اور زر پرستی کو جھٹک دینا پڑے گا اس کے ساتھ ہی مارکسیت، مارکسیت کے مادہ کی طرف سائنسی رویہ کی اہمیت کو ایک وسیع نقطۂ نظر سے دیکھتے ہوئے تسلیم کرنا چاہیئے اور اسے دبانا نہ چاہیئے اور دیدہ دانستہ ایک طرف نہ پھینک دینا چاہیئے، اگر ہم واقعی خواہشمند ہیں کہ اپنے معاشرہ کو مبالغوں اور کسی فلسفہ کی انتہا پسندی سے منزہ کر کے چلائیں تو ہمیں نہ آیت جس میں ہندویت، بدھیت، عیسائیت

جمہوریت اسلامیہ اور غلبۂ قرآن کے متعلق

جناب نواب ناظر یار جنگ بہادر جج حیدرآباد ہائی کورٹ (ریٹائرڈ) و سابق صدر شعبۂ قانون عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کی رائے

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

۱- چند دن ہوئے حیدرآباد ایجنسی سے مجھ کو مولانا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ جانشین حضرت مولانا خواجہ کمال الدین صاحب و مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی دو لاجواب تصانیف حاصل کرنے اور مفصل مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا اور میرے دوسرے احباب مثل پروفیسر صدیقی صاحب و پروفیسر فاروقی صاحب نے بھی ان کو بغور پڑھا

۲- "جمہوریت اسلامیہ" میں جس خوبی سے دستور اسلامی کی توضیح حضرت مولانا نے بحوالہ قرآن کریم و احادیث نبوی فرمائی ہے اس سے ہمارے اسلامی ممالک دنیا کے مسلمانوں کو بہترین مواد اپنے اپنے بیان دستور سازی کے لئے مل سکتا ہے۔ میرے ان احباب کا جن کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے اور دیگر ارکان علی گڑھ کلب جنہوں نے اس کتاب کے اجزاء کو پڑھا ہے سب کے سب مجھ سے متفق ہیں۔

۳- غلبۂ قرآن میرے دوسرے احباب نے پڑھا ہے۔ ابھی مجھ کو اس کے مفصل مطالعہ کا موقع نہیں ہوا مگر احباب کو موقع ہوا ہے وہ سب کے سب اس کے جمع کردہ مواد سے بہت متاثر ہیں۔ کیا اچھا ہو اگر یہ دو کتب انگریزی میں شائع ہو جائیں تاکہ دنیا کو اور بھی زیادہ فائدہ پہنچ سکیں۔

زردشتیت، شنتویت، کنفیوشیت، تاؤمیت، نازیت فاشیت، اشتراکیت، فابنیت، بلکہ اجتماعیت، انسان شناسیت اور اسلام شامل ہیں کے متعلق علم کے انتشار کو ختم کر دیتے ہیں بہت [illegible] بحث کے لئے پوری آزادی اور موقعہ دیا جا[illegible] ہر چیز کی طرف علم کے ذریعہ رسائی حاصل [illegible] کیونکہ یہ جہالت کی کہر ہی ہے جو ہماری [illegible] کو بگاڑ دیتی ہے اور حیران کن پریشانی کی طرف لے جاتی ہے، یہی حقیقت کہ کوئی شخص کسی "آیت" کا مطالعہ کرتا ہے، اس شخص کے تصور پر دلالت نہیں کرتا، اس کا تصور بہ عقیدہ اور یقین پر مبنی ہوتا ہے، ایک پیدائشی مسلم سے یقین کلی والا انسان شناس اُس سے بہتر ہے جس کا والد انسان شناس تھا، اگر ہم اپنے طلباء کو اسلام کمیت فکر کے تمام اسلوبوں کے مطالعہ کا موقعہ دیں تو ہم اپنے طلباء کے ذہنوں میں اسلام کا حقیقی مطلب اور اسکی اہمیت کو دلنشین کرانے میں نہایت اچھی طرح کامیاب ہوں گے جہالت اور اخفا ہمیں بے بنیاد شکوک اور بحثوں میں اُلجھا دیں گے۔

پیغمبر اسلام نے ہمیں تاکید کی ہے کہ علم حاصل کرنے کی خاطر دور افتادہ چین تک جاؤ ہمیں چاہیئے کہ اسی روح کے تتبع میں ہر بات میں سے اچھی چیزوں کو قبول کر لیں اور انہیں اسلامی روح کے رنگ میں رنگ دیں۔

آج کل لادینی یا سیاسیات سے مذہب کی علیحدگی کو تمدن اور ترقی کی ایک دلیل سمجھا جاتا ہے، آئیں اس معاملہ پر نظر غائر ڈالیں، لادینیت [illegible] کی تعریف کے متعلق سرد مہری [illegible] کا اظہار ہے، جو چند فلسفیو[illegible] کا نتیجہ ہے۔ یہ مذہب کے نام پر ایک کار سازی اور ردعمل ہے، اور متعصب مارکسیت کی طرف سے مذہب کی مابعد کی غیر علمی تعریف ہے۔

(باقی دارد)

تصحیح

گزشتہ اشتوع مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۵ء میں صفحہ ۱ پر فہرست وصولی رقم جلسہ سالانہ بر اپیل حضرت امیر قوم ایدہ اللہ مندرج ہے اس میں غلطی سے میزان کل ۹-۱۲-۲۶۶۹۶ کی بجائے ۹-۱۲-۱۶۶۹۶ لکھی گئی ہے احباب اس کی تصحیح فرمالیں۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
(مینیجر)

۲۰۶۳

از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور
بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی
اہلمد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر
جھنگ

P.O. Jhang

نائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں، باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر [illegible] دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر: دوست محمد

جلد ۴۴	یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۱۸ صفر ۱۳۷۵ھ۔ مطابق ۵ اکتوبر ۱۹۵۵ء	نمبر ۴۱

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے ۔/۶ روپے سالانہ
ممالک غیر سے ۔/۲۰ شلنگ سالانہ

جرمنی میں تبلیغِ اسلام

برلن مسجد کی مرمت کا کام شروع ہو گیا

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کا خط برلن سے

اوائل ستمبر میں میں نے فیصلہ کیا کہ اب چونکہ تمام ضروری امور متعلقہ مرمت برلن مسجد و ملحقہ مکان پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں لہٰذا میں برلن جا کر اس کام کو شروع کرا دوں۔ روانگی سے قبل بے شمار چیزیں تھیں جن کا انتظام اور فیصلہ کرنا تھا۔ سب سے اول سفر کا پروگرام۔ پھر ٹکٹوں کا انتظام وغیرہ تھا۔ چنانچہ بعض احباب سے سلسلہ خط و کتابت شروع کیا تاکہ راستہ میں اُن سے ملتا جاؤں۔

جب یہ تمام انتظامات طے ہو گئے تو بروز اتوار بتاریخ ۱۸ ماہ ستمبر صبح ۹ بجے ووکنگ سے روانہ ہوا۔ اگرچہ ساحل انگلستان کو شام کے وقت چھوڑنا تھا لیکن اس سے پہلے مجھے لندن میں ایک عیسائی گرجا میں ۱۱ بجے دن کو ایک تقریر کرنی تھی اور اس کے بعد ایک کانفرنس میں حصہ لینا تھا۔ شاید عجیب معلوم ہو کہ ایک مسلمان مبلغ ایک عیسائی گرجا میں تقریر کرے اور وہ بھی ان کی عبادت گاہ میں بطور SERMON لیکن یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں، یہاں ایک سوسائٹی ہے جس کا نام ہے ورلڈ کانگریس آف فیتھس یہ لوگ توحید کے قائل ہیں۔ خیر میں ۱۱ بجے ان کے گرجا میں پہنچ گیا۔ میرے ہمراہ عزیزم اقبال احمد صاحب (خلف الرشید مولانا آفتاب الدین احمد صاحب) بھی تھے جنہوں نے قرآن کریم سے کچھ آیات تلاوت کرنی تھیں۔ میری تقریر کا موضوع تھا "توحید باری تعالےٰ اور وحدتِ نسلِ انسانی"۔ خطبہ تقریباً ایک گھنٹہ کا تھا۔ عزیزم اقبال احمد صاحب نے قرآن کریم کی آیات تلاوت کیں اور پھر ان کا انگریزی ترجمہ سُنایا۔ بعد از دوپہر ایک عیسائی صاحب کا لیکچر تھا اور اس کے بعد سوالات اور جوابات۔ اس کے بعد شام کو میں ساحل انگلستان سے بعزم برلن روانہ ہوا۔ اور دوسرے دن صبح سویرے ہالینڈ پہنچ گیا، جہاں برادر محترم شیخ محمد طفیل صاحب کو ایسٹرڈم میں ملنا تھا چنانچہ مکرم طفیل صاحب کے ہاں ایک رات بسر کی اور چند ایک نومسلمین سے ملاقات بھی کی، وہاں سے منگل بتاریخ ۲۰ ستمبر صبح سویرے عازم جرمنی ہوا۔

جیسا کہ اکثر احباب واقف ہیں برلن چاروں طرف سے روسی حکومت سے گھرا ہوا ہے، لہٰذا برلن پہنچنے کے لئے روسی اجازت نامہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اکثر مشکل سے ملتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بذریعہ ہوائی جہاز برلن پہنچیں۔ چنانچہ میں نے دوسری صورت اختیار کی اور اسی طرح بذریعہ طیارہ شام کے ساڑھے چھ بجے برلن پہنچ گیا۔ یہاں مسجد اور مکان کی مرمت کا کام انشاء اللہ جلد شروع ہو جائیگا۔ اور یقین ہے کہ موسم سرما کے آغاز سے قبل ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیگا و باللہ التوفیق۔ برلن میں تبلیغ کا کام بفضلہ تعالےٰ بڑی خوش اسلوبی سے ہو رہا ہے اور کئی سعید رُوحیں حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکی ہیں اور کئی لوگ حق کے متلاشی ہیں اور برلن مسجد میں باقاعدہ متواتر اور مسلسل آتے رہتے ہیں۔ مسز ابینہ موسلہ اور مسٹر حسن شوباخر تبلیغ کے کام کو نہایت محنت، محبت اور اخلاص سے سرانجام دے رہے ہیں ہر منگل کی شام کو حسن شوباخر صاحب قرآن کریم کا درس دیتے ہیں جس میں تقریباً پندرہ جرمن شریک ہوتے ہیں حسن شوباخر صاحب نصف گھنٹہ درس دیتے ہیں اور تقریباً ایک گھنٹہ سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جمعہ کو باقاعدہ نماز ہوتی ہے اور حسن شوباخر صاحب خطبہ دیتے ہیں، جو وہ بڑی محنت اور جانفشانی سے تیار کرتے ہیں۔ جمعہ کی شام کو اکثر احباب پھر جمع ہوتے ہیں اور مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی ہے اور

(باقی برصفحہ ۱۲ کالم ۲)

ہمارا مذہب

ما مُسلمانیم از فضلِ خُدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

—(مسیح موعودؑ)—

ہم تو رکھتے ہیں مُسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

—(مسیح موعود)—

زمانۂ حال کی اسلامی عمرانیات

حسن نرمسان ایم اے

(۳)

یورپ کی لادینی تحریک اور مذہب

لادینی تحریک کو یورپ میں (اور بہت سے ممالک میں دنیا کی یورپ پسندی کی وجہ سے) اس معاشرتی جنگ کے لئے جو وہاں کلیسا اور اس کے مسلمہ حقوق اور اس کی علم و سائنس کی مزاحمت کے (جو اسلامی نقطۂ نگاہ سے خلافِ مذہب ہے) خلاف تھی، ایک ترقی پسند تحریک سمجھا جاتا ہے، اسلامی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہوئے یہ تحریک جسے خدا کی عملداری اور سیزر کی عملداری کے مابین فرق نے پالا اور پوسا، معاشرتی زندگی کے مسئلہ کو حل کرنیکی اصلی ماہیت کے متعلق ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے، یہ محض ایک مسکن مرہم ہے، جو اس دائمی ناسور کی جڑوں کو نہیں نکالتا جو انسان کی معاشرتی اور انفرادی زندگی کی قوتوں کو کھاتا چلا جا رہا ہے، یہ تمدن انسانی کی ایک وبا، حیلہ بازی اور منکریت کی علامت ہے، جو مذہب کے غلط تصور اور غلط استعمال سے پیدا ہوتی ہے، زندگی ایک کلیت ہے اور یوں ایک منقسم شدہ زندگی خود اپنے ہی خلاف ہو جاتی ہے۔

اسلامی معاشرہ فاشیت نہیں

مذہب کی تکمیل (ایک ضابطۂ حیات جسے رضاکارانہ قبول کیا جائے) اور اسلام کا معاشرہ یا معاشرتی زندگی کبھی فاشیت کی طرف نہیں لے جاتی اور نہ لے جا سکتی ہے، کیونکہ اسلام صرف قائل کرتا ہے، اور کسی پر اپنا عقیدہ زبردستی نہیں ٹھونستا۔ ایک اسلامی معاشرہ میں کسی غیر مسلم کے لئے یا ایک لامذہب شخص کے لئے، مذہب ایک نجی معاملہ ہے، وہ اپنی خواہش کے مطابق عقیدہ کا کوئی تصور منتخب کر سکتا ہے، لیکن جونہی وہ شخص اپنی رضامندی سے مشرف باسلام ہو جائے اور اس کے ضابطۂ حیات پر پوری طرح ایمان لے آئے تو اسے اس کی پیروی کرنی چاہیئے، ایک اسلامی معاشرہ میں جو اسم بامسمیٰ ہو غیر مسلم بھی اُن حقوق سے بہرہ یاب ہونے سے محروم نہیں رہتے جو اسلام کے معاشرتی اصولوں سے پیدا ہوتے ہیں، ایک اسلامی معاشرہ میں، ریاست اور معاشرہ ایک دوسرے کے ساتھ متفق اور متحد نہیں ہوتے، غیر مسلموں کا ذکر تو رہا ایک طرف، ریاست ایک خارجی انسانی نظام ہوتے ہوئے خود مسلمانوں کے اندرونی مقاصد پر قابو نہیں پا سکتی، اصولوں کے نفاذ کا سوال بالکل پیدا ہی نہیں ہوتا، ان کے بارے میں اسلامی اصول اور عقیدہ اُن کے ارادوں کی رہنمائی کریں گے، اور ریاست کی مشینری نہیں کرے گی، غیر مسلموں کو غیر مسلم اس لئے نہیں کہا جاتا کہ ان کو حقوق سے بہرہ یاب ہونے سے محروم رکھا یا روکا جاتا ہے، بلکہ اس لئے کہا جاتا ہے تاکہ انہیں بہت سی باتوں میں ان کے نجی اطوار، ثقافت اور تمناؤں کو اسلامی ریاست کی ناجائز مداخلت سے بچایا جا سکے، ثقافتی اور مذہبی حق خود اختیاری اور جزیہ (محصول نہیں، گو بہت غلط سمجھا گیا اور پیش کیا گیا ہے) کے احکام اس نقطہ کی مثالیں ہیں، قرآن میں اجازت ہے کہ جزیہ مفتوح دشمنوں کے ان صحیح الاعضا لوگوں سے عارضی طور پر لیا جائے، جو غیر مسلم ہونے کی حیثیت سے ملک کے دفاع کے لئے فوج میں شامل ہونے یا کسی نیک مقصد کے لئے جنگ کرتے ہوئے مزاجاً راغب نہ ہوں، اس طرح یہ جزیہ دوامی محصول کی طرح نہیں ہے، اور زمانہ جنگ کے لئے ایک عارضی تدبیر ہے، اگر غیر مسلم فوجوں میں اپنی خوشی سے شامل ہوں، تو پھر اس کے نفاذ کی گنجائش نہیں ہے، جزیہ اسلام میں رواداری کا ایک اظہار ہے، اور رواداری تمام انسانوں کے ساتھ اسلامی سلوک کی بنیاد ہے، اس لئے ایک اسلامی معاشرہ میں فاشیت کا... کوئی شائبہ تک موجود نہیں، بہرکیف اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ایک اسلامی معاشرہ کے قیام کے بغیر کوئی اسلامی ریاست قائم نہیں ہو سکتی، ایسا معاشرہ ہر عہد، زمانہ اور سرزمین میں بنایا جا سکتا ہے، اسلام کا عملی رویہ، معاشرہ اور اس کے مسائل کا علمی جائزہ اور دوسرے علوم کا مطالعہ اسلام کے معاشرتی اصولوں کی تکمیل کا تقاضا کریں گے۔

اسلامی ریاست حکومت الٰہیہ نہیں

آخر میں مذہب کی حکومت (حکومتِ الٰہیہ) کے خلاف عام اعتراض کا اطلاق اسلام پر نہیں ہوتا، کیونکہ اسلام میں خدا اور انسان کے مابین کسی سفارش یا پیشوائیت کی گنجائش نہیں ہے ایک باحقوق جماعت، جو مشیت ایزدی کے محافظ کے طور پر پیش کرتی ہے وہ اسلام کے سیاسی آئین کے لئے اجنبی ہے، اسلامی ریاست اور معاشرہ اپنے اصولوں پر مبنی ہوتا ہے (گو دہلی، دمشق، بغداد کے "مسلم" فرمانرواؤں نے اسے غلط پیش کیا اور اس کا غلط انتظام کیا، اسلام میں کسی موروثی یا شاہنشاہیت کی اجازت نہیں) تاج محل اسلامی تعمیر کے حسین ترین پھولوں میں سے ایک ہو سکتا ہے، لیکن یہ اسلام کا ایک مکمل اظہار نہیں ہے، جو بقول عمر حتمی طور پر اس کے عمرانی نظام پر منحصر ہے۔

اسلامی معاشرہ احیائے مذہب کی تحریک نہیں

مزید براں کوئی اصول محض اس لئے اچھا یا بُرا (ترقی پسندانہ یا عقلیت پسند احیائے مذہب کے متعلق) نہیں کہ وہ ماضی سے وابستہ ہے، مصوری، فنِ تعمیر، ثقافت تمدن، زبان، اور ادب خواہ کسی اسلامی یا غیر اسلامی ملک میں ہوں یا مارکسی یا غیر مارکسی ریاست میں ہوں، ہر جگہ ماضی سے وابستہ ہوتے ہیں، اس بات سے انکار کرنا خود انسانیت کی تاریخ اور وراثت سے انکار کرنا ہے، دوسری طرف محض احیائے مذہب کا نعرہ مبہم اور بے معنی ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم تجزیہ کریں کہ یہ اصول بذات خود پسندیدہ ہے یا نہیں، اور اگر پسندیدہ ہے تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اسے خفیف ترین تامل یا غفلت کی سرگوشی کے بغیر اپنی ضروریات اور حالات کے مطابق قبول کریں، کسی چیز کو ایک طرف پھینک دینا محض اس لئے کہ وہ ماضی سے وابستہ ہے نہ صرف غیر علمی اور بے ڈھنگی بات ہوگی بلکہ از حد تنزل پذیر اور رجعت پسندانہ ہوگی، چین کی "انئی ڈیموکریسی" جو قدیم چینی ثقافت کی قدر کو تسلیم کرتی ہے، بہت سے لوگوں کی آنکھیں کھول دے گی، یہی بات دوسری نئی چیزوں کے بارے میں صحیح ہے، ہمیں چاہیئے کہ ان کو ضروری طور پر اپنے استعمال کے مطابق آراستہ کریں، لیکن ان کے اختیار کرنے اور استعمال کرنے میں ہمیشہ اسلام کی روح اور مقصد پیش نظر رہنا چاہیئے، مصوری، سینما، ریڈیو، فوٹوگرافی، لاؤڈ سپیکر وغیرہ اس کی چند مثالیں ہیں۔

قوم پرستی اور اسلام

اسلام میں قوم پرستی کو اس کی مبالغہ آمیز شکل (سیاسی یا اقتصادی) میں تسلیم نہیں کیا جاتا، بہرکیف یہ اس حد تک تسلیم کی جاتی ہے جس حد تک یہ ایک قوم کو دوسری قوم سے تمیز کرنے کے لئے ضروری ہے، اسلامی ممالک نے سیاسی ذاتی اظہار کے لئے تہوار کے لئے قوم پرستانہ نعرے استعمال کئے ہیں، لیکن جونہی اسلام کے سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی اصول زندہ ہوں گے اور فرد اور قوم کے دوسرے فرد اور قوم کے درمیانی رشتوں کی تعریف کرنے کے لئے متحرک ہوں گے یہ نعرے پسپا ہو جائیں گے۔

عملی تصوریت

اپنے ممالک تعمیر تو میں ہمیں اس نقطہ کی وضاحت کر دینی چاہیئے کہ صرف خیالی خواب پرستی اور اپنی ذات پر توجہ مرکوز کرنے والے مذہب پرست ہمیں کہیں نہیں لے جا سکتے، ہمیں حقیقی عینیت پسند بننا چاہیئے، ہمیں معاشرتی میدان عمل میں نکل آنا چاہیئے، اپنے مسائل آپ حل کرنے چاہئیں اور پھر اپنے عمرانی حلقہ کو ان لوگوں کے اختیار کرنے کے لئے پیش کرنا چاہیئے، جو رسماً مذہب اسلام کے پابند نہیں، اس طرح ہم اسلام کے اس عمرانی مقصد کی تکمیل کے قابل ہو جائیں گے جو ساری انسانیت کی ذہنی اور مادی ترقیات کی امید رکھتا ہے، اس میدان میں ہم اسلام کو ایک عالمگیر عمرانی طاقت کی حیثیت سے حرکت میں لائیں گے جسے ہم مدت ہوئی کھو چکے ہیں اور بے توجہی اور سیاسی ابتریوں کی صدیوں کی وجہ سے پوری طرح سے استنباط نہیں کر سکے، اس طرح ہم ایک مرتبہ پھر دنیا کے لوگوں کی رہبری کریں گے جو انتہا پسند اور غیر متوازن فلسفوں کی وجہ سے عقوبت زدہ اور مظلوم ہیں۔

(باقی بر صفحہ ۱ کالم ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — ۵ راکتوبر ۱۹۵۵ء

اسلامی اصولوں پر عمل

اسی اشاعت میں دوسری جگہ "مشرقی پاکستان اسلام مشن" کے ایک جلسہ کی رپورٹ درج کی گئی ہے جو ۱۷ ستمبر کو مشرقی پاکستان کے وزیر خوراک مسٹر غیاث الدین احمد کے زیر صدارت منعقد ہوا، رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ :-

"صدارتی تقریر کرتے ہوئے وزیر خوراک جناب غیاث الدین احمد نے فرمایا کہ اسلامیہ مشن کے کارکنوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو اس بات پہ آمادہ کریں کہ وہ اسلامی اصولوں پہ کما حقہ' کاربند ہوں، انہوں نے مزید فرمایا کہ مسلمان تجار اگر اسلامی اصولوں پہ حقیقی طور پر کاربند ہوتے تو آج چور بازاری کی لعنت قوم کو کبھی نصیب نہ ہوتی"

فی الواقعہ یہ ایک بہت بڑی لعنت ہے جو آج مسلمانوں پہ مسلط ہو چکی ہے اور مسٹر غیاث الدین احمد نے اس بات کی طرف توجہ دلا کر کہ مسلمانوں کو کما حقہ' کاربند ہونے کی تلقین کی جائے، ایک اہم ترین ضرورت کا اظہار کیا ہے، آج نہ صرف چور بازاری ہی کی وجہ سے مسلمانوں کا ہر طبقہ پریشان حال ہو رہا ہے بلکہ اسلامی اصولوں سے انحراف کی وجہ سے بہت سی ایسی لعنتیں مسلمانوں پر مسلط ہو چکی ہیں جو انہیں اسفل السافلین کی طرف لے جا رہی ہیں، چور بازاری کے علاوہ غذائی چیزوں میں ملاوٹ کے ایسے ایسے حیرت انگیز طریقے ایجاد ہو رہے ہیں جو اسلام تو ایک طرف انسانیت کے ادنےٰ اصولوں کے بھی منافی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بجا ہو گا کہ غذائی اشیاء کے اندر پسی ہوئی اینٹیں اور پتھر یا درختوں کی چھال اور پتے ملا کر انسانی زندگی کو تباہ کرنے اور ہزارہا انسانوں کے قتل عمد کا ارتکاب کیا جاتا ہے، مشرقی پاکستان کا ہمیں علم نہیں لیکن پنجاب میں اس قسم کے کئی واقعات ظہور میں آ چکے ہیں اور ایسے مجرمین پر قابو پانے کے باوجود انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے یہ ہولناک جرم بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اور بے شمار انسان طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو کر بستر مرگ پر کراہ رہے ہیں۔ پھر رشوت ستانی کا مرض بھی حکومت کی تمام انسدادی تدابیر کے باوجود ترقی پذیر ہے اور جنسی جرائم اور ادنےٰ ادنےٰ باتوں پر قتل و مقاتلہ کے واقعات آئے دن کی معمولی باتیں ہو چکی ہیں۔

ان حالات میں مسٹر غیاث الدین احمد کا یہ خیال کہ مسلمانوں کو اسلامی اصولوں پر کاربند ہونے کی تلقین کی جائے بالکل صحیح اور برمحل ہے، ہمیں یقین ہے کہ جب تک مسلمانوں کو اسلامی اصولوں پہ کما حقہ' عملدرآمد کی تلقین نہ کی جائے گی اور ایک پرزور مہم اس بارہ میں نہ چلائی جائے گی اس وقت تک ان خلاف انسانیت حرکات کا خاتمہ نہ ہو سکے گا۔ لیکن یہ کسی ایک جماعت یا مشن کا کام نہیں اس کے لئے مسلمانوں کے ہر فرقہ، ہر جماعت، ہر اسلامی لیڈر اور علمائے دین کی متفقہ و متحدہ جدوجہد کی ضرورت ہے، وہ لوگ جو پاکستان میں اسلامی قانون رائج ہونے کے متمنی ہیں اور اقامت دین کے نام سے حکومت کے خلاف شورش برپا کرنے سے نہیں چوکتے وہ غور کریں کہ اسلامی قانون کے رائج ہونے کے بعد بھی جب تک لوگوں کے اخلاق و اعمال اسلام کے مطابق نہ ہوں، اور وہ اسلامی اصولوں پر کما حقہ' کاربند نہ ہوں اس وقت تک ان کی زندگیاں اسلامی نہیں بن سکتیں اور نہ ان جرائم کا خاتمہ ہو سکتا ہے جو آج نسل انسانی کی پریشانی اور تباہی کا موجب ہو رہے ہیں، قانون کی گرفت سے بچنے کے سینکڑوں طریقے لوگ سیکھ چکے ہیں جیسا کہ رائج الوقت قانون کے نتائج و اثرات سے ظاہر ہے اصل چیز جس کی ضرورت ہے وہ دلوں کے اندر اللہ اور یوم آخر پہ ایمان پیدا کرنا ہے، نرا مسلمان کہلانے، کلمہ پڑھنے اور نماز روزہ کی ادائیگی سے وہ غرض پوری نہیں ہوتی، جو حقیقی ایمان کا نتیجہ ہونی چاہیئے۔ آج تو حالت یہ ہے کہ حج کرنے لوگ جاتے ہیں اور چوری چھپے ایسی چیزیں لے آتے ہیں جو قانوناً ممنوع ہیں اور ان کو حکومت کی دسترس سے محفوظ کرنے کے لئے جھوٹ اور دغا فریب کے تمام مراحل طے کر جاتے ہیں، کیا یہ حج کہلا سکتا ہے؟ کیا خدا اور یوم آخر پہ ایمان کا یہی نتیجہ ہونا چاہیئے فی الحقیقت اگر انسان کے دل میں سچا ایمان ہو اور اسے یقین ہو کہ اس کی ایک ایک حرکت کو اللہ تعالےٰ دیکھتا ہے اور اس کی سزا اسے بھگتنی پڑے گی تو کبھی اس سے ایسی حرکات سرزد نہ ہوں، کبھی جھوٹ، دغابازی، چور بازاری، رشوت ستانی اور زنا اور قتل وغیرہ کا ارتکاب نہ ہو، قرآن نے اسی لئے بار بار ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے 'اٰمنوا باللّٰہ ورسولہ' کی تلقین کی ہے، ورنہ جن لوگوں کو یاایھا الذین اٰمنوا کہکر مخاطب کیا گیا انہیں پھر 'اٰمنوا باللّٰہ ورسولہ' کہنے کا کیا مطلب ہے یہی ایمان تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں راسخ ہو چکا تھا۔ چنانچہ فرمایا ولکن اللّٰہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان۔ اللہ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے دی اور کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ کر دیا، دیکھا آپ نے؟ ایمان کے دلوں کے اندر پختہ ہو جانے سے کیا نتائج برآمد ہوئے وہ تمام برائیاں اُن سے دُور ہو گئیں جو اہل عرب کی رگ رگ میں سرایت کر چکی تھیں، ایمان باللّٰہ والیوم الاٰخر نے ان تمام برائیوں کو جڑ سے اکھیڑ کر نیست و نابود کر دیا اور وہ لوگ جو بہائم بن چکے تھے، انسانیت کے لباس میں فرشتے بن گئے۔

آج بھی اسی ایمان کی ضرورت ہے، اس کے بغیر اسلامی اصولوں پر کما حقہ عملدرآمد نہیں ہو سکتا، نہ کوئی اسلامی قانون کام آ سکتا ہے۔ اس ایمان کو پیدا کرنا ان جماعتوں کا فرض ہے کہ جو مذہبی ہونے کی دعویدار ہیں، لیکن سیاست میں الجھ کر رہ گئی ہیں، حضرت مجدد وقت علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی ایمان کو پیدا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے اور انہوں نے ایک ایسی جماعت بنا دی جن کے دلوں میں اللہ اور یوم آخر پہ سچا ایمان پیدا ہو گیا اور انہوں نے صحابہ کے رنگ میں رنگین ہو کر نیکی، اخلاق اور تقوےٰ .... کو اپنا شعار بنا لیا۔۔

.......، ضرورت ہے کہ اس رنگ کو دوسرے مسلمانوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، اور ایک ایسی مہم چلائی جائے جس سے ایمان کی روشنی ہر مسلمان کے دل میں پیدا ہو اور وہ اسلامی اصولوں پر صحیح طور پر کاربند ہوں۔ اگر سب جماعتیں مل کر (بشرطیکہ خود ان کے اندر بھی ایمان و اخلاص موجود ہو) وعظ و تلقین کا سلسلہ جاری کریں اور سیاست سے بلند ہو کر مسلمانوں کی اخلاقی اور ایمانی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں، تو ..... تمام اخلاقی بیماریاں آج رفع ہو سکتی ہیں اور اسلامی قانون کے نہ ہوتے ہوئے بھی اسلامی اصول کما حقہ' رائج ہو سکتے ہیں،

درخواست دُعا

ڈھاکہ سے حسن خاں صاحب لکھتے ہیں کہ مولنا عبدالصمد صاحب جمالی کی دائیں آنکھ کا اپریشن ڈھاکہ میڈیکل کالج ہسپتال میں ہوا ہے خدا کا شکر ہے کہ اپریشن کامیاب ہوا ہے مولوی صاحب کی درخواست ہے کہ ان کیلئے احباب کرام خاص طور پر دعا فرمائیں۔

مشاہدات

مدیر پیغام صلح کو چند دن کے لئے کراچی جانا پڑا، گو
تو اپنی ہی ضرورت کی وجہ سے تھا، لیکن جس شخص کی زندگی جماعتی
ماحول کے اندر گذری ہو وہ چند دن کے لئے بھی جماعت اور
برادران سلسلہ سے الگ کیونکر رہ سکتا ہے، کراچی پہنچتے ہی
سب سے پہلے اس مکان پر پہنچا جہاں جماعت کا اجتماع اور
جمعہ کی نماز ہوتی ہے، یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ مکان نہایت
صاف ستھرا اور اچھی حالت میں ہے، ہمارے محترم بزرگ
مرزا ولی محمد بیگ اسی جگہ قیام پذیر ہیں، اور کئی معزز گھرانوں
کے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان اُن سے عربی، جرمن، ڈچ، اور
انڈونیشی زبانیں سیکھنے آتے ہیں، اور یہ بالواسطہ طور پر سلسلہ
کے متعلق حسن ظن پیدا کرنے کا ایک اچھا ذریعہ ہے، مرزا
صاحب نوجوانوں کو عربی سکھانے کا خاص شوق رکھتے ہیں
اور انہیں افسوس ہے کہ اپنی جماعت کے نوجوان اس طرف
توجہ نہیں کرتے، حالانکہ ایک مذہبی جماعت کے نوجوانوں کو
اس طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ ان کا دعوےٰ ہے کہ تعلیم یافتہ
نوجوان چھ ماہ میں اچھی خاصی عربی سیکھ سکتے ہیں، میں نے خود
ان نوجوانوں کو دیکھا ہے جو ان سے عربی اور بعض دوسری
زبانیں پڑھتے ہیں، اور انہیں کافی فائدہ حاصل ہوا ہے،
کراچی کے احمدی نوجوان بھی اگر اس طرف توجہ کریں اور مختلف
زبانیں سیکھیں تو ان کی آئندہ زندگی اور سلسلہ کے لئے بھی
بہت مفید ثابت ہوگا۔

اس مکان سے تو دو دن کے بعد میں اپنے ایک
عزیز کے ہاں چلا گیا، ارادہ تو نہ تھا لیکن وہ جبراً لے گئے
تاہم صبح شام یہاں بھی جانا ہوتا، اور وہ روحانی سکون جو احمدیہ
بلڈنگس میں نصیب ہے، کم و بیش وہاں بھی باجماعت نماز سے مل ہی جاتا
تھا، بعض احباب سے بھی ملنے کا شرف حاصل ہوا اور جمعہ کے
دن تو بہت سے احباب سے ملاقات ہوگئی، جس سے
ایک روحانی تقویت حاصل ہوئی، محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب
اس جگہ، جماعت کے روح رواں ہیں، وہی جمعہ کی نماز
پڑھاتے اور اتوار کے دن درس بھی دیتے ہیں، ان کو اللہ
تعالیٰ نے سلسلہ کے لئے ایک خاص جوش عطا فرمایا ہے
اور وہ اپنی دیگر مصروفیتوں میں بھی کبھی اس سے غافل نہیں
ہوتے ۱۹/ستمبر کے خطبہ جمعہ میں انہوں نے آیت خاتم النبیین
کی تفسیر کرتے ہوئے ایک نئے پیرایہ میں ختم نبوت کے
ان دونوں پہلوؤں کو واضح کیا کہ ایک طرف حضرت نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اپنے کمال کو پہنچ کر ختم ہو
گئی اور دوسری طرف آپ کا فیض روحانی ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے جاری ہے اور ایسے لوگ اس امت میں
پیدا ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے جو آپ کی
کامل متابعت سے رنگ نبوت سے رنگین ہو کر محدثیت
مجددیت کا درجہ حاصل کرتے ہیں، اس خطبہ کا مضمون
امید ہے ڈاکٹر صاحب خود لکھ کر قارئین "پیغام صلح" کے
استفاضہ کا موجب ہوں گے۔

خطبہ کے دوسرے حصہ میں ڈاکٹر صاحب نے
"پیغام صلح" کے خاتم النبیین نمبر کی خریداری کے لئے خاص
طور پر تحریک کی، اور اس ضمن میں اس تاثر اور "پیغام صلح"
کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ مرکز سے محترم پروفیسر عنایت علی
خاں صاحب نے لکھا ہے کہ جماعت کراچی اس نمبر کے کم از کم
پانچ سو پرچے خرید کر دوسرے لوگوں میں پہنچانے کا انتظام
کرے، ڈاکٹر صاحب کی تحریک پر اسی وقت کئی دوستوں نے
متعدد پرچوں کے آرڈر لکھوا دیئے، جو دوست موجود نہ تھے
ان کے ذمہ بھی کچھ پرچے ڈال دیئے، اور اس طرح پانچ سو کی
تعداد پوری کر لی گئی جزاہم اللہ احسن الجزاء

امید ہے دوسری جماعتیں بھی جماعت کراچی کے
اس اقدام کی پیروی کرتے ہوئے خاتم النبیین نمبر کو کئی ہزار
کی تعداد میں چھپوانے کا سامان بہم پہنچائیں گی۔ تاکہ جہاں تک
ممکن ہو دوسرے لوگوں میں اسے پھیلایا جا سکے اور اس
طرح حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کو
واضح کرتے ہوئے یہ ثابت کیا جائے کہ جماعت احمدیہ
لاہور ہی ایک جماعت ہے جو ختم نبوت کی صحیح معنوں میں
قائل ہے، اور حضرت مسیح موعود فی الحقیقت ختم نبوت ہی
کو قائم کرنے کے لئے آئے تھے، کیا ہمارے احباب
اور جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اس طرف خاص توجہ
فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے اور جس قدر زائد پرچے
انہیں دوسروں میں تقسیم کرنے کے لئے مطلوب ہوں، ان سے
دفتر کو جلد از جلد مطلع فرمائیں گے؟

بیجا نہ ہوگا اگر اس جگہ جماعت کے ذمہ دار ارکان کو
اس افسوسناک حقیقت کی طرف توجہ دلائی جائے کہ کئی ایسے
اصحاب ہیں جو نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے (اور یہ کراچی
ہی سے مخصوص نہیں۔۔۔ مرکز اور بعض دوسرے مقامات
پر بھی یہی حال ہے) حالانکہ جمعہ کی نماز ان عبادات میں سے
ہے جو فرائض کا درجہ رکھتی ہیں، خدا کا حکم ہے :۔
اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ
فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع۔ جب
جمعہ کی نماز کی اذان ہو تو اللہ کے ذکر کیلئے دوڑو اور تمام
قسم کے کاروبار کو اس وقت ترک کردو، حضرت نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز کو اس قدر اہمیت
دی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے
کہ اپنی جگہ کسی اور کو خطبہ کے لئے کھڑا کر کے خود جا کر ان
لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو جمعہ میں شریک نہیں
ہوتے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق روایت ہے
کہ جیل کے اندر جب زنجیروں میں آپ بندھے ہوئے تھے
تو جمعہ کا وقت آنے پر آپ ایسی جدوجہد کرتے تھے کہ
گویا زنجیروں کو توڑ کر نکل جانا چاہتے ہیں۔ دریافت کرنے
پر فرمایا کہ خدا کے اس حکم کی تعمیل کرتا ہوں کہ جب جمعہ کی
نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو
پھر اس زمانہ کے امام، مجدد وقت، مسیح زمان علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے حکومت انگلشیہ کے عہد میں ایک میموریل
تیار کیا جس میں نماز جمعہ کے لئے تمام سرکاری دفاتر میں
دو گھنٹہ کی چھٹی کی درخواست کی گئی، لیکن آج جبکہ تمام
سرکاری دفاتر میں جمعہ کو نصف دن کی چھٹی ہوتی ہے بہت
کم لوگ جمعہ کی نماز میں شریک ہوتے ہیں، کراچی میں بھی یہ حالت
نظر آئی اور مرکز اور دوسری جماعتوں میں بھی یہی نظر آتا ہے۔
اس کا سبب کیا ہے؟ کیا ہمارے دوستوں نے جمعہ کی
نماز کو نفل سمجھ لیا ہے؟ یا کوئی اور وجہ ہے۔ اس کی طرف
جماعت کے ذمہ دار ارکان کو خاص توجہ کرنی چاہیئے اور
ان احباب سے جو شریک جمعہ نہیں ہوتے فرداً فرداً خود
مل کر پوچھنا چاہیئے اور نرمی اور اخلاق کے ساتھ انہیں
جمعہ کی اہمیت بتا کر اس میں شرکت کی دعوت دینی چاہیئے
اگر کسی دوست کو کسی امر کی شکایت ہو اور اس کا ازالہ
ممکن ہو تو ازالہ کی کوشش کے ساتھ اسے یہ بھی سمجھایا جائے
کہ نماز جمعہ بہرحال ایک عبادت ہے جو کسی وجہ سے بھی ترک
نہیں کی جا سکتی، دوسروں ہی کو نہیں خود اپنے گھروں میں اپنے
بچوں کو بھی اس طرف توجہ دلائی جائے اور محبت آمیز
پیرایہ میں انہیں جمعہ میں شمولیت کی دعوت دی جائے، کہ
اس کے بغیر جماعت کی ترقی ناممکن ہے۔

کراچی کے اس چند روزہ قیام میں بنگال کے ایک
پرانے دوست سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوا، جو
آج کل دستور ساز اسمبلی کے ممبر ہونے کی وجہ سے یہاں
مقیم ہیں، یعنی مولانا عبدالرشید صاحب ترک باگشی
مولانا ممدوح بہت مدت ہوئی تعلیم دینی کے سلسلہ میں لاہور
میں آ گئے تھے اور ایک مدت تک احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مقیم
رہے بعد میں بنگال جا کر سیاسیات میں اُلجھ گئے اور اس
سلسلہ میں قید و بند کی سختیاں بھی جھیلیں آج کل عوامی لیگ
کی طرف سے دستور ساز اسمبلی کے ممبر ہو کر کراچی آئے
ہوئے ہیں، لیکن سیاسیات میں منہمک ہونے کے باوجود
مذہب کی روشنی سے دل ابھی تک منور ہے جو احمدیہ
بلڈنگس میں انہیں حاصل ہوئی، پرانی یادیں ابھی دل میں تازہ
ہیں، مجھے جب معلوم ہوا کہ وہ یہاں آئے ہوئے ہیں، تو
ان کی جائے قیام (سمرسٹ ہاؤس) میں ملاقات کے لئے
گیا، بڑی محبت اور تپاک سے ملے، ایک ایک دوست

(باقی ص ۸ پر)

استحکام سلطنت اور استحکام ملت کیلئے

تفقہ فی الدین کی ضرورت

حدیث اور سنت کی حفاظت کا اہتمام قرآن میں

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۵۵ء۔ فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ .... لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ۔

(سورۃ التوبہ رکوع ۱۴)

قرآن کریم کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذمہ اپنے اوپر لیا ہے کہ قرآن کریم جسے ہم نے نازل کیا ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے جیسے فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ قرآن کریم کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ضرور ضرور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

اپیل کا آخری کورٹ

پھر قرآن کریم سے متعلق فرمایا کہ جب رعیت میں اور حاکم میں یا امیر یا خلیفہ اور دوسرے لوگوں میں تنازعہ ہو جائے تو اس کے لئے اپیل کا کورٹ خدا تعالیٰ ہے لیکن خدا تعالیٰ کے پاس کس طرح اپیل لے کر جائیں۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ کی کتاب کے سامنے تنازع لاؤ۔ خدا کی کتاب میں خدا تعالیٰ کے منشاء کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے لیکن اپیل صرف خدا کے ہاں نہ ہوگی بلکہ اس کے رسول کے حضور میں بھی پیش کرنے کا حکم ہے چنانچہ فرمایا رُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ قرآن کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینوں میں محفوظ کیا گیا، تمام دنیا میں مرد و عورت اس قرآن کو دوہراتے رہتے ہیں۔

سنت کی حفاظت کا اہتمام

سنت کے محفوظ کرنے کا بھی انتظام اسی قرآن کے ذریعہ کیا گیا ہے، وہ اہتمام یہ ہے فرمایا فلولا نفر من کل فرقة طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون۔ کیوں نہ ایسا ہو کہ تمام قبیلوں اور تمام اطراف سے ایسے لوگ نکلیں جو رسول کی صحبت سے فیض یاب ہوتے اور دین سیکھنے کے لئے آئیں اور ان کا کام یہ ہو کہ حضور سے دین کی تعلیم حاصل کریں تاکہ جب اپنی قوم کی طرف واپس جائیں تو انہیں دین کی تبلیغ کریں اور اسلامی تعلیمات کو اپنی قوم تک پہنچا دیں تاکہ جو لوگ مدینہ میں نہیں آسکتے وہ بھی ان سے دین سیکھ لیں، لعلهم يحذرون تاکہ وہ خدا خوفی سیکھیں اور بدیوں سے بچیں۔ یہ انتظام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث کو عرب کے تمام اطراف میں پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ یہ جہاد کی آیات ہیں، وہ لوگ جو جہاد میں مشغول تھے ان کو جان و مال کی قربانیاں دینی پڑیں، ان کی قربانیاں بار آور ہوئیں وہ سلطنت کے مالک بن گئے لیکن سلطنت کے استحکام کے لئے قوم کے اندر سیرت و کردار کی مضبوطی درکار ہوتی ہے اور یہ مضبوطی دین کو زندہ رکھنے سے میسر آتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو زندہ رکھنے کے لئے یہ انتظام بھی کیا کہ ہر قبیلے سے کچھ لوگ آئیں وہ دین سیکھ کر واپس اپنی قوم کی طرف جائیں اور انہیں دین سکھائیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے ایک فریضہ مقرر کیا ہے و یعلمهم الکتاب والحکمة قوم کو کتاب کی تعلیم دیں اور حکمت کی باتیں سکھائیں، وہ چیزیں جو حضرت نے قوم کو تعلیم فرمائیں اور وہ تفقہ فی الدین جو حضرت نے سکھایا اسی کو حدیث کہتے ہیں، اس حدیث کی حفاظت کے لئے وہ قیمتی اصول سکھائے ہیں کہ ان پر کاربند ہونے سے قوم مر نہیں سکتی۔

لوگ کہتے ہیں سنت کہاں ہے؟ حدیث کہاں ہے؟ وہ دیکھیں کہ اس آیہ کریمہ میں حدیث کی حفاظت کا سامان کیا گیا ہے، کہ مختلف قبائل میں سے کچھ لوگ حضرت کے پاس آئیں اور آپ سے دین سیکھ کر واپس اپنی قوم کو جا کر سکھائیں، گویا خبر واحد بھی حجت ہوگئی۔

مرکز کی بہبودی اور استحکام

اور اس سے پیشتر بھی ایک بات فرمائی وما كان المؤمنون لينفروا كافة مدینہ کے رہنے والوں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سارے کے سارے باہر نکل جائیں، بڑے بڑے آدمیوں کا حضرت کے ارد گرد رہنا بھی ضروری تھا۔ اس کے علاوہ اصحاب الصفہ بھی آپ کے پاس دین سیکھنے کے لئے رہتے تھے، تو فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ سارے کے سارے مدینہ سے نکل جائیں، مرکز کی بہبودی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے، ہم نے اپنی آنکھوں سے قادیان میں دیکھا کہ بڑے بڑے آدمی چاروں طرف سے وہاں آکر جمع ہوگئے۔ ان لوگوں نے دیکھ لیا کہ تزکیہ اور طہارت صحبت صادقین ہی سے میسر آتا ہے، کوئی شخص مدراس سے، کوئی کلکتہ اور بمبئی سے بلکہ عرب سے بھی بعض لوگ آئے اور مامور من اللہ کی صحبت میں آکر رہے۔ مرکز کی آبادی سب سے ضروری چیز ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مرکز کو بہت مضبوط بنایا گیا اس کا بہت بڑا اثر چاروں طرف کے لوگوں پر پڑا اور لوگ جوق در جوق مدینہ کی طرف چلے آتے تھے۔

ہمارے مرکز کی سابقہ اور موجودہ حالت

ہمارے مرکز میں بھی حضرت مولانا محمد علی صاحب رہتے تھے، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب یہاں رہتے تھے، حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب یہاں رہتے تھے، حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب یہاں رہتے تھے، ان کے وجود سے مرکز مضبوط تھا، اور مرکز موثر تھا۔ اب اس میں دو باتوں کی کمی ہوگئی ہے ایک تو علماء کی کمی ہے اور دوسرے موثر شخصیتوں کی۔ چند کلرک یہاں رہتے ہیں اور کچھ طالب علم ہیں، اس لحاظ سے یہ مرکز بہت کمزور ہو رہا ہے، میں قوم کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنے مرکز کو مضبوط کرو، وہ لوگ جو فارغ البال ہیں اور زیادہ عمریں گذار چکے ہیں وہ یہاں آئیں اور تھوڑا تھوڑا عرصہ یہاں آکر گذاریں، اپنے مرکز کی آبادی کی فکر کرو، اس میں علماء کی کمی ہے اس کو پورا کرو، تاکہ جو لوگ باہر سے آئیں وہ ان مردان کو دیکھیں جنہوں نے حضرت کے وقت کو دیکھا، حضرت صاحب کے وقت کوئی مبلغ نہ ہوتا تھا ہر شخص تو وہی مبلغ ہوتا تھا، جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری قوم مبلغ تھی، یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر اسی طرح حضرت مسیح موعود کے وقت بھی ساری قوم مبلغ تھی۔

قوم کے بزرگ مرکز میں آکر قیام کریں

وہ لوگ جو شہروں میں رہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ دو دو چار چار مہینوں کے لئے مرکز میں آکر قیام کریں اسی طرح علماء کی کمی کو پورا کرنے کا بھی انتظام کیا جائے علماء سے مرکز کو خالی کر دینا نقصان دہ ہے، اس کمی کو پورا کرنے کے لئے بزرگ لوگوں کو مرکز میں آکر قیام کرنا چاہیئے، تاکہ وہ واپس جا کر اپنی اپنی جماعتوں کو دین سکھائیں اور دوسرے لوگوں میں تبلیغ کا کام کریں۔

تقوے کی تلقین

جس رکوع میں یہ آیت ہے، اس میں کچھ اور باتیں بھی ہمارے لئے قابل غور ہیں، شروع ہی میں فرمایا یا ایها الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین یہ نہایت قیمتی تلقین ہے تقوے دل کے اندر پیدا کرنا ایمان کا نشان ہے، تقوے ہی سے آنکھ

کان، ناک وغیرہ جو دل کے ماتحت ہیں، صحیح کام کرتے ہیں، اگر دلوں میں تقویٰ پیدا ہو جائے تو قوم کے اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ قوم کی عزت اور مضبوطی کا باعث ہے۔

صادقوں کی رفاقت ضروری ہے

دوسری بات اس آیت میں یہ سکھائی گئی ہے کہ مومنوں کا کام علیحدہ علیحدہ رہنا نہیں، نیکی اور تقویٰ حاصل کرنا نیکوں کی صحبت سے میسر آتا ہے، اسی لئے فرمایا کونوا مع الصادقین صادق کی رفاقت اختیار کرو۔

صادق کون ہے؟

صادق وہ ہے جو حق بات کہنے سے نہیں جھجکتا سب سے بڑا صادق تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ایک مسلمان کو بھی آپ کے نقش قدم پر چل کر صادق بننے کی تلقین کی گئی ہے، صادق کون ہے؟ قرآن کریم میں کئی مقامات پر صادق کی تعریف کی گئی ہے ایک جگہ فرمایا انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون مومن صرف وہی ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر کچھ اس میں شک نہیں کرتے اور خدا کے رستہ میں جان اور مال خرچ کر دیتے ہیں یہ لوگ عملی رنگ میں صادق ہیں ایک اور جگہ فرمایا من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا مومنوں میں وہ مردانِ خدا ہوتے ہیں جن کا شیوہ ہے کہ جو عہد انہوں نے کیا اس کو سچ کر دکھایا بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنی جان قربان کر دی اور بعض اس انتظار میں ہیں کہ کب ان کی باری آئے اور وہ بھی جان فدا کریں وما بدلوا تبدیلا بڑے بڑے مصائب ان پر آئے، شدید ترین ابتلاؤں میں انہیں ڈالا گیا، اپنے دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کو اپنی آنکھوں سے قتل ہوتے دیکھا لیکن ان کے پاک ارادوں میں کسی قسم کی کمزوری رونما نہ ہوئی، اس سے ظاہر ہے کہ جس شخص کے اندر ایمان اور قول میں پختگی اور عمل میں استقامت ہے وہی صادق ہے، خدا کے عہد کو پورا کرو اپنے عمل سے اسے سچا کر دکھاؤ تو تم بھی صادق ہو۔

ابتلاؤں میں لغزش صدق کے خلاف ہے

لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کوئی ابتلا آیا تو لوگوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا، جمعہ میں آنا ترک کر دیا کہ کون نکو بننے کے لئے وہاں جائے چلو گھر ہی میں نماز پڑھ لیں گے، یہ صدق کے خلاف ہے، کونوا مع الصادقین کا جملہ خواہش کرتا ہے کہ گھروں میں نماز نہیں ہوتی، کبھی تن آسانی سے بھی رہ جاتا ہے کبھی کوئی اور بہانہ بن جاتا ہے، یہ صدق و صفا اور مردانِ خدا کا شیوہ نہیں، مردانِ خدا مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں، اپنے عہدوں کے پابند ہوتے ہیں، ایک عہد لا الٰہ الا اللہ کی پابندی کا عہد ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھا جائے، ایک عہد آپ نے امام وقت کے ہاتھ پر کیا کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا، کیا یہ عہد کی پابندی ہے کہ لوگوں سے ڈر کر مسجد میں آنا چھوڑ دیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑیں، یاد رکھئے جماعت سے علیحدہ رہ کر کوئی شخص ثابت قدم نہیں رہ سکتا اور نہ ہی ان برکات سے حصہ لے سکتا ہے جو اجتماع کی وجہ سے حاصل ہوتی ہیں۔

عزت اور ذلت کی موت

ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ۔ یہ جہاد کی آیات ہیں، ان میں بتایا ہے کہ مدینہ اور اس کے ارد گرد کے رہنے والے دیہاتیوں کے لئے یہ شایاں نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مشقت میں پڑیں اور جہاد کے لئے نکلیں اور یہ لوگ پیچھے رہ کر آرام کرتے رہیں اور رسول اللہ صلعم کی جان سے بڑھ کر اپنی جان کی فکر کریں، تمہارا عمل ایسا ہونا چاہیئے کہ تم میدانِ جنگ میں آگے بڑھ کر مقابلہ کرو، غازی جو میدانِ جنگ میں شہید ہوتا ہے اس کی موت بڑا درجہ رکھتی ہے، اس شخص کی نسبت جو گھر میں بوڑھے کے پاس بیٹھا ہوا مر جاتا ہے، یہ ذلت کی موت ہے، حضرت خالدؓ جس وقت فوت ہونے لگے تو آہ سرد بھر کر کہا کہ آج میں ایک جنگلی جانور کی طرح بستر پر مر رہا ہوں، میرے جسم پر ایک بالشت بھر جگہ نہیں جہاں تیروں اور نیزوں کے زخم نہ ہوں، لیکن میں گھر کے اندر بستر پر مرتا ہوں، یہ موت میدانِ جنگ میں آنی چاہیئے تھی،

جہاد میں بھوک پیاس اور تکالیف کی برداشت عمل صالح بن جاتے ہیں

ذالک بانھم لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ۔ ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں نہ پیاس ستاتی ہے اور نہ تکان اور بھوک جہاد کی مشقت سے روکتی ہے کبھی انہیں کچھ کھانے کو نہ ملے تو اس کی بھی انہیں پروا نہیں ہوتی، حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں، کہ ایک وقت ہم پر ایسا تھا کہ ہمیں درختوں کے پتوں کے سوائے کچھ کھانے کو نہ ملتا تھا اور ہمارا پاخانہ بھی بکری کی مینگنیاں ہوتی تھیں، تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کرنی پڑتی ہے، تکان اٹھانی پڑتی ہے ولا یطئون موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لھم بہ عمل صالح وہ اور ان کے گھوڑے اور اونٹ جس جس مشکل مقام پر پہنچے اور جو فتوحات انہوں نے دشمن پر حاصل کیں ان سب کا اجر ہے اسکو تمہارے لئے عمل صالح لکھا جاتا ہے، اور اگر تمہیں فتح ہوئی اور مال غنیمت ہاتھ آیا تو وہ بھی عمل صالح ہیں .... تمہارا ہوتا ہے۔

خدا کے رستہ میں خرچ کرنا بھی موجب قرب الٰہی ہے

ولا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ ولا یقطعون وادیا الا کتب لھم لیجزیھم احسن ما کانوا یعملون کوئی تھوڑا یا بہت خدا کے رستہ خرچ کرنا یا کسی رستہ پر چلنا بھی نیک عمل کے طور پر لکھا جاتا ہے وہ موجب قرب الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی بہترین جزا دیتا ہے۔

حسب توفیق تھوڑا دینا بھی موجب اجر عظیم ہے

ابوبکرؓ اور عمرؓ کی طرح ہزاروں روپیہ خرچ کرنے والوں کو بھی اس کا اجر ملتا ہے، لیکن اگر تم اپنی توفیق کے مطابق ایک پیسہ دے سکتے ہو تو ایک پیسہ ہی دو اور ضرور دو اس کا بھی اجر ویسا ہی ملے گا، کوئی شخص زیادہ کماتا ہے تو وہ اس کی اپنی کمائی نہیں ہماری ہی عطا کردہ لیاقت سے اس نے کمایا اگر وہ خدا کے رستہ میں اس کو خرچ کرتا ہے تو یہ اس کا عمل صالح بن جاتا ہے

استحکام قوم اور استحکام سلطنت کیلئے تفقہ فی الدین ضروری ہے

پھر فرمایا جہاد کے ساتھ تفقہ فی الدین بھی ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر تمام قسم کی فتوحات اور تمام دولت اور اقتدار اور ممالک معرض خطر میں ہوتے ہیں اگر استحکام قوم اور استحکام ملت و ممالک چاہتے ہو تو تفقہ فی الدین اپنے اوپر لازم کرو تا کہ اس کی بدولت تمہارے اندر صحیح سیرت اور کردار پیدا ہو، اور تفقہ فی الدین کے لئے فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر رہو اور ان سے دین سیکھو، یہ دین وہی ہے جو احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔

سنت اور حدیث کی حفاظت کا سامان قرآن میں

آج وہ بدبخت انسان جو کہتا ہے کہ حدیث کوئی چیز نہیں وہ قرآن کی اس آیت کو پڑھے، کیا خدا نے یونہی کہہ دیا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے پاس آکر دین سیکھو، جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کی ہے، اسی طرح حدیث کی بھی حفاظت کا بڑا سامان کیا گیا ہے، اسماء الرجال کی کتابوں میں ایک ایک راوی مرد اور عورت کے حالات لکھے ہیں، وہ کیسے تھے، ان کے اخلاق کیسے تھے، کتنی عورتیں اور کتنے مرد حبشہ میں گئے، کوئی نصف درجن کتابیں اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں، یورپ حیران ہے کہ مسلمان نے دین کو اس قدر علم کا رنگ دیا، اس کی نماز، اس کا روزہ اور حج نری رسمی عبادات نہیں، ان کا اثر اس کے اخلاق و ایمان پر پڑتا ہے اور ان سب کی تفصیل احادیث میں موجود ہے، اس کے باوجود یہ کہنا کہ احادیث کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کس قدر خلاف بیانی ہے۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہماری بھی کوئی کوشش ہو کہ حضرت کی سنت زندہ رہے، مسلمان کا سنت اور حدیث پر اعتراض کرنا تاریخ کو جھٹلانا اور دین کو مٹانا ہے۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی اس سلسلہ میں کوئی خدمت دین کر سکیں۔

چند ایک سوچنے اور سمجھنے کی باتیں

شمعون طاہر

ہرچند کہ میرا مقام ایسا نہیں جہاں سے میں کوئی نصیحت یا راہنمائی کرسکوں کیونکہ گناہ و عصیان کی بدنما اور گھن آمیز دلدل میری شخصیت پہ چھائی ہوئی ہے۔ اور میں خداوند رحیم سے اپنے ان گناہوں پہ بیحد شرمسار ہوں۔ میں اس لئے بھی اقراری مجرم ہوں کہ خداوند کے عظیم فرستادہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ توبہ کا عہد باندھ کر بھی میں اس ٹیڑھی راہ سے نہ ہٹ سکا جو ہلاکت اور تباہی کی راہ ہے۔ خدا تعالےٰ مجھے معاف فرمائے کہ وہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے۔ لیکن جس طرح سنگ میل باوجود گرد آلود ہونے کے نشان راہ کا کام دے سکتا ہے میں ان سطور کے پڑھنے والوں سے صرف اتنی درخواست کروں گا کہ وہ انہیں اسی ذیل میں یاد رکھیں اور مسیح کے ساتھ بندھے ہوئے عہد کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے میری ان سطور پر غور کرکے جو کچھ وہ محسوس کرتے ہوں اس کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

جماعت احمدیہ لاہور کے محکم اصول

جماعت احمدیہ لاہور کے وہ اراکین جو لاہور کے مرکز سے تعلق رکھتے ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ اعتقادی طور پر آج صرف وہی ایسے افراد ہیں جن کے اصول اس محکم بنیاد پہ استوار ہیں جن پہ کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں کھڑا کیا تھا۔ قادیان کے احمدیوں نے ۱۹۱۴ء میں مسیح موعودؑ کے متعلق اعتقادات میں بعض تبدیلیاں کیں اور ٹھیک چالیس سال بعد ۱۹۵۴ء میں انہیں ان تمام تبدیلیوں سے انحراف کرنا پڑا۔ یہ ایک اتنا کھلا انحراف تھا جسے غیر تو غیر خود جماعت قادیان کے اہل ضمیر اشخاص نے تسلیم کیا اور سچ تو یہ ہے کہ اگر جماعت احمدیہ لاہور نہ ہوتی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت اور انکی جمعیت کے بارے میں قادیانی احمدیوں کے ۱۹۵۴ء کے انحرافات کے بعد کوئی واضح اور پختہ راستے قائم کرنی بھی محال ہو جاتی اور دیکھنے والے تو یہ سمجھتے کہ یہ جمعیت ہواؤں کا رخ دیکھ کر سمت متعین کرتی ہے اور اس سے بڑا الزام کسی بھی مذہبی جمعیت کے لئے ممکن نہیں ہو سکتا۔

لانبی کا وعدہ اور قادیانی جماعت

خداوند تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے ساتھ جو وعدہ ۱۹۰۴ء میں الوصیت کے ذریعہ کیا تھا کہ لا نبی للّٰہ من المخزیات ذکرا۔ اسے ٹھیک پچاس برس بعد اسی شخص سے پورا کرا دیا جس نے ۱۹۱۴ء میں مسیح موعودؑ کے متعلق ایک ایسا عقیدہ گھڑا جو مسیح موعودؑ کا نہ تھا اور جو اسی طرح کا اتہام تھا جیسا کہ مسیح اول کے بارے میں نصاریٰ نے کہا تھا کہ وہ خداوند کا بیٹا ہے حالانکہ وہ خداوند کا پاک رسول تھا۔

منزل اور راہ کی الجھنیں

یہ سب درست ہے۔ لیکن اتفاقات بعض دفعہ کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں۔ راستہ کی الجھنیں منزل کے آڑے تو آسکتی ہیں لیکن اگر ان الجھنوں میں منزل اوجھل ہو جائے یا ذہن ہی سے اتر جائے تو اس سے زیادہ راہی کے لئے اور کیا بدقسمتی ہوگی۔ جماعت احمدیہ کو مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں کہ یہ جماعت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیشگوئیوں کی تجسیم ہے جن کے ذریعہ حضورؐ کا بروز مسیح موعود انسانی تاریخ کے سب سے خطرناک تاریک دور میں جسے دور دجال کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اسلام کی شمع روشن کرے گا اور صلیبی فتنہ (یعنی ایسے عقاید جنہیں غلط البیانات سے تعلق ہے) اور خنزیری صفات (یعنی اخلاقی کمزوریوں) کو ختم کردے گا۔ مسیح موعود کے عہد کو دیکھا جائے تو دس میں سے نو شرائط اسی دعوت کا اظہار ہیں۔ اور دسویں شرط خود مسیح موعودؑ کے ساتھ اس عہد کے باندھے جانے کا اقرار ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ منزل اور راہ کو جو نسبت ہے اس سے ۔۔۔ کہیں زیادہ خود راہی کے ذہن کی صفائی اور بینائی ضروری ہے۔ ایک دور ہماری جماعت کی تاریخ میں وہ بھی آیا جب ہم پہ چاروں طرف سے تنقید اور اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہوئی، شاید ہی انسانوں میں سے کوئی گروہ ہو جس نے ہمارے بارے میں کچھ نہ کچھ اعتراض نہ کیا ہو، الحاد پرستوں اور دہریوں سے لے کر تمام نام نہاد صوفیا اور مذہب پرست سبھی نے ہمارے خلاف ایکا کیا اور منصوبہ باندھا۔ ان کی یہ منصوبہ بندیاں آج بھی ہیں اور آج بھی ان کی یہ خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح وہ ہمیں نیست و نابود کر دیں، سمجھنے کو وہ مصلح ہیں لیکن ان کی کوشش زمین کے فسادات میں اضافے کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ وہ الجھنیں تھیں جو ہماری منزل اور ہمارے درمیان آڑے آگئیں، لیکن جماعت احمدیہ صرف ان الجھنوں میں الجھ کر رہ جانے کے لئے نہیں تھی۔ ان الجھنوں سے اپنے آپ کو بچانا ہمارا فرض تھا۔ اس لئے ہم انہیں ہٹاتے رہے اور یہ ہمیں الجھاتی ہی رہیں۔ لیکن ان الجھنوں سے چھٹکے ہیں ہماری توجہات منزل سے کچھ اس طرح بھٹک گئی ہیں کہ الجھنیں ہی ہمارا مرکز توجہ بن گئی ہیں، ہمارے تبلیغی ادب کا ایک خاصا حصہ صرف ان پہ وقف ہے اور یوں ہمارے وسائل قوت و عمل ضائع ہو رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمیں اس پہ دھیان نہیں دینا چاہیے۔ ہم اگر دھیان نہ دیں گے تو ہمارے بارے میں غلط فہمیاں کیونکر دور ہوں گی؟ لیکن میں یہ کہوں گا کہ ہمیں اب اپنی قوت کا صرف پچیس فیصدی دفاع پہ لگانا چاہیئے اور باقی میں سے پچاس فیصد اپنی داخلی تعمیر پہ صرف کرنا چاہیئے۔ یہ وہ پچاس فیصد قوت وسائل ہے جس کے بارے میں مجھے آج کچھ عرض کرنا ہے۔

ہماری جمعیت کا اصل مقصد

آپ جانتے ہیں کہ ہماری تنظیم اور جمعیت کا اصل مقصد صرف یہ ہے کہ:-

"لوگ گناہوں سے نجات پاکر اور ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں سے نفرت کرکے خدا ہی کے لئے ہو جائیں"

اسی لئے:-

"جب اللہ تعالےٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اس کی تائید میں صدہا نشانات اس نے ظاہر کئے ہیں۔ تو اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ہو اور پھر خیر القرون کا زمانہ لوٹ آئے"

چنانچہ:-

جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں چونکہ وہ آخرین منہم کی جماعت میں داخل ہوتے ہیں اس لئے ان کے لئے لازم اور نہایت ضروری ہے کہ وہ جھوٹے مشاغل کے کپڑے اتار دیں اور اپنی ساری کی ساری توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کر دیں"

(ملفوظات احمدیہ جلد سوم)

سیرت سازی کی کٹھن مہم

یہ کام بہت کٹھن اور بے حد تکلیف دہ ہے یہ انسانی سیرت سازی کا کام ہے۔ یہ فرد کی تخلیق جدید ہے یہ گناہ کی اسیری سے روح کی رہائی کا کام ہے۔ مسیح موعود کے ساتھ بندھے ہوئے عہد کی شرائط میں فرد کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کے ذمہ بعض فرائض کی ادائیگی ڈالی گئی ہے اور اس کے بعض حقوق تسلیم کئے گئے ہیں۔ وہ تو پہلو انفرادی اور سماجی ان کا تمام تر انحصار فرد پر کیا گیا ہے لیکن سیرت سازی کی اس کٹھن مہم کو آسان بنانے کے لئے اسے ایک اجتماعی رنگ دیا گیا ہے تاکہ فرد کی تکمیل ذات اسلامی سیرت کے ذریعہ آسانی سے ہو سکے۔

سیرت سازی کی منظم علمی و اجتماعی شکل

ہماری جماعت انہی افراد کا مجموعہ ہے جنہوں نے سیرت سازی کا عہد باندھ لیا ہے۔ اور اسے ایک مجموعی شکل دی ہے۔ یہ مجموعی شکل بھی دراصل انفرادی سیرت سازی ہی کے لئے ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہم نے اس پہلو پہ بہت کم توجہ دی ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے سیرت سازی کی ہی نہیں، میرا مفہوم صرف یہ ہے کہ

ہم نے اسے ایک منظم شکل علمی و اجتماعی اعتبار سے نہیں دی علمی طور پر ہمیں انسانی سیرت سازی کے وہ تمام گوشے بے نقاب کرنے تھے جو ہمارے اس جہاد پر شبخون مارتے ہیں ان گڑھوں کی نشاندہی کرنی تھی جن سے بچ کر ہم فرد کو تکمیل ذات کی راہ پر لگا سکتے ہیں۔ اس میں ہمیں وہ تمام حقوق و فرائض گننے لازم تھے جو اسلام فرد کے لئے مقرر کرتا ہے تاکہ اس راستہ کے راہگیروں کو ان مطالبات کا علم ہو سکتا جو خداوند کا عہد اُن سے کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک خواہش

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ایک مرتبہ فرمایا:۔

> "میں چاہتا ہوں کہ ایک کتاب تعلیم کی لکھوں اور مولوی محمد علی صاحب اُس کا ترجمہ کریں اس کتاب کے تین حصے ہوں گے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں، ہمارے کیا فرائض ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنے نفس کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں"
>
> (منظور الٰہی صفحہ ۱۴۸)

فرد کے متعلق اسلام کا نظریہ

اسلام اور مادیت کا بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ اسلام فرد کا اثبات کرتا ہے۔ اُسے ایک شعور اور عزت بخشتا ہے اس کے برعکس مادیت فرد کا اثبات نہیں کرتی وہ اسے شعور، تشخص اور عزت نہیں بخشتی بلکہ اسے ایک ایسی بے مقصد قوت بیان کرتی ہے جو یونہی ظاہر ہوئی اور تنہائیوں اور تاریکیوں میں معدوم ہو کر رہ گئی، اس بنیادی تصور نے دونوں کے طریق کار میں بھی فرق ڈال دیا ہے۔ اسلام فرد کے فرائض گنتا ہے اس کا تمام تر زور اور شدت فرد میں یہ شعور پیدا کرنے پر صرف ہوتا ہے کہ تم ایک ایسا وجود ہو جو معزز ہے تم چوپایوں کی طرح نہیں بلکہ اپنی ٹانگوں پر سیدھا کھڑا ہونے کے لئے پیدا کیا گیا ہے جس کی تخلیق میں اعتماد، ارادہ اور قربانی موجود ہے اس لئے تم عمر بھر اپنے وجود میں سے خیر بانٹتے رہو، بھی وہ جب فرد کے اپنے بارے میں گفتگو کرتا ہے تو وہاں بھی فرد پر خود اس کے نفس کے حقوق گنواتا ہے وہاں فرد اور جسم کو الگ الگ بانٹ لیتا ہے۔

مسیح موعودؑ کا مقصد

یہ وہ علمی حصہ تقاضیں کی تفصیلات ہمیں اپنے ساتھیوں کے لئے بیان کرنی تھیں۔ یہی وہ بات تھی جسے خدا کا مسیح ہمارے لئے لایا تھا۔ اس طرح وہ ایک ایسے فرد کی تخلیق جدید چاہتا تھا جو خداوند کے حضور مادہ کی اسیری سے رہائی پا چکا ہو، یہی فرد مطلوب و مقصود ہے۔ یہی فرد سماج کی بنیاد ہے

ہمارا تبلیغی ادب اور تبلیغی طریق کار

وہی لوگ زندہ گنے جاتے ہیں جن میں زندگی رقص کرتی ہے۔ جن میں سانس چلتی ہے جو دکھ اور سکھ کو سمجھتے ہیں اور اس کے مطابق جو عمل اُن سے صادر ہوتا ہے۔ جنہیں چوٹ لگتی ہے تو درد محسوس ہوتا ہے۔ درد محسوس کرنے پر وہ درد کا درمان سوچتے ہیں۔ درد پر اُن کے منہ سے آہ و فغاں کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ یہی زندگی ہے۔ اس لئے آپ مجھے معاف فرمائیں گے اگر میں کہوں گا کہ ہمارے تبلیغی ادب اور تبلیغی طریق کار کا بیشتر حصہ کچھ اس قسم کا بن گیا ہے جس میں بحث و جدال مناظرانہ افتاد کی ہے جس میں منطق اپنی خشکی اور بے کیفی کی انتہاؤں کو پہنچی ہوئی ہے۔ جس میں اپنی سچائی اور حق پرستی، تفاخر اور تکبر تک آگئی ہے۔ جس میں انسان کو کچھ میکانکی قسم کا وجود بنا دیا گیا ہے جو مخصوص حالات میں صرف ایک ہی قسم کا مخصوص ردِ عمل ظاہر کرنے پر مجبور ہے جہاں ارادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور بھول چوک نا ممکن ہے۔ اسی لئے ہم اکثر اپنے محاسبوں میں تحمل سے نیت کا قیاس کرتے ہیں، اور ہمارے انداز بے معنی جذبات سے بے حد متاثر ہوتے ہیں۔

آپ ناراض نہ ہوں، میں نے اسی لئے پہلے معافی طلب کر لی تھی۔ میں آپ ہی کے جسم کا ایک حصہ ہوں، آپ زندہ ہیں۔ کیا آپ نے کبھی نہیں دیکھا کہ گھٹنے پر چوٹ لگتی ہے تو ہاتھ فوراً اُسے سہلانے کے لئے اضطراری اور غیر ارادی طور پر وہاں جا پہنچتا ہے۔ پھر ہمارے جسم پر اگر چوٹ لگی ہے اور میں نے اس کا اظہار کیا ہے تو ناراض ہونے کی کونسی بات ہے۔

ہمارا دفاعی جنگ

سو میں کہہ رہا تھا کہ ہمارے تبلیغی طریق کار میں حربی عناصر کی زیادتی رہی ہے، شاید اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہو کہ ابھی چند سال ادھر کی بات ہے کہ مختلف مذاہب کے داعی اور مناد اپنے مخالف مذاہب کی فکری اور علمی خامیاں زیر بحث لا کر اُن پر حملہ کیا کرتے تھے۔ اس لئے دفاعی جنگ میں ہمیں بھی ان کے طریق کار کو استعمال کرنا پڑا تھا۔ لیکن اب وہ حملہ کم و بیش ختم ہو چکا ہے۔ اب سوال صرف یہ رہ گیا ہے کہ کل تک جو ہم باہر سے ہونے والا حملہ روک رہے تھے۔ آخر وہ کس کے خلاف ہونے والا حملہ روک رہے تھے۔ میرے بعض دوست فوراً کہہ دیں گے کہ یہ دفاعی جنگ ہم نے اسلام کی طرف سے جاری کر رکھی تھی۔

اسلام کی فوج اور اس کے شہری

میں کہوں گا یہ درست ہے۔ لیکن یہاں ایک بہت ہی اہم سوال زیر بحث آ جائے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ فوج اور شہری ایک ہی قوم کے دو حصے ہوتے ہیں۔ یہ قوم جغرافیائی حد بندیوں یا نظریاتی اصولوں سے وجود پاتی ہے لیکن ہر شہری فوجی نہیں ہوتا۔ فوج جس چیز کا دفاع کرتی ہے وہ بہر حال ایک مستحق وجود ہوتا ہے جو سب کو مسلم ہوتا ہے۔ لیکن وہ فوج سے علیحدہ ہوتا ہے، ہر چند کہ فوج اس میں سے ہوتی ہے۔ آپ فوج تھے یا شہری؟ آپ کہیں گے کہ آپ اسلام کے عظیم شہر کے دفاع میں لڑ رہے تھے صاف ظاہر ہے کہ آپ فوج تھے۔ لیکن جس عظیم شہر کا آپ نے تذکرہ کیا ہے آخر اس کا کوئی شہری بھی تو ہو گا۔ وہ شہری کیا یہ مسلمان قوم ہے جو آپ سے الگ ہے اور خود آپ کو اپنا فوجی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ پھر جس چیز کو آپ شہر کہتے ہیں وہ اس کے نزدیک شہر نہیں۔ اسلام کے ایک عظیم شہر کی تفصیلات جو آپ بیان کرتے ہیں اور اس کے رہنے والے شہریوں کی جو آزادیاں اور حقوق و فرائض آپ گنواتے ہیں ان میں سے ایک بھی بات وہ اپنے شہریوں میں تسلیم نہیں کرتے۔ پھر اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ جس اسلام کا دفاع کر رہے تھے وہ خالصتہً آپ ہی کے وجود سے متحقق ہے۔ آپ ہی نے اس کے دفاع میں، دن رات ایک کر کے اپنے تمام وسائل کو یکجا کر دیا تھا اور تمام کے تمام مرد اور عورتیں اور بچے جو اس شہر کے شہری تھے دشمن کے مقابل پر نکلے تھے اس عظیم شہر کا نمود و نمائش صرف آپ ہی کے وجود سے ہے آپ نہیں تو یہ شہر نہیں۔ آپ کسی اور کا ہراول دستہ تھے، اس لئے اب جبکہ جنگ کا وہ دور گذر گیا آپ پر دوسرا عظیم فرض آ گیا ہے کہ جس عظیم شہر کا آپ نے دفاع کیا تھا اب اُس شہر کا حسن و آرائش اُس کے شہریوں کی بحالی اور تعمیر کا بندوبست کریں۔

تبلیغی ادب کے دو حصے

جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے ہمارے تبلیغی ادب میں حربی عناصر کی زیادتی ہو گئی ہے اب اُسے بدل دینا لازم ہے۔ نئے تبلیغی ادب کو دو حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے ایک حصہ داخلی تعمیر کے لئے اور ایک حصہ خارجی امور کے لئے۔ داخلی تعمیر کے ادب میں فرد کی داخلی تنظیم اور اجتماعی تنظیم کا کام ساتھ ساتھ ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے کسی لمبے چوڑے انسائیکلو پیڈیا لکھنے کی ضرورت نہ ہو گی۔ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے حضرت مولانا محمد علی رضی اللہ عنہ نے اپنی امارت کے دوران میں "جماعت احمدیہ لاہور کے لئے ہدایات" کے عنوان سے ایک چھوٹا سا کتابچہ لکھا تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض ہدایات و نصائح بھی انجمن نے چھوٹے سائز پر نومبائعین کے لئے چھپائی تھیں جن کے ساتھ حضرت مولانا محمد علی رضی اللہ عنہ کا پیش لفظ لکھا ہوتا تھا "ہدایات" کی یہ کاپیاں سینکڑوں کی تعداد میں بنڈل بندھی انجمن میں پڑی ہوئی ہیں۔ شاید کبھی بھی یہ تقسیم نہیں کی گئیں اور نہ کبھی کسی نے ان ہدایات پر غور کیا ہے۔ اس قسم کا ادب...... چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی صورت میں لکھا جائے اور جماعت میں بہت تقسیم کیا جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی جگہوں پر صرف جماعت کو خطاب کیا ہے اور فرد کی داخلی تنظیم و تعمیر پر زور دیا ہے حضور کی ایسی تحریرات کو یکجا کر کے بھی شائع کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک اور پاک رہبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو ایک سنڈے سکول کے ذریعہ جماعت میں رائج کیا جا سکتا ہے (باقی باقی)

مشاہدات — بقیہ صفحہ

کا حال پوچھتے رہے، مولانا عبد الستار صاحب مرحوم جو انکے استاد تھے کئی مرتبہ ان کا ذکر آیا اور انکے علم و فضل اور محبت و اخلاق کی بہت تعریف کرتے رہے، حضرت امیر مرحوم، حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ، مولانا آفتاب الدین احمد اور دیگر اصحاب کی محبت و خلوص سے

مجدد وقت کی توہین کے نتائج

انی مھین من اراد اھانتک

{مصباح الدین شمس}

اخبار "المنیر" لائل پور میں رُوداد کی سیر کے عنوان سے ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"قادیانیوں کے ہاں یہ بات عقیدے کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ کہ جو گروہ اور شخص مرزا غلام احمد کی نبوت کو چیلنج کرتا ہے۔ یا قادیانی جماعت کی مخالفت کے درپے ہوتا ہے۔ وہ انجام کار ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اس پر مرزا غلام احمد صاحب کا یہ الہام ہر قادیانی کے ورد زبان ہے۔ انی مھین من اراد اھانتک میں ہر اس شخص کو ذلیل کروں گا جو تیری تذلیل کے درپے ہوگا"

یہ الفاظ لکھنے کے بعد مقالہ نویس کہتا ہے کہ:-

"یہ الہام متعدد واقعات کی بناء پر غلط اور جھوٹا ثابت ہوا ہے"۔ کیونکہ فلاں فلاں افراد جنہوں نے قادیانیت کی مخالفت کو اپنی زندگی کے اہم مقاصد میں شامل کیا۔ اور بڑی حد تک اس فتنہ کی نقاب کشائی میں کامیاب رہے۔ اور باایں ہمہ ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی اسلامیانِ عالم ان اکابرین امت کو عظمت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں"

مقالہ نویس کے تاثرات کو پڑھ کر اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ ان شپرہ چشموں میں سے تو نہیں۔ جنہیں کسی سفید چیز کو دیکھتے ہوئے بھی اس کی سفیدی سے انکار ہو۔ وہ سفید کو سفیدی کہہ رہا ہے۔ گو اپنے غلط انداز فکر کی وجہ سے اسے اس چیز کی سفیدی کے اسباب اور نتائج سے اختلاف ہے۔ پس مقالہ نویس کی طبیعت کے اس صحت مند پہلو کے پیش نظر بانی سلسلہ احمدیہ کے الہام کی صداقت کا واقعاتی ثبوت پیش کرنے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ پسند عقل و فکر کے دائرہ کی باتیں بھی بیان کی جائیں۔ جو اس کے اس مغالطے کو دور کرنے میں ممد ہوں جو اسے غلط انداز فکر کی وجہ سے لگا ہوا ہے۔ سو اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے۔ کہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی کے خیال اور عقیدے سے اختلاف رکھنا اور اسے نادرست سمجھنا اور بات ہے۔ لیکن اس کی اہانت کا ارتکاب کرنا بالکل اور بات ہے۔ "المنیر" کے مقالہ نویس نے بانی سلسلہ تحریر کا نہ صرف الہام نقل کیا ہے۔ بلکہ اس کا ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے۔ کہ وعید کی خبر اہانت کے متعلق ہے۔ ہاں یہ بھی درست ہے۔ کہ اگر کوئی اختلاف خیال کو مخالفت معاندانہ کی حد تک لے جائے اور حق کے راستے میں روک بن کر کھڑا ہو جائے۔ تو قرآن کی رو سے اس پر بھی گرفت ہوتی ہے۔ لیکن وہ گرفت کرنے والی ذات باری تعالیٰ ہے۔ وہ اس سکول ماسٹر کی طرح نہیں ہے۔ کہ جو ذرا کسی لڑکے کی غلطی دیکھتا ہے۔ تو ڈنڈا دے مارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اول تو بعید عفو سے کام لیتا ہے۔ کافی ڈھیل دیتا ہے۔ ہر غلطی اور شوخی پر گرفت کرے۔ تو سب حق سے اختلاف کرنے والے قبولیت حق سے محروم رہ جائیں۔ حالانکہ تو دو مخالفت کرنے والے کئی دفعہ وقت پر حق کو قبول کر لیتے ہیں۔ پھر گرفت پر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں میزان ہے۔ وہ منتقم مزاج انسان کی طرح ایسا نہیں کرتا۔ کہ جب خطا کار پر ہاتھ پڑا تو اسے پیس کر ڈالا۔ اس کی گرفت کے پیمانہ کا یہ عالم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس میں لعلھم یرجعون کی حکمت کو مدنظر رکھتا ہے لیکن جس کے لئے رجوع بھی مقدر نہ ہو۔ اس پر بھی گرفت کرتے وقت اسی حد تک گرفت کرتا ہے کہ دنیا میں ایمان بالغیب کا پردہ بدستور حائل رہے۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ مقالہ نویس تاریخ سے کوئی مثال نہیں پیش کر سکتا کہ جب کسی پر کوئی رسوائی کی مار پڑی ہو تو موجود الوقت تمام سوسائٹی نے اسے رسوا شدہ سمجھ لیا ہو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ذلیل سمجھے جانے کے متعلق وصیت کر دی گئی ہو۔ ایسے مواقع پر ہوتا یہی ہے۔ کہ سب لوگوں کو تو علم نہیں ہوتا۔ اور جنہیں علم ہوتا ہے ان میں سے بھی ایک حصہ کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور وہ غیر جانبدار رہتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ کسی عرفی طور پر کسی فضیلت رکھنے والے شخص کو بدستور عرفی اور رسمی عزت کے الفاظ سے ہی پکاریں گے۔ اور جو حصہ کسی رسوا شدہ شخص کے تعلقدار وں کا ہوتا ہے۔ وہ تو عصبیت کی وجہ سے اس کی رسوائی اور ذلت کا اقرار ہی نہیں کرتے۔ چاہے عزیز یا بزرگ کا نام کیوں عزت سے لیتے رہیں۔ وہ بھی وہ گروہ جسے نہ صرف کسی رسوائی کے واقعہ کا علم ہی ہوتا ہے بلکہ انہیں اس کی تشہیر میں بھی دلچسپی ہوتی ہے۔ اور تشہیر کرتے بھی ہیں۔ لیکن ان کے متعلق بھی قانون قدرت اسی طرح چلتا ہے۔ کہ وقت خصوصاً لمبا وقت گذر جانے پر ان کے منافرت کے جذبات بھی کمزور یا مٹ جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بھی زمانے کے ساتھ چلتے ہوئے ایسے شخص کا نام لیتے ہوئے رسماً عزت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن قانون قدرت کے اس عمل کو ہرگز اس دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا کہ آج جس کا نام عزت و احترام سے لیا جا رہا ہے۔ مطلقاً اس کی کبھی رسوائی اور تذلیل ہوئی ہی نہیں تھی۔

تیسری بات یہ ہے۔ کہ اگر ایک شخص کا نام کوئی عزت اور احترام سے لے۔ تو یہ اس بات کی یقینی دلیل نہیں۔ کہ اس شخص کے دل میں بھی حقیقتاً عزت اور احترام ہے۔ عزت اور احترام سے نام لینے کے معاملے میں بعض اوقات یہ بات بھی کارفرما ہوتی ہے۔ کہ جس کا نام عزت سے لیا جا رہا ہوتا ہے۔ وہ اس کی دل میں عزت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے اور اس کے ایک مشترک مخالف سے دشمنی کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ مشہور مقولہ ہے کہ "حب علی نہیں بغض معاویہ ہے"۔ چنانچہ اس کی سب سے تازہ مثال ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت ہے۔ یہ تحریک ہمارے اور حکومت کے خلاف چلائی گئی۔ اور ہم سے اور حکومت سے بیر رکھنے والے علماء نے یہ مد چڑھ کر ایک دوسرے کا عزت اور احترام سے نام لیا۔ لیکن آج جبکہ انہی علماء کی آپس میں ٹھن گئی ہے تو کیا تحقیر اور تذلیل کا القاب اور نعرہ نہیں جو کہ انہیں علماء نے ایک دوسرے کو نہ دیا ہو۔ پس "المنیر" کے مقالہ نویس کا یہ کہنا کہ جن کا نام عزت سے لیا جاتا ہے وہ ان کی حقیقی عزت پر دال ہے۔ عقلاً اور نقلاً غلط ہے۔ کل کو پھر یہی علماء جب کسی مشترک مخالف کے مقابل کھڑے ہوں گے تو پھر ایک دوسرے کو تعظیم سے بھی پکاریں گے لیکن ان کا اس وقت تعظیمی رویہ اس بات پر دال نہیں ہوگا۔ کہ ماضی میں انہوں نے لغت میں وارد شدہ تحقیر اور تذلیل کے الفاظ کو پرو کر ایک دوسرے کے گلے میں ہار نہیں ڈالا تھا۔

چوتھی بات یہ ہے۔ کہ المنیر کا مقالہ نویس بانی سلسلہ احمدیہ کے الہام کو تو ضرور غلط اور جھوٹا سمجھتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کو تو وہ ایسا نہیں سمجھتا۔ وہ قرآن کریم کو پڑھے تو اسے معلوم ہوگا اور یقیناً اسے اس وقت بھی معلوم ہے کہ حق کی مخالفت، اس سے استہزاء اور اس کی تضحیک کرنے والوں کے متعلق کیسی کیسی عقوبتوں اور سزاؤں کا وعید ہے۔ ان میں سے ایک لھم خزی فی الدنیا والاخرۃ بھی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تمام تاریخ میں جانے کی ضرورت نہیں۔ صرف آج سے کچھ سال پہلے کے مخالفین حق کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ یہی ہمارے ملک ہند و پاکستان میں عیسائیوں اور آریوں نے پاکوں کے سردار خدا تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین پاک اسلام اور قرآن کریم کی توہین و تضحیک کا کون سا دقیقہ فروگذاشت کیا ان کی گستاخیوں کی شدت ایسی ہی کسی مسلمان کا کلیجہ پھٹنے کا تو کیا ذکر۔ تکاد السموات یتفطرن منہ و

تنشق الارض وتخر الجبال ھدّا۔ لیکن کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ ان گستاخوں اور حق کے دشمنوں کی قوم کے "اکابرین" اب تک اس کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں۔ بلکہ جو گستاخیوں میں انتہاء کو پہنچے ان کو ہیرو قرار دے دکھا ہے۔ تو کیا ان "متعدد واقعات" سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن کریم کے فرمودے بھی معاذ اللہ "غلط اور جھوٹے ثابت ہوئے"؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ قرآن کے فرمودے یقیناً پورے ہوئے۔ اور بانی سلسلہ احمدیہ کا الہام بھی حسب فرمودہ الٰہی یقیناً پورا ہوتا چلا آیا ہے۔ بات یہ ہے کہ المنبر کے مقالہ نویس کا معیار صداقت غلط ہے۔

ان چند فکر یہ نکات کے بعد گذارش ہے۔ کہ مقالہ نویس نے بانی سلسلہ کے الہام کی "تغلیط" کے ثبوت میں چند وفات یافتہ اشخاص کا ذکر کیا ہے۔ جن کسی نے بھی سلسلہ کی مخالفت میں خطِ اعتدال کو چھوڑا وہ زندہ ہو یا وفات یافتہ۔ ہم اس کے احوال زندگی سے بانی سلسلہ کے الہام کی صداقت کا ثبوت دکھا سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ کسی وفات یافتہ شخص کو موضوع سخن بنایا جائے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ کسی زندہ شخص کے حالات سے صداقت کا ثبوت پیش کیا جائے۔ اور زندوں میں سے بھی اگر خود مقالہ نویس کے اپنے حلقہ سے ثبوت صداقت پیش کیا جائے۔ تو شاید یہ اس کے لئے قبول حق کا معاملہ زیادہ صاف اور سہل کر دے۔

باری تعالیٰ فرماتا ہے سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔ سو حلقہ المنبر کے لئے پہلا انفسی ثبوت یہ ہے کہ تحریک "ختم نبوت" میں شامل ہو کر جماعت اسلامی نے بانی سلسلہ احمدیہ اور سلسلہ کی توہین و تضحیک اور مخالفت معاندانہ میں حصہ لینے کے لئے اتری۔ تو اس جماعت کے اعتماد و وقار کا یہ عالم تھا کہ اسے امامت کا مقام دیا گیا۔ لیکن تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں ان کے کردار کے تجزیہ سے جو رسوائی ان کی دنیا کے سامنے ہوئی ہے۔ وہ بانی سلسلہ احمدیہ کے الہام انی مھین من اراد اھانتک کی صداقت کا درخشندہ اور انمٹ ثبوت ہے۔

دوسرا انفسی ثبوت تحریک ختم نبوت میں جماعت اسلامی کے رفقاء علماء کرام کی زبان سے اس جماعت اور جماعت کے امیر کے متعلق ان رسوا کن حالات کا انکشاف ہے۔ جس کا سلسلہ احرار کانفرنس لائل پور میں سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی تقریر سے شروع ہو کر اخبار نوائے پاکستان اور الاعتصام وغیرہ میں چل رہا ہے۔ تحقیر و تذلیل بھرے وہ سب القاب المنبر کے مقالہ نویس کے سامنے ہیں، جو جماعت اسلامی کے امیر اور جماعت کے متعلق ان کے رفقاء علماء کرام کی زبان سے صادر ہوئے ہیں۔

تیسرا انفسی ثبوت پاکستان کے چوٹی کے بااثر اخبار "نوائے وقت" کے وہ تین سنگین اور رسوا کن الزام ہیں، جو اخبار مذکور نے امیر جماعت اسلامی پر عائد کرکے چیلنج کیا۔ کہ اگر وہ غلط اور جھوٹ ہیں، تو اخبار پر مقدمہ چلایا جائے ان الزامات کی اشاعت نہ صرف نوائے وقت ہی تک محدود رہی، بلکہ دوسرے اخبارات میں بھی ان کی صدا بازگشت گونجی۔ لیکن باوجود چیلنج کئے جانے کے ان الزامات سے بریت کا ثبوت پیش نہ کر سکنا جماعت اسلامی کے امیر اور جماعت کے لئے ایک بڑا رسوا کن واقعہ ہے۔ اور بانی سلسلہ احمدیہ کے الہام کی صداقت کا عظیم الشان نشان اور ثبوت ہے۔

چوتھا انفسی ثبوت نوائے پاکستان کا استقلال نمبر ہے جس میں جماعت اسلامی کے متعلق مندرجہ ذیل جلی حروف میں سرخیاں ہیں اور ایک نوٹ ہے:-

"جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"

"مودودی جماعت نے اپنا تھوکا چاٹ کر مقدمہ واپس لے لیا"

"حق کی استقامت کے مقابلے میں جھوٹے مقدمہ بازوں کی ذلت آمیز فرار"

ان سرخیوں کے نیچے ایک نوٹ ہے جس کے آخری حصہ کے الفاظ یہ ہیں:-

اس مقدمہ کی پہلی پیشی کے دوران میں جب عدالت نے مستغاث علیہم کی ضمانتیں لیں تو آغائے میکش نے عدالت سے عرض کیا تھا۔ کہ عدالت کو میری ضمانت لینے کی ضرورت نہیں۔ میں نے چیلنج قبول کر لیا ہے۔ اور میں خود حاضر ہو جایا کروں گا۔ البتہ عدالت کو چاہیئے کہ مستغیث کی ضمانت لے لے۔ کہ مقدمہ چھوڑ کر نہ بھاگ جائے۔ چنانچہ آغائے میکش کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔ جماعت اسلامی ان سے دم دبا کر بھاگ نکلی"

(نوائے پاکستان مورخہ ۱۴ راگست)

المنبر کے مقالہ نویس نے لکھا ہے۔ کہ "متعدد واقعات کی بنا پر" بانی سلسلہ کا الہام "غلط اور جھوٹا ہوا ہے"۔ ہم نے یہاں زمانہ ماضی اور اغیار کے واقعات کی بجائے زمانہ حال اور وہ بھی خود مقالہ نویس کے حلقہ کی **آپ بیتی** مثال کے طور پر چند واقعات ان کے سامنے رکھے ہیں باوجودیکہ مذکورہ واقعات کی بنا پر جماعت اسلامی اور اس کے امیر کی بے حد رسوائی ہوئی ہے۔ پھر بھی ہم تسلیم کرتے ہیں اور ہمیں اس سے ہرگز انکار نہیں، کہ ان کا نام بدستور عزت اور احترام سے بھی لیا جا رہا ہے۔ لیکن اس بات کا **اعتراف** کئے بغیر مقالہ نویس کو بھی کوئی چارہ نہیں، کہ جماعت اسلامی اور اس کے امیر کی رسوائی ضرور ہوئی ہے۔ اور کسی طبقہ کی زبان سے ان کا نام رسماً یا خلوص دل سے بھی عزت و احترام کے الفاظ سے لیا جانا اس کی اس رسوائی کے واقعہ کی نفی نہیں کر سکتا۔

حرفِ آخر

آخر میں اتنا ہی عرض ہے۔ کہ جماعت اسلامی کی پوری بارہ چودہ سالہ عمر مقالہ نویس اور ہمارے سامنے ہے۔ یہ احمدیوں سے نہ ٹکراتے والا مسلک لے کر چل رہی تھی۔ جب اس نے اپنی عمر کے گیارھویں بارھویں سال میں قدم رکھا۔ تو اس کے سر پر بھی سلسلہ احمدیہ کی مخالفت اور اسے مٹانے کا جنون سوار ہوا اور اس کے نتیجے میں جو رسوائی اس جماعت کی ہوئی ہے وہ صرف مقالہ نویس اور ہمارے ہی سامنے نہیں، دنیا و جہان کے سامنے ہے۔ پس ایسے "متعدد" ہی نہیں ان گنت "واقعات کی بنا پر" احمدیوں کا یہ "عقیدہ" ہی نہیں۔ کہ جو بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی توہین کے درپے ہوگا۔ خدا اسے ذلیل کرے گا۔ **بلکہ یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔**

زمانۂ حال کی اسلامی عمرانیات بقیہ صفحہ ۲

اسلامی معاشرہ کسی قوم کی محض نشاۃ ثانیہ نہیں ہے

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں ایسا اسلام نہیں چاہیئے جو پیدائش یا فخر سے ظاہر ہو بلکہ ایسا اسلام چاہیئے جو اپنی روح کے تصورات اور اپنے کردار کی انفرادی اور معاشرتی زندگی کے ذریعہ ظاہر ہو، ہمیں اس حقیقی اسلام کی ضرورت ہے، ہمیں صرف پیدائشی مسلمانوں کی ضرورت نہیں، بلکہ ایمان، یقین، عمل اور صداقت والے مسلمانوں کی ضرورت ہے، اور اسی قسم کے مسلمانوں کی بدولت ہم آخر کار یہ چاہتے ہیں کہ انسانیت ایک ایسے حقیقی معاشرہ میں زندگی بسر کرے جو ان اصولوں پر مبنی ہو جن پر اسلام نے غور و فکر کیا ہے، ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے نام نہاد معاشروں کی رہنمائی اسلامی معاشروں اور ریاستوں کی طرف کریں اور یوں انسانیت کیلئے امن، مسرت اور بہبودی حاصل کریں، یہ سوال محض نشاۃ ثانیہ کا نہیں، کیونکہ اسلامی تاریخ میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اپنی سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی اظہار میں غیر اسلامی ہیں، مزید براں، جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ محض یہ حقیقت کہ کوئی خاص بات ماضی کی تاریخ سے وابستہ ہے بذات خود کوئی چیز ثابت نہیں کرتی۔ اس لئے ہمارا مقصد نشاۃ ثانیہ کی ایک کوشش نہیں بلکہ اسے آگے بڑھانا ہے اور اسلام کے عمرانی فلسفہ اور اس کی علمی فوقیت کی تکمیل کی ایک کوشش کرنا ہے۔ قرآن میں واضح طور پر ارشاد ہوتا ہے:- لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (تم ضرور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف چڑھو گے) اس طرح ہمارا کام نہ صرف دوسری معاشرتی مذھبی تحریکوں (ہندو یا عیسائی) سے بنیادی طور پر مختلف ہے بلکہ ماضی اور حال کی دوسری اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تحریکوں سے بھی مختلف ہے۔

ترقی کی طرف ہماری آخری متحرک پیش قدمی ماننے اسلام پر مبنی عمرانی نظام اور انسانی معاملات کی موافقت کی ترتیب اور درستی کی کامیابی اور عمرانی، سیاسی اور اقتصادی میدان میں مستحکم امن کے حصول کے متعلق میں موجود ہے۔ مذہب، ذات، ملک، قوم یا رنگ سے ...

ہندوستان کے مشائخ اور افغانستان و مصر وغیرہ ممالک کے

صوفیا سے حضرت مسیح موعودؑ کا خطاب

ترجمہ عربی آئینہ کمالات اسلام ______ از مولانا احمد یار صاحب ایم اے

((۹))

جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں نہ میں نے ان میں اللہ کی محبت دیکھی ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، نہ ہی میں نے انہیں بدکاری اور نافرمانی سے رکنے والا پایا بلکہ معاصی کی طرف تیزی کے ساتھ تگ و دو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اللہ کی ذات کو چھوڑتے ہیں اور غیر اللہ پر تکیہ لگاتے ہیں۔ قبور کو پوجتے ہیں اور بیکسوں سے جائے پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ مردار دنیا پر منہ کے بل گرے ہوئے ہیں۔ اور اسی سے اپنے شکموں کو بھر رہے ہیں۔ حماقت سے وہ اس کے دلدادہ اور بدبختی سے وہ اس کے عاشق بن گئے ہیں۔ وہ اس بارہ میں حد سے متجاوز ہو گئے ہیں۔ نہ قرآن کی باریکیوں کو جانتے ہیں اور نہ اسے پڑھتے ہیں اور نہ آخرت کے لئے کچھ سامان کرتے ہیں بلکہ ان کی تمام جد و جہد حصول دنیا کے لئے ہے۔

اے لوگو! توبہ کرو توبہ کرو۔ دن پورے ہو گئے ہیں اور ساعت خداوندی قریب آگئی ہے۔ خوش قسمت ہے وہ آنکھ جس نے غور سے دیکھا اور خوش قسمت ہے وہ کان جس نے توجہ سے سُنا۔ اور خوش قسمت ہے وہ قدم جو حق کے لئے تیزی سے دکھا۔ اور خوش قسمت ہے وہ قوم جو حق کو قبول کرتی ہے اور اس سے اعراض نہیں کرتی۔ اے مسلمانو! اللہ تمہیں پکا مسلمان بنائے یقین رکھو کہ میں اللہ کی طرف سے ہوں اور وہی میرا گواہ کافی ہے اور تمہیں معلوم ہو کہ وہ میری نصرت اور تائید کرتا ہے اور وہ مجھے سکھاتا اور مجھے الہام کرتا ہے۔ اور اس نے مجھے وہ معارف عطا کئے ہیں جو اور کوئی سوائے اس کی تعلیم کے نہیں جانتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مجھے قبول نہیں کرتے اور نہ مجھے آزماتے ہو۔

اے لوگو! میرے نزدیک آؤ دُور نہ رہو، اپنی آنکھیں کھولو انہیں بند نہ کرو اللہ کی امان میں داخل ہو جاؤ اور مجھ سے دُوری اختیار نہ کرو، کینہ اور عداوت سے پاک ہو جاؤ اس سے ملوث نہ رہو، جلدی توبہ کرو تاخیر ہرگز نہ کرو، بدظنی میں نہ پڑو، گناہوں سے بچو اور اجتناب کرو، صبر اور صلوٰۃ سے مدد طلب کرو اور مجاہدہ کرو، ہرگز ہرگز جلد بازی نہ کرو۔ گریہ و زاری کے ساتھ اللہ سے دعا مانگو اور اپنے رب کے آگے گر جاؤ، اور اس سے اخلاص دل تمام توجہ پورے عزم اور صدق نیت سے میرے اور میرے معاملہ کی حقیقت کے انکشاف کی درخواست کرو وہ ضرور تم پر اسے منکشف کر دے گا اور تمہاری دعا قبول کر لے گا۔ نرمی اختیار کرو، اے لوگو! نرمی اختیار کرو۔ سب و شتم میں غلو اور تجاوز نہ کرو اور خداوند تعالیٰ کے نجابات کے انکار سے بچو جو تمہاری آنکھوں سے مخفی ہیں، ایسی جرأت نہ کرو اور اپنی نفسوں پر رحم کرو، اے جلد بازو! اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔

اے مشائخ ہند! اگر تم اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم میرے مقابلہ میں نہیں نکلتے۔ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم کبر و نخوت کا لباس اوڑھ کر اترا رہے ہو اور تمہیں تمہارے فانی مداحوں نے ہلاک کر ڈالا ہے۔ آؤ ہم اپنے رب جلیل کی بارگاہ میں دعا کریں اور اس قیل و قال کو ترک کر دیں اور اسی سے ہم برہان اور دلیل طلب کریں اور اسی سے ہی دست سوال دراز کریں کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے تاکہ حق ظاہر ہو جائے اور ہلاک ہونے والے ہلاک ہو جائیں۔ خدا کی قسم میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ تم روباہ ہو، مگر سمجھتے اپنے آپ کو شیر ہو۔ گدھے ہو اگر اپنے آپ کو انسان خیال کرتے ہو۔ اسی طرح میرے متعلق بھی تمہیں گمان ہے۔ آؤ ہم اللہ کو اپنے درمیان حکم ٹھہرائیں تاکہ جو صادق ہیں وہ مکرم ہوں اور جو جھوٹے ہیں وہ ذلیل ہوں اگر اس نعمت سے جو اللہ نے مجھ پر انعام کی ہے تمہیں بھی کچھ حصہ ملا ہوا ہے تو میدان میں باہر نکلو اور میرا مقابلہ کرو۔ اس میں جلدی کرو تاخیر ہرگز نہ کرو، خدا کی قسم مجھے تم میں ایک بھی صالح مرد نظر نہیں آتا اگر کوئی ہے تو اس کی مثال سیاہ بالوں کے انبوہ میں سفید بال کی طرح ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے بندگان خدا کو گمراہ کر رکھا ہے، اور ناقۂ اسلام کو تم نے زخمی اور ذبح کر ڈالا ہے۔ مجھے میرے رب نے اس لئے بھیجا ہے تاکہ تمہیں ان راستوں سے شناسا کراؤں جن پر تم چلو اور وہ اعمال بتا دوں جو تم کرو، اور ان اخلاق سے آگاہ کر دوں جن سے تم مہذب بن جاؤ، بتاؤ کیا تم میری دعوت قبول کرتے ہو یا رد کرتے ہو، کیا وجہ ہے کہ تم اسلام اور اس کے مصائب اور وہ نئی نئی آفات جو اس پر نازل ہو رہی ہیں ان کی طرف نہیں دیکھتے۔

اے غافلو! کیوں تم اس کی غمخواری نہیں کرتے، یہ وہ وقت ہے جس میں ہر قسم کی گمراہی، اور زہرہ گداز آفتیں جمع ہو گئی ہیں۔ اور اس زمانہ میں عجیب فتنے اور حیرانی کے علوم ظاہر ہو رہے ہیں اور زانیہ عورت کی طرح اس میں بھی بے حیائی کی علامات نمودار ہو گئی ہیں جن کی وجہ سے وہ نوجوانوں میں مقبول اور ملیح سمجھی جاتی ہے۔ اے لوگو! میں تمہارے پاس ایسے وقت میں آیا ہوں جس میں آفتاب اسلام غروب اور چھپنے کے قریب ہے اور اسلام کی روشنی مستور اور محجوب ہونے والی ہے، کیا وجہ ہے کہ تم ان اوقات کو نہیں دیکھتے اور اس نور کو قبول نہیں کرتے جو ٹھیک اپنے وقت پر نازل ہوا ہے یا تمہیں احادیث رسول اللہ صلعم میں بھی شک ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم پتھر کی طرح ہو گئے ہو اور تمہاری اونٹنی تھک کر بیٹھ گئی ہے اور تم تکان سے چور چور ہو کر چلنے سے رہ گئے ہو۔ نہ تم میں حس باقی رہی ہے اور نہ حرکت اور نہ ہی سانس لیتے ہو، کیا تم سو گئے ہو یا مردہ ہو کیا وجہ ہے کہ نہ تم سنتے ہو اور نہ جواب دیتے ہو۔ کیا دنیا کی زندگی تمہیں بہت پیاری ہے اور آباء و اجداد کی موت تمہیں یاد نہیں اور نہ خوف خدا ہے، ہائے افسوس تم پر۔ دین تو تمہارا خوار و لاغر ہے اور جسم تمہارے خوب موٹے تازے ہیں اور دل تمہارے اسلام کی غمخواری علم اور یقین سے خالی ہیں، کیا تم اس امر کو نہیں دیکھتے جو لوگوں کو طریق صواب سے ہٹا رہی ہے اور ان فتنوں پر نظر نہیں ڈالتے جو عقلمندوں کے لئے مصیبت بنے ہوئے ہیں، کیا تم صدی کے سر پر غور نہیں کرتے جس کے تم منتظر تھے۔ کیا تم سایہ ہائے تاریکی اور لشکر فرومایگاں کے ادغال پر نظر نہیں ڈالتے کیوں تم بیدار نہیں ہوتے؟ کیا تمہیں خبر نہیں کہ اسلام ایک خوفزدہ یتیم کی طرح ہو گیا ہے، مسلمانوں کی ہمتیں تھکے ہوئے اونٹ کی طرح سست پڑ گئی ہیں۔ خوف خدا گم شدہ متاع کی طرح مفقود ہو گیا ہے، اور علم قرآن زندہ در گور کی طرح ہو گیا ہے۔ تم یہ سب کچھ دیکھتے ہو اور تجاہل سے کام لیتے ہو۔

اے لوگو! خالص عزم اور دیانت سے اس معاملہ میں غور کرو اور اللہ پروردگار سے منہ نہ پھیرو اور اللہ کی نعمت کو جو ٹھیک وقت پر آئی ہے رد نہ کرو، ہرگز اس سے اعراض کرتے ہوئے پیٹھ نہ پھیرو، اگر تم میری بات سُنو اور میرے نصائح پر کان دھرو اور میرے وصایا کو جو آج میں تمہیں کر رہا ہوں قبول کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گا اور تمہیں پھلدار اور کثیر بنائے گا، اور تم پر اپنی برکتیں نازل کرے گا اور تمہاری آل اولاد۔ تجارت و زراعت اور عمارات اور امارت میں برکت ڈالے گا۔ اور تمہیں پاکیزہ زندگی عطا کرے گا۔ تم اس کی امان میں داخل ہو جاؤ گے اور اس کے سایۂ رحمت کے نیچے زندگی بسر کرو گے اگر تم اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور احکام خداوندی کو اپنے سینوں پر نہ رکھا تو تمہیں گناہوں کی پاداش میں گرفتار کیا جائے گا اور تمہیں تمہارے عیوب کی آگ کھا جائیگی اور اللہ تعالیٰ تمہیں پیچھے آنے والے لوگوں کے لئے داستان اور دیکھنے والوں کے لئے عبرت بنا دے گا وہ تمہیں پراگندہ کر دے گا اور بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکے گا صرف تمہارے آثار باقی رہ جائیں گے اور تم فنا ہو جاؤ گے وہ تمہارے اوپر ننگی تلوار کو آویزاں کر دے گا اور تم پر ایسے لوگ مسلط کر دے گا جو تمہارے درپے آزار ہوں گے۔ ہر طرف سے ذلت تمہیں گھیر لے گی اور ہر مقام سے تم دھتکارے جاؤ گے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنے دین کی تائید اور اپنے بندے کی نصرت کا اب ارادہ کر لیا ہے، کیا تمہارا اسلام یہی ہے کہ تم اس کی مخالفت میں کمربستہ ہو کیا تم میں طاقت ہے کہ تم اس درخت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکو جس کو ربّ کریم نے لگایا ہے۔ کیا تم اللہ کے ساتھ جنگ کرتے ہو۔ ہائے میرے ربّ تیری آمد کس قدر بارعب ہوتی ہے، جب تو کسی قوم کی نصرت کے لئے نزول فرماتا ہے۔ وہ یقیناً غالب ہوتے ہیں۔ اے میرے ربّ تیری تلوار کس قدر تیز اور کاٹنے والی ہوتی ہے جب تو اسے کسی گروہ کے خلاف میان سے نکالتا ہے۔ ایسا گروہ یقیناً مقطوع ہوتا ہے۔ اے غافلو! اللہ تعالےٰ جدید لباسوں میں جلوہ گر ہوا ہے، اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ، اگر تم نے تغافل اور اعراض برتا تو بہت جلد میری باتوں کو یاد کرو گے، اور اپنے کئے پر پشیمان ہو گے۔ ان قوموں کے حالات پر غور کرو جنہوں نے تم سے پہلے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی پیشانیوں پر ضربیں لگائیں، اور انہیں قسم قسم کی تکالیف اور آلام میں مبتلا کیا، اور انہیں انواع و اقسام کی آفات اور بلیات سے ہلاک کر ڈالا، تم اُن سے بہتر نہیں ہو اور نہ ہی اللہ تعالےٰ کمزور ہوا ہے اور نہ ہی تھکا اور عاجز ہوا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کے جلال سے نہیں ڈرتے اور اس کے خوف سے لرزہ براندام نہیں ہوتے۔ ہم نے تمہارے متعلق یہ چند باتیں کہی ہیں، اور تمہارے بہت سے عیوب اور برائیوں پر پردہ ڈالا ہے اور ان کے متعلق ملامت کی جگہ چشم پوشی سے کام لیا ہے تاکہ تم شکر کرو اور اپنے نفسوں میں توبہ کرو۔

بنام مشائخ و صلحاء عرب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

اے عرب العرباء کے برگزیدہ پرہیزگارو السلام علیکم اے ساکنان زمین نبوت و ہمسائگان خانۂ خدائے بزرگ تم اسلام کی بہترین امت ہو اور خدائے بزرگ کے نزدیک برگزیدہ ترین گروہ ہو اور کوئی قوم تمہاری شان کو نہیں پہنچ سکی، تم سب شرافت بزرگی اور مرتبے میں بڑھ کر ہو۔ تمہارے لئے یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی وحی کو آدمؑ سے شروع کیا اور اس نبی پر ختم کیا جو تم میں سے تھا اور جس کا مسکن ماویٰ اور مولد تمہاری سرزمین مقدس تھی، کیا تمہیں خبر ہے کہ وہ عظیم الشان نبی کون ہے وہ سید الاصفیاء فخر الانبیاء خاتم رسل امام الوریٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا احسان ہر حیوان و انسان پر ثابت ہے اور اس کی وحی ان تمام بلند رموز معارف اور نکات کو پھر دوبارہ لائی ہے جو اس سے قبل ناپید ہو چکے تھے اور اسکے انفاس طیبہ نے ان تمام معارف حقہ اور طرق ہدایت کو ازسرنو زندہ کیا جو مردہ ہو چکے تھے۔ اے اللہ ہماری طرف سے اس پر اتنے درود و سلام پہنچا جتنے زمین میں قطرات و ذرات ہیں اور مردے اور زندے ہیں، اے اللہ اس نبی پاک کی جتنی آسمان میں ظاہر اور مخفی چیزیں موجود ہیں۔ اور ہماری طرف سے اس پر اتنے سلام پہنچا جن سے آسمان کی تمام اطراف بھر جائیں خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی گردن پر محمد صلعم کی اطاعت کا جُوا اُٹھایا ہوا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ دل جو اس کا شیدا ہے اور اس کے عشق میں گھل مل گیا ہے اور اس کی محبت میں فنا ہو گیا ہے۔ اے اس خاک پاک کے رہنے والو! جس پر محمد مصطفےٰ صلعم چلے اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کی خوشنودی ہمیشہ تمہارے شامل حال ہو میں تمہارے ساتھ بہت حسن ظن رکھتا ہوں اور تمہاری ملاقات کے لئے میرے دل میں بڑی تڑپ ہے اے بندگان خدا تمہارے بلاد اور اس کی برکات کے دیکھنے کا مجھے بڑا اشوق ہے۔ (باقی۔ باقی)

مشرقی پاکستان اسلام مشن بقیہ کالم ۳

غیاث الدین احمد صاحب نے فرمایا کہ اسلامیہ مشن کے کارکنوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اسلامی اصُولوں پر کما حقہ کاربند ہوں۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ مسلمان تجار اگر اسلامی اصولوں پر حقیقی طور پر کاربند ہوتے تو آج چور بازاری کی لعنت قوم کو دیکھنا نصیب نہ ہوتی، اور نہ ہی آج چاول اور غلے وغیرہ کی قیمت ایسی غیر معمولی طور پر بڑھتی"۔

جلسے کے اختتام پر حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔

(روزنامہ "آزاد" مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۵۵ء)

جرمنی میں تبلیغ اسلام بقیہ صفحہ اوّل

تبادلۂ خیالات ہوتا رہتا ہے۔

میں برلن سے واپس ہوتے ہوئے مسٹر مارٹین فشر کو "عامل" میں ملنے جاؤں گا اور پھر Bonn میں پاکستانی سفیر صاحب سے بھی ملوں گا۔ موتمر الذکر سے برلن مسجد اور مشن کے بارہ میں چند ضروری امور طے کرنے ہیں۔ مزید حالات دوکنگ پہنچنے پر عرض کروں گا انشاء اللہ۔ والسلام

خاکسار عبداللہ وارد برلن

ٹائمیل ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں۔ بانی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
ایڈیٹر:۔ دوست محمد

از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور　۲۶۳
بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی
اہل مد رجسٹری دفتر۔ صاحب ڈپٹی کمشنر
جھنگ

P.O. Jhang

ہمارا بنگال مشن!

ڈھاکہ ۱۸ ستمبر (بذریعہ ڈاک) کل ۱۷ ستمبر کو مشرقی پاکستان اسلام مشن کا ایک جلسہ یہاں منعقد ہوا، جس کی صدارت مشرقی بنگال کابینہ کے نئے وزیر مسٹر غیاث الدین احمد نے فرمائی۔ اس جلسہ میں قریباً پچاس اعلےٰ تعلیم یافتہ اصحاب شامل ہوئے، جن میں پروفیسر، وکلاء، بیرسٹر، سرکاری افسران کاروباری لوگ، کالجوں کے طلباء اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان اور دوسرے بعض لوگ بھی تھے، سب نے اس جلسہ میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا، ہم نے اپنی احمدیہ تحریک اور اس کے کاموں سے انہیں روشناس کرایا انہوں نے نہایت دلچسپی کے ساتھ ہماری باتوں کو سنا اور کثیر لوگوں نے ہماری سرگرمیوں کی تعریف کی، بعض نے اپنے احساسات کا نہایت پُرجوش الفاظ میں اظہار کیا آنریبل وزیر صاحب نے بھی ہمارے کاموں کی بہت تعریف و توصیف کی، ان سب نے اپنی دوستی کا اظہار کیا اور یہ رائے دی کہ ہمیں تبلیغی کاموں کے ساتھ ساتھ کچھ سوشل کام بھی کرنا چاہیئے،

ایک مؤقر بنگالی جریدہ "آزاد" نے اس جلسہ کی جو رپورٹ شائع کی ہے اس کا ترجمہ ارسال خدمت ہے۔

خاکسار عبدالصمد جمالی۔ مشنری انچارج

مشرقی پاکستان اسلام مشن
ماہوار جلسے کا انعقاد

کل بروز ہفتہ پچھلے پہر صوبے کے وزیر خوراک جناب غیاث الدین احمد صاحب کے زیر صدارت پیماتل ٹولی میں مشرقی پاکستان اسلامیہ مشن کا ایک ماہوار جلسہ منعقد ہوا۔

مشرقی پاکستان اسلامیہ مشن کے مشنری مولوی عبدالصمد صاحب جمالی، بی اے نے اس جلسہ میں تحریک احمدیہ کے اغراض و مقاصد اور کارگذاری پر بالتفصیل تقریر فرمائی، بعد ازاں تحریک احمدیہ کی دو مختلف جماعتوں پر مولوی عطاء الرحمٰن صاحب بی اے نے بصیرت افروز تقریر کے ذریعہ روشنی ڈالی، اسکے بعد جناب سید امجد حسین صاحب نے احمدیہ انجمن لاہور کی طرف سے یورپ اور امریکہ کے مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے جو مشن وغیرہ قائم ہوئے ہیں ان کا ذکر کیا۔

اس مجلس میں تقریر کرتے ہوئے سہ روزہ جریدہ "پاکستان" کے مدیر جناب مدثر صاحب نے فرمایا کہ در اصل پاکستان ایک مذہبی ریاست ہے۔ آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام قائم کرنے کے لئے ہی پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ اس بناء پر فاضل مقرر نے مرکزی اور صوبائی حکومت سے ایک الگ مذہبی وزارت قائم کرنے کے لئے درخواست کی۔ [illegible] تقریر کرتے ہوئے وزیر خوراک جناب

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

جلد ۴۲ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۵ صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۴۲

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے :- چھ روپے سالانہ
ممالک غیر سے :- ۱۲ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

(مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

جرمنی میں میرا پنج روزہ قیام

جرمن نومسلموں سے ملاقاتیں اور گفت و شنید

(ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

نمازِ جمعہ اور جرمن نومسلموں سے ملاقات

پورے پانچ دن یعنی ۲۱ ستمبر تا ۲۵ ستمبر میں برلن میں مقیم رہا اس عرصہ میں ایک جمعہ آیا اور ایک اتوار۔ جمعہ کے روز نماز کے لئے کم و بیش ۲۰-۲۵ احباب کا اجتماع تھا جن میں کثیر حصّہ جرمن نومسلموں کا تھا۔ خطبہ اور نماز ہر دو کے فرائض جناب حسن شو باضر نے انجام دیئے۔ جمعہ کے بعد اکثر احباب تقریبًا ایک گھنٹہ مسجد کے ملحقہ مکان میں ٹھہرے رہے۔ ان سب سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا اور ان سب سے مل کر حقیقی مسرت حاصل ہوئی۔

روسی علاقہ میں

بروز ہفتہ مشرقی برلن جانے کا اتفاق ہوا جہاں سائنسدانوں کی ایک کانفرنس ہو رہی تھی۔ اس میں تمام ممالک کے نمایندے موجود تھے۔ پاکستانی نمایندے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب میرے پرانے واقف کاروں میں سے ہیں۔ وہ کچھ عرصہ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہ چکے ہیں۔ دوپہر کا کھانا ان نمایندوں کے ہمراہ مجھے بھی کھانا پڑا۔ کھانا نہایت پُر تکلف بلکہ اسراف کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ یہ محض بیرونی مہمانوں کو دکھانے کی خاطر سب کچھ کیا گیا تھا۔ ورنہ مشرقی برلن میں (جو روسیوں کے قبضہ میں ہے) عوام کی حالت بے حد ناگفتہ بہ ہے۔ غربت بڑی ہے اور آزادی ندارد۔ ان نمایندوں کے ہمراہ بھی ہر وقت روسی آدمی موجود رہتے تھے اور یہ اکیلے ادھر ادھر بڑی مشکل سے جا سکتے تھے۔ اللہ رحم کرے۔

اتوار کا اجتماع اور تقریر

اتوار کو بعد از دوپہر پھر ایک اجتماع مسجد میں ہوا اس دفعہ بھی تقریبًا تیس احباب تشریف لائے اور ان سے بھی کافی عرصہ تک گفتگو ہوتی رہی۔ اس تقریب پر میں نے ان کو یہ خوشخبری سنائی کہ بالآخر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بے نظیر قربانیوں اور کوششوں سے برلن مسجد کی مرمت شروع ہو رہی ہے۔

جماعت احمدیہ کی قربانیاں

اس تقریر کے دوران میں میں نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت کے افراد نے قابلِ رشک قربانیاں کر کے اس مشن اور خانۂ خدا پر آج تک کم از کم ۵ لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔ یہ کام کسی اور جماعت بلکہ حکومت سے بھی نہیں ہو سکا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

جرمن ترجمۃ القرآن اور شیخ عطاء اللہ صاحب کا ایثار

اسی دوران میں جماعت کے عقاید اور مسلک پر روشنی ڈالی اور آخر پر مژدہ بھی سنایا کہ اسی جماعت کے ایک مخلص ممبر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جرمن ترجمۃ القرآن کو دوبارہ شائع کیا جائے ان کا نام نامی الحاج میاں شیخ عطاء اللہ صاحب ہے جو اپنے والد مرحوم یعنی الحاج میاں شیخ مولا بخش صاحب کی طرح بڑے مخیر اور الولد سرٌ لابیہ کے مصداق ہیں۔

ایک جرمن نومسلم سے ملاقات

تمام ضروری امور طے کرنے کے بعد ۲۶ ستمبر کو بذریعہ طیارہ برلن سے روانہ ہوا اور اسی شام کو ایک مقام HAMELN میں ایک جرمن نومسلم مسٹر طاہر علی فشر کو ملنے کی غرض سے پہنچا، صاحب موصوف سے میری خط و کتابت تھی اور میرے دل پر ان کا گہرا اثر تھا، ان سے اور ان کی اہلیہ سے مل کر بے حد (باقی بر صفحہ ۱۲)

اسلامی سپین

ایک گمشدہ تہذیب کا رومان

(اروِنگ سیڈر و هیرلڈ جے گرین برگ)

آٹھویں صدی کے اوائل میں یورپ کے کافی حصہ کی طرح ہسپانیہ اُن قبائل کے زیرِ اقتدار تھا جنہوں نے سلطنت روما پر تاخت و تاراج کی تھی، ہسپانیہ میں وہ پہلے ہی دو صدیوں تک ملک کے حکمران رہے تھے اور تمام فاتحین کی طرح وہ بھی یقینی طور پر ویسے ہی آرام طلب، عیش کوش اور زوال پذیر ہو گئے تھے جس طرح ان کے پیش رو تھے۔

وسیگاتھ قوم کے لوگ، جیسا کہ ہسپانیہ میں اُن کو پکارا جاتا تھا۔ اس سے مستثنیٰ نہ تھے گو وہ مدت سے عیسائیت قبولیت کر چکے تھے، پھر بھی کافی حد تک بربری عادات کے مالک تھے۔ جب انہوں نے پہلے پہل اس آئبیری جزیرہ نما پر حملہ کیا تو آبادی نے بہت تھوڑی مدافعت کی، اور جب عربی عساکر اُن کے دروازوں پر پہنچ گئے تو وسیگاتھ بھی اپنے ملک کی نئی فتح کا مقابلہ کرنے کے لئے بمشکل تیار یا خواہشمند تھے۔

عرب شہاب ثاقب کی طرح اچانک یورپی افق پر نمودار ہوئے تھے۔ باقی ماندہ دنیا، جو حیرت زدہ اور مغلوب تھی اور تیار نہ تھی ابھی تک عربی عساکر، جو ہر سمت بڑھتے جا رہے تھے کے نظارے سے سنبھل رہی تھی۔

ایک ہزار سال تک اہلِ عرب اپنے عجیب و غریب ویرانہ میں رہائش پذیر رہے تھے۔ اُن کے وطن صحرائے عرب کا دنیا کو کچھ علم نہ تھا، اُن کی زندگی ایک راز تھی اور ان کا مذہب ایک مہمل چیز تھا۔ ان کی سرزمین کو آج تک کسی نے چھوا تک نہ تھا، اور وہ ابھی تک غیر دریافت شدہ اور غیر مطمئن تھی، جب تک وہ اپنے گوشۂ عزلت سے باہر نہ نکلے تھے ان کے متعلق کسی کو کچھ بھی پتہ نہ تھا۔

عربوں کے کردار کی یہ اچانک تبدیلی ایک ناگہانی اور تھرا دینے والے صدمہ کی طرح آئی اور بجلی کی طرح موقع پر گر کر اس نے نہ صرف بیرونی دنیا کو دریافت کیا بلکہ اُسے فتح کرنے لگے۔

ایک متحیر دنیا کو ان کا ایک نئی مذہبی جنگجو طاقت ہونے کی وجہ سے سامنا کرنا پڑا۔ کافی عرصہ تک ان خانہ بدوشوں کی فطرت کی اس تبدیلی کا تصور کرنا ناممکن رہا، اور شاید خود عربوں سے بڑھ کر کوئی قوم اس پر زیادہ حیران نہ تھی۔

یہ تبدیلی ایک شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر عرب نے پیدا کی تھی، جنہوں نے ساتویں صدی کے آغاز میں اسلام کے نئے مذہب کی تبلیغ کی، آپ کا عقیدہ ایک ایسی قوم پر نازل ہوا، جو تندخوئی اور شدید جذبات سے متاثر ہونے والی تھی۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اطوار اتنے حیات بخش اور زبردست تھے، کہ عرب لوگ جو اپنے تئیں بمشکل ضبط میں رکھ سکتے تھے اپنی سرحدات پر اُمڈ آئے اور ایک نئے مطمحِ نظر کی حدت کے ساتھ تہذیب و تمدن کی قسمت بدلنے لگے۔

وہ فتوحات جن کا آغاز محمد نے کیا تھا، ان کے ان کے جانشینوں کے عہدِ حکومت میں بھی جاری رہیں یہاں تک کہ قرب و جوار کی بہت سی اقوام مغلوب ہو گئیں، مغرب میں عربی قسمت کی لہر جبل الطارق کی تنگنائے تک پہنچ گئی، اور یورپ کے پریشان باشندے اپنے زبردست مشرقی فاتحین کی طرف پُرحیرت نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

اگر وسیگاتھ کی بدعنوانیاں عربوں کی مددگار ثابت ہوئیں تو انہوں نے صرف ایک پہلے سے مقدر شدہ فتح کی تکمیل کی تھی، کیونکہ جب ایک مرتبہ اس کا آغاز ہوا تو پھر عربی عساکر اندلسیہ میں نہیں رُکے بلکہ ہسپانیہ میں سے شمال کی طرف ہوتے ہوئے اہلِ فرانس پر حملہ آور ہوئے۔

تاہم تقدیر میں یہ نہ لکھا تھا کہ ہسپانیہ سے زیادہ کوئی اور علاقہ عربوں کو دیا جائے۔ اہلِ فرانس نے جو وسیگاتھ کی نسبت زیادہ مضبوط تھے، اپنے آیندہ فاتحین کو اپنے ملک سے لوٹا دیا، اور انہیں پیرینیز کے پار تک پیچھے دھکیل دیا، یورپ میں صرف ہسپانیہ ہی نے مشرقی فلسفہ کی آزمائش گاہ بننا تھا۔

وسیگاتھ شمال کی جانب ہٹ کر پہاڑوں، پیرینیز کی بنجر زمین اور شمالی صوبجات کے سرد اور سخت ملک کے اندر محصور ہو گئے۔ اس کے بعد کئی صدیوں کے لئے، جب تک وہ ہسپانیہ کو دوبارہ فتح کرنے کے قابل نہ ہوئے، سب سے الگ زندگی بسر کرتے رہے۔ گو انہوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی پھر بھی وہ ابتدائی وحشی حالت میں تھے۔

عربوں نے اب آئبیریہ جزیرہ نما کی سادہ نوعیت کو تبدیل کرنا تھا، اس سے پہلے یونانیوں، قلطیوں، فنیقیوں کا خون وسیگاتھ کے خون میں مل چکا تھا، اب عربوں کے اضافہ کے ساتھ ہسپانیہ مغربی دنیا کا رہنما بننے والا تھا ـــ صدیوں کے لئے مسلمہ بے مثل اور یکتا۔

اس سے پہلے اس کے کھیتوں میں اتنی زرخیز فصل نہ ہوتی تھی۔ اس کی بستیاں یوں معلوم ہوتی تھیں گویا خواب زندہ ہو گئے ہیں، ان کے نام ہی کانوں کے لئے دلکش موسیقی کا حکم رکھتے تھے۔

ایک قدیم عرب مؤرخ قرطبہ کی بستی کو جو اُن تمام بستیوں کی ملکہ تھی، اندلسیہ کی دلہن کہتا ہے، وہ لکھتا ہے:۔

"وہ تمام حسن اور جواہرات جو آنکھ کو مسرور اور نگاہ کو خیرہ کرتے ہیں صرف اس کی ملکیت ہیں، اس کے سلاطین کے طویل سلسلہ سے اسکی شان و شوکت کا تاج بنا ہے اس کی مالا میں وہ دُرِ شاہوار منسلک ہیں جو اس کے شعراء نے زبان کے بحرِ بے کنار میں سے نکال کر جمع کر لئے تھے، اس کا لباس علم کے پرچموں سے بنا تھا جسے اُس کے اہلِ حکمت نے بُنا تھا۔ اور ہر فن اور حکمت کے استاد اس کے لباس کا حاشیہ تھے۔"

تمام دستیاب شدہ یادداشتوں کے مطابق دنیا میں کوئی شہر اپنی عمارات کے حسن، اپنی زندگی کی شستگی اور اپنے باشندگان کی تہذیب و تمدن میں قرطبہ کے ہم پلہ نہ تھا، جب وہ اپنی شان و شوکت کی معراج پر تھا، اور یہ سب کچھ ایک ایسے عہد میں رونما ہوا جب باقی ماندہ یورپ تاریکی اور جہالت میں مبتلا تھا۔

تاہم قرطبہ ہسپانیہ کے نو لکھے ہار میں محض ایک ہیرا ہے، غرناطہ بھی جس کا حسن زیادہ سادہ ہے، کم دلچسپ نہیں۔ آج کے دن تک قصر الحمراء حسن کے ایک اسلوب کی شہادت ہے جسے ہم تقریباً فراموش کر چکے ہیں۔

یہ شہر جو کوہ سیرا نویدا کے دامن میں واقع ہے سحر و دلربائی کی ایک چیستان ہے، واشنگٹن، اروِنگ، رچرڈ فورڈ اور تھیوفائل گاتیر جیسے ادیب اس کے حسن پر فریفتہ ہوئے اور ایک مشہور ہسپانوی ضرب المثل بھی ہے کہ "اگر میں دنیا میں کھو یا جاؤں تو مجھے اندلسیہ میں تلاش کرنا"، دراصل عربی ہے۔

(باقی دارد)

طوفانِ نوحؑ کا منظر

آج کل پنجاب میں جو قیامت خیز منظر دیکھنے میں آرہا ہے، اس کی نظیر نوحؑ کے طوفان کے بعد شاید ہی کہیں مل سکے، تفصیلات روزانہ اخبارات سے قارئین کرام کو معلوم ہو چکی ہوں گی لیکن دیکھنے اور سننے میں بڑا فرق ہے، وہ روح فرسا منظر کہ ہزاروں مرد عورتیں اور بچے مکانوں کی چھتوں پر بھوکے اور پیاسے کراہ رہے ہیں، اور چاروں طرف پانی چڑھتا ہوا چلا آرہا ہے جس میں سانپ، بچھو، سؤر اور دوسرے جانور بہتے ہوئے چلے آتے ہیں، وہ ہولناک چیخیں جو غرق ہونے والوں کی بے کسی اور بے بسی کا اعلان کر رہی تھیں، اور فوجی نوجوانوں کی مستعدی اور امدادی تدابیر بھی بہت حد تک انہیں بچانے سے معذور تھیں، کون سنگدل سے سنگدل انسان ہے جس کا دل ان کو دیکھ اور سن کر پگھل نہ جائے، اس میں شک نہیں فوج اور بعض رضاکار جماعتوں نے کشتیوں کے ذریعہ لوگوں تک پہنچ کر انہیں پانی وغیرہ مہیا کرتے اور جہاں تک پہنچ ہوسکی گھرے ہوئے لوگوں کو نکالنے میں بھی کافی مدد کی اور اب تک کر رہے ہیں، تاہم پیش آمدہ مصیبت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھی، اب تک لاہور کے نشیبی علاقوں میں پانی چڑھا ہوا ہے، گو پہلے جتنا نہیں، ضلع سیالکوٹ، نارووال اور بعض دوسرے علاقوں کی حالت اس سے بھی بدتر ہے، اور اب ملتان، مظفرگڑھ، لائل پور کے علاقے اسی سیلاب کی لپیٹ میں ہیں، اور مشرقی پنجاب کی حالت اس سے بھی خراب ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب بہت جوش میں ہے اور ہمارے گناہوں کا طوفان سیلاب کی صورت میں اُمنڈ آیا ہے، اس وقت بھی اگر مخلوق خدا توبہ نہ کرے اور اپنی گناہوں کی معافی اس مالک حقیقی سے نہ مانگے، تو یہ طوفان جو ہر آئے سال بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور اس سال تو مال روڈ تک پہنچکر بڑے بڑے محلات اور کوٹھیوں میں رہنے والوں کو بھی انتباہی پیغام دے گیا ہے خدا جانے کس قدر تباہی کا موجب ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس قسم کے سیلابوں کی خبر آج سے نصف صدی پہلے دی تھی اور مخلوق خدا کو بار بار متنبہ کیا تھا کہ ؎

وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے

پھر اس سیلاب کی جو کیفیت آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اس کو اس شعر میں آپ نے واضح کیا ہے ؎

کوئی کشتی بچا سکتی نہیں اس سیل سے

حیلے سب جاتے رہے اک حضرت توّاب ہے

کیا مامور من اللہ کا یہ قبل از وقت انتباہ اس قابل نہ تھا کہ دنیا اس کی طرف متوجہ ہوتی اور حیلوں کے سلب ہونے پر پہلے حضرت توّاب کے آگے گر کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتی، اب بھی وقت ہے کہ توبہ و استغفار سے کام لیا جائے اور ہر قسم کے گناہوں اور بے اعتدالیوں کو چھوڑ کر احکام الٰہی کی مطابعت کی جائے ورنہ اس سے بڑھ کر طوفان کی خبر اسی مامور من اللہ نے دے رکھی ہے جیسا کہ لکھا ہے:۔

" یہ مت خیال کرو کہ امریکہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا، میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں، وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا، جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دُور نہیں، میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم دیکھ لو گے مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ"

(حقیقۃ الوحی ص ۲۵۷)

کیا اہل بصیرت مامور من اللہ کے اس انتباہ کو چشم عبرت سے مطالعہ کریں گے؟

ووکنگ مشن کا کام

ندوۃ العلماء کے رسالہ معارف (ماہ ستمبر) میں مولانا سید سلیمان مرحوم کا ایک خط شائع ہوا ہے، جو انہوں نے لندن سے (جب وفد خلافت کے ساتھ وہاں گئے تھے) ۲۴ر فروری ۱۹۲۰ء نواب سید امیر حسن خان صاحب کو لکھا، اس مکتوب میں اور باتوں کے علاوہ ووکنگ مشن کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

" ووکنگ مشن کو دیکھا، انگریز و میم نومسلموں سے ملاقات ہوئی لندن میں ہر جمعہ کو اور ووکنگ میں اتوار کو اجتماع ہوتا ہے کام کی صداقت میں کلام نہیں، مگر اس سے زیادہ روپیہ اور محنت درکار ہے، ایک دو دفعہ مَیں نے بھی نماز پڑھائی"

یہ اس شخص کی شہادت ہے جو سلسلہ احمدیہ کو کچھ اچھی نظروں سے نہ دیکھتا تھا، لیکن سلسلہ کے اس کام کی جو انگلستان میں ہو رہا ہے، صداقت کا اسے بھی اعتراف ہے، رہا روپیہ اور محنت اس میں کیا شک ہے کہ انگلستان جیسے وسیع ملک میں اس سے بہت بڑھکر روپیہ اور محنت کی ضرورت ہے، کاش مسلمانوں کے صاحب ثروت اصحاب اس ضرورت کو پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

پادریوں کی سمگلنگ

قاہرہ ڈاک سے۔ قاہرہ کے ہوائی اڈے پر پولیس نے ایک پادری کی تلاشی لیکر چھ ہزار تین سو پونڈ برآمد کئے پادری یہ رقم لیکر لبنان جا رہا تھا۔ اپنے بیان میں لبنانی پادری نے ایک اور ساتھی کا مصر میں ہونا بتایا جو کیمپ کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا چنانچہ اس ریش دراز لبنانی بزرگ کو بھی حراست میں لے لیا گیا۔

رقم لے جانے والے نے اقرار کیا کہ وہ لبنان سے متات سیر سونا مصر لایا تھا اور فلاں شخص کے حوالے کرکے اس سے کرنسی نوٹ لیکر لبنان جا رہا تھا۔ تو گرفتار نے اپنا۔

اس سلسلے میں اب چھ اشخاص گرفتار ہو چکے ہیں اور تحقیقات برابر جاری ہے۔

سانحۂ ارتحال

عزیز محمد خلیل صاحب ٹی ٹی ریلوے کا گیارہ ماہ کا بچہ جو محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ کا نواسہ تھا، بقضائے الٰہی فوت ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے تمام لواحقین سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل عطا فرمائے۔

ام المومنین

حضرت خدیجۃ الکبریٰ

{مرتضیٰ حسن}

حضرت خدیجۃ الکبریٰ وہ بلند پایہ خاتون ہیں جنہیں سب سے پہلے حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ مکہ کی ایک نہایت شریف خاندان سے تھیں۔ آپ کے والد کا نام خویلد تھا جن کا سلسلہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب سے جاملتا تھا۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ جن کے والد اپنے قبیلے کے سردار اور بہت بڑے معزز آدمی تھے اس طرح حضرت خدیجہ ماں اور باپ دونوں طرف سے نہایت شریف اور اعلےٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ اگرچہ مکہ کے لوگ طرح طرح کے گناہوں میں لت پت تھے مگر آپ کا دامن تمام عیبوں سے پاک تھا۔ آپ اپنی نیکی اور پاکدامنی کی وجہ سے طاہرہ کے نام سے مشہور تھیں۔ جس کے معنے پاک کے ہیں۔

سب سے پہلے آپ کی شادی ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی مگر وہ انتقال کر گئے۔ ان کے بعد آپ عتیق بن مخزومی کے نکاح میں آئیں۔ مگر ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد مکہ کے بڑے بڑے سردار اور رئیس آپ سے نکاح کی درخواست کرتے رہے مگر آپ رد فرماتی رہیں اصل وجہ یہ تھی کہ آپ ان لوگوں کو ان کے کیریکٹر کی وجہ سے ناپسند فرماتی تھیں۔ آپ نے بیوہ رہنے کو ہی پسند کیا۔

آپ اپنی عقلمندی اور دانائی میں ملک بھر میں مشہور تھیں۔ علمی لحاظ سے بھی آپ کا مرتبہ کچھ کم نہ تھا۔ آپ خود شعر کہتیں اور سینکڑوں اشعار آپ کو ازبر یاد تھے۔ آپ نے آنحضرت صلعم کے اوصاف اور آپ کی تعریف میں بھی اشعار کہے ہیں جو تاریخوں میں درج ہیں۔ آپ ایک نہایت سنجیدہ اور متین طبیعت خاتون تھیں۔ غرضکہ ہر لحاظ سے آپ مکمل تھیں۔

آپ بہت مالدار تھیں۔ اور وسیع پیمانہ پر تجارت کرتی تھیں۔ آپ کو ایسے آدمیوں کی سخت ضرورت رہتی تھی جو آپ کے کاروبار میں آپ کا ہاتھ بٹائیں۔ جب آپ نے ہمارے نبی صلعم کے اوصاف کا حال سنا تو آپ کو خیال آیا کہ کیا اچھا ہو کہ محمدؐ جیسا ایماندار انسان ان کے کام میں مدد کرے۔ آخر ہمارے نبی صلعم کے چچا کی معرفت یہ معاملہ طے ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کا بہت سا مال تجارت لے کر شام کی طرف تشریف لے گئے۔

حضرت خدیجہؓ نے آپ کی مدد اور خدمت کے لئے اپنا غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ روانہ کیا۔ خدا کی تائید آپؐ کے ساتھ تھی۔ آپ کو اس سفر میں بے حد منافع ہوا۔ واپس آکر آپ نے پیسے پیسے کا حساب حضرت خدیجہ کے حوالے کر دیا۔ وہ اس قدر منافع آپ کی ایمانداری اور انتظام کی خوبی دیکھکر حیران رہ گئیں۔ اس کے علاوہ میسرہ نے حضور کے سفر کے حالات اور ان عجیب و غریب واقعات کا بھی ذکر حضرت خدیجہ سے کیا جو ہمارے نبی صلعم سے ظہور میں آئے۔ ان سے بھی آپ کے دل پر بڑا اثر ہوا اور انہیں یقین ہو گیا کہ محمدؐ کوئی معمولی ہستی نہیں۔ بلکہ ان خوبیوں اور ان اوصاف کا مالک ہے جو کسی کے اندر نہیں پائی جاتیں۔ آپ نے آپؐ کی خدمت میں نکاح کا پیغام بھیجدیا۔ آنحضرت صلعم نے اس کے متعلق اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کیا۔ انہوں نے بڑی خوشی سے منظور کر لیا۔ آخر نکاح ہو گیا۔ اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ برس کی تھی اور ہمارے نبی صلعم کی ۲۵ برس کی۔ عمروں میں تو بڑا فرق تھا۔ مگر محبت میں آخیر دم تک کوئی فرق نہ آیا۔ گھر بہشت کا نمونہ تھا۔ صلح تھی، محبت تھی۔ امن تھا۔ اطمینان تھا۔ پھر گھر میں خدا کا دیا ہوا سب کچھ تھا۔ کسی چیز کی کمی نہ تھی۔

ہمارے نبی صلعم اکثر غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں خدا کی یاد میں مصروف رہتے۔ ایک دن حضرت جبریل آپ پر نازل ہوئے اور پیغام دیا کہ خدا نے آپ کو نبی اور رسول بنایا ہے۔ اور خدا کی خلقت کی اصلاح کا کام آپؐ کے سپرد کیا ہے۔ آپ پر بڑا خوف طاری ہوا اور آپ کانپتے کانپتے گھر تشریف لائے۔ اور بی بی سے کہا کہ مجھے کپڑا اڑھا دو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس پر اس نیک خاتون نے کہا آپ ذرا فکر نہ کریں خدا آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ آپ غریبوں یتیموں، اور بیواؤں کی مدد کرتے ہیں۔ مہمانوں کی عزت کرتے ہیں اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں۔" خدیجہ کا اس طرح سے آنحضرت صلعم کو تسلی دینا اس بزرگ خاتون کی کمال عقلمندی پر دلالت کرتا ہے اس کے بعد آپ آنحضرتؐ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے آئیں جو اس وقت عیسائیوں کے علم اور تورات کا ماہر تھا۔ اس نے یہ ماجرا سن کر کہا کہ محمدؐ پر وہی ناموس اکبر نازل ہوا ہے جو موسےٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ محمدؐ کو خدا نے اپنی امت کا نبی بنایا ہے۔

حضرت خدیجہ آنحضرت پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور کہا کہ آپ بے شک خدا کے رسولؐ اور نبی ہیں۔ پھر جب تک زندہ رہیں ہر مصیبت میں آپ کا ساتھ دیتی رہیں اور ہر موقعہ پر آپ کو تسلی دیتی اور آپ کی خدمت کے لئے کمربستہ رہیں۔ آنحضرت صلعم کی ازواج میں آپ کا مرتبہ بڑا بلند ہے۔

پیلنسٹھ برس کی عمر میں خدا نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔ حضور نے خود جنازہ پڑھا اور خود ہی قبر میں اتارا۔ آپ کے انتقال سے چند روز پہلے ہمارے نبی کے چچا ابو طالب بھی خدا کو پیارے ہو گئے تھے۔ ان دو ہستیوں کے یکے بعد دیگرے فوت ہو جانے سے ہمارے نبی کو سخت صدمہ ہوا مگر آپ خدا کی رضا پر راضی تھے۔ اس سال کو "عام الحزن" یعنے غم کا سال کہتے ہیں۔ حضور کے چچا دشمنوں کے خلاف ایک ڈھال کا کام دیتے تھے۔ اور آپ کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ آپ کی مونس و غمخوار تھیں۔ ہر رنج اور دکھ میں ان کی شریک تھیں اور آپ کی دلجوئی کرتیں۔ نکاح کے بعد آپ نے اپنا سارا مال حضور کے سپرد کر دیا۔ اور بہت سا مال خدا کے رستہ میں پانی کی طرح بہا دیا۔ آپ نہایت رحمدل اور سخی تھیں۔ آپ کے بعد کئی ایک ازواج ہمارے نبی کے نکاح میں آئیں لیکن خدیجہ کو آپ ہمیشہ یاد فرماتے ایک دفعہ حضرت عائشہ سے آپ نے فرمایا کہ خدیجہ مجھے اس لئے یاد آتی ہیں کہ وہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائیں اور جب میرا کوئی غمخوار اور غمگسار نہ تھا اس نے مجھے تسلی دی اور اس نے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کیا۔ آپ کو لخت جگر رسول اللہ حضرت فاطمۃ الزہراء کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کے علاوہ آپ کی تین صاحبزادیاں اور تھیں۔ حضرت زینب۔ حضرت ام کلثوم۔ حضرت رقیہ۔ ان میں سے آخری دو صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمان غنی سے ہوئی تھی۔ پہلے حضرت رقیہ کی اور ان کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم کی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مصائب اور ابتلاؤں میں انسان کی بے بسی اور قدرت الٰہی کا اظہار

مشکلات اور مصائب سے نکلنے کی راہ

خطبۂ جمعہ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ......

ابتلاء اور عذاب میں انسان کی بے بسی

اس رکوع میں ایک بہت بڑے ابتلا کا ذکر کیا گیا ہے اس ابتلا میں خدا کا ایک پیارا پیغمبر مبتلا ہے مسلمانوں کے ابتلاؤں کو نرم کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں پیغمبروں کے ان ابتلاؤں کا ذکر کیا ہے جو بہت ہی سخت ہیں، اور ایسے ابتلاؤں کا بھی ذکر قرآن کریم میں کیا ہے جن میں کوئی ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتا لکھا ہے یوم تکون السماء کالمھل وتکون الجبال کالعھن ایسا بھی وقت آئیگا کہ آسمان تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ اُڑ جائیں گے ولا یسئل حمیم حمیما کوئی دوست اپنے دوست کو پوچھ نہ سکے گا یبصرونھم اگرچہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیہ وصاحبتہ واخیہ وفصیلتہ التی تؤیہ ومن فی الارض جمیعا ثم ینجیہ۔ مجرم اس دن خواہش کریگا کہ کاش وہ اس عذاب کا کوئی سا بھی فدیہ دے سکے، اپنا بیٹا، اپنی بیوی، اپنا بھائی، اور اپنا کنبہ، جس کو وہ پناہ دیتا ہے فدیہ میں پیش کر سکے۔ کلا انھا لظی نزاعۃ للشوی ہرگز ایسا نہ ہوگا وہ کسی طرح بھی عذاب سے نہ بچ سکے گا عذاب اسے گھیرے گا

عذاب آنے کی وجہ

تدعوا من ادبر وتولی وہ عذاب اس شخص کو جو غفلت سے خدا اور اس کی اطاعت سے منہ موڑ لیتا ہے وجمع فاوعی مال جمع کرتا ہے اور اسے بند رکھتا ہے، جو انسان مال کی وجہ سے غفلت شعار ہے، خدا کے احکام کو نہیں مانتا، اس کی اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر نہیں اٹھاتا۔ ان الانسان خلق ھلوعا بہت بے صبر انسان ہے اذا مسہ الشر جزوعا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مصیبت آئی تو جزع فزع شروع کر دیا واذا مسہ الخیر منوعا اور جب آسودگی دیکھی تو مال خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیتا ہے۔

عذاب سے بچنے کا رستہ

الا المصلین الذین ھم علی صلاتھم دائمون مگر نماز پڑھنے والے جو ہمیشہ عبادت الٰہی میں رہتے ہیں ایسے نہیں ہوتے، ان سے ہم توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے اموال خدا کے رستہ میں خرچ کریں۔ والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم یہ وہ لوگ ہیں جن کے مالوں میں ایک مقررہ حق ہے سوال کرنے والوں کے لئے بھی، اور ان لوگوں کو بھی وہ دیتے ہیں جو اپنی شرافت کی وجہ سے مانگ نہیں سکتے والذین یصدقون بیوم الدین ان لوگوں کو یقین ہے کہ قیامت آنے والی ہے اور اعمال کی جزا سزا لازمی طور پر ملے گی والذین ھم من عذاب ربھم مشفقون یہ لوگ اپنے ربّ کی سزا سے ڈرتے رہتے ہیں ان عذاب ربھم غیر مامون وہ جانتے ہیں کہ خدا کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے نڈر نہ ہونا چاہیئے۔ والذین ھم لفروجھم حفظون۔ وہ عفت کی زندگی بسر کرتے ہیں والذین ھم لامنتھم وعھدھم راعون وہ دیانت و امانت کے پختہ اور قول کے پکے ہوتے ہیں والذین بشھادتھم قائمون جو شہادت ان کے پاس ہو اس پر قائم رہتے ہیں، والذین ھم علی صلاتھم یحافظون، وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، اولئک فی جنت مکرمون یہ لوگ جنت میں عزت کی زندگی بسر کریں گے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی مخلوق خدا سے ہمدردی

تو خدا کے عذاب سے بچنے کے لئے مخلوق خدا کی ہمدردی و اعانت کو بہت بڑا درجہ حاصل ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں بھی ایک صفت ہے نوائب الحق، آپ کی فطرت میں مخلوق خدا کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، غریبوں اور محتاجوں کے آپ ملجا و ماوی تھے، حضرت خدیجہ رضی نے آپ کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا وتعین علی نوائب الحق وہ جو آسمان سے انسانوں پر ناگہانی مصیبتیں آتی ہیں ان میں بھی تو لوگوں کا دکھ اور درد بٹاتا اور ان کی .... امداد کرتا ہے۔

موجودہ سیلاب کے اندر انسان کی بے بسی

یہ جو آج پنجاب پر ایک عذاب مسلط ہے اور ہزاروں انسان سیلاب کے اندر تباہ ہوئے ہیں، اور ایک ہولناک تباہی کے شکار ہو گئے ہیں، اس نے دلوں کے اندر ایک دہشت پیدا کر دی ہے، اس کائنات کے اندر خدا کے فرشتے رہتے ہیں جو اس کے حکم سے پانی کو، ہوا کو، بجلی کو انسان کی تباہی پر مسلط کر دیتے ہیں اور کوئی اسے روک نہیں سکتا، اس سے ظاہر ہے کہ انسان کی حکومت نہ ہوا پر ہے نہ پانی پر نہ بجلی اور بادل کو وہ روک سکتا ہے، جب خدا چاہے یہی چیزیں ایک عذاب الیم کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں، کبھی ہوا میں ایک زہر رکھ دیتا ہے جس کا علاج نہ ڈاکٹر کے پاس ہے اور نہ کوئی حکیم اس سے بچا سکتا ہے، وہی ہوا جس کے بغیر انسان کی زندگی نہیں اس کے لئے موت کا موجب ہو گئی اور ایسا سماں پیدا ہو جاتا ہے کہ ہزاروں انسان قبرستان کی طرف چلے جا رہے ہیں اور انہیں روک نہیں سکتا، اسی طرح پانی بھی ہماری زندگی کا باعث ہے لیکن وہی پانی ایک ہولناک عذاب کی صورت اختیار کر چکا ہے یہ اللہ تعالےٰ کی قدرت نمائی کے کرشمے ہیں لعلھم یرجعون ان سے عبرت پکڑو اور اس کے آگے جھکنا سیکھو، تضرع اور توبہ و استغفار سے اپنے گناہوں کو جلا دو، یہ بھی ایک موقعہ ہے کہ انسان خدا کے قریب ہو جائے۔

مال و جان کی تباہی

آج میں ایک شخص کے گھر گیا اس سے ہمدردی کے اظہار کے لئے، اس نے کہا وہ تمام دولت کہاں گئی جو عمر بھر میں نے بنائی تھی، ہاں یہ خدا کا شکر ہے کہ جانیں بچ گئیں باقی سب ختم ہے ایسے حالات کو دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ خدا دیتا بھی بہت ہے لیکن جب ہمارے رویئے کو دیکھ کر ناراض ہو جائے تو ایک منٹ میں سب چھین لیتا ہے، آج کتنے گھر برباد ہوئے ہیں کتنی عورتیں اور بچے ضائع ہوئے ہیں، کتنے مویشی ہلاک ہوئے ہیں اور کس قدر کھیتیاں تباہ ہو گئی ہیں۔

عبرت کا مقام

اگر اس ہولناک تباہی کو دیکھ کر بھی انسان عبرت نہ پکڑے تو کس قدر افسوس کی بات ہے، وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون کتنے ہی نشان زمین و آسمان میں انسان دیکھتا ہوا گذر جاتا ہے اور پروا نہیں کرتا۔ اب بھی ہم ہولناک تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اپنے قصوروں کی معافی نہیں مانگتے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا ان دائکم الذنوب وان دواءکم الاستغفار گناہ ایک بیماری ہے، جس کا علاج استغفار کرنا ہے آج خدا کے بندے اس عذاب کو دیکھ کر خدا کے آگے

جھکنا سیکھ لیں اور استغفار کرنا سیکھ لیں تو اس میں بہت بڑا فائدہ ہے۔

حضرت ایوب کی مصیبت اور ان کی متضرعانہ دعا اور استجابت الٰہی

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں ان میں خدا کے ایک بندے ایوب کے ابتلا اور ان کی دہائی کا ذکر ہے، دو جملوں میں ان کی ساری داستان بیان کر دی ہے رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین اے میرے رب میرے عاجز کی تکلیف کو دیکھو اور تیرے رحم کے خزانے بھرے ہوئے دیکھو، اس سے زیادہ میں کیا بیان کروں، فاستجبنا لہ فکشفنا ما بہ من ضر ہم نے اس کی دعا کو قبول کر لیا اور اس کی تکلیف کو دُور کر دیا، یہ ہماری ہمدردی کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ کہ مصیبت کا دور کرنے والا میں ہوں میرے سامنے رونا اور چیخنا سیکھو پھر دیکھو کہ کس طرح تمہاری مصیبت کو دُور کرتا ہوں امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ آج دیکھو کوئی حکومت، کوئی فوج کتنا کسی کو بچا سکتی ہے، خدا کے سوائے کون ہے جو مشکلات اور مصائب کو دور کرے توریت کا ایک باب ہے سفر ایوب، اس میں حضرت ایوب کی مشکلات اور تکالیف کا حال بڑا تفصیل سے بیان کیا ہے، اس ساری تفصیل کو قرآن نے اس ایک جملہ کے اندر بیان کر دیا انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین، اس کے جواب میں فرمایا ہم نے اس کی تضرع کو سنا اور جتنی تکلیف تھی سب دُور کر دی، وآتینٰہ اھلہ ومثلھم معھم اس کے اہل وعیال اور رشتہ دار جو تباہ ہو گئے ان کے مثل انہیں اور مل گئے رحمۃ من عندنا یہ ہماری جناب سے رحمت تھی، ہم گئے گذرے اور مصیبت زدوں کو دے سکتے ہیں اور اسی طرح دیتے ہیں وذکریٰ للعٰبدین کوئی ہمارے آگے جھکنے والا ہو، کوئی عبادت گذار ہو اس کے لئے اس میں نصیحت ہے۔

انبیاء کے مصائب

واسمٰعیل وادریس وذا الکفل کل من الصٰبرین، اسمٰعیل، ادریس، ذالکفل تمام خدا تعالیٰ کے پیارے بندے صابر وشاکر تھے، سب پر مصیبتیں اور ابتلا آئے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نحن معاشر الانبیاء اشد البلاء ہم انبیاء کا گروہ سخت ترین مصائب میں ڈالے جاتے ہیں فالامثل فالامثل پھر اس سے اتر کر جتنا جتنا کسی کا مرتبہ ہو اتنی ہی مشکلات اور ابتلا اس پر آتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں یہ خدا کے پیارے اور اس کے مقرب ہیں کیوں ان کی سُنی نہیں جاتی، لیکن مشکلات سے ہی انسان کے جوہر کھلتے ہیں وادخلنٰھم فی رحمتنا ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا انھم من الصالحین یہ صالح لوگ تھے۔

حضرت یونسؑ کی مصیبت اور متضرعانہ دُعا

وذا النون اذ ذھب مغاضباً فظن ان لن نقدر علیہ ذالنون پر ایسی مصیبت آئی کہ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی راہ ان کے لئے مصیبتوں سے نکلنے کی نہیں فنادیٰ فی الظلمٰت چاروں طرف سے پھنسا ہوا دہائی دیتا ہے ان لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین تو ہی سب کا معبود، تو ہی اس کائنات کا سہارا، تو ہی ہر ایک عیب سے پاک ہے، یہ جو مجھ پر مصیبت آئی ہے تو یہ صرف میرے قصور کی وجہ سے ہے۔ میرے ہی ظلم کی وجہ سے یہ مشکلات مجھ پر آئی ہیں، تو ہی مجھ پر رحم کر، اور میری مصیبت کو دُور کر دے۔

ہر مسلمان کی مصیبت کا علاج دعائے یونس میں

اس آیت کے متعلق ایک بات تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور ایک ابن عباس سے مروی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ آیت ہے کہ کوئی شخص جو مصیبت میں مبتلا ہو اس آیت کو پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دُور کر دے گا ما دعا بہ مسلم قط وھو مکروب الا استجاب اللہ دعاءہ یعنی مصیبت میں مبتلا مسلمان جب بھی یہ دعا کرے گا اس کی دعا قبول ہو گی، ایک تو یہ نسخہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودے سچے ہیں، مسلمان کو چاہیئے کہ استغفار کرے اور اللہ سے معافی مانگے اور ایک نسخہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت غریبوں کی امداد کرنے اور صدقہ وخیرات کرنے اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگنے سے مشکلات دُور ہوتی ہیں الا ان داءکم الذنوب ودواءکم الاستغفار۔

حضرت ابن عباس کی تفسیر

دوسری بات جو حضرت ابن عباس رض نے فرمائی یہ ہے کہ لکھا ہے ایک رات حضرت معاویہ کے سامنے یہ آیت آئی فظن ان لن نقدر علیہ تو انہیں خیال ہوا کہ ایک پیغمبر ہو اور اسے یہ خیال ہو کہ خدا اس پر غالب نہیں آ سکتا، یہ کس طرح ہو سکتا ہے لکھا ہے روی انہ دخل ابن عباس علی معاویۃ فقال معاویۃ ضربتنی امواج القرآن البارحۃ فغرقت فیھا فلم اجد لنفسی خلاصا الا بک - فقال وما ھی قال کیف یظن نبی اللہ ان لن یقدر اللہ علیہ - فقال ابن عباس ھذا من القدر لا من القدرۃ اسی میں رات گذر گئی صبح کو حضرت ابن عباس آئے تو ان سے کہا کہ ساری رات اسی خیال میں میری گذر گئی ہے خیالات کی امواج تھپیڑے لگاتی رہیں ان میں میں غرق ہو گیا اور سمجھا کہ میں اس سے بچ نہیں سکتا، ابن عباس ہی آئیں تو اس مشکل کو حل کریں، حضرت ابن عباس نے کہا کہ یہاں لفظ قدر ہے قدرت نہیں، قدرت اور چیز ہے قضا وقدر اور چیز، حضرت یونس کا خیال تھا کہ عذاب نہیں آئے گا قدر اندازے کو کہتے ہیں اور اندازے کے بعد حکم نافذ کرنا اس کو قضا کہتے ہیں قرآن میں قضا وقدر کے معاملات کے بارہ میں بھی دعا سکھائی گئی ہے، قضا وقدر پر سوائے خدا کے کسی کو قدرت نہیں۔

قضا وقدر کے چند واقعات

اس قسم کے کئی واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ قضا وقدر سے ایسی بات ظہور میں آتی ہے جس کا انسان کو وہم بھی نہیں ہوتا، ایک دفعہ ایک شخص غلطی سے ایک ایسے جہاز پر چڑھ گیا جو مارسیلز (فرانس) کو جاتا تھا حالانکہ اسے مڈغاسکر پہنچنا تھا، وہ حیران کہ اب کیا ہو گا لیکن قضا الٰہی کو دیکھئے کہ جب جہاز مڈغاسکر کے قریب پہنچا تو رپورٹ ہوئی کہ جہاز کا انجن خراب ...... ہے، ناچار وہیں اسے لنگر انداز ہونا پڑا اور وہ شخص وہاں جہاز سے اتر گیا۔

ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص جیسلمیر کے میدان میں اونٹنی پر سوار چلا جا رہا تھا کہ ایک عقاب اڑتی ہوئی آئی اس کے پنجہ میں ایک بڑی ہڈی تھی، وہ اس کے پنجہ سے گر گئی اور اس سوار کے دماغ پر لگی اور وہ وہیں مر گیا۔

اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور اس کی مخلوق کی دستگیری کرو

اس کو قضا وقدر کہتے ہیں، اس کائنات کا ایک بادشاہ ہے، اس کی حکومت کا لوگوں کو علم نہیں اگر علم ہوتا، اگر حشر ونشر پہ ایمان ہوتا تو گناہوں پر دلیر نہ ہوتے، یہ زمین وآسمان کی فضا کس کے اختیار میں ہے للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض یہ فضا بہت وسیع ہے، اس فضا پر جس کی حکومت ہے اس کا نام اللہ ہے۔ اس کے ساتھ صلح کر لو، اس کے قرآن کو مانو، اس کے رسول کو مانو، اس کی طرف رجوع کرو، اس کی عبادت کرو، اس کے حضور اپنی تقصیریں پیش کر کے اس سے معافی مانگو، اس کی محتاج مخلوق کی دستگیری کرو تاکہ اس کی رحمت نازل ہو ؛

ایمان اور مذہب کی حقیقت

اور ہماری موجودہ حالت

شیخ فرید سول ہسپتال ایبٹ آباد۔

اس فانی دنیا میں مصائب، مشکلات اور پریشانیاں اپنے اپنے وقت میں ہر انسان پر ضرور آتی ہیں اور اسی طرح ہر انسان کی کچھ خواہشات ہوتی ہیں کسی کو دولت کی۔ تو کسی کو شادی اور اولاد کی تمنا ہوتی ہے، اقتدار عزت، دنیوی ترقی جائیداد حکمرانی، وزارت و امارت وغیرہ خواہشات انسان کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں اور اس کے لئے وہ رات دن کوشاں رہتا ہے۔ ہر جائز و ناجائز حربے استعمال کرتا ہے۔ اکثر ناجائز ذرائع ہی بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ اور ایسا کرتے ہوئے ان لوگوں کو خوف خدا بھی محسوس نہیں ہوتا۔ افسوس کا مقام ہے دوسری اقوام و مذاہب کی نسبت یہ بات مسلمانوں میں زیادہ پائی جاتی ہے، اور ایسے انسان آپ کو کم ملیں گے، جو راستبازی اور صحیح طریقہ سے کاروبار کریں..... اور انہیں اپنے کاروبار میں خدا بھی یاد رہے۔

تکلیفیں اور پریشانیاں کس کو نہیں ہوتیں ان کا علاج یہ نہیں کہ دین و ایمان اور دیانت و امانت کو خیرباد کہہ دیا جائے، حقیقت میں دل کے اطمینان کا ذریعہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ سے لو لگائی جائے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب، دولت جو ناجائز ذرائع سے کمائی جائے اطمینانِ قلب کا موجب نہیں ہوتی، بلکہ اور زیادہ پریشانی کا باعث بن جاتی ہے، دل کو ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے اور طرح طرح کی الجھنیں اور تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں اطمینان قلب کا ذریعہ یہی ہے کہ خدا دل میں بسا ہوا ہو اور جو کام کیا جائے اس کی رضا کے مطابق کیا جائے۔ نیز جو دل میں ہو وہی زبان پر ہو۔ جو قول ہو وہی فعل ہو۔ جو کام انسان کرے۔ ڈنکے کی چوٹ کرے جب نیت بد نہیں تو پھر کسی کا کیا ڈر۔ لیکن آج کل مذہب کے ٹھیکیداروں کا حال یہ ہے کہ ظاہر شکل اور اقوال اولیائے کرام جیسے ہیں اور دل میں شیطان کا بسیرا ہے، تفصیل یوں سمجھئے:۔ لمبی تسبیح۔ جبہ۔ زلفیں۔ سر پر تیلیوں کی ٹوپی گھنگھریالی داڑھی۔ شلوار ٹخنوں سے اونچی۔ ہاتھ میں ڈنڈی۔ نماز لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھیں گے۔ الا ماشاءاللہ۔ پھر مزے ہیں جب تک زندہ ہیں نذرانے چڑھتے رہیں گے اور جب مر جائیں گے تو قبر پر جھنڈے لہرائیں گے۔ نیز یہ بھی حق حاصل ہے۔ کہ جب اور جسے چاہیں اس پر کفر کی مہر ثبت کر دیں۔ جو حق بات کہے، صحیح راہ پر چلے اور دوسروں کو چلائے، دیانت و امانت کو ہاتھ سے نہ دے وہ ان لوگوں کے نزدیک پکا کافر ہے۔ مثال کے لئے اپنی جماعت احمدیہ کو لے لیں جو دین کے لئے سب کچھ خرچ کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ چونکہ اس سے مولویوں کی اغراض پوری نہیں ہوتیں خواہ انکے خیالات اور عقائد اور چال چلن وغیرہ کتنا ہی خراب ہو۔ ان مولوی صاحبان کی اپنی حالت جو کچھ بھی ہے اس کی بھی چند مثالیں سن لیجئے:۔

کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر پشیمان ہو کر ایک مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:۔

جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔

مولوی صاحب:۔ اجازت دی جاتی ہے۔

شخص:۔ میں نے غصے میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور اب اس پر پشیمان ہوں۔

مولوی صاحب:۔ جو ہو چکا سو ہو چکا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ بیوی کو فوراً اپنے گھر سے نکال دو اب وہ تمہاری بہن ہے۔

شخص:۔ قبلہ و کعبہ للہ کچھ سوچیئے۔ یہ ہے آپ کا شکرانہ (پانچ روپے)

مولوی صاحب:۔ طلاق تم نے "ت" سے کہی تھی۔ یا "ط" سے۔

شخص:۔ "ت" سے مہربان من۔

مولوی صاحب:۔ اے شخص نامعقول طلاق "ط" سے ہوتی ہے۔ نہ کہ "ت" سے۔ لہذا تمہیں اپنی بیوی مبارک ہو۔ آئندہ خیال رکھنا۔ تحقیق اس فیصلے کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا۔

۲۔ میں تبدیلی کے سلسلہ میں ۵۳ء میں کوہاٹ گیا۔ تو وہاں ایک موقعہ پر مسلمانان کوہاٹ نے "چھوٹی شب برات" کے نام سے ایک تہوار منایا میں بڑا حیران۔ کہ ایسی کوئی شب برات ہماری طرف تو نہیں ہوتی۔ چنانچہ میں نے کوہاٹ کے ایک مقامی غیر احمدی دوست سے پوچھا جسے اغلباً اس وقت میرے احمدی ہونے کا علم نہ تھا۔ اس نے بتایا۔ کہ اس مہینے میں چونکہ کوئی مذہبی تہوار نہ تھا۔ مولوی صاحبان نے اپنا اجلاس بلایا۔ اور با اتفاق رائے یہ پاس ہوا کہ اس مہینہ ایک چھوٹی شب برات منائی جائے۔ جو بڑی شب برات اور رمضان المبارک کی آمد کا مسلمانوں کو احساس دلوائے۔ اس موقعہ پر "پوڑا" تقسیم ہوتا ہے اور مولوی صاحبان کا خاص خیال رکھا جاتا ہے)۔

(۳) مولوی صاحبان تعویذ بھی دیا کرتے ہیں بھولے بھالے ان پڑھ اور ناسمجھ مسلمان مولوی صاحبان کے پاس جاتے ہیں۔ کوئی تعویذ لا کر اپنی بیوی کو پانی میں گھول کر پلاتا ہے۔ تاکہ لڑکا پیدا ہو۔ کوئی کسی لڑکی کے لئے تعویذ کرواتا ہے۔ یہ تعویذ دیتے وقت مولوی صاحب ہدایت دیتے ہیں۔ کہ تعویذ کو انار کے سبز درخت کے ساتھ باندھ دو۔ پھر دیکھو تیسرے ہی دن تمہاری معشوقہ تمہارے پاس چلی آئے گی۔ ملازمت کے لئے تعویذ۔ شادی کے لئے تعویذ۔ اولاد۔ بیماری۔ دولت کے لئے تعویذ۔ غرضیکہ ہر مرض کی دوا ہے مولوی صاحب کا تعویذ۔ تعویذ کی قیمت یا شکرانہ سوا روپیہ۔ کسی کا کام بن جائے تو مولوی صاحب کی شہرت ہوگی۔ پریکٹس چمکے گی۔ اور کام بن جانے پر سفید مرغے۔ خشخاش کا حلوہ۔ داڑھی کے لئے مہندی۔ جلانے اور بالوں پر لگانے کا تیل وغیرہ وغیرہ۔ یوں سمجھئے کہ مولوی صاحب کو مذہب سے زیادہ اپنی ذات کی فکر ہے۔ اس کے لئے وہ ایسی ترکیبیں استعمال کرتے ہیں۔ کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے ایک "تعویذ سپیشلسٹ" مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "قبلہ لڑکا کوئی نہیں تعویذ چاہیئے۔ مولوی تعویذ لکھنے بیٹھے تو وجد طاری ہوا۔ اسی حالت میں تعویذ لکھ کر تہ کیا اس شخص کو دیا کہ بیوی کے پیٹ پر باندھ دو۔ اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو کھول کر پڑھنا۔ بچہ پیدا ہوا۔ تو اتفاق سے لڑکا تھا۔ تعویذ کھول کر پڑھا گیا۔ تو اس میں یہ لکھا تھا لڑکی "نہ" لڑکا۔ مولوی صاحب کی ترکیب ہر دو صورتوں میں کامیاب ہوئی، لڑکے کے والدین مولوی صاحب کی بزرگی کے قائل ہو گئے اور بہت سے نذرانے مولوی کو دیئے۔ یہ ہے ہمارے ناخدایانِ مذہب کی حالت۔

خیر مولوی صاحب کا ذکر تو ضمنی رنگ میں آ گیا ہے۔ میرے مضمون کا اصل مقصد تو یہ ہے۔ کہ خدا سے قرب مولوی صاحب کی شان پارسائی، گنڈہ تعویذ قبر پوجنے سے نہیں ہوتا۔ خدا سے قرب تو صوفی عالی مقام کو تہجد میں بھی نہیں ہوتا۔ خدا سے قرب تسبیح اور مصلے سے اور نہ محض اشراق اور تہجد سے ہوتا ہے۔ بلکہ خدا سے قرب انتہائی خلوص قلب اور حقیقی سچائی سے میسر آتا ہے۔ جب بندے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا غمخوار۔ ہمدرد، مددگار کوئی ہے تو فقط خدا تعالےٰ کی ذات ہے وہی حقیقی مالک

اور با اختیار حاکم ہے۔ اور سوائے اس کے کسی اور کو اختیار اور قوت حاصل نہیں کہ اس وقت اس کے اور اس کے خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں رہتا اور اسی حالت میں وہ والدین سے زیادہ شفیق مہربان محبت کرنے والے خدا کی گود میں کھیلتا ہے۔

فی الحقیقت دنیا میں اول اور آخر چیز ایمان ہے۔ دنیا کی زندگی کا پہلا اور آخری مقصد بھی ایمان ہی ہے۔ خدا تعالےٰ کی قدرت، حکمت اور شفقت پر سچا، پختہ اور کامل ایمان ہونا چاہیئے۔ ایمان اس کاغذ میں نہیں جس پر عربی میں سیاہ حروف لکھے ہوں، اور نہ ایمان مسجد کی در و دیوار اور فرش پر ہے، جس پر لوگ نمازیں اور تہجدیں پڑھتے اور ماتھے رگڑ رگڑ کر کالے کرتے ہیں۔ بلکہ اصل میں ایمان قلب کی ایک حقیقت، دل کا ایک جذبہ ہے جو کم از کم خدا کے لئے وہی احساس پیدا کرے جو اپنے والدین سے قدرتی طور پر ہوتا ہے، بلکہ اس سے بڑھکر، والذین آمنوا اشد حبا للّٰہ جو ایماندار ہیں ان کو والدین سے بڑھکر خدا سے محبت ہوتی ہے۔ اور اگر یہی احساس ترقی کر جائے تو ایمان کامل ہو جائے۔ خدا کو حقیقت میں ہم اپنا ہمدرد و غمخوار نہیں سمجھتے بلکہ نعوذ باللہ بے پاک اور خونخوار ہستی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خدا خود فرماتا ہے کہ اے میرے بندو مانگو مجھ سے جو تم چاہتے ہو۔ میں تمہاری رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں پھر دوسری جگہ حدیث میں آیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ لیکن ہم اس زمانے میں خدا کے اس ارشاد کی تعمیل نہیں کرتے۔ خدا کی طرف چل کر نہیں جاتے۔ اس باری تعالےٰ سے نہیں مانگتے۔ بلکہ اس کے ہی پیدا کئے ہوئے مولوی صاحب سے امید رکھتے ہیں۔ قبرستانوں سے لو لگاتے ہیں، تعویذوں پر خدا سے زیادہ یقین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری دعائیں ہمارے منہ پر ماری جاتی ہیں، اور کبھی شرف قبولیت نہیں پاتیں۔ دعا مانگنی ہو تو خدا سے یوں التجا کرے۔ اس طرح مچل جائے جس طرح معصوم بچہ ماں کے سامنے مچل جاتا ہے۔ خوب روئے اور ضد کرے۔ مچلے۔ شفیق۔ مہربان اور ماں باپ سے زیادہ محبت کرنے والا خدا اس مچلنے والے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لے گا۔ اور پھر جتنا اور جس قدر وہ مانگتا ہے۔ اس کا دس گنا اسکو دے گا۔ مگر کوئی اس شان معشوقانہ سے اس کے سامنے مچلے تو! کوئی اس طرح ناز تو کرے۔ پھر خدا کی عدیم النظیر شفقت تو دیکھئے۔ پھر اس کی عدیم المثال محبت دیکھئے۔

پھر اس کی شان کریمی کے حوصلے دیکھئے گنہگار، یہ کہدے کہ گنہگار ہوں میں

ایک غریب احمدی کی درخواست

میں ایک احمدی لاہوری آدمی ہوں، میرے والد صاحب ۱۹۰۰ء سے اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں عیالدار ہوں۔ مقروض ہوں۔ اس وقت میں کمپاونڈری کا کام سیکھ رہا ہوں۔ تقریباً ۱ ماہ کا کورس بقایا ہے۔ خرچ کے لئے بہت تنگ ہوں۔ کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتا۔ اور نہ کوئی تنخواہ ہسپتال سے ملتی ہے مخیر حضرات سے التجا ہے کہ میری امداد فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ ایک غریب آدمی کا کام کر دینا بہت بڑی عبادت ہے۔ جس کا اجر خداوند کریم عنایت فرماتا ہے۔ آپ کا نیازمند۔ ممتاز احمد ولد منشی محمد بخش سکنہ منگر وکھہ شرقی تحصیل تونسہ شریف۔ ضلع ڈیرہ غازی خاں۔

موجودہ پتہ:۔ لائل پور۔ فیکٹری ایریا۔ پریمیر فلور ملز۔ بیگم اللہ جوائی خیراتی ہسپتال۔ ممتاز احمد پیوپل کمپاؤنڈر معرفت ڈاکٹر برکت علی صاحب۔

سیرت النبی صلعم پر

چھ انعامات کا اعلان

عید میلاد النبی اکتوبر کے آخری ہفتہ میں ہے۔ اخبار الجماعت کراچی کی طرف سے ہر سال سیرت النبیؐ پر اردو انگریزی، گجراتی اور دوسری زبانوں میں بہترین تبلیغی لٹریچر شائع کرکے سارے پاکستان میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے اس سال سیرت پاک پر بہترین مضامین لکھنے پر اخبار الجماعت کی طرف سے چھ خاص انعامات کا اعلان کیا جاتا ہے تاکہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطالعہ اور تبلیغ کا ہر مسلمان کے دل میں شوق پیدا ہو۔ اس مقابلہ میں مرد خواتین اور بچے سب حصہ لے سکتے ہیں تفصیل حسب ذیل ہے:۔

خواتین ــــ سکول اور کالج کی طالبات کیلئے

پہلا انعام .. - - مبلغ ۲۵ روپیہ

دوسرا انعام - - - مبلغ ۱۵ روپیہ

مردوں کے لئے

پہلا انعام .. - - مبلغ ۲۵ روپیہ

دوسرا انعام مبلغ ۱۵ روپیہ

۱۷ سال سے کم عمر بچوں کے لئے

پہلا انعام .. .. - مبلغ ۱۲ روپیہ

دوسرا انعام .. .. - مبلغ ۸ روپیہ

میزان:۔ ۱۰۰ روپیہ

مضامین کے عنوان حسب ذیل ہیں، ان میں سے کسی موضوع پر فلسکیپ کے پانچ یا چھ صفحات کا مضمون لکھ کر ۲۰ اکتوبر تک روانہ کر دیں:۔

(۱) رسول پاکؐ کی گھریلو زندگی (۲) رسالت مآبؐ کا سلوک، عورتوں اور بچوں کے ساتھ۔ (۳) پیغمبر اسلامؐ ایک مزدور کی حیثیت سے (۴) رسول کریمؐ ایک فوجی جرنیل کی حیثیت سے۔

انعام والے مضامین کتابی شکل میں شائع کرکے سارے پاکستان میں انشاء اللہ مفت تقسیم کئے جائیں گے اور اخبار الجماعت میں بھی شائع ہوں گے۔ انعام پانے والے مضمون نگاروں کے ناموں کا اعلان ۰ ۲ اکتوبر آیندہ میں کر دیا جائے گا۔ تمام مضامین ۱۰ اکتوبر سے پہلے حسب ذیل پتہ پر لفافہ میں بند کرکے ارسال کر دیئے جائیں۔

سید سرور شاہ گیلانی
ایڈیٹر اخبار الجماعت
صدر کراچی نمبر ۳

لائٹ اور پیغام صلح کے ہندوستانی خریدار

"لائٹ" اور "پیغام صلح" کے ہندوستانی خریداروں کی طرف جو بقایاجات چلے آرہے ہیں، ان کی وصولی کے لئے فرداً فرداً تمام خریدار صاحبان کی خدمت خطوط لکھے جا رہے ہیں ایسے تمام دوستوں سے جن کی خدمت میں اس قسم کے خطوط پہنچیں، یہ گذارش کی جاتی ہے کہ وہ مہربانی فرماکر مطلوبہ چندہ شیخ انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱/۸ اعظم پورہ ملک پیٹھ، حیدرآباد دکن کے پتہ پر بھیجکر ممنون فرمائیں اور اگر اس بارہ میں کوئی خط و کتابت کرنی ہو تو براہ راست مینیجر پیغام صلح سے کی جائے۔ نوٹ:۔ چندہ بھیجتے ہوئے یا خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

مینیجر پیغام صلح

چند ایک سوچنے اور سمجھنے کی باتیں!

شمعون طاہر

(۲)

عیسائی منادوں کا طریق کار

اس ضمن میں ہمیں عیسائی منادوں کے اس طریق کار کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیئے جو انہوں نے حال ہی میں ہمارے ملک میں اختیار کیا ہے۔ "صدائے نبوت" کے نام سے

والوں کی ایک تنظیم یہاں عہد نامہ عتیق و جدید کے درس بذریعہ خط و کتابت تقسیم کرتی ہے۔ یہ درس شاید بتیس اقساط میں ہیں، اور باقاعدہ طالبعلموں کو بھیجے جاتے ہیں۔ ہر سبق کے آخر پر پرچہ سوالات ہے، جو طالب علم حل کر کے اسکول کو بھیج دیتا ہے۔ پرچہ حل شدہ پر تین قسم کے اعزاز طالب علم کو دیئے جا سکتے ہیں۔ اس طرح بتیس قسطوں میں تقریباً تمام بائیبل مقدس کی تعلیمات سے طالبعلم کو روشناس کرا دیا جاتا ہے۔

جماعت کے لئے دینی اسباق

ہم جماعت کے لئے اسے دو حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ قرآن پاک اور رسول اللہ صلعم کی وہ تعلیمات جو خالصتہً مخصوص طبقات کے لئے ہیں۔ جیسے عورتوں کے احکامات اسی طرح قرآن پاک اور سنت رسولؐ کے وہ احکامات جو سب کے لئے ہیں۔ "صدائے نبوت" والوں کے اسباق زیادہ سے زیادہ آٹھ صفحات یا بارہ صفحات کی ضخامت کے ہوتے ہیں۔ ہم حسب ضرورت اپنے اسباق کی ضخامت متعین کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم جماعت کے معتدبہ حصہ کو قرآن پاک اور سنتِ رسولؐ کے ان تمام بنیادی اصولوں اور ہدایتوں سے واقف کر سکیں گے جن کا جاننا جماعت کے ہر فرد و بشر کے لئے ضروری ہے۔ اور جس کی روشنی میں وہ روزمرہ پیش آنے والے واقعات میں اپنے لئے اپنی صوابدید سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ اسے کس بات کو قبول کرنا چاہیئے اور کس بات کو رد کر دینا چاہیئے۔

ترجمہ قرآن سکھانے کی تجویز

میں یہاں ایک اور بات کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ ہماری جماعت نے جو قرآن پاک کو دنیا کی کم و بیش ہر زبان میں ترجمہ کر دینے کی سعی کر رہی ہے۔ ایک اہم بات کو نظر انداز کئے رکھا ہے۔ اس نے آج تک کسی ایسے طریق کار کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی جس سے قرآن پاک کا ترجمہ جماعت کے لوگ خود بخود اور جلد کر سکیں اور سمجھ سکیں۔ مجھے اس سلسلہ میں بیرون از جماعت دو ایک بہت اچھی کوششوں کا علم ہے، جو محض کمی زر اور کمی اشاعت کے سبب ختم ہو گئیں۔ میرا اپنا ارادہ ایک ایسا تجربہ کرنے کا ہے۔ اگر خدا تعالےٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ جماعت کے سامنے وہ پیش کر سکوں گا۔ لیکن جماعت میں بڑے بڑے ذہین اور عقلمند لوگ موجود ہیں۔ اگر وہ کوشش کریں تو ضرور کوئی ایسا سسٹم معلوم کر سکیں گے۔ اگر ایسا ہو سکے تو جماعت کو ایسے طریق کو جماعتی طور پر ترویج دینا چاہیئے کیونکہ یہ ہمارے تمام کاموں کا بنیادی پتھر ہے۔

ایک خاص شعور جو ہر فرد جماعت میں پیدا ہونا چاہیئے

ہمیں جماعت کے ہر فرد و بشر میں اس ادب کے ساتھ ساتھ ایک اور شعور بھی پیدا کرنا چاہیئے کہ اس نے جماعت میں شریک ہو کر کسی ہنگامی وقتی قومی یا جغرافیائی تحریک کا ساتھ دینے کا اقرار نہیں کیا۔ اور اُسے کسی دنیوی، سیاسی یا مادی کامیابی کا متوقع نہیں رہنا چاہیئے نہ ہی جماعت میں شریک ہو کر اُس نے کسی مخصوص مفاد کو حاصل کرنا ہے۔ جماعت کا ایک رکن بن کر گویا اب وہ خود ایک جماعت بن گیا ہے۔ وہ خود مختصر خیال ہے اور اس نے تمام زندگی اسی ایک مقصد کے لئے بسر کرنی ہے۔ تمام عمر قربانی دینی ہے۔ تمام عمر اسی کے لئے جینا اور اسی کے لئے مرنا ہے، پیدائش سے لے کر موت تک اُسے جینا ہے اور اُسے یہ مقصد بطور جسم قبول کر لینا ہے کیونکہ ہم نے اپنی دو حدیں مقرر کر لی ہیں ایک حد تو اس زمین کے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی ہے جس میں ہم جیسے انسان بستے ہیں انہیں ہم نے اپنے مقصد کی طرف بلانا اور اس مقصد کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعوت دینا ہے اور دوسری حد ان مادی محسوسات کی دنیا سے بھی بہت دور ہے جو بندے اور اس کے خدا کو باہم ملاتی ہے۔

ہماری مخصوص زندگی کہاں ہے؟

ہم جو دوسروں کو کسی مخصوص زندگی کی طرف بلاتے ہیں۔ آخر وہ زندگی کہاں ہے؟ وہ زندگی ہی ہم ہیں وہ زندگی جو ہمارے رگ و پے میں دوڑتی ہے۔ وہ زندگی ہم سے موت سے قبل جُدا نہیں ہوتی، وہی زندگی ہمارا ملجا و ماویٰ ہے، اس زندگی کو قوموں کی جیت اور ہار سے، گروہوں کی اُلفت و نفرت سے، لوگوں کی بدمعاشی اور عیاری سے دلچسپی مل چکی ہے اور اس میں بسنے والا جہاں کہیں جی رہا ہے وہاں وہ محض اپنے مالک کی رضا کا خوگر ہو کر جیتا ہے وہاں وہ ایسا فرد ہے جس کا جواب لینے والا تو اس کا خالق ہے۔ اسی پر اس کا بھروسہ ہے اور اسی سے اس کا گلہ ہے۔ اُسی سے اسے پیار اور اُسی سے اُسے شکایت ہے، اسی کے سامنے وہ ہنستا اور اُسی کے سامنے روتا ہے۔ زمین پر وہ اُس کے حکم کے تحت کام کرنے کے لئے آیا ہے اور اسے بجا لا رہا ہے۔

جماعتی تنظیم

فرد کی اس داخلی تنظیم کے ساتھ ساتھ ہم نے جماعت کی تنظیم بھی نئے سرے سے کرنی ہے۔ جماعتی تنظیم کے لئے اگر یہ بہتر ہو کہ ماہرین کا ایک گروہ بیٹھ کر گذشتہ سالہا سال کے تجربات کی روشنی میں لائحہ عمل بنائے تو ایسا کیجئے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ جماعت کی صحیح مردم شماری کرنی ضروری ہے اور ہر سال ایک مکمل فہرست مبائعین کی تیار ہونا لازمی ہے اس میں ان تمام لوگوں کا مختصر تذکرہ بھی ہونا چاہیئے جنہیں موت نے گذشتہ فہرست کے بعد ہم سے جُدا کر لیا ہو۔ یہ فہرست صرف جماعت کے لئے محدود تعداد میں چھپوائی جائے اور ہر ضلعی مرکز میں اس کی کاپیاں ہونی چاہئیں۔ ایسا کر لینے کے بعد تمام جماعت میں ایک تعلیمی مہم کا آغاز کر دینا ضروری ہے۔ میرا خیال ہے کہ جماعت احمدیہ میں پڑھے لکھوں کی کمی نہیں لیکن اگر بعض جماعتوں میں کوئی اَن پڑھ اراکین ہیں تو وہاں کے پڑھے لکھے اراکین کو لازم ہے کہ ان کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ شام کے بعد وہ ایک آدھ گھنٹہ انکو پڑھانے کے لئے وقف کر دیں تاکہ جماعت کے تمام افراد پڑھ لکھ سکیں۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہماری جماعت کا انحصار ہی علم پر ہے اور علم کے بارے میں خود خدا تعالےٰ نے کہا ہے کہ اس نے قلم سے علم سکھایا۔ یوں پڑھنے اور لکھنے کا باہمی رشتہ ہے جن کے اتصال سے علم کی نمو ہے۔ جتنے زیادہ پڑھے لکھے افراد جماعت میں ہوں گے اُتنے زیادہ وہ جماعت کی جد و جہد اور اس کے ادب سے واقف ہو سکیں گے اور اپنی داخلی تنظیم بخوبی کر سکیں گے۔

ہمارے ہائی سکول

اسی ضمن میں مجھے ایک اور جسارت کی بھی اجازت بخشئے۔ ہمارے اس وقت تین ہائی اسکول چل رہے ہیں، ان اسکولوں اور دیگر اسکولوں میں کوئی خاص امتیاز نہیں۔ ان میں ہم اپنی مرضی سے کوئی نصاب

رائج نہیں کر سکتے۔ کیا یہ موزوں نہ ہوگا کہ بجائے
تین اسکولوں کے ہم صرف ایک ہی اسکول رکھیں اور
اسے صرف احمدی بچوں کے لئے محدود کر دیں۔
شاید میرے اس خیال کو بعض دوست تنگ نظری یا
فرقہ پرستی کہہ دیں لیکن انہیں ایسا نہیں کہنا چاہیئے۔
کیونکہ اس صورت میں ہمارا الگ جماعت ہو کر رہنا
ہی سرے سے محل اعتراض ہے۔ اگر ہم الگ جماعت
ہیں تو اس کا آخر کوئی مخصوص مقصد بھی ہے، جیسا کہ
میں کہہ چکا ہوں یہ مقصد خود ہمارا وجود ہے۔ یہ مقصد
ہم سے علیحدہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ قرآن پاک صرف
ایک کتاب ہی تو ہے اور خداوند تعالیٰ نے اسے
"کتاب" ہی کہا ہے۔ لیکن یہ کتاب ہمارے آقا
اور رہبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
وجود میں متحرک بنی تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا نے کہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہی قرآن
ہے۔ میں اسے اچھی طرح واضح کر چکا ہوں کہ ہم ایک
مخصوص سیرت سازی کی مہم جاری کئے ہوئے
ہیں جن میں فرد کی ایسی زندگی کا اہتمام مقصود ہے
جو اسے چین وسکون اور آرام دے سکے وہ زندگی
جو دوسروں کے سامنے اپنا آپ پیش کر کے کہہ سکے
کہ نفس مطمئنہ یہ ہے آؤ تم بھی اسے قبول کرو۔ اس لئے
اگر ہم اپنی درسگاہوں کو محدود کر دیں تو اس سے کسی
تنگ نظری پر قیاس کرنا ہرگز بجا نہ ہوگا۔ اس محدود
درسگاہ کی صورت میں ہم ایک تو تین اسکولوں کو چلانے
کے اخراجات سے بچ جائیں گے دوسرے خالص
احمدیوں تک محدود رکھنے کی صورت میں ایک مخصوص
ماحول پیدا کر سکیں گے اور انہیں اس مخصوص مقصد
کا قومی شعور دلا سکیں گے جس کے لئے ہماری جماعت
وجود میں آئی ہے اور تیسرے ہم زیادہ مربوط ہو سکیں
گے۔

اسلام کا محمدی دور

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام موجودہ تمام مشکلات
کا حل ہے تو ہمیں یہ بھی دیکھنا لازم ہے کہ وہ مشکلات
کیا ہیں اور اسلام میں ان کا حل کس طرح ہے۔ اور کیا
وہ مشکلات بغیر ایک ہیئت حاکمہ اختیار کئے اسلامی
زندگی سے حل نہیں ہو سکتیں۔ اسلام کو اپنے محمدی
دور میں جب کہ جلال اور حکومت اس کے ہمرکاب تھے
بعض ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا جن میں اس
کے بعض مخصوص ادارے اچھی طرح پنپ نہ سکے۔
اور حالات کی مضبوط گرفت نے بعض غلط خیالات
کے غلاف اس کے گرد لپیٹ دیئے۔ اسلام
ایک مخصوص پُر امن، خود احتسابی، جمہوری زندگی کا داعی
تھا جس میں فرد کو کامل آزادی حاصل ہو اور وہ اپنے
بھائیوں کے لئے اپنی مرضی سے ہر چیز قربان
کر دے لیکن یہ جمہوری، پُر امن، اور ایثار پیشہ زندگی
زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی کیونکہ وہ جمہوری ادارہ جس کو
اسلام نے اختیار کیا تھا بہت جلد حکومت کی شکل
میں آ کر بعض مخصوص رجحانات کا شکار ہو گیا۔

اسلام کا جمالی دور

اب اسلام نے اپنے احمدی دور میں جب
جمال اور حسن ہی اس کا مظہر ہیں حکومت سے بے نیاز
ہو کر اُن اداروں کو خود فرد میں سے اُبھارنا شروع
کیا ہے۔ اب وہ افراد میں وہ حس پیدا کرنا چاہتا ہے
جو دوسروں کی ذات کا احترام کرتی ہے جو اپنا
احتساب خود کرتی ہے اور جس کے تمام کام باہمی اعتماد
اور امداد سے ہی پنپ سکتے ہیں۔ اسی لئے جماعت
احمدیہ کی بنیاد ہی میں "انجمن" کا جمہوری ادارہ تشکیل
کیا گیا ہے اور افراد کو اس جمہوری ادارے کا احترام
کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ انجمن کا نظام جماعت کی
ذیلی شاخوں سے لے کر مرکز تک پھیلا ہوا ہے
اس میں کسی فرد واحد کو حاکم نہیں کہا گیا۔ چنانچہ حضرت
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

"جس امر پر اس انجمن کا فیصلہ ہو جائے
اور کثرت رائے اس میں ہو جائے
تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی
قطعی ہونا چاہیئے ....
.... ہر ایک امر میں
اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا"
(الوصیت)

اس نظام اجتماعی کو ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے الوصیت میں اپنا جانشین قرار دیا ہے
اس اجتماعی نظام سے ہمیں ہر فرد جماعت کو کما حقہ
آگاہ کرنا ہے۔ اس لئے ہمارا آئین زیادہ سے زیادہ
جماعت میں تقسیم ہونا لازم ہے تاکہ ہر فرد اس جمہوری
زندگی سے روشناس ہو سکے جسے ہم اپنے کاروبار
زیست کی اساس سمجھتے ہیں۔

مستقبل کا اسلام اور ہمارا جمہوری نظام

اس کی تشریح اس کا مفہوم، اس کے مطالب
ہمیں نہایت تفصیل کے ساتھ سب کو سمجھا دینے
ضروری ہیں۔ کیونکہ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جس میں
سے مستقبل کا اسلام ایک ایسا سماج پیدا کرنے والا
ہے جو حکومت کی اُن تمام جابرانہ اور روحانی صورتوں
سے پاک ہو جنہیں ماضی میں دین یا دنیا کی تفریقوں نے
کسی نہ کسی مکروہ صورت میں پیدا کیا ہے۔ میں
اس وقت اُن نظریات کی بحث میں جانا نہیں چاہتا
جو "کلی ریاست" "انارکی" "مذہبی ریاست" "لازمی
ریاست" یا "جمہوری ریاستوں" کی شکل میں عمرانیات
کا مخصوص موضوع ہیں اور نہ ہی میں اس وقت "بلا
ریاستی نظام معاشرت" کی تشریح کرنا ضروری
سمجھتا ہوں۔ میرا مطلب اس وقت یہ بات کرنے
سے صرف یہ ہے کہ احمدیہ تحریک نے اپنے خمیر
کے اندر جس جمہوری طرز کو سمو لیا ہے یہ ایک معمولی
سی چیز نہیں بلکہ یہی وہ اہم اجتماعی حقیقت ہے جس پر
کہ وہ اجتماعی زندگی کو استوار کرنا چاہتی ہے۔ اس میں
حالات کے نشیب و فراز اُن تمام روایات کو ملاتے
چلے جائیں گے جن سے ایک تومند معاشرت جنم لیتی
ہے۔ اس لئے اس حقیقت سے جماعت کو روشناس
کرانا بہت ضروری ہے کیونکہ ہم ایک مسموم ماحول میں
زندگی بسر کرتے ہیں جہاں ہر وقت خبردار رہنے کی
بے حد ضرورت ہے۔

ایک اہم ذمہ داری

اس جمہوری ادارہ کی تاسیس کے ساتھ ہمارے
اس دعوے نے کہ اسلام موجودہ مشکلات کا حل ہے
ہم پر ایک نہایت اہم ذمہ داری لاد دی ہے۔ اور
وہ ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اُن مشکلات کی نشاندہی
بھی کریں اور ان کا حل بھی بتائیں۔ یہ حل صرف نظریاتی
نہ ہو بلکہ ہم اسے نافذ بھی کر کے دکھائیں۔ یوں ہم اس
سماجی نظام کی داغ بیل بھی ڈالیں جو افراد کی باہمی
رضامندی سے پروان چڑھتا ہے۔ جس کی بنیاد خداوند
تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے
اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ہم کہتے ہیں کہ غرباء اور امراء
کے طبقے کوئی طبقے نہیں تو ہمیں سماجی طور پر اپنے
اندر سے اس مفہوم کو ختم کر دینا چاہیئے۔ پھر اگر ہم یہ
کہتے ہیں کہ ہم انسانوں کے ایک ایسے سماج کا تصور رکھتے
ہیں جس میں رزق خدا تعالیٰ کے احکامات کے تحت
انسانوں کے درمیان چکر کاٹتا ہے اور انسانوں کی
اجتماعی مجلس اسے اُن تمام حصوں تک پہنچاتی ہے
جن تک کہ بعض رکاوٹوں کے سبب وہ نہیں پہنچ سکا تو
ہمیں اپنی جمعیت کے اندر ایسا کر کے دکھانا چاہیئے۔
یوں ہمیں جماعت کے اندر نظام زکوٰۃ کو اس طرح تنظیم
دینی چاہیئے کہ وہ جماعت میں ایک صحتمند معاشی زندگی
اور آسودگی کو برپا کر سکے۔ اس کے لئے اگر معاشی
ماہرین بیٹھ کر سوچیں تو زیادہ موزوں ہوگا۔ اسی طرح
ہم جماعت کے اندر ایک عدلیہ کا بندوبست بھی کر
سکیں گے جو صرف اخلاقی حس پر فیصلہ نافذ کرسکیگی

ہمارا دینی و دنیوی نظام

ہو سکتا ہے میرے بعض دوست دین اور
دنیا کی تفریق کے مروجہ مفہوم کے تحت جماعت کا
وہ مفہوم جو میں نے دیا ہے اُسے درست تسلیم
نہ کریں اور کہیں کہ انجمن کا ادارہ یا ہماری جماعت کا
وجود صرف دینی اور اشاعت اسلام کے لئے ہے
میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک تحریر حضرت مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل کروں۔

" دیکھو ایک دوسرے کا شکوہ کرنا، دل
آزاری کرنا، اور سخت بیانی کر کے دوسرے

کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر غریب بچے جوان بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور ان کی عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں اور ان کو حقیر و ذلیل نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جُدا ہوں۔ لیکن آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔"

(ملفوظات احمدیہ جلد سوم صفحہ ۲۰۴)

ایک طرف تو یہ اخلاقی ترغیب ہے اور دوسری طرف فرمایا ہے :۔

"اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہلِ علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقیٔ اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا یعنی جس طرح مناسب سمجھیں۔ (ناقل) خرچ کریں گے۔ اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دیگا اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائینگے۔ اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے۔

....

ان اموال میں سے اُن یتیموں، مسکینوں اور نو مسلموں کا بھی حق ہو گا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔"

(الوصیت)

اس طرح ہم جماعت کی تنظیم میں ایک نئی معاشرت کا انتظام کر رہے ہیں اور یہ امر ہمیشہ ہمارے سامنے رہنا چاہیئے۔

ہفت روزہ یا ماہوار اجتماعات کی ضرورت

جماعت کی اجتماعی تنظیم کے لئے تمام شاخوں میں جمعۃ المبارک کے علاوہ ہفت روزہ اجتماعات کا اہتمام بھی ضروری ہے جس میں اپنے حلقہ داری مخصوص مسائل کی چھان پھٹک ہو سکے اور افراد کی ان الجھنوں کو بھی حل کیا جا سکے جو ہمارے مقصد کو سمجھنے یا اسے عمل میں لانے سے پیدا ہو گئی ہوں۔ ایسے ذیلی حلقے بنا دینے سے ہمیں ان تکلیفوں کا بھی علم ہو سکے گا جو فرد کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں پیش آتی ہیں۔

ہمارا تعلیمی نظام

میں نے اوپر کہا تھا کہ اگر ہم تین اسکولوں کی بجائے ایک احمدی سکول کو قائم کر دیں تو اس سے ہمیں نقصان نہیں ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ ہم ایک ایسا سکول قائم کر کے احمدیوں کے لئے تعلیم کے مصارف بھی کم کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور غریب احمدیوں کو مفت تعلیم دینے کی کسی سکیم پر بھی غور کر سکتے ہیں۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اسے دہرائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہم اپنی جماعت کو ایک ایسی قوم کی نرسری بنا رہے ہیں جو خود مکتفی، خود احتسابی، جمہوری اور پُر امن زندگی کا مظہر ہو گی جس کے ہاں باہمی فیصلے دلائل اور شورے سے کئے جائیں گے اور یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا جب تک کہ فرد میں اس کو اس قدر مضبوطی سے پیوست نہ کر دیا جاوے کہ وہ اُس کے لاشعور میں اتر جائے اور اس کے اعمال.......automatic ہو جائیں۔ اس کے لئے تعلیم بہت ضروری ہے۔ اور اس کی یہی صورت ممکن ہے کہ قومی نہج پر ہم اس کا اہتمام کریں یہ تجویز میں نے اس لئے کی ہے کہ ہمارے اہل الرائے دوست اسے دیکھیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ کوئی بھی احمدی اَن پڑھ نہ رہے اور ہمارا معیار تعلیم سو فیصدی ہو۔ یہ ناممکن نہیں صرف سوچ کر قدم اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ فرد کی داخلی تنظیم اور جماعت کی تنظیم دونوں کا بیشتر انحصار تعلیم پر ہے میں نے اجتماعی تنظیم کے ذیلی حلقوں کی تشکیل کے باب میں دوسری مرتبہ اسکول کا تذکرہ اسی مقصد سے کیا ہے کہ ہم ایک مخصوص تہذیب اور ایک نکھرا ہوا تمدن اپنے اندر سے اُبھار رہے ہیں اور جہاں ہماری ذیلی تنظیمیں اپنے اراکین میں اس مخصوص تمدن و تہذیب کی پرورش کریں گی وہاں ہمارے اسکول کی بھی بے حد ضرورت ہے تاکہ مستقبل کے راہنما اُس تہذیب و تمدن کے اُصول و فروع سے کما حقہٗ آشنا ہو سکیں۔

تربیتی مراکز

ان ہفت روزہ مجالس یا ذیلی حلقوں کا تذکرہ ہمارے مرحوم امیر مولانا محمد علی رضی اللہ عنہ کی ہدایات میں بھی موجود ہے۔ لیکن اس پر اچھی طرح توجہ نہیں دی گئی۔ یہ ذیلی حلقے اس طرح زیادہ مضبوط ہو سکیں گے کہ سال میں تین مرتبہ ہم اپنے اپنے ضلعوں میں تربیتی مراکز کا انعقاد کر سکیں۔ جس میں اگر قریبی ضلعوں کے دوست شریک ہونا چاہیں تو ہو جائیں البتہ مرکز کے کارفرما ضرور شریک ہوں۔ یہ تربیتی مرکز جلسہ نہ ہوگا بلکہ ایک تفصیلی تعارف ہوگا۔ جس میں فرد سے لے کر تمام اجتماعی معاملات اُس حلقہ متعلقہ کے زیر غور لائے جائیں گے۔ انہیں ڈسٹرکٹ بورڈ کے نمونہ پر سمجھ لیں۔ لیکن یہ سیاسی بازیگری نہ ہوگی بلکہ انسانی ہمدردی اور محبت سے باہمی تعاون و سعی کا جائزہ ہوگا۔

ہمارا جلسہ سالانہ

اسی ضمن میں میں ایک اور جسارت کرنے کی معافی بھی چاہوں گا۔ اور وہ ہمارے جلسہ سالانہ سے متعلق ہے۔ ہمارا جلسہ سالانہ کوئی عرس یا میلہ ٹھیلہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی یہ کوئی سیاسی سٹنٹ ہے کہ ہم کوئی زمین کو گزوں سے ناپنے نکلتے ہوں یہ ایک مقدس رہبر نے کمال دانشمندی سے سالانہ کنونشن کا اہتمام کیا ہے جس کی ضرورت خود اُس نے یہ بیان کی ہے کہ

(۱) دوستوں کا باہمی تعارف ہو اور میل جول بڑھے۔

(۲) علم دین کی تحصیل ہو۔

(۳) اور یورپ و امریکہ میں تبلیغ کی راہیں سوچی جائیں۔

اگر ہم ذرا غور کریں تو ہم محسوس کریں گے کہ ہم اپنے جلسہ کو زیادہ مفید بنا سکتے ہیں۔ ہم جو بیشتر وقت محض علمی تقریروں پر صرف کرتے ہیں اس کی بجائے ہمیں جلسہ سالانہ پر آئی ہوئی جماعت کو چھوٹے چھوٹے حصص میں بانٹ دینا چاہیئے تاکہ وہ اپنے مخصوص حالات اپنی تکلیفوں اور سال بھر کے کام کاج کا جائزہ لے سکیں۔ ہم تقریروں کا وقت بھی رکھ سکتے ہیں لیکن اجتماعی تقریروں کا وقت بہت تھوڑا رکھنا چاہیئے اور وہ بھی صرف ایسی تقاریر ہوں جو جماعت کی تنظیم اور اہم ضروریات سے متعلق ہوں۔ خالص علمی تقاریر کو کم ہی کرنا چاہیئے اور انہیں اخبار یا پمفلٹ کی شکل میں ہی شائع کرنا چاہیئے۔ یوں تین دن کا جلسہ دراصل ہماری اجتماعی اسمبلی ہوتا ہے۔ جس میں صرف تقریروں پر حصر کرنا درست نہیں، بلکہ اس مقدس اجتماع کو زیادہ سے زیادہ ذہنی، روحانی، علمی۔ اور اجتماعی بہتری کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ ان دنوں میں اگر تہجد کی نمازیں باجماعت کر دی جایا کریں تو یہ زیادہ موزوں ہوگا تاکہ اجتماعی دعا اور اجتماعی تہجد کی نماز ایک امتیازی نشان کے علاوہ خدا تعالےٰ کی توجہ کو کھینچنے میں سازگار ہو۔ جلسہ سالانہ کے بارے میں جدوجہد نومبر کے مہینہ میں شروع ہوتی ہے یہ درست نہیں۔ چونکہ اس میں شرکت بجز عذر شرعی کے حضرت مسیح موعودؑ نے لازم قرار دی ہے اس لئے جماعت کے پرچوں کو چاہیئے کہ وہ سال میں مختلف اوقات پر جماعت کو آگاہ کرتے رہا کریں

اور سرکاری یا دیگر ملازمین کو ان دنوں کے لئے اپنی چھٹیاں محفوظ کر لینی چاہئیں اور سفر خرچ کے لئے لوگوں کو تھوڑا تھوڑا سال بھر پس انداز کر لینا چاہیئے ۔ یہ یہ کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا ہوں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت امیر مولنا محمد علی رضی اللہ عنہ نے بارہا ایسا کہا ہے اس کی یاد دہانی کا فریضہ اخبارات کو ادا کرنا چاہیئے ۔

غور اور بحث کی ضرورت

یہ وہ چند باتیں ہیں جو میں جماعت کے دوستوں کے سامنے لانا چاہتا تھا تاکہ وہ ان پر سوچ سکیں اور اگر انہیں اچھا سمجھیں تو جماعت میں انہیں ترویج دے کر ایک رائے عامہ پیدا کریں تاکہ جماعت ان سطور پر اپنی تنظیم کر سکے ۔ اور اگر انہیں کافی یا اچھا نہ سمجھیں یا میرے خیالات سے متفق نہ ہوں تو کم از کم اپنی رائے دیں تاکہ ہم مل جل کر جماعت اور فرد کو اس نیک مقصد کے لئے آمادۂ عمل کر سکیں جس کے لئے ہم نے بیعت کی ہے ۔

ہماری سخت ترین ذمہ داری

میرے پیارے بھائیو ہم نے بہت سخت ذمہ داری کا کام لیا ہے ۔ اور ایک عظیم شخصیت سے پیوند باندھا ہے ۔ اب اس میں سستی دکھانا ہمیں زیب نہیں دیتا ۔ ہم نے ایک دوسرے کی امداد اور اپنی امداد کا طریق اختیار کیا ۔ ہم نے آنے والے ہولناک عذاب سے اپنے آپ کو اور دنیا کو بچانے کی سعی کا بیڑا اٹھایا ۔ آج نوع انسانی کو سب سے ہولناک مصیبت کا سامنا آپڑا ہے ۔

" تم اُن لوگوں کی نسبت قریب تر بہ سعادت ہو جنہوں نے اپنے شدید انکار اور توہین سے خدا تعالےٰ کو ناراض کر دیا اور یہ بھی سچ ہے کہ تم نے حسن ظنی سے کام لے کر اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کے غضب سے بچانے کی فکر کی ۔ ....

کسی انسان کی طاقت نہیں کہ انہیں روک سکے جو رجز من السماء ہوتی ہیں ۔ سابقہ انبیاء کے وقت میں بھی یہ بطور عذاب الٰہی نشان ہوتا رہا ہے ۔ پس اس کا علاج صرف ایک ہی ہے کہ انسان اپنے ایمان کو اس کی انتہا تک پہنچا دے ۔ اس لئے تمہیں چاہیئے کہ اس عذاب الٰہی کے آنے سے پہلے اس خدا سے صلح کر لو اور توبہ و استغفار کرو ۔ اور دعاؤں میں بہت لگے رہو ۔ کیونکہ اس آسمانی عذاب کی کوئی دوا نہیں ہے ۔ کیونکہ مرض ہو تو اس کی دوا بھی ہو ۔ لیکن یہ تو عذاب الٰہی ہے اس کا علاج بجز خالص تقوےٰ اور کچھ نہیں ، خوب یاد رکھو کہ اگر سارے گھر میں ایک شخص بھی خالص متقی ہوگا تو خدا تعالےٰ اس کی طفیل اس سارے گھر کو عذاب سے محفوظ رکھے گا بلکہ یہاں تک کہ اگر اس کا تقوےٰ کامل ہوگا تو وہ سارے محلہ کا شفیع ہوگا ۔"

(ملفوظات صفحہ ۵۱۲)

خداوند تعالےٰ ہمیں اور آپ کو ایسی باتوں کی توفیق دے جس سے وہ ہم سے راضی ہو جائے ۔

جرمنی میں میرا پنج روزہ قیام

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

مسرت ہوئی اور ان کے جوش تبلیغ اور اخلاص نے میرے دل پر گہرا اثر چھوڑا ہے ۔ وہ اسلامک ریویو اور لائٹ کے ہر لفظ لفظ کو پڑھتے ہیں اور ویسے بھی ذی علم آدمی ہیں ۔

پاکستان کے قائم مقام سفیر سے ملاقات

دوسرے دن یعنی ۲۷ ماہ ستمبر کو رات کے دس بجے BONN پہنچا جہاں مسٹر شوکت علی (جو اخویم شیخ محمد طفیل صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں اور پاکستانی سفارت خانہ میں ایک ممتاز عہدہ پر ہیں) سٹیشن پر تشریف فرما تھے ۔ دوسرے دن یعنی ۲۸ ستمبر کو مسٹر ارتضیٰ حسین صاحب قائم مقام پاکستانی سفیر سے ملاقات ہوئی جو بڑی محبت و خلوص سے پیش آئے اور تقریباً پون گھنٹہ اُن سے برلن مسجد و مشن کے متعلقہ امور پر گفتگو ہوتی رہی اور انہوں نے ازراہ کرم ہر ممکن امداد کا وعدہ فرمایا فجزاہ اللہ ۔ مسٹر شوکت علی صاحب اور ان کی فیملی پاکستان واپس جا رہے تھے ۔ ان کی مہمان نوازی کا دلی شکریہ ۔ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو ۔ افسوس ایک پرانی جرمن فیملی سے ملاقات نہ ہو سکی ۔ ان کا نام ہے مسٹر حکمت بائر ۔

۲۸ ستمبر کو .... رات کے بارہ بجے جہاز پر پہنچا اور ۲۹ ستمبر کی دوپہر کو واپس ووکنگ پہنچ گیا ۔ مقام شکر ہے کہ تمام سفر بفضلہ تعالےٰ کامیاب رہا ۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک

خاکسار ۔ عبداللہ

امام مسجد ووکنگ

اُمّ المؤمنین ـــــ بسلسلہ صفحہ ۴

ذوالنورین کہلاتے ہیں یعنے دو نوروں کے مالک ۔ آپ کے ہاں دو یا بعض روایات کے مطابق تین صاحبزادے بھی پیدا ہوئے ۔ جو بچپن میں ہی انتقال کر گئے ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا نام رہتی دنیا تک عزت و احترام سے لیا جائے گا ۔ آپ سب سے پہلی ام المومنین ہیں ، سب سے پہلے ایمان لانے کی دولت آپ کو ہی نصیب ہوئی آپ آنحضرت کی بے حد عزت اور احترام کرتی تھیں ۔ آنحضرتؐ کو بھی آپ سے بہت پیار تھا ۔ آپ کی وفات کے بعد حضور کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی کوئی جانور ذبح کرتے تو آپ کی سہیلیوں کو ضرور بطور تحفہ بھیجتے ۔ اور جب کوئی چیز حضور کے پاس بطور تحفہ آتی تو اس میں سے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کا حصہ ضرور نکالتے ۔ غزوہ بدر میں آنحضرت صلعم کی صاحبزادی کے شوہر ابوالعاص جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے قیدیوں میں پکڑے گئے ان کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی انہوں نے زینب کو جو مکہ میں تھیں کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیجدو ۔ زینب کے پاس ایک ہار تھا جو حضرت خدیجہ نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا یہی ہار اُنہوں نے اتار کر بھیجدیا ۔ جب یہ ہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور آپ نے صحابہ کو فرمایا " اگر تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو سب نے سر تسلیم خم کر لیا ، اور ہار واپس کر دیا گیا ۔

[illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عورتوں کی بڑی [illegible] ۔ اور ان کو دنیا کی تمام عورتوں سے بہتر [illegible] مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] دوسری آسیہ جو فرعون کی بیوی تھی اور جس نے حضرت موسےٰ کی پرورش کی تھی ۔ تیسری حضرت خدیجہ اور چوتھی حضرت فاطمۃ الزہرا ۔ حضرت خدیجہؓ کی ساری زندگی نیکی اور پرہیزگاری کا مرقع تھی ۔ نکاح سے پہلے بھی طاہرہ کے معزز لقب سے ملقب تھیں اور نکاح کے بعد بھی آپ نے نہایت پاکیزہ اخلاق کا ثبوت دیا ۔ [illegible] وہ پاک آئیں اور دنیا سے پاک گئیں ۔

صرف ٹائیٹل ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا ۔

ایڈیٹر ۔ دوست محمد

جلد ۴۴ | یوم چہار شنبہ ۔ مؤرخہ ۲ ربیع الاوّل ۱۳۷۵ھ ۔ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۴۲

زمین و آسمان کی ہر چیز پر اللہ تعالےٰ کی حکومت

اور اس کے محاسبہ سے بچنے کی راہ

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ .... فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ

(سورہ بقرہ آخری رکوع)

بلاؤں سے بچنے کا علاج

اس رکوع میں اللہ تعالےٰ نے تلقین کی ہے کہ خدا کے بندو ہماری طرف رجوع کرو اور میرے حضور میں اپنی تقصیریں پیش کرکے ان کی معافی چاہو، جملہ اور دعاؤں کے یہ دعا بھی سکھائی ہے کہ اے ہمارے مولا ہماری ربوبیت اور محافظت کرنے والے ہم کو ناگہانی بلاؤں سے بچا اور ہماری خطاؤں کو معاف کردے، ایک علاج یہ بھی بتایا ہے کہ بلائیں جو آتی ہیں وہ انسان کی بداعمالی کی وجہ سے آتی ہیں اس لئے ان کا علاج یہ ہے کہ اپنا محاسبہ کرتے رہو، اپنے دلوں کو ٹٹولو، کہ کس حد تک نیکی کی طرف مائل ہیں اور کس حد تک ناپاک خیالات، ناپاک اعمال اور ناپاک منصوبے ان میں پائے جاتے ہیں، اور پھر خدا کے حضور میں اپنے دلوں کو پیش کرکے اقرار کرو کہ ہم اپنے نفسوں کا تزکیہ کریں گے، کیونکہ بغیر تزکیہ کے خدا خوش نہیں ہوتا، رسمی طور پر نماز روزہ سے فائدہ نہیں جب تک ان کے اغراض و مقاصد کو پورا نہ کیا جائے اور ان کا ایک بڑا مقصد تزکیہ نفس ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکومت اور انسانی اعمال کا محاسبہ

فرمایا للہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض اس زمین و آسمان اور تمام کائنات پر خدا کی حکومت ہے کیونکہ وہی اس کا موجد اور وہی اس کا خالق ہے، اس وجہ سے ہر چیز کا اس کو پورا علم ہے اور ہر ایک چیز پر اس کا تصرف ہے وہ مدبّر بالارادہ ہے اس کے ساتھ تعلق لگاؤ، اس کی حکومت دلوں پر بٹھاؤ، تاکہ پاک ہو سکو، یہ ساری مخلوق خدا کی ملکیت ہے اس کا قیام اسی کے ہاتھ میں ہے جب یہ صورت ہے تو خود سمجھ لو اور اندازہ کر لو کہ کتنا جامع اور کتنا محیط ایک ذرّہ ذرّہ کا علم اس کو ہے پھر تم اپنے خیالات کو کہاں چھپا سکتے ہو، ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللّٰہ اپنے خیالات و اعمال کو ظاہر کرو یا چھپاؤ ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ ان اللّٰہ لا یخفی علیہ شیٔ۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں یعلم السر وما یخفیٰ جو چیز انسان کی آنکھ سے اوجھل ہو اس کو بھی جانتا ہے اور خفیہ اسرار سے بھی واقف ہے یحاسبکم بہ اللّٰہ اپنے باریک علم کی وجہ سے وہ ہر چیز کا محاسبہ کرتا ہے۔

اپنے نفسوں کا خود محاسبہ کرو

یہ یقین اگر انسان کے دل میں بیٹھ جائے کہ خدا تعالےٰ ہر چیز کا محاسبہ کرتا ہے اسے اگر یقین ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے جس کی حکم عدولی ناراضی کا باعث ہوگی، تو وہ کبھی گناہ کا ارتکاب نہ کرے وہ اپنا محاسبہ خود کرتا رہے اور یقین کرے کہ میں خدا کی نگاہ سے کسی طرح بچ نہیں سکتا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حاسب نفسہٗ لم یحاسبہ اللّٰہ جس نے خود اپنے نفس کا محاسبہ کیا اس سے خدا محاسبہ نہیں کریگا فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء اس کا محاسبہ ایسا ہے کہ جو معافی کے لائق ہوں ان کو معاف کر دیتا ہے لیکن جن کی طبیعتوں میں کج روی ہو اور بدی پر اصرار ہو وہاں سزا دیتا ہے یعذب من یشاء وہ انہیں ان کی کرتوتوں کی سزا ضرور دیتا ہے واللّٰہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔ اور اے میرے بندو یقین کرو کہ مجھے ہر ایک چیز پر قدرت حاصل ہے۔

خدا کی خوشنودی حاصل کرو

اس آیت میں ایک بادشاہ کا نقشہ کھینچا ہے جو کائنات کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور ہر چیز کا پورا پورا علم رکھنے والا ہے اس لئے چاہیئے کہ کوئی ایسا کام بھی کرو جس سے خدا راضی ہو جائے، اگر ایک کام بھی خدا کی رضا کا ہو جائے تو وہ انسان کو مالا مال کر دے، لکھا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین، دنیا کے بادشاہوں کو خوش کرنے کے لئے انسان بہت کچھ کرتا ہے اپنے مال خرچ کرتا ہے اپنی جان بھی قربان کر دیتا ہے، ان کی خوشنودی کے طریق بھی معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے، خدا چاہتا ہے کہ کوئی میری بھی خوشنودی کا طریق معلوم کرنے کی کوشش کرو، اگر ایسا کرو گے تو تمہاری راحت کے ایسے سامان پیدا کر دیئے جائیں گے کہ وہ تمہارے خیال میں بھی نہیں آ سکتے۔

الٰہی صداقتوں پر ایمان اور عمل

اس کے بعد فرمایا اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون، محمد رسول اللہ اس پر ایمان لائے جو کچھ آن پر خدا کی طرف سے نازل ہوا، یہی ایک مسلمان کا مقصد ہے کہ خدا کی معرفت اسے حاصل ہو اور اس کی بھیجی ہوئی صداقتوں پر ایمان ہو، محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ اترا، اس پر ایمان لائے، وہ ایمان و عمل کا ایک بے نظیر نمونہ تھے ....

والمؤمنون اور وہ بھی جو ان کے ساتھ تھے اس ایمان سے منوّر ہوئے انہوں نے بھی خدا کے احکام پر پورا عمل کرکے دکھایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین ہر ایک پکا مومن ہو گیا، لانفرق بین احد من رسلہ ان کا طریق یہی ہے کہ خدا کے رسولوں کو ماننے میں کوئی تفریق نہیں کرتے،

احکام الٰہی کی اطاعت اور تقصیروں کی معافی

وقالوا سمعنا واطعنا اور اس ایمان کا اصل مقصد جو تھا وہ بھی پورا کیا سمعنا وہ کہتے ہیں ہم نے خدا کی باتوں کو سُن لیا اور ہم فرمانبرداری کرتے ہیں غفرانک دینا پوری فرمانبرداری کے بعد بھی ہم یقین رکھتے ہیں کہ کہیں کہیں غلطیاں اور خطائیں بھی ہو جاتی ہیں غفرانک اے خدا تو ستار ہے غفار ہے اے ہمارے ربّ جس کی صفت میں ستاری ہے غفاری ہے، ہم کو معاف فرمائیے، والیک المصیر آپ کے حضور میں میری حاضری ہو گی ہم مومنوں کا کام ہے کہ اطاعت بھی کریں اور تقصیروں کی معافی بھی مانگیں اور یہ بھی یقین کریں کہ خدا کے حضور میں ہماری حاضری ہو گی لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا ایسے کوئی احکام خدا نے نہیں دیئے جو انسان کی طاقت سے بڑھکر ہوں لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت جو کچھ انسان عمل کرتا ہے اس کا فائدہ اسے پہنچتا ہے یہ کوئی جنت یا جہنم یا اگلے جہان کا قصہ نہیں، اسی دنیا میں انسان اپنے کیئے کا پھل پا لیتا ہے، اگلے جہان کی بات اس سے علاوہ ہے۔

غلطیوں خطاؤں اور نافرمانیوں کی سزا سے معافی کی دُعا

اس کے بعد اگلی آیت میں بڑی دہائی دی ہے بار بار ربنا ربنا کرکے پکارا ہے جیسے طبیعت کے اندر ایک تڑپ پیدا ہو گئی لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ایک تو یہ ہے کہ ہم بھول بھی جاتے ہیں اور کبھی خطا سے کوئی بات رہ جاتی ہے ان دو حالتوں میں ہمیں گرفت نہ ہو ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا اور بعض نافرمانیوں کی وجہ جو سزا آ سکتی ہے جیسے پہلے لوگوں پر آئی ان نافرمانیوں سے ہمیں بھی بچایا جائے اور ایسی توفیق عنایت فرما کہ ہم تیرے احکام کی نہ ہی نافرمانی کریں اور نہ ہی نافرمانی کی سزا کا نشانہ بنیں ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ اے خدا ناگہانی آفتوں سے بھی ہمیں بچا جن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا ایسی بلائیں جو قضا و قدر میں ہیں ان سے ہمیں محفوظ رکھ واعف عنا ہماری خطائیں معاف فرما واغفر لنا اور تقصیروں پر اپنی مغفرت نازل فرما اور اپنی ستاری سے کام لے وارحمنا ہم کو ارضی و سماوی بلاؤں سے تیرا رحم و کرم بچائے کیونکہ تیری قضا و قدر میں جو آفات ہیں ان سے تیرا رحم ہی ہم کو بچا سکتا ہے انت مولٰنا تو ہمارا مولا ہے فانصرنا علی القوم الکافرین ہمارا مقابلہ کفار سے پڑتا ہے تو ہمیں ایسے اخلاق عطا فرما اور ایسی تائید و نصرت فرما کہ ہم اپنے مخالفوں پر غالب آ جائیں اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تیری توفیق شامل حال ہو اور ہم اپنی سیرت و کردار سے تجھے خوش کریں تاکہ تیرا فضل اور تیری نصرت ہمارے ساتھ ہو۔

غلبۂ قرآن اور جمہوریت اسلامیہ

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ

مکرم محترم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم کی ہر دو تصنیفات یعنی "غلبۂ قرآن" اور "جمہوریت اسلامیہ" کافی عرصہ ہوا ملیں۔ ان ہر دو میں اس قدر جاذبیت تھی کہ ان کے متعلق چند سطور سپرد قلم نہ کر سکا۔ اب جیسا کہ آپ کو معلوم ہے بسلسلۂ مرمت برلن مسجد و ملحقہ مکان برلن آیا ہوں۔ گو فرصت تو یہاں بھی نہیں کیونکہ جرمن نو مسلمین اور دیگر احباب سے بھی میل ملاقات کا سلسلہ برابر جاری ہے تاہم یہاں سے واپسی سے قبل چند سطور تحریر کرکے ارسال خدمت کر رہا ہوں اور امید ہے آپ اس کو اخبار میں شائع فرما کر مشکور فرماویں گے۔

غلبۂ قرآن - حضرت ممدوح نے یہ بے نظیر کتاب اپنے مخصوص انداز میں لکھی ہے۔ اور اس قدر جامع ہے کہ اس میں نہ صرف دلائل عقلیہ اور براہین قاطعہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم منجانب اللہ ہے دیہ الہامی کتاب نہ تو آنحضرت صلعم کی تصنیف ہے اور نہ کسی جگہ سے سرقہ کرکے اکٹھی کی گئی ہے بلکہ مذہب عیسائیت پر اس قدر سیر کن بحث کی گئی ہے کہ اس کی مثال بہت ہی کم ملے گی۔ فاضل مصنف نے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا جس کا تعلق اسلام اور دیگر مذاہب اور بالخصوص عیسائیت سے ہو۔ چونکہ حضرت موصوف نے یورپین اقوام میں سالہا سال عرصۂ دراز تک اشاعت اسلام کا کام کیا ہے لہٰذا ان تمام اعتراضات کے ایسے مدلّل اور مؤثر طریقہ سے جوابات دیئے ہیں کہ مخالف سے مخالف انسان اور ہر وہ عیسائی جس میں ذرّہ بھر بھی حق کی جستجو ہو وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان طالب حق کے لئے اشد ضروری ہے۔ افسوس کہ بوجہ عجلت فہرست مضامین شامل نہیں ہو سکی اور اسی طرح جلد بھی بڑی ناقص ہے جو حضرت ممدوح کے مذاق کے بالکل برعکس ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کی دوسری ایڈیشن جلدی شائع ہو گی اور ضروری نقائص سے مبرا ہو گی۔ نیز امید ہے کہ اس کا انگریزی ترجمہ جس کی اشد ضرورت ہے جلدی شائع ہو گا تاکہ انگریزی دان طبقہ اس عظیم الشان کتاب سے کماحقہ مستفیض ہو سکے۔

دوسری کتاب "جمہوریت اسلامیہ" ایسی لاجواب کتاب ہے کہ اس کی ضرورت کو مدت سے محسوس کیا جا تھا۔ اگر یہ کتاب پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے ساتھ شائع ہو جاتی اور اس کے نسخے لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف پاکستان کی ایک بے نظیر خدمت ہوتی بلکہ دنیا کے اسلام کی اور اکثر ممالک کے لئے راہ ہدایت کا موجب بن کر دنیا کے امن اور سلامتی کا باعث ہوتی۔

اس کتاب میں ان تمام اعتراضات کا مکمل اور مفصّل جواب ہے جن کا اظہار بعض لوگوں کی طرف سے کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں نظام حکومت کا کوئی ذکر نہیں۔ حضرت ممدوح نے بہ مختلف ابواب میں ان تمام امور کا بتفصیل ذکر کیا ہے جن کا تعلق ایک معاشرے اور حکومت سے ہے۔ قابل مصنف نے مشاورت انتظامیہ و عدلیہ۔ حکومت کی پارٹیاں۔ حکام کی صفات اہل مشاورت کی صفات۔ اقلیت کے حقوق۔ مسلمان کی ذمہ داریوں پر خوب سیر کن بحث کی ہے۔ آپ نے اصل مرض پر ہاتھ رکھکر بجا اور صحیح طور پر فرمایا ہے کہ قرآن کریم نے بجائے حکومت کا ایک مکمل اور ریناپا کو پیش کرنے کے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ حکام کے اندر ایک زبردست کیریکٹر ہونا چاہیئے اور ان کے اخلاق فاضلہ اور خدا خوفی ہی وہ چیزیں ہیں جو مخلوق سے ہمدردی کا بے پناہ جذبہ ان کے اندر پیدا کرکے ایک آئیڈیل حکومت دنیا میں پیش کر سکتے ہیں۔ کتاب اس قابل ہے کہ اس کو حکومت پاکستان کے ہر فرد۔ اس کے ذمہ دار افسروں۔ مجلس دستور ساز کے ہر ممبر۔ کابینہ کے ہر رکن۔ عدالتوں کے ججوں، ضلعوں کے حکام، سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ بلکہ طالب علموں کے ہاتھوں میں پہنچا یا جائے۔

اگر مسلم قوم کی تعلیم و تربیت اس طرز پر ہو جس کا ذکر اس کتاب کے صفحات میں ہے تو وہ دن دور نہیں کہ جب تمام دنیا میں امن۔ صلح اور سلامتی کا دور دورہ ہو جائے۔ والسلام

خاکسار۔ عبد اللہ۔ امام مسجد ووکنگ
حال وارد مسجد برلن

یہ آزمائش ہے یا عذاب؟

چودھری محمد علی صاحب وزیر اعظم پاکستان نے پنجاب کے سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد ایک نشری تقریر میں مصیبت زدگان سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ واقعہ ہے کہ اس سیلاب سے جو جانی اور مالی نقصان ہوا ہے اس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہیں، لاکھوں آدمی بے گھر ہو گئے، گاؤں کے گاؤں زیر آب آگئے، سڑکیں غائب ہو گئیں، پل ٹوٹ گئے، کھیتیاں تباہ و برباد ہو گئیں، یہ سب درست ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی میرے لئے یہ امر موجب فخر ہے کہ ہمارے جواں ہمت اور اولوالعزم عوام اس ناگہانی مصیبت کا مقابلہ غیر معمولی اور مسلسل ہمت اور استقلال سے کر رہے ہیں، اب میرا یہ عقیدہ اور بھی مستحکم ہو گیا ہے کہ ہم پاکستان کے باشندے بڑی سے بڑی مصیبت کا مقابلہ کرنے اور اس پر قابو پا لینے کے اہل ہیں اور جس قوم کے افراد ایسے ہوں، اس قوم کا مستقبل یقیناً روشن اور درخشاں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ "مردانِ مومن" نہ کبھی بقول علامہ اقبال "سیل و زلزلہ" سے ہراساں ہوتے ہیں اور نہ اس قسم کی آفت سماوی سے، وہ ان آفات اور حوادث کو آزمائش اور امتحان سمجھتے ہیں اور عزم، ہمت اور مردانگی سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں، ایسے موقعوں کے لئے ہی قرآن مجید فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ

اللہ تعالیٰ آفاتِ سماوی سے اپنے بندوں کے عزم اور حوصلے کا امتحان لیا کرتا ہے جن کے دل میں ایمان ہوتا ہے وہ آفات سے نہیں گھبراتے بلکہ ان کا مقابلہ کرتے ہیں اور ان پر غالب آتے ہیں، مصائب، ایمان اور ہمت والوں کیلئے مہمیز کا کام دیتے ہیں اور وہ ان پر قابو پانے کے لئے نئے جوش اور نئے ولولے کے ساتھ جد و جہد کرتے ہیں۔"

چودھری محمد علی صاحب کا یہ بیان اس لحاظ سے قابلِ تحسین ہے کہ اس میں حالیہ سیلاب کو ایک آزمائش الٰہی قرار دیتے ہوئے ان لوگوں کے عزم و ہمت کو سراہا گیا ہے جنہوں اس آفت سماوی کا مقابلہ صبر و استقلال کے ساتھ کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جیسا کہ انہوں نے آیت قرآنی سے ثابت کیا ہے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے بعض مصائب بندوں کی آزمائش و امتحان کے لئے آتی ہیں اور ان میں صبر و استقلال سے کام لینے والے برکات الٰہی کے مورد بن جاتے ہیں، ہماری دلی دعا ہے کہ یہ آفتِ عظیمہ جو سیلاب کی صورت میں ہر سال زیادہ سے زیادہ بڑھتی چلی جا رہی ہے اسی قسم کی آزمائش ہو اور اہلِ پاکستان انہی "مردانِ مومن" میں سے ہوں، جو ایسی آزمائشوں کو برداشت کر کے افضال الٰہی کے مورد بن جاتے ہیں،

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ کیا "مردانِ مومن" کی وہ صفات جو اقبال نے نہیں بلکہ قرآن نے بیان کی ہیں اور جو افضال الٰہی کی کشش کا موجب ہوتی ہیں ہم میں پائی جاتی ہیں؟ کیا وہ قوم جس کے اندر جھوٹ، دغا بازی قتل و مقاتلہ اور ہر قسم کی فواحش عام ہوتی جا رہی ہوں (الا ماشاء اللہ) جو قرآن کی حامل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی وارث کہلانے کے باوجود دیانت و امانت سے عاری ہو چکی ہو اور چور بازاری، رشوت ستانی، اور اشیائے خوردنی میں ملاوٹ کر کے نسل انسانی کو تباہی کے گڑھے میں پہنچانے کا ذریعہ بن رہی ہو، وہ الٰہی آزمائش کی مورد بن سکتی ہے یا غضب الٰہی کی؟ اسی سیلاب کے موقعہ پر دیکھ لیجئے ایک طرف سینکڑوں اور ہزاروں انسان اپنے مال و املاک سے محروم اور خانماں برباد ہو کر بھوک اور پیاس سے تڑپ رہے تھے اور دوسری طرف دوکانداروں اور تاجروں نے اشیائے خوردنی کے نرخ بڑھا کر چور بازاری پر کمر باندھ لی، جس قوم کے اخلاق اس درجہ گر چکے ہوں اور ایسے ہولناک عذاب کو دیکھتے ہوئے بھی ان کے دل نہ پسیجیں اور خدا ان کو یاد نہ آئے۔ ان پر آنے والے مصائب آزمائش نہیں کہلا سکتے بلکہ یہ وہ عذاب ہے جو ہماری کرتوتوں کی وجہ سے ہم پر نازل ہوا۔ یہ وہ تازیانہ الٰہی ہے جو ہر آنے سال زیادہ سے زیادہ سختی کے ساتھ ہمیں متنبہ کر رہا ہے کہ اب بھی باز آ جاؤ ورنہ ہلاکت اور تباہی قریب ہے یہ آزمائش اگر ہے تو انہی معنوں میں کہ آیا ہم اب بھی تائب ہوتے ہیں یا نہیں، آیا اب بھی اپنی بد اعمالیوں کو چھوڑ کر اللہ تعالےٰ کے آگے جھکتے ہیں یا نہیں، قرآن کریم نے ان باتوں کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے ایک جگہ فرمایا:

فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ - فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ

کیوں جب ان پر عذاب آیا تو انہوں نے عاجزی اختیار نہ کی لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے عملوں کو خوبصورت کر کے دکھایا پھر جب اسکو چھوڑ دیا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب اس پر جو انہیں دیا گیا بڑے خوش و خورم ہو گئے، ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا اور وہ مایوس ہو کر رہ گئے

اس آیہ کریمہ میں کھلے طور پر بتایا گیا ہے کہ پہلے عذاب الٰہی انسانوں کو متنبہ کرنے کے لئے آتا ہے لیکن ان کے دل سخت ہوتے ہیں اور وہ عاجزی اختیار کرنے کے بجائے اپنے اعمال کو اچھا اور خوبصورت خیال کرتے ہیں اور اس طرح نیک اعمال کو جن کی نصیحت کی جاتی ہے چھوڑ دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالےٰ انہیں ڈھیل دیتا ہے اور ہر چیز بافراط انہیں دیتا ہے جس سے وہ خوش ہو جاتے ہیں تو پھر خدا کا عذاب اچانک آ پکڑتا ہے اور وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔

اور یہ مایوسی کہاں تک پہنچتی ہے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ظالم قوم کی جڑیں کاٹ دی جاتی ہیں اور سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے، ایک اور جگہ فرماتا ہے:- فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ - کیوں تم سے پہلی بستیوں میں اچھے عملوں والے لوگ نہ ہوئے جو ملک میں فساد سے روکتے ہاں تھوڑے ان میں سے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور جو ظالم تھے وہ آسائشوں کے پیچھے پڑے رہے اور وہی مجرم تھے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اپنی بد اعمالی پر نازاں ہونا اور فساد فی الارض سے لوگوں کو نہ روکنا اور اس خیال میں مگن رہنا کہ ہمیں بہت کچھ دیا گیا ہے، ہماری زمینیں زرخیز ہیں ہماری صنعتیں ترقی پر ہیں، ہمارے دریا، ہماری نہریں، ہمارے پہاڑ سونا اگل رہے ہیں، اور اس خوشی میں خدا کو بھول جانا اور نیک اعمال کو چھوڑ دینا عذاب الٰہی کی کشش کا موجب ہے۔

پس خوب غور کیجئے کہ یہ پے در پے سیلاب جو ہر آنے سال زیادہ سے زیادہ وسعت اور مہیب ترین صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں، نیک لوگوں کے صبر و استقلال کی آزمائش نہیں بلکہ ہماری بد اعمالیوں

(باقی بر صفحہ ۱۲)

مکتوبِ بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

مغربی دانشوروں کی مشکلات

۲۷ر جولائی ۱۹۵۵ء بروز بدھ۔ تنذیل ۱۷ر جولائی "تاریخ اسلام کے چند اوراق" کے عنوان تلے میاں محمد نواز انیس صاحب خیرپوری کا ایک مضمون درج ہے اس میں ایک مقام پر موصوف لکھتے ہیں "مغربی دانشور اب اس حقیقت کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ان کی مشکلات مادی نہیں بلکہ روحانی ہیں جب تک وہ اپنی روحانی اقدار کو بحال نہ کریں گے ان میں اخلاقی حس بیدار نہ ہوگی۔ اس وقت تک خیر و شر کی تمیز ممکن نہیں۔ بے اعتدالیوں کا سدِ باب مشکل ہے اور اگر یہ صورت حال باقی رہی تو نیچر کی دوسری طاقتیں تہذیب کو تباہ و برباد کر دیں گی۔ اخلاق اور روحانی بالیدگی ہی ایک سعادت ہے۔ اور یہ سعادت صرف آسمانی اور الہامی مذہب ہی سے حاصل ہو سکتی ہے"۔

اے مجاہدین سلسلہ حقہ احمدیہ اشاعتِ اسلام کی یہ عبارت تمہارے واجب التعظیم امام مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک مہرِ تصدیق کر رہی ہے۔ "ان کی مشکلات مادی نہیں روحانی ہیں" کو آج سے ساٹھ ستر سال قبل بھانپ لیا تھا۔ اور ان مشکلات کے دور کرنے کی نہ صرف تجاویز سوچی گئی تھیں بلکہ باذن الٰہی نسخۂ شفا تیار کر کے ان روحانی مریضوں کے پیش بھی کر دیا گیا تھا۔ اُن میں سے جس نے استعمال کیا وہ شفایاب ہو گیا۔ یہ سچ ہے کہ "وہ اپنی روحانی اقدار کو بحال نہ کریں گے ان میں اخلاقی حس بیدار نہ ہوگی"۔ لیکن اخلاقی حس بیدار کرنے کے لئے ضروری ہے آسمانی اور الہامی مذہب دوسرے لفظوں میں اسلام کی صحیح تعلیم کا انہیں پتہ بتایا جائے۔ ان روحانی پیاسوں کا صحیح علاج امام وقت علیہ السلام اور اس کے تیار کردہ نسخۂ شفا میں ہے اے شمع احمدیت کے جاں نثار پروانو اسلام کے غلبہ کا وقت عنقریب قریب سے قریب تر لا رہا ہے اپنی پوری جد و جہد جاری رکھو۔ پیارے مسیح محمدی کے یہ پیارے الفاظ ہمیشہ اپنے سامنے رکھو ؎

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

قدرت خود تمہاری نصرت پر آمادہ ہے یہ کام تم سے اور صرف تم سے ہوگا۔ اٹھو "مغربی دانشوروں" کے قلوب احمدی علم الکلام کے ہتھیاروں سے فتح کرو تمہارے مرشد نے آج سے نصف صدی قبل فرمایا ؎

صدائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد

مہم عظیم اور بلند حوصلے کام لو۔ فتح یقینی ہے۔

پاکستان کے بے راہ رو حجاج

۲۸ر جولائی بروز جمعرات:۔

حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ ایک گھنٹہ صحبت رہی۔ پاکستان کے ان حجاج کا تذکرہ جو پاکستان سے بغیر ویزہ سینکڑوں کی تعداد میں بغداد آگئے تھے بیان انہیں ویزہ نہیں ملا۔ خفیہ طریقہ سے نجف اشرف سے ہوتے ہوئے متروکہ راستہ سے بذریعہ موٹر کار جانے کے لئے دلالوں نے انہیں آمادہ کیا بذریعہ موٹر کار روانہ ہو گئے لیکن عراق کی حدود ویران میں سے کئی موٹریں روک لی گئیں اور چند ایک گمنام راستہ سے ریگستان عرب میں گم ہو گئیں نہ معلوم وہ منزل مقصود تک پہنچیں یا نہیں، جو موٹریں روک لی گئی تھیں ان کے مسافر واپس بغداد لائے گئے، نہایت ہی خستہ حالت میں ہیں روپیہ بھی پاس نہیں سخت تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ نہ معلوم حکومت پاکستان ان باتوں کا پوری طرح علاج کیوں نہیں کرتی ایسے لوگوں کو زیارت کا پاسپورٹ بھی ہرگز نہ دیا جائے۔ یہاں آکر گھر گھر دکان دکان بھیک مانگتے پھرتے ہیں ماسکی تصدیق بغداد کی سفارت پاکستانیہ سے ہو سکتی ہے۔

وزیر مفوض انڈونیشیہ سے ملاقات

۲۹ر جولائی بروز جمعہ:۔

"سویرے نو بجے حضرت مآب وزیر مفوض انڈونیشیہ برائے ایران و عراق سے ملاقات کا وقت مقرر تھا۔ وقت مقررہ پر خاکسار مع استاذ علی محمد سرطاوی و جناب چشتی صاحب و اخویم اسمٰعیل محمود صاحب موصوف کی کوٹھی واقع مسبح پہنچے، نہایت تپاک اور محبت سے ملے۔ پورا ڈیڑھ گھنٹہ یہ دلخوش کن مجلس رہی۔ عام اسلامی مسائل اور سلسلہ پر سیر کن گفتگو رہی۔ انڈونیشیہ کے حالات بھی سنائے ان سے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ اس سال امیر جماعت احمدیہ انڈونیشیہ شارخ لاہوری بھی حج پر تشریف لے گئے ہماری انڈونیشیہ کی مختصر جماعت بھی خوب کام کر رہی ہے۔ موصوف کا انداز گفتگو نہایت دلنشین ہے۔ احباب کو آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی، ہمارے اس محمود کا سینہ اشاعتِ اسلام کے جذبہ سے بھرا ہوا ہے۔ گفتگو میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے غلبہ کا پورا یقین ہے جماعت احمدیہ لاہور یہ الفاظ موصوف کے ہیں "Anjuman" پر انہیں فخر ہے۔ اللہ تعالےٰ اس نوجوان مجاہد کی عمر دراز کرے اور خدمتِ دین کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ بوقت رخصت تو کہا رسے پُرنم آنکھوں کے ساتھ اشکبار ہوتے میری صحت یابی کے لئے دعائیہ کلمات فرمائے انہیں لائٹ ۲۲ کا تازہ پرچہ دیا۔

تکفیر سے بیزاری

۳۱ر جولائی بروز اتوار:۔

خدا کا شکر ہے کہ بعد از خرابئ بسیار چند ایک مولوی صاحبان کو مرض تکفیر کی ہولناک تباہیوں کا احساس دلایا جا رہا ہے۔ چنانچہ روزنامہ جنگ کراچی ۲۳ر جون ۱۹۵۵ء کی یہ مسرت انگیز خبر پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ بمبئی میں مولانا حفظ الرحمان صاحب ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلمائے ہند نے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے اجتماع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ میں تکفیر سے بیزاری اور اس کے بُرے نتائج پر اظہار خیال فرمایا۔ فرماتے ہیں:۔

> "آج کل مسلمانوں خصوصاً مولویوں میں ایک دوسرے کو کافر اور بے ایمان بنانے کی وبا عام ہے۔ افسوس ہے کہ وہ مسلمان جسے خدا نے اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا تھا، ایک دوسرے کے خلاف فتنہ انگیزی پھیلانے میں پیش پیش ہے، جب تک مسلمانوں میں یہ برائیاں رہیں گی وہ بظاہر زندہ تو ہوں گے لیکن زندگی کی روح سے محروم رہیں گے۔"

کاش ان علمائے کرام کو آج سے ساٹھ سال قبل سمجھ آجاتی جبکہ حکیم حاذق مسیح زماں نے اس ہولناک مرض کے لئے یہ نسخۂ شفا تجویز فرمایا تھا کہ جو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے وہ مسلمان ہے۔ اگر اس وقت مولویوں کو اس نسخۂ شفاء کا یقین ہو جاتا اور اس کو استعمال کرتے تو آج عالم اسلامی کی یہ المناک خستہ حالت نہ ہوتی اب بھی وقت نہیں گیا ہے خلوب شتی ایک کرنے کی کوشش تکفیر سے بیزاری إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر تخریبی عناصر سے نبرد آزما ہو جائیں اور امام وقت کا تجویز کردہ نسخۂ شفاء استعمال میں لائیں، اللہ تعالےٰ ضرور زندگی کی روح پھونک دے گا اور دنیا کو أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ کا روح پرور نظارہ دکھا سکے گا۔

مجلسِ معتمدین کا اجلاس

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس معتمدین جس کا اجلاس ۱۶ر اکتوبر کو منعقد ہونا قرار پایا تھا سیلاب کی وجہ سے رستے درست نہ ہونے کے باعث ۳۰ر اکتوبر تک ملتوی ہو گیا ہے۔

۳۰ر اکتوبر کو یہ اجلاس بوقت دس بجے صبح احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا۔ جملہ ممبر صاحبان سے التماس ہے کہ تاریخ مذکور کو تشریف لا کر شاملِ اجلاس ہوں۔ والسلام۔ خاکسار

سکرٹری

اختلاف امت میں اتحاد کی راہ

میر ولایت علی صاحب حیدرآباد دکن

السلام علیکم - ۱۴/ستمبر ۱۹۵۵ء کے پیغام صلح میں محترم چودھری محمد حسن صاحب چیمہ کے مضمون کا آخری پیرا ! گراف (دیکھئے کا قطعی معیار) پڑھکر اس قدر مسرت ہوئی کہ جس کو الفاظ میں ادا کرنا مشکل ہو رہا ہے - ناشتہ چھوڑ کر گھر سے نکل پڑا اور دوستوں کو سنایا - اللہ ان کے قلم میں اس سے زیادہ زور اور زور سے زیادہ اثر عطا فرمائے یہاں تک کہ تمام مسلمان موجودہ فرقہ بندی کی لعنت سے نکل کر پھر قرن اول کی طرح تمام مساجد قرار دے کر ایک جماعت (بنیان مرصوص و رحماء بینھم) ہو جائیں - اور جنت کے دروازے نہیں تو کم از کم کھڑکیاں ہی کھلیں کہ ٹھنڈی ہوا میں پرسکون سانس لے سکیں - محترم موصوف کو میرا سلام شوق پہنچے - میرا ایک مضمون "نعرہ اتحاد" شائع شدہ ۱۹۲۳ء مرسل ہے - براہ کرم اس غور کے ساتھ شائع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں - والسلام

(میر ولایت علی مصنف اسلامی تعلیمات)

نعرۂ اتحاد

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ؕ

مومن بھائی بھائی ہیں سو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے - (سورۂ حجرات (۴۹) آیت ۱۰-)

بنی نوع اسلام - خدا ایک ہے - خدا کا دین ایک ہے - اور بنی نوع انسان بھی ایک ہی امت ہیں - لیکن افسوس ہماری انانیت نے کسی کو بھی ایک رشتے نہ رہنے دیا - خودغرضیوں نے ہمیشہ تفرقہ اندازی کی اور دریائے رحمت ہمیشہ جوش مارتا اور الفت و محبت سکھاتا رہا - خدا کا دین ہمیشہ اس لئے آیا کہ نوع انسانی نے اپنے اندر جو تفرقہ اور اختلافات پیدا کر لیا ہے اس کو دور کر کے راحت و نعمت کی راہیں کھول دیا کرتے - اب ہمارا یہ حال رہا کہ اسی دین الٰہی کو جو بالاصل تفرقہ شکن تھا بنیاد فرقہ بندی بنا لیا گیا اور آپس میں سر پھٹول اور کفر بازی شروع کر دی جس کے نتیجہ میں ہر دو فریق منافرت قانون فطرت : ذلت و خواری کا طوق نصیب ہوتا رہا - بالآخر اس رحمان و رحیم کے آخری جوش قرآن کریم نے اس راز فراموش کردہ کو غیر مشتبہ الفاظ میں فاش کیا اور متقی و صالح بندوں کے منتشر شیرازہ کو از سر نو درست کیا اور آج بھی اس کا نعرہ یہی ہے کہ ہم اتفاق کی جنت میں داخل ہو چکنے کے بعد اختلاف کے جہنم میں گر کر واویلا نہ مچائیں -

"اے ایمان والو اللہ کا کامل تقویٰ اختیار کرو اور اس حالت میں نہ گزارو کہ تم فرمانبردار یعنی مسلمان نہ ہو اور موت آ جائے - اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ نہ کرو - اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم باہم دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تم کو اس سے بچا لیا - یہ کھلے احکام تمہاری ہدایت کے لئے ہیں - چاہئے کہ .... ایک گروہ تم میں سے ایسا ہو کہ وہ بھلائی کی طرف بلاتے اور اچھے کاموں کے کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے یہی جماعت کامیاب ہونے والی ہے ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اور ان کے پاس کھلی باتیں آ چکنے کے بعد اختلاف کیا یہی لوگ ہیں جن کے لئے عذاب عظیم ہے -

تفرقہ پردازی مشرکین کا شعار ہے

آہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ قرآن کریم کی ایسی بہترین تعلیم موجود ہوتے ہوئے اور ہم نے اس کے ماننے کے مدعی ہوتے ہوئے بھی محکمات (اصول) سے چشم پوشی کر کے متشابہات (فروع) کے غیر معتبر ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دین الٰہی کے کتنے ٹکڑے کر دیئے ہیں - اور خدا جانے کتنے فرقے ہو جانے کے باوجود بھی بالکل اسی طرح خوش خوش ہیں اور اترا رہے ہیں - جس طرح نزول قرآن سے قبل کے فرقہ بازوں کی حالت تھی -

وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ؕ

اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے بن گئے - سب گروہ جو کچھ اُن کے پاس ہے اس پر اترا رہے ہیں -

فَتَقَطَّعُوْا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ٥ پھر انہوں نے اپنے دینی معاملہ کو آپس میں پھوٹ ڈال کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا - سب گروہ جو کچھ اُن کے پاس ہے اس پر خوش ہیں -

فرقہ بندی عذاب الٰہی کا موجب ہے

یہ خوشی وہ نہیں ہے جو لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ - کی شان کی ہوتی ہے بلکہ یہ وہ خوشی ہے جو ہمیشہ امتوں کو تحت الثریٰ تک پہنچاتی اور اسفل السافلین میں دھکیل کر قہقہہ لگاتی ہے - اقبال نے کیا خوب کہا ہے

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

یہ حقیقت سورج سے زیادہ روشن اور واضح ہے کہ کوئی امت اس وقت تک عذاب الٰہی میں گرفتار نہیں ہوئی جب تک کہ آپس میں بربناء نفسانیت اختلاف کر کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو گئی، خدارا غور کرو کہ اب جبکہ خود ہم مسلمان کہلانے والوں کو بھی عذاب الٰہی نے چوطرف سے گھیر لیا ہے - آئے دن زلزلے آ رہے ہیں - طوفان ستا رہے ہیں - آگ برس رہی ہے - بجلیاں گر رہی ہیں تو کیا اب بھی اپنے مزعومہ عقائد کی باطل خوشیوں کو دفن کر کے اعتصام باللہ کی محفوظ عمارت میں داخل نہ ہوں اور گروہ بندی کے نا عاقبت اندیشانہ تعصب و باہمی نفرت کو ترک کر کے خلوص و محبت سے رضائے الٰہی کی عبادت نہ کیا کریں ؟

اگر یہی لیل و نہار رہے کہ "فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں" - تو اس سوال کا جواب دیجئے کہ "کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں" اس کا جواب بھی ڈاکٹر اقبال ہی سے سنئے :-

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

ناجی کون ؟

اب ایک ایسی بات سناتا ہوں جو شاید آپ نے آج تک نہ سنی ہو - میں یہ جانتا ہوں کہ ہر وہ بات جو کسی وقت نئی سمجھی جاتی ہو سرسری نظر میں اختلاف کا فتویٰ پاتی ہے اور وہ خواہ کتنی ہی اچھی ہو لیکن اس کی قدر فوراً نہیں کی جاتی مگر صحیح تو یہ ہے کہ حق بات صاحب ذوق صحیح کو فی الفور وجد کراتی ہے - سمجھو تو ضرور لطف اٹھاؤ گے - سنو -

"ناجی صرف ایک فرقہ ہے اور وہ وہ ہے جو تمام فرقوں کے صحیح العمل افراد کا مجموعہ ہے" بثوت

۱؎ سورہ بقرہ

۱؎ سورۂ آل عمران (۳) آیت ۱۰۱ تا ۱۰۴

۲؎ سورۂ روم (۳۰) آیت ۳۱-۳۲

۱؎ سورہ مومنون (۲۳) آیت ۵۴

۲؎ "تفریق"

چاہتے ہو تو آؤ رسول کریم سے دریافت کریں۔

قال رسول اللہ صلعم لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہٗ علانیۃً لیکونن فی امتی من یصنع ذالک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃً کلھا فی النار الا ملۃ واحدۃً قالوا من ھی قال من کان علی ما انا علیہ و اصحابی[۱]

وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ:- میری امت میں وہ زمانہ آئے گا جو بنی اسرائیل کی قوم پر آیا تھا جیسا کہ جوتا جوتے سے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں سے کھلے زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی بعض آدمی ایسے ہوں گے جو یہ کام کریں گے اور یہ کہ بنی اسرائیل پھوٹ کر بہتر فرقے ہو گئے تھے اور میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی سوائے ایک فرقہ کے باقی سب فرقے دوزخی ہوں گے صحابہ نے پوچھا وہ ایک فرقہ کونسا ہے فرمایا کہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوں گے[۱]

فرمان دیکھیے کس طرح صاف ارشاد ہے کہ جتنے بدکار فسقے ہیں سب دوزخی ہیں اور صرف وہ جنتی ہیں جو ایمان پر مضبوط اور اعمال صالحہ کے پابند ہیں۔ ایسے راستباز۔ دیانت دار، نکوکار، غیر متعصب ہر فرقے میں موجود ہیں انہیں کا مجموعہ یعنے متقی فرقہ ناجی ہے۔

اس حدیث کا منشاء اگر فرقہ بند عوام یہ لیتے ہوں کہ ایک فرقہ ناجی ہونے سے مراد صرف فرقۂ سُنّی یا صرف فرقۂ شیعہ یا صرف فرقۂ مہدویہ یا صرف فرقۂ احمدی وغیرہ ہے تو یہ مفہوم سراسر تحریف معنی کے مرادف ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ رات دن کا عینی مشاہدہ ہے کہ اس نوعیت کا کوئی ایک فرقہ بھی بحیثیت "فرقہ" اوامر و نواہی کا پابند نہیں ہے سب میں کچھ پابند ہیں اور کچھ جھوٹے فریبی، چور زانی، شرابی، بے نمازی، یتیموں کا مال کھانے والے دوسرے چٹ کر جانے والے وغیرہ موجود ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان بدکاروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقے پر کہا جائے۔ اور اور جب نہ کہا جائے تو یقیناً یہ مجرمین سزایاب ہونگے اگر ان مجرموں کو علیحدہ کر کے باقی افراد کو ناجی سمجھا جائے تو حضرات "فرقہ" ناجی نہ ہوا بلکہ ایک فرقے کے چند لوگ ناجی ہوئے۔ ایسا خیال یقیناً حدیث شریف کے معنے بدل دیتا ہے جو تحریف معنوی ہے اس سے بچ کہ یہ سب عامیانہ خوش اعتقادیاں ہیں اور یہی

---

[۱] ترمذی۔ تلخیص الصحاح جلد پنجم صہ ۱۸۹

ہم کو اعمال سے دور اور مذہب سے بیگانہ بنا کر ٹکڑے ٹکڑے کر رہی ہیں[۱]

مشغلۂ کفر بازی

یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ہر فرقہ بند دوسرے فرقہ والوں کو کافر یقین کرتا ہے اور نہ صرف قولاً ہے بلکہ بقیام مساجد ضرار (الگ الگ مساجد بنا کر) اس کا عملی ثبوت دیا جاتا ہے، جس دسترخوان پر بریانی ہو وہاں تو ہانڈی سے مانڈی جاٹتے رہیں گے۔ لیکن جس دسترخوان پر مائدۂ آسمانی ملتا ہو وہاں پر یاز و سے باز لگا کر کھڑے رہنا ناجائز ہو گیا ہے۔ باہم مل کر نماز

---

[۱] ہر فرقے کو یہ گمان ہے کہ میں ناجی ہوں اور میرا فرقہ غیر ناری ہے اس پر ہر کسی نے اپنی اپنی دلیلیں لکھی ہیں جو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ فرقہ ناجیہ وہی فرقہ ہے جو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ کا مصداق ہے یہ لفظ اس شخص پر صادق آتا ہے جس کے عقیدے و عمل میں کوئی بدعت ظاہر و مخفی نہیں ہے، بلکہ اس کے سارے عقائد و اعمال سنت مطہرہ و سیرت صحابہ کے مطابق ہیں کسی نے یوں بھی کہا ہے کہ:-

فرقۂ ناجیہ ہر فرقے کے صلحا ہیں

کسی نے کہا اہل بیت رسالت ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ کوئی فرقہ خاص نہیں ناجی وہی گروہ ہے جو کہ خاص آنحضرت صلعم اور آپؐ کے اصحاب کی راہ پر چلتا ہے اور کسی طرح کی بدعت اور ہوا میں مبتلا نہیں۔ امام غزالیؒ کا جواب جس کو محدثین نے بھی پسند کیا ہے یہ ہے کہ مراد فرقۂ ناجیہ سے وہ لوگ ہیں جو کہ مطلقاً نار میں نہ جائیں گے۔ نہ من حیث الاعتقاد اور نہ من حیث العمل۔ بلکہ بے وصول عذاب داخل ہوں گے۔ ان کی معصیت خواہ عفو ہو جائے یا شدائد موت و قبر و احوال قبر میں مجرا ہو جائے یا شفاعت حضرتؐ سے وہ سارے ذنوب محو ہو جائیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ کُلُّھَا فِی النَّارِ کے معنی ہیں ہر ایک آدمی ہر ایک فرقے کے افراد سے آگ میں جائے گا۔ اس صورت میں اِلَّا وَاحِدَۃً کے معنی یہ ہوں گے کہ ہر ہر فرد اس فرقے کا دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ گو بعض بسبب تقصیر اعمال داخل دوزخ ہوں۔ ایک جواب یہ ہے کہ کلھا فی النار سے مراد بطلان ہے۔ جب فلاں چیز فی النار کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ باطل ہے۔ سورۂ نساء میں ہے جو لوگ یتیموں کا ناحق مال کھاتے ہیں اس کے سوا نہیں کہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں نار سے مراد یہاں باطل و حرام چیز ہے۔

شیخ علاء الدولہ سمنانی نے عروہ میں کہا ہے کہ اسلام کے تمام فرقے اہل نجات ہیں۔ اور حدیث میں ناجیہ سے مراد ناجیہ بے شفاعت ہے (مذاہب الاسلام مؤلفہ نجم الغنی صاحب رامپوری ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۹ء عیسوی صہ ۱۲ تا ۱۹)

ادا کرنے کی تاکید نبی کریم صلعم نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ "نماز تم پر ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد[۱] اور ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ تفریق نماز ہی پر اکتفا نہیں ہے بلکہ اُن کلمہ گویان اسلام سے جن میں قرآن مجید بھائی چارہ قائم کراتا ہے زندگی کے چند دن مل کر گزارنا بھی درست نہیں رہا کہ شادی بیاہ بھی ناجائز کر دیا گیا ہے تاکہ رفع اختلاف کی کبھی نوبت ہی نہ آئے۔ نیز یہ جدائی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ یہ لڑائی مرنے کے بعد بھی جاری رکھی گئی ہے۔ عالم شہادت میں تو ایک دوسرے کو دعا سلام کہیں گے اور سب مل کر ایک مکان میں سوئیں گے۔ لیکن عالم برزخ میں یہ کچھ نہیں ہو سکتا یعنے صلوٰۃ جنازہ بھی جائز نہیں ہے اور قبرستان بھی جدا جدا ہو گئے ہیں کہ کہیں کسی ایک فرقہ والے کی جانب سے دوسرے فرقے والوں کے لئے دعا و استغفار نہ ہو جائے۔

حقیقت تکفیر

آؤ اس پہلو پر بھی غور کریں کہ کفر سازی کی مشین کو گھمانا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ مَنْ کَفَّرَ اَھْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَھُوَ اِلَی الْکُفْرِ اَقْرَبُ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہا وہی کفر سے قریب تر ہو جاتا ہے[۲]

دوسرا ارشاد ہے مَنْ قَالَ لِاَخِیْہِ یَا کَافِرُ فَقَدْ بَآءَ بِھَا اَحَدُھُمَا اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک اس کفر کا مستحق ہو گیا[۳]

تیسرا ارشاد ہے کہ جو کوئی ہمارے جیسی نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ ایسا مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ (معاہدہ) ہے۔ پس تم اللہ کے ذمہ کے بارے میں عہد شکنی نہ کرنا[۴]

درود و سلام ہو اس ذات پاک پر جس نے متعدد طریقوں سے آپس میں نفرت نہ کرنے اور امن و محبت سے رہنے کی کیسی پیاری تعلیم دی ہے۔ ان شہادتوں کے موجود ہوتے ہوئے کسی کلمہ گو کو جو معتقدات میں اختلاف رکھتا ہو دائرہ ایمان سے اور ہمارے بھائی پن سے خارج کرنے کی کیسے جرأت کی جا سکتی ہے؟

(باقی۔ باقی)

---

[۱] ابو داؤد۔ تلخیص الصحاح جلد دوم صہ ۱۲

[۲] طبرانی عن ابن عمرؓ

[۳] بخاری مسلم۔ تجرید الاحادیث صہ ۲۳۹۔

[۴] تجرید البخاری جلد اول صہ ۱۱۱

وحدت مغربی پاکستان کا قیام

اس ہفتہ کے عظیم واقعات میں سے ایک وحدت مغربی پاکستان کا قیام ہے جسے تاریخ پاکستان کا اہم ترین واقعہ کہنا چاہیئے، اس وحدت سے پاکستان کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے اور صوبوں کی تقسیم سے اسے کیا نقصانات تھے، یہ ایک طویل بحث ہے، جو اس سے پہلے کئی روزانہ اخبارات میں قارئین کرام کی نظروں سے گذر چکی ہوگی، مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ جو فوائد قوموں اور افراد کے اتحاد سے پیدا ہوتے ہیں، وہی وحدت مغربی پاکستان میں مضمر ہیں، ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو اس سلسلہ میں جو رسمی کارروائیاں عمل میں آئیں ان کی مختصر روئداد درج ذیل ہے:—

حلف وفاداری

(۱) سب سے پہلے مغربی پاکستان کے نامزد گورنر میاں مشتاق احمد گورمانی نے حلف وفاداری اٹھایا حلف لینے کی رسم پاکستان کے چیف جسٹس محمد منیر نے ادا کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا صوبہ مغربی پاکستان کے چیف سیکرٹری مسٹر این اے فاروقی نے تقرری کا حکم پڑھ کر سنایا، اس کے بعد مسٹر مشتاق احمد گورمانی نے چیف جسٹس محمد منیر کے ساتھ لفظ بلفظ حلف وفاداری اٹھایا۔

(۲) حلف وفاداری اٹھانے کے بعد مسٹر مشتاق احمد گورمانی نے صوبہ مغربی پاکستان کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس ڈاکٹر ایس اے رحمان اور مغربی پاکستان کے دیگر جج صاحبان سے حلف وفاداری لیا۔ حلف وفاداری ادا کرنے والوں میں مسٹر جسٹس ڈاکٹر ایس اے رحمان، چیف جسٹس، مسٹر جسٹس ایم آر کیانی، مسٹر جسٹس شبیر احمد، مسٹر جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس، مسٹر جسٹس عبدالعزیز خان، مسٹر جسٹس اخلاق حسین، مسٹر جسٹس آر جیسن، مسٹر جسٹس یعقوب علی خان (ایڈیشنل جج ہائی کورٹ مغربی پاکستان) مسٹر جسٹس محمد جان، مسٹر جسٹس محمد بخش اے میمن، مسٹر جسٹس امان اللہ خان، مسٹر جسٹس محمد شریف (ایڈیشنل جج مغربی پاکستان ہائیکورٹ) مسٹر جسٹس انعام اللہ خان، مسٹر جسٹس زیڈ ایچ لاری، مسٹر جسٹس رحیم بخش منشی، مسٹر جسٹس محمد شفیع، مسٹر جسٹس عبدالحمید اور مسٹر جسٹس حبیب اللہ خان (قائم مقام جج مغربی پاکستان ہائیکورٹ) شامل ہیں جونہی مسٹر مشتاق احمد گورمانی اس رسم کے خاتمے کے بعد باہر نکلے توپوں کی سلامی دی گئی۔ اور آپ نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا، اس کے بعد مسٹر مشتاق احمد گورمانی مہمانوں میں جا ملے اور آزادانہ طور پر ان کے ہمراہ ٹہلتے رہے۔

(۳) اسی دن شام کو مغربی پاکستان کی پہلی وزارت نے جو وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب سمیت سات ارکان پر مشتمل ہے۔ لاہور کے گورنمنٹ ہاؤس میں حلف وفاداری اٹھایا ڈاکٹر خان صاحب کے علاوہ نئی کابینہ میں ذیل کے چھ صاحب شامل ہیں:—

(۱) خان قربان علی خان (۲) خان سردار بہادر خان (۳) سید عابد حسین (۴) میاں ممتاز محمد خان دولتانہ (۵) مسٹر محمد ایوب کھوڑو (۶) سردار عبدالحمید خان دستی۔ وزراء سے حلف اٹھوانے کی رسم میاں مشتاق احمد گورمانی گورنر مغربی پاکستان نے ادا کی۔

اخبار نویسوں سے گفتگو

حلف وفاداری کی رسم کے بعد ڈاکٹر خان صاحب نے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میری حکومت کسی سیاسی وابستگی کا خیال کئے بغیر ہر شخص کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے گی۔ اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ میں کسی سیاسی جماعت سے وابستگی اختیار نہیں کروں گا میری نظر میں ہر آدمی برابر ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی جماعت سے ہو۔

وزیر اعلیٰ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا میری حکومت سب سے پہلے سیلاب زدہ علاقوں میں وسیع پیمانے پر امدادی کام انجام دینے کے انتظامات کرے گی تاکہ جتنی جلد ممکن ہو سکے ان علاقوں میں حالات کو معمول پر لایا جا سکے۔

ان سے سوال کیا گیا کہ مغربی پاکستان کی حکومت مرکز سے اس سلسلہ میں مزید مالی امداد طلب کرے گی وزیر اعلیٰ نے کہا ہم خواہ کتنی ہی بڑی رقم کیوں نہ لے لیں اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا بشرطیکہ ہم کام کو منظم طریقے پر انجام نہ دیں سیلاب سے زبردست نقصان ہوا ہے اور اس کی تلافی کا انحصار صرف ہماری تنظیم اور امدادی کام کی رفتار پر ہے۔ وزیر اعلیٰ سے کہا گیا کہ انہوں نے فرنٹیئر کرائم ریگولیشنز، بنگال ریگولیشنز اور دوسرے سیفٹی قوانین کے متعلق مجلس دستور ساز میں جو بیان دیا تھا اس کی وضاحت کریں۔ جواب میں انہوں نے کہا میں نے ان قوانین کو باقی رکھنے کی حمایت ہرگز نہیں کی تھی حقیقت یہ ہے کہ اخبارات میں میری بات کو غلط طریقہ پر پیش کیا گیا ہے، میں نے صرف یہ کہا تھا کہ ان قوانین اور خاص طور پر بنگال ریگولیشنز کو اس مرحلہ پر بیک قلم منسوخ نہیں کیا جا سکتا جب ہم نیا دستور تیار کر لیں گے تو اس وقت یہ قوانین بھی خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر خان صاحب نے مسئلہ کشمیر کے متعلق سوالات کا جواب دینے سے انکار کر دیا اور کہا یہ مسئلہ بہت اہم ہے اور صرف وزیر اعظم ہی کو اس سلسلے میں بات کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

وزیر اعلیٰ نے کہا میں زرعی اصلاحات نافذ کرنے کے حق میں ہوں لیکن اس میں ابھی کچھ وقت لگے گا کیونکہ اس قسم کے اقدامات باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ہی کئے جا سکتے ہیں۔ بہرحال میری حکومت کی پالیسی یہ ہوگی کہ ملک زیادہ سے زیادہ ترقی کرتا رہے۔

وزیر اعلیٰ نے کہا میں ایسی باتیں پسند نہیں کرتا جن پر ہم عمل نہ کر سکتے ہوں۔

اخبارات کو یقین دہانی

انہوں نے اخبارات کو یقین دلایا کہ کسی اخبار کو نقصان نہیں پہنچنے دیا جائے گا اور سب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا جائے گا۔ کسی اخبار پر دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔ اور کسی قسم کی رشوت دینے کی کوشش نہیں کی جائے گی اخبارات کو قومی وسائل پر اپنے خیالات کے اظہار کی مکمل آزادی حاصل ہوگی لیکن اخبارات کو بلیک میلنگ سے گریز کرنا چاہیئے، وزیر اعلیٰ نے اخبارات کو یقین دلایا کہ ان کے خلاف سیفٹی ایکٹ یا اس قسم کے دوسرے قوانین استعمال نہیں ہوں گے۔ انہوں نے قومی پریس سے اپیل کی کہ وہ مغربی پاکستان کی وحدت کو ایک عظیم الشان تاریخی واقعہ بنانے میں حکومت کی امداد کریں۔ انہوں نے اخباری نمائندوں سے کہا کہ عوام کی تربیت کرنا آپ کا فرض ہے اور آپ کو اس فرض کی ادائیگی کا پورا موقع دیا جائیگا اخباری نمائندوں سے اپنی مختصر بات چیت ختم کرتے ہوئے ڈاکٹر خان صاحب نے کہا، جہاں تک عوام کے حقوق اور آزادی کا تعلق ہے ہم دنیا پر یہ ثابت کر دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے۔

شعبوں کی تقسیم

لاہور ۱۴ اکتوبر۔ وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان ڈاکٹر خان صاحب نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ ان کے پاس امن عامہ اور عام نظم و نسق کا شعبہ ہوگا اور خان قربان علی خان کو قبائلی علاقوں کا شعبہ سونپا جائے گا۔ دوسرے وزراء کے محکموں کا اعلان کل صبح تک کر دیا جائے گا۔

نمائندہ آفاق کو معلوم ہوا ہے کہ میاں ممتاز دولتانہ کو خزانہ اور صنعت کے محکمے دئے جائیں گے۔ وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ مغربی پاکستان اسمبلی کے انتخابات کے بعد کابینہ میں توسیع کی جائے گی۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ اسمبلی کے انتخابات ایک مہینہ کے اندر اندر ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر خان صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مغربی پاکستان کابینہ پندرہ وزراء پر مشتمل ہوگی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ پارلیمنٹری سیکرٹریوں کی تعداد کتنی ہوگی، تو انہوں نے کہا "مذاق مت کیجئے"۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

پیغامِ صلح کا خاتم النّبیین نمبر

میلاد النبیؐ کی تقریب پر "پیغام صلح" کا آئندہ پرچہ "خاتم النّبیین نمبر" کے نام سے شائع ہوگا جس میں حضرت مسیح موعودؑ، حضرت امیر مرحوم، حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم اور سلسلہ کے بہت سے دوسرے اہل قلم اصحاب اور بعض دوسرے لوگوں کے بلند پایہ مضامین درج ہوں گے، اس نمبر کا حجم چالیس سے ساٹھ صفحات تک ہوگا جس میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے کمالات اور آپؐ کی ختم نبوت پر ہر پہلو سے مفصّل روشنی ڈالی گئی ہے، جن دوستوں کو اس نمبر کی زیادہ کاپیاں مطلوب ہوں وہ مہربانی فرما کر مطلوبہ تعداد سے جلد از جلد مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ طباعت کے وقت اس کا خیال رکھا جائے، بہتر ہوگا کہ ایسے دوست ان لوگوں کے نام اور پتے مرکز میں بھیجدیں جن کے نام انہوں نے زاید پرچے بھجوانے ہوں، تاکہ یہاں سے براہ راست بھیج دیئے جائیں، جو دوست خود دوسروں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں ان کا اختیار ہے لیکن مطلوبہ زاید پرچوں کی اطلاع زیادہ سے زیادہ ۲۵ر اکتوبر تک آجانی چاہیئے۔ والسلام۔

خاکسار۔ عنایت علی خاں

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے، بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے۔ اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے، ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا اُن میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں، اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۵ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصّہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے اگر ۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۵ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو مجبوراً ۷ر نومبر ۱۹۵۵ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ ان کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جو اُن کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر پیغام صلح)

سالم

نمبر	رقم
۱۰۲	10|-|-
۱۳۱	6|-|-
۱۳۹	6|-|-
۱۴۲	19|-|-
۱۵۷	6|-|-
۱۶۱	6|-|-
۲۳۲	6|-|-
۲۴۶	6|-|-
۲۸۲	6|-|-
۲۹۵	12|-|-
۲۹۷	30|-|-
۳۲۷	6|-|-
۴۷۸	6|-|-
۴۸۱	6|-|-
۵۰۷	12|-|-
۵۲۹	24|-|-
۵۹۱	6|-|-
۶۰۹	6|-|-
۷۰۴	6|-|-
۷۴۹	6|-|-
۷۹۹	6|-|-
۷۲۴	6|-|-
۹۴۴	6|-|-

رعایتی

نمبر	رقم
۷۹۲	4|-|-
۸۱۰	4|-|-
۸۷۹	12|-|-
۸۹۹	24|-|-
۹۰۲	12|-|-
۹۰۷	16|-|-
۳۸۴	3|-|-

خط و کتابت کرتے ... [illegible] ... والدین منیجر

مقالہ ـــ (بقیہ ص ۳)

کا ایک کھلا نقشہ ہے، جس سے عبرت حاصل کرنا ضروری ہے، حضرت مجدد وقت نے آج سے ساٹھ سال پہلے بار بار اس کی طرف توجہ دلائی لیکن افسوس ہے کہ دنیا نے غفلت کو نہ چھوڑا اور بد اعمالیاں دن بدن بڑھتی ہی چلی گئیں، اب بھی اس تازیانہ سے ہماری آنکھیں کھلیں اور اس بات پر اور خوش ہو جائیں کہ ہم نے بڑے حوصلہ اور صبر و استقلال سے اس کا مقابلہ کیا اور کوئی تبدیلی ہمارے اعمال میں پیدا نہ ہو، تو ڈر ہے کہ وہی حالت نہ ہو کہ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اللہ تعالےٰ ایسی ظالم قوم بننے سے بچائے اور اپنے فضل اور کرم سے ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو اس کے فضلوں اور رحمتوں کے وارث ہوتے ہیں اس کا فرمان ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ اللہ تعالےٰ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتا درآنحالیکہ اس کے رہنے والے اصلاح یافتہ ہوں، دُعا ہے اللہ تعالےٰ اہل پاکستان کو بھی ان اصلاح یافتہ لوگوں میں شامل کر دے اور آیندہ اپنے غضب اور عذاب سے بچا لے۔

اس مضمون کا ایک اور پہلو بھی ہے جو قوانین نیچر سے پیش آنے والے حادثات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بھی کہ آیا عذاب الٰہی کا تعلق اختلاف عقاید سے بھی ہوتا ہے یا نہیں، اس پر آیندہ صحبت میں غور کیا جائے گا انشاء اللہ تعالےٰ۔

سیلاب زدہ لوگوں کی امداد و اعانت کیجئے

پنجاب میں سیلاب کی وجہ سے جو ہولناک تباہی اور ہوئی ہے اور جو نقصانات لوگوں کو برداشت کرنے پڑے ہیں ان میں لوگوں کی امداد و اعانت ہر ایک خواہ انسانیت اور ہر دردمند مسلمان کا لازمی فرض ہے اس فرض کی بجا آوری کیلئے حکومت نے بھی ملک کی تمام سیاسی و غیر سیاسی جماعتوں اور پارٹیوں سے امداد کی اپیل کی ہے اور بعض جماعتیں اس اپیل سے پہلے ہی اس نیک کام میں عملی حصہ لے رہی ہیں ہماری جماعت کا بھی فرض ہے کہ وہ اس میں حتی المقدور حصہ لے اور سیلاب زدگان کے مصائب کو کم کرنے اور ان کے نقصانات کی تلافی کے لئے جو امداد بھی ممکن ہو انہیں دی جائے۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ خود ہماری جماعت کے بھی بعض افراد کو سیلاب کی وجہ سے کچھ نہ کچھ نقصان اٹھانا پڑا ہے، ان میں سے بعض وہ ہیں جو خدا کے فضل سے کافی آسودہ حال ہیں اور اپنے نقصان کی تلافی خود کر سکتے ہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں جن کے لئے از خود اس کی تلافی مشکل ہے ایسے تمام لوگوں کی اعانت ہمارا قومی فرض ہے، اور ہم اپنے خوشحال اور مستطیع احباب سے اُمید کرتے ہیں کہ وہ اس فرض کی ادائیگی میں حتی الوسع کوشاں ہونگے اور اپنے بھائیوں کی عام اس سے کہ وہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں، دامے، درمے، قدمے امداد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے اور اس کی اطلاع مرکز کو بھیجکر ممنون فرمائیں گے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ انجمن کی طرف سے اکا دکا میں مستحق افراد کی امداد غلہ وغیرہ سے کی جاری ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام مصیبت زدوں پر اپنی رحمت اور فضل نازل فرمائے۔

عنایت علی خان

مطبوعہ ٹائمیل اینڈ گرین پریس میران چمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

پیغام صلح ۱۹ر اکتوبر ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۴۳

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
ٹیلی فون نمبر ۳۰۳۷۴
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

ہفت روزہ
پیغامِ صلح
لاہور "پاکستان"

یوم چہار شنبہ۔ مورخہ ۹ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ۔ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۵

نذرِ عقیدت

بحضور سرورِ کائنات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

از جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى
الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ
وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ
بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ ۲: ۱۷۷)

بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو۔ لیکن بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے، اور اس کی محبت کے لئے رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں مال دے، اور نماز کو قائم کرے۔ اور زکوٰۃ دے۔ اور اپنے اقراروں کو پورا کرنے والے ہوں جب کہ وہ اقرار کریں، اور صبر کرنے والے ہوں، تنگی اور تکلیف میں اور مقابلہ کے وقت بھی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی متقی ہیں۔

نذرِ عقیدت

بحضور سیّد الانام سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲ ربیع الاوّل کا یوم سعادت چمنستانِ عالم میں صبح جاں نواز کا حکم رکھتا ہے۔ اس روز رحمت الٰہی کی بدلیوں سے ریگستانِ حجاز میں ابرِ کرم کی بوندیں پڑیں۔ وہ مبارک دن ہے۔ جس کی انتظار میں کروڑوں سال چرخِ کہن لیل و نہار کی کروٹیں بدلتا رہا، اس دن دعائے خلیل قبول ہوئی۔ یہ تکمیلِ ہدایت کا دن ہے اس روز شریعت ربانی آخری مرحلہ پر پہنچ گئی اور سعادت بشری کے آخری پیغامبر رحمت للعالمین، ختم المرسلین "یتیم عبداللہ" جگر گوشۂ آمنہ، شاہِ مدینہ، فرمانروائے عالم، شہنشاہ کونین، عالمِ قدس سے عالمِ امکان پر تشریف فرما ہوئے۔" اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد و بارک وسلم علیہ انک حمید مجید

آج کے دن معلّمِ ربانی کا یوم میلاد ہے۔ اس دن کی عظمت کو انسانیت اس وقت تک نہیں بھُلا سکتی۔ جب تک اس کو نیکی اور سچائی کی ضرورت ہے۔ آج کے دن تمام دنیا کے مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم (ان اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبیؐ ط یا ایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر سلام بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اس پر صلوٰۃ بھیجو۔ اور سلام بھیجو (اچھا) سلام کے ماتحت نبی کریمؐ پر کروڑہا درود و سلام بھیجتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

محمد عربی، تمام قوموں، تمام زمانوں، اور تمام قسم کے آدمیوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں، آپؐ انسانیت کے لئے اس وجہ سے اسوۂ حسنہ ہیں، کہ آپؐ کی زندگی میں ایک فرمانروا، ایک جرنیل، ایک سپاہی، ایک قانون ساز، ایک قاضی ایک جج، ایک انتظامی معاملات کو طے کرنے والے ایک افسر ایک مزدور کے لئے نمونہ موجود ہے۔ آپؐ کی زندگی میں مصائب و مشکلات کے وقت صبر و استقلال کا نمونہ موجود ہے۔ اور دشمنوں پر فتح پا کر رحم و عفو کرنے کا نمونہ موجود ہے۔ آپؐ صاحب اولاد تھے۔ آپؐ کی زندگی میں فرزند اور باپ کے لئے بھی نمونہ موجود ہے۔ کیا انسانیت اولوالعزم شاہنشاہوں، فلاسفروں، اور جرنیلوں وغیرہ کی زندگیوں سے کوئی ایسا نمونہ پیش کر سکتی ہے جس نے محمدؐ عربی کی طرح انسانوں کو راستباز بنایا ہو، اور خدا کی عدالت و صداقت کو دنیا پر قائم کیا ہو۔ اور ظلم و فساد کے زہر سے دنیا کو صاف کر دیا ہو، اور ضعیفوں، ناتوانوں، یتیموں، بیکسوں اور بیواؤں کو انسانی درندوں کے جبر اور ظلم و ستم سے بچایا ہو۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے، تو پھر بتلاؤ، انسانیت کے لئے اسوہ حسنہ ...... رسولؐ عربی کے علاوہ کون ہے؟

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

نبی کریم صلعم کی زندگی قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے، یتیموں اور بیکسوں کے ملجا و ماویٰ کی زندگی ان آیات قرآنی کا مرقع ہے الم یجدک یتیماً فاویٰ ہ ووجدک ضالاً فھدیٰ ہ ووجدک عائلاً فاغنیٰ ہ فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر ہ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا۔ سو پناہ دی اور تجھے طالب پایا۔ تو ہدایت دی۔ اور تجھے تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔ سو یتیم پر سختی نہ کر۔ اور سائل کو نہ ڈانٹ۔ اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرتا رہ۔

یہ پاکیزہ تعلیم اسلام کی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ یہ تعلیم لوگوں کے دلوں میں سیدھی اتر گئی۔ اور وہ اسلام کے شیدائی بن گئے۔ آپؐ نے سکھایا کہ دین چند باتوں کا زبان سے کہہ لینے کا نام نہیں ہے۔ اصل دین عمل ہے۔ اور یتیموں، بیکسوں، سائلوں سے ہمدردی ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم ہی ایک انسانؐ ہے جس نے امیروں کا مال یتیموں، بیکسوں، بیواؤں اور مسکینوں کو دلایا اور صلہ رحمی کی تعلیم دی۔ آپ سے بڑھ کر مسکینوں کا ہمدرد کوئی پیدا نہیں ہوا۔

آپؐ کی ہر اخلاقی قوت کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپؐ کی ہر نیکی کا اظہار اس وقت ہوا جب حالات کلیتہً آپ کے مخالف تھے۔ آپؐ اخلاق اور روحانیت کے کمالات میں تمام انسانوں پر فوقیت لے گئے۔ آپؐ کا علم اس کمال کو پہنچا جس کے آگے ترقی ممکن نہیں۔ علم و عمل کے لحاظ سے آپؐ کی وہ تکمیل کی گئی جس کے آگے انسان کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ آپؐ کو معراج میں مجاہدات دکھائے گئے جس خصوصیت میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔ آپؐ کا نورِ نبوّت علم و عمل دونوں میں کمال کو پہنچ گیا اس وجہ سے آپؐ خاتم النبیین ہوئے۔ اب دنیا کو کسی اور نور کی حاجت نہیں۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین

اس پیغمبر کی رحمت عام ہے۔ جب یہ روحانی آفتاب فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوا تو اس کی فیضان بخشی سے گورے کالے اور عربی عجمی کی کوئی تمیز نہ رہی۔ اس "آفتابِ توحید" کو رب العالمین نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

آفتابِ رسالت کا معجزہ

نبی کریم صلعم نے جس قوم کے سامنے قرآن کو پیش کیا۔ اس کا کردار کیا تھا؟ ان کی راتیں شراب خوری، ناچ اور گانے بجانے میں گذرتی تھیں، وہ دن کو جوا کھیلتے تھے۔ معمولی معمولی باتوں میں آپس میں جھگڑتے تھے۔ قرآن کی باتوں کا یہ اثر ہوا۔ کہ انہوں نے راتوں کی فحاشی اور دن کی بیہودگیوں کو چھوڑ دیا ان کی زندگیاں بدل گئیں وہ دن کو کام میں مشغول رہتے۔ اور رات کو یاد الٰہی میں مصروف ہوتے۔ شراب پی کر عیاشی کرنے والے محبت الٰہی کے نشے سے ایسے مسرور ہوئے کہ ساری ساری رات عبادت الٰہی میں صرف کرنے لگے۔ انسانیت کے محسنؐ اعظم نے انقلاب پیدا کر کے قوموں کی تقدیر اور زندگی کی قدروں کو بدل دیا یہی محمد رسول اللہ صلعم کا معجزہ تھا قوت قدسی تھی، فحش شعر کہنے والی اور ان فحش شعروں سے اپنی مجلسوں کی رونق بڑھانے والی قوم جو زناکاری اور شراب خوری کی نہ صرف عادی تھی۔ بلکہ ان پر فخر کرتی تھی۔ اس میں انسانی شرافت کا وہ احساس پیدا ہو گیا کہ وہ دوسرے کی عورت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ خیال کرتے تھے۔ اور یہ محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی کا نتیجہ تھا۔

ورفعنا لک ذکرک

محمد رسول اللہ صلعم ہی ایک انسانؐ ہیں جن کا ذکر تمام سمجھدار انسان نہایت عزت و وقعت سے کرتے ہیں۔ مسلمان، اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کا نام لیتے ہیں۔ اور خدا نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہاں قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فرما کر آپؐ کی فرمانبرداری کی تاکید کی ہے۔

آج بھٹکی ہوئی دنیا کو روشنی کی تلاش ہے وہ ضابطہ حیات جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول پر نازل کیا۔ اور جس پر آپؐ نے عمل کیا۔ آج بھی موجود ہے۔ آیئے بہکے ہوئے دماغوں کو یکسوئی عطا کرنے کے لئے اس کا مطالعہ کریں۔ اور اپنی زندگی میں اسلامی سوز و گداز، اسلامی شان و عظمت پیدا کریں۔ اور آفتاب رسالت کے اسوۂ حسنہ پر عمل کریں۔

اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ
آل سیّدنا محمد وبارک
وسلم علیہ انک حمید مجید

عنایت علی خاں

محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صدی چہاردہم

خدا کے وجود کا پتہ دینے والے اور اس کے واحد لاشریک ہونے کا علم لوگوں کو سکھلانے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں اگر یہ مقدس لوگ دنیا میں نہ آتے تو صراطِ مستقیم کا یقینی طور پر پانا ایک ممتنع اور محال امر تھا۔ اگرچہ زمین و آسمان پر غور کر کے اور ان کی ترتیب ابلغ اور محکم پر نظر ڈال کر ایک صحیح الفطرت اور سلیم العقل انسان دریافت کر سکتا ہے کہ اس کارخانۂ پُرحکمت کا بنانے والا کوئی ضرور ہونا چاہئے۔ لیکن اس فقرہ میں کہ ضرور ہونا چاہئے اور اس فقرہ میں کہ واقعی وہ موجود ہے۔ بہت فرق ہے۔ واقعی وجود پر اطلاع دینے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں جنہوں نے ہزارہا نشانوں اور معجزات سے دنیا پر ثابت کر دکھایا کہ وہ ذات جو مخفی در مخفی اور تمام طاقتوں کی جامع ہے۔ درحقیقت موجود ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس قدر عقل بھی کہ نظامِ عالم کو دیکھ کر صانع حقیقی کی ضرورت محسوس ہو یہ . . . . نبوت کی شعاعوں سے ہی مستفیض ہے۔ پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔ خدا کا شناخت کرنا نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے۔ اس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے۔ کہ بجز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے۔ نبی خدا کی صورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے۔ اسی آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔ جب خدا تعالےٰ اپنے تئیں دنیا پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو نبی کو جو اس کی قدرتوں کا مظہر ہے دنیا میں بھیجتا ہے۔ اور اپنی وحی اس پر نازل کرتا ہے۔ اور اپنی ربوبیت کی طاقتیں اس کے ذریعہ سے دکھلاتا ہے۔ تب دنیا کو پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ پس جن لوگوں کا وجود ضروری طور پر خدا کے قدیم قانون ازلی کے رو سے خدا شناسی کے لئے معتبر ہو چکا ہے ان پر ایمان لانا توحید کا ایک جزو ہے اور بجز اس ایمان کے توحید کامل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ بغیر ان آسمانی نشانوں اور قدرت نما عجائبات کے جو نبی دکھلاتے ہیں۔ اور معرفت تک پہنچاتے ہیں۔ وہ خالص توحید جو چشمۂ یقین کامل سے پیدا ہوتی ہے میسر آ سکے۔ وہی ایک قوم ہے جو خدا نما ہے۔ جن کے ذریعہ سے وہ خدا جس کا وجود دقیق در دقیق اور مخفی در مخفی اور غیب الغیب ہے ظاہر ہوتا ہے اور ہمیشہ سے وہ کنزِ مخفی جس کا نام خدا ہے نبیوں کے ذریعہ سے ہی شناخت کیا گیا ہے۔ ورنہ وہ توحید جو خدا کے نزدیک توحید کہلاتی ہے جس پر عملی رنگ کامل طور پر چڑھا ہوا ہوتا ہے اس کا حاصل ہونا بغیر ذریعۂ نبی کے جیسا کہ خلافِ عقل ہے' ویسا ہی خلافِ تجارب سالکین ہے۔ بعض نادانوں کو جو یہ وہم گزرتا ہے کہ گویا نجات کے لئے صرف توحید کافی ہے نبی پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔ گویا وہ روح کو جسم سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وہم سراسر دلی کوری پر مبنی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جبکہ توحید حقیقی کا وجود ہی نبی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور بغیر اس کے ممتنع اور محال ہے تو وہ بغیر نبی پر ایمان لانے کے میسّر کیونکر آ سکتی ہے۔ اور نبی کو جو جڑھ توحید کی ہے۔ ایمان لانے میں علیحدہ کر دیا جائے تو توحید کیونکر قائم رہے گی۔ توحید کا موجب اور توحید کا پیدا کرنے والا اور توحید کا باپ اور توحید کا سرچشمہ نبی ہوتا ہے۔ پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعوےٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریتِ شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے؟ اور توحید کا مظہر اتم صرف نبی ہی ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے خدا کا مخفی چہرہ نظر آتا ہے اور پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے۔ بس اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے۔ بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلےٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی تھی۔ ان کو نجاست سے اٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلےٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا۔ پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا۔ اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا۔ اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے جا ہاتھ ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی امت کی نسبت ظہور میں نہ آئی۔ کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے۔

انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کامل راستبازی کی قوی حجت پیش کر کے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا۔ جیسا کہ یہ الزام قرآن شریف میں . . . حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے۔ جہاں فرمایا ہے فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون (سورۃ یونس۔ الجزو ۱۱) یعنی میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افترا کروں۔ دیکھو میں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں۔ کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افترا ثابت کیا؟ پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں۔ یعنی یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آج تک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔ غرض انبیاء کے واقعات عمری اور ان کی سلامت روشی ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر ان کے واقعات کو ہی دیکھا جائے تو ان کی صداقت ان کے واقعات سے ہی روشن ہو رہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل ان تمام براہین اور دلائل صدق نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے قطع نظر کر کے محض اُن کے حالات پر ہی غور کرے تو بلاشبہ انہیں حالات پر غور کرنے سے ان کے نبی صادق ہونے پر دل سے یقین کرے گا۔ اور کیونکر یقین نہ کرے وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطر ہیں کہ حق کے طالبوں کے دل بلا اختیار ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ خیال کرنا چاہئے کہ کس استقلال سے آنحضرت اپنے دعوئے نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اوّل سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے' برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے۔ اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے۔ کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گزرتا تھا بلکہ نبوت کا دعوےٰ کرنے سے ازدست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا۔ بارہا زہر دی گئی اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے' اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں۔ اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا۔ کوئی عمارت نہ بنائی۔ کوئی بارگاہ تیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا کوئی اور ذاتی نفع نہ اٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبرگیری میں خرچ ہوتا رہا۔ اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔ اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا جو اپنے اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنا لیا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی کیونکہ ان کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بد اعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیح کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا دل نہایت جل گیا۔ اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے۔ اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا گیا۔ کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا حضرت عیسےٰ کو نہ خدا' نہ خدا کا بیٹا

قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے کیونکہ ان کو بھی ان کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدار نجات کا صرف توحید ٹھہرائی گئی۔ اب جائے انصاف ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی یہی تدبیر تھی؟ کہ ہر ایک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دل آزار باتیں سنائی گئیں۔ کہ جس سے سب نے مخالفت پر کمر باندھ لی اور سب کے دل ٹوٹ گئے۔ اور قبل اس کے کہ اپنی کچھ ذرّہ بھی جمعیت بنی ہوتی یا کسی کا حملہ رد کرنے کے لئے کچھ طاقت بہم پہنچ جاتی سب کی طبیعت کو ایسا اشتعال دے دیا کہ جس سے وہ خون کرنے کے پیاسے ہو گئے۔ زمانہ سازی کی تدبیر تو یہ تھی کہ جیسا بعضوں کو جھوٹا کہا تھا ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا۔ تا اگر بعض مخالف ہوتے تو بعض موافق بھی رہتے۔ بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا کہ تمہارے ہی لات و عزےٰ سچے ہیں تو وہ اسی دم قدموں پر گر پڑتے اور جو چاہتے ان سے کراتے کیونکہ وہ سب خویش و اقارب اور حمیت قومی میں بے مثل تھے۔ اور ساری بات مانی منائی تھی صرف تعلیم بت پرستی سے خوش ہو جاتے۔ اور بدل و جان اطاعت اختیار کرتے لیکن سوچنا چاہیئے کہ آنحضرت کا یکلخت ہر ایک خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف توحید کو جو ان دنوں میں اس سے زیادہ دنیا کیلئے کوئی نفرتی چیز نہ تھی اور جس کے باعث سے صدہا مشکلیں پڑتی جاتی تھیں بلکہ جان سے مارے جانا نظر آتا تھا مضبوط پکڑ لینا یہ کس مصلحت دنیوی کا تقاضا تھا۔ اور جب کہ پہلے اسی کے باعث سے اپنی تمام دنیا اور جمعیت برباد کر چکے تھے تو پھر اسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے کہ جسکو ظاہر کرتے ہی نومسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت سخت ماریں نصیب ہوئیں کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا دنیا کمانے کے لئے یہی ڈھنگ تھا کہ ہر ایک کو کلمۂ تلخ جو اس کی طبع اور عادت اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا سنا کر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا دیا اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا۔ جو لوگ طامع اور مکار ہوتے ہیں کیا وہ ایسی ہی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ جس سے دوست بھی دشمن ہو جائیں؟ جو لوگ کسی مکر سے دنیا کو کمانا چاہتے ہیں کیا ان کا یہی اصول ہوا کرتا ہے؟ کہ یک بارگی ساری دنیا کو عداوت کرنے کا جوش دلائیں۔ اور اپنی جان کو ہر وقت کی فکر میں ڈالیں؛ وہ تو اپنا مطلب سادھنے کے لئے سب سے صلحکاری اختیار کرتے ہیں۔ اور ہر ایک فرقہ کو سچائی کا ہی سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔ خدا کے لئے یک رنگ ہو جانا ان کی عادت کہاں ہوا کرتی ہے۔ خدا کی وحدانیت اور عظمت کا کب وہ کچھ دھیان رکھا کرتے ہیں؟! ان کو اس سے غرض کیا ہوتی ہے کہ ناحق خدا کے لئے دکھ اٹھاتے پھریں۔ وہ تو صیاد کی طرح وہی دام بچھاتے ہیں کہ جو شکار مارنے کا بہت آسان راستہ ہوتا ہے اور وہی طریق اختیار کرتے ہیں کہ جس میں محنت کم اور فائدہ دنیا کا زیادہ ہو نفاق ان کا پیشہ اور خوشامد ان کی سیرت ہوتی ہے۔ سب سے میٹھی میٹھی باتیں کرنا اور ہر ایک چور اور ساہد سے برابر رابطہ رکھنا ان کا ایک خاص اصول ہوتا ہے مسلمانوں سے اللہ اللہ اور ہندوؤں سے رام رام کہنے کو ہر وقت

مستعد رہتے ہیں۔ اور ہر ایک مجلس میں ہاں سے ہاں اور نہیں سے نہیں ملاتے رہتے ہیں۔ اور اگر کوئی میر مجلس دن کو رات کہے تو چاند اور گیٹیاں دکھانے کو بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ ان کو خدا سے کیا تعلق اور اس کے ساتھ وفاداری کرنے سے کیا واسطہ اور اپنی خوش باش جان کو مفت میں ادھر اُدھر کا غم لگا لینا انہیں کیا ضرورت استاد نے ان کو سبق یہی ایک پڑھایا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کو یہی بات کہنا چاہیئے کہ جو تیرا راستہ ہے وہی سیدھا ہے۔ اور جو تیری راہ ہے وہی درست ہے اور جو تو نے سمجھا ہے وہی ٹھیک ہے۔ غرض ان کی راست اور ناراست اور حق اور باطل اور نیک اور بد پر کچھ نظر ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ جس کے ہاتھ سے ان کا کچھ منہ میٹھا ہو جائے وہی ان کے حساب میں بھگت اور سدھ اور عقلمند ہوتا ہے۔ اور جس کی تعریف سے کچھ پیٹ کا دوزخ بھرتا نظر آئے۔ اسی کو مکتی پانے والا اور سورگ کا وارث اور حیات ابدی کا مالک بنا دیتے ہیں لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرتؐ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جانباز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آئے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولا کا حکم بجا لائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔ پس ذرا ایمانداری سے سوچنا چاہیئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرتؐ کے اندرونی صداقت پر دلالت کرتے ہیں ماسوا اس کے جب عاقل آدمی ان حالات پر اور بھی غور کرے کہ وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرت مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادیٔ آسمانی کی اشد محتاج تھی اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی۔ اور لاکھوں سینوں پر لا الٰہ الا اللہ کا نقش جما دیا اور جو نبوۃ کی علت غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کے اسکو ایسا کمال تک پہنچایا۔ جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا تو ان واقعات پر لحاظ ڈالنے سے بلا اختیار یہ شہادت دل سے جوش مار کر نکلے گی کہ آنحضرتؐ ضرور خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں۔ جو شخص تعصب اور ضدیت سے انکاری ہو اسکی مرض

تو لاعلاج ہے۔ خواہ وہ خدا سے بھی منکر ہو جائے ورنہ یہ سارے آثار صداقت جو آنحضرتؐ میں کامل طور پر جمع ہیں کسی اور نبی میں کوئی ایک تو ثابت کر دکھلاوے۔

آج صفحۂ دنیا میں وہ شے کہ جس کا نام توحید ہے بجز امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی فرقہ میں نہیں پائی جاتی اور بجز قرآن شریف کے اور کسی کتاب کا نشان نہیں ملتا کہ جو کروڑہا مخلوقات کو وحدانیت الٰہی پر قائم کرتی ہو اور کمال تعلیم سے اس سچے خدا کی طرف رہبر ہو۔ ہر یک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی خدا بنا لیا اور مسلمانوں کا وہی خدا ہے جو قدیم سے لازوال اور غیر مبدل اور اپنی ازلی صفتوں میں ایسا ہی ہے جو پہلے تھا۔ سو یہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ جن سے ہادیٔ اسلام کا صدق نبوت اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ معنے نبوت کے اور علت غائی رسالت اور پیغمبری کی انہیں کی ذات بابرکات میں ثابت اور محقق ہو رہی ہے اور جیسا کہ مصنوعات سے صانع شناخت کیا جاتا ہے ویسا ہی عاقل لوگ اصلاح موجودہ سے اس مصلح ربانی کی شناخت کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہزارہا ایسے اور بھی واقعات ہیں کہ جن سے آنحضرتؐ کا مؤید بتائید الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بیکس امی یتیم تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنے براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بیکسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھا دیا اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی؟ کیا تمام دنیا پر عقل و علم اور طاقت اور زور میں غالب آ جانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے۔ خیال کرنا چاہیئے کہ جب آنحضرتؐ نے پہلے پہل مکے کے لوگوں میں منادی کی کہ میں نبی ہوں اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا اور کس بادشاہ کا خزانہ اس کے قبضہ میں آ گیا تھا کہ جس پر اعتماد کر کے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی؟ یا کون سی فوج اکٹھی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں کے حملوں سے امن ہو گیا تھا۔ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اسوقت آنحضرت زمین پر اکیلے اور بیکس اور بے سامان تھے۔ صرف انکے ساتھ خدا تھا جس نے ان کو ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا تھا۔ پھر ذرا اسطرف بھی غور کرنی چاہیئے کہ وہ کس مکتب میں پڑھتے تھے اور کس سکول کا پاس حاصل کیا تھا؟ کب انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں اور آریہ لوگوں وغیرہ دنیا کے فرقوں کی مقدس کتابیں مطالعہ کی تھیں۔ پس اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے تو کیونکر اس میں تمام دنیا کے علوم حقہ الٰہیہ لکھے گئے۔ اور وہ تمام ادلۂ کاملہ علم الٰہیات کی کہ جن کے استیفاء اور تصحیح لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے۔ اور ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے ڈوبتے مر گئے۔ وہ کس فلاسفر بے مثل و مانند نے قرآن شریف میں درج کر دیں اور کیونکر وہ اعلیٰ درجہ کی مدلل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن دلائل کو دیکھ کر ہر ایک مغرور حکیم یونان اور ہند کے

اگر کچھ شرم ہو تو جیتے ہی مر جائیں - ایک غریب امی کے ہونٹوں سے نکلیں اس قدر دلائل صدق کی پہلے نبیوں میں کہاں موجود ہیں - آج دنیا میں وہ کون سی کتاب ہے جو ان سب باتوں میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکتی ہے کس امی پر وہ سب واقعات جو ہم نے بیان کئے مثل آنحضرت ؐ کے گذرے ہیں۔

اور یہ وسوسہ کہ خدا نے اپنی کتاب امیوں اور بدوؤں کے لئے بھیجی ہے (ان کی سمجھ کے موافق چاہئے) ٹھیک نہیں ہے - اول تو اس میں یہ جھوٹ ہے کہ وہ کلام نرا امیوں کی تعلیم کے لئے نازل ہوا ہے - خدا نے تو آپ ہی فرمایا ہے کہ تمام دنیا اور مختلف طبائع کی اصلاح کے لئے یہ کتاب نازل ہوئی ہے - جیسے امی اس کتاب میں مخاطب ہیں ایسے ہی عیسائی اور یہودی اور مجوسی اور صابئین اور لا مذہب اور دہریہ وغیرہ تمام فرقے مخاطب ہیں اور سب کے خیالات فاسدہ کا اسمیں رد موجود ہے اور سب کو سنایا گیا ہے - قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (الجزو ۹) پھر جب کہ ثابت ہے کہ قرآن شریف کو تمام دنیا کے طبائع سے کام پڑا تو تم خود ہی سوچو کہ اس صورت میں لازم تھا یا نہیں کہ وہ ہر ایک طور کی طبیعت پر اپنی عظمت اور حقانیت کو ظاہر کرتا اور ہر ایک طور کے شبہات کو مٹاتا ماسوا اس کے اگرچہ اس کلام میں امی بھی مخاطب ہیں مگر یہ تو نہیں کہ خدا امیوں کو امی ہی رکھنا چاہتا تھا - بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ جو طاقتیں انسانیت اور عقل کی ان کی فطرت میں موجود ہیں - وہ مکمن قوت سے حیز فعل میں آ جائیں۔

قرآن شریف میں جس قدر باریک صداقتیں علم دین کی اور علوم دقیقہ الٰہیات کے اور براہین قاطعہ اصول حقہ کے مع دیگر اسرار اور معارف کے مندرج ہیں - اگرچہ وہ تمام فی حد ذاتہا ایسے ہیں کہ قوائے بشریہ ان کو بہ ہیئت مجموعی دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور کسی عاقل کی عقل ان کے دریافت کرنے کے لئے بطور خود سبقت نہیں کر سکتی - کیونکہ پہلے زمانوں پر نظر استقرائی ڈالنے سے ثابت ہو گیا ہے کہ کوئی حکیم یا فیلسوف ان علوم و معارف کا دریافت کرنے والا نہیں گزرا - لیکن اس جگہ عجیب در عجیب اور بات ہے یعنی یہ کہ وہ علوم اور معارف ایک ایسے امی کو عطا کئے گئے کہ جو لکھنے پڑھنے سے ناآشنا محض تھا - جس نے عمر بھر کسی مکتب کی شکل نہیں دیکھی تھی اور نہ کسی کتاب کا کوئی حرف پڑھا تھا - اور نہ کسی اہل علم یا حکیم کی صحبت میسر آئی تھی بلکہ تمام عمر جنگلوں اور وحشیوں میں سکونت رہی - انہیں میں پرورش پائی اور انہیں میں سے پیدا ہوئے اور انہیں کے ساتھ اختلاط رہا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امی اور ان پڑھ ہونا ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ کوئی تاریخ دان اسلام کا اس سے بے خبر نہیں لیکن چونکہ یہ امر آئندہ فصلوں کے لئے بہت کارآمد ہے اسی لئے ہم کسی قدر آیات قرآنی لکھ کر امیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ثابت کرتے ہیں - سو واضح ہو کہ وہ آیات بہ تفصیل ذیل ہیں :- قال اللہ تعالیٰ هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (سورۃ جمعہ الجزو نمبر ۲۸) وہ خدا ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا - ان پر وہ اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں پھنسے ہوئے تھے - عذابی اصیب به من اشاء ورحمتی وسعت کل شیء فسأکتبها للذین یتقون ویؤتون الزکوٰة والذین هم بآیاتنا یؤمنون - الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل یامرهم بالمعروف وینهاهم عن المنکر ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم - فالذین آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون - قل یا ایها الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی له ملک السموات والارض لا اله الا هو یحیی ویمیت - فآمنوا بالله ورسوله النبی الامی الذی یؤمن بالله وکلماته واتبعوه لعلکم تهتدون - سورۃ اعراف الجزو نمبر ۹۔

میں جسکو چاہتا ہوں عذاب پہنچاتا ہوں - اور میری رحمت نے ہر چیز پر احاطہ کر رکھا ہے - سو میں ان کے لئے جو ہر یک طرح کے شرک اور کفر اور فواحش سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیز ان کے لئے جو ہماری نشانیوں پر ایمان کامل لاتے ہیں اپنی رحمت لکھوں گا وہ وہی لوگ ہیں جو اس رسول نبی پر ایمان لاتے ہیں کہ جس میں ہماری قدرت کاملہ کی دو نشانیاں ہیں - ایک تو بیرونی نشان کہ توریت اور انجیل میں اسکی نسبت پیشگوئیاں موجود ہیں جن کو وہ آپ ہی اپنی کتابوں میں موجود پاتے ہیں - دوسری وہ نشانی کہ خود اس نبی کی ذات میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ باوجود امی اور ناخواندہ ہونے کے ایسی ہدایت کامل لایا ہے کہ ہر یک قسم کی حقیقی صداقتیں جن کی سچائی کو عقل دشرح شناخت کرتی ہے اور جو صفحۂ دنیا پر باقی نہیں رہی تھیں لوگوں کی ہدایت کیلئے بیان فرماتا ہے اور ان کو اس کے بجا لانے کیلئے حکم کرتا ہے اور ہر یک نامعقول بات سے کہ جس کی سچائی سے عقل و شرح انکار کرتی ہے منع کرتا ہے اور پاک چیزوں کو پاک اور پلید چیزوں کو پلید ٹھہراتا ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے سر پر سے وہ بھاری بوجھ اتارتا ہے جو ان پر چڑھے ہوئے تھے - اور جن طوقوں میں وہ گرفتار تھے ان سے خلاصی بخشتا ہے - سو جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کو قوت دیں - اور اسکی مدد کریں اور اس نور کی بکلی مطابعت اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی لوگ نجات یافتہ ہیں - لوگوں کو کہدے کہ میں خدا کی طرف سے تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں - وہ خدا جو بلا شرکت الغیری آسمان اور زمین کا مالک ہے - جس کے سوا اور کوئی خدا قابل پرستش نہیں زندہ کرتا ہے - پس اس خدا پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے ایمان لاؤ وہ نبی جو اللہ اور اس کے کلموں پر ایمان لاتا ہے اور تم اسکی پیروی کرو تا تم ہدایت پاؤ - وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناه نورا نهدی به من نشاء من عبادنا وانک لتهدی الی صراط مستقیم۔

اور اسی طرح ہم نے اپنے امر سے تیری طرف ایک روح نازل کی ہے - تجھے معلوم نہ تھا کہ کتاب اور ایمان کسے کہتے ہیں - پر ہم نے اسکو ایک نور بنایا ہے جسکو ہم چاہتے ہیں ذریعہ اسکے ہدایت دیتے ہیں اور یہ تحقیق سیدھے راستہ کی طرف تو ہدایت دیتا ہے وماکنت تتلوا من قبله من کتاب ولا تخطه بیمینک اذا لارتاب المبطلون بل هو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجحد بآیاتنا الا الظالمون - سورۃ العنکبوت الجزو نمبر ۲۱۔

اور اس سے پہلے تو کسی کتاب کو نہیں پڑھتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا تا باطل پرستوں کو شک کرنے کی کوئی وجہ بھی ہوتی - بلکہ وہ آیات بینات ہیں جو اہل علم لوگوں کے سینوں میں ہیں اور ان سے انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو ظالم ہیں

ان تمام آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا بکمال وضاحت ثابت ہوتا ہے - کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت ؐ فی الحقیقۃ امی اور ناخواندہ نہ ہوتے تو بہت سے لوگ اس دعوئ امیت کی تکذیب کرنے والے پیدا ہو جاتے کیونکہ آنحضرت ؐ نے کسی ایسے ملک میں یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ جس ملک کے لوگوں کو آنحضرت ؐ کے حالات اور واقعات سے بے خبر اور ناواقف قرار دے سکیں بلکہ وہ تمام لوگ ایسے تھے جن میں آنحضرت ؐ نے ابتدائے عمر سے نشو و نما پایا تھا اور ایک حصہ کلاں عمر اپنی کا ان کی مخالطت اور مصاحبت میں بسر کیا تھا پس اگر فی الواقعہ جناب ممدوح امی نہ ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اپنے امی ہونے کا ان لوگوں کے سامنے نام بھی لے سکتے جن پر کوئی حال ان کا پوشیدہ نہ تھا - اور جو ہر وقت اسی گھات میں لگے ہوئے تھے کہ کوئی خلاف گوئی ثابت کریں اور اس کو مشتہر کر دیں جنکا عناد اس درجہ تک پہنچ چکا تھا کہ اگر بس چل سکتا تو کچھ جھوٹ موٹ سے ہی ثبوت بنا کر پیش کر دیتے اور اسی جہت سے ان کو ان کی ہر یک بد نظمی پر ایسا مسکت جواب دیا جاتا تھا - کہ وہ ساکت اور لاجواب رہ جاتے تھے - مثلاً جب مکہ کے بعض نادانوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ قرآن کی توحید ہمیں پسند نہیں آتی کوئی ایسا قرآن لاؤ جس میں بتوں کی تعظیم اور پرستش کا ذکر ہو یا اس میں کچھ تبدل تغیر کر کے بجائے توحید کے شرک بھر دو تب ہم قبول کر لیں گے اور ایمان لے آئیں گے تو خدا نے ان کے سوال کا جواب اپنے نبی کو وہ تعلیم کیا جو آنحضرت ؐ کے واقعات عمری پر نظر کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔

قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقرآن غیر هذا او بدله قل ما یکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحیٰ الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم قل لو شاء اللہ ما تلوته علیکم ولا ادراکم به فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بآیاته انه لا یفلح المجرمون

سورۃ یونس الجزو نمبر ۱۱ - وہ لوگ جو ہماری ملاقات سے ناامید ہیں یعنی ہماری طرف سے بکلی بے خوف ہو چکے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کے بغیر کوئی اور قرآن جس کی تعلیم اس کی تعلیم سے مغائر اور منافی ہو یا اس میں تبدیلی کر ان کو جواب دے کہ مجھے یہ قدرت نہیں اور نہ روا ہے کہ میں خدا کے کلام میں اپنی طرف سے کچھ تبدیل کر دوں۔ میں تو صرف اس وحی کا تابع ہوں جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اور اپنے خداوند کی نافرمانی سے ڈرتا ہوں اگر خدا چاہتا تو میں تم کو یہ کلام نہ سناتا اور خدا تم کو اس پر مطلع بھی نہ کرتا۔ پہلے اس سے اتنی عمر یعنی چالیس برس تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں پھر کیا تم کو عقل نہیں یعنی کیا تم کو بخوبی معلوم نہیں کہ افترا کرنا میرا کام نہیں اور جھوٹ بولنا میری عادت نہیں اور پھر آگے فرمایا کہ اس شخص سے زیادہ تر اور کون ظالم ہوگا جو خدا پر افترا باندھے یا خدا کے کلام کو کہے کہ یہ انسان کا افترا ہے۔ بلاشبہ مجرم نجات نہیں پائیں گے غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا عربوں اور عیسائیوں اور یہودیوں کی نظر میں ایسا بدیہی اور یقینی امر تھا کہ اس کے انکار میں کچھ دم نہیں مار سکتے تھے۔ بلکہ اسی بہت سے وہ توریت کے اکثر قصے جو کسی خواندہ آدمی پر مخفی نہیں رہ سکتے بطور امتحان نبوت آنحضرت پوچھتے تھے اور پھر جواب صحیح اور درست پاکر اور ان فاش غلطیوں سے مبرا دیکھ کر جو توریت کے قصوں میں پڑ گئی ہیں۔ وہ لوگ جو ان میں راسخ فی العلم تھے بصدق دلی ایمان لے آتے تھے۔ جیسا کہ ذکر قرآن شریف میں اس طرح پر درج ہے :-

ولتجدن اقربھم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ذالک بان منھم قسیسین و رھبانا وانھم لا یستکبرون واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاھدین وما لنا لا نؤمن باللہ وما جاءنا من الحق ونطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصالحین

سورۃ المائدہ الجزو نمبر ۷ - سب فرقوں میں سے مسلمانوں کی طرف زیادہ تر رغبت کرنے والے عیسائی ہیں، کیونکہ ان میں بعض اہلِ علم اور راہب بھی ہیں جو تکبر نہیں کرتے اور جب خدا کے کلام کو جو اس کے رسول پر نازل ہوا ہے سنتے ہیں تب تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ حقانیت کلام الٰہی کو پہچان جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدایا ہم ایمان لائے ہم کو ان لوگوں میں لکھ لے جو تیرے دین کی سچائی کے گواہ ہیں اور کیوں ہم خدا اور خدا کے سچے کلام پر ایمان نہ لائیں حالانکہ ہماری آرزو ہے کہ خدا ہم کو ان بندوں میں داخل کرے جو نیکوکار ہیں۔

ان الذین اوتوا العلم من قبلہ اذا یتلیٰ علیھم یخرون للاذقان سجدا ویقولون سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا - سورۃ بنی اسرائیل الجزو نمبر ۱۵ - جو لوگ عیسائیوں اور یہودیوں میں سے صاحب علم ہیں جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ کرتے ہوئے ٹھوڑیوں پر گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا خدا تخلف وعدہ سے پاک ہے۔ ایک دن ہمارے خداوند کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا اور روتے ہوئے منہ پر گر پڑتے ہیں اور خدا کا کلام ان میں فروتنی اور عاجزی کو بڑھاتا ہے۔

پس یہ تو ان لوگوں کا حال تھا جو عیسائیوں اور یہودیوں میں اہل علم اور صاحبِ انصاف تھے کہ جب وہ ایک طرف آنحضرت کی حالت پر نظر ڈال کر دیکھتے تھے کہ محض امی ہیں کہ تربیت اور تعلیم کا ایک نقطہ بھی نہیں سیکھا اور نہ کسی مہذب قوم میں بود و باش رہی اور نہ مجالس علمیہ دیکھنے کا اتفاق ہوا اور دوسری طرف وہ قرآن شریف میں صرف پہلی کتابوں کے قصے نہیں بلکہ صدہا باریک صداقتیں دیکھتے تھے جو پہلی کتابوں کی مکمل اور متمم تھیں تو آنحضرت کی حالت امیت کو سوچنے سے اور پھر اس تاریکی کے زمانہ میں ان کمالات علمیہ کو دیکھنے سے اور نیز انوار ظاہری و باطنی کے مشاہدہ سے نبوت آنحضرت کی ان کو اظہر من الشمس معلوم ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ اگر ان مسیحی فاضلوں کو آنحضرت کے امی اور مؤید من اللہ ہونے پر یقین کامل نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ وہ ایک ایسے دین سے جس کی حمایت میں ایک بڑی سلطنت قیصر روم کی قائم تھی اور جو نہ صرف ایشیا میں بلکہ بعض حصوں یورپ میں بھی پھیل چکا تھا اور وجہ اپنی مشرکانہ تعلیم کے دنیا پرستوں کو عزیز اور پیارا معلوم ہوتا تھا صرف شک اور شبہ کی حالت میں الگ ہو کر ایسے مذہب کو قبول کر لیتے جو بباعث تعلیم توحید کے تمام مشرکین کو برا معلوم ہوتا تھا، اور اس کے قبول کرنے والے ہر وقت چاروں طرف سے معرض ہلاکت اور بلا میں تھے۔ پس جس چیز نے ان کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیرا وہ یہی بات تھی جو انہوں نے حضرت کو محض امی اور سراپا مؤید من اللہ پایا اور قرآن شریف کو بشری طاقتوں سے بالاتر دیکھا اور پہلی کتابوں میں اس آخری نبی کے آنے کے لئے نوید بشارتیں پڑھتے تھے سو خدا نے ان کے سینوں کو ایمان لانے کے لئے کھول دیا اور ایسے ایماندار نکلے جو خدا کی راہ میں اپنے خونوں کو بہایا اور جو لوگ عیسائیوں اور یہودیوں اور عربوں میں سے نہایت درجہ کے جاہل اور شریر اور بدباطن تھے ان کے حالات پر بھی نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی یقین کامل آنحضرت کو امی جانتے تھے اور اسی لئے جب وہ بائبل کے بعض قصے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور امتحان نبوت پوچھ کر ان کا ٹھیک ٹھیک جواب پاتے تھے تو یہ بات ان کو زبان پر لانے کی مجال نہ تھی کہ آنحضرت کچھ پڑھے لکھے ہیں، آپ ہی کتابوں کو دیکھ کر جواب تبلا دیتے ہیں۔ بلکہ جیسے کوئی لاجواب رہ کر اور کھسیانا بن کر کچھ عذر پیش کرتا ہے۔ ایسا ہی نہایت ندامت سے یہ کہتے تھے کہ شاید درپردہ کسی عیسائی یا یہودی عالم بائبل نے یہ قصے تبلا دیئے ہوں گے۔ پس ظاہر ہے اگر آنحضرت کا امی ہونا ان کے دلوں میں یقین کامل متمکن نہ ہوتا تو اس بات کے ثابت کرنے کے لئے نہایت کوشش کرتے کہ آنحضرت امی نہیں ہیں فلاں مکتب یا مدرسہ میں انہوں نے تعلیم پائی ہے واہیات باتیں کرنا جن سے ان کی نامینت ثابت ہوتی تھی۔ کیا ضرور تھا۔ کیونکہ یہ الزام لگانا کہ بعض عالم یہودی اور عیسائی درپردہ آنحضرت کے رفیق اور معاون ہیں بدیہی البطلان تھا۔ اس وجہ سے قرآن تو جابجا اہل کتاب کی وحی کو ناقص اور ان کی کتابوں کو محرف اور مبدل اور ان کے عقاید کو فاسد اور باطل اور خود ان کو بشرطیکہ بے ایمان مریں ملعون اور جہنمی تبلاتا ہے۔ اور ان کے اصول مصنوعہ کو دلائل قویہ سے توڑتا ہے تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ وہ لوگ قرآن شریف سے اپنے مذہب کی آپ ہی مذمت کرواتے اور اپنی کتابوں کا آپ ہی رد لکھواتے اور اپنے مذہب کی بیخ کنی کے آپ ہی موجب بن جاتے۔ پس یہ سست اور نادرست باتیں اس لئے دنیا پرستوں کو بکنی پڑیں کہ ان کو عاقلانہ طور پر قدم مارنے کا کسی طرف راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ اور آفتاب صداقت کا ایسی پرزور روشنی سے اپنی کرنیں چاروں طرف چھوڑ رہا تھا کہ وہ اس سے چمگادڑ کی طرح چھپتے پھرتے تھے۔ اور کسی ایک بات پر ان کو ہرگز ثبات و قیام نہ تھا۔ بلکہ تعصب اور شدت عناد نے ان کو سودائیوں اور پاگلوں کی طرح بنا رکھا تھا۔ پہلے تو قرآن کے قصوں کو سن کر جن میں بنی اسرائیل کے پیغمبروں کا ذکر تھا اس وہم میں پڑے کہ شاید ایک شخص اہل کتاب میں سے پوشیدہ طور پر یہ قصے سکھاتا ہوگا۔ جیسا ان کا یہ مقولہ قرآن شریف میں درج ہے انما یعلمہ بشر - سورۃ النحل الجزو نمبر ۱۴۔ اور پھر جب دیکھا کہ قرآن شریف میں صرف قصے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے حقائق ہیں تو پھر یہ دوسری رائے ظاہر کی واعانہ علیہ قوم آخرون - سورۃ الفرقان جزو نمبر ۱۸۔ یعنی ایک بڑی جماعت نے متفق ہو کر قرآن شریف کو تالیف کیا ہے ایک آدمی کا کام نہیں۔ پھر جب قرآن شریف میں ان کو یہ جواب دیا گیا کہ اگر قرآن کو کسی جماعت علما فضلا اور شعرا نے اکٹھے ہو کر بنایا ہے تو تم بھی کسی ایسی جماعت سے مدد لے کر قرآن کی نظیر بنا کر دکھاؤ تا تمہارا سچا ہونا ثابت ہو تو پھر لاجواب ہو کر اس رائے کو بھی جانے دیا اور ایک تیسری رائے ظاہر کی اور وہ یہ کہ قرآن کو جنات کی مدد سے بنایا ہے۔ یہ آدمی کا کام نہیں۔ پھر خدا نے اس کا جواب بھی ایسا دیا۔ کہ جس کے سامنے وہ چون وچرا کرنے سے عاجز ہو گئے۔ جیسا فرمایا ہے :-

وما ھو علی الغیب بضنین وما ھو بقول شیطان رجیم فاین تذھبون قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا - سورۃ بنی اسرائیل الجزو نمبر ۱۵ - یعنی قرآن ہر ایک قسم کے امور غیبیہ پر مشتمل ہے اور اس قدر تبلانا جنات کا کام نہیں۔ ان کو کہدے کہ اگر تمام جن متفق ہو جائیں اور ساتھ ہی بنی آدم بھی اتفاق کر لیں اور سب مل کر یہ چاہیں مثل اس قرآن کے کوئی اور قرآن بنا دیں تو ان کے لئے ہرگز ممکن نہیں ہوگا۔ اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

پھر جب ان بدبختوں پر اپنے تمام خیالات کا جھوٹ ہونا کھل گیا اور کوئی بات بنتی نظر نہ آئی تو آخرکار کمال بےحیائی

سے کمینہ لوگوں کی طرح اس بات پر آ گئے کہ ہر طرح پر اس تعلیم کو شائع ہونے سے روکنا چاہیئے۔ جیسا اس کا ذکر قرآن شریف میں فرمایا ہے

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون وقالت طائفۃ من اھل الکتاب اٰمنوا بالذی انزل علی الذین

اٰمنوا وجہ النھار واکفروا آخرہ لعلھم یرجعون

یعنی کافروں نے یہ کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور جب تمہارے سامنے پڑھا جاوے۔ تو تم شور ڈال دیا کرو تا شاید اسی طرح غالب آ جاؤ اور بعضوں نے عیسائیوں اور یہودیوں میں سے یہ کہا کہ یوں کرو کہ اول صبح کے وقت جا کر قرآن پر ایمان لے آؤ۔ پھر شام کو اپنا ہی دین اختیار کر لو شاید اس طور سے لوگ شک میں پڑ جائیں اور دین اسلام کو چھوڑ دیں۔

الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلآء اھدی من الذین اٰمنوا سبیلا۔ اولئک الذین لعنھم اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا۔

سورۃ النساء الجزو نمبرہ۔ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ یہ عیسائی اور یہودی جنہوں نے انجیل اور توراۃ کو کچھ ادھورا سا پڑھ لیا ہے۔ ایمان ان کا دیوتوں اور بتوں پر ہے اور مشرکوں کو کہتے ہیں کہ انکا مذہب جو بت پرستی ہے وہ بہت اچھا ہے اور توحید کا مذہب، جو مسلمان رکھتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے اس کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

اب خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ امی نہ ہوتے تو مخالفین اسلام بالخصوص یہودی اور عیسائی جن کو علاوہ اعتقادی مخالفت کے یہ بھی حسد اور بغض دامنگیر تھا کہ بنی اسرائیل میں سے رسول نہیں آیا بلکہ ان کے بھائیوں میں سے جو بنی اسمٰعیل ہیں آیا وہ کیونکر ایک صریح امر خلاف واقعہ پا کر خاموش۔ رہتے بلا شبہ ان پر ثابت بکمال درجہ ثابت ہو چکی تھی کہ جو کچھ آنحضرتؐ کے منہ سے نکلتا ہے وہ کسی امی اور ناخواندہ کا کام نہیں اور نہ دس بیس آدمیوں کا کام ہے تب ہی وہ اپنی جہالت سے انما یعلمہ قوم آخرون کہتے تھے اور جو ان میں سے دانا اور ذی علم تھے وہ بخوبی معلوم کر چکے تھے کہ قرآن انسانی طاقتوں سے باہر ہے اور ان پر یقین کا دروازہ ایسا کھل گیا تھا کہ ان کے حق میں خدا نے فرمایا یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم یعنی اس نبی کو ایسا شناخت کرتے ہیں کہ جیسا اپنے بیٹوں کو شناخت کرتے ہیں اور حقیقت میں یہ دروازہ یقین اور معرفت کا کچھ ان کے لئے ہی نہیں کھلا بلکہ اس زمانہ میں بھی سب کے لئے کھلا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کی حقانیت معلوم کرنے کیلئے اب بھی وہی معجزات قرآنیہ اور وہی تاثیرات فرقانیہ اور وہی تائیدات غیبیہ اور وہی آیات لاریبی موجود ہیں جو اس زمانہ میں موجود تھیں خدا نے اس دین قویم کو قائم رکھنا تھا۔ اس لئے اسکی سب برکات اور سب آیات قائم رکھیں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں کے ادیان محرفہ اور باطلہ اور ناقصہ کا استیصال منظور تھا۔ اس جہت سے ان کے ہاتھ صرف قصے ہی قصے رہ گئے اور برکت حقانیت اور تائیدات سماویہ کا نام ونشان نہ رہا۔ ان کی کتابیں ایسے نشان بتلا رہے ہیں۔ جن کے ثبوت کا ایک ذرا نشان ان کے ہاتھ میں نہیں صرف گذشتہ قصوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ مگر قرآن شریف ایسے نشان پیش کرتا ہے جن کو ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے ؎

شفاعت اور نبی کریم صلعم

نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن، اور آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔

کامل اور حقیقی شفیع وہی ہو سکتا ہے جس میں یہ دو صفتیں موجود ہوں (۱) اوّل یہ کہ خدا تعالےٰ سے تعلق شدید ہو (۲) دوم یہ کہ مخلوق سے بھی محبت اور ہمدردی کا تعلق بدرجۂ کمال ہو۔ تو بلا شبہ ایسا شخص ان لوگوں کے لئے جو ایسے شخص سے روحانی جوڑ رکھتے ہیں اور عمداً نافرمانیوں کی وجہ سے اس سے تعلق نہیں توڑتے دلی جوش سے شفاعت کرے گا اور وہ شفاعت اس کی منظور کی جائے گی۔ کیونکہ جس شخص کی فطرت کو یہ دو تعلق بدرجۂ کمال عطا کئے گئے ہیں انکا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی محبت تامہ کی وجہ سے فیضان الٰہیہ کو کھینچے اور پھر مخلوق کی محبت تامہ کی وجہ سے وہ فیض ان تک پہنچائے۔ ایسے شفیع کیلئے ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ سے ایک ایسا گہرا تعلق ہو کہ گویا خدا اسکے دل میں اترا ہوا ہو۔ اور اسکی تمام انسانیت مر کر بال بال میں لاہوتی تجلی پیدا ہو گئی ہو اور اسکی روح پانی کی طرح گداز ہو کر خدا کی طرف بہ نکلی ہو اور اس طرح پر خدائی قرب کے انتہائی نقطہ پر جا پہنچی ہو پھر اسی طرح شفیع کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کے لئے وہ شفاعت کرنا چاہتا ہے اسکی ہمدردی میں اس کا دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہو ایسا کہ عنقریب اس پر غشی طاری ہوگی اور گویا کہ شدت قلق سے اس کے اعضاء اس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور اس کے حواس منتشر ہیں اور اسکی ہمدردی نے اسے ایسے مقام پر پہنچایا ہو کہ جو باپ سے بڑھ کر اور ماں سے بڑھکر ہے پس جب یہ دونوں حالتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی تو وہ ایسا ہو جائے گا کہ گویا وہ ایک طرف سے لاہوت کے مقام سے جفت ہے اور دوسری طرف ناسوت کے مقام سے۔ تب دونوں پلّے میزان کے اس میں مساوی ہوں گے یعنی وہ مظہر لاہوت کامل بھی ہوگا اور مظہر ناسوت کامل بھی اور بطور برزخ دونوں حالتوں میں واقع ہوگا۔ اس طرح

(مقام لاہوت / مقام ناسوت) ← مقام شفاعت

پس مقام شفاعت کو دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ میں جتلایا ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ صلعم خدا کی طرف چڑھا اور جہاں تک استعداد انسانی۔ یہ ممکن ہے خدا تعالےٰ سے نزدیک ہوا اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا اور پھر ناسوتی مقام کی طرف کامل رجوع کیا۔ یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا۔ اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا۔ لہٰذا ایک طرف خدا تعالیٰ کی محبت میں کمال تام حاصل کیا اور دوسری طرف کامل طور پر بنی نوع سے قریب تر ہوا۔ اسلئے دونوں طرف کے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہو گیا جیسے دو قوسوں میں ایک وتر ہوتا ہے اور یہی مقام شفاعت کبریٰ کا ہے۔ اور یہی وہ نقطہ انتہائی کمالات انسانی کا ہے جس پر تمام نوع انسانی میں سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے۔ اس لئے آپ تمام دنیا کے لئے شفیع کامل ٹھہرے ”

شانِ احمدؐ

شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوندِ کریم ؛ آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد ؛ پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم

بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک ؛ ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال ؛ چوں دلِ احمدؐ نمے بینم دگر عرشِ عظیم

منّتِ ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار ؛ صد بلا را میخرم از ذوقِ آں عین النعیم

از عنایاتِ خدا و ز فضلِ آں دادار پاک ؛ دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم!

آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں ؛ گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہِ سلیم

در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود ؛ ایں دعا ایں تمنّا در دلم عزمِ صمیم

مسیح موعود اور حدیث

گروہ اہلحدیث اور مولوی عبداللہ چکڑالوی منکر حدیث کے مابین ایک مباحثہ پر محاکمہ۔ از حضرت مسیح موعود

فریقین کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ مباحثہ مندرجہ عنوان کے پیش آنے کی وجہ یہ تھی کہ مولوی عبداللہ صاحب احادیث نبویہ کو محض ردی کی طرح خیال کرتے ہیں اور ایسے الفاظ منہ پر لاتے ہیں۔ جنکا ذکر کرنا بھی سوء ادب میں داخل ہے اور مولوی محمد حسین صاحب نے ان کے مقابل یہ حجت پیش کی تھی کہ اگر احادیث ایسی ہی ردی، لغو اور ناقابلِ اعتبار ہیں تو اس سے اکثر حصے عبادات اور مسائل فقہ کے باطل ہو جائیں گے۔ کیونکہ احکام قرآنی کی تفاصیل کا پتہ حدیث کے ذریعہ سے ہی ملتا ہے۔ ورنہ صرف اگر قرآن ہی کافی سمجھا جائے تو پھر محض قرآن کی رو سے اس پر کیا دلیل ہے کہ فریضہ صبح کی دو رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور باقی تین نمازیں چار چار رکعت ہیں۔ یہ اعتراض ایک زبردست پیرایہ میں ہے گو اپنے اندر ایک غلطی رکھتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس اعتراض کا مولوی عبداللہ صاحب نے کوئی شافی جواب نہیں دیا۔ محض فضول باتیں ہیں جو لکھنے کے بھی لائق نہیں۔ ہاں اس اعتراض کا نتیجہ آخر کار یہ ہوا کہ مولوی عبداللہ صاحب کو ایک نئی نماز بنانی پڑی۔ جس کا جمیع اسلام کے فرقوں میں نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ انہوں نے التحیات اور درود اور دیگر تمام ادعیہ ماثورہ جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں درمیان سے اڑا دیں اور ان کی جگہ صرف قرآنی آیات رکھ دیں۔ ایسا ہی اور بہت کچھ نماز میں تبدیلی کی ہوگی۔ لیکن کیا یہ سچ ہے کہ حدیثیں ایسی ہی ردی اور لغو ہیں جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب نے سمجھا ہے۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ان ہر دو فریق میں سے ایک فریق نے افراط کی راہ اختیار کر رکھی ہے اور دوسرے نے تفریط کی۔ فریق اول یعنی مولوی محمد حسین صاحب اگرچہ اس بات پر سچ پر ہیں کہ احادیث نبویہ مرفوع متصلہ ایسی چیز نہیں ہیں کہ ان کو ردی اور لغو سمجھا جائے۔ لیکن وہ حفظ مراتب کے قاعدہ کو فراموش کر کے احادیث کے مرتبہ کو اس بلند مینار پر چڑھاتے ہیں جس سے قرآن شریف کی ہتک لازم آتی ہے اور اس سے انکار کرنا پڑتا ہے اور کتاب اللہ کی مخالفت اور معارضت کی وہ کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور حدیث کے قصوں کو ان قصوں پر ترجیح دیتے ہیں جو کتاب اللہ میں بتصریح موجود ہیں۔ اور حدیث کے بیان کو کلام اللہ کے بیان پر ہر ایک حالت میں مقدم سمجھتے ہیں اور یہ صریح غلطی ہے اور جادۂ انصاف سے تجاوز ہے۔ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ فبای حدیث بعد اللہ وایاتہ یؤمنون۔ یعنی خدا اور اسکی آیتوں کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے۔ اس جگہ حدیث کے لفظ کی تنکیر جو فائدہ عموم کا دیتی ہے صاف بتلا رہی ہے کہ جو حدیث قرآن کے معارض اور مخالف پڑے اور کوئی راہ تطبیق کی پیدا نہ ہو اس کو رد کر دو۔ اور اسی لفظ حدیث میں ایک پیشگوئی بھی ہے جو بطور اشارۃ النص اسی آیت سے مترشح ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ آیت ممدوحہ میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ ایک ایسا زمانہ بھی اس امت پر آنے والا ہے کہ جب بعض افراد اس امت کے قرآن شریف کو چھوڑ کر ایسی حدیثوں پر بھی عمل کریں گے جن کے بیان کردہ قصے قرآن شریف کے بیانات سے مخالف اور معارض ہوں گے۔ غرض یہ فرقہ اہل حدیث اس بات میں افراط کی راہ پر قدم مار رہا ہے کہ قرآنی شہادت پر حدیث کے بیان کو مقدم سمجھتے ہیں۔ اور اگر وہ انصاف اور خدا ترسی سے کام لیتے تو ایسی حدیثوں کی تطبیق قرآن شریف سے کر سکتے تھے مگر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ خدا کے قطعی اور یقینی کلام کو بطور متروک اور مہجور کے قرار دیں۔ اور اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ ایسی حدیثوں کو جن کے قصے کتاب اللہ سے مخالف ہیں یا تو چھوڑ دیں اور یا ان کو کتاب اللہ سے تطبیق کریں۔ یہ وہ افراط کی راہ ہے جو مولوی محمد حسین نے اختیار کر رکھی ہے اور ان کے مخالف مولوی عبداللہ صاحب تفریط کی راہ پر قدم مارا ہے جو سرے سے احادیث سے انکار کر دیا ہے۔ اور احادیث سے انکار ایک طور سے قرآن شریف کا بھی انکار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ پس جب کہ خدا تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے اور آنجناب کے عملی نمونوں کے دریافت کے لئے جن پر اتباع موقوف ہے حدیث بھی ایک ذریعہ ہے پس جو شخص حدیث کو چھوڑتا ہے وہ طریق اتباع کو بھی چھوڑتا ہے اور مولوی عبداللہ صاحب کا یہ قول کہ تمام حدیثیں محض شکوک اور ظنوں کا ذخیرہ ہیں یہ قلت تدبر کی وجہ سے خیال پیدا ہوا ہے اور اس خیال کی اصل جڑ محدثین کی ایک غلط اور نامکمل تقسیم ہے جس نے بہت سے لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ کیونکہ وہ یوں تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری حدیث اور حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے۔ گویا احادیث ایک قاضی یا جج کی طرح کرسی پر بیٹھی ہیں اور قرآن ان کے سامنے ایک مستغیث کی طرح کھڑا ہے اور حدیث کے حکم کے تابع ہے۔ ایسی تقریر سے بیشک ہر ایک کو دھوکہ لگے گا کہ جب کہ حدیثیں سو ڈیڑھ سو برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جمع کی گئی ہیں اور انسانی ہاتھوں کے مس سے وہ خالی نہیں ہیں اور باایں ہمہ وہ احاد کا ذخیرہ اور ظنی ہیں اور ان میں قسم متواترات شاذ و نادر ہیں جو حکم معدوم کا رکھتی ہیں اور پھر وہی قرآن شریف پر قاضی بھی ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام دین اسلام ظنیات کا ایک تودہ انبار ہے اور ظاہر ہے کہ ظن کوئی چیز نہیں ہے اور جو شخص محض ظن کو پنجہ مارتا ہے وہ مقام بلند حق سے بہت نیچے گرا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ یعنی ظن حق الیقین کے مقابل پر کچھ چیز نہیں پس قرآن شریف تو یوں ہاتھ سے گیا کہ وہ بغیر قاضی صاحب کے فتووں کے واجب العمل نہیں اور متروک اور مہجور ہے۔ اور قاضی صاحب یعنی احادیث صرف ظن کے میلے کچیلے کپڑے زیب تن رکھتے ہیں جن سے احتمال کذب کسی طرح مرتفع نہیں۔ کیونکہ ظن کی تعریف یہی ہے کہ وہ دروغ کے احتمال سے خالی نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں نہ تو قرآن ہمارے ہاتھ میں رہا اور نہ حدیث اس لائق کہ اس پر بھروسہ ہو سکے۔ گویا وہ دونوں ہاتھ سے گئے یہ غلطی ہے جس نے اکثر لوگوں کو ہلاک کیا۔

اور صراط مستقیم جسکو ظاہر کرنے کے لئے میں نے اس مضمون کو لکھا ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں (۱) قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں۔ وہ خدا کا کلام ہے۔ وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے (۲) دوسری سنت اور اس جگہ ہم اہل حدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں۔ یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے۔ بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتدا سے قرآن کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی۔ یا بتبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل۔ اور قدیم سے عادۃ اللہ یہی ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں۔ تا اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں (۳) تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً ڈیڑھ سو سال بعد مختلف راویوں کے ذریعہ سے جمع کئے گئے ہیں۔ پس سنت اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے۔ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن شریف کی اشاعت کے لئے مامور تھے ایسا ہی سنت کی اقامت کے لئے بھی مامور تھے۔ پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ویسا ہی سنت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے یہ دونوں خدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے بجا لائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ مثلاً جب نماز کے لئے حکم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے

کھول کر دکھلا دیا۔ اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی نماز کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ اور باقی نمازوں کے لئے یہ رکعات ہیں ایسا ہی حج کر کے دکھلایا اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزارہا صحابہؓ کو اس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا۔ پس عملی نمونہ جو اب تک امت میں تعامل کے رنگ میں مشہود و محسوس ہے اسی کا نام سنت ہے۔ لیکن حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے روبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کے جمع کرنے کیلئے کوئی اہتمام کیا۔ کچھ حدیثیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جمع کی تھیں۔ لیکن پھر تقویٰ کے خیال سے انہوں نے وہ سب حدیثیں جلا دیں کہ میرا سماع بلاواسطہ نہیں ہے۔ خدا جانے اصل حقیقت کیا ہے۔ پھر جب وہ دور صحابہ رضوان اللہ علیہم کا گزر گیا تو بعض تبع تابعین کی طبیعت کو خدا نے اس طرف پھیر دیا کہ حدیثوں کو بھی جمع کر لینا چاہئے تب حدیثیں جمع ہوئیں۔ اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ اکثر حدیثوں کے جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ انہوں نے جہاں تک ان کی طاقت میں تھا حدیثوں کی تنقید کی اور ایسی حدیثوں سے بچنا چاہا جو ان کی رائے میں موضوعات میں سے تھیں۔ اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی۔ بہت محنت کی مگر تاہم چونکہ وہ ساری کارروائی بعد از وقت تھی۔ اس لئے وہ سب ظن کے مرتبہ پر رہی۔ بایں ہمہ سخت ناانصافی ہوگی کہ یہ کہا جائے کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکمی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں۔ بلکہ ان حدیثوں کے لکھنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس قدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے جو اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔ یہودیوں میں بھی حدیثیں ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے مقابل پر بھی وہی فرقہ یہودیوں کا تھا جو عامل بالحدیث کہلاتا تھا لیکن ثابت نہیں کیا گیا کہ یہودیوں کے محدثین نے ایسی احتیاط سے وہ حدیثیں جمع کی تھیں جیسا کہ اسلام کے محدثین نے۔ تاہم غلطی ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ جب تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک لوگ نمازوں کی رکعات سے بے خبر تھے یا حج کرنے کے طریق سے ناآشنا تھے کیونکہ سلسلہ تعامل نے جو سنت کے ذریعے ان میں پیدا ہو گیا تھا تمام حدود اور فرائض اسلام ان کو سکھلا دیئے تھے اس لئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود بھی نہ ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئیں تو اسلام کی اصلی تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا۔ کیونکہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا۔ تاہم حدیثوں نے اس نور کو زیادہ کیا۔ گویا اسلام نورٌ علیٰ نور ہو گیا اور حدیثیں قرآن اور سنت کے لئے گواہ کی طرح کھڑی ہو گئیں اور اسلام کے بہت سے فرقے جو بعد میں پیدا ہو گئے ان میں سے سچے فرقہ کو احادیث صحیحہ سے بہت فائدہ پہنچا۔ پس مذہب اسلم یہی ہے کہ نہ تو اس زمانہ کے اہل حدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور نیز اگر ان کے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دی جائے اور قرآن کو چھوڑ دیا جائے اور نہ حدیثوں کو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے عقیدہ کی طرح محض لغو اور باطل ٹھہرایا جائے۔ بلکہ چاہئے کہ قرآن اور سنت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے۔ اور جو حدیث قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو اس کو بسر و چشم قبول کیا جائے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اس کے پابند رہتے ہیں۔ نہایت بدقسمت اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔

ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسی ہی ادنےٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔ اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کریں۔ کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں۔ لیکن ہوشیار رہیں کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرح بے وجہ احادیث سے انکار نہ کریں اور جہاں قرآن اور سنت سے کسی حدیث کو معارض پائیں تو اس حدیث کو چھوڑ دیں۔ یاد رکھیں کہ ہماری جماعت بہ نسبت عبداللہ کے اہل حدیث سے اقرب ہے۔ اور عبداللہ چکڑالوی کے بیہودہ خیالات سے ہمیں کچھ بھی مناسبت نہیں۔ ہر ایک جو ہماری جماعت میں ہے اسے یہی چاہئے کہ وہ عبداللہ چکڑالوی کے عقیدہ سے جو حدیثوں کی نسبت وہ رکھتا ہے بدل متنفر اور بیزار ہو اور ایسے لوگوں کی صحبت سے حتی الوسع نفرت رکھیں کہ یہ دوسرے مخالفوں کی نسبت زیادہ برباد شدہ فرقہ ہے۔ اور چاہئے کہ نہ وہ مولوی محمد حسین کے گروہ کی طرح حدیث کے بارے میں افراط کی طرف جھکیں اور نہ عبداللہ کی طرح تفریط کی طرف مائل ہوں۔ بلکہ اس بارے میں وسط کا طریق اپنا مذہب سمجھ لیں۔ یعنی نہ تو ایسے طور سے بکلی حدیثوں کو اپنا قبلہ و کعبہ قرار دیں جس سے قرآن متروک اور مہجور کی طرح ہو جائے اور نہ ایسے طور سے ان حدیثوں کو معطل اور لغو قرار دیں جن سے احادیث نبویہ...

کشتی نوح

دل وہ کیا جس دل میں دردِ مصطفےٰ ہوتا نہیں

شافعِ روزِ جزا پر جو فدا ہوتا نہیں ✿ اس سے راضی خالقِ ارض و سما ہوتا نہیں
وادیٔ ظلمت میں رہتا ہی بھٹکتا روز و شب ✿ ضوفگن جس دل پہ نورِ مصطفےٰ ہوتا نہیں
جسکے دل میں آتشِ عشقِ نبیؐ ہو شعلہ زن ✿ آتشِ دوزخ کا ڈر اس کو ذرا ہوتا نہیں
جاں وہ کیا جو مضطربِ عشقِ محمدؐ میں نہ ہو ✿ دل وہ کیا جس دل میں دردِ مصطفےٰ ہوتا نہیں
کب مرے دل کو تصور اس کا تڑپاتا نہیں ✿ کب مرے سینے میں اک محشر بپا ہوتا نہیں
اسکے کوچے میں تو لیجا میرا مشتِ غبار ✿ اتنا بھی کیا تجھ سے اے بادِ صبا ہوتا نہیں

صادقوں سے برسرِ پرخاش ہوتے ہیں وہی
جن کے دل میں اے حسنؔ خوفِ خدا ہوتا نہیں

حسنؔ

ہمارا مذہب

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود مجدد صد چہاردہم

زعشاقِ فرقان و پیغمبریم ✦ بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

(ہم فرقان اور پیغمبروں کے عشاق میں سے ہیں۔ اسی پر ہماری آمد ہوئی اور اسی پر ہمارا انجام ہوگا)

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالےٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ سیدنا و مولٰنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا ہے۔ اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی ہے جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کرکے خدائے تعالےٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اسکی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ شرف کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے

میں ابتداء سے بیان کرتا آیا ہوں کہ میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ذرا ادھر ادھر ہونا بے ایمانی سمجھتا ہوں۔ میرا عقیدہ یہی ہے کہ جو اسکو ذرا بھی چھوڑے گا وہ جہنمی ہے۔ پھر اسی عقیدہ کو میں نے نہ صرف تقریروں میں بلکہ ساٹھ کے قریب اپنی تصنیفات میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اور دن رات مجھے یہی فکر اور خیال رہتا ہے۔ پھر اگر یہ مخالف خدا سے ڈرتے تو کیا ان کا فرض نہ تھا کہ مجھ سے پوچھتے کہ فلاں بات خارج از اسلام ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ یا اس کا تم کیا جواب دیتے ہو؟ مگر نہیں اسکی ذرا بھی پرواہ نہیں کی سنا اور کافر کہہ دیا میں نہایت تعجب سے ان کی اس حرکت کو دیکھتا ہوں کیونکہ اوّل تو حیات و وفات مسیح کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو اسلام میں داخل ہونے کے لئے شرط ہو۔ یہاں بھی ہندو یا عیسائی مسلمان ہوتے ہیں مگر بتاؤ کہ کیا ان سے بھی یہ اقرار لیتے ہو؟ بجز اس کے کہ امنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔ جبکہ یہ مسئلہ اسلام کا جزو نہیں۔ پھر مجھ پر وفات مسیح کے اعلان سے اس قدر تشدد کیوں کیا گیا کہ یہ کافر ہیں، دجال ہیں۔ انکو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ ان کے مال لوٹ لینے جائز ہیں اور ان کی عورتوں کو بغیر نکاح گھر میں رکھ لینا درست ہے۔ ان کو قتل کر دینا ثواب کا کام ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایک تو وہ زمانہ تھا کہ یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ اگر ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تب بھی کفر کا فتوےٰ نہ دینا چاہئے۔ اسکو مسلمان ہی کہو۔ مگر اب کیا ہو گیا کیا میں اس سے بھی گیا گذرا ہو گیا؟ کیا میری جماعت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ نہیں پڑھتی؟ کیا میں نمازیں نہیں پڑھتا یا میرے مرید نہیں پڑھتے کیا ہم رمضان کے روزے نہیں رکھتے؟ اور کیا ہم ان تمام عقاید کے پابند نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی صورت میں تلقین کئے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہئے میں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ آپ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اسکو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اسکو چھوڑے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے ✦

دہلی میں اعلان

اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے ملائک کا منکر، بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرئیل اور لیلۃ القدر اور معجزات نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہٰذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا سنت الجماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں۔ جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گئی۔

اس میری تحریر پر ہر شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اوّل الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔

دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر۔ اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا انکاری ہے یہ سارے الزامات دروغ اور باطل محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے۔ جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اور میری کتاب توضیح مرام اور ازالہ اوہام سے جو ایسے اعتراض نکالے گئے ہیں یہ نکتہ چینوں کی سراسر غلطی ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا، مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر کا قائل ہوں۔

ہم بھی مدعیٔ نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

مجھے خدا کی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں مومن اور مسلمان ہوں اور میں ایمان رکھتا ہوں اللہ تعالےٰ پر اور اسکی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کے فرشتوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ اور میں ایمان رکھتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں۔

مجھ پر اور میری جماعت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوت اور یقین اور جس معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں۔ اس کا لاکھواں حصہ بھی یہ (الزام لگانے والے) لوگ نہیں مانتے ✦

حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی امتیازی خصوصیات

حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

دنیا میں بہت مصلح آئے۔ ہر ملک اور ہر زمانہ میں آئے لیکن کئی ایک امور ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر ممتاز کرتے ہیں۔ ان امور میں سب سے پہلی بات آپ کی حیرتناک کامیابی ہے۔ جس کا اعتراف دشمن و دوست کو یکساں ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں "قرآن" کے عنوان پر جو مضمون ہے اس میں ذیل کے صاف الفاظ میں یہ اعتراف آنحضرت صلعم کے متعلق موجود ہے۔ کہ آپ دنیا کے تمام انبیاء اور مذہبی اشخاص میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں۔ یہ اعتراف بلاوجہ نہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ دنیا میں کوئی مصلح نہیں جس نے اپنی قوم کو اس گری ہوئی حالت میں پایا جس میں آنحضرت صلعم نے ملک عرب کو پایا۔ یہ لوگ نہ مذہب سے صحیح واقفیت رکھتے، نہ سیاست کے نہ تمدن کے، نہ معاشرت کے۔ نہ علم ان کے اندر تھا۔ نہ ان کے تعلقات بیرونی لوگوں سے تھے۔ نہ ان میں اتفاق و اتحاد تھا نہ ایک قوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ غرض ہر پہلو سے یہ قوم اصلاح طلب تھی۔ اور خطرناک جہالت میں مبتلا تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہودی اپنا پورا زور ان کی اصلاح پر صرف کر چکے، عیسائی پورا زور لگا چکے اور دونوں ایسے ناکام ہوئے کہ کسی ایک امر میں بھی ملک کے اندر اصلاح پیدا نہ کرسکے۔ حنیفیت کی اندرونی تحریک بھی پیدا ہو کر ختم ہو چکی تھی، تب آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا۔ اور چند ہی سال کے عرصہ میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر کے دکھایا کہ ملک عرب کے زمین و آسمان بدل گئے۔ ذلیل سے ذلیل بت پرستی اور توہم پرستی سے نکال کر توحید کے اس بلند سے بلند مقام پر پہنچا دیا جس پر نہ اس سے پہلے کوئی قوم پہنچی نہ بعد میں پہنچ سکیگی پھر اس توحید کے لئے ایسا جوش کہ دنیا کے ممالک میں چاروں طرف نکل گئے اور دور دور تک ندائے حق کو بلند کیا۔ خدا کی عبادت میں ان لوگوں کا مقام تمام راہبوں اور دنیا سے کنارہ کشی کر لینے والوں سے بڑھ کر تھا۔ اس لئے کہ وہ دن کو کاروبار میں گذارتے ہوئے اللہ اکبر کی ندائیں کہ دیوانہ وار خدا کے حضور جا کھڑے ہوتے تھے راتوں کو بیداری میں گزارتے ہوئے عبادت الہٰی میں مصروف ہوتے وہ دنیا میں کھڑے ہونے کے باوجود دنیا سے قطع تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے جو لذت اور جو خشوع و خضوع ان کو عبادت میں حاصل ہوتا تھا وہ کسی گوشہ نشین زاہد کو حاصل نہیں ہو سکتا

پھر اگر روحانیت کے لحاظ سے عبادت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر کھڑے تھے تو دنیوی نقطہ نگاہ سے بھی اس اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچ گئے تھے جس پر انسان پہنچ سکتا ہے۔ یعنے وہ دنیا کے عظیم الشان فاتح بنے۔ بڑی سے بڑی سلطنتیں ان کے سامنے یوں گرتی چلی گئیں کہ گویا ان کی کچھ حقیقت ہی نہ تھی۔ پھر وہ صرف فاتح ہی نہ تھے بلکہ فتح کے بعد ہر ملک میں ایسا انتظام قائم کیا کہ پچھلے لوگوں کی غفلت کے باوجود بارہ صدیوں تک اس سلطنت کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ غرض وہ زاہدوں میں سب سے بڑے زاہد اور فاتحوں میں سب سے بڑے فاتح ہوئے۔ اور ان دونوں باتوں کے باوجود تیسری بات جس میں انہوں نے کمال کر دکھایا وہ علم تھا انہوں نے زہد اور فتوحات کے ساتھ ساتھ علم کو ایسا کمال پر پہنچایا کہ آج انہی کی بدولت دنیا علم کے نور سے منور ہے۔ غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک عرب کو ایسی حالت میں پایا جس سے بڑھ کر گری ہوئی حالت کسی ملک کی متصور نہیں ہو سکتی۔ اور دنیوی اور روحانی ترقی کے اس اعلےٰ مقام پر پہنچایا جس سے آگے کوئی مقام نہیں۔ اور یہ سب کچھ بیس برس کے عرصہ میں ہو گیا۔ اس میں یہ بھی دکھانا مقصود تھا کہ آپ کی تعلیم قوائے انسانی کی کل شاخوں پر مشتمل ہے اور دنیا کی کوئی بیماری نہیں جس کا علاج آپ کی تعلیم میں نہیں، جس طرح سب سے بڑا طبیب وہ نہیں جو سب سے بڑا دعوےٰ کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے زیادہ بیماروں کو اچھا کرے اسی طرح مصلحین عالم میں سب سے بڑا وہ نہیں جیسا بعض کا خیال ہے۔ کہ جو سب سے بڑھکر دعوےٰ کرے بلکہ وہ ہے۔ جو سب سے بڑھکر اصلاح کرے۔ اور یہ وہ بات ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے کل انبیاء اور کل مصلحین کا سرتاج بتاتی ہے۔

تمام قوموں کی طرف مبعوث ہونا

دنیا میں ہر ایک نبی ایک قوم کی اصلاح کے لئے آیا وہ نور اور ہدایت لایا۔ مگر صرف ایک خاص قوم اور خاص ملک کے لئے اس کے دنیا میں آنے کی غرض انسانوں کا تزکیہ نفس تھا مگر انہی کا جن کی طرف وہ بھیجا گیا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ وہ نور اور ہدایت جو آپ کو دیا گیا ایک قوم کے لئے نہ تھا۔ بلکہ دنیا کی کل قوموں کے لئے تزکیہ نفوس کے لئے آپ کی عقدہمت کا دائرہ اس قدر وسیع ہوا کہ تمام دنیا کو اپنے اندر شامل کر لیا۔ یہی وہ بات ہے جس کی طرف آیت مندرجہ عنوان میں توجہ دلائی گئی ہے اس قسم کی اور آیات سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے لیکون للعلمین نذیرا۔ اور فرمایا ان ھو الا ذکر للعلمین۔ پھر فرمایا انا ارسلناک کافۃ للناس۔ پھر فرمایا قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ مصلحت الہٰی کا یوں تقاضا ہوا کہ جس وقت نسل انسانی مختلف ملکوں میں علیٰحدہ علیٰحدہ پڑی ہوئی تھی ان کی ضروریات اور ان کے خیالات بھی محدود تھے تو اللہ تعالےٰ نے ہر قوم کی اصلاح کیلئے ایک نبی بھیجدیا بعض قوموں میں کئی کئی نبی بھی بھیج دیئے۔ ان انبیاء نے اپنے زمانہ کے مطابق ان قوموں کی اصلاح کی مگر جس طرح وہ قوم محدود تھی اسی طرح ان کا عقدہمت بھی اسی دائرے کے اندر تھا۔ اور نہ صرف مکان کے لحاظ سے بلکہ زمانہ کے لحاظ سے بھی ان کی قوت قدسی کا دائرہ ایک جگہ آن کر ختم ہو جاتا۔ جہاں یا جب دوسرے نبی کی ضرورت پیش آتی۔ لیکن اس طریق سے جہاں اللہ تعالےٰ نے کل عالم کی ربوبیت روحانی کا سامان کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی انسانوں کی تنگ ظرفی کی وجہ سے ہر قوم میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ نے فلاں خاص قوم کو ہی کو اپنی مہربانیوں کے لئے چن لیا ہے۔ اور دوسری کسی قوم کو اس نعمت سے حصہ نہیں ملا۔ پس ایک خطرناک قومی تفرقہ پیدا کر دی کہ ہر ایک قوم اپنے سوا دوسروں کو ہیچ سمجھنے لگی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے یوں مقدر فرمایا کہ سب انبیاء کے آخر پر ایک ایسا نبی بھیجے جو کل قوموں کی طرف مبعوث ہو۔ اور جس کی قوت قدسی جس طرح مکان کے لحاظ سے ساری زمین پر محیط ہو، اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے اس کا دائرہ قیامت تک وسیع ہو۔ اس لئے جب قومی نبیوں کا دائرہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر منتہی ہو گیا اور حضرت عیسیٰ کو بھی یہی کہنا پڑا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی طرف نہیں بھیجا گیا۔ تو رحمۃ للعالمین کا ظہور دنیا میں ہوا۔ انبیاء سابقین کی مثال ایسی تھی۔ جیسے ایک اندھیری رات میں مختلف مکانات میں مختلف چراغوں کی روشنی ہو۔ ان کا وجود تاریکی کے اندر ایک شمع نور افگن تھا۔ مگر جس طرح چراغ ایک کمرہ کے اندر ہی روشنی دے سکتا ہے۔ اسی طرح ان کے نور، ان کی ہدایت، ان کی قوت قدسی کا دائرہ بھی صرف اسی قوم کے اندر محدود تھا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور آفتاب عالمتاب کا طلوع ہے، جس کے ساتھ دنیا کے چاروں کناروں میں روشنی پہنچ جاتی ہے۔ جس کی شعاعیں زمین کے ہر کونہ کو منور

کر دیتی ہیں۔ انبیاء عالم سب روشن چراغ تھے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب عالمتاب تھے۔ چراغ کی روشنی ایک مکان کے اندر محدود ہوتی ہے اور ایک وقت کے بعد وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہی حالت اُن انبیاء کی تعلیم کی تھی۔ آفتاب کُل عالم کو روشن کرتا ہے اور اس کی روشنی قیامت تک اس عالم کو منوّر کرتی رہیگی یہی کیفیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی ہے۔ پس یہ دوسری بات ہے۔ جو آپ کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔

نسلِ انسانی کا اتحاد

دنیا میں کوئی ترقی بغیر ایک قیود لگانے کے ممکن نہیں اس لئے ہر قوم نے اپنی قوم کی ترقی ہی کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔ لیکن اگر محمد رسول اللہ صلعم انہی لوگوں کا اتباع کرتے تو آپ کے آنے کی اصل غرض ہی پوری نہ ہوتی۔ آپ کے آنے کی بہت سی اغراض میں سے ایک غرض قومی اور ملکی قیود کو توڑ کر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنا تھا۔ اور ایک عالمگیر اخوت کا سلسلہ قائم کرنا تھا۔ اگر غور کیا جائے تو قومی اور ملکی قیود مصنوعی قیود ہیں۔ پس ایک فطری مذہب مصنوعی قیود کو قائم نہ رکھ سکتا تھا۔ اگر اور مذاہب کی غرض افراد کو اکٹھا کر کے ایک قوم بنانا تھا، تو اسلام کی غرض قوموں کو اکٹھا کر کے نسلِ انسانی کا ایک اتحاد پیدا کرنا تھا اس لئے اسلام کی تعلیم نے قومی قیود کو اسی طرح توڑ کر نسلِ انسانی کی وحدت کی بنیاد ڈالی ہے۔ جس طرح مختلف مذاہب نے شخصیّت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کی بنیاد رکھی تھی۔ وہ بھی ایک بڑا کام تھا جو پہلے انبیاء کے سپرد کیا گیا۔ مگر یہ کام اس سے بدرجہا بڑا ہے۔ اس کی مشکلات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کا پیدا کرنا ایک بہت بڑا کام ہے۔ مگر قومی تفریقوں کو دُور کر کے نسلِ انسانی کی وحدت کے پیدا کرنے کے سامنے ہیچ ہے۔ یہ تیسری خصوصیت ہے۔ جو نبی کریم صلعم کو تمام انبیاء میں ممتاز کرتی ہے کہ وہ قومی وحدت و ترقی کا راز سکھانے آئے آپ نسلِ انسانی کی وحدت نسلِ انسانی کی ترقی کے عظیم الشان راز کے انکشاف کے لئے ظاہر ہوئے۔

فطرت انسانی کی تمام شاخوں کی تربیت

چوتھی خصوصیت جو آپ کو تمام مصلحین پر ممتاز کرتی ہے یہ ہے۔ کہ جہاں ہر ایک نبی فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کی نشو و نما کے لئے آیا۔ اور اس کے وجود میں اخلاق انسانی کا ایک خاص پہلو ظہور پذیر ہوا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی کامل تربیت کی، اور آپ کے وجود مبارک میں اخلاقِ انسانی کے سارے پہلو ایسے روشن ہوئے کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت دنیا میں نہ رہی سلسلہ بنی اسرائیل میں کتنے نبی آئے ہیں مگر ہر ایک فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کی نشو و نما کے لئے انسانی زندگی کے لئے ایک خاص پہلو میں نمونہ بن کر، مگر امت محمدیہ میں ایک ہی آتا ہے۔ اور وہ ان پہلوؤں سے بڑھ کر ہر ایک پہلو میں خود ہی نمونہ ہے۔ وہ موسےٰ کی جوانمردی۔ ہارون کی نرمی، یشوع کی جرنیلی۔ ایوب کے صبر۔ داؤد کی سپہ گری، سلیمان کی شان و شوکت یحیٰی کی سادگی۔ مسیح کی فروتنی اور حلیمی سب کو مگر ہر ایک سے بڑھکر اپنے اندر جمع رکھتا ہے، اگر سلسلہ موسوی کے سرتاج حضرت موسےٰ مظہر جلال ہیں اور اس کے آخری نبی حضرت عیسےٰ مظہر جمال ہیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے بہت بڑھ کر کمال کو لئے ہوئے جامع جمال و جلال ہیں۔ اگر آپ وحشیوں اور اخلاق سے عاری قوموں کو متمدّن اور با اخلاق انسان بنا سکتے ہیں، تو متمدّن اور با اخلاق انسانوں کو با خدا انسان بنا سکتے ہیں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ہر قسم کے کمالات کا جمع کرنا

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ جہاں ہر ایک صاحب کمال کا کمال فطرت یا حالات انسانی کے کسی خاص حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے کمالات فطرت انسانی اور حالات انسانی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں۔

اگر کوئی شخص دنیا میں اس لئے بڑا کہلاتا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو پستی سے نکال کر بلندی پر پہنچا دیا تو یہ بڑائی سب سے زیادہ اس شخص میں پائی جاتی ہے۔ جس نے ایک نہایت ہی گری ہوئی قوم کو جو نہ کبھی اپنے ملک سے باہر نکلی تھی نہ تہذیب اور علم کا اس میں کوئی چرچا تھا۔ چند سال کے اندر نہ صرف دنیا کے ایک بڑے حصہ کا فاتح بلکہ فتوحات کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدّن اور علوم و فنون کی روشنی کو تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانے والا بنا دیا۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا کہلا سکتا ہے۔ کہ اس نے اپنی قوم کے بکھرے ہوئے اجزا کو اکٹھا کر دیا تو اہلِ عرب جیسی بکھری ہوئی قوم کو جس کا ایک ایک قبیلہ پشت ہا پشت کی خانہ جنگیوں سے ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو چکا تھا۔ ایک کرنے والے سے بڑھکر کون شخص بڑا کہلا سکتا ہے۔ جس نے ریت کے ذرّوں کو جمع کر کے ایک مضبوط پہاڑ بنا دیا وہ پہاڑ جو حوادثِ روزگار کی خطرناک سے خطرناک ٹکروں کے مقابلہ کے بعد آج بھی ویسا ہی مستحکم ہے۔ جیسا کہ پہلے روز تھا۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا کہلا سکتا ہے۔ کہ اس نے خدائے واحد کے نام کو دنیا میں بلند کیا۔ تو محمد رسول اللہ صلعم سے بڑا دنیا میں اور کون ہو سکتا ہے۔ جس کی بعثت کا منشا ہی اعلائے کلمۃ اللہ تھا اور جس نے اس منشاء کو ایسے بے مثل انداز میں پورا کیا کہ بت پرستی اور شرک کے چہرے پر جو نقاب پڑا ہوا تھا وہ ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا اور توحید کے نور سے دنیا جگمگا اٹھی۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا کہلا سکتا ہے۔ کہ اس نے اعلےٰ درجہ کے اخلاق کی تعلیم دنیا میں پھیلائی تو اس سے بڑا آدمی دنیا میں اور کون ہوگا جو اِنّکَ لعلیٰ خلقٍ عظیم کا مصداقِ اعظم ہے جس کے اخلاق کی شمیم سے فضاءِ عالم معطر و معنبر اور جس کا احسان اس لحاظ سے دنیا پر ابدالآباد تک رہے گا یہ خوشبو جس نے سونگھنی ہو۔ وہ قرآن کریم کے اوراق کی ورق گردانی کرے۔

اگر کوئی شخص فاتح اور کشورکشا ہو کر بڑا ہو سکتا ہے، تو کون شخص بڑا ہے اس جہاں کشا سے جس نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور باوجود بے یار و مددگار ہونے کے نہ صرف فاتح ...... بلکہ شہنشاہ گر بن گیا اور اس عظیم الشان سلطنت کا بانی ہوا۔ جو آج تیرہ سو سال بعد بھی دنیا کی متفقہ کوششوں کا جو اس کے بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے جاری ہیں مقابلہ کر رہی ہے۔

اگر امانت یا دیانت یا راست کرداری بڑائی کا کوئی معیار ہے، جس کا مہذب دنیا کو آج کل نظری طور پر اقرار مگر عملی طور پر انکار ہے۔ تو اس سے بڑا اور کون ہوگا جو مہد سے لے کر لحد تک اپنے ہمچشموں اور ہمعصروں میں الامین کے سعادت آفرین لقب سے ملقب ہے۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا کہلا سکتا ہے۔ کہ اس کا نام ایک بڑی قوم کے لئے ایک زندہ طاقت کا کام دیتا ہے۔ تو یاد رکھو کہ محمد رسول اللہ صلعم کے نام میں جو طاقت ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی طاقت نہیں اس لئے کہ یہ نام شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو بلا تفریق رنگ، بلا امتیاز ملک واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کی ربّانی رسّی میں باندھنے والا ثابت ہو رہا ہے۔ اور ہوتا رہے گا ہاں اگر پیروؤں کے لئے یہ نام ایک زندہ طاقت کا کام دیتا ہے تو دشمنوں کے لئے بھی نصرت بالرعب مسیرۃ شہر جیسے ایک مہینہ کی مسافت سے کام کرنے والے رعب کے ساتھ مدد دی گئی ہے۔ کا کام دے رہا ہے۔ اور اسلام کی تباہی چاہنے والے سارے سامانوں کے باوجود اور مسلمانوں کی اس گری ہوئی حالت میں بھی ان سے خائف رہتے ہیں۔

کمالات کا حالات زمانہ سے بلند ہونا

چھٹی خصوصیت یہ ہے۔ کہ جہاں ہر ایک صاحب کمال نے اس پہلو میں کمال دکھایا ہے جسے اس زمانہ یا اس کی قوم یا اس کے ملک کی حالت پیدا کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ آنحضرت صلعم کے کمالات ایسے

ہیں۔ کہ آپ کے زمانہ اور آپ کے ملک اور آپ کی قوم کی حالت ان کے پیدا کرنے کی قابلیت اپنے اندر نہ رکھتی تھی۔ جب کسی قوم یا ملک میں توحید کا چرچا ہو۔ تو ایک موحد کا پیدا ہو جانا، جب فلسفیانہ تحقیق کا عام رواج ہو تو ایک بڑے فلسفی کا پیدا ہو جانا، جب قوم یا ملک کی حالت بیرونی حملوں کے باعث قوم کے اندر جنگ کا جوش پیدا کر رہی ہو۔ تو ایک بڑے فاتح کا پیدا ہو جانا۔ جب قوم کی توجہ عام طور پر اخلاق کی طرف ہو۔ تو اخلاق کے ایک بڑے معلم کا پیدا ہو جانا۔ جب قوم میں شعر و شاعری کا شوق بڑھ رہا ہو۔ تو ایک بڑے شاعر کا پیدا ہو جانا عین ان حالات انسانی کے مطابق ہے۔ جن کا مشاہدہ تاریخ ہمیں کراتی ہے مگر ایک سخت بت پرست قوم کے اندر شرک کی بجائے میں لتھڑی ہوئی ہو اور توحید سے مطلقاً نا آشنا ہو۔ ایک ایسے شخص کا پیدا ہو جانا جس کی فطرت کے اندر ہی بتوں سے تنفر ہو اور پندرہ سولہ سال کی ہی عمر میں لات اور عزیٰ کا واسطہ دیئے جانے پر نہایت جرأت سے یہ کہہ دے کہ مجھے دنیا میں کسی چیز سے اس قدر نفرت نہیں جتنی ان پتھر کے معبودوں سے ہے اور جو خالص توحید کا معلم واحد ہو۔ ایک ایسی قوم کے اندر جو توہم پرستی میں حد سے گذری ہوئی ہو، ایک اعلیٰ درجہ کے فلسفیانہ دماغ رکھنے والے دشمن توہم پرستی کا پیدا ہو جانا ایک ایسی قوم کے اندر جس پر علم کی روشنی کی ایک کرن بھی نہ پڑی ہو اس روشنی کو دنیا کے تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانے والے انسان کا پیدا ہو جانا۔ ایک ایسی قوم کے اندر جو شیرازہ جمعیت کے بکھر جانے کے باعث اس بات کے سمجھنے سے بھی عاری ہو چکی ہو۔ کہ قومی جمعیت بھی کوئی چیز ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا کی ندا کے بلند کرنے والے کا پیدا ہو جانا ایک ایسی قوم کے اندر جو اخلاق فاضلہ سے اس قدر دور جا پڑی ہو کہ اخلاق رذیلہ پر فخر کرنا اس کا شیوہ ہو چکا ہو۔ خلق عظیم کا سبق دینے والے اور تخلقوا باخلاق اللہ کا نعرہ مارنے والے کا پیدا ہو جانا۔ ہاں اس قوم کے اندر جو شراب نوشی اور قمار بازی میں دنیا کی کل قوموں پر فوقیت لے جا چکی ہو۔ دنیا سے شراب نوشی اور قمار بازی کے استیصال کی ایک ہی کوشش کرنے والے کا پیدا ہو جانا، پھر اس قوم کے اندر جو عورت کو اس قدر ذلیل سمجھتی ہو، کہ زندہ لڑکی کو گاڑ دینا اس کے بڑے آدمیوں کا فخر ہو، عورتوں کی عزت اور عورتوں کے ان حقوق کے قائم کرنے والے کا پیدا ہو جانا۔ جو آج کل کی تہذیب بھی طبقۂ نسواں کو عطا نہیں کر سکی۔ بالآخر اس قوم کے اندر جس میں صدیوں کی باہمی لڑائیوں سے جنگجوئی کو فخر انسانیت سمجھا جاتا تھا۔ ایک ایسے شخص کا پیدا ہو جانا۔ جو دنیا میں صلح و اتحاد اور نسل انسانی کی اخوت کی بنیاد رکھنے والا ہو۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جن کے لئے تاریخ کسی دوسرے آدمی کا نمونہ نہیں دکھا سکتی اور جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسی ظلمتوں اور نجاستوں کے اندر اس نور اور لطافت کو تیار کرنے والا وہی خدا تھا۔ جو زمین اور سمندر کی تاریکیوں میں ہیرے اور موتی پیدا کرتا ہے۔ اور محمد صلعم کے وجود میں اس نے اپنی قدرت کاملہ کا وہ کامل نمونہ دکھایا ہے۔ جس کی نظیر نہیں ملتی۔

انسانوں، قوموں، مذہبوں میں صلح کی بنیاد

ساتویں اور سب سے بڑی خصوصیت، جو آپ کو تمام انبیا پر ممتاز کرتی ہے اور تمام عالم کے لئے رحمت ٹھیراتی ہے۔ آپ کا ایک عظیم الشان صلح کی بنیاد رکھنا ہے نہ صرف مختلف انسانوں میں نہ صرف مختلف قوموں میں بلکہ سب میں مشکل کام یعنی مختلف مذاہب میں صلح کی بنیاد رکھنا تمام انسانوں میں مساوات کا رنگ یوں پیدا کیا کہ بڑے سے بڑے انسان کے متعلق بھی یہ تعلیم دی۔ قل انما انا بشر مثلکم۔ میں بھی تمہاری طرح ہی ایک انسان ہوں، مرد اور عورت، نوکر اور آقا، جاہل اور عالم، بادشاہ اور رعیت سب ایک دوسرے پر حقوق رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک دوسرے کے متعلق ایک ذمہ داری کے نیچے ہے۔ انسانیت کی صف میں وہ سب ایک مقام پر کھڑے ہیں، حج کے اندر اس کا ایک عملی نظارہ بھی دکھا دیا۔ کہ لاکھوں انسان ایک ہی لباس میں ایک حیثیت میں ایک شکل میں اکٹھے کر کے دکھا دیئے۔ وہ مساوات نسل انسانی جس کا نظارہ دنیا میں کہیں نظر نہیں آتا، خانہ کعبہ کے گرد اور منیٰ میں اور عرفات کے مقاموں میں وہ نظارہ ہر ایک آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ پھر پانچ وقت کی نمازوں میں بھی کم و بیش یہی مساوات کا نظارہ نظر آتا ہے۔ خدا کے حضور بادشاہ اور درویش دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں۔ ملکی انتظام میں ایک غلام کو قریش پر حاکم مقرر کر کے دکھا دیا، اصول علم میں کوئی فرق مرد اور عورت کا نہیں رکھا۔ نہ چھوٹے اور بڑے کا قومی مساوات کے لئے یہ قاعدہ تجویز فرمایا کہ یہ قومیں اور قبیلے ایک دوسرے پر بڑائی کرنے کے لئے نہیں بلکہ صرف شناخت کے لئے ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہیں۔ اور بڑائی کا معیار اب دنیا میں قومیت نہ رہے گی، بلکہ تقویٰ رہے گا۔ کالے اور گورے کا فرق، مشرقی اور مغربی کا فرق سب مٹا دیا سب ایک باپ کے بیٹے ہیں۔ اور پھر سب سے مشکل کام بھی کر کے دکھا دیا یعنی مذاہب میں صلح جو دنیا کے کسی مصلح کے وہم میں بھی نہ آیا تھا۔ عام اصول قائم کر دیا کہ سب قوموں میں رسول ہوتے رہے کوئی قوم خدا کے نعمائے روحانی سے محروم نہیں رہی۔ اور ایک مسلمان پر فرض قرار دیا کہ نہ صرف اپنے رسول پر ایمان لائے بلکہ جس قدر مختلف قوموں میں دنیا میں نبی اور رسول ہوئے سب پر ایمان لائے۔ آپ سے پہلے کسی شخص کے منہ سے یہ کلمہ نہ نکلا تھا۔ کہ دنیا کی ہر قوم میں رسول آتے رہے ہیں، جب ہم نے سب دنیا کے پیشواؤں کو سچا مان لیا۔ تو نسل انسانی میں ایک ایسے اتحاد کی بنیاد رکھ دی جو کبھی برباد نہیں ہو سکتی ہم سب بھائی بھائی ہو گئے۔ پھر سب پیشواؤں کی عزت کرنا ہمارا فرض قرار دیا۔ یہاں تک کہ جن کو ہم باطل معبود بھی سمجھتے ہیں۔ ان کو بھی گالی دینا منع کر دیا۔ پھر حقیقی پیشوایان دین کی عزت کیوں نہ کریں۔ پھر نہ صرف مذاہب میں صلح کی بنیاد ڈالی بلکہ مختلف اعتقادات میں بھی جو ایک دوسرے کے خلاف نظر آتے ہیں۔ صلح کی راہ بتا دی اور فرمایا کہ جو امور مشترک مذاہب میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو بطور ایک بنیاد کے صحیح قبول کر لیا جائے۔ اور پھر تمام اعتقادات کو اس امر مشترک پر پرکھا جائے کہ وہ اس کے خلاف تو نہیں۔

مختصر یوں کہ اگر ایک طرف آپ نے اللہ تعالیٰ کی عزت و جبروت کو دنیا میں قائم کیا اور اس کی توحید کو تمام آلائشوں سے پاک ۔۔۔۔۔۔ کر دیا۔ تو دوسری طرف مساوات اور وحدت نسل انسانی کو بھی کمال پر پہنچایا۔ اور انسان کی عزت کو دنیا میں بلند کیا۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم۔

قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کی عجیب طاقت

آنحضرت صلعم کی پاک سیرت اپنے اندر ایک ایسا جذبہ رکھتی ہے کہ آپ کے صحیح حالات سامنے آنے پر اچھے اور برے سب کے دل بے اختیار جھک جاتے ہیں مسلمانوں کو جو محبت اپنے رسول صلعم سے ہے اگر اس کے ساتھ آپ کی پاک سیرت کا نقشہ بھی زیادہ نہیں تو کم از کم سال میں ایک مرتبہ اس تقریب پر ان کی آنکھوں کے سامنے آتا رہے تو ان کے اندر ایک زبردست قوت عمل پیدا ہو سکتی ہے مسلمانوں کے ہاتھ میں دو نہایت ہی زبردست ہتھیار ہیں جو اس وقت بلا استعمال پڑے ہیں ایک قرآن کریم کی تعلیم اور دوسرا اس تعلیم کا نمونہ یعنی محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت۔ جس طرح مشہور جرمن فلاسفر گیبٹی نے لکھا ہے کہ قرآن میں یہ عجیب طاقت ہے کہ اگر دل میں عناد لیکر بھی اسے پڑھنا شروع کیا جائے تو ختم کرنے سے پیشتر ہی وہ اپنی محبت دل میں پیدا کر لیتا ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت (جو اس پاک تعلیم کا عملی نمونہ ہے) سخت سے سخت دلوں کو فتح کرنے کی طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔ یہ آپ کے بلند اخلاق ہی تھے جنہوں نے عرب جیسی اکھڑ قوم کے دلوں کو فتح کر کے انہیں اخلاق کے ایسے بلند مقام پر پہنچا دیا تھا۔ آج بھی آپ کی سیرت اور آپ کے اخلاق دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ ہر مسلمان بھائی سے میری درخواست ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو لوگوں کے سامنے لانے میں جس قدر کوشش ممکن ہو وہ بجا لائے۔

(محمد علی)

تاریخ نبیؐ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مغفور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی یا سیرت پر ابتدا ہی سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس موضوع پر لکھنے والا میں پہلا نہیں ہوں۔ تمام گذشتہ زمانے میں عربی، ایرانی اور ہندوستانی عالم اور اولیاء اللہ دلی فخر و عقیدت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کا تذکرہ کرتے رہے ہیں۔

نبی کریم صلعم کے ظہور کے وقت دنیا کی حالت کا نقشہ

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ یورپ جہالت کے تاریک ترین پردوں میں پوشیدہ تھا۔ اور ایران میں مزدکی اور ہندوستان میں پرانوں کے عقائد کا دور دورہ تھا۔ فعل زنا جو اپنے خوفناک نتائج کے لحاظ سے قتل سے دوسرے درجہ پر ہے۔ اکثر مقدس رسوم کا ایک لازمی جزو قرار پا گیا تھا۔ اور اس ناپاک فعل کا ارتکاب مذہب کی اجازت سے کیا جاتا تھا۔ جب مسیحی مرد، عورتیں اتوار کے دن کیتھولک پادری کے پاس اکا تفتیش تخلیہ میں جا کر اپنے گناہوں کا اقرار کرتی تھیں تو جس قدر گناہ معاف ہوتے تھے اس سے کہیں زیادہ لاحق ہو جاتے۔ سید امیر علی مرحوم "اسپرٹ آف اسلام" میں لکھتے ہیں "مسیحی دنیا کی مذموم اخلاقی اور دینی حالت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے جو جسٹینین جیسے شان و شوکت والے مسیحی تاجدار اور قانون ساز کے دوران حکومت میں تھی۔ لوگوں کے معیار میں خانگی یا شہری نکوکاری کی کوئی قدر و منزلت باقی نہ رہی تھی۔ چنانچہ ایک زن فاحشہ تھیوڈورا روم کے ساتھ تخت سلطنت پر جلوہ گر تھی اور کوئی معترض نہ ہوتا تھا۔ تھیوڈورا وہ عورت تھی جس نے شہر قسطنطنیہ میں علانیہ طور پر زانیہ کا لقب حاصل کیا تھا۔ اور اسکی عیاشی اور بدکاری کے افسانے زبان زد خلائق تھے۔ لیکن جب وہ ملکہ بن گئی تو بڑے بڑے قاضیوں، دینداروں، اسقفوں، فاتح سپہ سالاروں اور مفتوح بادشاہوں، غرضیکہ تمام مسیحی دنیا نے اسے اپنا حاکم اور آقا تسلیم کر لیا۔ اس کا ظالمانہ طرز عمل سلطنت کے دامن پر ایک بدنما داغ تھا۔ اس کی نظر میں نہ اخلاق کی کوئی وقعت تھی نہ مذہب کی۔ چنانچہ بغاوتوں، بلووں، خونریز ہنگاموں اور طوفانی بے تمیزیوں کا بازار گرم ہو گیا۔ اور پادری لوگ دل کھول کر اس میں حصہ لیتے تھے۔ ان موقعوں پر ایک قانون، انسانی یا خدائی بالائے طاق رکھ دیا جاتا تھا۔ گرجوں کی قربان گاہیں بے گناہوں کے خون سے آلودہ ہوا کرتی تھیں۔ اور تمام سلطنت میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جسے جائے امن کہا جا سکتا۔" ایران میں صدیوں سے پیشتر اٹھا زرکسیز نیمن نے جو سائرس کا بھائی تھا نیک عقاید کی نشر و اشاعت کر دی تھی۔ اور اس زمانے میں مزدک نے ان کی خوب ترویج و حمایت کی۔ چنانچہ ان شرمناک عقائد خصوصی میں یہ عقیدہ بھی شامل تھا کہ ایک عورت کئی مردوں کی زوجہ بن سکتی ہے۔ اس نے جملہ شرمناک مناظر اور عیاشانہ طرز عمل شرابخوری، بدمستی اور بیحیائیوں کی اجازت دے دی تھی۔ ہندوستان میں بھی یہ ناپاک رسم اشتراک فی النساء جاری تھی۔ کیونکہ شکتک مت نے اس فعل کی اجازت دے دی تھی، حتیٰ کہ شکتک مذہب کا پروہت اپنی ذاتی دلچسپی کے لئے دوسروں کی ازدواج میں شریک ہو سکتا تھا۔ اس خواہش کو ہر شخص جائز سمجھتا تھا اور نئی دلہن عموماً شادی کے بعد پہلا ہفتہ اپنے مذہبی پیشواؤں کی خلوت گاہوں میں بسر کرتی تھی۔ اس کا خاوند اس بے حیائی کو مستحسن یقین کرتا تھا۔ بدیں خیال کہ اس طرح آسمانی برکات ان کے شامل حال ہو جائیں گی۔ جس کی وجہ سے ان کی متاہل زندگی عیش و عشرت سے گزرے گی اس زمانہ کی بعض راتیں بدترین بے حیائی کا نظارہ پیش کرتی تھیں جبکہ شراب سے مست ہو کر عورت مرد دونوں بدترین گناہوں کے مرتکب ہوتے تھے کیونکہ ان کے عقیدہ میں شکتک مجن جو اس موقعہ پر گائے جاتے تھے خود ان بے حیائیوں کو شرافت میں تبدیل کر دیتے تھے۔ اگر کسی قوم یا ملت کا معیار نکوکاری اس کے تخیل الوہیت سے معلوم ہو سکتا ہے، کیونکہ ہر قوم اپنے خدا یا معبود سے بہترین صفات منسوب کرتی ہے تو اس زمانہ کے ہندو دیوتا بدترین صفات رذیلہ کے مظہر تھے۔ کیونکہ ان دیوی دیوتاؤں کے سوانح حیات گوناگوں بدکاریوں کا مرقع تھے۔

عرب کی حالت

لیکن عرب کا خطہ ان تمام ممالک سے بڑھا ہوا تھا۔ دنیا کی تاریخ ایسی تاریک زندگی کی نظیر پیش کرنے سے عاری ہے شراب خوری، زناکاری، قماربازی وہاں کے لوگوں کا شغل ہمیشگی تھا۔ قتل و غارت، اطفال کشی اور قزاقی وغیرہ ان کا طغرائے امتیاز تھے۔ ان میں کسی قسم کی اخلاقی یا مذہبی قیود کا پتہ نہ تھا۔ نکاح کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ طلاق پر کوئی پابندی نہ تھی "قطع نظر عیاشی اور بدکاری سے، وہ لوگ عموماً قرم ساقی کے عادی تھے۔ بیٹے اپنی بیوہ ماؤں کو اپنی ازدواج خیال کرتے تھے۔ شادی شدہ عورتیں غیر مردوں سے ناجائز تعلقات رکھنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ بسا اوقات ان کا تذکرہ ازراہ فخر و مباہات کیا کرتی تھیں اور ایک عورت کے جس قدر زیادہ مردوں سے ناجائز تعلقات ہوتے اسی قدر وہ دوسری عورتوں سے ممتاز خیال کی جایا کرتی تھی۔ انسانی قربانی کا عام رواج تھا بیٹی کو بروقت ولادت زندہ دفن کرنا معمولی بات تھی۔ رات دن خانہ جنگی اور خونریز لڑائیوں کا چرچا تھا۔ بات بات پر ایک دوسرے کو قتل کر دیا تھا، لوٹ مار قتل و غارت اور انتقام کے جذبات اس درجہ ترقی کر گئے تھے کہ جب تک عورتیں اپنے دشمنوں کے خون سے اپنے کپڑوں کو نہ رنگتیں چین نہیں آتا تھا۔ مختصر یہ کہ کوئی برائی جو متصور ہو سکتی ہے ایسی نہ تھی جو ان لوگوں میں موجود نہ ہو۔ اس مذموم حالت میں یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ عرب کے باشندے صورت کے لحاظ سے انسان تھے۔ لیکن عادات کے لحاظ سے حیوانات سے بھی بدتر تھے۔ یہ ہے وہ تصویر جو مسٹر گبن نے اس زمانے کے عربوں کی بیان کی ہے۔ یہ سچ ہے کہ تاریخ عالم کے ہر دور میں بدکاری اور بداخلاقی کا وجود رہا ہے لیکن اس زمانے کو بدترین زمانہ کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ لوگوں کی اخلاقی حسیات عمیق ترین قعر میں جا پڑی تھیں۔ یعنی جبکہ برائی کو بھلائی سمجھ لیا گیا ہو۔ اگر دنیا میں کسی نبی کی ضرورت تھی تو اس وقت جس طرح تاریکی کے بعد اجالا اور خشکی کے بعد بارش کا ہونا عین مقتضائے فطرت ہے، اسی طرح انسانی بداخلاقیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے نبی کا مبعوث ہونا یہ زمانہ وہ تھا جبکہ تمام دنیا پر بدکاری کا پردہ پڑا ہوا تھا اور بت پرستی، جہالت، توہم پرستی اور بے حیائی کا دور دورہ تھا۔ نیکی اس دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹ گئی تھی اور بدی کا نام نیکی پڑ گیا تھا۔

الہامی کتب میں تحریف

چھٹی صدی عیسوی میں الہامی کتابوں کی صحت اس درجہ مشتبہ ہو چکی تھی اور خدا کا کلام انسانی افترا پردازیوں کے باعث اس قدر ملوث ہو چکا تھا۔ تو یہ یقین کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے کہ خدا تعالےٰ نے تمام دنیا کو اسی طرح تاریکی میں چھوڑ دینا گوارہ کیا ہو۔ بیشک اس نے حسب عادت اپنی مرضی بندوں پر ظاہر فرمائی ہوگی۔ اور اپنی وحی کو دوبارہ پاک کیا ہوگا۔ ضرورت الہام پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن نے اس مسئلہ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے۔ "تھے لوگوں کا دین ایک پھر بھیجے اللہ نے نبی خوشی اور ڈر سناتے اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصل کرے لوگوں میں جس بات میں جھگڑا کریں اور کتاب میں جھگڑا نہیں ڈالا۔ مگر ان لوگوں نے جن کو ملی تھی، بعد اس کے کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم آپس کی ضد سے پھر اب راہ دی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے کر رہے تھے۔ اپنے حکم سے اور اللہ چلا دے جسکو چاہے سیدھی راہ" (سورۃ بقر۔ آیت ۲۱۳)

اس آیت کا مطلب بالکل واضح ہے۔ مختلف اقوام کو ہدایت دی گئی تھی۔ لیکن انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیشتر انبیاء بھی مبعوث ہوئے لیکن ہر قوم نے انحراف کیا اور ان کی تعلیمات کے متعلق نزاعات پیدا ہو گئے۔ اور سب سے بدتر حالت مسیحیت کی تھی۔ اب یا تو ہر قوم میں ایک نبی آتا جو ان کے اختلافات رفع کرتا یا ایک ہی کامل نبی ایسا ہوتا جو تمام دنیا کو پیغام امن سناتا اور اسکی صداقت کا دوبارہ اعلان کرتا جو انبیائے سابقین لائے تھے۔ اللہ تعالےٰ کی آخری کتاب نے ان الفاظ میں ساری بحث کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔

"قسم اللہ کی ہم نے رسول بھیجے کتنے فرقوں میں تجھ سے پہلے پھر سنوار سے شیطان نے اس کے کام سو وہی رفیق ان کا ہے آج اور ان کو دکھ کی مار ہے اور ہم نے اتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول سنا دے ان کو جس میں جھگڑ رہے ہیں

اور سوجھانے کو اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو مانتے ہیں" [illegible]

آنحضرت صلعم نے کیا کیا!

اس احسانِ عظیم کا بھی تھوڑا سا ذکر کر دوں جو آنحضرت صلعم نے تمام دنیا پر کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے دنیا میں از سرِ نو توحید کا عقیدہ قائم کیا اور اس وقت جبکہ تمام دنیا اسکو فراموش کر چکی تھی اور بدترین قسم کے شرک نے تمام مخلوقات کا احاطہ کر رکھا تھا۔ انڈے کے چھلکے سے لے کر خدا تک ہر شے پتھر، درخت، ہوا، پانی، دریا، بادل آسمان، زمین، ستارے، چاند، سورج غرضیکہ کل کائنات خدائے مجسم تھی اور لائق عبادت، بلکہ لوگ یہاں تک گر گئے تھے کہ اپنے جذبات اور شہوات کی بھی عبادت کرتے تھے۔ اگر ہندوستان میں ہزاروں مورتیں نفسانی خواہشات کی تکمیل کی خاطر پوجی جاتی تھیں تو عیسائیت میں بھی بہت سے اولیاء اور پیران ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے موجود تھے، شاکت عقیدہ کے لوگ اس زمانے میں بکثرت پائے جاتے تھے۔ ان کے بعض قدیم مندر اب بھی ہندوستان کے بعض حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان مندروں کی دیواروں پر مثلاً بنارس میں نہایت فحش تصاویر بنی ہوئی ہیں جن کو دیکھنے کی کوئی شریف آدمی تاب نہیں لا سکتا۔ شاید دنیا کے پردہ پر اس سے زیادہ بےحیا مناظر دیکھنے میں نہیں آ سکتے اور جو جو حیا سوز افعال اس زمانے میں ان مندروں کے اندر کئے جاتے ہونگے ان کا تصور کرنا ہمارے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ جبکہ یہ سب ناپاک افعال مذہب کے نام سے جائز قرار دیئے جاتے تھے۔ پس ناظرین غور کریں کہ جس وقت نبی کریمؐ نے توحید کا اعلان کیا اس وقت کی مذہبی زندگی سے کوئی اور تاریک تر زندگی تصور میں آ سکتی ہے؟

آنحضرت صلعم نے خدا کی توحید نہایت استوار طریقہ سے دنیا میں قائم کی۔ اگر مذہب کے نزول کی غایت یہ ہوتی ہے کہ بندوں کو عرفان الٰہی حاصل ہو اور بندے اپنے معبود کی صفات سے آگاہ ہوں تو کیا دنیا کی کوئی تاریخ آنحضرت صلعم سے بہتر کسی شخصیت کا پتہ دے سکتی ہے جس نے مذہب کی خدمت آپؐ سے احسن اور اعلےٰ طریق پر کی ہو؟

تاریخ نبوت میں آنحضرت صلعم کی عدیم المثال شخصیت

دنیا میں متعدد مذہب پائے جاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے ان رسولوں نے دنیا میں الٰہی روشنی پھیلائی اور یہ لوگ دنیا والوں کیلئے معلم بھی تھے اور نمونہ بھی۔ یعنی جن باتوں کی بحکم خدا انہوں نے تعلیم دی ان باتوں پر خود عمل کر کے بھی دکھا دیا۔ لیکن ان کے ہم عصروں نے ان کی تعلیمات اور سنت کو محفوظ نہ رکھا۔ جو کچھ ہم تک پہنچا ہے۔ محض روایات اور اس میں بھی تحریف کی گنجائش اس قدر ہوئی کہ ہر مذہب کی تعلیم ایک صدی سے پہلے ہی محرف ہو گئی اور آئندہ نسلوں کو وہ مذہب ملا جس کا تخیل بھی بانی مذہب کے ذہن میں نہ تھا۔ مختلف انبیاء کے متعلق معاصرانہ شہادت کی عدم موجودگی سے ایک اور قباحت پیدا ہو گئی۔ سابقہ مذاہب میں سے کوئی بھی اپنے اندر یہ بات نہیں رکھتا کہ جملہ امکانی ضروریات انسانی کا علاج کر سکے۔ اس لئے مختلف مسائل میں مختلف اشخاص نے مختلف فیصلے کئے اور وحدتِ خیال غائب ہو گئی۔

حضرت نبی کریم کی تاریخی حیثیت

آنحضرت صلعم ایک روشن تاریخی شخصیت کے مالک ہیں۔ جن کی مقدس زندگی کے لاتعداد واقعات خود آپ کے ہمعصروں نے ہماری ہدایت کے لئے قلمبند کر دیئے ہیں۔

آنحضرت صلعم فی الحقیقت ایک تاریخی انسان ہیں جن کی شخصیت کے متعلق شک وشبہ کی مطلق گنجائش نہیں اور آپ ہی صرف ایک ایسے رسول ہیں جو صحیح معنوں میں تاریخی انسان کہے جا سکتے ہیں۔ بچپن سے لے کر تا دمِ وفات اور خصوصاً اس زمانہ کے حالات جو آپ کی نبوت ورسالت کا زمانہ ہے سب کے سب تحریری طور پر محفوظ ہیں۔

آنحضرت صلعم کی برتری کا راز

دیگر انبیاء کی زندگی روایات اور پردوں میں چھپی ہوئی ہے۔ ان کی روزمرہ زندگی کے متعلق بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ ان کے اقوال بھی مبہم اور مجمل ہوتے ہیں۔ اگر انہیں کسی زمانہ کا فرد قرار دیدیا جائے تو اس صورت میں ان کے سوانح حیات لائق اعتنا ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ لیکن آنحضرت صلعم تمام تاریخی شخصیتوں سے زیادہ تاریخی وقعت رکھتے ہیں اور شہادت کے اس انبار میں آپ کے دشمنوں کو کوئی بات مشکل ہی سے ایسی ملے گی۔ جسے وہ آپ کے خلاف استعمال کر سکیں۔ اسی بات میں آنحضرت کی برتری کا راز مضمر ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم آپ کو سب انبیاء سے برتر اور بہتر اور افضل سمجھتے ہیں۔ آپؐ کے اقوال اور افعال سب جوں کے توں محفوظ ہیں۔ نیز آپ کی تعلیم اور عمل میں ایک عجیب مطابقت پائی جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ نے جملہ انسانی ضروریات کو ذہن میں رکھ کر اور جملہ حاجات وحوائج کو مدنظر فرما کر اپنے اقوال اور اعمال سے اب سب کا علاج مہیا فرما دیا تھا۔

عملی نمونہ کے بغیر منصب نبوت بے فائدہ ہے

اگر آنحضرتؐ کے سوانح حیات ہمارے سامنے نہ ہوتے تو ہم خدا کی قائم کردہ نبوت کا مطلب اور مفہوم سمجھنے سے قاصر رہتے۔ اگر نبی یا رسول کی بعثت صرف اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ چند مواعیظ یا خطبے پبلک کے سامنے دیدے یا مختلف موقعوں پر وہ باتیں بیان کر دے۔ جو اس سے پہلے بہتوں نے بیان کر دی ہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس آسمانی منصبِ نبوت سے انسانوں کو کونسا معتدبہ فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اتنی باتیں تو ہم ان لوگوں سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے مامور من اللہ ہونے کا دعوےٰ بھی نہیں کیا۔

مقدس کتابوں میں بہت سی نصائح اور کار آمد باتیں درج ہوتی ہیں لیکن موثر نہیں ہوتیں۔ کیونکہ ناصحین نے ان کو عملی لباس پہنایا ہی نہیں ہوتا۔ اور اگر عمل یا نمونہ موجود نہ ہو تو بعض اوقات ان نصائح سے نفع کی جگہ نقصان بھی پہنچ جاتا ہے۔ اس موقعہ پر عموماً یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنی عقل سے کام لیتے ہیں اور ایسے افعال کرتے ہیں جو شاید ناصحین کے خیال میں بھی نہ آئے تھے۔

جب کبھی حکومت برسرِ پیکار ہوتی ہے تو یہ لوگ جنگ کی خوبیوں پر وعظ بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ ۱۹۱۴ء میں بشپ آف مسیحیت کی تعلیم اور اسکا عمل محرابِ مرمریہ میں کیا تھا۔ اور جب جنگ ختم ہو جاتی ہے تو یسوع کے وعظ کو ہی بیان کرنے لگتے ہیں۔ عاجزی۔ رحمدلی، بردباری، حلم، عفو، عدم تشدد وغیرہ منجملہ ان خصائص کے ہیں جن پر مسیحیت فخر کرتی ہے۔ لیکن اس کی تاریخ دیکھو تو اور ہی رنگ نظر آتا ہے۔ وہاں تو بےرحمی، ستم رانی دل آزاری اور خونخواری کی داستانیں زیبِ اوراق ہیں۔ اگر یسوع کی بیان کردہ تعلیمات کے ساتھ اس کے افعال بھی محفوظ ہوتے تو اس کے پیرو کم از کم از راہِ الفت اس کے ان افعال ہی کی تقلید کرتے۔

منفی صفات قابلِ تعریف نہیں

واضح ہو کہ استعداد کسی فعل کا ثبوت نہیں ہو سکتی اور معلمین اخلاق کے معاملہ میں منفی صفات کوئی قابلِ تعریف بات نہیں ہیں۔ کیونکہ نہ ان کے بیان کرنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے اور نہ ان سے طالبانِ اسوہ کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ہم خود دوسروں کے سامنے گھنٹوں رحمدلی اور محبت کے فوائد پر لیکچر دے سکتے ہیں۔ لیکن محض زبان سے کہہ دینے سے ہمارے الفاظ میں کوئی تاثیر نہیں پیدا ہو سکتی۔ علاوہ ازیں جو بات خود ہمارے تجربہ میں نہیں آئی وہ ہم دوسروں کو کس طرح بتا سکتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص خود ان باتوں پر عمل کر کے نہ دکھائے جن کی تلقین وہ دوسروں کو کرتا ہے۔ اس وقت تک اس شخص کو کوئی بڑی عزت نہیں دی جا سکتی خواہ اس کے دعاوی کتنے ہی بلند بانگ کیوں نہ ہو۔

انبیاء کے متعلق مسلمانوں کا نظریہ

انبیاء کے متعلق مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی شخص کو نبی یقین کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہ جو کچھ اس نے مخلوق کو سکھایا ہوگا۔ اس پر خود بھی عمل کیا ہوگا۔ نیز یہ کہ جملہ انبیاء ایک ہی مقصد عالیہ کی تکمیل کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ اور تمام لوگ امت واحد ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ نے انبیاء کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا اور ان پر سچائی سے لبریز کتابیں بھی نازل فرمائیں (قرآن مجید ۲ : ۲۱۳)

تمام انبیاء کو دو کمیوں سے سابقہ پڑتا رہا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ زندگی کی مختلف منازل میں سے ہو کر نہیں گذرے جس طرح آنحضرت صلعم اور اس لئے انہیں انسانیت کے مختلف پہلوؤں کو مخلوق کے سامنے لانے کا موقعہ نہ مل سکا۔ اگر ملتا تو وہ لوگ دیکھ کرتے جس کی ایک خدا کے نبی سے توقع ہو سکتی ہے۔

نبی کا کام ارتقائی منازل طے کرانا ہے

کیا نبی کا منصبِ نبوت صرف چند معجزات یا چند مواعیظ چند دعاؤں یا چند بد دعاؤں پر منحصر نہیں ہوتا۔ نبی تو

اس وقت آتا ہے جب مخلوق پر اخلاقی، ذہنی اور روحانی موت طاری ہوجاتی ہے اور اسکا کام یہ ہوتا ہے کہ اس مخلوق کو از سر نو زندہ کرے۔ پس وہ اپنے اعلیٰ اصول لاتا ہے۔ ان پر خود عمل پیرا ہوتا ہے اور دوسرے کو عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے ماحول اور حلقۂ اثر میں زندگی کی لہر دوڑا دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ نبی کا کام انسانیت کو ارتقائی منازل طے کرانا ہوتا ہے اور یہ مسئلہ کافی دشوار اور پیچیدہ ہوتا ہے۔ انسانیت کے پہلو ایک دو نہیں بلکہ صدہا ہوتے ہیں۔ مثلاً طبعی، جذباتی، وجدانی تمدنی اخلاقی، اقتصادی، ذہنی اور روحانی وغیرہ اور یہ سب آپس میں مربوط ہوتے ہیں اور اپنی نشوونما اور بقا کے لئے باہمدگر محتاج جس وقت وہ اپنے مقررہ دوائر میں عمل کرتے ہیں تو ایک دوسرے کو تقویت بھی پہنچاتے ہیں۔ اسی لئے ان میں سے کوئی پہلو بھی لائق فراموشی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر جذبات شہوانی کو لے لیجئے جن کے خلاف بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ اور بعضوں نے ان کا قلع قمع کرنے کی نصیحت بھی دی ہے۔ لیکن ایسا کرنا خلافِ فطرت ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہ جذبات بھی ارتقائی منازل طے کرکے اعلےٰ اخلاق کی بنیاد اور روحانیت کا مبدا، ہو جاتے ہیں۔ ایک نبی کا فرض ہے کہ وہ ان تمام جذبات کا لحاظ رکھے اور ایسا نظام کار قائم کرے جس کی مدد سے انسانوں کے ....

.... تمام جذبات یکساں طور پر نشوونما حاصل کریں اور ہر وقت اس طرح قابو میں رہیں کہ ان کے جوہر ذاتی ترقی حاصل کریں اور وہ خود صفات واخلاق الہیہ سے متصف ہوجائیں ؎

آنحضرت صلعم جامع کمالات ہیں

آنحضرتؐ کی کامیابیاں اس نوعیت کی ہیں جن کی نظیر کسی دوسرے نبی کی زندگی میں نہیں مل سکتی۔ لیکن ہم مسلمان آپ کو اس وجہ سے نبی افضل الرسل تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کی ذات جامع کمالات جمیع انبیاء ہے۔ ہر نبی قوم کے لئے بمنزلہ ایک نصب العین کے تھا اور اسوۂ حسنہ بنا کر بھیجا گیا تھا۔ تاکہ افرادِ قوم اسکو اپنے سامنے رکھیں اور اگر ہمارے پاس اس کے سوانح حیات موجود ہوتے اور اسے وہ مواقع حاصل ہوتے جن کی بدولت اسے اپنی ذاتی قابلیت کے اظہار کا موقعہ ملتا تو وہ آج بھی ہمارے سب کے لئے نمونہ ہو سکتے تھے۔ جمیع صفات نبوت آپ کی ذات میں جمع ہیں اور ہر کمال جو کسی نبی کی ذات میں تھا، آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ یعنی آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری، جو خوبیاں نبی کی ذات میں امکانی طور پر مجتمع ہو سکتی تھیں وہ سب آپ میں موجود ہیں۔ صلوٰت اللہ علیہ وعلیٰ آلہ

آنحضرت صلعم کی عدیم المثال شخصیت

ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سارے نبی نبی نوع انسان کی بہبودی کے لئے بہترین مقاصد لے کر مبعوث ہوئے تھے اور حتی الوسع انہوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل بھی کی ان کا کیریکٹر دیگر افراد کے لئے نصب العین تھا۔ اور چونکہ وہ خدا کے فرزند اور اطاعت گزار تھے۔ اس لئے لامحالہ معصوم بھی تھے یعنی گناہوں سے پاک، چونکہ ان کے حالات ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ لہٰذا مجبوراً ہمیں عرب کے مایۂ ناز فرزند حضور صلعم کی طرف دیکھنا پڑتا ہے کہ اس عدیم المثال شخصیت نے خداتعالےٰ کے انتخاب کو اپنی لیاقت سے کس حد تک لائق تحسین ثابت کیا ہے۔ اس مقصد کے لئے ہمیں اسکو کسی انفرادی حیثیت دینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بحیثیت انسان وہ خود ایک ارفع واعلےٰ شخصیت ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے بحیثیت انسان اس لئے کہا کہ آپؐ خود انسانیت کے مدعی ہیں۔

نبی کا کامل نمونہ آنحضرت صلعم ہیں

آمدم برسرِ مطلب کسی نبی کو نمونہ کامل ثابت کرنے کے لئے چند باتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہلے تو اس فرضِ منصبی کی اہمیت کا اندازہ لگانا چاہیئے۔ جو اس کے سپرد کیا گیا ہو۔ اس کے بعد اسکی شخصیت۔ کیونکہ کسی شخص کی فضیلت کے اثبات میں اسکی شخصیت بڑی حد تک معاون ہوتی ہے۔ تیسری بات اس کا کیریکٹر یعنی خصائص طبعی جو گلدستہ صفات حسنہ ہونا چاہیئے تا کہ دوسرے لوگوں کے لئے کافی نمونہ ہوسکے۔ اس کے علاوہ اس میں اس قدر استقلال اور ارادہ کی پختگی ہونی چاہیئے۔ کہ شدید ترین مصائب دنیوی اسکو متزلزل نہ کرسکیں۔ نیز ایک افضل ترین نبی کے لئے بہترین مزکی ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ ان اصولوں کی عملاً تلقین کرے جن کی مدد سے بنی نوع آدم ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکیں۔ نیز اس کے لئے اعلیٰ ترین مفسر اور شارح ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ ہر بات کھول کر سمجھا سکے اور اسکی تعلیم میں ایسی وضاحت ہو کہ ہر درجہ کے تمدن کیلئے کارآمد ہوسکے۔ نیز اس کے لئے اسوۂ حسنہ ہونا بھی لازمی ہے تاکہ وہ اپنی تعلیمات کو عملی جامہ پہنا کر پبلک کے سامنے پیش کرسکے کیونکہ عمل بہرحال قول سے بہتر ہے۔ اور اعمال الفاظ سے زیادہ زوردار ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ تمام خصائص ہیں جن کی بنا پر میں آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین تسلیم کرنے پر مجبور ہوں ؎

سابق انبیاء کی زندگیوں پہ تاریکی کا پردہ

وہ تو خداتعالےٰ کی طرف سے پیغام لاتے ہیں۔ اور اپنے طرزِ عمل سے اسکی وضاحت کردیتے ہیں۔ جو احکام اس پر القاء کئے جاتے ہیں ان پر وہ سب سے پہلے خود عمل کرتا ہے اور دوسرے آدمیوں کو ان پر کاربند ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ گویا قولِ خدا اور فعلِ رسول دونوں مل کر انسان کی ہدایت کا موجب ہوتے ہیں۔ اور اگر ان دونوں باتوں کی اصلیت قائم ہے۔ اور سچائی کے ساتھ۔ اس رسول کے متبعین اوّل ان کو ہم تک پہنچادیں تو نہ کسی نئے الہام کی ضرورت ہے .... اور نہ کسی نئے نبی کی۔ لیکن آنحضرتؐ سے پہلے جو کچھ بھی نازل ہوا انسانی غفلت کی وجہ سے ملوّث، محرف ہوگیا۔

قرآن کے آخری کتاب اور آنحضرتؐ کی

خود اسلام سے پہلے انبیاء کے سوانح حیات ہی پہ تاریکی کا پردہ پڑگیا۔ ان کے متعلق ہماری معلومات بہت ہی محدود ہیں یہی وجہ ہے کہ نزولِ قرآن مجید اور بعثتِ رسول کریمؐ دونوں امور عین انسانی ضرورت کے مطابق ہیں اور اگر یہ ثابت ہوجائے کہ قرآن مجید آج بھی وہی ہے جو آنحضرتؐ کے وقت میں تھا تو پھر نہ کسی کتاب کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئے نبی کی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم قرآنِ مجید کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کہتے ہیں اور آنحضرت صلعم کو خداتعالےٰ کا آخری نبی اور رسول کہتے ہیں۔ آپؐ کی صفت ختمیت کا اصل سبب آپؐ کی شخصیت نہیں، بلکہ وحی الہٰی کی ختمیت ہے۔ جبکہ قرآنِ مجید میں ہماری ہدایت کے لئے کافی ووافی سامان موجود ہے اور وہ سامان کامل بھی ہے اور الہٰی مرضی کے عین مطابق بھی تو اس صورت میں نئی نبوت تو محض بے سود تکرار اور ہیچ ثابت ہوگی۔

ختمیتِ الہام

قرآنِ مجید نے اس مذہب کا نام جس کی وہ تعلیم دیتا ہے صراطِ مستقیم رکھا ہے۔ صراطِ مستقیم کے لغوی معنی ہیں "سیدھا راستہ" اگر یہ بات قرینِ عقل ہے کہ انسانی ہدایت کے لئے جو صراط یعنی راستہ وحی الہٰی کی معرفت دکھایا جائے گا وہ سب سے چھوٹا ہوگا۔ اور اس سے زیادہ چھوٹا ہو نہیں سکتا تو یہ بات بھی قرینِ عقل ہے کہ کسی نبی پر وہ "صراطِ مستقیم" وحی کی جاسکتی ہے پس اس طرح ختمیتِ الہام بھی ثابت ہوگئی۔ استدلال کا سارا زور اس بات میں منحصر ہے کہ فلاں نبی نے جو راستہ دکھایا وہ مستقیم ہے یا نہیں اور اسی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر وہ راستہ مستقیم ہے تو پھر اس نبی کا قول فیصل ہے۔ اور اس معنی کے لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ آنحضرتؐ آخری نبی تھے۔ آپؐ اپنے زمانے سے صدیوں آگے تھے۔ آپ تمام زمانہ کے نبی تھے۔ اور ہر درجہ کے تمدن اور تہذیب کے لئے ہادی۔ جو حقائق آپؐ نے اپنے زمانے میں تعلیم فرمائے تھے۔ لوگ آج انہیں قبول کرتے جاتے ہیں ؎

عجب نوریست درجانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف
کہ گردد از محبانِ محمدؐ
عجب دارم دلِ آں ناکساں را
کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ

(مسیح موعودؑ)

حضور خاتم النبیین کو سراجاً منیراً کا لقب عطا کیا گیا

حضرت امیر جناب مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم کو سراجاً منیرا کرکے بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً o وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیرا

(الاحزاب ۳۳—۴۴-۴۵)

جس طرح کائنات کو سراجاً منیراً کے بغیر نہ روشنی میسر آسکتی ہے اور نہ ہی کسی قسم کی حیات معرضِ وجود میں آسکتی ہے اور نہ ہی کسی قسم کی حیات قائم رہ سکتی ہے اسی طرح روحانیات و اخلاقیات کی کائنات میں سرورِ کائنات کے بغیر نہ کسی قسم کی روشنی پائی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی قسم کی حیات پیدا ہوسکتی ہے اور نہ ہی وہ قائم رہ سکتی ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیرا کرکے یاد فرمایا لانہ ینوّر القلوب ولانہ یحیی قلوب الناس۔ چنانچہ فرمایا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ یعنی خدا اور اس کا رسول حیات بخش نظریات کی طرف بلاتے ہیں ان کی دعوت پر لبیک کہو اور ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر حیاتِ جاودانی حاصل کرو۔ خدا کے کلام کو کسی شاعر کے کلام پر قیاس کرنا جائز نہ ہوگا کہ وہ ایسا کلام استعمال کرے جس میں مبالغہ زیادہ ہو اور حقیقت کم۔ خدائے قدوس کی ذات ایسے مبالغہ آمیز کلمات استعمال کرنے سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے ایسے کلمات حقیقت پر مبنی ہیں۔ جن میں وہ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ ایسا آفتاب ہے جو انسانوں کے قلوب کو منور کرتا، اور وہ ایسا آفتاب ہے جو انسانوں کے اندر حیات پیدا کرنے والا ہے۔ وہ حقیقی منوّر القلوب ومحی القلوب ہے۔ اگر ایک آفتاب مادی دنیا کے لئے ضروری ہے تو دوسرا آفتاب روحانی دنیا کے لئے ازبس ضروری ہے، انسان جسم بھی رکھتا ہے اور روح بھی۔ جس طرح اس کی جسمانی نشو و نما کے لئے ایک آفتاب کی ضرورت ہے اسی طرح اس کی روح کی تربیت کے لئے ایک آفتاب کی حاجت ہے۔ ظاہر ہے روح کا رتبہ اور اس کی قدر و منزلت جسم کی نسبت کہیں بڑھ کر ہے۔ روح کی وجہ سے انسان کو حیوان پر فوقیت حاصل ہے۔ اور روح کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ پس وہ آفتاب جو روحانیات کی نشو و نما کے لئے ہے اس آفتاب سے کہیں زیادہ بیش قیمت و مفید ہے جو مادیات کی نشو و نما کا کام انجام دیتا ہے۔ کائنات کا آفتاب روشنی اور حیات بخش حرارت کا سرچشمہ ہے۔ روحانیات کا آفتاب سرچشمۂ حیاتِ ابدی ہونے کی وجہ سے رحمۃ للعلمین ہے۔ اور اس سرچشمۂ سرمدی کا فیض کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اسی لئے ان کو رحمۃ للعلمین کرکے یاد کیا گیا اور اسی لئے ان کے حق میں فرمایا وان لک لاجراً غیر ممنون نہ ہی ان کا فیض کبھی منقطع ہوگا اور نہ ہی ان کا اجر منقطع ہوگا۔ ان کے فیوض کا چشمہ الکوثر ہے۔ جو تمام انواع و اقسام کے فیوض کا مجمع ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کو مقام محمود حاصل ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ رفعنا لک ذکرک کے انعام کے مستحق ٹھہرائے گئے ہیں۔

بعض سائنسدان مسئلہ ختم نبوت کو قانونِ ارتقاء کے خلاف یقین کرتے ہیں۔ حالانکہ ختم نبوت کا مسئلہ ارتقاء کے قانون کے خلاف نہیں ہے۔ اس کائنات کی تخلیق دو قسم کی موجودات پر مشتمل ہے۔ یعنی اس میں وہ موجودات بھی پائی جاتی ہیں جن میں قانونِ ارتقاء عمل پیرا نظر آتا ہے۔ اور اس میں وہ موجودات بھی ہیں، جن میں قانونِ ارتقاء کے عمل کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ وہ مخلوقات جن کو خدا تعالیٰ نے روزِ اوّل سے ہی کامل و مکمل کرکے پیدا کیا ہے قانونِ ارتقاء کے دائرۂ عمل سے باہر ہیں۔ مثلاً ہوا جو آکسیجن اور نائٹروجن پر مشتمل ہے ابتداء سے ہی کامل صورت میں پیدا کی گئی ہے۔ جب پہلا فرزند آدم پیدا ہوا تو اسکو زندہ رکھنے کے لئے اس کے پھیپھڑوں میں وہی ہوا پہنچی تھی جو آج کے نہایت ہی ترقی یافتہ فرزندِ آدم کے پھیپھڑوں میں جاتی ہے۔ قانونِ ارتقاء اس ہوا کے معاملہ میں قطعاً کوئی دخل نہیں دے سکتا کیونکہ اس کی تخلیق میں ترقی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی وہ ابتداء ہی سے کامل مکمل پیدا کی گئی ہے۔ ہوا کے علاوہ دو تین چیزیں اور بھی ہیں جو فرزندِ آدم کی پیدائش کے وقت ازبس ضروری تھیں، وہ تھا دودھ یا پانی یا کسی قسم کا عرق۔ دودھ نے اور پانی نے قانونِ ارتقاء کے ماتحت کسی قسم کی ترقی نہیں کی۔ پانی ابتداء سے آکسیجن اور ہائیڈروجن کا مرکب ہے ہزارہا سال گذر جانے کے باوجود اب بھی پانی کے اجزا وہی ہیں۔ پانی قانونِ ارتقاء سے اس لئے متاثر نہیں ہوا کیونکہ وہ ابتداء سے ہی کامل و مکمل حالت میں پیدا کیا گیا ہے۔ دودھ میں ابتداء سے زیادہ حصہ پانی کا رکھا گیا ہے۔ اور کافی حصہ کیلسیم اور کچھ حصہ شیرینی کا۔ ہر ماں کی چھاتی میں ایک ہی دودھ پیدا ہوتا ہے۔ ایک گنوار عورت کی چھاتی کا دودھ اور ایک ملکہ کی چھاتی کا دودھ بالکل برابر ہوتا ہے۔ گنوار عورت کے دودھ میں بالکل وہی غذائیت ہوتی ہے جو ملکہ کے دودھ میں پائی جاتی ہے۔ ہوا کی طرح دودھ اور پانی بھی قانونِ ارتقاء سے متاثر نہیں ہوتے کیونکہ ان کی تخلیق میں خدا تعالیٰ نے شروع سے ہی تکمیل رکھدی ہے۔ ہوا اور پانی اور دودھ کے علاوہ ایک اور بیش بہا چیز بھی فرزندِ آدم کی پیدائش کے وقت خدمت کے لئے حاضر تھی وہ ہے سورج کی روشنی اور سورج کی حرارت، سورج کو خدا تعالیٰ نے جہاں سراجاً منیرا کرکے پیدا کیا وہاں اس نیرِ اعظم کو وھاجا کرکے بھی پیدا کیا۔ وھاج کے معنی گرمی پہنچانے والا۔ اس سورج کے بغیر فرزندِ آدم کو نہ روشنی میسر آسکتی تھی اور نہ ہی حرارت اور وہ ان دونوں کے بغیر زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ اس سورج نے صدیاں گذر جانے پر بھی قطعاً کوئی ترقی نہیں کی اور اس کی روشنی اور حرارت میں بھی کسی قسم کی ترقی کے آثار نمودار نہیں ہوتے، سورج اور سورج کی تاثیرات پر قانونِ ارتقاء اس لئے اثر انداز نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ نے شروع ہی اس کی تخلیق کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہوا ہے۔ حضور نبی کریم عالم روحانیات کے سراجاً منیرا ہیں۔ ان کے اندر خدا تعالیٰ نے ابتداءً کمال پیدا کیا اس لئے اس کمال کی وجہ سے اس میں ترقی کی گنجائش نہیں۔ چونکہ موجودہ سورج عالم مادیات کی نشو و نما کے لئے کافی ہے۔ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے سورج کی حاجت نہیں ہے۔ انسانیت کا ایک حصہ عالم مادیات میں شریک ہے۔ لیکن اس کا دوسرا حصہ عالم روحانیات ہے۔ جس طرح عالم مادیات کو سورج کی حاجت ہے اسی طرح عالم روحانیات کو بھی سورج کی احتیاج لاحق ہے۔ وہ سورج حضور نبی کریم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سراجاً منیرا کرکے یاد فرمایا ہے، جس طرح عالم مادیات کے سورج کے بعد کسی دوسرے سورج کی حاجت نہیں ہے اسی طرح سے عالمِ روحانیت کو حضور نبی کریم کے بعد کسی دوسرے آفتاب کی حاجت نہیں ہے۔

اس بیان سے یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ قانونِ ارتقاء کے خلاف نہیں ہے۔

جس طرح سورج کی روشنی اور حرارت ابدی ہیں اسی طرح حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتحیات کی روشنی اور حرارت ابدی ہیں۔ ان کی روشنی اور انکی حرارت ذیل کے نظریات میں ملاحظہ ہو جو ابدی اقدار کے حامل ہیں اور ان حقائق پر مشتمل ہیں جن سے آگے انسان کی قوتِ متخیلہ پرواز ہی نہیں کرسکتی۔

ساری کائنات کا خالق ایک ہے اور ساری کائنات کے قیام کا باعث بھی وہی خالق ہے، اور وہی تمام کائنات کی ربوبیت کرتا ہے۔ خدا ایک ہے اور تمام انسانیت بھی ایک جماعت ہے۔ تمام اقوام عالم ایک ہی خدا کی پیدا کردہ ہیں خدا جو ان اقوام عالم

کی پرورش کے سامان یکساں طور پر کرتا ہے اور کسی ایک قوم کو اپنے ان افضال سے محروم نہیں رکھتا اسی طرح اس نے تمام اقوام عالم کو رُوحانی فیوض سے متمتع کیا۔ چنانچہ ہر قوم میں ان کی رہبری کے لئے اپنی جناب سے ان کے درمیان ہادی مبعوث کئے اور چونکہ سرچشمہ ہدایت ایک ہی تھا اس لئے ان تمام ہادیوں کی تعلیمات بھی ایک ہی تھیں۔ توحید کی وجہ سے زمین و آسمان کا نظام چلتا ہے اور توحید ہی کی وجہ سے انسانیت میں وحدت پیدا ہو سکتی ہے، توحید کی وجہ سے تمام کتب آسمانی کی اور تمام قوموں کے ہادیوں کی تعظیم و تکریم قائم ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد کونوا عباد اللہ اخوانا۔

حضورؐ کے ان نظریات کی **جو ابدی اقدار کے** حامل ہیں اور جن کی طرف مختصراً مذکورہ بالا چند سطور میں اشارہ کیا گیا ہے ذیل کی آیات و احادیث سے تائید ہوتی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین۔ اس ایک جملہ میں خدا تعالیٰ کا بھی ذکر ہے جو خالق ہے اور کائنات کے قیام کے قیام اور اس کے نشوونما کا باعث ہے اور اس ایک جملہ میں اقوام عالم کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور اس ایک جملہ نے اقوام عالم سے محبت کا رشتہ جوڑنے کی تلقین کی ہے اور تعصبات کو مٹا دینے کی تلقین کی ہے اس ایک ہی جملہ میں توحید خداوندی اور توحید خداوندی کے ساتھ وحدت نسل انسانی کی تلقین ہے۔ اگر اس جملہ سے بڑھکر کوئی انسان کوئی دوسرا جملہ تجویز کر کے دکھا دے تو اس صورت میں ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے قائل نہ رہیں گے۔ لیکن ہرگز ہرگز کوئی بشر اس جملہ سے بڑھکر دوسرا جملہ پیش کرنے کی قدرت نہیں رکھ سکتا۔ اس ایک ہی جملہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی ابدی اقدار روشن ہو جاتی ہیں۔ باقی تمام کی تمام باتیں اسی ایک آیہ کریمہ کے بطن سے نکلتی ہیں۔ یہ جملہ اس سورۃ فاتحہ کا پہلا جملہ ہے جس کو حضور صلعم نے ام الکتاب کا قیمتی نام دیا۔ یہ سورۃ ایک خزانہ ہے جو لاینفد ولا یفنی۔ اس سورۃ میں تمام قوموں کے بزرگوں کا بھی ذکر کر دیا ہے فرمایا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تمام اقوام عالم میں جس قدر بزرگ ہستیاں گذری ہیں ہم ان سب کے وارث بننا چاہتے ہیں۔ ہم ان تمام کے تمام بزرگوں کو خدا کی طرف سے یقین کرتے ہوئے ان کی اور ان کی تعلیمات کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

یہاں چند آیات اور بھی درج کر دی جاتی ہیں لیکن ان کی تشریح اس لئے نہیں کی جاتی کہ اخبار کے صفحات میں اس طوالت کے لئے گنجائش نہیں ہے۔

یابنی آدم انا خلقنا کم من ذکر و انثی وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر۔

اس آیۃ کریمہ میں کان الناس امۃ واحدۃ کی جو بیان فرمائی ہے اور ان کے نسلی امتیازات کو مٹانے کے لئے ایک قیمتی اصول بیان فرمایا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم وحدت نسل انسانی قائم کرنے کے بعد نسل انسانی کی فلاح جس کو عام طور پر نجات کہتے ہیں کا ایک جامع قانون بیان فرما دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتب من یعمل سوءً یجزبہ ولا یجد لہ من دون اللہ ولیا ولا نصیرا ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وھو مومن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا (النساء ۴-۱۲۳)

اس امی لقب انسان نے نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ کچھ لکھا لیکن ساری کائنات کا خالق ایک واحد یگانہ خدا بیان کیا۔ اور ساری اقوام عالم کا اس کو رب اور محسن بیان کیا۔ خدا کی توحید اور تمام پیغمبروں کی تعظیم کرنے کی تلقین فرمائی۔ تمام انسانیت میں ایسی اخوت قائم کی جس نے نسلی امتیازات کو مٹا دیا۔ جس نے کالے گورے کے سوال کو حل کر دکھایا جس نے مشرق و مغرب کے سوال کو معقولیت سے سلجھا دیا، جس نے رنگ اور زبان سے پیدا شدہ مسائل کو حل کر دکھایا غرض دنیا کے مذہبی خیالات میں اور معاشرے میں وہ عظیم الشان انقلاب پیدا کر دکھایا اور اس امی لقب انسان کو وہ شاندار کامیابی نصیب ہوئی جس سے بڑھکر کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے نظریے لامحدود وسعت کو لئے ہوئے ہیں اور انتہا درجے کے معقول اور مفید ہیں۔ یہ نظریات اور یہ کامیابیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہونے کا مستحق ٹھہراتی ہیں۔

اسلام کے اعلانیہ دشمن کی شہادت

سر ولیم میور کہتا ہے:۔

"محمد صلعم کی تعلیم بہت مختصر اور سادہ تھی۔ انکی تعلیم نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی۔ اوائل مسیحیت سے لیکر تا ایں دم لوگوں میں ایسی روحانی بیداری کسی وقت میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ان لوگوں کے اندر ایسا ایمانی جوش پیدا ہوا۔ کہ وہ اپنے ضمیر کی خاطر ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں گوارا کر سکتے۔

مدت دراز سے تمام جزیرۃ العرب روحانی غفلت میں مبتلا تھا۔ یہودیت اور مسیحیت کا آنی فانی اثر عربوں کی طبائع پر ایسا ہی ہوا جیسے کہ سمندر کی سطح پر ہوا سے چند لہریں پیدا ہو جائیں لیکن تہ آب وہی جمود و سکون ہو۔ تمام لوگ توہمات، خونریزی اور بدکاریوں میں مبتلا تھے یہ ایک عام رسم تھی، کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا، متوفی کی ساری بیویوں کا بھی مالک ہو جاتا تھا، عزور اور مفلسی کی وجہ سے ان میں دختر کشی کی رسم عام ہو گئی تھی۔ ان کا مذہب بت پرستی کی بدترین شکل تھا۔ اور ان کا ایمان صرف یہ تھا۔ کہ انبیاء الغیب پر خوف کی وجہ سے عقیدہ رکھیں اور ان کی ناراضگی سے بچیں اور انہیں خوش رکھنے کیلئے کوشش کریں نہ یہ کہ کسی قادر مطلق ہستی کو اپنا معبود بنائیں، آخرت اور مکافات عمل کی بناء پر کوئی اعمال ان سے سرزد ہوتے ہی نہ تھے یسوع کی ابتداء سے تیرہ سال پہلے تک تمام ملک اسی خواب غفلت میں گرفتار تھا لیکن آئندہ تیرہ سالوں میں نہایت ہی زبردست انقلاب رونما ہو گیا۔ دو تین سو آدمیوں کی مٹھی بھر جماعت نے بت پرستی کو ترک کر کے خدائے واحد کی پرستش اختیار کی، اور اس فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جس کو وہ ہرایک وحی یقین کرتے تھے خدا کی عبادت ذوق و شوق سے ادا کرنے لگے اور اس کے رحم کے امیدوار ہو گئے۔ نیک اعمال بجا لانے لگے، زکوٰۃ دینے لگے۔ پاکیزہ خصائل اور نیک دل بن گئے اب وہ اپنی حیات کا ایک ایک لحظہ اس خدا کی یاد میں بسر کرنے لگے جسے وہ اپنے جزئیات امور کا نگران یقین کرتے تھے۔ علاوہ بریں اس طرز زندگی کو وہ لوگ عطیہ ربانی یقین کرتے تھے۔ محمدؐ کو وہ لوگ حیات ابدی اور نشاط سرمدی کا عطا کنندہ یقین کرتے تھے، جس کے احکام کی تعمیل وہ لوگ بلا چون و چرا کرتے تھے۔ اور قلیل عرصہ میں مکہ دو جماعتوں میں تقسیم ہو گیا۔ جو اپنے سابقہ تعلقات کو یکدم فراموش کر کے ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہو گئیں۔ مسلمان جملہ تکالیف کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ اور ایسا کرنے کو مفید جانتے تھے اور واقعی ان کی علو ہمت کی تحسین کرنی چاہیئے۔ پورے سو آدمیوں نے، محض دین حنیف کی خاطر اپنے

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

گھربار، دولت و اثاثہ کو چھوڑ کر ملک حبش میں پناہ لی، تاکہ مخالفت کا طوفان ذرا کم ہو جائے۔ اور اس کے بعد کئی سو آدمی مع محمدؐ اپنے مولد و منشاء مکہ کو چھوڑ کر، جس میں کعبہ واقعہ ہے، مدینہ جا رہے۔ اسی حیرت انگیز انقلاب کی بدولت تھوڑے ہی عرصہ میں ایک جماعت ایسی تیار ہو گئی، جس نے ان سب کو اپنا حقیقی بھائی تصور کیا۔ پناہ دی، اور اپنی جانیں بیچ کر دشمنوں سے ان کی حفاظت کی۔ اہل مدینہ کے کانوں میں یہودیت کی آواز عرصہ سے آ رہی تھی۔ لیکن یہ تاثیر، پیغمبر عرب ہی کے الفاظ میں تھی۔ جس نے مدینہ والوں کو بیدار کر دیا، اور زندگی کی رُوح چھوٹے سے لیکر بڑے تک میں پھونک دی۔

ختم نبوت کے تین پہلو

ڈاکٹر بشارت احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مسیح موعود نے ختم نبوت کو جس طرح واضح اور مکمل شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے سچ تو یہ ہے کہ گزشتہ تیرہ سو سال میں کسی امتی کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ عام طور پر خاتم النبیین کے یہ معنے ہی تو سمجھے جایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ صریح معنے بتائے ہوئے خود آنحضرت صلعم کے تھے۔ جیسا کہ حضورؐ نے لانبی بعدی فرما کر خاتم النبیین کی تشریح کر دی تھی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہی معنی امت میں مروج تھے اور حضرت مسیح موعود نے خود بھی اس معنے پر بڑا زور دیا ہے۔ اور مسیح ابن مریم کے نزول ثانی کو انہی معنوں سے رد کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود کا ارشاد

جیسا کہ فرماتے ہیں :-

اکیسویں آیت یہ ہے۔ ماکان محمدٌ ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں آ نہیں سکتا۔ کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے۔ اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

دو فقط اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود کو بذریعہ وحی بھی ختم نبوت کے یہی معنی بتائے گئے۔ جیسا کہ کتاب منن الرحمٰن میں جو حضرت مسیح موعود کی تصنیف ہے اور آپ کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ صفحہ ۲۰ پر آپ تحریر فرماتے ہیں :-

واوحی الی ان الدین ھو الاسلام وان الرسول ھو المصطفٰی السید الامام رسولٌ امین فکما ان ربنا احدٌ یستحق العبادۃ وحدہٗ فکذٰلک رسولنا المطاع واحدٌ لانبی بعدہٗ ولا شریک معہٗ وانہٗ خاتم النبیین۔

(ترجمہ) میری طرف وحی کی گئی ہے۔ کہ بیشک دین صرف اسلام ہے۔ اور بے شک رسول صرف محمد مصطفٰے سید الامام ہے جو خدا کا رسول، امّی اور امین ہے۔

پس جس طرح ہمارا رب ایک ہے جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ کوئی نبی اس کے بعد نہیں اور نہ نبوت میں کوئی اس کا شریک ہے۔ اور بے شک وہ نبیوں کو ختم کرنے والا ہے۔ جو اکیلا عبادت کا مستحق ہے اسی طرح ہمارا رسول بھی ایک ہی ہے۔

پہلو نمبر (۱)

پس ختم نبوت کے اس معنے کے مسلم ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی کوئی نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود نے اجتہاداً اور الہاماً دونوں طرح یہی معنے کئے ہیں۔ لیکن اس حقیقت اور صداقت کو دلائل سے مبرہن کرنا اور ختم نبوت کو ہر پہلو سے مکمل کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنا یہ حضرت مسیح موعود کا ایک کارنامہ ہے آپ نے ختم نبوت پر علاوہ مذکورہ بالا معنی کے دو اور پہلوؤں سے بھی روشنی ڈالی جس سے ایک طرف تو ختم نبوت پر دلیل کامل قائم ہو گئی دوسری طرف ختم نبوت کی ہر پہلو سے تکمیل ہو گئی۔

پہلو نمبر (۲)

اس بات پر دلیل قائم کرنے کے لئے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں حضرت مسیح موعود نے اس بات کو بدلائل ثابت کیا۔ کہ جس قدر ہدایتیں خدا تعالےٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کے لئے مقدر تھیں اور دی جا سکتی تھیں۔ وہ سب آنحضرت صلعم کے ذریعہ دی جا چکیں۔ اور جس قدر نمونے اخلاق فاضلہ اور تعلق باللہ کے ایک نبی دنیا کو دکھلا سکتا تھا۔ وہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ دکھلائے جا چکے۔ لہٰذا آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ نبوت کا کام تکمیل پر پہنچ گیا۔ اور نبوت کے کمالات ختم ہو گئے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں :-

ختم شد بر ذات پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

آپ کی تمام تصانیف براہین احمدیہ۔ آئینہ کمالات اسلام وغیرہ وغیرہ انہیں دلائل سے پُر ہیں۔ انہی دلائل میں سے ایک ایک کے توڑنے پر دس دس ہزار روپے کا انعام ہے۔

غرض کہ آپ نے ختم نبوت کو محض دعوے تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ دلائل سے مستحکم اور مضبوط کر کے مخالفین اسلام اور مخالفین ختم نبوت پر حجت تمام کر دی۔

پہلو نمبر (۳)

ختم نبوت کا ایک اور پہلو بھی تھا جس کے بغیر ختم نبوت کی تکمیل نہ ہو سکتی تھی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کہ دوسری امتوں میں جو ہزاروں انبیاء آئے اور ان کا فیض ان کی امتوں میں جاری رہا ہے وہ بھی بند ہو گیا۔ مان لیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی کوئی نہیں آئے گا۔ لیکن جو آ چکے ان کا فیضان نبوت بھی اپنی اپنی امتوں میں جاری رہے گا۔ اس کا کیا ثبوت ہے۔ لیکن آپ نے اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ جو کچھ تمام انبیاء کو دیا گیا وہ جامع اور مکمل طور پر سب آنحضرت صلعم کو دیا گیا اور چونکہ پہلے نبیوں کی تعلیمیں محفوظ نہ رہی تھیں۔ یا مٹ گئی تھیں۔ یا مسخ ہو گئی تھیں۔ یا وہ وقتی اور مقامی تھیں۔ اس لئے آنحضرت صلعم کے ذریعہ وہ تعلیمیں جو ایک عالمگیر اور ابدی مذہب کے لئے ضروری تھیں زندہ اور سب کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ تاکہ دنیا کو ہمیشہ کے لئے اللہ تعالےٰ ایک دین واحد پر جمع کرے۔

پس آپ کی بعثت کے ساتھ تمام گزشتہ نبیوں کی علیحدہ علیحدہ نبوتوں کا اور ان کے فیضان کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اب آپ ہی کل دنیا کے لئے واحد نبی ہیں۔ اور صرف آپ ہی کا فیضان نبوت ہے جو اب جاری ہے۔ اور وہ اس قدر شاندار اور اعلیٰ پیمانہ پر ہے کہ آپ کے متبعین علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق ہیں۔ اور جو انعامات گزشتہ زمانہ میں انبیاء کو ملتے تھے یعنی مکالمات ومخاطبات الٰہیہ وہ آپ کی اتباع کے طفیل سے اولیائے امت کو ملتے ہیں۔ اور آپ کے سوا کوئی نبی نہیں جس کے اتباع سے آج یہ انعامات الٰہیہ کسی انسان کو مل سکیں۔ جیسا کہ الوصیت صفحہ ۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی سچائی تھی۔ جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ اور ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔ لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں۔ بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔ اور اس کی پیروی سے خدا تعالےٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ اور مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے۔ جو پہلے ملتا تھا۔

تمام مذاہب عالم کو چیلنج

اس بات کو کہ قرب الٰہی اور مکالمات الٰہیہ کا انعام اب صرف آنحضرت صلعم کے فیضان نبوت سے ہی مل سکتا ہے۔ اور تمام نبوتیں اس سے قاصر ہیں۔ کیونکہ ان کا فیضان اب ختم ہو چکا ہے۔ آپ نے محض دعوے کے ہی رنگ میں نہیں رکھا بلکہ تمام مذاہب عالم کو چیلنج دیا کہ اگر کسی مذہب میں کوئی فیض اس کے نبی کا باقی رہ گیا ہے تو میرے مقابل پر آئے اور حق تو یہ ہے کہ یہ وہ امتیاز ہے جس کا سہرا تمام امت میں صرف آپ کے سر پر ہے اور اسی سے ختم نبوت کی تکمیل ہوتی ہے۔ براہین احمدیہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔ نور القرآن وغیرہ بیسیوں کتابوں میں اور اشتہارات میں آپ نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ سوائے نبوت محمدیہ کے اب کوئی نبوت زندہ نہیں جس کا فیضان باقی ہو۔ سب نبوتیں ختم ہو چکیں۔ صرف نبوت محمدیہ زندہ اور باقی ہے۔ جس کا دامن قیامت تک دراز ہے اور اس کے فیضان کے ثبوت میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ کہ میں نبوت محمدیہ کے فیض سے مستفیض ہو کر خدا کے قرب اور مکالمات ومعرفت الٰہیہ کا مدعی بن کر کھڑا ہوں۔ اگر کسی اور مذہب میں کسی نبی کا فیض باقی رہ گیا ہو تو وہ میرے مقابل میں آ کھڑے۔ چنانچہ فرماتے

ایک سے

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

مصطفےٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

یہ وہ حربہ تھا جس نے تمام دشمنانِ اسلام کا منہ توڑ دیا اور ختم نبوت کی تکمیل کرکے اس کی صداقت کو آفتاب کی طرح روشن کر دیا۔

خاتم النبیین کے تین مفہوم

میں اب مختصر طور پر ختم نبوت کے پہلوؤں کو دوبارہ ذکر کر دیتا ہوں جن پر حضرت مسیح موعود نے روشنی ڈالی ہے۔

(۱) ختم نبوت کے معنے دنیا پر واضح کئے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔ الہذا مسیح اسرائیلی بھی اب نہیں آسکتا۔

(۲) ختم نبوت پر ایک اور پہلو سے روشنی ڈالی وہ یہ کہ آنحضرت صلعم پر تمام کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔ اس لئے نبیوں کے آنے کی اب ضرورت نہ رہی۔ گویا ختم نبوت پر دلیل بھی قائم کر دی۔

(۳) نبوت محمدیہ کی بعثت کے ساتھ ہی تمام نبوتوں کا فیضان اب ختم ہو چکا کیونکہ نبوت محمدیہ ہی اب سب کی جامع اور تمام دنیا کے لئے واحد نبوت ہے اور اسی کا فیضان ہے جو اب قیامت تک باقی ہے۔ جس کے لئے زندہ ثبوت اپنے وجود کو پیش کیا۔ گویا آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے سے بیک وقت تین مفہوم ہیں۔

(۱) آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔
(۲) آپ پر تمام کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔
(۳) کل نبیوں کا فیضان ختم ہو چکا۔ اب صرف آنحضرت صلعم ہیں جن کا فیضانِ نبوت قیامت تک جاری ہے۔

ختم نبوت کے متعلق چند صحیح احادیث

اعلیٰ طبقہ کی احادیث میں نہایت صحیح اسناد اور تواتر کے ساتھ جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔ ایسی روایات بھری پڑی ہیں۔ جن میں آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہونے اور آپ کے بعد کسی نبی کے نہ آنے پر بہ نہایت وضاحت سے روشنی پڑتی ہے۔ میں ان میں سے چند مشتے نمونہ از خروارے یہاں ذکر کرتا ہوں:۔

(۱)

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلعم مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانه ترک منه موضع لبنة فطاف به النظار یتعجبون من حسن بنیانه الا موضع تلک اللبنة فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایة فانا اللبنة وانا خاتم النبیین
رواه البخاری والمسلمؒ وابن عساکر۔ احمدؒ والنسائیؒ وابن مردویہؒ۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک محل کی مانند ہے جو بہت خوب بنایا گیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ پھر دیکھنے والے اس کے گرد پھرتے ہیں اور اس کے حسن تعمیر سے تعجب کرتے ہیں سوائے اس اینٹ کی جگہ کے۔ پھر میں نے اس اینٹ کی جگہ کو بھر دیا۔ اور مجھ پر وہ عمارت ختم ہوئی اور میرے ساتھ رسول ختم ہو گئے۔ اور ایک روایت میں ہے پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔

یہ روایت مختلف جلیل القدر صحابہ مثلاً ابوہریرہ، ابوسعید خدری، ابی ابن کعب اور جابر سے مروی ہے۔ اور اس قدر تواتر سے اسے روایت کیا گیا ہے کہ اس کی صحت پر دن چڑھ گیا ہے اور تمام اعلیٰ پایہ کے محدثین نے اس کو اتفاق کیا گیا اور اسی صحاح میں جگہ دی ہے۔ مثلاً بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، احمدؒ، النسائیؒ، ابن مردویہؒ، ابن ابی حاتمؒ۔

ان روایات میں ختم بی البنیان، ختم بی الرسل و انا خاتم النبیین خاتم الانبیاء کے الفاظ قابل غور ہیں۔ میں سب روایات نقل نہیں کرتا۔ جس کا جی چاہے ان احادیث کی کتب سے ملاحظہ کرے۔

(۲)

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلعم ان بنی اسرائیل کانت تسوسهم انبیاءهم کلما ذهب نبی خلفه نبی فانه لیس کائنا فیکم نبی بعدی قالوا فما یکون یا رسول الله قال یکون خلفاء وتکثر ...... الخ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کی قوم میں انبیاء ان میں سیاست کیا کرتے تھے، جب ایک نبی چلا جاتا تھا۔ تو اس کے پیچھے دوسرا نبی اس کے قائمقام آجاتا تھا۔ پس بیشک میرے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں، تو حاضرین نے عرض کیا کہ آپ کے بعد کون ہوں گے؟ فرمایا خلفاء اور وہ بہت ہوں گے ...... الخ

یہ حدیث متعدد طریقوں سے حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے اور یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، احمد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔

(۳) عن ابی هریرة ان رسول الله صلعم قال فضلت علی الانبیاء بست۔ اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں چھ باتوں میں کل نبیوں پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ ایک کلمات جامع مجھے دئیے گئے۔ دوم میرا رعب مخالفین پر بہت ہے۔ سوم غنیمتوں کا مال مجھ پر حلال کیا گیا۔ چہارم تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی قرار دی گئی۔ پنجم۔ میری رسالت کل مخلوق کی طرف ہے اور ششم۔ مجھ پر نبیوں کو ختم کر دیا گیا۔
یہ حدیث مسلمؒ، النسائیؒ والترمذیؒ، ابن المنذرؒ، البیہقیؒ، ابن مردویہؒ میں نہایت صحیح اسناد سے مروی ہے۔

(۴)

عن ثوبان قال قال رسول الله صلعم انه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لا یضرهم من خالفهم حتی یاتی امر الله۔

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے۔ ہر ایک ان میں ادعائے نبوت کرے گا۔ باوجودیکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ہمیشہ ایک گروہ میری امت میں سے حق پر رہیگا۔ ان کو کوئی مخالف ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا امر آجائے گا۔ روایت کیا اسے مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، احمد، دارمی نے۔ یہ حدیث کئی طریق سے مروی ہے۔ اور تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔

(۵)

عن ابی امامة قال قال رسول الله صلعم ان الله لم یبعث نبیاً الا حذر امته الدجال وانی اخر الانبیاء وانتم اخر الامم ابی امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بیشک اللہ نے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا مگر اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا اور بیشک میں سب نبیوں سے آخری نبی ہوں اور تم سب امتوں سے آخری امت ہو۔ روایت کیا اسے ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم اور طبرانی نے۔

(۶)

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلعم لم یبق من النبوة الا المبشرات قالوا یا رسول الله وما المبشرات قال الرؤیا الصالحة۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سے روایت ہے کہ نبوت میں سے باقی نہیں رہا مگر مبشرات، لوگوں نے کہا کہ مبشرات کیا ہیں یا رسول اللہ۔ فرمایا رویائے صالحہ، یہ روایت بخاری و مسلم میں ہے۔

(۷)

اسی سے ملتی جلتی ہوئی روایت احمد، ترمذی، مستدرک للحاکم میں مذکور ہے۔ عن انس قال قال رسول الله صلعم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی ولکن المبشرات رؤیا الرجل المسلم وهی جزء من اجزاء النبوة۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بیشک رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی۔ پس میرے بعد کوئی رسول نہیں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں سوائے مسلمان کے رویائے اور وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ یہ روایت مختلف طریقوں سے مروی ہے اور تواتر کی حد کو پہنچی ہوئی ہے۔

(۸) عن سعد قال لما خرج رسول الله صلعم فی غزوة تبوک خلف علیاً فقال له اتخلفنی قال له اما ترضی ان تکون

من بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی۔

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم جب غزوۂ تبوک کے لئے نکلے تو حضرت علی پیچھے رہے اور حضرتؐ نے انہیں فرمایا کہ تو میری جگہ نیابت کر اور فرمایا کیا تجھے پسند نہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہو۔ جیسے ہارون موسیٰ سے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اسے روایت کیا بخاری، مسلم و ترمذی، احمد، ابن شیبہ، ابن جریر، ابن النجار نے اور یہ روایت اس قدر مختلف طریقوں سے مروی ہے کہ اس کے تواتر پر دن چڑھا ہوا ہے۔

(۹)

عن عقبة بن عامرؓ قال قال رسول اللہ صلعم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔ حضرت عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر ابن الخطاب نبی ہوتا، روایت کیا اسے ترمذی اور احمد نے۔ یہ حدیث بھی کئی طریق سے مروی ہے۔

(۱۰)

عن ابن جبیر بن مطعم قال قال رسول اللہ صلعم ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ بیشک میرے کئی نام ہیں۔ میں محمدؐ ہوں۔ میں احمدؐ ہوں۔ اور میں الحاشر ہوں جس کے قدم پر لوگ زندہ ہو کر جمع کئے جاتے ہیں اور میں الماحی ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا رہا ہے اور میں العاقب ہوں اور العاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ روایت کیا اسے بخاری اور مسلم اور ترمذی اور امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں۔

ان احادیث متواترہ کے انبار میں سے جن میں آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے اور آپ کے بعد کسی نبی کے نہ آنے پر دن چڑھا ہوا ہے۔ میں نے چند بطور نمونہ یہاں عرض کر دی ہیں۔ تاکہ پتہ لگے کہ یہ مسئلہ کس قدر صاف اور واضح اور روشن ہے۔

وہ پیشوا ہمارا

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

(مسیح موعود)

کارلائل کی شہادت

اہل عرب ایک جاہل اور مفلس قوم تھے۔ جو صحرانوردی کیا کرتے تھے۔ ان میں ایک نبی مبعوث ہوتا ہے۔ کس قدر حیرانی ہے۔ کہ وہی قوم جسے کوئی شخص جانتا بھی نہ تھا۔ کل دنیا میں مشہور ہو گئی، اور جو لوگ سب سے چھوٹے تھے وہ یک دم سب سے بڑے بن گئے۔ ایک صدی کے بعد مغرب میں غرناطہ تک عربوں کا سکہ رواں ہو گیا۔ تو مشرق میں دہلی تک انہیں کے نام کا سکہ چلنے لگا۔ اور جرأت اور اولوالعزمی سے متصف ہو کر ملک عرب کے لوگ صدیوں تک دنیا کے ایک بڑے حصہ پر چمکتے رہے، جو لوگ عورت کی عزت مطلق نہ کرتے تھے۔ وہی لوگ حقوقِ نسواں کے زبردست وکیل بن گئے اور تمام دنیا میں احترام نساء کی وہ روح پھونک دی جو ان سے پہلے قطعاً ناپید تھی۔

فی الجملہ، اول مخلوقات اور گناہ میں ڈوبی ہوئی قوم سید الاتقیاء ہو گئی، بدمعاشان زمانہ نوامیس الٰہی کے پاسبان بن گئے۔ اور جماعتی قوانین کا احترام کرنے لگے۔ جن لوگوں کے افعال کا محرک محض یہ دنیائے دنی تھی۔ اب ان کے سامنے حیات بعد الممات ہر دم رہنے لگا۔ اور کسی اعلیٰ اور اشرف اور روحانی زندگی کے منتظر ہو گئے جس کے اصول کے لئے اُن سے افعالِ حسنہ سرزد ہونے لگے۔ مقام غور ہے۔ کہ کس قدر زبردست انقلاب چند سالوں میں پیدا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا فرشتۂ رحمت ان لوگوں کے دلوں میں پاکیزگی کی روح پھونک گیا، جو چند سال پہلے سراپا وحشت اور جہالت تھے، وہ ملک جو چند سال پہلے اخلاق کے لحاظ سے ایک صحرا تھا جہاں تمام قوانین دینی اور اخلاقی نہایت بے دردی کے ساتھ پائمال ہو رہے تھے۔ اب ایک گلزار بن گیا۔

نبی کا زمانہ اور کامیابی

ایک ایسے نظامِ حکومت کا تصور جہاں نہ فوج ہو، نہ پولیس، جس کی بناء پر امن قائم رہتا ہے ناظرین کے لئے آسان نہیں ہے۔ لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں مدینہ کے اندر یہ حالت پیدا کر دی تھی۔ کہ جرائم کا وجود وہاں سے ناپید ہو گیا۔ اور اگر کوئی شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا تھا۔ تو قطع نظر اس امر کے کہ کسی نے اسے دیکھا ہو یا نہ فوراً وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا اقرار کر لیتا تھا۔ جو لوگ آپؐ کے گرد و پیش رہتے تھے۔ ان کے لئے خدا کا حاضر و ناظر ہونا ایک یقینی امر ہو گیا تھا۔ اس لئے کسی خفیہ پولیس کی حاجت نہ تھی۔ مجرم خود اپنے آپ کو گرفتار کر لیتا تھا۔ جھوٹ قطعاً ناپید ہو گیا تھا۔ کسی معاملے میں بھی زیادہ تحقیقات یا وکلاء کی امداد کی ضرورت لاحق نہ تھی۔ نہ شہادت استغاثہ ہوتی تھی۔ اور نہ ہی گواہوں کی طویل فہرست پیش کی جاتی تھی۔ ہر جگہ عالم الغیب اور علیٰ کل شئی شہید۔ خدا کا جلوہ نظر آتا تھا۔ آنحضرت صلعم کے احکام کی بدولت اسی دنیا میں آسمانی بادشاہت کا نقشہ نظر آنے لگا۔ جس کی آرزو حضرت یسوع مدت العمر رہی۔ مگر پوری نہ ہو سکی۔

یہ کامیابی جو تاریخ عالم میں عدیم المثال ہے۔ نبی کریم صلعم کی اعلیٰ ترین روحانی قوت پر ایک روشن دلیل ہے۔ کسی جماعت سے کوئی اصلاح نافذ نہیں ہو سکتی جب تک اس کے افراد کے قلوب میں مصلح کا زبردست احترام موجود نہ ہو۔ اور جو رنگ اتقیاء اعلیٰ روحانی قوت کی بدولت دوسروں میں پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ نہ زور بازو سے ممکن ہے، نہ صرف دولت سے، نہ اظہار معجزات سے۔ آنحضرت صلعم کے الفاظ کسی دنیاوی بادشاہ کے الفاظ قطعاً نہ تھے۔ بلکہ آپ طبعاً ان عام باتوں سے نفور تھے۔ جن سے دوسروں پر اثر ڈال سکیں۔ آپؐ عموماً یہی فرمایا کرتے تھے۔

"میں تم سے یہ نہیں کہتا، کہ میرے پاس خزانے ہیں، نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں۔ کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو محض وحی الٰہی کی پیروی کرتا ہوں۔"

وہ آج شاہِ دیں وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اس کی دور بیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو راز دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(مسیح موعود)

رسولِ اکرم صلعم کی زندگی میں ایمان باللہ کے

چند روح پرور نظارے

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

ایمان باللہ کا حقیقی مفہوم

ایمان باللہ کا دعوےٰ کرنا بڑا آسان ہے لیکن اس پر پورا اترنا بڑا مشکل ہے، اوّل تو بالعموم لوگ ایمان باللہ کے معنے ہی نہیں سمجھتے اور جو سمجھتے بھی ہیں وہ وقت آنے پر اس کو عملی جامہ پہنانے کی ہمت نہیں رکھتے۔ ایمان باللہ کے معنی صرف زبان سے اس کی ہستی کا اقرار کر دینے کے نہیں بلکہ ایمان باللہ کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ اس کے مدعی کے سامنے ہر وقت خدا موجود رہے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین کے ماتحت اس کا ہر عمل خدا کی رضا اور اس کی مشیت کے مطابق ہو حضرت ابراہیمؑ کی طرح جب اسے کہا جائے اسلم تو اس کی زبان حال اور قال دونوں سے فوراً یہ نکلے اسلمت لرب العالمین اس کی تمام صفات کے متعلق اسے کامل یقین ہو کہ وہ زندہ ہیں اور ہر وقت اپنے عمل سے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیتی ہیں اور کبھی ضرورت حقہ پیش آجانے پر مدد کا ہاتھ بڑھانے سے عاجز نہیں رہتیں اور کسی سخت سے سخت امتحان اور کڑی سے کڑی آزمائش کے وقت بھی اس کے یقین میں تزلزل واقع نہ ہو تب کہا جا سکتا ہے کہ اس کو خدا پر حقیقی ایمان ہے اور اس کا اثر صرف اس کی زبان تک ہی محدود نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں تک پہنچا ہوا ہے ایسے بندہ کو خدا بھی بے مدد نہیں چھوڑتا اور برے آڑے وقت میں اس کی مدد اور دستگیری فرماتا اور اس کو مشکلات سے نکالنے کے سامان پیدا کر دیتا ہے اور اس کو اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دے کر اس کے ایمان کو مضبوط سے مضبوط تر بنا دیتا ہے۔

وضاحت حقیقت کیلئے چند مثالیں

اس حقیقت کو میں چند ایک مثالوں سے واضح کرنا چاہتا ہوں، خدا کی ہستی کا اقرار کرنے والوں کی زبان سے اکثر یہ سنا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی رزاق ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہی رزاق ہے چنانچہ خود اس نے اپنے متعلق فرمایا ہے ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین اور اس میں بھی شک نہیں کہ اس نے ہر ایک کے رزق کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لی ہوئی ہے چنانچہ فرماتا ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا یعنی زمین میں کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے لیکن باوجود اس اقرار کے جو عموماً انکی زبان پر جاری رہتا ہے عمل کے وقت وہ اسے یکسر بھلا دیتے ہیں، مثلاً جب انہیں کوئی ضرورت پیش آجائے حقیقی ہو یا غیر حقیقی اور اس کو پورا کرنے کے لئے بجز ناجائز ذرائع کے اور کوئی ذریعہ انہیں نظر نہ آتا ہو تو فوراً وہ خدا کی صفت رزاقیت پر ایمان کو پس پشت ڈالتے ہوئے اور خدا کی نہی کہ باطل ذرائع سے اپنے کام مت چلاؤ کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی بے صبری سے ناجائز ذرائع پر اس طرح گرتے ہیں جس طرح گدھ مردار پر گرتا ہے، ان کا یہ عمل صاف بتلا رہا ہے کہ خدا کے رزاق ہونے کا اقرار محض ان کی زبان تک ہی محدود تھا دل تک ابھی اس کی رسائی نہیں ہوئی تھی دل تک رسائی صرف ...... شیطان کے رزاق ہونے پر ایمان کی ہے کیونکہ شیطانی طریقوں کو خدائی طریقوں پر ترجیح دینا صاف بتاتا ہے کہ وہ آیت الم تر الی الذین اوتوا نصیباً من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت (النساء ع) اسی طرح ایسے لوگ خدا تعالیٰ کو مشکل کشا اور کاشف الکروب تو پکارتے ہیں لیکن جب فی الحقیقۃ مشکلات اور کروب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بظاہر ان کو جھوٹ کے سوا ان سے نکلنے کی اور کوئی راہ نظر نہیں آتی تو فوراً وہ اسی کو اختیار کر لیتے ہیں، اور اپنے اس عمل سے بتلا دیتے ہیں کہ خدا کو نہیں بلکہ درحقیقت جھوٹ کو وہ مشکلکشا اور کاشف الکروب یقین کرتے ہیں اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ میں خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق ان کا یہی رویہ ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ایمان باللہ کی حقیقت سے ہی ناآشنا رہتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین یعنی منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتے ہیں لیکن درحقیقت وہ مومن نہیں ہوتے اسی طرح بعض اعراب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم اعراب کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں فرمایا یہ مت کہو کہ ہم مومن ہیں یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم اسلام میں داخل ہو گئے ہیں ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل بھی نہیں ہوا۔ اسی طرح ایک جگہ فرمایا لا ینفع نفساً ایمانھا یعنی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وقت پر ان کا ایمان ان کو فائدہ نہیں دیتا۔

عباد الرحمٰن

لیکن ان کے مقابل وہ بندے بھی ہیں جو ہر ضرورت حقہ اور مشکل کے وقت خدا کی طرف رجوع کرتے اور اس کی صفات کو دل سے زندہ تسلیم کرتے ہیں اور صبر اور یقین کے ساتھ اس کی مدد اور نصرت کا انتظار کرتے ہیں اور اس کی دستگیری پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں اور مایوسی اور ناامیدی کو قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتے بلکہ اس کی رحمت کے ہر وقت امیدوار رہتے ہیں ایسے لوگوں کی مشکلات بدیر یا جلد ضرور دور ہو جاتی ہیں اور ان کی ضروریات کے پورا ہونے کے سامان بھی ضرور مہیا کر دیئے جاتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو قرآن کریم میں عباد الرحمٰن کے نام سے پکارا گیا ہے اور یہی لوگ ہیں جن کے حق میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایمان باللہ کی دولت سے مالا مال ہیں ایمان باللہ کا حقیقی اور کامل مفہوم کسی کے وجود میں متحقق ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کا دل صفات الٰہی کے متعلق اس قسم کے یقین سے لبریز نہ ہو جائے جس کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں کیا گیا ہے۔

ایمان کی کسوٹی

ایمان کو پرکھنے کی کسوٹی درحقیقت آزمائش ہی ہے جب تک آزمائشوں کی بھٹی میں پڑ کر ایمان کندن ہو کر نہیں نکلتا اس وقت تک اس کے کھرے اور کھوٹے ہونے کا علم نہ صاحب ایمان کو ہوتا ہے اور نہ دوسرے لوگوں کو بسا اوقات صاحب ایمان اپنے متعلق اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ بڑے مضبوط ایمان کا مالک ہے لیکن ایک ہی آزمائش اس کے اس خوش فہمی کے قلعہ کو مسمار کر کے رکھ دیتی ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت برہنہ ہو کر اس کے سامنے آجاتی ہے اور اس کو پتہ لگ جاتا ہے کہ اس کا ایمان تو ضرب المثل اوھن من بیت العنکبوت کا مصداق ہے تب وہ اگر اس میں سعادت کا ذرہ بھی ہے اس آزمائش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور اس کے بالمقابل شقی ہلاکت کے گڑھے میں گر جائے گا اسی لئے اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین (العنکبوت ع) کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ زبان سے اتنا کہکر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمائشوں کی

بھٹی میں نہیں ڈالا جائے گا ہم نے پہلے لوگوں کو بھی آزمائشوں کی چکی میں پیسا اور ان کو بھی پیس گے، ان آزمائشوں سے اللہ تعالےٰ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ ان لوگوں کو بھی ظاہر کر دے جو اپنے دعوے ایمان میں سچے ہیں اور ان کو بھی جو اپنے دعوے ایمان میں جھوٹے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور انکے نائبین کی غرض بعثت

یہ وہ ایمان ہے جس کو پیدا کرنے کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے نائبین دنیا میں تشریف لاتے ہیں اور یہی وہ ایمان ہے جس کی قدر خدا کے ہاں ہے اور جو اس کی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ پا سکتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام پر زیادہ مشکلات آنیکی وجہ

انبیاء علیہم السلام نے چونکہ اس قسم کا ایمان پیدا کرنا ہوتا ہے اس لئے وہ سب سے زیادہ آزمائشوں اور ابتلاؤں اور مشکلات کا نشانہ بنائے جاتے ہیں تا وہ دوسروں کے لئے نمونہ اور اسوہ ٹھہریں اور تا ان کے صبر و استقلال کو دیکھ کر اور تا انہیں خوشی و بشاشت سے تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے مشاہدہ کر کے اور اس کے نتیجہ میں برملا خدائی مدد کے نزول کو ملاحظہ کر کے ان کے دلوں میں بھی ہمت اور قوت برداشت پیدا ہو اور ان کے ایمانوں میں مضبوطی اور قرب الٰہی کے میدان میں ذوق و شوق سے قدم آگے بڑھانے میں جرأت و حوصلہ پیدا ہو اس لئے ہر نبی اپنے اپنے دائرہ استعداد کے اندر اپنی اپنی قوم کے لئے اسوہ کا کام دیتا رہا ہے۔

نبی کریم صلعم آخری اور کامل اسوہ

لیکن ہمارے رسول پاک صلعم بوجہ خاتم النبیین ہونے اور رحمۃ للعالمین ہونے کے چونکہ ساری قوموں اور سارے زمانوں کے لئے رسول ہیں، اس بناء پر ضروری تھا کہ آپ زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل اور آخری اسوہ ہوں اس لئے آپ کی زندگی میں آپ پر ایسے اوقات آئے جن میں آپ کے دعوے ایمان باللہ کی پوری پوری آزمائش ہو گئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ کے دعوے ایمان باللہ کی بنیاد تکلف اور ریاء پر نہ تھی بلکہ اس حقیقت پر تھی جس کی جڑیں دل کی گہرائی تک پہنچی ہوئی ہوتی ہیں اور قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو آپ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروایا گیا ہے قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین۔ ص ع ۵۔ کہدو کہ میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور اس کہنے میں میں تکلف سے کام نہیں لے رہا بالکل سچائی پر مبنی ہے۔ رسول کریم صلعم کی زندگی میں جو مواقع آپ کے ایمان باللہ کی آزمائش کے پیش آئے ان میں سے حسب گنجائش صرف چند ایک ہی بطور نمونہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تا آپ کی اتباع کا ہر مدعی اپنے اندر وہی رنگ پیدا کرنے کی کوشش کرے اور ہر ایسے ہی موقعہ پر اپنے نفس کا محاسبہ کر کے دیکھے کہ وہ رسول کریم صلعم کے اسوہ کو مدنظر رکھنے میں کامیاب ہوا ہے یا ناکام رہا ہے اور تا اس ذریعہ سے وہ اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو سکے۔

لیکن ان مواقع کو پیش کرنے سے قبل بطور تمہید چند ان امور کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جن کو مدنظر رکھے بغیر آنحضور صلعم کے ایمان باللہ کی حقیقت کو کما حقہٗ سمجھنا مشکل ہے۔

آنحضرت صلعم کو جب اللہ تعالےٰ نے مقام رسالت پر مامور کیا تو آپ سے دو اہم وعدے کئے ایک تو یہ کہ جو مشن آپ کے سپرد کیا گیا ہے اس میں آپ کو کامیاب کیا جائے گا دوسرے یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو سنت چلی آتی ہے اور جس کا ذکر سورۃ الانعام ع ۱۴ میں بدیں الفاظ کیا گیا ہے وکذالک جعلنا لکل نبی عدواً شیاطین الانس والجن یعنی جب کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے تو عوام اور خواص دونوں طبقوں میں سے جو شریر لوگ ہوتے ہیں وہ اس کی عداوت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں اور القی الشیطان فی امنیتہ کے ماتحت اس کی اشاعت توحید کی خواہش کی راہ میں دن رات نئی سے نئی رکاوٹیں کھڑی کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور اس کو ناکام بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور ان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے اسی سنت کے مطابق اے محمد رسول اللہ (صلعم) تمہارے ساتھ بھی تمہاری قوم کا یہی سلوک ہوگا لیکن تم نے گھبرانا نہیں، ہم نے تمہاری حفاظت کا مکمل سامان کر دیا ہے، حفاظت کا یہ وعدہ قیام مکہ کے دوران میں ابتداء میں ہی کیا گیا جیسا کہ سورۃ الجن میں فرمایا فانہٗ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہٖ رصداً اور جیسا کہ سورۃ رعد میں فرمایا لہٗ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہٖ یحفظونہٗ من امر اللہ یعنی ہم نے تمہاری حفاظت کے لئے چاروں طرف پہرہ دار مقرر کر دیئے ہیں جو دشمن کو جو تمہاری ہلاکت کے مقصد کو پہلو میں لئے ہوئے تم پر حملہ آور ہوگا تم تک پہنچنے ہی نہ دیں گے بلکہ اسے ناکام واپس لوٹا دیں گے اور تمہیں اس کے خطرناک منصوبہ سے محفوظ رکھیں گے۔ پھر جب آپ مدینہ میں تشریف لے گئے تو اسی وعدہ کو وہاں بھی بدیں الفاظ دہرایا گیا واللہ یعصمک من الناس یعنی اللہ تعالےٰ تجھے لوگوں کے بد منصوبوں سے .... محفوظ رکھے گا۔

مخالفت کی تیز رَو اور آنحضرتؐ کا استقلال

دونوں جگہ میں حفاظت کا وعدہ دینا صاف بتاتا ہے کہ دونوں جگہوں میں آپؐ کی شدید مخالفت ہونی تھی اور ایسا ہی وقوع میں آیا یہ دونوں وعدے کوئی معمولی وعدے نہ تھے ان کا زبان سے اظہار کر دینا تو آسان ہے لیکن مخالفت کی اس تند رَو کے سامنے جو اہل مکہ اور اہل مدینہ کی طرف سے آپ کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ آئی ان وعدوں پر یقین کر کے اس کے سامنے پہاڑ کی مانند اس طرح کھڑے رہنا کہ پائے ثبات میں ذرہ بھی لغزش نہ آئے یہ اسی شخص کا کام ہو سکتا ہے جس کو وہ موعود محافظ اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آ رہے ہوں اور جن کے موجود ہونے میں اس کو ذرہ بھی شک نہ ہو اور جس کی دل کی آنکھ دیکھ رہی ہو کہ مخالفت کے یہ طوفان جھاگ کی طرح بیٹھ رہے ہیں اور دشمنوں کی یہ فوجیں جو پورے ساز و سامان کے ساتھ محمد تنہا شخص پر حملہ آور ہو رہی ہیں سیھزم الجمع ویولون الدبر کی پیشگوئی کو پورا کرتے ہوئے خس و خاشاک کی طرح اڑ رہے ہیں اور آخر مفتوح ہو کر میرے رحم و کرم پر اپنے آپ کو ڈال رہے ہیں۔

اگر آپ کے دل میں ایسا مضبوط اور بصیرت سے لبریز ایمان نہ ہوتا تو دشمن کے ایک بھی حملہ کی تاب آپ نہ لا سکتے اور پہلے ہی ریلے میں ہتھیار ڈال دیتے اور ولولا ان ثبتنٰک لقد کدت ترکن الیہم شیئاً قلیلاً کے ماتحت ان کے باطل عقاید کے ساتھ کسی نہ کسی سمجھوتے پر پہنچ جاتے جیسا کہ کفار کی خواہش تھی۔

ان دونوں وعدوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب ہم ان مواقع پر نظر ڈالتے ہیں جو آنحضور صلعم کو پیش آئے تو ہمیں اس بات کا اقرار کئے بغیر اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ ایمان باللہ کی بلند ترین اور محفوظ ترین چوٹی پر آپ پہنچے ہوئے تھے جہاں دشمن کے منصوبوں کی رسائی ناممکن تھی۔

پہلا موقع

ویسے تو دعوئے نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی آپ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے اور مکہ کی تیرہ سالہ زندگی جن صبر آزما حالات میں آپؐ کو گذارنی پڑی وہ خود آپؐ کے ایمان باللہ کی مضبوطی کی زبردست شہادت ہے، لیکن میں اس جگہ آپؐ کی ساری زندگی پر بحث کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ اس سلسلہ میں صرف چند ان مخصوص واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن میں لغزش کے وقوع میں آنے کا امکان ہی نہیں بلکہ یقین ہوتا ہے ان میں سے پہلا موقعہ وہ ہے جب آپ کے نہایت ہی مہربان اور ہمدرد اور خیر خواہ چچا نے جو ایک لمبے عرصہ سے آپؐ کی حفاظت کا ذمہ اٹھائے

ہوگئے تھے آپ کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس موقعہ کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے جو وعدے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوتے ہیں ان کو پورا کرنے کے لئے جو مادی سامان اللہ تعالےٰ پیدا کرتا ہے ان سے خدا کے یہ مقبول بندے پورا پورا فائدہ اُٹھاتے ہیں کیونکہ وعدہ بھی خدا کی طرف سے ہی ہوتا ہے اور سامان بھی سب خدا ہی کے ہوتے ہیں اس لئے ان سے فائدہ اُٹھانا نہ شرک میں داخل ہے اور نہ ہی مقام توکل کے خلاف ..... اور نہ ہی شان نبوت کے منافی ہے اسی طرح جو مادی سامان الہیٰ وعدوں کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے یہ خاص بندے خود جمع کر سکتے ہیں ان کو جمع کرنے میں بھی یہ کوتاہی سے کام نہیں لیتے یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ہدایت ہوتی ہے اور یہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے لیکن ان ظاہری سامانوں سے خدا کے یہ بندے اسی وقت تک فائدہ اُٹھاتے ہیں جب تک وہ انکے مشن میں ممد رہیں خلاف ہونے کی صورت میں فوراً ترک کر دیتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ان کے اختیار کرنے کا یہ مطلب ہوگا کہ ان کو خدا پر یقین نہیں بلکہ ان اسباب پر بھروسہ تھا اور یہ عین شرک ہے جس سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات بالکل پاک ہے لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان ظاہری سامانوں کو بھی چھین لیتا ہے جو ان وعدوں کو پورا کرنے کا بظاہر ذریعہ بنے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض اوقات ظاہری سامانوں کو پیدا ہی نہیں ہونے دیتا اور ایسا وہ دو وجہ سے کرتا ہے ایک تو دنیا کو یہ بتلانے کے لئے کہ اس کے بندے کا بھروسہ ان اسباب پر نہیں بلکہ خالق اسباب پر ہے، دوسرے دنیادار انسان بالعموم چونکہ ظاہری سامانوں کو دیکھ کر یہ خیال کرنے لگ پڑتے ہیں کہ اگر اس شخص کے ساتھ یہ ظاہری سامان نہ ہوتے تو ان وعدوں کا ایفا کبھی نہ ہوتا جن کا یہ بڑی تحدی سے اعلان کر رہا ہے اس لئے خدا ان اسباب کو راستہ سے ہٹا کر ایسے لوگوں پر ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ اسباب اس کے بندے کی مدد نہیں کر رہے بلکہ ان کے پیچھے قادر مطلق ہستی ہے جو اپنے بندے کی مدد پر کھڑی ہے چنانچہ ابوطالب والے معاملہ میں خداوند تعالےٰ کی یہی دونوں اغراض کارفرما نظر آتی ہیں، حضرت نبی کریم صلعم کے دعوےٰ نبوت پر قوم دشمن ہو جاتی ہے بعض رشتہ دار بھی دشمنوں سے مل جاتے ہیں لیکن آپ کے چچا ابوطالب جو اپنی قوم بنو ہاشم کے سردار تھے آپ کا ساتھ دیتے ہیں قریش اس خوف سے کہ اگر نبی کریم صلعم کو قتل کر دیا تو بنو ہاشم جنگ کے لئے آمادہ ہو جائیں گے اور خانہ جنگی شروع ہو جائے گی آپ کو قتل کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے گویا ابوطالب کی حمایت آپ کی حفاظت کا ایک ظاہری ذریعہ تھی قریش اس کوشش میں تھے کہ ابوطالب کسی طرح اپنی حمایت سے ہاتھ اُٹھالیں تاکہ وہ بلا روک ٹوک اپنی من مانی کارروائی کر سکیں اس کے لئے انہوں نے ابوطالب کے پاس کئی وفد بھیجے لیکن سب ناکام لوٹے حضرت نبی کریم صلعم کو بھی اس بات کا بخوبی علم تھا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی حفاظت کے لئے آپ کے چچا ابوطالب کو ظاہری ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ قریش جب ابوطالب کو نبی کریم صلعم سے جدا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو انہوں نے بالآخر جنگ کا الٹی میٹم دے دیا اس پر ابوطالب سخت گھبرائے اور نبی کریم صلعم کو قوم کے مطالبات مان لینے کی تلقین کی اور صاف کہا کہ مجھ پر وہ بوجھ نہ لادو جس کو اُٹھانے کی میں طاقت نہیں رکھتا ان الفاظ کا مطلب صاف تھا کہ اب اگر نبی کریم صلعم قریش کے مطالبات کے سامنے نہ جھکیں گے تو ابوطالب آپکا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ آپ کے ایمان باللہ کے لئے یہ بڑی کڑی آزمائش تھی، حفاظت کا ظاہری ذریعہ ختم ہوتا ہوا نظر آرہا ہے اس کی جگہ لینے کے لئے اور کوئی ذریعہ نہیں اس کڑی آزمائش کے وقت جو جواب آپ نے دیا وہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ آپ کو اسباب پر ذرہ بھر بھی بھروسہ نہ تھا بھروسہ تھا تو صرف خدا کی حفاظت کے وعدوں پر تھا آپ نے اپنے چچا کو صاف کہہ دیا کہ اگر سورج میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیا جائے اور چاند میرے بائیں طرف رکھ دیا جائے تب بھی میں اس مشن کو جو خدا نے میرے سپرد کیا ہے ہرگز نہ چھوڑوں گا اور اس کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنی جان تک لڑا دوں گا اس جواب میں جہاں آپ نے ظاہری اسباب کو کھلے الفاظ میں ٹھکرا دیا وہاں اپنے چچا کی جدائی کی بھی پرواہ نہیں کی جن کی مہربانیوں اور احسانوں کے نیچے آپ دبے ہوئے تھے کیونکہ اب وہ خدا کے احسانوں اور مہربانیوں سے شکرگزار ہے تھے اور یہی حقیقی ایمان کی علامت ہے کہ خدا کے مقابلہ میں عزیز سے عزیز چیز کو بھی انسان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

دوسرا موقعہ

دوسرا موقعہ وہ ہے جب قریش نے بالآخر آپ کے قتل کا منصوبہ مکمل کر لیا اور خانہ جنگی سے بچنے کی بھی تدبیر سوچ لی اور وہ یہ کہ کسی ایک قبیلہ کا آدمی آپ کو قتل نہ کرے بلکہ تمام قبائل میں سے ایک ایک آدمی لیا جائے اور وہ سب مل کر یکبار حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیں تا آپ کا خون سب قبائل پر تقسیم ہو جائے اور بنو ہاشم خونبہا قبول کرنے پر مجبوراً راضی ہو جائیں کیونکہ سب قبائل سے جنگ کرنی تو ان کے امکان سے باہر تھی، ادھر ابوطالب بھی وفات پا چکے تھے اس لئے بھی انہیں اس اقدام پر جرأت ہو گئی آپ کو اس منصوبہ کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی حکم ہوتا ہے کہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جاؤ جہاں نہ صرف آپ کی حفاظت کے سامان اللہ تعالےٰ نے پہلے سے کر دیئے ہوئے تھے بلکہ اشاعت اسلام اور اس کی کامیابیوں کی بنیاد بھی رکھدی تھی یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے وعدوں کو پورا کرنے کے لئے جن ذرائع کو بھی اختیار کرنے کا حکم اپنے بندے کو دے اس کے اختیار کرنے میں بندہ ذرہ بھی چون چرا نہیں کر سکتا اور نہ اسے کرنا چاہیئے حقیقی اور کامل موحد کی یہی علامت ہے کہ وہ خدائی مصلحتوں میں اپنی ھوئی کو ذرہ بھر بھی دخیل نہ ہونے دے خدا چاہتا تو مکہ میں ہی رکھ کر آپ کی حفاظت کر سکتا تھا اور دشمن کے ارادہ قتل کو وہیں ناکام بنا سکتا تھا اس کی قدرت سے یہ کوئی بعید بات نہ تھی لیکن اس کی مصلحتوں نے جن کو وہی بخوبی جانتا ہے یہی چاہا کہ آپ کو مکہ سے نکل جانے کا حکم دیا جائے سو نبی کریم صلعم نے فرمانبردار بندے کی طرح اپنے مولےٰ کے اس حکم کی تعمیل کی یہ نہیں کیا کہ قتل کے منصوبہ کا علم پا کر گھبرا جائیں اور بجائے مکہ چھوڑنے کے اپنی قوم کے پاس اپنی حفاظت کے لئے اپیل کریں نہیں بلکہ مکہ سے فوراً نکل کھڑے ہوتے ہیں پھر یہ جانتے ہوئے کہ دشمن نے مکان کو گھیرا ہوا ہے وہ زندہ نکلنے نہیں دے گا، آپ حفاظت الہٰی کے وعدہ پر یقین رکھتے ہوئے بڑے اطمینان کے ساتھ ان کے درمیان سے نکل جاتے ہیں اور خدا بھی اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے ان کی بینائی پر ایسا تصرف کرتا ہے کہ ان کو آپ نظر ہی نہیں آتے ظاہری اسباب سے آپنے صرف اتنا کام لیا کہ اپنی جگہ حضرت علیؓ کو سلا دیا ایسے نازک حالات میں گھبراہٹ کو قریب نہ پھٹکنے دینا اور پورے اطمینان کے ساتھ سفر کی تیاری کرنا بلکہ حسب وعدہ اپنے عزیز دوست حضرت ابوبکرؓ کو بھی تیار رہنے کی اطلاع دینا بتلاتا ہے کہ حفاظت الہٰی کے وعدہ پر آپ کو کس قدر پختہ یقین تھا۔

تیسرا موقعہ

دونوں دوست مکہ سے نکلتے ہیں اور سنت انبیاء کے مطابق جس کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں مدینہ تک کے سفر کے لئے سواری کا بھی انتظام کر لیتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات کا بھی کہ مکہ کی خبریں اور کھانا آپ تک پہنچتا رہے مکہ والوں کو جب صبح اس بات کا علم ہوتا ہے کہ آپ مکہ سے نکل گئے ہیں تو کھوجی کو ساتھ لے کر تلاش میں نکلتے ہیں اور ادھر اس شخص کے لئے ۱۰۰ اونٹ کا انعام مقرر کرتے ہیں جو آپ کا سر لے آئے یا آپ کو زندہ پکڑ لائے۔

مکہ سے نکل کر آپ غار ثور میں مقام کرتے ہیں دشمن تلاش کرتے کرتے اس غار کے منہ پر پہنچ جاتا ہے، اگر وہ اس کے اندر جھانکے تو آپ کو دیکھ سکتا ہے کھوجی کہہ رہا ہے اور اس کی آواز آپ کے کانوں میں پہنچ رہی ہے کہ یا اس غار کے اندر ہیں یا آسمان پر چلے گئے ہیں اس بات کا یقین دلانے کے لئے کہ آپ

غار کے اندر ہی ہیں ان الفاظ سے بڑھ کر موثر الفاظ وہ استعمال نہیں کرسکتا تھا یہ موقع ایسا درپیش تھا کہ آپ ظاہری اسباب سے کسی قسم کی امداد نہیں لے سکتے تھے موت کو سامنے دیکھتے ہوئے جس ثبات قلب کا آپ نے ثبوت دیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے آپ نہ صرف یہ کہ خود ... نہیں گھبرائے بلکہ اپنے ساتھی کو بھی یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں لاتحزن ان اللہ معنا غم مت کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آپ کے یہ الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ آپ کو شروع میں ہی جو یہ وعدہ دیا گیا کہ خدا نے آپ کے چاروں طرف پہرہ دار مقرر کر دیئے ہیں جو آپ کی حفاظت کریں گے اس وعدہ الٰہی پر آپ کو زندہ ایمان ہے اور ان پہرہ دینے والے فرشتوں کو اپنے دل اور یقین کی آنکھ کے ساتھ آپ دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو ایسے خطرناک موقعہ پر آپ کے مطمئن رہنے کی جو وجہ بیان فرمائی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا یعنی اللہ نے اس غار کے اندر آپ کے دل کو سکینت سے بھر دیا اور ایسے لشکروں سے آپ کی مدد کی جس کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے مگر وہ میرا بندہ ان کو دیکھ رہا تھا اور حقیقی ایمان باللہ کی یہی علامت ہے جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ خدا کی صفات زندہ نظر آ رہی ہوں اور مشکلات کے وقت اس کی نصرت پر غیر متزلزل یقین ہو اور اس کی ذات کے سوا کسی اور پر ذرہ بھر بھی بھروسہ نہ ہو سو اس ہولناک گھڑی میں بھی آپ نے اپنے ایمان باللہ کا جو مظاہرہ کیا ہے وہ صاف طور پر آپ کے بلند مقام کی غمازی کر رہا ہے۔

ادھر خدا کی نصرت بھی ملاحظہ فرمائیں کہ جب اس نے دیکھا کہ اس کا بندہ اپنے بچاؤ کے لئے اس وقت کسی ظاہری ذریعہ سے مدد نہیں لے سکتا اور بالکل عاجز اور بے بس ہے تو اس نے اپنے وعدہ اور اپنے بندہ کے اخلاص کو یاد کیا اور فوراً اس کی مدد کے لئے آ پہنچا وللہ جنود السموات والارض وما یعلم جنود ربک الا ھو کا ثبوت دیتے ہوئے ایک مکڑی کو حکم دیا جس نے آنحضورؐ کے داخل ہونے کے معاً بعد غار کے منہ پر جالا بن دیا اور ادھر ایک شخص کے دل پر یہ تصرف کیا کہ اس نے کہنا شروع کر دیا کہ کھوجی یونہی بڑ مارتا ہے اس جالے کو تو میں کئی سالوں سے دیکھ رہا ہوں، دوسرا تصرف تمام کے قلوب پر یہ کیا کہ کسی کو توفیق نہیں ملتی حتیٰ کہ خود کھوجی کو بھی نہیں ملتی جس کو آپ کے غار میں ہونے کا یقین کامل ہے کہ وہ غار میں جھانک کر دیکھ تو لے سب کے سب بغیر دیکھے ہی غار سے واپس آ جاتے ہیں،

پھر ایک شخص سراقہ بن مالک آپ کو دیکھ لیتا ہے اور وہ انعام کے لالچ میں آ کر آپ کو گرفتار کرنے کے لئے پیچھا کرتا ہے اور حضرت ابوبکرؓ اسے دیکھ کر حضورؐ کو اس کے تعاقب کی اطلاع دیتے ہیں اس وقت بھی آپ نے پہلے جیسا ہی اطمینان قلب کا مظاہرہ کیا چنانچہ وہاں بھی الٰہی تصرف نے اپنا جلوہ دکھایا اس شخص کا گھوڑا بار بار ٹھوکر کھا کر گرتا ہے اور بالآخر اس کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے ہیں اور وہ اس الٰہی تصرف کو مشاہدہ کرکے بجائے گرفتار کرنے کے معتقد ہو کر واپس لوٹتا ہے اور آپ صحیح سلامت مدینہ میں پہنچ جاتے ہیں۔

چوتھا موقعہ

ایسا ہی ہولناک موقعہ آپ کو جنگ اُحد میں پیش آتا ہے مسلمانوں کی ایک غلطی سے اسلامی فوج کا نظم درہم برہم ہو جاتا ہے دشمن اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے مسلمان ادھر ادھر تتر بتر ہو رہے ہیں فتح بظاہر شکست سے بدلتی نظر آ رہی ہے لیکن چونکہ آپ کی حفاظت کا خدا کی طرف سے وعدہ ہے اس لئے آپ ذرہ نہیں گھبراتے اور بڑے زور سے آواز دیتے ہیں الی عباد اللہ الی عباد اللہ انا رسول اللہ اے اللہ کے بندو میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں، یعنی میرے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ مجھے کامیابی عطا کرے گا اور شکست سے محفوظ رکھے گا یاد رکھو رسولوں کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کبھی خطا نہیں جاتے اس لئے یہاں آؤ تا تم بھی میری وجہ سے محفوظ ہو جاؤ اس اعلان میں جو خطرہ پوشیدہ ہے اس سے آپ بے خبر نہیں ہو سکتے تھے اور وہ یہ کہ دشمن کو بھی آپ کی اس آواز سے آپ کے مقام کا بآسانی علم ہو جائے گا اور وہ آپ پر فوراً بغیر کسی تردد کے حملہ کر دے گا خصوصاً جبکہ آپ کی حفاظت کا وہاں خاطر خواہ سامان بھی نہیں اور خصوصاً جبکہ اس کی غرض وحید آپ کا ہی خاتمہ کرنا ہے لیکن آپ نے اس خطرہ کی ذرہ بھی پروا نہ کی اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر مسلمانوں کو افراتفری میں قتل ہونے سے بچانے کے لئے اپنی پناہ میں آنے کی دعوت دینی شروع کر دی چنانچہ دشمن نے آپ کے اس اعلان سے پورا فائدہ اٹھایا اور تابڑ توڑ آپ پر حملے شروع کر دیئے۔ ایسے خطرناک موقع پر بھاگ کر جان بچانے کی بجائے آپ سینہ سپر ہو کر پہاڑ کی مانند دشمن کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں، کیوں، اس لئے کہ آپ کو اپنے رسول ہونے پر کامل یقین ہے اور خدائی حفاظت کے وعدہ پر بھی بصیرت کاملہ حاصل ہے اس لئے آپ کو تسلی ہے کہ دشمن لاکھ کوشش کرے آپ کو قتل نہیں کر سکتا دشمن اپنی اس خیالی فتح کی خوشی میں نعرہ لگاتا ہے اعل ھبل اعل ھبل اے ہمارے بت ہبل تیری شان بلند ہو رسول کریم کی رگ غیرت جو توحید کے لئے آپ رکھتے تھے پھڑک اٹھتی ہے صحابہ کو فرماتے ہیں جواب دو "اللہ اعلیٰ و اجل" اللہ ہی کی شان سب سے بلند اور اسی کا جلال سب سے بڑھ کر ہے۔ اور میرے اللہ نے تو اپنی بلندی شان و عظمت جلال کا ثبوت بھی ہم پہنچا دیا ہے اور وہ اس طرح کہ تم نے میرے قتل کے لئے کتنی ان تھک کوشش کی ہے لیکن اس نے اپنے وعدہ کے مطابق سب کو ناکام بنا دیا ہے لیکن اے کافرو! تمہارے بت ہبل نے تمہاری کیا مدد کی ہے جو تم اس کی بلندی شان کا نعرہ لگاتے ہو پھر انہوں نے دوسرا نعرہ لگایا لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم یعنی اگر ہبل کمزور ثابت ہوا ہے تو ہمارا بت عزیٰ تو بڑی شان رکھتا ہے اور اے مسلمانو تمہارے لئے تو کوئی عزیٰ نہیں اس پر پھر آپ نے صحابہؓ کو فرمایا جواب دو "اللہ مولٰنا ولا مولیٰ لکم" اللہ، ہمارا تو مولیٰ مددگار ہے اور تمہارا تو کوئی مولیٰ مددگار نہیں نہ ہبل نہ عزیٰ اور نہ کوئی اور بت، اللہ اللہ آپ کو اپنے معبود حقیقی کی نصرت پر کس قدر یقین ہے مسلمان زخمی ہیں، مضمحل ہیں۔ ۷۰ مسلمان مارے جا چکے ہیں کچھ مدینہ کو واپس بھی جا چکے ہیں، دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ سامنے کھڑا ہے لیکن کیا مجال کہ گھبراہٹ آپ کے قریب بھی پھٹک جائے یا دشمن کی طاقت آپ کو ذرہ بھی مرعوب کر سکے آپ کے جواب سے جو دلیری اور بہادری ٹپک رہی ہے اور اپنی فتح اور دشمن کی شکست کے یقین کا جو چشمہ پھوٹ کر بہہ رہا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ خدا کی صفات پر جو ایمان آپ کو حاصل ہے وہ زندہ ایمان ہے، جس کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی نہیں ٹھہر سکتی چنانچہ ایسا ہی ہوا دشمن باوجود اس کے کہ اس وقت وہ مسلمانوں کو پیس ڈالنے کی پوری قوت رکھتا تھا اور رسول کریم صلعم کو قتل کرنے یا زندہ گرفتار کرنے کے پورے سامانوں سے آراستہ تھا لیکن اس ایمانی قوت سے ایسا متاثر ہوا کہ فوراً اس نے راہ فرار اختیار کی اور بجائے اس کے کہ وہ مسلمانوں کا تعاقب کرتا نبی کریم صلعم نے زخمی مسلمانوں کے ساتھ ہی اس کا تعاقب کیا جس کا علم ہوتے ہی وہ بڑی تیزی کے ساتھ بھاگ نکلا

پانچواں موقعہ

پانچواں موقعہ آپ کو اس وقت پیش آیا جب آپ غزوہ نجد سے واپس آ رہے تھے راستہ میں ایک دن آپ تنہا ایک جگہ دوپہر کے وقت ایک سایہ دار درخت کے نیچے سو رہے تھے اور آپ کی تلوار درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی کہ اچانک ادھر ایک اعرابی آ نکلا، اس نے آپ کی تلوار لے لی اور اس کو میان سے نکال کر حملہ کے لئے تیار ہی تھا کہ آپ بیدار ہو گئے اعرابی نے آپ کو بیدار دیکھ کر کہا اتخافنی کیا تو مجھ سے ڈرتا نہیں، قال لا آپ نے فرمایا نہیں قال فمن یمنعک منی اعرابی نے کہا کہ تجھے اب مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ قال اللہ آپ نے فرمایا اللہ یہ گھڑی کیسی سخت گھڑی ہے، سونتی ہوئی تلوار سر پر ہے موت منہ کھولے سامنے کھڑی ہے صرف ہاتھ کو حرکت دینے کی دیر ہے کہ سر تن سے جدا ہو سکتا

ہے ایسے پُرخطر وقت میں بھی وکلا یخشون احداً الا اللہ کا منظر پیش کیا جا رہا ہے اور اللہ کی حفاظت کے وعدہ کی سچائی پر یقین کا ایسا مظاہرہ ہے کہ چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی اس کی نظیر نہیں مل سکتی، یہ واقعہ زبردست دلیل ہے اس بات پر کہ آپ کا دعوٰے ایمان باللہ محض منہ کی لاف گزاف نہ تھا بلکہ حقیقت پر مبنی تھا۔

چھٹا موقعہ

چھٹا موقعہ جنگ حنین کا ہے، بارہ ہزار کا لشکر جو آپ کے ساتھ ہے اپنی کثرت پر گھمنڈ کرنیکی پاداش میں دشمن سے مقابلہ سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے میدان جنگ میں آپ محض چند آدمیوں کے ساتھ رہ جاتے ہیں دشمن تیروں کی بارش برسا رہا ہے، ایسے ہولناک موقعہ پر بجائے گھبرانے کے آپ اپنی خچر کا رُخ دشمن .... کے تیروں کی طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہوئے اس طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں جس طرف سے تیروں کی بوچھاڑ آ رہی ہے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب میں ہی نبی ہوں میرا دعوٰے نبوت جھوٹا نہیں میری ہی حفاظت کا خدا نے وعدہ کیا ہوا ہے میں ہی عبد المطلب کا بیٹا ہوں کیا ہوا اگر یہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ اُٹھے ہیں تمہارا مقابلہ میرے ساتھ ہے تم مجھے نہ شکست دے سکتے ہو اور نہ میدان سے بھگا سکتے ہو، آخر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ خدائی تصرف کے ماتحت آپ دشمن کے تیروں کی زد سے محفوظ رہتے ہیں یہاں تک کہ صحابہ رضہ لوٹ آتے ہیں اور دشمن کو آناً فاناً شکست ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا مظاہروں کے پیش کرنیکی غرض

سرور کونین صلعم کی زندگی تو ایمان باللہ کے متعلق اس قسم کے مظاہروں سے لبریز ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا جس میں آپ کے ایمان کو کسی نہ کسی آزمائش میں سے گذرنا نہ پڑے، لیکن سردست انہی چند ایک کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے اور یہ ایسے مظاہرے ہیں جن میں سے ہر ایک ہمارے لئے مشعلِ راہ کا کام دے رہا ہے اور ہم مسلمان جو آپ کی اتباع کا دم بھرتے ہیں ان سے مطالبہ کر رہا ہے کہ ایمان باللہ کی اس حقیقت کو ہم سب اپنے اندر پیدا کریں اگر ہم کامیابی کا منہ دیکھنے کے متمنی ہیں اور ہمیں تسلی دلا رہا ہے کہ دشمن کی ظاہری قوت سے خوفزدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، اور ساتھ ہی یقین دلا رہا ہے کہ اگر ہم اپنے دلوں میں اسی قسم کا ایمان پیدا کرلیں تو دشمن کی یہ ساری قوت جس پر اس کو ناز ہے اور جس کے بل بوتے پر وہ اکڑ رہا ہے خس و خاشاک کی طرح اُڑ جائیگی کیا خدا کے پاس اس کو تباہ کرنے کے لئے لشکروں کی کمی ہے، کیا وہ ایک ہی زلزلہ سے ان کے ایٹم بم یا ہائیڈروجن بم یا دیگر سامان حرب تیار کرنے والے کارخانوں کو نیست و نابود نہیں کر سکتا یا کیا ہماری زبان میں وہ ایسی تاثیر نہیں ڈال سکتا کہ ہماری تبلیغ سے یہ سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں خدا کی فتح و نصرت کے آنے میں اگر دیر ہے تو صرف ہمارے اندر ایسا ایمان پیدا ہونے کی ہے اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ رسول کریم صلعم کے اسوہ مبارکہ پر عمل پیرا ہو کر ہم بھی اپنے اندر آپ جیسا ایمان پیدا کر لیں تا اسلام کا دوبارہ بول بالا ہو اور اس کی حکومت ظاہراً و باطناً دونوں طرح مکمل طور پر قائم ہو جائے اور تا رسول اکرم صلعم کی عظمت کا سکّہ از سرِ نو دلوں میں قائم ہو جائے۔ آمین۔

ایک سوال کا جواب

ممکن ہے بعض قارئین کرام کے دل میں خیال گذرے کہ ایسا ایمان کس طرح پیدا ہو سکتا ہے اس کے جواب میں سردست اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے ایمان کی کمی ہی ہماری تمام کمزوریوں کی علت اور تمام برائیوں کی جڑھ ہے اور اسی کے پیدا ہونے سے ہی ہم ان کمزوریوں اور برائیوں سے نجات پا سکتے ہیں اور یہ ایمان اسی پاک وجود کے ذریعہ سے ہی آج بھی پیدا ہو سکتا ہے جس کے ذریعہ سے آج سے تیرہ سو برس پہلے پیدا ہوا تھا اور جس کے کرشموں پر دنیا آج تک حیران ہے کیونکہ آنحضور صلعم کے ایمان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ آپ کی ذات تک ہی محدود نہیں بلکہ سراجاً منیراً ہونے کی وجہ سے متعدی ہے اس نے ہزاروں کے اندر ایسا ایمان پیدا کیا اور آج تک کرتا چلا آ رہا ہے اور انشاء اللہ کرتا چلا جائے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔ چونکہ مضمون طویل ہو گیا ہے اس لئے اس کی تفصیل پر انشاء اللہ کسی دوسری فرصت میں روشنی ڈالی جائے گی۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

پناہِ دو عالم لوائے محمدؐ

مصطفےٰ خاں حسنؔ

مرا دین و ایماں ولائے محمدؐ ؛ میں ہوں جان و دل سے فدائے محمدؐ

یہی ہے تمنّا یہی آرزو ہے ؛ کہ دیکھوں رُخِ دل کشائے محمدؐ

محمدؐ کے دَر کی فقیری ہی شاہی ؛ زہے عزّ و شان گدائے محمدؐ

محمدؐ کا ہر حُکم حکمِ خُدا ہے ؛ رضائے خدا ہے رضائے محمدؐ

وہی باعثِ خلقِ کون و مکاں ہے ؛ بنے مہر و ماہ از برائے محمدؐ

ملی سروری اسکو دونوں جہاں کی ؛ پناہِ دو عالم لوائے محمدؐ

فراغت ہوئی اسکو درد و الم سے ؛ وہ دل جو ہوا مبتلائے محمدؐ

بصد شوق آنکھوں سے اپنی لگاؤں ؛ ملے گر مجھے خاکپائے محمدؐ

حسنؔ اُس کو لاریب جنّت ملے گی

جو دل سے کرے اقتدائے محمدؐ

تحریکِ ختمِ نبوّت کے علم بردار تم ہو!

از قلم چودھری محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ گجرات

بانیٔ تحریکِ احمدیت ملّا نہ تھا

تیرھویں صدی کے آخیر اور چودھویں صدی کے شروع میں برصغیر ہند کے ایک چھوٹے سے گاؤں قادیان سے ایک دیہاتی رئیس زادہ نے عقیدۂ ختمِ نبوت کی وضاحت میں آواز بلند کی - وہ مولوی نہیں تھا .... ملّا نہیں تھا - گاؤں کے ایک زمیندار کا لڑکا تھا اس نے اس عقیدہ کی ترویج اور اس کے عملی نتائج کی تشریح میں ایک منظم اور باقاعدہ مہم شروع کر دی - یوں تو بعض لوگ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کے متعلق بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں - کہ ایک تری پر حکومت کرتے ہیں اور ایک خشکی پر حکمران ہیں - مگر اس نئی تحریک کے بانی نے ایسے خیال کے لوگوں سے اُلجھنے کی کوشش نہیں کی - اس کی وجہ یہ ہے - کہ گو ان دو بزرگوں کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ اس دنیا میں زندہ ہیں اور انہیں اس دنیا کے معاملات میں کچھ تصرف ہے - باطل ہے مگر چونکہ ان کی بعثتِ ثانی تسلیم نہیں کی جاتی اس لئے اس لئے اس عقیدہ کا کوئی عملی نتیجہ نہیں نکلتا - یہ ایک ذہنی تکلف ہے جس کا اظہار کبھی کبھی اثناء گفتگو میں کچھ لوگ کر دیتے ہیں - مگر حضرت خضر اور حضرت الیاس ہمارے روزانہ کاروبار - یا دینی اور مذہبی امور میں کچھ مداخلت نہیں کرتے اس لئے ایسے باطل خیال کے لوگوں سے کچھ تعرض نہیں کیا جاتا -

عقیدۂ ختمِ نبوّت کی کیوں وضاحت کرنی پڑی

مگر حضرت مرزا صاحب نے ختمِ نبوّت کے عقیدہ کے متعلق تمام ابہامات کو دُور کر کے اسے اس کی اصلی اور مصفیٰ شکل میں پیش کرنے کے اس وقت علمبردار ہوئے جبکہ اس مسئلہ کو غلط طور پر سمجھنے کی وجہ سے اشاعت اسلام کے راستہ میں مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیئے گئے اور اگر انہیں دور کر کے راستہ صاف نہ کر دیا جاتا تو آج اسلام کی ترقی ممکن نہ تھی -

افسوس کہ اکثر لوگ واقعات پر نگاہ نہیں رکھتے اور احیائے اسلام کی ربانی تحریکوں کے جاری کرنے والوں سے انصاف نہیں کیا جاتا - وہ جو کچھ کرتے اور کہتے ہیں اس کا منشا کسی نہ کسی رنگ میں اسلام کو تقویت پہنچانا ہوتا ہے

تحریک کا تاریخی پس منظر

ہوا یوں کہ تیرھویں صدی کے وسط میں عیسائیت مادی طاقت سے مسلح ہو کر تمام معلوم دنیا پر چھا جانے کی جد و جہد میں بڑی سرگرمی سے مصروف ہو گئی - اسلامی حکومتیں رو بہ انحطاط تھیں - مشرق سارا کا سارا مریض مضمحل کی صورت اختیار کر چکا تھا - افریقہ کا تمام براعظم یورپ کی عیسائی حکومتوں کے سامنے بے دست و پا ہو کر سرنگوں ہو گیا اور دنیا میں عیسائیت کا غلبہ، عیسائی تہذیب عیسائی کلچر، عیسائی سیاست کی فوقیت میں ظاہر ہونے لگا - ماسوائے اسلام کے باقی تمام مذاہب مُردہ ہو چکے تھے - اسلام ایک تبلیغی مذہب تھا - وہ عیسائیت سے متصادم ہوا - اور دونوں تہذیبوں کی زبردست ٹکر ہونے لگی - اسلام مادی سامانوں سے تو تہی دست تھا مگر اس کی روحانیت میں فولادی طاقت تھی اور عیسائیت کو جلدی معلوم ہو گیا - کہ اسلام کی تسخیر ایک دشوار امر ہے اور مسلمانوں کو الوہیت مسیح اور کفارہ ایسے باطل عقاید کا قائل نہیں کیا جا سکتا -

اسلام کے خلاف دجالی حملے

عیسائیوں نے نئے نئے ہتھکنڈوں سے کام لینے شروع کئے اور دھوکا اور فریب کے تمام ذرائع کی استعمال کرنا شروع کر دیا مسلمان کے سامنے کفارہ کا عقیدہ ایک منٹ کے لئے نہیں ٹھہر سکتا - اسی طرح الوہیت کے عقیدہ میں بھی توحید کے علمبرداروں کے لئے کوئی کشش نہ تھی -

اب عیسائیوں نے یہ کیا کہ اسلامی ممالک اور خود ہندوستان میں پادریوں کے ذریعے تبلیغ کا طریق کار یہ اختیار کیا - کہ اپنے مثبت عقاید کی اشاعت کی بجائے مسلمانوں کے مروجہ عقاید پر نکتہ چینیاں شروع کر دیں اسلامی عقائد اور مسلمانوں کے مروجہ عقائد میں کافی بعد ہو چکا تھا اسلامی عقاید پر تو کوئی حملہ نہ کیا جا سکا مگر مسلمانوں کے ہاں جو بعض غلط ...... اور خلاف اسلام اصول مانے جاتے تھے - ان کی خامیوں کو عیسائی کی دوربین نگاہ نے تاڑ لیا - اور حملہ کا رُخ ایسے ہی اصولوں کی طرف موڑ دیا - یہ خیال مسلمانوں کے ہاں مدت سے ہمہ گیر شکل میں چلا آتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں - یہ خیال درحقیقت مسلمانوں میں اس وقت پھیلا جبکہ کثرت سے عیسائی لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اپنے مذہب کی غلط روایات اپنے ہمراہ لائے اور انہیں اسلام میں داخل کر دیا اس وقت کے علماء کے سامنے چونکہ ان عقاید کا کوئی عملی نتیجہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا - اور عیسائیت مادی - روحانی اور اخلاقی ہر لحاظ سے اسلام کے مقابل پر شکست خوردہ تھی - اس لئے ان باطل اور لغو اسرائیلیات کے خلاف کوئی توجہ نہ ہوئی - اور آہستہ آہستہ یہ عقائد مسلمانوں میں مسلمات کی صورت اختیار کر گئے -

پادریوں کا چیلنج

عیسائی پادری جب وعظ کرتا تھا تو بلند آواز سے مسلمانوں کے مجمعوں کو مخاطب کر کے پوچھتا تھا - کہ بتاؤ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے اس وقت آسمان پر کون زندہ موجود ہے - مسلمانوں کو جواب دینا پڑتا تھا کہ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باقی کل انبیاء زیر زمین مدفون ہیں، حتیٰ کہ ساقیٔ کوثر صلعم کی بھی یثرب میں قبر موجود ہے اور حضور بھی زیر زمین استراحت فرما رہے ہیں - پھر پادری پوچھتا تھا کہ آخری زمانہ میں انسانوں کو گناہوں سے نجات دلانے اور دجال کو قتل کرنے اور فسق و فجور کو دور کرنے کے لئے کس نبی نے دوبارہ آسمان سے نازل ہونا ہے - مسلمان کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ یہ شرف صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو حاصل ہوگا اور وہی امت محمدیہ کی بگڑی کو بنائیں گے اور قیامت سے قبل صرف اسی عظیم الشان برگزیدہ کا ظہور ہوگا - پس پادری کہتا تھا کہ اب انصاف سے فیصلہ کر لو - کہ زندہ کو ماننا چاہیئے یا مردہ کو -

یہ سوال نہیں تھا بلکہ نشتر تھا جو قلبِ مسلم میں نہایت عیاری سے چبھو دیا جاتا تھا - مسلمان اندر ہی اندر شرمندہ ہو جاتا تھا - اور ندامت سے سر جھکا لیتا تھا - دوسروں کو تو وہ کیا اسلام کی دعوت دیتا - اس کا اپنا اسلام ہی خطرہ میں پڑ جاتا تھا -

عقیدہ ختمِ نبوّت کی شمشیرِ خاراشگاف

ایسے حالات میں اور عین برمحل اور مطابق ضرورت اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اپنی جناب سے منتخب کر کے اس بات کا علم دیا کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور نبی کریم صلعم سے دو ہزار برس پیشتر اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھار چکے ہیں، اور حیاتِ مسیح کا عقیدہ اسلام کا عقیدہ نہیں ہے، قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے یا یہ کہ وہ دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے -

عقیدۂ ختمِ نبوّت کا عملی پہلو

حضرت مرزا صاحب نے نبی کریم صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا قرآن کریم کی آیات سے ثبوت دیا اور حضرت نبی کریم صلعم کی اپنی احادیث سے اس کی تشریح کی - اور بتلایا کہ اب تک مختلف ادوار میں مختلف اقوام اور ممالک میں مخصوص پیغامات لے کر محدود دائروں اور وسعتوں میں مقید رہ کر انبیاء کا اس کارگاہِ عالم میں ظہور ہوتا رہا - مگر پیغمبر اسلام کے ظہور سے ایک مکمل پیغام جو تمام نوع انسانی کے لئے عالمگیر حیثیت رکھتا ہے اور جو تمام زمانوں پر محیط ہے - اہل دنیا کے لئے نازل ہو چکا ہے اور نبوت کے جس قدر فرائض ممکن طور پر ہو سکتے

تھے۔ حضور نے ان کو سرانجام دے دیا ہے۔ اب نبوت بھی مکمل شکل میں آ چکی ہے اور شریعت بھی مفصل اور مبسوط اور دائمی اور غیر فانی حیثیت اختیار کر گئی ہے نہ اب نئی نبوت کی ضرورت باقی ہے اور نہ نئی شریعت کی۔

اندریں حالات حضرت مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ حضرت مسیح بحیثیت نبی زندہ نہیں ہیں جب حضور صلعم کے بعد نبی کی ضرورت باقی نہیں تو کوئی نبی زندہ کیسے رہ سکتا ہے اور کسی اور نبی کی بعثت ثانیہ بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ ختم نبوت ایسی بعثت میں سخت روکاوٹ ہے۔ اس بات کا اعلان کرنا تھا۔ کہ عیسائیت کا پروپیگنڈا کمزور ہو گیا۔ ان کے ہاتھ میں یہی ایک ہتھیار تھا۔ اور اسے احمدیت نے ناکارہ کر دیا۔ احمدیوں کے ساتھ جب عیسائیوں نے مباحثوں میں پے در پے شکستیں کھائیں تو انہیں افسران بالا سے ہدایات مل گئیں کہ وہ احمدیوں کے ساتھ مباحثے نہ کریں۔ جوں جوں احمدیت کا پراپیگنڈا دربارہ وفات مسیح ختم نبوت تیز تر ہوتا گیا، عیسائیت کی رَو رکتی چلی گئی حتیٰ کہ ہندوستان میں عیسائیت کی اشاعت بالکل ختم ہو گئی۔ اور احمدیت خود عیسائی مراکز کی طرف متوجہ ہوئی اور اس نے یورپ اور امریکہ میں اسلام کے تبلیغی مشن کھول دیئے اور وہاں انہیں غیر معمولی کامیابیاں حاصل ہوئیں حکمران فرنگ کا نقطۂ نظر بدل گیا۔ اور وہاں نہایت متانت اور سنجیدگی سے اسلامی تعلیمات پر غور ہونے لگا۔ احمدیوں کے مشن وہاں برابر مفید کام کر رہے ہیں۔ اور اسلام کی اشاعت بڑے زور اور کامیابی سے احمدی لٹریچر اور احمدی مبلغین کے ذریعے ہو رہی ہے۔ احمدیت نے ہمیشہ ختم نبوت کے عقیدہ کے ذریعے تمام اقوام عالم کو مصطفےٰ صلعم کے جھنڈے کے نیچے جمع کرنے کی دعوت دی اور عیسائیت کے صحیح حقائق کو زیادہ جامعیت کے ساتھ قرآن کریم کے صفحات پر لکھا ہوا دکھا دیا۔ اسی طرح دوسری قوموں اور دوسرے مذاہب کو بھی وحدت کا پیغام دیا۔ اور دنیا کو بتلایا کہ اب ہر قوم۔ ہر ملک اور ہر زمانہ کے لئے ایک ہی نبی ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ اور وہ ساری انسانیت کے روحانی باپ ہیں۔ اور تمام نوع انسان اب اسی چشمہ سے سیراب ہوگی اور روحانیت کا منبع صرف اسلام اور اس کی الہامی کتاب قرآن کریم ہے۔

اسی عقیدہ کی رُو سے حضرت مرزا صاحب کو یہ تڑپ رہی کہ دنیا رسول عربی کے آستانہ پر کیوں نہیں جھکتی اور انسانیت اسلام پر ایمان کیوں نہیں لاتی وجس طرح محمد رسول اللہ صلعم کے قلب کا نقشہ قرآن نے بتلایا ہے کہ :۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ ترجمہ:۔ شاید تو اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔

اسی طرح ان مرزا غلام احمد صاحب کے دل کی کیفیت تھی کہ انہیں دکھ پہنچتا تھا کہ کیوں لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ؎

ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
کثرت اعدائے ملت۔ قلت انصار دیں

اس کیفیت کے ماتحت رات دن ان کا قلم اسلام کی تائید میں چلتا تھا کہ ۸۰ کے قریب کتب انہوں نے تصنیف کر ڈالیں۔

فتنۂ دجال سے بچنے کا طریق

حدیث میں ارشاد تھا کہ آخری زمانہ میں دجالی فتنہ سے بچنے کا یہ طریق ہے۔ کہ سورہ کہف کی دس پہلی اور دس آخری آیات تلاوت کی جائیں۔ حضرت صاحب نے جماعت کے سامنے سورۂ کہف کے یہ دو حصے رکھے سورۂ کہف کی پہلی دس آیات میں یہ ذکر ہے وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ○ اور انہیں ڈرائے جو کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنایا۔ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ○ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۔ ترجمہ:۔ انہیں اس کے متعلق کچھ بھی علم نہیں۔ اور نہ ان کے بڑوں کو تھا۔ بڑی بات ہے جو اُن کے مونہوں سے نکلتی ہے وہ جھوٹ ہی کہتے ہیں۔ تو کیا تو اپنی جان کو اُن کے پیچھے رنج میں ہلاک کر دے گا اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔

اس زمانہ میں ہمارے ہاں علماء کی کمی نہ تھی فقہا بھی موجود تھے۔ صوفیاء کے دربار بھی سجتے تھے۔ مرشدان طریقت کے حلقے بھی قائم تھے۔ خانقاہوں میں نعرۂ ہاؤ ہو بھی برابر بلند ہو رہے تھے۔ مدارس دینی بھی جاری تھے۔ مگر دجال کی سحر کاریوں کو دور کرنے کا نسخہ قرآن کریم سے صرف مرزا غلام احمد ہی کو دستیاب ہوا اور اس نے اسے نہایت کامیابی سے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ کس طرح یہ دجال پانی میں نمک کی طرح گھل کر ختم ہو رہا ہے۔

مرزا غلام احمد کا پروگرام اور اس کے نتائج

مرزا غلام احمد نے جوں جوں فتنۂ دجال کے استیصال کی طرف توجہ دی۔ اس پر واضح ہو گیا کہ واقعی عیسائیوں کے پاس الوہیت مسیح کے اثبات میں کوئی علمی دلائل نہیں ہیں۔ اور کفارہ کا عقیدہ بالکل باطل اور نامعقول ہے مرزا کا قلم جوں جوں اس میدان میں دلائل کے دریا بہاتا گیا دجال خود بخود پانی میں نمک جس طرح پگھلتا جاتا ہے پگھل گیا۔ مرزا کا دل جوں جوں نوع انسان کے لئے پُر درد ہوتا گیا اس سے افسردہ خاطر اور پژمردہ دل انسانیت کے زخموں کا مداوا ملتا گیا۔ یورپ خیال کا مرکز تھا۔ یہیں سے فلسفہ جنم لیتا تھا اور نت نئے نظریئے تخلیق ہوتے تھے اس لئے مرزا صاحب کی توجہ یورپ کی طرف منعطف ہوئی اور انگریزی زبان میں اسلامی ریویو شائع ہوا۔ اور آہستہ آہستہ مادی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے تھے۔

ہونے لگے۔ حتیٰ کہ پیروان غلام احمد نے یورپ میں باقاعدہ اسلام کے مشن کھول دیئے اور یورپ کے عین وسط یعنی جرمنی کے دارالخلافہ برلن سے پیغام اسلام سنایا جانے لگا۔ برطانیہ کے جزیرہ کے اندر ووکنگ تبلیغ اسلام کا سب سے بڑا سنٹر قرار پایا اور آج تمام ممالک اسلامیہ کے امراء، سفراء اور سیاحین، تجار۔ سیاحین، طلباء اپنے اس محبوب مرکز میں جمع ہوتے اور اسلام کی عالمگیر اخوت کا نمونہ پیش کرتے رہتے ہیں۔ آج احمدیوں کی مساعی سے یورپ والوں کا اسلام کے متعلق نقطۂ نگاہ ہمدردانہ ہو چکا ہے اور دنیائے فرنگ اب غور کرنے لگ گئی ہے کہ آیا فی الواقع دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہو سکتا ہے۔ مگر آہ! اس سارے عرصہ میں ہمارے علماء کے کارنامے اسلام کو دانداد کرتے رہے اور وہ تکفیر کے تیروں سے اپنے ہی بھائیوں کے سینے چھلنی کرتے رہے۔

مخالفین کا پروگرام اور اس کے نتائج

اس زمانہ میں علمبرداران سیاست نے احمدیت کی مخالفت میں ختم نبوت کی تحریک کو اپنے نقطۂ نگاہ سے اٹھایا اور ملک میں ایک طوفان برپا کر دیا۔ جہاں مرزا صاحب نے ختم نبوت کے عقیدہ کے ماتحت سارے عالم کو اسلام کا حلقہ بگوش ہونے کی دعوت دی تھی اور انسانیت کے پراگندہ عناصر کو جمع کر کے اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع کرنے کا پروگرام بنایا تھا وہاں مخالفین نے اس تحریک کی ایک سیاسی سٹنٹ بنا کر اسے ایجی ٹیشن کا ایک ذریعہ بنا لیا اور مسلمانوں میں افتراق و انشقاق کے بیج بو دیئے جہاں قلب احمدیت کی یہ کیفیت تھی۔ کہ وہ لوگوں کو اسلام سے بیگانہ دیکھ کر ہلاک ہوا جاتا تھا وہاں قلب مولویت کی یہ کیفیت ہو گئی کہ وہ لوگوں کو اسلام کے اندر دیکھ کر مرا جاتا تھا جس طرح مرزا غلام احمد صاحب کی خواہش تھی کہ دنیا اسلام پر ایمان لا کر اس کے دائرہ کے اندر آ جائے۔ مولوی اور اس کے سیاسی ہجولی کی یہ آرزو تھی کہ مسلمان کہلانے والے کسی طرح اسلام سے باہر ہو جائیں۔ محمد رسول اللہ صلعم کی خواہش کا پرتو مرزا غلام احمد صاحب کے قلب پر پڑ رہا تھا اور اسی لئے اس کی تمام کوشش اور جد و جہد اس بات پر مرکوز ہو گئی کہ دنیا اسلام کے اندر آ جائے اور اس کے لئے اس کی جماعت نے کروڑ ہا روپے خرچ کر دیئے اور ہزاروں کتابیں تصنیف کر دیں۔ عین محمد رسول اللہ صلعم کی تمناؤں کے خلاف مخالفین احمدیت نے یہ چاہا کہ کلمہ گوؤں کی تکفیر کی جائے اور محمد رسول اللہ صلعم کے نام لیواؤں کو اسلام سے خارج کر دیا جائے۔ پس احمدی تو اپنے پروگرام پر عمل پیرا ہوئے اور مخالفین اپنے پروگرام پر ڈٹے رہے۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ○

ترجمہ:۔ کہو کہ ہر کوئی اپنی طریق پر عمل کرتا ہے رسو

تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو سب
سے بڑھ کر سیدھی راہ پر ہے۔

احمدیوں کی وجہ سے اسلام دنیا میں پھیلنا شروع ہوا۔ خدا اور رسول کا نام اس کی وجہ سے تمام اکناف عالم میں بلند ہونے لگا۔ قرآن کریم کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہونے لگے۔ اور نورِ خداوندی سے دنیا کی نگاہیں منوّر ہونے لگیں۔ اور مولویوں کی وجہ سے گھر گھر میں فتنے پیدا ہو کر ملت گروہوں اور ٹولوں میں تقسیم ہو گئی۔

ختم نبوت کی یہ ایک شان تھی جس کا ظہور احمدیوں کی وجہ سے ہوا۔ دوسری شان یہ تھی جس سے ملک میں فسادات شروع ہو گئے۔ کثیر اموال نذرِ آتش ہوئے لاتعداد اتلاف جان ہوا۔ اور سخت لاقانونی پیدا ہوئی غنڈہ گردی کو خوب عروج ہوا جس سے تمام دنیا میں مسلمان بدنام ہوئے اور پنجاب کے دار الخلافہ میں حکومت کا نظم و نسق فوج کے سپرد کرنا پڑا۔ اس تحریک ختم نبوت کے چلانے والے وہ ہیں جو مسیح علیہ السلام کو ابھی تک زندہ آسمان پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں۔ جن کے نزدیک امت محمدیہ کے خطرناک زوال کے وقت مسیح آسمان سے دنیا میں تشریف لائیں گے اور کفار کا قلع قمع کر کے اسلام کو زندگی بخشیں گے۔ اور آنکے آنے سے نہ ختم نبوت کی مہر ٹوٹے گی اور نہ مسیح کی اس قرآن میں بیان کردہ اس پیشگوئی پر کوئی حرف آئے گا

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ
بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ

ترجمہ:- اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہے۔

اس پیشگوئی کی رُو سے تو مسیح علیہ السلام کی وفات کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت ہونی چاہیئے تھی۔ اور جو درحقیقت آج سے چودہ سو برس قبل ہو چکی مگر حاملان تحریک ختم نبوت کے نزدیک مسیح نے محمد رسول اللہ کی وفات کے بعد نازل ہونا ہے اور مسیح کی وفات کے بعد پھر کسی اور نبی کا نزول نہ ہو گا یعنی ان کے نزدیک حقیقتاً مسیح علیہ السلام خاتم النبیین ہیں۔

اہلِ انصاف سے اپیل

مسلمانوں کے پڑھے لکھے طبقہ کے سامنے یہ تمام واقعات ہم مختلف پیرایوں میں ہر روز پیش کرتے رہتے ہیں۔ ہمارا کیس اتنا معقول، اتنا مضبوط اتنا ناقابل تردید اور قابل قبول ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ انصاف پسند دُنیا اس کا فیصلہ صادر کر دے تاکہ ظلم کیشیوں اور ستم رانیوں کا سدِباب ہو جائے اور کچھ نہیں تو کم از کم یہ تو نہ ہو کہ ان لوگوں کو جو صحیح معنوں میں ختم نبوت کے قائل ہیں۔ اور اس کے عملی نتائج سے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ اس نے ایک دنیا کو متمتع کرنے میں مصروف ہیں اور اس کی تبلیغ میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ دائرۂ اسلام سے ہی خارج کر دیا جائے۔ کیا ہمارے ملک کے اہلِ علم ایک گول میز کانفرنس منعقد کر کے ہمارے اور ہمارے مخالفین کے کیس پر ٹھنڈے دل سے غور نہ کریں گے اب وقت ہے کہ ہماری جماعت کو موقع دیا جائے کہ وہ یکسوئی سے اسلام کی اس تحریک اشاعت کو تیز تر کر دے تاکہ تشنہ کام دنیا اسلام کے سرچشمہ سے سیراب ہو کر رُوحانی طور پر حیاتِ نو سے ہمکنار ہو۔

جماعت لاہور کے مخلصین سے خطاب

اشاعت اسلام کرنے والی جماعت

عقائد کے لحاظ سے آپ تمام دنیا میں منفرد ہیں اشاعت اسلام کی تحریک کو تاریخ اسلام کے اس دَور میں آپ کی مساعی سے فروغ ہے۔ نتائج کے لحاظ سے آپ کی کامیابیاں بے نظیر اور فقید المثال ہیں۔ آپ کی وجہ سے اسلام کا احترام دنیا میں قائم ہو رہا ہے باایں ہمہ مسلمانوں کی طرف سے آپ کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہو رہی۔ مسلمانوں کی یہ عادت ہے کہ جہاں وہ فائدہ دیکھتے ہیں یا جب انہیں اس مادی دنیا میں اپنی ترقی کے امکانات واضح نظر آنے لگتے ہیں تو دنیوی تحریکوں کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اس نوع کے بانیانِ تحاریک کے ساتھ مل کر قدرے کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ مگر ربانی تحریکات کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور ایک لمبے عرصہ تک بڑے استقلال اور عزم سے ماموران الٰہی پر جور و ستم کے تیر برساتے رہتے ہیں۔ اور جب ان بزرگوں کا زمانہ گذر جاتا ہے تو ان کی قبروں پر مقبرے تعمیر کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور ان سے ان کی وفات کے بعد منتیں مانگنی اور امداد چاہنی شروع کر دیتے ہیں سرسید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کی پہلے پہل مخالفت کی گئی مگر فوری فوائد کے پیش نظر آخر علی گڑھ تحریک کی ہمنوائی شروع ہوئی اور علماء کے لڑکے انگریزی سکولوں اور کالجوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے لگے۔ اور اچھے خاصے مولوی مسٹر بننے لگے۔ آزاد پاکستان کی تحریک شروع ہوئی تو شروع شروع میں اس کی بھی مخالفت ہوئی مگر ایک آزاد سلطنت معرض وجود میں آتی نظر آئی تو سب مخالف اس کے مؤید ہو گئے۔ مگر احمدیہ تحریک ایک خالص ربانی تحریک تھی اس کا مقصد تمام نوع انسانی کی باطنی اور رُوحانی فلاح کو حاصل کرنا تھا۔ اور اصلاح خلق اس کا پروگرام تھا یہ تحریک نہ شرقی تھی نہ غربی۔ بلکہ اس کی دعوت عالمگیر تھی یہ کسی خاص فرد یا قوم کا اقتدار لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھانا چاہتی تھی بلکہ انسانیت میں یگانگت اور اخوت پیدا کرنا اس کا اصل پروگرام تھا۔ اس لئے ہمارے امراء و رؤساء علماء و فضلاء، علماء دیانِ شریعت، مرشدانِ طریقت رہنمایانِ حقیقت و شاطرانِ سیاست نہ صرف اس سے مجتنب رہے بلکہ اُلٹا اس کی مخالفت میں اپنا تمام زور صرف کرنے لگے اور اس کے لئے انکے دلوں میں ایک گہرا عناد موجود ہے اور ان کے سینے کینوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

استقلال اور قُربانی کی ضرورت

ان حالات میں اراکین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا کام بہت مشکل اور ان کا سفر بڑا کٹھن ہے۔ گو اس وقت مخالفتیں دبی ہوئی ہیں، مگر اندیشہ ہے کہ وہ کسی وقت کبیر طوفان بن کر نمودار ہو سکتی ہیں۔ پس جماعت کے سب ورث کارکن اور اپنے عقیدہ پر ڈٹے ہوئے اور مامور کے ہاتھ پر قربانی اور جان سپاری کی بیعت کا عہد کئے ہوئے بہادر نڈر اور بے باک ایمان والوں کو چاہیئے کہ وہ

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ
اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

کو حرزِ جان بنائیں اور نبوت کے ساتھ الہام و وحی کو بند کر دینے والوں کو بتا دیں کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ اپنے نیک اور صالح بندوں سے براہ راست تعلق رکھتا ہے ان کے نفوس کو پاک کرتا ہے ان کو قوت اور طاقت بخشتا ہے اور اپنے ملائکہ کے ذریعے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ تکلیفیں آئیں گی مصیبتوں کا سامنا ہوگا آفات نازل ہوں گی۔ ابتلاؤں کے خطرناک پاٹوں میں پیسے جاؤ گے هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا کے نظارے پیش آئیں گے اور اس وقت کامیابی کا ایک ہی گُر ہوگا اور اسی سے آخرکار کامیابی اور کامگاری نصیب ہوگی۔

فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل

پر عمل پیرا رہو اور صحیح بخاری کے بیان کردہ یہ الفاظ ہمیشہ تمہاری پریشانیوں کو دُور کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ان کو پڑھو! بار بار پڑھو ..... اور ان سے عبرت حاصل کرو:-

"شكونا الى رسول الله صلعم وهو متوسد بردة له في ظل الكعبة قلنا الا تدعو الله لنا؟ قال: كان الرجل في من قبلكم يحفر له في الارض فيجعل فيه فيجاء بالمنشار فيوضع على راسه فيشق، وما يصده ذالك عن دينه- والله ليتمن هذا الامر حتى يسير الراكب من صنعاء الى حضرموت لا يخاف الا الله ولكنكم تستعجلون"

یہ ہجرت سے پیشتر کا واقع ہے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا۔ کہ اعداءِ حق کے ظلم و جور کی حد ہو گئی آپ ہمارے لئے دعا نہیں کرتے؟ فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گذر چکے ہیں۔ کہ ظالموں نے ان کو گڑھوں میں کھڑا کر کے آرہ سے چیر دیا مگر اس پر بھی انہوں نے حق سے منہ نہ موڑا اور ایسا ہوا کہ حق پرستوں کی کھالوں پر لوہے کی کنگھیاں پھرائی گئیں جو گوشت کو ہڈی اور پٹھے سے

کردیتی تھیں، لیکن اس کو بھی انہوں نے سہہ لیا اور حق سے منہ نہ موڑا۔ خدا کی قسم! دعوت حق کا جو کام شروع ہوا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ وقت قریب ہے۔ جب یمن سے حضرموت تک ایک سوار چلا جائے گا اور بجز اللہ کے اور کسی کا خوف اس کے دل میں نہ ہو گا (یعنی راہ میں ہر جگہ صرف مسلمان ہی ہوں گے۔ کوئی غیر نہ ہو گا جو حملہ کرے یا لوٹے) ہونے والا ہے۔ مگر تم جلد بازی کرتے ہو۔"

نئی تحریکوں کے بانیوں کی مخالفت

کیا تم نہیں دیکھتے کہ پرویز ایسے زیرک اور مودودی ایسے فہیم اور دانا انسان جو خود دو زبردست تحریکوں کے بانی ہیں۔ اور ان کی نشرواشاعت میں غیر معمولی ذہانت اور قابلیت سے مصروف کار ہیں۔ تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تمہارے مٹ جانے سے دنیائے انسانیت سے اشاعت اسلام کی تحریک مٹ جائے گی۔ اعلاء کلمۃ اللہ کا سارا پروگرام درہم برہم ہو جائے گا۔ تعلیمات قرآنی کی قبولیت کے جو آثار نظر آرہے ہیں۔ وہ نابود ہو جائیں گے مگر ان بزرگواروں کو یہ سب کچھ منظور ہے لیکن آپ کا قیام اور استحکام منظور نہیں۔ کیوں؟ اس کا جواب ان کی اقتدار پرستی، عوام میں شہرت طلبی اور خواہش قبولیت عام اور تمنائے مسند نشینی اور کوتاہ بینی سے پوچھئے۔

راہ خدا میں زیادہ قربانیاں پیش کرو

یہ مخالفت زیادہ ایثار اور قربانی کی طالب ہے ہمارے منعموں اور سرمایہ کی دولت سے مالامال اصحاب کو چاہیئے کہ جہاں وہ مسروں کی دولت عیش و عشرت میں خرچ ہو رہی ہے یا نام و نمود کی خاطر صرف کی جا رہی ہے وہاں وہ اپنی تجوریاں اشاعت اسلام کے مقصد کے لئے کھول دیں۔ وہ اپنی دولت کو راستباز اور دیانتداروں کی طرح تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دیں۔ یہ دولت خدا کی دی ہوئی ہے اور اسی کے راستہ میں صرف ہو تو مزا ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ یہ اسی کا حق ہے اور اسی کو دینا چاہیئے۔ ہمارے اہل قلم کو چاہیئے کہ ان کا دن رات کا مشغلہ یہ ہو کہ لوگوں کے ذہنوں سے غلط فہمیوں کے غبار دور کرتے رہیں اور اپنے عقائد اور اپنی تعلیمات اور اپنے کارناموں سے عوام کو سادہ مگر پُرخلوص الفاظ میں آگاہ کرتے رہیں۔ ہمارے عام کارکنوں کو چاہیئے کہ وہ اہل قلم کے لکھے ہوئے مقالوں، رسالوں، اخباروں اور کتابوں اور صحیفوں کو لوگوں تک پہنچائیں۔ تا غلط فہمیوں کے بادل چھٹ جائیں اور مخالفتوں کی فضا صاف ہو جائے ہماری تمام قوم کو ایک نیک نمونہ بن کر لوگوں کے سامنے آنا چاہیئے۔ تعلیم صحیح وہی ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان صحیح ہو جائے۔ میں آبادیوں کو احمدیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں میری آنکھوں کے سامنے مخالفتیں پارہ پارہ ہو رہی ہیں۔ دلوں میں انقلاب آنے کو ہے نیکی کی مخالفت مستقل نہیں ہو سکتی۔ ہم کلمۂ طیبہ ہیں اَصْلُهَا ثَابِتٌ کا نمونہ ہیں تُؤْتِیْ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ کا نمونہ ہیں، ہم نہ مر سکتے ہیں، نہ مٹ سکتے ہیں نہ شکست کھا سکتے ہیں نہ مغلوب ہو سکتے ہیں۔ باطل سے ہم مرعوب نہیں ہو سکتے۔ ظلم سے ہم دبائے نہیں جا سکتے۔ ایمان کی طاقت بہت بڑی قوت ہے۔ یہی قوت ہے جس نے ایک اولوالعزم انسان کو انتہائی بیکسی سے اٹھا کر انتہائی عروج پر پہنچا دیا تھا اور وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا اعلان کر کے تاریخ عالم کو اس پیشگوئی کی صحت پر بطور ثبوت پیش کر کے تمام دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ جس نے دنیا کی تمام مروجہ تہذیبوں کو تہ و بالا کر دیا۔ تمدن کے اصول بدل دیئے زندگی کے نئے اقدار قائم کر دیئے۔ معیشت کی نئی راہیں کھول دیں۔ معاشرت کی تمام ہیئت متغیر کر دی۔ اس نے دنیا کے مُردوں کو زندہ کر دیا۔ اس کے نفخ روح سے حشر اجساد ہوا۔ پس میرے عزیزو! تم اسی کی امت ہو۔ اسی کا یہ فرمانا ہے کہ چالیس مومن کائنات کو ہلا سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں تم تھوڑے ہو، غریب ہو، مسکین ہو، مخالفوں میں گھرے ہوئے ہو مگر تم ان سب کو اپنا بھائی خیال کرتے ہو۔ کسی کی تکفیر نہیں کرتے کسی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے۔ کلمہ طیبہ کا احترام صرف تمہاری وجہ سے قائم ہے۔ جب تک یہ کلمہ قائم ہے تم بھی قائم ہو۔ زیادہ قربانیوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ لوگوں نے ختم نبوت کی تحریک سے خود نبوت ہی کو ختم کر دینے کے منصوبے بنا رکھے ہیں۔ تم ختم نبوت سے انسانوں کے باہمی تفرقوں کو ختم کر دینا چاہتے ہو اور نبوت محمدیہ کی عالمگیریت اور ابدیت کے قائل ہو۔ پس حافظ شیرازیؒ کے اس شعر کے مصداق بنتے رہو ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

جماعت اسلامی کو اسمبلیوں اور حکومت کے ایوانوں کی خوابیں سینے دو۔ پرویز کو سوشلزم کی بوالعجبیوں میں اور قیادت کی بوقلمونیوں کی بھول بھلیوں میں الجھا رہنے دو۔ تم محمدؐ کا نام بلند کرتے رہو، خدا کا نام بلند کرتے رہو۔ قرآن کی حکومت قائم کرنے کی کوشش جاری رکھو اور مخالفین کو کہہ دو کہ ؎

مبیں حقیر گدایانِ عشق را۔ کیں قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند!

شاندار مستقبل

تمہارا مستقبل روشن ہے کیونکہ اسلام کا مستقبل درخشاں ہے۔ اپنے حوصلوں کو بلند کرو۔ اپنے ارادوں کو مضبوط بناؤ اور خدا کے دین کی اشاعت میں زیادہ سے زیادہ مستعدی، زیادہ اخلاص، زیادہ جوش اور زیادہ قوت سے مصروف ہو جاؤ۔ اپنے کام میں مست رہو، یکسو ہو کر تحریک اشاعت اسلام کو تقویت پہنچاؤ دنیا میں اندھیرا ہے۔ آسمان سے نور طلب کرو اور اس اندھیری دنیا میں اجالا کر دو۔ دنیا میں روحانی تشنگی ہے آپ آب زلال محمدؐ سے اس تشنگی کو دور کر دو۔ سرچشمۂ اسلام سے حقانیت کی نہریں جاری ہو جائیں اور یہ سب کچھ کسی منفعت کے لئے نہیں کسی فائدہ کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے کرتے رہو، اس کے لئے دل میں جوش اور دماغ میں جنون چاہیئے۔ آؤ ہم سب مل کر یہ گیت گائیں۔

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما
اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما

اور آخر میں ہم آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین کی صدا لگا کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

نعت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) در دلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

(۲) آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل
آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے

(۳) آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است
ہمچو طفلے پرورید در برے

(۴) آنکہ در بر و کرم بحرِ عظیم
آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے

(۵) احمدِ آخر زماں کز نورِ او
شد دلِ مردم ز خور تاباں ترے

(۶) ختم شُد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شُد ختم ہر پیغمبرے

ترجمہ

(۱) میرے دل میں اس سردار کی تعریف جوش مار رہی ہے۔ جس کی خوبی میں اس کا کوئی ہمسر نہیں

(۲) وہ جس کی جان اس یار ازلی (اللہ تعالیٰ) کی عاشق ہے۔ وہ جس کی روح اس دلبر سے ملی ہوئی ہے

(۳) وہ جو اللہ تعالیٰ کی عنایات کو جذب کئے ہوئے ہے۔ جیسے ایک بچہ گود میں پرورش پا رہا ہو

(۴) وہ جو نیکی اور سخاوت کا ایک بڑا سمندر ہے۔ وہ جو کمال مہربانی کے لحاظ سے ایک بےنظیر موتی ہے

(۵) احمد آخر الزمان جس کے نور سے لوگوں کے دل سورج سے بھی زیادہ روشن ہو گئے۔

(۶) اس کے نفس پاک پر تمام کمالات ختم ہو گئے۔ لا جرم ہر پیغمبر [illegible]

نسلِ انسانی کے محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

(ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب)

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین (قرآن کریم)

کل برکۃ من محمد فتبارک من علم وتعلم (الہام حضرت مسیح موعود)

اُمی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتِ روشن ترے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا (حالی)

زندہ خدا کی تلاش و عبادت کس نے سب سے زیادہ کی۔ مخلوق کی بہبود و ہمدردی کے غم میں کون سب سے بڑھ کر تڑپا۔ کس نے جمیع نسل انسانی کی بے لوث خدمت کا حق ادا کیا۔ کسے افضل و اعلیٰ تعلیم و ہدایت عطا ہوئی۔ جملہ اعلیٰ صلاحیتوں کے کامل نشو و نما کے مواقع کسے اور کیونکر نصیب آئے۔ اپنے دوستوں کو اپنے رنگ میں رنگ کر کس نے ایک ساری قوم کو دنیا کا معلم و مزکی بنا دیا۔ کس کے سوانح حیات تاریخی اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے مستند پایہ کے ہیں۔ وہ کونسی شخصیت ہے جسکے پاکیزہ حالات، اعلیٰ کمالات، بے نظیر کامیابی کے معترف نہ صرف اس کے پیرو ہیں بلکہ ان کے منکر و مخالف بھی ماننے پر مجبور ہیں۔ یقیناً محمد عربی صلعم ہی وہ کامل و اکمل انسان ہیں جو روحانی اتحاد کے مرکز و محور ہیں۔ آنحضور آخری و زندہ نبی ہیں۔ اس لئے کہ اب روحانی فیض کے دروازے بجز آپ کے توسط کے بند کر دیئے گئے ہیں۔

اللھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد۔

بانیانِ مذاہب کے متعلق تین اہم سوال

تاریخ عالم میں بہت سی اہم ہستیاں ہوگذری ہیں جن کے معتقد ان کی تعریف میں بڑھ چڑھ کر بیانات دیتے ہیں۔ فوق الفطرت معجزات ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ قادرانہ تصرفات کے وہ مالک بتلائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو خدا یا خدا کے بیٹے کے مقام تک پہنچا دیا گیا ہے۔ غرضیکہ فرطِ عقیدت نے کیا کچھ مبالغہ آمیزی نہیں کی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقدس ہستیاں انسان نہ تھیں اگر خدا بھی نہ تھیں تو کم از کم بشر سے مافوق کچھ اور شے رکھتی تھیں بعض کا حضرت محمد مصطفےٰ کی نسبت جو کچھ ان کے پیرو بیان کرتے ہیں۔ وہ بھی اسی قسم کی عقیدت مندی کا مظاہرہ ہے؟ ایک اور حقیقت بھی ہمارے سامنے ہے جب تاریخی نقطہ نگاہ سے ہم ان ہستیوں کی زندگیوں کو مطالعہ کرتے ہیں۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نسبت بیان کردہ واقعات بہت کچھ مبہم و مشکوک سے ہیں یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی بیان کردہ واقعہ کہاں تک درست ہے اور کس حد تک اس میں مبالغہ آمیزی و خوش عقیدگی کا دخل ہے۔ یہ دوسرا سوال ہے جس کے زاویہ سے ہم نے آنحضرت صلعم کی زندگی کو جانچنا ہے تیسرا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ واقعات ان مقدس اصحاب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ انہیں ہماری روزمرہ زندگی سے کیا تعلق ہے؟ کسی بات کو ... توہم پرستی کے رنگ میں مانتے چلے جانا اور اسے ایمانیات کا جزو قرار دے کر خوش عقیدگی میں سب دنیا زندگی کا ایک ایسا منفی رنگ کا نظریہ ہے جسے آج کی علم و سائنس کی دنیا میں کوئی وقعت حاصل نہیں۔ ہمیں تو ان امور کی ضرورت لاحق ہے جو ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی کو بہتر و عمدہ بنا سکیں۔

پس کیا آنحضرت صلعم کی زندگی کے واقعات بھی اسی قسم کے ہیں جس قسم کے باقی بانیانِ مذاہب کے سوانح حیات ہیں؟

عظمت و رفعت جانچنے کے معیار

ان کے علاوہ ہمیں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ کون سے معیار ہیں جن سے کسی شخص کی عظمت کو جانچا جا سکتا ہے! اور ان معیاروں کی محک پر آنحضرت صلعم کس بلندی پر نظر آتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے مقدم سوال یہ ہے کہ قطع نظر اس کے کہ کام بڑا ہے یا چھوٹا؛ اس کے کرنے والے کی نیت کیا تھی؟ آیا خودی کے کسی جذبہ سے متحرک ہو کر وہ بات کی گئی یا محض خدا کی خوشنودی اور بنی نوع انسان کی بہبود کی خاطر؛ دوئم یہ کہ اس بھلائی کا دائرۂ اثر کتنا وسیع ہے۔ آیا چند ایک اشخاص کی بہبود مدنظر تھی۔ ان کا اس کے ساتھ کیا رشتہ تھا۔ اپنے فیملی خاندان قبیلہ، قوم اور وطن کی خاطر قربانی کرنا سب ترتیب وار منازل ہیں لیکن سب سے اعلیٰ و ارفع وہ قربانی ہے جو بلاتخصیص رشتہ خون یا خاندان و قوم بلکہ بلاتخصیص مذہب و ملت نسل انسانی کی خاطر بجا لائی جائے۔ ان تین سوالات کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ نہ صرف مقاصد و قربانی کے لحاظ سے کسی شخص کا مقام کتنا بلند ہے بلکہ یہ کہ اخلاق انسانی کے جملہ شعبوں میں اس نے کیا نمونہ پیش کیا۔

کامل وہ شخص ہے جس نے حتی المقدور خودی کے ہر پہلو سے اجتناب کر کے جمیع نسل انسانی کی خدمت کے لئے اپنی طاقتوں کو وقف کر دیا ہو اور اخلاق کے جملہ پہلوؤں میں اس نے اعلیٰ ترین عملی زندگی پیش کی ہو لیکن اس کمال سے بڑھ کر ایک اور درجہ فائق ہے۔ اور وہ ہے اپنے ہمعصروں اور ہمجولیوں کو اپنے رنگ میں رنگین کر کے انہیں بھی کامل بنا دینا۔ نہ صرف اپنی انفرادی زندگی کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے لگا دینا بلکہ اجتماعی طور پر ایک قوم ایسی تیار کر دینا جو اسی اعلیٰ ترین مقصد کی دنیا میں حامل ہو۔ یہ مقام نہ صرف اس لئے بلند ترین ہے کہ اس کے ذریعہ بہبود و فلاح کا دائرہ وسیع اور ہمہ گیر ہو جاتا ہے۔ اس لئے بھی کہ جو قوت عمل اعلیٰ اصولوں کو خود اپنی زندگی کی افتاد میں منتقل کرنے کے لئے ایک انسان کو درکار ہے۔ اس سے کہیں بہت زیادہ قوت عمل اور جذب و کشش اس غرض کی خاطر مطلوب ہے کہ جو لوگ اس انسان سے لگاؤ رکھیں وہ بھی اسی نشہ میں سرشار و مست ہو جائیں جس کا عشق اس کے اپنے سینہ میں موجزن ہے۔ اعلیٰ اصول و عمل کے لحاظ سے ترتیب وار درجات اس طرح ہوں گے۔

۱۔ اعلیٰ اصولوں اور خدمت نسل انسانی کا خود قائل ہونا۔
۲۔ ان اصولوں کو اپنی روزمرہ کی زندگی کا ... شغل بنا دینا۔
۳۔ دوسرے لوگوں کو بھی خدمت خلق و بہبود کا قائل کر لینا
۴۔ اپنے دوستوں پر ایسا قوی اثر ڈالنا کہ وہ اس کی غیرموجودگی میں بھی سچے معنوں میں اس کے مقاصد کے صحیح نمائندے اور نائب کہلا سکیں۔

حالات اور ذرائع کا سوال۔

کسی شخص کے پیش نظر کیا مقاصد رہے، وہ مقاصد خدمت خلق و فلاح انسانی کے لئے کس قدر مفید تھے؛ ان سوالات کے حل پر جہاں کسی شخص کی بلندی کی تشخیص کی جائے گی۔ وہاں یہ سوالات بھی زیر غور آنے چاہئیں کہ کن حالات میں اس انسان نے مقاصد عالیہ کو اپنایا وہ کس حد تک اس کے ممد و معاون تھے اور کہاں تک حصول مقصد کے منافی تھے؛ کیونکہ ظاہر ہے کہ جو شخص سازگار ماحول میں کام کرے گا وہ ہرگز اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جو نہایت منافی و مخالف حالات کے باوجود کام کرتا ہے۔ پھر حالات کی موافقت یا مخالفت کے علاوہ یہ بھی دیکھنا ہوگا۔ کہ جو ذرائع حصول مقصد کی خاطر استعمال کئے گئے وہ کیسے تھے؛ اگر مقصد و مدعا عالی و پاک تھا تو کیا ذرائع اور اسباب بھی اسی قدر پاکیزہ تھے؛ اکثر مرتبہ یہ سننے میں آتا ہے کہ جب مقصد نیک ہو تو جس کسی ذریعہ سے بھی حاصل ہو سکے اسے حاصل کر لیا جائے لیکن اس قدر تو بہرحال تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ وہ شخص جو نیک مقصد کی خاطر ناجائز ذرائع استعمال کرتا ہے۔ ہرگز اس انسان کے برابر نہیں ہو سکتا جس کا نہ صرف مقصد پاک ہے بلکہ اس کے اسباب بھی مطہر ہیں۔

کامیابی کا دائرہ اور تبدیل مزاج

جہاں کسی انسان کی بلندی کا معیار اس امر پہ ہے کہ اس نے اپنی زندگی کو کیسے عالی خداوانہ مقاصد پر لگایا کن حالات میں اور کیسے دشوار گزار ماحول سے اسے واسطہ پڑا۔ اور کس قسم کے ذرائع سے اس نے کام لیا۔ وہاں اس کی عظمت کے ماپنے کے لئے ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ بالآخر اس کی جدوجہد کیا نتیجہ لائی؛ جن عالی اغراض کا وہ حامل رہا واقعات کی دنیا میں کہاں تک ان کو پھل لگا؛ اس کے ساتھ ہی یہ سوال بھی ذہن میں آئے گا۔ کہ اگر اسے خاطرخواہ کامیابی حاصل ہوگئی۔ تو اس فتح کے حصول کے بعد اس کی حالت کیا رہی؟ اکثر مرتبہ یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ جب تک مقصد حاصل نہ ہو۔ چاہے وہ مقصد خدمت خلق سے متعلق ہو یا خودی کے کسی جذبہ کی تسکین سے) انسان کا کردار جس قسم کا ہوتا ہے مقصد حاصل ہو جانیکے بعد اس میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ یا تو انسان غافل و سست ہو جاتا ہے۔ یا معاملات و اخلاق میں اور قسم کا رنگ دکھلانے لگتا ہے اگر عیش و عشرت کی جانب مائل نہ ہو تب بھی دل میں کامیابی پر تکبر و غرور کا بیج بویا جاتا۔ اور ... دوستوں اور مخالفوں سے سلوک میں فرق کا

پڑھ جانا لازم امر ہے یہ ایک عام گراوٹ ہے ۔

قوتِ قدسی کا دائرہ عمل

ان تمام سوالات کے حل کر لینے کے بعد بالآخر ایک اور سوال بھی رہ جاتا ہے جس کا علم بہت کم لوگوں کو ہے کسی انسان کی بڑائی کو پرکھنے کے لئے جہاں اُن سب سوالوں کا جواب ضروری ہے ۔

طرف مائل کرتا ہے لیکن فوت ہو جانے کے بعد اس کا دائمی اثر کس قدر باقی رہ گیا ، اس کی اعلےٰ زندگی کے مطالعہ سے کتنے لوگوں میں جو اس کے بعد آئے ، کہاں تک اور کب تک وہی جوش اور ولولہ پیدا ہوا ، جو کچھ اس کی زندگی میں تحریک ہوئی ۔ اگرچہ دنیا کے لوگ اس حقیقت سے منکر ہیں ۔ تاہم جبکہ یہ صداقت ہے کہ جسمانی زندگی سے کلی طور پر خاتمہ نہیں ہو جاتا بلکہ روحیں زندہ رہتی ہیں ۔ تو پھر کسی عالی و ارفع انسان کی عظمت اس نقطۂ نگاہ سے بھی جانچنی ضروری ہو جاتی ہے ۔ کہ وفات کے بعد اس شخص کی قوتِ قدسیہ اور روحانی تاثراتِ قلب کے باعث کب تک اور کس قدر انسانوں کو نہ صرف ہدایت و رشد ملی بلکہ کمال کا درجہ نصیب ہوا ؟ تمام اعلےٰ ہستیوں اور برگزیدہ صاحبِ کمال اشخاص کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک روح کے قلبی تاثرات کا اثر نہ صرف دوسری روح پر دنیا کی اس زندگی میں پڑتا ہے ۔ بلکہ یہ بھی کہ یہ اثر بعد الموت جاری و ساری رہتا ہے ۔ تو آخری سوال آنحضرت صلعم کی عظمتِ شان کے پرکھنے کے بارہ میں یہ حل طلب ہے ۔ کہ جسمانی زندگی کے بعد کب تک کہاں تک اور کس قدر لوگوں پر آپ کی روحانی قوتِ قدسیہ کا اثر ہوا ؟ اگر اپنی زندگی میں آنحضورؐ نے اپنے ساتھیوں کو کامل بنا دیا ۔ تو بعد میں آپ کی روحانیت کے اثر سے کس قدر باکمال لوگ پیدا ہوئے ؟ ۔

اہم سوالات کے حل کا ایک سہل طریق کار

ظاہر ہے ۔ کہ جس قدر یہ سوالات اہم ہیں ۔ اسی قدر اہم یہ بحث ہے ۔ جو ان کے متعلق کی جائے ۔ اس مختصر مضمون میں اس کو کما حقہٗ نبھانا ناممکن ہے ۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس پر پوری طرح روشنی ڈالنا ایک دفتر کو چاہتا ہے جس میں آنحضرت صلعم کی زندگی کے جملہ سوانح حیات آ جائیں ۔ قطع نظر اس کے اس وقت ان سوالات کے جوابات کے لئے میں ایک طریق کار پر اکتفا کروں گا ۔ جیسے کہ میں نے ابتدا میں کہا ۔ اصل سوال ایک محقق کے سامنے یہ ہو گا ۔ کہ جو کچھ واقعات کسی انسان کے پیش کئے جاتے ہیں ۔ وہ کہاں تک قابلِ قبول ہیں ۔ جو کچھ بیان کیا جاتا ہے کیا وہ معتقد اصحاب کی محض حاشیہ آرائی اور عقیدت مندی کا جوش تو نہیں ؟ اگر معتقدین کے علاوہ بعض غیر جانبدار محققین بلکہ مخالفین نے بھی کسی انسان کی زندگی کے واقعات کو مطالعہ کر کے انہیں تسلیم کیا ہو ۔ یا ان سے کچھ نتائج از رُوئے فکر و انصاف استدلال لئے ہوں ۔ تو یہ ایک ایسا حتمی و ناقابلِ انکار ثبوت ہے کہ اس کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں ہے ۔ الفضل ما شهدت به الاعداء وہ سر پر چڑھ کر بولے ۔ کسی انسان کی خوبی و افضلیت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ جو لوگ اس سے

کسی قسم کا دینی یا دنیوی رشتہ نہ رکھتے ہوں وہ اس کے معترف و قائل ہوں ۔ در اصل جب کمالات اس قدر بلند ہوں ۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے ۔ کہ منصف مزاج چھوڑ مخالف کو بھی جائے انکار نہیں رہتی ۔ اس لئے آنحضرت صلعم کی عظمت و رفعتِ شان کے بارہ میں جو کچھ بعض محققین و مفکرین نے جو آپ کے حلقۂ عقیدت

انسانی دستاویز ہے جس میں آنحضرت صلعم کی شخصیت کے ہر پہلو کی عکاسی کی گئی ہے اور جس میں آپ کے متعلق خارجی واقعات کا بیان ہے پس ہمارے پاس اسلام کے منبع اور اس کی ابتدائی نشو و نما کے حالات کے استخراج کے متعلق بے نظیر اور ناقابلِ تردید اسناد موجود ہیں ۔ کہ جو بدھ مت ، عیسائیت یا کسی اور پرانے مذہب میں نہیں پائی جاتیں ۔ (پروفیسر نکلسن)

پروفیسر نکلسن کے اقتباس کا پہلا فقرہ بعینہٖ وہی ہے ۔ جو حضرت عائشہؓ صدیقہ کے قول سے مروی ہے یعنی جب آپ سے کسی نے آنحضرت صلعم کے اخلاق کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا ۔ کان خلقه القرآن ۔ جس قدر مختلف سلسلۂ روایات سے آنحضرت صلعم کی سیرت بیان کی گئی ہے ۔ اس قدر مضبوط و مربوط سلسلہ بیان کیا کسی اور انسان کو تاریخ عالم میں اپنے سوانح حیات کے بارہ میں میسر آیا ؟ جس قدر چھان بین اور رد و کد راویوں کی زندگی کے بارہ میں کی گئی ۔ اس کی مثال کسی دوسرے شخص کے لئے کہاں ملتی ہے ۔

صحابہ کرام کی عینی شہادت

"تم کہتے ہو کہ وہ آپ (آنحضرت صلعم) کو صرف پیغمبر ہی مانتے ہیں کیا آپ صلعم ان کے روبرو کھلم کھلا صاف طور پر کھڑے نہ تھے بغیر کسی قسم کی توہم پرستانہ خوش عقیدگی یا پُر اسرار و خفیہ راز ہونے کے ؛ کیا آپ صلعم ان کے سامنے ہی تمام افعال بجا نہ لاتے تھے ۔ جیسے مثلاً کبھی اپنے پیرہن کو پیوند لگا رہے ہیں تو کبھی پھٹی جوتی گانٹھ رہے ہیں کبھی جنگی مصروفیات میں منہمک ہیں تو کبھی انہیں مشورہ عطا فرما رہے ہیں ۔ اور پھر کبھی انہیں احکامات صادر کر رہے ہیں کیا یہ تمام امور آپ ان کے این آنجام ہوتے رہتے تھے ؟ انہوں نے یقیناً آپ صلعم کو بخوبی دیکھ لیا تھا ۔ کہ آپ کس طرح کے انسان ہیں"

رہبرو اینڈ ہیرو ورشپ ۔ ٹامس کارلائیل ۔

ایک ساری اکھڑ قوم کی عقیدت بے لوث گواہی

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کے واقعات نے کس انسان کو متاثر نہیں کیا ؟ ایچ جی ویلز ایسا معاند اعتراف کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے خلوص پر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی تابعداری و وفا پوری طرح گواہ ہے ۔ یہ تو ہر ایک کو معلوم اور تسلیم ہے کہ ان حضرات نے شہنشاہ بن کر کچھ بھی حاصل نہ کیا تو پھر انہیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ اگر آنحضرت صلعم بے نفس یا مخلص نہ تھے تو یہ لوگ

خواہ مخواہ آپ کی تعریف کریں ۔

یہی ٹامس کارلائیل آگے چل کر لکھتے ہیں ۔

"آپ صلعم کوئی بُرے انسان نظر نہیں آتے بلکہ اچھے ہی معلوم دیتے ہیں آپ میں نفسانیت کی بجائے کوئی اعلےٰ خوبیاں دکھلائی دیتی ہیں ۔ ورنہ کیسے ممکن تھا کہ عرب کے بدو

بھلا کیونکر کسی ایسے شخص کی حکومت اپنے اوپر قبول کر سکتے تھے جس میں وہ استحقاق ، وہ اہلیت اور وہ جوانمردی نہ پائی جاتی ہو ۔

آنحضرت صلعم سے قبل دنیا کی حالت یعنی آنحضورؐ کو کیسا ماحول میسر آیا

"مختصر یہ کہ کوئی برائی جو متصور ہو سکتی ہے ایسی نہ تھی جو وہاں موجود نہ تھی ۔ اس مذموم حالت میں یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ عرب کے باشندے صورت کے لحاظ سے انسان مگر عادات کے لحاظ سے حیوان سے بھی بدتر تھے " (گبن)

گبن کا مندرجہ بالا فقرہ گویا قرآنی آیت کا ترجمہ ہے لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون ۔ ان کے دل تو ہیں مگر ان سے فکر کا کام نہیں لیتے آنکھیں بھی ہیں مگر سن کر سبق حاصل کرنا مفقود ہے ان کی حالت در اصل حیوانوں کی سی ہو چکی ہے بلکہ ان سے بھی بدتر یہ ان کی غفلت کا نتیجہ ہے ۔

میور صاحب نہ صرف ایک غیر مسلم ہیں بلکہ مسلمہ طور پر ایک مخالف اور معاند نکتہ چین واقع ہوئے ہیں ۔ ان کی رائے عرب قوم کے بارہ میں قابلِ غور ہے ۔ اپنی مشہور کتاب لائف آف محمدؐ میں تحریر کرتے ہیں ۔

"جب سے تاریخ کا پتہ ملتا ہے کہ اور تمام جزیرہ نما عرب روحانی غفلت میں گرفتار تھا ۔ یہودیت اور عیسائیت کا اثر عربوں پر وہی کچھ تھا جو سمندر کی سطح آب پر ہوا کی لہریں پیدا کرتی ہیں ۔ مگر تہ آب وہی جمود و سکون برقرار رہا ۔ تمام قوم توہم پرستی ، ظلم و بدی میں غرق تھی ہجری سے تیرہ برس قبل تمام ملک اسی خوابِ غفلت میں گرفتار پڑا تھا"

جے ، ایچ ڈینی سن J. H. Denison اپنی کتاب ایموشنز ایز دی بیس آف سولائیزیشن " Emotions as the Bases of Civilization میں صفحہ ۲۶۵ پر تحریر کرتے ہیں :-

انسانیت کا نجات دہندہ

"پانچویں و چھٹی صدی میں دنیا تباہی کے کنارے کھڑی تھی پرانے تصورات جن پر تہذیب کی بنا تھی اور جنہوں نے انسان کو اطاعت شعاری و اتحاد کی تعلیم دی تھی ختم ہو چکے تھے اور ان کی بجائے خلا پُر کرنے کے لئے کسی چیز نے نہ لی تھی چار ہزار برس کی پرانی تہذیب برباد ہونے والی تھی

انسانیت وحشت و بربریت کی جانب عود کرنے والی تھی قبیلہ اور قوم دوسرے کے خلاف برسرپیکار تھی اور لاقانونیت کا دور دورہ تھا انسانی تہذیب گرنے کے قریب تھی جیسے کسی پرانے مدینے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں یہ اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی واقعات و اقوام کی ایسی حالت میں ایک شخص جنم لیتا ہے جو اس وقت کی معلوم دنیا کو جو مشرق و مغرب میں پڑی تھی متحد کرنے والا تھا"

اس مفکر کا یہ بیان کیا قرآنی کلام کے عین مشابہ نہیں جہاں فرمایا۔ ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس ۔ خشکی و تری ہر جگہ فساد نے گھر کر لیا تھا ۔۔۔ اور پھر ارشاد ہوا۔ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔

خدا کی نعمت تم پر ہوئی ۔ تم پراگندہ تھے تو تمہیں اتحاد کی برکت سے مالامال کر دیا اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے ۔ تو تمہیں اس میں گرنے سے بچا لیا۔

کس قدر حیرت ہے کہ مخالفین و منکرین کے تاریخی تحقیقات کے نتائج ان کے اپنی زبانی دہرا رہے ہوں جنہیں قرآن کریم نے آنحضرت صلعم کی زبانی بیان فرما دیا۔

تاریخ عالم میں بے نظیر و حیرت انگیز کامیابی انقلاب

اب ذرا خود مغربی مفکرین کی رائے اس کامیابی کی بابت جو آنحضرت صلعم کو اپنے مقصد میں حاصل ہوئی۔ ملاحظہ ہو۔

"محمد جملہ انبیاء و مصلحین میں سے کامیاب ترین انسان ہیں" (انسائیکلوپیڈیا برٹینکا ۔ گیارہواں ایڈیشن)

عربوں سے زیادہ پراگندہ و غیر منظم کوئی اور قوم نہ تھی یہاں تک کہ ایک معجزہ رونما ہوا ایک شخص کا ظہور ہوا۔ جس نے اپنی شخصیت اور اپنے خدا سے ہمکلامی کے دعوے کے باعث ناممکن کو ممکن بنا دیا یعنی تمام جنگ جو قبیلوں کو متحد کر دیا"

(انٹر اینڈ اوٹس آف ببسوپوٹیمیا)

"یقیناً ہم صداقت کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ میں اور کوئی دوسرا واقعہ نہیں ملتا جس نے انسانی ذہنیت پر ایسا گہرا اثر ڈالا ہو یا جس کے واقعات اس قدر تعجب انگیز ہوں جس قدر وہ واقعات ہیں جو ابتدائی مسلمانوں کی زندگیوں میں دکھلائی دیتے ہیں ۔ چاہے ہم خلیفہ یا اس کے نائبوں کے حالات مطالعہ کریں ۔ جو ایک درخشندہ مثال پیش کرتے ہیں یا ہم ان کے اس طریق کار کو دیکھیں جس سے انہوں نے ممالک کو فتح کیا یا اس شجاعت نیکی و دیگر عالی جذبات کو ملاحظہ کریں جو ان کے سپاہیوں یا جرنیلوں میں کارفرما تھے۔ (لائف آف محمد از ساؤنٹ ہلیئر بلینرز)

مکہ و جزیرہ نما عرب روحانی موت میں گرفتار تھے

ان تیرہ برسوں میں کیسا انقلاب رونما ہوا مدینہ کے لوگوں میں بھی مدتوں سے یہودی مذہب کی آواز نہیں ہوئی تھی مگر یہ بھی اپنی خواب خرگوش سے نہ جاگے جب تک انہوں نے نبی صلعم کی روح پرور آواز کو نہ سنا اور پھر وہ فلکیت ایک نئی سنجیدہ زندگی سے بیدار ہو گئے" (ولیم میور)

ہمارے قومی شاعر حالی نے اس مضمون کو اس شعر میں ادا کیا ہے

ع وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

"اہل عرب ایک جاہل مفلس قوم تھے جو صحرا نوردی کیا کرتے تھے ان میں ایک نبی مبعوث ہوتا ہے کس قدر حیرانی ہے کہ وہی لوگ جنہیں کوئی جانتا بھی نہ تھا کل دنیا میں مشہور ہو گئے ۔ جو لوگ سب سے نچلے درجہ پر تھے ۔ وہ یکدم سب سے برتر و فائق بن گئے ۔ ایک صدی کے بعد عربوں کا سکہ مشرق اور مغرب تک رواں ہو گیا ۔ مشرق میں دہلی تک ان ہی کا طوطی بولنے لگا"

(ٹامس کارلائیل)

"۶۲۲ء میں ہجرت سے صرف نصف صدی بعد محمد کے پیروؤں نے مصر، شام، شمالی افریقہ اور ایران تمام ملکوں کو فتح کر لیا تھا اور پھر ایک صدی کے اندر وہ مغرب میں وسط یورپ سے مشرق میں سندھ تک چھا گئے"

(چیمبرز انسائیکلوپیڈیا)

آکسفورڈ جونیئر انسائیکلوپیڈیا میں لفظ محمد کے تحت آنحضور کا ذکر کرتے ہوئے یہ فقرہ لکھا ہے۔

"اگلے اٹھارہ سالوں میں (یعنی ہجرت کے بعد) تاریخ عالم میں اس مذہبی تحریک کی بنیادیں پڑیں جس نے نہایت شاندار طور پر پھیلنا تھا ۔ چنانچہ بالآخر اس کے باعث وہ نیا دین مغرب میں سپین سے لے کر مشرق میں دہلی تک محیط ہو گیا"

پھر اسی انسائیکلوپیڈیا میں لفظ اسلام کے تحت اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

جس وقت اسلام دنیا میں آیا ۔ تو اس قدر جمود چھایا ہوا تھا ۔ کہ واقعی عرب ایک وقت تک ایک نئی اور جاندار زندگی اپنے ساتھ لائے سماج کے لئے ایک نئے نظام اور ادب و فن کے لئے ایک نوجوانی کا باعث ہوئے کہتے ہیں عربوں نے جو ادارے قائم کئے وہ اپنی نیکی ، شرافت اور انسانیت کے باعث نہایت شاندار تھے نیز یہ کہ ان میں اکثر مدارس کو محفوظ رکھا جاتا تھا موجودہ تہذیب بھی اسلام کی شرمندہ احسان ہے کہ اس کے باعث زمانہ جہالت میں ادب و سائنس کو زندگی و فروغ نصیب ہوا ۔ جب بغداد، قاہرہ اور کارڈووا بڑے بڑے مرکز تھے۔

سب سے بڑا موجد اور خوش نصیب انسان

بوسورتھ سمتھ اپنی کتاب "محمڈ اینڈ محمڈن ازم" میں یوں رقمطراز ہے۔

"تاریخ عالم میں یہ خوش نصیبی کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی جو آپ کی تقدیر میں لکھی تھی ۔ محمد بیک وقت تین چیزوں کے بانی ہوئے ۔ ایک نئی قوم ، ایک نئی حکومت اور ایک نئے مذہب کے"

ڈاکٹر ڈاڈز اپنی کتاب "محمڈ ، بدھا اینڈ مسیح" میں آنحضرت کا مقابلہ باقی مصلحین سے اس طرح کرتے ہیں

"مشرقین میں کئی اور صاحب بھی موجا ہو ئے ہیں مگر حضرت آنحضور صلعم کے کسی دوسرے کے ذریعہ ایک پائیدار دا بانی مذہب جو نوع بشر کو تعلیم دیتا ہو قائم نہ ہو سکا"

ولیم میور ہجرت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے یہ فقرہ لکھتا ہے!

"اس حیرت انگیز انقلاب کی بدولت ہی مدینہ میں ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی تھی جس نے انہیں اپنا حقیقی بھائی جانا"

جزیرہ نما عرب کی جاہلی حالت بیان کرنے سے تین میور یوں لکھتا ہے۔

"محمد کی تعلیم بہت سادہ اور مختصر تھی، ان کی تعلیم نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی ۔ اوائل مسیحیت سے تا ایندم لوگوں میں روحانی بیداری کسی وقت بھی پیدا نہیں ہوئی تھی لوگوں کے اندر ایسا ایمانی جوش پیدا ہوا کہ وہ اپنے ضمیر کی خاطر ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں گوارا کر سکتے"

ایک مرتبہ لندن کے اخبار "ڈیلی ایکسپریس" نے اپنے ایشو مورخہ ۱۰ ۔ نومبر ۱۹۲۵ء میں یہ فقرہ تحریر کیا تھا۔

"اگر کسی شخص کی بڑائی کا اندازہ اس عزت سے ہو سکتا ہے جو اس کے منہ کے الفاظ ان لوگوں میں پیدا کرتے ہیں جو ان کو الہامی مانتے ہیں ۔ تو اس لحاظ سے محمد دنیا کے سب سے بڑے انسان ہو گزرے ہیں"

اب ان سوالوں کا جواب منکرین کے حوالوں سے دیا جاتا ہے کہ آنحضور کے سامنے کیا مقاصد تھے ؟ ان مقاصد کے حصول کے لئے آنحضرت صلعم نے کون سے ذرائع استعمال کیئے کیونکر وہ کامیابی حاصل کی کہ آپ میں کوئی تبدیلی ہوئی ؟ ۔

حقیقی و انتہائی مقاصد، زندہ خدا سے عشق و تبلیغ توحید کا ولولہ

ڈاکٹر مارکس ڈاڈز (Marcus Dods) کا ذیل کا اقتباس آپ کی کتاب "محمد ، بدھا اینڈ مسیح" سے ملاحظہ ہو۔

"آنحضرت صلعم کو صداقت اور زندہ خدا کی تلاش میں جو خلوص تھا ۔ اس میں کون شبہ کر سکتا ہے ۔ ورنہ کس چیز نے آپ کو اس امر پر آمادہ کیا کہ آپ اپنے گھر کے آرام و آسائش اور محبت شعار بیوی سے کئی کئی ماہ مسلسل علیحدگی اختیار کریں اور ایک تنگ و تاریک غار حرا میں پناہ لیں"

پھر یہی صاحب انصاف شخص اپنی تحقیق کا نتیجہ یوں بیان کرتے ہیں۔

"اگر یہ سوال ہو کہ کیا محمد کسی بھی معنی میں نبی نہ تھے ؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یقیناً نبوت کی دو بڑی خصوصیات آپ میں پائی جاتی ہیں ۔ اولاً آپ میں خدا تعالیٰ کی صداقت کی اشاعت کے لئے ایک اندرونی و بے پناہ ولولہ موجود تھا ۔ مؤخر الذکر خصوصیت کے لحاظ سے محمد بنی اسرائیل کے ان انبیاء سے کسی سے کم مرتبہ نہ تھے جو بہادری و ناموری کے باعث اعلیٰ پایہ کے تھے ۔ سالہا سال تک روزانہ آپ نے صداقت کی خاطر اذیتیں برداشت کیں ۔ اس کی خاطر آپ نے اپنی عزیز جان کی بھی بازی لگا دی آخر کار اس کے لئے جلاوطنی بھی قبول کی ۔ اپنی تمام جائداد سے ہاتھ دھونا پڑا ۔ نیک نامی کو خاک میں ملایا ۔ دوستوں میں

اعتماد کو کھو دیا تھا غرضیکہ ہر ممکن قربانی جو ہوسکتی تھی آپ نے کی بلکہ یہ صرف ہجرت کے باعث تھا کہ آپ کی جان بچ گئی لیکن یہ تمام مصائب صداقت کے پھیلانے کے لئے آپ نے بخوشی خاطر قبول کئے۔ آنحضرت صلعم کو کوئی رشوت کوئی دھمکی کوئی لالچ خاموش نہ کرسکے "اگرچہ وہ میرے داہنے ہاتھ سورج اور بائیں ہاتھ چاند پکڑا دیں تب بھی میں اپنے مقصد سے باز نہ آؤں گا" یہی استقلال، یہی وہ یقین محکم ۔ ۔ ۔ آپ کو تو جب یا ذیعلہ لے کے پھیلانے کے لئے تھا جس نے اسلام کو کامیابی عطا کی"

ڈاکٹر ڈاڈز نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ دو مرتبہ آنحضرت صلعم کو پیش آیا۔ ایک مرتبہ ابو طالب کی زندگی میں جب کفار نے ابو طالب سے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے سے علیحدہ ہو جائیں اور اسے ہمارے حوالے کر دیں ورنہ ہم آپ کو بھی اس کے ساتھ شامل سمجھیں گے۔ تو ابو طالب نے آنحضرت کو اپنی حمایت سے معذوری ظاہر کی۔ اس پر آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا۔ اگر سورج و چاند کو بھی دے دیں تو بھی میں اس مقصد سے باز نہ آؤں گا۔ یہ تخویف کا انتہائی موقعہ تھا۔ دوسرا موقعہ ایسا ہی تب پیش آیا جب چند برس بعد کفار کے وفد نے دنیا کی ہر عزیز چیز پیش کر کے مطالبہ کیا کہ بتوں کی مذمت نہ ہو لیکن اس انتہائی لالچ کے وقت بھی آپ نے وہی جواب دیا۔

پھر یہی شخص اس سوال کا جواب خود دیتا ہے کہ وہ کونسی شے تھی جس نے آپ کے قلب میں جارحانہ تبلیغ کا ولولہ پیدا کیا تھا لکھتا ہے

"اس بارہ میں آنحضرت صلعم کی خصوصیت یہ عزم صمیم تھا کہ دوسرے بھی اس ایمان سے بہرہ ور ہوں جو آپ کو حاصل ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ محمد کو کس چیز نے ایک جارح مبلغ بنایا جبکہ دوسرے صرف اسی امر پر قانع ہوگئے کہ وہ اکیلے ہی مومن رہیں تو ہمیں اس کا جواب بجز اس کے کسی اور بات میں نہ ملے گا کہ یہ صرف آنجناب کی زبردست گہری قوت ایمان کا نتیجہ تھا جو آپ صداقت توحید کے متعلق رکھتے تھے"

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں جس کا کچھ اقتباس پہلے دیا گیا ہے آنحضرت کے مقاصد عالیہ کی بابت اس طرح تحریر ہے۔

"آپ کی زندگی کی جدوجہد کا اصل محرک آپ کا وہ ایمان تھا جو آنجناب کو توحید کے متعلق تھا۔ نیز یہ خواہش کہ آپ کی قوم بھی اس ایمان کو حاصل کرے۔ یہ الزام لگایا گیا ہے کہ ہجرت کے بعد آپ کے اس مقصد میں کچھ تنزل واقع ہوگیا تھا لیکن یہ نقطہ نگاہ غلط فہمی پر مبنی ہے"

مقصد عالی کے حصول کے ذرائع خالصتاً روحانی و اخلاقی تھے

مغرب کی طرف سے یہ اعتراض اکثر سنا گیا ہے کہ آنحضور نے مقاصد کے حصول کے لئے مادی طاقت و حکومت کو استعمال کیا۔ اب انہی مفکرین کی اس بارہ میں رائے ملاحظہ ہو۔ جو تعصب سے پاک ہو کر واقعات حقہ کی روشنی میں دی گئی ہے۔ مسٹر بوسورتھ سمتھ لکھتے ہیں۔

"زمین پر خدا کی بادشاہت" یعنی روحانی طاقت کا جلوہ جب فاتح قریش نے اپنے ایک ایلچی کو جلا وطن اور ناقابل قبول انسان کے پاس مدینہ بھیجا۔ تو اس نے واپس آکر یہ رپورٹ دی کہ میں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں گیا ہوں اور انہیں تخت پر جلوہ افروز دیکھا ہے۔ مگر محمد جس طرح اپنے اصحاب کے سردار ہیں ایسی حکمرانی میں نے کہیں اور نہیں پائی۔ آپ ایک طرف مذہبی پیشوا تھے اور دوسری طرف ملک کے بادشاہ گویا پوپ اور قیصر دونوں بیک وقت تھے لیکن پوپ بغیر ادعائے بناوٹ یا تکلف کے اور قیصر بغیر کسی لاؤ لشکر کے آپ کے ہاں نہ کوئی مستقل فوج تھی اور نہ باڈی گارڈ، نہ محل تھا اور نہ کوئی مال کا محکمہ۔ اگر کسی انسان کے بارہ میں یہ بات صادق آسکتی ہے کہ اس کی بادشاہت خدا کی بادشاہت ہے تو وہ صرف محمد کے بارہ میں صحیح ہے۔ اس لئے کہ آپ تمام طاقت کے مالک تھے لیکن بغیر ان مادی ذرائع کے جن پر طاقت کا دار و مدار ہوتا ہے"

پھر ٹامس کارلائل اپنے مشہور لیکچر ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں لکھتے ہیں:-

"باوجود اپنے عظیم لاؤ لشکر کے دنیا کے کسی بادشاہ کو وہ اطاعت کبھی میسر نہیں آئی جس قدر اس انسان کو جو اپنے لباس میں خود پیوند لگاتا ہے تیئیس سال کی عظیم الشان آزمائش کے بعد میرے سامنے واقعی ایک ہیرو موجود ہے"

ابتدائی مسلمانوں کی فتوحات کی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک صاحب مسٹر [illegible] لکھتے ہیں۔

"سولھویں صدی میں جس طرح ہسپانیہ والوں نے فتوحات حاصل کیں مسلمان اس طرح کے فاتح ہرگز نہ تھے۔ نہ ہی مسلمانوں نے تلوار کو دین کے منوانے کے لئے کبھی استعمال کیا نیز انہوں نے مفتوح لوگوں کو ذلیل و خوار کر کے اپنے آپ کو کبھی ایک اعلےٰ و برتر قوم کے طور پر پیش نہیں کیا۔ بلکہ یہ لوگ محض تجارت کی غرض سے آئے مگر انہوں نے اپنے اعلےٰ کمالات و تہذیب کو اپنے دین کی خدمت میں لگایا اور ان سے نفسانی مفاد یا دولت جمع کرنے کا کام نہیں لیا"

مشہور پروفیسر براؤن اپنی کتاب "لٹریری ہسٹری آف پرشیا" میں اسلام کی طاقت کے راز کی یوں تشریح کرتے ہیں۔

"اسلام کی اصل طاقت اس کی سادگی اور اس کی لچک اور اس کے اعلےٰ مگر عملی رنگ میں حاصل ہونے والے اعلےٰ پایہ کے اخلاق میں مضمر ہے ہم اس کا تو اعتراف کرتے ہیں کہ عیسائیت کا اخلاقی معیار بے شک اس سے بلند ہے مگر یہ اس لئے ہے کہ انفرادی طور پر قریباً قریباً ناقابل عمل ہے اور اجتماعی طور پر تو یقیناً اس کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔ برخلاف اس کے ایک اسلامی ریاست کا امکان ہے بلکہ خلفائے راشدین نے اسے قریباً عملی جامہ پہنا دیا تھا"

جامع کمالات

"یہ خصوصیت صرف آنحضرت کو ہی حاصل ہے کہ آپ نے ایک شاندار طریقے سے ایک صاحب کمال انسان کی خوبیوں کو کسی دوسری قسم کے کامل انسان کی صلاحیتوں کے ساتھ جمع کر کے دکھلا دیا" (بوسورتھ سمتھ)

اب اس سوال کو لیجئے جو سب سے بڑا سمجھا جاتا ہے یعنی یہ کہ آنحضرت صلعم نعوذ باللہ مدینہ میں جاکر یا فتوحات حاصل کر کے اخلاق و روحانیت کی بجائے مادی طاقت و بادشاہت کے طلبگار یا کم از کم ان سے امداد لینے کے روادار ہوگئے تھے یعنی الزام یہ ہے کہ ایک سچے مصلح یا نبی کے مقصد کی بجائے آپ نے نعوذ باللہ اپنا مقصد تبدیل کر کے دنیا داری بنا لیا تھا یا یہ کہ دنیاوی طاقتوں سے اپنے مقصد کو تقویت پہنچائی۔

ابتداء سے آخر دم تک محض رسالت کے دعوے پر قائم رہے

پروفیسر نکلسن اپنی کتاب "ہسٹری آف عربک" میں لکھتے ہیں۔

"گو جی صاحب لکھتا ہے کہ ہمیں آپ میں وہ خوبیاں نظر آتی ہیں جو آپ کے ہم قوم لوگوں میں پائی جاتی تھیں یعنی سنجیدہ فہم، وقار، توازن اور ضبط نفس یہ ایسی خصوصیات ہیں کہ جو ان لوگوں میں کبھی نہیں پائی جاتیں جو بیمار ہوں۔ حالات بے شک تبدیل ہوگئے یہاں تک کہ آپ نبی سے مقنن اور حاکم بن چکے لیکن آپ نے اپنے لئے کوئی بھی مقام تجویز نہ کیا سوائے اس کے جو ابتداء میں آپ کا تھا یعنی یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور یہی کلمہ کہ مرکز اسلام کے دین کا سارا خلاصہ جاتا ہے۔"

ٹامس کارلائل لکھتے ہیں۔

انسانی ہمدردی و مساوات

"آپ کے آخری الفاظ ایک دعا ہیں۔ ٹوٹے پھوٹے کلمات جو اس مجاہد قلب سے نکلے جو ڈرتے ہوئے اپنے رب کی بخشش کا امیدوار ہے۔ یہ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس شخص کا دین خراب تھا میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس کے مذہب نے اسے ملبند کر دیا تھا۔ آپ کی بابت نہایت عمدہ خیالات مروی ہیں۔ جب آپ کا صاحبزادہ فوت ہوگیا۔ تو آپ نے اپنے محاورہ کے مطابق انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا عیسائیت کی زبان میں اس جملہ کے یہ معنی ہیں۔ وہی رب ہے جو عطا کرتا ہے۔ اور وہی ذات ہے جو واپس بلا لیتی ہے خدا کی ذات مبارک ہے۔ اسی قسم کے الفاظ آپ نے زید کی شہادت پر فرمائے۔ زید آپ کا پیارا آزاد کردہ غلام تھا۔ ایمان لانے والوں میں اس کا دوسرا نمبر تھا۔ جنگ تبوک میں جو پہلی جنگ تھی جو شامیوں کے خلاف لڑی گئی تھی وہ شہید ہوگیا۔ تو محمد نے کہا۔ زید کی شہادت مبارک ہو زید نے اپنے مولیٰ کی رضا کو پورا کیا۔ مگر بعد میں زید کی بیٹی نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم زید کی نعش پر جھکے ہوئے رو رہے ہیں۔ یہ بوڑھا آدمی یہ سفید ریش انسان آنسو بہا رہا تھا۔ زید کی بیٹی نے حضرت سے پوچھا یا رسول اللہ آپ کیا کر رہے ہیں تو فرمایا کچھ نہیں۔ ایک دوست دوسرے دوست کی جدائی میں آنسو بہا رہا ہے۔ اپنی وفات سے دو روز قبل مسجد میں جاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے ہاتھ سے اگر کسی شخص کو اذیت پہنچی ہو تو آپ کی پیٹھ اس سے مار کھانے کو حاضر ہے۔ پھر فرمایا کہ کیا کسی نے آپ سے قرض لینا ہے ایک طرف سے آواز آئی کہ مجھ سے فلاں وقت تین درہم آپ نے لئے تھے۔

پر آپ نے فوراً ادائیگی کی اور فرمایا۔ اس قت کی سرائی قیامت کی شرمندگی سے بہتر ہے بہتر آپ کو یاد ہے حضرت خدیجہ نے ابتدائی وحی کے وقت آپ کو کیا کہا تھا: خدا کی قسم خدا آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ کردار کی یہی تو وہ ادائیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس انسان کی اندرونی اہلیت کیسی ہے۔ یہ انسان ہم سب کا بھائی ہے۔ یہ بارہ صدیوں کے بعد بھی ہمیں صاف صاف انسان ہی دکھلائی دیتا ہے۔ ایسا انسان جو ہمارے ہی جد امجد آدم کی اولاد میں سے ہے۔"

آنحضرتؐ کا سب سے بڑا معجزہ، زبردست قوت عمل

باسورتھ سمتھ یوں رقمطراز ہیں۔

"جب ہم محمدؐ کے وقت کے حالات دیکھتے ہیں۔ نیز آپ کے متبعین میں آپ کی بے حد عقیدت کو دیکھتے ہیں پھر جب ہم اس وقت کے کلیساؤں، فرمانرواؤں اور قرون وسطیٰ کے دیگر پیشواؤں کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ محمدؐ کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے مروجہ قسم کی معجز نمائی سے انکار کر دیا جب کبھی آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ کوئی بات کر سکتے ہیں تو آپ کے صحابہ نے فوراً یہ دیکھ لیا۔ کہ آپ نے الواقع وہ امر سچا ہی لا رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت آپ کے اخلاص پر درکار ہے۔ آپ آخری دم تک اپنے اس مقام پر قائم رہے جس کا دعویٰ ابتداء میں کیا۔ میں بلا جھجک اس یقین کو پیش کر سکتا ہوں کہ آخرکار اعلیٰ ترین حکمت اور حقیقی نیکی اس امر کا فتویٰ دینے میں متفق ہو جائیں گے کہ آپ نبی برحق تھے اور آپ کا خدا کا رسول ہونے کا دعویٰ نہایت صحیح تھا۔"

کارلائل اور سمتھ کے یہ دو اقتباس کیا قرآنی ارشاد کی گونج نہیں جہاں فرمایا۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد۔ کہہ۔ میں تمہاری ہی مانند ایک بشر ہوں البتہ مجھ پر یہ وحی ہوتی ہے کہ معبود ایک خدا ہی ہے پھر مخالفوں کے مطالبہ پر کہ تو زمین قدرت کے برخلاف آنحضرت صلعم آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں اُن کے سامنے کتاب لے آئیں۔ ان کے لئے فرشتے کھڑے ہوں وغیرہ قرآن کریم نے یہ جواب دیا۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولاً۔ کہدو ایسی خلاف سنت معجزہ نمائی سے میرا رب پاک و بلند ہے میں تو صرف ایک بشر اور رسول ہوں۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں

ایک فقیر شہنشاہ کی دنیا سے بے نیازی

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں مرقوم ہے:۔

"آپ کی پرائیویٹ سیرت یہ تھی کہ آپ سلیم جوادتی شعار گھر والوں پر رحیم و غفور تھے۔ اپنی انتہائی شان و شوکت کے وقت آپ کی زندگی نہایت سادہ رہی۔

آپ کھرے اخلاص کے مالک تھے۔ اور غیر معمولی جذب و تشخیصیت کے انسان تھے۔ کیونکہ مختلف مزاج انسانوں کو اپنے ساتھ نہ صرف وابستہ کر لیا تھا۔ بلکہ ان کی عقیدت و محبت کو دائمی طور پر موہ لیا ہوا تھا نتیجہ یہی ہوا کہ آپ کی وفات کے سو سال کے اندر اندر اللہ اکبر کا نعرہ چین سے چین تک گونج اٹھا۔"

مسٹر کارلائل آپ کی خانگی زندگی پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

"آپ کی خانگی زندگی نہایت غریبانہ قسم کی تھی آپ کی غذا صرف جو اور پانی تھے مسلسل کئی کئی ماہ آپ کے چولھے میں آگ نہ جلتی۔ اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ بجا طور پر اس امر پر فخر کیا جاتا ہے کہ آپ اپنی جوتی کو گانٹھ لیتے اور اپنے لباس میں خود پیوند لگایا کرتے تھے۔ ایک غریب مشقت پیشہ اور کم مایہ انسان! اس امر سے قطعی بے نیاز کہ لوگ کس غرض سے کماتے ہیں! میں کہتا ہوں یہ کوئی بُرا انسان نہیں آخر اس شخص میں خود ہی کے کسی بھی پہلو کی تشنگی کی بجائے کوئی خوبی ہی موجود ہے۔"

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا کا یہ فقرہ جو اس کتاب میں محمدؐ کے عنوان کے تحت موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"اپنی انتہائی طاقت کے وقت آنحضرت صلعم نے انتہائی سادگی سے زندگی بسر کی۔"

کیا یہ ایک تاریخی حقیقت نہیں کہ آنحضرت صلعم بے کسی و یتیمی کی حالت سے اٹھ کر شہنشاہ بن گئے اور خزائن کے مالک ہوئے لیکن کبھی ایک وقت پیٹ بھر کر نہ کھایا یا جی بھر کر نہ سوئے۔ بلکہ عبادت میں راتوں کھڑے رہنے سے پاؤں سوج جایا کرتے۔ زیب و زینت کا کوئی سامان نہ رکھا ورثاء کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ جو کچھ ہاتھ آیا سب تقسیم کر دیا۔ خدا کی راہ میں سب لٹا دیا۔ مرض الموت میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ گھر میں کچھ ہے جو روپیہ موجود پایا۔ فوراً غرباء میں تقسیم فرما دیا۔ یہ جبر کبھی کوئی بات نہ منوائی۔ دشمنوں سے بدلہ نہ لیا گلہ تک نہ کیا۔ دشمنوں سے اخلاص و وفا کو نہ چھوڑا۔ ان تاریخی حقائق کی موجودگی میں یہ شبہ کرنا کہاں تک جائز ہے کہ آنحضرت صلعم نعوذ باللہ اپنی مدینہ کی زندگی میں تبدیل ہو گئے تھے خانگی زندگی یا انسانی تعلقات، کون سی چیز میں تغیر آیا، بیشک بیرونی حالات بدل گئے لیکن یہی تو کمال کا تقاضہ ہے۔ کہ انسان کے حالات ایسے تبدیل ہو جائیں۔ یہاں تک کہ زمین و آسمان کا فرق پڑ جائے۔ مگر عادات و اخلاق داخلی و خارجی زندگی کسی میں بھی قطعاً کوئی فرق نہ پڑے۔ اگر آنحضرت صلعم با اختیار نہ ہوئے ہوتے تو یہ کیسے ثابت کیا جا سکتا کہ آپ جانی دشمنوں کو بھی بخش دینے پر رحیم ہیں، اگر آپ کو بادشاہت نصیب نہ ہوتی تو یہ کیونکر دعویٰ کیا جا سکتا۔ کہ مال و دولت کے مالک بنکر آپ کو اس دنیا سے محبت و رغبت نہیں، اگر جنگیں نہ کرنا پڑتیں سلطنت نہ سنبھالنی ہوتی تو جرنیلوں، سپاہیوں مقننوں بادشاہوں کے لئے آنحضورؐ کی زندگی میں کیا نمونہ ملتا، اگر خارجی واقعات تبدیل نہ ہوتے تو یہ کیسے معلوم ہوتا۔ کہ بیرونی تبدیلیاں آنحضرت صلعم کی قلبی کیفیات اور نیات پر کچھ بھی اثر انداز نہیں ہو سکیں؟ اگر مدینہ میں ایک جماعت کی تشکیل نہ کرنی پڑتی تو یہ کیونکر پتہ لگتا۔ کہ کی تعلیم کو عملی جامہ پہنانے میں بھی آپ کامیاب ہوں گے؟ فلسفیانہ اور ادیبانہ رنگ میں تو بہت سے لوگوں نے جمیع نسل انسانی کی خدمت کے درس دیئے ہیں۔ مگر یہ صرف مدنی زندگی کی برکت ہے۔ کہ خدمت خلق کا سبق ایک قوم کی عملی زندگی میں سرایت کرا دیا گیا۔ اس کے بجز اور کوئی راستہ کیونکر ممکن تھا؟ کمال کے جس اعلیٰ مقام پر آنحضرتؐ خود فائز ہوئے اصحابہ کرام کو اگر اپنے ساتھ ساتھ اسی منزل مقصود تک نہ پہنچاتے تو پھر ایک عالم ہدایت یافتہ کیونکر ہوتا؟۔

لامثل و ممتاز خصوصیات

غیر مسلموں کی شہادت کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم مندرجہ ذیل خصوصیات کے لحاظ سے تمام انبیاء سے ممتاز درجہ رکھتے ہیں یہ وہ کمالات عالیہ ہیں جس میں آنحضورؐ منفرد ہیں:۔

(۱) آنحضرتؐ کے واقعات زندگی نہایت معتبر و مستند تاریخ ہیں ان پر ایک ساری صادق قوم کی متفقہ شہادت موجود ہے۔

(۲) انقلاب عرب کا ماجرا تاریخ عالم میں ایسا اہم واقعہ نادر واقعہ ہے۔ کہ اس سے کل دنیا میں انقلاب انگیزی ہوگئی۔ اس سے انکار ممکن ہے نہ اس کی ہمہ گیر اعلیٰ اثر اندازی کو چھپایا جا سکتا ہے

(۳) آنحضرتؐ کو انتہائی ناساعد و ناسازگار ماحول میں کام کرنا پڑا عرب قوم پشتوں سے بگڑی ہوئی سب سے زیادہ جاہل اور سب سے اسفل مقام پر تھی۔ بلکہ ساری دنیا ہی تباہی کے کنارے پر تھی پیغام حق کی مخالفت اور اسے مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا اذیت کی کوئی صورت نہیں جو چھوڑی گئی ہو۔ دشمنی کی کوئی حد نہیں جو روا نہ رکھی گئی ہو تکذیب و تحریف کی کوئی شکل نہیں جسے استعمال میں نہ لایا گیا ہو۔

(۴) آنحضرتؐ کے پیش نظر وہ عالی سے عالی مقاصد تھے جو ممکن ہیں۔ زندہ خدا کی توحید اور نسل انسانی کی انتہائی خدمت۔

(۵) حصول مقاصد کی خاطر صرف اخلاقی و روحانی ذرائع کو استعمال کیا گیا۔ مادی ذرائع اور جسمانی طاقت نہ کبھی مقصود ہوئے نہ ہی مقصد کی تائید کے لئے کبھی انہیں استعمال کیا گیا۔

(۶) انسانی حالات کے جن گوناگون مراحل سے آنحضورؐ کی زندگی کو گزرنا پڑا یعنی انتہائی بے کسی و یتیمی کی حالت سے لے کر انتہائی اقتدار و اختیار تک، ان سے بڑھ کر حالات کا کسی اور پر وارد ہونا ممکن نہیں۔ اسی لئے ایسے متنوع حالات میں جملہ کمالات یا اخلاق عالیہ کے اظہار کے مواقع جیسے آنجنابؐ کو میسر آئے۔ ان سے بڑھ کر زیادت ممکن نہیں۔

(۷) آنحضورؐ کی تعلیم آپ کے حالات و کمالات تھا آپ کے معجزات وہ ہیں جن کو انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ ابتداء سے آخر تک آپ کا دعویٰ انسان اور رسول ہونے کا ہی رہا۔ نہ دعوے میں کبھی کوئی تبدیلی آئی نہ ہی باطنی کیفیات و نیات میں کبھی فرق پڑا بیرونی حالات میں زبردست انقلاب آیا لیکن آنحضورؐ کا قلب مبارک ذرہ بھر ان تبدیلیوں سے قطعاً متاثر نہ ہوا

(۸) اگر آنحضورؐ نے زبردست قوت عمل سے اخلاق عالیہ کا بلند نمونہ دکھلایا۔ تو اس سے بڑھ کر یہ کمال خصوصیت صرف آنجنابؐ کو میسر آئی کہ اپنے ساتھیوں کو بھی اپنے رنگ میں رنگ کر انہیں کامل بنا دیا۔ اس طرح آپ کے نائب صحیح معنوں میں آپ کے خلیفے بنکر کل دنیا کے لئے معلم و مزکی ہو گئے۔

(۹) یہ صرف آنحضرتؐ کی بے مثل خصوصیت ہے کہ نہ صرف غیر مسلم و منکر بلکہ مخالف و معاند بھی آنحضورؐ کے کمالات کے معترف ہیں۔

(۱۰) جو بے نظیر کامیابی آنجنابؐ اور آپ کے ابتدائی نائبوں کو نصیب ہوئی۔ تاریخ عالم میں ہمیشہ وہ ایک زندہ و حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

• یہ آنجناب کی کتاب ابد تک ایک زندہ معجزہ ہے جس کی مثل لانے سے انسان عاجز ثابت ہو چکا ہے چنانچہ اس بارہ میں منکرین کی آراء درج ذیل کی جاتی ہیں:-

"یہ تعجب نہیں کہ عربوں کے بہترین اہل قلم قرآن کی مثل بنانے سے ہمیشہ عاجز رہے" (مرہامر)

"مدلل و معقول، فصیح اللسان، یکایہ علم ادب کی رو سے بھی قرآن بے نظیر کتاب ہے" (ہابہر شفلڈ)

"دنیا میں اغلباً کوئی دوسری کتاب ایسی محفوظ موجود نہیں رہی جیسے کہ بارہ صدیوں تک قرآن کریم غیر مبدل رہا ہے۔" (ولیم میور)

"قرآن کریم کی خوبیوں کو صرف اس کے ظاہر الفاظ و معانی کے حسن کے لحاظ سے پرکھنا صحیح نہ ہوگا۔ بلکہ اس نے جو اثر و انقلاب محمدؐ کے ہمعصروں و ہم قوم لوگوں پر کیا۔ اس سے اسے جانچنا چاہیئے۔ اگر یہ امر واقعہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے قوی اثر و استدلال کے ذریعہ اپنے سامعین کو ایک متحد و منظم جماعت بنا دیا جبکہ اس سے قبل وہ بکھرے ہوئے اجزاء میں پڑے تھے۔ اور ان کے قلوب میں ایسے خیالات کی روح پھونک دی جو عربوں کو کبھی نہ سوجھے تھے۔ تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ قرآن کی فصیح اللسانی کامل و بے نظیر تھی۔ صرف اس لئے کہ اس نے وحشیوں کو ایک مہذب قوم بنا دیا اور نسل انسانی کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔"

(ڈاکٹر شٹنگیس)

"آپ خود امی تھے، لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے، مگر اس کے باوجود ایک ایسی کتاب لائے جو بیک وقت نظم بھی ہے قانون کی کتاب بھی۔ اور عوام کے لئے آسمانی صحیفہ بھی جو آج تک روئے زمین کی آبادی کے چھٹے حصہ کے لئے قابل ادب و احترام۔ ان کے نزدیک علم و ادب کا یہ بہترین شاہکار ہے اور حق و حکمت کا مجموعہ۔ قرآن کریم ایک ہی معجزہ ہے جس کے لانے کا دعویٰ محمدؐ نے کیا۔ ایک زندہ معجزہ کے نام سے وہ اسے پکارتا ہے اور اس میں شبہ ہی کیا ہے۔ کہ واقعی یہ ایک زندہ معجزہ ہے" (باسورتھ سمتھ)

(۱۲) آنحضرتؐ کی بارھویں خصوصیت وہ ہے جسے آیت خاتم النبیین میں بیان فرمایا ہے یعنی یہ کہ آپ کا زمانہ نبوت قیامت تک ہے۔ آپ آخری نبی ہیں آپؐ بوجہ جمیع کمالات کا مجموعہ ہونے کے نسل انسانی کے روحانی اتحاد کا ہمیشہ کے لئے منبع و مرکز ہیں اب جو اخلاقی و روحانی خیر و بھلائی حاصل ہوگی۔ وہ صرف آنحضورؐ کے توسط و وسیلہ سے ہی ہوگی۔ اسی لئے آنجنابؐ کا عالی مرتبہ کام تعلیم و تزکیہ صرف آپ کی زندگی تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ یہ مقصد ابد تک آپؐ کے وجود مبارک و ذات مقدس سے وابستہ ہو چکا ہے۔ آنحضورؐ نہ صرف صحابہ کرام کے روحانی استاد ہیں بلکہ آپ جسقدر کامل بزرگ اور مامورین اللہ، اصلاح کے لئے آئیں گے۔ ان کا تزکیہ و طہارت اور تعلیم حق و حکمت آنجنابؐ ہی کرنے والے ہوں گے

دگر استاد را نامے نہ دانم　　کہ خواندم در دبستان محمدؐ

اسی لئے جہاں پہلی امتوں میں براہِ راست خدا سے کامل تعلق رکھنے والے پیدا ہوئے۔ وہاں ان سے تعداد میں بہت بڑھ کر اور مقامات عالیہ میں بلند مراتب پر فائز اصحاب آپؐ کی امت مرحومہ میں ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

صد ہزاراں یوسفے اندریں چاہ ذقن
واں مسیح ناصری شد از دم او بے شمار

خاتم النبیین کے اندر یہی حقیقت مضمر ہے۔ کہ آخری نبی ہمیشہ کے لئے ایک زندہ نبی ہے یعنی انوار و برکات نبوت اب آنحضورؐ کے مبارک وجود سے جاری ہیں۔ اللّٰھم صل علیٰ حبیبک و علیٰ آل محمد۔

القصیدہ

فی مدح حضرت سید الکونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود مجدد صد چہاردہم

یا عین فیض اللہ و العرفان　　یسعیٰ الیک الخلق کالظمآن
اے اللہ تعالیٰ کے فیض اور عرفان کے سرچشمے۔ تمام مخلوق تیری طرف پیاسے کی طرح دوڑ رہی ہے

یا بحر فضل المنعم المنان　　تھوی الیک الزمر بالکیزان
اے خدائے منعم و محسن کے فضلوں کے سمندر! تمام لوگ تیری طرف آبخورے لئے چلے آ رہے ہیں۔

یا شمس ملک الحسن و الاحسان　　نورت وجہ البر و العمران
اے ملک حسن و احسان کے سورج! تو نے خشکی اور تری دونوں کو روشن کر رکھا ہے۔

قوم رؤک و امۃ قد اخبرت　　من ذالک البدر الذی اصبانی
بہت سے لوگوں نے تیرا دیدار کیا اور بہتوں نے اس بدر کامل کے متعلق خبریں دیں جس نے مجھے اپنا عاشق بنا لیا ہے

یبکون من ذکر الجمال صبابۃ　　و تألما من لوعۃ الھجران
جب تیرے جمال کا ذکر ہوتا ہے تو وہ عشق اور آتش فراق کے درد کی وجہ سے روتے ہیں۔

یا من غدا فی نورہ و ضیائہ　　کالنیرین و نور الملوان
اے وہ مرد خدا! جو اپنے نور اور روشنی میں سورج اور چاند کی مانند ہے بلکہ اس نے دو جہانوں کو منور کر رکھا ہے۔

یا بدرنا یا ایۃ الرحمٰن　　اھدی الھداۃ و اشجع الشجعان
اے ہمارے چودھویں کے چاند! اے نشان رحمان بیشک تو سب ہادیوں کا ہادی اور بہادروں کا بہادر ہے۔

انی اری فی وجھک المتھلل　　شانا یفوق شمائل الانسان
میں تیرے چمکدار چہرے میں وہ شان دیکھتا ہوں جو کسی اور انسان میں نہیں پائی جاتی۔

وقد اقتفاک اولو النھی و بصدقھم　　ودعوا تذکر معھد الاوطان
سب عقلمندوں نے تیری اتباع کی۔ اور اپنے صدق و ایمان کی وجہ اپنے وطنوں کی یاد تک کو خیر باد کہدیا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوۃ پر چند عقلی و نقلی دلائل

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب مانسہرہ

ہر ایک مسلمان کا ایمان ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اگرچہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو ایک پرانے نبی کو جسد عنصری کے ساتھ آسمان کیا کہان خیال کرتے ہیں، اور اس کے دوبارہ دنیا میں آنے کی انتظار میں بیٹھے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو تاویلات رکیکہ کی بناء پر اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ یہ ہر دو گروہ نہیں سمجھتے کہ ایسے عقیدہ کی زد ختم نبوت پر پڑتی ہے حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ مجدد صد چہاردہم و مہدی مسعود کا اس بارہ میں جو مذہب تھا۔ وہ ان کے اپنے الفاظ میں مختصراً درج کئے دیتا ہوں:۔

(۱) "میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا"

(۲) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا۔ کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے"

(۳) "ہمیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں"

(۴)۔ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

حقیقتاً صرف جماعت احمدیہ لاہوری ہے جو اس عقیدہ کی نشر و اشاعت میں ہمہ تن مشغول ہے۔

الفاظ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے ہیں، خواہ لفظ خاتم مفتوح ہو یا مکسور، ہر ایک سننے اور بولنے والا اس لفظ کے معنی آخری نبی سمجھتا ہے، یہ بے انتہا کم فہمی اور کج بحثی اور مضحکہ خیز تاویل ہو گی کہ ختم کے معنی نبوت کا جاری ہونا تصور کر لیا جائے۔

کسی واقعہ کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے صرف دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ ان کے اثبات کے لئے معتبر گواہوں کے زبانی یا تحریری بیانات ہوں دوم یہ کہ حالات اور واقعات اپنی زبان حال سے گواہی دیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی ختم نبوت کے حق میں دونوں قسم کی نہایت بلند پایہ اور منزہ عن الخطا شہادت موجود ہے۔

(۱) سب سے اوّل اللہ جلّ شانہ کی شہادت ہے جو قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

ان الفاظ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا آسمانی اعلان عام ہو گیا۔

(۲) اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کا گروہ عظیم یعنی تمام سابقہ انبیاء خواہ کسی ملک اور قوم میں ہوئے ہوں، کسی زمانہ میں گذرے ہوں آپ کی ختم نبوت پر شاہد ہیں۔ ان سب نے آخری نبی محمد مصطفیٰ کی آمد کی خوشخبری دی ہے۔ دنیا کی تمام موجودہ مقدس کتابوں کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک ہر ایک برگزیدہ نبی نے یہ بشارت دی ہے کہ سلسلۂ انبیاء کے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے ملاحظہ ہو حوالہ جات ذیل:۔

حضرت زرتشت علیہ السلام کی پیشگوئی

"اس کا نام فاتح ہمرہان اور اس کا نام اسوت اربتا (تعریف کیا گیا یا محمد) ہو گا وہ رحمت مجسم ہو گا کیونکہ وہ تمام جہان کے لئے رحمت ہو گا وہ حاشر ہو گا اس لئے کہ کامل انسانی اور روحانی احسان ہونے کی وجہ سے وہ تمام لوگوں کی ہلاکت کے برخلاف مبعوث ہو گا۔ وہ مشرک لوگوں اور ایمان دار لوگوں کی بدیوں کی اصلاح کرے گا"

دساتیر پارسیاں میں حضرت ساسان اوّل کی پیشگوئی جو زرتشت علیہ السلام سے ان کو پہنچی تھی مفصلہ ذیل ہے:۔

جب زرتشتی لوگ شریعت پر عمل درآمد چھوڑیں گے اور بدکار ہو جائیں گے تو عربوں میں سے ایک شخص پیدا ہو گا، جس کے پیرو مرآن ان کے تاج و تخت و سلطنت کے مالک ہو جائیں گے اور ایران کے سرکش لوگ مغلوب ہو جائیں گے۔ آتش کدہ کی بجائے حضرت ابراہیمؑ کے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے اس کی طرف نماز پڑھیں گے اور یہ رحمۃ للعالمین ہوں گے۔ ایران، مدائن و بلخ و مقامات مقدسہ اور اس کے ارد گرد ملکوں پر قابض ہو جائیں گے اور ان کا شارع کلام والا ہو گا اور اس کا کلام بلیغ ہو گا۔

ویدوں میں حضرت نبی کریمؐ کی آمد کی پیشگوئیاں

مہرشی ویاس کی پیشگوئی کا ترجمہ

"ایک ملیچھ یا اجنبی ملک اور زبان کا معلم روحانی اپنے صحابہ کے ساتھ آئے گا اس کا نام محمد ہو گا راجہ (بوج) نے اس مہا دیو (ملائک سیرت) عرب کے رہنے والے کو آب رود گنگا اور پنج گویہ سے غسل کرا کر (یعنی تمام گناہوں سے پاک ٹھہرا کر) دلی ارادت سے نذر و نیاز پیش کر کے اس کی تعظیم کی اور کہا کہ میں تیرے حضور میں جھکتا ہوں اے فخر نسل انسانی عرب کے رہنے والے۔ شیطان کو مارنے کے لئے بہت سی طاقت مہیا کرنے والے، دشمن ملیچھوں سے حفاظت کئے گئے ہو، اے پاک ہستی مطلق اور سرور کامل کے مظہر میں تیرا غلام ہوں مجھے اپنے قدموں میں آیا ہوا جانیئے"

اتھرو وید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اور آپ کے تاریخی حالات کا نقشہ ہے۔ وید کا رشی بتاتا ہے کہ اس کا نام نراشنسہ اتو شیتے "یعنی محمد تعریف کیا جائے گا" جو خدا سے تعریف کیا گیا ہے اور لوگ بھی اس کی تعریف کریں گے۔

پھر وید منتر میں آنحضرت کا اسم احمد کا ذکر بھی آیا اور اس منتر میں لفظ "کارو" آیا ہے اس کے معنی پروفیسر راجارام نے "ستوتا" یعنی حمد کرنے والا کئے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے محبوب میں تمام خوبیاں موجود ہیں وہ تعریف والا یا محمد یا اس کی مراد قابل تعریف ہے۔

حضرت یسعیاہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ یعنی وہ آنے والا موعود بے نظیر و اعظم، قدرت اور طاقت والے میں ہمیشہ رہنے والا باپ ہے۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ضروری وصیت کی اور فرمایا:۔ "خداوند سینا سے آیا اور طلوع ہوا شعیر سے ان کے لئے وہ جلوہ گر ہوا، فاران کے پہاڑ سے وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کی آتشی شریعت ہے۔

بدھ مذہب کی کتب میں نوید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل الفاظ میں موجود ہے۔ مہاتما بدھ کی پیشگوئی کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"بھائیو۔ اس وقت دنیا میں ایک اعلےٰ ہستی مبعوث ہو گی، اس کا نام برگزیدہ "میتیا" ہو گا۔ کامل معرفت

والا ۔ حکمت نیکی اور سرور مطلق والا ۔ تمام عالمین کا عالم بے نظیر ہدایت کے متمنی لوگوں کا ہادی ۔ ملائکہ اور انس کا معلم"

"اس کے ساتھ ہزاروں صحابہ کی جماعت ہوگی جیسا کہ میرے ساتھ چند سو کی جماعت ہے" لفظ "میتیا" کا معنی مہربان دوست یا رؤف رحیم ۔ رحمۃ للعالمین اور اخوت کا بدھ ہوگا

"میتیا" کے متعلق بیان ہے کہ یہ آنے والا بدھ صرف ایک ہے اور اسی پر نبوت ختم ہے"

حضرت بدھ علیہ السلام کی پیشگوئیوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام تاریخی حالات کا ذکر ہے ۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی جدائی کی خبر دیتے ہوئے اپنے غمگین اور حزین حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا "میں باپ سے دعا کروں گا اور وہ تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دے گا ۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوگا"

"میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں، جو میں تمہیں کہنا چاہتا ہوں ۔ مگر تم ابھی ان کی برداشت کی طاقت نہیں ۔ البتہ وہ روح حق آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی طرف رہنمائی کرے گی کیونکہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گی مگر جو کچھ وہ سنے گی وہی کہے گی ۔ اور وہ تمہیں آیندہ کی خبر دے گی"

(یوحنا باب ۱۶ آیات ۷ تا ۱۰)

لفظ فارقلیط ۔ پیریکلیٹ ۔ کے معنے ہیں سب طرف شہرت والا اور سب سے بڑھ کر شہرت والا ۔

(ماخوذ از کتاب میثاق النبیین جلد اول و دوم مصنفہ مولوی عبدالحق ودیارتھی شائع شدہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

(۲) حضرت محمد مصطفیٰؐ کا اپنا بیان دعوی ختم نبوت کی تائید میں: ۔

"آنحضرت صلعم کی دیانت و امانت و صداقت ایک مسلمہ حقیقت ہے ۔ دعوئے نبوت سے پہلے بھی آپ الامین کے خطاب سے یاد کئے جاتے تھے، ایسے صادق انسان کے بیان کو لازماً بڑی ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، اور وزن دار شہادت تسلیم کیا جائے گا ۔ آپ نے فرمایا: ۔

(ا) میری اور مجھ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کی مثال اس آدمی کی ہے جس نے ایک خوبصورت گھر بنایا ۔ اسکو آراستہ و پیراستہ کیا ۔ مگر کونے کا پتھر نہ لگایا ۔ پس لوگ اس گھر کے گرد گھومنے لگے اور متعجب ہوئے اور کہنے لگے ۔۔۔۔۔ کہ یہ پتھر نہ لگایا گیا ۔ آپ نے فرمایا کہ میں وہ پتھر ہوں اور سب سے آخری نبی ہوں"

(صحیح بخاری)

(ب) اسرائیلی قوم میں نبی گذرے ہیں جب بھی ایک نبی فوت ہوا ۔ دوسرا نبی اس کی جگہ کھڑا کیا گیا ۔ یقیناً میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا ۔ بلکہ میرے خلفاء ہوں گے ۔ (بخاری)

(ج) آنحضرتؐ نے حضرت علی رضؓ کو فرمایا "کیا تم خوش نہیں ہو کہ تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہو ۔ جو ہارونؑ کو موسےؑ کے ساتھ تھی ۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" اسی طرح حضرت عمر رضؓ کی شان میں فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا ۔ تو عمر ہوتا ۔ ولکن لانبی بعدی ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا ۔

قرائن واقعات وحالات کی شہادت

ا ۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی بعثت پر دنیا کی حالت ایسی ہو چکی تھی، کہ اس کی اصلاح کے لئے ایک عظیم الشان نبی کی ضرورت حقہ پیدا ہو گئی تھی، قرآن پاک میں اس زمانہ کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے "ظہر الفساد فی البر والبحر"

(۱) ایک یورپین مؤرخ نے اس زمانہ کے حالات بالفاظ ذیل بیان کئے ہیں: ۔

" پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں دنیا تباہی کے گڑھے پر کھڑی تھی ۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ عظیم الشان تہذیب جس کی تعمیر چار ہزار برس میں ہوئی تھی، ریزہ ریزہ ہونے کو ہے اور نوع انسان بربریت اور وحشت اختیار کر رہی ہے ۔ تمام قبائلی مذاہب بے اثر ہو گئے تھے ۔ اور عیسائیت کے جدید احکام تفریق اور تباہی لا رہے تھے ...... تہذیب کا عظیم الشان درخت جس کی شاخیں دنیا پر پھیلی ہوئی تھیں ۔ گرنے کو تیار تھا ۔ اور اس کی جڑیں اور تنہ کرم خوردہ ہو گیا تھا، ایسے وقت میں ایسی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہو کہ نسل انسانی کو متحد کرے ۔ عرب اور غربی لوگوں میں ایک ایسا آدمی پیدا ہوا جس نے مشرق اور مغرب کی تمام مخلوق کو متفق کرنا تھا"

(۲) ازمنہ سابقہ میں رسل و رسائل کے ذرائع ایسے محدود تھے، کہ جغرافیائی حدیں ناقابل عبور تھیں، اسی لئے قومی اور نسلی نبی پیغام اصلاح لے کر اپنی قوم کی طرف آئے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم میں یوں ارشاد فرمایا: ۔

انا ارسلناک بالحق بشیراً ونذیراً ۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر ۝

پھر فرمایا: ۔

لکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون ۝

مگر جب وہ زمانہ آیا جس کے متعلق فرمایا ہے: ۔

اذا العشار عطلت ۝ واذا الوحوش حشرت ۝ واذا البحار سجرت ۝ واذا النفوس زوجت ...... واذا الصحف نشرت ۔ یعنی جب ملک شتر و (؟) کی طرح ہوں گے اور شہر محلوں کی طرح ہو جائیں گے فاصلہ کی رکاوٹ اڑ جائے گی ۔ اور شہر آباد ہوں گے، اور انسان مہذب ہو جائیں گے، اور لوگوں کا میل ملاپ ہو جائے گا، اور تالیف اور تصانیف عام ہو جائینگی اس زمانے کی ہدایت کے لئے بر تقاضائے ربوبیت عین ضرورت وقت کے مطابق تمام نسل انسانی کے لئے ایک نبی بھیجا گیا اور اس کو خطاب یوں کیا: ۔

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا ۝

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً ۔

وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر ایک قوم اپنے آپ کو ...... خدا کی پسندیدہ مخلوق سمجھے بیٹھی تھی اور دوسرے لوگوں کو ملیچھ اور مغضوب علیہم سمجھتے تھے، بلکہ بعض کے نزدیک دنیا کے حدود صرف ان کے ملک تک ہی محدود تھیں لیکن آنحضرت صلعم کی آمد کے بعد دنیا کا یہ نظریہ آہستہ آہستہ بدل گیا اور اس لئے ایک WORLD PROPHET آنا ضروری تھا جس نے دنیا میں نسل رنگ، قوم اور مراتب اور جغرافیائی حدوں کو توڑ کر وحدت نسل انسانی کو قائم کیا ۔

ان حالات میں اگر پھر نبوت کا سلسلہ جاری ہو جائے تو پھر دوبارہ قومی، نسلی اور ملکی نبوت کا سلسلہ شروع ہو کر نبوت کی ارتقائی منزل جو ایک WORLD PROPHET کے ظہور کی داعی تھی، پھر ترقی معکوس کرے گی اور ایسے بلند مقاصد کو جو دنیا کے لئے ایک ہی نبی کی آمد میں مرکوز ہیں نقصان عظیم پہنچے گا ۔ ایسا خیال خلاف قانون فطرت اور خلاف مقاصد الہیہ ہے ۔ پس یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم الشان WORLD PROPHET اور آخری نبی ہیں ۔

(۴) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نوع انسانی کی تمام موجودہ اور آیندہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک مکمل آسمانی لائحہ عمل اور قانون زندگی لائے ہیں ۔ اس آسمانی قانون کی کتاب کا نام قرآن شریف ہے جو براہ راست خداوند کریم کی طرف سے مخلوق کو بطور نعمت عطا ہوئی

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (۵:۳)

اس قانون کے مکمل ہونے کا دعوے بلا دلیل نہیں ہے: اس قانون کے تحت زندگیاں ڈھال کر قرون اولی کے مسلمانوں نے دین و دنیا کی برتری اور بزرگی حاصل کی اور آج تک وہی قانون ساڑھے سات کروڑ انسانوں کی زندگی کے لئے مشعل راہ ہے ۔ جیسا کہ یورپین مؤرخین کی حسب ذیل آراء سے ظاہر ہے: ۔

" قرآن تمام زمانوں میں ایک طاقتور اور زندہ اثر مخلوق پر ڈالے گا" (دیکھئے)

آفرینش

نورجہاں بیگم نورؔ

نہ کی تھی نظمِ ہستی کی ابھی تنظیم قدرت نے — ابھی کھولا نہ تھا رازِ دو عالم کلکِ قسمت نے
فلک نے تاج زر پایا نہ تھا دربارِ باری سے — نہ کلیوں گل سے واقف تھا نہ گل بادِ بہاری سے
قمر بیگانہ تھا داغِ محبت کی کہانی سے — تہی ساغر تھا انجم کا شرابِ زندگی سے
ریاضِ کہکشاں کے گل ابھی کھلنے نہ پائے تھے — ابھی بزمِ فلک کے جام گردش میں نہ آئے تھے
سنواری تھی نہ زلفِ شب ابھی تک دستِ قدرت نے — بھری تھی نور سے فرقِ سحر اب تک نہ فطرت نے
ابھی شانہ نے رُوئے گیسوئے جاناں نہ دیکھا تھا — جبینِ شوق نے سنگِ درِ جاناں نہ دیکھا تھا
نہ کی تھی ذرّے نے اب تک کسی جا جلوہ آرائی — ابھی تھا حُسن آپ ہی اپنے جلوہ کا تماشائی
بہے تھے یم بیم چشمے نہ صانع کے کرشموں کے — دہانے بند تھے تخلیق کے طوفانی چشموں کے
ابھی اس گلشنِ خاکی کی شاخِ گل نہ چہکی تھی — ابھی اس راہ میں عقلِ بشر آ کر نہ بہکی تھی
نہ دھڑکا تھا شیرازہ زندگی کا قلبِ آدم میں — اندھیرا ہی اندھیرا تھا ابھی پہنائے عالم میں
نہ پیش آیا تھا اب تک مسئلہ حق کی خلافت کا — نہ تھا دوشِ بشر حامل ابھی بارِ امانت کا
بغاوت کی فضا آفاق میں اب تک نہ چھائی تھی — غرورِ علم میں انکار کی جرأت نہ آئی تھی
اچھوتا تھا ابھی تک بادۂ عرفان کا پیمانہ — الستی مٹنے گذاروں سے ابھی خالی تھا میخانہ

نہ آدم تھے نہ سازِ خلد کا میٹھا ترانہ تھا
نہ یہ غارت گرِ کاشانہ گندم کا فسانہ تھا

لبِ کن کو ہوئی جنبش سی کچھ اک بار ہلکی سی — نظر آئی اُفق پر روشنی کی دھار ہلکی سی
مبدّل ہو گئی وہ روشنی اک نورِ تاباں میں — در آئی پھر تجلی بن کے قندیلِ درخشاں میں
مصوّر لے رہا تھا اس طرح تصویرِ امکانی — ادھر وہ پیکرِ نوری تھا محو ذکرِ یزدانی
ادائے بندگی کچھ حُسن کو ایسی پسند آئی — کہ صانع بن گیا خود اپنی صنعت کا تماشائی
اڑھائی چادرِ تطہیر، تاجِ کرامت بخشا — ولائے حمد سونپا خلعتِ محبوبیت بخشا
ہوا ارشادِ باری اے حبیبِ خالقِ اکبر — محمدؐ نام ہے تیرا، لقب ہے ساقیٔ کوثر
حرارت زندگی کی بخت آدم کی ضیا تو ہے — فروغِ اخترِ جاں سازِ ہستی کی نوا تو ہے
کھلے گا تیری خاطر بادۂ وحدت کا میخانہ — مرا اتمامِ نعمت ہوگا تیرا دورِ پیمانہ
قدم لے گی ترے خدام کے دنیائے معلوم — ہے تقدیرِ اُمم میں صرف تیری امتِ مرحومہ
چمن زارِ محبت کی بہاراں ہے نفس تیرا — پرے روح الامین سے جائے گا اونچا فرس تیرا

زمیں تیری زماں تیرا، فلک تیرا، ارم تیرا
جو ہم تیرے ہیں تو پھر یہ جہانِ کیف و کم تیرا

حضورِ حق سرِ نور افتادہ رہا برسوں — وجودِ پاک گویا زیبِ سجادہ رہا برسوں
رہا وہ نورِ اسرارِ حقیقت کا امیں برسوں — شبِ اسرا کے پردوں میں رہا خلوت گزیں برسوں
تراشا آئینہ پھر اک ازل کے آئینہ گر نے — وہ آئینہ کہ جس سے روشنی لی مہ و اختر نے
تجلی آئینہ پر ڈالتا صدق و ثواب آیا — جمالِ مصطفےٰ اک دم بر افگندہ نقاب آیا

نسیم اٹکھیلیاں کرنے لگی صحنِ گلستاں میں
حیات نو نظر آئی جبینِ صبحِ خنداں میں

"کسی زمانہ میں بھی اس قدر تھوڑے عرصہ میں کوئی نسل انسانی مہذب نہیں بن سکی جس طرح فوراً ہی عرب کے لوگ اسلام کے ذریعہ مہذب بن گئے۔"

"دُنیا میں ایسی پراگندہ اور منتشر قوم کوئی نہ تھی کہ یکایک ایک معجزہ ظاہر ہوا، ان میں ایسا انسان پیدا ہوا جس نے اپنی شخصیت اور دعوئے نبوّت سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا اور تمام متضاد اجزائے نسلی انسانی کو متحد کر دیا۔

زمانۂ حال کے ایک بہت بڑے مفکر برنارڈ شا نے کہا ہے کہ ...... اس زمانہ کی تمام مشکلات اور پیچیدگیوں کے حل کرنے کے لئے حضرت محمدؐ کی ڈکٹیٹری کی ضرورت ہے۔"

پروفیسر ٹائن بی Toynbee نے اپنی ایک کتاب Civilization on Trial (تہذیب کی آزمائش) میں لکھا ہے۔ کہ اس زمانہ کے "اہم مسائل" مثلاً بالشوزم اور کیپٹلزم یعنی مزدوروں اور سرمایہ داروں کے تنازعات کو صرف اسلام کی تعلیم ہی حل کر سکتی ہے جو کہ افراط اور تفریط کے درمیان ایک طریق وسطی کا حکم رکھتی ہے۔ اور اسی مذہب پر دونوں فریقوں کا سمجھوتہ ہوگا۔"

غرض ایک عام شہری سے راہنما تک۔ ایک سپاہی سے جرنیل تک، رعایا سے لے کر راعی تک سب کے لئے اور ہر ایک نسل انسانی کے لئے مکمل قانون موجود ہے۔ کوئی مسئلہ سابقہ ایسا نہ تھا، یا حاضرہ ایسا نہیں یا آئندہ ایسا نہ ہوگا جس کا حل قرآن پاک میں موجود نہ ہو، پس ایک مکمل آسمانی قانون لانے والے نبی کے بعد پھر کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں، کیونکہ قانون میں ترمیم کی ضرورت نہیں اور نہ ہوگی۔ یہ صرف لفظی دعوے نہیں بلکہ عملاً دنیاوی قانون اُس وقت مکمل ہوں گے جب قرآن پاک کے تحت آجاویں گے۔ مثال کے طور پر یورپ میں طلاق کے قوانین کی روزانہ رد و بدل ہوتی ہے، اور احکامِ قرآنی کے قریب قریب آ رہے ہیں۔

(۵) نہ صرف ایک مکمل قانون حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو پہنچا، بلکہ آپ نے اس قانون پر خود عمل کر کے دکھایا۔ اس لئے آپ کے اسوۂ حسنہ کے متعلق قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی لقد کان فی رسول اللّٰہ اسوۃٌ حسنۃٌ۔ نہ صرف وہ Ideal Law لاثانی قانون لانے والے Ideal Teacher یعنی لاثانی استاد تھے۔ بلکہ وہ ...... Ideal Example بھی تھے۔ اس لئے آپ جیسے لاثانی خوبیوں کے مالک نبی کے بعد کیا کوئی نئی مثال پیش کر سکے گا۔ اور کوئی جدید خوبی کا مظہر ہو سکے گا۔ شمس بازغہ کے سامنے ایک ٹمٹماتے چراغ کے کیا معنی۔

غرضکہ مقصد بالا چند ایک عقلی اور نقلی دلائل ہیں اور زبانی، تحریری اور قرائن و حالات و واقعات کی شہادت ہے۔ جن سے حتمی طور پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ثابت ہوتی ہے۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر عنایت علی خان

جدید فلسفہ اور جدید علوم طبیعات، حیاتیات اور ارضیات کے مطالعہ نے بعض انگریزی طلبہ طالبات اور نوجوانوں کے دلوں میں اسلام کے صحیح ہونے کا شبہ پیدا کر دیا ہے۔ اور غالباً بعض کا خیال ہے کہ موجودہ ناساعد حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلام میں قوت اور طاقت نہیں ہے۔ کچھ لوگ اس امر پر بھی بحث کرتے ہیں کہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک وجود سے ہم کو آج کیا نمونہ اور رہنمائی مل سکتی ہے؟ انؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا زندہ ثبوت کیا ہے؟ اسلام میں کائنات کے پیدا کرنے والے کے اعتراف کے ساتھ نبوت کا اقرار کیوں جزو مذہب ہے؟ کیا چراغ ہدایت جاہل عربوں کے لئے تھا اور موجودہ تمدن میں کچھ کام نہیں دے سکتا؟

ان سوالات کا جواب اس انداز سے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ ملت اسلامیہ کے بچوں اور بچیوں کے دلوں میں اعتقاد کی بنا پر نہیں۔ بلکہ حقیقت کی بنا پر ایمان وایقان پیدا ہو اور وہ آنحضرت محمد عربی کی صداقت اُن کے مقام کو سمجھ سکیں۔ اور وہ یہ جان لیں کہ وہ کیا انسانی اضطراب و بے چینی تھی جس نے محمد عربی صلعم کو مضطرب و بے چین کر دیا۔ کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر جا کر غور وفکر کرتے اور اپنے اللہ سے مدد مانگتے۔ کہ وہ ان کی رہنمائی فرمائے۔

موجودہ زمانہ کا یہ تقاضا ہے کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو کہ محمد عربی صلعم کے غور وفکر کرنے کے کیا طریقے تھے؟ آپ نے خرافات اور لغویات سے قوم کو کس طرح آزاد کیا۔ انسانی مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے کن ہتھیاروں کو استعمال کیا! آپؐ کا انقلاب آفریں پیغام کیا ہے؟ نیز اس امر کی ضرورت ہے کہ سرور کائنات صلعم کی سیرت کے ہر پہلو کو وضاحت کے ساتھ اجاگر کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ رحمۃ اللعالمین نے ناساعد اور ناسازگار زمانہ میں جب کہ انسانیت آخری سسکیاں لے رہی تھی کس طرح دوبارہ زندہ کیا۔

جدید فن سوانح نویسی و واقع نگاری کا اگر یہ مطالبہ ہے کہ جب ہم نقد وفہم کا ترازو ہاتھ میں لیں تو اعتقادی اعتراف کو ایک طرف رکھ کر انصاف کے قلم کو حرکت دیں۔ ہم ان طالبان حق سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ بھی نظر انصاف سے آنحضرت صلعم کی پاک سیرت کا مطالعہ کریں۔ جو لوگ پیغمبر اسلام کو محض ایک مصلح سمجھتے ہیں۔ وہ درحقیقت آنحضرتؐ کے کام اور مقام کو نہیں پہچانتے۔ وہ گوہر کو سنگ سے تمیز نہیں کر سکتے۔ یہ ان کی خیرہ مذاقی کا نتیجہ ہے۔ وہ عظیم الشان انسان جسکی رسالت کا اقرار ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے اور جو حامل وحی و سفیر الہٰی تھا۔ اسکی زندگی کے حالات، اخلاق، عادات اور عہد نبوت کے واقعات کا ایک ایک حرف ارباب حقیقت نے مکمل جامعیت اور احتیاط کے ساتھ محفوظ کیا ہے ان کا مطالعہ کرنے سے یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ آپؐ کا کردار عظیم الشان اخلاق اور اعتدال پر قائم تھا اور آپ اخلاق کے انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے

بقیہ

نبی کریم صلعم کا مکتب اور معلم

وہ امی نبی جو آسمان سے جامع اور مکمل پیغام "انسانیت کی ترقی کے لئے لایا۔ اس کا مکتب دنیا سے نرالا تھا۔ اس کا مکتب کل روئے زمین آسمان، سورج، چاند، ستارے اور انسانوں کے دلوں کی بستیاں تھا۔ سیدالبشر نے کسی مکتب میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ دُنیا کے سب سے بڑے معلم کا معلم رب العالمین تھا جس نے اپنے رسول کو خود کہا سنقرءک فلاتنسیٰ ہم تجھے پڑھائیں گے سو تو نہ بھولے گا۔ محمد رسول اللہ صلعم کے تعلیمی نصاب میں تمام صحیفہ عالم تھا۔ آپؐ نے فطری مضامین کا مطالعہ کیا۔ انسان کیا ہے؟ اس کی علت غائی کیا ہے؟ وہ کیا چیز ہے جو اسکو ہمیشہ کی راحت دے سکتی ہے؟ انسان جھگڑوں، نفس پرستیوں اور بدمستیوں کا کیوں شکار ہو رہا ہے۔ کیوں بھائی بھائی کا قاتل ہے۔ وہ شراب پی کر کیوں مست ہوتا ہے، وہ بے ہودہ شاعری، لغو کہانیوں اور اخلاق کو بگاڑنے والے قصوں کو کیوں پسند کرتا ہے؟ وہ خدا پرستی، راست بازی، انصاف، رحم اور ہمدردی جو انسانیت کے لوازم ہیں۔ ان کو کیوں کھو چکا ہے؟

آنحضرتؐ اپنی قوم کے مشرکانہ اطوار اور بے ہودہ رسم ورواج سے سخت بیزار تھے۔ آپؐ کے قلب میں خدائے دوعالم کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ قرب الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودلیعت کیا گیا تھا۔ اندر ہی اندر جوش مار رہا تھا۔ لیکن کوئی کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے عرش وکرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہو۔ اس جوش طلب وفرط محبت میں آپ بے قرار وسرگردان پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک حقیقی کو پکارتے۔ انسان کی ابتر حالی یتیموں اور بے کسوں کی بے بسی دیکھ کر آپؐ کا دل مضطرب ہو جاتا آپؐ ان تمام سوالات کا حل سوچتے فکر کرتے اور اللہ کو پکارتے۔ اے اللہ مجھ پر یہ عقدے کھول دے اور میری رہنمائی فرما۔ آخر اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی تعلیم وتربیت تسلی اور رہنمائی کے لئے جبرئیل علیہ السلام کو وحی دے کر بھیجا۔ اور حالت بیداری میں قرب الی اللہ اور انسانی ہدایت کی تمام راہیں کھول دیں۔ اس تعلیم کا آغاز ان آیات قرآنی سے ہوا۔ اقراء باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقراء وربک الاکرم الذی علم بالقلم۔

نبوت کا آغاز

اس وحی الہٰی سے سرور کائناتؐ کی نئی زندگی شروع ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے خود تعلیم وتربیت دینی شروع کی جب جبرئیلؑ وحی لے کر آئے اور آپؐ کو کہا "اقرا" پڑھئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "ما انابقارئ" میں پڑھا ہوا نہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے دوسری بار لفظ "اقرا" کہا۔ آپؐ نے وہی "ما انابقارئ" جواب دیا تیسری مرتبہ جب جبرئیلؑ نے کہا "اقرا باسم ربک" "اپنے رب کے نام اور مدد سے پڑھئے" بیشک آپ تو پڑھنا نہیں جانتے۔ مگر اپنے رب کی اعانت سے پڑھئے۔ جو کام آپ نہیں کر سکتے اس کو خدا کی مدد آسان کر دے گی"

اللہ تعالےٰ کے کلام نے آپؐ کی زندگی میں زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔ کہ کا رہنے والا ایک گمنام آدمی دنیا کی زبردست طاقت بن گیا جس نے انسانوں، قبیلوں اور نسلوں کی زندگیوں میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔

اللہ تعالےٰ کے پانچ سبق

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا سبق جو کہ دنیا میں سب ترقیوں کی بنیاد "اقرأ" اور "بالقلم" پڑھنے اور قلم کے ذریعے ہے

دوسرا سبق۔ یا ایھا المدثر۔ قم فانذر۔ وربک فکبر۔ وثیابک فطھر۔ والرجز فاھجر۔ اے چادر اوڑھ کر سونے والے اُٹھ لوگوں کو ڈرا۔ اپنے خدا کی تکبیر کہہ۔ اپنے کپڑوں کو پاک رکھ، اور بتوں سے دوری اختیار کر۔

تیسرا سبق۔ وانذر عشیرتک الاقربین۔ اپنے اقرباء اور قبیلہ کے لوگوں کو گمراہی وضلالت کے نتائج سے ڈرا۔

چنانچہ جب یہ آیت اتری تو سب سے پہلے آپؐ نے اپنی پھوپھی، اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا اور بنی عبدالمطلب کو خطاب کر کے فرمایا۔ میں اللہ کے یہاں تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اللہ کے یہاں تم اپنی فکر کرو۔ اس کے بعد صفا پر چڑھ گئے۔ اور بلند آواز سے قریش کے قبیلوں کو پکارا۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اس مجمع میں ابولہب بھی تھا۔ آپؐ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اگر میں خبر دوں کہ وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو تم میری بات سچ مان لوگے" انہوں نے کہا۔ "ہاں" ہمارا ہمیشہ کا تجربہ آپ کے متعلق یہی ہے کہ آپ سچ بولتے ہیں"۔ تو فرمایا۔ "میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے ہے" تو ابولہب نے کہا۔ تجھ پر ہمیشہ کی بربادی ہو۔ کیا اس بات کے لئے تم نے اکٹھا کیا تھا" ابولہب کے اس گستاخانہ فعل کا جواب سورہ ابولہب کے ان الفاظ میں موجود ہے "تبت یدا ابی لھب وتب" ابولہب کے دونوں ہاتھ جن کو اٹھا کر اس نے پھٹکارا تھا۔ ہلاک ہوئے اور وہ بھی ہلاک ہوا۔

چوتھا سبق۔ وھذا کتاب انزلناہ مبارک مصدق الذی بین یدیہ ولتنذر ام القریٰ ومن حولھا والذین یؤمنون بالاخرۃ یؤمنون بہ وھم علیٰ صلاتھم یحافظون اور یہ قرآن کتاب الٰہی ہے جس کو ہم نے نازل کیا۔ اور ان

کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ جو اس سے پہلے کی موجود ہیں۔ اور اے پیغمبر ہم نے قرآن اس لئے اتارا ہے کہ تم مکہ اور اس کے اطراف کے لوگوں کو اعمال بد کے نتیجوں سے ڈراؤ۔

پانچواں سبق ۔ وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین ۔ اور ہم نے تم کو نہیں بھیجا۔ مگر تمام عالم انسانیت کی نجات کے لئے اور ہم نے اے پیغمبر تم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

جب سرور کائنات صلعم کو تمام روئے زمین کے لئے ہادی کا حکم ملا تو سب سے پہلے آپؐ نے یہودیوں اور عیسائیوں کی توجہ اس طرف دلائی۔ کہ یہ شخص جو تم کو وعظ و نصیحت کی باتیں سنا رہا ہے وہ تمہارے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیلؑ کی اس دعا کا نتیجہ ہے۔ ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلو علیھم اٰیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم

اے پروردگار! میری ذریت میں ایک ایسا رسول بھیج۔ جو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائے۔ کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔ اور دلوں اور روحوں کا تزکیہ کرے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی اس نوعیت کا پورا کر نیوالا ہے۔ واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرآئیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا۔ اے نبی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اسکی تصدیق کرتا ہؤا جو میرے سامنے توریت سے ہے اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں۔ جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمدؐ ہے۔

نبی کریمؐ کا وعظ

جب آفتاب رسالتؐ نے سبح اسم ربک الاعلیٰ الذی خلق فسوی۔ والذی قدر فھدی والذی اخرج المرعی فجعلہ غثاءً احوی

(اللہ کے نام کی تسبیح کر جو پیدا کرتا ہے پھر کامل بناتا ہے۔ اور جو اندازہ کرتا ہے۔ پھر ہدایت دیتا ہے۔ اور جو چارہ نکالتا ہے۔ پھر اسے کوڑا کرکٹ کر دیتا ہے) کا اعلان فرمایا۔ اور حق و باطل کو ایک دوسرے سے الگ کرنے والی باتوں کا ذکر کیا۔ اور لوگوں کو کفر و عصیاں کے انجام بد سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ یہ کس قدر ظلم، تعجب و حیرت کا مقام ہے۔ کہ تم نے احسن الخالقین کو چھوڑ کر اپنے لئے اپنے معبود اور حاکم تجویز کر رکھے ہیں۔ جو ایک ذرہ بھی پیدا کرنے کی قوت نہیں رکھتے اور نہ کسی کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ تمہاری گمراہی و بے حیائی ہے کہ تم نے ان ہستیوں کو خدا کا شریک بنا رکھا ہے۔ عربوں نے جب یہ سنا۔ کہ یہ ان کے لات و منات و عزیٰ کو بے معنی ہستیاں بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تم گمراہی میں ہو تو چلا اٹھے اور طعن و تشنیع شروع کر دی اور کہا کہ اس نے چند یہودیوں کی سازش سے یہ کلام تیار کیا ہے جس میں اگلوں کے قصے اور کہانیاں ہیں۔ اگر خدا کو قرآن اتارنا ہی تھا۔ تو وہ کسی ایسے انسان پر اتارتا جو کھانے پینے کے تکلفات سے فارغ ہوتا۔ یہ تو ہماری طرح کھاتا پیتا اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ اسکے پاس نہ کوئی غیبی خزانہ ہے۔ نہ کوئی کھجوروں کا باغ ہے۔ ذرا اسکی حیثیت ملاحظہ ہو کہ اس قدر بلند دعوے کر رکھا ہے۔ مخالف کہتے تھے۔ کہ اس کی عقل کھو گئی ہے کسی نے جادو کے ذریعہ اس کا دماغ مختل کر دیا ہے۔ اور یہ بہکی بہکی باتیں کرتا پھرتا ہے۔ کبھی آپ کو شاعر بتاتے کبھی آپ کو کاہن بتاتے۔ کبھی جادوگر اور کبھی مسحور۔ یہ سب باتیں اس لئے کہتے تھے۔ کہ ان کو اللہ تعالےٰ کی ہستی اور جزا و سزا کے دن کا یقین نہ تھا وہ دوزخ کی آگ کے ذکر سے بھڑک اٹھتے تھے۔ دراصل وہ عیش و عشرت میں غرق اور غفلت کے نشہ میں سرشار منعم حقیقی کی بندگی و شکر گذاری کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس لئے وہ مغرور ہو کر ہر قسم کے گناہ کرنے پر تُل گئے تھے۔ اور جب حق کی آواز سنتے کہ شیطان بڑا دغا باز ہے، عین وقت پر دھوکا دیتا ہے۔ تو بہت چڑتے۔ جب قرآن پڑھا جاتا تو خوب شور مچاتے غرضیکہ مختلف حیلوں سے حق کی مخالفت کرتے، وہ عبرت حاصل کرنے کی بجائے استہزا اور تمسخر کرتے اور کہتے کہ یہی بزرگ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ بھلا یہ حیثیت اور منصب رسالت "

جس کے سامنے اسلامی تعلیم پیش کی جاتی۔ وہ نہایت بیحیائی سے ناواقف بن کر کہتا۔ رحمٰن کون ہے۔ جس کو ہم سے سجدہ کرواتا ہے۔ کیا محض تیرے کہہ دینے سے ایسی باتیں مان لیں یا بس تو نے ایک نام لیا اور ہم سجدہ میں گر پڑے۔ غرضیکہ جتنا انہیں رحمٰن کی اطاعت کی طرف بلایا جاتا اتنا ہی بدکتے۔

اللہ کی تسلی ۔ حضور نبی کریم صلعم بے ادب اور گستاخ لوگوں کی باتوں کا جواب عفو اور درگذر سے دیتے۔ آپ ان سے ملائمت برتتے۔ یہ "عبد" جس کو اللہ تعالےٰ نے بشیر و نذیر بنا کر لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ اس کی یہ حالت تھی کہ جب غافل انسان نیند و آرام کے مزے لیتے تھے وہ شب بیداری کرتا۔ خدا کے حضور کھڑا ہوتا خشوع و خضوع سے سجدے کرتا۔ اسے یتیموں بے کسوں اور کمزوروں کا غم کھائے جا رہا ہے۔ وہ عورتوں اور کمزوروں کے حقوق کو پائمال ہوتے دیکھتا ہے۔ تو اس کا دل بے قرار ہوتا ہے۔ وہ سمجھاتا ہے تو جواب تمسخر سے ملتا ہے۔ اس کے دل کی غمگین حالت کا یہ نقشہ اللہ دیکھتا ہے۔ وہ اپنے رسولؐ کو کہتا ہے قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا (الفرقان)

آپ کا کام تو صرف اللہ تعالےٰ کی وفاداری پر بشارت دینا اور غداروں کو خراب نتائج سے آگاہ کرنا ہے۔ وہ مانیں یا نہ مانیں آپ کا کچھ نقصان نہیں۔ آپ ان سے فیس یا مزدوری تھوڑی طلب کر رہے ہیں۔ آپ تو صرف اتنا ہی چاہتے ہیں کہ کوئی خدا کی توفیق پا کر اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔ اپنا فرض تبلیغ جاری رکھئے، مخالفت موافقت کی پرواہ نہ کریں۔ اللہ پر بھروسا کریں ان مجرموں سے اللہ خود نپٹ لے گا۔ اور تم کو کامیابی اور فتح نصیب ہو گی۔

مکی زندگی کا نقشہ ۔ مکی زندگی میں آپ کی دعوت الی الاسلام کے کام کو تحقیر سے دیکھا گیا۔ استہزا سے کام لیا گیا۔ ان الذین اجرموا کانوا من الذین اٰمنوا یضحکون ۔

نہ ماننے والے ماننے والوں کا مذاق اڑاتے کبھی شاعر کہا۔ کبھی کاہن، کبھی مجنون کہا۔ ام یقولون شاعر نتربص بہ ریب المنون ۔ جب مومنین کی تعداد بڑھنی شروع ہوئی تو تمسخر کے ساتھ ایذا رسانی شروع کی کبھی راستے میں کانٹے بچھائے گئے کبھی پتھروں کی بارش سے تواضع کی گئی اور کبھی مٹی پھینکی گئی۔ کبھی سجدہ کی حالت میں اونٹنی کا بچہ دان گردن پر رکھا گیا کبھی گلا گھونٹ کر مارنے کی کوشش کی گئی۔ الغرض ادھر تکلیف بڑھ رہی تھی ادھر حکم ہوتا ہے۔ فاصدع بما تؤمر جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے انہیں کھول کر بیان کرو۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا اور اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ۔

اسلام کی ترقی دیکھ کر قریش کے انتقام کا جذبہ اور زیادہ تیز ہؤا۔ اس تحریک کو روکنے کے لئے پہلے قریش کا ایک وفد حضور کے چچا کے پاس پہنچا۔ اور کہا۔ کہ محمدؐ ہمارے دین پر عیب لگاتا ہے ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے اور ہمارے بزرگوں کو بے عقل کہتا ہے، اور ہم کو بے وقوف سمجھتا ہے۔ اسے سمجھا دو! اور تم اس سے الگ ہو جاؤ۔ ہم اس سے معاملہ طے کر لیں گے۔ جب ابوطالبؓ نے حضورؐ سے کہا کہ قریش یہ کہتے ہیں۔ تو اس سوال کا جواب ہمارے سید و مولا مادر و پدرم برو فدا باد حضرت خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین نے جو دیا وہ یہ ہے کہ جب یہ آیتیں اتریں کہ مشرکین رجس ہیں، پلید ہیں، شر البریہ ہیں، سفہا ہیں اور ذریت شیطان ہیں اور ان کے معبود وقود النار اور حطب ہیں تو ابوطالب نے آنحضرت صلعم کو بلا کر کہا۔ کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے۔ اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کر دیں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی، تو نے انکے عقلمندوں کو سفیہہ قرار دیا۔ اور ان کے بزرگوں کو شر البریہ کہا۔ اور ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام حیزم جہنم اور وقود النار رکھا۔ اور عام طور پر ان سب کو رجس اور ذریت شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں۔ کہ اپنی زبان کو تھام لے اور دشنام دہی سے باز آجا۔ ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا۔ کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے۔ بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے۔ تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے۔ موت کے ڈر سے اظہار حق سے رک نہیں سکتا۔ اور اے چچا۔ اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جا۔ بخدا مجھے تیری کچھ حاجت نہیں۔ میں احکام الٰہی پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا۔ مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اس راہ میں مرتا رہوں یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اسکی راہ میں دکھ اٹھاؤں" آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اگر سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ اسکو غالب کرے یا میں کام کرتا کرتا مر جاؤں۔ یہ حق کا پیغام سنانے والےؐ کے استقلال کا نمونہ ہے۔ کس قدر خدا پر بھروسہ ہے۔

جب اس تدبیر سے کام نہ نکلا تو طمع دینے کی کوشش کی گئی چنانچہ ایک وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور تین باتیں آپؐ کے سامنے پیش کیں۔ کہ اگر آپ دولت چاہتے ہیں۔ تو ہم سب جس قدر آپ مال چاہیں اکٹھا کر کے دینے کو تیار ہیں

اگر آپؐ عزت اور حکومت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار اور بادشاہ بنانے پر رضامند ہیں۔ اگر آپؐ کو حسن و جمال کی خواہش ہے تو خوبصورت سے خوبصورت عورت جس کو آپ چاہتے ہوں ہم آپ کی زوجیت میں دینے کو تیار ہیں" اس مقدس انسان ؐ کا جواب یہ ہے "مجھے نہ مال و دولت کی خواہش ہے نہ حکومت کی۔ مجھے خدا نے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ میں تم کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ اگر تم اس کو قبول کرو تو تم دنیا میں اور آخرت میں خوش حال رہو گے۔ اگر تم اس کو قبول نہیں کرتے تو خدا مجھ میں اور تم میں فیصلہ کر دے گا"

جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو نبی کریم صلعم اور انکے قبیلہ کے آدمیوں کو بالکل الگ کر دینے کا فیصلہ کیا گیا نہ ان سے شادی اور نکاح کا معاملہ کریں۔ اور نہ ان سے خرید و فروخت کا معاملہ اور اس معاہدہ کو لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ اس وجہ سے تین سال تک بنی ہاشم بھوک اور اسکی مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ جب حضورؐ حج کے زمانہ میں تبلیغ کے لئے باہر نکلتے تو ابولہب لوگوں سے کہتا کہ اسکی باتوں کو مت سنو۔ یہ مجنون ہے جھوٹا ہے"

ان حالات میں سرورِ عالم ؐ نے طائف کی طرف توجہ کی۔ وہاں سے بھی جواب ملا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ آپؐ کا مذاق اڑایا گیا۔ آپؐ پر خاک ڈالی گئی۔ آپ پر پتھروں کی بوچھاڑ کی گئی۔ جب آپؐ نے انسانوں کے ظلم و استبداد کی یہ حالت دیکھی تو اللہ سے دعا مانگی "اے خدا اپنی کمزوری اور اپنی طاقت کی کمی اور لوگوں میں ہیچ ہونے کی تیری طرف شکایت کرتا ہوں' اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے تو ہی کمزوریوں کا رب ہے اور تو ہی کمزوری کا رب ہے اور تو ہی میرا رب ہے' تو کس کی طرف مجھے سپرد کرے گا کسی اجنبی دشمن کی طرف جو مجھ سے ترش روئی سے پیش آتا ہے یا قریبی دوست کی طرف جن کے قبضہ میں تو نے میرا معاملہ دیا ہے۔ اگر تیری ناراضگی مجھ پر نہیں' تو ان تمام باتوں کی مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ لیکن تیری حفاظت میرے لئے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے چہرہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کے سامنے ساری تاریکیاں پاش پاش ہو کر روشن ہو جاتی ہیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے امور اصلاح پذیر ہوتے ہیں ہاں اس بات سے میں تیرے منور چہرہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ پھر تیری ناراضگی ہو یا غصہ' تیرے حضور عذر کرتا ہوں' یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے اور کوئی طاقت اور قوت نہیں مگر تیرے ساتھ"

یہ تھا وہ انسان جس نے استقلال سے ہر مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور مایوسی کو پاس پھٹکنے نہ دیا۔ آپؐ نے سب تکلیفیں برداشت کیں۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھا۔ یہانتک کہ وہ دن آگیا جب اوس اور خزرج کے قبیلوں نے مدینہ میں تشریف لانے کی دعوت دی۔ اور عہد کیا کہ آپؐ کی حفاظت کریں گے اور اگر دشمن مدینہ پر چڑھائی کرے گا تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ جب دشمنانِ اسلام کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو بالآخر انہوں نے دارالندوہ میں یہ مشورہ کیا کہ آنحضرت ؐ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس قتل میں سب قبیلوں کے سردار حصہ لیں۔ تاکہ بعد میں بنی ہاشم کسی ایک قبیلہ پر اس قتل کا الزام لگا کر بدلہ نہ لیں

جب دشمنوں نے قطعی طور پر فیصلہ کر لیا کہ سرورِ کائنات ؐ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو دشمنانِ اسلام کے اس بد ارادہ کی اطلاع دی۔ اور کہا کہ آپؐ آج رات گھر نہ سوئیں۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلا کر لوگوں کی امانتیں سپرد کیں اور خود حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر خدا پر بھروسا کرتے ہوئے قاتلوں کے اندر ہوتے ہوئے اور ان کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے نکل گئے اور غارِ ثور میں پناہ لی جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ ادھر صبح ہوئی اور قاتلین حضرت علیؓ کو بستر سے اٹھتا ہوا دیکھ کر حیران رہ گئے جستجو شروع ہوئی بڑے بڑے انعام مقرر ہوئے۔ تلاش کرتے غارِ ثور کے سر پر بھی پہنچے۔ یہ وہ وقت تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کے پاؤں کی آہٹ کو سنا اور آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگر ذرا اور بڑھے تو دیکھ لیں گے۔ اس خیال کے آتے ہی دل میں مغموم ہوئے۔ کیا وقت ہے؟ خونخوار دشمن سر پر ہے بس ایک نظر پڑنے کی دیر ہے۔ کہ آن کی آن میں ٹکڑے کر دینگے اس وقت آپؐ کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا "لاتحزن ان اللہ معنا" ابوبکرؓ! غم نہ کر۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کسی انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ اس انتہائی بےکسی کے وقت میں جب دنیا میں نہ کوئی یار و مددگار رہ گیا ہے' نہ گریز کی جگہ ہے کس قدر حفاظت کے یقین کامل کے الفاظ آپ کے دہن مبارک سے نکلتے ہیں کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے ہمیں کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ یہ عالم الغیب کی آواز تھی جو جانتا تھا کہ سر پر پہنچ جانے کے باوجود بھی دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا"

تین دن غارِ ثور میں گزارنے کے بعد یہ قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ قریش نے آنحضرتؐ کو گرفتار کرنے کا سو اونٹ انعام مقرر کیا اور سراقہ بن مالک بن جشم کو یہ اطلاع ملی کہ اس نے تین سواروں کو مدینہ کی طرف جاتے دیکھا ہے۔ وہ قوی ہیکل تھا۔ تیر و ترکش لے کر تیز گھوڑے پر تعاقب میں نکلا۔ اور قریب تھا کہ تیر سے وار کرے کہ گھوڑا گرا اور اس کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ آخر اس نے قتل کے ارادہ کو ترک کر دیا۔ اور حضور کی خدمت میں مخلصانہ طور پر حاضر ہوا اور معافی مانگی آپؐ نے سراقہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے سراقہ! میں تو تمہارے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھتا ہوں" یہ کشفی نظارہ تھا مجذوب کی بڑ نہ تھی۔ یہ الفاظ بےکسی کی حالت میں ایک "بھاگنے والے" کے منہ سے نکلتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کسریٰ کے کنگن سراقہ کے ہاتھ میں واقعی پہنائے گئے

اس بےکسی کی حالت میں آفتابِ رسالت افق مدینہ پر جا نکلا اور مدینہ کی لڑکیوں اور عورتوں نے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر خوشی کا یہ گیت گایا:۔

اشرق البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعا للہ داعی
ایہا المبعوث فینا

جئت بالامر المطاع

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
حکم کی تیرے اطاعت ہے
بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

مدنی زندگی اور تعلیم اسلام

رنگ اور قوم کے سوال نے نسل انسانی میں تفریق پیدا کر دی ہے نسل انسانی کا اتحاد ختم ہو چکا ہے انسانی حقوق پائمال ہو رہے ہیں دنیا میں بکھرے ہوئے کروڑوں مسلمان اپنی ہی آنکھوں سے اپنی ہلاکت کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور انہیں چاہیئے کہ "نسخۂ شفا" کو استعمال کریں قرآن حق و صداقت کی آواز بلند کرنا چاہتا ہے۔ مگر ہم ہیں کہ کمتری کے احساس میں غرق ہوتے جا رہے ہیں اسلام کہتا ہے۔ اے مغربی تہذیب کے پروانو! اس چیلنج کو میرے حوالے کرو۔ مجھ میں نسلی امتیازات مٹانے اور انسانوں کو حقوق دلانے کی قوت موجود ہے۔ یہ اعلان صداقت کا اظہار ہے۔ محض اعتقادی اختراع اور جاہلانہ حسن ظن نہیں ہے' افسوس تو یہ ہے کہ مجھے کوئی آگے نہیں بڑھنے دیتا

سنو! ہمارے یہاں خط و خال، قد و قامت اور رنگت اور نسلوں کے فرق کی صرف ایک غرض ہے۔ ہمارا ایمان یہ ہے' اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ کیا یہ اعلان درست نہیں۔ کیا ایران، ہندوستان، جرمنی اور شمالی یورپ کی قومیں آریہ نسل کی نہیں، کیا ترک، مغل تاتاری یا افغانستان، ہندوستان اور دوسرے ممالک میں آباد ہیں ایک ہی نسل سے نہیں ہیں، کیا سامی زبان بولنے والے عرب، یہودی اور عیسائی جو ایک دوسرے ...... سے دست و گریبان ہو رہے ایک ہی نسل کے نہیں ہیں۔ اگر ان کے رنگ، قد و قامت اور زبانیں بدل گئی ہیں، تو کیا ہوا، آخر ہیں تو ایک ہی مرد اور عورت کی اولاد، انسانوں کی یہ تقسیم تو محض شناخت کے لئے ہے۔ یہی اصول اگر ہمارے چارٹر کی پہلی دفعہ بن جائے تو دنیا کی تمام قوموں، نسلوں اور قبیلوں کے درمیان اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔

اے سفید قوم کے لوگو! اے سفید قوم کی برتری کے قائلو! نسل اور رنگ کی بناء پر فخر کرنے والے دنیا سے ہمیشہ نامراد گئے تاریخ گواہ ہے۔ موجودہ زمانے کا فرعون ہٹلر آریائی نسل کی برتری کا نعرہ لگانے والا اور سامیوں سے نفرت کرنے والا کہاں گیا۔ اس کی قوم کہاں گئی۔ ان کا حال ...... جرمنی کے

کھنڈروں سے پوچھو یا بحیرہ اوقیانوس کی تہ میں آرام سے سونے والی ڈبکی کشتی کے مکینوں سے پوچھو۔ یاد رکھو جو کرے گا امتیاز رنگ و خون مٹ جائیگا

ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

یہی زمانے کا چلن بھی ہے، یا یہ اسلام نے خوب سمجھا تھا کہ کالے اور گورے کی تفریق دنیا کی سب سے بڑی لعنت ہے۔ اور سید البشر نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے آخری پیغام میں اسی پر زور دیا تھا: "اے لوگو! تمہارا رب ایک ہی ہے پس عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ اور کالے کو گورے پر اور نہ گورے کو کالے پر یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد، الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی، ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی۔ خدا کے نزدیک صرف معزز وہ ہے جو متقی اور پرہیزگار ہے، اسی امتیاز رنگ و خون کو مٹانے کے لئے ختم المرسلین صلعم نے حضرت زینب بنت جحشؓ کی شادی زید بن ثابت سے کر دی تھی۔ حضرت زید غلام تھے اور حضرت زینب قرشی الاصل تھے

تم ان خونخوار اور مکار لومڑیوں، بھیڑیوں کے بھٹوں میں جو مختلف کونوں میں "امن" اور "انسانی برابری" کا نعرہ لگا کر دنیا کا امن چین لوٹ رہے ہیں۔ آؤ ہم تمہیں امن کے چارٹر کی چند دفعات سنائیں، جو زخموں پر مرہم کا پھاہا لگا سکتی ہیں جو کھوئی ہوئی انسانیت کو واپس لا سکتی ہیں، جس پر عمل کرنے سے دنیا میں سکون اور راحت نصیب ہو سکتا ہے، اس کی ایک پہلی دفعہ یہ ہے۔ گورے اور کالے کی تفریق کو مٹانے کے لئے اسلام کے علاوہ کسی کے پاس کوئی علاج نہیں، یہاں سفید رنگ والے کو کالے پر فضیلت نہیں ہے۔ سفید رنگ کی عورت کی شادی کالے رنگ والے کے ساتھ جائز ہے۔

انسانیت کے کھوئے ہوئے حقوق دلوانے کے واسطے اس نے اپنے چارٹر میں جو دفعات قائم کیں انکا مختصر سا خاکہ یہ ہے:-

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ۔ اے لوگو! تم اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو، جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا ہے۔ اس اعلان میں یہ کہا گیا ہے کہ کالے گورے، قریش اور غیر قریش میں تمیز کرنیوالو! اے روئے زمین پر مختلف رنگوں کی بسنے والی قوموں!! اچھی طرح سُن لو کہ ہم نے تم سب کو جو HOME SAPIRNS عقل مند کہلاتے ہو، ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے، تم سب ایک ہی کنبہ کے لوگ ہو، اس لئے تم سب پر ایک دوسرے کے حقوق ہیں، ساری نسل انسانی ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، اس میں صلہ رحمی، جو حقوق العباد (یعنی انسانی حقوق) کی بنیاد ہے، اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے، تاکہ انسان سب انسانوں کو اپنے قریبی رشتہ دار سمجھ کر ایک دوسرے سے حُسن سلوک کریں۔

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً۔ ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اقربا کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی پڑوسیوں اور پاس والے ساتھیوں اور مسافروں اور ان کے ساتھ بھی جن کے تمہارے ہاتھ مالک ہوئے بیشک اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتا، جو تکبر کرنے والا، فخر کرنے والا ہے۔

کیا دنیا میں اس سے اعلیٰ کوئی تعلیم ہے، جو جامع اور غیر مبہم الفاظ میں مخلوقات سے حسن سلوک اور اُن کے حقوق کی طرف توجہ دلائے۔ مخلوقات سے حسن سلوک کی بنیاد اس بناء پر ہے کہ اللہ سب کا خالق ہے، اسکی عبادت کرو، ماں باپ، رشتہ داروں، مسکینوں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کرو اور ان سے اپنا احسان اور نیکی کرو، اس حکم میں نسب اور قومیت کا تعلق نہیں۔ پڑوسی میں ہندو، عیسائی وغیرہ سب شامل ہیں "الصاحب بالجنب" میں ساتھی، ہمنشین رفیق سفر، رفیق تعلیم، رفیق پیشہ، رفیق مسجد سب شامل ہیں ان سب سے نیکی کرنے کا حکم ہے، غلاموں سے حسن سلوک ..... کے لئے بہت تاکید ہے اس کے ساتھ ہی یہ حکم ہے کہ مال اور مرتبہ کی وجہ سے اپنے نفس کو فضیلت مت دو۔ اپنے طرز عمل سے متکبر نہ بنو اور اپنی زبان سے اپنی بڑائی نہ کرو، تکبر کی وجہ سے دوسروں کی حق تلفی نہ کرو، اس تعلیم کا مقابلہ موجودہ تعلیم سے کرو۔ جو خود بڑے بن کر لوگوں کو حقیر اور ذلیل جانتے ہیں اور ان کو انسانیت کا درجہ نہیں دیتے۔ احسان یا نیکی کرنا تو ایک طرف رہا اپنی بڑائی جتانے کے لئے اور انکے حقوق روندتے ہیں۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الیٰ اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعاً بصیرا۔ ترجمہ:- اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کرو، اور جب لوگوں میں فیصلہ کیا کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، بیشک یہ بہت ہی عمدہ بات ہے جو اللہ نصیحت کرتا ہے کیونکہ اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

انسان کے عمل کا اصل معیار یہ ہے کہ وہ اپنے معاملات میں عادل اور منصف ہو، ہر شخص کو اس کا حق دینا اور اپنی ذمہ داری کو اس کے بارے میں پورا کرنا امانت کا ادا کرنا ہے بلکہ عدل کے معاملہ میں یہ حکم ہے کہ مسلمان ہوں یا ہندو، یا عیسائی، فیصلہ میں عدل ملحوظ ہونا چاہیئے۔ پھر فرمایا:-

یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولیٰ بھما فلا تتبعوا الھویٰ ان تعدلوا وان تلوٗا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔ (سورۃ النساء ۲۵) ترجمہ:- اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف کی پوری محافظت کرنے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو، گو معاملہ تمہاری اپنی ذات یا ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف ہو، امیر اور غریب دونوں پر اللہ کا (تمہاری نسبت) زیادہ حق ہے، سو تم خواہش کی پیروی نہ کرو، تاکہ عدل کر سکو، اور اگر پیچدار بات کرو یا (حق سے) اعراض کرو تو یقیناً جو تم کرتے ہو، اللہ اس سے خبردار ہے۔

انسان کو یاد دلایا ہے، انصاف کرنا سچی شہادت دینا حقوق پورے انصاف سے ادا کرنا، فیصلہ کا وقت سب سے زیادہ آزمائش کا وقت ہوتا ہے اسکو ہمیشہ مضبوطی سے قائم رکھنا ایسا نہ ہو کہ کسی کی دشمنی کی وجہ سے تم کسی طرف جھک جاؤ۔ پھر فرمایا:- یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ ترجمہ:- اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرنیوالے انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ، کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو، یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ کا تقویٰ کرو بیشک اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

کہاں ہیں وہ مسلمان جو اس تعلیم کے مخاطب ہیں! آنکھیں کھولکر دیکھو اور دلوں کو ٹٹولو۔ کہ اسلام کی تعلیم عدل کے معاملہ میں کتنی اونچی ہے۔ سُنو! قرآن کہتا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تم کو حرمت والی مسجد سے روکا تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو، اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بیشک اللہ (بدی) کی سزا دینے میں سخت ہے۔ (مائدہ ۲۱)

کیا انسان کا بنایا ہوا کوئی چارٹر یہ تعلیم دیتا ہے کہ دشمن جس نے انتہا درجہ کے دکھ اور اذیتیں دی ہوں، جس نے تم کو گھر سے نکالا ہو، جس نے تمہارے مذہبی فریضہ کے ادا کرنے میں رکاوٹ ڈالی ہو، اس سے بھی عدل کرو، ان کے حقوق ان کو دو سخت ترین دشمن سے معاہدے کی پابندی کرو، تمدن و معاشرت کی رُو سے جو حقوق پیدا ہوتے ہیں وہ بھی ادا کرو۔

جس انسان نے تمام تفریقوں کو مٹایا، جس نے دشمنوں کو دوست بنایا، جس نے ایک دوسرے کے دل میں الفت و محبت پیدا کی اور دشمن کی جگہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی بنا دیا، جس نے خدا کے واحد ہونے پر شہادت دی جس نے تمام انسانوں کو ایک مرد اور عورت سے پیدا ہونے کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا، جس نے کفر و باطل کی ظلمتوں کو ہمیشہ کے لئے رخصت کیا جو یتیموں اور بیکسوں کا ملجا و ماویٰ تھا۔ جس پر آسمان پر اللہ اور فرشتوں نے درود پڑھا اور زمین پر مومنوں نے درود اور سلام بھیجا جس کے اعلیٰ اخلاق کی قرآن نے شہادت دی جس کی نبوت پر قرآن نے خاتم النبیین کی مہر لگائی، جس کی شریعت کے مکمل ہونے کا اعلان فرقان مجید نے کیا۔ جسے قرآن نے محمد رسول اللہ کہا۔ یہ اسی محمد رسول کا حق تھا کہ اس کا نام لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ شامل ہوتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خاتم النبیین کا حقیقی مفہوم ـــــ زندہ اور کامل نبی

{ دوست محمد }

ختم نبوت امت محمدیہ کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔ تمام امت شروع سے مانتی چلی آئی ہے کہ حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں اور آپ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آ سکتا۔ قرآن کی آیہ کریمہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس پر نص صریح ہے خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات احادیث میں موجود ہیں جن میں آپ نے اپنے آپ کو خاتم النبیین کہا ہے اور اس کے معنے لا نبی بعدی فرمائے ہیں۔ لیکن ان کھلی صراحتوں کے باوجود متکلمین و مفسرین کو اس مسئلہ کے متعلق بعض ایسے اشکال بھی پیش آئے ہیں جن کو حل کئے بغیر اس کی صحیح حقیقت واضح نہیں ہوتی۔

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ نبوت کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دینے کا مقصد کیا ہے ؟ اگر نبوت ایک نعمت ہے جو پہلی امتوں کے راستبازوں کو ملتی رہی تو کیا وجہ ہے کہ امت مرحومہ کو اس عظیم الشان نعمت سے محروم کر دیا گیا ؟ یہ سوال آج بہت لوگوں کی ٹھوکر کا موجب ہوا ہے اور اس کا صحیح جواب نہ ملنے یا نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے خاتم النبیین کے معنے کچھ کے کچھ بنا دیئے گئے ہیں حالانکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ختم نبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا ہی امت کے لئے موجب شرف اور باعث کامرانی ہے اور اسی سے آنحضرت صلعم کا زندہ اور کامل نبی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نبوت ایک ایسی نعمت ہے جس کی ضرورت اس وقت تک تھی جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نئی ہدایت کی ضرورت نسل انسانی کو پیش آسکتی تھی۔ پہلی امتوں میں نبی پے درپے اسی لئے آتے رہے کہ حالات زمانہ کی تبدیلی اور نسل انسانی کی آئے دن کی نئی نئی ضروریات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے نئے احکام کی ضرورت پیش آتی رہتی تھی لیکن حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا کامل صحیفہ عطا فرما دیا جو ہر قسم کی ہدایات پر مشتمل اور ہر پیش آنے والی ضرورت کو پورا کرتا ہے اور یہی پاک صحیفہ اب قیامت تک تمام نسل انسانی کی ہدایت کا موجب ہو گا۔ پہلے انبیاء کی ہدایت مختص القوم اور مختص الزمان تھی اور اسی لئے جب ایک نبی کا زمانہ ختم ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو نئے احکام دیکر بھیجدیتا۔ لیکن قرآن جیسی کامل و مکمل کتاب آجانے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت قیامت تک ختم نہیں ہو سکتا اور آپ کا فیض روحانی ابدالآباد تک جاری رہے گا۔ اسی لئے آپ کو خاتم النبیین کہا گیا۔ نہ آپ کے بعد کوئی اور نبی آئے گا۔ اور نہ آپ کا زمانۂ نبوت ختم ہو گا۔ اگر کوئی اور نبی آپ کے بعد آجائے تو نہ قرآن خاتم الکتب رہے گی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض روحانی جاری رہے گا پھر اس نبی کا دور دورہ ہو گا جو آپ کے بعد آئے۔ اسی لئے فرمایا

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ آج کے دن ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اب اتمام نعمت کے بعد یہ کہنا کہ اس کو پھر جاری کیا جائے پرلے درجے کی کم عقلی اور کج فہمی ہے

لیکن یہیں تک نہیں ختم نبوت کے مفہوم میں ایک اور بات بھی شامل ہے جس کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھول کر بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم کے بعد کوئی اور ہدایت نامہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا تاہم اسکے یہ معنے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور راستباز بندوں کے ساتھ کلام کرنا بھی بند کر دیا اور اس کے سلسلۂ تکلم پر بھی اب ہمیشہ کے لئے مہر لگ گئی۔ ایسا خیال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو ناقص ٹھہرانے کا موجب ہے۔ جس طرح یہ صحیح نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور نہ ہی قرآن کے بعد کوئی نئی شریعت یا ہدایت نامہ آسکتا ہے اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں کہ شریعت کو ختم کر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نیکوں اور راستبازوں سے کلام کرنا بھی بند کر دیا۔ یہ ختم نبوت کے مفہوم کے صریحاً خلاف ہے اگر ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ اب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض روحانی ہی قیامت تک جاری رہے گا تو ضروری ہے کہ اس فیض سے حصہ پانے والے اللہ تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل کریں جیسا کہ پہلی امتوں کے نیک لوگ اور اولیاء اللہ نبی نہ ہونے کے باوجود مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ اور حضرت مریم علیہا السلام کو بھی شرف مکالمہ الٰہیہ حاصل ہوا جس کا ذکر قرآن میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ اس امت میں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا جیسے پہلی امتوں کے غیر انبیاء کے ساتھ جاری رہا۔ فرمایا لقد کان فی امم من قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر۔ تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جن کو باوجود اس کے کہ وہ نبی نہ تھے اللہ تعالیٰ سے شرف مکالمہ حاصل ہوا اگر میری امت میں بھی کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف ایک حضرت عمرؓ ہی شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوئے بلکہ حضرت عمرؓ کا نام بطور مثال لیا ہے۔ جیسے دوسری ایک حدیث میں رجال یکلمون کے بجائے محدثون کا لفظ استعمال کیا اور بتایا ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے اور اس امت میں بھی اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ امت مرحومہ میں حضرت عمرؓ کے علاوہ سینکڑوں اور ہزاروں ایسے بندگان خدا پیدا ہوئے جن پر اللہ تعالیٰ کا الہام و کلام نازل ہوا اور وہ محدث کہلائے۔ حضرت محی الدین ابن عربی، حضرت سید عبدالقادر جیلانی، حضرت امام غزالی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی سرہندی اس کی درخشاں مثالیں ہیں جن کے کئی الہامات اب تک ان کے ملفوظات میں محفوظ ہیں اور پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لکھا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کا کلام بشر کے ساتھ کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا اس کے سامنے اور یہ بعض کمل لوگوں کے لئے ہے جو متابعت اور وراثت سے ایسا کلام حاصل کرتے ہیں اور جب یہ قسم کلام ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بکثرت ہو تو اس کا نام محدث رکھا جاتا ہے جیسے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رکھا گیا۔"

ایسا ہی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں امام قرطبی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ وقال القرطبی المسلم الصادق الصالح ھو الذی یناسب حالہ حال الانبیاء فاکرم بنوع مما اکرم بہ الانبیاء وھو الاطلاع علی الغیب۔ یعنی قرطبی کہتا ہے کہ راستباز اور صالح مسلم وہ ہوتا ہے جس کا حال انبیاء کے حال سے مناسبت رکھتا ہے۔ پس اس کا اسی نوع سے اکرام کیا جاتا ہے جس سے انبیاء کا اکرام ہوتا ہے اور وہ اطلاع علی الغیب ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نبوت اور شریعت ختم ہو جانے کے باوجود سلسلہ مکالمات الٰہیہ اس امت میں جاری ہے اور وہ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض روحانی کا نتیجہ ہے۔ جو نبوت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے قیامت تک جاری رہے گا۔ ختم نبوت کا مفہوم اگر اسی حد تک ہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور آپ کے فیض روحانی کا اجرا اور اس سے مستفیض ہونے والے کاملین امت کے ساتھ مکالمہ الٰہیہ کا جاری ہونا اگر اس میں شامل نہ ہو تو اس سے بہت بڑا نقص لازم آتا ہے جو نہ صرف ختم نبوت کے منشاء حقیقی کو باطل کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تکلم کے بند ہو جانے کی وجہ سے ہستی باری تعالیٰ پر شکوک و شبہات پیدا کرنے اور اولیائے امت کے الہامات کو باطل ٹھہرانے کا موجب ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے ختم نبوت کے اسی مفہوم پر زور دیا جس میں دونوں باتیں شامل ہیں یعنی (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، اور اس لئے (۲) آپ کا فیض روحانی قیامت تک جاری رہے گا جس سے مستفیض ہو کر آپ کے کامل متبعین باوجود غیر نبی ہونے کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے اسی قسم کی ہمکلامی کا شرف خود حضرت مرزا صاحب کو بھی حاصل تھا جس کو کم فہم لوگوں نے نبوت قرار دیدیا۔ آپ نے خود فرمایا ہے :-

وخدا را مکالمات و مخاطبات است با اولیائے خود در ین امت
و ایشان را رنگ انبیاء داده میشود و ایشان در حقیقت
انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانید

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶)

یعنی اس امت میں اللہ تعالیٰ کے اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمات و مخاطبات ہوتے ہیں اور انہیں رنگ انبیاء دیا جاتا ہے اور وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے کیونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے

خود اپنے متعلق آپ نے فرمایا :-

وما قلت للناس الا ما کتبت فی کتبی اننی محدث ویکلمنی اللہ کما یکلم المحدثین۔ میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا اور وہ یہ ہے کہ

یں محدث ہوں مجھ سے خدا اسی طرح کلام کرتا ہے جیسے محدثین سے کرتا ہے۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲)

اس سے ظاہر ہے کہ ختم نبوت کا مفہوم جو حضرت مرزا صاحب نے بیان کیا ہے اس میں نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا پایا جاتا ہے اور اس کی رو سے نہ صرف نبوت کے تمام دروازے بکلی مسدود ہو جاتے ہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی شان اور عظمت اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ تا قیامت آپ کا فیض جاری رہے گا اور آپ کے اتباع سے ہی اللہ تعالیٰ کا قرب اور مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہوتا ہے اور ہو گا۔ کیا وہ لوگ جو آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ الہام کے قائل نہیں محافظِ ختم نبوت کہلانے کے حقدار ہو سکتے ہیں ؟

ایک اور مشکل جو ختم نبوت کی راہ میں حائل ہے وہ نزولِ عیسےٰؑ کی پیش گوئی ہے امت کے بڑے بڑے لوگوں کو جن میں کئی محدثین اور مفسرین شامل ہیں اس پیش گوئی کو ختم نبوت کے ساتھ تطبیق دینے میں بڑی مشکلات پیش آئی ہیں۔ اگر فی الواقعہ حضرت عیسیٰ ابن مریم دوبارہ دنیا میں آکر عیسائیوں اور امت محمدیہ کی ... اصلاح کا کام کریں گے تو ختم نبوت کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ رسول کریم صلعم کے بعد بھی جب ایک نبی دنیا میں آگیا جو آپ کا متبع بھی نہیں اور آپ کے فیض روحانی سے بھی اس نے کوئی حصہ نہیں پایا تو ختم نبوت کا کیا باقی رہ گیا۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے کئی کئی جتن کئے گئے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ جب دوبارہ آئیں گے تو نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوں گے حالانکہ ایک نبی کا نبوت سے معزول ہونا اور دوسرے نبی کا امتی بن جانا اس کی صریح ہتک اور توہین اور قرآن کریم کی اس آیت کے صریح خلاف ہے کہ ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ نبی مطاع بننے کے لئے بھیجا جاتا ہے نہ کہ مطیع ہونے کے لئے۔ اور پھر حضرت عیسیٰؑ کا محض امتی ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ جب تک وہ آنحضرت صلعم کی کامل اتباع کر کے آپؐ کے فیض روحانی سے مستفیض نہ ہوں اور اگر یہی رستہ انہوں نے اختیار کرنا ہے تو اس امت نے کیا قصور کیا ہے کہ اس میں کوئی کامل متبع اس کام کو نہ کر سکے جو حضرت عیسےٰ نے کرنا ہے۔ انہی مشکلات کے پیش نظر امام جلال الدین سیوطی جیسے بزرگ نے یہ بھی کہہ دیا کہ جو شخص یہ مانتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ سے ان کی نبوت چھن جائے گی وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے

ان مشکلات کا حل حضرت مرزا صاحب نے جس طرح کیا ہے اس سے ختم نبوت کی شان دوبالا ہو جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ نزول عیسےٰؑ کی پیش گوئی کے وہی معنے ہیں جو ایلیا (یا الیاس) کے دوبارہ آنے کے متعلق۔ ملاکی نبی کی پیشگوئی کے معنے حضرت عیسےٰؑ نے کئے۔ ان سے جب کہا گیا کہ پیشگوئی کی رو سے مسیح کی آمد سے پہلے ایلیا کا دوبارہ آنا ضروری تھا وہ تو آیا نہیں پھر آپ مسیح کیسے بن گئے ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے پہلے یوحنا (یحیٰی علیہ السلام) آچکے ہیں جو ایلیا کی خو بو میں آئے ہیں اور اس طرح ایلیا کی دوبارہ آنے کی پیشگوئی ان کے وجود سے پوری ہو چکی ہے اسی طرح حضرت عیسےٰؑ کے دوبارہ آنے کے بھی یہی معنے ہیں کہ امت محمدیہ کا کوئی شخص حضرت عیسیٰؑ کی خو بو میں اور آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آئے اور وہ مجددیت کے منصب پر فائز ہو کر عیسائیت اور کل دنیا کی اصلاح کا کام کرے۔ آپ نے اس بات پر زور دیا اور بار بار اس بات کو دہرایا کہ خاتم النبیین کے معنے آنحضرت صلعم نے لا نبی بعدی کئے ہیں اس لئے آپ کے بعد جس طرح کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اسی طرح پرانا نبی بھی کوئی نہیں آسکتا۔ ملاحظہ ہوں الفاظ ذیل :-

آور آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت میں کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا

(نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

یہ ہے ختم نبوت کا حقیقی مفہوم۔ کیا وہ لوگ جو آج محافظ ختم نبوت بنے پھرتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب پر طعن کرتے ہیں کہ انہوں نے ختم نبوت کو باطل کیا۔ ان الفاظ پر غور کریں گے اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں گے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد کے قائل ہو کر کیا وہ یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ ختم نبوت کو وہ اس کے صحیح اور اصلی معنوں میں مانتے ہیں ؟

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ اور کامل نبی ہونا اسی بات کو چاہتا ہے کہ

(۱) آپ کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین تسلیم کیا جائے اور آپ کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کا عقیدہ باطل قرار دیا جائے۔

(۲) اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ آپ کا فیض روحانی قیامت تک جاری رہے گا اور اس سے مستفیض ہونے والے کامل متبعین مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ یہی ختم نبوت کا حقیقی مفہوم ہے جو آنحضرت صلعم کو زندہ اور کامل نبی ثابت کرتا ہے۔

محمد باغِ عالم را بہارے

مولٰنا محمد عبد اللہ خان مرحوم

محمد باغِ عالم را بہارے ⁂ بہار اندر بہار اندر بہارے

گرامی گوہرِ اولادِ آدمؑ ⁂ کمالِ آدمیت را مدارے

نجابت خانہ زادِ گوہرِ او ⁂ شرافت را بذاتش افتخارے

ز فیضش جملگی سیراب گشتہ ⁂ منور شد ز نورش ہر دیارے

چہ خوش شد دین و آئین از ترتیب ⁂ کز و شد دین و دنیا استوارے

علمبردارِ توحیدِ خداوند ⁂ برآوردہ ز غیر اللہ دمارے

ز چین و ہند تا اقصائے مغرب ⁂ غلامانش قطار اندر قطارے

بخطِ انقیادش سر نہادہ ⁂ ہمہ از جان و دل بر وے نثارے

سلام اللہ علیہ کلّ آنٍ

بر آلش ہم بر اصحابش کبارے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

انسانِ کامل

(از شیخ غلام قادر صاحب)

مَدحتُ امامَ الانبیاءِ وَ اِنَّہٗ
لَارفعُ مِن مَدحی وَ اعلیٰ و اکبَر
(مسیح موعود)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور بے لوث سیرت پر قلم اٹھانا اور حضورؐ کے محامد بیان کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نکتہ پر اپنے ایک شعر میں جو زیبِ عنوان ہے مکمل روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں :-

"میں نے تمام انبیاء کے امام کی تعریف کی لیکن وہ میری تعریف سے ارفع و اعلیٰ و اکبر ہے"

حضور علیہ التحیات والسلام کی زندگی از مہد تا لحد صفاتِ الٰہی کی مکمل و اکمل عملی تصویر ہے۔ اور اسکی قدر تو نبی منظر اتم ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُمِّ موسیٰؑ کی طرح صاحبِ الہام تھیں۔

جب حضور پر نورؐ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ہاتفِ غیب سے آپؓ کو آواز آئی "قل اُعیذہٗ بالصمد الواحد من شرِّ کُلِّ حاسدٍ" یعنی کہو میں ہر ایک حاسد کے شر سے اس بچہ کے لئے اللہ تعالیٰ واحد و صمد کی پناہ مانگتی ہوں۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ میں ہمیشہ اس وحی الٰہی کے مطابق دعا مانگتی رہی

ابو جعفر محمد بن علیؓ سے روایت ہے کہ آمنہؓ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابھی حاملہ ہی تھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے حکم ملا بچے کا نام احمدؐ رکھنا۔ ابنِ عباسؓ بروایت زہری کہتے ہیں کہ آمنہؓ بنت وہب نے کہا۔

"میں اس بچے یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باردار ہوئی اور وضعِ حمل تک میں نے کوئی مشقت محسوس نہ کی۔ مجھ سے جدا ہونے پر ایک ایسا نور ان کے ساتھ ہی نکلا کہ مشرق و مغرب تک اس کی روشنی پھیل گئی"

ابن القبطیہ سے روایت ہے کہ حضورؐ کی والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ وضعِ حمل کے وقت میں نے دیکھا گویا ایک شہاب مجھ سے نکلا ہے کہ زمین اس سے روشن ہو گئی ہے۔

ابو العجفا کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے پیدا ہوتے وقت میری والدہؓ نے دیکھا کہ ان سے ایسا نور تاباں ہے کہ کسریٰ کے قصر و ایوان اس سے روشن ہو گئے ہیں (طبقات ابن سعد جزو اوّل)

حضرت آمنہؓ کو اپنے اس عظیم الشان بچہ کی علوِ مرتبت اور محفوظیت پر کامل و مکمل اور اکمل ایمان تھا چنانچہ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں بچہ کو لے کر واپس آمنہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو انہوں نے فرمایا۔

"اے حلیمہؓ تم کیسے آئیں، حالانکہ تم اس بچہ کے اپنے پاس رکھنے پر حرص کرتی تھی۔ میں نے کہا ہاں یہ تو سچ ہے، مگر اب اپنا حق ادا کر چکی اور زمانہ کے حوادث سے اندیشناک ہو کر آپ کے فرزند کو یہاں لائی ہوں۔ لہٰذا بصحت و سلامتی آپ کی امانت آپ کو پہنچا دی ہے جیسا کہ آپ چاہتی تھیں۔ انہوں نے (یعنی حضرت آمنہؓ نے) فرمایا سچ سچ کہو کیا معاملہ ہے کہ تم اس بچے کو واپس لے آئیں اور میں استفسار پر اس قدر بضد ہوئیں کہ آخر مجھے سارا واقعہ بیان کرنا پڑا جب میں بیان کر چکی تو فرمایا کہ کیا تم کو اس بچہ پر شیطان کا خوف ہوا۔ میں نے عرض کیا ہاں (یہ حضورؐ کے دو فرشتوں کے سینہ چاک کرنے کے متعلق واقعہ ہے) آمنہؓ نے فرمایا۔ یہ خوف تمہارا لاحاصل ہے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اس بچہ پر شیطان کا کچھ اختیار نہیں۔ یہ میرا فرزند بلند و بالا شان والا ہے۔ پھر آپ نے وہ تمام واقعات جو دورانِ حمل میں پیش آئے حلیمہؓ کو سنائے (سیرت ابنِ ہشام اردو ص۵۱)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے الہامات اور ان کا یہ پُر زور ایمان بیان حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کے متعلق زبردست پیش گوئیوں پر مشتمل ہیں۔

حلف الفضول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی واقعات میں سے حلفِ فضول کا واقعہ جس کی حضورؐ نے پُر زور تائید فرمائی اور اپنے معجزانہ اثر سے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا آئندہ واقعات کی ایک سنہری کڑی ہے۔ حلف فضول کا مطلب یہ تھا کہ تمام اہلِ مکہ نے اس بات پر عہد کیا کہ شہر مکہ میں ہم جس مظلوم کو دیکھیں گے خواہ وہ مکہ کا باشندہ ہو یا مسافر ہو اس کے ساتھ ہو کر ظالم سے اس کا معاوضہ لیں گے۔ حضورؐ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حلفِ فضول مجھ کو سرخ اونٹوں سے زیادہ پیارا تھا اور اگر اسلام میں بھی کوئی (ایسے عہد کی طرف) بلائے تو میں قبول کرنے کو موجود ہوں۔

(سیرت ابنِ ہشام ص۲۱)

؎ آنکہ در بِر و کرم بحرِ عظیم
آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے
آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار
آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
(مسیح موعود)

(مخلوقِ خدا کی رستگاری اس کے وجود باجود سے وابستہ ہے) جو کہ نیکی اور بخشش میں ایک بہت بڑا سمندر ہے۔ ہاں وہ جو جود و سخا کا ابرِ بہار ہے اور لطفِ کامل میں یکتا موتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں پہلا خطبہ

حضورؐ انصار میں کھڑے ہوئے، اول خدا وند جل و علا کی حمد و نعت جو اس کی شایانِ شان ہے بیان فرمائی بعد ازاں فرمایا

امّا بعد! اے لوگو! اپنی آئندہ زندگانی کا کچھ فکر کرو اور اسکے انتظام میں مشغول ہو۔ تم کو معلوم ہے کہ تم نے مرنے کے بعد زندہ ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے وہ اسوقت وہ بغیر کسی ترجمان کے ہم کلام ہوگا اور فرمائے گا۔ اے شخص کیا تیرے پاس میرا رسول نہیں آیا جس نے تجھے میرے احکام پہنچائے اور کیا میں نے تجھے مال دے کر اپنا فضل تجھ پر نہیں کیا۔ پس وہ توشہ کہاں ہے جو تو نے اپنے آگے بھیجا۔ یہ شخص اسوقت دائیں بائیں اور پیچھے نظر کرے گا مگر کچھ نہ پائے گا۔ آگے دیکھے گا تو جہنم ہوگا۔ پس اے لوگو جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو اور جس کو وہ بھی میسر نہ ہو وہ خوش کلامی اختیار کرے اور اچھے جواب کے ساتھ سائل کو رد کرے۔ کیونکہ اسکا ثواب بھی دس نیکیوں سے لے کر سات سو اور اس کے دُگنے تک ہوتا ہے۔ تم پر اور اس کے رسول پر سلام اور خدا تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو۔

دوسرا خطبہ

فرمایا حمد و نعت خدائے برحق کے واسطے ہے اس کی میں تعریف کرتا ہوں اور اسی سے میں اعانت اور امداد کا خواستگار ہوں۔ پناہ مانگتے ہیں ہم خدا تعالیٰ سے اپنے نفس کے شرور اور اپنے اعمال کی برائیوں سے۔ جس کو خدا تعالیٰ ہدایت کرے اس کا کوئی گمراہ کنندہ نہیں اور نہ جس پر گمراہی کا فتویٰ (اسکی بدکرداریوں کی وجہ سے) لگائے۔ اس کا کوئی ہادی ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک خدا تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بیشک سب باتوں سے اچھی بات اور سب سے بہتر کلام خدائے تبارک و تعالیٰ کی کتاب ہے۔ وہ شخص بڑی فلاحیت والا ہے جس کے قلب کو خدا تعالیٰ نے اس کتاب سے زینت بخشی اور کفر کے بعد اس نے اس شخص کو اسلام میں داخل کیا اور اس شخص نے لوگوں کی سب باتیں چھوڑ کر اس کتاب کو اپنا مشغلہ بنایا۔ بے شک یہ سب سے اچھا کلام اور سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے (اے لوگو) ان باتوں کو پسند کرو جن کو خدا تعالیٰ نے پسند کیا ہے اور پورے قلب و روح کے ساتھ خدا تعالیٰ سے محبت کرو۔ کلامِ الٰہی اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہونا اور لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے قلوب سخت نہ ہونے پائیں۔ اس کلام کو خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر برگزیدگی اور شرف بخشا ہے اور اسکی تلاوت کو بہتر عمل گردانا ہے حلال اور حرام کے تمام احکام اسمیں موجود ہیں۔ پس تم خدا تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے اس سے ڈرو اور خدا تعالیٰ سے جو عہد کیا ہے اسے سچا کر کے دکھاؤ اور آپس میں اس روحِ ایمانی کے ساتھ جو تمہارے اندر داخل ہوئی ہے۔ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس بات سے غضبناک ہوتا ہے کہ اس کا عہد شکستہ کیا جاوے۔ والسلام علیکم

(سیرت ابن ہشام ص۱۷۱)

؎ آں کہ در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے
تافت آں روئے کزاں بدر تافت
یافت آں درماں کہ بگزید آں درے
(مسیح موعود)

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد (حافظؒ)

مدینہ کے یہود اور ان سے معاہدہ

حضورؐ نے مدینہ میں تشریف آوری کے بعد پہلا کام جو سرانجام دیا وہ مسلمانوں اور یہود کے درمیان معاہدہ تھا۔ آپ نے انصار اور یہود کو بلا کر حسب ذیل شرائط پر ایک معاہدہ لکھوایا جس کو دونوں فریق نے منظور کیا۔

اس معاہدہ کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۔ خونبہا اور فدیہ کا طریق جو پہلے سے چلا آتا تھا اب بھی قائم رہے گا۔

۲۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔

۳۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۴۔ یہود اور مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

۵۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

۶۔ مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق شریک یکدگر ہونگے

۷۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا۔ لیکن مذہب کی بنا پر اگر کوئی حملہ کرے گا تو اس سے حفاظتی لڑائی اس سے مستثنےٰ ہوگی (سیرت ابن ہشام بحوالہ سیرۃ النبی جلد ۱)

جنگ بدر اور اس کی خصوصیات

جنگِ بدر نارِ براہیمی سے کم نہ تھی جس میں بے سروسامان ۳۱۳ اصحاب اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جھونک دیئے گئے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس آگ کو بھی وہی حکم ہوا جو نارِ ابراہیم کو ہوا تھا۔ قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراھیم۔ ان تین سو تیرہ افراد کی یہ حالت تھی کہ ان میں سے باسلح آدمی بہت تھوڑے تھے۔ ایک حصہ ایسا تھا کہ جس کے پاس سامان بھی پورا نہیں تھا۔ ان کے مقابل پر دشمن کی ایک ہزار کیل کانٹے سے لیس فوج انہیں ملیامیٹ کرنے کے لئے میدان میں اتر آئی تھی۔

یہ جنگ کیسے پیش آئی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ابوسفیان نے جو قافلہ تجارت کے ساتھ شام سے لوٹ رہا تھا مکہ کی طرف ایک افواہ کی بنا پر آدمی دوڑا دیا تاکہ قریش کو اس بات کی خبر ہو جائے کہ مسلمان قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ قریش نے یہ سنتے ہی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں مدینہ میں یہ مشہور ہوا کہ قریش ایک جمعیت عظیم لے کر مدینہ آ رہے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدافعت کا قصد فرمایا لہٰذا بدر کا معرکہ پیش آیا۔

حضورؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر ان سے مشورہ طلب فرمایا مہاجرین نے نہایت جوش کے ساتھ آمادگی ظاہر کی لیکن حضورؐ انصار کی مرضی دریافت کرنا چاہتے تھے یہ دیکھ کر سعدؓ اٹھے اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے؟ ہم وہ لوگ نہیں جنہوں نے موسیٰ کو کہا تھا کہ تم اور تمہارا خدا دونوں جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ خدا کی قسم اگر آپ حکم دیں تو ہم آگ اور سمندر میں کود پڑیں (سیرۃ النبی جلد اوّل)

ایک روایت اس طرح ہے کہ حضرت مقدادؓ نے کہا کہ اے خدا کے رسولؐ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑینگے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے (بخاری بحوالہ سیرۃ النبی)

اس جنگ میں ایک مرکزی نکتہ

جب بے سروسامان صحابہ کی قلیل جماعت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مچان پر بٹھا کر میدانِ جنگ میں چلی گئی تو حضورؐ سجدہ میں گر گئے اور ان الفاظ میں اپنے مولیٰ کریم کو مخاطب فرمایا

اللھم یارب ان اھلکت ھذہ الطائفۃ الصغیرۃ فلن تعبد فی الارض ابداً

یعنی اے پروردگار اگر تو آج اس قلیل مسلمانوں کی جماعت کو ہلاک کر دے گا تو پھر تیری پرستش دنیا میں کبھی نہ ہوگی۔
(سیرت ابن ہشام)

یہ واقعہ اپنے اندر ایک مسلمان کے لئے بالعموم اور احمدی مسلمانوں کے لئے بالخصوص ایک بہت بڑا سبق رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اے میرے رب اگر یہ جماعت مر گئی تو دنیا میں تیرے نام کا ذکر کرنے والا اور اسے بلند کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ یعنی اگر اللہ تعالےٰ زندہ رکھنے والا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے صحابہ کو تو اس میں کوئی شک نہیں ......

. . . .

... کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ زندہ رکھنے والے تھے، اس کے نام کو۔

یہ قطعی اور یقینی بات ہے کہ جس جماعت کی زندگی سے خدا تعالےٰ کی یاد زندہ رہے۔ اس کا مٹنا ناممکن ہے۔ یہ بھلا کس طرح ہو سکتا ہے کہ جس جماعت کے وجود سے خدا زندہ ہو خدا تعالےٰ کے فرشتے۔ اس کا قانونِ قدرت اسکا نظامِ ارضی و سماوی جو اللہ تعالےٰ کے دست بستہ غلام ہیں وہ کبھی اسکو مرنے دینگے جس سے ان کے آقا کا نام زندہ ہے

پس ہمیں اپنے آپ کو اپنے افعال اور اقوال سے اللہ تعالےٰ کے نام کو زندہ رکھنے کے قابل بنانا چاہیئے، اگر ہماری ہستی بقاءِ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ناگزیر بن جائے تو دنیا کی مجموعی طاقت ہمیں مٹا نہیں سکتی ؎

برکنی ایں خانۂ تن بے دریغ
تا بر دل آید مہت از زیرِ میغ
کہ ہزاراں خانہ از یک نقد گنج
مے تواں کردن عمارت نے زرنج
عاقبت ایں خانہ خود ویراں شود
گنج از زیرش زمیں عریاں شود (رومیؒ)

یعنی اپنے جسمِ خاکی کے گھر کو گرانا شروع کر تاکہ چاند بادل کے نیچے سے نمودار ہو جائے
اگر خزانہ (تصفیہ و تزکیہ قلب) ہاتھ آ جائے
تو بغیر کسی تکلیف کے ہزاروں گھر نئے بن سکتے ہیں (یعنی اگر اپنا تزکیہ قلب ہو جائے تو تُو ہزاروں قلوب کا مزکی بن سکتا ہے)

ایک دن یہ گھر (تیرا جسم) خود بخود تباہ ہو جائے گا اور جو اس کے نیچے خزانہ ہے (یعنی وہ تعلیم الٰہی جو تجھے دی گئی تھی) ننگا ہو جائے گا (اور دوسروں کے ہاتھ آ جائے گا)

(یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم ۴۷:۳۸)

مناقب رسولؐ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب یوں تو تیرہ صدیوں سے ہر اہلِ نظر، ہر اہلِ قلم اور ہر اہلِ دل نے اپنے اپنے رنگ میں بیان کئے اور بیان کرنے کا خوب حق ادا کیا ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

آج اس صدی کے امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے چند کلمات مدحیہ جو آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمائے ہدیۂ قارئین کرام ہیں ؎

محمدؐ است امام و چراغِ ہر دو جہاں
محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخدا
خدا نماست وجودش برائے عالمیاں
(مسیح موعود)

قرآن مجید نبی کریمؐ کی رسالت کے ثبوت میں ایک بیّن معجزہ ہے

"اور حقیقی اور کامل معجزہ اپنے نبی کریمؐ کی رسالت ثابت کرنے کے لئے یہی بڑا بھاری معجزہ اہلِ اسلام کے ہاتھ میں ہمیشہ کے لئے قیامت تک ہے، جو اب بھی ایسا ہی تازہ بتازہ موجود ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھا اور اب بھی مخالفوں کو ایسا ہی لاجواب اور رسوا کر رہا ہے۔ جیسے وہ پہلے کرتا تھا۔

اب اس تمام تقریر کا مدعا و خلاصہ یہ ہے، کہ عند العقل قربِ الٰہی کے مراتب تین قسم پر منقسم ہیں۔ اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت ہے۔ اور آئینہ خدا نما ہے حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسلّم ہے جس کی شعائیں ہزارہا دلوں کو منوّر کر رہی ہیں اور بے شمار سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کر کے نورِ قدیم تک پہنچا رہی ہیں۔ وللہ در القائل ؎

محمدؐ عربی بادشاہِ ہر دو سرا
کرے ہے روحِ قدس جسکے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اسکی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے جس نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لئے اختیار کر لیا۔ اللھم صلّ علےٰ سیدنا و مولٰنا محمدٍ و اٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعین الحمد للّٰہ الذی ھدیٰ قلبنا لحبّ رسولہٖ و جمیع عبادہٖ المقربین ؎

تا بر دلم نظر شد از مہر و ماہ ما را
گردست سیم نالص قلب سیاہ ما را

لطفِ عمیم دلبر ہر دم مرا بخواند
ہر چند مے زنند ایں اغیار راہ مارا
در کوئے دلستانم چوں خاکِ کوئے شب روز
دیگر نشاں چہ باشد اقبال وجاہ مارا
(سرمۂ چشم آریہ حاشیہ ۳ ۱۸- ۲۵۱)

یعنی (۱) جونہی میرے دل پر میرے ماہتاب و آفتابِ عالم تاب کی نظر پڑی میرے قلبِ سیاہ کو سیمِ خالص (خالص چاندی) بنا گئی۔

(۲) میرے دلبر کا لطفِ عام مجھے ہر آن اپنی طرف بلاتا ہے اگرچہ اغیار ہر چند میرا راستہ روکنے کی کوشش کرتے ہیں

(۳) میں تو اپنے محبوب کے کوچہ میں شب و روز خاک راہ بنا رہتا ہوں۔

بھلا میرے اقبال وجاہ کا اس سے بڑھ کر اور کیا نشان مجھ سے مانگتے ہو۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

(از قلم مولٰنا عبد الماجد دریا بادی)

آج خالق کے نام کے ساتھ جس مخلوق کا نام زبانوں پر آتا ہے، اللہ کے ذکر کے ساتھ جس بندہ کا ذکر کانوں تک پہنچتا ہے، وہ کسی قیصر و کسریٰ کا نہیں کسی زار و فغفور کا نہیں، دنیا کے کسی شاعر و ادیب کا نہیں کسی حکیم و فلسفی کا نہیں، کسی جنرل اور سردار کا نہیں کسی گیانی اور کسی راہب کا نہیں کسی رشی کا نہیں، یہاں تک کہ کسی دوسرے پیمبر کا نہیں، بلکہ عبد اللہؓ کے لختِ جگر آمنہؓ کے نورِ نظر خاکِ بطحا کے اسی بیکس و بے بس یتیم کا، جسے قریش کے زور آور جہل و نخوت کے نشہ میں اپنے ہی جیسا محض ایک مشتِ خاک سمجھ رہے تھے۔ کشمیر کے سبزہ زار میں، دکن کی پہاڑیوں میں، افغانستان کی بلندیوں میں، ہمالیہ کی چوٹیوں میں، گنگا کی وادیوں میں، چین میں، جاپان میں، جاوا میں، برما میں، روس میں، بخارا میں مصر میں، ایران میں، عراق میں، شام میں، فلسطین میں ترکی میں، نجد میں، یمن میں، مراکش میں طرابلس میں ہندوستان کے گاؤں گاؤں میں، اور ان سب مہذب نیم مہذب ملکوں کو چھوڑ خاص نافِ تمدن و مرکزِ تہذیب لندن، پیرس اور برلن کی آبادیوں میں، ہر سال نہیں ہر ماہ نہیں، ہر ہفتہ نہیں، ہر روز بھی پانچ پانچ مرتبہ بلند میناروں سے جس نام کی پکار خالق کے نام کے ساتھ، فضا میں گونجتی ہے، وہ اُسی ایک سچے اور اچھے کا نام ہے، جسے بصیرت سے محروم دنیا نے ایک ایک زمانہ میں محض ایک بیکس و یتیم کی حیثیت سے جانا تھا! (مرکز کی سیمائی)

آنحضرت صلعم ایک فاتح کی حیثیت میں

(از مولٰنا احمد یار صاحب ایم-اے)

عسر لیسر میں آنحضرت صلعم کا اسوۂ حسنہ

جن لوگوں نے آنحضرت صلعم کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کیا ہے۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کی حیاتِ طیبہ انقلابات کا ایک سلسلہ تھی۔ جن کی وجہ سے خدا کے اس عظیم الشان اور برگزیدہ نبیؐ کی زندگی کے مختلف پہلو خوب اجاگر ہوئے جس طرح حضورؐ کی طبیعت میں تکلیف و مصیبت اور افلاس و احتیاج کے وقت اپنے آپ پر قابو پانے کی اعلٰے درجہ کی قوت موجود تھی۔ اسی طرح فتح و نصرت اور فرحت و دولت کی حالت میں بھی آپ کی طبیعت اور جذبات میں کسی قسم کا تغیر نہیں آتا تھا۔ نہ حضور صلعم فقر و فاقہ کی گھڑیوں میں کبھی اپنے مرتبہ سے گرے اور نہ فراوانیٔ مال اور کشائش رزق کو دیکھ کر آپ میں کبھی تکبر اور خود پسندی پیدا ہوئی۔ آپ ہمیشہ عسر و یسر کی حالت میں جادۂ اعتدال پر قائم رہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کی نظیر اور کسی بشر میں نہیں ملتی۔ اس لئے اللہ تعالٰے نے آپؐ کی ذات بابرکات کو ہی لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ فرما کر جملہ مسلمانوں کیلئے نمونہ قرار دیا ہے۔ حضور صلعم کی زندگی میں ہر مسلمان کے لئے نمونہ موجود ہے۔ ادنیٰ مزدور سے لے کر رئیس مملکت تک سپاہی سے لے کر جرنیل تک سب کے لئے آپ کی ذات ستودہ صفات میں اسوہ موجود ہے۔ اگر حضور صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو جنگِ احد میں شکست نہ ہوتی تو آپ شکست کھانے والی افواج کے لئے کیسے نمونہ بنتے۔ اسی طرح جنگوں میں فتوحات کی وجہ سے آپ کو جو واقعات پیش آئے ان کی وجہ سے آپ نے فاتحین کے لئے نمونہ پیش کیا۔

عظیم ترین فتح بھی آپ کی طبیعت میں تغیر پیدا نہ کر سکی

اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں پر جب نکبت و ادبار کی گھڑیاں آئیں اور وہ گردش زمانہ کی لپیٹ میں آ گئے تو صبر و شکر کا پیمانہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اسی طرح بعض دوسرے لوگ جب اللہ تعالٰے نے انہیں کامیابی اور کامرانی سے نوازا تو وہ خود غرض، خود پسند اور متکبر بن گئے۔ مگر آنحضرت صلعم نے ہر ایک مسلمان کے لئے یہ نمونہ قائم کیا ہے، کہ نہ تو اسے مصیبت کے وقت صبر و شکر کو چھوڑنا چاہئے اور نہ کامیابی کی حالت میں اسے کبر و نخوت دکھانا چاہئے۔ حضور صلعم کو فتح مکہ کی صورت میں جو کامیابی بارگاہ ایزدی سے ملی اس کی نظیر کسی فاتح کی زندگی میں نہیں ملتی۔ مگر ایسے حالات میں آپؐ سے یادِ خدا، عاجزی اور فروتنی کے جو واقعات رونما ہوئے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

اسلامی فوج اور اہلِ مکہ کی مڈبھیڑ

طویل جد و جہد کے بعد جب اسلامی فوج نے حضور صلعم کی قیادت میں مکہ کو فتح کیا تو اس وقت آپ کو نہایت کٹھن اور مشکل ترین حالات کا تدارک کرنا پڑا۔ اندازہ فرمائیے کہ اس موقعہ پر جب حضرت خالدؓ کے زیر کمان دستۂ فوج کا مقابلہ بعض اہلِ مکہ نے تیروں سے کیا تو ظفرمند فوج کو وہ تمام تکالیف اور مظالم یاد آ گئے جو زمانہ قبل ہجرت میں انہوں نے آنحضرت صلعم اور آپ کے ماننے والوں پر روا رکھے تھے اور فوراً ان کے دلوں میں انتقام لینے کا جوش پیدا ہو گیا۔ چنانچہ حضرت خالدؓ جو اس دستہ کے افسر تھے فوراً شہر میں کشت و خون کے ارادہ سے گھس گئے۔ لیکن آنحضرت صلعم کو جب ان حالات کا علم ہوا تو حضورؐ نے روک دیا اور اپنے بر وقت فرمان سے شہر کو قتلِ عام سے بچا لیا۔ مسلمانوں کے لئے مکہ کے سرکش لوگوں پر فتح حاصل کرنا تو آسان تھا لیکن غیظ و غضب کی اس آگ کو فرو کرنا نہایت مشکل تھا جو ان تکالیف اور مظالم کی یاد میں بھڑک اٹھتی تھی جو انہیں ظالموں کے ہاتھوں سے آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو برداشت کرنے پڑے تھے۔ لیکن نبیٔ آخر الزماں رحمۃ للعالمین نے اپنے پیرؤں میں بھی اعتدال اور کی ایک بے نظیر روح پھونک رکھی تھی۔

ہمارا کام قلوب کو مسخر کرنا ہے

آپؐ کے فرمان نے انتقام کے اس تیز و تند طوفان کو ایک لمحہ بھر میں ساکت کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اہلِ مکہ کے قلوب کو مسخر کیا جائے۔ انہیں سختی سے مغلوب کرنا اور جبراً ان سے اپنا مذہب منوانا ہمارے منشا کے خلاف ہے لہٰذا تمام جرنیلوں کے نام نہایت تاکیدی احکام جاری ہوئے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں اور کسی صورت میں بھی آتشِ انتقام کو مشتعل نہ ہونے دیں۔ چنانچہ عین طلوع کے وقت آنحضرت صلعم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے جس کا نام القسوٰہ تھا اور اپنے اس مولد و مسکن میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے جس سے شدید ترین مظالم اور تکالیف برداشت کرنے کے بعد نکلے گئے تھے جس کا نقشہ سر ولیم میور مشہور مورخ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

The abused rejected, exiled, prophet now had the rebellious city at his feet.

مکہ میں حضورؐ کا داخلہ اور وعدۂ الٰہی

حضرت ابوبکرؓ جو ہجرت کے وقت بھی آپ کے یارِ غار اور بعد میں آپؐ کے خلیفہ ہوئے۔ آپؐ کے داہنے ہاتھ کی طرف تھے۔ اور حضرت حسامؓ پیچھے آ رہے تھے۔ یہ فتح تو واقعی بہت بڑی تھی۔ لیکن کسی فاتح اور ظفرمند بادشاہ کی وہ شان و شوکت جو اس موقعہ پر ہوا کرتی ہے آنحضرت صلعم کی اس خوشی و انبساط کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو آپ کے قلب مبارک میں ان تمام الہامات

کے پورا ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی جن میں آپ کے پھر مکہ میں خیر و عافیت کے ساتھ داخل ہونے کے متعلق پیشگوئیاں تھیں جن کا اعلان کئی سال پیشتر کیا جا چکا تھا۔ اس خداوندی وعدہ کے پورا ہونے (ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد) جو کہ آپ کے ساتھ اس وقت کیا گیا جب آپ نہایت بے کسی اور بے بسی کی حالت میں تھے۔ آپ کے ماننے والوں کا ایمان و اعتقاد اور زیادہ مضبوط ہو گیا اور وہ لوگ جن کے دلوں میں اس وقت تک بتوں کی محبت جاگزیں تھی اپنے رویے اور اعتقاد کے بدلنے پر مجبور ہو گئے۔ کس قدر عظیم الشان رسول ہے کہ ایسے خوشی کے موقعہ پر خدا کی یاد سے لمحہ بھر غافل نہیں ہوا اور نہ ہی اپنے فریضۂ تبلیغ کے موقعہ کو ہاتھ سے جانے دیا۔

عظیم ترین فتح میں بھی فروتنی اور حمدِ الٰہی کو نہ چھوڑا

اس موقعہ پر آنحضرت صلعم نے ایک زبردست شاہنشاہ کی طرح بڑا فاخرہ لباس پہننے کی بجائے ایک زائر کے لباس کو جس سے عاجزی اور فروتنی ٹپکتی تھی زیبِ تن کرنا اچھا سمجھا۔ اور ان آیات کو پڑھنا اور دہرانا شروع کیا جن میں خدائے قادر و قیوم کی طرف سے فتح مکہ کی پیشگوئی تھی جس سے آپ کا مقصد خدائے واحد کی حمد و ستائش کرنا اور دنیا پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ یہ سب کچھ اسی کے فضل و کرم سے ہو رہا ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا زمین و آسمان کا مالک خدا ہی ہے جو علیم و خبیر ہے اسی نے اب اپنے رسول پر اپنے وعدہ کی سچائی کو ظاہر کر دکھایا ہے۔ جو اس نے اپنے بندہ سے مکہ میں صحیح و سلامت داخل ہونے کے متعلق کیا تھا۔

حضورؐ کا کعبہ شریف کا طواف کرنا اور اس میں نماز پڑھنا

آنحضرت صلعم اونٹنی سے اترنے سے پہلے سیدھے کعبہ شریف کی طرف تشریف لے گئے۔ مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں سجداتِ شکر بجا لائے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں حضور صلعم ابتدا میں اللہ کی عبادت فرمایا کرتے تھے اور یہ وہ معبد تھا جس کا سنگِ بنیاد دوبارہ تعمیر کے وقت آپ کے ہاتھ سے رکھا گیا تھا۔ آپؐ نے بیت اللہ کا سات دفعہ طواف فرمایا اور ہر دفعہ اپنے عصا سے حجرِ اسود کو چھوا۔ اس موقعہ پر ایک خلافِ توقع نظارہ دیکھنے میں آیا وہ یہ کہ جب آنحضرت صلعم نے چاہا کہ کعبہ شریف کے اندر تشریف لے جائیں اور وہاں بھی اس گھر کے مالک کی یاد میں چند گھڑیاں گزاریں۔

حضرت عثمان بن طلحہ نے کلیدِ کعبہ دینے سے انکار کر دیا

حضرت عثمان بن طلحہ نے جو قدیم الایام سے کعبہ کے متولی چلے آتے تھے دروازہ کو مقفل کر دیا اور آپ کو اندر جانے سے روکا۔ بھلا غور تو کیا جائے کہ ایک فاتح حاکم اور اس کا مقابلہ اسی شہر کا ایک باشندہ کرے جو ابھی ابھی فتح ہو چکا ہے۔ اس قسم کے بے باک اور گستاخ شخص کے لیے کس درجہ کی سزا تجویز کی جانی چاہیئے۔ اس شہنشاہ شہزادہ کی خود ضبطی کا اندازہ صرف اسی ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جبکہ آپ نے اس متولی کے گستاخانہ طریقِ عمل کی کچھ پرواہ نہ کی۔

حضرت علیؓ اور حضرت عثمان بن طلحہ کی کشمکش اور حضورؐ کا فیصلہ

حضرت علیؓ سے متولی کی یہ شوخی برداشت نہ ہو سکی اور انہوں نے رسول صلعم سے آنکھ بچا کر متولی مذکور کے گلے کو جا دبوچا اس وقت ان دونوں کی باہم بہت کشمکش ہوئی اور بہت جوش سے بھرے ہوئے الفاظ ان دونوں کے منہ سے نکلے لیکن حضرت علیؓ نے جن کی بہادری اور شہزوری ضرب المثل تھی حضرت عثمان بن طلحہ کو پچھاڑ دیا اور اپنے زورِ بازو سے چابی چھین لی۔ جب حضور صلعم کی خدمت میں وہ چابی پیش کی گئی اور آپ دروازہ کی طرف آگے بڑھے تو حضرت عثمانؓ نے چلا کر کلیدِ کعبہ کی وراثت کا دعویٰ دہرایا۔ آپؐ نے کعبہ کے دروازہ سے لگے ہوئے دو کڑوں کو پکڑ کر تشکر بھری نگاہوں سے لوگوں کو دیکھا اور بلند آواز سے حضرت عثمان بن طلحہ کو پکارا اور فرمایا۔

"یہ چابی واپس لو۔ یہ ہمیشہ تمہارے اور تمہاری اولاد کی تحویل میں رہے گی۔ سوائے ظالم کے اور کوئی تم سے نہیں چھینے گا"

یہ یاد رہے کہ چابی کا حضرت عثمان سے چھینا جانا گویا انہیں ایک بہت بڑی جائیداد، کثیر فوائد اور ایک شاندار اعزاز سے محروم کرنا تھا لیکن انہیں عین مایوسی کی حالت میں آنحضرت صلعم کی طرف سے یہ نویدِ مسرت سنائی گئی کہ چابی انہیں کو واپس دی گئی ہے۔

حضرت عثمان بن طلحہ خوش ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا

اس واقعہ سے حضرت عثمان بہت خوش ہوئے اور ان پر رحیم و کریم نبی صلعم کے دل کی کیفیت کھلی۔ حضرت عثمانؓ کو خوب معلوم تھا کہ آنحضرت صلعم کے اختیار میں ہے کہ ان کا سر تن سے جدا کروا دیں اور چابی جو کہ مالی مفاد اور خاندانی اعزاز کا ذریعہ ہے اپنے کسی عزیز یا اولاد کے لئے مخصوص کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے بڑی شکر گزاری سے کلیدِ کعبہ واپس لی اور نہ صرف دروازہ ہی کھولا بلکہ بعد میں اسلام بھی قبول کر لیا۔ اس قسم کے واقعات کو دیکھ کر سر ولیم ایسے متعصب کی قلم سے بھی یہ بے ساختہ تعریفی کلمات نکل گئے ہیں

The magnanimity with which Muhammad treated a people who had so long hated and rejected him is worthy of all admisation

یہ چابی اس وقت تک حضرت عثمان بن طلحہ کے خاندان میں بطور ورثہ چلی آتی ہے اور اس تاریخ رسول صلعم کے عفو اور احسان کی ابدالآباد تک یہ ایک گویا یادگار ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

نبی کریم صلعم نے فرمایا

(۱) جو لوگ اللہ تعالیٰ کا مال بیدردی سے لوٹتے ہیں وہ حشر کے دن آگ میں ہوں گے،

(۲) ایماندار آدمی کو شایاں نہیں کہ اپنے آپکو ذلیل و رسوا کرے، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کس طرح اپنے آپکو ذلیل کرتا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ اس بلا میں ہاتھ ڈالے جس کے مقابلہ کی اسے طاقت نہیں۔

وہ نور جو آنحضرت صلعم کو ملا وہ اور کسی کو نہیں ملا

حضرت مسیح موعود

وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو، وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا، غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا، صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسبِ مراتب اسکے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی اُمی صادق مصدوق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ خود خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:- قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین وان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم فقل اسلمت وجھی للہ۔ وامرت ان اسلم لرب العالمین۔

یعنی ان کو کہدے کہ میری نماز اور میری پرستش میں جد و جہد اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا سب خدا کے لئے اور اس کی راہ میں ہے وہی خدا جو تمام عالموں کا رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا اور میں اول المسلمین ہوں یعنی دنیا کی ابتدا سے اس کے اخیر تک میرے جیسا اور کوئی کامل انسان نہیں جو ایسا اعلیٰ درجہ کا فنا فی اللہ ہو، خدا تعالیٰ کی ساری امانتیں اسکو واپس دینے والا ہو۔ (ازالہ اوہام)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

متمم اخلاقِ فاضلہ، موسس حکومتِ الٰہیہ

مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب

"خُلقِ عظیم" خاکسار کی ایک جدید تالیف ہے جس میں ایک نئی ترتیب کے ماتحت حضور صلعم کے اخلاق فاضلہ پر بحث کی گئی ہے۔ اس میں سے ایک مختصر سا مقالہ ہدیہ قارئین کرام ہے ؎

محمدؐ باغ عالم را بہارے
بہار اندر بہار اندر بہارے
چہ خوش تر دین و آئین داد ترتیب
کز و شد دین و دنیا استوارے

مکی زندگی کے بعد مدنی زندگی میں حضور صلعم نے اُن اخلاق عالیہ کا مظاہرہ فرمایا جو اب تک بحیثیت مجموعی کسی ایک فرد سے معرض ظہور میں نہیں آئے تھے۔ ابتدا آفرینش سے لے کر اب تک بڑے بڑے فلسفی اور حکماء فلسفہ اخلاق پر زورِ قلم صرف کرتے رہے۔ اور اس باب میں بڑی بڑی موشگافیاں کیں مگر اب تک دنیا کامل نمونہ کو ترس رہی تھی۔ ہاں ان کی ایک جھلک اُن انبیائے کرام کی زندگی میں نظر آتی ہے جو مختلف زمانوں میں مختلف قوموں میں مبعوث ہوتے رہے۔ مگر اخلاق کے تمام پہلوؤں کی آئینہ دار صرف ایک ہی ذات ہے اور وہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اخلاق جو شرف انسانیت ہیں ان کے رموزِ سربستہ اور اسرارِ مخفیہ کو عملی طور پر کھولنے والا صرف وہی ایک وجود پاک ہے صلی اللہ علیہ وسلم ونعم ما قیل ؎

شد عیاں از وے علیٰ وجہ الاتم
جوہر انساں کہ بود آں مضمرے

اتمام اخلاق فاضلہ کے بعد، اخلاق کے تمام شعبوں ان کی تمام جزئیات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد بحکم اِنّ الارض یرثھا عبادی الصالحون اللہ تعالےٰ نے حضور صلعم کو بادشاہت عطا فرمائی لیکن یہ دنیاداروں کی بادشاہت نہ تھی، یہ آسمانی بادشاہت تھی، یہ حکومت الٰہیہ تھی، وہی حکومت اور وہی بادشاہت جس کا خواب افلاطون اور ارسطو دیکھتے ہوئے دنیا سے سدھار گئے۔ یہ وہی آسمانی بادشاہت تھی جس کے لئے جناب مسیح علیہ السلام دعائیں مانگتے رہے، آخر وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی طفیل عدم سے وجود میں آئی پروان چڑھی اور اپنے اثمار سے دنیا کا دامن بھر دیا۔

سوال یہ ہے کہ اب جبکہ حضورؐ کو اقتدار تامہ حاصل ہے اور حضورؐ ایک شہنشاہ ہیں۔ مدینہ میں زر و مال کی کمی نہیں رہی، دولت حضور کے قدموں پر نثار ہو رہی ہے کیا حضور میں کوئی تغیر واقع ہوا ہے اس کا جواب ایک عیسائی مصنف واشنگٹن ارونگ کی زبان سے سن لو وہ کہتا ہے:۔

"جنگی فتوحات کی وجہ سے آپ کے اندر کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی، نہ آپؐ میں غرور پیدا ہوا نہ نخوت۔ اگر یہ سب کاروائی ذاتی اغراض کے لئے ہوتی تو ضرور تبدیلی بھی آ جاتی، انتہائی عروج کے زمانہ میں بھی آپ نے وہی سادگی قائم رکھی جو انتہائی غربت کے زمانہ میں آپ کا طغرائے امتیاز تھی، شاہانہ شان و شوکت کا اختیار کرنا تو بڑی بات ہے اگر کسی مکان میں داخل ہوتے وقت لوگ آپؐ کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ کرتے تو آپ ناراض ہوتے، اگر آپ اپنی فتوحات کو عالمگیر بنانا چاہتے تھے تو محض خدا کے دین کے لئے۔ دنیاوی حکومت آپ کو ضمنی طور پر حاصل ہو گئی، آپ نے اس کا استعمال از راہ تفاخر کبھی نہ کیا بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ وہ حکومت مستقلاً آپؐ کے خاندان میں رہے"

(بحوالہ نبوت کا ظہور اتم)

ایک دوسرا عیسائی مصنف گبن حضورؐ کے متعلق اسی قسم کے خیالات ظاہر کرتا ہوا رقمطراز ہے:۔

"اپنے انتہائی عروج کے زمانہ میں بھی محمد (صلعم) کو شان و شوکت سے نفرت تھی"

(ایضاً)

یہ تو ہے اس شہنشاہ کی ذاتی حالت کا نقشہ جو حکومت الٰہیہ کا موسس بن کر دنیا میں مبعوث ہوا، اور وہ سلطنت جو اس نے قائم کی وہ ایک عظیم الشان خالص جمہوریت ہے جس کی اساس عدل و مساوات کے محکم اصول پر رکھی گئی۔ اور جو صحیح معنوں میں حکومت الٰہیہ کہلانے کی مستحق تھی اس میں کسی قومی یا جماعتی تعصب کا نام و نشان نہ تھا۔ اور نہ کسی حاکم و محکوم کا امتیاز۔ ذات پات۔ قومیت۔ نسب کے تمام تفرقات مٹا دیئے گئے، گورے کالے، سب ایک ہی سلک میں منسلک کر دیئے گئے، اور اعلان عام کر دیا گیا لا فضلَ لعربیٍ علی العجمی و لا لعجمیٍ علی عربیٍ و لا لابیضَ علی اسودَ و لا لاسودَ علی ابیضَ۔ نسلی، قومی، امیر غریب کے امتیازات مٹانے کے لئے یہ اصول قرار دیا گیا کہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ نیکوکار ہے' انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ دنیا میں سب سے پہلی دفعہ یہ قانون نافذ کیا گیا کہ جب تک جمہور کو حق رائے دہندگی حاصل نہ ہو اس وقت تک کوئی حکومت صحیح معنوں میں حکومت کہلانے کی مستحق نہیں، علیٰ ہذا القیاس دنیا میں سب سے پہلی مرتبہ نسلاً بعد نسل حکومت قائم کرنے کی بجائے یہ اصول مروج کیا گیا کہ حاکم وقت جمہور میں سے کثرت رائے سے منتخب ہو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ سلطنت میں اس قدر حریت آزادی ہے کہ ایک ادنےٰ مزدور کو حق حاصل ہے کہ وہ امیر المومنین پر اعتراض کر سکے، اس کی متعدد مثالیں آپ کو خلفائے راشدین کے زمانہ میں ملیں گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رض جب خلیفہ منتخب ہوئے آپ نے صریح الفاظ میں اعلان فرمایا فان زغت فقومونی اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ اور جب ایک شخص نے حضرت عمر رضہ کو ڈانٹ کر کہا کہ "اس تلوار سے تم کو سیدھا کر دیا جائے گا" تو آپ نے فرمایا "الحمد للہ۔ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر مجھ میں کوئی کجی ہو تو وہ مجھے سیدھا کر دیں گے"

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ حکومت میں بلا امتیاز مذہب و ملت سب کے حقوق کا تحفظ لازمی ہے، اکثریت کو اجازت نہیں کہ وہ اقلیت پر کوئی زیادتی کرے۔ غیر مسلم اقوام کے وہی حقوق ہیں۔ جو مسلم قوم کے ہیں ان کو ہر طرح کی مذہبی، ثقافتی آزادی حاصل ہے ان کی جان و مال کی حفاظت ایسی ہی ضروری ہے جیسی مسلم قوم کی، بلکہ حضور صلعم نے یہاں تک فرما دیا کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم ذمی معاہد کو قتل کرے گا، تو وہ بہشت کی خوشبو نہیں سونگھنے پائے گا۔ من قتل معاھداً لم یرح رائحۃ الجنۃ (بخاری عن عبداللہ بن عمر۔ کتاب الجزیہ)

حضرت عمر رضہ کے واقعات خلافت پر غور کرو بستر مرگ پڑے آئندہ خلفاء کو نہایت تاکید سے وصیت فرما رہے ہیں کہ "ذمیوں کے حقوق کا خیال رکھنا۔ ذمیوں کا خیال رکھنا"

حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی قائم کردہ سلطنت کی بنیاد انسانوں کے وضع کردہ قوانین پر نہ تھی، بلکہ خدائے علیم و خبیر کے بتائے ہوئے قوانین پر تھی جس میں کسی افراط تفریط کی گنجائش نہ تھی۔ بلکہ مساوات حقوق اور

"ووضع المیزان ان لا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان (سورہ الرحمٰن) اور خدا نے ایک میزان مقرر کی ہے کہ تم اس میزان میں کوئی افراط و تفریط نہ کرو اور انصاف کے ساتھ معیار کو درست رکھو اور اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ میزان میں کسی قسم کی تغییر نہ کرو۔"

اس سلطنت کے قیام کا مقصد تعیش نفس یا خود بڑا بن کر دوسروں کو غلام بنانا نہ تھا بلکہ یہ تھا، کہ انسان اپنی فطری استعدادوں کو کمال تک پہنچائے اور بلند سے بلند مقام انسانیت کو حاصل کرے

ھو الذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم (سورۃ الانعام)

خدا وہ ذات کبریا ہے کہ جس نے تمہیں روئے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا اور حسن انتظام کے لئے مختلف درجے مقرر کئے جس سے غرض یہ ہے کہ تمہیں اپنے عطا کردہ کمالات میں آزمائے"

اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے مقصد پر اگر کوئی قوم گامزن ہوئی ہے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی قوم ہے رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین یہ وہ قوم تھی جنہیں خاص مکتب نبوۃ میں تعلیم حاصل کرنے کا زرّین موقعہ ملا۔ اور جنہوں نے علوم قرآنیہ کو پڑھا اور ان پر عمل کر کے دکھایا۔ اگر آج ہماری قوم ایک مثالی قوم بننا چاہتی ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بتائے ہوئے راہ پر گامزن ہو

خلقِ نبویؐ

ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں کوئی حاجت مند آتا آپ حاضرین سے فرماتے کہ تم بھی اس کی سفارش کرو، تمہیں اس کا اجر ملے گا پھر اللہ تعالےٰ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ کرا دے گا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم دوران سفر میں سب سے پیچھے رہتے، ناتوان کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور اس کے واسطے دعا کرتے۔

فرمایا اپنے ہاتھ کی محنت سے کمائی ہوئی روزی سے کوئی روزی بہتر نہیں ہے داؤد نبی علیہ السلام اپنے ہاتھ سے اپنی روزی کماتے تھے۔

صلّی اللہ علیہ وسلّم

مصطفےٰ خان حسن

رحمتِ یزداں ہادئے اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم
فخرِ رسل سرتاجِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

مجد و شرف میں ان کا ثانی کوئی نہیں ہے کوئی نہ ہوگا
ارفع و اعلیٰ افضل و اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم

ساقیٔ کوثر شافعِ محشر خلق ہوا جن کے لئے عالم
نازاں اُن پر دُودۂ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

پُوری ہوگئی حق کی حجّت ہوگئی اُن پر ختمِ نبوّت
ہیں وہی خاتم اور وہی خاتم صلّی اللہ علیہ وسلّم

مُوسیٰ عمراں عیسیٰ مریم مقتدیوں میں انکے ہیں شامل
ان کی امامت سب پہ مسلّم صلّی اللہ علیہ وسلّم

عرشِ بریں سے فرشِ زمیں تک جلوہ گرانوار ہیں انکے
خیرہ ہے جن سے دیدۂ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

اُنکی شریعت شرعِ مبیں ہے کامل اُن کا دینِ متیں ہے
سب پر فائق سب پہ مقدّم صلّی اللہ علیہ وسلّم

ذاتِ مقدّس کانِ مروّت منبعِ احساں آیۂ رحمت
صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم

سلسلہ ختم ہو گیا ہے یہ اس لئے کہ ایک زندہ نبی کی پیروی کا یہی ایک معیار ہے۔ اگر کسی نبی کی پیروی سے اس کے متبعین میں سے کسی ایک کا بھی کامل تزکیہ نہیں ہوا تو یہ امر اہل دانش پر عیاں ہو جائے گا کہ یا تو وہ نبی اکیلا اپنے فریضہ کو ادا کرنے کے اہل نہیں رہا اور یا اس کی فیض رسانی کی قوت سلب ہو چکی ہے۔ یہی امر کسی نبی کی موت کی کھلی دلیل ہے۔ اس کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا یقینی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل میں ہوا کُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ (حدیث) لیکن حضورؐ زندہ ہیں اور آپ کی لائی ہوئی کتاب زندہ ہے۔ اور ان کی پیروی سے آج بھی زندگی ملتی ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔

غرضیکہ آیت خاتم النبیین میں اس امر کا اعلان ہے کہ حضور دنیا میں تا قیامت جس قدر بنی نوع انسان پیدا ہوتے رہیں گے، ان سب کو آپ باطنی انوار سے متمتع کرتے رہیں گے۔ اس ایک اعلان سے ہی حضور کی عظمت کا اندازہ لگا لیجئے کہ ایسا ذی شان کامل نبی جو تمام دنیا کو منور کر سکے وہ خود کس قدر انوار الٰہی سے بہرہ یاب ہوگا۔ ایک انسانی دماغ اس کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتا۔

مشکل ترین کام

حضورؐ کی عظمت آپ کے اصلاح ایسے مشکل ترین کام کے سرانجام دینے میں ہے۔ قوموں کو قوتِ بازو سے زیر کر لینا یا بادشاہت یا حکومت حاصل کر لینا آسان ہے لیکن ایک متنفس کی اصلاح کرنا اور اس کے اندر صالح انقلاب پیدا کر دینا بڑا مشکل کام ہے اس لحاظ سے اندازہ لگائیے کہ حضورؐ کے ذمہ جو کام لگایا گیا وہ کس قدر مشکل تھا۔ ایک فرد نہیں ایک خاندان نہیں ایک قبیلہ نہیں بلکہ تمام کی تمام قوم میں اخلاقِ فاضلہ کا پیدا کرنا اور انہیں صالح انسان بنانا آپ کے ذمہ تھا۔ قوم بھی ایسی جو قعرِ مذلت میں گری ہوئی ہے انسانیت سے عاری ہے، ہر قسم کے فسق و فجور میں ملوث ہے، کوئی عیب نہیں جو اس قوم میں نہ پایا جاتا ہو، شراب خواری اور قمار بازی ایسی بد عادات ہر ادنیٰ و اعلیٰ اور غلام و آقا کی گھٹی میں رچی ہیں۔ مرد و عورت کے ناجائز تعلقات سے پرہیز نہیں بلکہ اس کی کثرت پر تفخر کیا جاتا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جنگ و جدال اور قتل و مقاتلہ ہے۔ غرضیکہ جیسا کہ گبن نے کہا ہے:۔

"عرب کے باشندے صورت کے لحاظ سے تو انسان تھے لیکن عادات کے لحاظ سے حیوانات سے بھی بدتر"

اس قوم کی اصلاح کرنا آپ کے ذمہ لگایا گیا، اس مشکل ترین کام احساس خود حضورؐ کو بھی ہے۔ چنانچہ غارِ حرا میں جب آپ کو اس عظیم الشان منصب پر متمکن کئے جانے کی بشارت ملی تو آپ گھبرا اٹھے۔ یہ گھبراہٹ طبعی امر تھا۔ ایسی اجڈ اور وحشی قوم کی اصلاح! آپ پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی، اسی حالت میں گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا زملونی زملونی تھوڑی دیر کے بعد ذرا طبیعت سنبھلی تو تمام واقعہ کہہ سنایا۔ اس پر حضرت خدیجہ رضؓ نے جن الفاظ میں آپ کو ڈھارس بندھائی وہ حضور کی زندگی کے آئینہ دار ہیں۔ اس سے حضور کا نبوت ملنے سے پیشتر ہی اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔

كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا
إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ
الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي
الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

گھبرائیے نہیں خدا کی قسم اللہ تعالےٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا بلکہ آپ کی کامیابی یقینی ہے۔ اس لئے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، نادار کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور بے کس کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔ آپ مہمان نواز ہیں اور مشکلات اور مصائب میں حق کی حمایت کرتے ہیں۔

اس میں ایک مسلمان کے لئے سبق ہے اگر وہ دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو اسے حضور کے مندرجہ بالا اخلاقِ فاضلہ کو اپنانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ چاہیئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے عمدہ سلوک کرنے والا اور نادار و بے کس کی امداد کرنے والا ہو، وہ مہمان نواز ہو اور حق کی حمایت کرنے والا ہو۔

اہلِ عرب ایسی وحشی قوم کی اصلاح کرنا بیشک مشکل ترین کام تھا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے بھی اسکو مشکل ترین کام قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا یعنی اے محمد رسول اللہ ہم نے ایک مشکل ترین کام تیرے ذمہ لگایا ہے۔ اس کے بعد اس مشکل ترین کام سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک نسخہ بھی بتا دیا ہے فرمایا:۔ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا یعنی رات کی تاریکیوں میں بستر راحت کو چھوڑ کر خدا کے حضور کھڑا ہونا اور اس کے حضور گریہ و زاری کرنا۔ اسی میں مشکلات کے دور ہو جانے اور تبلیغ و اصلاح ایسے مشکل ترین کام میں سہولت کے پیدا ہو جانے اور کامیابی کا منہ دیکھنے کا راز مضمر ہے حضور نے اس الٰہی ارشاد کی تعمیل کی اور زندگی بھر نمازِ تہجد کی ادائیگی کی پابندی کی۔ آپ رات کو اٹھتے اور ایک لمبے وقت تک خدا کے حضور کھڑے رہتے حدیث میں لکھا ہے کہ آپ کا قیام اس قدر لمبا ہوتا تھا حتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ۔ کہ آپ کے پاؤں یا آپ کی پنڈلیاں سوجھ جاتیں۔ عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ میں نوجوان ہی تھا کہ ایک رات میں بھی حضورؐ کے ساتھ کھڑا ہو گیا فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوْءٍ اور حضور متواتر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ ایک گناہ کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ قُلْنَا مَا هَمَمْتَ صحابہ نے پوچھا وہ گناہ کا خیال کیا تھا۔ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو کہا میں نے قصد کیا کہ میں حضور کو حالت قیام ہی میں چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔ آپ کا قیام اس قدر لمبا ہے کہ ایک نوجوان بھی برداشت نہیں کر سکا۔

حضور جب سجدہ میں گرتے تو اس حالت میں بھی ایک لمبا وقت گزارتے۔ حضرت عائشہ رضؓ اس حالت کو بیان کرتی ہوئی کہتی ہیں فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ یعنی آپ سجدہ میں اتنی دیر رہتے کہ ایک آدمی اتنے وقت میں پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہے۔ آپ کے اس عمل میں آج ہر اس فرد یا قوم کے لئے جو تبلیغ اسلام کے کام کے لئے اٹھی ہے ایک سبق ہے۔

حضور کا پیدا کردہ انقلاب

حضور نے تمام قوم میں اخلاص اور قربانی کی روح پھونک دی۔ گذشتہ انبیاء کی تاریخ آپ کے پیدا کردہ انقلاب کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ حضرت موسےٰؑ کے ہاتھوں جو قوم تیار ہوئی اس نے ایک موقعہ پر جانی قربانی پیش کرنے سے انکار کر دیا اور کہا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔ حضرت عیسےٰؑ کے ہاتھوں تربیت یافتہ حواریوں کا یہ حال تھا کہ ان میں سے ایک یہودا اسکریوطی نے تیس روپے کی حقیر رقم لے کر اپنے استاد کو پکڑوا دیا۔ اور ایک دوسرے حواری پطرس نامی نے جسے آسمان کی چابیاں ملنے کی بشارت سنائی گئی تھی اس نے تین بار مسیح پر لعنت کی لیکن حضور نبی کریم کے تربیت یافتہ ساتھی ہیں کہ ہر مشکل کام میں آپ کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور آپ کے اشارہ پر اپنی جان تک کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔

جنگ اُحد کا موقعہ ہے مسلمان فوج تھوڑی سی غلطی سے بھاگ نکلی ہے حضور نبی کریم صلعم ہیں کہ اس نازک موقعہ پر انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب کا نعرہ لگاتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ دشمن اپنا سارا زور حضور پر تیر برسانے میں لگا دیتا ہے۔ حضور مجروح ہو کر گر پڑے۔ اور دشمن نے یہ خبر مشہور کر دی کہ محمد صلعم فوت ہو گئے۔ اس خبر کے سننے پر بعض صحابہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند مقام اور آپ کا پیدا کردہ انقلاب

خدا انگوئش از ترس حق مگر بخدا

خدا نما است وجود شں برائے عالمیاں (مسیح موعود)

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب بی۔اے مولوی فاضل

سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کس قدر بلند ہے اور آپ روحانیت کے کس اعلےٰ مقام پر پہنچے ہوئے ہیں انسانی عقل اس انتہا تک نہیں پہنچ سکتی اگر وہ تمام کی تمام خوبیاں جو اس کائنات میں پائی جاتی ہیں بطور ملخص نسل انسانی میں موجود ہیں تو سیدنا حضرت نبی کریمؐ کا وجود مبارک ان تمام خوبیوں کا جامع ہے جو تمام نسل انسانی کے اندر منتشر ہیں گویا آنحضرتؐ کا وجود باوجود اس تمام کائنات کا نچوڑ ہے۔ وہ خوبیاں جو آسمان میں پائی جاتی ہیں، سورج میں پائی جاتی ہیں، چاند اور ستاروں میں پائی جاتی ہیں، یا وہ خوبیاں جو زمین میں موجود ہیں یا پہاڑوں میں موجود ہیں وہ تمام کی تمام خوبیاں بصورت اکمل سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں موجود ہیں، کون سائنسدان ہے اور کون عالم ہے کہ جو اس امر کا دعوےٰ کر سکے کہ اس نے کائنات کی جملہ اشیاء کی جملہ خوبیوں کا کامل طور پر احاطہ کر لیا ہے جس طرح سے یہ ناممکن ہے اسی طرح عقل انسانی کا حضور سرور کائنات کے جملہ کمالات کا احاطہ کر لینا ناممکن ہے۔ حضرت امام زمان نے سچ فرمایا

ہر تر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کی بلند شان کا ذکر اللہ تعالےٰ نے یوں فرمایا:-

وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

یعنی وہ کام جو حضور سے پیشتر کئی لاکھ انبیاء کے ذمہ کیا گیا تھا وہ اب تا قیامت آپ ایسے باکمال اور عظیم المرتبت انسان کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس آیت میں واضح طور پر اس امر کا بیان ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین بھی۔ یعنی یہ کہ ایک رسول کی جس قدر ذمہ داریاں ہو سکتی ہیں ان سب کو پورا کرنا اور ان سے عہدہ برآ ہونا حضورؐ کے سپرد کیا گیا ہے اور آپ کے بعد پہلے انبیاء کی طرح نہیں کہ ایک نبی کے بعد یا اس کی موجودگی میں ہی دوسرا نبی آجائے۔ بلکہ آپ اکیلے ہی ہمیشہ کے لئے نبی اور رسول کا کام سرانجام دیتے رہیں گے۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے نبی اور رسول کے ذمہ ذیل کے دو اہم فریضہ کا ہونا ظاہر ہے:-

اوّل:- نسل انسانی کو ان کی روزمرہ کی زندگی گزارنے کے لئے کسی لائحہ عمل کا دینا۔ اس فریضہ کے پیش نظر تاریخ شاہد ہے کہ ہر رسول اپنی اپنی قوم کو کوئی نہ کوئی لائحہ عمل ضرور پیش کرتا رہا۔ یہی اس کی تعلیم یا کتاب کہلاتی تھی حضرت موسےٰؑ نے بنی اسرائیل کے سامنے تعلیم پیش کی۔ اور مرور زمانہ سے اگر پیش آمدہ حالات کے تحت قوم کو اس میں تغیر و تبدل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے ان کے بدلے ہوئے حالات کے تحت جو تبدیلی کرنا قوم کے لئے بہتر سمجھا اس کو کسی اور نبی کے ذریعہ سے پورا کر دیا۔ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۔

حضرت عیسےٰ کی لائی ہوئی تعلیم اس تبدیلی پر بیّن شاہد ہے۔ تورات کی شدت بھری تعلیم کو حضرت عیسےٰؑ نے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق اسے بالکل حلم اور انکساری میں بدل دیا۔ فرمایا:-

"پھر تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔" (متی باب ۵۔ آیت ۳۸ تا ۴۱)

دوسرا اہم فریضہ جو ایک نبی کے ذمہ ہے وہ ہے اس کا اپنے متبعین کو اپنے اعلےٰ نمونہ کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے احکامات کا پورا پورا فرمانبردار بنانا، اور ان میں اخلاق فاضلہ و باطنی طہارت کا پیدا کرنا۔ اسی کے پیش نظر فرمایا ویزکیھم

رسول کے ان ہر دو فرائض کے پیش نظر حضور سرور کائنات کو خاتم النبیین قرار دینے میں اس امر کا اعلان ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا کامل رسول ہونے کی وجہ سے تمام نسل انسانی کے لئے ایسا کامل لائحہ عمل لے آئے ہیں کہ اس میں تا قیامت کسی ایزادی کی یا کمی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہو گی، اس کتاب میں قوموں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کرنے کے لئے کسی تعلیم کی کمی نہیں اور نہ ہی کسی آیندہ زمانہ میں اس میں ایک شوشہ بھر ترمیم و تنسیخ کی ضرورت پڑیگی۔ اس لئے فرمایا:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

اور فرمایا:-

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔

نیز خاتم النبیین میں اس حقیقت کا بھی اعلان کیا گیا ہے کہ رسول کی اس ذمہ داری کو جو افراد و قوم کی اصلاح سے وابستہ ہے اب تا قیامت حضورؐ ہی پورا کرتے رہیں گے۔ یہی وہ پہلو ہے جس سے حضورؐ کی عظمت دیگر انبیاء کے مقابلہ پر بڑھ کر اقوام کے سامنے آتی ہے، ایک عیسائی یہودی، آریہ غرضیکہ ہر مذہب کا پیرو آج بھی اس امر کا دعوےٰ کرتا چلا جاتا ہے کہ ان کی کتاب میں مندرجہ تعلیم صحیح اور اعلےٰ ہے اور ان کے انبیاء اور رشیوں کو ماننے میں ہی نجات ہے لیکن غور طلب امر تو یہ ہے کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو کیا وہ اثرات جو ایک رسول اور اس کی لائی ہوئی کتاب کی سچی اور مخلصانہ اتباع سے وابستہ ہیں، وہ ان سے متمتع ہو رہے ہیں اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو ایک ذی عقل و ذی شعور انسان کے لئے اس راستہ کے ٹیڑھا ہونے اور جھوٹے ہونے پر یہی کافی دلیل ہے۔ حضورؐ کو اللہ تعالےٰ نے چونکہ اپنے کامل علم کی بنا پر خاتم النبیین قرار دیا ہے اس لئے اس اعلان کی صداقت پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا ہے:-

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔

یعنی حضورؐ کی کامل فرمانبرداری کے نتیجہ میں صلحاء پر خدا کے فرشتوں کا نزول ہوگا ... اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ حضورؐ نے خود فرمایا:-

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ

خاتم النبیین کا قطعاً یہ مفہوم نہیں کہ حضورؐ کے بعد آپ کی امت میں باخدا لوگوں کے پیدا ہونے کا

سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ ایک زندہ نبی کی پہچان کا یہی ایک معیار ہے۔ اگر کسی نبی کی پیروی سے اس کے متبعین میں سے کسی ایک کا بھی کامل تزکیہ نہیں ہوتا تو یہ امر اہل دانش پر عیاں ہو جائے گا کہ یا تو وہ نبی اکیلا اپنے فریضہ کو ادا کرنے کے اہل نہیں رہا اور یا اس کی فیض رسانی کی قوت سلب ہو چکی ہے۔ یہی امر کسی نبی کی موت کی کھلی دلیل ہے۔ اس کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا یقینی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل میں ہوا کُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ (حدیث) لیکن حضور زندہ ہیں اور آپ کی لائی ہوئی کتاب زندہ ہے۔ اور ان کی پیروی سے آج بھی زندگی ملتی ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔

غرضکہ آیت خاتم النبیین میں اس امر کا اعلان ہے کہ حضور دنیا میں تا قیامت جس قدر بنی نوع انسان پیدا ہوتے رہیں گے، ان سب کو آپ باطنی انوار سے متمتع کرتے رہیں گے۔ اس ایک اعلان سے ہی حضور کی عظمت کا اندازہ لگائیے کہ ایسا ذی شان کامل نبی جو تمام دنیا کو منور کر سکے وہ خود کس قدر انوار الٰہی سے بہرہ یاب ہوگا۔ ایک انسانی دماغ اس کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتا۔

مشکل ترین کام

حضور کی عظمت آپ کے اصلاح ایسے مشکل ترین کام کے سرانجام دینے میں ہے۔ قوموں کو قوت بازو سے زیر کر لینا یا بادشاہت یا حکومت حاصل کر لینا آسان ہے لیکن ایک متنفس کی اصلاح کرنا اور اس کے اندر صالح انقلاب پیدا کر دینا بڑا مشکل کام ہے اس لحاظ سے اندازہ لگائیے کہ حضور کے ذمہ جو کام لگایا گیا وہ کس قدر مشکل تھا۔ ایک فرد نہیں ایک خاندان نہیں ایک قبیلہ نہیں بلکہ تمام کی تمام قوم میں اخلاق فاضلہ کا پیدا کرنا اور انہیں صالح انسان بنانا آپ کے ذمہ تھا۔ قوم بھی ایسی جو قعر مذلت میں گری ہوئی ہے انسانیت سے عاری ہے، ہر قسم کے فسق و فجور میں ملوث ہے، کوئی عیب نہیں جو اس قوم میں نہ پایا جاتا ہو، شراب خواری اور قمار بازی ایسی بدعادات ہر ادنےٰ و اعلیٰ اور غلام و آقا کی گھٹی میں رچی ہیں۔ مرد و عورت کے ناجائز تعلقات سے پرہیز نہیں بلکہ اس کی کثرت پر تفخر کیا جاتا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جنگ و جدال اور قتل و مقاتلہ ہے۔ غرضکہ جیسا کہ گبن نے کہا ہے :۔

"عرب کے باشندے صورت کے لحاظ سے تو انسان تھے لیکن عادات کے لحاظ سے حیوانات سے بھی بدتر"

اس قوم کی اصلاح کرنا آپ کے ذمہ لگایا گیا، اس مشکل ترین کام کا احساس خود حضور کو بھی ہے۔ چنانچہ غارِ حرا میں جب آپ کو اس عظیم الشان منصب پر متمکن کئے جانے کی بشارت ملی تو آپ گھبرا اٹھے۔ یہ گھبراہٹ طبعی امر تھا۔ ایسی اجڈ اور وحشی قوم کی اصلاح! آپ پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی، اسی حالت میں گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا زملونی زملونی تھوڑی دیر کے بعد ذرا طبیعت سنبھلی تو تمام واقعہ کہہ سنایا۔ اس پر حضرت خدیجہ رض نے جن الفاظ میں آپ کو ڈھارس بندھائی وہ حضور کی زندگی کے آئینہ دار ہیں۔ اس سے حضور کا نبوت ملنے سے پیشتر ہی اخلاق فاضلہ سے متصف ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا
إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ
الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي
الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

گھبرائیے نہیں خدا کی قسم اللہ تعالےٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا بلکہ آپ کی کامیابی یقینی ہے۔ اس لئے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، نادار کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور بے کس کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔ آپ مہمان نواز ہیں اور مشکلات اور مصائب میں حق کی حمایت کرتے ہیں۔

اس میں ایک مسلمان کے لئے سبق ہے اگر وہ دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو اسے حضور کے مندرجہ بالا اخلاق فاضلہ کو اپنانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ چاہیئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے عمدہ سلوک کرنے والا اور نادار و بے کس کی امداد کرنے والا ہو، وہ مہمان نواز ہو، اور حق کی حمایت کرنے والا ہو۔

اہل عرب ایسی وحشی قوم کی اصلاح کرنا بیشک مشکل ترین کام تھا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے بھی اسکو مشکل ترین کام قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:۔ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا یعنی اے محمد رسول اللہ ہم نے ایک مشکل ترین کام تیرے ذمہ لگایا ہے۔ اس کے بعد اس مشکل ترین کام سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک نسخہ بھی بتا دیا ہے فرمایا :۔ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا یعنی رات کی تاریکیوں میں بستر راحت کو چھوڑ کر خدا کے حضور کھڑا ہونا اور اس کے حضور گریہ و زاری کرنا۔ اسی میں مشکلات کے دور ہو جانے اور تبلیغ و اصلاح ایسے مشکل ترین کام میں سہولت کے پیدا ہو جانے اور کامیابی کا منہ دیکھنے کا راز مضمر ہے۔

حضور نے اس الٰہی ارشاد کی تعمیل کی اور زندگی بھر نماز تہجد کی ادائیگی کی پابندی کی۔ آپ رات کو اٹھتے اور ایک لمبے وقت تک خدا کے حضور کھڑے رہتے حدیث میں لکھا ہے کہ آپ کا قیام اس قدر لمبا ہوتا تھا حتی تَوَرَّمَ قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ۔ کہ آپ کے پاؤں یا آپ کی پنڈلیاں سوجھ جاتیں۔ عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ میں نوجوان تھا کہ ایک رات میں بھی حضور کے ساتھ کھڑا ہو گیا فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوءٍ اور حضور متواتر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ ایک گناہ کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ قُلْنَا مَا هَمَمْتَ صحابہ نے پوچھا وہ گناہ کا خیال کیا تھا۔ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو کہا میں نے قصد کیا کہ میں حضور کو حالت قیام ہی میں چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔ آپ کا قیام اس قدر لمبا ہے کہ ایک نوجوان بھی برداشت نہیں کر سکا۔

حضور جب سجدہ میں گرتے تو اس حالت میں بھی ایک لمبا وقت گزارتے۔ حضرت عائشہ رض اس حالت کو بیان کرتی ہوئی کہتی ہیں فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ یعنی آپ سجدہ میں اتنی دیر رہتے کہ ایک آدمی اتنے وقت میں پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہے۔ آپ کے اس عمل میں آج ہر اس فرد یا قوم کے لئے جو تبلیغ اسلام کے کام کے لئے اٹھتی ہے ایک سبق ہے۔

حضور کا پیدا کردہ انقلاب

حضور نے تمام قوم میں اخلاص اور قربانی کی روح پھونک دی۔ گذشتہ انبیاء کی تاریخ آپ کے پیدا کردہ انقلاب کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ حضرت موسےٰ ؑ کے ہاتھوں جو قوم تیار ہوئی اس نے ایک موقعہ پر جانی قربانی پیش کرنے سے انکار کر دیا اور کہا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ حضرت عیسےٰ کے ہاتھوں تربیت یافتہ حواریوں کا یہ حال تھا کہ ان میں سے ایک یہودا اسکریوطی نے تیس روپے کی حقیر رقم لیکر اپنے استاد کو پکڑوا دیا۔ اور ایک دوسرے حواری پطرس نامی نے جسے آسمان کی چابیاں ملنے کی بشارت سنائی گئی تھی اس نے تین بار مسیح پر لعنت کی لیکن حضور نبی کریم کے تربیت یافتہ ساتھی ہیں کہ ہر مشکل کام میں آپ کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور آپ کے اشارہ پر اپنی جان تک کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔

جنگ اُحد کا موقعہ ہے مسلمان فوج تھوڑی سی غلطی سے بھاگ نکلی ہے حضور نبی کریم صلعم ہیں کہ اس نازک موقعہ پر انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب کا نعرہ لگاتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ دشمن اپنا سارا زور حضور پر تیر برسانے میں لگا دیتا ہے۔ حضور مجروح ہو کر گر پڑے۔ اور دشمن نے یہ خبر مشہور کر دی کہ محمد صلعم فوت ہو گئے۔ اس خبر کے سننے پر بعض صحابہ

بے دل ہو کر بیٹھ گئے۔ استنے میں انس بن نضر میدان جنگ میں بڑھتے ہیں اور غم زدہ صحابہ کو لڑ مرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور نہایت جوش میں کہتے ہیں مُوْتُوْا عَلٰی مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ جس راہ میں حضورؐ نے جان دی تم بھی اسی راہ میں اپنی جان قربان کر دو ۔ اسی جوش میں دشمن پر لپکے اور اس بے جگری سے لڑے کہ جام شہادت پیا۔ حضورؐ کے متعلق جو خبر مشہور ہوئی وہ غلط محض تھی ۔

اسی جنگ میں سعد بن ربیع بھی شہید ہوئے ایک صحابی نے دیکھا کہ دم توڑ رہے ہیں پوچھا کیا حال ہے سعد نے کہا :۔

" تم مجھے اب مُردہ ہی سمجھو لیکن مہربانی کر کے رسول اللہ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا اور میری طرف سے یہ کہنا کہ اللہ تعالےٰ آپ کو بہترین جزا دے جو کسی نبی کو کسی اُمت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو، قوم کو میری طرف سے یہ کہہ دینا کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں باقی ہے اس وقت تک اگر دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر داری پیش نہ کر سکو گے "

عمارہ بن زیاد نے تو حضورؐ کے ساتھ انتہائی محبت اور عشق کا اظہار کیا اسی جنگ میں شہادت پائی اور جان دیتے ہوئے اپنے رخسار سے سیدنا حضرت نبی کریم کے تلوؤں سے لگا دیئے ؎

سر بوقت ذبح اپنا زیر پائے ہے
یہ نصیب ۔ اللہ اکبر۔ لوٹنے کی جائے ہے

سنہ ۳ھ میں دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا، اس پر قوم قریش نے قوم عضل اور قارہ کے سات آدمیوں کو حضور کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارے قبائل اسلام لانا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی معلم مقرر کر دیجئے اس پر حضورؐ نے دس بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابت تھے اُن کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ صحابہ دشمن کی زد میں پہنچے تو اُن کے دو سو جوانوں نے انہیں زندہ گرفتار کرنے کی سعی کی، آٹھ صحابہؓ تو مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے باقی دو بزرگوار خبیب بن عدیؓ اور زید بن دثنہ گرفتار ہو گئے ۔ ان دو کو سفیان ہذلی مکہ لے گیا اور قریش کے پاس فروخت کر آیا ۔ قریش نے انہیں حارث بن عامر کے گھر رکھا۔ حارث نے ان پر بڑی سختی کی۔ انہیں کئی دن بھوکا اور پیاسا رکھا۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا انہوں نے بچہ کو گود میں لے لیا۔ ماں نے جب یہ نظارہ دیکھا کہ ایک قیدی جسے کئی دن سے بھوکا رکھا ہوا ہے ۔ اس کے پاس میرا بچہ تیز چھری لئے پہنچ گیا ہے اس نے چیخ ماری ۔ خبیب نے کہا شاید تم سمجھتی ہو کہ میں بچہ کو قتل کر دوں گا مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں ۔ اگر حضور اخلاق کے کمال سے متصف تھے تو حضور نے قوم میں بھی اخلاق فاضلہ پیدا کئے ۔

اسی خبیبؓ کو بالآخر صلیب پر لٹکایا گیا اور کسی بدبخت نے نیزہ سے ان کی پسلی کو چھیدتے ہوئے پوچھا :۔

"اب تو تم پسند کرتے ہو گے کہ محمد (صلعم) پھنس جائے اور تم چھوٹ جاؤ "

انھوں نے نہایت جوش سے کہا خدا جانتا ہے کہ :۔

"میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے "

صلیب پر کھینچے گئے ہیں اور تماشائیوں کا ایک ہجوم ارد گرد ہے، اور عین اس حالت میں جب کہ موت سامنے ہے بعض اشعار فی البدیہہ پڑھے ۔ ان اشعار میں جہاں سوز و گداز ہے وہاں خدا پر کامل ایمان اور سیدنا نبی کریم کے ساتھ انتہائی عشق کا اظہار ہے ۔ ذیل میں چند ایک اشعار درج کئے جاتے ہیں :۔

وَقَدْ خَیَّرُوْنِیْ الْکُفْرَ وَالْمَوْتَ دُوْنَهٗ
وَقَدْ هَمَلَتْ عَیْنَایَ مِنْ غَیْرِ مَجْزَعٖ

ترجمہ :۔ انہوں نے کہہ دیا ہے کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے مگر اس سے تو موت میرے لئے سہل ہے ۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں مگر مجھے کچھ شکیبائی نہیں ۔

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا
وَلَا جَزَعًا اِنِّیْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعِیْ

مَیں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا نہ روؤں گا اور نہ چلاؤں گا، میں جانتا ہوں کہ خدا کی طرف جا رہا ہوں ۔

اِلَی اللّٰہِ اَشْکُوْ غُرْبَتِیْ ثُمَّ کُرْبَتِیْ
وَمَا اَرْصَدَ الْاَحْزَابُ لِیْ عِنْدَ مَصْرَعِیْ

مَیں اپنی درماندگی اور بے وطنی اور بے کسی کی فریاد اور ان ارادوں کی جو دشمن نے میرے لئے کر رکھے ہیں خدا سے فریاد کرتا ہوں ۔

فَوَاللّٰہِ مَا اَرْجُوْ اِذَا مِتُّ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللّٰہِ مَصْرَعِیْ

بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پروا نہیں کرتا کہ راہ خدا میں کس پہلو پر گرتا ہوں۔ اور کیونکر جان دیتا ہوں ۔

سب سے آخر دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ بَلَّغْنَا رِسَالَةَ رَسُوْلِكَ فَبَلِّغْهُ مَا يُصْنَعُ بِنَا۔ یعنی اے خدا ہم نے تیرے رسول کے احکام لوگوں تک پہنچا دیئے ۔ اب تو اپنے رسول کو ہمارے حال کی اور اُن کی کرتوتوں کی خبر فرما دے۔ یہ کیا عشق ہے جو ایک ایک صحابی کے اندر حضور کی نسبت پایا جاتا ہے ۔ کیا اس کی نظیر کسی پہلے نبی کے حواریوں میں ملتی ہے ؟

حضورؐ نے قوم کے اندر یہ انقلاب اپنے اخلاق فاضلہ سے پیدا کیا۔ قوم نے انہیں ہر مقام پر اپنا خیر خواہ دیکھا اور انہیں بے لوث پایا اور انہوں نے دیکھا کہ آپ کو قوم کی بہتری مقصود ہے ۔ آپ کے دل میں کسی کے خلاف انتقام کا جذبہ نہیں ۔ چنانچہ فتح مکہ کا دن اس پر کافی دلیل ہے ۔ یہ وہ دن ہے جبکہ حضور کو اپنے دشمنوں پر پورا تسلط حاصل تھا۔ تمام دشمن اسلام ذلیل اور مقہور ہو کر دربار نبوی میں حاضر ہیں وہ جو کل تک اسلام کو تلوار سے مٹانے پر تلے ہوئے تھے آج خود مسلمان فوج کی تلوار کے نیچے ہیں۔ حضور کا ایک ہی اشارہ ان دشمنان اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لئے کافی ہے لیکن اس دن کیا ہوا وہی جو رحمۃ للعالمین جیسے بلند اخلاق فاضلہ سے متصف انسان سے توقع کی جا سکتی ہے فرمایا اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۔ جاؤ تم سب آزاد ہو اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں ۔ یہ رحیمانہ اور شفقت بھرا نظارہ قوم پر اثر کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا ۔ قوم کے دل اس مشفقانہ سلوک کو دیکھ کر حضورؐ پر سو جان سے قربان ہو گئے اور سب نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا ۔

قرآن کریم میں اگر حکم ہے لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ تو حضور نے اپنی ۲۳ سالہ زندگی میں اس پر عمل کر کے دکھایا اور ایک ایک فرد سے لے کر تمام کی تمام قوم نے حضور کے بلند پایہ اخلاق اور قرآن کریم کی بلند پایہ تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا ۔

قوموں کو متحد کرنا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قصر نبوت کی آخری اینٹ تھے ۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا :۔

اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

ترجمہ :۔ حضور نے فرمایا کہ میری مثال اور اُن نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں ایک شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا پس اسے بہت اچھا بنایا اور خوبصورت بنایا مگر اس کے کونہ سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے اور اس پر وہ کہنے لگے کیوں یہ اینٹ نہیں لگائی گئی فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں ۔

حضورؐ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ آپ کی بعثت مبارکہ سے قصر نبوت مکمل ہو چکا ہے ۔ اب آپؐ کے بعد اس قصر میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی اینٹ رکھی جاسکے اور یہی معنی خاتم النبیین کے ہیں

یعنی ایک طرف دین کا مکمل ہو جانا اور دوسری طرف کسی اور نبی کے آنے کی گنجائش کا بالکل نہ ہونا چنانچہ آپ نے اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا

لا نبی بعدی ۔

حضورؐ کا خاتم النبیین ہونا اور آپ کا تمام دنیا کی طرف رسول مبعوث ہونا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے، یہ ذمہ داری تقاضا کرتی ہے کہ آپ خدائے واحد کی معرفت کا سامان بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ تمام کی تمام نسلِ انسانی کو بھی وحدت کا سبق پڑھائیں۔ اس کے بغیر خاتم النبیین کی اہمیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اگر حضور سے پیشتر تمام انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو توحید کا سبق دینے کے علاوہ ان میں باہم ہمدردی اور رافت کے جذبات پیدا کئے تو حضور کا تمام نسلِ انسانی کے لئے رسول ہونا اس امر کا متقاضی ہے کہ حضور بھی تمام قوموں کو باہم بھائی بھائی بنا دیں۔ حضور نے اس لحاظ سے بھی دنیا کے سامنے بے نظیر تعلیم اور بلند پایہ عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ قومی معاملات میں حضورؐ کی فکری و نظری بالیدگی اور آپ کے عملی نمونہ کی بلندی آپ کے خاتم النبیین ہونے کے دعوے پر کافی دلیل ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا انما المومنون اخوۃ یعنی یہ کہ تمام مومن بھائی بھائی ہیں، اس آیت کا عملی رنگ قوم نے ہجرت کے موقعہ پر مشاہدہ کیا کہ حضورؐ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات کا کیسا بلند اور بے مثل جذبہ پیدا کر دیا۔ انصار نے اپنے اجڑے ہوئے مہاجرین بھائیوں کے درمیان اپنی املاک کو تقسیم کرنے سے دریغ نہ کیا، تاریخ اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز ہے۔

افراد کی مواخاۃ کے علاوہ حضور نے مختلف قوموں اور فرقوں کو بھی ایک جان کر دیا۔ قوموں کے باہمی تعلقات کو جاندار بنانے کے لئے اور ان میں محبت بھرے جذبات پیدا کرنے کے لئے انہیں یہ اصول سکھایا:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ....

(القرآن)

یعنی فرمایا اے دنیا جہان کے لوگو تم ایک ہی مرد خدا کی اولاد ہو۔

اس پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لونی و نسانی اور قومی و نسلی امتیازات کو مٹانے کے لئے فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۔ (القرآن)

یعنی اے وہ تمام انسانی گروہو جو مشرق میں آباد ہو یا مغرب میں، سنو، ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور یہ جو قومیت یا نسل کا اختلاف تم میں نظر آتا ہے یہ صرف ایک دوسرے کی پہچان کے لئے ہے۔ اس میں کسی کی بزرگی یا ذلت کا سامان نہیں بلکہ تم سب اللہ کے نزدیک برابر ہو۔ ہاں خدا کے نزدیک عزت کا معیار اس کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ جو بھی تم میں سے خواہ مشرق میں رہتا ہو یا مغرب میں زیادہ خوف الٰہی رکھتا ہو گا وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک معزز اور مکرم ہو گا۔

یہ وہ قیمتی اعلانات ہیں جن سے آج بیسویں صدی کی مہذب قومیں بھی عاری ہیں۔ حضور نے فتح مکہ کے دن اہل مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْآبَاءِ النَّاسُ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ (ثم تلا رسول اللہ) یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ۔

یعنی فرمایا اے جماعت قریش خدا نے تمہاری جاہلانہ نخوۃ اور آباؤ اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا ہے۔ سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا پھر یہ آیت پڑھی یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ۔ اس کے بعد باوجود غلبہ رکھنے کے وہی کچھ فرمایا جو حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کے لئے فرمایا تھا۔

لا تثریب علیکم الیوم

حضور نے قوموں کے باہمی تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے گذشتہ انبیاء پر ایمان لانے کی تلقین بھی فرمائی:۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۔

حضورؐ نے ان بلند پایہ نظریات اور اپنے فقید المثال اور کامل نمونہ سے اہل عرب میں حیران کن اور عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ ساری کی ساری قوم کو قعر ذلت سے نکال کر با اخلاق اور با خدا بنا دیا۔

خدا نمودش از ترس حق نگر نجدا

خدا نما است وجودش برائے عالمیان

(مسیح موعود)

اہل عرب صرف اپنی ذات میں ہی پاکیزہ اور مقدس نہ ہوئے بلکہ اللہ تعالےٰ نے انہیں آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے رہبر بھی بنا دیا۔ فرمایا:۔

وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۔

حضورؐ نے بھی فرمایا:۔

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

(اکبر الہ آبادی)

حضورؐ کے کمالات کو کوئی کہاں تک بیان کرے ختم ہونے میں نہیں آتے۔ مختصر یہ کہ یہ برگزیدہ نبی زندہ ہے۔ ان کا دین زندہ ہے۔ ان کی لائی ہوئی کتاب زندہ ہے۔ اور آسمان کے نیچے آج صرف یہی ایک نبی ہے جس کی اتباع سے خدائے واحد کا چہرہ نظر آ سکتا، اور قلوب میں نسلِ انسانی کے لئے خدمت کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

اللھم صل علی محمد

وعلیٰ آلہ

واصحابہ

نعت سرورِ عالی تبار صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ چون زبن آید ثنائے سرورِ عالی تبار

عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار

۲۔ آں مقام قرب کو دارد بدلدار قدیم

کس نداند شان آں از واصلان کردگار

۳۔ آں عنایتہا کہ محبوب ازل دارد بدو

کس بخوابے ہم ندیدہ مثل آں اندر دیار

۴۔ سرورِ خاصان حق شاہ گروہ عاشقاں

آنکہ روحش کرد طے ہر منزل وصل نگار

۵۔ احمد آخر زماں کو اولیں را جائے فخر

آخریں را مقتدا و ملجا و کہف و حصار

ترجمہ

۱۔ اس عالی مرتبت سردار کی تعریف میں کس طرح بجا لا سکتا ہوں۔ جس کی مدح سے زمین و آسمان اور دونوں جہان عاجز ہیں۔

۲۔ وہ قرب کا مقام جو اس دلدار قدیم کی جناب میں اسے حاصل ہے۔ اسکی شان خدا رسیدہ لوگوں میں سے بھی کسی کو معلوم نہیں۔

۳۔ وہ عنایات جو محبوب ازل کی طرف سے اس پر وارد ہیں دنیا میں کسی نے خواب میں بھی اس کی مثال بھی نہیں دیکھی

۴۔ اللہ تعالےٰ کے خاص الخاص بندوں کا سردار اور عاشقان الٰہی کے گروہ کا بادشاہ

جسکی روح نے وصل الٰہی کی ہر منزل کو طے کر لیا

۵۔ احمد آخر زماں جو پہلوں کے لئے فخر کی جگہ ہے اور آخری زمانہ کے لوگوں کا مقتداء و ملجاء اور جائے پناہ ہے۔

باب نبوت حضرت خاتم النبیین صلعم کے بعد کیوں مسدود ہے

عبدالاحد صاحب امان سہرا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت کی انتہائی شان آپ کے بعد نبی ہونے کی مانع ہے۔

ہر ایک چیز کی ایک ابتدا اور ایک انتہا ہوتی ہے۔ اس لئے نبوت کی بھی ابتدا اور انتہا ہے۔ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا خاتمہ ہوا۔ گویا نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال کو پہنچی اس لئے تکمیل دین کے ساتھ ہی باب نبوت بھی آنحضرت صلعم کے بعد بند ہوگیا اور آنحضرت کا فیض ہی تا قیامت جاری وساری رہا کیونکہ بالفرض اگر بعد بعثت آنحضرت کسی اور نبی کی آمد تسلیم کی جائے تو اس کا یہ مفہوم ہوگا کہ ایک شخص خدا اور رسولوں کو مانتے ہوئے پھر مسلمان نہ رہے گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اگر وہ نئے نبی کو تسلیم نہ کرے۔

آنحضرت کے بعد نبی آنے سے آپ کی خصوصیات میں فرق پڑتا ہے۔

علاوہ ازیں آنحضرت نے اپنی چند خصوصیات بیان فرمائی ہیں جن کے متعلق حضور کا ارشاد ہے کہ ان میں حضور ممتاز ہیں اور وہ خصوصیات کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ سے قبل ہر نبی خاص قوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا مگر آپ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے اگر بعد آنحضرت کسی اور نبی کی آمد تصور کی جائے تو حضور کی فرمودہ خصوصیت زائل ہو جاتی ہے۔

نبوت سے کیا مراد ہے

عام طور پر لوگ نبوت اور نبی کے مفہوم سے نابلد ہیں۔ نبوت جو ایک نظری امر ہے یہ تو درکنار ابھی حال ہی میں تحقیقاتی کمیشن کے آنریبل جج صاحبان نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے حامیوں سے سوال کیا کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے تو کوئی عالم دین مسلمان کی تعریف نہ کر سکا۔ حالانکہ اسلام اور جنت کے ٹھیکیدار بزعم خود اپنے آپ کو مسلمان اور اپنے سے علاوہ دوسرے مسلمانوں کو کافر، مرتد، جہنمی اور نہ معلوم کن کن القابات سے نوازتے نوازتے ان کی زبان خشک ہوگئی ہے اس لئے نبوت اور نبی کی تعریف سے آگاہی بھی بہت ضروری ہے تا یہ معلوم ہو سکے کہ ہم جو آنحضرت کے بعد باب نبوت مسدود تسلیم کرتے ہیں تو اس سے کیا مراد ہے۔

نبوت لغوی اور اصطلاحی میں فرق

عربی زبان کے لحاظ سے نبوت سے مراد غیب کی خبریں ہیں اس لئے لغوی طور پر اگر کوئی فرد امت محمدیہ سے اپنے آپ کو نبی قرار دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی امت محمدیہ میں بند نہیں ہے اور اسی فرق کو نہ سمجھنے کے باعث بعض لوگوں نے غلطی سے امت کے بعض اکابرین پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ ہاں البتہ اصطلاحی معنوں میں کوئی شخص بعد آنحضرت صلعم نہ نیا نہ پرانا نبی ہو سکتا ہے کیونکہ اصطلاح میں نبوت سے مراد یہ ہے کہ نئی شریعت لائی جاوے یا بعض احکام دینی میں ترمیم تبدیلی کی جاوے اور ایسا امر بعد تکمیل شریعت محال ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد کا نظریہ نبوت اصطلاحی کے متعلق

"خدا تعالیٰ... جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (آسمانی فیصلہ ص۳) "افترا کے طور پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افترا ہیں ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہل سنت کے قائل ہیں۔"

(کتاب البریہ ص۱۸۴)

"میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ نیا"

(انجام آتھم حاشیہ ص۲۷)

"آنحضرت صلعم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔"

(کتاب البریہ حاشیہ ص۱۸۴)

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبریل ملتا ہے اور باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔"

(ازالہ اوہام ص۱۶۱)

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہوں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب اولیاء کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات حصہ دوم ص۱۰۴)

زمانہ حال کے غیر احمدی مولویوں کا عقیدہ ختم نبوت کے متعلق

(خبیشر الف نمبر ۱۱۶۹) "جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرے وہ کافر ہے یہی حکم بعد نزول بھی باقی رہے گا......... لیکن اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اس امت کے امام ہو کر تشریف لائیں گے اس لئے وہ احکام بھی شریعت اسلامیہ ہی کے جاری کریں گے اس بناء پر ان کا اتباع احکام بھی واجب ہوگا.........۔"

(سردار الافتاء) احقر محمد شفیع عفی عنہ خادم دارالعلوم دیوبند

سوال:- مسیح موعود اپنے پورے نشانات کے ساتھ آئے گا تو مسلمانوں میں سے جو اس کو نہ مانے اور اس کی بیعت میں شامل نہ ہو اس کے لئے کیا فتویٰ ہے؟

جواب:- "ایسے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں"

(عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ واقع مسجد شیخ بڈھا مرحوم امرتسر مرکز حزب الاحناف)

کسی نبی کا ماننا یا نہ ماننا زمانے اور وقت کی تبدیلی سے مختلف نہیں ہوتا، نبوت کوئی ایسی چیز نہیں کہ مختلف اوقات میں وجوداً بدلتی رہے۔ جس طرح موجودہ وقت میں ان کی نبوت کے انکار سے کفر لازم آتا ہے ویسے ہی نزول کے بعد انکار موجب کفر ہوگا واللہ اعلم بالصواب۔ (خیر طلب احقر محمد فضل عفی عنہ سجادہ نشین وامیر حزب اللہ جلال پور شریف ۴ر شعبان ۱۳۵۹ھ)

مذکورہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے کے باوجود حضور کے بعد ایک نبی کی آمد کے قائل ہیں جس کے انکار سے کفر لازم آئے گا۔ اسی وجہ سے حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں سے اس غلطی کو نکالا کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا خواہ نیا ہو یا پرانا۔

مولوی صاحبان کے غلط معنی کرنے کے وجوہات

پہلی وجہ مرزا حیرت دہلوی کی زبانی عرض ہے جو انہوں نے شاہ اسمٰعیل شہید کی سوانح حیات کے ص۲۱۸ پر بدیں الفاظ تحریر کی ہے:-

"مولوی محبوب علی صاحب دہلوی عجب دماغ کے شخص تھے ان کی نسبت زیادہ لکھنا فضول ہے صرف یہی دو لفظ کفایت کرتے ہیں کہ وہ ملا تھے۔ ملانے سے کچھ ضرورت نہیں کہ تمام صاحبان پر روشنا ہو بیٹھیں کہ وہ خود پسند تھا خود دماغ تھا متعصب اور کوتاہ اندیش تھا۔ حاسد اور مسلمانوں کو برباد کرنے والا تھا۔ بس ان الفاظ کی بجائے یہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ وہ ملانا یا ملاں تھا۔ مولوی محبوب علی صاحب جن کا سفر مولانا شہید یا سید صاحب اور آپ کی پارٹی (گروہ) کے لئے منحوس تھا وارد پنجاب ہوتے اور ابھی پانچ چار منزل سید صاحب سے دور ہوں گے کہ آپ نے تشدد اور ناجہذب الفاظ میں جیسا کہ عموماً ملانوں کی تحریر ہوا کرتی ہے ایک خط سید صاحب کو روانہ کیا اور اس میں یہ ناقابل باتیں تحریر کیں کہ پہلے تمہیں لازم تھا کہ کلمہ گو کافروں سے نپٹتے اور ان پر جہاد کرتے پھر سکھوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ یہ کلمہ گو کافر درانی تھے جنہوں نے محبوب علی صاحب کے مذہبی احکام میں انگشت اعتراض دراز کی تھی یا دوسرے راوی کی روایت کے بموجب انہوں نے سمجھایا تھا کہ ابھی آپ آگے نہ بڑھیں رستہ میں سکھوں کی فوج ہو ابھی دربار لاہور نے بھیجی ہے پڑی ہوئی ہے، مبادا آپ سے مقابلہ ہو اور آپ چشم زخم اٹھائیں بس اس سننے کی کہاں تک تاب تھی فوراً ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور یہ بھی فتویٰ دے دیا کہ سکھوں سے زیادہ ان کلمہ گو کافروں پر (معاذ اللہ) جہاد فرض ہے" اس لئے پہلی وجہ ان کے غلط معنی کرنے کی صرف یہی ہے کہ وہ مولوی ہیں۔

دوسری وجہ مولوی صاحبان کی تقلید ہے اور یہ ایسی مرض ہے کہ جب تک یہ پردہ آنکھوں سے نہ اٹھے صحیح معنوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہو سکتی۔ علامہ شبلی نعمانی نے اپنی تصنیف الغزالی کے صـ۲۸۲ پر حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ:- "تقلید کا پردہ آنکھوں سے اٹھا تو نظر آیا کہ اسلامی عقائد، اسلامی اخلاق۔ اسلامی علوم، اسلامی اصول حکمت ایک چیز بھی اس حالت پر نہیں جو قرون اولیٰ میں تھی۔ زیادہ افسوسناک بات یہ تھی کہ ان تمام چیزوں کو رسم و رواج نے جس قالب میں بدل دیا تھا وہ مذہبی قالب خیال کیا جاتا تھا اور اس لئے ان کی اصلاح میں مخالفت کا سخت اندیشہ تھا تاہم امام صاحب بلا خوف لومۃ لائم نہایت آزادی اور دلیری سے تمام اصلاح پر کمربستہ ہوئے۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ اب تا قیامت فیضان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی جاری رہے گا اور آپ کا ہی کلمہ اور آپ کا ہی دین ہمیشہ ہمیش کے لئے رہے گا۔

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم بر پیغمبرے

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

مولانا ابو الکلام آزاد

اگر دنیا نجات کے لئے بے چین ہے، تو اس کے لئے راحت اور تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی زندگی میں ہے، اس کا دکھ ایک ہی ہے۔ اس لئے اس کی شفاء کے نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے، اس کا پروردگار ایک ہے جو اپنے ایک ہی آفتاب کو اس کے خشک و تر پر چمکاتا ہے اور ایک ہی طرح کی بدلیوں سے اس کے آباد و ویرانہ کو شاداب کرتا ہے۔ پس اس کی ہدایت و رحمت کا آفتاب ایک ہی ہے، اور گو بہت سے تارے اس کی روشنی سے اکتساب نور کرتے ہوں مگر ان سب کا مرکز و مبداءِ نورانیت ایک ہی ہے۔

قرآن حکیم نے آفتاب کو سراج کہا:-

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (۷۸-۱۳)

اور ہم نے آسمان میں سورج کے چراغ کو بڑا ہی روشن بنایا۔

اور اسی طرح اس کے ظہور کو بھی "سراج" کہا جس کی ہدایت و رحمت کی روشنی تمام کرۂ ارضی کی ظلمتوں کے لئے پیام صبح تھی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔

اے پیغمبر اسلام! ہم نے تم کو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے والا۔ سعادت انسانیت کی خوشخبری پھیلانے والا۔ اللہ کی طرف اس کے بندوں کو بلانے والا، اور دنیا کی تاریکیوں کے لئے ایک چراغ نورانی بنا کر بھیجا۔

پس تمام کرۂ ارضی کی روشنی کے لئے یہی ایک آفتاب ہدایت ہے۔ جس کی عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کے لئے نور بشارت پا سکتی ہے اور اس لئے صرف وہی ایک ہے، جس کے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی، اور اس نے بھلا دیا ہے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل شیفتگی اور شوق کے ساتھ صرف اسی کے آگے جھکنا پڑے گا۔

عالمگیر پیام

اس مقدس پیدائش نے دنیا میں ظاہر ہو کر یہ نہیں کہا کہ صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا میرا مقصد ظہور ہے۔ اس نے صرف اسرائیل کے گھرانے کی گمشدہ رونق ہی سے عشق نہیں کیا تمام عالم کی اجڑی ہوئی بستی پر غمگینی کی اور ان کی دوبارہ رونق و آبادی کا اعلان کیا، اس نے اس خدا کی عبودیت کی طرف دعوت نہیں دی جو صرف سینا کی چوٹیوں یا ہمالہ کی گھاٹیوں میں بستا ہے، بلکہ اس رب العالمین کی طرف بلایا جو تمام نظام ہستی کا پروردگار ہے اور جو اس لئے تمام کائنات عالم کو فتح کرنا چاہتا تھا، لیکن ہم دنیا کی پوری تاریخ میں خدا کے کسی رسول کو نہیں پاتے جس نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلان جہاد کیا ہو۔ اس کا صرف ایک ہی اعلان ہے جو آغاز خلقت سے اب تک کیا گیا ہے اور اس لئے اگر دنیا نسلوں، قوموں، اور رقبوں کا نام نہیں ہے، بلکہ مخلوقات الٰہی کی اس پوری نسل کا نام ہے، جو کرۂ ارضی کی پیٹھ پر بستی ہے تو وہ مجبور ہے کہ ہر طرف سے مایوسی کی نظریں ہٹا کر صرف اس ایک ہی اعلان عام کے آگے جھک جائے اور صرف اسی کی پیدائش کے دن کو اپنی عمر کا سب سے بڑا دن یقین کرے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (۲۵-۱)

کیا ہی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ہے ذات اس کی جس نے اپنے برگزیدہ بندہ پر الفرقان نازل کیا تاکہ وہ قوموں ملکوں ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام عالموں کی ضلالت کے لئے ڈرانے والا ہو۔

دنیا میں جس قدر داعیان حق و صداقت کے اعلانات ہیں موجود ہیں۔ اگر دنیا ان کو بھلا دے گی تو یہ قوموں اور ملکوں کی سعادت کی فراموشی ہوگی، کیونکہ اس سے زیادہ انہوں نے کچھ نہ کہا۔ لیکن اگر ربیع الاول کو اس نے بھلا دیا تو یہ تمام کرۂ ارضی کی نجات کو بھلا دینا ہوگا۔ کیونکہ ربیع الاول کی رحمت کسی ایک سرزمین کے لئے نہیں بلکہ تمام عالمین کے لئے تھی۔

(مضامین ابو الکلام آزاد)

خاتم النبیین نمبر

خود پڑھیں اور دوسرے دوستوں کو بھی پڑھائیں۔ منیجر

[illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شگفتہ مزاجی اور پاک مزاح

شیخ محمد خالد اقبال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا (خدا تعالیٰ کی [illegible] آپ پر نازل ہوں) دل ہر لحظہ خدا تعالیٰ کی یاد [illegible] لگا رہتا تھا اور کسی وقت بھی آپ پروردگار عالم کی [illegible]ت اور طاقت پر غور و خوض سے غافل نہ ہوتے [illegible]

اس قدر زہد و تقویٰ اور یاد الٰہی میں مصروف [illegible] کے باوجود آپ خشک طبیعت نہ رکھتے تھے بلکہ [illegible] کا چہرہ مبارک ہر وقت ہشاش بشاش رہتا تھا [illegible] سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور کبھی [illegible] سے غصے سے کلام نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ [illegible] جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں [illegible] لایا آپ نے مجھے کبھی اپنے ہاں آنے سے [illegible] نہیں فرمایا اور جب مجھے دیکھتے تھے، آپ مسکرا [illegible] دیتے۔

آپ کو بچوں سے بھی بڑا پیار تھا۔ بسا اوقات [illegible] چھوٹے بچے آپ کے پاس آجاتے تھے [illegible] ان سے کھیلا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض مرتبہ [illegible] محبت اور مزاح سے انس رضی اللہ عنہ کو "ذوالاذنین" (دو کانوں والا) کہہ کر خطاب فرماتے۔ اسی طرح ایک [illegible] حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کمسن بھائی ابو عمیر رضی اللہ عنہ کا ممولا [illegible] انہوں نے پال رکھا تھا مر گیا تو ابو عمیر رضی اللہ عنہ افسردہ [illegible] ادھر پھرنے لگے حضور نے ان کو اس حال میں [illegible] دیکھا تو فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر [illegible] اے ابو عمیر تمہارے ممولے نے کیا کیا؟

پیارے دوستو! حضور نے بے شک مزاح فرمایا [illegible] ہے مگر ہماری طرح مذاق میں کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ اور کچھ اصحاب بیٹھے کھجوریں (یا [illegible]) کھا رہے تھے آپ گٹھلیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی [illegible] پھینکتے جاتے تھے۔ جب کھا چکے تو حضور نے [illegible] فرمایا کہ بعض اصحاب بڑے کھانے والے ہیں جنہوں نے گٹھلیوں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں (حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] سمجھ گئے کہ اشارہ ان کی طرف ہے) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] نے کہا مگر آپ نے تو گٹھلیاں بھی ہضم کر لی ہیں۔

ایک دفعہ حضور نے کسی آدمی کو ایک اونٹ دینے کا وعدہ کیا۔ جب وہ آیا تو حضور نے فرمایا کہ [illegible] تمہیں اونٹنی کا بچہ دیتا ہوں۔ اس پر وہ آدمی بگڑا اور [illegible] اس نے کہا کہ "میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا" آپ [illegible] اونٹ [illegible] اونٹنی کے بچے نہیں ہوتے [illegible]

"نہیں"۔ دراصل وہ آدمی آپ کا مطلب غلط سمجھا تھا۔ آپ نے تو مذاق کے طور پر اونٹ کی بجائے اونٹنی کا بچہ کہہ دیا تھا۔ لیکن وہ آدمی سمجھا کہ شاید آپ نے چھوٹے سے چھوٹے کم عمر بچے کے لئے حکم دیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت ام زبیر رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور کہا یا رسول اللہ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں جگہ دے۔ آپ نے فرمایا اے ام زبیر بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ جواب سن کر وہ بیچاری بہت مایوس ہوئیں اور انہوں نے پوچھا کیوں؟ بوڑھی عورتوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ وہ جنت میں نہیں جائیں گی؟ آپ نے فرمایا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ جنت والیوں کو نوجوان اور دوشیزہ پیدا کرے گا۔ تو پھر بوڑھیاں وہاں کیسے جاسکتی ہیں۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ ان کا بڑھاپا باقی نہ رہے گا اس لئے ان کو اس حالت کے لحاظ سے بوڑھی کہنا درست نہیں ہے آپ نے خوش طبعی سے ام زبیر رضی اللہ عنہا سے اس طرح فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ انہیں آپ کا مطلب سمجھنے میں مغالطہ ہوا حالانکہ آپ کا کہنا بالکل بجا تھا۔

ان واقعات سے آپ کی شگفتہ مزاجی کے علاوہ آپ کی راست گفتاری کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ہنسی مذاق سے بھی غلط بیانی نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک بار لوگوں نے آپ سے کہا یا رسول اللہ آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں (یعنی یہ بات ان لوگوں کو کچھ عجیب سی معلوم ہوئی) آپ نے جواب دیا ہاں (میں آپ سے ہنسی مذاق کر لیتا ہوں تاہم) مگر میں کبھی حق اور صدق کے سوا ..... کچھ نہیں کہتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ایک طرف تو آپ کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت ہے کہ آپ ہنسی ہو یا مذاق کسی حالت میں بھی جھوٹ نہ بولتے تھے اور دوسری طرف ہم مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے اور ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جھوٹ (جو سب برائیوں کی جڑ ہے) کسی جگہ بھی نہ بولیں، خواہ وہ ہنسی کا مقام ہو یا مذاق کی جگہ۔

پیارے دوستو!

مجھے امید کامل ہے کہ آپ ان باتوں کو سامنے رکھ کر ہمیشہ سچ بولیں گے اور جہاں تک ہو سکے گا جھوٹ [illegible] سے پرہیز کریں گے خدا تعالیٰ [illegible] دے [illegible] دنیا

[illegible] قدم پر چلنے کی طاقت [illegible]

نہیں ثانی کوئی اس کا [illegible]

حمزہ [illegible]

بڑی ہے شان [illegible]

حبیب حق محمد [illegible]

بشر کیا کر سکے [illegible]

خدا نے عرش پر [illegible]

نہیں ثانی کوئی [illegible]

قسم ہے خالق [illegible]

اسی کا نور ہے [illegible]

لحد میں گو چھپا [illegible]

[illegible]

حقیقت [illegible]

خدا نے اس [illegible]

عطا کی بادشاہ [illegible]

ہوئیں معراج [illegible]

خدا کی اور [illegible]

مجھے بھی [illegible]

کروں گی [illegible]

کروں میں [illegible]

جلد ۴۴ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۹ نومبر ۱۹۵۵ء | ۴۵

ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کی علالت

قارئین کرام کو یہ سن کر افسوس ہوگا کہ ہمارے مکرم محترم ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ چند دن سے ایک شدید اور خطرناک بیماری میں مبتلا ہیں، قریباً دس بارہ دن ہوئے ان کا ۲۵ راکتوبر کا لکھا ہوا ایک خط ایڈیٹر پیغام صلح کے نام موصول ہوا جس میں انہوں نے بتایا کہ "۲۱ راکتوبر کو بروز جمعہ کھانا کھانے کے بعد سینے میں دونو طرف (بالخصوص بائیں طرف) شدید درد شروع ہوا، جو ناقابل برداشت تھا، ڈاکٹر کو بلایا گیا جس نے آتے ہی انجکشن کیا اور چند گھنٹہ گھنٹہ بعد کھانے کے لئے دیں، سینے میں مسلسل دو گھنٹہ کی ناقابل برداشت درد کے بعد کچھ افاقہ ہوا، ڈاکٹر نے دوسرے روز ایک ہارٹ سپیشلسٹ کا انتظام کیا جو ایک اور ڈاکٹر کو ساتھ لیکر آئے اور پورا ایک گھنٹہ Cardiographic اور دیگر Test کرتے رہے اور تشخیص مکمل کرنے کے بعد یہ افسوسناک خبر سنائی کہ "بیماری کا حملہ دل پر ہے اور بیماری وہی ہے جو امریکن صدر جنرل آئزن ہاور کو ہوئی تھی، اس کا علاج یہ ہے کہ چار ہفتہ مکمل آرام کیا جائے"

ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی لکھا کہ "مولانا عبد المجید صاحب بھی لندن سے اتوار ۲۳ راکتوبر کو آئے لیکن ان کا اپنا کام اتنا ہے کہ ووکنگ کا کام ان کے لئے سنبھالنا مشکل ہے، ماسٹر منظور علی صاحب بھی پاکستان واپس جا رہے ہیں، عزیز اقبال احمد صاحب اپنی تعلیم کے لئے لندن جا چکے تھے ان کو واپس بلا لیا ہے وہ دن بھر لندن میں کام کرتے ہیں اور رات کو ووکنگ آکر ڈاک وغیرہ دیکھ لیتے ہیں، ڈاکٹر ہفتہ میں دو بار آتا ہے لیکن چار ہفتہ تک کا کام کاج سے منع کر رکھا ہے"۔

آخر میں انہوں نے لکھا کہ "یہ خط ڈاکٹری ہدایت کے خلاف لکھ رہا ہوں لیکن غرض صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ تمام ممبران جماعت، بزرگان دین، اکابرین سلسلہ، میرے اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ دار (جن میں سے کسی کو بھی علیحدہ خط لکھنے سے معذوری ہے) میرے لئے مسلسل اور متواتر دعا کریں مجھے فکر ہے تو یہ کہ مشن اور تبلیغ کا کام ادھورا نہ رہ جائے اور اگر خدا کو منظور ہو تو کچھ اور خدمت کر سکوں، اس وقت میرے ذہن میں اپنے اعزا و اقارب کے علاوہ سلسلہ کے بیشمار بزرگوں کے نام آرہے ہیں، لیکن فرداً فرداً ان کو لکھوں تو فہرست اس قدر طویل ہو جائیگی کہ صحت پر اثر پڑیگا۔ لہذا تمام احباب ان نقطوں کی جگہ............ اپنے اپنے نام تصور فرمالیں اور میرے لئے مسلسل دعا فرمائیں یہی اس خط کی اصل غرض ہے۔"

افسوس ہے کہ "پیغام صلح" کو "خاتم النبیین" نمبر کے بعد ایک ہفتہ کا ناغہ کرنا پڑا اس وجہ سے اس خط کی اشاعت میں دیر ہوگئی لیکن اس اثنا میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے تمام جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کو اس کی اطلاع بھیجکر جماعتوں میں دعا کی تحریک کر دی گئی اسی اثنا میں ایک اور خط بھی حضرت امیر کو آیا جس میں زیادہ خطرناک حالت ظاہر کی گئی لیکن ۳، نومبر کی ایک تار سے جو ووکنگ سے آئی ہے یہ سن کر اطمینان ہوا کہ "حالت پہلے سے بہتر ہے...... جماعت سے دعاؤں کی درخواست ہے" امید ہے تمام جماعتیں اور بزرگان سلسلہ اپنے اس مجاہد بھائی کا...... اپنی اجتماعی اور انفرادی دعاؤں میں خاص خیال رکھیں گے۔

ابتلا اور غم و ہم کی حالتیں انجام کار انسان کے فائدہ کا موجب ہوتی ہیں

حضرت مسیح موعودؑ کے پاکیزہ ارشادات

جنوری سنہ ۱۹۰۲ء۔ سیر کو جاتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے ذیل کی تقریر فرمائی:۔ "اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو ایک حالت میں رکھ سکتا تھا۔ لیکن بعض مصالح اور امور ایسے ہوتے ہیں کہ انسان پر بعض عجیب و غریب اوقات اور حالتیں وارد ہوتی رہتی ہیں، ان میں سے ایک ہم و غم کی بھی حالت ہے ان اختلاف حالات اور تغیر و تبدیل اوقات سے اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرتیں اور اسرار ظاہر ہوتے رہتے ہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اگر دنیا بیک دستور ماندے
بسا اسرار ہا مستور ماندے

جن لوگوں کو دنیا میں ہم و غم نہیں پہنچتا اور جو اس وجہ سے اپنے آپ کو بڑے ہی خوش قسمت اور خوشحال سمجھتے ہیں جیسا کہ مدارس میں سلسلہ تعلیم کے ساتھ یہ بھی لازمی رکھا گیا ہے کہ ایک خاص وقت تک تمام لڑکے ورزش بھی کیا کریں۔ اس ورزش اور قواعد سے جو بچوں کو سکھائی جاتی ہے، سررشتہ تعلیم کے افسروں کا یہ مدعا و منشاء تو ہو نہیں سکتا۔ کہ انہیں کسی لڑائی کے لئے تیار کیا جائے، اور نہ یہ کہ ان کا وقت ضائع کیا جائے بلکہ اس کا اصل منشاء یہ ہوتا ہے کہ وہ اعضاء جو حرکت کو چاہتے ہیں اگر انہیں بالکل بیکار چھوڑا جائے تو ان کی تمام طاقتیں اور نشو و نما زائل اور ضائع ہو جاتا ہے جسے ورزش کے ذریعہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ ورزش کرنے سے گو بظاہر اعضا کو تکلیف اور تکان ہوتی ہے لیکن آخر کار وہی ان کی پرورش اور صحت کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح پر فطرت انسانی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ تکلیف کو بھی چاہتی ہے، تاکہ اس کے جملہ قویٰ کی تکمیل ہو جائے۔

(باقی۔باقی)

سانفرانسسکو کی مسجد کے لئے مجاہد امریکہ کی جدوجہد

امریکن فیاضی اور چندہ - امریکن طرز زندگی - تبلیغی گفتگو - ایک امریکن نوجوان اسلام میں

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب مجاہد امریکہ کا مکتوب

مکرمی معظمی جناب سیکرٹری صاحب .

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کی خدمت میں پیشتر ازیں عرض کر چکا ہوں، کہ میں OROVILLE گیا تھا - اور وہاں سے ایک چینی سے ۱۰۰ ڈالر چندہ وصول ہوا تھا - چونکہ اس چینی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے دوستوں سے تعارف کرائیں گے اور چندہ وصول کرنے میں امداد کریں گے ، اس لئے آٹھ دس روز کے بعد خاکسار مسٹر ساہو خاں اور مسٹر محمد حنیف اکبر کے ساتھ دوبارہ وہاں گیا - چینی صاحب ہماری امداد کرنے کے لئے پوری طرح سے آمادہ تھے لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ ہمارے پاس مولانا بشیر احمد منٹو صاحب کا کوئی ایسا خط نہیں تھا جس میں ہمیں چندہ وصول کرنے کا اختیار دیا گیا ہو - اور یہاں پولیس کے پرمٹ کے بغیر کوئی چندہ وصول نہیں کر سکتا - پولیس سپرنٹنڈنٹ سے کافی بات چیت ہوئی - لیکن ان کی تسلی نہ ہو سکی - آخر مایوس ہو کر ہم تینوں کو واپس آنا پڑا -

سیکریمنٹو کی مسجد

واپسی پر ہم نے مناسب خیال کیا کہ سیکریمنٹو کی مسجد کی زیارت کریں - چنانچہ ہم پاکستان ہوٹل گئے - وہاں ہمیں گوشت روٹی کھانے کو نصیب ہوا - کافی دنوں سے روٹی کھانے کو نہ ملی تھی - اور چاول یا انگریزی کھانے کھاتے کھاتے طبیعت اکتا گئی تھی - پاکستان ہوٹل کے مالک ایک پنجابی ہیں - اب امریکن باشندے ہو گئے ہیں - کھانا پکانے میں ماہر ہیں - وہاں سے ہم سیکریمنٹو کی مسجد کی طرف گئے - مسجد کی عمارت بہت وسیع اور عالی شان ہے - نیچے کی منزل میں ہال ہے - اور یہاں عام طور پر جلسے ہوتے ہیں - ۱۴ اگست کو یوم پاکستان یہاں منایا گیا تھا - افسوس کہ دعوت دیر سے ملنے کی وجہ سے ہم شریک نہ ہو سکے تھے - اوپر کی منزل میں مسجد ہے - امام کے رہنے کے لئے الگ مکان ہے - مسجد کے صحن کے لئے کافی زمین ہے اور اس میں پھلدار درخت لگائے گئے ہیں جن سے آڑو ، انجیر اور اخروٹ کثرت سے دستیاب ہوتے ہیں ، مسجد میں دو تین اصحاب سے ملاقات ہوئی ، جو ضلع ہزارہ سے یہاں آئے ہوئے ہیں ، انہوں نے تربوز اور دیگر پھلوں سے ہماری اچھی طرح خاطر تواضع کی - مسجد کی تعمیر کا کام مسٹر سعد اللہ صاحب کے ہاتھ میں تھا ، انہوں نے اس کے لئے کافی قربانی کی تھی ، اب ہسپتال میں صاحب فراش ہیں - خداوند کریم ان کو شفائے کامل عطا فرمائے -

منٹو صاحب کا اجازت نامہ

اب ہمیں تجربہ ہو گیا تھا کہ چندہ کا کام بغیر اجازت نامہ کے نہیں کرنا - واپسی پر معلوم ہوا کہ مولانا بشیر احمد صاحب منٹو ابھی تک نیویارک سے روانہ نہیں ہوئے - چنانچہ ایک خط انگریزی میں ڈرافٹ کیا گیا اور ان کی خدمت میں بھیجدیا - خدا کی شان ان کا جہاز طوفان کی وجہ سے دو چار روز کے لئے رُک گیا تھا - اس لئے اجازت نامہ مولانا صاحب کے دستخطوں کے ساتھ واپس مل گیا -

یہاں ہمیں آئے ہوئے تین ہفتے ہوئے تھے - مختلف احباب سے ملاقاتیں ہو چکی تھیں - سان فرانسسکو کے عظیم الشان شہر کو اچھی طرح دیکھ لیا تھا - یہاں کی بجلی کی بتیوں کی سجاوٹ کو دیکھ کر دل اُکتا گیا تھا - لہذا میں نے خیال کیا کہ اب یہاں رہنا میرے لئے تضیع ہے - مسٹر ساہو خاں صاحب کے حوالے دفتر کا کام کیا اور خود یہاں سے ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر مانٹرے روانہ ہو گیا -

مانٹرے اور کارمل میں

مانٹرے ایک تاریخی شہر ہے اور یہاں کے صحت افزا شہروں میں شمار ہوتا ہے - اس شہر سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر ایک اور صحت افزا مقام ہے جس کا نام کارمل (CORMEL) ہے - ان دونوں شہروں میں خوبی یہ ہے کہ درخت اور پھول کثرت سے ہیں - اور آب و ہوا معتدل رہتی ہے - سان فرانسسکو کی سی کہر اور سردی نہیں ہے آبادی پچاس ہزار کے قریب ہے - یہاں ایک فوجی سکول ہے - جس میں مغربی اور مشرقی زبانیں پڑھائی جاتی ہیں - عربی فارسی - جاوی - روسی - جرمن زبانیں پڑھائی جاتی ہیں - افسوس ہے کہ اُردو پڑھانے کا ابھی تک کوئی انتظام نہیں ہوا ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں اُردو زبان کی تعلیم بھی جاری کر دی جائے -

کارمل اور مانٹرے صحت افزا مقامات ہونے کی وجہ سے مالدار لوگوں کی کشش کا موجب بنے رہتے ہیں اس لئے یہاں کرایہ مکانات ہوٹل وغیرہ سان فرانسسکو کی نسبت بہت گراں ہیں ، اور اس کے علاوہ اشیائے خورد و نوش بھی مقابلتہً سان فرانسسکو سے .... گراں ہیں -

ایک دوکان میں

نئی جگہ - ناواقفیت - اور پھر وصول چندہ - طبیعت میں گرانی محسوس ہو رہی تھی - سمجھ نہیں آتی تھی کہ امریکن لوگوں سے کس طرح چندہ وصول کروں - اور سے دل میں جو چندہ ملا وہ بغیر مانگے ملا - صرف ایک چینی دوست نے اپنے امریکن رشتہ دار کے نام میری معرفت تحفے تحائف بھیجے - اور اپنے خط میں میرے مقصد کو بھی لکھ دیا تھا - اس لئے اس اکیلے شخص سے ۱۰۰ ڈالر مل گیا تھا - اور وہ بھی بغیر مانگے - اس فیاضی پر دیگر امریکنوں کو نہیں تولا جا سکتا تھا - صبح کے ایک دو گھنٹے شہر کی گشت میں لگا دیئے - آخر ایک دوکان پر جا کر نظر اٹکی - جو سجاوٹ اور ترتیب کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھی - اور اس کی مالکہ بذات خود اکیلی اس میں کام کر رہی تھی - میں نے داخل ہوتے ہی تعریفوں کے پل باندھ دیئے - اور امریکن مستورات کی قابلیت اور سلیقہ شعاری کی تعریف کی - اس خاتون نے میرا شکریہ ادا کیا - مختلف تجارتی امور پر بات چیت ہوتی رہی - آخر دوپہر کے کھانے کا وقت آ گیا اور میں واپس چلا گیا -

دوکاندار لیڈی کی حوصلہ افزائی

دو گھنٹے کے بعد اپنے تھیلے کے ساتھ اس دوکان میں پھر داخل ہوا - "آپ کی ٹوپی کہاں ہے" دکان کی مالکہ نے تعجب آمیز لہجہ میں دریافت کیا - "میں نے اس کو ہوٹل کے کمرہ میں رکھ دیا ہے - کیونکہ لوگ میری طرف گھور گھور کر دیکھتے ہیں" میں نے جواب دیا - "واللہ اس ٹوپی کو مت اتاریئے اس سے آپ کا رعب معلوم ہوتا ہے - اور لوگ اس ٹوپی کی وجہ سے آپ کو معزز قرار دیتے ہیں" لیڈی نے مشورہ دیتے ہوئے کہا - اس کی اس قدر ہمدردی کو دیکھتے ہوئے میں نے اپنا تھیلا پہلی بار کھولا اور بتایا کہ آپ کو کچھ فیجی کی تصویریں دکھانے آیا ہوں - سب سے پہلے اپنی روانگی سے پہلے ٹی پارٹی کی جو تصویریں لی گئی تھیں ، ان کو دکھایا اور ان کی تشریح کی ، پھر اس خوشخط ایڈریس کی فوٹو کاپی دکھاتے ہوئے میں نے اس لیڈی سے کہا کہ یہاں مجھے امریکن لوگوں سے چندہ مانگتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے - "آپ بہت ہی نیک کام کے لئے نکلے ہو - اس کے لئے چندہ مانگنے میں کونسی شرم کی بات ہے - یہاں کے لوگ فیاض ہیں - وہ آپ کی امداد کریں گے - آپ کے پاس تمام کاغذات مکمل ہیں ، کوئی شخص شک و شبہ نہیں کر سکتا" ، لیڈی نے جواب دیا - "پھر آپ ہی بسم اللہ کیجئے - میں چندہ کی فہرست ایک باہمت لیڈی کے چندہ سے کھولنا چاہتا ہوں" اُس نے فوراً پانچ ڈالر کا نوٹ میرے حوالہ کیا - اور میری ہمت اس قدر بڑھائی کہ میں نے اسی وقت سے کام شروع کر دیا اور شام تک کچھ رقم جمع کر لی -

ایک شاگرد سے ملاقات

اب تو میری جھجک جاتی رہی اور میں نے باقاعدہ طور پر کام شروع کر دیا - دو تین دن کے بعد میرے ایک شاگرد جعفر حسین صاحب سے ملاقات ہوئی (باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲ پر)

"مجدّد کی اہم"

اپنی ۱۶ ر اکتوبر کی اشاعت میں عنوان بالا کے تحت ذیل کا شذرہ قلمبند کیا ہے:-

"جہاں تک قادیانیوں کا تعلق ہے وہ کھلم کھلا مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرتے ہیں اور ایسا کرتے ہی وہ ملتِ اسلامیہ سے کٹ جاتے ہیں اور منطق کی کوئی چالبازی ان کو ملتِ اسلامیہ میں نہیں رکھ سکتی۔ لیکن لاہوری مرزائیوں (جماعت احمدیہ لاہور) کا معاملہ مختلف ہے۔ یہ لوگ صحیح یا غلط مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں بلکہ مجدد تسلیم کرتے ہیں اور ان پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں اور اس امر کو نجات و ایمان کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں اور یہیں سے ان کی گمراہی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ اس غلط عقیدہ کو درست ثابت کرنے کے لئے یہ توجیہہ پیش کرتے ہیں کہ مجدد وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ کاملہ کے مقابلہ پر آپ کے بعد کسی نبوت کا دعویدار نہیں ہوتا نہ وہ قرآن کریم کی تعلیمات میں کمی بیشی کرتا ہے بلکہ وہ تو "صرف دین کی چمک اور روشنی دکھانے آتے ہیں" (بقول مرزا صاحب) اسی طرح وہ یہ عذر بھی پیش کرتے ہیں کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کی حدیث سے ایسے لوگوں کا پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے جو مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف کئے جائیں گے وہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ارشاد نبوی کا تذکرہ بھی کرتے ہیں اور اکابر امت کی ایسی تحریروں کو بھی پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے اپنے الہامات کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن وہ اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اصل سوال مخاطبہ و مکالمہ اور الہام اور خدمت دین کا نہیں بلکہ اصل سوال ہے ایسے اشخاص کو کفر و ایمان یا نجات و فلاح یا ہدایت و سعادت کا مدار قرار دینے کا ۔۔۔۔۔ اگر کسی شخص کا گمان اپنے متعلق ایسا ہو تو ہوا کرے اور جس کو اس کی پرکھ منظور ہو کرے لیکن ایسے لوگوں کو یہ منصب اور مقام حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنی طرف دعوت دیں۔ اگر وہ اپنے قول اور خیال میں سچے ہیں تو یہ ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے۔ ان کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ مجھے مانو، میری بیعت کا قلادہ اپنے گلے میں ڈالو۔ میں تمہارا امام ہوں مجھے پہچانو میں مجدّد ہوں میری پیروی کرو۔ اگر وہ خدمت دین کرنا چاہتا ہے تو کرے اگر وہ تجدید دین کرنا چاہتا ہے تو شوق سے کرے۔ اس طرح وہ صرف اپنا معاملہ خدا سے درست کر لے گا اور اپنی آخرت بنا لے گا

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا یہ حق نہیں کہ وہ شرائط ایمان میں اپنے منوانے کا اضافہ کرے

اگر وہ ایسا کرتا ہے تو نہ وہ ملہم من اللہ ہے، نہ مخاطبہ و مکالمہ الٰہی سے مشرف ہے نہ مجدد ہے اور نہ محدّث۔ بلکہ کم از کم فریب خوردہ اور زیادہ سے زیادہ دائرہ اسلام سے خارج ———— مرزا صاحب کی اس پوزیشن کو تسلیم کرنے کے بعد لاہوری جماعت احمدیہ کبھی راہ حق پر نہیں ہو سکتی اور ان کو اپنے ایمان و اسلام اور اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیئے۔ باقی رہی خدمت اسلام تو وہ اس بنیادی گمراہی کے بعد جو حیثیت رکھتی ہے وہ اہل نظر پر مخفی نہیں۔ امید ہے لاہوری احمدی اس امر پر غور کریں گے"

ہم معاصر "ایشیا" کے ممنون ہیں کہ اس نے جماعت احمدیہ لاہور کے عقیدہ و خیال پر راستے زنی کرتے ہوئے اس پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے، ہم بڑی خوشی سے اس دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ معاصر اس بات کو ثابت کر دے کہ مجدد پر ایمان لانے کے متعلق جس عقیدہ و خیال کو اس نے جماعت احمدیہ لاہور کی طرف منسوب کیا ہے وہ فی الواقع اس جماعت کا عقیدہ ہے اس میں شک نہیں کہ مجدّد کو جو اہمیت ہمارے نزدیک اسلام میں حاصل ہے وہ امت کے کسی اور فرد کو حاصل نہیں، یہ بھی صحیح ہے کہ مجدّد کا ماننا ہمارے نزدیک ایک نہایت اہم اور ضروری امر ہے قرآن کا حکم ہے کونوا مع الصادقین۔ حدیث میں آیا ہے من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاہلیۃ لیکن اس کو شرائط ایمان میں سے ہم نہیں سمجھتے اور نہ کسی مجدّد کو یہ حق پہنچتا ہے "کہ وہ شرائط ایمان میں اپنے منوانے کا اضافہ کرے"۔ حضرت مرزا صاحب نے کہیں بھی ایسا نہیں لکھا اور نہ جماعت احمدیہ لاہور کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا ماننا شرائط ایمان میں سے ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مجدّد کو اسلام میں کوئی اہمیت حاصل نہیں اور نہ یہ صحیح ہے کہ اگر اس کا ماننا شرائط ایمان میں سے نہیں تو اس کا ماننا ضروری ہی نہیں فی الحقیقت مجدّد کا ماننا ہمارے نزدیک اتنا ہی ضروری ہے جتنا نماز پڑھنا اور دیگر احکام الٰہی بجا لانا، جس طرح احکام الٰہیہ کی بجا آوری سے انکار موجب معصیت ہے اسی طرح مجدّد کا انکار بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ "ایشیا" کا یہ کہنا کہ

"اگر کسی شخص کا گمان اپنے متعلق ہو تو ہوا کرے اور جس کو اس کی پرکھ منظور ہو کرے۔ لیکن ایسے لوگوں کو یہ منصب اور مقام حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنی طرف دعوت دیں"

مقام تجدد کی اہمیت کو گرانے کا موجب ہے حالانکہ حدیث کے الفاظ اس امر پر شاہد ہیں کہ مجدد بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے صاف فرمایا گیا ہے ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ مسلمانوں کو اپنی طرف دعوت نہیں دے سکتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مبعوث کئے جانے کا کیا فائدہ؟ یوں تو ایک عام مسلمان بھی دعوت الی الحق کے لئے مامور ہے مجدد کا الگ مبعوث کیا جانا کیا یہ نہیں بتاتا کہ اس کا منصب اور مقام دوسرے لوگوں سے الگ اور ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، اور اس کو حق ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو تجدید دین کے کام میں شمولیت اختیار کرنے کی دعوت دے کیا اس نیکی کے کام سے انکار کرنا ایک مسلمان کے لئے خسران کا موجب نہیں؟ کیا قرآن کریم نے کھلے طور پر تبلیغ دین کرنیوالی جماعت کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرنے کے لئے اولٰئک ھم المفلحون کی خوشخبری نہیں دی؟ آخر حضرت مرزا صاحب نے اس سے بڑھ کر اور کیا کہا ہے کہ اسلام کو دنیا میں پھیلانے، اس کی حقانیت اور صداقت کو واضح کرنے کے لئے میرے ساتھ مل کر کام کرو، اور جس روشنی کو لے کر میں آیا ہوں اس سے تم بھی اپنے قلوب کو منور کرو اور میرے ساتھ مل کر دوسروں کو بھی اس نور کی طرف بلاؤ، کیا یہ خلاف اسلام ہے، کیا مجدد کا اتنا بھی حق نہیں کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں شمولیت کی دعوت دے؟ کیا وہ شخص جو اس دعوت کو ٹھکراتا اور داعی الی الحق کو برا بھلا کہتا ہے معصیت اور گناہ کا مرتکب نہیں؟ اس سے بڑھ کر کونسی بات ہے جو ہم کہتے ہیں اور جو ہم ہی نہیں کہتے، امت کے دوسرے بزرگان، اور مجددین عظام بھی کہتے چلے آئے ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر خطرناک الفاظ اپنے مخالفین کے متعلق انہوں نے استعمال کئے ہیں ملاحظہ ہوں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ذیل الفاظ:-

"فھمنی ربی جل جلالہ انا جعلناک امام ھٰذہ الطریقۃ واوصلناک ذروۃ سنامھا وسددنا طرق الوصول الی حقیقۃ القرب کلھا الیوم غیر طریقۃ واحدۃ وھو محبتک والانقیاد لک فالسماء لیس علی من عادک بسماء ولیست الارض علیہ بارض فاھل المغرب واھل المشرق کلھم رعیتک وانت سلطانھم علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا میرے رب نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا ہے اور اس کی اعلیٰ بلندی تک پہنچایا ہے۔ اور حقیقت قرب تک پہنچنے کے اور طریقے

مسدود کر دیئے ہیں۔ سوائے ایک طریقہ کے وہ تیری محبت اور تیری فرمانبرداری ہے۔ پس جو شخص تجھ سے عداوت کرے نہ آسمانی برکات اس پر نازل ہوں گی اور نہ وہ ارضی برکات کا مورد ہوگا۔ اہل مغرب اور اہل مشرق سب کے سب تیری رعیت ہیں اور تو ان کا بادشاہ ہے۔ خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں اگر وہ جان لیں تو کامیاب ہوں گے، اور اگر بے خبر رہیں تو خائب و خاسر ہوں گے۔" (تفہیمات الہیہ)

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ یہ ہے مجدد کی اہمیت لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ مودودی صاحب کے نزدیک شاہ ولی اللہ صاحب بھی چنداں وقعت کے قابل نہیں جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب تجدید و احیائے دین میں صاف لکھا ہے کہ:-

"اس قسم کے دعوے جو لوگ کرتے ہیں اور جو ان پر ایمان لاتے ہیں اپنے علم کی کمی اور اپنے ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں۔"

اور اسی کتاب میں انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ جیسے عظیم الشان انسان پر وہ سے دے کی ہے کہ الامان، گویا اس تیرہ سو سال میں جو امت محمدیہ پر گذرے اگر کوئی صاحب علم انسان پیدا ہوا ہے تو وہ مودودی صاحب ہیں، وہ چاہیں تو الگ جماعت بھی بنائیں لوگوں کو اپنی طرف دعوت بھی دیں اپنی جماعت کو "صالحین" کا خطاب بھی عطا کریں، سب صحیح ہے، لیکن مجدد جس کو اللہ تعالیٰ مبعوث کرتا ہے، اس کو کوئی اہمیت حاصل نہیں، نہ وہ دوسروں کو اپنی طرف بلا سکتا ہے اور نہ اپنے مخالفین کو ان کی ناحق کوشیوں، فتنوں اور شرارتوں کی جزا و سزا سے متنبہ کر سکتا ہے اور جو ایسا کرے اس کی نہ کوئی دینی خدمت قابل وقعت ہے اور نہ وہ ملہم من اللہ اور مجدد و محدث ہو سکتا ہے، لاکھ وہ دوسروں کو مسلمان کیا کیے تثلیث کے مقام پر توحید الہٰی کا جھنڈا بلند کرے، کفرستانوں میں مسجد بنائے اور اشہدان لا الٰہ الا اللہ و اشہدان محمد رسول اللہ کی آواز بلند کرے اس کی یہ سب باتیں اکارت ہیں کیونکہ وہ مجدد ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو اعلائے کلمۃ الحق میں شمولیت کے لئے دعوت دیتا ہے۔ غور کیجئے کیا یہ پوزیشن کسی صاحب بصیرت اور صحیح الفہم انسان کی ہو سکتی ہے کیا "ایشیا" ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم حضرت صاحب کو یہ کہکر ان سے الگ ہو جائیں کہ فاذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون، کیا مجدد وقت کا ساتھ دینا گناہ ہے؟ لیکن یہ سوال تو اس کرنا چاہیئے جو مجدد کی حیثیت کو بھی سمجھتا ہو۔ "ایشیا" اور اس کے ہمنواؤں کا تو یہ حال ہے کہ نہ حدیث مجدد کا کھلے طور پر انکار کرتے ہیں اور نہ مجدد کو کوئی حیثیت دیتے ہیں ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ حدیث مجدد کے الفاظ ان اللہ یبعث پر غور کرتے ہوئے ان کا یہ کہنا کہاں تک حق بجانب ہے کہ اگر ایک مجدد اپنے قول اور خیال میں سچا ہے تو یہ اسکا ذاتی معاملہ ہے، اسکو یہ کہنے کا حق نہیں کہ مجھے مانو، اگر یہ حق اسے حاصل نہیں اور وہ اپنی مجددانہ حیثیت کو منوا کر دوسروں کو اپنی طرف دعوت نہیں دے سکتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مبعوث کیا جانا ایک فعل عبث ٹھہرتا ہے یا تو کھلے طور پر حدیث کو موضوع ٹھہرایئے اور اس صورت میں ان ائمہ کرام کے متعلق بھی فتویٰ دیجئے جنہوں نے اس حدیث کے ماتحت مجدد ہونیکا دعویٰ کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ کی طرح اپنی مجددانہ حیثیت کو نہ ماننا موجب خسران قرار دیا، اور یا حدیث کے وہ معنے کیجئے

سان فرانسسکو کی مسجد کیلئے مجاہد امریکہ کی جدوجہد بسلسلہ صفحہ ۲

وہ سان فرانسسکو سٹیٹ کالج میں زیر تعلیم ہیں۔ اور رخصتوں کے ایام میں مونٹرے کے قریب کام کر رہے تھے انہوں نے میری دعوت کی۔ اور سنیچر۔ اتوار میرے ساتھ ہو کر چندہ وصولی کے کام میں میری امداد کی انہوں نے بتایا کہ گذشتہ سال جب میں یہاں کام کرنے آیا تھا تو اپنے دل میں عہد کر لیا تھا۔ کہ جس قدر آمدنی ہو گی اس کا بیسواں حصہ اشاعت اسلام کے لئے چندہ دوں گا۔ گذشتہ سال رخصتوں میں اچھا کام ملنے کی وجہ سے اخراجات نکال کر چھ سو ڈالر بچا لئے تھے۔ لیکن اس سال میں مذبذب تھا۔ اور کوئی عہد نہ کیا۔ اس کی سزا یہ ملی کہ مجھے حسب منشا کام نہ مل سکا۔ اور آمدنی گذشتہ سال سے نصف ہوئی۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ اس کا احساس انکو ابھی تک ہے۔ آپ مسلم سوسائٹی کے سیکرٹری ہیں۔ اور چندہ وصول کرنے کا اچھا ڈھب جانتے ہیں۔

ایک نوجوان مسلمان سے ملاقات

مسٹر جعفر حسین کی معرفت میرا تعارف ایک مسلمان نوجوان سے ہوا۔ ان کا نام شیخ عبد المجید ہے۔ ایک ہوٹیل میں باورچی کا کام کرتے ہیں۔ ان کی بیوی جو چینی خاندان کی ہے اپنے خاندان کے ساتھ کام کرتی ہے۔ دو بچے ہیں۔ جن کو وہ ایک ملازمہ کے پاس اپنے مکان پر چھوڑ آتے ہیں۔ دو تین سال پہلے ان کا اچھا کاروبار تھا، لیکن زمانے کی گردش سے تمام کاروبار ٹوٹ گیا۔ ان سب کو ملازمت پر اکتفا کرنی پڑی ہے۔ دونوں میاں بیوی ۸۰۰ ڈالر ماہوار کما لیتے ہیں۔ سرمایہ بن جانے پر اپنا کاروبار پھر شروع کریں گے انہوں نے ہماری اپنے مکان پر دعوت کی۔ میں نے قرآن مجید کی چند سورتیں ریکارڈ کر دیں۔ اور ایک تقریر بھی انگریزی میں ریکارڈ کی۔ مسٹر جعفر حسین کی باری آئی تو انہوں نے سورۃ فاتحہ اور اس کا ترجمہ اور تفسیر اس پُر اثر انداز سے ریکارڈ کرائی کہ میرے دل پر رقت طاری ہو گئی۔ مسٹر جعفر حسین کا ارادہ ڈاکٹری کا ہے۔ خدا کی شان ان کو جگہ بھی ایک فیاض امریکن ڈاکٹر کے ہاں ملی ہے۔ جو معمولی کام کے عوض کھانا اور رہائش کے لئے کمرہ اور جیب خرچ کے لئے تیس چالیس ڈالر ماہوار دیتا ہے۔ رخصتوں کے بعد وہ اسی جگہ رہتے ہیں

کارمل کے ایک کاروباری سے ملاقات

مونٹرے سے پانچ میل کے فاصلے پر میں کارمل گیا۔ اس شہر کو دیکھ کر صوات یاد آ گیا تمام نظارے فیجی کے موافق دکھائی دیئے یا یوں کہئے کہ اس کے نظارے اور آب و ہوا ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے موسم گرما میں ایبٹ آباد فرق صرف اتنا ہے کہ ایبٹ آباد سمندر سے محروم ہے لیکن کارمل سمندر کے کنارے واقع ہے۔ اس جگہ دور دراز سے امراء رخصتیں گذارنے آتے ہیں۔ شہر مانٹرے کی نسبت چھوٹا ہے۔ لیکن خوب چہل پہل رہتی ہے۔ اس جگہ مجھے مسٹر سنڈی سے خصوصیت سے ملاقات کرنی تھی مسٹر سنڈی اور ان کی بیوی میرے دو لڑکوں اکبر اور خالد پر بہت مہربان تھے۔ اور ان کے ساتھ اپنے بچوں کا سا سلوک کرتے تھے۔ جب کبھی گرمی کی رخصتیں ہوتی تھیں ان کو کام کرنے کے لئے دعوت دیتے تھے۔ مجھے ان کی ملاقات کا بہت شوق تھا۔ مسٹر سنڈی کا کاروبار ہوٹیل ان کی سادہ لوحی کی وجہ سے ختم ہو گیا ہے۔ اور جس مالک مکان سے انہوں نے لیس لی تھی۔ اس پر اعتبار کرتے ہوئے تیس ہزار ڈالر دینے کے بعد بھی لیس پر دستخط نہیں کرائے تھے۔ پانچ سال کے بعد جب کاروبار ترقی کی منزل پر پہنچ گیا تو مالک مکان نے نوٹس دے دیا۔ مسٹر سنڈی اب ایک بڑے ہوٹیل کے مینیجر ہیں۔ مسٹر سنڈی نے کہا کہ وہ روٹری کلب کے سیکرٹری سے میرے مشن کے متعلق بات چیت کریں گے۔ اور لیکچر کا بندوبست کرائیں گے۔

ایک کرنل کے مکان پر

کارمل میں میں ایک ریٹائرڈ کرنل کے ہاں گیا۔ ان کی ایک لڑکی نے جو سان فرانسسکو میں ایک دوکان پر کام کرتی ہے اپنے گھر کا ایڈریس دیا تھا۔ تقریباً شام ہونے والی تھی۔ کرنل صاحب مجھے دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے۔ کیونکہ یہاں بغیر وقت ملاقات مقرر کئے کوئی کسی کے مکان پر نہیں جاتا۔ اور اجنبی شخص کو دروازے سے ہی واپس لوٹنا پڑتا ہے میں نے کرنل صاحب کو باتوں میں ایسا الجھا لیا کہ ان کو مجھے گھر کے اندر آنے کی اجازت دینی ہی پڑی۔ دوران گفتگو میں معلوم ہوا۔ کہ ان کو سر عبدی جلال الدین محمد اکبر نے "محمد دی پرافٹ" اور اسلامک ریویو بطور تحفہ دیئے تھے۔ اُن سے پانچ ڈالر وصول ہوئے ... اور انہوں نے چندہ وصول کرنے کے لئے مشورہ دیا۔

ایک اور مکان پر

اگرچہ شام ہو گئی تھی، اور مناسب یہی تھا کہ میں اپنے ٹھکانے پر واپس چلا جاؤں۔ لیکن اس آمدنی سے تسلی نہ ہوئی اور قسمت آزمائی کے لئے ایک اور گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا مالکہ مکان نے دروازہ کھولا۔ اور نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئی۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے شاندار ملک کی سیر و سیاحت کے لئے ایک نہایت ہی خوبصورت جزیرہ سے آیا ہوں، جس کا نام فیجی ہے۔ اگر آپ کو فرصت ہو تو میں اندر بیٹھ کر آپ کو جزائر فیجی کے حالات سناؤں۔ اس نے خوش آمدید کہی اور میں نے اپنا حال سنانا شروع کیا۔ اتنے میں اس کے خاوند تشریف لائے۔ اور دونوں بڑی دلچسپی سے حالات سنتے رہے۔ آخر جب چندہ کی نوبت آئی تو انہوں نے کہا کہ ہماری حالت تو ایسی نہیں کہ ہم امداد کر سکیں۔ البتہ آپ کا تعارف ایک اور لیڈی سے کرا دیں گے جو لداد ہونے کے علاوہ ابتدائی زندگی فیجی میں گذار چکی ہیں۔ میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ آخر انہوں نے اس لیڈی کو جس کا نام مسز مینٹنی ہے (Mrs. Mahoney) ٹیلیفون کیا۔ اور صورت

قوم سازی کے لئے صبر و استقلال اور نمونہ کی ضرورت

شریعت کے چھلکے سے بڑھ کر اس کی رُوح پر عمل کرو

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ .... اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (البقرہ آیت ۱۷۷)

شریعت کی حقیقت اور رُوح

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تصوف کا ایک سبق دیا ہے۔ تصوف کیا ہے؟ شریعت حقہ کی حقیقت اور اس کی رُوح کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا تصوف ہے۔ اصل میں باشریعت تو وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے احکامات کی معرفت عطا کی ہے اور وہ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں ورنہ شریعت کے ظاہری ڈھانچ پر ہی صرف پنجہ مارنے سے تو شریعت صرف چھلکے کی حیثیت تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ بسا اوقات لوگوں کو اس کے چھلکے سے بڑی محبت ہو جاتی ہے اور وہ اس کی غرض و غایت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ شریعت پر تو یہودیوں نے بھی عمل کیا۔ اور انہوں نے اس کے ظاہری الفاظ پر بڑی شدت سے پنجہ مارا، اور حقیقت کی طرف ان کی کوئی توجہ نہ رہی، بلکہ اس سے غفلت سے کام لیا۔ قرآن کریم شریعت کے ظاہری ڈھانچ کو ہی نہیں سکھلاتا بلکہ اس کی رُوح کو اپنانے کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے۔ اور یہی تصوف ہے۔ قرآن کریم کی یہی غرض ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو حقیقت پسند اور باعمل بنا دے وہ ایک عامل شریعت کے اندر دین کو متحرک دیکھنا چاہتا ہے۔

نماز کی سمت صرف نظام کیلئے قائم کی گئی

چنانچہ فرمایا لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ مشرق کی طرف منہ کر لیا یا مغرب کی طرف یہ کوئی بڑی نیکی نہیں، ایک عیسائی عبادت بجا لاتے ہوئے مشرق کیطرف منہ کرتا ہے۔ اور ایک مسلمان مغرب کی طرف۔ مشرق ہو یا مغرب سب اللہ تعالیٰ ہی کی اطراف ہیں۔ ہر سمت پر خدا رہتا ہے۔ مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر لینا کوئی اصل مقصد نہیں بلکہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا جو حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے وہ اس کے نظام کے لئے ہے۔

حضرت نبی کریم کی قربانی اور قوموں کو ایک کرنیکا جذبہ

عبادت کے لئے جو حضورؐ نے یہ سمت مقرر فرمائی ہے اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی بھی پائی جاتی ہے وہ چاہتے تو اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی مسجد جو مدینہ میں ہے اسے قبلہ بنا لیتے۔ حضورؐ کے قلب مبارک کے کسی گوشہ میں نفس پرستی اقتدار پسندی کا جذبہ نہیں، خدا پرستی غالب تھی۔ بیت اللہ وہ گھر ہے جسے حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے تمام یہودیوں اور عیسائیوں کے دلوں میں ایک تعظیم کا جذبہ ہے۔ سو حضورؐ نے تمام قوموں کو ایک کرنے کے لئے کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ باوجود اس ارشاد کے یہ اعلان کر دیا فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ اس گھر کی عبادت نہیں کرنا بلکہ اس گھر کے رب کی عبادت کرنا ہے۔

مقررہ سمت سے تجاوز

ایک دفعہ ہماری اس مسجد میں جہاں ہم جمعہ کے لئے جمع ہوتے ہیں ایک صاحب آئے۔ اچھے پڑھے لکھے تھے کہنے لگے اس مسجد کی سمت صحیح طور پر کعبۃ اللہ کی طرف نہیں۔ میں نے کہا ہماری مسجد کی سمت بالکل اسی طرف ہے جس طرف لاہور [illegible]۔ لیکن اگر جیسا کہ تم کہتے ہو کچھ فرق بھی [illegible] ہماری نمازیں غارت گئیں۔ نہیں اللہ تعالیٰ کی [illegible] سب پر ہے۔ ایسا نہیں کہ تھوڑا بہت منہ صحیح سمت سے ادھر ادھر ہو گیا تو بس اللہ میاں خفا ہو گئے۔ ہم خدا کے حضور کھڑے ہوتے ہیں، اس کی تعظیم بجا لاتے اور اس کے آگے جھکتے ہیں۔ اور اپنا ماتھا اس کے سامنے زمین پر رگڑتے ہیں، یہی عبادت ہے نہ کہ صرف سو فیصدی صحیح سمت کی طرف منہ کر لینا۔ اس نے کہا کہ غلطی ہوئی جو ایسا سوال ذہن میں آیا تو بعض کو ظاہری چھلکے سے بڑی محبت ہو جاتی اور حقیقت نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے۔

ایک پادری کا اعتراض

ایک دفعہ شملہ کے ایک گرجا گھر میں لیکچر دینے کے لئے مجھے دعوت ملی۔ گرجا میں انگریز مرد اور انگریز عورتیں جمع تھیں، ان میں چند مسلمان اور ہندو بھی تھے۔ لیکچر کے ختم ہونے پر ایک پادری صاحب اُٹھے اور کہنے لگے کہ لیکچر میں بیان کئے گئے مضمون کے متعلق تو میں کچھ سوال کرنا نہیں چاہتا۔ اگر اجازت ہو تو اسلام کے متعلق کچھ پوچھ لوں۔ پادری صاحب نے کہا کہ آپ نے توحید پر بڑا زور دیا ہے۔ اس کے کمالات اور اس کے فوائد کو بھی بیان کیا ہے۔ لیکن آپ کی توحید ہے کہاں؟ مسلمان تو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے جواباً کہا کہ پادری صاحب کو غلط فہمی ہے۔ مسلمان مکہ کی طرف منہ کرتے ہیں نہ کہ مدینہ کی طرف۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مدفون نہیں بلکہ مدینہ میں لیٹے ہیں جو مکہ سے اڑھائی سو میل دُور ہے۔ اس نے پھر کہا کہ آپ جو مکہ کیطرف منہ کرتے ہیں تو ذرا منہ اس سے ہٹ جانے پر تو خود بخود منہ قبر کی طرف ہو جائے گا اور مسلمانوں کے ذہن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان کا خیال تو پہلے سے موجود ہے۔ میں نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان بھی بستیاں ہیں وہاں بھی مسلمان رہتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں جب یہ لوگ مکہ کی طرف منہ کرتے ہیں تو ان کی پیٹھ حضرت نبی صلعم کی قبر کی طرف ہو جاتی ہے۔ مسلمان موحد ہے وہ نماز پڑھتے وقت حضرت کے مزار کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس نے یہ بھی اعتراض کیا کہ مسلمان کعبہ کی پوجا کرتے ہیں۔ تو میں نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ کہ اس گھر کی عبادت نہیں کرنا بلکہ اس گھر کے رب کی عبادت کرنا ہے

ایمان کا ثبوت عملی رنگ میں

غرض کہ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان میں حقیقت کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی ہے، خدا پر ایمان ہو اس کے رسُول پر ایمان ہو اور عاقبت پر ایمان ہو تو دل روشن ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے۔ فرمایا نیکی اس کی ہے جو ایماندار ہونے کے بعد اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ مال سے انسانوں کو محبت ہے۔ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے وہ اپنے آرام کی اشیاء کو مہیا کر سکتا ہے۔ لیکن فرمایا کہ اگر خدا سے محبت اور عشق کا دعوےٰ ہے تو پھر اس کی محبت کو ترجیح دیتے ہوئے مال اس کی راہ میں خرچ کرو۔ اصل ایماندار وہی ہے جو اپنا مال اس کی بتلائی ہوئی راہوں پر خرچ کرتا ہے۔ مال کا خرچ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کی عظمت اس کے قلب پر مستولی ہے۔ یہ شکل عبادت ہے لیکن ایمانداری پر بڑی پختہ دلیل ہے۔ حکم فرمایا کہ اپنا مال رشتہ داروں پر صرف کرو، قوم کے یتامیٰ پر صرف کرو، مسافر پر خرچ کرو اور قیدی پر صرف کرو، جن لوگوں کی گردنیں کسی بوجھ میں دبی ہوئی ہیں انہیں آزاد کرنے میں خرچ کرو مثلاً مقروض ہے، غلام ہے وغیرہ۔

نماز اور زکوٰۃ

ایمان کا عملی رنگ میں ثبوت دینے کے بعد اَقَامَ الصَّلٰوۃَ کا مزہ آجاتا ہے۔ قرآن کریم میں اقام الصلوٰۃ کے ساتھ اٰتی الزکوٰۃ کو رکھا ہے۔ یعنی خدا کی عبادت کا اظہار اپنے اموال کے خرچ کرنے سے کرو۔ اس کے بعد تمدن کو قائم کرنے اور معاشرہ میں

خوبی پیدا کرنے کے لئے چند ایک احکامات دیئے ہیں۔

ایفائے عہد

فرمایا۔ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا یعنی قول اور عہد کے پکے ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَہٗ۔ جو عہد کا پکا نہیں اس کا کوئی دین نہیں مسلمان وہ ہے جو عہد کا پکا ہو لا الٰہ الا اللہ کا عہد جو زبان پر اکثر جاری رہتا ہے اس کو بھی پورے طور پر سنبھالنے والا ہو لوگ یقین کرتے ہوں کہ وہ جو دین اور دیگر معاملات میں جو عہد کرتا ہے اسے نبھاتا ہے۔ اس سے سوسائٹی میں امن پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں صادق مومنین کی بڑی تعریف کی ہے فرمایا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ۔ مومنین میں سے وہ مردان خدا ہیں کہ جو بات انہوں نے کہدی اس پر وہ قائم ہیں۔ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ ان میں سے بعض نے تو اس عہد کے نبھانے کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیا ہے، اور بعض ہیں کہ دلی شوق سے اس کا انتظار کر رہے ہیں ایمان کی مضبوطی کا ثبوت اعمال ہی سے ملتا ہے۔

مصائب میں صبرو استقلال

پھر فرمایا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ علامہ زمخشری نے یہاں علم معانی کی ایک بات لکھی ہے وہ کہتے ہیں والصّابرین منصوب ہے لیکن اس سے پیشتر اس آیت میں جتنی صفات کا ذکر کیا ہے وہ سب مرفوع ہیں اسے نصب دینے میں اس کی طرف خاص توجہ اور زور دینا مقصود ہے یہ منصوب علی المدح ہے۔ یعنی مشکلات آنے پر صبر کرنا بڑا اہتم بالشان صبر ہے۔ قوم کا اس صفت کو اپنے اندر پیدا کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ البأساء والضرّاء مصائب آجائیں، تنگی و فقر و فاقہ کا سامنا ہو اور دیگر تکالیف پہنچیں، ان سب میں صبر سے کام لینا نہایت ضروری ہے ایسے موقعہ پر ایک باخدا انسان رول رول کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ وہ مضطرب نہیں ہوتا۔ قلب میں اضطراب ہو تو اس کا اثر جوارح پر بھی ہوتا ہے۔ ایک مضطرب شخص رشتہ داروں اور تعلق داروں کی پریشانی کا بھی باعث بن جاتا ہے۔ لیکن ایک باخدا انسان تحمل اور استقلال سے اسے برداشت کرتا ہے۔

مصائب و مشکلات میں انسان کی بھلائی

مصائب اور مشکلات سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا۔ یہ مصائب انبیاء پر آتی ہیں، بڑے بڑے بادشاہوں اور امراء پر آتی ہیں۔ ان کا آنا انسان کی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ایسے وقت میں پتہ چلتا ہے کہ کون ایماندار ہے اور کون باخدا ہے۔ خدا دوست انسان یقین کرتا ہے کہ ان مشکلات کے پیچھے اس کے رب نے اس کے لئے بھلائی چھپا رکھی ہے۔ عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ۔ یعنی فرمایا بعض اوقات انسان ایک امر کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے لیکن اس کے لئے اس میں بھلائی رکھی ہوتی ہے۔ اس لئے باخدا انسان خدا کی قضاء قدر پر راضی رہتا ہے۔

قربانی کی آخری منزل

وَحِیْنَ الْبَاْسِ یہ تو گویا آخری منزل ہے۔ میدانِ جنگ میں اپنی متاع عزیز یعنی جان کو خدا کی رضا کے لئے پیش کر دینا نہایت مشکل ہے۔ اس میں بچوں کے یتیم اور عورتوں کے بیوہ ہو جانے کا خدشہ ہے۔ بہنیں ہیں کہ ان کے ویروں کا ان سے جدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ایسے نازک وقت میں بھی ایک خدا پرست انسان استقلال دکھاتا ہے۔ اس آیت میں قوم سازی کے لئے تمام ضروری امور کو جمع کر دیا ہے۔

صحابہ کرام کا صبرو استقلال

آنحضرت صلعم کے صحابہ نے ان تمام حالات میں صدق و وفا اور صبرِ و استقلال کا نمونہ دکھایا۔ اور ایسا بے مثل نمونہ پیش کیا کہ گذشتہ انبیاء کے گروہ میں اس کی مثل ڈھونڈے سے نہیں ملتی، وہ مضطرب نہیں ہوتے۔ بلکہ آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ روشنی کے وہ مینار تھے کہ جس کے دیکھنے سے پژمردہ دلوں کو تسلی اور طمانیت حاصل ہوتی تھی۔

حضرت نبی کریمؐ کے شجاعانہ کارنامے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑے بڑے مشکل اوقات آئے لیکن حضور پہاڑ کی طرح کھڑے رہے۔ اور بسا اوقات میدانِ جنگ میں شجاعت کا ایسا نمونہ دکھایا کہ آپ کا یہ نمونہ بڑے بڑے قوی القلب اور شجاع صحابہ کے لئے قوت کا موجب بنا۔ آپؐ ہمیشہ میدانِ جنگ میں خچر پر سوار ہوتے، خچر پر سوار ہونا ہی آپ کی شجاعت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ کمانڈر کو کسی تیز رَو گھوڑے پر سوار ہونا چاہیئے، کہ وقت پڑے اور موت دکھائی دے تو وہ اپنے سوار کو کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دے۔ لیکن خچر تو اپنے سوار کو بچا نہیں سکتی۔ اور حضورؐ اسی پر سوار ہوتے۔

جنگِ حنین میں آنحضرت صلعم کی شجاعت

جنگِ حنین میں مسلمانوں کی فوج کی تعداد زیادہ تھی، اس کثرت کے خیال نے ان کے اندر کچھ تکبر پیدا کر دیا، اذا اعجبتکم کثرتکم تمہیں اپنی کثرت پر جب ناز ہوا کہ آج فتح یقینی ہے۔ لیکن خدا کی شان یہ سارے کا سارا لشکر میدان چھوڑ گیا۔ اس نازک وقت میں حضورؐ اپنی خچر پر سوار دشمن کی طرف بڑھتے ہیں۔ حضرت عباسؓ اور ابو سفیانؓ آپؐ کی رکابیں تھامے ہیں، انہوں نے مشاہدہ کیا حضور نہایت ہی بلند ہمت اور شجاع مرد ہیں، انسان پر خوف کی حالت طاری ہو تو اپنی جان بچانے کی فکر کرتا ہے۔ اور بغیر سوچے سمجھے بھاگتا ہے۔ ہر جاندار کی طبیعت میں اپنی جان کی حفاظت کا خیال ہوتا ہے وہ مصیبت کے وقت اپنے بچاؤ کے لئے خودبخود بھاگ اٹھتا ہے۔ لیکن حضورؐ ہیں کہ دشمن کے مقابل پر کھڑے ہیں، اور اپنی فوج کو اکٹھا کرنے کے لئے اعلان کرواتے ہیں اے بیعت علی الموت کرنے والو! اے بیعت رضوان کرنے والو!! میری طرف آؤ انا النبی لا کذب میں سچا نبی ہوں میری تکذیب نہ کرو۔ اور انا ابن عبد المطلب اور میری رگوں میں ہاشمی خون بہتا ہے۔ یہ اعلان کرنا تھا کہ صحابہ اس اعلان کو سن کر واپس لوٹے اور پھر تمام کی تمام فوج جمع ہو گئی اور دشمن بھاگ اٹھا اور فتح نصیب ہوئی۔ یہ حضورؐ کا بلند پایہ نمونہ ہی تھا جس نے فوج کی شکست کو فتح میں بدل دیا۔ غرض کہ (حین الباس) میں بھی صبر اور استقلال سے کام لینے کی تلقین فرمائی۔

قوم سازی کیلئے نمونہ کی ضرورت

اولٰئک الذین صدقوا و اولٰئک هم المتقون۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کو اپنے عمل سے سچ کر دکھایا۔ اور یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں تقویٰ ہے۔ خدا تعالےٰ وہ تعلیم نہیں دیتا جس کا دائرہ مسجد کی چار دیواری کے اندر محدود ہو، بلکہ اس کے پیش نظر ایک قوم بنانا ہوتا ہے، اور قوم کا ہر فرد جب تک ایک ہی رنگ میں رنگین نہ ہو اس کا وجود کوئی فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتا۔ حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے بلند نمونہ سے تمام قوم کو ایک رنگ میں رنگین کر دیا۔ اور پھر ان کو وہ کامیابیاں نصیب ہوئیں کہ کسی اور قوم کے حصہ میں اس کا عشر عشیر بھی نہ آیا۔ آپؐ کا پیدا کردہ معاشرہ بے عدیل اور بے نظیر ہے۔

سلطنت ترکی کی مغلوبیت اور مغلوبیت کے بعد غلبہ کی بشارت

مولنا مرتضیٰ خان صاحب کی نو تصنیف کتاب "بیّنات" کا ایک ورق

میری زیر تالیف کتاب "بیّنات" حضرت مسیح موعودؑ کے خوارق و کرامات پر مشتمل ہے اس کے باب سوم کے ایک مضمون کا اقتباس ہدیہ قارئین کرام ہے۔ مرتضیٰ خان حسن

غلبت الروم فی ادنی الارض وھم ومن بعد غلبھم سیغلبون ط
(روم قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گیا اور وہ مغلوب ہونے کے بعد غالب آجائیں گے)

غلبۂ روم کی پیشگوئی اور نبی کریم صلعم کی صداقت

مندرجہ بالا حضرت مسیح موعود کا ایک الہام ہے، جو جنوری ۱۹۰۴ء کو ہوا۔ دراصل یہ قرآن کریم کے الفاظ ہیں جن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روم کی مغلوبیت کے بعد اس کے غلبہ کی خبر دی گئی تھی۔ یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔ اور فی الواقع یہ تاریخی دنیا میں قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک ناقابل انکار ثبوت ہے۔ یہ پیشگوئی اس وقت کی گئی جبکہ اس کے پورا ہونے کے بظاہر کوئی امکانات یا قرائن نہ تھے۔ اور حالات ایسے ناسازگار تھے کہ دنیا کا کوئی سیاستدان قیاس نہیں کر سکتا تھا کہ رومی جو نہایت درجہ کمزور ہو چکے تھے اور جن کا انحطاط انتہائی نقطہ پر پہنچ چکا تھا، چند سالوں کے اندر اندر پھر غالب آجائیں گے۔ اور انہیں پہلے سے زیادہ تمکنت اور شوکت حاصل ہو جائے گی اور ان کے دشمن مغلوب و مقہور ہوں گے۔ لیکن خدائے علیم و خبیر کے علم میں تھا کہ ایسا ضرور ہوگا اور وہ ہو کر رہا۔ قرآن مجید میں تو اس کے ساتھ غلبۂ اسلام کی پیشگوئی بھی ہے۔ جیسا کہ الفاظ ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ (سورہ روم ۴) سے ظاہر ہے مگر اس جگہ ہمیں محض روم کی پیشگوئی سے غرض ہے۔

روم اور ایران کی جنگ

واضح ہو کہ سلطنت روم کی مغلوبیت جس کا یہاں ذکر ہے ایرانیوں کے ہاتھ سے وقوع میں آئی، ان دونوں سلطنتوں میں مدت سے رقابت چلی آتی تھی اور وہ ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتی تھیں آخر ۶۰۲ء میں وہ عدیم المثال جنگ وقوع میں آئی جو خسرو ثانی شاہ ایران نے رومیوں کے خلاف پورے زور سے شروع کی، اور وہ تقریباً تیرہ سال یعنے ۶۱۵ء تک جاری رہی۔ خسرو کی افواج نے سیریا اور ایشیا کوچک کو نہایت بیدردی سے لوٹا۔ تقریباً تمام رومی علاقہ جات کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے کیلسڈون پر دھاوا بول دیا۔ اسی طرح فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ ایرانی جنرل شاہ براز نے دمشق اور یروشلم کو بھی مسخر کر لیا۔ اور مقدس صلیب کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس قبضہ کے بعد مصر کی سلطنت بھی ایرانیوں کے حیطۂ تصرف میں آگئی۔ رومی نہایت ذلت سے شکست کھا گئے۔ اور ان میں تاب مقاومت نہ رہی۔ اس کی ایک وجہ تو ان کے اندرونی تنازعات تھے اور دوسری طرف وہ سلافیوں کے دباؤ سے بہت کمزور ہو رہے تھے۔

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا)

مغلوبیت کے بعد روم کا غلبہ

ایسے حالات اور ایسے وقت میں جبکہ رومی اقتدار کا آفتاب غروب ہو چکا تھا، اور ان کے دوبارہ پنپنے کی کوئی توقع نہ تھی خدائے علیم و خبیر نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ یہ مغلوب سلطنت آخر غالب آجائے گی رومی جو آج ذلیل و خوار نظر آتے ہیں کل مظفر و منصور نظر آئیں گے اور ان کا دشمن ان کے مقابلہ میں مغلوب و مقہور ہو جائے گا۔ ایسا غیب کا علم کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہو سکتا۔ اور یہ فی الواقعہ نہایت ہی عجیب بات ہے کہ جیسا کہ پیشگوئی کے الفاظ میں فی بضع سنین کا ذکر تھا نو سال کے اندر اندر رومی ایرانیوں پر غالب آجاتے ہیں، یہ ایک محیرالعقول انقلاب تھا جو دنیا میں رونما ہوا۔ ہرقل شاہ روم ایک نئے عزم سے اٹھا، اس نے ایک زبردست جمعیت تیار کر کے ایرانیوں پر تابڑ توڑ حملے کئے۔ اور نہ صرف اپنے تمام کھوئے ہوئے علاقے فتح کر لئے بلکہ ایران کے اندر داخل ہو کر ایرانیوں کے بڑے آتشکدہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ خدا کی بات پوری ہو گئی اور رومی پھر غالب آگئے اور اس پیشگوئی نے پورا ہو کر قرآن کریم اور حضرت نبی کریم کی صداقت پر مہر ثبت کر دی۔

روم پر مسلمانوں کا قبضہ اور ترکوں کی عظیم الشان سلطنت

بعدہٗ روم کی یہی عظیم الشان سلطنت خدا نے مسلمانوں کو عطا کی۔ اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین اور بنو امیہ اور بنو عباس کے شاندار ادوار حکومت میں سے گذرتے ہوئے ترکوں تک پہنچی۔ اور اسی نسبت سے اس کو ترکی کا نام دیا گیا۔ یہ ایک بہت بڑی سلطنت تھی۔ اور اپنی عظمت، طاقت اور شوکت کے لحاظ سے دنیا کی نہایت مقتدر سلطنتوں میں شمار ہوتی تھی۔ دنیا کے تمام مسلمان خواہ وہ کسی حکومت کے ماتحت ہوں سلطان روم کو اپنا خلیفہ اور امیرالمومنین تسلیم کرتے تھے اور اماکن مقدسہ کے خادم اور محافظ ہونے کی وجہ سے اس کو دنیائے اسلام میں وہ عزت حاصل تھی کہ اس کے لئے مسلمان جانیں قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ یورپ کی عیسائی سلطنتیں اس کی طاقت اور اقتدار سے لرزہ براندام رہتی تھیں۔

براعظم یورپ کا ایک بہت بڑا حصہ یعنے یونان جزیرہ نمائے بلقان۔ ہنگری کا بہت بڑا علاقہ، اور رومانیا اس سلطنت کے زیر نگیں تھے۔ مشرق میں عرب۔ مصر۔ سیریا۔ آرمینیا۔ میسوپوٹیمیا۔ شمالی افریقہ کے ممالک وغیرہ وغیرہ اس سلطنت کے اجزاء تھے۔

دجالی ریشہ دوانیاں اور ترکی

لیکن مقام افسوس ہے کہ یورپ کی دجالی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں اور خود اراکین سلطنت کی غداریوں سے اٹھارویں صدی عیسوی میں اس عظیم القدر سلطنت میں ضعف و اختلال کے آثار نمایاں ہو گئے مرکزی حکومت کمزور ہو گئی اور اس وجہ سے صوبجات کے "پاشا" خود مختار بن بیٹھے۔ انیسویں صدی کے اختتام سے پہلے یونان۔ رومانیا سرویا۔ البانیہ اور بلغاریہ ترکی سے الگ ہو گئے اور انہوں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

دشمنان اسلام کے عزائم

اس قدر ممالک کے الگ ہو جانے سے ترکی سلطنت کو جو صدمہ پہنچ سکتا تھا وہ ظاہر ہی ہے۔ یورپی اقوام تو خدا سے چاہتی تھیں کہ وہ دن کب آئے جب وہ اسلامی سلطنت کے حصے بخرے کر کے اسکو ہڑپ کر جائیں۔ وہ دن رات اس کے قطعی زوال کے منتظر تھے۔ ترکی کو یورپ کا "مرد بیمار" کا نام دیا گیا اور یہ مسئلہ جس کو وہ "مشرق کا مسئلہ" کہا کرتے تھے یورپین اقوام کے سامنے بار بار آتا تھا کہ جب یورپ کا یہ "مرد بیمار" اپنا آخری سانس توڑے تو قسطنطنیہ جو مشرق کا دروازہ ہے کس کے حوالہ کیا جائے۔ غرض یہ تھے عزائم ان دشمنان اسلام کے اس اسلامی سلطنت کے متعلق۔ وہ اس کو یورپ کی سرزمین سے ہمیشہ کیلئے مٹانے پر تلے ہوئے تھے اور اگر خدا کا زبردست ہاتھ اس کا محافظ اور معاون نہ ہوتا تو سلطنت ترکی کیا شاید اس وقت تک مسلمانوں کا ایک منتنفس بھی سرزمین یورپ میں نظر نہ آتا۔

ترکی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا درد و کرب

حضرت مسیح موعودؑ کی بعض عربی تحریرات میں اگرچہ سلطان روم کا ذکر آتا ہے جن میں آپ نے سلطان روم کو مخاطب

کی بعض نیکیوں کو سراہا ہے اور اس کی سلطنت کی بقا کی دعا فرمائی ہے۔ لیکن آپ کی زیادہ توجہ اس سلطنت کی طرف اس وقت منعطف ہوئی جب حسین کامی (سلطنت ترکی کے ایک نمایندہ) قادیان آئے اور حضرت اقدس سے ملاقی ہوئے۔ آپ کو اس سلطنت کے انجام اور اس کے عمائد کے متعلق جو کچھ کشفی طور پر دکھایا گیا وہ بہت خطرناک تھا۔ جس کا ذکر آپ کے اشتہارات ۱۴ مئی و ۲۵ جون ۱۸۹۷ء میں پایا جاتا ہے۔ حضور کو اس کا بہت فکر لاحق ہوا، چنانچہ جہاں آپ نے اس کشف کا ذکر فرمایا ہے وہاں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ان حالات کا علم پانے پر آپ کی طبیعت میں رقت اور درد پیدا ہوا۔ کیونکہ اسلام کے دور انحطاط میں اسلام کی یہ سلطنت مغتنمات کا حکم رکھتی تھی، اور خدا تعالےٰ نے اپنے مقامات مقدسہ اس سلطنت کی حفاظت میں دیئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"وگ...... اپنی طرح طرح کی خیانتوں سے اس اسلامی سلطنت کو جو حرمین شریفین کی محافظ اور مسلمانوں کے لئے مغتنمات میں سے ہے کمزور کرنا چاہتے ہیں" (اشتہار ۱۴ مئی ۱۸۹۷ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"...... ہم کسی ادنے سے ادنے مسلمان کلمہ گو سے کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کی ظل حمایت میں کروڑوں اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے"

(اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء)

پھر اسی اشتہار میں اس سے آگے فرماتے ہیں:۔

"ہم نے...... اس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں۔ جو خود ان کے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب رقت اور درد طاری ہوتی ہے"

ترکی کے غلبہ کا الہام

خدا جانے اس درد سے بے تاب ہو کر آپ نے کس قدر آہ و زاری خدا کے حضور کی اور اس اسلامی سلطنت کے بقا اور استحکام کے لئے کس قدر دعائیں آپ نے کیں۔ اسلام کے لئے جو درد آپ اپنے سینہ میں رکھتے تھے آپ کی زندگی کے واقعات آپکی تحریریں تقریریں اس پر شاہد ناطق ہیں اور وہ جو سالہا سال آپ کی صحبت میں بیٹھے وہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ اسلام کے مصائب و آلام سے آپ کا دل زخمی ہوتا۔ اسلام کی زندگی اسلام کی رونق، اسلام کے عروج و اقبال کے لئے آپ تڑپ تڑپ کر دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ آخر آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہی تھا کہ آپکو یہ بشارت خدا کی طرف سے آئی:۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ

وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ط سیتنہ

اگرچہ روم مغلوب ہو جائے گا مگر وہ پھر اپنے اعدا پر غالب آ جائے گا۔ اور ہم دیکھتے ہیں اس الہام کا ایک ایک لفظ پورا ہوا۔ حالات تو دنیا میں ایسے ہی پیدا ہو گئے تھے کہ یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ مغلوب ہونے کے بعد پھر ترکی سلطنت غالب آ جائے گی، مگر خدا تعالےٰ نے سالہا سال پہلے جو خبر اپنے بندے کو دی تھی وہ حرف بحرف صحیح نکلی۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد ترکی کی حالت

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگرچہ ترکی کی حالت روز بروز کمزور ہو رہی تھی، لیکن پہلی جنگ عظیم میں اس کا بالکل خاتمہ ہی ہو گیا تھا اور اس کی مغلوبیت میں کچھ شک و شبہ نہ رہا۔ جنگ عظیم میں ترکی نے اپنے مصالح کی بناء پر اتحادیوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دیا۔ جرمنی کی شکست سے ترکی پر بھی زوال آ گیا۔ دول یورپ تو مدت سے اس دن کی متمنی تھیں انہوں نے فوراً ترکوں کے دارالخلافہ پر قبضہ کر لیا۔ تمام سلطنت کے حصے بخرے کر دیئے گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان اعدائے اسلام کا منصوبہ یہ ہے کہ نہ صرف ترکی سلطنت کو ہی تباہ کر دیا جائے بلکہ ترک قوم کی جمعیت کو توڑ کر ان کو اس قدر کمزور اور بے دست و پا کر دیا جائے کہ ان کے دوبارہ اُٹھنے کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہے اور اس طرح سے اس بہادر قوم کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ایشیائے کوچک کا علاقہ یونانیوں کے سپرد کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا اور وہ عملی طور پر اس پر قابض بھی ہو گئے۔

کامل مغلوبیت

غرض ترکی کو یورپ کے مقبوضات سے بھی محروم کر دیا گیا اور ایشیا کے مقبوضات سے بھی اور وہ دنیا کی ایک نہایت ہی پست اور ذلیل قوم بنا دی گئی۔ اور انکی بعینہٖ وہی حالت ہو گئی جو ۶۱۴ء میں رومیوں کی ہوئی تھی۔

دنیائے اسلام کو صدمہ

ترکی کی یہ ذلیل حالی دیکھ کر ساری دنیائے اسلام میں صف ماتم بچھ گئی، بالخصوص مسلمانانِ ہند کو جنہیں ترکوں سے کمال درجہ کا عشق تھا اور جو ان کو خلافت اسلامیہ کا علمبردار سمجھتے تھے سخت صدمہ ہوا، اس زمانہ کے اسلامی اخبارات اور جرائد کو اُٹھا کر دیکھو مسلمان ادباء اور شعراء خون کے آنسو روتے نظر آتے ہیں۔

انتہائی مایوسانہ حالت

مسلمانان ہند کا ایک وفد مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی سرکردگی میں اصلاح احوال کے لئے انگلستان بھیجا گیا مگر مسلمان اہل الرائے خوب سمجھتے تھے کہ ان تلوں میں تیل نہیں، اور نہ انگلستان اور دوسری اقوام یورپ نے جو منصوبے ترکی کے خلاف بنا رکھے ہیں وہ ان سے ایک انچ بھی ادھر ادھر نہ ہٹیں گے۔ چنانچہ انہی دنوں میں ایک اخبار میں اس قسم کے اشعار شائع ہوئے سے

جوہر سے یہ کہدے کوئی انگلینڈ میں جاکر۔ اے مرد دلاور!

رہیندر سے ناحق تجھے امید وفا ہے۔ دیوانہ ہوا ہے
عیسیٰ کی دُھائی کی بھی پروا نہ کرے گا۔ الزام دھرے گا
کہہ دے گا کہ ترکوں نے بڑا ظلم کیا ہے۔ یہ اسکی سزا ہے

یہ خلافت کمیٹیاں اور محافظان کعبہ کی مجالس اسی زمانہ کی پیداوار ہیں۔ غرضیکہ جنگ عظیم کا خاتمہ کیا تھا ترکی کے لئے پیغام اجل تھا۔ ہر چہار طرف یاس کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ مسلمان قوم اپنی حالت زار پر نوحہ و ماتم کر رہی تھی وہ اپنی عظمت و وقار کا جنازہ نکال چکی تھی اور اپنی بدبختی اور نامرادی پر آخری آنسو بہا رہی تھی، بڑے بڑے اہل الرائے لوگوں کا یہی قول تھا کہ اب ترک ہمیشہ کے لئے مٹ گئے اور ترکی حکومت صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئی۔

الہام الٰہی کی بشارت

مگر خدا کا الہام جو اس کے بندے مسیح موعودؑ پر نازل ہو چکا تھا کہہ رہا تھا

وهم من بعد غلبهم سيغلبون

یعنے وہ پھر غالب آئیں گے۔ خدا انہیں از سر نو زندہ کرے گا۔ اگر آج وہ مغلوب ہو گئے ہیں تو عنقریب خدا ان کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ جس طرح اس نے رومیوں کو ان کے مٹ جانے کے بعد پھر غلبہ عطا فرمایا تھا۔ یورپین اقوام کے گھروں میں تو گھی کے چراغ جل رہے تھے کہ آخر مرد بیمار عدم کو سدھارا اور ان کی مدت کی مراد بر آئی، ادھر ہندوستان کے ہندو بھی خوشی کے شادیانے بجا رہے تھے کہ ان کے حریف یعنی مسلمانوں کی رہی سہی سلطنت بھی آخر ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور جس ترکی پر انہیں اس قدر ناز تھا وہ مٹ گئی۔ لیکن خدا کے علم میں کچھ اور ہی تھا اور پردۂ غیب سے کچھ اور ہی ظہور میں آنے والا تھا۔

مشیت ایزدی کے کارنامے

دیکھئے کس طرح مشیت ایزدی اندر ہی اندر اپنا کام کرتی ہے۔ مفتوحہ علاقہ جات کے متعلق فاتحین میں اختلاف پیدا ہو گیا اور وہ آپس میں دست و گریبان ہونے لگ گئے۔ سرویا اور یونان بلغاریہ سے اُلجھ گئے۔ رومانیہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ بلغاریہ اپنے اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اب غلبہ کی پیشگوئی کا ظہور ایک عجیب خارق عادت رنگ میں شروع ہوتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب یورپی اقوام اپنی اندرونی خلفشار میں مبتلا تھیں، ترکوں کو سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ ان میں سے ایک رجل عظیم مصطفےٰ کمال نے جرأت اور مردانگی سے کام لیتے ہوئے اپنی گری ہوئی قوم کو پھر اُبھارا اس کی ہمت بندھائی اور کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کرنے پر پھر آمادہ کیا۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے کب ماننے والے تھے مسلمانوں کے وفود اور زبانی عرض و معروض کچھ کام نہ دے سکے ضرورت تھی کہ بزور شمشیر ان سے اپنا حق منوایا جائے (باقی صفحہ ۱۰ پر)

اختلافِ اُمّت میں اتحاد کی راہ

(قسط ۲)

منیر ولایت علی صاحب حیدرآباد دکن

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ کم از کم کافر کہنے والے کو تو کافر کہنا جائز ہے بالفرض اگر جائز بھی ہو تو ادنےٰ درجہ کی بات ہے اور افضلیت معاف کر دینے میں ہے کیونکہ گالی دینے والے کو گالی دینا کوئی خوبی نہیں بلکہ اپنے اخلاق بھی خراب کر لینا ہے۔

جب تم ایک باحیا انسان کو۔ شوہر کی فرمانبردار عورت کو مسلمان سے محبت کرنے والے کو۔ پڑوسی کو آرام پہنچانے والے کو، خدا کو ایک ماننے والے وغیرہ وغیرہ کو جو بالکل اسلامی محاسن اور ایمانیات ہیں محمدؐ رسول اللہ (صلعم) سمجھنے کی وجہ سے مسلمان کہنا پسند نہ کرتے ہو تو پھر چند عقائد میں اختلاف رکھنے والوں کو (جو کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں) کافر کہنے کی جرأت کیوں کرتے ہو۔ قرآن مجید کے انداز تعلیم کو دیکھو کہ یہود و نصاریٰ کے اعتقادات کو کُفر قرار دینے کے باوجود انہیں اے اہل کتاب کہتا ہے ظاہر ہے کہ کسی کو صحیح علم دینا ہو تو اس سے محبت کا برتاؤ ہی سودمند ہوتا ہے۔ اگر کسی زمانہ کے لحاظ سے بزرگوں نے تنبیہاً اس کو رواج دیا ہو تو ہو لیکن آج یہ الفاظ انتشار عملی کی وجہ سے اتنے بے اثر ہو گئے ہیں کہ مقصد تنبیہہ قطعاً حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ ضد و حسد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے یہیں

ایمان و اعتقاد

عوام کے دلوں میں یہ بھی ایک غلط خیال جما ہوا ہے کہ وہ ایمانیات و اعتقادات کو ایک ہی سمجھتے ہیں حالانکہ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مثلاً اللہ کو، اللہ کے فرشتوں کو اللہ کی کتابوں کو، اللہ کے رسولوں کو۔ یوم آخرت کو۔ خیر اور شر کا اندازہ منجانب اللہ ہونے کو مرنے کے بعد اُٹھائے جانے کو۔ اور جنت و دوزخ وغیرہ کو ماننا ایمانیات (اصولِ دین) سے ہے۔ اور بزرگوں کا عرس منانا، خلافت کا بے وقت استحقاق جتلانا۔ کسی بزرگ امام کو امامِ آخر سمجھنا۔ وفاتِ مسیح کو تسلیم کرنا وغیرہ وغیرہ معتقدات (فروعات) میں سے ہے۔ اگر اس فرق کو پیش نظر رکھا جائے تو حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سب فرقہ بندیاں معتقدات کی ہیں اور ایمانیات میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ یہ فرق اگر آج نہ سمجھے ہو تو آج سمجھو اس سے بھی، زیادہ وضاحت کی ضرورت ہو تو آؤ حدیث مذکورہ پر نظر ڈالیں۔ دیکھو! کس طرح صاف ارشاد ہے کہ "میری اُمت کے فرقے" یعنی جتنے فرقے ہیں سب میری امت ہیں امت سے خارج کوئی نہیں۔ جب سب فرقے اُمتی ہیں تو غور کرو کہ ان میں کے متقیوں اور صالحین کو محض معتقدات کی بناء پر دوزخ کے کندے قرار دینا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ فالیت

الیہود لیست النصاریٰ علیٰ شیٔ وقالت الیہود علیٰ شیٔ (یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ حق پر نہیں ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں ہیں) کا مصداق بننا ہماری شان اسلامی کے بالکل منافی ہے کہ ہم رحماء بینھم (آپس میں رحمدل ہیں) کے لقب یافتہ ہیں۔ قرآن کریم کی وسعت نظر کو ملاحظہ فرمایئے کہ سلامتی کی دعا دینے والوں اور دعاء سلام کرنے والوں کو بھی حلقہ ایمان سے خارج سمجھنے کو منع فرماتا ہے۔ ولا تقولوا لمن اَلقیٰ الیکم السّلٰم لست مومنا۔ جو تمہیں سلام کہے (سلامتی کے لئے کہے) اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام میں گو نہایت اختلاف مراتب تھا لیکن عقاید میں کوئی شخص کسی کا مقلد نہ تھا۔ جب مسلمانوں کا تنزل ہوا تو تقلید کا رواج شروع ہوا۔ باوجود اس کے یہ مسئلہ آج تک مسلم رہا کہ لا یجوز التقلید فی العقائد یعنے عقائد میں تقلید جائز نہیں۔

بانیانِ فرقہ

اسباب فرقہ بندی پر اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو یہی اور صرف یہی پتہ چلے گا کہ آج جن جن کو بانیان فرقہ سمجھا جاتا ہے وہ نہایت مخلص و صحیح العمل تھے اُن کے دلوں میں اشاعت اسلام کی خاص تڑپ تھی وہ کافروں کو مسلمان بنایا کرتے تھے اور مسلمانوں کے صحیح العمل افراد کو جن سے عقاید میں اختلاف ہو سب وشتم کرنا اور کافر و مرتد قرار دینا ہرگز روا نہ رکھتے تھے کیونکہ مسلمانوں کو کافر قرار دینا کوئی مستحسن فعل تو ہے نہیں یہ سب ناقص العمل افراد کے اختراعات ہیں ان کو نظر انداز کرو اور عقاید میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہونا قطعاً ترک کرو اور سمجھو کہ اختلافات، فطرت انسانی میں ناگزیر ہیں یہ ہوں گے اور ہوتے رہنا چاہیئے ورنہ حقائق و معارف کا انکشاف بند ہو جائے گا، ان کو قائم و برقرار رکھتے ہوئے ہماری غیرت ملی کا تقاضا یہ ہونا چاہیئے کہ ارشاد رسول کریم صلعم (اختلاف امتی رحمۃ) کو صحیح ثابت کر دکھائیں (یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بروز قیامت عقاید پوچھے نہ جائیں گے بلکہ جس منہ سے عقاید بولے جا سکتے ہیں اس کو مہر لگا کر بند کر دیا جائے گا اور اعمال کے متعلق ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔

امتناعِ تمسخر اور تقوےٰ

مذکورہ بالا تمام تفصیل سے یہی ثابت ہے کہ ہم میں جتنی فرقہ بندیاں ہیں سب فروعات کی ہیں۔ اصول میں سب متفق ہوتے ہوئے کے باوجود ہمسایہ قوم کا تعصب کام کر رہا ہے جب ہر فرقے والے امت محمدیؐ ہیں تو ظاہر ہے کہ ہر فرقے میں کے متقی اشخاص کا مجموعہ ایک نیک فرقہ ہو گا اور وہی ناجی ہو گا۔ عوام کا اس پر ہنسی اُڑانا یہ تو نادانی و جہالت ہے۔ آؤ اب اس منشاء حدیث شریف کو قرآن پاک کی کسوٹی پر کس کر دیکھیں تا پھر کوئی بحث باقی نہ رہے۔

حق تعالےٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ ..... وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝

اے ایمان والو ایک قوم دوسری قوم پر ہنسی نہ کرے شاید وہ اُن سے بہتر ہوں..... اور اپنے لوگوں کو عیب نہ لگاؤ اور ایک دوسرے کا نام نہ دھرو۔ ایمان کے بعد کسی کا بُرا نام رکھنا بہت ہی بُرا ہے۔ اور جو توبہ نہ کرے (یعنی اُن حرکتوں سے باز نہ رہے) وہی ظالم ہیں۔ اے ایمان والو بہت گمان کرنے سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور کسی کا بھید نہ ٹٹولو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کسی کو پسند ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے تم کو اس سے گھن آتا ہے پس ڈرو اللہ سے۔ اے انسانو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو یقیناً تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ اللہ جاننے والا اور خبردار ہے۔

غور کیجئے کہ ایک کو دوسرے پر ہنسی کرنے کی ممانعت کرتے ہوئے کس طرح سمجھایا جاتا ہے کہ یہ خیال رکھو کہ شاید وہ دوسرا تم سے اچھا ہو۔ پس کسی کو کوئی عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو بُرے ناموں مثلاً بدعتی، رافضی، وہابی وغیرہ سے نہ پکارا کرو۔ بدگمانی اچھی چیز نہیں ہے سب انسان ایک ہی امت ایک نوع ہیں۔ خدا کے پاس کسی خاص فرقہ و جماعت والے کو عزت نہیں ہے بلکہ اعزاز کا دارومدار تقوےٰ پر ہے (یہ مضمون نہایت وسیع ہے۔ سورہ آل عمران ۳۔ آیات ۱۱۲ تا ۱۱۴ وغیرہ میں اس کی مزید تفصیل ہے جی چاہتا ہے (باقی پھر)

کہ اس کی بھی تشریح کروں لیکن باعتبار آلعاقل تکفیہ الاشارہ۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ پھر کبھی دیکھا جائیگا)

اب دیکھئے اس حدیث شریف کے منشاء اور اس آیت کریمہ کے حکم میں کتنا اتحاد ہے۔ اس آیت شریفہ میں بزرگی بتلائی گئی ہے تو تقویٰ کرنے والے کی نہ کہ کسی قبیلے اور فرقہ کی۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول صلعم کی حدیث احکام خدا تعالےٰ کے خلاف ہو وہ اسی کی تفسیر ہے۔ مطابقت دینا ہماری کوتاہی ہے۔ جس طرح خدا کا حکم ہے اسی طرح حضور صلعم بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کے پاس عزت پانا ہو تو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر رہتے ہوئے بلا کسی فرقہ و مذہب کی تکذیب کئے سب کی تصدیق کرتے ہوئے (مصدق لما معکم) کہتے ہوئے نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھنے بڑھنے (فاستبقوا الخیرات) کی سعی کرو کہ حسن اعمال ہی کارآمد ہونگے۔

دوسرا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اس کا عمل پیچھے ڈالے وہ اپنے نسب کی وجہ سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔

تیسرا ارشاد ہے کہ آپس میں اصلاح کرنا نماز روزے اور خیرات سے افضل ہے۔

چوتھا ارشاد ہے کہ جس نے تفرقہ ڈالا وہ ہم سے نہیں۔

حقیقت نجات

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس فرقہ بندی کو حجابات اور راز ہائے الٰہی سے محرومی کا سبب قرار دیتے ہیں

اسے گرفتار ابوبکرؓ و علیؓ
تو چہ دانی سرِ حق اسے جاہلی

یہاں مثالاً صرف دو نام ہیں۔ لفظوں پر نظر مت رکھو حقیقت پر غور کرو اور ہر فرقے پر اسکو چسپاں کر کے دیکھو کہ قلب کتنا منور ہو جاتا ہے۔

پس آؤ تعصب چھوڑ کر ہم متحد ہو جائیں اور رسول اللہ صلعم کے نمونہ کے بموجب سب کی تصدیق کرتے ہوئے چلیں تا کہ مکرر نزول نعمائے الٰہی کا مرکز بن سکیں۔

برائے فروخت

ایک کتاب بنام صیانۃ الایمان عن قلب الاطمینان کے پانچ نسخے میرے پاس برائے فروخت موجود ہیں، یہ کتاب ایک سو سال کی مطبع مجتبائی کی شائع کردہ ہے جس میں اہلحدیث کے ابتدائی حالات درج ہیں ضخامت ۱۸۰ صفحات قیمت ایک روپیہ چھ آنہ علاوہ محصولڈاک۔ شیخ اللہ دین گلی پیل والا کنواں نزد کٹرہ حکیم دین شاہ چوہٹہ مفتی باقر لاہور۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی صحت کے متعلق

تازہ ترین اطلاع

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کی بیماری کی مفصل خبر اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے اخبار پریس میں جانے والا تھا تو ماسٹر اصغر علی صاحب کا ۳۰ر اکتوبر کا لکھا ہوا خط ہوائی ڈاک سے موصول ہوا جو درج ذیل ہے:-

محترم مولوی دوست محمد صاحب سلمہ الرحمٰن!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

بزرگوارم ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ صاحب امام جامعہ ووکنگ نے اپنی حالت کے متعلق ۲۵ر اکتوبر کو آپ کے مؤقر جریدہ کی معرفت احباب کو اطلاع دی تھی۔ آج روانگی سے قبل میں چند سطور لکھ رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر قومی اخبار پیغام صلح میں شائع فرما کر شکر گذاری کا موقع دیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کو ۲۶/۲۷ر اکتوبر یعنی بدھ اور جمعرات شب مابین کو پھر ہلکا سا دورہ ہوا۔ رات کا وقت تھا اس لئے برداشت کرتے رہے۔ ۲۷ر کی صبح کو ڈاکٹر آیا۔ اور دوائی دی جس سے جلدی افاقہ ہو گیا۔ کم از کم چار ہفتے مکمل آرام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد بھی ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ سخت کام نہ کیا جائے۔ تمام بزرگان اور احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ درد دل سے حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔ ان کا وجود بہت قیمتی ہے۔ اور ان کا کام بڑا ذمہ داری کا ہے۔ ناچیز نے بھی تین سال شانہ بشانہ ان کے ساتھ کام کیا ہے اور حساب کتاب کا پورا شعبہ سنبھالے رکھا۔ یہ محض فضل ربی تھا انکی تکلیف کی وجہ سے، اور دیگر چند وجوہات کے باعث روانگی ۲۳ر کی بجائے ۳۰ر اکتوبر کر دی گئی۔ آج شام کو روانگی ہے ہالینڈ، بیلجیم، فرانس اور سوئٹزرلینڈ سے ہوتا ہوا اٹلی جاؤں گا۔ اور وہاں سے ایک کارگو شپ میں جدہ جانا ہے، جدہ ہفتہ عشرہ ٹھہر کر کراچی کا رُخ کروں گا۔ امید ہے کہ بفضلہ تعالےٰ دسمبر کے وسط میں سرزمین پاک پر قدم رکھوں گا۔ ناچیز بھی سلسلہ عالیہ کے تمام بزرگوں اور دوستوں سے دعاؤں کا طالب ہے ہر شخص ہر وقت دعاؤں کا محتاج ہے۔

احباب پر یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کو دل کی وہی تکلیف ہے جو حضرت امیر مرحوم کو تھی یعنی CORONARY THROMBOSIS حملہ ہلکا تھا۔ خدا کی رحمت سے ایک ماہ میں اچھے ہو جائیں گے۔ ان اطلاعات سے احباب کو فکرمند کرنا مطلوب نہیں۔ بلکہ دعا کی تحریک کرنا مقصود ہے۔ محترم مولانا عبدالمجید صاحب یہاں کے کام کی نگرانی فرما رہے ہیں اور عزیزم اقبال احمد (اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے!) لندن سے آ کر شام کو ضروری کام کر جاتے ہیں ہمیں بجا طور پر اقبال احمد جیسے احمدی نوجوانوں

بلقان کا ایک ورق

بقیہ صفحہ ۸

مصطفےٰ کمال کی جرأت و مردانگی

مصطفےٰ کمال اپنے ساتھیوں میں اسلامی روح پھونکنے میں کامیاب ہو گیا اور وہ قسطنطنیہ سے نکل کر ایشیا کے کوچک میں آ گئے اور انہوں نے اپنی منتشر افواج کو جمع کر کے یونان پر دھاوا بول دیا۔ ہمت مرداں مدد خدا مسیح وقت کی دعائیں ان کے ساتھ تھیں۔ خدا کا وعدہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ

وھم من بعد غلبھم سیغلبون

وہ ضرور غالب آئیں گے اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ترکوں نے خدا کی مدد سے یونانیوں پر ایسے تابڑ توڑ حملے کئے کہ ان کے چھکے چھوٹ گئے۔ اٹلی۔ فرانس اور انگلستان کی عظیم القدر سلطنتیں جو یونانیوں کی پشت پناہ تھیں ترکوں کی شمشیر خارا شگاف کے آگے دم نہ مار سکیں۔

نصرت الٰہی اور الہام الٰہی کی صداقت

انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ کا منظر دنیا نے پھر دیکھ لیا۔ جب خدائے عظیم و قدیر کسی قوم کی پشت پر ہو تو اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ شان ایزدی کہ ترکوں کی مختصر سی جمعیت نے دشمنوں کے ٹڈی دل لشکر کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ترک فتح و کامرانی کے شادیانے بجاتے ہوئے اپنے علاقوں پر قابض ہو گئے۔ اور یورپ کا سب سے اہم علاقہ قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل اور آبنائے ڈارڈنلز پر ان کو پھر قبضہ و دخل حاصل ہو گیا۔ انگورہ کو اپنا دارالسلطنت مقرر کر کے انہوں نے دوبارہ اپنی سلطنت پہلے سے زیادہ منظم اور مستحکم قائم کر لی اور خدا کے اس قول نے کہ

وھم من بعد غلبھم سیغلبون

لفظ بلفظ پورا ہو کر خدا کے علم و اقتدار اور اس کے مسیح کی صداقت پر مہر ثبت کر دی۔

فالحمد للہ علی ذالک

پر فخر کرنا چاہیئے۔ اللّٰھم زد فزد۔

چونکہ امام صاحب، صاحب فراش ہیں۔ اور باقی سٹاف بھی بہت مصروف ہے اس لئے وہ احباب، جن کے خطوط آ رہے ہیں یا آئندہ آئیں گے اس امر کو ضرور ذہن میں رکھیں کہ انفرادی طور پر اطلاع دینا یا شکریہ ادا کرنا ناممکن ہو گا۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ اپنے قومی اخبار پیغام صلح کے ذریعہ شکریہ ادا کیا جائے اور وقتاً فوقتاً صحت کے حالات شائع کئے جائیں اللہ تعالیٰ سب بزرگوں اور دوستوں کو جزائے خیر دے آمین! ناچیز کا عمرہ کرنے کا خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے!

مکتوب بغداد

سیّد تصدق حسین قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

خواجہ حسن نظامی مرحوم

یکم اگست بروز پیر :-

جناب حافظ شریف حسین صاحب سے معلوم ہوا کہ دنیائے اسلام کا ایک مایہ ناز فرزند درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا جانشین، زبان اردو کا ادیب عظیم جس کی اپنی ایک مخصوص ادا تھی حقیقت آگاہ صوفی۔ حضرت خواجہ حسن نظامی اسّی سال کی عمر میں کل اتوار کو اپنے وطن عزیز دلی میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون اللہ تعالےٰ غریق رحمت کرے اور اپنے جوار میں جگہ دے۔ مرنا تو ایک دن سبھی کو ہے جو پیدا ہوا وہ مرے گا لیکن آج اس قحط الرّجال میں ان کا نعم البدل مشکل سے ملے گا۔ مرحوم باوجود اختلاف عقائد بانیٔ سلسلۂ احمدیہ و دیگر اکابرین کا احترام کرتے تھے۔ آپ نے مکفر علماء و نام نہاد صوفیاء کا کبھی ساتھ نہیں دیا۔ ۱۹۵۳ء میں پنجاب کے المناک ہنگامہ کے وقت آپ کی حقانہ آواز مخالفین سلسلہ کے سینوں میں تیر بن کر چبھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ۱۹۳۰ء میں الرجوع الی القرآن شائع ہوئی اس کا ایک نسخہ مرحوم کی خدمت میں دلّی بھجوایا تو آپ نے اس پر ایک بلند پایہ تبصرہ اپنی ڈائری میں شائع کیا تھا۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

مجاہد برما کا مکتوب

ینانگ یانگ برما سے بوڑھے مجاہد اکبر خان صاحب کا مکتوب گرامی مرقومہ ۱۳ر جولائی ہوائی ڈاک سے آج ملا خط سے مندرجہ ذیل اقتباسات بغرض استفادۂ احباب درج ہے :-

"قریب میں ایک کتاب "ہز ہولی نس His Holiness مولانا مرزا معصوم بیگ صاحب کو روانہ کرکے ان کو لکھ رہا ہوں کہ اس کا معقول جواب لائٹ میں چھپوائیے"۔ یہاں چند دن سے دوبارہ احمدیت کے خلاف بڑا پروپیگنڈا ہو رہا ہے جس کی بابت مجھے بہت کچھ لکھنا ہے مگر اس وقت فرصت بہت کم ہے فرصت سے لکھوں گا"

"دوسرے پمفلٹ کا مضمون قریب سب کا سب میرے نواسہ کا ہے جو انشاء اللہ آپ بزرگوں کی دعا سے اس ملک میں احمدی لیڈر بننے والا ہے قریب میں اس نے ایک مضمون لکھ کر مجدد نمبر کے لئے روانہ کیا تھا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ .... شائع ہوگیا ہے۔

آئیڈیل پرافٹ اور حیات کمال الدین عربی میں

۳ر اگست بروز بدھ :-

عصر کے بعد اخویم اسماعیل محمود صاحب کی دختر کی تقریب نکاح خوانی میں شامل ہوا۔ یہ تقریب سعید جمعیۃ الپاکستانیہ کے وسیع ہال میں عمل میں آئی۔ وہاں استاذ علی محمد سرطاوی سے ملاقات ہوئی، یہ تو سلسلہ کے احباب کو علم ہے کہ استاذ موصوف نے "آئیڈیل پرافٹ" کا ترجمہ عربی میں کر رکھا ہے (چنانچہ اس سلسلہ میں پچھلے سال مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو سے بغداد میں گفتگو ہوئی تھی اور مجھے خیال آتا ہے کہ غالباً جناب خواجہ نذیر احمد صاحب کو بھی میں نے توجہ دلائی تھی) اس پر مقدمہ مصر کے ایک بلند پایہ کاتب ادیب کے قلم سے لکھا جاوے گا۔ استاذ موصوف کا خیال ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی تاریخ حیات بھی مقدمہ کے ساتھ صفحہ قرطاس پر آجائے۔ استاذ ممدوح نے ۱۹۵۱ء میں مصر کے مشہور اسلامی مجلہ الرسالہ میں خواجہ صاحب مرحوم کی سوانح حیات شائع کی تھی اس کا نسخہ مجھ سے طلب کیا۔ الرسالہ نے دو قسطوں میں یہ مضمون شائع کیا تھا۔ میرے پاس موجود ہے میں نے وعدہ کیا کہ کل انشاءاللہ تعالےٰ بھجوا دوں گا۔ جیب میں اخبار لائٹ کا تازہ پرچہ موجود تھا جو استاذ موصوف کے پیش کر دیا۔

منکرین حدیث کو مسیح وقت کا نشرہ

۵ر اگست بروز جمعہ :-

مؤقر جریدہ پیغام صلح میں "علم حدیث کا نیا جائزہ" کے عنوان سے ایک مسلسل مضمون جناب ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب کا چلا آ رہا ہے۔ اس کی دوسری قسط اخبار مذکور کی ۳ محرریہ ۲۰ر جولائی میں شائع ہوئی ہے، اس میں "دوسری جماعت کے خیالات کا جائزہ" "جو احادیث کو باطل جان کر قبول نہیں کرتی" کے تحت مصر و ہند و پاکستان کے کئی فاضل علماء اور جمعیتوں کے نام آئے ہیں، ان میں مولانا محمد اسلم جیراجپوری جامعہ ملیہ دہلی اور پروفیسر محمد اجمل خاں صاحب پرائیویٹ سیکرٹری وزیر تعلیم حکومت ہند بھی نظر پڑے۔ اوّل الذکر کے خیال میں "تمام احادیث باطل ہیں اور ان کو قرآنی محکمات سے کسی قسم کا تعلق نہیں" ثانی الذکر قرآنی مطالعہ پر کئی کتابوں کے مصنف ہیں آپ علم حدیث کے دوبارہ پرکھنے کو بالکل غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ قرآن کے مطالعہ پر مقدم توجہ دینے کی دعوت دیتے ہیں" الغرض یہ حضرات پرزور طریق سے مدعی ہیں کہ "قرآن بذات خود کافی ہے" یہ مضمون پڑھکر خیال آیا کہ ان ہر دو فاضل اجل علمائے عظام کی خدمت میں حضرت مسیح وقت کا نشرہ "قرآن کریم میں مسیح موعود کی پیشگوئی بھیجدوں تا پیشگوئی مذکور قرآن پاک کی روشنی میں مطالعہ فرماویں اور حق کا اعتراف کرکے کلام الٰہی کے سامنے سرنگوں ہو جائیں، ہر دو صاحبان کو بذریعہ ڈاک نشرہ مذکور بھجوایا خداوند کریم شرح صدر فرمائے۔

ایک فوجی جنرل کے خیالات

۱۲ر اگست بروز جمعہ :-

چار بجے گھر پر یعقوبہ سے ڈاکٹر عبدالرحمان البغدادی تشریف لائے۔ کئی دنوں کے بعد ملاقات ہوئی۔ ان سے معلوم ہوا کہ فوجی ہیڈ کوارٹر یعقوبہ معسکر سعد میں الزعیم (جنرل) اکرم ہمارا انگریزی لٹریچر اور اخبارات نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ کہنے لگے ایک مرتبہ الزعیم نے فرمایا کہ :-

"لوگ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں کہتے ہیں کہ یہ جماعت درپردہ اسلام کی دشمن ہے اجنبیوں کے اشارہ پر کام کرتی ہے لیکن ان کے اخبارات اور کتابوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہی ایک واحد جماعت ہے جو ساری دنیا میں اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے"

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ انہیں مزید معلومات کا اشتیاق ہے الزعیم محترم کے لئے مجدد نمبر "لائٹ" اور "اسلامک ریویو" بابت ماہ مئی دیا۔ آیندہ بھی انشاءاللہ بھیجتا رہوں گا۔

فرزند ابراھیم کا نکاح

آج شام کو فرزند ابراھیم کے عقد النکاح کا وقت مقرر تھا۔ یہ تقریب سعید جمعیۃ الپاکستانیہ کے وسیع ہال میں منائی گئی۔ حاضرین کی تعداد ڈیڑھ سو سے اوپر تھی۔ جن میں سفیر پاکستان عزت مآب شعیب قریشی اور قائم بالاعمال السفارۃ الہندیہ عزت مآب محبوب احمد صاحب رونق محفل بڑھانے کے لئے موجود تھے۔ پاکستانی ہندوستانی اور عراقی احباب خاکسار کی عزت افزائی فرماتے ہوئے شامل محفل ہوئے۔ بغداد کے قاضی نے نکاح پڑھایا۔ یہ پُرمسرّت محفل تقریباً ایک گھنٹہ رہی۔ دلہن خاکسار کی بھتیجی ہوتی ہے۔ اس کے والد سیّد منظفر علی قادری نے ایک ماہ ہوا میری بڑی ہمشیرہ کے ہمراہ اس کار خیر کے لئے بغداد بھجوایا۔ دعا ہے خداوند کریم دولہا دلہن میں دائمی محبت عطا فرمائے۔ دنیوی ترقی دے اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ تکان ہونے کی وجہ سے رات طبیعت خراب ہوگئی، انجکشن کے بعد کچھ سنبھلی۔

سیلاب زدگان کی امداد کے لئے

کپڑوں، لحافوں اور نقد روپیہ کی ضرورت ہے جو دوست دینا چاہیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی معرفت بھجوائیں۔

ایک مفید دینی تصنیف

غلبۂ قرآن

ہفت روزہ اخبار "رفتار زمانہ" رقمطراز ہے:-

غلبۂ قرآن - مصنفہ جناب مولانا صدرالدین صاحب صفحات ۴۰۴ - کاغذ عمدہ - طباعت بہترین خوبصورت اور نفیس جلد سے مزین - قیمت برائے نام ڈیڑھ روپیہ، جو غالباً صرف جلد کی قیمت ہے۔

کچھ عرصہ ہوا، اس کتاب کا ایک نسخہ برائے تبصرہ ہمیں موصول ہوا۔ لیکن ہمیں مطالعہ کی فرصت نہ ملی۔

دریں اثنا مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے قلم سے اس تصنیف پر تبصرہ پڑھا پھر ہفت روزہ "ذوالقرنین" بدایوں کے فاضل مدیر حضرت مولانا لاحیدالدین صاحب نظامی کے قلم سے اس پر تبصرہ نظر سے گذرا جس میں کتاب کے محاسن پر روشنی ڈالتے ہوئے بالآخر انہوں نے لکھا ہے:-

"جس قدر جامع مانع کتاب "غلبۂ قرآن" ہے کم از کم ہماری نگاہ سے کوئی دوسری کتاب اردو زبان میں نہیں گذری"۔

حضرت مولانا موصوف کی یہ رائے پڑھ کر ہمیں اس کتاب کے فوری مطالعہ کا شوق ہوا۔ مصنف غلبۂ قرآن کے معتقدات سے اختلاف کے باوجود ہم یہ سچی بات کہنے میں کچھ باک محسوس نہیں کرتے کہ قادیانی مرزا صاحب کے اس مرید نے اسلام کی ایک قابل قدر خدمت کی سعادت حاصل کی۔ قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے پر ایسے دلکش سلیس انداز میں بحث کی ہے کہ پڑھنے والا بے ساختہ احسنت و مرحبا پکار اٹھتا ہے۔

مغربی مصنفوں کے مایۂ ناز اعتراضات کے نہایت سنجیدہ زبان میں حکیمانہ انداز سے جواب دیئے گئے ہیں اور قرآن مجید کی پُرحکمت تعلیمات کا موجودہ توریت اور انجیل سے مقابلہ اور موازنہ کر کے قرآن شریف کی افضلیت اور کاملیت عالمانہ انداز میں پیش کی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں جماعت احمدیہ لاہور کے اعتقادات کے متعلق چند صفحات کا مختصر تتمہ ایک غیر ضروری سی چیز معلوم ہوتی ہے جو اس مفید کتاب کی اشاعت میں رخنہ کا موجب ہو سکتی ہے۔

(رفتار زمانہ ۱۸ اکتوبر ۵۵ء)

نصرت فاطمہ [illegible] ایورگرین پریس بیرون چمبرلین روڈ لاہور میں، باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر
دوست محمد

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۴ نومبر کو بروز جمعہ لاہور سے باہر تشریف لے گئے۔ نماز جمعہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے پڑھائی، آپ کا خطبہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

عقد نکاح

۳۰ اکتوبر کو بروز اتوار محترم مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے صاحبزادہ عبدالسلام کا عقد نکاح نسیم آرا بنت شیخ غلام قادر صاحب کے ساتھ بعوض تین ہزار روپیہ حق مہر مولوی احمد یار صاحب نے پڑھا۔ اسی دن شیخ غلام قادر صاحب نے اپنے صاحبزادہ عبدالحمید ڈار کی شادی کے سلسلہ میں جو ایک دن پیشتر ہوئی تھی، احباب کو دعوت ولیمہ بھی دی، دعا ہے اللہ تعالیٰ ہر دو رشتوں کو کامیاب اور جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے آمین۔ اس تقریب کی خوشی میں مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور شیخ غلام قادر صاحب نے مبلغ دس دس روپے انجمن کو مرحمت فرمائے۔ جزاہم اللہ خیرا۔

سانحہ ارتحال

قاضی احمد ضلع نوابشاہ (سندھ) سے فضل الرحمان صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ خان محمد زمان صاحب [illegible] منیجر [illegible] کی اہلیہ محترمہ نے ۲۰ اکتوبر کو وفات پائی [illegible] للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں اس صدمہ میں خان محمد زمان صاحب اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے، احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

دو شادیاں

بنوں سے مولانا عبدالباقی صاحب لکھتے ہیں:-

"سرائے نورنگ ضلع بنوں میں ہماری مختصر سی جماعت ہے۔ یہ جماعت شہید مرحوم صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی یادگار ہے۔ کیونکہ اس کے روح رواں انکے ہونہار پوتگان جناب محترم صاحبزادہ عبدالقدوس جان صاحب اور جناب صاحبزادہ عبدالرب صاحب ہیں۔ ہر دو بزرگ اپنی نیکی اور شرافت کی وجہ سے شہرت کے مالک ہیں۔

پچھلے دنوں مجھے ان کی صاحبزادیوں کی شادی کے سلسلے میں اُن کے گاؤں نارخوستی سرائے نورنگ ضلع بنوں میں جانا پڑا۔ صاحبزادہ عبدالرب صاحب کے فرزند صاحبزادہ محمد شفیع صاحب کی شادی صاحبزادہ عبدالسلام صاحب مرحوم کی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی، جو کہ شہید مرحوم کی پوتی ہیں۔ اسی طرح صاحبزادہ عبد[illegible] جان کے فرزند ارجمند صاحبزادہ محمد احمد [illegible] شادی صاحبزادہ عبدالرب صاحب کی صاحبزا[illegible] - ہر دو شادیاں بعوض -/500 اور -/800 روپیہ حق مہر ہو گئی ہیں دونوں شادیاں کچھ عرصہ کے وقفہ سے ہوئی ہیں ان میں مقدم الذکر کا خطبہ نکاح صاحبزادہ محمد طیب صاحب مقامی امیر جماعت احمدیہ نورنگ (شاخ ربوہ) نے پڑھایا۔ اور دوسری شادی کے خطبہ نکاح کے پڑھانے کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ ہر دو خطبے پشتو زبان میں پڑھائے گئے جو کہ عام رسمی خطبوں سے قدرے نئے انداز میں اور معنی خیز تھے۔

ہر دو شادیوں کے موقعہ پر کثرت کے ساتھ غیر احمدی معززین جن میں مقامی سرکاری افسر بھی شامل تھے... حصہ لیا۔ نیز جماعت احمدیہ ربوہ کے بعض دوست بھی اس مبارک تقریب میں شامل ہوئے تھے۔ ہر دو تقاریب کے موقعہ پر لاتعداد مہمانوں کی (دعوت ولیمہ کے موقعہ پر) پُرتکلف کھانوں کے ساتھ تواضع کی گئی۔

احباب جانتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ کے اندر ان حضرات کا وجود ایک مبارک فال ہے۔ اور بقول جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب یہ صاحبان ہماری جماعت کے لئے بطور شعائر اللہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس لحاظ سے یہ رشتہ بہت ہی مبارک رشتہ ہے۔ بزرگان و احباب سلسلہ سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ وہ دعا کریں۔ کہ یہ رشتے مزید برکتوں کے حامل ہوں۔ اس موقعہ پر ہر دو صاحبان نے مبلغ -/15 اور -/5 روپیہ علی الترتیب اشاعت اسلام فنڈ کے لئے مرحمت فرمائے۔

جزاہم اللہ احسن الجزاء

ایک ضرورت

جو میٹرک [illegible] اور ایف۔ ایس سی کو حساب کیمسٹری اور فزکس۔ بی ایس سی کو کیمسٹری اور فزکس بخوبی پڑھا سکتے ہیں۔ ٹیوشن کے خواہشمند ہیں۔ ضرورتمند احباب اس پتہ پر لکھیں:-

ل۔ پیغام صلح۔ لاہور

پیغام صلح مورخہ ۹ نومبر ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸ - شمارہ نمبر ۴۵

جلد ۴۴ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۴۶

دنیوی زندگی کی حقیقت اور اس کا مقصد اصلی

خطبہ جمعہ مورخہ ۴ نومبر ۱۹۵۵ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد .... واللہ ذوالفضل العظیم ——— (الحدید رکوع ۳)

دنیا دار الابتلا ہے

قرآن کریم انسان کے سامنے ہدایت کے تمام راستے کھول کر بیان کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی جو باتیں ٹھوکر کا موجب ہو کر مغالطہ میں ڈالنے اس کو بھی بیان کرتا ہے یہ دنیا انسان کے لئے بڑے ابتلا کا باعث ہے اگر ایک طرف یہ دنیا اس کی ہستی کے لئے ضروری بھی ہے، اور اس کے بغیر انسان کمال کو نہیں پہنچ سکتا، تو دوسری طرف یہی دنیا نہایت خطرناک بھی ہے یہ ایک قسم کا (MEDIUM) میڈیم ہے جس میں انسان کو دکھا گیا ہے خداتعالیٰ چاہتا ہے کہ دنیا میں رہنے کے باوجود انسان دنیا میں نہ ہو، کیونکہ اس کی بہت سی مصروفیات اور دل لبھانے والی چیزیں اسے اپنی طرف کھینچتی ہیں اور اس طرح وہ ان میں پھنس کر اپنے آپ کو ضائع کر لیتا ہے، اور آخرت سے جو حقیقی اور ابدی زندگی ہے غافل ہو جاتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ دنیا میں وہ اس کی دلربائیوں میں منہمک نہ ہو جائے۔

دنیا کی حقیقت

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں ان میں اسی امر کی طرف توجہ دلائی ہے فرمایا اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد۔ دیکھو خبردار ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ اس دنیا کو ہی مطمح نظر بنا لو، اس کی جاذبیت اچھی معلوم ہوتی ہے، ہم تم کو بتاتے ہیں کہ یہ دنیا بے حقیقت چیز ہے جس میں دل لگانا اچھا نہیں، شاید آپ کو خیال آئے کہ دوسری جگہ فرمایا وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لٰعبین لو اردنا ان نتخذ لھوا لاتخذنٰہ من لدنا ان کنا فٰعلین۔ ہم نے یہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے کھیل نہیں بنایا اگر ہم اسے کھیل تماشا بنانے کا ارادہ کرتے تو اپنے پاس سے ایسا بنا لیتے لیکن لیکن ہم ہرگز ایسا کرنے والے نہیں، کہا جائے گا کہ اس آیت اور پہلی آیت انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو میں تضاد ہے، لیکن اصل میں یہ متضاد باتیں نہیں ہیں، ایک چیز انسان کے نقطہ نظر سے ہے اور ایک خدا کے نقطہ نظر سے، خدا نے اس دنیا کو کھیل نہیں بنایا، لیکن انسان نے ایسا سمجھ لیا ہے کہ گویا یہ کھیل اور تماشا ہے، اس لئے فرمایا کہ جس چیز کو تم نے کھیل اور تماشا سمجھتے ہوئے اس میں دل لگا لیا ہے وہ ایک بے حقیقت چیز ہے تم اسی میں خوش ہوتے ہو کہ اس میں زینت اور دلربائی ہے وتفاخر بینکم اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر کرنا وتکاثر فی الاموال والاولاد اور اموال اور اولاد میں زیادتی چاہنا ہے یہی چیزیں ہیں جن میں انسان الجھ جاتا ہے، لیکن دیکھو ہم تمہیں واضح کرتے ہیں کہ اس کی یہ غرض نہیں۔ آگے فرمایا کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ اس کی مثال ایسی ہے جس طرح جب بارش آتی ہے تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے کھیتیاں لہلہاتی ہیں اور کسان دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ ثم یھیج پھر وہ پک جاتی ہے فتراہ مصفرا پھر وہ زرد نظر آتی ہیں ثم یکون حطاما پھر چورا چورا ہو جاتی ہیں وفی الاٰخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان، ایسا ہی یہ جو دنیا کی زندگی ہے، اس کے دو ہی پہلو ہیں۔ آخرت میں یا تو خدا کی ناراضی اور عذاب کا موجب ہے، یا اس کی مغفرت اور رضا کا باعث ہو جاتی ہے یعنی جو اس پر گریں وہ خدا کی ناراضگی کو مول لے لیتے ہیں اور جو اس میں آخرت کو مدنظر رکھتے ہیں وہ اس کی مغفرت اور خوشنودی کے وارث ہوتے ہیں۔ دوسری جگہ اسی بات کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے واضرب لھم مثل الحیٰوۃ الدنیا کماء انزلنٰہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح ھشیما تذروہ الریٰح وکان اللہ علیٰ کل شیء مقتدرا دنیا کی زندگی کی مثل اس پانی کی طرح ہے جو آسمان سے ہم نازل کرتے ہیں اس سے زمین کی روئیدگی مل جل جاتی ہے، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور ہوائیں اسے اڑائے پھرتی ہیں یہی انسان کی حقیقت ہے، پیدا ہوتا ہے پھر بڑھتا ہے اور جوان ہوتا ہے جس طرح کھیتی پر جوبن آتا ہے، اور وہ لہلہاتی ہے اسی طرح انسان کی جوانی کا حال ہے پھر جس طرح کھیتی مرجھا جاتی اور چورا چورا ہو جاتی ہے اور پھر ہوائیں اسے اڑائے پھرتی ہیں، اسی طرح انسان کے بدن پر جھریاں آجاتی ہیں، اور وہ کسی کام کا نہیں رہتا اور آخر کار مر جاتا اور مٹی کے اندر چلا جاتا ہے اور ہوا اس کی مٹی کو اڑائے پھرتی ہے۔

دنیوی زندگی کا مقصد

یہی ہے نا دنیا کی زندگی؟ اس کی کیا حقیقت ہے ...

جلسۂ سالانہ

جلسۂ سالانہ کی تاریخوں کا اعلان اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے حسب معمول دسمبر کی ٢٥-٢٦-٢٧ کو جلسہ منعقد ہوگا اور سال بھر کے بعد پھر ایک دفعہ مسیح وقت کے پروانے لاہور میں اکٹھے ہو کر دین متین کی شمعیں دنیا میں روشن کرنے کی تدابیر کریں گے، اور اپنے اموال اور اگر ضرورت ہو تو جانیں بھی قربان کرنے کا سامان بھی بہم پہنچائیں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس جلسہ کا انعقاد جن اغراض کے لئے ضروری قرار دیا ان میں نہ صرف یہی ہے کہ اس جلسہ میں یورپ اور امریکہ میں اشاعت اسلام کی تدابیر سوچی جائیں بلکہ اس کو جماعت کی روحانی اور علمی ترقی کا بھی بہت بڑا ذریعہ قرار دیا ہے، فی الحقیقت وہ پاک نفس انسان جو ملک کے کونہ کونہ سے آ کر لاہور کی ایک چھوٹی سی بستی (احمدیہ بلڈنگس) میں جمع ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے انفاس قدسیہ سے حصہ لے کر روحانی ارتقاء کی بلند منازل تک پہنچ سکتے ہیں اور اس کے ساتھ بزرگان قوم کے مواعیظ حسنہ اور تقاریر دلوں کو اور بھی گرمانے .... کا موجب ہوتی ہیں، ......اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود کی خواہش اور حکم کے مطابق اس موقعہ پر احباب کا باہمی تعارف ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اخوت کو ترقی دینے کا موجب ہوتا ہے اور وہ دوست جو گذشتہ سال میں فوت ہو گئے ان کے لئے دعائے مغفرت کا موقعہ ملتا ہے،

یہ وہ باتیں ہیں جن کو جلسہ سالانہ کی اہم ترین خصوصیات کہا جا سکتا ہے اور جو ہر سال نئے نئے پیرایوں میں کشش اور روحانی ترقی کا موجب ہوتی ہیں۔

سال بھر کے بعد پھر وہ مبارک دن آ رہے ہیں امام وقت کا فرمان ہے ان دنوں کو جلسہ کے لئے دوسرے دنیوی مشاغل سے خالی رکھا جائے، اور اشد معذوری کے سوائے جلسہ میں شمولیت ضرور اختیار کی جائے یہاں تک کہ آپ نے ان احباب کو جو کرایہ آمد و رفت کی استطاعت نہیں رکھتے یہ نصیحت بھی کی ہے کہ سال بھر اپنی آمد میں سے کچھ نہ کچھ رقم اس غرض سے پس انداز کرتے رہیں کہ... جلسہ میں آمد و رفت کے اخراجات کے کام آ سکے۔

ان تمام باتوں سے جلسہ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود جلسہ میں ہر فرد جماعت کی امیر ہو یا غریب شمولیت ضروری سمجھتے تھے ہمیں توقع ہے کہ امام وقت کا یہ فرمان سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی جماعت کے تمام بزرگوں، نوجوانوں، بچوں اور بوڑھوں کے اجتماع کا موجب ہوگا، ابھی سوا مہینہ باقی ہے۔ جن دوستوں نے اب تک اس کی طرف توجہ نہیں کی وہ اب تیاری شروع کر دیں، اور سال کے ان تین دنوں

٢٥-٢٦-٢٧ دسمبر کو

قومی اجتماع میں شمولیت کے لئے خالی رکھیں معلوم نہیں آئندہ سال کون زندہ رہے اور اس روحانی اجتماع میں شمولیت کی سعادت پھر حاصل کر سکے ... اس موقعہ کو غنیمت سمجھئے کہ اسی میں ہماری قومی بہبود و فلاح کا راز مضمر ہے۔

دستکاری

جلسۂ سالانہ کے موقعہ پر ہماری قوم کی خواتین بھی نہ صرف خود شامل ہو کر اس دینی اجتماع سے فائدہ اُٹھاتی ہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے کئی کئی چیزیں بنا کر بھیجتیں اور اپنے ساتھ لاتی ہیں، جن کو ایک نمائش کی صورت میں سجا کر فروخت کیا جاتا ہے اور اس ذریعہ سے ایک گرانقدر رقم اشاعت اسلام کے لئے فراہم ہو جاتی ہے،

امسال بھی ہمیں توقع ہے کہ ہماری نیک دل بہنیں اس قومی تحریک میں ضرور حصہ لیں گی اور کوئی نہ کوئی چیز مثلاً سویٹر، رومال، میز پوشس، ٹی کوزی، آزاربند وغیرہ، اس سوا ماہ کے عرصہ میں تیار کر کے جلسہ سے پہلے بھجوا دیں گی۔ تاکہ ان کا نام خدا کے دربار میں اس کے پاک دین کو پھیلانے والوں کی فہرست میں لکھا جائے۔

کیا ہم امید کریں کہ ہماری بہنیں اس طرف خاص طور پر اپنی پہلی فرصت میں توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گی؟

٢ دو نئی تصنیفات

١- ضرورت حدیث

٢- تحفۂ جاپان

احباب کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ حضرت امیر مولنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے ٢ دو نئی کتابیں حال ہی میں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں سے ایک ضرورت حدیث کے موضوع پر ہے، اس کی ضخامت چار سو صفحات ہوگی، جن میں حدیث کی اہمیت و ضرورت پر زور دیتے ہوئے ان تمام اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں جو موجودہ زمانہ میں بعض حلقوں کی طرف سے اس کی اہمیت کو کم کرتے اور اس کو غیر ضروری قرار دینے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ یہ کتاب پریس میں جا چکی ہے اگر کوئی صاحب استطاعت مخیر طبع دوست اسکے اخراجات طباعت میں حصہ لے سکیں تو بہت بڑے ثواب کا موجب ہوگا۔

تحفۂ جاپان

دوسری کتاب جو جاپان کی ایک مذہبی کانفرنس کے لئے تیار کی جا چکی ہے "تحفۂ جاپان" کے نام سے انگریزی اور اردو دونو زبان میں شائع ہوگی، انگریزی کی ضخامت سو صفحات اور اردو کی ڈیڑھ سو صفحات ہوگی، ان میں سے ہر ایک ایڈیشن پر ہزار ہزار روپے صرف ہونگے۔ اگر کوئی دوست اس کی طباعت کے اخراجات برداشت کر سکیں تو اشاعت اسلام کے کام میں یہ ایک نہایت اہم اور مفید اقدام ہوگا۔ امید ہے جماعت کے مستطیع احباب اس نیک کام میں حصہ لے کر عند اللہ ماجور ہونگے۔

ختم نبوت اور تکفیر مسلمین

ایک خط اور اس کا جواب

از قلم چوہدری محمد حسن چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

میرے کسی مضمون مندرجہ اخبار "پیغام صلح" کو پڑھکر کسی صاحب نے مجھے راولپنڈی سے ایک چٹھی لکھی ہے۔ اس کا لب و لہجہ تلخی اور شدت بالکل وہی ہے جس سے ہمیں اکثر واسطہ پڑتا ہے۔ ہمارے عقائد اور اعمال دنیا کے سامنے بالکل واشگاف ہیں ہمیں کسی سے مناظرہ و مجادلہ منظور نہیں ہمارا مد نظر صرف اصلاح خلق ہے اور تجدید دین ہمارا مشن ہے ہمیں دوسروں کے نقطۂ نگاہ کو دیکھنا اور سمجھنا ہے اور مخالفوں کی تلخ باتوں کو بھی سہنا ہے۔ وہ خط ذیل میں درج ہے:۔

"راولپنڈی - مؤرخہ اکتوبر ۱۹۵۵ء

آداب عرض - جناب چیمہ صاحب بلکم اللہ تعالےٰ

دو ایک ہفتے ہوئے دوران سفر ایک ہمراہی مسافر کے ذریعہ آپ کی جماعت لاہور کی اخبار "پیغام صلح" دیکھنے کا اتفاق ہوا - آپ کا مضمون جو بالاقساط شائع ہو رہا تھا - پڑھکر تعجب بھی ہوا اور افسوس بھی۔ تعجب اس لئے کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو ایڈووکیٹ لکھتا ہے - وہ کسی مقدمہ کی تیاری کرتا ہے - تو متعلقہ قوانین کے ایک ایک فقرہ اور لفظ پر غور کرتا ہے - مگر جب قادیانیت کا سوال درپیش ہوتا ہے تو اپنے "رسمی عقیدہ" کی حمایت میں نہ تو جانچ پڑتال کرنے کی کوشش کرتا ہے اور نہ ہی حق بات کہنے کی جرأت کرتا ہے۔

آپ نے دو باتوں پر بہت زور دیا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ کی قادیانی جماعت بھی آنحضرت نبی کریم صلعم کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان رکھتی ہے۔

گذارش ہے کہ اگر یہ حقیقت ہے تو پھر آپ کا اور ان کا اختلاف کس امر پر ہے؟ کیوں نہیں آپ حضرات مرزا محمود سے بیعت کر کے حلقۂ واحد کا توسع دیتے؟ یہ علیحدگی اور اختلاف خود اس امر کی دلیل ہیں - کہ وہ نبی کریم صلعم کو خاتم النبیین نہیں جانتے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ قادیانی اس امر کے معترف ہیں کہ آیت خاتم النبیین قرآنی آیت ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا صرف الفاظ پر ایمان رکھنے سے ہی یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ وہ نبی کریم صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں - بلکہ الفاظ کے ساتھ ساتھ ان الفاظ کے معانی پر بھی ایمان ضروری بلکہ فرض ہے - کہ جو اللہ تعالیٰ کی منشا ہے - اور جو آنحضرت صلعم نے ان کا مطلب ارشاد فرمایا ہے اگر قادیانیوں کے طرز عمل پر چلتے ہوئے قرآن کریم کے صرف الفاظ کو ہی اپنی جولانیٔ طبع سے کوئی نئی بات پیدا کر دی تو کیا آپ نہیں کہیں گے کہ منشائے الہٰی کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ کا یہ کہنا یا قادیانیوں کا یہ دعوے کہ ہم نبی کریم صلعم کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان رکھتے ہیں قطعاً لغو - بیہودہ اور فریب دہی ہے۔ متشابہات اور عملیات میں اختلاف برداشت کیا جاسکتا ہے مگر محکمات اور عقائد میں اس قسم کی بیہودیانہ اور سیلہ صفت تاویلات کسی کو مسلمان ثابت کرنے میں قاصر ہیں۔

دوسری بات آپ نے یہ لکھی ہے کہ قادیانیوں کو کافر نہ گردانا چاہیئے۔ کیونکہ وہ کلمہ گو ہیں۔ چہ خوب! معلوم نہیں آپ نے یہ نصیحت تجاہل عارفانہ میں لکھی ہے یا حالات کا جائزہ لئے بغیر سپرد قلم کر دی ہے۔ بہرحال آپکی نصیحت کا شکریہ - مگر گذارش ہے کہ نصیحت کرنے سے پیشتر جس جماعت کو "کلمہ گو" بنانے کی وکالت کی جارہی ہے۔ اس کو "کلمہ گو" تو ثابت کر دیا تھا - چلتے چلتے ذرا یہ بھی فرما دیجئے کہ "کلمہ گو" سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آیا یہ کہ جو محض کلمہ پڑھ لے وہ امت محمدیہ میں شامل ہو جاتا ہے؟ خواہ اس کلمہ کے معنی اور تعلیم پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

آیئے راولپنڈی میں آج آپ کو بیسیوں ہندو دکھا دیں جو کلمہ پڑھتے ہیں مگر وہ اپنے آپ کو تاحال ہندو ہی کہتے ہیں - نام بھی وہی، پوجا پاٹھ بھی ہندوانہ - رسم و رواج کی پابندی بھی ہندوانہ - حضرت "کلمہ گو" سے تو صرف "اقرار باللسان" آپ مراد لے سکتے ہیں مگر "تصدیق بالقلب" زبانی اقرار سے زیادہ ضروری بلکہ اولین شرط ہے - اور وہ آپکے چہیتے قادیانیوں میں مفقود ہے۔ کس طرح؟ سنیئے آپ کی جماعت کے گذشتہ امیر محمد علی صاحب اپنی کتاب "النبوۃ فی الاسلام" کے صفحہ ۲۶۹ پر فرماتے ہیں:۔

"ہاں نہ انہیں (مرزا محمود کو) یہ علم تھا اور نہ کسی اور کو کہ اس دعوے باطل کا سر پھلانے کے لئے جس کی رو سے وہ اسلام میں ایک نئی نبوت قائم کر کے اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو منسوخ قرار دے کر ایک عظیم الشان فتنہ پیدا کر رہے ہیں"

فرمائیے آیا مذکورہ بالا عبارت حقیقت پر مبنی ہے یا حقیقت سے بعید۔ اگر حقیقت ہے تو پھر آپ یا قادیانیوں کے کسی حمایتی کو یہ حق نہیں کہ قادیانیوں کو کلمہ گو قرار دے کر ہمیں نصیحت کی جائے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ قادیانیوں کو نئی نبوت قائم کرنے اور کلمہ طیبہ کو معناً منسوخ کر دینے کی وجہ سے غیر کلمہ گو قرار دینے کی جرأت نہیں کرتے؟ یا تو آپ لوگ بھی در پردہ نئی نبوت اور نئے کلمہ پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ اختلاف محض بناوٹی اور ظاہری ہے اور یا آپ جرأت ایمانی سے محروم ہیں۔

سنیئے:۔

"مسیح موعود کی بعثت کے بعد محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہوگئی ہے"

(کلمۃ الفصل صفحہ ۱۵۸)

گل دیگر ملاحظہ ہو:۔

"اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپکا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اکمل - اشد ہے (معاذ اللہ - ثم معاذ اللہ - ناقل) آپکا انکار کفر نہ ہو" (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۴۶ - ۱۴۷)

آپ روئی سے کس کس سوراخ کو بند کریں گے اور کب تک بند کرتے رہیں گے - اب تو آپ لوگوں کا یہ عذر بھی پادر ہوا ہوگیا کہ چونکہ مسلمان علماء نے مرزا پر کفر کا فتوے لگایا اس لئے مرزا اور مرزا کے متبعین کو بھی جوابی طور پر کفر کا فتوے لگانا پڑا صاف ظاہر ہے کہ جس کلمہ کو پڑھکر اور تصدیق بالقلب سے ایک شخص امت محمدیہ میں شمار ہونے کے لائق ہو جاتا ہے۔ اس کلمہ کے ایک "مفہوم" کی بجائے دو نوں "مفہوم" یعنی محمد رسول اللہ بمع مرزا قادیانی پر بھی ایمان لا کر مسلمان ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ جب "محمد رسول اللہ" کے اندر مرزا بھی شامل ہے تو آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ایک قادیانی جب کلمہ طیبہ پڑھتا ہے - اس سے مراد محمد عربی ہیں - اور مرزا قادیانی نہیں جبکہ مرزا کا اپنا ایک الہام بھی ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار ـــــ الخ

آپ کے پاس کوئی ثبوت؟ وکیل صاحب - میں تسلیم کرتا ہوں کہ وکالت آپ کا پیشہ ہے مگر دین کے معاملے میں خدارا اپنے اندر جرأت ایمانی پیدا کیجئے اور حق بات کہیئے - جب تک قادیانی لٹریچر میں یہ حقائق موجود ہیں آپ کی یہ لمبی چوڑی خامہ فرسائی حقیقت پر پردہ نہیں ڈال سکتی - آپ اپنی جماعت کے چند افراد کا دل خوش کر سکتے ہیں مگر حقیقت، حقیقت ہے۔ بلکہ حقیقت آپ کی تحاریر کا منہ چڑا رہی ہے،

اور سنیئے:۔

"آپ نے (مرزا نے) اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے مگر مزید اطمینان کے لئے بیعت میں توقف کرتا ہے۔ کافر ٹھیرایا ہے - بلکہ اس کو بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا اقرار نہیں کرتا - لیکن بیعت میں کچھ توقف ہے کافر ٹھیرایا ہے"

(تشحیذ الاذہان بابت اپریل ۱۹۱۱ء از مرزا محمود)

ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر فرمائیے کیا ارشاد ہے؟ حوالہ مذکورہ کو بار بار غور سے پڑھیئے اور متحمل بالطبع ہو کر سر دھنیئے اور "کلمہ گو" کے مفہوم اور اپنی وکیلانہ تحریر پر غور فرمائیے۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی ہرگز ہرگز کلمہ گو نہیں ہیں۔ اگر آپ یا قانون ان کو بناتے تو بات اور ہے۔ مگر شریعت اسلامیہ کی رُو سے ہرگز ہرگز نہیں۔

اب آپ کا ایک ہی عذر یا بہانہ رہ جاتا ہے۔ اس پر میں انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ عریضہ میں کچھ عرض کروں گا۔ مگر سردست جو کچھ میں نے پیش خدمت کیا ہے وہ محمودی عقائد و تعلیم ہے اور جو بھی ان عقائد پر عمل پیرا ہے وہ ایک نئی نبوت کا قائل ہونے کی وجہ سے اور کلمہ طیبہ کو منسوخ گرداننے کی وجہ سے کلمہ گو نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس تصویر کا دوسرا رُخ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کسی وقت دکھاؤں گا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اگر آپ ناراض نہ ہوں تو عرض کروں کہ حضرت آپ کب تک ان لایعنی اور لغو بھول بھلیوں میں گرفتار رہیں گے؟ خدا را آیندہ کا بھی کچھ خیال فرمایئے۔ جرأت، ہمت اور حوصلہ سے کام لیجئے اور حق بات کہئے۔ اور وہ یہی ہے کہ نہ تو مرزا کلمہ گو تھا اور نہ ہی قادیانی۔ اگر "کلمہ گو" کی تعریف کو ربڑ کی طرح کھینچ تان کر چسپاں کرنا چاہتے ہیں اور اپنے دل کو تسلی دینا منظور ہے تو اور بات ہے۔

اپنے آیندہ عریضہ میں مرزا کے دعوئے نبوت اور مسلمانوں کی باہمی تکفیر کی حقیقت پر انشاء اللہ کچھ عرض کروں گا۔ فی الحال اس قدر عرض کیا ہے امید ہے کہ آپ "انظر الیٰ ما قال ولا تنظر الیٰ من قال" پر نظر رکھیں گے۔ وما علینا الا البلاغ

معاف کرنا میں آپ کے لئے یہی کچھ لکھ سکتا ہوں جس کے آپ سزاوار ہیں۔ میں مجبور ہوں۔"

الراقم ......

دیکھا یہ صاحب اپنے خط میں "السلام علیکم" کے الفاظ تک لکھنے سے گریز کر رہے ہیں۔ میں ان کو اپنا بھائی خیال کرتا ہوں، اس لئے ان کی سلامتی دل سے چاہتا ہوں۔ اور فخر کرتا ہوں کہ میرے عقیدہ نے مجھے وسیع القلب بنا دیا ہے۔ اور یوں میں ان کے حق میں دعائیہ فقرہ لکھنے سے بخل نہیں کرتا۔ تنگ خیالی کے مقابلہ پر اسلامی اخلاق کی یہ نمایاں فتح ہے! میں تو انہیں السلام علیکم لکھکر پکارتا ہوں۔ خواہ وہ مجھے کافر سمجھ کر مخاطب کر رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے اور ان کے قلب کو وسعت بخشے۔

میں نے اس خط کو بغیر کسی کاٹ چھانٹ کے شائع کر دیا ہے تاکہ قارئین پر اس نامہ نویس کا نقطۂ نگاہ پوری طرح واضح ہو جائے۔ میں ابتداء ہی میں باشندگانِ پاکستان پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کے ہاں گذشتہ ہزار برس سے فتنۂ تکفیر نے ان کی صفوں میں ایسا افتراق و انشقاق، انتشار اور ابتغاض پھیلا دیا ہے کہ وہ جو کبھی "بنیانٌ مرصوص" ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا کرتے تھے خود ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگ گئے۔ اسلام کو جس قدر ضعف پہنچا ہے۔ وہ اعدائے اسلام کی منصوبہ بازیوں سے نہیں پہنچا بلکہ اس کے گھر کے اندر ہی سے فساد کے شعلے بھڑکتے رہے اور مسلمان قوم ٹکڑے

ٹکڑے ...... ہو کر انحطاط اور زوال کے انتہائی مقام تک پہنچ گئی ہے۔ یہ خط ایک خاص ذہنیت کا مظہر ہے۔ نسلی، لسانی اور جغرافیائی تعصبات کا خاتمہ کرنے والے جب تک اس فرقہ بازی کی لعنت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے پاکستان کے اندر اسلامی آئیڈیالوجی کامیابی سے پنپ نہیں سکے گی۔ کفر سازانِ ملت کو اہل قبلہ کی تکفیر میں خاص لذت محسوس ہوتی ہے۔ کاش وہ اغیار کو مسلمان بنانے میں سرگرم سعی ہوتے اور اس سرور اور حظ کا لطف لیتے جو ایک کافر کو دائرہ اسلام میں لاتے وقت ایک مبلغ اسلام کو حاصل ہوتا ہے۔ پاکستان ایسے ایک خاص اسلامی ملک کے ذمہ دار باشندگان کو نہایت متانت اور سنجیدگی، مضبوطی اور استقلال سے اس نہایت اہم پرابلم کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اس خط کے لکھنے والے کے قلب کا شدید اضطراب اور اس کی رُوح کا عجیب اضطرار ایک ایک لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ ایک بہت بڑا سانحۂ غمگسار اور حادثہ دلفگار ہے۔ کہ کیوں مسلمانوں کے اندر ایک کلمہ گو اور اہل قبلہ فرقہ کو دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کی ناپاک مہم کی مخالفت کی جاتی ہے۔ یہ مضطرب ذہنیت اور شوق تکفیر کی واہیت دل کی ایک ایسی اضطراری کیفیت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لاتی ہے کہ بے اختیار رحمۃ للعالمین کے قلب مضطر کی ایک جھلک سے اس کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضور کو ہمدردی نوع انسانی میں کس قدر استغراق تھا اور حضور کس درد، تڑپ اور کرب و اضطراب سے اللہ تعالیٰ کے حضور مخالفین اسلام کو دائرہ اسلام کے اندر لانے کے لئے دعائیں کرتے تھے، کہ خدا کو کہنا پڑا:-

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ شاید تو اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔

آہ! اس پیکر محبت و رحمت، مجسمۂ کرم و شفقت کے نام لیوا آج اس لئے مرے جا رہے ہیں کہ لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ وہاں لوگوں کو اسلام کے دائرہ کے اندر داخل کرنے کا جوش تھا۔ اور مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کا ولولہ یہاں اسلام کے دائرہ کو تنگ کر کے مسلمانوں کو کافر بنانے کا شوق اور کافروں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی تڑپ ہے۔ مجھے تو سارے قرآن میں کہیں بھی کفر کے فتوے صادر کرنے اور تفسیق و تضلیل کی سندات عطا کرنے کا حکم نظر نہیں آیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ دین کے ٹھیکیداروں نے یہ اہم ذمہ داری کیوں اپنے سر لے لی ہے۔ دلوں کو چیر کر اس کے اسرار معلوم کرنا، انسانوں کا کام نہیں۔ دلوں کے بھیدوں کا جاننے والا صرف خدا ہے۔ یہ صاحب تیز و تند اور پُر جوش اور پُر غضب پیرایہ میں مجھے کہتے ہیں کہ میں بھی ان کی طرح قادیانیوں کو کافر قرار دوں۔ انہوں نے میرے کسی مضمون پر جس میں میں نے خواص و عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ کلمہ گوؤں کی تکفیر سے باز آ جائیں سخت گرفت کی ہے اور مجھے سرزنش فرمائی ہے بلکہ جواب طلبی کی ہے کہ میں کیوں اہل قبلہ کو مسلمان قرار دیئے جانے پر مصر ہوں۔ انہوں نے مجھے بزدلی

اور فقدان ایمان کے بھی طعنے دیئے ہیں۔

میرا جواب یہ ہے:-

(۱) کہ میں نے اکثر ان "کافروں" کو ہنگام سحرگاہی اپنی مساجد میں خوش الحان اماموں کے پیچھے درگاہ الٰہی میں صفیں باندھے خشوع و خضوع میں اس طرح مودّب کھڑے دیکھا ہے کہ گویا وہ اپنے خالق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور بیخودی کے عالم میں اس کے جلال اور کبریائی کی تسبیح و تمجید کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں خوف خدا سے لرزتے کانپتے اور روتے دیکھا ہے۔ اور جب آگے کھڑا ہوا امام بلند آواز سے اور نہایت پُرسوز اور پُرکیف انداز میں قرآن پڑھ رہا ہے تو اس کے پیچھے سینوں پر ہاتھ باندھے ایک قطار میں کھڑے مقتدی زار و قطار رو رہے ہیں۔ نہیں نہیں میں نے اپنے کانوں سے ان کی چیخیں بھی سُنی ہیں اور روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھی ہوئی بھی دیکھی ہیں تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔

ترجمہ:- اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر اُن کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو جاتے ہیں۔

ان لوگوں کو میں نے مسلمانوں کی طرح قبلہ رو ہو کر نمازیں پڑھتے دیکھا ہے، ہاں خشوع و خضوع، کیف و رقت، سرمستی و بیخودی کا کچھ نرالا ہی نقشہ دیکھا ہے انکو کافر کہوں؟

یہ جرأت یہ تاب یہ طاقت نہیں مجھے

(۲) میں نے ماہ رمضان میں ان کو بالکل مسلمانوں کی طرح روزے رکھتے دیکھا ہے، صرف منہ کا روزہ نہیں، گناہوں سے پورا پورا اجتناب برتتے دیکھا ہے، رمضان کے مہینہ میں ان کے ہاتھ سخاوت کے لئے دراز ہو جاتے ہیں اور وہ غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور مسافروں کی امداد میں مصروف ہو جاتے ہیں، ان پاکباز دیندار اور راست گو انسانوں کو کیونکر کافر کہہ دوں؟ میں نے ان کو راتوں کو تراویح میں قرآن سناتے دیکھا ہے۔ تہجد میں پڑھتے دیکھا ہے۔ اور مسلسل اور طویل دعاؤں میں مستغرق دیکھا ہے۔ بزدل ہوں، انہیں کافر کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

(۳) میں نے اپنی آنکھوں سے ان لوگوں کو حج کرتے دیکھا ہے۔ ذوق و شوق سے کعبہ کا طواف کرتے دیکھا ہے یثرب کی طرف جب سفر ہوا اور گنبد خضرا کی جھلک نظر آئی تو انہیں بے اختیاری کے عالم میں آنکھوں سے آنسو بہاتے دیکھا ہے۔ روضۂ رسول کے پاس جالی پکڑے زار زار رویا کرتے دیکھا ہے۔ مسجد نبوی میں سجدے کرتے اور رکوع میں گرتے اور دعائیں کرتے دیکھا ہے۔ یہ کافروں کا کردار نہیں نہ یہ کفر کی ادائیں ہیں، یہ تو ایمان کی تجلیاں اور نور کی ضیا پاشیاں ہیں ان کو کافر کہہ کر حضور نبی کریم صلعم کو کس طرح منہ دکھلاؤں گا۔ اقرار بے بسی ہے، اس کی سزا جو چاہو دے لو۔

(۴) یہ لوگ خدا کے راستے میں یعنی تبلیغ و اشاعت اسلام پر سینکڑوں نہیں کروڑوں روپے خرچ کر رہے

ہیں۔ اور یہ ان کی طرف سے قربانیاں کسی منفعت عاجلہ کے لئے نہیں ہو رہیں۔ بلکہ محض خوشنودی باری تعالیٰ اور ہمدردی نوع انسانی کے لئے کی جا رہی ہیں۔ اور اس وقت سے شروع ہیں جبکہ مسلمانوں کے ہاں امرا کی کمی نہ تھی، رؤسا کی قلت نہ تھی۔ ان میں شاہان پُر عزور بھی تھے۔ اور تاجداران ذی سطوت بھی، کثیر الاموال تاجر بھی تھے اور وسیع المرتبت جاگیردار بھی۔ مساجد میں علماء کی بھی کثرت تھی، اور خانقاہوں پر مرشدانِ طریقت بھی اپنی نواسنجیوں میں مصروف تھے مفتیانِ شرع بھی اپنے کتب خانوں میں شغل مطالعہ کر رہے تھے۔ فقیہانِ ملت بھی اپنی مجالس قیل و قال میں رونق افروز تھے۔ مگر دین کی اشاعت اور تبلیغ اسلام کی کسی کو بھی کوئی فکر نہ تھی اور نہ اب تک ہوئی ہے۔

دنیا میں شرک و ضلالت کی گھٹا ٹوپ آندھیاں چل رہی تھیں اور توحید ایک کونہ میں پڑی سسک رہی تھی تثلیث کے پوجاری تمام دنیا پر اپنے رُعب اور اقتدار کا سایہ ڈالے ہوئے تھے۔ علمبرداران تثلیث کے متعلق اس وقت بھی قرآن شریف کے یہ دل ہلا دینے والے الفاظ برابر تلاوت کئے جا رہے تھے۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝

ترجمہ:- "اور کہتے ہیں رحمٰن نے بیٹا بنایا۔ یقیناً تم ایک خطرناک بات کر گذرے قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں کہ وہ رحمٰن کے لئے بیٹے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور رحمٰن کو تو شایاں نہیں کہ اپنا بیٹا بنا سکے"۔

ان الفاظ سے صرف مرزا غلام احمد کا دل پگھلا اور اس نے عیسائیوں کے عقیدہ ابنیت کی دھجیاں فضائے آسمانی پر بکھیرنی شروع کر دیں اور تثلیث کے خلاف ایک پُر زور مہم جاری کر دی یہاں تک کہ اس وقت تمام عیسائی دنیا میں احمدیوں کی وجہ سے اسلام کے تبلیغی مشن قائم ہو گئے ہیں اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن شریف کے تراجم اور سیرت نبویؐ پر کتب طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ یورپ کی دنیا از سر نو اسلامی تعلیمات سے آشنا ہو رہی ہے۔ اور ایک طرف افریقہ کا وحشی تعلیمات اسلامی سے مستفیض ہو کر مہذب انسان بن رہا ہے۔ اور مہذب انسان سے بااخلاق انسان اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بنایا جا رہا ہے۔ اور اس نیم وحشی براعظم میں عیسائیت کو شکست پر شکست دی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف علم و حکمت کے خزانوں کا مالک یورپ اسلام کے انتہائی ترقی یافتہ اخلاقی اور روحانی اصولوں کے سامنے گردن جھکا رہا ہے۔ اور یوں تمام دنیا میں غلبۂ اسلام کے لئے فضا سازگار بنائی جا رہی ہے اور یہ ساری کارستانی آپ کے ان "کافروں" کی کوششوں کی رہین منت ہے۔

آہ! ہمارے آئمہ تکفیر اس تمام مدت میں کفر کے فتاویٰ پر تصدیق کی مہریں ہی ثبت کرتے رہے اور یہ کوئی ماہر اعداد و شمار ہی بتا سکے گا کہ احمدیوں.... نے کافروں کو زیادہ تعداد میں دائرۂ اسلام میں داخل کیا ہے یا مکفرین کے اس گروہِ مقدس نے مسلمانوں کو زیادہ تعداد میں اسلام سے خارج کر دیا ہے

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

گذشتہ ساٹھ ستر سال کے عرصہ میں احمدیوں نے کسی دنیوی اقتدار کے لئے نہیں۔ بلکہ محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنا گھر بار لٹا دیا ہے۔ اور اس عرصہ میں یارانِ نکتہ داں نے یا تو اپنی حرص و آز کی تجوریاں بھر لی ہیں یا مسلمانوں میں اختلافات کی خلیج کو زیادہ وسیع کر دیا ہے اور ہمارے علماء قرآن شریف کی بیان کردہ اس تہدید کو بھول گئے اور عام مومنین بھی اس تنبیہہ سے غافل ہو گئے جس کے چونکا دینے والے الفاظ یہ ہیں:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

ترجمہ:- "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ یقیناً بہت سے علماء اور راہب لوگوں کے مال جھوٹ کے ساتھ کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک دُکھ کی خبر دو۔ جس دن اس مال کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی، یہ وہ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا سو (اس کا مزہ) چکھو جو تم جمع کرتے تھے"۔

کیا میں اللہ کے راستہ میں اس طرح خزانے لٹانے والوں کو کافر کہوں؟ نہیں کہہ سکتا۔ بزدل ہوں، جُرم کا اقبالی ہوں!

احمدیوں کی مساجد میں قرآن شریف کا باقاعدہ درس ہوتا میں نے سُنا ہے اور وہاں معارف قرآن کے چشمے اُبلتے دیکھے ہیں ان کے ہاں قرآن شریف کے علاوہ احادیث بھی باقاعدہ پڑھائی جاتی ہیں، فقہ کے معاملہ میں میں نے ان کو فقہ حنفی کی پیروی کرتے دیکھا ہے اور احمدی تمام مسائل معاشرت میں اول قرآن کی پھر احادیث صحیحہ کی اور ان کے بعد اجتہاد امام اعظم علیہ الرحمۃ کی پیروی کرتے ہیں گویا قرآن شریف احادیث اور فقہ حنفیہ کے رو سے ان کے تمام معاملات طے ہوتے ہیں۔

اور ان کی زندگیاں شریعت اسلامی کے ماتحت گذرتی ہیں ان کے ہاں بڑے بڑے جید حفاظ قرآن علماء صلحاء و اتقیا موجود ہیں۔ احمدی قرآن کے مفسر اور حدیث کے شارح علوم اسلامی کے دنیا میں ناشر ہیں۔

مومنوں کی تلاش

اگر یہ کافر ہیں تو ہمیں مومنوں کی تلاش میں بڑی دقتیں ہوں گی۔ کیا خانقاہوں میں بھنگ اور چرس پی کر مدہوش ہونے والے ملنگ مسلمان سمجھے جائیں گے؟ کیا سجادہ نشینوں کے عشرت کدوں میں بیٹھنے اور ساغر و مینا ہاتھوں میں تھامے مے کشوں کو مسلمان کہو گے؟ یا پیروں کے آستانوں پر جبین نیاز جھکائی ہوئی دوشیزاؤں کی عفت و عصمت کی قربانی قبول کرنے والے مرشدانِ زُور کو اسلام کے علمبردار کہو گے؟ یا دنیا میں حضور ختمیت مآب صلعم کی صحیح سیرت مبارکہ کی نشر و اشاعت کی بجائے حضور کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر ثابت کرنے کے لئے مناظرے و مجادلے برپا کرنے والے "علماء" کو اسلام کے علمبردار بتاؤ گے؟

کیا قرآن کریم پر حدیث کو مقدم رکھ کر ظنی احادیث کی بھینٹ چڑھانے والے ملاؤں کو اسلام کی نمایندگی کی سند عطا کرو گے؟ یا تمام احادیث کو مجموعہ اباطیل قرار دینے والوں اور اباحت اور الحاد کی کھلے میدان تلقین کرنے والوں کو مجددین امت کے لقب سے سرفراز کرو گے؟

کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو دو ہزار برس سے آسمانوں پر بٹھا کر الآن کما کان کی حیثیت میں پیش کرنے والے کو مومنین کاملین کہو گے؟ آخری زمانہ میں جبکہ فسق و فجور کی فراوانی اور ظلم و عدوان کی حکمرانی ہو گی۔ اور حضور کی امت کے تمام صلحا و اتقیاء ناکام و خاسر ہو جائیں گے تو اس امت مرحومہ کی اصلاح کے لئے بنی اسرائیل کے مایۂ ناز براہ راست اللہ تعالیٰ سے خلعت نبوت حاصل کرنے والے صاحب کتاب و صاحب شریعت نبی کی بعثت ثانیہ کو ماننے والوں کو تحریک ختم نبوت کے رہنما سمجھو گے؟

بتاؤ کیا سر آغا خاں کی امت جس کے نزدیک شریعت اور نبوت دونوں منسوخ ہو چکی ہیں اور جس کے عقائد کی ایک طویل فہرست اگلے دن طلوع اسلام نے نعوذ باللہ نعوذ باللہ پکارتے ہوئے اور تمام پاکستان کے مسلمانوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال کر شائع کر دی ہے۔ مسلمان کہلائے گی؟ اور کیا بہشت و دوزخ کی کنجیاں اب آغا خاں کے ہاتھ میں رہیں گی؟ حالانکہ یہ وہ شرف اور بلندی کا مقام ہے جو کہ آج تک کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ یہ تو ایک قسم کا خدائی دعوےٰ ہے۔ کہو اس جماعت کے متعلق کیا خیال ہے؟ آغا خاں بہت بڑا آدمی ہے۔ یورپ میں وہ جوا اور ریسز Races کا بادشاہ سمجھا جاتا ہے کیا اس کی دولت اور تمکنت کا لحاظ کرو گے؟ کیا پھر تمہاری آنکھیں صحیح مسلمان کی تلاش میں ان صفوں کا جائزہ لیں گی۔ جہاں دن رات صحابہ کرام

کو سب و شتم کرتے رہنا سب سے بڑی عبادت سمجھا جاتا ہے۔ ہاں تمہاری تلاش کے لئے ابھی ایسی ایسی معزز اور دین میں شغف رکھنے والی جماعتیں بھی موجود ہیں، جو اختلاف عقائد کی بنا پر قتل کے فتاوی صادر کر دیتی ہیں اور اسلام کو بزور شمشیر پھیلانا بھی جائز سمجھتی ہیں، اور تشدد سے لوگوں کو اسلام کے اندر رکھنا بھی جائز سمجھتی ہیں۔ آزادی رائے جو اسلام کا سب سے بڑا طغرۂ امتیاز سمجھا جاتا ہے ان کے ہاں سب سے بڑا گناہ ہے۔ جن کے ہاں لاتعداد لونڈیوں کو بغیر نکاح کے گھر میں رکھنا عین اسلام ہے وہ جماعتیں حنفی المذہب کہلا کر متعہ کے جواز میں فتوے صادر کر رہی ہیں۔ اور نکاح اور زنا میں جو خلیج حائل کر دی گئی تھی اور معاشرہ کی پاکدامنی اور عصمت و عفت کے لئے جو قانون وضع کئے گئے تھے ان پر بھی ہاتھ صاف کر رہی ہیں۔ شاید اس لئے کہ اہل تشیع کی آراء بھی انتخابات میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں، یہ لوگ آیندہ اپنے اقتدار اور مسند نشینی جلال حکومت کے جلوے ابھی سے نوجوانوں کو دکھا رہے ہیں تاکہ انہیں فحش لٹریچر اور سینما کی لطف اندوزیوں کا نعم البدل اپنے گھروں میں ہی دستیاب ہو جائے۔ لونڈیاں بھی لاتعداد دستیاب ہوں اور متعہ سے بھی حظ نفس حاصل کر لیا جائے۔

آہ! دنیا ئے اسلام میں قرآن کی متعدد آیات کو منسوخ قرار دیا جا رہا ہے اور بعض آیات کو مرفوع التلاوت مگر قابل عمل سمجھا جا رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ زنا کی سزا سنگساری از روئے قرآن مقرر تھی۔ اور اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک آیت بھی نازل ہوئی تھی مگر اب وہ قرآن میں موجود نہیں ہے۔ مگر اس کے اصل الفاظ...... ابتک لوگوں کو یاد ہیں اگرچہ اسکی تلاوت جائز نہیں۔ بہرحال اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ اب بھی قابل عمل ہے۔ ایسے عقائد کو ماننے والے سب مسلمان مگر احمدی اس لئے کافر ہیں کہ وہ تمام قرآن کو الحمد سے لیکر والناس تک یعنی جو بین الدفتین محفوظ ہے مکمل، متصل، غیر منسوخ اور قابل عمل سمجھتے ہیں۔

دوستو! ہاں کبھی ان علماء سے بھی ملاقات ہوئی جو ابراہیم علیہ السلام کی ذات بابرکات کو کم از کم تین دفعہ جھوٹ بولنے سے متہم کرتے ہیں۔ کیا آپ کو ان علماء اسلام کا بھی کچھ علم ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام ایسے اولوالعزم پیغمبر پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے ایک پڑوسی کی واحد عورت پر شہوانی نگاہ رکھتے ہوئے اسے ناجائز طریق گھر میں ڈال لیا۔ حالانکہ ان کے اپنے ہاں ننانوے بیویاں موجود تھیں؛ قبروں پر سجدے کرنے والوں۔ پیروں کی درگاہوں میں منتیں چڑھانے والوں، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ کرنے والوں اور ملا کے بنائے ہوئے لات و عزیٰ سے پوجاریوں کو مسلمان کہو مگر توحید کے پرستاروں، اسلام کے شیدائیوں اشاعت اسلام کے واحد علمبرداروں کو کافر کہو اور جو کافر نہ کہے اس پر خوب برسو۔ دانت پیسو۔ منہ سے جھاگ نکالو ماتھے پر بل چڑھاؤ۔ اور غصہ سے نتھنے پھیلاؤ۔

مولانا ابوالکلام کا نظریہ

آؤ تمہیں بتلائیں کہ مولانا ابوالکلام تو اس زمانہ کو وہ زمانہ بتا رہے ہیں جب دجال کا ظہور ہوگا۔ اور جب امت پورے پورے اہتمام سے یہودیوں کے نقش قدم پر چل جائے گی۔ وہ آخری زمانہ کی تمام پیشگوئیوں کو اپنی معرکۃ الآرا تصنیف تذکرہ میں جمع کرتے ہیں اور علی الاعلان کہتے ہیں کہ یہ سب پیشگوئیاں اس زمانہ پر صادق آرہی ہیں۔ کیا اس سے تیس برس پہلے یہی کچھ حضرت مرزا صاحب نے نہیں کہا تھا وہ تو فتوے کفر کے نیچے آگئے۔ مگر جب ابوالکلام آزاد نے اسی بات کو اپنے مخصوص انداز بیان میں ظاہر کیا تو عش عش ہونے لگی۔ ان کے قلم کے چند جلوے ملاحظہ ہوں۔ ان کو پڑھ کر پھر مسیح موعود کا بھی کہیں سے سراغ لگاؤ۔ پیشگوئیوں کی تمام کڑیاں جوڑتے جاؤ اور مسیح موعود والی کڑی بھی کہیں سے تلاش کر لو! مولانا فرماتے ہیں:۔

"سبحان اللہ اس صادق و مصدق کا ارشاد کس طرح حرف بحرف پورا ہو رہا ہے! یہ تربص جہل و انتظار غفلت بھی تو علیٰ ہی پیشگوئی کا ظہور ہے کہ لتتبعن سنن من کان قبلکم" اور یاتی علیٰ امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل" میری امت بھی وہ سب کچھ کرے گی جو یہودیوں نے کیا یعنی تو پوری پوری یہودیت ہے کہ پیشین گوئیاں ظاہر اور پوری ہوتی جاتی ہیں، مگر یہودیوں کا انتظار ختم ہی نہیں ہوتا ہے کہتے تھے کہ ابھی وہ وقت کہاں آیا؟ حتیٰ کہ آج تک مسیح کے ظہور اور اسرائیل کی آخری بادشاہت کا انتظار کر رہے ہیں! فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون! (تذکرہ ص ۲۸۲)

"اور جو مسلم کی روایت حضرت عائشہ میں فرمایا "حتیٰ یعبد اللات والعزیٰ" یہاں تک کہ لات اور عزیٰ پھر پوجے جائیں اور جس کے ظہور کے لئے لوگ کسی آنے والے وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ تو پہلے ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ "لات" اور "عزیٰ" عرب جاہلیت میں کون تھے: اور کیونکر ان کی پرستش ہوتی تھی۔ جو حال اس "لات" و "عزیٰ" کا تھا وہی آخر امت کے "لات و عزیٰ" اور ان کے پرستاروں کا بھی ہوگا۔ امام ابن جریر نے مجاہد سے افرایتم اللات والعزیٰ کی تفسیر میں روایت کی ہے "کان یلت لھم السویق فمات فعکفوا علیٰ قبرہ" اور بخاری میں ابوالجوزا حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں "کان اللات یلت السویق للحاج" اور ایک دوسری روایت میں ہے "فیطعم من یمر من الناس فلما مات عبدوہ وقالوا ھو اللات" اور ابن خزیمہ نے کہا "وکذٰلک العزیٰ" اور حافظ ابن قیم ھدی میں لکھتے ہیں "وکانت شجرۃ علیھا بناء و ستار بنخلۃ بین مکۃ والطائف کانت قریش یعظمونھا کما قال ابوسفیان یوم احد: لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم" پس عرب جاہلیت کے لات و عزیٰ کی حقیقت یہ تھی۔ اور اسی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں پھر ایسا ہوگا۔ سو اگر آنکھیں باقی ہیں اور بصیرت معدوم نہیں ہو گئی تو دیکھ لو اس طرح کے "لات و عزیٰ" کی پرستش کب کی شروع ہو چکی ہے۔ بلکہ صرف یہی تو وہی نام آ گئے۔ اب تو گوشے گوشے میں لات و عزیٰ ہیں اور چپے چپے پر پرستش گاہیں مسلمانوں کی کوئی بستی اور آبادی نہیں جو ان تمام پیشین گوئیوں کے ظہور و نمود کا مجسم نمونہ نہ ہو۔ اور پرستش ماسوی اللہ کی کوئی قسم ایسی نہیں جو پیٹ بھر کر انہوں نے نہ کر لی ہو اور نہ کر رہے ہوں۔ نفس کو وہ پوج چکے، وہم و رائے کی وہ پرستش کر چکے۔ چاندی سونے کو انہوں نے پوجا۔ انسانوں کی چوکھٹوں کی دھول انہوں نے پھانکی۔ ہر پیشوا کو ارباب من دون اللہ انہوں نے بنایا اور ہر بڑے انسان کے لئے ان کے دل اور پیشانی نے سجدے کئے۔ وہ شرک بھی جی بھر کر کر چکے جو "اخفیٰ من دبیب النمل" تھا اور کھلا کھلا شرک بھی برسر عام ہو چکا۔ حتیٰ کہ قبر پوجے گئے۔ اور مٹی اور پتھر کی پوجا کی منزل بھی کب کی گذر چکی۔ فانہم اتبعوا سنن من کان قبلھم وسلکوا سبیلھم حذو القذۃ بالقذۃ والنعل بالنعل وغلب الشرک علیٰ اکثر النفوس فصار المعروف منکراً والمنکر معروفاً۔ والسنۃ بدعۃ والبدعۃ سنۃ، وطمست الاعلام، و اشتدت غربۃ الاسلام وقل العلماء وغلب السفھاء وتفاقم الامر واشتد الباس وظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ ولکن لاتزال طائفۃ من العصابۃ المحمدیۃ بالحق قائمین ولاھل الضلالۃ ولبدع مجاھدین ینفون عن دین اللہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔ لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم غالبون اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون! ؎

کسے کہ محرم باد صباست می داند
کہ باوجود خزاں بوئے یاسمیں باقیست

$\frac{۲۸۲}{۲۸۳}$ ص

مولانا کے یہ الفاظ بار بار پڑھو اور پھر سوچو۔

شوق تکفیر پورا کر لو

کیا مسلمانوں کی موجودہ حالت تمہیں یہ موقعہ دیتی ہے کہ تم ان میں سے تلاش کر کے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر بعض لوگوں کو نشانہ تکفیر بناؤ۔ ایمان تمہیں کہاں نظر آتا ہے کہ کفر کی تلاش میں سرگرداں ہو۔ ساری حقیقت ہی منقلب ہو چکی ہے۔ ایمان تو ثریا پر جا چکا ہے۔ یہاں تو مسلمان ہونے کا دعویٰ ہی خواب ہو چکا ہے اگر تمہیں شوق تکفیر بازی دامن گیر ہے۔ تو شرک و کفر گمراہی و ضلالت فسق و فجور۔ مذہب سے آزادی و بے راہ روی۔ سنت سے

انحراف - قرآن سے انکار، اباحت پر اصرار، بدعتوں پر عمل، خود رائی و خود ستائی، صداقت سے روگردانی، علائق کذب سے وابستگی - دلوں کی دنیا ویران - خیالات کا جہان پریشان، عقائد باطل، اعمال فاسد الغرض ہر سمت کفر کی حکمرانی اور ہر سو ایمان پر ڈاکہ زنی نظر آئے گی - جس پر چاہو مشق ناز کر لو اور اپنے دل کی ہوس نکال لو۔

اس کفر و ضلالت کے جنگل میں مسلم کا بے راہ رو قافلہ منتشر و مضمحل شکل میں چل رہا ہے اس کا نہ کوئی نظام ہے نہ کوئی ترتیب، نہ اس کے سامنے کوئی منزل مقصود ہے نہ نشان راہ - اس کا نہ کوئی انتہائے نظر ہے نہ کوئی نقطۂ نگاہ - وہ ایک گلہ ہے بغیر چرواہے کے - ایک غول ہے بغیر کسی رہنما کے - ایسے میں ایک انسان نازل ہوتا ہے ان آوارگان جادۂ گمراہی کو بلاتا ہے - ان میں تنظیم پیدا کرتا ہے ان کے سامنے ایک مقصد رکھتا ہے - ان کے دلوں کی زمین میں ایمان کے بیج بوتا ہے - وہ کمند لگا کر ایمان کو ثریا سے نیچے لانے کی سعی کرتا ہے وہ ایک صوت ہادی بلند کرتا ہے، وہ ایک نشاۃ ثانیہ کی نوید سناتا ہے وہ احیاء موتیٰ کا معجزہ دکھلاتا ہے وہ اندھوں کو آنکھیں دیتا ہے اور بہروں کو کان - محفل میں تنظیم پیدا ہوتی ہے ایک جماعت اس کے ساتھ لگ جاتی ہے وہ تندرست ہو جاتے ہیں اور باقی بیماروں کی دیکھ بھال میں مصروف ہو جاتے ہیں - اب یہ کیا تماشا ہے کہ طبیب کے خلاف چیخ و پکار شروع کر دی جاتی ہے اور اس پر طرح طرح کے الزامات تراشے جاتے ہیں اور بیماروں کے قافلہ کا کوئی مداوا نہیں کیا جاتا - بلکہ الٹا ان کو اپنے محسن کے خلاف اکسایا جاتا ہے - دیکھو بے شک اس آنے والے کی آواز بالکل انوکھی ہے - یہ اسی تیرہ صد برس پرانی آواز کی صدائے بازگشت ہے جسے لوگ بھلا چکے تھے اس لئے یہ اجنبی معلوم ہوتی ہے - مگر خدارا اس مصلح کے درپے آزار کیوں ہو گئے ہو - اور مریضوں کو اس کے خلاف کیوں بغاوت پر اکساتے ہو - اسے دلجمعی سے کام کرنے دو تاکہ بیمار شفایاب ہوں - اور کوڑھی اچھے ہوں - آخر اس نے کیا قصور کیا ہے کہ اس کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار ہو رہا ہے - وہ تو تمہارا ہی خیر خواہ ہے - تمہارا مجرم تو نہیں ہے ؎

خونے نہ کردہ ایم و کسے را نکشتہ ایم
جرم ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

احمدیوں سے مت اُلجھو

ان کو کچھ نہ کہو - یہ اس مصلح کے پیچھے لگ کر آوارگان رہ ضلالت کی اصلاح کا کام کر رہے ہیں - وہ اپنا وقت اپنا مال - اپنی قوتیں صرف اصلاح خلق پر خرچ کر رہے ہیں، تم اپنا کام کرو، انہیں اپنا کام کرنے دو - وہ دیوانے ہیں جو اپنا سب کچھ کھو کر دوسروں کی امداد کر رہے ہیں ان کو ایک دھن ہے ایک جنون ہے، وہ نسل انسانی کے خیر خواہ ہیں، انہیں یورپ کے بسنے والے تثلیث پرستوں کی فکر ہے - انہیں دہریت کے پھیلنے والے سیلاب سے ہمدردی ہے - وہ مشرق میں پھیل گئے اور مغرب میں بھی تاکہ دنیا کو آستانہ الوہیت پر گرا دیں، اور اہل جہان کو محمد رسول اللہ کی چاکری میں لے آئیں - تم اسے گناہ کہتے ہو، کفر قرار دیتے ہو - تمہارے ان حربوں سے یہ لوگ اپنے مشن سے باز نہیں آئیں گے ؎

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی مے کند
آرے آرے مے کنم با خلق عالم کار نیست

ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے - تمہیں تمہاری حکومت مبارک ہو - مسند اقتدار مبارک ہو، اختیارات کی دولت مبارک ہو، انہیں اشاعت اسلام اور تبلیغ قرآن میں منہمک رہنے دو - ان کے معاملات میں دخیل مت ہو - ان کی یکسوئی میں فرق نہ آنے دو ؎

از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب
درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

خدا کے لئے کام کرنے والوں کے کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرو - پھر دیکھو کہ کیا کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں -

(۶) صاحب مکتوب مجھے ہدایت فرماتے ہیں کہ میں قادیانی احمدیوں کو کافر کہوں اور تکفیر اہل قبلہ کا مشغلہ اختیار کروں، ان کی نصیحت سر آنکھوں پر مگر کیا کروں خداوند تعالےٰ کا حکم قرآن کریم میں اس کے خلاف موجود ہے - اس حکم کے صادر کرتے وقت میرے مولا کو یہ معلوم تھا کہ راولپنڈی شہر میں ایسے سکھ اور ہندو موجود ہیں جو کلمۂ توحید پڑھتے رہتے ہیں - مگر بایں ہمہ وہ ہندو اور سکھ کہلاتے ہیں قرآن شریف کی یہ آیت تو آپ نے بارہا پڑھی ہوگی کہ :-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْا ؕ

ترجمہ :- اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو ؟ سو اللہ کے پاس حصول مقصد کے سامان بہت ہیں - تم بھی پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی شخص محض اس ظاہری علامت سے کہ وہ تمہیں السلام علیکم کہتا ہے مسلمان سمجھے جانے کا مستحق ہو جاتا ہے - اگر اس سے اس کا منشاء یہ ہے کہ اسے مسلمان کے سے حقوق حاصل ہو جائیں تو تم اسے ان حقوق سے محروم نہیں کر سکتے ساتھ ہی یہ بھی منع کر دیا کہ کسی کے دعوے اسلام کو اکثر اس بنا پر باطل قرار دیا جاتا ہے کہ کچھ دنیوی فوائد حاصل ہو جائیں - جیسا کہ آجکل ہمارے نیم سیاسی اور نیم مذہبی رہنما مثل مولانا مودودی پرویز صاف الفاظ میں کہتے اور لکھتے ہیں کہ قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دو تاکہ وہ مسلمان بن کر کچھ سیاسی فوائد حاصل نہ کر جائیں یعنی وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چونکہ ان کے زعم میں اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو پورے حقوق نہیں ملتے اس لئے مناسب ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا جائے تاکہ وہ اسلامی حقوق سے محروم ہو جائیں اور مکفر ہی ان حقوق کو حاصل کر لیں - قرآن کی مندرجہ بالا آیت نے مکفرین کی اس ذہنیت کا اچھی طرح نوٹس لیا ہے اور ان کو بتلا دیا ہے کہ یہ لوگ دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہیں - حالانکہ اللہ تعالےٰ کے خزانے ایسے سامانوں سے بھرے پڑے ہیں - وہاں سے طلب کریں اور کفر کے فتاوے صادر کر کے دنیوی نعمتوں کا لالچ نہ کریں -

مکتوب نگار نے راولپنڈی کے ہندوؤں اور سکھوں کی مثال دے کر درحقیقت قرآن کریم کی اس آیت کا مذاق اُڑایا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ اگر خداوند عالم کو ان ہندوؤں اور سکھوں کا علم ہوتا تو وہ کبھی اس قسم کی وحی اپنے نبی پر نازل نہ کرتا!

آہ! شوق تکفیر بازی اور ولولۂ کفر سازی نے ان لوگوں کی ایمانی - اعتقادی اور عملی حالت کو کہاں تک پہنچا دیا ہے - یہی سکھ اور ہندو اگر خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے کلمہ پڑھنے لگ جائیں تو یقیناً انہیں مسلمان سمجھا جائے گا۔

حضور نبی کریم صلعم کا ارشاد

یہ تو تھا فرمان الٰہی - آؤ اب نبی اکرمؐ کی رائے اس تکفیر کے متعلق معلوم کریں - معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے قلب میں مکفرین کی ذہنیت کا نقشہ منکشف کر دیا گیا تھا - اور حضور کو بتلا دیا گیا تھا کہ ایک ایسا وقت آئیگا کہ ہمارے علماء کی ذہنی اور روحانی حالت ایسی ہو جائیگی کہ انہیں نہ توحید کا پاس ہوگا نہ نبوت کا احترام اور وہ بلا تحاشا توحید اور نبوت پر ایمان لانے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کی جسارت کر دیا کریں گے۔ اس لئے حضور نے تنبیہہ فرمائی کہ من صلّٰی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الیٰ آخرہ یعنی جو ہماری طرح کی نمازیں پڑھتا ہے، ہمارے قبلہ کو قبلہ تسلیم کرتا ہے - اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے اور اس کی عزت اور خدمت کی ذمہ داری خدا اور اس کے رسول پر ہے۔

اب کیا کیا جائے ؟ حضور کے اس ارشاد کی کیا تاویل کی جائے جس سے تکفیر کی راہیں کھل جائیں اور نمازیں تو نمازیں رہیں ریاضت و عبادت میں تمام عمر کھو دینے والوں اور قرآن کریم کو وظیفۂ حیات سمجھنے والوں کو بھی آن واحد میں کافر قرار دیا جا سکے کیا اب یہ بھی کہا جائیگا کہ راولپنڈی کے ہندو اور سکھ ہماری نمازیں پڑھتے ہیں اور قبلہ رو ہو کر قیام صلوٰۃ کے حکم کی تکمیل کرتے ہیں - اور ہمارا ذبیحہ بھی کھا لیتے ہیں - اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو وہ یقیناً مسلمان ہیں - اور انہیں وہ تمام سیاسی حقوق حاصل ہوں جو اس سرزمین پاکستان میں ایک مسلمان کو ملنے چاہئیں - ہم تو سمجھتے ہیں کہ کسی کو کافر کہہ دینے سے اسلامی حکومت میں سیاسی نقطۂ نگاہ سے اسے کچھ نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا کیونکہ

اسلام نے تو غیر مسلموں سے فیاضانہ اور نہایت مشفقانہ سلوک روا رکھا ہے۔ اور ان کو ان کے استحقاق سے زیادہ حقوق دیئے ہیں مگر یہ لوگ اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر وہ انہیں ان کے جائز حقوق سے محروم کر دیں گے۔ یہ اسلام پر ایک خطرناک الزام ہے اور مکفرین کی کوتاہی کا ایک اظہار۔ اسلام کا دامن ان کوتاہ نظریوں اور تنگ بینیوں سے پاک ہے!

آئمہ کرام کا مسلک

ہمارے آئمہ متقدمین نے بھی تکفیر سے لوگوں کو روکا ہے۔ یہاں تک کہ امام اعظم صاحب نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور صرف ایک اسلام کی اسے بھی مسلمان ہی سمجھنا چاہیئے۔ اس ملک میں اکثریت امام صاحب کی تابع اور مقلد ہے۔ مگر افسوس کہ ان کے صریح ارشادات کے خلاف یہاں عمل کرایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کی گذشتہ تاریخ ایک عجیب نظارہ ہمارے سامنے لاتی ہے۔ ہر دور میں کوئی نہ کوئی صاحب ارشاد و ہدایت اور سرشار عزیمت دعوت ہوتا ہے جس کے خلاف وقت کے تمام ظاہر پرست علماء آپس کی لڑائیاں لڑتے ہوئے بھی متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اس پر کفر کے فتاویٰ صادر کرتے اور انہیں ملک کے طول و عرض میں شائع کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور یہاں جہاں مکفرین کا اتحاد زیادہ ہوا وہاں مظلوم وقت کا مقام بھی بلند ہی رہا۔ کفر کی شدت اور ہمہ گیریت سے ستم رسیدہ کے بلند مقام اور رفعت درجات کا اندازہ کر لینا چاہیئے اور ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے کہ اہل مذہب نے اپنے ساتھ اہل سیاست کو بھی شامل کیا اور سیاست کی تلوار سے ہی اپنے شکار کا جسم چھلنی کرایا۔ وہ وقت ملوکیت تھا۔ تو سلاطین وقت کو بھڑکایا گیا۔ آج سلطانی جمہور کا زمانہ ہے تو جمہور کو مشتعل کیا جاتا ہے۔ مگر کفر کی مہم مسلسل، پیہم اور متحد طور پر اسی بلند پایہ انسان کے خلاف چلائی جائے گی جسے آسمان نے منتخب کر کے اصلاح خلق کے لئے بھیجا ہے۔

> یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
> ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

مکفرین کے باہمی اتحاد اور منصوبہ بازی اور فتنہ آرائی سے احمدیوں کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ مخالفین کی حالت یقیناً ...... قرآن کے ان الفاظ کی مصداق ہے تحسبھم جمیعاً و قلوبھم شتّٰی۔ ان کا اتحاد دائمی نہیں۔ عارضی ہے۔ ان کی یورشیں پائیدار نہیں زوال پذیر ہیں۔ استقامت صرف حق کو ہے اور فلاح و کامرانی بھی اسی کے لیئے مقدر ہے۔ ان کی آپس کی خانہ جنگی کے دردناک قصے آپ ہر روز اخباروں میں پڑھتے ہیں۔

پس مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے اس دوست کی فرمائش کی تعمیل نہیں کر سکتا اور اللہ تعالےٰ کے فرامین اور رسول اکرم کے احکام اور آئمہ صالحین کے اقوال مجھے میرے اس دوست کی خواہش کو پورا کرنے میں مانع ہیں۔

ختم نبوت کے متعلق احمدیوں کا عقیدہ

ختم نبوت کے متعلق احمدیوں کے ہاں مفصل لٹریچر موجود ہے۔ اس عقیدہ کی رو سے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔ احمدی جب قرآن میں یہ پڑھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے یہ خوشخبری سنائی گئی تھی:۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝

ترجمہ:۔ اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوا۔ جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے سو جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ صریح جادو ہے۔

وہ اس کے معنے بالکل یہی لیتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کا ظہور حضرت مسیح علیہ السلام کی **وفات کے بعد ہوا ہے** اور یہ بالکل غلط ہے کہ حضور **ختمیت مآب صلعم کی وفات کے بعد** حضرت مسیح کا ظہور ہوگا۔ یہ عقیدہ تو قرآن کریم کے بیان کردہ عقائد کے بالکل خلاف ہے۔

قادیانی اور ختم نبوّت

میرا یقین ہے کہ احمدی (قادیانی احمدی بھی) حضور نبی کریم صلعم کو صحیح معنوں میں خاتم النبیین ہی سمجھتے ہیں، اور قادیانی اگرچہ لفظی رنگ میں مبالغہ آرائی کرتے ہیں، اور خطرناک غلطی کے مرتکب ہو جاتے ہیں مگر جو کیفیت وہ اپنے وضع کردہ لفظ نبی کی بیان کرتے ہیں اس کا مفہوم سوائے محدثیت کے اور کوئی نہیں لیا جا سکتا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ قادیانی مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے۔ کہتے نبی ہیں مگر انہیں ان صفات سے متصف کرتے ہیں جو غیر نبی کی ہیں۔ مثلاً نبی براہ راست اللہ تعالیٰ سے علم بذریعہ جبرائیل امین حاصل کرتا ہے۔ نبی اپنی وحی کا متبع ہوتا ہے۔ وہ اپنی وحی سے دوسرے انبیاء کی کتب کی تصدیق کرتا ہے۔ دیگر کتب کے سامنے اپنی وحی کو عرض نہیں کرتا۔ نبی کسی دوسرے نبی کا امتی نہیں ہوتا نبی کا اپنا علیحدہ اور مستقل پیغام ہوتا ہے۔ وہی اس کی کتاب اور اس کی شریعت کہلاتا ہے۔ نبی کی اپنی ایک امت ہوتی ہے۔ اور اپنا جدا گانہ کلمہ۔ نبی دنیا میں آتا ہی اس وقت ہے جبکہ لوگوں کو ایک دین سے نکال کر دوسرے دین میں داخل کرنا ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں مطاع کی حیثیت سے داخل ہوتا ہے اور بالآخر دنیا کو اس کی اطاعت کرنی ہوتی ہے قادیانی ان تمام معنوں کی رو سے مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ لہٰذا اس کے سوا جو کچھ مانتے ہیں وہ نبی کے مفہوم کے اندر نہیں آتا۔

قادیانی اور لاہوری احمدیوں کا اختلاف

خط میں کہا گیا ہے کہ اگر قادیانی بھی مسلمان ہیں اور ختم نبوت کے قائل ہیں تو پھر لاہوریوں کی ان سے جنگ کیا ہے۔ اور باہم اختلافات کیا ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لاہوری احمدی قادیانیوں کو بارہا سمجھا چکے ہیں اور حقیقت نبوت پر بے شمار لٹریچر شائع کر کے قادیانیوں کو تلقین کرتے رہے ہیں کہ جس مفہوم کی نبوت آپ لوگ مرزا صاحب سے منسوب کرتے ہیں، وہ قرآن اور اسلام کی بیان کردہ نبوت نہیں ہے۔ وہ محض نبوت کا انعکاس اور ظل ہے۔ اس کو بروز اور صیغۃ النبوّت کہتے ہیں۔ اگر پانی میں چاند کا عکس دیکھ کر کوئی نادان بچہ تالاب میں کود کر چاند کو پکڑنا چاہتا ہے تو وہ نادانی کا ثبوت دیتا ہے۔ یا جو انسان شیشہ میں کسی کا چہرہ دیکھ کر اسے چوم لینا چاہتا ہے۔ وہ فریب خوردہ ہے۔ کہتے ہیں کسی باشندہ کے راستہ میں آئینہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا اور جیسا اسے اپنے سامنے رکھا تو ایک انسانی چہرہ اسے نظر آیا۔ اس نے یہ کہتے ہوئے کہ "مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ آئینہ آپ کا ہے"۔ آئینہ کو وہیں رکھ دیا۔ یہ بیوقوفوں اور جاہلوں کی حرکتیں ہیں۔ عالم لوگ استعارہ اور تشبیہہ کے محاورات کو خوب پہچانتے ہیں اور انہیں زبان کا زیور خیال کرتے ہیں۔ ہماری ساری **جنگ** قادیانیوں سے یہ تھی کہ تمہارے ادعا کی نبوّت درحقیقت کوئی نبوت نہیں۔ یہ ولایت ہے محدثیت ہے اور زیادہ سے زیادہ اسے مجددیت کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ ہمارا ان سے اصل تنازعہ اس وقت شروع ہوا۔ جب انہوں نے اس نبوّت کے منکرین کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کرنا شروع کر دیا۔ اور کلمہ گو مسلمانوں کی تکفیر کرنے لگے۔ یہ بالکل وہی جنگ ہے جو ہم آج بھی مکفرین اہل قبلہ سے کر رہے ہیں۔ الحمدللہ کہ قادیانیوں نے اپنے اس عقیدۂ باطلہ سے رجوع کر لیا ہے۔ اور انہوں نے تحقیقاتی عدالت میں یہ بیان دے دیا۔ اور پریس میں بھی اعلان کر دیا ہے کہ وہ کسی کلمہ گو مسلمان کی تکفیر نہیں کریں گے اور منکرین حضرت مرزا صاحب کو محض ان کے انکار دعوے کی وجہ سے کافر نہیں کہیں گے۔ ان اعلانات اور تبدیلی عقیدہ کے بعد ان سے ہماری جنگ ختم ہو گئی اور اب ہم صرف ان مکفرین سے الجھ رہے ہیں جو تکفیر اہل قبلہ سے باز نہیں آتے اور ہماری یہ جنگ جاری رہے گی۔ حتیٰ کہ یہ لوگ کلمہ طیبہ کا احترام کرنا سیکھ جائیں اور اہل قبلہ کی تکفیر کو اس ملک میں سب سے بڑا گناہ سمجھا جائے اور اس کی سزا قتل سے بھی زیادہ سنگین مقرر ہو جائے۔

بانیٔ تحریک احمدیت کا عقیدہ

باقی رہا یہ معاملہ کہ آیا خود بانی تحریک احمدیت نے اپنے دعوے کے منکرین کو کافر کہا ہو اور وہ خود مدعی نبوت کی حیثیت میں دنیا کے سامنے آئے ہوں۔ تو اس پر ہم نے کتابوں کی کتابیں لکھ کر شائع کر دی ہیں جو شخص ظلی، بروزی، جزوی، لغوی اور حقیقی نبی بننے کا ادعا کرتا ہے، وہ یقیناً نبوت کا دعویدار نہیں، متشابہات کو محکمات کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے اور زیغ قلب کا ثبوت دے کر ابتغاء فتنہ کے جرم کے ارتکاب سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مجددیت کا منزور تھا۔ اور ان کا مقام مجددیت ہی کا ہے۔ اور

مجدد لازماً محدث بفتح دال ہوتا ہے اور اللہ تعالے اسے خود مبعوث فرماتا ہے۔ اور دنیا میں اس کا مشن صرف نبی کریم صلعم کے دین کی تجدید اور اشاعت ہوتا ہے اور مرزا صاحب اسی زبان میں گفتگو کرتے ہیں جس زبان میں ان کے پیشرووں نے کی۔ حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ صاحب ترجمۂ تفہیمات میں فرماتے ہیں:- "نعمت عظمیٰ برین ضعیف آنست ہے کہ او را خلعتِ فاتحیت دادند۔ و فتح دورۂ باز پسین بدست وے کردند" پھر لکھتے ہیں کہ "بمردم دردادند کہ این حقیقت بمردم برسان امروز وقت قت تست و زمان زمانِ تو۔ و اے بر کسے کہ زیر لوائے تو نباشد" ایک اور تفہیم میں یوں کھل کر بات کرتے ہیں کہ "فهمني ربي انا جعلناك امام هذه الطريقة وسددنا طرق الوصول الى حقيقة القرب كلها اليوم غير طريقة واحدة وهو محبتك والانقياد لك والسماء ليس على من عاداك بسماء - وليست الارض عليه بارض فاهل الشرق والغرب كلهم رعيتك وانت سلطانهم - علموا او لم يعلموا فان علموا - فازوا وان جهلوا خابوا۔

مجددین انبیا کے قائم مقام ہوتے ہیں

اصل یہ ہے کہ مجددین کی بعثت بھی انبیاء کی طرح ہوتی ہے۔ مگر اسلام میں چونکہ شریعت مکمل اور نبوت ختم ہو چکی ہے اس لئے امت میں انبیاء کے قائم مقام مجددین کا سلسلہ چلتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ اپنے ایک مکتوب میں اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:- "اے فرزند! این وقت آنست کہ در امم سابقہ دریں طور وقتے کہ ظلمت است پیغمبر اولوالعزم مبعوث می گشت و بنائے شریعت جدیدہ مے کرد۔ دریں امت کہ خیر الامم ست و پیغمبر ایشان کفایت فرمودہ اند دریں وقت عالمے عارفے تام المعرفت ازیں امت درکار است کہ قائم مقام انبیاء اولوالعزم باشد"

> فیض روح القدس از باز مدد فرماید
> دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد!"

اور پھر بڑے زور شور سے دعوے مجددیت کا کیا اور مجدد الف کو مجدد مایہ پر ترجیح بھی دی۔ اور صاف صاف لکھا کہ:-

"از حق الیقین و عین الیقین چہ گوید؟ و اگر گوید کے فہم کند؟ ایں معاملات از حیطۂ ولایت نیست۔ ارباب ولایت بہ رنگ علماء ظواہر در ادراک عاجز اند۔ ایں کار مقتبس از مشکوٰۃ نبوت است کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشت۔ صاحب ایں علوم معارف مجدد ست!"

حضرت مرزا صاحب نے ان حضرات سے زیادہ کچھ نہیں لکھا۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو دلائل قاطع و براہین نیرہ سے ثابت کر دیا اور آج کسی کو جرأت نہیں کہ حیات مسیح کے عقیدہ کی تلقین کرے۔ آنے والے کے متعلق وہی ایک معقول تاویل کی جو ہو سکتی تھی۔ کہ جانے والا مسیح اسرائیلی ہے۔ آنے والا مسیح امت محمدیہ کا ایک فرد ہے۔

جہانتک حضرت مرزا صاحب کے عقیدہ دربارہ منکرین دعوے کا تعلق ہے ہم ذیل میں دو حوالے انکی کتابوں سے نقل کر دیتے ہیں۔ دوسرا حوالہ حقیقت الوحی کا ہے۔ جو ان کی آخری کتاب ہے اور ان کے اس عقیدہ پر ان کے خیالات کا آخری اعلان ہے۔ گویا شروع سے لے کر آخر تک ان کا عقیدہ ایک ہی رہا:-

(۱) "ابتداء سے میرا مذہب یہی ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ...... یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالے کی طرف سے شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کتنی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۲)

(۲) "پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا۔ کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور ...... لوگ ان فتوؤں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔

کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر ٹھہرا دیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا۔ اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے؟ اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتوؤں کے ذریعے سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہیں کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰)

بعض اصحاب نے مجھے لکھا ہے کہ حضرت صاحب کے دعوے کے سمجھنے میں غالی گروہ کو کیوں غلط فہمی ہو گئی؟ اس کا میں کیا جواب دے سکتا ہوں۔ انسانوں نے اپنے عقاید اور عقیدت مندیوں میں ہمیشہ غلو کیا ہے۔ انسانی فطرت کو کیا کہوں۔ جس نے پتھر کو پوجا۔ دریاؤں کی پرستش کی پہاڑوں کو سجدے کئے۔ انسانوں کو تخت الوہیت پر بٹھایا۔ یہ آپ کے رامچندر، کرشن کیا تھے۔ انسان تھے۔ مگر آج خدا اور پرمیشر سمجھے جا رہے ہیں۔ اس سے نچلے درجے پر آیئے تو خدا کے برگزیدوں کو خدا کی اولاد کہدیا گیا۔ کیا مسیح اوّل کے ساتھ بالکل یہی معاملہ پیش نہیں آیا۔ وہ نبی تھے۔ خدا بنا دیئے گئے۔ حضرت مرزا صاحب مجدد تھے نبی بنائے جانے لگے۔ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے معاملہ میں غلو نہیں ہوا۔ امام غیب کے متعلق مبالغہ آرائی نہیں ہوئی۔ شیخ عبد القادر جیلانی کے ساتھ مخالفوں نے زندگی میں اور معتقدین نے مرنے کے بعد بے انصافیاں نہیں کیں؟ عقلِ سلیم ہو تو حقیقت پہچانی جا سکتی ہے۔

اب وقت ہے کہ لوگ اس صدی کے امام مظلوم سے انصاف کرنا سیکھیں۔ علمی تحقیقات کریں ان کے عقاید پرکھیں، ان کا عمل دیکھیں، ان کی جماعت کے کارنامے مطالعہ کریں۔ جلد بازی میں اشتعال انگیزیاں کرتے رہنا اور عوام کالانعام کی ہاں میں ہاں ملانا محققین اور عارفین کا کام نہیں۔

آخری استدعا اور اپنے عزم کا اعلان

ہم نے اپنی متعدد تحریروں میں اپنا مسلک واضح کر دیا ہے۔ اور بار بار مسلمانوں کے شوق تکفیر بازی پر انہیں ملامت کی ہے۔ اور کلمہ طیبہ کے احترام کو قائم کرنے کے لئے مضامین لکھے ہیں۔ مقالے سپرد قلم کئے ہیں۔ اور مکفرین اہل قبلہ کے خلاف بڑے زور سے قلمی جہاد کیا ہے۔ یہ ہماری مخصوص دعوت ہے اور اس میں ہم ہمہ تن منہمک رہیں گے اور جب تک علماء کا یہ شغل جاری ہے۔ ہمارا قلم بھی اس کے خلاف پوری قوت اور طاقت سے چلتا رہے گا ہم اسے مسلمانوں کی سب سے بڑی بیماری سمجھتے ہیں اور اس کے مداوا کے لئے اپنی طرف سے پوری پوری کوشش جاری رکھیں گے ؎

> ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
> از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

ہمارا یہ اعتقاد ہے اور اس پر ہم پہاڑ کی طرح محکم طور پر قائم ہیں۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو ایک جانتا ہے اور

نبی کریم صلعم کو نبیٔ وقت سمجھتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ مسلمان ہے۔ مسلمان ہے۔ اسے اسلامی حقوق حاصل ہیں۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے۔ اگر خدا کی کائنات سے کسی کو خارج کیا جا سکتا ہے تو ایسے شخص کو بھی اسلام سے بدر کیا جا سکتا ہے۔ اگر پہلا عمل ناممکن ہے تو دوسرا بھی ان ہونا ہے۔ ہم صداقت اور صحیح اصول کے اس پیغام کو اسلامی دُنیا کے بچے بچے تک پہنچا دینا چاہتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں صور اسرافیلی ہو تو ہم یہ آواز ممالکِ اسلامیہ کی آبادیوں، تمام شہروں تمام گروہوں۔ تمام محفلوں۔ تمام طبقوں اور تمام حلقوں میں شہر بہ شہر۔ قریہ بہ قریہ گھر پہنچا دیں۔ ہمارے بس میں ہو تو ہم اس صداقت کو قلم حقیقت رقم سے درخت کے پتوں، صحرا کے ذرّوں، گھروں کے در و دیوار، دست ابراؤں۔ مکتبوں، مدرسوں کی دیواروں۔ بجلی کے کھمبوں اور تمام بلندیوں اور پستیوں پر کندہ کرا دیں۔ کہ جو خود کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے، جو کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ جو اہل قبلہ بن کر حقوق اسلامی حاصل کرنا چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ اسلام کسی مولوی کی جاگیر نہیں۔ قرآن کریم کسی ملّا کی جائیداد نہیں۔ عشق رسُول کسی خوش الحان واعظ کی میراث نہیں۔ عقیدۂ توحید کسی کی مناپولی نہیں ہے۔

اس جہاد میں اگر ہمیں تکلیفیں پہنچیں۔ ہم پہ مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ ہمیں قید کر دیا جائے ہمیں زنجیروں میں جکڑ کر ہمارے جسم پہ کوڑے لگائے جائیں۔ ہمیں زندہ جلا دیا جائے۔ ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ ہمیں آروں سے چیر کر ہمارے جوارح علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں۔ تو ہم اسے اپنی بڑی سعادت اور شہادت سمجھیں گے۔ اس جہاد میں ہم خود کو بے بس اور بے کس بھی نہیں سمجھتے۔ اگر دنیا کے انسان ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے تو خدا کے فرشتے آسمان سے اُتر کر ہمارے ہم نوا ہو جائیں گے۔ اور بعض اوقات افواج قاہرہ کی شکل میں نمودار ہو کر ملک کا نظم و نسق بھی سنبھال لیں گے۔ اور ہمیں اپنے آغوش عافیت میں پناہ دے دیں گے۔ اگر ہمارے خلاف ظلم و تشدد کی مہم تیز تر کر دی گئی اور عرصہ حیات ہم پر تنگ کر دیا گیا۔ تو کوہسار دنیا کی چوٹیاں سنگ باری کرتی ہوئی نیچے اُتر آئیں گی۔ اگر مخالفین کے غیظ و غضب نے فرانی شکل اختیار کی تو پہاڑوں کے اندر لاوا بھی جوش سے غرّوش برپا کرتا ہوا نکل آئے گا۔ اگر ہمارے دلوں کی زمینوں کو ویران کرنے کی کوشش کی گئی تو راوی کا پانی بپھر جائے گا۔ ستلج کی امواج آپے سے باہر ہو کر شورش برپا کر دیں گی اور بیاس دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام

کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

لگاتا ہوا تباہیاں لے آئے گا۔ ظلم سے تنگ آ کر جب ہم آہ و فغاں کا شور اٹھائیں گے تو جنگلوں سے بہائم غراتے ہوئے نکل آئیں گے اور ہمیں تسلّی و تسکین دے کر خود چیخنے اور چلانے لگیں گے۔ زمین ہل جائے گی۔ آسمان لرز جائے گا۔ اور ہر سمت سے ہماری دستگیری ہو گی۔ پس ہم نے عزم کر لیا ہے کہ کلمہ طیبہ کی اب دنیا میں توہین نہ ہو اس کی عزت اور احترام اس طرح قائم ہو جس طرح کہ آغاز اسلام میں تھی اس کلمہ طیبہ کے صدقہ ابوبکر صدیق کہلائے عمر فاروق بنے۔ عثمان ذوالنورین قرار پائے۔ علی شیر خدا تسلیم ہوئے۔ اس کلمہ نے عکرمہ بن ابوجہل کو صحابہ کے مقام تک پہنچا دیا۔ وحشی جیسا قاتل حمزہ صف اول کا مسلمان تسلیم ہوا۔ اس کلمہ کے طفیل ایران کے آتشکدے سرد ہوئے۔ اور ایک اسلامی ملک بن کر دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوا۔ اسی سے عالم اسلامی ظہور پذیر ہوا۔ اس سے ہندوستان کے برّاعظم کی ایک چوتھائی آبادی نے ایک علیحدہ خطہ حاصل کر کے اس کا نام پاکستان رکھا۔ اسی کلمہ سے یورپ نے اسلام کے سامنے گردن جھکائی ہے۔ اور اسی کلمہ نے نوع انسان کو ایک عالمگیر اخوت میں پرونا ہے۔ ملّا کو اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اس عظیم الشان طاقت کو داغدار کرے اور اس کی قوت اور ہیبت اور جبروت کو کمزور کر دے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ جس طرح صوبائی تعصبات کو دور کر کے وحدت مغربی پاکستان قائم کر دی گئی ہے۔ اسی طرح فرقہ وارانہ تعصبات کو بھی ختم کر دیا جائے گا سیاسی طالع آزماؤں کی طرح مذہبی موقع شناس بھی ختم کر دیئے جائیں گے۔ اور حتّی یکون الدین للہ کا سماں دنیا میں پیدا ہو جائے گا۔ اور دنیا والے محمد رسول اللہ کے دامن میں پناہ لے کر امن و سلامتی کی زندگی شروع کر دیں گے اور فتنہ جوئی اور تعصب مذہبی کا جیب دیو پھر کبھی ہماری تمناؤں۔ آرزوؤں۔ امن پروریوں اور سلامت روِیوں کو برباد نہ کرے گا۔ اور آسمان کی بادشاہت زمین پر جلوہ گر ہو جائے گی اور قرآن کریم کے انوار سے دنیا کا کونہ کونہ جگمگا اُٹھے گا اور تمام جہان ایک بقعۂ نور بن جائے گا۔

اے خدا تو انسانوں کو ہدایت دے کہ وہ تیرے منشاء کو سمجھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ مسلمان کو توفیق دے کہ وہ اسلام کے صحیح اصولوں پہ کاربند ہوں، اور ہمارے علماء کو تنبیہہ فرما کہ وہ اسلام سے لوگوں کو خارج کرنے کی بجائے انسانوں تک اسلام کی دعوت پہنچانے لگیں۔ و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

میاں بشیر احمد صاحب منٹو لاہور میں

محترم میاں بشیر احمد صاحب منٹو سان فرانسسکو (امریکہ) میں ساڑھے آٹھ سال تبلیغی خدمات سرانجام دینے کے بعد کچھ دنوں سے رخصت پر پاکستان تشریف لائے ہوئے ہیں گذشتہ جمعہ (۱۱ر نومبر ۱۹۵۵ء) کو مسجد احمدیہ بلڈنگس میں انہوں نے نماز جمعہ پڑھی، حضرت امیرایدہ اللہ نے خطبہ میں ان کا تعارف کرایا اور نماز جمعہ کے بعد کچھ بیان کرنے کے لئے کہا۔

چنانچہ انہوں نے بعد نماز جمعہ احباب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ $8\frac{1}{2}$ سال کے بعد اس نے پھر وطن مالوف میں آنے اور سب دوستوں اور عزیزوں کو ملنے کا موقع عطا فرمایا اس میں شک نہیں کہ امریکہ میں زندگی کی آسانیاں بہت ہیں لیکن وطن کی محبت اور کشش سب چیزوں سے بالاتر ہے۔ آپ سب احباب کا بھی شکریہ ہے جنہوں نے ایک اہم ذمہ داری کو مجھ پر ڈالا اور اللہ تعالیٰ کا بھی شکرگذار ہوں جس نے دیانتداری اور خلوص کے ساتھ اس ذمہ داری کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائی۔

آپ نے فرمایا تبلیغ میں نرا پیغام سُنا دینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے مطابق اپنا اور اپنی قوم کا نمونہ بھی ہونا چاہیئے۔ لیکن امریکہ اور دوسرے ممالک میں ہماری تبلیغ کے رستہ میں بہت بڑی مشکلات ہیں۔ اسلامی حکومتوں کے نمائندے جو وہاں جاتے ہیں کچھ اچھا نمونہ پیش نہیں کرتے، شراب سے بھی انہیں پرہیز نہیں ہوتا (الا ماشاء اللہ) اسی وجہ سے ہم سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جس اسلام کو آپ پیش کرتے ہیں وہ کہاں ہے۔ خود پاکستان بننے کے وقت جو نمونہ یہاں پیش کیا گیا وہ کہاں تک اسلام کے مطابق ہے لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا امریکہ میں مذہب ہے؟ میں کہتا ہوں اگر مذہب اسی کا نام ہے کہ لوگوں کے گھر جلائے جائیں، انسانوں کو قتل کیا جائے، عورتوں کو اغوا کیا جائے دوسروں کا مال و اسباب لوٹ لیا جائے تو یہ مذہب امریکہ میں نہیں لیکن اگر مذہب یہ چاہتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے خیالات تحمل اور بردباری کیساتھ سنے جائیں، مخلوق خدا کی خدمت کی جائے اور تکلیف کے وقت انکی امداد کی جائے تو امریکہ میں یہ سب باتیں موجود ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ اس $8\frac{1}{2}$ سال کے عرصہ میں مجھے کئی مرتبہ بعض امریکی مجالس میں جا کر اپنے خیالات انہیں سنانے کا موقع ملا اور انہوں نے نہایت تحمل اور بردباری سے سُنا۔

آپ نے بتایا کہ جون کے مہینہ میں یونائیٹڈ نیشنز کا جلسہ تھا، مجھ سے کہا گیا کہ جلسہ سے پہلے دعا کروں، میں نے کہا کہ میں تو مسلمانوں کی ایک اقلیت کا نمائندہ ہوں یہاں مسلمانوں کی اکثریت کی ایک مسجد ہے ان سے دعا کے لئے کہا جائے، ان سے جب کہا گیا تو انہوں نے بھی میرا ہی نام تجویز کیا۔ چنانچہ میں نے دعا لکھی جو چھپوائی گئی لیکن بعد میں دو تین ڈپلومیٹ مسلمانوں نے یہ تجویز کیا کہ نیویارک سے ایک مسلمان نمائندہ اڑ کر آئے اور وہ دعا کرے چنانچہ وہ آیا اور اس نے صرف ایک فقرہ کہا کہ میں "مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ امن کے لئے دعا کریں۔ اس باہمی تفریق کو دیکھ کر میرے کان میں کہا گیا کہ اسلام کی جس اخوت کو پیش کیا جاتا ہے وہ کہاں ہے؟

غرض ہمارے راستہ میں مشکلات بہت ہیں، بجائے اس کے کہ ہمارے مسلمان بھائی ہمارے ساتھ تعاون کریں یا خاموش رہیں

دنیوی زندگی کی حقیقت اور اس کا مقصد اصلی - (خطبۂ جمعہ بقیہ صفحہ اول)

یہ کیا چیز ہے جس کے لئے ہم خدا کو بھول جاتے ہیں، کس چیز کے لئے ہم اس میں اُلجھے ہوتے ہیں، اس کا انجام کیا ہے فرمایا فی الاخرۃ عذاب شدید جو اس دنیا کے اندر اُلجھ کر رہ جاتے ہیں، ان کے لئے انجام کار سخت ترین عذاب ہے، لیکن جو اس میں رہتے ہوئے اس میں دل نہیں لگاتے اور اپنی لو خدا سے لگائے رکھتے ہیں ان کے متعلق فرمایا و مغفرۃ من اللہ و رضوان وہ اللہ تعالےٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کے مورد ہوتے ہیں، تو یہ صرف اپنے آپ کو سمجھا لینے کی بات ہے، اگر انسان اپنے دل کو سمجھا لے کہ اس دنیا میں رہنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسی میں اپنے آپ کو کھو دیں اور خدا کو بھول جائیں بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ اس کے اندر رہتے ہوئے خدا کو نہ بھولیں اور اس سے لو لگائے رکھیں اس کی رضا کو ہر چیز پر مقدم کریں تو بہت سی مشکلات سے انسان نکل جاتا ہے۔

صحابہ کی زندگیاں اور موجودہ حالت

آخر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی انسان تھے کس طرح بادشاہ ہو کر روزانہ چار پانچ آنہ میں گزارہ کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ دنیا کی ماہیت کیا ہے اس لئے قوت لا یموت پر بسر کرتے تھے، جس کا یہ نتیجہ تھا کہ نہ صرف وہ خود ہر قسم کی برائیوں سے بچے ہوئے تھے بلکہ ان کی وجہ سے سب کے لئے دنیا ایک امن اور راحت کا مقام بن گئی تھی لیکن آج کیا حال ہے؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ دنیا کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے انسان جھوٹ بولتا ہے، چوری کرتا ہے، قتل کرتا ہے، جس کے نتیجہ میں عذاب شدید کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جو لوگ دنیا میں ...... ہونے کے باوجود دنیا میں نہیں ہوتے وہ دکھوں اور تکلیفوں سے بچے رہتے ہیں، دنیا کو جس نے اس نظر سے دیکھا کہ ہر جائز و ناجائز ذریعہ سے حاصل کیا جائے اس نے بڑا دھوکا کھایا، سند دو دل نے بھی اس دنیا کو مایہ کا نام دیا ہے یعنی یہ دھوکے کی ٹٹی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا سامان

اس دھوکے سے بچنے کے لئے فرمایا سابقوا الیٰ مغفرۃ من ربکم و جنۃ عرضھا کعرض السماء والارض اعدت للذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ فرمایا ہم نے تمہارے لئے بڑا سامان کیا ہوا ہے اور وہ خدا کی مغفرت اور جنت ہے اتنی بڑی جنت کہ زمین و آسمان پر محیط ہے پس تم کو چاہیئے کہ اس کی طرف سبقت کرو، یہ کس کو ملتی ہے، جو خدا اور رسول کے احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے، پس خدا نے تو ہمارے لئے ہر قسم کے سامان کر دیئے ہیں جو بھی ضرورت ہمیں پیش آسکتی ہے وہ اس نے ہمارے لئے موجود کر دی ہے، ہماری کونسی ضرورت ہے جو اس نے پوری نہیں کی نہ صرف ہمارے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا ہی سامان کر دیا بلکہ انبیاء بھیجکر ہدایت بھی ہمارے لئے نازل کی۔ اس نے ہر چیز انسان کے لئے مہیا کی اور متنبہ بھی کر دیا کہ کس چیز سے پرہیز کرنا ہے فکلا منھا حیث شئتما رغداً ولا تقربا ھٰذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین۔ دیکھو انسان کیا عمل کرتا ہے اور اس کے مقابلہ میں جو جزا خدا دیتا ہے وہ کتنی بڑی ہے جنۃ عرضھا کعرض السمٰوات والارض، اتنی بڑی جنت اس کو دیتا ہے جو وسعت میں زمین و آسمان کے برابر ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء جو شخص اس کی مشیت پر چلتا ہے وہ اپنے آپ کو اس کے فضل کا حقدار بنا لیتا ہے واللہ ذو الفضل العظیم اللہ تعالےٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اسلام میں نیکی بدی کا معیار

اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے، وہ بہت بڑی قدرت کا مالک ہے۔ دوسرے مذاہب کا خدا انسانوں سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ دیکھو اسلام میں ایک برائی کرو تو اس کی اتنی ہی سزا ہے، لیکن نیکی اگر ایک ہو تو اس کا معاوضہ دس گنا عطا دیتا ہے بلکہ فرمایا اضعافاً مضٰعفۃ کئی کئی گنا زیادہ دیتا ہے، اسی لئے بہشت کا ذکر کیا تو کہا عطاءً غیر مجذوذ غیر منقطع عطیہ ہے، انسان تو محدود ہے، اس کا عمل محدود ہے لیکن عطا غیر محدود اس کو ملتی ہے، یہ کتنا بڑا فضل ہے ایک چھوٹی سی نیکی پر اتنا بڑا فضل کرتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں اور یہ فضل دن بدن ترقی کرتا ہے تعرج الملٰئکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃ

ایک غلط خیال

اس ترقی کے باعث بعض لوگوں کو دھوکا لگا ہے کہ بالآخر انسان خدا میں مدغم ہو جائے گا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ خدا ہی خدا ہے۔ اور باوجود اس کے انسان کی ترقی غیر محدود ہے، خدا اس کی غیر محدود ترقی سے بھی بہت بلند ہے اگر پچاس ہزار سال بھی انسان ترقی کرتا چلا جائے تو بھی خدا کے علو اور بلندی کو نہیں پہنچ سکتا۔

دنیا کو معبود نہ بناؤ

بہرحال اس آیت میں ہمارے مطلب کی بات یہ ہے کہ اس دنیا کو معبود نہ بنالیں، یہ دنیا صرف ہمارے اصل اور حقیقی مقصد کو حاصل کرنے میں امداد دے سکتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں یہ اُلجھ کر خدا ہی کو بھول جائیں جو شخص اس دنیا میں اُلجھ جاتا ہے وہ نہایت مذموم اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے، کیوں ہم ایک ایسی چیز کے پیچھے پڑیں جو مذموم ہو اور ہماری توجہ کو اصل مقصد سے پھیر دے۔ یہ صرف اپنے دل کو سمجھانے کی بات ہے کہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے اس سے بچا رہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ گرمی میں بجلی کے پنکھے کے سوائے ایک منٹ نہیں رہ سکتے، لیکن وہ لوگ بھی ہمارے جیسے انسان ہیں جو گرمی میں دوپہر کے وقت کئی من بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں، یہ صرف عادت کی بات ہے، جو بھی انسان ڈال لے، بہرحال یہ دنیا کی حقیقت ہے جو قرآن نے بیان کی ہے اور ہمیں خبردار کیا ہے کہ ہم اس کی رعنائیوں اور دلربائیوں سے بچیں۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد

مجدد وقت علیہ الرحمۃ نے جو ہم سے عہد لیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے اس میں بھی اسی فلسفہ کی طرف اشارہ تھا جو قرآن حکیم نے دنیا کی زندگی کے متعلق بیان کیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اکثر لوگ دنیا کی عارضی زندگی کو آخرت کی ابدی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاٰخرۃ خیر و ابقیٰ، یہ ایک حقیقت ہے کہ جو دنیا پر گرا اس نے آخرت کو کھویا اور جس نے آخرت کو مدنظر رکھا اس کی دنیا بھی سنور گئی اللہ تعالےٰ ہمیں اس نقطہ کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اخبار احمدیہ

محترم ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام [illegible] (انگلستان) کے متعلق تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں پہلے سے کچھ افاقہ ہے۔ لیکن ڈاکٹری ہدایت کے ماتحت ابھی انہیں لمبے آرام کی ضرورت ہے۔ احباب ان کے لئے صحت کاملہ عاجلہ کی دعا فرمائیں۔ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں مرزا درس قرآن کے بعد حضرت امیر خاص طور پر دعا کی تحریک فرماتے ہیں۔

سانحۂ ارتحال یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائے گی کہ ہماری جماعت کے ایک پرانے بزرگ شیخ کریم اللہ صاحب گجراتی ۲۷ر اکتوبر کو راہی عالم بقا ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم حضرت مسیح موعود کے پرانے مریدین میں سے تھے۔ نہایت باوقار سنجیدہ اور خلیق انسان تھے سرکاری ملازمت سے پنشن یاب ہونے کے بعد ایک مدت امرتسر میں قیام رہا تقسیم ملک کے بعد اپنی جان بچا کر گجرات چلے آئے اور وہیں ایک بوڑھی بیوہ اور جوان بیوہ لڑکی کو چھوڑ کر فوت ہوئے۔ ان دو پسماندگان کو اللہ تعالےٰ صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

مبارکباد

شیخ مبارک احمد صاحب پسر شیخ غلام محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور نے امسال ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا ہے اس خوشی میں بیگم صاحبہ شیخ غلام محمد صاحب نے دس روپیہ انجمن کو بطور عطیہ دیئے ہیں۔ جزاہ اللہ

عید میلاد النبی کے موقعہ پر جماعت کراچی کا عظیم الشان اجتماع

مورخہ ۲۹ر اکتوبر کو بروز ہفتہ صبح نو بجے عید میلاد النبی کی تقریب سعید پر جماعت احمدیہ کراچی کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا جس میں جماعت کے بزرگوں، نوجوانوں اور مستورات نے بھی شرکت فرمائی۔ جلسہ کا انتظام ایک کھلی جگہ شامیانہ لگا کر کیا گیا۔ اس جلسہ کی صدارت جناب میاں غلام عباس صاحب نے کی۔ تلاوت قرآن ڈاکٹر مرزا ولی احمد بیگ صاحب نے کی۔

ٹرینیڈاڈ کے ڈاکٹر ایم حسین کی تقریر

سب سے پہلی تقریر ڈاکٹر ایم حسین صاحب آف ٹرینیڈاڈ نے کی تھی۔ جسے بہت سراہا گیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی تقریر میں بعض نہایت اہم اور بنیادی باتیں بیان کیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آج جس ہستی کی یاد میں ہم اکٹھے ہوتے ہیں وہ ہمیں ایک بلند مقام تک پہنچانے آئی تھی۔ اور ہمیں ہر وقت یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہماری روح کس طرف جا رہی ہے۔ اگر ہماری روح صحیح راستہ پر ہے تو خواہ وہ تھوڑا ہی رجحان کیوں نہ ہو کوئی مضائقہ نہیں، اس کے ساتھ ساتھ اپنے زاویہ نگاہ کو بھی صحیح کرنے کی ضرورت ہے، اور اس کے لئے دل کو روشن کرنا ضروری ہے۔ جس سے ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ کونسی بات صحیح اور کونسی غلط ہے کیونکہ ہر بات کا فیصلہ ضمیر کی روشنی سے ہوتا ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ بڑے آدمیوں کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، کہ وہ لوگ کیسے بلند مقام پر پہنچے ہم بھی اپنی قدرت کی ودیعت کردہ استعدادوں سے کام لیں اور بلند مقام حاصل کریں۔ انہوں نے تقریر جاری رکھتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ نوجوانی میں ان کا رجحان عیسائیت کی طرف ہو گیا تھا۔ مگر خوش قسمتی سے حضرت مولانا محمد علی مرحوم کی تفسیر قرآن مل جانے سے میں راہ راست پر آ گیا اور اس پر مزید کام ووکنگ مشن کے تبلیغی لٹریچر نے کیا۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی تقریر

اس کے بعد محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے تقریر فرمائی۔ آپ نے حضرت سرور کائنات کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے غیر مسلم بلکہ دشمنان اسلام مستشرقین کا زاویہ نگاہ بیان کیا اور بتایا کہ انہیں قلبی عداوت کے باوجود آنحضرت صلعم کی عظمت کا اعتراف ہی کرنا پڑا۔ ایسے لوگوں میں ڈاکٹر مارکس ڈاس تھامس کارلائل ایچ جی ویلز۔ باسفورد سمتھ اور گاندھی جی قابل ذکر ہیں۔ ان مصنفین نے اپنے اپنے نظریہ کے مطابق آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا ہے اور اس قدر تعریف کی ہے کہ جیسے کوئی پیرو آپ کی ثنا کر رہا ہو۔ واقعی ان دشمنان اسلام کے خیالات کو سن کر یہ شعر یاد آتا ہے

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

زندہ اور کامل نبی

محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ سب سے بڑا کمال ہمارے نبی صلعم کا یہ ہے کہ آپ زندہ نبی ہیں۔ اور آپ کے زندہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے آئے ہیں جو آپ کے نور سے فیض حاصل کر کے انقلاب پیدا کرتے رہتے ہیں، دوسرے مذاہب کے پیرو اس سے محروم ہیں۔ موجودہ زمانہ میں بھی حضرت امام زمانؑ نے حضرت رسول کریم صلعم ہی سے فیض حاصل کر کے وہ کام کئے جن کا سوئی ہوئی امت کو خیال تک نہ تھا اس وقت جب خود مسلمان اسلام کو ایک مردہ مذہب سمجھ کر اسکی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، حضرت مسیح موعود نے دنیا کو خوشخبری سنائی کہ اسلام اب بھی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کے پیرو حضرت نبی کریم صلعم کے فیض سے نور حاصل کر کے دنیا کو روشن کر سکتے ہیں، اور میں اس کا نمونہ ہوں، آپ کی زیر ہدایت قرآن کریم کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہوا۔ یورپ میں تبلیغ اسلام کی داغ بیل پڑی۔ دوسرے مسلمان اس بات کو ناممکن سمجھتے تھے کہ یورپ میں اسلام کی تبلیغ کامیاب ہو سکے گی۔ مگر امام زمان نے خدائی نور کی روشنی سے اور آنحضرت صلعم کی کامل اتباع سے اس کو حقیقت بنا کر حضرت نبی کریم صلعم کو زندہ نبی ثابت کر دیا۔ ہمیں بھی اسی زندہ نبی سے نور لیکر اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کرنا چاہیئے۔

عبدالصمد آف گیانا کی تقریر

اس کے بعد عبدالصمد صاحب آف برٹش گیانا نے انگریزی میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے چند واقعات بیان کئے اور بتایا کہ آپ کی زندگی ہر میدان میں ہمارے لئے ایک مثال ہے، انہوں نے مزید فرمایا کہ جنگ بدر میں ۳۱۳ مسلمان جو بھوکے اور بے سروسامان تھے کس دلیری سے لڑے اور فتح پائی یہ قوت محض حضرت نبی کریم صلعم کے اتباع سے ان میں پیدا ہوئی تھی۔ جس کی آج بھی مسلمانوں کو اشد ضرورت ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے عورتوں کو پورے حقوق دیئے جس کی تقلید کی آج پاکستان کو بھی ضرورت ہے۔

شیخ عبدالعلی صاحب کا بیان

عبدالصمد صاحب کے بعد محترم شیخ عبدالعلی صاحب نے تقریر فرمائی، انہوں نے فرمایا کہ یہ جلسے ہر سال منعقد ہوتے رہتے ہیں، ان سب سے صرف ایک سبق لیا جا سکتا ہے کہ ہم اپنے اندر خلوص و محبت پیدا کریں۔ اگر ہم [illegible] نہیں کر سکتے تو رسمی طور پر جلسے کر لینا چنداں مفید نہیں۔ ہمارا یہ نظریہ ہونا چاہیئے کہ سب کچھ خدا کی رضا کے لئے ہم نے کرنا ہے۔ اگر یہ نہیں تو احمدیت کے قبول کا مقصد نہیں۔ بڑی ہستیوں کے فضائل کو بیان کرنا ہی کافی نہیں بلکہ ان کو اپنانا ضروری ہے۔

تقریر صدارت

آخر میں صدر جلسہ محترم میاں غلام عباس صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں تمام مقررین کی تقاریر پر مختصر الفاظ میں اظہار خیال فرمایا۔ اور یہ بتایا کہ حضرت نبی کریم صلعم کی ہستی ایسی ہے کہ جو اپنی دلیل آپ ہے۔ اس کے لئے غیروں کی تعریف کی حاجت نہیں۔ احمدیت کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ مرور زمانہ کے کچھ اثرات نے بیشک اس جماعت کو بھی متاثر کیا ہے مگر اب بھی خدا کے فضل سے اس جماعت کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہے۔ البتہ ہمیں اپنا معیار زیادہ بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ آخر میں جلسہ دعا پر ختم ہوا۔ والسلام

سلطان احمد۔ اسسٹنٹ سیکرٹری جماعت کراچی۔

جلسہ سالانہ کی تاریخیں

جلسہ سالانہ ۲۵-۲۶-۲۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا۔ تفصیل کے لئے آج کا اداریہ ملاحظہ ہو۔

دستکاری تیار کیجئے

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خواتین کی طرف سے دستکاری کی چیزیں آیا کرتی ہیں، جن کی نمائش ہوتی ہے اور ان کی فروخت کی رقم اشاعت اسلام پر صرف کی جاتی ہے، امید ہے کہ اس کار خیر کے لئے ہماری محترم خواتین ابھی سے تیاری کر کے جلسہ سے پہلے اپنی دستکاری کی چیزیں بھجوا دیں گی تاکہ ان کا نام اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے دین کو پھیلانے والوں کی فہرست میں لکھا جائے۔

پیغام صلح مورخہ ۱۶ر نومبر ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۶

جلد ۴۴ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۴۸

منکرینِ حدیث کے خیالاتِ فاسدہ اور تعلیماتِ اسلامی پر اُن کے ناگوار اثرات

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کی نو تصنیف کتاب "ضرورتِ حدیث" کا دیباچہ

"ضرورت حدیث" کے نام سے جو چار سو صفحہ کی کتاب حضرت امیر ایدہ اللہ نے حال ہی میں تصنیف فرمائی ہے اور جو اس وقت زیر طبع ہے اس کا دیباچہ جس میں منکرین حدیث کے خیالاتِ فاسدہ اور تعلیماتِ اسلامی پر ان کے ناخوشگوار اثرات کو واضح کیا گیا ہے ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے :-

اس زمانہ میں چند اشخاص ایسے پیدا ہو گئے ہیں، جو حدیث کا انکار بھی نہیں کرتے اور حدیث کو قبول بھی نہیں کرتے - وہ کہتے ہیں کہ ارشاداتِ نبوی کی حیثیت صرف تاریخی ہے، اور تاریخی حیثیت سے ہم کو حدیث کا انکار نہیں ہے۔ لیکن حدیث کی پابندی کرنا نہ واجب ہے اور نہ ضروری ہے۔ ان کے خیال میں حدیث سے صرف اتنا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اس کی مدد سے عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ کے بارے میں آگاہی حاصل ہوتی ہے - ورنہ حدیث کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اس کو دین کی اساس قرار دیا جائے یا اس کو مستند ماخذ یقین کیا جائے - یا ملت کے مسائل کا حل اس میں تلاش کیا جائے غرضیکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حدیث کو تاریخی حیثیت کے ماسوا اور کسی قسم کا دینی مرتبہ نہیں دیا جا سکتا، ان کا عقیدہ ہے کہ جہاں جہاں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس سے امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت مراد ہے۔ جب تک محمد رسول اللہ زندہ تھے ان کی اطاعت کرنا اللہ و رسول کی اطاعت کرنا تھا - آپ کے بعد آپ کے زندہ جانشینوں کی اطاعت کرنا اللہ و رسول کی اطاعت ہوگی ان کے خیال میں از روئے عربی زبان اطاعت کا لفظ زندہ شخص کی فرمانبرداری پر بولا جاتا ہے - چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات یافتہ ہیں اس لئے و اطیعوا الرسول کا حکم بھی آپ کی وفات کے ساتھ ناقابل نفاذ ہو گیا ہے اور اب اطیعوا کا اطلاق مرکز ملت کی اطاعت پر ہوگا۔

ان کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم کی اطاعت بحیثیت صدر ریاست یا بطور مرکز ملت کے تھی اس لئے اب ان کی جگہ مرکز ملت کی اطاعت کرنا مسلمانوں کا فرض ہوگا اور اسی کو اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کی اطاعت یقین کیا جائے گا۔ یعنی خدا اور رسول سے مراد وہ مرکز ملت ہوگا جو قوانین نافذ کرے گا۔ اس مرکز ملت یا اسمبلی کے لئے ضروری نہ ہوگا کہ حدیث کی پابندی کرے بلکہ اپنے زمانہ کی صورتِ حالات کے پیش نظر وہ نیا طریق اختیار کرنے کی مجاز ہوگی اور اس پر کوئی شخص اعتراض کرنے کا مجاز نہ ہوگا - ان کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم اور ان کے خلفاء کا طریق کار ہمارے لئے قانونی نظائر کی حیثیت رکھتا ہے اور جس طرح ہائیکورٹوں کے فیصلے ایک دوسرے کو قانون کی نئی تشریح کرنے سے مانع نہیں ہوتے اسی طرح سے حضور نبی کریم کی حدیث اسمبلی کو نئے فیصلے دینے سے نہیں روک سکتی، مرکز ملت یا اسمبلی چاہے تو حضور کی حدیث کو قبول کر لے اور چاہے تو اس کو مسترد کر دے - غرض ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مجموعی طور پر حدیث کو تاریخی حیثیت سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ حاصل نہیں، حدیث کو معاملات میں فیصلہ دینے میں حجت کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا اس کی پابندی کرنا یا نہ کرنا خارج از بحث ہے۔

جو لوگ مذکورہ بالا عقاید بیان کرتے ہیں اور جو ان کی اشاعت پر زور دے رہے ہیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :- تمنا صاحب - اسلم صاحب، پرویز صاحب

مذکورہ بالا عقاید کے علاوہ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآنی حکومت کی تشکیل فرمایا تو حضور کے سامنے صرف عربوں کی قوم تھی۔ اس قوم کو سامنے رکھتے ہوئے حضور نے فروعی قوانین مرتب کئے تھے ان قوانین کو ابدیت کا رنگ نہیں دیا جا سکتا۔ پرویز صاحب نے اپنے اس خیال کی تائید میں اپنے پیر و مرشد علامہ اقبال کی تحریر پیش کی ہے - کہ احادیث سے مفہوم یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی اصولوں کی تفصیل اپنے زمانہ کے لئے مرتب فرمائی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی اپنی قوم کے عادات و خصائل تھے، جن کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے قرآن کے اصولوں کی تفسیر فرمائی تھی - اور ان اصولوں کی جزئیات مرتب فرمائی تھیں، یعنی حضور کے نظریات تو وسیع تھے لیکن عمل میں اپنے ماحول سے بے پرواہ کرنا ان کے لئے ناممکن تھا - اس لئے آج اگر یہ ثابت بھی کیا جائے کہ فلاں حدیث یقینی طور پر صحیح ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے زمانہ میں اس طرح عمل کیا تھا - لیکن بعد میں کسی وقت اگر مرکز ملت یہ سمجھے کہ اس حدیث میں رد و بدل کی ضرورت ہے تو اس میں وہ رد و بدل کر سکے گا - مرکز ملت یا اسمبلی کا فریضہ ہے کہ قرآنی اصولوں کی جزئیات خود مرتب کرے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماحول اور پیش آمدہ صورت حال کے

پیش نظر اصولوں کی جزئیات مرتب فرمائی تھیں۔

یہ خیالات نہ صرف غیر معقول ہیں بلکہ تعلیمات قرآنیہ اور دنیائے اسلام کے مسلّمہ عقائد کے بھی مخالف ہیں، منکرین حدیث ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ چودہ سو سال سے مسلمانوں کے دلوں میں جو عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور حضور کے ارشادات کے متعلق متمکن ہو چکا ہے وہ بے بنیاد ہے اور اسلام کی وہ حقیقت جو آئمہ محدثین نے سمجھی تھی اور جنہوں نے بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ابو داؤد و ترمذی موطا و نسائی ایسی بے نظیر کتابیں نہایت محنت و مشقت اور اخلاص کے ساتھ تیار کر کے دین کی ترویج کی تھی ان کی وہ ساری کی ساری محنت عبث ہے اور آئمہ اربعین یعنی امام ابوحنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد حنبل کی تمام عمر کی محنت محض بیکار ہے۔ اور ان کے علم و فضل اور تقوے کی قطعاً کوئی قدر و منزلت باقی نہیں ہے۔ اور وہ عظیم الشان تفاسیر جن کی وجہ سے قرآن کریم کے معانی و معارف اسلامی دنیا پر روشن ہوئے وہ سب ناقابل اعتماد ہیں کیونکہ ان کی بنیاد بھی علم حدیث پر ہے۔ اور وہ شرح جو جلیل القدر علماء نے کتب احادیث کے واضح کرنے کے لئے لکھی تھیں وہ سب کی سب ناقابل اعتنا ہیں۔ منکرین حدیث یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مصر نے جو صدیوں سے اسلامی کتب کی اشاعت پر کمر باندھ رکھی ہے وہ بے سود کام ہے۔

ظاہر ہے یہ خیالات جہاں نہایت ہی کمزور اور غیر معقول ہیں وہاں نہایت ہی ضرر رساں اور نہایت ہی دل آزار بھی ہیں۔ یہ لوگ اس دین کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں جو دین کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے لئے لائے تھے اور جو دین اپنی مروجہ صورت میں دنیا کی بھلائی اور بہبودی کا باعث ہوا اور جس سے حضور رحمۃ للعالمین ثابت ہوئے اور جس کی بدولت ہر ایک ملک میں علماء و فضلا کے علاوہ اولیاء اللہ پیدا ہوئے جن کے روحانی کمالات سے مسلمان متمتع ہوتے رہے ہیں۔ مروجہ اسلام یقیناً بارآور ہوا۔ حضور نبی اکرم صلعم کا دین زندہ ہے بالفاظ دیگر حضور نبی کریم صلعم کا باغ آج بھی ہرا بھرا ہے اور ہر آن پھل دیتا ہے اس مستحکم بنیاد پر اسلام کی جو عمارت کھڑی ہے وہ بچوں کی ہوائی بندوق سے گرائی نہیں جا سکتی، اور وہ نور اور وہ سراجاً وقمراً منیراً جس نے مسلمانوں کے قلوب کی تنویر کر رکھی ہے منہ کی پھونکوں سے بجھایا نہیں جا سکتا۔

یہ لوگ قرآن کریم کی واضح تعلیمات کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ قرآن کریم حضور نبی کریم کی سرگذشت کے مطالعہ کی تاکید کرتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے ولقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ خدا تو حضور کی سرگذشت کو بطور حجت پیش کرتا ہے۔ اور یہ لوگ اس سرگذشت یعنی حدیث کے منکر ہیں، ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

قرآن کریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُسوہ حسنہ کر کے بیان فرمایا ہے اور مسلمانوں کو حضور کی عملی زندگی کی تقلید کرنے کا حکم دے رکھا ہے وہ اسوہ حسنہ حدیث کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتا۔ اسی طرح قرآن کریم نے حضور کو علیٰ خلق عظیم کا مقام دے کر آپ کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے اور حضور کا خلق عظیم بھی سوائے کتب حدیث کے اور کہیں نہیں مل سکتا، لیکن یہ لوگ ہیں کہ قرآن کریم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حدیث کا انکار کرتے ہیں۔

الغرض اس کتاب کے تصنیف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ منکرین حدیث کے ان ضرر رساں اور دلآزار خیالات کی تردید کی جائے اور ظاہر کیا جائے کہ اس قسم کے خیالات قرآن کریم کی واضح تعلیمات کے خلاف ہیں۔

اس تصنیف کا یہ بھی مقصد ہے کہ ظاہر کیا جائے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کی آیہ کریمہ میں اولی الامر کی اطاعت کو مشروط اطاعت کا درجہ عطا کیا گیا ہے اور اطیعوا اللہ کی اطاعت غیر مشروط ہے اور اسی طرح سے اطیعوا الرسول کی اطاعت بھی غیر مشروط ہے مسلمانوں پر اولی الامر کی اطاعت کرنا واجب ہے لیکن اولوالامر مسلمانوں کے سامنے جوابدہ ہیں اور مسلمان اُن سے تنازع کر سکتے ہیں اور اس تنازعہ کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کی روشنی میں ہوگا وہ اولوالامر کی اصلاح کر سکتے ہیں اور اولوالامر کو ان کے عہدہ سے سبکدوش کر سکتے ہیں۔

مسلمان اپنے اولوالامر کی اطاعت کو کبھی خدا اور رسول کی اطاعت کا مقام نہیں دے سکتے بر خلاف اس کے افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر کی راہنمائی میں اپنے حکام کا احتساب کرتے ہوئے ان کی غلطی کو اس کے منہ پر بیان کر سکتا اور اس کی اصلاح کر سکتا ہے۔ اس لئے مسلمان کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ اپنے حکام کی اطاعت کو وہ درجہ دیدے جو حضرت خیر الانام معصوم عن الخطا کی اطاعت کا درجہ ہے۔

مختصر یہ کہ یہ تصنیف مذکورہ بالا غیر معقول اور ضرر رساں اور دلآزار خیالات باطلہ و فاسدہ کے تمام پہلوؤں پر بحث کرے گی اور یہ ثابت کرے گی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احادیث کی تعظیم و توقیر کرنا عین منشائے الٰہی ہے اور کہ ایسا کرنا تعلیمات قرآنیہ کا اور دین اسلام کا جزو اعظم ہے۔ وباللہ التوفیق۔

خاکسار

صدر الدین۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

۱۱ر اگست ۱۹۵۵ء

جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۲۵-۲۶-۲۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء ہیں۔

جلسہ سالانہ

جماعت کی دینی اور روحانی ترقیات کا بلند ترین زینہ ہے، حضرت مسیح موعود نے راشد ترین موانع کے رہتے ہر احمدی کے لئے جلسہ میں شمولیت ضروری قرار دی ہے ہمارا آئندہ جلسہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان جماعت کی علمی و روحانی تقاریر جماعت کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوں گی۔ اس جلسہ میں محترم میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے۔ مبلغ امریکہ بھی جو ۸½ سال امریکہ میں تبلیغ اسلام کے بعد تشریف لائے ہیں، اپنے تبلیغی حالات سنائیں گے، اس کے علاوہ سب دوستوں کی اجتماعی دعائیں، برکات سماوی کے نزول کا موجب ہوں گی، امید ہے سب احباب جلسہ سالانہ میں شامل ہو کر ان برکات سے حصہ لیں گے۔

خواتین کا جلسہ

جلسہ سے ایک دن پہلے ۲۴ر دسمبر کو خواتین کا جلسہ ہوگا جس میں ان کے ہاتھ کی بنائی ہوئی دستکاریوں کی نمائش بھی ہوگی، امید ہے تمام خواتین نہ صرف جلسہ میں شامل ہو کر ثواب حاصل کریں گی بلکہ اپنی اپنی دستکاری بھی تیار کر کے پہلے سے بھیجدیں گی تاکہ نمائش میں رکھی جا سکے۔

زمین و آسمان اور سیاروں کے باہمی تعاون کی برکات

استحکام جماعت اور دفاع قومی کے لئے اتحاد و یگانگت کی ضرورت

جلسہ سالانہ میں شمولیت جماعت کی مضبوطی اور ایمان کی تقویت کا موجب ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قتل الانسان ما اکفرہ من ای شئ خلقہ .... اولئک ھم الکفرۃ الفجرۃ (سورہ عبس)

کارخانہ عالم انسانی خدمت کے لئے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے اس کو اس بات کی توجہ دلائی ہے کہ ہم نے تمہیں پیدا بھی کیا اور اس کے بعد تمام کارخانہ عالم تمہاری خدمت میں لگا دیا ...... پھر اس کارخانہ کی برکات کی طرف توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ انسان اپنا کھانا دیکھے، اپنا کپڑا دیکھے اور ارد گرد کی تمام چیزیں جو ہم نے اس کے لئے بطور احسان کے پیدا کی ہیں، ان پر غور کرے یہ کہاں سے گوشت آ گیا۔ کبھی مرغی کا گوشت، کبھی مرغابی کا گوشت، کبھی گائے اور بکری کا گوشت ہے پھر سبزیاں اور طرح طرح کے پھل اور اناج ہے۔

آسمانی پانی سے زمینی چیزوں کی پیدائش

ان تمام سامانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا انا صببنا الماء صبا یہ جس قدر فرنیچر، جس قدر لکڑی کا سامان کھانا کوئلہ وغیرہ ہے یہ سب کہاں سے آیا؟ یہ جو پہاڑوں کے پہاڑ ہم درختوں سے مستور کر دیتے ہیں، اور پھر جانور اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، یہ کہاں سے پیدا ہوتی ہیں، فرمایا ہم نے آسمان سے پانی اتارا ثم شققنا الارض شقا اس پانی کی وجہ سے زمین نے اپنے اندر سے ہر چیز کے خزانے اگل دیئے اگر پانی نہ اترتا تو وہ کوئی چیز پیدا نہ کر سکتی، جب تک پانی نہ اترے چیزیں خواہ کسی قسم کی ہوں پیدا نہیں ہو سکتیں۔

آسمانی اور زمینی اشیاء کا باہمی تعاون

اسی حقیقت کو دوسری جگہوں پر مختلف رنگوں میں بیان فرمایا ہے، کبھی فرمایا والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع زمین کی پیاس بجھانے کو پانی آسمان سے بار بار اترتا ہے اور اس کے بغیر زمین پھوٹ نہیں سکتی کبھی فرمایا والشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان سورج اور چاند .... ٹھیک وقت کی پابندی سے چلتے ہیں، ان کے اندر ذہانت نہیں، فہم نہیں، ادراک نہیں، ارادہ نہیں، کوئی زندگی ان کے اندر نہیں لیکن باوجود اس کے زندگی بخش ہیں، انہی کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی بوٹیاں اور بڑے بڑے درخت یعنی ساری کی ساری نباتات پیدا ہوتی ہیں والنجم والشجر یسجدان ان نباتات کے اندر حیات ہے لیکن قوت ارادی اور فہم ان کے اندر نہیں، ذہانت اور ادراک ان میں پایا نہیں جاتا ایسا ہی سیاروں اور ستاروں میں بھی فہم اور ذہانت نہیں ہے لیکن باوجود اس کے آسمان کے سیاروں اور زمین کی نباتات میں تعاون پایا جاتا ہے، مجال نہیں جو ایک دوسرے سے ٹکر کھا سکے، یا ایک دوسرے کے خلاف عمل کر سکے، سب باہمی تعاون سے اس کارخانہ عالم کو چلا رہے ہیں، یہ تعاون ان کی مرضی یا شعور کا نتیجہ نہیں، بلکہ ان میں تعاون کرانے والا اللہ تعالیٰ ہے

سیاروں کی گردش اور پابندی اوقات

کل فی فلک یسبحون۔ سورج اور چاند اپنے اپنے مقررہ وقتوں پر چڑھتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی مقررہ وقت سے نہ پہلے چڑھ سکتا ہے نہ پیچھے، صدیاں گذر گئیں، اسی طرح ٹھیک وقت پر چڑھتے اور غروب ہوتے ہیں کوئی ان میں سے ذرا بھی لیٹ نہیں ہوتا، نہ پہلے چڑھ سکتا ہے کل فی فلک یسبحون سب کے سب ان راستوں پر جو ان کے لئے مقرر کر دیئے گئے ہیں چل رہے ہیں وہ سب فضا میں لٹکے ہوئے ہیں، بغیر عمد ترونھا کوئی ستون ایسا نظر نہیں آتا جو انہیں تھامے ہوئے ہو وہ فضا کی بلندیوں پر معلق ہیں اور [illegible] باوجود اس کے ان میں وقت کی پابندی سے کام کرنا نظر میں آتا ہے، باوجود اس کے وہ نہ ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور نہ ہی گرتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک کو بھی ہٹا دیا جائے تو دنیا تباہ ہو جائے، زمین کے ساتھ بھی ان کا تعاون ہے اور اسی تعاون میں برکات ہیں۔

انسانی ذہانت اور عقل

تو فرمایا ہم نے تمہیں زندگی عطا کی، اگر تمہیں اپنی ذہانت اور عقل پر فخر ہے تو یہ بھی تو ہماری ہی عطا کی ہوئی ہے، بعض وقت ذہین ماں باپ کے ہاں بے عقل بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں، معلوم ہوا کہ ماں باپ کے اختیار میں یہ نہیں کہ ذہین اولاد پیدا کر سکیں، اللہ تعالیٰ ہی کے یہ سب انعامات ہیں، جو اس نے انسان کو دوسری چیزوں سے متمیز کرنے کے لئے عطا فرمائے۔

تعاون و یک جہتی کا سبق

تو ان چیزوں کے باہمی تعاون کی طرف توجہ دلا کر یہ سبق دیا، کہ تعاون اور یک جہتی میں بڑی برکات ہیں، انسان کو چاہیئے کہ زمین و آسمان سے سبق حاصل کرے، اور ان میں بھی تعاون و یک جہتی ہو، اتحاد اور یکرنگی پائی جائے جو شخص اس سبق سے فائدہ نہیں اٹھاتا، جو قوم اتحاد و یکجہتی اور باہمی تعاون سے کام نہیں لیتی اس میں خیر و برکت نہیں رہتی اور وہ آخر کار تباہ ہو جاتی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف پیرایوں میں یہ سبق دیا ہے کہ کامیابی اگر چاہتے ہو تو اتحاد اور ہم آہنگی اختیار کرو، اس سے تم برکات سماوی کے وارث بن جاؤ گے، حضورؐ کی قوم نے اس سے فائدہ اٹھایا اور وہ برکات کے وارث بنے وہ اولیا سے بادشاہ بنے، وہ قوم جو اتحاد کا سبق حاصل نہیں کرتی۔ وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔

امام وقت کے ساتھیوں میں اتحاد

ہماری یہ قوم اس امام وقت اور مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے قائم ہوئی جس کا صدیوں سے انتظار ہو رہا تھا۔ اس پاک انسان نے سمجھ لیا کہ کبھی کوئی پیغمبر بھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک ایک جماعت اس کے ساتھ نہ ہو، حضرت نبی کریم صلعم نے بھی اسی لئے ایک جماعت بنائی اور اسی اصول کا احیاء آج امام وقت نے کیا ہے، اور فرمایا اگر تم کوئی کامیابی دیکھنا چاہتے ہو تو دل و جان سے اتحاد و یگانگت اپنے اندر پیدا کرو، چنانچہ ان کے ساتھ ایسے لوگ جمع ہو گئے جنہوں نے اتحاد اور یگانگت کا نہایت شاندار نمونہ دکھایا اور یورپ میں ایسا کام انہوں نے کر دکھایا جو بڑی بڑی سلطنتوں سے نہ ہو سکا، کبھی لوگ پوچھتے ہیں کہ اتنا بڑا کام کس طرح ہو گیا؟ یہ ان غرباء کا کام ہے جنہوں نے امام وقت کے ساتھ ہو کر باہمی اتحاد اور یکجہتی سے اس میں حصہ لیا، خدا نے ان کے غریبانہ چندوں اور قربانیوں میں برکت ڈال دی۔

استحکام جماعت کی کوشش کرو

اگر آپ کو غیرت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے سبق سے فائدہ اٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مجدد کی اس نصیحت سے فائدہ اٹھاؤ کہ اتحاد کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی تو تمہارا فرض ہے کہ اس جماعت کے استحکام کی کوشش کرو، اور ہر وہ قدم جو جماعت کی کمزوری کا موجب ہو اس کو ترک کر دو، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم سب جسد واحد کا حکم رکھتے ہو، جس طرح جسم کے ایک عضو میں درد ہوتا ہے تو سارے ہی جسم میں درد ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح تمہارا حال ہے۔ ڈاکٹر بھی کہتے ہیں کہ ایک آنکھ میں اگر درد ہو تو دوسری بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عضو کی بیماری سارے جسم کے بیمار ہو جانے کا باعث ہو جاتی ہے۔ فرمایا

مثل المومنین کجسد الواحد اذا اشتکی عضو منہ تداعی لہ سائر الجسد بالسہر والحمی۔ جسم کے ایک حصہ میں اگر تکلیف ہو تو سارا ہی جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے بے خوابی بھی پیدا ہو جاتی ہے اور اس عضو کی ہمدردی کی وجہ سے بخار بھی ہو جاتا ہے۔

دفاع کے لئے قومی اتحاد کی ضرورت

یہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کی کامیابی کے لئے سبق دیا اس کے ساتھ غیروں کے مقابلہ میں دفاع کے لئے بھی یہ سبق آپ نے دیا کہ مثل المومنین کالبنیان یشد بعضہ بعضاً مسلمان دفاع قومی کے لئے قلعہ کی دیواروں کی طرح ہوتے ہیں۔ جس کا ہر ایک حصہ دوسرے حصہ کی مضبوطی کا باعث ہوتا ہے، جس طرح بکھری ہوئی اینٹوں کا انبار کوئی کام نہیں دے سکتا جب تک انہیں جوڑا نہ جائے ..... اور جب وہ جڑ جائیں تو ایک ایسا قلعہ بن جاتا ہے جو دشمن کے مقابلہ میں ایک بڑی زبردست روک ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا مسلمان آپس میں جسد واحد کا حکم رکھتے ہیں، اور دوسروں کے مقابلہ میں مثبت دفاعی دیوار ہیں، تو تمہارے لئے دونوں قابل عمل ہیں، آپس میں ایک ہو جاؤ اور غیروں کے مقابلہ میں ایک مضبوط دیوار بن جاؤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا عملی نمونہ دکھاؤ لیکن تم اپنے اندر کوئی مضبوطی پیدا نہیں کر سکتے جب تک جسد واحد نہ بن جاؤ، خدا اور رسول اور اس کے امام کے لئے باہم یگانگت کی ضرورت ہے، دیکھو اگر ایک مضبوط دیوار میں سے ایک اینٹ نکل جائے تو دوسری کے گر پڑنے کا احتمال ہو جاتا ہے اور ساری دیوار کمزور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک فرد کی کمزوری سب پر اثر ڈالتی ہے تم میں سے ایک ایک شخص کو اس کا احساس ہونا چاہیئے اور اسے سوچنا چاہیئے کہ کیا میری وجہ سے تو اس جماعت میں کمزوری پیدا نہیں ہو رہی ہے، اپنی عزت اور غیرت کو سامنے رکھ کر اس پر غور کرو، اور اگر تمہاری کسی حرکت سے کمزوری پیدا ہوتی ہے یا پیدا ہونے کا احتمال ہے تو اس حرکت سے باز آ جاؤ۔

فخر کی بات

تمہیں فخر کرنا چاہیئے کہ تم نے امام کو پہچانا ہے، اس جماعت کے اندر بڑے بڑے صلحا پیدا ہوئے اس کے چشمہ سے غیروں نے سیرابی حاصل کی، تمہارے لئے یہ فخر کی بات ہے اور تم پر حجت بھی ہے کہ تم نے خود اس سے فیض پایا اور باہمی اتحاد اور یگانگت کے عملی نمونے دیکھے۔

غیروں اور اپنوں پر حجت

اس امام نے عیسائیت پر ایک موت وارد کر دی، اس کے دلائل سے مرعوب ہو کر عیسائیوں کو حکم مل گیا کہ مرزا صاحب کے کسی مرید سے بحث نہ کی جائے بلکہ لوگوں کو ان کے خلاف اکسایا جائے کہ یہ لوگ مسیح کو وفات یافتہ مانتے ہیں، آخر عیسائیت مرگئی حضرت صاحب کے علم کلام، ان کی کتابوں کے سامنے عیسائیت نہ ٹھہر سکی۔ اسی طرح سے آریہ کو حضرت مسیح موعود کی تیغ براں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، بتزس از تیغ براں محمدؐ کا عملی نظارہ انہوں نے دیکھا، یہ حجت غیروں پر بھی ہے اور ہماری جماعت پر بھی ہے کہ وہ واقعی امام تھا، مجدد تھا، مسیح موعود تھا، غیروں پر اس لئے حجت ہے کہ وہ ان کے علم کلام کے سامنے ٹھیر نہ سکے اور آپ پر حجت اس لئے ہے کہ آپ نے ان کے اندر دین کا درد پایا، اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت دیکھی اور وہ غیرت انہوں نے اپنے ساتھیوں میں بھی پیدا کی۔

جماعت کا فرض

آپ کا فرض ہے کہ جماعت کے استحکام میں حصہ لو، ہر ایک اس شخص کو جو دو پیسے بھی چندہ دیتا ہے اور ہر ایک اس شخص کے لئے جو یگانگت کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالے سے برکات نازل ہوں گی، اور میں یقین کرتا ہوں کہ اس آڑے وقت میں اللہ تعالے اس جماعت کو اسلام کی عزت کا پاسبان بنائے گا۔ آپ سارے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو کامیاب اور مضبوط تر بنائے۔ اور اس مضبوطی میں ہماری تھوڑی سی قربانی اور ایثار کا بھی حصہ ہو۔

جلسہ سالانہ میں شمولیت موجب برکات ہے

جماعت کی مضبوطی کی خاطر اور اپنے ایمان کی تقویت کی خاطر ہر ایک شخص پر واجب ہے کہ وہ جلسہ سالانہ میں شریک ہونے کا پختہ ارادہ کرے۔ حضرت امام الزمان نے اس جلسہ کی بنیاد انہیں اغراض دینیہ کے حصول کے لئے رکھی تھی۔ امام ہمام کی اس غرض کو پورا کرنا بہت بڑے ثواب کا موجب ہے۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب

حضرت امیر ایدہ اللہ ووکنگ سے آمدہ تازہ اطلاع کی بناء پر لکھتے ہیں کہ :-

"ڈاکٹر صاحب بحمداللہ رو بصحت ہیں۔ ان کو بستر پر اٹھ بیٹھنے کی اجازت مل گئی ہے۔ وہ دو گھنٹے تک دفتر کے کاغذات دیکھ سکتے ہیں لیکن ابھی انکو نچلی منزل میں اترنے کی اجازت نہیں ہے۔ احباب کرام انکے لئے دعائیں کرتے رہیں۔" صدرالدین

بزرگ ملت حضرت مولٰنا عزیز بخش صاحب کی وفات

لاہور ۲۹ نومبر بوقت سات بجے شب

اس وقت جبکہ اخبار کی آخری سطور لکھی جا رہی ہیں احباب جماعت کو یہ سن کر افسوس اور دکھ ہوگا کہ جماعت کے مکرم و محترم بزرگ حضرت مولٰنا عزیز بخش صاحب (برادر اکبر حضرت امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ) اس جہان فانی کو چھوڑ کر رحلت فرمائے عالم جاودانی ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت مولانا کا وجود تمام جماعت کے لئے بہت ہی قابل قدر اور موجب برکت تھا۔

ایسے نافع الناس مجاہد فی سبیل اللہ اور ایثار نفس وجود بہت ہی کم پیدا ہوتے ہیں حضرت مولٰنا کی یہ خصوصیت تھی کہ اس بڑھاپے کی عمر میں جبکہ ایک مدت سے اٹھنا بیٹھنا بھی ان کے لئے دشوار تھا نہایت پابندی کے ساتھ پانچ وقت اپنے مکان کی تیسری منزل سے اتر کر افتاں وخیزاں مسجد میں تشریف لاتے رہے اور باجماعت نماز پڑھتے اور امامت کراتے رہے بعض وقت جوتا پہننے میں تکلیف ہوتی تو ننگے پاؤں مسجد آنے سے بھی دریغ نہیں کیا اور اگر نہ چل سکتے ہوں تو رینگ کر آنے میں بھی انہیں عار نہ تھی ایک دو مرتبہ مسجد آتے اور جاتے ہوئے گر بھی گئے لیکن اس کی پروا نہ کرتے ہوئے مسجد آنا جانا کبھی بند نہ کیا اور ایثار کا یہ حال تھا کہ جو کچھ آتا تھا وہ حاجتمندوں کو دے دلا کر پلہ جھاڑ کر بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت مولٰنا چند دن ہوئے اپنی پنشن لینے کے لئے ٹانگہ پر ضلع کچہری گئے۔ بھاٹی دروازہ کے باہر ٹانگہ سے اترتے ہوئے چکر کھا کر گر گئے جس سے ان کی پسلیوں میں شدید ضرب آئی۔ تاہم وہاں سے اٹھ کر افتاں وخیزاں منزل مقصود پر پہنچ گئے اور جب واپس آئے تو درد سے نڈھال تھے۔ لیکن باوجود اس کے دو تین دن حسب معمول مسجد میں آتے رہے آخر کار کچھ درد کچھ سردی لگ جانے سے نمونیا کی صورت پیدا ہو گئی اور اس وقت سے چارپائی پر ایسے گرے کہ پھر اٹھنا نصیب نہ ہوا۔ وَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہمیں اس صدمہ میں ان کے فرزندان گرامی ڈاکٹر اللہ بخش صاحب و مولوی رحیم بخش صاحب ان کی اہلیہ محترمہ سے جو ایک نہایت نیک نفس لوہرن خاتون ہیں اور ان کے بھائیوں اور بیٹیوں اور دیگر اعزہ و اقارب سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت مولانا کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے۔ تمام بیرونی جماعتیں ان کا جنازہ غائبانہ پڑھکر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔ آپ کے حالات زندگی اور قبول احمدیت کے متعلق آئندہ اشاعت میں مفصل لکھا جائے گا۔

ضرورت رشتہ

مجھے اپنے ۲۵ سالہ نوجوان لڑکے کے لئے جو مڈل پاس اور بمشاہرہ سو روپیہ ماہوار موٹر ڈرائیور ہے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی تعلیم یافتہ دیندار اور امور خانہ داری سے واقف اور احمدی ہو۔ والسلام

جماعت اسلامی اور ہم

از قلم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

ہم اپنی اس ناچیز کاوش کو جناب سید نصرت حسین صاحب قادری مسلم مبلغ مقیم بغداد کے نام نامی سے معنون کرتے ہیں۔ کہ ان ہی تپش سوز دروں سے منور ہو کر تیغ توانی رعد ہو کر چمکی اور صاعقہ بن کر گری۔

میں جماعت اسلامی کے لئے ایک دردمند دل رکھتا ہوں۔ مجھے مولانا مودودی صاحب کی تحریک سے بڑی عقیدت رہی ہے۔ اور میں یہ محسوس کرتا رہا ہوں کہ اس تحریک کے داعی کے دل میں نفاذ شریعت، غلبۂ اسلام کے لئے جوش اور تڑپ ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے اندر اصول اسلام پر محکم یقین پیدا کرنے کے لئے مخلصانہ جدوجہد میں مصروف ہے۔ ابتدائی ایام میں یہ تحریک تنگ نظریوں اور کم ظرفیوں کی پستیوں سے بلند ہو کر اٹھی تھی۔ یہ کوئی نیا فرقہ نہ تھی اور نہ یہ فرقی تعصبات میں مقید تھی۔ اس کے مخاطب مسلمانوں کے عامۃ الناس تھے۔ اور اس لئے اس کا دامن "تکفیر" کی آلودگیوں سے پاک تھا۔ نہ ہی یہ تحریک ملاؤں کی جدت طبع کے لئے ایک جولانگاہ بنی۔ کارکنان تحریک دنیا کی دوسری تحریکات سے بخوبی واقف تھے۔ اور یورپ میں علم، فلسفہ اور سائنس کی بنیادوں پر اٹھائی ہوئی نظریاتی تحاریک بھی اس جماعت کے زیر مطالعہ تھیں۔ ان کے ہاں سے بڑا مفید لٹریچر شائع ہو رہا تھا۔ مگر دوران سفر کاروان جماعت سے پے در پے غلطیاں سرزد ہوتی گئیں حتیٰ کہ اب وہ ایک ناقابل عبور دلدل میں آکر پھنس گئی ہے اور اب جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ ہو رہا ہے۔ میں مخالف کی حیثیت سے یہ سب کچھ نہیں لکھ رہا بلکہ ایک ایسے فرد کی حیثیت سے لکھ رہا ہوں جسے جماعت کی ہیئت کذائی سے صدمہ پہنچ رہا ہے اور جس کے دماغ نے مخالفانہ رنگ میں نہیں بلکہ خیر خواہی اور دردمندی سے حالات کا تجزیہ کیا ہے اور اپنے دیانتدارانہ اور بہی خواہانہ خیالات کے اظہار پر مجبور ہو گیا ہے۔ جماعت کے ارباب حل و عقد کو اگر یہ برداشت ہے کہ اختلاف رائے رکھنے والے کسی مخلص کی تنقید کو سن سکے۔ تو میں ذیل میں جماعت کو اس کی غلطیوں سے مطلع کئے دیتا ہوں اور عرض کئے دیتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے کہ وہ بے راہ روی کے جنگلوں سے نکل کر صراط مستقیم کی محفوظ شاہراہ پر چل پڑے حصول مقصد کی منزل سامنے ہے اور سفر کا نئے سرے سے آغاز کیا جا سکتا ہے۔ اگر جماعت اسلامی کے صاحبان جرائد و صحافت دل کڑا کر کے ہمارا یہ مضمون اپنی جماعت کے لوگوں میں شائع کر دیں تو ان کے ہاں خیالات کے نئے سوتے پھوٹ نکلیں گے اور جماعت کی موجودہ بوسیدہ عمارت کو گرا کر نئی بنیادوں اور مضبوط صحت مند اصولوں پر نئی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے جہاں تکفیر و تفسیق، تضلیل اور تحقیر کی ہاؤ ہو کا گزر نہ ہو گا۔ اور محبت اور آشتی۔ اتحاد اور اتفاق کی روح پرور باد نسیم قوم کے مشام زندگی کو معطر کرتی رہے گی۔

جماعت اسلامی کی پہلی غلطی

مسلمانوں کے اندر جب ایک آزاد خطۂ اسلام کے حصول کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ تو ہر ذی فہم اور دوربین مسلمان نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس مطالبہ میں مسلمانوں کے لئے فوائد ہی فوائد ہیں زیاں کا کچھ احتمال نہیں۔ جس سرزمین میں مسلمانوں کی اکثریت ہو گی۔ لازمی ہے کہ وہاں نظام شریعت کے نفاذ میں زیادہ آسانیاں ہوں گی ظاہر ہے کہ اس مطالبہ میں جماعت اسلامی کو پیش پیش ہونا چاہیئے تھا کیونکہ یہ ان کے مقاصد کے عین مطابق تھا قائد جماعت نے سب سے بڑی اور خطرناک غلطی یہ کی کہ وہ "تحریک پاکستان" سے الگ تھلگ ہو گیا، اور جماعت کو غیر جانبدار رہنے کی تلقین کر دی۔ غالباً اس وقت یہ سمجھا گیا کہ اس تحریک کی کامیابی کے امکانات کم ہیں۔ انگریز اور ہندو مسلمانوں کے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کریں گے۔ سیاسی اور وقتی مصلحتیں پیش نظر رہیں۔ اور غلبۂ قرآن اور تفوق نظریات اسلامی کے نقوش دماغ میں مدہم پڑ گئے۔ جہاں محمد علی جناح نے اپنا وقت، اپنا مال، اپنی عزت، اپنا وقار۔ اپنی جان اور اپنی عزیز سے عزیز چیز مسلمانوں کو آزادی دلانے میں وقف کر دی وہاں مودودی صاحب ایک امن کوش، زمانہ ساز، دنیا دار، مصلحت اندیش اور محتاط سیاستدان کی طرح کنارہ پر کھڑے موجوں کے تھپیڑوں کا تماشا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جناح کے دیوانے میدان لے گئے اور یہ فرزانہ حیران و سرگرداں جمود اور بے عملی کی ٹھنڈک میں یخ بستہ ہو کر رہ گیا یہ وہ اندوہناک غلطی تھی جس نے جماعت کی ہر دلعزیزی کو بڑا صدمہ پہنچایا۔

دوسری غلطی

اس پہلی غلطی کے ارتکاب کا محرک ایک اور جذبہ تھا۔ جو ہمیشہ مودودی صاحب کے تحت الشعور میں موجود رہتا اور جس کی وجہ سے وہ ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتے چلے جاتے ہیں۔ مودودی صاحب کسی ایسی تحریک میں دل تک شامل نہیں رہ سکتے تھے جس میں عنان قیادت کسی اور کے ہاتھ میں ہو۔ یہ غلط بات ہے۔ کہ مودودی صاحب تحریک پاکستان کی افادیت سے ناواقف ہوں۔ وہ خوب جانتے تھے۔ کہ مسلمانوں کی اکثریت کے علاقہ میں غلبۂ اسلام کا پرچار بہت سہل ہو گا اور یہ خواب آسانی سے شرمندۂ تعبیر ہو سکے گی۔ متحدہ ہندوستان میں ہندوؤں کا غلبہ لازماً ہونا تھا۔ ہندو دولت میں، ثروت میں، جاہ و حشم میں علم و وجاہت میں، تدبر و فراست میں اور سب سے بڑھ کر مذہبی عصبیت میں مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر تھے انہیں اسلام سے عناد اور مسلمانوں سے نفرت تھی۔ انگریز کے چلے جانے کے بعد حکومت ان کے ہاتھ میں آنی تھی۔ مسلمانوں کی حیثیت محض غلاموں کی سی تھی۔ ایسی مرکب اور معاند سوسائٹی میں غلبۂ اسلام کی کوششیں زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتی تھیں، یہ ایک واضح اور بیّن حقیقت تھی۔ پھر مودودی صاحب قائداعظم کے ساتھ مل کر کام کرنے سے کیوں رک گئے بلکہ ان کے راستے میں روڑے اٹکانے لگ گئے؟ اس کی وجہ وہ خواہش ... مبرداری اور چودھراہٹ کی تمنا ہے۔ جس نے ہمارے کئی ایک زیرک اور فہیم راہنماؤں کو اس دنیا میں ناکام ... کر دیا ہے، حسد و رقابت، انانیت، خواہش اقتدار ... قیادت اور نفس پرستی نے کئی دفعہ ہمارے ... ایسے افراد کو اپنے مقصد سے ہٹا دیا ہے اور تاریخ اسلام کے صفحات اس قسم کی المناک داستانوں سے بھرے پڑے ہیں اگر قائداعظم کی جگہ مودودی صاحب کے ہاتھ میں آزادی کی تحریک آجاتی تو وہ غالباً اس میں دل و جان سے منہمک ہو جاتے لیکن

یہ رتبہ ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

مودودی صاحب کی اس کمزوری نے کئی دفعہ انہیں ناکامیوں کا منہ دکھایا۔ اب وہی پاکستان ہے جس میں وہ پوری آزادی سے اپنی من مانی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ مودودی صاحب کو اپنے نفس کی اس کمزوری کا علاج کرنا چاہیئے۔ مقصد جب تک ذات سے بلند نہ ہو گا کامیابی حاصل نہ ہو گی!

تیسری غلطی

مودودی صاحب تحریک کے آغاز میں اور کافی عرصہ تک مسلمانوں کو "ملائیت" کے زہریلے اثرات سے بچ کر چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ ملا کی جامد تقلید کے خلاف انہوں نے علم بغاوت بلند کیا اور علمی نقطۂ نگاہ سے ملا کی روش پر زوردار نکتہ چینیاں کیں۔ اور مسلمانوں پر اس حقیقت کو واضح کیا کہ اسلام میں پروہتیت یا Priesthood کوئی چیز نہیں۔ ہر ایک انسان اسلام کا براہ راست مطالعہ کر سکتا ہے اور علوم قرآنیہ پر عمل پیرا ہو کر روحانیت کے تمام مدارج طے کر سکتا ہے۔ اسلام کے اندر پیشہ ور مولویت کا کوئی وجود نہیں مگر جوں جوں یہ تحریک چلتی گئی اور ایک اسلامی سلطنت کے قیام کے بعد نظام اسلام کے امکانات روشن ہونے لگے۔ علماء کی جماعتیں قبائیں پہنے اور عمامے سروں پر رکھے میدان میں آکودیں، اب مودودی صاحب کو

یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ حکومت کے تحت تو اب علماء کے لئے خالی ہونے والے ہیں کہیں وہ محروم نہ رہ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ملک کے عام سیاستدانوں اور برسراقتدار حکمرانوں کے خلاف ایک نفرتناک مہم شروع کر دی اور عوام اور حکومت کے درمیان ایک نفرت اور حقارت کی خلیج حائل کر دی۔ اور اپنی جماعت کو بحیثیت ماہرین فن شریعت و مبصرین علوم دینی کے پیش کیا اور علماء کے حق میں مسلسل پراپیگنڈا شروع کیا اور ان مروجہ عقائد کی جن کو قرآن اور احادیث صحیحہ سے دور کی بھی نسبت نہ تھی۔ مدافعت شروع کر دی اور یہاں تک لکھ دیا کہ قرآن اور حدیث کی صحیح تعبیر وہ سمجھی جائے گی جسے مملکت کی اکثریت قبول کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ درحقیقت جاہلیت کی حوصلہ افزائی تھی اور عوام میں سستی شہرت کی طلب۔ اور کوشش کی جانے لگی کہ اگر پادریوں اور بشپوں کی طرح پاکستان کے مولویوں کو حکومت ملتی ہے تو جماعت اسلامی کو بھی اس حکومت میں مناسب حصہ دار سمجھا جائے۔ یہ بہت بڑی لغزش تھی جسکی پاداش میں مخالفین جماعت اسلامی نے ان کے قائد کو ملاازم کا مکبرالصوت کہنا شروع کر دیا۔ اور معرفت اور علمی تحقیقات کے بلند مقام سے مودودی صاحب ایسے گرے کہ وہ ملا کی ایک ترقی یافتہ ایڈیشن بن گئے۔ اب وہ اپنے مخالفین سے نبرد آزما ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی اس ہوس اقتدار میں انہوں نے شیعوں کی بھی تالیف قلوب شروع کر دی اور لکھ دیا کہ قرآن کریم سے متع کی حرمت ثابت نہیں ہوتی اور اضطراری حالت میں اس کا اختیار کر لینا جائز ہے۔ مقصد یہ تھا کہ سُنی اور شیعہ دونو گروہ انہیں اپنا سیاسی مقتدا تسلیم کر لیں۔ ان کے خیال میں آنیوالے واقعات کی دھندلی سی تصویر میں اہل تشیع کی آرا کو بھی کافی دخل ہوگا۔ اس لئے ان سے بھی مداہنت ضروری ہے ایک پڑھا لکھا متوسط درجہ کا مسلمان متع اور زنا میں بسرف ایک فقہی حیلہ کے سوا اور کوئی فرق نہیں دیکھتا مگر امامت کے منصب پر کھڑا ہوا ہمارا یہ مصلح اس قبیح فعل کو اباحت کا لباس پہنا رہا ہے۔ اور اپنے قلم کی ان لغزشوں کی وجہ سے تحریک کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے شروع میں یہ تحریک مُلائیت کے خلاف ایک احتجاج تھی اور یہ عوام کی اصلاح کا بیڑا لے کر اُٹھی تھی مگر اب اس نے دونو کے آگے ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ دنیاداروں کی سیاست میں تو یہ سب کچھ جائز ہے مگر اصلاح امت کی تحریک کا راستہ تو پُرخطر وادیوں سے ہو کر گذرتا ہے۔ اسے عوام سے متصادم ہونا ہوتا ہے اور خواص سے بھی ٹکر لینی ہوتی ہے۔

چوتھی غلطی

چوتھی غلطی جو تمام سابقہ غلطیوں سے زیادہ فاحش اور خطرناک تھی یہ ہوئی کہ مودودی صاحب نے شروع شروع میں تو تحریک کو تکفیر کے زہریلے جراثیم سے بچا بچا کر چلایا اور ہر اسلامی فرقہ کی دل آزاری سے اجتناب برتا اور محمد رسول اللہ صلعم کی تمام امت کو اپنا صحیح مخاطب سمجھا اور تمام جماعتوں اور فرقوں کو اصلاح حال کی دعوت دی مگر اب دوسروں کے دیکھا دیکھی انہوں نے تکفیر میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا اور اپنی انتہا پسند طبیعت کو جوش میں لا کر یہ کوشش شروع کر دی کہ **کفر سازانِ ملت میں وہ صف اوّل کے متشدد سمجھے جائیں**۔ چنانچہ انہوں نے اپنے قلم کے تمام جوہر مسلمانوں کے فرقہ احمدیہ کے خلاف فتاوی صادر کرنے میں صرف کرنے شروع کر دیئے اور "مسئلہ قادیان" کے نام کا ایک پمفلٹ شائع کیا جو زہر کی ایک ٹکی ہے جس کو سونگھ کر انسان کا سسٹم زہرآلود ہو جاتا ہے۔ اس میں نہ واقعات صحیح بیان کئے ہیں۔ نہ مسائل کو اصل رنگ میں پیش کیا ہے۔ مخالفین احمدیت کا یہ پُرانا وتیرہ ہے کہ وہ پہلے چند عقاید احمدیت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور پھر ان کو سامنے رکھکر شوق تکفیر بازی کو پورا کرتے ہیں۔ احمدی گذشتہ ستر برس سے چلا چلا کر اور چیخ چیخ کر فریادیں کرتے ہیں کہ خدارا ہم پر ظلم نہ کرو۔ جو عقائد تم لوگ ہماری طرف منسوب کرتے ہو ان سے ہم بیزار ہیں ہمارے یہ معتقدات نہیں ہمارے مسلمات کو سامنے رکھکر ہم پر اعتراض کرو۔ مگر ان کی کوئی نہیں سُنتا۔ مودودی صاحب نے اس مخالفت میں مخالفوں کا وہی پرانا ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور احمدیوں کی لکھی ہوئی عبارتوں کو کاٹ چھانٹ کر سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے اور ان کی اپنی بیان کردہ تشریحات کو نظرانداز کر کے لوگوں کے سامنے نہایت اشتعال انگیز پیرایہ میں پیش کرنا شروع کر دیا۔ علماء کی طرف سے احمدیوں کے خلاف تو پہلے ہی کافی زہر اُگلا جا چکا تھا اور لوگوں کے دلوں میں نفرت اور حقارت کے خیالات دلوں میں پیدا کئے جا چکے تھے۔ مودودی صاحب کے قلم نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ تمام قوم **کو اس مظلوم گروہ کے خلاف منظم کر لیا گیا**۔ آپس کی آئے دن کی مخالفتوں کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ اور احمدیت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے خطرناک منصوبے عمل میں لائے جانے لگے۔ اور ہر ایک گروہ اس تخریبی مہم میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی سعی کرنے لگا۔ اور قیادت کے لئے بھی تگ و دو شروع ہو گئی۔ پرانے فتنہ بازوں نے مودودی صاحب کو آگے نہ آنے دیا اور فسادات کی ساری قیادت اپنے ہاتھ میں رکھی۔ مودودی صاحب کی یہی بڑی کمزوری ہے۔ وہ کسی کی پیروی نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے مسلک کے آپ ہی خالق ہیں۔ پروگرام ان کو مرتب کرنا چاہیئے۔ لیڈری انہی کے ہاتھ میں دینی چاہیئے۔ وہ مطیع بن کر کام نہیں کر سکتے۔ ان کا مقام قائد کا مقام ہے۔ افسوس کہ اس تخریبی مہم میں بھی انہیں کسی نے اگلی صف میں کھڑا نہ ہونے دیا۔ احمدیوں کے خلاف ذلیل نسبات کے پراپیگنڈا نے تمام فضا کو نہایت مکدر کر دیا اور احمدیوں پر زمین اپنی فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی حتیٰ کہ ہر سو احمدیوں کو گھورتی ہوئی آنکھوں اور خشمناک چہروں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور جب زمین کی تمام طاقتیں ان کے خلاف منظم ہو کر کھڑی ہو گئیں تو آسمان میں حرکت پیدا ہو گئی اور اچانک ایسے سامان معرض وجود میں آ گئے کہ مکدر فضا مطہر کر دی گئی۔ اور مخالفتوں کے طوفان ھباءً منثورا ہو گئے۔ اور مظلوم امن کا سانس لینے کے قابل بنا دیئے گئے اور ان کی حفاظت مشیت ایزدی کے ماتحت معجزانہ رنگ میں کی جانے لگی۔ مودودی صاحب اپنے اس مشن میں بھی فیل ہو گئے ان کے اور ان کے ساتھیوں کے درمیان پھوٹ پڑ گئی۔ اور ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کے ایسے تیر برسائے جانے لگے کہ ان سے بیشمار قلوب مجروح ہو گئے اور بے شمار تخریبی لٹریچر منصۂ شہود پر آ گیا۔ اب قوم اسے پڑھتی ہے اور دردمندان ملت خجالت اور ندامت سے گردنیں جھکا لیتے ہیں۔

مودودی صاحب کے طرزِ عمل کا ردِ عمل

مودودی صاحب کی خدمت میں بارہا عرض کیا گیا کہ حضرت مرزا صاحب نہ مدعی نبوت ہیں اور نہ وہ اپنے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ آپ کم از کم انہیں تو دائرہ اسلام سے خارج نہ کریں۔ وہ محمد رسول اللہ کے امتی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریقوں سے نمازیں پڑھتے تھے۔ حضور ہی کا کلمہ ان کے وردِ زبان تھا۔ قرآن کریم کو وہ دین اسلام کی آخری سند سمجھتے تھے۔ حضور کی احادیث کو عزت اور احترام کا مقام دیتے تھے۔ دین کے اصول قرآن سے لیتے تھے اور تفصیلات سنت اور احادیث سے اخذ کرتے تھے۔ کعبہ کو اپنا قبلہ تصور کرتے تھے۔ عبادات اور معاملات میں شریعت اسلامی کی متابعت کرتے تھے۔ ہاں مجدد ہونے کے ضرور مدعی تھے مگر اس سے کفر تو لازم نہیں آتا۔ مگر مودودی صاحب نے احمدیوں کی ایک نہ سُنی اور ان کے مسلمات کو چھوڑ کر بعض مزعومہ اور من گھڑت عقائد ان کی طرف منسوب کرنے شروع کر دیئے اور تمام ملاؤں سے بڑھ کر احمدیوں پر تشدد برتنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ لاہوری احمدیوں کو منافق کا خطاب تحقیقاتی عدالت میں اس وقت دیا جبکہ وہ نہایت ذمہ دارانہ طریق پر صوبہ کی سب سے بڑی عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر حلفی بیان ارشاد فرما رہے تھے۔ خدا کی دنیا میں دیر ہو سکتی ہے اندھیر ہو سکتا۔ یہ مظلوموں کے خلاف منصوبے بازیاں یہ حیلہ سازیاں۔ یہ ستم رانیاں اور ہیبت ناک مظالم یہ دردناک دل آزاریاں اور ناقابل فراموش سفاکیاں اور ناقابل برداشت جلادیاں آخر اپنا رنگ لائیں اور اچانک ملک کی فضا خود مودودی صاحب کے خلاف مکدر ہو گئی۔ ان کے اپنے رفیقان سفر جو اس طوفانی مخالفت میں ان کے ہمراہ تھے۔ اور تکفیر اہل قبلہ کی مہم میں ان کے ہم نوا تھے ان کے خلاف ہو گئے۔

مولانا احمد علی صاحب نے ایک سلسلۂ مضامین مودودی صاحب کے خلاف لکھنا شروع کر دیا۔ "نوائے پاکستان" نے اپنا قلم یکسر ایک تیز دھار نشتر میں تبدیل کر دیا۔ اور مودودی لٹریچر کی عبارتوں کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ہر ٹکڑہ کو کریہہ المنظر بنا کر لوگوں کو دکھلانا شروع کر دیا۔ "الاعتصام" گوجرانوالہ نے جماعت اسلامی کے خلاف بڑے زوردار مضامین لکھے "نوائے وقت" ایسے متین اور ٹھوس قسم کے پریس نے بھی مودودی صاحب کا سختی سے محاسبہ کیا اور ان کے گزشتہ اعمال کا شدید جائزہ لیا۔ "طلوع اسلام" تو شروع ہی سے مودودیت کو خطرناک قسم کی ملائیت سمجھتا رہا ہے اس کی مخالفت بھی حالات کے ماتحت زیادہ تیز ہو گئی۔ مودودی صاحب کی مدافعت صرف یہ تھی کہ خدارا میرے صحیح عقاید اور اصل معتقدات کو سامنے رکھ کر ان پر تنقید کرو۔ میری طرف وہ باتیں کیوں منسوب کرتے ہو جس کا میں قائل نہیں مودودی صاحب نے مخالفین کے سامنے زبردست احتجاجات کئے۔ بڑا واویلا کیا۔ فریادیں کیں۔ وہ بہت پیٹے۔ چلائے۔ مگر کہیں شنوائی نہ ہوئی۔ ہاں آسمان سے برابر یہ آوازیں آتی رہیں۔ بندہ خدا! جن دلوں کو تم نے گھایل کیا ہے ان کا مداوا کرو تا تمہارے زخموں پر مرہم رکھی جائے تمہارا قلم بھی تو ایک نشتر بنا ہوا تھا۔ اب دوسروں کے نشتروں سے کیوں جھنجھلاتے ہو۔

اسلامی جماعت کا کوئی پرچہ لو۔ کوئی اخبار اٹھا لو کوئی رسالہ پڑھنا شروع کر دو۔ کوئی ماہانہ خرید لو۔ ان میں آپ کو یہی چیخ و پکار سنائی دے گی۔ کہ ہمیں بلاوجہ مطعون کیا جا رہا ہے۔ ہمارے وہ اعتقادات نہیں جن سے ہمیں متہم کیا جا رہا ہے۔ پرانے رسالوں اور صحیفوں کو چھوڑ دو۔ اسلامی جماعت کے تازہ ترین لٹریچر میں اس کی جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

ہفت روزہ "ایشیا" جو زیر ادارت ملک نصر اللہ خان عزیز نکلتا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے پڑا ہے۔ اس کی تاریخ اشاعت ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۵ء ہے ابھی ابھی ہمارے ایک اسلامی جماعت سے تعلق رکھنے والے دوست یہ پرچہ اور "المنیر" لائلپور مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۵۵ء مجھے دے گئے ہیں۔ آؤ دیکھیں ان میں بھی جماعت اسلامی کی وہ کراہیں اور سسکیاں نظر آتی ہیں یا نہیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس سے قبل ہم کسی اپنے اور مضمون میں "ترجمان القرآن" سے کئی خود مودودی صاحب کے قلم کے اقتباسات پیش کر چکے ہیں۔ جن میں انہوں نے اپنے مخالفین کی چیرہ دستیوں سے پناہ مانگی ہے اور بڑے درد اور سوز سے فریادی ہے کہ ان کے خیالات کو غلط طریق پر پیش کیا جا رہا ہے اور ان کے خلاف اشتعال انگیزی کی ایک خطرناک مہم جاری کر دی گئی ہے۔ اور ناکردہ گناہوں کی انہیں سزا دی جا رہی ہے۔

"ایشیا" کے صفحہ اول پر جلی حروف سے یہ عنوان درج ہے۔

"مولانا احمد علی پر مولانا مودودی کی مخالفت کا دورہ کیوں پڑ گیا"

"(چند دلچسپ حقائق اور اسرار کا انکشاف)"

اور اس کے نیچے ایک طویل مضمون گلوں شکایتوں پر مبنی سپرد قلم ہوا ہے۔ اور مولانا احمد علی کو جی بھر بھر کر کوسا گیا ہے۔ ہمیں ان کے اس اندرونی تنازعہ سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہم صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مخالفین کو یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ ہمارے خلاف بلاوجہ لوگوں کو بھڑکا رہے ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

"لیکن جب ایک اخبار نویس نے چند مقالے لکھے تو مولانا (یعنی احمد علی صاحب ناقل) مراقبے سے نکلے۔ آنکھیں کھولیں اور سر اوپر کو اٹھایا اور ایک آہ بھر کر کہا آہ مودودی صاحب اسلام کے ستون گرا رہے ہیں"

اور آگے چل کر لکھا ہے:-

"سوال یہ ہے کہ آخر اس عظیم غلط بیانی کو کون یاد کرے گا۔ اور اس ابلہ فریبی کو تقوے اور تقدس سے کیا تعلق ہے اور یہ کیسا تقدس اور تقوے ہے جو اس قسم کی حرکتیں کرنے سے انسان کو نہیں روکتا"

اس کا جواب تو جماعت اسلامی کے ارکان کو خود اپنے تقویٰ اور تقدس سے پوچھنا چاہیئے۔ انہیں احمدیوں کے خلاف اسی قسم بلکہ اس سے زیادہ مذموم قسم کی حرکات سے نہیں روکتا۔ مولانا احمد علی کا تقوے اور تقدس کیوں اتنا مصلح اور سلامت رو واقع ہوا ہے کہ انہیں ایسی حرکات سے روک دے۔

اسی اخبار کے صفحہ ۸ پر ارشاد ہے کہ:-

"کس قدر ظلم اور اندھیر ہے کہ اس پڑھی لکھی دنیا کو یہ بتلایا جا رہا ہے کہ مودودی صاحب محمدی اسلام کا ایک ایک ستون گرا رہے اور اپنا اسلام رائج کرتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا میں اس سے بڑا بہتان کسی پر نہیں باندھا گیا۔ اتنا بڑا جھوٹ کبھی نہیں بولا گیا۔ ایسا اندھیر کبھی نہیں دیکھا۔ کوئی پوچھنے والا اور سمجھانے والا نہیں کہ حضرت مودودی صاحب نے کب اور کہاں کہا ہے کہ مسلمانو! توحید و رسالت کا اقرار کرنا چھوڑ دو۔ شرک و بدعت میں دھنس جاؤ۔ زکوٰۃ نہ دو۔ حج نہ کرو۔ روزے نہ رکھو۔ ایمان و تقویٰ والی زندگی اختیار نہ کرو۔ سچ کے نزدیک کبھی نہ جاؤ۔ جھوٹ بولو۔ خدا کی اطاعت نہیں غیر اللہ کی اطاعت کرو۔ اسلامی دستور کو بھاڑ میں ڈالو۔ تم امریکی اسلام اور برطانوی شریعت اختیار کرو۔ کتاب اور سنت کو طاق نسیان پر رکھ کر "وڈی تے اصلی ہیر" پڑھا کرو اور دیکھو خبردار جو تم نے اپنے عقاید اور اعمال کو اسلامی احکام کے سانچوں میں ڈھالا۔ چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو، عرس و قوالی اور درود و وظائف میں مست اور مگن ہو جاؤ۔ ہے کوئی اللہ کا بندہ جو مجھے اور جماعت اسلامی والے مودودیوں کو سمجھائے کہ آخر مودودی صاحب نے دین کا کونسا ستون گرایا ہے"

یہاں بڑے زبردست پیرایہ اور پرہیبت الفاظ میں احتجاج کیا گیا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں اگر بعینہٖ انہی الفاظ میں ہمارے احمدی مودودی صاحب کو مخاطب کر کے پوچھیں۔ کہ ہم بیچاروں نے کونسا اسلام کا ستون گرا دیا ہے تو ان کے پاس کیا جواب ہوگا۔ اگر کہو گے کہ تم قادیانی احمدی ختم نبوت کے قائل نہیں تو وہ کہیں گے کہ ہم قائل ہیں تم قائل نہیں تمہارا نبی آخر الزمان تو ابھی تک زندہ آسمانوں پر بیٹھا موقعہ کی تلاش میں ہے کہ جب امت محمدیہ کا کوئی نجات دہندہ باقی نہ رہے تو وہ آسمان سے شریعت لا کر امت کی بگڑی کو بنا دیں آپ کا آنے والا براہ راست نبوت حاصل کر کے جبرئیل امین سے بہ پیرایۂ وحی نبوت اکتساب علم کرتا رہا ہے اور دنیا میں دوبارہ آ کر کرے گا۔ وہ صاحب شریعت اور صاحب کتاب نبی ہے اس کا اپنا کلمہ اور اپنا قبلہ ہے ہمارا نبی تو امتی ہی شریعت والا نبی نہیں اس نے رسول اللہ کی متابعت سے نبوت کا منصب پایا۔ پھر تم ہمیں متہم کس طرح کر سکتے ہو۔ ہم لاہوری احمدی ہم قادیانیوں اور دوسرے مخالف مولویوں کو بھی کہتے ہیں کہ نبی نہ صاحب شریعت آ سکتا ہے نہ غیر صاحب شریعت، نہ نیا نہ پرانا تم دونو ختم نبوت پر زد مارتے رہو اور تم نے تکفیر کا فتنہ برپا کر کے اسلام کے اتحاد کے ستون کو گرا دیا ہے۔ بہرحال ہمارا منشاء یہاں پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ اب جماعت اسلامی کے لٹریچر میں ہر روز یہی شور اور غوغا ہمیں نظر آتا ہے کہ ہم پر مظالم توڑے جا رہے ہیں اور ہمارے خلاف غلط فہمیوں کی ناپاک مہم چلائی جا رہی ہے۔ یہی وہ صدائے احتجاج ہے جسے احمدی گزشتہ ستر برس سے ملت کے سامنے بلند کر رہے ہیں۔ نہ ان کی آج تک کسی نے امداد کی اور نہ آپ کی کوئی کرے گا۔ ملت اس قسم کے مشاغل سے خوش ہوتی ہے اور فتنہ و فساد کے بانیوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ ہمیں آپ سے ہمدردی ہے۔ مگر ہم تو خود قوم کے معتوب ہیں آپ کی کیا امداد کر سکتے ہیں۔ ہاں ایک نسخہ عرض کئے دیتا ہوں اگر اسے صحیح طریق پر استعمال کیا گیا تو انشاء اللہ آپ کی تمام مصائب دور ہو جائیں گی۔ جو کچھ آپ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ فرمائیں۔ اگر غلط بیانیوں اور تہمت تراشیوں اور اشتعال انگیزیوں نے آپ کے قلوب کو تکلیف پہنچی ہے تو آپ خود تو ان حرکات کا ارتکاب نہ کیا کریں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے اخباروں، رسالوں، صحیفوں اور پمفلٹوں میں احمدیوں کے خلاف بالکل وہی کچھ کہا جا رہا ہے

اور اسی طریق پر کہا جا رہا ہے جس کا آپ کو اپنے مخالفین سے گلہ ہے۔ اور آپ کی یہ نشترزنیاں اور دلآزاریاں برابر جاری ہیں۔

اسلامی جماعت کے کردار کا ایک ہولناک منظر

میں نے ابھی ابھی آپ کے اخبار "ایشیا" کے تازہ ایشوع سے دو حوالے نقل کر کے بتائے ہیں کہ کس طرح آپ اپنے مخالفین کی زیادتیوں اور ناانصافیوں کو محسوس کرتے ہیں۔ عین اس وقت جبکہ آپ کا کوئی اہل قلم مخالفین کی ستم رانیوں کا ایک مرقع تیار کر رہا تھا آپ کی جماعت کا ایک اور مقتدر بہی خواہ لاہور کی احمدی جماعت کے خلاف نہایت غیر ذمہ دارانہ اور غیر منصفانہ بلکہ صریح ظالمانہ طرز کا ایک غلط مفروضات پر مبنی چارج شیٹ تیار کر رہا تھا۔ جو اسی "المنیر" کے تین نومبر کے پرچہ کی زینت بنا ہوا ہے، جس کا میں نے اوپر حوالہ دیا ہے۔ میں اس کو پڑھتا ہوں اور خوف الٰہی سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس مضمون کو مرتب کرنے والے کے دل میں نہ خوف خدا ہے نہ اسے اخلاق کے مسلمہ اقدار کا کچھ پاس ہے۔ نہ روایت کی اسے پروا نہ درایت سے سروکار۔ سچ اور راستگوئی سے بے نیاز ہو کر اسنے جو جی میں آیا ہے لکھ دیا ہے۔ عام طور پر چونکہ احمدیوں کے مخالفوں کے ہاتھوں میں یہ پرچہ جاتا ہے اس لئے اسے کسی قسم کی تنقید یا اعتراض کا بھی فکر نہیں۔ کاش کہ مدیر اخبار ہی اس مضمون کو دیکھ لیتا اور لاہوری احمدیوں کے جس پمفلٹ پر اس نے خامہ فرسائی کی ہے اسے ایک دفعہ خود پڑھ لیتا اور پھر ذرا سوچ لیتا کہ آخرت میں بہرحال اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ وہاں ادارت کی ذمہ داریوں کی بھی جوابدہی ہوگی۔ وہ وہاں کیا جواب دے گا۔ اگر جماعت اسلامی کے ہاں سچ اور حقیقت کے یہی معیار ہیں تو پھر ہم کو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر صبر کر لینا چاہئے۔ اسلام کی "صالح" اور "مصلح" جماعت سے ہی اس کا یہ حال ہے تو دوسروں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

"المنیر" کا ۳ر نومبر کا پرچہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کے صفحہ ۸ پر کسی صاحب کا مضمون:-

"مرزا غلام احمد صاحب کے ایک
لاہوری معتقد کے نام"

طبع ہوا ہے۔ یہ لاہوری معتقد بغداد کے رہنے والے سید تصدق حسین صاحب قادری ہیں۔ وہ مضمون نگار صاحب کے کسی خط کا جواب دیتے ہوئے انہیں جماعت کا کچھ لٹریچر ارسال کرتے ہیں اور ان کے شرح صدر کے لئے دعا کرتے ہیں۔ یہ صاحب اس کا جواب اخبار میں شائع کراتے ہیں اور یہی وہ جواب ہے جس نے غلط بیانیوں، بہتان طرازیوں اور اتہام تراشیوں کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔

ان صاحب کی ساری بحث ہمارے ایک پمفلٹ موسومہ "ہمارے عقائد" پر محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ پمفلٹ ہماری جماعت کے امیر مولٰنا صدرالدین صاحب کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ اور اسے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا ہے۔ اپنے عقاید کو فاضل مرتب نے دو صفحوں میں درج کیا ہے اور وہ بالکل مختصر ہیں۔ انہیں ہم ذیل میں درج کر دیتے ہیں تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ وہ کیا ہیں:-

۱- ہماری جماعت تمام ان عقائد و احکامات پر ایمان رکھتی ہے۔ جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں درج ہیں اور ہم تمام ان امور کو اپنا دین سمجھتے ہیں۔ جن پر سلف صالحہ کا اتفاق ہے اور جن پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی ایمان سے آخرالانبیاء یقین کرتے ہیں۔

۲- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

۳- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبرائیل کسی شخص پر وحی نبوت لے کر نازل نہیں ہو سکتا۔

۴- اگر جبرائیل وحی نبوت کا صرف ایک فقرہ ہی لے کر کسی شخص پر اترے تو اس سے قرآن کریم کا وہ دعوٰے جو الیوم اکملت لکم دینکم میں کیا گیا ہے۔ نعوذ باللہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور ختم نبوت کی مہر ٹوٹ جاتی ہے۔

۵- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ وحی نبوت منقطع ہے۔ لیکن وحی ولایت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔ تاکہ امت کے ایمان و اخلاق کی آبیاری ہوتی رہے۔

۶- اس امت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق صرف اولیاء کرام اور مجددین اور محدثین آ سکتے ہیں نبی نہیں آ سکتے۔

۷- اس امت کے مجددین میں سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب چودہویں صدی کے مجدد ہیں اور آئندہ بھی حدیث کی پیشگوئی کے مطابق مجدد پیدا ہوتے رہیں گے ہمارا ایمان ہے حضرت مرزا صاحب نبی نہیں۔ صرف مجددیت کے منصب پر فائز ہیں۔

۸- حضرت مرزا صاحب کا ماننا بنیاد دین میں سے نہیں نہ جزو ایمانیات ہے اس لئے ان کو نہ ماننے سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔

۹- ایک مسلمان جب تک کلمہ طیبہ کا قائل ہے اس کو کسی صورت میں کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وہ مجرم ہو سکتا ہے۔ لیکن کسی جرم معصیت کی بناء پر اس کو کافر کہہ کر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰- ہم حضرت مرزا صاحب کو حضور نبی کریم صلعم کا خادم و غلام سمجھتے ہیں۔

ان عقائد کو درج کرنے کے بعد حضرت امیر نے حضرت مرزا صاحب کی مختلف کتب سے ان عقاید کی تائید میں ان کے اقوال جمع کر دیئے ہیں اور دنیا کو بتا دیا ہے کہ یہ وہ عقائد ہیں جن کی تبلیغ خود بانی تحریک اپنی تمام عمر لوگوں میں کرتا رہا۔ یعنی یہ عقاید ۱۹۰۸ء یعنی تاریخ وفات تک ایک سے ہی رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کی آخری کتاب میں جو ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی ہے اور اسکے ایک سال بعد حضرت صاحب کی وفات ہو گئی تھی۔ یہ الفاظ درج ہیں:-

"اور پھر ایک نادانی یہ کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوٰے کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

"یہ کہنا کہ نبوت کا دعوٰے کیا ہے۔ کس قدر جہالت، کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے...... صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے۔ مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ نزاع لفظی ہے"
(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۸)

اب آپ نے عقائد بھی دیکھ لئے۔ اس پر مرزا صاحب کے بیشمار حوالہ جات جو ۱۸ صفحوں پر مشتمل ہیں مرتب رسالہ "ہمارے عقائد" نے درج کر دیئے ہیں اور آخری کتاب سے دو حوالے لفظاً لفظاً ہم نے اوپر درج بھی کر دیئے ہیں۔ اب دیکھئے کہ "المنیر" کا فاضل نامہ نگار اس پر کیا خامہ فرسائی کرتا ہے۔ ایک شریف الطبع بے ضرر متوسط طبقہ کا نارمل مومن تو ان عقائد کے دیکھ لینے کے بعد کم از کم بانی تحریک اور اس کے لاہوری متبعین سے اُلجھنے کی کوشش نہیں کرے گا اور اس پر یہ الزام ہرگز ہرگز نہیں لگا سکے گا کہ ان کے اصل عقائد کچھ اور ہیں اور یہ محض لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے شائع کر دیئے ہیں۔ یہ پمفلٹ خود احمدیہ جماعت میں کثرت سے تقسیم ہوا ہے یہاں تک بغداد ایسے دُور دراز ملک میں پہنچ گیا جو اس جماعت کے لوگ دنیا کے مختلف حصص میں آباد ہیں۔ ان سب تک اس پمفلٹ کو پہنچا دیا گیا ہے۔ کیا یہ ساری کی ساری جماعت غداروں اور منافقوں پر مشتمل ہے۔ آخر کیوں؟ کس غرض اور کس فائدہ کے لئے؟ مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں:-

"میرا قیاس یہ کہتا ہے کہ آپ لوگوں نے یہ پمفلٹ محض کسی جدید سیاسی ضرورت کے ماتحت شائع کیا ہے۔ اور اس کے ذریعے آپ لوگ مجرد اس امر کا اظہار کر کے کہ ہم محمد رسول اللہ صلعم کو خدا کا آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کے بعد کسی شخص کے دعوٰے نبوت کو جھوٹا سمجھتے ہیں، عام مسلمانوں کو یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ آپ مرزا غلام احمد صاحب کے قادیانی معتقدین کے برعکس دوسرے مسلمانوں ہی میں شامل ہیں۔ رہ گئے آپ کے وہ اصلی و حقیقی عقائد جن کی بناء پر آپ لوگوں نے مذہبی۔ سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی لحاظ سے ایک الگ فرقہ کی

تشکیل ضروری سمجھی ہے۔ سو اس کی کوئی خفیف سے خفیف جھلک بھی آپ نے اپنے پمفلٹ "ہمارے عقائد" میں نہیں آنے دی۔ اس پمفلٹ میں اپنی جماعت کے اصل عقائد کے دانستہ اخفا سے آپ کا مقصد یقیناً یہی ہے کہ ایک مسلمان آپ لوگوں کو ایک بے ضرر مذہبی فرقہ جان کر آپ کی مزید باتیں سننے کے لئے آمادہ ہو جائے"۔

اس مومن باصفا اور متقی بے ریا نے محض اپنے قیاس کی بنا پر اور بغیر کسی معقول وجوہات کے ہم پر حسب ذیل الزامات عاید کئے ہیں اور ان الزامات کے عاید کرتے وقت نہ اس کے دماغ کو خوف الٰہی سے کوئی جنبش ہوئی ہے نہ اس کا دل دہلا ہے نہ جذبات میں کوئی ارتعاش پیدا ہوا ہے بلکہ بڑی بے نہایت بے تکلفی سے ہماری لاشوں کو چیر دینا چاہا ہے۔ جسم کو چیر کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اتنا جرم نہیں، جتنا کسی کو روحانی اور قلبی ایذا میں مبتلا کرنا۔

الزامات کی فہرست

(۱) پہلا الزام یہ ہے کہ یہ پمفلٹ یعنی "ہمارے عقاید" کسی سیاسی ضرورت کے ماتحت شائع کیا گیا ہے۔

حضرت! سیاسی ضرورت تو کوئی نہیں۔ مذہبی ضرورت تھی۔ لوگ مذہبی رنگ میں دیو اسے بناتے جا رہے ہیں ان کے دلوں میں کلمہ طیبہ کا احترام نہیں رہا۔ اور زبان سے ختم نبوت کا ڈھونگ رچاتے ہیں مگر ختم نبوت کو صحیح اور اصلی معنوں میں ماننے والوں کو بھی کافر بنے چلے جاتے ہیں۔ ہم لاہوری احمدی تو حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے بھی اسی لئے قائل ہیں کہ حضرت ختمیت مآب صلعم کے بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کوئی نبی زندہ ہی نہیں اگر کسی نبی کو زندہ رکھنا مقصود ہوتا تو حضور ہی کو زندہ رہنے دیا جاتا۔ حاشا وکلا یہاں کوئی سیاسی غرض مدنظر نہیں۔ ہماری سیاست تو عام مسلمانوں کی سیاست ہے۔ ہاں جماعت اسلامی کی سیاست قائداعظم اور مسلم لیگ کی سیاست سے جدا رہی اور جدا ہے۔ ہم تو شروع ہی میں مطالبۂ پاکستان کے حق میں تھے۔ اور لیگ کی ایجی ٹیشن میں راقم الحروف اپنے دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ جیل میں بھیجا گیا تھا۔ اور اسے چھ ماہ قید بامشقت کی سزا کا حکم ہوا تھا۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب جماعت اسلامی محض تماشائی کی حیثیت سے اس معرکہ حق و باطل کو دیکھ رہی تھی۔ اور اس کے اراکین بھی زیر لب ہنسی سے اس قومی کارزار کا تماشا کر رہے تھے اور جب رائے شماری کا وقت آیا تو یہ لوگ مسلمانوں سے الگ ہو کر کفر کی طاقتوں کو تقویت پہنچاتے رہے۔

(۲) دوسرا الزام:- ہم نبی کریم صلعم کو آخری نبی صرف اس لئے کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں میں شامل رہیں۔

گویا مقصد یہ ہے۔ کہ سمجھتے تو ہم حضرت مرزا صاحب کو نبی ہیں۔ مگر چونکہ ہمیں مسلمانوں میں شامل رہنا منظور ہے اس لئے ہم ان کی نبوت کے منکر اور حضور نبی کریم صلعم کی ختم نبوت کے مقر ہیں۔ اس نبوت اور کفر کے مسئلہ پر ہم قادیانیوں سے ۱۹۱۴ء سے جہاد کر رہے ہیں۔ مگر نامہ نگار صاحب کا یہ کہنا کہ یہ محض ہماری چال ہے اور ہم صرف مسلمانوں میں شمولیت کرنے کے لئے یہ جنگ زرگری کر رہے ہیں۔ اس کے متعلق مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ آؤ ہم سب مل کر لعنت اللہ علی الکاذبین کہیں۔ کیونکہ یہاں کوئی دلیل کام نہیں دے سکتی صرف خدا سے فریاد کی جا سکتی ہے۔ یہاں کہا یہ جا رہا ہے کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں، وہ ہمارے دل میں نہیں ہوتا شاید ہمارے دلوں کو چیر کر دیکھ لیا گیا ہے۔ پہلے تو دلوں کے بھیدوں کے جاننے والا خدا وند تعالے تھا اب یہ نعمت اراکین جماعت اسلامی کو بھی مل گئی ہے۔ ایسے اتہامات اور ناحق کے الزامات کا ہم کیا جواب دیں۔ ہم جو کچھ بھی کہیں گے کہہ دیا جائے گا کہ ہمارے دل میں کچھ اور ہے اور ہم کہتے کچھ اور ہیں، یہی وہ ظلم ہے جس کا انتقام قدرت قانون مکافات عمل کے ماتحت جماعت اسلامی سے لے رہی ہے۔ اور مولانا احمد علی صاحب اور "نوائے پاکستان" کے مدیر کے ہاتھوں انہیں سزا دی جا رہی ہے۔ جب مخالفت کی گرزیں پڑتی ہیں تو ساری جماعت نالہ و بکا سے آسمان کو لرزا دیتی ہے۔

(۳) تیسرا الزام یہ ہے کہ مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی لحاظ سے ہم نے ایک الگ فرقہ کی تشکیل ضروری سمجھی ہے۔

مذہبی لحاظ سے تو یہ ضرور ہے کہ ہماری جماعت امام وقت اور مجدد دوران کو مانتی اور حضرت نبی کریم صلعم کی بیان کی ہوئی حدیث مجدد کی صحت کی اقراری ہے۔ مگر سیاسی معاشرتی اور اقتصادی رنگ میں ہم کیسے الگ فرقہ ہیں۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی سیاست کے متعلق تو میں نے عرض کر دیا ہے کہ ہماری جماعت مطالبۂ پاکستان کی حامی تھی، اور ہمارے اکثر لوگ مسلم لیگ میں شامل تھے ہمارا معاشرتی نظام بالکل وہی ہے جو مسلمانوں کا ہے ہمارے ہاں ننانوے فیصدی شادیاں عام مسلمانوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ہمارا اٹھنا بیٹھنا۔ معاملات۔ تعلقات سب مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ ہمارے الگ کوئی اقتصادیات نہیں ہیں۔ ہم جاگیرداریوں اور بڑی بڑی زمینداریوں اور بلیک مارکیٹ چلانے والوں کے حامی نہیں ہیں۔ نہ وہ ہمارے حضور ایڈریس پیش کرتے ہیں اور نہ ہمیں تھیلیاں عنایت کرتے ہیں۔ ہم دیانت اور امانت پر مبنی جو بھی اقتصادیات ہوں۔ اس کے مؤید ہیں۔ نامہ نگار نے ان الفاظ کو نہایت بے محل طریق پر استعمال کیا ہے۔

(۴) چوتھا الزام یہ ہے کہ:- ہم نے جماعت کے اصل عقاید کو دانستہ اخفا میں رکھا ہے اور اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مسلمان ہماری باتیں سن لیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نامہ نگار پر چودہ طبق روشن ہو چکے ہیں وہ ہمارے نہان خانۂ دل کی سیر کر رہے ہیں اور تمام اسرار باطنی ان پر ظاہر ہو گئے ہیں۔ ہماری نیتوں کے جاننے والا پہلے خدا تھا مگر اب یہ مولوی صاحب ہیں۔ وہ بے دھڑک جو چاہتے ہیں اپنے زور قلم کی بنا پر کہتے چلے جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ پڑھنے والے چونکہ معتقدین اور متبعین ہیں۔ ان دلچسپ انکشافات پر ایمان لے آئیں گے۔

اے جماعت اسلامی کے رکنو! خدا سے ڈرو۔ مکافات عمل کا دور شروع ہو چکا ہے، خدا کی صفات کے دعویدار مت بنو جزاءُ سیئۃٍ سیئۃٌ مثلُہا کی تہدید سے خوف کھاؤ۔

یہ دعوےٰ تو یقیناً نبوت کے دعوےٰ سے بڑا دعوےٰ ہے۔

(۵) پانچواں الزام:- ان صاحب نے آگے چل کر یہ خطرناک الفاظ رقم کر دیئے ہیں اور مذہب کے تمام قیود اور حدود سے بالکل آزاد ہو کر ارشاد فرما دیا ہے کہ

"آپ لوگ پہلے تو احتیاطاً مرزا غلام احمد کے لئے "نبی" کی بجائے امام الزمان کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن بالآخر جو معنی پہناتے ہیں۔ وہ کسی صورت بھی لفظ نبی کے مقتضیات سے کم تر نظر نہیں آتے۔ اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ آپ اور قادیانی حضرات کے درمیان عقیدہ کے لحاظ سے صرف ان مغالطہ آمیز اصطلاحات کا ہی فرق رہ جاتا ہے۔ وگرنہ آپ بھی مرزا غلام احمد صاحب کو عین انہی نظریاتی مقام پر پہنچا دیتے ہیں جن پر ان کے قادیانی معتقدین ان کو پہنچاتے ہیں"۔

اب اس مدعی علم غیب نامہ نگار نے افترا پر افترا باندھنا شروع کر دیا ہے۔ خود ہی اپنی ہوائے نفس کے ماتحت صغریٰ اور کبریٰ قائم کر دیا ہے اور خود اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد کر لئے ہیں۔ گذشتہ چالیس سال سے تو ہم قادیانیوں سے برسرپیکار ہیں۔ مگر ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ وہ اور ہم بالکل یکساں ہیں۔ اصل میں اس بزرگ کی خواہش یہ ہے کہ کاش ایسا ہوتا تا ہم سے بے دھڑک ان پر بھی اپنے جذبۂ تکفیر اور شوق تفسیق کے ارمان کھلے بندوں پورے کر دیتے۔ اب انہیں کچھ کچھ حجاب معلوم ہوتا ہے۔ مگر اب ہمیں قادیانیوں سے ملا کر اس حجاب کے پردے بھی چاک ...... کئے جا رہے۔ خود "المنیر" کے مدیر نے اپنے اس جذبۂ تکفیر سازی کو اسی صاحب کے اسی عنوان کے ماتحت ایک سابقہ پرچہ "المنیر" میں شائع کردہ مضمون کے سلسلہ میں اپنی کفر ساز ذہنیت کو ان حیران کن الفاظ میں ظاہر کر دیا ہوا ہے۔ جو "المنیر" مؤرخہ ۱۰ اگست ۱۹۵۵ء میں ایک نوٹ کی شکل میں یوں درج ہیں۔

"ہمارے نزدیک لاہوری قادیانیوں اور ربوہ

کے مسائل میں کوئی فرق نہیں اس کی دو وجوہ ہیں اول یہ کہ اصل نزاع اس امر کی ہے کہ ایک شخص جو خود کو مدعی نبوت کہتا ہو۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص کو اپنا قائد۔ رہنما اور دینی پیشوا تسلیم کرنا بجائے خود کفر ہے۔ دوم لاہوری جماعت مہدی۔ اور مسیح موعود کہہ کر مرزا صاحب کا جو مقام بیان کرتی ہے۔ اور اپنے عام طرز عمل سے جس طرح ان کی حیثیت کو نجات کے لئے تسلیم کرنا ضروری قرار دیتی ہے۔ اس کے بعد ان کے بارے وہی فیصلہ ناگزیر ہوگا جو قادیانیوں کے سلسلے میں امت نے کیا ہے" (المنیر)

یہ الفاظ تو خود المنیر کے ہیں۔ ان کو بہت اہمیت حاصل ہے یہ کارکنان جماعت اسلامی اور ان کے ہم مشربوں کے مسلک کی ایک واضح تشریح ہے۔ یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ اس ذہنیت کے لوگ ہمارے مستقبل کے رہنما اور حاکم بننے کی خوابیں دیکھ رہے ہیں۔ ان الفاظ کے لکھنے والے کے دل کی کیفیت نہایت ہی ہولناک ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادیانیوں کی تکفیر کی مہم سر کر چکا ہے۔ اب وہ فاتح کی حیثیت سے گفتگو کر رہا ہے۔ اور اب اس کی تکفیرانہ پیشقدمی لاہوری احمدیوں پر ہے۔ اور وہ انہیں کفر کے نیزوں سے زخمی کر دینا چاہتا ہے اور اس کے جواز میں وہ ملاؤں کے پرانے حربے استعمال کرتے ہیں ذرا انہیں شرمانا کسی زمانہ میں سب ملا سنے یہ فتوے دیا تھا کہ سر سید احمد کافر ہے۔ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ نتیجہ یہ حالت ہماری اس ترقی یافتہ اور روشن خیال جماعت اسلامی کے موئیدین کی ہے قادیانی احمدی تو اس لئے کافر قرار دیئے گئے۔۔۔ کہ انہیں منکر ختم النبیین سمجھا جاتا ہے اور وہ حضرت مرزا صاحب کے منکرین کو کافر قرار دیتے تھے۔ لاہوری احمدیوں میں یہ دونو باتیں نہیں۔ وہ ختم نبوت کے اس حد تک قائل ہیں کہ وہ نہ تو کسی نبی کی بعثت کے قائل ہیں اور نہ ہی پرانے نبی کی آمد کو تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ الٹا وہ ان علماء مکذبین کو ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں کیونکہ یہ حضرات حضرت نبی کریم کی۔۔۔۔۔۔۔۔ نبوت کے ختم کی تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جانے کے بعد بھی ایک اسرائیلی نبی کے آنے کے منتظر ہیں۔ اور وہ دنیا کی اصلاح اور نجات کا سارا دارومدار اس آنے والے کی تلوار سے برپا کئے جانے والے جہاد پر رکھتے ہیں۔ جو سراسر غلط۔ قرآن شریف کے خلاف۔ اصول دین اسلام کے خلاف عقل سلیم کے خلاف۔ معرفت علوم دینیہ کے خلاف اور حقیقت اور صداقت کے خلاف ہے اور لاہوری جماعت اپنے مقتدا کی صریح تعلیم کے مطابق مجدد کے انکار کو کفر بھی نہیں سمجھتی۔ اب اس کو کافر کہنے کے لئے تو کوئی دینی جواز نہیں نکلتا تھا اور اسی لئے خود مودودی صاحب نے انہیں کافر نہیں کہا بلکہ علامہ اقبال بھی ان کو

کر کے انہیں منافق ضرور کہا ہے اور دلوں کے بھیدوں کو کسی آلہ غیب دانی سے معلوم کر کے انہیں منافق کی گالی دینے کی جسارت کی ہے۔ مگر کافر کہنے کی جرأت نہیں کی۔ اب "المنیر" کا مدیر کفر کا صغریٰ۔ کبریٰ یوں تجویز کرتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب چونکہ مدعی نبوت ہیں۔ اور یہ لوگ انہیں اپنا مقتدا سمجھتے ہیں، لہذا یہ بھی کافر ہیں۔ آہ! اس شخص کو تکفیر کی کس قدر تشنگی ہے کہ جان طلب ہوا جا رہا ہے اور ایک منٹ کے لئے یہ نہیں سوچتا کہ جس شخص کو یہ لوگ اپنا پیشوا تسلیم کر رہے ہیں اس کے متعلق ان کا اعتقاد یہ ہے جسے وہ گذشتہ پچاس سال سے بڑے زور وشور سے نشر کر رہے ہیں کہ وہ مدعی نبوت نہ تھا اگر دلیل کی منطق یوں ہی چلانی ہے تو پھر جو لوگ ان لاہوری کافروں کو مسلمان سمجھے گا وہ بھی تو دائرہ اسلام سے خارج تصور ہوگا۔ جب لاہوری بزعم "المنیر" ایک مدعی نبوت کو پیشوا سمجھ کر کافر ہو گئے تو جو ان کافروں کو مسلمان کہیگا اس کے اپنے اسلام کا کیا حال ہوگا۔ اور اس میں مؤخر الذکر گروہ کی اب بھی اس ملک میں اکثریت ہے۔ اس میں مولانا مودودی صاحب بھی شامل ہیں۔ اور ان کے سینکڑوں دیگر ہم خیال لوگ موجود ہیں۔ بلکہ ایسے پڑھے لکھے لوگوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو لاہوری احمدیوں کو نہ صرف مسلمان بلکہ اچھے کارکن سمجھتے ہیں۔ ان کے پیچھے نمازیں بھی ادا کر لیتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ ربانی تحریکوں کے مخالفین کا اصلی عناد اسی مامور سے ہوتا ہے جسے خدا بعثت کی خلعت عطا فرما کر دنیا میں بھیجتا ہے اس سے جس کسی کو دور کا بھی واسطہ ہوگا۔ مخالفین حق کو اس سے کدورت ہوگی۔ اسلام کی گذشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔

مولانا عبدالماجد صاحب اور مسئلہ کفر

ہمارے مکتوب نگار تو مولانا عبدالماجد مدیر صدق کے پیچھے اس لئے پڑے ہوئے ہیں کہ وہ احمدیوں کو کافر نہیں کہتے۔ اب وہ اس کوشش میں ہیں کہ ان کے اس اعتقاد کی انہیں قرار واقعی سزا دی جائے بلکہ مولانا عبدالماجد صاحب کے بار بار انکار کے باوجود چاہتے ہیں کہ انہیں احمدی ثابت کر دیا جائے اور پھر ان پر کفر کا فتوے لگا کر دل کی آگ بجھالی جائے۔ ہمارے سید تصدق حسین صاحب قادری نے کہیں صدق جدید میں ان مکتوب نگار صاحب کا کوئی خط پڑھا اور ازراہ ہمدردی انہیں ایک تبلیغی خط لکھدیا۔ اسی خط کے جواب میں یہ صاحب خامہ فرسائی کر رہے ہیں۔ یہ صاحب اسی خط کے شروع میں ایک نوٹ میں یوں رقمطراز ہیں :-

"صدق جدید کی مذکورہ اشاعت میں جناب عبدالماجد صاحب نے اتفاقاً ایک نجی مکتوب چھاپ دیا تھا۔ جو راقم کے اس استفسار پر مشتمل تھا کہ مدیر صدق عقیدہ کے اعتبار سے مرزا غلام احمد صاحب کے لاہوری معتقدین سے کوئی نسبت تو

نہیں رکھتے؟"

یہ درحقیقت مولانا کو مرعوب کرنے کی ایک کوشش تھی اور اس دہشت پسندی سے مدعا یہ تھا کہ مولانا ڈر کر احمدیوں کو کافر کہہ دیں گے۔ بعض کمزور طبع لوگ بدنامی کے ڈر سے اپنی پوزیشن یوں ہی کہہ دیتے ہیں کہ مخالفوں کی ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں مگر مولانا عبدالماجد تو اس قماش کے انسان نہیں ہیں۔ وہ کوئی گمنام شخصیت نہیں ہیں۔۔۔۔۔ ان سے ایک دنیا واقف ہے۔ تمام لوگ جانتے ہیں کہ وہ نہ صرف یہ کہ احمدی نہیں ہیں بلکہ احمدیوں کے مخالف ہیں۔ ان کے معتقدات پر سختی سے تنقید کرتے رہتے ہیں۔ ہاں انہیں اہل قبلہ ہونے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے یہ بات جماعت اسلامی کے شیدائی کو ناگوار ہے۔ اب یہ چاہتا ہے کہ مولانا کو احمدیت سے متہم کر کے ان کے ہمعصروں میں انہیں رسوا کرے۔ اب مولانا کے احمدی ہونے کی اس کے ہاتھ میں ایک نئی دلیل آگئی ہے اس خط کے آخر میں وہ یوں گل افشاں ہے :-

"آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ میرے لئے یہ انکشاف بڑی دلچسپی کا باعث ہوا ہے کہ آپ کو میرا پتہ جناب عبدالماجد صاحب کے اخبار صدق جدید ہی کی ایک گذشتہ اشاعت سے معلوم ہوا تھا بالفاظ دیگر میرا قیاس درست ثابت ہوا ہیں اب بھی اس ضمن میں ایک اور قیاس دوڑانے کی جسارت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ کہ آپ اخبار صدق جدید بغداد میں بطور خود ہی منگوا رہے ہوں گے اگر یہ درست ہے تو پھر بھی ہزاروں میل دور ایک غیر ملک میں مقیم ہونے کے باوجود آپ کا اس اخبار کو بطور خاص منگوانا خالی از علت نہیں ہوسکتا اور یہ کسی بہت ہی زبردست فکری اور ہم آہنگی کا مظہر قرار پاتا ہے پھر یہ بھی عموماً دیکھا ہے کہ آپ کی جماعت کے لوگ کسی غیر جماعتی پرچہ کو بطور خود منگوانے کے کبھی روادار نہیں ہوتے۔

بتائیں کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ جناب عبدالماجد صاحب دریابادی عقیدہ کے لحاظ سے آپ کی جماعت سے متعلق ہیں یا نہیں۔ واضح جواب کے لئے ممنون ہوں گا"

یہ صاحب چاہتے یہ ہیں کہ مدیر صدق کو جو احمدی نہیں ہیں لاہوری احمدی قرار دے دیا جائے اور لاہوری احمدیوں کو جو قادیانیوں کے مسائل کفر و اسلام و ختم نبوت میں مخالف ہیں۔ قادیانیوں کے ہم مسلک مشہور کر دیا جائے اور قادیانیوں کو اہل قبلہ و کلمہ گو ہونے کے باوجود دائرہ اسلام سے خارج کر دیا جائے۔ مگر خدا اور انصاف دونوں کے ہاں یہ طریقہ تقوے اور دیانت کے خلاف ہے۔ مدیر صدق جب احمدی نہیں ہیں تو انہیں احمدی نہیں کہا جا سکتا لاہوری احمدی۔ قادیانیوں کے ہمنوا نہیں ہیں۔ انہیں قادیانی

مسلک کا پیرو نہیں سمجھا جاسکتا اور قادیانی کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں۔ انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یہ سب نفس امارہ کی سرکشیاں اور طاقت کی شوخیاں ہیں۔ احمدی اقلیت میں ہیں ان پر غصہ جلدی آجاتا ہے۔ ویسے چاروں طرف کفر، شرک۔ الحاد، زندیقیت، بدعت۔ فسق و فجور کی آندھیاں چل رہی ہیں مگر ان کی طرف سے آنکھیں بند ہیں۔ احمدیوں کو گالیاں دینا فیشن ہوچکا ہے اور اس سے مذہبیت کی سند جلدی مل جاتی ہے۔

(۶) چھٹا الزام:۔ یہ صاحب اسی مضمون زیر بحث میں آگے چل کر یوں رقمطراز ہیں:۔

"ایک اور امر جس کی سمت میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ آپکی جماعت کی طرف سے جو تحریری اور زبانی تبلیغ کی جاتی ہے وہ الٹرو بیشتر مغالطہ آمیز باتوں پر ہی مشتمل ہوتی ہے آپ لوگ نہ تو کبھی اپنے عقیدہ کے متعلق کھلی بات کرتے ہیں اور نہ ہی عمل کے لحاظ سے کوئی واشگاف رویہ لے کر میدان میں آتے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ آپ کی دعوت عوام الناس پر کوئی اثر پیدا نہیں کرتی اور آپ کے معتقدین کا دائرہ بس چند امیر کبیر آدمیوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ جنہوں نے پہلے بھی اور اب بھی محض چند سیاسی و اقتصادی مصلحتوں کے ماتحت آپ کی دعوت کو قبول کیا ہے اور تاریخ عالم کی شہادت کے مطابق یہی اس طبقہ کا خاصہ بھی ہے ان حالات میں میں آپ کو صدق دل کے ساتھ یہ مشورہ دوں گا کہ اپنے مسلک کی تبلیغ کو مؤثر بنانے کی خاطر مذہب گوسفنداں کی بجائے کیش مرداں اختیار کیجئے اور اپنے عقاید کو پیچ در پیچ انداز میں پیش کرنے کی بجائے بالکل صاف اور منقح طریق سے سامنے لایئے"

نصیحت اور مشورہ کا شکریہ۔ کیا ۱۹۱۴ء سے لے کر اب تک کروڑوں صفحات ہم نے اپنے مسلک کی اشاعت و تبلیغ میں سیاہ کر ڈالے ہیں۔ ابھی تک اصل عقائد ہمارے نہاں خانۂ دل ہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا ہم تمام لاہوری احمدیوں نے مل کر کوئی ایسی سکیم تیار کی ہوئی ہے کہ اصل عقاید مستور رہیں اور فرضی عقاید کی تبلیغ ہوتی رہے۔ جو لوگ ہمارے ساتھ متفق ہوجاتے ہیں وہ کن عقاید کو تسلیم کر کے شمولیت اختیار کرتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کو کوئی ذہنی دقت پیش آرہی ہو اور ضمیر کی ملامت بیقرار کر رہی ہو کہ ہمارے شائع شدہ عقاید کی بنا پر آپ کی تکفیر کی تشنگی نہیں بجھ سکتی جب تک کہ ہم کفر یہ معتقدات کی پیروی اختیار نہ کریں اس لئے آپ ہمیں مشورہ دے رہے ہیں کہ ہم کھل کر اعلان کریں کہ معاذ اللہ نبی کریم صلعم خاتم النبیین نہیں ہیں۔ کیا پھر ہم خاتم النبیین اسکو کہہ دیں جس کا دور آپ کے اعتقاد کے مطابق سب سے آخر میں ہوگا۔ یعنی مسیح علیہ السلام۔ اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان کردیں کہ جو مسیح علیہ السلام کی دوبارہ بعثت بجسد عنصری کو تسلیم نہیں کرے گا وہ کافر ہوگا۔ افسوس کہ ہم ایسا نہیں کرسکتے یہ کیش مرداں آپ کو اور آپ کے ہم خیال علماء ہی کو مبارک ہو۔ ہم اپنے مذہب گوسفنداں پر ہی قانع ہیں۔ پہلا شر اور فساد کا مذہب ہے۔ دوسرا امن اور سلامتی کا۔ ہم نے کھول کھول کر اور واضح ترین اور واشگاف ترین انداز میں اپنا مسلک دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ہمارے سابق امیر حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک ضخیم کتاب "النبوۃ فی الاسلام" لکھ کر اپنے عقاید پر ایسی مفصل اور فیصلہ کن۔ واضح اور مبین بحث کر ڈالی ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ اور اب آپ کے تمام علماء ہماری اسی کتاب کے سرچشمہ سے ہی سیراب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ختم نبوت پر جو دلائل ہم نے دیئے ہیں۔ ان کی اب خوشہ چینی ہر طرف سے ہو رہی ہے۔ وفات مسیح کے جو دلائل ہم نے دیئے ہیں ان کے خلاف آپ کا کوئی عالم یا رہنما ایک لفظ تک لکھنے کی جرأت نہیں کرتا۔ ختم نبوت کے علمبردار ہم ہیں۔ مگر ہم فتنہ فساد اٹھانے والے نہیں۔ ہماری تحریرات نے ایک طرف قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہوا ہے۔ دوسری طرف .... آپ لوگوں پر اتمام حجت کر دیا ہوا ہے اور ختم نبوت کے حق میں ہم نے ایسے واضح اور روشن دلائل دیئے ہیں کہ قادیانیوں کے خلاف آپ لوگ ہمارے ہی تیار کئے ہوئے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدان میں اترتے ہیں۔ ؎

اڑالی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے
چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرز فغاں میری
اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہے داستاں میری

؎ گم گفتۂ عشق گبے صرف آشنا
آنہم حکائیت کہ از من شنیدۂ

مذہب گوسفنداں کیش مرداں

فاضل مکتوب نگار نے ہمیں گوسفند کا خطاب دیا ہے۔ ہم گوسفند کیوں ہیں؟ اس لئے کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اپنی نجات کا موجب جانتے ہیں اور جو اس کا قائل ہے۔ اسے اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں سے عناد نہیں رکھتے ان سے رشتہ اخوت قائم کئے ہوئے ہیں۔ انہیں اتفاق و اتحاد کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ ان کی باہمی تکفیر بازیوں۔ افترا پردازیوں۔ اشتعال انگیزیوں، اتہام طرازیوں۔ باطل نوازیوں۔ فتنہ پردازیوں، بے سبب ہنگامہ آرائیوں۔ اور کفر سازیوں میں ان کے ہم نوا نہیں ہوتے۔ مگر ان سے اخلاق سے پیش آتے ہیں ان سے محبت اور مودت رکھتے ہیں، معاشرہ میں قدم قدم پر ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ ہاں قبیح رسوم اور خلاف شریعت افعال سے مجتنب رہتے ہیں۔ ان کی خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں۔ اُن کے غموں اور صدموں میں ساتھ دیتے ہیں۔ ان سے ہی رشتے ناطے کرتے ہیں تم کہتے ہو کہ دولت مند لوگ مصلحت اندیش زمانہ ساز اور دنیا دار اور سیاست دان ہونے کی وجہ سے ہماری جماعت میں شامل ہوجاتے ہیں۔ یہ کیسی غلط اور حقائق کے خلاف بات کہہ دی۔ اگر ایسا ہوتا تو تمہارے سارے سیاستدان ہمارے ساتھ ہوتے۔ آج کشمیر کانفرنس میں جہاد کشمیر کو حرام قرار دیئے جانے والے مدعو کئے جا رہے ہیں۔ اور پاکستان کے تصور کو ایک غیر اسلامی نظریہ سمجھنے والے بطور مشیر بلائے جا رہے ہیں، مگر ہمیں تو کسی نے دعوت نہیں دی ہم میں تو کوئی بھی کسی سیاست کے معرکہ کا غازی نہیں۔ ہم میں سے تو کوئی بھی کسی قانون ساز مجلس کا ممبر نہیں۔ قادیانیوں کو تو تم نے کئی دفعہ انتخابات میں کامیاب کرادیا .... ظفراللہ خاں۔ اسداللہ خاں فتح محمد سیال، وغیرہ تمہارے ہی ووٹوں سے تمہارے نمائندے بن کر اسمبلیوں میں پہنچے تھے۔ ہم تو کبھی میدان سیاست کے شاہ سوار نہیں ہوئے۔ ہمیں یہ طعنے کیوں دیئے جا رہے ہیں۔ ہماری جماعت تو غریبوں مسکینوں، مفلسوں، بے کسوں کی جماعت ہے۔ ہاں بعض اصحاب غریبی کی حالت میں اس جماعت میں داخل ہوئے۔ خدا کے رستہ میں قربانیاں دیتے رہے۔ خدا نے انہیں غنی بھی کر دیا۔ اور وہ مالا مال بھی ہوئے۔ اگرچہ ثروت کے بعد ان میں سے بعض سست کام بھی ہوگئے اور بعض ابتک اس جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا مال صرف کر رہے ہیں۔ ہمارے ہاں نہ دولتمندی کوئی جرم ہے نہ افلاس کوئی گناہ۔ دولتمند دولت رکھ کر متقی رہ سکتا ہے اور غریب اپنی بیکسی میں بھی مخلص اور صالح ہوسکتا ہے ہاں تو مسلمانوں کے سامنے تو واقعی ہم گوسفند ہیں۔ کسی سے زیادتی نہیں کرتے۔ کسی کی دل آزاری نہیں کرتے کسی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے۔ اپنے بھائیوں میں ہم نرم رو ہیں۔ محبت کے جام میں الفت کی شراب پیش کرتے ہیں۔ مگر اغیار کے مقابلہ میں ہم شیر ہیں، ان کے خدا کو مردہ ثابت کرتے ہیں۔ انکے پادریوں اور مذہبی پیشواؤں، سیاسی قائدوں اور رہنماؤں کو دجال کہتے ہیں اور ان کے دجل۔ مکر و فریب کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دیتے ہیں، فرنگ کی قوموں کو نبی کریم صلعم کی بیان کردہ پیشگوئیوں کے مطابق یاجوج ماجوج سمجھتے ہیں اور ان کی متوقع تباہی اور بربادی کی بھی پیشگوئی کرتے ہیں اور دنیا کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور حیات نو اور غلبۂ قرآن کی نوید سناتے ہیں۔ ان کے مراکز میں بیٹھ کر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہیں۔ ہماری چند "گوسفندیں" انگلستان کے اندر ووکنگ میں ایک عظیم الشان اسلامی مرکز قائم کئے ہوئے ہیں۔ جہاں سے انوار قرآن کی تجلیاں تمام دنیا کو منور کر رہی ہیں۔ اور سارے عالم اسلامی کے اکابران گوسفندوں کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے ہیں۔ تمہارے سلاطین، تمہارے امرا، تمہارے سفراء، تمہارے سیاح، تمہارے سیاستدان سب اس مرکز اسلامی سے محبت کرتے اور اس کی زیارت کو سرمایۂ سعادت سمجھتے ہیں۔ کچھ "گوسفندیں" جرمنی کے دارالخلافہ برلن سے شمع اسلام

کو جلا کر وسط یورپ کو جگمگا رہی ہیں۔ ایک ایم لسے پاس کی بڑی گوسفند ہالینڈ میں بیٹھی قران کریم کی تفسیر شائع کرکے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کر رہی ہے۔ ہماری ایک "گوسفند" امریکہ میں مقیم ہو کر دین کی تبلیغ اور اسلام کی اشاعت میں مصروف ہے اور کیشِ مردان رکھنے والے مجاہد پاکستان میں بیٹھے ایک دوسرے کی تکفیر حکومت کی تذلیل اور دوسری تخریبی کارستانیوں میں مصروف ہیں مسلمانوں کے ہم گوسفند ہیں اور ہمیں فخر ہے کہ ہم اسلام کے بھیڑیے نہیں کہ ہمارے خون آشام ہاتھ اپنے ہی بھائی کی گردن کو کاٹ رہے ہوں۔ دشمنوں کے خلاف ہم شیر ہیں کہ ہم کفارہ اور مسیح ایسے باطل عقاید کو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہم منشائے الٰہی کے مطابق کر رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ۔ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

ترجمہ:— محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کفر کے مقابلہ میں سدِ سکندری ہیں مگر آپس میں سراپا رحمت و شفقت ہیں۔ یہی تو علامہ اقبال نے بھی کہا تھا کہ

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گذر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

ہمارے ہاں سیاسی مصلحت اندیشیاں کہاں۔ ہم تو ایک بدنام فرقہ ہیں۔ قادیانی بھی ہم سے ناراض، جماعت اسلامی بھی خفا۔ منکرین حدیث بھی بیزار۔ جو اٹھتا ہے قلم کے تیر ہم پر برسانے لگ جاتا ہے اور عوام میں ہر دلعزیز بن کر لیڈری کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ ہماری کمزوری۔ عددی قلت ان بزرگوں کے غصہ کو بھڑکا دیتی ہے۔ صحابہ کرام پر فسق و فجور کے الزامات لگانے والے محفوظ۔ فرقہ اسماعیلیہ قرآن کریم تک کو منسوخ قرار دے کر ان سے مصئون۔ ملک کے ملاحدہ و زنادیق ان کے دست برد سے پُر امن، خانقاہوں میں زنانِ بازاری کے مجرے سننے والے اور بزرگوں کے عرسوں پر طوائفت کے ناچ دیکھنے والے مومن۔ پیروں اور صوفیوں کے درباروں میں سجدے کرنے والے اور خدا کی چوکھٹوں سے برگشتہ ہو کر ان اربابًا من دون اللہ سے مرادیں مانگنے والے شیر اور ہم خدا واحد کے پرستار۔ محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین تسلیم کرنے والے اور تمام دنیا کے کلمہ گوؤں کو اپنا دینی بھائی خیال کرنے والے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر دنیا کے گوشہ گوشہ اور کناروں تک پہنچنے والے اور قرآن کا پیغام تمام اکنافِ عالم میں پہنچا دینے والے اور غلبۂ اسلام اور تفوق تعلیمات اسلام پر محکم یقین رکھنے والے گوسفند ہم نے کھول کھول کر اور نہایت مفصل طریق پر اپنا نقطۂ نگاہ اپنے بھائیوں کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ہم گذشتہ ستر برس سے تحریک احمدیت کے ماتحت اشاعت اسلام کے کام کو چلا رہے ہیں۔ اور نہ دنیا کا کوئی لالچ۔ کوئی خوف سیاست کا کوئی طمع اور اقتدار کی کوئی حرص ہمیں اپنے پروگرام سے ادھر ادھر نہیں کر سکی۔ ہمیں جماعت اسلامی سے انس ہے اس لئے کہ وہ اس ملک میں اسلامی آئین اور نفاذ شریعت کی آرزو مند ہے۔ وہ لوگوں کو تہذیب حاضرہ کی بظاہر چمکیلی مگر بباطن زہریلی تاثیر سے بچانا چاہتی ہے۔ کاش اس کوشش میں اس نے اعتدال کا دامن نہ چھوڑا ہوتا اور مذہبی مجانین پیدا کرنے کی بجائے مجاہدین اسلام پیدا کرتی اور دیگر مخلص اور سرگرم کارکنوں کی حوصلہ افزائی کرتی اور ان سے تعاون اور حسن سلوک سے پیش آتی۔ اسلام آزادئ رائے کا علمبردار ہے وہ اختلاف عقاید کو برداشت کرتا ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر کا سبق دیتا ہے لکم دینکم ولی دین کا منادی ہے لا اکراہ فی الدین اسی کا بخشا ہوا آزادی کا چارٹر ہے۔ ہمارے ہمعصر بیشک اقتات سے آنکھیں بند کر لیں۔ اور ہمیں عوام میں بدنام کر کے اپنے لئے محبوبیت اور ہر دلعزیزی کا مقام حاصل کر لیں۔ مگر آنے والا مورخ اس دور کی تاریخ لکھتے وقت بعض خطرناک حقائق کو قرطاس بیاض پر ثبت کرنے پر مجبور ہو گا مثلاً اسے اسلامی دنیا کی تمام تحریکات کی تفصیلات قلمبند کرنی ہوں گی۔ جہاں مسلمانوں کی مادی کمزوریاں اور ریشہ دوانیاں اور مائیگیاں منجر ہوں گی، وہاں اسلام کا روحانی پیغام اور اخلاقی برتری کی داستان بھی سنانی ہو گی اور اس ضمن میں یہ اعتراف کرنا ہو گا کہ بیسویں صدی میں انگریزی زبان کو تمام دنیا کی زبانوں پر فوقیت حاصل تھی اور وہ اہل علم کی نہایت مقبول زبان بن گئی تھی جو تمام دنیا میں بولی اور سمجھی جانے لگی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام یعنی قرآن کریم کے انگریزی ترجمے متعصب پادریوں کی طرف سے دنیا کو بہکانے کے لئے شائع ہو رہے تھے۔ تو پہلا مسلمان جس نے قرآن کریم کی عظمت اور فوقیت ظاہر کرنے کے لئے انگریزی میں تفسیر شائع کی۔ وہ نہ تو مصر کا کوئی علامہ تھا۔ نہ ٹرکی کا کوئی فاضل تھا۔ نہ ایران کا کوئی مجتہد تھا نہ ہندوستان کی جمعیۃ العلماء کا کوئی قائد۔ نہ دیوبندی تھا نہ بریلوی نہ اہل حدیث تھا نہ اہلِ قرآن کا کوئی پیرو یزدا۔ بلکہ مرزا غلام احمد کا ایک مرید تھا۔ جس کی تفسیر قرآن کریم کے مضامین کی تفہیم پر ایک اتھارٹی قرار پا گئی اور تمام علمی دنیا پر اسکی دھاک بیٹھ گئی۔ اسی طرح کفرستان یورپ میں مساجد تعمیر کر کے وہاں اللہ اکبر کی گونج پیدا کرنے والے صوفیان کرام یا مرشدانِ طریقت یا پیرانِ عظام یا مفتیان دین یا فقیہانِ ملت نہ تھے۔ بلکہ یہی بدنام جماعت تھی جس نے احمدی کہلا کر احمد کے جمال اور قرآن کے جلال سے دنیا کو جگمگا دیا۔ مورخ کو ان تمام حقائق کو لازماً رقم کرنا ہو گا اور یہ بھی اسے لکھنا ہو گا کہ ہمارے علماء احمدیوں کے تبلیغی کارناموں اور انکی بےنظیر کامیابیوں کو دیکھ کر تکفیر کے دانت پیستے اور فتاویٰ کے تیر چلاتے رہے۔ احمدیوں کا تیار کردہ بے پایاں لٹریچر ہی آخر اسلام کی بلندی اور قرآن کے غلبہ کا باعث بنے گا۔ مرتد کی سزا قتل، تبدیلی عقائد پر پھانسی دینے کی تعلیم۔ بلا نکاح لاتعداد لونڈیوں کو حرم میں ڈال لینے کی اجازت۔ اضطراری حالت میں متعہ تک کر لینے کا جواز۔ رسم غلامی کی تائید۔ بنوک شمشیر تعلیمات اسلامی کا پھیلانا۔ فروعات کی بناء پر تکفیر بازی۔ حدیث [illegible] مٹا یا بالکل احادیث کا انکار قرآن میں ناسخ و منسو[illegible] جیسے مسائل ہیں جنہیں آئندہ کا مورخ زیر بحث لائیگا اور احمدیت کے دامن کو ان تمام آلودگیوں سے پاک دکھائیگا۔ اس وقت لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی اور وہ دیکھیں گے کہ اس صدی میں رشد و ہدایت کی مسند پر بیٹھنے کا کون اہل تھا۔ اور حدیث مجدد کا کون مصداق تھا۔ ہمارے مسلمان بھائیو! باہمی تنازعوں میں وقت مت ضائع کرو۔ تمہارے بیرونی دشمن نہ طاقت میں کم ہیں نہ تعداد میں قلیل کہ تم اپنے اندر خانہ جنگی برپا کر رہے ہو۔ وقت ہے کہ تم سب متحد ہو جاؤ۔ اتفاق سے مخالفت کا مقابلہ کرو۔ تم خیر الامت ہو، دنیا کی اصلاح کا کام تمہارے ذمہ ہے یہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے جو صرف یقین محکم محنت اور استقامت سے سرانجام پا سکتا ہے۔ ہم تو اپنے معدود ہے پھر اس کام کو کر رہے ہیں اگر قوم کی طاقت مجتمع ہو کر اشاعت اسلام کے فریضہ کو سرانجام دینے لگ جائے تو تمام دنیا بقعۂ نور بن سکے گی۔ اور تعلیمات اسلامی آناً فاناً تمام اکنافِ عالم میں پھیل جائیں گی۔ اور اسلام دنیا کے افق پر پھر آفتاب عالمتاب بن کر چمکنے لگے گا اور دنیا پر امن و سلامتی، محبت و آشتی کی برکات نازل ہونی شروع ہو جائیں گی۔ آؤ اپنی صفوں کو دوبارہ آراستہ کریں۔ اسلام کے سپاہی بن کر اسلام کی لڑائیاں لڑیں ذاتی مخاصمات اور باہمی رنجشیں دور کریں، بنیانٌ مرصوص بن کر کفر کی افواج کا مقابلہ کریں۔ مسلمانوں کے لئے کرنے کے بہتیرے کام ہیں۔

جماعت اسلامی کو ابھی اقتدار کی گدیوں اور اسمبلی کی سیٹوں کی خوابیں بہت دیکھنی چاہئیں۔ قوم کا تمام کردار داغدار ہے۔ ہمارے تمام شعبوں میں ابتری پھیلی ہوئی ہے، ہمارے دفاتر میں بددیانتی ہے ہمارے تجار دغا باز ہیں، ہمارے علمی حلقے غیر ذمہ دار ہیں، ہماری شہری آبادی ادب و نظم سے مبرا ہے، ہمارے دیہاتی غارت گری، ڈاکہ زنی قتل اور دیگر شنیع افعال کے مرتکب ہو رہے ہیں، ہمارے ہاں انصاف بہت گراں ہے، سفارشوں کا سلسلہ لامتناہی چلتا ہے الغرض ہماری تمام انفرادی زندگی عیب دار ہے ہمارے اجتماعات بے منزل اور بے مقصد ہیں، ہمارے علماء فروعات میں مگن اصولوں سے ناواقف ہیں۔ قوم کے کیرکٹر کی پہلے تعمیر کیجئے پھر حکومت اور بادشاہت بھی آپ کو میسر آ جائے گی۔ ہماری جماعت سے انصاف کیجئے تاکہ آپ کے مخالفین آپ سے انصاف کریں۔ اللہ تعالیٰ۔ آپ کو۔ ہم کو اور ہمارے دیگر مسلمان بھائیوں کو نیکی کی توفیق بخشے اور ہمیں باہم متفق اور متحد کر دے۔ ہماری تو اسی جماعت کے متعلق یہ دعا ہے کہ

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا
وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

پیغام صلح مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۵ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۲۴۴

۲۶۳
از دفتر اخبار پیغام صلح لاہور
بخدمت جناب منشی محمد حسین صاحب قریشی
اہلمد رجسٹری دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر
جھنگ
P.O. Jhang

جلد ۴۴ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۵۵ء | ۴۹

جلسہ سالانہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد گرامی

اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھیگا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہونگے۔ ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کیلئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں، کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کیلئے تیار ہو رہے ہیں...... سو بھائیو یقین سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونیوالی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائیگی، خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ ہرجوں کی پرواہ نہ کریں خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلاء کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کیلئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہیگا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کا انکار کرنیوالے باقی رہیں گے نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانیوالے اور اللہ تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دیگا وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحا پاتے رہے یہ ہو گا ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔ بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کیلئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرماوے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہ ان پر کھول دے۔ اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو، اے خدا! اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت و طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔

اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء

مکتوبِ ووکنگ (انگلستان)

لندن میں عید میلاد النبی صلعم کے جلسے

میتھوڈسٹ چرچ میں تقریر اور اسلامی تعلیم کے اثرات

مسلمانوں کا کردار کئی انگریزوں کو اسلام میں شامل ہونے سے روکتا ہے!

{اقبال احمد صاحب ووکنگ انگلستان}

۴ر نومبر کو لندن کے مشہور کیکسٹن ہال CAXTON HALL میں مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹن نے اپنی روایتی شان و شوکت کے ساتھ عید میلاد النبی منائی، تقریباً دوسو افراد اس جلسہ میں شامل ہوئے۔ اس جلسہ میں سفیر سعودی عرب، سفیر اردن اور سفیر پاکستان اور ملایا کے ہائی کمشنر نے بھی شمولیت کی۔ جلسہ کی صدارت عثمان بن محمد ہائی کمشنر ملایا نے کی۔ مسٹر ہاشم سائرک (یوگوسلاویہ کے ایک مسلمان) نے بڑی خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ قرآن کریم کے اس حصہ کا انگریزی ترجمہ میجر فارمر چیئرمین مسلم سوسائٹی نے سنایا۔ اس کے بعد ٹرینیڈاڈ کی ایک خاتون مس چینئمر علی نے .... انگریزی میں ایک دعا پڑھی۔ اور اس کے بعد صاحب صدر نے تقریر کی۔

صاحب صدر کی تقریر

آپ نے فرمایا:—

"مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹن نے آج کے جلسہ کی صدارت کا فریضہ میرے سپرد کر کے مجھے بہت عزت بخشی ہے۔ آج دنیا کے مختلف گوشوں میں مسلمان عید میلاد النبی منا رہے ہیں۔ اس تقریب کو مختلف طریقوں پر منایا جاتا ہے۔ بعض قرآن خوانی کرتے ہیں اور بعض وعظ کا انتظام کرتے ہیں۔ مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹن اس تقریب کو اس جلسہ کی صورت میں منا رہی ہے۔ اور آج آپ کے سامنے بیگم شائستہ اکرام اللہ (اہلیہ محترمہ سفیر پاکستان) رسول اکرم صلعم کی زندگی کے کچھ پہلو بیان کریں گی اور ڈاکٹر ایم۔ جنگ رسول اکرم کا عالمی پیغام" آپ کو سنائیں گے۔

ڈاکٹر جنگ کا بیان

ڈاکٹر ایم جنگ نے فرمایا:—

انگلستان کے متعلق درست طور پر کہا جاتا ہے کہ یہاں جمہوریت نے جنم پایا۔ جب ہم اس ملک کی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کی طرز حکومت میں اس نقطہ نگاہ کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ زمین پر حکومت انسانوں کی ہے، اسلامی نظریہ یہ ہے کہ زمین پر حکومت (Sovereignty) خدا کی ہے۔ اس اسلامی نقطہ نظر کے نتیجہ میں مسلمان حکمرانوں کا عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسری حکومتوں کے ساتھ بھائی چارہ اور مساوات کی بنیادوں پر تعلقات کو قائم کرتے ہیں۔ دوسری طرف مغربی اقوام کمزور کو EXPLOIT کرتے ہیں اور اپنے عمل سے یہ ثابت کرتے کہ وہ انسانی مساوات کے قائل نہیں۔ حال ہی میں انگلستان کی کنزرویٹو پارٹی کا سالانہ جلسہ ہوا اور اس میں بہت سوچ بچار کے بعد یہ طے پایا کہ فی زمانہ اگر کوئی صنعتی ملک زندہ رہنا چاہتا ہے تو اس کے لئے لائحہ عمل یہی ہے کہ وہ باقی ملکوں کے ساتھ اشتراک عمل کرے اور اس کے نفع نقصان میں حصہ دار ہو۔ مغربی دنیا اس نتیجہ پر آج پہنچی ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا کو یہی تعلیم دی تھی۔

آپ نے فرمایا:—

"اسلام نے مذہب میں زندگی کی روح پھونکی۔ رسول اللہ صلعم نے اپنے ماننے والوں کو درویش اور راہب نہیں بنایا۔ بلکہ ایک باعمل قوم بنایا ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں درخشاں ستارے بن کر چمکے۔ یہ وہ سب سے بڑا کام ہے جو رسول اکرم صلعم نے کیا۔ اسلام سے پہلے مذہب بے جان تھا۔ انہوں نے مذہبی تصور میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا اور اسے ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔

بیگم شائستہ اکرام اللہ کی تقریر

بیگم شائستہ اکرام اللہ ایک بہت مؤثر مقررہ ہیں۔ انہیں انگریزی زبان پر بہت عبور حاصل ہے۔ اور پاکستان کے لوگ ان کی علمی قابلیت پر فخر کر سکتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔

"آج میں اس موضوع پر خطاب کر رہی ہوں جس کے لئے کاش میرے اندر زیادہ اہلیت اور علم ہوتا۔ لیکن .... اگر ہوتا بھی تو میں رسول اکرم کی شخصیت کو صحیح طور پر شاید پیش نہ کر سکتی، وہ شخصیت جس نے گذشتہ کئی صدیوں سے نہ صرف اپنے ماننے والوں سے بلکہ اپنے حریفوں سے بھی خراج تحسین وصول کیا ہے۔ رسول کریم صلعم .... کی بڑائی اس بات میں مضمر ہے کہ وہ ہم اور آپ جیسے انسان تھے۔ ان کے پاس کوئی فوق الفطرت طاقت نہیں تھی بار بار انہوں نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں میرا پیغام الہامی ہے لیکن لیکن میں تو تمہاری طرح کا ایک عاجز بندہ ہوں ......"

آپ نے فرمایا" رسول اکرم صلعم نے دنیا کے سامنے عفو کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ آج تک اس کی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے ہندہ جیسی خونخوار عورت کو معاف کر دیا جس نے ان کے چچا کے کلیجہ اور پھیپھڑا کو کچا چبا لیا تھا ...."

آپ نے بتایا کہ رسول کریم صلعم کا زرّیں نمونہ ہمارے سامنے ہے آج دنیا ان کی تعلیمات کو تسلیم کرنے کو تیار بیٹھی ہے۔ اور اس وقت کا انتظار کر رہی ہے جبکہ مسلمان رسول اکرم صلعم کی تعلیمات کو لے کر دنیا میں نکلیں اور اس طرح انسانیت کو گمراہی سے بچائیں۔"

اپنی تقریر میں بیگم شائستہ اکرام اللہ نے علامہ اقبال کے اشعار معہ ترجمہ کے سنا کر حاضرین کو بہت محظوظ کیا۔ اور بھی کئی ایک عید میلاد النبی کے جلسے لندن میں مسلمانوں کی دوسری تنظیموں کے ماتحت ہوئے لیکن سب سے کامیاب جلسہ یہی تھا۔

لف برو میں تقریر

اس سے پہلے ۲۹ر اکتوبر کو راقم الحروف ...... Loughborough عید میلاد النبی کے جلسہ میں تقریر کے لئے گیا۔ رسول اکرم کی تعلیمات کو بیان کرنے کے بعد میں نے انگلستان کے مشہور فلسفی برٹرنڈ رسل کی حالیہ تقریر کا حوالہ پڑھ کر سنایا جس میں اس نے کہا تھا کہ "موجودہ تہذیب کی جڑیں کھوکھلی ہو گئی ہیں لوگ دل سے امن کے قائل نہیں ہیں۔ صرف ڈر اور خوف کی وجہ سے امن کا نام لیتے ہیں۔"

میں نے کہا دنیا کے مفکر اب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دنیا اس وقت تباہی کے گڑھے پر کھڑی ہے اور اس کو بچانے کی کوئی صورت کرنی چاہیئے۔ رسول کریم صلعم کی صرف ایک تعلیم ساری دنیا میں امن قائم کر سکتی ہے اور وہ یہ کہ تمام نسلِ انسانی ایک برادری ہے، اگر دنیا اس بات کو تسلیم کر لے تو قوموں کی باہمی نفرت اور رنجشیں دور ہو سکتی ہیں اور دنیا امن کا زمانہ دیکھ سکے گی۔

میتھوڈسٹ چرچ میں میری تقریر

۱۴ر نومبر کو راقم الحروف نے لندن کے میتھوڈسٹ چرچ کے ایک ہال میں انٹرنیشنل فیلوشپ آف میتھوڈسٹس کو خطاب کیا۔ اس تنظیم کے صدر سے لندن کے ایک اسٹیشن پر ملاقات کا وقت مقرر ہوا تھا۔ ان کے ساتھ برما کے ایک میتھوڈسٹ مبلغ بھی تھے۔ جائے مقررہ سے ہم ایک ہوٹل میں کھانے کے لئے گئے۔ جلسہ رات کو ۸ بجے ہونا تھا۔ ۷ بجے ہم کھانا کھانے گئے وقت کافی تھا اس لئے گفتگو ہوتی رہی دوران گفتگو میں میں نے کہا "اسلام رواداری اور مساوات کی تعلیم دیتا ہے" ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ ہاں ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ اسی لئے ہم نے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے ہاں بلانا شروع کیا ہے۔ اسی سلسلے میں آپ کو بھی ہم نے بلایا ہے۔ دوسرے صاحب بولے سچی بات یہ ہے کہ ہمارا مذہب اس چیز کی اجازت نہیں دیتا اور ہم نے اپنے مذہبی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آپ کو یہاں بلایا ہے۔ میں نے کہا یہی اسلام اور عیسائیت میں فرق ہے۔

اس کے بعد میں نے ان کے گرجے میں جا کر تقریر کی۔ تقریر میں میں نے انہیں کہا کہ "آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں کوئی غیر آدمی ہوں۔ میں بھی عیسائی ہوں۔ میرا مذہب مجھ سے یہ مطالبہ

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

اصلاح خلق اور سیاسی اقتدار

اصلاح خلق اور اعلائے کلمۃ اللہ کا کام جس قربانی و ایثار، تحمل و رواداری اور حسن اخلاق کا متقاضی ہے وہ انبیائے کرام بالخصوص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد آئمہ اسلام کے طرز عمل سے ظاہر ہے، جس غربت کی حالت میں انہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کا کام شروع کیا اور ہر قسم کے دکھ اٹھا کر، قربانیاں دے کر، مصیبتیں سہہ کر اس کام کو کرتے چلے گئے تاریخ عالم کے صفحات ان سے روشن ہیں کہیں اور کہیں نظر نہیں آتا کہ انہوں نے اصلاح خلق کے کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے سیاسی اقتدار کے حصول کی کوشش کی ہو، بلکہ اگر انہیں حکومت اور مال و زر پیش کیا گیا تو انہوں نے پائے استحقار سے ٹھکرا دیا اور محض اپنے عملی نمونہ اور حسن اخلاق کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔

اس کے خلاف جماعت اسلامی کے قائد مودودی صاحب کا نظریہ جس کا ذکر انہوں نے بارہا اپنے لٹریچر میں کیا ہے اور حال میں کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے پھر اسے دہرایا ہے یہ ہے کہ عوام کی اصلاح کے لئے اقتدار کا حصول ضروری چیز ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ مودودی صاحب کو اس میں کیا مصلحت نظر آتی ہے، سوائے اس کے کہ اس بہانہ سے اقتدار کی کرسی حاصل کرنا کا جواز پیدا کر سکیں ورنہ تو کوئی ایسی معقول وجہ نظر نہیں آتی جو اس نظریہ کی موید ہو، یہ تو ایک طرح دشمنان اسلام کے اس اعتراض کی تائید ہے جس میں وہ اسلام پر بزور شمشیر پھیلنے کا الزام لگاتے ہیں اگر فی الواقعہ اصلاح خلق اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اقتدار کا حصول ضروری ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ جبر و تعدی کے بغیر نہ تو عوام کی اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ اعلائے کلمۃ اللہ کیا جا سکتا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ مخالفین اسلام کے خیال کے مطابق اسلام کی اشاعت و ترقی کا جو کام دنیا میں ہوا اور اصلاح عالم کا جو کام اس کے ذریعہ سے سرانجام پایا وہ محض جبر و تعدی اور تیغ زنی کا نتیجہ تھا، تعجب ہے ایک طرف مودودی صاحب اسلام سے مرتد ہو جانے والوں کی سزا قتل قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف اسلام میں داخلہ یا اسلامی زندگی پیدا کرنے کے لئے بھی جبر و تعدی ہی کو ضروری ٹھیراتے ہیں، گویا اسلام محض جبر و تعدی کا مذہب ہے اور اس کا یہ اعلان کہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن محض الفاظ ہیں جن کا کوئی مطلب نہیں۔

ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو کسی مخالفت سے اس کے عقیدہ کے خلاف کوئی ناواجب اور غلط خیال منسوب کریں نہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مودودی صاحب فی الواقعہ اسلام کے بزور شمشیر پھیلنے کے قائل ہیں، لیکن ہمیں سمجھایا جائے کہ اگر فی الواقعہ اصلاح خلق یا اشاعت اسلام کے لئے حصول اقتدار ضروری ہے۔ تو اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ حصول اقتدار کے بعد وہ جبر و تعدی سے اسلام کو پھیلائیں یا لوگوں کی اصلاح وعظ و تلقین، حسن اخلاق اور پاکیزہ نمونہ کی بجائے ڈنڈے کے زور سے کی جائے، اگر فی الواقعہ ان کا یہی عقیدہ ہے تو بہ الفاظ دیگر یہ کہنا چاہیئے کہ اسلام کے اندر ایسی قوت اور جذب و کشش انہیں نظر نہیں آتی کہ وہ اپنے ذاتی محاسن اور اعلیٰ اور پاکیزہ اصولوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر سکے، نہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے اندر ایسی روحانی اور اخلاقی قوت پائی جاتی ہے جس کے ذریعہ سے مصلحین عالم دوسروں کو متاثر کیا کرتے تھے۔

اگر مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے اندر ایسی قوت جذب و کشش موجود ہوتی کہ وہ اپنے ذاتی کردار اور وعظ و تلقین کے ذریعہ سے عوام کی اصلاح کا کام کر سکتے اور اسلام کے متعلق انہیں یقین ہوتا کہ اس کے ذاتی محاسن اور پاکیزہ اصول کسی جبر و تعدی کے بغیر دنیا کو اپنا قائل کر سکتے ہیں تو وہ کبھی اصلاح عالم اور اشاعت دین کے لئے حصول اقتدار کو ضروری نہ ٹھیراتے، بلکہ ان تمام سیاسی سرگرمیوں سے الگ ہو کر جن میں اقتدار کی کرسی حاصل کرنے کے لئے اس وقت منہمک ہیں، محض اشاعت دین اور اصلاح خلق کے کام میں لگ جاتے، جیسا کہ جماعت احمدیہ اپنے امام کی ہدایت کے ماتحت اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں منہمک ہے۔

جماعت احمدیہ اور جماعت اسلامی کے مابین سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ جماعت احمدیہ اس بات کی قائل ہے کہ اسلام محض اپنے ذاتی محاسن اور اعلیٰ اور پاکیزہ اصولوں کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلا اور آج بھی یہی اعلیٰ اور پاکیزہ اصول اس کی ترقی و اشاعت کا ذریعہ ہیں، اور نہ کوئی فلسفہ، کوئی مادی تہذیب یا مذہبی و سیاسی نظریہ اس کا بطلان نہیں کر سکتا بلکہ مقابلہ کے وقت اسلام ہی دلوں کو متاثر کرنے اور اپنی طرف کھینچنے کا موجب ہوگا اور اس کے لئے کسی طاقت، کسی اقتدار یا جبر و تعدی کی ضرورت نہ پہلے پیش آئی نہ آئندہ آئے گی، ایسا ہی عوام کی اصلاح کا کام نہ پہلے کبھی اقتدار یا جبر و تعدی کا محتاج تھا اور نہ آج ہو سکتا ہے۔ اسلام ہی کو اگر صحیح رنگ میں عوام کے سامنے لایا جائے اور اس کے پیش کرنے والے خود اس پر کاربند ہوں جیسے پہلے مصلحین کا عمل رہا ہے تو یہی عوام کی اصلاح کا حقیقی ذریعہ ہے۔

حضرت امام وقت کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے اسلام کی معقولیت اور حقانیت کا سکہ اس کے ذاتی محاسن اور دلائل و براہین کے ذریعہ سے دلوں پہ بٹھایا اور جبر و تعدی کے خیال کو جو ملاؤں نے دنیا میں پھیلا رکھا تھا حرف غلط کی طرح مٹا کر دنیا کی توجہ کو اس کی طرف پھیر دیا، افسوس ہے کہ مودودی صاحب اور جماعت اسلامی اصلاح کے لئے حصول اقتدار کو ضروری ٹھیرا کر آج پھر اسی الزام کو اسلام کے سر تھوپ رہے ہیں جو مخالفین اسلام لگاتے آتے ہیں، انہیں اگر حصول اقتدار کی خواہش ہے جیسا کہ ان کے بیانات اور سرگرمیوں سے نظر آ رہا ہے تو انہیں چاہیئے کہ مذہب یا اصلاح خلق کے کام کو آڑ بنانا چھوڑ دیں اور جیسے اور سیاسی جماعتیں حصول اقتدار کے لئے کوشاں ہیں وہ بھی مذہب کا لبادہ اتار کر میدان سیاست میں کود پڑیں۔

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

نقد و نظر

اللہ کی باتیں

مصنفہ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی۔ شائع کردہ حالی بکڈپو۔ بلڈنگ ۱۸ رام گلی ۳ لاہور۔ قیمت ساڑھے دس آنے

یہ سو صفحہ کی کتاب جس میں بچوں اور نوجوانوں کے لئے قرآن شریف کی اخلاقی نصیحتیں اس کے چھوٹے چھوٹے جملوں کی صورت میں مختلف عنوانات کے ماتحت جمع کر دی گئی ہیں، اس قابل ہے کہ ہر گھر میں ہر پڑھے لکھے بچے اور نوجوان مرد و عورت کے ہاتھ میں ہو اور وہ اسے ہر وقت اپنے مطالعہ میں رکھے کتاب کے ہر صفحہ پر کسی نہ کسی اخلاقی امر کے متعلق قرآن کریم کا ایک ایک جملہ دے کر نیچے اس کا ترجمہ اور تھوڑی سی تشریح کی گئی ہے۔ مثلاً ایک عنوان ہے "صبر اور معافی کی فضیلت" اس کے نیچے قرآن کریم کا ایک جملہ دیا گیا ہے وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اس کے نیچے یہ ترجمہ ہے "جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے" اور پھر اس کے نیچے تھوڑی سی تشریح ہے اسی طرح اگلے صفحہ کا عنوان ہے "رفتار میں میانہ روی" اسی عنوان کے ماتحت قرآن کریم کے یہ الفاظ ہیں وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ اور پھر نیچے ترجمہ ہے "اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرو" اور اس ترجمہ کے نیچے تشریح ہے:-

"راستہ یا بازار میں جب چلو تو اس طرح چلو کہ اس سے تکبر اور غرور ظاہر نہ ہو بلکہ تواضع اور خاکساری ظاہر ہو، تن کر اور اکڑ کر چلنا یا شیخی اور غرور کے ساتھ قدم اٹھانا خدا کے نزدیک بری بات ہے اس آیت کا یہ بھی مطلب ہے کہ گھبراہٹ کے ساتھ نہایت جلدی جلدی چلنا ٹھیک نہیں، بیشک آدمی تیز قدم چلے مگر وقار اور سنجیدگی کے ساتھ"

اسی طرح ہر صفحہ پر مختلف عنوانات کے ماتحت قرآن کریم کے مختلف اخلاقی

عزیز بخش نمبر

حضرت مولٰنا عزیز بخش صاحب کی وفات جس کا ذکر گذشتہ اشاعت میں آچکا ہے ایک ایسا عظیم قومی حادثہ ہے جس کی تلافی مشکل ہی نہیں ناممکن نظر آتی ہے، ایسے پاکیزہ صفت انسان، ایسا عزم صمیم رکھنے والے ان تھک مجاہد دین، جو عالم شباب میں سرکاری ملازمت میں منسلک ہونے کے باوجود اپنے علم و عمل سے ایک سرگرم مبلغ کا کام کرتے رہے، اور عالم پیری میں بھی اپنے آرام و آسائش کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خدمت دین اور خدمت خلق میں مصروف رہے اور گریجوایٹ ہونے کے باوجود ساری عمر تہذیب حاضرہ سے کوسوں دُور اور مادی دنیا سے نفور رہ کر ایک درویشانہ زندگی کا مرقع پیش کرتے رہے روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ ایسے بزرگوں کا اُٹھ جانا موت العالم موت العالم کا مصداق ہے اور ان کے حالات و اعمال اور گفتار و کردار کا تذکرہ دلوں میں ایک زندگی کی لہر دوڑانے اور رُوحانیت کا جذبہ پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی تحریص و ترغیب دلا سکتا ہے اس لئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ پیغام صلح کا ۲۱ر دسمبر کا شیوع عزیز بخش نمبر کے نام سے معنون کیا جائے جس میں حضرت مولٰنا مرحوم کے حالات زندگی ان کے پاک کردار اور مجاہدات دینی کو بالتفصیل بیان کیا جائے۔

اس سلسلہ میں بعض دوستوں کے مضامین اور کئی ایک تعزیتی خطوط اور ریزولیوشنز ہمیں پہنچ چکے ہیں، جو سب کے سب اس نمبر میں شائع ہوں گے، اور بھی جو دوست حضرت مولٰنا کے متعلق کچھ لکھنا چاہیں وہ زیادہ سے زیادہ ۱۲ر دسمبر تک لکھ کر ہمیں بھیجدیں، اس کے بعد آیا ہوا کوئی مضمون اس خاص نمبر میں درج ہونا مشکل ہوگا۔

امید ہے وہ تمام اصحاب جنہیں حضرت مولٰنا سے میل ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے اس طرف خاص توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

جلسہ سالانہ کی ضروریات

ماہ نومبر ۱۹۵۵ء میں احباب جماعت کو فرداً فرداً اور تمام جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں لکھا گیا تھا کہ وہ اخراجات جلسہ کے لئے نہ صرف خود چندہ دیں بلکہ دوسروں سے بھی رقوم فراہم کر کے بہت جلد ارسال کریں تاکہ جلسہ کے لئے ضروری انتظامات کئے جا سکیں اس سلسلہ میں بعض دوستوں نے مطلوبہ رقوم بھیجدی ہیں لیکن اکثر احباب ابھی تک خاموش ہیں ان سب دوستوں سے التماس ہے کہ اپنی اولین فرصت میں اس طرف توجہ فرمائیں اور ۱۵ر دسمبر ۱۹۵۵ء سے قبل جلسہ فنڈ کی تمام رقوم محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر بھیجکر عنداللہ ماجور ہوں۔

اخبار احمدیہ

جلسہ سالانہ قریب آرہا ہے، مرکز میں اس کے لئے خاص تیاریاں اور انتظامات کئے جارہے ہیں، امید ہے جلسہ کا پروگرام آئندہ اشاعت میں درج ہو سکے گا، باہر سے آنیوالے احباب کے خطوط بھی آنے شروع ہو گئے ہیں، امید ہے سب دوست ۲۵ر دسمبر سے پہلے اور خواتین ۲۴ر دسمبر سے پہلے مرکز میں پہنچ جائیں گی اور خواتین کی دستکاریاں بھی انعقاد جلسہ سے پہلے مرکز میں آجائیں گی تاکہ ان کی قیمتیں مقرر کر کے نمائش میں رکھی جا سکیں۔

کامیابی - چوہدری دوست محمد صاحب مرحوم ومغفور کے صاحبزادہ اعجاز احمد قمر بی ایس سی (ایگریکلچر) ہیں ۴۲۶ نمبر لیکر پنجاب یونیورسٹی میں تھرڈ آئے ہیں، گذشتہ سال بی ایس سی ایگریکلچر پارٹ اول میں ...

درخواست دعا - ملک کرم الٰہی صاحب کوچہ چابک سواراں لاہور لکھتے ہیں کہ ان کا جوان سال بیٹا محمد سعید بعارضہ ٹائیفائڈ بیمار ہے، احباب کرام اس کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ایک دیو کہ باز حاجی - جھنگ گھیانہ سے مولوی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں کہ قوم اوڈ سے تعلق رکھنے والے ایک حاجی صاحب جو اچھے باریش آدمی ہیں اور قرآن خوش الحانی سے پڑھتے ہیں، یہ ظاہر کر کے کہ وہ بیعت شدہ احمدی ہیں ایک دو رات میرے پاس رہے، پھر جاتے ہوئے کمبل مانگا اور کہا کہ واپس کر دوں گا، کمبل کی بجائے دہتی دی گئی لیکن ۱۳ر نومبر کا گیا ہوا وہ ابھی تک واپس نہیں آیا، احباب نگاہ رکھیں کہ ایسا شخص کسی اور دوست کے لئے نقصان کا موجب ہو۔

ضرورت ملازمت - خیرپور میرس سے سعید احمد صاحب احمدی لکھتے ہیں کہ میں تین ماہ سے بیکار ہوں، میری تعلیم ایف اے ہے دفتری کام کا کافی تجربہ ہے کسی ٹیکسٹائل مل میں اگر ملازمت مل سکے تو باعث ممنونیت ہوگا، پتہ یہ ہے:- معرفت نفیر ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ گمبٹ ضلع خیرپور میرس (مغربی پاکستان)

ضرورت رشتہ

ایک مرحوم احمدی دوست کی ۳۶-۳۷ سالہ لڑکی ...... جو پہلے خاوند سے اس کے مفقود الخبر ہونے کی وجہ سے گلو خلاصی کرا چکی ہے کسی نیک اور متدین باروزگار احمدی سے نکاح ثانی کی خواہشمند ہے تاکہ اس کی بقایا عمر آرام سے گذرے، خاتون موصوفہ کی صرف ایک لڑکی ہے جس کی شادی ہو چکی ہوئی ہے - ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کی جائے:- م - ع - معرفت ایڈیٹر پیغام صلح - لاہور

مُسلمان کی پیدائش کی غرض

خُدا کی فرمانبرداری اور مخلوقِ خُدا کی خدمت

جلسہ سالانہ میں شمولیت ہر احمدی کا فرض ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ دسمبر ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا ...... فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ...... (الحج رکوع ۱۰)

مُسلمان کی پیدائش کا مقصد

اس رکوع میں مسلمانوں کے لئے ایک تلقین ہے وہ تلقین یہ ہے کہ مسلمان دنیا کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، وہ اپنے نفس کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، دنیا کی بھلائی کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی جان اور مال کی قربانی کرے جانور بے شک کھانا پینا اور اپنے بچوں کے لئے گھونسلے بنانا ہی جانتے ہیں، لیکن انسان اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ اپنی ذات اور اپنی اولاد کے لئے ہی سب کچھ کرے، مسلمان کو خدمتِ دین اور خدمت مخلوق کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

شرک اور بُت پرستی کی مذمت کیوں کی جاتی ہے

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے دو باتیں اسے بتائی گئی ہیں، ایک یہ کہ مسلمان موحد ہوتا ہے نہ کسی پیغمبر کی وہ پرستش کرتا ہے نہ کسی خلیفہ یا گدی نشین کی، ان کو اربابًا من دون اللہ بنانا مسلمان کا شعار نہیں، مسلمان موحد ہوتا ہے اسے سمجھنا چاہیئے کہ جب تک تمام شرکوں سے پاک نہیں ہو جاتا، وہ سچا مسلمان نہیں ہو سکتا، لیکن ایک پڑھا لکھا آدمی کہتا ہے کہ یہ کیا رات دن شرک اور بُت پرستی کی مذمت ہو رہی ہے، اس سے کیا حاصل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ تمہاری بُت پرستی اور مختلف قسم کے شرک سے ہمارا تو کچھ نہیں بگڑتا، انسان ہی کا سب کچھ بگڑ جاتا ہے یہ تدبیریں اس کی خدمت اور فائدہ کے لئے بیان کی گئی ہیں، ان کو خدا بنا کر وہ ان کے فائدہ سے محروم رہتا ہے! وہ نہایت پست جذبات اس کے اندر نشوونما پاتے ہیں، اس لئے آج بھی توحید کی تعلیم اور بُت پرستی کی مذمت کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح سے آج سے چودہ سو سال پہلے تھی۔

ہندوستان اور یورپ کے تعلیم یافتہ لوگوں کی بُت پرستی

ہندوستان میں اس وقت بھی ایسے پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں، جو بُت پرستی کی پست ذہنیت میں مبتلا ہیں، اور تو اور ہندوستان کے موجودہ صدر راجندر بابو جیسے بڑے بڑے تعلیم یافتہ آدمی ہیں، بُت پرستی میں مبتلا ہیں، وہ بُت کی پوجا کرتے، وہ گائے کی پوجا کرتے ہیں، ان سے بھی بڑھ کر یورپ کے تعلیم یافتہ لوگ رومن کیتھولک ہیں جو حضرت عیسیٰ کی پرستش کرتے ہیں، حضرت مریم کے متعلق یقین کرتے ہیں کہ وہ خدا کی ماں ہے۔ اس لئے ان کے بُت بنائے جاتے اور ان کی پوجا کی جاتی ہے، غرض بُت پرستی دنیا میں اس قدر عام ہے کہ آج بھی یورپ کا پڑھا لکھا انسان مذہبی طور پر اس پستی کے گڑھے میں گرا ہوا ہے

پوپ کا نیا عقیدہ

ابھی پچھلے سال پوپ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ اعلان کیا کہ ہم ایک نیا عقیدہ بنانا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح کی طرح مریم بھی زندہ آسمان پر موجود ہے، چنانچہ یہ عقیدہ رومن کیتھولک دنیا نے قبول کر لیا اور یہ اعتقاد ہمارے سامنے بنایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کا پڑھا لکھا آدمی خطرناک بُت پرستی میں مبتلا ہے،

ہادیانِ دین کی پرستش

وہ نہ صرف بتوں کی پوجا کرتے ہیں بلکہ اگر کوئی خدا کا بندہ کسی زمانہ میں ہدایت کی راہیں دکھانے آیا تو اس کو بھی آج خدا بنا کر اس کی پرستش کی جاتی ہے، رامچندر، کرشن اور بدھ کی پرستش عام ہے، اور اس سے بڑھ کر پوپ کا کہنا آج اسی طرح سمجھا جاتا ہے جیسے خدا کا فرمان ہوتا ہے، چنانچہ آج ہمارے سامنے اس نے حضرت عیسیٰ کی والدہ کے زندہ آسمان پر ہونے کا عقیدہ تراشا ہے اور سب نے بلا چون وچرا اسے تسلیم کر لیا۔

اسلام کی تعلیم

لیکن اسلام کا خدا اور رسول سکھاتے ہیں کہ ایک خدا کے سوا کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو پہلے عبدہٗ (خدا کا بندہ) قرار دیا اور پھر ورسولہٗ ہونے کا اعلان کیا، اور اس طرح ہدایت کی کہ مجھے پہلے بندہ کہو اور پھر میری رسالت پر ایمان لاؤ، ایسا ہی حال تمام انبیاء کا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا، کہ سلطنت تو تمہیں مل گئی اور نبوت بھی لی۔ فلا تتبع الھوٰی مگر خواہش نفس کا غلام نہ بننا، یہ بھی ایک شرک ہے کہ اپنے نفس کی غلامی میں خدا کے احکام کو نظر انداز کر دیا جائے، اس لئے اس سے بھی روکا،

صرف خدا کی عبادت کا حکم

قرآن کریم نے ہر قسم کے شرکوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا اے مومنو! ایمان لاؤ ایک خدا کے متعلق یقین وایمان دلوں کے اندر پیدا کرو، تمہارے دلوں کے اندر ایمان سے ایک نور پیدا ہونا چاہیئے جو تمہیں خدا ہی کے آگے جھکائے خدا کے بعد تم کسی کی بھی عبادت مت کرو صرف اسی کے سامنے جھکتے رہو، اسی سے سب کچھ مانگو کہ تمہارا قلب اور تمہاری روح پھر اسی کی ہو جائے واعبدوا ربکم صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرو، جو تمہارے لئے ہر قسم کی ربوبیت کے سامان مہیا کرتا ہے۔

نیک افعال کی ہدایت

وافعلوا الخیر پھر تمام دنیا کے ساتھ نیکی کرو، صلہ رحمی کی عادت ڈالو، حسن اخلاق سے پیش آؤ، تمہارے افعال سے ظاہر ہو کہ تم خدا کو مانتے ہو، ہر ایک بات جس کو نیکی کہتے ہیں اس پر تم عامل ہو جاؤ، اس کے بعد دین کی خدمت اور مخلوق خدا کی خدمت کرنے کا پختہ ارادہ کر لو، لعلکم تفلحون یہی تمہاری کامیابی کی راہ ہے جو تمہیں شرک وبت پرستی کی پست ذہنیت سے نکال کر بلند مرتبہ دیتی ہے، اور اسی سے تمہارے پیدا ہونے کی غرض پوری ہوتی ہے۔

خدمت دین کیلئے انتہائی کوشش کا فرمان

وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ مسلمان اسی لئے پیدا نہیں ہوا کہ کھانے پینے کی فکر میں لگا رہے، بلکہ خدا کے دین کی خدمت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے اس لئے کوشش کرو کہ اس مقصد میں تم کامیابی حاصل کر لو، معمولی کوشش نہیں حق جہادہ کوشش کا جو حق ہے اسکو ادا کرو اور تمہاری کوشش جہاں تک اس کی مرضی کو پوری کر سکتی ہے، اتنا ہی قدم آگے بڑھاؤ۔

مسلمان کی عزت افزائی اور اس کی ذمہ داری

ھو اجتبٰکم اس نے تمہیں چن لیا ہے، یہ تو بہت بڑی عزت افزائی ہے، کہ خدا نے ہمیں چن لیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس انتخاب سے ذمہ داری بھی بہت بڑی ہم پر عاید ہوتی ہے، خدا اس لئے چنتا ہے کہ تم دیکھو کہ کس قدر خدمت دین کرتے ہو، کس قدر کوشش دین کے لئے کرتے ہو، اس کا چن لینا بڑی عزت افزائی ہے۔ لیکن ذمہ داری اس سے بہت بڑھ جاتی ہے۔

اسلام عقل وفہم کا مذہب ہے

پھر فرمایا ما جعل علیکم فی الدین من حرج تمہیں ایسا دین نہیں دیا گیا جو عقل سے اور فہم سے بالاتر ہو، نہ اس کا سمجھنا مشکل اور نہ اس پر عملدرآمد مشکل ہے، دنیا میں ایسے دین موجود ہیں جو عقل اور فہم سے بالاتر ہیں اور کئی لوگ ایسے دین کے اندر رہتے ہوئے اس سے بیزار ہو جاتے ہیں، تمہارے دین میں کوئی ایسی بات نہیں جو دل کی تنگی اور بیزاری کا موجب ہو، اس میں کوئی ایسا حکم نہیں جو عقل اور فہم سے بالاتر ہو، ملۃ ابیکم

ابراھیم یہ تو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے ۔۔ جو مقبول ہے۔

"مسلمان" نام کی اہمیت

حضرت ابراھیم کو خدا تعالیٰ نے واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا کہہ کر نوازا ہے اور اسی فرمانبرداری کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے تم کو مسلمان کا نام دیا ہے۔ یہ نام پہلی کتب سماوی میں بھی درج ہے اور قرآن کریم میں بھی۔ اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا اول المسلمین یعنی سب سے بڑھ کر مسلمان ہوں لفظ مسلم بہت معنی خیز ہے اس لفظ کا اطلاق ہر زمانہ پر ہوتا ہے۔ اور اس لفظ کو ہر شخص قبول کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔۔

امتیازی نام

یہ نہایت ہی امتیازی نام ہے جو دوسرے اہل مذاہب کو نصیب نہیں ہوا۔ ایک دفعہ میں نے لندن کے ایک گرجا میں لیکچر دیا، وہاں کے لوگ بڑے فراخ دل ہیں، وہ اپنے گرجوں میں ہمیں بلا کر ہمارے لیکچر کراتے ہیں، وہاں میں نے اس لفظ (مسلم) کی تشریح کی، میں نے کہا کہ دنیا کا کوئی مذہب نہیں جس نے ایسا خوبصورت نام اپنے ماننے والوں کو دیا ہو۔ مثلاً حضرت عیسیٰ نے اپنے مذہب کا یا اس کے ماننے والوں کا کوئی نام نہیں رکھا، تورات کے اندر اس دین کا کوئی نام نہیں جس کی حضرت موسیٰ نے تلقین کی، وید اس مذہب کا نام نہیں بتاتا جس کی تعلیم اس نے دی ہے۔ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اکیلے انسان ہیں جنہوں نے فرمایا کہ خدا کا دین اسلام ہے اور اس دین کی پیروی کرنے والے مسلم ہیں یعنی خدا کے فرمانبردار۔ فرمانبرداری وہ چیز ہے جو اس کائنات کی ہر چیز میں موجود ہے، سورج، چاند، ستارے، سیارے سب فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں، خدا دین کائنات میں لکھا ہوا نظر آتا ہے اور وہ اسلام ہے یعنی اس کے احکام کی فرمانبرداری، میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے آپ کو کرسچین کہتے ہو یعنی مسیحی، کرسچین وہ ہے جو کرائسٹ کے پیچھے چلے کرائسٹ کس کے پیچھے چلتا ہے، کیا وہ بھی اپنے آپ کو کرسچین کہہ سکتا تھا کہ میں کرسچین ہوں اور مسیح خدا پرست مسلم تھا۔ اس بات نے ان پر بڑا اثر کیا۔ پریذیڈنٹ نے مسرور ہو کر کہا میں بھی اپنے تئیں مسلم کہنے کو تیار ہوں

خدا کی فرمانبرداری اور مخلوق خدا کی خدمت

فرمایا ھو سمّٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا یہ (مسلمان) نام ایسا ہے کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے اس کی طبیعت میں فرمانبرداری چلی آتی ہے، پہلا انسان جو دنیا میں پیدا ہوا وہ بھی خدا کا فرمانبردار بندہ تھا یہ کیسا عجیب نام ہے کہ طبیعت اس کو پسند کرتی ہے تو یہ دو بتایا فرمایا کہ ہم نے تمہیں چن لیا اور مسلمان نام تمہیں دیا۔ اب تم خدا کے فرمانبردار بن جاؤ اور مخلوق خدا کی خدمت میں لگ جاؤ لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس۔ یہ نام تعلیم اس لئے دی گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے رہبر بن جائیں اور تم ان کی اطاعت کر کے اور ان کے پیچھے چل کر دنیا کے رہبر بن جاؤ، یہ تمہارا اجتبا ہے۔ اسی میں تمہارا اصطفا ہے فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ پہلے بھی کہا اور اب پھر کہتے ہیں کہ خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ مخلوق خدا کی خدمت کرنا بھی یاد رکھو، اس کے لئے روپیہ خرچ کرو، اس کی بہبودی اور بھلائی میں کوشاں رہو۔ واعتصموا باللّٰہ، اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو، یعنی اس کے احکام پر پوری قوت اور اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہو جاؤ ھو مولٰکم اگر تم ایسا کرو گے تو وہ تمہارا کفیل بن جائے گا، دوسری جگہ بھی فرمایا ان تنصروا اللہ ینصرکم، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، یہ نسخہ ہے خدا سے دوستی پیدا کرنے کا اور اس کی نصرت حاصل کرنے کا، خدا کے رستہ میں جہاد کرو، پوری کوشش سے کام لو، تاکہ خدا تمہارے ساتھ ہو جائے۔ فنعم المولیٰ ونعم النصیر اس کی دوستی اور اس کی نصرت بہت بڑی چیز ہے، یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار

یہ اجتبا جو امت محمدیہ کو دیا گیا آج ہماری جماعت کو حاصل ہے، حضور نے فرمایا کہ میں اس سے تو نہیں ڈرتا کہ تم مشرک ہو جاؤ گے، لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر غالب نہ آ جائے، دنیا جب غالب آ جاتی ہے، تو انسان کی فرمانبرداری کمزور ہو جاتی ہے، قرآن کا حکم ہے واعتصموا باللّٰہ خدا کی فرمانبرداری پر پنجہ مارو، اسی مفہوم کے مطابق امام وقت نے بھی ہم سے اقرار لیا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" پس تم دیکھو کہ کہاں تک تم نے اس اقرار کی پابندی کی ہے، کہاں تک دنیا کے مقابلہ پر دین مقدم کیا ہے۔

جلسہ سالانہ میں شمولیت ضروری ہے

حضرت امام نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جلسہ پر آؤ، اس حکم کی تعمیل ہم پر ضروری ہے اس میں ہماری زندگی کا سامان ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجتماعات کو بابرکت قرار دیا ہے، یہ جلسہ آپ ہی کی سنت کا احیا ہے، کوشش کرو کہ تم اور تمہاری اولاد سب کے سب جلسہ میں شریک ہوں۔ کراچی کے لوگ ہم سے بہت دور رہتے ہیں، کوئٹہ اور آزاد کشمیر کے لوگ بھی بہت دور ہیں، ان کے لئے سفر کی زحمت اٹھانا بہت مشکل ہے، اور خرچ بھی بہت ہوتا ہے۔ لیکن میں ان کو بھی کہتا ہوں کہ کراچی میں رہتے ہوں یا آزاد کشمیر یا کوئٹہ میں وہ ضرور شامل جلسہ ہوں، سب جماعتوں کے سکرٹریوں کو چاہیئے کہ وہ خواتین سے دستکاری کی چیزیں لے کر بھجوائیں اور خواتین بھی جلسہ میں ضرور آئیں تاکہ ان کے اندر بھی زندگی کی روح پیدا ہو، اپنی اولادوں کو سب دوست ساتھ لائیں، اور انہیں دین سے متمتع ہونے کا موقعہ دیں، واعتصموا باللّٰہ، خدا کے احکام کو مضبوطی سے پکڑو، وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ کوشش کرو اور پورا زور لگا کر کوشش کرو، ہم تمہارے دوست ہیں، ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اذکرونی اذکرکم۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، یہ خدا کے وعدے ہیں جس کو اس بات کا یقین ہے اور وہ ان وعدوں کے مطابق عمل کرتا ہے کہ خدا اس سے دوستی لگائے گا وہ عمل کر کے دیکھ لے فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔ اے لوگو تم مشکلات میں ہو تو آؤ خدا کی دوستی حاصل کرو، اس سے مدد مانگو کہ اس سے بہتر کوئی دوست نہیں اور نہ کوئی نصرت کرنیوالا ہے۔

خدا اس جماعت کو توفیق دے کہ اپنے امام کے علم کو پائیں اور وہ ان خطابات کو جو خدا نے انہیں دیئے ہیں سمجھیں اور اپنے آپ کو ان کا مستحق ثابت کریں، دین کے لئے چندے دینے میں مستعدی سے کام لیں، قومی اجتماع میں شمولیت اختیار کریں، اجتماع پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے، اس میں بڑی برکات ہیں۔

مولانا عزیز بخش صاحب کی وفات کا صدمہ

میرا ایک دو دن سے دل بہت مغموم ہے، اس بات کا مجھے بڑا صدمہ ہے کہ مولانا عزیز بخش صاحب کی وفات سے اس مسجد کی رونق جاتی رہی، مولانا مرحوم اس مسجد کی زیب و زینت تھے، ان کے چلے جانے سے مسجد کی آبادی بھی گئی، میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ لوگ جو دنیوی دھندوں سے فارغ ہو چکے ہیں وہ یہاں آیا کریں اور مہینہ مہینہ دو دو مہینے یہاں رہیں علماء یہاں آ کر رہیں اور دین کا علم پھیلائیں، مولانا عزیز بخش بڑا پاک دل انسان تھا، اس کے اندر کوئی میل نہ تھی، دل کا ہر قسم کے میل سے پاک ہونا بہت بڑی بات ہے، وہ اس مسجد کے عاشق زار تھے، اس بڑھاپے میں پانچ وقت مسجد میں آتے تھے، ان کے جانے سے مسجد کو بہت نقصان ہوا ہے۔ اے قوم کوشش کرو اور اس مسجد کی آبادی کی فکر کرو، تمہیں معلوم ہے کہ کون کون بزرگ اس مسجد میں نماز پڑھتے رہے ہیں اور ان کے وجود سے قوم و ملت کو کیا کیا فوائد حاصل ہوتے رہے ہیں یہ مسجد نہایت اعلیٰ درجہ کی روایات کی حامل ہے، ان روایات کو زندہ رکھو اور مسجد کی آبادی کی کوشش کرو، تاکہ تم ایک زندہ قوم کہلا سکو۔

ضروری تصحیح

"پیغام صلح" کے خاتم النبیین نمبر (مورخہ ۲۶ اکتوبر) میں صفحہ ۲۵ پر "خاتم النبیین کا حقیقی مفہوم" کے زیر عنوان جو مضمون درج ہے اس کے کالم ۲ کی ۱۲-۱۳ سطر کا یہ فقرہ کہ

"جس طرح یہ صحیح نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور نہ ہی قرآن کے بعد کوئی نئی شریعت یا ہدایت نامہ آ سکتا ہے"

یوں ہونا چاہیئے :۔

"جس طرح یہ صحیح نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے یا قرآن کے بعد کوئی نئی شریعت یا ہدایت نامہ آ سکتا ہے"

امید ہے قارئین کرام درست فرمالیں گے، ہم اس تصحیح کے لئے اپنے محترم بھائی محمد عبدالجلیل صاحب مردان کے بہت شکرگذار ہیں۔

میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں

[illegible] کی باہمی مخالفتوں کا نقشہ نہایت خوبصورتی سے کھینچا گیا ہے۔
معاصر "دستور" کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے:

میں یہاں حسن و عشق کی رنگین کہانی سنانے نہیں آیا۔ میرا افسانہ حال سے وابستہ ہے۔ اسی کرۂ ارض کا ایک باشندہ ہوں جہاں بحر و بر کے مختلف خطوں پر نت نئے نقشے تیار کئے جاتے رہے ہیں۔ ان نقشوں کو کئی بار انسانوں کے لہو سے رنگین بنایا گیا۔ خواص نے اپنی ذاتی اغراض کو عوام کے خون سے پورا کیا۔ لیکن ظلم و ستم کے اس دور میں بھی عاقبت کے خیال سے غافل رہا۔ بات یہ ہے کہ میں اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس دنیا سے بہت دور تھا۔ دن رات قیامت کا خوف تڑپائے رکھتا۔ لیکن اپنے گرد و پیش پھیلی ہوئی قیامت کا احساس تک نہ تھا۔ لوگ مرتے ہیں مرنے دو۔ مجھے اس سے کیا۔ مشیت ایزدی ہے۔ کون دم مار سکتا ہے۔ اپنی عاقبت تعمیر کرو۔ اسی لئے یہ احساس پیدا ہوئی کہ کوئی مذہب اختیار کر لوں تاکہ دین و دنیا دونوں سنور جائیں۔ اور جب آخری فرمان نے رب العالمین کا احساس دلایا تو میں نے بے ساختہ کہا ——— "میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں"۔ دائرہ اسلام میں قدم رکھا تو ملاؤں نے میرے دماغ پر طرح طرح کے پردے ڈال دیئے۔ ہر ایک نے یہی کہا ان پردوں کو سرکاؤ نہیں ورنہ منکر کہلاؤ گے۔ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں ——— میں نے اپنی آواز کے جواب میں سینکڑوں آوازیں سنیں۔ یہ متضاد آوازیں آپس میں یوں ٹکرائیں۔ کہ مجھے اپنی آواز ہلاک ہوتی محسوس ہوئی۔ اب سوال یہ نہیں تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ بلکہ یہ کہ میں کیسا مسلمان ہوں۔ اس سوال کے پیدا ہوتے ہی بعض انسانوں نے مجھ پر رحم کھا کر کہا ——— "تم ہمارا مذہب کیوں نہیں اپناتے"۔ میں نے جواب دیا بھائیو میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں ——— کیونکہ رب العالمین کا آخری فرمان آنحضرت کے بعد موت کا قائم ہے۔

دیس دیس کی خاک چھاننے کے بعد میں ہندوستان وارد ہوا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہر جگہ نئے اسلامی ملک کا شور و غوغا تھا۔ انگریزوں تک نے اسے تسلیم کر لیا تھا۔ انہوں نے تو اپنی کتابوں میں بھی لکھ دیا تھا کہ دنیا کے سینے پر ایک نیا ملک نمودار ہوگا۔ اس کی نمود سے پہلے میں نے دیکھا کہ اس ملک میں اسلام مختلف جماعتوں اور مختلف شخصیتوں میں گم ہو کر رہ گیا ہے۔ خوف و ہراس میں ڈوبی ہوئی اجتماعی آواز ہر طرف سے اٹھ رہی تھی۔ "اسلام خطرے میں ہے"۔ اسی خطرے نے ایسی افراتفری مچائی کہ مجھے سانس لینا مشکل ہو گیا۔ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ میری آواز اندر ہی اندر مچلتی رہ گئی۔ سوچا کیا کروں؟ آخر کلام الٰہی پر کونسی مصیبت نازل ہو سکتی ہے جو بیٹھے بٹھائے دہائی مچنے لگی۔ طرح طرح کے ہنگامے ہونے لگے۔ تباہی کے دروازے بھی کھل گئے۔ عوام کو بے تحاشا ان دروازوں کی طرف دوڑایا گیا۔ میں تو صحرا نورد بن چکا تھا۔ اتنی ہمت کہاں تھی کہ اس دوڑ دھوپ میں شریک ہوتا چپکے سے ایک کونے میں اللہ میاں کے آخری فرمان کا مطالعہ کرتا رہا۔ تاریخ اسلام کی ورق گردانی کی تو خلافت راشدہ سے لے کر آج تک اسلام مختلف ادوار میں مختلف نظر آیا۔ ہر دور کے علماء نے اسلام کو اپنے عہد کے مطابق پیش کیا تھا۔ اسی تفسیر میں گم رہا؟ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے! ہند میں رہنا مشکل ہو گیا۔ وہاں کا اسلام ترنگے کی چھاؤں میں پناہ مانگ رہا تھا۔ "کٹ کے رہے گا .... بٹ کے رہے گا" کے فلک شگاف نعرے سینوں میں دفن ہو چکے تھے۔ لیکن خونی لکیر کے اس پار اسلام آزادانہ طور پر نشو و نما پانے لگا۔ اب یہاں خالص مسلمانوں کی اپنی حکومت ہے اپنا راج ہے۔ "اسلامی راج ہے اب تو کسی لیڈر کا وہ مصرع حقیقت میں بدل چکا ہے"۔ "شہید گنج کے عقدے کا حل ہے پاکستان"۔ یہ عقدہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن سنا ہے اس کا حل کسی اخبار کے دفتر کی کایا پلٹ شدہ بلڈنگ میں سر بمہر محفوظ ہے۔

میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں ——— میری اس آواز کو نیا جواب ملا۔ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت قائم ہو چکی تھی۔ اب ہند میں رہنا کسے گوارا تھا۔ وہاں تو چٹیا راج کا دور دورہ تھا۔ میں نے بھی بڑے بڑے مسلمانوں کی دیکھا دیکھی دیوار کو پھاند ہی لیا۔

مسلمان ہی مسلمان دکھائی دینے لگے۔ اقلیت اکثریت میں بدل گئی۔ اب میرے مسلمان ہونے میں کونسی کسر باقی ہے۔ اپنی خوش قسمتی پر جانے کیا سوچ رہا تھا۔ کہ یکایک بے شمار مہاجرین مملکت خداداد میں آنے لگے۔ پاک سرزمین ان کے قدموں میں کھچی چلی جا رہی تھی، جگہ جگہ خیمے جگہ جگہ قبریں، عالیشان کوٹھیاں، ٹوٹے پھوٹے مکانات۔ ایک طرف فاتحہ دوسری طرف الاٹمنٹ۔ یہاں وہاں یہ نظارہ قائم ہی رہا۔ دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ گئے۔ خدا کی دین تھی، جس نے ہاتھ بڑھایا پا لیا جو اپنی جگہ بیٹھا رہا وہ دین و دنیا سے بھی جاتا رہا۔

میں ہاتھ اٹھائے خدا سے دعا مانگتا رہا کہ اب تو زندگی شمع سحری بن رہی ہے۔ اس سے پیشتر کہ دھواں اٹھے اسلامی روشنی سے میرے دل کو منور کر دے۔ یکایک آواز آئی ——— "لاہور پہنچ وہاں تو مسلمان ہو سکتا ہے"۔

کراچی میں دل ٹوٹ چکا تھا۔ بڑی سرکار کے بڑے مولانا شاہی گرجے کے پوپ معلوم ہوتے تھے۔ وہ صرف [illegible] کے سایے میں سبز کلوں ہو چکا تھا۔ جن کا اسلامی ضمیر بندے ماترم کی دلنواز تانوں میں گم ہو چکا تھا۔ وہی صاحب ہند والوں کو دھوکہ دے کر پاکستان چلے آئے تھے۔ ان کے اور بھی ساتھی تھے اپنی بھانت بھانت کی بولیوں سے انتشار پھیلا رہے تھے۔ اس منتشر فضا میں کیسے رہتا۔ کراچی کو خیرباد کہا۔ فوراً لاہور پہنچا۔ ادھر ادھر بھٹکتا رہا۔ ہر مذہبی رہنما نے صرف اپنے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی۔ میں نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں۔ آخر منہ کے بل گرا۔ زخموں سے نڈھال تھا کہ ایک نوجوان نے سہارا دیا ——— "بابا تم کون ہو؟"

اس نے بڑی ہمدردی سے پوچھا تھا۔ شاید اس نے مجھے کوئی جاہ سمجھا ہو۔ اس کے دل میں خیال آیا ہو کہ میں بوڑھا تنہا رہ گیا ہوں۔ میرے کنبے کے تمام افراد اسلام کی راہ میں دیوار میں چنے جا چکے ہیں۔ میں نے اس کی پُرخلوص ہمدردی کا شکریہ ادا کیا اور اپنی آپ بیتی سنائی:—

بیٹا یقین جانو۔ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں میں اللہ کا آخری فرمان اپنانے کے لئے بے تاب ہوں، میری یہ بے تابی ابھی تک دور نہیں ہو سکی۔ ماضی کے سیاہ پردے اٹھانے تو حقیقت کہیں چمکتی کہیں ٹمٹماتی اور کہیں بجھتی نظر آئی۔ اور تشنی میری نگاہوں کے سامنے اجاگر نہ ہو سکی۔ کب سے تلاش حق میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔ لیکن قسمت کا پھیر ایسا ہے کہ پاؤں کا چکر ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اب اس لاہور میں آیا ہوں، یہاں کا حال ماضی سے کہیں زیادہ عبرتناک ہے، میں یہاں کے ایک ایک عالم سے ملا۔ ان سے مل کر جو عبرت حاصل ہوئی وہ میں سب کیا بیان کر دوں صرف چند ایک ملاقاتوں کا ذکر کئے دیتا ہوں

میں نے ایک عالم سے پوچھا "حضرت! میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں"۔ فرمانے لگے ایک منزل تک پہنچنے کے لئے اگر چار راہیں ہوں تو ہمیں ایک راہ پر چلنا پڑے گا اور جب ایک راہ پر چلیں گے تو باقی تین راہیں خود بخود چھوٹ جاتی ہیں ——— لسلواۃ پڑھئے۔

میں کچھ بھی نہ سمجھ سکا اس لئے گم سم واپس چلا آیا اور سیدھا حضوری باغ پہنچا، جس کے بالکل سامنے شہنشاہ اورنگ زیب کا اسلام شاہی مسجد کی صورت میں ابھی تک قائم ہے بڑے جذبے کے ساتھ میں نے مسجد میں قدم رکھا۔ شاہی امام سے اپنی خلوص بھری نیت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا منزل تک پہنچنے کے لئے چار راہوں پر بیک وقت چلنا ہی لازم ہے" کچھ بھی سمجھ میں آیا۔ سٹ پٹا کر مسجد شیرانوالہ میں پہنچا

وہاں ایک بزرگ درس دینے میں مصروف تھے۔ دیکھنے میں تھکے ہارے سپاہی معلوم ہوتے تھے۔ خدمت خلق کے مبلغ لیکن خدمت کا یہ دائرہ اپنی قوم تک ہی محدود تھا۔ یہاں سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ تھوڑی دیر میں مسجد وزیر خان پہنچا۔ ایک عالم دین منبر پر کھڑے تعلیم یافتہ طبقہ پر طنز کر رہے تھے کہ یہ بی اے بی ٹی بھلا تو اسی اسلام کو کیا سمجھے۔ اس کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بھی کوس رہے تھے۔

آخر وہ مسلمان کون ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی مسلمان نہیں؟ میں سوچنے لگا ان کے وعظ سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ روئے طنز وہاں مسلمانوں کی طرف تھا جو ندر دنیاز کے دشمن ہیں جو پیر و فقیر کو نہیں مانتے جو ندر دنیاز سے کوسوں دور بھاگتے ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے آپ نے لب شیریں سے ارشاد فرمایا:۔

"ان وہابیوں سے کوئی پوچھے کہ یہ حلوہ کس سے بنتا ہے کیا وہ نہیں جانتے کہ حلوہ روے کا بنتا ہے اور جب ذرا ٹھہرا تو یہ نارواکیونکر ہوا——؟" ہر طرف سے سبحان اللہ کے نعرے بلند ہوئے اور میں چپکے سے باہر چلا آیا۔

کہاں جاتا کس سے کہتا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ گلیوں میں گھومتا ہوا مسجد چینیاں والی تک جا پہنچا۔ فضا پرسکون تھی۔ شنا تھا کہ یہاں کوئی صاحب اسلام کے محافظین رہتے ہیں۔ لیکن وہ تجربے سے کہیں دور جا چکے تھے ان کی تو لمبی مدت ہوئی مربالی میں جذب ہو چکی تھی کہتے ہیں اب ان کے دستر خوان پر پاکستانی حلوے مانڈے کے ساتھ فرنگی پڈنگ بھی چنی جاتی ہے۔

میں عجیب مخمصے میں گرفتار تھا۔ یہ اسلام ہر دو رمیں بدلتا کیوں رہتا ہے اگر سورج اپنی رفتار پر اسی طرح قائم ہے اور اس کی روشنی میں کوئی فرق نہیں آیا تو یہ لازوال روشنی اتنے رنگ کیوں بدلتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اب اس کا رنگ سیاہ پڑ چکا ہے۔

اس تلخی کا احساس مجھے داتا کے مزار پر ہوا۔ ایک طرف خدا کے بندے خدا سے یہ کہیں کہ ہم تجھ ہی سے دعا مانگتے ہیں اور تیری ہی پرستش کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف نامرادوں کا ہجوم مزار کا طواف کرتا ہے، پھولوں کے ساتھ ساتھ روپوں کی بارش ہوتی ہے داتا روپے دلواتا اور روپے وصول کرتا ہے۔ یہ لینے دینے کا مشغلہ کس نے پیدا کیا؟ متوکل کیوں پھول کر کپا بن رہے ہیں، بزرگوں کے سجادہ نشین کیوں گناہوں کے خالق بن چکے ہیں کیا داتا کو یہی منظور ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں اگر داتا زندہ ہو جائیں تو اپنا مزار آسمان پر منتقل کرالیں۔

یہی حال میں نے خواجہ پیا کی نگری میں دیکھا اور بھی کئی مقامات ہیں۔ دنیا بھری پڑی ہے کس کس جگہ کا نام لوں مجھے تو صرف لاہور سے غرض ہے جس کے تنگ تاریک کوچوں میں توہم پرستی خواہشات کی غلامت ذاتی اقتدار کی ہوس اور باہمی کشمکش کا دوسرا نام اسلام ہے۔

ایک دن ٹہلتے ٹہلتے بود ھامل بلڈنگ نظر آگئی جس کے سامنے ایک عظیم الشان عمارت ہے۔ یہاں حاجر خلیفہ کی آماجگی دل میں سوچا کہ آخر اسلام کا تو یہ بھی مدعی ہے کیوں نہ حضرت سے ملاقات کی جائے۔ کیا ممکن کہ یہاں مسلمان بننے کی صورت نکل آئے۔ لیکن وہ نبوت کا خاتمہ——؟ سوچا یہ ہوائی شاید دشمن نے اڑائی ہو۔ انگریز بہادر تک حضرت کی اذان سن چکے ہیں۔ لندن میں مسجد بنوا دی ہے۔

حاضر خدمت ہوا۔ تو مغربی فضاؤں میں گھماتے ہوئے بڑے طمطراق سے فرمایا —— آج پاکستان ہمارے دم سے قائم ہے، اس کے تمام معاملات ہمارے ہاتھ میں ہیں معنوی تدبر سے وہ بہت کچھ کہتے رہے۔ اور مسلمان ہونے کی صورت میرے سینے میں بگڑتی رہی۔ یہ بگڑی ہوئی صورت لئے یا اللہ کہہ کر واپس چلا آیا۔

"میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، میری یہ آرزو سوالیہ نشان کا پھندا بن کر رہ گئی۔ اس پھندے میں الجھتا چلا گیا۔ حالت تو غیر ہو چکی تھی۔ پھر بھی اس حالت غیر میں دہلی دروازہ کے باغ میں پہنچا۔ جلسۂ عام میں ایک سرخ و سپید بزرگ اپنے ہاتھ میں عصا تھامے چودھویں صدی کے پیغمبر کو حضرت صاحب کذاب کے نام سے مخاطب کر رہے تھے اور ان کے ماننے والوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی آیتیں پیش کر رہے تھے۔ ساتھ ساتھ سامعین کو ہنساتے اور رلاتے بھی تھے کسی وقت سکوت اختیار کر کے آہیں بھی بھر لیتے تھے۔

پتہ چلا کہ ان کی اسلامی تحریک عرصہ ہوا شہید گنج کے ملبے کے نیچے دب چکی ہے۔ بعد میں اپنی زندگی استوار کرنے کے لئے کئی تدبیروں پر عمل کرتے رہے۔ پر جہاں تقدیر کا آسرا ہو وہاں تدبیر سے کیا حاصل۔ مملکت خداداد وجود میں آئی تو اس کی وفاداری کا دم بھرنے لگے۔ دال پھر بھی نہ گلی تو مرزائیوں کے خلاف چولہا جھونکنے لگے۔

—— میں سوچ رہا تھا —— یہ کیا ہے کہ ایک اسلام دوسرے اسلام کی مخالفت کر رہا ہے۔ ایک قرآن دوسرے قرآن کی تردید کر رہا ہے۔ تشنہ لب تھا، تشنہ لب ہی رہا۔

دوسرے دن کسی کے کہنے پر مسجد شاہ چراغ پہنچا کراچی میں تو بڑی سرکار کے بڑے مولانا تھے۔ لیکن یہاں آ کر یہ معلوم ہوا کہ چھوٹی سرکار نے بھی اپنا سبحان اللہ قائم کر لیا ہے۔ یہ صاحب پنجاب کی سیاسی گتھی اسلامی ناخنوں سے سلجھا رہے تھے۔ اپنی جگہ امیدوار بھی تھے۔ انتخاب نہیں تو نامزدگی ہی سہی۔

اسلام کہاں ہے —— ؟ —— اسلام کیا ہے؟ میرا ذہن اور بھی الجھ گیا۔ جی میں آیا کہ انارکلی کی سیر کروں کہ ذہنی کوفت سے نجات ملے، چلتے پھرتے راہگیروں، فقیروں، خوانچہ فروشوں اور دکانداروں کو غور سے دیکھتا رہا۔ کیا یہ سب کے سب مسلمان ہیں۔ اس سوال کے پیدا ہوتے ہی میں نے اپنے دل کو ٹٹولا جواب ملا بظاہر تو یہ انسان ہیں۔ اگر مسلمان ہیں تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کیسے مسلمان ہیں۔

انارکلی چوک میں سے گزر کر آگے بڑھا تو نہر کے قریب مسجد میں کئی لوگ وعظ سننے میں مصروف دکھائی دیئے۔ عبادت گزاروں کی اس محفل میں ایک کونہ مجھے بھی مل گیا۔ مزے سے بیٹھ گیا ——

میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں —— کیا ممکن میری یہ امید بر آسکے۔ لیکن اس امید پر یہاں بھی اوس ہی پڑی۔ جناب خطیب کھوکھلی تقریر سے رعب طاری کرنے کی خاطر انگریزی الفاظ استعمال کرتے جاتے تھے۔ دوران تقریر میں آپ نے کئی موٹی اور ردی کتابوں کے حوالے بھی دیئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو مطالعہ پر پورا عبور حاصل ہے۔ لیکن بیٹا کچھ نہ پوچھو۔ جب میں نے ان موٹی اور ردی کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا تو سارے حوالے سرے سے ہی غائب تھے۔ شاید مولانا کے دماغ نے ان کتابوں میں سے اپنے ذاتی استعمال کے لئے جذب کر لیا تھا۔

مایوس خاموشی سے سر جھکائے سڑک پر چلا جا رہا تھا کہ ایک جلوس دکھائی دیا۔ نعرہ تکبیر اور اسلام زندہ باد کے نعروں سے دل مارے خوشی کے اچھلنے لگا۔

ایک نوجوان جو پورے جوش و خروش کے ساتھ نعرہ زن تھا میرے پاس سے گزرا میں نے اسے روکا ایک طرف لے گیا اور کہا بھائی تم مسلمان ہو نا؟ اس نے بڑے وثوق سے کہا ہاں مسلمان ہوں"

"میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں —— میرے اس سوال پر اس نے خوشی سے لہراتے ہوئے کہا تو آؤ چلو میں تمہیں نکے نائی کے پاس ختنے کرانے کے لئے لے چلوں ——" میرے ہوش و حواس کے ختنے ہو گئے —— خیر اس وقت تو جلوس کا ساتھ دو گھڑی چلیں گے۔ یہ کہہ کر میں نے اپنا راستہ ناپا۔ سوچا کہیں دور نکل جاؤں۔ کچھ تو سکون میسر ہو۔ آخر شہر سے بہت دور اچھرہ تک پہنچ گیا۔ وہاں اسلام کے مدعی موجود تھے میری کوفت کسی قدر دور ہوئی مگر ——

ایک جانباز نے ملتے ہی خواب آور کیفیت میں "چپ راس" کا حکم دے دیا۔ میں نے پوچھا حضرت یہ چپ ہو گئی لیکن مجھے منزل کا پتہ بتائیے۔

جواب ملا۔ بس چلتے جاؤ اور میں چپ راس کرتا ہوا سڑک پر آگیا۔ دم بخود کھڑا تھا کہ ایک صاحب فرشتہ بن کر نمودار ہوتے کہنے لگے "اے پیر مرد اپنی عاقبت سنوارنا ہے تو میرے ساتھ چل"

میں نے جواب دیا "آپ نے تو میرے منہ کی چھین لی ہے"۔

"تو آ اس راہ پر چل جس پر میرے قدموں کے نشانات ہیں، یہی راہ صحیح معنوں میں اسلامی راہ ہے۔ میں اگر اس راہ سے ہٹ کر کوئی اور راہ دکھاؤں تو اس پر ہرگز نہ چلیو"

یہ کہتے ہوئے اس فرشتے نے جو اسلامی روشنی پھیلانی شروع کی تو پاکستان کا حکمران طبقہ کفر کی تاریکی میں لپٹا ہوا نظر آیا میری بے تاب آنکھیں حقیقی روشنی سے منور ہونا چاہتی تھیں میں نے کہا کیا یہی وہ اسلام ہے جو پارلیمنٹ میں پہنچ کر آپ کا سکہ رائج کرنے کا متمنی ہے"

"جواب ملا۔ اپنا سکہ نہیں۔ اسلام کا —— جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"آپ وہی ہیں جو کہ نظر آتے ہیں"

"بڑے میاں مذاق نہ اڑاؤ۔ میں جیل سے رہا ہو کر آیا ہوں"

اب آپ قیدی سے وزیر اعظم بننا چاہتے ہیں؟

"تم اپنی کہے جاتے ہو۔ سمجھو تو سہی۔ یوں اسلامی سکہ رائج نہیں ہو سکتا ——"

"آخر یہ اسلامی سکہ کیا ہے۔ آپ یہ فرمائیے کہ اس پہ کتنے فرقوں کی چھاپ ہو گی؟"

"بڑے میاں تم سمجھے نہیں!"

قصہ یہ ہے کہ اسلام کی ترجمانی غلط ہو رہی ہے۔ یہ انگریزی پڑھے لکھے نوجوان سمجھتے ہیں کہ ہم مولوی انگریزی علوم سے ناواقف ہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں موجودہ وزارت کے کئی اراکین کے مقابلہ میں شستہ و رفتہ انگریزی بول سکتا ہوں۔ بلکہ تقریر بھی کر سکتا ہوں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اسلام کا بول بالا ہو۔ اسی لئے میری جماعت کا ہر فرد یک جہتی پیدا کرنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد نہایت خاموشی سے کرتا ہے۔"

میں نے کہا یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اور یہ بھی خوب ہے کہ آپ انگریزی میں تقریر بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات آپ کی اردو سے واضح نہیں ہوتی کہ کون سے اسلام کا بول بالا ہو۔ یہاں تو کتنے ہی مدعی موجود ہیں۔ پہلے خود مل بیٹھ کر کسی نتیجے پر پہنچئے ہر ایک کی اپنی اپنی تان ہے۔ آپ نے تو خیر اپنی حیثیت مارٹن لوتھر کی سی بنا لی ہے۔ مارٹن لوتھر نے پروٹسٹنٹ فرقے کی بنیاد ڈالی آپ نے بھی لمبی اور فرنچ کٹ ڈاڑھیوں کے مابین خشخشی ڈاڑھی کو رواج دیا ہے۔ زمانہ شکل و صورت کی بناوٹ سے آزاد ہو رہا ہے زندگی عمل کی محتاج ہے۔ اسلام کے ہر مدعی نے عمل کی راہیں اتنی پر پیچ بنا دی ہیں کہ ایک قدم بھی اٹھانا دشوار ہو گیا ہے مجھے تو یوں محسوس ہونے لگا ہے جیسے میں ایک عظیم الشان عمارت میں داخل ہو چکا ہوں۔ مگر اس کے اندر تنگ و تاریک کمرے اس قدر بنا دیئے گئے ہیں کہ کہیں بیٹھنے کو جگہ ہی نہیں ملتی، ان بند کمروں میں رہنے سہنے والوں نے مجھے اندر آنے کی دعوت دی۔ اور ہر ایک نے اس خود فریبی میں مبتلا کرنا چاہا کہ اسی کمرے کی بنیاد پر پوری عمارت کھڑی ہے یہ بنیاد کہاں ہے۔ آپ مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیجئے۔ رب العالمین کو فرقوں جماعتوں اور ملکوں کا رب نہ بنایئے۔

یہ کہتے ہوئے میں نے اپنی راہ لی۔ بڑے بڑے عالموں نے شعبدہ بازی کی طرح رنگ برنگی اسلام کی نمائش کی پیش کش دینے میں تھا کہ آخر کس رنگ میں ڈوبا جائے۔ ہر رنگ اپنی جگہ پختہ بن چکا تھا۔ یہاں تک کہ بچا کھچا میل بھی اپنے انفرادی رنگ کا مالک بن چکا تھا۔ ایسے میں مجھے ایک بات سوجھی۔ سوچا کہ عام لوگوں میں چل پھر کر دیکھوں شاید اسلام حقیقی رنگ میں نظر آ جائے۔

چنانچہ چہل قدمی کرتے ہوئے ایک ایسی محفل میں جا پہنچا جہاں ایک پیر صاحب گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے طبلہ کی تھاپ پر سر ہلا رہے تھے۔ گھنگھروؤں کی جھنکار پر وجد میں آ رہے تھے رقاصہ کی سریلی آواز پر سبحان اللہ کہہ رہے تھے اور اس کی مستی بھری اداؤں پر اللہ ہو کا پُر زور نعرہ لگا رہے تھے۔ محفل کے دیگر سامعین پر بھی کچھ ایسا ہی وجدانی سرور طاری تھا۔

ان میں سے ایک کو میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا "بھائی اسلام —— پیر صاحب اور مجرا —— یہ ماجرا کیا ہے؟"

اس نے ہدایت نامہ اسلام بن کر جواب دیا "توبہ کرو توبہ ایسی بات اپنے دل میں کبھی نہ لانا۔ یہ ایک راز ہے معرفت کی باتیں ہیں۔ اللہ میاں سے تار ملا ہوا ہے۔"

اسلام ایک راز ہے۔ اسلام معرفت کی باتیں ہیں اسلام ایک تار ہے جو اللہ میاں سے ملا ہوا ہے۔ دل میں جذبات کا طوفان لئے حوادث کے تھپیڑے کھاتا ایک شام مولود شریف کی محفل میں جا گرا۔ دسترخوان پر طرح طرح کے لوازمات چنے تھے پھولوں کے گلدستے بھی سجے تھے۔ کیوڑے کی پھوار بھی تھی کئی لوگ، دسترخوان کے اردگرد آسن جمائے ٹکے تھے۔ ایک صاحب کھڑے کھڑے اپنے دونوں ہاتھ باندھے فلمی طرز میں نعت پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران میں بہت سے قدردانوں نے کاغذات کے پرزے ان کی خدمت میں پیش کرنے شروع کئے۔ معلوم ہوا کہ پاکستانی نوٹ ہیں۔ بیچارے مولوی نے شعر و نغمہ کی مخالفت تو کی لیکن خود گانا سننے کی مقدس راہ نکال ہی لی سامعین جھومتے ہوئے یوں سر ہلا رہے تھے جیسے کھلونے کوک بھر کے بٹھا دیئے گئے ہوں۔ ان میں سے بعض کی متحرک آنکھیں چنے ہوئے لذیذ پھلوں پر لگی ہوئی تھیں۔

میرا دل و دماغ تمام آوازوں اور سروں کا جائزہ لے رہا تھا کچھ سہمے ہوئے لہجے میں ایک مجہول حال سے میں نے پوچھا —— "میرے بھائی اس محفل کی وجہ؟" اس نے حسرت سے پوچھا "کیا تم نہیں جانتے اس محفل میں حضور سرور کائنات تشریف لائے ہیں۔"

ابھی اس نے بات پوری بھی نہیں کی تھی کہ ساری محفل اٹھ کھڑی ہوئی اور سب کے سب "یا نبی سلام علیک .... یا رسول سلام علیک ...." خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے لگے۔

میں سلام کئے بغیر باہر نکل گیا —— جستجو کا تھکا سلسلہ جاری تھا کہ ایک خانقاہ کے پاس سے گذرا۔ وہاں عرس مبارک کی تقریب بڑے زوروں پر منائی جا رہی تھی۔ ایک رقص نا زدہ تھا کی تھاپ پہ پیر و مرشد کے پیارے آنکھیں بند کئے زمین پر لوٹیں لگا رہے تھے۔ ایک بانس پر الٹا لٹکا تھا۔ دونوں پاؤں رسیوں میں جکڑے، وہ طبلہ کی تال پر ہوا میں لہریں کھاتا جھول رہا تھا۔ اس مستانہ روش کا موجد کون ہے۔ یہ وجدانی عالم زبان کس کی تخلیق ہیں ——؟ ایسے کئی سوالات میرے دماغ میں چکر کاٹتے رہے۔ ہجوم سے باہر نکلا تو دوسری طرف جم غفیر نظر آیا۔ بچے بوڑھے اور جوان "جھنڈا" حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو رہے تھے، ایک دوسرے کو اپنے پاؤں تلے کچل رہے تھے۔ ان میں ایک بھی شخص ایسا نہیں تھا جو متمول ہو۔ ان غریبوں کو تبرک کے بہانے دال روٹی سے بہلایا جا رہا تھا۔ کس سے پوچھتا کہ تم کیسے مسلمان ہو۔ کس سے کہتا —— "میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں"

صبح و شام کی بے ہنگم دوڑ دھوپ سے تنگ آ گیا تھا کہ یکایک ایک چلتا پھرتا بورڈ دکھائی دیا۔ جس پر کسی فلم اداکاروں ستاروں کے نام لکھے تھے۔ یہ نام تو مجھے یاد نہیں رہے البتہ تین الفاظ ابھی تک میرے دماغ میں محفوظ ہیں، وہی تین الفاظ جن کی بناء پر مجھے سنیما ہال میں ڈھائی گھنٹے تک مقید رہنا پڑا .... فلم شروع ہوا لیکن ان الفاظ کی تفسیر کہیں بھی نہ آئی ——

اسلامی سوشل فلم —— یہ تھے وہ الفاظ جو مجھے کھینچ لائے تھے۔ فلم نہایت لغو تھا۔ طیش آ رہا تھا کہ اچانک ہی ایک گانا شروع ہو گیا "سرکار دو عالم ——" غالباً یہی دو بول تھے جسے ہیروئن اپنے بچھڑے ہوئے محبوب کی یاد میں گا رہی تھی، اور سرکار دو عالم سے مترنم آواز کے ساتھ ملتجی تھی کہ سفینۂ حیات کو جو منجدھار میں پھنس چکا ہے۔ پار لگا دیجئے۔ یہ محبت بھری دعا ختم ہوئی تو ہیروئن نے پُر زور لہجے میں کہا۔

میں اس دنیا میں اکیلی ہوں، میرا محبوب مجھ سے کہیں دور ہے۔ یہاں میرا کوئی بھی نہیں میرا ہمراز وہ ہے وہ۔ ساتھ ہی کیمرہ فوراً ہی نگاہوں کے سامنے قرآن مجید کو لے آیا۔ ایک طرف "یا اللہ" اور دوسری طرف "یا محمدؐ" کے خوبصورت طغرے آویزاں تھے اس منظر کے نمایاں ہوتے ہی سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ یہ تھی فلمی اسلام کی جھلک جو پردۂ سیمیں پر نمودار ہوئی۔ سو فیصدی گاتی بولتی۔

میری حالت عجیب ہو گئی تھی، جہاں کہیں بھی "اسلام" کا لفظ دیکھتا دیوانہ وار اس کی طرف لپکتا مگر ہاتھ ملتا واپس چلا آتا۔ اس نوجوان کو اپنی کہانی یہاں تک سنائی تھی کہ اس نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا —— بابا جس اسلام کی تم تلاش میں ہو وہ آج کی دنیا میں کہاں۔ صدر ترکی کا اسلام۔ صدر مصر کا اسلام شاہ ایران کا اسلام، شاہ عراق کا اسلام، شاہ اردن کا اسلام، شاہ افغانستان کا اسلام، ابن سعود کا اسلام، مفتی اعظم کا اسلام، شیخ الازہر کا اسلام، عبدالرحیم سکارنو کا اسلام، شیر کشمیر عبداللہ کا اسلام، ابو الکلام آزاد کا اسلام، حسین احمد مدنی کا اسلام اور کتنے ہی اسلام کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اسی پھیلاؤ سے اسلام کے سارے جوڑ ٹوٹ چکے ہیں، اسی ڈھانچے کو زندہ رکھنے کے لئے عوام کا خون نچوڑا جا رہا ہے اسلام ایک بجھا ہوا شعلہ ہے جو کبھی مقصد و مہر پروانہ تھا۔ ایک زنگ آلود قفل ابجد ہے جس کو کھولنے کی ترکیب صرف ملاؤں کو یاد رہ گئی ہے۔ ایک گالی بن چکا ہے جسے ایک فرقہ دوسرے فرقے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ کون ہے جو اس کی ایک حقیقت کو دنیا کے سامنے پیش کرے۔

بابا تم اس وقت ہندوستان میں وارد ہوئے جب میں نے اسلام کی مبہم سی حقیقت کو بھی اپنا لیا تھا۔ جب مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت نے دس کروڑ مسلمانوں کے تحفظ اور ان کی اجتماعی ترقی کے لئے ایک علیحدہ ملک کا مطالبہ کیا تھا میں نے بھی عام مسلمانوں کی طرح نیک نیتی سے اس مطالبے کو منوانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کیا۔

میری نگاہوں کے سامنے میرے عزیز خاک و خون میں تڑپتے رہے۔ مجھ جیسے زخم خوردہ اور بھی تھے جو موت کے سائے میں لٹی ہوئی زندگی کے ساتھ چھٹے کیمپوں میں پڑے رہے اونچے طبقے کے مسلمان جان و مال کو ساتھ لئے فرشتوں کے پر لگا کر پاکستان کی جانب پرواز کرتے رہے، ان کے پاس دولت تھی، رشوت دے سکتے تھے عزت و ناموس بچا سکتے تھے۔ اس اونچے طبقے کا غیر مسلموں سے

اونچے طبقے نے پورا پورا ساتھ دیا۔ غریبوں کا کون ساتھ دیتا۔ ہمارا سایہ تک ہم سے علیحدہ ہو چکا ہے۔ وہی سایہ جس کا ہم نے متواتر دس برس تک تعاقب کیا۔

آخر بچتے بچاتے ہم اپنی پاک سرزمین تک پہنچ ہی گئے موت ہمرکاب تھی راستے میں اپنا شکم بھرتی رہی۔ یہ کٹھن سفر ختم ہوا تو والٹن کیمپ میں نیلے آسمان کے نیچے بارش اور دھوپ میں نڈھال انسانیت دم توڑ رہی تھی کتنے ہی ہمدرد چمکیلی کاروں میں سوار ہو کر ہمارے پاس آتے رہے، ان کی ہمدردی کا ذکر اخباروں میں بھی چھپتا رہا، لیکن ہمارے درد کا مداوا نہ ہوا۔ ہمیں بارش، دھوپ، دھول، اور ہیضے سے پناہ نہ ملی۔

یہ وقت بھیانک واقعات دوہرانے کا نہیں۔ یہ بات کیمپ کا کوئی باسی نہیں بھول سکتا کہ وہاں جن اور دیو بھی آتے تھے جو رات کی سیاہی میں کچھ پریوں کو اٹھا کر لے جاتے تھے۔ یہ پریاں صبح واپس آتیں تو ان کے نازک پر جھڑ جاتے خاک آلودہ سر پر جھاڑیاں اگی ہوتیں۔ ان جھاڑیوں کی اوٹ میں ان کی بے نور آنکھوں میں کئی اندھیرے منجمد نظر آتیں —— کیمپوں کے کھردرے فرش سے بنگلوں کے حریری بستر —— بنگلوں کے حریری بستر سے پھر وہی کیمپوں کا کھردرا فرش —— ایک ہی رات میں کتنا لمبا سفر!! —— کتنی بھیانک منزل۔

آج اسی لاہور میں جہاں تم مسلمان ہونے کے لئے آئے ہو کئی گھروں اور ہوٹلوں میں ایسی کئی پریاں چڑیلیں بن کر آباد ہیں لڑھکتے ہوئے پتھروں پر ریت کے محل تعمیر کرتی ہیں، اور اس دن کی منتظر ہیں جب ان کی زندگی کا آخری دیو آئے گا۔ اور انہیں اٹھا کر ہمیشہ کے لئے لے جائے گا۔

بابا تم شاہی مسجد تو پہنچے گئے۔ کیا تم نے اس کے زیر سایہ شاہی محلے میں اسلامی سج دھج کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا جہاں سرمایہ دار رقص ابلیس کے مزے اڑاتے ہیں۔ یہ ارضی حور اب عورت نہیں فقط ایک رنڈی ہے، جو کھلے بندوں اپنی عصمت بیچنے کا حق رکھتی ہے، ہماری آزاد حکومت سے انہیں پوری آزادی حاصل ہے۔ زندگی بنانے کی نہیں زندگی بگاڑنے کی —— مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے۔

کیا یہ رنڈی اسلامی جذبے سے محروم ہے؟ کیا انسانی دل اس کے پہلو میں نہیں دھڑکتا؟ محرم کے احترام میں سیاہ پوشش کیوں ہوتی ہے؟ آسمانی برکتوں سے فیض یاب ہونے کے لئے درگاہوں میں کیوں ناچتی ہے۔ کتنے پیر ہیں جنہوں نے عورت کو رنڈی ہونے سے بچا لیا ہے، جنھوں نے رنڈی کو عورت کی حیثیت سے اپنے یا اپنے مریدوں کے ہاں آباد کیا ہے؟ یہی تو ایک راز ہے جس میں معرفت کی باتیں پوشیدہ ہیں، یہی تو ایک راز ہے جس کے برتاؤ سے پاک ننھے بھرتے ہیں

میں نے اس پُر سوز ماحول کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ ان ملنگوں پر بھی نظر ڈالی جو دم بدم "حیدر علی مولا مشکل کشا" کا نعرہ لگا کر چنڈو کے بھبوکے دھوئیں کے بیتے اڑاتے ہیں، زندگی سے بھاگے ہوئے انسان اپنی رگوں میں زہر بھرتے ہیں، دوسروں کو ڈسنے کے لئے۔

جھوٹی روحانیت کے اس عنبر بری جھولے میں کتنی زندگیاں

یونہی لٹکتی رہی ہیں۔ اونچے طبقے کے لوگ بھی تو اس جھولے میں اٹکے ہوئے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ وہ تکیوں میں بیٹھ کر اپنی رگوں میں چنڈو اور چرس کا زہر نہیں بھرتے۔ کوٹھیوں اور بنگلوں میں وسکی اور برانڈی کا زہر اپنی تن آسان زندگیوں میں گھولتے ہیں، عوام کو ڈسنے کے لئے ......!

ان عوام کو جو پانچوں وقت پاکستان کی مسجدوں میں نماز ادا کرتے ہیں، خلاصی قرضداراں، شفا بیماراں کا رونا روتے ہیں۔ لیکن عوام کا رونا خدا کیوں سننے لگا۔ یہ تو حمد وثنا کی توہین ہے کہ قادر مطلق کی بنائی ہوئی زندگی، زندگی کی بھیک مانگتی رہے۔ زندگی دینے والے سے سامان زندگی کا ٹھیکہ زیادہ سے زیادہ ٹینڈر دے کر تو اونچوں نے لے لیا تھا، یہ اگر دوسروں کو سامان فراہم کرنے لگیں تو منافع سے محروم ہو جائیں۔ اسی لئے تو زخموں سے نڈھال زندگی کے لئے آسمانی مرہم تیار کر دیا جاتا ہے مشیت ایزدی کی پھونک ماری اور زخموں پر اس مرہم کا پھاہا لگا دیا۔

بابا —— تم میری طرف حیرت سے کیوں دیکھتے ہو؟ تم نے اسلام کو ہر رنگ میں دیکھا ہے، یہ رنگ بھی دیکھ لو۔ —— یہ وقت مسلمان بننے کا نہیں انسان بننے کا ہے۔ ان درندوں نے انسان کو جنگلوں اور غاروں میں دھکیل دیا ہے۔ آسمان پر پہنچا دیا ہے، اس کی عظمت کو خیالی پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ اب وہ وقت نہیں رہا خود فریبی کا دور ختم ہو رہا ہے۔ میں انسان ہوں، تم بھی انسان ہو.....

نوجوان نے انتہائی خلوص سے یہ بات کہی تو میرے دل میں یہ بات آئی ——

لیکن بیٹا، مسلمان بھی انسان ہے۔ اسلام نے یہی درس دیا ہے، ہم سب انسان ہیں اشرف المخلوقات ہیں کیا ایسا نہیں ہے ——!!

ہاں بابا ایسا ہی ہے۔ اسلام ہی کیا دنیا کے ہر مذہب نے اپنے دور کے مطابق انسان کو بلندی کی راہ دکھائی اب وہ بلندی ہمارے سامنے ہے۔ انسان مختلف مذاہب میں رہ کر اپنے آپ کو کم تر دیر تک نہیں رکھ سکتا ہم سب ایک ہیں، تم ہی کہو اگر تمہاری نگاہوں کے سامنے ایک زخمی انسان دم توڑتا نظر آئے تو کیا تم قدرتی طور پر خود بخود اس کی مدد نہیں کرو گے؟ ایسا کیوں ہے؟ یہ ایک فطری تقاضا ہے۔ عالمگیر انسانیت کا احساس ہے جسے قومیت کی اونچی عمارتیں وطنیت کے بلند ستون اور مذہب کے ہولناک تصورات نہیں مٹا سکتے، حدیث نبوی کا صرف یہی جملہ انسانیت کا احساس دلاتا ہے۔ "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پا لیا"۔ —— آج انسان نے اپنے آپ کو پہچان لیا ہے وہ سمجھ چکا ہے کہ وہی اس کائنات کا خالق ہے۔ وہی اس کو بگاڑنے اور سنوارنے والا ہے۔

بابا ہم سب انسان ہیں ہمیں رب العالمین کا احساس ہونا چاہیئے۔ اسی احساس کے تحت آج میرا وطن سارا کرۂ ارض ہے۔ پاکستان میرا ایک گھر ہے، مجھے اپنے وطن کو، اس دنیا کو اخوت و مساوات سے ہمکنار کرنا ہے اور پھر خلا میں بکھرے ہوئے غیر آباد سیاروں کو بھی آباد کرنا ہے۔

بابا —— تم ایک انسان ہو، میں تمہارے جذبۂ تجسس کا احترام کرتا ہوں، تم ایک روشن ماضی ہو، لیکن یہ قدامت پرست سچائی کو سننا نہیں چاہتے ویسے یزید کو پیٹتے ہیں۔ الفاروق کے مسند نشین ہیں اور عزیزوں سے دور بھاگتے ہیں۔ غور سے دیکھو ان زرّیں لبادوں میں ننگی مخلوق کی آنتوں کے پیوند لگے ہیں۔ ان پھیلی توندوں پر بھوکی مخلوق کے پیٹوں کے پتھر بندھے ہیں۔ ان ننگ انسانیت انسانوں نے ایک ہی راستے پر کئی منزلیں کھڑی کر دی ہیں، ہر مذہبی راہ متضاد قافلوں کی دوڑ میں گرد و غبار سے اٹی پڑی ہے۔ منزل بگولہ بن کر رہ گئی ہے، میں کہاں ٹھہروں، زندگی ٹھہرنے کا نام نہیں، میرے ہاتھ میں علم کی مشعل ہے۔ مجھے آگے بڑھنا ہے تاریکیوں کو دور کرنا ہے۔ اور اپنی اس دنیا کو ایسی جنت میں بدلنا ہے جس کے پہلو میں دوزخ نہ ہو......" نوجوان نے اتنا کہا اور قدم بڑھاتا چلا گیا۔

بھائیو اب میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ ادیبوں کی اس محفل میں جہاں زندگی کے ترجمان ہیں —— کیا تم میں کوئی بھی مسلمان ہے جو اسلام کی اصل حقیقت دنیا کے سامنے پیش کر سکے!

"درس قرآن"

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور ہماری جماعت کی ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جنہیں قرآن کریم سے ایک خاص لگاؤ اور اس کے فہم کا ایک خاص ملکہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا حضرت ڈاکٹر صاحب اپنے دوران ملازمت میں مختلف مقامات پر متعین ہوتے رہے، وہ جہاں جاتے درس قرآن کا سلسلہ شروع کر دیتے اور اسی درس کو سن کر کئی لوگ جماعت احمدیہ کی قرآن دانی کے قائل ہو کر جماعت کے اندر شامل ہو جاتے، ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ کو کچھ عرصہ لاہور میں قیام کا موقعہ ملا اور مسجد احمدیہ بلڈنگس میں درس کا سلسلہ آپ نے شروع کیا، اس درس کے ایک حصہ کے نوٹ جو سورۃ الماعون سے لیکر والناس تک سے تعلق رکھتے ہیں "پیغام صلح" میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے، پروفیسر عنایت علی خاں صاحب کا ہمیں ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے ان نوٹوں کو "درس قرآن" کے نام سے جمع کر دیا ہے اور اس مجموعہ کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ایک خوبصورت پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا ہے جو دفتر انجمن سے مفت حاصل کیا جا سکتا ہے، پروفیسر صاحب ممدوح نے اس پمفلٹ کے پیش لفظ میں یہ خوشخبری بھی سنائی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے قیمتی مضامین کو جو وقتاً فوقتاً پیغام صلح میں لکھتے رہے اور جن میں بہت سے علمی حقائق بیان اور کئی ایک دینی مسائل پر بحث ہے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سلسلہ وار شائع کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے، ہم انجمن کے اس فیصلہ کا دلی خوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اس پر جلد از جلد عمل درآمد کیا جا سکے ڈاکٹر صاحب مرحوم کے فیوض حسنہ سے دنیا کو مستفیض ہونے کا موقعہ دیا جا سکے گا۔

مکتوب ووکنگ

بقیہ صفحہ ۲

کرتا ہے کہ مسلمان بننے کے لئے پہلے میں عیسائی تھا۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمام انبیاء پر ایمان لانا اور تمام الہامی کتب کو تسلیم کرنا میرا فرض ہے۔ میں حضرت عیسٰے کو پیغمبر سمجھتا ہوں اور بائیبل کی صداقتوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ اسلام مذہبی منافرت کو دُور کرنا چاہتا ہے۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے کہا کہ تمام نسل انسانی ایک ہے۔"

سوال وجواب اور لیکچر کے تاثرات

اس ملک میں تقریر کا اصل حصہ سوال و جواب ہوتا ہے۔ میں نے انہیں شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ میں یہاں اس خیال سے آیا ہوں کہ میں دیکھوں کہ میرے مذہب سے بہتر بھی کوئی مذہب ہے۔ اس لئے میں آپ لوگوں کو موقعہ دیتا ہوں کہ میرے مذہب کے جتنے کمزور پہلو ہیں انہیں میرے سامنے رکھیں اور میں آپ لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ دلائل سے یہ بات ثابت کر سکے کہ میرا مذہب غلط ہے تو میں اپنا مذہب ترک کر دوں گا۔

رات ساڑھے گیارہ بجے تک گفتگو جاری رہی۔ اور آخر میں انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ اسلامی تعلیمات کبھی ان کے سامنے اس طرح پیش نہیں کی گئیں۔ اس کے بعد انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ وہ مسجد ووکنگ سارے کے سارے اکٹھے آنا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ صرف مسجد دیکھنے ہی نہ آئیں۔ مجھے زیادہ خوشی ہوگی اگر آپ مسجد میں آکر اپنی نماز ادا کریں۔ اسلامی رواداری کی تعلیم سے یہ لوگ بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ اصحاب پھر مجھے واٹرلو اسٹیشن تک چھوڑنے آئے۔

اسلام کا مقابلہ نہیں ہو سکتا

اس ایک سال کے عرصہ میں میں متعدد جگہ تقریر کرنے کے لئے گیا۔ شروع شروع میں مجھے ڈر لگتا تھا کہ لائق قابل پادریوں کے سامنے میں کس طرح گفتگو کر سکوں گا۔ اگر انہوں نے کوئی الٹا سیدھا سوال کر دیا تو کہیں اسلام کی بدنامی نہ ہو جائے۔ لیکن ایک سال کے تجربہ کے بعد مجھے اس بات کا پختہ یقین ہو گیا ہے کہ اسلامی تعلیمات کا مقابلہ کوئی مذہب نہیں کر سکتا۔

بدنام کنندۂ اسلام

صرف تکلیف محسوس ہوتی ہے تو اس وقت جبکہ یہاں کے لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ اسماعیلی کون ہوتے ہیں جو کروڑوں پونڈ حسین عورتوں پر کیوں صرف کرتے ہیں؟ مسلمان اتنے بدحال اور مفلس کیوں ہیں؟ اگر اسلام میں priesthood نہیں تو مختلف مساجد کے مولویوں میں جھگڑے کیوں ہوتے ہیں؟ اگر اسلام شرک سے منع کرتا ہے تو مسلمان قبروں کی پرستش کیوں کرتے ہیں؟ یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ

" حال ہی میں کسی عیسائی نے محمدؐ صاحب کی تصویر شائع کی تو مسلمانوں نے بہت احتجاج کیا۔ مسلمان ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ عراق اور ایران میں مسلمان خود محمد صاحب اور ان کے بعض صحابہ کی تصویریں شائع کرتے ہیں" وغیرہ وغیرہ۔

ان سوالوں سے بڑا دکھ ہوتا ہے اور یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ اسلام کے دشمن خود مسلمان ہیں۔

ایک انگریز جو دل سے مسلمان ہے لیکن مسلمانوں کا کردار اسے شامل نہیں ہونے دیتا

چند ماہ کی بات ہے کہ ایک صاحب مسجد دیکھنے آئے انگریز تھے۔ فرمانے لگے کہ کلکتہ میں وہ انسپکٹر جنرل پولیس تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں عیسائی ہوں لیکن آپ کی مسجد میں آپ کے طریقہ پر نماز ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا بڑی خوشی سے کیجئے۔ اس اثنا میں ایک لڑکا آگیا اور کہنے لگا میں مسجد دیکھنا چاہتا ہوں۔ ان انگریز صاحب نے کہا اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں انہیں مسجد بھی دکھاتا ہوں اور اسلام کے متعلق بھی بتاتا ہوں۔ آپ بھی آئیے۔ چنانچہ میں بھی ساتھ دیکھنے کیلئے گیا کہ یہ اس لڑکے کو اسلام کے متعلق کیا بتاتے ہیں۔ میری حیرانی کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ مجھ سے بہتر انہوں نے اسلام کی تصویر اس لڑکے کے سامنے پیش کی۔ جب لڑکا چلا گیا تو میں نے پوچھا کہ کیا آپ مسلمان ہیں؟ یہ کہنے لگے میں دل سے اسلام کا قائل ہوں اور جہاں تک ہو سکتا ہے میں اس پر عمل کرتا ہوں لیکن اپنے عیسائی لوگوں سے تعلقات توڑ کر مسلمانوں کے گروہ کے ساتھ اس لئے منسلک نہیں ہونا چاہتا کہ مجھے ذاتی طور پر اس بات کا علم ہے کہ مسلمانوں کا کردار بہت گندہ ہے۔ ان صاحب نے پھر ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب سے گفتگو بھی کی۔ پھر جاتے وقت ہمارے دستور کے مطابق گلے ملے اور بڑے رقت آمیز لہجے میں ہمیں الوداع کہہ کر چلے گئے۔

یہ صرف ایک انگریز صاحب کا ذکر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس ملک میں ایسی ہزاروں سعید روحیں موجود ہیں افسوس اور صد افسوس اس بات کا ہے کہ انہیں ہم اسلامی برادری میں جذب نہیں کر سکتے اور اس کی وجہ صرف ہمارے اپنے اعمال ہیں۔

مسلمان عورتیں

مجھے کچھ لوگوں نے بتایا کہ آج سے تیس سال قبل مسجد ووکنگ کے ایک امام صاحب نے کہا تھا کہ مسلمان عورتیں فرشتہ ہوتی ہیں، بڑی صالح اور نیک ہوتی ہیں۔ عیسائی عورتیں ان کا کیا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ اس وقت ان کی بات سے ہم بہت متاثر ہوئے لیکن دیکھا کہ جب مسلمان ملکوں میں عورتوں کی حالت دیکھی تو بہت افسوس ہوا۔

غیر تسلی بخش جواب

جب لوگ اس قسم کا اعتراض کرتے ہیں تو میں انہیں یہ کہہ کر تو چپ کرا دیتا ہوں کہ بعض شخص کے اعمال کی ذمہ داری مذہب پر تو نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح بدکار مسلمانوں کا ذمہ دار اسلام نہیں ہو سکتا لیکن اس جواب سے میری اپنی تسلی نہیں ہوتی۔ سوچتا ہوں کہ صحیح اعتقادات کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اگر غلط اعتقادات کو رکھ کر بھی انسان اچھے اخلاق کا مالک ہو سکتا ہے تو پھر صحیح اعتقادات کا کیا فائدہ۔ یہاں لوگوں کے اخلاق پاکستان کے مسلمانوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ اس قوم میں اتنی شائستگی اور تہذیب ہے کہ ہمیں تو مزید سوسال ان جیسا ہونے میں لگیں گے۔

ایک سکول میں بچوں سے خطاب

۱۹ر نومبر کو میڈنگ کے ایک اسکول میں ۱۸-۱۷ سال کے لڑکوں کو اسلام کے متعلق بتانے گیا۔ میں صرف ایک کلاس کو خطاب کرنے گیا تھا لیکن تین کلاسوں کو یکے بعد دیگرے خطاب کرنا پڑا۔۔۔۔ یہ بچے ہر ممکن چیز اسلام کے متعلق پڑھ کر تیار بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لڑکوں نے متعدد سوالات پوچھے۔ یہاں تک پوچھا کہ قرآن کی بعض سورتیں حروف مقطعات سے کیوں شروع ہوتی ہیں اور ان کے کیا معانی ہیں۔

مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہاں کے عیسائی سکولوں میں اب اسلام کے متعلق نہ صرف پڑھایا جاتا ہے بلکہ ان لڑکوں کو ہر ممکن سہولت دی جاتی ہے کہ وہ اسلام کے متعلق صحیح معلومات حاصل کریں۔

اس کے بعد ایک ماسٹر نے مجھے کھانے کی دعوت دی۔ میں ان کے گھر گیا۔ جس گھر میں وہ رہتے تھے وہ لوگ Quaker تھے۔ یہ لوگ گوشت نہیں کھاتے اور جنگ کے دوران میں لڑائی میں قطعاً حصہ نہیں لیا۔ ان پر اپنے مذہبی اعتقادات کی فوقیت کو بیان کیا جس کا انہیں اعتراف کرنا پڑا۔ لیکن مجھے ان کے حسن سلوک کا قائل ہونا پڑا۔ اسٹیشن تک چھوڑنے آئے۔ اور مجھے رخصت کرتے ہوئے کہا یہ تمہارا اپنا گھر ہے جب کبھی یہاں سے گزر ہو بلا تکلف ہمارے ہاں آجاؤ۔ ایسی باتیں جب ان لوگوں کی زبان سے سنتا ہوں تو سوچتا ہوں ہم نے خواہ مخواہ انہیں بدنام کر رکھا ہے کہ یہ مادہ پرست قوم ہے۔ خود مسلمانوں کو ان سے زیادہ مادہ پرست میں نے پایا ہے۔

پاکستان کی صنعتی ترقی پر تقریر

اسی دن شام کو لندن یونین ہاؤس میں ایک جلسہ کا انتظام تھا۔ اس لئے ریڈنگ سے وہاں پہنچا۔ سید رفیق شاہ صاحب نے صدارت کی۔ ناظم سائیک صاحب نے تلاوت کی۔ اور اس کے بعد مسٹر اے ڈی۔ اظہر فائنینشل سیکرٹری پاکستان ایمبیسی نے پاکستان کی صنعتی ترقی پر تقریر کی۔ پاکستان کو ان جیسے قابل اور وسیع النظر لوگوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ انہوں نے اپنے خیالات کو بہت عمدگی سے پیش کیا۔ اور ثابت کیا کہ پاکستان نے اپنے ذرائع اور طاقت کی نسبت بہت ترقی کی ہے۔

سچی باتیں

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی

چند حقائق

نیشنل ہیرلڈ (لکھنؤ ۱۱ ستمبر) میں ایک ہندو ماہر دباغت و چرم سازی کے قلم سے :-

۱۹۵۰-۵۱ء میں ہندوستان سے گائے کی کھالیں للعہ روپے لے کر صرف تین پونڈ تک کی شرح سے برطانیہ بھیجی گئیں۔ گویا گھی سے بھی زیادہ قیمت ان کھالوں سے وصول ہوئی۔

۱۹۵۰-۵۱ء میں جتنا چمڑا ہندوستان سے گیا اس کی قیمت ۲۵ کروڑ ۷۷ لاکھ وصول ہوئی۔

۱۹۵۱-۵۲ء میں جتنا چمڑا ہندوستان سے گیا اس کی قیمت ۲۵ کروڑ ۱۹ لاکھ وصول ہوئی۔

۱۹۵۲-۵۳ء میں جتنا چمڑا ہندوستان سے گیا اس کی قیمت ۲۰ کروڑ ۳۵ لاکھ وصول ہوئی۔

اور ہندوستان کے دیہاتوں وغیرہ میں ۴۲ لاکھ باشندوں کو اس صنعت نے روزگار بہم پہنچایا......

چمڑے کی صنعت کے نقطہ نظر سے یہ علم خالی از دلچسپی نہیں کہ جانوروں کی دنیا میں بہترین چمڑا گائے ہی کی کھال سے حاصل ہوتا ہے.......

اب ایسا نظر آرہا ہے کہ گائے کا ذبیحہ عنقریب بالکل رُک جائے گا اور ہندوستان کو اپنی کھالوں کی صنعت کے لئے تمامتر انہی مویشیوں کی کھالوں کا سہارا ڈھونڈھنا ہوگا۔ جو ادھر ادھر کے دیہاتوں میں مرتے رہتے ہیں.......... اور یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اعلیٰ چمڑے کی فراہمی کا انحصار کثیر اچھی قسم کی تمام کھالوں پر ہے۔

لیکن واقعات حقائق جو کچھ بھی ہوں، اعداد کی منطق جس نتیجہ تک پہنچا رہی ہو، آپ واقعات، حقائق اعداد سب کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے زبان سے برابر کہے ہی جائیے کہ ہمیں مطلب تو بس اکثریت کی رضا جوئی سے ہے۔ اور اکثریت اگر یہی کہہ رہی ہے تو ایک گائے کیا معنی ہم ہر حلال جانور کے ذبیحہ سے دست برداری لکھ دینے کو تیار ہیں! ——— آہ سر سید جو بدنام انگریز کی وفاداری اور انگریز کی رضا جوئی کے لئے تھا!

حدود سے تجاوز

"کل شہر کی ایک مسجد میں جو واقعہ پیش آیا۔ اس نے مجھے بڑا دکھ ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ مسجد میں لوگ نماز پڑھنے اور اللہ کی عبادت کرنے جاتے ہیں یا آپس میں جھگڑا کرنے کے لئے اگر کسی کو کوئی راستہ اچھا نہیں لگتا۔ تو وہ دوسرے راستہ پر چلا جائے۔ لیکن یہ عقلمندی نہیں ہے کہ تم دوسروں کو اسی راستہ پر نہ چلنے دو......... اگر آپ کو کسی مسجد کے امام سے اتفاق نہیں تو آپ اس مسجد میں نہ جائیے کسی دوسری مسجد میں جا کر نماز ادا کر لیجئے۔ میں جب یہ سنتا ہوں کہ ایسے جھگڑوں میں پولیس کو امن قائم کرنا پڑتا ہے تو مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے............ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ جلوس آپ لوگ نکالتے ہیں۔ اور اس کے لئے پولیس کو امن قائم رکھنے کے لئے ساتھ ساتھ چلنا پڑتا ہے۔ یہ ایسی حرکتیں ہیں۔ یہ بچے بھی نہیں کرتے۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ جو لوگ جلوس نکالیں ان کو پولیس نہ دی جائے۔ بلکہ ان سے کہہ دیا جائے کہ اگر جھگڑا ہوا تو انہیں جیل بھیجدیا جائے گا"

یہ تقریر کسی مسلم واعظ یا حاکم کی نہیں، بلکہ صوبہ بمبئی کے وزیر اعلا شری مرارجی ڈیسائی کی ہے، جو ۲۴ ستمبر کو شہر بمبئی کے ایک مسلم جلسہ میں فرمائی ——— شرم سے کٹ جانے کا کوئی درجہ مسلمانوں کے لئے اس کے بعد باقی رہ جاتا ہے؟ بریلوی اور غیر بریلوی قسم کے اعتقادی اختلافات پر نوبت یہ آجائے کہ بدزبانیوں سے گذر کر بے تحاشا چھریاں چلنے اور لاٹھیاں برسنے لگیں۔ اور زخمی مسلمان اسپتالوں میں داخل ہونے لگیں اور مقتول مسلمانوں کے جنازے اُٹھنے لگیں تو ایسے مسلمانوں کو کیا حق اپنے کو دوسری قوموں سے ممتاز سمجھنے اور اپنے دین و ملت پر فخر کرنے کا رہ جاتا ہے؟

کیا اوج پر ستارہ گوہر فروش ہے

کلکتہ ۱۸ ستمبر آج ۱۱ بجے دن کو لایٹ ہاؤس میں گورنر کے ٹی بی فنڈ کے لئے چندہ فراہم کرنے کی غرض سے فلم "ادارہ" کا چیریٹی شو ہوا (یعنی اس شو کی کل آمدنی فنڈ مذکورہ میں دے دی جائے گی) مشہور فلمی اداکار...... اور مشہور فلمی اداکارہ........ نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ گورنر نے ان دونوں کا اور پبلک کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے شو میں شرکت گوارہ کی...... ایکٹر، اور .... ایکٹرس نے بھی گورنر کے تقریب کا فخر حاصل ہونے پر فخر و مسرت کا اظہار کیا۔ اور جس گرمجوشی کے ساتھ ان کا استقبال ہوا اس پر شکریہ ادا کیا"

جب تک بھانڈوں اور کنچنیوں کی یہ قدر افزائیاں اوپر کے حلقوں سے جاری ہیں، کیا صورت ہے کہ قلوب مرعوبیت دلوں اور دماغوں سے دُور ہو! اور ملک کے ذوق سنیما بینی میں کچھ بھی کمی آسکے؟ ——— اور پھر جو جرائم اور جرائم در جرائم سنیما کی لازمی برکتیں ہیں۔ کیا صورت ہے کہ ان پر کچھ ضرب لگے۔ اور کسی طرح بھی ان میں کچھ تخفیف پیدا ہو؟ ہمارے بدنام جاگیرداروں، تعلقہ داروں [illegible] نوابوں، راجاؤں سے بھی [illegible] لیکن اپنے خلوت خانوں سے نکل کر ارباب نشاط کی علانیہ اتنی قدر دمنزلت کی ہمت انہیں بھی مشکل ہی سے ہوئی ہوگی!

ہزار سالہ غلامی والوں سے

کسی نیوز ایجنسی کے خبرنامہ میں تو نہیں۔ البتہ معاصر الجمعیۃ کے ایک اداریہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کی تقریر بنگلور کا اقتباس نظر آیا :-

"ان لوگوں (یعنی ہندوؤں - ترکوں - مغلوں) نے یہاں آکر کوئی دفتر خارجہ نہیں بنایا تھا۔ اور انگریزوں کی طرح ہزار ہا میل دُور سے حکومت نہیں کی تھی۔ مسلمانوں کی آمد کو لوگ "مسلم حملہ" کا نام دیتے ہیں۔ مجھے اس نام سے سخت نفرت ہے"

غضب کیا پنڈت جی نے بھی۔ تاریخ کے جو ہر سے کام لیکر ضرب کاری لگادی، "ہندوستان کی ہزار سالہ غلامی" کے تخیل پر! جب ایبک اور بلبن، خلجی اور لودھی، جہانگیر و شاہجہان، سب ہندوستانی ہی تھے۔ تو پھر ان سے مغائرت کیسی؟ اور ہندوستان پر حکومت ہندوستانیوں ہی کی رہی یا نہیں؟ ——— اور پھر ذکر ترکوں اور مغلوں کے ساتھ قدیم ہندو یا آریہ حملہ آوروں کا بھی! گویا ترک اور آریہ ایک سطح پر! یعنی بیرونی، آفاقی بدیسی ہونے کے مجرم اگر ترک و مغل ٹھہرے ہیں تو اسی کٹہرے میں قدیم ہندوؤں کو بھی لا کھڑا کرنا ہوگا! ——— اب کون بتائے کہ ان داشگاف حقیقتوں کو سن کر ہمارے یو پی کے گورنر شری منشی اور وزیر اعلا شری سمپورنانند اور ڈاکٹر کاٹجو اور راج رشی ٹنڈن پر کیا گزر رہی ہے

پیغام صلح مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۵۵ء رجسٹرایل ۸۳۸ شمارہ ۴۹

[illegible] اخبار تنظیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
ایڈیٹر:۔ دوست محمد

جلد ۴۳ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۵۰

سال میں تین روز

محض للہ ربانی باتوں کو سننے کیلئے اور دعا میں شریک ہونے کیلئے جلسہ میں شمولیت ضروری ہے

حضرت مسیح موعود کا ارشاد گرامی

تمام مخلصین داخلین سلسلۂ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق و شوق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے اور دعا کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی اور چونکہ ہر ایک کے لئے باعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے اوپر روا رکھ سکیں لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ .... سو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدابیر اور قناعت شعاری سے تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ میسر آجاوے گا گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔

(آسمانی فیصلہ)

ہمارا سالانہ اجتماع

جو خدا کی طرف ایک قدم چلتا ہے خدا اس کی طرف دس قدم چلتا ہے ویسے تو احمدیوں کی مجاہد قوم بارہ مہینے اپنے اموال اور اوقات میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصروف جہاد رہتی ہے اور یہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں چلنا ہے لیکن لفظی معنوں میں خدا کے رستہ میں گھر سے نکل پڑنا اور چل پڑنا اپنے اندر ایک خاص کیفیت رکھتا ہے ممکن ہے ایک دنیا دار کی آنکھ میں یہ بھی ایک قسم کا جنون ہو لیکن اس جنون کے سرور کو اس آسمانی سلسلہ کے احباب جو سال بسال اس سالانہ اجتماع میں شامل ہوتے ہیں بخوبی جانتے ہیں، میں خود اس نعمت سے محروم ہوں اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی لاہور سے کہیں باہر سکونت پذیر ہوتا اور اس موقعہ پر بستر باندھ کر احباب کی معیت میں خدا کے رستہ میں چل کر آتا اس مادیت اور دہریت کے زمانہ میں ایک سعید اور باخدا انسان کی ملاقات اور صحبت ایک بڑی نعمت ہے پھر ہمارا سالانہ جلسہ تو ایک عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے جس میں دور دراز کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کی سعید روحیں کشاں کشاں محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کے لئے جمع ہوتی ہیں، سال کا آخری ہفتہ جلسوں اور جلوسوں کا ہفتہ ہوتا ہے یہ سب جلسے اور جلوس دنیوی اغراض کے لئے ہوتے ہیں اور انسانی ہاتھوں کے تعمیر کردہ۔ انسان کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیز خدا کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیز کا کب مقابلہ کر سکتی ہے۔ ہمارا سالانہ اجتماع صرف خدا کی رضا کے لئے ہے۔ بلکہ خدا کے پاک اور طاقتور ہاتھ کا قائم کردہ ہے۔ مجھے اس دوست سے ہمدردی ہے اگر وہ کسی وجہ سے اس نعمت سے محروم رہے اور خدا کے رستہ میں چلنے والوں کی فہرست میں اسکا نام نہ آسکے۔

(محمد یعقوب خاں)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

"محافظانِ ختمِ نبوت" کی جنگ

۱۷ر اگست بروز بدھ۔ اخبار "جنگ" کراچی میں مولاناؤں کے مابین "جنگ" جاری ہے "مولانا محمد علی جالندھری کی طرف سے مولانا مودودی کو دعوتِ مباہلہ" کے زیرِ عنوان ایک عبرت انگیز مضمون شائع ہوا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ان "علمائے کرام" کی نگاہوں سے انذار خداوندی ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم پوشیدہ ہے۔ قدرت کی طرف سے تازیانہ پر تازیانہ پڑ رہا ہے لیکن ہوش میں آنے کا نام نہیں لیتے۔ مولاناؤں کا یہ طرزِ عمل اسلام کو بدنام کرنے کا باعث ہو رہا ہے۔ ان افسوسناک نمونوں کو دیکھ کر غیر مسلم اسلام کے قریب آنے سے ہچکچاتے اور دردِ دل رکھنے والے مسلمان ان حرکاتِ شنیعہ پر آنسو بہاتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے امامِ وقت سے روگردانی اور اس کی تکذیب و تضحیک کا۔ اے "محافظانِ ختمِ نبوت"! اے خدائی ٹھیکیدارو "خدارا اسلام پر رحم کرو" وہ اسلام جسے تم نے اپنے اغراض کی تکمیل کے لئے آلہ بنایا ہے۔ کم از کم اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اللہ ہدایت دے۔

امریکہ میں اسلامی بیج کی نشو و نما

حضرت مسیح موعود کے تصرفِ روحانی سے دین کی قبیل آغوشِ اسلام میں آنے والا "پہلا امریکی مسلم" محمد الیگزینڈر رسل ویب کے ہاتھوں امریکہ میں جو اسلامی بیج بویا گیا تھا کزرعٍ اخرج شطاہ کی سنتِ الٰہی کے ماتحت اب ایک درخت کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے۔ خبر ہے کہ امریکی و کینیڈی مسلمانوں کی چوتھی فیڈریشن کی سالانہ کنونشن کے موقع پر اس کے محترم صدر عبداللہ اکرم نے جو تقریر فرمائی اس کے یہ الفاظ "جب اسلام نشو و نما پاتا ہے۔ الحاد کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسلام اشتراکیت کا ناقابلِ تسخیر دشمن ہے" حقیقت اسلام کی صداقت پر ایک بین برہان ہے۔ یہ درخت احمدی علم الکلام کے آبِ زلال سے پرورش پا رہا ہے۔ انشاء اللہ اس کی شاخیں نئی دنیا کے افق تک پہنچ کر رہیں گی۔

اسلامی سالِ نو

۲۰ر اگست بروز سنیچر۔ کل شام ۱۳۷۴ھ اسلامی دنیا کو بصد حسرت و یاس الوداع کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ اس نے عالمِ اسلامی سے جو جو امیدیں اور تمنائیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ بھی اپنے ساتھ ہی لیتا گیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ لیکن یکا یک اس کے جاتے ہی فوراً بعد ہی اوجِ فلک پر بذریعہ ہلالِ نو دنیائے اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے یہ منادی ہوئی کہ تمہارے مستقبل کے ہتھوں کے لئے بطنِ گیتی سے نیا سال ۱۳۷۵ھ پیدا ہوا ہے شاید یہ ہلالِ نو عالمِ اسلامی کو تلافی مافات کی جانب متوجہ کر سکے۔ اور سچے غمخوار رہبر کی شناخت کی توفیق بخشے۔ ہجرت رسول اعظم از مکۃ المکرمہ تا مدینۃ المنورہ کا تاریخی واقعہ جو امتِ محمدیہ کے حصولِ مقصد کے لئے روشنی کا منارہ ہے آج ہی کے دن وقوع پذیر ہوا جس کے لئے آج عراق کے شمال و مغرب کے اسلامی ممالک میں سالِ نو کی پیدائش کی خوشی میں عید منائی جا رہی ہے، تو دوسری طرف عراق و ایران، ہند و پاکستان کے مسلمان سبطِ رسول کے غم میں ماتم و عزاء کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ لیکن یہ سب رسومات ہیں حقیقت اس سے کوسوں دور ہے۔ نہ تو یہ حقیقی خوشی کا موقعہ ہے اور نہ ماتم و عزاء کا یہ وقت ہے خوشی تو جب ہو کہ عالمِ اسلامی استعمار کے فولادی پنجہ کی گرفت سے پوری طرح آزاد ہو جائے۔ گو چند اسلامی ممالک جسمانی طور پر آزاد نظر آ رہے ہیں۔ لیکن مادی و معنوی، ذہنی و اخلاقی چیزوں پر استعمار کا پورا قبضہ ہے۔ تیونس و الجزائر و مراکش، فلسطین و کشمیر مبتلائے رنج و محن ہوں اور تم خوشیاں مناؤ؟ دوسری طرف اصحابِ ماتم و عزاء کی ذہنیت پر تعجب آتا ہے کیا؟ "نواسئہ رسول اللہ حضرت حسینؓ" پر ماتم و عزاء "قتلِ حسین" تو اصل میں مرگِ یزید ہے جو اسلام کی زندگی کا باعث ہوا۔ تمہیں چاہئے کہ بجائے ماتم و عزاء کے حسینؓ کی تقلید میں اسلام کو آج زندہ کرنے کے لئے کربلا کا سپاہی تیار کرو، وہ حسینی روح کے ساتھ آج جبکہ ہر طرف کفر اسلام پر چھا کر "افواجِ یزید" کا مظاہرہ ہو رہا ہے کودپڑو، حسینؓ کی طرح قتل ہو کر اسلام کی زندگی کا سبب ہو، افراط اور تفریط کو چھوڑ کر درمیانی صحیح راہ اختیار کر و اپنے سابقہ اعمال کا جائزہ لو اور لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ کی روشنی میں ۱۳۷۵ھ کی آرزوؤں اور تمناؤں کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤ اور خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرو۔

بزرگانِ سلسلہ سے

بزرگانِ سلسلہ کے سامنے آج کے یوم عظیم کی اہمیت کو جتلانا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہو گا۔ ان سے ایک درخواست ضرور کروں گا کہ وہ اپنی نیم شبی دعاؤں میں اپنے محبوبِ حقیقی سے التجا کریں کہ وہ مجیب الدعوات نوجوانانِ سلسلہ کے قلوب آج کے یوم عظیم کی عظمت و اہمیت سے آشنا فرمائے تاکہ وہ اپنے سینوں میں ایثار و قربانی کی روح کو پیدا کریں اور مجددِ وقت کے ارشاد پر خود عامل ہوں، دنیائے انسان کی بہبودی و بہتری و سلامتی کے لئے اُن تک اس ارشادِ عالیہ کے پہنچانے کا باعث ہوں، اللہ تعالیٰ آپ بزرگ نفوس کی دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کو ضرور شرفِ قبولیت بخشے گا۔

حج اور ارکانِ حج پر مولانا نور الدین رضؓ کی تقریر

۲۲ر اگست بروز پیر۔

جناب صوفی محمد طیب صاحب حسبِ معمول گھر تشریف لائے۔ صحبت برابر تھیں اللہ فضل کرے۔ ہجرت رسول اعظم صلعم، امام ہمام حسین علیہ السلام کے لئے ماتم۔ ہجری سال پر کچھ گفتگو رہی۔ پھر حج اور ارکانِ حج پر حضرت نور الدین اعظمؓ کی تقریر دلپذیر مندرجہ پیغام صلح ۳۱ر پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے عاشقانہ نیاز مندی کے سلسلہ میں ہیر رانجھے کے قصہ میں قاضی صاحب موصوف اور ہیر کا واقعہ بیان کیا نہایت سبق آموز دلکش واقعہ ہے یہی تو صبغۃ اللہ کا رنگ ہے۔ قاضی اور مفتی اور خشک ملا اس راہ کو کیا سمجھیں ؎

منعم کنی ز عشق وے اے مفتیِ زمان

معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ

خوب لطف آیا۔

ایک ربوی دوست سے گفتگو

شام کو ایک ربوی دوست کے ساتھ مسٹر ہدایت اللہ حمیم نامی ایک شخص گھر تشریف لائے۔ آپ خانپور کے باشندہ ہیں تلاشِ روزگار میں بغداد آئے ہوئے ہیں خداوند کریم بر سرِ کار لگائے۔ السید الطاف حسین شاہ مرحوم اور ان کے ہر دو فرزندان محترمین خالد و اسد اور محترمی کرنل بشیر حسین صاحب کو بھی جانتے ہیں۔ کوئی آدھ گھنٹہ بیٹھے۔ ربوی دوست کو ان کے اپنے ایک عراقی دوست کے لئے اسلامک ریویو مجریہ اپریل ۱۹۵۴ء دیا اور ہر دو صاحبان کو "دی چارج آف ہیریسی" دیا۔ دورانِ گفتگو میں میری اپنی سلسلہ میں شمولیت اور حضرت اقدسؑ کا بھی ایک موقع پر ذکر آ گیا، اس شعر سے خوب لطف اندوز ہوا ؎

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں

مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

مولانا مودودی اور مسعود عالم ندوی مرحوم کا تذکرہ بھی آیا۔ رات فرزند ابراہیم سے معلوم ہوا کہ ربوی دوست دکان سے اسلامک ریویو مجریہ جون ۱۹۵۵ء بھی اپنے عراقی دوست کے لئے لے گئے۔

جمہوریت اسلامیہ

۲۵ر اگست۔ بروز جمعرات۔ اسلام کا مایۂ ناز فرزند مجاہد آسمانِ احمدیت کا نجمِ درخشاں، میرِ قوم مولانا صدر الدین ایدہ اللہ بنصرہ نے "جمہوریت اسلامیہ" کے ذریعہ عصرِ حاضرہ کی مشکل و اہم ترین ضرورت کو جس احسن و مدلل طریق سے حل فرمایا ہے۔ اس کی تعریف و توصیف کے گیت گانا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ یہ کتاب قیمہ جمہوریت اسلامیہ کے دستور کے قابلِ عمل ہونے کے ثبوت میں قرآن کریم سے تمام دلائل و براہین پیش کرتے ہوئے اس پر حاملِ قرآن (جس کی شان انک لعلیٰ خلق عظیم سے ظاہر ہے) کے ارشاداتِ عالیہ اور اس کا اور اس کے سچے متبعین کا عمل بتلا کر دنیا کو برائے قیامِ امن و سلامتی دعوتِ عمل دے رہی

(باقی صفحہ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ____ لاہور ____ مؤرخہ ۱۴؍ دسمبر ۱۹۵۵ء

حسنِ ظن اور بدظنی کی انتہا

جماعت اسلامی کے لائلپوری ترجمان "المنیر" (یکم دسمبر) میں جو جماعت "اسلامی نمبر" کے نام سے موسوم ہے، کسی صاحب اسعد گیلانی نے جماعت اسلامی میں اپنی شمولیت کی داستان لکھی ہے جس کی بعض غیر متعلق باتوں کو چھوڑ کر اصل موضوع سے تعلق رکھنے والی بات یہ ہے کہ اسعد صاحب کو دین کے متعلق کچھ بے یقینی اور اضطراب لاحق تھا جس کے رفع کرنے کے لئے انہوں نے اپنے والد صاحب اور دیگر عزیزوں سے امداد چاہی، ان کے والد صاحب نے جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے:۔

"تم میں یہ اضطراب دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی جوانی کے ایام میں میرے اندر بھی یہ اضطراب بہت دن رہا تھا اور اس کے لئے میں نے جگہ جگہ کی خاک چھانی۔ مولانا اشرف علی کی شہرت بہت سنی تھی چنانچہ تھانہ بھون گیا لیکن وہاں ایک اجنبی مسافر کے ساتھ اخلاقی بخل اور بے نیازی کے برتاؤ نے دل کھٹا کر دیا جہاں اسلام ہو وہاں انسانی اخلاق ایک بنیادی شرط ہے انہوں نے ذرا توجہ نہ دی بلکہ ٹلا دیا کہ تمہارے علاقہ میں میرا فلاں خلیفہ ہے اس سے ملو، پھر بہت کچھ ذاتی مطالعہ کیا بالآخر قادیان کے بارے میں بھی سُنا وہاں اجنبیوں کے ساتھ بہتر سلوک پایا اخلاق بھی پایا، مجھے سید زادہ سمجھ کر بڑی عزت سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھایا۔ انکی کتب کا مطالعہ میں نے کیا ہے عقلی لحاظ سے دین کو پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تم چاہو تو ان کی کتب کا مطالعہ کر لو۔"

اس بیان میں مولانا اشرف علی تھانوی اور حضرت مرزا صاحب کے اخلاقی برتاؤ کا جو ذکر کیا گیا ہے، مدیر "المنیر" اس پر تبصرہ کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اس کو بھی پڑھ لیجئے اور مولانا اشرف علی صاحب کی بے جا طرفداری اور حضرت مرزا صاحب سے بغض و عناد کا مظاہرہ جو اس میں کیا گیا ہے اس کی داد دیجئے لکھا ہے:۔

"مولانا اشرف علی تھانویؒ کے متعلق ان کے پاس بیٹھنے والے بہت سے حضرات کو شکوے ہیں جو محترم اسعد صاحب کے والد ماجد نے بیان کئے ہیں ممکن ہے بعض حضرات کو ذاتی کوئی شکایت تھانہ بھون کے ماحول سے پیدا ہو گئی ہو۔ اگرچہ ہمیں اس کا ذاتی کوئی تجربہ نہیں۔ لیکن مولانا تھانوی کی کتب کے مطالعہ سے جو چیز ہم نے سمجھی ہے وہ یہ ہے کہ ممدوح اولاً تو تربیت و تزکیہ کا ایک خاص طریق اپنے سامنے رکھتے تھے اور اس میں ابتدائی حصہ طلب صادق کے جانچنے کا یہی تھا کہ آنے والوں کو کچھ بے توجہگی اور کچھ سختی سے اصولوں کی پابندی پر مجبور کیا جائے اگر وہ یہ "پہلی منزل" طے کرلیں تو پھر آپ ان سے بے تکلف ہو جاتے اور شفقت سے کام لیتے دوسری بات یہ تھی کہ انہوں نے آنے والوں کی کثرت کے باعث کچھ خاص اصول وہاں لاگو کر رکھے تھے اور ان پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا، مثلاً کھانے کا اہتمام اور اس کی شرائط وغیرہ۔

تیسری بات جسے ہم نے بڑی وضاحت سے سمجھا ہے وہ مولانا تھانویؒ کا طبعی مزاج تھا ہماری رائے یہ ہے کہ وہ بے حد ذکی الحس اور نازک مزاج تھے اعصابی نظم کے صحت کا حال یہ تھا کہ ناگوار بات سن کر اگر اظہار رائے نہ کرلیں تو وہ بخار کا شکار ہو جاتے تھے۔ کافی عرصہ وہ غصہ کو پی جانے کی روش اختیار کئے رہے لیکن جب انہوں نے اس کے مضرات کا اچھی طرح مشاہدہ کر لیا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی رائے کا اظہار فوراً کر دیا کریں گے۔

ظاہر ہے ہر بات پر اظہار رائے سے بہت کو شکایت کا موقعہ ملتا ہے۔ اور اس قسم کے تاثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بہرحال ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ مولانا تھانوی درشت مزاجی اور اخلاقی بخل نہیں رکھتے تھے بلکہ اس قسم کے واقعات کا پس منظر ان کی تربیتی روش تزکیہ کا تصور اور مزاجی نزاکت تھی۔ واللہ اعلم (مدیر)

اس بیان میں مولانا اشرف علی صاحب کی صفائی بیان کرتے ہوئے ان کے اخلاقی برتاؤ کی جو تشریح .... کی گئی ہے ہم اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں سمجھتے نہ مولانا مرحوم کے اخلاق و شمائل کی تنقیص کرنا ہمارے مدنظر ہے۔ اگرچہ "المنیر" نے ان کے طبعی مزاج کا پس منظر بیان کرتے ہوئے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ان کے پاس جانے والے لوگوں کو ان کی درشتی مزاج کا شکوہ ضرور تھا۔

اس کے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحب کے اخلاقی برتاؤ کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی سن لیجئے:۔

"قادیانی اخلاق کے متعلق ہماری رائے یہ ہے کہ یہ ان کے پروگرام کا ایک حصہ ہے اس میں خلوص نہیں بلکہ تالیف قلبی کا وہ تصور ہے جس کے پیچھے اپنے مشن کی کامیابی کا مقصد پنہاں ہے یہ بات خلوص سے بھی ہو سکتی ہے لیکن قادیانی حضرات کی اجتماعی زندگی اور مخالفین سے ان کا اخلاق و دیانت سے طور و طرز عمل و سیاسی نفی کرتا ہے۔"

لہ نقل مطابق اصل ہے۔

کیا اس سے بڑھکر بغض و تعصب اور اخلاقی بخل کا کوئی ثبوت مل سکتا ہے؟ مولانا اشرف علی صاحب کے اخلاقی برتاؤ کی اگر ان کے عقیدتمند بھی شکایت کریں تو وہ بے جا ہے کیونکہ "المنیر" کا بیان کردہ پس منظر ان کے طبعی مزاج کو حق بجانب ثابت کرتا ہے، لیکن حضرت مرزا صاحب کے حسنِ اخلاق کا تذکرہ اسے کسی طرح گوارہ نہیں اور اسے عدم خلوص پر مبنی قرار دینا ضروری ہے کیونکہ اس کی تہ میں اسے "تالیف قلبی کا وہ تصور" نظر آتا ہے "جس کے پیچھے اپنے مشن کی کامیابی کا مقصد پنہاں ہے" انا للہ و انا الیہ راجعون

کیا یہ دو نو بیانات جماعت اسلامی کی (جس کی ترجمانی کا ٹھیکہ "المنیر" نے لے رکھا ہے) اس کیفیت قلبی کا مظاہرہ نہیں جس میں حق و حقیقت سے کھلا اعراض پایا جاتا ہے کیا ان دونو بیانات میں ایک طرف بے جا حمایت و طرفداری اور دوسری طرف نا واجب تعصب نظر نہیں آتا؟

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی طرف سے اگر "درشتی مزاج" "اخلاقی بخل اور بے نیازی کا برتاؤ" ہو تو وہ حق بجانب ہے کیونکہ ان کی منزل سلوک اور مزاج طبعی اسی کی متقاضی ہے لیکن حضرت مرزا صاحب کی طرف سے اگر حسن اخلاق کا برتاؤ ہو تو وہ "عدم خلوص" پر مبنی ہوگا کیونکہ "المنیر" کے نزدیک اس کے پیچھے ان کے مشن کی کامیابی کا مقصد پنہاں ہے کیا اگر یہی بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کے متعلق کوئی مخالف و معاند کہدے تو اس کا کوئی جواب "المنیر" کے پاس ہے؟ کیا تالیف قلوب کو قرآن نے جائز قرار نہیں دیا؟ کیا اس کے پیچھے اسلام کی کامیابی کا مقصد پنہاں نہیں؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیٔ اخلاق میں تو کوئی کلام نہیں لیکن تالیف قلوب کا مقصد سوائے اس کے کیا تھا کہ لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے اور جو مسلمان ہو چکے ہیں وہ عدم تالیف کی وجہ سے ڈگمگا نہ جائیں اسی بات کا ذکر اللہ تعالے نے اس آیہ کریمہ میں فرمایا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولك اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی درشت مزاجی (جس سے آپ قطعاً مبرا تھے) لوگوں کو بھگانے کا موجب ہو سکتی تھی، اور آپ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے تھے، تو حضرت مرزا صاحب کا کیا قصور کہ انہوں نے آنے جانے والوں کے ساتھ حسن اخلاق کا برتاؤ کیا، اس کو عدم اخلاص پر مبنی قرار دینا اپنی تنگ نظری کا ثبوت دینا ہے کیونکہ اس قسم کا برتاؤ تصنع اور بناوٹ سے نہیں ہو سکتا، بالخصوص جبکہ ایک نہیں دو نہیں سینکڑوں اور ہزاروں انسانوں کو آپ سے واسطہ پڑا اور ان میں سے ایک بھی مثال ایسی نہیں کہ کسی کو ان کی درشت مزاجی کی شکایت پیدا ہوئی ہو، جس طرح مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا برتاؤ بقول "المنیر" ان کے طبعی مزاج کا نتیجہ تھا اسی طرح یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا حسن اخلاق ان کے طبعی مزاج اور اس الہی نور کا نتیجہ تھا جو اصلاح خلق کے لئے انہیں عطا کیا گیا، اسکو مطلب پرستی اور عدم خلوص پر مبنی قرار دینا اس تنگ نظری اور بغض و تعصب کا مظاہرہ ہے جو جماعت اسلامی میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق پائی جاتی ہے؟

جلسۂ سالانہ میں شمولیت الٰہی برکات کا موجب ہے

دور و نزدیک کے تمام دوستوں اور خواتین کو حضرت امیر ایدہ اللہ کی دعوت

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے خطبات جمعہ میں بار بار جلسہ سالانہ کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے دور و نزدیک کے سب دوستوں (بالخصوص کوئٹہ، کراچی اور آزاد کشمیر کے احباب کو) دعوت دی ہے کہ وہ طویل سفر کی زحمت اُٹھا کر بھی جلسہ میں ضرور شامل ہوں آپ کا ارشاد ہے کہ:

"جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ جماعت پیدا کی اور اسکو زندہ رکھنے کیلئے ہر سال اس کا اجتماع ضروری قرار دیا اس سال بھی اس جماعت کا اجتماع ۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر کو ہوگا۔ اس سے ایک دن پہلے خواتین کا جلسہ بھی ہوگا جو ہر سال ہوتا ہے اور ہماری محترم خواتین اس میں اپنی دستکاری لیکر آتی ہیں۔ میں اپنے ان دوستوں سے جو کراچی کوئٹہ اور آزاد کشمیر میں رہتے ہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اس طویل سفر کی زحمت اُٹھا کر بھی ضرور جلسہ میں شریک ہوں اور میں خواتین سے کہتا ہوں کہ وہ جلسہ پر ضرور آئیں اور اپنی دستکاریاں بھی ساتھ لائیں اور جو خاتون کسی مجبوری سے نہ آسکے وہ اپنی دستکاری ضرور بھیج دے اور وہ لوگ جو یہاں جمع ہوں وہ اس بات کو یاد رکھیں کہ جیسا کہ حضرت مجددِ زمان نے فرمایا کہ اجتماع میں مل کر دُعا کرنی چاہیئے، اسی سُنت کو زندہ رکھو اور اپنے عمل سے ثابت کرو کہ ہم ایک زندہ قوم ہیں۔ اس مجمع میں قرآن پڑھا جاتا ہے قرآن کے حقائق و معارف بیان کئے جاتے ہیں اسلام کی ترقی کی تجاویز سوچی جاتی ہیں، یہ مجمع بجائے خود بہت بڑی برکات کا موجب ہے، اس لئے میں دوبارہ سہ بارہ کہتا ہوں کہ مردوں اور خواتین کو ضرور اس جلسہ میں شامل ہونا چاہیئے۔ ہم مل کر خدا کے دین کی اشاعت کے متعلق تجاویز کریں گے اور دُعائیں کریں گے، تو خدا کی رحمت ہم پر نازل ہوگی۔"

جلسہ سالانہ کے متعلق

ضروری اعلانات

۱۔ جلسہ سالانہ پر اس سال پرالی کے بجائے تمام احباب کے لئے چارپائیوں کا انتظام کیا جائے گا، اس لئے جلسہ سالانہ پر آنے والے تمام دوستوں سے التماس ہے، کہ وہ اپنے ساتھ مکمل بستر لائیں تاکہ سردی کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔

۲۔ جو دوست مع اہل و عیال تشریف لا رہے ہوں اور اپنے بچوں اور مستورات کے ہمراہ علیحدہ رہنے کے خواہشمند ہوں وہ ۲۰ دسمبر سے پہلے پہلے اپنے ہمراہ آنیوالے افراد کی تعداد سے مطلع کریں تاکہ ان کے قیام کا مناسب جگہ کا انتظام کیا جاسکے۔

اس سلسلہ میں تمام خط و کتابت مہتمم صاحب جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کی جائے۔

مجلسِ معتمدین کا اجلاس!

مجلسِ معتمدین کا آیندہ اجلاس ۲۵ دسمبر کو ۲ بجے بعد دوپہر منعقد ہوگا اس اجلاس کا ایجنڈا ممبران کی خدمت میں بھیجا جاچکا ہے، امید ہے تمام ممبر صاحبان اس اجلاس میں ضرور شامل ہوکر اپنی قیمتی آراء سے مستفید فرمائیں گے مجلسِ معتمدین کے کوئی معزز ممبر اگر کوئی نئی تجویز بھیجنا چاہیں تو وہ ۲۰ دسمبر تک سکرٹری صاحب کو اپنی تجویز لکھ کر بھیجدیں۔

خدا اور رسول سے عہد کر کے اسے توڑنا قومی ہلاکت کا موجب ہے

مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے اور اپنے اخلاق بہتر بنائے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۹ دسمبر ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر قوم ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَمِنْهُم مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ .... واللّٰہ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ——— (التوبہ رکوع ۱۰) ———

جسمانی اور روحانی بیماریاں

قرآن شریف میں بعض ایسی بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہیں اور اسی طرح یہ بھی اعلان کیا ہے کہ یہ کتاب شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ہے۔ اس میں ان روحانی بیماریوں کو کامل طور پر شفا دینے کے نسخے پائے جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بڑی بحث کی ہے کہ انسان جس طرح جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہو کر کمزور اور ہلاک ہو جاتا ہے اسی طرح روحانی بیماریاں بھی اس کی کمزوری اور ہلاکت کا موجب ہوتی ہیں، حدیث شریف میں انسانوں کی جسمانیات کا بھی ذکر پایا جاتا ہے اور اخلاقیات کا بھی ذکر ہے۔ شارحین نے لکھا ہے کہ خَلق اور خُلق دو چیزیں ہیں جو انسان کی ظاہری اور باطنی بناوٹ سے تعلق رکھتی ہیں، جس طرح خَلق یعنی ظاہری بناوٹ میں انسان کا تندرست اور خوبصورت ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے اسی طرح اس کا اندرونہ یعنی خُلق بھی خوبصورت اور صحتمند ہونا چاہیئے، بعض وقت کسی بیماری کی وجہ سے انسان کی شکل و صورت بگڑ جاتی اور وہ کریہہ المنظر ہو جاتا ہے، اسی طرح انسان کا اندرونہ یعنی خُلق اگر اچھا نہ ہو تو وہ بھی لوگوں کی نظروں میں مذموم ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس کی روح کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔

ایک قومی بیماری

قرآن کریم نے ان آیات میں ایک قومی بیماری کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح ظاہرا طور پر انسان بیمار ہوتا ہے اور بعض وقت اس بیماری سے ہلاک ہو جاتا ہے، اسی طرح روحانی بیماریاں بھی ایسی ہوتی ہیں جو قوم کو تباہی و ہلاکت کے گڑھے میں پہنچا دیتی ہیں۔ اسی کا ذکر ان آیات میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ قوم پر ایک وقت آتا ہے کہ وہ کچھ عہد کرتے اور منت مانتے ہیں، لیکن جب ان کی خواہش پوری ہو جاتی ہے تو وہ غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس عہد کو پورا نہیں کرتے وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ کچھ لوگ خدا سے عہد کرتے ہیں لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ اگر اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہمیں دے لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ تو ضرور ہم خدمت دین اور خدمت مخلوق کے کام کریں گے۔ اور ہمارے اعمال میں صلاحیت و خوبی ہوگی۔ اور مال کے حصول سے ایسے اعمال کے مرتکب نہ ہوں گے جو موجب فساد ہوں۔ اس قسم کے عہد انسان خدا سے کرتا ہے، لیکن فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے دروازے کھولتا ہے بَخِلُوْا بِهٖ تو وہ بخل سے کام لیتے ہیں، ہمارا دیا رزق ان کے لئے فساد کا موجب ہو جاتا ہے وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ عہد کو توڑ دیتے اور منہ موڑتے ہیں اور احکام الٰہی کی بجاآوری سے —

ایک سبق آموز واقعہ

امام رازی اور امام طبری نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ایک سبق آموز واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب حضور نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی حضور میرے لئے فراخی اور رزق کی دعا فرمائیں یا رسول اللّٰہ ادع اللّٰہ ان یرزقنی مالا ----- یا رسول اللہ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال دیدے تو میں اس کے رستہ میں خرچ کروں گا۔ آپؐ نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا قلیل تؤدی شکرہ خیر من کثیر لا تطیقہ ایسی خواہش ٹھیک نہیں، تھوڑا سا مال جو مل جائے اور تم اس کا شکریہ ادا کر سکو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم مالا مال ہو کر خدا کو بھول جاؤ۔ لیکن وہ بار بار کہتا رہا کہ یا رسول اللہ میرے لئے دعا کیجئے اگر خدا مجھے مال دیدے تو ہر چیز کا حق ادا کروں گا لئن رزقنی اللّٰہ مالا لاعطین کل ذی حق حقہ خدا کی شان یہ شخص مالا مال ہو گیا اور اس کے مال مویشی یہاں تک بڑھ گئے کہ شہر میں رہنا اس کے لئے مشکل ہو گیا۔ اور اس نے باہر کسی وادی میں جا کر ڈیرا لگا لیا، اس کے بعد جو کوئی اس کے پاس زکوٰۃ وغیرہ کے لئے جاتا تو وہ یہ کہتا کہ یہ کیا ہے کہ کمائے کوئی اور کھائے کوئی، یہ تو جزیہ ہے جو کافروں سے وصول کرنا چاہیئے، خدا کو روپیہ کی کیا حاجت ہے کہ ہم سے مانگتا ہے اور اس کے رسول کو کیا ضرورت ہے کہ ہم پر زکوٰۃ کا ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ پھر اس نے سوائے ظہر و عصر کے نمازیں بھی ترک کر دیں۔ آخر حتی صرف جمعہ کی نماز پڑھ لینا کافی سمجھتا تھا پھر غفلت اور بڑھ گئی اور اس نے نماز جمعہ بھی ترک کر دی

عہد کر کے توڑنا بہت بری بات ہے

یہ نقشہ سبق آموز ہے۔ ایسے بھی لوگ دنیا میں ہوتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول سے اور مجدد سے عہد باندھتے ہیں لیکن جب ان کی غرض پوری ہو جاتی ہے تو عملاً خدا کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آج بھی قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے خدا کے رسول اور مجدد وقت سے عہد باندھے اور اپنی خواہشات سے مغلوب ہو کر اس عہد کو توڑ دیا۔ لکھا ہے اگر کوئی شخص دل میں بھی عہد باندھے لیکن اس کو پورا نہ کرے تو وہ بھی عہد شکنی کرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنے اپنے عہد کا جائزہ لیا جائے کسی نے کہا میں اتنا روپیہ دوں گا، کسی نے اپنا وقت دینے کا عہد کیا، کسی نے بیٹا وقف کرنے کا عہد کیا، کسی نے جائداد کا ایک حصہ دینے کا وعدہ کیا، لیکن پھر اس عہد کو پورا نہ کیا یہ بہت بری بات ہے۔ مال تو خدا کا دیا ہوا ہے۔ اس میں سے وہ تھوڑا مانگتا ہے پس تم تھوڑا سا خدا کی راہ میں خرچ کرو، جان و مال خدا کی ہی امانت ہے وہ مانگے تو کیوں نہ دی جائے۔

ایک اور واقعہ

ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عورت کا خاوند سفر میں تھا جس دن وہ گھر پہنچا، اسی دن اس کے گھر پہنچنے سے پہلے اس کا بچہ مر گیا۔ لیکن بیوی نے اس کو علم نہ ہونے دیا، جب اس نے پوچھا تو اس نے کہدیا کہ وہ آرام میں ہے، صبح ہوئی تو بیوی نے کہا کہ ایک مسئلہ پوچھتی ہوں اگر کسی ہمسایہ کی کوئی امانت ہمارے پاس ہو اور وہ مانگے تو کیا بخل سے کام لینا چاہیئے اور اس کی چیز روک لینی چاہیئے، اس نے کہا ضرور دے دینی چاہیئے بیوی نے کہا میرا بچہ رات سے مرا ہوا ہے، خدا کا مال تھا اس نے ہم سے واپس لے لیا، اس پر رونا پیٹنا کیسا؟ اور جزع فزع کا کیا مطلب؟ اس طرح سے اس عورت نے عرفان کا سبق دیا حضور نبی کریم نے قوم کو سکھا رکھا تھا کہ جان و مال خدا کا ہے اس کے حکم سے جان و مال کا قربان کر دینا واجب ہے۔

مال کی وجہ سے غفلت اور خدا سے روگردانی

یہی بات خدا نے بیان فرمائی ہے کہ ہم نے تمہیں مال دیا، رتبہ دیا، مکان دیئے کارخانے دیئے محلات دیئے اور تم نے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں مال دیا جائے تو ہم اسے دین کے لئے خرچ کریں گے فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ۔ پھر جب خدا نے اپنے فضل و کرم سے مال دے دیا تو بخل کرنے لگ گئے، عہد توڑ دیا اور احکام الٰہی سے روگردانی کرنے لگے۔ مال غفلت پیدا کرنے کا موجب بن جاتا اور خدا سے روگردانی کرنا سکھاتا ہے پھر حیلہ سازی کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خدا کو اور خدا کے رسول کو مال کی کیا ضرورت ہے، ان کو جب قدرت حاصل ہے تو رات کو خزانہ کیوں نہیں پیدا کر لیتے، جب عہد کیا تھا تو کتنی باتیں بیان کی تھیں لَنَصَّدَّقَنَّ ہم ضرور ضرور مال میں سے خدمت دین اور خدمت مخلوق کے کام سرانجام دیں گے اور ہر حق ادا کریں گے جو ہم پر واجب ہو، لیکن جب مال ان کو دیا گیا تو سب کچھ بھول گئے اور لگے باتیں بنانے، یہ ایک بیماری ہے جو دل سے تعلق رکھتی ہے، اس ایک بیماری کے لگ جانے سے سارا اندرونہ بیمار ہو جاتا ہے۔

غفلت اور روگردانی کا نتیجہ

اسی لئے فرمایا فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اس سے دلوں کے اندر نفاق پیدا ہو جاتا ہے جو تمام دین و

ایمان کو فنا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالے فرماتا اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰھُمْ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالے تو ان کے تمام رازوں کو جانتا ہے اور ان خفیہ مشوروں کو بھی جانتا ہے وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں سے واقف ہے۔

قربانیاں کرنیوالوں پر طعن و استہزاء

اِنَّ الَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْھُمْ۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی ترقی اور قوم کو زندہ رکھنے کے لئے چندہ مانگا تو ابوبکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال حاضر کر دیا، عمرؓ نے نصف مال پیش کر دیا، عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار دینار پیش کئے اور حضرت عثمانؓ نے اتنا مال دیا کہ ان کی قربانی قابل رشک ٹھہری، یہ تو امیر لوگ اور فراخی والے تھے لیکن ایسے بھی لوگ تھے جن کے پاس وافر مال نہ تھا، وہ تنگی و ترشی سے بسر اوقات کرتے تھے، ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے رات ایک شخص کی کھیتی کو پانی دیا، وہاں سے کچھ کھجوریں لی ہیں وہ میں خدا کے رستہ میں دیتا ہوں نبی کریم صلعم نے اس کی قربانی اور ایثار کی بہت قدر کی۔ اب جس شخص کو معرفت حاصل نہ ہو وہ تو کہتا ہے یہ یونہی ہے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عبدالرحمٰنؓ نے جو کچھ دیا وہ شہرت کے لئے دیا، خود تو دیتے نہیں اور دوسروں پر طعن کرتے ہیں اور جو مشقت کر کے دیتا ہے ان کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ کہ ان کے تھوڑے سے چندے سے کیا بنتا ہے۔ یہ سب باتیں چندہ نہ دینے کے لئے کی جاتی ہیں۔

طعن کی سزا

سَخِرَ اللّٰہُ مِنْھُمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

ان کے اس طعن اور تمسخر کی سزا اللہ تعالے انہیں دے گا اور عذاب الیم میں وہ مبتلا ہوں گے، لکھا ہے کہ یہی ثعلبہ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اور زکوٰۃ پیش کی، لیکن حضورؐ نے اسے قبول نہ کیا۔ اس کا صاحب مال ہونا کیا کام آیا، عزت کہاں گئی، نہ اسے خدا کی درگاہ میں عزت ملی نہ دنیا میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور زکوٰۃ پیش کی انہوں نے کہا جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کر دیا میں کون ہوں کہ اسے قبول کر دوں، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور میں آیا، انہوں نے بھی قبول نہ کیا، حضرت عثمانؓ نے بھی رد کر دیا کیا وہ دولت کام آئی۔ اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ ان کے لئے معافی مانگی جائے یا نہ مانگی جائے ستر مرتبہ بھی ان کے لئے نبی کریم صلعم استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔

چوری اور بددیانتی بھی قابل معافی نہیں

اسی طرح سے حضورؐ نے اس شخص کو معافی کا حقدار نہیں سمجھا، جس نے چوری کی یا بیت المال سے خورد برد کی، آپ نے فرمایا لا ایمان لمن لا امانۃ لہ جو شخص دیانت امانت کا پکا نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی قوم پیدا نہیں کی جو رسمی طور پر نماز روزہ ادا کرتی ہو لیکن سیرت اچھی نہ ہو، اگر قوم اپنے اندر سیرت پیدا نہیں کرتی تو پھر نرے نماز روزہ سے کیا حاصل۔

ایک امریکن لیڈی کی شکایت

ابھی ایک امریکن لیڈی ایک مسلمان عورت کے ساتھ میرے گھر میں آئی۔ وہ بلا اطلاع چلی آئی، مجھے معلوم نہ تھا اور میں نیچے بیٹھا دوسروں سے باتیں کر رہا تھا۔ آخر جب میں اوپر جا کر اس سے ملا تو اس نے یہ رونا رویا کہ میں تو مہینوں سے یہاں پھر رہی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ مسلمانوں کے اندر ان کے دین کا کوئی عکس نظر نہیں آتا۔

موجودہ پردہ اور اسلام

میں نے پوچھا کیا بات ان میں ایسی دیکھی ہے۔ اس نے ایک تو پردہ کے متعلق کہا میں نے کہا دو چیزوں میں تمیز کرنا چاہیے ایک تو اصولوں پر ایمان لانا ہے اور دوسرے کچھ رسم و رواج ہوتے ہیں، جو بعض پیش آمدہ حالات کی وجہ سے اختیار کرنے پڑتے ہیں، یہ برقع جو آج نظر آتا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا، یہاں ہندوستان میں جب ٹامیز (برطانوی فوجی سپاہی) آئے تو عورت کی عزت بچانے کے لئے اس قسم کا پردہ اختیار کیا گیا اور یہ زیادہ تر شہروں میں پایا جاتا ہے، ورنہ آج بھی دیہات میں جاؤ تو کوئی اس قسم کا پردہ وہاں نہیں ہے مردوں اور عورتوں کا بے حجابانہ میل جول موجب فساد ہوتا ہے اس لئے اسلام اسکو ناپسند کرتا ہے۔

اصول اسلامی

اس کے مقابل پر اسلامی توحید، اسلامی اخوت، اسلام کا بین الاقوامی مذہب ہونا، اسلام کا دوسرے مذاہب، راہبروں اور کتابوں کو بھی سچا قرار دینا اصول دین میں سے ہے ان پر غور کرنا چاہیئے

سرکاری دفاتر میں بد دیانتی کا اعتراض

دوسری بات اس نے یہ کہی کہ میں دفتروں میں بھی گئی ہوں وہاں کورپشن (بددیانتی) بہت ہے میں نے اسے بتایا کہ ابھی تو ہماری حالت ایک بچہ کی سی ہے، ابھی تو ہم چلنا سیکھ رہے ہیں، دوسرے آزاد ملکوں کی طرح ابھی ہمارے اخلاق و اعمال کیسے سدھر سکتے ہیں، آہستہ آہستہ جوں جوں آزادی کی فضا میں ترقی کریں گے حالات بہتر ہوتے جائیں گے تاہم ہمارے دفتروں میں وہ افسر بھی موجود ہیں جو بڑی لیاقت اور پوری دیانت و امانت کے مالک ہیں، اس پر وہ خوش ہو گئی۔

عبادت بطور رسم نہیں

پھر اس نے پوچھا کیا عبادات کو بطور رسوم کے ادا کر دینا کافی ہے، اس پر میں نے اس کو انگریزی قرآن کریم میں سے ارایت الذی یکذب بالدین کی سورت پڑھائی اور دکھایا کہ خدا تعالے ان نمازیوں سے خوش نہیں ہوتا جو نماز کی حقیقت سے غفلت برتتے ہوں۔

خدا سیرت کو پسند کرتا ہے

میں کہتا ہوں کہ وہ اسلام کس قسم کا ہے جس پر عمل نہ ہو، خدا تعالے سیرت کو پسند کرتا ہے، جس کے اندر سیرت نہ ہو، اس کا مسلمان ہونا نرا نام ہی نام ہے، قرآن کہتا ہے کہ ہم کو پختہ سیرت والوں کی، دین کے لئے مر مٹنے والوں کی، عہد کے لئے مر مٹنے والوں کی، عہد کی پابندی کرنے والوں کی ضرورت ہے، عہد کی پرواہ نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ انسان آہستہ آہستہ منافق بن جاتا ہے اور کافر ہو جاتا ہے، جس طرح بعض جسمانی بیماریاں مہلک ہوتی ہیں اسی طرح اخلاقی اور روحانی بیماریوں کا بھی حال ہے۔

روحانی بیماریوں کی فکر کرو

قرآن کہتا ہے کہ روحانی بیماریاں انسان کی ہلاکت کا موجب ہوتی ہیں جسمانی بیماریوں کے علاج کے لئے انسان کتنا روپیہ خرچ کرتا ہے، کتنی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے غور کرو اس جسم کی صحت کے لئے اتنی فکر ہے اور روح کی تندرستی کا کوئی خیال نہیں آتا، یہ کہاں تک مفید ہو سکتا ہے۔ خدا تعالے مسلمان قوم کو جسمانی اور روحانی ہر دو پہلوؤں میں صحت مند اور تندرست دیکھنا چاہتا ہے، سو تم اس کی فکر کرو۔

اسلام اور پاکستان کی بدنامی کا موجب نہ ہو

ہماری جماعت نے بھی کچھ عہد کر رکھے ہیں، ایک عہد تو ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا عہد ہے، اس کلمہ طیبہ کے مطابق اپنے اندر سیرت پیدا کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، پھر آئمہ دین اور اولیاء و مجددین کی متابعت کرنے اور ان کے پاکیزہ نمونوں کی پیروی کرنے کا عہد ہے، امام وقت نے اسی لئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ہم سے لیا، اس عہد کی پابندی ہمارا فرض ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنی سیرت کو بہتر بنائیں، ضروری ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی پاکیزہ ہو، اس کی آنکھ بیر بہیا ہو۔ بد دیانتی اس کے قریب نہ آئے، ہماری سیرت ایسی اعلیٰ درجہ کی ہو کہ امریکہ کی کوئی میم ہمیں دیکھے یا کوئی مرد دیکھنے آئے تو ہم اسے پاکیزہ نظر آئیں ورنہ شرم کی بات ہے کہ مسلمان کہلا کر اسلام کی بدنامی کا موجب ہوں۔ اللہ تعالے ہمارے اندر غیرت کو جگا دے، کہ ہماری وجہ سے اسلام بدنام نہ ہو، اور پاکستان کی جو نعمت اس نے ہمیں دی ہے وہ ہماری بری کرتوت کی وجہ سے چھن نہ جائے۔

بقیہ از صفحہ ۸

اور خواہ تلوار کی لڑائی ہو یا قلم کی ہماری ہدایت پانے کے لئے یہ آیہ کریمہ تو موقع بالا کافی ہے یعنی یہ کہ اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ اللہ جلشانہ اس آیت میں ہمیں تمام اختیار دیتا ہے کہ دشمن کے مقابل پر جو احسن تدبیر تمہیں معلوم ہو اور جو طرز تمہیں موثر دکھائی دے وہی طریق اختیار کرو۔ پس اب ظاہر ہے کہ اس احسن انتظام کا نام بدعت اور معصیت رکھنا اور انصار دین کو جو دن رات اعلائے کلمۃ دین کی

جلسہ سالانہ کے خلاف ایک مولوی کا فتوےٰ
اور
اس پر حضرت مسیح موعود کی تنقید

جلسہ سالانہ ہر قوم، ہر جماعت اور ہر انجمن اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے منعقد کرتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے جلسہ سالانہ کی بنا رکھی تو مخالف مولویوں نے اس کو بھی بدعت و کفر قرار دے کر لوگوں کو آپ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی، ذیل کا مضمون جس میں اسی فتوے کی تردید کی گئی ہے خود حضرت مسیح موعود نے ۱۸۹۲ء میں لکھا، آپ نے اس مضمون میں جلسہ سالانہ کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتے ہوئے جو علمی نکات بیان فرمائے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ اس موقعہ پر جبکہ جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے قارئین کرام کے مطالعہ میں لائے جائیں امید ہے احباب اس سے خاص طور پر مستفیض ہوں گے۔

قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بڑی نشانی ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے لائے ہیں اور وہ یہ ہے یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جہالا فسئلوا فافتوا فضلوا واضلوا۔ یعنی بباعث فوت ہو جانے علماء کے علم فوت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں ملے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتدا اور سردار قرار دیں گے اور مسائل دینی کے دریافت کے لئے ان کی طرف رجوع کریں گے تب وہ لوگ بباعث جہالت اور عدم ملکہ استنباط مسائل خلاف طریق صدق و ثواب فتوے دیں گے پس آپ بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اور پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ اس زمانہ کے فتوے دینے والے یعنے مولوی اور محدث اور فقیہہ ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو روئے زمین پر رہتے ہوں گے، پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حنجروں کے نیچے نہیں اترے گا۔ یعنی اس پر عمل نہیں کریں گے۔ ایسا ہی اس زمانہ کے مولویوں کے حق میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں اس وقت ہم بطور نمونہ صرف اس حدیث کا ثبوت دیتے ہیں جو غلط فتووں کے بارے میں ہم اوپر لکھ چکے ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو کہ آج کل اگر مولویوں کے وجود سے کچھ فائدہ ہے تو صرف اس قدر کہ ان کے یہ لچھن دیکھ کر قیامت یاد آتی ہے اور قرب قیامت کا پتہ چلتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ سال گذشتہ میں بمشورہ اکثر احباب سے یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلائے کلمۂ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں اور بباعث ایام سرما یہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں۔ چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے اب ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو اسی بنا پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو، اب سنا گیا ہے کہ اس کارروائی کو بدعت بلکہ معصیت ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ نے ہمت کر کے ایک مولوی صاحب کی خدمت میں جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں اور لاہور میں چینیاں والی مسجد کے امام ہیں ایک استفتاء پیش کیا جس کا یہ مطلب تھا کہ ایسے جلسہ پر روز معین پر دور سے سفر کر کے جانے میں کیا حکم ہے اور ایسے جلسہ کے لئے اگر کوئی مکان بطور خانقاہ کے تعمیر کیا جائے تو ایسے مدد دینے والے کی نسبت کیا حکم ہے استفتاء میں یہ آخری خبر اس لئے بڑھائی گئی جو مستفتی صاحب نے کسی سے سنا ہوگا جو حبی فی اللہ اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب نے اس مجمع مسلمانوں کے لئے اپنے صرف سے جو غالباً سات سو روپیہ یا کچھ اس سے زیادہ ہوگا قادیان میں ایک مکان بنوایا جس کی امداد خرچ میں اخویم حکیم فضل دین بھیروی نے بھی تین چار سو روپیہ دیا ہے اس استفتاء کے جواب میں میاں رحیم بخش صاحب نے ایک طول طویل عبارت ایک غیر متعلق حدیث شد رحال کے حوالہ سے لکھی ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے، اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کے لئے کتاب اور سنت میں کوئی شہادت نہیں اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔

اب منصف مزاج لوگ ایمانًا کہیں کہ ایسے مولویوں اور مفتیوں کا اسلام میں موجود ہونا قیامت کی نشانی ہے یا نہیں اے بھلے مانس کیا تجھے خبر نہیں کہ علم دین کے لئے سفر کرنے کے بارے میں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ قرآن اور شارع علیہ السلام نے اس کو فرض ٹھہرا دیا ہے جس کا عمداً تارک مرتکب کبیرہ اور عمداً انکار پر اصرار بعض صورتوں میں کفر تک پہنچا دیتا ہے، کیا تجھے معلوم نہیں کہ نہایت تاکید سے فرمایا گیا ہے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ اور فرمایا گیا ہے کہ اطلبوا العلم ولو کان فی الصین یعنی علم طلب کرنا ہر ایک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں جانا پڑے۔ اب سوچ کہ جس حالت میں یہ عاجز اپنے صریح اور ظاہر الفاظ سے اشتہار میں لکھ چکا کہ یہ سفر ہر مخلص کا طلب علم کی نیت سے ہوگا پھر یہ فتویٰ دینا کہ جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے گا وہ مردود ہے کس قدر دیانت اور امانت اور تقوے اور طہارت سے دور ہے، رہی یہ بات کہ ایک تاریخ مقررہ پر تمام بھائیوں کا جمع ہونا تو یہ صرف انتظام ہے اور انتظام سے کوئی کام کرنا اسلام میں کوئی مذموم اور بدعت نہیں انما الاعمال بالنیات باطنی کے مادۂ فاسدہ کو ذرا دور کر کے دیکھو کہ ایک تاریخ پر آنے میں کونسی بدعت ہے جبکہ ۲۷ر دسمبر کو ہر ایک مخلص بآسانی ہمیں مل سکتا ہے اور اس کے ضمن میں انکے باہم ملاقات بھی ہو جاتی ہے تو اس سہل طریق سے فائدہ اٹھانا کیوں حرام ہے تعجب کہ مولوی صاحب نے اس عاجز کا نام مردود رکھ دیا مگر آپ کو وہ حدیثیں یاد نہیں رہیں جن میں طلب علم کے لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نسبت ترغیب دی! اور جن میں ایک بھائی مسلمان کی ملاقات کے لئے موجب خوشنودی خدائے عزوجل قرار دیا ہے اور جن میں سفر کر کے زیارت صالحین کو تا موجب مغفرت اور کفارہ گناہان لکھا ہے اور یاد رہے کہ یہ سراسر جہالت ہے کہ شد رحال کی حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ بجز قصد خانہ کعبہ یا مسجد نبوی یا بیت المقدس اور تمام سفر قطعی حرام ہیں، یہ بات ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو مختلف اغراض کے لئے سفر کرنے پڑتے ہیں کبھی سفر طلب علم ہی کے لئے ہوتا ہے اور کبھی سفر ایک رشتہ دار یا بھائی یا بہن یا بیوی کی ملاقات کے لئے یا مثلاً عورتوں کا سفر اپنے والدین کے ملنے کے لئے یا والدین کا [illegible] بیٹیوں کے لئے اور کبھی مرد اپنی شادی کے لئے اور کبھی تلاش معاش کے لئے اور کبھی پیغام رسانی کے طور پر اور کبھی زیارت صالحین کے لئے سفر کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اویس قرنی کے ملنے کے لئے سفر کیا تھا اور کبھی سفر جہاد کے لئے بھی ہوتا ہے خواہ وہ جہاد تلوار سے ہو اور خواہ بطور مباحثہ کے اور کبھی سفر بہ نیت مباہلہ ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کبھی سفر اپنے مرشد کے ملنے کے لئے جیسا کہ ہمیشہ اولیاء کبار جن میں سے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اور حضرت بایزید بسطامی اور حضرت معین الدین چشتی اور حضرت مجدد الف ثانی بھی ہیں، اکثر اس غرض سے بھی سفر کرتے رہے جن کے سفرنامے اکثر ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اب تک پائے

جاتے ہیں اور کبھی سفر فتوے پوچھنے کے لئے بھی ہوتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے اس کا جواز بلکہ بعض صورتوں میں وجوب ثابت ہوتا ہے اور امام بخاری کے سفر طلب حدیث کے لئے مشہور ہیں، شاید میاں رحیم بخش کو خبر نہیں ہوگی اور کبھی سفر عجائبات دُنیا دیکھنے کے لئے بھی ہوتا ہے جس کی طرف آیہ کریمہ قل سیروا فی الارض اشارت فرما رہی ہے، اور کبھی سفر صادقین کی صحبت میں رہنے کی غرض سے جس کی طرف آیہ کریمہ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین میں ہدایت فرمائی ہے اور کبھی سفر عیادت کے لئے بلکہ اتباع جنازہ کے لئے بھی ہوتا ہے اور کبھی بیمار یا بیماردار علاج کرانے کے لئے بھی سفر کرتا ہے، اور کبھی مقدمہ عدالت یا تجارت وغیرہ کے لئے بھی سفر کیا جاتا ہے اور یہ تمام قسم سفر کی قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی رُو سے جائز ہیں، بلکہ زیارت صالحین اور ملاقات اخوان اور طلب علم کے سفر کی نسبت احادیث صحیحہ میں بہت کچھ ...... ترغیب پائی جاتی ہے، اگر اس وقت وہ تمام حدیثیں لکھی جائیں تو ایک کتاب بنتی ہے۔ ایسے فتوے لکھانے والے اور لکھنے والے یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کو بھی تو اکثر اس قسم کے سفر پیش آجاتے ہیں۔ پس بجز تین مسجدوں کے اور تمام سفر کرنے حرام ہیں تو چاہیئے کہ یہ لوگ اپنے تمام رشتے ناطے اور عزیز و اقارب چھوڑ کر بیٹھ جائیں اور کبھی ان کی ملاقات یا ان کی غمخواری یا ان کی بیمار پُرسی کے لئے بھی سفر نہ کریں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ بجز ایسے آدمی کے جس کو تعصب اور جہالت نے اندھا کر دیا ہو وہ ان تمام سفر کے جواز میں متامل ہو سکے۔ صحیح بخاری کا صفحہ ۱۶ کھول کر دیکھو کہ سفر طلب علم کے لئے کس قدر بشارت دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ من سلک طریقا یطلب بہ علما سھل اللہ لہ طریق الجنۃ یعنی جو شخص طلب علم کے لئے سفر کرے اور کسی راہ پر چلے تو خدا تعالےٰ اُسے بہشت کی راہ اس پر آسان کر دیتا ہے، اب اے ظالم مولوی ذرا انصاف کر کہ تُو نے اپنے بھائی کا نام جو تیری طرح کلمہ گو اہل قبلہ اللہ و رسُول پر ایمان لاتا ہے مردود رکھا اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بکلی محروم قرار دیا اور اس صحیح حدیث بخاری کی بھی کچھ پروا نہ کی اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامۃ من قال لا الہ الا اللہ خالصاً من قلبہ او نفسہ اور مردود ٹھہرانے کی اپنے فتوے میں وجہ یہ ظاہر کی کہ اشتہار کیوں شائع کیا اور لوگوں کو جلسہ پر بلانے کے لئے کیوں دعوت کی۔ اے ناخدا ترس ذرا آنکھ کھول اور پڑھ کہ اس اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کا کیا مضمون ہے کیا اپنی جماعت کو طلب علم اور حل مشکلات دین اور ہمدردی اسلام اور برادرانہ ملاقات کے لئے بلایا ہے یا اس میں کسی اور میلہ یا تماشا اور راگ و سرود کا ذکر ہے، اے اس زمانہ کے ننگ اسلام مولویو تم اللہ جلشانہٗ سے کیوں نہیں ڈرتے کیا ایک دن مرنا نہیں یا ہر یک مواخذہ تم کو معاف ہے۔ حق بات کو سُن کر اور اللہ اور رسول کے فرمودہ کو دیکھ کر تمہیں یہ خیال تو نہیں آتا کہ اب اپنی ضد سے باز آجائیں۔ بلکہ مقدمہ باز لوگوں کی طرح یہ خیال آتا ہے کہ اُو کسی طرح باتوں کو بنا کر اس کا رد چھاپیں تا لوگ نہ کہیں کہ ہمارے مولوی صاحب کو جواب نہ آیا۔ اس قدر دلیری اور بددیانتی اور بخل اور بغض کس عمر کے لئے؟ آپ کو فتوے لکھتے وقت وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں علم دین کے لئے اور اپنے شبہات دُور کرنے کے لئے اور اپنے دینی بھائیوں اور عزیزوں کو ملنے کے لئے سفر کرنے کے لئے موجب ثواب کثیر اور اجر عظیم قرار دیا ہے بلکہ زیارت صالحین کے لئے سفر کرنا قدیم سے سنت صالحین چلی آئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بداعمالی کی وجہ سے سخت مواخذہ میں ہوگا تو اللہ جلشانہٗ اس سے پوچھیگا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لئے کبھی تو گیا تھا، تو وہ کہے گا بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہو گئی تھی تب خدا تعالےٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔ اب اے کوتہ نظر مولوی ذرا تدبر کر کہ یہ حدیث کس بات کی ترغیب دیتی ہے اور اگر کسی کے دل میں یہ دھوکہ ہو کہ اس دینی جلسہ کے لئے ایک خاص تاریخ کیوں مقرر کی ایسا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کب ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کو دیکھو کہ اہل بادیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسائل کے دریافت کرنے کے لئے اپنی فرصت کی اوقات میں آیا کرتے تھے اور بعض خاص مہینوں میں ان کے گروہ فرصت پا کر حاضر خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتے تھے اور صحیح بخاری میں حضرت حمزہ سے روایت ہے قال ان وفد عبد القیس اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا انا نأتیک من شقۃ بعیدۃ ولا نستطیع ان نأتیک الا فی شھر حرام۔ یعنی ایک گروہ قبیلہ عبد القیس کے پیغام لانے والوں کا جو اپنی قوم کی طرف سے آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم لوگ دور سے سفر کر کے آتے ہیں اور بجز حرام مہینوں کے ہم حاضر خدمت نہیں ہو سکتے اور ان کے قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رد نہیں کیا اور قبول کیا۔ پس اس حدیث سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو لوگ طلب علم یا دینی ملاقات کے لئے کسی اپنے مقتداء کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیں وہ اپنی گنجائش فرصت کے لحاظ سے ایک تاریخ مقرر کر سکتے ہیں جس تاریخ میں وہ بآسانی اور بلاحرج حاضر ہو سکیں اور یہی صورت ۲۷ر دسمبر کی تاریخ میں ملحوظ ہے کیونکہ وہ دن تعطیلوں کے ہوتے ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ بسہولت ان دنوں میں آسکتے ہیں اور خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اس دین میں کوئی حرج کی بات نہیں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مثلاً کسی تدبیر یا انتظام سے ایک کام جو دراصل جائز اور روا ہے سہل اور آسان ہو سکتا ہے تو وہی تدابیر اختیار کر لو کچھ مضائقہ نہیں ان باتوں کا نام بدعت رکھنا ان اندھوں کا کام ہے جن کو نہ دین کی عقل دی گئی نہ دنیا کی، امام بخاری نے اپنی صحیح میں .... کسی دینی تعلیم کی مجلس پر تاریخ مقرر کرنے کے لئے ایک خاص باب منعقد کیا ہے جس کا یہ عنوان ہے من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ یعنی علم کے طالبوں کے افادہ کے لئے خاص دنوں کو مقرر کرنا بعض صحابہ کی سنت ہے اس ثبوت کے لئے امام موصوف اپنی صحیح میں ابی وائل سے روایت کرتے ہیں کان عبد اللہ یذکر الناس فی کل خمیس یعنی عبد اللہ نے اپنے وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا اور جمعرات میں ہی اس کے وعظ پر لوگ حاضر ہوتے تھے، یہ بھی یاد رہے کہ اللہ جلشانہٗ نے قرآن کریم میں تدابیر اور انتظام کے لئے ہمیں حکم فرمایا ہے اور ہمیں مامور کیا ہے کہ جو احسن تدبیر اور انتظام خدمت اسلام کے لئے قرین مصلحت سمجھیں اور دشمن پر غالب ہونے کے لئے مفید خیال کریں وہی بجا لاویں جیسا کہ وہ عزاسمہ فرماتا ہے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ یعنی دینی دشمنوں کے لئے ہر یک قسم کی طیاری جو کر سکتے ہو کرو اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے جو قوت لگا سکتے ہو لگاؤ۔ اب دیکھو کہ یہ آیت کریمہ کس قدر بلند آواز سے ہدایت فرما رہی ہے کہ جو تدبیریں خدمت اسلام کے لئے کارگر ہوں سب بجا لاؤ اور تمام قوت اپنے فکر کی اپنے بازوں کی اپنی مالی طاقت کی اپنے احسن انتظام کی اپنی تدبیر شائستہ کی اس راہ میں خرچ کرو تا تم فتح پاؤ۔ اب نادان اور اندھے اور دشمن دین مولوی اس صرف قوت اور حکمت عملی کا نام بدعت رکھتے ہیں اس وقت کے یہ لوگ عالم کہلاتے ہیں جن کو قرآن کریم کی بھی خبر نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس آیت موصوفہ پر غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ بطبق حدیث نبویؐ کہ انما الاعمال بالنیات کوئی احسن انتظام اسلام کی خدمت کے لئے سوچنا بدعت اور ضلالت نہیں ہے جیسے جیسے بوجہ تبدل زمانہ کے اسلام کی نئی نئی صورتیں اور مشکلات پیش آتی ہیں یا نئے نئے طور پر ہم لوگوں پر مخالفوں کے حملے ہوتے ہیں ویسی ہی ہمیں نئی تدبیریں کرنی ہوتی ہیں پس اگر حالت موجودہ کے موافق ان حملوں کے روکنے کی کوئی تدبیر اور تدارک سوچیں تو وہ ایک تدبیر ہے بدعات سے اسکو کچھ تعلق نہیں اور ممکن ہے کہ بباعث انقلاب زمانہ کے ہمیں بعض ایسی نئی مشکلات پیش آجائیں جو ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس رنگ اور طرز کی مشکلات پیش نہ آئی ہوں، مثلاً ہم اس وقت کی لڑائیوں میں پہلی طرز کو جو مسنون ہے اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ اس زمانہ میں طریق جنگ و جدال بالکل بدل گیا ہے اور پہلے ہتھیار بیکار ہو گئے ہیں اور نئے نئے ہتھیار لڑائیوں کے پیدا ہوئے ہیں۔ اب اگر ان ہتھیاروں کو اُٹھانا اور پکڑنا اور ان سے کام لینا ملوک اسلام بدعت سمجھیں اور میاں رحیم بخش جیسے مولوی کی بات پر کان دھر کے ان اسلحہ جدیدہ کا استعمال کرنا ضلالت اور معصیت خیال کریں اور یہ کہیں کہ یہ وہ طریق جنگ ہے کہ نہ رسول اللہ صلعم نے اختیار کیا نہ صحابہ اور تابعین نے تو فرمائیے کہ بجز اس کے کہ ذلت کے ساتھ اپنی قدیمی سلطنتوں سے الگ کئے جائیں اور دشمن فتح یاب ہو جائے کوئی اور بھی اس کا نتیجہ ہوگا پس ایسے مقامات تدبیر اور انتظامات میں خواہ وہ مثلاً جنگ و جدل ظاہری ہو یا باطنی

(باقی برصفحہ ۶ کالم نمبر ۳)

سان فرانسسکو میں تعمیر مسجد کیلئے مجاہد امریکہ کی جدوجہد

مولانا محمد عبد اللہ صاحب کا مکتوب

مسجد کے لئے زمین کا عطیہ - ایک رسالہ کا اجرا - عطیہ زمین کی رجسٹری - امریکن عیسائیوں کا جذبہ خدمت دین - تبلیغی گفتگوئیں اور لیکچر

میری توجہ سب سے اول فراہمی چندہ کی طرف ہے - اور خیال یہ ہے - کہ ہر ایک مقام پر اس کے لئے کافی دن گذاروں - اس طریق عمل سے خرچ کم ہوتا ہے - اور واقفیت زیادہ پیدا ہوتی ہے - اور جب تک ذاتی طور پر کسی واقفیت پیدا نہ ہو چندہ وصول نہیں ہو سکتا - اس ماہ کا پہلا ہفتہ تو اچھی طرح کامیابی کے ساتھ گذرا - لیکن دوسرے ہفتہ مجھے جناب مسٹر محمد حنیف اکبر کے ساتھ تین سو میل جنوب لاس انگلیس Los Angeles جانا تھا اور ایک ہفتہ وہاں گذارنا تھا وہ ۵ر نومبر کو واپس فیجی جا رہے ہیں اس لئے وہ اس مقام کی سیر کرنا چاہتے تھے - لہذا ایک ہفتہ فراہمی چندہ کے کام کو ملتوی کرنا پڑا -

لاس انگلیس میں

لاس انگلیس امریکہ کے مغربی کنارے کا سب سے بڑا شہر ہے - لیکن خوبصورتی اور صفائی کے لحاظ سے سان فرانسسکو سے دوسرے نمبر پر ہے - یہ شہر تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے - جن میں سے ایک حصہ مشہور و معروف ہالی وڈ Holly wood ہے - لاس انگلیس جانے سے پیشتر مونٹرے Monterey کی ایک حبشی لیڈی نے (جو میرے مشن میں خاص دلچسپی رکھتی ہے اور امید ہے زمین وہ امداد دینے جا رہی ہے) اپنی بہن کو میری آمد کی خبر بذریعہ ٹیلیفون دے دی تھی - یہاں ٹیلیفون کا سلسلہ اس قدر کامیاب ہے کہ بس ایک منٹ کے اندر بذات خود نمبر ملا کے بات چیت کر سکتے ہیں اور زیادہ انتظار کی ضرورت نہیں رہتی - وہ آگے سے قبل مجھے تاکید کر دی تھی کہ میں وہاں ان کے ہاں ٹھیروں - مسٹر حنیف ہوٹل میں ٹھیرے اور میں شہر کے مرکز سے کافی دور ان کے ہاں رہائش پذیر ہوا - میری رہائش کا انتظام ہوٹل سے بھی شاندار تھا - وہ میزبان عدیم الفرصت ہونے کے باوجود میرے آرام کا خیال رکھتے تھے - ان کے دو منزلہ مکان میں آرام و آسائش کا سامان ماڈرن طریق پر تھا - ان کی دو موٹریں تھیں - ایک خاوند کی اور ایک بیوی کی -

اگلے روز میں نے مسٹر حسین انچارج مشنری احمدیہ جماعت ربوہ کو بذریعہ ٹیلیفون اپنی رہائش کی اطلاع دی - وہ اپنی موٹر لاکر مجھے شہر کی سیر و سیاحت کے لئے لے گئے اور پھر مسٹر حنیف کو بھی ہم نے ساتھ لے لیا - دو روز تک متواتر انہوں نے اپنی فرصت کے اوقات میں شہر کی مشہور و معروف جگہوں کی سیر کرائی - مہاتما گاندھی کی یادگار اور مندر ہالی وڈ کے قریب شہری علاقہ سے دور واقع ہیں، دیکھے - اس جگہ ایک جھیل بنائی گئی ہے - اور جھیل کے کنارے ہندوستانی طرز کا مندر ہے - مسٹر حسین ایک بہت ہی اونچے پہاڑ پر لے گئے - جہاں ایک عالی شان عمارت میں دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور دوربین رکھی ہے تمام کے وقت کثرت سے لوگ جاتے ہیں اور اس دوربین کے ذریعہ چاند اور سیاروں کا مطالعہ کرتے ہیں - کئی ایک قسم کی دوربینیں اور زلزلہ کی آمد کے متعلق علم حاصل کرنے کی مشینیں رکھی تھیں - مشہور مشہور دھاتوں کے نمونے تھے اس جگہ پر سے تمام شہر ایسے معلوم ہوتا ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں جگ مگ کرتے ستارے زمین پر پڑے ہیں -

مسٹر حسین نے مہمان نوازی کے فرائض اچھی طرح ادا کئے - ان میں خوبی یہ ہے کہ وہ مہمان کے ساتھ گزارنے میں الجھنا پسند نہیں کرتے - آپ معمولی الاؤنس پر کام کرتے ہیں جو ۸۷ ڈالر ماہوار ہے - اور اس پر راضی خوش ہیں - بلکہ اس میں سے چندہ بھی دیتے ہیں - ان کی نومسلم امریکن بیوی تبلیغی کاموں میں خاص جذبہ رکھتی ہے - ہر وقت پاکستانی لباس میں ملبوس رہتی ہے - پاکستانی کھانا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھایا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی پاکستانی عورت نے پکایا ہوا ہے -

لاس انگلیس میں آنے کا ایک فائدہ تو یہ ہوا - کہ پورے شہر کی سیاحت کر لی - دوسرا فائدہ تبلیغی رنگ میں یہ ہوا کہ ہم نے مسٹر حسین سے جدید طرز پر کم خرچ بالانشین کے اصول پر لیتھو گرافی کے اصول پہ کتابیں یا اخبار چھاپنے کا طریقہ سیکھ لیا - اب اس علم کو استعمال کر کے ہم اپنے اخبار کو معمولی خرچ پہ چلا سکتے ہیں ضخیم کتابیں بھی اسی اصول پر سستے داموں میں چھپ سکتی ہیں، مسٹر حسین اور ان کی بیگم صاحبہ نے کئی ایک ٹریکٹ بغرض اشاعت اسی اصول پر شائع کئے ہیں یہاں تک کہ کئی ایک تصویریں بغیر بلاک بنوانے کے ٹریکٹوں میں شائع کی ہیں -

مسجد کیلئے زمین کا عطیہ

ایک ہفتہ لاس انگلیس گذارنے کے بعد میں مایوس ہو گیا تھا - اور آمدنی میں کمی واقع ہو گئی تھی - لیکن گذشتہ جمعہ میری مایوسی خوشی میں تبدیل ہو گئی - میں مانٹرے سے واپس آ کر نزدیکی شہر Oakland کے ایک دفتر میں داخل ہوا - وہاں کے مالک ایک حبشی سے ملاقات ہوئی جن کا اسم گرامی مسٹر بین ہے - آپ جائدادوں کی خرید و فروخت کے ایجنٹ ہیں - میری گفتگو میں انہوں نے اس قدر دلچسپی ظاہر کی کہ مجھے ان کے ہاں دو گھنٹہ تک رہنا پڑا دوران گفتگو میں ایک صاحب مسٹر سپین سے ملاقات ہوئی جو حبشی النسل ہیں - اور کافی جائداد کے مالک ہیں میں نے اس تعارف کو غنیمت خیال کیا اور مسٹر سپین (Mr. Spann) کے مکان پر ڈیرے ڈال دیئے - اور روپیہ کی بجائے ان سے زمین کا سوال کیا - جس کو انہوں نے بڑی خوشی کے ساتھ بغیر کسی توقف کے قبول کیا اور وعدہ کیا کہ اگلے روز وہ ڈیڈ Deed تیار کر دیویں گے - تمام رات مشکل سے کٹی کہ کب سویرا ہو گا - شام کے وقت میں نے مقامی اخبار کے ایڈیٹر کو مسٹر بین کے دفتر میں آنے کی دعوت دے دی تھی - اگلے روز دس بجے پریس رپورٹر کی موجودگی میں کاغذات پر دستخط ہوئے - اس موقعہ کا فوٹو بھی لیا گیا - جو مقامی اخبار میں بمعہ رپورٹ شائع ہو گا - یہ جائداد ۵۰ فیٹ چوڑی اور ۱۰۰ فیٹ لمبی زمین کی صورت میں ہے - اس پر ایک مکان بنایا جا سکتا ہے - اگر فوراً فروخت کر دیا جاوے تو بارہ سو روپیہ قیمت مل سکتی ہے -

رسالہ کا اجرا

کل مجھے ہیڈ کوارٹر پہ کسی ضروری صلاح و مشورہ کے لئے جانا پڑا - مسٹر ساہو خان اپنے فرائض میں کافی دلچسپی رکھتے ہیں - ایک آٹھ صفحات کا پندرہ روزہ رسالہ بھی جاری کیا ہے، جس کا نام مسلم اوپینین ..... (Muslim Opinion) ہے - لوگوں نے اس کو بہت پسند کیا ہے - امید ہے اس کے ذریعہ مہینوں کے جمود میں زندگی پیدا ہو جاوے گی - اور لوگوں کی توجہ دوبارہ اس اسلامی مرکز کی طرف مبذول ہو گی -

تبلیغی لیکچر

مسٹر ساہو خان کا ایک لیکچر - لائن کلب Lion Club سان فرانسسکو میں ہوا مسلم سوسائٹی کے وکیل مسٹر بولینڈ Mr. Boland مسٹر ساہو خان کے لیکچروں کے کافی مداح ہیں - گذشتہ ہفتہ کے دوران میں ناکسار کے دو لیکچر ہوئے - ایک اس حبشی لیڈی کے مکان پر جس میں ایک پادری صاحب بھی موجود تھے اور ایک روٹری کلب میں ہوا - دونو لیکچر نہایت پسند کئے گئے - امید ہے اس سے لوگوں کے اندر میری واقفیت کا دائرہ وسیع ہو جائے گا -

ایک بڑھیا کا مذہبی جوش

جس بڑھیا کے مکان پر میں رہتا ہوں، اس کے مذہبی جوش و خروش کو دیکھ کر مجھے رشک آتا ہے - یہ بڑھیا حبشی النسل ہے - ایک رات کو وہ اپنے خاوند کے ہمراہ صرف گرجا کرنے کے لئے سان فرانسسکو کے قریب ۱۲۰ میل کا سفر موٹر کے ذریعہ طے کر کے گئی

اور پھر چار بجے دوبارہ پہنچی۔ مکان کے ایک بڑے حصہ کو گرجا کی صورت میں تبدیل کیا ہوا ہے۔ مجھے ایک رات اس نے گرجا میں آنے کی دعوت دی۔ میں نے دیکھا کہ یہ لوگ بہت اونچی آواز سے گا اور چلا رہے ہیں۔ کل تیرہ آدمی ہیں۔ لیکن مجلس کو ایسا گرما دیا ہے، جیسے ہزاروں کی مجلس ہو۔ یہ لوگ گرجے میں ناچتے بھی ہیں۔ اور بائیبل سے ثابت کرتے ہیں کہ خدا کی عبادت میں ناچنے کا حکم ہے۔ مجھے تقریر کے لئے کہا گیا۔ میں نے ان کے طریق عمل کا مقابلہ اپنے صوفیوں سے کیا۔ میری تقریر سے اس بڑھیا کو جذبہ پیدا ہوا۔ اور صوفیوں کی طرح حال آ گیا۔ آج رات کو میں واپس مونٹرے پہلا جاؤں گا۔ اور پھر وہاں فراہمی چندے کے کام میں مصروف ہو جاؤں گا اس علاقہ سے میں نے اپنے سکول کی لائبریری کے لئے ۵۴ نئی کتابیں جمع کی ہیں۔ اس سنیچر کو مسلم سوسائٹی کے ہیڈ کوارٹر پر جلسہ میلاد النبی منایا جاوے گا۔

لائن کلب میں لیکچر

تین دن کے سان فرانسسکو کے قیام کے بعد ۲۴ر اکتوبر کو پھر مانٹرے کے قریب Sea side (سمندر کے کنارے) پہنچ گیا ہوں۔ ۲۴ر اکتوبر کے سوا بارہ بجے کے وقت لائن کلب Lion club میں میری تقریر کا بندوبست تھا۔ چونہی میں گرے ہاؤنڈ بس سے پونے بارہ بجے کے قریب اترا مجھے لائن کلب کے ہوٹل میں پہنچنا تھا۔ شہر پہنچتے پہنچتے بارہ بج گئے۔ یہاں ایک تو ٹیکسی کار جلد نہیں مل سکتی۔ اگر ٹیلیفون کے ذریعہ منگوا بھی لی تو چارج زیادہ۔ جیب کو ٹٹولتا ہوں تو صرف ایک ڈالر برآمد ہوتا ہے۔ سمجھ نہیں آتا۔ کیا کروں۔ اتنے میں دیکھا کہ کسی نے اپنی موٹر ٹھیرا لی اور مجھے بلا کر دریافت کیا۔ "کیا میں آپ کی کسی طرح امداد کر سکتا ہوں۔ آپ کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی کی جستجو میں ہیں"۔ میں نے کہا میں نے فلاں مقام پہ پندرہ منٹ کے اندر جانا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ بس میری موٹر پہ سوار ہو جائیے۔ میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا۔ میری گفتگو سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اپنا پتہ مجھے دیا۔ اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے اس غیبی امداد پہ خداوند کریم کا شکریہ ادا کیا۔ ایسے بڑے شہروں میں جبکہ لوگ اس قدر مصروف ہوں کون کسی کا خیال کرتا ہے۔

لائن کلب کے سیکرٹری میری انتظار میں تھے۔ انہوں نے میرا خیر مقدم کیا۔ کھانا کھانے سے پیشتر میں نے ان کو بتایا کہ میں کس قسم کی خوراک پسند کرتا ہوں کھانے کے بعد پروگرام شروع ہوا۔ یہاں کا دستور یہ ہے کہ اگر اس کلب کا کوئی ممبر کسی دوسرے شہر سے آیا ہو تو اس کو حاضری پوری کرنے کے لئے مقامی کلب کے لنچ میں جانا پڑتا ہے۔ اس موقعہ پہ ایسے مہمانوں کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ چندہ جمع کیا جاتا ہے۔ لاٹری کے ٹکٹ فروخت کئے جاتے ہیں۔ اور اس کے لئے انعام اسی وقت دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کسی خاص لیکچرار کو آدھ گھنٹہ کے لئے وقت دیا جاتا ہے یہی دستور روٹری اور بین الاقوامی کلبوں روٹری وغیرہ کا ہے۔ اس دن خاکسار کو آدھ گھنٹہ تک تقریر کرنی تھی۔ میں نے اپنی تقریر پاکستان۔ اسلام اور برٹش گیانا کے متعلق کی۔ اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ دعا کے فلسفہ کو بیان کیا اور فجی کے حالات بیان کرتے ہوئے اپنے مشن کو بیان کیا۔ میری تقریر کو کافی لوگوں نے پسند کیا۔ اور ملاقات کے ذریعہ اس کا اظہار کیا۔

زمین کی رجسٹری

اگلے روز مجھے ضلع کے دارالمقام سیناس Salinas جانا تھا۔ تاکہ زمین کے ٹائیٹل کو رجسٹر کراؤں گرے ہاؤنڈ بس کے ذریعہ وہاں پہنچا۔ اور رجسٹری فیس ادا کرنے کے بعد ٹائیٹل کو رجسٹر کرایا۔ مقامی اخبار میں میرا اور زمین عطا کرنے والے کا فوٹو شائع ہو چکا ہے یہ خداوند کریم کا بھاری فضل ہے کہ ایک غیر مسلم سے بارہ سو روپیہ قیمت کی جائداد حاصل ہوئی ہے۔ امریکن لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان سے دوستی اور واقفیت پیدا کرلو تو وہ ہر طرح سے امداد کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

امریکن عیسائیوں کا جذبہ خدمت دین

کاش کہ ہمارے چند دوست جو مذہبی جوش رکھتے ہوں وہ والنٹیئر کی صورت میں امریکہ کی کئی ایک سٹیٹس میں پہنچ کر خدمت دین کا کام کریں۔ یہاں کے بعض عیسائی نوجوانوں ۔۔۔۔ کی قربانیاں قابل رشک ہیں۔ اگر ہم اپنے دامن گریبان میں نگاہ ڈالیں تو ہماری قربانیاں ان کے عشر عشیر کے برابر بھی نہیں نکلیں گی۔

یہاں ایک چرچ بن رہا ہے۔ اس چرچ کے ممبر شام کے وقت ہتھیار لے کر پہنچ جاتے ہیں۔ اور مفت میں کام کرتے ہیں۔ میں نے آج شام کو وہاں جا کر ان کی داد دی اور کہا کہ آپ جو خدمت کر رہے ہو۔ قابل داد ہے مجھے بھی ایک اسلامی چرچ بنانے کا خیال دامنگیر ہے۔ اگر آپ لوگ میری امداد اسی طرح کرو۔ تو میں تمہارے لئے تمہارے پادری کی نسبت تین سو گنا زیادہ دعا کروں گا۔ سب کا خدا ایک ہے صرف اس کی عبادت اور پرستش کے طریق جدا جدا ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب آپ کام شروع کرو گے تو ہم حتی الوسع ضرور ہاتھ بٹائیں گے۔ لیکن دوری کی وجہ سے اس قدر امداد نہیں کر سکیں گے۔ جتنی یہاں کر سکتے ہیں۔ یہ چرچ ۷۲ فٹ لمبا اور ۴۰ فیٹ چوڑا ہے۔ اس پر ان کا دس ہزار ڈالر خرچ ہوگا اگر مفت مزدوری نہ ہوتی تو ۲۰ ہزار ڈالر خرچ ہوتا۔

ایک نیگرو خاندان سے تبلیغی گفتگو

"محمد دی پرافٹ" ایک نیگرو لیڈی کو پڑھنے کے لئے دی۔ اس کا بھائی اس کتاب کا دلدادہ ہو گیا۔ اس کو بھی ایک جلد دی۔ اب انہوں نے انگریزی قرآن مجید کی فرمائش کی ہے۔ ایک اور نیگرو خاندان سے اسلامی برادری اور اخوت پہ بات چیت کی۔ وہ میری گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور دوبارہ مکان پہ آنے کی دعوت کی

ایک عیسائی نیگرو عورت کا عطیہ

جمعہ اور سنیچر کو چندہ کی فراہمی میں کافی کامیابی ہوئی اتوار کو لوگ گرجا گھر جاتے ہیں۔ دوپہر سے پیشتر صرف دو ڈالر وصول ہوئے۔ دل مغموم تھا۔ بعد دوپہر ایک مکان پہ پہنچا۔ جو نیگرو کا تھا۔ وہاں میں نے مالکہ مکان کی درخواست پہ اپنے خیالات کا اظہار کیا چونکہ وہ سنڈے اڈونسٹنٹ کی ممبر تھی۔ یہ معلوم کر کے بڑی خوش ہوئی کہ ہم حرمت خنزیر کے قائل ہیں۔ اور مسیح کی پیدائش کو گرمی کے موسم میں خیال کرتے ہیں۔ اور کرسمس کے قائل نہیں ہیں اپنے مذہبی خیالات بیان کرنے سے پیشتر وہ چندہ دینے سے انکار کر بیٹھی تھی۔ اور جب میں نے اپنے سکول کی لائبریری کے لئے کتابوں کا سوال کیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس دو قسم کے انسائیکلوپیڈیا کی جلدیں ہیں۔ ایک میں اپنے چرچ کی لائبریری کو دینے کا وعدہ کر چکی ہوں اور دوسری اپنے لئے۔ میری گفتگو کے بعد اس نے کہا کہ میں اب اپنے خیال کو بدلتی ہوں۔ آپ ایک انسائیکلوپیڈیا جس کی دس جلدیں ہیں لے جا سکتے ہیں۔ اس طرح کم از کم تیس چالیس ڈالر کا مال مجھے مفت حاصل ہو گیا اور مایوسی دور ہو گئی۔

نیگرو نوجوانوں میں تقریر

شام کے وقت نیگرو نوجوانوں کی ایک میٹنگ میں میری دعوت تھی۔ مجھے پندرہ بیس منٹ تقریر کے لئے دیئے گئے۔ اس گروپ کی طرف سے مجھے وعدہ دیا گیا کہ کچھ رقم بطور امداد دی جائے گی۔ چھ ڈالر اسی وقت دو ممبروں سے وصول ہوئے۔

دھوبن کا چندہ

آج سوموار کو میری طبیعت اچھی نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ انفلوئنزا کا اثر ہے۔ تین چار بجے تک کچھ کام نہ ہو سکا۔ دل میں حسرت تھی کہ کچھ وصول نہ ہوا۔ آخر فیصلہ یہ کیا کہ مونٹرے جا کر دھوبی سے کپڑے اٹھا لوں اور جائے قیام پر آرام کروں۔ دھوبی کے ہاں جا کر چندہ کا سوال کیا۔ پتہ نہیں دھوبن صاحبہ کس خیال میں تھیں۔ کہ خوش ہو کر پانچ ڈالر چندہ دے دیا۔ ایک صاحب جو فوجی تھے وہ ساتھ کھڑے تھے ان سے ایک ڈالر وصول ہوا۔ اب تو میری بیماری کافور ہو گئی۔

مزید چندے

مقام ہاٹن پر پہنچنے سے پہلے خیال آیا کہ ایک لیڈی نے چندہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے پاس پہنچا اس سے دو ڈالر ۷۲ سینٹ وصول ہوا شام ہو گئی راستہ میں ایک عورت نے اپنے دروازہ سے باہر قدم رکھا۔ میں اجازت حاصل کر کے اس کے مکان کے اندر داخل ہوا سب سے پہلے اس کی لڑکی سے زبانی حساب کا ایک سوال پوچھا۔ پھر اپنے مشن کو بیان کیا۔ اس سے ایک ڈالر دستیاب ہوا۔ آج کی شام کو امریکن بچوں کا تہوار ہے وہ عجیب و غریب لباس پہن کر پڑوسیوں کے مکان پہ جاتے ہیں اور کہتے ہیں TRICKER TREE پھر ان کو مٹھائی وصول ہوتی ہے۔ ایک بچہ نے سے سنتے میں آیا کہ فلاں شخص نے مٹھائی کے بجائے پیسہ دیا ہے میں نے مناسب سمجھا کہ ایسے آدمی کی ملاقات کروں۔ دروازہ کھٹکھٹایا کر ۴۴ امداد ہی مناسب گفتگو کے بعد دو ڈالر وصول ہو گئے۔ ابھی تھوڑی دور چلا تھا کہ معلوم ہوا کہ ایک نئی عمارت جو شاندار ہے کا تازہ افتتاح ہوا ہے۔ اندر داخل ہونے پر معلوم ہوا کہ ایک ڈاکٹر صاحب نے کرایہ پر لی ہے۔ اور اپنا مطب جاری کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے

سرینگر میں یومِ میلادالنبیؐ

مسلمانانِ کشمیر کے لئے درسِ عبرت

جموں و کشمیر کے چالیس لاکھ مسلمانوں میں سے صرف سرینگر کے چالیس احمدیوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا جنم دن منایا، بارہ ربیع الاول کو بعد نماز مغرب احمدیہ مسجد قمداق پورہ سرینگر میں ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت ڈاکٹر عزیز احمد صاحب قریشی ایم اے پی ایچ ڈی منعقد ہوا۔ جس میں اکثر فرقوں اور قوموں کے ذکور واناث نے شرکت کی۔

مسجد اور احاطہ مسجد کو فرش و فروش بجلی اور چراغوں سے دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ لاؤڈ سپیکر کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر غیر از جماعت مسلمانوں میں بھی رشک پیدا ہوا۔ اور انہوں نے بھی شہر کے بازاروں کو آناً فاناً سجایا۔

کارروائی جلسہ ساڑھے چھ بجے شام شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن ملک محمد مقبول صاحب نے کی اور غلام محمد صاحب نے نعت پڑھی۔ اس کے بعد ماسٹر غلام احمد صاحب ہمدانی نے حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحؒ کے کلام سے تقریر شروع کی اور فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنا ظہور دیکھنا چاہا تو محمد رسول اللہ صلعم کو مبعوث کیا۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کے اسوہ حسنہ پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں جناب عبدالعزیز صاحب شورہ ایڈیٹر "روشنی" نے خلقِ عظیم پر تقریر کی۔ انہوں نے تمام سابقہ مذاہب کا موازنہ کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم کے خلقِ عظیم کو بیان کیا اور ثابت کیا کہ حضورؐ کی بعثت تمام اقوام عالم کے لئے رحمت کا موجب ہوئی۔ ان کے بعد ملک محمد مقبول صاحب نے نعت پڑھی اور پھر ماسٹر محمد صدیق صاحب مضطر نے سابقہ ادیان کے بانیوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ بین الاقوامی نبی صلعم کی بعثت نسلی امتیاز کی لعنت کو مٹانے اور اقوام عالم میں اتحاد و اخوت پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئی۔ بعد ازاں طالب حسین صاحب نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اقوام عالم اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ مصائب اور مشکلات سے نجات پانے کے لئے دین اسلام پر کاربند ہوں۔ آخر میں شیخ عبدالصمد صاحب نے تقریر کی اور اس بات پر زور دیا کہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم پر کاربند ہونے میں ہی مسلمانوں کی کامیابی کا راز مضمر ہے اور حضرت نبی کریم صلعم کے اسوہ حسنہ کی تقلید پر زور دیا۔

تمام تقاریر کے بعد محترم ڈاکٹر عزیز احمد صاحب قریشی صدر جلسہ نے اپنی صدارتی تقریر میں سابقہ آسمانی کتابوں میں سے ان پیشگوئیوں پر روشنی ڈالی جن کا مصداق حضرت نبی کریم صلعم کے سوائے اور کوئی نہیں ہو سکتا، انہوں نے آپ کو کلنگی اوتار ثابت کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی سالم تقریر ایک ٹریکٹ بنام "کلنگی اوتار" میں چھپ گئی ہے۔ یہ ٹریکٹ انجمن ہذا سے چار آنے میں مل سکتا ہے۔

جلسہ دس بجے رات اختتام پذیر ہوا اور نہایت کامیاب رہا۔

ایم۔ایس۔ مضطر۔ جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر

مکتوبِ بغداد

ہے۔ یہ ھدی للناس افکار عالیہ یہ بیان للناس دستور ہی آج بنی نوع انسان کو دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں کی لپیٹ سے بچانے کا باعث ہوگا سرمایہ داری کی لعنت اور ہولناک تباہیوں کا بھی یہ بہترین علاج ہے۔ اس بلند پایہ شاہکار کا مطالعہ دنیا کے اہلِ قلم حضرات کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اہل دل و دماغ ہمدرد انسانیت لوگوں کے ہاتھوں تک اس گوہر آبدار کا پہنچنا کارآمد ہوگا۔ اس حقیقت افروز پیغام سرمدی کو بلاتفریق مذہب و ملت دنیا کی اسلامی و غیر اسلامی تمام حکومتوں کے ارباب حل و عقد تک پہنچایا جائے۔ "بیدار بزرگوں" (جو اس وقت دنیائے معلوم کی قسمت کے مالک بنے بیٹھے ہیں) توجہ اس قانون الہیٰ کی جانب منعطف کرائی جائے۔ اس آزمائے ہوئے نسخہ کو پھر آزمایا جائے۔ اس کار خیر کے لئے سلسلہ کے اہل سخا و اہل دل حضرات آگے بڑھیں لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون کا ثبوت پیش کریں انشاءاللہ نتیجہ بہترین اور مثمر برآمد ہوگا۔ اس کتابچہ کا انگریزی میں فی الفور ترجمہ شائع ہو اور کثیر تعداد میں تقسیم کیا جائے۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ کم مفید نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ امیر قوم کی محنت کو شرف قبولیت بخشے اور دنیا و آخرت میں جزائے خیر دے۔ آمین۔

لاہور کے اساتذہ و طلباء

حافظ شریف حسین صاحب سے بذریعہ فون معلوم ہوا کہ لاہور سے چار اساتذہ اور آٹھ طالب علم بغرض سیاحت و زیارت مقامات مقدسہ آئے ہوئے ہیں اور جمعیتہ الپاکستانیہ میں قیام ہے۔ آج کربلا و نجف و حلہ و بابل کی طرف گئے ہیں۔ حافظ صاحب سے معلوم ہوا کہ ان سے پاکستان کے علمائے کرام اور ان کی تکفیر کی فیکٹریوں کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ جیب میں "دی چارج آف ہیریسی" کی ایک کاپی تھی جو برائے زواردین حافظ صاحب کو بھجوادی۔ اور کہلوایا کہ واپسی پر ان تک پہنچادیں۔

ایک نامور وکیل کو تبلیغی لٹریچر

استاذ عبدالرحمٰن خضر المحامی کو لائٹ کا مجدّد نمبر اور پمفلٹ The charge of Heresy ڈاک سے بھجوایا۔ استاذ موصوف کا عراق کے نامور وکیلوں میں شمار ہے۔ ہائیکورٹ کے جج بھی رہ چکے ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں ڈائرکٹر جنرل اوقاف کے عہدہ پر بھی سرفراز ہوئے تھے۔ جمعیتہ انقاذ فلسطین کی مجلس منتظمین کے ممبروں میں سے ایک ہیں۔ موتمر اسلامی منعقدہ بمقام کراچی کے جلسہ میں بھی شامل ہوئے تھے مسلمانوں کا درد بھی معلوم دیتا ہے۔ ان سے دیرینہ تعارف ہے، دو تین سال قبل بھی انہیں اپنا لٹریچر دیا تھا۔ آج بیٹھے بیٹھے موصوف کا خیال آگیا، یاد دہانی کے طور پر مذکورہ بالا مجدّد نمبر بھجوایا۔

ایک سابق عراقی وزیر کو لٹریچر

آفریدی صاحب ...... ایک عراقی وزیر سابق ......

بسلسلہ صفحہ ۲

السید عبدالجبار کے دکھانے کے لئے ترجمۃ القرآن انگریزی معہ عربی متن مستعار لے گئے۔ وزیر موصوف کو سلسلہ کے مخالفین نے سلسلہ کے متعلق بہت سی غلط باتیں بتلائی ہیں اسی کے ازالہ کے لئے ترجمہ قرآن کریم و دیگر سلسلہ کا لٹریچر اسے مطالعہ کے لئے آفریدی صاحب دے رہے ہیں۔

عاشورہ محرم سے سبق

۲۹ اگست بروز پیر۔ آج یوم عاشورہ ہے۔ تاریخ اسلام میں اس یوم عظیم کی بڑی عظیم الشان اہمیت ہے۔ آج کا یوم الکبیر نے دشت کربلا میں ایک فاجعۃ الکبریٰ سے دوچار ہوا۔ مابین حق و باطل سخت ترین معرکہ کارزار گرم ہوا۔ بظاہر حق کی شکست اور باطل کا غلبہ دکھائی دیا۔ لیکن دراصل قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ثابت ہوکر اہلِ اسلام کو تاقیامت ناقابل فنا درس عظیم "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد" دے گیا۔ بطل حریت واجب التعظیم امام سبط رسولؐ حسین علیہ السلام کی ذات والاصفات قرآن کریم کی آیات شریفہ ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء .... اولئک ھم المھتدون کی ناقابل تردید عملی تفسیر ثابت ہوا۔ بہادر اولوالعزم حسینؓ خوف، بھوک، نقص اموال، قربانی جان غرضیکہ تمام مشکل ترین اشیاء سے آزمایا گیا لیکن امتحان میں سو فیصدی پورا اترکر امت محمدیہ کے لئے مشعل راہ کا کام دے رہا ہے۔

کربلائے زمانہ اور مجدّد وقت

تاریخ اپنا کام کر رہی ہے۔ پھر اپنی کتاب کا ورق الٹایا ہے۔ دنیا میں بہتیرے مقامات دشتہائے کربلا کا نمونہ ہیں، بیسیوں یزید اپنی بے پناہ طاغوتی طاقتوں کے بل بوتے پر حق و صداقت کو مٹانے کے لئے میدان کارزار میں کود پڑے ہیں وقت کے مظلوم امام نے اس دردناک الم انگیز منظر کو ساٹھ سال قبل کشفی نگاہ میں دیکھا اور ان دلوں کو تڑپا دینے والے درد بھرے الفاظ میں اس کا اظہار فرمایا ؎

> کربلائیست سیرِ ہر آنم
> صد حسینؓ است در گریبانم

چاہیئے تو یہ تھا کہ اس بروقت تنبیہ، حقیقت کے اظہار سے مسلمان اپنے محسن کے شکر گذار ہوتے اور اسلام کی زندگی کے لئے دیوانہ وار میدان کربلا میں افواج یزید کے مقابلہ کے لئے کود پڑتے اور اپنے گلے کٹوا کر شہید کربلا سے اپنی سچی محبت کا ثبوت پیش کرتے لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا۔ آؤ اب بھی موقعہ ہے، عصر حاضر کے امام علیہ السلام کے بتلائے ہوئے راستہ پر اس کے متبعین کے دوش بدوش گامزن ہو جاؤ۔ یہی ایک صراط مستقیم ہے جس پر چل کر وہ گوہر مقصود حاصل کر سکتے ہو جسے پیارے حسین علیہ السلام نے آج کے دن کربلا کے میدان میں بظاہر مر کر حاصل کیا۔ اے خدا اخوانِ سلسلہ کے سینوں کو بھی حسینی روح سے بھر دے اور ان سے اپنے دین کی حفاظت کی مزید خدمت لے۔ آمین۔

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۴ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز ہفتہ

صبح دس بجے سے بارہ بجے تک خواتین کا جلسہ ہوگا۔ اور مختصر دستکاری کی نمائش ہوگی!

۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز اتوار

اجلاس زیر صدارت جناب سید عبدالجبار شاہ صاحب

۱۰ بجے سے ۱½ بجے دوپہر تک

قاری و حافظ محمد بوستان صاحب :- تلاوت قرآن مجید ۱۰ سے ۱۰¼ بجے تک

مولوی دوست محمد صاحب :- ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ ۱۰¼ سے ۱۰½ ” ”

قاضی عبدالرشید صاحب :- تقریر ۱۰½ ” ۱۱¼ ” ”

حافظ محمد حسن صاحب چیمہ :- تحریک احمدیت ۱۱¼ ” ۱۲ ” ”

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی :- جہاد ۱۲ ” ۱۲¾ ” ”

حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب امیر قوم :- نشأۃ ثانیہ ۱۲¾ ” ۱½ ” ”

اڑھائی بجے جنرل کونسل کا اجلاس ہوگا

سیرت نبوی پر مقابلہ کی تقاریر :- ۷ بجے رات سے ۱۰ بجے تک

۲۶ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز پیر

اجلاس اوّل زیر صدارت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب

۱۰ بجے سے ۱¼ بجے دوپہر تک

حافظ محمد بوستان صاحب اور طلبائے مسلم ہائی سکول لاہور } تلاوت قرآن مجید و نظم :- ۱۰ سے ۱۰¼ بجے تک

میاں بشیر احمد صاحب منٹو :- امریکہ کے حالات ۱۰¼ سے ۱۱ ” ”

عنایت علی خان :- سالانہ رپورٹ ۱۱ سے ۱۱¼ ” ”

مولانا مولوی محمد یعقوب خان صاحب نائب صدر انجمن :- تقریر ۱۱¼ سے ۱۲¼ ” ”

حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب امیر قوم :- اسلام آج کی روشن دنیا کا مذہب ہے ۱۲¼ سے ۱¼ ” ”

اجلاس دوم زیر صدارت میاں فاروق احمد صاحب

دو بجے سے ساڑھے چار بجے تک

قاری محمد بوستان صاحب :- تلاوت قرآن مجید ۲ سے ۲ بجکر دس منٹ تک

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری :- ختم نبوت ۲ بجکر دس منٹ سے ۳ بجے تک

ڈاکٹر غلام محمد صاحب :- قتل مرتد ۳ بجے سے ۳¾ ” ”

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب :- ہمیں اب کیا کرنا چاہیئے ۳¾ ” ۴½ ” ”

۲۷ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز منگل

اجلاس زیر صدارت الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ

۱۰ بجے سے ایک بجے تک

قاری محمد بوستان صاحب :- تلاوت قرآن مجید ۱۰ سے ۱۰¼ بجے تک

محمد فاضل رمضان صاحب آف ڈچ گائنا :- تقریر ۱۰¼ سے ۱۰½ ” ”

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب :- مغرب میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں ۱۰½ سے ۱۱¼ ” ”

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب :- ہمارا مقصد ۱۱¼ سے ۱۲ ” ”

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی :- تقریر ۱۲ سے ۱۲½ ” ”

حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب امیر قوم :- اختتامی تقریر و دعا ۱۲½ سے ۱ بجے تک

نوٹ :- نماز ظہر و عصر ۱½ بجے جمع ہوں گی۔ مغرب و عشاء پونے پانچ بجے جمع کی جائیں گی۔

(۲) درس قرآن کریم ہر روز بعد نماز فجر حضرت امیر مولانا مولوی صدرالدین صاحب دیں گے۔

(۳) کھانے کے اوقات صبح ۸ بجے سے ۹ تک۔ شام ۶ بجے سے ۸ بجے تک

مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن

پیغام صلح مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل نمبر

صرف ٹائٹل نیو گرین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں ... باہتمام مولوی دوست محمد صاحب ... ایڈیٹر

جلد ۴۲ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۵۱

حضرت مولانا عزیز بخش مرحوم کی یاد میں

مرتضیٰ خان حسن

اے عزیزِ قوم و ملت! نورِ چشمِ اہلِ دیں! ❊ افتخارِ سالکیں! اے راہبرِ راہِ یقیں

بزمِ دنیا سے ہوا تو عازمِ دارِ بقا ❊ وائے حسرت! دوستوں کو داغِ ہجرت دے گیا

یاد تیری دل کو تڑپاتی رہے گی مدتوں ❊ تیری فرقت خون رلواتی رہے گی مدتوں

خالقِ اکبر نے بخشا تھا تجھے قلبِ سلیم ❊ مل گئے صبحِ ازل ذہنِ رسا طبعِ فہیم

تجھکو رب نے دیا تھا جوہرِ صدق و صفا ❊ عہد جو اللہ سے باندھا تھا پورا کر دیا

اے خدا کے پاک بندے عاشقِ ربِّ ودود! ❊ وقف تھا یادِ الٰہی کے لئے تیرا وجود

لڑکھڑاتے وہ ترا مسجد میں آنا صبح و شام ❊ اور تضرع سے نمازوں کا پڑھانا صبح و شام

عمر بھر فرضِ امامت تو بجا لاتا رہا ❊ یہ خدا کا گھر تری ہی ذات سے آباد تھا

اللہ اللہ! قرأتوں میں وہ ترا سوز و گداز ❊ اللہ اللہ! وہ ترے اللہ سے راز و نیاز

تو وہ گل تھا گلشنِ ملت میں اے رشکِ بہار ❊ دلکشی پر جسکی ہے صد گلشنِ خوبی نثار

حق تعالیٰ تجھکو بخشے نعمتِ قربِ و جوار

تیری تربت پر خدا کی رحمتیں ہوں صد ہزار (آمین)

تصاویر

(۱) اوپر - حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم و مغفور -

(۲) نیچے - حضرت مولانا عزیز بخش صاحب پنے مرحوم و مغفور بھائی حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھا رہے ہیں۔

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب

حضرت امیر قوم مولنا صدر الدین صاحب

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی وفات نے مجھے صدمہ زدہ کیا اور میں مغموم رہا۔ ان میں منجملہ دیگر صفات محمودہ کے تین ایسی صفات تھیں جو قابل رشک تھیں۔ وہ قرآن کریم اور مسجد کے عاشق تھے۔ وہ دن اور رات کے اکثر حصوں میں قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے تھے اور بہت سا قرآن کریم ان کو حفظ تھا۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ سارے کا سارا قرآن حفظ کر لوں۔ وہ درس قرآن میں التزام کے ساتھ موجود رہتے تھے اور اس میں لذت محسوس کرتے تھے۔ اسی طرح پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے باوجود ضعف کے مسجد میں وقت کی پابندی سے آتے تھے۔ اور سالہا سال نہایت باقاعدگی سے ایسا کرتے رہے۔ ان کا ایسا کرنا سبق آموز تھا۔ ان کے ایسا کرنے سے مسجد کی آبادی تھی۔ مسجد اور جماعت کو ان کی وفات سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان میں تیسری قابل تقلید صفت یہ تھی، کہ ان کا دل پاک تھا، اس دل میں کدورت نہ تھی۔ یہ وصف اور دل کی پاکیزگی کم لوگوں کو میسر آتی ہے۔ جس کو قلب سلیم حاصل ہوا وہ مالا مال ہو گیا اور اس کو طمانیت حاصل ہوئی۔ ایسا شخص قوم کے لئے نمونہ کا کام دیتا ہے۔ میں ان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالےٰ ان کو اعلےٰ علیین میں عزت کے مقام پر سرفراز فرمائے۔ آمین۔

صدر الدین۔ ۱۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم کی سبق آموز زندگی

(مرتضیٰ خان حسن)

وہ ہستیاں نہایت بابرکت ہوتی ہیں جن کی زندگیاں دوسروں کے لئے مفید اسباق بہم پہنچائیں حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم و مغفور بھی ان بزرگ نفوس میں سے تھے جن کی پاک زندگی ہم سب کے لئے سبق آموز ہے۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا جوہر اتقا ہے، جو تمام نیکیوں کی جڑھ ہے جب تک آپ سرکاری ملازمت میں رہے اپنا فرض منصبی نہایت محنت دیانت اور خلوص نیت سے سرانجام دیتے رہے اور اپنی حسن کارکردگی کی وجہ سے نیک نام ہوئے۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے سخت گیر انگریز افسران نے بھی آپ کے کام کی تعریف کی۔ جس آسامی پر آپ مامور تھے اگر چاہتے تو ہزاروں کما لیتے مگر آپ نے محض اسی پر اکتفا کیا جو آپ کو جائز طور پر ملتا تھا۔

قدرتی طور پر نیک طبیعت لے کر آئے تھے۔ فطرت میں بھی تقوےٰ کے جوہر موجود تھے خاندانی ماحول بھی اچھا پایا۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت اور حضور سے مصاحبت کی سعادت حاصل ہو گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ سونے پر سہاگہ، نورٌ علیٰ نور۔ ایسے چمک اٹھے کہ سوائے خدا اور رسول کے دل میں کوئی ارمان باقی نہ رہا۔ پنشن ملی تو خدمت دین کا کام سنبھال لیا اور سالہا سال آنریری طور پر دن رات انجمن کا کام کرتے رہے۔ اور آخری وقت تک افتاں و خیزاں اپنا فرض انجام دیتے رہے۔

اپنے تقوےٰ اور طہارت کی وجہ سے وہ اس قابل تھے کہ وہ مسجد احمدیہ بلڈنگس کے امام الصلوٰۃ ہوں۔ اس فرض کو مرحوم نے اس خوبی سے نبھایا کہ اس کی مثال نہیں ملتی، ضعیفی سے چلنا پھرنا مشکل ہو چکا تھا۔ مگر تاہم آپ ہیں کہ دوسری تیسری منزل سے نیچے اترآتے ہیں اور گرتے پڑتے مسجد میں پہنچ جاتے ہیں۔ پاؤں زخمی ہیں، پاؤں میں درد ہے اور جوتا نہیں پہن سکتے۔ ننگے پاؤں ہی آجاتے ہیں۔ کبڑے ہو چکے تھے۔ کھڑا ہونا مشکل تھا مگر پھر بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے ہیں۔ ہم سب کہا کرتے تھے کہ اگر کسی نے پیر جواں ہمت کو دیکھنا ہو تو وہ مولانا عزیز بخش صاحب کو دیکھ لے۔ مولانا صاحب نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ معمولی لباس، معمولی طرز پر رہائش نہایت بے نفس بزرگ تھے۔ نہایت بے تکلفانہ طور پر رہتے اور بے تکلفانہ طور پر احباب سے ملتے۔ وہ حق بات کہنے سے نہ جھجکتے۔ جو بات ان کے نزدیک صحیح ہو علی رؤس الاشہاد کہہ دیتے ۴۵

۴۵ غرضیکہ حضرت مولانا مرحوم کے اندر وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو ایک حقیقی متقی شخص میں موجود ہونی چاہئیں۔ آپ نے قیام صلوٰۃ کا ایک بے نظیر نمونہ پیش کیا۔ آپ نے تقویٰ کا ایک بے نظیر نمونہ پیش کیا۔ آپ نے سادگی کا ایک بے نظیر نمونہ پیش کیا ہے آپکی زندگی صحابہ کی زندگی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لے آتی تھی۔ ایک بڑی خوبی آپ میں یہ تھی کہ آپ سب کی طرف سے سینہ صاف رکھتے تھے، کبھی کسی سے کوئی بغض کینہ نہ تھا۔ کسی کے لئے آپکے دل میں کوئی غل و غش نہ تھا۔ یہ بہشتی زندگی کا نمونہ تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج بلند کرے اور آپکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ مولانا نے خدا کے فضل سے [illegible]

* لمبی عمر پائی۔ ۸۸ سال کی عمر آجکل کے زمانے میں بہت بڑی عمر ہے۔ یہ آپکی نیکی اور آپ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کے فرزند صاحبزادے ڈاکٹر اللہ بخش [illegible]

وہ نقطہ جو مولنا عزیز بخش صاحب ہمیشہ اپنے سامنے رکھا

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب

ہے سمند عمر رواں رواں بشر آگے پیچھے ہیں سب رواں
ہے رواں عدم کو یہ کارواں جسے دیکھا پا برکاب ہے

دنیا آنی جانی ہے۔ ہر گھڑی ہر آن یہ آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے اور [illegible] جاری رہے گا۔ انسان کا یہاں چند روزہ قیام جس کی حقیقت کَمْ لَبِثْتُمْ [illegible] يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے [illegible] کا سطح زمین سے زیر زمین چلا جانا ایک ایسا منظر ہے جو صاحب عقل و فراست کو [illegible] طور پر تو سوچ میں ڈال دیتا ہے۔ اور دنیا کی بے ثباتی کا ایک گہرا نقش اس کے دل پر [illegible] ہے۔ موت ایک مستقل واعظ ہے اور ہر دم اعلان کرتی ہے کہ دنیا ایک عارضی [illegible] ایک اجل مسمی تک ٹھہرنا ہے اور اس اجل کا بھی پتہ نہیں کہ کس وقت آجائے [illegible] مولوی عزیز بخش صاحب مرحوم و مغفور ایک انسان تھا جس نے اس نقطہ کو [illegible] رکھا۔ ان کے دل میں دنیا کی محبت قطعاً نہ تھی۔ وہ نہایت سادہ زندگی بسر [illegible] لیتے اور جو میسر آتا پہن لیتے۔ میں نے ان کے بدن پر کبھی استری شدہ کپڑا نہیں [illegible] تصنع مطلق نہ تھی۔ بات صاف کرتے۔ حق گوئی میں کسی کی پرواہ نہ کرتے [illegible] تسلیم کر لیتے۔ نماز و قرآن سے ان کو عشق تھا۔ پابندی اوقات کا خاص خیال [illegible] برس باقاعدہ امامت کی۔ اس کے بعد جب جسمانی عوارض اور حادثات سے [illegible] تو بھی افتاں و خیزاں مسجد میں پہنچتے۔ نماز باجماعت کے پابند تھے۔ بعض اوقات اگر کبھی [illegible] سے مسجد میں ذرا دیر سے پہنچتے تو گھبرا کر دریافت کرتے کہ نماز ہو گئی؟ اور اگر جماعت [illegible] تو ان کو صدمہ ہوتا۔ خدا پر نہایت محکم ایمان تھا۔ اس کی تقدیر پر ہمیشہ راضی [illegible] ان کی زبان سے کبھی جزع فزع نہیں سنی وہ صبر کا نمونہ تھے، طبیعت میں [illegible] مگر کبھی کوئی بیہودہ اور غیر مہذب کلمہ ان کی زبان سے نہیں نکلا۔ معاملہ [illegible] بہت صاف تھے۔ حدیث پر عبور رکھتا اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کا خاص شوق تھا [illegible] مسیح موعود سے عشق تھا اور سلسلہ کے لئے بہت غیرت اور جوش رکھتے تھے

گو وہ طبعی عمر کو پہنچ چکے تھے مگر ان کے رخصت ہونے سے ایک ایسی خلا پیدا ہوئی جو پُر نہیں ہو سکتی، ان کا وجود باعث برکت تھا اور ان کا نمونہ قابل تقلید۔ ان کی کامیاب زندگی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ ان سے کسی کو شکایت پیدا نہ ہوئی۔ وہ [illegible] کا نمونہ تھے۔ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کیا اور دنیا کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ وہ ایک متوکل انسان تھا۔ دنیا کے ہم و غم سے آزاد اور [illegible] خدا نے انہیں اولاد صالح عطا فرمائی ہے جو سلسلہ کے لئے صدقہ جاریہ [illegible] اللہ تعالیٰ ان کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے۔ پسماندگان کو صبر اور انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر ببند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۲۱ دسمبر ۱۹۵۵ء

بہشتی زندگی

قرآن کریم کی آیت وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ سے استدلال کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات پر بار بار زور دیا ہے کہ ایک خدا ترس مومن کی بہشتی زندگی اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے، یہ بہشتی زندگی کیا ہے؟ قرآن کریم نے اسکے چند ایک خصائص بیان کئے ہیں، ایک جگہ فرمایا کہ "جو لوگ صرف اللہ کو اپنا ربّ بنا لیتے ہیں اور اس پر استقامت دکھاتے ہیں ان پر کوئی خوف نہیں نہ وہ غمگین ہوں گے، یہی لوگ جنت والے ہیں اسی میں وہ رہینگے بدلہ اسکا جو وہ عمل کرتے ہیں"۔ ایک اور جگہ فرمایا "اللہ تعالے ان لوگوں کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں کامیابی کے ساتھ نجات دے گا ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہونگے"۔ ایسا ہی اولیاء اللہ کے متعلق فرمایا کہ "ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

حضرت مولنا عزیز بخش صاحب کی زندگی جس کا نقشہ آئندہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے انہی بہشتی خصائص کا مرقع نظر آتی ہے کبھی کسی حالت میں بھی کوئی خوف و حزن ان کے وجود میں نظر نہیں آیا جو میسّر آیا پہن لیا، جو ملا کھا لیا، خدا اور صرف خدا ان کے سامنے رہتا تھا اور اسی کے لئے اپنے ضعیف اور کمزور وجود کو ہر قسم کی محنت و مشقت کا عادی بنا لیا، یہی لمبی رات عبادت کرتے رہنا، اور پھر خود ہی اپنے لئے کھانا پکا لینا اور بیوی کو اسکی تکلیف دینے سے احتراز کرنا، گرتے پڑتے خود ہی سودا لے آنا اور کسی نوکر کا اپنے آپ کو محتاج نہ بنانا مسجد میں بعض وقت ننگے فرش پر نماز پڑھ لینا اور اگر کسی نے کہہ دیا کہ کپڑوں اور جسم کو مٹی لگ گئی ہے تو ہنس کر فرمانا کہ اسی مٹی میں ہی جانا ہے، پنشن یا کوئی اور رقم لائے تو حاجتمندوں کو دے دلا کر اگر کچھ بچ گیا تو قوت لایموت کا سامان کر لیا، ورنہ مسجد میں دوستوں سے پوچھنے لگے کسی کے پاس [illegible]؟ اور اگر کچھ مل گیا تو اسی پر گذارہ کر لیا لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کا عملی نقشہ انکے وجود میں نظر آتا تھا۔ خوشی اور اطمینان ہر وقت انکے چہرے سے ٹپکتا تھا، کبھی کوئی رنجدہ بات بھی ان کے اس اطمینان کو زائل نہیں کر سکتی تھی، کوئی چیز چوری ہو گئی تو کہہ دیا لینے والا حاجتمند ہوگا، اچھا ہے اس کے کام آئیگی، اگر کوئی شخص مسجد کے غسلخانہ میں پاخانہ بیٹھ گیا اور لوگ اسے ملامت کرنے لگے تو یہ کہکر اسے چھڑا دیا کہ بیچارے کو حاجت ہو گئی تو کہاں جاتا، چھوڑ دو اور ملامت مت کرو ضعیفی کی انتہا ہے اور رمضان کے روزے رکھ رہے ہیں، تراویح میں کھڑے ہو کر قرآن سنتے ہیں پچھلی رات تہجد میں کھڑے ہو کر خود قرآن پڑھتے ہیں رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے ہیں، اس قسم کی سیرت ایسا زہد و تعبد ایسے پاکیزہ اخلاق اور انتہا اطمینان قلب کیا اس بہشتی زندگی کا ثبوت نہیں جو خدا کے بندوں کو اس دنیا میں ملتی ہے؟ وہ ایک لِلّٰہ تھا جو اپنے اخلاق سے گویا ہر ایک کے دل کو موہ لیتا تھا اور اب جبکہ وہ ہم میں نہیں، اسکی پاکیزہ سیرت اور کردار اور وہ جنتی زندگی جو اس نے دنیا میں بسر کی اسکی اخروی زندگی کے جنتی ہونیکا کھلا ثبوت ہے۔ اے اللہ اسے اپنی بارگاہ میں بلند سے بلند درجات عطا کر اور اس کی روح پر فتوح پر اپنی رحمت کی بارشیں نازل فرما اور ہمارا سلام اسے پہنچا اور ہمیں بھی اس بہشتی زندگی حصہ عطا فرما جو تیرے اس پاک بندے نے ہم میں گذاری - آمین

خیر مقدم

اس وقت جب یہ اخبار قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچیگا، احباب کرام جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے پا بہ رکاب ہوں گے۔ اور بعض دوست تو اس پرچہ کے پہنچنے سے پہلے لاہور بھی پہنچ جائیں گے۔ ہم ان تمام دوستوں کا تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں، اور اس فرستادہ الٰہی کے لفظوں میں جس نے جلسہ سالانہ کے ذریعہ ہم میں جماعتی زندگی پیدا کرنے کا اہتمام فرمایا یہ دعا کرتے ہیں کہ :-

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کیلئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ انکے ساتھ ہو اور انکو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور انکی مرادات کی راہ ان پر کھولدے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کیساتھ انکو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و کرم ہے اور تا اختتام سفر انکے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کیساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت و طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین"۔

اس کے ساتھ ہی ہم ان دوستوں سے جنھوں نے معمولی اشغال دنیوی کی وجہ سے ابھی تک جلسہ میں شمولیت کا ارادہ نہیں فرمایا یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس بابرکت اجتماع میں شمولیت اختیار کر کے وہ بھی ان برکات سے حصہ لیں جو اس موقعہ پر آسمان سے نازل ہوتی ہیں، مامور الٰہی نے یونہی عام جلسوں کے رنگ میں اسے قائم نہیں کیا، نہ اسکی غرض دوسری جماعتوں کی طرح کوئی دنیوی یا سیاسی اقتدار کے حصول کی کوشش کرنا ہے بلکہ محض اعلائے کلمۃ اللہ اور حصول رضائے الٰہی اس کی غرض ہے، اس پاک غرض کے لئے اگر اپنے دنیوی اشغال کی تھوڑی سی قربانی کر کے آپ بھی شامل ہو جائیں تو ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہوگا، آپ کی دنیا بھی سنور جائے گی اور خدا کی رضا بھی حاصل ہو گی، جو ہر قسم کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا پیش خیمہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی اپنی ان بہنوں کا بھی جو اپنے قومی اور دینی اجتماع میں شمولیت کے لئے آ رہی ہیں خیر مقدم کرتے ہوئے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ جلسہ خواتین کو ہر رنگ میں کامیاب بنانے اور اپنی مبیّنہ از بیش قربانیوں سے ان شاندار روایات کو زندہ کرنے کا موجب ہوں گی جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وہ ہمیشہ سے کرتی چلی آئی ہیں۔

مسجد برلن کے وہ مینار جو آسمان میں بلند ہو کر ان کی قربانیوں کا اعلان کرتے رہے ہیں آج پھر شکستہ حالی میں ان کے زر و جواہر کی قربانی کے طالب ہیں۔ کیا وہ اس طرف توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گی۔

سیرت النبی (صلعم)

پر تقاریر کا ایک انعامی مقابلہ

جو

۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء کو بوقت ۷ بجے شام احمدیہ بلڈنگس براندرتھ روڈ۔ لاہور میں منعقد ہو گا۔

اس اجلاس کی صدارت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) کریں گے۔

نوجوانان اسلام سے بالعموم اور کالجوں اور سکولوں کے طلباء سے بالخصوص یہ التماس کی جاتی ہے کہ وہ اس انعامی مقابلہ میں حصہ لیں اور سیرت النبی کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ یہ نام سیکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور کو ۲۲ دسمبر تک پہنچ جانے چاہئیں۔ مقررین میں سے اچھے بولنے والوں کو مندرجہ ذیل انعامات دیئے جائیں گے۔

اوّل انعام:- ۲۵ روپے نقد

اس کے علاوہ انگریزی ترجمہ قرآن، زندہ نبی کی زندہ تعلیم، سیرت خیر البشر، اسلامی اصول کی فلاسفی، ضرورت حدیث۔

دوم انعام:- ۱۵ روپے نقد

اس کے علاوہ انگریزی ترجمہ قرآن، سیرت خیر البشر، اسلامی اصول کی فلاسفی، غلبۂ قرآن۔

سوم انعام:- ۱۰ روپے نقد

اس کے علاوہ انگریزی ترجمہ قرآن، خلافت راشدہ، اسلامی اصول کی فلاسفی۔

دلدادگان سرور کائنات اور وارفتگان خاتم النبیین (صلعم) کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس اجلاس کو بارونق بنائیں،

اس کے علاوہ

سان فرانسسکو میں ہمارے اسلامی مشنری، اور ڈھاکہ میں اسلامی سمپوزیم پر ہمارے نمائندہ کی ریکارڈ کی ہوئی تقاریر بھی سنائی جائیں گی۔

نیز

شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) میں عید الفطر کے موقع پر بی بی سی کی لی گئی

فلم

بھی دکھائی جائے گی۔

المشتہر

سیکرٹری

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور

حضرت قبلہ والد بزرگوار مرحوم

از میاں رحیم بخش صاحب کلکٹر سنٹرل اکسائز اینڈ لینڈ کسٹم کراچی

آہ! ہمارے لئے یہ کس قدر المناک حادثہ ہے کہ قبلہ والد بزرگوار مولانا عزیز بخش صاحب ۲۹ر نومبر بوقت ۷ بجے شام اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ جو غم ان کے پسماندگان کو ان کی دائمی مفارقت سے ہوا۔ اس کا اندازہ وہ خود ہی لگا سکتے ہیں مگر ان کی وفات تمام قوم کے لئے ایک ایسا سانحہ ہے جو ناقابل برداشت ہے۔ اس موقعہ پر اپنی جماعت نے یک زبان ہو کر اس بات کا اظہار کیا کہ اس بابرکت وجود کے اٹھ جانے سے جو نقصان پہنچا ہے۔ وہ ناقابل تلافی ہے۔ اور ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کو پُر کرنا ممکن نہ ہوگا۔ وہ پاک ہستی ہر خاص و عام کو دعائیں دے کر اور ہر ایک کی دعائیں لیکر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پُرفتوح پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قبلہ مرحوم کی سوانح حیات کے عمومی حالات پیدائش بچپن و تعلیم کا زمانہ، ملازمت کا حصول۔ پنشن اور ایک عمر دراز کے بعد انتقال دنیا کے روزمرہ واقعات میں سے ہیں۔ مگر ان کی زندگی کے وہ واقعات جو انکی روحانی نشوونما اور ترقی سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارے لئے ایک مشعل راہ بن سکتے ہیں۔ دنیاوی معیار سے وہ کوئی مقتدر اور مشہور شخصیت نہ تھی۔ اور نہ ہی ان کا شمار دنیا کی بلند پایہ قابلیتوں والے انسانوں میں ہو سکتا ہے۔ مگر بلاشبہ وہ ایک گرانقدر روح تھی۔ جو اس دنیا کی ہر قسم کی آلائشوں سے پاک اور یکسر منزہ تھی۔ ان کی زندگی کا وہ حصہ جو دین کے لئے وقف تھا۔ جو زہد و تقوےٰ سے لبریز تھا۔ جو بے نفسی اور نیکی کا مجسمہ تھا۔ اس کی مثال اس زمانہ میں ملنا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس کے فیوض روحانیہ سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

والد ماجد کی تاریخ پیدائش ۹ر جنوری ۱۸۷۳ء تھی وہ ایک معمولی زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ جو ایک چھوٹے سے گاؤں واقعہ ریاست کپورتھلہ میں آکر بسا تھا۔ وہ چھ بھائیوں میں تیسرے تھے اور ان کے برادر خورد حضرت مولانا محمد علی صاحب پانچویں تھے۔ مگر ان سب میں سے حصول تعلیم کے لئے صرف یہ دو بھائی مخصوص ہوئے۔ اور ایک عجب اتفاق یہ بھی ہے کہ یہ دونوں بھائی ایک ہی جگہ رہے اور اکٹھے تعلیم پائی اپنے ماحول کے مطابق ان کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ میں ہوئی۔ مزید سکول و کالج کی تعلیم کے لئے پہلے کپورتھلہ چلے گئے اور بعد میں جب اس میں نمایاں حیثیت حاصل کی تو گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ اور ہر امتحان کو پاس کرنے میں امتیاز حاصل کیا۔ بی اے کی ڈگری ۱۸۹۶ء میں حاصل کرنے کے بعد تعلیم سے فراغت پائی اور سرکاری ملازمت ملنے پر ملتان، ڈیرہ غازی خان، جھنگ وغیرہ متعین رہے مگر طویل ترین حصہ ملازمت ڈیرہ غازی خان میں گذارا۔ تعلیم کی آخری منازل میں اور ملازمت کے ابتدائی دور میں ان کو حضرت مسیح موعود سے وابستگی پیدا ہوئی اور قادیان میں آنے جانے لگے اس تعلق سے ان میں وہ بےنظیر ایمانی قوت اور روحانی جذبہ پیدا ہوا جس نے دونوں بھائیوں کے ذریعہ سے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا اور تازیست ان کی زندگی کو منور رکھا۔ اس زمانہ کے تمام واقعات کو قلمبند کرنے کے لئے ایک طویل مضمون درکار ہے۔ اس لئے ان کے چند نمایاں اوصاف کو بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت قبلہ والد صاحب ملازمت کے لحاظ سے گو بہت بڑے منصب پر نہ تھے۔ تاہم خاصی ذمہ داری کے کام پر متعین تھے۔ ان کا معمول بن چکا تھا کہ جہاں ایک طرف اپنی ملازمت کی ذمہ داریوں کو نہایت خوبی اور تندہی سے سرانجام دیتے وہاں گھر کے سب کام کاج کی دیکھ بھال بھی خود ہی کرتے۔ والدہ صاحبہ کی دوامی علالت کے باعث دفتر سے لوٹ کر آتے تو اکثر کھانا پکاتے اور کھلانے کا کام بھی خود ہی ادا کرتے۔ ان مصروفیتوں کے باوجود دینی انہماک اس حد تک تھا۔ کہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آپ کے تمام اوقات اسی کے لئے وقف ہیں۔ اسی جوش اور عملی نمونہ کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے ڈیرہ غازی خاں میں ایک جماعت پیدا کر لی جو اپنے اخلاص اور دینی جذبہ میں ان کی پیرو تھی اگرچہ بعدازاں اس جماعت کا کثیر حصہ قادیانی تقلید میں بہہ گیا۔ اس جماعت کے قیام میں ان کو شدید مخالفت اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ دین کی اشاعت اور سلسلہ کی توسیع کے لئے انہوں نے لیکچروں اور بحث و مباحثہ کا سلسلہ قائم رکھا اور اس میدان میں بھی وہ ہمہ تن پیش پیش رہے۔ ان مشاغل کے باوجود مطالعہ کے لئے بھی وقت نکال لیتے جس کی وجہ سے ان کو دینی کتب پر پورا عبور رکھا۔ نایاب کتب کو جگہ جگہ سے حاصل کر لیتے حتیٰ کہ ایک پوری لائبریری تیار ہو گئی جس میں اڑھائی تین سو کتب کا ذخیرہ موجود ہے۔

ایک اور قابل قدر خصوصیت یہ تھی کہ انکی طبیعت نہایت سادہ تھی اور دنیاوی خلائق سے بے تعلق رکھتے تھے۔ دنیاوی آسائشیں ان کے لئے کوئی قیمت نہ رکھتی تھیں اور ان کے حصول کا خیال تک بھی کبھی پیدا نہ ہوا۔ اپنے اوپر ہر قسم کی سختی نہایت خوشدلی سے برداشت کرتے۔ اپنی کم مائیگی پر کبھی ملال نہیں ہوا۔ بلکہ ہر ایک سے نیکی اور رحمدلی سے پیش آنا ان کا شیوہ تھا۔ اور غریبوں اور بیواؤں کی امداد میں جہاں تک ہو سکا کبھی دریغ نہیں کیا۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے اس قدر فراخ دل تھے کہ اپنی ضروریات کو کبھی مدنظر نہیں رکھا۔ تمام عمر میں ایک آدھا مکان جو ان کی ملکیت میں آیا اس کو انجمن کے لئے وقف کر دیا۔ چندہ کی ادائیگی اور اس میں باقاعدگی ان کے لئے ایسا فرض تھا جیسا کہ پانچ وقت کی نماز۔ یہ بے نفسی کا عالم اس زمانہ میں اب کہاں نظر آئے گا۔

ان تمام خوبیوں کے علاوہ جو سب سے بڑا لطف ان کو حضرت مسیح موعود کی وابستگی سے حاصل ہوا۔ وہ تعلق باللہ تھا۔ قرآن کریم کے مطالعہ اور اس کو حفظ کرنے کا بہت شوق تھا اور اس کی تلاوت نہایت سوز سے کرتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے دل سے آواز نکل رہی ہے صبح کی نماز میں اکثر مجھے بچپنے میں اٹھا کر شامل کرتے تھے اور اس خضوع و خشوع سے تلاوت کرتے اور دعائیں کرتے کہ دل پگھل جاتا۔ نماز تہجد بھی پابندی سے ادا کرتے سجدہ میں گرتے تو عرصہ تک رو رو کر دعائیں مانگتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے رحم و کرم پر اتنا یقین اور بھروسہ تھا کہ دنیاوی وسائل اور ذرائع سے بے نیاز ہو چکے تھے رات کی گہرائیوں میں ان کا نماز ادا کرنا اور درد سے تلاوت کرنا ایک روح پرور منظر تھا جو کبھی بھول نہیں سکتا جب وہ آستانہ باری تعالےٰ پر گر جاتے تو گڑگڑا کر دعائیں کرتے اور آنسوؤں کا تار بندھ جاتا۔ تو ایسا معلوم ہوتا کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت وہ دنیا ومافیہا سے سراسر بے خبر ہو جاتے۔ اس طرح خدائے عزوجل کی ثنا میں وہ دن رات مشغول رہے اور ۸۴ برس تک انہوں نے تڑپ تڑپ کر خدا کو یاد کیا اور اس مولیٰ کریم سے بالآخر جا ملے اور ان کی روح نے وہ مسکن پا ہی لیا جس کی اسے تڑپ تھی اللہ تعالیٰ ان پر اپنے افضال کی بارش کرے اور انکے درجات بلند فرمائے اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ آمین

اس زمانہ میں ایسی شخصیت کی مثال تو شاید ہی مل سکے البتہ اگر ہم ان کے نمونہ سے کسی قدر فائدہ اٹھا سکیں تو عین خوش قسمتی کی بات ہوگی۔

سانحۂ ارتحال (۱) قاضی احمد دستہ صاحب سے فیض محمد صاحب کلرک اراضیات انجمن اطلاع دیتے ہیں کہ انکی بچی ۱۹ر نومبر کو صبح [illegible] فوت ہو گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کے والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل دے۔

(۲) محمد ادریس صاحب خطیب جماعت احمدیہ گجرات لکھتے ہیں کہ ان کی

میں کیوں احمدی ہوا؟

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خود نوشت مضمون

پیغام صلح (۷ نومبر ۱۹۳۳ء) کے "قبول احمدیت نمبر" میں حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم نے اپنے قبول احمدیت کی داستان بعنوان بالا لکھی تھی جو درج ذیل ہے :۔

اوّل ہی اوّل جب میں نے حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا نام سُنا وہ اس وقت کی بات ہے جبکہ میں اور میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد علی صاحب (حال امیر جماعت احمدیہ و پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور) کپورتھلہ ہائی سکول کی مڈل کی جماعت میں پڑھتے تھے۔ ہمارے ایک ہم جماعت حبیب الرحمٰن کپورتھلہ کے ایک مجسٹریٹ حاجی ولی اللہ صاحب کے عزیز اپنے استاد لالہ بھگوانداس صاحب کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کے اس مباحثہ کا ذکر کر رہے تھے جو ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیارپور ماسٹر مرلی دھر آریہ کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کے بارہ میں ہوا تھا۔ ماسٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے جواب تو بہت معقول اور مدلل دیئے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر یہ ایک معجزہ اس ظاہری صورت پر جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے مسلمان ثابت نہ بھی کر سکیں تو بھی صداقت اسلام پر کوئی شبہ وارد نہیں ہو سکتا۔

کتاب عشرہ مبشرہ کا مطالعہ

انہی ایام میں ایک معزز مسلمان کے پاس میں نے ایک کتاب دیکھی جس کا نام عشرہ مبشرہ تھا۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنا منشا کتاب کی تصنیف کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دس دلائل دینے کا ظاہر کر کے بغیر تکمیل منشائے خود اخیر پر یہ لکھ کر کتاب ختم کر دی تھی کہ اس وقت قادیان کے مرزا غلام احمد صاحب نے صداقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین سو دلائل لکھ دینے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور جس قدر حصہ ان کی کتاب براہین احمدیہ کا دیکھنے میں آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی اس کام کے اہل ہیں اور ان کے قلم کے سامنے میرے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

ایک دل آزار کتاب

کچھ عرصہ کے بعد ایک ہندو ہم جماعت نے کتاب تکذیب براہین احمدیہ پڑھنے کو دی، اس کتاب میں مسلمانوں کی تصانیف سے حوالے دے کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر ایسے حملے کئے ہوئے تھے جو ایک مسلمان کے دل کو پاش پاش کرنے والے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ اگر کسی مولوی صاحب سے کسی اعتراض کے متعلق دریافت کیا جاتا تو وہ صرف یہ جواب دیتا کہ تم نے کافروں کی کتاب پڑھی کیوں؟ تم بھی کافر ہو گئے۔ قہر درویش بر جان درویش وہ کتاب تو اس طالب علم کو واپس کر دی کہ یہ ایک دل آزار کتاب ہے میں اس کو دیکھنا نہیں چاہتا لیکن دل میں خیال تھا کہ مسلمانوں میں سے کوئی اس کا جواب لکھے تو وہ دیکھیں (یہ آرزو اس وقت پوری ہوئی جبکہ حضرت مولوی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تصدیق براہین احمدیہ" دیکھی جو ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی)

ازالہ اوہام کا مطالعہ

۱۸۹۰ء میں کپورتھلہ سے انٹرنس پاس کر کے ہم دونوں بھائی گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کپورتھلہ کے ہمارے ایک سابق ہم جماعت منشی عبدالعزیز صاحب عرف "بھائی جان" نے مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو کر ہم کو ایک خط لکھا جس میں حضرت صاحب کی کتابوں کو پڑھ کر اور دعاؤں اور استخارہ کے بعد آپ کو صادق اور حامی دین اسلام ماننے کا ذکر تھا۔ اور ساتھ ہی ایک کتاب ازالہ اوہام کے چند اوراق بھیجے جن میں قرآن کریم کی آیات سے حضرت عیسٰی کے وفات پا جانے کے ثبوت دیئے ہوئے تھے۔ اس سے اتنا تو یقین ہو گیا کہ واقعی حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو چکے ہوئے ہیں اور ان کا اسی خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ ہونے کا اور پھر آسمان سے اترنے کا خیال غلط ہے۔

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا پہلا نقش

اس کے کچھ عرصہ بعد اسی دوست نے کپورتھلہ جانے پر حضرت مرزا صاحب کی مکمل کتاب ازالہ اوہام دی جس کے پڑھنے سے یہ بات دل پر نقش ہو گئی کہ حضرت مرزا صاحب کے دل میں خدا اور رسول کے عشق کا ولولہ موجزن ہے اور دین اسلام کی حمایت کی سچی تڑپ ہے اور آپ وہ صحیح تصویر اسلام کی پیش کر رہے ہیں جس پر ہر ایک مسلمان کو اپنی جان قربان کرنے کو آمادہ ہونا چاہیئے اور آپ کے عقائد میں کوئی بات دین اسلام کی تعلیم کے خلاف نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے کتاب پڑھ کر فیصلہ کر لیا کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعوے میں سچا ماننے کے سوا چارہ نہیں کیونکہ جب مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی کے فوت ہو جانے کا قرآن کریم سے قوی ثبوت مل گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ جو کہ نزول ابن مریم کے متعلق ہے وہ صرف اسی صورت میں ہی سچا ٹھیر سکتا ہے کہ اس سے اسی امت میں سے کسی خادم دین کا مثیل مسیح ہو کر آنا مراد ہو اور حضرت مرزا صاحب جو دین اسلام کی صحیح تعلیم پیش کر رہے ہیں وہ عین ضرورت زمانہ کے مطابق ہے اور قرآن کریم کے منشاء کو پورا کرنے والی ہے۔

حضرت اقدس کی پہلی مرتبہ زیارت

اس کے بعد ۱۸۹۳ء کا ذکر ہے کہ گورنمنٹ کالج لاہور کے مسلمان بورڈروں میں چرچا ہوا کہ مرزا صاحب جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعوے کیا ہوا ہے لاہور میں آئے ہوئے ہیں اور علماء کے ساتھ ان کا مباحثہ ہونے والا ہے۔ ہم بھی چند ایک دیگر طلباء کے ساتھ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ میدان مباحثہ میں ایک بڑا ہجوم ہے اور درمیان میں کئی مولوی صاحبان کتابوں کے ڈھیر لگائے بیٹھے ہیں۔ میں نے مرزا صاحب کو دیکھا ہوا نہیں تھا اور وہاں صرف ان کے دیکھنے کو گئے تھے میرا خیال تھا کہ وہ بھی علماء کی اسی مجلس میں بیٹھے ہوں گے، کہ اتفاقاً جو لوگ ایک طرف برآمدے میں کھڑے تھے ان میں سے ایک شخص پر نظر پڑی جس کا چہرہ نورانی تھا اور شکل وجیہہ وہ ایک لمبا چوغہ پہنے ہوئے آنکھیں نیچی کئے ہوئے کھڑا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک مجذوب ولی ہے جس کی دنیا کی طرف نظر ہی نہیں۔

حضرت اقدس کی صداقت کا دوسرا نقش

معاً میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہی مرزا صاحب ہوں جنہوں نے مسیح موعود کا دعوے کیا ہے تو یہ چہرہ جھوٹوں کا نہیں ہے۔ وہ واقعی سچے ہیں اتنے میں میں نے اپنے نزدیک کھڑے ہونے والوں میں سے ایک سے دریافت کیا کہ مرزا صاحب کونسے ہیں تو اس نے اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے اس نورانی شکل والے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ دیکھو وہ برآمدہ میں کھڑے ہیں، خدا جانتا ہے کہ اس وقت مجھے کیسا سرور حاصل ہوا۔ میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نہ صرف قرآن و حدیث سے اس کے دعویٰ کی تصدیق ہوئی بلکہ دل نے بھی یہی شہادت دی:۔

مباحثہ امرتسر

مئی ۱۸۹۳ء میں جب امرتسر میں حضرت مرزا صاحب کا مباحثہ عیسائیوں کے ساتھ ہوا اس وقت ہم دونوں بھائی گورنمنٹ کالج کی بی اے کلاس میں تھے۔ اور مباحثہ کے پرچے جو روزانہ شائع ہوتے تھے بذریعہ ڈاک منگوا کر پڑھا کرتے تھے ان کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب جو دلائل اسلام کی صداقت پر دیتے تھے وہ سب قرآن کریم سے مستنبط ہوتے تھے۔ اور عیسائیوں کو اپنی کتابوں سے جن کو وہ الہامی مانتے تھے کوئی دلیل اپنے عقیدۂ تثلیث و کفارہ کی تائید میں نہ ملتی تھی۔ اس سے آپ کے خداداد فہم قرآن پر رُوح وجد میں آجاتی تھی اور اس امر کو تو دوسرے مسلمان طالب علم بھی مانتے تھے کہ غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی تائید کرنے والا حضرت مرزا صاحب جیسا کوئی مرد میدان نہیں ہے۔

صداقت کا تیسرا نقش

اپریل یا مئی ۱۸۹۴ء کا ذکر ہے کہ میں اپنا نتیجہ امتحان بی اے معلوم کرنے کے لئے لاہور میں ٹھیرا ہوا تھا کہ وہاں یہ چرچا ہو رہا تھا کہ گذشتہ ماہ رمضان میں جو چاند گرہن اور سورج گرہن ہوئے تھے ان کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے اعلان کیا ہے کہ میرے دعوے کی صداقت کا نشان ہے جو حدیثوں میں مہدی کی علامت کے طور پر مذکور ہے۔ اس سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر اور بھی یقین

بڑھ گیا اور نبی کریم صلعم کی حدیث کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ کر از حد سرور قلبی حاصل ہوا۔

چوتھا نقش

اس کے بعد حضرت مرزا صاحب کے وہ اشتہارات انعامی ایک ہزار تا پانچ ہزار دیکھنے میں آئے جو آپ نے عبداللہ آتھم پادری کے شرط رجوع سے فائدہ اٹھانے کے بارہ میں دیئے تھے۔ اس واقعہ کو بھی عین سنت اللہ کے مطابق پایا اور کوئی شبہ بھی آپ کی صداقت پر نہ رہا۔

پانچواں نقش

اخیر دسمبر ۹۶ء میں لاہور میں ایک جلسہ اعظم مذاہب منعقد ہوا تھا اس وقت میں لاہور میں نہیں تھا۔ لیکن اس کے فوراً بعد اپنے دوستوں سے سنا اور اخباروں میں بھی پڑھا کہ حضرت مرزا صاحب کی تقریر جو مذہب اسلام کی تعلیم کے متعلق اس جلسہ میں پڑھی گئی تھی وہ دلوں کو گرویدہ کر لینے والی تھی اور یہ چرچا ہو رہا تھا کہ اگر دین اسلام کی ایسی تعلیم کو یورپ امریکہ میں شائع کیا جاوے تو وہاں کے لوگ دین اسلام کو قبول کرنے پر تیار ہو سکتے ہیں۔

ان تمام واقعات نے میرے دل میں حضرت مرزا صاحب کی صداقت اور عظمت کا نقش بٹھا دیا تھا لیکن باوجود اس کے پیری مریدی سے طبیعت اس قدر بیزار تھی کہ میں آپ کو صادق مانتے ہوئے بھی بیعت کرنے میں متامل رہا، اگرچہ جب کبھی آپ کے برخلاف کوئی زبان کھولتا تو میں اسے منع کرنے سے نہ رہ سکتا تھا چنانچہ جب میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں ۹۴ء میں داخل تھا تو اپنے ہم جماعت طلباء کے ساتھ کئی دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا اور اس لئے بعض ہم جماعت طعنہ زنی بھی کرتے تھے کہ یہ مرزائی ہے۔

بیعت کا ارادہ

آخر کار مارچ ۹۷ء میں جب میں ڈیرہ غازیخان میں بطور امیدوار عہدہ محافظ دفتر کا کام کر رہا تھا تو وہاں یہ خبر پہنچی کہ مرزا صاحب کی وہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے جو لیکھرام کے متعلق تھی کیونکہ وہ لاہور میں دن دہاڑے قتل ہو گیا ہے اس کے بعد ہندوؤں میں مسلمانوں کے برخلاف ایک جوش پھیل گیا جو پیشگوئی کے پورا ہونے کو ذہن نشین کرنے میں اور بھی ممد ہوا اور یقین ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسلام کی تائید میں اظہار غیب بھی ہوتا ہے، اب تو ایسے پاک انسان سے بے تعلق رہنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ چنانچہ جب میرے بھائی مولوی محمد علی صاحب نے مجھے اطلاع دی کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کر لی ہے تو میں نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں خط لکھا کہ میرا دل بھی بیعت کرنے کو چاہتا ہے۔

والد بزرگوار کے خط کی نقل

انہوں نے جو جواب دیا اس کی نقل ان کے اپنے خط مؤرخہ ۲ر اپریل ۹۷ء سے ذیل میں دیتا ہوں :-

" الحمد للہ کہ آپ جناب مرزا صاحب مسیح موعود اقدس کے بارہ اس عاجز سے اجازت طلب ہو در بارہ بیعت - پہلے ابتداءً شنید اس معاملہ کے یعنی مردم شماری ۹۱ء میں بندہ کا اعتقاد کم تھا۔ بعدش جب سے حضرت اقدس کی کتابیں تصنیف شدہ ملاحظہ ہوئیں تب گذشتہ کو توبہ کرتا ہوں اور ۹۲ء سے یہی اعتقاد ہے کہ اس زمانہ میں ایک خاص برگزیدہ مقبول حق اور مسیح موعود بلاشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کرنے والے اور دین الٰہی کی تائید کرنے والے ہیں اور جو دعوے جناب اقدس کا ہے سب صحیح اور درست ہے۔ بندہ کو کچھ شک ان کے دعویٰ میں نہیں ہے۔ بباعث غفلت کے ان کی خدمت اقدس میں ظاہرا حاضر نہ ہو سکا لیکن صداقت دل سے بیعت آنجناب کر چکا ہوں۔ مولوی محمد علی کے بیعت کرنے سے نہایت خوشی ہوئی آپ کو بھی بندہ کی طرف سے اجازت ہے۔ اور ایسے سعد کام کرنے سے بہت خوشی ہے۔ بندہ بھی چند روز تک حاضر خدمت حضرت اقدس ہو کر زیارت سے مشرف ہوگا۔ جب تک آنجناب کی خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہوتا تب تک تشویش ہے خدا جانے زندگی کا کچھ اعتبار نہیں یوں تو دل سے حاضر ہوں اللہ تعالےٰ کو بہتر معلوم ہے۔"

والد مرحوم کی وسعت قلبی

اس سے معلوم ہوگا کہ مولوی لوگ ابتداءً سے حضرت مرزا صاحب کے برخلاف جھوٹی باتیں سنا کر اچھے اچھے انسانوں کو دھوکہ دیتے تھے مگر سعید لوگ خود حضرت صاحب کی تصانیف کو پڑھ کر صداقت کو پا لیتے تھے۔ حضرت والد مرحوم (حافظ فتح الدین) اعلےٰ اللہ مقامہٗ قرآن کریم کو خوب سمجھتے تھے اور ان میں ملانوں والی تنگدلی نہ تھی، نہ ہی وہ پیر پرست تھے اس لئے بعض لوگ ان پر طعنہ کیا کرتے تھے کہ ان کا کوئی پیر نہیں ہے مگر وہ ان باتوں کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ خود حنفی المذہب تھے مگر اہل حدیث کی کتابیں بھی گھر میں رکھتے تھے ان کتابوں کو پڑھ کر میرا میلان طبع اس طرف ہو گیا کہ آمین بالجہر کہنا اور فاتحہ خلف الامام پڑھنا بروئے حدیث ضروری ہے، اور میں حضرت والد بزرگوار کے اقتدا میں فاتحہ بھی پڑھتا اور آمین بھی بلند آواز سے کہتا۔ دوسرے مقتدیوں میں سے بعض نے حضرت والد صاحب سے اس بارہ میں میری شکایت کی کیونکہ ان دنوں میں وہابیوں کے اس طرز عمل کو بہت بری نظر سے دیکھا جاتا تھا اور مسجدوں میں دنگا فساد ہو جاتا تھا۔ مگر حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں جب اس کے یعنی میرے نزدیک بروئے حدیث ایسا عمل ثابت ہے تو یہی بہتر ہے، اور جن کے نزدیک ثابت نہیں ہے انہیں اختیار ہے کہ وہ نہ کریں۔

طوفان مخالفت میں اظہار حق

یہ ان کی وسعت قلبی کا ایک واقعہ میں نے بیان کیا ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق بھی جیسا کہ ان کی اپنی تحریر مندرجہ بالا سے ظاہر ہے انہوں نے کسی کی تقلید نہیں کی بلکہ آپ کی تصانیف کو پڑھ کر جس نتیجہ پر پہنچے اس کا اظہار ایسے وقت میں کیا جبکہ عام لوگوں میں حضرت اقدس کے برخلاف مولویوں نے ایک طوفان مخالفت برپا کیا ہوا تھا۔ ان دنوں میں حضرت مسیح موعود کو سچا ماننا اپنے آپ کو سب لوگوں کے لئے ہدف ملامت بنانا تھا۔ چنانچہ بعد میں بعض موقعہ پر اپنے رشتہ داروں میں ہماری نسبت چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور ایک دو دفعہ ایک مکفر مولوی سے جو اپنے رشتہ داروں میں تھا کچھ جھڑپ بھی ہوئی مگر حضرت والد مرحوم اظہار حق میں کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اکثر دفعہ حاضر ہوتے رہے اور جب تک زندہ رہے حضرت اقدس کے مسیح موعود ہونے کا لوگوں میں اعلان کرتے رہے۔ ان کی وفات مارچ ۱۹۱۲ء میں ہوئی اللھم ارحمہ وادخلہ الجنۃ واکرم نزلہ آمین۔

بیعت اور سفر قادیان

غرضکہ والد مرحوم کا جواب آنے پر میں نے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس کے چند روز بعد خود بھی اپنے والد صاحب کے ہمراہ قادیان میں گیا۔ اور ہم نے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت اقدس بڑی محبت سے ملے ہم نے ان میں کوئی تکلف اور بناوٹ والی بات نہ دیکھی اور حال و قال میں ایک رنگ پایا جس سے بڑی دلجمعی ہوئی۔

قادیان میں پہلی رات

پہلی رات جو قادیان میں ہمیں آئی اس کا ذرا حال عرض کرتا ہوں۔ گرمی کا موسم تھا رات کے کوئی تین بجے کا وقت ہوگا کہ میری آنکھ کھلی میں بہت سویرے اٹھنے کا عادی نہ تھا۔ نماز فجر کے وقت ہی اٹھا کرتا تھا۔ اس لئے میں نے کوشش کی کہ ابھی سو رہوں لیکن نیند نہ آئی اور گرد دیکھا تو سب مہمانوں کو نماز تہجد میں مشغول پایا، کوئی زمین پر کپڑا بچھا کر اور کوئی جگہ نہ ہونے کے سبب چارپائی پر ہی سب خدا کے حضور میں گڑگڑا رہے ہیں آخر میں بھی اٹھ بیٹھا اور يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا کا نظارہ دیکھ کر لطف اٹھاتا رہا پھر خود بھی دو رکعت نفل پڑھنے لگ گیا۔ شاید یہ پہلا ہی موقعہ میرے لئے تہجد کی نماز کا تھا اس لئے مجھے بڑا ہی سرور حاصل ہوا اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں دنیا سے ایک نرالے مقام پر آ گیا ہوں۔ جہاں خدا تعالےٰ کی یاد دلوں کو منور کر رہی ہے۔ ابھی صبح صادق کا آغاز تھا کہ مسجد میں اذان ہوئی اور تھوڑی دیر میں فجر کی جماعت شروع ہو گئی۔ اس نماز میں جو لطف قرآن کریم کے سننے کا آیا وہ دل پر بجلی کی رو کی طرح اثر کر رہا تھا۔

(باقی صفحہ ۔۔)

میرے والد حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم مغفور کی حیات طیبہ کا ایک ورق

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

ایمان و عمل کی درویشانہ زندگی

حقیقی ایمان کے ثمرات و برکات کا زندہ نمونہ

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل اگزامینر کراچی

خاندان، طفولیت اور ابتدائی تعلیم

میرے دادا حافظ فتح دین صاحب ریاست کپورتھلہ کے ایک گاؤں مرار کے نمبردار تھے۔ آپ نہ صرف نمبرداری کے باعث بلکہ اپنی خداداد ذہانت، نیکی اور انصاف پرستی کی وجہ سے تمام علاقہ میں مشہور تھے اور دور دور سے لوگ اپنے معاملات کے فیصلوں کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ قرآن کریم کے حافظ تھے اور قوت یادداشت اس قدر تیز پائی تھی کہ اسّی برس کی عمر تک ہر رمضان میں سارا قرآن شریف نماز تراویح میں خود سنایا کرتے تھے۔ ان کے ہاں چھ لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئی میرے والد حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم تیسرے لڑکے تھے جن کی پیدائش سنہ ۱۸۷۳ء میں ہوئی اور حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور حافظ صاحب کے پانچویں فرزند تھے، دونوں بھائیوں کی عمروں میں قریباً پانچ برس کا فرق تھا۔ عمروں کے اس تفاوت کے باوجود دونوں بھائیوں نے ایک ہی وقت میں تعلیم شروع کی اور تمام عرصہ اکٹھے تعلیم حاصل کرتے رہے دادا صاحب مرحوم کا اعلے درجہ کا حافظہ دونو بھائیوں کو ورثہ میں ملا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ پہلی سے دسویں جماعت تک دونوں بھائی ہر کلاس میں اوّل و دوم رہتے تھے۔ والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر جماعت میں اوّل آیا کرتا تھا اور حضرت مولانا محمد علی صاحب دوم۔ لیکن یہ بات میٹرک تک رہی۔ کالج میں جاکر حضرت مولانا صاحب حضرت والد صاحب سے آگے نکل گئے۔ شہر کپورتھلہ جہاں دونو بھائی تعلیم حاصل کرتے تھے گاؤں سے پانچ سات میل کے فاصلہ پر تھا۔ دونو بھائی کھانا خود پکاتے ہر ہفتہ اتوار رخصت پر گھر آجاتے۔ تمام ریاست میں شہرہ تھا کہ موضع مرار کے حافظ صاحب کے دو لڑکے تعلیم میں ایسے یکتا ہیں کہ ان سے کوئی مقابلہ میں آگے نکل جانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ میٹرک میں دونوں بھائیوں نے یونیورسٹی وظیفہ حاصل کیا اور دونوں کو دوسرا وظیفہ ریاست کی طرف سے ملا جو وہ ہر کلاس میں لیا ہی کرتے تھے۔ سکول کی تعلیم کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے اور بی اے سنہ ۱۸۹۲ء میں پاس کیا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے تو پھر ایم اے اور ایل ایل بی کے امتحانات دیئے مگر والد صاحب نے ٹیچنگ لائن میں جانے کے خیال سے ٹریننگ کالج میں داخلہ لیا۔ چنانچہ اس کالج سے فارغ ہو جانے پر انہیں ڈیرہ غازی خاں میں تحصیل جام پور کے ہائی سکول میں جگہ مل گئی

ملازمت اور جوانی کے ایام

کچھ عرصہ سکول ماسٹر کے فرائض انجام دیئے اس لائن سے حضرت والد صاحب کو خاص مناسبت تھی لیکن اس میں دقت یہ آپڑی کہ پڑھانے کے لئے محنت شاقہ کرنا پڑتی، کیونکہ آپ کا مطمع نظر یہ تھا کہ ہر طالب علم کو سبق بخوبی سمجھ آجائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی صحت پر اثر پڑنے لگا مجھے یاد ہے کہ آپ سے تعلیم حاصل کئے ہوئے بعض اصحاب جب بعد میں آپ سے ملا کرتے تو نہایت گہری عقیدت و محبت سے پیش آتے کیونکہ اس قدر عرقریزی اور جانفشانی سے بہت کم مدرس پڑھاتے ہیں۔ جب آپ نے یہ دیکھا کہ ٹیچری کے فرائض کما حقہ ادا کرنے سے آپ کی صحت میں فرق پڑتا ہے تو ڈیرہ غازیخاں کے ڈی سی سے آپ نے کسی ملازمت کیلئے کہا اس نے کہا کہ اس کے پاس ایک اسامی ریکارڈ کیپر کی موجود ہے اگر آپ چاہیں تو قبول کرلیں آپ نے یہ اسامی قبول کر لی اور قریباً تمام عمر یعنی اٹھارہ بیس سال ڈیرہ غازیخاں میں اسی ملازمت پر گذار دیئے کئی مرتبہ والدہ صاحبہ مرحومہ یا میں نے کہا کہ آپ سے بہت کم تعلیمیافتہ یعنی مڈل پاس ای اے سی بن گئے ہیں آپ بھی افسران سے ملیں مگر ہر دفعہ فرماتے کہ افسروں کی خوشامد کرنا میری طبیعت کے منافی ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ یہاں تک توکل اور غنا کا عالم تھا کہ ایک مرتبہ کسی ڈی سی نے اس امر پر حیرت و تعجب کا اظہار بھی کیا کہ اس کے دفتر میں کوئی گریجوایٹ بھی ہے۔

جماعت احمدیہ ڈیرہ غازیخاں کی بنیادیں

علاوہ توکل و استغناء کے یہ بات بھی تھی کہ آپ کی ساری توجہ اور وقت جماعت کے کاموں میں صرف ہوتا مجھے وہ دن خوب یاد ہیں جب والد صاحب دفتر سے تھکے ماندے گھر آتے تو ایسا محسوس ہوتا گویا اب وہ اصل کام کو کرنے لگے ہیں۔ ڈیرہ غازی کے پرانے شہر میں ایک محلہ بنافیاں تھا جہاں حضرت والد صاحب نے مکان لے رکھا تھا جب آپ وہاں رہنے لگے تو اسی محلہ میں مکان کے نزدیک ایک بے آباد مسجد پڑی ہوتی تھی۔ آپ نے اور آپ کے دیگر رفقاء جماعت نے اسے درست کرکے اس میں نماز و دیگر جماعتی تحریکات شروع کر دیں لیکن مخالفوں کو یہ کب منظور تھا۔ محلہ کے دوسرے لوگوں نے اپنا کوئی مولوی مسجد میں بٹھا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو جماعتیں ہو گئیں سلسلہ کی اشد مخالفت تو تھی ہی لیکن اسے جگانے کے لئے غیراز جماعت لوگوں نے ازراہ شرارت چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ فساد تو مخالفوں کے مدنظر تھا ہی، مناظرہ سے تنازع اور تنازع سے فساد تک کی نوبت جب پہنچنے لگی تو حکام نے طرفین کو طلب کیا۔ پہلے حضرت والد صاحب سے حاکم نے پوچھا کہ اگر دوسرے لوگ بھی مسجد میں اپنی نماز با جماعت ادا کرتے رہیں تو آپ کو کوئی اعتراض ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اب مجسٹریٹ نے مخالف مولوی سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ہمیں مرزائیوں کے مسجد میں نماز پڑھنے پر اعتراض ہے اور وہ یہ کہ یہ مسجد تو حنفیوں کی ہے اس میں مرزائی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ بھلا انہی سے پوچھئے کہ اگر مرزائیوں کی مسجد ہو اور اس میں ہندو نماز پڑھنے لگیں تو کیا یہ بات انہیں گوارا ہوگی؟ مجسٹریٹ نے اس سوال کے جواب کے لئے والد صاحب کی طرف توجہ کی تو آپ نے فوراً یہ فرمایا کہ ہمیں اعتراض چھوڑ خوشی ہوگی اگر ہندو بھی مسجد میں نماز پڑھنے آجائیں۔ اس پر جملہ حاضرین دم بخود ہو گئے اور مجسٹریٹ نے مخالف مولویوں کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ چلے جاؤ یہ محض تمہاری فتنہ انگیزی ہے اور کچھ نہیں۔ ان ایام میں شہر ڈیرہ غازیخاں میں سب سے مشہور اور مخالف مولوی ایک صاحب مولوی فضل حق نامی تھے۔ ان سے اکثر مباحثے ہوتے۔ ایک مرتبہ ان مولوی صاحب نے متکبرانہ کہا کہ مولوی عزیز بخش میرے ساتھ کیا گفتگو کر سکتے ہیں میں تو انہیں تیس برس تک پڑھا سکتا ہوں۔

جماعتی اخوت و محبت کی یادیں

حضرت والد صاحب اس شہر (ڈیرہ غازیخاں) میں پہلے احمدی تھے۔ آپ کے ساتھ ابتدائی ایام میں چند اور ملازم پیشہ اصحاب بھی جماعت میں شامل ہوئے ان میں سے چند ایک اصحاب کے نام یہ ہیں: چوہدری نذر محمد صاحب اور ان کے خسر چوہدری ولی احمد صاحب میاں محمد اکبر صاحب حکیم عبدالخالق صاحب۔ ماسٹر محمد عرفان صاحب۔ میاں ولی محمد صاحب، منشی فیض محمد صاحب، میاں رسول بخش صاحب۔ غلام حسین صاحب انسپکٹر آف سکولز۔ میری عمر ابھی بہت بچپن کی تھی سات آٹھ سال اور حضرت اقدس علیہ السلام کا زمانہ تھا لیکن جو گہری سچی محبت اس وقت ان اصحاب کے درمیان تھی

اور جس خلوص و شفقت کے ساتھ ان کا ہم بچوں کے ساتھ سلوک تھا وہ حقیقی عزیزوں میں بھی شاید ہی پایا جائے ایسی پیار و محبت کی نگاہیں ایسا پُر تپاک و مشفقانہ سلوک کہ آج بھی ان کی یاد سے لذت و لطف آتا ہے۔ ہر روز عصر کے وقت یہ تمام اصحاب مسجد میں جمع ہوتے اور کبھی قرآن کریم پڑھا جا رہا ہے تو کسی وقت حدیث کا درس ہے اور کبھی درثمین میں سے اشعار پڑھے جا رہے ہیں، محلہ کا بڑا زور تھا اور محلہ میں دوسروں کی طرف سے بائیکاٹ مگر مجھے اب تک یاد ہے کہ جب میں اور میرا بھائی مسجد میں جاتے ہوئے محلہ سے گذرتے تو اکثر مرتبہ لوگ اور عورتیں ہماری طرف اشارہ کرتے کہ دیکھو یہ کیسے بچے ہیں جو پانچ وقت مسجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ ہم بچے تو تھے ہی ہر نماز میں کہاں شامل ہو سکتے تھے لیکن اس زمانہ میں سلسلہ کی جو دھاک نیکی اور ارکان اسلام کی پابندی کی دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی یہ اس کا عام اثر تھا جسے ہماری طرف بھی منسوب کیا جاتا تھا۔

قادیان میں تین ماہ کی رہائش

ڈیرہ غازی خاں پنجاب کے انتہائی جنوب میں واقع ہے اور آمد و رفت کے ذرائع بھی اس وقت بہت کم اور دشوار تھے۔ کیونکہ رستہ میں جو دریا آتا ہے اس پر ریل کا پُل نہیں بندھ سکا اس لئے سٹیشن سے اتر کر پہلے چند میل ٹانگہ پر جانے اور پھر دریا عبور کرنے کے لئے سٹیمر پر سوار ہوتے یا کشتیوں کے پُل پر سے گذرتے۔ مگر باوجود ان دشواریوں کے حضرت والد صاحب ہر سال جلسہ سالانہ پر قادیان ضرور جاتے۔ اس کے علاوہ ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء کا زمانہ ہوگا جب آپ تین ماہ کی رخصت لیکر تمام فیملی کے ساتھ قادیان میں اقامت پذیر ہوئے جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، میری عمر اس وقت چھ سات برس کی ہوگی، لیکن اس زمانہ کے قادیان کی زبردست نیکی و تقوے کے اثر کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ قادیان میں جس جگہ ہم رہائش پذیر تھے ایک روز وہاں گھر کے صحن میں باہر کھیلتے ہوئے لڑکوں کا گیند آ پڑا۔ اب میں اس پر ضد کرتا ہوں اور مصر ہو رہا ہوں کہ اس گیند کو جلد اس کے مالک کو پہنچایا جائے اور جب تک وہ پہنچا نہیں دیا گیا مجھے چین نہیں آیا۔ اسی طرح چھوٹی مسجد میں احباب کا جماعت کے انتظار میں بیٹھنا اور اسی اثنا میں حضرت اقدسؑ کا تشریف لے آنا اور پھر نماز کا شروع ہو جانا بھی یاد ہے۔

۱۹۱۰ء کے قریب دریائے سندھ نے اپنا رُخ بدلنا شروع کیا اور پرانے شہر کو لپیٹ میں لے کر اسی جگہ بہنے لگا۔ اس پر نیا شہر بسایا گیا۔ والد صاحب نے اس نئی جگہ میں اپنے اور دیگر احباب کی رہائش کے لئے جگہ لی۔ مسجد و لائبریری کے لئے جگہ لی گئی مسجد کے قرب کا اس قدر خیال تھا کہ اپنے مکان کے لئے مسجد سے ملحقہ ٹکڑے کو پسند فرمایا، حالانکہ وہ زمین سڑک سے دور ہونے کے باعث اس قدر قیمتی نہ ہو سکتی تھی اور پھر مسجد کے صحن اور اپنی بیٹھک کے درمیان کھڑکی نکلوا لی کہ اور قرب ہو جائے۔ لیکن بر لب سڑک دوسرے اصحاب جماعت کو جگہ دلوائی اور احمدیہ لائبریری کی عمارت بنوائی۔ سلسلہ کی کتب و اخبارات کا اس قدر شوق تھا کہ جو نئی کتاب شائع ہوتی وہ منگوا کر اور جلد کرا کے داخل کتب خانہ کر دی جاتی بلکہ اخباروں کے فائل مکمل طور پر رکھے جاتے مسجد کے لئے بہت جد و جہد سے چندہ جمع کیا اور مسجد احمدیہ نئے شہر میں پہلی مسجد تھی جو بن کر تیار ہوئی۔

حضرت والد صاحب صبح و شام دونوں وقت اس مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک وقت قرآن کریم کا اور دوسرے وقت حدیث کا۔ اس کے علاوہ کتب سلسلہ بھی پڑھائی جاتیں۔ دفتر سے آکر اور مشغلہ ہی کیا تھا یہی کہ احباب جمع ہو رہے ہیں اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت والد صاحب کی اعلےٰ درجہ کی نیکی، تقوےٰ اور دیانت کا سارے ضلع میں شہرہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک ڈپٹی کمشنر ... ڈی سی نے آپ کی دیانتداری کے بارہ میں یہ ریمارکس دیئے کہ مولوی صاحب کی دیانتداری ضرب المثل ہے۔

اندرونی اختلافات سلسلہ

۱۹۱۴ء کے شروع میں ہی حضرت مولانا نورالدین رح کا انتقال ہو گیا۔ اطلاع ملتے ہی والد صاحب قادیان چلے گئے جب قادیان سے خبریں پہنچیں کہ انتخاب متفقہ نہیں ہوا مگر جناب میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی ہے تو ڈیرہ غازی خاں کی قریباً ساری جماعت نے بیعت خلافت کے خط لکھ دیئے۔ صرف دو تین اشخاص رہ گئے جو شامل نہ ہوئے ان میں سے ایک تو خود اس شہر کے رہنے والے منشی ولی محمد صاحب مثل خواں تھے اور دو تین اصحاب مضافات کے منشی نور محمد صاحب داروغہ نہر نہایت متدین، بامذاق اور مخلص انسان تھے ان کے فرزند ارجمند عبدالرحیم خاں چانڈیہ ہیں ایسا ہی ہمارے ساتھ منشی محمد بخش صاحب ہیں جو پنشن کے بعد اب اپنے وطن منگروٹھہ میں مقیم ہیں چونکہ شروع سے ہی والد صاحب مسجد میں امامت کراتے تھے اس لئے کچھ عرصہ تک تو آپ ہی امام رہے اور جماعت کی وحدت قائم رہی۔ لیکن آخر جب قادیانی دربار خلافت سے غیر مبائع کے ساتھ مواکلت، مجالست، موانست کے مقاطعہ کا حکم نازل ہوا تو مسجد میں دو جماعتیں ہو گئیں۔ اختلاف کے بعد ڈیرہ غازی خاں میں جن نئے احباب نے والد صاحب کا ساتھ دیا ان میں آغا محمد ناصر خاں بی اے تھے جو بعد میں کسی سرحدی سروس میں چلے گئے اور معلوم نہیں اب کہاں ہیں۔ شیر محمد صاحب بزدار بھی قابل و مخلص نوجوان تھے جن کے مضامین بھی کئی مرتبہ "پیغام صلح" میں شائع ہوئے اور جو عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں۔

احمدیہ بلڈنگس میں قیام اور انجمن کی خدمات

۱۹۲۰ء میں والدہ صاحبہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت امیر مرحوم نے والد صاحب کو کچھ عرصہ کے لئے لاہور بلا لیا اور انجمن کے دفتر میں بطور سیکرٹری لگا دیا۔ رخصت ختم ہونے پر پھر والد صاحب اپنی ملازمت پر ڈیرہ غازی خاں چلے گئے۔ ۱۹۲۳ء میں آپ کی تبدیلی جھنگ ہو گئی۔ دو تین سال بعد آپ نے پنشن لے لی اور انجمن ترقی تعلیم امرتسر میں بطور سیکرٹری کام کیا۔ ۱۹۲۷ء میں جب حضرت امیر مرحوم نے پنشن یافتہ اصحاب سے خدمت دین کے لئے زندگی وقف کرنے کا مطالبہ کیا تو حضرت والد صاحب نے اپنا نام پیش کیا۔ تین اور اصحاب جنہوں نے لبیک کہا وہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ، حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور حضرت بابو منظور الٰہی صاحب تھے۔ چنانچہ اس کے مطابق حضرت والد صاحب امرتسر سے انجمن ترقی تعلیم کا کام ترک کر کے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آکر مقیم ہو گئے اور یہیں مستقل سکونت کے لئے ایک مکان بھی خرید لیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۰ء سے آخر وقت تک آپ احمدیہ بلڈنگس کے ہی ہو رہے جہاں انجمن کے مختلف شعبوں میں آخر وقت تک دن رات پورے انہماک کے ساتھ کام کرتے رہے اور مسجد میں نماز کی امامت بھی کراتے رہے۔

عادات و خصائل۔ اشد حبًا للہ

جیسے کہ میں عرض کر چکا ہوں خدا تعالےٰ کی ہستی پر آپ کو کامل یقین تھا اور اس کی عبادت اور نماز باجماعت کا عشق۔ احمدیہ بلڈنگس کے رہنے والے اس امر کو خوب جانتے ہیں کہ نماز باجماعت کے لئے کس قدر شوق و اہتمام سے ہمیشہ آتے تھے اور کوئی امر اس میں روک نہ ہو سکتا تھا۔ آخری چند سالوں میں آپ کو گھٹنوں میں تکلیف تھی ویسے بھی پیرانہ سالی سے کمزوری بہت تھی چنانچہ ایک مرتبہ مسجد سے گھر جاتے ہوئے اس کے صحن کی سیڑھی سے گر گئے، چوٹ سخت آئی، یہاں تک کہ کان کا پردہ پھٹ گیا خون بہنے لگا، خیال تھا کہ کہیں کان کی ہڈی میں پیپ نہ پڑ جائے۔ مکرمی ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے پنسلین کا ٹیکہ تجویز کیا۔ میں نے بھی آپ کی خدمت میں عرض کیا لیکن آپ نے اتفاق نہ فرمایا اور کہا کہ خدا کی رضا قبول ہے اگر زندگی ہے تو بچ رہونگا۔

اس قدر درد تھا لیکن کبھی ہائے نہ کی نہ اور کسی طرح تکلیف کا اظہار کیا ایک روز مجھے نہایت اطمینان سے فرمانے لگے کہ قرآن کریم میں آیا ہے یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ (اے انسان تو سخت کوشش کر کے اپنے رب کی طرف پہنچنے والا ہے پھر اسے ملنے والا ہے) تب میں سمجھا کہ کس قدر شدید درد آپ کو ہو رہا ہے۔ لیکن بعد میں آپ اس شدید چوٹ کے صدمہ سے بجوبی جانبر ہو گئے اور اس کے بعد بھی مسجد میں ہر وقت نماز پر جانے کا وہی معمول رہا، کوئی فرق نہ آنے دیا اور کبھی خیال تک نہ کیا، کہ

کہیں پھرتے گر پڑوں حالانکہ کئی بار عرض کیا کہ آپ گھر پر ہی پڑھ لیا کریں۔ مگر آپ کی طبیعت میں بجز باجماعت نماز ادا کئے سکون نہ آتا۔ قریباً پچاسی برس کی عمر میں کمزوری و ضعیفی کے عوارضات کے ہوتے ہوئے مکان کی دوسری منزل سے اترنا اور چڑھنا اور پھر گر کر اور سخت چوٹ کھا کر حسب دستور استعجالی دکھنا کسی خارق عادت استقلال ہمت اور جوانمردی کا ہی نتیجہ ہے جو بجز اعلیٰ درجہ کے ایمان باللہ اور اشد حباً للہ کے میسر نہیں آ سکتا۔

اعلیٰ درجہ کا صبر و شکر کا مقام

جب میں آپ کو سیڑھیوں پر چڑھنا اور اترنا دیکھتا تو اندر ہی اندر بہت دکھ و اذیت محسوس کرتا لیکن بے بس تھا اغلباً کسی ایسی ہی میرے فکر کی صورت کے وقت مجھے فرمانے لگے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ کے کس قدر افضال و عنایات مجھ پر ہیں میں حیران سا ہو کر رہ گیا کیونکہ میں تو آپ کی تکلیف کے بارہ میں سوچ رہا تھا پھر فرمایا دیکھو اس عمر میں میری بصارت و سماعت کام کر رہی ہیں اور دماغ بھی بخوبی کام کرتا ہے کیا یہ تھوڑے شکر کا مقام ہے جب کبھی مری جانے کے لئے کہا تو ہمیشہ انکار کیا اور فرمایا میرے مکان کی اوپر کی منزل کافی کھلی اور ہوادار ہے اور پہاڑ کا کام دیتی ہے۔ ایسا ہی جب کبھی سخت گرمی اور حبس کے ایام میں یہ ذکر آئی کہ شدید گرمی ہے اور تنگ گلیوں میں مکانوں کے اندر کس قدر تکلیف ہے تو جھٹ بات کو پلٹ کر یہ فرماتے کہ اچھی طرح پسینہ آ جانے سے صحت پر عمدہ اثر پڑتا ہے۔ غرضیکہ آپ کی نگاہ ہمیشہ خیر و خوبی کی طرف رہتی کمزوری و برائی آپ کے وہم میں نہ آتی، نفسیات کے ماہر خوب جانتے ہیں کہ اس قسم کی ذہنیت پیدا کرنا انسانی خوشی و صحت کے لئے کس قدر ضروری و ممد امر ہے۔ مگر یہاں تو کوئی نفسیاتی علم کا پتہ نہ تھا بلکہ مقصد ہر حالت میں خدا کی رضا پر راضی رہنا تھا۔ میرے ایک عزیز کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ والد صاحب ان کے پاس دہلی تشریف لے گئے، ان دنوں ان کی ملازمت کے جو عارضی تھی ختم ہونے کا خطرہ درپیش تھا آپ نے فکر دیکھ کر پوچھا تو انہوں نے وجہ بتلائی۔ اس پر والد صاحب نے نصیحت کی کہ خدا کی رحمت اور فضل سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ شام کو پھر ان صاحب کو ہم و غم میں مبتلا دیکھا تو کسی قدر خفا ہوئے اور فرمایا کہ اس قدر غم کرنا تو شرک ہے بعد میں وہ میرے عزیز نہ صرف اس جگہ مستقل ہو گئے بلکہ ترقی کے ایسے مدارج طے کئے جو بہت کم لوگوں کو میسر آتے ہیں۔ ایسا ہی اکثر مرتبہ یہ دیکھنے میں آیا کہ جہاں کسی عزیز یا دوست نے تکلیف میں حد سے زیادہ غم و ہم کا اظہار کیا تو آپ نے ملامت کی کہ ایسا کرنا خدا تعالیٰ پر ایمان کے منافی ہے واقعی میں نے یہ بغور مطالعہ کیا کہ آپ کے نزدیک ایمان باللہ اور اس کی رضا پر رضامندی اور انسان کا کسی مصیبت پر واویلا اور جزع فزع کرنا دو متضاد امور تھے۔ اور آپ کی زندگی اس بات کا زبردست ثبوت تھی کہ حقیقی مومن ہر حالت میں عسر و یسر کے وقت خدا تعالیٰ کی رضا پر صابر و شاکر رہتا ہے۔ ساری عمر میں نے آپ کے چہرہ پر فکرمندی و پریشانی کے کبھی کوئی آثار نہیں دیکھے، حالانکہ میری والدہ صاحبہ مرحومہ ہمیشہ گھر میں بیمار پڑی رہتیں، گھر کا کام کاج نہ کر سکتیں اکثر مرتبہ ملازم نہ ہوتا تو خود آپ کو اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر تمام کنبہ کو کھلانا پڑتا با ایں ہمہ ایسے مسلسل ناموافق حالات میں کوئی پریشانی پاس نہ پھٹکنے پاتی۔ ہمیشہ مطمئن اور خوش و خرم ہی نظر آتے۔

حضرت اقدس اور حضرت امیر مرحوم سے عشق

ساری زندگی میں اگر میں نے کبھی آپ کو مغموم دیکھا تو وہ دو موقعے تھے۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ عصر کا وقت تھا اور آپ وضو فرما رہے تھے کہ ڈیرہ غازی خان کے ہمارے شہر میں ڈاکیہ نے ایک تار لا کر دیا جو آپ نے وضو کے درمیان ہی کھول کر پڑھا اور زار و قطار رونے لگ پڑے۔ وہ تار حضرت اقدس کی وفات کا تھا۔ پھر جب حضرت امیر مرحوم نے وفات پائی تو آپ کچھ عرصہ مغموم رہے اور فرماتے کہ ہماری باری پہلے تھی مگر حضرت نے داغ مفارقت دے دیا۔ باوجودیکہ عمر کے لحاظ سے آپ بڑے مقام پر تھے لیکن اپنے چھوٹے بھائی سے مریدانہ عشق تھا تقریباً ہر جمعہ احمدیہ بلڈنگس سے مسلم ٹاؤن گرتے پڑتے سلے چلے جاتے اور کوئی تھوڑا سا تحفہ یا نذرانہ بھی ساتھ لے جاتے، دوپہر کا کھانا وہاں کھا کر مسجد میں نماز پڑھتے اور اسی مسجد میں چٹائی پر آرام کرنے کے لئے لیٹ جاتے۔ حضرت امیر مرحوم پیغام بھیجتے کہ گھر میں آ کر آرام کریں ہر قسم کی سہولت میسر ہے مگر آپ ہمیشہ اسی امر کو پسند فرماتے کہ جب میں یہاں مسجد میں ہی بخوبی آرام کر لیتا ہوں تو اندر جانے کی کچھ ضرورت نہیں۔

درویشانہ فقر و غنا

دنیا کی کسی چیز پر آپ کی نظر کبھی نہیں ٹھہری۔ مال و دولت کی تمنا ہوئی نہ کبھی عہدہ و اقتدار کی کوئی ادنیٰ خواہش گدگدائی گویا آپ میں خودی کہیں موجود نہ تھی، سررشتہ دار ایک لحاظ سے ڈی سی کے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں اور حاجتمند لوگ اور ماتحت ملازمین طرح طرح کی خوشامد کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک تمندار (بلوچی رئیس) نے آپ سے کہا کہ مولوی صاحب آپ کو دودھ کے لئے بھینس بھیجدوں فرمایا کہیں ضرورت نہیں ہمارے پاس بکری ہے وہ کافی ہے۔ پنشن کے بعد احمدیہ بلڈنگس کے دوران قیام میں قریباً تیس سال تک کم و بیش آپ کے ہاتھ میں ساڑھے تین صد روپیہ ماہوار رقم آتی رہی لیکن کبھی ایک پیسہ جمع نہ کیا۔ انتہائی قوت لایموت کی زندگی گزار دی۔ کوئی دو تین سال کا ذکر ہے ایک روز مجھ سے فرمانے لگے کہ اس وقت کیا تمہارے پاس بیس روپے ہیں۔ میرے پاس اس وقت دس روپے تھے میں نے پیش کر دیئے۔ فرمایا کہ میں نے ایک بیوہ کا بیس روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر رکھا ہے اور آج اس کے آنے کی تاریخ ہے اس لئے جستجو میں ہوں کہ وہ خالی ہاتھ نہ جائے آپ کی اہلیہ محترمہ یعنی میم صاحبہ نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک روز کسی کارکن کو گھر میں تکلیف تھی تو اسے آٹا، چاول کوئلہ وغیرہ اپنے گھر کی ضروریات اٹھا کر دے دیں۔ ایک نابینا شخص تین اخبار آپ کے مکان پر دیتا ایک دن میں نے کہا کہ آپ کو تین اخباروں کی کیا ضرورت ہے نہ ہی آپ انہیں پڑھتے ہیں۔ فرمایا مگر نابینا کا گذارہ کیسے چلیگا پھر نہ صرف اسے اخبار کی رقم دیتے بلکہ ایک وقت کا کھانا بھی کھلاتے۔ محمد یامین صاحب قادیان والے جب کبھی کوئی نئی کتاب بیچنے کے لئے لے آتے تو وہ خرید لیتے حالانکہ خود اپنے پاس دو دو تین تین کاپیاں اس کتاب کی موجود ہوتیں صرف اس خیال سے کہ ان کے کاروبار کو فروغ ہو، انہیں خالی نہ لوٹاتے۔ توکل اور غنا اس قدر غالب تھے کہ ہمیشہ فرمایا کرتے کہ میری جب کبھی کوئی حاجت آئی خدا تعالیٰ نے اس کے پورا کرنے کے سامان کر دیئے چنانچہ ملازمت کے دوران میں بھی یہی حال برابر رہا۔ جیسے کہ میں نے اوپر ذکر کیا ملازمت کا بیشتر حصہ آپ ڈی سی کے دفتر میں ریکارڈ کیپر رہے اور تنخواہ صرف ۷۰ روپے ملتی تھی۔ جب ہم دونوں بھائی کالج میں داخل ہوئے تو اس رقم میں گذر اوقات ناممکن تھی لیکن والد صاحب کو باوجود اس شوق کے کہ ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل ہو کوئی بھی فکر لاحق نہ ہوا۔ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ انہی ایام میں سلطان محمود صاحب جو وہاں ڈی سی کے سپرنٹنڈنٹ تھے تین ماہ کی رخصت پر چلے گئے۔ میں نے ایک روز خواب میں یہ نظارہ دیکھا کہ کوئی عہدہ دار وفات پا گئے ہیں اور ان کا ترکہ والد صاحب کو ورثہ میں ملا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دل میں یہ تعبیر ڈالی گئی کہ والد صاحب کو یہ نئی پوسٹ مستقل طور پر مل جائے گی۔ میں نے صبح اٹھ کر ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اس کی رخصت ختم ہو رہی ہے اور اس کے واپس آنے کا تار بھی آ گیا ہے لیکن ہوا وہی جو دکھلایا گیا تھا کہ وہ صاحب پھر واپس نہ آئے اور اگلے ہی روز دوسرا تار آ گیا اور پھر مستقل طور پر از غیب والد صاحب اس آسامی پر لگ گئے جس کے باعث ہماری تعلیم کا انتظام ہو گیا گویا جو کچھ آپ نے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کا اعلیٰ نمونہ ظاہر کیا خدا تعالیٰ نے بھی اپنی قدرت کاملہ سے اسی کے مطابق آپ سے سلوک کیا۔ اس قدر قلیل بضاعت کے باوجود قلبی کیفیت نہایت بلند و فراخ پائی تھی۔ جب ۱۹۲۸ء میں مجھے مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے ولایت جانے کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے ایسے بھاری اخراجات کو برداشت کرنے سے بھی تامل نہ کیا اگرچہ اپنے پاس کچھ نہ تھا مگر میرے جانے کو خوشی دخاطر قبول فرمایا۔

پاک و معصوم اور مطمئن قلب

ایام جوانی میں حضرت اقدس کی بیعت سے قبل کسی قدر تیزی طبیعت میں تھی لیکن کیا عجیب انقلاب آیا، جوانی میں ہی کایا پلٹ گئی یہاں تک حالت ہو گئی کہ کسی دوسرے شخص کے ناراض ہونے پر بھی آپ کو غصہ نہ آتا، اور نہ کسی اختلاف [illegible] پر بھی دوسرے کے بارہ میں بدظنی نہ پیدا ہوتی۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں جسمانی عوارض کے

باعث اور ذہنی کمزوری کی وجہ سے بلا وجہ غصہ (ناراضگی) کی عادت ہو جاتی ہے یا خواہ مخواہ دوسرے کی نسبت بدگمانی کرنا عادت بن جاتی ہے لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس پایا گیا۔ جب کبھی کسی نے توجہ بھی دلائی کہ فلاں شخص کسی معاملہ میں خود غرضی کے لئے جھوٹ بول رہا ہے تو آپ ہرگز نہ مانتے، اکثر اوقات اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہوتے کہ کوئی شخص جھوٹ بول کر مکر و فریب یا دغا و دھوکہ بھی دیتا ہے اور اگر کبھی معلوم ہوا کہ ایسی بات واقعی ہے تو اس شخص کی بابت کوئی حقارت یا نفرت پیدا نہیں ہوئی اسے حوالہ بخدا کر دیا۔ دل کو کسی کی نسبت میلا نہیں ہونے دیا حضرت امیر مرحوم کی وفات کے قریب اور بعد میں جو اختلافات ہوئے ان میں بھی نہ تو کسی فریق کو مطعون کیا نہ ہی اس سے گھبرائے بلکہ ہمیشہ یہی کہا کہ یہ سب کچھ درست ہو جائے گا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مجلس میں کوئی صاحب حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی نسبت زبان طعن دراز کر رہا تھا تو اسے زجر کی اور کہا کہ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ ساری عمر حضرت مولانا صاحب قرآن و حدیث سناتے رہے ہیں کچھ تو لحاظ ضروری ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب احمدیت کے خلاف فساد بڑے زوروں پر تھے اور احمدیہ بلڈنگس لاہور کے مخالفوں نے آگ لگانے کے نہ صرف منصوبے کر لئے بلکہ عملی اقدام کر چکے تھے۔ اس وقت بھی آپ کے قلب میں کبھی کوئی تشویش یا پریشانی ہرگز لاحق نہیں ہوئی۔ یہی فرمایا کہ قطعاً کوئی اندیشہ نہیں خدا تعالیٰ کافی ہے۔ چنانچہ جب مارشل لاء لاہور میں لگ گیا اور رات کو باہر نکلنے کی ممانعت تھی۔ ایک رات آپ دو بجے گھر سے باہر نکل کر مسجد کو آ رہے تھے کہ ملٹری والے نے پوچھا کہ آپ کیوں باہر نکلے تو جواب دیا کہ میں مسجد میں نماز ادا کرنے جا رہا ہوں سپاہی پر اس قدر اثر ہوا کہ نہ صرف اس نے آپ کو بلا روک جانے دیا بلکہ خود مسجد میں ہاتھ پکڑ کر پہنچا آیا۔ کئی لوگوں کی زبان سے یہ بات سننے میں آئی کہ اس بوڑھے نے تمہیں بچایا ہوا ہے۔

اکابر صحابہ اور حضرت مولنٰنا نور الدین ؓ کی زندگی کی ایک جھلک

اکثر لوگوں کے نزدیک ایمان باللہ تو ایک بے معنی خالی کلمہ ہے جس کے اندر کوئی حقیقت نہیں لیکن جب یہی ایمان زندگی کے عمل میں پیوست ہو جاتا اور سرایت کر جاتا ہے تو اس کے ثمرات و برکات ظاہرا طور پر لوگوں کو نظر آ جاتے ہیں۔ صحابہ کرام کی زندگیوں میں خدا کی ذات پر واقعی ایمان کا نظارہ دنیا نے ملاحظہ کیا۔ اس زمانہ میں بھی حضرت اقدس کے انفاس طیبہ سے جماعت احمدیہ کے بہت سے اصحاب میں ایسے اعلیٰ و حقیقی ایمان کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ حضرت مولنٰنا نور الدین علیہ الرحمۃ کی زندگی میں تو ہم نے نمایاں طور پر ایمان اور تعلق باللہ کا نظارہ ملاحظہ کیا۔ اور بھی کئی بزرگوں کی زندگیوں میں اس کی جھلک نظر آتی ہے

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم مغفور کی زندگی میں بھی ایسے ایمان و تعلق باللہ کے ثمرات دکھائی دیتے رہے ہیں وہ ثمرات کیا ہیں مختصراً:-

(۱) ہر حالت میں راضی برضائے مولیٰ۔ یعنی بڑی سے بڑی مصیبت و مشکل کے وقت کسی فکر و پریشانی کا شکار نہ ہونا بلکہ توکل، صبر و جوانمردی کے اعلیٰ سے اعلیٰ جوہروں کا ظاہر ہونا، ہر حالت میں قلب مطمئنہ اور اس سے متعلقہ خواص کا اظہار۔

(۲) نہ صرف اپنے قلب کا امن و اطمینان کی حالت میں دائمی طور پر رہنا بلکہ اس کا اثر دوسروں پر ڈالنا۔ اپنے ماحول میں اپنی موجودگی سے امن و خوشی کی لہر پیدا کرنا۔

(۳) برائی سے نہ صرف خود اجتناب کرنا بلکہ کسی دوسرے کی بدی سے غیر متاثر رہنا۔ یعنی ایسا معصوم قلب رکھنا کہ کسی بد کی بابت بھی برائی کا خیال دل میں نہ آنے پائے۔

(۴) ہر دم خدا تعالیٰ کے احسانوں و فضلوں پر نگاہ رکھنا، کسی کی کمزوری یا کمی کو خاطر میں نہ لانا۔ فرائض کی بجا آوری میں کسی مشکل کو حائل نہ ہونے دینا بلکہ ہر دکھ اور مصیبت کو خدا کی خاطر بخوشی خاطر قبول کرنا۔

(۵) خودی کی ہر ادا سے مبرا ہونا۔ باوجود مقدرت کے نہ تو دنیاوی لذائذ پر نگاہ رکھنا اور نہ ہی علم و فضل کے ہوتے ہوئے دوسروں پر اپنی اقتدار کی خواہش کرنا۔

(۶) ان اوصاف کے باعث اپنے بعد بھی اپنا ذکر خیر چھوڑ جانا۔

آج جبکہ حضرت مولنٰنا عزیز بخش صاحب ہمیں داغ مفارقت دے گئے ہیں بچہ بچہ کی زبان پر آپ کی بے لوث نیکی و خدمت دین اور ایمان باللہ کا ذکر ہے۔ اور کئی اصحاب نے اس کا اظہار کیا ہے کہ مولانا نور الدین ؓ کے بعد حضرت مولانا عزیز بخش کی زندگی مادیت کے انتہائی فروغ کے وقت فقر و غنا کی شان نظر آتی ہے جو پہلی تہذیب کی نمایاں خصوصیت ہوا کرتی تھی جس کا فلسفۂ زندگی ہی خودی کی نشو و نما پر بنا ہے ایسی ہستیاں جنہوں نے خودی پر موت وارد کر دی ہو کہاں نظر آتی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو آج جس چیز کی دنیا کو واقعی حاجت ہے اور جس کے بغیر بے چینی و فساد ترقی پذیر ہے، وہ ایسے ہی ایمان باللہ کی جھلک میں مضمر ہے۔ کھوٹی مگر خاموش ایمان اور خدمت خلق، حضرت اقدس ؑ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے۔

عروسی بود نوبت ماتمت
اگر بر نکوئی بود خاتمت

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
(مینیجر)

مَیں احمدی کیوں ہُوا

(بسلسلہ صفحہ ۶)

بیعت کے بعد محیر العقول انقلاب

اس کے بعد میں وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور آپ کی تصانیف کو بڑے شوق سے پڑھتا رہا۔ اور میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ کتابوں کے پڑھنے سے اور حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے سے میرا ایمان ہر آن ترقی کرتا چلا گیا۔ میں نے آپ کی بیعت میں داخل ہو کر نماز کی حقیقت کو سمجھا اس سے پہلے میں نماز کا عادی تو تھا مگر اس وقت نماز کو ایک فریضہ رسمی سمجھ کر بلا سوچے سمجھے جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ بیعت کے بعد نماز سے مجھے سرور ہونے لگ گیا۔ یہاں تک کہ وہ میری غذا کی طرح ہو گئی جس کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔ پہلے قرآن شریف پڑھا کرتا تھا لیکن معنوں پر غور کرنے کے بغیر جلد جلد ختم کر دیتا تھا۔ بیعت کے بعد مجھے محسوس ہوتا گیا کہ یہ ایک ایسا ہدایت نامہ ہے جس کو اپنی زندگی کے گذارنے کے لئے مشعل راہ بنانے کی ضرورت ہے **بیعت کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل پیدا ہو گیا کہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں سمجھتا تھا۔ میں محسوس کرنے لگ گیا کہ ایک صادق انسان کے ساتھ تعلق پیدا کر کے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ گیا** ہوں۔ برخلاف اس کے میں نے اپنی زندگی میں بہت سے اشخاص کو دیکھا ہے جنہوں نے اپنے پیٹ کی خاطر اس صادق انسان کی مخالفت کی اور بدگوئی کر کے ذلت اٹھائی۔ **مجھے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی وہ نعمتیں دی تھیں جو میرے وہم و گمان میں نہ تھیں اور جن کے سامنے میں دنیا کے مال و دولت کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا**

زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے صرف یہ جتلا دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اس راستباز انسان پر فدا ہونے والے بہت سے مجھ سے بہتر انسان ہیں جن کے سامنے میری کوئی ہستی نہیں ہے اور سچ یہی ہے کہ ؎

نہ من برآں گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزاراں اند

مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا!

مرزا مسعود بیگ صاحب

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے ۔ مرحوم ایک سچے مسلمان اور ایک سچے احمدی کا صحیح نمونہ تھے جنہیں دیکھکر ایمان تازہ ہوتا تھا اور اندازہ ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعود کے انفاس طیبہ سے کیسے کیسے قیمتی اور نادر الوجود لوگ اس جماعت میں پیدا ہوئے ۔ مولانا صاحب مرحوم و مغفور بیشمار خوبیوں کے مالک تھے جن میں سے زہد و ورع ، سادہ زندگی ، احساس فرض ، دینی غیرت ، صبر و استقلال اور خدمت دین کے لئے جوش بڑے نمایاں اوصاف تھے ۔

سادہ زندگی

مرحوم بڑے پرانے گریجوایٹ تھے اور اس زمانہ کے تعلیم یافتہ تھے جب خال خال لوگ اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے تھے ۔ لیکن مرحوم اس قدر سادگی پسند تھے کہ انہیں دیکھ کر کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ وہ انگریزی خوان ہیں ۔ نہایت سادہ پوشاک اور معمولی قسم کا لباس پہنتے تھے اور اسی طرح ان کی رہائش اور خوراک بھی ہر قسم کے تکلفات اور مصنوعی حد بندیوں اور نمود و نمائش سے مبرا تھی ۔ گھر میں ہر قسم کا کام کاج وہ خود اپنے ہاتھ سے سرانجام دینے میں عار محسوس نہ کرتے تھے اور "اپنی مدد آپ کرو" کے اصول پر زندگی بھر قائم رہے ۔ مرحوم کی رفیقۂ حیات جو ایک یوروپین خاتون ہیں مرحوم کے طریق زندگی سے متاثر ہو کر وہ بھی اسی رنگ میں رنگین ہو گئیں اور مرحوم کی نیکی اور اخلاص کو دیکھ کر وفا شعار اور سادہ زندگی پر قانع ہو گئیں ۔

احساس فرض

حضرت مولانا صاحب مرحوم اپنے منصبی فرائض کی سرانجام دہی میں بڑی محنت اور پوری پابندی کے قائل تھے ۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے سے قبل کچھ عرصہ جب وہ رخصت پر تھے انجمن کے اسسٹنٹ سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے اور پنشن یابی کے بعد اپنی وفات تک تمام عرصہ جو ربع صدی سے متجاوز ہے دینی خدمت میں مصروف رہے ۔ اس تمام عرصہ میں آپ نے آنریری طور پر بغیر کسی معاوضہ کے انجمن کے مختلف شعبوں میں بڑی محنت سے کام کیا اور احساس فرض اور دیانتداری کے لحاظ سے کوئی کارکن بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا ۔

"انجمن ترقی تعلیم مسلمانان ہند" کے نام سے امرتسر میں ایک مفید قومی ادارہ تھا جس کی مدد سے ہزاروں مسلمان نوجوانوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ۔ لیکن آہستہ آہستہ اس کا سرمایہ کم ہونے لگا اور قرض حسنہ کے رنگ میں جو وظائف مسلمان طلباء نے حاصل کئے تھے وہ اچھی ملازمتوں پر ہونے کے باوجود واپس نہیں کر رہے تھے اور اس طرح ایک بڑا مفید قومی ادارہ قریب قریب دیوالیہ ہونے والا تھا ۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور جو انجمن ترقی تعلیم کے بہت پرانے ممبروں میں سے تھے مولانا عزیز بخش صاحب کو امرتسر لے گئے اور مرزا صاحب مرحوم و مغفور کی کوشش سے مولانا صاحب انجمن کے سیکرٹری بنا دیئے گئے ۔ یہ ۲۸-۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے جب مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم ملازمت سے فارغ ہو کر آئے تھے ۔ مولانا مرحوم کی شبانہ روز محنت اور کوشش سے انجمن ترقی تعلیم کے مردہ ڈھانچہ میں پھر سے زندگی پیدا ہو گئی اور سینکڑوں مزید نادار طلبہ کی زندگیاں سنور گئیں ۔

دین کے لئے غیرت

احساس فرائض کے ساتھ ہی ساتھ شعائر اسلام کی پابندی اور دینی غیرت بھی آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی ۔ ڈیرہ غازیخاں میں آپ ڈپٹی کمشنر کی پیشی میں تھے اور مسلوں کی تیاری اور مفوضہ کام پوری محنت سے سرانجام دیتے تھے ۔ لیکن جب نماز ظہر کا وقت آتا تو عدالت سے اٹھ کر چلے جاتے اور احکم الحاکمین کے آگے سر جھکا دیتے ۔ اکثر حاکم جو آپ کی دیانتداری اور لیاقت کے معترف تھے اس پابندیٔ صلوٰۃ پر معترض نہ ہوتے ۔ لیکن ایک سخت طبیعت انگریز ڈپٹی کمشنر نے جو نیا نیا تبدیل ہو کر آیا تھا آپ کی اس عادت کو ڈسپلن کے خلاف سمجھ کر اعتراض کیا تو مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم نے فوراً استعفیٰ لکھ کر اس کے سامنے رکھ دیا جس سے وہ شرمندہ اور مرعوب ہو گیا اور آئندہ کبھی معترض نہ ہوا ۔

ایک مرتبہ ڈیرہ غازیخاں کے کوئی مجسٹریٹ کسی دوسری جگہ تبدیل ہو کر جا رہے تھے اور انہیں الوداع کہنے کے لئے کسی دوسرے افسر کے ہاں بڑی پرتکلف دعوت کا اہتمام تھا ۔ جب لوگ کھانا کھا چکے تو مولانا صاحب نے دیکھا کہ سازندوں نے ساز سارنگی ، طبلہ باجا نکالا ہے یعنی دعوت طعام کے بعد محفل سرود جمنے والی تھی ۔ سازندے ابھی ساز ہی درست کر رہے تھے ، کہ مولانا صاحب مرحوم نے کھڑے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی اور دو تین رکوع پڑھ کر اس مجلس سے اٹھ کر چلے آئے ۔ آپ کو دیکھ کر اور بھی بہت سے لوگ لوٹ آئے ۔ مرحوم ہمیشہ عن اللغو معرضون پر کاربند رہتے تھے اور آپ نے رسم دنیا اور ظاہرداری کے طور پر بھی ایسی مجلس میں ٹھہرنا پسند نہ کیا جو ان کے معیار تقویٰ کے خلاف تھی ۔

ایک مرتبہ مرحوم کے مکان کے قریب ہی ایک ایسی تقریب تھی جس میں کھیل تماشا اور ہنسی مذاق کا رنگ تھا اور کسی طرح مولانا مرحوم کی شمولیت بھی اس میں ہو گئی ۔ آپ نے اگلے دن کفارہ کے طور پر روزہ رکھا اور اس طرح اپنے نفس کو سزا دی ۔ ایسے اور بھی بے شمار واقعات ہیں جو بخوف طوالت قلمبند نہیں کئے جاتے ۔

صبر و استقلال

زندگی میں ہر شخص کو تکلیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ بیماری ، موت و فوت ، مالی و جانی نقصان سے ہر انسان دوچار ہوتا ہے ۔ ایسے موقعوں پر مولانا عزیز بخش صاحب ایک سچے مومن کی طرح پہاڑ جیسے مضبوط نظر آتے تھے اور خوف و حزن یا بے صبری کا کبھی اظہار نہ فرماتے تھے ۔ مرحوم کے فرزند رشید جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے ذکر فرمایا کہ انہوں نے زندگی بھر میں صرف دو بار حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کو روتے دیکھا ہے ۔ ایک مرتبہ ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اور دوسری دفعہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی وفات پر اس کے علاوہ اپنے کسی عزیز سے عزیز وجود کی موت پر بھی مولانا مرحوم نے کبھی آنسو نہ بہایا ۔ عام دنیاوی تکلیف کو تو مولانا کبھی خاطر میں نہ لاتے تھے ۔ بیماری سے کبھی گھبرایا نہ کرتے اور بارہا تکلیف اور بخار کی حالت میں بھی مسجد میں آیا کرتے اور صرف اسی وقت بستر میں لیٹتے جب چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتے ۔

عام عادات و اخلاق

حضرت مولانا مرحوم بڑے راست گو اور کھری بات کہنے والے انسان تھے ۔ لگی لپٹی رکھنے کے قائل نہ تھے اور ہر شخص کو صاف بات اس کے منہ ..... پر کہہ دیتے تھے ۔ لیکن خواہ مخواہ کسی کو رنجیدہ کرنا بھی آپ کا شیوہ نہیں تھا بلکہ بڑے حسن اخلاق کے مالک تھے ۔ ہر ایک سے ہمدردی کرتے تھے اور غریب کی مدد کرنا اور سخاوت کرنا آپ کا خاصا تھا ۔ اگرچہ خود بھی درویشانہ اور نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے تاہم ہر سائل اور محتاج کی مدد کرنے میں بڑی راحت محسوس کرتے تھے اور خدا کی رضا کے لئے ہر ممکن قربانی پر آمادہ رہتے تھے ۔ حضرت اقدس مسیح موعود کے زمانہ کی پرانی کتب ، سلسلہ کے اشتہارات اور تاریخی ریکارڈ کو بڑے اہتمام سے محفوظ رکھتے تھے انجمن کی مرکزی لائبریری کسی مستقل اور باقاعدہ نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کس مپرسی کی حالت میں رہی ہے ۔ مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم کچھ عرصہ لائبریری کے انچارج

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بعد از وفات تربت ما در زمیں مجو ۔ در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

شیخ غلام قادر صاحب

ہمارے یاران طریقت میں سے ایک اور شہسوار ہم سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا عزیز بخش ایک زاہد زندہ دل، عابد شبگزار۔ عالم باعمل، عاشق سرمدی۔ ہمدرد مخلوق خدا۔ صحبت یافتہ امام الزمان، مجاہد میدان اعلائے کلمۃ اللہ۔ صوفی تسلیم رضا تھے، تکبر و ریا سے وہ قطعاً مبرا تھے۔ ان کی باتیں علم و معرفت کا خزانہ ہوتی تھیں۔ جس پابندی اور عشق و محبت سے انہوں نے سالہا سال مسجد کو رونق بخشی اور مومنین کی سوز و گداز سے امامت فرمائی وہ ان ہی کا حصہ تھا نہ صرف یہی بلکہ انہوں نے انجمن کے ہر بڑے شعبہ میں بے لوث اور کامل بے نفسی سے خدمات انجام دیں۔ اس عاجز کو بھی چند سال قریب ہو کر ان سے مستفیض ہونے کا موقع نصیب ہوا اور میں اپنے تجربہ کی بناء پر کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ مرحوم صفات مذکورہ کا کامل مجسمہ تھے۔ میں نے انہیں ہمیشہ صابر و شاکر اور متوکل علی اللہ پایا ان کا دل ہمیشہ اطمینان یافتہ اور پرسکون تھا ؎

ایمن آباد است دل اہل مردماں
حصن محکم موضع امن و اماں
گلشن خرم بکام دوستاں
چشمہا و گلستاں در گلستاں (رومی)

یعنی (مومن مرد کا) دل امن و امان کی بستی اور ایک مضبوط قلعہ ہے۔

اس کا دل دوستوں کی کامرانی کے لئے ایک شگفتہ باغ ہے جس میں چشمے بہتے ہیں اور گلستان کو سدا بہار بنا دیتے ہیں۔

مولانا عزیز بخش بے نفسی کا کامل نمونہ تھے دوسروں کی تکالیف دفع کرتے اور حاجتمندوں کی حاجتوں کو حتی الوسع پورا کرتے تھے ؎

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ (رومی)

یعنی موسم بہار پتھر کو سرسبز نہیں بنا سکتا۔ ہاں اپنے آپ کو اس مٹی کی طرح بنا جو قلبہ رانی سے خاک بن گئی ہے تا وہ موسم بہار میں طرح طرح کے پھول پیدا کرکے خوش منظر بن جائے۔

مولانا ممدوح عشق الٰہی سے ہمیشہ سرشار رہتے تھے۔ توحید سے محبت اور شرک کی باریک راہوں سے سخت متنفر تھے۔ ؎

چو دل آشفتہ ز عشق افروخت
دلستاں ماند و غیر او ہمہ سوخت (مسیح موعودؑ)

یعنی جب دل میں عشق الٰہی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو اس یار کے سوا باقی تمام چیزوں کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔

بنی نوع انسان سے ان کی ہمدردی کے بہت سے واقعات ہیں جن میں سے ایک دو کا ذکر بیان کیا جاتا ہے جس سے ان کی اس بے نفس زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے

(۱) ایک نجار سے اپنی کتب کے لئے ایک چھوٹی سی الماری بنوائی۔ نجار نے اپنی ناداری کے قصے بیان کرکے ان کی پاک دلی اور بے نفسی سے پورا فائدہ اٹھایا جب اسے کوئی کام نہ ملتا تو حضرت مولانا کے پاس آ جاتا ادھر ادھر کی باتیں کرکے اور تھوڑا سا کام کرکے اپنی دن بھر کی مزدوری لے جاتا۔ ایک دفعہ وہ حاضر ہوا تو حضرت مولانا نے اسے کہا کہ یہ پانچ سیر گندم پڑی ہے چکی بھی موجود ہے ذرا آٹا پیس دو۔ جب وہ پیس چکا تو کہنے لگا کہ میرے گھر میں بھی آٹا نہیں۔ فرمایا دو سیر تم بھی لے جاؤ آٹا لے کر کہنے لگا کہ میں آج مزدوری سے محروم رہا فرمایا یہ لو پانچ روپے اور اپنا گذارہ چلاؤ۔

ایک مرتبہ کچھ عرصہ وہ مولانا کے پاس حاضر نہ ہوا تو آپ تانگے پر اس کے گھر گئے اسے بخار میں مبتلا پاکر پندرہ روپے اسے دے آئے۔

(۲) اسی طرح ایک مچھلی فروش بھی اس دریا دل مرد خدا سے فائدہ حاصل کرنے والوں میں سے تھا حضرت مولانا مچھلی کے شوقین تھے اور وہ جب مچھلی لے کر آتا آپ بلا دریغ اس سے خرید لیتے اور جو وہ مانگتا اسے دے دیتے۔ ایک روز جبکہ بارش ہو رہی تھی وہ مچھلی لے کر آیا۔ مولانا نے پوچھا تمہارے پاس کتنی مچھلی ہے اس نے کہا پانچ سیر۔ فرمایا سب دے دو۔ کسی نے پاس سے کہا جناب آپ کھانے والے تو دو شخص یعنی میاں بیوی ہیں اتنی مچھلی کیا کریں گے فرمایا یہ بیچارا بارش میں کہاں مارا مارا پھرے گا۔ اور اگر یہ فروخت نہ کر سکا تو اپنا اور بال بچہ کا پیٹ کیسے پالے گا۔ اس قسم کے کئی واقعات ہیں۔ کئی بیکسوں اور بیواؤں کو ہر ماہ مستقل امداد دیتے تھے اور کبھی کسی کے سوال کو رد نہ کرتے تھے

الغرض مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور اپنے مقربین میں جگہ عطا فرمائے۔

آپ کی بیٹھک اگرچہ بظاہر تنگ و تاریک معلوم ہوتی تھی مگر میں نے اسے ہمیشہ آپ کے خداداد نور سے منور پایا ؎

بکنج خلوت پاکاں اگر گذر بکنی
عیاں شود کہ چہ نوردماں سرا باشد (مسیح موعودؑ)

مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم

(بسلسلہ صفحہ ...)

بھی رہے اور آپ نے بڑی محنت سے تمام کتابوں کی ترتیب کا کام سر انجام دیا اور رات دن محنت کرکے لائبریری کی فہرستیں تیار کیں اور کتابوں پر نام کی چٹیں لگائیں۔ دفتر کے کام میں باقاعدگی کا یہ عالم تھا کہ سردی گرمی بارش اور ہر حالت میں آپ باقاعدگی سے اپنی ڈیوٹی پر پہنچ جاتے اور بہت ضعیفی کے باوجود لاٹھی ٹیکتے ہوئے دفتر میں تشریف لے آیا کرتے تھے۔

نماز تو آپ کی روح کی غذا تھی اور جس باقاعدگی سے آپ نے امامت کے فرائض سر انجام دیئے ہیں وہ ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے اپنے ذاتی آرام اور سہولت کو قربان کرکے آپ نمازوں کی پابندی اور باقاعدگی کو ہمیشہ مقدم رکھتے تھے۔ اس ضعیفی کے عالم میں بار بار اپنے مکان کی تیسری منزل سے اتر کر مسجد میں تشریف لاتے تھے اور مسجد سے محبت کا یہ عالم تھا کہ مارشل لاء کے دنوں میں کرفیو آرڈر کے باوجود مسجد میں آنے سے نہ رکتے تھے۔

سنت نبوی کی پیروی میں بڑی لذت محسوس فرماتے اور نماز میں التزام کیساتھ ان سورتوں کی قرأت فرمایا کرتے جو احادیث کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھیں۔ جمعہ کے دن فجر کی دو رکعتوں میں ہمیشہ سورہ حم اور سورہ الدھر کی تلاوت کرتے اور جمعرات کے دن مغرب کی نماز میں بالالتزام سورۃ الجمعہ قرأت میں پڑھا کرتے۔ مسجد میں آنے اور جانے کے وقت بلند آواز سے مسنون دعائیں پڑھا کرتے مولانا صاحب مرحوم کو دیکھ کر آدمی اندازہ لگا سکتا تھا کہ اصحاب نبوی کس شان کے لوگ تھے اور انہیں حضور رسالت مآب سے کس قسم کا عشق تھا۔

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب سے عمر میں بڑا ہونے کے باوجود عقیدتمندانہ اور مریدوں جیسی محبت رکھتے تھے اور ان کا بہت احترام ملحوظ رکھتے تھے۔ مچھلی مولانا عزیز بخش صاحب کو بہت مرغوب تھی اور جب کبھی مچھلی ہوتی تو کوشش کرتے کہ حضرت امیر مرحوم بھی تھوڑی سی مچھلی کھالیں اور جب وہ اس دعوت کو قبول کر لیتے تو مرحوم بہت خوش ہوتے۔

اس قدر نیکی اور پارسائی کے باوجود مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم خشک طبیعت انسان نہیں تھے بلکہ ہر وقت ہنستے اور مسکراتے رہتے تھے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے بات کرتے اور لطیف مزاح کو پسند کرتے اور خود بھی مزاحی باتیں کیا کرتے ان کا ظاہر اور باطن ایک جیسا تھا وہ بڑا باخدا انسان اور ایک چلتا پھرتا فرشتہ تھا جس نے پچاسی سال اس دنیا میں بڑی نیک نامی سے گذارے اور آخرت کے لئے خیر کثیر کا توشہ لیکر اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر فتوح پر بہت بہت برکات نازل کرے۔

مسیح موعود کی محفل کی ایک اور شمع بجھ گئی

حضرت مولانا عزیز بخش کی وفات حسرت آیات

مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری

غرض بعثت مسیح موعودؑ

مسیح الزمان و مہدی دوران کی پاک صحبت اور آپکی قوت قدسیہ کی پاک تاثیروں سے جو خدارسیدہ لوگ تیار ہوئے تھے ان میں سے ایک مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم و مغفور بھی تھے۔ مولانا مرحوم و مغفور حضرت امام الزمان کی بعثت کی غرض و غایت کو پوری طرح سمجھ کر اسے حاصل کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے وہ غرض تین حصوں پر مشتمل تھی۔ اول اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کے آخری ہدایت نامہ یعنی قرآن مجید اور اس کے آخری رسول یعنی محمد مصطفےٰ صلعم کی رسالت پر یقینی اور پُرازبصیرت ایمان لاکر اپنی زندگی کو قرآن کریم اور سنت نبوی کے مطابق ڈھالنا اور اسی کے مطابق اپنے نفس کی اصلاح میں کوشاں رہنا دوم مسلمانوں میں جو اعتقادی غلطیاں و عملی کمزوریاں واقع ہو گئی تھیں ان کو حتی المقدور دُور کرنے کی سعی میں مصروف رہنا سوم غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لئے بشرح صدر ہر ممکن امداد پیش کرنا، سو حضرت مولانا مرحوم کی زندگی بیعت کے وقت سے لے کر تادم وفات ان تینوں شقوں کو اپنی استطاعت کے مطابق پورا کرنے میں صرف ہوئی۔

پہلی شق اور مولانا کا اسے پورا کرنا

جہاں تک پہلی شق کا تعلق ہے ہر وہ شخص جس کا واسطہ مولنا مرحوم سے پڑا بخوبی جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی قدرتوں پر انہیں کس قدر مضبوط ایمان تھا اور کس قدر بے نظیر توکل کے مقام پر وہ کھڑے تھے خطرناک سے خطرناک مشکلات اور بڑی سے بڑی مصائب کے وقت بھی جبکہ اکثر دوست گھبرا جاتے تھے وہ نہ صرف خود پورے اطمینان کے ساتھ مضبوط چٹان کی مانند ان مشکلات کی لہروں کا مقابلہ کرتے ہوئے اور انہیں ناکام واپس لوٹاتے ہوئے کھڑے رہتے تھے بلکہ اپنے اطمینان قلب اور ثبات جاش کے ساتھ دوسروں میں بھی اطمینان اور حوصلہ کی رُوح پھونک دیتے تھے اور ان کے دلوں کو بھی آخری کامیابی پر یقین کے ساتھ لبریز کر دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں بیٹھ کر اور حضور کیسا تھ دلی اور روحانی تعلق پیدا کر کے آپ نے حضرت نبی کریم صلعم کے خاتم النبیین ہونے کے صحیح اور حقیقی مفہوم کو خوب اچھی طرح سمجھا تھا۔ ایک طرف آپ کا یہ پختہ ایمان تھا کہ آنحضور صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ ہی کوئی پرانا نبی۔ دونوں کی آمد ختم نبوت کے مفہوم کے صریح منافی ہے ادھر کوئی نبی ظاہر ہوا نہیں کہ ختم نبوت باطل ہوئی نہیں اور یہ ایمان محض تقلیداً نہیں بلکہ اس کے لئے وہ زبردست دلائل اپنے پاس رکھتے تھے جنہوں نے انہیں بصیرت عطا کی ہوئی تھی اسی لئے ان کے سامنے نہ میاں محمود احمد صاحب کا کوئی مقلد ٹھیر سکتا تھا اور نہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا عقیدہ رکھنے والا کھڑا ہو سکتا تھا۔ دونوں کو آپ مختصر مگر جامع دلائل سے خاموش کرا دیتے تھے اور دوسری طرف انہیں اس بات پر بھی پختہ ایمان تھا کہ خاتم النبیین ہونے کی حیثیت سے حضرت نبی کریم صلعم کا فیض رسالت صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک ہی محدود نہ تھا بلکہ قیامت تک جاری رہے گا اور جو شخص بھی آپ کی امت میں سے آنحضور صلعم کی محبت اور اطاعت میں فنا ہو جائے گا وہ حسب فنائیت آنحضور صلعم کے فیض سے مستفیض ہوتے ہوتے قرب الٰہی اور ولایت کے مقام کو حاصل کر لے گا اور کیوں آپ کے دل میں آنحضور صلعم کی فیض رسانی کی اس عمومیت کے متعلق یقین پیدا نہ ہوتا جبکہ آپ نے ایک طرف تو ہزاروں امتیوں کے متعلق سُنا اور پڑھا تھا کہ وہ اس طریق سے مقام ولایت تک پہنچے اور دوسری طرف آپ نے اپنی زندگی میں بچشم خود حضرت مرزا صاحب کو دیکھ لیا کہ قرآن کریم کی کامل اتباع اور حضرت نبی کریم صلعم کی محبت اور اطاعت میں مکمل طور پر فنا ہو جانے کے نتیجہ میں آپ خاتم الاولیاء و خاتم الخلفاء کے شرف سے مشرف کئے گئے اور پھر یہی نہیں بلکہ اس خاتم الاولیاء کی صحبت سے وہ خود بھی انوار الٰہی کے مورد بن گئے کسی چیز کی صداقت پر مشاہدہ اور تجربہ سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی اس لئے اس مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر اگر ایک طرف آپ کے دل میں اللہ تعالےٰ اور اس کی آخری کتاب قرآن مجید اور اس کے آخری رسول محمد مصطفےٰ صلعم کی رسالت پر بصیرت سے لبریز ایمان پیدا ہو گیا تو دوسری طرف حضرت مرزا صاحب کو قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کا سچا متبع اور سچا محب اور آنحضور صلعم کے دین کا سچا خادم دیکھ کر ان کے ساتھ بھی آپ کے دل میں سچی محبت پیدا ہو گئی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے جہاں حضرت مولانا مرحوم کو ایک طرف اسلام کا شیدائی پاتے تھے تو دوسری طرف احمدیت کا فدائی بھی محسوس کرتے تھے کیونکہ احمدیت آپ کے نزدیک اسلام سے کوئی الگ چیز نہ تھی بلکہ اسلام کی ہی حقیقی تصویر کا دوسرا نام احمدیت تھا۔

آپ کی چند صفات حسنہ

احمدیت کی آغوش میں آکر آپ نے صرف اپنے عقائد کی اصلاح ہی نہ کی تھی بلکہ نفس کی اصلاح بھی اعلیٰ معیار پر کی ہوئی تھی۔ وہ صفات حسنہ جو خصوصیت کے ساتھ اس اصلاح کے نتیجہ میں آپ میں پائی جاتی تھیں ان میں سے چند ایک کا ذکر میں ذیل میں کرتا ہوں:۔

(۱) شفقت علیٰ خلق اللہ جو العظمت للہ کے بعد اسلام کا دوسرا اہم جزو ہے آپ میں نمایاں طور پر پایا جاتا تھا آپ ہمیشہ حسب توفیق غرباء کی امداد بغیر اظہار کئے فرماتے رہتے تھے بہت کم لوگ ہیں جن کو اس کا علم ہے۔

(۲) قرآن کریم میں ایک جگہ آتا ہے لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا اور دوسری جگہ مومنوں کے متعلق آتا ہے ونزعنا ما فی صدورھم من غل۔ ان دونوں آیتوں کے ماتحت مولانا مرحوم کا سینہ ہر ایک قسم کے بغض اور کینہ سے پاک تھا۔ کبھی ان کے منہ سے کسی کے حق میں بُرا کلمہ نہیں سُنا گیا بلکہ اسکے برعکس ہمیشہ ہر بزرگ کے متعلق تعریفی کلمات ہی سننے میں آتے تھے اور یہ قلب صافی کی زبردست دلیل ہے۔

(۳) غیبت سے کلیتہً پرہیز کرتے تھے۔

(۴) نبی کریم صلعم کے ارشاد المستشار مؤتمن کی تعمیل میں مجلس معتمدین یا مجلس منتظمہ میں جب کبھی قومی معاملات میں رائے دینے کا اتفاق ہوتا تو نہایت دیانتداری کے ساتھ جو حق سمجھتے تھے کہہ دیتے تھے اس معاملہ میں نہ کسی کا لحاظ کرتے تھے اور نہ کسی شخصیت سے مرعوب ہوتے تھے بلکہ ہمیشہ ممبران کو تقوےٰ پر قائم رہنے اور انصاف کی راہ پر گامزن ہونے کی تلقین فرماتے۔

(۵) رسول کریم صلعم کا ارشاد کہ مؤمن کا دل مسجد کے ساتھ معلق رہنا چاہیئے ساری عمر ایسا ملحوظ خاطر رکھا کہ مسجد کے آپ عاشق نظر آتے تھے۔ تندرستی میں تو غیر آپ کبھی نماز باجماعت کو چھوڑتے ہی نہ تھے لیکن بیماری میں بھی حتی الوسع نماز مسجد میں ہی آکر ادا کرتے تھے اور جب تک بیماری آپ کی تمام طاقت کو سلب کر کے آپ کو بالکل بے بس نہ کر دیتی تھی اس وقت تک مسجد کی حاضری کو ترک نہ کرتے تھے گو ایسا بہت کم وقوع میں آتا تھا۔

(۶) تہجد آپ باقاعدہ پڑھتے تھے۔

(۷) قرآن کریم کے عاشق تھے ہر وقت قرآن کی تلاوت کرتے ہی نظر آتے تھے محض تلاوت ہی نہ کرتے تھے بلکہ تدبر سے پڑھتے تھے قرآن کریم کے علوم و دقائق پر گہری نظر تھی۔

(۸) مسلسلہ کے بزرگوں میں سے ہر ایک کا درجہ بدرجہ احترام کرتے تھے حضرت امیر مرحوم باوجود اس کے کہ آپ مولانا مرحوم سے برادر خورد تھے لیکن ان کی دینی خدمات جلیلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بزرگوں کی طرح مولانا مرحوم ان کا ادب و احترام کرتے تھے کہ دیکھ کر رشک آتا تھا۔

(۹) طبیعت پُر مذاق پائی تھی اور ہر وقت شگفتہ رہتے تھے، باوجود بڑھاپے کے چڑچڑاپن مزاج میں قطعاً نہ تھا۔

(۱۰) حضرت نبی کریم صلعم کے اسوہ کی اتباع میں اپنے کام ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کرنے کے عادی تھے۔ مسجد میں اگر کبھی بارش آجاتی اور چٹائیوں یا دریوں کے بھیگنے کا خطرہ ہوتا تو بجائے کسی کو کہنے کے خود اُٹھانا شروع کر دیتے پھر دوسرے لوگ بھی انہیں دیکھ کر شریک ہو جاتے اور کام جلد ختم ہو جاتا۔

(۱۱) دینی علوم کے پھیلانے کا اتنا جوش تھا کہ اگر کسی نوجوان نے ان سے پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو فوراً پڑھانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

(۱۲) کتب کے مہیا کرنے اور انہیں ترتیب سے رکھنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ آپ کی لائبریری میں سلسلہ کے متعلق اکثر لٹریچر مل جاتا تھا جو دوسری کسی جگہ میسر نہ آتا تھا۔

(۱۳) اگر کسی کتاب کو دیکھنے کی ضرورت پیش آتی تو کہنے پر فوراً ساتھ چل پڑتے اور خود کتاب تلاش کر کے لا دیتے۔

(۱۴) باوجود بڑھاپے اور قویٰ کی کمزوری کے کسل ان کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتا تھا۔

(۱۵) طبیعت میں انتہائی سادگی تھی، تکلف کا نام و نشان نہ تھا، لباس بھی سادہ طرز رہائش بھی سادہ۔

(۱۶) جہاں کہیں دینی مجلس ہوتی خواہ بچوں اور نوجوانوں کی کیوں نہ ہو وہاں ضرور پہنچتے اور ضرورت کے مناسب حال چند نصائح بھی فرما دیتے۔ غرضکہ باوجود بڑھاپے کے کام کرنے کے لحاظ سے نوجوانوں کے لئے قابل تقلید نمونہ تھے۔

دوسری شق

دوسری شق حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض کی مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے متعلق تھی، اس غرض کو پورا کرنے میں بھی آپ ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔

اپنی ملازمت کے دوران میں جہاں کہیں رہے ہیں اس فریضہ کو بغیر خوف لومۃ لائم ادا کرتے رہے ہیں آپ کے کلام میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی تھی اس لئے آپ کی تبلیغ سے بہت سے لوگ سلسلہ حقہ احمدیہ میں داخل ہوئے آپ کے طرز تبلیغ میں صرف خشک دلائل سے ہی کام نہیں لیا جاتا تھا بلکہ ان میں روحانی چاشنی بھی ہوتی تھی جو سننے والے کے دل پر جا کر اثر کرتی تھی۔ جو لوگ خالی دلائل سے متاثر نہ ہوتے تھے وہ ان کے کلام سے متاثر ہو جاتے تھے۔ بڑے سے بڑے آدمی کو بھی تبلیغ کرنے سے نہ چوکتے تھے۔ ایک دعوت میں قائد اعظم محمد علی جناح بھی شریک تھے اور مولانا مرحوم بھی اس میں موجود تھے دعوت کے بعد آپ نے جماعت کی اہمیت اور اس کے کاموں اور حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض پر کافی روشنی ڈالی جسے سن کر قائد اعظم محظوظ ہوئے اور انہوں نے مولانا مرحوم کی تقریر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔

تیسری شق

حقیقی اسلام کی اشاعت میں امداد دینا۔ سو اس شق کو پورا کرنے کے لئے بھی آپ نے کافی حصہ لیا اس راہ میں مالی قربانی کے علاوہ وقت کی قربانی بھی آپ نے کافی دی مدت تک آپ انجمن میں بغیر کسی معاوضہ کے کام کرتے رہے اور اپنے مفوضہ فرائض کو جس دیانتداری محنت اور باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتے تھے وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔

غرضکہ آپ ہر لحاظ سے جماعت کے لئے قابل رشک نمونہ تھے آپ کی موت جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے الا ان یشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو غریق رحمت کرے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے مولانا اس لحاظ سے بھی خوش قسمت تھے کہ اپنے پیچھے نیک، خادم دین اور متدین اولاد چھوڑ گئے ہیں جو انشاء اللہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ ان کے لئے صدقہ جاریہ کا کام دے گی۔ والسلام۔

خاکسار۔ شیخ عبد الرحمان مصری

جلسہ سالانہ کے متعلق ضروری اعلان
پرالی بچھائی جائیگی

گذشتہ اشاعت میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ امسال جلسہ کے موقعہ پر پرالی نہیں بچھائی جائے گی۔ اس کے بجائے سب مہمانوں کے لئے چارپائیوں کا انتظام کیا جائے گا۔ اس پر مختلف جماعتوں سے احباب کے خطوط موصول ہوئے ہیں کہ پرالی کا انتظام حسب سابق ضرور کیا جائے لہذا ان کی خواہش کی تعمیل ضرور کی جائیگی تاہم یہ ضروری ہے کہ احباب اپنے بستر ضرور ساتھ لاویں۔

خاکسار۔ عبد المجید۔ ہیڈ ماسٹر
مہتمم جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ پر آنے والے صاحبان جن کے ذمہ چندہ ہائے سلسلہ کا بقایا ہے یا چندہ ختم ہو چکا ہے اپنے چندے ادا کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

ایک عاشق رسول کی صحیح تصویر

(از ڈاکٹر محمود احمد خان صاحب اوڈزئی)

مولانا عزیز بخش صاحب کی صحیح تصویر کھینچنے کے لئے دو رخ اختیار کرنے پڑیں گے۔ ایک طرف پنجاب یونیورسٹی کے سب سے پہلے دور کا گریجوایٹ اور ریٹائرڈ افسر جس کے گھر میں یورپین بیگم بھی ہو ایک اجنبی کے ذہن میں کسی تجدد پسند اپ ٹو ڈیٹ انسان کا نقشہ پیش کرے گا دوسری طرف احمدیہ مسجد میں رات کے تین بجے لکڑی کے سہارے خمیدہ انسان لڑھکتا ہوا اور بل کھاتا ہوا بالکل پرانے طرز کے ملبوسات میں ملبوس ترکی ٹوپی پہ لنگی لپٹی ہوئی اور امامت کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس معمر انسان کو دیکھتے ہوئے ہرگز یہ یقین نہ آتا کہ یہ وہی پنجاب یونیورسٹی کا مفخر گریجوایٹ ہے جس نے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھال کر امت مسلمہ کے لئے زندہ نمونہ پیش کیا ہے مسجد احمدیہ میں بارہا میں اس ضعیف بزرگ کو دیکھا کرتا تھا اور ہمیشہ یہی خیال گذرتا کہ کوئی محلہ کا غریب آدمی ہے بارہا سہارا بھی دیا اور پکڑ کر ان کو ان کی جگہ پر بٹھا دیا۔ غالباً ماہ مئی کا واقعہ ہے احمدیہ مسجد میں بعد نماز مغرب ایک شیعہ دوست سے اختلافی مسائل پر گفتگو ہونے لگی اور قریباً ایک گھنٹہ تک گفتگو کا سلسلہ قائم رہا۔ دوران گفتگو میں یہ بزرگ بھی شامل ہو گئے اور حقائق و معارف کے وہ دریا بہائے کہ خود میں حیران رہ گیا۔ میری حیرانگی کو دیکھ کر محترمی شیخ غلام قادر صاحب نے آگے بڑھ کر مرحوم کا مجھ سے تعارف ان الفاظ میں کرایا۔ آپ حضرت امیر مرحوم کے بڑے بھائی اور ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے والد ماجد مولانا عزیز بخش صاحب ہیں اب میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی اسی وقت سے میں نے اپنا یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ روزانہ نماز کے بعد مولانا کو پکڑ کر بٹھا لیتا اور ان سے حضرت مسیح موعود کے وقت کے حالات اور حضرت امیر مرحوم کی زندگی کے متعلق کھود کھود کر باتیں پوچھتا اور وہ میری خاطر اپنا وقت ضائع کر کے میری ہر بات کا تسلی بخش جواب دیتے اور بڑے درد اور جوش کے ساتھ سارے واقعات سناتے۔ علوم جدیدہ و قدیم دونوں کا پاک و شفاف پانی انہوں نے پیا تھا اور ہر وہ انسان جو کسی سچے مسلمان کے نمونہ کا خواہشمند ہوتا آپ کے پاس آ کر تسکین قلب حاصل کر لیتا۔

آہ! مولانا عزیز بخش نگاہیں آپ کو ڈھونڈتی ہیں کہ اس دور آخر میں سیرت صحابہ کا کردار اختیار کرنے والا مسلمان کدھر گیا جامع احمدیہ میں نوجوانوں اور بڈھوں کے لئے روحانی سہارا کہاں روپوش ہو گیا، وہ مرد مومن جو سخاوت، زہد، تقویٰ، عجز اور انکساری میں اپنی مثال آپ تھا ہم سے کس نے چھین لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی نہیں رہے گا لیکن محبت کے شرارے پسماندوں کے دلوں کو ضرور بے چین کرتے

خالص روحانی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنیوالا انسان

وہ نفس مطمئنہ جس کی آج دنیا کو ضرورت ہے

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

حضرت مسیح موعود کو میں نے دیکھا نہیں۔ زمان اور مکان ہر دو لحاظ سے میرے لئے دیکھنا ممکن ہی نہیں تھا۔ مگر جب میں نے ان کے دعاوی پر غور کرنا شروع کیا میں نے ایسے لوگوں سے باہتمام ملنا شروع کیا جنھوں نے انہیں دیکھا اور ان کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ ان ملاقاتوں میں میں نے دونوں جماعتوں کے اصحاب میں کوئی فرق نہیں کیا اور اسی غرض سے مجھے کئی دفعہ قادیان جانا پڑا۔ میں نے ایسے حضرات کا بغور مطالعہ کیا۔ ان کے نفسیاتی تجزیہ کی خاطر بعض سے بیسیوں موقعہ سوالات بھی کئے تاکہ ان کے تحت الشعور تک پہنچ سکوں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس عظیم الشان مرد خدا کو جسے اس صدی کا مجدد اور مسیح موعود بنا کر بھیجا گیا انہوں نے بے فائدہ نہیں مانا۔ میرے ایمان کا ایک بڑا حصہ انہی لوگوں کی گرانقدر شہادت پر مبنی ہے۔ اور میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود سے نہ سہی ان کے ملنے والوں سے مجھے مستفیض ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

من جملہ ان بزرگوں کے جن کا اس طرح مطالعہ کرنے کا مجھے موقع ملا ہے ایک مولانا عزیز بخش صاحب بھی تھے جن کو میں نے نہ صرف دیر تک دیکھا بلکہ اتنا قریب سے دیکھا کہ اور کسی کو اتنا قریب سے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا کیونکہ مجھے ان کی گھریلو زندگی تک کا مطالعہ کرنے کی سہولت میسر تھی۔

شروع شروع میں میں جب لاہور آیا اس وقت صرف آپ کے فرزند ارجمند میاں رحیم بخش صاحب کو جانتا تھا۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سے بعد میں ۱۹۳۰ء میں میری ملاقات ہوئی۔ مگر اس وقت بھی ان دونو کے والد بزرگوار مولانا عزیز بخش صاحب کو زیادہ نہیں جانتا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کی طبیعت سے میں بہت متاثر تھا۔ خاصکر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی طبیعت سے۔ ان کو جاننے سے پہلے مجھے اس بات کا علم نہ تھا کہ پنجاب میں اس زمانہ میں ایسے نیک خدا ترس اور ایثار مجسم نوجوان بھی ہوتے ہیں جیسے کہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور میاں رحیم بخش صاحب ہیں، بعد میں جب ۱۹۳۹ء میں انگلستان سے واپسی پر ان کے والد حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کو نزدیک سے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اس وقت سمجھ آئی کہ ان نوجوانوں کا ایسی سیرت کا مالک ہونا اسی عظیم الشان پس منظر کا نتیجہ ہے اور ان کی پاک طبائع پر مولانا عزیز بخش صاحب کی پاکیزہ صحبت اور نیک تربیت کا گہرا اثر ہے۔ لوگوں کو استاد تو ہر قسم کے مل جاتے ہیں مگر ایک ولی کو بیک وقت بطور استاد اور والد کے پانا ایسی سعادت ہے جو دنیا میں بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اگر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب یا ان کے بھائی موجودہ زمانہ کی آلائشوں سے کلیتہً پاک ہیں اور دینی زندگی کے چلتے پھرتے پیکر نظر آتے ہیں تو اس کی وجہ ان کے والد صاحب مرحوم ہی ہیں لفظ مرحوم تو میں نے لکھ دیا مگر ذہنی طور پر میں اس خیال کو اب تک اپنا نہیں سکا کہ مولانا عزیز بخش صاحب فی الواقعہ احمدیہ بلڈنگس میں اب موجود نہیں ہیں، بلکہ دنیا سے ہی رخصت ہو چکے ہیں۔ جسم ان کا موجود ہو یا نہ ہو ان کی شخصیت کے تاثرات لوگوں کے دل و دماغ پر ایسا دائمی اثر چھوڑ گئے ہیں کہ ان کے جسم کے مٹ جانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ”بل احیاءٌ ولا تشعرون“ کے معنے ہیں جو اب مجھ پر کھلے ہیں۔

چند سال ہوئے ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بیمار ہو گئے مجھے ان کی بیماری کے دوران میں ان کے پاس جاکر بڑی بڑی دیر تک بیٹھنے کا اتفاق ہوا، بلکہ جب وہ مولانا عزیز بخش صاحب کے مکان میں آکر ٹھہرے تو ان کے ساتھ ایک دو راتیں بھی گذارنی پڑیں۔ میں جانتا تھا کہ ان کی بیماری کی بڑی وجہ ایک روحانی و عقلی کشمکش تھی۔ اس لئے موقعہ پاکر میں نے کہدیا کہ ہماری جماعت نے علمی میدان میں بڑی بڑی شخصیتیں پیدا کی ہیں مگر خالص روحانی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والا آدمی میری نظر میں ایک ہی ہے اور وہ مولانا عزیز بخش صاحب ہیں۔ اس سے ڈاکٹر صاحب کچھ حیران سے ہو کر میری طرف دیکھنے لگے اور فرمایا کہ ہاں میں اس حقیقت کو اب کچھ سمجھنے لگا ہوں کہ وہ دانستہ طور پر موجودہ زمانہ کے رجحانات کے خلاف ایک دائمی جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ورنہ میرا پہلے خیال تھا کہ ان کو اس دور کے متعلق کوئی شعور ہی نہیں ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اگر ہماری جماعت کے لوگ اس جہاد کو سمجھ لیں اور مولانا عزیز بخش صاحب کی اس میدان میں کامیابی کو حسب حیثیت کامیابی تصور کر لیں تو ہم بچ جائیں گے ورنہ .....

مجھے کئی دفعہ یہ خیال آیا ہے کہ دجال کی بائیں آنکھ غیر معمولی طور پر روشن اور دائیں آنکھ کانی ..... ہونے کی جو خبر نبی کریم صلعم نے دی تھی اور اسی بنا پر اس کو قتل کرنے کے لئے مسیح محمدی کے ظہور کی جو پیشگوئی آپ نے فرمائی۔ اس پیغام کا پورا مفہوم جماعت احمدیہ میں حضرت مولانا نورالدین رح کے بعد غالباً مولانا عزیز بخش صاحب نے ہی سمجھا۔ اگر کوئی دیکھے کہ مولانا عزیز بخش صاحب نے لاہور شہر میں رہ کر کالج کی تعلیم حاصل کی اور وہ اس پرانے زمانہ کے گریجوایٹ تھے جب میٹرک پاس کرنے والوں کے لئے بڑی بڑی ملازمتوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور مغربی تہذیب کی انواع و اقسام کی دلفریبیاں ان کے قدم چومتی تھیں، اور پھر اس بات پر غور کرے کہ وہی مولانا عزیز بخش کس انتہائی فقیری اور دنیا سے بے اعتنائی کی زندگی بسر کرتے رہے اور یہ کسی تنگی و تکلیف یا مجبوری کی وجہ سے نہیں تو اسے ماننا پڑے گا کہ فی الواقع ہمارے مسیح موعود نے دجال کو قتل کر دیا۔

مولانا مرحوم کو جاننے والے جانتے ہیں کہ دنیوی معاملات سے آپ بالکل بے بہرہ تھے، دنیوی سود و زیاں اور آرام اور تکلیف۔ خوشنمائی اور بدنمائی کی باتیں آپ کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتی تھیں۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ جونہی کوئی روحانی مسئلہ سامنے آیا تھا تو ایک بے پناہ ذکاوت کی جھلک ان کی گفتگو میں پیدا ہو جاتی تھی۔

ایک دوست نے جو مولانا کو زیادہ جانتے نہیں تھے ایک دفعہ دریافت کیا کہ میں نے مولانا کو کیسا پایا۔ میں نے بے ساختہ جواب دیا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اگر درد دل اور قلق کے ساتھ اللہ کے دربار میں سوال کا ہاتھ اُٹھائیں تو اللہ کو ان کی درخواست رد کرتے ہوئے بھی شرم آجائے گی۔

میں نے دو خطرناک موقعوں پر مولانا مرحوم کو بڑے غور سے دیکھا ہے ایک تقسیم ملک سے پیشتر کے فسادات کے وقت اور ایک ۱۹۵۳ء کے احمدیت کے خلاف فسادات کے وقت۔ ان دونوں موقعوں پر ہمارے سب لوگ کم و بیش گھبرائے ہوئے تھے۔ مگر میں نے بڑے غور سے دیکھا کہ مولانا گھبرانا تو بالائے طاق خوش ہوتے کہ اب خدا کی بات پوری ہونے کا وقت قریب آگیا۔ ہندو مسلم فسادات کے وقت تو حضرت امیر مرحوم کی استدعا پر جماعت کے ساتھ ہو کر خاص دعا وغیرہ کر لیا کرتے تھے مگر ۱۹۵۳ء کے فسادات میں تو وہ بھی نہیں کیا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے آخیر حصہ میں ایک دن ایک ہولناک خبر سُن کر ہم نے خاص دعا کے لئے کہا تو خفا ہو گئے کہنے لگے کیا میں نے دعاؤں کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے؟ ہر دو فسادات کے وقت یہی کہا کرتے تھے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں فتح اسلام اور احمدیت کی ہوگی۔ خدا کے وعدوں پر اتنا ایمان تھا، تقدیر امت پر اتنی گہری نگاہ تھی۔ جو ان الفاظ سے ظاہر ہے۔

تصوف میں صبر اور شکر کی دو اصطلاحیں ہیں میں ان لفظوں کو جانتا تو تھا مگر اس کا صحیح مفہوم میری سمجھ میں مولانا عزیز بخش صاحب کی زندگی کے مطالعہ سے

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

یاد رفتگان

مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم کی یادیں

وترکنا علیہ فی الاخرین - اور ہم نے چھوڑا ان کا ذکر خیر پیچھے آنے والوں میں۔

حاجی شیخ اللہ دین صاحب

حضرت مولانا مولوی عزیز بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے والہانہ عقیدت تھی - میں سو سال سے زاید عمر کے باوجود حضرت کی تدفین سے پہلے قبرستان پہنچ گیا تھا اور مزار سے سب صاحبان کے چلے جانے کے بعد شام تک فاتحہ خوانی کرتا رہا - مزید ثواب حاصل کرنے کے لئے ذیل کی چند سطریں لکھتا ہوں امید ہے کہ احمدی بھائی اور بالخصوص نوجوان ان سے فائدہ حاصل کریں گے ؛ (حاجی شیخ اللہ دین)

میرے قدیمی دوست عاشق قرآن حضرت مولانا مولوی عزیز بخش صاحب اس جہان فانی سے انتقال کر گئے لیکن ہمارے درمیان اپنا ذکر خیر چھوڑ گئے جو از دستے کلام اللہ اور حدیث رسول صلعم خدا کے صالح اور بزرگ بندوں کے مقبول ہونے کی بین دلیل ہے۔

اللہ جل شانہٗ اور اس کی کتاب پاک اور اس کے رسول برحق کی محبت سے حضرت مولوی صاحب مرحوم و مغفور کا قلب لبریز تھا - ایک اور عشق بھی ان کے قلب میں پیدا کیا - یعنی خدا کے فرستادہ مجدد وقت اور امام زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کا عشق حضرت مولوی صاحب کی وفات ہماری چھوٹی سی قوم کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے، خداوند عالم ہی ہے جو اس خلا کو پورا کر سکے۔

میری دعا ہے مولا کریم ان کے نیک اور بلند اقبال صاحبزادوں کو اپنے والد مرحوم و مغفور کی طرح بلکہ ان سے زیادہ خدمات اسلام اور خدمت سلسلہ حقہ کی توفیق عطا فرمائے اور وہ اپنے والد مغفور کی طرح خدمت اسلام کر کے دکھائی دیویں اور وہ ان کی بہترین یادگار ہوں - جماعت کے خورد و کلاں کے لئے مولنا عزیز بخش بہترین اور پاکیزہ علمی اور عملی نمونہ تھے - خود تمام عمر کلام الٰہی سے محبت رکھی - اپنی صالح اور سعید فطرت اولاد کے دل میں بھی قرآن کریم کا عشق پیدا کیا اور سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں جس جس جگہ رہے خدمت دین اور خدمت سلسلہ کا کام جاری رکھا - حضرت مولوی صاحب مرحوم ایک صاحب حال بزرگ تھے۔ کلام پاک ایک خاص انداز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے جو سامعین کے لئے وجلت قلوبہم کا اثر رکھتا تھا۔

حضرت مولوی صاحب کی خاص محبت کا موقع فقیر کو نماز جمعہ کے بعد عموماً اور ضلع کچہری میں ہر ماہ بعد اس وقت ملتا تھا جب ہم دونوں اپنی اپنی پنشن وصول کرنے جایا کرتے تھے اس وقت جو کیفیت میری طبیعت کی ہوتی تھی وہ میں بیان نہیں کر سکتا - کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں ایک ایسے صاحب حال بزرگ کی رفاقت سے فیض اٹھا رہا ہوں جو زمرہ ابدال و اقطاب میں سے ہے۔ ان کی پاکیزہ گفتگو اور ارشادات عموماً قرآن کریم کی کسی آیت کی جامع تفسیر ہوتے تھے اور میری روح لذت سے بھر جاتی تھی اور میرے اندر زیادہ سے زیادہ سننے کا شوق اٹھتا تھا۔

احمدیت کا ٹھیٹھ اور پاکیزہ نمونہ اور مجدد وقت کی جماعت کا یہ پاکیزہ ترین ممبر - سیدنا امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا برادر اکبر - کلام اللہ کا عاشق صادق - صدق و صفا کا مجسمہ اور فرید وقت اپنے مولا سے جا ملا - کل من علیها فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام -

جو بادہ کش ہیں پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

نوجوانان جماعت سے خطاب

میرے عزیز و قوم کے بزرگ یکے بعد دیگرے اپنے اپنے کام کو نہایت محنت صدق و صفا اور کمال دیانتداری سے کر کے اور محمد رسول اللہ صلعم کے دین پاک کے مقدس جھنڈے کو اقصائے عالم میں بلند رکھنے کے لئے کوشش اور قربانیاں پیش کرنے کے بعد اپنے مولا کریم سے ملتے جا رہے ہیں - چند نفوس قدسیہ باقی ہیں وہ بھی اب آگے چلے جا رہے ہیں اور جو باقی ہیں وہ جانے کو تیار ہیں - اب تم عزم صمیم کے ساتھ اٹھو، کمر ہمت باندھ کر خدمت اسلام اور خدمت سلسلہ کے لئے ان جانے والے بزرگوں کی جگہ لینے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دو - اب وقت آگیا ہے کہ اپنے ان بزرگوں کے صحیح اور پاکیزہ جانشین ہونے کا عملی ثبوت دو - اللہ کریم ہم سب کو اپنے قرآن پاک نبی برحق اور سلسلہ حقہ کی بیش از بیش خدمات سر انجام دینے کی توفیق بخشے - آمین - ثم آمین - ۲۰

آہ! حضرت عزیز بخش مرحوم

"ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ" (پارہ عم)

۱۳۷۵ھ

جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم

ہم آج کل مختلف پریشانیوں میں مبتلا تھے ہی کہ ابھی آپ کے اخبار سے قبلہ حضرت مولنا عزیز بخش صاحب کی وفات کی خبر ملی - مولنا سے میری ملاقات ۱۹۴۵ء کی ہے جبکہ ہم لاہور میں انجمن کے ایک کمرہ میں مقیم تھے - قبلہ عزیز بخش صاحب کی صحبت سے ہم کو مستفید ہونے کا کچھ موقعہ ملا، اور ان کی روحانیت سے ہم بہت ہی زیادہ متاثر ہوئے - یہ اثر صرف مجھ پر ہی نہ ہوا بلکہ میرے چھوٹے بھائی مولوی عبدالرب صاحب وکیل پر جو میرے ہمراہ گئے تھے، ان پر بھی ہوا - اس کے بعد سے میری ان سے خط و کتابت رہی اور وہ اپنے بزرگانہ نصائح سے مستفید فرماتے رہے ان کے ایک صاحبزادہ رحیم بخش صاحب سے میری ملاقات مظفرپور کی ہے جبکہ وہ ہمارے صوبہ میں سرکاری ملازمت پر تھے اور ہم سے ملنے آتے تھے - بدقسمتی سے رحیم بخش صاحب کا یا ان کے بھائی یا مرحوم کے دیگر اعزاء کا پتہ معلوم نہیں تھے اس لئے بذریعہ اخبار پیغام صلح یہ تعزیت کا خط روانہ کر رہا ہوں - یہاں میں جماعت کا صرف اکیلا فرد ہوں، اس لئے تنہا نماز جنازہ پڑھی - دعا ہے کہ اللہ تعالے قبلہ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب اور بہشت بریں میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے - اور اعزا و اقارب کو صبر جمیل کی توفیق دے - میں نے قرآن پاک سے قبلہ مرحوم کی وفات کی تاریخ نکالی ہے جو یہ ہے :-

"ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ" (پارہ عم)

اس سے ۱۳۷۵ھ کی تاریخ نکلتی ہے

ناچیز

ایم - اے - صمد

صمد اعلیٰ ہاؤس

مارف گنج - گیا - (انڈیا)

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر ببند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

خاص روحانی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنیوالا انسان

(بسلسلہ صفحہ ۱۵)

آیا۔ اپنی حالت پر اتنا خوش آدمی میں نے اور کوئی نہیں پایا اپنے مکان کی ڈیوڑھی کے ساتھ چھوٹا ریک کمرہ ہے۔ جس میں دن کے وقت بھی بتی کے بغیر کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اور ہوا گذر جانے کی تو کوئی صورت ہی نہیں۔ اسے گرمی کے موسم میں کوہ مری کا قائم مقام سمجھتے تھے ایک دفعہ بہت بیمار ہوگئے۔ بڑا زور لگایا گیا کہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے پاس مری چلے جائیں۔ تعفا ہو کر کہنے لگے کہ یہاں کوئی اور خدا ہے اور وہاں پہاڑ پر کوئی اور خدا رہتا ہے؟ کتابوں میں پڑھا تھا کہ بلند پایہ اولیاء جو ہوتے ہیں وہ اپنی حالت میں کسی قسم کی تبدیلی کی خواہش کو گناہ سمجھتے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے مولانا مرحوم کی زندگی میں اس کو واقعہ کے رنگ میں دیکھ لیا۔ اسے کہتے ہیں شکر یا رضا بالقضا۔

صبر کا حال سنئے۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اپنی علالت کے دوران میں ایک دن گھر سے غائب ہوگئے۔ ہم سب بے انتہا گھبرائے ہوئے تھے۔ چاروں طرف دوڑے پھرتے تھے۔ مگر مولانا ہمیں ڈانٹتے تھے کہ ہرگز نہ گھبراؤ۔ سب خدا کے فضل سے ٹھیک ہو جائے گا۔ میں چلا آیا پھر گیا تو کہنے لگے میں نے ابھی دعا کی تو کشف میں دیکھا کہ اللہ بخش آگئے ہیں۔ ہم نے مولانا کی بزرگی کا لحاظ رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کی۔ مگر جمعہ کے وقت کے قریب (یہ جمعہ کا دن تھا) جب فی الواقعہ ڈاکٹر صاحب آپہنچے تو ہماری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی

اصل بات یہ ہے کہ مولانا کو وہ نفس مطمئنہ حاصل تھا جس کے لئے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی آیا ہے اور جس کے فقدان نے موجودہ دنیا کو دوزخ بنا رکھا ہے۔

اسلام کی صداقت کے دلائل وبراہین بے شمار ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ سے لیکر آج تک تحریک احمدیت نے لاتعداد دلائل سے منطقی طور پر اسلام کی سچائی ثابت کرکے دکھائی ہے۔ مگر یہ ہمارا ثبوت ادھورا اور سطحی رہے گا اگر ہم ان دلائل کے ساتھ قلب مطمئنہ پیش نہ کرسکیں۔ دلائل سے عقل کی پیاس تو بجھتی ہے مگر قلب کی تشنگی دور کرنے کے لئے قلبی اطمینان ہی کی ضرورت ہے۔

یاجوج ماجوج کی قوم کو کیا کہیں وہ تو بہت ذہین لوگ ہیں اور ان کا دوزخ اتنا بھڑک اٹھا ہے کہ وہ خود اس کو بجھانے کے لئے دوڑے پھرتے ہیں کیونکہ خود ان کے پاس اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کوئی سامان نہیں ہمارے اپنے لوگ بھی مغرب سے مستعار لی ہوئی اس مادیت کی پیاس کی جلن کو ... اپنے اندر محسوس کرنے لگے ہیں۔ اور اس کا مداوا تلاش کر رہے ہیں۔ ہماری علمی بحثیں ان کو سکون نہیں پہنچا سکتیں، جب تک ایسا روحانی اثر پیدا نہ ہو جو قلبی اطمینان پیدا کرسکے۔ ایک بڑے ذہین احمدی نے ایک دفعہ ایک بڑے پایہ کے مبلغ سے یہی سوال کیا۔ "کیا آپ کو اطمینان قلب حاصل ہے"؟ سوال کا جواب انہوں نے کیا دیا۔ اس سے میری بحث کو کوئی تعلق نہیں۔ میرا مطلب صرف یہی ہے کہ ہم احمدیوں کو خود اس بات کا شعور ہونا چاہیئے کہ ہماری تحریک کا منتہائے مقصود نفس مطمئنہ حاصل کرنا ہے اور یہی وہ اصل چیز ہے جو ہمیں دنیا کو دینی ہے اور جس کی دنیا ہم سے توقع رکھتی ہے کہ ہم اسے دیں گے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں چاہیئے کہ اس راہ کی طرف ہم خاص توجہ کریں جس کی طرف مولانا عزیز بخش صاحب نے اپنی خاموش عملی زندگی کے ذریعہ ہماری رہبری کی۔ اور جس پر چلانے کے لئے حضرت مسیح موعود آئے تھے:

تعزیتی پیغامات

ان بے شمار تعزیتی پیغامات کے علاوہ جو حضرت مولنا عزیز بخش صاحب کے فرزندان گرامی اور دیگر لواحقین کو موصول ہوئے ذیل کے چند تعزیت نامے "پیغام صلح" کے نام موصول ہوئے ہیں:

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

"پیغام صلح" کے تازہ پرچہ سے حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر دل کو نہایت صدمہ ہوا۔ حضرت مولانا صاحب ہمارے گاؤں کی بزرگ ترین ہستی اور احمدیت کے مایۂ ناز مجاہد تھے۔ مجسمہ زہد وتقویٰ، عابد وزاہد، سچائی کے دلدادہ، ہر ایک سے حسن سلوک آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ حضرت مولانا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عہد "دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" باندھ کر آخر دم تک باحسن طریق نبھایا سلسلہ کے ابتدائی غیر موافق حالات میں بھی احمدیت سے ذرا بھر قدم پیچھے نہ ہٹایا اور تمام عمر اشاعت وتبلیغ میں کوشاں رہے۔ نہایت ہی برکتوں اور خوبیوں کے مالک تھے، اللہ تعالےٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام ودرجات عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل بخشے۔ اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام واحمدیت کی خدمت کی توفیق دے آمین۔ والسلام

کمال الدین۔ رحیم یار خاں

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولوی عزیز بخش صاحب کے وصال کی خبر سے بڑا صدمہ ہوا۔ کہ قوم کی ایک مجسمہ سعادت روح ہم سے جدا ہوگئی۔ ان کا بڑھاپا اور ان کی دینداری اور پانچوں وقت کی نماز باجماعت مسجد میں آکر ادا کرنے کی ہمت اللہ اللہ ضرب المثل تھے۔ انہوں نے اپنے کردار کا بہترین نمونہ ہم میں چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے قرب میں بہترین مقام پر جگہ دے۔ اور ان کے صاحبزادگان اور ان کی اہلیہ محترمہ کے صدمہ کو دور فرمائے۔ میری تعزیت اکابرین جماعت کے علاوہ مرحوم کے اعزا تک پہنچا کر مشکور فرماویں۔ افسوس ہے۔ کہ میں ان کے وصال کی اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے شامل جنازہ نہ ہوسکا۔ میں حافظ آباد تھا۔ کاش کہ ان کے خلوص کی جھلک مجھ میں بھی پیدا ہوگئی ہوتی۔ قاضی محمد رمضان اکونٹنٹ گوجرانوالہ

حضرت قبلہ مولانا صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند ہی روز ہوئے میں اپنے عزیز شوہر لودھی صاحب کی ہمراہی میں ڈنڈوت سے پنڈی آئی تو ڈاک میں "پیغام صلح" ملا۔ حضرت مولانا بزرگوار عزیز بخش صاحب جنت مکانی کی وفات کا پڑھ کر دل کو از حد ٹھیس لگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب والد (ابو عبد الحق) صاحب تو سن کر ہی رونے لگے اور رقت طاری ہوگئی۔ چہکتے ہوئے گھر میں اداسی چھاگئی، سب ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے کہ یہ کیا ہوگیا۔ لیکن صبر وشکر کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے۔ میرے عزیز شوہر کو بھی اتنا قلق ہوا کہ جتنے دن یہاں رہے نہایت عقیدت کے ساتھ حضرت مولانا مرحوم مغفور کے اعمال صالحہ۔ سادہ اور پاکیزہ زندگی کی تعریفوں میں ہی وقت گذارا۔ ہم سب ان کی بیوہ بیگم صاحبہ اور دیگر دردمند شرکاء کے غم میں شریک ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

حق تو یہ ہے کہ ہماری انجمن کا ایک اور پاکیزہ مینار گر گیا ہے۔ سب احمدیوں کو مل کر خدا کے حضور گریہ وزاری کرنی چاہیئے۔ کہ یا اللہ اپنی گرفت کو ڈھیلا کر اور ہم پر اپنا خاص فضل وکرم فرما۔ کیونکہ ایسی آزمائشوں کو جھیلنے کی ہم میں مزید تاب نہیں۔ ناچیزہ مریم لودھی۔ حال راولپنڈی۔

ڈنڈوت۔ ۹ دسمبر ۵۵ء۔ مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت مولنا عزیز بخش صاحب مرحوم ومغفور کی وفات انجمن کے لئے ایک اور آزمائش کا باعث بنی ہے۔ کن الفاظ میں اپنے درد کا اظہار کروں سمجھ میں نہیں آتا۔ اس خاموش مگر پاکیزہ احمدی مرد نیک کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے یوں جان پڑتا ہے جیسے مرکزی مسجد میں بعد از جماعت اپنے مخصوص انداز میں بیٹھے ہیں باتیں کر رہے ہیں نظریں نیچی ہیں اور لبوں پر پاکیزہ مسکراہٹ کھنڈی ہوئی ہے۔ اللہ اللہ — ایسا سادگی اور معصومیت کا مجسمہ تھا۔ اور صوم وصلوٰۃ سے ایسا عشق کہ اذان ہوتے ہی اپنی لاٹھی لئے اور ضعیفی کے باوجود افتاں وخیزاں مسجد میں چلے آرہے ہیں۔ آہ! کیا خوب تھا موصوف، مسیح موعود علیہ السلام کا سچا رفیق، حضرت امیر مرحوم ومغفور کا .... اہل بھائی، دینداری سے میرا اعمال کا اک نمونہ غرضیکہ ہر خوبی کا مالک جس نے ہمیں جتادیا کہ یوں ہوتے ہیں مومن — اور یہ ہوتا ہے حسن ایمان۔

حضرت مولانا مرحوم کی وفات یقیناً احمدی قوم کو عرصہ دراز تک رلاتی رہے گی اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

"تاریخ وفات":۔ مجاہد عزیز، برادر محمد علی امیر مرحوم، اب کہاں ؂

تعزیتی قراردادیں

ذیل کی چند قراردادیں انجمن اور اس کے مختلف اداروں اور جماعتوں کی طرف سے موصول ہوئی ہیں:-

ریزولیوشن مجلس منتظمہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مؤرخہ ۲/۱۲/۵۵

مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم کی ان بے لوث تیس سالہ اسلامی خدمات کا اعتراف کرتا ہے جو آپ نے خدمت اسلام کے سلسلہ میں مختلف صورتوں میں سرانجام دیں۔ آپ کا وجود جماعت کے لئے موجب برکت تھا۔ آپ احمدیہ مسجد لاہور کی زینت تھے جہاں آپ نے متواتر تیس سال امامت کے فرائض ادا فرمائے، جماعت کے تمام افراد آپ کو ولی اللہ سمجھتے تھے اور ان کا سچے معنوں میں ادب و احترام کرتے تھے۔ یہ اجلاس آپ کی وفات کو قومی حادثہ سمجھتا ہے، اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

نیز یہ اجلاس اُن کے صاحبزادوں ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور مولوی رحیم بخش صاحب ان کے بھائیوں اور ان کے خاندان کے تمام افراد سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کی قرارداد تعزیت

آج چوہدری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول نمبر ۱ کی زیر صدارت اساتذہ و طلبائے سکول ہذا کا ایک جلسہ سکول کے صحن میں منعقد ہوا جس میں تلاوت قرآن مجید کے بعد ذیل کے ریزولیوشن پاس کئے گئے۔

(۱) یہ جلسہ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم و مغفور راہی خدارسیدہ، خدادوست اور قومی درد دل رکھنے والی ہستی کی وفات حسرت آیات کو ایک قومی نقصان تصور کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے پسماندگان خصوصاً ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، میاں رحیم بخش صاحب۔ چوہدری عبدالحمید صاحب سیکنڈ ماسٹر سکول ہذا اور دیگر تمام لواحقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

(۲) سکول ہذا باقی وقت کے لئے بند کر دیا جائے۔

(۳) اس ریزولیوشن کی ایک کاپی اخبار پیغام صلح کو بھیجدی جائے۔ محمد شریف خالد، شاف سیکرٹری ۲/۱۲/۵۵

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کی قرارداد

اساتذہ و طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جناب مرزا خلیل الرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر ۲ مورخہ ۳۰/۱۱/۵۵ بروز بدھ منعقد ہوا جس میں حسب ذیل ریزولیوشن پاس کئے گئے:-

(۱) اساتذہ و طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور بزرگ ملت حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں، مرحوم فرشتہ سیرت درویش منش اور نیکیوں کا مجسمہ تھے ایسے نازک دور میں جبکہ دنیا مادیت کی طرف رجوع کر رہی ہے ایسی بزرگ ہستی کا اٹھ جانا ایسا قومی نقصان ہے جس کی تلافی ناممکن ہے، ہم سب دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے فرزندان ڈاکٹر اللہ بخش و میاں رحیم بخش و دیگر اعزہ و اقربا کو صبر جمیل کی طاقت عطا فرمائے۔

(۲) فیصلہ ہوا کہ سکول باقی وقت کے لئے بند کر دیا جائے۔

(۳) اور اس ریزولیوشن کی کاپیاں مرحوم کے فرزندان نیز برائے اشاعت اخبار پیغام صلح اور لائٹ کو بھیجی جائیں۔

سید منور حسین، شاف سکرٹری مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

کارکنان دفاتر انجمن کی قرارداد تعزیت۔

آج بتاریخ ۵ر دسمبر کارکنان دفاتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ایک اجتماع زیر صدارت بابو غلام قادر صاحب منعقد ہوا، جس میں حضرت مولانا عزیز بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ حضرت مولانا کی اپنی بزرگانہ اور مومنانہ شخصیت کے علاوہ دفتر میں ان کا شغف اور اس شغف میں نہ صرف خلوص بلکہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جذبہ اور جوش ان کی شخصیت کو اور بالاتر کر دیتا ہے، وہ ایک ہی وقت میں مشفق افسر، محنتی کارکن تھے۔ آج ہم ایک ایسے مشیر اعلیٰ سے محروم ہو گئے ہیں جو دفتر کی فائلوں سے گذرتا ہوا زندہ جاوید کر دینے کے رموز بھی سکھاتا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ اس محترم بزرگ کو اپنی خاص رحمت کے سایہ میں جگہ دے آمین

ہم حضرت مولانا کے صاحبزادگان، ان کی اہلیہ محترمہ اور دیگر جملہ افراد خاندان کے اس ناقابل برداشت غم میں برابر شریک ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صبر کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی طاقت دے۔ آمین۔

جماعت احمدیہ جہلم کی قرارداد

(۱) جماعت احمدیہ جہلم حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم و مغفور کی موت کو ایک بہت بڑا قومی نقصان تصور کرتی ہے۔ حضرت مولانا حضرت اقدس کے پرانے اصحاب میں سے تھے۔ ساری عمر خدمت دین میں صرف کی۔ آپ کی زندگی احباب جماعت کے لئے ایک نمونہ تھی خصوصاً التزام کے ساتھ پنجگانہ نمازوں کا مسجد میں پہنچکر باجماعت ادا کرنا خواہ کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہوتی) اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کے مرقد پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور آپ کو جنت فردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

نیز آپ کے پسماندگان (خصوصاً اہلیہ محترمہ اور صاحبزادگان) سے اظہار ہمدردی کرتی ہوئی دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور [illegible] کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

جماعت احمدیہ جہلم حضرت امیر اور دیگر بزرگان سلسلہ سے بھی اظہار ہمدردی کرتی ہے جن کا ایک گرانقدر ساتھی انہیں داغ مفارقت دے گیا اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری انجمن کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین نیز حضرت امیر سے درخواست کرتی ہے کہ ہماری طرف سے حضرت مولانا کے پسماندگان کو پیغام ہمدردی پہنچا کر ممنون فرمائیں۔

ہم ہیں احباب جماعت احمدیہ جہلم

خاکسار حکیم عبدالعزیز جنرل سیکرٹری۔ ریلوے روڈ جہلم

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی صحت

ڈلہوزی سے اقبال احمد صاحب لکھتے ہیں:- کل چھ دسمبر، ڈاکٹر عبداللہ صاحب نے نہانے کی کوشش کی۔ اسکی وجہ سے انکا سانس پھول گیا نبض کی رفتار ۱۲۰ ہو گئی اور چھاتی میں ہلکی سی درد شروع ہو گئی، ہم سب گھبرا گئے کہ شاید انہیں دوبارہ حملہ ہو گیا اور اس تھوڑی سی بے احتیاطی پر بہت نادم ہوئے۔ لیکن ڈاکٹر کو ٹیلیفون پر اطلاع دیتے پر اس نے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ایسی کیفیت ڈاکٹر صاحب پر کبھی کبھی ہوا کریگی۔ کل تو ڈاکٹر دیکھنے کیلئے نہیں آسکا آج صبح وہ آیا تو اس نے معاینہ کے بعد کہا کہ دل کی حالت بالکل ٹھیک ہے۔ اور اس نے مشورہ دیا کہ ڈاکٹر عبداللہ صاحب کل سے نیچے کی منزل میں دن میں ایک بار اترا کریں۔ الحمد للہ۔

نئی مجلس معتمدین کے ممبران کی فہرست

مندرجہ ذیل اصحاب انجمن کی نئی مجلس معتمدین کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔

(۱) حضرت مولانا صدرالدین صاحب - لاہور۔
(۲) مولانا محمد یعقوب خان صاحب لاہور۔
(۳) ڈاکٹر غلام محمد صاحب - لاہور۔
(۴) شیخ عبدالرحمن صاحب مصری - لاہور۔
(۵) نصیر احمد صاحب فاروقی - لاہور
(۶) مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی - لاہور
(۷) شیخ نیاز احمد صاحب - وزیر آباد
(۸) ڈاکٹر حسن علی صاحب - گوجرانوالہ
(۹) خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب - پشاور
(۱۰) ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب - پشاور
(۱۱) الحاج شیخ میاں محمد صاحب - لائل پور
(۱۲) محمد لطیف صاحب علوی - لاہور
(۱۳) پروفیسر عنایت علی خان صاحب - لاہور
(۱۴) مرزا مسعود بیگ صاحب (سیالکوٹ)
(۱۵) مولوی عبدالباقی صاحب - بنوں
(۱۶) پروفیسر محمد فاضل صاحب - پشاور
(۱۷) قاضی عبدالرشید صاحب - پشاور
(۱۸) پیر حسین شاہ صاحب - سفید ڈھیری
(۱۹) محمود احمد ملنگ صاحب - شیخ محمدی
(۲۰) فضل علی صاحب - بازید خیل
(۲۱) میاں محمد زمان صاحب - چارسدہ
(۲۲) سید عبدالجبار شاہ صاحب ستھانہ
(۲۳) پروفیسر خلیل الرحمان صاحب ایبٹ آباد
(۲۴) شیخ عبدالحق صاحب ہری پور
(۲۵) مولوی عبدالرحمن صاحب کیمبل پور
(۲۶) شاہ عبدالعزیز صاحب ایبٹ آباد
(۲۷) خانبہادر غلام ربانی خان صاحب ایبٹ آباد
(۲۸) ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب راولپنڈی
(۲۹) خواجہ محمد عبداللہ صاحب (راولپنڈی)
(۳۰) سیٹھ سعادت دین صاحب - جہلم
(۳۱) ملک فضل الٰہی صاحب (سرائے عالمگیر) جہلم
(۳۲) الحاج چودھری محمد حسن صاحب چیمہ - گجرات
(۳۳) ملک غلام سرور خاں صاحب - منڈی بہاؤالدین
(۳۴) بابو محمد رمضان صاحب - کاموں کی -
(۳۵) مولوی غلام مصطفےٰ صاحب (چک ورکاں)
(۳۶) شیخ نثار احمد صاحب - وزیر آباد
(۳۷) خواجہ محمد اصغر صاحب - سیالکوٹ
(۳۸) شیخ محمد عبداللہ صاحب - سیالکوٹ
(۳۹) شیخ انعام اللہ صاحب - سیالکوٹ چھاؤنی
(۴۰) چوہدری عبدالحق صاحب - بدوملہی
(۴۱) چوہدری میر احمد صاحب - بدوملہی
(۴۲) شیخ اللہ بخش صاحب - بدوملہی
(۴۳) چوہدری شکراللہ خان منصور - لاہور
(۴۴) چوہدری اللہ دتہ مواحد - چندر کے منگولے
(۴۵) میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی - لاہور
(۴۶) کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب - لاہور
(۴۷) الحاج خواجہ نذیر احمد صاحب - لاہور
(۴۸) میاں غلام شبیر صاحب - لاہور
(۴۹) میاں غلام حیدر صاحب - لاہور
(۵۰) ڈاکٹر اصغر حمید صاحب - لاہور
(۵۱) ایس اے رحیم صاحب - لاہور
(۵۲) ڈاکٹر یوسف احمد صاحب - لاہور
(۵۳) مرزا حمید الرحمن صاحب - لاہور
(۵۴) ڈاکٹر سعید احمد صاحب - لاہور
(۵۵) سید سلطان علی شاہ صاحب - لاہور چھاؤنی
(۵۶) ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب - راولپنڈی
(۵۷) چوہدری بشیر احمد صاحب - اوکاڑہ
(۵۸) میاں فضل الرحمان صاحب - ملتان
(۵۹) میاں فاروق احمد صاحب - ملتان
(۶۰) راجہ عبدالمجید صاحب - چھکسی -
(۶۱) سردار عبدالرحیم - ڈیرہ غازی خاں
(۶۲) میاں مولا بخش صاحب - لائلپور
(۶۳) میاں عزیز احمد صاحب - لائلپور
(۶۴) میاں شریف احمد صاحب - لائلپور
(۶۵) ڈاکٹر عبدالمجید صاحب - سرگودھا
(۶۶) چوہدری احمد دین صاحب - چک ۸۱ جنوبی سرگودھا
(۶۷) شیخ محمد لطیف صاحب - جھنگ مگھیانہ
(۶۸) چوہدری احسان الحق صاحب - میرپور
(۶۹) چوہدری فضل حق صاحب - آزاد کشمیر
(۷۰) ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب - آزاد کشمیر
(۷۱) شیخ میاں بشیر احمد صاحب - خانپور
(۷۲) محمد زمان خاں صاحب - نواب شاہ
(۷۳) میاں غلام عباس صاحب - کراچی
(۷۴) چوہدری امجد خاں صاحب - کراچی
(۷۵) شیخ عبدالغنی صاحب - کراچی
(۷۶) میاں رحیم بخش صاحب - کراچی
(۷۷) ڈاکٹر اللہ بخش صاحب - کراچی
(۷۸) ایم اے باسط صاحب - کراچی
(۷۹) مولوی عطاءالرحمن صاحب - ڈھاکہ
(۸۰) شیخ کرامت اللہ صاحب - کراچی
(۸۱) شیخ عبدالرحمن صاحب - کراچی
(۸۲) الحاج میاں عطاءاللہ صاحب - ملتان

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سال چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے، بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۳۱ دسمبر ۱۹۵۵ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے اگر دسمبر ۵۵ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو مجبوراً ۱۰ جنوری ۵۶ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کیا جائے گا جس کو چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا، ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک بھی نقصان اٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے دائرہ بنا دیا گیا ہے۔ (مینیجر پیغام صلح)

سالم خریدار	۱۳۵	6/-/-	۲۹۴	15/-/-	۴۰۴	
۱	6/-/-	۱۴۳	12/-/-	۲۹۷	36/-/-	۴۲۶
۳	6/-/-	۱۵۰	6/-/-	۳۰۲	6/-/-	۴۵۸
۱۶	6/-/-	۱۵۶	6/-/-	۳۰۴	24/-/-	[illegible]
۲۰	6/-/-	۱۷۱	12/-/-	۳۰۵	18/-/-	۴۷۶
۲۱	6/-/-	۱۷۶	30/-/-	۳۰۶	30/-/-	۴۸۵
۳۱	6/-/-	۲۰۰	6/-/-	۳۳۲	24/-/-	۴۸۷
۴۰	6/-/-	۲۰۲	6/-/-	۳۳۴	6/-/-	۸۰۶
۴۱	6/-/-	۲۰۳	12/-/-	۳۴۸	24/-/-	۸۱۰
۵۹	6/-/-	۲۲۵	18/-/-	۳۶۶	12/-/-	۸۱۲
۶۳	12/-/-	۲۲۹	6/-/-	۳۶۹	6/-/-	۸۱۴
۷۲	12/-/-	۲۴۱	6/-/-	۳۷۴	6/-/-	۸۲۷
۸۰	6/-/-	۲۴۲	6/-/-	۳۷۹	6/-/-	۸۶۸
۸۸	6/-/-	۲۴۷	6/-/-	۳۸۴	6/-/-	۸۶۹
۱۰۱	6/-/-	۲۷۶	6/-/-	۳۹۹	6/-/-	۸۷۹
۱۰۲	12/-/-	۲۸۶	30/-/-	۴۰۰	6/-/-	۸۸۹
۱۰۶	18/-/-	۲۹۲	30/-/-	۴۰۲	6/-/-	

ہندوستان کے خریداروں کے بقایاجات

ذیل میں ہندوستان کے رہنے والے ان احباب کے نمبر خریداری اور بقایاجات درج کئے جاتے ہیں، چونکہ ہندوستان سے روپیہ آنا مشکل ہے اس لئے تمام دوست جن کے نمبر خریداری ذیل میں درج ہیں اپنے بقایاجات شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۸-۱۰۰ اعظم پورہ، ملک پیٹ ... کے نام بھیجکر ممنون فرمائیں، اگر کوئی دوست پوری رقم جو ان کے نام نکلتی ہے ادا نہ کر سکیں تو باقساط ادائیگی فرمائیں، اگر یہ رقم ۲ جنوری ۱۹۵۶ء تک شیخ صاحب موصوف کو ...

۳۴۶	42/-/-	۴۴۱	30/-/-	۴۷۳	30/-/-	۶۱۳	
۳۴۳	24/-/-	۴۴۴	30/-/-	۴۷۵	36/-/-	۷۳۳	[illegible]
۳۷۸	36/-/-	۴۶۵	36/-/-	۴۸۰	30/-/-	۷۷۵	
۴۲۱	48/-/-	۴۶۶	42/-/-	۵۳۰	18/-/-	۷۸۳	6/-/-
۴۲۳	36/-/-	۴۶۸	6/-/-	۵۳۲	18/-/-		

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۴ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز ہفتہ

صبح دس بجے سے بارہ بجے تک خواتین کا جلسہ ہوگا۔ اور مختصر دستکاری کی نمائش ہوگی

۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز اتوار

اجلاس زیر صدارت جناب سید عبدالجبار شاہ صاحب

۱۰ بجے سے ۱½ بجے دوپہر تک

قاری حافظ محمد دوستان صاحب :- تلاوت قرآن مجید :- ۱۰ سے ۱۰¼ بجے تک

مولوی دوست محمد صاحب :- ملفوظات حضرت مسیح موعود :- ۱۰¼ سے ۱۰½ ، ، ،

قاضی عبدالرشید صاحب :- [illegible] :- ۱۰½ ، ۱۱¼ ، ،

حافظ محمد حسن صاحب چیمہ :- تحریک احمدیت :- ۱۱¼ ، ۱۲ ، ،

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی :- جہاد :- ۱۲ ، ۱۲¾ ، ،

حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب امیر قوم :- "اسلام کا احیائے ثانی" :- ۱۲¾ ، ۱½ ، ،

اڑھائی بجے جنرل کونسل کا اجلاس ہوگا

سیرت نبوی پر مقابلہ کی تقاریر ۷ بجے رات سے دس بجے تک

مقررین کو دس دس منٹ بولنے کی اجازت ہوگی۔

۲۶ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز پیر

اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب

۱۰ بجے سے ۱¼ بجے دوپہر تک

قاری حافظ محمد دوستان صاحب اور طلبائے مسلم ہائی سکول لاہور } تلاوت قرآن مجید و نظم :- ۱۰ سے ۱۰¼ بجے تک

میاں بشیر احمد صاحب منٹو :- امریکہ کے حالات :- ۱۰¼ سے ۱۱ ، ، ،

عنایت علی خاں :- سالانہ رپورٹ :- ۱۱ ، ۱۱¼ ، ،

مولانا مولوی محمد یعقوب خان صاحب نائب صدر انجمن :- تقریر :- ۱۱¼ ، ۱۲¼ ، ،

حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب امیر قوم } اسلام آج کی روشن دنیا کا مذہب ہے :- ۱۲¼ ، ۱¼

اجلاس دوم زیر صدارت میاں فاروق احمد صاحب

دو بجے سے ساڑھے چار بجے تک

قاری محمد دوستان صاحب :- تلاوت قرآن مجید :- ۲ سے ۲ بجکر دس منٹ

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری :- ختم نبوت :- ۲ بجکر دس منٹ سے ۳ بجے تک

ڈاکٹر غلام محمد صاحب :- قتل مرتد :- ۳ بجے سے ۳¾

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب :- ہمیں اب کیا کرنا چاہیئے :- ۳¾ سے ۴½

۲۶ دسمبر ۱۹۵۵ء کو احمدیہ کانفرنس ساڑھے چھ بجے شام شروع ہوگی

۲۷ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز منگل

اجلاس زیر صدارت الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ

۱۰ بجے سے ایک بجے تک

قاری حافظ محمد دوستان صاحب :- تلاوت قرآن مجید :- [illegible]

محمد فاضل رحمان صاحب آف ڈچ گائنا :- تقریر :- ۱۰¼ سے ۱۰¾

خانبہادر غلام ربانی صاحب :- مغرب میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں :- ۱۰¾ سے ۱۱½

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب :- ہمارا عقیدہ :- [illegible] ۱۲

شیخ محمد یوسف صاحب گرتھی :- تقریر :- ۱۲ سے ۱۲½

حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب امیر قوم :- اختتامی تقریر و دعا :- ۱۲½ سے ۱ بجے

نوٹ :- نماز ظہر و عصر ۱¾ بجے جمع ہونگی۔ مغرب و عشاء [illegible] بجے جمع کی جائیں گی

(۲) درس قرآن کریم ہر روز بعد نماز فجر حضرت امیر مولانا مولوی صدرالدین صاحب دیں گے

(۳) کھانے کے اوقات :- صبح ۸ بجے سے ۹ تک۔ شام ۶ بجے سے [illegible] تک

مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۵ء رجسٹرڈ ایل [illegible]

حسب ضابطہ [illegible] ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام [illegible] تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور [illegible] محمد صاحب پرنٹر و پبلشر [illegible] بلڈنگس لاہور

ایڈیٹر: دوست محمد

P. O. Jhang